جلد ۵ | مسجد المسیح لاہور :- چہارشنبہ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۲ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۴۹

ملفوظات حضرت مسیح موعود

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی

(گذشتہ سے پیوستہ)

اسی طرح پر اب بھی وہی خدا ہے جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر احسان اور انعام کئے اور اسی طرح پر اب بھی اس کے فضل اور برکات کے انعام ہو رہے ہیں۔ پس یاد رکھو کہ جو فریق اس حق کی مخالفت کرتا ہے اور اسے مفتری کہتا ہے۔ وہ جس قدر مخالفت چاہیں کریں مخالف الہام ان کو آخر معلوم ہو جائیگا کہ غالب وہی ہوتا ہے جس کو خدا نے اپنا نور اور فضل دیکر بھیجا ہے۔ اور خدا تعالےٰ اپنی قدیم سنت اور عادت کے موافق اس قوم پر اپنا فضل کریگا جس کو اس نے منتخب کیا ہے وہی دنیا پر پھیلے گی اور وہی قرآن شریف اسلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی وارث ہوگی +

دنیا میں ہمیشہ انسانوں کے تین طبقے ہوتے ہیں۔ سابق بالخیرات مقتصد اور ظالم۔ سابقین کو نشانات اور معجزات کی ضرورت نہیں ہوتی وہ تو قرآن اور حالات موجودہ سے پہچان لیتے ہیں۔ مقتصدین کو کچھ حصہ روشن دماغی کا ملا ہوا ہوتا ہے۔ اور کچھ تاریکی کا۔ اس لئے وہ دلائل اور معجزات کے محتاج ہوتے ہیں۔ مگر تیسرا طبقہ جو ظالمین کا ہوتا ہے۔ وہ چونکہ بہت ہی غبی اور پلید ہوتے ہیں بجز مار کھانے کے وہ نہیں مانتے یہ ایک قسم کا جبر ہوتا ہے جو ہر مذہب حق میں پایا جاتا ہے۔ کیونکہ ظالمین بجز اس کے سمجھ نہیں سکتے۔ حضرت مسیح کے لئے طیطاؤس رومی کا اتفاق ہو گیا۔ موسیٰ کی قوم جو پہلے ہی سے مزدوریوں اور فرعون کی سختیوں سے نالان تھی۔ اس نے حضرت موسےٰ کی دعوت کو قبول کر لیا اپنی نجات کا موجب سمجھا اور پھر بھی اللہ تعالےٰ ان کی اصلاح کے لئے وقتاً فوقتاً ان پر عذاب بھیجتا رہا کبھی طاعون کبھی زلزلے مختلف طریق پر انہیں منوایا اور اسی طرح ہوتا رہا ہے +

غرض یہ ایک سنت اللہ ہے کہ ظالمین کو اللہ تعالےٰ اس طریق پر سمجھاتا ہے کیوں؟ یہ فرقہ زیادہ بھی ہوتا ہے اور غبی بھی۔ اس وقت بھی یہ فرقہ زیادہ ہے۔ جو نشانات خدا نے ظاہر کئے ان پر بھی جرح کرنے میں کسوف خسوف کی حدیث کو مجروح قرار دیدیا۔ لیکھرام کی پیشگوئی پر اعتراض کر دیا ہر نشان جو ظاہر ہوتا ہے اعتراض کر دیتے ہیں مگر خدا تو سب کا مرشد ہے۔ اس نے تیسری صورت اور آخری حجت اختیار کی ہے جو طاعون ہے +

طاعون کا علاج تو بجز استغفار ہی ہے۔ یہ کوئی معمولی بلا نہیں بلکہ ارادہ الٰہی سے نازل ہوتی ہے۔ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہماری جماعت میں سے کسی کو نہ ہو صحابہ میں سے بھی بعض کو طاعون ہو گئی تھی۔ لیکن ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ جو خدا تعالےٰ کے حضور تضرع اور زاری کرتا ہے۔ اور اس کے حدود و احکام کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کے جلال سے ہیبت زدہ ہو کر اپنی اصلاح کرتا ہے وہ خدا کے فضل سے ضرور حصہ لیگا

جو زیادہ نہیں وہ دو ہی رکعت پڑھ لے۔ کیونکہ اس کو دعا کرنے کا موقع بہر حال مل جائیگا۔ اس وقت کی دعاؤں میں ایک خاص تاثیر ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ سچے درد اور جوش سے نکلتی ہیں جب تک ایک خاص سوز اور درد دل میں نہ ہو اس وقت تک ایک شخص خواب راحت سے کب بیدار ہو سکتا ہے۔ پس اس وقت کا اٹھنا ہی ایک درد دل پیدا کر دیتا ہے جس سے دعا میں رقت اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہی اضطراب اور اضطرار قبولیت دعا کا موجب ہو جاتے ہیں +

لیکن اگر اٹھنے میں سستی اور غفلت سے کام لیتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ درد اور سوز دل میں نہیں۔ کیونکہ نیند تو غم کو دور کر دیتی ہے لیکن جب کہ نیند سے بیدار ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ کوئی درد اور غم نیند سے بھی بڑھکر ہے جو بیدار کر رہا ہے +

پھر ایک اور بات بھی ضروری ہے جو ہماری جماعت کو اختیار کرنی چاہئے۔ اور وہ یہ ہے کہ زبان کو فضول گوئیوں سے پاک رکھا جاوے زبان وجود کی ڈیوڑھی ہے۔ اور زبان کو پاک کرنے سے گویا خدا تعالےٰ وجود کی ڈیوڑھی میں آ جاتا ہے۔ جب خدا تعالےٰ ڈیوڑھی میں آگیا تو پھر اندر آنا کیا تعجب ہے؟ پھر یاد رکھو کہ حقوق اللہ اور حقوق عباد میں دانستہ ہرگز غفلت نہ کی جاوے۔ جو ان امور کو مد نظر رکھکر دعاؤں سے کام لیگا یا یوں کہو کہ جسے دعا کی توفیق دیجاویگی ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اس پر اپنا فضل کریگا اور وہ بچ جاویگا۔ ظاہری تدابیر صفائی وغیرہ کی منع نہیں ہیں بلکہ برتوکل زانو ئے اشتر بہ بند پر عمل کرنا چاہئے۔ جیسا کہ ایاک نعبد و ایاک نستعین سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر یاد رکھو کہ اصل صفائی وہی ہے جو فرمایا ہے قد افلح من زکھا۔ ہر شخص اپنا فرض سمجھے کہ وہ اپنی حالت میں تبدیلی کرے۔ تمہیں یاد ہوگا کہ مجھے الہام ہوا تھا یا؟ غضب اللہ غضبت غضبا شدیدا۔ یہ طاعون کے متعلق ہے۔ مگر وہی خدا کے فضل کا امیدوار ہو سکتا ہے جو سلسلہ دعا توبہ اور استغفار کا نہ توڑے اور عمداً گناہ نہ کرے۔

گناہ ایک زہر ہے جو انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔ اور خدا کے غضب کو بھڑکاتی ہے۔ گناہ سے صرف خدا تعالےٰ کا خوف اور اس کی محبت ہٹاتی ہے۔ طاعون بھی گناہوں سے بچانے کے لئے ہے جیسی کہتے ہیں۔ کہ سعید کسی موقعہ کو ہاتھ سے نہیں دیتے۔ بعض کے حالات سنے ہیں کہ انہوں نے دعا کی کہ کوئی ہیبت ناک نظارہ ہو تا کہ دل میں رقت اور درد پیدا ہو۔ اب اس سے بڑھکر کیا ہیبت ناک نظارہ ہوگا کہ لاکھوں بچے یتیم کئے جاتے ہیں۔ بیواؤں کے گھر بھر جاتے ہیں۔ ہزارہا خاندان بے نام و نشان ہو جاتے ہیں۔ اور کوئی باقی نہیں رہتا +

اللہ تعالےٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کو ایسے موقعوں پر ہمیشہ بچا لیتا ہے جبکہ بلائیں عذاب الٰہی کی صورت میں نازل ہوں جس وقت خدا کا غضب بھڑکا ہوا ہے اور حقیقت میں یہ خدا کے غضب کے ایام ہیں اس لئے کہ خدا کے حدود اور احکام کی بے حرمتی کیجاتی ہے اور اسکی باتوں پر ہنسی اور ٹھٹھا کیا جاتا ہے پس اس سے بچنے کے لئے یہی علاج ہے کہ دعا سے سلسلہ کو نہ توڑو اور توبہ و استغفار سے کام لو وہی دعا مفید ہوتی ہے جبکہ دل خدا کے آگے گیل

اخبار احمدیہ

جلسہ سالانہ کی ایک مختصر رپورٹ کسی دوسری جگہ ہدیہ ناظرین ہے ظاہر ہے احباب امسال معمول سے کم اس دفعہ نہیں آئے جیسے کہ آنے چاہئیں تھے۔ بیرونی جماعتوں کے کام کے سیکرٹریوں کو اس طرف خاص طور پر توجہ کرنی چاہئے تھی اور ہر ایک مقام سے دوستوں کو اپنے ساتھ لانے کی ہر سال کوشش کرنی چاہئے۔ سالانہ جلسہ میں ہی سال بھر میں ایک دفعہ احباب کے اجتماع۔ اور ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات اور بزرگان ملت کی نصائح کو سننے کا موقعہ میسر آتا ہے جس سے قومی بہبودی کے جیسے نتائج حسنہ مترتب ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے ہم ایسے موقعہ پر بھی اگر سستی ہی غالب رہے تو اور کن قومی کاموں میں سرگرمی کی امید ہو سکتی ہے +

تقاریر جلسہ سالانہ۔ جلسہ سالانہ پر جس قدر تقاریر ہوئیں ان سب کو خاکسار ایڈیٹر پیغام صلح نے اسی وقت [illegible] کر لیا تھا۔ اور انشاء اللہ یکے بعد دیگرے تمام تقاریر پیغام صلح میں شائع ہوتی رہیں گی۔ ان کے شائع ہونے کے بعد جیسا کہ اکثر احباب کی خواہش ہے۔ انہیں کتابی صورت میں بھی شائع کیا جا سکتا ہے بشرط استطاعت

رخصت مہمانان:۔ جلسہ سالانہ پر جس قدر مہمان آئے تھے خدا کے فضل سے تمام کے تمام زیرک۔ سمجھدار اور نکتہ رس تھے۔ ان سب احباب کو ان کی ایک خاص لذت و سرور حاصل ہوتا ہے۔ بعض دوست اسی دن جب جلسہ ختم ہوا واپس تشریف لے گئے [illegible] ٹھیرے رہے۔ اور بعض [illegible] ایک دو دن تک ٹھیر رہے۔ اللہ تعالےٰ ان سب احباب کو [illegible] میں بیش از بیش برکات نصیب کرے +

شکریہ۔ جلسہ سالانہ پر بعض دوستوں نے مہمانوں کے استقبال و رہائش اور خاطر و مدارات میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ مثلاً اللہ [illegible] نبی بخش صاحب۔ مستری دین محمد صاحب۔ مرزا سکندر بیگ صاحب نے باورچی خانہ کا کام نہایت مستعدی۔ تندہی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ مولوی محمد حسن صاحب۔ میاں بشیر احمد صاحب میاں غلام محمد صاحب اور عبد الرحمن صاحب نے مہمانوں کی رہائش اور دیگر مختلف کاموں میں نہایت تندہی سے حصہ لیا۔ اور انہیں سرانجام دیا۔ ایسا ہی میاں بشیر حسین۔ میر [illegible] داد و دیگر اور [illegible] نے بھی مختلف کاموں میں ہاتھ بٹایا۔ جس کے لئے ان سب کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزا

نو مبائعین۔ ذیل کے احباب [illegible] کے ہاتھ پر [illegible] بیعت [illegible]

غلام حیدر صاحب۔ [illegible]

دو دست محمد خان صاحب

اہلیہ بابو ولی محمد خان صاحب

معذرت۔ جلسہ سالانہ میں مصروفیت کی وجہ سے اخبار کی اشاعت میں غیر معمولی التوا واقع ہو گیا۔ جو باعث معذرت ہے لیکن انشاء اللہ آئندہ مختلف پرچوں میں [illegible] تمام کسر کو پورا کر دیا جائیگا [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ ۔ چہارشنبہ ۳ جنوری ۱۹۱۷ء ۔ نمبر ۴۹

جلسہ سالانہ

تمہید

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ جلسہ سالانہ جو اپنی خاص خصوصیات کے لحاظ سے امسال ایک خاص امتیازی رنگ رکھتا تھا ۲۴ دسمبر ۱۹۱۶ء سے شروع ہو کر ۲۷ کی شام کو نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا سلسلہ عالیہ کے اندرونی (باہمی تنازعات سے لے کر دوسرے مسلمانوں اور پھر غیر مذاہب پر جس منصفانہ طریق سے ریویو ان چار دنوں میں ہوا ۔ اور اسلام اور عقاید حقہ کی جو عظمت و فضیلت ان سب پر ثابت ہوئی وہ لیکچرار ہ علے الدین بکلمہ کا ایک خاص رنگ رکھتا تھا ۔ ان تمام لیکچروں کے بعد جو عقاید باطلہ کی تردید میں دیئے گئے ۔ فریق مخالف کو اظہار خیالات اور اعتراضات کا کافی موقعہ دیا گیا ۔ لیکن افسوس کہ کسی نے بھی اس سے کما حقہ فایدہ اٹھانے کی کوشش نہ کی ۔ مریدین میاں صاحب کو جیسا کہ ناظرین کرام دوسری جگہ ملاحظہ فرمائینگے ۔ ایک خاص مطبوعہ چٹھی کے ذریعہ خود حضرت امیر ایدہ اللہ نے شمولیت جلسہ کی دعوت دی ۔ اور اپنے اظہار خیالات و اعتراضات کے لئے دو دنوں میں تین دفعہ موقعہ بھی دیا گیا ۔ دوسرے مسلمانوں میں سے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کو خاص طور پر دعوتی چٹھیاں بھیجی گئیں ۔ کہ آپ آئیں ۔ اور "نزول ابن مریم" اور "وفات مسیح" پر جو کہنا ہو کہیں ۔ مولوی ابراہیم صاحب نے تو کوئی جواب نہ دیا ۔ مولوی ثناء اللہ نے جو جواب دیا وہ بھی ان کی گریز ہی کے مرادف تھا ۔ چنانچہ جو خط انہوں نے لکھا وہ حسب ذیل ہے:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۱۶ء

بخدمت جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب لاہور
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ آپکا دعوتی خط پہنچا ۔ یاد آوری کا مشکور ہوں میں آپ کی حسب دعوت وفات مسیح پر سوال کرنے کو تیار ہوں ۔ بشرطیکہ آپ اس کے بعد صداقت مرزا صاحب پر بھی کافی وقت تک گفتگو کرنے کا وعدہ کریں ۔ جو اصل مابہ النزاع اور مابہ الافتراق ہے میرے خیال میں دونوں کام ۱۱ بجے شب تک باسانی ہو سکتے ہیں ۔ سالانہ جلسہ پر اس کا موقعہ نہ ملا تو پھر کب ملیگا ۔ جواب باصواب کا منتظر ۔ آپ کا باوفا ۔ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری"

مولوی صاحب کا منشاء صداقت مرزا صاحب پر گفتگو کرنے سے جو کچھ تھا وہ ہمیں خوب معلوم ہے ۔ لیکن ان کی نیت و منشاء کو چھوڑ کر بھی جب ہم اس پر غور کرتے ہیں کہ "صداقت مرزا صاحب" پر گفتگو ہونے سے پہلے اصولاً پہلے کن مراتب کا طے کرنا ضروری ہے ۔ تو ان کی یہ درخواست ایک حد تک موزون معلوم نہیں ہوتی ۔ وفات مسیح کے علاوہ اصولاً ہمیں یہ بھی طے کرنا ضروری ہے ۔ کہ نزول ابن مریم کا جو وعدہ احادیث میں دیا گیا ہے ۔ اس کی جو جو علامات بتائی گئی ہیں ۔ اس سے کیا مراد ہو سکتی ہے ۔ آیا اگر بفرض محال عیسیٰ کو زندہ بھی مان لیا جائے ۔ تو اس وعدہ کے مطابق اسی عیسیٰ کا آنا مراد ہو سکتا ہے ۔ یا اس کا مطلب کچھ اور ہے ۔ سوال یہ ہے ۔ کہ آیا مولوی صاحب یہ جائز سمجھتے ہیں ۔ کہ وہی مسیح ناصری علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں ۔ اور یوں ختم النبیین کی دیوار ردین کو ڈھا کر اسلام کا تختہ ہی الٹ دیں ۔ کیونکہ جب کہ آنحضرت صلعم کے بعد ایک اور نبی آ گیا ۔ تو اس کے صاف اور سیدھے معنے یہ ہیں کہ اب آنحضرت صلعم کا زمانہ نہیں رہا ۔ اب ایسی عیسیٰ نبی اللہ کا زمانہ ہے ۔ اب رسول اللہ صلعم کی قوت قدسیہ کبھی کام نہیں آسکتی ۔ بلکہ آپ ایک نبی کے بعد [illegible] ہونگے ۔ اگر یہ نہیں اور ہرگز نہیں ۔ تو مولوی صاحب کو چاہیئے کہ پہلے اس کا اعلان کریں اور بتائیں کہ وہ نزول ابن مریم سے کیا مراد لیتے ہیں ۔ اور اس نزول کی علامات کا وہ مطلب کیا سمجھتے ہیں ۔ جب تک اصولی طور پر یہ طے نہ ہو جائے ۔ اس وقت تک صداقت مرزا صاحب پر بحث [illegible] لاحاصل ہے ۔ لیکن تعجب ہے ۔ کہ باوجودیکہ اسی سالانہ جلسہ میں اس [illegible] گفتگو کرنے کے لئے وقت رکھا گیا تھا ۔ اور وفات مسیح پہلے ہی [illegible] تھا ۔ پر مولوی صاحب کو سوالات کے لئے مدعو بھی کیا گیا تھا ۔ لیکن افسوس کہ انہیں اس طرف رخ تک کرنے کی جرأت نہ ہوئی ۔ سالانہ جلسہ کی کوئی تخصیص نہیں ۔ مولوی صاحب اگر چاہیں تو پھر بھی ان مسایل پر گفتگو ہو سکتی ہے ۔ یا اگر اب نہیں تو آئندہ سال ہی سہی لیکن شرط یہ ہے ۔ کہ یا تو وہ اس کا اعلان کریں ۔ کہ نزول ابن مریم سے وہ حضرت مسیح ناصری مراد نہیں لیتے ۔ بلکہ اس سے ان کی مراد کچھ اور ہے ۔ اور اصولاً اس مسئلہ کو پہلے طے کریں ۔ اور یا پھر اس بارہ میں بھی اصولاً ہم سے متفق ہو کر پھر کسی اور طرف رخ کریں ۔ لیکن اس کو کیا کریں ۔ کہ ابن مریم کے نزول کا تو وہ فیصلہ نہیں کرتے ۔ وہ نہیں بتلاتے کہ اس بارہ میں ان کا کیا ایمان ہے ۔ اور بصورت اختلاف اس کے تصفیہ کے لئے بھی تیار نہیں ۔ اور محض ضد اور عناد کی راہ سے حضرت مسیح موعود کی تکذیب کرنا چاہتے اور کر رہے ہیں ۔ ابھی کچھ بہت دن نہیں ہوئے کہ اہلحدیث میں وہ حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب سے دو حدیثوں کا جو نزول ابن مریم ہی کے متعلق تھیں ۔ مطلب دریافت کر رہے تھے ۔ اب جبکہ ان کو اس کا موقعہ دیا جاتا ہے ۔ کہ وہ آئیں اور نہ صرف ان احادیث کے مطالب کو سن ہی لیں ۔ بلکہ اگر کچھ گفتگو بھی ان پر کرنا چاہیں تو کریں ۔ تو وہ جھٹ اس سے پہلو بدلتے اور اس اصولی گفتگو کو چھوڑ کر تکذیب مسیح موعود کی راہ اختیار کرنا چاہتے ہیں ۔

ایسا ہی ابھی تھوڑے دن ہوئے ۔ مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے اہلحدیث میں حضرت فاضل امروہوی کو وفات مسیح پر تحریری بحث کا چیلنج دیا تھا یہی نہیں بلکہ سیالکوٹی صاحب کو اس پر فخر ہے ۔ کہ وفات مسیح کے خلاف ایسے لاجواب دلایل ان کے پاس ہیں ۔ کہ جو حیات مسیح کا قطعی اور یقینی ثبوت ہیں ۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ان تمام دلایل کو اپنی ایک کتاب میں بھی لکھا ہے ۔ کہا جاتا ہے ۔ کہ یہ کتاب لاجواب ہے ۔ لیکن بایں ہمہ ادلۂ قاطعہ اور دعوؤں اور تحدیوں کے جب سالانہ جلسہ کے موقعہ پر انہیں بلایا جاتا ہے ۔ کہ آکر اپنے ان دلایل کو سنائیں ۔ اور اس مسئلہ پر گفتگو کریں ۔ تو جواب سے بھی وہ قطعاً جواب رکھتے ہیں ۔ تیسری طرف آریوں کو سوالات کا موقعہ دیا گیا ۔ جلسہ سے کئی دن پیشتر آریہ سماج لاہور کو بار بار لکھا گیا ۔ کہ اگر اسلام کے کسی مسئلہ پر انہوں نے کوئی سوالات کرنے ہوں ۔ تو پیشتر سے اطلاع دیں ۔ اور مضمون بحث اور مناظر کے نام کا بھی پتہ دیں ۔ خود ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب نے گذشتہ نومبر ۱۹۱۶ء میں پبلک جلسوں کے اندر انہیں چیلنج پر چیلنج دیئے ۔ جس کے بعد علیحدہ چٹھیاں بھی انہیں لکھی گئیں مگر ان کے جواب میں پہلے تو انہوں نے خاموشی اختیار رکی اور پھر جب بار بار ان سے کہا گیا تو مجبوراً دہلی اور آگرہ میں انہوں نے تاریں بھی دیں ۔ جیسا کہ سیکرٹری سماج کی حسب ذیل چٹھی سے ظاہر ہے:۔

"مکرمی سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور
تسلیم ۔ میں نے جناب سے عرض کیا تھا کہ چونکہ کرسمس میں بہت سے سالانہ جلسے ہیں ۔ اور جناب کی اطلاع بہت دیر سے وصول ہوئی ہے ۔ تاہم بھی انتظام کیا جاویگا ۔ چنانچہ آج ہی بابر دہلی و آگرہ پنڈتان کو تار دی گئی ہے ان کے جواب آنے پر جناب کو مطلع کیا جاویگا ۔ یا جیسا [illegible] سے اطلاع دی جاوے ۔
سیوک ۔ جگن ناتھ ۔ سیکرٹری آریہ سماج لاہور وچھو والی"

لیکن افسوس کہ ۱۸ دسمبر ۱۹۱۶ء سے (جو اس چٹھی کی تاریخ ہے) آج تک کی دی ہوئی تاروں کا جواب نہ آنا تھا اور نہ آیا یا شاید سیکرٹری سماج نے اسے اپنے مفید مطلب نہ پا کر یونہی دبائے رکھا ۔ اور آخر تک نہ تو مضمون مناظرہ کا پتہ دیا ۔ اور نہ ہی مناظر کے نام سے ہی اطلاع دی ۔ اس لئے پروگرام میں آریہ سماج کے سوالات کے جوابات کی جگہ "مسئلہ جہاد از روئے وید و قرآن" پر مناظرہ کا خود اپنی طرف سے اعلان کر دیا گیا ۔ گو پھر بھی آریہ سماج کا بھیجا ہوا مناظر تو کوئی بھی نہ آیا ۔ البتہ پنڈت دینا ناتھ نامی ایک آریہ جو قرآن کریم کو قطعاً جانتا تک نہیں ۔ آیا اور کلیات آریہ مسافر کے سہارے اعتراضات کرنے لگا ۔ اس کی ناقابل رحم حالت جس کا ذکر آگے چل کر اصل روئداد میں آئے گا آریہ سماج کے لئے جیسی کچھ شرمناک تھی ۔ اس کو بھی وہی لوگ جانتے ہیں جو جلسہ میں موجود بھی نہ ہوئی کہ مصداق ہے:

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

یہ تو جلسہ کی شان خصوصی کا کچھ تھوڑا سا نقشہ ہے جو ہم نے پیش کر دیا اب اصل روئداد بھی ناظرین کرام کو شروع سے آخر تک سنانی ضروری ہے [illegible]

رپورٹ جلسہ

پہلا دن (۲۴ دسمبر ۱۹۱۶ء)

حسب اعلان ۲½ بجے بعد از نماز ظہر جلسہ شروع ہوا جس میں تلاوت قرآن کریم کے بعد حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی نے فضایل رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم پر ایک فاضلانہ لیکچر شروع کیا ۔ اصل لیکچر کو شروع کرنے سے پہلے حضرت مولینا نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس مکاشفہ کی طرف جس میں آپ نے مسیح موعود کو دو شخصوں کے کندھوں پر تکیہ کئے ہوئے طواف خانہ کعبہ میں مصروف دیکھا تھا اشارہ کرتے ہوئے حاضرین کو اس طرف توجہ دلائی کہ اس مکاشفہ کی رو سے اور واقعات کی رو سے بھی جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود نے بھی اس کی وضاحت کر دی حضرت مولینا نور الدین اور خاکسار ہی وہ دو اشخاص ہیں ۔ جن کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے ۔ آپ نے اس طرف احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ جب واقعات نے نبی کریم صلعم کے اس مکاشفہ کو سچا ثابت کر دیا تو اس کے ماننے سے کیا انکار ہو سکتا ہے ۔ اس کے بعد آپ نے اپنا لیکچر شروع کیا ۔ اور آنحضرت صلعم کے معراج کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ یہ دراصل دین کی ظاہری و معنوی شوکت و غلبہ کی طرف اشارہ تھا ۔ جانے وقت میں نبی کریم صلعم کو ہوا مگر جب ابھی آپ سخت مصائب میں تھے ۔ دین سخت بےکسی اور غربت کی حالت میں مبتلا تھا ۔ اور ابھی تک ہجرت بھی نہیں ہوئی تھی ۔ ایسے وقت میں اللہ تعالےٰ نے آپکا معراج فرما کر پہلے سے ہی بتا دیا کہ اسلام کو ظاہری طور پر بھی فتوحات نصیب ہونگی [illegible] اسی ذریعہ سے ایک چشمہ دنیا میں رواں ہوگا ۔ مثال کے طور پر آپ نے [illegible] کا ذکر بھی کیا ۔ اور بالخصوص انگریزی زبان میں مغرب سے طلوع آفتاب کی پیشگوئی کے پورا ہونے پر زور دیا ۔ بعد ازاں کہ ولایت سے انگریزی ترجمۃ القرآن کا طبع ہو کر آنا ہی طلوع آفتاب از مغرب ہے ۔ حضرت مولینا گو بتقاضائے عمر سن رسیدہ بہت ہی ضعیف و کمزور ہیں ۔ اور اسی وجہ سے آپ کی آواز بھی بہت دھیمی تھی مگر آخر تک لوگ آپ کے فاضلانہ لیکچر کو بڑے ذوق و شوق کے ساتھ سنتے رہے ۔ آپ کا لیکچر لکھا ہوا تھا ۔ لیکن بسبب قلت وقت اس کا صرف ایک ہی حصہ اس وقت پڑھا جا سکا ۔ باقی ۲۷ دسمبر پر ملتوی کیا گیا ۔

حضرت مولینا کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین پر ایک اپنی پرتاثیر اور زبردست تقریر شروع کی آپ نے قرآن کریم کی اس آیت سے ثابت کیا کہ آنحضرت صلعم پر نبوت ختم ہے ۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا ۔ دوران تقریر میں آپ نے اس عظیم الشان انقلاب کا خاص طور پر ذکر کیا ۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد دنیا پر واقعہ ہو گیا آپ نے بتایا پہلے دنیا کی مختلف اقوام میں نبی پیدا ہوتے رہے ہیں ۔ اور ایک کے بعد دوسرا [illegible] لیکن حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو گذرے ہوئے تیرہ سو سال ہوئے ۔ مگر کوئی بھی نبی کسی قوم میں پیدا نہیں ہوتا ۔ یہ ختم نبوت پر خدا تعالےٰ کی فعلی شہادت ہے ۔ [illegible] کہا جا سکتا ہے ۔ کہ سکھوں کے اندر باوا نانک صاحب ہوئے ہیں ۔ جو ایک نئے مذہب کے بانی سمجھے جاتے ہیں ۔ لیکن باوا صاحب کے اقوال و آپ کے افعال کو اگر دیکھا جائے تو وہ ہرگز اسلام سے مختلف نہیں ۔ بلکہ وہ تو قرآن کی تعریف کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں ۔ خانہ کعبہ کا حج کرتے ہیں اور [illegible] آپکا جو چولہ ہے اس پر صاف طور پر آیات قرآنی اور کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے ۔ ان کے علاوہ ایک حرف بھی نہیں ۔ اس سے صاف [illegible] کہ باوا نانک ہرگز بطور نبی ہندوؤں کے اندر مبعوث نہیں ہوئے ۔ [illegible] جو آپ نے رائج کیا ۔ ان کے علاوہ مسلمانوں میں [illegible] کے نام سے دو شخص ہوئے ہیں ۔ باب [illegible] نہیں وہ تو شیعہ خیالات کے مطابق اپنے آپ کو امام مہدی اور [illegible] کے درمیان واسطہ سمجھتا تھا ۔ ہاں بہاء اللہ نے شریعت اسلام کے خلاف باتیں بنائیں اور نئے مسایل ایجاد کر کے ایک نیا مذہب بنانا چاہا

خواجہ صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ ان کے ہاں کتاب اقدس کی بجائے جو اس گروہ کی خاص کتاب سمجھی جاتی ہے قرآن کریم کا درس ہوتا ہے جہاں کہیں یہ لوگ پہنچتے ہیں اپنا کوئی خاص مذہب ظاہر نہیں کرتے بلکہ مسلمانوں ہی کی ہاں سے ہاں ملا کر کوئی ایک بات بھی اپنے مطلب کی بھی کر دیتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ اس گروہ کا بھی الگ مذہب کوئی نہیں کیونکہ جو الگ مذہب بنایا تھا اسے نہ دنیا میں ظاہر کرتے ہیں اور نہ خود اس پر عامل ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ سلسلہ نبوت خدا تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلعم کے بعد قطعاً بند ہے۔

حضرت امیر نے اس کے بعد بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ اور بابیوں اور بہائیوں کے تمام تاریخی واقعات پر بڑی وضاحت سے روشنی ڈالی اور آخر میں حضرت مسیح موعود کی ابتدائی اور آخری تحریرات سے بھی ثابت کیا کہ آپکی سلسلہ نبوت کو آنحضرت صلعم پر ختم قرار دیتے ہیں۔ اور آپ کے بعد دعوے نبوت کو جائز نہیں ٹھہراتے۔ اپنی تقریر کو شروع کرنے سے پہلے......

.......آپ نے یہ دریافت کر لیا تھا کہ اگر کوئی اعتراض کرنے والا ہو تو پہلے سے بتا دے۔ تاکہ وقت کا لحاظ کر کے تقریر کو مختصر کر دیا جائے لیکن چونکہ کسی کو بھی اس کی جرأت نہ ہوئی۔ باوجودیکہ بہت سے محمودی موجود تھے۔ اس لئے حضرت امیر ایدہ اللہ نے نماز مغرب کے قریب ہی تقریر ختم کی۔ جس کے بعد ڈاکٹر نور محمد صاحب نے اخیر کا اربعین کا حوالہ سنایا جس میں حضرت مسیح موعود نے اپنی وحی میں بھی اوامر و نواہی کے ہونے کا ذکر کیا ہے جس کے جواب میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے بتایا۔ کہ اسی اربعین میں اس عبارت کے آگے ہی حضرت صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ

"ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم الانبیا ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے۔ تاہم خدا نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا۔ کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ یہ احکام صادر کرے"

حضرت مولینا کا یہ عبارت پڑھ دینا ہی کافی تھا۔ اور اسی لئے آپ نے اس پر کوئی حاشیہ نہ چڑھایا کیونکہ خود یہ عبارت بتا رہی ہے۔ کہ یہاں آپ کی اپنی وحی میں اوامر و نواہی ہونے سے یہ مراد ہرگز نہیں۔ کہ آپ نبی ہیں اور نئی شریعت لائے ہیں۔ بلکہ آنحضرت صلعم کو خاتم الانبیا اور قرآن کو ربانی کتابوں کا خاتم مان کر آپ اپنا منصب محض مجددیت ہی بتاتے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر نہیں۔

اس کے بعد بعد از نماز مغرب میر مدثر شاہ صاحب پشاوری نے اولیائے امت پر ایک مختصر تقریر کی۔ اور اس میں حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے ثابت کیا کہ آپکا دعوے نبوت کا نہیں تھا۔ بلکہ اسی قسم کا آپ کا دعوے تھا جس قسم کا [illegible] اولیائے امت کو چلا آیا ہے یعنی محدثیت و جزوی نبوت۔

ان کے بعد اخویم مکرم شیخ صادق علی صاحب بنیادی نے ان تمام واقعات کو بیان کیا۔ جو میاں صاحب کی بیعت کے بعد آپ کو پیش آئے آپ نے بتایا۔ کہ میں اپنے ضمیر کی قدر کرنا چاہتا ہوں۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ بالآخر مجھے میاں صاحب کی بیعت کو فسخ کرنا پڑا۔ جن جن مراحل میں سے آپ کو میاں صاحب کی بیعت میں رہتے ہوئے گذرنا پڑا۔ ان سب کو بالتفصیل آپ نے بیان کیا۔ اور بتایا کہ باوجود میاں صاحب کے ساتھ ان کے تمام عقائد میں متفق ہونے کے اکثر اوقات جب بعض مخالف طرف سے اعتراضات ان اعتقادات پر ہوتے۔ تو میں اپنے آپ کو ان کے جواب سے قاصر پاتا جیسے ہونے ہوتے یہاں تک نوبت جا پہنچی۔ کہ میں احمدیت میں رہ کر بھی دل میں اطمینان نہ پاتا۔ غیر مذاہب کے متعلق تو میں سمجھتا۔ کہ مرزا صاحب نے ان کا کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ دلایل قاطعہ سے انہیں ناقابل تعلیم ثابت کر دیا ہے۔ اور خود سلسلہ احمدیہ بھی (موجودہ اعتقادات کے ساتھ) کسی صحیح پہلو پر نظر نہیں آتا۔ بالآخر اخبار پیغام صلح کو میں نے لگاتار پڑھنا شروع کیا۔ تو اس سے حلاوت آنے لگی۔ اور دل کو اطمینان ہوا اور آخر النبوت فی الاسلام پڑھ کر تو دل کو بہت ہی تسکین ہوئی۔ جس پر پہلے میاں صاحب کو چٹھی لکھی (جو پیغام صلح میں چھپ بھی چکی ہے) لیکن اس کا کوئی جواب نہ آیا۔ قادیان میں اور لوگوں کو بھی خط لکھے کہ میری چٹھی کا جواب دلوائیں۔ لیکن صدائے برنخاست آخر بیعت کو فسخ کرنا پڑا۔

آپ کا لیکچر بہت ہی دلچسپ اور سبق آموز تھا جس کو حاضرین نے بہت ہی ذوق و شوق کے ساتھ سنا۔ انشاء اللہ یہ تمام لیکچر آپ خود اپنے قلم سے قلمبند کر کے دیں گے جس میں زیادہ تفصیلی حالات مندرج ہونگے

اس کے بعد ماسٹر محمد یعقوب خانصاحب کے انگریزی لیکچر کا وقت تھا لیکن چونکہ ماسٹر صاحب موصوف جلسہ سے دو روز قبل لاہور سے شادی کرانے کے بعد واپس تشریف لے گئے تھے۔ اس لئے وقت پر پہنچ نہ سکے۔ اور آپ کا لیکچر ملتوی رہا۔

دوسرا دن (۲۵ دسمبر ۱۹۱۶ء)

کو سامنے رکھکر مسئلہ نبوت پر ایک پرمغز لیکچر دیا۔ آپنے ان تمام حوالجات کو سامنے رکھکر جو محمودی عام طور پر ثبوت مسیح موعود کے ثبوت نبوت میں پیش کیا کرتے ہیں۔ دوسری ان تحریرات سے ان کی تطبیق کی جن میں حضرت نے دعوے نبوت سے قطعاً انکار کیا ہے۔ اور ثابت کیا۔ کہ جہاں آپنے نبی کا لفظ اپنے متعلق بولا ہے۔ وہاں محض جزوی نبوت یا محدثیت ہی مراد ہے۔ ورنہ اصل نبوت کا دعوےٰ آپ نے ہرگز نہیں کیا مثلاً حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰ آپ نے حضرت مجدد الف ثانی کا حوالہ نقل کیا ہے۔ کہ جس کو کثرت سے مکالمہ مخاطبہ ہو اس کو نبی کہتے ہیں۔ حضرت مجدد صاحب نے نبی کی بجائے محدث لکھا ہے۔ اور خود حضرت صاحب نے بھی دوسری تحریرات میں جہاں یہ حوالہ نقل کیا ہے۔ وہاں محدث ہی کا لفظ نقل کیا ہے یہاں آپ چونکہ کثرت مکالمہ کا ذکر فرما رہے تھے۔ اس لئے لغوی معنوں میں لفظ نبی لکھ دیا جو محدثیت ہی کا مفہوم رکھتا ہے۔ ایسا ہی صفحہ ۳۹۱ کے متعلق محمودیوں کا خیال ہے کہ یہ دعوے نبوت کے متعلق فیصلہ کن ہے حالانکہ آپ نے اپنی خصوصیت صرف حدیث کی رو سے نبی کا نام پانے میں بتائی ہے۔ نہ منصب نبوت پر فائز ہونے میں۔ اور یہاں جو کہا کہ اس قدر کثرت مکالمہ پہلے اولیاء ابدال اور اقطاب میں سے کسی کو نہیں دیا گیا۔ تو اس سے یہ مطلب نہیں۔ کہ وہ پہلے نبی نہیں تھے اور آپ نبی ہیں۔ کیونکہ اگر کثرت مکالمہ ہی نبوت ہوتی تو معلوم ہوا۔ کہ جتنا کثرت مکالمہ حضرت صاحب کو ہوا ہے اتنے سے تو نبی بن سکتے ہیں۔ لیکن اس سے کم میں نہیں۔ حالانکہ دوسری جگہ فرما رہے ہیں۔ کہ جتنے نشان مجھے دیئے گئے ہیں اگر ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو اس سے ان کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔ گویا یہاں حضرت صاحب کے کثرت مکالمہ کے ہزارویں حصہ کو پانے والے بھی نبی ہو گئے۔ اس سے تو حضرت صاحب کی تحریرات میں تضاد واقع ہو گیا۔ حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ کثرت مکالمہ یا نشانات بطور مؤیدات کے ہوتے ہیں (جو نبی و غیر نبی ہر ایک مامور من اللہ کو دیئے جاتے ہیں)۔ وہ ان کی نبوت یا مامور من اللہی کو ثابت کرنے والے ہوتے ہیں۔ نہ کہ اصل نبوت۔ تو اس لحاظ سے بیشک حضرت صاحب کو اس کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ ہوا۔ کہ پہلے اولیاء کو نہیں ہوا۔ اور اس لحاظ سے حدیث میں بھی لغوی و مجازی معنوں میں آپکو نبی اللہ کا نام دیا گیا۔ لیکن یہ کوئی اصل نبوت نہیں جو آپ کو ملی ہو اور نہ ہی اس سے آپ اصل نبی بن سکتے ہیں۔ الغرض اسی طرح سے آپ نے بہت سے حوالجات کو آپس میں تطبیق دی۔ جس کا سامعین پر اچھا اثر ہوا۔

اس کے بعد سوال و جواب کے لئے وقت تھا جس کے لئے مولوی عبد الرحمن صاحب بھیروی کھڑے ہوئے۔ مگر آپ نے میاں صاحب کے عقاید سے اپنا عدم اتفاق ظاہر کرتے ہوئے صرف اس قدر اعتراض کیا کہ لیکچر میں صرف یہی کہا گیا ہے کہ حضرت صاحب نے کسی طرح کا بھی دعوے نبوت نہیں کیا۔ حالانکہ نبوت ولایت تمام امت میں مسلم چلی آئی ہے پہلوں نے بھی اس کے دعوے کئے ہیں۔ اور خود حضرت نے بھی انہی معنوں میں اپنے اوپر لفظ نبی اللہ بولا ہے۔ اس پر مولوی صاحب کو بتایا گیا۔ کہ ہماری حضرت صاحب کو نبی نہ کہنے سے صرف یہی مراد ہے کہ آپ حقیقی اور کامل نبی نہ تھے۔ جیسا کہ میاں صاحب کا اعتقاد ہے۔ باقی نبوت ولایت بالفاظ دیگر محدثیت کے ہم بھی قایل ہیں۔

اس کے بعد حضرت مولینا صدر الدین صاحب کا وقت تھا اور آپ نے اپنی مسلمہ فصاحت بلاغت اور خوش بیانی کے ذریعہ حضرت رسول کریم صلعم کی خصوصیات آپ کا کل دنیا جہان کے لئے ایک ہی نبی ہونا اور ہر زمانہ و ہر ملک کے لئے ایک کتاب کا آپ پر نازل ہونا۔ آپ کے اخلاق کریمہ اور رحمۃ للعالمینی کا جو دلآویز اور صحیح نقشہ کھینچا وہ حاضرین کے ازدیاد ایمان کا موجب تھا۔ حضرت رسول کریم صلعم کے حالات دوسرے انبیا بالخصوص حضرت مسیح علیہ السلام سے آپ نے مقابلہ کرتے ہوئے آپ کی اعلےٰ و ارفع شان کو... بڑی ہی خوبی اور وضاحت کے ساتھ بتایا۔ جس کا اصل لطف یا تو تقریر کے سننے والوں کو آیا ہوگا۔ یا کچھ اس کے عنقریب شائع ہونے پر حاصل ہوگا۔ واللہ المستعان ایسے موقعہ پر خلاصہ کرنا بہت ہی مشکل کام ہے۔

تیسرے پہر پھر حضرت امیر ایدہ اللہ نے "میاں صاحب کے عقاید" پر نہایت خوبی سے روشنی ڈالی۔ اور دکھایا۔ کہ میاں صاحب کیونکر ایک ایک بات میں قرآن۔ حدیث۔ اور حضرت مسیح موعود کے خلاف چل رہے ہیں۔ ختم نبوت قرآن کا خاتم الکتب ہونا موجود۔ اس کی تائید میں ایک نہیں سات حدیثوں کا مختلف راویوں سے مختلف پیرایوں میں مختلف اور اعلےٰ درجہ کی کتب صحاح میں ہونا موجود۔ پھر حضرت مسیح موعود کے اپنے اقوال موجود جن میں آپ نے آنحضرت صلعم کے بعد سلسلہ نبوت کا انقطاع مانا ہے۔ لیکن اس کے خلاف میاں صاحب صرف یہی نہیں

قائل ہیں۔ اور اس وقت بھی جب میاں صاحب تقریر کر رہے تھے دین ہی کا ارکان وہ مانتے ہیں پھر نبوت کو وہبی نہیں بلکہ اکتسابی مانتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں تمام صحابہ تمام تابعین و تبع تابعین اور بعض ائمہ دین کو آنحضرت صلعم کا کامل متبع یا شریعت کا کامل پیرو تسلیم نہیں کرتے۔ ایسی حالت میں جب تیرہ سو برس تک کوئی بھی ایسا پیدا نہیں ہوا کہ جو شریعت کی پوری طور پر پیروی کر سکتا۔ تو کیا عیسائیوں کے کفارہ والی بات نہیں کہ شریعت نعوذ باللہ ایک لعنت ہے۔ جس پر چلنے کی کسی کو استطاعت نہیں پھر کفارہ پر کیوں ایمان نہیں لاتے۔ اسی طرح سے آپ نے اسمہ احمد پر بھی بڑی وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی۔ اور قرآن میں حضرت عیسےٰ کی اس پیشگوئی کو سیاق و سباق عبارت سے آنحضرت صلعم پر چسپاں کر کے دکھایا جس کے ساتھ انجیل اور خود حضرت نبی کریم صلعم کے ارشادات کو بھی بطور شہادت پیش کیا۔ پھر حضرت مسیح موعود کے اپنے اقوال سے دکھایا کہ آپ بھی اس پیشگوئی کا اصل مصداق آنحضرت صلعم کو ہی قرار دیتے ہیں اس موضوع پر حضرت موصوف نے ایک کتاب بھی ابھی تصنیف کی ہے جو ایام جلسہ میں ہی شائع بھی ہو گئی۔ بقیمت چار آنہ مہتمم بکڈپو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے مل سکتی ہے۔

حضرت امیر کے اس لیکچر پر بھی محمودی خیالات کی ترجمانی کے لئے کوئی بھی کھڑا نہ ہوا۔ البتہ مولوی عبد الرحمن صاحب بھیروی نے پھر وہی صبح والا اعتراض کیا۔ کہ ایک قسم کی نبوت جو نبوت ولایت ہے۔ اور جو تمام سابق اولیاء اللہ کو بھی ملتی رہی ہے۔ حضرت صاحب کو بھی ملی ہے۔ اور میں نے کہا کہ اسمہ احمد یا اور ایسے ہی مسائل میں باوجود بیعت کے میں میاں صاحب کے خیالات کا پابند نہیں جس پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے انہیں بتایا کہ آپکو غلطی لگتی ہے۔ کہ ہم نبوت ولایت کے قایل نہیں۔ ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت صاحب نے اس سے محدثیت ہی مراد لی ہے نہ کہ اصل نبوت اور میاں صاحب کا اعتقاد اس کے خلاف ہے۔ جواباً مولوی عبد الرحمن صاحب نے اسی وقت کھڑے ہو کر کہا۔ کہ میاں صاحب کے خیالات سے مجھے واسطہ نہیں۔ اس بارہ میں حضرت امیر المؤمنین کے عقاید سے میں متفق ہوں" ایسے ہی آپ نے اسی تقریر میں بتایا کہ مجھے آپ لوگوں اور بالخصوص حضرت امیر المؤمنین سے اور قادیان والوں سے بھی دلی محبت ہے۔ اور میں اس کا ذکر میاں صاحب کے مریدین سے بھی کیا کرتا ہوں۔ جو ناراض بھی مجھ سے ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب کی یہ صاف بیانی قابل قدر اور لائق داد تھی کہ انہوں نے باوجود میاں صاحب کی بیعت میں ہونے کے عقاید حقہ کا کھلے طور پر اظہار کیا۔ اور کسی مخالفت کی پرواہ نہیں کی اور ہمیں امید ہے۔ کہ اسی جرأت و اظہار حق سے انہوں نے قادیان میں بھی جہاں وہ اس کے بعد ہی اگلے دن تشریف لے گئے کام لیا ہوگا اس کے بعد جلسہ نماز مغرب کے لئے ملتوی ہوا۔ اور بعد از نماز چونکہ مولوی محمد یمین صاحب دالوی ابھی تک تشریف نہیں لائے تھے۔ اس لئے حضرت مولینا عزیز بخش صاحب نے اغراض و مقاصد سلسلہ پر ایک بسیط تقریر کی۔ اور الوصیت ازالہ اوہام کے حوالوں سے جماعت کو متنبہ کیا۔ کہ ہمارا کام تبلیغ حق ہے جس کے ساتھ اخلاق حسنہ اور نرم دلی و محبت سے بھی ہمیں کام لینا چاہئے۔ آپ کا لیکچر بہت ہی موثر اور قابل عمل تھا۔

اس کے بعد

احمدیہ کانفرنس

کا وقت تھا۔ جس میں سب سے پہلے جناب ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب نے جماعت کو عملی نمونہ قایم کرنے اور چندوں میں خاص اہتمام سے کام لینے کی نصیحت کی۔ اور پھر آپ کی تجویز اور حضرت ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب محاسب انجمن اور دیگر سب دوستوں کی تائید سے یہ ریزولیوشن پاس ہوا۔ کہ جماعت کا ہر فرد اپنی آمد میں سے کم از کم دو پیسے فی روپیہ چندہ انجمن کے خزانہ میں بالضرور داخل کیا کرے۔ اس سے زیادہ دے تو اور بھی اجر عظیم کا مستحق ہوگا۔ پھر مولینا اکبر شاہ خانصاحب کی تجویز اور شیخ عبد الحق صاحب شملوی اور خاکسار ایڈیٹر پیغام صلح کی تائید اور سب احباب کے اتفاق سے یہ ریزولیوشن بھی منظور ہوا کہ انجمن پنجاب کے علاوہ ہندوستان کے مختلف بڑے بڑے شہروں میں بھی اپنے اہتمام اور صرف سے جلسے منعقد کر کے وہاں کے لوگوں کو اسلام اور احمدیت سے بہرہ ور کرے کیونکہ ان علاقوں میں عام طور پر اول تو اسلام سے ہی ناواقفیت ہے اور احمدیت کو تو کوئی جانتا ہی نہیں۔ اس کے بعد چونکہ وقت زیادہ گذر چکا تھا۔ اس لئے کانفرنس کا جلسہ صبح پر ملتوی ہوا۔

تیسرا دن (۲۶ دسمبر ۱۹۱۶ء)

صبح بعد از نماز فجر کانفرنس کا پھر اجلاس ہوا۔ جس میں دیگر مختلف امور کے علاوہ اخبار پیغام صلح کی مالی حالت کا سوال بھی پیش ہوا لیکن افسوس ہے کہ باوجودیکہ ہمارے مکرم دوست عبد الصمد جان صاحب [illegible] یہ تجویز رکھا کہ اخبار کا قیمت [illegible] جائے۔ تاکہ اخبار کا [illegible]

جلد ۵ | بیت المسیح لاہور :- یک شنبہ ۲۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۶ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۵۰

ملفوظات حضرت مسیح موعود

حق کے ثمرات

حضرت مسیح موعود نے ۲۷ دسمبر سنہ ۱۹۰۱ء کو بعد نماز عصر حسب ذیل تقریر مسجد میں فرمائی :-

سب کو متوجہ ہو کر سننا چاہئے۔ اور پورے غور اور فکر کے ساتھ سنو۔ کیونکہ یہ معاملہ ایمان کا معاملہ ہے۔ اس میں غفلت۔ سستی۔ اور عدم توجہ بہت برے نتیجے پیدا کرتی ہے جو لوگ ایمان میں غفلت سے کام لیتے ہیں۔ اور جب ان کو مخاطب کر کے کچھ بیان کیا جاوے تو غور سے اس کو نہیں سنتے ہیں۔ ان کو بولنے والے کے بیان سے خواہ وہ کیسا ہی اعلیٰ درجہ کا مفید اور موثر کیوں نہ ہو۔ کچھ بھی فایدہ نہیں ہوتا۔ ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جن کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ کان رکھتے ہیں مگر سنتے نہیں۔ اور دل رکھتے ہیں پر سمجھتے نہیں پس یاد رکھو کہ جو کچھ بیان کیا جاوے اسے توجہ اور بڑے غور سے سنو کیونکہ جو توجہ سے نہیں سنتا ہے۔ وہ خواہ عرصہ دراز تک فایدہ رسان وجود کی صحبت میں رہے اسے کچھ بھی فایدہ نہیں پہنچ سکتا۔

جب خدا تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں مامور کر کے بھیجتا ہے۔ تو اسی وقت دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو ان باتوں پر توجہ کرتے اور کان دھرتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اسے پورے غور سے سنتے ہیں۔ یہ فریق وہ ہوتا ہے جو فایدہ اٹھاتا ہے اور سچی نیکی اور اس کے برکات وثمرات کو پا لیتا ہے دوسرا فریق وہ ہوتا ہے جو ان کی باتوں کو توجہ اور غور سے سننا تو ایک طرف رہا ان پر ہنسی کرتے اور ان کو دکھ دینے کے لئے منصوبے سوچتے اور کوششیں کرتے ہیں۔

ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو اس وقت بھی اسی قاعدہ کے موافق دو فریق تھے ایک وہ جس نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو سنا اور پورے غور سے سنا اور پھر آپ کی باتوں سے ایسے متاثر ہوئے اور آپ پر ایسے فدا ہوئے کہ والدین اور اولاد اور اقربا اور اعزہ غرض دنیا میں ہر چیز جو پیاری ہو سکتی تھی۔ اس پر آپ کے وجود کو مقدم کر لیا۔ اچھے بھلے آرام سے بیٹھے تھے۔ برادری سے تعلقات اور احباب کے تعلقات سے اپنے خیال کے موافق لطف اٹھا رہے تھے۔ مگر اس پاک وجود کے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہی وہ سارے رشتہ اور تعلق ان کو چھوڑنے پڑے اور ان سے الگ ہونے میں انہوں نے ذرا بھی تکلیف محسوس نہ کی بلکہ راحت اور خوشی سمجھی۔ اب غور کرنا چاہئے کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ کیا چیز تھی جس سے ان لوگوں کو اپنا ایسا گرویدہ بنا لیا کہ وہ اپنی جانیں دینے کے لئے طیار ہو گئے اپنے تمام دنیوی مفاد اور منافع اور تمام قومی اور ملکی تعلقات کو قطع کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ نہ صرف آمادہ بلکہ انہوں نے قطع کر کے اور اپنی جانوں کو دیکر دکھا دیا کہ وہ آپ کے ساتھ کس خلوص اور ارادت سے ہو گئے تھے۔ بظاہر آپ کے پاس کوئی مال و دولت نہ تھا۔ جو ایک دنیا اور انسان کے لئے تحریص اور ترغیب کا موجب ہو سکے۔ خود آپ نے ہی یتیمی میں پرورش پائی تھی تو وہ اور

میں کہتا ہوں کہ بے شک آپ کے ساتھ کوئی مال و دولت اور دنیوی تحریص و ترغیب کا ذریعہ نہ تھا۔ اور ہرگز نہ تھا لیکن آپ کے پاس وہ زبردست چیزیں جو حقیقی اور اصلی موثر اور جاذب ہیں تھیں یعنی انہوں نے یقین کیں اور انہوں نے ہی دنیا کو آپ کی طرف کھینچا وہ تھیں

حق اور کشش

یہ وہ چیزیں ... تی ہیں جن کو انبیاء علیہم السلام لیکر آتے ہیں۔ جب تک یہ دونوں موجود نہ ہوں۔ انسان کسی ایک سے فایدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اور نہ پہنچا سکتا ہے حق ہو کشش نہ ہو کیا حاصل؟ کشش ہو لیکن حق نہ ہو۔ اس سے کیا فایدہ؟ بہت سے لوگ ایسے دیکھے گئے ہیں اور دنیا میں موجود ہیں کہ ان کی زبان پر حق ہوتا ہے مگر دیکھا گیا ہے کہ وہ حق مفید اور موثر ثابت نہیں ہوتا۔ کیوں؟ وہ حق صرف ان کی زبان پر ہے۔ اور دل اس سے آشنا نہیں اور وہ کشش جو دل کی ... ایت کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ اس کے پاس نہیں ہے۔ اس لئے وہ جو کچھ کہتا ہے جس اوپرے دل سے کہتا ہے اسی طرح پر اس کا اثر ہوتا ہے +

سچی کشش حقیقی جذب اور واقعی تاثیر اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اس حق کو جسے وہ بیان کرتا ہے نہ صرف آپ قبول کرے بلکہ اس پر عمل کر کے اس کے چمکتے ہوئے نتایج اور خواص کو اپنے اندر رکھتا ہو۔ جب تک انسان خود سچا ایمان ان امور پر جو وہ بیان کرتا ہے نہیں رکھتا اور سچے ایمان کے اثر اپنے اعمال سے نہیں دکھاتا وہ ہرگز ہرگز موثر اور مفید نہیں ہوتے وہ باتیں صرف بدبو دار ہونٹوں سے نکلتی ہیں۔ جو دوسروں کے کان تک پہنچتے ہیں اور بھی بدبودار ہو جاتی ہیں۔ بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ ظالم وسفاک حق کا بول بھی خون کرتے ہیں کیونکہ اس کے برکات اور درخشاں ثمرات ان کے ساتھ نہیں ہوتے اس لئے سننے والے محض خیالی اور فرضی باتیں سمجھ کر ان کی پروا نہیں کرتے اور یوں دوسروں کو محروم کر دیتے ہیں +

غرض یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہ شخص جو دنیا کی اصلاح اور بہتری کا مدعی ہے۔ جب تک اپنے ساتھ حق اور کشش نہ رکھتا ہو۔ کچھ فایدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اور وہ لوگ جو توجہ اور غور سے اس کی بات کو نہیں سنتے وہ ان سے بھی فایدہ نہیں اٹھا سکتے جو کشش اور حق بھی رکھتے ہوں +

جیسا کہ خدا تعالیٰ کا قانون قدرت ہے کہ رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات آتی ہے۔ اور اس قانون قدرت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی اسی طرح دنیا پر اس قسم کے زمانے آتے رہتے ہیں کہ کبھی روحانی طور پر رات ہوتی ہے اور کبھی طلوع آفتاب ہو کر نیا دن چڑھتا ہے چنانچہ پچھلا ایک ہزار جو گذرا ہے روحانی طور پر ایک تاریک رات تھی جس کا نام نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فیج اعوج رکھا ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ ایک دن ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ ان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون ہس ہزار سال میں دنیا پر ایک خطرناک ظلمت کی چادر چھائی ہوئی تھی جس میں ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کو ایک ناپاک کیچڑ میں ڈالنے کے لئے ہر قسم کی تدبیروں اور مکاریوں اور حیلہ جوئیوں سے کام لیا گیا ہے اور خود ان لوگوں میں ہر قسم کے شرک اور بدعات ہو گئے جو مسلمان کہلاتے تھے مگر اس گروہ کی نسبت

اور نہ میں ان سے ہوں +

غرض جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا یہ ہزار سالہ رات تھی جو گذر گئی۔ اب خدا تعالیٰ نے تقاضا ... روشنی سے حصہ دے اس شخص کو جو حصہ لے سکے کیونکہ ہر ایک اس قابل ... اس سے حصہ لے چنانچہ اس نے مجھے اس صدی پر مامور کر کے بھیجا ہے تاکہ میں اسلام کو زندہ کروں +

اخبار احمدیہ

درس قرآن کریم:- گذشتہ ۳۰ دسمبر سنہ ۱۹۱۷ء کو درس قرآن کریم کا ایک دور بفضلہ تعالیٰ ختم ہوا۔ دوسرا دور جس میں ایک پاؤ پارہ کا درس ہر روز ہوا کریگا۔ اور اس طرح سے چار ماہ میں قرآن کریم ختم ہو جاویگا انشاء اللہ آیندہ درس جنوری سنہ ۱۹۱۸ء سے شروع ہو جائیگا۔ یہ درس بھی گو عام ہوگا۔ لیکن اسے زیادہ مفید اور کارگر بنانے کے لئے یہ انتظام کیا گیا ہے۔ کہ بعض چیدہ اشخاص جو اس بات کا اقرار کریں کہ وہ باقاعدہ درس میں حاضر ہوا کریں گے۔ اور خود گھر سے روزانہ درس کے لئے قرآن پڑھ کر اور تیاری کر کے آئینگے۔ وہ اپنے ناموں سے اطلاع دیدیں۔ تاکہ ایسے اشخاص کی ایک خاص جماعت مرتب ہو جائے۔ اور یہ بوجھ جو حضرت امیر ایدہ اللہ پر ڈالا گیا ہے۔ دوسری طرف کسی دیرپا فایدہ کا موجب ہو چنانچہ اسی غرض سے بیرونی انجمنوں کے سیکرٹریوں کے نام چٹھیاں بھی لکھی گئی ہیں کہ وہ ایسے اشخاص کے نام جو اس طرح سے قرآن کریم سیکھنا چاہیں بعجلت جلد لکھ کر بھیجیں۔ لاہور میں ۱۸ - ۱۹ ذی علم اشخاص اس غرض سے اپنے نام دے چکے ہیں۔ اور ابھی ایسے متعلمین کی تعداد بڑھ رہی ہے بیرونی احباب جو اس سے فایدہ اٹھانا چاہیں۔ بہت جلد توجہ کریں۔

نو مبایعین:- ذیل کے احباب حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر احمدی بیعت میں داخل ہوئے۔

(۱) مسٹر عبد الجبار صاحب طالب علم تھرڈ ایر کلاس اسلامیہ کالج لاہور۔

(۲) منشی علی محمد صاحب۔ مریدکے۔

(۳) سید علی بہار شاہ صاحب سکنہ گنڈ ...

مولود مسعود:- مولانا عبد الحق صاحب ریسرچ سکالر کے گھر میں یکم جنوری سنہ ۱۹۱۸ء کو اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے +

احمد مجتبےٰ:- اس نام کا ایک سو صفحہ کا رسالہ ... ۲۲ سال ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ نے حال میں لکھا ہے۔ جو جلسہ سالانہ ہی پر چھپکر شائع ہو گیا تھا۔ اس رسالہ میں قرآن کریم۔ حدیث۔ تاریخ اور حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے ثابت کیا گیا ہے کہ احمد آنحضرت صلعم کا نام تھا اور پیشگوئی مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد آپ پر پوری ہو گئی میاں صاحب کے عقاید وخیالات کی تردید کرتے ہوئے دلایل قاطعہ کیساتھ نہایت دلچسپ کی گئی ہے جو اس قابل ہے کہ ہر ایک احمدی اور محمودی اسے پڑھکر فایدہ اٹھائے اس کی بہت سی کاپیاں اس وقت محمودیوں کو مفت بھی دی جا چکی ہیں اور بھی جو لوگ میاں صاحب کے مرید ... ہوں

حضرت مسیح موعود کی کسی تحریر میں نہیں ۔ اور مولوی صاحب نے آپ کی طرف خواہ مخواہ منسوب کر دیا ۔ تیسرا یہ کہ النبوت فی الاسلام میں مولوی صاحب نے آیت خاتم النبیین کا نزول آنحضرت صلعم کے صاحبزادہ ابراہیم کی فوتیدگی کے بعد قرار دیا ہے ۔ حالانکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ ۵ھ کو یہ آیت نازل ہوئی اور صاحبزادہ ابراہیم ۹ھ میں فوت ہوئے ۔ یہ تینوں اعتراض جو حضرت صاحب ایدہ اللہ پر اس اشتہار میں کئے گئے ہیں ۔ ہم ان کے مدلل و مفصل جواب تو انشاء اللہ اشاعت آیندہ میں دینگے لیکن یہ سمجھ نہیں آتی کہ ان اعتراضات کو بفرض محال صحیح مان کر بھی یہ لفظ کے اعتقادات کہاں تک ثابت ہو جاتے ہیں ۔ کیا اگر حضرت امیر ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعود کو نبی اللہ لکھا ہو ۔ تو اس سے ثابت ہو گیا کہ حضرت صاحب واقعی اور حقیقی نبی ہیں ۔ اور آنحضرت صلعم کا خاتم النبیین بمعنے لا نبی بعدی ہونا باطل ہو گیا ۔ آیا اس سے آنحضرت صلعم کے وہ سارے صریح ارشادات جن میں آپ نے آیت خاتم النبیین کی تفسیر لا نبی بعدی سے کی ہے اور اپنے بعد کسی نبی کا آنا جائز قرار نہیں دیا ۔ غلط ثابت ہو گئے ۔ اور خاتم النبیین کے وہ معنے درست ہو گئے ۔ تو نبیوں کی بھاری تعداد آج کل بنا رہی ہے پھر اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے کوئی عبارت غلطی سے حضرت مسیح موعود کی تحریر سمجھ لی ۔ تو کیا اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلعم کا نام احمد نہ تھا ۔ اور آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کے مصداق حقیقی رسول اللہ صلعم نہیں بلکہ مرزا صاحب ہیں ۔ ایسا ہی آیت خاتم النبیین کے نزول اور آنحضرت صلعم کے صاحبزادہ ابراہیم کی فوتیدگی کے واقعات کے مقدم موخر ہونے کو اگر بفرض محال صحیح طور پر بیان نہ کیا گیا ہو ۔ تو اس سے اعتقادات پر کوئی اثر پڑ سکتا ہے ۔ اور کہاں یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ سلسلہ نبوت آنحضرت صلعم پر منقطع نہیں ہو گیا ۔ کچھ خدا کا خوف کرو ۔ اور خواہ مخواہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں میں پڑ کر مخلوق خدا کو دھوکا مت دو قرآن اور حدیث سے وہ دلایل دو ۔ جو تمہارے اعتقادات کو ثابت کرتے ہوں ۔ اور اس کے مخالف دلایل کو توڑ کر دکھاؤ ۔ کسی کی چند لفظی یا تاریخی غلطیوں سے (اگر وہ واقعی غلطیاں بھی ہوں) اصل مسئلہ ثابت نہیں ہو گا اور نہ تمہارے اعتقادات درست مانے جا سکتے ہیں ۔

بہر حال ہم آیندہ اشاعت میں ان تینوں اعتراضات پر مفصل نظر ڈالیں گے ۔ انشاء اللہ ۔

دنیائے اسلام اور مسیحیت

مسلمانوں میں اشاعت اسلام یا بیرونی حملوں سے اسلام کی حفاظت کے متعلق باوجودیکہ اس وقت تک کوئی ایسا وسیع نظام قائم نہیں جو عیسائی مشنوں کے جال کو بالکل ہی خالی جانے دے ۔ لیکن تاہم اسلام کی صداقت کا اثر اور اسکا روحانی اقتدار بفضلہ تعالیٰ اب بھی اس قدر ہے ۔ کہ بڑے بڑے مسیحیوں کو اس کے بالمقابل اپنی کوششیں ناکام اور مایوس کن نظر آتی ہیں ۔ چنانچہ مثال کے طور پر مسیحی رسالہ مسلم ورلڈ کے حسب ذیل فقرات خاص طور پر قابل غور ہیں ۔

”دنیائے اسلام کا عیسائی کرنا ایسا عظیم الشان ایسا مشکل اور بعض اوقات ایسا حوصلہ پست کر دینے والا کام ہے کہ اوپر نظر اٹھانے سے اوپر پڑھنے والوں کو کچھ نتیجہ حاصل ہوتا ہے“

ان فقرات کو نقل کرتے ہوئے حامی اشاعت اسلام رقمطراز ہے ۔ کہ اسلام اس لئے دنیا میں نہیں آیا ۔ کہ دوسرے لوگ اس کے پیروؤں کو اپنے اندر ملانے کی آرزو بھی دل میں لائیں ۔ بلکہ اس لئے آیا ہے کہ اس کے پیرو تمام دوسرے مذاہب کے پیروؤں کو اپنے اندر داخل کریں ۔ یہ وہ دعوے ہے جو ملک عرب کے رہنے والے ایک امی کی زبان سے آج سے تیرہ سو سال پیشتر کرایا جاتا ہے ۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ اسلام کا خدا وہ خدا ہے ۔ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دیکر بھیجا ہے ۔ تاکہ اسے کل دینوں پر غالب کرے ۔ یہ تو اسلام کا اصل مقصد تھا مگر جب خود مسلمانوں نے ہی اس مقصد کو بھلا دیا تو دوسرے لوگ بھلا اسے کیا یاد رکھیں ۔

اسلام کے خلاف عالمگیر کوشش

اسی ذیل میں حامی اشاعت اسلام رقمطراز ہے کہ ایک عالمگیر کوشش جہان کی ہو رہی ہے کہ کسطرح ساری اسلامی دنیا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے سے نکل کر تثلیث کے ظل ذی ثلث شعب کے نیچے آ جائے جس کی تین شاخیں یا دریوں کی زبان میں باپ بیٹا روح القدس ہیں مگر عملاً الوہیت مسیح کفارہ اور فطرت انسانی کا گناہ میں ملوث ہونا ہیں مگر ان تینوں الوہیت مسیح کی شاخ ظلیا ہے نہ راحت لو آرام اور اطمینان قلب بخشنے والی ہے کیونکہ فطرت انسانی

الاسلام

اسلام اور ترقی

(از مسٹر پکتھال)

(گذشتہ ۹ دسمبر ۱۹۲۶ء کے پرچہ میں مسٹر پکتھال کا مضمون چھپا تھا جس کا عنوان ہے حکم قتال اس عنوان کے ماتحت بعض آیات قرآنی اسی پرچہ میں نقل ہو چکی ہیں بقیہ مضمون اب دیا جاتا ہے ۔ یہ مضمون اس لئے خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ اس کے لکھنے والے مسلم ہیں) ۔

ان شر الدواب عند اللہ الذین کفروا فھم لا یؤمنون الذین عاھدت منھم ثم ینقضون عھدھم فی کل مرۃ وھم لا یتقون ۔ (الانفال ۵۵-۵۶)

سب سے برے جانور اللہ کے نزدیک وہ کافر ہیں جو ایمان نہیں لاتے وہ جن سے تم نے معاہدہ کیا پھر ہر بار وہ اپنا عہد توڑ دیتے ہیں ۔ اور وہ (بدعہدی سے) بچتے نہیں ۔

واما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیھم علی سواء ان اللہ لا یحب الخائنین (الانفال ۵۸) اور اگر تم کو کسی قوم سے خیانت کرنے کا خوف ہو تو ان کا عہد انصاف کے ساتھ اس کی طرف پھینک دو ۔ اللہ خیانت کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا ۔

الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم ان اللہ یحب المتقین (التوبہ ۴) مگر اس حکم قتال سے وہ مشرک مستثنےٰ ہیں جن کے ساتھ تم نے معاہدہ کیا پھر انہوں نے کسی طرح کمی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی ہے ۔ ان لوگوں کے ساتھ مدت عہد تک معاہدہ پورا کرو ۔ اللہ پرہیزگاروں (یعنی عہد پورا کرنے والوں) سے محبت کرتا ہے ۔

ان آیات کی جو قرآن شریف کے متفرق مقامات سے جمع کی گئی ہیں بحیثیت احکام مذہبی قدر و قیمت سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ آنحضرت صلعم کی زندگی پر اور آپ کے پیروؤں کے حالات کی پیش آمدہ تبدیلیوں پر ایک نظر کی جائے ۔

محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جنہوں نے زندگی کے تمام معاملات میں اعلےٰ درجہ کی راستبازی کا نمونہ دکھا کر اپنے ہموطنوں سے الامین کا خطاب حاصل کیا تھا ۔ ٹھیک چالیس سال کی عمر میں دعوت الی الحق کا کام مسیحی بمنزلہ شروع کیا ۔ یعنی آپ نے دکھوں اور تکلیفوں کے عوض کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی ۔ بلکہ صبر و استقلال سے خود بھی ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کرتے رہے ۔ اور اپنے اصحاب کو بھی ہدایت فرمائی ۔ بارہ سال تک وہ اسی طرح وعظ اور دلایل سے کام لیتے رہے ۔ اور اپنے اصحاب کو بھی یہی ہدایت فرمائی ۔

گو آپ کے ساتھیوں کی تعداد بڑھتی ۔ لیکن قریش کو زیادہ فکر دامنگیر ہوئی اور انتشار اور تزلزل پیدا ہونے کی ہمت نکال کر انہوں نے آپ کے پیروؤں کو سخت ایذا دینی شروع کی ۔ تاکہ یہ لوگ دین اسلام کو ترک کر دیں اور یہ ایذائیں آپ برابر کئی سال تک برداشت کرتے رہے اور کبھی بھی ان سے انتقام لینے کا خیال نہیں کیا ۔

وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے دیوتاؤں کی پرستش چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت اختیار کی ۔ ان میں سے بعض کو ریگستان عرب کی جلتی ہوئی ریت پر ڈال دیا جاتا ۔ اور جب پیاس کی انتہائی شدت سے ان کے ہوش و حواس قریباً مفقود ہونے لگتے ۔ تو ان سے کہا جاتا ۔ کہ تم دین اسلام کو ترک کرو اور بت پرستی کو اختیار کرو ۔ ورنہ اسی طرح مار دیئے جاؤ گے ۔ ایسی حالت میں بعض نے کچھ ایسے لفظ کہہ بھی دیئے تو اس مصیبت سے نجات پانے ہی فوراً دوبارہ اسلام قبول کیا ۔ مگر بیشتر مسلمان ایذاؤں کی کوئی پرواہ نہ کرتا تھا ۔ اور وہ اپنے ایمان پر قایم رہتے ۔ انہی میں سے بلال تھے ۔ جو اسلام کے پہلے مؤذن ہیں ۔ ان کا ایک مالک امیہ بن خلف ان کو ہر روز بطحا میں لے جاتا ۔ جب گرمی نہایت تیز ہوتی ۔ تو ان کی پیٹھ ننگی کر کے جلتے ہوئے پتھروں پر منہ سورج کی طرف کر کے ان کو لٹا دیتا ۔ اور ان کے سینہ پر بھی ایک بڑا بھاری پتھر رکھ دیتا ۔ اور پھر کہتا کہ تم اسی حالت میں رہو گے یہانتک کہ یا اسلام کو ترک کر دو یا مر جاؤ ۔ جب آپ پیاس سے بالکل بیہوش ہو جاتے اس وقت بھی آپ کے منہ سے صرف یہی لفظ نکلتے احد احد یعنی ایک ہی خدا ہے ۔ یہی معاملہ ان کے ساتھ کئی دن تک ہوتا رہا ۔

بلال کو آزاد کرایا ۔ اور اسی طرح چھ اور مصیبت زدہ غلاموں کو ان کی وجہ سے رہائی ملی ۔ یاسر اور ان کی بی بی سمیہ کو سخت ایذا کے ساتھ اور نہایت بیرحمی سے قتل کیا گیا ۔ اور ان کے بیٹے عمار کو بھی سخت ایذا دی گئی ۔ آنحضرت لیلاً و نہاراً اپنی آنکھوں سے اپنے اصحاب کی ان تکالیف کو دیکھتے ۔ بعد کا واقعہ ہے کہ ایک شخص کو جب سخت ایذا پہنچائی جا رہی تھی تو کسی نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نہیں چاہتے کہ تمہاری جگہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہوں ۔ تو اس نے جواب دیا کہ میں نہیں چاہتا کہ میں اپنے عیال اور بچوں میں ہوں اور میرا مال و دولت مجھے ملے اس شرط پر کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک کانٹا بھی چبھو دیا جائے ۔

آنحضرت کے اصحاب کی آپ سے وفاداری اور آنحضرت کے اپنے اخلاق حسن کے متعلق تمام مسلمان مورخین گواہی دیتے ہیں کہ آپ ہر ایک مخلوق کے لئے نہایت ہی رحیم اور مہربان تھے ۔ اس زمانہ کے آپ کے حالات کو ایمان اور استقلال کا ایک عظیم الشان معجزہ ثابت کرتے ہیں ۔ آپ کبھی انتقام کا خیال دل میں نہ لاتے تھے ۔ اپنے پیروؤں کے لئے آپ نے پناہ کی جگہ تلاش کی اور ان میں سے بعض کو ہدایت کی کہ وہ ان کو چھوڑ دیں ۔ اور ظلم سے بھاگ کر ملک حبش میں جا پناہ لیں ۔ چنانچہ ان میں سے ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں ہجرت کر گئیں اس کو ہجرت اولے کہا جاتا ہے ۔

اس ہجرت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفین کے غضب کی آگ اور بھی بھڑک اٹھی ۔ اور کچھ عرصہ بعد خود آنحضرت صلعم کو مع اپنے قبیلہ کے جن میں کافر اور مسلم شامل تھے سوائے ابو لہب کے شہر کے ایک درہ میں قید کر دیا گیا یعنی آپ کے ساتھ تمام تعلقات منقطع کر دیئے گئے ۔ اور تین سال تک برابر یہ محاصرہ قایم رہا ۔ اس عرصہ کے اندر آپ کو بہت سی مصائب برداشت کرنی پڑیں ۔ مگر آخر کار قریش کا یہ محاصرہ ٹوٹ گیا ۔ اور آپ نے اپنا تبلیغ کا کام پھر شروع کر دیا ۔ بعض حبش کے مہاجرین اس عرصہ میں واپس آ گئے تھے ۔ قریش کی ایذا دہی برابر جاری رہی ۔ مگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم ذرہ بھی نہیں گھبرائے ۔ ہاں آپ کا یہ خیال رہا کہ اپنے اصحاب کے مکہ کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ پناہ لیں ۔ ابو طالب انتقال کر گئے ۔ جب الدنقا نے کا یہ ارادہ ہوا کہ آپ کے مذہب کا اظہار کر کے اپنے گھر کی عزت کو بڑھائے ۔ رسول اللہ صلعم موسم حج میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر حسب عادت دوسری قوموں میں گئے اور جب ایک مقام العقبہ پر پہنچے جہاں آپ کو قوم خزرج کا ایک گروہ ملا ۔ جو کہ یثرب کے رہنے والے تھے جو آج المدینہ کے نام سے موسوم ہے ۔ اس کے باشندے دو قوموں پر مشتمل تھے ۔ اوس اور خزرج اور وہ ایک ہی مورث اعلےٰ کی اولاد تھے ۔ ان کے سامنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام کی تبلیغ کی اور قرآن کریم پڑھا ۔ وہ چھ آدمی تھے ۔ اور وہ سب آپ پر ایمان لائے اور آپ کو نبی جانا ۔ جب وہ یثرب کو لوٹ گئے اور اپنی قوم سے اس بات کا ذکر کیا ۔ اور ان کو اسلام کی دعوت دی ۔ یہاں تک کہ یہ امر ان کے اندر شہرت پا گیا ۔ یہاں تک کہ کوئی گھرانا نہ رہا جس میں رسول خدا صلعم کا ذکر نہ ہو ۔

ایک سال گذر گیا ۔ اور حج کا موسم پھر آ پہنچا ۔ بارہ مسلمان یثرب سے بطور وکیل آئے ۔ اور انہوں نے آنحضرت کی بیعت کی ۔ اور آپ سے وفاداری کا اقرار کیا یہ بیعت عقبہ اول کہلاتی ہے ۔ اور اس کو بیعۃ النساء بھی کہتے ہیں کیونکہ بیعت ان الفاظ میں لی گئی جن میں حکم قتال کے بعد مسلمان عورتوں سے بیعت لی گئی یعنی یہ کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرینگے ۔ زنا نہیں کرینگے ۔ اپنی اولاد کو قتل نہیں کرینگے ۔ اس بیعت میں کوئی ذکر دشمن کی مدافعت یا اس سے حفاظت کا نہیں ۔ یہانتک کہ آیندہ سال ۷۳ مرد اور دو عورتیں جن میں سے کچھ قوم اوس سے تھے ۔ اور کچھ خزرج سے بغرض حج یثرب سے آئے ۔

اس اثنا میں مسلمانان مکہ کے لئے قریش کی دشمنی کا خطرہ بہت بڑھ گیا ۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی خطرہ میں تھی ۔ چنانچہ اس موقعہ پر آنحضرت نے اس وفد سے پھر بیعت لی جو بیعت عقبہ ثانیہ کے نام سے مشہور ہے ۔ اور جس میں یہ وعدہ لیا گیا کہ اہل مدینہ آنحضرت اور آپ کے صحابہ کی اسی طرح حفاظت دشمن سے کرینگے جس طرح وہ اپنے بچوں اور عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں ۔ تب ہجرت یعنی مکہ سے مدینہ کو جانے کا قصد پختہ کیا گیا ۔ اہل مدینہ نے کہا اگر ہم آپ کی حفاظت میں جنگ کرتے ہوئے مارے جائیں تو ہمارا اجر کیا ہوگا ۔ آپ نے فرمایا جنت ۔ انہوں نے اپنے ہاتھ بڑھائے اور انہوں نے حلف لی اور پھر یثرب کو مراجعت کی یہ مجلس اسلام کی تاریخ میں ایک انقلاب عظیم

٭ مدینہ کے لوگوں کا نام اس وقت سے انصار ہو گیا ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس خدمت کی جو قدردانی کی اس کا پتہ بعد کے ایک واقعہ سے لگتا ہے ۔ جب چند نوجوان اس بات پر بگڑ پڑے کہ کسی مال غنیمت میں قریش کو زیادہ حصہ دیا گیا ہے ۔ آپ نے فرمایا اے انصار میں نے ان باتوں کو سنا ہے جو تم آپس میں کہتے ہو ۔ جب میں تمہارے درمیان آیا تو تم تاریکی میں گمراہ پھر رہے تھے ۔ اور خدا نے تم کو ہدایت دی تم مصائب میں تھے ۔ خدا نے تمہیں خوش کیا ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے ۔ اور اس نے تمہارے دلوں کو برادرانہ محبت اور اس سے بھر دیا ۔

جلد ۵ | منۃ المسیح لاہور: چہارشنبہ ۲۵ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۹ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۵۱

ملفوظات حضرت مسیح موعود

ایمان اور حق

(گذشتہ سے پیوستہ)

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پورے طور پر اور اصل معنوں میں کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ وہ بہتوں کو مخلص نہ بنا سکے ذرا سی غیر حاضری میں قوم بگڑ گئی۔ باوجودیکہ ہارون ابھی ان میں موجود تھے اور قوم نے گوسالہ پرستی اختیار کی۔ اور ساری عمر قسم قسم کے شکوک و شبہات پیش کرتے رہے کبھی بھی انشراح قلب کے ساتھ ساری قوم باوجود بہت سے نشانوں کے دیکھنے کے مخلص نہ ہو سکی۔ اور ایسے ہی حضرت عیسےٰ علیہ السلام ناکام رہے۔ یہانتک کہ حواری بھی جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے بگڑ گئے اور بعض مرتد ہو کر لعنتیں کرنے لگے۔ فقیہ اور فریسی جو موسیٰ کی گدی پر بیٹھنے والے تھے ان کو نصیب نہ ہوا کہ اس آسمانی نور سے حصہ لیتے اور ان سچائی کی باتوں کو جو حضرت مسیح علیہ السلام لیکر آئے تھے قبول کرتے اور توجہ سے سنتے۔ اگرچہ کہا جائیگا کہ ان کو بہت سی مشکلات پیش آئیں جو مسیح کی علامتوں اور نشانات کے متعلق پیشگوئیوں کے رنگ میں تھیں لیکن اگر توجہ کرتے اور رشید ہوتے۔ اور ان کو قوت حاصل ہوتی تو ضرور فایدہ اٹھا لیتے۔ اور دور دیگر مشکلات سے نکل جاتے۔ ان امور اور واقعات پر نگاہ کرنے سے طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس کا مختصر جواب یہی ہے کہ انسان اپنے ہی حربہ سے ہلاک ہوتا ہے۔ جو لوگ توجہ نہیں کرتے اور اس کے وجود کو بے سود اور فضول قرار دیتے ہیں اور اس کی پاکیزہ باتوں پر کوئی غور نہیں کرتے اس کا لازمی نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ وہ محروم رہ جاتے ہیں۔ جیسا میں نے شروع میں کہا تھا کہ توجہ اور غور سے سننا چاہئیے۔ اور جو لوگ توجہ اور غور سے نہیں سنتے وہ ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جو کان رکھتے ہوئے نہیں سنتے۔ اسی طرح پر باب میں اپنی کہتا ہوں کہ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور جن کے کانوں اور آنکھوں پر پردے ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ خداتعالےٰ کے مامور اور مرسلوں کی باتوں پر ہنسی کرتے ہیں۔ اور ان سے فایدہ نہ اٹھا کر محروم ہو جاتے ہیں۔ اور آخر عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ لیکن جو حسن ظن سے کام لیکر صبر اور استقلال کے ساتھ ۔۔۔۔۔ س کی باتوں کو متوجہ ہو کر سنتے ہیں وہ فایدہ اٹھا لیتے ہیں۔ آخر سچائی کی چمک خود ان کے دل کو روشن کر دیتی ہے۔ ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اور ان کے کانوں میں نئی سننے کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ دل فکر کرتا ہے۔ اور عمل کا رنگ پیدا کر دیتا ہے۔ جس سے وہ سکھ پاتے ہیں +

دنیا ہی میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب انسان کو نیکی اور بھلائی کا موقعہ ملے اور وہ اس کو کھو دے تو اس موقعہ کے ضائع کرنے سے اس کو ہم و غم ہوتا ہے اور ایک درد محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح پر جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کا زمانہ پایا اور اسے [illegible]

ہوسکتی۔ اور مردے دنیا میں دوبارہ آکر اپنے حالات سنا سکتے تو سب کے سب فرشتوں کی سی زندگی بسر کرنے والے ہوتے اور دنیا میں گناہ پر موت طاری ہو جاتی۔ لیکن خداتعالےٰ نے ایسا نہیں چاہا۔ اور اس معاملہ کو پردہ اور خفا میں رکھا ہے تاکہ نیکی کا اجر اور ثواب ضایع نہ ہو جاوے +

دیکھو اگر امتحان سے پہلے سوالات کو شایع کر دیا جاوے تو ان کے جوابات میں لیاقت کیا معلوم ہو سکتی ہے؟ اسی طرح پر خداتعالےٰ نے جو مواخذہ کا طریق رکھا ہے اس کو افراط تفریط سے بچا کر رکھا ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ سارے پردے کھول دیتا۔ اور کوئی امر مخفی اور پوشیدہ نہ ہوتا۔ اور مر کر آگر کہد یتے کہ جنت و نار سب حق ہیں تو بتاؤ کہ کیا کوئی دہریہ اور بت پرست رہ سکتا تھا؟ مثلاً اگر یہاں ہی کے دو چار مردے آکر حقیقت بتادیں اور اپنے پوتوں اور عزیزوں کو بتلائیں تو کوئی روگردان رہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ایسا نہیں چاہا۔ اب اگر کوئی آفتاب پر ایمان لائے کہ یہ ہے اور روشنی دیتا ہے تو بتاؤ اس ایمان کا کوئی ثواب اسے مل سکتا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ اسی طرح پر اللہ تعالےٰ نے ایمان کی قدر و قیمت اور نیکی کی جزا کے لئے یہ پسند فرمایا ہے کہ کچھ خفا بھی ہو جو دانشمند آدمی سعادت پاتا ہے۔ بیوقوف اس سے محروم رہ جاتا ہے۔ اور پھر کوئی ایمانی امر ایسا نہیں ہے جس میں حقیقت اور فلسفہ نہ ہو۔ اس خفا میں عظیم الشان فلسفہ ہے جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے کہ اگر ایسا انکشاف ہوتا کہ کوئی چیز مخفی نہ رہ جاتی۔ معاد کا حال خدا کی رضا کا پتا معلوم ہو جاتا تو نیکی نیکی نہ رہتی۔ اور نہ اس کی کوئی قدر ہوتی۔ مشہور محسوس چیزوں پر ایمان لانے سے کوئی ثواب نہیں مل سکتا۔ مسجد یا درخت یا آفتاب پر ایمان لانے والا اور ان کے وجود کا اعتراف کرنے والا کسی جزا کا مستحق نہیں ہے۔ لیکن جو مخفی کو معلوم کر کے ایمان لاتا ہے۔ وہ بے شک قابل تعریف کام کرنے والا ٹھیرتا ہے۔ اور مدح اور تعریف کا مستحق ٹھیرتا ہے۔ جب بالکل انکشاف ہوگیا پھر کیا؟ اسی طرح پر اگر کوئی ۲۹ دن کے ہلال کو دیکھتا ہے تو بیشک اس کی نظر قابل تعریف ہوگی۔ لیکن اگر کوئی چودہ دن کے بعد جب کہ بدر ہو گیا ہے اور عالمتاب روشنی نظر آتی ہے۔ لوگوں کو کہے کہ آؤ میں تمہیں چاند دکھاؤں میں نے دیکھ لیا ہے تو وہ مسخرہ اور فضول گو ٹھیرایا جاوے گا +

غرض قابلیت فراست سے ظاہر ہوتی ہے۔ خدا نے کچھ چھپایا ہے اور کچھ ظاہر کیا ہے اگر بالکل ظاہر کرتا تو ایمان کا ثواب جاتا رہتا۔ اور اگر بالکل چھپاتا تو سارے مذاہب تاریکی میں دبے رہتے اور کوئی بات قابل اطمینان نہ ہو سکتی اور آج کوئی مذہب والا دوسرے کو نہ کہہ سکتا کہ تو غلطی پر ہے۔ اور نہ مواخذہ کا اصول قایم رہ سکتا تھا کیونکہ یہ تکلیف مالایطاق تھی۔ مگر خداتعالےٰ نے فرمایا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا۔ پس خدا کا فضل ہے کہ ہلکا سا امتحان رکھا ہوا ہے۔ جس میں بہت مشکلات نہیں باوجودیکہ وہ عالم ایسا ادق ہے کہ جو جاتا ہے پھر واپس نہیں آتا۔ پھر بھی خداتعالےٰ نے انوار و برکات کا ایک سلسلہ رکھا ہے جس سے اس دنیا ہی میں پتہ لگ جاتا ہے اور وہ مخفی امور متحقق ہو جاتے ہیں۔

آجکل کے فلاسفروں نے مردوں کے واپس آنے کی بہت تحقیقات کی ہے۔ امریکہ میں ایک شخص کو مار کر دیکھا کہ کیا مرنے کے بعد شعور باقی [illegible]

جس کی تہ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ انسان جب حد سے گذر جاتا ہے تو ہلاکت کی فکر میں ہوتا ہے۔ مغربی دنیا جو زمینی تحقیقات میں لگی ہوئی ہے وہ [illegible] میں ادب سے دور نکل جاتی ہے۔ اور انسانی حدود کو چھوڑ کر آگے قدم رکھنا چاہتی ہے۔ مگر بے فایدہ۔

مختصر یہ کہ اللہ تعالےٰ نے ان امور کو جو ایمانیات سے متعلق ہیں نہ تو اس قدر چھپایا ہے کہ تکلیف کی حد تک پہنچ جائیں اور نہ اس قدر ظاہر کیا ہے کہ ایمان ایمان ہی نہ رہے۔ اور کوئی فایدہ اس پر مترتب نہ ہو سکے +

"یہی ہیں پکے مرزائی"

جلسہ سالانہ پر اخویم میاں غلام محمد صاحب جلد ساز نے ایک نہایت دلچسپ نظم پڑھکر سنائی تھی جو مستر قاسم علی ایڈیٹر الحق فاروق نے سنہ ۱۹۱۰ء میں قادیاں کے جلسہ سالانہ میں پڑھی تھی۔ اس نظم میں حضرت مولینا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ [illegible] حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب اور حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہما اللہ کی جس قدر تعریف کی ہے وہ اس قابل ہے کہ ناظرین پیغام صلح کو بھی سنائی جاسکے کہ آج یہی اصحاب ہیں جنکے متعلق یہی میر قاسم علی نے جس کی گندہ دہانی کو اپنا شیوہ قرار دے رکھا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مندرجہ ذیل کے اشعار کو پڑھکر [illegible] اور اس سابقہ اور موجودہ مذہب کو ملا کر دیکھئے کس قدر زمین و آسمان کا فرق ہے [illegible] حضرت مسیح موعود کو خطاب کر کے لکھا ہے:۔

پڑا دھوکہ رہا تیرے در پر نور دین جیسا	کہ ہے جسکی ثنا میں مسلم عقل جلا [illegible]
حکیم و سعید و بمشیں و باعمل ناصح	شفیق و غمگسار و امت احمد کا شیدائی
کروں تعریف کیا اسکی کہ ہے میری زباں قاصر	بیاں اوصاف ہوں اسکے [illegible]
مگر ہاں مختصر سی بات اک جامع سناتا ہوں	مثیل ابن مریم نے جو اسکے [illegible]
چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نوردین بودے	اسی تعریف سے پڑھکر [illegible]
مکرم اور معظم ہیں یہاں جو فاضل احسن	مناظر بے مثل ہیں [illegible]
یہی ہیں وہ جنہوں نے گولڑوی کی کھوئی رونق	یہی ہیں وہ جنہوں نے کی [illegible]
یہی فاضل ہیں امروہی ہیں شمس بازغہ جنکی	انہی کو دیکھکر جاتی ہے [illegible]
مخالف مانتے ہیں جنکا لوہا وہ یہی تو ہیں	انہیں سے علم لا [illegible]
یہاں ایک اور عالم باعمل اور جوان صالح ہیں	کہ جن سے آج امریکہ کو ہے یوری شناسائی
وہ ایم اے ایل ایل بی ہیں اور رسالے ایڈیٹر ہیں ہمارے	جنہوں نے آج یورپ کو ہے حق کی [illegible]
کیا ہے راز طشت از بام جس نے عیسویت کا	یہی وہ ہیں یہی وہ ہیں یہی [illegible]
خدا علم و عمل میں عمر میں اس کی ترقی دے	کہ تحریر و نہیں اسکی عقل [illegible]

غرض تعریف ہو کیا تیرے سارکان مجالس کی
کوئی صدیق کا ثانی کوئی فاروق کا بھائی

احمد مجتبےٰ کے نام سے جو رسالہ حضرت امیر نے تالیف فرمایا ہے اسکی بہرحال بلکہ یوں کہئیے ملفوظات احمدیہ کے نام ایک ضخیم وجیم کتاب پانچ جلدوں میں شایع ہو چکی ہے جس میں حضرت مسیح موعود کی تقاریر کو جمع کیا گیا ہے ۲۳۶ صفحات میں [illegible]

[illegible] کیا تم لوگوں کو [illegible] ہے [illegible] تو وہ [illegible] ایمان کا حاصل ہونا بجز خدا کی طرف [illegible] تم کو جھوٹ [illegible] رہو۔ اپنے دل کے ساتھ سچ بولو۔ نیکی خواہش اپنے اندر پیدا کرو۔ ہر شخص کے ساتھ جو تم [illegible] کرتا ہے نیکی کرو [illegible] اس معلم کی تعلیم ہے جس پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ وہ مذہبی [illegible] نہ سکھاتا تھا۔ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ یہ آپ ایسے شخص کے کلمات نہیں جو مذہبی جوش رکھتا ہو مگر بیکسی کی حالت میں ہو۔ نہ ہی کسی فلسفی کے خواب ہیں نہ وہ الفاظ ہیں جو مخالفت کے بوجھ کے نیچے دبا ہوا ہو۔ بلکہ یہ ایک ایسے شخص کے الفاظ ہیں جو اپنی طاقت کے کمال کو پہنچ چکا ہو۔ جو ایک منتظم اور طاقتور ملک کا بادشاہ ہو۔ اور اپنے قوانین کو اپنی مشہور تلوار کی دھار سے منوا سکتا ہو...... کمال غلبہ کے وقت جب آپ فاتح کی حیثیت میں مکہ میں داخل ہوتے ہیں اور بتوں کو توڑتے ہیں تو کسی غضب یا مذہبی جوش کی حالت میں نہیں بلکہ بسبیل ترحم آپ کے منہ سے یہ لفظ نکلتے ہیں **جاء الحق وزهق الباطل**۔ آفتاب صداقت نے طلوع کیا اور باطل کی تاریکی پاش پاش ہو گئی۔ اور ساتھ ہی سب کے واسطے امن کی منادی کر دی۔ غریبوں اور کمزوروں کو حفاظت دی اور بھاگے ہوئے غلاموں کو آزاد کر دیا۔

محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے مذہبی آزادی کا صرف وعظ ہی نہیں کیا بلکہ اس کو ایک قانون بنا دیا۔ آپ نے سب مفتوحہ اقوام کو عبادت میں آزادی عطا فرمائی۔ ایسے لوگوں کو تمام حقوق ملکی کے عوض صرف ایک تھوڑا سا خراج ادا کرنا ہوتا تھا۔ جب وہ خراج مقررہ ہو جائے تو ان لوگوں کی مذہبی آزادی میں کسی قسم کی دست اندازی شریعت اسلام کی خلاف ورزی سمجھی جاتی تھی۔ کیا یہی دوسرے مذاہب کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے تلوار کے ذریعہ سے لوگوں کو دین میں داخل کرنا محمد صلعم کی فطرت کے خلاف تھا۔ بہت جھگڑوں کو وہ ناپسند کرتے تھے۔ **فلم تحاجون فيما ليس لكم به علم**۔ ان باتوں میں کیوں جھگڑے کرتے ہو جن کا تم کو علم نہیں۔ **ثم الی مرجعكم فاحكم بينكم فيما كنتم فيه تختلفون**۔ پھر تم نے میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ سو میں تم کو ان باتوں کے متعلق خبردار کرونگا۔ جن میں تم اختلاف کرتے تھے"۔

مگر تعجب ہے کہ ایسی تعلیم کے ہوتے ہوئے ہمارے خیالات اسلام کے متعلق کیسے ہیں۔ ابھی کل کا ذکر ہے کہ ایک تعلیمیافتہ انگریز نے مجھے کہا کہ مسلمانوں کے نزدیک عیسائیوں کا قتل کر دینا ایک ثواب کا کام ہے۔ جاہل مسلمانوں کا بھی یہ خیال ہے کہ بعض صورتوں میں جبکہ ایسے عیسائی لوگ جو مسلمانوں کی رعایا تھے۔ اور جو ایک ایسے عہد کے پابند تھے۔ جس کو مسلمانوں نے منوایا ہے جیسا کہ ان کے گرجا گھروں اور رواجات وغیرہ کو قائم رکھنے میں صاف نظر آتا ہے۔ جب ایسے عیسائی مسلمانوں کے ساتھ شرارت اور غداری کریں۔ تو ان سب کا قتل کر دینا جائز ہے مگر اپنے مذہب کی پوری واقفیت کے بعد اور ان حالات پر اطلاع حاصل کرنے کے بعد جو آج دنیا میں پیدا ہو چکے ہوئے ہیں اُن کے خیالات میں خود تبدیلی آ جائیگی۔ جیسا کہ میں نے پہلے لکھا ہے انکی امید یہ ہے کہ وہ اپنے طرز پر اور دوسری قوموں کے خیالات سے آزاد ہو کر اپنی تعلیم کے ذریعہ سے ترقی کریں۔ محمد صلعم کے وقت میں مذہبی آزادی کے معاملہ میں اسلام ساری دنیا پر فوقیت لے گیا ہوا تھا۔ جب مسلمان تعلیم حاصل کر لینگے تو وہی مقام آئندہ بھی اسلام کو حاصل ہو گا۔

اسلام پر عیسائی مناظرین نے یہ الزام لگایا ہے کہ یہ تلوار کا مذہب ہے مگر حقیقت الامر صرف اسقدر ہے کہ یہ جنگ کو انسانی زندگی کی ضروریات میں سے ایک ضرورت سمجھتا ہے [illegible] خطرناک [illegible] اسکی اہمیت بھی اسیقدر زیادہ ہے کہ اسکو مذہب کے دائرہ میں لا کر اسکے لئے کچھ قانون مقرر کر دیتا ہے لیکن اس الزام کا جواب الزامی [illegible] کہ یہ آگ میں جلانے اور سُولی [illegible] کا مذہب نہیں ہے۔ عیسائیت جنگ کو تسلیم نہیں کرتی [illegible] کرتے ہیں کہ یہ ایک [illegible] لیکن صاف گوئی [illegible] پر مجبور کرتی ہے کہ [illegible] نقصان پہنچایا ہے۔ اور یہ [illegible] کوئی طریق [illegible] جنگ [illegible] اعتدال کی ضرورت [illegible] الہامی [illegible] [illegible] امام کو [illegible]

[illegible]

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

ووکنگ مشن اور رسالہ کا مستقبل

اسلام کی صدا مسلمانوں کو

برادران اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اب ایک سال کا عرصہ ہوتا ہے جب میں نے ۲ ہینڈ اپیل کی تھی اور تفصیلاً بیان کیا تھا کہ انگلستان کا اسلامی مشن اور ہمارا کام کس حالت میں ہے۔ گو میری خطرناک بیماری نے جس نے مارچ اور اپریل دو ماہ مجھے صاحب فراش کئے رکھا اور جس نے ستمبر تک مجھے کام کرنے کی طاقت پیدا نہ ہونے دی مجھے یہ اجازت نہ دی۔ کہ کام کو اپنے حسب منشاء چلاتا۔ تاہم اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جو کچھ کام ہوا وہ بے نتیجہ نہیں رہا۔ جس بے غرضی اور محنت سے ان میرے ایام بیماری میں شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی اور عبدالقیوم ملک اور دوسرے نومسلموں نے کام کیا انہوں نے ووکنگ اور لنڈن کے کام کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچنے دیا۔ جمعہ اور اتوار کے لیکچروں کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ اور ریویو جو کہ باقاعدہ وقت پر نکلتا رہا۔ مضامین کی حیثیت پر خود شاہد ہے۔ ایسے ایسے مقامات پر اسلام میں دلچسپی پیدا ہو گئی۔ جن کا پہلے علم بھی نہ تھا۔ اور دین متین کی تائید کے ایسے ایسے موقعے خدا تعالیٰ نے پیدا کر دیئے جو وہم و گمان میں بھی نہ تھے۔ گو نومسلمین کی تعداد میں کمی رہی تاہم اچھے اچھے اہل علم اور علمی قابلیت کے لوگ ہمارے ساتھ شامل ہوئے۔ جنگ بلاد مغربیہ میں کام کے اندر بڑی بھاری رکاوٹ رہی ہے۔ لیکن افریقہ کے جنوب اور مغرب میں ہمیں اچھی کامیابی ہوئی اور وہاں اسلامک ریویو ممد و معلم ثابت ہوا۔ کام کی توسیع اور استقلال کی مانگ بڑھ رہی ہے اور اسکی خاص وجہ یہ ہے کہ مغربی دنیا اس وقت اپنی زندگی کے نہایت اہم حصہ میں سے گذر رہی ہے اس کا ہر ایک اصول ہر ایک مسئلہ اسکی ملکی اور تمدنی اور مذہبی زندگی کا ہر ایک قاعدہ اسوقت نظر ثانی کے نیچے آ رہا ہے۔ یہ انقلاب کسیقدر تو اس وجہ سے ہے۔ کہ مغربی قلوب بہت سے پرانے مذہبی اور دیگر قسم کے رواجات سے آزاد ہو رہے ہیں۔ مگر زیادہ تر اس لئے کہ وہ چیز جسکو عیسائیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ناکام ثابت ہوئی ہے۔ گویا اس کا سارا مستقبل اسوقت ایک ایسی کٹھالی میں پڑا ہوا ہے جس سے بڑے بڑے نتائج ہر روز پیدا ہو رہے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا نتیجہ وہ کشش ہے جو اسلام کی سادگی اور خوبصورتی پیدا کر رہی ہے۔ اسلام کی طرف یہ حرکت اور بیداری ہی وہ چیز ہے جو ہر ایک مسلمان کو بلند آواز سے پکار رہی ہے کہ اپنے سید و مولے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلکر اپنا فرض ادا کرنے کے لئے کمر ہمت باندھ کر کھڑا ہو جائے۔

اگر ہمارے دلوں میں یہ یقین سچا ہے کہ ہماری خدمت کی ضرورت اسلام کو ہے۔ تو گو آئندہ نتائج کے متعلق ہمکو کچھ اشتباہ بھی ہو [illegible] اشتباہ اور زیادہ کوشش کرنے کیلئے ہماری راہ میں رکاوٹ نہیں ہو سکتا۔ آج ہمارے سامنے ماضی اور مستقبل دونوں موجود ہیں۔ اور مستقبل کو جب ہم گذشتہ کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ تو آئندہ کے نتائج کے متعلق اور بھی ہماری ہمت بڑھتی ہے پبلک کو کس قدر دلچسپی پیدا ہو رہی ہے یہ ان خطوط سے معلوم اور دوسری شہادتوں سے پتہ لگتا ہے جن کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ اور جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغربی دنیا کا دل اسلام کی صداقتوں کو قبول کرنے کے لئے کس طرح تیار ہو رہا ہے۔ انسان کی بے قید خود غرضی کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اور اب اس کی بگہ زندگی کے کسی بہتر قانون کی چاروں طرف تلاش ہے۔ ..... جب ہم اس کام کی عظمت کو دیکھتے ہیں۔ جو اب ہمارے سامنے ہے تو ہم اس بات کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس کام کو کما حقہ کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ اس لئے ہم ہر ایک محب دین متین سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس کام میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ اور اگرچہ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنی ضرورتوں اور امیدوں کی کچھ تفصیل [illegible]۔ [illegible] اس بات کے بیان کرنے کی [illegible] کہ مغربی دنیا کے فلسفیانہ [illegible] ایک بڑے [illegible] اور کوئی ذریعہ نہیں۔ ہم یہ بھی [illegible] ہمارا ذریعہ [illegible] کے حصول کیلئے یا اسلامک ریویو [illegible] چھوٹے چھوٹے رسائل ہیں۔ لیکن ریویو کا موجودہ حجم [illegible] کافی نہیں۔ اور اس کے صفحات کے بڑھانے سے چندہ کا [illegible] جو شاید [illegible] حالات [illegible] اور اب

اور ابھی ہمارے سٹاف [illegible] نے نوٹس دیا ہے۔ جس [illegible] ہوتا ہے کہ اخراجات طبع میں اور بھی زیادتی ہو گی۔ پس دونوں قسم کی مشکلات کو مد نظر رکھکر صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ صفحات کی تعداد تو بڑھ جائے مگر قیمت میں اضافہ نہ ہو۔ بلکہ اگر ممکن ہو تو میں قیمت کم کر دینے کو بھی تیار ہوں۔ یہ ضروری اضافہ حجم ریویو کا جسکو میں جسقدر جلد ممکن ہو عمل میں لانا چاہتا ہوں۔ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ مدد بالکل آسان ایک بات ہو۔ یا چندہ بڑھے۔ یا ہر ایک خریدار دو نئے خرید [illegible] اس طرح خریداروں کی تعداد کی زیادتی ہمارے اخراجات مزید کی متکفل ہو جائیگی میں نے یہ تجویز اس لئے پیش کی ہے کہ اسی پر بہت آسانی سے عمل ہو سکتا ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ میرے بھائی جو کہ اشاعت اسلام کے مقصد سے ہمدردی رکھتے ہیں میری مدد کیلئے کھڑے ہو جائینگے پھر کچھ خدمات اس رسالہ نے گذشتہ سالہا سال میں کی ہیں۔ ان کو مد نظر رکھتے ہوئے مجھے کوئی شبہ نہیں رہتا۔ کہ اس کے مربی اس سہل تجویز کو فوراً عمل میں لائینگے۔ جیسا کہ پروفیسر پارکنسن نے کہا تھا۔" آپ اس بات کو یاد رکھیں کہ خواہ کوئی بھی اس ریویو کا اجرا کرنیوالا ہو۔ اور کوئی بھی اسکے مضمون نویس ہوں یہ اُن کا پرچہ نہیں۔ نہ اُن کے فائدہ کیلئے چلایا جاتا ہے کسی شخص کو اس سے ذاتی فائدہ اٹھانا مد نظر نہیں۔ یہ نہ خواجہ کا پرچہ ہے نہ پارکنسن کا نہ نومسلموں کا۔ اے مسلمانو! ریویو تمہارا پرچہ ہے اور تم پر ہی اس کی کامیابی یا ناکامی کا انحصار ہے کوئی پرچہ یا رسالہ اسی صورت میں زندہ رہ سکتا ہے کہ اسکے قارئین اسکے مؤید ہوں بالخصوص وہ قارئین جو ان خیالات کی اشاعت سے خاص ہمدردی رکھتے ہوں جنکی اشاعت اس کے صفحات میں ہوتی ہے۔

ریویو اسلام پیش کرتا ہے اور اس لئے یہ اسلام کا پرچہ ہے

اور اسکے پیروؤں کا۔ یہ تمہارا رسالہ بھی ہے اور ہمارا بھی اور یہ آپکا فرض ہے کہ اسکی ہر طرح پر حوصلہ افزائی کریں اور اسکو قوت دیں عطیہ جات بہت اچھے ہیں۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ ہمارے رسالہ کی اشاعت بڑھے میں چاہتا ہوں کہ مسلمان اسے ہزاروں کی تعداد میں خریدیں کیونکہ آباد دنیا پر ہزارہا ایسے مسلمان ہیں جنہوں نے ابھی اسے نہیں لیا۔ مگر وہ لے سکتے ہیں قیمت بہت تھوڑی ہے اور جن لوگوں پر یہ بار ہو سکتی ہے انکی تعداد بہت تھوڑی ہے اور ہم انہیں معذور سمجھتے ہیں میری درخواست یہ ہے کہ ہر ایک نہ صرف اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے بلکہ اس سے بڑھکر یہ کہ مسلمانوں کے خرچ پر اس کی ہزارہا کاپیاں مفت غیر مسلموں میں تقسیم ہوں۔ یہ ریویو تمہارے ہی خیالات تمہارے ہی عقائد ہیں۔ تمہارا ہی یہ پرچہ ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ تمہارے ہی کام کو کر رہا ہے۔ اب جھنڈے کے تلے جمع ہو جاؤ۔ اب آگے بڑھنے کا وقت ہے۔ اور ہر ایک مسلمان کی ضرورت ہے اسلام کی فوج میں پیچھے رہنے والے کوئی نہ رہنے چاہئیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک نمونہ پر عمل کرو۔ جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو جاؤ۔ اور ہماری اشاعت کے دائرہ کو اسقدر وسیع کر دو کہ اسلام کا جھنڈا برٹش امپائر کے عین قلب اور مسیحیت کے مرکزی شہروں میں لہراتا ہوا نظر آئے۔

تمہارا یہ ہمیشہ قول رہا ہے کہ تنخواہ دار مشنریوں کی ضرورت عیسائیت کو ہے۔ اسلام کو نہیں۔ اور یہ کہ ہر ایک مسلمان ایک مبلغ ہے جو ہر وقت اور ہر مقام پر اسلام کا پیغام دوسروں تک پہنچانا اپنا مقدس ترین فرض سمجھتا ہے یہ آپ کا ادعا سچا ہے اور تم بیشک اسکے اہل ہو۔ اور یہ طریق انیسویں صدی کی عظیم الشان ایجادات سے پہلے بیشک موزوں بھی تھا۔ یعنی ان حالات میں کہ مطبع ریلوے جہازوں کا انتظام موجودہ حالت کو نہ پہنچا تھا۔ لیکن اب جس قسم کے ذرائع میل ملاقات کے اور ایک دوسرے تک پہنچنے کے ہو گئے ہیں اور جس قسم کی مختلف دلچسپیاں اور تحریکات مہیا ہو گئی ہیں یہ اُن کے لئے موزوں نہیں۔

اس وقت اگر ہم اس علمی اور اصولوں کے جنگ میں سبقت لے جانا چاہتے ہیں تو ضرورت ہے کہ ہمارا ایک رسالہ ہو اور ہم پریس سے خدمت لیں۔ کوئی تنگ حد اور قدیم طرز بال مفید نہیں ہو سکتیں۔ [illegible] کا بڑا عنصر چندہ دہندگان کی تعداد ہے۔ ان کی تعداد کو بڑھانا تمہارے ہاتھ میں ہے تم انکو حاصل کرنے کے لئے کیا کر رہے ہو۔ ہم مضمون نویس ہونے کی حیثیت میں اپنا فرض ادا کر رہے ہیں آپ کا فرض ہے کہ آپ اسکے اشتہار دینے والے بن جائیں۔ [illegible] ایجنٹ [illegible] ہو جانے والے۔ [illegible] خرید نے والے۔ اس کے معاون ہو جاؤ یہ ہم اسلام کی خدمت کا کام ہے۔ اور یہ ضروری ہے"۔

ہم [illegible] ہر ایک مسلمان کا خطاب آپ لوگوں سے ہے جو اسلام کی [illegible] خادم [illegible] ہیں۔ [illegible] علم [illegible] برادران [illegible]

مژدہ

انگریزی ترجمۃ القرآن

اور

اُس کی خصوصیات

آپ کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے کا ترجمۃ القرآن انگریزی ہندوستان میں پہنچ چکا ہے اور اسوقت پبلک کے سامنے موجود ہے جو لوگ ہمدرد اسلام اور عاشق قرآن ہیں وہ تو اس کے مطالعہ سے مسرور ہونگے۔ رہا معترضین سو اُن کے اعتراضوں سے خواہ کتنی ہی اچھی چیز ہو بچ نہیں سکتی۔ میں اسوقت پبلک کے سامنے اس ترجمہ کی چند خصوصیات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اس میں خاص طور پر دلچسپی لئے ہوئے ہیں تاکوئی شخص جسے انگریزی زبان سے ذرا بھی واقفیت ہے کسی مخالف کے روکنے سے اس نعمت عظمےٰ سے محروم نہ رہے

(۱) سب سے پہلی خصوصیت اس ترجمہ کی یہ ہے کہ اس میں نہایت عام فہم انگریزی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ جیسکے لئے حضرت مولانا صاحب خاص طور پر مشہور ہیں۔ ثقیل اور بھاری الفاظ سے حتی الامکان ترجمہ کو پاک رکھا گیا ہے۔ اگر ایک معمولی لیاقت کا شخص چند بار غور سے مطالعہ کر جاوے تو وہ آخر تک بلا مدد استاد یا لغات کے قرآن شریف کو سمجھ سکتا ہے اور اپنی انگریزی لیاقت و دینی معلومات بڑھا سکتا ہے۔ میرے خیال میں یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو شاذ ہی کسی دوسری کتاب میں پائی جاوے۔ خصوصًا مذہبی کتب میں +

(۲) دوسری خصوصیت اس کا دیباچہ ہے جس میں تعلیم قرآن اور جمع قرآن پر مبسوط بحث کی گئی ہے۔ اصول اسلام کو ۲۴ صفحوں میں نہایت لطیف پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے ابھی اس اذان و نماز کا ترجمہ رومن و انگریزی میں کرنے کے لئے جمع اور ترتیب قرآن پر نہایت مفصل بحث ۲۶ صفحوں میں کی گئی ہے اور پھر ۳ صفحوں میں اس ترجمہ کی خصوصیات بتائی گئی ہیں جنہیں میں ابھی لکھ دوں گا +

(۳) فہرست مضامین ہے۔ اور اس میں ترتیب سورتوں کے لحاظ سے دیگر ایک صفحہ پر جن کتب سے حاشیہ میں مدد لی گئی ہے اُن کا مختصر نام درج کیا ہے۔ پھر عربی حروف کے بدلہ میں جو انگریزی حروف استعمال ہوتے ہیں انکی فہرست دو صفحوں میں دی ہے اور بعد ازاں انجیلی اسماء کے بدلہ جو عربی اسماء قرآن شریف کے ترجمہ میں استعمال ہوئے ہیں اُنکی فہرست ایک صفحہ میں دیکر پہلا پارہ شروع کیا ہے +

(۴) جملہ موجودہ انگریزی تراجم کی نسبت اس ترجمہ کو حتےٰ الوسع قرآن شریف کے اصل الفاظ کے معانی میں بیان کیا گیا ہے۔ تاکہ اسکے مطالعہ سے قرآنی تعلیم کی اصل روح سے واقفیت حاصل ہو +

(۵) جہانتک ممکن تھا اصل الفاظ کو واضح کرنیوالے زائد الفاظ کو ترجمہ میں متروک کیا گیا ہے اور جہاں اشد ضروری تھا (اور یہ صرف چند موقعے ہیں) وہاں انہیں بریکٹ کے اندر درج کیا گیا ہے +

(۶) تفسیری نوٹوں میں لغت کی کتابوں۔ تفاسیر اور حدیث۔ تاریخ وغیرہ کے سب حوالے دیئے گئے ہیں +

(۷) اس ترجمہ انگریزی کے ساتھ اصل متن قرآن شریف کا نہایت خوشخط کاتب کا لکھا ہوا مع اعراب موجود ہے۔ عربی کے بالمقابل انگریزی ترجمہ دیا گیا ہے۔ تمام قرآن میں ہر آیت قرآنی اور نیز اس کا ترجمہ نئی سطر سے شروع ہوتا ہے۔ ترجمہ میں ہر آیت پر نمبر دیا گیا ہے تاکہ حوالہ نکالنے میں آسانی ہو +

(۸) حسب ضرورت نیچے کے حاشیہ میں نیز دیگر بعض حل طلب مقامات کی تفسیر کی گئی ہے اور عمومًا اس کی تائید میں نقلی اور عقلی دلائل دیئے گئے ہیں جن کی وجہ سے اس ترجمہ کی تیاری میں خاص طور پر بہت محنت صرف کرنی پڑی۔ لیکن ان طبائع کی تسلی کے لئے جو ان تفسیری نوٹوں میں بیان شدہ اکثر حقائق و معارف کی تائید میں عقلی اور نقلی دلائل کے محتاج ہوں اتنی محنت کرنی ضروری تھی +

(۹) حتےٰ الوسع تفسیری نوٹوں میں تکرار نہیں کیا گیا اور جہاں لابدی تھا وہاں کنارہ کے حاشیہ پر سابقہ حوالہ دیدیا گیا ہے۔ گو تفسیری نوٹ بہت لمبے چوڑے نہیں دیئے گئے تاہم فہم قرآن حاصل کرنے کے لئے کافی ہیں۔

(۱۰) جب ایک لفظ کے معنے ایک جگہ واضح کر دیئے ہیں تو سوائے شاذ و نادر [illegible]

[illegible]

جن کی حاشیہ میں تفسیر کر دی گئی ہے قرآن شریف کے آخر میں دے دی گئی ہے اور اس میں صرف وہی الفاظ ہیں جنکے بارہ میں مطالعہ کنندہ کو کسی قسم کی غلطی یا دقت کا سامنا ہونے کا احتمال ہو +

(۱۲) تفسیری نوٹوں کے علاوہ ہر ایک سورۃ کے شروع میں بھی کافی تمہیدی نوٹ دے دیئے گئے ہیں جن میں رکوعوں کے لحاظ سے ہر ایک سورۃ کا خلاصہ درج کیا گیا ہے جسکے ساتھ ہی ایک رکوع کا دوسرے رکوع سے اور ایک سورۃ کا دوسری سورۃ سے تعلق بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ پھر ہر ایک رکوع کے شروع میں اس کا خلاصہ دیکر اس کی ہر ایک آیت کا آپس میں تعلق بتایا گیا ہے اور حسب ضرورت حاشیہ میں بھی ان کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ گویا اس طرح سورتوں کی آیات اور اُن سورتوں کا ایکدوسری کے ساتھ تعلق نہایت عمدگی سے دکھایا گیا ہے اور یہ خصوصیت اس ترجمہ کی ایک نہایت ہی قابل قدر بات ہے جو غلط فہمی پر مبنی خیالات در بارہ بے ترتیبی سور و آیات اکثر لوگوں کے دلوں میں جاگزین ہیں اُن کا قلع قمع کرتی ہے۔ ہر شخص جو سور کے تمہیدی نوٹوں کو پڑھیگا۔ اسپر واضح طور پر آیات اور سور کا تعلق فیما بین ظاہر ہو جائیگا۔ اور یہ بھی معلوم ہو جائیگا۔ کہ کس طرح مکی اور مدنی الہامات نہایت عمدہ ترتیب سے آپس میں ملے ہوئے ہیں اور کئی سورتیں ایک ہی زمانہ کی اور ایک ہی مضمون کی ایک جگہ درج ہیں +

(۱۳) متقدمین کی جن کتب سے حوالجات تفسیری حاشیہ میں لئے گئے ہیں اُن کی تفصیل فہرست مضامین سے علیحدہ دیکھیں۔ تاہم اُن میں سے خاص طور پر قابل ذکر یہ ہیں

مفسرین میں سے (۱) تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی رح۔ (۲) بحر المحیط امام اثیر الدین ابو حیانؒ۔ (۳) ابن جریر طبریؒ۔ (۴) کشاف زمخشریؒ۔ (۵) بیضاوی۔ (۶) جامع البیان۔

لغت میں (۱) تاج العروس۔ (۲) لسان العرب۔ (۳) مفردات فی غریب القرآن امام راغب اصفہانی جو قرآن شریف کی نہایت اعلےٰ پایہ کی لغت عرب ہے

لغات احادیث نہایہ ابن اثیر سے بعض مشکل مقامات کے حل کرنے میں بڑی مدد ملی۔ کیپٹن لین صاحب کی عربی انگریزی لغات ایک قابل قدر کتاب ہے جس سے بھی مدد لی گئی ہے۔

تفاسیر کتب لغت کے علاوہ تواریخ اور دیگر فن کی کتابوں سے بھی امداد لی گئی ہے۔

روایات میں بخاری کی کتاب التفسیر زیر نظر رہی ہے۔

(۱۴) قرآن شریف کے معانی بیان کرنے میں جو اصول اس ترجمہ میں مدنظر رکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ کسی لفظ کا ایسا ترجمہ نہیں کیا گیا جو قرآن شریف کی محکم اور صاف تعلیم کے خلاف ہو۔ اور یہ ایسا اصول ہے جس کی طرف خود قرآن کریم نے توجہ دلائی ہے۔ هُوَ الَّذِىٓ اَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ الخ یہ اصول قرآن شریف کی تفسیر کا بنیادی پتھر ہے۔ اور قرآن شریف میں استعارات اور تمثیلیں اس کی صاف تعلیم کے پہلو بہ پہلو مانتے ہوئے یہ ایک معقول اصول ہے۔

(۱۵) سنت اور احادیث صحیحہ قرآن شریف کی نہایت معتبر تفاسیر ہیں۔ اس لئے ترجمہ ہذا میں انکو خاص اہمیت دی گئی ہے۔

(۱۶) کسی لفظ کے مختلف معانی میں سے کوئی خاص معنے اختیار کرنے میں یہ اصول مدنظر رکھا گیا ہے کہ آیت کا سیاق و سباق دیکھکر جو معنی خاص طور پر موزوں ہوں۔ اور پھر لغت عرب اور محاورہ عرب کے عین مطابق ہوں وہی لئے گئے ہیں +

(۱۷) موجودہ تراجم وغیرہ سے بھی حسب ضرورت مدد لی گئی ہے لیکن جہانتک ہو سکا ہے اصل کو ہر حال میں مدنظر رکھا گیا ہے +

(۱۸) بے اصل روایات اور قصّوں سے یہ تفسیر و ترجمہ بالکل پاک ہے۔ کیونکہ ان میں سے اکثر قصّے اور روائتیں عیسائی اور یہودی نومسلموں کے ذریعہ سے اسلامی کتب میں درج ہوتی رہی ہیں۔ اس لئے صرف وہی واقعات درج کئے گئے ہیں جو تواریخی لحاظ سے معتبر یا جنکی سند احادیث صحیحہ ہیں:

ترجمہ کامل سات سال کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے اور یقین ہے کہ جو لوگ اس کا مطالعہ کرینگے وہ قرآن شریف کی پر معارف تعلیم [illegible]

ٹائیٹل۔ دیباچہ۔ فہرست مضامین و اصل [illegible] ملاکر ۱۳۹۱ صفحہ جات کی ضخیم کتاب ہے۔ مگر [illegible] پر ہونے کے باعث ہلکی اور مناسب حجم کی معلوم ہوتی ہے۔

قیمت درجہ دوم للعہ ۵ روپیہ علاوہ محصول [illegible] ۔ ۲ روپیہ معہ محصولڈاک و رجسٹری +

خاکسار۔ محمد منظور الٰہی۔

نظم

انگریزی ترجمۃ القرآن کی خصوصیت ہمارے دوست جناب امجد نے ایک نظم میں مشکل میں لکھی ہیں جو حسب ذیل ہے۔ ایڈیٹر

قرآن پاک اپنا لنڈن سے چھپ کے آیا
شکر خدائے برحق جس نے یہ دن دکھایا
مومن ہوئے ہیں شاداں تیرے کرم سے مولا!
اور دشمنوں کے دل پر بادل الم کا چھایا
بہتر سا ترجمہ ہے قرآن پاک کا یہ
انگلش زباں میں اسکو ہے خوب ہی نبھایا
سمری میں جو لکھا ہے ٹچنگ کا جو بیاں ہے (Summary) (Teachings)
سچ یہ ہے سب سے بہتر [illegible] پہ ہے لگایا
اسلام کو بتایا انسانیت کا مذہب
جو مدعا ہے اُس کا وہ کھول کر [illegible]
جو ہیں اصول اُس کے اِک اِک بیاں کئے ہیں
دیباچہ میں ہی سب کچھ اسلام کا دکھایا
سروس کا ترجمہ ہے اور اسکی ہے حقیقت (Services)
آذان کو بہت طرح پر [illegible] دکھایا
عربی زباں لکھی ہے روشن بھی سامنے
انگلش میں ترجمہ ہے اک صاف سا [illegible] (English)
چیپٹر کی لسٹ دے کر اُس میں دیا خلاصہ (Chapter) (List)
کنٹنٹس کے ہی اندر سارا بیاں [illegible] (Contents)
انگلش سے جو ہیں واقف ان پر یہ کی عنایت (English)
عربی کے سیکھنے کا رستہ انہیں [illegible]
عربی ہے ایک جانب انگلش ہے اک جانب
طرز بیاں نے اپنا اچھا اثر دکھایا
مشکل مقام جو ہیں اُن کی شرح ہے لکھی
کومنٹری میں اسکو ہے صاف کر دکھایا (Commentary)
سیل اور راڈویل نے جو کچھ کہ غلطیاں کیں (Rodwell) (Sale)
اُن پر بھی خوب لکھ کر بہتان کو [illegible]
سورۃ سے پہلے اکثر سیکشن کی لسٹ دی ہے
مضمون مختصر ہے پہلے سے سب بتایا
پورے ہوئے نوشتے پہلے سے جو لکھے تھے
تیرے حضور یارب ہم نے ہے [illegible]
تو سچے وعدوں والا تو ہی ہے فضل والا [illegible]
سیدھا سا جو ہے رستہ اُس پر ہمیں لگایا
قرآں کے ترجمہ میں جس نے ہے زر لگایا
اُس نے قسم خدا کی جنت میں گھر بنایا

جلد ۵ | مقام المسیح لاہور:- یکشنبہ ۲۹ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۱۳ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۵۲

ملفوظات حضرت مسیح موعود

اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

(گذشتہ سے پیوستہ)

باوجود ان ساری باتوں کے آج اسلام کے لئے خوشی کا دن ہے کہ معمورۂ عالم میں کوئی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اور اپنی روشن ہدایتوں اور عملی سچائیوں کے ساتھ زندہ نشانات اور زندہ برکات کا ایک زبردست معجزہ اپنے ساتھ رکھتا ہے جس کے مقابلہ کی کسی میں طاقت نہیں۔

یہ بات کہ اسلام اپنی پاک تعلیم اور اس کے زندہ نتائج کے ساتھ اس وقت معمورۂ عالم میں ممتاز ہے۔ نرا دعویٰ ہی دعویٰ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندے کے ذریعے اس سچائی کو ثابت کر دیا ہے اور کل مذاہب باطل کو دعوت حق کرکے اس نے بتادیا ہے کہ فی الحقیقت اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے اور جسے ابھی تک شک ہو وہ میرے پاس آئے اور ان خوبیوں اور برکات کو خود مشاہدہ کرے مگر طالب صادق بن کر آئے نہ جلد باز معترض ہو کر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس زمانہ میں دنیا میں ظاہر ہوئے اور خدا تعالیٰ کا جلال اور گم گشتہ توحید کو زندہ کرنے کے لئے آپ مبعوث ہوئے اس زمانہ ہی کی حالت پر اگر کوئی سعادتمند سلیم الفطرت غور کرے اور دل نیک فکر کرے تو اس کو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ کی حالت ہی آپ کی سچائی پر ایک روشن دلیل ہے۔ اور دانشمند اس وقت ہی کو دیکھ کر اقرار کرے اور معجزہ بھی طلب نہ کرے۔

پادری فنڈر صاحب نے بھی کتاب میزان الحق میں یہ سوال کیا ہے کہ کیا سبب ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعوےٰ کیا۔ اور خدا تعالیٰ نے ان کو نہ روکا؟ اس سوال کا پھر آپ جواب دیتا ہے کہ اس وقت چونکہ عیسائی بگڑ گئے تھے ان کے اخلاق اور اعمال بہت خراب تھے۔ انہوں نے سچی راستبازی کا طریق چھوڑ دیا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی تنبیہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ اور اسی لئے آپ کو نہ روکا۔ اس سے یہ نادان عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا تو اعتراف نہیں کرتا بلکہ اعتراض کی صورت میں اس کو پیش کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ کیا اس وقت کے حسب حال کسی مصلح کی ضرورت تھی یا یہ کہ ایک کا جو ہاتھ کاٹا ہوا ہے تو دوسرا بھی کاٹا جاوے۔ جو بیمار ہے پتھر مار کر مار دیا جاوے۔ کیا یہ خدا کے رحم کے مناسب حال ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ اس وقت جیسا کہ عیسائی تسلیم کرتے ہیں وہ تاریکی کا زمانہ تھا اور ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب میں تسلیم کیا ہے اور تاریخ بھی شہادت دیتی ہے کہ ہندوستان میں بت پرستی ہو رہی تھی نہ صرف ہندوستان میں بلکہ کل معمورۂ عالم میں ایک خطرناک تاریکی چھائی ہوئی تھی جس کا اعتراف ہر قوم اور ملت کے مورخوں اور محققوں نے کیا ہے۔ اب ایسی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود با وجود کے ضرورت نہ تھا بلکہ وہ کل دنیا کے لئے ایک رحمت کا نشان تھا چنانچہ فرمایا وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین یعنے اے نبی کریم ہم نے تمہیں تمام عالم پر رحمت کے لئے بھیجا ہے آپ کو تو کچھ معلوم نہ تھا

میں گرا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ انسان کی شرمگاہ تک کی پرستش بھی ان ذرید کے ماننے والوں میں مروج تھی اور نہ آپ کو معلوم تھا کہ بلاد شام کے عیسائیوں کا کیا حال ہے وہ کس قسم کی انسان پرستی میں مصروف ہو کر اخلاق اور اعمال صالحہ کی قیود سے نکل کر بالکل تاریک زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور نہ آپکو اس بات کا علم تھا کہ ایران اور مصر میں کیا ہو رہا ہے؟ غرض آپ تو ایک جنگل میں پیدا ہوئے تھے۔ نہ اس وقت کوئی تاریخ مدون ہوئی تھی جو آپ نے پڑھی ہوتی۔ نہ کسی مدرسہ اور مکتب میں آپ نے تعلیم پائی تھی جو معلومات وسیع ہوتے اور نہ کوئی اور ذرائع لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے تھے جیسے تار یا اخبار یا ڈاکخانے وغیرہ۔

آپ کو تو دنیا کے بگڑ جانے کی اطلاع صرف خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے ملی جب یہ آیت اتری ظھر الفساد فی البر والبحر یعنے دریا بھی بگڑ گئے اور جنگل بھی بگڑ گئے۔ دریاؤں سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو پانی دیا گیا یعنے شریعت اور کتاب اللہ ملی۔ اور جنگل سے مراد وہ ہیں جن کو اس سے حصہ نہیں ملا تھا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب بھی بگڑ گئے اور مشرک بھی۔ الغرض آپ کا زمانہ ایسا زمانہ تھا کہ دنیا میں تاریکی پھیلی ہوئی تھی اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدا کیا تا تاریکی کو دور کریں۔ ایسے پر فتن زمانہ میں کہ چاروں طرف فسق و فجور کی ترقی تھی اور شرک اور دہریت کا زور تھا کہ نہ اعتقاد ہی درست تھے اور نہ اعمال صالحہ اور نہ اخلاق ہی باقی رہتے تھے۔ آپ کا پیدا ہونا بجائے خود آپ کی سچائی اور منجانب اللہ ہونے کا ایک زبردست ثبوت ہے۔ کاش کوئی اس پر غور کرے عقلمند اور سلیم الفطرۃ انسان ایسے وقت پر آنے والے مصلح کی تکذیب کے لئے کبھی جلدی نہیں کرسکتا اور کم از کم اس کو اتنا تو اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ وقت پر آیا ہے۔ دریا اور طاعون اور ہیضہ کی شدت کے وقت اگر کوئی شخص یہ دعوےٰ کرے کہ میں ان کے علاج کے لئے آیا ہوں؟ تو کیا اس قدر تسلیم کرنا نہیں پڑے گا کہ یہ شخص ضرورت کے وقت پر آیا ہے؟ بیشک ماننا پڑیگا۔ اسی طرح پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کے لئے پہلی دلیل یہی ہے کہ آپ جس وقت تشریف لائے وہ وقت بتا رہا تھا کہ مردے از غیب بروں آید و کارے بکند۔ اسی کی طرف قرآن کریم نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے بالحق انزلناہ وبالحق نزل۔ پس یاد رکھو کہ مامور من اللہ کی شناخت کی پہلی دلیل یہی ہوتی ہے کہ اس وقت اور موقع پر نگاہ کی جاوے۔ کہ کیا اس وقت کسی مرد آسمانی کے آنے کی ضرورت بھی ہے یا نہیں؟

ایک شخص اگر نہروں کی موجودگی اور متعدد کنوؤں کے ہوتے ہوئے پھر ان میں ہی کنواں لگاتا ہے تو صاف کہنا پڑیگا کہ یہ وقت اور روپیہ کا خون کرتا ہے۔ لیکن اگر وہ کسی ایسے جنگل میں جہاں کوئی کنواں نہیں ہے کنواں لگاتا ہے تو ماننا پڑیگا کہ اس نے خیر جاری کے لئے یہ کام کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے جسمانی جنگل میں پیدا ہوئے ویسے ہی روحانی جنگل بھی تھا۔ مکہ میں اگر جسمانی اور روحانی نہریں نہ تھیں اور دوسرے ملک روحانی نہروں کے نہ ہونے کی وجہ سے ہلاک ہو چکے تھے۔ اور زمین مر چکی تھی۔ جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے۔ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا یعنے یہ بات نہیں جانتے کہ زمین سب کی سب مر گئی تھی اب خدا تعالیٰ نئے سرے سے اس کو زندہ کرتا ہے۔ یہی زبردست دلیل

کہ ساری دنیا عام طور پر بدکاریوں اور بداعتقادیوں میں مبتلا ہو چکی تھی اور حق و حقیقت اور توحید اور پاکیزگی سے خالی ہو گئی تھی۔

پھر دوسری دلیل آپ کی سچائی کی یہ ہے کہ آپ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائے گئے جب وہ اپنے فرض رسالت کو پورے طور پر ادا کرکے کامیاب اور بامراد ہو چکے۔ حقیقت میں جیسے مامور من اللہ کے لئے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ آیا وہ وقت پر آیا ہے یا نہیں؟ یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ وہ کامیاب ہوا یا نہیں۔ اس نے ان بیماروں کو جن کے علاج کے لئے وہ آیا اچھا بھی کیا یا نہیں؟

زیادہ تفصیل کی اس مقام پر ضرورت نہیں کیونکہ اس مجمع میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جنکو جزوی علم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عرب کا کیا حال تھا کوئی بدی ایسی نہ تھی جو ان میں نہ پائی جاتی ہو جیسے کوئی ہیرو یا ستان کو پاس کرکے کامل استاد سمجھا جاتا ہے اسی طرح پر وہ بدیوں اور بدکاریوں میں ماہر اور پورے تھے۔ شرابی۔ زانی یتیموں کا مال کھانے والے غرض ہر بدی میں سب سے بڑھے ہوئے تھے بلکہ اپنی بدکاریوں پر فخر کرنے والے ان کا قول تھا ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحی جہاں تک زندگی اسی قدر ہے کہ یہاں ہی مرتے ہیں اور زندہ ہوتے ہیں حشر نشر کوئی چیز نہیں قیامت کچھ نہیں جنت کیا اور جہنم کیا؟ قرآن شریف کے احکام جن میں وہ برائیوں سے روکتے ہیں وہ سب مجموعی طور پر یہاں ہیں موجود ہیں ان کی حالت کا یہ نقشہ جس پر غور کرنے سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کیا تھے؟ ایک موقع پر فرماتا ہے یاکلون کما تاکل الانعام یعنے یہ لوگ کھاتے ہیں اور تمتع اٹھاتے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں اور دوسری شہوات میں مبتلا اور اسیر ہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ جب انسان جذبات نفس اور دیگر شہوات میں اسیر اور مبتلا ہو جاتا ہے تو پھر چونکہ وہ طبعی تقاضوں کو اخلاقی حالت میں نہیں لاتا اس لئے ان شہوات کی غلامی اور گرفتاری ہی اس کے لئے جہنم ہو جاتی ہے۔ اور ان امور کے حصول میں مشکلات کا پیش آنا اسپر ایک خطرناک عذاب کی صورت ہو جاتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس حال میں یہ ہیں گویا جہنم میں مبتلا ہیں یہ بات ہرگز ہرگز بھول جانے کے قابل نہیں ہے۔ کہ قرآن شریف جو خاتم الکتب ہے دراصل قصوں کا مجموعہ نہیں ہے جن لوگوں نے اپنی غلط فہمی اور حق پوشی کی بنا پر قرآن شریف کو قصوں کا مجموعہ کہا ہے انہوں نے حقایق شناس فطرت سے حصہ نہیں پایا ورنہ اس پاک کتاب نے تو پہلے قصوں کو بھی ایک فلسفہ بنا دیا ہے اور یہ اس کا احسان عظیم ہے ساری کتابوں اور نبیوں پر ورنہ آج ان باتوں پر ہنسی کی جاتی۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس علمی زمانہ میں جبکہ موجودات عالم کے حقایق اور خواص الاشیاء کے علوم ترقی کر رہے ہیں اس نے آسمانی علوم اور کشف حقایق کے لئے ایک سلسلہ کو قائم کیا جس نے ان تمام باتوں کو جو فیج اعوج کے زمانہ میں ایک معمولی قصوں سے بڑھ کر وقعت نہ رکھتی تھیں اور اس سائنس کے زمانہ میں ان پر ہنسی ہو رہی تھی علمی پیرایہ میں ایک فلسفہ کی صورت میں پیش کیا۔

حسن نظامی زندہ ہیں۔ اور جب خواجہ حسن نظامی ہو گئے۔ تو مرزا صاحب سچے ہو گئے۔ یہ ہے ان لوگوں کا مذہب۔ ورنہ اگر صرف حضرت مرزا صاحب ہی کے صدق و کذب کو پرکھنا ہے تو خواجہ صاحب ہمارے بالمقابل قلمی جہاد کے میدان میں کیوں نہیں اترتے۔ اور باوجود وعدہ کے ہمارے مضامین کا جواب نہیں دیتے۔ کیا خواجہ صاحب اور میاں صاحب ان باتوں کا جواب دینگے۔ دیدہ باید۔ ماسوی خواجہ صاحب نے اس بات کی بھی تصریح فرما دی کہ اگر وہ مرگئے تو مسعود تمہیں انکے مرید یہ مرزا صاحب کو نبی مان ہی لینگے تو پھر مسعود تمہیں ختم نبوت پر کیا اثر پڑیگا۔

خواجہ حسن نظامی کا ایک خط

اسی ذیل میں یہ بھی بتا دینا ضروری ہے۔ کہ خواجہ حسن نظامی صاحب کا ایک اور خط ہمارے نام موصول ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے میاں صاحب کے مریدین کو ڈھیلے ہوئے ہاتھوں کی سیاہی قرار دیتے ہوئے ان کے اس میدان مباہلہ میں اترنے کو ناقابل التفات قرار دیا ہے۔ اور سب کو میاں صاحب کے ساتھ مل کر میدان مباہلہ میں اترنے کی اجازت دی ہے۔ بشرطیکہ میاں صاحب اسکو ضروری سمجھیں۔ اور الفضل کے الزام جو اس بانگی پر ریمارک کرتے ہوئے آخر میں اس غم و غصہ کا جواب دیا ہے۔ جو پیغام صلح پر الفضل اور میاں صاحب کے دیگر مریدین کو اس وجہ سے لاحق ہوا ہے۔ کہ ہم نے خواجہ حسن نظامی کی تحریرات کو شایع کیا۔ اور میاں صاحب سے اپنے آپ کو الگ بتایا۔ خود خواجہ صاحب نے اس غم و غصہ کو بیجا قرار دیتے ہوئے ہماری پوزیشن کو صاف کر دیا ہے۔ اور ہمیں مباہلہ وغیرہ کی اس کھیل سے بالکل الگ بتایا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

"مرزا محمود احمد صاحب کے مریدوں نے اخبار پیغام صلح پر بہت خفگی کا اظہار کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہ وقت تو ایسا تھا کہ وہ ہماری مدد کرتا۔ اور خانگی اختلافات کو بالائے طاق رکھ دیتا۔ جیسا کہ حضرت علی رض اور امیر معاویہ کے وقت میں ہوا تھا۔ کہ یہ دونوں آپس میں حریف بنے ہوئے تھے مگر جب تیسرے غیر مسلم نے حملہ کرنا چاہا تو دونوں ایک ہو گئے۔

یہ حواس گم ہونے کی نشانی ہے کہ رو رو کر امداد کے لئے پکارا جاتا ہے۔ میں اس کا جواب کیا دوں۔ پیغام صلح سب کچھ جانتا ہے۔ مگر اتنا بتا دینا میرا فرض ہے۔ کہ حضرت علی رض اور امیر معاویہ کے قصہ کو اس سے کچھ نسبت نہیں۔ وہ دونو کلمہ توحید میں شریک تھے۔ اور ایک دوسرے کو کافر نہ کہتے تھے۔ جھگڑا محض پولیٹیکل تھا۔ اور یہاں تو مرزا محمود احمد اور ان کی جماعت کل مسلمانوں کو کافر کہتی ہے۔ اور مرزا غلام احمد صاحب کو پیغمبر مانتی ہے۔ مگر پیغام صلح یہ عقاید نہیں رکھتا۔ بلکہ شدت سے اس کا مخالف ہے۔ ایسی حالت میں وہ کیونکر محمودی جماعت کی تائید کر سکتا تھا۔ **باقی اصولاً اس نے میرے خلاف اپنا حق ادا کر دیا**۔ اور بہت سے مضامین میرے رد میں شایع کئے۔ مگر محمودی جماعت میں انصاف ہو تو دیکھے۔ اور سمجھے وہاں تو یہ جنس ہنگ سے بھی زیادہ گران ہے۔ حسن نظامی"

اس سے صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ خواجہ حسن نظامی نے جو میاں صاحب کو مباہلہ کا چیلنج دیا ہے۔ وہ میاں صاحب کے عقاید نبوت مسیح موعود اور تکفیر مسلمانان کی بنا پر ہے۔ بانی حضرت صاحب کے اصل دعاوی مجددیت و ماموریت وغیرہ کی بنا پر یہ مباہلہ وغیرہ تجویز نہیں ہوا۔ اور نہ ہی ان اصل دعاوی پر اس مباہلہ کا کچھ اثر پڑ سکتا ہے۔ اگر اس سے کوئی اثر پڑیگا بھی تو محض میاں صاحب کے مخترعہ عقاید پر نہ کہ حضرت مسیح موعود کی صداقت پر۔

آریہ سماج کے فرضی اور نقلی لیڈر

معاصر اخبار عام رقمطراز ہے :۔ آریہ سماج کی اندرونی حالت کیا ہے اور اسکے لیڈروں کی کیا کیفیت ہے۔ اسکا تذکرہ صوبجات متحدہ کے مشہور آریہ سماجی آرگن "کانپور گزٹ" کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے۔ جو اس نے اپنی تازہ اشاعت میں شایع کئے ہیں "اس میں کچھ شک نہیں کہ کچھ عرصہ سے آریہ سماج کی رفتار ترقی رکی ہوئی ہے۔ اگر نگاہ حقیقت سے دیکھا جائے تو اسکا سب سے بڑا باعث یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اصحاب جو آریہ سماج کے لیڈر ہونے کا دعوے رکھتے ہیں اور اپنے آپکو آریہ سماج کا جان نثار اور سرگرم لیڈر بتلاتے ہیں اپنے قول و فعل میں پورے نہیں اترتے انکی زبان پر کچھ ہوتا ہے اور دل میں کچھ اور سارے سماج کے ان فرضی خادموں کے ظاہری اوضاع و اطوار پر بھولی بھالی آریہ پبلک دھوکا کھا جاتی ہے۔ ایسی حالت میں نیک و بد میں تمیز کرنا ایک مشکل امر ہے۔ لیکن حقیقت در سچائی کبھی پوشیدہ نہیں

الاسلام

اسلام اور ترقی

(از مسٹر پکتھال)

(گذشتہ سے پیوستہ)

میں ایک فقرہ اور امیر علی کا نقل کرتا ہوں۔

مسیحیت نے بین الاقوامی اخلاق کی درستگی کا دعوے نہیں کیا۔ اور اس طرح پر اپنے پیروؤں کو تاریکی میں ہاتھ پاؤں مارنے چھوڑ دیا۔ آجکل کے حامیان دین مسیحی اس کو بجائے مسیحیت کا ایک نقص تسلیم کرنے کے جو اس وقت کے حالات کے مطابق ضرور تھا کہ باقی رہتا اس کے دلایل دینے شروع کرتے ہیں۔ کہ ایسا ہی ہونا چاہئے عقل انسان کو عجیب طرح پر بگاڑا ہے جو کچھ افراد کی حالت میں درست مانا جاتا ہے اسے قوم کی حالت میں غلط کہا جاتا ہے۔ مذہب اور اخلاق دو لفظ جو ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو سکتے ہیں ان کا قانون کی سلطنت میں کوئی دخل نہیں سمجھا جاتا۔ وہی مذہب جو افراد کے باہمی تعلقات کو درست طریق پر قایم کرنے کا دعوے کرتا ہے انسانوں کے مجموعوں کے باہمی تعلقات کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اس طرح مذہب کو محض جذبات کے اظہار کا ایک ذریعہ بنا یا گیا ہے۔ جو کبھی کبھی فلسفیانہ اخلاق کی بلندی تک پہنچ جاتا ہے بین الاقوامی حقوق کی بنیاد فی الواقعہ اس بات پر ہے کہ قوموں کو افراد کی حیثیت میں سمجھا جائے۔ اور اس امر کو تسلیم کیا جائے کہ افراد کے لئے ایک قانون اور قوموں کے لئے دوسرا قانون نہیں ہے۔ کیونکہ جس طرح افراد سے ایک قوم بنتی ہے۔ اسی طرح قوموں سے نسل انسانی بنتی ہے۔ اور قوموں کے ایک دوسرے کے متعلق حقوق اور فرایض ان حقوق اور فرایض سے علیحدہ نہیں۔ جو افراد کے مابین تسلیم کئے جاتے ہیں"۔

بین الاقوامی تعلقات کی یہ بنیاد جس کو مسیحی دنیا نے اب دھندلے سے رنگ میں دیکھنا شروع کیا ہے اسلام کا صدیوں سے عملی قانون رہا ہے۔ میرے خیال میں یہی وجہ بڑی حد تک اس مزعومہ بیوفائی اور خیانت کی ذمہ وار ہے جس کے مرتکب مسلمانوں نے عیسائی اقوام کو سمجھا ہے۔

اسلامی قوانین جنگی پر اس مضمون کا خاتمہ میں اس سے بہتر الفاظ پر نہیں کر سکتا۔ جن الفاظ میں ابوبکر رض خلیفہ اول نے یزید کو مخاطب کیا تھا جب وہ اسلامی فوج کو لے کر مشرقی عیسائی سلطنت کے خلاف حملہ آور ہوا تھا۔ اس کا ہر ایک لفظ خود پیغمبر اسلام کے کسی حکم پر مبنی ہے۔

"جب تم دشمن کے مقابلہ میں آؤ تو مردوں کی طرح رہو۔ اور ان کے سامنے پیٹھ نہ کرو۔ اور اگر تم فتح حاصل کرو تو نہ چھوٹے بچوں کو مارو نہ بوڑھوں کو نہ عورتوں کو۔ کسی کھجور کے درخت کو ضایع نہ کرو نہ کسی غلہ کے کھیت کو کوئی میوہ کا درخت مت کاٹو۔ نہ مویشیوں کو کسی قسم کا نقصان پہنچاؤ سوا اس کے جو تم اپنی خوراک کے لئے استعمال کرو جب تم کوئی معاہدہ کرو تو اس کے پابند رہو اور اس کو پورا کر کے دکھاؤ۔ جب تم آگے بڑھو گے تو تم بعض عبادت کرنے والے لوگوں کو پاؤ گے تو اپنی کوٹھڑیوں میں گوشہ نشین ہیں۔ اور جو اس طرح پر خدا کی عبادت کرنا چاہتے ہیں۔ ان سے کچھ تعرض مت کرو۔ نہ ان کو مارو نہ ان کے عبادتخانوں کو تباہ کرو۔ ساتویں صدی میں یہ احکام ایک معجزہ تھے بالخصوص جب جنگ بھی مذہبی رنگ کا ہو۔

۵۔ اخوت اسلامی

"اسلام نام ہے التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ کا یعنی احکام الٰہی کی عظمت کرنا اور مخلوق الٰہی سے ہمدردی کرنا۔

"مسلمان مذہبی طور پر ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ ان کو نہ چاہئے کہ ایک دوسرے پر ظلم کریں نہ وہ ایک دوسرے کی مدد سے اجتناب کریں نہ ایک دوسرے کی تحقیر کریں۔ پاکیزگی کا سرچشمہ قلب ہے جو دل پاکباز ہے وہ مسلمان کی کبھی تحقیر نہیں کر سکتا۔ ایک مسلم کی تمام اغراض اس کا خون اس کا مال اس کی عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہیں"۔

لایؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ

"تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں ہوتا جب تک کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند نہ کرے"۔

"تمام مسلمان ایک ہی جسم کے اعضاء کی طرح ہیں۔ اگر کسی شخص کو سر درد کی شکایت ہو تو اس کی وجہ سے سارا جسم دکھ اٹھاتا ہے۔ اگر آنکھ میں تکلیف ہو تو بھی سارا جسم ہی دکھ اٹھاتا ہے"۔

"تمام مسلمان ایک دیوار کی طرح ہیں کہ اس کا ایک حصہ دوسرے

مصیبت میں اپنے بھائی کی مدد کرو اور اگر وہ غلط راہ پر چلے تو اسے راہ راست بتاؤ"۔

"کیا میں تم کو بتاؤں کہ تم میں بدترین انسان کون ہیں وہ جو اکیلے کھاتے ہیں اور اپنے غلاموں کو کوڑے لگاتے ہیں۔ اور کسی کو کچھ دیتے نہیں"۔

"جو شخص اپنے غلاموں سے برا سلوک کرتا ہے وہ بہشت میں داخل نہیں ہوگا۔ جو غلام نماز پڑھتے ہیں وہ تمہارے بھائی ہیں"۔

"جو شخص اپنے بھائی مسلمان کو کافر کہتا ہے وہ کفر اسی پر الٹ پڑیگا"۔

"ایک مسلم کو گالی دینا فسق ہے۔ اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے"۔

ایک عیسائی جب اس قسم کی ہدایات کو پڑھیگا تو شاید اس پر کوئی خاص اثر نہ ہو اس لئے کہ کم و بیش اسی قسم کے فقرات وہ اپنی کتب مقدسہ میں بھی پاتا ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ صرف کمال انسانی کے حصول کیلئے اچھی نصایح ہیں جو واقعی زندگی میں ناقابل عملدرآمد ہیں۔ جو چیز فی الواقع قابل توجہ ہے جس کو شاید وہ ماننے کے لئے تیار بھی نہ ہو۔ وہ یہ ہے کہ اسے یقین دلایا جائے کہ اخوت کی یہ ہدایات مسلمان کی عملی زندگی میں اس حد تک کام کرتی ہوئی نظر آتی ہیں جس کی مثال کی پہلی صدی کے بعد مسیحی دنیا میں کوئی نظیر نہیں رہی مگر اسلام میں یہ بات برابر حاصل ہے۔ اسلام ایک بڑا وسیع سلسلہ اخوت ہے جس میں قومیت نسل یا مال مرتبہ یا رنگت کوئی بڑی وقعت نہیں رکھتے جس میں تمام قومیں اور تمام حالات ایک تعلق کی بنا پر مل جاتے ہیں میرا منشا ہرگز نہیں کہ اس قوم میں کوئی چیز ایک انسان کو دوسرے پر فوقیت دینے والی نہیں۔ یا ایک دوسرے کا ادب نہیں کرتا۔ بلکہ وہ باوجود ان امتیازات کے ان میں تمام مومنوں کا ایک سلسلہ اخوت منسلک ہونا ایک امر واقع کے طور پر موجود رہتا ہے۔ اور ان حالات میں مفقود نہیں ہوا جب بڑی بڑی سلطنتیں العنان حکومت ان کے اوپر رہی ہے آقا اور غلام کا رشتہ بھی اس قوم کے اندر ایک اخوت کا رشتہ رہا ہے۔ کیونکہ دونوں میں ایک تعلق اسلام کا ہے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ اس بارہ میں بڑی سے بڑی حکومت اسلامی ہماری جمہوریت سے بڑھ کر جمہوری رہی ہے۔ اور اسلام ایک بڑے وسیع خاندان کی طرح ہے جس کے ممبر غریب بھی ہیں امیر بھی خواندہ بھی اور جاہل بھی اور رہ منسک اور ایک دوسرے سے بغض رکھنے والی قوموں کا مجموعہ جن میں آگے سختی کے ساتھ ایک جماعت دوسری جماعت سے الگ ہو جیسا کہ اس وقت مسیحی ممالک کی حالت ہے۔ مسلمان کا وطن ترکی مصر سندھ و شمال بخارا نہیں بلکہ اسلامیت ہی اس کا وطن ہے۔ اور تمام مسلمان دنیا میں کہیں ہوں ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

مختلف رنگتوں کے آدمیوں کو خوشحالی کے ساتھ اور مساوات کے رنگ میں ایک سوسائٹی میں جمع کرنے میں جہاں عیسائی مذہب ناکام ہوا اسلام کامیاب ہوا ہے سفید سیاہ سانولے۔ زرد سب قسم کے لوگ اسکی مسجدوں اور محلات میں ایک جگہ جمع ہوتے ایک دوسرے کے بھائی بنتے اور ایک دوسرے کے ساتھ شادیاں کرتے ہیں۔ اور کوئی برا نتیجہ اس کا ان میں پیدا نہیں ہوتا۔ وہ ایک قوم کی دوسری قوم کی نگہ میں اعلیٰ درجہ کی تحقیر جو عیسائی اقوام کے تعلقات میں خصوصیت سے نظر آتی ہے اسلام میں اس کا نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ ہمارے درمیان یہ بات عام طور پر مشہور اور مسلم ہے کہ سفید رنگت کے مردوں اور سیاہ رنگت کی عورتوں میں شادی کے تعلقات ایسے بچے پیدا کرنے کا موجب ہیں جن کے حوصلے اور اخلاق پست ہوتے ہیں اور ان میں اس قسم کی صفات ظاہر ہوتی ہیں جن کو ہم رذیل خیال کرتے ہیں۔ یہ بات حد درجہ امکان کے اندر ہے کہ یہ تنزل اس تحقیر اور نفرت کا نتیجہ ہو جس کے ساتھ ایسے تعلقات کو سفید رنگت کے عیسائی دیکھتے ہیں۔ کیونکہ جب اسلام میں اسی قسم کی شادیاں ہوتی ہیں تو ان میں اسی قسم کا کوئی انحطاط نظر نہیں آتا۔ کیا دنیا میں کوئی ایسی نسل ہے جو موجودہ عثمانی ترکوں سے زیادہ مخلوط ہو۔ مگر کیا ایسی بھی کوئی قوم ہے جو ان سے بڑھ کر اپنی قومیت پر فخر کرنیوالی ہو یا جن میں زیادہ امیرانہ احساسات ہوں۔

امریکہ کے متحدہ ممالک قوموں کی کٹھالی کہلاتے ہیں۔ اور یہ سچ ہے کہ ایک ہی رنگت کے مختلف آدمیوں کو انہوں نے اپنے اندر جذب کر لیا ہے۔ مگر اس اختلاط میں سیاہ سانولے زرد رنگت کے ملاپ کی سخت احتیاط کی گئی ہے اس لئے ان کے کام کو اسلام کے عظیم الشان کام سے کوئی مشابہت نہیں۔

پیغمبر اسلام کہتے ہیں کہ اپنے بڑوں پر فخر کرنا ترک کرو۔ ساری نسل انسانی آدم کی اولاد ہے اور آدم مٹی سے پیدا ہوا تھا۔ میاں اپنی امارت جس کو اسلامی اخوت میں مرتبہ اور وجاہت سے الگ کر کے تسلیم کیا گیا ہے وہ صرف آنحضرت کی نسل میں ہوتا ہے۔ مگر بہت سے سید آج غریبانہ حیثیت میں زندگی تنگ کر رہے ہیں ایک معمولی بات ہے کہ ایک دولتمند تاجر یا ایک بڑا عہدیدار ایک سوالی کو جو خیرات مانگتا ہے۔ ان الفاظ میں مخاطب کرتا ہے یا امیر جی کیونکہ ایسا شخص آنحضرت کی آل سے ہے۔ اسلام میں ایک قابل اعتبار ملازم کا اپنے آقا کی علیحدگی میں یا اخی اسے میرے بھائی کر کے پکارنا کوئی گستاخی نہیں نہ آقا کی اس میں تحقیر ہے۔ کہ وہ نوکر اپنی ان الفاظ یا اخی سے خطاب کرے سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ انما المومنون اخوۃ۔ آزادی اور مساوات سنتی امتزاج اور جیسا کہ ہم ایک دوسرے ... کا مشتابہ ناقابل

بسبب مومنوں نے اس اخوت کی بنیاد اس ارشاد پر ہے جو پیغمبر اسلام نے حجۃ الوداع میں عرفات کی پہاڑی پر فرمایا جب آپ عرب کے شہنشاہ تھے گو آپ نے یہ نام کبھی اختیار نہیں کیا۔

اے لوگو میری باتوں کو سنو۔ کیونکہ میں نہیں جانتا کہ اس سال کے بعد پھر کبھی اس موقعہ پر میں کبھی تمہارے درمیان ہونگا۔

تمہاری جانیں اور تمہارے اموال تمہارے درمیان حرام ہیں جنکی حرمت تم ایکدوسرے کے حق میں توڑ نہیں سکتے۔ یہانتک کہ تم اپنے مولے کے سامنے حاضر ہو۔ جیسا کہ یہ مہینہ اور یہ دن حرمت والا ہے اور یاد رکھو کہ تم کو اپنے خدا کے سامنے حاضر ہونا ہوگا۔ جو تم سے تمہارے تمام افعال کا حساب لیگا۔

"اللہ تعالےٰ نے ہر ایک شخص کیلئے وراثت کا حصّہ مقرر کردیا ہے۔ کوئی وصیّت جائز نہیں جس میں ورثاء کو نقصان پہنچایا جائے۔"

"اے لوگو! تمہارے حقوق تمہاری بیبیوں پر ہیں اور تمہاری بیبیوں کے حقوق تم پر ہیں۔ یہ اُن کا فرض ہے کہ وہ اپنی عصمتوں کی نگاہ رکھیں اور کوئی بے حیائی کا کام نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو تمہیں اختیار ہے کہ ان کو الگ مکان میں رکھو اور انکو مارو مگر سختی سے نہیں۔ لیکن اگر وہ رُک جائیں تو اُن کو اچھّا لباس پہناؤ اور اچھّا کھانا کھلاؤ اپنی عورتوں کے ساتھ محبت اور نرمی سے پیش آؤ۔ کیونکہ وہ تمہارے ہاتھوں میں قیدیوں کیطرح ہیں۔ اور تم نے اُن کو خدا کی ضمانت پر لیا ہے اور خدا کے کلام سے اُنکے وجود کو اپنے اوپر حلال کیا ہے"۔

"جو تم پر اعتبار کیا جائے اسکو پُورا کرو اور گناہوں سے بچو"۔

"سود حرام ہے قرضدار صرف راس المال واپس کریگا اور اس کی ابتداء میرے چچا عباس بن المطلب سے ہوگی جس نے قرض پر رقوم دی ہوئی ہیں۔

"آیندہ سے خون کا انتقام جو ایّام جاہلیّت میں ہوا ہے رد کردیا گیا ہے اور پہلا خون جو معاف کیا جاتا ہے وہ میرے چچازاد بھائی ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کا خون ہے"۔

تم اپنے غلاموں کے متعلق خبردار ہو جاؤ کہ تم اُن کو وہ خوراک دو۔ جو آپ کھاتے ہو اور وہ کپڑے پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔ اور اگر وہ کوئی ایسا قصُور کریں جو تم معاف نہیں کرسکتے تو اُن کو اپنے سے علیحدہ کردو۔ کیونکہ وہ خدا کے بندے ہیں اور اُن کے ساتھ بُرا سلوک کرنا جائز نہیں ہے۔

"اے لوگو! میری بات کو سُنو۔ اور اسکو خوب سمجھ لو۔ جان لو۔ کہ سب مسلمان ایکدوسرے کے بھائی ہیں۔ تم سب ایک اخوت میں منسلک ہو۔ جو کچھ تمہارے بھائی کا ہے وہ تمہارے لئے جائز نہیں یہاں تک کہ وہ اپنی رضامندی سے اُسے نہ دے۔ ناانصافی کرنے سے اپنے آپ کو بچاؤ"۔

"اور چاہئے کہ وہ جو موجود ہے یہ باتیں اُسکو بتادے جو غیر حاضر ہے ممکن ہے کہ وہ جسکو یہ باتیں بتائی گئی ہیں اس سے بہتر اُن کو یاد رکھے جس نے سُنی ہیں"۔

خاتمہ پر آنحضرت صلعم نے اس نظارہ کو دیکھ کر کہ کس طرح ایکوقت آپ تبلیغ کیلئے اس میدان میں پھرتے تھے اور کوئی بات نہ سُنتا تھا۔ اور کس طرح اب سارا ملک عرب آپؐ کے قدموں پر جمع ہے۔ اور آپؐ کی باتوں کو شوق سے سُنتا ہے یہ لفظ کہے اے خدا میں نے اپنا پیغام پہنچادیا۔ اور اپنا کام پُورا کردیا۔ اور تمام مجمع نے ایک آواز ہوکر کہا۔ اَللّٰھُمَّ نعم۔ ہاں یہ سچ ہے۔ تب آپؐ نے کہا۔ اے خدا تو اس پر گواہ رہیو"۔

مختلف قوموں کی اس جماعت عظیم کو آنحضرت صلعم کے ان الفاظ میں مخاطب کرنے پر ایک انگریزی مصنّف جو مسلمانوں کی رعایت کرنیوالا نہیں لکھتا ہے "یہ اسلام کی زندہ چیزیں ہیں اور جب تک یہ ترک نہ ہو جائیں گی اسلام دُنیا میں ایک زندہ طاقت رہیگی مسلمانوں کی جماعت میں نقصوں کا معلوم کرنا مشکل نہیں۔ مگر یہ کم سے کم ضرور کہنا پڑتا ہے۔ کہ دُنیا کے کسی حصّہ میں کوئی مسلم سوسائٹی ایسی نہیں جسمیں لوگ اُن پر ظلم کرتے ہوں جنکو وہ نوکر رکھتے ہیں۔ اپنے والدین کی طرف سے لاپرواہ ہوں۔ ایکدوسرے سے ہمیشہ خیانت سے پیش آتے ہوں یا غریبوں پر ظلم کرتے ہوں۔ حالانکہ یہ تمام قابل نفرت بدیاں ان ممالک میں موجود ہیں۔ جہاں سے وہ لوگ چلتے ہیں جو مشرق کی اصلاح کا بیڑا اپنے ذمہ لئے ہوئے ہیں۔ یہ اسلامی قانون ہیں جس کی ہمیں تعریف کرنی چاہئے۔ بلکہ مسلمانوں کا خود خوشی سے ان معاشرتی فرائض کو بجا لانا ہے جو عیسائی سوائے پولیس کے ڈنڈے کے بجا نہیں لاتے"۔

اسلام ایک اخوت قائم کرنے میں کامیاب ہوا ہے اور یہ

مذاکرہ علمیّہ

قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی

خان بہادر جناب مرزا سلطان احمد صاحب ایم آر اے ایس کے قلم سے

وا نہ شد واقف دلش یکدم بہ من
غنچۂ امید من نہ شگفتہ ماند

اگرچہ ہر ایک شخص ایک ایسی عادت رکھتا ہے جس پر اس کی زندگی کا خصوصیت سے مدار ہے لیکن ابتک انسان یہ بھی نہ جان سکا کہ اس کی حقیقت کیا ہے پھر کیسا فریب دہ طلسم ہے کہ ہم ایک شئے رکھتے ہیں۔ اور اسی سے ہماری زندگی کا واسطہ بھی پڑتا ہے۔ اور ہم اس کی بابت مختلف رنگوں میں سوچتے بھی رہتے ہیں۔ مگر وہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ کھلتی ہی نہیں ایک ایسا راز ہے کہ وا ہی نہیں ہوتا۔ راز کا کھلنا ہی کیا۔ اب تک متفق طور پر اس کا ایک نام بھی نہیں رکھا گیا۔ کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔ کوئی قائل ہے اور کوئی منکر۔ کوئی جان کہتا ہے۔ کوئی روح۔ کوئی قوت۔ اور کوئی دیگر عنصر۔

سودا مکن بزلف کہ این کج معاملہ
مارا تمام عمر پریشاں نگاہ داشت

دنیا بھر کے فلسفیوں نے بہتیرے زور مارے، حکیموں نے دن رات کوششیں کیں۔ اطبّا نے کوئی کور کسر باقی نہ رکھی۔ مگر یہ راز نہ کھلا اور نہ کھلنا تھا۔ خون کہنے والے دلائل بھی لاتے رہے مگر جب ایسے مریض بھی دیکھے گئے جن کا خون قریبًا فاسد یا گندہ ہوچکا تھا۔ انکی کیفیت بھی دوسرے انسانوں کی طرح رہی۔ اسکے مقابلہ میں ایک ایسا شخص بھی دیکھا جو گویا خون کا پتلا تھا۔ مگر تھوڑی سی ٹھوکر بھی اُس کی تباہی کا باعث ہوگئی۔

در رفتن است ابلق عمر سبک عناں
این بعض دم بدم زدن تازیانہ چیست

گویا پیاس والوں اور دُنیا بھر کے مراقبوں نے بھی ریاضتیں اور چلے کرکے اس تک پہنچنا چاہا۔ مگر ہنوز روز اوّل۔ گو اُن کو کچھ طمانیت تو ہوگئی مگر بھید پھر بھی نہ کھلا۔ یہاں آتش یہاں کا سہی تھا جہاں سے چلے تھے وہیں پھر کر آ ٹھہرے۔ اور جب لوگوں نے کچھ پایا بھی، تو اُن کی زبان گنگ ہوگئی۔

حال دل آہ چہ پرسی از اشک
طفل این جا چہ خبر داشتہ است

یہ بھید نہ ارسطو معلوم کرسکا۔ اور نہ سقراط و افلاطون، نہ سپنسر نہ بوعلی اور نہ ابن رشد نہ کینٹ اور نہ ملٹن، کوششیں بہت کیں مگر ہاتھ کچھ نہ آیا۔ آگسٹائن ایک رات کنارہ سمندر پر پھر رہا تھا۔ سامنے ایک لڑکا سمندر کا پانی خشک زمین میں ڈال رہا تھا۔ آگسٹائن نے پوچھا لڑکے یہ کیا کرتے ہو۔ جواب دیا کہ سمندر کو خشکی میں کھینچتا ہوں۔ کہ خشکی سمندر ہوجائے اور سمندر خشک ہوجائے۔

یہ سنکر آگسٹائن ہنسا اور کہا یہ کیا بے وقوفی ہے۔ لڑکے نے کہا۔ میرا فعل آپ سے زیادہ موجب تعجب نہیں۔ آپ جو سمندر کے کنارے پھر کر خدا کی قدرتوں کی ماہیت یا خدا کی کنہ کا پتہ لگاتے ہو یہ کب ممکن ہے۔ لڑکے کا جواب بہت درست تھا۔ باوجود اس قدر معلومات کے بھی ہم اب تک ایک ادنےٰ سی شئے کی بھی ماہیّت دریافت نہ کرسکے۔ بہت کچھ زور مارے۔ مگر انجام اچھا نہ نکلا۔

پائے استدلالیاں چوبیں بُود
پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

بعض لوگ مذہب والوں پر ہنستے ہیں ان سے کوئی پوچھے کہ دنیا کے سب اسرار میں سے یہی سر تو ایک دہم سر تھا ابتک آپ لوگوں کی عقل روشن اور ذہن رسا نے کیا کچھ پتہ لگایا اور کتنی منزلیں طے کیں۔ باوجود شب و روز چلنے کے بھی ابتک پہلا زینہ بھی طے نہیں کیا۔

بارہا دست ہوس در کمر یار زدم
ہیچ در دست نیفتاد مگر چیزے نیست

مذاہب پر ہنسنے والے ذرا یہ بھی بتائیں کہ اُنکے ہاتھ ابتک کیا لگا کیا، اور ان کی رفتار کیوں رہ رہ کر رکتی ہے بڑے بڑے فلاسفر اور بڑے بڑے حکیم عمر بھر اس تحقیق میں رہے مگر آخر میں یہ ہی کہکر اُٹھے۔

دم آخر ستنیدم کہ کُن گفت

نکال لی ہوتی اور کسی منزل پر پہنچ ہوتے جب وہ بھی ابتک حیرت میں ہی پھر رہے ہیں۔ تو پھر ان کی سرگوشیاں کی کیا ضرورت ہے چیدہ چیدہ فلاسفروں نے مذاہب کے نقش قدم پر یہ تو سمجھا کہ یہ عقدہ محض منطق کے جزو کل سے حل نہیں ہوتا۔ اندرون کے تزکیہ ہی سے شاید یہ بات کھلے اور اس معمّہ پر کچھ روشنی پڑے۔

چشم شوخش بہ عین بیماری
حکمت العین درس مے گوید

اور کچھ نہیں تو مذہب والے کے لئے ایک صورت اطمینان کی تو مترتب ہوگئی۔ وہم ہی سہی بلا سے۔ اطمینان تو ہے۔ فلاسفروں سے یہ بھی نہ ہوسکا، ایک مذہبی آدمی اپنے رنگ میں جو سمجھ لیتا ہے مرگ تک وہی ساتھ لیجاتا ہے اور ایک یقین سے وہ روح کو ایسے ہی دیکھتا ہے۔ جیسے خود کو، نہ تو اُسے کوئی جزئی شک میں ڈالتی ہے اور نہ کوئی کلّی اس کا دلی یقین اس کی طمانیت کا کفیل ہوتا ہے۔

برمے خیزد ہر کہ بر بستر فتاد از عشق
نیستم آزادہ گردستم نہ گیرد طبیب

قرآن مجید میں لکھا گیا ہے "قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی"۔ لوگ کہیں گے کہ اس میں کونسی روح کی تفسیر ہے۔ اور اس سے کیا کچھ طمانیت ہوسکتی ہے اور ایک جویاں روح کس طرح مطمئن ہوسکتا ہے۔ اگر کوئی جویاں روح دوسرے کل دروازوں اور درسگاہوں سے سیر ہوکر واپس آگیا ہے اور اسکو ان درسگاہوں سے کوئی تسلّی بخش اور معنے خیز سبق نہیں ملا۔ تو غور کرنے کے بعد اسے اس رنگ میں کچھ نہ کچھ طمانیت ضرور ہوسکتی ہے سب سے پہلے یہ سمجھنا چاہئے کہ:۔

"خدا کو ہم نے دیکھا نہیں ہے۔ اس کا مسکن نہیں پایا۔ اس کی زیارت نہیں کی۔ وہ نہ تو نظر آسکتا ہے اور نہ ہم اُسے ان آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ اُسکے آثار ہی سے اس کی تصدیق کی ہے۔ نہ صرف آثار ہی سے بلکہ اُن مخبروں کی معرفت جو دنیا میں اس خبر کے دینے کیواسطے آئے تھے۔

تین طریقے روح کی شناخت کے بھی ہیں۔ ان سے روح پر بھی روشنی پڑ سکتی ہے۔ خدا نے فقیر اس آیت میں فرماتا ہے: روح کی بابت کیا پوچھتے ہو۔ وہ تو میرا ایک حکم ہے۔ اور بس۔

اب آپ کو دریافت کرنا چاہئے کہ حکم کیا ہے یا حکم سے کیا مُراد ہے۔ یا یہ کہ امر کیا ہے۔ اور امر سے کیا مُراد ہے۔

پہلا سوال یہ ہوگا۔ کہ حکم کا کوئی وجود مرئی بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ اور اگر کوئی وجود مرئی نہیں ہوتا تو اس کی تصدیق کس طرح ہوتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ حکم کوئی وجود نہیں رکھتا۔ نہ اُس کی کوئی شکل ہوتی ہے اور نہ کوئی ہیئت۔ جب ایک حاکم یہ کہتا ہے کہ میں تمہیں یہ حکم دیتا ہوں تو صرف چند الفاظ ہی ہوتے ہیں۔ جب میں کہتا ہوں۔

"میرے حکم کی تعمیل کرو"۔

"میرا حکم نہیں پہنچا"۔

"کیوں؟ تم نے میرے حکم کی تعمیل نہیں کی۔

تو یہ تمام تصریحات لفظی ہوتی ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ حکم کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ اس کی شکل و ہیئت صرف تکمیل الفاظ۔ تعبیر الفاظ اور تعمیل الفاظ ہی ہوتی ہے۔

زید بکر کو حکم دیتا ہے کہ "جاؤ"۔ بکر اُس کی تعمیل کرتا ہے۔ پس زید کا کہنا ہے اور بکر کا جانا۔ دونوں حکم کی معنوی اور عملی شکلیں ہیں۔ جب تک یہ اشکال قایم ہیں۔ تب تک حکم بھی قائم ہے۔ جب یہ نہ رہینگی حکم کی میعاد ختم ہو جائے گی۔

زید نے کہا کہ یہ عبارت لکھو۔ بکر نے لکھی۔ زید کا کہنا بکر کا لکھنا تکمیل یا تعبیر حکم ہے اور یہی اسکی شکل و ہیئت بھی ہے۔ جب ایک شخص کسی حاکم کو کہتا ہے کہ یہ کام میں نے آپ کے حکم سے کیا ہے۔ تو اس کا وہ سبب اس کے الفاظ کی تکمیل اور تعبیر ہی سے ہوتا ہے۔

جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کا بڑا حکم ہے تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ وہ کوئی معنی رکھتا ہے یا کوئی مخصوص چیز اسکے ہاتھ میں ہوتی ہے بلکہ یہ کہ اسکے الفاظ اور اسکے فقرات کی بے کم و کاست تعمیل ہوتی ہے۔

حکم ایک قسم کی جان رکھتا ہے اور اُس میں ایک قسم کی طاقت ہوتی ہے جو تلواروں اور بندوقوں سے زیادہ تیز ہے امر یا حکم کی مندرجہ ذیل قسمیں ہوسکتی ہیں:

الف۔ حکم قطعی
ب۔ حکم موقتہ۔
ج۔ حکم معلق۔
د۔ حکم مبرم۔

مان لیا جائے اور بعد اس کے جو جو بھی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس کی شان میں نبوت باقی ہے، اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔"
(ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۲)

"الیا ہی آپ نے لا نبی بعدی کہہ کر کسی نئے نبی یا دوبارہ آنیوالے نبی کا قطعاً دروازہ بند کر دیا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۰)

"جبکہ شان نبوت اس کے ساتھ ہو گی اور خدا کے علم میں وہ نبی ہوگا۔ تو بلاشبہ اس کا دنیا میں آنا ختم نبوت کے منافی ہوگا کیونکہ درحقیقت وہ نبی ہے اور قرآن کے رو سے آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کا آنا ممتنع ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۳)

"وہ سارا یہ ایمان ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے۔" (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶)

"اور پھر اس حالت میں ان کو نبی بھی مانتے رہیں بلکہ چالیس برس تک سلسلہ وحی نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت صلعم سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے بیشک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے۔"
(ایک غلطی کا ازالہ)

"نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں۔ مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

"ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر جدید شریعت نازل ہو۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

"خاتم النبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ مغایرت کا باقی ہے اس وقت تک اگر کوئی نبی کہلائیگا تو گویا اس مہر کو توڑنے والا ہوگا جو خاتم النبیین پر ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

"چونکہ وہ نبی ہیں اس لئے ان کے آنے پر بھی وہی اعتراض ہوگا جو مجھ پر کیا جاتا ہے یعنے یہ کہ خاتم النبیین کی مہر ختمیت ٹوٹ جائیگی"
(ایک غلطی کا ازالہ)

(آگے لکھا ہے "مگر میں نبی نہیں۔ بلکہ ظلی اور بروزی نبی ہوں اس لئے مہر ختمیت نہیں ٹوٹی۔ مگر نبی کے آنے سے مہر ختمیت ضرور ٹوٹ جائیگی")

"غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الہٰی مہر ہے جو آنحضرت صلعم کی نبوت پر مہر لگ گئی ہے۔ اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے۔"
(ایک غلطی کا ازالہ)

"بروزی رنگ کی نبوت سے ختم نبوت میں فرق نہیں آتا اور نہ مہر ٹوٹتی ہے۔ لیکن کسی دوسرے نبی کے آنے سے اسلام کی بیخکنی ہو جاتی ہے اور آنحضرت صلعم کی اس میں سخت اہانت ہے...... اور آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ (نعوذ باللہ) اس سے جھوٹی ٹھیرتی ہے۔ اور اس آیت میں ایک پیشگوئی مخفی ہے اور وہ یہ ہے کہ اب باب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے۔"
(ایک غلطی کا ازالہ)

"اور اس نبوت کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست و پا ہے۔ کیونکہ نبوت پر مہر ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

"اس فضول اور خلاف عقیدہ کا تو قرآن شریف میں نشان نہیں۔ اور کیونکر ہو سکتا کہ وہ آیت ممدوحہ بالا (ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین) کے صریح برخلاف ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

"جس حالت میں خدا تو فرمائے کہ تیرے بعد کوئی اور نبی نہیں آئیگا اور پھر اپنے فرمودہ کے برخلاف عیسٰے کو بھیجدے تو پھر کس قدر یہ فعل آنحضرت صلعم کی دلآزاری کا موجب ہوگا۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

"اور نبوت ختم کی گئی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر۔" (ضمیمہ خطبہ الہامیہ)

"قرآن شریف جو آیت الیوم اکملت لکم دینکم اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں صریح نبوت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم کر چکا ہے اور صریح لفظوں میں فرما چکا ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں کہ فرمایا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ لیکن وہ لوگ جو حضرت عیسٰے کو دوبارہ دنیا میں واپس لاتے ہیں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ بدستور اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئینگے۔ اور برابر ۴۵ برس تک ان پر جبرئیل وحی نبوت لیکر نازل ہوتا رہیگا۔ اب بتاؤ کہ ان کے عقیدہ کے موافق ختم نبوت اور ختم وحی نبوت کہاں باقی رہا۔ بلکہ ماننا پڑا کہ خاتم الانبیاء حضرت عیسٰے ہیں۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۸۳)

"اگر حضرت مسیح سچ مچ زمین پر اُتر ینگے۔ اور ۴۵ برس تک جبرئیل وحی نبوت لیکر ان پر نازل ہوتا رہیگا تو کیا ایسے عقیدہ سے دین اسلام باقی رہ جائیگا۔ اور آنحضرت صلعم کی ختم نبوت اور قرآن کی ختم وحی [illegible]

"نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔" (کشتی نوح صفحہ ۱۳)

"ایسا ہی چاہئے کہ نہ تو ...... حضرت صلعم کا انکار کریں اور نہ ختم نبوت کے یہ معنے سمجھ لیں جس سے اس امت پر مکالمات اور مخاطبات الہٰیہ کا دروازہ بند ہو جائے۔ اور یاد رہے کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے اور بعد اس کے قیامت تک ان معنوں سے کوئی نبی نہیں ہے جو صاحب شریعت ہو یا بلا واسطہ متابعت آنحضرت صلعم وحی پا سکتا ہو بلکہ قیامت تک یہ دروازہ بند ہے۔ اور متابعت نبوی سے نعمت وحی حاصل کرنے کے لئے قیامت تک دروازے کھلے ہیں وہ وحی جو اتباع کا نتیجہ ہے کبھی منقطع نہیں ہوگی۔ مگر نبوت شریعت والی اور نبوت مستقلہ منقطع ہو چکی ہے۔"
(ریویو چکڑالوی وبٹالوی صفحہ ۔)

"سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں سے انعام پاتے ہیں۔" (تریاق القلوب صفحہ ۷)

"خدا را مکالمات و مخاطبات است بہ اولیائے خود در این امت و ایشان را رنگ انبیاء دادہ میشود۔ ودر حقیقت انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است و داده نمیشود مگر فہم قرآن۔ و نہ زیادہ می کنند و نہ کم میکنند از قرآن۔" (مواہب الرحمٰن صفحہ ...)

"و برائے ما بجز حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ہیچ پیغمبرے زیر آسمان نیست و ہیچ کتاب بجز قرآن نداریم۔" (مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۹)

"چونکہ آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء تھے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تھا۔ اس لئے اگر تمام خلفاء کو نبی کے نام سے پکارا جاتا تو امر ختم نبوت مشتبہ ہو جاتا...... اور مسیح موعود کی نبوت ظلی طور پر ہے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳)

"اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہئے تھا کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اسکے لئے ایک انجام بھی ہے۔" (الوصیت صفحہ ۱۰)

"النبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم۔" (ضمیمہ حقیقۃ الوحی)

"اللہ جلشانہٗ نے آنحضرت صلعم کو صاحب خاتم بنایا ہے۔ یعنے آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دیگئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھیرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔ یہی معنی ہیں اس حدیث کے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷)

"وانا رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین۔" (ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ...)

"جو شخص ختم نبوت کا منکر ہے۔ میں اسکو بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔" (مجموعہ اشتہارات صفحہ ۳۳)

"ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سید و مولے آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے اور اگر کوئی ایسا دعوے کرے تو بلاشبہ وہ بیدین اور مردود ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ نے ابتداء سے ارادہ کیا تھا کہ آنحضرت صلعم کے کمالات متعدیہ کے اظہار اور اثبات کیلئے کسی شخص کو آنجناب کی پیروی اور متابعت کی وجہ سے وہ مرتبہ کثرت مکالمات اور مخاطبات الہٰیہ بخشے کہ جو اس کے وجود میں عکسی طور پر نبوت کا رنگ پیدا کر دے۔" (چشمہ معرفت، حاشیہ صفحہ ۳۲۴)

"دلی ایمان سے سمجھنا چاہئے۔ کہ نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے...... جاننا چاہئے کہ خدا تعالےٰ نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلعم پر ختم کر دیا ہے اور ہم محض دین کے خادم بنکر دنیا میں آئے ہیں...... ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔" (مکتوب مسیح الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹)

"ورنہ حضرت عیسٰے جنکے دوبارہ آنے کے باعث میں ایک [illegible]

سکتے ہیں جو کیا آسمان سے اتر کر نئے سرے سے [illegible] پا گیا اسوقت ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء رہ جائیں گے۔" (خط بنام اخبار عام ۲۳ مئی [illegible])

اب جبکہ کامل تحقیقات سے یہ فیصلہ ہو چکا کہ جناب نبی کریم صلعم پر درحقیقت نبوت ختم ہو چکی ہے۔ اور ہر ایک پہلو سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی قیامت تک نہیں آئیگا۔ تو یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ پھر وہ معنے کیا سمجھے ہیں جو حضرت صاحب نے لکھے ہیں کہ میں ہی نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔" یا یہ کہ امت محمدیہ میں صرف ایک مسیح موعود نے ہی نبی ہونا تھا۔

اس کا جواب ہم ابھی دے چکے ہیں کہ یہ عبارتیں مسیح موعود کو اُمتی نبی ثابت کرتی ہیں۔ اور ابھی ثابت ہو چکا کہ امتی نبی نبی نہیں ہوتا۔ بلکہ دوسرے لفظوں میں محدث [illegible] اگر لفظ نبی پر ہی اثبات تو ہم کہتے ہیں کہ مسیح موعود [illegible] یہ لفظ ظاہری معنوں پر ہرگز محمول نہیں ہو سکتے کیونکہ قرآن مجید اور صحیح احادیث۔ مسیح موعود کی تحریرات اور الہامات بہرحال مقدم ہیں۔ اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں فرمایا گیا ہے کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کوئی نبی نہیں۔

خاکسار۔ حکیم محمد حسین مرہم عیسےٰ

جنگ یورپ

مہم فلسطین ۔ لنڈن ۱۰ جنوری (واشنگٹن) [illegible] میں فلسطین کا ذکر کرتے ہوئے مٹر [illegible] ہے کہ [illegible] کہ کثیر التعداد تازہ ترک جو جرمنوں کی زیر نگرانی ہیں عراق عرب سے اور قفقاز سے نکال لئے گئے ہیں اور انہیں کھوئی ہوئی [illegible] حاصل کرنے کی غرض سے فلسطین کو روانہ کیا جا رہا ہے [illegible] واپس لینے کے لئے جرمن ترکوں کی ہر ممکن مدد کر رہے [illegible]

عربوں کی مزید فتوحات ۔ لنڈن ۹ جنوری [illegible] سرکاری اعلان مظہر ہے کہ حجاز ریلوے پر [illegible] کے شمال [illegible] عربوں نے از سر نو سرگرمی ظاہر کی جنہوں نے معان [illegible] اہم ریلوے پلوں کے خلاف کارروائیاں کامیابی سے [illegible]

یروشلیم کا گورنر ۔ لنڈن ۹ جنوری۔ اخبار ٹائمز [illegible] شدہ ایک تار مظہر ہے کہ مسٹر رونلڈ سٹورس [illegible] ہے۔ یروشلیم کا گورنر مقرر کیا گیا ہے۔

چین میں پلیگ ۔ لنڈن ۹ جنوری۔ پیکن۔ شانسی [illegible] پر پلیگ پھوٹ پڑی ہے۔ جو یقین کیا جاتا ہے کہ [illegible] سرعت تمام پھیل رہی ہے۔ ڈاکٹر ولیکنسن جو [illegible] اور جس نے ۱۹۱۱ء میں پانچوریا میں بہت نام پیدا کیا [illegible] ہوریان [illegible] شانسی کو اس وبا کے متعلق تفتیش کرنے کیلئے [illegible]

لنڈن ۷ جنوری۔ پیکن۔ متعدد غیر ملکی ڈاکٹر [illegible] کو روانہ ہو گئے ہیں۔ لیکن سویان ریلوے کے شمالی حصہ [illegible] کی آمد و رفت بند کی گئی ہے۔

سیام میں سیلاب ۔ لنڈن ۹ جنوری (واشنگٹن) بنکاک میں [illegible] امریکن سفیر خبر دیتا ہے کہ سیام میں بھاری سیلاب آئے [illegible] مکانوں کے چھتوں تک چڑھ گیا ہے جس پر کہ [illegible] کا بھاری نقصان ہے۔

آبدوز کشتیوں کی جنگ ۔ برطانوی امداد۔ لنڈن ۱۰ جنوری [illegible] بحری تار مظہر ہے کہ ہفتہ گذشتہ میں ۲۰۸۵ جہاز پہنچے اور ۲۲۴۴ جہاز روانہ ہوئے۔ ۱۶۰۰ ٹن سے زیادہ وزن کے ۱۸ جہاز اور اس سے کم وزن کے تین جہاز غرق کئے گئے گیارہ جہازوں پر ناکامیاب حملے کئے گئے۔ چار ماہی گیر کشتیاں غرق کی گئیں۔

اطالوی محاذ ۔ لنڈن ۹ جنوری۔ [illegible] ہفتہ مختتمہ ۶ جنوری میں ۳۲۲ جہاز اطالوی بندرگاہوں پر پہنچے۔ اور ۳۱۴ جہاز وہاں سے روانہ ہوئے ۱۵۰۰ ٹن سے زیادہ وزن کے دو جہاز [illegible] ایک جہاز پر ناکامیاب حملہ کیا گیا۔

مغربی محاذ ۔ لنڈن ۹ جنوری۔ ایک برطانوی اعلان مظہر ہے کہ [illegible] کل رات یاپیرس سٹیشن ریلوے کے شمال کی طرف آگے [illegible] میں داخل ہو گیا۔ لیکن ہم نے جوابی حملہ کرکے [illegible] کینیڈین سپاہیوں نے لینز کے جنوب کی طرف آج صبح ایک کامیاب حملہ کیا۔ اور دو [illegible]

جب تک وہ میعاد ختم نہیں ہوتی۔ تب تک حکم جاری یہ جاری اور قائم رہتا ہے۔ جب اس کی میعاد ختم ہو جاتی ہے۔ تو گویا حکم بھی ساقط یا معدوم ہو جاتا ہے۔ اور بالفاظ دیگر مر جاتا ہے۔

ایک حکم میں چند قسم کے اجزاء شامل ہوتے ہیں اور ان سب میں اخیر پر بہیئت مجموعی حکم ہی کا اطلاق ہوتا ہے۔ اللہ کریم فرماتا ہے کہ

"روح میرا ایک امر یا حکم ہے"

مطلب یہ کہ جب تک میرا حکم قائم رہتا ہے تب تک انسان کا جسم یا حیوان و دیگر اشیاء کا جسم یا ہستی باقی یا موجود رہتی ہے۔ جب یہ حکم کسی دوسرے حکم کے ماتحت اٹھا لیا جاتا ہے تو یہ سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک حاکم حکم دیتا ہے۔

"اس دروازے پر ہمیشہ تا حکم ثانی ایک سپاہی کھڑا رہا کرے"

سپاہی اس حکم کے مطابق کھڑا رہتا ہے اس صورت میں حکم زندہ اور موجود ہے

وہی حاکم اب پھر یہ دوسرا حکم دیتا ہے۔

"اب سپاہی کھڑا نہ ہوا کرے"

دوسرے حکم سے پہلے حکم کی زندگی اور میعاد ختم ہو جاتی ہے۔ سوچو کہ ان دونوں حکموں کا وجود کیا تھا۔ صدور احکام پر نہ تو ان کا کوئی وجود تھا۔ اور نہ کوئی ہیئت و شکل میں عمل کے بعد ان کا وجود اور ان کی زندہ ہستی تسلیم کی گئی ہے۔ یہی کیفیت روح انسانی کی بھی ہے۔

جسطرح ہمارے اختیار میں ہمارے خدام اور نوکر چاکر وغیرہ ہیں اسیطرح اللہ میاں کے اختیار میں یہ تمام کائنات اور اسکے اجزاء و عناصر ہیں۔ اللہ نے حکم دیا کہ یوں ہو جا یا یوں کرو۔ ایسا ہی ہوا۔ اور ایسا ہی کیا گیا۔ "کن فیکون" سے بھی یہی مراد ہے۔ جب حکم دیا گیا اسکی تکمیل اور تعمیری صورت وجود پذیر ہونے لگی جب حکم اٹھا لیا گیا وہ صورت اس حالت میں نہ رہی۔

حکم کے سوائے اور جس قدر اشیاء اور عناصر ہیں۔ وہ سب گویا ایک مواد ہے اور مواد بھی ایسا جس کی مختلف صورتیں ہیں۔ ان میں درجہ بدرجہ ایک قسم کی حس رکھی گئی ہے۔ اور ایسی حس کوئی نہ کوئی پیمانہ رکھتی ہے جس طرح ہمارے خوادم مطیع الاذعان ہیں۔ اسی طرح یہ عناصر اور اجزائے کائنات بھی ہیں ہم جس طرح مٹی وغیرہ سے برتن بنا لیتے ہیں اور انہیں اپنی اپنی مرضی مذاق کے مطابق کسی نہ کسی شکل و ہیئت میں بھی ڈھال لیتے ہیں اسی طرح قدرت بھی ان سے کام لیتی ہے حکموں کی اور بھی دو قسمیں ہیں ۱ حکم لفظی - ۲ حکم عملی

پہلی قسم کے حکم بذریعہ الفاظ و فقروں کے دوسری طاقتوں کا کام لیتے ہیں۔ دوسرے قسم کے حکموں میں خود اپنے آپ سے کام لینا پڑتا ہے۔ مثلاً ایک کمہار جب ایک مٹی سے مختلف برتن بنا رہا ہے تو گویا وہ اپنے حکم کی خود تعمیل کرتا ہے میں جب لکھتا ہوں۔ تو میرے ضمیر نے جو مجھے حکم دیا ہے میں اس کی خود تعمیل کرتا ہوں یہ ایک عملی حکم ہے۔ یا یہ کہ یہ میرا ایک اپنا عمل ہے۔ اس صورت میں عامل معمول اور حاکم محکوم ایک ہی ہوتے ہیں۔ ان پر حاکم و محکوم کی جدا گانہ تعریف صادق نہیں آتی اور اصل حاکم محاسب کا کام کرتا ہے جب انسان کی بابت ایسی صورت متصور ہو تو اسے اپنا عمل کہینگے۔ اور جب خدا کے متعلق ہو تو اسے اسکی قدرت سے تعبیر کرینگے۔ جب خدا نے قدیر حکم دیتا ہے یا کن فیکون کہتا ہے تو مراد یہ ہوگی کہ بعض مواد سے اپنی قدرت کے زور سے کام لیا گیا۔

اگر یہ کہا جائے۔ کہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ در اصل روح کا کوئی وجود اور ہستی بذاتہ نہیں ہے صرف ایک ایسا عمل ہے جو کوئی دوسرا کرتا ہے یہ درست نہیں ہم روح کی ہستی سے انکاری نہیں ہیں گو ایسی ہستی الگ ہی رکھتی ہو ہمارا منشاء اوپر کی تقریر سے یہ تھا کہ ایک حکم کے ذریعہ سے جو صورت صورت پذیر ہوتی ہے اسکا نام روح ہے حکم کے ذریعہ سے ایسی ہی ہستی پذیر ہوتی ہے حکم کی اگرچہ کوئی شکل ہیئت نہیں ہوتی مگر اشیاء معمولی حکم ایک شکل و ہیئت رکھتا ہے۔

"یہ کاغذ لکھدو"۔ "یہ کام کر دو"۔ "یہ چیز بنا دو"

تینوں حکموں میں بجائے خود ان کی کوئی شکل و ہیئت نہیں ہے مگر تحریر، کام اور چیز جو اسکا اثر ہیں ایک صورت ہیولی ہے اور وہ بھی حکم ہی میں کیونکہ وہ احکام کا ایک نتیجہ اور اثر ہیں۔ قرآن مجید میں جو یہ کہا گیا ہے۔ قل الروح من امر ربی اس کا منشاء بھی یہی ہے کہ جو چیز ہستی اور جو وجود ہمارے اس روح ہمارے حکم کے تحت کام کر رہا ہے وہی ایک روح ہے اگرچہ اس حکم اور اس امر کی کوئی شکل و ہیئت نہیں مگر اسکا اثر ایک ہیئت اور ایک شکل رکھتا ہے۔ اشکال کی چار قسمیں ہیں:۔

(الف) مرئی (ب) غیر مرئی (ج) محسوسہ (د) غیر محسوسہ

[illegible] ضروری نہیں کہ ہر شے شکل مرئی ہی رکھے، اگرچہ ایسی اشیاء بھی ایک شکل [illegible] اور [illegible] وجود تو رکھتے ہیں مگر انہیں صرف اسواسطے غیر مرئی کہا جاتا ہے کہ ہماری آنکھیں اور ہمارا حاسہ ان کی رویت اور اُنکے حاسہ [illegible]

کیوں ہم ہوا کو دیکھ نہیں سکتے اسواسطے نہیں کہ اسکی کوئی شکل نہیں بلکہ اسواسطے کہ ہماری قوت بصارت اس کی حامل نہیں ہو سکتی،

اسی طرح روح بھی تحت حکم الہی ایک وجود رکھتی ہے مگر ہم اُسے ہوا کیطرح دیکھ نہیں سکتے۔ خدا کیوں نظر نہیں آتا اسواسطے کہ اسکی کوئی ہستی نہیں بلکہ اسواسطے کہ ہماری آنکھیں اس کا نظارہ کر نہیں سکتیں دیکھو ہوا ہماری زندگی کا ایک جزو اعظم ہے لیکن ہم جوں جوں ہوائی کرہ کے نزدیک ہوتے جاتے ہیں ہمارے اوسان خطا ہوتے جاتے ہیں اور ہم اسکے متحمل نہیں ہو سکتے، حالانکہ لازمی تھا،

جوں جوں ہم ہوا کے کرہ کے قریب تر ہوتے جاویں۔ ہماری حالت اور ہماری کیفیت اور بھی خوش آئند ہوتی جاوے اس طرح ہم روح کی بدولت ہی زندہ ہیں۔ لیکن روح کا انکشاف ہمارے دیگر اوسان کے واسطے ایک تکلیف دہ بات ہے یہ بھی ایک قدرتی اور الہی راز ہے۔

جب تک یہ راز ہے تب تک یہ خوش اسلوبی سے کام چل رہا ہے اگر راز کھلجاوے یا پردہ اٹھا دیا جاوے تو یہ تکلیف نہ دے اور نہ لطف

ماگم شدگان دشت عشقم ❊ اے خضر مکن سراغ مارا

بعض لوگ کہتے ہیں مرنے کے بعد یہ روح کیسے کام کریگی۔ ہم کہتے ہیں روح ایک حکم کا اثر ہے۔ اگر حاکم باقی ہے تو حکم بھی باقی ہے چاہے کسی رنگ میں ہوا۔ اگر خدا باقی ہے تو اس کا یہ پہلا حکم اور اس کا اثر زائل نہیں ہو سکتا اور اگر خدا باقی نہیں تو یہ دوسری بات ہے،

جلوۂ مستانہ کردی عاقبت ❊ عقل را دیوانہ کردی عاقبت

مادئین کہتے ہیں کہ مادہ کی کبھی نفی نہ ہوگی اور ادھر خدا کی بھی نفی نہیں ہو سکتی گویا حاکم اور عناصر منتشرہ حکم دونوں باقی رہینگے جب یہ دونوں باقی ہیں تو پھر تا ثرات احکام کی نفی کیونکر ہو سکتی ہے۔

ہنگر وارم میل موزوں تا سلی ❊ اقتضائے طبع موزوں ان کات

اگر حشر ثانی اور تجدید روح یا تجدید قالب روح پر اعتراض ہے تو سب سے اول خدا کی بھی نفی کراو۔ اور اگر اس کی نفی مشکل ہے تو پھر حشر ثانی یا تجدید روح اور تجدید قالب کی نفی ہی نہیں ہو سکتی۔ بہت اچھا بطریق تنزل مان لیا۔ کہ خدا صرف ایک ترکیب دہندہ اور جوڑ نیوالا ہے اس نے نیست سے ہست نہیں کیا اس صورت میں بھی بات وہی رہتی ہے اگر کوئی چیز نیست نہ ہوگی تو ہست تو ہوگی اگر عرض فنا کے بعد جو ہست کا حکم رکھتی ہے اللہ میاں نے پہلے کی طرح پھر جوڑ جماڑ کر ایک صورت بنا دی یا پہلی صورت ہی کی تجدید کر دی تو اس میں کون سا اشکال ہے اور اس صورت میں اس پر کون سے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ لاٹھی بھی بچی اور سانپ بھی مر گیا ہست و نیست کا جھگڑا ابھی چک گیا ہست سے پھر ہست کی داغ بیل ڈالنا فلسفہ معترضین کے بھی خلاف نہیں۔ بلا سے۔ نیست سے ہست نہیں ہست سے ہست تو ہو۔ چلو چھٹی ہوئی اس صورت میں بھی حشر ثانی اور تجدید روح ثابت ہے اور اس سے انکار کرنا خود اپنے اصول ہی انکار کرنا ہے

عشق بالا تر از معقولات است

عاقلاں کیف و کم تراشیدند

مراسلہ

ختم نبوت کی اصل حقیقت کے حوالجات پیش کردہ تشحیذ الاذہان ماہ اگست ۱۹۱۷ء پر ایک نظر

(بسلسلہ اشاعت ۱۶ دسمبر [illegible])

مجھے [illegible] قسم ہے کہ میں کافر نہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے اور لکن رسول اللہ و خاتم النبیین آنحضرت صلعم کی نسبت میرا ایمان ہے" (کرامات الصادقین صفحہ ۲۲)

رسول اللہ خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں [illegible] شہادت القرآن صفحہ ۲۷۔

"اور کچھ شک نہیں کہ اس عقیدہ کو نہ ایک بیماری بلکہ کئی بیماریاں لگی ہوئی ہیں۔ قرآن کی بینات کے مخالف ہے ختم نبوت کے امر کی تکذیب لازم آتی ہے اور قوم عرب کے محاورات کے مغائر ٹھیرا ہوا ہے"

(نور الحق حصہ اول صفحہ ۵۱)

جس کو ہم اپنی پوری تحقیقات کی رو سے بعید از مسیح میں [illegible]

تمام نبوتیں اور تمام پاکیزگیاں اور تمام کمالات ختم ہو گئے" (آریہ دھرم صفحہ ۶۱)

"ہاں سنہرو زنون کے ختم ہونے پر شریعتیں اور حدود ختم ہو گئیں اور تمام رسالتیں اور نبوتیں اپنے آخری نقطہ پر آ کر جو ہمارے سید و مولیٰ صلعم کا وجود تھا کمال کو پہنچ گئیں ۔۔۔ اس لئے شریعت اس کی نوبت آئی ۔۔۔۔ (دی ٹیچنگ آف اسلام صفحہ ۵۹)

"یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے۔ جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے۔ میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں ۔۔۔ مگر ہمارے ظالم مخالف ختم نبوت کے دروازوں کو پورے طور پر بند نہیں سمجھتے"

پس جب قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آ گیا۔ اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہوا تو کہو کہ ختم نبوت کیونکر اور کیسا ہوا؟ (سراج منیر صفحہ ۳)

"آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے۔ وہ انہی مجازی معنوں کے رو سے ہے جو صوفیاء کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الہیہ کا ہے۔ ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا؟ (انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۸)

"ختم نبوت کے بعد اسلام میں کوئی اور نبی نہیں آ سکتا" (راز حقیقت صفحہ ۱۶)

. . . .

. . . .

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا۔ اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے" (کتاب البریہ صفحہ ۱۸۴)

"غرض قرآن شریف میں خدا تعالے نے آنحضرت صلعم کا نام خاتم النبیین رکھکر اور حدیث میں خود آنحضرت صلعم نے "لا نبی بعدی" فرما کر اس امر کا فیصلہ کر دیا تھا۔ کہ کوئی نبی نبوت کے حقیقی معنوں کے رو سے آنحضرت صلعم کے بعد نہیں آ سکتا" (کتاب البریہ [illegible])

"اہل اسلام کا اعتقاد ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی نبی نہیں آئیگا" (کشف الغطاء صفحہ ۲۶)

"مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کو یہ آیت بھی روکتی ہے ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین اور ایسا ہی یہ حدیث بھی لا نبی بعدی۔ یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ باوجودیکہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں پھر کسی وقت دوسرا نبی آ جاوے اور وحی نبوت شروع ہو جاوے کیا یہ سب امور حکم نہیں کرتے کہ اس حدیث (مسلم) کے سمجھنے کرنے کے وقت ضرور ہے کہ الفاظ کو ظاہر سے پھیر جائے" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۷)

"اہل اسلام میں اس نبوت کا دروازہ تو بند ہے۔ جو اپنا سکہ جمانا ہو اللہ تعالے فرماتا ہے۔ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین اور حدیث میں ہے لا نبی بعدی ۔۔۔۔ اگر کوئی اور نبی نیا یا پرانا آوے تو ہمارے نبی صلعم کیونکر خاتم الانبیاء رہیں ہاں وحی ولایت اور مکالمات کا دروازہ بند نہیں ہے" (ایام الصلح [illegible])

"ہمارے نبی صلعم کا خاتم الانبیاء ہونا محض [illegible] جیسے علیہ السلام کی وفات کو ہی چاہتا ہے۔ کیونکہ آپ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آ جائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں [illegible] اور نہ سلسلہ وحی نبوت کا منقطع متصور ہو سکتا ہے ۔۔۔ [illegible] خدا تعالے کے علم میں وہ نبی ہے تو وہی اعتراض لازم آئیگا کہ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی دوبارہ آ گیا۔ اور اس میں آنحضرت صلعم کی شان کا استخفاف اور [illegible] صریح قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔ لیکن یہ کس قدر جرأت اور دلیری [illegible]

جلد ۵	بیت المسیح لاہور: چہارشنبہ ۲ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ مطابق ۶ جنوری ۱۹۱۸ء	نمبر ۵۳

ملفوظات حضرت مسیح موعود

بہشت اور دوزخ کی حقیقت علمی رنگ میں

(گذشتہ سے پیوستہ)

پہلے زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ بالکل خیالی اور سادہ طور پر بہشت و دوزخ کو رکھا گیا تھا حضرت مسیح نے پھانسی پانے والے چور کو یہ تو کہدیا کہ آج ہم بہشت میں جائینگے۔ مگر بہشت کی حقیقت پر کوئی نکتہ بیان نہ فرمایا ہم اس وقت اس سوال کو سامنے لانے کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ عیسائیوں کے انجیلی عقیدے اور بیان کے موافق وہ بہشت میں گئے یا نعوذ باللہ ہاویہ میں بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ بہشت کی حقیقت انہوں نے کچھ بیان نہیں کی۔ ہاں یونہی عیسائیوں نے اپنے بہشت کی مساحت بھی کی ہوئی ہے +

برخلاف اس کے قرآن شریف کسی تعلیم کو قصے کے رنگ میں پیش نہیں کرتا بلکہ وہ ہمیشہ ایک علمی صورت میں اسے پیش کرتا ہے مثلاً اسی بہشت و دوزخ کے متعلق قرآن شریف فرماتا ہے من کان من ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ یعنی جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ کیا مطلب کہ خدا تعالیٰ اور دوسرے عالم کی لذات کے دیکھنے کے لئے اسی جہان میں حواس اور آنکھیں ملتی ہیں جس کو اس جہان میں نہیں ملیں اس کو وہاں بھی نہیں ملیں گی۔ اب یہ امر انسان کو اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ انسان کا فرض ہے کہ وہ ان حواس اور آنکھوں کے حاصل کرنے کے واسطے اسی عالم میں کوشش اور سعی کرے تاکہ دوسرے عالم میں بینا اٹھے

ایسا ہی عذاب کی حقیقت اور فلسفی بیان کرتے ہوئے قرآن شریف فرماتا ہے نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ۔ یعنے اللہ تعالیٰ کا عذاب ایک آگ ہے جس کو وہ بھڑکاتا ہے اور انسان کے دل ہی پر اس کا شعلہ بھڑکتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عذاب الٰہی اور جہنم کی اصل جڑھ انسان کا اپنا ہی دل ہے۔ اور دل کے ناپاک خیالات اور گندے ارادے اور عزم اس جہنم کا ایندھن ہیں اور پھر بہشت کے انعامات کے متعلق نیک لوگوں کی تعریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یفجرونھا تفجیرا یعنی اسی جگہ نہریں نکال رہے ہیں۔ اور پھر دوسری جگہ مومنوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کی جزا کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے جنت تجری من تحتھا الانھار۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی ان باتوں کو قصہ قرار دیسکتا ہے۔ یہ کیسی سچی بات ہے جو یہاں آبپاشی کرتے ہیں وہی پھل کھائیں گے غرض قرآن شریف اپنی ساری تعلیموں کو علوم کی صورت اور فلسفہ کے رنگ میں پیش کرتا ہے۔ اور یہ زمانہ جس میں خدا تعالیٰ نے ان علوم حقہ کی تبلیغ کے لئے اس سلسلہ کو خود قایم کیا ہے کشف حقایق کا زمانہ ہے +

پس یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن شریف نے پہلی کتابوں اور نبیوں پر احسان کیا ہے جو ان کی تعلیموں کو جو قصہ کے رنگ میں تھیں علمی رنگ دیدیا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ کوئی شخص ان قصوں اور کہانیوں سے

ہی کی یہ شان ہے کہ وہ انہ لقول فصل وما ھو بالھزل ہے۔ وہ میزان۔ مہیمن۔ نور اور شفا اور رحمت ہے جو لوگ قرآن شریف کو پڑھتے اور اسے قصہ سمجھتے ہیں۔ انہوں نے قرآن شریف کو نہیں پڑھا بلکہ اس کی بے حرمتی کی ہے۔ ہمارے مخالف کیوں ہماری مخالفت میں اس قدر تیز ہوئے ہیں؟ صرف اسی لئے کہ ہم قرآن شریف کو جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ سراسر نور حکمت اور معرفت ہے دکھانا چاہتے ہیں اور وہ کوشش کرتے ہیں کہ قرآن شریف کو ایک معمولی قصے سے بڑھکر وقعت نہ دیں۔ ہم اس کو گوارا نہیں کر سکتے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم پر یہ کھولدیا ہے۔ کہ قرآن شریف ایک زندہ اور روشن کتاب ہے۔ اس لئے ہم انکی مخالفت کی کیوں پرواہ کریں۔ غرض میں بار بار اس امر کی طرف ان لوگوں کو جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کو کشف حقایق کے لئے قایم کیا ہے۔ کیونکہ بدون اس کے عملی زندگی میں کوئی روشنی اور نور پیدا نہیں ہو سکتا اور میں چاہتا ہوں کہ عملی سچائی کے ذریعہ اسلام کی خوبی دنیا پر ظاہر ہو جیسا کہ خدا نے مجھے اس کام کے لئے مامور کیا ہے۔ اس لئے قرآن شریف کو کثرت سے پڑھو مگر نرا قصہ سمجھ کر نہیں بلکہ ایک فلسفہ سمجھ کر +

اب میں پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے کہتا ہوں کہ قرآن شریف نے بہشت اور دوزخ کی جو حقیقت بیان کی ہے کسی دوسری کتاب نے بیان نہیں کی اس نے صاف طور پر ظاہر کر دیا ہے کہ اسی دنیا سے یہ سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا ولمن خاف مقام ربہٖ جنتان۔ یعنی جو شخص خدا تعالیٰ کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اسکے واسطے دو بہشت ہیں یعنے ایک بہشت تو اسی دنیا میں مل جاتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کا خوف اس کو برائیوں سے روکتا ہے۔ اور بدیوں کی طرف دوڑنا دل میں ایک اضطراب اور قلق پیدا کرتا ہے جو بجائے خود ایک خطرناک جہنم ہے۔ لیکن جو شخص خدا کا خوف کھاتا ہے تو وہ بدیوں سے پرہیز کر کے اس عذاب اور درد سے تو دم نقد بچ جاتا ہے جو شہوات اور جذبات نفسانی کی غلامی اور اسیری سے پیدا ہوتا ہے اور وہ وفا داری اور خدا کی طرف جھکنے میں ترقی کرتا ہے جس سے ایک لذت اور سرور اسے دیا جاتا ہے اور یوں بہشتی زندگی اسی دنیا سے اس کے لئے شروع ہو جاتی ہے اور اسی طرح پر اس کے خلاف کرنے سے جہنمی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بیان کر دیا ہے +

اس وقت میرا صرف یہ مطلب ہے کہ میں اس دوسری دلیل کی طرف تمہیں متوجہ کر دوں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر خدا تعالیٰ نے دی ہے یعنے یہ کہ آپ جس کام کے لئے آئے تھے اس میں پورے کامیاب ہو گئے۔ میں نے بتایا ہے کہ جب آپ تشریف لائے تو آپ نے ہزار ہا مریضوں کو مرض کے آخری درجہ میں پایا جو اپنی موت تک پہنچ گیا تھا۔ بلکہ حقیقت میں وہ مر ہی چکے تھے جیسا کہ اسوقت کی تاریخ کے پتہ سے معلوم ہوتا ہے پھر انصافاً کوئی سوچے کہ اپنے خدمتگار کے عیب دور نہیں کر سکتے تو جو شخص ایک بگڑی ہوئی قوم کی ایسی اصلاح کر دے کہ گویا وہ عیب اس میں تھے ہی نہیں تو اس سے

اخبار احمدیہ

درس قرآن کریم۔ خدا کے فضل کرم سے قرآن کریم کے درس کا نیا دور شروع ہو گیا ہے۔ اور چونکہ چار مہینہ میں ختم قرآن کا اعلان کیا گیا تھا۔ لاہور کے اور بعض بیرونی احمدی احباب کے علاوہ بہت سے دوسرے مسلمان جن میں کالجوں کے طالب علم، گریجوایٹ اور انڈر گریجوایٹ اور دیگر مختلف اصحاب بھی شامل ہیں باقاعدہ درس میں آتے اور قرآن کریم کو سیکھتے ہیں۔ حل طلب باتوں پر آزادی کے ساتھ سوالات کرتے اور حضرت امیر ایدہ اللہ بڑی خوشی سے ہر سوال کا جواب دیتے ہیں الغرض ہر شام کو مسجد احمدیہ کے اندرونی حصہ میں درس میں شامل ہونے والوں کی اس قدر تعداد ہوتی ہے۔ کہ بعض اوقات ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسجد بہت تنگ ہو گئی ہے۔ اللھم زدفزد۔ اس سے دور میں حضرت امیر ایدہ اللہ کے منہ سے جو جو حقایق و معارف اور نکات قرآنی سننے میں آتے ہیں۔ وہ ان روز افزون افضال الٰہی کا نتیجہ ہیں جو قرآن کریم کے فہم اور درس و تدریس میں آپکے شامل حال ہیں بعض مسائل مہمہ اور معرکتہ الآرا اسلامی مباحث پر آپ نے ایسی صفائی کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اور آئے دن ڈالتے ہیں۔ کہ بے اختیار آپ کے حق میں دل سے دعائیں اٹھتی ہیں۔ اللھم انصرہ وایدہ بروح القدس۔ آمین۔

اس وقت تک پہلے پارہ کے صرف چھ رکوع ختم ہوئے ہیں اور امید ہے کہ چند ابتدائی مباحث مہمہ کو طے کرتے کے بعد روز ایک ربع سے بھی زاید کا درس ہوا کریگا۔ اللہ تعالیٰ اسے بابرکت کرے اور سننے والوں کو قرآن کریم پر عمل اور اسے دیگر لوگوں تک پہنچانے کی توفیق بخشے۔ آمین +

خطبات جمعہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ آجکل جماعت کو سلسلہ کے کاموں۔ اور اشاعت اسلام اور تبلیغ احمدیت میں زیادہ سرگرمی کے ساتھ حصہ لینے کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ بالخصوص جماعت محمودیہ کے بالمقابل ہمیں عقاید حقہ کی اشاعت میں سرگرمی سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ اس کو آپ نے گذشتہ جمعہ میں خوب وضاحت سے بیان کیا۔ یہ سب خطبات انشاء اللہ عنقریب شایع ہونگے۔ آیندہ اشاعت میں حضرت امیر کی تقریر جلسہ سالانہ [illegible] بعنوان "ختم نبوت" انشاء اللہ طبع ہو گی +

ملفوظات احمدیہ

کے نام ایک ضخیم و حجیم کتاب ایام جلسہ ہی میں شایع ہو چکی ہے جس میں حضرت مسیح موعود کی تقاریر کو جمع کیا گیا ہے ۳۴۶ صفحات [illegible] سی تقاریر آگئی ہیں اور ابھی بہت سی باقی ہیں جو متعدد جلدوں میں شایع ہونگی اس جلد اول کی قیمت قسم اعلے عہ قسم ادنےٰ عہ مجلد [illegible]

ہوشی کی بھی کوئی انتہا ہے۔ کہ ہمارے جلسہ میں ۵۲۰ آدمی ن مہمان شامل ہوئے۔ ہم نے اگر باہر کے دوستوں کے کافی تعداد میں نہ آنے کی شکایت کی۔ تو اس سے جلسہ کی ناکامیابی کا نکالنا یا صرف ۵۲۰ آدمیوں کے باہر سے مہمان ہونے کی دروغ سے کام لینا یہ الفضل اور فاروق جیسے حاسد اور ایمان ن کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ ورنہ ایک شخص کو اپنے ہاتھ سے خدا بنا کر پھر اس کی حمایت میں اس قدر دروغبافی اور گندہ زبانی ن دین و ایمان۔ کونسی شرافت و تہذیب اور کہاں کی متانت و سنجیدگی کا نتیجہ ہے۔ دوستو! خدا کے لئے غور کرو۔ یہ اس جماعت کا شیوہ ہو سکتا جو کسی حق بات پر کھڑی ہو۔ اور حق کی حمایت کو اپنا فرض تی ہو۔ صرف باطل کے حامی ہیں جو ان دروغبافیوں اور گند زبانیوں سے کام لیا کرتے ہیں۔ آؤ۔ اگر تمہارے پاس بھی حق ہے مسائل پر ہم سے گفتگو کرو۔ اور ان بدزبانیوں اور دروغبافیوں سے کام لینا چھوڑ دو۔

جلسہ سالانہ میں لوگ بہت آئے یا تھوڑے۔ تمہیں اس سے ہم نے اگر شکایت کی تو ہیرونی ... اور دوسرے اخبارات ... حاضرین کی معقول تعداد کا ذکر ہوا۔ تو وہ لیکچروں میں شامل ہونے والوں کی معقول تعداد کو مدنظر رکھ کر۔ ان دونوں بیانات میں تخالف بنانا تمہاری اپنی کج فہمی کا نتیجہ ہے۔ لیکن تاہم یہ بھی غلط کہ بیرونی مہمانوں کی تعداد صرف ۵۲۰ ہی تک پہنچی تھی۔ بلکہ سینکڑوں کی تعداد میں باہر سے لوگ آئے۔ ہاں البتہ قادیان گرد و نواح کے لوگوں کی نہ یہاں رسائی ہے۔ اور نہ اُن کی پرچیوں رہ سے کوئی ہزاروں کی تعداد ہم بنانا جائز سمجھتے ہیں۔ یہ کام ن ناکامل الایمان کو ہی مبارک۔ ہم سے اگر لڑنا ہے تو مسائل پر ۔ یہ پوچھو۔ اس جلسہ میں حق و حقیقت اور دلائل و براہین کے یا بہائے گئے۔ اور کہاں نرا خواب و خیال پر ہی اپنے دین و ایمان امانت غیر منصوص کی بنیاد رکھی گئی۔ بلکہ جگہ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس کے حکم قرآنی کے بق خانہ کعبہ کے احترام کو مدنظر رکھا گیا اور اسکو اپنے م کا سبب قرار دیا گیا۔ اور کس نام کے "محمود" نے اس زمین ترین مقام کے دودھ کے خشک ہو جانے کا اعلان کرتے ئے عملاً اُسکے مسمار کرنے پر کمر باندھی۔ اصحاب الفیل کو پڑھنے ۔ دیکھو کہیں تم خود ہی تو عملاً اصحاب الفیل نہیں بن گئے۔ اگر واقعی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کا دودھ داب ہو چکا ہے۔ جیسا کہ جلسہ سالانہ پر میاں صاحب نے کہا۔ تو خلافت مآب کیوں اور کس غرض کے لئے وہاں تشریف لیگئے تھے اس خشک دودھ سے ہی سیراب ہو کر "حاجی الحرمین" کا (اگرچہ مدینہ منورہ آپ نہیں گئے) خطاب پایا۔ خدا کے لئے غور کرو۔ یہ مقدس مقام کی تمہارے نزدیک عزت رہ گئی ہے۔ جس کو نے بیت الحرام کہا۔ اور اُسے قیاماً للناس قرار دیا۔ ان خیالات کو رکھ کر تمہارا لاکھوں کی تعداد میں ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔ دوسری طرف عقائد صحیحہ کو رکھنے والے اگر تھوڑے بھی ہیں۔ انشاءاللہ وہی کامیاب ہونگے ۔

...کے نام سے بیزاری

معاصر "وکیل" اس عنوان سے رقمطراز ہے اذان کیا ہے؟ اللہ اکبر کی صدائے دلنشین ہے ذریعہ خدا کے بندوں کو خدا کی عبادت کیلئے خدا کے گھر میں بلایا جاتا ہے یہ صدا ... درگاہ سے بھٹکے ہوؤں کے دل بھی اُسکو سنکر ہیں گر جاتے ہیں مگر آہ ہندوستان کی حالت ہی اور ہے۔ ایں زمین را نے دیگر است یہاں وہ کان جو ناقوس کی حزن انگیز آواز سننے کے عادی ہیں صاف و پاکیزہ آواز کو سننا گوارا نہیں کرتے اور لطف یہ ہے۔ ... بگوش ہونیکے بجائے آواز کے منبع کو جبراً روکنے کی کوشش کرتے ہیں اس قسم کا ... الہ آباد کے موضع سوکہر میں پیش آیا ہے وہاں بعض ہندو نے ایک لڑکے ان کو اذان دیکر نماز پڑھنے سے روکا جب وہ نہ رکا۔ اور حسب عادت قدیم اذان ... تو اُسے خوب زد و کوب کیا گیا اور اس دراز دستی کی وجہ یہ بتائی گئی کہ ... اذان سے ناراض ہوتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ ایک بیجان شے کیونکر ناراض ہو سکتی ہے جب ہم اپنے ہندو دوستوں کو جھوٹا کیوں سمجھیں۔ دیوتا ضرور ناراض ہوا ہوگا۔ اور ناراضی بجا بھی ہے کیونکہ اذان کی آواز یقیناً اُسکے پجاریوں کی آمدنی اور توقیر کے ... تنزل کا سبب ہوا کرتی ہوگی۔ اور اُسکی اپنی خدائی میں ضرور فرق آتا ہوگا۔ ... میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ موضع سوکہر کے ہندوؤں کو برٹش گورنمنٹ کے عہد ... عہد میں اس قسم کی جرأت کیونکر ہوئی؟ اس سوال کا حل واقعات بہار میں تلاش کرو ... زمین میں یہ کاص ... تو سمجھ لینا چاہئے کہ سوکہر کے ہندو کو یہ علم ہو گیا ہوگا کہ ہندو ...

اسلام اور عیسائیت

کلیسیا کی گردن قرآن کے سامنے جھک گئی

یعنے

بائبل پر ایمان نہیں ترمیم

کس طرح کنٹربری کی انجمن صداقت قرآنی کو قبول کرتی ہے

ساڑھے تیرہ سو سال کے قریب ہوتے ہیں جب خدا کا کلام اُس کے آخری رسول پر اُترا۔ اور اُس نے ایک حیرت انگیز امر کا انکشاف کیا جس سے اس وقت تک دنیا بے خبر تھی۔ اور وہ انکشاف یہ تھا۔ "اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں خدا کے کلام میں تحریف کر دی ہے۔ اور اس کی حفاظت نہیں کی۔" چنانچہ فرمایا۔ افتطمعون ان یؤمنوا لکم وقد کان فریق منهم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون۔ کیا تم یہ آرزو رکھتے ہو کہ وہ تم پر ایمان لائیں۔ اور اُن میں کا ایک گروہ تھا کہ وہ اللہ کے کلام کو سنتے پھر بعد اسکے کہ اسکو سمجھ لیتے اُس میں تحریف کرتے اور وہ جانتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ فویل للذین یکتبون الکتب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ۔ افسوس اُن لوگوں پر جو کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں یہ اللہ کیطرف سے ہے۔

جب یہ خدا کا کلام نازل ہوا تو اُس وقت اسکو کتب مقدسہ پر تحریف کا بے بنیاد الزام خیال کیا جاتا تھا۔ اور اُن لوگوں کی نگاہ میں جو بائیبل کے ایک ایک لفظ بلکہ ہر حرف کو خدا کا کلام سمجھتے تھے۔ قرآن کو اختراع انسانی ٹھہرانے کے لئے یہی بات کافی تھی۔ مگر تازہ تحقیقات نے صرف یہ ثابت کر دیا ہے کہ جو کچھ قرآن کریم نے تیرہ سو سال پیشتر کہا تھا وہی حق ہے۔ اور کتب مقدسہ میں تحریف فی الواقع ہوئی ہے۔ کیا یہی بات قرآن کریم کا منجانب اللہ ہونا ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں۔ اگر قرآن کریم کے بعض مضامین وہی ہیں جو بائیبل میں بھی ہیں۔ تو یہ تو کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو علوم بائیبل سے کسی طرح واقفیت حاصل ہو گئی تھی۔ مگر بائیبل کو محرف ٹھہرانے کا خیال تو اُس وقت دنیا میں موجود نہ تھا۔ بلکہ اُس وقت دنیا تو اُسکے لفظ لفظ کو منجانب اللہ یقین کرتی تھی۔ یہ تو پیروؤں کا حال تھا اور دوسری کسی قوم کو اس سے غرض اور واسطہ ہی نہ تھا۔ ان کو کیا تعلق کہ بائیبل کی تعلیم کی تحقیقات کرتے پھریں یہاں تک کہ جو کچھ قرآن کریم میں بائیبل کے متعلق کہا گیا تھا۔ وہ قریباً کئی صدیوں تک بظاہر ایک دعوی ہی دعوی رہا۔ اور جس کو ثابت کرنے کے لئے فی الواقع سینکڑوں قابل انسانوں کی ضرورت تھی جو پرانے مسودات کی ورق گردانی کریں۔ اور اُن کتب خانوں تک پہنچیں جن تک ہزاروں سالوں سے بیرونی دنیا پہنچ نہیں سکی۔ بالآخر بائیبل کی نئی تنقید صداقت قرآنی کی تائید کے لئے اُٹھی۔ اور بائیبل اپنے اس مقام سے کہ جہاں اس کے ہر لفظ کو خدا کا کلام سمجھا جاتا تھا جس میں کسی قسم کی غلطی ممکن ہی نہیں گر گئی۔ اور یہ تسلیم کیا گیا کہ اس میں بیشی اور کمی ہر دو موجود ہیں۔ لیکن اس تحقیقات کو جو خود فاضل عیسائیوں نے کی تھی۔ کلیسیا کے عہدیدار تسلیم کرنے میں متامل رہے لیکن صداقت ایک ایسی زبردست چیز ہے جو مذہبی معتقدات کو بھی آخر اکھیڑ پھینکتی ہے۔ کلیسیا کے اندر ہی اندر ایک جھگڑا اور اختلاف شروع ہو گیا اور ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچی۔ کہ انجمن کنٹربری کے لوئر ہوس نے ۵ جولائی سنہ ۱۹۱۷ء کے اجلاس میں جو لاٹ پادری سٹاکس کے زیر صدارت ہوا۔ معاملہ پیش ہوا کہ پریر بک (کتاب دعا) کی ترمیم پر کمیٹی کی سفارش پر غور کیا جائے چنانچہ ذیل کے واقعات اخبار ٹائیمز میں چھپے ہیں۔

کرائسٹ چرچ کے ڈین نے یہ تحریک کی۔ کہ یہ انجمن اس سوال کی جو بر وقت تقرری پادریوں سے اُن کے کتب مقدسہ پر ایمان کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ اس طرز کو قبول کرے۔ جس کی سفارش کمیٹی نے کی ہے مجوزہ طرز سوال حسب ذیل ہے "کیا تم صدق دل سے اس بات پر ایمان لاتے ہو کہ پرانے اور نئے عہدنامہ کے ساری کتب مسلمہ بہت سے حصوں میں اور مختلف طریقوں پر ہمیں خدا کا کلام پہنچاتی ہیں جو یسوع مسیح میں

ایمان رکھتا ہوں۔" ... (جو اب تک) جواب پادری صاحبان سے ان کے تقرر کے وقت کیا جاتا ہے اور جس کا جواب ان کو اثبات میں دینا پڑتا ہے حسب ذیل ہے۔ "کیا تم صدق دل سے پرانے اور نئے عہدنامہ کی ساری مسلمہ کتابوں پر ایمان لاتے ہو؟" اس کا جواب دیا جاتا ہے "میں ایمان لاتا ہوں" ۔

کنٹربری کے ڈین نے کہا۔ اس سوال کی جو صورت اب تجویز کی گئی ہے۔ اس سے یہ امر نمایاں طور پر ... نہیں ہوتا کہ کتب مقدسہ خدا کی وحی سے ہیں۔ اور خدائی سند رکھتی ہیں۔ اور کہ عیسائیوں کے ایمان کا وہ کوئی نہایت ضروری حصہ ہیں اس لئے انہوں نے یہ ترمیم پیش کی کہ سوال یوں ہونا چاہئے۔ کیا تم اس بات کو تسلیم کرتے ہو کہ پرانے اور نئے عہدنامے کے پاک نوشتے خدائی الہام سے دیئے گئے؟

کرائسٹ چرچ کے ڈین نے کہا۔ کہ یہ ترمیم ہم کو ٹھیک اسی مقام پر چھوڑتی ہے جہاں ہم پہلے موجود ہیں۔

کنٹربری کے ڈین کی ترمیم پر جب رائیں لی گئیں تو ۴۶ رائیں اس کے خلاف تھیں۔ اور پانچ اسکے حق میں اس لئے ترمیم نامنظور ہوئی۔ بعض اور ترمیمات پیش ہوئیں جن میں سے اکثر کثرت رائے سے نامنظور ہوئیں۔ اور آخر کار ۲۷ رائیں کی تائید اور چار کے اختلاف سے یہ فیصلہ ہوا۔ کہ سوال جو پادری صاحبان پر کیا جائے اس کی صورت حسب ذیل ہو۔ "کیا تم صدق دل سے ایمان لاتے ہو کہ وہ ساری کتب جو پرانے اور نئے عہدنامے میں شامل ہیں ہمیں بہت سے حصوں میں اور مختلف طریقوں پر خدا کا کلام پہنچاتی ہیں جو ہمارے خداوند یسوع مسیح میں پورا ہوا" ۔

اس فیصلہ کو قبول کر کے کلیسیا نے اپنی گردن قرآن کے سامنے جھکا دی ہے۔ خدا کی آخری کتاب نے ساری بائبل کو غلط قرار نہیں دیا۔ بلکہ صرف یہ کہا کہ بعض حصوں میں انسانی ہاتھوں نے تحریف کر دی ہے۔ لیکن یہ انسان کا کام نہ تھا۔ کہ خدا کے کلام سے انسانی دستبرد کو الگ کر سکتا۔ اس لئے خدا کی آخری وحی نے صداقتوں کو اپنی اصل پاکیزگی میں قرآن کریم میں ہم کو پہنچا دیا ورنہ انسان اس بات سے عاجز ہے کہ وہ اصلی اور محرف کو الگ الگ کر سکے اب کلیسیا نے عملاً پرانے اور نئے عہدنامہ کو سب کو ہی رد کر دیا ہے۔ سوائے اُن حصوں کے جو کلیسیا کے مسیح پر ایمان کی مؤید ہوں۔

مگر کلیسیا کا فیصلہ خطرہ سے خالی نہیں۔ یہ حیرت انگیز امر ہے کہ کس طرح وہ لوگ جو اعلیٰ تعلیم حاصل کئے ہوئے ہیں اور علوم میں ماہر کہلاتے ہیں۔ بلکہ دستار فضیلت بھی رکھتے ہیں اس میدان کے ساتھ ہی اس فیصلہ پر نہیں پہنچ سکتے جس طرح ایک ادنےٰ طبقہ کا انسان پہنچ سکتا ہے۔ اس بات کو تو صاف تسلیم کر دیا گیا ہے کہ اس سوال کا جواب کہ کیا تم پرانے اور نئے عہدنامہ کی ساری کتابوں پر ایمان لاتے ہو۔ کوئی شخص سوائے منافقت کے اثبات میں نہیں دے سکتا۔ لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جن کتابوں کے ہم منجانب اللہ ہونے پر ایمان نہیں لاتے کس طرح صدق دل سے ہم یہ اعتراف کر سکتے ہیں کہ ان میں ایسا خدا کا کلام ہے جو مسیح میں پورا ہوا ۔

کیونکہ مسیح کا سارا علم تو ہمیں اُنہی کتابوں سے حاصل ہوتا ہے۔ ورنہ اگر اُن کو الگ کر دیں۔ تو ہم جانتے بھی نہیں کہ مسیح کون تھا۔ اور اُس نے کیا کہا۔ رومی اور یونانی تاریخیں اسکے بارے میں بالکل خاموش ہیں اور یہود کی تاریخ بھی اس کا کچھ ذکر نہیں کرتی جو سیغوں کے وہ مشہور جملے اور وہ چٹھی جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ پیلاطوس نے روم کو لکھی ہر دو جعلی ثابت ہو چکے ہیں ۔

تو پھر کیا ہم مجبور نہیں۔ کہ یسوع مسیح کے متعلق جو علم ہمیں حاصل کرنا ہے وہ اپنی کتابوں سے کریں۔ یہ تو ایک امر معقول ہے کہ ہم انکو کتب مقدسہ ہونے کی حیثیت میں یا کلیتہً قبول کریں یا کلیتہً رد کریں۔ لیکن ایک حصہ کو قبول کر لینا اور ایک حصہ کو رد کر دینا حالانکہ جو قبول کیا گیا ہے اُس کی تائید کسی خارجی شہادت سے نہیں ہوتی۔ کس طرح عقل میں آسکتا ہے۔ ہاں اگر وہ حصہ جو یسوع مسیح میں پورا ہوا۔ اُس کی شہادت ہم کو کوئی اور بھی ملجاتی تو پھر پاک نوشتوں کا وہ حصہ قابل قبول ہو جاتا۔ لیکن یہ صورت تو نہیں ہے۔ اور بائبل صرف اکیلی ہی تاریخ ان واقعات کی ہے جن کی بنا پر یسوع مسیح پر ایمان لایا جا سکتا ہے اور اگر اس کتاب میں اب صاف شبہات نظر آتے ہیں تو جو کچھ یسوع مسیح کے متعلق لکھا

لفظی بحث کے اندر پڑ کر یہ غلطی کھائی ہے کہ دعوے کو ہی بطور دلیل قبول کر لیا ہے۔ اگر ان "مقدس" پردوں کو اٹھا دیا جائے جو بڑی محنت سے اصلیت پر ڈالے گئے ہیں۔ تو امر واقع یوں ہے کہ کلیسیا پرانے اور نئے عہد نامہ کے بعض حصوں پر اسلئے ایمان لاتی ہے۔ کہ ان میں یسوع مسیح کا ذکر ہے۔ اور کلیسیا یسوع مسیح پر اس لئے ایمان لاتی ہے کہ اس کا ذکر پرانے اور نئے عہد نامہ کے بعض حصوں میں ہے۔ کیا کوئی عقلمند انسان اس پوزیشن کو قبول کر سکتا ہے۔

لیکن ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ جس طرح یہ دن آگیا ہے کہ پادری صاحبان کو اسقدر جرأت ہو گئی کہ انہوں نے انیس سو سال کے "غیر محرف بائبل" پر ایمان کو خیر باد کہدیا۔ اور جس کا لفظ لفظ خدا کا کلام سمجھا جاتا تھا۔ اسکے متعلق صاف اعتراف کر لیا کہ اس کے صرف کچھ حصوں میں خدا کا کلام ہے۔ اسی طرح پر وہ دن بھی آجائیگا جب اس باقی حصہ کو بھی اسی طرح گوشۂ قلب سے نکال کر بالائے طاق رکھنا ہوگا۔ جس طرح ایک حصہ کو رکھدیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یسوع مسیح کا نام محض ذہنی نقشہ رہ جائیگا۔ پس کیا قرآن کریم نے اس پیغمبر خدا پر یہ عظیم الشان احسان نہیں کیا۔ کہ جو کچھ اسکے متعلق غلطیاں تھیں ان کو صفائی سے الگ کر کے اسکی عزت کو قائم رکھا ہے۔ وقت آتا ہے کہ یہ سارے کے سارے عہد نامے چھوڑنے پڑیں گے۔ یعنی ایمان کی بنیاد ان پر قطعاً نہ رہیگی۔ اور اس وقت سوائے مسلم کے کوئی شخص یسوع مسیح کو خدا کا پیغمبر اور ایک تاریخی شخص ماننے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ کیونکہ یسوع مسیح کو جاننے کے لئے ہمارے پاس دو ہی ذریعے ہیں ایک بائبل اور ایک قرآن۔ جب بائبل محرف تسلیم ہو کر ناقابل اعتبار ہو گئی تو اگر قرآن کو خدا کا کلام نہ مانا جائے تو یسوع سے بھی جواب ہے۔ اور اگر حضرت مسیح کا کام باقی رہ سکتا ہے تو صرف قرآن کریم کے ذریعہ سے ✦ (اشاعت اسلام)

رسیدات زر

فہرست چندہ جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ معرفت منشی [illegible] بابت دسمبر ۱۹۱۷ء

۱۔ بابو حفیظ محمد صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل برانچ پریس	۵؍
۲۔ شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر ؍ ؍ ؍	۲؍
۳۔ منشی عبدالرحیم صاحب نقشہ نویس ریلوے بورڈ	۲؍
۴۔ ملک غلام محمد صاحب کمپازیٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس	۸؍
۵۔ منشی محمد لطیف صاحب ؍ ؍ ؍	۸؍
۶۔ منشی شاہ محمد صاحب ؍ ؍ ؍	۱؍
۷۔ بابو رحمت علی صاحب ؍ ؍ ؍	۱؍
۸۔ شیخ الہ دین صاحب ؍ ؍ ؍	۸؍
۹۔ منشی کرم خانصاحب ؍ ؍ ؍	۱؍
۱۰۔ شیخ نورالدین طالب علم اسلامیہ سکول	۱؍
میزان کل	[illegible]

چندہ انجمن احمدیہ چھاؤنی لاہور بابت دسمبر ۱۹۱۷ء

قاضی عبدالعزیز صاحب ۴؍ بابو محمد حسین صاحب ۲؍ قاضی نثار احمد صاحب ۸؍ بابو محمد خان صاحب ۸؍ بابو نبی بخش صاحب [illegible] الطاف علی صاحب ۴؍ میاں محمد عثمان صاحب ۴؍ میاں نبی بخش صاحب۔ صدقہ [illegible] چندہ ۴؍ قیمت کمال [illegible] قاضی عبدالواحد صاحب صدقہ [illegible] چندہ میاں جلال الدین صاحب ۴؍ میاں محمد الدین صاحب ۴؍ قیمت کمال [illegible]

میزان کل [illegible]

چندہ جماعت احمدیہ گوجرانوالہ

منشی محبوب عالم صاحب چندہ [illegible] جلسہ فنڈ [illegible] قاضی فیض احمد صاحب جلسہ فنڈ [illegible] استاد فضل دین صاحب جلسہ فنڈ [illegible] میاں احمد دین صاحب خیاط چندہ [illegible] منشی امام الدین صاحب چندہ [illegible] جلسہ فنڈ [illegible] شیخ صاحب دین صاحب چندہ [illegible] جلسہ فنڈ [illegible]

میزان کل [illegible]

چندہ جماعت موضع پیر کوٹ

مولوی محمد حیات صاحب (فصل ربیع) [illegible] چوہدری غلام محمد صاحب (فصل ربیع) [illegible] میاں اسمٰعیل صاحب امام مسجد (فصل ربیع) [illegible] میاں الٰہی بخش صاحب [illegible] قطب الدین ککلو (فصل ربیع) [illegible] صدقہ فطر [illegible] کمال قربانی [illegible] میاں اسمٰعیل صاحب (فصل خریف) [illegible] مولوی محمد حیات [illegible] جلسہ فنڈ [illegible] چوہدری الٰہی بخش [illegible] چوہدری غلام محمد [illegible] جلسہ فنڈ [illegible]

کل میزان [illegible]

بلاد غیر میں تبلیغ اسلام

بشارت عظمیٰ

ایک مشہور انگریز فاضل و مستشرق کا قبول اسلام

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا تازہ خط

برادران۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:۔

اسلامک ریویو کے پڑھنے والے اس سال ان بیش بہا مضامین کو پڑھتے رہے ہونگے جو اس کے صفحات میں مسٹر مارماڈیوک پکتھال کی عالی دماغی کا نتیجہ تھا۔ ہمارے احباب کو ان کی وہ بے نظیر تقریر بھی یاد ہوگی جو آپ نے گذشتہ جلسہ مولود النبی میں بمقام ہوٹل سیسل لندن فرمائی تھی۔ اس کا ترجمہ بھی ایک کتاب کی صورت میں دفتر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور سے شائع ہوا تھا۔ اس کو پڑھ کر اور اس محبت کو دیکھ کر جو اس تقریر کے مصنف کے دل میں آنحضرت صلعم کے متعلق موجزن نظر آتی تھی۔ میرے پاس کثرت سے ایسے خطوط آئے کہ اس فاضل مستشرق کے قبول اسلام میں ابھی کوئی مرحلہ باقی ہے۔ مجھے خوب علم تھا کہ میری کوئی تبلیغ یا کوشش اس بزرگ کے ایمان اسلام میں ازدیاد نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن بعض وجوہ سے ابھی کمال خوشی کا موقعہ نہ ملا تھا۔

> من از آں حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم
> کہ عشق از پردۂ عصمت بروں آرد زلیخا را

آخر کار مختلف قسم کے حجاب نور اسلام کے مقابل سے آہستہ آہستہ ہٹنے شروع ہوئے۔ بار بار کی ملاقاتوں میل جول خط و کتابت اور گفتگو اور مراسم اپنا کام کرنے لگے۔ کہیں کہیں سے آواز آنے لگی کہ مسٹر موصوف مسلمان معلوم ہوتے ہیں۔ مسٹر موصوف کا کوئی مضمون لیا جاتا ہوگا کہ سبا نہیں کہیں نہ کہیں بولنے یا صدر انجمن بننے کا موقعہ نہ ملا ہو۔ کیونکہ ایک انجمنوں کے آپ پریزیڈنٹ ہیں۔ ان کی تقریروں میں نور اسلام اور فصاحت و بلاغت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔ کل کیا مبارک دن تھا جب میرا ایک لکچر لندن کے ایک فیشنبل حصہ (اولڈ باند سٹریٹ) میں روح عبادت پر تھا۔ جلسہ نے مسٹر موصوف کو اس لکچر کا صدر کیا۔ میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا اور میرا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ جب مسٹر موصوف نے مجھے معروف کراتے ہوئے ذیل کے الفاظ کہے۔

"خواجہ کمال الدین اسلامی روح عبادت پر ایک بیان کرینگے اگرچہ میرا مذہب اور ان کا مذہب ایک ہی ہے۔ اور ہم ایک ہی کتاب کے ماننے والے ہیں۔ لیکن اگر مجھ سے اس اسلامی مضمون پر تقریر کرنے کے لئے کوئی استدعا کرے تو میں ان کی طرف رجوع کرونگا۔ وغیرہ وغیرہ۔"

اس فقرے کے بعد انہوں نے کیا کہا۔ خدا علیم ہے۔ مجھے یاد نہیں میں نشۂ مسرت میں سرشار تھا۔ اور خدا تعالےٰ کے اس خاص فضل کا مرہون۔ یہ تو اللہ کا احسان ہے کہ خدا تعالےٰ نے مجھے اس ملک میں بحیثیت مقرر و لکچرار وہی رنگ اور وہی کیفیت عطا کی ہوئی ہے۔ جس سے میرے دوست میرے ہندوستان کے لکچروں سے آگاہ ہیں۔ لیکن ایک تو لکچر ہی صوفیانہ مذاق اپنے اندر لئے ہوئے تھا۔ اور پھر اس بشارت عظمیٰ نے مجھ پر جادو کا اثر کیا۔ دیوانہ وار او وجد محمدی میں سرشار ہیں اٹھا اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ میرے حاضرین پر اس کا وہ اثر ہوا جو میں نے ہندوستان میں بھی نہیں دیکھا۔ آج کیشب چندر سین بانی برہمو سماج کے فرزند مجھے ذیل کی چٹھی لکھتے ہیں۔

"میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے وہ عظیم الشان روحانی اور ذہنی ضیافت ہمارے سامنے رکھی۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں یہ کہتا ہوں کہ میں نے آج تک ایک مسلمان کی زبان سے اس قسم کا روحانی کلام پہلی مرتبہ سنا ہے۔ اور مجھے کبھی بھی پہلے ایسی لذت نہیں آئی۔ میں آپ کو مبارک دیتا ہوں۔ کہ آپ نے کیسے سادے اور پھر کیسے موثر طریق سے اس مضمون پر روشنی ڈالی ہے۔" اس چٹھی کا خلاصہ یہاں درج کرنے سے میری غرض اپنے حسن بیان کا کرشمہ دکھلانے کی نہیں۔ خدا کے فضل سے جو مجھے طرز بیان بخشا ہے۔ کیا برا یا کیا اچھا دوست دشمن سب کو معلوم ہے۔ میری غرض اس تحریر سے صرف یہ ہے کہ ہم مسلمانوں نے آج تک اپنے فرض تبلیغ کو ادا کیا۔ کیشب چندر جیسے عظیم الشان کا فرزند جس کے دل میں آنحضرت

کا نے اور انگلستان میں آن کر کہ مجھے آج معلوم ہوا کہ اسلام کی علو شان کیا ہے۔ اور وہ بھی اس کا وہ پہلو دینی تعارف جس کا مجھے چنداں دعوے ہی نہیں۔ آہ نہ ہم نے اسلام کی قدر کی اور نہ اپنے فرض کو ادا کیا۔ یہاں یہاں میں مسٹر پکتھال کی ایک چٹھی کا بھی درج کرتا ہوں جو مجھے آج ہی ملی ہے وہو ہذا

"ایک دوست جسکی اپنی تحقیق نے مسلمان کر دیا ہے۔ اور جو کچھ عرصہ سے مجھ سے خط و کتابت رکھتا ہے۔ اور مجھ سے دریافت کرتا ہے کہ کوئی ایسا قرآن ہے جس کا انگریزی ترجمہ بین السطور ہو۔ عربی لفظ کے مقابل میں انگریزی ترجمہ وغیرہ" اس چٹھی میں مسٹر موصوف مجھے کہتے ہیں کہ "وہ شخص ایک عالم ہے" میں مسلمانوں سے پوچھتا ہوں کہ میں اس چٹھی کا کیا جواب دوں کہ آج ہم نے تمہاری کوئی خدمت نہیں کی تو خدا بھلا کرے مولوی محمد علی صاحب ایم اے کا جن کی نو سالہ محنت نے ہمیں یہ کہنے کے قابل کیا ہے کہ ہم ایک ترجمہ دیتے ہیں۔ جو باوجود بامحاورہ ہونے کے نہایت سخت ترین لفظی ترجمہ ہے۔ مولانا موصوف نے نہایت عقلمندی سے یہ کام کیا کہ ترجمے کو جہاں تک ممکن تھا لفظی معنوں کا لباس پہنایا۔ اور یہ وہ اسوۂ حسنہ ہے جو سب سے پہلے ہندوستان میں شاہ ولی اللہ کے خاندان نے اختیار کیا۔ یہی انتھا ہے۔ مولوی صاحب کا رنگ انگریزی ترجمے میں وہی ہے جو شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر کے ترجمہ اردو میں ہے۔ یہ جھوٹ ہوگا اگر ہم یہ کہیں کہ مسٹر پکتھال کے قبول اسلام کو ہماری کوششوں سے تعلق ہے۔ ہم نے یہ کہا کہ ایک مرکز قائم کر دیا۔ اسلام کو جہاں تک خدا نے ہمت دی اصلی رنگ میں پیش کیا۔ اسلام کی فلسفیت۔ حکمت اور معقولیت کو اس فلسفی دنیا کے سامنے پیش کر کے ہم شرمندہ نہ ہوئے۔ اور اس تھوڑے سے عرصہ میں کم از کم جہاں تک ہماری تحریر و تقریر پہنچی یہ مانا گیا کہ اسلام اپنی سادگی۔ اپنی روحانیت اپنی حکمت و فلسفہ۔ اپنے اخلاق۔ اپنے تمدن اور الہیات میں مذاہب دیگر سے بالاتر ہے۔ خدا نے ہمیں ایک جماعت عطا کی جو تعداد میں تھوڑی ہے۔ لیکن اپنے اندر شرافت نجابت حسب نسب یا فضیلت رکھتی ہے۔ اس مرکز اور اس شہرت اور ایسی جماعت کے پیدا ہونے نے بہت سے زلیخا کے یوسف اسلام کو حجاب وضع داری پھاڑنے پر آمادہ کیا۔ ابھی تو ایک پکتھال باہر آیا ہے۔ کثرت سے پکتھال جیسے درخشندہ ستارے ابر مغرب میں پنہاں ہیں۔ اٹھو۔ جاگو غفلت کو چھوڑو۔ نور اسلام کی چمکتی ہوئی شعاعوں کو مغرب کی وادیوں میں پہنچا دو۔ پھر دیکھو کہ وہ وقت قریب ہے۔ کہ جب چند آوازیں ایسی سنو گے۔ کہ ہمارا تو مذہب یہی ہے۔ لیکن اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ یہاں اپنے دوستوں کی واقفیت کے لئے انگلستانی رسالہ [illegible] کا خلاصہ متعلقہ مسٹر پکتھال دیتا ہوں۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں مشاہیر کا تذکرہ ہوتا ہے۔

"مارماڈیوک ولیم پکتھال۔ ابن [illegible] پکتھال مرحوم ساکن چاس فورڈ کا پسر اور یورپ کے دیگر ممالک میں تعلیم پائی۔ مصر ممالک عثمانیہ اور دیگر بلاد شرقیہ کی سیاحت اور مطالعہ میں کئی سال صرف کئے۔ تصنیفات [illegible] سعید ماہی گیر [illegible] بزرگوں کے ساتھ ایام جنگ ملبان میں [illegible] عرب "وغیرہ وغیرہ" اس سے معلوم ہوگا کہ یہ رشتہ کو کس خاندان کا ہے۔ بیسیوں تصانیف کے مصنف ہیں اور اس کی پہلی تصانیف سے اس کی موجودہ تصانیف کا مقابلہ کیا جائے تاکہ جو شخص اسلام پر پھبتیاں اڑانے کے لئے سرگرم [illegible] اسلام ہوا تھا آخر کار زلف اسلام کا ہمیشہ کے لئے اسیر ہو گیا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔ خواجہ

(بقیہ صفحہ ۶ کالم ۳)

۱۴ جنوری۔ کوکیف میں آکرین کی نیابتی مجلس نمائندگان نے بحری بیڑہ کی آکرینیا کو بھیجی ہوئی رپورٹوں اور مساویانہ طریق پر بیڑہ کے از سر نو مرتب کئے جانے کے سوالات پر بحث کرنے کے لئے ایک آل آکرینیوی بحری کانگریس بلائی گئی ہے۔ بیکسماسٹ خبر رساں ایجنسی کا ایک بیان مظہر ہے کہ فوجی سپاہیوں کی انتظامیہ انجمن کے حکم ہے جس کا روسی نے تار برقی پیغام میں ذکر کیا گیا ہے۔ نیابتی مجلس کے تمام ایسے ممبران کا جو بیکسماسٹوں کے خلاف ہیں دوبارہ انتخاب کیا جانا یا واپس بلایا جانا مقصود ہے۔ مجبوراً ایجنسی مظہر ہے کہ بارہویں فوج کی کمیٹیوں کی کانگریس نے دائیں پارٹی کے تین سوشل انقلاب پسند ممبران کو جنہیں اس نے منتخب کیا تھا واپس بلانے کا فیصلہ کیا ہے۔ دیگر متعدد گورنمنٹوں نے بھی اسی قسم کا فیصلہ کیا ہے۔

سر جارج لوکینن کی واپسی۔ لنڈن ۱۴ جنوری۔ ڈیلی کرانیکل کا نامہ نگار معتبر مقامات کے حوالہ سے تار دیتا ہے کہ سر جارج

مراسلات

ختم نبوت پر ایک نص قطعی

تقریر جو ۲۷ دسمبر ۱۹۱۷ء کو بر موقعہ جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔ حکیم پیر بخش صاحب امروہوی خلف حضرت فاضل امروہوی نے وارثین جلسہ کے روبرو فرمائی:۔

حضرات بابرکات! آپ کے اشتیاق زیارت میں خاکسار کا لے کوسوں سے رخش ہوائے شوق پر اُڑتا چلا آ رہا ہے الحمد للہ! کہ یہ اشتیاق بر آیا۔ دوست دوستوں کے لئے تحفے لاتے ہیں مگر آپ میرے اخی للہ و محبی فی اللہ ہیں۔ میں جانتا ہوا کہ دنیوی تحفہ آپکو محظوظ و مسرور نہیں کرسکتا۔ آپ حق پرست جماعت ہیں پس حقائق و معارف ہی سے آپ ذوق و لطف اٹھا سکتے ہیں۔

محترمان گرامی! ہمارے گھرانے کی مشہور چیز تبلیغ حق و تردید باطل ہے۔ چنانچہ والد صاحب قبلہ و کعبہ کی ذات والا صفات اس امر کی خوب مشعر و مظہر ہے۔ اس لئے میں بھی تردید باطل ہی کے لئے ایک نادر تبریک خدمت کرتا ہوں امید ہے کہ اگر سر عقیدہ فاسدہ پر رسید فرمائیے گا تو جان باقی نہ چھوڑیگا۔ ندرت اس میں یہ ہے کہ اس حیثیت میں یہ اب تک پیش ہی نہیں ہوا ہے اس لئے میں اگر اسے تحفہ قرار دوں تو آپ کی نکتہ شناسی سے امید ہے کہ یہ بیموقع نہ ہوگا۔

اسلام میں نبوت کا دروازہ کھولنا ایک خطرناک امر ہے اور حقیقت میں یہ اسلام کو خیرباد کہنا ہے کیونکہ پھر کیا وجہ ہے کہ نیا نبی آئے اور نئی شریعت نہ آئے۔؟ اس سوال پر سطحی نظر نہیں بلکہ غائر نظر ڈالکر غور فرمایئے۔

اب میں اپنا تحفہ پیش کرتا ہوں پارہ ۷۔ سورۂ انعام رکوع ۲ آیت ۲۱ قل ای شئ۔ الایہ۔ محترمان گرامی مجھے اسوقت اس پوری آیت کی تفسیر مدنظر نہیں ہے۔ بلکہ صرف واوحی الی ھذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ کی طرف جناب کی توجہات کو مبذول فرمانا ہے کہ یہ جملہ ختم نبوت پر ایک نص قطعی ہے اس میں متکلم حضور ختمی پناہ ہیں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ یہ قرآن میری طرف وحی فرمایا گیا تاکہ میں اس سے (اے اہل علم) تم کو تنبیہہ فرماؤں اور جن جن کو یہ پہونچتا رہے۔ اُن کے لئے بھی میں ہی نذیر ہوں۔ متکلم کا صیغہ اعرف المعارف ہوتا ہے۔ پس اس آیت شریفہ سے بخوبی ظاہر ہے کہ جب تک قرآن شریف دنیا میں موجود ہے۔ کسی حقیقی نذیر۔ نبی یا رسول کی ہرگز ضرورت نہیں۔ قرآن کے ہوتے تو حضور اکرم ہی کا منصب نذیر حقیقی کے اوا ہوسکیگا۔ البتہ ظلی نذیر اور مجازی نبی اگر کوئی اپنی اصطلاح مقرر کر کے مجددین اور محدثین پر اس کا اطلاق کرے اور اسے مستعمل رکھے۔ تو حرج نہیں ہے۔

ختم نبوت کی براہین اور حجج سے تمام کتاب و سنت مملو ہے۔ اور آپ بھی ان سے کما حقہ واقف ہیں۔ خاکسار نے بعجوائے الامر فوق الادب جو اس وقت سوجھا عرض کردیا۔ اب ایک مسدس اُردو کا عرض کیا جاتا ہے۔ (یہ مسدس پہلے چھپ چکا ہے)

قصیدہ در تعریف حضرت میرزا غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ مہدی موعود و مسیح مسعود قادیانی

(اس قصیدے کے بہت سے الفاظ بھی غالیوں کے عقائد فاسدہ کے کان اینٹھتے ہیں۔ یہ قصیدہ بتاریخ ۲۸ بعد نماز جمعہ حاضرین کے اصرار پر عرض کیا گیا)۔

اگر روئے غلام احمد بچشم حق نشاں بینی
درآئینہ دریں آئینہ ذات حق عیاں بینی
غلام اوست کا نزا سرور کون و مکاں بینی
غلامان غلامش ... شاہنشہاں بینی
طفیل ایں غلامی فائز از فیضان احمد شد
ازیں فیضان پایہ اش زمین و آسمان بینی
زہے مجد و شرف وحی و ولایت بر دلش نازل
ز نجم غیب غیبم قرب او ہمعنان بینی
مجدد ... اورا

امام مہدی و عیسےٰ است ہم او در خبر رُد کن
بقرآں ذکر او در سورۂ جمعہ عیاں بینی
ہزاراں مُردہ ہارا زندگی دائمی بخشد
ز اعجاز دمش اعجاز عیسےٰ اندر آں بینی
چو طیب مُشک پیزش مومناں را روح افزاید
نفس چوں شد از و مرگ نفوس کافراں بینی
ز امداد خداوندی بہ تائیدات ربانی
پئے صدقش نشانہا از زمین و آسماں بینی
بہ خلت با خدا اورا چو رشک اولیا یابی
بتقدیس و حقادت غیرت کروبیاں بینی
بصارت ہا ز انوار بصیرت روشنی یابند
چو خاک کفش پایش سرمۂ چشم جہاں بینی
باستیصال باطل تیغ برہانش عجب کاری
درون رزم دیں اورا جوان کامراں بینی
ز تصنیفات الہامی است تصنیفات او زیبا
درآں اسرار قرآں بیشمار و بیکراں بینی
بدل فکر ظہور و غلبہ و تمکین اسلامی
بجانش کوشش تدبیر و اصلاح زماں بینی
دُر تنقیح در دُرج فصاحت تحفۂ نادر
گل تحقیق در خوان بیانش ارمغاں بینی
گل حکمت فرو ریزند از گفتار شیرینش
کہ سامع را درون دہر در باغ جناں بینی
پئے شادابی گلزار دیں از قلبۂ علمش
حقائقہا ئے معنی صورت جوئے رواں بینی
بہار روضۂ دیں از ریاضش چوں شدہ قائم
کہ بے مہری نہ از طرز و طراز مہرگاں بینی
شیوع دین اسلام و علوئے ملت حقہ
ہمیں سعی است کاندر ہر زماں بینی
پناہ گیر اندروں اے مبتلائے نفس اماّرہ
حریم موعظش یک کعبۂ امن و اماں بینی
شوی سیاح میدان شہود از اتباع او
ہمیشہ رخش احسان و تورّع زیر ہیراں بینی
باں شمع صفا سوز و گداز عشق پیدا کن
کہ نار اللہ را در بارگاہ و دل دماں بینی
متاع صحبتش جو گر صفا و تزکیہ خواہی
بفیضش ارتقا و رفعت خود ہر زماں بینی
تو ہردم در سمائے الفتش سعی صعودے کن
شوی طیار خود را طائر عرش آشیاں بینی
شدہ پروانۂ تو نور دیں اے شمع نور حق
بسوز حب خود عشاق را آتش بجاں بینی
محمد با علی است آں اسیر مدحت حقہ
کہ اورا ہم بشوق دید نت ہم آستاں بینی
محمد احسن فاضل کہ ناز روزگار است او
برائے تو بترک رہ نگارش ہشادماں بینی
کمال الدین کزو تبلیغ اسلامی است در یورپ
ز فیض صحبت اورا عجب سحر بیاں بینی
چناں شد مولوی صدر دیں از یک نگاہ تو
کہ اورا زبدہ و صدر الصدور کاملاں بینی
چہ گلکاری مضموں در زبان پارسی کردم
زمین شعر ما اے عیش باغ اصفہاں بینی

انجمن حمایت اسلام لاہور کا جلسہ سالانہ

انجمن کا ۳۳ واں سالانہ جلسہ حسب معمول ایسٹر کی تعطیلات میں ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ مارچ ۱۹۱۸ء یوم جمعرات جمعہ و ہفتہ کو اسلامیہ کالج لاہور میں منعقد ہونا قرار پایا ہے۔ ۲۶ و ۲۷ مارچ کو ہولی کی تعطیلیں ہیں اور ۳۱ مارچ اتوار کو جو ایسٹر کی تعطیلات میں شامل ہے شالامار باغ کا مشہور میلہ ہو لہذا جلسہ کی کارروائی ہفتہ کی شام کو ختم کی جائیگی۔ بزرگان ملت اور ہمدردان قوم کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس قومی جلسہ کو اپنی شمولیت سے عزت اور رونق بخشیں اور اس کے کامیاب بنانے میں ہر ممکن سعی اور ذریعہ کو کام میں لادیں۔ موسم خدا کے فضل سے بہت خوشگوار ہوگا۔ اور کوشش کیجاویگی کہ جلسہ معمول سے زیادہ

چند ضروری اور مفید نصائح

اخویم مکرم حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ نے ذیل کی چند نہایت مفید نصیحتیں احباب کے لئے لکھی ہیں۔ جن پر حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے بھی عمل پیرا ہونے کی سفارش کی ہے۔ امید ہے۔ کہ ہمارے احباب ان ضروری باتوں کو اپنا روزانہ طریق عمل قرار دینگے۔ کہ یہی وہ چیزیں ہیں جو اسلام کا لب لباب ہونے کے ساتھ دین اور دنیا میں ہماری کامرانی اور خوشحالی کا موجب ہوسکتی ہیں۔ ایڈیٹر

میں عاجز اپنے بھائیوں کی خدمت میں چند باتیں عرض کرتا ہوں تا ہمارے احباب ان نصائح پر عمل پیرا ہوکر دین و دنیا میں نفع اٹھائیں۔

(۱) ہمارے احباب دنیا میں صلح و آشتی کے ساتھ رہیں باہمی تفرقہ سے بچیں دعاؤں پر بہت زور دیں۔ الحمد شریف۔ استغفار۔ لاحول۔ درود شریف کثرت سے پڑھیں۔ اپنے دلوں کو ہر قسم کے بغضوں اور کدورتوں سے صاف کریں۔ اگر کسی سے زیادتی ہوجاوے تو دوسرا صبر کرے۔ برداشت کرنیوالوں کے لئے اللہ تعالےٰ کے ہاں بہت بڑا اجر اور نیکی ہے۔ نمازوں کو نہایت سنوار کر پڑھیں۔ اور جو کچھ پڑھیں اس طرح نہ پڑھیں کہ دل میں تو کہیں اور طرف خیال جا رہے ہوں۔ اور زبان سے نماز ادا کررہے ہوں۔ بہت عجز اور خاکساری سے خدا کے حضور نماز ادا کیا کریں۔

(۲) ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ دفعہ سبحان اللہ ۳۳ دفعہ الحمد للہ ۳۳ دفعہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا کریں۔ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین اور رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین اور رب انی ظلمت نفسی فاغفر لی بہت عمدہ استغفار ہے۔ اور قرآن کریم کا بتایا ہوا ہے۔ اس کو بہت پڑھا کریں۔

(۳) چونکہ ہمارے احباب تعداد میں قلیل اور طاقت میں کمزور ہیں اور مخالفین ایذا رسانی میں کوشاں رہتے ہیں۔ اس لئے تمام احباب کیلئے ہمارا ہر ایک محب مخلص دعا کیا کرے ربنا لا تجعلنا فتنۃ للذین کفروا واغفر لنا ربنا انک انت العزیز الحکیم۔ اے ہمارے رب ہم کو تختۂ مشق منکروں کا نہ بنا اور ہماری حفاظت فرما ہمارے گناہ بخش۔ اے ہمارے رب تحقیق تو غالب اور حکمت والا ہے۔

(۴) شر دشمناں کے دفع کے لئے مندرجہ ذیل دعا مقابلہ کے وقت پڑھیں انی عذت بربی وربکم ان ترجمون۔ حدیث میں اسطرح بھی دعا کرنی آئی ہے اللھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذبک من شرورھم

(۵) اٹھتے بیٹھتے سوتے وقت قرآن کریم نے اس دعا کے پڑھنے کا اشارہ فرمایا ہے۔ ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار ربنا انک من تدخل النار فقد اخزیتہ وما للظالمین من انصار ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فاٰمنا۔ ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیاٰتنا وتوفنا مع الابرار ربنا واٰتنا ما وعدتنا علیٰ رسلک ولا تخزنا یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد۔ سوتے وقت حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مندرجہ ذیل وظائف بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔ آیۃ الکرسی سورہ کافرون۔ سورہ اخلاص۔ معوذتین یعنے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس۔ نیز مندرجہ ذیل دعا داہنی کروٹ پر لیٹ کر پڑھنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اللھم اسلمت وجھی الیک وفوضت امری الیک والجات ظھری الیک رغبۃ ورھبۃ الیک لا ملجا ولا منجا منک الا الیک اٰمنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت (صحیح بخاری)

(۶) اپنے مکان اور شہر کے لئے دعا کرنا سنت ابراہیمی ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کے لئے دعا زبانی الٰہی رب اجعل ھذا بلدا اٰمنا وارزق اھلہ من الثمرات۔ ہمارے احباب بھی اپنے مکانوں اور شہروں کے لئے برکت اور سلامتی کی دعا کیا کریں۔

(۷) طاعون سے بچنے کے لئے ربنا اصرف عنا عذاب جہنم ان عذابھا کان غراما انھا ساءت مستقرا ومقاما۔ اور استغفار اور معوذتین بہت پڑھیں۔ حفظان صحت کا پورا لحاظ رکھیں۔ صدقہ و خیرات بھی کریں۔ استغفار۔ درود شریف۔ لاحول اور سورہ فاتحہ کی کثرت کے علاوہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد رکھیں

(۸) جس مقام پر طاعون کثرت سے نمودار ہو تو یہ دعا پڑھیں۔ رب اما ترینی ما یوعدون۔ رب فلا تجعلنی فی القوم الظالمین۔ (سورۃ المومنون ع ۶)

(۹) باہم محبت و اخوت قائم رکھنے کے لئے یہ دعا پڑھا کریں۔ ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل

جلد ۵ | بلدۃ المسیح لاہور :۔ یک شنبہ ۶ ربیع الثانی ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء | نمبر ۵۲

ملفوظات حضرت مسیح موعود

مسیح اور آنحضرت صلعم

(گذشتہ سے پیوستہ)

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں نے اس طرف توجہ نہیں کی ورنہ یہ ایسے روشن دلایل ہیں کہ دوسرے نبیوں میں اس کے نظایر بہت ہی کم ملیں گے مثلاً جب ہم آپ کے بالمقابل حضرت مسیح کو دیکھتے ہیں تو کس قدر افسوس ہوتا ہے کہ وہ چند حواریوں کی بھی کامل اصلاح نہ کر سکے اور ہمیشہ ان کو سست اعتقاد کہتے رہے۔ یہانتک کہ بعض کو شیطان بھی کہا۔ وہ ایسے لالچی تھے کہ یہودا اسکریوطی جو مسیح کا خزانچی تھا لبا اوقات اس تھیلی میں سے جو اس کے پاس رہا کرتی تھی کبھی کبھی چرا بھی لیا کرتا تھا۔ آخر اسی لالچ نے اسے مجبور کیا کہ وہ تیس درہم لیکر اپنے استاد اور مرشد کو گرفتار کرا دے۔ اور ادھر جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیطرف دیکھتے ہیں تو انہوں نے اپنی جانیں دیدینی آسان سمجھیں۔ بجائے اسکے کہ ان میں غداری کا ناپاک حصہ پایا جاتا یوروپین مورخوں تک کو اس امر کا اعتراف کرنا پڑا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں جو انس وفاداری اور اطاعت اپنے ہادی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی اس کی نظیر کسی دوسرے نبیوں کے متبعین میں نہیں ملتی ہے خصوصاً مسیح علیہ السلام تو اس مقابلہ میں بالکل تہیدست ہیں۔ اب جبکہ اس قدر مبالغہ ان کی شان میں کیا گیا ہے اور کمزوریوں کی ان مثالوں اور واقعات کے ہوتے ہوئے جو انجیل میں ہیں جو دعویٰ ان کو خدا بنایا گیا ہے ان کی قوت قدسی اور جذب و کشش کا یہ نمونہ پیش کیا گیا ہے کہ وہ چند حواریوں کو بھی درست نہ کر سکے تو اور ان سے کیا امید ہو سکتی ہے عیسائی جب حواریوں کی اعتقادی اور عملی کمزوریوں کا کوئی جواب نہیں دے سکتے تو یہ کہدیتے ہیں کہ مسیح کے بعد ان میں قوت اور طاقت آگئی ہے اور وہ کامل نمونہ ہو گئے تھے۔ مگر یہ جواب کیسا مضحکہ خیز اور عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے کہ چراغ کی موجودگی میں تو کوئی روشنی نہیں چراغ کے بجھ جانے کے بعد روشنی ہو گئی۔ کیا خوب!!!

ایک نبی کے سامنے تو وہ پاک صاف نہ ہو سکے اس کے بعد ہو گئے؟ اس سے تو معلوم ہوا کہ مسیح اپنی قوت قدسی کے لحاظ سے اور بھی کمزور اور ناتوان تھا۔ معاذ اللہ یہ ایک نحوست تھی کہ جب تک حواریوں کے سامنے رہی وہ پاک نہ ہو سکے۔ اور جب اٹھ گئی تو پھر روح القدس سے معمور ہو گئے۔ تعجب!!!۔

بہت سے انگریز مصنفوں نے بھی اس مضمون پر قلم اٹھایا ہے اور رائے ظاہر کی ہے کہ مسیح نے اگر وہ پا یا تھا جو پہلے سے توریت کے مقاصد پر اطلاع پا چکے تھے۔ اور فقیہوں فریسیوں سے خدا کی باتیں سنتے تھے اگر وہ راستباز اور پاک باز ہوتے تو کوئی تعجب کی بات نہ تھی۔ اور ہم اسو برس تک لگاتار ان میں وقتاً فوقتاً نبی اور رسول

ان کے نطفہ میں رکھا ہوا تھا کہ وہ خدا کو مانیں۔ اور خدا کے حدود کی عظمت کریں اور بدکاریوں سے بچیں۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ وہ اس تعلیم سے جو مسیح انہیں دینا چاہتا تھا بے خبر ہوتے۔

مسیح اگر انہیں درست بھی کر دیتے تب بھی یہ کوئی بڑی قابل تعریف بات نہ تھی کیونکہ ایک طبیب کے کامل علاج کے بعد اگر دوسرا کوئی اچھا کر دے تو یہ خوبی کی بات نہیں۔ اس لئے بفرض محال اگر مسیح نے کوئی فایدہ پہنچایا بھی ہو تو بھی یہ کوئی قابل تعریف بات نہیں ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ یہاں کسی فایدہ کی نظیر بھی نظر نہیں آتی یہودا نے ۳۰ روپیہ لیکر استاد کو بیچ لیا اور پطرس نے سامنے کھڑے ہو کر لعنت کی اور دوسری طرف نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے احد اور بدر میں آپ کے سامنے سر دیدیئے اب انصاف کا مقام ہے کہ اگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نہ آئے ہوتے اور قرآن شریف نہ ہوتا تو ایسے نبی کی بابت کیا کہتے جن کی تعلیم اور قوت قدسی کے نمونے یہودا اسکریوطی اور پطرس ہیں۔

قوت قدسی کا یہ حال اور تعلیم ایسی ادھوری اور ناقص کہ کوئی دانشمند اسے کامل نہیں کہہ سکتا۔ اور نہ صرف یہی بلکہ انسان کی تمدنی معاشرتی۔ اور سیاسی زندگی اس سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ اور پھر لطف یہ کہ اس کی کوئی تاثیرات باقی نہیں ہیں۔

دعویٰ ایسا کیا کہ عقل۔ کانشنس۔ قانون قدرت سب اور متقدمین کے عقاید اور مسلمات کے صریح خلاف۔ ان انگریز مصنفوں کو اقرار کرنا پڑا ہے کہ اگر قرآن نہ آتا تو بہت بری حالت ہوتی۔ لمنوں نے اعتراف کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے درندوں وحشیوں کو درست کیا۔ اور پھر ایسے صادق اور وفادار لوگ تیار کئے کہ انہوں نے اس کی رفاقت میں کبھی اپنے جان و مال کی بھی پرواہ نہیں کی اس قسم کی وفاداری اور اطاعت۔ ایثار اور جاں نثاری پیدا نہیں ہو سکتی جب تک مقتدا اور متبوع میں اعلےٰ درجہ کی قوت قدسی اور جذب نہ ہو۔ پھر لکھتا ہے کہ عربوں کو سچی راستبازی ہی نہ سکھائی گئی تھی۔ بلکہ ان کی دماغی قوتوں کی بھی تربیت کی گئی۔ حواری تو ایک گاؤں کا بھی انتظام نہ کر سکتے تھے۔ مگر صحابہ نے دنیا کا انتظام کر کے دکھا دیا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے والدین نے حکومت اور سلطنت کی تھی۔ اور اس لئے وہ انتظام ملک داری اور قوانین سیاست سے آگاہ تھے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ صرف نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور قرآن شریف کی کامل تعلیم کا نتیجہ تھا کہ ایک طرف اس نے ان کو فرشتے بنا دیا۔ اور دوسری طرف وہ عقل مجسم ہو گئے۔

یہ کیسی بدیہی اور صاف بات ہے کہ ایک طبیب اگر ناقابل علاج مریضوں کو اچھا کر دے تو اس طبیب کا حاذق ماننا پڑیگا اور جو اس پر بھی اس کی حذاقت کا اقرار نہ کرے اس کو بجز احمق اور نادان کے اور کیا کہیں گے۔ اسی طرح پر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لاکھوں مریضان گناہ کو اچھا کیا حال آنکہ ان مریضوں میں سے ہر ایک بجائے خود ہزار ہا قسم کی روحانی بیماریوں کا مجموعہ اور مریض

درجہ للفاصل ہے۔ طحال ہے دیغرہ وغیرہ جو طبیب الہی ہر مریض کا علاج کرتا ہے۔ اور اس کو تندرست بنا دیتا ہے اس کی تشخیص اور علاج کو صحیح اور حکمی ماننے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ ایسا ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جن کو اچھا کیا ان میں ہزاروں روحانی امراض تھیں جس جس قدر ان کی کمزوریوں اور گناہ کی حالتوں کا تصور کر کے پھر ان کی اسلامی حالت میں تغیر اور تبدیلی کو ہم دیکھتے ہیں اسی قدر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت اور قوت قدسی کا اقرار کرنا پڑتا ہے تعصب اور تعصب ایک الگ امر ہے جو اپنی تاریکی کی وجہ سے سچائی کے نور کو دیکھنے کی قوت کو سلب کر دیتا ہے۔ لیکن اگر کوئی اہل انصاف سے خالی نہیں۔ اور کوئی سر عقل صحیح سے حصہ رکھنے والا ہے تو اس کو صاف اقرار کرنا پڑیگا کہ آپ سے بڑھ کر عظیم الشان پاکیزگی کی طرف تبدیلی کرا دینے والا انسان دنیا میں نہیں گذرا اللھم صل علی محمد وعلی آلہ۔ اب بالمقابل ہم پوچھتے ہیں کہ مسیح نے کس کا علاج کیا؟ انہوں نے اپنی روحانیت اور عقد ہمت اور قوت قدسی کا کیا کرشمہ دکھایا؟

زبانی باتیں بنانے سے تو کچھ فائدہ نہیں جب تک عملی رنگ میں ان کا نمونہ نہ دکھلایا جاوے۔ جبکہ اس قدر مبالغہ ان کی شان میں کیا گیا ہے کہ باوجود ضعف و ناتوانی ان کو خدائی کا منصب دیدیا گیا ہے تو چاہیے تو یہ تھا کہ ان کی عام رحمت اپنا اثر دکھاتی۔ اور اقتداری قوت کوئی نیا نمونہ پیش کرتی کہ گناہ کی زندگی پر دنیا میں موت آجاتی اور فرشتوں کی زندگی بسر کرنیوالوں سے دنیا معمور ہو جاتی۔ مگر یہ کیا ہوا کہ چند خاص آدمی بھی جو آپ کی صحبت میں ہمیشہ رہتے تھے درست نہ ہو سکے؟ عیسائی اپنے خدا یسوع کا مقابلہ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کرنے بیٹھ جاتے ہیں مگر تعجب ہے کہ انہیں شرم نہیں آتی کہ وہ اس طرز پر کبھی ایک قدم بھی چلنا گوارا نہیں کرتے۔ اسی طرح پر وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے آپ کا مقابلہ کریں تو انہیں معلوم ہو جاوے۔

یاد رکھو کہ نبی تخلقوا باخلاق اللہ ثابت کرنے کیلئے آتے ہیں اور وہ اپنی عملی حالت سے دکھا دیتے ہیں کہ وہ اخلاق الہٰیہ کا پورا نمونہ ہیں اور یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا میں جس قدر اشیاء خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہیں وہ سب کی سب کسی نہ کسی پہلو سے انسان کے لئے مفید ہیں جیسے درخت بنایا ہے۔ اس کے پتے اس کا سایہ اس کی چھال اس کی لکڑی اس کا پھل غرض اس کے سارے حصے کسی نہ کسی طرح فایدہ بخش ہیں۔ سورج کی روشنی سے انسان بہت سے فایدے حاصل کرتا ہے۔ اور اسیطرح یہ تمام چیزیں ہیں جو انسان کے لئے منفعت رساں ہیں مگر ہم کو عیسائیوں کی حالت پر افسوس آتا ہے کہ انہوں نے ایک عاجز انسان کو خدا اور خدا کا بیٹا بھی قرار دیا مگر اس کا کوئی فایدہ دنیا پر ثابت نہیں کر سکتے اور کوئی اس کی مقتدرانہ تجلی کا نمونہ ان کے ہاتھ میں نظر نہیں آتا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ۔۔۔۔ ان کا ابن السماء گرید رسول پسر تمام بندگان مصداق ہوتا۔ مگر جب اس کی سوانح عمری پر غور کرتے ہیں تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس نے کچھ بھی نہیں کیا بجز خودکشی اور دوسروں کی مصیبت کو دیکھ کر اپنی جان پر کھیل جانا کیا دانشمندی اور مصلحت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - یک شنبہ - ۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء نمبر ۵۴

”جوئے شیر“ کا ایک قطرہ

از جناب مصطفٰے خان صاحب بی۔ اے

عمرے است کہ آں قصۂ فرہاد کہن شد
من از سر نو تازہ کنم جوئے لبن را

ایک ”جوئے شیر“ تو ہمارے ادبیات میں آجتک ”تیشۂ فرہاد“ کی شکوہ سنجی کر رہی ہے۔ جس کا انجام بجائے اس کے کہ اس کا کوئی قطرۂ صافی و شیریں لب شیریں تک پہنچتا یہ ہوا تھا۔ کہ فرہاد کوہکن کی گردن کا سرخ خون شیریں کے دامن عصمت و وفا پر آجتک رنگ لا رہا ہے۔ لیکن ایک ”جوئے شیر“ اس زمانہ میں حضرت خلافت مآب و کرامت انتساب عالیجناب فضل عمر میاں محمود احمد صاحب صاحب کی کوہکنی سے تیار ہوئی ہے جس کا لبن شیریں اہل مذاق کے کام و دہن کو شکر آلود کر رہا ہے۔ چنانچہ ہمارے میاں صاحب کے مریدین باصفا نے ہمارے سامنے یہ شہادت دی کہ گذشتہ سالانہ جلسہ پر خلافت مآب نے نہایت تحدیانہ لب و لہجہ میں اس ”جوئے شیر“ کا ذکر بھی کیا۔ اگرچہ جناب میاں صاحب کے الفاظ تو ہم تک اسی وقت پہنچیں گے جب وہ قادیان کے اس وحید و فرید صحیفہ میں شایع ہو جائینگے جو حضرت خلافت مآب کی تقاریر کی اشاعت کا اجارہ دار ہے لیکن ان الفاظ کا مفہوم .... جو میاں صاحب کے مریدین کی روایت سے ہم تک پہنچے بمخالفت صحت کیلئے یوں دہرایا جاسکتا ہے:

دنیا میں تین مقامات تھے۔ جہاں سے روحانی اور علمی دودھ ملتا تھا مکہ۔ مدینہ۔ قادیان۔ مکہ و مدینہ کا دودھ تو خشک ہو چکا ہے۔ لیکن قادیان کا دودھ جاری ہے اور جاری رہیگا۔

قادیان کی ”جوئے شیر“ کا اعلان اگرچہ گذشتہ جلسہ پر ہی کیا گیا ہے۔ لیکن ہمیں اس کا اعتراف ہے۔ حضرت مولانا مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح مرحوم و مغفور کی وفات کے معاً بعد اس علمی و روحانی نہر کے سوتے پھوٹنے شروع ہو گئے تھے۔ جو تیشۂ محمود کی شرمندہ احسان ہے۔ اور علوم مدنیہ اور حقائق و معارف قرآنیہ کے وہ چشمے جو حضرت مسیح موعود (سلطان القلم) کی زبان حقیقت ترجمان یا قلم معجز رقم سے نکلتے تھے اور جو بقول ان کے

آنچہ ما را وحی و ایمائے بود ✦ آں نہ از خود از نہاں جائے بود
ما ازو یابیم ہر نور و کمال ✦ وصل دلدار ازل بے او محال

مکہ و مدینہ کے علوم ہی تھے خشک ہو گئے تھے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

تیشۂ محمود نے جو ”جوئے شیر“ تیار کی ہے۔ اس کا دودھ مریدان باصفا و پرستان گدی کے لئے تو اس قدر شیریں ہے کہ وہ اس دودھ کے پیالے کے پیالے غٹ غٹ پیئے جاتے ہیں۔ اور جب اس ”جوئے شیر“ کے منطقی نتائج کے متعلق ان سے سوال کیا جاتا ہے تو ہر ایک شخص مہر خاموشی منہ پر لگائے ہوئے۔ زبان قال سے کہہ دیتا ہے کہ ع

از ہم نئے شنو د نیز حلاوت جدا ہیم

اس لئے ناچار ہم ہی یہ کڑوا گھونٹ اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ اور قارئین کرام کی ضیافت طبع کے لئے اس جدید ”جوئے شیر“ کا ایک قطرہ پیش کرتے ہیں۔ اسی سے اس نہر کا حال معلوم ہو جائے گا۔ کہ ”تیشۂ محمود“ کس پانی میں ہے ✦

ہم لکھ چکے ہیں کہ اگرچہ اس انوکھی اور نرالی نہر کا اعلان علی رؤس الاشہاد تو صرف گذشتہ جلسہ سالانہ پر میاں صاحب کی زبان فیض ترجمان سے ہوا ہے لیکن اس کے سوتے اس سے پہلے ہی مریدان باصفا کے گلشن قلوب کو سیراب کر چکے تھے چنانچہ وہ مجموعۂ تقاریر۔ جو ”انوار خلافت“ کے نام سے خلافت کا نقشہ کھینچ رہا ہے ۱۹۱۶ء میں شائع ہوا تھا۔ اور اس میں ہمیں اس ”جوئے شیر“ کا ایک قطرہ علم و روحانیت کے پودوں کی شادابی کرتا ہوا یوں نظر آتا ہے:۔

”غلام احمد اگر مرکب نام تسلیم کرو تو یہ تو کسی زبان کا نام نہیں عربی زبان میں یہ نام غلام احمد ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ آپ کا نام نہ تھا۔ فارسی ترکیب لو تو غلام احمد ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن آپ کا نام یوں بھی نہیں۔ کیونکہ آپ کے نام میں میم پر جزم ہے زیر نہیں اور اگر اردو یا پنجابی ترکیب سمجھو تو ”احمد کا غلام“ یا ”احمد دا غلام“ ہونا چاہیئے تھا۔ مگر اس طرح بھی نہیں۔ پھر یہ کونسی زبان کا نام ہے جو حضرت صاحب کی طرف منسوب کیا جاتا ہے“

اللہ اللہ! کیا معقول سوال ہے کہ یہ کونسی زبان کا نام ہے جو حضرت صاحب کی طرف منسوب کیا جاتا ہے“ ”کونسی زبان کا؟“ اور ”منسوب کیا جاتا ہے“ یہ الفاظ ناظرین کرام کی توجہ خصوصی کے محتاج ہیں۔ نام رکھنے والے حضرت مسیح موعود کے والد، اور اس نام کو اپنی زبان اور قلم سے تمام عمر استعمال کرنے والے خود حضرت مسیح موعود۔ لیکن اب ان کی وفات کے پورے آٹھ سال بعد صاحبزادہ بلند اقبال [illegible] اخیال دنیا سے پوچھ رہے ہیں کہ یہ کس زبان کا نام ہے جو ان کے دادا جان نے رکھا۔ اور ابا جان نے ہزارہا صفحات تحریر و مکتوبات میں استعمال کیا۔ اور پھر کس سادگی اور بھولے پن سے فرماتے ہیں۔ کہ ”یہ نام حضرت صاحب کی طرف منسوب کیا جاتا ہے“ گویا لوگ غلط طور پر مرزا صاحب کی طرف یہ نام ”منسوب“ کرتے ہیں ورنہ آپ کو اس نام سے کچھ تعلق نہیں۔ ع

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا

لیکن جناب خلافت مآب کی جدت سوال بھی قابل داد ہے یہ ہر سولی لیکن کو وہ بات سوجھی ہے۔ جو ان کے والد ماجد ”سلطان القلم“ کے دماغ میں بھی کبھی نہ آئی تھی کہ اس نام کی ترکیب غلط ہے۔ نہ عربی ترکیب صحیح ہو سکتی نہ فارسی ترکیب یہ عقدہ حل کرتی ہے۔ اور نہ پنجابی اور اردو ترکیب اس گتھی کو سلجھا سکتی ہے۔ غرض حضرت مسیح موعود کی ”نبوت تامہ کاملہ“ کی طرح آپ کے نام کے متعلق بھی ہمارے میاں صاحب کو مشکلات کا سامنا ہوا اور ان مشکلات کے حل کے لئے وہ چلتا ہوا نسخہ پھر استعمال کیا گیا جو نبوت کے معاملہ میں کارگر ثابت ہوا تھا۔ وہاں پہلے پندرہ سال کی تحریریں منسوخ کر دی گئیں یہاں نام کا پہلا حصہ منسوخ کر دیا گیا۔ وہاں تیشۂ محمود نے چوٹی کی تحریروں کا سر کاٹ دیا اور یہاں نام کا سر۔ ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اس تیشہ زنی سے ”جوئے شیر“ کا تازہ بتازہ جو قطرہ ٹپکا مریدان باصفا کے کام و زبان کو تر کر گیا۔ اور حضرت مسیح موعود کے نام کی ترکیب جو ان کے حلق سے نہیں اترتی تھی آخر اتر گئی!! لیکن اس جدید علم کلام جس کی بنیاد ہمارے میاں صاحب نے رکھی۔ اور بہت سی مشکلات کی بنیاد رکھ دی ✦

(۱) جس ترکیب کو خود بدولت غلط قرار دے رہے ہیں وہ الہام میں بھی آگئی ہے اور حضرت مسیح موعود کا الہامی نام ”غلام احمد“ بھی ہے۔ اب سوال ہم سے ہی نہیں کہ یہ کس زبان کا نام ہے بلکہ خود خدا سے ہوگا اور چونکہ خود خدا بھی میاں صاحب سے منہ در منہ باتیں کرنے کا عادی ہے۔ اس لئے اب یہ گتھی بہتر ہے کہ میاں صاحب جناب باری سے ہی سلجھالیں۔ اگر یہ سوال ہو کہ ”بیچارے محمود کی کیا مجال“ ہے۔ کہ جناب باری میں سوال کرسکے تو پھر اس کا جواب جو حضرت مسیح موعود کے الفاظ میں ہو سکتا ہے وہ خود بدولت خوب جانتے ہیں۔ اور اس سے آپ کے کشف و کرامات کا سارا بھرم کھل جائیگا ✦

(۲) لیکن ہم آپ کے سوال پر ایک ادبی نگاہ ڈالتے ہوئے یہ ضرور دریافت کریں گے کہ جو کتابیں آپ نے قادیان کے تعلیم الاسلام سکول میں پڑھی تھیں ان میں کہیں ”فک اضافت“ کا ذکر بھی سنا تھا یا نہیں جو علی العموم ضرورت شعر یا کثرت استعمال سے ہو جاتا ہے۔ شاعری کی ٹانگ تو آپ اب تک بھی توڑتے ہیں گو اس میں یا عربی کا رنگ غالب ہو لیکن کم از کم شعر گوئی کی وصف رکھنے والے کو یہ تو معلوم ہونا چاہیئے کہ فک اضافت کیا چیز ہوتی ہے۔

تعجب ہے کہ وہ شخص (اس پر خدا کی رحمتیں ہوں) جو الہام الٰہی سے کہتا تھا۔ ع

[illegible] در علم و ہدی بر روئے من بکشادہ اند

آج اس کا بیٹا جو اس کی گدی پر بیٹھنے کا ادعا اور علامہ ہونے کا فخر بھی رکھتا ہے علم سے ایسا کورا ہو کہ ”غلام احمد“ کی ترکیب اس کے لئے عقدہ لاینحل ہو جائے اور اس سے زیادہ مقام افسوس یہ ہے کہ اس کے اردگرد اس کے مریدان باصفا میں گو کثرت جہلاء کی ہو مگر ایسے لوگ بھی ہوں جو باقاعدہ طور پر دستار فضیلت یا ڈگریاں حاصل کئے ہوں لیکن پیرجی اور امام ”واجب الاطاعۃ“ کی ان خندہ آفریں باتوں کو سن سن کر سر دھنتے ہوں مگر منہ سے کچھ نہ بولتے ہوں کیا ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ایسے لوگ محض منافقت سے میاں صاحب کے ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں۔ اور محض شکم پری کے لئے گدی کی خیر منا رہے ہیں

خیر گدی کی وہ مناتے ہیں
جس کا کھاتے ہیں اس کا گاتے ہیں

میاں صاحب کے مریدوں میں خدا کے فضل سے مولوی شیر علی صاحب ایسے بزرگ بھی ہیں جو یونیورسٹی کی اعلیٰ ڈگریاں رکھتے ہیں۔ کیا ہم خدانخواستہ یہ خیال کر لیں کہ گدی کی پرستش سے اب وہ بھی اپنا تمام لکھا پڑھا فراموش کر بیٹھے ہیں۔ اور انہیں یہ بھی معلوم نہیں رہا کہ کثرت استعمال سے ناموں میں فک اضافت اس قدر عام بات ہے کہ ایک بچہ بھی اسے جانتا ہے مثلاً دیکھئے **شاہ جہاں۔ نور جہاں** خاندان مغلیہ کے شاہی نام ہیں۔ ہمارے ملک میں مقیم پر جزم ہے تو مضبوط [illegible] زیر نہیں [illegible] کیا کوئی عقلمند اب یہ سوال کرے گا کہ یہ کس زبان کے نام ہیں؟ کیا مولوی شیر علی صاحب خدا کی قسم کھا کر بیان کر سکتے ہیں کہ وہ ان ناموں [illegible] کو غلط جانتے ہیں یا انہیں سمجھ نہیں آتی کہ یہ کس زبان کے نام ہیں یا یہاں بھی شاہ اور نور کے الفاظ زائد ہیں اور اصل نام جہاں ہیں۔ اگر مولوی صاحب کا یہی خیال ہے تو وہ اپنا خلیفہ بیان [illegible]

لقد خولتم تعقلوا انا نعقوتا لا بالتی وقود [illegible] الناس [illegible]

ہمارے میاں صاحب کو تو حضرت مسیح موعود کے [illegible] کا حل ہی نہیں سوجھتا مگر انہیں مولوی شیر علی صاحب سے [illegible] الاطاعۃ امام“ کے استاد و شفیق ہونے کا فخر بھی حاصل ہے [illegible] حضرت صاحب کے اس شعر میں :۔

بہ خاصان حق کینہ است نا بجا
کہ شرمت آید از گیہان خدا

”گیہان خدا“ کی ترکیب پوچھنی چاہئے۔ جہاں ”فک اضافت“ کے علاوہ اضافت مقلوب بھی ہے۔ یعنے اصل میں تھا ”خدائے گیہان“ فک اضافت سے خدا گیہان ہوا اور ضرورت شعر کے لئے مقلوب کیا گیا ہے ”گیہان خدا“۔

افسوس ہے کہ ہمیں اپنے مکرم میاں صاحب کو سمجھانے کے لئے ایسی باتیں لکھنی پڑتی ہیں۔ جو صغیر سن بچوں کو بھی معلوم ہوتی ہیں۔ ع

ساتھ بچوں کے پڑا کھیلنا گویا ہم کو

محاسب

”وہ لکھ دینگے کہ مرزا قادیانی کاذب تھے“

یہ عنوان ہے۔ اس مضمون کا جو آج کل دوسری جگہ خواجہ حسن نظامی کی طرف سے شائع کیا جاتا ہے۔ یہ عنوان اور اس کے چند ابتدائی فقرات خاص طور پر قابل غور ہیں۔ میاں صاحب نے جیسا کہ امید تھی اس بات کو مان لیا کہ اگر وہ ایک سال کے اندر مر گئے تو ثابت ہو جائیگا۔ تو حضرت مرزا صاحب نعوذ باللہ کاذب تھے۔ اور آپ کے تمام دعاوی نعوذ باللہ باطل۔ وہ لکھتے ہیں کہ

”اس امر میں شک کیا ہے۔ کہ اگر مسیح موعود کے دعوے پر مباہلہ ہو۔ اور اثر مباہلہ کا ہمارے خلاف ظاہر ہو تو پھر حضرت مرزا صاحب کا دعوٰے خود بخود باطل ہو جاتا ہے“

ہاں اتنی زیادتی میاں صاحب نے کی ہے کہ مباہلہ کا اثر ان تمام پر آنا چاہئے۔ جو مباہلہ میں شریک ہوں لیکن ہم نہیں جانتے کہ [illegible] یہ کیونکر معلوم ہو گیا۔ کہ ایک سال کے اندر وہ یا ان کے ہمراہی ہزار آدمی جو شریک مباہلہ ہوں۔ کسی مصیبت میں مبتلا نہیں ہونگے۔ شاید [illegible] ہو کہ ہزار آدمیوں کا ان کے تجویز کردہ عذاب ”ذلت و رسوائی [illegible]“ خلاج وغیرہ میں مبتلا ہونا مشکل ہے۔ لیکن کیا خواجہ حسن [illegible] ہزار آدمیوں کے متعلق بھی یہی قیاس نہیں ہو سکتا۔ پھر اگر دونوں [illegible] بھی ہمراہیوں میں سے جو شریک مباہلہ ہوں۔ ایک سال کے اندر سب کے سب پر کوئی عذاب نہ آئے۔ تو اس سے آیا دونوں کی صداقت ثابت ہو گی یا کذب۔ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ

”جب قرآن کریم اس معیار کو پیش کرتا ہے تو [illegible] اثر نا واقعی کذب دعوے کی دلیل ہے“

مگر کیا وہ بتا سکتے ہیں۔ کہ قرآن کریم کی کس آیت میں ہر ایک [illegible] دی گئی ہے۔ کہ وہ دوسروں سے مباہلہ کیا کرے۔ اور اپنی یا [illegible] کی زندگی و موت پر اسلام یا مسیح موعود کی صداقت [illegible] رکھے۔ کہاں یہ لکھا ہے۔ کہ اگر میاں محمود کسی سے مباہلہ کریں [illegible] سال کے اندر مر جائے۔ تو اسلام نعوذ باللہ جھوٹا یا مسیح موعود کا دعویٰ باطل [illegible] یہ نہیں۔ اور ہرگز قرآن نے اس کی اجازت نہیں دی [illegible] میاں صاحب کوئی مامور ہیں۔ کہ انہیں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے [illegible] وہ خدا کے لئے غور کریں۔ اور خدا کا خوف کر کے دیکھیں کہ [illegible] کوٹھری کے اندر ٹوٹا کٹورا نیچے نہیں مار رہے۔ پھر وہ دیکھیں [illegible] حسن نظامی کے ان الفاظ کو پڑھیں۔ کہ ”وہ لکھ دینگے کہ مرزا قادیانی کاذب تھے“ کیا یہ الفاظ ان کی غیرت ایمانی کو اپیل نہیں کرتے [illegible] کر سکتے ہیں۔ کہ اس قسم کے الفاظ ان کی طرف منسوب ہوں [illegible] پر جو اس قسم کی متزلزل بنیادوں پر قائم ہو ✦

خواجہ حسن نظامی کا اصرار سنت رسول اللہ

اپنے اس مضمون میں خواجہ حسن نظامی نے اس پر بھی زور دیا ہے کہ بالخیر اللہ [illegible] امانت رکھوانے اور ہزار آدمیوں کے

کو جو اصرار ہے۔ تو یہ دونوں شرائط سنت رسول اللہ صلعم کے مطابق نہیں۔ بلکہ خود حضرت میرزا صاحب جب مولوی عبد الحق غزنوی کے بالمقابل مباہلہ میں آئے۔ تو آپ نے اس قسم کی کوئی شرط تجویز نہیں کی۔ پھر میاں صاحب کیوں اب سنت رسول اللہ صلعم اور حضرت میرزا صاحب کی سنت کو پس پشت پھینک رہے ہیں۔ بظاہر یہ بات حق بجانب معلوم ہوتی ہے۔ خواجہ حسن نظامی بمعہ عیال و اطفال کے میدان مباہلہ میں آنے پر رضامند ہیں اور یہ بھی لکھ دینے کو تیار ہیں کہ اگر میں لاہور نہ آیا۔ تو میاں صاحب کو ان کا تمام ہرجانہ وغیرہ ادا کر دونگا۔ لیکن میاں صاحب اسے مانیں تو کیوں۔ ان کی تو عادت میں یہ داخل ہو گیا ہے۔ کہ ایک کھیل شروع کر کے پھر ایسی ایسی شرائط اپنی طرف سے شروع کر دیتے ہیں۔ جو میدان میں اترنے کے لئے ایک کافی روک بن جائیں۔ تین سال سے وہ اس قسم کے کھیل کھیل رہے ہیں۔ پہلے ہم سے نبوت پر مباحثہ کی ٹھانی۔ اور شرائط ہی کے طے کرنے میں سب کچھ غت ربود کر دیا پھر دوسرے سال اسمہ احمد پر کل دنیا کے عالموں اور فاضلوں کو بحث کا انہوں نے چیلنج دیا۔ جب ہماری طرف سے آمادگی ظاہر ہوئی۔ تو بس میاں صاحب نے وہی ناقابل قبول شرائط کا اڑنگا ڈال دیا۔ تیسری دفعہ شملہ پر بالمقابل تفسیر نویسی کی دعوت دی۔ اس پر جب حضرت فاضل امروہوی سینہ سپر ہوئے تو پھر وہی ٹال مٹول شروع ہو گئے۔ میں نہیں کرونگا۔ ان سے نہیں کرونگا میرا خطاب ان سے نہیں۔ کیوں نہیں۔ جب تفسیر نویسی میں قرب الٰہی کو آزمانا ہے تو خواہ کوئی ہو۔ مخالف جب ہے تو اس سے آزمانا ضروری۔ لیکن نہیں انہوں سے نہ ماننا تھا۔ اور نہ مانا۔ اب اس سال یہ مباہلہ کی کھیل کا اہتمام ہوا جس کے لئے بھی وہ ہمیشہ سے ہی تمنی رہا کرتے تھے۔ لیکن کیا کہنے ہیں میاں صاحب کے۔ کہ اسے بھی ٹالنے کی صورت نکال ہی لی۔ خواہ وہ کیسی ہی بیجا اور لغو کیوں نہ ہو۔ جہانتک اصل مباہلہ کا سوال ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی خواجہ حسن نظامی سے سروکار ہے۔ بلکہ اس میں ان کے بھی ویسے ہی مخالف ہیں۔ یہ ایک لغو کھیل ہے جو انہوں نے شروع کیا۔ اور میاں صاحب کی ایجاد کردہ بدعت سیئہ کو عملاً رائج کرنا چاہا۔ لیکن خدا نے بچا لیا۔ تو انشاء اللہ میاں صاحب اسے رائج نہیں ہونے دینگے۔ اس لئے جہانتک شرائط کا معاملہ ہے۔ میاں صاحب نے سوائے اسکے کیا کہا جائے۔ کہ علانیہ گریز کی راہ اختیار کی ہے +

"نوجوان لڑکی اور روپے والی عورت رشوت میں"

یہ بھی خواجہ حسن نظامی صاحب ہی کی مراسلت کے آخری حصہ کا عنوان ہے جسے دیکھ اور پڑھکر کون غیرتمند ہے جو شرم و حیرت سے انگشت بدنداں نہ ہو جائے۔ لکھنؤ کے کسی محمودی نے اگر ایسا کیا ہے جو اسوقت تک نہیں کہا جا سکتا۔ کہ کہانتک صحیح ہے۔ تو اسمیں کیا شک ہے کہ یہ نہایت ہی بے شرمی اور بے غیرتی کی بات ہے۔ اور نہایت ہی گرے ہوئے اخلاق کا نمونہ بہرحال ہم اسوقت تک اسکے متعلق یقینی طور پر کچھ کہہ نہیں سکتے۔ جبتک کہ پورے طور پر تحقیقات ہو کر اصل معاملہ ظاہر نہ ہو جائے۔ اور یہ نہ معلوم ہو کہ کیا واقعی کسی محمودی کا کوئی تعلق اس سے ہے بھی یا نہیں۔ یا کس حد تک ان کا تعلق ہے۔ اور کیوں؟ امید ہے۔ کہ خواجہ حسن نظامی کے علاوہ خود لکھنؤ کے محمودی بھی اصل معاملہ پر ایمانداری کیساتھ روشنی ڈالینگے +

مراسلات

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں حضرت مسیح موعود کے سوا کوئی بھی نبی نہیں ہوا؟

جناب میاں صاحب اور ان کے مریدوں کا عقیدہ ہے کہ امت محمدیہ میں سے تیرہ سو برس میں صرف ایک شخص نے نبوت کا درجہ پایا۔ اور وہ مسیح موعود ہے اور مسیح موعود کے سوا کسی نے کبھی نبوت کا درجہ نہیں پایا۔ اسکے ثبوت میں وہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ پیش کرتے ہیں جہاں حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ کہ

"نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں"۔

اب ہمکو دیکھنا چاہئے کہ اس عبارت کے وہی معنے ہیں جو میاں صاحب اور اُن کے مرید کرتے ہیں۔ یا کچھ اور۔ سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ حضرت صاحب اپنی نبوت کی کیا تعریف کرتے ہیں۔ حضرت صاحب ایسا غلطی کا ازالہ

"اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنے لغت کی رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنی صادق آئینگے نبی کا لفظ بھی صادق آئیگا۔ اور نبی کا رسول ہونا شرط ہے کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیب مصفے کی خبر اسکو مل نہیں سکتی اور یہ آیت روکتی ہے۔ لا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ اب اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ان معنوں کے رو سے نبی سے انکار کیا جاوے تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے۔ کہ یہ امت مکالمات مخاطبات الٰہیہ سے بے نصیب ہے کیونکہ جسکے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہونگے بالضرور اس پر مطابق آیت لا یظھر علی غیبہ کے مفہوم نبی کا صادق آئیگا"

یہاں حضرت صاحب صاف فرماتے ہیں کہ جس پر آیت لا یظھر علی غیبہ صادق آئے وہ نبی ہے (ہمیں یہاں اس بات پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں کہ یہ کس قسم کی نبوت ہے) جناب میاں صاحب بھی اسی آیت سے حضرت مسیح موعود کی نبوت کو ثابت کرتے ہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"پانچویں دلیل حضرت مسیح موعود کے نبی ہونے کی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے نبیوں کی جو تعریف قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے وہ آپ پر صادق آتی ہے۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ اللہ تعالےٰ نہیں غالب کرتا اپنے غیب پر مگر اپنے چندیدہ بندوں یعنی رسولوں کو (یعنی کثرت سے امور غیبیہ کا اظہار رسول پر ہی کرتا ہے) اور یہ شرط مسیح موعود میں پائی جاتی ہے۔۔۔ پس آپ رسول ہیں"۔

(حقیقۃ النبوت صفحہ ۲۰۲ و ۲۰۳)

اب اگر حضرت مسیح موعود سے پہلے کسی اور پر بھی یہ آیت صادق آتی ہے تو یہ ثابت ہو جائیگا کہ امت محمدیہ میں صرف ایک شخص (مسیح موعود) ہی نبی نہیں۔ بلکہ دوسرے بھی نبی ہوئے۔ پس دیکھنا یہ ہے کہ آیا کسی دوسرے پر بھی یہ آیت صادق آتی ہے یا نہیں؟ اسکے جواب میں حضرت صاحب فرماتے ہیں

"اللہ جلشانہ خود مدعی صادق کے لئے یہ علامت قرار دیکر فرماتا ہے وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم اور فرماتا ہے فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ رسول کا لفظ عام ہے۔ جس میں رسول اور نبی اور محدث داخل ہیں"۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۲۲)

"امام الزمان کی الہامی پیشگوئیاں اظہار علی الغیب کا مرتبہ رکھتی ہیں یعنی غیب کو ہر ایک پہلو سے اپنے قبضہ میں کر لیتی ہیں"۔ (ضرورت الامام صفحہ ۱۲)

"یاد رہے کہ امام الزمان کے لفظ میں نبی، رسول، محدث، مجدد، سب داخل ہیں"۔ (ضرورت الامام صفحہ ۲۴)

"قرآن شریف میں ہے فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ یعنی کامل طور پر غیب کا بیان کرنا صرف رسولوں کا کام ہے۔ دوسرے کو یہ مرتبہ نہیں عطا ہوتا۔ رسولوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں۔ خواہ وہ نبی ہوں یا رسول یا محدث اور مجدد ہوں"۔ (حاشیہ ایام الصلح صفحہ ۱۷۱)

اس پر اب زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ بات صاف ہے۔ جس پر آیت لا یظھر علی غیبہ الخ صادق آوے وہ نبی ہے اور نبی وہی ہے۔ جس پر آیت لا یظھر علی غیبہ الخ صادق آوے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہر ایک امام الزمان اور محدث اور مجدد پر صادق آتی ہے۔ پس وہ سب نبی ہیں۔ اور اس کا انکار کوئی ذی عقل کر ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ شرط جو میاں صاحب کے نزدیک رسولوں کے سوا کسی اور میں نہیں پائی جاتی وہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک محدثوں اور مجددوں میں پائی جاتی ہے۔ پس وہ سب رسول ہیں ہم تعجب کرتے ہیں کہ حضرت صاحب کی ایسی واضح تحریریں ہوتے ہوئے پھر بھی میاں صاحب اپنی ہی بات کو لے بیٹھے ہیں کہ اب تک اس امت میں مسیح موعود کے سوا اور کسی نے کبھی نبوت کا درجہ نہ پایا۔ امید ہے کہ میاں صاحب اور اُن کے مریدین پھر دوبارہ اس معاملہ میں غور کرینگے۔ اور آنحضرت صلعم کی اور آپ کی امت کے کاملین کی ہتک کرنے سے باز آجائینگے۔ کیا آنحضرت صلعم کی قوت قدسی ایسی ہی تھی؟ کہ صدیوں کے تیرہ سو برس میں صرف ایک فرد ہی مقام نبوت پر پہنچا سکی؟ تم تو بڑے ناز سے کہتے تھے کہ آنحضرت کی قوت قدسی ایسی کامل تھی کہ آپ کی پیروی سے نبوت ملتی ہے مگر اب یہ کیا ہو گیا کہ انہی پیروی کرنے والوں کو اس قابل ہی نہیں سمجھا جاتا کہ انہیں ظلی نبی کہا جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ تم نے آنحضرت صلعم کی قوت قدسی کو نہیں پہچانا۔ وہ تو ایسی کامل تھی کہ اس نے ایک نہیں بلکہ بہتوں کو نبی بنایا +

میاں صاحب اور اُنکے مریدین حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ بار بار پیش کرتے ہیں جس کی عبارت اوپر نقل کی جا چکی ہے۔ النبوت فی الاسلام میں اس کا کافی جواب دیا جا چکا ہے۔ کہ "مسیح موعود کے آپکا خصوصیت سے ذکر ہے اور ایک حدیث میں اسکو نبی اللہ کر کے بھی پکارا ہے۔ پس بات صرف یہ ہے کہ یہ خصوصیت آپکو حاصل ہے کہ اور کسی مجدد کا نام حدیث میں نبی اللہ نہیں آیا آپ کا آیا ہے"۔ (النبوت فی الاسلام صفحہ ۲۰۶ و ۳۰۶)

حدیث میں صرف مسیح موعود کو ہی کیوں نبی اللہ کہا گیا اور دوسروں کو یہ نام "حدیث" میں کیوں نہیں دیا گیا؟ حضرت صاحب اسی سوال کا جواب دیتے ہیں اور اس کا سبب یہ بتلاتے ہیں کہ

"جس قدر خدا تعالےٰ نے مجھ سے مکالمہ مخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آجتک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی"۔

اسکے سوائے اس عبارت کے اور کوئی معنے نہیں اگر یہ معنے جو ہم نے نہیں بلکہ حضرت صاحب نے خود کئے ہیں تسلیم نہ کئے جائیں۔ تو حضرت صاحب کی دوسری تحریریں غلط ٹھہرتی ہیں جن میں آیت لا یظھر علی غیبہ الخ کا دوسرے محدثوں اور مجددوں پر صادق آنا حضرت صاحب نے خود مانا ہے۔ غرض یہی معنے صحیح ہیں جنکی تائید ذیل کے چند حوالوں سے بھی ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں:

"میں نے ایک موقع پر ایک اعتراض کا جواب بھی انکو (یعنی صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کو) سمجھایا تھا جس سے وہ بہت خوش ہوئے تھے اور وہ یہ ہے۔ کہ جس حالت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہیں اور آپ کے خلفاء مثیل انبیاء بنی اسرائیل ہیں تو پھر کیا وجہ کہ مسیح موعود کا نام احادیث میں نبی کر کے پکارا گیا ہے مگر دوسرے تمام خلفاء کو یہ نام نہیں دیا گیا سو میں نے انکو یہ جواب دیا کہ جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء تھے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تھا۔ اس لئے اگر تمام خلفاء کو نبی کے نام سے پکارا جاتا تو امر ختم نبوت مشتبہ ہو جاتا اور اگر کسی فرد کو بھی نبی کے نام سے نہ پکارا جاتا تو عدم مشابہت کا اعتراض باقی رہ جاتا کیونکہ موسیٰ کے خلفاء نبی ہیں۔ اس لئے حکمت الٰہی نے یہ تقاضا کیا کہ پہلے بہت سے خلفاء کو برعایت ختم نبوت بھیجا جائے اور انکا نام نبی نہ رکھا جائے اور یہ مرتبہ انکو نہ دیا جائے تا ختم نبوت پر یہ نشان ہو۔ پھر آخری خلیفہ یعنی مسیح موعود کو نبی کے نام سے پکارا جائے تا خلافت کے امر میں دونوں سلسلوں کی مشابہت ثابت ہو جائے"۔ (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳)

اس عبارت کے جلی کردہ الفاظ کو غور سے پڑھو حضرت صاحب سے سوال کیا جاتا ہے کہ مسیح موعود کا نام "احادیث" میں نبی کر کے پکارا گیا ہے مگر دوسرے تمام خلفاء کو یہ نام نہیں دیا گیا سو اس کی وجہ کیا ہے؟ سائل کا سوال یہ نہیں کہ صرف مسیح موعود ہی کیوں نبی بنے اور دوسرے کیوں نبی نہ بن سکے بلکہ یہ ہے کہ "حدیث میں" صرف مسیح موعود کو ہی کیوں نبی کر کے پکارا گیا ہے اور دوسروں کو "حدیث" میں نبی کر کے نہیں پکارا گیا؟ اگر درحقیقت دوسرے تمام خلفاء نے نبوت کا درجہ نہیں پایا۔ اور صرف مسیح موعود ہی نے نبوت کا درجہ پایا۔ اور اسی لئے صرف مسیح موعود کا ہی نام نبی رکھا گیا۔ اور دوسرے تمام خلفاء کا نام نبی نہ رکھا گیا۔ تو ضرور تھا کہ حضرت صاحب فرماتے کہ چونکہ صرف مسیح موعود ہی نے نبوت کا درجہ پایا تھا۔ اسلئے صرف اسی کو نبی کر کے پکارا گیا۔ جب حضرت صاحب نے ایسا جواب نہیں دیا۔ تو ہمارا کیا حق ہے کہ اپنی طرف سے کوئی نئی بات تراش لیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ کے مثیل تھے اور حضرت موسیٰ کے تمام خلفاء نبی تھے اگر مثیل موسیٰ۔ موسیٰ سے افضل ہے اور اس کا مثیل مسیح مسیح سے افضل ہے تو پھر موسوی خلفاء کے مثیل موسوی خلفاء سے

*اس مضمون میں اولیاء اللہ اور مسیح موعود کو اس قسم کی نبوت کے دار شمار دیا گیا۔ وہ وہی جزوی اور ناقص نبوت ہے جسے محدثیت کے نام سے

اور اس لئے انکے مثیل بھی نبی ہونے چاہئیں۔ اگر ان کا ایک مثیل نبی ہے (یعنی مسیح موعود) تو دوسرے بھی نبی ہیں۔ اگر یہ حقیقت دونوں سلسلوں میں کامل مماثلت ہے تو نبوت کے امر میں بھی ہونی چاہئے صرف ایک خلیفہ (مسیح موعود) کے نبی ہونے سے نبوت کے امر میں کامل مشابہت نہیں ہوتی۔ اس صورت میں تو ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ مسیح موسوی نبی تھا اسلئے مسیح محمدی بھی نبی ہوا۔ اعتراض پھر بھی باقی رہتا ہے کہ موسیٰ کے دوسرے خلفاء بھی نبی تھے آنحضرت صلعم کے دوسرے خلفاء جو انکے مثیل تھے۔ کیوں نبی نہ ہوئے؟ سو اس بات کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ کہ آنحضرت صلعم کے باقی تمام خلفاء بھی ویسے ہی نبی تھے جیسے حضرت مسیح موعودؑ تھے۔ اور صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کے سوال میں اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے انکے سوال کا مطلب یہ ہے کہ جب مسیح موعود کو احادیث میں نبی کہا گیا ہے تو دوسرے تمام خلفاء [illegible] جو مثیل انبیاء بنی اسرائیل ہونے سے اسی طرح نبی ہیں جس طرح سے مسیح موعودؑ نبی ہیں احادیث میں نبی کر کے کیوں نہیں پکارا گیا اس سوال کا جواب حضرت مسیح موعودؑ یوں دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء تھے اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں تھا۔ (یعنی حقیقی معنوں میں کوئی نبی یعنی کوئی کامل نبی نہیں تھا) اس لئے اگر تمام خلفاء کو نبی کے نام سے (احادیث میں) پکارا جاتا تو امر ختم نبوت مشتبہ ہو جاتا (یعنی ختم نبوت کے بارہ میں لوگوں کو دھوکا لگ جاتا) اور اگر کسی فرد کو بھی (احادیث میں) نبی کے نام سے نہ پکارا جاتا تو عدم مشابہت کا اعتراض باقی رہ جاتا۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ کے خلفاء نبی ہیں"۔ اب ان الفاظ کے بعد دوسرے خلفاء کے نبی ہونے کے بارہ میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا حقیقت میں سب خلفاء نبی تھے۔ لیکن اگر ان سب کو "احادیث" میں نبی کر کے پکارا جاتا۔ تو امر ختم نبوت مشتبہ ہو جانیکا اندیشہ تھا اس لئے انکو احادیث میں نبی کر کے نہیں پکارا گیا"۔ اور پھر عدم مشابہت کا اعتراض دور کرنے کے لئے احادیث میں مسیح موعود کو نبی کر کے پکارا گیا۔ اگر دوسرے خلفاء نبی نہ تھے تو جیسا کسی فرد کو بھی نبی کے نام سے نہ پکارا جانے سے عدم مشابہت کا اعتراض باقی رہجاتا تھا ویسا ہی مشابہت ناقص ہونے کا اعتراض بھی باقی رہجاتا تھا۔

اب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۱ کی عبارت کو تذکرۃ الشہادتین کی عبارت سے ملا کر پڑھو جس کی تشریح اوپر ہو چکی ہے تو صاف ظاہر ہو جائیگا۔ کہ حضرت صاحب کا مطلب ہرگز ہرگز یہ نہ تھا کہ آپ سے پہلے کسی نے بھی اس امت سے نبوت کا درجہ پایا نہیں بلکہ مطلب صرف یہ ہے کہ احادیث میں صرف مسیح موعود کو نبی کر کے پکارنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ دوسرے تمام خلفاء پر اس قدر امور غیبیہ ظاہر نہیں ہوئے جس قدر مسیح موعودؑ پر ظاہر ہوئے۔ حضرت صاحب کی مراد ہرگز یہ نہ تھی کہ لغوی نبوت کی شرط (یعنی کثرت امور غیبیہ ظاہر ہونا) دوسرے خلفاء میں پائی نہیں جاتی بلکہ یہ تھی کہ شرط ضرور پائی جاتی ہے مگر جو کثرت امور غیبیہ ان پر ظاہر ہوئی وہ آپ کی نسبت کم تھی۔ یعنی دوسرے مجددین میں یہ شرط معمولی طور پر پائی جاتی ہے اور آپ میں اس سے بڑھکر اور یہی معنی درست ہیں کیونکہ حضرت صاحب سب محدثوں کو اور مجددوں کو آیت **لا یظھر علی غیبہ** الخ میں داخل کرتے ہیں اور ان سب پر کثرت سے امور غیبیہ کا ظاہر ہونا پہلے سے تسلیم کر چکے ہیں۔ اب ہم اپنے معنوں کی تائید میں دوسرا حوالہ پیش کرتے ہیں حضرت صاحب فرماتے ہیں۔

"ہم خدا کے ان کلمات کو جو نبوت یعنے پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے اسم سے موسوم کرتے ہیں اور ایسا شخص جسکو بکثرت ایسی پیشگوئیاں بذریعہ وحی دی جائیں یعنی اسقدر کہ اسکے زمانہ میں اسکی کوئی نظیر نہ ہو۔ اسکا نام ہم نبی رکھتے ہیں۔ کیونکہ نبی اسکو کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے" (چشمہ معرفت صفحہ ۱۸۰ و ۱۸۱)

یہ عبارت کیسی صاف اور کھلی ہے اور اس میں نبی کی تعریف بھی بہت صاف اور کھلے طور پر بیان کر دی گئی ہے جس شخص کو بکثرت ایسی پیشگوئیاں بذریعہ وحی دیجائیں یعنی اسقدر کہ اسکے زمانہ میں اسکی کوئی نظیر نہ ہو" اسکا نام ہم نبی رکھتے ہیں"۔ اس بات کے ثبوت میں کہ امام الزمان محدث یا مجدد کی پیشگوئیاں بھی اس کثرت سے ہوتی ہیں کہ ان کے زمانہ میں انکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حضرت صاحب کی تمام تحریروں کو پیش کرنا ضروری نہیں۔ صرف ایک حوالہ دیا جاتا ہے

"اس کی (قرآن کی) پیروی کرنیوالے کو معجزات اور خوارق دیئے جاتے ہیں اور وہ اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ دنیا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ... لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا اور یہ وعدہ ہے کہ ایدھم بروح منہ ویجعل لکم فرقانا ترجمان آیا تنکا یہ ہے کہ جو لوگ قرآن شریف پر ایمان لائینگے انکو مبشر خوابیں اور الہام دیئے جائینگے یعنے بکثرت دیئے جائینگے

حیات [illegible] ہے اور اس زمانہ میں ہم خود شاہد رویت ہیں"
(چشمہ معرفت حصہ دوم صفحہ ۱۴۰ و ۱۴۱)

اب یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ وہی شرط نبوت جو مسیح موعود میں پائی جاتی ہے۔ مسیح موعودؑ سے پہلے دوسرے سب محدثوں اور مجددوں میں بھی پائی جاتی ہے اور ان سب پر آیت **لا یظھر علی غیبہ** الخ اسی طرح صادق آتی ہے جس طرح سے وہ مسیح موعودؑ پر صادق آتی ہے پس وہ (سب اسی) طرح نبی تھے۔ جس طرح حضرت مسیح موعود نبی تھے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

"خدا تعالیٰ نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا ..... پس اس طرح پر بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا" (الوصیت صفحہ ۱۰)

اب میاں صاحب اور انکے مریدین کا اختیار ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بات مانیں یا اپنی منوائیں۔ ڈی۔ ایم۔ ابراہیم از کالیکٹ۔

وہ لکھدینگے کہ مرزا قادیانی کاذب تھے

آخر جناب میرزا محمود احمد صاحب خلیفہ قادیانی نے بذریعہ ایک مطبوعہ تحریر کے میری شرط قبول کر لی یعنی انھوں نے اقرار کر لیا کہ وہ ایک نوشتہ اس مضمون کا دیدینگے کہ اگر محمود احمد صاحب حسن نظامی کے مباہلہ میں فوت ہو گئے۔ تو ثابت ہوگا کہ جناب میرزا غلام احمد صاحب کاذب تھے اور ان کا مسیح موعود اور مہدی ہونیکا دعویٰ باطل تھا۔ اور تمام جماعت اس عقیدہ سے توبہ کر لیگی۔

یہی میرا منشا تھا کہ اس دردسری سے کچھ نتیجہ تو ظاہر ہو۔ زبانی باتوں میں تاویل کر لینے کی تو انکو خوب مہارت ہے۔ تحریر ہوگی تو پھر کچھ گنجائش نہ رہیگی۔ میرزا محمود احمد صاحب نے اپنا اعلان گیارہ صفحوں میں شائع کیا ہے جس کا جواب ۱۴ جنوری کے اخبار خطیب میں میں نے بھی شائع کرا دیا ہے اور اس کا خلاصہ آپ کے اخبار میں بھیجتا ہوں۔

گیارہ صفحہ کی طول کلامی میں انھوں نے انہی شرطوں کو دوہرایا ہے جو پہلے لکھ چکے تھے۔ اور جنکو میں نے پہلے ہی قبول کر لیا تھا۔ البتہ چند شرائط میں ترمیم چاہی تھی۔ اس ترمیم کو میرزا صاحب نہیں مانتے اور اپنی ضد پر قائم رہنا چاہتے ہیں۔ جن شرائط میں میں نے ترمیم چاہی تھی وہ یہ تھیں۔ (۱) میرزا صاحب کہتے ہیں ہر فریق تیسرے شخص کے پاس پانچ پانچ ہزار روپے جمع کرے۔ تاکہ کوئی فریق مباہلہ سے گریز کرے تو وہ روپے اسکو ملجائیں۔ میں کہتا ہوں یہ جوئے کی سی بازی ہے لہذا مجھے منظور نہیں۔ میں صرف ایک تحریر دیدونگا۔ کہ اگر میں نے گریز کی تو مرزا صاحب کا حرجانہ ادا کرونگا۔ اور مرزا صاحب سے اسکے عوض کوئی تحریر نہ لونگا۔ (۲) میرزا صاحب کہتے ہیں ایک ہزار آدمی ہر فریق مباہلہ میں اپنے ساتھ لائے۔ میں کہتا ہوں۔ یہ فضول خرچی اور اسراف ہے رسول خدا صلعم کی سنت تو یہ ہے کہ ہر فریق اپنے اپنے بال بچوں کو لیکر مقام مباہلہ پر آ جائے۔ چنانچہ میں دہلی سے اپنے عیال کو لیکر لاہور آ جاؤنگا آپ قادیان سے اپنے اہل و اطفال سمیت آ جایئے۔

اس دوسرے اعلان میں میرزا صاحب نے میری ترمیمیں قبول نہیں کیں۔ انکو انہی دونوں پر زیادہ اصرار ہے۔ مولینا ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہلحدیث نے ان شرطوں کو دیکھکر اپنے اخبار میں لکھا تھا کہ یہ تو میرزا محمود احمد صاحب نے ایسی قید لگائی ہے جو انکے والد نے بھی نہ لگائی تھی۔ مولوی عبدالحق صاحب غزنوی سے امرتسر میں ان کا مباہلہ ہوا تھا تو مرنے والے میرزا صاحب نے نہ پانچہزار روپے جمع کرائے تھے نہ ہزار آدمی بلائے تھے۔ یہ شرطیں تو غالباً اس واسطے ہیں کہ نہ ان کی تعمیل قبول کی جائیگی نہ مباہلہ ہوگا۔ میں نے مولینا کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔ اور اپنے جواب میں لکھدیا ہے کہ یہ دونوں شرطیں قابل ترمیم ہیں۔ آپکو سنت رسول اللہ صلعم کی موافق مباہلہ کرنا چاہئے۔ آنحضرت صلعم نے پانچہزار روپے اور گنتی کے ہزار آدمی کی قید نہ لگائی تھی۔ نہ آپ کے والد صاحب نے کبھی یہ شرطیں لگائیں۔ کم از کم اپنے والد کی سنت کو تو ترک نہ کیجئے۔

امید ہے کہ جناب میرزا محمود احمد صاحب ان شرائط کی ترمیم کو بھی اس طرح قبول کر لینگے جس طرح کہ انہوں نے اپنے والد صاحب کے کاذب ہونے کی شرط کو لکھکر دیدینے کا اقرار لیا ہے۔ اور مباہلہ سے گریز نہ فرمائینگے۔ کیونکہ اب یہ بات بہت مشہور ہو چکی ہے۔ اگر وہ مقابلہ سے ہٹ گئے۔ تو ان کی فرضی امامت کو بہت صدمہ پہنچ جائیگا۔

جوان اور روپے والی عورت رشوت میں

اہل قادیان دینداری کا زبانی دعوے تو بہت کرتے ہیں مگر انکے

دولتمند بیگم کا خط میرے نام آیا کہ قادیانیوں کے خلاف [illegible] کرنے کے لئے چھ سو روپے آپکو روانہ کرتی ہوں۔ اور پچاس روپے ماہوار دوامی خرچ کے واسطے مقرر کئے جاتے ہیں اور [illegible] کی دولتمند بیوہ ہوں۔ مجھے کسی فاضل سے نکاح کی بھی خواہش ہے میں نے جواب لکھدیا کہ نہ مجھے آپ کے روپے [illegible] کی ضرورت ہے۔ شریف بیگمات کو ایسے ناجائز ترغیبات [illegible] مناسب نہیں۔ اسکے جواب میں ان بیگم صاحب کا خط آیا کہ [illegible] واپس کر دو۔ میں خط واپس کرنیکو تھا۔ کہ لکھنؤ سے میرے [illegible] اطلاع دی کہ یہاں قادیانیوں نے کوئی فرضی جال آپکے [illegible] یہ اطلاع دیکھکر میں نے خط روک لیا۔ اور تحقیقات شروع کردی [illegible] ہوگیا کہ یہ بیگم صاحبہ فرضی تھیں اور قادیانیوں نے ایک جوان [illegible] والی عورت مجھکو رشوت میں دینی چاہی تھی تو میں ان خطوط [illegible] کے حوالہ کردونگا۔

اگر واقعی یہ خطوط لکھنؤ کی قادیانی جماعت کے ہیں تو کیسے [illegible] مقام ہے اور کیسا ذلیل دھبہ اس سے قادیانی گروہ پر [illegible] دینی معاملات میں ایسی قابل شرم حرکات بھی کیا کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس فرقہ کی اخلاقی حالت کیسی گندی اور غلیظ ہے۔

میں نے چھ سو یکمشت اور پچاس روپے ماہوار سے انکار محض اسواسطے کیا تھا۔ کہ قادیانیوں سے مباہلہ کرنے میں مجھے کسی سے چندہ لینے کی ضرورت نہ تھی۔ اور بیگم صاحبہ کو نصیحت اسواسطے کی تھی کہ میں ہندوستان کی شریف مستورات کی ان حرکتوں کو ملک کی ذلت سمجھتا ہوں۔ مگر کیا خبر تھی کہ ملک کی عزت تباہ کرنے اور قوم کی مستورات کو بدنام کرنے کی یہ فرضی کوشش کیگئی ہے۔ لکھنؤ کی تحقیقات مکمل ہونے کے بعد تمام خط و کتابت شائع کر دی جائیگی۔ اور عدالت تک یہ معاملہ جائیگا۔ حسن نظامی۔ ۱۵ جنوری ۱۹۱۸ [illegible]

معذرت

گذشتہ نمبر میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ اس پرچہ میں حضرت [illegible] ایدہ اللہ کی "ختم نبوت" کی تقریر شائع ہوگی۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کی کاپیاں وقت پر لکھی نہ جا سکیں۔ اس لئے [illegible] میں اسے دیا نہیں جا سکا۔ اور ایسا ہی بعض خانگی مصروفیات کی وجہ سے پورے [illegible] صفحات کا بھی اخبار تیار نہیں ہوا [illegible] پرچہ انشاء اللہ آٹھ صفحات پر ہوگا۔ اور اس میں حضرت [illegible] ایدہ اللہ کی مکمل تقریر درج ہوگی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
جلد ۵ - یکشنبہ ۲۷ جنوری ۱۹۱۷ء نمبر ۵۶

مولوی کرم الدین صاحب ساکن بھین کی علمیت اور قرآن دانی

۴ جنوری کے روزانہ پیسہ اخبار میں مولوی کرم الدین صاحب ساکن بھین نے بعہدہ تحصیل چکوال ضلع جہلم سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے گذشتہ سالانہ جلسہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے بعض خطرناک غلط بیانیوں سے کام لیا ہے۔ جو ان کے اس بغض و تعصب کو ظاہر کرتی ہیں جو ابتدا سے انہیں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ ہے۔ اور اس سے پیشتر حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ہی مقدمات کی صورت میں اعلانا ناس الحدب کا نقشہ پیش کر چکا ہے۔ ہمیں امید تھی کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی روز افزوں ترقی اور مولوی صاحب کی اس کے خلاف پے در پے ناکامیوں نے ان کی آتش فتنہ و فساد کو اب سرد کر دیا ہوگا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حسد کی بیماری نے ان کو اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ فزادھما اللہ مرضا کا قرآنی ارشاد ان پر صادق آتا ہے اور کسی حق بات کو بھی سن کر اس پر منصفانہ رائے زنی کرنا انہوں نے اپنی شان مولویت کے خلاف سمجھ رکھا ہے۔ مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ وہ جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام میں پہلے دن حضرت امیر مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کی تقریر کے وقت آئے۔ لیکن اس تقریر سے انہوں نے کیا فائدہ اٹھایا۔ حضرت کہیں تو حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب پر کیلا یعلم بعد علم شیئًا کا فقرہ چسپاں کیا۔ اور کہیں حضرت امیر ایدہ اللہ پر اپنی کم فہمی کی وجہ سے قرآن اور عربی نہ جاننے کا الزام دیا۔ حالانکہ نہ انہوں نے حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کے دہان مبارک سے کوئی بے علمی کی بات سنی۔ بلکہ آپ کے لیکچر کے بعد ہی جلسہ میں آئے۔ اور نہ ہی حضرت امیر ایدہ اللہ کے متعلق انہوں نے جو کچھ بیان کیا وہ کسی صداقت پر مبنی ہے بلکہ صریحًا ان کی اپنی کم فہمی کا نتیجہ ہے۔

مثال کے طور پر سب سے بڑا اعتراض جو انہوں نے کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ حضرت امیر مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ نے اپنی "ختم نبوت" کی تقریر میں ما ارسلناک الا کافۃ للناس کے یہ معنے کئے ہیں۔ کہ نہیں بھیجا ہم نے تجھے مگر کافی لوگوں کے لئے"۔ حالانکہ یہ صریحًا غلط ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے ایسے کوئی معنے نہیں کئے۔ جلسہ سالانہ کی تقریر کے نفظًا اس وقت کے نوٹ کئے ہوئے ہمارے پاس موجود ہیں "پیغام صلح" کی گذشتہ اشاعت میں اصل پیپر کے اندر چھپ بھی چکے ہیں۔ ان میں آپ نے ختم نبوت پر قرآن کریم کی آیات کو بطور شواہد بینہ پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ

> "جہاں تک قرآن کریم کی آیات ہیں۔ ان سے آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کی قطعًا گنجائش نہیں نکلتی شلًا وہ فرماتا ہے تبارک الذی نزل الفرقان علےٰ عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔ اس میں صاف طور پر تمام عالمین کے لئے آپ کو نذیر قرار دیا ہے۔ تو جب تمام عالمین کے لئے نذیر آپ بن گئے۔ تو معلوم ہوگیا۔ کہ اور کسی نذیر کی ضرورت نہیں پھر آپ کو رحمۃ للعالمین قرار دیا پھر فرمایا وما ارسلناک الا کافۃ للناس۔ پس اگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کامل نہیں رہی۔ تو بیشک اور نبی بنا دو۔ لیکن اگر آپ ہی تمام جہان کے لئے نذیر اور رحمۃ للعالمین ہیں تو سلسلہ نبوت اب جاری نہیں رہ سکتا"

اب اس آیت کریمہ وما ارسلناک الا کافۃ للناس کا ترجمہ آپ نے کہیں بھی نہیں کیا۔ بلکہ اس آیت کو پہلی آیات کے ساتھ پیش کر کے ختم نبوت پر ایک دلیل یہ دی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اولین اور آخرین کے لئے یکساں رسول ہیں۔ اور آپ کی رسالت سب ما دی ہے اور آپ کے بعد کسی اور [illegible]

اور ان معنوں کی رو سے اس آیت میں کافۃ کے یہ معنے لئے گئے ہیں۔ کہ ارسالۃ کافۃ ای عامۃ لجمیع الناس تمنعھم من الخروج عن الانقیاد لہا۔ یعنی ایسا بھیجا جو کافہ ہے یعنی عام ہے سب لوگوں کے لئے روکتا ہے ان کو اس کی فرمانبرداری سے خروج کیلئے۔ تفسیر کبیر امام رازی آیت سے مولوی صاحب کا وہ دعوٰے بھی باطل ہو جاتا ہے کہ کافۃ سوائے الناس کے صفت مقدم کا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مذکورہ بالا صورت صاف بتا رہی ہے کہ ناس کی صفت مقدم نہیں بلکہ ارسالۃ عامۃ کے معنوں میں یہ رسالت کی دراصل صفت ہے۔ اور اگر تکف الناس انت من الکفر (یعنی اے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم تو لوگوں کو کفر سے روکنے والا ہے) کے معنے کئے جاویں۔ جو وہ بھی امام رازی ہی نے اسی تفسیر کبیر میں بیان فرمائے ہیں تو بھی مولوی صاحب کا یہ کہنا غلط ہو گیا۔ کہ یہ لفظ کافۃ پیغمبر خدا صلے اللہ وسلم کی صفت نہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ ان دونوں صورتوں میں لفظ کافۃ ارسلناک کے ک سے حال واقعہ ہوا ہے۔ یعنے تو اے پیغمبر صلعم روکتا ہے۔ لوگوں کو کفر میں جانے سے یا تیری رسالت روکنے والی ہے لوگوں کو اپنی اطاعت سے باہر نکلنے سے۔ بعینہ یہی معنے امام راغب نے بھی کئے ہیں۔ جو لغت قرآن کے بیان کرنے میں امام مانے گئے ہیں۔ آپ اپنی مفردات کے صفحہ ۴۴۴ پر زیر لفظ کف تحریر فرماتے ہیں کہ کافۃ للناس اے کافۃ لھم عن المعاصی والھاء فیہ للمبالغۃ کقولہم راویۃ علامۃ امام موصوف نے اس میں کافۃ کے معنے کافا لہم عن المعاصی کر کے نہ صرف امام رازی کے مندرجہ بالا الفاظ کی ہی تائید کی۔ اور مولوی کرم الدین صاحب کی اس غلطی کو آشکارا کیا ہے۔ جو کافۃ کو سوا ناس کی صفت مقدم کے اور کچھ قرار دینے سے انکار کرتے ہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی ان الفاظ میں انہوں نے اس دوسری غلطی کو بھی صاف کر دیا ہے۔ جس میں مولوی صاحب نے کافۃ کی ۃ کو تاء تانیث سمجھ کر ٹھوکر کھائی ہے۔ اور بتا دیا کہ یہ تاء تانیث نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو وہی ھا آتا ہے جو علامۃ اور راویۃ میں مبالغہ کے لئے ہمیشہ آتی ہے۔

اسی کے موافق کافۃ کے ایک معنے احاطہ کر لینے والا کے بھی مفسرین نے کئے ہیں۔ لغت میں تو لسان العرب جیسی مستند کتاب بھی فاقتلوا المشرکین کافۃ کے معنے کرتی ہے قاتلوا المشرکین محیطین۔ مشرکین سے جنگ کرو احاطہ کئے ہوئے۔ اور انہی معنوں کے موافق تفسیر کشاف میں اسی وما ارسلناک الا کافۃ للناس پر یہ صاف لفظ لکھے ہیں کہ ارسالۃ عامۃ لہم محیطۃ بہم لانہا اذا شملتہم فقد کفتہم ان یخرج منہا احد منہم۔ یعنے رسالت عامہ ہے ان کے لئے جو ان پر احاطہ کرنے والی ہے۔ کیونکہ جب وہ ان سب کو شامل کرتی ہے۔ تو روکتی ہے ان کو اس بات سے کہ کوئی ان میں سے باہر رہے۔ چونکہ سب کو اس میں شامل کرنا تھا اس لئے احاطہ کر لینے کے معنے بھی آگئے۔ اور یہی پھر بھی ارسالۃ ہی کی صفت جو بصورت حال واقعہ ہوئی ہے۔ بعینہ یہی معنے جو تفسیر کبیر اور مفردات راغب سے نقل ہوئے ہیں۔ روح المعانی میں بھی آئے ہیں۔ جہاں لکھا ہے کہ اصلہ من الکف بمعنی المنع واریدبہ العموم لما فیہ من المنع من الخروج یعنی اس کی اصل کف سے ہے جس کے معنے ہیں منع کرنے کے۔ اور اس میں عموم کا ظاہر کرنا مقصود ہے یعنی اس سے باہر کوئی نہیں رہ سکتا اب ان تمام حوالجات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ لفظ کافۃ کے متعلق مفسرین نے یہی تسلیم کیا ہے کہ ارسلناک کے ک سے بصورت حال واقعہ ہو کر اس کی صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ اور روح المعانی میں یہ بھی ہے۔ کہ وھو حال من المفعول ارسلناک وللناس متعلق بہ یعنے وہ ارسلناک کے معنوں سے حال واقعہ ہوا ہے اور للناس اسی سے متعلق ہے۔ مولوی صاحب کا ان باتوں سے انکار کرنا ان کی اپنی ناواقفیت پر دال ہے۔

یہ تو ہے مولوی صاحب کی عربی دانی اور قرآن فہمی کا جواب۔ رہا یہ کہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے جلسہ سالانہ پر کیا معنے کئے۔ اس کو میں اوپر بتا چکا ہوں۔ ہاں یہاں پر اس قدر اور وضاحت کر دینی ضروری سمجھتا ہوں کہ جو شخص آج قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ چھپوا کر دنیا جہان کے ہاتھوں میں دیتا ہے۔ جس کے پڑھنے والوں میں عربی کے بڑے بڑے ماہر بھی موجود ہیں۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ عربی سے ناواقف ہے مولوی صاحب کی اپنی عقل و فہم کا پتہ دیتا ہے۔ بھلا جو شخص زبان سے ہی ناواقف ہے۔ وہ اس قسم کا ترجمہ کر کے دنیا کے سامنے کیونکر رکھ سکتا ہے۔ پھر آؤ ہم تمہیں دکھائیں کہ اسی انگریزی ترجمۃ القرآن میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے جہاں جہاں کافۃ کا لفظ آیا ہے۔ وہاں سوائے تمام اور جمیع کے اور کوئی ترجمہ کیا ہی نہیں۔ یہ اس بات کا مزید ثبوت ہے کہ جلسہ سالانہ کی تقریر سے جو کچھ مولوی صاحب نے سمجھا۔ اور [illegible]

ہیں وہ ان کی اپنی ناسمجھی کی بات ہے یا صریح مغالطہ دہی ہے۔

آیات قرآنی جن میں کافۃ کا لفظ آیا ہے

معہ ترجمہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ

(۱) یا ایہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ۔ اے ایمان والو تم سب کے سب حلقہ اطاعت میں منسلک ہو جاؤ۔ O you who believe enter into submission one and all. صفحہ ۹۷ ترجمۃ القرآن انگریزی حضرت مولینا محمد علی صاحب۔

(۲) وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ and fight the polytheists all together as they fight you all together. تم سب کے سب مشرکین سے جنگ کرو۔ جیسا کہ وہ تم سب کے ساتھ لڑتے ہیں۔

(۳) وما کان المومنون لینفروا کافۃ and it does not beseem believers that they should go forth all together

ان تینوں موقعوں کے بعد آخری اور چوتھا موقعہ اس آیت کا [illegible] ہے۔ چنانچہ صفحہ ۸۴۴ پر یہ آیت آتی ہے۔ اور آپ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں and we have not sent you but to all the men ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کی طرف فرمایئے مولوی صاحب کہاں اور کس جگہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے [illegible] کافی کے کئے ہیں۔ اگر آپ کا بیان صحیح ہوتا۔ اگر حضرت امیر ایدہ اللہ کافۃ کے معنے کافی بھی جائز سمجھتے تو کیوں ان تمام موقعوں سے کسی ایک موقعہ پر بھی یہ معنے نہ کرتے لیکن نہیں۔ یہ تو مولوی صاحب کی اپنی غلط فہمی تھی کہ انہوں نے ایسا سمجھا۔ اور پھر اس کے خلاف ثابت کرنے میں جن دلائل سے کام لیا وہ اور بھی ان کی علمی پردہ دری کرنے والے ہیں۔

آخر میں مولوی صاحب نے ہم احمدیوں کو حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کو نبی حقیقی نہ سمجھنے کی وجہ سے دوگونہ رنج وعذاب میں مبتلا بتلایا ہے مگر انہیں یاد رہے۔ کہ ہمارے پاس تو بفضلہ تعالےٰ ایسے شواہد موجود ہیں جو حضرت مسیح موعود کو اس الزام سے کہ آپ نے حقیقی نبوت کا دعوٰی کیا بری ثابت کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک تو آپ کا دعوٰے جو کچھ بھی تھا وہ [illegible] اہل سنت ہی کے مذہب کے مطابق تھا جیسا کہ آپ نے خود فرمایا کہ

> "ان اللہ ما اراد من نبوتی الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ وھو مسلم عند اکابر اھل السنۃ۔ یعنی میری نبوت سے اللہ تعالیٰ کی سوائے کثرت مکالمہ کے اور کوئی مراد نہیں اور یہ اکابر اہل سنت کے نزدیک مسلم ہے"

اسی کی اور بھی وضاحت کی اور فرمایا کہ

> "سمیت نبی من اللہ علےٰ طریق المجاز لا علےٰ وجہ الحقیقۃ۔ میرا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجازی طور پر نبی رکھا گیا۔ نہ حقیقی طور پر"

اب اس مجازی نبوت کے متعلق اگر مولوی صاحب اکابر اہل سنت کا [illegible] ہیں کہ وہ جاری ہے۔ تو پھر مرزا صاحب کے اس دعوٰے کو بھی [illegible] نبوت حقیقی پر محمول کرنا یا منبع کفر بتانا نہ صرف خلاف اسلام ہے بلکہ خود اکابر اہل سنت کی ہتک ہے جنہوں نے اسی قسم کے دعاوی کئے۔ اور اگر اس نبوت مجازی کو بھی [illegible] کے بعد جائز نہیں سمجھتے تو بھی اکابر اہل سنت کو ملحد کر انہوں نے [illegible] اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب۔ حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت سید عبد القادر جیلانی جیسے عظیم الشان بزرگوں پر ایک طرح سے حملہ کیا۔ جنہوں نے اس قسم کے دعوے کئے ہیں۔ پس دوگونہ رنج وعذاب میں وہ مبتلا ہیں نہ ہم۔ ہم تو اسی [illegible] اہل سنت جو کہ مانتے چلے آئے ہیں۔ اور اسی کا حضرت مسیح موعود نے [illegible] آپ ایک طرف ان اکابر اہل سنت کو مانتے بھی ہیں۔ اور پھر ان کی [illegible] کرتے ہیں۔ پس بتایئے دوگونہ رنج وعذاب میں کون مبتلا ہوا۔

ایسا ہی حال ان لوگوں کا بھی ہے جو ایک طرف حضرت [illegible] بھی بتاتے ہیں اور آپ کے تمام نہ ماننے والوں کو خارج از دائرہ اسلام [illegible] مانتے ہیں۔ کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لینا ہی ایمان [illegible] نہیں جب تک کہ حضرت مسیح موعود پر کوئی شخص ایمان نہ لائے مگر [illegible] سچے معنی نہ کلمہ کو بدل دیتے ہیں اور ان باتوں کو بھول کر کسی [illegible] جیسے ختم نبوت کے زبان سے مقر لیکن اعتقاد اسکے [illegible] محمد رسول اللہ کی رسالت کی گواہی دینگے لیکن [illegible] اللہ صلعم کا ماننا آج ویسا ہی ہے جیسے کہ آنحضرت صلعم کے وقت میں [illegible] مان لینا جس طرح کوئی شخص محض حضرت عیسیٰ کو مان کر مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے۔ ویسے ہی یہاں بھی مرزا صاحب کو مانے بغیر [illegible] کو ماننے سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔

[illegible] یہ ہیں وہ دو رنگیاں جو ان [illegible] قدم بڑھا رہے ہیں [illegible]

جلد ۵ | مقام اشاعت احمدیہ بلڈنگس لاہور یک شنبہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۲۷ جنوری ۱۹۱۸ء | نمبر [illegible]

ملفوظات حضرت مسیح موعود

آنحضرت صلعم کے اخلاق فاضلہ

(سلسلہ کے لئے دیکھو اخبار ۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء نمبر ۵۴)

انصاف اور ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں مسیح کو بالکل ناکامیاب ماننا پڑتا ہے کیونکہ اصل بات یہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جس قسم کا موقعہ ملا ہے مسیح کو نہیں ملا ہے ... یہی وجہ ہے کہ مسیح کو کامل نمونہ ہم کہہ ہی نہیں سکتے۔ انسان کے ایمان کی تکمیل کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ اول یہ دیکھنا چاہیے کہ جب وہ مصائب کا تختہ مشق ہو اس وقت خدا تعالے سے وہ کیسا تعلق رکھتا ہے؟ کیا وہ صدق اخلاص۔ استقلال اور سچی وفاداری کے ساتھ ان مصائب پر بھی انشراح صدر سے اللہ تعالے کی رضا کو تسلیم کرتا اور اس کی حمد وستایش کرتا ہے یا شکوہ و شکایت کرتا ہے۔ اور دوسرے جب اس کو عروج حاصل ہو اور اقبال اور فروغ ملے تو کیا اس اقتدار اور اقبال کی حالت میں وہ خدا تعالے کو بھول جاتا ہے۔ اور اس کی حالت میں کوئی قابل اعتراض تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے یا اسی طرح خدا سے تعلق رکھتا اور اس کی حمد وستایش کرتا ہے۔ اور اپنے دشمنوں کو عفو کرتا اور ان پر احسان کر کے اپنی عالی ظرفی اور بلند حوصلگی کا ثبوت دیتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کو کسی نے سخت مارا ہے۔ اگر وہ اس پر قادر ہی نہیں ہوا کہ اس کو سزا دے سکے۔ اور اپنا انتقام لے۔ پھر بھی وہ کہے کہ دیکھو میں نے اس کو کچھ بھی نہیں کہا تو یہ بات اخلاق میں داخل نہیں ہو سکتی اور اس کا نام بردباری اور تحمل نہیں رکھ سکتے کیونکہ اسے قدرت ہی حاصل نہیں ہوئی۔ بلکہ ایسی حالت ہے کہ گالی کے صدمہ سے بھی رو پڑے تو یہ تو سنگ دلی اور بے چارگی کا معاملہ ہے اس کو اخلاق اور بردباری سے کیا تعلق!!!

مسیح کے اخلاق کا نمونہ اسی قسم کا ہے۔ اگر انہیں کوئی اقتداری قوت ملتی اور اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کی توفیق انہیں ہوتی۔ پھر اگر وہ اپنے دشمنوں سے پیار کرتے اور ان کی خطائیں بخش دیتے تو بیشک ہم تسلیم کر لیتے کہ ہاں انہوں نے اپنے اخلاق فاضلہ کا نمونہ دکھایا لیکن جب یہ موقعہ ہی ان کو نہیں ملا تو انہیں اخلاق کا نمونہ ٹھہرانا صریح غلطی ہے جب تک دونوں پہلو نہ ہوں۔ خلق کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ اب مقابلہ میں ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ جب مکہ والوں نے آپ کو نکالا۔ اور تیرہ برس تک ہر قسم کی تکلیفیں آپکو پہنچاتے رہے۔ آپ کے صحابہ کو سخت سخت تکلیفیں دیں جن کے تصور سے بھی دل کانپ جاتا ہے۔ اس وقت جیسے صبر اور برداشت سے آپنے کام لیا وہ ظاہر بات ہے۔ لیکن جب خدا تعالے کے حکم سے آپ نے ہجرت کی اور پھر فتح مکہ کا موقع ملا تو اس وقت ان تکالیف اور مصائب اور سختیوں کا خیال کر کے جو مکہ والوں نے تیرہ سال تک آپ پر اور آپ کی جماعت پر کی تھیں آپکو حق پہنچتا تھا کہ قتل عام کر کے مکہ والوں کو تباہ کر دیتے اور اس قتل [illegible]

تھا۔ کیوں کہ ان تکالیف کے لئے وہ واجب القتل ہو چکے تھے۔ اس لئے اگر آپ میں قوت غضبی ہوتی تو وہ بڑا موقعہ انتقام کا تھا کہ وہ سب گرفتار ہو چکے تھے مگر آپ نے کیا کیا؟ آپ نے ان سب کو چھوڑ دیا۔ اور کہا لا تثریب علیکم الیوم۔

یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے مکہ کی مصائب اور تکالیف کے نظارے کو دیکھو کر قوت وطاقت کے ہوتے ہوئے کس طرح پر اپنے جانستان دشمنوں کو معاف کیا جاتا ہے۔ یہ ہے نمونہ آپ کے اخلاق فاضلہ کا جس کی نظیر دنیا میں پائی نہیں جاتی۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مکہ والوں نے آپ کی نری تکذیب نہیں کی تھی۔ نری تکذیب سے جو محض سادگی کی بنا پر ہوتی ہے اس دنیا میں اللہ تعالے سزا نہیں دیتا ہے لیکن جب مکذب شرافت اور انسانیت کی حدود سے نکل کر بے حیائی اور دریدہ دہنی سے اعتراض کرتا ہے اور اعتراضوں ہی کی حد تک نہیں رہتا بلکہ ہر قسم کی ایذا دہی اور تکلیف رسانی کے منصوبے کرتا ہے اور پھر اس کو حد تک پہنچاتا ہے تو اللہ تعالے کی غیرت جوش میں آتی ہے اور اپنے مامور و مرسل کے لئے وہ ان ظالموں کو ہلاک کر دیتا ہے جیسے نوح کی قوم کو ہلاک کیا یا لوط کی قوم کو اس قسم کے عذاب ہمیشہ ان شرارتوں اور مظالم کی وجہ سے آتے ہیں جو خدا کے ماموروں اور انکی جماعت پر کئے جاتے ہیں ورنہ نری تکذیب کی سزا اس عالم میں نہیں دی جاتی اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے اور اس نے ایک اور عالم عذاب کے لئے رکھا ہے۔ عذاب جو آتے ہیں وہ تکذیب کو ایذا کے درجے تک پہنچانے سے آتے ہیں۔ اور تکذیب کو استہزا اور ٹھٹھے کے رنگ میں کر دینے سے آتے ہیں اگر نرمی اور شرافت سے یہ کہا جاوے کہ میں نے اس معاملہ کو سمجھا نہیں اس لئے مجھے اس کے ماننے میں تامل ہے تو یہ انکار عذاب کو کھینچ لانیوالا نہیں ہے کیونکہ یہ تو حرف سادگی اور کمی علم کی وجہ سے ہے میں سچ کہتا ہوں کہ اگر نوح کی قوم کا اعتراض شریفانہ رنگ میں ہوتا تو اللہ تعالے نہ پکڑتا سارتی قوم اپنی کرتوتوں کی پاداش میں سزا پاتی ہیں خدا تعالے نے تو یہاں تک بھی فرما دیا ہے کہ جو لوگ قرآن سننے کے لئے آئے ہیں ان کو امن کی جگہ تک پہنچا دیا جاوے۔ خواہ وہ مخالف اور منکر ہی ہوں اس لئے کہ اسلام میں جبر اور اکراہ نہیں ہے فرمایا لا اکراہ فی الدین لیکن اگر کوئی قتل کریگا یا قتل کے منصوبے کریگا اور شرارت میں ...... اور ایذا رسانی کی سعی کرتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ سزا پاوے۔ قاعدہ کی بات ہے کہ مجرمانہ سزا پر ہر ایک پکڑا جاتا ہے پس مکہ والے بھی اپنی شرارتوں اور مجرمانہ حرکات کے باعث اس قابل تھے کہ انکو سخت سزائیں دی جاتیں اور انکے وجود سے اس ارض مقدس اور اس کے گرد نواح کو صاف کر دیا جاتا مگر یہ رحمۃ للعالمین اور انک لعلی خلق عظیم کا مصداق اپنے واجب القتل دشمنوں کو بھی پوری قوت اور مقدرت کے ہوتے ہوئے کہتا ہے لا تثریب علیکم الیوم اب پادری ہمیں بتائیں کہ مسیح کے اس خلق کو ہم کہاں ڈھونڈیں؟ انکی زندگی میں اسکا نمونہ کہاں سے لائیں؟ جبکہ وہ انکے عقیدہ کے موافق ماریں ہی کھاتا رہا۔ اور جسکو سر رکھنے کی جگہ بھی نہ ملی۔ اگرچہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ ہم خدا تعالے کے ایک نبی اور مامور کی نسبت یہ گمان کریں کہ وہ ایسا ذلیل اور مغلوک الحال تھا انسان کا سب سے بڑا نشان اس کا خلق ہے لیکن ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری پھیر دینے والے معلم کی [illegible]

[illegible] مسیح کی [illegible] کہتا ہے یہودیوں [illegible] اخلاق [illegible]
ہیں اور ریاکو حرامکار کہتے ہیں اور کتوں اور سوروں کی تشبیہ دیتے ہیں [illegible]
فقیہ اور فریسی نرم نرم الفاظ میں کچھ پوچھتے ہیں اور وہ دینوی وجاہت [illegible]
سے بھی رومی گورنمنٹ میں کرسی نشین تھے انکے مقابلہ میں انکے سوالوں کا [illegible]
تو بہت ہی نرمی سے دینا چاہیے تھا اور خود انکو سمجھانا چاہیے تھا [illegible]
سمجھ کے گالی پر گالی دیتے چلے جاتے ہیں یہی ان کا اخلاق [illegible]
بار بار کہتا ہوں کہ اگر قرآن شریف نہ ہوتا اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم
نہ آئے ہوتے تو مسیح کی خدائی اور نبوت تو ایک طرف شاید کوئی [illegible]
کوئی عالی خیال اور وسیع الاخلاق انسان ماننے میں بھی تامل کرتا مگر قرآن شریف [illegible]
ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا احسان مانو کہ تمام نبیوں کو [illegible]
مسیح پر کہ اسکے متعلق ان کی نبوت کا ثبوت خود دیا +

نعمت عظمےٰ

حضرت مسیح موعود کی تقاریر جو اس سے پہلے [illegible]
کے اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں اب کتابی صورت [illegible]
کر کے طبع کرائی گئی ہیں۔

یہ کتاب ۳۶۲ صفحہ پر ختم ہوئی ہے۔ اور اس میں حضرت اقدس مسیح موعود کی وہ معرکۃ الآرا تقاریر جمع [illegible] آپ نے مختلف اوقات پر فرمائیں۔ یہ تقریریں گویا علوم الہیات کے چشمے ہیں۔ جن سے سرگردان بادیہ ضلالت اپنی تشنگی بجھا سکتے ہیں۔ اور اسلام کے آب زلال [illegible] سیراب ہو سکتے ہیں +

جو لوگ مذہبی تحقیقات میں مشغول ہیں۔ اور جنہیں دوسرے مذاہب کے مناظرین سے واسطہ پڑتا ہے میرے خیال میں ان کے لئے یہ کتاب ایک نعمت عظمےٰ ہے۔ اور ہمارے احمدی احباب کو تو ان تقاریر سے خاص طور پر فایدہ اٹھانا چاہیئے +

غرض یہ کتاب نہ صرف ہمارے احباب کو اپنے پاس ہی رکھنی چاہیئے بلکہ جن کو خدا توفیق دے ان کو اس کی مفت اشاعت بھی کرنی چاہیئے +

قیمت قسم اعلےٰ عہ
[illegible] عہ
مجلد قسم اول [illegible]
قسم دوم [illegible]

المشتہر
میرزا یعقوب بیگ آنریری سکرٹری احمدیہ
انجمن اشاعت اسلام [illegible]

انہیں حد سے بڑھا یا۔ اور نبی حقیقی بنا کر غلو کے مرتکب ہوئے۔ فالحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ صراط مستقیم دکھایا۔ جو افراط و تفریط کے ان دونو فتنوں سے پاک ہے۔ انعمت علیہم کی وہی راہ ہے اور اللہ تعالیٰ اسی پہ قایم رکھے۔ آمین +

"تبلیغ اسلام" کے عنوان سے ہمارے مراد آبادی معاصر "رہنما" نے اپنے دوسرے ہی نمبر میں جماعت احمدیہ کے اس افتراق کا ذکر کرتے ہوئے جو یورپ میں بھی جا حایل ہوا ہے۔ اور اس پر ہم احمدیوں کو مطعون کرتے ہوئے یہ سوال کیا ہے کہ

"مفتی محمد صادق صاحب نومسلموں کو خالص "احمدی" بنا رہے ہیں۔ چونکہ ان کا مشن عام مسلمانوں کے دست اعانت کا ممنون نہیں ہے اس لئے ہمیں انکے طریق کار پر رائے زنی کرنے کا منصب حاصل نہیں ہے۔ لیکن خواجہ کمال الدین صاحب عام مسلمانوں سے روپیہ حاصل کرتے ہیں اسلئے انکے طرز تبلیغ پر ضرور ہمیں ناقدانہ نظر ڈالنے کا حق حاصل ہے۔ اس "حق" کی بنا پر ہم خواجہ صاحب سے باادب دریافت کرتے ہیں کہ وہ براہ کرم اس معاملہ پر سچائی کے ساتھ روشنی ڈالیں کہ وہ یورپین نومسلموں کو "مسلمان" بنا رہے ہیں یا "احمدی" اور اس شبہ میں صداقت کو تو کچھ دخل نہیں ہے کہ خواجہ صاحب بظاہر اسلامیت مگر در پردہ "احمدیت" کی تبلیغ کر رہے ہیں"

"مسلمان" اور "احمدی" اور "اسلامیت" اور "احمدیت" میں جناب رہنما نے جو تضاد قایم کرنا چاہا ہے ہم حیران ہیں کہ اس کا کیا جواب دیں۔ سوائے اس کے کہ اپنے لائق معاصر سے یہ پوچھیں کہ اس کے نزدیک۔ ان الفاظ کا کیا مطلب ہے۔ مسلمان اسکے نزدیک کون ہیں۔ اور احمدی کو وہ کیا سمجھتے ہیں۔ اسلامیت کیا چیز ہے۔ اور احمدیت سے وہ کیا مراد لیتے ہیں۔ آیا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا ہی کسی کے مسلمان ہونیکے لئے کافی ہے یا نہیں۔ اور آیا ہمارے فاضل معاصر کے نزدیک احمدیت کسی اور مذہب یا کلمہ کا نام تو نہیں۔ اگر ہے۔ تو وہ ہمارا مذہب نہیں۔ نہ حضرت خواجہ صاحب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے سوائے کوئی اور کلمہ وہاں پڑھواتے ہیں۔ اسلئے یہاں تک احمدیت اور اسلام کا تعلق ہے۔ یہ کوئی دو جداگانہ مذہب نہیں۔ جیسا کہ "مسلمان" اور "احمدی" کو بالمقابل رکھکر جناب "رہنما" نے سوال کیا ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں۔ کہ "احمدیت" اسلام ہی کے اندر ایک خاص فرقہ کا امتیازی نام ہے۔ جیسے حنفی۔ شافعی۔ مالکی وغیرہ مسلمانوں ہی کے بعض دوسرے فرقوں کے نام ہیں۔ تعجب ہے۔ کہ ہمارے مخالف ان سب فرقوں کے ہوتے ہوئے۔ احمدیت کے ہی منہ آنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اور جب کبھی "احمدیت" کا نام لیتے ہیں۔ تو اسے اسلام سے علیحدہ ہی ایک فرقہ بتاتے ہیں۔ کاش وہ دیکھیں اور غور کریں کہ عملی طور پر ایمان اور اسلام کا نام جس گروہ پر صادق آتا ہے۔ وہ وہی ہیں جنہیں وہ اسلام کے بالمقابل رکھکر احمدی کے نام سے پکارتے ہیں۔ تو اس لحاظ سے "احمدیت" اسلام سے جداگانہ چیز نہیں۔ بلکہ عین اسلام ہے۔ ہاں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ ان فرعی مسایل کی تلقین میں جو جماعت احمدیہ کی خصوصیات میں سے ہیں۔ ان نومسلموں کو کہاں تک شریک کیا جاتا ہے تو اس سوال کا تو جواب صاف ہے۔ کہ نہ ابھی تک ان باتوں کی ضرورت ہے۔ اور نہ ان کو چھیڑا گیا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کا ماہوار رسالہ اسلامک ریویو اس حقیقت پر شاہد ہے کہ نومسلموں کو کن باتوں کی تعلیم دی جاتی ہے کاش کوئی دیکھے۔ اور ان بیش قیمت مضامین کو پڑھکر جو اسلام کی عظمت و فضیلت کے ثبوت میں اس رسالہ میں شایع ہوتے ہیں سبق حاصل کرے۔ کہ جن کو مخالف اسلام بتایا جاتا ہے۔ وہی اسلام کی افضلیت اور اعلےٰ شان کے کسقدر معترف ہیں۔ نومسلموں کو ابھی عام اسلامی تعلیمات کی ہی ضرورت ہے۔ ان فرعی مسایل میں انہیں ابھی ڈالنے کی ضرورت نہیں لیکن تعجب ہے کہ ان بار بار کی تصریحات کے باوجود مسلمان ہیں کہ کوئی نہ کوئی فتنہ کی راہ نکالنا چاہتے ہیں۔ ناقدانہ نظر ڈالنے کا تو ہمارے مسلمانوں کو بہت جلد حق حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن جیب سے دیکھ پیسہ نکالنا بڑا مشکل امر ہے۔ کاش اور نہیں۔ تو انہی کالموں میں جہاں ان سوالات اور اعتراضات کو جگہ دی جاتی ہے۔ اس اسلامی مشن کے لئے چندوں وغیرہ کی بھی ترغیب دلائی جاسکے۔ لیکن نہیں۔ خود تو نہ کچھ دیتا ہے نہ اس کی تحریک کرتا۔ صرف دوسروں کے چند پیسوں کے سہارے پر اعتراضات سوجھتے ہیں۔ پبلک کو بدظن کرنے کے لئے سوالات کئے جاتے ہیں۔ حالانکہ جو دینے والے ہیں۔ ان کو ان باتوں کا خیال بھی نہیں ہوتا۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر ان نومسلموں کو احمدی بھی بنایا جاتا ہو۔ اور ان فرعی مسایل کی بھی انہیں تعلیم دی جاتی ہو۔ تو بھی ان کا احمدی مسلمان ہونا عیسائی اور دشمن رسول اللہ صلعم ہونے سے بہتر اور افضل ہے۔ کاش کوئی غور کرے۔ اور تصدق واعن سبیل اللہ کا مصداق نہ ہو +

خواجہ حسن نظامی اور میاں صاحب

مباہلہ بلا اذن

اپنے مرشد کے فرزند میاں محمود اور نئی روشنی کے صوفی حسن نظامی کی زور آزمائیاں نہایت افسوس سے مشاہدہ کر رہا ہوں خدا جانے یہ ہماری شامت اعمال ہے یا احمدیت کے حسن و جمال کو کسی کی نظر لگ گئی ہے۔ کہ روحانیت اور معرفت و یقین کے وہ تمام اصول جن کے رخ زیبا سے حضرت مسیح موعود نے نہایت صفائی سے پردہ اٹھاکر دنیا کو حیران کر دیا تھا۔ اور جن کی تیز کرنوں سے لامذہبی اور دہریت کے وساوس و شبہات کی ظلمتوں کو دور کر دیا تھا۔ بدقسمتی سے ان تمام اصولوں پر اسی برگزیدہ الٰہی کا فرزند اس طرح ہاتھ صاف کر رہا ہے کہ دیکھکر رونا آتا ہے۔ الہام۔ نبوت۔ ختم نبوت۔ دعا وغیرہ سب ہی کے ساتھ تو ہولی کھیلی گئی۔ میں یہاں ان پر تفصیل سے بحث نہیں کرتا کیونکہ مجھے اس وقت اس نئی ہولی کی طرف توجہ دلانی ہے۔ جو مباہلہ کے رنگ میں کھیلی جارہی ہے۔ کس قدر جرأت ہے۔ خدا کی خدائی میں اپنی شرکت سمجھ رکھی ہے۔ کہ دونو فریق جن میں سے ایک اپنے آپ کو مسیح موعود کا خلیفہ سمجھتا۔ اور بڑے تکبر سے اپنے انکار کو تمام انبیائے بنی اسرائیل اور خود حضرت نبی کریم صلعم کا انکار قرار دیتا ہے۔ اور دوسرا اپنے آپکو تصوف کا ملجا و ماوا سمجھتا ہے۔ بغیر خدا کی اجازت کے دونو مباہلہ کے میدان میں اترتے ہیں۔ گویا جب یہ دونو دعا کرینگے۔ تو پھر خدا کے اختیار میں یہ بات نہ رہے گی کہ چاہے تو ان کی دعا قبول کرے یا نہ کرے بلکہ وہ مجبور ہو جائیگا۔ کہ دونو لاڈلے جب ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوں۔ تو ایک کی پیٹھ ٹھونکے اور دوسرے کا اپنے ہاتھ سے گلا دبا دے یہ خدا کے ساتھ مذاق کرنا نہیں ہے۔ تو اور کیا ہے۔ صریح اس کی قدرت اس کی مشیت اس کے علم سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ سخن فہمی عالم بالا معلوم شد۔ ہمیں تو حضرت ظلافت مآب اور جناب تصوف پناہ دونو کی معرفت اور علم کی حقیقت کھل گئی۔ اب چاہے دونو زندہ رہیں یا دونو مرجائیں۔ یا ایک زندہ رہے اور دوسرا مر جائے۔ اس کو جہالت کی جنگ کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اگر خدا اپنے نبی یا مامور کو کہے یا اجازت دے کہ تو مباہلہ کر۔ تب تو معلوم ہو گیا کہ خدا کی مشیت یہ ہے کہ اگر اس کے مامور کے ساتھ کوئی شخص مباہلہ کریگا تو وہ اپنے وعدہ کے مطابق اس کی دعا کو ضرور قبول کر دیگا۔ اور حق و باطل کا دعا کے ذریعہ فیصلہ کریگا۔ لیکن اگر خدا نے اجازت نہیں دی اور حکم نہیں دیا۔ بلکہ ایک شخص جو مامور نہیں اپنی مرضی سے مباہلہ کرتا ہے۔ تو بتاؤ کہ مباہلہ تو ایک دعا ہے۔ کس نے ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ کہ وہ دعا ضرور قبول بھی ہو جائیگی بہرحال دعا ہے۔ اور دعا کے متعلق قبول کرنا یا نہ کرنا خدا کا اختیار ہے۔ اگر خدا کی تقدیر مبرم یہ ہو۔ کہ وہ شخص جو صحیح عقاید رکھتا ہے اس سال میں مر جائیگا۔ تو کیا مباہلہ کی وجہ سے خدا ٹال دیگا۔ یعنے اب خدا مجبور ہو جائیگا کہ کیا کیا جائے۔ یہ شخص تو مباہلہ کر بیٹھا۔ اور اگر وہ شخص چالاک ہو تو ہر سال کسی نہ کسی کافر سے مباہلہ کر لیا کرے۔ دنیا میں ہزاروں کافر مرے پڑے ہیں۔ اب خدا ہیں کہ نعوذ باللہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں کہ کیا کریں۔ یہ شخص تو بڑا عیار نکلا۔ اس کے دنیا میں رہنے کا زمانہ تو گذر چکا۔ مگر اس کو مباہلہ کے ذریعہ ایک ایسا آبحیات کا چشمہ مل گیا ہے کہ ہماری خدائی بھی نہیں چلتی۔ اور یہ جیتے جاتا ہے +

دیکھو خدا کی مشیتوں اور قدرتوں کے ساتھ کھیل نہ کرو۔ وہ غنی عن العالمین ہے۔ اس کی ذات کی بے نیازی سے عارف کو چاہئے کہ ہر وقت ترساں رہے۔ رسول کریم صلعم سے بڑی بڑی فتوحات اور کامیابیوں کے وعدے تھے۔ مگر جنگ بدر میں جس قلق اور اضطراب سے رسول کریم نے دعا مانگی ہے۔ اور جو بیتابی آپکو تھی اس کو پڑھکر دل ہل جاتا ہے۔ صدیق اکبر جیسا صاحب معرفت لپٹ جاتا ہے کہ حضور اس قدر بیتاب کیوں ہیں اللہ تعالےٰ نے صادق الوعد ہے۔ اپنے وعدے ضرور پورے کریگا۔ مگر کیا بات تھی جس نے رسول کریم صلعم کو اس قدر بیتاب کر رکھا تھا۔ وہ تھی خدا کی بے نیازی! وہاں تک ابوبکر کی نگاہ نہ پہنچی تھی۔ مگر یہاں تو بے نیازی چھوڑ کر وعدہ بھی کوئی نہیں۔ کہ جب ایک مومن اور کافر آپس میں مباہلہ کیا کرینگے تو میں مومن کو زندہ رکھونگا اور کافر کو مارونگا۔ حضرت نبی کریم صلعم نے مباہلہ کی دعوت دی۔ مگر خدا کے حکم کے ساتھ۔ حضرت مسیح موعود نے مباہلہ کا اشتہار دیا۔ مگر خدا کے حکم کے ساتھ۔ بغیر خدا کے حکم کے بتاؤ۔ خدا کے لئے بتاؤ۔ کہ کہیں یہ وعدہ ہے کہ کوئی بھی مباہلہ کرے میں ضرور اس دعا کو سنونگا۔ اور اگر یہ وعدہ نہیں۔ تو تم کہاں سے لاڈلے آگئے کہ خدا سے جبراً اپنی دعائیں منواؤ گے۔ کیا خدا کے فرزند ہو یا اس کی خدائی میں کوئی تمہاری شرکت ہے۔ اگر قبول کرے تو اسکی مرضی نہ کرے تو اسکی مرضی خدا حق و باطل کا یہ معیار کیسے ہو سکتا ہے جس چیز کی بنیاد شبہ در شبہات پر ہے اس کی پیروی کر کے تم فی قلوبھم زیغ والے فتوے کے نیچے تو نہیں آگئے۔ مولوی محمد یحییٰ صاحب جہانگیر پوری نے حضرت مسیح موعود کو خط لکھا تھا کہ ایک غیر احمدی مولوی مجھ سے مباہلہ کرنا چاہتا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں مباہلہ کروں۔ تو اس عارفوں کے سرتاج نے فرمایا کہ مباہلہ کرلو مگر مباہلہ کی دعا میں اپنے آپ کو پیش نہ کرنا بلکہ مجھے پیش کرنا یعنے یہ شخص اگر دعوے میں جھوٹا ہے۔ تو اس کا وبال اسی پر پڑے کیونکہ بعض دفعہ کوئی ابتلا کسی شخص عامی کی اپنی شامت اعمال سے اس کے لئے مقدر ہوتا ہے۔ تو اس طرح باوجود حق پر ہونے کے بعض دفعہ اسپر ابتلا آجاتا ہے جس سے حق اور باطل میں التباس اور گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ جو گناہ ہے۔ اس لئے اسی شخص کو پیش کیا جائے۔ جو مدعی ہے۔ اور جس کو مباہلہ کرنے کا اذن ہے۔ ورنہ اس طرح بعض دفعہ فتنہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔

یہ وہ مفہوم ہے جو آپ نے مولوی محمد یحییٰ صاحب کو اپنے خط میں لکھا تھا۔ وہ زندہ موجود ہیں۔ ان سے قسم دیکر پوچھ لو کہ یہ حق ہے یا نہیں ممکن ہے کہ کوئی جلد باز محمودی اپنی عادت کے بموجب بول اٹھے کہ بعض احمدیوں کے مباہلہ کو بھی حضرت صاحب نے اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ سچ ہے مگر یہ صرف تائید کے لئے پیش کئے ہیں جانتے جبکہ وہ پورے ہو چکے۔ مگر ان مباہلوں کو کبھی اپنی صداقت کی بنیاد اور معیار نہیں ٹھیرایا۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ آپ نے بعض لوگوں کی رویا کو اپنی تائید میں پیش کیا حالانکہ حقیقۃ الوحی میں خواب نبیوں کی بہت مٹی پلید کی ہے۔ کیونکہ کسی حق اور صداقت کی تائید میں اگر کوئی رویا آجائے۔ یا کوئی دعا یا مباہلہ اس کے حق میں پورا ہو جائے تو وہ تائیداً پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس کے معنے یہ ہونگے کہ اس دعا کو خدا نے بالذات منظور فرما لیا۔ اور حق کی تائید کر دی۔ لیکن کسی شخص مدعی کی صداقت کا مدار کبھی دوسرے غیر مامور شخص کی رویا یا دعا پر رکھا نہیں جا سکتا کوئی تبلائے کہ حضرت مرزا صاحب نے کبھی یہ قرارداد لکھکر دی کہ کوئی میرا مرید اگر کسی غیر احمدی سے مباہلہ کر کے مر جائے تو میں جھوٹا ٹھیرونگا۔ خدا کے لئے سوچو یہ کیا تماشا ہے جو تم نے بنا رکھا ہے۔ اس سے بڑھکر اور لغویت کیا ہو سکتی ہے۔ کہ زید اور بکر دو شخص مباہلہ کریں ایک اسلام کی طرف سے ایک کفر کی طرف سے۔ زید مر گیا۔ تو اسلام جھوٹا۔ بکر مر گیا تو کفر جھوٹا۔ دونو مر گئے تو اسلام و کفر دونو جھوٹے۔ دونو زندہ رہے تو اسلام و کفر دونو سچے۔ سبحان اللہ کیا منطق ہے۔ کیا معیار حقیقت ملا ہے۔ یہ آپکے معرفت کے راز سربستہ ہیں جو ظلافت مآب اور تصوف پناہ کے ذریعہ سے دنیا پر کھلے ہیں۔ ہو رہتا ہمکو خدا نے کہاں وعدہ کیا ہے کہ جب بھی کوئی دو شخص مباہلہ کرینگے تو میں سچے کو زندہ رکھونگا اور جھوٹے کو مار دونگا۔ پھر لطف یہ کہ ہزار ہزار آدمی دونو طرف سے ہوں۔ پوچھو کہ خدا اب سال بھر تک ان ہزار آدمیوں کو کسی تکلیف میں مبتلا نہ کریگا۔ بلکہ بسم اللہ کے گنبد میں بند رکھیگا کیونکہ مجبور ہے اس لئے کہ ایک لاڈلا مباہلہ کر بیٹھا ہے دوسری طرف ایک ایسا گنبد کا گولہ آسمان سے گریگا جس سے ہزار ہزار آدمی کی طرح سو جائینگے۔ ظلافت مآب ہمیشہ دریں بلا واسطہ فرشتوں کے ساتھ باتیں کرنیکے عادی ہیں۔ جو چاہینگے اپنی ضد سے منوا لینگے۔ بھی وہی ضد چلیگی جو یہاں دنیا میں بندوں کے ساتھ چلتی ہے۔ واللہ اگر دونو طرف سے کوئی نہ مرا۔ تو پھر کیا ہوگا۔ یا ہزار آدمی میں سے کچھ آدمی ایک مر گئے کچھ ان کے مر گئے۔ تو پھر فیصلہ کس طرح ہوگا۔ حسن نظامی صاحب تماشے کے بہت شوقین ہیں۔ کچھ اس کے متعلق بھی لکھوالیں۔ اگر ایک فریق میں تماشا زیادہ چڑھا اور دوسری طرف سرد کی زیادہ شکایت ہوئی تو پھر کس طرح فیصلہ ہوگا۔ تماشا کرنا ہے۔ تو پوری طرح کریں۔ ورنہ اد محمود جنت کچھ فایدہ نہ ہوگا۔ سوانگ نکلے تو پورا نکلے ہمارے ظلافت مآب تو عقل یاں کیا ہی کر رہے تھے۔ مگر تصوف پناہ صاحب نے جو بے قدری کی ہے وہ کمال ہی خدا کے کلام کو بھی پڑھا ہے۔ آپکے ماموروں اور رسول کے کلام کو بھی دیکھا ہے۔ ان میں بھی بڑی بڑی تحدیاں ہیں۔ اور وہ حق ہیں۔ کیونکہ خدا کو کبریائی زیبا ہے اور مامور اور رسول تو اسکے حکم سے بولتے ہیں۔ مگر حسن نظامی صاحب نے باوجود ایک نام نہاد صوفی اور ایک عبد خاکی ہونے کے جو تحدی کی ہے وہ سب سے ہی بڑھ گئی۔ کہ بس وہ وہ بجنو اکے آؤ مجھ تک آؤ سعالم کی قبر دیکھ کر آؤ۔ گاڑی بغل کے لئے ریزرو کرا کے آؤ مجیرہ دیکھو ارے واہ رے میرے شیر! یہ رنگ نہ ہوں۔ تو آجکل پیری فقیری چلتی نہیں۔ یہ بیشتر سے بدل کے نہ دکھاؤ تو مریدوں پر رعب کس طرح پڑے

وہ بھی سخدی کرکر کے مریدوں پر رعب جمایا کرتے ہیں۔ مگر آفرین ہے آپ پر خوب سیر کو سوا سیر ہو کر ملے۔ وہ سخدی کی۔ کہ میاں صاحب بھی گرد ہو کر رہ گئے۔ اگر میاں صاحب کے مریدوں میں کوئی حق طلبی کا مادہ ہو تو اس سے عبرت پکڑیں۔ اور سبق حاصل کریں۔ اور جانیں کہ محض لفاظی سے لوگوں پر اثر ڈالنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ میاں صاحب کی لن ترانیاں حسن نظامی سے بڑھکر نہیں۔ پھر ان لن ترانیوں پر عش عش کرنا اور سر دھننا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

غرضیکہ میاں حسن نظامی صاحب نے کمال کر دکھایا کیا زور دکھایا ہے۔ گو یا فصاد قدر انکے ہاتھ باندھے غلام ہیں۔ انکے مریدوں پر تو بہت اچھا اثر پڑا ہوگا۔ مگر ارباب بصیرت پر انکے نمود کی قلعی کھل گئی ہے ع

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

اگر انکو معرفت اور حقیقت سے کچھ بھی حصہ ہوتا۔ اگر انکو باری تعالیٰ کی سنت اور قوانین سے اسکے دربار کے آداب اور تعظیم سے کچھ بھی واقفیت ہوتی۔ اسکی کبریائی جبروت اور بے نیازی کا کچھ بھی علم ہوتا۔ تو یہ تکبر اور خدائی دعوی ہرگز نہ کرتے۔ انکی عبارت سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملک الموت سے قبض روح کرنے کا چارج لے چکے ہیں۔ اور یہ انکو یقین کامل ہے کہ اپنے مخالف کی روح ایک آن میں قبض کر لینگے۔ اور دنیا کو وہ نظارہ دکھا دینگے جو خود خدا نے بھی کبھی اپنے مخالف ... کے متعلق بھی نہ دکھایا۔ ایک مٹی کا پتلا ہو کر۔ ایک عاجز اور ضعیف انسان ہو کر بغیر خدا کے حکم اور اس کی اجازت کے اسقدر تحدی اور کبریائی۔ گویا اپنی موت اور اپنی ہستی بیچارگی اسو دنت بھول ہی گئی۔ یہ کلمات ایک عارف کی زبان سے ہرگز نہیں نکل سکتے۔ صوفی صاحب ایک ہزار مخالفوں کی ایک آن میں روح قبض کرکے اگر تجھے دکھا دیں تب بھی ہیں ان کو اب عارف تو ہرگز نہیں مان سکتا۔ انکو خبر ہی نہیں کہ خدا کے دربار کا یہ ادب کیا ہے۔ وہ کبریا العلی العظیم۔ غنی عن العالمین ذات ہے۔

اخبار وں میں لفظوں کے ذریعہ خدا سے جو چلے کر لینے جو آجکل کے صوفیوں کا وطیرہ ہے اور چیز ہے یہ ایک شاعرانہ لفاظی ہوا کرتی ہے جس کے اندر حقیقت کچھ نہیں ہوتی۔ معرفت اور حقیقت چیزے دیگر است۔ جس کی صوفی صاحب کو ہوا تک نہیں لگی۔ وہ دھوکا خوردہ ہیں۔ وہ اللہ میاں سے جو چلے کی باتیں کرتے ہیں کیا تحقیقی اور معرفت اور خدا جانے کیا کچھ سمجھتے ہیں۔ اور کچھ نہیں تو مریدوں پر اچھا اثر پڑ جاتا ہے شہرت کے پروں میں قوت آ جاتی ہے۔ لیکن اگر دھوکہ خوردہ نہیں اور دانستہ ایسا کرتے ہیں تو اور بھی زیادہ قابل افسوس ہے ؎

ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

کبھی کسی کافر دشمن اسلام کو تو اس طرح دعوت نہ دی کہ نعش کے لئے گاڑی تیار کرا کے آؤ۔ آج خدا جانے خدائی کا چارج لیکر یہ تحریر لکھی تھی۔ اللہ اللہ۔ میں پڑھ پڑھ کر حیران ہوتا ہوں۔ اف رے ضعیف انسان تیری لن ترانی اور دعوی خدائی! کہنے کو صوفی ہیں۔ اپنی ہستی مٹا چکے ہوئے ہیں مگر لکھتے وقت دل میں کوئی خدا کا خوف نہیں آتا۔ کہ میں کسقدر تکبر کے کلمے منہ سے نکال رہا ہوں۔ کیا تصوف کو بدنام کیا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

پھر سب سے بڑھکر جس بات نے صوفی صاحب کے کیریکٹر کو بہت بُرے رنگ میں دنیا کے آگے پیش کیا ہے وہ ان کا ایک جھوٹ ہے جو حضرت مسیح موعود کی مخالفت میں انہوں نے بولا ہے اپنے دوسرے مضمون میں انہوں نے میاں محمود احمد صاحب سے تحریر لینے کے لئے یہ عذر پیش کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ مرزا صاحب جب مولوی ثناء اللہ کے مقابل مباہلہ کرکے مر گئے۔ تو انکے مریدوں نے تاویلیں کر لیں۔ اس لئے تحریر لے لینا پہلے ضروری ہے تاکہ مباہلہ کا کچھ فائدہ تو ہو۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑیگا۔ کہ صوفی صاحب نے صریح جھوٹ بول کر اپنے تقدس کے دامن پر نہایت بدنما داغ لگا دیا ہے۔ جس کو کسی مباہلہ کا صابن صاف نہیں کر سکتا۔ کیا یہ سچ نہیں کہ مباہلہ کے لئے ضروری ہے کہ دونوں فریق ملکر ایک ہی معیار پر حق وباطل کے فیصلہ کے لئے دعا کریں۔ اور بالمقابل دعا کریں۔ اور جس کی یہاں تک ضرورت ثابت ہے کہ صوفی صاحب تو میاں محمود احمد کو اجمیر بلا رہے تھے اور میاں محمود احمد صاحب ان کو لاہور بلا رہے ہیں۔ اور نہ آنے پر پانچ ہزار کی ضمانت ضبط یا ہرجانہ ادا کرنا جس کا ابھی فیصلہ نہیں ہوا۔ ہاں تو اس قدر اہم شرط مباہلہ کی "بالمقابل دعا کرنی" ہے۔ لیکن کیا یہ سچ نہیں کہ مولوی ثناء اللہ مقابلہ میں نہیں آیا۔ ہرگز نہیں آیا۔ دیکھو میں پھر کہتا ہوں۔ جس کے کان سننے کے ہوں سنے۔ کہ ہرگز نہیں آیا۔ بلکہ اس کے اخبار میں معیار یہ چھپا۔ کہ انما نملی لھم لیزدادوا اثما۔ کہ گنہگاروں کو ڈھیل دی جاتی ہے۔ تاکہ گناہ میں بڑھیں۔ اور مسیلمہ کذاب کی مثال پیش کی گئی۔ جو رسول کریم صلعم کے بعد زندہ رہا۔ یہ الگ بحث ہے کہ وہ اپنے گھر کے ہی معیار کے مطابق

عالم نسواں

دختران اسلام کے حقوق

مسز نیڈو کی وکالت

۲۸ دسمبر کی شب کو اسلامی تعلیمی کانفرنس کے شعبہ تعلیم نسواں کے اجلاس میں مسز نیڈو کی زبان فصاحت یوں شکر افشاں ہوئی۔

میں یہاں اس پلیٹ فارم پر اپنی ان تمام بہنوں کی وکیل کی حیثیت سے کھڑی ہوں جو اپنی چار دیواریوں میں بند اور محبوس ہیں۔ میں جو حقوق مانگنے آئی ہوں۔ غالباً میری تمام مسلم پردہ نشین بہنیں صاد کرینگی۔ یہ آپ کی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے وہ حقوق ہیں جو خدا اور اُن کے رسول نے انہیں دے رکھے ہیں۔ مگر آپ نے چھین لئے ہیں میں پھر ان کو رسول اللہ صلعم کا واسطہ دیکر واپس مانگتی ہوں۔ عہد اسلام عرب اور ہندوستان میں مسلم خواتین کے کارنامے یاد کیجئے ان کی علمی۔ سیاسی۔ مادی و روحانی ترقیات پر نظر کیجئے۔ اور پھر اپنی موجودہ بہنوں اور بیٹیوں کی حالت پر غور فرمائیے۔ اللہ رے انقلاب دوران! آپ کی عورتوں کو اب ان سے کوئی نسبت ہے؟ اچھا خواتین عہد ماضیہ کو بھی جانے دیجئے۔ آج دیگر ممالک اسلامیہ کی عورتوں کا مقابلہ ہندی مسلمات سے کیجئے۔ کیا حجاز، شام، روم، مصر، مراکش، ٹیونس، طرابلس اور ٹرکی کی مسلم خواتین سے ہماری ہندی مسلمان بہنوں کو کوئی نسبت ہے؟ وہ ایسی ہی جاہل درگی للعار اور غلام ہیں جیسی آپ نے اپنی عورتوں کو بنا رکھا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تاریخ اسلام میں مسلم خواتین کے شاندار کارناموں سے قطع نظر کرکے آج بھی جنگ طرابلس میں آپ کی مسلم بہنوں نے جس مردانگی کیساتھ ظالموں سے مقابلہ کیا ہے۔ آپ سب حضرات جانتے ہیں۔ بتائیے کہ مسلمات ہند بھی کسی مرض کی دوا ہیں۔؟ کوئی زندگی رکھتی ہیں؟ بھائیو یاد رکھو۔ کہ تم نے ہماری بہنوں کو جاہل رکھا تو اس کا خمیازہ بھی اٹھاؤ گے۔ اور اٹھا رہے ہو۔ اور کیوں نہ اٹھاتے جو بوؤ گے وہ کاٹو گے۔ جہالت بوؤ گے جہالت کاٹو گے مائیں جاہل ہونگی وہم پرست ہونگی۔ ضعیف و ناتوان ہونگی تو انکے آغوش میں پرورش پانے والے۔ اور ان کے دودھ کے پلنے والے بیٹے کیا ہونگے؟ بتانے کی ضرورت نہیں "گندم از گندم بروید جو ز جو" ضعیف سے ضعیف ہی پیدا ہونگے۔ مگر صاحبو! میں بھی جانتی ہوں۔ کہ آپ بیدار ہو رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کی بیداری کبھی معمولی بیداری نہیں ہوتی۔ وہ جب چلتے ہیں تو تیز کی رفتار سے منزل پر جا پہنچتے ہیں۔

حضرات! آپ اپنی عورتوں کو بیش قیمت زیورات سے آراستہ کرکے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر یہ سچی محبت نہیں۔ محبت جب ہو کہ آپ انہیں زیور علم سے آراستہ کریں طلائی و مرصع فانی ہیں۔ اگر اور حوادث سے کبھی بچ رہے تو اولاد میں تقسیم ہوتے ہوتے غائب ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر آپ انہیں زیور علم بخشیں گے۔ تو یہ وہ ورثہ ہوگا۔ جو نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتا چلا جائیگا۔ اور کبھی فنا نہ ہوگا۔ کیا یہی انصاف ہے کہ تم اپنے بیٹوں کو نئی روشنی بخشو اور بیٹیوں کے حقوق پامال کرکے انہیں زندہ درگور اور قدیم رسم جاہلیت کو تازہ کرو؟ انسان کامل عبارت ہے مرد و عورت کے اشتراک و اجتماع سے انسانی دھڑ دو ٹانگوں پر قائم ہے۔ اور گاڑی دو پہیوں پر چلتی ہے کیا تم ایک ٹانگ کو لنگ و ناکارہ بنا کر ہم امید کر سکتے ہو کہ یہ دھڑ یونہی قائم رہیگا۔ کیا کوئی گاڑی ایک پہیہ پر چل سکتی ہے۔ ہمارا دعوے ہے کہ عورتوں کو جو حقوق قرآن شریف نے بخشے ہیں آج تک کسی مذہب نے نہیں بخشے۔ کیا آپ انہیں اُن کے وہ جائز حقوق دینا نہیں چاہتے۔ جو خدا نے انہیں دیئے ہیں کیا آپ ارشاد خداوندی اور احکام قرآنی کو بھی پس پشت ڈالنے کو تیار ہیں؟ تعلیم نسواں کے خلاف عموماً یہ عذر کیا جاتا ہے کہ جو لڑکی صرف تعلیم حاصل کرکے فاضلہ بن جائے اور خانگی کاموں کے لائق نہ رہے انہیں کون مرد پوچھیگا؟ وہ اپنے شوہر اور بچوں کی خدمت کیونکر کریگی؟ وہ کپڑے کیونکر سئے گی۔ وہ کھانا کیونکر پکائیگی۔ وہ دوسری خدمات خانگی کیونکر انجام دیگی؟ یعنے عورت صرف ادنے خدمات خانگی کے لئے پیدا ہوئی ہے صرف مذہب و سیاست کے دروازے اس پر مسدود ہیں۔ ...

ہاں اگر آپ تعلیم نسواں کے روادار ہیں تو آپ کے تمام مطالبات میں پہلا مطالبہ لازمی تعلیم نسواں ہونا چاہیئے۔ ضرورت ہے کہ سہروردیہ بیگم۔ بیگم سخاوت حسین اور مولوی کرامت حسین جیسے محب وطن افراد کی جنہوں نے تعلیم نسواں کے مدرسے کھولکر ایثار و قربانی کا ثبوت دیا ہے۔ اور اپنی لڑکیوں کو مسلمان کے اسلامی حقوق و فرائض کی تعلیم دیتے ہیں۔ صرف تلاوت قرآن و نماز کی تعلیم کافی نہیں اپنی عورتوں کو اسلام کے مقاصد عالیہ کی تعلیم دو اور ان میں اصلی اسلامی روح پھونکو۔

مسلمان بھائیو! تم آئے دن اپنی قسمت کا رونا رویا کرتے اور اپنی عظمت و اقبال کا مرثیہ پڑھا کرتے ہو۔ مگر یاد رکھو کہ قسمت کا کوئی قصور نہیں۔ یہ سزا ہے اس کی کہ تم تعلیمات اسلام کو بھلا بیٹھے ہو۔ اور یہ خمیازہ ہے تمہارے ظالمانہ سلوک کا جو تم نے اپنی بے زبان عورتوں پر روا رکھا ہے۔ میں تمہیں اس وقت ان ظالمانہ سلوکوں کو گنانے نہیں آئی ہوں بلکہ محض طور پر صرف یہ سفارش کرنے آئی ہوں کہ میری مسلمان بہنوں کے پیدائشی و فطرتی حقوق جو اسلام نے انہیں دلائے ہیں۔ دیدو۔ جانتے ہو کہ کسی ملک کی دولت کا معیار کیا ہے؟ سونا، چاندی، ہیرا جواہر؟ نہیں بلکہ عمدہ ماؤں کی پیداوار۔ آج ہمارا ملک مفلس و نادار ہے۔ اس لئے نہیں کہ ہمارے ہاں نقرہ و طلا اور لعل و گوہر کا کال ہے۔ بلکہ اس لئے کہ اب ہم میں چاند بی بی۔ نورجہاں اور زیب النساء پیدا نہیں ہوتیں۔ وہ زیب النساء جو مرد وں کو صلائے عام دیتی تھی۔ ع

میل دیدن ہر کہ دارد در سخن بیند مرا

تعلیم یافتہ مائیں تیار کرو۔ پھر ہندوستان تعلیم یافتہ بیٹیوں سے معمور ہوگا۔ یہی ترقی کی شرط واحد ہے۔ میں جب اپنی موجودہ ہندی مسلم بہنوں کا مقابلہ خواتین تاریخ اسلام سے یا موجودہ ممالک اسلامیہ کی عورتوں سے کرتی ہوں۔ تو بے ساختہ اقبال کا یہ شعر میری زبان سے نکل جاتا ہے ؎

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

(بقیہ مضمون صفحہ ہذا از کالم اول)

پاکیا ہوا۔ مگر یہاں صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں۔ کہ اس نے مباہلہ نہیں کیا۔ پھر صوفی صاحب کا اسے ثناء اللہ کے ساتھ مباہلہ قرار دینا کیا جھوٹ نہیں؟ مباہلہ کی لعنت تو الگ رہی مگر میں پوچھتا ہوں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین والی لعنت کس پر پڑی۔

اگر کہو کہ مجھے علم نہ تھا۔ کہ ثناء اللہ نے بالمقابل دعا نہیں کی۔ تو اول تو لا تقف ما لیس لک بہ علم کے ماتحت آپ نے قرآن کریم کے حکم کی نافرمانی کی۔ آپ نے اس بات کو لکھا کیوں جسے آپ صحیح طور پر جانتے نہ تھے۔ کیا یہ تلبیس حق نہیں۔ اور پھر جب آپ کو حضرت مرزا صاحب کے متعلق اسقدر ناواقفیت ہے تو آپ یہ مباہلہ کس بنا پر کر رہے ہیں اگر بغیر حالات معلوم کئے اور تحقیقات کے مباہلہ کرنے لگے ہیں۔ تو پھر کیا یہ ماننا نہ پڑیگا۔ کہ محض ضد اور تعصب یہ سب شور و شغب ہے۔ چونکہ بعض صوفیوں کی بدعات کی حضرت مسیح موعود نے تردید کی تھی۔ اس لئے تصوف پناہ صاحب آپے سے باہر ہو گئے۔ بس پھر کیا تھا۔ آؤ تو جاؤ کہاں کی حالت ہے تو فرمائیے یہ کہاں تک حق پرستی اور تقویٰ پر مبنی ہے۔ صوفی صاحب! یہ جھوٹ کا دھبہ آپ کے کیریکٹر پر بھی پڑا رہیگا۔ جو قیامت تک نہیں صاف ہونا۔ آپ مباہلہ کے تماشے دنیا کو جم جم دکھائیں۔ اور میاں محمود بھی آپ کا ہاتھ بٹائیں۔ جو دونوں کی گدیوں کی گرم بازاری کے لئے ضروری ہے۔ مگر موتی کی آب جہاں ایک دفعہ گئی۔ پھر مڑ کر نہیں آتی۔ کیریکٹر کچھ چیز ہی اور ہے ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

خاکسار۔ ایک احمدی

پیغام صلح کی روش اس مباہلہ کے معاملہ میں آجتک غیر طرفدارانہ رہی ہے۔ اور میاں صاحب اور خواجہ حسن نظامی ہر دو کو ہم اس بات میں غلطی پر کو واضح کرتے رہے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے میاں صاحب کے مریدین ہیں کہ خواجہ حسن نظامی کا جنبہ دار ظاہر کرتے ہیں جو صریحاً خلاف بیانی ہے۔ اور مندرجہ بالا مضمون اس غلط ...

مراسلات

اب کوئی نبی کیوں نہ آئے؟

ہمارے مخالفین نہیں حق کے مخالف کلام اللہ المجید کے مخالف حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف۔ جس وقت ایک نبی کا آنا بعد حضرت خاتم النبیین صلعم کے بیان کرتے ہیں تو بجائے اس کے کہ وہ نبی کی کوئی ضرورت بتادیں، اتنا بھی نہیں بتاتے۔ کہ ان کے زعم میں جو آنحضرت صلعم کے بعد نبی بنکر آیا۔ اس کی وحیوں نے دین کے متعلق کونسی بات بتائی اور وہ کیا خدا کی طرف سے حکم لیکر آیا۔ یا اس کی وحی پلندہ [illegible] کی کس ضرورت کو آکر پورا کیا۔ جس ضرورت کو کہ قرآن کریم اور حدیث شریف نے پہلے سے پورا نہ کیا تھا۔ آخر اس نبی کے آنے کی ضرورت بھی تو بتلانی چاہئے۔ کیا وہ تعلیم جو قرآن کریم نے ہمیں سکھلائی ہے اس میں کوئی نقص باقی ہے۔ کیا دین ناقص ہے کیا کوئی خدا کا حکم اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے باقی ہے۔ پھر کیا اسلام نے یا قرآن نے ہمیں کسی اور نبی کے آنے کا پتہ دیا ہے۔ کہ ہم اس کی راہ دیکھیں خدا تعالےٰ نے جب دین کے متعلق تمام باتوں اور تمام حقایق اور معارف کو اپنی پاک کتاب قرآن مجید میں جمع کر دیا ہے۔ اور اس کو سب سے زیادہ جامع کمالات بنایا۔ تو اسکے بعد وحی نبوت کی حاجت کیا اور نبی کی ضرورت کیوں؟ جو نااہل کہتا ہے کہ ہم میں نبی آیا۔ اور آئندہ بھی نبی آئینگے۔ وہ وحی نبوت کی حقیقت سے محض ناآشنا اور قرآن کریم کے علم سے محض ناواقف ہے وہ تو اس بات پر بھی اطلاع نہیں رکھتا۔ کہ کن ضرورتوں سے اور کس طرح پر وحی نبوت نازل ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ وحی نبوت تو تب ہوتی ہے۔ جبکہ کوئی موجب مستدعی نزول وحی نبوت ہو اور ضرورت پیش آجائے۔ اور جیسی جیسی ضرورتیں پیش آئیں مطابق ان ضرورتوں کے وحی نبوت کسی نبی کے ذریعے نازل ہوتی رہی۔ جیسے کہ انبیا سابقین میں اس کے نظائر موجود ہیں۔ مگر بغیر موجب کسی باعث اور بغیر پیش آجانے کسی ضرورت کے یونہی بلا موجب وحی نبوت کا نازل ہوجانا اور نبی کا آجانا ایک بیہودہ کام ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف جو حکیم مطلق ہے اور ہر ایک کام بر عایت حکمت اور مصلحت اور مقتضائے وقت کے کرتا ہے منسوب نہیں ہوسکتا۔ پس قرآن کریم میں تعلیم حقائق کامل اور اکمل اور اتم اور مفصل اور مبین طور پر بیان ہونا اور جو جو امور تکمیل دین کے لئے ضروری تھے انکا قرآن مجید میں جمع ہوجانا اس بات کی دلیل ہے کہ اب آئندہ کسی آسمانی کتاب یا نبی کی ضرورت نہیں۔ دیکھو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسےٰ تک جسقدر بھی انبیاء اور رسل اللہ آئے۔ ایک نے بھی یہ دعویٰ نہ سنائی۔ کہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا اور ایک کا بھی نام خدا تعالیٰ نے بطور پیشگوئی کے خاتم النبیین نہیں رکھا۔ اور کسی نبی کی کتاب کو اکمل الکتب اور اتم النعمت قرار نہیں دیا۔ اور نہ کسی آسمانی کتاب نے بجز قرآن کریم کے کبھی اور کسی وقت ایسا دعوے کیا کہ میری تعلیم تمام زمانوں اور تمام آئندہ کی ضرورتوں اور تمام انسانوں کے لئے کافی دافی اور ہر طرح سے کامل اور اکمل اور اتم ہے۔ تو یہ کہنا کہ دنیا کو اب بھی انبیاء کی اسی طرح حاجت ہے۔ جس طرح کہ پہلے تھی۔ اگر قرآن کو ناقص اور دین اسلام کو ناتمام بتانا نہیں تو اور کیا ہے ❖

توریت میں خدا کا یہ قول موجود ہے کہ میں تمہارے بھائیوں میں سے ایک نبی قائم کرونگا۔ اور اپنا کلام اسکے منہ میں ڈالونگا اور جو شخص اس کے کلام کو نہ سنیگا میں اس سے مطالبہ کرونگا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ اگر آئندہ زمانہ کی ضرورتوں کی مد سے تو دین کا سننا اور اس پر عمل کرنا کافی ہوتا تو کچھ ضرورت نہ تھی کہ کوئی اور نبی حضرت موسیٰ کے بعد آتا اور مواخذہ الٰہی سے مخلصی پانا اس کلام کے سننے پر موقوف ہوتا جو اس آنے والے نبی پر نازل ہوتا ایسا ہی انجیل نے جو بنی اسرائیل کے آخری نبی پر نازل ہوئی کسی مقام میں دعوے نہیں کیا۔ کہ انجیل کی تعلیم کامل اور جامع ہے۔ بلکہ صاف اور کھلا کھلا [illegible]

وہ سب کچھ بیان کریگا۔ اب دیکھنا چاہئے کہ حضرت موسیٰ نے بھی اپنی توریت کو ناکافی اور ہمیشہ کے لئے ناقابل عملدرآمد تسلیم کرکے آنے والے نبی کی تعلیم کی طرف توجہ دلائی۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ نے بھی اپنی تعلیم کا ناکمل ہونا قبول کرکے یہ عذر پیش کردیا کہ ابھی کامل تعلیم بیان کرنے کا وقت نہیں ہے لیکن جب میرے بعد وہ نبی آئیگا۔ جس کی سارے نبی پیشگوئی کرتے چلے آئے ہیں۔ تو وہ کامل اور ہمیشہ کے لئے مکتفی تعلیم بیان کر دیگا۔ مگر قرآن کریم نے توریت یا انجیل کی طرح کسی دوسرے نبی کے آنے کا حوالہ نہیں دیا۔ بلکہ اپنی تعلیم کا اکمل اور اپنی نعمت کا اتم ہونا ہمیشہ کے لئے اور ہر فرد بشر کی آئندہ زمانہ کی تمام دینی ضرورتوں کے واسطے کافی اور مکتفی ہونا تمام دنیا میں اعلان کردیا۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرح قرآن کریم تعلیم کی رو سے ہر ایک مذہب کا خاتم ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نبوت کی کامل اور اتم نعمت پانے کی رو سے کل نبیوں کے خاتم ہیں۔

ہمیں کہا جاتا ہے اور بڑے زور سے کہا جاتا ہے کہ اس وقت جو شخص مسیح موعود کے نام سے ظاہر ہوا اس کی دو حیثیتیں ہیں ایک امتی کی۔ ایک نبی کی۔ مگر ہم حیران ہیں کہ یہ کیسا نبی ہے کہ نہ وہ نبیوں کی قطار میں کھڑا ہوسکتا ہے اور نہ امتیوں کی قطار میں۔ اگر اسکو نبیوں کی قطار میں کھڑا کریں تو وہ امتی نہیں رہتا۔ اگر امتیوں کی قطار میں کھڑا [illegible]

ہم پوچھتے ہیں کیوں سب جہان سے علیحدہ ایسا نبی آیا۔ جس کی دو شخصیتیں اور دو حقیقتیں ہیں آپس میں ایسی متناقض اور متباین اور متضاد ہیں کہ اسکو نبی ثابت نہیں ہونے دیتیں یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ نبی کے ساتھ امتی یا مستقل یا مجازی یا حقیقی کا لفظ لگا دینے سے اسکے معنے ہی اور ہو جاتے ہیں اسی لئے تو یہ مسلمہ فریقین ہے کہ نبی امتی نہیں ہوسکتا۔ اور ان دونوں حقیقتوں کا ایک جگہ جمع ہونا محال ہے پس یہی ایک دلیل بغیر حاجت کسی اور دلیل کے طالب حق کے دل کو یقین کے پانی سے سیراب کردیتی ہے اور مکذب کتاب اللہ پر پورے طور پر اتمام حجت کرتی ہے۔ کہ امتی نبی یا مجازی نبی ہرگز نبی حقیقی نہیں۔ مسیح موعود بھی چونکہ اپنے آپ کو امتی نبی یا مجازی نبی کہتے ہیں اس لئے وہ ہرگز ہرگز نبی نہ تھے۔ بلکہ جیسا کہ آپ نے امتی نبی یا مجازی نبی محدث (بالفتح) کو کہا ہے وہ ایک محدث یعنی غیر نبی متکلم من اللہ تھے۔ ہم نبیوں کی آمد کے مدعیوں اور ختم نبوت کے منکروں سے پوچھتے ہیں۔ کہ بعد خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے نبیوں کی آمد کی کوئی ضرورت بتلاؤ کہ کیا ہے؟

جواب ملتا ہے کیا خدا کی مخلوق ہدایت پا چکی۔ کیا تمام دنیا عدل اور قسط سے پر ہوچکی۔ کیا تمام ابناء آدم کے قلوب نیکی خداپرستی، تقویٰ اللہ سے معمور ہوچکے؟

ہم پوچھتے ہیں کیا خدا کی مخلوق قرآن کریم جیسی بے نظیر ہدایت نہیں پاچکی۔ کیا قرآن کریم کے بعد کوئی اور ہدایت باقی ہے جس کی مخلوق کو ضرورت ہے؟ کیا تمام دنیا [illegible] قرآن کریم کے سوا کسی نبی کے آنے سے عدل اور قسط سے پر ہوسکتی ہے؟ اگر ہوسکتی ہے پھر اس نبی کی موجودگی میں قرآن کریم کی ضرورت نہ رہی۔ اگر نہیں ہوسکتی۔ تو قرآن مجید کی موجودگی میں کسی نبی کی ضرورت نہ رہی پھر کیا تمام ابناء آدم کے قلوب قرآن مجید کے ماسوا کسی نبی کے آنے سے نیکی، خداپرستی، تقویٰ اللہ سے معمور ہوسکتے ہیں۔ اگر ہوسکتے ہیں تو اسوقت قرآن کریم کی ضرورت کیوں؟ کیوں قرآن کریم کو توریت اور انجیل کی طرح مختص الزمان اور مختص القوم آسمانی صحیفہ نہ سمجھا جائے۔ اگر کہو کہ نمونہ کے بغیر ناممکن ہے کہ انسان ہدایت پائے۔ یا خداپرستی۔ نیکی اور تقوےٰ اللہ اختیار کرے پھر اس طرح تو ہر وقت ایک نبی کا موجود ہونا لازم آویگا۔ علاوہ ازیں کیا نمونہ کے لئے نبی کا ہونا ہی ضروری ہے۔ جب نمونہ کے لئے نبی ہونے کی ضرورت نہیں۔ ایک غیر نبی میں بھی نبیوں کا سا نمونہ اور اسوۂ عملدرآمد کتاب اللہ کے پایا جاتا ہے تو پھر نبی کی ضرورت کیوں؟

یہ بڑی بے انصافی اور سخت تاریکی کے نیچے دبا ہوا خیال ہے کہ اس فیض سے انکار کیا جائے جو محض کتاب اللہ المجید "القرآن العظیم" کی پیروی کے ذریعہ سے آتا ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اس قرآن کریم سے ہی ہمیشہ وہ لوگ ہدایت پاتے رہے۔ اور دنیا کو عدل اور قسط سے پر کرتے رہے۔ جن کے دل اس قرآن [illegible]

کے دل میں اپنی پاک روح نازل کرتا ہے۔ جس کے وسیلے سے وہ پاکیزگی پاتا ہے۔

اگر قرآن کریم کی تعلیم یہ تھی۔ کہ نبی ہمیشہ آتے رہینگے۔ تو پھر کیا ضرورت تھی کہ وہ کہتا۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ اور کیا ضرورت تھی۔ کہ وہ آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین کرتا [illegible] کیا اگر خدا تعالےٰ اول یہ بتاتے کہ نبی آتے رہینگے اور پھر یہ فرماتے کہ آنحضرت صلعم کل نبیوں کے خاتم ہیں۔ ان دونوں باتوں میں [illegible] ہے۔ اگر بالفرض مان لیا جائے کہ نبی آتے رہینگے [illegible] ان آیتوں کے معنے کیا ہونگے جو فرمایا۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول اور فرمایا کہ ان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر اور فرمایا۔ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم۔ علاوہ ازیں خدا کا کلام قرآن مجید جو ہماری نظر کے سامنے ہے ہمیں بتا رہا ہے کہ سلسلہ انبیاء و رسل اللہ کا نزول کتاب اللہ سے وابستہ ہے۔ یعنے جب جب کوئی نبی آیا ضرور ہے کہ اسکے ساتھ کتاب اللہ کا بھی نزول ہو۔ کیونکہ ہمارے بیت العلوم کی کنجی کتاب اللہ ہی ہے۔ اور کوئی علم اور معرفت کا دقیقہ نہیں جو بغیر نزول کتاب اللہ کے ظہور میں آیا ہو۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم کے متعلق جو فرمایا۔ اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلیٰ علیھم۔ اسی لئے تو [illegible] خدا تعالےٰ نے ہر ایک نبی کے لئے کتاب اللہ کا لانا [illegible] اور ضروری رکھا ہے۔ اور ہر ایک طالب ایمان کو [illegible] کتاب اللہ پر جو وقت کا نبی لاتا ہے۔ عملدرآمد کرنا پڑتا ہے۔ پھر کیا یہ شرم ہے کہ کوئی ایسا خیال کرے کہ نبی اور کتاب اللہ [illegible] علیحدہ امر ہیں۔ نبی بھیجنے سے خدا کا کیا مطلب ہونا چاہئے [illegible] تو ہوتا ہے کہ وہ عالم الغیب جسکو دقیق در دقیق ضرورتیں [illegible] انسانوں کی معلوم ہیں کوئی احسن کتاب اس نبی کے ذریعہ [illegible] نازل کرے جس میں اس وقت کی ان تمام انسانی ضروریات اور حاجتوں کی ہدایات ہوں۔ جن پر تمام انسان چلکر [illegible] زندگی حاصل کرسکیں ❖

نبی کی نبوت یا رسول کی رسالت صرف وہی کتاب اللہ ہوتی ہے جو خدا کی طرف سے اس پر بذریعہ وحی نبوت نازل ہوتی ہے کتاب اللہ کے ماسوا [illegible] انبیاء و نبی کی نبوت کا کوئی ثبوت نہیں ہوتے کیونکہ اگر نبی بغیر کتاب اللہ کے آویں تو ان کے نبی ہونے یا نہ ہونے کی کوئی غرض و غایت معلوم نہیں ہوتی [illegible] تو قرآن کریم کے ایک ایک حکم پر ہونا چاہئے۔ [illegible] تو ہم مسیح موعود کو ہرگز ہرگز نبی نہیں مان سکتے۔ کہ ہمیں [illegible] قرآن کریم حکم دیا گیا ہے کہ محض رسول اللہ صلعم کی ہی [illegible] یعنی قرآن کریم کی ہی حکومت کو اپنے سر پر لیں کیا [illegible] کی پہلی بنیاد کلمہ ہی جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ [illegible] کسی دوسرے اسکے بعد آنے والے رسول سے [illegible] اور ہر ایک سچا مسلم اور مومن لانذرکم بہ ومن بلغ [illegible] مامور ہے کہ جہاں تک اس سے ہوسکے اس غلطی [illegible] کو مسلمانوں میں سے دور کرے کہ مسیح موعود رسول اللہ [illegible] بعد نبی ہے ہمیں کسی کی ذات کے ساتھ دشمنی نہیں مگر [illegible] کے ساتھ دشمنی ہے کہ بعد آنحضرت صلعم کے ایک [illegible] کوئی بھی اس بات کو نہ مانے تب بھی میں یہی بات [illegible] ایک کہتا چلا جاؤنگا۔ کہ قرآن کریم کی حکومت کے سوا [illegible] .... کی اتباع [illegible] میں ان تمام باطل عقائد کا سخت دشمن ہوں جن [illegible] ہوتا ہے۔ اور قرآن کریم کی حکومت کی بجائے کسی باطل [illegible] کو اختیار کرنا پڑتا ہے۔

اپنے بھائیوں کی ہمدردی کرنا میرا فرض ہے اور [illegible] ظلم کی باتوں سے مجھے ہمیشہ نفرت ہے [illegible] تمام ان احادیث [illegible] خواہ وہ کیسی بڑے سے بڑے ولی یا انسان کے ہوں جن کی قرآن مجید سے تصدیق نہ ہو۔ بیزاری میرا اصول ہے۔

قرآن کریم کو حاصل کرنا ہی ایک بڑی دولت ہے اور [illegible] کا حاصل کرنا کیا ہے۔ اس کے غیر کو اس پر کسی طرح کی بھی ترجیح نہ دینا اور سچا ایمان اس پر لانا اور سچی محبت اس کے ساتھ رکھنا اور سچی برکات اس سے پانا۔ اور سچی محبت اس کے ساتھ یہ ہے۔ کہ جو کچھ وہ کہے اسکو ماننا۔ اور اس پر عمل کرنا ❖

جلد ۵ | مدینۃ المسیح لاہور: چہارشنبہ ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۳۰ جنوری ۱۹۱۸ء | نمبر ۵۷

ملفوظات حضرت مسیح موعود

الوہیت مسیح کا غلط عقیدہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

پھر ایک اور پہلو سے بھی مسیح کی خدائی کی پڑتال کرنی چاہیئے۔ کہ اخلاقی حالت کیسی تھی یہ کہ یہود کے معزز بزرگوں کو آپ گالیاں دیتے تھے۔ جب ایک وقت قابو آگئے تو اس قدر دعا کی جس کی کوئی حد نہیں۔ مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ وہ ساری رات کی دعا عیسائیوں کے عقیدے کے موافق بالکل رد ہو گئی۔ اور اس کا کوئی بھی نتیجہ نہ ہوا۔ اگرچہ خدا کی شان کے ہی یہ خلاف تھا کہ وہ دعا کرتے چاہئے تو یہ تھا کہ اپنی اقتداری قوت کا کوئی کرشمہ اس وقت دکھا دیتے جس سے بیچارے یہود اقرار اور تسلیم کے سوا کوئی چارہ ہی نہ دیکھتے مگر یہاں الٹا اثر ہو رہا ہے۔ اور

او خود گم است کرا رہبری کند۔

کا معاملہ نظر آتا ہے۔ دعائیں کرتے ہیں چیختے ہیں چلاتے ہیں مگر افسوس وہ دعا سنی نہیں جاتی اور موت کا پیالہ جو صلیب کی لعنت کی زہر سے لبریز ہے نہیں ٹلتا۔ اب کوئی اس خدا سے کیا پائیگا جو خود مانگتا ہے اور اسے دیا نہیں جاتا۔ ایک طرف تو خود تعلیم دیتا ہے کہ جو مانگو سو ملیگا۔ دوسری طرف خود اپنی ناکامی اور نامرادی کا نمونہ دکھاتا ہے۔ اب انصاف سے ہمیں کوئی بتائے کہ کسی پادری کو کیا تسلی اور اطمینان ایسے خدا سے ناکام میں مل سکتا ہے +

غرض جس پہلو سے مسیح کا مقابلہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے باہیں دعوئے خدائی کیا جاوے تو صاف نظر آتا ہے کہ مسیح کو آپ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایک عظیم الشان کامیاب زندگی ہے +

آپ کیا بلحاظ اپنے اخلاق فاضلہ کے اور کیا بلحاظ اپنی قوت قدسی اور عقد ہمت کے اور کیا بلحاظ اپنی تعلیم کی خوبی اور تکمیل کے اور کیا بلحاظ اپنے کامل نمونہ اور دعاؤں کی قبولیت کے غرض ہر طرح اور ہر پہلو میں چمکتے ہوئے شواہد اور آیات اپنے ساتھ رکھتے ہیں کہ جن کو دیکھ کر ایک غبی سے غبی انسان بھی بشرطیکہ اس کے دل میں بیجا ضد اور عداوت نہ ہو۔ صاف طور پر مان لیتا ہے کہ آپ تخلقوا باخلاق اللہ کا کامل نمونہ اور کامل انسان ہیں۔ لیکن جب کوئی مسیح کے حالات پر نظر آتا ہے تو ایک دانشمند اور منصف مزاج انسان کو تامل ہوتا ہے کہ ایسے انسان کو جو مہذب اور شریفانہ باتوں کا جواب گالی سے دیتا ہے نیک استاد کہنے والوں کو سانپ اور سانپ کے بچے اور حرامکار کہتا ہے۔ خدا تو ایک طرف نبی ہی تسلیم کرے +

ان ساری باتوں کے علاوہ یہود کو ایک اور عجیب مشکل در پیش تھی جن میں بظاہر وہ حق پر ہو سکتے ہیں۔ اور وہ یہ تھی کہ ملاکی نبی کی کتاب میں وہ پڑھ چکے تھے کہ مسیح کے آنے سے پہلے ایلیا کا آسمان سے اترنا ضروری ہے جب تک وہ نہ آئے مسیح نہ آویگا۔ اب ان کے سامنے کسی کے دوبارہ آنیکی آئے تھے۔ انہوں نے ایلیا کو آتے دیکھا نہیں مسیح نے آنیکا دعوے کیا اسے تسلیم کریں تو کیونکر؟ مسیح نے جو فیصلہ ایلیا کے آنے کا کیا کو وہ یوحنا کے رنگ میں آگیا۔ یہودیوں کے پاس بظاہر اس کے انکار کے لئے وجوہات تھیں۔ کیونکہ انکو ایلیا کا وعدہ دیا گیا تھا۔ نہ مثیل ایلیا کا۔ اور اس سے پہلے کوئی واقعہ اس قسم کا ہوا نہ تھا اس لئے ان کو انکار کرنا پڑا +

ایک یہودی کی کتاب میرے پاس موجود ہے۔ اس نے بڑے زور سے اس پر بحث کی ہے۔ اور پھر اپیل کرتا ہے کہ بتاؤ ایسی صورت میں ہم کیا کریں۔ بلکہ اس نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر خدا تعالے ہمیں اس کے متعلق بازپرس کریگا تو ہم ملاکی نبی کی کتاب کھول کر اس کے سامنے رکھدینگے +

غرض ایک مشکل تو یہودیوں کو یہ پیش آئی پھر دوسری مشکل یہ پیش آئی کہ مسیح مصلوب ہو گیا اور صلیب کی لعنت نے ان کے کذب پر ایک اور رنگ چڑھا دیا۔ کیونکہ وہ توریت میں پڑھ چکے تھے کہ جھوٹا نبی صلیب پر لٹکایا جاتا ہے اور وہ ملعون ہوتا ہے۔ پس انہوں نے یہ خیال کیا کہ ایک طرف تو ایلیا آیا نہیں اور یہ مسیح ہونیکا مدعی ہے اور ایلیا کے قصے پر جو فیصلہ دیتا ہے وہ بظاہر ملاکی نبی کی کتاب کے مخالف ہے اس لئے کاذب کی مخالفت اور خود مسیح کے طرز تمال اور سلوک نے یہودیوں کو اور بھی برافروختہ کر دیا تھا۔ جب وہ ان کو حرامکار اور سانپ اور سانپ کے بچے کہکر پکارتے تھے۔ پس انہوں نے صلیب کے لئے کوشش کی اور جب صلیب پر چڑھا دیا تو ان کے اپنے خیال کو اور بھی مضبوطی ہو گئی کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ یہ صلیب پر لٹکایا جا کر لعنتی ہو گیا ہے۔ اس لئے سچا نہیں ہے +

اب انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ جب یہ خود لعنتی ہو گیا تو دوسروں کا شفیع کیسے ہو سکتا ہے صلیب نے اس کے کاذب ہونے پر مہر لگا دی دو گواہوں کے ساتھ انسان پھانسی پا سکتا ہے۔ انہوں نے اسوقت بھی کہا کہ اگر تو سچا ہے تو اتر آ مگر وہ اتر نہ سکا۔ اس امر نے ان کو اور بدظن کر دیا +

عیسائی چونکہ لعنت کے مفہوم اور منشا سے ناواقف تھے اس لئے مسیح کو ملعون قرار دیتے وقت انہوں نے کچھ نہیں سوچا کہ اس کا انجام آخر کیا ہوگا؟ علاوہ بریں چونکہ عربی سے انہیں بغض تھا اس لئے عبرانی میں بھی پوری مہارت حاصل نہ کر سکے۔ یہ دونوں زبانیں ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔ اور عربی جاننے والے کے لئے عبرانی کا پڑھنا سہل تر ہے۔ مگر عیسائی بوجہ بغض عربانی لعنت سے بھی فایدہ نہ اٹھا سکے +

لعنت کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی خدا تعالے سے سخت بیزار ہو جائے اور خدا تعالے اس سے بیزار ہو جاوے۔ عیسائیوں کے اپنے مطبع کی چھپی ہوئی لعنت کی کتابیں جو بیروت سے آئی ہیں۔ ان میں بھی لعنت کے یہی معنی لکھے ہوئے ہیں۔ اور لعین شیطان کو کہتے ہیں۔ مجھے ان لوگوں کی سمجھ پر سخت افسوس آتا ہے کہ انہوں نے اپنے مطلب کی خاطر ایک عظیم الشان نبی کی سخت بیحرمتی کی ہے اور اسکو لعین ٹھیرایا ہے۔ اور انہوں نے اسپر کچھ بھی توجہ نہیں کی کہ لعنت کا تعلق دل سے ہوتا ہے جبتکہ دل خدا سے برگشتہ نہ ہوئے ملعون نہیں ہو سکتا۔ اب کسی عیسائی سے پوچھو کہ کیا عربی اور عبرانی لغت

[illegible]

ہٹ دھرمی نہیں ہے اور محض خدا تعالے کی رضا کے لئے ایک مذہب کو اختیار کیا جاتا ہے تو کیا ایک لعنت ہی کا مضمون عیسائی مذہب کے استیصال کے لئے کافی نہیں ہے؟ اول غور کرے کہ جب یہ بات مسلم تھی اور پہلے توراۃ میں کہا گیا تھا کہ وہ جو کاٹھ پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے اور وہ کاذب ہے تو بتاؤ جو خود ملعون اور کاذب ٹھیر گیا وہ دوسروں کی شفاعت کیا کریگا؟

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

میں سچ کہتا ہوں کہ جب سے ان عیسائیوں نے خدا کو چھوڑ کر الوہیت کا تاج ایک عاجز انسان کے سر پر رکھدیا ہے۔ اندھے ہو گئے ہیں۔ ان کو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ ایک طرف اسے خدا بناتے ہیں دوسری طرف صلیب پر چڑھا کر لعنتی ٹھیراتے ہیں۔ اور پھر تین دن کے لئے ہاویہ میں بھی بھیجتے ہیں۔ کیا وہ دوزخ میں دوزخیوں کو نصیحت کرنے گئے تھے یا ان کے لئے وہاں جا کر کفارہ ہونا تھا؟ +

نعمت عظمےٰ

حضرت مسیح موعود کی تقاریر جو اس سے پہلے سلسلہ کے اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں۔ اب کتابی صورت میں جمع کر کے طبع کرائی گئی ہیں۔ یہ کتاب ۳۶۸ صفحہ پر ختم ہوئی ہے۔ اور اس میں حضرت اقدس مسیح موعود کی وہ معرکۃ الآرا تقاریر جمع ہیں جو آپ نے مختلف اوقات پر فرمائیں۔ یہ تقریریں کیا ہیں علوم الہیات کے چشمے ہیں جن سے سرگردان بادیہ ضلالت اپنی تشنگی بجھا سکتے ہیں۔ اور اسلام کے آب زلال سے سیراب ہو سکتے ہیں +

جو لوگ مذہبی تحقیقات میں مشغول ہیں۔ اور جنہیں دوسرے مذاہب کے مناظرین سے واسطہ پڑتا ہے میرے خیال میں ان کے لئے یہ کتاب ایک نعمت عظمےٰ ہے۔ اور ہمارے احمدی احباب کو ان تقاریر سے خاص طور پر فایدہ اٹھانا چاہیئے +

غرض یہ کتاب نہ صرف ہمارے احباب کو اپنے پاس ہی رکھنی چاہیئے۔ بلکہ جن کو خدا توفیق دے۔ انکو اس کی بغرض اشاعت بھی کرنی چاہیئے۔ قیمت قسم اعلےٰ عہ۲ قسم ادنےٰ عہ مجلد قسم اول ہے

قسم دوم ؏

المشتہر

[illegible] آنریری سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام [illegible]

سالہا برس تک کا جذبہ بھی پھر کام کر رہا ہے۔ حالانکہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کے مندرجہ بالا ارشاد کے مطابق سب سے پہلے ان لوگوں کا ساتھ دیا جائے جو کام کرنے کے اہل ہوں ✦

مسلمانو! دیکھو اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اپنی امانتیں ان لوگوں کے سپرد کرو۔ جو ان کے اہل ہوں پھر بتاؤ حاجی شمس الدین نے آجتک جو قومی خدمات کیں۔ وہ کیا اس کا اہل ثابت نہیں کرتیں اور ایسا ہی مولوی کرم بخش صاحب نے بھی جو کچھ گذشتہ سالوں میں کام کیا۔ وہ کچھ نظر انداز کئے کے قابل نہیں۔ اس وقت ضرورت ہے کہ جس شخص کو قوم کا نمایندہ بنایا جائے اسکو بہت سوچ سمجھ کر اور یہ دیکھ کر کیا جائے کہ آیا وہ اس کام کے قابل بھی ہے یا نہیں۔ رسمی لحاظ داریاں یا دوسرے تعلقات پر نظر رکھنا گویا قوم کو تباہی میں ڈالنا ہے۔ زمانہ کی رفتار کو دیکھو۔ اور اپنے حالات کو بہترین بنانے کی کوشش کرو۔ حاجی شمس الدین اور مولوی کرم بخش کے علاوہ وارڈ نمبر ۳ کے بھی امیدوار کا معاملہ غور طلب ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے اس وارڈ کے ایک امیدوار شیخ عزیز الدین صاحب کے بعض حامیوں کا ایک اشتہار ہے۔ جو انہوں نے برائے اندراج اخبار ارسال کیا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے۔ کہ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب پی ایچ۔ ڈی اور شیخ عزیز الدین صاحب موصوف کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے کہ ان دو امیدواروں میں سے کون اپنی درخواست واپس لے لیتی چاہئے بدوکار حلقہ ہذا کے خلاف مشورہ حاجی شمس الدین صاحب اور چودھری شہاب الدین صاحب نے پرچیوں کے ذریعہ قرعہ اندازی کی۔ اور پرچیاں دکھائے بغیر خود ہی شور مچا دیا۔ کہ قرعہ خلیفہ صاحب کے نام نکلا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ہر دو پرچیوں پر خلیفہ صاحب ہی کا نام درج کیا گیا ہوگا۔ ان لوگوں کو یہ بھی شکایت ہے کہ ان کی درخواست کے باوجود قرآن شریف سے فال نہیں نکالی گئی ✦

اس کو چھوڑ کر کہ ان مشتہرین کا یہ بیان کہاں تک صحیح ہے۔ ہمیں تعجب اس پر آتا ہے۔ کہ یہ فالیں نکالنا .... اسلام میں کہاں جائز ہے۔ پھر تعجب یہ ہے۔ کہ قرآن میں سے فال نکالنے کی خواہش کی جاتی ہے۔ عمل کو قرآن پر کوئی نہیں۔ اس سے فالیں نکالنا ہی لوگوں نے سیکھ رکھا ہے۔ جو از حد افسوسناک بات ہے ✦

لیکن اس فالوں وغیرہ کے معاملہ کو چھوڑ کر بھی جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے۔ خلیفہ شجاع الدین نہ صرف اس لحاظ سے کہ بیرسٹر ہیں اور ڈگریوں وغیرہ کے لحاظ سے ایک .... قابل انسان سمجھے جا سکتے ہیں۔ بلکہ اس وجہ سے بھی کہ لوگوں کی عام رائے انہی کے حق میں ہے۔ اور ان سے اس بارہ میں پبلک کی بہت سی توقعات وابستہ ہیں۔ اس لئے نتیجہ کے لحاظ سے بہت ہی موزوں فیصلہ کیا گیا کہ خلیفہ صاحب کو ہی منتخب کیا جائے۔ اور شیخ عزیز الدین صاحب کی خدمت میں باادب یہ درخواست کی جائے کہ وہ خود امیدوار بننے کے بجائے خلیفہ صاحب کے لئے کوشش کریں۔ شیخ صاحب خود بھی بفضلہ تعالیٰ قابل ہیں۔ لیکن عامہ خواہشات کو بھی دیکھنا چاہئے جو اس وقت اس کام کے ایک اہل کے حق میں ہیں۔ اور جبکہ معتبر شہادتوں سے ثابت ہے۔ کہ شیخ عزیز الدین صاحب نے خود اس فیصلہ کو تسلیم کیا ہے۔ اور وہ ابتک اسی پر قائم ہیں تو پھر انکے حامیوں کو ان اشتہار بازیوں کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ بلکہ انہیں بھی شیخ صاحب موصوف کی طرح اب ڈاکٹر خلیفہ صاحب ہی کی امداد کرنی چاہئے۔ شیخ عزیز الدین صاحب سے بھی ہمیں پوری توقع ہے کہ وہ اپنے وعدہ کیمطابق اب اس سے معترض رہینگے۔ کیونکہ انکی عزت کو دوچند کرنیوالی بات ہے ✦

عبدالحق غزنوی اور حضرت مسیح موعود

خواجہ حسن نظامی نے اپنے آخری اعلان میں جو ۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء کے پیغام صلح میں درج ہوا تھا مولوی عبدالحق غزنوی اور حضرت مسیح موعود کے مباہلہ کا ذکر کرتے ہوئے۔ حضرت مسیح موعود کے نام کے ساتھ بطور تعریض بد مرنے والے مرزا صاحب ما کے لفظ ایزاد کئے تھے۔ جس سے عام طور پر یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ گویا حضرت مسیح موعود اس مباہلہ میں عبدالحق کے بالمقابل ناکام رہے۔ حالانکہ اس مباہلہ میں یہ کوئی دعا نہیں ہوئی۔ کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے۔ عبدالحق غزنوی نے محض حضرت مسیح موعود کے سلسلہ کی اس کے جھوٹا ہونیکی صورت میں ناکامی اور تباہی کی بد دعا کی تھی اور حضرت مسیح موعود نے اس کے بالمقابل عبدالحق پر کوئی بد دعا نہیں کی۔ بلکہ صرف یہی کہا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو میرا یہ سلسلہ تباہ ہو جائے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اسے ترقی اور کامیابی عطا فرمائے۔ سو اس وقت کے بعد سے آجتک سلسلہ عالیہ کو جو ترقیات اور کامیابیاں نصیب ہوئی ہیں۔ اور مولوی عبدالحق کو گمنامی کی جو چادر اوڑھنی پڑی ہے۔ وہ صاحبان البصیرت سے پوشیدہ نہیں تعجب ہے کہ خواجہ حسن نظامی کو سلسلہ عالیہ کے ان حالات سے تو واقفیت نہیں سا نہیں پتہ تو ہے نہیں کہ یہ مباہلہ کب ہوا۔ اور کن

الاسلام

ہندو مذہب کا خراج تحسین دین اسلام کو

مسز سروجنی نائیڈو کی گل فشانی

مسز ممدوحہ نے مسلم انسٹیٹیوٹ کے جلسہ منعقدہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں حسب ذیل تقریر کی، جو مسلمانوں کی خاص توجہ کی مستحق ہے:۔

"آپ میری پست آوازی کو معاف فرما دیں۔ اس کو کیا کروں کہ میں عورت ہوں اور زنانہ آواز پائی ہے۔ آپ حضرات کو میری اس بات پر حیرت ہوگی کہ میں (ایک غیر مسلمہ عورت) اور اسلام کے مقاصد عالیہ پر تقریر کرنے کھڑی ہوں۔ دراصل میری یہ تقریر ایک خراج تحسین ہے جو میں اپنے مذہب (ہندو) کی طرف سے دین اسلام کی نذر کرتی ہوں۔ مقصد حیات اور راز ہستی کو مختلف اقوام نے مختلف عنوان سے حل اور تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ یونانیوں کی قومی خصوصیت تھی علم و دانش۔ رومیوں کی سیاست و سطوت۔ ایرانیوں کی شان و شوکت۔ ہندوؤں کی فلسفہ و تصوف۔

اسلام کی خصوصیت کیا ہے؟

مشرق سے غرب تک۔ پہاڑوں۔ ریگستانوں اور سمندروں میں اس کی فتوحات کا راز کیا ہے؟ دوسرے لفظوں میں اسلام کیا پیغام لے کر آیا ہے؟ اسلام دنیا کو اعلیٰ ترین قسم کی جمہوریت کا سبق پڑھانے آیا ہے۔ اسلام اس مساوات .... کی تعلیم کرنے آیا ہے کہ شاہ و گدا کی تمیز باقی نہ رہے۔ اس تعلیم کی بدولت اسلام کو تمام ادیان و ملل سے ممتاز وارفع و اعلیٰ رتبہ حاصل ہے۔ خود ہمارا مذہب بھی انہیں عام ادیان میں داخل ہے۔ جس نے خاص خاص ذاتوں کے لئے آزادی کو مخصوص رکھا ہے۔ اور نیچ ذاتوں کو دائمی غلامی کا طوق پہنا رکھا ہے۔ عورتوں کو جو رتبہ اسلام نے بخشا ہے کسی مذہب نے نہیں بخشا ہے۔ عورتوں کی نہ صرف ہستی بلکہ اہمیت تسلیم کی ہے۔ اور تمام شہری حقوق عطا کئے ہیں۔

اسلام کی حریت و جمہوریت

آج سبق لینے کے لائق ہے۔ (جمہوریت میں سیاسی معنوں میں نہیں کہتی بلکہ عام معنوں میں بلا تخصیص) اسلام نے جب سپانیہ میں قدم رکھا تو ملکی عیسائیوں کو ان کے دماغی مذہبی اور روحانی ورثہ سے محجوب نہ کیا۔ مفتوحین کو ہر قسم کی آزادی دی۔ عرب فوج یلغار کرتی ہوئی فرانس کے دروازے پر پہنچی تھی کیوں۔ کس لئے؟ فتح و ظفر اور ملک و دولت کی غرض سے نہیں۔ ملک گیری اسلام کا عارضی مقصد رہا ہے۔ اس کا اصلی مقصد تھا حریت و آزادی کی اشاعت عمومی۔ اور غلامی کا استیصال۔ آج کل ہم ملکی طاقت کے لئے مرتے ہیں۔ اور علاقوں اور زمینوں کا رونا روتے ہیں۔ مگر اسلام کا مطمح نظر کوئی صوبہ یا ملک یا خطہ نہ تھا۔ بلکہ اس کا مقصد ساری دنیا کی نجات تھا۔ مسلم داعی یہی دھن لیکر ملکوں ملکوں مارے پھرتے تھے۔ کیا مسیحی مشنری ہندوستان میں صرف تبلیغ مذہب کا مقصد لے کر آئے ہیں؟ عربوں نے صرف ملک اور زمینیں فتح نہیں کیں بلکہ دل و دماغ فتح کئے انہوں نے قوموں کے لٹریچر اور خیالات کو متاثر کیا۔ زبان فارسی کو اس قدر شیریں۔ نازک لطیف اور خوبصورت کس نے بنا دیا؟ اسی آمیزش و اسلامی اختلاط و امتزاج نے۔ ورنہ ہمیں عربوں کے فیضان نے حافظ اور خسرو جیسے شعرا کی دولت بخشی۔ مسلمان بھائیو ہمارے سے ہم خواب فلسفہ کو حقیقت کا جامہ تمہیں نے پہنایا۔ اور ہمارے افکار و تخیلات خالیہ میں حرکت اور جان تمہیں نے ڈالی۔ آؤ ہم ناگوار تاریخی شکوہ و شکایت کو دلوں سے محو کردیں۔ برائیاں بھلا دیں۔ اور ان احسانات کو یاد کریں جو اسلام نے ہماری زبان اور لٹریچر کے ساتھ کیا ہے۔ اسلام نے ہمیں ایک ایسی پیاری زبان (اردو) بخشی ہے جو

ہندو مسلم اتحاد کی ایک غیر فانی یادگار

ہے۔ ہندوستان کے کسی حصہ میں چلے جاؤ۔ تم قومی اتحاد کی یہ یادگار کسی نہ کسی حالت میں ضرور پاؤ گے۔

پین اسلامزم (عالمگیر اتحاد) کیا چیز ہے؟ (میں یہ لفظ سیاسی معنی میں استعمال نہیں کرتی بلکہ معاشرتی و جماعتی مفہوم میں) یہ وہ عنصر ہے جو

اسلامی زندگی کا جزو لاینفک

ہے۔ انگلستان جاؤ تو دیکھو گے۔ کہ ہندی۔ مصری۔ شامی۔ رومی۔ ترک .... طرابلسی .... روسی۔ تاتاری۔ ایرانی۔ چینی

غرض مختلف الالوان اقوام مختلف حصص عالم کے باشندے ایک مشترک رشتے میں مستحکم بندھے ہیں۔ اس اخوت و اتحاد مذہبی نے اسلام کی روح برقرار رکھی ہے اور وہ زندگی ہے جسے کبھی موت نہیں یورپ کو جس

بین الاقوامی اتحاد

کی ضرورت آج محسوس ہو رہی ہے۔ اس کا فیصلہ آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول عربی نے فرمایا ہے اور عالمگیر برادری کی بنیاد ڈال گئے ہیں۔

حج کیا ہے؟

یہ وہ سفر ہے جس کی منزل مقصود سے زیادہ اہم اس کی راہ ہے۔ (بقول راسخ عظیم آبادی) ؎

کعبہ کہتے ہیں جسے سو راہ ہے منزل نہیں

حج سے مقصود ہے مسلمانان عالم کے تعلقات باہمی کا قیام تبادلہ خیالات و خلا اتحاد و اخوت۔ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ کعبہ میں خدا بیٹھا ہے۔ بلکہ اس سے ہم سب کو ایک مرکز پر مجتمع اور متوجہ رکھنا مقصود ہے۔

روزہ کا راز کیا ہے

خدا کی ذات بھوک اور پیاس سے پاک ہے۔ اسے کسی کے بھوکے رہنے سے کوئی مزا نہیں آتا۔ بلکہ مدعا یہ ہے کہ بندے ایک مدت کے لئے اپنے مالک کی یاد اور اس کے جمال و کمال کے دھیان میں خود کو ایسا مٹا دیں کہ وہ بھوک پیاس کو بھی بھول جائیں۔

زکوٰۃ اور صدقہ کی غایت

یہ تمہیں احسان و کرم کی تربیت کر کے روحانی مسرت بخشنا! وہ خالص مسرت اور لذت جو مالی قربانی سے حاصل ہوتی ہے! جس کا اس قدر لطیف جذبہ ہے جس کا تعلق صرف حس سے ہے جیسے آپ سب جانتے ہیں اور لفظوں میں ادا نہیں کی جا سکتی صدقہ و خیرات بذاتہ اس قدر بعدم مفاد ہیں۔ قابل قدر وہ محبت خلق اللہ اور وہ جذبہ رحم و نرم دلی۔ جو صدقہ و خیرات کی محرک ہوتی ہے محمد رسول اللہ کی یہ تعلیمات اور قوانین وہ ہیں۔ جو ہر ملک۔ ہر زمانہ۔ ہر شعبہ زندگی کے لئے مناسب حال ہیں۔ آپ لوگوں نے اپنے

"والسلام علیکم" کی حقیقت اور فلسفہ

پر کبھی غور کیا ہے؟ یہ اسلامی برادری کے حقوق کا اعلان و اظہار ہے۔ یہ ایک معراج ورثہ ہے۔ ایک مقررہ اشارہ ہے۔ جو ایک اجنبی شخص کو تمہارا حصہ دار بنا دیتا ہے۔ اس لفظ سے اجنبی سے اجنبی شخص تمہاری رعایت برادرانہ کا حقدار بن جاتا ہے ✦

افسوس کہ آج

مسلمانان ہند

اپنی اس فیاضی کو بھول بیٹھے۔ جو اس وقت میں وہ دنیا پر مبذول کر چکے ہیں۔ انہوں نے اسلامی تعلیمات اور فرض تبلیغ حریت و مساوات کو دلوں سے فراموش کر دیا ہے۔ انہوں نے خود مسلمانوں کے ایک حصہ کثیر (عوام الناس) کو ان کے خلقی حقوق سے محروم کر دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اب دور انقلاب شروع ہو گیا ہے۔ بیداری پیدا ہو گئی ہے۔ علیگڈھ کالج اس بیداری کی زندہ علامت ہے۔ اور سلطانیہ کالج (بھوپال) دوسرا ثبوت ہے۔ آپ حضرات جانتے ہیں کہ آپ نے دنیا میں علوم و فنون کی کیا کیا خدمات جلیلہ کی ہیں اخلاق۔ مردانگی و دلیری اور فیاضی ہمیشہ سے مسلمانوں کی قومی خصوصیات رہی ہیں۔ انہوں نے اشاعت علوم میں کبھی ہم ہندوؤں کی طرح بخل روا نہیں رکھا۔ یہ ہمیشہ بنی نوع انسان کی تعلیم و تربیت کی فکر میں رہے ہیں ✦

لہٰذا مسلمانو! تم

اپنے بیٹیوں سے وہ دولت دریغ نہ رکھو

جو تم نے اپنے باپوں سے ترکہ میں پائی ہے۔ اپنی حقوق نسواں۔ عورتوں کو ایک للوارث بیٹھی۔ ایک بیابان .... کیا فایدہ ہے؟ میں نہیں سکتی کہ اس حالت نے میرے دل پر کیا اثر کیا ہے؟ آپ ان سے ہر قسم کی خوشیاں حاصل کرتے ہیں۔ پھر بھی انہیں سچی رفیقہ و مشیرہ کا رتبہ بخشنا نہیں چاہتے۔ کیا پردے کے پیچھے عورتوں میں ایسے دل و دماغ پیدا نہیں ہوتے جنہیں اگر موقع دیا جاتا تو غالب، حالی، اور شبلی ہو سکتیں اور سید احمد خاں بن سکتیں۔ آپ نے اسلام کے خزانہ لاانتہا کو مقفل کر کے کنجی اپنے ہاتھ میں محفوظ رکھی ہے۔ اور عورتوں کے لئے اس خزانہ کو کھولنے کی جرأت نہیں رکھتے۔ میں آپ سے پردہ توڑنے کو نہیں کہتی۔ اس بحث سے مجھے سروکار نہیں۔ بلکہ میری درخواست صرف اتنی ہے کہ آپ انہیں علم سے محروم نہ رکھیں۔ اگر آپ انہیں تعلیم دیں گے تو وہ آپ کے زیادہ کام آسکیں گی۔ زیادہ صاحب پہنچا سکیں گی۔ رنج و راحت کی شریک بنیں گی اور کشمکش میں آپ کی پوری اعانت و رفاقت کریں گی ✦

(وکیل)

عالم نسواں

جنس اناث کی مظلومیت

ازل سے جنس اناث کی مظلومیت ایک قصۂ دیرینہ ہے جو بارہا اپنی ہستیوں پر آچکا ہے۔ اور آپ میں سے اکثر حضرات جانتے ہوں گے کہ دختر کشی کی رسم بد عرب قدیم میں انتہا سے زیادہ پھیلی ہوئی تھی۔ اور نہ صرف عرب قدیم ہی میں یہ مرض تھا۔ بلکہ رومتہ الکبریٰ اور یونان جیسے مہذب ممالک بھی اس سے نہ بچے تھے۔ بلکہ خود ہمارے ہندوستان جنت نشان میں بھی جس کی تہذیب و تمدن کے متعلق مؤرخین کا خیال ہے کہ وہ نہ صرف یورپ اور عرب سے قدیم ہے۔ بلکہ مصر اور ایران بھی اس کی روشنی سے ایک حد تک مستفید و مستنیر ہوئے ہیں۔ یہ کیفیت تھی کہ جاہلانہ غیرت و حمیت میں اکثر فخر ہند راجپوت قوم اپنی آئندہ نسل کی ماں بننے والی لڑکیوں کا گلا گھونٹ دیتے تھے۔ اور اس طرح اپنی قومیت کی بربادی کے اصلی موجب و سبب خود بنے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ ستم ظریف عربوں میں ایک اور طریق ظلم رائج تھا جس کا ابو عبداللہ محمد بخاری اور مسلم ابن حجاج نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زبانی یوں تذکرہ کیا ہے۔ کہ "لڑکیوں کے مال و جمال پر فریفتہ ہو کر ایام جاہلیت میں سرپرست اپنی بچیوں سے جھوٹی یتیم لڑکیوں کے ساتھ زبردستی شادی کر لیا کرتے تھے"۔ اور ان کے جذبات و خیالات کی مطلق پروا نہ کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا۔ کہ نہ صرف وہ ہی رنج و کرب اور مصیبت کی زندگی بسر کرتی تھیں۔ بلکہ اولاد میں بھی جسمانی اور روحانی خامیاں رہ جاتی تھیں۔ باقی رہا حقوق سے محرومیت کا مسئلہ تو ۱۲ اکتوبر کے اخبار "وکیل" میں اس کی نسبت میں قدرے مفصل مضمون لکھ چکا ہوں اور خود ہندوستان کے بعض صوبے اس مرض میں مبتلا ہیں بلکہ پنجاب کے لئے تو ایک قانون مرتب ہونے والا تھا جس کے سبب سے رواج کو شریعت پر تفوق حاصل ہو جاتا۔ اور ظالموں کا تختۂ مشق نہ صرف لڑکیاں ہی بنی ہوئی تھیں۔ بلکہ لڑکے بھی سخت گیر طبائع کی دستبرد سے نہ بچے تھے۔ چنانچہ وہ یونان جس کی ضرورت حفاظت پر یورپ ہر دلیل یہی تھی۔ کہ اس کی تہذیب اور فلسفہ قدیم ہے اور اگر وہ نہ رہا تو اس کا تمدن اور فلسفہ اٹھ جائیگا۔ اسلام سے قبل اس حالت میں تھا کہ نہ صرف اس کے جہلا بلکہ حکما بھی اطفال کشی کی تائید میں تھے اور اس کے عہد شباب اور دور ترقی کے سب سے بڑے ہیرو اور سکندر اعظم کے وزیر ارسطاطالیس کا مقولہ تھا کہ "لنگڑے لڑکوں کی پرورش کا قانوناً انسداد ہونا چاہئے اور قلت بنی آدم کی ضرورت ہو تو اسقاط حمل کرا دیا جائے۔ اسپارٹا میں بچوں کی پرورش اس صحت بدنی کے سرٹیفکیٹ پر موقوف تھی جو رؤسائے شہر کی منظوری سے بارگاہ عالیہ سے صادر ہوتا تھا۔ رومتہ الکبریٰ اور روس قوم میں کسی قانون کی بجائے باپ کی مٹھی میں بیٹے کی جان ہوتی تھی، اگر وہ صحیح و تندرست اور مفید خیال کرتا تھا تو خیر، ورنہ بچے جنگلی جانوروں کی نذر کر دیئے جاتے تھے۔ چین اور ہندوستان میں یہ رسم رائج تھی اور بعض مقامات میں ابتک اس کے کچھ نہ کچھ آثار پائے جاتے ہیں بلکہ بعض سیاحوں نے لکھا ہے کہ بعض مقامات ایسے ہیں جہاں قتل اولاد کی تعداد آبادی کے لحاظ سے دو ثلث تک پہنچ جاتی ہے اور اس بیدردی کے ساتھ قتل اولاد کیا جاتا ہے، کہ علامہ رازی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ لڑکیوں کو اس دنیا سے مختلف طریقوں کے ساتھ ناپید کیا جاتا تھا۔

کبھی گڑھا کھود کر زندہ گاڑ دی جاتی تھیں۔ کبھی پہاڑ کی چوٹی سے دھکا دیدیا جاتا تھا۔ کبھی دریا میں غرق کر دی جاتی تھیں اور کبھی ان کے پاک اور نرم گلے پر چھری پھیر دی جاتی تھی۔ اور انہیں مظالم پر بوالہوس دنیادار بس نہ کرتے تھے۔ بلکہ اگر کوئی یتیم بچہ باپ کے پیچھے رہ جاتا تھا۔ تو اس کا سارا مال شیر مادر کی طرح ہضم کر لیتے تھے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا۔ کہ سینکڑوں لاوارث بچوں کی خاندانی عزت و عظمت محض بیکسی و بے بسی کی وجہ سے چند نکمے اور مفت خوروں کے شکم کی نذر ہو جاتی تھی۔

اس کے علاوہ دنیا میں یہ بھی ایک مہلک خیال پھیلا ہوا تھا۔ کہ کثرت اولاد عسرت اور تنگدستی کا موجب و سبب ہوتی ہے اور یہ خیالات صرف اس عہد جہالت و تاریکی ہی کا نتیجہ تھا بلکہ آج بھی یورپ اور امریکہ کے مالی معاملات سے دلچسپی لینے والے ایک روشن دماغ طبقے کا خیال ہے۔ کہ اگر افزائش نسل کا یہی حال رہا۔ تو میدان عمل تنگ ہو جائیگا۔ اور دنیا بھوکوں مر جائیگی۔ علاوہ بریں انگلستان و ہندوستان اور عربستان کی مختلف اقوام میں یہ مشترکہ رسم تھی کہ وہ اپنے اپنے خیال کے مطابق خدایاں دیوتاؤں پر اولاد کو بھینٹ چڑھاتے تھے جس سے ہزاروں اور لاکھوں

عقائد احمدیہ

حضرت مولینا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کا مذہب

ذیل کا خطبہ حضرت مولینا مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے اس وقت بیان فرمایا تھا جب آپ خلافت کے منصب پر جاگزین تھے۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت موصوف کا بھی وہی مذہب تھا۔ جو اب میاں صاحب کے فاسد عقائد کی صورت میں جماعت کے تفرقہ کا موجب ہوا ہے وہ آپ کے اس بیان بالخصوص جلی کردہ الفاظ کو پڑھیں اور دیکھیں کہ آپ ختم نبوت کے بعد کسی اور نبی کا آنا کہاں جائز رکھتے ہیں پھر آپ کے ان الفاظ کو بھی دیکھیں جو اس خطبہ کے اندر اپنے عقائد کو بالتفصیل بیان کرنے کے بعد آپ نے فرمائے ہیں۔ کہ

"اگر اسکے موافق کوئی بات ہو تو ہماری طرف سے سمجھو اور اگر اسکے خلاف ہو تو وہ ہمارے عقائد کے مطابق نہیں"

اس خطبہ کے اوپر جو ۲۸ مارچ و ۷ اپریل سنہ ۱۹۱۰ء کے الحکم میں درج ہے۔ ایڈیٹر الحکم کا ایک نوٹ بھی ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ:-

"حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالے نے اس خطبہ کو عامۃ الناس تک پہنچانے کا خاص اہتمام فرمایا۔ جیسا کہ اوپر کہیں ذکر کیا گیا آپ ایک ایک دو دو جملے بیان فرماتے تھے پھر انہیں کو بلند آواز سے دیگر ... اور خاکسار ایڈیٹر الحکم لوگوں تک پہنچا دیتا تھا اس خطبہ میں حضرت نے عقائد احمدیہ کو اولاً بیان فرمایا۔ اور ان کے بعد جماعت کو اشاعت اسلام کی طرف متوجہ کیا۔ اور پھر اپنے مطاع اور امام کے نقش قدم پر چلکر سلطنت برطانیہ کی وفاداری اور فرمانبرداری اور اس کی حمایت کی تعلیم دی اور بالآخر قوم میں وحدت اور باہم اخوت و محبت کا سبق پڑھایا۔ اس خطبہ کو اور حضرت کی تقریر کو ہمارے مخالف ضرور غور سے پڑھیں اور خدا کے لئے وہ اپنی آواز اٹھائیں کہ اس کے بعد بھی ان کا نوز قاب ہمیں کافر کہنے کی دلیری کرتا ہے۔

اسی ضمن میں یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ حضرت نے جب خطبہ کے پہنچانے کے لئے بعض دوستوں سے چاہا۔ کہ بلند آواز سے پہنچائیں تو کسی نے کہدیا جو کچھ اردو زبان میں حضرت فرمائیں۔ وہ دوسرے کہیں حضرت نے فرمایا نہیں جو کچھ میں کہوں سب کچھ دہراؤ قرآن ہی تو پہنچانا ہے ہم کیا اور ہمارے الفاظ کیا۔ اصل برکت قرآن کریم ہی کے الفاظ میں ہے۔ یہ فقرہ آپ کے اخلاص اور قرآن کریم کی عظمت کے اظہار کے جوش کو ظاہر کرتا ہے"۔ (ایڈیٹر)

اس کے بعد اصل خطبہ درج کیا ہے جو حسب ذیل ہے:-

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ اما بعد۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔

کلمہ توحید تمام خطبے جو دنیا میں پڑھے جاتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر آجتک ان کا ابتدا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ سے ہوتی ہے

کلمہ توحید اور اس کے تین فائدے اس کا پہلا حصہ ہے لا الہ الا اللہ۔ اس کے تین فائدے ہیں۔ پہلا فائدہ یہ ہے۔ کہ جو شخص اسے بآواز بلند پڑھ لیتا ہے ہم اسے مسلمان اور شرک سے بیزار سمجھ لیتے ہیں۔ اور دوسرا فائدہ اس کا یہ ہے کہ جب اس کے معنوں پر حقیقی طور پر ایمان ہوتا ہے تو ایسا مومن دنیا کے تمام اسباب اور ذرائع کو تب ذریعہ مانتا ہے جب دیکھ لیتا ہے کہ میرا مولیٰ ان کو اسباب بناتا ہے۔ اور اسی نے اس میں تاثیر رکھدی ہے۔ (یعنی وہ اصل وہ سچا موحد ہو کر اسباب پر بھروسہ کرنا بھی شرک سمجھ لیتا ہے۔ یہ اعلے درجہ کی بات ہے۔ (ایڈیٹر)

تیسرا فائدہ جس کی شہادت تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام اولیاء

اور ان سے بار بار سمجھکر دہرایا جاوے۔ تو اللہ تعالے تک پہنچنے کے لئے اور اس کے قرب کی راہ میں جو حجاب اور پردے ہوتے ہیں وہ آسانی سے بتدریج اٹھ جاتے ہیں۔

فقرہ اوّل کے دو حصے اس کلمہ کے پہلے فقرہ کے دو حصے ہیں ایک ہیں لا الہ دوسرے ہیں الا اللہ۔ پہلا حصہ گناہوں کے دور کرنے اور ان سے بچانے کا سامان ہے۔ اور دوسرا نیکیوں کے حاصل کرنے کا ذریعہ۔ لا الہ میں دنیا کے تمام معبودوں محبوبوں اور مطلوبوں کی نفی ہے جو کوئی چیز انسان کی نظر ایمان میں محبوب اور مطلوب ہی نہ رہے۔ تو وہ ان امور پر جو گناہ ہیں ابھی کیونکر سکتا ہے۔ اصل اختیار جو اس کے لئے حلال ہیں وہ بھی جب اس کا مقصود بالذات نہ ہونگی۔ تو جو اس پر حرام ہیں انکی طرف تو وہ توجہ بھی نہیں کرسکتا۔ اس طرح یہ پہلا حصہ لا الہ گناہوں سے بچانے کا ذریعہ ٹھیرتا ہے کس کس طرح پر ہر ایک گناہ سے انسان اس حصہ پر ایمان لاکر بچ سکتا ہے یہ لمبی بحث ہے دانشمند اس اصل پر جو میں نے بیان کر دیا ہے غور کریں۔ الا اللہ سے نیکیوں کی توجہ کیونکر پیدا ہوتی ہے؟ اس طرح پر کہ جب انسان تمام مطلوبات و محبوبات کو فانی اور ادنے یقین کرکے کامل الصفات خدا کے ساتھ پیوند کرتا ہے تو پھر اس کی تجلی اس کے تمام جذبات کو اپنی رضا کے نیچے کر لیتی ہے۔ اور اس کا اصل مطلوب ہر امر میں خدا ہوتا ہے۔ پس وہ کسی کام کو کرتا ہی نہیں جب تک وہ اللہ تعالے کو نہ دیکھ لے۔ یعنی جہاں ایک طرف اسے نگران حال پاتا ہے۔ وہاں دوسری طرف اس کی رضا اور اجازت کو دیکھتا ہے۔ اس طرح پر وہ نیکیوں کو حاصل کرتا ہے۔ (ایڈیٹر)

کلمہ کا دوسرا جزو پھر اس کلمہ کے ساتھ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ کا جملہ اس لئے لگایا۔ کہ آپ نے دیکھ لیا تھا کہ زمان گذشتہ میں جو ہادی دنیا کی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً آئے ایک زمانہ گذرنے کے بعد انکو معبود بنا لیا گیا۔ اور خدا تعالے کی معبودیت میں ان کو شریک کر لیا گیا۔ اس گند سے دنیا کو بچانے کے لئے آپ نے اس جملہ کو رکھا۔ تاکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک عبد سمجھیں۔ اور آئندہ چونکہ اس امت میں ولی ہوں گے۔ اس لئے انہیں بھی کوئی معبود قرار نہ دے لے۔ پس میں اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ کو کلمہ کا تتمہ یقین کرتا ہوں۔ اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ اس جزو پر ایمان لائے کے بدون مومن بن ہی نہیں سکتا جب انسان اللہ تعالے پر ایمان لاتا ہے جو لا الہ الا اللہ کا منشاء ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی حسنات کا علم پر غور کرتا اور اس کے اسماء اور افعال پر سوچتا ہے تو یقیناً اسے اللہ تعالے کے فرشتوں۔ اللہ تعالے کی کتابوں۔ اللہ تعالے کے

ایمان کے ارکان نبیوں اور تقدیر اور حشر نشر پل صراط۔ جنت و نار پر ایمان لانا لابدی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے صفات کے ثمرات ہیں۔ اور ایمان باللہ کے لئے لابد ہے کہ وہ انکو صفات کاملہ سے موصوف یقین کرے۔ چونکہ اسی نے تقدیر کو بنایا۔ ملائکہ کو پیدا کیا۔ جنت و نار کو پیدا کیا۔ انبیاء علیہم السلام کو ... ان کو صحائف دئے اس لئے ملائکہ پر ایمان لانا خدا کی کتابوں اس کے رسولوں۔ تقدیر۔ حشر و نشر۔ پل صراط۔ جنت و نار پر ایمان لانا ضروری ہو جاتا ہے۔

ایمان اور اعمال پس میرے ایمان میں ایمان باللہ ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ ان باتوں پر بھی ایمان نہ لاوے۔ پھر ایمان کے بعد اس کا اثر انسان کے جوارح پر ہوتا ہے۔ جوارح سے جو امور سرزد ہوتے ہیں۔ ان کا نام اعمال ہے۔ ان میں نماز ہے روزہ ہے۔ حج ہے۔ اخلاق فاضلہ ہیں۔ رذائل سے بچنا ہے۔ ایمان باللہ اور ایمان کامل کے ساتھ اعمال بھی لابد ہیں قرآن کریم سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ والذین یومنون بالاخرۃ یومنون بہ وھم علی صلوتھم یحافظون۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان اللہ تعالے پر ایمان لاتا ہے تو وہ آخرت پر بھی ایمان لاتا ہے۔ یعنی اللہ پر ایمان لانا آخرت پر ایمان لانے کے لئے ضروری ہے۔ پھر اس ایمان کا اثر اعمال پر یوں پڑتا ہے۔ کہ ایسے مومن اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں انہیں ضائع نہیں ہونے دیتے۔ پس یاد رکھو کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کا دعوے کرے اور پھر اس نماز کا تارک ہو اور قرآن کریم کی اتباع میں سستی کرے۔ وہ اپنے اس لا الہ الا اللہ کے دعوے میں سچا نہیں۔ جیسا کہ یہ آیت ظاہر کرتی ہے

اور یہی سچی غیرت ہر ایک سچے مسلم احمدی میں ہونی چاہئے ہمارا دل اُن لوگوں کو دیکھکر کباب ہوتا ہے جو اس پاک رسول اور بزرگ نبی سے تسلی پذیر نہیں۔ وہ کونسا ایمان اور عرفان ہے جو اس رسول اور اس کتاب قرآن کریم سے نہیں ہو سکتا۔ ایمان و عرفان کی بجائے اُن ایمانی عقائد میں جو بنائے اسلام ہیں ایک اور نبی مان لینے سے فرق پڑتا ہے۔ تمام قرآن کریم زیروزبر ہو جاتا ہے۔ تمام وہ آیتیں منسوخ ہو جاتی ہیں جن میں صرف رسول اللہ صلعم کی اطاعت کا حکم ہے اس لئے ہر ایک متدین مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ اس بات پر ایمان لاوے کہ بعد آنحضرت صلعم کے کوئی نبی نہیں نہ مسیح موعود نہ اور کوئی۔ اول تو یہ جاننا چاہئے کہ اگر مسیح موعود نے نبی ہونا ہوتا۔ تو یہ بات کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ کہ رسول اللہ صلعم اس سے فروگذاشت فرماتے تھا دوسرے تو یہ ہے۔ کہ جبکہ آنے والے نبی کو ماننا ہمارے ایمانیات کا ایک جزو اور ہمارے دین کے رکنوں میں سے ایک رکن تھا۔ اور اسلام کا انحصار اور دارومدار اس پر تھا۔ کہ جب تک اس نبی کو نہ مان دیا جاتا۔ اُس وقت تک اسلام پورا نہیں ہوتا تھا۔ تو ضرور تھا کہ سب سے پہلے اس کا ذکر قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ ہوتا کہ دیکھو ایک نبی اور بھی خاتم النبیین کے بعد آنے والا ہے اُس پر ایمان لانا ہوگا۔ تو اسلام میں اس قدر فتنہ نہ پڑتا۔

یہ فتنہ تو اس وقت اتنا بڑھ گیا ہے۔ کہ جب ہی سے کہ ایک شخص میرزا محمود احمد صاحب (گدی نشین قادیان) کے ہاتھ بیعت کر کے حضرت مسیح موعود کو نبی خیال کرتا ہے اُسی دم سے اور نبیوں کی نسبت اس کی زبان کھل جاتی ہے۔ خصوصًا ایسے ایسے فقروں نے ان لوگوں کو بہت خراب کر رکھا ہے۔ کہ حضرت مسیح جیسے ابن مریم کیا تھے حضرت مرزا صاحب سے نہایت ادنےٰ درجہ کے پیغمبر تھے۔ حضرت مرزا صاحب اور رسول اللہ صلعم دونوں برابر ہیں۔ ان کو دو مت کہو ایک ہیں۔ مرزا صاحب ہی عین رسول اللہ ہیں۔

آہ کس قدر ظلم اور افسوس ہے۔ کہ جن انبیاء پر خدا کی کلام مقدس نازل ہوتی رہی اور جن کی وحیوں کو خدا نے کتاب اللہ قرار دیا۔ اور جن کتابوں پر ایمان لانے کے بغیر انسان مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ اگر وہی نبی مرزا صاحب جیسے ہی نبی تھے۔ اور اُن کی وحیاں بھی مرزا صاحب جیسی ہی وحیاں تھیں۔ تو یہ تو ظلم ہوا کہ خدا نے اُن کا نام بطریق مجاز بھی نہ رکھا۔ اُن کو تو درحقیقت نبی کہا۔ اور مرزا صاحب جو سب نبیوں سے افضل اور رسول اللہ صلعم کے برابر تھے۔ بطریق مجاز نبی کہا۔ درحقیقت نبی نہ کہا [illegible] خدا کے نبیوں کی شان میں ایسے الفاظ لوب اور ایک غیر نبی کے مقابل پر جس کی وحیاں بھی اُن نبیوں کی وحیاں جیسی نہیں۔ اُن کی شان گھٹانا کیسی شرمناک بات ہے۔ اے بھائیو! نبیوں کا کامل اور حقیقی ہونا تسلیم کرو۔ اور اُن کو حضرت مرزا صاحب جیسا مجازی نبی نہ بناؤ۔ تاکہ وہ کتابیں خدا کی کتابیں ٹھیریں۔ جو نبیوں پر نازل ہوئیں ورنہ اگر مرزا صاحب جیسا ہی نبی بناؤ گے جن کا اپنی نبوت کے عقیدہ کے متعلق یہ قول ہے۔ ما نعنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولیٰ۔ تو کل انبیاء کی نبوت سے انکار کرنا پڑیگا۔ بھائیو! ہمارا کام تو امر بالمعروف کرنا اور جو کسی کی غلطی ہو اُس کی فورًا تردید کرنا ہے۔ اس لئے ہمارے بھائی جب کبھی کسی کے مُنہ سے سُنیں کہ حضرت مرزا صاحب نبی ہیں۔ تو وہ فورًا اُس کی تردید کر دیا کریں۔ اور اُس کو کہہ دیا کریں۔ کہ جب دین ایک قرآن ایک۔ قبلہ ایک۔ کلمہ ایک۔ تو نبی دو کیسے ہو سکتے ہیں جب سب کچھ نبی کریم کا ہی بتایا ہوا ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب بھی اور ہم سب اُسی رسول کریم صلعم کے ہی فرمانبردار ہیں تو حضرت مرزا صاحب کو اسلام کا نبی کس طرح مانیں۔

اگر بدی اور بدردی ہی انبیاء کی آمد کی ضرورت بتلاتی ہے۔ تو وہ زمانہ دنیا میں کب آیا جب بدی اور بدردی جہان سے مفقود ہوگئی۔ اس حساب سے تو ہر زمانہ اور ہر قوم میں ہر وقت ایک نبی موجود رہنا چاہئے۔ اگر نہیں اور اُس [illegible] کتاب ہی نبی کے قائم مقام رسول اور نبی کا کام دے سکتی ہے۔ تو اکمل کتاب اور اتم نعمت کے بعد کوئی کتاب اور نعمت کیا ہوگی۔ جس کے لئے نبی دُنیا میں آئے۔ جب ایک شخص اس کامل اور اکمل آسمانی کتاب قرآن مجید کی پوری پوری پیروی کر کے باوجود غیر نبی ہونے کے نبیوں کا سا کام کر سکتا ہے۔ نبیوں کی سی زندگی دکھا سکتا ہے نبیوں کا سا تزکیہ نفوس کر سکتا ہے۔ تو اب کوئی نبی آئے تو کیوں آئے؟ اور کس لئے آئے؟

کون زمانہ دنیا پر ایسا گذرا ہے۔ جس میں دنیا نے شرک کی ظلماتی غاروں میں پڑ کر ایک حی و قیوم قادر مقتدر رحمٰن و رحیم خدا کے ساتھ بے شمار بے حقیقت و عنا صر کے کمزور اور ناتوان معبود نہیں بنائے۔ لیکن جب خدا نے دُنیا جہان کے لئے ایک ہی ایسا نبی قیامت تک کے لئے مبعوث فرما دیا۔ کہ اُس پر جو کتاب قرآن مجید نازل ہوئی اُس میں تمام باطل معبودوں کی تردید کر کے باطل اور پاش پاش کیا ہے۔ اور خدائے واحد کی پرستش کا ایسا سکہ دلوں پر بٹھایا ہے۔ کہ اب کسی نبی نے آکر اس سے زیادہ کیا کرنا ہے۔ اُس زمانہ میں جبکہ عرب میں کوئی قسم شرک کی باقی نہیں چھوڑی گئی تھی۔ انسان کو خدا بنایا گیا تھا پتھروں کے آگے سجدہ کیا جاتا تھا۔ خدا نے ایسا بڑا نبی بھیجا کہ اس نے شرک و کفر و ظلم کا ہمیشہ کے لئے قلع و قمع کر دیا۔ اور ایسی کتاب اُس عظیم الشان نبی کے ذریعہ دُنیا کو دی کہ اگر بالفرض و المحال مرض شرک ایسا عالمگیر بھی ہو جائے۔ کہ ہر ایک متنفس اُس میں مبتلا نظر آئے۔ تب بھی اگر کوئی چیز اس دنیا کی عالمگیر بلا سے بچا سکیگی۔ تو صرف یہی ایک کتاب اللہ المجید قرآن کریم ہی بچا سکیگی۔ تو خدا ایسا علیلے نبی اللہ دنیا میں کیوں بھیجے جو آکر اسلام کا تختہ ہی اُلٹ دے۔ اور بجائے محمد رسول اللہ صلعم کی اطاعت کے اپنی اطاعت کرائے اور بجائے قرآنی وحی کے اپنی وحی پڑھے۔

اگر کوئی مسیحا نفس بنا تو صرف محمد رسول اللہ صلعم کا غلام بنکر ہی بنا۔ اور میرا ایمان تو یہ ہے کہ ایسا ایک مسیحا نفس کیا ہزاروں مسیحا نفس انسان ہوئے اور آئندہ ہونگے جو آنحضرت صلعم کے غلام بن کر اور اُسی عالی جناب میں فنا ہو کر اپنی مسیحا نفسی سے تمام امراض روحانیہ کا علاج کرتے رہے اور کرتے رہینگے۔ اگر بالفرض پہلا زمانہ صرف اتنی ہی بات پر کسی نبی کے پانے کا مستحق ہو جاتا تھا کہ کچھ لوگ تولنے اور ناپنے میں کمی کیا کرتے تھے لیتے دیتے تو کم دیتے اور لیتے تو زیادہ لیتے" تو وہ زمانہ تو تربیت ایمانی کا ابھی ابتدائی زمانہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اُس وقت میں مختص القوم اور مختص الزمان نبی آیا کرتے تھے۔ کوئی نبی ساری دنیا کے لئے ابھی نہ آیا تھا۔ کہ اس مثال سے نبی کا آنا کوئی بتاوے۔ اور نہ کوئی نبی ایسا اکمل دین اور ایسی اتم نعمت اپنے ساتھ لایا تھا۔ کہ اُس کی کتاب پر عمل کرنے سے ما بدولت میں کمی تو کیا کرتا۔ ملائکہ سے مصافحہ کرنے لگتا اور خدا سے ہمکلام ہو جاتا۔ ایسی بابرکت اور پُر نعمت کتاب اور ایسے بڑے نبی کے روحانی افاضہ کے موجود ہوتے بھی کوئی نبی آئے۔ تو یہی کرنے آئیگا کہ اپنے قدم

جنگ یورپ

صاحب وزیر ہند کا تار۔ دہلی ۲۳ جنوری حضور والسرائے کو صاحب وزیر ہند کی طرف سے ۲۶ جنوری کا حسب ذیل تار موصول ہوا ہے کہ

"سوائے جرمنی کے اندر ہوائی جہازوں کے حملے کئے جانے کے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تھیونویل میں فولادی کارخانوں پر اور بینڈورف میں ریلوے پر بم گرائے گئے۔ برطانوی محاذ پر کوئی اہم واقعہ نہیں ہوا۔

جرمنوں نے ایک اہم حملے میں نیوپورٹ کے مشرق میں فرانسیسی لائن کے ایک حصہ میں قدم جمانے لیکن نہیں فورًا باہر نکالدیا گیا۔ فرانسیسیوں نے آرگون میں جرمن صفوں پر ایک شاندار حملہ کیا۔ اور دو ہزار گز کے ایک محاذ پر ۰۰۰ گز کی گہرائی تک پہنچ گئے۔ اور دشمن کے کارخانوں کو تباہ کر دیا۔ گیلریوں اور پناہگاہوں کو سرنگوں کے ذریعہ اُڑا دیا۔ اطالوی محاذ پر ہوائی جہازوں نے بڑی سرگرمی ظاہر کی۔ لیکن پیدل فوج کا کوئی اہم حملہ نہیں ہوا محاذ ساکو کا پر برطانیہ نے دیکھ بھال کر خوانی زبردست ماریٹوں کو پسپا کر دیا۔ آبدوز کشتیوں کی وجہ سے نقصانات کچھ کم ہوئے۔ تمام سلطنتوں کے ۵ ۵ ۲۲ تجارتی جہاز برطانوی بندرگاہ میں وارد ہوئے۔ اور ۲۲۴۲ تجارتی جہاز روانہ ہوئے۔ ۱۶۰۰ ٹن سے زیادہ وزن کے ۶ برطانوی جہاز اور اس سے کم وزن کے ۲ جہاز غرق کئے گئے۔

بولشیوک گورنمنٹ مظہر ہے کہ برسیٹ لٹوسک میں جو شرائط صلح تجویز کی گئی ہیں وہ پولینڈ۔ لتھونیا۔ کورلینڈ۔ ریگا اور لودینا۔ مون سولڈ اور جزائر کے حقوں کے الحاق کے مطالبہ سے کم نہیں ہے اور ان سے مقصود یہ ہے کہ روس کو اقتصادی طور پر بالکل تباہ کر دیا جائے ؛

گوبن پر لگاتار حملے۔ لنڈن ۲۵ جنوری۔ صیغہ بحری اعلان کرتا ہے۔ کہ گوبن پر لگاتار ہوائی حملے کئے گئے ہیں گذشتہ ۴۸ گھنٹوں میں اس جہاز پر اور اس کے گرد ۷ ٹن بم گرائے گئے ہیں۔ گیلاٹا میں ہوائی جہازوں کے گودام پر بھی براہ راست نشانے لگائے گئے ہیں۔ جو شکی کرونر گو مین کے ساتھ خاکنائے کی طرف چلا گیا ہے ہم نے ایک جہاز کو جو گوبن کو ہلکا کر رہا تھا بھاگ جانے پر مجبور کیا صرف ایک یونانی افسر گولی سے ہلاک ہوا۔ یہ کارروائی ابھی جاری ہے۔

[illegible] تباہ کن جہاز کے پسماندگان بیان کرتے ہیں کہ یکشنبہ کے روز ۵ تباہ کن جہاز ہیلی گولینڈ سے روانہ ہوئے تھے ؛

مشرقی افریقہ۔ لنڈن ۲۵ جنوری مشرقی افریقہ کا ایک اعلان مظہر ہے کہ ہم بالونیا میں جو پورٹ امیلیا سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر پہنچ گئے ہیں۔

گورنر غزہ۔ لنڈن ۲۶ جنوری۔ لفٹنٹ کرنل ڈبلیو ڈی کینی ڈسکلنگ فیلڈز کو غزہ کا فوجی گورنر مقرر کیا گیا ہے ؛

مغربی محاذ۔ لنڈن ۲۶ جنوری۔ صیغہ بحری مظہر ہے کہ ہمارے ہوائی جہازوں نے کل وارسکینیز میں ہوائی جہازوں کے گودام پر بم گرائے۔ اور اُسے مضروب کیا۔ تمام واپس آگئے۔ چہارشنبہ کے بعد ایک ہفتہ کے درمیان ہم نے دشمن کے دو ہوائی جہاز تباہ کئے اور دو ہوائی جہازوں کو بے قابو حالت میں نیچے اتار دیا۔ ہمارا ایک ہوائی جہاز گم ہے۔

لنڈن ۲۶ جنوری۔ ایک برطانوی اعلان مظہر ہے کہ ہم نے فلیمنس کے جنوب کی طرف بہتر ولی لڑائیوں میں پوزیشنوں پر قبضہ کر لیا۔ دشمن نے موس کے مشرق کی طرف ایک چوکی پر حملہ کیا۔ فلیسکو پرسن پلیکورٹ بیلیبول اور پوسیلکا بیل میں دشمن کے توپخانوں نے گولہ باری کی۔

لنڈن ۲۶ جنوری۔ ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ دسشت کوریز میں توپخانوں کی لڑائی ہوئی دشمن کا ایک حملہ ناکامیاب ہوا۔

معاملات روس صلح کے متعلق نامہ و پیام لنڈن ۲۳ جنوری پیٹرو گریڈ سوویٹ نے موسیو شنگریف اور موسیو کوکشکن کے قتل پر اظہار ملامت کیا ہے۔

لنڈن ۲۳ جنوری۔ پیٹروگریڈ۔ اکرین میں سخت اندرونی جھگڑے شروع ہو گئے ہیں۔ قوم کے سکرٹریٹ نے ایک اعلان جاری کیا ہے۔ جس میں رینڈا پر جنرل کالیڈن کو مدد دینے کا تجارت پیشہ لوگوں کی حکومت کو مضبوط بنانے کا الزام لگایا ہے۔ اس میں فوج اور کسانوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ رینڈا کی مخالفت کریں۔

لنڈن ۲۳ جنوری۔ پیٹروگریڈ۔ بولشیوک لوگ خبر دیتے ہیں کہ ان کی افواج نے پولٹاوا میں اکرائینوں کو شکست دی ہے۔ اور شہر پر قبضہ کر لیا ہے۔

پیٹروگریڈ کا ایک تار مظہر ہے۔ کہ تمام روسی کسانوں کی کونسل کی اگزیکٹو کمیٹی نے ایک اعلان جاری کیا ہے۔ جس میں بنیادی مجلس کے حامیوں کو گولی مار کر ہلاک کئے جانے کے خلاف بڑے زور سے اظہار ملامت کیا گیا ہے۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ سوشلزم کے بھیس میں خود مختار گورنمنٹ روسیوں کی آزادیوں کو غصب کر رہی ہے۔

لنڈن ۲۳ جنوری۔ کل کی تاریخ کا پیٹروگریڈ کا ایک تار مظہر ہے کہ بریسٹ لٹوسک میں نامہ و پیام کا سرکاری طور پر جو حال شائع ہوا ہے اس سے ظاہر ہے کہ بیرن کوہلمن یہ خیال کر کے آیا تھا۔ کہ چونکہ روس صلح کا خواہشمند ہے اس لئے روسی ڈیلیگیٹ لوگوں سے جرمن پروگرام صلح کے اصلی معنے چھپانے میں مدد دینگے۔ لیکن روسی ڈیلیگیٹوں نے حقیقی جرمن امپیریلسٹ پروگرام کا ایک تحریری بیان حاصل کر لیا جو انہوں نے عوام کے پاس بھیج دیا ہے۔ جو ایک ایسا مدبرانہ صلح کے خواہشمند ہیں۔ ممکن ہے کہ روسی انقلاب اگرچہ دوان کے حامیوں کی تردید نہ کر سکے۔ لیکن وہ وحشی حامیان الحاق کی پردہ پوشی کرنے سے انکاری ہے۔ نامہ و پیام کے متعلق اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے جرمن امپیریلزم نے جو جمہوریت سے مانگے ہوئے پیرہن کو پہنا ہوا تھا۔ انہیں اتار پھینکا ہے۔ اور اس کے ظالمانہ مقاصد کی حقیقت کو جن میں تمام مقبوضہ علاقوں پر قبضہ کرنا شامل ہے منکشف کر دیا ہے۔

سپین میں ایجیٹیشن۔ لنڈن ۲۵ جنوری میڈرڈ۔ شاہ سپین ایک کونسل کے صدر نشین ہوئے۔ جو پولیٹیکل صورت معاملات پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوئی۔ وزیر اعظم نے اعلان کیا کہ بارسلونا میں فسادات ہوئے ہیں۔ گورنمنٹ ایجیٹیشن کو کچلنے کا عزم مصمم کئے ہوئے ہے۔

سیلی فیکس میں دھماکے کے مزید حالات لنڈن ۲۵ جنوری۔ سیلی فیکس سٹلارٹن کی کان میں ۸۹ آدمی دب گئے ۱۱ لاشیں نکالی گئی ہیں ؛

برلن میں بلوے۔ لنڈن ۲۵ جنوری۔ اسٹرڈم کا ایک تار مظہر ہے کہ ایک مشہور بنک کو معلوم ہوا ہے کہ گذشتہ ہفتہ میں برلن میں سخت بلوے ہوئے۔ بلوائیوں کا ایک بھاری گروہ صلح کا مطالبہ کرتے ہوئے بازاروں میں سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - یکشنبہ ۳ فروری ۱۹۱۸ء نمبر ۵۸

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما

(۱)

سلسلہ عالیہ احمدیہ میں تفرقہ و اختلاف کی زہریلی ہوا چل چکی حضرت مسیح موعود کی طرف دعوائے نبوت حقیقی منسوب ہو چکا تکفیر کا شوق میاں صاحب کے واسطہ سے جماعت احمدیہ کے بھی ایک گروہ کے دلوں میں سرایت کر چکا اور ان کے نزدیک جملہ مسلمان خارج از اسلام قرار پا چکے۔ خود احمدیوں کا بھی ایک دوسرا گروہ ان غالیوں کے نزدیک ایک غیر ماموز خلیفہ کی بیعت نہ کرنے کیوجہ سے تقویٰ و دینداری سے نکلکر نعوذ باللہ فسق کا وارث ٹھہر چکا۔ جماعت کے بڑے بڑے اکابر اور سرکردہ ارکان جو ہمیشہ حضرت مسیح موعود کی رفاقت میں رہ چکے ہیں کچھ تو میاں صاحب کے الہام لیمزقنہم کے ماتحت ان سے کٹ کٹ کر انہی فاسقوں (فاک بدہن قائل) سے آگر مل چکے ہیں اور اکثر وہ بھی ہیں جو شروع سے ہی ان کے ساتھ ہیں۔ یہ سب کچھ ہوا۔ اور ان چار سالوں میں اور اس کے ماقبل بھی جو کچھ ہوتا رہا۔ اور سلسلہ کی جو کچھ حالت اس وقت ہے۔ وہ کسی سے بھی پوشیدہ نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ان سب باتوں کے ہونے کے باوجود۔

ہم نے کیا کیا؟

کیا کام ہم نے ابتک کر کے دکھایا۔ اور کیا کچھ ہمیں کرنا چاہئے تھا جہانتک اخبار وغیرہ کا تعلق ہے اس میں شک نہیں کہ ہم نے تحریر و تقریر کے ذریعہ ان عقاید باطلہ کی کلی اور کھلی تردید کی۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ بہت ہی وزنی اور معقول دلایل سے آئے دن باطل کے سر کچلنے کی کوشش کی گئی۔ اور ابتک کی جا رہی ہے۔ لیکن آیا اس سے بڑھ کر بھی ہم نے کچھ کیا؟ دیکھنا یہ ہے کہ اپنے صحیح عقاید کو دنیا میں پھیلانے ہمیں قلوب کے اندر راسخ کر دینے۔ اور باطل کو ان کی جگہ لینے سے روکنے میں کہانتک ہم نے کوشش کی۔ بیشک باطل والوں کی طرف سے بعض لوگ کٹ کٹ کر ہماری طرف آئے۔ اور عقاید صحیحہ کا ساتھ انہوں نے دیا۔ لیکن یہ بھی کچھ ہماری کوششوں کا ہی نتیجہ نہیں۔ بلکہ یہ تو ان کی اپنی تلاش اور تحقیق حق کا باعث ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہم سے ملایا بمصداق والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔

لیکن ان کو بھی چھوڑ کر دوسرے مسلمانوں میں

اشاعت احمدیت

یا احمدیت کے صحیح عقاید کو پھیلانے کا ہم نے کیا کچھ بندوبست کیا۔ یا صرف اندرونی تنازعات میں ہی مصروف ہو کر باہر کے حملوں یا ان کی بد تاثیرات کو ہم بھلا بیٹھے۔ یہ سوال ہیں جو آج ہر ایک احمدی۔ زن و مرد بچہ اور نوجوان ایک ایک کے زیر غور ہونے چاہئیں۔ ورنہ یہ موجودہ لاپروائی خدانخواستہ کہیں ہمارا بھی وہی حشر اور انجام نہ کرے۔ جو اس سے پیشتر حضرت مسیح ناصری کے پیروؤں میں سے اس فرقہ کا ہو چکا ہے۔ جو پہلے پرستی کو ناجایز سمجھتا اور توحید الہٰی کا قایل تھا۔

اس وقت سلسلہ میں خود احمدی جماعت کے اندر عام طور پر ایک بہت ہی غفلت اور جمود طاری ہو چکا ہے۔ وہ پہلا سا جوش اور دین کے لئے اپنے آپ ہی ہمیشہ مستعد رہنا اور تبلیغ و اشاعت میں ہمیشہ ایسا کچھ جوش و خروش دکھانا کہ اپنے کھانے پینے اور گھر بار کی بھی ہوش نہیں۔ جیسا کہ حضرت صاحب کے زمانہ میں تھا۔ آج اس کا عشر عشیر بھی ہم میں نہیں۔ ان الفاظ کو دیکھکر کوتہ اندیشوں اور دشمنان حق کو تمسخر اور استہزا اور ہمارے خلاف جوش و خروش کا موقعہ مل جائیگا اور وہ اسے جسطرح ہمارے فقدان روحانیت پر دلیل ٹھہرا کر اپنی مخالفت کا نتیجہ اسے قرار دینگے۔ اسکو ہم پیشتر سے جانتے ہیں لیکن ایسی باتوں اور ان ناجایز شورشوں کا ہمیں مطلق ڈر نہیں۔ وہ جو چاہیں کہیں۔ اور ایسے ایسے بیہودہ دلایل پر اپنی صداقت کی بنیاد رکھکر حضرت مسیح موعود کی صداقت و روحانیت اور قوت قدسی پر دھبہ لگائیں۔ جو جماعت کے حق میں اس سے بھی بڑھ چڑھ کر باتیں کہہ چکے ہیں۔ اور ان کی اعلیٰ منزل مقصود

ہیں ... وہ خود اپنے گریبان میں منہ ڈالنے اپنی آنکھ کے شہتیر کی فکر کرنے اور خود اپنے ہم مشرب لوگوں کے گندے اخلاق اور برے نمونہ کو پیش نظر رکھنے کے بجائے بیشک حق والوں کے منہ آئیں۔ اور وہ جو جی چاہے ... کیلئے ہم کتنا چاہیں تک بھوں چڑھائیں۔ برا سنائیں اسپر ہنسیں اور تالیاں بجائیں۔ غرض جو دل چاہے کریں لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ان سے ڈر کر اپنے آپ کو [illegible] اپنے کام دکھانے کرنے اور اس بلند پر [illegible] مسیح موعود کر آئے تھے [illegible] موجودہ تجارت اور ترقیات کو بھی اس کے بالمقابل ناچیز کہنے [illegible] جائیں۔ اسلام ہمیں اعلیٰ سے اعلیٰ منازل ترقی کیطرف لے جانے اور ترقیات کی نت نئی منازل طے کرانے کے لئے آیا ہے اس نے ہمارے سامنے جو عظیم الشان کام رکھا ہے جسکے کرانے کیلئے حضرت مسیح موعود مبعوث ہوئے تھے حقیقت یہ ہے کہ اس کام کا عشر عشیر بھی ابھی تک ہم نے نہیں کیا۔

دنیا ابھی تک کفر و ضلالت۔ اور فسق و فجور سے اسی طرح بھری پڑی ہے جیسے کہ حضرت مسیح موعود کے وقت میں اور آپ سے پہلے تھی۔ آج بھی اسلام کے اوپر حملہ کرنے کے لئے اسی طرح سے مخالفین تیار بیٹھے ہیں بلکہ حملے کر رہے ہیں۔ جیسے کہ پہلے کیا کرتے تھے مکہ و مدینہ میں ویدک دھرم کا جھنڈا گاڑنے کی امنگیں آریہ سماج کے قلوب سے محو ہو گئی ہیں۔ تو اس کی جگہ ہندوستان کا چپہ چپہ ان کے زہریلے اثرات سے متاثر ہو رہا ہے۔ اور ابھی افریقہ و امریکہ اور کہاں کہاں پہنچنے کی تحریکیں آئے دن ان میں ہوتی ہیں۔ جس کے لئے کچھ کچھ سامان بھی ہو رہے ہیں۔ لیکن

احمدی جماعت کا کیا حال ہے؟

بس یوں سمجھنا چاہئے۔ کہ ایسے سوئے ہیں۔ کہ جاگنے کا نام ہی نہیں۔ اس سے یہ سمجھنا تو حماقت ہوگی۔ کہ وہ مامور من اللہ نعوذ باللہ ناکام بنا گیا۔ نہیں یہ ہمارا اپنا قصور ہے۔ مامور تو ہمیشہ بیج ڈالنے آیا کرتے ہیں۔ اس بیج کو سینچنا اور اسے ایک عالیشان درخت بنا دینا یہ اس کے بعد اس کا ساتھ دینے والوں کا کام ہے۔ حضرت مسیح موعود نے تو ہمارے ہاتھ میں ایسے ایسے نادر اور اعلیٰ اصول دے دیئے ہیں۔ وہ وہ زبردست حربے باطل کا سر کچلنے اور حق کی کامیابی کے لئے اس پاک بندہ نے ہمیں دیئے ہیں کہ جن کے مقابلہ کوئی بھی اشد سے اشد مخالف تاب نہیں لا سکتا۔ مگر آہ ہم سو رہے ہیں صرف یہی نہیں۔ کہ اسلام کی اشاعت سے ہی غافل ہیں۔ اور بس ایک خواجہ کمال الدین اور ان کے دو کنگ مشن کو ہم نے سب کا نفا سمجھ رکھا ہے۔ بلکہ اس پاک انسان اس غلام احمد کے متعلق دنیا میں عام طور پر پھیلی ہوئی نفرت کو بھی دور کرنے اور ان غلط خیالات سے اس کو پاک ثابت کرنے میں بھی ہم نے جدوجہد سے کام لینا ترک کر دیا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ایسے مواقعات خود ہمارے اس ہندوستان کے اندر ہیں۔ جہاں کسی کو آپ کا نام تک معلوم نہیں۔ چہ جائیکہ آپ کے صحیح اور اصل مشن سے واقف ہو کر خود بخود ہی اس احمد صلے اللہ علیہ وسلم اور اس کے پاک دین اسلام کی صداقت کا وہ قایل ہو۔ اور عملی طور پر اسپر ایمان لائے۔ جس کی غلامی میں ہو کر آپ آئے تھے۔ اور جس کے جھنڈے کو اب پھر دوبارہ اسی شان کے ساتھ دلوں پر نصب کرنا آپ کا مقصود اصلی تھا۔ یہ تو ہے ہماری موجودہ حالت جس کی نوحہ خوانی کبھی بھی ختم نہیں ہو سکتی۔ اور دنیا کی موجودہ حالت کے بالمقابل اپنی کمزوریوں کی تفصیل ہو سکتی ہے۔ اس لئے گذشتہ یا موجودہ پر ہی نظر رکھنے کے بجائے ہمیں اب

مستقبل پر نظر ڈالنی چاہئے

اور آیندہ جن منازل عالیہ پر ہمیں پہنچنا ضروری ہے۔ اسکا کوئی سامان ابھی سے کر لینا چاہئے۔ یہ ایک

قومی سوال

ہے جسکا جواب ایک فرد واحد کے ذمہ نہیں۔ بلکہ ساری قوم کو اس کی فکر کرنی چاہئے۔ اور سب کو ملکر ان اسباب و وسایل پر غور کرنا چاہئے جو قوم کی بہبودی اور مخلوق خدا کی بھلائی کا موجب ہو سکتے ہیں۔ ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ اشاعت سے اسپر غور کرینگے۔ لیکن قوم کے اہل الرائے حضرات سے بھی ہماری التماس ہے کہ وہ بھی اس مضمون پر قلم اٹھائیں کہ

ہمارے فرائض کیا ہیں اور ہمیں کسطرح ان کو ادا کرنا چاہئے

جبتک یہ نہ ہوگا اور صحیح تدابیر سے ایک مشعل راہ تیار نہ کی جائیگی کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنا مشکل ہے۔

کیا ہم امید کریں۔ کہ ہمارے اہل قلم حضرات اور بزرگان قوم اس گذارش پر توجہ فرما کر اس ضروری بحث پر کچھ لکھینگے۔ اور اپنی قابل قدر رائے سے قوم

لاہور میں ایک ہندو عورت کے عیسائی ہونے کا مقدمہ

قریبًا ہر سال لاہور میں کوئی نہ کوئی ہندو لڑکی [illegible] یا خاوند کو اپنی نا عاقبت اندیشی کا یہ ثمرہ اٹھانا پڑتا ہے۔ کہ وہ لڑکی اپنے گھر سے نکل کر اپنے ماں باپ کو جدائی کا داغ دیکر خاوند کے گھر کو اجاڑ کر مشن کمپونڈ میں جا بسیرا لیتی ہے اس قسم کے کئی ایک واقعات گذشتہ سالوں میں رونما ہو چکے ہیں اور جو ابھی ایک۔ عیسائی ٹیچر کے زیر اثر سکول کی بدولت ہیں۔ جہاں [illegible] جا کر تعلیم پاتی ہیں۔ تعجب ہے کہ پے در پے کئی ایک [illegible] یہاں کے لوگوں کو ابھی تک متنبہ نہیں کیا۔ اور وہ برابر اس سکول میں اپنی لڑکیوں کو تعلیم کے لئے بھیجتے ہیں۔ جہاں ان کے دین و ایمان کو خراب کیا جاتا ہے۔ تازہ واقعہ ہے کہ لاہور کے ایک معزز [illegible] کے ایک فرد لالہ تاراچند صاحب کی بیوی راجکماری نام جو اسی سکول کی متعلمہ رہ چکی ہے۔ چند دن ہوئے خاوند کے گھر سے نکلکر عیسائیوں کے پاس چلی گئی ہے۔ اور اب وہاں سے واپس آنے سے انکاری ہے لالہ تاراچند صاحب نے اسپر مقدمہ دائر کیا ہے۔ جو گذشتہ ۲۴ جنوری ۱۹۱۸ء کو رائے صاحب لالہ [illegible] سینیر سب جج لاہور کی عدالت میں پیش ہوا۔ جس میں [illegible] بابت کی شہادت اس مطلب کی ہوئی۔ کہ راجکماری ابھی عیسائی نہیں ہے۔ اگرچہ کوئی خاص بیماری بھی اس کو [illegible] یہ تنقیح قایم ہوئی۔ کہ آیا لالہ تاراچند سے اس کی شادی جایز [illegible] مدعی کے گواہان کی شہادت کے لئے جو [illegible] ۸ فروری ۱۹۱۸ء کی تاریخ مقرر ہوئی معاصر [illegible] پر یہ نوٹ لکھتا ہے۔ کہ

"یہ [illegible] اسی قسم کے نتایج برآمد ہونے کے لوگ انگریزی [illegible] مشن کے غلام بن کر اپنی لڑکیوں کو عیسائی سکولوں [illegible] بھیج رہے ہیں"

ہم کہتے ہیں۔ نرا بھیج ہی نہیں رہے۔ ان کو اپنے ہاتھوں سے عیسائی بنا رہے ہیں جب ان کو یہ بھی نہیں کہتے۔ کہ عیسائی مذہب اور [illegible] کے اندرونی حالات سے واقف کر دیں۔ تاکہ وہ اس سے آگے ذرا سوچ سمجھ کر قدم اٹھائیں۔ پھر خود اپنے گھروں کے اندر مشنری عورتوں کو آنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اور اس کے بعد پھر اب یہ ذرا بھی اپنی روش کو بدلنے کے لئے تیار نہیں۔ ورنہ گذشتہ دو تین سالوں کے واقعات سے کیا کچھ اٹھایا گیا۔ ابتک تو مسلمانوں پر الزام تھا۔ کہ یہ ان کے دین کی خرابی کا باعث ہے۔ کہ ان کی لڑکیاں اور لڑکے عیسائی ہوتے ہیں۔ مگر ہندو مذہب کو کیا ہو گیا۔ لیکن نہیں یہ اپنی نا عاقبت اندیشی کا نتیجہ ہے۔ مذہب کی [illegible] یا برائی کو اس سے کوئی اتنا تعلق نہیں۔ اس لئے ہندو اور مسلمان [illegible] کو اس روش کو بدلنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور ایسی زہریلی تعلیم سے اپنی لڑکیوں اور لڑکوں کو حتے الوسع محفوظ رکھنا چاہئے۔

مولوی ثناء اللہ کا مذہب

"[illegible] اہل حدیث [illegible]" کے عنوان سے مولوی [illegible] صاحب اپنے اخبار اہلحدیث میں آجکل ان واقعات کو [illegible] جو ان کے [illegible] غزنویوں کے درمیان کئی سالوں سے پیش آ رہے ہیں [illegible] جن کی نوبت باہمی تکفیر تک پہنچ چکی ہے۔ اس تکفیر کی اصل [illegible] اس قدر ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے اپنے بعض مناظرات کی کتابوں میں اللہ کی صفات کو تاویلی رنگ میں بیان کیا ہے۔ مثلاً جہاں خدا تعالیٰ کے ہاتھ کا ذکر ہے۔ ان کو وہ حقیقی طور پر انسانوں جیسے ہاتھ قرار دینے کے بجائے اس کی قدرت۔ طاقت یا کسی حقیقت پر محمول کرتے ہیں غزنوی [illegible] کو اس سے اختلاف ہے وہ ...... صفات خداوندی میں کسی تاویل کو جایز نہیں سمجھتے۔ اور اسی بنا پر انہوں نے مولوی ثناء اللہ پر کفر کا فتویٰ دے رکھا ہے۔ جس کو اب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ناقابل برداشت پا کر مولوی ثناء اللہ اپنے اوپر سے اٹھانے کی فکر دامنگیر ہوئی ہے۔ اسی لئے وہ اس باہمی نزاع اور اس کے متعلقہ واقعات کا ذکر کرتے ہوئے ... باہم فیصلہ کے لئے کئی ایک کوششیں ہوئیں مگر ناکام ... اپنے مذہب کو یوں بیان کرتے ہیں کہ

"دراصل بات یہ ہے کہ باوجود اہلحدیث میں داخل ہونے [illegible] کے میرا اور میرے مخالفوں کا مشرب یعنی طریق عمل الگ ہے [illegible] الگ ہے۔ میں مانتا ہوں کہ یہ حضرات اپنے خیالات کے [illegible] ماتحت اسلام کی خدمات کر سکتے ہیں۔ [illegible] مشنیں بند کر دیں) لیکن اہل علم سے مخفی نہیں۔ کہ قدیم [illegible] اہل حدیث میں بھی ہر قسم کے علماء چلے آئے ہیں۔ [illegible]

ملکہ دونوں بندشوں میں لگے ہوئے دیکھنا ہو۔ تو امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات دیکھنی چاہیے چونکہ یہ دونوں قسم کے علماء اہلحدیث ہی کے گروہ ہیں۔ اس لئے میں اعتقادی طور پر تو مفوضین (جو صفات خداوندی میں تاویل نہیں کرتے) ان کے ساتھ ہوں یعنی میرا عقیدہ وہی ہے جو ان حضرات کا ہے۔ لیکن چونکہ دوسرا گروہ بھی ہمارے ہی خاندان کی ایک شاخ ہے۔ لہذا مناظرات میں ان کی روش سے کام لیتا ہوں۔ اس لئے میرا دعویٰ ہے۔ کہ میں اپنی روش میں جملہ اہلحدیث یا جملہ اہلسنت سے باہر نہیں ہوں" (اہلحدیث یکم فروری ۱۹۱۹ء)

کیا خوب۔ گویا مولوی صاحب کے لینے کے باٹ اور ہیں اور دینے کے اور۔ جب وہ کسی سے مناظرہ وغیرہ کرتے ہیں۔ تو اس وقت ان کا اصل مذہب اور عقیدہ وہ نہیں ہوتا جس کو وہ بیان کرتے ہیں۔ لوگوں کے سامنے وہ کچھ پیش کرتے ہیں۔ اور اصل عقیدہ ان کا کچھ اور ہوتا ہے مانتے تو وہ خدا کے اصل ہاتھ ہی ہیں۔ کتب العہد العتیق و الجدید کے متعلق ان کا اصل ایمان یہی ہے۔ کہ خدا نے بھی تورات کو اسی طرح سے اپنے ہاتھ سے لکھا۔ جیسے مولوی صاحب "اہلحدیث" کے مضامین لکھا کرتے ہیں لیکن جب اسے مخالفوں کے سامنے پیش کریں گے۔ ان کے اعتراضات کا جواب دینا ہوگا۔ تو وہاں انکا یہ اعتقاد کام نہیں دے سکتا۔ اس وقت تو اگر اس اعتقاد کو پیش کریں۔ تو اعتراضات کی بوچھاڑ سے ہی چھٹکارا نہ مل سکیگا۔ اس لئے وہاں اپنے اعتقاد کے خلاف کچھ اور تاویل کر دینگے خواہ وہ ان کے اپنے خیال میں کتنی ہی جھوٹی اور بے بنیاد کیوں نہ ہو۔ یہ دورنگی اہلحدیث میں ممکن ہے۔ کام دے جائے۔ اور غزنویوں کے نزدیک جن کے جد امجد مولوی عبداللہ صاحب نے غزنی سے نکلنا پسند کیا تھا۔ لیکن دورنگی کو جایز نہ رکھا ممکن ہے کہ اب قابل قبول ہوگئی ہو۔ لیکن اسلام نے اس قسم کا طریق عمل رکھنے والوں کا جو کچھ نام رکھا ہے۔ وہ بھی مولوی صاحب کو معلوم ہی ہے۔ اور اس کی اس مصداق حق نواز کو بھی وہ خوب جانتے ہیں۔ جو ایسے مذہب والوں کے ہی حق میں ہے۔ کہ یا ایہا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون ÷

ایک ضروری مطالبہ

کہ گذشتہ اشاعت میں ہم نے خواجہ حسن نظامی کی ایک مراسلت بعنوان "جوان اور روپیہ والی عورت رشوت میں" شایع کرتے ہوئے لکھنؤ کے محمودیوں کو توجہ دلائی تھی۔ کہ وہ اس کے متعلق اصل واقعات کو دیانتداری سے لکھیں۔ اور بتائیں کہ خواجہ حسن نظامی کا یہ بیان کہانتک صحیح ہے۔ لیکن ابھی تک کسی محمودی نے تو اسپر ذرا بھی لش سے مس تک نہیں کیا۔ البتہ ہمارے مکرم دوست ڈاکٹر محمد عمر صاحب ہمیں لکھتے ہیں کہ

"میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ یہ نوٹ شایع کر دیں کہ حسن نظامی صاحب اس خط کو تمام و کمال جو لکھنؤ سے گیا ہے۔ پیغام صلح میں شایع کر دیں۔ یعنے اس کا عکس دیدیں۔ یا اگر وہ میری پوزیشن کے لحاظ سے (الحمدللہ) میرا اعتماد کریں۔ تو میرے پاس بھیجدیں یعنے جسقدر تحقیق کیا ہے۔ وہ اپنے بیان میں غلط معلوم ہوتے ہیں۔ اور کم سے کم انہوں نے واقعات کو مروڑا ضرور ہے یعنے *He has twisted the facts* اگر وہ ایسا نہ کرینگے۔ تو ناظرین اور آپ کو خود سمجھ لینا چاہئے کہ وہ کس لعنت کے مستحق ہیں"

ان الفاظ پر کسی رائے زنی کی ہمیں ضرورت نہیں۔ امید کہ خواجہ حسن نظامی صاحب اس کا جواب دینگے ÷

ایک غلطی کی اصلاح

"النبوت فی الاسلام" مصنفہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے صفحہ ۱۳۲ کی سطر ۲۰ میں جو یہ لفظ لکھے ہیں کہ

"دافع البلا میں یہ لکھیں کہ مسیح کو مجھ پر فضیلت کلی ہے"

اس میں کتابت کی غلطی کیوجہ سے الٹ مفہوم لے لیا گیا ہے کہ گویا حضرت امیر ایدہ اللہ نے دافع البلا کا غلط حوالہ دیا ہے کہ اس میں حضرت مسیح موعود نے مسیح کی اپنے اوپر کلی فضیلت تسلیم کی ہے۔ یہ غلط ہے "مجھ کو مسیح پر کلی فضیلت ہے کی بجائے" "مسیح کو مجھ پر کلی فضیلت ہے" کے الفاظ غلطی سے کاتب نے لکھ دیئے۔ جو [illegible]

الاسلام

اسلام اور تعدد ازدواج

جرمنی میں شادی کے متعلق ایک نئی تحریک

معاصر اودھ اخبار لکھنؤ بعنوان بالا رقمطراز ہے:-

دنیا میں چونکہ مرد اور عورتوں کی تعداد قریب قریب مساوی ہوتی چلی آئی ہے۔ لہذا "ایک مرد ایک عورت" کا اصول بہترین تسلیم کیا گیا ہے چنانچہ مذہب عیسوی نے بھی ایک مرد کا ایک سے زیادہ عورت سے یا ایک عورت کا ایک سے زیادہ مرد سے شادی کرنا گناہ قرار دیا۔ اور جن ممالک میں اس اصول کے خلاف عمل ہوتا تھا۔ ان کو وحشی یا نیم وحشی بتایا۔ مگر جنگ نے ایک خاص صورت پیدا کر دی ہے۔ اول تو ان ممالک میں جو جنگ میں براہ راست شامل ہیں۔ لاکھوں جوان مر گئے نیز کہ ہو کر نوجوان بیوائیں پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ دوم ضروریات جنگ یا دیگر اغراض کے لئے یہ بھی محسوس کیا جا رہا ہے کہ آبادی کا بڑھانا ضروری ہے۔ ایسی صورت میں کیا کیا جانا چاہئے۔ اگر حالات موجودہ پر قانع رہا جاتا ہے۔ تو ان لاکھوں جوان بیوگان کا جو انسان ہیں پاکبازی سے گذر کرنا ناممکن ہوگا اور بداخلاقی پھیلے گی۔ اور پھر آبادی بھی نہ بڑھ سکیگی۔ لہذا ان ممالک میں یہ مسئلہ ایک عرصہ سے زیر غور ہے۔ جرمنی میں اس تحریک کا از سرنو آغاز کیا گیا ہے۔ وہاں سوشل حلقوں میں اس امر پر زور دیا جا رہا ہے۔ کہ اولاد پیدا کرنے کی غرض سے اگر ایک عورت اپنے خاوند کے علاوہ اور اس کی رضامندی سے دوسرے مرد سے بھی ازدواجی رشتہ قایم کرے۔ اور اسی طرح ایک مرد ایک یا زیادہ عورتوں سے رشتہ قایم کرلے۔ تو قوم کو فایدہ پہنچیگا۔ گورنمنٹ ملک کو چاہئے کہ اس قسم کے تعلق کو مثل جایز شادی کے قرار دے۔ ان دوسری بیویوں یا خاوندوں سے جو بچے پیدا ہوں۔ وہ بیویوں کے بچے سمجھے جائیں۔ اور اگر والدین ان کی پرورش نہ کریں تو گورنمنٹ کا فرض ہے۔ کہ ان کی پرورش اپنے ہاتھوں میں لے۔ اور شہریت کے حقوق میں ان بچوں کو کسی طرح کم نہ سمجھا جاوے۔ یہ تحریک شروع ہوئی ہے۔ اور امید کی جاتی ہے کہ اس پر زور دیا جائیگا۔ اور بالآخر یہ منظور بھی ہو جائیگی اور اس پر عملدرآمد ہونے لگیگا۔ اتحادیئن خواہ اس وقت اس طرز عمل کے خلاف ہوں۔ مگر ہم کو یقین ہے کہ جلد ان دیگر ممالک میں جلد یا کسی قدر بدیر اس پر غور ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ یہی طرز عمل اختیار کیا جائے۔ ہندوستان میں جہانتک ہمارا خیال ہے۔ یہ تحریک بنظر پسندیدگی نہیں دیکھی جا رہی ہے۔ اس کی ایک وجہ ہے کہ دشمن کے ملک سے اس کا آغاز ہو رہا ہے۔ آجکل یہ ایک فیشن ہو گیا ہے۔ کہ جرمنوں کی ہر بات کو ناقص بتایا جائے۔ اگر اس تحریک پر ذرا عمیق نظر ڈالی جائے۔ تو صورت حالات غالباً دوسری دکھائی دیگی۔ شادی کا مسئلہ ایک سوشل مسئلہ ہے سوشل اصول وہی اچھے ہیں جن سے سوسایٹی کا شیرازہ قایم رہے۔ اور انسان کی روزمرہ کی زندگی بلا کسی مشکل کے بسر ہوتی رہے۔ بلکہ بقول جان اسٹوارٹ مل جس اصول میں زیادہ سے زیادہ حصہ آبادی کو زیادہ سے زیادہ فایدہ حاصل ہو سکے وہی اصول اچھا ہے۔ شادی کے متعلق ایک مرد ایک عورت کا اصول صرف اس وجہ سے قایم ہوا۔ کہ ہر دو طبقات کی تعداد قریب برابر رہتی ہے اگر مردوں کو یہ حق دیا جائے کہ ایک سے زیادہ شادی کر سکیں۔ تو ظاہر ہے کہ بہت سے مرد بغیر شادی کے رہ جائینگے۔ اسی طرح اگر ایک عورت کو ایک سے زیادہ مردوں سے شادی کرنے کا حق دیا جائے۔ تو بہت سی عورتیں بلا شادی کے رہ جائیں گی۔ اور ان دونوں میں ایک نہ ایک طریقہ سوسائٹی کی عام زندگی کے لئے مضر ثابت ہوگا۔ ایک اور وجہ بھی ہو سکتی ہے مگر وہ زیادہ تر خیالی وجہ ہے یعنی ایک مرد ایک سے زیادہ عورت سے یا ایک عورت ایک سے زیادہ مرد سے محبت نہیں کر سکتے۔ یہ خیالی وجہ اس لئے ہے کہ اب تک چونکہ ایک مرد کے حصہ میں ایک عورت آتی ہے۔ لہذا ان کی عادت اس قسم کی واقع ہو گئی ہے۔ اور انسان عادت کا بندہ ہے۔ اگر آج یہ دستور قایم کر دیا جائے کہ ایک مرد دو عورتوں سے شادی کر سکتا ہے یا ایک عورت ایک سے زیادہ مردوں سے شادی کر سکتی ہے۔ تو کچھ عرصہ کے بعد مرد اور عورت دونوں کے مزاج اسی کے مطابق تبدیل ہو جائینگے بہرحال سوال جب مرد اور عورتوں کی تعداد ایک ملک میں مساوی ہو۔ تو ایک مرد ایک عورت کا اصول ہی بہترین اصول ہے۔ مگر جنگ نے جہاں لاکھوں مردوں کو دنیا سے اٹھا دیا۔ وہاں عورتوں کی تعداد مردوں کی نسبت [illegible]

[illegible] جائے کہ وہ باقاعدہ شادی کر لیں۔ باقاعدہ شادی پہلے اصول پر ہو نہیں سکتی۔ اس لئے ذات مرد دستیاب نہیں ہو سکیگا۔ لہذا یہی بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ایک سے زیادہ شادی کرنے کا قاعدہ جاری کر دیا جائے بیشک جیسا کہ جرمنی میں تجویز کیا گیا ہے۔ یہ قاعدہ اسی وقت تک قایم رکھا جائے جب تک اس کی ضرورت ہے۔ ممکن ہے کہ بعض بعض صورتوں میں افزونی کی ... ناپسندیدگی کا اظہار کیا جائے۔ تاہم کل سوسائٹی کے مفاد کے سامنے افراد کی خوشی یا ناخوشی شمار نہیں کی جاتی۔ اب تک ہم نے ایک عام اصول پر بحث کی ہے۔ اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہندوستان میں کیا دستور رہا ہے۔ جہاں تک ہم کو علم ہے ہندو قانون کی رو سے ہر مرد کو اختیار رہے کہ اگر ضرورت ہو تو ایک سے زیادہ شادی کر سکتا ہے۔ قانون اس سے ہرگز منع نہیں کرتا۔ اور ہر شخص جانتا ہے کہ زمانہ قدیم میں کئی کئی شادیاں کی بھی جاتی تھیں اور اب بھی کی جاتی ہیں۔ البتہ ایک سے زیادہ شادی ہر گز نا منع ہے۔ شادی کی غرض زیادہ تر اولاد ہے۔ جب اولاد پیدا کرنے کے لئے یہ طریقہ جایز قرار دیدیا گیا۔ تو پھر باقی کچھ نہیں رہتا۔ البتہ صرف حیوانی جذبات کی سیری کیلئے شادی کرنا نامناسب ہے۔ مگر جرمنی ابھی اس بنیاد پر اس اصول کی سفارش نہیں کرتا ہے۔ بلکہ اس بنیاد پر کہ آبادی کو بڑھانے جانے کی سخت ضرورت ہے۔ مسلمانوں میں بھی جہانتک ہمارا علم ہے ازدواج ثانی قانون کے خلاف نہیں ہے۔ یہ امر تو مسلم ہے کہ مسلمان بادشاہ و نواب متعدد بیگمات رکھتے آئے ہیں۔ شادی ایک سوشل رواج ہے۔ اور جس رواج سے سوسایٹی کو زیادہ سے زیادہ فایدہ حاصل ہو سکے۔ وہ رواج عمدہ سمجھا جاتا ہے۔ لہذا ہم جرمنی کی اس تحریک کو پسند کرتے ہیں۔ اور جیسا کہ ہم اوپر کہہ آئے ہیں۔ ہم کو یقین ہے۔ کہ جرمنی کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی ایک روز ضرور اس تحریک پر عمل ہوگا۔ اور اگر سوسایٹی کو اخلاق کے اندر رکھنا ہے۔ تو اس اصول پر عمل کرنا لازمی ہوگا ÷

پیغام صلح

کچھ بہت عرصہ نہیں ہوا جب فواد پاشا ترکی ہلال احمر سے لارڈ میرسٹن برطانوی وزیر نے گفتگو کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ ممالک محروسہ عثمانیہ سے جبتک کثرت ازدواج کی رسم زایل نہ ہوگی اس وقت تک کبھی ترقی نہیں ہو سکتی۔ گویا برطانوی وزیر کے نزدیک سلطنت ترکی کے زوال کا اصل باعث کثرت ازدواج ہی ہے۔ اور بس صرف وزیر برطانیہ کا ہی یہ خیال نہ تھا۔ بلکہ تمام یورپ ان کے اس خیال میں شریک رہا ہے۔ اور ان کے نزدیک اسلام میں اگر کوئی بدترین چیز ہے تو وہ یہی کثرت ازدواج کا مسئلہ ہے۔ مسلمانوں میں اس کا رواج ہو۔ ان کا گمان یہی ہے کہ کوئی مسلمان نہیں جس کی ایک سے زیادہ بیویاں نہیں بلکہ یہانتک کہ وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کو سوائے بہت سی بیویاں کرنے کے اور کوئی شوق ہی نہیں۔ اس خیال کو ظاہر کرنے کے لئے کارٹون بنا بنا کر شایع کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ شاید ابھی چار سال کا واقعہ ہے انگلستان سے ایک تصویر آئی تھی۔ جس میں ایک ترک ایک مصلے کے اوپر بیٹھا ہوا یہ دعا مانگ رہا تھا کہ *O. God give me one hundred wives* یعنے اے خدا مجھے پوری سو بیویاں دے ÷

یورپ کا یہ خیال چاہے کتنا ہی مبالغہ آمیز کیوں نہ ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے اور خصوصاً ترک مسلمانوں نے اس تعدد ازدواج کے مسئلہ پر عمل کرتے ہوئے کچھ زیادہ احتیاط نہیں کیا بغیر اشد ضروریات کے خواہ مخواہ بھی ایک سے زیادہ بیویاں کرنا نہ صرف خود اپنے آپکو ہی ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ بلکہ قرآن کی بھی اجازت سے ایک حد تک ناجایز فایدہ اٹھانا ہے پھر اس تعدد ازدواج کے شوق میں ان غیر اقوام کی عورتوں سے شادی کر لینا۔ جن سے اس قسم کا راہ و ربط امور سیاسیہ میں بہت کچھ نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ ترکوں کے معاملہ میں ہوا جہاں اسی وجہ سے جرمنی کا تسلط حد سے زیادہ قایم ہو کر موجودہ بدنتائج کا مظہر اکر رہا ہے۔ یہ گویا اپنی قوم کو بھی تباہی میں ڈالنا ہے۔ اور شاید یہی خیال ان الفاظ میں بھی پنہاں ہو جو برطانوی وزیر نے صدر اعظم ترکی سے کہے۔ گو صدر اعظم ترکی کا یہ جواب کہ

"گھبرایئے نہیں۔ اہل یورپ ہی کے قدم بقدم اب ہم بھی چلا کریں گے۔ صرف ایک ظاہر کرینگے اور باقی کو چھپا رکھینگے"

تعدد ازدواج کی حمایت میں گویا ایک الزامی جواب ہے۔ کہ اہل یورپ بھی گو زبان سے تعدد ازدواج کے مخالف ہیں۔ لیکن عملاً وہ اندر ہی اندر ناجایز طور پر اس اصول کے حامی ہیں۔ لیکن لارڈ میرسٹن کے جواب کو اگر حسن ظنی کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ تو مسئلہ تعدد ازدواج [illegible]

چھپر کی کٹیا میں ٹھیرا کرتے ہیں۔ انہوں نے پچھلے سال لاہور آ کر اپنے اپدیش سے کئی پرشوں کو مانس کھانے سے ہٹایا۔ اور لاہور سے باہر جا کر بھی مانس کھانے کے ورودھ اُپدیش کر کے کئی پرشوں کو پھلاہاری بنایا۔ جب میں نے اُن کو اتھروید کے منتر دکھائے اُس وقت اُنکے پاس پندرہ بیس اُنکے ست سنگی بیٹھے تھے۔ ان میں ایک سناتنی پنڈت بھی تھا۔ جو ویر سے میرا پرچت ہے۔ اس کا نام پنڈت گنیش دت ہے جو اس وقت اورینٹل کالج لاہور میں پڑھاتا تھا۔ اس کی معرفت سوامی جی نے سائینا چاریہ کا بھاشیہ منگوا کر دیکھا۔ مگر اس میں کیول وہ منتر اور منتروں کا پدپاٹھ چھپا تھا۔ ارتھ کچھ نہ لکھا تھا۔ سوامی جی نے فرمایا کہ منتر سہل ہونے کے کارن ان کا ارتھ نہیں لکھا ہوگا۔ اس پر میں نے کہا کہ آپ ہی کرپا کر کے بتائیں کہ جو ارتھ میں نے آپکو سنایا ہے وہ ٹھیک ہے یا نہیں۔ فرمایا ارتھ تو یہی ہے جو تم نے سنایا ہے۔ پرنتو یہ نانس وشیک منتر ایسے پرشوں کے لئے رکھے گئے ہیں جو مانس اہاری ہوں۔ تاکہ یدی کوئی اتتھی انکے یہاں چلا جائے تو وہ بھی اتتھی کے ساتھ یتھا یوگیہ و یوہار کر سکیں۔

(۴) پنڈت منشی رام و اسودیو سات ولیکر جی فوٹوگرافر لاہور سے بھی میں نے ان منتروں کے وشے میں رائے پوچھی۔ انہوں نے بھی قریب قریب وہی جواب دیا۔ جو سوامی منگل ناتھ نے دیا تھا۔ مگر جب میں نے پنڈت جی کو منتر کا ارتھ بتایا جس میں مانس کے بھینٹ کرنے کا سپل لکھا ہے تو فرمایا کہ اس پر وچار کر کے بتاؤنگا۔ معلوم رہے کہ پرکاش پارٹی کے آریہ سماج میں پنڈت سات ولیکر جی ویدوں کے پنڈت مانے جاتے ہیں۔ (۵) رائے ٹھاکر دت جی پردھان آریہ سماج وچھووالی لاہور سے بھی میں نے ان منتروں کی نسبت رائے پوچھی۔ وہ کوئی شافی جواب نہ دے سکے۔ رائے صاحب کئی ایک پنڈتوں سے وید منتروں کا ارتھ سوچ وچار کر بہتر کر سکتے ہیں۔ (۶) پنڈت کھیم کرن داس جی ترویدی نے اپنے بھاشیہ میں پورو کت مانس وشیک منتروں کا جو ارتھ کیا ہے اسکو کوئی بھی سویکار نہیں کر سکتا انہوں نے ادھی گرم شبد کا ارتھ ادھی کرت۔ جل۔ مانس۔ شبد کا ارتھ۔ بدھ بھیدھک۔ وستو۔ نہیں ارتھ والے ان شبد کا اپ کر کے۔ منتر ۵ کا ارتھ اس پرکار کیا ہے کہ اب دوار تھات جب اتتھی کھا چکے تب) گرہستھی ادھی کرت جل۔ اور بدھی ساد دھک (بدھی وردھک وستو) کو کھاوے۔ اس سے پہلے منتر ۸ میں لکھا جا چکا ہے۔ کہ اتتھی کے کھا چکنے پر گرہستھی کھاوے پھر اس بات کے دہرانے کی کوئی آوسیکتا نہیں۔ پھر جب ایک اور منتر میں جل کا ذکر آ چکا ہے تو دوبارہ جل کا ذکر کرنا فضول ہے۔ اور ادھی کرت جل سے کیا مراد ہے۔ یہ بھی نہیں بتایا ہے۔ سب باتیں پنڈت کھیم کرن داس جی کے ارتھ کے سمبندھ میں وچارنے کے لائق ہیں۔ مہاتما منشی رام جی نے مجھ سے کہا کہ انکے پتر مہاشے اندر چندر جی سے میں ان منتروں کے ارتھ پوچھوں۔ کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ گوروکل کانگڑی میں پنڈتوں کی ایک سبھا بنائی گئی ہے۔ جو اتھروید کے منتروں پر وچار کر رہی ہے۔ اور جس میں مہاشے اندر چندر جی بھی شامل ہیں۔ اس لئے ان سے سونے پرارتھنا ہے۔ کہ ان منتروں کا ارتھ اپنی سبھا سے پوچھ کر یا سویم وچار کر کے اپنی اخبار ست دھرم پرچارک میں پرکاشت کریں۔ اور جب پرکاشت کریں۔ تو اس کی ایک پرتی مجھ کو بھی عنایت کریں۔ اب اخیر میں ان دو سنسکرت کے ودوانوں سے بھی پرارتھنا کرتا ہوں۔ جن کو میں سب سے بڑھ کر عزت کے لائق سمجھتا ہوں وہ بھی اس شے میں اپنی رائے پرکاشت کریں۔ ایک پنڈت کاشی ناتھ جی ہیں جو پہلے گوروکل کانگڑی میں پڑھایا کرتے تھے اور اب گوروکل جوالا پور میں پڑھاتے ہیں۔ دوسرے پنڈت برج بھوشن جی ہیں۔ یہ بھی گوروکل کانگڑی میں ادھیاپک رہ چکے ہیں اور اب جالندھر کے کسی سکول میں پڑھاتے ہیں۔ ڈی۔ اے۔ وی کالج لاہور کے ودوانوں سے پرارتھنا ہے کہ وہ اس وشے میں اوشیہ وچار کر کے اپنی رائے کو پرگٹ کریں۔ کیونکہ ان کے اخبار آریہ گزٹ مورخہ ۲۲ دسمبر کے ایک لیکھ سے پایا جاتا ہے۔ کہ وہ مانس کھانے کو ویسا ہی وید ورودھ مانتے ہیں۔ جیسا کہ مہرشی سوامی دیانند مانتے تھے"

(جیون داس پنشنر۔ یکم دسمبر ۱۹۱۸ء)

اس مضمون پر اپنے خیالات کے اظہار کو آئندہ صحبت کے لئے اٹھا رکھتے ہیں۔ خاکسار۔ عبد الحق

صحت نامہ

حضرت مسیح موعودؑ کی تقاریر جو اس سے پہلے سلسلہ کے اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں اب کتابی صورت میں جمع کر کے طبع کرائی گئی ہیں یہ کتاب ۸۰۰ صفحہ پر ختم ہوئی ہے اس میں حضرت اقدس مسیح موعود کی وہ معرکۃ الآرا تقاریر جمع ہیں جو آپ نے مختلف مقامات پر فرمائیں۔ یہ کتاب بے نظیر ہے ہمارے احباب کو اپنے پاس ہی رکھنی چاہیئے بلکہ خدا توفیق دے انکو اسکی اشاعت بھی کرنی چاہئے۔ قیمت [illegible]

مُراسلہ

کھلی چٹھی بنام ایڈیٹر فاروق

(از جناب حکیم شاہنواز صاحب راولپنڈی)

مکرمی ایڈیٹر فاروق میر قاسم صاحب!

السلام علیکم۔ اخبار فاروق ۷ جنوری ۱۹۱۹ء کا جو پرچہ آپنے میرے نام پر ارسال فرمایا ہے۔ اس یاد آوری کا مشکور ہوں۔ مگر یہ امر دیانت اور امانت اور تقوےٰ کے سراسر منافی ہے کہ میرے خطوط کو درج اخبار نہ کرنا اور اُن کا خلاصہ درج کرنا اور خلاصہ بھی ایسی صورت میں درج کرنا کہ مجیب کے پاس میرے خطوط موجود نہ ہوں یہ دوسرا موقعہ بے اعتدالی کا آپ کی اخبار میں ہے۔ قبل ازیں بھی آپنے مولوی ابراہیم صاحب بقاپوری کے مضمون کے متعلق ایسا ہی وطیرہ اختیار کیا کہ میرے مضامین کو درج اخبار نہ کیا۔ اور اُن مضامین کے جوابات جو کہ حسب عم وخیال مولوی صاحب کے جوابات تھے درج کر دیئے کیا اس طریق سے فیصلہ ہو سکتا ہے کہ حق اور صداقت کس فریق کے حق میں ہے جو کچھ غلام حسین اور اُسکے ہمخیال لوگوں نے لکھا ہے۔ اُس کا مفصل جواب پیغام صلح میں چھپ جائیگا۔ یہ خط پیغام صلح کے ایڈیٹر کو روانہ کرتا ہوں۔ امید کہ آپ اس کو ملاحظہ فرما کر درج اخبار کرینگے۔ آپ پر مجھے امید واثق نہ تھی کہ آپ درج اخبار کریں اسلئے آپکو بالواسطہ روانہ کرتا ہوں۔ اس سے قبل میرا مضمون جو پیغام صلح میں مولوی ابراہیم کے مضمون کی تردید میں چھپ چکا ہے اُس میں ان تمام سوالوں کے کافی جوابات دئے گئے ہیں۔ دو خط غلام حسین کو میں نے لکھے تھے اول خط کی نقل نہیں اور دوسرے خط کی نقل میرے پاس موجود ہے۔ برائے اندراج اخبار پیغام صلح [illegible] روانہ کرتا ہوں غلام حسین نے منقولات کا ہی ذخیرہ پیش کیا ہے۔ مگر اُسے قطعاً اس بات کا علم نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جو کچھ سورہ فاتحہ وغیرہ سے استنباط فرمایا ہے۔ کیا وہ عبارت النص ہے یا دلالۃ النص یا اقتضاء النص یا اشارۃ النص بالکل ظہر لبطن کا ماصدق علیہ ہے آپکو دربارۂ نبوت یہ بھی معلوم نہیں کہ حضرت اقدس کی تصانیف میں مطلق کو مقید پر حمل کیا جاتا ہے یعنی حضرت اقدس نے اپنی تصانیف میں کہیں نبوت کو علے الاطلاق ذکر کیا ہے اور کہیں مقید۔ اور آیت استخلاف کے سباق اور سیاق اور دلالۃ النص اور موعود اور موعود علیہ کے عدم فہم سے غلام حسین کو غلطی لگتی ہے۔ اور وآخرین منھم الآیۃ کے ہکل ظہر لبطن کے مفہوم کو دلالۃ النص قرار دیکر ہمیں ملامت کیا جاتاہے اور کسی صحیح حدیث میں مسیح موعود کو نبی اللہ کہا نہیں گیا اور نواس بن سمعان والی حدیث کا ایک راوی مدلس ہے کما فی تذکرۃ الحفاظ للذہبی۔ اور نواس بن سمعان کے سوا یہ حدیث کسی صحابی سے مروی نہیں اور ابو الحسن احمد ابن المنادی جو کہ بارہویں طبقہ کے حفاظ میں سے ہے اس حدیث کے بعض فقرات کو وساوس خیال کرتا ہے۔ اور ایسی باتیں جو اور چند احادیث ہیں اُن کا بھی یہی حال ہے انشاء اللہ آیندہ مفصل بحث کی جاویگی۔ حافظ روشن علی صاحب نے اخبار الفضل میں یہ غلط مشہور کیا تھا کہ اُنہوں نے مجھ شاہنواز پر دس سوال کئے اور میں نے اُن سوالوں کا جواب نہ دیا بلکہ وہ قبل اسکے مباحثہ سے معذور ہو گئے تھے بمفتی محمد صادق نے بجواب اشتہار خواجہ کمال الدین صاحب مجھ پر یہ اتہام لگایا کہ میں حضرت مسیح موعود کی زندگی میں صرف ایک دفعہ قادیان گیا ہوں اور کہ شہادت دینے کے قابل نہیں یہ مفتی صاحب نے غلط لکھا ہے۔ یہی طریق مولوی محمد ابراہیم صاحب نے اخباروں میں اختیار کیا تھا اور اب غلام حسین بھی اُنکے نقش قدم پر چلا ہے اسلئے کہ میرے خطوط کو درج اخبار کرتا بھی نہیں مگر خطوط کے جواب عدم موجودگی خطوط میں بطور خلاصہ شائع کرتا ہے جو خط میں نے ایڈیٹر پیغام صلح کو روانہ کیا ہے جو کہ غلام حسین کو لکھا تھا کیا اسکا کوئی جواب باصواب غلام حسین نے دیا ہے۔ راقم شاہنواز ۲۹ جنوری ۱۹۱۹ء

خط بنام میاں غلام حسین صاحب

جس کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے:

محبی و مخلصی غلام حسین صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا ہدایت نامہ پہنچا۔ یاد آوری کا مشکور ہوں۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ آپ کے اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے درمیان جو جو باتیں ہوئی تھیں میری نظر سے گذریں میں نے نہایت افسوس کیا کہ غلام حسین [illegible]

تھے۔ علوم اسلامیہ سے ناواقفی کا نتیجہ تھا میاں صاحب کے عقائد مشارٌ الیہا قرآن کے مخالف اور احادیث کے سراسر مخالف اور حضرت مرزا صاحب کی تصانیف کے مخالف اور میاں صاحب کے عقاید سلسلہ احمدیہ کے بیخ کن ہیں ایک فریق کی تصانیف اور اخبار اور رسالجات مطالعہ کر کے فیصلہ دینا سراسر غلط ہے خطوط میں تصفیہ نہیں ہو سکتا اگر اتفاقاً ملاقات ہوئی تو آپ کو معلوم ہو جاویگا کہ آپ غلطی پر ہیں آپ کا ضلالت کے متعلق سوال تھا آپ غور کریں قرآن کریم میں ضلالت کئی معنوں میں مستعمل ہوا یعنی چند معنوں میں مستعمل ہوا۔ انسان فطرتاً ضال ہوتا ہے یا مہدی ہوتا ہے یعنی ضلالت مقدم ہے یا ہدایت مقدم ہے۔ اس حدیث کے کیا معنے ہیں جیسکے صحابہ اور کل مومن مخاطب ہیں۔ کلکم ضال الا من ھدیتہ۔ یعقوب علیہ السلام کے متعلق قرآن میں آیا ہے انک لفی ضلالک القدیم پارہ ۱۲۔ موسیٰ علیہ السلام کے متعلق آیا ہے قال فعلتھا اذا وانا من الضالین پارہ ۱۹۔ اور ضلالت اگر ہدایت کے بالمقابل واقع ہو تو اس ضلالت کے کیا معنے مراد ہوتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ووجدک ضالاً فھدیٰ پارہ ۳۰۔ اور اھدنا الصراط المستقیم الخ میں گروہ ثلاثہ کا ذکر ہے۔ منعم علیھم اور مغضوب علیھم یعنی بیجا عداوت کرنے والے اور ضالین بیجا محبت کرنے والے۔ اب مسیح موعود کے زمانہ میں بھی تین گروہ کا ہونا لازم آتا ہے۔ ایک مسیح موعود کے بارہ میں صراط مستقیم پر چلنے والا اور ایک اُن سے بیجا عداوت کرنے والا یعنی تفریط کرنے والا اور تیسرا گروہ بیجا محبت کرنے والا یعنی اُن کے حق میں افراط کرنیوالا۔ پہلا گروہ اور دوسرا بداہتاً معلوم ہوتا ہے۔ اور تیسرا گروہ بیجا محبت کرنے والا۔ یعنی مسیح موعود کے متعلق غلو کرنے والا۔ اور افراط کرنے والا۔ وہ کونسا گروہ ہے۔ فافہم۔

منعم علیھم چار قسم ہیں۔ تو پس مغضوب علیھم اور ضالین کے اقسام اربعہ بتاؤ یعنی قرآن کریم سے ثابت کرو۔ اور منعم علیھم انبیاء اور مغضوب علیھم اور ضالین غیر انبیاء ہیں پس علی زعمکم یہ ثابت ہوا کہ جو نبی نہیں ہے مغضوب اور ضال ہے۔ وہو باطل۔ ع

اے روشنیٔ طبع تو برمن بلا شدی

اس مقابلہ سے تو آپ کا فریق من اولہ و آخرہ بچ نہیں سکتا۔ اور منعم علیھم صدیقین ہیں۔ متقابلۃً مغضوب علیھم اور ضالین غیر صدیقین ہوئے۔ کیا آپ صدیقین ہیں [illegible] یا نہیں۔ فتدبر۔ منعم علیھم شہدا ہوئے اور مغضوب علیھم اور ضالین غیر شہداء ہوئے۔ فتدبر۔ اور منعم علیھم صالحین ہوئے اور مغضوب علیھم اور ضالین غیر صالحین ہوئے۔ فافہم

اور ہر ایک رکعت میں ہم اھدنا الصراط المستقیم الخ دعا مانگتے ہیں۔ کیا یہ دعا ہمارے لئے حاصل ہوتی ہے اور غضب اور ضلالت غیر حاصل۔ حاصل شدہ کو کیوں غیر حاصل شدہ تصور کیا جاتا ہے۔ یعنے ہدایت کو کس واسطے غضب اور ضلالت تصور کیا جاتا ہے۔ کیا منافق عملی میں ضلالت ہوتی ہے یا نہیں۔ للتشابہ بین المنافق العملی والاعتقادی۔ حالانکہ منافق عملی مسلم ہوتا ہے۔

کیا حضرت مسیح موعود منعم علیہ تھے یا نہیں۔ اور اگر منعم علیہ تھے۔ کیا شقوق اربعہ اُن کے لئے حاصل تھے یا دو یا تین۔ اور در صورت اول شقوق اربعہ کے حصول کی کیوں دعا مانگتے تھے۔ کیا حصول نبوت آپ کے لئے غلام حسین کے لئے ممکن ہے یا ممتنع۔ اگر ممکن ہے تو حضرت مسیح موعودؑ کا مخصوص ہونا حسب التصریح حقیقۃ الوحی غلط ہے۔ اگر ممتنع ہے۔ تو طلب محال و ممتنع ہے۔

اس مضمون پر بحث طویل ہے۔ مگر کیا کروں گنجائش نہیں آپ کا دوسرا سوال نہایت لغو اور بودا تھا۔ آپ نفی ذات اور نفی کمال کو نہیں سمجھتے۔ اس بحث کے لئے نہ وقت ہے نہ گنجائش ہے۔

راقم۔ شاہنواز از راولپنڈی۔

احمد مجتبےٰ صلعم

کے نام سے حضرت امیر ایدہ اللہ نے حال میں جو رسالہ لکھا ہے [illegible] کاتب کی غلطیاں رہ گئی ہیں ان غلطیوں کی ایک مکمل فہرست آئندہ اشاعت میں شائع کی جائیگی جن لوگوں کے ہاتھوں میں رسالہ پہنچ چکا ہے [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - چہارشنبہ ۶ فروری ۱۹۱۸ء نمبر ۵۹

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما

(۲)

دوسرے مذاہب کیا کر رہے ہیں
اور ہمیں کیا کرنا چاہیئے

اپنی رام کہانی کو آپ نے گذشتہ اشاعت میں سن لیا - اس کے ساتھ ہی یہ دیکھنا بھی فائدہ سے خالی نہیں - کہ دوسرے مذاہب جو اس وقت ہندوستان کے اندر موجود ہیں - یعنے وہ لوگ جن کی مذہبی کتابوں کو اگر دیکھا جائے - تو وہ ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتیں - کہ اپنے مذہب کو وہ دوسروں تک پہنچائیں - انہوں نے اس مخالفت پر پردہ ڈالکر اور اپنے مذہب کو وسیع الخیالی کا جامہ پہنا کر اس وقت تک کیا کچھ کر دکھایا ہے کیا کچھ وہ کر رہے ہیں اور ابھی آیندہ کے لئے کتنا وسیع پروگرام انکے زیر نظر ہے +

دور جانے کی ضرورت نہیں - آریہ سماج وہ آریہ سماج جس کے متعلق ہم بڑی تحدی سے پیشینگوئیاں کیا کرتے تھے - اور آج بھی اگر ویسا ہی ہمت و جرأت سے کام لیا جاوے - جیسا کہ حق ہے - تو ہم بڑے زور سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ

زمین کے کیڑے

ہیں جنکا آسمان سے کوئی تعلق نہیں اور انشاءاللہ زمین ہی میں دب کر رہ جائینگے (مگر) آریہ سماج نہ صرف ہمارے اس پنجاب کے اندر - بلکہ ہندوستان کے دیگر مختلف علاقوں صوبجات متحدہ - بہار - بنگال - بمبئی اور مدراس وغیرہ میں کیا کچھ کام کر رہی ہے - کس جرأت و حوصلہ سے وہ نہ صرف روپیہ کو پانی کی طرح بہا رہی ہے - بلکہ اس کے بہت سے قابل افراد اپنی زندگیوں کو صرف اسی ایک کام کے لئے وقف کر دیتے اور تبلیغ و اشاعت کے کام میں ایسا جوش و خروش دکھاتے ہیں - کہ جس کی نظیر آج مسلمانوں میں تو کم از کم پائی نہیں جاتی - سب سے بڑھکر اس وقت آریہ سماج کا زور صوبجات متحدہ میں ہے - جہاں ایک ایک شہر میں باقاعدہ سماجیں موجود ہیں - اور کوئی گاؤں ایسا نہیں - جہاں مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ اور بدظن کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی اپدیشک نہ پہنچ چکا ہو - ہم نازاں ہیں - کہ

آریہ سماج کے اعتراضات

کے دندان شکن جواب ہماری طرف سے جو شائع ہو چکے ہیں - اور بڑی بڑی کتابوں میں صرف یہی کہ ان کے اعتراضات کی لغویت کو ثابت کر کے انہی باتوں کو جنہیں قابل اعتراض قرار دیا گیا تھا - اسلام کی افضلیت کی موجب ثابت کیا گیا - بلکہ خود آریہ سماج کے مسلمات اور اس کی اپنی کتابوں سے انکو جواب دیئے - اور خود انکے اپنے مذہب کو ناقص ثابت کر کے دکھایا - جس کا آجتک کوئی جواب ان سے نہیں بن پڑا - لیکن کاش ہمیں علم ہوتا یا کم از کم اپنی غفلت کے پردوں سے باہر آکر اس کا احساس ہی کر لیتے کہ قابل ہوتے کہ باوجود ان سب جوابات کے ابھی تک ایسے لوگ ہیں - معہ خود ہمارے پنجاب کے اندر بکثرت سے وہ مسلمان موجود ہیں جنکو ہمارے ان جوابات کا قطعاً علم تک نہیں - ہم اس بات پر کہ آریہ سماج کی طرف سے آئے دن وہی اعتراضات اسلام پر ہوتے ہیں - جن کے کئی دفعہ جواب دیئے جا چکے ہیں - انہیں قابل توجہ بھی نہیں سمجھتے - اور نہ ان کی پرواہ کرتے ہیں - لیکن کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ یہی لچر اور بیہودہ اعتراضات ہیں - جو آج بھی کثیر التعداد ناواقف مسلمانوں کے دلوں میں کھٹکتے ہیں - اور جب کبھی کسی آریہ سماجی کی طرف سے ان اعتراضات کو انکے سامنے پیش کیا جاتا ہے - تو وہ ... ہو کے رہ جاتے ہیں - بلکہ بسا اوقات اس پر بھی تیار ہو جاتے ہیں - کہ ان اعتراضات کی اہمیت کو تسلیم کر کے اسلام سے منحرف ہونے کا اعلان کریں - کیا ہوا تھا سرگودہ میں پچھلے دنوں جب ایک آریہ سماجی نے وہاں جاکر شور و غوغا شروع کیا - اور اسلام پر بے وقعتی کی جس کی بدولت ہی وہاں کے مسلمانوں کو ادھر ادھر تاریں دیکر ان لوگوں کو بلوانا پڑا جو ان کا جواب دے سکتے ہیں جن میں سے ایک

بھی جب کسی بھی مسلمان کو حوصلہ نہ ہوا کہ آگے بڑھکر جواب دے - یا اگر کسی نے کچھ جواب بھی دیا تو وہ بالکل مخبل تھا تو اس لاجوابی سے متاثر ہوکر ایک مسلمان نے یہ اعلان کر دیا - کہ اگر کوئی بھی مسلمان ان اعتراضات کا جواب دینے والا نہیں تو

میں آریہ ہوتا ہوں

آہ یہ کس قدر دل کو ہلا دینے والی بات ہے - کون مسلمان باغیرت اور باحمیت مسلمان ہے جو اس کو برداشت کر سکے - کہ ان کا ایک فرد ان میں سے نکلکر دشمن قوم سے جا ملے - لیکن نہیں ذلالہ غیرت و حمیت ہوکہ حامی ہو جائے جواب دینے کیلئے علم چاہیئے - کوئی واقفیت ہونی ضروری ہے - اور یہاں عفی اللہ البدا اور لخیر صفا ہے - یہ نہیں کہ سامان نہیں - سامان سب موجود ہیں کئی کتابیں ان سوالات کے جواب میں لکھی ہوئی موجود ہیں - نورالدین - فصل الخطاب براہین احمدیہ - تصدیق براہین احمدیہ - چشمہ معرفت - اور اور بیسیوں کتابیں انہی اعتراضات کے جواب میں مدتوں سے شائع ہو چکی ہوئی ہیں لیکن حال یہ ہے - کہ کوئی انکو پڑھنے یا دوسروں کو پڑھانے والا نہیں - یہ نہیں کہ ہم اپنے اس لٹریچر کو اس کثرت کے ساتھ دنیا میں شائع کریں کہ ہمارے بڑے بوڑھوں - نوجوانوں بلکہ بچوں سب کو یہ موٹے موٹے اعتراضات کے جوابات یاد ہو جائیں اور وہ جہاں کہیں موقع پیش آئے بخوبی جواب دے سکیں بالمقابل آریہ سماج نے یہی روبہ اختیار کر رکھا ہے - اس نے آئے دن کے لیکچروں اور مناظرات کے ذریعہ اپنی قوم کے بچہ بچہ کی زبان پر اعتراضات چڑھا دیئے ہیں - ان میں کا ایک ایک نوجوان خواہ وہ کسی کالج میں تعلیم پاتا ہے یا کسی دفتر میں ملازم ہے -

مذہبی جوش اور سپرٹ

بھرا ہوا ہے - جو افسوس کہ ہمارے نوجوانوں میں نہیں - ورنہ کیا ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان اس کام کو کر نہیں سکتے - کون کہتا ہے کہ تعلیم پانا چھوڑ دو - یا دنیا کا کوئی اور کام نہ کرو - لیکن اس تعلیم و تعلم اور ملازمت یا کسی اور کام میں منہمک ہونے کے ساتھ ہمارا یہ بھی فرض ہے - کہ اپنے مذہب کی بھی خدمت کرتے چلے جائیں - اس کو اعتراضات سے بچالیں - اور مخالف حملوں کا جواب دیتے ہوئے اس کی خوبیوں کو نمایاں کریں - اس وقت دفتروں کے اندر اگر جاکر دیکھو - تو ایک ایک کمرہ میں کئی کئی آریہ یا اور ایسے ہندو ہیں - جن کے دلوں میں سماجی خیالات کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں - پھر وہ یہ نہیں - کہ وہاں خاموشی کیساتھ کام کر سکیں - بلکہ تمام دن اپنے ساتھی مسلمانوں کو اعتراضات کی بوچھاڑ سے تنگ کرتے رہتے ہیں - اور جب شام کو اٹھتے ہیں تو انکے دلوں میں شکوک اور وساوس کے پہاڑ بنا کر اٹھتے ہیں - ادھر کالجوں کے اندر بھی جہاں تعلیم کے بوجھ سے غریب طالب علموں کو سر اونچا کرنے کی بھی مہلت نہیں ہوتی اور مسلمان طالبعلموں کو تو اگر کہا جائے - کہ اپنے دیگر مشاغل میں سے کم از کم ایک گھنٹہ روزانہ ہی قرآن پڑھنے کے لئے وقف کریں - یا اگر یہ بھی نہیں تو کبھی سال بھر کے بعد کسی مذہبی لیکچر کے لئے انہیں مدعو کیا جائے - تو جھٹ ان کی تعلیمی مشغولیتیں آڑے آجاتی ہیں - اور بسا اوقات تو دل ہی نہیں چاہتا - کہ مذہبی باتوں کے سننے میں کوئی وقت لگائیں - ہاں کوئی مشاعرہ ہو یا اور کوئی دل لگی کا سامان ہو - تو البتہ بڑے جوش خروش اور شوق سے کثرت کیساتھ اس میں شامل ہونگے - انہی طالب علموں کے اندر کالجوں کے احاطوں میں آریہ نوجوان جو کچھ کام کر رہے ہیں - اس کو بھی ذرا ملاحظہ کیجئے معاصر پرکاش اپنی ۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے - کہ دو آریہ پرچارک بہت جوش میں ہونگے - کہ آریہ کمار سبھا لاہور کے پرچار کی سبھا کالجوں کے طلبا میں ویدک دھرم کا پرچار بڑے اتساہ (جوش) کے ساتھ کر رہے ہیں وہ طلباء کو آریہ سماج کے زیر اثر لانے کے لئے نئے سے نئے سادھن (طریق) برتتے رہتے ہیں - پچھلے سشن میں ہون کی پرتھا چلائی گئی تھی - اور تمام کالجوں میں پارٹی پارٹی کو کسی ودوان کا اپدیش کرایا جاتا تھا - اپنی پارٹیوں میں ویدک دھرم سمبندھی گرنتھوں کے سوادھیائے کے پرچار کے لئے - ۲۰ جنوری کو شاہدرہ میں ایک پریتی بھوجن کیا گیا جس میں مختلف کالجوں کے بہت سے ودیارتھی آریہ کمار سبھا کے ممبر پنڈت بھگوت دت جی بی اے پنڈت ... ودیادہار ... شامل ہوئے - کھیل کود اور پریتی بھوجن کے بعد منتری مہاشا ... پنڈت بھگوت دت آدی سجنوں نے سوادھیائے اور باہمی میل ملاپ کیلئے دکھتا ئیں کیں - اور وہ سادھن بتلائے جن سے سوادھیائے ہر روز جاری رکھا جا سکتا ہے اس کے لئے پانچ پانچ چھ چھ ودیارتھیوں کی ٹولیاں بنا دی گئیں - اس کے ساتھ ہی یہ خبر بھی بہت ہی خوشی کیساتھ پڑھی جاویگی - کہ آریہ کمار سبھا نے گرودت بھون میں ایک رات کی پاٹھ شالہ بھی ۲۰ جنوری سے جاری کر دی ہے جس میں آریہ بھاشا اور سندھیا وغیرہ سکھلائی جاویگی - یہ ماتما ہمارے نوجوانوں کا اتساہ دن دونی رات چوگنی بڑھائیں ۔ یہ ہے وہ کام جو آریہ نوجوانوں کی ایک کمیٹی جسے قائم ہوئے ابھی بہت

احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن

نعتی جو اور نہیں تھا ... [illegible] لوگوں کے کانوں تک پہنچاتی رہتی تھی - لیکن افسوس کہ ... [illegible] خود سوسائٹی کے ممبروں کے بھی باہمی افتراق ... [illegible] کر دیا تاہم امید ہے - کہ عنقریب اس کو پھر قائم کر کے ... پہلے سے [illegible] اعلیٰ پیمانہ پر شروع کیا جائے - لیکن جس بات کی ہمیں ... [illegible] ہے - وہ ایک تو کام کرنیوالے ہونے چاہئیں - جو خود اپنے ... [illegible] لئے جوش اور اخلاص رکھتے ہوں - وہ اپنے مذہبی لٹریچر ... [illegible] اور روزمرہ کے پیش آمدہ مباحث سے کما حقہ واقفیت حاصل ... [illegible] دوسروں تک اسے پہنچائیں - اور کثرت سے پھیلائیں - ہمارے ... [illegible] بہت سی نادر اور معرکۃ الآرا مذہبی کتب کو مفقود کر دیا ... [illegible] کتابیں ہیں جنکی آئے دن بحث و مباحثات میں ضرورت ... [illegible] ہے کہ انہیں عام طور پر کثرت سے پھیلایا جائے - لیکن وہ ایک ... [illegible] تو اب ان سب کے نکل جانے کے بعد کوئی نہیں جو انکو چھپوانے کا ... [illegible] ہے - احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے اسکا بیڑا اٹھایا ... اور جن جن ... [illegible] ... پایا گیا - انشاءاللہ تبلیغ و اشاعت اسلام میں بہت سی ... [illegible] ... گی - لیکن یہ بات ... کافی ہوگا بشرطیکہ ایسا انتظام ہو سکے - ورنہ ہیلپروں کا سلسلہ زیادہ ... [illegible] ہوگا لیکن سب سے زیادہ ضروری امر یہی ہے - کہ ہم جن کام ... [illegible] ہمارا ایک ایک فرد بڑے بڑے مبلغین کا کام دیوے - ... ایک ... [illegible] ہمارے لئے کافی نہیں -

ہم میں بہت سے عبدالحق ہونے چاہئیں

جو نہ صرف اسلام ہی کا مطالعہ کریں - اپنے لٹریچر سے پورے طور پر واقف ہوں ... [illegible] بلکہ غیر مذاہب کی کتابوں کو بھی دیکھیں - انکی تہ باتوں کو ... [illegible] بعد خود انہی کے مسلمات سے انہیں قائل کرنے کے قابل ہوں - ... [illegible] کہ ہم خود اپنے ہاتھوں سے اسلام کو مٹانے کا سامان تیار کر رہے ہیں ... [illegible] مسیح موعود کے ساتھ ہوکر ... [illegible]

آریہ سماج کی جن کوششوں کا ہم نے اوپر تذکرہ کیا ہے ... [illegible] نہیں سمجھ لینا چاہیئے - کہ ان کا کام بس یہیں تک ختم ہے - ابھی ... [illegible] ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں - اور ... [illegible] رکھتے ہیں - جنکے سلسلہ میں کچھ اور بھی تجاویز اپنے ... [illegible] لئے انشاءاللہ تعالیٰ پیش ہونگی - وباللہ التوفیق ... [illegible]

عربی اور سنسکرت

مسلمانوں کو بھی مذہبی ... [illegible] دلچسپی ہے ... [illegible]

کوشش کی ہے - عربی کو چھوڑ کر فارسی اور ... [illegible] ہیں - اور موخرالذکر کو کل ہندوستان کی زبان ... [illegible] کو نقصان دہ ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ... [illegible] صفحہ ہستی سے میٹ دینے کے لئے سیکھوں ہزاروں ... [illegible] مختلف پیرایوں میں اپنا پورا زور صرف کیا ہے ... [illegible] کو کہانتک ترقی حاصل ہو رہی ہے - خود مسلمانوں کی ... [illegible] حالت میں ہیں - ایسا ہی عربی زبان کے بالمقابل ... [illegible] جان پڑ رہی ہے - اس کا حال ذیل کے اعداد و شمار ... [illegible] جو حال ہی میں پنجاب یونیورسٹی کی سالانہ رپورٹ میں ... [illegible] کی فہرست میں دکھلائے گئے ہیں -

مضمون	تعداد طلبا	پاس ہوگئے	مضمون	تعداد طلبا	پاس ہوگئے
سنسکرت			منشی فاضل	[illegible]	۵۵
پراگیہ	۲۹۴	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
وشارد	۱۹۳	۷۵	پروفیشنسی	[illegible]	[illegible]
شاستری	۱۹۲	۵۷	ہائی پروفیشنسی	[illegible]	[illegible]
عربی			گورمکھی		
ادیب	۱۷	۱۵	پروفیشنسی ان ...	[illegible]	[illegible]
مولوی عالم	۸	×	ہائی پروفیشنسی	[illegible]	۳
مولوی فاضل	۲۳۶	۱۱	گیانی	[illegible]	۸
فارسی			اردو		
منشی	۵۹	۳۷	پروفیشنسی	[illegible]	[illegible]
منشی عالم	۲۳	۱۴	ہائی پروفیشنسی	[illegible]	[illegible]

کیا ان اعداد و شمار کو دیکھ کر مسلمانوں کی ... [illegible] جبتک مذہبی و قومی غیرت کا یہی حال ہے - ... [illegible] کے دل میں کوئی محبت پیدا نہیں ہوتی ... [illegible] ہے کہ اپنے بچوں کے دلوں میں اس کا شوق پیدا کیا جائے ... [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ یک شنبہ ۱۰ فروری ۱۹۱۹ء نمبر ۶۰

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما

(۳)

غیر مذاہب اس وقت کیا کر رہے ہیں اور ہمیں کیا کرنا چاہئیے؟

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

بنگال میں کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی آبادی ہندوؤں کی نسبت بہت زیادہ ہے جس پر ہمارے ملکی لیڈروں کو بھی از حد فخر و ناز ہے۔ بلکہ ان کی ساری سیاسی جد و جہد کے بار آور ہونے اور ملکی اہمیت کے منوانے کا موجب اگر کوئی مقام ہے تو وہ صوبہ بنگال ہی ہے۔ جہاں مسلمان آبادی کا عنصر ہمسایہ اقوام سے اس قدر زیادہ ہے کہ تمام ہندوستان میں کسی جگہ نہیں۔ لیکن باوجود اس کثرت کے وہاں ہم نے کیا کچھ آج تک کیا ہے۔ اور ہمسایہ اقوام کرنا چاہتیں بلکہ کر رہی ہیں۔ اس کا کچھ حال تو آپ نے ۶ اجنوری ۱۹۱۹ء کی اشاعت میں مولوی محمد سلیمان صاحب ندوی کے ایڈریس میں پڑھ لیا جو انہوں نے انجمن علمائے بنگال کی کانفرنس میں سنایا تھا۔ انہوں نے بتایا تھا کہ بنگال کے صرف ایک ضلع ندیا میں اس وقت تک پندرہ ہزار سے زیادہ مسلمان عیسائی ہو چکے ہیں۔ اور اسی طرح اضلاع جے کلنا باریسال اور مالدہ وغیرہ میں بھی صدہا مسلمان عیسائی ہو گئے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے صرف ہماری غفلت۔ بنگال کو چھوڑ دو۔ یہ ہمارے صوبہ سرحدی علاقے جہاں کہا جاتا ہے کہ خواہ مخواہ بھی لوگوں کو خواہ مسلمان ہوں نہ ہوں۔ کلمہ پڑھوانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور نہ پڑھنے والے کو فوراً تہ تیغ بے دریغ کر دیا جاتا ہے۔ جہاں کسی غیر مذہب والے کو تو خبر جانے کی جرأت بھی نہیں ہو سکتی۔ خود مسلمان کہلاتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ ان علاقوں میں باوجودیکہ وہاں کوئی پڑھنے لکھنے والا بھی نہیں عیسائیت کو پھیلانے اسکی کتابوں کو ان کی زبان میں ترجمہ کر کے کثرت کیسا تھ شائع کرنے سے دریغ نہیں کیا گیا۔ اور بڑی جرأت اور حوصلہ کے ساتھ عیسائی عقاید کی تبلیغ کی جاتی ہے۔

ایک طرف عیسائیت کا یہ زور و شور ہے جو کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس اس قدر مال و دولت نہ ہونے کی وجہ سے اٹھانا مشکل ہے۔ گو اس قوم کے لئے جس کا کام ہی کرنا ہے۔ یہ کلمات منہ سے نکالنا کچھ موزوں معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن اس کو بھی چھوڑ کر اگر ہم اس دوسری قوم پر بھی ایک دفعہ پھر ذرا نظر ڈالیں جو ہمارے سامنے پیدا ہوئی ہے۔ اور ہمارے پہلو بہ پہلو کام کر رہی ہے۔ صوبجات متحدہ میں آریہ سماج جو کچھ کام کر رہی ہے اس پر روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ اس وقت صرف احاطہ بنگال کو ہی لیجیے۔ آریہ سماج کا گو وہاں پہلے سے کوئی زور و شور نہیں۔ لیکن اب انہوں نے وہاں بھی ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے ہیں۔ پچھلے دنوں ان کے ایک مشنری جو پنڈت بھگوت دت جی ریسرچ سکالر کے نام سے مشہور ہیں۔ احاطہ بنگال میں محض اس غرض سے گئے کہ وہاں کام کرنے کی کوئی راہ پیدا کریں۔ اور ان کے بعض مضامین سے جو آریہ گزٹ اور پرکاش میں شائع ہو رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں انہیں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ کالجوں کے اندر جا جا کر انہوں نے لیکچر دیئے۔ مفت کتابیں تقسیم کیں۔ اور پرائیویٹ ملاقاتوں میں لوگوں کو سماجی خیالات کا حامی بنایا۔ گو ان کا دایرہ تبلیغ جہاں تک ان کے مضامین سے پتہ چلتا ہے صرف ہندوؤں تک ہی محدود رہا۔ لیکن ہمیں غافل نہیں ہونا چاہئیے کہ ایک نہ ایک دن اس کی زد مسلمانوں پر بھی پڑنے والی ہے۔ یہ ایک دوسرا خطرناک حملہ ہوگا مسلمانوں کے اوپر جس کی روک تھام ابھی سے ہونی چاہئیے۔ اور خود جماعت احمدیہ کو کرنی چاہئیے۔ دیکھو آپ یہ سن کر حیران ہونگے کہ باوجودیکہ آریہ سماج کی طرف سے ابھی وہاں کام کی بنیاد بھی نہیں رکھی گئی لیکن تاہم وہاں کلکتہ اور ڈھاکہ میں دو سماجیں پہلے سے ہی کام کر رہی ہیں کیا کوئی احمدیہ انجمن بھی وہاں ہے جو ان سماجوں کا بخوبی مقابلہ کر سکے۔ ہرگز نہیں بنگال تو ایک طرف اسی کے قریب صوبہ بہار واقعہ ہے۔ جہاں پنڈت بھگوت دت صاحب کا بیان ہے۔ کہ اس وقت تک پانچ سو کے قریب آریہ سماجیں ہیں یعنی ہندوستان میں ایک ہو بلکہ ہندوستان کے سارے صوبوں میں الگ الگ پرتی ندھی سبھائیں ہیں۔ جن کے ماتحت اس صوبہ کی کل سماجیں کام کرتی ہیں۔ بنگال میں چونکہ اس وقت تک کل دو ہی سماجیں ہیں اس لئے بنگال اور بہار کی اکٹھی ایک ہی پرتی ندھی ہے۔ لیکن اس کے بالمقابل ذرا اندازہ کیجئے اپنی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا۔ سارے پنجاب تو کیا کل ہندوستان میں بھی پوری بیس شاخیں مختلف مقامات پر قایم نہیں ہوئیں۔ اس سے یہ سمجھنا غلط ہوگا۔ کہ مخالف حلقوں سے جو یہ الزام ہم پر قایم کیا جاتا ہے کہ یہ انجمن جماعت احمدیہ کی قائمقام نہیں۔ اور جس کی آج ہی کی اشاعت میں واقعات و دلایل سے تردید کی گئی ہے۔ وہ سچا ثابت ہو گیا۔ بلکہ خود احمدیوں کی بھی زیادہ تعداد انہی مقامات میں ہے۔ جہاں انجمن کی شاخیں بفضلہ تعالےٰ قایم ہیں۔ اور جن کے علاوہ سوائے شاذ و نادر مقامات کے خود ان کی بھی کوئی جماعت نہ کوئی انجمن ہے۔ جو کل جماعت احمدیہ کی قائمقامی کا دم بھرنے ہیں۔ تاہم کیا یہ ہمارا فرض نہیں۔ کہ ہم اپنی کوششوں کو بڑھائیں اپنے حلقہ کو وسیع کریں۔ اور ان مقامات میں بھی جائیں۔ جہاں اسلام سخت معرض خطر میں ہے۔ اور احمدیت کا تو نام و نشان بھی پایا نہیں جاتا۔ کیا ہمیں ضرورت نہیں۔ کہ زبانی باتوں کو چھوڑ کر اب ہر چہار اطراف ہندوستان میں پھیل جائیں۔ اور یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر کی پیشگوئی کو اپنے وجود سے بھی سچا کر دکھائیں۔ ہندوستان ہی نہیں۔ کل بیرونی دنیا میں ہمیں کام کرنا ہے۔ چین میں عیسائیت جس مضبوطی سے اپنے قدم جما رہی ہے وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ جاپان میں جہاں کبھی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدائے حق نواز گونجنے کی امید بندھ رہی تھی مسجد کی بجائے مندر کا قایم ہو جانا محض ہماری غفلتوں کا نتیجہ ہے۔ ورنہ کیا تھا اگر چند ایک اور خواجہ کمال الدین ہم میں ہوتے تو دنیا کا فتح کر لینا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ کہتے ہیں کہ افریقہ میں اسلام کا بہت زور ہے۔ وہاں معمولی مسلمان تجار کی مخلصانہ کوششوں نے تثلیث کو اس قدر زد پہنچائی ہے۔ کہ غریب پادریوں کے پینے اور چلانے کی آوازوں نے صحرائے اعظم سے اٹھ کر لندن کے کلیساؤں کو جا متحرک کیا ہے۔ جہاں بڑے بڑے پادریوں کی ایک بہت بڑی مجلس گذشتہ سالوں میں محض اسی غرض سے منعقد ہوئی۔ کہ کس طرح سے افریقہ کے وحشی باشندوں کو توحید سے منحرف کر کے تثلیث کا حلقہ بگوش بنایا جائے۔ بہت سی وجوہات بھی پیش ہوئیں۔ کہ کیوں اسلام وہاں زیادہ پھیلتا ہے۔ اور عیسائیوں کی باقاعدہ مشنیں ان کے بالمقابل ناکام رہتی ہیں۔ ایک وجہ یہ بھی بتائی گئی کہ اسلام وحشیوں کا مذہب ہے۔ اسی وجہ سے ان کے زیادہ مرغوب خاطر ہے۔ معلوم نہیں اب انگلستان کو کیا کہتے ہونگے۔ جہاں وہی وحشیوں کا مذہب افریقہ سے بھی بڑھ چڑھ کر اپنا رنگ دکھا رہا ہے۔ اور گوروں کو بھی حلقہ بگوش بناتا چلا جا رہا ہے۔ لیکن ان باتوں سے قطع نظر کر کے ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ اسی افریقہ میں اب اسلام کا کیا حال ہے۔ عیسائی مشنریوں کو کامیابی خواہ بھی کچھ ہوئی ہو۔ ان کی اس جد و جہد پر ہمیں صد مرحبا کہنا پڑتا ہے جو تبلیغ دین عیسوی میں انہوں نے وہاں دکھائی۔ صرف مردوں ہی نے نہیں ان کی عورتوں نے بھی سخت ترین وحشی علاقوں میں جا جا کر تثلیث کی منادی بڑی جرأت اور حوصلہ سے کی۔ اور اپنی جان پر بھی کھیلنے سے دریغ نہیں کیا۔ بسا اوقات سخت ترین مصائب انہوں نے برداشت کیں۔ ماریں کھائیں۔ ہاتھ۔ کان۔ ناک کٹوائے لیکن اس فرض منصبی سے منہ نہیں موڑا۔ یہ وہ بات ہے۔ جو ایک مسلمان کو راہ حق میں کام کرنے کے لئے سکھائی گئی تھی۔ اور اسی کے اندر کامیابی کا گر ہے۔ جو عیسائیت کو وہاں بھی اگر غلبہ دے دے تو ہماری موجودہ غفلتوں کے ہوتے ہوئے کوئی بعید بات نہیں۔ بلکہ وہاں بھی اس وقت اسلام کے بالمقابل ایک اور دشمن اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ اور وہ وہی آریہ سماج ہے جس کا ایک نام لیوا افریقہ سے یہ آواز بلند کرتا ہے۔ کہ یہاں آؤ کیونکہ یہاں کام کرنے کا بڑا وسیع میدان ہے۔ اور ہمیں بتاتا ہے کہ

"ہمارے پاس نہ آدمی ہیں نہ روپیہ۔ لیکن تاہم خیب سے دھرم پر اخبار جاری ہوا ہے۔ ہم نے نصف درجن سے زیادہ مسلمان اور عیسائی شدھ کر لئے ہیں"

مسلمانو! غفلت شعار مسلمانو! کیا اب بھی جاگنے اور اٹھ کھڑے ہونے کا وقت نہیں آیا۔ بالخصوص اے احمدی قوم تو نے جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا وعدہ خدا کے مسیح کے ہاتھ پر کیا۔ تو وہ کس دن کے لئے تھا۔ اٹھ اور دنیا کو راہ ہدایت کی طرف لانے میں ساعی ہو۔ دیکھ اسلام کی یہ موجودہ حالت پکار پکار کر تجھے کہہ رہی ہے۔ کہ ؎

مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائینگے ہم تم کو خبر ہونے تک

مگر نہیں اس کا محافظ تو خود اللہ تعالےٰ ہے۔ وہ تو خاک نہیں ہو سکتا۔ ہاں ہمارے خاک ہو جانے میں کوئی شبہ نہیں۔۔۔۔ اس لئے ضرورت ہے کہ کام کی راہ سوچیں۔

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں ہم نے قوم کے ان لائق بزرگوں کی خدمت میں یہ گذارش کی تھی کہ وہ اس موضوع [illegible] کرنے کی صحیح تدابیر بتا کر قوم کو اسے چلانے میں ساعی ہوں [illegible] بزرگان قوم اس طرف متوجہ ہونگے؟

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اور جماعت احمدیہ

آج کسی دوسری جگہ سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی ایک مراسلت شائع کی جاتی ہے جس میں واقعات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جماعت احمدیہ کی ایک ذمہ وار انجمن ہے اور یہ کہنا غلط ہے۔ کہ وہ جماعت احمدیہ کی صحیح معنوں میں قائمقام نہیں۔ اس اظہار حقیقت سے جناب سیکرٹری صاحب کی غرض اس غلط فہمی کا ازالہ کرنا ہے جو کچھ دنوں سے بعض محمودی انجمنوں نے مختلف اخبارات میں یہ لکھکر پھیلانی چاہی ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو جماعت احمدیہ کی قائمقامی کا حق حاصل نہیں ہے۔ ہم حیران ہیں۔ کہ ان صاف و صریح واقعات کے ہوتے ہوئے جو جناب سیکرٹری صاحب نے بیان کئے ہیں۔ اور پھر خود [illegible] صحیح ... جماعت کا ہی ایک آرگن ہونے کے باوجود کیوں اس قدر غلط بیانی پر یہ لوگ کمربستہ ہو گئے ہیں۔ کہ خواہ مخواہ دنیا کی آنکھوں میں دھول ڈالنا چاہتے ہیں۔ یوں تو سیاسی مسایل میں ان لوگوں کا انہماک یہاں تک ترقی کر چکا ہے۔ کہ اب قادیان میں بھی بقول میاں صاحب اگر کوئی [illegible] ہوتی ہے۔ تو وہ سیاسی مسائل پر ہی ہوتی ہے۔ باہر سے خط و کتابت بھی سب کی سب مسائل سیاسیہ ہی کے متعلق کی جاتی ہے۔ قادیان کے آنے والے لوگ بھی انہی مسایل سیاسی میں ہی غور و فکر کرنے کے لئے [illegible] صاحب کے آگے زانوئے ادب تہ کرتے ہیں۔ غرض جو کچھ ہوتا ہے محض سیاست ہی سیاست ہے۔ اور دین کا نام و نشان تک نہیں۔ آخر یہ تو وہ خسروی [illegible] نشان ہے۔ کہ

دیدبۂ خسرویم شد بلند
زلزلہ در گور نظامی فگند

کا الہام بھی میاں صاحب ہی کے ذریعہ خواجہ حسن نظامی پر پورا ہوا اور وہ میاں صاحب کی شرائط سے لرزہ کھا کر رہ گیا۔ لیکن اس قدر سیاست [illegible] اور دعویدار خسروی ہونے کے باوجود جناب خلافت مآب نے [illegible] یہ مشتے بعد از جنگ کیونکر پسند کی۔ کہ اپنے مریدین کو اس وقت اپنی تائید میں ریزولیوشن پاس کرنے کے لئے کہا جب صاحب وزیر ہند کی خدمت میں نہ صرف انہی کا ایڈریس بلکہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے بھی [illegible] مدت ہوئی کہ پیش ہو چکی۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس وقت جبکہ ان ایڈریسوں کو پیش کرتے ہوئے کامل ایک ماہ کا عرصہ گذر رہا ہے۔ قادیان سے یہ آواز اٹھی ہے۔ کہ جو کچھ میاں صاحب کی طرف سے لکھا گیا۔ وہی حقیقی اسلامی جماعت احمدیہ کی آواز ہے۔ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی آواز [illegible] آواز نہیں۔ پھر یہی نہیں کہ جلسہ سالانہ پر یہ ریزولیوشن پاس [illegible] یا یوں کہئے کہ اس مدعی خسروی کے حلقہ بگوشوں کو ہی خوش کر دیا [illegible] تمام انگریزی و اردو اخبارات میں بھی اسے شائع کرایا جاتا ہے [illegible] اسی طریق سے ہی دبدبۂ خسروی بلند ہو جائے۔ لیکن جناب خلافت مآب اور ان کے مریدین کو یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ گورنمنٹ انگریزی کے [illegible] ان کی یہ سیاست اور خسروی چلنے سے رہی۔ آج سکھا [illegible] ایسی غلط بیانیوں کے ذریعہ سے ان کا کوئی سکہ جم سکے۔ [illegible] انگلشیہ کی وفاداری کا دم بھرتے ہوئے پھر اپنی بھی خسروی [illegible] قادیان کو ایک سیاسی مرکز کی حیثیت میں ظاہر کرنا۔ ان کے جن خیالات و حرکات کا پتہ دے رہا ہے۔ وہ ارباب بصیرت سے چھپے ہوئے نہیں [illegible] وہ دوسروں کے متعلق غلط بیانیاں کر رہے [illegible] دبدبۂ خسروی قایم ہونے سے رہا [illegible] اپنے دام افتادوں کی [illegible] اور یوں غلط بیانیوں سے اپنے مقتدیٰ پر سے پردہ نہ اٹھائیں۔

احمدی احباب کی توجہ کے قابل

مسلم ہائی سکول لاہور [illegible] پیمانہ پر قایم کیا گیا تھا اپنی [illegible] ہی سال میں اس نے اپنے آپ کو [illegible] بڑھ چڑھ کر ثابت کیا ہے۔ سکول کے [illegible] تگ و دو و معائنے ہو چکے ہیں۔ اور ہر معائنہ [illegible] اپنی [illegible] دلی رائے کا اظہار ایسے الفاظ میں کیا ہے [illegible] دوسرے موجودہ مدارس پر فوقیت ثابت کرتے ہیں۔ ابھی چند ہی [illegible] ہوئے ہیں۔ جب سکول کا معائنہ کرتے ہوئے مسٹر [illegible] مدارس اور دیگر اصحاب نے جوش کے ساتھ [illegible] اس کی صحت [illegible]

جلد ۵ | بنت المسیح ۱۹۱۸ لاہور یک شنبہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۱۰ فروری ۱۹۱۸ء | نمبر ۶۰

ملفوظات حضرت مسیح موعود

حقیقی سکھ خدمت دین سے حاصل ہوتا ہے نہ جنتر منتر سے

(گذشتہ سے پیوستہ)

بعض لوگ ہمارے پاس آتے ہیں اور کہدیتے ہیں کہ کسی جنتر منتر یا پھونک سے ہی ہمیں ایلیا اللہ بنا دیویں اور ایک زندگی کی روح پھونک دیویں مگر خدا تو پہلے ذبح کرا لیتا ہے۔ اور پھر زندہ کرتا ہے۔ بلکہ ایسے ایسے ذبح ہوسکنے سے زندگی ملتی ہے | امتحانوں اور آزمائشوں کے وقت انسان خود بھی معلوم کر لیتا ہے کہ اب میں وہ نہیں ہوں جو پہلے تھا۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ایسے امتحانوں میں پورا اترنے کے بعد خدا فرماتا ہے جب تک انسان خدا کی راہ کی تکالیف اور مصائب برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا تب تک ترقی کی امید بھی نہیں ہوسکتی۔ دیکھو جو نماز پڑھی جاتی ہے۔ اس میں بھی ایک طرح کا اضطراب ہے کبھی نماز بھی اضطراری حالت کو ظاہر کرتی ہے | رکوع کرنا پڑتا ہے۔ اور کبھی سجدہ کرنا پڑتا ہے۔ اور پھر طرح طرح کی احتیاطیں کرنی پڑتی ہیں۔ مطلب یہی ہوتا ہے کہ انسان خدا کے لئے دکھ اور مصیبت کو برداشت کرنا سیکھے۔ ورنہ ایک جگہ بیٹھے بھی تو خدا کی یاد ہوسکتی تھی۔ پر خدا نے ایسا منظور نہیں کیا۔ صلوٰۃ کا لفظ ہی سوزش پر دلالت کرتا ہے۔ جب تک انسان کے دل میں ایک قسم قلق اور اضطراب پیدا نہ ہو۔ اور خدا کے لئے اپنے آرام کو نہ چھوڑے تب تک کچھ بھی نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ بہت سے لوگ فطرتاً اس قسم کے ہوتے ہیں۔ جو ان باتوں میں پورے نہیں اتر سکتے۔ اور پیدائشی طور پر ہی ان میں ایسی کمزوریاں پائی جاتی ہیں جو وہ ان امور میں استقلال نہیں دکھلا سکتے۔ مگر تاہم بھی توبہ استغفار بہت کرنی چاہئے۔ کہ کہیں ان میں دین سے بے پروائی اچھی نہیں | ہی شامل نہ ہو جاویں۔ جو دین سے بالکل بے پروا ہوتے ہیں۔ اور اپنا مقصود بالذات دنیا کو ہی سمجھتے ہیں۔ ہر ایک زمانہ میں علیحدہ علیحدہ امتحان اور آزمائشیں ہوا کرتی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے تو خدا کی راہ میں جانیں دی تھیں۔ اور اپنے سر کٹوا دئے تھے اور دوسرے نبیوں کے زمانہ میں کسی اور قسم کے ہی دکھ اور مصائب امتحان الگ الگ ہوا کرتے ہیں | تھے۔ غرض جب تک انسان ابتلاؤں اور آزمائشوں میں پورا نہیں اترتا تب تک ترقی نہیں کرتا۔ اور مقبول حضرت احدیت نہیں ہوتا۔ بغیر تکلیفوں اور طرح طرح کی مصائب کے تو کچھ بنتا ہی نہیں۔ یاد رکھو اللہ تعالےٰ رحیم کریم ہے۔ اس پر بدظنی نہیں کرنی اللہ کریم پر بدظنی مت کرو | چاہئے۔ اور جو اس کی سنت کو نگاہ میں رکھیگا اور اس کے لئے دکھ اور تکالیف کو برداشت کرنے کے لئے تیار رہیگا وہ ضرور کامیاب ہوگا۔ اگر اس کے بتائے ہوئے راستہ پر نہیں چلے گا اور بخل سے کام لیگا تو رہ جاوے گا۔ دیکھو فوجوں میں جو لوگ بھرتی ہوتے ہیں اور دنیا کی خاطر لڑنے مرنے اور جان دینے کے لئے اوکر ہوتے ہیں

دائمی سکھ کے لئے کوشش کرنی چاہئے | اس دائمی بہشت اور دائمی خوشنودی کے لئے کوئی فکر نہیں کرتے جب دنیا کے لئے ایسے ایسے کام کر لیتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ حقیقی آرام اور ہمیشہ کے سکھ کے لئے اتنی کوشش نہیں کی جاتی؟ اصل میں ایسے لوگ خدا کی اور خدا کے انعام و اکرام کی قدر نہیں کرتے۔ اگر اس کی قدر کرتے تو جان کیا چیز تھی جو قربان کرنے کے لئے طیار نہ ہو جاتے۔ اصلی زندگی اور حقیقی سکھ تو جب ہے۔ وہ جو خدا کی راہ میں مرنے سے حاصل ہوتا ہے حقیقی زندگی تو اپنے آپ پر ایک موت وارد کرنے سے ہی ملاکرتی ہے۔ ایسے لوگ جو جنتروں منتروں اور ٹونوں ٹوٹکوں کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں۔ دین کے لئے کوشش کرنا چاہتے ہی نہیں۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ بڑے آرام سے اور گھر بیٹھے بٹھائے صفائی قلب کے لئے آرام کو چھوڑ دو | قلب کی صفائی حاصل ہو جاوے۔ ان بیہودہ جھوٹے قصوں اور کہانیوں نے ان لوگوں کو بڑا نقصان پہنچایا جھوٹے وظیفوں نے دنیا کو بہت نقصان پہنچایا ہے | اور ایسی باتوں سے انہوں نے سمجھ رکھا ہے۔ کہ دین ایک ایسی چیز ہے جو جنتروں منتروں اور تعویذوں سے حاصل ہوسکتا ہے۔ اسی واسطے ان لوگوں نے بعض بعض ریاضتیں بھی مقرر کی ہوئی ہیں۔ جنہیں عمل کرنے سے کہتے ہیں۔ قلب جاری ہو جاتا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ باوجود قلب جاری ہونے کے عملی حالت ان کی اور بھی خراب ہو جاتی ہے۔ اور ایسے وظایف بھی ہیں کہ جن کا نتیجہ آخر میں سل ہوا کرتا ہے۔ حالانکہ خدا تعالےٰ نے بدعتی ریاضتیں سل پیدا کرتی ہیں | ایک ہی راہ رکھی ہے۔ جیسے فرمایا ہے۔ قد افلح من زکٰھا اور یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان خدا کی رضا کے ساتھ راضی ہو جاوے۔ کوئی رسا بالقضا سیکھو | دوئی نہ رہے۔ خدا کے ساتھ کسی اور کی ملونی نہ رہے۔ اور کسی قسم کی دوری یا جدائی نہ رہے۔ یہ تھوڑی سی بات نہیں یہی وہ مشکل گھاٹی ہے جو بڑے سے بڑے مصائب اور امتحانوں کے بعد طے ہوا کرتی ہے۔ یہ نماز جو تم لوگ پڑھتے ہو صحابہ بھی یہی نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور اسی نماز سے انہوں نے بڑے بڑے صحابہ بھی یہی نماز پڑھتے تھے مگر ان کا اخلاص اعلیٰ درجہ کا تھا | روحانی فائدے اور بڑے بڑے مدارج حاصل کئے تھے۔ فرق صرف حضور اور خلوص کا ہی ہے۔ اگر تم میں بھی وہی اخلاص صدق وفا اور استقلال ہو تو اسی نماز سے اب بھی وہی مدارج حاصل کرسکتے ہو۔ جو تم سے پہلوں نے حاصل کئے تھے۔ چاہئے کہ خدا کی راہ میں دکھ اٹھانے کے لئے ہر وقت تیار رہو۔ یاد رکھو جب اخلاص اور صدق سے کوشش نہیں کرو گے کچھ نہیں بنیگا۔ بہت آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ یہاں سے توبیعت کر جاتے ہیں۔ مگر گھر میں جا کر جب تھوڑی سی بھی تکلیف آئی۔ اور کسی نے دھمکایا تو جھٹ مرتد ہو گئے۔ ایسے لوگ ایمان فروش ہوتے ہیں۔ صحابہ کو دیکھو کہ انہوں نے تو دین کی خاطر اپنے سر کٹوا دیئے۔ اور جان و مال سب خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے کسی دشمن کی دشمنی کی نہیں پرواہ تک بھی نہ تھی وہ تو خدا کی راہ میں ہر طرح کی تکالیف اٹھانے اور ہر طرح کے دکھ برداشت کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے

مبروار یا کسی اور شخص سے موحد کہا یا تو دین ہی چھوڑ دیا۔ ایسے لوگوں کی عبادتیں بھی محض پوست ہی ہوتی ہیں۔ ایسوں کی نمازیں بھی خدا تک نہیں پہنچتیں۔ بلکہ اسی وقت ان کے منہ پر ماری جاتی ہیں اور ان کے لئے لعنت کا موجب ہوتی ہیں۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون (باقی آئندہ)

اخبار احمدیہ

حضرت فاضل امروہی بفضل تعالےٰ بخیریت امروہہ پہنچ گئے ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک۔

اخویم مکرم شیخ صادق علی صاحب کے بھائی شیخ سلامت علی صاحب بہت بیمار ہیں۔ احباب انکے لئے دعا فرمائیں۔

مولوی خدا بخش صاحب پروپرائٹر احمدیہ پرنٹنگ ورکس لاہور بھی بہت دنوں سے بیمار ہیں۔ ایسا ہی اخویم ... صاحب بھی ... علیل ہیں۔ احباب ...

پیغام صلح کے گذشتہ سالوں کے فایل

موجودہ اختلافات سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی زندگی میں جو ایک نیا دور انقلاب شروع ہو چکا ہے۔ پیغام صلح نے اس میں سلسلہ عالیہ کی ... بہت سی نمایاں خدمات سر انجام دی ہیں جو ہمارے احباب سے پوشیدہ نہیں۔ ان خدمات کو اگر دیکھنا ہو تو پیغام صلح کے گذشتہ سالوں کے فائلوں کو اٹھا کر دیکھئے۔ ان میں آپ کو نہ صرف اختلافی مسایل پر ہی پوری بحث ملیگی۔ اور ہر ایک مسئلہ کے متعلق دلایل و براہین کا خزانہ آپ پائینگے۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی بہت سے دیگر اعلےٰ درجہ کے مذہبی مضامین بھی جو حضرت امیر ایدہ اللہ۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے ایل ایل بی۔ حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب بی۔ اے بی ٹی اور جماعت احمدیہ کے دیگر قابل اور اہل قلم حضرات کے رشحات قلم کا نتیجہ ہیں۔ ان میں آپکو ملینگے۔ بالخصوص حضرت امیر ایدہ اللہ کی کئی ایک تقاریر اور خطبات جمعہ اور دورہ کے مکمل پورے حالات۔ ایک ایسا نادر گنجینہ ہے جو کہیں دوسری جگہ میسر نہیں آسکتا یہی وجہ ہے۔ کہ پیغام صلح کے ناظرین اسکے پرچوں کو سنبھال سنبھال کر رکھتے۔ اور باقاعدہ فایلیں بنانے کی فکر و دو میں رہتے ہیں ہم ایسے دوستوں کو جنکے پاس گذشتہ سالوں کے فایل نہ ہوں۔ یا کوئی پرچے کم ہوں خوشخبری دیتے ہیں۔ کہ پیغام صلح کے گذشتہ سالوں کے فایل دفتر ہذا میں موجود ہیں۔ صرف ابتدائی دو سالوں کے فائلوں سے کچھ پرچے کم ہیں۔ باقی فایل مکمل ہیں۔ کچھ متفرق پرچے بھی ہیں۔ جن دوستوں کو ان فایلوں کی ضرورت ہو۔ یا کوئی پرچے انکے فایلوں سے کم ہوں۔ وہ ہمیں لکھیں مناسب قیمت پر فایل یا متفرق پرچے دیئے جا سکتے ہیں۔ مینیجر پیغام صلح

آن ہیں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں ولکل ان یصطلح۔ سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو اس نے ایسے لفظ استعمال کئے۔ ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے۔ مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے ...... عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں پھر خدا کو کیوں حرام ہو گیا۔ کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال کرے۔ کیا قرآن میں سے انا الیکم مرسلون یاد نہیں رہا۔ ...... میں بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول، مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا کی طرف سے بیشک ہیں۔ لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں۔ مگر ہمارے ظالم مخالف ختم نبوت کے دروازوں کو پورے طور پر بند نہیں سمجھتے بلکہ اُنکے نزدیک مسیح اسرائیلی نبی کے واپس آنے کے لئے ابھی ایک کھڑکی کھلی ہے۔ پس جب قرآن کے بعد ایک حقیقی نبی آگیا اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو کہو کہ ختم نبوت کیونکر اور کیسا ہوا۔"

(سراج منیر صفحہ ۳)

اور چشمہ معرفت میں لکھا۔

"ہر ایک شخص اپنی گفتگو میں ایک اصطلاح اختیار کر سکتا ہے سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات اور مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے"

اور یہاں مجاز کا لفظ ساتھ نہیں لکھا۔ مگر ظلی نبوت کا اس کے اوپر ذکر کر دیا۔ تا معلوم ہو جائے۔ کہ دونوں جگہ مطلب ایک ہی ہے۔ کیونکہ ظل پر بھی مجاز کے طور پر وہی نام بولا جاتا ہے۔ جو اس کی اصل کا ہو۔ مگر ظل کو کوئی اصل مجاز کو کوئی حقیقت نہیں سمجھتا۔ یاد رہے کہ ہم ان دونوں حوالوں سے یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے۔ کہ سراج منیر میں تو حضرت صاحب خدا کی اصطلاح میں مجازی نبی تھے۔ مگر چشمہ معرفت میں آکر خدا کی اصطلاح میں آپ حقیقی نبی بن گئے۔ غرض حضرت صاحب کی ان دو تحریروں سے جن میں خدا کی اصطلاح کا ذکر ہے ہمیں ثابت ہو گیا۔ کہ خدا نے آپکو مجازی معنوں کی رو سے نبی کہا۔ اور نیز یہ کہ یہ خدا کی اصطلاح مجازی معنوں میں امت محمدیہ کے صادق ملہموں کو نبی کہنے کی ہے۔ ان دو جگہوں کے سوا حضرت صاحب نے کہیں بھی اپنے آپکو کسی اور اصطلاح میں نبی نہیں کہا۔ اور حضرت صاحب کی کتابوں میں کہیں بھی آپ یہ لفظ لکھے ہوئے نہ دیکھینگے کہ میں نبیوں کی اصطلاح یا اسلام کی اصطلاح یا مجددوں کی اصطلاح وغیرہ وغیرہ اصطلاحوں میں نبی ہوں۔ بلکہ نبیوں کی اصطلاح یا مجددوں کی اصطلاح وغیرہ کا لفظ ہی حضرت صاحب کے قلم سے آپ کی کتابوں میں کہیں آپ لکھا ہوا نہ پاوینگے۔

محمودی۔ حضرت صاحب نے جہاں اپنے نبی ہونے سے انکار کیا ہے وہاں تشریعی نبی ہونے سے انکار کیا ہے غیر تشریعی نبی تو آپ اپنے آپ کو ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی کہتے تھے۔

خاکسار۔ میں آپ کو ایک حوالہ ہی دیتا ہوں جس سے آپکو ثابت ہو جائیگا۔ کہ غیر تشریعی نبی ہونے سے بھی حضرت صاحب نے ہمیشہ انکار کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ دیکھو مجموعہ اشتہارات میں اشتہار بجواب مولوی غلام دستگیر قصوری۔ اس میں آپ لکھتے ہیں:۔

"ہاں یہ بات صحیح اور درست ہے کہ اگر مولوی غلام دستگیر صاحب مباہلہ میں کاذب اور کافر اور مفتری پر مقابلہ مومن اور راستباز کے فوری عذاب نازل ہونا ضروری سمجھتے ہیں تو بہت خوب ہے۔ وہ اپنا فوری عذاب ہم پر نازل کر کے دکھلا دیں۔ اُن کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ کہ میں تو نبوت کا مدعی ہی نہیں کہ تا فوری عذاب نازل کروں۔ اُن پر مخفی رہے۔ کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں۔ بلکہ وحی ولائیت جو زیر سایۂ نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں۔ اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگا دے وہ تقوے اور دیانت کو چھوڑتا ہے ...... غرض ہماری نبوت کا دعوےٰ اس طرف بھی نہیں صرف مجددیت اور ولایت کا دعوےٰ ہے"

اس پر مزید روشنی ڈالنے کے لئے اس امر کو بھی ظاہر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اگر حضرت صاحب نے تشریعی نبی ہونے کا دعوےٰ کیا تھا اور اس سے کبھی انکار نہیں کیا تھا۔ تو کیا مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کا دعوےٰ بھی غیر تشریعی نبی ہونے کا تھا جو حضرت صاحب اُس کو لکھ رہے ہیں کہ اگر تم کہو کہ میں تو نبوت کا مدعی نہیں۔ کہ تا فوری عذاب نازل کروں۔ تو ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں"۔ کیا حضرت صاحب اس جگہ اس نبوت کے مدعی پر لعنت بھیج رہے ہیں جو تشریعی نبی ہونے کا دعوےٰ کرے یا تشریعی اور غیر تشریعی دونوں قسم کے مدعی نبوت پر لعنت بھیج رہے ہیں پھر یہ بھی تو خیال کرو۔ کہ کیا غیر تشریعی نبی کی وحی وحی نبوت نہیں ہوتی؟ اگر ہوتی ہے تو حضرت صاحب نے یہ کیوں لکھا کہ وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولائیت جو زیر سایۂ نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے۔ اُس کے ہم قائل ہیں اور یہ کہ ہمارا دعوےٰ نبوت کا نہیں بلکہ صرف ولایت اور مجددیت کا دعوےٰ ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو کسی قسم کی بھی نبوت کا دعوےٰ نہیں تھا۔ نہ تشریعی۔ نہ غیر تشریعی کا۔

خاکسار۔ حکیم محمد حسین مرہم عیسے

(باقی دارد)

جلد ۵ | مدینۃ المسیح لاہور: چہار شنبہ یکم جمادی الاول ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۱۳ فروری ۱۹۱۸ء | نمبر ۹۶

ملفوظات حضرت مسیح موعود

چند ضروری نصائح

(گذشتہ سے پیوستہ)

حقیقی نمازی بنو

وہ لوگ جو نمازوں کی حقیقت سے ہی بیخبر ہوتے ہیں انکی نمازیں نری ٹکریں ہوتی ہیں۔ ایسے لوگ ایک سجدہ اگر خدا کو کرتے ہیں تو دوسرا دنیا کو کرتے ہیں۔ جب تک انسان خدا کے لئے تکالیف اور مصائب کو برداشت نہیں کرتا تب تک مقبول حضرت احدیت نہیں ہوتا۔ دیکھو دنیا میں بھی اس کا نمونہ پایا جاتا ہے۔ اگر ایک غلام اپنے آقا کا ہر ایک تکلیف اور مصیبت میں اور ہر ایک خطرناک میدان میں ساتھ دیتا ہے تو وہ غلام غلام نہیں رہتا۔ بلکہ دوست بن جاتا ہے۔ یہی خدا کا حال ہے۔

غلام جب مصیبت میں کام آتا ہے تو پھر وفادار دوست بن جاتا ہے

اگر انسان اس کا دامن نہ چھوڑے اور اسی کے آستانہ پر گرا رہے۔ اور استقلال کے ساتھ وفاداری کرتا ہے تو پھر خدا بھی ایسے کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ اور اس کے ساتھ دوست والا معاملہ کرتا ہے۔ وفاداری کا مادہ تو کتے میں بھی پایا جاتا ہے۔ خواہ وہ بھوکا رہے۔ بیمار ہو جائے کمزور ہو جائے۔ خواہ کچھ ہی ہو مگر اپنے مالک کے گھر کو نہیں چھوڑتا۔ اور وہ لوگ جو ذراسی تکلیف پر دین سے ہی روگردان ہو جاتے ہیں ان کو وفاداری کا سبق کتے سے سیکھو کتے سے سبق سیکھنا چاہیئے۔ لکھا ہے کہ ایک یہودی مشرف باسلام ہوا۔ کچھ دن بعد جو مصیبت کا سامنا ہوا اور بھوکا مرنے لگا۔ اور فاقہ پر فاقہ آنے لگا۔ تو کسی یہودی کے مکان پر بھیک مانگنے کے لئے گیا۔ یہودی نے اس نومسلم کو چار روٹیاں دیں۔ جب وہ روٹیاں لے کر جا رہا تھا۔ تو ایک کتا بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔ اس شخص نے یہ خیال کر کے کہ شاید ان روٹیوں میں سے کتے کا بھی کچھ حصہ ہے ایک روٹی کتے کے آگے پھینک دی۔ اور آگے چل دیا۔ کتا اس روٹی کو جلدی جلدی کھا کر پھر پیچھے پیچھے ہو لیا۔ تب اس نے خیال کیا کہ ان روٹیوں میں سے نصف حصہ کتے کا ہوگا۔ تب اس نے ایک اور روٹی کتے کے آگے پھینک دی۔ مگر کتا اس کو بھی کھا کر پیچھے پیچھے چلدیا۔ پھر اس نے جب معلوم کیا کہ کتا پیچھا نہیں چھوڑتا تو اسے خیال گذرا کہ شاید تین حصے اس کے ہوں اور ایک حصہ میرا ہو اس لئے اس نے ایک روٹی اور ڈالدی مگر کتا وہ روٹی کھا کر بھی واپس نہ گیا۔ تب اسے کتے پر غصہ آیا اور کہا تو تو بڑا بدذات ہے۔ مانگ کر میں چار روٹیاں لایا تھا مگر ان میں سے تین کھا کر بھی پیچھا نہیں چھوڑتا۔ خدا تعالےٰ نے اس وقت کتے کو بولنے کے لئے زبان دیدی۔ جب کتے نے جواب دیا۔ کہ میں بدذات نہیں ہوں۔ میں خواہ کتنے فاقے اٹھاؤں مگر مالک کے سوائے دوسرے کے گھر پر نہیں جاتا۔ بدذات تو تو ہے جو دو تین فاقے اٹھا کر غیر کے گھر مانگنے کے لئے آ گیا۔ تب وہ مسلمان یہ جواب سنکر اپنی حالت پر بہت پشیمان ہوا۔

ایسے ہی کو رداسپور میں ایک بلی تھی خواہ کچھ ہی اس کے پاس پڑا رہے مگر وہ بلا اجازت کچھ نہ کھاتی تھی۔ ایک دفعہ بعض دوستوں نے حلوہ۔ دودھ۔ کچھڑے وغیرہ بلی کے پاس رکھکر باہر سے قفل لگا دیا۔ تین دن کے بعد جو دیکھا بلی مری پڑی تھی۔ اور وہ کھانا اسی طرح صحیح وسالم موجود تھا۔ اگر ارذل مخلوقات کے صفات حسنہ بھی انسان میں نہ پائے جائیں۔ تو پھر وہ کس خوبی کے لائق ہے +

بردِ نار

ایک دوست کا خط حضرت کی خدمت میں پیش ہوا کہ حضرت ابراہیم پر جو آگ ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ آیا وہ فی الواقع آتش ہیزم تھی یا کہ فتنہ وفساد کی آگ تھی۔ حضرت نے فرمایا فتنہ وفساد کی آگ تو ہر نبی کے مقابل میں ہوتی ہے۔ اور وہی ہمیشہ کوئی ایسا رنگ اختیار کر لیتی ہے کہ اللہ تعالےٰ ایک معجزہ نما طاقت اپنے نبی کی تائید میں اس کے بالمقابل دکھاتا ہے۔ ظاہری آتش کا حضرت ابراہیم پر فرو کر دینا خدا تعالےٰ کے آگے کوئی مشکل امر نہیں۔ اور ایسے واقعات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم کے متعلق ان واقعات کی اب بہت تحقیقات کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہزاروں سالوں کی بات ہے۔ ہم خود اس زمانہ میں ایسے واقعات دیکھ رہے ہیں۔ اور اپنے اوپر تجربہ کر رہے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ جبکہ میں سیالکوٹ میں تھا تو ایک دن بارش ہو رہی تھی جس کمرہ کے اندر میں بیٹھا ہوا تھا اس میں بجلی آئی۔ سارا کمرہ دھوئیں کی طرح بھر گیا۔ اور گندھک کی سی بو آتی تھی۔ لیکن ہمیں کچھ ضرر نہ پہنچا۔ اسی وقت وہ بجلی ایک مندر میں گری جو کہ تیجا سنگھ کا مندر تھا۔ اور اس میں ہندوؤں کی رسم کے مطابق طواف کے واسطے پیچ در پیچ اردگرد دیوار بنی ہوئی تھی اور وہ اندر بیٹھا ہوا تھا۔ بجلی ان تمام چکروں میں سے ہو کر اندر جا کر اس پر گری۔ اور وہ جل کر کوئلہ کی طرح سیاہ ہو گیا۔ دیکھو وہی بجلی کی آگ تھی جس نے اس کو جلا دیا۔ مگر ہم کو کچھ ضرر نہیں دے سکی۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے ہماری حفاظت کی۔ ایسا ہی سیالکوٹ کا ایک اور واقعہ ہے۔ کہ ایک دفعہ رات کو میں ایک مکان کی دوسری منزل میں سویا ہوا تھا۔ اور اسی کمرہ میں میرے ساتھ پندرہ سولہ اور آدمی بھی تھے۔ رات کے وقت شہتیر میں ٹک ٹک کی آواز آئی۔ میں نے آدمیوں کو جگایا کہ شہتیر خوفناک معلوم ہوتا ہے یہاں سے نکل جانا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ کوئی چوہا ہوگا۔ کچھ خوف کی بات نہیں۔ اور یہ کہکر پھر سو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر ویسی ہی آواز سنی۔ تب میں نے ان کو دوبارہ جگایا۔ مگر پھر بھی انہوں نے کچھ پروا نہ کی۔ پھر تیسری بار شہتیر سے آواز آئی۔ تب میں نے ان کو سختی سے اٹھایا۔ اور سب کو مکان سے باہر نکالا۔ اور جب سب نکل گئے۔ تو خود بھی وہاں سے نکلا۔ ابھی میں دوسرے زینہ پر تھا کہ وہ چھت نیچے گری۔ اور دوسری چھت کو بھی ساتھ لے کر نیچے جا پڑی اور چارپائیاں ریزہ ریزہ ہو گئیں۔ اور ہم سب بچ گئے۔ یہ خدا کی معجزہ نما حفاظت ہے۔ جب تک کہ ہم وہاں سے نکل نہ آئے شہتیر گرنے سے محفوظ رہا۔ ایسا ہی ایک دفعہ ایک بچھو میرے بستر کے اندر لحاف کے ساتھ مرا ہوا پایا گیا۔ اور دوسری دفعہ ایک بچھو لحاف کے اندر سے ضرر سے محفوظ رکھا۔ ایک دفعہ میرے دامن کو آگ لگ گئی تھی مجھے خبر بھی نہ ہوئی۔ ایک اور شخص نے دیکھا۔ اور بتلایا۔ اور اس آگ کو بجھایا خدا تعالےٰ کے پاس کسی کے بچانے کی ایک راہ نہیں۔ بلکہ بہت راہیں ہیں۔ آگ کی گرمی اور سوزش کے واسطے بھی کئی اسباب ہیں اور بعض اسباب مخفی در مخفی ہیں جن کی لوگوں کو خبر نہیں۔ اور خدا تعالےٰ نے وہ اسباب اب تک دنیا پر ظاہر نہیں کئے جن سے اس کی سوزش کی تاثیر جاتی رہے۔ پس اس میں کون سے تعجب کی بات ہے کہ حضرت ابراہیم پر آگ ٹھنڈی ہو گئی +

اخبار احمدیہ

مسئلہ تناسخ پر آریہ سماج سے مناظرہ

گذشتہ ۱۱ فروری ۱۹۱۸ء کو آریہ سماج کے زیر اہتمام مولوی عبدالحق صاحب کا پنڈت [illegible] دہلوی سے مسئلہ تناسخ پر ایک نہایت [illegible] مباحثہ ہوا۔ مناظرہ کا وقت [illegible] پونے دس بجے تک تھا جس میں سے نصف وقت مولوی [illegible] نے لیا۔ اور انہوں نے صرف عقلی دلائل سے تناسخ کی تردید کی [illegible] نے اپنے استدلال کی بنیاد قرآن کریم پر رکھنے کی بجائے عام عقلی دلائل سے بحث شروع کی لیکن فریق مخالف نے اسکو دوسرے رنگ میں لیکر خواہ مخواہ تمسخر واستہزاء میں وقت ٹالنا چاہا اور ٹالا۔ اور بار بار قرآن کریم کی بعض آیات کے غلط معنے کر کے دھوکا دینے کی کوشش کی جسکا بعدہ مولوی عبدالحق صاحب نے خوب ہی پردہ چاک کیا۔ [illegible] نے قرآن کریم کی اس آیت کی بنا پر کہ وقالوا ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما یھلکنا الا الدھر وما لھم بذالک من علم ان ھم الا یظنون۔ یہ بتایا کہ قائلین تناسخ کے پاس علمی دلائل کوئی نہیں جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں کہ اختلاف حالات اور تفاوت مراتب ہی گذشتہ جنم کے اعمال کی پاداش ہے۔ یہ محض ان کی اٹکل بازی ہے۔ اور اس بات پر زور دیتے ہوئے آپ نے ویدوں [illegible] کے متعلق کسی علمی دلیل کا مطالبہ کیا۔ اور [illegible] مسئلہ تناسخ کی بنا پر ثابت کیا کہ اختلاف حالات ماحول کے تاثرات کا نتیجہ ہیں [illegible] جنم کے اعمال کی پاداش۔ اس کی تائید میں مولوی صاحب نے [illegible] ایک قابل اور اہل الرائے اصحاب کی شہادتوں کو پیش کیا لیکن [illegible] طرف کون آتا۔ پنڈت رامچندر نے وید کا ایک منتر تو پڑھا لیکن [illegible] علمی دلیل کوئی نہ تھی صرف ایک دعوےٰ تھا جسکا کوئی ثبوت نہیں دیا گیا۔ پھر قرآن کی بعض آیات سے اس نے تناسخ ثابت کرنا چاہا لیکن مولوی صاحب [illegible] جوابات اور بعض تفسیروں کو چھوڑ کر لغت عرب اور اعلیٰ درجہ کے محقق مفسرین کے حوالجات کو سنکر وہ حیران اور ششدر رہ گیا۔ اور سوائے اسکے اور کوئی جواب نہ بن آیا کہ اب تفسیروں کو چھوڑنے لگے ہیں۔ حالانکہ مولوی صاحب نے بتایا کہ ہم تفسیروں کو چھوڑتے نہیں بلکہ اعلےٰ پایہ کی تفسیروں کو لیتے ہیں۔ لیکن اپنے من گھڑت معنوں کو پنڈت صاحب کیونکر چھوڑ سکتے تھے۔ جن کے بغیر انکی قرآن دانی کا سکہ نہیں جم سکتا۔ اور انکی زبان چل ہی نہیں سکتی۔ غرض [illegible]

کہ ہم اپنی روحانی ترقی کا خوب خیال رکھیں۔ لیکن پچھلے حصے میں یہ فرمایا کہ اپنی جسمانی فطرت اور ان تمام اشیاء پر جو ہمارے فائدے کیلئے بنائی گئی ہیں ان پر بھی غور و خوض کرنا چاہئیے۔ اس طرح پر اسلام کے خادموں میں روحانی قوانین اور جسمانی تعلیم دونوں پہلو بہ پہلو ترقی کرتے ہیں۔ اور اس امر کو مدنظر رکھنے سے اس ترقی کا راز جو اوائل کے مسلمانوں کے ذریعہ سے علم طبیعی و مادیات کو ہوئی بالکل کھلجاتا ہے ◆

قرآن شریف مسلمانوں کو بار بار ان تاریخی وجوہات اور ذرائع پر غور کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے جو مختلف اقوام کے زوال کا باعث ہوئے۔ فرمایا "ان سے کہدو۔ کہ دُنیا کے چاروں کونے چھان ماریں اور دیکھیں کہ مجرموں کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اور وہ جو خدا کی شریعت کی پرواہ نہیں کرتے۔ ان سے کیا برتاؤ کیا جاتا ہے"۔ اس طرح پر ایک مسلم کو اپنے پہلے لوگوں سے عبرت حاصل کرنا اور خدا کے قانون کی مخالفت نہ کرنا سکھایا گیا ہے۔ قرآنی اصطلاح میں الٰہی قوانین سے اکثر قوانین قدرت مُراد لیجاتی ہے اور جب تک ایک انسان قوانین قدرت کا کافی اور شافی طور پر علم نہ رکھتا ہو۔ تو وہ کس طرح ان کی مخالفت سے اپنے آپکو بچا سکتا ہے اسی وجہ سے قرآن شریف اپنے پڑھنے والوں کی توجہ اس طرف مبذول کرتا ہے کہ وہ یہ معلوم کریں کہ ان سے پہلے لوگ کن وجوہ کے ماتحت رنج و محن میں گرفتار ہوگئے۔ یعنی علم تاریخ کا مطالعہ ہر مسلم پر ضروری اور لازمی ہے ◆

قرآن شریف میں بار بار اس بات پر زور دیا گیا ہے۔ کہ تمام اشیائے دُنیا انسانی ضروریات کے پورا کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ میں بطور حوالہ ایک آیت پیش کرتا ہوں۔ فرمایا "تمام آسمان و زمین و مافیہا تمہاری خاطر پیدا کی گئی ہیں"۔ اس آیت سے ایک اور سربستہ راز مسلمانوں پر اور ان کی بدولت تمام دُنیا پر کھل گیا یعنی کہ کائنات کی ہر ایک چیز نہ صرف انسان کے استعمال کے لئے بنائی گئی ہے۔ بلکہ یہ کہ انسان اسکو اپنی مرضی کے مطابق بھی چلا سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ ان کو قابو میں لانے کے ذرائع کو عام کرنے کی کوشش کرے۔ اور اس طرح قرآن شریف کے ذریعہ ایک نئی خواہش ان علوم کو حاصل کرنے کی پیدا ہوئی۔ کیا ہی خوش کن اور حوصلہ افزا یہ خوشخبری ہے کہ دُنیا نہ صرف میرے استعمال کے لئے بنائی گئی ہے بلکہ میری مرضی کے ماتحت کام کرنے کے لئے بھی۔ جب سے یہ الہامی تعلیم دُنیا میں آئی۔ اُسی وقت سے مختلف اجزائے قدرت فروغ میں انسان نے اسقدر ترقی حاصل کر لی۔ کیا یہ خوشخبری ایک سوچنے والے دل کو نہیں اُکساتی۔ کہ وہ اپنے تجربات جاری رکھے۔ اور کوشش کرکے مادے کی مختلف شکلوں کی دیگر خصوصیات دریافت کرے۔ ہمارا علم اور تعلیم کبھی مکمل نہیں ہوسکتے جب تک ہم خود اپنی قابلیت کا صحیح طور پر اندازہ نہ کرلیں اور اپنی استعداد سے بڑھ کر خواہش کرنا فضول ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ تعلیم کو ترقی اور وسعت دینے کیلئے ہم کو اپنی قابلیت کا اندازہ کرنا لابُد ہے۔ اور کیا قرآن نے تمام نسلِ انسانی پر ایک بہت بڑا احسان نہیں کیا جبکہ اس نے مندرجہ بالا آیت میں یہ بتلا دیا۔ کہ تمام کائنات رضائے انسانی ہی کے ماتحت چلنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ انسان قدرت پر حکومت کرنے کی استعداد تو ضرور رکھتا ہے۔ میرے خیال میں اس جگہ حضرت آدم کے باغ جنت والے قصّہ کا حوالہ دینا بیجا نہ ہوگا۔ کہ کس طرح قرآن اور انجیل نے اسکو مختلف طریقوں سے پیش کیا ہے۔ باب پیدائش میں تو یہ لکھا ہے۔ کہ شجر علم کو چکھنے ہی سے آدم کا زوال اور بطور نتیجہ تمام نسل انسانی کا ابدی ملعون ہونا واقع ہوا۔ اور مغربی فقہ بھی یہی بات عام طور پر تسلیم کرتی ہے۔ لیکن قرآن کی رُو سے علم ہی حاصل کرنے سے انسان نے اشرف المخلوقات ہونے کا درجہ حاصل کیا۔ فرمایا "اور جب تمہارے مالک (خدا) نے فرشتوں کو کہا کہ میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ بھیجنے والا ہوں"۔ تو انہوں نے کہا۔ "بھلا اسکو بھیجنے سے کیا فائدہ وہ تو وہاں فساد پیدا کریگا۔ اور خون بہائیگا۔ اور ہم تو تیری حمد کرتے ہیں اور تیری تسبیح کرتے ہیں"۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ یقیناً میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے"۔ اور اُس نے آدم کو تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا۔ اور پھر فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔ اور کہا "اگر تم حق پر ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ"۔ اُنہوں نے کہا۔ تو بڑی شان والا ہے۔ جو کچھ تو نے ہم کو سکھایا۔ اس کے سوا ہم کچھ نہیں جانتے۔ بتحقیق تو علیم اور حکیم ہے"۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "اے آدم ان کو نام بتا دو"۔ پھر جب آدم ان کو نام بتا چکا۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ "کیا ہم نے تم سے نہیں کہا تھا۔ کہ میں یقیناً آسمان اور زمین کی غیب باتیں جانتا ہوں۔ اور جو کچھ تم ظاہر کرو یا چھپاؤ اسکو بھی جانتا ہوں اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ تو انہوں نے سجدہ کیا"۔ اس قصّے سے ہم کو نہ صرف انسان کا فرشتوں سے برتر ہونا معلوم ہوتا ہے بلکہ یہ راز بھی کھلجاتا ہے۔ کہ وہ کن وجوہ سے اپنی برتری پیش کرسکتا ہے [illegible]

ہیں جہاں تک جسمانی دُنیا کا تعلق ہے فرشتوں سے مُراد وہ ہستی لیجاتی ہے جو کہ ذی علم اور بالارادہ ہیں اور مادہ پر قابو رکھتے ہیں اور اسکے خواص کے ظہور کا باعث بنتی ہیں۔ میرے خیال میں آپ صاحبان اب خوب سمجھ گئے ہونگے کہ مضمون زیر بحث کو آدم کے قصّے سے کیا تعلق ہے۔ اگر فرشتوں کا یہ کام ہے کہ وہ مادے کے خواص ظاہر کریں تو ایک ایسے حکمران کی ضرورت ہے جو ان خواص کو ٹھیک طور پر استعمال کرے۔ خدا نے انسان کو اسی غرض کیلئے پیدا کیا۔ اور اس نے خواص کی جانچ پڑتال کرنے کی استعداد بھی اسمیں رکھدی اور اس رنگ میں فرشتوں یعنی عناصر کو قابو میں رکھنے والی ہستیوں نے اسکو سجدہ کیا۔ فرشتے اسکے ماتحت خادم ہیں اور ان کے احکام کی تکمیل کیلئے کمربستہ حاضر ہیں بشرطیکہ وہ مطلوبہ علم بھی رکھتا ہو۔ قرآنی قصّہ کے بموجب فرشتے اس بات کے سمجھنے سے قاصر تھے کہ انسان کی خلقت میں مصلحت ہے۔ لیکن جب انکو معلوم ہوگیا کہ وہ اس مشین کو چلائیگا جسکو وہ بناتے ہیں تو انہوں نے فوراً سر تسلیم خم کردیا۔ باب پیدائش میں جو قصّہ درج ہے۔ ممکن ہے کہ وہ ایک استعارے کا رنگ اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور جسکے معنے ان اصحاب کو معلوم ہوں جو کلیسیائی فقہ میں ماہر ہیں لیکن ایک مجھ جیسے دُنیادار کے نزدیک قرآن میں جو قصّہ مرقوم ہے وہ زیادہ دلخوش کن اور طاقت وہ معلوم ہوتا ہے۔ اور ہمکو اُکساتا ہے کہ ہم بہ حیثیت اپنے پہلے باپ کے وارث ہونے کے دُنیا و مافیہا کے علم رکھنے کا دعوے کریں۔ ہم اس وراثت سے شرمندہ نہیں۔ اور اس علم سے ہم کو عار نہیں۔ یہ ہمارے زوال نہیں بلکہ اقبال کا باعث ہے یہ گناہ نہیں بلکہ عین نیکی ہے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی آخری کتاب کے دُنیا میں آنے کی اہم اغراض میں سے ایک یہ بھی تھی کہ انسان کو تعلیم دیجاوے اور سچ بات تو یہ ہے کہ سب سے پہلی وحی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر غار حرا میں نازل ہوئی وہ اس بات کا کھلے لفظوں میں اعلان کرتی ہے۔ فرمایا "پڑھ اپنے ربّ کے نام سے جس نے پیدا کیا جس نے انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ کہ تیرا ربّ بڑی عزت والا ہے۔ جس نے قلم سے (لکھنا) سکھایا۔ اور انسان کو وہ پڑھایا جس کا اسکو علم نہ تھا"۔ یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ قلم کا استعمال جو اس پہلی وحی میں مرقوم ہے۔ ایک ایسے آدمی کو بتایا جس کی قوم قلم کے استعمال کی بیخبری میں ضرب المثل تھی۔ یہ تو اس ترقی کی طرف اشارہ تھا جو قلم کے استعمال سے دُنیا کو نصیب ہوئی تھی۔ اسمیں شک نہیں کہ قبل از اسلام زمانے میں بھی قلم کا استعمال بہت خفیف طور پر جاری تھا۔ لیکن جو کام آجکل قلم سے ہو رہا ہے اسکی ابتدا قرآن کی وحی ہی سے ہوئی۔ علاوہ ازیں کاغذ کے بغیر علم کی حفاظت کے لئے قلم ایک بالکل بے سُود آلہ ہو جاتی۔ اور یہ تو ہر کہ و مہ تسلیم ہوچکا ہے کہ کاغذ کے بنانیوالے اہل عرب تھے۔ سب سے پُرانی کاغذی نوشت جو کہ آجتک ہالینڈ کی یونیورسٹی میں موجود ہے۔ عربی میں ہے ◆

اس پہلی وحی میں ان الفاظ کا ہونا کہ خود خدا نے پڑھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا۔ نہ صرف اس بات کا اشارہ کرتا ہے کہ عنقریب تعلیم اور تدریس میں قلم کا استعمال ضروری ہوگا۔ اور اُس کا استعمال حفظ کرنے اور رٹ لینے کے پُرانے طریقوں کی جگہ لیگا۔ بلکہ اس وحی نے تو علم میں ایک نیا پہلو رکھدیا یعنی نامعلوم چیزوں کو معلوم کرنے کی کوشش کرنا۔ کیا ہم اس امر سے انکار کرسکتے ہیں کہ دنیا میں جو کچھ بشکل علم موجود ہے اور جو کچھ نامعلوم چیزوں کی بابت معلوم ہوا ہے وہ سب علم کے استعمال کی بدولت ہوا ہے۔ آپ صاحبان کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی وحی کا سب سے پہلا لفظ اقرا ہے۔ اس لفظ کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کرکے نوشت و خواند کے اس انقلاب کی طرف اشارہ کیا۔ جس نے عنقریب دُنیا کی کایا پلٹ دینی تھی ◆

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اُجلا نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مُرجھا ہی چلا تھا پودہ
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
یاالٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اُس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دُکانیں دیکھیں
مئے عرفان کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اُس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور

مراسلات

محمودی اور احمدی کی بحث

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اسلام کی اصطلاح کا جہاں حضرت صاحب نے اپنی کتابوں یا تحریروں میں ذکر فرمایا ہے وہاں اپنے آپ کو صرف محدث فرمایا ہے۔ نبی نہیں فرمایا۔

لیکچر سیالکوٹ میں فرماتے ہیں:۔

"خدائے قدیم سے جب سے کہ انسان کو پیدا کیا ہے یہ سنت جاری کی ہے۔ کہ وہ پہلے اپنے فضل عظیم سے جسکو چاہتا ہے۔ اس پر روح القدس ڈالتا ہے اور پھر روح القدس کی مدد سے اس کے اندر اپنی محبت پیدا کرتا ہے۔ اور صدق اثبات بخشتا ہے اور بہت سے نشانوں سے اس کی معرفت کو قوی کردیتا ہے...... اور ایسے شخص میں ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف بنی نوع کی ہمدردی اور اصلاح کا بھی ایک عشق ہوتا ہے...... ایسے لوگوں کو اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول اور محدث کہتے ہیں۔ اور وہ خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں اور خوارق اُن کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اور اکثر دعائیں ان کی قبول ہوتی ہیں اور اپنی دعاؤں میں خدا تعالےٰ سے بکثرت جواب پاتے ہیں"۔

اب جہانتک یہ الفاظ ہیں یہ اپنے آپ بتارہے ہیں کہ حضرت صاحب اصطلاح اسلام میں صرف محدث تھے کیونکہ جیسا کہ میں پہلے بتلا چکا ہوں۔ حضرت اقدس نے اپنے مکتوب میں اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے معنے یہ بتائے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور لیکچر سیالکوٹ میں اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول اور محدث تینوں کو چند خاص باتوں میں مساوی بیان فرماکر ان تینوں کے یہ معنی بتلائے ہیں۔ کہ وہ خدا کے پاک مکالمات و مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں اور خوارق اُن کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اور اکثر دعائیں اُن کی قبول ہوتی ہیں۔ اور اپنی دعاؤں میں خدا تعالےٰ سے بکثرت جواب پاتے ہیں۔ اور ایک طرف [illegible] خدا کی محبت ہوتی ہے اور دوسری طرف بنی نوع کی ہمدردی اور اصلاح [illegible] کا ایک عشق ہوتا ہے۔ اگر حضرت صاحب یہاں محدث کا لفظ نہ بڑھاتے۔ تو سمجھا جاتا۔ کہ آپ بعد میں آکر اصطلاح اسلام میں اپنے آپکو نبی فرما رہے ہیں۔ مگر محدث لکھکر بتا دیا۔ کہ محدث میں بھی نبی اور رسول کے بعض کاموں اور بعض باتوں کا اشتراک ہوتا ہے ◆

محمودی۔ ہر ایک نبی تو محدث ہوتا ہے پر ہر ایک محدث نبی نہیں ہوتا۔

خاکسار۔ یہ بے علمی کی شامت ہے۔ کہ ایک نامعلوم شخص کے قول کو حجت سمجھ لیا گیا ہے۔ کہ ہر ایک نبی محدث بھی ہوتا ہے۔ اس کے تو یہ معنے ہوئے۔ کہ ہر ایک نبی غیر نبی بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک محدث غیر نبی ہوتا ہے اور محدث کے لئے امتی ہونا اور اپنے نبی متبوع سے انوار کمالات نبوت لینا شرط ہے۔ بنی اسرائیل میں بھی جو محدث ہوئے وہ بھی اسی طرح چراغ نبوت موسویہ سے مکتسب اور مستفاض ہوئے جس طرح امت محمدیہ کے محدث چراغ نبوت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہوئے۔ اور نبی کے لئے امتی ہونا اور اپنے سے پہلے نبی کے چراغ نبوت سے مکتسب اور مستفاض ہونا اسکے نبی ہونے کے خلاف پڑا ہوا ہے۔ یہ لفظ .... کوئی عقلمند اپنی زبان سے نکال نہیں سکتا۔ کہ ہر ایک نبی محدث بھی ہوتا ہے۔ نبی کو محدث کہنا تو اسکو اُس کی نبوت سے جواب دینا ہے۔ یہ تو عقل و نقل کے بھی خلاف ہے کہ ہر ایک نبی محدث بھی ہو۔ اور نبی بھی [illegible] اسی لئے تو حضرت صاحب کو محدث کہتے ہیں اور نبی نہیں کہہ سکتے۔ کہ حضرت اقدس نے خود ایک کلیہ قاعدہ ہمکو بتا دیا ہے۔ جو لکھا ہے:۔

"سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی۔ اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائینگی جیسا کہ محدث میں ان دونوں [illegible] لیکن صاحب نبوت

ملفوظات حضرت مسیح موعود

نمازمیں حضوری قلب

ایک شخص نے سوال کیا کہ نماز میں کھڑے ہو کر اللہ جل شانہ کا کس طرح نقشہ پیش نظر ہونا چاہئیے؟

حضرت اقدس نے فرمایا موٹی بات ہے۔ قرآن شریف میں لکھا ہے ادعوہ مخلصین لہ الدین۔ اخلاص سے خدا تعالے کو یاد کرنا چاہئیے اور اس کے احسانوں کا بہت مطالعہ کرنا چاہئیے۔ چاہئیے کہ اخلاص ہو احسان ہو۔ اور اس کی طرف ایسا رجوع ہو کہ بس وہی ایک رب اور حقیقی کارساز ہے۔ عبادت کے اصول کا خلاصہ اصل میں یہی ہے کہ اپنے آپ کو اس طرح سے کھڑا کرے کہ گویا خدا کو دیکھ رہا ہے۔ اور یا یہ کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے ہر طرح کی ملونی اور ہر طرح کے شرک سے پاک ہو جاوے۔ اور اسی کی عظمت اور اسی کی ربوبیت کا خیال رکھے۔ ادعیہ ماثورہ اور دوسری دعائیں خدا سے بہت مانگے اور بہت توبہ و استغفار کرے اور بار بار اپنی کمزوری کا اظہار کرے۔ تاکہ تزکیہ نفس ہو جاوے۔ اور خدا سے پکا تعلق ہو جاوے۔ اور اسی کی محبت میں محو ہو جاوے۔ اور یہی ساری نماز کا خلاصہ ہے۔ اور یہ سارا سورہ فاتحہ میں آجاتا ہے۔ دیکھو ایاک نعبد وایاک نستعین میں اپنی کمزوریوں کا اظہار کیا گیا ہے اور امداد کے لئے خدا تعالے سے ہی درخواست کی گئی ہے۔ اور خدا سے ہی مدد اور نصرت طلب کی گئی ہے اور پھر اسکے بعد نبیوں اور رسولوں کی راہ پر چلنے کی دعا مانگی گئی ہے انعمت علیہم کو حاصل کرنے کے لئے درخواست کی گئی ہے جو نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ سے اس دنیا پر ظاہر ہوئیں اور جو انہیں کے اتباع اور انہیں کے طریقہ پر چلنے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور پھر خدا تعالے سے دعا مانگی گئی ہے کہ ان لوگوں کی راہوں سے بچا جنہوں نے تیرے رسولوں اور نبیوں کا انکار کیا اور شوخی اور شرارت سے کام لیا اور اسی جہان میں ہی ان پر غضب نازل ہوا۔ جنہوں نے دنیا کو ہی اپنا اصلی مقصود سمجھ لیا۔ اور راہ راست کو چھوڑ دیا۔ اصلی مقصد نماز کا تو دعا ہی ہے۔ اور اس غرض سے دعا کرنی چاہئیے کہ اخلاص پیدا ہو اور خدا تعالے سے کامل محبت ہو اور معصیت سے جو بہت بری بلا ہے اور نامہ اعمال کو سیاہ کرتی ہے طبعی نفرت ہو۔ اور تزکیہ نفس اور روح القدس کی تائید ہو۔ دنیا کی سب چیزوں جاہ و جلال مال و دولت عزت و عظمت سے خدا مقدم ہو۔ اور وہی سب سے عزیز اور پیارا ہو۔ اور اس کے سوائے جو شخص دوسرے قصے کہانیوں کے پیچھے لگا ہوا ہے جن کا کتاب اللہ میں ذکر تک نہیں۔ وہ گمراہ ہے اور محض جھوٹا ہے۔ نماز اصل میں ایک دعا ہے جو سکھائے ہوئے طریقہ سے مانگی جاتی ہے۔ یعنی کبھی کھڑے ہونا پڑتا ہے۔ کبھی جھکنا اور کبھی بیٹھنا پڑتا ہے۔ اور جو اصلیت کو نہیں سمجھتا وہ پوست پر ہاتھ مارتا ہے۔

مصائب و شدائد میں کامیابی کی راہ

فرمایا مصائب اور شدائد کا آنا نہایت ضروری ہے۔ کوئی نبی نہیں گذرا جس کا امتحان نہیں لیا گیا۔ جب کسی کا کوئی عزیز مرجاتا ہے۔ تو اس کے لئے یہ بڑا نازک وقت ہوتا ہے مگر یاد رکھو ایک پہلو پر جانے والے لوگ مشرک ہوتے ہیں آخر خدا کی طرف قدم اٹھانے اور حقیقی طور پر اھدنا الصراط المستقیم والی دعا مانگنے کے یہی معنے تو ہیں کہ خدایا وہ راہ دکھا جس سے تو راضی ہو اور جس پر چل کر نبی کامیاب اور بامراد ہوئے آخر جب نبیوں والی راہ پر چلنے کے لئے دعا کی جاوے گی تو پھر ابتلاؤں اور آزمائشوں کے لئے بھی تیار رہنا چاہئیے اور ثابت قدمی کے واسطے خدا سے مدد طلب کرتے رہنا چاہئیے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ صحت و عافیت بھی رہے۔ مال و دولت میں بھی ترقی ہو۔ اور ہر طرح کے عیش و عشرت کے سامان اور مالی روحانی آرام بھی ہوں کوئی ابتلا بھی نہ آوے اور پھر یہ کہ خدا بھی راضی ہو جاوے وہ ابلہ ہے وہ کبھی کامیابی حاصل نہیں کرسکتا۔ جن لوگوں پر خدا راضی ہوا ہے ان کے ساتھ یہی معاملہ ہوا ہے کہ وہ طرح طرح کے امتحانوں میں ڈالے گئے اور مختلف مصائب اور شدائد سے ان کا سامنا ہوا۔ حضرت ابراہیم پر دیکھو کیسا نازک ابتلا آیا تھا اور پھر اس کے بعد سب نبیوں کے ساتھ یہی معاملہ رہا۔ یہاں تک کہ ہمارے نبی کریم صلعم کا زمانہ آگیا۔ دیکھو ان کو پیدا ہوتے ہی یتیمی کا سامنا ہوا۔ یتیمی بھی تو بری بلا ہے۔ خدا جانے کیا کیا دکھ اٹھائے اور پھر دعوے کرتے ہی مصیبتوں کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

انبیا کا دوسرا نام

یاد رکھو انبیاء کا دوسرا نام اہل بلاء اہل ابتلا بھی ہے ابتلاؤں سے کوئی نبی بھی خالی نہیں رہا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلعم کے گیارہ بیٹے فوت ہوئے۔ اور پھر انبیاء کو تو رہنے دو۔ امام حسین رضی کو دیکھو کہ ان پر کیسی کیسی تکلیفیں آئیں۔ آخر وقت میں جو ان کو ابتلا آیا تھا کتنا خوفناک ہے۔ لکھا ہے کہ اس وقت ان کی عمر ۵۷ برس کی تھی۔ اور کچھ آدمی ان کے ساتھ تھے۔ جب ۱۶ یا ۱۷ آدمی ان کے مارے گئے اور ہر طرح کی گھبراہٹ اور لاچاری کا سامنا ہوا تو پھر ان پر پانی کا پینا بند کر دیا گیا۔ اور ایسا اندھیر مچایا گیا کہ عورتوں اور بچوں پر بھی حملے کئے گئے۔ اور یہ سب کچھ دکھ دینے کے لئے تھا۔ جاہل تو کہیں گے کہ وہ گنہگار اور بداعمال تھے اس لئے ان پر یہ تکلیف آئی مگر ان کو یاد رکھنا چاہئیے کہ آرام سے کوئی درجہ نہیں ملا کرتا۔ جو لوگ ایک ہی پہلو پر زور دیئے جاتے ہیں۔ اور ابتلاؤں اور آزمائشوں میں صبر کرنا نہیں چاہتے اندیشہ ہے کہ وہ دین ہی چھوڑ دیں۔ جیسے کہ شیعہ لوگ ہیں کہ اس حقیقت کو تو دیکھتے ہی نہیں جو امتحانوں اور آزمائشوں کے بعد حاصل ہوا کرتی ہے۔ اور نہ ہی اس کی پرواہ کرتے ہیں مگر سیاپا گانا رکھے جاتے ہیں اور چھوڑنے میں نہیں آتے۔ کیا امام حسین نے انہیں وصیت کی تھی کہ میرے بعد میرا سیاپا کرتے رہنا۔ یاد رکھو جتنے اولیاء اللہ اور مقرب لوگ گذرے ہیں ان کے بڑے بڑے تلخ امتحان ہوئے ہیں۔ اور جو ہمارا حال ہے وہ آنے والوں کے لئے ایک سبق ہے۔ یہ تو بڑی غلطی ہے کہ ایک طرف تو انسان چاہتا ہے کہ ہر طرح کی آسودگی اور آرام و خوشنودی کے سب سامان مہیا ہوں اور دوسری طرف مقرب اللہ بھی بن جاوے۔ یہ تو ایسا مشکل ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گذر جانا بلکہ اس سے بھی ناممکن ... ابتلاؤں اور امتحانوں ... [illegible]

بقیہ منقولات

فرقہ آرائی اور مباہلہ بازی

کچھ دنوں سے بعض فرقوں کے نمایندوں میں مباہلہ بازی اور فرقہ آرائی کا بازار گرم ہے۔ یہ لوگ دراصل دنیا کو احمق بنا کر اپنا مطلب سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ مذہب و دین کے لئے انتہائی ذوق و شوق ہو تو پھر رونا کس بات کا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک بزرگ قوم کی حسب ذیل تحریر قابل غور ہے:۔

آپ کا قابل قدر اخبار کمینی نہیں۔ آئین پر چلتا ہے۔ اور صحیح معنوں میں قوم کا وکیل ہے۔

آجکل غیر آئینی فسادات مسلم پبلک میں برپا ہیں جنہیں دیکھ کر غیر مسلم ہنستے اور پھبتیاں اڑاتے ہیں۔

کہیں طریقت و حقیقت کا مضحکہ اڑایا جاتا ہے۔ کہیں ادعائے نبوت پر بحثیں ہوتی ہیں۔ اور کہیں لاطائل جھگڑے اور بیہودہ مباہلے۔

کیا ان حضرات کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ اور نہ اسلام فرقہ بندی کی اجازت دے سکتا ہے۔

اسلام، مقدس اسلام، روشن اسلام وہ دین مبین ہے جس پر تا وفات حضرت فاروق اعظم رض عمل ہوتا رہا۔ بعد کی خانہ جنگیاں اور پولیٹیکل بحثیں نہ دین ہیں نہ جزو دین۔

تعصبات اور ذاتیات کو سامنے رکھ کر یا اسی قسم کی اور تنگدلیوں اور تنگ خیالیوں کو مرکز قرار دیکر اسپر اغیار کو جگ ہنسائی کا موقعہ دینا شیوہ دانشمندی نہیں۔

یہ بزرگ دنیا اور نیز قوم کا نقصان کر رہے ہیں عزت پہلے۔ ذلیل ہوتے ہیں۔ مکرم تھے مبتذل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ارباب عقل و دانش کی نظروں سے گر گئے ہیں۔ بازاریوں اور ان بزرگوں میں اگر کوئی فرق ہے تو یہ کہ وہ نہیں جانتے اور یہ جانتے ہیں۔ ان کی درشت کلامی کا حلقہ محدود ہے۔ اور ان کی تو تو میں میں کا احاطہ وسیع ہے۔

ہے جب واحد خدا ہے قبلہ پیغمبر و قرآں
رہیں پھر کیوں مسلمانو یہ فرقہ بندیاں باقی
کبھی تھا اتحاد باہمی سرمایہ نازش
مگر اب رہ گئیں ہے دے کے خانہ جنگیاں باقی

خدا توفیق دے کہ یہ بزرگ فضول جھگڑوں کو چھوڑ کر سود مند کاموں میں مصروف ہوں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

کیا ہم امید کر سکتے ہیں کہ یہ حضرات اپنی سرگرمیوں کا رخ کسی مفید کام کی جانب پھیر دیں گے۔ کہ اپنی عمر گرانمایہ اور لوگوں کے وقت عزیز کو اس بیہودگی سے ضائع کرنا اخلاقی اور مذہبی گناہ ہے۔

پیغام صلح کے گذشتہ سالوں کے فائل

جن احباب کو پیغام صلح کے گذشتہ سالوں کے مکمل فائل مطلوب ہوں یا انکے ذہن پاکلی ہیں انکو دفتر پیغام صلح سے مکمل فائل یا ضروری پرچے منگوا لینے چاہئیں۔ وقت ہو رہا ہے فقط ... کے فائل ... [illegible]

ہیں۔ صرف بڑائی کے طالب کہکر جھوٹا قرار دے دیا جاتا ہے اور قرآن اور خاتم النبیین کے بعد کسی بھی مامور من اللہ یا ملہم کا آنا جائز نہیں سمجھا جاتا۔ اور دوسری طرف ملہمین کے مدارج و فرائض مقرر کرکے ایک شخص کے متعلق پوچھا جاتا ہے کہ وہ کس درجہ و مرتبہ پر فائز تھا اور کیا کام اس نے کیا۔ ہم کہتے ہیں۔ پہلے اصول کا فیصلہ کرو۔ اسکو تو پہلے طے کرلو کہ یہ ملہم اور مکلم من اللہ لوگ اس امت میں ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں۔ آیا کسی منصب تجدید بالفاظ دیگر اصلاح خلق پر فائز بھی ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ نعوذ باللہ ڈھکوسلے ہیں۔ اس کے بعد تمہارا یہ سوال کہ میرزا غلام احمد قادیانی کیا تھے" بے شبہ حق بجانب بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن جب تک یہ نہیں اور سرے سے تم مانتے ہی نہیں کہ کوئی "کامل انسان" کوئی "مؤید بروح القدس" کوئی "ہادی" اور "مزکی" کوئی "امام" اور "منذر" بھی اس امت میں ہو سکتا ہے۔ جب تمام ایسے دعوے کرنے والوں کو تم صراط مستقیم سے دور اور شہرت دنیوی کے طالب یقین کرتے ہو۔ تو تمہارا یہ سوال بالکل سرے سے لغو ہے کہ حضرت مرزا صاحب کیا تھے۔ وہ جو کچھ بھی تھے۔ تمہیں اس سے واسطہ نہیں۔ جب تک کہ اصولاً پہلے قرآن جیسے جیتے جاگتے معجزہ کے ہوتے ہوئے خاتم النبیین کے بعد بھی کسی ہادی و مزکی اور امام و منذر کے امکان کو نہ مان لو۔ اور اسکو تسلیم نہ کرلو۔ کہ امت میں ایسے لوگوں کا ہونا ضروری ہے جن کو زبان نبوی صلعم میں مجدد کہکر پکارا گیا۔ اور دوسروں نے ان کا امام اور منذر بھی نام رکھا اور ہادی اور مزکی بھی انہیں کہا۔

کیا ہم امید کریں کہ مسٹر ظفر علی خان اس ضروری سوال کو اپنی کشش قلم سے حل فرمائینگے جس کے ذریعہ وہ اس سے پیشتر حضرت امیر مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کے مضمون "بعثت مجددین" کے جواب کا وعدہ بھی کر چکے ہیں۔ جو آج تک پورا نہیں ہوا۔ ان کا جواب آنے اور ان کے امت محمدیہ میں امامت ہی کے جاری ہونے کو تسلیم کر لینے پر ہم ان اصل کے سوال کی طرف متوجہ ہونگے۔ اور ملہمین کی اقسام و فرائض پر انشاء اللہ پورے طور پر غور کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود کے مدارج اور آپ کے مشن پر بھی نظر ڈالینگے۔ وباللہ التوفیق۔

نعمت عظمےٰ

حضرت مسیح موعود کی تقاریر جو اس سے پہلے سلسلہ کے اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں۔ اب کتابی صورت میں جمع کرکے طبع کرائی گئی ہیں۔ یہ کتاب ۴۶۰ صفحات پر ختم ہوئی ہے۔ اور اس میں حضرت اقدس مسیح موعود کی وہ معرکتہ الآراء تقاریر جمع ہیں۔ جو آپ نے مختلف اوقات پر فرمائیں۔ یہ تقریریں کیا ہیں۔ علوم الہیات کے چشمے ہیں جن سے سرگردانِ بادیۂ ضلالت اپنی تشنگی بجھا سکتے ہیں۔ اور اسلام کے آب زلال سے سیراب ہو سکتے ہیں۔

جو لوگ مذہبی تحقیقات میں مشغول ہیں اور جنہیں دوسرے مذاہب کے مناظرین سے واسطہ پڑتا ہے میرے خیال میں ان کے لئے یہ کتاب ایک نعمت عظمےٰ ہے۔ اور ہمارے احمدی احباب کو تو ان تقادیر سے خاص طور پر فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

غرض یہ کتاب نہ صرف ہمارے احباب کو اپنے پاس ہی رکھنی چاہیئے بلکہ جن کو خدا توفیق دے۔ ان کو اس کی مفت اشاعت بھی کرنی چاہیئے۔ قیمت قسم اعلےٰ ؏ قسم ادنیٰ ۱۲/ مجلد قسم اول ؏ قسم دوم ؏

المشتہر

میرزا یعقوب بیگ آنریری سکرٹری احمدیہ

انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس

مذاکرۂ علمیہ

سیّد الطعام اللحم

(۲)

حاملین وید مقدس کے اعمال و اعتقادات کی اقلیم میں سوامی دیانند جی نے جو عظیم الشان انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کی اس کا بیشتر حصہ سوسائٹی کی ہیئت اجتماعیہ اور قدیم ہندو شدید احساسات کے طغیان کے نیچے آکر دب گیا۔ سناتن دھرم کے جذبات قومی کے طوفان نے اس نوزدہ رنگ کے اکثر حصے کو بہا دیا جن لوگوں نے سوامی دیانند کی ستیارتھ پرکاش طبع اول اور لالہ لاجپت رائے کی مرتبہ دیانند کی لائف کا مطالعہ کیا ہے وہ اس امر کی شہادت دینگے کہ ویدک اعتقادات کی سرزمین میں سوامی جی نے کتنی دفعہ مختلف اجناس کی تخم ریزی کی ہے اور ان کی رنگینیٔ طبع نے اس اقلیم فرسودہ پر الوان مختلف کی کیسی کیسی دستکاریاں کی ہیں لیکن باقی تمام امور سے قطع نظر کرکے آج ہم نے صرف اکل لحم (گوشت خوری) کے متعلق سوامی جی سے فتویٰ طلب کرنا ہے۔

ستیارتھ پرکاش طبع اول صفحہ ۴۸- ۳۰۱ اور ۳۰۲ پر سوامی جی نے کھلے بندوں سید الطعام کے کھانے کی اجازت دی ہے اور صفحہ ۴۵ پر سوختنی قربانی کی۔ پھر صفحہ ۲۹۹ پر آپ نے کیا معرفت کا نکتہ لکھا ہے کہ جانوروں کے مارنے میں تکلیف تھوڑی اور یگیہ سے (گوشت کو سوختنی بھٹی میں ڈالنے سے) فائدہ بہت ہوتا ہے۔ صفحہ ۳۰۳ پر عقیدہ گائے اور بیل کو یگیہ کے لئے قتل کرنا صاف ارشاد فرمایا ہے۔ صفحہ ۳۰۲ پر سوامی جی کی یہ دلیل آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ کہ "اگر کوئی بھی گوشت نہ کھائے تو جانور ہزار درجے بڑھ جاویں۔ کھیتوں میں غلہ نہ ہونے پاوے۔ پھر تمام انسان مر جاویں"۔

لکھا گوشت کھائے نہ کوئی اگر
تو دنیا میں بڑھ جائینگے جانور

پس سوامی جی کے استدلال کی رو سے انسان کی زندگی گوشت خوری سے وابستہ ہے۔ آریہ سماج کے تعلیم یافتہ کثیر حصہ نے سوامی جی کے اس فتوے سے فائدہ اٹھا کر اپنے گرو کے حکم کی جو عزت کی اور اسکی اشاعت پر جسقدر گرمجوشی کا اظہار کیا وہ لیکھرام کے ان الفاظ سے ظاہر ہے آپ مہاتما ہنسراج جی پرنسپل ڈی۔ اے۔ وی۔ کالج کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں "ہم اس کتاب کو اپنے دلی اکناہ (جوش) اور ستیہ دھرم کی چاہ سے لالہ ہنسراج جی پرنسپل ڈی۔ اے۔ وی۔ کالج کے سمرپن (ڈیڈیکیٹ) کرتے ہیں۔ اور برادرانہ پرارتھنا کرتے ہیں کہ آپ اسے غور سے پڑھیں۔ ہاں ہماری آتما پکارتی ہے کہ لالہ ہنسراج ماس کھانا چھوڑ دیتے ...... (تمام ضروری گوشت خوری کو جائز سمجھنے والے بھائیوں کی خدمت میں صرف کالج یا گوشت خوری آپ کے کس کام آئے گی۔ پیارے تعلیم یافتہ بھائیو وہ ودیا (علم) کس کام کی جسے آپنے دھرم پرچار میں صرف نہ کیا بلکہ ماس پرچار (اشاعت گوشت خوری) میں"۔

وید مقدس میں قربانیوں اور مختلف اقسام کے گوشت کا اس قدر ذکر ہے کہ سوامی دیانند جی باوجود تمام گذشتہ مفسرین سے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانے کے اور نیز تمام پردہ ڈالنے کی کوشش کے اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اور آنجہانی کی قلم سے بے اختیار سوختنی قربانی کا فتوے نکل گیا ہے۔ یجر ۱۹ کے ترجمے میں آپ فرماتے ہیں۔

"اس سنسار (دنیا) میں بہت پشو (جانوروں) والا ہوم (سوختنی قربانی) کرکے پختہ طعام کا کھانے والا اور بہترین فعل کا کرنے والا انسان ہو وہ محمود ہوتا ہے۔"

یجر وید ۲۱/۴۴ ہوتا یکھمشد اسنوتو چھاگسیہ ہوش آتام مدھیہ تو میدا ادبھر تم الخ

ترجمہ۔ اے (ہوتہ) دینے والے جیسے (ہوتا) لینے والا (استو تلو) پڑھانے اور وعظ کرنیوالوں کو (یکھمشیت) جمع کرے۔ اور وہ (ادیا) آج (چھاگسیہ) بکرے وغیرہ جانوروں کے (مدھیتہ) بیچ سے (ہوشتہ) لینے کے قابل اشیاء کا (میدہ) چکنا حصہ (اوبھر تام) نکالا ہوا (آتام) لیویں جس طرح لینے کے قابل اشیاء کو بڑے لوگوں سے پہلے اعلےٰ استری کے پہلے یقین کرکے کھاویں۔ اور جیسے جو جن کا پہلا کھانا جو کھانے میں آگے پہنچنے کے قابل (یعنی سید الطعام) بڑا پر لطف لذیذ تر ہے لوگوں کو رلانے والے دبلے ہوتے کپڑوں کے اوڑھنے پہننے والے

سب پشوؤں (جانوروں) کے دھڑوں، رانوں اور متعدد رگوں اور دوسرے عضووں کو عالم لوگ کاٹتے اور ان میں سے اعلیٰ حصوں کو علیحدہ کریں اور مذکورہ بالا میں سے کھانے کے قابل اشیاء کو کام میں لاویں ویسے ہی تم بھی سب کاموں اور اشیاء کو اکٹھا کرو۔

اس منتر کا کیا مطلب ہے اور سوامی جی مہاراج نے اس پر کیا پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے وہ ترجمہ سے اظہر من الشمس ہے۔

یجر ۲۱/۴۴ - ہوتا یکھمشت سرسوتیم میشسیہ ہوش آدیز آدیہ مدھیتو میدا ادبھر تم الخ

ترجمہ:- اے صدقہ لینے والے جیسے صدقہ کرنیوالا آج عمدہ انسان کے اعلےٰ خصائل سے لینے کے قابل حصوں میں سے الگ کئے ہوئے چکنے حصوں کو اور کلام کو حاصل کرتا ہے اور قبول کرتا ہے۔ اور دشمنوں سے پہلے بیوی سے پہلے یقین کرکے کھاوے اور جو کھانے میں اعلیٰ قسم کے بڑے خوش ذائقہ ہوں اس کے ذریعے اگنی ودیا (علم آتش) کے جاننے والوں۔ موٹے کپڑے پہننے والے عالموں کے کناروں اور جوڑوں سے اور جسم سے علیحدہ ہونیوالی چیزوں اور تمام اعلےٰ قابل قبول حصوں کے علم کو حاصل کرے۔ ایسے ہی سرسوتی (پنڈت کی بیوی) قبول کرے۔ ویسے تو بھی قابل قبول کاموں کو کیا کر۔

منتر کا مطلب صاف ہے مگر میشسیہ کا ترجمہ "انسان کے اعلےٰ خصائل" سوامی جی نے اصلیت کو مخفی رکھنے کے لئے کر دیئے ہیں۔ اصل ترجمہ بھیڑ کا ہے۔

اس طرح اگلے منتروں میں بیل وغیرہ کا ذکر ہے۔ ان تمام منتروں کے ترجمہ میں سوامی جی نے جو طوالت اختیار کی ہے۔ اس کی تہ میں وید مقدس کی اصلی آواز اور ارشاد سے ہم کو محروم رکھنا ہے۔

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

ورنہ ان منتروں میں وید مقدس کی نوید وہی ہے جس کی خبر جناب مہیدھر اور کاتیاین کے شروت سوتر دے چکے اور شت پتھ براہمن کار نے ڈنکے کی چوٹ اعلان کر دیا اور خود بنفس نفیس سوامی جی نے ۱۸۷۵ء کی ستیارتھ پرکاش کے دسویں سملاس میں واضح کر دیا۔ اور یاد رہے یجر سنہ جی مہاراج نے تو گویا چوبیس ادھیائے یجر وید کا ترجمہ کرکے بھری مجلس میں شلوک سنا دیئے۔

احوال ما ز حوصلۂ نامہ بیش بود
لختے ز حال خویش بسیما نوشتہ ایم

(باقی باقی)

خاکسار - عبد الحق - ودیارتھی

کلیسیا کی بنیاد و کیمبرج کانفرنس کا واقعہ

ایک نہایت پر جوش بحث ۹ اگست ۱۹۲۸ء کو کیمبرج گرٹن کالج میں ہوئی مضمون زیر بحث کیا مسیح نے کلیسیا کی بنیاد رکھی (مندرجہ ذیل عبارت کی بحث کا ذریعہ ۱۰ اگست کا ٹائمز ہے) معتبرین چرچمین کا جلسہ جسکو چرچمین یونین نے قائم کیا تھا کل گرٹن کالج کیمبرج میں زیر صدارت پروفیسر پرسی گارڈنر جو کہ کانفرنس کمیٹی کے صدر ہیں منعقد ہوا۔

ڈین انج صاحب نے ایک مضمون "کیا مسیح نے کلیسیا کی بنیاد رکھی" پڑھا اور کہا کہ مسیح اپنے معاصر یادریوں کے نقطۂ خیال سے ایک پیغمبر ہیں انہیں کبھی یہودی مذہب کے برخلاف یا بالمقابل ایک گروہ پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی انہی مذہبی آزادی کا اعلان کیا لیکن ساتھ ہی اپنے وقت اور ریاست کو قانون کو قبول کیا یہودی مذہب انکے ہونا لابدی تھا لیکن انہی ایک الگ عیسائی گروہ بنانیکا کوئی سامان مہیا نہیں کیا۔ جے ام رولکنسن صاحب جنہوں نے مباحثہ شروع کیا انہوں نے بھی ڈین صاحب کے خیالات کی تائید کی۔ اور دیگر مخاطبین کے نام مندرجہ ذیل ہیں:-

سی ڈبلیو ایمٹ بشپ ٹرسر ریورنڈ جی پیٹرسن۔ ریورنڈ الیفن۔ ریورنڈ ایچ بی مینڈسن۔ ریورنڈ اے ایچ اے میجر۔

اگرچہ کیمن نورڈ صاحب نے ڈین صاحب کے سوال کا جواب کہ "کیا مسیح نے کلیسیا کی بنیاد رکھی" مثبت میں دیا۔ اور مسٹر پرنگل نے کہا کہ صرف نورڈ صاحب ہی ایک صاحب ہیں جنہوں نے عین مباحثہ میں سوال پیش شدہ کا جواب مثبت میں دیا۔ بشپ ٹرسر صاحب بولے میں نے تو کہا تھا کہ کلیسیا کی تعلیم ہمارے خداوند مسیح کی تعلیم سے فطرتاً خود بخود پیدا ہو گئی۔

سی ڈبلیو ایمٹ صاحب نے کہا کہ میں نے بھی تو یہی بڑی صراحت سے بیان کیا تھا۔ ڈین انج صاحب نے کہا کہ میں یہی کہوں گا۔

اس پر مسٹر پرنگل صاحب نے کہا میں آپ صاحبان سے معافی مانگتا ہوں اور افسوس کرتا ہوں کہ آپ نے اپنا مدعا و مطلب واضح طور پر بیان نہیں کیا ایک تھوڑی سی جرأت بیان زیادہ ہوتی تو مباحثہ کا اختتام بالکل آسانی سے در پیش شدہ سوال کی نفی میں ہو جاتا۔ لیکن ان پر غور کرنے سے اصل مطلب تھا

ہی تو ایک دوسرے کے مخالف خیالات رکھتے ہیں۔ اور کسی کے کندھوں پر بھی ذمہ داری کا بوجھ نہیں۔ جو معاصر پیغام اخبار اور اس کے نامہ نگار نے کسی ایک پر ڈالنا چاہا ہے۔ اس لئے جو بھی اٹھے۔ بس اسے غیر ذمہ وار کہکر بٹھا دینا چاہئے۔ پھر کیا معاصر پیغام اخبار کا اس سے یہ منشا ہے۔ کہ آیندہ کوئی آریوں کے جلسہ میں ان سے بحث کرنے کے لئے نہ جایا کرے نہ ہی کوئی اسلام کی تبلیغ غیر مذہب والوں کو کیا کرے۔ اگر یہ نہیں تو اسے بتانا چاہئے۔ کہ ذمہ وار کون ہے۔ تاکہ اسی کو آیندہ بھیجا جایا کرے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس کی ذمہ واری کی وجوہات اور مولوی عبدالحق صاحب کے غیر ذمہ واری کے اسباب کو بھی بیان کرنا ہوگا۔ ورنہ پھر کیوں کھول کر یہ اعلان نہیں کر دیتے۔ کہ کوئی تبلیغ وغیرہ کی بھی ضرورت نہیں۔ کہ اس کے لئے بھی ذمہ وار شخص چاہئے۔ اور اس لئے ولتکن منکم امۃ الخ کا حکم فضول ہے؟ مگر اسے یاد رکھنا چاہئے کہ ہر ایک مسلمان دین اسلام کا بذات خود ذمہ وار ہے۔ اگر اس کی ذات سے کوئی برائی صادر ہوتی ہے۔ تو اس کا الزام دین اسلام پر نہیں۔ بلکہ اس کی ذات اس کی ذمہ وار ہے۔ اور اگر کوئی فایدہ پہنچتا ہے۔ تو وہ دین اسلام ہی کو پہنچیگا۔ یہی ایک راہ ہے جس سے کوئی کام کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ ورنہ پھر ذمہ واریوں کو دیکھتے رہو اور ہاتھ پاؤں ہلانے کے بجائے ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھے رہو۔ اگر یہی ذمہ واری ہے۔ تو اس کو دور ہی سے سلام +

"خواجہ حسن نظامی کا سوء ظن"

اس عنوان سے آج کسی دوسری جگہ معاصر ستارہ صبح سے ایک چٹھی نقل کی گئی ہے جس میں اس بیہودہ الزام کی اصل حقیقت کو آشکار کیا گیا ہے۔ جو ایک جوان بالا بعہدہ رشوت میں "کے عنوان سے خواجہ حسن نظامی نے مریدین میاں صاحب پر لگایا تھا۔ اس میں شک نہیں۔ کہ واقعات جو بتائے گئے ہیں۔ اور خود اس خاتون کی جس نے خواجہ صاحب کو خط لکھا تھا۔ اصل چٹھی اور خواجہ صاحب کے جواب سے (اگر وہ صحیح ہے) جہانتک پتہ لگتا ہے خواجہ صاحب کا الزام سراسر بیہودہ اور ناقابل پذیرائی ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ خواجہ صاحب کو اس الزام کو تراشنے اور اپنے اس جواب کے بعد جو اس مضمون میں نقل کیا گیا ہے۔ کن وجوہات پر ایسی خلاف بیانی کی جرأت ہوئی کہ یہ خط میاں صاحب کے لکھنوی مریدوں نے لکھا ہے۔ بالفرض اگر یہ یقین بھی کر لیا جائے کہ کوئی ایسی ہی وجوہات ان کو مل گئی تھیں۔ کہ جن کی موجودگی میں وہ ایسا کئے بغیر رہ ہی نہ سکتے تھے۔ تو بھی اصل چٹھی میں نہ تو کوئی نکاح کی خواہش ہے اور نہ خواجہ صاحب کے جواب میں وہ الفاظ پائے جاتے ہیں جو عام طور پر انہوں نے مشتہر کئے تھے۔ پھر سوال یہ ہے کہ خواجہ صاحب نے ایسا کیا تو کیوں؟ اور کونسا بیان ان دونوں میں سے صحیح ہے۔ آیا وہ جسکا خواجہ صاحب نے خود اعلان کیا ہے۔ یا جسکا حوالہ جنابہ "وحید بیگم" اور "کاظمی بانو" صاحبہ نے اپنی مراسلت مندرجہ ستارہ صبح میں دیا ہے۔ موخر الذکر بیان کے صحیح ہونے کی صورت میں (جسکی صحت پر شک کرنیکی اسوقت تک کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی) یہ ایک بڑی ہی غیر [illegible] حرکت ہے جو خواجہ صاحب سے سرزد ہوئی جسکے متعلق ہم یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں۔ کہ اس ناپاک الزام کے لگانے اور ایک شریف خاتون کے متعلق اخبار رونیں واہی تباہی باتیں لکھنے میں انہوں نے اپنے اخلاق کا بہت ہی برا نمونہ دکھایا جس پر جس قدر بھی صدائے نفرین بلند کی جائے۔ کم ہے۔ پھر یہی نہیں بلکہ اسی جواب میں جسکو محولہ مراسلت میں نقل کیا گیا ہے خواجہ صاحب نے اپنا جو کچھ مذہب بیان کیا ہے۔ وہ بہت ہی حیرت میں ڈالنے والا ہے اسکو پڑھ کر کہ انہوں نے جنابہ کاظمی بانو کو باوجود ان کی آمادگی کے تبدیل عقاید تشیع کا مشورہ نہیں دیا۔ اور اسی مذہب پر قائم رہنے کی صلاح دی ہے جسکی ایک سنی مسلمان سے توقع کرنا مشکل ہے۔ انکا یہ لکھنا کہ "مذہب شیعہ میں سوا تقیہ اور تبرے کے اور کوئی برائی مجھے معلوم نہیں ہوئی" اور کہ "افضلیت حضرت علیؓ کا تو میں بھی قایل ہوں" جو کاظمی بانو صاحبہ کے اس سوال کے جواب میں ہے کہ "موجودہ خلافت (راشدہ) کی ترتیب غلط تسلیم کرتی ہوں۔ افضلیت علی علیہ السلام کی قائل ہوں" بہت ہی تعجب انگیز ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خود خواجہ صاحب بھی حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلعم کے جائز خلیفہ نہیں سمجھتے پھر یہ بھی کہا ہے کہ "میرزا قادیانی کے فرزند نے خود میرے بزرگوں اور میرے عقاید کی توہین کرکے مباہلہ کی نوبت پیدا کرائی" ۔ گو یا خواجہ صاحب نے کسی صداقت کی تلاش یا حضرت مسیح موعود کے صدق کی پرکھ کیلئے مباہلہ کی شرط مباہلہ میں نہیں ظاہر کیا ہے۔ یہ مباہلہ اسطرح نہیں ڈالی تھی بلکہ صرف اسوجہ مباہلہ کرنا چاہتا تھا۔ کہ انکے عقاید اور انکے بزرگوں کی توہین کی گئی تھی۔ تو جس توہین کی بنی پر فیصلے تک ہی انکو مباہلہ کا اثر ہونا چاہئے تھا۔ حضرت مسیح موعود کا اس سے کیا تعلق تھا۔ کہ انہوں نے میاں صاحب کا کامیاب ہونیکی صورت میں انکے مریدین سے حضرت مسیح موعود کو جھوٹا سمجھنے کا اقرار نامہ لینا چاہا۔ پھر کیا خود انہوں نے بھی جواب میں اس سے بڑھکر حضرت مسیح موعود کو بھی گالیاں نہیں دے ڈالیں۔ بہتر تو کہ انکے عقاید پر جو حملہ میاں صاحب نے کیا تھا۔ تو وہ اسکا دلایل سے جواب دیتے۔ اور اپنے عقاید کو صحیح ثابت کرتے۔ مباہلہ کی کھیل ایک لغو کام ہے جسکا کوئی اثر مذہب کے دلایل پر نہیں پڑ سکتا مگر ... یہ تو ہماری اپنی رائے ہے۔ اور چونکہ میاں صاحب خود بھی اس بارہ میں خواجہ صاحب کے ہم خیال ہیں اس لئے ہمیں اس میں پڑنیکی ضرورت نہیں۔ ایک اور بات جنابہ کاظمی بانو کے خط اور خواجہ صاحب کے جواب میں جو "ستارہ صبح" کی مراسلت میں درج ہے قابل غور ہے۔ کاظمی بانو صاحبہ نے اپنے خط میں خواجہ صاحب سے یہ بھی سوال کیا ہے کہ موجودہ قرآن کو لا ریب اصل قرآن کہا جاتی ہے [illegible] خواجہ صاحب نے اسکا کوئی جواب نہیں دیا [illegible]

تصدیق المسیح

حضرت مسیح موعود کیا تھے

(۲)

جناب ظفر علی خاں کو یہ دعوے ہے۔ کہ وہ قرآن و حدیث پر سب سے زیادہ عامل اور انہی کو تمام دوسری چیزوں پر مقدم کرنے والے ہیں۔ آئے دن ان کے اخبار میں اس کا اعلان ہوتا ہے۔ اور شاید ہی کوئی پرچہ ایسا ہو جس میں اس ادعا کا بزعم خود ثبوت ان اولیاء اللہ و بزرگان دین کی تحقیر و تکفیر کر کے دیا جاتا ہو جنہوں نے اسی قرآن اور حدیث پر عامل ہو کر معرفت کے بعض ایسے کلمات زبان سے نکالے جو ظفر علی خاں جیسے مسلمانوں کی قرآن دانی سے ۔۔۔ بالاتر ہونے کے باعث بظاہر قرآن و حدیث کے مخالف نظر آتے ہیں۔ اگرچہ انہی میں وہ لوگ بھی ہیں۔ جو بزرگان کرام بھی انہی کے اندر شامل ہیں جن کے تخطیہ کی جناب ظفر علی خاں کو اس وجہ سے بھی جرأت نہیں ہو سکی کہ عوام مسلمانوں کے دلوں پر ان کی پاک شخصیت کا تسلط اس قدر بیٹھا ہوا ہے کہ ان کے خلاف ایک ذرا بھر کلمہ بھی زبان سے نکالنا گویا اس دنیا میں عذاب الیم کا وارث بنتا ہے +

لیکن اس سے قطع نظر کرکے ہمیں حیرت ہے۔ کہ وہی ظفر علی خاں جن کو قرآن و حدیث کی اطاعت کا اس قدر ادعا ہو۔ جو اپنے اس ادعا کو پورا کرنے کے لئے ہر ایک بات کو جس کا بظاہر قرآن کریم یا حدیث نبوی میں ذکر نہیں رد کرنے اور اس کے کہنے والے کو گالیاں دینے پر تلا رہتا ہو۔ اسی کو جب ضرورت پڑتی ہے۔ کہ حضرت امام جری اللہ فی حلل الانبیاء مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی صداقت کو پرکھے۔ آپ کے مرتبہ و منصب کی تحقیق کرے۔ اور دیکھے کہ آپ کس کام پر مامور ہوئے تھے۔ اور کہانتک آپ نے اس کو پورا کیا۔ تو وہ نہ تو قرآن کریم سے اس کا ثبوت طلب کرتا ہے۔ اور نہ ہی حدیث نبوی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ بلکہ یکایک اسی طریقت کی راہ پر چلنے لگتا ہے۔ جس کو خلاف شریعت کہکر بارہا وہ اس سے انحراف کر چکا ہے۔ وہ نہیں دیکھتا کہ قرآن کریم نے بھی اولیاء و ائمہ اور مامورین من اللہ کے کوئی درجے اور منصب مقرر کئے ہیں یا نہیں۔ اس نے بھی آیا کوئی خاص کام خاص خاص آدمیوں کو تفویض کئے ہیں یا نہیں۔ اور اگر کئے ہیں۔ تو وہ کیا ہیں اور ان پر حضرت میرزا صاحب کہانتک پورا اترتے ہیں۔ یا وہ حامیان طریقت کے مقرر کردہ مناصب اور تفویض کردہ فرائض سے کہانتک مطابقت رکھتے ہیں۔ نہیں حضرت میرزا صاحب کی صداقت کے بارہ میں ان سب باتوں کو چھوڑ کر عمل بالقرآن والحدیث کے باطل ادعا سے منہ موڑ کر ایک اور ہی راہ اختیار کی جاتی ہے۔ اور وہ وہی ہے۔ جس کو خود ہی اس سے پیشتر مردود و مطرود قرار دے چکے ہیں۔ ورنہ کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ آٹھ اقسام جو انہوں نے مخصین کی بتائی ہیں تو آیا کن آیتوں میں بیان ہوئی ہیں۔ یا وہ کونسی حدیث ہے جس میں ان آٹھ اقسام کی طرف اشارہ تک بھی پایا جاتا ہے اگر کوئی نہیں۔ اور ہرگز نہ قرآن کی کوئی ایسی آیت ہے۔ اور نہ ہی کوئی ایسی حدیث موجود ہے جس میں مخصین کی یہ آٹھ قسمیں بیان ہوئی ہوں تو یہ کس قدر ظلم ہے۔ کہ ادعا تو کیا جائے۔ اتباع قرآن و حدیث کا۔ اور وہ پورا نہ ہو سکتا ہو۔ جبتک کہ مجددوں اور اولیاء اللہ کو گالیاں نہ دے دی جائیں۔ انہیں مکار، دغاباز اور چالباز تک نہ کہا جائے۔ اور یوں ببانگ دہل یہ اعلان نہ کر دیا جائے کہ اسلام میں جس قدر بزرگ اور اولیاء اللہ مانے جاتے ہیں۔ وہ سب کے سب نعوذ باللہ باطل کے پیرو تھے۔ اور صراط مستقیم سے ہٹ کر ایک نئی راہ انہوں نے قائم کی تھی۔ لیکن جب ایک اسی زمانہ کے مدعی ماموریت کو دیکھنا ہو۔ تو اسے قرآن و حدیث کی نظر سے نہیں۔ بلکہ ایک اور رنگدار عینک کے ذریعہ سے جو ان اولیاء اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تجویز کردہ تو نہیں۔ مگر وہ اس تصوف کے حد درجہ افراط کا نتیجہ ہے۔ جو اور لوگوں کی ایجاد اور قرآن و حدیث اور خود ان بزرگان کرام کے تعلیم کے مخالف ہے +

صرف یہی نہیں بلکہ ہم تو دیکھتے ہیں۔ کہ اور تو اور خود مولوی ظفر علی خاں یا کم از کم اسی افتتاحیہ کے لکھنے والے کو بھی ان اقسام سادسہ پیا میان نہیں وہ خود بھی اس کو صحیح اور استقام سے مبرا نہیں سمجھتے۔ ورنہ ان الفاظ کا کیا مطلب ہے۔ کہ

"مخصین کی یہ آٹھ قسمیں ہیں۔ جن کے سقم و صحت سے ہم کو بحث نہیں"

کیوں بحث نہیں۔ اور کیوں ان کو کھلے طور پر صحیح نہیں مان لیا گیا۔ یہ کہنے کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی۔ کہ ان کے سقم و صحت سے ہم کو بحث نہیں۔ [illegible]

اقسام سادسہ کو مبرا از اسقام نہیں سمجھتے۔ اور جب خود ہی ان کو پوری طرح صحیح نہیں سمجھتے۔ جب ابھی تک آپ کو ہی ان کے اندر سقم بھی نظر آتے ہیں۔ تو پھر ان کو پیش کرنے اور ایک مامور من اللہ کی صداقت کا انہیں معیار قرار دینے کا کیا فائدہ؟ معیار تو وہ ہونا چاہئے۔ جس کو خود بھی ہر ایک قسم کے نقص سے پاک سمجھتے ہیں اس کے متعلق یہ ایمان ہو۔ کہ ایک مامور من اللہ میں واقعی ان باتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ اور اگر خود ہی ایمان نہیں۔ آپ ہی ابھی اندھیرے میں ہاتھ پیر مارتے پھرتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم نہیں جس معیار کو ہم پیش کرتے ہیں۔ اس میں کیا کیا نقص ہیں۔ یا کم از کم ان نقائص کو بیان کرکے ایک صحیح معیار قائم نہیں کر دیتے۔ تو ظاہر ہے کہ ایسی باتوں میں پڑنا سوائے عقاید بغض و عداوت کے کچھ بھی معنے نہیں رکھتا +

ہمیں خوشی ہوتی اگر مولوی ظفر علی خاں ان اپنی پیش کردہ اقسام کی خامیاں بیان کرکے ان کے سقم و صحت کی بحث کو درمیان میں لاکر کھول کر ہمیں بتلاتے کہ وہ کس بات کو صحیح معیار قرار دیتے ہیں۔ اور اس پر وہ حضرت میرزا صاحب کو پورا اتارنے کے خواہشمند ہیں۔ اس وقت اگر وہ ہم سے یہ سوال کرتے۔ کہ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق ہم سے یہ پوچھتے کہ "وہ آپ کون ہیں" تو وہ ایک حد تک حق بجانب ہوتے۔ اور ہمارا یہ فرض ہوتا۔ کہ یا تو پھر ان کے اس معیار کو قرآن و حدیث سے غلط ثابت کرتے۔ اور بصورت صحت آں کے اس مطالبہ کو پورا کرتے۔ لیکن جب ایسا نہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خود ان کو بھی ابھی اپنی پیش کردہ اقسام اور اس قایم کردہ معیار کی صحت پر یقین نہیں تو کیا ہم حق بجانب نہیں۔ اگر ہم یہ کہدیں کہ پہلے اپنی بات کو پکا کر لیں اس معیار اور اصول صداقت کو پہلے قایم کر جس کو تم صحیح سمجھتے ہو۔ اور پھر جو اب طلب ہو۔ یقیناً ہمارا یہ جواب کافی تھا۔ اور سے اس سارے "تار و پود" کو بکھیرنے کے لئے جو ایک بہشتی دیوار کی صورت میں ہمارے سامنے کھڑا کیا گیا ہے۔ مگر نہیں ابھی ہم اس کی ایک ایک شق کو دیکھینگے۔ اسے قرآن و حدیث پر عرض کرینگے۔ بزرگان دین اور علمائے متقدمین سے اس کے متعلق استفسار کرینگے۔ اور ان کے لیئے فتاوے کو پیش نظر رکھکر خود ہی اس فرض کو جو انکا تھا سرانجام دینگے۔ جو جناب ظفر علی خاں کو اس (بزعم آں) بہشتی دیوار کی ایک ایک اینٹوں کو الگ الگ کرکے انجام دینا چاہئے تھا۔ اور پھر انشاء اللہ بتائینگے کہ کس طرح سے حضرت مرزا صاحب اس صحیح معیار پر پورا اترتے ہیں جو کسی مامور من اللہ کی صداقت کے لئے قایم ہو سکتا ہے +

لیکن ان سب باتوں سے پہلے ایک امر کا فیصلہ ضروری ہے۔ اور وہ یہ کہ مسٹر ظفر علی خاں کا خیال ہے۔ جس کا بارہا اعلان بھی کر چکے ہیں۔ کہ

"رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔ دین اسلام کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کامل و مکمل کرکے گئے اور خدائے قدوس کی حی و قیوم کلام (قرآن مجید و فرقان حمید) کو اپنی نبوت بالغہ و کاملہ کی ابدی نشانی اپنے پیچھے چھوڑ کر دل و دماغ اور آنکھ رکھنے والے مسلمان کو کسی نبی یا مجدد کیطرف سے مستغنی کر گئے اس لئے کہ جیتا جاگتا اور زندہ و توانا معجزہ ہم میں خود کلام اللہ موجود ہے"

ان کا صرف دعوے ہی نہیں۔ بلکہ اس کو ثابت کرتے ہوئے وہ ناپاک الفاظ بھی ان کی زبان قلم سے نکلے جن کو سننے کی بھی کم از کم ایک غیور مسلمان کی غیرت تقاضا نہیں کرتی۔ نہ صرف یہی کہ انہوں نے حضرت محی الدین ابن عربی کو ہی مکار، چالباز اور کیا کیا کہا۔ بلکہ تمام ہی اولیائے امت پر اپنے تمسخر کا اس طرح سے یہ بہتان باندھا کہ

"دنیائے اسلام مذہب پرستی ہوئی ہے۔ اس کا اٹھنا بیٹھنا سونا جاگنا مرنا جینا سب مذہب کی رو سے ہے۔ اس کا اوڑھنا بھی اسلام ہے بچھونا بھی اسلام۔ کوئی بات جو مذہب اسلام کے دائرہ سے باہر نکلکر کی جاتی محال تھا کہ اس پر وہ کان دھرے اس لئے چابکدست عیاروں نے مذہب کی ٹٹی میں نئے نئے شکار کھیلنے شروع کئے"

"خدا تو بن نہیں سکتے تھے رسول بھی نہ بن سکتے تھے کیونکہ اگر بنتے تو مسلمان تکا بوٹی کر ڈالتے انہوں نے کہا کہ چلو ولی بن جائیں مجدد بن جائیں۔ اور اسی حیلہ سے ان تمام امتیازات کا مرکز ہو جائیں جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات گرامی سے مخصوص ہیں"

تو اب سوال یہ ہے۔ کہ جب وہ صرف قرآن کریم کو ہی زندہ اور جیتا جاگتا مجدد سمجھتے ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کے بعد اس امت میں اصلاح خلق کے لئے کسی کا کھڑا ہونا اور مجددیت کے منصب پر متمکن ہونا جایز نہیں سمجھتے اور ایسا دعوے کرنے والوں کو چابکدست عیار اور مذہب کی ٹٹی میں شکار کھیلنے والے قرار دیتے ہیں۔ تو پھر یہ مخصین کیا ہیں۔ اور ان کی تقسیم ان کے درجات و مراتب اور ان کے فرایض کیا معنے رکھتے ہیں۔ جو جناب ظفر علی خاں نے ان کے ذمہ لگائے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ ایک طرف تو انہی بزرگوں کو جو قرآن و حدیث پر عامل ہیں کسی [illegible] [illegible]

جلد ۵ | لمدینۃ المسیح لاہور :- چہارشنبہ ۸ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ ہجری مطابق ۲۰ فروری ۱۹۱۸ء | نمبر ۶۳

ملفوظات حضرت مسیح موعود

کمال ایمان کا ذریعہ

اصل میں ایمان کے کمال تام کا ذریعہ الہامات صحیحہ اور پیشگوئیاں ہوتے ہیں۔ ایمان کبھی قصوں کہانیوں سے ترقی نہیں پکڑتے۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ انسان جس مذہب میں پیدا ہوتا ہے جس راہ و رسم کا پابند اپنے آباؤ اجداد کو پاتا ہے۔ اکثر اسی کا پابند ہوا کرتا ہے۔ اگر ایک بت پرست کے گھر میں پیدا ہوا ہو تو بت پرستی ہی اس کا شیوہ ہوگا۔ اور اگر ایک عیسائی کے ہاں اس نے تربیت پائی ہے۔ تو وہی خو بو اس میں پائی جاویگی مگر اس کے مسائل اور اس کی بنیاد عقاید کا بہت سا حصہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کی عقل و فہم میں کچھ بھی نہیں آیا ہوتا۔ صرف لکیر کا فقیر ہوتا ہے بچپن اور اوائل عمر میں تو کیا کوئی ان مذاہب کی حقیقت سے آگاہ ہوگا۔ عیسویت کے حامی تو اگر ان سے کوئی پوری تعلیم کا پورا جوان عاقل بالغ بھی ان کی تثلیث کے راز کو پوچھے تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ راز ہے جو ایشیائی دماغ کی بناوٹ کے لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ اور یہی حال بت پرست کا ہے۔ ہاں البتہ اسلام ایک دنیا میں ایسا مذہب ہے کہ جسکے عقاید ایسے ہیں کہ انسان ان کو سمجھ سکتا ہے۔ اور وہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔ اسلام کے مسائل ایسے ہیں کہ کسی خاص دماغ یا عقل کے واسطے خاص نہیں بلکہ تمام دنیا کے واسطے یکساں ہیں اور ہر ایک کی سمجھ میں آسکتے ہیں مگر وہ زندہ ایمان کہ جس سے انسان خدا کو گویا دیکھ لیتا ہے۔ اور وہ نور جس سے انسان کی آنکھ کھل کر اس کو ایقان تام حاصل ہو جاوے وہ صرف الہام ہی پر منحصر ہے۔ الہام سے انسان کو ایک نور ملتا ہے جس سے وہ ہر تاریکی سے مبرا ہو جاتا ہے۔ اور ایک قسم کا اطمینان اور تسلی اسے ملتی ہے۔ اس کا نفس اس دن سے خدا میں آرام پانے لگتا ہے۔ اور ہر گناہ فسق و فجور سے اس کا دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ اس کا دل امید اور بیم سے بھر جاتا ہے۔ اور خدا کی حقیقی معرفت کی وجہ سے وہ ہر وقت ترساں لرزاں رہتا ہے۔ اور زندگی کو ناپائدار جانتا اور اسفل لذات کی ہوس اور خواہش کو ترک کر کے خدا کی رضا کے حصول میں لگ جاتا ہے۔ اور درحقیقت وہ اسی وقت گناہ کی آلودگی سے علیحدہ ہوتا ہے ۔

جب تک تازہ نور انسان کو آسمان سے نہ ملے اور خدا کا مشاہدہ نہ ہو جاوے تب تک پورا ایمان نہیں ہوتا۔ اور جب تک ایمان کمال درجہ تک نہ پہنچا ہو۔ تب تک گناہ کی قید سے رہائی ناممکن ہے بجز الہام کے ایمان کی تصویر جو لوگوں کے پاس ہوتی ہے اس کی ماہیت سے لوگ بے بہرہ اور خالی محض ہوتے ہیں۔ تعجب ہے کہ یورپ تو آجکل بہت سی ٹھوکریں کھا کر ان امور کو تسلیم کرتا جاتا ہے۔ مگر ہمارے مولوی انکار و کفر میں غرق ہیں۔ اگر الہام ہونے کا نام بھی لیا جاوے تو کفر کا فتوٰے تیار ہے۔ وحی کے نزول کا دعوٰے کرنے والا تو کافر اور ضال و دجال ہے

کہ ان سے فہم قرآن چھین لیا گیا ہے۔ بھلا اگر خدا تعالٰے نے اس امت کو اس شرف سے محروم رکھنا تھا۔ تو یہ دعا ہی کیوں سکھائی۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم اس دعا سے تو صاف نکلتا ہے کہ یا الٰہی ہمیں پہلے منعم علیہم لوگوں کی راہ پر چلا اور جو ان کو انعامات ملے ہیں ہمیں بھی وہ انعامات عطا فرما۔ انعمت علیہم کون تھے۔ خدا تعالٰے نے خود ہی فرمادیا ہے۔ کہ نبی۔ صدیق۔ شہید۔ صالح لوگ تھے۔ اور ان کا بڑا انعام بھی الہام اور وحی کا نزول تھا۔ بھلا اگر خدا نے اس دعا کا نتیجہ جو ہے اس سے محروم ہی رکھنا تھا تو پھر کیوں ایسی دعا سکھائی۔ ہمیں تعجب آتا ہے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا یہی تو ایک تحفہ تھی جو نہایت نازک اور روح کی غذا تھی۔ جو انسان اس کے حصول کا پیاسا نہیں۔ ممکن نہیں کہ اس کے اندر پاک تبدیلی آسکے اور جب تک انسان اس طرح خدا کا چہرہ نہ دیکھے اور اس کی سریلی آواز سے بہرہ ور نہ ہو تب تک ممکن نہیں کہ گناہ کی زہر سے بچ سکے۔ خیر خود تو محروم اور بے نصیب تھے ہی مگر دوسروں کو جو اس قسم کے خیال رکھیں کہ خدا کسی سے ہمکلام ہو سکتا ہے کافر جانتے ہیں۔ وہ تو دوسروں کو کافر کہتے ہیں مگر ہمیں خود ان کے ایمان کا خطرہ ہے کہ ان کا ایمان ہی کیا ہے جو اس نعمت عظمٰے سے محروم ہیں اور خدا کے حضور وہ دعا کے واسطے ہاتھ ہی کس طرح اٹھا سکتے ہیں ۔

دو ہی چیزیں ہیں جو خدا تک انسان کو پہنچا سکتی ہیں جیسا اما جس کی موسٰے نے بھی درخواست کی تھی۔ اور وہ بھی الہام ہی کی وجہ سے تھی۔ کیونکہ جب انسان اس کی طرف ترقی پاتا ہے تو اور اور مدارج کی بھی اس کے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ زیادہ سے زیادہ ترقی کرنا چاہتا ہے ۔

دوسری چیز خدا تک پہنچنے کی گفتار ہے۔ اور یہ فضل خدا کا تو ایسا ہوا ہے کہ عورتوں تک بھی گفتار سے مشرف ہوتی رہی ہیں حضرت موسٰے کی ماں کو بھی ہمکلامی کا شرف حاصل تھا۔ حضرت عیسٰے کے حواریوں کو بھی یہ نعمت ملی ہوئی تھی۔ حضرت مریم کو بھی الہام ہوتا تھا۔ تو کیا اسلام ہی ایسا گیا گزرا تھا اور خدا کی نظر میں گرا ہوا تھا .... کہ اسے بنی اسرائیل کی عورتوں سے بھی پیچھے پھینک دیا۔ ان دہابیوں کا تو یہ اعتقاد ہے کہ آنحضرت کے بعد صحابہ میں سے کسی کو اور نہ بعد میں ائمہ میں سے کسی کو اور دیگر بڑے بڑے خدا کے ولیوں مثلاً حضرت سیفیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ ان میں سے کسی کو بھی الہام نہیں ہوا اور یہ سارے کے سارے ہی خشک ملاں تھے۔ ان میں سے کسی کو بھی خدا کے مکالمے مخاطبے کا شرف نہ ملا ہوا تھا۔ ان کے ہاتھ میں بھی صرف قصے کہانیاں ہی تھیں ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین کے معنے ہی ان کے نزدیک یہی ہیں کہ الہام کا دروازہ آپ کے بعد ہمیشہ کیلئے بند ہو گیا۔ اور آپ کے بعد آپ کی امت سے یہ برکت کہ کسی کو مکالمات مخاطبات ہوں بالکل اٹھ گئی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہر صدی اس امر کی منتظر ہوتی ہے کہ اس امت میں سے چند ایک افراد یا کوئی ایک فرد ضرور خدا کی ہمکلامی سے مشرف ہو۔ اسلام پر سے گرد و غبار کو دور کر کے پھر اسلام کے روشن چہرے کو چمکا کر دکھایا کریں۔ ان لوگوں سے

معجزات یا خوارق عادات تمہارے پاس نہیں تو دوسروں کا حوالہ دیدینگے خود خالی اور محروم ہیں۔ صحابہ آنحضرت کے پاس رہ کر اور آپ کی صحبت کی برکت سے آنحضرت صلعم کے ہی رنگ میں رنگین ہو گئے تھے۔ اور ان کے ایمانوں کے واسطے آنحضرت کی پیشگوئیاں اور معجزات کثرت سے دیکھنے اور ہر وقت مشاہدہ کرنے سے ان کے ایمانوں کا تزکیہ اور تربیت ہوتی گئی۔ اور آخر کار ترقی کرتے کرتے وہ کمال تام تک پہنچ کر آنحضرت کے رنگ میں رنگین ہو گئے تھے مگر ان لوگوں کے ایمانوں کو مضبوط کرنے کے واسطے اگر ان سے پوچھا جاوے تو کیا ہے۔ تیرہ سو برس کا حوالہ دینگے کہ اس وقت یہ معجزات اور خارق عادت ظاہر ہوا کرتی تھی۔ پیشگوئیاں بھی تھیں۔ مگر اب کچھ بھی نہیں ۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان ملت بحمداللہ بخیریت ہیں۔ درس قرآن کریم کے سات پارے ختم ہو چکے ہیں ۔

لاہور میں عیسائیوں سے مباحثات | چند دنوں سے عیسائیوں نے لاہور میں لیکچروں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے مکمنڈ سے پادری جوالاسنگھ کو انہوں نے اس غرض کے لئے منوایا ہوا ہے۔ پہلے کچھ دن مشن ہائی سکول لاہور میں پادری صاحب نے بعض لیکچر دیئے جنکے بعد سوال و جواب کے لئے بھی وقت تھا۔ پہلے دن تو مرزا احمد سعید صاحب احمدی متعلم میڈیکل کالج لاہور نے بعض سوالات کئے اور دوسرے دن مولوی عبدالحق صاحب نے پادری صاحب کے متعلقات کفارہ مسیح کو توڑا۔ اس دن کے تمام دیگر مناظرین نے بھی اپنا وقت مولوی صاحب کو ہی دیدیا۔ ہر دو روز احمدیوں کا پلہ بھاری رہا۔ اور پادری صاحب گراہی طلاقت لسانی اور منطقیانہ اصطلاحات کے ذریعہ بہت کچھ اثر ڈالنے کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن کچھ نہ بنا سکے۔ اس کے بعد ۱۴ فروری ۱۸ء کو کرسچین ینگ مین ایسوسی ایشن میں پادری صاحب نے عالمگیر مذہب پر ایک لیکچر دیا۔ جس پر جب مرزا احمد سعید صاحب نے انجیل و اقوال مسیح پر جرح و نقد کی۔ تو پادری صاحب کو اسکا کھلے طور پر اقرار کرنا پڑا کہ حضرت مسیح کا مشن خود ان کی زندگی میں کم از کم مختص القوم ہی تھا۔ اور آپ نے اس کو عالمگیر قرار نہیں دیا لیکن آپ کے بعد اس نے عالمگیر مذہب کا رنگ اختیار کر لیا۔ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں۔ کہ جو کچھ ہے صرف بعد والوں کی مہربانی ہے۔ خود مسیح کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ پولوس نے ہی غیر مذاہب کی ہاں میں ہاں ملا کر ان کو اپنے ساتھ ملایا۔ اچھا ہوا کہ پادری صاحب نے بھی اس کا اعتراف کر لیا۔ گو پھر بھی اسے مسیح ہی کا مذہب کہنے سے انہیں دریغ بھی نہیں بہرحال بحث کا اثر عمدہ ہوا۔ اور لوگوں نے بکمال خوشی اس ساری بحث کو سنا جس کے لئے دوسرے مناظرین نے بھی انہی کو اپنا وقت دیدیا تھا۔ احمدی نوجوانوں کے لئے ایک عمدہ نمونہ ہے ۔

آریوں سے بحث فیروزپور کی آریہ سماج نے مولوی عبدالحق صاحب کو بحث کیلئے بلایا ہے۔ اور خلاف قاعدہ خود اپنی طرف سے چند ایک مضمون بھی تجویز کر دیئے ہیں جس پر انہیں لکھا گیا کہ مضمون مقرر کرنا ہمارا اپنا کام ہے لیکن انہوں نے اپنی قدیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - چہار شنبہ ۲۰ فروری ۱۹۱۸ء نمبر ۶۲

"ستارہ صبح" کے بیجا حملے

(۱)

"پیغام صلح" کی گذشتہ اشاعتوں میں ہم نے دنیا کی موجودہ مذہبی حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے قوم کو اس کی طرف توجہ دلائی تھی اور اس کو اپنے فرائض پر کمربستہ ہونے کی ترغیب دی تھی۔ لیکن ہماری اس ترغیب دہی کو بھی افسوس ہے۔ کہ آج اس حاسد گروہ میں جس کا کام ہی دوسروں پر نکتہ چینی کرنا رہ گیا ہے۔ اور جس کی نظر میں بوجہ شقاوت قلبی کے ہماری ہر بات ہی عیب ہے بہت بری نظر سے دیکھا گیا۔ اور اسپر بہت کچھ لے دے کرنا انہوں نے ضروری سمجھا۔ شائع طور پر "روزنامہ ستارہ صبح" اپنی حسب عادت ہمارے بعض فقرات سے جن میں ہم نے یہ بتایا تھا۔ کہ

"دنیا ابھی تک کفر و ضلالت اور فسق و فجور سے اسی طرح بھری پڑی ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود کے وقت اور آپ سے پہلے تھی۔ .... مگر آہ ہم سو رہے ہیں"

یہ استدلال کرتا ہے۔ کہ گویا ہم نے یہ مان لیا۔ کہ حضرت مسیح موعود نعوذ باللہ ناکام ہی دنیا سے گئے۔ اور اصلاح خلق کا کوئی کام بھی جو آپ کی بعثت کی اصل غرض وغایت تھی سرانجام نہ دے سکے۔ اور نہ ہی کوئی جماعت ایسی پیدا کر سکے جو اس کام کو سرانجام دینے پر کمربستہ ہوتی۔ "ستارہ صبح" کی ہزلیات و شطحیات سے فی الحال قطع نظر کرکے جو اس نے حضرت مسیح موعود کے خلاف ہانکی ہیں۔ سوال یہ ہے۔ کہ اس کا یہ بیان کہ "پیغام صلح" نے حضرت مسیح موعود کے ناکام رہنے کا اعتراف کر لیا۔ کہاں تک صحیح ہے۔ صرف اس قدر الفاظ کہ "دنیا ابھی تک کفر و ضلالت اور فسق و فجور سے اسی طرح بھری پڑی ہے۔ جیسے حضرت مسیح موعود کے وقت میں اور آپ سے پہلے تھی" ان سے کیا یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے کچھ بھی کام نہیں کیا۔ اول تو یہ خود ان الفاظ کے مخالف ہے۔ جو ہم نے اس سے آگے چل کر خود ہی اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھے ہیں۔ اور ستارہ صبح نے بھی انہیں شائع کیا ہے۔ ان میں صاف طور پر لکھا ہے۔ کہ

"اس سے یہ سمجھنا تو حماقت ہوگی۔ کہ وہ مامور من اللہ نعوذ باللہ ناکامیاب گیا۔ نہیں یہ ہمارا قصور ہے۔ مامور تو ہمیشہ بیج ڈالنے آیا کرتے ہیں۔ اس بیج کو سینچنا اور اسے ایک عالیشان درخت بنا دینا اس کے بعد اس کا ساتھ دینے والوں کا کام ہے۔ حضرت مسیح موعود نے تو ہمارے ہاتھ میں ایسے ایسے نادر اور اعلیٰ اصول دے دیئے ہیں۔ وہ زبردست حربے باطل کا سر کچلنے اور حق کی کامیابی کے لئے اس پاک بندے نے ہمیں دیئے ہیں۔ جن کے مقابلہ کی کوئی اشد سے اشد مخالف بھی تاب نہیں لا سکتا"

لیکن اس قدر صاف و صریح الفاظ کے باوجود مولوی ظفر علی خاں کا دلی تعصب انہیں اجازت نہیں دیتا۔ کہ اس حقیقت نفس الامری کا اعتراف کریں۔ اور وہ "پیغام صلح" کے منہ آ رہے ہیں۔ اور ہم پر طعن کرتے ہیں۔ کہ ہم نے حضرت مرزا صاحب کو نعوذ باللہ اپنے مشن میں ناکام بتایا۔ حالانکہ ناکامی یہ نہیں ہوتی۔ کہ کسی مامور من اللہ نے اپنی زندگی میں ہی کل دنیا کو ہدایت نہیں دی ....

.... اس طرح سے تو پھر کوئی نبی کوئی ولی اور کوئی مامور من اللہ اس اعتراض سے بچ نہیں سکتا۔ خود محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو کل اسود و احمر کی طرف رسول ہو کر آئے تھے۔ ان کا بھی تبلیغی اثر اپنی زندگی میں زیادہ تر عرب کے اندر ہی محدود رہا۔ اور دنیا چاروں طرف شرک و کفر اور فسق و فجور سے آپ کی وفات تک اسی طرح بھری رہی۔ جیسے کہ پہلے تھی۔ ہاں آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہر چہار اطراف عالم میں پھر کر توحید الٰہی کا ڈنکا بجایا جس سے آہستہ آہستہ ایک عالم اسلام کا مطیع و منقاد ہو گیا۔ اس سے اگر کوئی نافہم یہ نتیجہ نکالے۔ کہ یہ تو سب کچھ صحابہ کرام یا ان کے بعد آنے والے لوگوں کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھا۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم [illegible] پر مبنی ہوگا۔ آپ کے صحابہ اور دیگر متبعین کے کام دراصل آپ ہی کے کام ہیں کیونکہ انہیں اس کام پر لگانے والے آپ ہی تھے۔ ان کے اندر یہ جوش اور روح پھونکی جو انہیں ہر چہار اطراف عالم پر پھیلائے لئے پھرتی رہی۔ یہ آپ ہی کی قوت قدسی تھی جس کے فیضان سے عرب کے چرواہوں میں دنیا کو مسخر کر لینے کی طاقت آگئی۔ اور اسی قوت قدسی کا اثر ہے کہ آج تک مسیح موعود جیسے جذب و کشش رکھنے والے انسان آپ کی امت میں پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو زبردست حربے باطل کا سر کچلنے کے لئے ہمارے ہاتھوں میں دیئے ہیں۔ ہم کیوں ان سے کام نہیں لیتے۔ یا باوجود ان اعلیٰ اور نادر اصولوں کے جن سے آپ نے اسلام کو دوسرے مذاہب پر غالب ثابت کیا ہے۔ دنیا کیوں ابھی تک کفر و ضلالت اور فسق و فجور سے اسی طرح بھری پڑی ہے۔ جیسے آپ سے پہلے تھی۔ اس سوال کے سمجھنے کی ضرورت ہی نہ تھی اگر محاورہ کلام اور موضوع خیالات کو مدنظر رکھ کر اتنا جان لیا جاتا۔ کہ نہ تو دنیا سے مراد دنیا جہان کا ہر ایک فرد ہے۔ جن میں احمدی بھی شامل ہیں۔ اور نہ ہمارے کام نہ لینے سے جماعت احمدیہ کے تمام ہی افراد کا جن میں بڑے بڑے کام کرنے والے لوگ بھی شامل ہیں کام نہ کرنا مراد ہے۔ ہمیشہ تحریکات کے اندر لفظ اسی قسم کے استعمال ہوتے ہیں لیکن سمجھنے والے سمجھتے ہیں۔ کہ مطلب ان کا وہ نہیں ہوتا جو مولوی ظفر علی خاں نے لیا ہے۔ بلکہ دنیا سے دنیا کا ایک کثیر حصہ مراد ہوتا ہے۔ اور کام نہ کرنے یا سوئے رہنے کا الزام بھی ہمیشہ اس خاص حصہ پر ہی ہوتا ہے۔ جن میں کسی قدر سستی وارد ہو گئی ہو۔ یا کام کرنے میں ضرورت ہو۔ کہ وہ بہت مستعدی دکھائیں اور اسے زیادہ وسیع پیمانہ پر چلائیں۔ ورنہ کیا اس وقت ووکنگ کے اسلامی مشن کی داغ بیل اسی پاک انسان مسیح موعود کے خدام کی ڈالی ہوئی نہیں۔ اور کیا یہ کہنا غلط ہے۔ کہ احمدی قوم ہی کے قابل افراد کی جسمانی کوششوں اور بہت سی مالی قربانیوں کا یہ نتیجہ ہے کہ آج اس ضلالت و کفر اور فسق و فجور کے زمانہ میں بھی انگلستان جیسے ملک میں انگریزی قوم کے بہت سے قابل ترین افراد کے آئے دن قبول اسلام کی خوشخبریاں آتی رہتی ہیں۔ مولوی ظفر علی خاں اب بیشک اس کو بھی نہ مانے اور جتنا جی چاہے۔ اس اصلاحی کام کو بھی بدنام کرنے کی کوشش میں لگے رہیں لیکن واقعات سے کسی صورت میں بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ آخر وہ جوش اسلامی اور اعلائے کلمۃ اللہ کی وہ روح جس نے احمدی قوم کے ایک فرد کو اپنا سب کچھ چھوڑ کر انگلستان جیسے ملک کو مسلمان کرنے کی جرأت اور حوصلہ دلایا۔ اور وہ وہاں جا بیٹھا۔ کیوں مولوی ظفر علی خاں یا اور دوسرے ملانوں میں سرایت نہ کر گئی۔ کیوں انہوں نے ان کاموں اس تبلیغ اسلام و خدمت دین متین سے گویا قسم اٹھا رکھی ہے۔ نہ تو انگلستان میں نہ ہندوستان میں جو ہمیں کام نہ کرنے کا طعنہ دیتے ہو۔ کیا یہ تمہارا فرض نہیں کس منہ سے تم ہمیں السعی منکم کہکر خود اس فرض سے سبکدوش ہوتے ہو۔ اور پھر سعی کرنے والوں کی مخالفت سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

ہمیں حیرانی ہے۔ اور رہ رہ کر اسپر تعجب آتا ہے۔ کہ ایک طرف تو ہمیں کہا جاتا ہے۔ کہ تم نے کام کوئی نہیں کیا۔ اور اس کو حضرت مسیح موعود کی اپنے مشن میں ناکامی ثابت کی جاتی ہے۔ دوسری طرف اگر کہا جائے کہ ہم نے یہ کام کیا ہے۔ اور اس کی توفیق بھی ہمیں محض اس عنایت ایزدی سے حاصل ہوئی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود کا ساتھ دینے سے ہمارے لاحق حال ہے۔ تو معاً جواب ملتا ہے۔ کہ یہ تو کام تم نے درست نہیں کیا یہ تو انگلستان میں نہیں ہونا چاہئے تھا۔ ہندوستان میں کیوں نہیں ہوا کاش ان لوگوں کو اتنا علم ہوتا۔ یا کم از کم ان کی ضمیر اگر بالکل ہی مردہ نہ ہو گئی ہوتی تو انہیں اس احساس حق سے چارہ نہ ہوتا۔ کہ اپنے حکام کو مسلمان کرنا یہ اس سے زیادہ فائدہ مند اس سے بڑھکر باعث عزت و فلاح اور اس سے بہت درجہ زیادہ کامیابی کا ثبوت ہوتا ہے۔ کہ اپنے جیسے محکوم لوگوں کو مسلمان کر لیا جائے جس قوم میں حکام کو بھی اپنا ہم مذہب بنا لینے کی جرأت و طاقت اللہ تعالیٰ نے ودیعت کر دی۔ اس سے یہ بھلا مشکل ہے۔ کہ وہ اپنے ہم وطنوں کو ایک تھوڑے سے ہی عرصہ کے اندر توحید الٰہی کا حلقہ بگوش بنا لے۔ لیکن اس سے اعلیٰ اور عظیم الشان کام چونکہ شروع ہو چکا ہے۔ جس کے لئے بہت زیادہ ہمت۔ بہت زیادہ روپیہ اور بہت کچھ قربانیوں کی ضرورت ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اس کی طرف توجہ کرنا ضروری تھا۔ اور رہی کہی ہاں اس سے انکار نہیں کہ ہندوستان میں بھی تبلیغ ہونی ضروری ہے۔ اور چونکہ اب وہ وقت آگیا ہے۔ کہ اس کام کو شروع کیا جائے۔ اس لئے ہم نے قوم کو اس طرف متوجہ کیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ہم نے جو قوم سوئے ہوئے کہا۔ اور دنیا میں اسی طرح کفر و شرک اور فسق و فجور کے موجود ہونے کا ذکر کیا۔ جیسے حضرت مسیح موعود کے وقت یا آپ سے پہلے تھا۔ [illegible]

آہستہ اس حماقت کا اثر قرآن کریم کی ان آیات تک بھی نہ جا پہنچے جن میں اسی طرح تمام ہی مومنوں کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ یا ایہا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون۔ اے مومنو تم کیوں وہ بات کہتے ہو جس کو کرتے نہیں۔ یا جہاں فرمایا یا ایہا الذین امنوا امنوا باللہ ورسولہ اے ایمان والو اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ یعنے عملی طور پر مسلمان بن جاؤ ظاہر ہے کہ ان آیات کے اندر کوئی کسی خاص طبقہ کی تخصیص نہیں کی گئی۔ بلکہ [illegible] تمام ہی مومنوں کو خطاب ہے۔ اس لئے ڈر ہے۔ کہ کہیں مولوی [illegible] ظفر علی خاں صاحب قرآن کی اس آیت کی بنا پر تمام صحابہ اور بزرگان دین کو جو ان کے اولین مخاطب تھے۔ ملزم نہ ٹھیرا دیں کہ ان کا قول اور فعل [illegible] ایک نہ تھا۔ عملی طور پر اسلام نعوذ باللہ ان میں رچا ہوا نہیں تھا۔ پہلے لفظ [illegible] کے عمل اور بیان اللہ کو تو جالباز اور مکار ٹھیرا یا تھا۔ اب صحابہ پر بھی [illegible] ردیہ مسیح موعود پر ناکامی کا فتوے دیتے دیتے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی زد میں لے آویں۔ فنعوذ باللہ من شرور [illegible] الدنیا والدین [illegible]

افریقہ میں اسلام

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے افریقہ میں اسلام کی حیرت انگیز ترقی اور اسپر عیسائی مشنریوں کی بے چینی کا ذکر کیا تھا۔ ہم سمجھتے تھے۔ کہ یہ ایک دیر کی بات ہے۔ اور اس لئے اس بے چینی کو ختم ہوئے اب مدت گذر چکی ہوگی لیکن معاصر "پیسہ اخبار" اپنی ۷ فروری کی اشاعت میں ایک امریکن رسالہ کے حوالہ سے اس کرب و اضطراب اور اسلام کی شاندار ترقی کا ایک تازہ نمونہ دکھاتا ہے۔ اس سال میں ایک صاحب مسٹر [illegible] "افریقہ میں ایشیا" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے۔ اور اسپر بحث کی ہے کہ اسلام جو ایک ایشیائی مذہب ہے افریقہ میں کس سرعت سے پھیل رہا ہے۔ اور اب تک کس قدر پھیل چکا ہے؟ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ راقم مضمون اور اس کے ہمخیال عیسائیوں کو سخت صدمہ ہے کہ کیوں ایسا ہو رہا ہے۔ مضمون کے پہلے حصہ میں دکھایا گیا ہے۔ کہ ملک حبش جو قدیم زمانہ سے عیسائی حکومت چلا آتا ہے۔ اور اس کے بادشاہ اپنے آپکو ملکہ سبا و سلیمان علیہ السلام کی اولاد بتلاتے ہیں۔ اس ملک میں بھی اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔ یہاں تک کہ سابق بادشاہ حبش [illegible] کا داماد بھی ایک مسلمان تھا۔ مینلک نے اسی داماد کے صغرسن بیٹے پرنس لج یاسو کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ اور اس کا باپ [illegible] ایک پرجوش مسلمان تھا چنانچہ موجودہ جنگ کے دوران میں حبش کے صدر مقام ادیس ابابا کو ترکی اور جرمن سازش کا مرکز دول متحدہ کی افریقہ کی نوآبادیوں کے خلاف بنایا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دول [illegible] نے کوشش کرکے صغرسن بادشاہ کو جنگ میں شکست دلائی۔ اور اسے تخت سے اتار کر مینلک کے ایک چھوٹے لڑکے کو تخت نشین کیا مگر دوسری طرف ایک قدیم عیسائی سرزمین یعنی حبش میں اسلام کا بڑا زور [illegible] ہے۔ یہاں کی بہت سی قومیں اور قبیلے مسلمان ہیں۔ اور حبش پر کیا موقوف ہے تمام افریقہ میں اسلام جنگلی آگ کی طرح پھیلتا جاتا ہے [illegible] جس سے لیجیارا مضمون نگار کھسیانا ہو کر نتیجہ نکالتا ہے کہ اسلام ایک [illegible] ایسا مذہب ہے جو ادنے درجہ کے انسانوں کی طبائع کے مناسب ہے۔ مگر اسی مضمون میں نامہ نگار مذکور مصداق دروغ گو را حافظہ نباشد ایک دوسری جگہ صاف صاف تسلیم کرتا ہے کہ اسلام کا مقابلہ عیسائیت کے ایک بڑا فائدہ ان سیاہ چہرہ اہل افریقہ کو یہ ہوا ہے۔ کہ جہاں جہاں اسلام گیا ہے لوگوں نے شراب پینا ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ ایک دوسرا عیسائی مصنف لکھتا ہے کہ افریقہ میں جہاں جہاں عیسائیت کا اثر پہنچا ہے۔ لوگ فائر واٹر (آتش رنگ) یعنی شراب کے دلدادہ ہو گئے ہیں۔ راقم مضمون لکھتا ہے کہ افریقہ میں اسلام سرعت سے اپنی ابتدائی آٹھویں صدی عیسوی کے دور کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ اور اپنی تائید میں وہ ۱۸۸۶ء کے مسٹر باسورتھ سمتھ کے اس قول کو پیش کرتا ہے "کہ یہ کہنا ذرا بھی مبالغہ نہیں۔ کہ آدھا افریقہ اب تک اسلام کے زیر اثر ہے۔ اور باقی نصف میں سے ایک چوتھائی کو اسلام کے حملے نے مسخر کر دیا ہے۔ اور باقی چوتھائی کو بھی اس کے اثر کا اندیشہ ہے" افریقہ میں اسلام کے اس سرعت سے پھیلنے کے وجوہات کا خاتمہ وہ اس فقرہ پر کرتا ہے۔ کہ اس عظیم ایشیائی مذہب میں افریقن حبشی کو سہل ذریعہ ربط و ضبط اور اظہار خیال کا حاصل ہے اور افریقہ کی آئندہ قسمت اسلام سے وابستہ معلوم ہوتی ہے"

افریقہ میں اسلام کی یہ ترقی اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کے لئے از حد موجب فخر و ناز ہے۔ لیکن کیا اسکا یہ نتیجہ ہونا چاہئے۔ کہ اب ہم [illegible] ہاتھ پاؤں توڑ کر پڑے رہیں۔ اور تمام ہماری غفلت اور سستی [illegible] [illegible]

کیا ہمارا یہ فرض نہیں۔ کہ اس کام کو بہت تھوڑی مدت میں سرانجام دینے اور اس مخالفانہ جد و جہد کا سدباب کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اسلام انشاء اللہ کامیاب ہو کر رہیگا۔ لیکن ہمارے لئے یہ کہاں تک باعث فخر ہو سکتا ہے۔ کہ ہم ہاتھ پاؤں نہ ہلائیں۔ اور اس کو وہاں اور بھی ترقی دینے کی سعی نہ کریں۔ اس لئے ہم میں ایسے لوگ کھڑے ہونے چاہئیں جو کام کرنے والے ہوں۔ اور دین متین پر اپنی ذاتی مفاد کو قربان کر کے اس کام کو سنبھالیں۔

ووکنگ مشن کی آمد واخراجات کا حساب

کسی دوسری جگہ ووکنگ مشن کے حسابات آمد و خرچ بابت ۱۹۱۶ء کا خلاصہ ایک نقشہ کی شکل میں دیا گیا ہے۔ جو ان لوگوں کے بالخصوص توجہ کے قابل ہے جنہوں نے آئے دن نکتہ چینیاں کرنے اور حساب کے مطالبات کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ اگرچہ خود ان لوگوں نے ان نیک کاموں میں کبھی ایک پائی تک بھی نہیں دی۔ لیکن حساب کے طلب کرنے میں وہ سب سے پیش پیش رہتے ہیں۔ انہی میں سے ایک معاصر "ستارہ صبح" بھی ہے۔ جس نے ہمارے بعض مضامین پر نکتہ چینی کرتے ہوئے جن کا آج کے افتتاحیہ کا کسی قدر جواب دیا گیا ہے۔ ان حسابات کے شائع نہ ہونے کی بھی شکایت کی ہے۔ اور آئندہ تفصیل کچھ لکھنے کا اعلان کیا ہے۔ اس کا تو ہمیں مطلق ڈر نہیں۔ کہ "ستارہ صبح" نے کیا کچھ لکھنا ہے۔ جو اس کا جی چاہے۔ لکھے۔ اور بیشک اپنے ایمان کو چند ٹکوں کے لئے بیچ کر خواجہ کمال الدین صاحب پر جو دل چاہے۔ بہتان باندھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ان سب حسابات کو بھی جو جنوری ۱۹۱۸ء کے "اشاعت اسلام" اردو ترجمہ "اسلامک ریویو" میں درج ہوئے ہیں اپنے اخبار میں چھاپ دے تاکہ پڑھنے والوں کو حق امر کے معلوم کر لینے میں آسانی ہو۔ اور وہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ الگ دیکھ سکیں۔ کیا "ستارہ صبح" ان کو شائع کریگا۔

مفتی صاحب کے عقاید پہلے اور اب

گذشتہ اشاعت میں ہم نے مفتی صاحب کی ان تاویلات پر جو انہوں نے اپنی بعض سابقہ تحریرات کی کی ہیں۔ مفصل لکھا تھا اور اصل عبارات سے دکھایا تھا کہ ان تاویلات کے کرنے میں مفتی صاحب نے کس قدر جھوٹ سے کام لیا ہے لیکن اُن کے علاوہ بعض اور بھی حوالجات ہیں جن سے مفتی صاحب کا پہلا مذہب آپ کے موجودہ عقاید کے قطعاً خلاف نظر آتا ہے۔ نمونہ کے طور پر ذیل کے چند الفاظ قابل غور ہیں۔ جو مکرم حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ نے بدر سے نقل کر کے بھیجے ہیں:-

"بدر" ۲۲ اپریل ۱۹۰۹ء کے صفحہ ۳ پر "دعوائے نبوت" کے عنوان سے ایک شخص کو لکھتے ہیں کہ

"یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ مرزا صاحب نے خود ایک جگہ لکھا ہے کہ مجھے دعوائے نبی ہونے کا نہیں تو پھر اب اس پر جھگڑا کیا ہے۔ آپ بھی یہی چاہتے ہیں کہ وہ نبی نہیں بن سکتے۔ اس کے واسطے آپ کو ان کے کلام سے تائید مل گئی۔ فیصلہ ہو گیا۔ آپ کے نزدیک اس میں کوئی اعتراض کی گنجائش ہی نہیں۔ آپ بھی کہتے ہیں وہ نبی نہیں انہوں نے بھی کہدیا کہ میں نبی نہیں۔ بس فیصلہ ہو گیا۔ اب آپ کیا چاہتے ہیں۔ ...... لفظ بروز کے جو معنی آپ نے سمجھے ہیں درست نہیں۔ بروز کے معنے وہی ہیں جو پہلے اولیا کرام بھی بیان کر چکے ہیں۔ بعض صوفیا نے لکھا ہے کہ میں ابراہیم بن گیا ہوں۔ بعض نے لکھا کہ میں موسےٰ بن گیا ہوں۔ بعض نے لکھا کہ میں عیسےٰ بن گیا ہوں۔ یہی معنی بروز کے ہیں اس کے سوا اور نہیں۔ اس کی مثال پہلے صوفیا میں موجود ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے کوئی نئی بات بیان نہیں کی۔"

اس قدر صریح الفاظ کے ہوتے ہوئے مفتی صاحب کا یہ بیان کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ ان کا مذہب پہلے بھی یہی تھا جو اب ہے۔ کیا مفتی صاحب ایمان اور تقوےٰ سے کام لیکر اپنی سابقہ تحریرات پر ایک نظر ڈالیں گے؟

ایک اور دیانندی شدھی کا حشر

کسی دوسری جگہ مہاشہ چند پرکاش سابق نور محمد کی ایک مراسلت شائع کیجاتی ہے جو ان دیانندی شدھیوں پر تبرا ہے جنکا کہ داکسیلا مرزہ پیشتر ازیں سٹرد ہرم پال مسٹر ڈرنکی اداسا جیسے بعض اونگالے کے ذریعہ سے چکھنا پڑا۔ تعجب ہے کہ ان آئے دن کے پیش آنیوالے واقعات اور شدھی کے ... نتائج سے ہمارے سماجی دوست کوئی عبرت حاصل کرنیکے بجائے الٹا اسے ...

تفسیر القرآن

قرآن کریم کی بعض آیات کے معنے

ابتدائے عہد اسلام کے ایک مفسر قرآن کے خیالات

ابومسلم اصفہانی ابتدائے عہد اسلام میں ایک جید عالم ہو گذرے ہیں جن کے حالات و واقعات زندگی کی اگر دیکھا جائے تو علم و فضل اور فہم قرآن کے لحاظ سے ان کا پایہ بہت بلند نظر آتا ہے۔ جس کو بیان کرتے ہوئے معالم معارف نے علامہ ابن الندیم اور محمد بن زید داعی کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ

(۱) کان کاتباً مترسلاً بلیغاً متکلماً جدلاً۔ وہ ادیب بلیغ متکلم اور مناظر تھا۔

(۲) العالم بالتفسیر ولغیرہ من صنوف العلم۔ وہ تفسیر اور دیگر علوم میں کمال رکھتا ہے۔

آج ہمارے اس زمانہ میں یہ ایک بڑی مشکل پیش آ رہی ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر کرنے میں یہ سمجھ لیا گیا ہے۔ کہ کوئی بات سابق مفسرین کے خیالات سے ذرا بھی متفاوت نہ ہونے پائے۔ بعینہ یہی مشکلات تفسیر قرآن کی راہ میں اس زمانہ میں بھی تھیں۔ جب حضرت امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر کو لکھنا شروع کیا۔ چنانچہ اس کو امام موصوف نے اپنے استاد کی زبانی یوں بیان کیا ہے کہ

قال شیخنا و مولانا خاتمۃ ... فرماتے ہیں کہ میں نے چند متعلم المحققین والمجتہدین رضی اللہ ... کے سامنے کچھ آیتیں پڑھیں جو عند تلہ شاہدات جماعۃ ... ان کے مذہب کے خلاف پڑتی تھیں من مقلد الفقہا قرأت علیہم ... تو ان لوگوں نے آیتوں پر توجہ نہ کی ایات کثیرۃ من کتاب اللہ ... کی اور میری طرف تعجب سے دیکھتے فالی فی المسائل وکانت مذاہبہم ... رہے کہ جب ہمارے سلف سے بخلاف تلک الایات ولم ... اس کے خلاف روایتیں موجود ہیں للیقبلو تلک الایات ولم ... تو پھر بھلا ان آیتوں کے ظاہری یلتفتوا الیہا ولقوا ینظرون ... معنی پر کیونکر عمل ہو سکتا ہے۔ الی کالمتعجب اعنی کیف یمکن ... بعد امام فرماتے ہیں کہ غور سے دیکھو "العمل بظواہر ہذہ الآیات ... تو بہت سی اکثر اشخاص کے رگ مع ان الروایۃ عن سلفنا ... و پے میں سرایت کر گیا ہے"

وردت علے خلافہا ولو
تاملت حق التامل وجدت
ہذا الداء سار یاً فی عروق
الاکثرین من اہل الدنیا

(تفسیر کبیر صفحہ ۴۲۲، جلد ۴)

ابومسلم اصفہانی بھی امام فخرالدین رازی ہی کے ہمعصر ہوئے ہیں اور اس لئے تعجب نہیں اگر ان کو بھی اپنی تفسیر قرآن کے بدلے انہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہو۔ جن میں بعض وہ باتیں بھی ملتی ہیں جو قرآن کریم کے طابق ہونے کے ساتھ عوام کے خیالات کے خلاف ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج بھی اگر انہی باتوں کو پیش کیا جاتا ہے تو انہیں تسلیم کرنے یا ان کی صحت پر کھنے کے بجائے بس صرف ان کو عوام یا کسی اور امام کے خیالات کے خلاف ہونے کی وجہ سے فوراً رد کر دیا جاتا ہے۔ ذیل میں ہم ابومسلم کی اس تفسیر سے بعض اقتباسات کو پیش کرتے ہیں۔ جن کو "معارف" نے بھی لیا ہے۔ ہر بات کے ساتھ عوام کے خیالات کو پیش کرنے کے بعد ان کی تفسیر کو بیان کیا ہے۔ جس میں امام فخرالدین رازی جیسا بزرگ انسان بھی انہی کا ہم آواز ہے۔

(۱) قرآن مجید میں جنت کا لفظ سینکڑوں جگہ آیا ہے۔ اس کے معنے مفسرین نے مختلف لئے ہیں۔ سورہ بقر میں حضرت آدم کا قصہ مذکور ہے۔ اور وہاں بھی اس لفظ کے معنے میں اختلاف ہے۔ جبائی نے کہ معتزلہ کی ایک شاخ کا امام ہے یہ معنی لئے ہیں کہ یہ جنت ساتویں آسمان پر تھی۔ حضرت آدم جب شیطان کے کہنے میں آ گئے تو پہلے فلک اول اور پھر زمین پر اتارے گئے۔ لیکن یہ معنی قرآن سے ثابت نہیں۔ دوسرے گروہ یعنی جمہور کی رائے ہے کہ یہ وہی جنت ہے جو مسلمانوں کا دارالثواب ہے۔ تیسرا فرقہ ان سب سے الگ ہے اس کے نزدیک ان معنی میں سے ایک بھی صحیح نہیں۔ ابومسلم اصفہانی کا خیال ہے کہ جنت زمین پر تھی "اہبطوا" کے معنی وہی ہیں جو "اہبطوا مصراً" کے ہیں یعنی انتقال مکانی۔ ابومسلم نے اس پر چھ دلیلیں قائم کی ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان کا مخالفین کے پاس کوئی جواب نہیں۔ وہ دلیلیں یہ ہیں۔

(۱) اگر یہ جنت وہی تھی جو دارالثواب ہے تو یقیناً جنت الخلد تھی ... وہاں موجود تھے تو ان کا ابلیس کے اس قول ہل ادلک علی شجرۃ الخلد وملک لایبلیٰ سے دھوکا کھانا ناممکن تھا۔ اسی طرح شیطان کا یہ قول بھی غلط تھا ما نہاکما ربکما عن ہذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین۔

(۲) جنت الخلد میں جا کر وہاں سے واپس ہونا محال ہے خدا فرماتا ہے وماہم منہا بمخرجین

(۳) ابلیس نے جب سجدہ کرنے سے روگردانی کی تھی تو اسی وقت ملعون ہو چکا تھا۔ پھر اب وہ خدا کی نارضامندی کے باوجود جنت الخلد میں کیونکر جا سکتا تھا۔

(۴) جس جنت کو دارالثواب کہتے ہیں اس کی چیزوں کو فنا نہیں۔ قرآن مجید میں ہے اکلہا دائم وظلہا۔ "واما الذین سعدوا ففی الجنۃ ... عطاءً غیر مجذوذ"۔ اب یہ جنت وہی ہے جو دارالثواب ہے تو اس کو فنا نہ ہونا چاہئے۔ حالانکہ آیت ذیل کے بموجب فنا ہو جائیگی۔ کل شیءٍ ہالک الا وجہہ۔ اسی طرح حضرت آدم کو وہاں سے نکلنے کی ضرورت تھی اور نہ عیش و عشرت کا خاتمہ ہونا چاہئے تھا۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں ظہور میں آئیں۔

(۵) نظام عالم سراپا عمل ہے۔ اس بنا پر کسی چیز کو ابتدائی سے تکلیف و عمل سے آزاد پیدا کرنا اور اس کو جنت الخلد میں رکھنا مصلحت خداوندی و قانون قدرت کے خلاف ہے۔ اس لئے جس شخص نے عمل بالکل نہیں کیا اس کو عاملین کی جزا کیونکر مل سکتی ہے۔ اس کے علاوہ خدا اپنے بندوں کو چھوڑ نہیں دیتا۔ بلکہ ترغیب و ترہیب اور وعید و وعدہ سے کام لیتا رہتا ہے۔

(۶) حضرت آدم کا زمین پر پیدا ہونا ایک مسلم مسئلہ ہے۔ اور اس قصہ میں ان کے انتقال آسمانی کی کہیں خبر نہیں۔ اگر حضرت آدم آسمان پر منتقل ہوتے تو اس کا ذکر ضرور ہوتا کیونکہ یہ ایک بڑی نعمت تھی۔ جب اس کا تذکرہ نہیں تو اس واقعہ کی صحت مشکوک ہو جاتی ہے۔ اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسکن انت وزوجک الجنۃ میں جس جنت کا ذکر ہے وہ کوئی اور جنت ہے جنت الخلد نہیں۔

۲- ہاروت و ماروت کے متعلق عجیب و غریب قصے مشہور ہیں۔ عام مفسرین نے قرآن مجید سے جو کچھ سمجھا ہے اس سے ان بے سر و پا افسانوں کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن ابومسلم کی تفسیر بالکل جداگانہ ہے۔ ان کا منشا یہ ہے۔ کہ "تتلو" کا صلہ "علے" کے ساتھ آیا ہے۔ اور "تلا علیہ" کے معنی "کذب" ہوتے ہیں اس بنا پر تتلو کا ترجمہ تکذب ہوا اب یہ مطلب ہے کہ جس طرح شیطانوں نے ملک سلیمان کی طرف سحر کو منسوب کیا۔ حالانکہ ملک سلیمان اس سے پاک تھا اسی طرح دو فرشتوں پر جو کچھ نازل ہوتا تھا اس کو بھی وہ سحر کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ ان پر جو کچھ نازل ہوا وہ سحر سے ایک علیحدہ چیز تھی۔ کیونکہ ہاروت ماروت فرشتے تھے اس لئے ان پر شریعت، مذہب اور دعوت کے احکام آتے تھے۔ نہ کہ جادو و منتر۔ اس کے بعد ابومسلم نے فرشتوں پر سحر نازل ہونے سے انکار کیا ہے۔ اور اس پر چار دلیلیں قائم کی ہیں۔ جن کو ہم قلم انداز کرتے ہیں۔

۳- حضرت ابراہیم کے قصہ میں ہے کہ انہوں نے خدا سے کہا تو مُردوں کو کیونکر جلائیگا؟ خدا نے کہا کیا تمکو اس پر یقین نہیں۔ حضرت ابراہیم نے عرض کی کیوں نہیں۔ لیکن میں زیادہ اطمینان چاہتا ہوں۔ اس وقت خدا نے ان سے کہا کہ چار پرند لو پھر ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک حصہ رکھو۔ اور پھر ان کو بلاؤ وہ دوڑتے چلے آئیں گے۔ اکثر مفسرین نے اس آیت کے یہی معنی لئے ہیں کہ در اصل حضرت ابراہیم نے ایسا کیا تھا۔ اور پرندے زندہ ہو گئے تھے۔ لیکن ابومسلم نے اس پر متعدد اعتراضات کئے ہیں۔ اور یہ معنی قرار دئے ہیں کہ خدا نے تمثیل کے طور پر حضرت ابراہیم سے کہا کہ مثلاً اگر تم چار پرندے کو پال لو اور ان کو خوب سدھا لو کہ وہ تم سے ہل جائیں پھر تم ان کو الگ الگ پہاڑ پر چھوڑ آؤ۔ اور ان کو بلاؤ تو وہ چلے آئیں گے۔ اسی طرح جب ہم بلائیں گے تو روحیں دوڑتی ہوئی اپنے جسموں سے چلی آئیں گی۔

۴- حضرت حوا کے متعلق عام خیال ہے۔ کہ حضرت آدم کی بائیں پسلی سے پیدا کی گئیں۔ ابومسلم اس کے مخالف ہیں اور خلق منہا زوجہا کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ای من جنسہا۔ یعنی اس نفس کے جنس سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ قرآن مجید کی کئی آیتیں بھی اس کی شاہد ہیں مثلاً واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجاً "اذ بعث فیہم رسولاً منہم" "لقد جاءکم رسول من انفسکم" اس پر زیادہ سے زیادہ یہ اعتراض پڑتا ہے کہ حضرت حوا کے حضرت آدم کی طرح پیدا ہونے سے قرآن مجید

مراسلات

محمودی اور احمدی کی بحث

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

محمودی:- حضرت ... [illegible] ... لکھا ہے کہ جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانیوالا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ اور چونکہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کرکے اس کے واسطہ سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں تو خاکسار- میں پوچھتا ہوں- ان معنوں سے کون ولی اور محدث اور غوث اور قطب دنیا میں ہوا ہے جس نے حضرت صاحب کی طرح اپنے رسول مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کرکے انکے واسطہ سے خدا سے بذریعہ الہام علم غیب نہیں پایا۔ پھر وہ اس حساب سے سب نبی ہوئے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے اُن ولیوں نے کب انکار کیا- ہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے- اور ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ گو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس شان کے نبی ہیں کہ آپ کے برابر کوئی نبی نہیں مگر آپ کا روحانی افاضہ کسی کے شامل حال ہوکر اسکو نبی یا رسول نہیں بنا سکتا۔ اور کوئی شخص فنافی الرسول کی حالت تک پہنچکر اور آنحضرت صلعم کے نام محمدؐ اور احمدؐ سے بذریعہ الہام مسمّٰی ہوکر اور نبی کا خطاب پاکر بھی نبی اور رسول نہیں ہوسکتا- اس لئے کہ یہ خدا تعالیٰ کی سنت کے خلاف ہے کہ کوئی نبی کسی پہلے نبی کا نام پاکر نبی اور رسول کہلائے- اس طرح تمام انبیاء کا سلسلہ ہی تباہ ہو جائے اور امتیاز اٹھ جاوے ....

...... ہزار کوئی انعکاسی اور ظلی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ وہی نام پائے مگر انعکاس اور ظل پھر انعکاس اور ظل ہے نہ وہ نبوت اس میں آسکتی ہے نہ وہ سیرت اس میں آسکتی ہے یہ تو ایسا ہی ہے جیسے شیشہ کو کوئی دیکھکر کہدے کہ دیکھو انسان ہے یہ اس کی آنکھیں ہیں یہ اس کی ناک ہے یہ اس کا منہ ہے یہ اسکے دانت ہیں- مگر وہ صرف ایک عکس ہی عکس ہے نہ اسکی آنکھیں وہ آنکھیں ہیں جن سے انسان دیکھتا ہے۔ نہ اُس کی زبان وہ زبان ہے جس سے انسان بولتا ہے۔ نری ایک تصویر ہی تصویر انسان کی ہے- اس لئے انعکاسی اور ظلی نبوت کو کوئی نبوت نہیں کہہ سکتا۔ یہ کلام حضرت صاحب کا اگر صوفیاء کے طرز کلام پر نہ مانا جائے تو پھر بڑی مشکلات پیش آتی ہیں- تمام صوفیاء اپنے اپنے خیال میں اپنے اپنے وقتوں میں یہی کہتے رہے ہیں- کہ ہم وہی محمدؐ اور وہی احمدؐ ہیں اور ہم بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہیں- چنانچہ حضرت بایزید بسطامی کا کلام تذکرۃ الاولیاء میں- مگر ایسے کلمات کہنے سے نہ وہ خاتم الانبیاء بن سکتے تھے اور نہ حضرت مرزا صاحب خاتم الانبیاء بن سکتے ہیں- اس قسم کے خاتم الانبیاء بننے سے کس صوفی کو انکار ہے ایک صاحب نے تو یہی فرمادیا۔

"پنجہ در پنجۂ خدا دارم
من چہ پروائے مصطفےٰ دارم"

معلوم نہیں اگر حضرت صاحب کہیں، ایسا لکھدیتے تو کیا آفت آتی

سنو! دُنیا میں حضرت مسیح ابن مریم کو ماننے والی ایک جماعت گذری اور اب بھی ہے- جو اُسکو اللہ اور ابن اللہ کہتی اور مانتی اور اسی کا وعظ کرتی ہے- ایسے واعظین اور قائلین کو جو خلعت جناب الٰہی سے ملا- وہ سُن لو! لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم- اس سے بڑھکر اور ناراضگی کا اظہار کیا ہوتا- فرمایا- لاریب وہ پکے کافر ہیں جو مسیح کو اللہ کہتے ہیں- اسی لئے قرآن کریم میں ارشاد ہے لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا الا الحق- دیکھو حضرت خاتم الانبیاء صفی الاصفیاء سیدنا و مولانا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اگر کوئی شخص مسلمان ہوکر از راہ محبت یہ عقیدہ رکھے- کہ آپ خدا تھے (نعوذ باللہ من ذالک) تو اُس نے آنحضرت صلعم کو اُس درجہ تک بڑھا دیا جو کہ خدا نے جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمایا تھا اس لئے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ ہونے کی وجہ سے بندہ تھے نہ خدا- اسی لئے آلسرور کائنات کے لئے کلمہ شہادت میں اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ کہا جاتا ہے- پس نے اس کے برخلاف کیا وہ دشمن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے نہ پیرو- اسی طرح اگر کوئی شخص ظلی طور پر حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے ظل اور نائب اور اس کے دین کے خادم حضرت مجدد الوقت مرزا غلام احمدؐ صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود کی جھوٹی اور بیجا محبت کی وجہ سے آپ کو اُس درجہ پر پہنچا ہوا سمجھے جیسکے وہ مستحق نہیں یعنی اپنا نبی مانا جانا (نعوذ باللہ من ذالک) کہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا- تو اُس نے اُن کے اُس درجہ کو بڑھا دیا جو خدا نے انکو دیا تھا- اس لئے کہ وہ مجدد الوقت اور زمانے کے امام تھے نہ نبی- کیونکہ انہوں نے اپنے آپکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی بتلایا ہے- اور اپنے کو جزوی نبوت کا پانیوالا یعنے محدث بتلایا ہے نہ کہ نبی- اور اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں صاف لکھا ہے- کہ سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ- دیکھو مجاز کو حقیقت بنا نیوالوں نے ایک بشر رسول کو خدا- تین کو ایک اور ایک کو تین بنا دیا- پس باوجود مسیح موعود کے یہ کہدینے کے جس نے حضرت مرزا صاحب کے سب قولوں کے خلاف ان کو نبی مانا اور جانا- وہ اُن کا دشمن ہے نہ پیرو- کیونکہ اصل پیروی مسیح موعود کی یہ ہے کہ جو کچھ مسیح موعود نے فرمایا ہو اس پر عمل کیا جائے نہ یہ کہ غلو کی راہ اختیار کرکے حضرت خاتم النبیینؐ کے بعد ان کو نبی بنایا جائے-

بھائیو! کوئی خوف حضرت مرزا صاحب کو اس سے زیادہ نہ رہتا تھا- کہ لوگ آپکو درحقیقت نبی اور رسول نہ سمجھنے لگیں اس لئے بار بار فرماتے تھے- اور ہر ایک کتاب میں لکھتے تھے- کہ میرا دعوے نبی اور رسول ہونے کا نہیں ہے- اگر کہیں مسلم والی ایک حدیث کی بنا پر اپنے آپکو نبی کہتے تو اس لفظ نبی کی ہر جگہ تشریح کر دیتے کہ کسی طرح لوگوں کو دھوکا نہ لگے اور صاف صاف لکھ دیتے-

"یہ بھی یاد رہے کہ مسلم میں مسیح موعود کے حق میں نبی کا لفظ بھی آیا ہے یعنی بطور مجاز اور استعارہ کے"
(ایام الصلح ص۷۵)

"اسکے مقابل پر وہی مسلم کی ظنی حدیث پیش کیجاتی ہے- جسپر صد ہا شبہات چیونٹیوں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں- اور جو ظاہری الفاظ کی رو سے صریح قرآن شریف کے متناقض اور اس کی ضد پڑی ہوئی ہے........ کیا مسلم کی روایت کیلئے قرآن چھوڑدیں- اور ایک ذخیرہ دلائل کو اپنے ہاتھ سے پھینکدیں- یہ بھی ہمارا مسلم پر احسان ہے کہ ہم نے تاویل سے کام لیکر حدیث کو مان لیا ورنہ رفع تناقض کیلئے ہمارا حق تو یہ تھا- کہ اس حدیث کو موضوع ٹھہراتے" تحفہ گولڑویہ ص۴۲-

غرض جب کوئی ایسی بات حضرت مرزا صاحب کے روبرو کہتا جس سے آپکے متعلق یہ غلط فہمی نکلتی کہ آپ نعوذ باللہ نبی ہیں تو اُسیوقت آپکے چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور آپ اُسیوقت وعظ فرماتے تھے کہ لفظ نبی کا جو اختیار کیا گیا ہے اسکو محض لغوی معنی کے لحاظ سے اختیار کیا گیا ہے ورنہ میں ہرگز ہرگز نبی نہیں اور کسی کو نہیں چاہئے کہ وہ مجھے نبی کے لفظ سے پکارے یا روزمرہ کی بول چال میں مجھے نبی کہا کرے اور صاف اور موٹے حروف میں بار بار لکھ بھی دیا- کہ اسلامی اصطلاح کے معنے الگ ہیں- اس جگہ محض لغوی معنی مراد ہیں- یعنی شریعت اسلام جو نبی کے معنے کرتی ہے اُن معنوں میں ہرگز ہرگز نبی نہیں ہوں- بات تو صاف ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے حق میں لفظ نبی کو بغیر کسی قسم کی تاویل اور بدون کسی قسم کے استعارہ اور مجاز کے کسی وقت ... [illegible]

آریہ سماج کی ایک اور شدھی اور اُس کا حشر

آریہ سماج اور آریہ اخبارات کی معاندانہ حرکات

کچھ عرصہ منقضی ہوا کہ آریہ سماج نجیب آباد نے میرے خلاف آواز بلند کی اور مجھے پبلک کی نگاہ سے گرانے کے لئے ہر ممکن سے ممکن کوشش کی تھی مگر چونکہ میں نے عملاً ہندو حقوق کی سختی کے ساتھ حفاظت کی تھی اس لئے اس ریزولیوشن کا اثر میرے خلاف نہ رہ سکا تھا لیکن جب ان خدمات کے بالعوض جن سے ہندو حقوق کی حفاظت کی گئی تھی- مجھے ہر طرف سے مشکلات نے گھیر لیا- تو جن لوگوں کے لئے میں نے خود کو مبتلائے مصیبت کیا تھا مجھ سے روگردانی کرنے لگے- آخر کار میں ان مشکلات سے بچنے کیلئے آریہ گزٹ لاہور کے دفتر میں پہنچا اور حسب الایماء مہاشہ خوشحال چند ایڈیٹر آریہ گزٹ لاہور کے ایک درخواست اس مضمون کی کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایڈیٹر آریہ گزٹ کو ایک مددگار کی ضرورت ہے اور میں نے اس کام کو کیا ہے اس لئے اس عہدہ پر تقرر فرما دیا جائے- آریہ پرادیشک پرتی ندہی سبھا کے نام لکھکر دفتر میں پیش کردی- اس درخواست پر ایڈیٹر اور سپرنٹنڈنٹ آریہ گزٹ نے میری سفارش کردی اور مہاتما ہنسراج جی نے میرا تقرر منظور فرما لیا- ۲۰ اگست سے مجھے آریہ گزٹ کا چارج ملگیا- اس درمیان میں میں نے جس خوبی کے ساتھ آریہ گزٹ کو ایڈٹ کیا اس کا اعتراف پنڈت بھگوت دت جی- بی- اے- ریسرچ اسکالر نے ۳ ستمبر ۱۹۲۵ء کے آریہ گزٹ میں بدیں الفاظ فرمایا ہے کہ "دھنیہ واد" مہاشہ خوشحالچند جی جب ایک ماس کی چھٹی پر گئے تھے تو وہ آریہ گزٹ کا بھار میرے اوپر رکھ گئے تھے- کام کی زیادتی سے مجھ سے سارا کام ہونا نہایت مشکل تھا- لیکن ایشور کی دیا سے مہاشہ چندر پرکاش جی مشرت لاہور آگئے- انہوں نے بڑی محنت سے اخبار کا بہت سا کام ایک ماس کے لئے کیا- آپ ان کے لیکھ گزٹ میں پڑھتے رہے ہونگے- جس لیاقت اور محنت سے انہوں نے یہ سارا کام انجام دیا اسکے لئے میں انکا اتنیت دھنیہ واد کرتا ہوں- اگر کسی سبھا اور سماج کی واقفیت کی بنا پر ایسا نہ ہوسکتا- ادھر یا تما کا بھی دھنیہ واد ہے کہ ایک ماس گذر گیا- اگلا پرچہ آریہ گزٹ سماوک سوکم اپنے ہاتھ سے لکھینگے اور پاٹھک اپنے پریمی ایڈیٹر کے ہاتھ سے لکھے ایڈیٹوریل پڑھیں گے بھگوت دت جی جب میں وہاں سے واپس آیا تو جن مصائب سے نکلکر لاہور گیا تھا وہی پھر پیش آرہے ہیں- تو میں ہاپوڑ چلا گیا اور وہاں سے راجپوتانہ واپس آیا- تو معلوم ہوا- کہ آریہ سماج خورجہ کے منتری نے میری نسبت ایک نوٹس شائع کیا ہے- جس میں لکھا ہے کہ "مسمی نور محمد ساکنہ تحصیل نجیب آباد کی استدعا پر آریہ سماج نجیب آباد نے اسکو شدھ کرکے چندر پرکاش نام رکھا- مگر کچھ عرصہ بعد نیک چلن نہ پاکر تاریخ ۱۳ نومبر ۱۹۲۵ء کو پنڈت شنکر لال کی تحریک پر انتر نگ سبھا آریہ سماج نجیب آباد نے سماج سے خارج کرکے ۱۵ نومبر ۱۹۲۵ء کو اخبار آریہ مترمیں اُسکی علیحدگی کی اطلاع بھیجدی" اس نوٹس میں بتلایا گیا ہے کہ مجھے سماج نے شدھ بھی کیا اور پھر سماج نے خارج بھی کردیا- مگر کشن لال نے یہ نہ بتلایا کہ میں شدھ ہونے کے بعد آریہ سماج کا سبھا سد بنا تھا یا نہیں جب میں آریہ سماج کا سبھا سد ہی نہ تھا تو آریہ سماج کو میری نسبت ریزولیوشن پاس کرنے کا حق کیا تھا- اور کیوں تھا- اگر سماج نے میرے خلاف ریزولیوشن پاس بھی کرلیا تھا- تو میں نے اخبار رہبر مرادآباد میں اسکی دھجیاں اڑا دی تھیں جیسے رہبر کے ناظرین خوب جانتے ہونگے اسکے بعد کشن لال کو ایک پہلو مدنظر نہیں رکھنا تھا- جو شخص ناجائز امور کو پیش کیا کرتا ہے- وہ بیکار جعلساز ہوا کرتا ہے اس بات کو عموماً سب جانتے ہونگے- کہ آریہ سماج کے ممبران قریب قریب سب کے سب نیک چلن ہوتے ہیں یا کیا؟ کیونکہ اکثر لوگ سماج کو ایک آڑ سمجھکر نام لکھواتے ہیں اور پھر مزے سے گلچھرے اُڑاتے ہیں- میں آریہ سماج کے ممبران پر اعتراض کیا کرتا تھا- اسلئے ایک مرتبہ اُن سب نے ملکر میرے خلاف ریزولیوشن پاس کردیا- جسکے چھپنے کے بعد میں نے رہبر میں دھجیاں اُڑادیں- یہ پنچائتی سماج سے میری علیحدگی کی وجہ- ایسے ہوا ہے نوٹس میں بتایا گیا ہے کہ میں خورجہ گیا اور وہاں مسلمان ہوا حالانکہ مسلم اخبارات یہ کہہ رہے ہیں کہ چندر پرکاش نجیب آباد میں مسلمان ہوا ہے- اس شخص کے خورجہ میں مسلمان ہونے کو میری طرف منسوب کرنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - یکشنبہ ۲۴ فروری ۱۹۱۸ء نمبر ۶۴

مسٹر ظفر علی خاں کے کارنامے

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

خواجۂ دو جہاں فخر عالم و عالمیان کی شان میں گستاخی

کلام اللہ سے استہزا و تمسخر

(ایک باحمیت مسلمان کے قلم سے)

(۱)

آپ نالاں ہیں۔ آپ شاکی ہیں کہ وہ عجیب و غریب ہستی جو علی گڑھ حیدرآباد بمبئی۔ لاہور اور کرم آباد میں بوقلموں شعبدہ بازیاں اور گوناگوں نیرنگ سازیاں کر چکی ہے۔ وہ بہت گستاخ جو اپنے قبلہ و کعبہ کی ریش مبارک تک رسائی رکھتا اور باپ کے دردمند دل سے خطاب سعادتمندی حاصل کر چکا ہے۔ بزرگان دین سے استہزا کرتا ہے۔ لیکن یہ تو اس کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ آپ کا ایماندار دل تڑپ جائیگا۔ آپ کا جسم لرز جائیگا۔ اور آپ کی آنکھوں میں خون اتر آئیگا۔ جب آپ دیکھیں گے۔ کہ وہ شعبدہ باز ہستی خواجۂ دو جہان فخر عالم و عالمیان محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہاں سے زیادہ گستاخ ہے۔

آپ کو شکایت ہے۔ کہ وہ فسوں گر صوفیا کرام کے منہ آرہا ہے۔ لیکن کیا حال ہوگا آپ کے قلب و دماغ کا اس وقت جب آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ وہ نڈر ہستی قرآن الحکیم کے ساتھ بھی استہزا و تمسخر جائز رکھتی ہے +

(۲)

یہی وہ اچھوتے نرالے اور مسلمانوں کے دل و جگر کی تواضع کرنیوالے پیالے ہیں جن تک یہودیوں عیسائیوں آریوں بلکہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ کے مشرکین مکہ کی رسائی نہ ہوئی لیکن مسٹر ظفر علی خاں کا ترکش نہیں قلمدان اور ان تیروں سے بھرا ہے ہاں یہی وہ خنجر براں اور تیغ عریان ہے۔ جو آج تک غیر مسلموں کے نصیبے پر بھی نہیں لیکن مسٹر ظفر علی خاں کے لئے محفوظ و مخصوص رہی کہ جب اسلام سوا تیرہ سو سال کی عمر پا جائے تو اس سے مسلم دل و جگر کی تواضع کی جائیگی +

آہ اسلام اور مسلمانوں کو اس کے مخالفوں سے اس قدر ضرر نہیں پہنچا جس قدر اس کے ناخلف فرزندوں اور مسلمان نما یہودیوں سے۔

(۳)

"موتیوں کی لڑی (استارۂ صبح دستخط دار) کی اول جلد کا اول نمبر مجریہ کرم آباد ۱۷ نومبر ۱۹۱۶ء ہمارے پیش نظر ہے اس کے سولہویں صفحہ پر ایک مسلسل مضمون کا مستقل عنوان ہے "موتیوں کی لڑی" اس کی شان نزول اور وجہ تسمیہ مسٹر ظفر علی کی زبان سے سنئے۔

"موتیوں میں کیسی لطافت، آب و تاب ہوتی ہے چمک دمک ہوتی ہے۔ مگر صنف لطیف کے سیرت و سریرت کی تابانی و درخشانی۔ ان پر بھی فائق ہے کہ صدف کے موتی اگر آویزۂ گوش بننے کے لئے ہیں۔ تو یہ شرف کے موتی آویزۂ عقل و ہوش بننے کے لئے ہیں۔ صدف کے موتیوں نے اگر بڑی ترقی کی تو فرعون کی سفید داڑھی میں پرو دئیے گئے۔ لیکن شرف کے موتی اگر تنزل میں بھی رہے تو موسیٰ کو فرعون کے شب آزاری سے بچا گئے۔ .... اور یہی وجہ مناسبت ہے کہ نسائیات کی یہ سلک گوہر ہم اپنے لئے موتیوں کی لڑی کا عنوان تجویز کرتی ہے۔ اور دنیا کی نامور عورتوں کے روشن ترین سوانح زندگی اسی لڑی میں منسلک ہیں"

تفصیل بالا سے ظاہر ہے کہ۔
۱۔ موتیوں سے مراد عورات ہیں۔ اور
۲۔ یہ شرف کے موتی آویزۂ عقل و ہوش بننے کے لئے ہیں۔

مفاد اس تمہید کا یہ ہے کہ اس مضمون میں ایسی عورات کا تذکرہ کیا جائیگا جو آویزۂ عقل و ہوش تھیں یعنی مقصود بیان عورات کے کارنامے ہیں اس کے یہ بھی معنے ہونے کہ اس سلسلہ مضمون میں ضمنی طور پر اور شخص یا اشخاص کا ذکر آئیگا تو وہ دوسرے درجہ کے لوگ ہونگے۔ ورنہ مقصود اصلی عورات کی تعریف ہے۔ قارئین کرام اس اصول کو ذہن میں رکھیں کہ کام آئیگا +

(۴)

یہ الفاظ ذیل کرتے ہیں:۔

"اس دولتمند خاتون کی حالت کا اندازہ کرو جسکا سلسلہ تجارت عرب سے شام تک وسیع ہے" "وہ بیوہ ہے عمر بھی ڈھل چکی ہے کہ ایک نوجوان کے صدق و صفا و دیانت و امانت کا آوازہ اس کے گوش زد ہوتا ہے۔ اور وہ اسے متاع تجارت کا قافلہ سالار بنا کر ارض شام کو بھیجتی ہے۔ یہ نوجوان سفر شام سے واپس آتا ہے ... خاتون شادی کا پیغام دیتی ہے۔ مگر وہ اسے نامنظور کرتا ہے"۔ "خاتون اسے مجبور کرتی ہے۔ کہ جو دولت مجھے حاصل ہے وہ پھر تمہاری ہو جائے گی"۔

ذرا اور آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

"یہ جاپذیر ترغیب نوجوان میں آمادگی پیدا کر دیتی ہے۔ اور دونوں رضامند ہو جاتے ہیں"

گویا مسٹر ظفر علی خان مسلم اور غیر مسلم دنیا کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ

۱۔ خدیجۃ الکبریٰ رسول اللہ صلعم کی آویزۂ عقل و ہوش تھیں یہی زینہ دل سعادت دارسالت تھا نہ کہ فیض روح القدس و فیوض رب الارباب (استغفر اللہ)

۲۔ خدیجۃ الکبریٰ رسول اللہ صلعم کو پیام دیتی ہیں مگر آپ انکار کرتے ہیں خاتون آپ کو مجبور کرتی ہے۔ اور مسٹر ظفر علی خان کا اجتہاد یہ ہے کہ مجبور کرنیکا ذریعہ یہ تھا کہ اس نے اپنی دولت پیش کر دی۔ اور اس طرح (نعوذ باللہ) خدیجۃ الکبریٰ رسول اللہ صلعم کو مجبور کرنے میں کامیاب ہوئیں۔

۳۔ ظفر علی خاں ہمیں یقین دلانا چاہتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے خدیجۃ الکبریٰ سے عقد کیا تو محض ان کی دولت کی وجہ سے (استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ)

(۵)

ابھی کیا ہے۔ آگے آگے دیکھئے آتا ہے کیا۔ مسٹر ظفر علی خان ارشاد فرماتے ہیں خاتون (خدیجۃ الکبریٰ) کو اب اپنے باپ کی رضامندی حاصل کرنے کی فکر ہوتی ہے جو اس وقت کی حمیت جاہلیت کا ایک نمونہ ہے۔ ایک بزم طرب ترتیب دی جاتی ہے جس میں نوجوان (رسول اللہ) اور اس کے خاندان کے دوسرے سرداران قوم مدعو ہوتے ہیں قربانیاں ہوتی ہیں۔ جانور ذبح کئے جاتے ہیں۔ خاتون (خدیجۃ الکبریٰ) کا باپ میر مجلس بنتا ہے جسے خاتون (خدیجۃ الکبریٰ) کے اشارہ سے خدام اس قدر شرابیں پلاتے ہیں۔ کہ وہ بدمست ہو جاتا ہے اس حالت میں نوجوان (رسول اللہ صلعم) کی جانب سے ایک ردائے زعفرانی پیش کی جاتی ہے کہ یہی علامت نکاح ہے۔ وہ (والد خدیجۃ الکبریٰ) اسے منظور کر لیتا ہے۔ اور یہی منظوری رسم نکاح کی تکمیل ہے۔

چند گھنٹوں کے بعد جب اسے (خسر رسول اللہ صلعم) کو ہوش آتا ہے تو برہمی کی حد نہیں رہتی۔ لیکن جب معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری کارستانی خود اس کی بیٹی کی ہے تو خاموش ہو جاتا ہے۔ اور ایسی خاموشی سے نکاح کے ناطق ہوتے ہیں کوئی کلام نہیں ہے۔ (استغفر اللہ استغفر اللہ)

حسب اجتہاد مسٹر ظفر علی خاں رسول اللہ صلعم کے نکاح کی خصوصیات حسب ذیل ہیں

۱۔ یہ نکاح رسول اللہ صلعم نے محض جلب منفعت اور حصول دولت کی غرض سے کیا

۲۔ خدیجۃ الکبریٰ کے باپ کو دھوکہ دیکر رسول اللہ صلعم سے شادی کرنے کے لئے بزم طرب قائم ہوئی۔ اس میں قربانیاں کی گئیں۔ جانور ذبح کئے گئے بت پرستوں کے طریق سے۔

۳۔ خدیجۃ الکبریٰ نے اپنے باپ کو اس قدر شرابیں پلائیں کہ وہ بالکل مدہوش ہو گیا۔ لیکن خدیجہ رسول اللہ صلعم کے خلاف مرضی کوئی کام نہیں کر سکتی تھیں۔ لہذا انہوں نے یہ سب کچھ حسب اجتہاد مسٹر ظفر علی خاں رسول اللہ صلعم کے حکم سے کیا +

۴۔ جب والد خدیجۃ الکبریٰ شراب سے مدہوش تھے تو اس حالت میں رسول اللہ صلعم نے زرد چادر ان کے روبرو پیش کی۔ جسے انہوں نے قبول کیا۔ اور یوں رسول اللہ صلعم کا نکاح ہو گیا۔ مسٹر ظفر علی خاں کا اجتہاد یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلعم نے خسر کو مدہوش پا کر جھٹ سے زرد چادر پیش کر دی۔ گویا آپ نے (معاذ اللہ) دھوکہ فریب کیا اور آپ کا عقد صرف دولت کیلئے ہوا بلکہ دھوکہ اور فریب سے ہوا۔ شراب کے نشہ میں ایجاب و قبول ہوا۔ رسول اللہ صلعم کا عقد بت پرستوں کے قاعدوں اور رسموں کے مطابق ہوا۔

۵۔ والد خدیجۃ الکبریٰ کا نشہ ہرن ہوا تو انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ مگر تیر کمان سے نکل چکا تھا اور بگڑ کے پہلے سے کچھ حاصل نہ تھا۔ پس وہ طوعاً و کرہاً خاموش ہو گئے اس کے سوا چارہ کار ہی کیا تھا۔

(۶)

مسلمانو! مسٹر ظفر علی خاں کا اجتہاد تم نے سنا کہ رسول اللہ کا عقد
۱۔ دھوکہ سے ہوا۔
۲۔ فریب سے ہوا۔
۳۔ بت پرستوں کی رسم کے مطابق ہوا۔
۴۔ آپ کے خسر کو شراب پلا کر ہوا۔ اور
۵۔ دولت کے لالچ سے ہوا۔

مسلمانو! جانتے ہو ذیعہ نوجوان کس کو کہا جاتا ہے جو نامنظور کرتا ہے۔ جانتے ہو کس کو کہا گیا ہے محمد رسول اللہ صلعم کو۔ کیا ان کا مبارک نام اسی طرح لینا پسند کرو گے۔ کیا اسے ان کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کا تصور نہ ...

مسلمانو! یہ انکشافات ہیں جن کا دشمنان اسلام کو سوا تیرہ سو سال کی جستجو کے بعد بھی سراغ نہ ملا لیکن اسلام کا ناخلف فرزند اپنے منصوبہ میں کامیاب ہو گیا ہے جس طرح منصور کا کتاب اسے ذرائس سے دستیاب ہوئی اسی طرح ممکن ہے کہ وہ کتاب جس پر اجتہاد مبنی ہے مسٹر ظفر علی خاں کو برلن سے ملی ہو +

(۷)

یہودیوں عیسائیوں۔ آریوں اور دیگر مخالفین اسلام نے بانی اسلام اور بانی اسلام پر ہزاروں اعتراضات کئے لیکن یہ حصہ تھا ظفر علی خاں کا۔

مشرکین مکہ نے رسول اللہ صلعم پر بے شمار الزام قائم کئے۔ جادوگر کہا شاعر بتایا کاہن کہا۔ مجنون (معاذ اللہ) قرار دیا۔ مصروع ہونے کا فتویٰ دیا لیکن با ایں ہمہ آپ کو الصادق و الامین کے خطاب کا اہل اور صداقت و امانت کا حامل سمجھا اس کا علانیہ اعتراف کیا۔ لیکن مسٹر ظفر علی خاں۔ رسول اللہ صلعم کی صداقت اور امانت کے اوصاف کو فریب و ریاکاری سے تبدیل کرتے ہیں۔

سر ولیم میور۔ ڈاکٹر اسپرنگر۔ ویلنٹل۔ لوتھر۔ ملیک۔ تھمن سیپال۔ ہیم۔ ہربرٹ لاٹ۔ اڈورڈگبن۔ گاڈفری ہگینز۔ طامس کارلائل۔ جان ڈیون پورٹ جان اسپرٹیڈی۔ ہائنیجر۔ گیگر زی۔ لنڈا کلی وغیرہ یہود و نصاریٰ کی علمائے اسلام پر بہت سے اعتراضات کئے۔ رسول اللہ صلعم کی سیرت اور ان کے مشن پر بہت کچھ نکتہ چینی کی۔ لیکن رسول اللہ صلعم کی دیانت و امانت سے انہیں بھی انکار نہ ہو سکا اور یہ حصہ تھا ظفر علی خاں کا۔

(۸)

برادران اسلام! اب آپ کو مسٹر ظفر علی خاں کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔

اگر آپ سانپ کی پرورش دودھ سے کرنا چاہتے ہیں تاکہ کسی دن وہ آپ کو کاٹے تو شوق سے کریں۔ اگر آپ ایک ایسے درخت کی آبیاری کرنا چاہتے ہیں جو آگے چل کر زہریلے پھل دیگا۔ تو آپ کی عقل سلیم اس کی ذمہ وار ہے +

اگر آپ خدا کے دشمن۔ رسول کے دشمن۔ بزرگان دین کے دشمن صوفیائے کرام کے کھلے دشمن کے لئے سرمایہ حیات بہم پہنچانا چاہتے ہیں تو آپ اسکے ذمہ وار ہیں۔

(۹)

اگلے مضمون میں وہ استہزا اور تمسخر دکھایا جائیگا جو قرآن الحکیم کے ساتھ مسٹر ظفر علی خاں نے روا رکھا ہے۔

مسلمانو! اللہ کے اور مسلمانوں کے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بنا کر ان کے ساتھ محبت و اعانت کے ساتھ پیش آنے لگو۔ کہ جو سچائی خدا نے تمہاری طرف بھیجی ہے وہ اس سے انکار کر چکے ہیں۔ اور اس کے دشمن ہیں +

یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق (۶۰-۱)

زار کی حالت زار

زار روس کو تخت سے اترنے کے بعد کیسی کیسی شدید مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہے ... لوگوں کے ہاتھوں جن پر وہ حکمران تھا۔ اور اپنے دور استبداد کا تختہ مشق بنا رکھا تھا کس کس قدر سخت دکھ اسے اٹھانے پڑے ہیں۔ اس کے بیان کرنے کی ... ضرورت نہیں۔ نہ صرف ملکی اعتبار سے ہی اس وقت زار کی حالت بہت کچھ ناگفتہ بہ اور قابل رحم ہو چکی ہے۔ بلکہ اس سے پیشتر اسے اپنی رعایا پر جو مذہبی اقتدار حاصل تھا۔ اس کا بھی اب خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ اس وقت روس میں بولشیوکوں کی قوم برسر اقتدار ہے جنہوں نے کلیسا کو حکومت سے بالکل علیحدہ کر دیا ہے۔ اور اس کے تمام حقوق رعایات کو چھیننے کے علاوہ مذہبی ... اور دینی تعلیم کا لزوم بالکل منسوخ کر کے گرجے کی جایداد کو ضبط کر لیا ہے۔ ... سے ایک دینی پیشوا اپنے ملک میں سمجھا جاتا تھا۔ اور اس طرح دینی و دنیوی طاقت کے ایک ہی شخص واحد میں مجتمع ہو جانے سے حکومت کو بہت کچھ تقویت ہو گئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ بولشیوکوں کی اس کارروائی پر ہی پیٹری مارک نے ان کے الحاد و ارتداد کا فتوےٰ صادر کیا ہے۔ اور ابھی معلوم نہیں بہت سے دیہاتی لوگ اور مزارعین جو مدت سے زار کو دینی باپ مانتے چلے آئے ہیں کیا کچھ کارروائی کریں۔ لیکن جہانتک ملک کی عام حالت سے پایا جاتا ہے سوائے ان لوگوں کے جن کو زار کا ساتھ دینے میں کوئی خاص فایدہ مدنظر ہو۔ لوگوں کا عام رجحان زار کے خلاف ہے۔ اور امید نہیں کہ آرتھوڈاکس گرجا کی اس علیحدگی اور عدم اقتدار پر کوئی اس قسم کی شورش برپا ہو۔ جو ملک کے عام رجحان پر کوئی اثر ڈال سکے +

روس کی ناگفتہ بہ حالت اور تاتاری مسلمانوں کا شور و شر

صرف زار کی ذات خاص ہی نہیں جو اس وقت روس میں ہر قسم کی مصائب و آلام کا تختہ مشق بن رہی ہے بلکہ ملک میں چاروں طرف کی ... شورشوں کا بازار گرم ہے۔ اندرون ملک میں تو مختلف فرقوں کی باہم ... میں جو ختم ہونے میں نہیں آتیں۔ اور جنوبی سرحد پر تاتاریوں نے علم استقلال ...

جلد ۵ - مدینۃ المسیح لاہور - یک شنبہ ۲ جمادی الاول سنہ ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۲۴ فروری سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۶۴

ملفوظات حضرت مسیح موعود

دروازہ الہام کا بند ہونا مسلمانوں کے خیر امتہ ہونے کے منافی ہے

میں نہیں سمجھتا کہ اگر خدا تعالیٰ نے اسے شر الامم بنانا تھا تو اس کا نام قرآن شریف میں خیر امتہ کر کے کیوں پکارا۔ کیونکہ اس کی موجودہ حالت بقول مولویوں کے بدترین معلوم ہوتی ہے۔ دین اندرونی بیرونی حملوں سے پاش پاش ہوا جاتا ہے۔ دجال نے آکر ہر طرف سے گھیر لیا ہے۔ اور پھر ایسے مصیبت کے وقت میں خدا نے اگر خبر گیری بھی کی تو ایک اور دجال بھیج دیا جو دین کا حامی ہونے کی بجائے بیخ کن ہے۔ اور ان کے لوگ ہزار مجاہدے اور ریاضت زہد و عبادت کریں مگر خدا سے مکالمے کا شرف کبھی نصیب نہیں۔ اور ایسے گئے گذرے ہیں کہ دوسری امتوں کی عورتوں سے بھی درماندہ اور پس افتادہ ہیں۔ ان میں تو ایک موسوی شریعت کے خادم ہزاروں نبی آتے اور ایک ایک زمانے میں چار چار سو نبی بھی ہوتے رہے مگر اس امت میں آنحضرت کی شریعت کا خادم ایک بھی صاحب الہام نہ آیا۔ گویا کہ سارے کا سارا باغ ہی بے ثمر رہ گیا۔ پہلے لوگوں کے باغ تو مثمر ہوئے مگر ان کے اعتقاد کے موجب نعوذ باللہ آپ کا باغ بھی بے برگ و بار رہا۔ اگر ان لوگوں کا یہی دین اور ایمان ہے تو خدا دنیا پر رحم کرے۔ اور لوگوں کو ایسے ایمان سے نجات دیوے +

ایمان کی نشانی

ایمان کی نشانی ہی کیا ہے۔ اور اس کے معنے کیا ہیں۔ یہی کہ مان لینا اور پھر اس پر یقین آجانا جب انسان [illegible] کو سچے دل سے مان لیتا ہے تو اس کا اس پر یقین ہو جاتا ہے اور اسی کے مطابق اس سے اعمال بھی سرزد ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص جانتا ہے [illegible] سنکھیا زہر ہوتا ہے اور اس کے کھانے سے انسان مر جاتا ہے۔ یا ایک سانپ جانور کا دشمن ہوتا ہے جس کو کاٹتا ہے اس کی جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ تو اس ایمان کے بعد نہ تو وہ سنکھیا کھاتا ہے اور نہ ہی سانپ کے سوراخ میں انگلی ڈالتا ہے۔ آجکل طاعون کے متعلق لوگوں کو ایمان ہے کہ اس کی آگ سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے جس مکان میں طاعون ہو اس سے کوسوں بھاگتے ہیں اور چھوڑ جاتے ہیں۔ غرض جس چیز پر ایمان کامل ہوتا ہے اس کے مطابق اس سے عمل بھی صادر ہوا کرتے ہیں۔ مگر کیا وجہ ہے کہ خدا کے موجود ہونے کا تو ایمان ہو اور جزا سزا کے دن کا ایمان ہو اور حساب کتاب یاد ہو تو پھر گناہ باقی رہ جاویں۔ یہ مسئلہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا خدا کا ایمان سانپ کے خوف سے بھی گیا گذرا ہے مومن ہونے کا دعوے ہے۔ لیکن پھر بھی چوری۔ جھوٹ۔ زنا۔ بدنظری۔ شراب خوری۔ فسق و فجور میں فرق نہیں۔ نفاق اور ریاکاری کی کچھ پوچھو ہی نہیں۔ زبانی ایمان کا دعوے ہے۔ ورنہ عملی طور پر ایمان اور دین کچھ بھی چیز نہیں +

چیز کے مفید ہونے کا ایمان ہے اسے ہرگز ہرگز ضائع نہیں کرتا۔ کوئی امیر اور کوئی غریب ہم نے نہیں دیکھا جو اپنے گھر سے اپنی جائیداد یا دولت کو جو اس کے پاس ہے باہر نکال پھینکتا ہو۔ بلکہ ہم نے تو کسی کو ایک پیسہ بھی پھینکتے نہیں دیکھا۔ پیسہ تو کجا ایک سوئی بھی اگر کسی کی کھوئی یا لوٹ جاوے تو اسے رنج ہوتا ہے کہ میرے کارآمد چیز تھی۔ مگر ایمان باللہ کی قدر ان لوگوں کی نظر میں ایک سوئی کے برابر بھی نہیں۔ اور نہ اس کا فایدہ ایک سوئی کے برابر لوگ جانتے ہیں۔ پس جب ایمان ایسا ہوتا ہے کہ ایک سوئی کے برابر بھی اس کی قدر ان میں نہیں ہوتی تو اسی کے مطابق اس کو ایمان سے نفع بھی نہیں پہنچتا۔ اور نہ ان کو وہ کمال حاصل ہوتا ہے کہ خدا ان پر الہامات کے دروازے کھول دیوے +

اللہ تعالیٰ کا سب اشیاء پر تصرف تام

شیخ رحمت اللہ صاحب کی دوکان کو آگ لگنے کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے ننگے سر اور ننگے پاؤں سجدے میں گر کر دعا کی تو معاً دعا کرتے کرتے خدا نے ہوا کا رخ بدل دیا۔ اور امن امن کی آواز آگئی۔ اور ہر طرح سے اطمینان ہو گیا۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ ہوا پانی آگ وغیرہ بھی ایک طرح کے ملائکہ ہی ہیں۔ ہاں بڑے بڑے ملائکہ وہ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے نام لیا۔ مگر اس کے سوا باقی اشیاء مفید بھی ملائکہ ہی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے اس کی تصدیق ہوتی ہے جہاں فرماتا ہے کہ وان من شیئ الا یسبح بحمدہ ۔ الخ یعنی کل اشیاء خدا تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں۔ تسبیح کے معنے یہی ہیں کہ جو خدا ان کو حکم کرتا ہے۔ اور جس طرح اس کا منشا ہوتا ہے۔ وہ اسی طرح کرتے ہیں۔ اور ہر ایک امر اس کے ارادے اور منشا سے واقع ہوتا ہے۔ اتفاقی طور سے دنیا میں کوئی چیز نہیں اگر خدا کا ذرہ ذرہ پر تصرف تام اور اقتدار نہ ہو تو وہ خدا ہی کیا ہوا اور دعا کی قبولیت کی اس سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ در حقیقت یہی ہے کہ وہ ہوا کو جدھر چاہے اور جب چاہے چلا سکتا ہے۔ اور جب ارادہ کرے بند کر سکتا ہے۔ اسی کے ہاتھ میں پانی اور پانیوں کے سمندر ہیں۔ جب چاہے جوش زن کر دے۔ اور جب چاہے ساکن کر دے۔ وہ ذرہ ذرہ پر قادر اور مقتدر خدا ہے۔ اس کے تصرف سے کوئی چیز باہر نہیں۔ وہ جنہوں نے دعا سے انکار ہی کر دیا ہے ان کو بھی یہی مشکلات پیش آئی ہیں کہ انہوں نے خدا کو ہر ذرہ پر قادر مطلق نہ جانا۔ اور اکثر واقعات کو اتفاقی مانا۔ اتفاق کچھ بھی نہیں بلکہ جو ہوتا ہے اور اگر پتہ بھی درخت سے گرتا ہے تو وہ بھی خدا کے ارادے اور حکمت سے گرتا ہے۔ اور یہ سب ملائکہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حکم کے اشارے سے کام کرتے ہیں اور انسان کی خدمت میں لگائے جاتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے سچے فرمانبردار اور اسی کی رضا کے خواہاں ہوتے ہیں

من کان اللہ کان اللہ لہ

جو خدا کا بن جاتا ہے اسے خدا سب کچھ عطا کرتا ہے۔ ع

جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو

من کان اللہ کان اللہ لہ بھی ایسے مرتبے کے بعد انسان کو وہ رتبہ ملتی ہے

انگریزی ترجمۃ القرآن کے متعلق ولائتی اخبارات کی رائیں

اخبار ٹائمز کی رائے

قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ و تفسیر کی ایک جلد ہمیں موصول ہوئی ہے۔ جس کو ایک فاضل مسلمان نے جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے پریسیڈنٹ بھی ہیں تالیف کیا ہے۔ یہ ایک نہایت ہی خوبصورت کتاب ہے جس پر چمکدار چمڑے کی جلد ہے۔ ترجمہ میں قرآن کریم کا عربی متن بھی ہندوستانی کاتبوں کا لکھا ہوا ہر ایک آیت کے ساتھ ساتھ دیا ہے۔ تفسیر حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحیح احادیث پر جو مسلمان علماء کی روایات سے چلی آتی ہیں مبنی ہے۔ شروع کے قریباً ۱۰۰ صفحات میں اسلام کی خصوصیات جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں بیان ہوئی ہیں۔ بحث کی گئی ہے۔ جس کے علاوہ قرآن کریم کی بعض شاندار خصوصیات پر تفصیلی بحث کے لئے ایک الگ کتاب کی امید دلائی گئی ہے۔ (ٹائمز ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۷ء)

ویسٹ منسٹر گزٹ کی رائے

قل لئن اجتمعت الجن والانس علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظہیراً (اگر تمام جن اور انس اکٹھے ہو کر اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو وہ کبھی نہیں لا سکیں گے۔ اگرچہ ان کے بعض بعض کے مددگار بھی بن جائیں) یہ قرآن کریم کا ایک دعوے ہے جو آنحضرت (صلعم) کے منہ سے کرایا گیا ہے۔ اس دعوے کو تو میں تسلیم نہیں کرتا۔ لیکن اس کا اعتراف مجھے ضرور ہے کہ جب کبھی مجھے قرآن کے بعض بعض مقامات کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ہمیشہ مجھے ان میں ایک لذت آمیز سرور پایا گیا جو دل پر اثر کرنے والا تھا۔ اور میں ہمیشہ اس کو محسوس کرتا رہا ہوں کہ ان تراجم میں جو عیسائی مصنفین نے قرآن کریم کے کئے ہیں کچھ نہ کچھ نقص ضرور باقی رہ گئے ہیں مگر یہ تمام نقائص اس ترجمہ سے رفع ہو گئے ہیں جو "ہولی قرآن" کے نام سے ایک نہایت خوبصورت کتاب کی شکل میں لاہور کے ایک فاضل مسلمان مولوی محمد علی صاحب نے سات سال کی محنت شاقہ سے تیار کیا ہے۔ اور جس کی ایک جلد ہمیں دفتر اسلامک ریویو کی طرف سے جو ووکنگ کی مسلم آبادی میں قائم ہے موصول ہوئی ہے۔ اس میں ترجمہ کے ساتھ ساتھ اصل عربی متن بھی دیا گیا ہے جس [illegible] افسوس ہے کہ میں فایدہ اٹھانے سے قاصر ہوں۔ تفسیر بہت مکمل اور نہایت دلچسپ ہے۔ دیباچہ میں تعلیم اسلام کا خلاصہ اور قرآن کریم کی تاریخ دلکش باتیں جمع کر دی گئی ہیں۔ ان سب باتوں کے سوا جو اس ہولناک جنگ کے ایام میں انڈیا پیپر کے باریک ترین کاغذ پر [illegible] نہایت سنہرے کنارے اور ایک چمکدار سبز چمڑے کی جلد کتاب کی [illegible] کچھ بڑھا دینے والا ہے +

نزول ابن مریم اور دو مختلف حلیوں والی احادیث

۱۵ فروری ۱۹۱۸ء کے اہلحدیث میں حضرت مسیح موعود کے دو مختلف حلیوں والی حدیثوں پر جرح کرتے ہوئے حیدر آباد دکن سے کسی صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان دو حلیوں میں ایک ہی انسان کی دو مختلف حالتوں کا ذکر ہے۔ یعنے پہلے جب رسول اللہ صلعم نے معراج کے وقت مسیح کو احمر۔ جعد۔ عریض الصدر پایا تو وہ ان کی اصل حالت تھی اور پھر جب خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے اسکو رجل آدم۔ سبط الشعر دیکھا۔ تو وہ ایک دوسری حالت کا نقشہ تھا .... اس کی توجیہ یوں کی گئی ہے کہ سبط الشعر یعنے سیدھے بال جو دیکھے تو اس وقت تو فرمایا ینطف او یہراق راسہ ماء آپ کے سر سے پانی ٹپکتا تھا۔ اور جب سر سے پانی ٹپکتا ہو تو بال سیدھے ہی ہوتے ہیں۔ ورنہ اصل میں بال گھنگریالے ہی تھے۔ جیسا کہ معراج کی رات کو دیکھا۔ اس توجیہہ کو اگر تھوڑی دیر کے لئے تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی رنگوں کا اختلاف ایسا ہے جو کسی صورت میں بھی ایک ہی آدمی میں پایا نہیں جا سکتا۔ اہلحدیث کے نامہ نگار کا یہ لکھ دینا کہ

”پہلی حدیث میں گندمی رنگ مذکور ہے دوسری میں سرخ جو قریب قریب ایک ہی حلیہ کے ہے“

اس کی غلط بیانی نہیں تو بھولے پن کو ظاہر کرتا ہے۔ ”احمر“ کے معنے سرخ تو کسی بھی شارح حدیث نے نہیں لکھے۔ خود حافظ ابن حجرؒ نے اپنی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں احمر کے معنے کئے ہیں۔ شدید البیاض (بہت سفید) اور یہی معنے اصل حدیث سے بھی ثابت ہوتے ہیں۔ جہاں ساتھ ہی فرمایا۔ کانہ خرج من دیماس۔ اس قدر سفید رنگ تھا کہ گویا وہ ابھی حمام سے نکلا ہے۔ اس لئے یہ توجیہہ تو سراسر باطل ہے۔ کہ احمر کے معنے سرخ ہیں اور ”سرخ اور گندمی قریب قریب ایک ہی حلیہ کے ہے“! کجا شدید البیاض اور کجا گندمی رنگ کجا شام کا ملک اور کجا ہندوستان۔ جن دونوں کی آب و ہوا کا فرق ہی ان رنگوں کے اختلاف کو پیدا کر سکتا ہے اور اسی لئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ شامی مسیح اور ہے جو گھنگریالے بالوں والا ہونے کے ساتھ خوب گورا چٹا بھی ہے اور اس کا رنگ کسی صورت میں بھی گندمی نہیں ہو سکتا۔ وہ تو بیت المقدس کی طرف منہ کرنیوالا ہے۔ کعبہ کا طواف وہ کیسے کر سکتا ہے۔ یہ کعبہ کا طواف بھی وہی کریگا جو ارشاد نبوی اماماکم منکم کے مطابق امت محمدیہ میں سے ہونے کے ساتھ ہندوستان میں پیدا ہونے کی وجہ سے گندمی رنگ بھی رکھتا ہو۔ کیا نامہ نگار اہلحدیث اس پر غور کریگا؟

حضرت خواجہ صاحب کی تبلیغی کوششیں

ووکنگ کی تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ لنڈن اور ووکنگ ہر دو مقامات پر اسلامی لیکچروں کا سلسلہ نہایت زور و شور سے جاری ہے۔ بالخصوص گذشتہ دسمبر کے مہینہ میں لیکچروں کا ایک تانتا بندھا رہا۔ جو نہایت دلچسپی کے ساتھ سنے جاتے رہے جمعہ کے خطبوں میں بھی لوگوں نے عام طور پر بہت کچھ اپنا ذوق و شوق دکھایا۔ حضرت خواجہ صاحب نے لنڈن مسلم ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام کئی ایک لیکچر دیئے جو عموماً مذہبی رنگ رکھتے تھے سوائے اسکے کہ اصل مضمون کے دوران میں اس کا کوئی اور خاص پہلو بھی زیر بحث آگیا ہو یہ لیکچر ہفتہ وار ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک لیکچر میں حاضرین کی تعداد دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سمجھدار اور غور و فکر کرنیوالے طبقہ ذکور و اناث میں مذہب کے متعلق ایک بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ اور وہ اب سمجھنے لگے ہیں کہ مذہب کا تعلق اُن کی روزانہ زندگی کے ساتھ بہ نسبت دیگر تعلقات کے زیادہ گہرا اور پائدار ہے۔

گذشتہ ۲۰ جنوری اور ۳ فروری ۱۹۱۸ء کو حضرت خواجہ صاحب کے دو اور لیکچر ہونے والے تھے جنکے مضمون یہ ہیں:-

(۱) ۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء۔ ہم عربی زبان میں کیوں نماز پڑھتے ہیں۔

(۲) ۳ فروری ۱۹۱۸ء۔ اسلام میں روح عبادت۔

اللہ تعالے حضرت خواجہ صاحب کی ان پاک کوششوں کو منظور و منصور فرمائے اور انہیں بیش از بیش کامیابیاں عطا فرمائے اور علوم کے خزانے ان پر کھولے آمین!

مسیح موعود — حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے حال ہی میں ایک جدید تصنیف فرمائی ہے جسکا نام زیر عنوان ہی اس کتاب میں حضرت مسیح موعود کے دعاوی کے متعلق نہایت شرح و بسط کیساتھ بحث کی گئی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ کتاب ان لوگوں کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگی جو حضرت مسیح موعود کے دعاوی کی متعلق نیک نیتی سے کوئی شبہ یا اشتباہ رکھتے ہیں۔ نزول ابن مریم۔ دجال۔ مسیح۔ ضرورت [illegible]

تحقیق الادیان

مسئلہ تناسخ پر مباحثہ

مکرمی اخویم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے اخبار میں گذشتہ ہفتہ اُس مباحثہ کا ذکر تھا جو مولوی عبدالحق صاحب اور پنڈت رامچندر صاحب دہلوی کے مابین ہوا ہے جیسا کہ آپکو معلوم ہے۔ قریباً دو ماہ سے لاہور میں مقیم ہوں۔ لیکن اس طرح کہ گویا لاہور کی دنیا سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ جس شام کو مباحثہ ہونیوالا تھا اُسکی صبح کو مولوی عبدالحق صاحب کا ایک خط میرے پاس پہنچا کہ شام کو ساڑھے سات بجے مباحثہ ہے۔ فلاں آریہ پنڈت سے تناسخ پر بحث ہوگی۔ سوا گھنٹہ تم اور سوا گھنٹہ ہم بحث کرینگے۔ ۷ بجے ہمارے پاس پہنچ جاؤ۔ میرے موجودہ حالات و اشغال ایسے نہیں کہ میں بلاوجہ مباحثوں اور مناظروں میں اپنی ٹانگ اڑاتا پھروں لیکن صرف اس وجہ سے کہ پنڈت رامچندر دہلوی کی تقریر سننے کا عرصہ سے شوق تھا۔ اور اُن کی بہت تعریف سن چکا تھا۔ کہ آریوں میں بہترین مناظر و لیکچرار ہیں اور علوم عربیہ اور قرآن کریم سے بخوبی واقف ہیں میں نے مولوی عبدالحق صاحب کو اسی وقت لکھ بھیجا کہ میں ضرور آپ کے ہمراہ چلونگا۔ اور مباحثہ میں بھی حصہ لونگا۔ چنانچہ ہم لوگ جلسہ میں پہونچے۔ مباحثہ شروع ہوا۔ پہلے میرا ہی نمبر آیا۔ میں نے اس سے پہلے پنڈت رامچندر صاحب کو کبھی نہیں دیکھا تھا اُن کے اوصاف جو میں سن چکا تھا۔ اُن سے توقع تھی کہ خوب دلچسپ اور علمی گفتگو ہوگی اسی لئے میں نے بجائے اسکے کہ سطحی باتیں شروع کروں (جو کہ بکثرت پیش کی جا سکتی تھیں) ایک نہایت قابل توجہ لطیف اور جلد کسی نتیجہ تک پہنچا دینے اور فیصلہ کر دینے والی بات بطور خدشہ پیش کر کے پنڈت جی سے اُس کا جواب طلب کیا۔ میں حیران رہ گیا جبکہ میں نے مشہور سنجیدہ مزاج خوش تقریر ذی علم آریہ کو دیکھا کہ اس میں معقول پسندی۔ متانت۔ منصف مزاجی اسیطرح ناپید ہے جیسا کہ دوسرے آریہ مناظرین عموماً دیکھے گئے ہیں۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ پنڈت رامچندر صاحب معقول اور اصولی بحث کریں لیکن اُنہوں نے بجائے اسکے کہ میرے خدشہ کو رفع کرتے اُلٹی مجھ پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی۔ اور بار بار مجھ سے مطالبہ کرتے رہے کہ میں نے فلاں اعتراض کیا ہے اُسکا جواب دو۔ فلاں اعتراض کیا ہے اُسکا جواب دو۔ لیکن میرے خدشہ کو رد کرنے کی کوئی کوشش وہ نہیں کر سکے۔ وہ چاہتے تھے کہ خود معترض بنکر اصل بحث کو غت ربود کر دیں اور تمام وقت لا طائل بیہودہ باتوں میں پورا کر کے اپنی جان چھڑائیں۔ میں نے آخر تک اپنی پیش کی ہوئی بات اور اعتراض کو نہیں چھوڑا۔ اور اُنکی لایعنی باتوں کی طرف مطلق التفات نہیں کیا۔ میرے بعض دوستوں کو بھی مجھ سے شکایت ہوئی کہ تو نے آریہ پنڈت کے ہر ایک اعتراض کا جواب کیوں نہیں دیا۔ اور مجھ سے دوران مباحثہ میں فرمائش بھی کیگئی کہ آریہ کے اعتراضوں کی طرف توجہ کرو۔ میں خود بھی جانتا تھا کہ عوام اور جہال پر شاید اس کا بُرا اثر بھی پڑے لیکن مجھکو اس سے ہمیشہ نفرت رہی ہے کہ طرفین سے ایک شخص اپنے حریف کو ایک گالی دے اور جواب میں دوسرا دو گالیاں سنا دے اس طرح مباحثہ ایک نہایت بیہودہ جلسہ بنجاتا ہے اور کوئی سمجھدار شخص ایسے جلسہ سے کوئی مفید علم نہیں حاصل کر سکتا۔ ایسے مباحثوں سے جن میں کوئی معقول اور اصولی طریقہ افہام تفہیم کا نہ اختیار کیا جائے اور عامیانہ گالی گلوچ سے کام لیا جائے بٹیر بازی اور مرغ بازی کے جلسے اچھے۔ میں نے دیکھا کہ رامچندر صاحب اپنی چالاکی سے کام لینا چاہتے تھے اور وقت کو ٹال رہے تھے۔ ممکن ہے کہ عوام اور جاہل لوگ کچھ نہ سمجھے ہوں لیکن سمجھدار آریوں کے دلوں پر رامچندر صاحب کی کمزوری کا اثر ہوئے بدون نہ رہا۔ اور میں نے اگلے روز دو ہندوؤں کو آپس میں باتیں کرتے ہوئے سنا کہ حق بات یہ ہے کہ پنڈت ن سے مولوی کی انگلی کاٹنے والی بات کا جواب کچھ نہیں دیا گیا۔ انجام کار پریسیڈنٹ نے مجھکو روک کر اعلان کیا کہ وقت کا آدھا حصہ یعنی سوا گھنٹہ ختم ہو گیا ہے میرے بعد مولوی عبدالحق صاحب نے رامچندر صاحب کی اُس خواہش کے موافق جو اُنکو مجھ سے تھی سفوفی بحث شروع کی اور تناسخ کے صحیح ہونے کا مطالبہ کیا تو پنڈت صاحب کوئی معقول بات نہ کہہ سکے۔ اس مباحثہ سے معلوم ہوا کہ پنڈت رامچندر صاحب کی جو شہرت میں نے سُنی تھی وہ حقیقت کا صلیت سے کوسوں دور تھی۔ اُنہوں نے قرآن شریف کی آیتوں کا پڑھنا کسی سے سیکھا ہے۔ اور مسلمانوں کی طرح آیتوں کو پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن عربی زبان اور علوم عربیہ سے وہ قطعاً نابلد معلوم ہوتے ہیں اُنکی طلاقت لسانی بھی اُس پایہ کی نہیں جیسی کہ شہرت ہے۔ اُنکے طریق استدلال میں بھی کوئی خاص قوت نہیں دیکھی گئی۔ نہ اندازِ بیان میں کوئی دلربا ادا نظر آئی۔ مثل دوسرے آریوں کے وہ بھی ایک معمولی آریہ ہیں اور اُن میں وہ سب کچھ ہے جو دوسرے آریوں میں مباحثوں اور مناظروں کے وقت نظر آتا ہے آج آپکے ۱۷ فروری کے پرچہ میں پھر اُس مباحثہ کا تذکرہ دیکھکر مجھکو یہ چند سطور لکھنے کی تحریک ہوئی۔ اب میں ذیل میں تناسخ پر اپنے اُس خدشہ کو پیش کرتا ہوں۔ جو پنڈت رامچندر صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ پنڈت رامچندر صاحب یا اور کوئی آریہ اگر اس خدشہ کو رفع کرنا چاہیں تو بذریعہ تحریر افہام تفہیم کے سلسلہ کو جاری رکھ سکتے ہیں۔ اور خط و کتابت کے لئے میرا پتہ یہ ہے:-

مسلم ہائی سکول۔ مکلوڈ روڈ۔ لاہور۔

تناسخ پر اعتراض

۱- ”اہل تناسخ کا تمامتر استدلال یہ ہے کہ دنیا میں اختلاف حالات موجود ہے کوئی نیک ہے کوئی بد۔ کوئی آرام میں ہے کوئی تکلیف میں۔ اس کی کوئی معقول وجہ ہونی چاہئے۔ کیونکہ پرمیشر کسی کو بلاوجہ تکلیف میں نہیں ڈالتا۔ اور وہ وجہ سوائے اسکے کیا ہو سکتی ہے کہ اس روح نے کسی گذشتہ جنم میں ایسے افعال کئے ہونگے جو موجودہ جنم کے لائق ہوئی“!

ہم کہتے ہیں۔ کہ انسان کو جو کچھ تکالیف یا مصائب پیش آتے ہیں۔ وہ سب بطور سزا کے نہیں ہوتے بغرض تربیت بھی ہوتے ہیں تاکہ قوائے انسانیہ کی مناسب تہذیب و ترقی ہو جو بغیر مصائب کے ممکن نہیں جو شخص اچھا سوار بننا چاہے وہ بارہا گریگا بھی۔ یہ کہنا کہ سوار بننے کی خواہش ہی اُس شخص کے دل میں پیدا ہوگی۔ جسکو اپنے گذشتہ اعمال بد کے سبب اِس زندگی میں گرنا ہوگا۔ محض دعوے ہے۔ بلکہ تعذیر کا اعتراف ہے جس پر آریہ معترض رہا کرتے ہیں۔ پھر یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ مثلاً سوار بننے کی خواہش کو ترک کر دیتا ہے تو اُن تکالیف سے بھی بچ جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ تکالیف گذشتہ اعمال کی سزا نہیں بلکہ اس کمال کے حاصل کرنے کی سیڑھیاں ہیں۔

۲- چونکہ اس زندگی کے اکثر بلکہ تمام وقائع کا کوئی نہ کوئی سبب غور کرنے سے معیّن ہو ہی جاتا ہے اس لئے عقلمند اہل تناسخ صرف پیدائشی اختلاف حالات کو عقدۂ لاینحل کے طور پر پیش کیا کرتے ہیں کہ ”بعض لوگوں کو خدا تعالیٰ نے اندھا کیوں پیدا کیا۔ اور جب خدا تعالیٰ ظالم نہیں تو ضرور اس کا سبب تناسخ ہے“!

لہٰذا امور ذیل پر توجہ کی جائے:-

(الف) اگر ماں باپ کو آتشک وغیرہ کوئی مرض ہو تو اولاد میں لامحالہ منتقل ہوگا۔ اور بچہ کی اس پیدائشی آتشک کا سبب خود بچہ کے گذشتہ اعمال نہیں بلکہ والدین کی شرارت یا غفلت ہوگی۔

(ب) جب ایک معلول کے لئے ایک سبب کافی معین ہو جائے تو دوسرے سبب کی تلاش خلاف حکمت ہے۔ البتہ اگر اوپر کی مثال میں ماں باپ کی آتشک بچہ کی بیماری کے لئے سبب کافی نہ ہو تو اور کسی سبب (بچہ کے گذشتہ اعمال وغیرہ) کی تلاش کی جائے۔

(ج) انسان جس طرح غفلت یا شرارت سے اپنی انگلی چاقو سے کاٹ سکتا ہے اسی طرح دوسرے کی بھی کاٹ سکتا ہے اور یہ دونوں قسم کی خرابیاں وہ اپنے ارادہ و اختیار سے عمل میں لاتا ہے نہ گذشتہ اعمال کے اثر سے۔

(د) اگر اعتراض ہو کہ ”زید نے اپنے ضرر رساں ارادہ کا شکار عمرو کو کیوں کیا۔ بکر یا خالد کو کیوں نہ کیا۔ ضرور ہے کہ عمرو سے اس فعل کا کوئی خاص مخفی تعلق ہے۔ یعنی گذشتہ جنم کے مجموعی افعال نے عمرو کو زید کی چھری کا شکار کرایا ہے“! تو جواب یہ ہے کہ جب نیکی یا بدی ہر شخص اپنے ارادہ و اختیار سے کر سکتا ہے تو اُسکے لئے منفعل کا انتخاب بھی اپنے ہی ارادہ و اختیار سے کر سکتا ہے۔ پس یہ کہنا کہ زید نے عمرو کو انتخاب تو گذشتہ جنم کے اعمال کی وجہ سے کیا اور اُسکو زخمی اپنے ارادہ و اختیار سے کیا بالکل لایعنی ہے۔ علاوہ ازیں قاعدہ ہے کہ جب کوئی چیز ثابت ہو جاتی ہے تو وہ اپنے تمام لوازمات کے ساتھ

ہیں آباد ہے۔ انہوں نے جیسا کہ ایک تازہ تار سے معلوم ہوتا ہے وشتہ ایڈیا پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور سیبا سٹاپول کی طرف پیشقدمی کر رہے ہیں تانگا شیر پر قطرا ہے۔ کازان یا اور نانا ن کے تاتاریوں کو یورپ و ایشیا کا ایک بے مثل اختلاط بنا ہوا ہے۔ اگرچہ لوگ مدتوں سے روس کی رعایا ہیں اور ان کے گردو پیش روسی آبادی ہے۔ تاہم انہوں نے اپنی مذہبی خصوصیات کو قائم رکھا ہے۔ اور یورپ کے اس حصہ کی تمدنی و اقتصادی ضروریات کا جزو لاینفک ہو گئے ہیں۔ باکو کے تاتاریوں سے اتحاد پیدا کر کے انہوں نے تمام مسلمانان روس میں بیداری پیدا کرنے کی ایک زبردست تحریک شروع کی ہے ان کا مقصد یہ ہے۔ کہ وہ بیس لاکھ روسی مسلمانوں کی ایک زبردست جمعیت بنالیں۔ مسلمانان روس کے اسلامی عقاید کو درست کریں۔ اور روس کے خارجہ اصول عمل پر اثر ڈالیں۔ ابھی آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا +

حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی

ان حالات کو پیش نظر رکھ کر خدا کے اس مامور کی سچائی کستمد اظہر من الشمس ہوتی ہے۔ جس نے آج سے ایک مدت پہلے اس ہولناک جنگ کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ ۔

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

صرف زار ہی کے متعلق نہیں۔ بلکہ روس کے ان حالات کی بھی آپ نے نہایت صاف الفاظ میں آج سے ایک مدت پہلے خبر دی جن کا لفظ لفظ اس برگزیدہ الٰہی کی صداقت اور بزرگی کو اظہر من الشمس کرنے والا ہے۔

اپنی کتاب نشان آسمانی (شہادت الملہمین) کے آخری صفحہ پر شاہ نعمت اللہ ولی کے ایک شعر کے معنے کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"اس شعر کے صحیح معنے یہ ہیں۔ کہ اس مسیح کے ظہور کے بعد ترکی سلطنت کچھ سست ہو جاویگی اور سلطنت کا مخالف یعنے روس فتحیابی کا کچھ اچھا پھل نہیں دیکھیگا۔ اور آخرکار فتح کا سرور جاتا رہیگا۔ اور خمار رہ جائیگا" (شہادت الملہمین یا نشان آسمانی۔ آخری صفحہ)

کیا یہ الفاظ اس مامور من اللہ کی صداقت کو ظاہر کرنے والے نہیں۔ کیا کسی دروغگو مفتری کا یہ کام ہو سکتا ہے۔ کہ وہ آنے والے واقعات کی یوں قبل از وقت جبکہ ان کا کوئی علم نشان نہ پایا جاتا ہو خبر دے۔ اور وہ من وعن طور پر پوری ہو کر رہے ۔

گوش حق بنوش اور چشم حق بین درکار ہے

لاہور کے ہوٹلوں میں بندش شراب کی درخواست

یہ امر موجب مسرت ہے کہ لاہور کے تمام سکولوں اور کالجوں کے پرنسپلوں نے متفقہ طور پر ایک عرضداشت مسٹر سی ایم کنگ ڈپٹی کمشنر لاہور۔ کی خدمت میں ارسال کی ہے جس میں انہوں نے یہ التماس کی ہے کہ پنجاب کے ہوٹلوں میں شراب کی فروخت کو بند کیا جائے۔ اور آئندہ سال کے لئے کسی ہوٹل کو بھی فروخت شراب کا لائسنس نہ دیا جائے۔ اس درخواست کی ضرورت تو یوں لاحق ہوئی ہے کہ بعض طلبا کو کالج ہوسٹلوں میں جگہ نہ ملنے کے باعث ہوٹلوں میں جا کر رہنا پڑتا ہے جہاں نہ صرف شراب وغیرہ سے ہی مہمانوں کی تواضع کی جاتی ہے۔ بلکہ کچھ عرصہ سے بعض ہوٹل مخرب اخلاق عورتیں بھی مہیا کرتے ہیں۔ ان حالات میں ان ہوٹلوں کے اندر طلباء کا ٹھہرنا ان کے لئے سم قاتل ہے۔ اس لئے ہمیں امید ہے کہ مسٹر سی ایم کنگ جو پیشتر ازیں امرتسر میں بحالت ڈپٹی کمشنری انسداد مے نوشی میں قابل قدر سرگرمی سے کام لیتے رہے ہیں اس درخواست کو منظور فرما کر نہ صرف طلباء کو ہی ان تباہ کن مضرات سے بچانے میں کوشاں ہونگے۔ بلکہ ان دیگر اشخاص کی کی بھی بہتری کا موجب ہونگے۔ جن کو ان ہوٹلوں میں ٹھہرنا پڑتا ہے۔ لاہور میونسپلٹی نے بھی سنا جاتا ہے۔ کہ شراب فروشی کے خلاف ایک ریزولیوشن پاس کیا ہے مگر جب تک عملی طور پر اس کا نفاذ نہ ہو میونسپلٹی کے کاغذات پر زرا الفظوں کے لکھے رہنے سے تو کچھ فایدہ نہیں ہو جاتا۔ ضرورت ہے۔ کہ اس بارہ میں ایک متفقہ آواز بلند کر کے فروخت شراب کو قطعاً رکوا دیا جائے اور کمزور طبائع کے لئے یہ زبردست ترغیب بھی نہ رہنے دی جائے +

ایک ہیڈ ماسٹر کی زبان درازی آنحضرت صلعم کی نسبت

معاصر وکیل اس خبر کا ذمہ وار ہے۔ کہ "باڑھ (بہار) کے ایچ ای سکول کے ہیڈ ماسٹر نے حال میں طلبا سے یہ سوال پوچھا کہ محمد ... تھا یا انسان" (نعوذ باللہ من ذالک) جب مسلمان طلبہ کی مذہبی حمیت نے اسے ادب کے ساتھ سمجھایا۔ تو اس شقی القلب نے ان سب کی ٹھی سے تنبلی مسلمان طلبا نے اسپر مدرسہ جانا چھوڑ دیا۔ اور اس زبان دراز کے خلاف مقدمہ عدالت میں دائر کر دیا گیا ہے" +

معلوم نہیں ہیڈ ماسٹر صاحب کو ایسا سوال کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی نہ یہ بتایا گیا ہے۔ کہ کس موقعہ پر یہ سوال کیا گیا۔ لیکن بہرحال یہ واقعہ اگر صحیح ہے۔ تو ہیڈ ماسٹر کے ان لایق نفرین الفاظ پر جس قدر بھی سزا کا اسے مستوجب ٹھیرایا جائے کم ہے۔ تعجب ہے۔ کہ برطانوی حکومت کے عدل والنصاف کے زمانہ میں اس قسم کے واقعات آئے دن پیش آتے ہیں۔ آئے دن مسلمانوں کو ایسے ہی دلخراش اور ظالمانہ برتاؤ کا تختہ مشق بننا پڑتا ہے الہ آباد یونیورسٹی کے پرچہ امتحان میں بھی گذشتہ سال کس قدر دلخراش الفاظ آنحضرت صلعم کے متعلق کسی ظالم طبع نے استعمال کئے تھے۔ پھر اس کے علاوہ بعض مقامات پر اذان یا جمعہ وغیرہ کی بندش کے واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں۔ اور مساجد وغیرہ پر تصرف بیجا اور ان کا انہدام اس سے علاوہ ہے۔ کیا یہ واقعات کچھ کم دلخراش اور نفرت انگیز ہیں۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو کہا کرتے تھے۔ کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ وہ آئیں اور دیکھیں کہ لوہے کی تلوار سے بھی زیادہ مجروح کرنے والی چیز (زبان) کو کون استعمال کرتا۔ اور کروڑہا دلوں کو ایک آن میں پاش پاش کر دیتا ہے +

کیا کبھی بالمقابل مسلمانوں سے بھی ایسی حرکات سرزد ہوئیں۔ اسی سے سمجھ لو کہ بزور شمشیر اسلام پھیلانے کا الزام کس قدر بے بنیاد بلکہ المرء یقیس علی نفسہ کا مصداق ہے۔ جب اس امن وامان کے زمانہ میں بھی زبان چلانے سے دریغ نہیں کیا جاتا۔ تو حالت اقتدار میں کیا کچھ نہ کیا جاتا ہوگا +

بہرحال یہ واقعات حکومت کی فوری توجہ کے محتاج ہیں۔ اور ہمیں امید ہے۔ کہ طلبہ کا عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا ان زخموں کے اندمال کا موجب ہوگا +

لالہ ہنسراج جی کی توجہ کے قابل

اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے معاصر "وکیل" رقمطراز ہے۔

"ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ بہار میں خصوصیت سے کیوں اس قسم کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں"

لیکن ہم اپنے لایق معاصر کو بتانا چاہتے ہیں۔ کہ صرف بہار ہی نہیں جہاں اس قسم کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ بلکہ خود ہمارے پنجاب میں بعض ایسے لوگ موجود ہیں جو بظاہر دیکھنے کو تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہیں۔ قوموں کے لیڈر ہیں۔ لیکن یہ تمام روشن خیالی کافور ہو جاتی ہے۔ جب پبلک مجمعوں کے اندر کھڑے ہو کر وہ تقریریں کرتے اور اپنی لیڈری کے جوہر دکھاتے ہیں۔ انہی لوگوں میں سے ایک ہمارے لاہور کے مشہور آریہ سماجی لیڈر لالہ ہنسراج جی بھی ہیں۔ جو قبل ازیں اکثر مرتبہ اپنی تقاریر میں اپنی تاریخ دانی سے مسلمانوں کے دلوں کو صدمہ پہنچا چکے ہیں۔ وہ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں۔ کہ کوئی نہ کوئی واقعہ اپنی طرف سے اس مطلب کا گھڑ کر جس سے یہ معلوم ہو۔ کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ پبلک جلسوں کے اندر سنا سنا کر اپنے ہم قوموں کو مسلمانوں کی طرف سے نفرت دلاتے رہیں۔ لالہ صاحب کے بعض اس قسم کے بیانات پر ہم پیشتر ازیں بھی نوٹس لے چکے ہیں اور اب پھر آریہ ویدک سماج انارکلی لاہور کے جلسہ میں جو تقریر انہوں نے کی ہے اسکے ذیل کے الفاظ پر ہم مجبور ہیں کہ قابل اعتراض ہونے کی شکایت کریں۔ انہوں نے کہا

"اورنگ زیب کے وقت اگر دو بھائیوں کا جھگڑا ہو جاتا۔ تو جو بھائی مسلمان ہو جاتا اس کو فوراً مقدمہ میں فتح دی جاتی تھی"

ہم پوچھتے ہیں کہ لالہ صاحب کیا کوئی ثبوت کسی معتبر تاریخ کے حوالہ سے دے سکتے ہیں کہ اورنگ زیب نے کبھی مقدمہ میں ایسا کیا ہو یا وہ اس ... واقعہ ہمیں بتا سکتے ہیں۔ اور ان دو ہندو بھائیوں کے نام وغیرہ سے اطلاع دے سکتے ہیں۔ جن کے ساتھ ایسا معاملہ ہوا ہو۔ صرف ایک ہی اس قسم کی مثال کافی ہے۔ لیکن لالہ صاحب ہرگز ایسی کوئی مثال پیش نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہم حق بجانب ہیں۔ اگر ان کی تاریخ دانی اور جھوٹے قصے بنا کر مسلمانوں کے اوپر بہتان باندھنے اور سب سے بڑھ کر اسلام کے جبر پھیلنے کے غلط خیال کو دلوں میں راسخ کرنے کی شکایت کریں۔ علاؤالدین خلجی کے عہد میں مسلمان ہندوؤں پر آدھا اور ہندوؤں پر دگنا محصول لگنے کی شکایت جو لالہ صاحب نے کی ہے۔ وہ بھی لالہ صاحب جیسے تعلیم یافتہ انسان کے منہ سے کچھ موزوں معلوم نہیں ہوتی۔ کیا آج گورنمنٹ انگریزی کو وہ کوئی بھی ٹیکس ادا نہیں کرتے۔ پھر ہر سر حکومت قوم کا کیا یہ حق نہیں کہ وہ اپنی دوسری رعایا سے جن کی حفاظت کا اس نے ذمہ لیا ہے۔ اس ذمہ واری کے بدلے کمی قدر زیادہ رقوم جزیہ یا مالیہ وغیرہ وصول کیا کرے۔ اگر ضرورت ہوگی تو ہم اس حق کو بعض دوسری قوموں کی کو غلط پیرایہ میں پیش کر کے انہوں نے اسلام کو بدنام کرنے اور لوگوں کے دلوں میں اس کے متعلق نفرت پیدا کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ کیا یہ اسلام کے ساتھ ان کے بے وجہ بغض کو ظاہر نہیں کرتا۔ کیا ہم امید کریں۔ کہ لالہ صاحب ہماری شکایت کی طرف توجہ فرمائینگے۔ اور آئندہ ایسی ناواجب باتوں سے احتراز کرینگے ؟

اسلام کا نشان ختنہ نہیں

اپنے اسی لیکچر میں لالہ صاحب چوٹی اور یگیوپویت (جنیئو) کی اہمیت کو جتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"اسلام کی نشانی ہے سنت"

سنت سے لالہ صاحب کی مراد شاید ختنہ ہے۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ختنہ اسلام کی کوئی اس قسم کی نشانی ہرگز نہیں۔ جیسے ہندوؤں میں چوٹی (جنیئو) کو سمجھا جاتا ہے۔ کہ وہ ہے تو سب کچھ ہے۔ ورنہ کچھ بھی نہیں۔ جیسے کہ خود لالہ صاحب ہی فرماتے ہیں کہ

"اگر نہ چوٹی ہے نہ یگیوپویت تو کچھ بھی نہیں"

اسلام کا مدار محض کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ہے جس شخص کے دل میں یہ راسخ ہو جائے۔ جس کا یہ نشان ہے۔ کہ وہ زبانی اقرار کے ساتھ عملی طور پر بھی اسپر کاربند ہو۔ وہی سچا مسلمان ہے۔ اور یہی اس کی نشانی ہے۔ ختنہ وغیرہ سے کیا بنتا ہے۔ اگر دل اندر سے مسلمان نہیں۔ ہاں یہ سنت ابراہیمی بیشک ہے۔ کہ ہم حضرت ابراہیم کی اتباع میں انکے اللہ تعالےٰ سے وعدہ کے مطابق بجا لاتے ہیں۔ لیکن لالہ صاحب اگر مسلمان ہوں تو وہ بیشک اس کو بجا نہ لائیں۔ اس سے وہ اسلام سے خارج نہیں ہو جائینگے۔ ہاں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اقرار کی ضرورت ہے۔ ورنہ اگر ختنہ ہی مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہو اور یہی اسلام کا ... نشان ہو۔ تو ڈر ہے کہ اس افترا کے ساتھ کہ اورنگ زیب سوا من جنیئو توڑے بغیر ہر روز روٹی نہیں کھایا کرتا تھا۔ لالہ صاحب کے ہم خیالوں کو ایک اور جھوٹ یہ بھی ملانا پڑے کہ ان ہزاروں ہندوؤں کے جو سوا من جنیئو ٹوٹنے سے مسلمان ہوں۔ ہر روز ختنے بھی ہوتے تھے۔ مگر امید نہیں کہ لالہ صاحب ان دونو باتوں کو صحیح سمجھتے ہوں +

آریہ گزٹ کی مایہ ناز فتح اور آریہ سماج کو چیلنج

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں ہم نے پیسہ اخبار کے ایک نامہ نگار کی اس لغو بیانی کو رد کیا تھا۔ کہ آریوں سے مباحثات کرنے کے لئے کوئی ذمہ وار آدمی جانا نہ چاہیئیں۔ ہمیں کیا خبر تھی کہ اس کے اندر کوئی ایسی بات بھی ہے جو معاصر آریہ گزٹ کے ایڈیٹر لالہ خوشحالچند جی کو آریہ سماج کی فتح کے شادیانے بجانے اور دیوں کرنے کی ادارت پر یہی عقلمندی کے جامہ سے باہر ہو جانے پر مجبور کرے گی۔ ایک معمولی بات تھی، کسی مجہول الحال نے بعض مدیروں سے عناد رکھنے کے باعث ایک بیہودہ فقرہ لکھ دیا۔ جیسے ہمیشہ لوگ ایک کی دشمنی میں دوسرے دشمن کی جو اس سے بھی زیادہ دور ہوتا ہے حمایتیں کھڑے ہو جاتے ہیں ویقولون للذین کفروا ھٰؤلاء اھدی من الذین اٰمنوا سبیلا۔ تاہم آریہ گزٹ نے اسپر خوشی منائی۔ اور یہ نہ لکھا کہ پنڈت رامچندر کی کونسی بات تھی جو معقولیت کا پہلو رکھتی تھی۔ اور جس کا جواب اسی وقت نہایت معقولیت کے ساتھ مولوی عبدالحق صاحب نے نہیں دیا۔ اور بالمقابل ان کی اس بات کو کہ تناسخ کے صحیح ہونے کی وجہ سے کوئی عقلی دلیل پیش نہیں کی جا سکتی۔ کہاں تک پنڈت صاحب توڑ سکے۔ ہم نے اسی کو اپنی رپورٹ میں وضاحت کے ساتھ لکھا بھی تھا۔ اور آج کسی دوسری جگہ مولوی اکبر شاہ خانصاحب کا بھی ایک مراسلہ شائع کیا جاتا ہے جنہوں نے بھی اپنی بحث اور سوال جواب طلب کو لکھ دیا ہے۔ آریہ گزٹ کو اگر اپنی یا اپنے حمایتی مسلمان کی غلط بیانی کو معلوم کرنا ہو۔ تو وہ مولوی صاحب کی دعوت کے مطابق جو انہوں نے اسی مضمون پر تحریری بحث کے لئے آریہ سماج کو دی ہے۔ اس مضمون پر قلم اٹھائے خواہ اپنے اخبار میں یا اگر ضرورت ہو۔ اور ہمارے صفحات اس کی اجازت دیں۔ تو ہم ہی ان کے جواب کو بھی شائع کر دینگے۔ اور یوں یہ تحریری بحث کا سلسلہ چلتا رہیگا (جس میں حسب ضرورت دوسرے بھی دخل دے سکتے ہیں) جس سے اس مضمون پر اچھی روشنی پڑنے کے علاوہ یہ بھی صاف ہو جائیگا کہ آج مذہبی میدان میں خم ٹھونک کر کون کھڑا ہے۔ اور وہ کہاں تک اس ذمہ واری میں پورا اترتا ہے۔ ... اس میں کامیاب نہیں ہوتے "... کہانتک ... صحیح ہے۔ جب آریہ گزٹ کو خوشی کا الہام ہوا۔

کیا ہمارا لایق معاصر اور ایسا ہی دیگر آریہ سماجی مثلاً پنڈت رام چندر جی یا پنڈت بھگوت دت جی بی اے اس طرف متوجہ ہونگے ۔ اور (مولوی

منقولات

مسئلہ موت و حیات

(ایک لبرل مسلمان کے قلم سے)

قلت و کثرت کا سوال

(۱)

آج ہندوستان میں برادران وطن کی کثرت کو دیکھکر ہمارے اوسان خطا ہوئے جاتے ہیں۔ جس مسلمان کو دیکھو اپنی قلت سے نالاں اور ہندوؤں کی کثرت سے ترساں نظر آتا ہے۔ ہر شخص کی زبان پر یہی کلمہ جاری ہے۔ کہ ہم تعداد میں بہت کم ہیں۔ ... تے ہیں نمک کے برابر ہیں۔

مجموعی طور پر ہندوستان میں ہماری ہستی صرف اس قدر ہے۔ کہ چار ہندوؤں کے مقابلہ میں صرف ایک مسلمان ہے۔ اور بعض صوبجات میں تناسب آبادی صرف سات اور پندرہ فیصدی سے بھی کم ہے۔

آؤ۔ ہم غور کریں۔ کہ کیا واقعی یہ خیالات صحیح ہیں یا ان میں کچھ مبالغہ بھی ہے۔

سنہ ۱۹۰۱ء کی رپورٹ مردم شماری سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی کل ہندو آبادی کی تعداد ۲۴ کروڑ ہے۔

مسلمان ساڑھے چھ کروڑ سے کچھ زائد ہیں۔

مگر اصلیت یہ ہے کہ ۲۴ کروڑ ہندوؤں میں سے نصف کے قریب ہندو کہلانے کے مستحق ہیں۔ باقی نصف نہ اپنے آپ کو ہندو سمجھتے ہیں نہ ہندو اُن کو اپنے میں شمار کرتے ہیں۔

ڈاکٹر یو۔ین مکرجی "ہندو قوم مر رہی ہے" میں لکھتے ہیں۔ کہ "متحدہ بنگال میں ایک کروڑ ۹۱ لاکھ ہندو ہیں۔ جن میں سے ۱۰ فیصدی سے کم برہمن اور اعلیٰ ذات کے ہندو اور ۱۶ فیصدی نو اسکھ اور دیگر صفائی پسند ذاتیں ہیں۔ تین فیصدی اور بھی صفائی پسند ذاتیں متصور ہوتی ہیں۔ ۹۰ فیصدی نیچ ذات کے لوگ ہیں۔ ان کے ہاتھ کا چھوا ہوا پانی ناپاک سمجھا جاتا ہے۔

باقی ۲۸ فیصدی ایسے رذیل اور ادنے لوگ ہیں کہ برہمن لوگ اُن کا سنسکار نہیں کراتے۔ اُن کی شکل دیکھنا پاپ سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اُن کا سنسکار کرائے یا اُن میں شامل ہو تو برادری سے خارج کیا جاتا ہے کل ہندوؤں میں سے ۴۲ فیصدی ناپاک تصور کئے جاتے ہیں"

گویا بنگال کے ایک کروڑ ۹۱ لاکھ ہندوؤں میں سے قریباً ۸۰ لاکھ آدمی ایسے ہیں۔ جو حقیقت میں ہندو قوم میں شامل نہیں کرنے چاہئیں ہندو نہ اُن سے رشتہ کرتے ہیں۔ نہ اُن کے شادی و غم کے مراسم بجا لاتے ہیں نہ اُن کے ہاتھ کا چھوا ہوا کھاتے ہیں بلکہ اُن کی شکل تک دیکھنی بھی پسند نہیں کرتے۔ اور یہ صرف عجائبات مردم شماری میں داخل ہے۔ کہ وہ لوگ ہندو لکھے جاتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہندو وہ سمجھا جاتا ہے جو مسلمان۔ عیسائی۔ جینی۔ بدھ۔ سکھ اور یہودی نہ ہو

ایک دفعہ ہندو اخبارات میں بہت دنوں یہ مسئلہ زیر بحث رہا۔ کہ ہندو کی تعریف کیا ہے؟ اور باوجودیکہ ہندو قوم کے بہترین دل و دماغ کے اہل الرائے اصحاب نے اس مسئلہ پر توجہ کی پھر بھی کوئی صحیح تعریف ہندو قوم کی مرتب نہ ہو سکی۔ البتہ اُن تحریروں کا ماحصل یہ تھا کہ وہ لوگ جن کے سر پر چوٹی اور گلے میں جنیئو ہو۔ جو اپنے مُردوں کو جلاتے یا دریا میں بہاتے ہوں۔ مورتی پوجا اور عجائب پرستی جن کا مذہب ہو۔ وید کو الہامی کتاب جانتے۔ کرشن بھگوان کو خدا کا اوتار۔ مہابھارت اور رامائن کے قصوں پر ایمان رکھتے۔ مسلمانوں سے چھوت چھات کرتے ہوں وہ ہندو ہیں۔

ایک قوم پرست ہندو نے ہندو قوم کی تعریف ان الفاظ میں کی تھی:۔

"ہندو وہ ہیں جو سائنس کے دشمن ہوں۔ سرستی پوجا کو چھوڑ کر لکشمی پوجا کریں۔ ہندو وہ ہیں جو دنیا میں ناکام رہ کر دنیا کو فانی کہہ کر فقیر بن جائیں اور دنیا اور عاقبت دونوں حاصل نہ کر سکیں۔ ہندو وہ ہیں۔ جن کا چہرہ زرد ہو۔ گھٹنوں تک دھوتی باندھتے ہوں اور کرشن بھگوان کی گیتا کی تعلیم کو چھوڑ کر (جس میں دھرم کے لئے جنگ کرنا بتلایا گیا ہے) یسوع مسیح کی تعلیم کو کہ "اگر کوئی تیرے ایک گال پر طمانچہ لگائے تو دوسرا گال بھی آگے کر دو" پر عمل کریں۔ ہندو وہ ہیں کہ اگر کوئی ٹھوکر مارے تو اس کے قدم چوم لیں۔ ہر وقت اس دھن میں رہیں۔ کہ بغیر ایثار اور حرکت کے ہمارے حقوق لقمہ کی طرح منہ میں آپڑیں۔ ہندو وہ ہیں جو پُرانی باتوں کی تحقیقات نہ کریں اور نئی تحقیقات سے متنفر ہوں ... [illegible]

اسی ایڈیٹر وکیل نے لکھا تھا کہ

"ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ ہندوستان کے ۱۵ - ۲۰ کروڑ ہندو اس تعریف کو قبول کریں گے یا نہیں۔ لیکن مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے کہ جو باتیں ہندوؤں کی تعریف میں بیان کی گئی ہیں۔ کیا وہ اُن میں تو نہیں پائی جاتیں؟"

میرے خیال میں ہندو کی تعریف یہ ہے کہ

"جو اپنے بزرگوں کی عزت کرتے ہوں۔ ہر ہندو کے کمال کی دل سے داد دیتے ہوں۔ اور اُس کے عیبوں سے چشم پوشی کرکے صرف اُسکی خوبیوں اور نیکیوں پر نظر رکھتے ہوں۔ اپنے بزرگوں لیڈروں اور مذہبی پیشواؤں کے لباس، شکل و صورت، ہیئت داڑھی۔ مونچھ حرکات و سکنات کا تمسخر نہ اُڑاتے ہوں۔ اُن کی ادبی۔ تاریخی اور تلفظ کی غلطیاں نکالنے کی بجائے اُن کے کلام کو گھنٹوں مؤدب بیٹھکر بڑے پریم سے سنتے اور اُس پر عمل کرتے ہوں۔ ہندو وہ ہیں جو تجارت صنعت و حرفت میں دن رات مصروف رہیں۔ ترقی کرنا چاہتے۔ اور ترقی کے لئے زندہ ہوں۔ جن کے بچے۔ جوان۔ بوڑھے صرف ایک ہی واحد نصب العین کو مدنظر رکھتے ہوں۔ کہ ہندو مذہب کو ترقی دو۔ نیچ ذاتوں کو اپنے میں شامل کرکے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ اور غریب سے لیکر امیر تک ہندو قوم کی خدمت میں نہ روپیہ کی پرواہ کرتے ہوں۔ نہ وقت کی نہ عزت و نیاوی کے طالب ہوں نہ جان کو اُس سے عزیز سمجھتے ہوں۔ اور صحیح معنوں میں قوم پرست۔ مذہب پرست۔ اور وطن پرست ہوں۔"

مگر کیا زندہ رہنے کے لئے کسی بڑی تعداد کی ضرورت لازمی ہے؟

کیا پارسی قوم عزت و امارت کی قابلِ رشک زندگی کی مالک و مختار نہیں۔ پھر خدارا بتلاؤ کہ اُن کی تعداد ہندوستان میں کتنی ہے؟

کیا ہماری تاریخ سے یہ ثابت نہیں کہ جب ہم تعداد میں بہت ہی تھوڑے تھے۔ قلیل تھے بے سروسامان تھے۔ اُس وقت فتح و نصرت۔ علم و ادب۔ سلطنت و شوکت کا پھریرا چار دانگ عالم میں اُڑاتے نہیں پھرے؟

کیا خالد رضی اللہ عنہ کی تلوار خارا شگاف نے مہذب و منظم قیصر روم کی جرار ٹڈی دل ہیکل فوج کے پُرزے نہیں اُڑا دیئے تھے؟

کیا محمود غزنوی الغازی نے ہزاروں میل کا سفر کرکے عین ہندوستان کے جگر میں سومنات کے مقابل ایک ایک مسلمان سے بیس بیس ہندوؤں کا مقابلہ نہیں کیا۔ اور کیا وہ غالب نہیں آیا تھا؟

راجپوتانہ کے بے آب و گیاہ صحرا میں وہ چند قدسی صفات مسلمان ہی تھے۔ جنہوں نے تبلیغ اسلام کے جوش میں اپنے اخلاق و اعمال میں ایسے ایسے نمونے دکھائے کہ بہتوں کو حلقہ بگوش اسلام بنا لیا تھا۔

کیا فتنہ چنگیزی میں جب لاکھوں مسلمان تلوار کے گھاٹ اُتار دیئے گئے اور زمین اُن کے خون سے دریائے خون بن گئی۔ یہاں تک کہ دُنیا نے یقین کر لیا کہ اسلام دُنیا سے مٹ گیا۔ اُسوقت باقیماندہ دل شکستہ چند ہی گنتی کے مسلمان تھے جن کے ہاتھوں پر فاتح کفار مسلمان ہوکر غلامِ غلامانِ اسلام بن گئے؟

یہ اسلام کا ایک ادنیٰ ترین کرشمہ تھا کہ چند کمزور مسلمان قسطنطنیہ کی دیواروں تک جا پہنچے۔ اور اسلام کا علم سربلند کیا۔

طارق بن زیاد چند مسلمانوں کو لیکر فرسودہ جہازوں میں بیٹھ کر اسپین پر چڑھ دوڑا اور جہازوں کو آگ لگاکر راہِ فرار کو آتشیں بنا دیا۔ انہی چند مسلمانوں کی مساعی کا نتیجہ تھا کہ اسپین حلقہ بگوش اسلام بنا۔ اور ایسا بنا کہ تمام یورپ نے علم و حکمت ہمارے ہسپانی بھائیوں ہی سے حاصل کیا ہے۔ "یہ سب پود انہیں کی لگائی ہوئی ہے"!

موسےٰ بن نصیر نے مراکش کو فتح کرکے بحر الکاہل میں گھوڑا ڈالدیا گو یا عرصۂ زمین اُس کی فتوحات کے بالمقابل تنگ ہو گیا تھا ورنہ وہ اور آگے بڑھتا چلا جاتا۔

زیادۃ اللہ نے اغلبی اور سارڈینیا میں اس گمنام و قلیل ترین جماعت کو صحرائے عرب سے نکالکر روما کی سلطنت کا وارث بنا دیا جن کا اثاث البیت۔ نیزہ۔ تلوار۔ تکی۔ کھجور اور اونٹ کے سواء اور کچھ نہ تھا۔

قتیبہ بن مسلم ترکستان و تاتار کو روندتا ہوا دیوارِ چین کے سامنے جا خیمہ زن ہوا۔ پھٹے پُرانے کپڑوں میں چند نو مسلم عرب تھے جنہوں نے فغفورِ چین کو خراج گذار بنا دیا۔

ابوالقاسم نے عراق سے کوچ کیا۔ تو سندھ و ہندوستان میں آکر دم لیا۔ کروڑوں بُت پرستوں کے پاؤں چند حاملانِ توحید کے سامنے اکھڑ گئے اور اسلام کی بُنیادیں سندھ میں ایسی اُستوار و مستحکم ہوئیں، کہ ہمیشہ کے لئے ہندوستان حلقہ بگوش اسلام بنا۔

اس سلسلہ کی تمام کڑیاں بڑی بڑی ضخیم جلدوں میں موجود ہیں۔ اگرچہ ہم نے آج کے کارنامہ کو فراموش کر دیا ہے۔ مگر وہ ... سنئے [illegible]

... رہے۔ وہ صرف جوش ایمانی تھا۔ جو راستی پر تھا۔ ... پر دلی اعتماد تھا۔ جو اُن کی کامیابی کا باعث ہوا۔ وہ قرآن کریم پر عمل کرنا اپنا اولین فرض سمجھتے تھے۔ اُن کی زندگی و موت۔ راحت و تکلیف۔ آرام و عیش۔ خواب و بیداری۔ ارادہ و اقدام۔ مال و دولت زن و فرزند سب خدا اور اس کے اسلام کے لئے تھے اور صرف اسلام کے لئے وقف تھے۔

یہی وجہ تھی۔ کہ اللہ اُن کو مظفر و منصور فرماتا ہے چنانچہ خداوند پاک قرآن مجید میں یوں ہم سے خطاب فرماتا ہے۔

"کتنی ہی دفعہ گروہ قلیل بحکم خدا گروہ کثیر پر غالب آجاتا ہے اور اللہ صبر والوں کا ساتھی ہے"!

ہمارے قومی شاعر نے کیا خوب کہا۔

کیوں گرفتارِ طلسم ہیچ مقداری ہے تو
دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکتِ طوفان بھی ہے

ضروری خبریں

لنڈن پر تین ہوائی حملے۔ لنڈن ۱۸ فروری سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ یکشنبہ کے روز ۶ یا ۷ ہوائی جہازوں نے حملہ کیا لیکن صرف ایک لنڈن تک پہنچا۔ یہ ۹ بجکر ۴۵ منٹ پر بھینٹ پر سے گذرا اور ٹیمز کیطرف جاکر اس نے جنوب مشرق سے شمال مغرب کی طرف لنڈن کو عبور کیا۔ ۱۰ بجکر ۴۵ منٹ اور ۱۱ بجکر ۵ منٹ کے درمیان مختلف اضلاع میں بم گرائے گئے۔ باقی حملہ آوروں نے ایسکس کو عبور کرکے شمال مشرق کی طرف سے یا ٹیمز کے ساتھ ساتھ مشرق سے لنڈن پہنچنے کی کوشش کی لیکن تمام پسپا کئے گئے ابھی تک نقصان جان مال کے متعلق کوئی خبر موصول نہیں ہوئی۔ ہفتہ کے روز کے حملے میں تین آدمی ۵ عورتیں اور تین بچے ہلاک اور ایک آدمی اور تین بچے مجروح ہوئے۔

لنڈن ۱۹ فروری جرمن ہوائی جہازوں کے بیڑوں نے ہفتہ کے روز سے پے در پے تین حملے کئے لیکن سوائے چند ہوائی جہازوں کے جو ایک خوفناک گولہ باری میں گھسنے میں کامیاب ہو گئے باقی تمام پسپا کئے گئے۔ حملہ آوروں کا بڑی سرگرمی سے خیر مقدم کیا گیا اور کل رات کے حملہ آوروں پر توپوں اور پیٹرول ہوائی جہازوں نے بھاری گولہ باری کی۔

یکشنبہ کے حملہ میں نقصان جان لنڈن ۱۸ فروری سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ یکشنبہ کے روز کے حملے میں ۱۴ آدمی اور تین عورتیں ہلاک اور ... آدمی (اور دو عورتیں) مجروح ہوئے ہیں۔

پیر کے روز کی ناکامیابی۔ لنڈن ۱۹ فروری۔ پریس بیورو اعلان کرتا ہے کہ پیر کی شب کو ۹ بجے دشمن کے ہوائی جہازوں نے ساحل ایسکس کو عبور کیا اور لنڈن کی طرف گئے لیکن وہ مداخلت میں گھس نہ سکے نقصان جان و مال کی کوئی خبر موصول نہیں ہوئی۔

لنڈن ۱۹ فروری۔ پریس بیورو مظہر ہے کہ پیر کے روز کے ہوائی حملہ میں کوئی نقصان جان یا مال نہیں ہوا ہے۔

نکل کی بنی ہوئی دونیاں۔ وائسرائیگل کونسل کے گذشتہ اجلاس میں سر ولیم میئر نے ایک مسودہ قانون اس مطلب کا پیش کیا کہ ملک میں چاندی کی دونیوں کی بجائے نکل کی دونیاں رائج کی جائیں اس مسودہ کو پیش کرتے ہوئے سر ولیم نے بیان کیا کہ چاندی کی چھوٹی دونیاں ہمیشہ ایک تکلیف دہ سکہ سمجھی جاتی رہی ہیں اور اس سے پہلے سنہ ۱۹... میں انکی بجائے نکل کی دونیاں رائج کرنے کے سوال پر بحث کی جا چکی ہے چونکہ ایک آنہ کا سکہ ملک میں عام طور پر پسند کیا گیا ہے اسلئے یقینی ہے اس قسم کے دونی کے سکے بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھے جائینگے۔ سر ولیم میئر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے سکے آجکل ٹکسالوں میں تیار ہو رہے ہیں اور عنقریب جاری ہونگے۔ ساتھ آنہ کے نقرئی سکہ سے متمیز بنانے کے لئے اسکی جداگانہ صورت ہوگی۔ یہ مربع ہیئت کا ہوگا اور اسکے گوشے گول ہونگے۔ امید ہے کہ انہیں عام طور سے پسند کیا جائیگا۔

ہندوستان کے خلاف سازش۔ لنڈن ۱۹ فروری۔ سان فرانسسکو شرو ڈر سابق جرمن سفیر مقیم ہونولولو نے ہندوستان میں انقلاب کی سازش کرنے کے الزام میں اپنے آپکو قصوروار بتلایا ہے ایک ہزار ڈالر جرمانہ یا تین ماہ قید کی سزا دیگئی ہے۔

فرانس میں ایک اور گرفتاری لنڈن ۱۸ فروری۔ پیرس۔ سینیٹر ہمبرٹ جس کا ذکر مقدمہ بولو میں کیا گیا تھا گرفتار کیا گیا ہے۔

بحری ہوائی جہازوں کا کام۔ لنڈن ۱۸ فروری۔ صیغہ بحری کے ہوائی جہازوں نے ہوائی جہازوں نے یکشنبہ کے روز دوپہر کے وقت ... میں ہوائی جہازوں کے گودام پر بہت سے بم گرائے اور دشمن کا ایک ہوائی جہاز نیچے اتار دیا گیا۔ ہمارے تمام ہوائی جہاز واپس ...

۴۔ حقیقی مساوات تب ہوتی جبکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو زمانا مکانا اخلاقاً۔ طبعاً۔ جسماً یکساں بناتا۔ چونکہ یہ بداہتاً باطل ہے۔ اور نہ صرف غیر ممکن بلکہ خلاف حکمت۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسی مساوات رکھی ہے جو اس کی حکمت کے مناسب تھی اور اس کے اصول دو ہیں:

(۱) جنکو قویٰ ادنےٰ درجہ کے دیئے اُن کی ذمہ واری بھی اتنی درجہ کم۔

(۲) عالم آخرت میں اس دُنیا کی تنگیٔ میدان کی تلافی۔ (دھو قول اللہ تعالیٰ ومن یعمل مثقال ذرّۃ خیراً یرا)

آریہ بھی اتنا تو مانتے ہیں۔ کہ تمام اعمال کی جزا و سزا فوراً ایک ہی بار یا ایک ہی جنم میں نہیں ملجاتی۔ بلکہ بعض اوقات لاکھوں برس تک سلسلہ جاری رہتا ہے ۞

خاکسار۔ اکبر شاہ خان نجیب آبادی۔

مراسلات

حمایت جب سے کی گدّی کی ہم نے جبھی سے عقل ہے گدّی میں اپنی

اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۵ فروری میں میاں اکمل نے اپنے فہم ناقص کی تائید سے حضرت حسن المتکلمین فاضل امروہی کے بالمقابل خامہ فرسائی فرما کر اُنکے سابقہ و موجودہ مذہب میں اختلاف ثابت کرنے میں سعی کی ہے۔ مگر ان پیر پرست حمائتیوں کو تعصب کے دُھندلکے میں اتنا نہیں سوجھتا جو ذرا سے بوتل کے وار کریں اپنا وار اپنے ہی پاؤں پر مارتے ہیں۔ اور ناحق ہلاکت میں پڑتے چلے جارہے ہیں۔

لطیفہ کی بات ہے کہ میاں اکمل جناب مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ۱۹۰۲ء تک جو مذہب تمام کتب مصنفہ میں ہے آپ کے الہام نہ سمجھنے پر محمول فرمائیں اور ۱۹۰۲ء کے بعد سے قائل ہوں کہ حضور علیہ السلام نے اپنا مذہب بتمام بدل لیا تھا۔ پھر بھی یہ اُن کی نگاہ میں کوئی عیب کی بات نہ ہو مگر حسن المتکلمین نے ایک قول میں جو انہیں اپنی ہی خوش فہمی سے کچھ اختلاف معلوم ہو اسقدر بغلیں بجائیں اور اپنے عقیدہ کے مطابق اسے سنّت مرشدی نہ سمجھیں۔

اگر حضور علیہ السلام کے متعلق آپ نے غلو کی گھونٹی پیکر عقل صبط کرلی ہے تو خلافت مآب کے عمل سے ہی سبق حاصل کرلیتے کہ دربار خلافت خلیفہ صاحب حضور حسن المتکلمین کو مسائل ثلاثہ مختلفہ و معتوبہ کی بابت تحریر فرماتے گئے کہ میں انہیں کچھ وقعت نہیں دیتا اور ادھر انہیں کو ایمانیات سے سمجھاتے گئے اور اب تو انہیں بیچارہ مسائل میں جدوکد ہے۔ یہ ہے دورنگی مذہب کی واضح مثال۔ مگر میاں جی کی تو ماری بھی حلال ہے۔ اور پھر آپکا خط تغیّر مذہب کی نسبت موجود ہے جو شائع ہو چکا ہے۔

آپ اپنی حالت پر قیاس کرکے حضور حسن المتکلمین کو دنیوی فوائد کے موجب حضرت امیر علیہ السلام کی رفاقت کا الزام دیتے ہیں مگر خدا دل سے پوچھو کہ الفضل والا اللہ نامی گرپہ سکین کیا خواب دیکھا کرتے تھے جن کی تعبیر میں مرغا چھچھڑے آپ کو مبارک ہیں۔ فاضل امروہی کی جو شان ہے وہ مسیح موعود نے خود ظاہر فرمادی ہے آپ کی عقل پر پڑا ہوا کالا کمبل اُسے چھپائے ہوئے ہے تو وہ آپ کے لئے اور آپ جیسوں کے لئے ہے۔ مگر احمدی دُنیا کا نورانی حصہ اُسے جانتا ہے اور قدر کرتا ہے۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنی بعثت کو حضرت خاتم النبیین کی حقیقی بعثت کہیں نہیں کہا اپنے آپکو اُن کا غلام کہکر ہمیشہ فخر کیا آپ بیشک مظہر تجلیات محمدیہ ہیں اور مجازاً بعثت ثانی بھی ہیں مگر غلام ہوکر حضور حسن المتکلمین شروع سے ابتک یہی کہتے آئے ہیں اور کہتے رہینگے آپ لوگ اس کو حقیقت پر محمول فرماتے ہیں اس کا انکار بیشک فاضل امروہی کرتے ہیں چنانچہ حضرت اقدس نے بھی اسکو مجاز ہی قرار دیا ہے۔

"میاں صاحب کی تقریر شملہ پر ایک نظر" کے عنوان سے جو ایک مضمون فضیلت مآب کا تحریر و شائع ہوا ہے اُسے آپ گندہ ذہنی و بیہودہ سرائی فرماتے ہیں۔ سچ ہے۔ الحق مر۔ بندہ نواز یاد رکھئے کہ آپکے عقیدہ مابہرائی کے لئے قبلہ مولانا کے مضامین کونین کا کام دینگے آپ کی موجودہ بدمذاقی انہیں کیسا ہی تلخ ظاہر کرے مگر اصل میں تو یہ شہد کے گھونٹ ہیں۔ آپ کی بیماری کا خدا ناس کرے جس سے آپ کا ذائقہ حق طلبی بگڑا ہوا ہے۔

الفاظ آئے ہیں۔ مسک العارف میں مولانا ممدوح نے رجل من فارس کے الفاظ ملحوظ رکھکر الہام سے اس حدیث کو مستثنیٰ فرما دیا ہے۔ کیونکہ آپ نے کہ مسک العارف میں تحریر فرماتے ہیں...... "اس مجدد کو الہام کبھی بڑے زور و شور سے ہوا ہے کہ مصداق اس حدیث کا وہی ہے" یعنی آپ کے الہام کے سبب قبلہ مولانا آپ ہی کو اس حدیث کا مصداق مانتے ہیں اور موجودہ الفاظ جنہیں آپ نے بغض و عناد کی عینک سے سمجھ کی روشنی میں دیکھا۔ یہ ہیں "رجل من فارس کا مصداق جو ہم حضرت مرزا صاحب کو اعتقاد کرتے ہیں تو صرف اُنکے الہام کی رو سے ان کا مصداق سمجھتے ہیں۔ ورنہ اس حدیث کی پیشگوئی خواہ بصیغہ مفرد ہو یا بصیغہ جمع منتظر الوقوع نہیں رہی۔ اس کے مصادیق تو پہلے واقع ہو چکے ہیں" مطلب صاف ہے کہ اگر مرزا صاحب کو یہ الہام نہ ہوتا تو اس کے مصداق امام بخاری و مسلم وغیرہ ہی سمجھے جاتے اور اس پیشگوئی کے آیندہ واقع ہونے کا انتظار نہ کیا جاتا۔ مگر چونکہ مرزا صاحب کو یہ الہام ہوا کہ تو اس کا مصداق ہے اس لئے اب وہ لوگ الہام سے اس کے مصداق نہ رہے حضور قبلہ کی عبارت میں ہے ورنہ اُسکو مدنظر رکھکر یہی مطلب ادنیٰ عبارت خوان پر واضح ہو جائیگا ۞

آپ لکھتے ہیں "کیا اس سے صاف ثابت نہیں ہوتا کہ ان کے نزدیک سوائے الہام کے اور کوئی دلیل حضرت مسیح موعود کی اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کے متعلق نہیں ہے .... " یہ صرف حضور قبلہ ہی کے نزدیک نہیں بلکہ حضرت اقدس کے نزدیک بھی سوائے الہام الٰہی کے اور کوئی اسکا مصداق ہونے کی دلیل نہ تھی۔ چنانچہ ملاحظہ ہو تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۸ و ۲۲ "ہاں میرے پاس فارسی ہونے کے لئے بجز الہام الٰہی کے اور کچھ ثبوت نہیں" آپ نے جو عبارت حضرت اقدس کی نقل فرمائی ہے اُس میں بھی یہ الفاظ ہیں کہ "براہین احمدیہ میں بار بار اس حدیث کا مصداق وحی الٰہی نے مجھے قرار دیا ہے" پس ثابت ہوا کہ وحی الٰہی اگر آپ کو اس کا مصداق نہ ٹھہراتی تو آپ خود اسکا مصداق نہ بنتے۔

حضرت قبلہ و کعبہ کی عبارت کی وضاحت جو میں نے کردی ہے اس سے خدا آپکو سمجھ دیگا۔ تو سارا الجھن جاتا رہیگا۔ یعنے قبلہ و کعبہ کے دو مذہب متضاد یا متعارض اقوال جو آپ نے سمجھے ہیں وہ اصل میں آپکی نافہمی کا نتیجہ ہے۔ لوگوں کو تدبر نہ کرنے سے ایسے ہی اغلاط کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ چنانچہ آپکا عقل کے پُورے نے قرآن شریف میں بھی پانسو آیات منسوخ قرار دی تھیں۔

حضرت امیر علیہ السلام کو تو اُس تائید کا فخر ہے جو خدا تعالیٰ نے اُن کے ساتھ کی۔ بیشک وہ اُس شخص کی گواہی جس نے مرزا صاحب کے دعوے کے دن سے اُن کی تائید کی اور مرزا صاحب نے جسے فرشتہ قرار دیا۔ اور اپنے نزول کا تکیہ گردانا۔ اور قصیدوں میں اُنکی تعریف کی ضرور ایک شہادت عظیمہ سمجھتے ہیں کہ اس شہادت نے حق و باطل میں فرق کردیا ہے۔ افسوس تو تم پر ہے کہ غلو کے فیل بدمست پر شاہراہ حق سے تجاوز کرکے سبیل طاغوت کی طرف قدم اُٹھا رہے ہو۔ دیکھو کہ تمہارا قدم کدھر اُٹھ رہا ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

خاکسار حکیم میر عشق امروہوی خلف حسن المتکلمین۔

محمودی اور احمدی کی بحث

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

"میری بات سرسری نہ سمجھو۔ حضرت صاحب کی کتابوں کو دیکھ جاؤ کہیں بھی یہ لکھا ہوا نہ پاؤ گے۔ کہ میں قرآن مجید کے بتلائے معنوں کی رُو سے نبی ہوں یا شریعت اسلام کی اصطلاح میں رسول ہوں۔

یاد رکھو کہ نبی کی تعریف جو قرآن کریم نے کی ہے وہ وہ نہیں جسکے رو سے حضرت صاحب نے اپنے اوپر نبی کا لفظ بولا ہے بلکہ قرآن کریم کی رو سے نبی کے لفظ کو مجاز یا محض لغوی معنی پر محمول نہیں کرسکتے۔ اس طرح تو صوم و صلوٰۃ و زکوٰۃ و حج کے بھی کچھ اور ہی معنے ہو جائینگے۔

سنو اور غور سے سنو۔ حضرت صاحب نے نزول عیسےٰ ابن مریم کے سوالوں کے جواب میں مفصل لکھا ہے کہ حسب تصریح قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں۔

اب فرمائیے۔ حضرت صاحب نے کونسے احکام و عقائد دین جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل کئے؟ آپ پر جبرائیل ایک ورق بھی وحی لیکر نازل نہ ہوا۔ اور آپ عقیدہ مانتے ہیں کہ حضرت صاحب وہی خاتم الانبیاء ہیں۔ اگر آپ اس لئے وہی خاتم الانبیاء ہیں کہ خدا نے آپ کا نام الہام میں پھر وہی علی وہی سلمان وہی عبدالقادر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اب فرمائیے۔ خاتم الانبیاء کی کیا حیثیت رہی۔ علی، سلمان، عبدالقادر رضی اللہ عنہ بنکر آپ ہی صحابی اور آپ ہی امتی اور آپ ہی ولی بن گئے۔

اول تو آیت واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم کے اس طور کے معنے کرنے چاہئیں جو خاتم النبیین کی آیت کے خلاف نہ ہوں۔ اگر آیت واٰخرین منھم کے یہ معنے لئے جائیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد آنیوالی قوم میں ایک نبی ہوگا۔ تو اُس سے آنحضرت کے خاتم الانبیاء ہونے میں ضرور تنزلزل آئیگا۔ کیونکہ اُس نبی کے صحابی تو رسول اللہ کے صحابی نہیں کہلا سکتے۔ اور اس آیت کے جو یہ معنے کئے جاتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے اصحاب میں سے ایک اور فرقہ ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا اور یہ بحث پیش کیجاتی ہے کہ آیت میں یہ تو نہیں ہے کہ واٰخرین من الامۃ بلکہ یہ ہے کہ واٰخرین منھم اور منھم کی ضمیر اصحاب رضی اللہ عنہم کی طرف راجع ہے نہ کہ امت کی طرف۔ یہ خیال نہیں کیا جاتا کہ منھم کے معنے اگر یہی ہیں کہ آنحضرت صلعم کے اصحاب میں سے ایک اور فرقہ ہے جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ تو یہ معنی اس آیت کے کبھی صحیح نہیں ٹھہر سکتے کیونکہ صحابہ کا لفظ تو قیامت تک کسی اور مسلم اور مومن پر صادق نہیں آ سکتا۔ اصحاب رسول اللہ صلعم وہی کہلاتے ہیں جو آنحضرت کے وقت میں تھے۔ پیچھے ساری امت پر اصحاب رسول اللہ کا لفظ اطلاق ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ کہ جو آنحضرت کا بروز ہوگا۔ اس کے صحابی آنحضرت کے صحابی کیسے کہلائینگے۔ تو تمام بزرگ اور ولی اور مجدد بروز محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہونے کی وجہ سے محمد اور اُن کے صحابی صحابہ رسول اللہ کہلا سکتے ہیں۔ بھلا اگر یہ میری بات قبول نہیں کرتے تو یوں سمجھ لو۔ کہ تم حضرت مسیح موعود نبی کے ہی اشتہار میں لکھا ہے:۔ "محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی خوبی محمد ہی تک محدود رہی یعنی بہر حال محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا اور کوئی"۔ یا یہ کہ جس طرح بروزی طور پر محمد اور احمد نام رکھے جانے سے محمد اور احمد نہیں ہوگئے اسی طرح بروزی طور پر نبی یا رسول کہنے سے یہ لازم نہیں آتا۔ (کہ میں نبی اور رسول ہوں۔ ناقل) کیونکہ وجود ظلی کوئی الگ وجود نہیں یا یہ کہ مورد بروز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے۔ یہاں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میں نبی اور رسول نہیں اور بروزی نبی اور بروزی رسول نہ رسول ہوتا ہے نہ نبی۔ پھر نہایت قوی قرینہ یہ ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ حضرت مرزا صاحب نے اپنے نبی ہونے کی نفی کی ہے۔ اس سے بڑھکر کوئی لفظ کسی کے غیر نبی ہونے کے نہیں ہو سکتے۔ یہاں تک کہ جہاں اس اشتہار (ایک غلطی کا ازالہ) کو ختم کیا ہے وہاں صاف لکھا ہے کہ:۔

"اب اس تمام تحریر سے مطلب میرا یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونیکا دعوےٰ کرتا ہے۔ مجھے ایسا کوئی دعوےٰ نہیں۔ میں اس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسول ہوں۔ ہاں میں جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے جو دعوےٰ نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے"۔

یہ بروزی صورت کے نبی ہونے کے معنے خود حضرت صاحب بتا چکے ہیں کہ مورد بروز اور بروزی نبوت حکم نفی وجود کا رکھتے ہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب آنحضرت صلعم کا بروز اپنے آپ کو کہکر بھی اپنے آپکو غیر نبی ہی ثابت کر رہے ہیں نہ نبی۔ اگر خیال کیا جائے کہ بروزی نبوت اور رسالت سے وہ اپنا نبی اور رسول ہونا بیان کر رہے ہیں تو یہ خیال حضرت مرزا صاحب کی شان معرفت کے سراسر خلاف ہے کہ آپ اس بیان کو تو چھوڑیں جو اظہار مفہوم نبی اور رسول کیلئے ضروری ہے اور یہ امر ظاہر کرنا شروع کردیں کہ مسیح موعود آنحضرت کا بروز ہوگا۔ غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مُہر ہے جو آنحضرت صلعم کی نبوت پر لگ گئی اب ممکن نہیں کہ یہ مُہر ٹوٹ جائے اور کوئی نبی آنحضرت صلعم کے بعد آجائے۔ آپ سوچیں تو سہی کہ جس حالت میں خدا فرمائے کہ تیرے بعد کوئی اور نبی نہیں آئیگا اور پھر اپنے فرمودہ کے برخلاف کسی کو نبی بنا کر بھیجدے تو پھر آنحضرت کے سچے نبی ہونے پر کیا ثبوت ہمارے ہاتھ میں ہوگا۔ غرض کسی قسم کا نبی آنحضرت کے بعد نہیں نہ تشریعی نہ غیر تشریعی کیونکہ اس سے آنحضرت کی ختم نبوت میں فرق آتا ہے اور مُہر ٹوٹتی ہے اور دوسرے نبی کے آنے سے اسلام کی ہتک ہو جاتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس میں سخت اہانت ہے کہ آپکے بعد بھی ایک نبی کے آنے کی حاجت تھی مگر آپ نے فرمایا لا نبی بعدی اور آیۃ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین نعوذ باللہ اس سے جھوٹی ٹھہرتی ہے اور اس آیت میں ایک عظیم الشان پیشگوئی مخفی ہے کہ اب نبوت پر قیامت تک مُہر لگ گئی ہے اور بجز دجال کذاب کے کسی کی طاقت نہیں کہ جب تک وہ اسلام کو

ملفوظات حضرت مسیح موعود

صادق کا جذب و کشش

صادق کی بعثت کے ساتھ ہی آسمان سے اس کیواسطے ایک کشش نازل ہوا کرتی ہے جو دلوں کو ان کی استعدادوں کے مطابق کشش کرتی اور ایک قوم بنادیتی ہے۔ اس سے تمام سعید روحیں صادق کی طرف کھینچی چلی آتی ہیں۔ دیکھو ایک شخص کو دوست بنا کر اس کو اپنے منشاء کے موافق بنانا کس قدر مشکل رکھتا ہے۔ اور اگر ہزاروں روپے خرچ کرکے بھی کسی کو صادق کو وفادار دوست بنانے کی کوشش کی جاوے تو بھی معرض خطر میں ہی پڑتا ہے۔ اور پھر آخر کار اس خیال کے برعکس نتیجہ نکلتا ہے۔ مگر ادھر اب لاکھوں ہیں کہ غلاموں کی طرح سچے فرمانبردار وفادار صدق و وفا کے پتلے خود بخود کھنچے چلے آتے ہیں۔ اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ اس امر کی اطلاع آج سے بائیس برس پیشتر جب اس کی ایک مثال بھی قائم نہ ہوئی تھی دی گئی۔ چنانچہ الہام ہے۔ کہ والقیت علیک محبۃ منی +

شقی بھی اس حصہ سے محروم نہیں

آجکل ہم دیکھتے ہیں کہ تمام دنیا میں خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک کشش کا نزول ہے۔ سعید تو دوستی کے رنگ میں چلے آتے ہیں مگر شقی بھی اس حصے سے محروم نہیں۔ ان میں مخالفت کا جوش شعلے مار رہا ہے۔ جب کہیں ہمارا نام بھی ان کے سامنے آجاتا ہے تو سانپ کی طرح بل پیچ کھاتے اور رنجیدہ ہوکر مجنونوں کی طرح گالی گلوچ تک آجاتے ہیں۔ ورنہ بھلا دنیا میں ہزاروں فقیر لنگوٹی پوش۔ بھنگی۔ چرسی۔ کنجر۔ بدمعاش بدعتی وغیرہ پھرتے ہیں مگر ان کے لئے کسی کو جوش نہیں آتا۔ اور کسی کے کان پر جوں نہیں چلتی۔ وہ چاہیں بدمذہبیاں اور بے دینیاں کریں پھر بھی ان سے سست ہی ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ بھی صرف یہی ہے کہ وہ چونکہ روحانیت سے خالی ہیں سو ان کے واسطے کسی کو کشش نہیں +

آنحضرت اور مسیلمہ کذاب

آنحضرت صلعم کے زمانہ بعثت میں ہزاروں ہزار لوگ اپنے کاروبار چھوڑ کر بھی آپ کی مخالفت کے لئے کمربستہ ہوئے۔ اپنے مالوں کا۔ جانوں کا نقصان منظور کیا۔ اور آنحضرت صلعم کی مخالفت کے لئے دن رات تدبیروں اور منصوبوں میں کوشاں ہوئے۔ مگر دوسری طرف مسیلمہ تھا اس کی پرواہ بھی نہ تھی۔ اس کی مخالفت کے واسطے کسی کے کان بھی کھڑے نہ ہوئے آنحضرت کے واسطے جس طرح گھر گھر میں پھوٹ اور ہرا لی ہوتی تھی مسیلمہ کے واسطے ہرگز نہ ہوئی۔ غرض صادق کے واسطے ہی ایک کشش ہوتی ہے۔ جو دلوں کے ولولوں کو ابھارتی اور جوش میں لاتی ہے۔ سعیدوں کے دلوں سعادت اور شقیوں کے شقاوت کے رنگ میں عمل لاتے ہیں شقی چونکہ اسی فطرت کے ہوتے ہیں اس واسطے انکے لئے کشش بھی اسی رنگ میں ثمرات لاتی ہے +

الانسان حریص لما منع

ہر جانور کا یہ قاعدہ ہے اور اس کے اندر خاصیت ہے کہ جہاں سے تعہد نہیں کرتا۔ مگر صرف انسان ہی ایک ہے جو باوجود اشرف المخلوقات ہونے کے ان پرندوں وغیرہ سے بھی گرا ہوا ہے کہ جہاں سے اسے مصائب پہنچتے ہیں۔ اور ضرر اور نقصان اٹھاتا ہے اس کی طرف بھاگنے کا حریص ہوتا ہے۔ ہوشیار نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی پاس نافرمانی کو ترک کرتا ہے۔ بلکہ جذبات نفس کا مطیع ہوکر پھر اسی کام کو کرنے لگتا ہے جس سے ایک بار ٹھوکر کھا چکا ہو +

حیات ممات مسیح اور حضرت مسیح کا احیاء موتیٰ

مولوی محمد حسین صاحب کے ذکر پر فرمایا کہ اصل میں اگر کوئی صاف دل اور بے تعصب ہوکر ہمارے دلائل سنے تو اس کو معلوم ہوجاوے کہ درحقیقت ہم حق پر ہیں۔ اور ہمارا ان کا اختلاف ہی کیا ہے +

مسیح کی حیات ممات کا بڑا مسئلہ ہے۔ اور یہ ایسا صاف ہے کہ اس میں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں پڑتی۔ شروع سے یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے۔ اور وفات مسیح اکثر اکابران ملت کا مذہب ہے۔ صحابہ کا بھی مذہب تھا۔ رہا حضرت عیسےٰ کا احیاء موتیٰ۔ اس میں روحانی احیاء موتیٰ کے تو ہم بھی قائل ہیں۔ اور ہم مانتے ہیں کہ روحانی طور پر مردے زندہ ہوا کرتے ہیں۔ اور اگر یہ کہو کہ ایک شخص مرگیا اور پھر زندہ ہوگیا یہ قرآن شریف یا احادیث سے ثابت نہیں ہے۔ اور ایسا ماننے سے پھر قرآن شریف اور احادیث نبوی گویا ساری شریعت اسلام ہی کو ناقص ماننا پڑیگا۔ کیونکہ رد الموتیٰ کے متعلق مسائل نہ قرآن شریف میں ہیں نہ حدیث نے کہیں ان کی صراحت کی ہے۔ اور نہ فقہ میں کوئی بات اسکے متعلق ہے غرض کسی نے بھی اس کی تشریح نہیں کی۔ اس طرح پر یہ مسئلہ بھی صاف ہے +

خلق طیر

پھر ان کا جانور بنانا ہے۔ سو اس میں بھی ہم اس بات کے تو قائل ہیں کہ روحانی طور سے معجزہ کے طور پر وہ چند بھی ناچنے لگ جاوے تو ممکن ہے۔ مگر یہ کہ انہوں نے چڑیاں بنادیں اور انڈے بچے دیدیئے اس کے ہم قائل نہیں ہیں۔ اور نہ قرآن شریف سے ایسا ثابت ہوتا ہے۔ ہم کیا کریں ہم اس طور پر ان باتوں کو مان ہی نہیں سکتے جس طرح پر ہمارے مخالف کہتے ہیں کیونکہ قرآن شریف صریح اس کے خلاف ہے۔ اور وہ ہماری تائید میں کھڑا ہے۔ اور دوسری طرف بار بار کثرت کے ساتھ ہمیں الہام الٰہی کہتا ہے۔ قل عندی شہادۃ من اللہ فھل انتم مومنون قل عندی شہادۃ من اللہ فھل انتم مسلمون۔ اب ان الہامات کے بعد ہم اور کس کی بات سنیں۔ اور وہ کون ہے جس کی آواز خدا کی ان آوازوں کے بعد ہمارے دل کو سے سکے۔ مولوی محمد حسین صاحب نے تو خود لکھ دیا ہے کہ اہل کشف اور ولی الہام کے رو سے احادیث کی صحت کرلیتے ہیں۔ بعض احادیث ائمہ اہل حدیث کے نزدیک موضوع ہوتی ہیں۔ اور اہل کشف بذریعہ کشف ان کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ اور وہ حق پر ہوتے ہیں۔ اب وہ خود ہی بتادیں کہ ہم کیا کریں۔ کیا ہم خدا تعالےٰ کے الہام کو مانیں یا کسی دوسرے کے قول کو +

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی ایک تازہ تصنیف "مسیح موعود" کا ذکر گذشتہ اشاعت میں ہوا تھا۔ اس کے ساتھ یہ بھی بتادینا ضروری ہے کہ آپ نے انگریزی میں بھی چار کتابیں حال ہی میں لکھی ہیں۔ جن میں سلسلہ عالیہ کے ضروری حالات اور حضرت مسیح موعود کے دعاوی پر بحث کرنے کے ساتھ اندرونی اختلاف سلسلہ پر نہایت وضاحت سے روشنی ڈالی ہے۔ ہندوستان اور بیرونجات کے ان طبقات میں جہاں انگریزی کا ہی زیادہ تر رواج ہے۔ اور سلسلہ کے اندرونی تنازعات کے متعلق آئے دن وہاں سے استفسارات آتے رہتے ہیں۔ یہ کتابیں از حد مفید ہونگی۔ ہمارے احباب کو بھی چاہیئے کہ ان کی بہت سی جلدیں خرید کر انگریزی دان طبقہ میں تقسیم کریں۔ یہ سب رسالے عنقریب شایع ہونے والے ہیں +

ان چاروں کتابوں کے علیحدہ علیحدہ نام حسب ذیل ہیں:۔

(۱) بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ۔

(۲) پیشگوئیاں

(۳) اندرونی اختلافات

(۴) سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مسائل خصوصی۔

مکرم حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ آجکل پٹیالہ میں ہیں۔ اور وہاں کے گرد و نواح کے علاقہ جات۔ سامانہ۔ سنام وغیرہ میں پھر کر عقاید حقہ کی تلقین کررہے ہیں۔ پٹیالہ میں بھی محمودیوں سے آئے دن آپکی بحث ہوتی رہتی ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کی مخلصانہ جد و جہد کو کامیاب فرمائے۔ آمین۔

اعلان فسخ بیعت

سامانہ سے میرزا محمود بیگ صاحب ذیل کا اعلان حکیم مرہم عیسےٰ صاحب کی معرفت اپنے قلم سے لکھکر بھیجتے ہیں:۔

"خاکسار نے حضرت مولینا مولوی نور الدین صاحب کے انتقال کے بعد میاں محمود احمد صاحب کو خلیفۃ المسیح مان کر بیعت کرلی تھی مگر اس کے بعد جب ہمارے مخدوم صاحبزادہ کے وہ عقاید جو انہوں نے اپنی کتاب القول الفصل اور حقیقۃ النبوۃ وغیرہ میں لکھے کہ حضرت صاحب حقیقی نبی ہیں اور اسمہ احمد کے حقیقی مصداق۔ تو مجھے بھی گونہ تردد ہوا۔ اور ہمارے عبداحمد مرحوم تو یہ باتیں سنکر ایسے گھبرائے کہ انہوں نے علانیہ ان باتوں سے انکار کیا بلکہ لکھا بھی کہ میں ایسے عقاید سے سخت بیزار ہوں۔ اور مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں دعا کیلئے تحریر فرمایا۔ مگر یہ نیازمند آجتک تحقیقات میں رہا۔ اور اہل علم سے اسکا حل کرتا رہا۔ اسی اثنا تحقیقات میں مولوی محمد احسن صاحب نے بھی رجوع کیا اور میاں محمود احمد صاحب کو خلافت کے منصب کے لائق نہ سمجھکر معزول کیا تو اور بھی مجھے اس معاملہ میں یکسو ہونے کی تحریک ہوئی۔ لہذا میں اس بیعت کو جو میاں کے ہاتھ پر کی تھی فسخ کرتا ہوں اور خدا سے توبہ کرتا ہوں اور اس امر کی اشاعت ضروری سمجھتا ہوں تاکہ کفارہ مافات ہو فقط میرزا محمود بیگ سامانوی

۱۱ پھاگن سمت ۱۹۷۴ مطابق ۲۳ فروری سنہ ۱۹۱۸ء

رسید زر مکرم شیخ ہدایت اللہ صاحب سوداگر صدر بازار پشاور کی معرفت مفصلہ ذیل رقوم وصول ہوئی ہیں شیخ ہدایت اللہ صاحب منہ بشیر و عبد العزیز صاحب سیشن بروم

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدیہ پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - چہار شنبہ - ۲۷ فروری ۱۹۱۸ء نمبر ۶۵

انجیل نما اُردو

(۱)

۲۲ فروری ۱۹۱۸ء کے اخبار خطیب میں خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے اپنی ایک کتاب کا دیباچہ شایع کرایا ہے۔ جو اس وقت ان کے زیر تصنیف ہے۔ یہ کتاب جیسا کہ ان کے اعلان سے معلوم ہوتا ہے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے حالات زندگی پر مشتمل ہوگی۔ اور

"مذہبی اختلاف کے مباحث اس میں نہ ہونگے سوائے پیدائش اور وفات والوہیت کے کہ ان میں مسلمانوں کے جمہوری عقاید کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ مگر ایسے انداز و پیرایہ سے کہ عیسائیوں کو عناد مذہبی کا شکوہ نہ ہو سکے"

اس کے ساتھ ہی اس اعلان میں یہ بھی ذکر کیا ہے۔ کہ

"خواجہ صاحب بہت خوشی سے اور بہت شکریہ کے ساتھ اپنی قوم کا مشورہ اس نازک اور بڑے کام میں قبول کریں گے"

(۲)

لیکن خواجہ صاحب نے عیسائیوں کے ساتھ رواداری اور قوم کے مشوروں کو (جو ہم انشاء اللہ آیندہ اشاعت میں دینگے) قبول کرنا تو ایک طرف دیباچہ کتاب کے اندر ہی جو روش اختیار کی ہے۔ اور حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جس طریق سے جو نکتہ چینی کی ہے۔ وہ ان کے ان تمام دعاوی پر پانی پھیرنے والا ہے۔ تعجب ہے کہ ایک طرف تو خواجہ صاحب عیسائیوں تک سے اتنی رواداری ضروری سمجھتے ہیں کہ الوہیت مسیح کے متعلق بھی انکے نزدیک آج تک مسلمانوں نے جو کچھ لکھا ہے۔

"ان میں وہی اختلافی اور سیاسی جوڑ توڑ کی بو آتی ہے"

اور اسی بنا پر ان کے نزدیک۔

"ضرورت اس کی ہے۔ کہ اس مذہب کی خرابیوں کو بھی غیر طرفدار ہو کر دکھایا جائے اور خوبیوں کو بھی خود کسی فریق کی جانبداری میں دخل نہ ہو"

یعنی قرآن کو چھوڑ کر اس سے علٰحدہ ہی کر کے اس کی طرفداری نہ کرتے ہوئے کہ اس میں بھی غالباً ان کے نزدیک "وہی اختلافی اور سیاسی جوڑ توڑ کی بو آتی ہے" یا شاید اس لئے ان کے نزدیک ان الفاظ میں کہ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم اور اس پر از معارف کلام میں کہ

وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولداً ما لھم بہ من علم کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا (۱۸: ۴-۵)

اس ادبی اور تاریخی نقطۂ نظر کو ملحوظ رکھا ہو۔ جو خواجہ صاحب کے پیش نظر ہے۔ اور وہی اختلافی اور سیاسی جوڑ توڑ کی بو اس سے بھی نہیں آتی ہو۔ لیکن کچھ بھی ہو ان کی اس غیر طرفداری و رواداری اور اس کے ساتھ ان کی سلاست زبان اور ادبی تاریخ کی دل سے تعریف کرتے ہوئے جب ہم آگے چلتے ہیں تو افسوس کے ساتھ ان کے قلم کو اتنی ہی چیز نہیں اور نواز مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت کے امام اور اس زمانہ کے مامور من اللہ کے متعلق بعض ایسے نامناسب کلمات انکے زبان قلم سے نکلے ہیں کہ جو ان سب باتوں پر پانی پھیر دینے والے ہیں +

(۳)

حیرانی اور تعجب کا مقام ہے۔ کہ وہ خواجہ جس کو عیسائیوں تک کی خوبیوں سے بھی انکار نہیں۔ جو اپنی رواداری کے صدقے اس کو بھی برا سمجھتا ہے کہ مسلمانوں کو "عیسےٰ خدا کا بیٹا سننا سخت ناگوار ہوتا ہے" اور وہ چاہتا ہے۔ کہ مسلمان عیسائیوں کی کتابوں کو نہ صرف سر اور آنکھوں پر رکھیں۔ اور نہایت صبر اور سکون کے ساتھ ان کو پڑھیں۔ نہ صرف محبت کے لئے ہی نہیں۔ وہ تو

"اگر کہیں مباحثہ کے لئے کسی نے دیکھ لیا تو اس کا ذکر ہی کیا"

بلکہ ویسے ہی ان کو اپنا حرز جان بنالیں +

قایل ہیں۔ اس کی وہ رواداری اور غیر طرفداری کافور ہو جاتی۔ اور وہی "مذہبی طرفداری" کا پہلو نمایاں ہو کر "اختلافی اور سیاسی جوڑ توڑ کی بو" آنے لگتی ہے +

(۴)

اس کی ہی نہیں جیسا کہ کایت رنفسی کہ یہ ان کا فطرتی شیوہ ہے جس کے بغیر وہ رہ سکتے ہی نہیں۔ لیکن تعجب تو یہ ہے۔ کہ جو بات آپ کے متعلق لکھی ہے۔ حضرت مسیح موعود کے متعلق جس امر کی شکایت کی ہے۔ خود ہی اپنے الفاظ سے آگے چل کر اس کی تردید بھی کر دی ہے۔ شکایت تو یہ تھی کہ

"عیسائیوں نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ ایسی اردو میں ہے۔ کہ ادب اردو کے لذت آشنا لوگ جب ان تحریروں کو پڑھتے ہیں تو صندل گھس کر پاس رکھ لیتے ہیں۔ کیونکہ اس کی ثقالت و بے ربطی و بے نمکی سے ان کے سر میں درد ہونے لگتا ہے۔ ان کتابوں سے تو صرف جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے فایدہ اٹھایا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اردو زبان انجیل ہی سے سیکھی تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان کے تمام محاورے اور مضامین کتب کی سب کی سب بندشیں انجیل نما ہیں"

اور اسی کے ساتھ مرزا حیرت دہلوی اور مولوی ابوالکلام صاحب آزاد کو بھی اسی الزام کا مورد ٹھیرا کر اس پر ساتھ ہی پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس سے ذرا اور آگے چلکر اپنی اردو پر ناز کرتے ہوئے پھر لکھتے ہیں کہ

"حضرت عیسےٰ کی نسبت مسلمانوں کا بھی عقیدہ ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ اور عیسائی بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر اس کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی کہ وہ مردہ الفاظ کو زندہ کر دیتے تھے اور ناچیز و مردہ مثالوں میں اپنی روحانی ادبیت سے جان ڈالدیتے تھے۔ ان کی گفتگو اور تقریر کے تیور ادبی آنکھ سے دیکھے جائیں تو اردو میں نئے لکھنے والوں کو نئی نئی قسم کی رنگین عبارت آرائی اور سخن سنجی کے لئے ہاتھ آجائیں گی"

اب سوال یہ ہے۔ کہ ان دونو باتوں میں سے کس کو ہم صحیح سمجھیں۔ آخر حضرت عیسےٰ کے زندہ کئے ہوئے الفاظ "ناچیز و مردہ مثالوں میں اپنی روحانی ادبیت سے ڈالی ہوئی جان" کا جو خواجہ صاحب کو علم ہوا۔ ان کی گفتگو اور تقریر کے "تیور جو ادبی آنکھ کے ذریعہ سے انہوں نے دیکھا۔ اور جن سے اردو لکھنے کے لئے "نئی نئی قسم کی رنگین عبارت آرائی اور سخن سنجی کے لئے ان کے ہاتھ آئیں" یا کم از کم متبدی ہونے کی حالت میں انہوں نے ان سے فایدہ اٹھایا۔ تو وہ موجودہ اناجیل کے ماسوا اور کہاں سے دستیاب ہو سکتی ہے۔ یا ان کے وہ طلسماتی تختہ" کی طرح کوئی حضرت عیسےٰ کے اپنے قلم سے لکھی ہوئی کتاب اور وہ بھی اردو میں انکے پاس ہے جیکی بنا پر انہوں نے یہ لکھا۔ ظاہر ہے کہ خواجہ صاحب کا اشارہ سوائے اناجیل کی عبارتوں کے اور کسی طرف نہیں۔ تو پھر سمجھ نہیں آتی۔ کہ پہلے جو اناجیل کی اردو کی ثقالت و بے ربطی و بے نمکی کی شکایت کی تھی۔ ابھی تیرہ چودہ سطر پڑھ کر جو انہیں انجیل سے سر درد ہونے لگا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارات کو بھی انہی کی شکل ٹھیرایا تھا۔ اب یہ انہی اناجیل کے الفاظ اور اس کی مثالوں میں زندگی کہاں سے آگئی۔ اور جب خواجہ صاحب بھی عبارت آرائی اور سخن سنجی کے لئے اس کی "نئی نئی روشوں" سے فایدہ اٹھاتے رہے ہیں۔ بلکہ اب بھی اٹھاتے ہیں۔ تو حضرت مسیح موعود کے لئے یہ کیوں حرام ہو گیا کہ وہ بھی اس سے فایدہ اٹھائیں آپ کی تحریرات میں اگر کسی جگہ انجیل کی بعض عبارتوں سے توارد ہو گیا ہے تو اس میں ہرج ہی کیا واقعہ ہوا۔ وہ تو آپ کی مماثلت مسیح پر ایک اور گواہی ہو گی۔ اس سے آپ پر الزام کیا آسکتا ہے۔ اور کیوں آپ کے ان الفاظ کو بھی جن سے زیادہ پرشوکت اور پر عظمت آپ کا وہ کلام بھی ہے جو اپنی دوسری تحریروں میں آپ نے لکھا ہے۔ اور ادب اردو اور سلاست زبان کے بہت سے شہ پارے آپ نے اس کے اندر بکھیرے ہیں۔ اسی طرح زندہ تسلیم کرنے سے انہیں انکار ہے +

(۵)

جب حالت یہ ہے اور محض اپنے دلی بغض کی وجہ سے جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ خواجہ صاحب کو ہے۔ وہ یوں بلا وجہ اور اپنی ہی تحریر کے خلاف ایک مامور من اللہ کے منہ آتے ہیں۔ اور ذرا نہیں دیکھتے۔ کہ ایک بہت بڑی جماعت کے امام کی نسبت ایسے نازیبا کلمات ان کے تمام دعوے ہائے رواداری کو باطل کئے جاتے ہیں تو ہم کس طرح امید کریں۔ کہ کتاب کے اندر وہ جو کچھ لکھیں گے۔ وہ قومی و مذہبی ملاقات کو ذرا الگ رکھ کر لکھیں گے۔ اور کسی ایک کی حمایت اور دوسرے کی عداوت میں اس قسم کی متضاد باتیں نہیں لکھ دینگے۔ جیسے کہ اس چھوٹے سے دیباچہ میں ہی صرف دس بارہ سطروں کے فرق سے انہوں نے لکھ دی ہیں +

بہرحال خواجہ صاحب اس سے فایدہ اٹھائیں یا نہ اٹھائیں چونکہ انہوں نے مشورہ طلب کیا ہے

"جب کسی قوم کے بُرے دن آتے ہیں"

معاصر آریہ گزٹ رقمطراز ہے۔ کہ وچھووالی سماج کے متعلق جو مقدمات عدالت میں چل رہے تھے لیکن باہمہ کاوکر کسی دوسری جگہ کیا گیا ہے مندر سماج اس پہلے گذر چکا ہے اس پر قبضہ کر کے آریہ سماج والوں کی بھی تھا۔ ہوتا بات بعد فیصلہ کر لیگی لیکن اب ایسی شرارت کا آغاز ہوا ہے جس کی حالت یہ بتلائے جاتے ہیں۔ کہ سماج مندر وچھووالی پر ابھی تک راے ٹھاکردت پارٹی کا قبضہ تھا۔ دوسری پارٹی جس کا نام پرکاش پارٹی یا مسٹر روشن لال پارٹی ہے اس نے ۱۸ تاریخ کو سماج مندر میں جاکر دھاوا کیا۔ اور تمام کمروں کو اپنے تالے لگا دیئے۔ اس وقت وہاں پر پولیس کے چند سپاہی موجود تھے جب اس واقعہ کی خبر رائے ٹھاکردت پارٹی کو ملی۔ تو اس کے بھی کچھ آدمی سماج مندر میں پہنچے۔ اور یہ دیکھکر حیران رہ گئے کہ نہ صرف اسباب والے کمروں کو ہی بلکہ جن میں پنتری پاٹھ شالہ (مدرسۃ البنات) کی لڑکیاں پڑھتی تھیں ان کو بھی تالے لگے ہوئے ہیں۔ پرکاش پارٹی نے ۹ فروری کو کوشش کی کہ پنتری پاٹھ شالہ نہ لگے۔ اور جو بھی لڑکی آتی تھی۔ اسے کہتے تھے آج سکول بند ہے گھر جاؤ۔ لیکن رائے صاحب پارٹی نے اپنی کوشش سے پنتری پاٹھ شالہ کو بند نہ ہونے دیا۔ اور پڑھائی ہوتی رہی۔ اب یہ حالت ہے کہ سماج مندر پر دونوں پارٹیوں کے آدمی ڈیرا ڈالے بیٹھے ہیں۔ اور رات کو بھی وہیں رہتے ہیں پولیس کے چند آدمی بھی موجود ہیں۔ اور اندیشہ ہے کہ کشمکش زیادہ نہ بڑھ جائے اور خون نہ بہ نکلے"

ابھی چند دن ہوئے۔ اس سے پہلے پرچہ میں امرتسر میں کسی احمدی کے اپنے "غیر احمدی" باپ کا جنازہ نہ پڑھنے۔ اور ایک دوسرے کا اسی وجہ سے رشتہ چھوٹ جانے پر ہمارے لایق معاصر ہی نے لکھا تھا کہ

"جب کسی قوم کے بُرے دن آتے ہیں تو اس قسم کے اختلافات کثرت سے اٹھتے ہیں۔ اور پھر اس کا زندہ رہنا مشکل ہو جاتا ہے"

کیا ہمارا لایق معاصر ہمیں اجازت دیگا۔ کہ وچھووالی سماج کے متذکرہ صدر قضیہ اور ان اختلافات پر بھی اسی اصول کو ہم چسپاں کریں۔ بلکہ انارکلی سماج کو اس جھگڑے کی ایک تیسری شاخ سمجھ کر کل آریہ سماج کے ہی بُرے دن آنے کا یقین کر لیں اور سمجھ لیں کہ اب اس کا زندہ رہنا مشکل ہے۔

آہ! بہت ہیں جو دوسروں کی آنکھ کا تنکا دیکھتے ہیں۔ مگر اپنی آنکھ کا شہتیر انہیں نظر نہیں آتا +

پھر مقدمہ بازی

اسی کے ضمن میں معاصر ملتین کے نامہ نگار کا یہ بیان بھی پڑھے جانے کے قابل ہے کہ

"آریہ سماج وچھووالی لاہور کے جھگڑے کے خاتمہ کے جو آثار گذشتہ ایام میں پیدا ہوئے تھے وہ اب پھر ملیا میٹ ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کیونکہ چند روز ہوئے رائے ٹھاکردت کی مخالف پارٹی نے مندر پر جو چھاپہ مارا ہے اور پہلے مقفل کمروں پر اپنے تالے لگا کر جو کارروائی کی ہے اس نے معاملات کو از سر نو پیچیدہ بنا دیا ہے۔ چنانچہ اس تمام پوزیشن پر غور کرنے کے لئے آریہ سماج وچھووالی لاہور (رائے صاحب پارٹی) کی انترنگ سبھا کا ایک جلسہ ہوا جس میں تمام معاملہ پیش کیا گیا۔ کئی اصحاب نے تقریریں کیں اور بتایا کہ مخالف پارٹی کے چھاپہ مارنے کی کارروائی نہایت نامناسب ہے۔ اور اس سے وہ اثر بالکل زایل ہو گیا ہے۔ جو کہ صاحب ڈپٹی کمشنر کی مربیانہ رائے سے ہوا تھا۔ آخر ایک ریزولیوشن پاس کیا گیا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر کی خدمت میں گذارش کی جاوے کہ وہ تا فیصلہ آریہ پرتی ندھی سبھا صوبہ متحدہ آریہ سماج مندر سے مخالف پارٹی کا ناجایز داخلہ بند کر دیں اور ان کے تالے کھلوا دیئے جائیں۔ دوسرے الفاظ میں اس کا یہ مطلب ہے کہ تا فیصلہ ثانی سماج مندر اس حالت میں رہے جس میں کہ وہ چھاپہ مارنے سے پہلے تھا۔ اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو اس نامناسب اور خلاف قانون کارروائی کے برخلاف عدالتی چارہ جوئی کی جاوے"

کیا ان واقعات کے ہوتے ہوئے بھی خود آریہ گزٹ کے اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ آریہ سماج کی تباہی کے دن نہیں آگئے احمدیوں میں جو کچھ جھگڑے ہوئے ان کی نوبت خدا کا شکر ہے کہ عدالت تک نہیں پہنچی۔ اور خدا نہ کرے کہ آیندہ بھی کبھی ایسا ہو۔ مگر اس کو کیا کریں کہ خود تو امارت اور جاہ طلبی کے لئے عدالتوں میں جاتے اور ڈپٹی کمشنروں کی منتیں کرتے پھرتے ہیں۔ اور پیشگوئی ہمارے لئے ہے کہ تم تباہ ہو جاؤ گے۔ ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

شیطان اور معلم الملکوت

۲۰ فروری ۱۹۱۸ء کے صفحہ نامہ صبح امید میں جناب معلم الملکوت کی

یہ الفاظ ہیں کہ

"خدا کی وہ سرکش مخلوق جو ایک زمانہ میں ملایکہ مقربین کی سرگروہ تھی۔ اور سید بیان عالم قدس کی تعلیم اسکے سپرد تھی۔ ابد میں اس مخلوق کا جو حشر ہوا کلام اللہ میں اسکا مفصل تذکرہ موجود ہے۔ اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ اسلام کے نزدیک میں اس مخلوق کے تصور کی کیا حیثیت ہے"

اس عبارت میں مولوی ظفر علی خاں نے بعض صوفیا کے متعلق بتایا ہے۔ کہ وہ اس سرکش ہستی "شیطان رجیم" کی تعریف میں کس قدر رطب اللسان ہیں۔ اس سے ہمیں بحث نہیں۔ کہ ان کا یہ بیان کہاں تک صحیح ہے یا ان صوفیا نے ان الفاظ کے لکھنے میں کیا کچھ عیب یا ثواب کا کام کیا ہے ہمارا سوال صرف ان الفاظ کے متعلق ہے۔ جو ظفر علی خاں نے شیطان کے متعلق استعمال کئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ابلیس کا معلم الملکوت ہونا اسکا ایک زمانہ تک ملائکہ مقربین کا سرگروہ ہونے کے ساتھ انہیں تعلیم بھی دینا یہ کہاں سے ثابت ہے۔ قرآن کی کس آیت میں لکھا ہے۔ کہ شیطان کبھی فرشتوں کا سردار تھا۔ اور انہیں تعلیم دیا کرتا تھا۔ بلکہ اس کے خلاف وہاں تو لکھا ہے کان من الجن ففسق عن امر ربہ (۱۸ : ۵۰) وہ تو جنوں میں سے تھا۔ اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔ یہ کہنا۔ کہ وہ فرشتوں کا سردار تھا قرآن سے ثابت نہیں۔ اور نہ کسی صحیح حدیث سے ایسا ثابت ہوتا ہے۔ مسٹر ظفر علی خاں کے پاس اگر اس کا کوئی ثبوت ہو۔ تو وہ پیش کرے۔ ورنہ اتباع قرآن والحدیث کے دعویدار ہو کر اس قسم کی بے تکی ہانکنا قابل افسوس امر ہے +

"دو بیویوں کی خرابی"

معاصر "پبلک" اس عنوان سے ایک خبر سناتا ہے۔ کہ سشن جج سلہٹ نے پچھلے دنوں میں ایک مسلمان مزدور ناشو ماجھی کو اس جرم میں پھانسی کی سزا کا حکم سنایا تھا کہ اس نے دو بیویوں کی لڑائی جھگڑے سے تنگ آکر ایک کو جان سے مار ڈالا۔ لیکن ہائیکورٹ نے اس سزا کو کالے پانی میں بدل دیا ہے مقدمہ کے حالات یہ ہیں کہ جب یہ شخص اپنی بیویوں سمیت کام سے واپس آیا تو دونوں بیویوں نے آپس میں اس بات پر جھگڑنا شروع کیا کہ گھر کا کام کون کرے ملزم نے تنگ آکر ان میں سے ایک کو مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا۔ اگلے دن جب وہ واپس آئی تو معلوم ہوا کہ دوسری عورت کا گلا کٹا ہوا ہے۔ ملزم نے پہلے اقبال جرم کر لیا تھا۔ پھر اسے واپس لے لیا"

اس خبر کو درج کرنے کے بعد آخر میں یہ لفظ لکھے ہیں۔ کہ

"یہ دو بیویاں کرنے کی خرابی ہے"

ہم کہتے ہیں۔ دو بیویاں کرنے کی خرابی نہیں۔ بلکہ کسی اپنے جوش نفس اور ناجائز طریق عمل کا نتیجہ ہے۔ ورنہ دنیا میں ایسے بھی لوگ آباد ہیں۔ جو دو سے بھی زاید چار تک بیویاں رکھتے ہیں۔ اور ان کے گھروں میں کوئی بھی خرابی وقوع پذیر نہیں ہوتی۔ ہاں اس میں شک نہیں۔ کہ جو لوگ ایسا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ یا ایک سے زاید بیویوں سے بسر نہیں کر سکتے۔ انہیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں۔ نہ ہی عورتوں کی طرف سے کوئی جھگڑا اٹھے تو اس قدر آپے سے باہر ہو جانا مناسب ہے۔ کہ مار اور قتل تک نوبت پہنچے۔ بلکہ صلاحیت کیسا تھ ان فسادات کو مٹانے کی کوشش کرنی چاہئے اور اگر مٹ نہ سکیں تو جس کی طرف سے فساد اٹھتا ہے۔ اسے طلاق دیدے۔ یہ تو ہے اسلام کی اصل تعلیم جس کے خلاف جو چلتا ہے۔ وہ اپنی خرابی کی وجہ سے دکھ اٹھاتا ہے۔ نہ دو عورتوں کی خرابی سے۔ ورنہ اس طرح تو دنیا میں صرف ایک عورت کے ہوتے ہوئے بھی ایسے واقعات ہو جاتے ہیں۔ تو کیا اب اس شادی کو ہی سرے سے ترک کر دیا جائے +

نکاح بیوگان اور نیوگ

معاصر بلیٹین اپنی ۲۴ فروری ۱۹۱۸ء کی اشاعت میں مشہور آریہ سماجی لیڈر سوامی سردانند جی کے ایک لیکچر کا جو انہوں نے ۲۰ فروری ۱۹۱۸ء کو امرتسر میں نکاح بیوگان کی حمایت میں دیا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ

"ہم امید کرتے ہیں کہ اس تقریر کا ذکر سن کر وہ آریہ سماجی جو بدھوا بواہ کی بجائے نیوگ پر زور دیتے ہیں۔ ضرور سرنگون ہونگے۔ اے کاش آریہ بھائی سمجھیں کہ نیوگ کی رسم کے بجائے بدھوا بواہ بہت اچھا ہے"

لیکن اس میں بیچارے ان آریہ سماجیوں کا کیا قصور۔ آخر یہ مسئلہ کوئی ان کا ایجاد کردہ تھوڑا ہی ہے۔ یہ تو ان رشی اور مہرشی جی کے کارنامے ہیں جن کی عظمت و بزرگی سے خود بلیٹین کو بھی انکار نہیں۔ پھر تعجب ہے۔ کہ سوامی جی کو تو قصوروار نہ ٹھیرایا جاوے۔ ان کی تو عظمت و بزرگی ویسے ہی بحال رہے۔ باوجودیکہ وہ صرف بدھوا بواہ کے حامی ہی نہیں بلکہ اس کو سوسائٹی کے حق میں سخت [illegible]

ہی حد کے اندر نہ آجائے۔ جیسا کہ اس سے پیشتر ستیارتھ پرکاش ہی کی ان عبارات کو نقل کرنے پر اور تو اور خود سماجی تحریک پر ۱۹۱۳ء میں ایک پریس کو ضمانت دینی پڑی۔ اس لئے ہم صرف صـ۱۳۲ کا حوالہ دے دینے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ اور معاصر بلیٹین سے پوچھتے ہیں۔ کہ وہ سوامی جی کے ان بیانات کو کیا سمجھتا ہے۔ اور اس انسان کو کن الفاظ کا مالک قرار دیتا ہے جو بدھوا بواہ کے بجائے نیوگ پر زور دیتا ہے +

ہندوستان میں شراب کے قطعی انسداد کی تحریک

گذشتہ اشاعت میں ہم نے لاہور کے ہوٹلوں کے متعلق ان شکایات کا ذکر کیا تھا۔ جو ایک درخواست کی صورت میں صاحب کمشنر کی خدمت میں پیش ہوئی ہیں۔ اور جس میں یہ التجا کی گئی ہے۔ کہ وہاں شراب کا آنا بند کیا جائے۔ اب ایک اور اس سے بھی زیادہ مفید تحریک سننے میں آئی ہے جو آنریبل مسٹر شرما نے امپیریل کونسل میں ایک ریزولیوشن کی صورت میں کی۔ جسکا یہ مطلب تھا۔ کہ حضور گورنر جنرل معہ کونسل ہندوستان میں شراب کے قطعی انسداد کو گورنمنٹ کی مسلمہ پالیسی قرار دیں۔ باوجودیکہ اس تحریک کے مفید اور ملک اور سوسائٹی کے لئے موجب صد تبریک ہونے میں کسی کو بھی شک نہیں اور اسی لئے قریبًا تمام ہی ہندوستانی ممبروں نے متفقہ طور پر اس کی تائید کی۔ لیکن افسوس ہے کہ یورپین ممبروں کی بے وجہ مخالفت سے یہ منظور نہ ہو سکا۔ اور ان تمام اعتراضات کا جو یورپین ممبروں کی طرف سے ہوئے تھے معقول اور مدلل جواب مل جانے کے باوجود بھی ۱۳ ووٹ اس کے خلاف زیادہ ہو گئے۔ سب سے زیادہ زور بندش شراب کی وجہ سے آمدنی کے گھٹ جانے پر تھا لیکن تعجب ہے کہ ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا گیا۔ کہ یورپ میں حالات جنگ کی وجہ سے اس کا انسداد ہوا ہے۔ مگر کیا وہاں حالات جنگ اس کے متقاضی نہیں کہ آمدنی زیادہ ہو۔ لیکن دراصل یہ کوئی ایسا عذر نہیں۔ جو ان از حد نقصان دہ حالات کے بالمقابل قابل سماعت ہو سکے۔ جو اس کی وجہ سے کروڑہا انسانوں کی صحت اور اخلاق اور ان کی مالی حالت پر وارد ہوتے ہیں۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے فیہما اثم کبیر و منافع للناس شراب اور جوئے میں نقصان بہت زیادہ ہیں اور کسی قدر نفع بھی۔ اسی حقیقت کو پیش نظر رکھکر یورپین ممالک میں بندش شراب کو ضروری سمجھا گیا۔ (گو عملًا ابھی بہت کچھ ایثار کی ضرورت ہے) اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہندوستان میں بھی اس لحاظ سے شراب کا قطعًا انسداد ہونا ضروری ہے۔

ضرورت ہے۔ کہ اس قسم کے ریزولیوشن پے در پے مختلف ممبروں کی طرف سے پیش ہوں۔ اور ان کی تائید بہت زیادہ زور کیساتھ کی جائے جو انشاء اللہ کامیاب ہو کر رہیگا۔ ہاں استقامت درکار ہے +

کٹک میں احمدیوں پر مظالم

معاصر "الفضل" نے "اہلحدیث" کے ایک نامہ نگار کے ان الفاظ پر جن میں اس نے کٹک کے احمدیوں پر سخت ترین مظالم کی دردناک داستان سنائی ہے۔ اپنے دو تین نمبروں میں گورنمنٹ سے التجا کی ہے۔ کہ ان مظالم کا سد باب کرے۔ فی الحقیقت نامہ نگار "اہلحدیث" کا بیان اگر صحیح ہے اور کیوں اس کو صحیح نہ سمجھا جائے۔ جبکہ وہ اسے بڑے فخر سے اپنی مذہبی حمیت اور اعلےٰ کارناموں کے ثبوت میں لکھتا ہے۔ اور "اہلحدیث" میں ان ظالم لوگوں کو جن کے ہاتھوں ایسے ایسے سخت دکھ احمدیوں پہنچ رہے ہیں۔ شاباش بھی دی گئی ہے تو گورنمنٹ انگریزی کے عہد میں خود مسلمانوں کی طرف سے یہ ایذارسانی بہت ہی افسوسناک امر ہے۔ کس قدر فخر کیساتھ اپنی جہالت اور وحشیانہ پن کو آشکارا کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"قادیانیوں کا قافیہ ایسا تنگ کر دیا گیا ہے۔ کہ بیچارے مکان سے باہر تک نکل نہیں سکتے۔ اتفاقیہ راہ میں کسی کی مٹھ بھیڑ ہو بھی جائے۔ تو نہ سلام ہے نہ علیک۔ باپ ہے تو بیٹے کی صورت دیکھکر جل رہا ہے۔ بیٹا ہے تو باپ کی رویت سے گھنا رہا ہے۔ مسجدوں میں قدم دھرنا ایک قلم بند دعوت میں شراکت دینا قطعًا مسدود۔ وہ جو کہاوت ہے۔ کہ ہوئے پر سو دُرّے۔ وہ بھی بیاں واجب التعمیل ہو رہی ہے۔ میرزائیوں کی میت کا پوچھئے مت شہر میں اگر کسی میت کی خبر پہنچ جاتی ہے۔ تو تمام قبرستانوں میں پہرہ بیٹھ جاتا ہے کسی کے ہاتھ میں ڈنڈا کسی کے ہاتھ میں چھڑی۔ میت کی مٹی پلید ہو رہی ہے۔ کہ کھو تبے تابوت نہیں ملتی۔ بیلداروں کو طلب ہوتی ہے۔ تو وہ کے واسطے جگہ تلاش کرتے کرتے پھوں کا زمانہ بھی گذر جاتا ہے ہر صورت سے ناامید ہو کر جب یہ ٹھان بیٹھتے ہیں۔ کہ چلو چپکے سے مکان ہی کے اندر قبر کھدوا کر گاڑ دیں تو مخالف غیبی طاقت میونسپلٹی کو آگاہ کر دیتے ہیں۔ اور وہ غڑاپ سے آموجود ہو کر خیر من امید پر کڑکتی بجلی گرا دیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ میت کی حالت ناگفتہ بہ ہے"

ہم نہیں جانتے کہ کٹک کے مسلمانوں پر ایسی وحشت کیوں چھاگئی کہ وہ اور اور مختلف فرقوں کو چھوڑ کر ایک غریب احمدیوں کے ہی اس قدر درپے ہو گئے ہیں کہ ایسے ایسے سخت مظالم بھی انہیں دریغ نہیں۔ اس کی اصل وجوہات کا تو پتہ لگانا مشکل ہے۔ ہاں البتہ میاں صاحب کے موجودہ عقاید کو پیش نظر رکھکر یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ ان تمام فسادات کی یہی وجہ ہے میاں صاحب کا اپنا بیان ہے۔ کہ

"ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ایک غیر احمدی کا فرض ہے۔ کہ جبتک وہ بیعت میں داخل نہ ہو مسیح موعود اور اس کے متبعین کو مسلمان نہ سمجھے"

پس انکے اس فتوے کی رو سے کٹک میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے۔ وہ تو بقول میاں صاحب مسلمانوں کا فرض ہے جسکو وہ پورا کر رہے۔ اس فرض کی بجا آوری پر بھی خود خلافت مآب کے سرکاری گزٹ سے ہی انہیں ملامت ہو۔ اور حکومت کو انکے خلاف اکسایا جائے۔ تو کیوں اور کس کے لئے۔ کیا میاں صاحب کی طرف سے یہ ان پر ظلم نہ ہوگا۔ میاں صاحب سوچیں اور غور کریں۔ کہ ان کی وجہ سے جماعت پر کیا کیا کچھ تباہیاں آ رہی ہیں۔ اور سلسلہ عالیہ کے متعلق کس قدر غلط فہمیاں عام طور پر پھیل چکی ہیں۔ اور پھیلائی جا رہی ہیں

"اہلحدیث" کی غلط بیانی

اس کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ "اہلحدیث" نے ان مظالم کی روئداد کو شائع کرتے ہوئے۔ ساتھ ہی یہ نوٹ دیا ہے۔ کہ

"یہ سب کانٹے مرزا صاحب کے اپنے بوئے ہوئے ہیں۔ جنکا حکم اب بھی جاری ہے۔ کہ کسی غیر مرزائی کا چاہے باپ بھی ہو۔ جنازہ نہیں پڑھنا چاہئے"

کیا یہ صریح غلط بیانی نہیں اور کیا میاں صاحب کے ذریعہ سے یہ پیدا نہیں ہوئی۔ جن کا حکم اب بھی جاری ہے۔ انکے الفاظ کس طرف اشارہ کر رہے ہیں مرزا صاحب کا تو کوئی حکم نہیں۔ ہاں البتہ اپنے پاس سے بعض احکام میاں صاحب نے گھڑ لئے ہیں۔ جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔ تعجب ہے کہ اہلحدیث نے میاں صاحب کا تو نام نہ لیا اور الٹا حضرت مسیح موعود پر یہ الزام تھوپ دیا اور اسکے ثبوت میں اپنی ۲۲ فروری ۱۹۱۸ء کی اشاعت میں حوالہ بھی وہ دیا ہے جو اس کے اس نتیجہ کے صریح خلاف ہے۔ اہلحدیث لکھتا ہے۔ کہ

"اس نوٹ کا ثبوت فتاوی احمدیہ (مجموعہ فتاوی مرزائیہ) کی جلد اول صـ۱۱۸ میں ہے"

حالانکہ فتاوی احمدیہ کے اس صفحہ کو جب ہم پڑھتے ہیں تو وہاں تو صاف دوسروں کا جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ

"سوال ہوا کہ جو آدمی اس سلسلہ میں داخل نہیں اسکا جنازہ جایز ہے یا نہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا اگر اس سلسلہ کا مخالف تھا اور ہمیں برا کہتا تھا اور برا سمجھتا تھا تو اس کا جنازہ نہ پڑھو اور اگر خاموش تھا اور درمیانی حالت میں تھا تو اس کا جنازہ پڑھ لینا جایز ہے بشرطیکہ نماز جنازہ کا امام تم میں سے ہو ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ متوفی اگر مکذب اور مکفر نہ ہو تو اس کا جنازہ بے شک پڑھ لیا جائے کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ علام الغیوب خدا ہی کی ذات ہے"

کیا ان الفاظ میں حضرت مسیح موعود نے صاف طور پر دوسروں کا جنازہ پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ ہاں اسمیں شک نہیں۔ کہ مکفرین کو اس سے الگ رکھا ہے۔ ان کے متعلق منع کیا ہے۔ کیونکہ جب وہ کافر بنا چکے ہیں۔ تو کوئی باحیثیت احمدی انکا جنازہ نہیں پڑھ سکتا۔ باقی رہے خاموش اور درمیانی حالت ماننے تک کی تو اجازت دیدی اور چاہئے کیا ہو افسوس ہے کہ ایسی صریح باتوں کے متعلق بھی اس قدر غلط بیانی سے دریغ نہیں کیا جاتا۔ اہلحدیث کو دوسروں کے متعلق تو ہمیشہ یہ شکایت رہتی ہے۔ کہ وہ جواب دیتے وقت اس کے سارے مضمون کو نقل نہیں کرتے مگر خود اس نے صرف حوالہ دیکر اور اصل الفاظ نقل نہ کرکے کہاں تک دیانت اور امانت سے کام لیا ہے +

لیکن اس پر کیا افسوس کیا جائے۔ یہی غلط بیانی آئے دن قادیان سے بھی ہوتی ہے۔ جس کی بنا پر احمدیوں کو اب ایسے ایسے سخت دکھ بھی [illegible]

ایذا رسانی کا حق کس کو نہیں

یہ تو وہ باتیں ہیں جن کی بنا پر کہا جا سکتا ہے۔ کہ مسلمانان کٹک کے غصہ اور جوش کے اصل موجب میاں صاحب ہیں۔ لیکن میاں صاحب کی تو زیادہ سے زیادہ اتنی غلطی ہے۔ کہ انہوں نے مسلمانوں کو کافر کہا۔ اس پر اب یہ وحشیانہ پن جو اختیار کیا گیا ہے کہ احمدیوں کو اب دنیا میں رہنے ہی دینا۔ یہاں تک کہ ان کے مُردوں کی مٹی پلید کرنا ہے۔ یہ کہاں تک جائز ہے۔ دنیا کے کونسے قانون۔ کس مہذب گورنمنٹ کے آئین اور کونسی شریعت میں یہ اجازت دی گئی ہے۔ کہ اگر کوئی کسی کو کافر کہدے تو دوسرا اُس کی ایذا رسانی کے درپے ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ ایسا سلوک شرعاً۔ قانوناً۔ عقلاً اور نقلاً سراسر ناجائز اور خلاف شریعت ہے۔ انکے اعتقادات کو تم غلط سمجھتے ہو۔ اُنکے فتوؤں کی تمہیں شکایت ہے۔ تم انہیں سمجھاؤ۔ دلائل سے اُن کا رد کرو۔ اگر وہ بالفرض کوئی دکھ دیں۔ تو باقاعدہ حکام سے چارہ جوئی کرو نہ کہ ایسے ایسے مظالم سے (جنکے سُننے سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں) اپنی جہالت کا ثبوت دو۔ مگر ہمیں تو افسوس ہے کہ احمدیوں کی طرف سے کسی ایسی ایذا رسانی کا ذکر ہی نامہ نگار اہلحدیث کی زبانی سُننے میں نہیں آیا۔ پھر یہ ظلم و ستم نہیں تو اور کیا ہے۔ کہ ان کے غلط اعتقادات کی بنا پر انہیں ایسی ایسی سختیوں کا مورد ٹھہرایا جائے۔

ضرورت ہے کہ گورنمنٹ اس طرف توجہ فرما کر ایسے مظالم کا سدِ باب کرے۔

مکتوبات مسیح موعودؑ

"ملفوظات مسیح موعودؑ" کے شائع ہو چکنے پر سلسلہ تصنیفات احمدیہ کا تیسرا شعبہ "مکتوبات مسیح موعودؑ" کو شائع کرنے کا انجمن نے ارادہ کیا ہے۔ جس میں کچھ تو وہ خطوط ہونگے جو اخبارات میں اس وقت تک شائع ہو چکے ہیں اور بعض خطوط ایسے بھی ہیں۔ جو آجتک کسی اخبار میں شائع نہیں ہوئے۔ اور احباب احمدیہ کے پاس موجود ہیں۔ چونکہ یہ کام بہت جلد شروع ہونے والا ہے۔ اسلئے ضرورت ہے کہ جن جن احباب کے پاس کوئی حضرت مسیح موعودؑ کے خطوط ہوں۔ وہ بہت جلد سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے پتہ پر بھیجدیں۔ تاکہ وہ اس کتاب میں درج ہو سکیں۔ اصل خطوط بشرط ضرورت واپس بھی کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن نقلیں نہیں آنی چاہئیں۔

امید ہے کہ احباب اس ضروری التماس کیطرف بہت جلد توجہ فرمائینگے۔ اور ایسے تمام خطوط جو اُنکے پاس ہوں۔ فی الفور بھیجدینگے یہ ایک بڑا ثواب کا کام ہوگا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے درخشندہ کاموں میں چار چاند لگا دینے والا۔ کیا ہمارے احباب اس ثواب کو حاصل کریں گے؟

سناتن دھرمی ہندوؤں میں نیچ ذاتوں سے مساوات کا خیال

آجتک سُنتے آئے تھے کہ سناتن دھرمی ہندوؤں کے نزدیک کوئی نیچ ذات کا شخص اعلیٰ ذات کے ہندو کے برابر بیٹھ نہیں سکتا۔ نہ ان سے چھو بھی سکتا ہے لیکن ہمارے ناظرین یہ سُنکر حیران ہونگے۔ کہ حال ہی میں کُنبھ میلہ الہ آباد میں جہاں ہزاروں چوہڑے اور ڈوم اکٹھے ہوتے ہیں۔ سیوا سمتی کیمپ میں ایک بہت بڑا جلسہ ہوا جس میں آنریبل پنڈت مدن موہن مالوی نے ان اچھوت قوموں کو سوسائٹی میں برابری اور مساوات کا حق دینے اور انہیں اوپر اٹھانے پر نہ صرف زور دیا۔ بلکہ خود اپنے ہاتھ سے سیوا سمتی کے والنٹیروں سمیت انہی چوہڑوں اور ڈوموں کو حلوہ تقسیم کیا۔ آنریبل پنڈت صاحب کا یہ فعل خواہ سیاسی نقطۂ خیال سے ہندوؤں کے لئے کتنا ہی مفید کیوں نہ ہو مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ ہندو مذہب اس کے سراسر خلاف ہے۔ لیکن خواہ کچھ ہی ہو۔ جہاں ہندو مذہب میں اور بیسیوں ایسی باتیں رواج پا گئی ہیں جو اصل مذہب کے مطابق نہیں تو یہ بھی سہی۔ مگر تاہم مسلمانوں کیلئے اللہ یہ فعل اور آنریبل پنڈت صاحب کا اقدام عمل قابل [illegible] ہے۔ وہ قوم جسکے مذہب میں امیر اور غریب۔ ادنے اور اعلےٰ اور چھوٹے اور بڑے کی کوئی تمیز ہی روا نہ رکھی گئی ہو اور بحیثیت انسان سبکو ایک برابر قرار دیا گیا ہو۔ اسکا تو یہ حال کہ سید مغل اور پٹھان کی ناجائز تقسیم کرکے ایک کو دوسرے پر فوقیت دیجائے۔ اور کوئی چھوٹی قوم کا شخص نظر ہی نہیں ٹکے ہی نہیں اور جسکو مذہباً کسی دوسرے سے چھو جانا بھی منع ہو۔ وہ انہیں برابر کا حق دیں۔

ابھی اگلے دن لاہور میں ایک میونسپل کمشنر صاحب سے جب انکی قابلیت و اہلیت کا سوال ہوا۔ اور آئندہ انتخاب میں ووٹ کا اعتبار تسلیم کرنے کی وجہ پوچھی گئی۔ تو اُن کا یہ جواب ذرا سُننے کے قابل ہے۔ کہ پھر حق سب پر فائق ہے کیونکہ میں سید ہوں۔ جو آجتک اسی منشاء سے قرآن کی

تحقیق الادیان

مباحثہ فیروزپور اور آریہ سماج کی دہریت

۱۱ ماہ رواں کو آریہ سماج فیروزپور کا خط پہنچا کہ آریہ سماج کالج یا سٹی کے سالانہ جلسہ میں بمفصلہ ذیل مضامین میں سے جس مضمون پر مباحثہ کرنا چاہیں اطلاع دیں۔ اور وہ تین مضمون خود ہی تجویز کرکے لکھ دیئے اسکے جواب میں اُن کو لکھا گیا کہ جب آپ لوگ ہمیں دعوت دیتے ہیں تو آپ کو تقرر مضامین کا کوئی حق نہیں۔ اسکے جواب میں سماج کے ارباب حل و عقد نے کیا اچھا لکھا کہ

"اگر کوئی کہے کہ ہمنے اسکو دعوت مباحثہ دی اور اصولاً ہمیں تاریخ مقرر کرنے کا کوئی حق نہیں اس لئے کہ ہمنے دعوت مباحثہ دی ہے۔ تو جس طرح یہ غیر معقول بات ہوگی۔ قصہ کوتاہ جس طرح سے دعوت مباحثہ اس خاص تاریخ کیلئے ہے اسیطرح سے دعوت مباحثہ ان خاص مضامین مجوزہ میں سے کسی ایک کے لئے ہے"۔

یہ ہے ان لوگوں کا علم و عقل جو مذہبی دنیا میں سرتاپا عقل مجسم کے مدعی اور معقول پسندی کے واحد ٹھیکیدار ہیں۔ دعوے تو یہ ہے۔ کہ ع

صداقت وید مقدس آزمائے جس کا جی چاہے

اور جب آزمائش کا وقت آتا ہے تو کسوٹی گھر سے لا کر دیتے ہیں کہ بس اسی سے آزمانا۔ کوئی دوسرا معیار ہمیں منظور نہیں۔ اس لئے آزمائش کا وقت ہمنے مقرر کیا ہے تھا ہمیں چونکہ ہر رنگ میں ویدک پول کو کھولنا منظور ہے ہمنے اُنہیں کے مجوزہ مضمون

پیدائش ارواح

کو منظور کر لیا۔ اور تاریخ مناظرہ سے ایک روز پیشتر ۲۰ کی شام کو فیروزپور پہنچ گئے۔ ۲۱ کی صبح کو معلوم ہوا کہ مناظرہ بڑا عظیم الشان مناظرہ ہوگا۔ اور آریہ سماج نے جیسا اشتہر کیا ہے

"سماجی دنیا کے مایہ ناز چوٹی کے مناظر راجندر دہلوی اور مہاشہ شانتی سروپ سابقہ فاضل اہل مولوی محمد علی قریشی کو بلایا ہے اور انہوں نے آنا منظور کر لیا ہے۔ اور احمدی جماعت کے مولوی مرزا یعقوب بیگ الحق کے ساتھ جو اعلےٰ درجے کے مناظر ہیں۔ مباحثہ ہوگا"

خیر خدا خدا کرکے

وعدے کا وقت

آ پہنچا۔ اور ہم بھی وقت مقررہ سے چند منٹ پیشتر ہی میدان مناظرہ میں جا پہنچے۔ کہ آج سماج کے انتہائی جوبن اور بناؤ و سنگار کا کچھ لطف اٹھائیں۔ مگر وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا۔ کہ باوجود وعدہ کرنے کے نہ تو راجندر دہلوی اور نہ فاضل اجل شانتی سروپ تشریف لائے ہیں۔ مجبوراً سماجیوں نے پنڈت راجارام جی پروفیسر ڈی اے وی کالج لاہور کو تیار کیا۔ وہ سماں بھی قابل دید تھا۔ جب پروفیسر صاحب کرسی پر تشریف فرما تھے۔ اور ان کی فدویت کتابوں کے حوالے دکھلا کر پروفیسر صاحب کو تیار کر رہی تھی۔ اس افراتفری میں مقررہ وقت مباحثہ بھی گذر گیا۔ اور پندرہ بیس منٹ اوپر ہوگئے مگر وہ لوگ اپنی سراسیمگی سے لوگوں کو حیرت میں ڈال رہے تھے کہ ۸ کی بجائے ۹ بجے کو تیار۔ مگر مباحثہ شروع ہی نہیں ہوتا۔ خیر قریباً ۹ بجے پریزیڈنٹ صاحب اُٹھے۔ اور خلاف قاعدہ مضمون متنازعہ فیہ پر خود ہی قیود اور حد بندیاں لگانی شروع کر دیں۔ اور بالآخر مباحثہ شروع کرنے کے لئے کہا گیا۔ اس کے بعد پنڈت راجارام جی نے فوراً اٹھکر منقولی بحث کیلئے وید اور قرآن شریف کے حوالے اور معقولی میں دلائل عقلیہ کی شرط تجویز کی۔ اسلئے کہ وید اپنے دعاوی کے دلائل عقلیہ خود نہیں دیتا۔ جس کا اقرار سوامی دیانند اور دیگر قابل مناظرین آریہ سماج نے بھری مجلسوں میں بارہا کیا ہے) جواباً بتلایا گیا۔

دعوے اور دلائل دونوں اپنی اپنی کتاب سے

پیش کرنے چاہئیں اور اسکے ساتھ ہی قرآن شریف میں سے چند آیات جن میں روح کی پیدائش کو دلائل عقلیہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ پیش کی گئیں۔ اور وید مقدس میں سے دعوے ازلیت روح اور دلائل طلب کئے گئے۔ پروفیسر صاحب جواب دینے کیلئے اُٹھے تو فرمایا کہ وید بھی اپنے دعاوی کو دلائل عقلیہ سے خود ہی ثابت کرتا ہے۔ (آریہ سماج میں یہ نرالا دعوے اس سے پیشتر نہیں سُنا گیا۔ حالانکہ آج فیروزپور میں کو بمدکل آریہ سماج کے سالانہ مناظرہ پر سوامی دیانند اور کئی اور شاستری نہیں بڑے بڑے نامی سماجی مناظروں نے بھری مجلسوں میں

ہیں روح کو نیچ جونوں میں جانیوالا اور امر (نہ مرنے والا) کہا گیا ہے اس سے روح کا ازلی (اناادی) ہونا ثابت ہے۔

اور اس دلیل کے جواب میں کہ چونکہ روح اپنی صفات میں محدود ہے۔ کوئی ہے جس نے اسکو ایک حد کے اندر قید کیا ہے پس وہی محدد اس کا خالق ہے اور روح پیدا شدہ ہے آپ نے صاف لفظوں میں

اقرار کر لیا کہ خدا بھی اپنی صفات میں محدود ہے۔

اور روح کی صفات میں گیان (معرفت الہٰی) سے کوئی ترقی نہیں ہوتی۔ روح کی مثال لیمپ کی ہے کہ اس کی روشنی کے اندر مختلف چیزیں آتی جاتی ہیں روشن ہوتی جاتی ہیں اور یوں پروفیسر صاحب نے مذہب اور عقل کا خاتمہ کر دیا۔ بعد میں جب

سوامی دیانند کا حوالہ

پیش کیا گیا۔ کہ دیکھو وہ بھی روح کی صفات میں ترقی مانتے ہیں۔ اور انہوں نے صاف لکھا ہے کہ جیو (روح) ایشور کے دویہ گنوں (نورانی صفات) کو حاصل کرتا ہے تو دبی زبان سے اقرار کر لیا کہ ہاں صفات میں ترقی ہو جاتی ہے۔ پہلے روح میں صفت کم ہوتی ہے پھر زیادہ ہو جاتی ہے۔ پھر پروفیسر صاحب نے الزامی جواب دیتے ہوئے یہ کہا کہ دیکھو خدا میں بھی تغیر و تبدل ہو جاتا ہے پہلے خدا بیکار بیٹھا تھا اور پھر اسکو دنیا بنانے کا خیال آیا تو یہ خدا میں تغیر ہے۔ جواباً کہا گیا کہ ہم تو خدا کو ہمیشہ سے خالق مانتے ہیں اور مخلوق کی قدامت شخصی کے نہیں بلکہ

قدامت نوعی

کے قائل ہیں۔ (ہمارا خدا ویدوں کا برہم نہیں کہ اربوں برسوں تک میٹھی نیند سے خراٹے مارتا رہے اور خبر سے تن بدن کی ہوش ہی نہ ہو) اس کے جواب میں پروفیسر صاحب کو وہی سوجھی جس کی گذشتہ صدی میں سوامی دیانند جی کو فکر پڑی تھی کہ اگر نجات دائمی ہو جائے۔ تو

مکتی خانہ میں روحوں کی بھیڑ بھاڑ

بہت ہو جائیگی (معلوم نہیں یہ سماجی ایشور کا مکتی خانہ ہے یا کوئی (دھرم شالہ) ہے) آپ نے زیادہ زور اس بات پر دیا کہ قرآن میں سے روح کا پیدا ہونا دکھایا جاوے پروفیسر صاحب کو ایک نہیں تین آیتیں دکھائی گئیں اور یہ بھی کہا گیا کہ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ کو کل موجودات کا خالق کہا گیا ہے کہ کل موجودات کو خدا نے پیدا کیا ہے۔ اور معقولات میں

سپلوسہ تھیوری

سے پیدائش روح ثابت کی گئی اور ویدوں سے ہمہ اوست کے کئی منتر سُنا کر ثابت کیا گیا کہ جس کی موجودگی میں روح کی ازلیت اور وجود کا سوال خود بخود اُڑ جاتا ہے اور ویدوں سے روح کی ازلیت کا حوالہ طلب کیا گیا اور بار بار للکارا گیا کہ چاروں ویدوں سے

ایک ہی منتر پیش کرو

کہ جس میں روح کو ازلی کہا گیا ہو مگر ایسا کوئی منتر پروفیسر صاحب باوجود ویدوں کے فاضل ہونے کے پیش نہ کر سکے۔ ایک منتر آپ نے دو ایک دفعہ پڑھا۔ حوالہ طلب کیا جاتا تو مدارد۔ جب زیادہ اصرار کیا گیا تو دسویں منڈل کا ۱۲۹ سوکت بتلا کر رہ گئے اور منتر کا پھر بھی کوئی پتہ نہ دیا۔ سوکت کو نکالکر دیکھا گیا تو اسکے پہلے

دو منتر

ہی پروفیسر صاحب کے مذہب پر پانی پھیرتے تھے اور صاف کہہ رہے تھے۔ کہ ایک وقت ایسا بھی تھا کہ جس وقت روح و مادہ کچھ بھی موجود نہ تھا۔ اور ایک ہی بغیر کسی دوسری چیز کے اپنی قدرت سے سانس لیتا تھا۔ آخر میں باوجود یکہ پروفیسر صاحب کو خلاف قاعدہ پندرہ منٹ دئے گئے۔ مگر پھر بھی دو ایک منتروں کی اُلٹی سیدھی تاویل کے سوا اور کچھ نہ کر سکے اور بیسیوں منتروں کو یونہی چھوڑ دیا۔ اور اُنکی اُلٹی سیدھی بھی کوئی نہ سُنا سکے۔

بقیہ مضمون از کالم اول صفحہ ہذا:-

تو فرمانے لگے۔ کہ آخر رسول اللہ صلعم نے بھی تو فرمایا ہے کہ ذریت کی اولاد کی رعایت رکھنا خواہ وہ بداعمال ہی کیوں نہ ہو۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ رسول اللہ صلعم اور وہ قرآن کے خلاف کہیں۔ اور وہ بھی اپنی اولاد کے لئے وہ رسول جو اپنی لڑکی کو یہ ارشاد فرمائے کہ یہ مت سمجھنا کہ میں رسول کی لڑکی ہوں اسلئے بخشی جاؤ گی۔ تیرے عمل تیرے ساتھ اور میرے میرے ساتھ۔ تمہیں خدا کا خوف کرنا چاہیئے اور اگر اسلام کا پاس نہیں تو ہمسایوں کو دیکھکر زمانہ کی رفتار اور اپنی قومی زندگی کی بھی فکر کرنی چاہیئے اور دفعیہ ہو سکتی ہے

مراسلات

محمودی اور احمدی کی بحث

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

اور آنحضرت صلعم کے بعد اب تمام دُنیا میں قیامت تک نبی نہیں آسکتا - کیونکہ نبوت پر مُہر ہے اب کوئی ہزار دفعہ بروز محمدی بن کر جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ اپنا آنا ظاہر کرے - مگر اب نبوت باقی نہیں - جبرئیل کا بپیرایہ وحی رسالت نازل ہونا قیامت تک بند ہے - خلاصہ کلام یہ کہ مسیح موعود کے نبی ہونے کا خیال جو مستلزم تکذیب آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ہے وہ ختمیت کی مُہر کو توڑتا ہے اور اس فضول اور خلاف عقیدہ کا قرآن کریم میں نشان نہیں - اور کیونکر ہو سکتا کہ وہ آئیت ممدوحہ بالا کے صریح برخلاف ہے و آخرین منھم خود اس بات کا ثبوت ہے کہ آنحضرت صلعم ہی قیامت تک ہر زمانہ اور ہر وقت کے نبی رہینگے - اس آیت میں ایک لطیف بیان ہے کہ اُن تمام گروہوں کو جو بعد میں مسلمانوں میں ملنے والے تھے اُنہیں میں سے ٹھہرایا گیا ہے جو آنحضرت کے سامنے پر ایمان لائے تھے لیکن کسی اور نبی کے آنے کا ذکر اس میں نہیں کیا گیا - اس میں صرف آنحضرت کو ہی یوم آخر تک نبی بتلایا گیا ہے اس لئے یہ آیت خود خاتم النبیین کی تشریح اور تفسیر کے طور پر واقعہ ہوئی ہے۔

محمودی خواہ ہماری سمجھ میں یہ مسئلہ آئے یا نہ آئے ہم تو مرزا صاحب کو نبی ہی مانیں گے - اور مخصوص نبی جیسا کہ فرمایا " نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں "

خاکسار - یہ ہر ایک کا اختیار ہے جو چاہے مانے کروڑ ہا مخلوق مسیح ابن مریم کو خدا مان رہی ہے وہ بھی تو آپ کی طرح یہی کہتی ہے کہ خواہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے مگر مسیح ضرور خدا ہی تھا - میں نہیں جانتا کہ حضرت صاحب تو یہ فرمادیں کہ :-

" اللہ جلشانہٗ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنے آپ کو افاضہ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا - یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوّت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی یہی معنے اس حدیث کے ہیں - علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے "

اور آپ یہ فرمادیں کہ کوئی شخص سوائے مسیح موعود کے آنحضرت صلعم کی پیروی کر ہی نہیں سکا - اور نہ کسی پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اس قسم کا افاضہ کمال روحانیہ ہوا - کہ آپ کی پیروی اُسکو کمالات نبوت بخشتی - یا مقام نبوت تک پہنچاتی اور نہ آئیندہ کسی پر یہ افاضہ ہوگا - آپ کے عقیدہ کے مطابق تو درحقیقت خاتم الانبیاء آنحضرت نہیں بلکہ حضرت مرزا صاحب ہیں اور یہ صرف بناوٹی طور پر آپ لوگ کہدیتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم اس درجہ کے نبی ہیں کہ اُنکی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے مطلب یہ کہ آنحضرتؐ کی امت کا ایک فرد ہی نبی ہو سکتا ہے دو نہیں ہو سکتے اگر دو ہو جائیں تو حضرت مرزا صاحب نبی کا نام پانے کے لئے مخصوص نہیں ہو سکتے - اسلئے میں تو اس امر کا قطعی انکار کرتا ہوں کہ امتی نبی ہو جائے یا نبی امتی بن جائے - اگر امتی نبی بن جائے تو پھر وہ امتی نہیں رہ سکتا - مثال کے طور پر اسکو یوں سمجھو کہ ایک شخص ایم اے کی ڈگری پانے تک تو ایک ایم اے سے علم سیکھنے اور تربیت پانے کا محتاج ہے لیکن ایم - اے ہو جانے کے بعد مدرس اور اُس کا محتاج نہیں ہو سکتا اسی طرح اگر ہم فرض کرلیں کہ ایک امتی ترقی کرتا کرتا نبی ہو جاتا ہے تو نبی ہونے کے بعد ہمیشہ اسکو امتی رہنے کی کیا حاجت - اگر نبی ہو کر بھی امتیت کی قید سے آزاد نہیں ہوا تو وہ نبی بھی نہیں ہوا جس طرح ایک بادشاہ کی رعیت کا آدمی بادشاہ کی ہر ایک بات کی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھ کر بادشاہ تو نہیں کہلا سکتا - اسی طرح ایک امتی شخص ہر ایک بات میں اپنے نبی متبوع کی اتباع کرکے نبی نہیں کہلا سکتا ؛

نوٹ - یہ محض جہالت اور تعصب ہے اس حوالہ کو ہی بار بار پیش کرتے ہیں کہ نبی کا نام پانے کے لئے صرف میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں - ان کی دیانت کا یہ حال ہے کہ مسائل صاحب کی بھی بات ان کو رد کر دیتے ہیں۔

ہمیں اس سے کچھ جھگڑا نہیں کہ آگے نبی آئینگے یا نہیں آئینگے - ہمیں تو اس حوالہ کا جواب چاہئے - اور یہ دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں - اصل بات یہ ہے کہ اس عبارت کے کئی حصے ہیں - ایک یہ ہے کہ

(۱) جاہل لوگوں کے بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے - حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے ؛

(۲) بلکہ جس نبوت کا دعوےٰ کرنا قرآن کی رُو سے منع معلوم ہوتا ہے - ایسا کوئی دعوےٰ نہیں کیا گیا ؛

(۳) دعوےٰ یہ ہے کہ ایک پہلو سے امتی ہوں اور ایک پہلو سے بہ فیض نبی صلعم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں ؛

(۴) اور نبی سے مراد صرف اسقدر ہے کہ خدا تعالےٰ سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پانے میں۔

(۵) اب واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسےٰ ابن مریم کہلائیگا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائیگا ؛

(۶) تیرہ سو برس سے کسی شخص کو آجتک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔

(۷) غرض اس حصۂ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک **فرد مخصوص** ہوں۔

(۸) پس اسوجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں ؛

(۹) اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا - تاکہ آنحضرت صلعم کی پیشگوئی صفائی سے پوری ہو جاتی ؛

(۱۰) جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا - وہ پیشگوئی پوری ہو جائے ؛

کاش اگر یہ لوگ کچھ غور و فکر سے کام لیتے - تو ہم پر اتنی زبان درازی نہ کرتے اور شوخی نہ دکھاتے اور سوچتے کہ یہ حوالہ جو وہ ہمیشہ پیش کرتے ہیں یہ تو خود اُنکے مفید مطلب نہیں ہے - جبکہ شروع میں حضرت صاحب لکھتے ہیں - کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے حالانکہ یہ اُن کا سراسر افترا ہے اگر آپ نبی تھے تو یہ کیوں لکھا ؟

پھر آپ لکھتے ہیں کہ " جس نبوت کا دعوےٰ کرنا قرآن کی رو سے منع معلوم ہوتا ہے - ایسا کوئی دعوےٰ نہیں کیا گیا " اس سے بھی معلوم ہوا کہ قرآن نبی کے جو معنی کرتا ہے اُن معنے کے رُو سے آپ کا نبی اور رسول ہونے کا دعوےٰ نہیں - اور ہماری اس بات کی تصدیق حضرت صاحب کے اس کلام سے بھی ہوتی ہے جو اسی کتاب میں آپ نے لکھی ہے۔

" ولیقول ما نعنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولی - کہ میں اپنی نبوت کے وہ معنی نہیں لیتا جو صحف اولی میں نبوت کے معنے دئے گئے ہیں "

اور اگر یہ تشریح اس عبارت کی نہیں ہے تو پھر بتلانا چاہئے کہ کونسی نبوت کا دعوےٰ کرنا قرآن کی رو سے منع ہے اور کونسی نبوت کا دعوےٰ کرنا قرآن کی رو سے جائز ہے - اور وہ قرآن مجید کی کونسی آیت ہے جس میں ایک قسم کے نبی آنے تو بند بتلائے ہیں اور دوسری قسم کے نبی آنے کے جائز بتلائے ہیں۔

پھر آپ لکھتے ہیں کہ " میرا صرف یہ دعوےٰ ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلعم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں "

یہ دعوےٰ تو آپ کا ازالہ اوہام سے لیکر اخیر تک ہے اور آپ نے یہ دعوےٰ ازالہ اوہام میں فرمادیا ہے - کہ محدث میں امتیت اور نبوت کی دو شانیں پائی جاتی ہیں - مگر نبی میں صرف ایک شان نبوت ہی پائی جاتی ہے - اور اس قاعدہ سے رجوع ثابت نہیں پس جہاں بھی اپنے آپ کو ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی لکھینگے - وہاں مراد محدث ہوگی نہ نبی۔

پھر آپ لکھتے ہیں کہ :-

" نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالےٰ سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں "

اب اگر نبی سے مراد قرآن یا حدیث نے کہیں بھی صرف اس قدر بیان کی ہو - کہ خدا تعالےٰ سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پانے والا نبی ہوتا ہے تو وہ پیش کرنی چاہئے۔

خاکسار - محمد حسین مرہم عیسیٰ -

منقولات

چند غلط فہمیوں کا ازالہ

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار ۲۷ - جنوری ۱۹۱۰ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں مسٹر مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لا لنڈن کی چٹھی کو درج کرتے ہوئے جس میں محمودی مشن کے غلط طریق تبلیغ اور فاسد اعتقادات کا ذکر ہے آپ نے ایڈیٹوریل کالم میں جماعت احمدیہ کی اُس شاخ کے بھی جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے متعلق ہے بعض اعتقادات کا ذکر کیا ہے - جو میں سمجھتا ہوں - کہ کسی قدر غلط فہمی کی وجہ سے کچھ کا کچھ سمجھ لئے گئے ہیں - مثلاً آپ نے یہ لکھا ہے - کہ :-

" جس قدر مرزا غلام احمد کو رسول اللہ صلعم کے بعد نبی سمجھنا گناہ ہے - اس سے کچھ ہی کم احمدیوں کا مسلمانوں کے نماز و جنازہ میں شامل نہ ہونا ہے - کیونکہ وہ انکو مسلمان ہی نہیں سمجھتے وہ اس آخری اعتقاد میں دونوں احمدی گروہ برابر ہیں "

اسکے متعلق میں آپ کو یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ جہاں تک محمودی جماعت کا تعلق ہے وہ بیشک تمام مسلمانوں کو کافر اور خارج از اسلام سمجھتے ہیں جیسا کہ خود اخبار الفضل کی حسب ذیل تحریر سے ظاہر ہے :

" محکم کیا ہے مسیح موعود نبی ہیں - بلحاظ نفس نبوت یقیناً ویسے ہی نبی ہیں جیسے ہمارے آقا سیدنا محمد مصطفےٰ علیہ السلام محکم کیا ہے نبی کا منکر اولٰئک ھم الکافرون حقاً کے فتوے کے نیچے ہے - محکم کیا ہے - کافر کا جنازہ جائز نہیں - (الفضل جلد ۲ نمبر ۱۲۳ - ۱۲۴) "

ایسا ہی دوسرے مسلمانوں کے پیچھے نماز بھی میاں صاحب اسی لئے ناجائز سمجھتے ہیں - کہ انکے نزدیک وہ سب کافر اور خارج از دائرہ اسلام ہیں لیکن جماعت احمدیہ لاہور جس سے خواجہ کمال الدین صاحب - حضرت امیر مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ اور مولینا مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی تعلق رکھتے ہیں - اس اعتقاد کی حامی نہیں - بیشک وہ بھی دوسرے مسلمانوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے - لیکن اسوجہ سے نہیں کہ وہ ان کو میاں محمود اور اُن کے مریدین کی طرح کافر سمجھتے ہیں - بلکہ اسوجہ سے کہ یہاں عام طور پر مسلمانوں کے پیش امام مولوی لوگ حضرت مرزا صاحب مرحوم و مغفور اور احمدیوں کو کافر ٹھہراتے ہیں اور باقی مسلمان انکے پیرو ہیں - چنانچہ خود حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ الرحمۃ کی طرف سے بھی صاف اور کھلے طور پر یہ اعلان ہو چکا ہوا ہے - کہ :-

" چونکہ عام طور پر اس ملک کے ملاں لوگوں نے اپنے تعصب کی وجہ سے ہمیں کافر ٹھہرایا ہے اور فتوے لکھے ہیں اور باقی لوگ ان کے پیرو ہیں - پس اگر ایسے لوگ ہوں کہ وہ صفائی کرنے کی خاطر اشتہار دیدیں کہ ہم ان مکذب مولویوں کے پیرو نہیں ہیں تو پھر ان کے ساتھ نماز پڑھنا روا ہے ورنہ جو شخص مسلمانوں کو کافر ٹھہرائے وہ آپ کافر ہو جاتا ہے پھر اسکے پیچھے نماز کیونکر پڑھیں یہ تو شرع شریف کی رُو سے جائز نہیں "

یہ وہ الفاظ ہیں جو حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے ایک خط کے جواب میں جو علاقہ بلوچستان سے آیا تھا - لکھا اور جو مع اصل سوال اخبار الحکم میں چھپے ہوئے موجود ہیں - ان سے صاف پتہ لگتا ہے کہ ہم احمدیوں کا دوسرے مسلمانوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنا کفر کے فتوے کو اٹھانے کے لئے ہے - نہ یہ کہ ہم تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں یہ ایک صریح بہتان ہے جو حضرت مرزا صاحب پر آج نہ صرف مخالفین کی طرف سے لگایا جاتا ہے بلکہ موافقین کا بھی ایک گروہ اپنے غلو کی وجہ سے اس کا حامی ہو گیا ہے - بات تو بڑی سیدھی اور سادی ہے - اگر دوسرے مسلمانوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی وجہ یہ ہوتی - کہ ہم ان سب کو کافر سمجھتے ہیں اور وہ حضرت مرزا صاحب پر ایمان لائے بغیر مسلمان ہو سکتے ہیں تو پھر کفر کا فتوےٰ اٹھانے کی صورت میں انکے پیچھے نماز نہ پڑھنے کے کیا معنے - جیسا کہ مندرجہ بالا الفاظ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شرط لگائی ہے ؛

پھر ہمارے اس اعتقاد پر کہ ہم یہ نہیں کہ دوسرے مسلمانوں کو کافر سمجھنے کی وجہ سے انکے پیچھے نماز نہیں پڑھتے بلکہ اس کی وجہ کفر کا فتوےٰ ہی ہے - یہ بدیں ہندوستان میں ہم پر روا گیا ہے خود ہمارا عمل شاہد ہے اور موجودہ تنازعات سے بیشتر میاں محمود احمد صاحب اور اُنکے مریدین کا بھی اسی پر عمل رہا ہے کہ ہندوستان کے باہر وہ دوسروں کے پیچھے نماز پڑھتے رہے ہیں بلکہ میں [illegible]

[illegible] الدین صاحب کے زمانہ میں حج کرنے کے لئے گئے تو اُنکے حکم سے وہاں دوسروں کے پیچھے نماز پڑھی۔ ایسا ہی لاہور میں ستری ہوتے ہوئے سرگودہ میں چوہدری حاکم علی صاحب سکنہ چک پنیار بھی جو میاں صاحب کے مریدین میں سے ہیں خود حج کے موقعہ پر وہاں دوسروں ہی کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ہیں کیونکہ وہاں کفر کا کوئی ہم پر فتوے نہیں۔ پھر خواجہ کمال الدین صاحب کو بھی حضرت مولینا مولوی نورالدین صاحب نے انگلستان میں دوسروں کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دی کیونکہ وہاں بھی کفر کا فتوے ہم پر نہیں۔ ان صاف اور کھلی شہادتوں کے ہوتے ہوئے ہمارے متعلق یہ کہنا کہ ہم بھی محمودی جماعت کیطرح دوسرے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھنے کی وجہ سے ہی اُنکے پیچھے نماز نہیں پڑھتے صریحًا غلط ہے اور ایسا ہی یہ بھی غلط ہے کہ ہم کسی دوسرے [مسلمان] کا جنازہ جائز نہیں سمجھتے۔ اسکے خلاف تو نہ صرف حضرت میرزا صاحب کے اپنے کھلے فتوے ہی موجود ہیں کہ "جو مخالف بُرا نہ بولتا ہو۔ اُس کا جنازہ جائز ہے" بلکہ خود آپ کا اور آپکے تمام مریدین کا عمل بھی اسی کے مطابق رہا ہے۔ ہاں اسکے لئے بھی احمدی امام کی شرط ہے جو نماز کی طرح اُس کفر کے فتوے کو اٹھانے کیلئے ہے نہ اس وجہ سے کہ میرزا صاحب کے نہ ماننے والوں کو ہم کافر سمجھتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو پھر اُن کا جنازہ ہی کیونکر پڑھتے۔

اس لئے ضرورت ہے کہ آپ اس کفر کے فتوے کو اٹھوائیں تاکہ یہ تفرقہ باقی نہ رہے۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کی عزت و عظمت میں فرق نہ آئے۔

باقی آپ کا یہ فرمانا کہ خواجہ کمال الدین صاحب "اب وہ غالی میرزائی یا احمدی نہیں رہے" یا خواجہ صاحب موصوف اور حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب اور مولینا مولوی صدرالدین صاحب "اب مرزا صاحب کے نبی آخرالزمان ہونیکے قائل نہیں رہے۔ یا یہ کہ "مرزا غلام احمد صاحب نے ..... صاف صاف [کہا] ہے کہ وہ نبی اور رسول ہیں" یہ صحیح واقعات پر مبنی نہیں۔ خواجہ کمال الدین صاحب کبھی غالی ہوئے ہی نہیں تو "اب غالی نہ رہنے" کے الفاظ ہی اُن پر کیونکر صادق آ سکتے ہیں۔ نہ ہی حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب یا حضرت مولوی صدرالدین صاحب کبھی حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کے "نبی آخرالزمان ہونے کے قائل" ہوئے۔ حضرت مرزا صاحب نے کبھی اس قسم کا کوئی دعوے ہی نہیں کیا تو انہوں نے [اس] کا قائل کیونکر ہونا تھا۔ آپ نے اپنی تحریروں میں نبی اور رسول کا [لف]ظ بیشک اپنی نسبت استعمال کیا ہے لیکن جہاں آپ نے اس لفظ کو استعمال کیا ہے وہاں ساتھ ہی اس کی تشریح بھی کر دی ہے کہ یہ مجازی معنوں میں استعمال ہوا ہے نہ حقیقی معنوں میں۔ جیسا کہ خود ہی فرماتے ہیں

"سمّیت نبیًا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔ میرا نام اللہ تعالےٰ کی طرف سے مجازی طور پر نبی رکھا گیا نہ حقیقی طور پر (حقیقۃ الوحی الاستفتاء صفحہ ۶۴)

یا دوسرے لفظوں میں:۔

"اس لفظ نبی سے مُراد حقیقی نہیں بلکہ صرف محدث مُراد ہے۔ جس کے معنے آنحضرت صلعم نے مکلّم مُراد لئے ہیں۔" (اشتہار ۳ فروری ۱۸۹۲ء)

اب ان صاف اور کھلی تشریحات کے باوجود صرا اسکو پکڑ بیٹھنا کہ آپنے نبی کا لفظ استعمال کیا ہے اور اس سے آپ کا دعوے نبوت ثابت کرنا کسی صورت میں جائز نہیں کیا ان مجازی معنوں میں حضرت مسیح ناصری نے اپنے لئے ابن اللہ کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ پھر کیا جواب تھا۔ ان کا ان لوگوں کو جنھوں نے اس ابن اللہ کے لفظ پر انکو کہا۔ کہ ہم تجھے پتھراؤ کرینگے۔ کہ تو اپنے آپکو ابن اللہ کہتا ہے آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے اگر ابن اللہ اپنے آپکو کہا تو کیا ہوا۔ تمہارے بڑے تو خدا بھی کہلائے۔ کیا معنی کہ جس طرح مجازی طور پر انہیں خدا کہا گیا ویسے ہی مجازی طور پر میں ابن اللہ ہوں۔ اسی طرح سے اس امت میں بھی لا الٰہ الا اللہ شبلی رسول اللہ کہنے والے موجود اپنے پیروں کے متعلق۔ ع

او نبیٔ وقت خویش است اے مُرید (مولانا روم)

کہنے والے بھی اس امت میں ہو گذرے ہیں۔ لیکن باوجود ان اقوال کے انکو اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے زمرہ میں شمار کیا جاتا ہے بلکہ ایک کثیر گروہ تو ان کو غلطی سے واقعی خدائی افعال کرنیوالے مانتا ہے مگر یہاں باوجود حضرت میرزا صاحب کے یہاں تک کہہ دینے کے کہ:۔

[illegible]

مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور اُنکے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصوّر فرما کر بجائے اسکے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ کیونکہ کسی طرح مجھکو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے ....

.... مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ سمجھ لیں اور اسکو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہُوا خیال فرمالیں۔" (اشتہار ۳ فروری ۱۸۹۲ء)

باوجود اس قدر لکھ دینے کے بھی آج بس اسی پر لوگوں کو اعتراض ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے متعلق نبی کا لفظ بولا۔ مرزا صاحب نے اگر اپنے آپ کو نبی کہا۔ تو کیا بُرا کیا جن معنوں میں اُنہوں نے یہ لفظ استعمال کیا ان معنوں میں تو مسلمانوں کے بڑے بڑوں نے اپنے آپکو خدا تک قرار دینے سے دریغ نہیں کیا۔

یہ تو ہے اعتقادات کے متعلق بعض غلط فہمیوں کا ازالہ جو آپکے نوٹ سے پیدا ہوئی تھیں۔ باقی یہ امر کہ خواجہ کمال الدین صاحب اپنے مشن کے کام میں دوسرے مسلمانوں کو شامل نہیں کرتے صرف چندہ لے لیتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ خود شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی جنکے مضمون پر آپ نے یہ نوٹ لکھا ہے باوجود احمدی نہ ہونے کے ووکنگ میں قریبًا دو سال سے خواجہ صاحب اور مولوی صدرالدین صاحب کے ساتھ قیام پذیر رہے ہیں اور اس وقت بھی ہیں۔ ایسا ہی ملک عبدالقیوم صاحب بی اے علیگ بھی جو راولپنڈی کے رہنے والے ہیں اسوقت خواجہ صاحب کے پاس باوجود احمدی نہ ہونے کے مشن کا کام کر رہے ہیں۔ آپ کے حیدرآبادی دوست کا واقعہ ممکن ہے اس قدر صحیح ہو۔ کہ انہوں نے انگلستان جانے کیلئے کہا ہو۔ اور خواجہ صاحب جلد چلے جانے کے سبب سے انہیں ساتھ نہ لے گئے ہوں۔ مگر یہ قیاس سراسر غلط ہے کہ اُنکے احمدی نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کیا گیا۔

ہاں البتہ یہ صحیح ہے کہ تبلیغ کے کام کے لئے بلحاظ علم و عمل انگلستان جیسے ملک میں جس قسم کے آدمیوں کی ضرورت ہے وہ زیادہ تر احمدی جماعت میں سے ہی مل سکتے ہیں جو خاص اسی مطلب کے لئے طیار ہو رہی ہے۔ دوسرے مسلمانوں میں اس قسم کے موزون آدمی بہت کم ملتے ہیں کیونکہ خاص اس مطلب کے لئے ان میں کوئی بھی طیار نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی ہے کہ جب ایک سٹاف پہلے سے موجود ہے۔ تو اب اور اور لوگوں کو رکھتے چلے جانا مشن کی مالی حالت پر خواہ مخواہ بوجھ ڈالنا ہے یہ ہو کس طرح سکتا ہے کہ اب چونکہ عام مسلمان چندہ دیتے ہیں۔ اس لئے جو بھی ان میں سے کہے کہ میں انگلستان میں جا کر تبلیغ کرتا ہوں بس خواجہ صاحب مجبور ہیں کہ اُسکو رکھیں۔ یہ مجبوری اور پابندی کسی دانشمند انسان نے کبھی بھی کسی ایسے انسٹی ٹیوشن پر ڈالی ہے جو پبلک چندوں پر کام کرتا ہو؟ اس قسم کی باتیں بے فائدہ تضیع اوقات اور بیہودہ بدگمانیوں کے سوائے کسی فائدہ کی موجب نہیں۔

امید کہ آئندہ آپ ان امور کے متعلق کچھ لکھتے وقت ان سب باتوں کو بالضرور مدنظر رکھا کرینگے۔ والسلام۔

خاکسار دوست محمد ایڈیٹر پیغام صلح لاہور۔

(از روزانہ پیسہ اخبار مورخہ ۲ جنوری ۱۹۱۸ء)

ضروری خبریں

فلسطین میں پیش قدمی۔ لنڈن ۲۰ فروری۔ فلسطین کا ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ ہم نے کل صبح یروشلم کے مشرق میں ۱۵ میل کے ایک محاذ پر حملہ کیا اور شام تک دو میل کی اوسط گہرائی تک اپنے تمام مقاصد حاصل کر لئے۔

لنڈن ۲۰ فروری۔ اعلےٰ برطانوی فوجی ماہر اپنے ہفتہ وار تبصرہ میں لکھتا ہے کہ جنرل ایلینبی کی "تازہ ترین فتح اُسے وادی جورڈن کے قریب آخری بڑے ٹیلے پر لے آئی ہے۔

کرین کی صلح پر بحث۔ لنڈن ۲۰ فروری۔ ایمسٹرڈم براشتار نے کرین کے عہد نامۂ صلح پر بحث کی۔ ہیرن کوہلمین نے اعلان کیا کہ بریسٹ لٹووسک میں ہیرن کوہلمین کا رویہ تاریخ میں بے نظیر تھا۔ کنزرویٹو۔ نیشنل لبرل اور مرکزی پارٹیوں نے اس عہد نامہ کو پسند کیا اہل پولینڈ [illegible]

کہ اکرین کے ساتھ صلح ضروری ہے یہ امر کہ بولشیوک نے اکرین میں بھاری افواج بھیج رہے ہیں ظاہر کرتا ہے کہ وہاں سامان خورش موجود [ہے]

آبدوز کشتیوں کی جنگ۔ اطالوی تعداد۔ لنڈن ۲۱ فروری۔ جہازرانی کے متعلق اطالوی رپورٹ مظہر ہے کہ دو جہاز غرق کئے گئے

فرانسیسی اعداد۔ لنڈن ۲۱ فروری۔ فرانسیسی رپورٹ مظہر ہے کہ ہفتہ گذشتہ میں ۹۱۹ جہاز وارد ہوئے۔ اور ۸۷۶ روانہ ہوئے کوئی جہاز غرق نہیں کیا گیا تین جہازوں پر ناکامیاب حملے کئے گئے۔

بحیرہ روم میں نقصانات۔ لنڈن ۲۱ فروری۔ ہوس آف کامنز میں مسٹر بونرلا نے بیان کیا کہ صیغہ بحری کے اول لارڈ صاحب عرصہ تین ہفتہ کا ہُوا کہ بحری کام کے متعلق بحیرہ روم کو گئے ہیں اور امید ہے کہ آئندہ ہفتہ میں واپس آ جائینگے۔

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہ اول لارڈ کو انگلستان سے غیر حاضر نہ ہونا چاہئے۔ مسٹر بونرلا نے کہا کہ بحیرہ روم میں اول لارڈ کی خدمات اس وقت زیادہ مفید ہیں کیونکہ بحیرہ روم میں ہی ہمیں زیادہ نقصانات برداشت کرنے پڑے ہیں۔

نٹال میں سیلاب۔ لنڈن ۲۲ فروری۔ کیپ ٹون ہوس آف اسمبلی میں جنرل بوتھا نے اعلان کیا کہ دریائے کلپ میں سیلاب آ جانے کے باعث شہر لیڈی سمتھ کا نصف حصہ ۲ سے ۵ فٹ گہرے پانی کے نیچے ہو گیا ہے۔ متعدد مکانات مسمار ہو گئے ہیں اور ۵۰ گھر بے خانمان ہو گئے ہیں۔

اٹلی میں برطانوی۔ لنڈن ۲۲ فروری۔ اٹلی سے ایک برطانوی اعلان مظہر ہے کہ گذشتہ ہفتہ میں ہم نے پیاوے کے پار کامیاب حملے کئے اور کچھ قیدی گرفتار کئے۔ ہمارے ہوائی جہازوں نے کئی کامیاب بمباری کے حملے کئے اور ایک ہوائی جہازوں کے شیڈ کو تباہ کر دیا۔ جب سے ہم اٹلی میں پہنچے ہیں۔ ہم نے دشمن کے ۶۵ ہوائی جہاز تباہ کئے ہیں اور کئی دیگر ہوائی جہازوں کو نیچے اُتار دیا ہے ہمارے ۱۸ ہوائی جہازوں کا نقصان ہوا ہے۔

لنڈن ۲۱ فروری ایک اطالوی اعلان مظہر ہے کہ برطانوی اور اطالوی ہوائی جہازوں نے لیکونیا وہاڈیلو اور مولوڈی لوینزا میں ہوائی جہازوں کے کیمپوں پر حملہ کیا۔ ایک بحری ہوائی جہاز نے مؤخر الذکر مقام پر دو ٹن گولے برسائے دشمن کے ہوائی جہازوں نے وینس۔ ایسٹر وبلنس۔ ربس۔ نیکھیے اور پاڈوا پر تین دفعہ بم گرائے۔ چند اشخاص ہلاک ہوئے۔

پنجاب میں پیداوار پنبہ۔ ۱۹۱۷ء کی فصل پنبہ پنجاب کی چوتھی و آخری رپورٹ مظہر ہے کہ منٹگمری۔ ملتان و بعض دیگر اضلاع کے نظرثانی شدہ اعداد برٹش اضلاع میں ۱۶۷۰۶۲۳ ایکڑ رقبہ زیر کاشت پنبہ کا اظہار کرتے ہیں جو تیسری پیشینگوئی کے رقبہ سے بقدر ۲۰۱۰۰ ایکڑ زیادہ ہے اور سال ماسبق کے اصلی رقبہ سے ۵ ۷ - اور پنجسالہ اوسط سے ۱۳ فیصدی زیادہ ہے۔ ہندوستان کی ریاستوں میں ۱۵۷۸۰۰ ایکڑ یا تیسری پیشینگوئی سے دو ہزار ایکڑ زیادہ اراضی زیر کاشت ظاہر ہوئی ہے۔ بعض برٹش اضلاع کے نظرثانی شدہ اعداد سے کل پیداوار کا تخمینہ صاف روئی کے ۲۰۱۲ ۲۴ گٹھے (۴۴۴ ۱۷) من کیا جاتا ہے جو تیسری پیشینگوئی سے ۵۶۶۲ گٹھے کم ہے۔ امرتسر اور بعض دیگر اضلاع کے عام تخمینوں میں اس نقصان کا کامل لحاظ نہیں رکھا گیا جو کثرت باران و سیلاب سے روئی کو اٹھانا پڑا ہے تمام پیداوار بمقابلہ سال ماسبق کے ۱۹ فیصدی کم ہے۔ ہندوستانی ریاستوں کی پیداوار ۹ ۴ ۸ ۸ ۲ گٹھے اندازہ کی گئی ہے جو ۲۳۸۰۰ [illegible] من کے مساوی ہے۔ یہ سال ماسبق سے بقدر ۱۸ فیصدی کم ہے۔

فصلوں کی حالت۔ موسم اور فصلوں کے متعلق ہفتہ مختتمہ ۱۲ فروری کی رپورٹ مظہر ہے کہ اس ہفتہ میں تمام ملک میں کوئی بارش نہیں ہوئی بنگال بہار۔ اڑلیسہ۔ صوبجات متحدہ وسط ہند اور صوبجات متوسط میں بارش کی ضرورت ہے اور پنجاب میں تو اس کی سخت ضرورت ہے۔ بارش کی قلت کی وجہ سے نربدا و ڈویژن۔ صوبجات متوسط اور پنجاب میں گندم کی حالت خراب ہو گئی ہے اور موسم بہار کی غیر نہری فصلوں کو خشک سالی کی وجہ سے نقصان پہنچ رہا ہے۔ دیگر جگہ موسم بہار کی ایسی دہ فصلوں کی حالت عمدہ ہے اور عمدہ پیداوار ہونے کی امید ہے۔

رنگون میں پراسرار دھماکوں کی آواز۔ گذشتہ پیر کی شب کو دریا کے پار رنگون اور ڈالا کے باشندے دفعتہً ایک بلند آواز سے چونک اٹھے آواز پہلے ایک گرج کی طرح سُنائی دی۔ لیکن چونکہ آسمان پر کوئی بادل نہ تھا اور جہاز "ابوکھیا" کی تباہی کا واقعہ لوگوں کے دلوں پر تازہ تھا اسلئے ہر قسم کی افواہیں اُڑنی شروع ہو گئیں ڈالا کے لوگ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دو دھماکے سُنے [illegible]

میت مادۂ فاروقیہ کیسے نبی ہو سکتے ہیں۔
جن میں مادہ فاروقی ہوگا وہ تو محدث ہی ہوگا۔ نہ کہ نبی۔ اور اُسکا مرتبہ ولدیت و صحابیت ہی کا ہوگا نہ کہ نبوت کا۔

اب رہا یہ امر کہ مرزا صاحب کو آیات قرآن مجید میں سے بعض آیات کیوں الہام فرمائی گئیں تو اس میں بعض اسرار ہیں جو آئندہ بیان ہونگے منجملہ اُن کے ایک یہ کہ ملہم بہ نسبت غیر ملہم سے قوت ایمانی زیادہ ہو جاتی ہے چنانچہ یہ امر مشاہدہ ہے کہ ملہم کا ایمان غیر ملہم سے نہایت درجہ قوی ہو جاتا ہے مثلاً مرزا صاحب کو ایک یہ آیت الہام ہوئی قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله الایہ۔ اس الہام سے غرض یہ ہے۔ کہ ملہم نبی کریم خاتم النبیین کے اتباع کو اپنے اوپر لازم کرلے اور ذرہ بھر اتباع سے تجاوز نہ کرے۔ تاکہ محبوب خدا بن سکے۔ براہین احمدیہ میں اس الہام کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ یعنے اتباع رسول مقبول کرو۔ تا خدا تم سے محبت کرے۔ (صفحہ ۵۰۴) اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ ملہم خود ایسا واجب الاتباع ہو گیا جیسا کہ حضرت خاتم النبیین صلعم تمام امت کے قیامت تک مطاع اور واجب الاتباع ہیں کما قال اللہ تعالیٰ ما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی الله ورسوله امرًا ان یکون لهم الخیرة من امرهم۔ الایہ۔

پھر حضرت عمرؓ کی تو وہ شان الٰہی ہے کہ حضرت خاتم النبیین صلعم فرماتے ہیں۔ لولم ابعث فیکم لبعث عمر ایده الله عز وجل عمر بملکین یوفقانه ویسددانه فاذا اخطاء صرفاه حتی یکون صوابا۔ الدیلمی عن ابی ہریرہ و ابی بکر۔ جب ایسی شان والا محدث نبی نہ ہو سکا تو حضرت مرزا صاحب کس طرح غالیوں لا اُبالیوں کے مزعوم کے مطابق نبی ہو سکتے ہیں اگر اس شان فاروقی کے ملاحظہ سے بھی اُن کی کٹ حجتیوں میں فرق نہ آئے تو خدا اُن سے سب ایمان والوں کو مفارقت بخشے۔

اس خلافت بدعی کی بدعات سیئہ میں سے ایک سیئہ فاحشہ یہ ہے کہ احمد رسول اللہ صلعم کی سورۂ صف والی پیشگوئی مرزا صاحب ہی کیلئے ہے چھوٹا منہ بڑی بات اور بات بھی ایسی واہیات کہ جو حضور سرور کا ئنات پر جا کر پڑے۔ سچ ہے کہ ناکھتا نا کھتی اپنے ہی پر ندکرتا ہے یہ ٹکڑ جو اسلام پر شامت اعمال سے لگائی گئی ہے اس میں خلافت پرستوں کی جبین سے کھوپری تک، صدر پہنچ چکا ہے مگر بے حیائی کے آسرے پر برداشت بھی خاصی پیدا کر لی گئی ہے +

خلافت بدعی کا منشاء یہ تھا۔ کہ جب یہ ادعائے باطل اذہان میں جا گزین ہو جائیگا تو پھر نہ بائبل میں کوئی پیشگوئی خاتم النبیین کیلئے رہیگی۔ اور نہ دین اسلام رہیگا کیونکہ جب احمد بصیغہ افضل التفضیل مرزا صاحب ہوئے نہ حضرت محمد صلعم اور خاتم النبیین بھی مرزا صاحب ہی ہے مگر ادا مرونواہی۔ عبادات و معاملات وغیرہ وہ کچھ لائے نہیں۔ بقول پطرس حواری جو انجیل میں ہے۔ کہ شریعت لعنت ہے تو اب مزے اُڑاؤ۔ بس پس اسلامی شریعت گڑبڑ ہو گئی۔ حامیان خلافت جنکے کندھے اس تخت خلافت کے بوجھ سے ٹوٹے جاتے ہیں اسے جنازۂ غلو سمجھکر رکھدیں اور یہ دعا پڑھیں اعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله رضیت بالله ربًا وبالاسلام دینًا وبمحمد نبیًا ۔

افسوس کہ جو محامد الٰہیہ تمام انبیاء نے بیان فرمائے اور نیز جو قرآن شریف میں مندرج ہوئے سب حضور نبی عربی (فداہ امی وابی) پر نازل ہوئے تمام تسبیحات تحمیدات تہلیلات حضور والا لائے مکتوبات عرش کے تمام محامد الٰہیہ جنکا شمار نہیں ہو سکتا حضور والا نے فرمائے۔ شب و روز کی تمام فرض۔ واجب۔ سنت۔ نفل۔ نمازوں کے محامد الٰہیہ خدا تعالیٰ نے حضور نبی کریم رؤف و رحیم پر اُتارے۔ اور بروز قیامت بیشمار محامد الٰہیہ جن سے یہ دنیا ابتک آشنا نہیں وہ بھی حضور رحمۃ للعالمین ہی لائینگے۔ کما فی الصحیحین ویلہمنی محامد احمده بها لا تحضرنی الان وفی روایته یعلمنی۔ اور پروردگار مجھکو وہ تعریفیں جنکے ساتھ میں اس کی حمد کرونگا الہام فرمائیگا جو مجھکو اب حاضر نہیں ہیں اسلئے آدم سے لیکر قیامت تک تمام انبیاء میں آپ ہی کا نام احمد ہے۔ حبقوق نبی کی کتاب میں جو منجملہ کتب ہائے توریت کے ہے حمد ت آپ کا نام موجود ہے۔ ملاحظہ ہو توریت عبرانی۔ حمدت حمد والے کو کہتے ہیں یعنے احمد ۔ پھر یہ بھی قابل غور امر ہے کہ مرزا صاحب کی آمد مسیح کی آمد ثانی ہے اور حضرت مسیح نے انجیل میں ظہور مسیح آخر الزمان کو اپنی ہی آمد ثانی ظاہر فرمایا ہے والا غیر۔ اور اعمال ۳ باب میں اپنی آمد اول اور آمد ثانی کے درمیان کتاب استثنا کے موعود کی کتاب استثنا کا موعود مراد تھا جس کا حبقوق نبی کی کتاب میں حمدت یعنی احمد نام ہے۔ بلکہ آدم سے لیکر قیامت تک تمام انبیاء میں آپ ہی کا نام احمد ہے۔ کما فی احادیث الشفاعۃ الکبریٰ ولنعم قال المولوی ؎

نام احمد نام جملہ انبیاست
چوں بیامد صد نود ہم پیش ماست

واضح رہے کہ اگر مرزا صاحب احمد مانے جائیں تو مسیح کی آمد ثانی جس کا انطباق انہوں نے اپنے آپ پر کیا ہے۔ اور خود مسیح نے جسکی صراحت کی ہے ان پر نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اُن کا آنا مسیح کی آمد ثانی مانا جائے۔ تو یاتی من بعدی اسمه احمد کے مصداق حضور احمد مجتبےٰ ہی رہے۔ وہ ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اس گذارش پر غور فرمایا جائے۔

دین اسلام میں بھی مثل انجیل مسیح کی آمد ثانی یعنی آخری قرب قیامت والے امتی موعود کا نام مسیح اور عیسےٰ ہی مقرر ہے۔ لاغیر یہ اسی امتیاز کے سبب ہے کہ کوئی مخبوط الحواس اس امتی موعود کو احمد بعثت کی پہلی اور آخری کا درمیانی موعود نہ سمجھ لے۔ فتدبر۔ اللهم ثبت یدا الرجل کتبت کتابه هذه العبارت ربنا۔ " اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہی ہے" تف ہے ایسے ایمان پر۔ بئس ما یامرکم به ایمانکم اور پھر اس کے بعد ایسا گول مول کیا گیا ہے جو واقعی دجالیت کا مصداق ہے۔

اور خلافت میں یہ تاریکی ایمانی جبین خلیفہ پر کلنگ کا ٹیکہ بنکر ہویدا اور ظاہر ہو رہی ہے اور ابھی وقت ہے کہ توبہ کے پانی سے اسے صاف کر لیا جائے۔ اور اعلان کر کے سب کو دکھا دیا جائے پھر اگر رہیگی تو لفظ رسول میں بحث رہجائیگی۔ کہ اس سے مراد کوئی رسول عظیم الشان ہے جو تمام انبیاء کا منتظر رسول ہے۔ یا ایک رسول کا غلام مراد ہے۔ ایسے عقائد اصل میں ایک وجل ہیں اسی طرح کا جیسا کہ آیت بئسما کے سیاق میں مذکور ہے۔ قالوا سمعنا وعصینا واشربوا فی قلوبهم العجل قل بئسما یامرکم به ایمانکم ان کنتم مومنین۔ دیکھئے تو بعینہٖ یہی حال یہاں پر بھی موجود ہے۔ کہ ہم کو ایک رجسٹرڈ خط میں مجیبہ لکھدیا۔ کہ سمعنا والا طریق اختیار کر لیا اور اپنے عبدالرحیم والد زار دوستوں کے روبرو کچھ اور کہہ کر عصینا والا طرز اختیار کر لیا ؎ چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند۔

توضیح دوم

اور یہ آیت جو الہام ہوئی ہے۔ کہ هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله اس آیت سے اللہ تعالیٰ کا مقصود اس امر کی تنبیہ ہے کہ وہ زمانہ موعود مندرجہ آیت جس میں دین اسلام کا کل ادیان پر غلبہ و ظہور مقدر ہے۔ وہ زمانہ تو یہی آخری زمانہ ہے مگر یہ مراد نہیں ہے کہ حضرت مرزا صاحب جو غلام احمد ہیں وہ رسول حقیقی ہیں۔ اور اس لئے اس آیت کے مصداق ہیں کہ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ ایسا خیال فرمانا محض عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کا سا خیال ہوگا۔ جو اُس نے اپنی نسبت کر کے نبی ہو جانا چاہا تھا۔ کہ مجھکو یہی آیت فتبارک الله احسن الخالقین الہامًا نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ تفسیر کشاف میں لکھا ہے:۔

وروی ان عبد الله بن سعد بن ابی سرح کان یکتب للنبی صلعم فنطق ذالك قبل املائه فقال له النبی صلعم اکتب هکذا انزلت فقال عبد الله ان کان محمد نبیًا یوحی الیه فانا نبی یوحی الی فلحق بمکة کافرًا ثم اسلم یوم الفتح۔ یعنی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نبی صلعم کی وحی لکھا کرتا۔ آیت فتبارک الله احسن الخالقین لکھنے سے پہلے اس نے بولدی۔ اُس سے نبی صلعم نے فرمایا کر لکھ لے یہی مجھ پر اُتری ہے۔ پس عبداللہ نے خیال کیا کہ اگر محمد نبی ہیں اور اُن پر وحی نازل ہوتی ہے تو میں بھی نبی ہوں۔ مجھ پر بھی وحی نازل ہوتی ہے۔ پس کافر ہو کر مکہ کو چلا گیا پھر فتح مکہ کے روز ایمان لایا۔

غالی ذرا تدبر کریں۔ اور اپنے فاسد عقیدوں سے باز آئیں اور اپنے پیر مغاں کے بیٹے ہوئے جرعہ غلو سے مخبوط الحواس ہو کر آپے سے باہر نہ ہوتے جائیں۔ عبداللہ کو جو آیت الہام ہوئی اُس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو انا نبی سمجھکر مرتد عن الاسلام ہو گیا۔ اور بسبب نخوت کے کافر ہو کر مکہ کو فرار کر گیا۔ تم بھی مرزا صاحب کو آیات ہی کے الہام سے نبی قرار دے رہے ہو تو ذرا اپنے اسلام کو سم ثم اولاد ہو مرتد یا لا کھنو۔ کہ آیتوں کے الہام سے اب کوئی ملہم نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ امتناع امت عن النبوت دلائل قاہرہ و براہین باہرہ سے ثابت ہو چکا ہے۔

آیات کا الہام جو اولیاء اللہ اور ملہمین کو ہوتا ہے وہ صرف متعدد تنبیہات کے لئے ہوا کرتا ہے۔ جو ملہم اور دیگر مسلمانوں کے لئے مقصود ہیں۔ نیز آنکے استحکام و زیادتی ایمانی کا اُن میں لحاظ ہوتا ہے اور عبرت و اعتبار بھی اسکی غرض ہوتی ہے۔ کما قال الله تعالیٰ:۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ ایضًا۔ ان فی ذالك لعبرة لمن یخشیٰ۔ یہ مطلب نہیں کہ ملہم نبی اصلی ہو گیا کیونکہ حقیقی و اصلی مورد تو اُس کا وہ ہے نہیں۔ صرف طفیلی و مجازی مورد ہے صرف اُس دربار کی فدویت اور غلامی کے سبب۔ گویا آقائے دو جہان اور کیا غلام و فدوی قادیان۔

میرا تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ ہے۔ کہ کوئی قرآن مجید کی آیت چھوٹی ہو یا بڑی کسی فرد امت کے الہام میں اسکے لئے حقیقی اور اصلی طور پر ہرگز نہیں ہو سکتی۔ سعادت اسی میں ہے کہ کسی آیت کے نزول سے جو الہامًا کسی امتی پر ہوا ہو۔ اُسے نبی نہ سمجھا جائے جیسا عبداللہ نے سمجھا۔ اور اس شقاوت نے اُسے مرتد کر دیا۔ بلکہ حضرت عمرؓ فاتح بیت المقدس کی فراخ ظرفی نمونہ بنائی جائے۔ کہ محدثیت کی حدود سے نہ آپ خود باہر ہوئے۔ نہ آپ کے خلفاء نے آپ کو نبی بنایا۔ صدق اللہ تعالیٰ۔ یضل به کثیرًا ویهدی به کثیرًا۔ حضرت عمرؓ و عبداللہ بن ابی سرح کا قصہ مفصلاً تفسیر ابو مسعود و تفسیر کبیر رازی وغیرہ میں ملاحظہ فرمایا جائے +

خاکسار محمد احسن امروہی از قلم حکیم میر عش

ضروری خبریں

دشمن کی آئندہ جارحانہ کارروائی ۔ لنڈن ۲۵ فروری۔ کچ لوہا چاند ہے اور اخبار مینین رقمطراز ہے کہ ڈنمارک پر دو ڈن میں اور اسوئز ولینڈوں کی تمام جارحانہ کارروائیاں چاند کی رات میں شروع ہوئیں۔ لنڈن ۲۶ فروری۔ اخبار کرسچن سائنس مانیٹر کا نامہ نگار مقیم میدان جنگ آئندہ جارحانہ کارروائی کے متعلق لکھتا ہے کہ انتظار ایک نہایت خوفناک شے ہے یہ ایک نئی جنگ ہے تاریخ ۱۰ فروری کی یاد کبھی محو نہیں کی جاسکیگی۔ دنیا نے طاقتوں کا اس قسم کا چیلنج کبھی نہیں دیکھا۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمارا بہترین خون بہہ جانا چاہئے۔ اور جرمنوں کے گھروں پر مصیبت اور رنج ڈالنا چاہئے۔ لیکن ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ہم فتحیاب ہونگے اخبار نیو فرائی پریس امید ظاہر کرتا ہے کہ اٹلی کے خلاف جارحانہ کارروائی کی نہایت مہیب مزاحمت کی جائیگی۔ اور لنکلاشر میں مزاحمت کنندہ پیدل افواج کی تعداد اور قابلیت انکے توپخانہ کے ہونے اور انکی گیس سے کام لینے کے اعلےٰ ترقی یافتہ ذرائع کا ذکر کرتا ہے اخبار ایچیپوسٹ رائے ظاہر کرتا ہے کہ اگر جارحانہ کارروائی کرنے کا ارادہ ہے تو یہ فورًا شروع کی جانی چاہئے کیونکہ تاخیر سے اٹلی کو مدد ملتی ہے +

مہم عراق عرب ۔ لنڈن ۲۸ فروری۔ عراق عرب کا ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ ہمارے پیٹرولی سپاہیوں کی ہمت کے قریب ترکوں کے ساتھ مٹھ بھیڑ ہو گئی اور چند قیدی گرفتار کئے +

اٹلی میں سرگرمی ۔ لنڈن ۲۸ فروری ایک بے تار برقی اطالوی سرکاری اعلان مظہر ہے کہ کول ڈیل روسو کے شمال میں ایک زبردست پیٹرول نے دشمن کی وہ گیارہ اچھی مارٹر توپیں پر قبضہ کر لیا۔ ہمارے ہوابازوں نے کئی فوجی مقامات پر ۲۰ ٹن بم گرائے +

حادثۂ ہانگ کانگ ۔ لنڈن یکم مارچ۔ ہانگ کانگ ۲۰۵ جلی ہوئی لاشیں شمار کی گئیں جو حال کی تباہی کا نتیجہ تھیں۔ ہلاک شدگان میں زیادہ تر چینی تھے +

بنگال میں ڈاکہ :۔ بکرہاٹ (بنگال) سے ۲۴ فروری کی خبر ہے کہ نگراکھال میں نصف شب کے وقت ایک شخص مسمی مشہدالا کے مکان پر ڈاکہ پڑا۔ ڈاکوؤں کی تعداد ۲۰ سے ۲۵ تک تھی اور تمام ادنےٰ طبقہ کے مسلمان تھے۔ ڈاکو ایک خاص حربہ سے مسلح تھے تمام قیمتی زیورات اور باورچیخانہ کے برتن لے گئے +

ضرورت نکاح

ایک ۲۵ سالہ احمدی نوجوان جو متعل خاندان میں سے [illegible] ماہوار پاتا ہے۔ کسی احمدی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ جو صاحب ایسا رشتہ کرنا [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - یک شنبہ ۳ مارچ ۱۹۱۸ء - نمبر ۶۶

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی زندگی کی چند ضروری اور غور طلب باتیں

(۱)

خواجہ حسن نظامی صاحب حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش وفات والوہیت وابنیت کے متعلق ہم سے پوچھتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ ان چاروں مسایل کے سوائے "مذہبی اختلاف کے مباحث" ان کی کتاب میں نہ دینگے۔ لیکن ہم انہیں بتانا چاہتے ہیں۔ کہ صرف یہی تین چار باتیں نہیں جو مذہبی اختلاف کا باعث ہوئی ہیں۔ بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی پر اگر ہم ایک نظر غائر ڈالیں تو وہ ہمیں شروع سے آخر تک بعض ایسے واقعات سے بھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ کہ ان سب کی وجہ سے ہی مذاہب میں ایک بہت بڑا اختلاف واقعہ ہوا ہے۔ ان کی پیدائش ان کا پنگوڑے میں باتیں کرنا۔ ان کا مردے زندہ کرنا۔ ان کا اندھوں کو بینا کرنا۔ کوڑھیوں کو شفا دینا پھر ان کا واقعہ صلیب اور صعود الی السماء یہ سب ایسی باتیں ہیں جن پر روشنی ڈالنا ضروری ہے۔ مختصر الفاظ میں یوں کہو۔ کہ مسیح علیہ السلام کی زندگی میں جو باتیں ہیں زیادہ اہم اور غور طلب معلوم ہوتی ہیں وہ یہ ہیں:۔

الف۔ پیدائش۔

ب۔ تکلم فی المہد والکہل۔

ج۔ ان کے معجزات۔

د۔ واقعہ صلیب۔ وفات یا صعود الی السماء۔

یہ چند موٹی موٹی باتیں ہیں جن کو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی لائف لکھتے ہوئے پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ باقی الوہیت وابنیت یا کلمۃ اللہ اور روح اللہ وغیرہ انہی مسائل کی دراصل فرع ہیں۔ اگر یہ چاروں باتیں ان کی زندگی میں اسی رنگ میں پائی جائیں۔ جیساکہ عیسائی یا مسلمان عام طور پر مانتے ہیں۔ تو ان کی خدائی میں درحقیقت کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔ ورنہ اگر یہ باتیں اس رنگ میں ان کے اندر نہیں پائی جاتیں۔ بلکہ معمولی انسانوں جیسے اوصاف ہی ان کے اندر موجود ہیں۔ تو پھر وہ خدا بھی ثابت نہیں ہوسکتے ✦

(۲)

یہ ہم اپنے پاس سے نہیں کہتے۔ عیسائیوں نے خود اس کو مانا ہے۔ وہ آئے دن کتابیں اور رسالے شائع کرتے ہیں۔ اور ان میں یہ سوال ہم سے کرتے ہیں۔ کہ تم مانتے ہو کہ

الف۔ مسیح بن باپ پیدا ہوئے

ب۔ اور پنگوڑے کے اندر انہوں نے کلام کیا۔

ج۔ انہوں نے مردوں کو زندہ۔ اندھوں کو بینا۔ اور کوڑھیوں کو تندرست کیا جو اور کسی نبی نے نہیں کیا۔

د۔ جب انہیں ان کے دشمن پکڑ کر صلیب دینے لگے۔ تو وہ کسی اور شخص کو اپنا ہم شکل بنا کر خود آسمان کی طرف اڑ گئے۔

پس ان سب خارق عادت باتوں کے ہوتے ہوئے جو اور تو اور خود اس ختم المرسلین خاتم النبیین۔ افضل البشر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم میں بھی پائی نہیں جاتیں۔ جن کو مسلمان اپنا ہادی وپیشوا مانتے ہیں مسیح علیہ السلام کی خدائی میں ان کی افضلیت اور انسانی جامہ سے الگ ہوکر خود خدا کا بیٹا ہونے میں کیا کلام ہوسکتا ہے۔ دو ہزار سال سے وہ جیتا آسمان پر بیٹھا ہے یس قدر لمبے عرصہ میں کوئی تغیر وتبدل بھی اس پر وارد نہیں ہوتا۔ تمام قسم کے حوائج بشریہ سے وہ مستثنےٰ ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان کو خدا نہ مانا جائے ✦

(۳)

قرآن کہتا ہے۔ ام جعلوا للّٰہ شرکاء خلقوا کخلقہ فتشابہ الخلق علیہم کیا ان لوگوں نے اللہ کے ساتھ کوئی ایسے شریک بنائے ہیں جنہوں نے خدا کی خلق کی طرح کوئی چیز پیدا کی ہو۔ پھر وہ دونو قسم کی مخلوق مل جل گئی ہو۔ وہ فرماتا ہے۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضی علیہا الموت [illegible]

جس پر موت وارد کردی۔ اور دوسرے کو ایک وقت مقرر تک واپس بھیجتا ہے۔ وہ ہمیں تنبیہ کرتا ہے۔ کہ فیہا تحیون وفیہا تموتون ومنہا تخرجون۔ دیکھو یہی زمین ہی ہے جس کے اندر تم زندہ رہ سکتے ہو۔ اور اسی میں تم مروگے۔ اور اسی میں سے نکالے جاؤگے۔ اور پھر کل رسولوں کے متعلق کھول کر ہمیں بتاتا ہے وما جعلنٰہم جسدا لا یأکلون الطعام وما کانوا خالدین ہم نے انکے جسم کوئی ایسے نہیں بنائے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں۔ اور ان پر کوئی تغیر وارد نہ ہوتا ہو ✦

لیکن ان سب باتوں کے باوجود (۱) خلق صفت کے خدا تعالےٰ کا امتیازی نشان ہونے کے۔ پھر اس کے اندر لاتبدیل قانون کے باوجود کہ

(۲)۔ وہ مردوں کو واپس نہیں لوٹایا کرتا۔

(۳) انسان کی حیوانی زندگی کی قرارگاہ صرف زمین ہی ہے۔ اور

(۴)۔ کوئی رسول ایسا نہیں بھیجا جو کھانا نہ کھاتا ہو۔ اور اس کے جسم پر دوسرے انسانوں کی طرح کوئی تغیرات وارد نہ ہوتے ہوں۔

پھر بھی مسلمان مانتے ہیں اور دلی یقین اور سچے عقیدہ کے ساتھ اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ

(۱) مسیح علیہ السلام خدا کی طرح خلق کرتے تھے۔

(۲) وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔

(۳) وہ مرنے کے بغیر اسی جسم کے ساتھ اسی حیوانی زندگی میں زمین پر نہیں بلکہ آسمان پر دو ہزار سال سے بیٹھے ہیں۔

(۴) ان کے جسم پر اس دو ہزار سال میں کوئی تغیر بھی وارد نہیں ہوا۔

پھر ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے مسیحی لوگ کیا ایسا کہنے میں حق بجانب نہیں۔ کہ

(۱) مسیح علیہ السلام معبودان باطل میں سے نہیں۔ بلکہ حقیقت میں خدا اور خدا کا بیٹا ہیں۔ کیونکہ خدا کی طرح وہ خلق کرتے ہیں۔

(۲)۔ وہ انسان یا محض رسول نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ جن کو خدا بھی اپنے قانون کے خلاف کرتے ہوئے روک نہیں سکا۔

(۳) وہ دو ہزار سال سے خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھا ہے۔ جو انسان کی طاقت سے بعید ہے ✦

(۴) اور اسپر کوئی تغیر وارد نہ ہونا خود اس کے خدا ہونے کی دلیل ہے۔

(۴)

کیا ان سب باتوں کا کوئی جواب مسلمانوں کے پاس ہے۔ کیا خواجہ حسن نظامی صاحب اور نہیں تو ان امور چہارگانہ پر ہی روشنی ڈالیں گے۔ کہاں وہ بتائینگے۔ کہ ان اعتقادات کو رکھتے ہوئے مسلمان عیسائیوں کے بالمقابل کیونکر عہدہ برآ ہوسکتے ہیں۔ اور کس طرح سے مسیح ؑ کو خدا نہیں بلکہ انسان اور وہ بھی خاتم النبیین صلعم سے کم رتبہ کا انسان ثابت کرسکتے ہیں۔

یہ چند موٹی موٹی باتیں ہیں جو ہم نے عیسائیوں کے مطالبات میں سے لکھیں۔ اور بھی بہت سی باتیں ہیں جو وہ پیش کرتے ہیں مثلاً۔

الف۔ مسیح کی پیدائش (جسپر خود خواجہ صاحب نے بھی روشنی ڈالنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے)۔

ب۔ اس کا تکلم فی المہد والکہل مطابق خیالات عامہ مسلمین

ج۔ اس کا صرف ہاتھ لگانے سے کوڑھیوں اور اندھوں کو اچھا کرنا (جیساکہ خواجہ صاحب بھی مانتے ہیں)۔

د۔ اس کے کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہونے کی مخصوص صفات۔

لیکن ان کو فی الحال ہم چھوڑتے ہیں۔ اور صرف مسیح کے (۱) خلق طیر (۲) اس کے مردوں کو زندہ کرنے (۳) صعود الی السماء۔ اور (۴) دو ہزار سال سے وہاں ایک ہی حال میں ہونے کو ہی لیتے ہیں۔ کہ یہی باتیں درحقیقت بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ اگرچہ موخرالذکر امور میں سے بھی پیدائش مسیح کا مسئلہ ایسا ہے۔ جس کے متعلق عیسائی یہ کہدیا کرتے ہیں کہ قرآن کہتا ہے۔ کہ انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج ہم نے انسان کو عمد ملے ہوئے نطفوں سے پیدا کیا۔ مسیح چونکہ دو ملے ہوئے نطفوں سے پیدا نہیں ہوا۔ اس لئے وہ خدا ہے۔ لیکن اسپر اور ایسا ہی دیگر سہ امور پر ہم پھر روشنی ڈالیں گے۔ فی الحال ہم پہلے چار امور کو ہی لیتے ہیں۔ اور خواجہ صاحب سے ان کا جواب پوچھتے ہیں۔

لیکن قبل اس کے کہ خواجہ صاحب اس کا جواب دیں۔ انہیں ان خیالات کو بھی سن لینا چاہئے۔ کہ جو ہم خود اس بارہ میں رکھتے ہیں۔ اور آئندہ اشاعت میں ان میں سے ایک ایک پر علیحدہ علیحدہ روشنی ڈالینگے وباللہ التوفیق ✦

ہندو مذہب کی تبلیغ ممالک غیر میں

ایک وہ وقت تھا۔ کہ ہندو قوم میں سمندر کے پار جانا مذہبًا ممنوع اور موجب گناہ سمجھا جاتا تھا [illegible]

وید مقدس کی کوئی شرتی انہیں سنائی جائے۔ سننا تو ایک طرف اگر کوئی بیچارہ شودر اتفاق سے کسی برہمن کے مارگ کو پاٹھ کرتے ہوئے سن بھی لے تو حکم تھا۔ کہ اس شودر کے کان میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے۔ یہ کوئی پرانی بات نہیں نہ ہی اس کے ثبوت کے لئے کہیں دور جانے کی ہمیں ضرورت ہے۔ جلسہ اعظم مذاہب کو لاہور میں ہوئے کچھ بہت دیر نہیں ہوئی۔ وہاں ایک پنڈت صاحب نے ایک مضمون پڑھا۔ اور ہندو مذہب کی خوبیاں بتائیں۔ لیکن جب ان سے کہا گیا۔ کہ وید کی کوئی بھی شرتی آپ نے نہیں پڑھی۔ تو فرمانے لگے کہ اس مجلس میں جہاں ہر قسم کے لوگ موجود ہیں میں کیسے وید پڑھ سکتا ہوں ✦

ایک یہ وقت تھا۔ جس کے بعد سوامی دیانند صاحب نے ہندو مذہب کو عالمگیر قرار دیتے ہوئے۔ آریہ سماج کی بنا ڈالی۔ اور شدھی یعنے غیر مذہب والوں کو بھی اپنے میں شامل کرنے کی تحریک کی جس کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ کبھی کوئی غیر مذہب کا ناواقف شخص آریہ سماج [illegible] تو لو آجاتا ہے۔ لیکن اس عملی تنگ خیالی کو دیکھ کر جو ویدک دھرم کے عالمگیر ہونے کے زبانی دعوے کے باوجود ابھی تک خود آریہ سماجیوں میں پائی جاتی ہے اس کو بھی وہاں سے بیزار ہوکر واپس آنا پڑتا ہے۔ لیکن یہ تو آریہ سماج کا حال ہے عام طور پر ہندو لوگ ابھی غیر مذاہب بالخصوص غیر ممالک میں تبلیغ کے قطعًا خلاف تھے۔ اور اب بھی بہت حد تک ہیں۔ پھر یہ کس قدر تعجب انگیز امر ہے اور مسلمانوں کے لئے ایک حد تک باعث عبرت کہ انہی ہندوؤں کی ایک بہت بڑی مجلس آل انڈیا ہندو سبھا اپنے گذشتہ اجلاس منعقدہ الہ آباد میں جہاں اچھوت ہنود کو اپنی قومی آغوش میں لینے کی تحریک کے علاوہ یہ بھی ضروری سمجھتی ہے۔ کہ ممالک غیر چین۔ جاپان وغیرہ میں ہندو مذہب کی تبلیغ کے لئے اپدیشک بھیجنے کی تجویز کرے ✦

مسلمان وہ مسلمان جن کو کہا گیا تھا کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر تم بہترین امت ہو۔ جو لوگوں کے فایدہ کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ نیکیوں کا تم حکم دیتے ہو اور برائیوں سے منع کرتے ہو کیا وہ بتا سکتے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنے اس فرض کو کہاں تک سرانجام دیا۔ انہوں نے اس خیر امت کے لقب کو کہاں تک بچا کر دکھایا۔ پرانے قصوں کو دہرانا اب چنداں مفید نہیں ہوسکتا۔ خود اپنے متعلق بتاؤ کہ تم نے کیا کیا۔ تمہاری یہ بیسیوں آل انڈیا مجلسیں کہاں تک اس فرض کو پہچانتی اور اس کو سرانجام دینا ضروری سمجھتی ہیں۔ یا ان کے نزدیک ان باتوں میں پڑنا ہی بے فایدہ تضیع اوقات ہے۔ آہ غور کرکے دیکھو تو

ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

ایک ہم ہیں۔ کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ

بہرحال آل انڈیا ہندو سبھا کی یہ تحریک جاہے۔ اصل ہندو مذہب کے کتنی ہی خلاف کیوں نہ ہو جس کے متعلق ہمیں یہ بھی سمجھ نہیں آئی کہ ان ممالک غیر میں اس کے اپدیشک ہندو مذہب کی کونسی صورت کو پیش کرینگے کیونکہ کوئی فرقہ ایسا نہیں جس کے اعتقادات اصولًا ایک دوسرے کے متضاد نہیں بلکہ اس لئے ہندو مذہب کی کوئی ایک خاص صورت قرار ہی دی جاسکتی بلکہ اس لحاظ سے تو ہر ایک شخص ہندو ہے۔ لیکن تاہم برادران وطن کا یہ عزم ان کے حسن تدبیر اور دانشمندی پر دال ہے ✦

ایڈیٹر مسافر آگرہ کا عزم جاپان

مسافر آگرہ ایک کٹر آریہ اخبار ہے جس میں مسلمانوں پر خواہ مخواہ لے دے ہوتی رہتی ہے۔ قرآن کریم کے غلط مطالب کی بنا پر نہایت فضول اور لغو اعتراضات اسلام پر اسکے پرچہ میں ہوتے رہتے ہیں۔ جن کے بیسیوں دفعہ مسلمانوں کی طرف سے جواب بھی دیئے جاچکے ہیں۔ لیکن مہاشہ لکشمی دت صاحب ایڈیٹر اخبار مذکور کو تو اپنے دوسرے ہم مذہب وہم مشرب صاحبوں کی طرح دوسروں کے متعلق غلط بیانی وافترا پردازی سے اپنا کام نکالنا آپنے مذہب میں لوگوں کو شامل کرنا ہوتا ہے۔ خود اپنے اندر کوئی خوبی کی بات ہو نہ ہو۔ دوسروں کو برا کہدیا تو گویا خود اچھے بن گئے۔ تمام آریہ سماج کا یہی دستور اس کے ابتدائے قیام سے چلا آتا ہے۔ اور غالبًا اسی خود ساختہ کلیہ کو لیکر اب ایڈیٹر مسافر آگرہ جاپان میں بھی تبلیغ کرنے کے لئے سدھار رہے ہیں۔ بلکہ روانہ بھی ہوچکے ہیں۔ رستہ میں بمبئی اور کلکتہ میں لیکچر دینے کے بعد برما اور پھر وہاں سے جاپان جائینگے۔ اس زہر کا تریاق کون تیار کرے۔ پہلے اگر جاپان کو مسلمان بنانے کی کوشش نہیں کی تو اب اس کو اور بھی پرے ہٹانے اور اسلام سے متنفر کردینے کی جدوجہد کا مقابلہ کرنا ضروری ہے یا نہیں یہ سوال ہے جسپر مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے۔ لیکن کون غور کرے۔ وہاں تو اب قدیم ہندوؤں کی طرح ہندوستان سے باہر قدم ہی رکھنا گناہ سمجھا جانے لگا ہے۔ انہیں تو رنج ہے کہ کیوں خواجہ صاحب انگلستان گئے [illegible]

کے دردمند دل رکھنے والے لوگ ان حالات کی اصلاح کی طرف متوجہ ہونگے۔ اور عملی طور پر کچھ کر کے دکھائینگے ✦

یاد بخیر مفتی صاحب

نئے انگلستان میں خواجہ صاحب کو سیالصاحب کی خلافت کے متعلق مباحثہ اور مباہلہ کا چیلنج دیا۔ جس کے جواب میں خواجہ صاحب نے انہیں کہلا بھیجا۔ کہ میری عزت آپ سے ملنے کی مجھے اجازت نہیں دیتی۔ کیونکہ آپ کے گذشتہ حالات نے مجھے اس قابل نہیں چھوڑا کہ میں کسی عزت کی نگاہ سے آپ کو دیکھوں۔ ہاں البتہ قاضی عبداللہ اور چوہدری فتح محمد کو میں سمجھتا ہوں۔ کہ نیک نیتی سے ایک غلط امر کو صحیح سمجھتے ہیں۔ اس لئے میں ان سے گفتگو کر سکتا ہوں۔ پس قاضی عبداللہ صاحب جو اس وقت انگلستان ہی میں مفتی صاحب کے پاس ہیں، جس وقت چاہیں آ جائیں ✦

لیکن اس کے صریح خلاف الفضل میں یہ شائع کرایا گیا ہے۔ کہ خواجہ صاحب کے ساتھ جمعہ کا دن مقرر تھا۔ اور اس دن چار بجے قاضی صاحب عبدالحی عرب کے ساتھ خواجہ صاحب کے مکان پر گئے۔ مگر خواجہ صاحب ان کے جانے سے قبل کہیں چلے گئے۔ اور دو گھنٹہ تک واپس نہ آئے۔ جس پر قاضی صاحب کو مجبوراً واپس آنا پڑا۔ مفتی صاحب کے متعلق صرف اس قدر لکھا ہے۔ کہ خواجہ صاحب نے صرف یہ فرمایا۔ کہ میں ان سے بالکل گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔ یہ بیان نہیں کیا۔ کہ خواجہ صاحب نے ان سے گفتگو کرنے سے انکار کیوں کیا ✦

بہرحال پہلے بیان کی اس وقت تک ہم تصدیق نہیں کر سکتے جبتک کہ خود خواجہ صاحب کی طرف سے اصل حالات کی اطلاع نہ آئے۔ ہاں صرف اتنا بتا سکتے ہیں۔ کہ مفتی صاحب نے ایک خط بھی خواجہ صاحب کو لکھا تھا۔ اور اس میں بعض ایسے معیار رکھے تھے۔ جو کسی خلیفہ میں انکے نزدیک پائے جانے چاہئیں۔ خواجہ صاحب نے اس کا زبانی ہی جواب دیا جو درج کیا جا چکا ہے۔ الفضل اگر مفتی صاحب کے اس خط کی نقل شائع کر دے تو البتہ اس کا جواب دیا جا سکتا ہے۔ باقی مفصل حالات پھر اطلاع موصول ہونے پر لکھے جائیں گے ✦

لیکن ہمیں ابھی تک سمجھ نہیں آیا۔ کہ ہندوستان سے چلکر چھ ہزار کوس کے فاصلہ پر مباحثہ و مباہلہ کی مفتی صاحب کو کیا سوجھی۔ یہاں گھر میں جب دو سال تک حضرت خواجہ صاحب ٹھیرے رہے۔ تو یہاں وہ کیوں منہ چھپائے پڑے رہے۔ یہاں بار بار کے مطالبات کے باوجود وہ اتنی بھی حلفیہ شہادت کیوں نہ دے سکے کہ وہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں انہیں نبی سمجھتے تھے یا کیا۔ تعجب ہے۔ کہ عقاید کے متعلق جب سوال ہو اور اس پر حلف دلائی جائے۔ تو یہی مفتی صاحب لمبی تان کر سو جاتے ہیں کہ گویا کبھی جاگنا ہی نہیں۔ لیکن چھ ہزار کوس پر جا کر کام کی اصل اغراض کو چھوڑ کر میاںصاحب کی خلافت پر مباحثہ اور مباہلہ کے لئے تیار رہیں۔ اسی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ مفتی صاحب وہاں کیا کام کر رہے ہیں۔ اور ان کا اسلام اب کیا رہ گیا ہے ✦

حضرت خواجہ صاحب کی تبلیغی جدوجہد

ووکنگ کی تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مقام کلینم پر سپرچولسٹوں کی سوسائٹی میں حضرت خواجہ صاحب کا ایک لیکچر نہایت کامیابی کے ساتھ ہوا۔ جس میں آپ نے سپرچولزم اور اسلام کے باہمی تعلقات پر نہایت وضاحت سے روشنی ڈالی۔ جس سے ان بہت سے حاضرین مجلس نے جو پیشتر ازیں اسلام کی از حد نرم دلی کی تعلیمات سے ناواقف تھے۔ بیحد اطمینان قلب کا اظہار کیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی موجب مسرت ہے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کے تمام لیکچر جو نومبر اور دسمبر ۱۹۱۷ء میں آپ نے مختلف مقامات پر دیئے ایک کتاب کی صورت میں جمع کر کے شائع کئے گئے ہیں جس کا نام رکھا گیا ہے

"مذہب اور سائنس میں اتحاد"، ایک دوسری کتاب بھی

"مسئلہ ارتقائے انسانی"، کے نام سے علیحدہ شائع ہوگی جس میں حضرت خواجہ صاحب کے لیکچر جو اس موضوع پر آپ نے دیئے تھے جمع کئے گئے ہیں ✦

اس کے علاوہ ووکنگ میں بھی ہفتہ وار لیکچروں کا سلسلہ بدستور قائم ہے۔ اور موسم کی خرابی کے باوجود سوائے ایک اتوار کے ہر ہفتہ لیکچر ہوتے رہے۔ جس ہفتہ تک کی خبریں ہم تک پہنچی ہیں۔ اس کی اتوار کو مسٹر مارماڈیوک پکتھال نے "لاَ اِکْرَاہَ فِی الدِّین" پر ایک بسیط اور نہایت شاندار لیکچر دیا۔ جس میں اسلام کا دوسرے مذاہب

اس موجودہ زمانہ میں مختلف مذاہب کے اس اعلیٰ نظم ونسق کے باوجود جو اب انکے ہاں قایم ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو اپنی اپنی صاف اور مدلل تعلیم ہر ایک دل و دماغ کو نہایت زبردست اپیل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسٹر موصوف اور ان کے دوسرے ساتھیوں کو اسلام کا اس سے بھی زیادہ دالہ و شیدا بنائے اور صبر و استقامت عطا فرمائے۔ علاوہ ازیں لندن مسلم سوسائٹی میں خواجہ صاحب کی عدم موجودگی کے باعث مصر کے مسٹر سید احسان البکری نے اسلام کی روحانی و علمی فتوحات پر ایک شاندار لیکچر دیا۔

حضرت خواجہ صاحب۔ مسٹر مارماڈیوک پکتھال۔ اور مرزا حسن اصفہانی کو مسلم لٹریری سوسائٹی کا وائس پریذیڈنٹ منتخب کیا گیا ہے۔ جو امید ہے کہ آیندہ سال سوسائٹی کی طرف سے بہترین کارناموں اور شاندار خدمات اسلام کا موجب ہوگا ✦

میاںصاحب اور خواجہ حسن نظامی

۲۳ فروری ۱۹۱۸ء کے الفضل میں میاںصاحب کا ایک طویل مضمون خواجہ حسن نظامی کے جواب میں شائع ہوا ہے۔ جس میں خواجہ حسن نظامی کے اس دعویٰ کے "کہ سرکاری مردم شماری سے ثابت ہے۔ کہ احمدیوں کی کل تعداد اٹھارہ ہزار ہے" جواب میں بھی سرکاری مردم شماری سے ہی یہ ثابت کرتے ہوئے کہ یہ تعداد صحیح نہیں۔ میاںصاحب نے اس پر بڑی لمبی چوڑی بحث کی ہے کہ خواجہ حسن نظامی کا بیس ہزار احمدیوں کے دستخطوں کا مطالبہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اس کے معنے یہ ہیں۔ پہلے ساڑھے پانچ لاکھ احمدیوں کی مردم شماری کی جائے جو ناممکن امر ہے۔ نیز مسلمانوں کی اس تعلیمی حالت کے بالمقابل کہ ان کے فی دو ہزار میں سے بہتر آدمی لکھے پڑھے ہیں۔ جیسا کہ ماہران تعلیم کے بیان سے ثابت ہے۔ بیس ہزار احمدیوں کے دستخطوں کا مطالبہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں صرف ہندوستان میں احمدیوں کی کل تعداد سات لاکھ ہونی چاہیئے۔ حالانکہ ہندوستان میں اس سے تریباً نصف احمدی ہیں ✦

لیکن ہمیں یہ ابھی تک سمجھ نہیں آیا۔ کہ میاںصاحب کو اس دردسری کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ جس کے لئے انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کی پہلے تعلیمی حالت کا جائزہ لیا۔ اور سر سیڈلے ریڈ کی ۱۹۱۷ء کی نیوٹیربک کو خاص اسی مطلب کے لئے مطالعہ کرنے کی انہوں نے تکلیف اٹھائی۔ ممکن ہے۔ خواجہ حسن نظامی کا یہی مطلب ہو جو میاںصاحب نے سمجھا کہ بیس ہزار احمدیوں کے دستخطوں سے انکی مراد بیس ہزار پڑھے لکھے احمدی ہیں۔ لیکن ان کے الفاظ سے کم از کم یہ پتہ نہیں چلتا۔ بلکہ وہاں تو دستخطوں کے ساتھ جس شہر کے احمدیوں کی فہرست ہو۔ وہاں کے کسی معتبر شخص کی شہادت کی بھی شرط انہوں نے لگائی ہے۔ تو کیا اگر کوئی ان پڑھ احمدی دستخط کے بجائے اپنا انگوٹھا لگا دے۔ تو اس کی توثیق کے لئے وہاں کے معتبر شخص کی شہادت کافی نہ ہوگی۔ دیکھنا تو یہ تھا۔ کہ میاںصاحب کے آیا کل بیس ہزار مرید بھی ہیں یا نہیں۔ سو اس کے لئے پڑھے ہوئے اور ان پڑھ کی بحث فضول ہے جو شخص اپنے آپ کو ان کا مرید بتاتا ہے۔ وہ اس شمار میں آ سکتا ہے۔ اور اس کا انگوٹھا ہی دستخطوں کے قائمقام ہے۔ لیکن اس تمام دردسری اور سرکاری رپورٹوں وغیرہ کے حوالجات سے تعلیم یافتہ احمدیوں کی اوسط نکالنے کے بعد آخر میں آ کر بھی کہہ دیا ہے۔ کہ بیس ہزار تعلیم یافتہ احمدیوں کے دستخط میاںصاحب کرا دینگے۔ کیونکہ احمدی ہندوستان میں نسبتاً زیادہ تعلیم یافتہ ہیں۔ اور اس کے ساتھ یہ شرط لگائی ہے۔ کہ بالمقابل خواجہ حسن نظامی بھی اپنے بیس ہزار مریدوں کے دستخط کرا کر دے۔ مگر پہلے ہی میاںصاحب نے ایسا کیوں نہ کہہ دیا۔ کہ ناحق کئے صفحات ہندوستانی مسلمانوں اور احمدیوں کی تعلیمی حالت پر بحث کرنے اور اوسطیں نکالنے ہی صرف کر دیئے۔ آخر ان اوسطوں کو خود تو تسلیم نہ کیا۔ کیونکہ پہلے ہی اصل مطلب کی بات نہ کہدی اور بےفایدہ اس قدر صفحات عنل کئے۔ اس کا جواب ہم نہیں دے سکتے لیکن ہم اتنا کہہ سکتے ہیں۔ کہ آخر اپنی واقفیت اور فضائل علمی کے اظہار کا بھی تو کوئی ذریعہ ہونا چاہیئے۔ کیا ہوا اگر خواجہ حسن نظامی کے نام ان کو چوبے بازی کہدینے سے میاںصاحب نے میسر دچوبے کے لفظ کے اشتقاق اور معانی کی بحث میں اپنے سرکاری گزٹ کے ایک دو صفحات پڑھ گئے یا ہندوستان کی تعلیمی رپورٹوں کے حوالوں سے اپنی واقفیت کا اظہار کیا۔ آخر "مطلیفہ"، ہی تو ہیں۔ کچھ تو ان میں اور دوسرے مضمون نویسوں میں امتیاز بھی ہونا چاہیئے ✦

ہے کہ

"دو ہزار سے زیادہ یہ لوگ نہیں ہیں"

لیکن اس کے ساتھ ہی کل جماعت کی تعداد وہ پانچ لاکھ بتاتے ہیں۔ ہم لاکھ ہندوستان میں اور ایک لاکھ باہر۔ اس لحاظ سے اگر ہم میاںصاحب کے پہلے اقوال کو ان کے اس موجودہ بیان کے ساتھ منطبق کر کے دیکھیں۔ تو ہم حیرت زدہ ہو کر رہ جاتے ہیں۔ کجا ان کا ہمارے متعلق اعلان کہ ان کی تعداد کل دو فیصدی ہے۔ جس کو اگر چار لاکھ کی تعداد میں سے شمار کیا جائے تو ہماری کل تعداد آٹھ ہزار اور اگر جماعت کی کل تعداد پانچ لاکھ قرار دی جائے۔ تو اس حساب سے دس ہزار بنتی ہے۔ لیکن میاںصاحب فرماتے ہیں ظاہر نہیں "دو ہزار سے زیادہ یہ لوگ نہیں ہیں"، اس لئے ہم ان کی بتائی ہوئی دو فیصدی اوسط کو اس دو ہزار کے بالمقابل رکھکر دیکھتے ہیں۔ تو جماعت کی کل تعداد ایک لاکھ سے زیادہ نہیں بنتی۔ مگر وہ فرماتے ہیں۔ کہ کل جماعت پانچ لاکھ ہے۔ اور یہی صحیح بھی ہے۔ اس لئے اب یہ فیصلہ کرنا ان کے ذمہ ہے کہ دو فیصدی اوسط کے لحاظ سے ہم کیونکر دو ہزار بنتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ نہیں۔ بہتر ہو کہ میاںصاحب خود ہی یہ بھی بتا دیں۔ کہ پہلے اور پچھلے متفاوت بیانات میں سے کونسا بیان سچا ہے۔ اور کونسا جھوٹا۔ اگر ہم دو فیصدی ہیں۔ تو پانچ لاکھ کی جماعت میں ہماری تعداد دس ہزار سے کم نہیں۔ اور اگر میاںصاحب کے موجودہ فرمان کے مطابق ہماری کل تعداد دو ہزار ہے اور اس سے زیادہ نہیں تو دو فیصدی اوسط کے لحاظ سے جماعت کی کل تعداد ایک لاکھ سے زیادہ نہیں ہو سکتی جو سراسر غلط ہے۔ اس لئے بہتر ہو کہ میاںصاحب ہی اس کا بھی فیصلہ فرما دیں ان کے کس بیان کو سچا مانا جائے ✦

عجیب وغریب حساب

یہ ہم اس لئے بھی کہتے ہیں اور زیادہ تر اسی وجہ سے اسے عجیب و غریب قرار دیتے ہیں۔ کہ میاںصاحب کا الہام تھا لیمزقنہم ہم ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینگے۔ یہ الہام جس وقت ان کو ہوا۔ اس وقت ہماری تعداد دو فیصدی انہی کے اخبار میں قرار دی گئی تھی۔ اور اس کے بعد انہوں نے بیان کیا کہ جب بیعت ہوئی تھی اس وقت جماعت کا اکثر حصہ ان کے ہمارے ساتھ تھا۔ گویا میاںصاحب کے نزدیک دو فیصدی تعداد ۹۸ فیصدی سے بہت زیادہ ہے۔ جس پر جب لیمزقنہم کا عمل جاری ہوا تو اسی حساب کے مطابق ہماری تعداد ۹۸ فیصدی بجائے تھوڑی) ہوگئی۔ اور ان کی دو فیصدی (زیادہ) بن گئی۔ اور بات بھی یہی ہے۔ کیونکہ اس عرصہ میں ان میں سے نکل نکل کر بہت سے لوگ ہم سے آ ملے تھے۔ لیکن اگلے ہی سال انکی موجودگی میں پھر ایک ریزولیوشن پاس ہوا کہ یہ لوگ (یعنے ہم) جماعت احمدیہ کے قائمقام نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ ان کی تعداد بمشکل دو فیصدی بنتی ہے۔ گویا ان کے حساب کے رو سے اب ہم پھر زیادہ ہو گئے۔ کیونکہ وہ پہلے دو فیصدی کو ہی زیادہ تعداد فرما چکے ہیں لیکن باوجود اس کو بھی نظر انداز کر کے ہمیں دو ہزار قرار دیتے ہیں۔ گویا انہی کی طرز حساب کے مطابق اب ہم دو فیصدی سے بھی بڑھ گئے۔ یہ معلوم نہیں کہ ان کے کس الہام کے ماتحت ہو رہا ہے۔ لیمزقنہم تو پورا ہو چکا جب ان کے فرمان کے مطابق ہم دو فیصدی سے ۹۸ فیصدی ہو گئے۔ اور یوں ان کے حساب کے رو سے زیادہ سے تھوڑے رہ گئے۔ لیکن یہ بعد کے بیانات کے متعلق ہمیں آج تک معلوم نہیں ہوا کہ یہ کونسے الہام یا خلافت مآب کے کس قاعدہ حساب کے مطابق ہے ✦

اس حساب کو ہمارے ناظرین عجیب وغریب قرار دینگے۔ لیکن ہم ایسا کہنے سے معذور ہیں۔ کہ خلافت مآب کی دیگر نوادرات و خصوصیات میں سے یہ بھی ایک ہے۔ جو ضروری نہیں۔ کہ ہماری محدود عقلوں میں آ سکے ✦

آٹھ ہزار کی تعداد کیا ہوئی

اوپر ہم بتا چکے ہیں۔ کہ میاںصاحب کے پہلے حساب کی رو سے ہم بوجہ دو فیصدی ہونے کے پانچ لاکھ کی جماعت میں سے دس ہزار بنتے ہیں۔ لیکن اب پھر میاںصاحب فرماتے ہیں۔ کہ

"دو ہزار سے زیادہ یہ لوگ نہیں"،

تو قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ دس ہزار میں سے جو ایک سال کے عرصہ میں دو ہزار رہ گئے تو باقی آٹھ ہزار کی تعداد کیا ہوئی۔ آخر کب یہ آٹھ ہزار کی تعداد ہم سے علیحدہ ہو کر میاںصاحب کے ساتھ جا شامل ہوئی۔ کیا میاںصاحب بلاد مہربانی بتلائیں۔ اور نہیں تو اس آٹھ ہزار کی فہرست کو ہی شائع کرا دینگے۔ یہ تو کوئی چنداں مشکل کام نہیں۔ انکے ہاتھ پر بیعت کرنیوالوں کی فہرستیں لئے دلچسپی رہتی ہیں جنہیں ہیچ کی تھیں اگر خیال کیا تو میاںصاحب کرانا ہی کیوں ہے بعض وقت جبکہ لاکھ رہنے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ کاش اس قسم کی ہی ہوا کہ میاںصاحب شایع کر دیں جس سے ان کے لیمزقنہم کا کچھ

اسلام اور مصوّری

اکثر اوقات مسلم تہذیب پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ اس نے کوئی نقاد یا مجسمے پیدا نہیں کئے۔ بلکہ بعض دفعہ تو مصوری کے پرانے کارناموں کو تباہ کر دیا ہے اور اس تہذیب کو جس نے یہ پیدا کئے تھے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا ہے۔ ان نقطہ چینیوں کی گفتگو سنکر مجھے ایک انگریز کا واقعہ یاد آتا ہے جس نے یہ کہا تھا کہ اگر ایک انسانی بچہ اور ایک کمیاب مجسمہ دونوں ایک ایسی جگہ ہوں جہاں پر احتمال ہو کہ آگ انکو بھسم کر دیگی۔ تو وہ اس مجسمہ کو بچانے کی کوشش بہ نسبت اس زندہ انسانی بچہ کے زیادہ کریگا۔ جن تہذیبوں کا نام و نشان اسلام نے مٹا دیا۔ وہ تہذیبیں ایسی تھیں کہ انکے ماتحت نسل انسانی کا اکثر حصہ حد درجہ کی بدبختی میں پڑا ہوا تھا۔ اعلےٰ اخلاق، غیرت، عامہ انصاف یہ تو ڈھونڈے نہ ملتے تھے۔ اسلام نے ان سب محکوم لوگوں کو انسانی حقوق عطا فرمائے کیا یہ چند مصوروں کے چند نقاد بنانے یا چند سنگتراشوں کے چند مجسمہ تیار کرنے سے بہتر کام نہیں

مسلمانوں کے تنزل کا سب سے بڑا سبب میری رائے میں اسکا یہ ہے

سبھوں میں سے جو کہ اسلام پر گذشتہ چند سالوں سے طاری ہے ایک بڑا سبب یہ ہے کہ اسلام تمام [illegible] جب بھی کسی ملک پر اسلام کا جھنڈا گڑا تو اس [illegible] نتیجہ یہ ہوتا کہ اس ملک کے اکثر باشندے خوشحال ہو جاتے اور اس خوشحالی کیوجہ سے مسلمانوں نے کسی حد تک کوشش کرنا ہی چھوڑ دیا اور اسطرح حریص، درنا شاد لوگوں نے ان پر دست درازیاں شروع کر دیں انہوں نے اسوقت قرآن کی اس تعلیم کو پس پشت ڈالدیا کہ فان مع العسر یسرا فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب۔ تحقیق تکلیف کے ساتھ ہی آرام ہے اور جب تو فارغ ہو جاوے تو کوشش کرتا رہ اور خدا کی رضا ڈھونڈتا رہ

مسلم برادری ابتدائے تاریخ اسلام میں

بر وقت سلم برادری ایک وقت ایسی تھی جیسا ہونی بھی چاہئے جیسے خدا کی بادشاہت زمین پر۔ نبی کریم کی زندگی کے آخری دس سال اور پہلے خلیفوں کے عہد میں ہمیں جو نظارہ نظر آتا ہے تاریخ میں اسکی نظیر نہیں ملتی ایک بڑی وسیع قوم یا یوں کہئے کہ کئی قوموں کا مجموعہ جن میں سے بطور معجزہ قبیلوں کی شمانہ جنگی دور کر دی گئی تھی۔ وہ سب ایک خدا کے حکم کو بغیر کسی چون و چرا کے مانتے تھے انکے لئے نہ کسی انتظام کی اور نہ کسی پلیس کی ضرورت تھی

قرآن اور آنحضرت کی تعلیم ہی خلاقی قانون کا کام دیسکتی ہے

وہ قوانین جو قرآن میں صریح ہیں اور جو نبی کریم نے سکھائے صرف وہی اخلاقی قوانین کا کام بھی دے سکتے ہیں آپ اس سے کسیطرح گریز نہیں کر سکتے کیونکہ یہی ایک قانون ہے جس پر ہر ملک و ملت کے وہ باشندے عمل پیرا ہو سکتے ہیں جو انسانی بھلائی اور انسانی ترقی کے ذریعہ سے خدا کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں صرف اسی میں مذہب کے دونوں رکن یعنی حقوق اللہ و حقوق العباد کو کامل طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے اس بات کا اقرار نہ صرف مسلمانوں نے بلکہ ان عیسائیوں یہودیوں نے بھی کیا ہے جنہوں نے اسکا مطالعہ کیا ہے۔

قرآن تقلید شخصی کا مانع ہے

گذشتہ چند سالوں میں سلمان اس قانون کے لفظوں کی تقلید کرتے رہے ہیں اور اصلی مدعا کو نظر انداز کر دیا ہے کسی شیخ الاسلام یا مجتہد کے فتوے کی اندھی تقلید کرنا یا کسی قانون کے معمولی سے اختلاف یا اجتہاد میں مبالغہ کرنا اور اس قسم کی تمام کاہلیت کو قرآن نے بہت مذموم قرار دیا ہے اسکی وجہ سے علیہ کو اسقدر تنزل ہوا حتےٰ کہ بہت سے موقعوں پر ان متبرک فقرات کو بلا سمجھے یا غور کرنیکے دہرا دینا باقی رہ گیا۔ اور اسکو بجائے ایک الہام یا عقل کی مشعل کے ایک سحر اور جادو سمجھا گیا میں اور آپ دونوں نے اس کا مشاہدہ کیا لیکن خدا کا شکر ہے کہ ہم نے اسکے تغیر کے آغاز کو بھی مشاہدہ کیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ موجودہ ایام ظلمت میں بھی میری امید اسقدر قوی ہے۔

ہماری موجودہ تکالیف کا باعث بہت حد تک وہ میلان ہے جس کیوجہ سے ہم اپنی شریعت کے الفاظ پر بڑی قناعت سے سوچتے رہتے ہیں اور اسکے نتائج اسقدر خطرناک ہیں کہ ہر ایک مسلم کا دل ان سے دہل جانا چاہئے

یورپ عملاً اسلام کے آگے سر جھکا رہا ہے

یہ کوئی تعجب کی بات نہیں اگر ایک سطحی نظر رکھنے والا عیسائیت کی موجودہ دنیوی کامیابی سے متاثر ہو کر یہ خیال کرے کہ اسلامی شریعت اب پرانی ہو گئی [illegible]

ثابت ہو چکی ہے کہ صرف اسلامی شریعت ہی ایسے اخلاقی قوانین رکھتی ہے جنکے ماتحت ترقی ہو سکتی ہے ان تمام خفیہ کارروائیوں کیوجہ جو آج تمام یورپ میں ہو رہی ہیں مشکلات مزدوری ہے ان سب کی وجہ یہی ہے کہ موجودہ تہذیب اور معاشرت کی بنیاد سود پر رکھی گئی ہے ذرا انگریزی قوانین طلاق یا امریکہ کے قوانین طلاق پر ایک نظر ڈالئے تو معلوم ہو جاویگا کہ وہ اسلامی شریعت کے مقابل کسقدر ہیچ اور قابل شرم ہیں شراب وغیرہ کے استعمال پر جو جدید قیود لگائی گئیں ہیں انہی کو دیکھئے عیسائی نوتی کی یہ سب سے جدید اختراع ہے۔ ان بین الاقوامی قوانین کے ناقابل اتفاق اور ہزدلانہ آغاز ہی پر غور کیجئے جن میں عیسائی جنگوں کے تظلم اور بیرحمی کی حدبندی کی کوشش کیگئی ہے کیا یہ سب مسائل حقیقت میں اسلام کے متبرک قوانین کے آگے سر نہیں جھکانے ان کے سوا ممکن نہ تھا کہ اس تہذیب کا خاتمہ جسکو عیسائیت کا نتیجہ بتایا جاتا ہے ہمیشہ کیلئے برباد نہ ہو جائے۔ اسلام وہ سب تمدنی قوانین اور مذہبی اصول اپنے اندر رکھتا ہے جو کہ تمام ممالک میں یکساں رائج ہو سکتے ہیں اور جنکی عظمت ہر ایک انسان اگر وہ متعصب نہیں تو ضرور کریگا +

اسلامی شریعت ہرگز ناکامیاب ثابت نہیں ہوئی جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں بلکہ گذشتہ چند سالوں میں تو اسکی کامیابی کا ثبوت بیشتر از پیشتر ملتا ہے۔ اور خصوصاً سرزمین یورپ میں۔ اسلام ہی ان ایام کے بار تقبیل کا متحمل ہو سکتا ہے اور کوئی مذہب اسکے قابل نہیں ہے

مسلمانوں کی خلاف اسلام حرکات انگریزوں کی نظر میں

میں وثوق سے یہ بات کہتا ہوں کہ جب ایک مسلم جان بوجھکر دکھاوے کیلئے سوئر کا گوشت کھاتا ہے یا شراب پیتا ہے یا عورتوں کے معاملہ میں کمینہ اخلاق کا اظہار کرتا ہے الغرض جب کبھی کسی رنگ میں وہ اپنے مذہب کے معلومہ قواعد کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ ہر ایک ایسے انگریز کی نظر سے گر جاتا ہے جو انگریز کہلانے کا حقیقی طور پر مستحق ہے۔

ایسا ہو سکتا ہے کہ بعض احکام کی پیروی ضروری ہے۔ اسلام کا کوئی خاص مقصد نہیں ہوتا لیکن قرآن تو کہتا ہے جو کوئی کوشش کرتا ہے اپنی ہی [illegible] کیلئے کرتا ہے ورنہ خدا تو غنی ہے اسکو بندوں کی احتیاج نہیں ان احکام میں بت پرستی یا ظاہر پرستی کا کوئی رنگ نہیں یہ تعویذ نہیں ہیں یہ ہماری۔ روحوں کے فائدے کیلئے ہم پر فرض کر دیئے گئے ہیں تا کہ ان پر چلکر وہ نفع اٹھاویں۔ یہ ذریعہ انتظام ہیں جو قوم کو یکجا رکھتے ہیں۔ وضو اوقات نماز۔ ماہ صیام۔ حج۔ ان میں سے ایک بھی بذات خود بظاہر کوئی ایسا اہم امر نظر نہیں آتا نہ ہی خدا کو انکی حاجت ہے انکی حاجت اور وقعت ہمارے اپنے لئے اور ہمارے ہم جنسوں کیلئے ہے۔ انہی کے ذریعہ سے مسلم برادری کو جمع کیا جاتا ہے۔ انہی سے ہمارے دل و دماغ کو روحانی فضائل حاصل کرنے کے قابل بنایا جاتا ہے۔

اسلامی اسوۂ حسنہ سے ہی دنیا مسخر ہو سکتی ہے

میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ یہ قواعد . . . .

جن کی پیروی اپنی رضا و رغبت سے کیجاتی ہے یہی ایک چیز ہے جو اعلےٰ طبقے کے یورپین کو بھی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ کچھ دن ہوتے میں نے ایک خبر سنی اگرچہ اسکے سچ ہونے کا دعوےٰ میں نہیں کر سکتا مگر سنا جاتا ہے کہ انگریز سپاہی اور روسی سپاہی اپنے مسلم ہمرکابوں کا اسوۂ حسنہ دیکھکر اسلام کے حلقہ میں داخل ہو رہے ہیں کیا کسی ایسے مسلم کے نمونہ سے بھی لوگ اسلام میں داخل ہو سکتے ہیں۔ جو خود اپنے فرائض کو فراموش کرتا ہو۔ اور اپنے مذہب کو دیگر عام مذہبوں کے ہمپایہ سمجھتا ہو اگرچہ مسلمانوں نے دنیوی طاقت اپنے ہاتھوں سے کھو دی تاہم اسلام اب بھی اپنے اسوۂ حسنہ سے دنیا کو مسخر کر سکتا ہے آؤ ہم اس جہاد کبیر کے لئے کوشش کریں۔ اور یہی سچا جہاد ہے کیونکہ نبی کریمؐ نے فرمایا ہے سب سے بڑا جہاد نفس کے خلاف ہے۔ یہ کوئی ناممکن امر نہیں یہ کام تو معمولی آدمیوں کے احاطہ طاقت سے بھی باہر نہیں کیونکہ مذہب اور شریعت کے احکام بالکل معقول ہیں۔ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین من قبلنا۔ ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکٰفرین ﴿ (انشاعت اسلام)

عصمت انبیاء عصمت انبیاء کو قرآن کریم سے ثابت کیا گیا ہے کہ مخالفین نے جو جو الزامات انبیاء پر لگائے ہیں انکو قرآن سے ہی رد کیا گیا ہے۔ قیمت [illegible]

[illegible]

مذاکرہ علمیہ

ضرورت الہام اولیاء امت

و

امتناع امت عن النبوۃ

(از حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی)

مقدمہ اوّل

حضرت خاتم النبیین کی بعثت سے ابتک اولیاء اللہ کا ملہم ہونا مثل شمس فی نصف النہار روشن ہے اور خوب ظاہر و ثابت ہے جسکا بیان اس مضمون میں ہم مختصراً کریں گے +

اور علیٰ ہذا القیاس یہ بھی خوب ثابت ہے کہ حضرت خاتم النبیین کی بعثت سے اب تک کوئی نبی نہیں ہوا۔ اس ثابت شدہ صداقت کا کوئی مومن انکار نہیں کر سکتا۔ کما بیانہ و تبیانہ فی رسائلنا و سیاتی مع بعض فوائد اخریٰ +

مقدمہ دوم

ہمارا اعتقاد ہے کہ انبیاء سابق کی ملت و شریعت بھی اسوقت کے مقتضائے حال کے بموجب صراط مستقیم پر تھی مگر انکی کتابیں اور شریعتیں محفوظ نہ رہ سکیں یہ حفاظت قرآن شریف ہی کیلئے موعود ہوئی کما قال اللہ تعالیٰ: انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ﴿ و نیز الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب ولم یجعل له عوجا قیما ﴿ لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه بعض ان آیات کی تفسیر پہلے بھی ہم لکھ چکے ہیں اور بعض فوائد دیگر کے ساتھ اور بھی انشاء اللہ لکھینگے۔

توضیح اوّل

لم یبعث اللہ نبیا الا کان فی امته محدث وان یکن فی امتی منهم احد فهو عمر قالوا یا رسول اللہ کیف محدث قال تتکلم الملائکة علی لسانه

الاسیوطی اسناده حسن و نیز بخاری وغیرہ بیہقی میں ہے کہ صحابہ کہتے تھے کہ ان الملك ینطق علی لسان عمر طبرانی میں ہے۔ تتکلم الملائکة علی لسانه۔

واقفان حدیث کو معلوم ہے کہ روایات صحیحہ میں حضرت عمرؓ پر متعدد آیات قرآنی کا قبل از نزول آیات الہام ہونے کا بصراحت ذکر ہے بخاری میں ہے۔ اجتمع نساء النبی صلعم فی الغیرة فقلت عسیٰ ربه ان طلقکن ان یبدله ازواجا خیرا منکن فنزلت کذالك۔

ابن ابی حاتم میں ہے: وافقت ربی او وافقنی ربی فی اربع نزلت هذه الآیة ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طین۔ حضرت عمرؓ بول اٹھے فتبارك اللہ احسن الخالقین اور یہی قول عمرؓ وحی ہو کر آنحضرت خاتم النبیین پر نازل ہوا۔ اور اس سے عبداللہ ابن ابی سرح کاتب وحی کو ایسی لغزش ایمانی حادث ہوئی کہ ارتداد تک نوبت پہونچی۔ کما سیاتی۔

عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ نے روایت کیا ہے کہ ان یہودیا لقی عمر بن الخطاب فقال ان جبریل الذی یذکره صاحبکم عدو لنا فقال عمرؓ من کان عدوا للہ وملائکته ورسله وجبریل ومیکال فان اللہ عدو للکافرین قال فنزلت علی لسان عمرؓ یعنی کوئی یہودی حضرت عمرؓ سے ملاقی ہوا تو کہنے لگا کہ جبریل تو جس کا ذکر آپ کے پیغمبر فرماتے ہیں ہمارا دشمن ہے حضرت عمرؓ نے انہی الفاظ جواب دیا کہ من کان عدوا للہ الخ اور یہی حضرت عمرؓ کا جواب حضرت سرور انبیاء پر وحی متلو ہو کر نازل ہوا۔

اب ذرا اہل علم آنکھوں سے ہوا و ہوس کا پردہ اٹھا کر حق قرآنی کی روشنی میں بصارت و بصیرت سے دیکھیں اور نتیجہ نکالیں کہ جب حضرت عمرؓ کے ملہم اقوال وحی متلو ہو کر حضور خاتم الانبیاء والمرسلین پر نازل ہوں۔ پھر یہی حضرت عمرؓ محدث کے محدث ہی رہیں اور حضرت سرور انبیاء کا ان کی بابت یہی ارشاد ہو کہ اگر میرے بعد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - چہارشنبہ ۶ - مارچ سنہ ۱۹۱۸ء نمبر ۶۷

عیسائیوں کے چند سوالات مسلمانوں پر
خواجہ حسن نظامی اور دیگر تمام علمائے اسلام کی توجہ کے قابل

گذشتہ اشاعت میں ہم نے بعض ان اعتراضات کو پیش کیا تھا جو عیسائی آئے دن مسلمانوں کے موجودہ مسلمات متعلق حضرت مسیح کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے ہیں۔ اور خواجہ حسن نظامی صاحب سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ اپنی کتاب میں الوہیت مسیح کی تردید کے ساتھ ذرا ان اعتراضات کا بھی جواب دیدیں۔

اس مضمون کو ہم لکھ چکے تھے۔ کہ ہمیں ایک ٹریکٹ کے دیکھنے کا اتفاق ہوا جو حال ہی میں "حقائق قرآن قابل توجہ اہل اسلام" کے نام کرسچین بک سوسائٹی لدزیانہ نے الہ آباد مشن پریس سے چھپوا کر شائع کیا ہے۔ اس ٹریکٹ میں اسی قسم کے سوالات مسلمانوں سے کئے گئے ہیں۔ جن کا ہم نے گذشتہ اشاعت میں ذکر کیا تھا۔ اور قرآن کی آیات سے مسلمانوں کے موجودہ مسلمات متعلقہ ابن مریم کو سامنے رکھکر الوہیت یا افضلیت مسیح کو ثابت کیا گیا ہے۔ اور آنحضرت صلعم سے اس کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ ان سوالات کو ہم کوئی اہمیت نہ دیتے۔ اگر ان کا کم از کم مسلمانوں پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ لیکن جو چٹھی ایک مسلمان کی طرف سے اس ٹریکٹ کے ساتھ الہ آباد سے موصول ہوئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں پر ان کا کس قدر گہرا اثر پڑا ہے۔ اور حضرت مسیح کے متعلق موجودہ خیالات کے صحیح ہونے کی صورت میں اسلام کا کیا حشر ہونے والا ہے۔ اس چٹھی کو ذرا پڑھئے کہ اس کا ایک ایک لفظ کس قدر ہولناک نتائج کی خبر دیتا ہے۔ لکھا ہے :-

> "معظمی و مکرمی۔ تسلیم۔ عیسائیوں نے ایک رسالہ بعنوان "حقائق قرآن" شایع کیا ہے۔ اس کی وجہ سے ہم لوگوں میں بے حد بے اطمینانی پھیلی ہوئی ہے۔ رسالہ ہذا ارسال خدمت ہے۔ مہربانی فرماکر آپ خود یا مولانا مولوی صدرالدین صاحب اس کے متعلق جواب شافی لکھکر مرحمت فرمایئے .... مہربانی فرماکر جلد سے جلد جہانتک ممکن ہو مرحمت فرمایئے۔ جتنی تاخیر ہوگی اتنی بے اطمینانی بڑھے گی۔ ہم لوگ اس آپ کے جواب کو اپنے پاس سے چھپوا کر اشاعت کر دینگے۔
>
> خادم
> ...."

فی الحقیقت یہ اضطراب کوئی بیجا نہیں۔ اعتراض جو کئے گئے ہیں۔ ان کا کوئی جواب اس وقت تک بن نہیں سکتا۔ جب تک کہ حضرت مسیح کی طرف منسوب کردہ صفات اور ان کے زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر دو ہزار سال سے الآن کما کان ہونے کے عقیدہ کو خیرباد نہ کہا جائے۔ مثلاً اس ٹریکٹ میں یہ سوال کئے گئے ہیں کہ

(۱) مسیح کا تکلم فی المہد اور اس کا کتاب و نبوت بزبان شیرخوارگی تمام انبیاء پر اس کی فضیلت کی نہایت صاف و صریح دلیل ہے۔ برخلاف اسکے محمد صاحب نے صاحب نبوت و کتاب ہونے کا دعوےٰ اس وقت کیا جبکہ وہ سن بلوغ سے گزر کر پیرانہ سالی تک پہنچ گئے تھے۔ اور ان کی دنیاوی تجربہ کاری میں غالباً کوئی کسر باقی نہ رہی۔ لہٰذا مسیح ان سے افضل ہے۔

(۲) از روئے قرآن عیاں ہے کہ جس وقت مسیح کو دشمنوں نے پکڑنا چاہا۔ آسمان سے فرشتے نازل ہوئے اور اسے بجسم عنصری اٹھا کر آسمان پر لے گئے اور اس طرح سے خدا نے اسے کفار ناہنجار سے محفوظ رکھا لیکن جب مکہ میں دشمنوں نے محمد صاحب کا محاصرہ کیا تو نہ کوئی فرشتہ ان کو بچانے آیا۔ اور نہ آسمان پر پہنچا لے گئے۔ عام لوگوں کی طرح پیادہ چل کر دشت پُر خار سے گزرتے ہوئے دشمنوں کی نظر سے پوشیدہ ہو کر ایک تیرہ غار میں جا چھپے۔ پھر وہاں سے بھاگ کر مدینہ میں انصار کی پناہ میں داخل ہوئے۔ کیا یہ زمین و آسمان کا فرق نہیں؟ ان کی طرح زمین پر بچایا جا سکتا تھا۔ آسمانی حفاظت اس امر کی صاف دلیل ہے کہ وہ تمام انبیاء و رسل سے نرالا و افضل ہے۔ اگر محمد صاحب مسیح کے ہم رتبہ ہوتے تو ضرور دشمنوں سے محصور ہونے کے موقعہ پر آسمان پر پہنچائے جاتے اور زمین پر بھاگ بھاگ کر غاروں میں چھپنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ ان حقائق سے بھی صاف عیاں ہے کہ مسیح محمد صاحب سے افضل ہے +

(۳) مسیح کا آج تک بجسد عنصری آسمان پر رہنا اور حوائج بشری کا باوجود جسم بشری منفک ہونا یعنے خورد و نوش سے فارغ ہونا۔ باوجود بشریت الآن کما کان کا مصداق ہونا مسلمات اسلام سے ہے۔ برخلاف اس کے دیگر تمام بنی آدم کی نسبت قرآن میں یوں مرقوم ہے فیہا تحیون وفیہا تموتون ومنہا تخرجون (سورۃ الاعراف رکوع ۲) الم نجعل الارض کفاتاً احیاء و امواتاً (سورہ المرسلت رکوع ۱) یعنے بنی آدم کے واسطے قانون الٰہی یہ ہے کہ ان کا پیدا ہونا اور مرنا جینا اور حشر نشر سب کچھ زمین ہی پر ہوگا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بشر زمین ہی پر رہ سکتا ہے۔ خواہ وہ رسول ہو یا نبی۔ اگر کوئی شخص بشر کہلا کر بھی آسمان پر رہ سکے تو ماننا پڑیگا کہ وہ تمام بنی آدم سے نرالی بشریت رکھتا ہے۔ پھر تمام انبیاء کے حق میں مرقوم ہے وما جعلناھم جسداً لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین (سورۃ الانبیاء رکوع ۱) یعنے ہم نے ان کے جسم ایسے نہیں بنائے کہ کھانے پینے کے بغیر ہمیشہ زندہ رہ سکیں۔ پس جو کوئی باوجود جسد عنصری کھانے پینے کے بغیر ...... زندہ رہ سکے وہ تمام دیگر انبیاء سے نرالا اور افضل ہے ورنہ اس آیت قرآنی کو غلط ...... ماننا پڑیگا۔ مسیح جو قریباً دو ہزار سال سے بے خورد و نوش آسمان پر زندہ ہے وہ ان رسل و انبیاء میں شمار نہیں کیا جا سکتا جنکی زندگی کا دار و مدار کھانے پینے پر ہے۔ جبکہ محمد صاحب ان اوصاف سے بالکل خالی ہیں تو کیا یہ صاف ظاہر نہیں کہ مسیح ان سے افضل و بدرجہا برتر ہے؟

(۴) مسیح کا مردوں کو زندہ کرنا اہل اسلام نے از روئے قرآن تسلیم کیا ہے۔ اور احیائے موتیٰ بشری طاقت سے بالاتر اور فقط الوہیت سے مخصوص ہے۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے ھو الذی یحیی ویمیت (سورۃ المومنون رکوع ۵) یعنے وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے خدا کسی کو اپنی صفات مخصوصہ میں شریک نہیں کرتا۔ جیسا کہ لا یشرک فی حکمہ احداً (سورۃ الکہف رکوع ۴) سے صاف ظاہر ہے۔ پس خاصہ الوہیت میں سوائے مسیح کوئی دوسرا شریک نہیں کیا محمد صاحب یا کسی اور رسول یا نبی نے کبھی کوئی مُردہ زندہ کیا؟ کیا ان حقائق سے اظہر من الشمس نہیں کہ مسیح محمد صاحب سے افضل ہے؟

(۵) صفت خلق حقیقی بھی خاصہ رب العٰلمین ہے۔ چنانچہ سورۃ الرعد رکوع ۲ میں مرقوم ہے۔ قل اللہ خالق کل شیء یعنے کہدے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے۔ لیکن از روئے قرآن مسیح کا پرندے خلق کرنا ثابت ہے۔ اور مسیح کے سوا کسی دوسرے نبی یا محمد صاحب سے تخلیق کا وقوع میں آنا قرآن سے ثابت نہیں ہوتا۔ پس ثابت ہوا کہ خلق کرنے کی قدرت خدا کے سوا فقط مسیح ہی میں ہے۔ لہٰذا مسیح محمد صاحب سے افضل و برتر ہے۔

(۶) اندھوں کو بینائی اور بہروں کو شنوائی عطا کرنا اور مبروص کو شفا بخشنا بھی قرآن نے مسیح کے اقتداری نشانات و معجزات تسلیم کیا اگر محمد صاحب نے بھی کبھی کوئی ایسا معجزہ دکھایا ہو تو کوئی قرآن سے ثابت کرے۔ ورنہ ماننا پڑے گا کہ مسیح ان سے بدرجہا افضل ہے۔

(۷) قرآن میں یہ بھی آیا ہے کہ لوگ اپنے گھروں میں جو کچھ کرتے اور کھاتے پیتے تھے مسیح ان کو وہ سب بتا دیتے تھے۔ یہ صفت عالم الغیبی بھی خدا کا خاصہ ہے جس میں مسیح ہی شریک ہے۔ محمد صاحب اس سے بالکل بےبہرہ تھے۔ پس صاف عیاں ہے کہ اس لحاظ سے بھی مسیح محمد صاحب سے افضل ہے۔

(۷) تیرہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ کہ محمد صاحب نے ترسٹھ یا چونسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور دیگر مُردوں کی طرح دفن کئے گئے اور خاک میں مل گئے۔ لیکن مسیح دو ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ سے آسمان پر زندہ ہے اور زندہ رہیگا۔ از روئے مسلمات اسلام پھر بھی بنی آدم کی ہدایت و رہبری کے لئے نازل ہوگا۔ قرآن کہتا ہے۔ وما یستوی الاحیاء والاموات (سورہ فاطر رکوع ۳) یعنی زندہ اور مُردے برابر نہیں ہیں۔ پس مسیح محمد صاحب سے افضل ہے۔

(۸) پھر یہ امر بھی مسلمات اسلام سے ہے کہ قیامت سے کچھ عرصہ پہلے سب سے بڑا فتنہ برپا کرنے والا اور کفر و بے دینی پھیلانیوالا دجّال ظاہر ہوگا اور اسے نیست و نابود کرنے اور بگڑی ہوئی امت [illegible] یہ ان من اھل الکتٰب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ (سورۃ النساء رکوع ۲۲) یعنی اہل کتاب میں سے ہر ایک اس پر ایمان لائیگا۔ پس اگر محمد صاحب نبی آخر الزمان اور خاتم النبیین تھے تو آخری فتنہ کو فرو کرنے کے اہم امر کے لئے ان کو قبر سے اٹھا کر بھیجنا کیوں مسیح موعود ہی کا حصہ ٹھہرا؟ اس بزرگی اور شرف کو کیوں اسی سے منسوب کیا کہ آخر کار قرب قیامت کے موقع پر دین کا ہادی ہو اور سب لوگ اسی پر ایمان لائیں۔ اور محمد صاحب کی خاک کو قبر میں ان امور کی خبر تک نہ ہو؟

"پس جبکہ اول مسیح اور آخر بھی مسیح ہی مومنین کا ہادی اور پیشوا ٹھہر اور محمد صاحب بیچ میں تھوڑے سے عرصہ کے لئے آندھی کی طرح آکر بگولے کی طرح چلے گئے۔ اور پھر خاک سے سر نہ اٹھا سکے تو ایسا شخص کون ہوگا جو اگر دیدہ و دانستہ اپنی آنکھ بند نہ کرے اور حق سے عداوت نہ رکھے تو مسیح کو محمد صاحب سے ہزارہا درجہ افضل و برتر تسلیم نہ کرے؟"

یہ وہ چند سوالات ہیں جو اس ٹریکٹ میں عیسائیوں کی طرف سے کئے گئے ہیں۔ کیا ہم امید کریں کہ خواجہ حسن نظامی و دیگر علمائے اسلام بالخصوص جنہوں نے مخالفت مسیح کا گویا ٹھیکہ لے رکھا ہے مثلاً ثناء اللہ امرتسری اور میاں پیر بخش لاہوری ان کا جواب دیکر اور اپنے موجودہ خیالات کی موجودگی میں ان کی تردید کر کے اس قلق اور اضطراب کو دور کرینگے جو مسلمانوں کو ان سے لاحق ہوا ہے۔ اور جو مندرجہ بالا چٹھی سے ظاہر ہے ضرورت ہے کہ احمدیت کے متعلق اپنے تعصب کو بالائے طاق رکھکر اپنے عقاید پر مسلمین غور کریں۔ اور دیکھیں۔ کہ وہ ان عقاید سے نہ صرف یہی کہ عیسائیت کو کتنی بڑی تقویت دیتے ہیں۔ بلکہ قرآن کی صریحاً مخالفت کر رہے ہیں۔ جیسا کہ ہم آیندہ اشاعت میں ان سوالات کا جواب دیتے ہوئے بتلائینگے انشاء اللہ تعالےٰ +

ایک لاجواب دلیل

کچھ دن ہوئے لاہور سے حکیم محمد حسین صاحب قریشی نے ایک اشتہار مولوی ظفر علی خاں کے جواب میں شایع کیا تھا۔ اس کے آخر میں حکیم صاحب نے ہمیں بھی مخاطب کیا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کی نبوت کے ثبوت میں خود ایک لاجواب دلیل دی ہے۔ جس کی نسبت ان کا خیال بلکہ دعویٰ ہے کہ "وہ اس کا علم ہم یا ۵ فروری ۱۹۱۸ کی رات کو ہی دنیا میں آیا"۔

وہ فرماتے ہیں کہ "اس کا علم میرے مولانے میرے قدیم کے رحیم و کریم خدا نے مجھے عطا فرمایا ہے"۔ اور پھر پہ "ساری دنیا کو چیلنج" دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ساری دنیا کو اس کا چیلنج ہے کہ وہ اس کا رد کر کے دکھائیں۔

اور چیلنج کی زد میں ہمارے غیراز جماعت پیغامی دوست بھی شامل ہیں۔ وہ اس طرح پر کہ گو ان کے نزدیک مرزا صاحب جھوٹے تو نہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ نبی بھی نہیں ہم کہتے ہیں کہ ایک جماعت موجود ہے جو بقول آپ کے ایک غیر نبی کو دنیا سے نبی منوا رہی ہے۔ اور وہ قرآن حدیث و الہام وحی کی بنا پر کامیابی سے منوا رہی ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اس کی نظیر لاؤ اور کسی ایسی جماعت کا ذکر قرآن و حدیث سے دکھلاؤ۔ میری محمد احسن صاحب خصوصیت سے توجہ فرمائیں"۔

دلیل تو اس میں شک نہیں کہ بہت ہی زبردست ہے۔ اور لاجواب بھی۔ گو اسے ہم ماننے کو تیار نہیں۔ کہ محمودی جماعت "قرآن۔ حدیث۔ الہام وحی کی بنا پر مسیح موعود کو" کامیابی سے منوا رہی ہے۔ "قرآن۔ حدیث اور الہام وحی کی بنا پر تو یہ نبوت کا باطل عقیدہ ٹھیر ہی نہیں سکتا۔ کہ کامیابی کے ساتھ اسے منوایا گیا ہے۔ پہلے خود اس جماعت میں سے تو ابھی بہت سے اس کے قائل ہی نہیں تو دوسرے اسکو کیونکر ماننے لگے۔ لیکن تاہم حکیم صاحب کی اس دلیل کے لاجواب ہونے میں ہمیں کوئی کلام نہیں۔ اور شاید یہی وجہ ہو۔ کہ آجتک کسی نے اس کا جواب بھی نہیں دیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حکیم صاحب نے ایک اور بات بھی لکھدی ہے۔ جس سے پڑھنے والے کو کچھ شبہ سا پڑ جاتا ہے۔ کہ کہیں انہوں نے خود ہی تو اپنی اس دلیل کا جواب نہیں دے دیا۔ وہ لکھتے ہیں۔ اور خود ہی "ڈاڑھی میں تنکا" کی جستجو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

> "دیکھو کوئی صاحب اس قسم کا مغالطہ دنیا کو دینے کی کوشش نہ کریں کہ تم نبی کہتے ہو۔ فلاں قوم ایک نبی کو خدا منوا رہی ہے یہ بالکل ایک الگ امر ہے"۔

ان الفاظ کے ہوتے ہوئے ہم نہیں جانتے کہ کسی اور جواب کی ضرورت باقی رہ گئی ہو۔ جب حکیم صاحب اس کی تصریح فرما دینگے۔ کہ یہ "الگ امر کیوں ہے" اور اس میں کونسی بات اس سے علیحدگی کی ہے۔ تو ہم اور بھی جواب دے لینگے۔ فی الحال تو انہوں نے اس کو تسلیم کر لیا ہے کہ اگر ایک طرف ایک جماعت مسیح موعود کو نبی منوانے کے درپے ہے تو ایک دوسری جماعت نے کروڑوں انسانوں کو ایک نبی کی خدائی کا قائل کر لیا ہے۔ یہ جواب اس لئے بھی صحیح ہے کہ حضرت مسیح موعود حضرت مسیح ناصری سے [illegible]

جلد ۵ | مدینۃ المسیح لاہور۔ چہار شنبہ ۲۲ جمادی الاول سنہ ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۶ مارچ سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۶۷

ملفوظات حضرت مسیح موعود

حضرت اقدس کے بعض مکتوبات

(۱)

مقلدین و غیر مقلدین

مخدومی مکرمی اخویم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ مقلدین و غیر مقلدین کے بارہ میں جو آپنے خط لکھا تھا اس میں کس فریق کی زیادتی ہے کہ سو اس عاجز کی دانست میں مقلدین و غیر مقلدین کے عوام افراط و تفریط میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ اور اگر وہ صراط مستقیم کی طرف رجوع کریں تو حقیقت میں ایک ہی ہیں +

دین اسلام کا مغز

دین اسلام کا مغز اور لب لباب توحید ہے۔ اسی توحید کے پھیلانے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ کی طرف سے آئے اور قرآن شریف نازل ہوا۔ سو توحید اس بات کا نام نہیں جو خدا تعالےٰ کو زبان سے وحدہٗ لاشریک کہیں۔ اور دوسری چیزوں کو خدا تعالےٰ کی طرح سمجھ کر ان سے مرادیں مانگیں۔ اور نہ توحید اس بات کا نام ہے کہ گو نظام تقدیری اور شرعی امور کا مبدا اسی کو سمجھیں مگر اس کی تقدیر اور تشریع میں دوسروں کا اس قدر دخل روا رکھیں کہ گویا وہ اس کے بھائی بند ہیں۔ مگر افسوس

عوام مقلدین کے عقاید

کہ عوام مقلدین (حنفی) ان دونوں قسموں کی آفتوں میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ ان کے عقاید میں بہت کچھ شرک کی باتوں کو دخل ہے۔ اور اولیاء کی حیثیت کو انہوں نے ایسا حد سے بڑھا دیا ہے کہ اربابا من دون اللہ تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ دوسری طرف امور تشریعی میں ائمہ مجتہدین کی حیثیت کو ایسا بڑھا دیا ہے۔ کہ گویا وہ بھی ایک چھوٹے چھوٹے نبی مانے گئے ہیں حالانکہ جیسا امور قضا و قدر میں وحدت ہے۔ ایسا ہی تبلیغ احکام شرعیہ میں بھی وحدت ہے۔ مقلد لوگ تب ہی راستی پر آسکتے ہیں۔ اور اسی حالت میں ان کا ایمان درست ہو سکتا ہے تب صاف صاف یہ اقرار کریں کہ ہم ائمہ مجتہدین کی خطا کو ہرگز تسلیم نہیں کرینگے۔ عجب کی بات ہے کہ

غیر معصوم کو معصوم ماننا ٹھیک نہیں

غیر معصوم معصوم کی طرح مانا جائے۔ ہاں بیشک چاروں امام قابل تعظیم و شکر گذاری کے ہیں۔ ان سے دنیا کو بہت فواید پہنچے ہیں۔ مگر ان کو پیغمبر کے درجہ پر سمجھنا صفات نبوت ان میں قایم کرنا اگر کفر نہیں ہے تو قریب قریب اسکے تو ضرور ہے۔ اگر ائمہ اربعہ سے خطا ممکن نہ تھا تو پھر باہم ان میں صدہا اختلاف کیوں پیدا ہو گئے۔ اور اگر ان سے اپنے اجتہادات میں خطا ہوئی تو پھر ان خطاؤں کو صواب کی طرح کیوں مانا جائے۔ یہ بری عادت مقلدین میں نہایت شدت سے پائی جاتی ہے۔ ہر یک دیانت دار عالم پر واجب ہے کہ ایسا ہی ان پر شدت سے حملہ کرے اور خدائے جلشانہ پر بھروسہ کر کے زید عمرو کی ملامت سے

کی حالت اور مقام کے منکر پائے جاتے ہیں۔ ان میں خشکی بھری ہوئی ہے۔ اور جن مراتب تک انسان بفضل تعالےٰ پہنچ سکتا ہے اس سے وہ منکر ہیں۔ بعض جاہل ان میں سے ائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم سے ہنسی بھی کرتے ہیں۔ سو ان حرکات بیجا سے وہ کافر نعمت ہیں اور طریق فکر و توحید حقیقی و ذوق و شوق و انس محبت سے بالکل دور و مہجور پائے جاتے ہیں خدا تعالےٰ دونو فریقوں کو توفیق راہ راست بخشے۔ ۸ جون ۸۶ء

(۲)

ظنون فاسدہ کا علاج

مکرمی السلام علیکم۔ عنایت نامہ پہنچا میری نسبت جو آنمکرم خود ستائی و انکسار یا کسی بیجا ادعا کا ظن رکھتے ہیں اس ظن کی بنا صرف بیخبری و ناواقفیت پر ہے بہتوں نے نبیوں کی نسبت بھی ایسے ہی ظن کئے پھر جب کسی وقت صحبت میسر آئی تو انکو خوب کیا [illegible] مناسبت تھی۔ خدا تعالےٰ نے انکے وساوس دور کر دیئے۔ سو اگر آپ صحبت سے بھی دور ہیں اور ملاقات سے کنارہ تو پھر اس بیماری کا کیونکر علاج ہو۔ دعا بھی انہیں لوگوں کے حق میں قبول ہوتی ہے کہ جو اپنے تعصب اور سوء ظن کو کچھ کم کرتے ہیں جن لوگوں کو انکار میں نہایت درجہ غلو تھا اُن کو اولوالعزم رسولوں کی توجہ اور دعا بھی کچھ سود مند نہ ہوئی اور جو آپ ان وساوس کے دور کرنے کیلئے مجھے اپنے پاس بلاتے ہیں میرے گمان میں اس آرزو کی بنیاد اخلاص نہیں کیونکہ جس حالت میں آپ میری ملاقات سے بھی کنارہ ہیں تو آپکو میری ملاقات کچھ فایدہ نہیں دیگی میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ آپ ایک رسالہ مستقلاً اپنی رائے اور خیال کی تائید میں چھپوا کر میرے پاس بھیجدیں مگر رسالہ ایسا ہونا چاہئے جسمیں وہ سب دلایل مندرج ہوں جنپر بتائید اپنے دعوے کے آپ زور دیتے ہیں اس طور کی بحث سے پبلک کو بہت فایدہ ہوگا۔ اور ہر ایک منصف کو کافی رائے لگانے کا موقعہ مل سکتا ہے +

قرآن شریف میں پہلی صداقتیں بھی موجود ہیں

آپ کی رائے میں قرآن شریف پہلی کتابوں کا اس طور سے متمم و مکمل ہے۔ جو کچھ پہلی تحریرات سے کچھ زیادہ بیان کرنا قرین مصلحت تھا صرف وہ امر زاید یا کسی قدر مفصل قرآن شریف نے بیان کر دیا ہے۔ مگر دوسری ہزارہا صداقتیں کہ جو اچھی طرح پہلی کتابوں میں بیان ہو چکی تھیں وہ قرآن شریف میں پائی نہیں جاتیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے بھی ارادہ کیا ہے کہ ان کا اعادہ قرآن شریف میں ضروری نہیں انکے لئے پہلی کتابوں کی تلاوت لازم پکڑنی چاہئے ورنہ ایمان اور عمل اور علم ناقص رہیگا۔ اب ایک دانشمند سوچ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالےٰ کا یہی ارادہ تھا اور قرآن شریف درحقیقت ایک ناقص کتاب ہے اور اس کی تکمیل اس تمام مجموعہ کتب پر موقوف تھی کہ جو حضرت آدم سے لیکر تمام متفرق قوموں کے نبیوں پر نازل ہوتے رہے ہیں تو چاہئے تھا کہ خدا تعالےٰ وہ تمام کتابیں روئے زمین کے مسلمانوں کیلئے میسر کر دیتا یا قرآن شریف میں انکے نام بتلا دیتا مگر اُس نے تو بجز حضرت موسیٰ کی کتاب توریت اور حضرت داؤد کی کتاب زبور اور صحف ابراہیم اور انجیل کے اور کسی کتاب کا نام بھی نہیں بتلایا اور جن کتابوں کا نام بتلایا اس کے ساتھ یہ دل توڑنے والی خبر دیدی کہ وہ تمام کتابیں محرف اور مبدل ہیں +

فیہا کتب قیمۃ غرض اگر آپکا یہ دعوے صحیح ہے تو اول وہ دنیا کی تمام کتابیں آپ

دانستہ میں آپنے ایک ایسا فضول اور بے بنیاد دعوے اپنے ذمہ لے لیا ہے جسکا ثبوت آپکے لئے محال اور ممتنع ہے۔ بینات قرآنی سے آپ کیوں بھاگتے ہیں کیا کبھی قرآن شریف کی تلاوت کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔ اللہ جلشانہ فرماتا ہے یتلوا صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمۃ سو جس حالت میں اللہ جلشانہ آپ فرماتا ہے کہ تمام پاک صداقتیں جو پہلی کتابوں میں تھیں اس کتاب میں درج ہیں تو آپ ایسی جامع کتاب کیوں نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں سو آپ کے لئے یہ طریق بہتر ہے کہ چند پاک صداقتیں پہلی کتاب کی جو آپ کے گمان میں قرآن شریف میں نہیں پائی جاتیں اس عاجز کے سامنے پیش کریں پھر اگر یہ عاجز قرآن شریف سے وہ صداقتیں دکھلا نہ سکے تو آپکا دعوے خود ثابت ہو جائیگا کہ ایسی ضروری اور پاک صداقتیں قرآن شریف میں پائی نہیں گئیں ورنہ آپکو اس غایت درجہ کی بیادبی سے توبہ کرنی چاہئے کہ جس کتاب کا نام [illegible] اور نور ہی رکھا ہے۔ آپ اس کتاب کو ناقص ٹھہراتے ہیں آپکو اب تک یہ بھی خبر نہیں کہ خود یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ اقوام کے اقرار سے ثابت ہے کہ پہلی کتابیں جو دنیا کے لوگوں پر نازل ہوئی تھیں کچھ تو ان میں سے تمام نابود ہو گئیں اور باب صحت و کاملیت حاصل [illegible] دستیاب ہونا ان کتابوں کا محال ہے پس آپ قرآن شریف کی کاملیت کو محال پر موقوف رکھکر ایک خطرناک فتنہ میں لوگوں کو ڈالنا چاہتے ہیں مگر آپکے لئے ممکن نہیں ہوگا اور قریب آپکو ندامت کیساتھ اس فاسد اعتقاد سے رجوع کرنا پڑیگا۔ زیادہ کیا لکھوں والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

خود یہود اور عیسائیوں کو پہلی کتابوں کے گم اور محرف ہونیکا اقرار ہے۔

اخبار احمدیہ

درس قرآن کریم سورۃ الرعد کے آخر تک پہنچ چکا ہے۔ درس کے نوٹوں کے متعلق لکھا گیا تھا کہ اخبار میں بطور ضمیمہ شایع ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ایسے لوگ ہوں جو اسکے لئے اخبار کی قیمت کے علاوہ کچھ زاید چندہ دیں تاکہ اخبار کے اوپر اسکا بوجھ نہ پڑسکے۔ اس اعلان پر کچھ لوگوں نے خریداری کی درخواستیں بھیجی ہیں لیکن جبتک کافی تعداد میں درخواستیں نہ آجائیں نوٹوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع نہیں ہو سکتا۔ احباب کو چاہئے کہ جلد درخواستیں بھیجیں جنکی تعداد پر ہی قیمت کا تصفیہ بھی موقوف ہے +

ناظرین پیغام صلح کی خدمت میں التماس۔ ذیل کی درخواست ایک غریب نادار طالب علم کی طرف سے موصول ہوئی ہے امید کہ احباب اسپر توجہ فرمائینگے

"قومی برادران کی خدمت میں عرض کی جاتی ہے کہ میں ایک مسکین مفلس نادار تنگدست طالب علم ہوں کسی وجہ سے مالی استطاعت نہیں رکھتا۔ بالکل ہی غریب آدمی ہوں بباعث غربت کے لاچار ہوں مجبوراً ناظرین اخبار کی خدمت میں سوال کیا جاتا ہے کہ مجھ بیکس کو فی سبیل اللہ نام خدا قرآن مجید مترجم اردو مطبوعہ کارخانہ وطن لاہور تختی کلاں خرید کر کے معرفت ڈاکخانہ مفصلہ ذیل پتہ پر ارسال فرما کر مشکور فرماویں۔ اور اجر خداوند کریم سے حاصل کریں۔ امید ہے کہ میرے سوال کو قومی برادر رد نہ فرماوینگے جبتک اللہ تعالےٰ فی الدارین جزا

اخباروں میں دینے ضروری نہیں ہے۔ دیگر طرح مگر لیقوں سے قوم کی گری ہوئی حالت کو سنبھالیں۔ اور دعا، و تدبیر سے قوم بھی اپنے فرائض پر کھڑی ہو جاوے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کسی قوم کو جب وہ کوشش کرتی ہے ضائع نہیں کرتا۔

(۷) ہر ایک سکریٹری انجمن اپنے متعلقہ ممبران کو سال بسال آمادہ کرے کہ وہ جلسہ سالانہ پر ضرور شریک ہو کر ثواب دارین حاصل کریں۔ بجز کسی خاص مجبوری کی صورتوں کے جلسہ سالانہ کی شرکت لازمی ہے۔ جو اصحاب زادِ راہ کی طاقت نہ رکھتے ہوں حتے الوسع دیگر ممبران اُن کا خرچ ادا کریں۔ جو بصورت چندہ دیا جا سکتا ہے۔

(۸) ہر ایک انجمن اپنے اپنے شہر اور قصبہ میں سالانہ جلسے منعقد کرے اور ہمارے احمدی علماء آ کر اپنے اثرات سے وہاں سرور الوقت فرماویں۔

میں امید وار ہوں کہ بزرگان سلسلہ اپنی مفید تحریکات سے اپنے مبارک خیالات ظاہر فرما کر کوئی نتیجہ خیز تجویز کی صورت پیدا کرینگے جس سے احمدی قوم دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کریگی۔

اے خداوند کریم اپنے فضل سے ہماری امداد فرما۔ اور دین اسلام کی تبلیغ کا نقارہ چار دانگ عالم میں بجا دے۔ آمین!

خاکسار۔ نور محمد داروغہ نہر۔

"تاریخی نظم"

(از امجد)

تجھ سے پہلے میرے احمد[1]! کوئی بیدار نہ تھا
خواب غفلت میں تھا وہ کون؟ جو سرشار نہ تھا
گرم تھا شرک کا بازار تھے مشرک سارے
جنس توحید کا کوئی بھی خریدار نہ تھا
سب کو لغت بھی اگر تھی تو سیاہ کاری سے
نیک کاموں کا کوئی اُن میں طرفدار نہ تھا
حسن خوباں میں جو اغراض رکھے ہیں پنہاں
راز سے اُس کے بھی کوئی تو خبردار نہ تھا
نفس سرکش کے ہی پھندے میں پھنسے تھے سارے
کون تھا دام میں اس کے جو گرفتار نہ تھا
لات و عزیٰ کو سمجھتے تھے وہ اپنا مولےٰ
تابع حکم کوئی حضرت دادار نہ تھا
جنس بہتر[2] جو ہے گو اُس سے تھی خالی کیسے
رازِ توحید کے لینے سے سروکار نہ تھا
بزم میں سب کی اگر تھے تو بتوں کے چرچے
اک خداوند کی اُلفت کا ہی اظہار نہ تھا
کل بلاؤں نے وباؤں نے زمیں گھیری تھی
کیا بتاؤں کہ یہاں کون آزار نہ تھا
مار دیتے تھے اگر ہوتی تھی پیدا دُختر
کونسا باپ تھا کم بخت جو خونخوار نہ تھا
نوع نسواں کو سمجھتے نہ تھے انسانوں میں
"نصف بہتر" کا کوئی اُن میں طرفدار نہ تھا
خم کے خم پی کے یہ خواہش تھی کہ کچھ اور ملے
کونسا فرد تھا اُن میں کہ جو مے خوار نہ تھا
بے خطر ہو کے خطاؤں پہ خطائیں کرتے
دل میں کچھ خوف کبھی حضرت قہار نہ تھا
منزل یار کوئی تھا نہ بتانے والا
دردِ فرقت میں تڑپنے کے سوا کار نہ تھا
دعوت دین سے ہوئے سارے قبیلے برہم
کون تھا آپ[3] سے جو برسرِ پیکار نہ تھا
باعث شرم و رزالت تھی نظر میں توحید
ذلت شرک میں رہنے سے مگر عار نہ تھا
بُت پرستی کی حمایت میں ستاتے ہر دم
کون بدبخت تھا امجد جو ستمگار نہ تھا

[1] حضرت نبی کریم محمد و احمد رسول اللہ صلعم کی بعثت سے پہلے۔
[2] راہِ ہدایت جنس بہتر دراصل ہے۔
[3] آنحضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

منقولات

مسئلہ موت و حیات

نمبر دوم

قلت و کثرت کا سوال

(۳)

لیکن اگر ہم کو یہ احساس ہے کہ ہم تعداد میں کم ہیں حریف نہ صرف ہم سے تعداد میں زیادہ بلکہ ترقی کے بہت سے مدارج طے کر چکے ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ ہم حوصلہ ہار دیں ہماری ہمت بلند ہونی چاہئے۔ اور اُسی رفتار سے منزل مقصود کیطرف قدم بڑھائیں۔ جس سے نہ صرف ہم اپنی کمی کو پورا کر لیں۔ بلکہ اُن سے آگے نکل جائیں۔ اسلام پیچھے رہنے کیلئے نہیں۔ مسلمان وہ نہیں جو ترقی و تمدن کی منزلیں طے کرنے میں دوسروں سے پیچھے رہ جائیں۔

اسلام کے ہر فرزند کا فرض ہے کہ وہ اپنی توجہ اس مسئلہ پر مبذول کرے۔ فرسودہ طبقوں میں زندگی کا ایک نیا جوش موجزن ہو۔ خواب غفلت میں جو مدہوش ہیں۔ بیدار ہوں ؎

مسلم خوابیدہ اُٹھ ہنگامہ آرا تو بھی ہو
وہ نکل آئی سحر گرم تقاضا تو بھی ہو

قسمت کو رونیوالے قسمت کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ کمزور دل جری بنکر اُٹھیں۔ آج اس عالم آشفتگی میں اُس حرارت کی ضرورت ہے جو دماغوں کو شعلہ جوالہ بنادے۔ جو دلوں میں برقی رو پیدا کر دے۔ اور ایسی بجلی پیدا ہو جس کی بھڑک مُردوں کیلئے سچا صمت ہو۔ اور مسلمان پھر سچے مسلمان بن جائیں۔

ہم اس قوم سے تعلق رکھتے ہیں "کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں سے تاجِ سرِ دارا!"

وہ کون تھے ہمارے بزرگ تھے۔ اسلام کے شیدائی تھے صحرا نشین تھے۔ مگر افسوس ہے کہ گو ہماری تعداد ان صحرا نشینوں سے کروڑہا کی تعداد میں زیادہ ہے مگر کام کرنے کی ہم میں وہ قابلیت نہیں پائی جاتی جو ہمارے بزرگوں میں تھی۔

اگر اُن جانبازان اسلام اور سرفروش مسلمانوں کی تعداد سات کروڑ ہوتی تو بلاشبہ جاپان و امریکہ۔ سائبیریا کیپ کالونی۔ امریکہ و اسٹریلیا۔ تمام اقوام کو حلقہ بگوش اسلام خدائے واحد کے پرستار بنا لیتے۔ پھر کیا یہ فرض ختم ہو گیا ہے۔ یا اب زیادہ ہمت و استقلال سے اس پر عمل ہونا چاہئے۔

ہم کو نا امید نہیں ہونا چاہئے۔ کہ اندر ہی اندر اسلام کی جاذب قوتیں سرگرم کار ہیں۔ اُن کے نتائج حوصلہ افزا اور دلچسپی سے خالی نہیں براعظم افریقہ میں ہر مردم شماری کے بعد نومسلموں کی تعداد دس لاکھ سے بڑھ جاتی ہے۔ یہ رفتار ترقی عیسائیوں کی پر زور اور مسلسل مساعی کے نتائج سے زیادہ اور بہت زیادہ ہے۔

ہر مسلمان تاجر اور ہر مسلمان باشندہ ایک مبلغ اسلام ہے ایک داعی حق و صداقت ہے جو اپنے ہاتھ پر کسی نہ کسی باشندہ کو مسلمان کر لینا اپنا فرض سمجھتا ہے۔

بنگال میں ۱۸۷۲ء میں ہندو ایک کروڑ اکہتر لاکھ اور مسلمان صرف ایک کروڑ ۶۷ لاکھ تھے۔ گویا مسلمان چار لاکھ کم تھے۔

۱۸۸۲ء میں ہندو ایک کروڑ بہتر لاکھ پچاس ہزار اور مسلمان ایک کروڑ نواسی لاکھ تھے گویا دس سال میں مسلمانوں نے نہ صرف اپنی چار لاکھ کی کمی کو پورا کر لیا۔ بلکہ چھ لاکھ ہندوؤں سے بڑھ گئے۔

۱۹۰۱ء میں ہندو ایک کروڑ اسی لاکھ اور مسلمان ۲ کروڑ بیس لاکھ ہو گئے

۱۹۱۱ء میں ہندو دو کروڑ نو لاکھ پچاس ہزار اور مسلمان ۲ کروڑ بیالیس لاکھ ۳۷ ہزار ہو گئے۔

اِن اعداد و شمار کی تشریح یوں سمجھئے کہ ۱۸۷۲ء میں مسلمان ہندوؤں سے چار لاکھ کی تعداد میں کم تھے۔ اور پورے چالیس سال کے عرصہ میں مسلمانوں نے نہ صرف اپنی کمی کو پورا کر لیا ہے بلکہ وہ ہندوؤں سے ۳۲ لاکھ ستاسی ہزار کے قریب زیادہ ہو گئے۔

مجموعی طور پر ہندوستان میں اگر ایک ہندو بڑھتا ہے تو اُس کے مقابلہ میں ۲ مسلمان بڑھتے ہیں۔

[illegible]

پنجاب کے سپرنٹنڈنٹ مردم شماری کا بیان ہے کہ ہندوؤں کے گذشتہ دس سالہ نقصانات میں منجملہ انکے ایک یہ بھی ہے کہ قریباً چالیس ہزار ہندوؤں نے اسلام قبول کر لیا۔

پنجاب میں اس وقت ہندوؤں کی آبادی ۶۵۷۹۴۶۳ ہے سکھوں کی ۲۸۸۳۷۲۹۔ اور مسلمانوں کی ۱۲۲۷۵۸۷۷ ہے گویا مسلمان سکھوں اور ہندوؤں کی مشترکہ آبادی سے بھی زائد ہیں۔

اگر ہندوستان میں مسلمان اسی طرح ترقی سے بڑھتے رہے تو دو ہزار سال کے بعد ہندوستان میں اُنکی تعداد ہندوؤں سے دگنی ہو جائیگی

کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہ دو ہزار سال کی قید اڑا دیجائے۔ اور ہم صرف پچاس سال کے عرصہ میں ہندوؤں سے تعداد میں زیادہ ہو جائیں۔ اس حوصلے کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے۔

ایسا ہو سکتا ہے اور ضرور ہو سکتا ہے بشرطیکہ سات کروڑ مسلمانوں میں سے ہر ایک داعی اسلام بن جائے۔

ہر مسلمان یہ اپنا فرض سمجھ لے کہ وہ کم از کم دو نیچ ذات یا اعلےٰ ذات کے ہندوؤں کو ضرور مسلمان کریگا اور اپنے لئے جنت الفردوس میں جگہ بنائیگا۔ خداوند کریم رحیم کی درگاہ میں شرف قبول حاصل کریگا۔

نیچ ذات کے ہندوؤں میں چوہڑے چمار سانسی وغیرہ تمام وہ اقوام شامل ہیں جو مردم شماری میں ہندو درج کئے گئے ہیں ۱۹۰۱ء میں پنجاب میں چوہڑوں سے مسلمان ہونیوالوں کی تعداد ۱۰۴۸۷۵ تھی مگر ۱۹۱۱ء میں ۳۰۹۵۶۸ ہو گئی۔

نیچ ذات کے لوگوں کو مسلمان کرنے میں غفلت نہ کرو کہ عیسائی مشنری اور ہندو آریہ اپدیشک اپنی مساعی کا مرکز انہی اقوام کو بنائے ہوئے ہیں۔

یہی نیچ ذاتیں دس بیس سال کے بعد ترقی کے مدارج طے کرتی ہوئی ہم سے آگے نکل جائینگی۔ ان پر ہنسی اور تمسخر نہ اڑاؤ کہ یہ کاہ ایک دن کوہ بن جائیگا۔

اسلام تو کمزور و ناتوان کی مدد کرنے اور اسکو کنج گمنامی سے نکالکر شہرت و عزت کے تخت پر بٹھانے آیا ہے اسلام سب کیلئے ہے۔ نیچ ذاتیں کیوں نہ اسلام میں گروہ در گروہ داخل کیجائیں کیا وہ خدا کی پیدائش نہیں۔ اگر مسلمان اس بات سے ہچکچاتے ہیں تو یہ مسلمانوں کا قصور ہے۔ اسلام اس الزام سے بری الذمہ ہے۔

اگر ہر ایک شخص یہ بات ذہن نشین کرے کہ مرنے سے پہلے وہ دو ہندوؤں کو مسلمان کریگا۔ خواہ وہ نیچ ذات کے ہوں یا اعلےٰ ذات کے تو قلت و کثرت کا مسئلہ آج ہی فیصل ہو جاتا ہے۔

موت کا چونکہ کوئی وقت مقرر نہیں لہٰذا تمام مسلمانوں کو عجلت کرنی چاہئے۔

ہم اعلےٰ ہندو ذاتوں کو بھی مسلمان کر سکتے اور کر سکتے ہیں مگر اُس کے لئے اخلاق لیاقت۔ علم اور پہلے خود مسلمان بننے کی ضرورت ہے کہ نمونہ اسلام بن جائیں۔ تو دنیا خود ہماری طرف جُھک پڑے گی۔

یہ بحث طوالت پکڑ رہی ہے۔ لہٰذا چند اصول درج کئے جاتے ہیں جس سے قلت و کثرت کا مسئلہ طے ہو سکتا ہے۔

(۱) اعلائے کلمۃ اللہ ہر مسلمان اپنا فرض سمجھے جو مسلمان کسی غیر مسلم کو مسلمان کریگا وہ غازی کہلائیگا۔ لہٰذا ایسے تمام مسلمان جنہوں نے اس فرض کو ادا کر دیا ہو۔ اپنے نام کے ساتھ لفظ "غازی" لکھا کریں۔ تاکہ اُن کی شخصیت ہم میں نمایاں ہو اور دوسروں کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص اپنا فرض ادا کر چکا ہے۔ جو چوہڑے چمار وغیرہ اسلام کو قبول کریں انکو مسلی کہنا ترک کر دیں۔

(۲) اخبارات و رسائل میں قبول اسلام کی خبریں نمایاں طور پر شائع ہوا کریں "غازیوں" کا یہ فرض ہو کہ وہ اس قسم کی اسلامی اطلاعیں اخبارات کو روانہ کرتے رہیں۔

(۳) ہر شہر میں جو اسلامی انجمن وغیرہ ہو اُن میں ایک سکریٹری صیغہ اشاعت اسلام کا مقرر ہو۔ اور ایک فنڈ بھی اس سے مخصوص رہے۔ مہینہ میں کئی بار اسلامی فضائل پر وعظ ہوا کریں اور اسلام کے فضائل صاف اور آسان اُردو میں لکھ کر غیر مسلموں میں تقسیم ہوں۔

(۴) وہ سجادہ نشین۔ خانقاہوں کے متولی اور دیگر مرشد و رہنما بزرگان اسلام جنکے ہزارہا ہندو اور بیشمار مذہبت کے چوہڑے چمار عقیدت گذار ہیں وہ اُن کو مسلمان بنا لیں

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۸ - چہارشنبہ - ۱۳ مارچ ۱۹۱۸ء - نمبر ۶۹

عیسائیوں کے اعتراضات کے جواب

(۱)

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں عیسائی مشنریوں کے سوالات آپ سن چکے - ان سوالات کو سن کر اسلامی کشتی کے وہ بڑے بڑے ناخدا جو رسول اللہ صلعم کی گدی کا اپنے آپ کو وارث سمجھتے اور اپنی فضیلت ہر طرح ثابت اور قایم کرنے میں منہمک رہتے ہیں - ان سوالات کا جواب کیا دینگے اور کم انکم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت و منزلت کو وہ کہاں تک اس بارہ میں مدنظر رکھیں گے - اس بحث کو فی الحال نظر انداز کر کے پہلے ہم مختصراً ان سب سوالات کا جواب دینا چاہتے ہیں - اور پھر حضرت مسیح کی زندگی کے واقعات پر تاریخ اور دیگر ضروری قرائن کی بنا پر ایک تفصیلی تبصرہ کرینگے فی الحال قرآن مجید کی جن آیات کی بنا پر مسیحیوں نے حضرت مسیح کو خدا یا آنحضرت صلعم سے افضل ثابت کرنا چاہا ہے - انہی پر ہم غور کرنا چاہتے ہیں وباللہ التوفیق

اپنے اس ٹریکٹ کے اوپر پادری صاحبان نے یہ لفظ لکھے ہیں - کہ

"اگر غیر معتبر روایات و حکایات کو چھوڑ کر فقط قرآنی بیانات کو دیکھیں تو مسیح ابن مریم حضرت محمدؐ سے افضل ہیں"

لیکن عجیب بات ہے - کہ قرآن کی جن آیات کی بنا پر انہوں نے اپنے اس دعوے کی بنیاد رکھی ہے - ان سے اس کے بالکل برعکس ثابت ہوتا ہے - بلکہ اگر غیر معتبر روایات و حکایات کو چھوڑ کر فقط قرآنی بیانات ہی کو دیکھیں تو مسیح ابن مریم فقط ایک نبی و رسول ثابت ہوتے ہیں - جیسے دوسرے رسول اپنے اپنے وقت میں خاص خاص قوموں کی ہدایت کے لئے آتے رہے - اور اس سے بڑھکر نہیں - رسول اللہ صلعم کا مرتبہ آپ کے شاندار کارناموں اور اس عالمگیر پیغام کے لحاظ سے جو تمام اکناف عالم میں پہنچانا آپ کے ... کیا گیا - حضرت مسیح سے بہت بڑھ چڑھ کر ثابت ہوتا ہے - نہ صرف قرآن ہی سے بلکہ اگر انجیل کو بھی تعصب کی عینک اتار کر پڑھا جائے تو وہاں سے بھی حضرت نبی کریم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان ان سے بہت ہی بلند اور ارفع نظر آتی ہے - اس بحث پر تو ایک جداگانہ بحث کی ضرورت ہے جو بہت طوالت چاہتی ہے - اس لئے اس سے ہم نے فی الحال قطع نظر کر کے پادری صاحبان کے اعتراضات کو ایک ایک کر کے لیتے ہیں - اور انکے جواب عرض کرتے ہیں وھو ہذا -

سب سے پہلا سوال جو پادری صاحب نے کیا ہے - اور جس کو ہم نے گذشتہ اشاعت میں اپنے مضمون سے غیر متعلق دیکھکر چھوڑ دیا تھا - وہ یہ ہے - کہ

"مسیح کی پیدایش کا معجزانہ ہونا قرآن سے ثابت ہے یعنی کی بشارت حضرت مریم کو حضرت جبرائیل کے ذریعہ سے دی گئی برعکس اسکے حضرت محمد کی پیدایش کا ذکر تک بھی قرآن میں نہیں کیا - ان کی پیدایش نہ معجزانہ ہوئی نہ خرق عادت پس بلحاظ پیدایش مسیح ابن مریم حضرت محمد سے افضل ہیں"

الجواب

مسیح کی پیدایش کا معجزانہ ہونا قرآن میں کہیں سے بھی ثابت نہیں نہ ہی حضرت مریم کو فرشتہ کے ذریعہ سے قبل از وقت اس کی پیدایش کی خبر دیا جانا کوئی خارق عادت یا معجزانہ امر ہے - قرآن ہی میں حضرت ذکریا کو بھی ایک لڑکے کی بشارت دیئے جانے کا ذکر ہے حالانکہ وہ خود اپنے آپ کو بڈھے اور اپنی بیوی کو بانجھ کہہ رہے ہیں - جو دونو باتیں آیندہ پیدایش اولاد کے متعلق مایوس کن ہیں - لیکن تاہم جہاں حضرت عیسےٰ کی بشارت حضرت مریم کو دیئے جانے کا ذکر ہے - وہیں اس سے پہلے ہی حضرت ذکریا کو بھی لڑکے کے دیئے جانے کا ذکر قرآن ہی نے کیا ہے - اور دونو کو بعینہٖ ایک ہی الفاظ میں بیان کیا ہے - حضرت ذکریا کے ذکر میں بھی فرمایا فنادتہ الملائکۃ وھو قائم یصلی فی المحراب ان اللہ یبشرک بیحیٰی فرشتوں نے اسے پکارا اس وقت جبکہ وہ محراب کے اندر نماز میں کھڑا تھا اور کہا کہ اللہ تعالےٰ تجھے یحیٰی کی بشارت دیتا ہے

ایسا ہی حضرت مریم کے متعلق بھی فرمایا - کہ اذ قالت الملائکۃ یٰمریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسی ابن مریم - جب فرشتوں نے کہا کہ اے مریم اللہ تعالےٰ تجھے اپنی طرف سے ایک کلمۃ کی خبر دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسےٰ ابن مریم ہوگا - پھر حضرت ذکریا کے متعلق فرمایا کہ قال رب انی یکون لی غلم وقد بلغنی الکبر وامراتی عاقر - ذکریا نے عرض کی کہ میرے رب کیونکر میرے ہاں لڑکا ہو سکتا ہے - جبکہ مجھ پر بڑھاپا پہنچ چکا ہے - اور میری عورت بانجھ ہے - اسی طرح سے حضرت مریم بھی فرشتوں کے جواب میں کہتی ہے - رب انی یکون لی غلم ولم یمسسنی بشر - میرے رب کیونکر کوئی لڑکا میرے ہاں پیدا ہو سکتا ہے - بحالیکہ ابھی تک مجھے کسی بشر نے نہیں چھوا - پھر آخر میں حضرت ذکریا کو جو کچھ جواب بارگاہ ایزدی سے ملتا ہے وہی حضرت مریم کو بھی ملتا ہے - ان کو بھی یہی فرمایا - کذٰلک اللہ یفعل ما یشاء - اللہ اسی طرح کرتا ہے جو چاہتا ہے - اور ان کو بھی یہی کہا کہ کذٰلک اللہ یخلق ما یشاء - اللہ اسی طرح جس کو چاہتا ہے - پیدا کر دیتا ہے - اب ان دو نو واقعات کا ذکر ساتھ ساتھ ہوتے ہوئے یہ کہنا غلط ہے - کہ حضرت مسیح کی پیدایش کوئی معجزانہ یا خارق عادت ہوئی تھی - اگر کسی کو بذریعہ فرشتہ کے لڑکے کی قبل از وقت بشارت مل جانا اس کے خرق عادت ہونے پر دال ہے تو کیوں نہ حضرت یحیٰی کی پیدایش کو بھی خرق عادت مانا جائیگا - اور پھر قرآن میں تو حضرت ابراہیم کو بھی ایک لڑکے کی قبل از وقت بشارت دیئے جانیکا ذکر ہے جہاں فرمایا فبشرنٰہ بغلم حلیم ہم نے اسے ایک حلیم لڑکے کی بشارت دی - ایک دوسری جگہ حضرت ابراہیم کی بیوی کو بشارت ملنے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے فبشرنٰہا باسحٰق ومن وراء اسحٰق یعقوب ہم نے اسے اسحٰق اور اس کے بعد یعقوب کی بشارت دی - گویا صرف ایک لڑکے کی ہی نہیں بلکہ پوتے کی بھی ساتھ ہی بشارت دے دی - اور لطف یہ ہے - کہ یہاں ملائکہ .... بشارت دینے کا ذکر نہیں کیا - بلکہ صیغہ متکلم استعمال کیا ہے - ہم نے بشارت دی - پھر یہ بھی بشارت اس حال میں ملتی ہے - کہ بظاہر اس وقت حضرت ابراہیم اور آپ کی بیوی کے ہاں اولاد پیدا ہونے کی کوئی امید نہیں - جیسے کہ اس کے جواب سے معلوم ہوتا ہے - قالت یٰویلتیٰ ءالد وانا عجوز وھٰذا بعلی شیخا - اس نے کہا - ہیں! کیا میرے ہاں لڑکا پیدا ہوگا - بحالیکہ میں بوڑھی ہو چکی ہوں - اور میرا یہ خاوند بھی شیخ فانی ہو گیا ہے +

تو ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے قرآن میں سے ایک حضرت مریم کو قبل از وقت فرشتہ کے ذریعہ سے حضرت مسیح ابن مریم کی خبر ملنے کو خرق عادت قرار دینا - اور افضلیت مسیح کی اسے دلیل ٹھیرانا کس قدر خلاف بیانی سے کام لینا ہے ... وقت رستے کے ذریعہ سے خبر ملنے سے ہی کسی کا اعجاز اور اس کی افضلیت ثابت ہو سکتی ہے - تو حضرت ذکریا کیوں افضل نہیں - اور کیوں حضرت ابراہیم اور ان کی بیوی ہر دو افضل ترین نہیں ہو سکتے - کہ انہیں نہ صرف یہ کہ خبر دیئے جانے کا ذکر صیغہ متکلم میں ہی کیا ہے - بلکہ لڑکے کے ساتھ پوتے کی بھی بشارت حضرت ابراہیم کی بیوی کو دی ہے +

رہا یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ کو قبل از وقت آپ کی پیدایش کی خبر ملنے کا ذکر قرآن نے نہیں کیا - مگر جن کی قبل از وقت خبر دیئے جانے کا قرآن نے ذکر کیا ہے - ان کی کوئی اس سے کسی دوسرے پر فضیلت بھی تو ظاہر نہیں ہو جاتی - بلکہ اس کا ذکر تو اور اور مختلف ضروریات کے لئے کیا ہے - بالخصوص حضرت مسیح کے متعلق تو یہ جتنی بھی باتیں قرآن میں آئی ہیں - یہ ان کی فضیلت کو بڑھانیوالی نہیں - بلکہ یہ تو ان یہود کے ناپاک الزامات کی تردید میں بیان ہوئی ہیں - جو یہودی ان پر اور ان کی والدہ مقدسہ و مطہرہ پر لگاتے تھے قرآن کا دراصل یہ احسان ہے - حضرت مسیح اور حضرت مریم علیہما السلام پر کہ اس نے ان دونو کی پاکی کو بیان کر کے کروڑہا دلوں کو یہ منوا دیا - کہ وہ یہود کے ناپاک الزامات سے بری تھے ورنہ کیا ثبوت ہے عیسائیوں کے پاس اس بات کا کہ وہ ان گندے الزامات سے مبرا اور پاک تھے - انہیں چاہیئے کہ مسلمانوں اور ان کی پاک کتاب قرآن کریم کے شکر گزار ہوں کہ وہ مسیح اور ان کی ماں کو پاک اور راستباز مانتے ہیں ورنہ انجیل سے تو وہ کسی کو انکا پاک ہونا منوا نہیں سکتے نہ ہی یہود کی قومی روایات کے سامنے ان کی کوئی پیش جا سکتی ہے +

اس لئے قرآن نے اگر مسیح کی قبل از وقت مریم کو بشارت ملنے اور دیگر واقعات پیدایش مسیح کو بیان کیا - تو اس سے کوئی مسیح کی افضلیت ثابت نہیں ہو جاتی - بلکہ یہ تو صرف یہود کے غلط الزامات کو رد کرتا ہے - آنحضرت صلعم تو پہلے ہی مخالفین میں ہر طرح سے اور اخلاق انسانی کے ہر پہلو کے لحاظ سے پاک اور راستباز مانے جاتے تھے - پھر ان کے متعلق ایسا ذکر کرنے کی کوئی ضرورت کیا تھی - باقی اخبار کے متعلق جو ان باتوں کا ذکر کیا - تو اس کی بھی خاص خاص وجوہات ہیں جن کے بیان کا یہ موقعہ نہیں +

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی والدہ کو بھی اللہ تعالےٰ نے بذریعہ فرشتہ کے بشارت دی کہ تیرے پیدا ہونے کی خبر دی - اور کہا - کہ اس کا نام محمد رکھیو - ایک حدیث میں یہ بھی ہے - کہ اس کا نام احمد رکھیو - سو اگر اسی سے کسی کی فضیلت ثابت ہو سکتی ہے - کہ اس کے تولد ہونے سے پیشتر بذریعہ فرشتہ کے خبر دی جائے - تو وہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ثابت ہے - رہا یہ کہ آنحضرت کی پیدایش معجزانہ یا خرق عادت نہیں ہوئی - تو مسیح کی کہاں معجزانہ یا خرق عادت ہوئی ہے قرآن میں اس کا خرق عادت طور پر پیدا ہونا کہاں لکھا ہے - اگر کہو بن باپ پیدا ہوئے تو قرآن سے کم از کم اس کا ثبوت نہیں ملتا - اور انجیل میں تو حضرت مسیح کی خصوصیت ہی کوئی نہیں - وہاں ایک اور شخص ملک صدق کا حال لکھا ہے کہ

"ملک صدق شالیم کا بادشاہ - خدا تعالیٰ کا کاہن ہمیشہ رہتا ہے ...... یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ ہے نہ اس کی عمر کا شروع - نہ زندگی کا آخر - بلکہ خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھیرا - (عبرانیوں باب ۷ - آیت ۱ و ۳)

اب کیا جو بن ماں باپ کے پیدا ہو - جس کا نسب نامہ کوئی نہ اس کا شروع ہو نہ آخر وہ افضل ہے - یا وہ جس کا صرف باپ ہی نہیں تھا - بلکہ یہاں تو صاف طور پر اس کو بھی خدا کے بیٹے کے مشابہ قرار دیا ہے - پس اس تشابہ کے ہوتے ہوئے خصوصیت کہاں رہی +

ایڈیٹر "مسافر" آگرہ کی ضمانت

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے ڈاکٹر لکشمیدت ایڈیٹر مسافر آگرہ کے عزم جاپان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ آریہ سماج اور بالخصوص "مسافر" کا شروع سے یہی رویہ چلا آتا ہے کہ دوسرے مذاہب بالخصوص اسلام کو مخدوش ٹھیرانے میں ہی اپنی فتح سمجھتے ہیں - اور تبلیغ کے میدان میں کبھی بھی اپنے مذہب کی کوئی خوبی بتانا نہیں جانتے - انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ اپنے مذہب کو پھیلا سکتے ہیں تو صرف دوسروں پر اعتراض کرنے سے - حالانکہ ان کے وہ اعتراض جو وہ آئے دن اسلام پر کرتے ہیں صحیح بھی ہوں - تو بھی اس سے سماجی مذہب کا حق پر ہونا تو ثابت نہیں ہو جاتا - مگر جن لوگوں نے ایک ہی کبڑی کی مثال اپنے سامنے رکھی ہوئی ہے اپنی پیٹھ کے سیدھے نہ ہونے سے کیا سروکار - غرض تو اس سے ... کہ دوسروں کو کبڑا ثابت کیا جائے - جیسے "مسافر" کے تمام گذشتہ فائل ... ہیں - اس لئے ہمارا یہ توقع کرنا بیجا نہ تھا - کہ اپنی عادت کے مطابق ... لکشمیدت صاحب اپنے اس سفر میں بھی اسلام ہی کے متعلق غلط بیانیوں سے کام لینگے - چنانچہ ایسا ہی ہوا - اور اس کا بھی ... بھی ... صاحب کو بھگتنا پڑا - پرکاش راوی ہے - کہ

"ڈاکٹر لکشمیدت ایڈیٹر مسافر آگرہ - آریہ سماج رنگون کے جلسہ میں شریک ہونے کے لئے وہاں گئے - رنگون کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ان کے نام نوٹس جاری کر دیا کہ کیوں نہ تم سے ضمانت لی جاوے - کہ جب تک تم برہما میں ہو تم اسلام مسلمانوں یا قرآن کے خلاف ایک لفظ بھی نہ کہو گے - ڈاکٹر صاحب معہ اپنے وکیل مسٹر ملکر کے مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہوئے - اور انہوں نے تحریر لکھدی کہ وہ اپنے لیکچروں میں اسلام کا کوئی ذکر نہ کرینگے"

معاصر پرکاش نے اس پر یہ حاشیہ چڑھایا ہے - کہ "آجکل کام کرنا کس قدر مشکل ہو رہا ہے" لیکن ہمارے معاصر کو معلوم ہونا چاہیئے - کہ کام کرنا اتنا مشکل نہیں جتنا خود اپنے اندر کسی خوبی کا ثابت کرنا مشکل ہے دوسروں پر اعتراض کرنے - ان کا دل دکھانا اور انہیں برا بھلا کہہ کر چند گھنٹوں کے لئے اپنے سامعین کو خوش کر لینا بہت آسان ہے - بہ نسبت اس کے کہ اپنے اندر کسی صداقت کو ثابت کر کے دوسروں کو اس کی طرف بلایا جائے ... رنگون آریہ سماج کے جلسہ - اور ویدک دھرم کی تبلیغ کو ہم نہیں جانتے کہ اسلام سے کیا تعلق ہے - کہ ایڈیٹر مسافر آگرہ نے وہاں بھی جلدی سے ... پھپھولے پھوڑنے شروع کئے - اور حکومت کو ان کے لئے ضمانت کا شکنجہ تیار کرنا پڑا +

انجمن ہائے اشاعت اسلام

شکر ہے - کہ آخر خدا خدا کر کے مسلمانوں میں اشاعت اسلام کی کچھ کچھ تحریک ہونے لگی ہے - لیکن اس کے ساتھ ہی ایک قباحت یہ پیدا ہو رہی ہے - کہ ہر ایک شخص اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنانے کی فکر میں ہے - بنگال میں پچھلے دنوں انجمن علمائے اسلام کے جلسہ پر مولوی سید سلیمان صاحب ندوی نے جو خطبہ صدارت پڑھا

جس میں ہندوستان میں مسلمانوں کی تبلیغی کوششوں کے مضبوط بنیاد اور اعلیٰ پیمانہ پر نہ ہونے کی وجہ سے ناکام رہنے کی شکایت کی گئی ہے۔ بجائے رفع ہونے کے موجودہ حالت میں اور بھی بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے۔ خود اس ایڈریس میں جس کا ایک حصہ ہم بھی "پیغام صلح" میں نقل کر چکے ہیں۔ ہندوستان کی ہر ایک ادنےٰ سے ادنےٰ تحریک کا جو کبھی اشاعت اسلام کے لئے کی گئی ہو۔ بڑی خندہ پیشانی سے ذکر کیا گیا۔ لیکن اگر نہ نام لیا گیا۔ تو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جیسی زبردست اور شاندار تحریک کا۔ وہی حضرت خواجہ صاحب کی ان کوششوں کا کوئی ذکر کیا گیا۔ جو ووکنگ مشن کے علاوہ خود ہندوستان کے مختلف مقامات میں کئی ایک تبلیغی جلسوں کے انعقاد اور بہت کچھ فوائد کا موجب ہوئی ہیں۔ اس کو بھی چھوڑ کر اب انجمن علمائے بنگال کے علاوہ ایک طرف مولوی عبدالحلیم صاحب شرر جن کی تمام عمر ہی ناول نویسی میں گذر گئی لکھنؤ میں ایک انجمن اشاعت اسلام کے قیام کی خبر دیتے ہیں۔ دوسری طرف معاصر "اسوہ حسنہ" نواب محمد اسحاق خان سکرٹری علیگڈھ کالج کو اس کام کے لئے سبقت کرنے اور علماء مدبرین کے مشورہ سے ایک "طریق عمل" مرتب کرنے کے لئے ابھارتا ہے۔ اس سے تو ہمیں خوشی ہے۔ کہ خیر اور نہیں تو کچھ کچھ تحریکیں تو ہونے لگی ہیں۔ لیکن اس انتشار کو دیکھ کر طبیعت کو ایک قلق پیدا ہوتا ہے۔ اور سمجھ نہیں آتی کہ کیوں اپنی اپنی جگہ ڈیڑھ پاؤ کی علیحدہ کھچڑی پکانے کے بجائے ایک، پہلے سے قایم شدہ طریق عمل سے جو کامیاب بھی ثابت ہو چکا ہے۔ کام نہیں لیا جاتا۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے زیر سرپرستی ووکنگ مشن کا کام حضرت خواجہ صاحب کر رہے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنے اردو انگریزی رسالہ کو ہندوستان میں بھی شایع کرتے ہیں۔ کیا یہ ضروری نہیں کہ کم ازکم اردو رسالہ کو کثرت سے خرید کر اور انگریزی خوان طبقوں کے لئے انگریزی ہی کا انتظام کر کے اسے عام طور پر شایع کیا جائے۔ واعظین سے بہتر کام وہ ہے۔ جو تحریر کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے۔ اور بہت کچھ دیرپا بھی۔ اس لئے چاہئے کہ سب سے پہلے ان ابتدائی مراحل سے گذر کر دیکھیں کہ آیا یہ کم خرچ اور بالانشین کا کام دیتا ہے یا نہیں۔ کیا ہم امید کریں کہ مسلمان اپنی پراگندہ کوششوں کو اس صورت میں مجتمع کرنے کی سعی کریں گے۔ اور ان بہترین فوائد سے مستفید ہونگے۔ جو ان سے وابستہ ہیں۔

گاؤکشی بزور شمشیر

اب تک تو اسلام پر یہ اعتراض تھا کہ وہ بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ لیکن ہمارے ناظرین یہ سن کر حیران ہونگے۔ کہ خود یہ بزور شمشیر کا الزام دینے والی قوم آج اسی شمشیر پر اس غرض سے قبضہ کرنے کو تیار ہے۔ کہ ہندوستان میں کسی طرح سے گئو پرستی رایج ہو جائے۔ مسٹر گاندھی ہندوؤں کے ایک سرکردہ لیڈر اور ان انتہا پسندوں میں سے ہیں۔ جو قوم یا ملک کے لئے اپنی عزت اور جان و مال تک کی پرواہ نہیں کرتے۔ انہوں نے ایک مضمون حال ہی میں اخبار سٹیٹسمین میں اس سوال کے جواب میں شایع کیا ہے۔ کہ کیوں ہر سال ہندو عیدالاضحیٰ پر ایک ایک گائے کے بدلے سینکڑوں مسلمانوں کا خون بہا دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ مگر نہیں پوچھتے تو ان یوروپین اصحاب کو جن کے لئے بیشمار گائیں سال کے بارہ مہینوں اور ۳۶۵ دنوں میں ذبح ہوتی رہتی ہیں۔ اس کے جواب میں مسٹر موصوف لکھتے ہیں۔ کہ

"یہ خیال نہ کرنا چاہئے۔ کہ یوروپین کے لئے گاؤکشی جاری رہنے کی بابت ہندو کچھ بھی محسوس نہیں کرتے۔ میں جانتا ہوں کہ ان کا غصہ اس خوف کے نیچے دب رہا ہے۔ جو انگریزی عملداری نے پیدا کر دیا ہے۔ مگر ایک ہندو بھی ہندوستان کے طول عرض میں ایسا نہیں ہے۔ جو ایک دن اپنی سرزمین کو گاؤکشی سے آزاد کرنے کی امید نہ رکھتا ہو۔ اور ہندو مذہب کو جیسا کہ میں جانتا ہوں اس کی روح کے سراسر خلاف عیسائی یا مسلمان کو بزور شمشیر بھی گاؤکشی چھوڑنے پر مجبور کرنے سے اغماض نہ کرے گا"

مسٹر گاندھی کے یہ الفاظ اس غم و غصہ کو ظاہر کر رہے ہیں۔ جو برادران وطن کو ان لوگوں کے ساتھ ہے۔ جو گائے کی پرستش کرنے کے بجائے اس کی معبودیت پہ چھری چلاتے ہیں لیکن تعجب ہے کہ مسٹر گاندھی بات تلوار ہاتھ میں لیکر اس کی پرستش کرانا چاہتے ہیں۔ لیکن انہیں معلوم نہیں۔ کہ ان کی تلوار بیشک غریب مسلمانوں کی رگ جان پہ تو کاٹ کر سکتی ہے۔ لیکن رگ ایمان کو وہ کاٹ نہیں سکتی۔ اگر مسٹر موصوف کو گائے کی عزت ہی کو قایم کرنا مقصود ہے۔ تو انہیں چاہئے۔ کہ دلایل کے ساتھ انہیں منوائیں۔ اور بتائیں کہ گئو رکھشا سے ایسا کونسا فایدہ ہے۔ کہ جس کے لئے کروڑہا جانوں کا ہلاک کر دینا بھی جایز اور روا ہے۔ عیسائیوں کے خلاف تو غصہ برادران وطن کو ہے۔ وہ تو انگریزی حکومت کے خوف کے نیچے دبا ہوا ہونے کے باعث ابھی باہر نہیں آ سکتا۔ لیکن جن بیشمار نفوس پر ہر سال برادران وطن کے اس غصہ کا عملاً اظہار ہوتا ہے۔ ان کو کیا یہ پوچھنے کا حق نہیں۔ کہ وہ کونسا عظیم الشان نقصان ایک گائے کو ذبح کرنے سے ہو جاتا ہے۔ جس کو پورا کرنے کے لئے یا اتنی بڑی تباہی ان پر آنا ضروری ہے۔ آخر یہ علم و تہذیب کا زمانہ ہے۔ اور مسٹر گاندھی اس قوم کے علم بردار ہیں۔ جو کم ازکم اس وقت مسلمانوں سے علم و فضل میں بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ پھر نرا گائے کو معبود سمجھنے کی وجہ سے مخالفین کا گلا کاٹنے کے لئے تیار ہو جانا شیوہ علم و تہذیب نہیں۔ ضرورت ہے۔ کہ دبانے کے بجائے دلایل سے کام لیا جائے۔ اور اگر یونہی منوانا ہے۔ تو اس منوانے کے ساتھ کچھ خود بھی ماننے کے لئے تیار رہیں۔ مسلمان گائے کو کھانا چھوڑ دینگے لیکن ان کو کیا یہ حق حاصل نہیں۔ کہ وہ بھی برادران وطن سے صرف اتنا مطالبہ کریں۔ کہ ان کے جان سے پیارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا برگزیدہ رسول مان لیا جائے۔ (جیسا کہ ہم خود بھی ہندوؤں کے اوتاروں کو خدا کا سچا نبی مانتے ہیں۔) اور ان ناواجب کلمات سے احتراز کیا جائے۔ جو آئے دن آنجناب نبوی صلعم کے متعلق بعض ہندوؤں کی زبان اور قلم سے نکل جاتے ہیں۔ یہ ایک راہ ہے جس سے مسٹر گاندھی کا غصہ بھی رفع ہو جائیگا۔ اور کم ازکم مسلمانوں پر اس وجہ سے دست تعدی دراز کرنے کی انہیں ضرورت نہ رہے گی۔ کیا وہ اس کو ماننے کے لئے تیار ہیں؟

فایدہ کس میں ہے

مسٹر گاندھی کے ان الفاظ سے مرعوب ہو کر الفضل لکھتا ہے۔ کہ

"کیسے تعجب اور حیرانی کی بات ہے۔ کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے ان کے ساتھ مل کر سیلف گورنمنٹ کا مطالبہ کر رہا ہے۔ وہ لوگ ذرا عقل و فکر سے کام لے کر بتائیں۔ کہ جس قوم کے یہ خیالات ہوں۔ جن کو مسٹر گاندھی نے نہایت صفائی کے ساتھ ظاہر کر دیا ہے۔ وہ سیلف گورنمنٹ ہونے پر انہیں کہاں اس وچین سے بیٹھنے دیگی"

یہ سب کچھ سہی لیکن دیکھنا ہے۔ کہ ان نقصانات اس جبر و تعدی کے ہوتے ہوئے بھی مسلمانوں کا فایدہ کس میں ہے۔ ہم خود کچھ نہیں کہتے۔ حضرت مسیح موعود کے ارشاد کو پیش کرتے ہیں۔ اور پیغام صلح میں سے جہاں سے خود الفضل نے بھی گائے کے ترک کی شرایط پیش کی ہیں وہ آپ کے ان الفاظ کو پڑھے۔ اور دیکھے کہ جس کو خدا کا نبی قرار دیکر حد سے بڑھایا ہے۔ اسی کے ارشادات کو ایک غیر مامور کے کہنے پر کس طرح چھوڑ رہا ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔ کہ

"ہندوؤں کو ابتدا سے یہ خواہش ہے کہ گورنمنٹ اور ملک کے معاملات میں ان کا دخل ہو یا کم سے کم۔ ملکداری کے معاملات میں ان کی رائے لیجائے۔ اور گورنمنٹ ان کی ہر ایک شکایت کو توجہ سے سنے۔ اور بڑے بڑے گورنمنٹ کے عہدے انگریزوں کی طرح ان کو بھی ملا کریں مسلمانوں سے یہ غلطی ہوئی کہ ہندوؤں کی ان کوششوں میں شریک نہ ہوئے۔ اور خیال کیا کہ ہم تعداد میں کم ہیں اور یہ سوچا کہ ان تمام کوششوں کا اگر فایدہ ہے۔ تو وہ ہندوؤں کے لئے ہے نہ کہ مسلمانوں کے لئے۔ اس لئے نہ شرکت سے دستکش رہے بلکہ مخالفت کر کے ہندوؤں کی کوشش کے سد راہ ہوئے جس سے رنجش بڑھ گئی"

لیکن تعجب ہے۔ کہ مسیح موعود جس کو غلطی قرار دیتے ہیں۔ اسی کا ارتکاب ان نام کے متبعین نے ضروری سمجھ لیا ہے۔ اور اس رنجش بڑھانے میں ہی انہیں فایدہ نظر آتا ہے۔

اوایل عمر کی بیعت

بمبئی سے سیٹھ اسمعیل آدم صاحب نے ۱۱ نومبر ۱۹۰۲ء کا ایک خط بیعت حوالہ نقل کر کے بھیجا ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود نے اوایل عمر کی حالت اور اسوقت کی بیعت پر بعض ایسے الفاظ لکھے ہیں۔ جن کو موجودہ حالات میں نوٹ کرنا از حد ضروری ہے۔ سیٹھ صاحب قابل شکریہ ہیں۔ جو اس پیرانہ سالی میں بھی اپنے دیگر کاروبار کے ساتھ سلسلہ کے معاملات میں از حد دلچسپی لیتے اور مطالعہ وغیرہ کو جاری رکھتے ہیں۔ آپ نے بدر میں سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ کہ

"لیکن آپ کی بیعت کو پر رنج سمجھ رہا ہوں کہ اوایل عمر کے لوگوں کی بیعت میں مجھے بہت تردد ہوتا ہے۔ جب تک انسان کی عمر چالیس برس کی نہ ہو تب تک ٹھیک انسان نہیں ہوتا۔ اوایل عمر میں تلون ضرور آتے ہیں۔ میرا ارادہ نہیں ہوتا کہ میں بیعت لوں۔ مگر بعض خیال کہ دل آزردگی ہوتی ہے۔ بیعت کر لیتا ہوں۔ انسان جب چالیس برس کا ہوتا ہے تو اسے موت کا نظارہ یاد آتا ہے۔ اور جس کو قریب میں موت کا انتظار نہیں اس کا کیا اعتبار"

اس پر سیٹھ صاحب موصوف لکھتے ہیں۔ کہ "اب ۲۶ برس کی عمر والے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کو کیا کہا جائے۔ سمجھ تو چالیس برس کی عمر کے بعد آتی ہے۔ تب تک وہ ٹھیک انسان ہی نہیں ہو سکتا اور اوایل عمر میں تلون بھی ضرور آتے ہیں"

دیکھئے میاں صاحب کے مریدین اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔

احرار و مستبدین کی تقسیم

معاصر "البشیر" کانپور نے ہندوستانی مسلمانوں کے احرار اور مستبدین فرقوں کی تاریخ لکھتے ہوئے ان کا مقابلہ انگلستان اور دوسرے ممالک کی پارٹیوں سے کیا ہے وہ لکھتا ہے۔ کہ حقیقت حال یہ ہے کہ جس طرح انگلستان میں مختلف پولیٹیکل پارٹیاں مختلف ناموں سے موسوم ہیں اور جو باضابطہ طور پر قایم ہیں۔ جنکے باضابطہ لیڈر ہیں باضابطہ ممبر ہیں۔ انکے باضابطہ دفتر ہیں باضابطہ چندہ وصول ہوتا ہے اور ہر ایک پارٹی کے پاس معقول سرمایہ ہوتا ہے۔ ہر ایک پارٹی کے اپنے اخبار ہیں جو پارٹی کے سرمایہ سے جاری ہوتے ہیں اور پارٹی کے سرمایہ سے انکی اعانت اور مالی سرپرستی ہوتی ہے جو پارٹی کہ برسر حکومت ہوتی ہے وہ خالی عہدوں پر اپنی پارٹی کے ممبروں کو مقرر کرتی ہے۔ اپنی پارٹی کے ممبروں کو گورنری کا موقع ملتا ہے اور بیرنٹ وغیرہ کے خطاب ملتے ہیں۔ پارٹی کے بڑے آدمیوں کو خطاب دیکر اپنی پارٹی کے ممبران کو نفع پہنچاتی ہے۔ حکومت کرتی ہے اور یہاں میں اس قسم کی پولیٹیکل پارٹیوں کے ممبروں کو پولیٹیکل اقتدار حکومت و مالی نفع حاصل ہو۔ لیکن ہندوستان کے مسلمانوں کے پاس نہ حکومت ہے۔ اور نہ یہاں کی پولیٹیکل پارٹی کیلئے اپنے ممبروں کو مالی نفع پہنچانیکا کوئی ذریعہ ہے۔ لہذا یہاں کے مسلمانوں میں درحقیقت باضابطہ پولیٹیکل پارٹیوں کا وجود ہی نہیں ہے۔ سوا ایک مسلم لیگ کے یہاں کوئی پولیٹیکل انجمن بھی موجود نہیں ہے۔ مسلمانوں کی یہ سیاسی انجمن بھی بہت کچھ باضابطہ نہیں ہے اسکی مالی حالت اچھی ہے اور نہ اسمیں باضابطہ کام ہوتا ہے اسکی بابت مشکل یہ ہے کہ کافی تعداد نہیں ہے اور جو کچھ موجود ہیں وہ برائے نام ہیں۔ مسلم لیگ میں حامیان استبدادی نام کے ممبر شامل ہیں غرض کہ احرار اور مستبدین کی باضابطہ پارٹیاں ہیں نہ ان پارٹیوں کے لیڈر ہیں۔ امر دوسرا ہے کہ کسی خاص مسئلہ میں چند آدمی ہمخیال ہوں اور چند مخالف یا یہ کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو گورنمنٹ کیساتھ ملکر کام کرنے سے مایوس ہو چکے ہیں اور زیادہ تعداد ایسی ہے جو گورنمنٹ کیساتھ ملکر کام کرنا چاہتے ہیں۔ نو خیال الوطنی صداقت ایمانداری خلوص و نیک نیتی صبر و استقلال کیساتھ کام کرنیوالے معدودے چند ہیں۔ زیادہ حصہ دونوں خیال الوطنی ذاتی اغراض لیکر یکسی کی دوستی یا ذاتی رنج کیوجہ سے اپنے آپکو کسی نہ کسی پارٹی میں سمجھتا یا دوسری پارٹی والوں کو برا کہتا ہے۔ اور چونکہ زمانہ آزادی کا ہے اور انسان کیا جانور بھی فطرتاً آزادی پسند واقعہ ہوئے ہیں۔ اور گورنمنٹ کی یا انگریزوں کی کارروائی پر جو آزادی سے نکتہ چینی کر سکے ہیں اس وجہ سے فطرتاً ایسے لوگ جو حریت کا اظہار کرتے ہیں۔ زیادہ وقعت و عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔

اصلی حر تو درحقیقت بہت کم چند ہیں

اسکے بعد معاصر موصوف لکھتا ہے کہ یہ بھی چونکہ کلیہ قاعدہ ہے کہ جس زمانہ میں جو طبقے زیادہ عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں انہیں جھوٹے مدعی یا کاروبار دغاباز آدمی زیادہ پیدا ہو جاتے ہیں اور چند روز عزت یا نفع حاصل کرنیکے بعد انکا مشن برباد ہو جاتا ہے اسی وجہ سے بہت سے کذاب بھی دنیا میں پیدا ہو گئے ہیں تاکہ انبیاء علیہم السلام کی جیسی انکو بھی عزت حاصل ہو جب مشایخ اور اولیاء کرام کی عزت تھی تو ہزاروں مکار اور دغاباز اشخاص نے ولی اور شیخ اور خدا رسیدہ ولی ہونیکا دعویٰ کیا جب علماء کی قدر ہوئی تو بہت سے بے پڑھے اشخاص نے چند احادیث کچھ روایتیں زبانی یاد کر لیں اور وعظ حفظ کر لئے اور جابجا وعظ کہنے لوگوں کو لوٹنے اور دینی تعظیم و تکریم کراتے پھرتے جس زمانہ میں حج بیت اللہ کی شوق تھی اور حج کو بہت کم جاتے تھے اس زمانہ میں حاجیوں کی بڑی عزت ہوتی تھی اور تعظیم و تکریم ہوتی تھی اور بہت سے لوگوں نے یہ پیشہ اختیار کر لیا تھا کہ بنیا سا کرتا اور سر پر عمامہ رکھ کر حاجی اور حج میں خلل اور سنائی باتیں کہ مغالطہ بیان کر کے لوگوں سے اپنی تعظیم و تکریم کراتے اور نذرانے لیتے پھرتے تھے۔ علیٰ ہذا جب شعراء کی قدر تھی تو بہت سے احمق بالخصوص نوجوان و سرقہ شعر لکھوا کر مشاعرہ میں غزل پڑھتے تھے یا غزلیں زبانی کر کے شاعروں کو یاد کر لیتے اور جب کبھی کسی مشغل میں انکی غزل گائی جاتی تو پھولے نہ سماتے۔ بعض ان فرضی شاعروں کی تعریف کرتے تو یہ احمق ایسے خوش ہوتے ہیں کہ خود بہت فرضی مفعول کو بھی دیکھا ہے۔ مصنوعی و جھوٹی رنجشوں کا تماشا بھی اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ ملا دو سروں سے

کے مشتاق حسب وفا کی اصلی تصویر۔ بشریت کے تمام مراتب اس کے مرتبہ کا طفیل ہیں کہ اولیاء امت کو حضرت اس کی محبوبیت سے ایک شمہ نصیب ہوا ہے۔ جو محبوب خلائق اور مطلوب قلوب ہوگئے ہیں مثل شیخ عبدالقادر جیلانی و شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہما۔ اگر کسی کو ان دوازدہ نشیمن میں شک و شبہ ہو تو اسے اُس کارخانہ امور میں جو مذکور ہوئے تامل کرنا چاہئے۔ کہ ان تمام اشغال کی اصل کہاں سے ہے بالیقین یہی ثابت ہوگا کہ یہ تمام انوار کمال سینۂ محمدی کا پرتو ہیں کہ شاخ شاخ اور شعبہ شعبہ اُس دریائے محبوبیت سے مثل جداول جُدا ہو کر ہر ایک طائفہ کو پہونچیں۔ اور وہ طائفہ اپنے اپنے زمانہ میں ممتاز ہو۔ پس سینۂ محمدی ہی ہیئت مجموعہ اِن کمالات کا ہے۔ رات دن یہ تمام کام اور اشغال اُسی دریائے رحمت الٰہی سے فوارہ صفت جوش مار کر عالم میں منتشر ہو رہے ہیں۔ اور ہمارا زمانہ کبھی اس سے خالی نہیں ہے۔ چنانچہ اہل سیر جنہوں نے آنجناب کا احوال ملاحظہ فرمایا ہے اُن پر یہ امر پوشیدہ نہیں ہے اور نیز حکمت کا مسئلہ ہے کہ ہمیشہ ایک ہی نسق پر افعال کا صدور بغیر ان افعال کے صدور کا ملکہ حاصل ہوئے محال ہے اور جس قدر افعال میں کمال انتہا کا مرتبہ ہوگا۔ اُسی قدر کمال ملکہ پر دلالت کرینگے۔ مُدعی تو بہت ہیں مگر قولے چیزے دیگر است و فعلے چیزے دیگر۔ اور یہ وہم بھی نہ کیا جائے۔ کہ انہیں بارہ نشیمنوں میں بس انحصار ہوگیا۔ یہ تو صرف بطریق اجمال و تمثیل عرض کیا گیا ہے۔ مگر جو کوئی تفاسیر قرآنی سے جو بے تعداد ہیں اور دواوین حدیث سے کچھ بھی واقف ہوگا۔ اُسکو کچھ شبہ نہ ہوگا۔

محدثین نے بھی ان کمالات سے حصہ پایا لیکن ایک شمہ بھر

علمائے امت و عرفائے ملت کو اُنکی استعدادوں کے اندازے پر اُس قعر عالی شان سے بہرہ حاصل ہوا اور بعض افراد کو تمام مراتب سے کچھ کچھ نصیب ملا۔ چنانچہ محدثین و مجددین و ائمہ حدیث و فقہ و سنت مطہرہ و عصابہ اخبار نبویہ کو اُن تمام نشیمنوں سے بہ نسبت دوسروں کے استفادۂ تام و استفاضہ مالا کلام بخشا گیا۔ اور اُنکے واسطے سے جمیع امت مرحومہ کو ان نشیمنوں [illegible] اگر یہ گروہ حق پژوہ نہ ہوتا تو کسی کو بھی کچھ میسر نہ آتی۔ اور کوئی مرتبہ بھی ان احادیث صحیحہ اور زبان نبوت [illegible]

وہ دوسرے کیلئے نہیں ہیں۔ اُنکے دیگر مناقب و محاسن و مکارم کے علاوہ یہ ایک ہی فضیلت جو انہوں نے حاصل کی دوسرے فضائل پر فائق ہے کہ خاتم النبیین نے اُنکی عدالت کی گواہی دی۔ اور فرمایا۔ پس یہی سعادت بھی امت میں سے کوئی نہیں کرسکتا۔ مثلاً یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاھلین۔ رواہ البیہقی فی کتاب المدخل مرسلاً عن ابراھیم بن عبد الرحمٰن العذری مرفوعاً۔ یہ ہے ایک اعجاز خاتم النبیین کا جو غالیوں کی تحریف کا رد ہو رہا ہے اور یہ اس بات کی خبر ہے کہ ہر قرن اور طبقات زمانہ کے ہر طبقہ میں اگر کوئی عدول ہے تو وہی ہے۔ لہٰذا انہیں فضل اوحیہ سے خاص فرمایا اور اس شد ابد ایمان کے انجام سے اس طرح خبر دی کہ لا یزال من امتی امۃ قائمۃ بامر اللہ لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتی یاتی امر اللہ علیٰ ذالک (متفق علیہ) ترمذی میں بھی اسی مضمون کی حدیث ہے ....

...... پس محدثین کا مقام ارفع مقامات عالم ہے اور اُنکے علوم کا ماخذ یہ تمام نشیمن ہیں کہ جن میں ایک کامل مکمل سید رسل ہادی کل۔ خاتم انبیاء۔ سرخیل اصفیاء۔ جامع جمیع کمالات نفسانی و روحانی۔ حاوی جمیع مقامات ایمانی و احسانی و عرفانی مسند جامعیت پر صدر میں متمکن ہیں۔ اور ہر طائفہ تمام علوم و معارف و فنون و مواضع و لطائف اس سے ہی پا رہا ہے اور تمام فضائل و کمالات متنوعہ و مناصب و مراتب متباینہ متعددہ اُس سے استفادہ کرکے ان کمالات کے ہر صاحب کمال کو پہنچا رہا ہے۔ المختصر حضور والا حضرت فخر المرسلین خاتم النبیین اس دائرۂ عالم کون و مکان میں وہ مرکزی نقطہ ہیں جنسے اور صرف جنسے تمام خطوط فیضان نکل کر دائرہ تک پہنچتے ہیں۔ اور آپ کی رافت و رحمت عالم پر محیط۔ صدق اللہ تعالیٰ۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین۔ امت میں کوئی غوث و قطب ہوتا ہے تو انہیں کے فیض سے اور اگر کوئی مسیح ہوتا ہے تو انہیں کی غلامی سے میں اس تمثیل طویل سے یہ وضاحت مقصود تھی کہ ہر ایک اپنی اپنی ہمت یا مجازی ہی لیتے محدث آپ کے فیض غیر متناہی سے ایک شمہ پاتے ہیں۔ چنانچہ میرزا صاحب کو بھی (ایک شمہ حضور کے بے انتہا رحمت کا ملا) کہ وہ امام آخرالزمان ہوئے نہ کہ اس ایک شمہ فیض سے وہ آپ کے برابر ہوگئے

مراسلات

مسئلہ کفر و اسلام کا فیصلہ

اور

عمر دین شملوی کی تلملاہٹ

مسئلہ کفر و اسلام کے فیصلہ پر جو قادیانی جماعت نے بل کھائے ہیں۔ اور اپنی خفت و ندامت کے مٹانے کے لئے جو جو روباہ بازیاں اور مختلف قسم کے حیلے انہوں نے برتے ہیں انکو وہی شخص جان سکتا ہے۔ جو عام طور پر محمودی خیالات [illegible] کی فطرت کو باقاعدہ طور پر ملاحظہ کرچکا ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکر و فریب ان کو بطور وراثت کے ہی اب مل چکا ہے۔ ورنہ کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ کہ جب عام طور سے ایک بات کا فیصلہ سالہا سال کی بحث اور کامل تحقیق و تدقیق کے بعد سرانجام پاگیا ہو۔ کہا جائے۔ کہ (۱) وہ ہماری غیر حاضری میں ہوا۔ (۲) وکیل صاحب نے منافقت سے کام لیا۔ (۳) وکیل صاحب نے وعدہ کیا ہے۔ کہ فیصلہ تبدیل کردیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔

میں حیران ہوں۔ کہ عمر دین نے کیوں اتنا بہتان وکیل صاحب پر باندھا۔ کہ فیصلہ انہوں نے پھر لکھنا شروع کردیا ہے۔ یہ فیصلہ کون لکھ رہا ہے۔ کس کے سامنے لکھا جارہا ہے۔ لکھوانیوالا کون ہے۔ یہ ایک راز ہے۔ جو بجز محمودیوں کے کوئی بھی جان نہیں سکتا۔ حالانکہ اس کے بالمقابل امر واقع یہ ہے۔ کہ خود بیچارہ عمر دین اخیر جنوری سے تا اینڈم بیمار ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں شفا بخشے۔ تو پھر ہم اُن سے پوچھیں۔ کہ یہ کس قسم کی ایمانداری ہے۔ جو الفضل میں آپنے ظاہر کی۔ وکیل صاحب سے میری اور عمر دین کی جو گفتگو ہوئی۔ اور جو کچھ عمر دین نے الفضل [illegible] وہ نہ صرف غلط۔ بلکہ ایک طرح پر جھوٹ [illegible]

میرا سر بہار [illegible] ہیں ہے۔ کیونکہ جب حضرت کی تحریر نے فیصلہ دیدیا۔ کہ اُن کا انکار کفر نہیں۔ تو پھر میرزا صاحب نبی کہاں ہوئے مگر قادیانی جماعت کہتی ہے۔ کہ مسئلہ نبوت کا فیصلہ اُنکے ہی حق میں ہے۔ تو براہ نوازش آپ اس کی وضاحت فرمادیں کیونکہ اگر حضرت میرزا صاحب نبی ہیں۔ تو پھر اُن کا انکار بھی کفر ہے۔ لیکن اس کے برخلاف فیصلہ حضرت کی تحریرات سے دیا ہے۔ پس آپ مسئلہ نبوت کے متعلق پیچیدگی کو دُور کریں۔ جس پر وکیل صاحب نے فرمایا کہ میں نے تو صرف یہ فیصلہ دیا ہے۔ کہ میرزا صاحب بغیر ذریعہ حصول اس قسم کے نبی ہیں جو بنی اسرائیل میں بکثرت ہوئے۔ چنانچہ ایک ایک وقت میں اکٹھے چار چار سو بھی آگئے۔ اس پر میں نے انکو کہا۔ کہ یہ چار چار سو نبی تو ایکطرف اور میرزا صاحب اکیلے ایک طرف۔ ہم تو میرزا صاحب کو ان چار سو کے چار سو سے بھی افضل مانتے ہیں۔ وکیل صاحب نے شاید فرمایا۔ کہ خیر تم تو ان چار سو سے بھی افضل کہتے ہو۔ میں تو میرزا صاحب کو ان کے برابر جانتا ہوں۔ اس پر میں نے ضرورۃ الامام مکا کی عبارت دکھلائی۔ کہ لیجئے حضرت عبدالقادر جیلانی رح بھی ان چار سو سے افضل ہوگئے۔ اور ساتھ ہی میں نے کہا۔ کہ اگر سیاق و سباق کو مدنظر رکھیں تو یہ یقین غالب ہے۔ کہ یہ جھوٹے نبی تھے کیونکہ جب غیر نبی کی وحی بھی دخل شیطان سے منزہ ہوتی ہے تو یہ نہ ایک نہ دو نہ تین اور نہ ہی چار بلکہ اکٹھے چار سو کے چار سو نبی شیطان سے وحی پاتے ہیں تو یہ نبی کیسے ہوئے۔ بلکہ دُنیا کے لئے ابتلا کا موجب بنتے ہیں۔ خیر وکیل صاحب تو غالباً خاموش رہے۔ لیکن عمر دین صاحب بول اُٹھے کہ حضرت عیسےٰ کو بھی شیطان کیطرف سے الہام ہوا۔ یہانتک کہ حضرت رسول خدا پر بھی حملہ کردیا۔ اور بات کاٹ کر وکیل صاحب نے کہا۔ کہ لیجئے صاحب۔ آپ ہماری اتنی بحث سُن چکے۔ لیکن کوئی بات مانتے ہی نہیں۔ اب عبدالحق بھی کہتا ہے کہ میرزا صاحب کا انکار کفر ہے۔ بشرطیکہ آپ نے فیصلہ یہ دیا ہو۔ کہ وہ نبی تھے۔ تو اس پر وکیل صاحب نے فرمایا۔ عمر دین صاحب میرے فیصلہ کو آپ "[illegible]" کرینگے۔ اگر آپ یہ کہیں۔ کہ میں نے میرزا صاحب کی نبوت حضرت عیسےٰ یا حضرت موسےٰ جیسی نبوت قرار دی ہو۔ میرزا صاحب کو اگر میں نے نبی لکھا ہے تو محض نبی ظلی غیر مستقل۔ پس اس سے زیادہ نہیں میرزا صاحب محدث ہیں۔ لیکن ایسے محدث۔ جنکو نبی کا خطاب اعزازی طور پر ملا اس پر عمر دین نے کہا۔ کہ بنی اسرائیل میں جو نبی چار چار سو آئے تو اُن کا انکار کفر ہے یا نہیں۔ وکیل صاحب نے کہا۔ اِن کا انکار بھی کفر نہیں اگر ہے تو میرزا صاحب کی تحریر دکھلاؤ۔ تحریر انہوں نے کہاں پیش کرنی تھی۔ چنانچہ وکیل صاحب نے پھر مجھے عمر دین کے سامنے کہا کہ میرا فیصلہ وہی ہے۔ جو آپ لوگوں نے شائع کیا ہے۔ کتابت کی غلطیاں ہیں جو درست ہونی چاہئیں۔ اور میں اب اس پر تفصیع اوقات بھی نہیں کرنی چاہتا۔ قادیانی جماعت کے عقیدے ریت کی دیوار پر قائم ہیں۔ میرزا صاحب کے تو وہم و گمان میں کبھی نہ ہوگا۔ کہ ایک قوم اُن میں سے ہی ایسی پیدا ہوگی۔ جو اُن کی تحریروں کے عجیب و غریب معنے کرینگے وغیرہ وغیرہ

خود عمر دین اس پر گواہی دے سکتے ہیں۔ کہ "اسمہٗ احمد" اور نبی کے لفظ کو عام بول چال میں استعمال کرنا اور مسلمانوں کو کافر کہنا وغیرہ عقائد کی بنا پر کئی دفعہ وکیل صاحب نے عمر دین کو اور اُن کے بھائی کو باطل کا حامی کہا۔ یہاں تک کہ صاف کہدیا کہ میرزا محمود احمد غالی ہے۔ میرزا صاحب کی تحریروں کو سمجھنے کا مادہ بھی نہیں رکھتا۔ مگر یہ ہماری عادت نہیں کہ معمولی معمولی باتوں کو اخباری دنیا میں مشتہر کریں۔ اگر عمر دین صاحب مزید تصدیق چاہیں۔ تو وکیل صاحب سے اسمہٗ احمد وغیرہ کے متعلق پوچھ سکتے ہیں۔

الغرض جب وکیل صاحب نے کہا۔ کہ چار سو نبی کا انکار کفر نہیں تو عمر دین نے بھی کہا۔ کیوں آپ کے نزدیک نبی کا انکار کفر ہوتا ہے یا نہیں میں نے کہا۔ یقیناً ہر نبی کا انکار کفر ہے۔ پھر سوال کیا ان چار سو نبی کا انکار۔ میں نے کہا۔ کہ یہ نبی نہیں۔ یہ نبی معمولی خواب بین ہیں جنا تورات نکالکر میں نے انکو بتایا۔ لعل بت کے پجاری جو بھٹے تورات میں اُن کا نام بھی نبی ہی ہے۔ اور اُن کی تعداد بھی چار سو نبی ہے۔ پھر کھنے باغ والے جو خداوند یہوداہ کے نبی ہیں جنکی تعداد بھی ساڑھے چار سو ہے۔ اُن کا نام بھی نبی ہے۔ اور پھر یہ بھی چار سو نبی یہ سارے کے سارے قتل ہوئے۔ چنانچہ ایک فاضل یہودی [illegible] یہاں۔ کہ وہ ان کو نبی نہیں سمجھتا۔ بلکہ معمولی خواب بین [illegible] [illegible] تورات میں لفظ "نبی" بتوں کے پجاریوں۔ جھوٹے نبیوں اور معمولی خواب بینوں۔ کاہن اور لیویوں پر بھی استعمال ہوا ہے تو لفظ نبی عام معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ نہ کہ خاص معنوں میں۔ اور جب میرزا صاحب بھی ضرورۃ الامام میں انکو معمولی خواب بین تصور فرماتے ہیں تو میں ان کو کیسے نبی تسلیم کروں۔ اور ان کا انکار کفر سمجھوں [illegible] صاحب کو ان معمولی خواب بینوں سے بہت اعلےٰ و ارفع نبی سمجھتے ہیں اور اسی لئے اُنکے انکار کو ایک گناہ سمجھتے تھا۔ اس پر عمر دین نے چلانا شروع کردیا۔ وکیل صاحب نے کہا۔ خیر اعتراضات عبدالحق کو دیدو وہ جواب دیگا۔ چنانچہ وہ اعتراضات ابھی تک میرے پاس موجود ہیں۔ یہ سارا کا سارا واقعہ جنوری ۱۹۱۹ء کے پہلے ہفتہ کا ہے۔ [illegible] اتوار کا وقت ۱۱ بجے صبح مقرر ہوا۔ چنانچہ جب میں وہاں پہنچا۔ تو عمر دین صاحب مذارد۔ نہ انہوں نے آنا تھا۔ اور نہ آئے۔ عصر کے وقت خاکسار کو ملے۔ میں نے کہا بھی۔ کہ یہ کیا۔ میں وہاں گیا۔ آپ تشریف نہ لائے۔ فرمانے لگے کہ کام ہوگیا۔ دوسرے اتوار کو بھی گیا۔ مگر عمر دین صاحب وکیل صاحب کے پاس نہ پہنچے۔ تیسرے اتوار کو بھی گیا۔ عمر دین نہ پہنچے پھر بیچارے بیمار ہوگئے چنانچہ ابھی تک بیمار ہیں۔ یہ ہے اصل واقعہ اس کے خلاف الفضل میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ ناظرین خود انصاف سے فیصلہ فرماسکتے ہیں +

عجیب بات یہ ہے کہ شملہ میں مشہور یہ کیا جارہا ہے کہ وکیل صاحب بے ایمان ہیں منافق ہے یہ فیصلہ دینے کا اہل نہیں۔ اگر ضرورت ہو تو ان الفاظ پر خدا اُن کے [illegible] محمودی بھائیوں کی گواہیاں حلفاً لی جاسکتی ہیں۔ غالباً عمر دین صاحب نے [illegible] اس لئے خلاف واقعہ مضمون لکھا کہ عبدالحق کے پاس تو الفضل جاتا نہیں [illegible] اگر اس نے کسی سے مانگا تو کسی نے دینا بھی نہیں۔ اسلئے ہماری بات [illegible] مگر خدا کی قدرت کہ شیخ [illegible] الدین صاحب نے مجھے اطلاع دی کہ الفضل میں ایسا ایسا لکھا گیا ہے جس پر میں نے تلاش کی تو پرچہ دستیاب ہوگیا۔ اسلئے اسکا رد [illegible] اخبار میں برائے اندراج ارسال کرتا ہوں۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو حق کی توفیق عطا فرمادے۔ اور جو سچائی کی ہے اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔ آمین۔ ثم آمین!

خاکسار۔ عبدالحق سکرٹری انجمن احمدیہ اشاعت [illegible]

اسلام شملہ۔ مورخہ یکم مارچ ۱۹۱۹ء

دارالعزیمت میں تبلیغ اسلام

ریورنڈ البرٹ ڈونکا اظہار اسلام

اشاعت اسلام میں فرقہ بندی ایک سنگ راہ ہے

ابتدائے جنوری میں رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب کی وساطت سے مذکورہ بالا پادری صاحب کا ایک خط ملا جس میں انہوں نے سید صاحب سے اسلام کی بابت کچھ معلومات بڑھانے کی استدعا کی تھی سید صاحب نے وہ چٹھی بجنسہٖ ووکنگ بھیجدی جسپر ریورنڈ مذکور سے براہ راست خط و کتابت کیگئی اور ریورنڈ مذکور سے متعدد ملاقاتیں لنڈن مسلم ہوس میں ہوئیں اور وہ جمعہ کے خطبے میں شامل ہونیکے لئے بھی مدعو کئے گئے۔ ریورنڈ مذکور امریکہ سے آئے ہیں اور باضابطہ وہاں کے گرجا کے پادری رہ چکے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کی گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اچھے تعلیم یافتہ ہیں۔ یہاں یہ ذکر نا غالباً طول لاطائل نہ ہوگا کہ کن مسائل پر گفتگو ہوئی۔ یہ ایک لمبی داستان ہے۔ لیکن جو امر بطور ایک آخری مرحلہ تھا وہ وہی رونا ہے جو کئی دفعہ میں پہلے رو چکا ہوں۔ ریورنڈ مذکور نے کہا کہ جو بات سب سے اول انہیں عیسائیت سے برگشتہ کرکے کسی نئی صداقت کی تلاش کی محرک ہوئی ہے وہ عدم اتفاق اور فرقہ بندی تھی۔ جو عیسائیت میں چاروں طرف نظر آرہی ہے اس مذہب میں ۵۰۰ کے قریب فرقہ ہیں اور ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو عیسائی نہیں سمجھتا۔ اگر اسلام بھی اسی طرح فرقوں میں منقسم ہے اور ایک فرقہ دوسرے فرقے کو مسلمان نہیں جانتا تو پھر اس کے اصول خواہ کیسے ہی خوبصورت کیوں نہ ہوں۔ عملاً اس میں اس روح کا فقدان ہے جو مذہب کی غرض اصل ہونی چاہئے۔

چنانچہ انہوں نے شیعہ اور سنیوں کے دو بڑے فرقوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور مجھ سے میری امانت و دیانت کا واسطہ دیکر دریافت کیا کہ آیا ان دو فرقوں کے نیچے اور بھی فرقے ہیں یا نہیں۔ اس سوال کے جواب میں جو مجھے درد ہوا وہ ظاہر ہے۔ اس سے انکار کرنا تو گویا ایمان فروشی تھا۔ اس پر ۹۰ دن [illegible]۔ کیونکہ حضرت عمرؓ کو باوجود متعدد آیات بے الہام سے جو وحی متلو ہوکر حضرت نبی صلعم پر نازل ہوئیں شان محدثیت سے سجا دو ذکر نا [illegible] سعادت ازلی کا باعث ہوا۔ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کا اپنی نسبت خیال [illegible] ... اختلاف اجتہاد جو باعث رحمت تھا اور [illegible] دنیا کا پرورش کنندہ تھا۔ جو انسانیت کی روح ہے وہ ہماری تنگدلی اور حقیقت اسلام سے ناآشنائی کے باعث مختلف فرقوں کو وجود میں لے آیا۔ جنکے اصلی اختلاف کو سامنے رکھکر انکو فرقہ ہائے اسلام کہنا صریح غلطی ہے۔ بہرحال میں نے شیعہ سنی کا اختلاف جو خلافت کے متعلق تھا وہ بیان کیا۔ اور اس سے پوچھا کہ آیا یہ اختلاف کسی فرقہ بندی کا موجب ہو سکتا ہے۔ خصوصاً جب ان اختلافوں کو سامنے رکھا جائے جو عیسائیت میں ہیں۔ میں نے جو اس چٹھی کے شروع میں سید امیر علی صاحب کا ذکر کیا ہے اسکا باعث یہ ہے کہ ریورنڈ مذکور کا اُن کے ذریعہ سے میرے پاس آنا ہی اُن کی تشفی کا موجب ہوگیا۔ جب اُن کو یہ معلوم ہوا کہ سید صاحب شیعہ بھی ہیں اور معتزلہ بھی۔ اور اگر شیعہ سنی میں ایسا فرق ہوتا جو کفر و اسلام میں فرق ہے تو ایک فاضل اور مجتہد شیعہ بزرگ ایک طالب علم کو ایک سنی کے پاس نہ بھیجتے۔ یہ ایک عملی ثبوت تھا۔ علاوہ ازیں جمعہ میں میری اقتدا میں دیکھکر کہ وہاں نہ صرف سنی ہی جمعہ ادا کرتے ہیں۔ بلکہ شافعی مالکی اور شیعہ صاحبان بھی۔ بحمد اللہ ریورنڈ مذکور نے اسلام کا اظہار کیا۔

اب میں مسلمان بھائیوں سے عرض کرتا ہوں کہ آیا واقعی اسلام کے مختلف فرقوں میں کوئی اصولی اختلاف ہے اگر ہے تو خدارا اس آیت پر غور کرو۔ ما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدی ورحمۃ لقوم یومنون۔ قرآن تو ان اصولی اختلافوں کو مٹانے آیا ہے جو بعثت نبوی پر مختلف مذاہب میں یا مختلف مذاہب کے فرقوں میں موجود تھے۔ کیونکہ مذہب تو ہر طرح سے اپنی اصلی حالت میں خدا کی طرف سے تھا۔ اگر وہ مذہب جو قرآن سے پیدا ہوتا ہے مختلف فرقوں کا متحمل ہو سکتا ہے اور ان فرقوں میں اصولی اختلاف ہے۔ تو پھر کسی اور قرآن کی ضرورت ہے۔ خدارا اس ایک آیت پر غور کرو۔ ہم نے جو کچھ اختلافوں سے آجتک سمجھتا کافی ہے۔ اگر واقعی اختلاف بھی ہوتے تو بات بھی تھی لیکن جب اصولی اختلاف کوئی ہے نہیں تو پھر کیا مطلب۔

جس نے مجھے ... میل پرسرت سے بھر دیا وہ علماء کا وفد تھا۔ جس میں شیعہ سنی اہل حدیث جمع ہو کر وزیر ہند کے سامنے پیش ہونے۔ کیا یہ وفد کوئی پولیٹیکل چال ہے۔ اور اگر نہیں۔ جیسے کہ میرا ایمان ہے۔ کیونکہ میں ان بزرگوں کو جو اراکین وفد تھے منافق نہیں سمجھتا۔ تو پھر کیوں یہ امر اور معاملات میں خضر راہ نہیں بنتا۔

ایک اور جلیل القدر پادری

جو اس ملک کے رہنے والے ہیں۔ اور جن کی ہم سے خط و کتابت ہے اور وہ بالکل اسلام کے قریب آئے ہوئے ہیں اُن کا ایک خط اس دسمبر کو مجھے ملا۔ اُن کے خط میں سے ذیل کے فقرے اقتباس کرتا ہوں اور مسلمانوں کے نام نہاد فرقوں کے علماء کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اس پر غور کریں۔ یاد رکھو۔ عیسائیت سے یہاں لوگ بیزار ہیں۔ اور اس کی [illegible] ایک بھاری وجہ فرقہ بندی ہے۔ جو اصولاً اس میں موجود ہے۔ اور جو اسلام میں نہیں لیکن اگر ہماری کم فہمی نے فرقہ بندی پر اصرار کیا۔ تو پھر ذی ہوش اہل مغرب اس لعنت کو جس کا نام فرقہ بندی ہے ایک دفعہ چھوڑ کر دوسری دفعہ اسلام کے ماتحت قبول نہیں کر سکتے وہ لکھتا ہے کہ میری توجہ اسلام کی طرف الجزائر۔ مصر اور فلسطین جاکر پیدا ہوئی۔ اور جو امر میرے لئے موجب کشش تھا وہ یہ ہے کہ میں نے اسلام کو ایک عالمگیر اور متفقہ مذہب سمجھا ہے۔ جس میں وہ فرقے نہیں جو عیسائیت میں ہیں۔ لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ ایسا امر نہیں۔ ایرانی مسلم اسی طرح شیعہ [illegible] سے اختلاف رکھتے ہیں جیسے کیتھولک پروٹسٹنٹ۔ اور میں سنتا ہوں اور بھی فرقے ہیں وغیرہ وغیرہ"

میں نے آج ہی اس کا مفصل جواب لکھکر دیا ہے ساتھ ہی میں نے اپنے رسالہ بابت دسمبر ۱۹۱۷ء کا نمبر بھی بھیجدیا ہے جس میں اس مضمون پر کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے ساتھ ہی یہ ارادہ کیا ہے کہ اپنے نومسلم بھائی مسٹر پکتھال سے جو ایک فاضل مستشرق اور ایک مشہور [illegible] ہوئے ہیں جبتک لوگ اس مرتبہ و کمال تک نہ پہنچے۔ اسلئے اگر یاد رہا [illegible] کے فراخی حوصلے کے متعلق گدایان بے نوا گفتگو کر [illegible] وہ اندازہ اُنکے اپنے حوصلے ہی کے [illegible]

بعد وہ پھر زندہ نکالے گئے۔ جن میں سے بعض کو بعض ابد تک [illegible] زندہ کھا گیا۔ ایک آدمی کہ مکان کی چھٹی منزل سے گر پڑا [illegible] باوجود اسکے کہ ایک پیانو اس پر گر کر ٹوٹ گیا وہ اس لئے بغیر کسی شدید چوٹ کے بچ گیا۔ کہ وہ گرتے وقت ایک غالیچہ میں لپٹا ہوا تھا۔ ایک لڑکی کو ایک مکان کی انتہائی منزل پر جو مسمار ہوگئی ایک دیوار نے پلڑے رکھا۔ اور وہ دو گھنٹہ تک ہوا کے درمیان بیہوش لٹکی رہی آخر اسے آگ بجھانے والے آدمیوں نے بچا لیا۔

پیرس پر ہوائی حملہ۔ لنڈن ۹ مارچ۔ ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ دشمن کے ہوائی جہازوں کے کئی سکوڈرنوں نے پیرس پر حملہ کیا ابھی تفاصیل معلوم نہیں ہوئیں۔ لیکن یقین کیا جاتا ہے کہ گذشتہ [illegible] کی نسبت کم نقصان جان ہوا ہے۔

لنڈن ۸ مارچ۔ ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ [illegible] پر جو ہوائی حملہ کیا گیا اس میں ۱۰ - اور ۱۲ کے درمیان سکوڈرن شریک ہوئے ہوائی جہازوں کو اڑانے والی توپوں نے اُن پر زبردست گولہ باری کی اور ۲۰ ہوائی جہازوں نے اُن کا مقابلہ کیا۔ ۹ باشندے ہلاک اور ۹ مجروح ہوئے۔ دشمن میں ایک گوتھا ہوائی جہاز نیچے گرایا گیا اور چار آدمی جو اُس پر سوار تھے گرفتار کئے گئے۔

لنڈن ۱۰ مارچ۔ ایک فرانسیسی سرکاری تار مظہر ہے کہ پیرس اور اسکے نواح پر جو ہوائی حملہ کیا گیا اس میں ۱۱ اشخاص ہلاک اور ۴۰ مجروح ہوئے

لنڈن میں دھماکا۔ لنڈن ۷ مارچ۔ پریس بیورو مظہر ہے کہ ۵ مارچ کو جنوبی لنڈن میں گورنمنٹ کے ایک چھوٹے سے کارخانہ میں ایک دھماکا ہوا۔ چار اشخاص ہلاک اور ایک مجروح ہوا۔ ایک دوکان تباہ ہوگئی۔

پنجاب میں پلیگ:۔ ہفتہ مختتمہ ۲ مارچ ۱۹۱۸ء کی رپورٹ کے مطابق اضلاع پنجاب میں پلیگ سے جو اموات ہوئیں اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔ ضلع حصار ۵۸ - رہتک [illegible] - گوڑگانوں ۷۲ - جالندھر شہر ۸ - فیروزپور ۱۲ - لاہور [illegible] - لاہور شہر ۱۶ - امرتسر ۱۴۵ - امرتسر شہر ۶ - گورداسپور [illegible] - سیالکوٹ ۲ - گوجرانوالہ ۸۹ - گجرات ۲۴ - شاہپور [illegible] - جہلم ۸۸ - راولپنڈی ۲۸ - اٹک ۹ - منٹگمری ۲۰ - لائلپور ۸ [illegible] معمور کر رہے ہیں۔ ایک ایک گھٹا اور ایک ایک درد معجزہ قاہرہ [illegible]

مظفر گڈھ ۱ - ریاست پٹیالہ [illegible]
کلسیہ ۷ -

سروری خبریں

لنڈن پر ہوائی جہاز:۔ لنڈن ۸ مارچ۔ پریس بیورو مظہر ہے کہ کل رات جو لنڈن پر ہوائی حملہ ہوا۔ اس میں ۱۱ اشخاص ہلاک اور ۴۶ مجروح ہوئی خوف کیا جاتا ہے کہ ۶ اور لاشیں ملبہ کے نیچے دبی ہوئی ہیں۔

لنڈن ۸ مارچ۔ پریس بیورو مظہر ہے کہ کل سات یا ۸ ہوائی جہازوں نے حملہ کیا۔ دو ہوائی جہازوں نے لنڈن پر بم گرائے پہلے دو حملہ آور ہوائی جہاز جو ٹیمز پر سے ہوکر گئے تھے۔ پایہ تخت پہنچنے سے پسپا کر دیئے گئے ایک تیسرے ہوائی جہاز نے ساحل ایسکس کو عبور کر لیا۔ اور لنڈن کے شمال مغربی اضلاع پر بم گرائے۔ ایک چوتھے ہوائی جہاز نے ایسکس کو عبور کر لیا۔ اور لنڈن کے شمال کی طرف بم گرائے۔ اسکے بعد یہ (۹) گرانے کے بعد پایہ تخت پر سے جنوب کی طرف روانہ ہوگیا۔ باقی ہوائی جہاز واپس ہوئے مکانات کو کچھ نقصان پہنچا۔ اور کئی مکانات مسمار ہوگئے۔

لنڈن۔ کل رات کا حملہ بحیرہ شمالی پر آمد اور پالس کی شفاف روشنی سے آسان ہوگیا۔ جب سے ساحلی لائن آسانی سے معلوم ہوگئی اہل لنڈن حیران رہ گئے۔ کیونکہ رات چاندنی نہ تھی اور سخت آندھی چل رہی تھی۔ لیکن حکام کی ہوشیاری سخت گولہ باری سے اور اس سرعت سے جسکے ساتھ کہ ہوابازوں نے پایہ تخت کی حفاظت کیلئے پرواز کی ظاہر ہوتی تھی۔

لنڈن ۸ مارچ۔ کل رات کا ہوائی حملہ لنڈن پر شب تار کا پہلا حملہ تھا توپوں کی گولہ باری کی آواز صاف سنائی دیتی تھی۔ اور جلد ہی لنڈن پر سخت گولہ باری ہوئی جو ٹھہر ٹھہر کر قریباً ایک گھنٹہ تک ہوتی رہی۔

لنڈن ۸ مارچ۔ کل رات کے ہوائی حملے میں کئی بم لنڈن کے ایک نالیسی نواح میں گرے۔ جن سے پانچ گھر اور ایک پرائیویٹ نرسنگ ہوس تباہ ہوگیا۔ قابل ذکر تجربات میں ایک خانگی ملازمہ کا واقعہ ہے۔ جو اُڑ چوٹی کی منزل پر پہنچ گئی المعرف اسکے تختہ پر چوٹ آئی۔ دو عورتیں ایک [illegible] کو جو اُڑ گیا تھا ایک بستر پر رکھکر اور مکان کے گرنے پر اسکے نیچے جھکر بچ [illegible]

[illegible] ۲۷۳۳

ضرورت ہے

(۱)

کوٹ موکھل کے سکول کیلئے ایک ہوشیار نیک چلن استاد کی ضرورت ہے جسکو چوتھی جماعت تک پڑھانے کی قابلیت ہو۔ قرآن مجید بھی جانتا ہو۔ تنخواہ [illegible] سے [illegible] روپیہ ماہوار انگریزی خوان استاد کو ترجیح دیجائیگی۔ اسکو تنخواہ حسب لیاقت ملیگی درخواستیں بنام سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور [illegible]

(۲)

اقوام جرائم پیشہ (مثل کوٹ موکھل) کے انتظام کیلئے سپرنٹنڈنٹ کی اسامی پر دو ایسے احمدی سنی اصحاب کی ضرورت ہے جو انگریزی خوان ہوشیار اور انتظامی قابلیت رکھتے ہوں۔ تنخواہ [illegible] مار تک ہے۔ درخواستیں بنام سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام [illegible]

(۳)

ایک سپرنٹنڈنٹ کی ضرورت ہے جو کہ اقوام جرائم پیشہ سے [illegible] دستکاری کا کام کر سکے۔ انگریزی خوان ہو۔ انتظامی قابلیت اعلیٰ درجہ کی ہو۔ تنخواہ [illegible] سے [illegible] روپیہ ماہوار تک درخواستیں بنام سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور [illegible]

رسالہ اسلام کے اصول کا عیسائیت سے مقابلہ انگریزی میں [illegible] صاحب کا وہ لیکچر ہے جو انھوں نے کیمبرج یونیورسٹی میں دیا۔ قیمت [illegible]

رسالہ مسلمانوں کا رویہ ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کیطرف [illegible] مصنف نے مسلمانوں کی ہمدردی اور وفاداری عموماً اور احمدیہ جماعت کی وفاداری خصوصاً برٹش گورنمنٹ کیساتھ از روئے قرآن ثابت کی ہے انگریزی میں [illegible] قیمت [illegible]

مسلم پریئر یعنی اسلامی نماز انگریزی میں اس میں اسلامی نماز کا ترجمہ انگریزی میں نہایت عمدگی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ... قیمت [illegible]

وصیت اس میں حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی آخری وصیت درج ہے [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - چہارشنبہ - ۲۰ مارچ ۱۹۱۸ء نمبر ۱۰۷

عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب

(۳)

چوتھا اعتراض

چوتھا اعتراض جو مسلمانوں کی خاص توجہ کے قابل ہے یہ ہے۔ کہ

"مسیح کا تکلم فی المہد اور ایتاء کتاب و نبوت بزمان شیرخوارگی تمام انبیاء پر اس کی فضیلت کی نہایت صاف و صریح دلیل ہے۔ برخلاف اس کے محمدؐ صاحب نے صاحب نبوت و کتاب ہونے کا دعوےٰ اس وقت کیا جبکہ وہ سن بلوغ سے گزر کر پیرانہ سالی تک پہنچ گئے تھے اور ان کی دنیاوی تجربہ کاری میں غالباً کوئی کسر باقی نہ تھی - لہٰذا مسیح ان سے افضل ہے"

الجواب

مسیح کے تکلم فی المہد کے ذکر کے ساتھ ہی اس کے تکلم فی الکہل کا بھی ذکر ہے فرمایا یکلم الناس فی المہد وکہلاً وہ لوگوں سے مہد اور کہل میں باتیں کریگا۔ لیکن یہاں ایتاء کتاب و نبوت بزمان شیرخوارگی کا کہیں ذکر نہیں۔ نہ یہ بتایا ہے۔ کہ اس تکلم سے کوئی وعظ وغیرہ مراد ہے جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے بلکہ معمولی کلام کا ذکر ہے جو ہر ایک بچہ بحالت شیرخوارگی کیا ہی کرتا ہے۔ اور بڈھے ہو کر بھی۔ لیکن حضرت مسیحؑ کے متعلق اس کا ذکر کرنے سے ان کی کوئی خدائی یا فضیلت جتانی مراد نہیں۔ بلکہ عیسائیوں کو تو یہ آیت آپ کی الوہیت کے ثبوت میں پیش ہی نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ اس میں تو عقیدہ الوہیت مسیح پر قرآن نے بڑی سخت زد ماری ہے۔ اس لئے تو مہد اور کہل کا ذکر کرکے بقول امام رازی یہ ثابت کیا ہے۔ کہ مسیحؑ پر ایک وقت بچپن اور شیرخوارگی کا تھا جب وہ محتاج تھے۔ کہ کوئی دوسرا انہیں اٹھائے لئے پھرے۔ اور ان کی پرورش کا سامان اور بندوبست کرے۔ حتیٰ کہ پھر مختلف مراحل زندگی طے کرکے ان پر کہولت یعنے بڑھاپے کا زمانہ جس میں انہیں کتاب و نبوت ملی۔ کہ یہی انسان کے روحانی بلوغ کا زمانہ ہوتا ہے جیسے قرآن کریم نے فرمایا حتیٰ اذا بلغ اشدہ و بلغ اربعین سنۃ۔ تو یہ تکلم فی المہد والکہل کا ذکر کرنے سے دراصل اشارہ ہے اس طرف کہ جو شخص ایسے مختلف مراحل میں سے ہو کر گذرے اتنے تغیرات اس پر وارد ہوں کہ وہ پہلے ایک چھوٹا بچہ ہے علاوہ وہ تمام عوارض اس میں بھی پائے جاتے ہیں۔ جو بچوں میں پائے جاتے ہیں پھر جوانی کی عمر کو پہنچا اور پھر بڑھاپا یعنے اس کے جسم پر انحطاط کا زمانہ آتا ہے۔ وہ بھلا خدا کیونکر ہو سکتا ہے۔ خدا پر تو یہ زمانہ کے انقلابات اور تغیرات اثر نہیں کیا کرتے۔ اس لئے مسیح خدا نہیں۔ بلکہ دیگر انسانوں کی طرح ایک انسان ہیں ✦

اب بتاؤ اس سے کہاں مسیح کی فضیلت نکلتی ہے۔ لیکن اگر بالفرض یہی مان لیا جائے۔ کہ بزمان شیرخوارگی ہی انہیں کتاب و نبوت ملی تھی۔ تو قرآن کے جن الفاظ سے یہ نکالا جاتا ہے۔ وہاں تو خود حضرت مسیحؑ ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ واوصٰنی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیًّا وبرًّا بوالدتی ولم یجعلنی جبارًا شقیًّا۔ مجھے اللہ تعالےٰ نے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جبتک میں زندہ رہوں۔ اور یہ کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ نیکی کرتا رہوں اور مجھے جبار اور شقی نہیں بنایا ✦

یہاں (۱) نماز پڑھنے (۲) زکوٰۃ دینے اور (۳) اپنی والدہ کے ساتھ نیکی سے پیش آنے کا ذکر کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بحالت شیرخوارگی کہاں وہ ان احکام کو ادا کر سکتے تھے ✦

اس لئے مہد اور کہل سے آپ پر زمانہ کے تغیرات کے وارد ہونے کی طرف اشارہ کرکے الوہیت مسیحؑ کا رد کیا ہے۔ نہ کہ آپ کی کوئی افضلیت جتائی ہے ✦

پانچواں اعتراض

"از روئے قرآن عیاں ہے کہ جس وقت مسیح کو دشمنوں نے پکڑنا چاہا آسمان سے فرشتے نازل ہوئے۔ اور انہیں بجسم عنصری اٹھا کر آسمان پر لے گئے اور اس طرح سے خدا نے اسے کفار ناہنجار سے محفوظ رکھا۔ لیکن جب مکہ میں دشمنوں نے محمدؐ صاحب کا محاصرہ کیا تو کوئی فرشتہ ان کو بچانے آیا اور نہ آسمان پر پہنچائے گئے۔ عام لوگوں کی طرح پیادہ چل کر دشت پر خار سے گزرتے ہوئے دشمنوں کی نظر سے پوشیدہ ہو کر ایک تیرہ و تار غار میں جا چھپے۔ پھر وہاں سے بھاگ کر مدینہ میں انصار کی پناہ میں داخل ہوئے۔ کیا یہ زمین و آسمان کا فرق نہیں؟

دیگر انبیاء کو بھی اگر دشمنوں سے بچایا ہے تو زمین ہی پر کسی کو بغرض حفاظت آسمان پر نہیں پہنچایا۔ اگر مسیح بھی ویسا ہی ہوتا جیسے وہ تھے تو ان کی طرح زمین پر بچایا جا سکتا تھا۔ آسمانی حفاظت اس امر کی صاف دلیل ہے کہ وہ تمام انبیاء و رسل سے نرالا اور افضل ہے۔ اگر محمدؐ صاحب مسیح کے ہم رتبہ ہوتے تو ضرور دشمنوں سے محصور ہونے کے موقعہ پر آسمان پر پہنچائے جاتے۔ اور زمین پر بھاگ بھاگ کر غاروں میں چھپنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ ان حقایق سے بھی صاف عیاں ہے کہ مسیح محمدؐ صاحب سے افضل ہے"

الجواب

قرآن میں کہیں نہیں یہ لکھا۔ کہ جس وقت مسیح کے دشمنوں نے پکڑنا چاہا آسمان سے فرشتے نازل ہوئے اور انہیں بجسم عنصری اٹھا کر آسمان پر لے گئے اور اس طرح سے خدا نے انہیں کفار ناہنجار سے محفوظ رکھا۔ بلکہ قرآن نے تو جو کچھ بیان کیا ہے۔ وہ صرف اسی قدر ہے۔ کہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسیح کو کفار نے پکڑ کر صلیب پر چڑھایا تو سہی۔ لیکن وہ مصلوب یا مقتول نہیں ہوئے یعنے وہ صلیب پر مرے نہیں[۱]۔ اور ان کی ہڈیاں توڑ کر ان کو قتل نہیں کیا گیا ہاں مشابہ بالمقتول والمصلوب ان کو کر دیا گیا۔ تو اس سے تو مسیح کا زمین زمین پر کفار ناہنجار کے ہاتھوں صلیب پر چڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ نہ آسمان پر جانا۔ اور یہی خود عیسائیوں کا بھی اعتقاد ہے۔ کہ وہ صلیب پر ضرور چڑھے۔ اگر صلیب پر چڑھے نہیں۔ تو پھر عیسائی مذہب تو رہتا ہی نہیں۔ آنحضرت صلعم تو پھر بھی کفار کے محاصرہ سے ایسے نکل گئے کہ انہیں پتہ تک نہ لگا۔ جس غار میں آپ جا کر چھپے۔ وہاں تک کفار تلاش کرتے ہوئے آئے۔ مگر حفاظت الٰہی نے انہیں غار میں دیکھنے کا خیال ہی نہ آنے دیا۔ وہاں سے نکلکر مدینہ کے رستہ میں دشمن کا ایک آدمی آ پہنچا ہے لیکن عین اس وقت جبکہ آپ پر وہ قابو پانے لگتا ہے۔ تو معاً اس کا گھوڑا الف ہو جاتا۔ اور وہ گر پڑتا ہے۔ کیا مسیحؑ کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ یا اس کے خلاف جیسا کہ عیسائی مانتے ہیں۔ اور تمام عیسائی مذہب کی بنیاد ہی اس پر ہے۔ کہ وہ مصلوب ہو کر نعوذ باللہ تین دن تک دوزخ میں رہے۔ ہم تو انہیں ایسا نہیں سمجھتے۔ بلکہ خدا تعالےٰ کا ایک برگزیدہ اور پاک نبی سمجھتے ہیں۔ باوجود ان کے صلیب پر چڑھنے۔ اور کفار ناہنجار کے ہاتھوں دکھ اٹھانے کے کوئی کسر شان انہیں ہم انکی نہیں سمجھتے۔ لیکن ہاں انہیں آسمان پر بھی چڑھ جانا از روئے قرآن جایز نہیں سمجھتے۔ بلکہ قرآن سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اسی دنیا میں دو ہزار سال ہوئے طبعی موت سے فوت ہو چکے ہیں۔ جس پر ہم مفصل طور پر علیحدہ روشنی ڈالینگے۔ اور اسی میں واقعہ صلیب پر بھی از روئے قرآن و انجیل پوری روشنی ڈالینگے انشاءاللہ تعالےٰ ✦

---

[۱] ما صلبوہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ کہ وہ صلیب پر چڑھائے نہیں گئے۔ بلکہ صلیب کے معنے تاج العروس نے یہ بیان کئے ہیں۔ کہ واصلہ من الصلب و بہ سمی المصلوب لما یسیل من ودکہ والصلب ھذہ القتلۃ المعروفۃ مشتق من ذالک لان ودکہ وصدیدہ یسیل یعنے اس کا اصل صلب ہے۔ اسی سے اس کا نام مصلوب رکھا گیا۔ کیونکہ مصلوب وہ ہوتا ہے جس کی مخ بہ نکلے۔ اور صلب اسی قتل معروف کا نام ہے جو اس سے مشتق ہے۔ کیونکہ اس کی مخ اور چربی بہ نکلتی ہے۔ تو پس ما صلبوہ کا مطلب صاف ہے۔ کہ صلیب پر حضرت مسیح مرے نہیں۔ وہاں سے زندہ اتار لئے گئے۔ اور یہی انجیل سے بھی ثابت ہوتا ہے ✦

ہندو مبلغین کا سکول

ہم ناظرین کو آل انڈیا ہندو سبھا کے ریزولیوشن کا حوالہ دے چکے ہیں۔ جس میں ہندوستان اور بیرونی ممالک میں ویدک دھرم کی تبلیغ کا عزم کیا گیا ہے۔ اب اس کے ساتھ معاصر وکیل اسے یہ ایک اور خبر سننے میں آئی ہے کہ یہ ریزولیوشن بھی ہندوؤں کے سابقہ طرز عمل کے مطابق اور مسلمانوں کے رویہ کے خلاف صرف لفظوں تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ اس پر عملی کارروائی بھی شروع ہو گئی ہے۔ ڈیرہ دون میں اسی آل انڈیا ہندو سبھا کے زیر اہتمام ہندو مبلغین کو تیار کرنے کے لئے ایک خاص سکول کھلنے والا ہے جس کے لئے کہا جاتا ہے۔ کہ ایک بڑا وسیع نظام عمل مرتب کیا گیا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ ویدک دھرم کو دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچایا جائے۔ مسلمان بھی خصوصیت سے پیش نظر ہیں ✦

لیکن یہ ابھی صرف تجویز ہی تجویز نہیں۔ بلکہ اس کے فنڈ کیلئے روپیہ بھی شروع ہو گیا ہے۔ پہلی ہی قسط میں صرف ایک شخص رائے شو ناتھ صاحب نے چار ہزار روپیہ کی اراضی اور دس روپیہ ماہوار کا عطیہ سبھا کے حوالہ کیا ہے جس کی ابتدا یہ ہے اس کی انتہا کا پتہ لگانا کونسا مشکل امر ہے۔ کاش مسلمان اس طرف دیکھیں اور توجہ کریں۔ کہ وہ جن کسان غیر تو غیر خود اپنے بھائیوں کی تفریق کی وجہ سے اپنی مقدس کتاب کی کوئی شرتی سن بھی نہیں سکتے تھے وہ تو اب غیروں کو اپنے اندر داخل کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ لیکن وہ خیر امت کہلانے والے خواب خرگوش میں سوتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے۔ مسلمانوں کے لئے تازیانہ عبرت کہ ہندو سبھا کے اس پروگرام میں بھی مسلمانوں کو خصوصیت سے پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اور ہم عیسائیوں اور آریوں وغیرہ کا حملہ جب کبھی ہوتا ہے تو اسلام پر۔ اسکی وجہ سوائے اسکے نہیں۔ کہ انہیں اپنی ترقی کی راہ میں اسلام ہی سے سب سے زیادہ خوف ہے۔ اور ہونا بھی چاہئے۔ کہ اس وقت دنیا جس عالمگیر مذہب کی متلاشی ہے۔ وہ نہ ویدک دھرم ہے۔ نہ سماجی مذہب اور نہ ہی عیسائیت۔ اگر ہے۔ تو صرف ایک اسلام ہی، عالمگیر مذہب ہو سکتا ہے مگر افسوس مسلمانوں پر جو دوسروں کی ان تیاریوں اور حملوں کو دیکھتے ہوئے ذرا بھی ٹس سے مس نہیں کرتے۔ اور اپنی ہی رنجشوں میں مصروف ہیں۔ کیا وہ اس وقت ہوش کرینگے جب انکے کثیر التعداد بھائی اپنی جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے ان سے چھوڑ کر غیر مذاہب میں جا داخل ہونگے۔ کیا اسلام کو مبلغین کی ضرورت نہیں۔ پھر اس کے اس قسم کے مدارس کیوں چل نہیں سکتے۔ دو تین سال ہوئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے زیر اہتمام اشاعت اسلام کالج لاہور میں قایم ہوا تھا۔ اور انجمن نے صرف کثیر سے اس پہلو میں اپنی اسلامی ہمدردی کا نمایاں ثبوت دیا تھا۔ لیکن افسوس کہ زیادہ کام کے آدمی نہ ملنے کی وجہ سے اسکو بند کرنا پڑا۔ ورنہ ایک سال کے اندر کالج نے جو تین آدمی تیار کئے بالخصوص مولوی عبدالحق صاحب مسیح سنسکرت سکالر کا وجود اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ اگر مولوی صاحب جیسے مخلص اور مذہبی شغف اور دلچسپی رکھنے والے اصحاب اس کام کے لئے اپنے آپکو وقف کرتے تو آج تک اسلام کی خدمت کے لئے کئی ایک قابل اور بہترین اشخاص تیار ہو جاتے۔ لیکن تاہم جماعت احمدیہ میں اب بھی بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اگر چاہیں تو خدمات دین و اشاعت اسلام کا کام نہایت عمدگی سے سرانجام دے سکتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ایسے اصحاب اپنی اور دیگر اشغال سے تھوڑی دیر کیلئے الگ ہو کر اس پاک کام میں منہمک ہوں ✦

آنحضرت صلعم کے نکاح کے متعلق ستارہ صبح کا جواب

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم ایک باعث سلسلہ ماہانہ مسٹر ظفر علی خاں کے کارناموں کی ذیل میں اس بہتان کو نقل کیا تھا جو ستارہ صبح کے چھٹے نمبر میں اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق باندھا تھا۔ کہ آپ نے حضرت خدیجہؓ کے مال و دولت کی خاطر ان کے والد کو نعوذ باللہ شراب پلا کر دھوکا سے ان سے نکاح کیا۔ ستارہ صبح نے اس کا جو کچھ جواب دیا۔ وہ عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق تھا۔ اسلامی تاریخوں میں ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔ "پیغام صلح" نے "معارف" کا مضمون چھپا لیا اور نام نہیں لکھا۔ ابو مسلم اصفہانی کو امام فخر الدین رازی کا ہمعصر بنایا جو صحیح نہیں۔ کیا ان باتوں کو اس مضمون سے کوئی تعلق ہو سکتا ہے۔ "پیغام صلح" نے اگر بالفرض ایسا ہی کیا ہو۔ اگر اس نے کسی کا مضمون چرایا۔ یا کوئی تاریخی غلطی ابو مسلم اصفہانی اور امام فخر الدین رازی کو ہمعصر قرار دینے میں کی ہو۔ تو اس سے یہ کس طرح ثابت ہو گیا۔ کہ رسول اللہ صلعم کا نکاح حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضی اللہ عنہا سے واقعی اس صورت میں ہوا تھا۔ جیسا کہ مدیر ستارہ صبح نے بیان کیا۔ یا اس سے رسول اللہ صلعم کی ذات پر کونسا حملہ ہو گیا۔ زیادہ سے زیادہ مضمون کے چرانے کا الزام اگر آ سکتا ہے۔ تو "پیغام صلح" کے ایڈیٹر پر۔ جو وہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ جس

معصوم) کا حوالہ دیا گیا ہے۔ وہاں نہ ایک دفعہ بلکہ دو مرتبہ "معارف" کا حوالہ دیا ہوا ہے۔ اور باقی امام فخر الدین رازی کو تو خود "معارف" ہی نے ابو مسلم اصفہانی کا ہمعصر قرار دیا تھا۔ نہ ہم نے۔ پھر سمجھ نہیں آتا۔ اس بے تکی نکتہ "دوستارۂ صبح" کا مطلب لیا ہے۔ اور کہاں اس کا حملہ رسول صلعم کی ذات اقدس پر جائز ہو سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس کا زور اسپر ہو سکتا ہے۔ کہ تاریخوں میں ایسا لکھا ہے۔ سو اول تو کسی بات کا کسی تاریخ میں لکھا ہوا ہونا قابل اعتبار نہیں ہو سکتا جبتک کہ دوسرے واقعات وقرآن اور علم وعقل اس کی موید نہ ہو۔ ورنہ کیوں بسٹور یا ڈوسوگر کے حالات اور "رنگ زیب" کو بھی صحیح تسلیم کر لیا جائے آخر وہ بھی ایک پرانی اور تاریخی کتاب ہے۔ ایسی ہی اور بھی بیسیوں باتیں تاریخ میں ہوتی ہیں۔ لیکن علم اور عقل اور دیگر واقعات صاف طور پر انکی تردید کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو کیا ظفر علی خان کو اس تاریخی روایت کے خلاف اگر بفرض محال کوئی ایسی روایت ہو) رسول اللہ صلعم کی زندگی میں دوسرے واقعات نہ ملتے تھے۔ جو اس کی تردید کے لئے کافی ہوتے۔ کیا آپکا صادق اور الامین ہونا اور اشد سے اشد مخالفت کے وقت بھی مخالفوں کے سامنے آپکا تحدی کے ساتھ یہ دعوے کرنا کہ ولقد لبثت فیکم عمراً افلا تعقلون۔ یعنے تم میں ایک زندگی بسر کی ہے۔ پھر کیا تم عقل نہیں کرتے اور نہیں دیکھتے۔ کہ جب اتنی لمبی زندگی میں کوئی معیوب امر مجھ سے سرزد نہیں ہوا۔ تو اب میں خدا پر کیسے جھوٹ بول سکتا ہوں۔ اور مخالفوں کا اسپر آپ کے صدق اور اعلے اخلاق کی شہادت دینا بلکہ ابوجہل تک کا یہ کہنا کہ آپ تو مکارم اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس لغو اور بے بنیاد بہتان کی تردید کے لئے کافی نہیں۔ تعجب یہ ہے کہ دعوے تو اتباع قرآن کا کیا جاتا ہے۔ اور اس ادعائے باطل کی خاطر اعلے درجہ کی صحیح احادیث کو بھی جھوٹا ٹھیرا دیا جاتا ہے۔ لیکن کسی فرضی تاریخی روایت پر اس قدر اعتماد ہے۔ کہ اس کے لئے قرآن کو پس پشت پھینک دیا جاتا ہے اور ذات پاک نبوی صلعم پر بھی ہاتھ صاف کرنے سے دریغ نہیں کیا جاتا۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ تاریخ سے بھی ایسا ثابت نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف جیسا کہ آج ہی کسی دوسری جگہ جناب اکجد مانخسیرت ابن ہشام سے جو ایک مستند تاریخی کتاب ہے۔ اس نکاح کا سارا حال نقل کیا ہے۔ یہ محض ستارۂ صبح کا طبعزاد بہتان ثابت ہوتا ہے۔ اور تاریخ میں لکھا ہونا محض ایک فرضی بات اور پہلے جھوٹ کو قائم کرنے کے لئے ایک اور جھوٹ ہے۔ جو تراشا گیا۔ لیکن ا ب کہیں تو کس کو۔ ظفر علی خان صاحب تو حسن نظامی کے میموریل سے ڈر کر کرم آباد میں جا چھپے۔ اور مولوی عمادی اپنے وطن مالوف کو سدھار گئے سچ ہے

آں قدح بشکست واں ساقی نماند

نہ وہ موتی رہے اور نہ ان کی لڑی۔ تو اب جرعۂ تسکین بخش کا سوال ہو تو کس سے۔ اور ان بکھرے ہوئے پامال شدہ موتیوں کو کار آمد بنانے کا مطالبہ ہو تو کیونکر ✦

الفضل کا چیلنج منظور

گذشتہ اشاعت میں ہم نے اس چیلنج کا ذکر کیا تھا۔ جو الفضل نے ہمیں دیا تھا کہ فہرستہائے نومبائعین میں سے کوئی سو نام جعلی ثابت کرنے کے متعلق دیا تھا۔ ہم نے لکھا تھا کہ الفضل نے اتمام اس ایک ہی نام (حافظ محمد عبد اللہ) کو صحیح ثابت کر دے۔ جو "محلہ زیر محلہ عقب درگاہ قلندر صاحب بنارس" کے پتہ سے اس نے بہت دیر ہوئی لکھا تھا۔ اور جس کے متعلق ہم بار ہا استفسار کر چکے ہیں۔ لیکن آجتک جواب نہیں ملا ✦

لیکن اس کے ساتھ ہی آج ہم الفضل کے اس چیلنج کو بھی اس صورت میں منظور کر لیتے ہیں۔ کہ سو نام ہمیں اپنی شایع کردہ کل فہرستہائے نومبائعین کے ناموں سے ہ پورے پتے وہ شایع کر دے۔ آجتک ان فہرستوں میں نام کے ساتھ پتہ نوی نہیں ہوتا۔ صرف مبایع جس ضلع میں رہتا ہے اسی کا نام ہوتا ہے۔ اس لئے ہم ان سارے فہرستوں میں سے کسی بھی سو نام پر اتفاق نہیں [illegible] ان سو ناموں کے ساتھ ان کے پورے پتے شایع کرنے [illegible] کہ ان [illegible] اور راستبازی کو دخل ہے۔ اور ایسے جعلی ناموں کو انشاء اللہ الگ کر کے رکھ دینگے ✦

کیا الفضل اس کا جواب دیگا۔ اور ان سب ناموں کے جو آجتک وہ فہرستہائے نومبائعین کی ذیل میں شایع کر چکا ہے۔ پورے پتے شایع کریگا؟ اگر ایسا نہیں تو ہم سمجھنے میں حق بجانب ہونگے کہ ان فہرستوں میں بہت سے نام جعلی ہوتے ہیں۔ اور جھوٹ سچ کی تمیز ان میں نہیں ہوتی ✦

حضرت مسیح موعود کی خدمت اسلام

هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله

(۲)

۲۔ حفاظت معنوی

اب سوال یہ ہے کہ حفاظت معانی کے لئے کیا سامان کیا گیا؟ اس کے جواب کے لئے بھی ہمیں لازمی طور پر قرآن مجید کی طرف ہی توجہ کرنی چاہئے کیونکہ دینی مسایل میں مسلمانوں کے لئے سب سے پہلا اور سب سے بڑا راہنما قرآن مجید ہی ہے۔ اس کے علاوہ جو کتاب اپنی حفاظت کا وعدہ خود کرتی ہے اور اس حفاظت کی شق اول یعنے حفاظت لفظی کے اسباب وعلل کی طرف بھی صراحتًا اشارہ کر دیتی ہے۔ اس کا فرض یہ بھی ہے کہ وہ معنوی حفاظت پر بھی کچھ روشنی ڈالے ✦

سلسلہ خلافت

چنانچہ جب ہم قرآن مجید کو دیکھتے ہیں تو اس میں ایک آیت یہ بھی پاتے ہیں وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم امنا۔ اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو اسی طرح کی خلافت ملنے کا وعدہ جناب باری کی طرف سے دیا گیا جس طرح کی خلافت پہلے بنی اسرائیل کو ملی تھی بنی اسرائیل کے سلسلہ نبوت پر جب ہم ایک ناقدانہ اور غورعانہ نگاہ ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سلسلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد شریعت توریت کی خدمات وتائید کے لئے سلطنت اور نبوت کا دور چلتا ہے اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کے خلفا بادشاہ بھی ہوتے ہیں اور نبی بھی چنانچہ قرآن مجید نے اس حقیقت کو ایک دوسرے مقام پر نہایت واضح الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے۔

جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا	تم میں خدا تعالے نے نبی بنائے اور تمہیں بادشاہ بھی بنایا

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو سلسلہ خلافت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بنی اسرائیل کے سلسلہ خلافت کے منہاج پر جاری ہونے والا ہے۔ اس میں بادشاہ بھی ہونے چاہئیں اور نبی بھی۔ لیکن نبی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اس لئے نہیں آ سکتے۔ کہ شریعت اپنے کمال کو پہنچ چکی ہے۔ اور اب اس میں اب کسی تکمیل کی حاجت نہیں۔ اس لئے اس امت میں نبی تو نہیں آ سکتے۔ نبیوں کے مانند لوگ ہو سکتے ہیں۔ اور خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی خاتم النبیین کی تفسیر کرتے ہوئے فرما دیا ہے۔ کہ لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ یعنے میری امت کے علما بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہی ہونگے ✦

یہ حدیث حقیقت میں اسی آیت کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت سے تو معلوم ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جو سلسلہ خلافت امت مرحومہ میں جاری ہونے والا ہے۔ وہ سلسلہ خلافت موسوی کے ٹک بھگ ہوگا۔ اور حدیث نے یہ وضاحت کر دی کہ امت مرحومہ کے علما وہ کام کریں گے جو بنی اسرائیل کے نبی کیا کرتے تھے ✦

انبیا اور خلفا میں فرق

اصل بات یہ ہے کہ نبیوں کے دو بڑے کام ہوتے ہیں تکمیل ہدایت واشاعت ہدایت۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے چونکہ تکمیل ہدایت نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت موسےٰ کے خلفا نبی ہوتے رہے۔ وہ توریت کی تائید کے ساتھ وقتًا فوقتًا حسب ضرورت اس میں ترمیم تنسیخ بھی کرتے رہتے اور اس کے ساتھ اس ہدایت کی جو انہیں خدا کی طرف سے ملتی تھی اشاعت بھی کرتے رہے۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد چونکہ ہدایت کی تکمیل ہو چکی اس لئے نبوت کے کاموں میں سے ایک کام ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکا۔ ہاں دوسرا کام یعنے اشاعت وتبلیغ ہدایت باقی ہے معجزات وخوارق بھی اسی تبلیغ ہدایت میں ہی شامل ہیں۔ کیونکہ تبلیغ کے محض موید ہی ہوتے ہیں۔ نفس اصل مذہب سے انکا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس لئے نبوت کے کاموں میں سے جو کام باقی ہے اس کے کرنے والے ہی دنیا میں آتے رہے ہیں اور آتے رہینگے۔ اور حقیقت میں یہی کام کرنے والوں کا ذکر آیت استخلاف میں ہے۔ .... اور ان ہی کی طرف حدیث نے اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں ان خلفا کی علت غائی یہی بیان کی ہے۔ کہ

ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم	یعنے ان خلفا کے ذریعہ سے ہم اس دین کو مضبوط کر دیں گے جو ہم نے ان کے لئے پسند کیا ہے۔

وہ کونسا دین ہے جو ان کے لئے پسند کیا؟ وہی دین جس کا ذکر دوسری جگہ یوں فرمایا۔

ورضیت لکم الاسلام دینا	ہم نے تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا

یعنی یہ خلفا کوئی نیا دین نہیں لائینگے بلکہ اسلام کی ہی تمکنت اور شوکت ان کے وجود سے ظاہر ہوگی۔ اور اسی کی تبلیغ ان کا مطمح نظر ہوگا۔ یہ نبی تو نہیں ہونگے مگر نبیوں کی طرح ہونگے۔ کیونکہ نبیوں کے کاموں میں سے ایک کام یعنے تبلیغ دین ان کا فرض منصبی ہوگا۔ اسی لئے حدیث میں بھی انہیں انبیاء بنی اسرائیل سے مشابہت دی گئی ہے ✦

اب ظاہر ہے کہ حفاظت معنوی جس کا وعدہ

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون

میں مرکوز ہے ان ہی خلفا یا علما کے ذریعہ سے ہوگی۔ جن کی ذات سے تمکنت شوکت واشاعت دین کو وابستہ کیا ہے۔ جن کو ان ہی مہتم بالشان فرائض کے لئے خلعت خلافت پہنایا جاتا ہے۔ اور جن کو اسی لئے قرآن وحدیث نے انبیاء کا مثیل ٹھہرایا ہے ✦

خلافت اور حکومت

ہاں اس میں شک نہیں کہ زمانہ کی ضرورت کے مطابق کبھی تو خلافت حکومت کے ساتھ مضبوط ومربوط ہو جاتی ہے۔ اور علے العموم ایسا ابتدائی زمانہ میں ہوتا ہے۔ تاکہ نفاذ احکام شریعت میں رکاوٹیں پیش نہ آئیں۔ اس کے علاوہ چونکہ قوم ایک عظیم الشان اور اولوالعزم نبی کے زیر تربیت رہ کر حکومت وسلطنت کے قابل ہو گئی ہے۔ اس لئے اس وقت اس میں خلفا بادشاہ بھی ہوتے ہیں۔ لیکن کبھی یہ خلافت حکومت سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ اور علے العموم ایسا آخری زمانہ میں ہوتا ہے۔ کیونکہ اس وقت نبی اولوالعزم سے بعید زمانی ہونے کی وجہ سے عمومًا قوم کی حالت زبون ہوتی ہے۔ وہ اس وقت یا تو شراب حکومت کے نشہ میں چور ہوتی ہے۔ یا اس کی حالت حکومت کے بعد اس شرابی کی سی ہوتی ہے جو خمار کے وقت انگڑائیاں اور جمائیاں لے رہا ہو۔ چنانچہ بنی اسرائیل میں حضرت موسےٰ کے بعد جو خلفا مبعوث ہوئے ہیں وہ بادشاہ بھی تھے اور نبی بھی۔ مگر آپ کا آخری خلیفہ اس وقت مبعوث ہوتا ہے جب قوم اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے سلطنت اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھی ہے اور کسل وعجز سے گم شدہ حکومت کے خواب دیکھ رہی ہے۔ لیکن اس وقت جو خلیفہ مبعوث ہوتا ہے وہ بھی بادشاہ نہیں ہوتا بلکہ اس کی بادشاہت بھی صرف آسمان کی ہے۔ زمین پر اسے سر رکھنے کو جگہ نہیں ملتی ✦

بعینہ اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی خلافت حکومت کے ساتھ مل جاتی ہے۔ اور آپ کے خلفا بادشاہ ہوتے ہیں۔ جن کے سامنے دنیا کے بادشاہ سر جھکا دیتے ہیں۔ قیصر وکسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں آتی ہیں۔ فتوحات ملکی ان کے آگے آگے چلتی ہیں۔ عرب کے اونٹ اور بکریاں چرانے والے دنیا کے بادشاہ ہو جاتے ہیں۔ اور [illegible] کا عزم ایران ایسی قدیم اور طاقتور سلطنت کو مسخر کرنے کے لئے کمر بستہ ہے۔ اور دنیا محو حیرت ہو کر کہہ رہی ہے۔ سے

زشیر شتر خوردن وسوسمار ✦ عرب را بجائے رسید است کار
کہ تخت کیاں را کند آرزو ✦ تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

لیکن جب اسی قوم میں حکومت وسلطنت اور دولت آ جانے سے بعض نقایص پیدا ہو جاتے ہیں۔ جب قوم کے اکابر کا مطمح نظر جاہ طلبی اور دنیا پرستی رہ جاتی ہے تو حکومت وخلافت بھی علیحدہ علیحدہ ہو جاتی ہیں ✦

صحابہ کرام خلافت اور حکومت دونو کے وارث تھے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ملک وحشم کے مالک بھی تھے یہ تو ایک تاریخی واقعہ ہے لیکن آیت استخلاف سے تو یہ امر مستنبط ہوتا ہے کہ وہ مثیل انبیاء بنی اسرائیل بھی ہوتے چاہئیں۔ کیونکہ خلافت موسوی کے ساتھ مشابہت تب ہی قایم ہو سکتی ہے جب خلافت فی الارض کے علاوہ انہیں روحانی بھی ضیا رباری کریں۔ اور خود قرآن کی آیت کریمہ میں بھی عملوا الصالحات کی شرط اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔ بس عقدہ کے حل کے لئے جب ہم

رسول اللہ صلعم کی زبان حقیقت ترجمان کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرور کائنات نے اپنے بعض صحابہ کو فی الواقع انبیاء کا مثیل ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے متعلق جو ظاہری حیثیت میں سلطنت اسلامی کے عظیم الشان شاہنشاہ تھے۔ زبان نبوی سے یہ روایت ہم تک پہنچی ہے۔

لو کان بعدی نبیًا لکان عمرًا۔ اگر میرے بعد کوئی نبی مقدر ہوتا تو عمر ہوتا۔ اور ایک دوسری حدیث میں حضرت عمرؓ کو حضور سرور کائنات نے محدث فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ محدث اور نبی میں اشد مشابہت ہوتی ہے۔ بلکہ اہلسنت والجماعت کے محققین کی تو یہ رائے ہے کہ محدث بالقوہ نبی ہی ہوتا ہے۔ اگر رسول اللہ صلعم کے بعد باب نبوت بند نہ ہوتا تو ...... امت مرحومہ کے محدث ہی منصب نبوت پر ممتاز ہو جاتے۔

اسیطرح حضور سرور کائنات نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق بھی فرمایا ہے کہ "انت منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الا انہ لا نبی بعدی۔ یعنی اے علیؓ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ لیکن ہاں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو رسول اللہ صلعم نے ہارون سے مشابہت دی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں بھی حضرت علیؓ کو رسول اللہ صلعم نے مسیح ناصری سے مماثلت دی ہے۔

مسیح موعود صرف روحانی خلافت کا وارث ہے

غرض آیت استخلاف کے مطابق رسول اللہ صلعم کے صحابہ رضؓ جہاں بادشاہ تھے وہاں کمالات نبوت کے وارث بھی ہوئے۔ اور بنی اسرائیل کی مانند خلافت کا وعدہ جو خدا تعالیٰ کیطرف سے دیا گیا تھا وہ لفظ بہ لفظ پورا ہوا۔ لیکن جسطرح بنی اسرائیل کے آخری ایام میں خلافت (نبوت) اور حکومت جدا جدا ہوگئی تھیں اسیطرح اس امت مرحومہ کے آخری ایام میں خلافت اور حکومت جدا جدا ہوگئیں۔ اور جس طرح بنی اسرائیل کے سلسلہ کے اخیر پر شریعت موسوی کا ایک خلیفہ یعنی مسیح ناصری مبعوث ہوا۔ اسیطرح اس امت مرحومہ کے آخری زمانہ میں ایک خلیفہ مسیح ناصری کے قدم پر مبعوث ہوا۔ جسطرح بنی اسرائیل کو یہ امید خام لگی ہوئی تھی کہ مسیح آ کر داؤد کی گم شدہ سلطنت کو تلوار کے زور سے قائم کریگا۔ اسی طرح اس امت مرحومہ کو بھی یہ امید لگی ہوئی تھی کہ مسیح موعود آ کر بزور شمشیر انکی سلطنت قائم کردیگا۔ لیکن جس طرح بنی اسرائیل کے مسیح نے آ کر انکی امیدوں کا خون کیا۔ اسی طرح اس امت کے مسیح نے آ کر اسکی خام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔

ضرورت ہے

(۱)

کوٹ موکھل کے سکول کے لئے ایک ہوشیار نیک چلن استاد کی ضرورت ہے۔ جو کہ چوتھی جماعت تک پڑھانے کی قابلیت ہو۔ قرآن مجید بھی جانتا ہو۔ تنخواہ ۱۵ سے ۲۰ روپیہ ماہوار۔ تمام درخواستیں بنام سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں۔

نوٹ:۔ انگریزی خوان استاد ہو تو ترجیح دیجائیگی اسکو تنخواہ مناسب دی جائیگی۔

(۲)

اقوام جرائم پیشہ کے انتظام کے لئے سپرنٹنڈنٹ کی اسامی پر دو ایسے احمدی متقی اصحاب کی ضرورت ہے جو انگریزی خوان ہوشیار اور انتظامی قابلیت رکھتے ہوں۔ تنخواہ ۵۰ سے ۶۰ تک۔ درخواستیں بنام سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں۔

(۳)

ایک سپرنٹنڈنٹ کی ضرورت ہے جو اقوام جرائم پیشہ سے حرفت و دستکاری کا کام لے سکے۔ انگریزی خوان ہو۔ انتظامی قابلیت اعلیٰ درجہ کی ہو۔ تنخواہ یکصد روپیہ سے دو صد روپیہ تک ماہوار۔

تمام درخواستیں بنام سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں۔

مسیح علیہ السلام بن باپ تھے یا با باپ؟

حضرت میر ایدہ اللہ کا ایک مکتوب

ذیل کا خط حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے ایک دوست کے اس سوال کے جواب میں کہ "آپ کا عقیدہ در بارہ ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیا ہے"! لکھا ہے جسے ناظرین کرام کے افادہ کیلئے نقل کیا جاتا ہے (ایڈیٹر)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخویم مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا خط پہنچا۔ مجھے ان دنوں میں درس قرآن کریم کی وجہ سے جلدی جواب دینے کی فرصت نہیں ملی۔ آپ کا سوال ہے کہ در بارہ ولادت حضرت عیسےٰ علیہ السلام میرا عقیدہ کیا ہے۔ میں اس مسئلہ کو اسقدر اہمیت نہیں دیتا کہ اس پر عقیدہ کا لفظ لانے کی ضرورت ہو۔ قرآن کریم میں جو کچھ انبیاء علیہم السلام کے حالات لکھے ہیں۔ میں ان سب کو حرف حرف صحیح مانتا ہوں۔ لیکن ان امور کو کہ فلاں نبی کا باپ تھا۔ یا وہ بن باپ پیدا ہوئے یا فلاں نبی کے باپ کا نام کیا تھا۔ عقائد اسلامی سے جن پر ہمارے اعمال کی بناء ہے کوئی تعلق نہیں۔ اگر کوئی شخص قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بن باپ پیدا ہوئے تو یہ اس کا ایک اجتہاد ہے۔ اور اگر ایک دوسرا شخص قرآن کریم اور احادیث صحیحہ پر تدبر کرنے سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ حضرت مسیح کے بن باپ پیدا ہونے کی تائید قرآن کریم اور احادیث نبوی سے نہیں ہوتی تو یہ اس کا اجتہاد ہے۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اَب آذر کا ذکر قرآن کریم میں صاف الفاظ میں ہے۔ اذ قال ابراھیم لابیہ اٰذر۔ جب ابراہیمؑ نے اپنے اَب آذر کو کہا۔ لیکن مفسرین میں سے بہتیرے محققین اس بات کے قائل ہیں۔ کہ آذر حضرت ابراہیمؑ کے والد نہ تھے۔ بلکہ کوئی اور بزرگ تھے۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کے والد کا نام تارح تھا۔ اور اَب کا لفظ عربی زبان میں باپ، چچا، دادا دوسرے بزرگوں پر بولا گیا ہے۔ جیسے نعبد الٰھک والٰہ اٰبائک ابراھیم واسمٰعیل واسحاق میں جہاں حضرت یعقوب کی اولاد اپنے دادا اور اپنے پڑدادا اور چچیرے دادا سب کو اپنا اَب قرار دیتی ہے اور اس اَب کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے تبری کا اظہار کیا۔ اب اگر اس تحقیقات کی بناء پر کوئی شخص یہ نہیں مانتا کہ حضرت ابراہیمؑ کے باپ کا نام آذر تھا۔ اور کہ قرآن کریم میں جو بار بار آپ کے اَب کا ذکر آتا ہے۔ اس سے مراد باپ ہے تو یہ ایک اجتہاد ہے ایسا ہی اگر کوئی شخص یہ کہے مریم ابنت عمران میں مراد یہ نہیں کہ مریمؑ کے باپ کا نام عمران تھا۔ بلکہ عمران سے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے والد کی طرف اشارہ ہے جو اُن کے مورث اعلےٰ تھے۔ تو اس امر کو عقائد سے کوئی تعلق نہیں۔

میں مسیح کے باپ کے ہونے یا نہ ہونے کے سوال کو اس سے بڑھکر کوئی وقعت نہیں دیتا۔ اگر ایک شخص قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے کوئی شہادت اس امر کی نہیں پاتا۔ کہ حضرت مسیحؑ فی الواقع بن باپ پیدا ہوئے تو یہ قرآن کریم اور احادیث سے ایک اجتہاد ہے اور اگر دوسرا شخص اس بات کا قائل ہے کہ قرآن کریم سے ان کا بن باپ ہونا ثابت ہوتا ہے تو وہ بھی ایک اجتہاد ہے عقائد کو اس امر سے کوئی تعلق نہیں میری تحقیقات یہی ہے۔ اور میں نے حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم سے انکی تحقیقات کا نتیجہ بھی دریافت کیا تھا۔ تو انہوں نے بھی یہی فرمایا تھا۔ کہ قرآن کریم سے کوئی ثبوت قطعی اس بات کا نہیں ملتا کہ حضرت مسیح بن باپ پیدا ہوئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بیشک یہ لکھا ہے کہ وہ حضرت عیسےٰ کا بن باپ پیدا ہونا مانتے ہیں۔ لیکن ہم اس وجہ سے ان کے بن باپ ہونے سے انکار نہیں کرتے کہ اللہ تعالےٰ کو یہ طاقت نہیں کہ وہ ایک انسان کو بن باپ پیدا کر دے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ قرآن کریم میں اُنکے بن باپ پیدا ہونے کا کوئی ذکر نہیں۔ ہم تو اس بات کو بھی مان لیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیحؑ کو آسمان پر زندہ مع جسم لیگیا۔ مگر قرآن کریم سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اگرچہ ایسا نہیں پہنچتا۔

مسلمان قوم کی بدقسمتی ہے۔ کہ ان چھوٹے چھوٹے امور میں وہ ایکدوسرے کو کافر اور منکر معجزات بنانا شروع کر دیتے ہیں۔ اصول دین میں یہ باتیں داخل نہیں۔ کسی وقت تو مین اور بیجا کے جھگڑوں نے مسلمانوں کی طاقت کو تباہ کیا۔ تو اب اس قسم کی باتیں نکل آئی ہیں۔ دل میں ایک اپنے بھائی کے خلاف کچھ کینہ ہوتا ہے اُسکے اظہار کے لئے کوئی وجہ نکال لیتے ہیں اور اس پر ایک کفر کا فتوےٰ فورًا لگا دیتے ہیں دین کے لئے غیرت نہیں۔ عیسائی آئے دن یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مسیح کی بشریت تمام بنی آدم سے نرالی ہے۔ کیونکہ حضرت آدمؑ کے بعد اللہ تعالےٰ نے اپنا قانون بنی نوع انسان کے لئے یہ بنایا تھا کہ وہ مرد و عورت کے تعلق سے پیدا ہوا کریں جیسے انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج اور ثم جعل نسلہ من سلالۃ من ماء مھین۔ مگر مسیح نہ نطفہ امشاج سے پیدا ہوئے اور نہ وہ سلالۃ من ماء مھین والی نسل میں ہیں اس لئے وہ دیگر انسانوں کیطرح انسان نہیں اور ان کی پیدائش نرالی ہے۔ ایسا ہی کہتے ہیں اُن کی زندگی بھی نرالی ہے کہ بنی آدم تو سب کے سب یہاں تک کہ رسول بھی کھانے پینے کے محتاج تھے۔ اور ہیں مگر مسیح کا جسم ایسا ہے کہ وہ دو ہزار سال سے کھانے پینے کا محتاج نہیں اور نہ اس کے جسم میں کچھ تغیر آتا ہے۔ حالانکہ رسولوں کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وما جعلنٰھم جسدًا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین۔ یعنی انکے ایسے جسم نہیں بنائے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور وہ ایسے تھے کہ اُن کے اجسام میں تغیر نہ آئے۔ پس مسیح اگر بشر بھی ہیں تو تمام رسولوں سے نرالے ہیں۔ پھر وہ یہ کہتے ہیں کہ سب سے بڑا فتنہ جو اسلام میں پیدا ہونیوالا تھا۔ اُس کے علاج کیلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کے پروردہ بھی ناقابل ثابت ہوئے۔ اور حضرت مسیح کو اس فتنہ کے دور کرنے کیلئے زندہ رکھا گیا۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس فتنہ کا علاج نہ کر سکتے تھے۔ ورنہ آپکو کیوں نہ اس فتنہ کے علاج کے لئے زندہ نہ رکھا جاتا۔ پس حضرت مسیح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہوئے۔ اور جب افضل الانبیاء سے بھی افضل ہوئے تو اب خدا کے بیٹے کے سوائے اور کیا خطاب انکو دیا جائے۔ لیکن مسلمان ہیں کہ یہ تمام باتیں سنتے ہیں اور قرآن کریم پر ایک دفعہ غور بھی کرنا نہیں چاہتے کہ آیا ان تمام باتوں جو قرآن کریم کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ قرآن شریف میں کہیں لکھی بھی ہیں یا نہ۔ اگر قرآن کریم میں یا کسی صحیح حدیث میں یہ لکھا ہوا ہے کہ حضرت مسیح بن باپ پیدا ہوئے تو اس مقام کو پیش کرنا چاہئے اور اگر نہیں لکھا تو جہاں ایک لاکھ تیئیس ہزار نوسو ننانویں پیغمبروں کو بن باپ نہیں مانا تو ایک حضرت مسیح کو بن باپ نہ مانا جائیگا تو کونسا اندھیر آ جائیگا۔ اسلام پر اس پہلو سے ایک خطرناک حملہ ہو رہا ہے اور میرا ایمان ہے کہ قرآن کریم کی کوئی تعلیم کسی باطل کی حمایت کا کام نہیں دے سکتی۔ اس لئے جو کچھ اس مسئلہ میں میری تحقیقات ہے میں اسکو مخفی نہیں رکھنا چاہتا۔ محض لم یمسسنی بشر سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اس بشارت کے بعد کبھی مس بشر نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ امر ثابت ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے اور بھی بھائی اور بہنیں تھیں۔ لیکن اگر کسی شخص کا استدلال آیات قرآنی سے یہی ہے کہ حضرت مسیح بن باپ پیدا ہوئے تو اس کا اختیار ہے۔ اسیطرح مانے۔ اسکے اسلام میں نہ حضرت عیسےٰ کو بن باپ ماننے سے کوئی نقص پیدا ہوتا ہے نہ باباپ ماننے سے۔ ہاں جو کچھ انسان مانے اُس کی سند قرآن کریم یا احادیث صحیحہ سے پیش کرنی چاہئے محض ظنیات کی بنا پر ایسے امر کو جسکے خلاف قرآن کریم کا بیان کردہ صریح قانون ہے۔ کہ خلق الانسان من نطفۃ امشاج اور جعل نسلہ من سلالۃ من ماء مھین ماننا ٹھیک نہیں۔ والسلام

محمد علی

مُراسَلات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے شادی کسطرح ہوئی؟

"پیغام صلح نمبر ۴ میں "مسٹر ظفر علی خان کے کارنامے" کے عنوان سے جو مضمون شائع ہؤا تھا۔ اُس پر مسٹر ظفر علی خان کے کارندے بجائے اس کے کہ شرمندہ ہوتے اُلٹا پیغام صلح پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اُس نے مسٹر ظفر علی خان کے مضمون کی جو کچھ حقیقت ظاہر کی ہے۔ وہ مخفات میں سے ہے اور کہ ظفر علیخان نے جو کچھ لکھا ہے وہی تاریخ کی کتابوں میں رقوم ومسطور ہے کسی انگریزی کتاب سے اگر ظفر علی خان نے ترجمہ کیا ہو تو ممکن ہے کہ وہاں ایسے الفاظ ہوں جنکو ظفر علی خان نے نمک مرچ لگا کر پیش کیا۔ مگر جو حالات نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مسلمانوں کی مستند کتابوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کے ساتھ نکاح کے متعلق ہیں اُس میں ایسے گھنونے اور بھونڈے طرز کا اشارہ بھی نظر نہیں آتا۔ ہم ذیل میں "تاریخ سیرۃ ابن ہشام" سے اس واقعہ کے متعلق ...... کچھ اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ وھوھذا:۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلعم کی عمر شریف ۲۵ سال کی ہوئی خدیجۃؓ بنت خویلد سے آپ نے شادی فرمائی اور خدیجہؓ کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصیٰ بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب"۔

"ابن اسحاق کہتے ہیں خدیجہؓ بنت خویلد ایک تاجرہ عورت تھیں۔ صاحب شرف اور مالدار۔ اپنا مال لوگوں کو دیکر اُن سے تجارت کراتی تھیں۔ اور اُن کا حصہ اس کے منافع میں مقرر کر لی تھیں۔ اور قریش کے سب لوگوں کا پیشہ تجارت تھا۔ اسکے آگے اس امر کا ذکر ہے کہ خدیجہؓ کو جب آنحضرت صلعم کے صدق۔ دیانت۔ امانت اور حسن کردار کا علم ہؤا تو اُنہوں نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں پیغام بھیجا۔ کہ آپ اُنکا مال لیکر ملک شام میں تجارت کو جائیں۔ چنانچہ آپؐ گئے۔ آپکے ساتھ خدیجہؓ کا غلام میسرہ نامی تھا۔ جب واپس آئے تو جو کچھ خوارق عادت وغیرہ میسرہ نے بچشم خود دیکھے تھے خدیجہؓ سے بیان کئے اور نفع بھی کافی سے زیادہ ہؤا۔ راہب نے جو کچھ میسرہ سے آنحضرت صلعم کے متعلق بیان کیا تھا وہ سب کچھ سنایا اس سے آگے یہ الفاظ موجود ہیں۔ کہ:۔

"خدیجہؓ چونکہ ایک نہایت ذی عقل شریف اور شریف پسند پاک نفس اور پاک طینت عورت تھیں۔ ان واقعات کو سُنکر اس بات کی متمنی ہوئیں کہ حضور اُنکو اپنی زوجیت میں قبول کریں اور اُنہوں نے (خدیجہؓ نے) اس پیرایہ میں حضور کو پیغام بھیجا کہ اے میرے چچازاد چونکہ تم مجھ سے قرابت قومی رکھتے ہو۔ اور امانت وصدق اور اخلاق حسنہ کے ساتھ موصوف ہو۔ لہٰذا مجھکو تمہارے اندر رغبت ہے اور حضرت خدیجہؓ قریش کی سب عورتوں میں شریف اور بزرگ اور ساری قوم سے زیادہ مالدار تھیں ہر ایک شخص اُن سے شادی کرنے پر حریص تھا"۔

"جب یہ پیغام رسول خدا صلعم کی خدمت میں پہنچا۔ تو آپؐ نے اپنے چچاؤں سے اس کا ذکر کیا پس حضرت حمزہ بن عبد المطلب آپکو ساتھ لیکر حضرت خدیجہؓ کے والد خویلد کے پاس آئے اور آپ کیطرف سے پیغام دیا اور اُنہوں نے قبول کر کے شادی کر دی"۔

یہ ہے اس واقعہ کی نسبت اصل بیان جو مسلمان مؤرخین نے لکھا ہے۔ مگر میاں ظفر علیخان کو یہ کیونکر پسند آتا۔

مذکورہ بالا بیان کے ساتھ ہی ابن ہشام نے یہ بھی لکھا ہے کہ "اُن کا مہر بیس اونٹ تھا۔ اور یہی حضور کی پہلی زوجہ تھیں۔ جب تک یہ زندہ رہیں اُنکے ہوتے حضور نے شادی نہیں کی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ سوائے صاحبزادہ ابراہیم کے حضور کی کل اولاد ان سے ہوئیں۔ چنانچہ ان سے تین لڑکے پیدا ہوئے ایک قاسم جنکے ساتھ حضور کی کنیت ابو القاسم ہے۔ دوسرے طیب تیسرے طاہر۔ اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ زینبؓ۔ رقیہ۔ ام کلثوم۔ اور فاطمہ علیہن السلام۔

ابن ہشام کہتے ہیں۔ حضور کے بڑے صاحبزادہ قاسم تھے اُن سے چھوٹا طاہر۔ اور صاحبزادیوں میں سے بڑی رقیہ۔ اُن سے چھوٹی زینب اُن سے چھوٹی ام کلثوم۔ اور اُن سے چھوٹی فاطمہ تھیں"۔

مسلمان راویوں نے نہ تو آنحضرت صلعم کے انکار کا ذکر کیا نہ یہ دکھلایا۔ کہ مال و زر کی رغبت نے آنحضرت صلعم کو راغب کیا نہ کسی بزم طرب کا ذکر کیا اور نہ شراب نوشی اور مخمور ی کا نہ زعفرانی چادر کا جسکو میاں ظفر علی خان نے نکاح کی علامت ظاہر کیا ہے۔ اس میں تو وہی ذکر ہے جو شرفا میں ہؤا کرتا ہے۔ یعنی آنحضرت صلعم کو جب خدیجۃ الکبریٰ رضہ کا عندیہ معلوم ہؤا۔ تو آپ نے اپنے بزرگوں سے ذکر کیا بزرگوں نے خدیجہ کے باپ سے جا کر کہا۔ جس نے منظور کیا اور نکاح حسب دستور وطریق ہؤا جسطرح کہ مہر مقرر کر کے ہؤا کرتا ہے۔ اگر اس صاف بیان کو لکھا جاتا تو ممکن ہے کہ ناولوں جیسا رنگ مضمون میں نہ آتا۔ شائد اسی وجہ سے مسٹر ظفر علی خان نے وہ رنگ اختیار کیا کہ جسکو پیغام صلح نے "مسٹر ظفر علیخان کے کارنامے" کے عنوان سے پیش کیا ہے۔ اور جس کا طرز بیان اور بیان کردہ واقعہ فی الحقیقت نادرست ہے ❊

راقم "ایک تاریخ بین"

اخبار احمدیہ

راولپنڈی میں مولوی عبد الحق صاحب کا کامیاب مناظرہ

حضرت مولوی صدر الدین صاحب کے لیکچر کے دو دن بعد مولوی عبد الحق صاحب کے لیکچر کا اعلان کیا گیا۔ جس کا مضمون تھا "اسلام اور تناسخ" وغیرہ۔ آریہ صاحبان کو اس دن کیلئے پندرہ دن پہلے اطلاع دے دی گئی تھی کہ مولوی عبد الحق صاحب کا لیکچر اس مضمون پر فلاں تاریخ کو ہوگا۔ چنانچہ مقررہ وقت پر آریہ صاحبان تشریف لائے۔ ان کی طرف سے ایک مناظر صاحب جن کا نام سوامی وشدھانند تھا مقرر ہوئے۔ تقریر کے بعد دس دس منٹ کا وقت مقرر کیا گیا۔ جلسہ ۱۱ بجے دن سے شروع ہؤا۔ تقریر ۱۲ بجے ختم ہوئی۔ اسکے بعد دو گھنٹہ کا وقت مناظرہ کیلئے تھا مولوی صاحب نے قرآن کریم سے تناسخ کا رد کیا اور فرمایا کہ الہامی کتاب یہ وصف ہونا چاہئے۔ کہ خود ہی دعوے کرے اور خود ہی دلیل دے اور یہی وصف قرآن مجید میں پایا جاتا ہے پس ویدوں سے کوئی ایسا منتر پیش کیا جائے جو تناسخ کو ثابت کر سکے۔ تناسخ ایک دعویٰ ہے۔ ویدوں سے اسکے متعلق کوئی عقلی دلیل پیش کرو۔ لیکن اخیر وقت مناظرہ تک ویدوں سے کوئی عقلی دلیل پیش نہ کیگئی۔ ہاں ایک دفعہ پنڈت صاحب نے فرمایا کہ وید مقدس میں آتا ہے۔ کہ ایک درخت ہے اسپر دو پرند بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک پھل کھا رہا ہے۔ دوسرا نہ کھاتا ہؤا دیکھ رہا ہے۔ یہ ہے دلیل تناسخ کے ثبوت میں جو کہ وید مقدس نے پیش کی ہے۔ اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ دلیل ایسی ہی ہے جیسے کسی نے کہا کہ زمین گول ہے۔ اس لئے کہ چاول سفید ہیں۔ پس اگر چاولوں کے سفید ہونے سے زمین کا گول ہونا ثابت ہوتا ہے تو بیشک ویدوں کے اس منتر سے بھی تناسخ ثابت ہے۔ ورنہ پنڈت صاحب کو چاہئے کہ اس منتر کو اپنے گلے کا ہار نہ بنائیں۔ اسکے بعد مولوی صاحب نے فرمایا کہ میرا یہ دعوے ہے کہ آریہ صاحبان وید مقدس سے تناسخ کے ثبوت کے لئے کوئی عقلی دلیل تو کیا پیش کرینگے۔ وہ تو تناسخ کا دعوے بھی وید سے نہیں دکھا سکتے وید مقدس تو تناسخ کے مسئلہ کو بطور دعوے پیش کرنے سے بھی عاری ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کہ ویدوں میں لکھا ہؤا ہے۔ کہ خدا خود ہی باپ ہے۔ خود ہی بیٹا ہے۔ خود ہی حمل میں جاتا ہے۔ خود ہی اناج ہے۔ اور خود ہی اناج کھانے والا ہے۔ جو سب ہمہ اوست کا عقیدہ ہے۔ اور ہمہ اوست تو تناسخ کو رد کر دیتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر کسی نے پنجابی شعر ؎

آپے ہندا دیتیاں پتر آپے ہندا مایے
آپے مرے تے آپے جیوے آپے کرے سیاپے

سب کچھ خدا ہی ہے۔ تو تناسخ بروئے وید باطل ہو جاتا ہے جس کا کوئی جواب آریہ پنڈت نے نہیں دیا۔ آریہ پنڈت صاحب نے اس پر بڑا زور دیا کہ اختلاف مدارج کا کوئی سبب ہونا چاہئے۔ اور وہ سبب پہلے کرموں کا پھل ہے۔ اس کا جواب مولوی صاحب نے یہ دیا کہ آجکل کی سائنس بھی مانتی ہے کہ اس اختلاف کی وجہ اختلاف جو ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے یہ جلسہ بڑی کامیابی سے ہؤا ہے۔ اس سے پہلے کبھی اس قسم کا مناظرہ راولپنڈی کے لوگوں نے نہیں سُنا تھا۔ لوگوں کا شوق اس قدر بڑھ گیا کہ دو تین دن تک شہر کے لوگ مولوی صاحب سے ملاقات کرنے اور ان کا شکریہ ادا کرنے کے لئے جوق در جوق آتے رہے۔ ہر ایک کی زبان پر جزاک اللہ تھی۔ معمولی فہم والے آدمی سے لیکر بڑے بڑے مسلمان فضلا وعلماء تک یہی کہتے تھے کہ شکر ہے خدا کا جس نے ہمکو وہ دین عطا فرمایا ہے کہ جس کا مقابلہ کرنے سے تمام ادیان عاجز ہیں اور کسی میدان میں بھی ہم مسلمانوں کو شرمندگی اٹھانی نہیں پڑتی ❊

آج واقعہ ۱۳۔ مارچ ۱۹۱۸ء کو پھر مولوی صاحب کا لیکچر ہوگا۔ جس کا حال بعد میں لکھا جاویگا۔ جلسہ ختم ہونے پر آریہ صاحبان نے ہم سے پوچھا۔ کہ آپ مولوی صاحب کو کتنے عرصہ تک یہاں رکھ سکتے ہیں۔ ہم نے کہا۔ کہ اگر آپ چاہیں تو دو ہفتہ تک۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ ہم نے کہا۔ ایک ہفتہ تک۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ ہم نے کہا۔ آپ لوگوں کی خاطر چار پانچ روز تک یہاں ٹھہر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ آپ لوگ کسی مسئلہ کے متعلق مولوی صاحب سے گفتگو کریں۔ اُنہوں نے فرمایا کہ ضرور ہم کرینگے۔ اور آپ کو کل یعنی ۱۲۔ مارچ کو اطلاع دینگے۔ دو دن تک انتظار کرتے رہے۔ لیکن آریہ صاحبان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ آخر ہماری طرف سے دو آدمی آریہ سماج میں گئے۔ اور پوچھا کہ لوگ سخت انتظار کر رہے ہیں کہ کب مناظرہ ہوگا۔ اور دو دن سے منتظر ہیں۔ آپ مہربانی فرما کر جواب دیں۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ ہم نے ایک اور مناظر کے لئے خط لکھا ہؤا ہے کل جواب دینگے۔ لیکن نہ کل ختم ہوئی اور نہ جواب آیا۔ آخر آج شب کو ہم نے اپنی طرف سے وید اور قرآن پر جلسہ کا اعلان کر دیا ہے۔ اور آریہ صاحبان کو مکرر بلایا ہے۔ کہ اگر وہ چاہیں تو تبادلہ خیالات کر سکتے ہیں۔

یہ صرف اس لئے کیا گیا تھا۔ کہ مسلمان اور ہندو پبلک مولوی عبد الحق صاحب کے لیکچر سُننے کی از حد خواہشمند تھی اللہ تعالےٰ مولوی صاحب کی علمیت میں زیادہ برکت دے ❊ سامعین پر بڑا عجیب اثر ہؤا ہے۔ اور وہ مرید لیکچروں کے متعلق نیک ظن لیکر گئے۔ امید ہے کہ مولوی صاحب کو شہر کی پبلک ایک دفعہ پھر بلا کر لیکچر دلائیگی ❊

خاکسار۔ غلام ربانی۔

جمع قرآن مصنفہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی جس میں قرآن کریم کی جمع وحفاظت پر دلائل بینہ سے منقولی ومعقولی بحث کیگئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن کریم جسطرح نازل ہؤا بعینہٖ اسیطرح بلا تبدیل وتحریف موجود ہے بلکہ اسکی موجودہ ترتیب بھی وہی ہے جو ارشاد ربانی کے ماتحت آنحضرت صلعم نے خود قرار دی اس ضمن میں اُن تمام واقعات پر جرح وتنقید کیگئی ہے جو بعض کتب احادیث میں جمع قرآن کے متعلق مذکور ہیں اور جن سے قرآن کریم کی حفاظت پر ذرا سا بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔ اسکے علاوہ پادری منگا ناکے اُن تین قرآنوں کے اوراق کا بھی جواب دیا گیا ہے جو اُس نے پچھلے دنوں قرآن کریم کی تحریف کے ثبوت میں شائع کئے تھے۔ ضخامت ۸۰ صفحات قیمت ۱۰/

درثمین مکمل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام اردو اور فارسی نظمیں جو بتک شائع ہو چکی ہیں ایک جگہ جمع کیگئی ہیں۔ قیمت مجلد ۱۲/ بے جلد ۹/ پتہ ذیل سے مل سکتی ہیں:۔ کتب خانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ لاہور

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب پبلشر نے انڈین سٹیم پریس لاہور میں باہتمام لالہ داواہا کشن پرنٹر چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے شائع کیا ❊

پیشگوئی اسمہٗ احمد کا مصداق اصلی اور مسیح موعود اور الفاظ پیشگوئی پر بحث

(از قلم حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی)

اس مضمون میں ہم بحولہ وقوتہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اسمہٗ احمد کی تفسیر میں ایک ایسی تقریر کریں کہ انشاء اللہ تعالیٰ تمام نام کے علماء سابقین بیلے سکت اور دندان شکن ہو کہ پھر بجز آئیں بائیں شائیں کرنے کے اُن سے اور کچھ بن نہ آئے۔ ناظرین سے امید ہے کہ اس مضمون کو اللہ تعالیٰ کے واسطے اُسکے رسول خاتم النبیین کیواسطے ایک نظر ڈال جائیں۔ و اذ قال عیسی ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقاً لما بین یدی من التوراۃ ومبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہٗ احمد۔

ایہا الاحباب اس آیت کریمہ کی تفسیر کے متعلق القول المجید فی تفسیر اسمہٗ احمد" و اظہار الفضائح فی رد الخرافات و الفضائح وغیرہ وغیرہ اور اور متعدد مضامین مسکتہ اور حجج بیّنہ کالشمس فی النصف النہار در رد اباطیل جدیدہ خلافت مدعی خاکسار لکھ چکا ہے لیکن غالباً شپرہ چشم کو کہاں وہ بصارت حاصل ہے جو اسکی طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکیں ؎

شپرک خواہد کہ نبود آفتاب
تا نہ بیند دیدۂ او مرز و بوم
دستِ حق در ہر صباحے شمع مہر
برفروزد کوریٔ خفاش شوم

حالانکہ اگر دیکھا جائے تو اب مسئلہ ۔۔۔۔ جو خلیفہ صاحب کے اپنے اقرار کے بموجب اُن کے ذہن میں نصحی ایمانیات سے ہے ایسی جدّت رکھتا ہے کہ تمام اولیاء اور مجددین امت و مجتہدین و تابعین و صحابہ کرام بلکہ مسیح موعودؑ سے لیکر حضرت خاتم النبیین صلعم تک کسی فرد نے اسپر یقین نہیں کیا ہے۔ کما ثبت فی رسائلنا۔ اب اتمام حجت کے لئے چند سطروں میں اس پیشگوئی کی نسبت پھر لکھتا ہوں۔ اور نام کے علماء غالیوں سے ایک سوال کرتا ہوں۔ اُنہیں چاہئے کہ یا تو اس سوال کا جواب دیں۔ یا تسلیم کریں۔ اور اگر جواب بھی نہ دیں اور پھر بھی اس مسئلہ ایمانی کی جو بئس ما یأمرکم بہ ایمانکم کا مصداق ہے۔ تاویلات باطلہ و فاسدہ ہی کرتے رہیں۔ تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے سوا اور کیا کہا جائے مگر مضمون کے پڑھنے سے پہلے یہ مقدمہ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ کہ باب ۳۔ اعمال میں اس

نبی عظیم الشان کی بعثت کا وقت

مابین آمد اوّل اور آمد ثانی عیسےٰ بن مریم کے منتظر الوقوع قرار دیا ہے جس سے آمد ثانی عیسےٰ کی بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ اس کا بیان ہمارے رسائل اور ریویو آف ریلجنز میں مفصل مذکور ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام اہل اسلام اور جملہ اہل کتاب اس مسئلہ میں متفق ہیں کہ آخر زمانہ میں عیسےٰ ابن مریم کا نزول ہوگا۔ غیر احمدی خود عیسےٰ ابن مریم کا آنا اعتقاد کرتے ہیں اور احمدی بطور بروز عیسےٰ کے نزول کے قائل ہیں۔ مگر اب تحقیق طلب یہ امر ہے کہ اس بشارت مندرجہ سورہ صف کا مصداق حقیقی آیا آمد ثانی عیسےٰ کی ہے۔ یا کوئی اور رسول عظیم الشان اسمہٗ احمد کا مصداق ہے۔ انوار خلافت کا ایمان قطعی ہے کہ اس کا مصداق اصلی و حقیقی مسیح موعودؑ ہی ہے۔ پس اس عقیدہ سے لازم آیا۔ کہ اس بشارت کا مصداق اصلی جو اسمہٗ احمد ہے اور مسیح موعودؑ دونوں متحد ہیں۔ واللازم باطل فالملزوم مثلہ۔ کیونکہ خود

عیسیٰ علیہ السلام اپنی آمد ثانی کے متعلق

بجائے اس عبارت کے کہ "میں دوبارہ آؤں گا" یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ "میں بشارت دینے والا ہوں۔ ایک رسول عظیم الشان کی جس کا نام احمدؐ ہے اور جو میرے بعد آئیگا" کجا خود عیسےٰ بن مریم یا اُسکے بروز کا نزول اور کجا یہ بشارت عیسوی اپنے دوبارہ آنے کی نسبت۔ کوئی بشر جسکے دماغ میں عقل انسانی ہو۔ اول المذکور بعد کو ثانی الذکر عبارت کے ساتھ کیونکر بیان کرسکتا ہے۔ اور پھر قرآن مجید جو معجز البیان ہے وعدہ اول کو دوسری غلط عبارت کے ساتھ بعبارت مذکورہ کیونکر ذکر فرما سکتا ہے جو محض ایک اغلط سے زیادہ نہیں۔ اگر اسی طرح پر قرآن مجید کی نظم عبارت میں تحریف و تبدیل کی جائیگی تو تمام قرآن مجید سے امن اُٹھ جاویگا۔ کیونکہ اسکی مثال تو ایسی ہوگی جیسے کسی نے کہا کہ ؎

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا
الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا

نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات والفہوات۔ یہی وجہ ہے قرآن مجید کے وقت نزول سے حضرت مسیح موعودؑ تک کسی فرقہ اہل اسلام و غیر اسلام نے یہ غلط استدلال نہیں کیا۔ پس اگر مرزا صاحب اصلی مصداق اس پیشگوئی کے ہوں اور سمجھ لیا جاوے کہ وہی اصلی احمدؐ رسول بشارت عیسوی کے ہیں تو مسیح موعودؑ ہرگز نہیں ہو سکتے۔ وہ مسیح موعود تو اُنکے بعد آنا چاہئے۔ اور اگر مرزا صاحب ہی مسیح موعود ہیں تو پھر وہ اصلی مصداق اس پیشگوئی کے ہرگز نہیں ہو سکتے۔ پس اسلئے اسلام نے اور قرآن مجید نے اسی التباس کے دور کرنے کے لئے مبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہٗ احمد کی معجزانہ عبارت کے ساتھ حضرت خاتم النبیین کی آمد کو بیان فرما دیا کہ کوئی بصیرت کا اندھا یہ نہ سمجھ لیوے کہ یہ عیسےٰ ہی کی آمد کی بشارت ہے۔ سبحانہ ما اعظم شان القرآن المجید۔ اور خاتم النبیین صلعم نے عیسےٰ کی آمد کو بہ لفظ امامکم منکم کے بیان فرما دیا۔ نہ رسولکم منکم یا نبیکم منکم کے ؏

نکتہا ہست بسے محرم اسرار کجا ست

پھر من بعدی یعنے میرے بعد کہنے سے صاف ظاہر ہے کہ وہ رسول عظیم الشان وہی ہے جسکا باب ۳ اعمال میں اسکی بعثت کو درمیان آمد اوّل اور آمد ثانی عیسےٰ کے متعین فرما دیا گیا ہے۔ اب توضیح اس کی لکھی جاتی ہے۔ (۱) و اذ قال عیسی بن مریم اسبات میں بطور نص ہے کہ اس کے آگے قول حضرت عیسےٰ کا نقل کیا جاویگا۔ (۲) و انی رسول اللہ الیکم نص ہے۔ اس باب میں کہ حضرت عیسےٰ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہو کر آئے تھے نہ مطلق رسول۔ جس سے فرد کامل مراد ہو۔ علیٰ ہذا القیاس (۳) مبشراً برسولٍ جو حال واقع ہوا ہے وہ بھی نص ہے اس امر میں کہ وہ بشارت بھی کسی ایسے رسول کیلئے ہے جو عیسےٰ کا غیر ہے۔ نہ خود عیسےٰ۔ اور نہ مثیل عیسےٰ۔ کیونکہ مثیل سے بھی اصل مُراد ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت عیسےٰ کا فیصلہ یحیی کی نسبت موجود ہے۔ اور (۴) چونکہ حضرت عیسیٰ خود اس بشارت کے دینے والے ہیں تو پھر اُن کا کسی دوسرے رسول کے لئے یہ بشارت دینا بھی بطور نص کے ثابت ہو گیا۔ اور معلوم ہو گیا۔ کہ

خود ان کے لئے یہ بشارت نہیں ہے

اور (۵) یاتی غائب کا صیغہ ہے وہ صیغہ متکلم نہیں ہو سکتا جس سے کوئی دوسرا رسول منصوصاً ثابت ہوا۔ اور (۶) من بعدی کا لفظ جو متکلم کا قول ہے اُس نے صراحت کر دی۔ کہ وہ غائب کا صیغہ کسی دوسرے رسول کے لئے ہے جو اُنکے بعد آویگا۔ نہ خود عیسےٰ کے لئے اور نہ ہی اُس کے مثیل کے لئے۔ (۷) اسمہٗ احمد نے بھی جو وہ بھی نص ہے اس پر کہ یہ کسی دوسرے رسول کے لئے ہے نہ متکلم کے لئے۔ کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ متکلم خود کہے کہ میں اپنے بعد آؤنگا۔ پس من بعدی نے بھی واضح کر دیا کہ کہ وہ کوئی ایسا رسول عظیم الشان ہے جو بلفظ رسول مطلق فرمایا گیا ہے۔ اور تنوین تعظیم کی ہے جس سے یہاں مراد فرد کامل ہے۔ خصوصاً جبکہ لفظ بشارت پر بھی نظر کی جاوے جو عظمت پر دال ہے اور لفظ غلام ماتحت ہونے پر۔ اور حضرت عیسیٰ کا نام نہ اہل کتاب میں سے ابتک کوئی احمدؐ کہتا ہے نہ اہل اسلام میں سے۔ پس اگر حضرت عیسےٰ اپنے دوبارہ آنے کی بشارت دیتے تو یوں فرماتے کہ "انی رسول اللہ الیکم مبشراً بانی ارجع او انی من بعد رفعی رسولاً الی کافۃ الناس ویومئذ لیسمینی احمداً" واین من ھذا ذاک۔ پس

اس پیشگوئی کی نسبت یہ اعتقاد ایمانی رکھنا کہ حضرت عیسےٰ یا اُن کا مثیل اس سے مراد ہے اور یہ کہ یہ پیشگوئی خاص اُنہی کے لئے ہے۔ تمام دین اسلام اور قرآن مجید کو غت ربود کر دینا ہے۔ اور یہ مسئلہ اتفاقی بیہودہ دینداروں پر بھی پانی پھیر دیتا ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ سلسلہ احمدیہ کا جو حضرت مجدد الوقت غلام احمدؐ نے قائم کیا ہے۔ استیصال کر دیتا ہے۔ ایسے ایمان والے پر سلسلہ احمدیہ کا استیصال لازم آتا ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔ کوئی احمدی ہو کر کیونکر یہ ایمان رکھ سکتا ہے کہ یہ پیشگوئی اصلی طور پر حضرت عیسےٰ کے دوبارہ آنے کے لئے ہے جس کا تحقق بروزاً حضرت مرزا غلام احمدؐ میں ہوا۔ پس ایسے ہی لوگ تو تمام سلسلہ احمدیہ کو غارت کرنا چاہتے ہیں۔ پھر ایسا شخص کیونکر جماعت احمدیہ کا خلیفہ ہو سکتا ہے جو قرآن مجید کی نظم عبارت کی بھی تحریف کر دیوے۔ اور تمام احادیث اصح الصحاح اور صحاح کو بھی رد کر دیوے۔ بلکہ اس پر تمام اجماع امت کی مخالفت لازم آتی ہے جس میں خود رسول خاتم النبیین صلعم جنہوں نے اپنی احادیث صحاح میں خاتم النبیین کے معنے کو بیان فرمایا ہے اور وہ ہمارے رسائل متعددہ میں مندرج ہو چکے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ تک داخل ہیں۔ پس جبکہ اس پیشگوئی کا حضرت میرزا صاحب کو مصداق اصلی قرار دینے میں اسقدر مفاسد دینی لازم آتے ہیں۔ تو پھر کیونکر ایسے ابطل الاباطیل پر احمدی ایمان لا سکتے ہیں اور میرزا صاحب کی عزت اس ایمان باطل سے کیسے پیدا ہو سکتی ہے بجز تحصیل رسوائی اور تمسخرات کے کہ اُنکی بنسبت مثل مخالفین کے اور بڑھائی جائے ہندی کی مثل مشہور ہے "بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان"۔ اگر ایسی نصوص بیّنہ کو بھی تسلیم نکیا جاوے۔ تو پھر تو قرآن مجید ایک بازیچہ اطفال ہوا جاتا ہے جس سے آریہ بخوبی اپنے مذہب کی حقیقت کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ اور یہودی بھی اور عیسائی بھی ایسی تحریف کرکے سب کچھ ثابت کر سکتے ہیں اور بابی اور بہائی تو قادیانی خلیفہ صاحب سے بڑھکر وہ دلائل پیش کرتے ہیں جنکے جواب سے خلیفہ صاحب بھی عاجز ہو جاتے ہیں۔ مثلاً خاتمہ دور امت محمدیہ کے لئے وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں کہ لکلّ امۃ اجل۔ الآیۃ۔ اور تمام مخالفین اسلام کو جنہوں نے جو ابدیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ لوگوں نے ایمان کو ایمان اور اسلام ایک نادان نوجوان لڑکے کے سپرد کر دیا ہے ؎

گر ہمیں مکتب است و ایں ملّا
کار طفلاں تمام خواہد شد

اس بیان سے بخوبی ثابت ہوا کہ حضرت میرزا صاحب کی رسالت اور نبوت نہ قرآن مجید سے ثابت ہو سکتی ہے اور نہ احادیث سے اور

حدیث نواس

گو خود حضرت اقدس نے ساقط الاعتبار لکھدیا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں عیسےٰ کی دوبارہ آمد کے بیان میں بلفظ نبی کا صحیح ترمذی میں موجود ہی نہیں ہے۔ پس تمام نزاع طے ہو گئی۔ ایک یہی حملہ انوار خلافت کا رسالت محمد صلعم پر ہوا تھا۔ جو برباد ہو گیا۔

فہرست زر چندہ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ

(معرفت شیخ الدین صاحب کمپوزیٹر بابت ماہ فروری ۱۹۱۸ء)

جناب شیخ عبد الحق صاحب سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ ... صہ
جناب خواجہ مظفر محمد صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس شملہ ... للعہ
جناب بابو نصیر الحق صاحب ہیڈ کلرک برانچ سیشنل ... صہ
جناب بابو عبد الرحمن صاحب نقشہ نویس ریلوے بورڈ شملہ ... صہ
صوفی شمس الدین صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس شملہ ... ۱۰ر
جناب شیخ الدین صاحب کمپوزیٹر ... ۱۰ر
جناب شیخ نور الدین صاحب طالب علم اسلامیہ کالج لاہور ... ۱ر
جناب شیخ انوار الحق صاحب .... عہ

میزان کل ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - چہارشنبہ ۳ اپریل ۱۹۱۸ء نمبر ۷۵

مسلمان خواتین کا جوش اسلامیت

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم آل انڈیا مسلم لیڈیز کانفرنس کی تقریر صدارت کے وہ آخری فقرات نقل کر چکے ہیں جن میں مذہب کا بوجھ صرف عورتوں ہی کے شانوں پر آپڑنے کا ذکر کرتے ہوئے مسلمان خواتین کو اسلام پر پورے طور پر کاربند ہونے کی ترغیب دلائی گئی تھی۔ ہمیں خوشی ہے کہ مسلم خواتین کو مذہب کے ساتھ ابھی تک اس قدر لگاؤ ہے کہ ان کے جلسوں میں مذہب کا کم از کم نام تو آجاتا ہے۔ اس تقریر صدارت اور اس کے علاوہ بعض دوسری تقاریر کا بھی یہ خوشگوار اثر غالباً از حد قدر کی نگاہوں سے دیکھا جائیگا کہ اسی جلسہ میں

اصلاح رسوم و معاشرت

پر خاص طور پر زور دیا گیا۔ چنانچہ تازہ شائع ہونے والی رپورٹوں سے پتہ لگتا ہے کہ "اصغری محمد رفیع بیگم صاحبہ نے اصلاح معاشرت پر ایک پر مغز اور معنے خیز تقریر کی جس میں ...... علاوہ گذشتہ عظمت اسلام کی پر سوز یاددہانی کے آیندہ کے لئے نہایت عمدہ عملی تجویزیں بھی تھیں اس کا اتنا اثر ہوا کہ حاضرات کی تجویز پر دہیں ایک عہد نامہ لکھا گیا - جس میں دستخط کرنے والی مستورات نے تمام فضول رسوم کو جن کا اس تقریر میں ذکر تھا - یا اور ایسی قبیح رسوم کو جو ملک کے مختلف حصص میں رواج پاکر ہماری قوم کی بری حالت کو اور زیادہ کمزور بنا رہی ہیں۔ قابل ترک قرار دیا۔ اور ایک دوسری سے یہ وعدہ کیا کہ وہ حتے المقدور اپنے گھروں اور خاندانوں میں ان کی بیخ کنی کرنے کی کوشش کرینگی"

یہ عہد نامہ فی الحقیقت بہت ہی عزت و عظمت کی نظروں سے دیکھا جانے کے قابل ہے۔ آجکل مسلمانوں کی تمام بیماریوں اور قبیح رسوم کی موجب زیادہ تر عورتیں ہی ہیں۔ اگر ان کی اصلاح خاطر خواہ طور پر ہو جائے اگر وہی ان بد رسوم سے اجتناب کرنے لگیں۔ تو آج قوم کی حالت بہت کچھ سدھر جاتی ہے۔ اس لئے کوشش ہونی چاہیئے۔ کہ جن خواتین نے اس عہد نامہ پر دستخط کئے ہیں۔ وہ عملاً بھی اس پر کاربند ہوں۔ گو اس کے ساتھ ہی یہ بھی کچھ کم افسوسناک نہیں کہ جس جگہ کہا جاتا ہے کہ

"حاضرات جلسہ کی تعداد اس قدر تھی کہ فریدکوٹ ہوس کا بڑا درمیانی ہال دروازوں تک بھرا ہوا تھا - اور دائیں بائیں بغل کے کمروں میں خواتین کا ایک خاص جمگھٹا تھا"

وہاں جب اسلامی احکام پر کاربند ہونے اور خلاف اسلام رسوم کو ترک کرنے کی تحریک ہوتی اور اس کے متعلق اقرار نامہ لیا جاتا ہے کہ

صرف سو مسلمان خواتین

ایسی نکلتی ہیں - جو اس اقرار نامہ پر دستخط کرتی ہیں۔ تاہم اگر سو بھی ایسی عورتیں پیدا ہو جائیں جو اپنے اس اقرار کو عملاً پورا کریں - اور دوسری مسلمان عورتوں سے اس پر عمل کرائیں - تو آج مسلمان قوم حقیقی اور اصلی معنوں میں مسلمان بن سکتی اور ترقی کی شاہراہ پر سب کے پیش پیش چل سکتی ہے - لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور افسوسناک منظر بھی ہے - جو اسی جلسہ خواتین میں دیکھنے میں آیا۔ تعدد ازدواج کی اسلام میں نہایت صراحت سے اجازت دی گئی ہے - اور آج تک مختلف تمدنی و معاشرتی ضروریات کی وجہ سے بعض اکابر اہل اسلام کا اس پر عمل چلا آیا ہے - اور تو اور خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی نو تک بیویاں کیں - جو درحقیقت مخلوق خدا پر ایک ایسا احسان ہے - جس سے آج بھی مہذب دنیا سبکدوش نہیں ہو سکتی بلکہ اب وقت آن پہنچا ہے - کہ وہ لوگ جو تعدد ازدواج کی وجہ سے مسلمانوں اور اسلام کو مطعون ٹھہرایا کرتے تھے - خود اس پر عامل ہو رہے ہیں - اور جیسا کہ ہم کسی گذشتہ اشاعت میں بتا چکے ہیں - جرمنی میں آجکل اسی قسم کی تجاویز در پیش ہیں لیکن اسلام کی اس اجازت اور دنیا کے ان معاشرتی اور تمدنی حالات کے باوجود جن میں اس پاکیزہ اصول پر عملدرآمد ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اور تو اور خود مسلمان خواتین وہ مسلمان خواتین جو نام لے اسلام کی دلدادہ اور ترک رسوم بد پر تلی ہوئی نظر آتی ہیں - اسے ایک "جرم" اور مردوں کا عورتوں پر "ظلم" قرار دیتی ہیں - اور اسی جلسہ خواتین میں

تعدد ازدواج کے خلاف حاضرات جلسہ کو نصیحت

کی جاتی ہے - کہ

"وہ پہلی بیوی کے ہوتے کسی مرد کی دوسری بیوی بننے کا جرم اپنے سر پر نہ لیں"

ایسا ہی مردوں سے بھی یہ التجا ہوتی ہے کہ

"وہ عورتوں پر اس قدر ظلم روا نہ رکھیں"

بلکہ اس سے بھی بڑھکر ایک عہد نامہ لکھا جاتا ہے - کہ

"ہم مقرات اپنی بیٹیوں - بہنوں اور ایسی رشتہ داروں کی شادی کسی ایسے شخص کے ساتھ نہ کرینگی جس کی ایک بیوی زندہ موجود ہو"

اس اقرار نامہ کے متعلق لکھا ہے - کہ اس پر کسی نے دستخط نہ کئے جبکہ ترک رسوم کے اقرار نامہ پر صرف سو ہی مستورات نے دستخط کئے تھے - فانا للہ وانا الیہ راجعون - کیا یہ سخت شرمناک بات نہیں - کہ وہ عورتیں جن کی مائیں (امہات المومنین) اسی تعدد ازدواج ہی کے صدقے ان کی مائیں بنیں - جن کے مردوں کو یہ اجازت ہے - کہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربٰع - تم دو دو تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کر لیا کرو - اور خود اس پاک کتاب نے یہ اجازت دی ہے - جس کو وہ بھی خدا کا کلام مانتی اور واجب العمل جانتی ہیں وہی اپنے ہادی برحق کے اپنے طرز عمل اس کی پاک ازواج کے رویہ اور قرآن کے اس صریح ارشاد کے خلاف آواز بلند کریں - انہیں دیکھنا چاہیئے - کہ اگر ایک سے زاید بیویاں کرنا کوئی "جرم" اور عورتوں پر "ظلم" ہے - تو سب سے پہلا ظالم اس بارہ میں نعوذ باللہ کون ٹھیرتا ہے - اور کن کن بزرگان کرام پر یہ الزام عائد ہوتا اور خود کریم پر حرف آتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ

بعض حالات

میں کسی مرد کا ایک سے زیادہ بیویاں کرنا کسی پاک منشاء پر مبنی نہیں ہوتا - اور اس صورت میں نہ صرف ان عورتوں پر بلکہ خود اپنے نفس پر بھی ایک قسم کا ظلم کرنا ہے - لیکن اس قسم کا ناجائز فایدہ کس قانون سے اٹھایا نہیں جا سکتا - قرآن نے تو اسی لئے جہاں تعدد ازدواج کی اجازت دی وہیں ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا - کہ ان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ - اگر تم ڈرتے ہو کہ ایک سے زیادہ عورتیں کرنے سے ان کے درمیان عدل نہیں کر سکو گے - تو ایک ہی بیوی کرو - ذالک ادنیٰ الا تعولوا - یہ زیادہ بہتر ہے اس سے کہ تم ناانصافی کے مرتکب ٹھیرو - اس لئے ایسی

ناجائز صورتوں کو روکنے کے لئے

چاہیئے تھا کہ اقرار نامہ میں صرف ان حالات کو دیکھ بھال کر لینے کا عہد لیا جاتا - جو کسی مرد کے دوسری عورت کرنے کا موجب ہوں - اور اگر دیکھیں کہ اس کی دوسری شادی ہونے سے پہلی عورت پر ظلم ہوگا - تو اس وقت اس شادی کو روک دیں - مگر اس کے خلاف وہاں تو قطعاً دوسری شادی ہی سے روکا گیا ہے - جو صریحاً اسلام کے خلاف اور دنیا کے معاشرتی و تمدنی حالات پر سخت معز اثر ڈالنے والا ہے - جیسا کہ اس وقت بھی یورپ میں نظر کر رہا ہے۔

کیا ہم امید کریں - کہ ہر ہائینس بیگم صاحبہ بھوپال جن کی خدمت میں اس تمام کارروائی کی نقل بھیجنے کا اعلان کیا گیا - ایسے ناجایز اقرار ناموں کی اصلاح کی کوشش فرمائیں گی ؟

کشتوں کے پشتے

امرتسر میں گذشتہ ۲۶ مارچ ۱۹۱۸ء کو جبکہ لوگ ہولی دیکھنے کے لئے جمع تھے زلزلہ کا ایک خفیف سا جھٹکا محسوس ہوا جس سے دربار صاحب کے اوپر کے کوٹھے پر جن پر سینکڑوں زن و مرد جمع تھے ٹوٹ کر نیچے آپڑے - جس سے قریباً پچاس زن و مرد تو اسی وقت مر گئے اور سو نہایت بری طرح سے زخمی ہوئے کئی لاشیں بری طرح سے پتھروں سے کچلی گئیں - شہر میں ایک کہرام برپا ہو گیا زخمیوں کو ہسپتال بھیجا گیا - جن میں سے دو راستے میں ہی مر گئے - کاش عذاب الٰہی کے ان ہولناک مناظر سے ہی لوگ کچھ عبرت حاصل کریں۔

یتیموں کو گداگری کی تعلیم

صاحبزادہ خواجہ ... نے اپنی ۴ مارچ ۱۹۱۸ء کی اشاعت میں یتیم خانہ دہلی کی بیجا شکایت کی ہے - کہ وہاں کے منتظم یتیموں سے گداگری کراتے ہیں - جو فی الواقع بہت ہی افسوسناک بات ہے - لیکن یہ دہلی کے یتیم خانہ ہی پر منحصر نہیں - لاہور میں بھی ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھا ہے - کہ بعض نام نہاد یتیم خانوں کے مالک چند غریب و بیکس بچوں کو لیکر کسی شارع عام پر کھڑے ہو جاتے ہیں - اور ان سے صدائیں لگواتے اور شعر پڑھواتے ہیں - سامنے زمین پر ایک کپڑا بچھا رہتا ہے جس پر آنے جانے والے پیسہ دو پیسے پھینکتے جاتے ہیں - اور تو اور ابھی کل پرسوں کی بات ہے - کہ میلہ شالامار پر اس قسم کے یتیموں کی دو ایک ٹولیاں کھڑی ہوئی شعروں میں اپنی بیکسی کی داستان سنا رہی تھیں - اور اس وقت جبکہ انہی کے سامنے سینکڑوں بچے خوشنما لباسوں میں آزادانہ سیر کرتے اور کھاتے پیتے تھے - یہ بیکس بے ماں باپ کے بچے اپنے نام کے تربیت کنندگان کے زیر حکم ہاتھ باندھے انہی سے ایک ایک پیسہ کے لئے التجائیں کرتے تھے - کس قدر شرم کا مقام ہے - کہ انہیں اپنے زیر تربیت لیا تو اس لئے جاتا ہے - کہ وہ ہر قسم کی بداخلاقی اور تکالیف سے بچکر آرام اور اطمینان سے پرورش پائیں - لیکن پھر خود ہی ان سے بھیک منگوایا جاتا ہے - ہو جاتا ہے کہ اگر اسی کی ضرورت تھی - اگر بھیک مانگکر ہی انہوں نے اپنا پیٹ پالنا تھا - تو ان یتیم خانوں کے کھولنے سے کیا مطلب تھا - اور کیوں قوم کو اپنی نمایشی ہمدردی کا یقین دلاکر ان سے چندے لینے کی کوشش کی جاتی ہے - ضرورت ہے کہ اس بارہ میں مسلمان ذرا زیادہ محتاط ہو کر کام کریں - اور ایسی نام کی انجمنوں کو بکلخت بائیکاٹ کر دیں۔ جو ان کاموں کی اہل نہیں - انجمن حمایت اسلام اپنے فرض کو جہاں تک ہمیں معلوم ہے نہایت خوش اسلوبی سے سر انجام دے رہی ہے - اس لئے اس کے متعلق اس قسم کی شکایت بھی کوئی نہیں - اس کے علاوہ جو دوسری چھوٹی چھوٹی انجمنیں نئی ہوئی ہیں انکے متعلق یہ شکایت ایک مدت سے چلی آتی ہے - جس کا رفع ہونا از حد ضروری ہے۔

کیا مسلمان اس طرف توجہ کریں گے ؟

آریہ گزٹ کا رشی بودھ نمبر

سال میں قریباً دو مرتبہ ایسا موقعہ پیش آتا ہے جب آریہ سماجی اخبارات اپنے خاص نمبر شائع کرتے ہیں - ایک تو اخبار پرکاش اور آریہ گزٹ کا سالانہ رشی نمبر شائع ہوتا ہے - اور دوسرے آریہ گزٹ کی طرف سے رشی بودھ نمبر۔

اس رشی بودھ نمبر کی تقریب کا ہم پیشتر ازیں کئی دفعہ ذکر کر چکے ہیں یہ وہ دن ہے - جب کہا جاتا ہے کہ سوامی دیانند صاحب نے اپنے والد کے ساتھ ایک مندر میں بیٹھے ہوئے اس منظر کو دیکھا - کہ چوہے آتے ہیں اور ایک بت کے سامنے رکھے ہوئے کھانے کو کھا جاتے ہیں - اس سے کہا جاتا ہے کہ سوامی صاحب کا میلان توحید کی طرف ہوا - اور وہ اسی وقت اپنے گھر سے نکل آئے - اس کو چھوڑکر کہ یہ واقعہ اپنے عواقب و نتائج کے لحاظ سے کس قدر عظمت کے قابل ہے - ہمیں رشک آتا ہے - اس کثرت اشاعت پر جو اس خاص موقعہ پر آریہ سماجی اخبارات بالخصوص آریہ گزٹ کو حاصل ہوتی ہے - امسال آریہ گزٹ کا رشی بودھ نمبر جس میں صرف سوامی دیانند کے حالات اور ان کی تعلیمات کو اپنی طرف سے بہت بنا سنوار کر شایع کیا گیا ہے - سترہ ہزار کی تعداد میں چھپا اور پھر بھی تین ہزار ایسی درخواستیں باقی رہ گئیں جن کی تعمیل نہیں ہو سکی - سال ... ہزار کی تعداد میں شایع ہونے والے پرچوں میں کچھ پرچوں کے مفت تقسیم کرنے کے لئے نو صد روپیہ کی اپیل کی گئی تھی - جس کے لئے چھ سو سے زاید روپیہ تو اس کے چھپنے سے پہلے ہی جمع ہو گیا تھا - اور باقی کے ... رہے تھے - جواب ایفا ہو رہے ہیں۔

یہ حال ہے ان لوگوں کا جن کے عقاید و خیالات کو مسلمان باطل سمجھتا اور باطل ہی کا نتیجہ گردانتے ہیں۔

کیا حامیان حق و صداقت کے اندر بھی اس قسم کا ایثار اور کوشش آج نظر آتی ہے - اس کا حال دیکھنا ہو تو مقابلہ اپنے بھی مذہبی اخبارات کی حالت کو دیکھئے اور اپنے مذہبی احساس کا اندازہ لگائیے۔

وچھووالی سماج مندر کا قضیہ

قریباً سال بھر سے آریہ سماج وچھووالی میں باہم نزاع چلی آتی ہے - جس کی نوبت مقدمہ تک بھی پہنچی - اور آئے دن مندر میں بھی

جلد ۵ - | مدینۃ المسیح لاہور: چہارشنبہ جمادی الآخر سنہ ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۳ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۷۵

ملفوظات حضرت مسیح موعود

روحانی فایدہ حاصل کرنیکے لئے آپ بھی کوشش چاہئے

ایک شخص نے عرض کی کہ میں روحانی فایدہ حاصل کرنے کے واسطے یہاں آیا ہوں۔ مجھے کچھ بتایا جاوے +

فرمایا "روحانی فایدہ بھی انہی کو پہنچتا ہے جو آپ کوشش کرتے ہیں" دیکھو ہمارے نبی کریم صلعم سب سے اعلےٰ اور افضل تھے۔ مگر انہوں نے بھی دین کی خاطر کیسے کیسے مصائب اٹھائے۔ دین بھی تو مرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ خدا چاہتا تو ایسا نہ کرتا۔ مگر اس نے دنیا کے لئے بھی یہی قانون رکھا ہے۔ کہ محنت سے سب کچھ ہوتا ہے اگر خدا کا فضل بھی ہو اور محنت بھی ہو تو انسان منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ دنیا کے کاموں کے لئے انسان کیسے کیسے دکھ اٹھاتا ہے۔ اور کیسی کیسی تکلیفیں برداشت کرتا ہے۔ اور تب جا کر کچھ حاصل ہوتا ہے تو کیا دین کے لئے کچھ بھی محنت اور سعی نہیں کرنی چاہئے؟ اگر تھوڑا سا مقدمہ آپڑے تو پھر انسان اس کے واسطے کہاں کہاں سے سفارشیں لاتا ہے۔ اور کس قدر خرچ کرتا ہے۔ اور کتنی کوشش کرتا ہے۔ اور اگر باوجود اتنی کوشش کے وہ مقدمہ خارج ہو جاتا ہے۔ تو پھر اپیل در اپیل کرتا اور کیا کیا کر گذرتا ہے۔ تو کیا ایسا سمجھنا چاہئے

دنیا کے لئے محنت کرتے ہو تو دین کے لئے بھی محنت کرو

کہ دین محض پھونک مارنے سے اور کسی ورد و وظیفہ کے کرنے سے حاصل ہو جائیگا؟ اور آرام طلبی گذر[illegible] میں کامیابی حاصل ہو جائیگی؟ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون۔ کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ صرف زبانی قیل وقال

زبانی قیل وقال سے کچھ نہیں بنتا امتحانوں میں پورے اترو

سے ہی ان کو چھوڑ دیا جائیگا اور صرف اتنا کہنے سے ہی کہ ہم ایمان لائے دیندار سمجھے جائینگے۔ اور ان کا امتحان نہ ہوگا۔ بلکہ امتحان اور آزمایش کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ اور جب تک کوئی شخص آزمایش اور امتحان کی منازل نہ طے کر لے [illegible] نہیں بن سکتا۔ یہ قاعدہ کی بات ہے۔ کہ دکھ کے بعد ہی راحت ہوا کرتی ہے۔ یاد رکھو جو شخص خدا کی راہ میں دکھ اور مصیبت برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں وہ کاٹا جائیگا ترقی ہمیشہ مصائب اور تکالیف کے بعد ہوتی ہے۔ اور ابتائی حالت کا پتہ اسی وقت لگتا ہے جب تکالیف اور مصائب آتی ہیں روحانی فواید حاصل کرنے کے لئے پہلے اپنے آپکو دکھ اور تکالیف اٹھانے کے لئے تیار کر لینا چاہئے

عشق اول سرکش و خونی بود
تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

بعض لوگ آتے ہیں اور کہدیتے ہیں کہ ہمیں پھونک مار دو کہ اولیا و ابدال بن جائیں۔ اور ہمارا سینہ صاف ہو جائے۔ اور روحانی معراج پر پہنچ جائیں۔ اور ہمارے قلب میں پاکیزگی پیدا ہو جائے۔ ان کو

سینہ اور قلب پھونک سے پاک صاف نہیں ہوا کرتا۔

یاد رکھنا چاہئے۔ کہ سب کچھ دکھوں اور تکالیف کے بعد مل جاتا ہے۔ اور ضرور مل جاتا ہے۔ مومن کو اللہ تعالےٰ ضایع نہیں کرتا۔ حب انسانی دنیا کے لئے طرح طرح کے مصائب برداشت کر لیتا ہے۔ ایک کسان کو ہی دیکھو کہ پہر رات کے قریب اٹھتا ہے۔ ہل جوتتا ہے۔ اور کتنی تکالیف اٹھاتا ہے۔ اور محنت کرتا ہے۔ نہ رات کو آرام کرتا ہے۔ نہ دن کو بلکہ بہت ہی مشکل کے بعد فصل پک بھی جاتا ہے تو اس وقت بھی اس کے حاصل کرنے کے لئے کیا کیا مصائب اٹھاتا ہے۔ اور اپنے عیال و اطفال سے علیحدگی اختیار کر کے اسے کاٹتا اور اس کو حاصل کرنے کے لئے کیسے کیسے دکھ اٹھاتا ہے۔ اور اس دنیا کے لئے جو آج ہے اور کل فنا ہو جائیگی مارا مارا پھرتا اور مصیبت

جب فانی دنیا کے لئے اتنی کوشش کرتے ہو تو دین کے لئے اس سے بھی زیادہ کرو

پہ مصیبت اور دکھ پر دکھ سہتا ہے۔ تو کیا پھر دین ہی ایسی چیز ہے جو محض پھونک مارنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس میں کسی امتحان اور آزمایش اور محنت کی ضرورت نہیں؟ دین کے لئے ایسی توقع کرنا اور اس کو ایک حلوا بے دود کی

دین حلوہ بے دود نہیں

طرح سمجھنا کسی طرح بھی ٹھیک نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ پر غور کرو کہ انہوں نے دین کی خاطر کیسے کیسے مصائب اٹھائے۔ اور کن کن دکھوں میں وہ مبتلا ہوئے۔ نہ دن کو آرام کیا نہ رات کو۔ خدا کی راہ میں ہر ایک مصیبت کو قبول کیا۔ اور جان تک قربان کر دی۔ اور دین کی خاطر سر کٹوا لئے +

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک اور لیکچر

گذشتہ اشاعت میں حضرت امیر ایدہ اللہ کے ایک زبردست لیکچر کا ذکر کیا تھا جو مذاہب اسلام اور دیگر مذاہب پر

ہفتہ کی صبح کو جلسہ انجمن حمایت اسلام ختم ہوا۔ انجمن کا جلسہ تو قبل از نماز عصر ختم ہو گیا۔ جس کے بعد اسی پنڈال میں پنجاب ہسٹاریکل سوسایٹی کا جلسہ شروع ہوا جس کے دوسرے ۔۔۔۔ اجلاس میں بعد از نماز مغرب حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک اور لیکچر درجمع قرآن پر ہوا جس میں آپ قرآن کریم کی اندرونی شہادتوں اور بیرونی بعض تاریخی حوالجات سے یہ ثابت کیا۔ کہ قرآن کریم اپنی موجودہ ترتیب میں انہی الفاظ اور اسی رسم الخط کیساتھ آنحضرت صلعم کے سامنے بھی موجود تھا اور خود اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے ماتحت آنحضرت صلعم نے اس کی موجودہ ترتیب قایم کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صرف منتفرق اوراق کو جمع کرا کر ایک تقطیع لکھوایا اور حضرت عثمانؓ نے اس کی متعدد نقلیں مختلف اطلاع میں اس غرض سے بھیجیں۔ کہ جس نے قرآن لکھنا ہو۔ ان نسخہ جات سے نقل کرے

آپ نے ان تمام باتوں کو دلایل اور شواہد قرآنی و حدیثی ایسے نہایت واضح طور پر سمجھایا۔ جسکا اعتراف صاحب صدر آنریبل میاں محمد شفیع صاحب نے اسی وقت کیا۔ ایسا ہی پروفیسر عبد القادر صاحب ایم۔ اے نے بر سر اجلاس جماعت احمدیہ کی ہمدردانہ مساعی کا اعلان اور شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے بتایا۔ کہ میری کلاس میں بعض طالب علم جو جماعت احمدیہ میں نہیں۔ احمدیوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے لیکن احمدیوں سے کبھی اس قسم کی شکایت نہیں ہوئی۔ جو خاص طور پر قابل تحسین ہے +

بدوملہی کا میاب مناظرہ

کسی گذشتہ اشاعت میں بدوملہی کے زبردست اور کامیاب مناظرہ کا مختصر حال لکھا گیا تھا۔ اس کامیابی کا ثبوت اس طویل فہرست سے مل سکتا ہے۔ جو ایک سو شائیں ایسے اسمار پر مشتمل ہے۔ جنہوں نے برضا و رغبت خود حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ خود محمودیوں میں سے بھی آٹھ آدمیوں نے میاں صاحب سے فسخ بیعت کے اعلان لکھکر دیئے ہیں۔ آیندہ اشاعت میں ۔۔۔۔۔۔۔۔ ہم اس فہرست کو شایع کرینگے۔ اعلان ہائے فسخ بیعت بھی موصول ہونے پر شایع ہونگے۔ انشاء اللہ تعالےٰ نے ان ظاہر اور کھلے نتایج پر الفضل والحکم کا اپنے لکچر کا میاب بتانا سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ ع

دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

کس قدر حیرت کی بات ہے کہ دوسرے لوگ تو اس بحث سے ہمارے عقاید کو سنکر حضرت مسیح موعود کی عظمت کے یہانتک قایل ہو جائیں کہ ان میں سے ۱۲۷ آدمی آپکی غلامی میں آ داخل ہوں۔ اور کچھ وہ لوگ بھی ہوں جو اگرچہ بیعت میں نہیں آئے لیکن علانیہ انہوں نے اقرار کیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کو وہ مجدد سمجھتے ہیں لیکن تمام الزام پر یہ دیا جاتا ہے کہ گویا ہم احمدیوں کا احمدیت سے برگشتہ اور منحرف کرنے اور لیکچر قوت احمدیت کو نقصان پہنچاتے ہیں جیسا لکھ دلوں میں احمدیت کے متعلق ہے جیسا کہ الفضل نے حال ہی میں اسی مناظرہ کی رپورٹ میں لکھا ہے +

نبی کریم صلعم کا علم غیب

فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک اٰیۃ وان کثیرا من الناس عن اٰیٰتنا لغٰفلون۔ تو آج تیرے بدن کو ہم (پانی میں تہ نشین ہونے سے) بچا لینگے۔ (وہ اس غرض سے) کہ جو لوگ تیرے بعد آنیوالے ہیں تو اُن کے لئے عبرت ہو۔ اور البتہ بہت سے لوگ ہماری قدرت کی نشانیوں سے غافل ہیں۔

مندرجہ بالا عبارت ہم سورہ یونس کی ۹۲ - آیت میں پاتے ہیں اس میں فرعون موسیٰ اور اُس کی حالت کا ذکر ہے۔ جبکہ وہ بحیرہ قلزم میں موت کے مُنہ میں جا رہا تھا۔ ان الفاظ کے مطابق اس شاہ مصر کو متنبہ کر دیا گیا تھا۔ کہ موت کے بعد اُس کی لاش ساحل پر پھینک دی جائیگی۔ اور یہ اُس سزا کی ایک زندہ شہادت رہیگی۔ جو اُسکو موسیٰ اور بنی اسرائیل کا تعاقب کرتے ہوئے ملی۔ "آج تیرے جسم کو ہم بچا لینگے۔ تاکہ جو لوگ تیرے بعد آنیوالے ہیں تو اُن کے لئے عبرت ہو" یہ الفاظ اسقدر صریح اور واضح ہیں کہ ان پر بحث کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ان میں تین امور کیطرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اول یہ کہ فرعون مرگیا دوم یہ کہ اُسکی لاش سمندر میں گم نہیں ہوئی تھی بلکہ اُسکو ساحل پر پھینک دیا گیا تھا اور سوم یہ کہ وہ لاش محفوظ رہیگی۔ اور آئندہ نسلیں اس کا کھوج نکالینگے۔ انجیل میں اس کا قطعاً ذکر نہیں اور نہ ہی کسی اور تاریخی کتاب میں اس کا کوئی حوالہ دیا گیا ہے۔ تاہم موجودہ صدی میں حقیقی واقعات روز روشن کی طرح سامنے آگئے ہیں اور وہ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی لفظاً لفظاً تائید کرتا ہے۔

مصر میں جو لاشیں محفوظ رکھی گئی تھیں ان میں سے رامسیس ثانی کی لاش بالکل محفوظ پائی گئی ہے اور اسکو فرعون موسیٰ کی لاش قرار دیا گیا ہے۔ یہ امر حال ہی میں دریافت ہوا ہے اور نبی کریم صلعم کو ہرگز اس کا علم نہ ہو سکتا تھا۔ کیا یہ اس بات کی ایک قاطع دلیل نہیں کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی وحی کے ذریعہ علم غیب دیا گیا۔

اگر غیب کا علم اس کے رکھنے والے کے پیغام کے منجانب اللہ ہونے کی ایک مضبوط دلیل مانی گئی ہے تو کیا وہ غیب کا علم جو مندرجہ بالا آیت میں نبی کریم کو دیا گیا۔ آپ کے پیغام کے منجانب اللہ ہونے کیلئے کافی اور شافی دلیل نہیں؟ تمام مذہبی عیسائی تاریخ یا کسی اور مذہب کی تاریخ میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جسکو اس قدر غیب کا علم دیا گیا ہو۔

انجیل میں جو پیشگوئیاں ہیں۔ اُن میں سے اکثر عام واقعات عالم کے متعلق ہیں جو ہمیشہ پیش آتے رہتے ہیں اور ہر ایک انسان اُس قسم کی پیشگوئیاں کرتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس انجیل کی دیگر پیشگوئیاں خصوصاً جبکہ اُن تاویلوں کے نقطہ خیال سے پڑھا جاوے جو زبردستی ان پر چسپاں کی جاتی ہیں۔ تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابہام سے مبرا نہیں۔ اور استعارے اور تمثیلی کلام سے پر ہیں۔ برخلاف اسکے مندرجہ بالا آیت بڑے صاف الفاظ میں ایک امر واقعہ کی خبر دیتی ہے اور اسکے کوئی اور معنے ہو نہیں سکتے حتیٰ کہ مخالف نقطہ چینوں نے لاش فرعون کے پائے جانے سے پہلے اس آیت کی وجہ سے قرآن کی غیب دانی پر بہت حملے کئے۔ یہ اُن کا غلط قیاس تھا کہ قرآن بھی ایک ایسے قصہ جات کا مجموعہ ہے۔ جسکی تواریخ سے کوئی شہادت نہیں ملتی اور اس اعتراض کی تائید اور واضح کرنے کیلئے یہی آیت پیش کیجاتی تھی۔ تاہم اب تو دُنیا کو سمجھ آگئی کہ قرآن کے الفاظ بالکل صادق اور برحق ہیں۔

شمس الدین شمس نو مسلم۔

عیسائیوں کے اعتراضات کے جواب

(۶)

دسواں اعتراض

"قرآن میں یہ بھی آیا ہے کہ لوگ اپنے گھروں میں جو کچھ کرتے اور کھاتے پیتے تھے مسیح اُن کو وہ سب بتا دیتے تھے۔ یہ صفت عالم الغیبی بھی خدا کا خاصہ ہے۔ جس میں صرف مسیح ہی شریک ہے۔ محمد صاحب اس سے بالکل بے بہرہ تھے۔ پس صاف عیاں ہے۔ کہ اس لحاظ سے بھی مسیح محمد صاحب سے افضل ہے۔"

الجواب

یہ صریحاً غلط ہے۔ کہ قرآن نے حضرت مسیح کو اللہ تعالےٰ کی صفت عالم الغیبی میں شریک مانا ہے۔ اگر وہ ایسا سمجھتا۔ تو حضرت مسیح علیہ السلام کے اس قول کو کیوں نقل کرتا۔ جو قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے اس سوال کے جواب میں کہ کیا تو نے کہا تھا۔ کہ میری اور میری ماں کی عبادت کیا کرو۔ انہیں کہنا ہوگا لہذا انہیں صاف طور پر خود ہی اپنے عالم الغیب نہ ہونے کا ان لفظوں میں اعتراف کرنا پڑیگا کہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک۔ تو تو میری باتوں کو جانتا ہے۔ لیکن میں تو تیرے نفس کی باتوں کو نہیں جانتا۔ بلکہ اسکے علاوہ خود اپنی امت کے حالات سے بھی اپنی ناواقفیت کا اظہار کرتے اور فرماتے ہیں۔ کہ کنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم اسوقت تک کے لئے تو میں ان پر گواہ ہوں۔ جبتک میں ان میں رہا لیکن جب "تو نے مجھے موفات دیدی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا" ظاہر ہے کہ جس شخص کو اپنی امت کے اعمال کا ہی علم نہیں رہتا۔ جب وہ اس سے پوشیدہ ہوتی ہے تو دوسری پوشیدہ چیزوں کا پتہ وہ کیسے دے سکتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے خواہ مخواہ کاس بات پر زور دیا جاتا ہے۔ کہ قرآن نے حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا تعالےٰ کی صفت عالم الغیبی میں شریک کیا ہے۔ شریک کرنا تو ایک طرف وہ تو صاف فرماتا ہے۔ عالم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول۔ کامل غیب تو صرف اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے۔ ہاں اپنے رسولوں میں سے بھی جسے چاہتا ہے۔ وہ اس میں سے کچھ کچھ بتا دیتا ہے۔ کہیں بھی سارے قرآن کے اندر مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ کی صفت عالم الغیبی میں شریک نہیں مانا گیا۔ مگر تاہم عیسائیوں کے پاس لے دے کے ایک بات رہ جاتی ہے کہ مسیح علیہ السلام وہ سب کچھ بتا دیتے تھے۔ جو لوگ اپنے گھروں کے اندر کھاتے اور ذخیرہ کرتے تھے۔ حالانکہ ان کو یہ بھی نہیں معلوم کہ صرف اسی قدر بتا دینے سے کوئی شخص عالم الغیب نہیں بن جاتا۔ یا خدا تعالےٰ کی صفت عالم الغیبی میں شریک نہیں مانا جاسکتا۔ اگر قرآن کی اس آیت کا جس میں حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم وہی مطلب لیا جائے۔ جو عیسائی اور بعض مسلمان لیتے تھے تو بھی زیادہ سے زیادہ اتنا مان سکتے ہیں۔ کہ چونکہ وہ خدا تعالےٰ کے ایک رسول تھے۔ اللہ تعالےٰ نے یہ ایک غیب کی بات انہیں بتا دی۔ باقی باتوں کا انہیں کوئی علم ہونے کا ذکر تک بھی قرآن میں نہیں۔ صفت عالم الغیبی میں تو اسوقت شریک مانے جا سکتے کہ انہوں نے ہر ایک بات غیب سے بتائی ہوتی۔ اور قرآن نے ان کے عالم الغیب ہونے کی شہادت دی ہوتی۔ سو قرآن نے ایسا نہیں کیا۔ ہاں انجیل سے ان کی اس صفت کا پتہ لگ جاتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہ بھوک لگنے پر ایک انجیر کے درخت کی طرف دوڑے ہوئے جاتے ہیں۔ اور اتنا علم نہیں تھا کہ یہ انجیر کا موسم نہیں۔ اسی لئے جب درخت کو سوکھا ہوا پاتے ہیں۔ تو غضبناک ہوکر اسے گالیاں دینے لگتے ہیں۔ (متی باب ۱۲۔ آیت ۱۸ تا ۲۰) پس اگر عالم الغیب ہونے کے یہی معنے ہیں کہ اسے کسی بات کا علم نہ ہو۔ تو البتہ مسیح علیہ السلام کو بھی عالم الغیب مانا جاسکتا ہے۔ ورنہ انجیل کے ان حوالجات اور خود قرآن کریم سے صاف طور پر ثابت ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام عالم الغیب نہیں تھے۔ اور اسی قسم کے رسول تھے۔ جیسے کہ دوسرے انبیاء ہوئے ہیں۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ انبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم کے وہ معنے ہرگز نہیں جو عیسائی معترض لے گئے ہیں۔ بلکہ اس کے معنوں کو سمجھنے کے لئے بھی ہمیں انجیل سے ان حیالات کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ جن میں مسیح نے اپنے پیروؤں کو کھانے اور جمع کرنے کے متعلق تعلیم دیکر کچھ احکام نافذ کئے ہیں۔

اس لئے جب ہم انجیل کی طرف آتے ہیں۔ تو وہاں نہیں صاف طور پر نظر آتا ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام اس کے قطعاً خلاف ہیں کہ ان کے پیرو کوئی دنیا کا مال جمع کیا کریں۔ وہ تو صاف طور پر کل کی فکر کرنیکی بھی اجازت نہیں دیتے۔ اور فرماتے ہیں کہ:۔

"اپنے واسطے مال زمین پر جمع نہ کرو۔ جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے۔ اور جہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں۔ بلکہ اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو۔ جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے۔ نہ زنگ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں۔ کیونکہ جہاں تیرا مال ہے وہیں تیرا دل بھی لگا رہیگا .... اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی جان کا فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائینگے یا کیا پئینگے۔ اور نہ اپنے بدن کا کہ کیا پہنینگے؟ کیا جان خوراک سے اور بدن پوشاک سے بڑھ کر نہیں؟ .... اس لئے فکرمند ہو کر یہ نہ کہو کہ ہم کیا کھائینگے؟ یا کیا پئینگے؟ یا کیا پہنینگے؟ کیونکہ ان سب چیزوں کی تلاش میں غیر قومیں رہتی ہیں۔ اور تمہارا آسمانی باپ جانتا ہے۔ کہ تم ان سب چیزوں کے محتاج ہو۔ بلکہ تم پہلے اس کی بادشاہت اور اس کی راستبازی کی تلاش کرو۔ تو یہ سب چیزیں بھی تمہیں مل جائینگی۔ پس کل کے لئے فکر نہ کرو۔ کیونکہ کل کا دن اپنے لئے آپ فکر کر لیگا آج کے لئے آج ہی کا دکھ کافی ہے" (متی باب ۶ آیت ۱۹ تا ۳۴)

اس عبارت میں مسیح علیہ السلام نے نہایت صاف اور کھلے الفاظ میں اپنے پیروؤں کو کھانے اور پہننے اور جمع کرنے کی فکر سے روکا ہے۔ عیسائی دنیا کا طرز عمل اس کے کتنا ہی خلاف کیوں نہ ہو مگر اس سخت انتباہ کے باوجود کہ

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دولتمند کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے۔ اور پھر تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اس سے آسان ہے۔ کہ دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو"

(متی باب ۱۹۔ آیت ۲۳ تا ۲۵)

اسی دولتمندی کو ہی عیسائیت کی صداقت کا معیار ٹھیرایا جاتا ہو۔ لیکن حضرت مسیح علیہ السلام نے اس سے کھلے لفظوں میں روکا ہے۔ اور اسی کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم۔ یعنی صاف ہے کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ جو تمہیں کھانا چاہئے اور جو کچھ تمہیں گھروں میں ذخیرہ رکھنا چاہئے۔ وہ کھانے کے متعلق تو سنے یہی بتایا۔ کہ صرف آج کی فکر کرو اور یہی دعا کرو کہ "ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے" (متی باب ۶ آیت ۱۱)

اور ذخیرہ کرنے کے متعلق یہ کہ

"اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو۔ جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے۔ نہ زنگ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں"

ان باتوں میں ظاہر ہے کسی عالم الغیبی کو دخل ہے۔ [illegible] دوسرے عالم الغیب ہونے کو۔

مراسلہ

النبوۃ فی القرآن پر ایک نظر

ان دنوں مجھے ایک رسالہ بنام "النبوت فی القرآن" من تصنیف قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری میرے رشتہ کے خسر جناب سیٹھ حسن صاحب احمدی تاجر بیڑی یادگیر نے مرحمت فرمایا۔ انکی غرض اس رسالہ کو دینے سے یہ ہے کہ اسکو پڑھکر میں ان کا ہمخیال ہوجاؤں کہ حضرت مسیح موعود نبی تھے۔ میں نے رسالہ مذکور کو بغور پڑھا اسکا مفصل جواب تو بزرگان ملت میں سے کوئی صاحب تحریر فرماوینگے مگر اس کتاب کو دیکھکر جس نتیجہ پر پہنچا ہوں اسکو مختصراً ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ رسالہ کا نام النبوت فی القرآن رکھکر اس کے نیچے یہ لکھا ہے۔ " باتباع محمد خیرالانام صلے اللہ علیہ وسلم" مطلب یہ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے نبوت ملتی ہے۔

اب غور فرمائیے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے اور کامل متبع تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ جو اپنی زندگی میں ہی کامل اتباع کا سرٹیفکیٹ بارگاہ خداوندی سے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا پا چکے۔ پھر یہ کیا لغو خیال ہے کہ تیرہ سو برس میں آنحضرت صلعم کا صرف ایک ہی کامل متبع ہوا۔ حضرت اقدس خود اپنی آخری کتاب الوصیت میں فرماتے ہیں:

"بعض افراد باوجود امتی ہونے کے نبی کا خطاب پایا۔"

لیکن اسکو بھی چھوڑ کر اسی النبوت فی القرآن کے صفحہ ۱۱ کے حاشیہ میں ایک اور بات لکھی ہے۔ لکھا ہے کہ :-

"حضرت سلیمان۔ حضرت داؤد کے متبع اور مطیع نبی تھے جیسا کہ وورث سلیمان داؤود (سورہ النمل) سے ثابت ہے۔ حضرت داؤد مطاع اور سلیمان مطیع و متبع نبی تھے"

قاضی صاحب نے اس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ نبی کے لئے دوسرے رسول کی اطاعت اور اتباع مانع نبوت نہیں۔ لیکن جب ہم قرآن شریف کی اس آیت پر غور کرتے ہیں۔ تو پیش کردہ آیت کے کسی لفظ سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ داؤد کے مطیع و متبع سلیمان تھے۔ خود حضرت اقدس کی صریح تحریرات سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم سے پہلے جس قدر نبی و رسول گذرے ہیں ان کی نبوت کا تعلق براہ راست تھا۔ وہ کسی نبی کے امتی نہ تھے۔ بلکہ مطاع تھے۔ قرآن شریف سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر رسول مطاع ہوتا ہے نہ کہ مطیع۔ قرآن شریف اور حضرت اقدس کی تحریرات کے خلاف عقائد دینی میں جدید بات پیدا کرنا باعث گمراہی و ضلالت ہے۔

شریعت اسلام کی رو سے آنحضرت صلعم کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ جس پر ایمان رکھنے کے لئے امت محمدیہ مکلف کی گئی ہو۔ آنحضرت صلعم ہی ہر رنگ میں نبی و رسول ہیں اور آپ ہی اکیلے نبی قیامت تک کے لئے ہیں۔ کسی اور کو آپ کے بعد نبی ماننا اسلام کے خلاف ہے۔ موافق حدیث شریف رضیت باللہ ربًا و بالاسلام دینًا و بمحمد نبیًا۔

آنحضرت صلعم کے بعد خواہ کوئی کتنا ہی اعلےٰ پایہ کا انسان مجدد و محدث ہو۔ اس کو جائز نہیں کہ اپنی نبوت کو جو حقیقی نہیں مجازی ہے کلی نہیں جزوی ہے [illegible] اس کا اقرار لوگوں سے کرائے۔ اسی لئے تو حضرت اقدس نے کشتی نوح میں جو تعلیم اپنی جماعت کو دی ہے اس میں فرمایا ہے کہ

"جو مجھے مسیح موعود نہیں مانتا وہ احمدی نہیں ہے"

یہ نہیں فرمایا کہ جو مجھے نبی نہیں مانتا وہ احمدی نہیں۔ اور یہ کہنا کہ مسیح موعود خود نبی ہیں۔ غلط ہے کیونکہ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ

"آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی"

پھر اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔ کہ

"میری دانست عام بول چال میں نبی کا لفظ استعمال کرنا مناسب نہیں کیونکہ لوگوں میں فتنہ پڑنے کا خوف ہے"

اس کا اعتراف خود میاں محمود احمد صاحب نے اپنے ایک خط میں بھی کیا ہے۔ لیکن باوجود اس اعتراف کے جس عقیدہ کو انہوں نے مصلحت وقت کے ماتحت رائج کیا تھا اگرچہ وہ بھی ناجائز ہے،

اسی کو اب ایک مستقل عقیدہ بناکر نبوت حقیقی اور کامل آپکی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ میاں صاحب اور ان کے مریدین نے دین کو افسوس ہے کہ کھیل بنا رکھا ہے۔ اور تو اور خود حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب جیسے انسان کو لکھا جاتا ہے کہ آپ عقائد کو بدلنے یہ کھیل نہیں تو اور کیا ہے۔ خدا تعالےٰ آپکو دیرگاہ سلامت رکھے۔ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت کو جو موجودہ غلو کے زمانہ میں حق کی تائید اور باطل کے رد کے لئے ہر وقت تیار اور کمربستہ رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیشہ اس سے بڑھ کر خدمت دین کرنے اور باطل کے رد کی توفیق دے۔ قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کے لئے جو محنت شاقہ آپ نے اٹھائی ہے اور ترجمہ کا جو عظیم الشان کام اختتام کو پہنچکر چھپ چکا ہے۔ کیا یہ کوئی معمولی کام ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح مولینا مولوی نورالدین صاحب مرحوم نے اپنی زندگی میں فرمایا۔ کہ مجھے معلوم کرایا گیا ہے۔ کہ بارگاہ رب العزت میں ترجمہ مقبول ہوچکا ہے۔ اسکو رد نہ کیجیو۔ لیکن میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود کی وصیت کی طرح اسکی بھی کوئی پرواہ نہ کی اور اسے جلا دینے کے قابل قرار دیا۔ افسوس انا للہ وانا الیہ راجعون

محمودی صاحبان کس کس رنگ میں نبوت و موجودہ خلافت کے منوانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس پر میں انشاء اللہ تعالیٰ بوقت فرصت و ضرورت کچھ عرض کروں گا۔ اب میں اس دعا پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ ربّ اغفر وارحم انت خیر الراحمین

خاکسار۔ مومن حسین احمدی۔ حیدر آباد۔ دکن۔

عقائد محمودیہ کا رد احادیث سے

ایک اور حدیث جس میں آنحضرت صلعم نے اپنے آپ کو احمد کہا ہے

ایک اور طویل حدیث میں ہے ولکن سارشدا کم علیکم بعبد جعلہ اللہ رحمۃ للعلمین احمد وانا معکم فیاتون احمد فیقولون جعلک اللہ رحمۃ للعالمین اشفع لذریتہ ادم لا تحرق الیوم بالنار فاقول نعم انا صاحبہا فاتی حتی اخذ بحلقۃ باب الجنۃ فیقال من ھذا فاقول احمد فیفتح لی (الی قولہ) من ھذا فاقول احمد فیفتح لی (کنز العمال)۔

یہ جو فقرہ حدیث میں موجود ہے کہ لقول الامر کادت ھذہ الامۃ ان تکون انبیاء۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض امت کو اس امت محمدیہ میں انبیاء ہونے کی استعداد تو ہے کیونکہ انہوں نے کام بھی انبیاء جیسے کئے ہیں اور قیامت تک کرتے رہینگے لیکن عہدہ نبوت کا بسبب متعدد مصالح اور حکم الہٰی کے انکو مرحمت نہیں ہوا۔ اور نہ قیامت تک کسی کو ہوگا۔ ہاں ہمارے حضرت مسیح موعود کو بطور خطاب کے یہ نام عطا ہوگیا۔ نہ حقیقتاً جس کی وہ ہمیشہ تاویل کرتے رہے۔

ایک اور عجیب حدیث اس فتنہ کے رد میں

مضامین سابقہ میں خاکسار ایک حدیث ابوداؤد سے اس فتنہ غلو کے متعلق بھی لکھ چکا ہے اب اس مضمون کے آخر میں صحیح بخاری سے ایک حدیث لکھتا ہوں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ فتنہ جو انوار خلافت میں خلیفہ صاحب کی طرف سے پیشگوئی مبشرًا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی نسبت واقع ہوا ہے۔ ایک قسم کا دجالی فتنہ ہے کیونکہ کتب احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دجالی فتن کی متعدد اقسام ہیں وہ حدیث یہ ہے ولقد اوحی الیّ انکم تفتنون فی القبور قریبًا من فتنۃ الدجال یؤتی احدکم فیقال لہ ما علمک بھذا الرجل فاما المؤمن فیقول ھو محمد رسول اللہ صلعم جاءنا بالبینات والھدیٰ فاجبنا وامنا واتبعنا فیقال نم صالحًا فقد علمنا ان کنت لمؤمنًا واما المنافق او المرتاب فیقول لا ادری سمعت الناس یقولون شیئًا فقلتہ۔ اس حدیث بخاری میں اس فتنہ کا فوٹو کھینچا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتنہ جو اس بشارت عیسوی کی نسبت انوار خلافت میں واقع ہوا ہے جماعت اہل اسلام میں ہی ہونا تھا۔ جسپر انکم تفتنون دلالت کرتا ہے اور آنحضرت خاتم النبیین صلعم کو بھذا الرجل تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پیشگوئی میں کسیقدر خفا یا شبہ بھی انوار خلافت سے بعض احمدیوں کو واقع ہوا ہے۔ جیسا کہ "احمد رسول" رسالہ بھی شائع ہوا۔ اور اہل غلو کے خلاف ایک دوسرے فرقہ کا ایمان اس پیشگوئی "احمد رسول" کی نسبت ایسا قوی ہوگا کہ وہ اس پیشگوئی کی نسبت ایمان اور ایقان کے ساتھ رسالجات اور مضامین دنیا میں شائع کرینگے۔ اور یہی اعتقاد رکھینگے۔ کہ ھو محمد رسول اللہ۔ لا غیر۔ اور اس فتنہ کے بانی مبانی انکے مکذب ہونگے اور اہل ایمان اور ایقان فلما جاءھم بالبینٰت کے بارہ میں بھی یہی ایمان رکھینگے۔ کہ اسکے مصداق بھی محمد رسول اللہ صلعم ہی ہیں لیکن یہ مفتون فتنہ میں پڑے ہوئے لوگ اس میں بھی تاویلات فاسدہ کے ہی مرتکب رہینگے۔ ہاں ان مفتون لوگوں کی شانیں مختلف ہونگی۔ بعض تو نفاق کی شان رکھتے ہونگے کہ کسی کو کچھ لکھدیا۔ اور دوسرے کو تمنائے خلافت میں اسکے مذہب کے موافق لکھدیا یا کہدیا۔ اور بعض ان میں سے مرتاب ہونگے یعنی شک کرنیوالے ہونگے۔ کہ ان کے دل میں دھکڑ پکڑ ہوگی اور بعض ان میں سے ایسے بھی ہونگے کہ لا ادری کہنے ہونگے کہ ہم اس مسئلہ میں کچھ نہیں جانتے۔ اور یہی حال انکا ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ میں ہوگا۔ کہ اصلی مورد اس آیت کا حضرت خاتم النبیین صلعم کو نہ سمجھکر حضرت مرزا صاحب کو اعتقاد رکھینگے۔ جس سے وہ خود انکار فرماتے ہیں ؎

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

لیکن یہ مدعی سنت گواہ چست کے مصداق بنینگے اور کچھ لوگ اس خلافت کے فتنہ میں اس طرح پر کہکر پیچھا چھڑا لینگے۔ کہ میاں ہمکو اس جھگڑا کرنے سے کیا مطلب ہے جو علماء کہتے ہیں وہی ہم بھی کہتے ہیں۔ جو سمعت الناس یقولون شیئًا فقلتہ کے مصداق بنینگے۔

اے دوستو! جو مضمون اس حدیث بخاری میں مندرج ہے یہ وہ ہے کہ مومن بالرسول اور منافق یا مرتاب کے حق میں فرمایا گیا ہے ان دونوں کا مصداق کون کون فریق ہے مجھے اسکی تعیین کی ضرورت نہیں اور قبر میں منکر نکیر کے سوال کے جواب میں ہر ایک ضمیر اسی کا کیا جواب دیگا۔ میں بسبب وضاحت کے اس کی بھی تعیین نہیں کرتا۔ تم خود ہی غور اور انصاف کرکے تعیین کرلو۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

خاکسار۔ سید محمد احسن امروہوی۔

روح اور مادہ کی قدامت کی ویدوں سے تردید

آریہ سماج کا سب سے بڑا اور زبردست مسئلہ آواگون ہے۔ اگر آواگون آریہ سماج کے ہاتھ سے نکل جائے تو آریہ سماج کی ساری کی ساری بنیاد گر جائے اور اگر روح و مادہ کی قدامت کی جڑ کٹ جائے تو پھر آریہ سماج کی ہستی ہی کالعدم ہوجائے۔ سوامی دیانند نے اس دعوے کو کسی مصلحت کی بنا پر عوام کے روبرو پیش کیا ہے اور وہ مصلحت [illegible] بلکہ پولیٹکل ہوسکتی ہے اور اس دعویٰ کو کثیر التعداد لوگوں سے منوانے کے لئے اس کا ویدوں میں ہونا بیان کیا ہے۔ حالانکہ ویدوں میں اس کا کہیں ذکر بھی نہیں۔ بھولے بھالے اور سنسکرت سے نابلد نئی روشنی کے دلدادہ اور ویدوں کو اپنا دین اور ایمان جاننے والے انگریزی خوان ہندو سوامی دیانند کے اس تعلیم میں آگئے اور انہوں نے اس دعوے کو صحیح تسلیم کرلیا۔ حالانکہ یہ دعوےٰ اول تو بلا ثبوت ہے اور جو ثبوت اس کی صداقت کے لئے دیا بھی گیا ہے وہ دعویٰ کی صداقت کی گواہی دینے کی بجائے اسکی تردید کررہا ہے اسکے ثبوت میں جو وید منتر پیش کیا گیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے :-

"وہ [illegible] ہیں۔ ان میں سے [illegible]

دوسرے کا نہ درخت ایک ہی درکش پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اُن میں سے ایک اس درکش کے پھل کا ذائقہ چکھ رہا ہے۔ دوسرا کچھ نہ کھاتا ہوا سامنے یعنی دیکھ رہا ہے۔ رگوید منڈل شوکت ۱۶۴۔

اس منتر میں دو جانوروں کا اور ایک درکش کا تذکرہ ہے درکش دیاکرن میں وجود کو کہتے ہیں۔ اس لئے اس کا خلاصہ مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ دو جانور جو آپس میں ملے ہوئے ہیں یعنی ایک دوسرے سے جُدا نہیں ایک وجود پر قائم ہیں ایک تو اُس وجود سے نفع اٹھا رہا ہے۔ دوسرا صرف دیکھ رہا ہے۔ اگر دونوں جانوروں کو علیحدہ مانیں تو ملے ہوئے نہیں ہوسکتے۔ اگر ملے ہوئے ہیں تو جُدا نہیں ہوسکتے۔

اب ان کو مانیں تو کیا مانیں۔ اس منتر میں ایسا مہمل بیہودہ بات لکھی ہے جو اجتماع ضدین کے سبب قابل اخراج ہے اس کے سوائے ان دونوں کو علیحدہ بھی مان لیں تو بھی دونوں ایک تیسرے وجود کے محتاج ہیں۔ اگر ان دونوں کو ایشور اور جیو مان لیں تو ایشور بھی دوسرے وجود کا محتاج رہ جائیگا۔ اس لئے یہ تو ممکن ہے کہ یہ وجود ایشور کا تسلیم کیا جائے۔ اور یہ دونوں پرند روح اور مادہ مان لئے جائیں۔ اور ان دونوں کو ایشور کے وجود پر قائم مانا جائے۔ اور یہی اس وید منتر کا اصل مطلب ہے۔ جب جیو اور پرکرتی ایشور کے وجود سے قائم ہیں تو انکی ہستی کوئی چیز نہ رہی کیونکہ محتاج بالغیر ہوگئے اور محتاج بالغیر قدیم نہیں ہوسکتا - بلکہ حادث ہوتا ہے لہذا یہ بھی حادث اور فانی ٹھہرے وید منتر سے تو صاف صاف ظاہر ہے۔ کہ روح اور مادہ ہرگز قدیم نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ سوامی دیانند جی نے خود بھی ستیارتھ پرکاش اردو صفحہ ۱۳۲ سطر ۲۷ میں لکھا ہے کہ " ایشور پرماتما سب کو ہدایت فرماتے ہیں کہ اے انسانو! میں ایشور سب سے پہلے موجود اور ساری دُنیا کا مالک ہوں۔ الخ۔ رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۴۸-۱

اس منتر میں تو ایشور پرماتما صاف صاف کہہ رہا ہے کہ میں سب سے پہلے موجود اور ساری دنیا کا مالک ہوں۔ جب پرماتما سب سے پہلے ہونا بیان کرتا ہے تو اسوقت جیو اور پرکرتی ضرور عدم محض ہونگے۔ ورنہ ایشور سب سے پہلے موجود نہیں ہوسکتا۔

اب یا تو وید کا ارشاد غلط مانا جائے یا سوامی دیانند جی کا روح و مادہ کی قدامت کا دعوے محض لغو اور سراسر بے بنیاد تسلیم کیا جائے۔ یہ دونوں متضاد باتیں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں علاوہ بریں سوامی جی نے اسلام کی تردید کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ " علت کے بغیر معلول نہیں ہوتا۔ تو اتنا بڑا جہان علت کے بغیر کہاں سے ہوگیا" ستیارتھ پرکاش باب ۱۴ صفحہ ۲ پر لکھا ہے کہ " جس طرح کمہار مٹی اور آلہ کے ذریعہ سے گھڑا بناتا ہے اور بننے والے گھڑے کے پہلے کمہار۔ مٹی اور آلات موجود ہوتے ہیں۔ ویسے ہی دنیا کے بننے سے پہلے جہان کی علت مادی یعنی پرکرتی تھی۔ اور ان سب کے افعال و فطرت ازلی ہیں"

سوامی دیانند جی کے ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ سوامی دیانند نے اپنے خیال کی اشاعت کی دُھن میں اپنشد وغیرہ پر دھیان نہیں دیا۔ ورنہ اگر اپنی تحریر پر جو اپنشد کے حوالہ سے لکھی ہے دھیان دیتے تو اس خیال محال سے درگذر کرتے۔ خود ہی تو بغیر علت کے کسی چیز کے بنانے سے خدا کو قاصر سمجھتے ہیں اور خود ہی شوتیا سوشیشر اپنشد کے ادھیائے ۶ کا منتر ۸ کو ستیارتھ پرکاش میں درج کیا ہے۔ " پرمیشور سے کوئی معلول اسکے ہمجنس نہیں ملتا۔ اور نہ اسکو علت آلاتی یعنی آلہ و اوزار کی ضرورت ہے" بھلا جب اپنشد کی تعلیم یہ ہے کہ خدا کو علت آلاتی اور علت مادی کی ضرورت نہیں۔ تو پھر روح اور مادہ کو قدیم ماننا کیوں ضروری ہے جبکہ اصل روح اور مادہ کی قدامت کی گواہی ویدوں سے نہیں ملتی بلکہ ازلی رنا ثابت ہوتا ہے اس صورت میں تمام ویدک دھرم والوں کا اول فرض ہے کہ اس غلط مسئلہ کو ماننے سے انکار کریں اور واحد خدا یعنی اکیلے سچید انند ایشور کی اُپاسنا (عبادت) کرتے ہوئے مکتی (نجات) یا نکے فوائد حاصل کریں۔

خاکسار۔ نور محمد رجنید پرکاش، عشرت، نجیب آبادی

قابل توجہ سید صادق حسین صاحب اٹاوی

اخبار "بدر" ۲۸ فروری ۱۹۱۸ء نمبر ۷ جلد ۸ کے صفحہ ۲ پر سید صادق حسین اٹاوی کا ریویو کتاب اتمام البرہان مصنفہ احمد حسین میرٹھی پر میری نظر سے گذرا ہے ان جو انہوں نے خاتم النبیین کی بحث پر تحریر فرمایا ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ بلا کم و کاست سب بحث کو نقل کیا جاوے تاکہ ثابت ہو کہ کس فریق نے عقیدہ بدلا ہے۔ میں خصوصاً سید صادق حسین صاحب سے مخاطب کرتا ہوں کہ اگر وہ زندہ ہیں تو ایمانداری سے کام لیکر حق بات کو مان لینگے۔ اور اپنے اوپر تبدیلی عقائد کا الزام نہ آنے دینگے بشرطیکہ تعصب راہ میں حائل نہ ہو۔

اب میں اصل مطلب کو ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

سید صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ:۔

" اس قرآنی استدلال کے جواب میں بعض لوگ ایک حدیث پیش کرتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں۔ " لا نبی بعدی " یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اس حدیث پر زور دیکر کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ پس اگر اس حدیث کے یہی معنے لئے جاویں کہ آنحضرت صلعم کے بعد مطلقاً کوئی نبی نہیں آسکتا تو اول یہ حدیث آیۃ کریمہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کے معارض ہوگی اس لئے پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جاویگی ثانیاً احادیث ذیل بھی اسکے معارض ہونگی اور وہ حدیث یہ ہے بخاری وغیرہ میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں محدثین و مکلمین ہونگے اور محدَث بفتح دال من وجہ نبی ہوتا ہے۔ کیونکہ فرشتے اس سے ہمکلام ہوتے ہیں اور وحی اس پر نازل ہوتی ہے بلکہ اس کی وحی بھی نبیوں کی وحی کیطرح دخل شیطانی سے محفوظ رکھی جاتی ہے۔ (۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات یعنی جنس نبوت سے ایک نوع مبشرات اور منذرات اور امور غیبیہ اور لطائف قرآنیہ اور علوم لدنیہ داخل ہیں۔ پس جب مبشرات جزو نبوت تامہ ہوئے تو صاحب مبشرات صاحب نبوت جزوی ٹھہرا۔ چونکہ اس کلام منفی میں نفی نبوت کے بعد مبشرات کا استثناء کیا گیا ہے اور مستثنیٰ منہ مذکور ہے اور من تبعیضیہ ہے بموجب ان قواعد صحیحہ کے مبشرات کا جزو نبوت صریح منطوق کلام نبوی سے ثابت ہوا۔ اور جب نبوت جزوی کا باقی رہنا ثابت ہوگیا تو جزوی نبی کا آنا بھی ثابت ہوگیا۔ اس لئے حدیث لا نبی بعدی کی تعمیم غلط قرار پائی۔ اور یہ معنے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہونے کا شرف حاصل نہ ہو۔ نہ کوئی ایسا نبی آسکتا ہے جو صاحب شریعت جدیدہ یا صاحب نبوت تامہ ہو۔

(۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ رؤیا المومن بستۃ واربعین جزء من اجزاء النبوۃ یعنی مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں جزو ہے۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا۔ کہ وہ جزوی نبی ہوا۔ پس حدیث لا نبی بعدی کا عموم ہرگز قائم نہ رہا۔"

(۴) نمبر چہارم میں حضرت صدیقہؓ کا قول نقل کیا ہے۔

(۵) نمبر پنجم میں حضرت شیخ اکبر کا قول اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ پھر آخر میں فرماتے ہیں۔ دلائل متذکرہ بالا سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی و رسول آسکتے ہیں مگر وہ شریعت محمدیہ کے تابع اور امت محمدیہ میں داخل یعنی صاحب جزئی نبوت و رسالت ہونگے ....

پھر فرماتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور دعویٰ بھی یہی ہے۔ چنانچہ توضیح المرام کے صفحہ ۹ و ۱۰ کی عبارت ایک کالم میں پیش کرتے ہیں۔

غرضیکہ ہم نے دکھانا یہ تھا کہ حضرت صاحب کی زندگی میں جماعت کا عقیدہ نبوت مسیح موعود کے متعلق کیا تھا۔ کہ آپ جزوی نبوت کے وارث ہیں جسکو دیگر اولیائے امت ہوئے امید ہے سید صاحب کی اس تحریر سے ظاہر ہے۔

اب اگر سید صادق حسین زندہ ہیں تو کیوں بلا خوف تردید دلائل یہ نہیں کہتے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو ہم کامل مستقل نبی نہیں مانتے۔ بلکہ جزئی نبی یعنے محدث مانتے ہیں۔ جس سے ثابت ہو کہ سید صاحب راہ ہدایت پر ہیں۔ اور غالیوں کے ساتھ متفق نہیں۔

کیا میں امید کرسکتا ہوں کہ سید صاحب ایسا کرینگے۔ فقط

خاکسار۔ عبدالرحمن احمدی از مجددیہ انبالہ

ضروری خبریں

جرمن پیشقدمی قطعاً روک دی گئی ہے:۔ لنڈن ۳۱-مارچ۔ ۵ بجکر ۱۵ منٹ شام۔ حضور ملک معظم جمعرات کے روز لنڈن سے تشریف لے گئے اور آپ نے مغربی محاذ پر افواج کا معائنہ فرمایا۔ ہز میجسٹی ہفتہ کی ... کر لنڈن واپس تشریف لے آئے۔

لنڈن ۲۹- مارچ - ۵½ بجے شام - رائٹر کا نامہ نگار مقیم ہیڈ کوارٹرز آج تار دیتا ہے۔ کہ کل کے روز اور گذشتہ شب ایک وسیع محاذ پر جرمنوں نے سوم کے جنوب میں مزید کامیابی حاصل کی اور آرس کے مشرق اور جنوب مغرب میں بھی خفیف سی کامیابی حاصل کی لیکن ہماری بہادر افواج نے لائن کے بڑے حصے سے بھاری نقصان کے ساتھ نکال دیا۔ دشمن نے سوم کے جنوب میں اپنی سب سے زیادہ بھاری کوشش جاری رکھی ہے۔ جہاں برطانوی اور فرانسیسی پہلو بہ پہلو بڑی بہادری سے لڑ رہے ہیں۔ میدان جنگ کے انتہائی شمالی اور جنوبی حصوں میں کل شب کے حملے جرمنوں کی اپنی لائن کو بڑھانے کے سلسلہ میں تھے تاکہ وہ اس دباؤ کو چوڑا کرسکیں جو انہوں نے البرٹ کے قریب پیدا کر دیا ہے اور اسطرح اُن کیلئے امینز کو گھیرنے کی کوشش کرنا ممکن ہو جائے۔ آرس کے سامنے کل کی لڑائی نہایت سخت تھی۔ خصوصاً شہر کے جنوب مشرق میں ٹیلیگراف پہاڑی کے علاقہ میں جہاں کثیر التعداد مدافعت کنندہ اور حملہ آور افواج اس اہم مقام پر قبضہ کرنے کیلئے تمام دن لڑتے رہے۔ تازہ ترین خبر مظہر ہے کہ ہم جنگ سے شکستہ شدہ اس شہر کے ممکن دروازہ پر ابھی تک قابض ہیں۔ جرمنوں نے ٹیلیگراف پہاڑی کے جنوب میں مقام نیوویلی وٹاسی پر اور مزید شمال میں اور فیچ پہاڑی پر قبضہ کرلیا جہاں سے وہ اپنی جارحانہ کارروائی کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ سوم کے نیچے لڑائی نہایت سخت تھی۔ سہ پہر کے وقت دشمن نے دریا پر مقام کریسی سے زبردست حملہ کیا۔ اور آہستہ آہستہ مارسیلکیو تک بڑھ گیا۔ ہماری افواج نے بڑی بہادری سے اور بارہا آرس البرٹ سڑک پر دشمن کی پیشقدمی کرنے کی کوشش کو مسترد کیا۔ تازہ ترین خبر مظہر ہے کہ ہماری مدافعتیں بڑی مضبوطی سے قائم ہیں۔

جمعہ کی شب کو صورت معاملات:۔ لنڈن ۲۹-مارچ۔ پیرس ہیومیو آج شام کو صورت معاملات پر تبصرہ کرتے ہوئے مظہر ہے کہ ہم نے سوم کے شمال کی طرف اپنی تمام پوزیشنوں کو برقرار رکھا جہاں دن کیوقت کوئی شدید حملے نہیں ہوئے۔ سوم کے جنوب کی طرف بھاری لڑائی ہوئی اور ہم پہل سرسلکیو ڈیموٹن کے مغرب کی طرف ایک لائن پر پیچھے ہٹا دئے گئے ہیں۔ ڈیموٹن کے جنوب کی طرف فرانسیسی لائن براہ نیوویلی سالز۔ برلارڈ اور گریشس میں سے مونٹ ڈیڈیر اور لاسگنی کے درمیان فرانسیسی جوابی جارحانہ کارروائی جاری ہے اور مزید فرانسیسی افواج پہنچ رہی ہیں۔ لاسگنی کے مشرق کی طرف فرانسیسی لائن غیر متبدل ہے ایک ماخوذ شدہ جرمن حکم سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۲۱ مارچ کو سینٹ کوئنٹین کے قریب ایک ڈویژن نے جو حملہ کیا تھا۔ اس کا مقصد ہیم کے قریب واقع مقام سوم تھا۔ جو ۱۱ میل کے فاصلہ پر ہے یہ ڈویژن فی الحقیقت تین میل سے بھی کم آگے بڑھ سکا۔

پیرس پر مزید گولہ باری۔ لنڈن ۳۱ مارچ۔ یکشنبہ کے روز پیرس پر پھر گولہ باری کی گئی۔ ایک شخص ہلاک اور ایک مجروح ہوا **ایک برطانوی تباہ کن جہاز تارپیڈو کیا گیا**۔ لنڈن ۳۰ مارچ۔ صیغہ بحری مظہر ہے کہ ایک برطانوی تباہ کن جہاز ۲۷ مارچ کو ایک سرنگ کے ساتھ ٹکرا کر غرق ہوگیا۔ ۱۸ جانوں کا نقصان ہوا

ہالینڈ کے قریب دشمن کے جنگی جہاز:۔ لنڈن ۳۱ مارچ۔ ایمسٹرڈم ہالینڈ سے ایک تار مظہر ہے کہ ۳۰ جرمن جنگی جہاز معہ تارپیڈو کشتیوں اور زیر آب کشتیوں کے ۳۱ مارچ کو ساحل ہالینڈ پر گشت کر رہے تھے۔

۱۹۱۹ء کی فرانسیسی جماعت کی طلبی۔ لنڈن ۳۰ مارچ ایک تکمیل یافتہ تار ہے کہ پیرس میں چیمبر آف ڈپٹیز اور سینٹ نے ایک بل ۱۹۱۹ء کی جماعت کے طلب کئے جانے کے متعلق پاس کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

آزادہ روہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل ۔ ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفٰے ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست	بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد است نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ما ازو یابیم ہر نور و کمال	وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست	ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبر ہائے معاد	ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
ایں ہمہ از حضرت احمد ماست	منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر است	منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقیں	آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست	ہر کہ انکار ے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب	نزد ما کفر است و خسران و تباب

اخبار پیغام صلح

ہفتہ میں دو بار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ قیمت ۔ ۶ششماہی ۔ ۔ ۔ طلباء سے ۔ ۔ ۔

جلد ۵ | مدینۃ المسیح لاہور : ۔ یکشنبہ ۲۵ جمادی الاخر ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۷ اپریل ۱۹۱۸ء | نمبر ۷۷

الحق یعلو ولا یعلٰی

بدوملہی میں ایک نہایت عظیم الشان مباحثہ

نصرت الٰہی کا ایک تازہ نمونہ

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خس راہ کو اڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وہ پانی ان پہ اک طوفان لاتی ہے
غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے؟

(مسیح موعود)

ہم آج دلی مسرت سے اپنے احباب کو ایک خبر بہجت اثر سناتے ہیں جس سے نہ صرف انہیں ایک روحانی لذت اور سرور حاصل ہوگا بلکہ جس سے ان کی روح تشکر و امتنان کے جذبات پاکیزہ سے لبریز ہو کر محو وجد ہوگی اور جس سے انہیں معلوم ہو جائیگا ۔ کہ جس حق و حکمت کے کلمہ کو انہوں نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کی وفات حسرت آیات پر اپنے مرشدزادہ میاں محمود احمد صاحب کے خلاف کسی ذاتی بغض و عناد سے نہیں ۔ بلکہ محض احقاق حق اور ازہاق باطل کے لئے اٹھایا ۔ وہ ہر جگہ قبولیت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے ۔ اور دیکھا گیا ہے ۔

میاں صاحب سے اختلاف عقائد

کی رام کہانی کئی دفعہ دہرائی جا چکی ہے ۔ اور اگرچہ ابتدائے اختلاف میں ہمارے بعض دوستوں نے اسے محض ذاتیات اور روٹیوں کا جھگڑا خیال کیا ۔ لیکن حق اور راستی اپنے اندر ایک جذب و کشش رکھتی ہے ۔ ہم اس سے پہلے حضرت مسیح موعود کی زندگی میں دیکھ چکے ہیں ۔ کہ کس طرح سے ملک کے علماء و سجادہ نشین اور مشائخ نے آپ کو ایک دنیادار آدمی سمجھکر اپنی طرف سے آپکی تحقیر و تذلیل کی ۔ لیکن آخر ۔ ع

بھلا خاک ڈالے سے چھپتا ہے چاند

حضرت مسیح موعود جن حقایق کو لائے تھے وہ ایک دنیا کے دلوں میں گھر کر گئے اور جو تائید الٰہی آپ اور آپکی جماعت کے شامل حال ہوئی اس نے ثابت کر دیا کہ حضرت ممدوح اسلام اور داعی اسلام کے سچے خادم اور اس کے خیر خواہ تھے ۔ اسی طرح جب

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ

نے میاں محمود احمد صاحب کے عقاید فاسدہ کے خلاف آواز اٹھائی تو بہت سے حق کا خون کرنے والوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالیں ۔ اور اسی پر اکتفا نہیں کیا ۔ بلکہ اپنے منہ سے بھی کہنے لگے کہ ہم تمہاری نہیں سنیں گے ۔ کیونکہ تم محض دنیاطلبی اور وجاہت پرستی سے علیحدہ ہوئے ہو کہ میاں صاحب کے ماتحت کام نہ کرنا پڑے ۔ لیکن واقعات و حالات نے بتادیا کہ یہ اختلاف دنیاطلبی ۔ جاہ پرستی ۔ اور محض ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجد بنانے کی غرض سے نہیں بلکہ ان عقاید و تعلیم کی بنا پر ہے جو حضرت مسیح موعود نے اپنی جماعت کو سکھلائے ۔ اور جن کے خلاف میاں محمود احمد صاحب نے اپنی آواز اٹھائی اور بعض سادہ لوحوں نے آپ کی ہاں میں ہاں ملا کر تمام جماعت کو ابتلا میں ڈالا ۔

میاں صاحب کے عقائد

ایسے خطرناک ہیں کہ اگر ان پر اصرار کیا جائے تو انسان اسلام میں داخل تو کیا دشمن اسلام بن جاتا ہے ۔ ان عقاید فاسدہ کی تردید "پیغام صلح" میں ہمیشہ ہوتی رہی ہے اور ان شاء اللہ آیندہ بھی ہوتی رہیگی ۔ کیونکہ جہاں ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم دنیا کے مذاہب پر اسلام کی راستی کا سکہ جمائیں وہاں ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ وہ لوگ جو اس جماعت میں بیٹھے ہیں جو اس زمانہ کے مصلح اور مجدد نے تیار کی ہے ۔ اگر جادہ صواب سے بھٹک جائیں تو ان کو سیدھے راستہ پر چلایا جائے ۔ اسی غرض سے ہماری یہ خواہش رہی ہے کہ میاں صاحب اور حضرت امیر ایدہ اللہ کے مابین ان

اختلافی مسایل میں بحث

ہو جائے تا کہ جماعت احمدیہ کے وہ بھولے بھالے لوگ جو آجتک گدی کے چکمے میں آئے ہوئے ہیں اصل اختلاف عقاید کو سمجھکر اپنی عاقبت سنوار لیں ۔ اور اس راہ سے توبہ کریں جو میاں صاحب نے عمداً یا سہواً اختیار کی ہے ۔ لیکن افسوس باوجود ہماری خواہش کے باوجود حضرت امیر کے بلاوے کے میاں صاحب نے آجتک وہ دن نہیں آنے دیا ۔ ہاں میاں صاحب کے مریدین کی بحث گاہے گاہے ہمارے احباب سے ہوئی ہے ۔ جس میں خدا کے فضل سے ہمیں ہمیشہ یہی نقشہ نظر آیا ہے ۔ کہ جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ۔ گذشتہ ستمبر میں ان اختلافی مسایل پر ہمارے احباب سے قادیانی حضرات کی بحث ہوئی اور جو نتیجہ نکلا وہ اس سے پہلے ہم مختصراً اپنے احباب کی خدمت میں عرض کر چکے ہیں ۔ لیکن آج جس

عظیم الشان مباحثہ

کے حالات سے ہم اپنے احباب کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں بلحاظ اپنی کمیت و کیفیت اثر و نتائج کے ایک بے نظیر مباحثہ ہے ۔ ہم محض اس لئے خوش نہیں کہ اس مباحثہ سے میاں صاحب کے عقاید باطلہ کا بھرم کھل گیا ۔ بلکہ ہماری حقیقی خوشی یہ ہے کہ جو اثر پبلک پر اس سے پڑا اس سے ہمارے آقا اور مرشد حضرت مسیح موعود کی پوزیشن اور حیثیت روشن ہو گئی ۔ اور آپکی ذات ان الزامات سے مطہر قرار پائی جو آپ کے نادان دوست آپ پر لگاتے تھے ۔

اس سے پہلے ہم اپنے قارئین کرام کو یہ اطلاع دے چکے ہیں کہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ میں ہمارے مکرم و معظم دوست میر مدثر شاہ صاحب ۔ ۔ ۔ میاں صاحب کے مریدین کی جو قادیان سے آئے ہوئے ہیں ۔ ۔ ۔ آج ہم اس بحث کے کچھ مفصل حالات سے اپنے ناظرین کو آگاہ کرتے ۔ ۔ ۔ اور اس

مباحثہ کے نتائج

اپنی زبان میں نہیں بلکہ ان لوگوں کے قلم و زبان سے حوالہ ناظرین کرتے ہیں جو خود اس میں شریک تھے ۔

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے مکرم دوست میر مدثر شاہ صاحب تین ماہ سے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کے حکم کے ماتحت ضلع سیالکوٹ میں محض

تبلیغ احمدیت

کے لئے مقیم تھے ۔ اور جو خطوط یہاں سے حضرت امیر کے ارشاد سے ان کو لکھے جاتے تھے ان میں ہمیشہ یہی تاکید ہوتی تھی کہ آپ تبلیغ احمدیت کے کام کو مدنظر رکھیں ۔ لیکن حسن اتفاق سے میر صاحب موصوف کو وہاں میاں صاحب کے مریدین سے بھی پالا پڑا ۔ جو زعم خود یہ خیال کرتے تھے کہ میاں صاحب کے عقاید کیونکر غلط ہو سکتے ہیں ۔ چنانچہ انہوں نے بڑے ۔ ۔ ۔ میر صاحب کو

مباحثہ کے لئے چیلنج

دیا ۔ میر صاحب نے اسے فوراً منظور کر لیا ۔ لیکن جب میاں صاحب ۔ ۔ ۔ معلوم ہوا ۔ کہ ہم میر صاحب سے عہدہ برا نہیں ہو سکتے تو انہوں نے ۔ ۔ ۔

قادیان سے علماء

بلانا چاہتے ہیں ۔ آپ ان سے مباحثہ کریں ۔ چنانچہ قادیان میں ۔ ۔ ۔ اور وہاں سے مندرجہ ذیل علماء میر صاحب کے ساتھ مباحثہ کے لئے پہنچ گئے ۔

(۱) شیخ عبدالرحمن مولوی فاضل مصری
(۲) مولوی حکیم قطب الدین صاحب
(۳) مولوی فضل الدین صاحب وکیل ۔
(۴) مولوی غلام رسول صاحب راجیکے } [a]
(۵) میاں عبدالعزیز صاحب لاہوری
(۶) اور مولوی غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل

[a] الفضل لکھتا ہے ۔ کہ مولوی غلام رسول صاحب راجیکے اور میاں عبدالعزیز صاحب کو ۔ ۔ ۔ کا علم بھی نہ تھا کہ وہ آ گئے ۔ حالانکہ یہ بات صریحاً غلط ہے میاں صاحب کے مریدین اور بالخصوص خلیفہ کے حکم کے کہیں باہر تبلیغ کے لئے ۔ ۔ ۔ پھر میاں عبدالعزیز اور مولوی غلام رسول کا کوئی فرقی کام ۔ ۔ ۔ میں نہ تھا ۔ سوائے اس کے نہیں کہ وہ میاں صاحب کے ماتحت آئے ۔ اور میاں صاحب کو چونکہ مباحثہ کا علم ۔ ۔ ۔ ان کو بھی مباحثہ ہی میں امداد کے لئے بھیجا ۔

حضرت انجمن اشاعت اسلام لاہور ۔ ۔ ۔ العقوب ۔ ۔ ۔ پیغام صلح سے شائع ہوا ۔

چنانچہ ان بارہ آدمیوں سے دستخط کرا کر ان کی بیعت کا اعلان قادیان کے معزز پرچہ الفضل کی اشاعت مورخہ یکم اپریل ۱۹۱۷ء میں بھی ہو چکا ہے +

ہماری طرف سے حضرت میر مدثر شاہ صاحب ہی مناظر تھے۔ اور بظاہر چھ جلیل القدر مولویوں کے سامنے ایک بیچارے نحیف سے "مدثر شاہ" کی کیا حقیقت تھی۔ لیکن

کرامت بہ سجادہ و دلق نیست

حق و راستی گو بظاہر کتنی ہی کمزور معلوم ہو آخر غالب آتی ہے کہ اس کے ساتھ ملائکہ مددگار ہوتے ہیں +

بحث ہٹی اور خوب گرم ہوئی۔ پہلے

تحریری بحث

کی طرح ڈالی گئی ایک ایک پرچہ ہوا لیکن بعد میں یہ قرار پایا کہ تقریری بحث ہو۔ چنانچہ بعد میں تقریریں ہونے لگیں۔ اتفاق سے حاضرین جلسہ میں ایک سب انسپکٹر صاحب بھی موجود تھے۔ جو اس مباحثہ میں دلچسپی لیتے تھے۔ اور حفظ امن عامہ کا بھی خیال رکھتے تھے۔

موضوع بحث

وہی تین مسئلے تھے۔ جن کے ابداع و اختراع کا سہرا جناب میاں محمود کے سر ہے یعنی

(۱)۔ نبوت حضرت مسیح موعود۔

(۲)۔ کفر و اسلام۔

(۳)۔ اسمہ احمد۔

لیکن چونکہ اس تثلیث جدیدہ کی بنیاد بھی حضرت مسیح موعود کی نبوت حقیقی و اصلی پر رکھی گئی ہے۔ اس لئے قدرتی طور پر یہی مسئلہ سب سے پہلے آنا چاہیئے تھا اور یہی آیا۔

ہمارے مبایعین دوستوں نے دھڑلے کی آواز سے اعتراف کہ حضرت مسیح موعود

۱۹۰۱ء سے پہلے

کو غیر نبی سمجھتے رہے ہیں۔ اور بعد میں اپنا عقیدہ دربارہ نبوت کیونکہ پہلے جو آپ نبوت کی تعریف کرتے تھے وہ غلط تھی ۔بعد میں آپ کو نبوت کی صحیح تعریف کی سمجھ آگئی جو آپ پر صادق آئی تھی اس لئے آپ نے اپنا عقیدہ بدل لیا۔ گویا منسوخی کا جادو جو میاں صاحب نے تیار کیا ہوا ہے۔ سب سے پہلے کام میں لایا گیا چنانچہ ان کے پہلے پرچہ میں صاف اقرار موجود تھا کہ۔

ور ہمارے نزدیک حضرت اقدس ۱۹۰۱ء سے پہلے نبوت کی کچھ اور تعریف فرمایا کرتے تھے۔ اور اس تعریف کی بنا پر جب آپ کے الہامات میں لفظ نبی کا آتا تو اس کی تاویل کر لیتے اور اس کو جزوی نبی ناقص نبی اور غیر نبی اور محدث وغیرہ قرار دے لیتے۔ لیکن اس کے بعد خدا تعالے کی وحی[1] کے ماتحت اس تعریف کو بدل دیا۔ اور اس تبدیلی کے ساتھ ہی اپنے آپ کو صریح طور پر نبی کے نام سے لکھنے لگے۔ اور لفظ جزوی ناقص اور محدث اور غیر نبی کا اپنے نام سے مٹا دیا "

گویا جب اللہ تعالے نے حضرت صاحب کو نبی بنایا تو ساتھ ہی نعوذ باللہ آپ کا فہم بھی لے لیا۔ اور وہ عرصہ دراز تک اپنے آپ کو غیر نبی سمجھتے رہے۔ سبحان اللہ کیا ثبوت ہے! پہلے نبیوں کے لئے تو ضروری ہوتا تھا کہ وہ سب سے پہلے اپنی نبوت پر ایمان لائیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون۔ لیکن حضرت مسیح موعود کی نبوت کی حالت یہ ہے کہ ایمان لانا تو در کنار نبی اپنی نبوت کو ہی نہیں سمجھتا۔ ہم کئی دفعہ لکھ چکے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو نبی ماننے کے ساتھ غبی بھی ماننا پڑتا ہے جو کسی

---

[1] وہ کونسی وحی ہے جس نے آپ کی اس غلطی کو ظاہر کیا۔ اور نبی کی صحیح تعریف آپ کو سمجھائی۔ اور خود حضرت مسیح موعود نے کہاں اس تبدیلی عقیدہ کا اعلان کیا۔ کہ میں آج تک نبی کی جو تعریف کرتا رہا ہوں وہ غلط تھی اور اصل تعریف نبوت یہ ہے۔ جو وحی الہی کے ماتحت دیا اس کو بھی چھوڑ کر خود بخود ہی سمجھ آئی ہے۔ پھر سراج منیر میں جو ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ نے لکھا کہ یہ رسول اور مرسل اور نبی کے لفظ میرے الہام میں اور حدیث میں حقیقی معنوں پر محمول نہیں اور اس کے ساتھ ہی بتایا گیا یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے " کیا یہ خدا کا دیا ہوا علم وحی الہی کے ماتحت نہ تھا۔ اور غلط تھا۔ کیا اس سابقہ علم اور بعد کی مفروضہ وحی میں کھلا اختلاف ہونے سے لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا کی زد حضرت صاحب پر نہیں پڑتی۔ فتدبروا وا عتبروا یا اولی الابصار +

عقلمند آدمی کا حوصلہ نہیں پڑتا۔ بالفرض ہم حیران ہیں کہ مبایعین جو جماعت باوجود احمدی کہلانے کے

حضرت مسیح موعود کی ہتک

کیونکر روا رکھتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ ایک عرصہ دراز تک اپنے دعوے کو نہیں سمجھے۔ یاد رکھو پیشگوئی کا معاملہ نہیں جو عموماً متشابہات میں سے ہوتی ہیں۔ بلکہ یہ محکمات کا معاملہ ہے۔ یہ دعوئے نبوت کا معاملہ ہے اور اس کو پیشگوئیوں کی طرح قیاس کر لینا کہ اس میں اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے۔ نہایت خطرناک راہ ہے +

یہ عجیب بات ہے کہ ایک مامور ہو اصلاح خلق کے لئے مامور ہو خود اپنے ہی دعوئے کے متعلق ایک ایسے زمانہ تک غلطی میں رہے کہ صحیح دعوے کا زمانہ اس سے کم ہو۔ العیاذ باللہ۔

غرض ہمارے مبایعین دوستوں نے وہی باتیں دہرانی شروع کیں جو پہلے کہا کرتے ہیں کہ حضرت صاحب نے اپنا عقیدہ دربارہ نبوت تبدیل کر لیا تھا پہلی اور پچھلی تحریروں میں اختلاف ہے۔ لیکن میر مدثر شاہ صاحب نے حضرت مسیح موعود کی

پہلی اور پچھلی تحریروں میں تطابق

کر کے دکھایا۔ سب کا مفہوم ایک۔ سب کا رنگ واحد اور مطلب یکساں ہے۔ اور اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی +

اس جگہ اس بات کو خاص طور پر نوٹ کرنا ضروری ہے۔ کہ الفضل نے میر مدثر شاہ صاحب پر ایک بیہودہ بہتان باندھا ہے۔ کہ آپ تمسخر و استہزا کرتے اور حضرت مسیح موعود تک کو برا کہہ دیتے تھے۔ حالانکہ خود ان لوگوں نے مسیح موعود کو نعوذ باللہ غبی قرار دیکر آپ کی جو کچھ ہتک کی اور جس قدر آپکو ذلیل کیا ظاہر ہے۔ باقی آپس کے برتاؤ اور طریق تخاطب کے متعلق اصل حقیقت یہ ہے۔ جس پر واقعات شاہد ہیں کہ دوران تقریر میں ہمارے مبایعین دوست

مارے غصہ کے آگ بگولا

ہو جاتے تھے۔ اور ان کی زبان اپنے اختیار میں نہیں رہتی تھی۔ چنانچہ پریزیڈنٹ صاحب نے کئی مرتبہ ان کو گندہ زبانی سے روکا۔ ایک مرتبہ ایک مولویصاحب نے میر صاحب کو لعنتی کا خطاب دیکر اپنا دل ٹھنڈا کیا لیکن پریزیڈنٹ صاحب نے انہیں جھڑک دیا اور کہا کہ آپ کو پہلے بھی منع کیا جا چکا ہے۔ کہ آپ ایسے کلمات منہ پر نہ لائیں۔ لیکن بیچارے مولوی صاحب تو بیہوش ہو رہے تھے۔ چنانچہ جو شہادت تحریری ہمارے پاس پہنچی ہے۔ اس میں بھی یہی امر مرقوم ہے۔ مبایعین کے منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اور وہ سخت گھبرائے ہوئے تھے +

یہ تو اصل واقعات ہیں جن پر غیروں کی بھی شہادتیں دلائی جا سکتی ہیں اور خود پریزیڈنٹ جس نے انہیں روکا۔ وہ اس وقت تک احمدی جماعت میں شامل نہیں۔ باوجود اس کے الفضل کا میر صاحب مکرم پر الزام لگانا اپنے علماء کی کرتوتوں کی محض پردہ پوشی ہی کہی جا سکتی ہے۔ ورنہ اصل حقیقت سے اسے تعلق نہیں۔

قاعدہ کی بات ہے کہ بحث و مباحثہ میں

فریقین کی طرف سے اپنی اپنی جیت کا ادعا

ہوا کرتا ہے پس اگر اس بحث کے خاتمہ پر قادیان کا وہ صحیفہ بھی جو اپنے پٹھوؤں کی کمر تھپکتا رہتا ہے ان کو دلاسا دے تو تعجب نہیں لیکن دیکھنا یہ ہے۔ کہ تمام پبلک پر جس میں ہندو مسلمان ماحمدی۔ غیر احمدی و عیسائی شامل تھے۔ کیا اثر ہوا۔ اور یہی اثر حقیقت میں صحیح معیار ہو سکتا ہے کہ

کس فریق کی فتح ہوئی

اور کسے خذلان و خسران کا مزہ چکھنا پڑا۔ ہم اپنی زبان سے کچھ نہیں کہتے۔ کہ ہماری آواز بھی غالباً یکطرفہ ڈگری سمجھی جائیگی۔ اس لئے ہم ناظرین کرام کی خدمت میں وہ تحریریں پیش کرتے ہیں جو اس مباحثہ کی

جیتی جاگتی زندہ شہادتیں

ہیں۔ اور ہر قوم و ملت کی شہادتیں ہیں۔ سب سے پہلے دیکھنا یہ ہے کہ خود

میاں صاحب کے مریدوں پر اس کا اثر

کیا ہوا۔ کیونکہ جب مخالف فریق خود اپنی شکست تسلیم کر کے اپنی بیعت فسخ کر دے۔ تو پھر اس میں کسی کو چون و چرا کرنے کی مجال نہیں رہتی۔ کیونکہ

جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے

اس لئے سب سے پہلے ہم اس اعلان کو شائع کرتے ہیں جو میاں صاحب کے مبایعین کی طرف سے اس بحث کے بعد موصول ہوا +

میاں صاحب کے مریدین کا اعلان فسخ بیعت

جو بدوملہی کے مباحثہ کو سنکر انہوں نے خود لکھ کر دیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت جناب حضرت امیر جماعت احمدیہ سلمہ ربہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ ہم نے صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب کی بیعت کی تھی۔ مگر موضع بدوملہی میں ایک بڑا مباحثہ درمیان مبایعین میاں صاحب و مبایعین حضرت مرزا صاحب ہوا۔ جس میں قادیان سے ۶ صاحبان بڑے بڑے عالم شریک مباحثہ تھے۔ اور آپ کی طرف سے میر مدثر شاہ صاحب مناظرہ کنندہ تھے۔ تین روز تک مباحثہ ہوتا رہا جس میں ہم برابر موجود رہے۔ ہم سچ کہتے ہیں کہ قادیان کے علماء نے ایسی شکست کھائی۔ اور میر مدثر شاہ صاحب نے خدا کی تائید سے ایسی فتح حاصل کی کہ جس کے گواہ ہندو مسلمان عیسائی سکھ صاحبان وغیرہ ہیں۔ چونکہ میاں صاحب کے عقاید غلط اور مسیح موعود کی تعلیم کے خلاف ثابت ہوئے ہیں اس لئے ہم ان کی بیعت کو فسخ کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔ اور ان کے عقاید سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں +

(۱)۔ اللہ بخش حجام۔

(۲)۔ مولاداد نمبردار بدوملہی

(۳)۔ نبی بخش۔

(۴)۔ سید احمد نمبردار بدوملہی

(۵)۔ چوہدری میرداد سکنہ بدوملہی

(۶)۔ شاہ دین سکنہ گدیاں۔

(۷)۔ خیر موچی سکنہ بدوملہی

(۸)۔ علی محمد زمیندار سکنہ بدوملہی

(۹)۔ چوہدری احمد بخش۔

(۱۰)۔ میاں محمد گامان

(۱۱) میاں کریم بخش۔

اس کے بعد ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ اس سے

عام مسلمانوں میں تبلیغ احمدیت

کس قدر ہوئی۔ اور دل پر اس مباحثہ کا کیا اثر ہوا۔ اس بارہ میں بھی ہم اپنے آپ کچھ نہیں کہتے۔

الفضل ما شہدت بہ الاعداء

صرف ان لوگوں کی شہادت پیش کرتے ہیں جو کل تک حضرت مسیح موعود سے سوء ظن رکھتے تھے۔ اور آج آپ کی جماعت میں بطیب خاطر داخل ہوتے ہیں + چنانچہ ذیل میں ان لوگوں کی فہرست اور اعلان ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں

فہرست نومبایعین

جو بدوملہی کے مباحثہ سے متاثر ہو کر حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کے ہاتھ پر احمدی بیعت میں داخل ہوئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

امابعد یا امیرنا و مولانا مخدومنا السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کے بعد ہم عرض پرداز ہیں کہ یہاں جو ہمارے گاؤں میں ایک مباحثہ ہوا ہے۔ جو آپ کے فرستادہ حضرت جناب میر مدثر شاہ صاحب اور قادیانی مولوی صاحبان کے درمیان تین روز تک ہم نے سنا ہے ہم اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہیں۔ اور نیز دوسرے اوقات میں بھی ہم میر مدثر شاہ صاحب کی تقاریر سے مستفیض ہوتے رہتے ہیں۔ بالآخر ہم کو پوری تسلی اور تشفی ہو گئی ہے۔ کہ حضرت جناب میرزا صاحب مرحوم مسیح موعود اور مہدی موعود تھے۔ اور مجدد اور امام زمان تھے۔ اور یہ جو ہم کو سنایا گیا تھا کہ آپ مدعی نبوت و اسمہ احمد وغیرہ ہیں وہ سب بہتان ثابت ہوا۔ لہذا گذارش ہے کہ آپ ہماری بیعت منظور فرما کر شکریہ فرماویں۔ اور ہمارے لئے ترقی درجات و فلاح الدارین کی دعا فرماویں اور ہم کو سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے کا شرف عطا فرماویں +

(۱)۔ مولا بخش ولد ہمن از بدوملہی قوم جٹ ملہی۔

(۲)۔ سردار خاں ولد ولی داد قوم ملہی۔

(۳)۔ کھیڑا ولد صاحبزادہ قوم تیلی۔

(۴)۔ عالم دین ولد عزیز الدین قوم دھوبی

(۵) حسین بخش ولد سید محمد قوم نقیر۔
(۶) فضل ولد صاحبزادہ قوم تیلی۔
(۷) فقیرا ولد امیر گنگو۔
(۸) نواب ولد بڈھا قوم تیلی۔
(۹) سراج ولد مہین قوم گجر۔
(۱۰) امام الدین ولد اللہ دتہ قوم گجر۔
(۱۱) جیون شاہ قوم علماء۔
(۱۲) چوہدری غلام قادر۔
(۱۳) شہباز ولد مہین۔
(۱۴) تاج ولد مہین۔
(۱۵) بھاگ ولد مہین۔
(۱۶) یوسف ولد عالم۔
(۱۷) عبدالواہب ولد فضل۔
(۱۸) سردار ولد فضل
(۱۹) اللہ لوک ولد امام الدین۔
(۲۰) اللہ دین ولد امام الدین
(۲۱) صدیق احمد ولد غلام قادر۔
(۲۲) حکم دین ولد جیون شاہ
(۲۳) عبدالغنی ولد جیون شاہ
(۲۴) خورشید ولد جیون شاہ۔
(۲۵) عبدالستار ولد وزیرا قوم گمہار سکنہ کوٹ دین محمد۔
(۲۶) حیات محمد ولد وزیرا 〃 〃 〃
(۲۷) وزیر ولد بلندا گمہار
(۲۸) برکت علی ولد حیات محمد گمہار۔
(۲۹) رحمت علی ولد عبدالستار گمہار۔
(۳۰) قادر ولد قائم دین گمہار
(۳۱) خوشی محمد ولد وزیرا گمہار۔
(۳۲) مسماۃ جواہر بی بی زوجہ عبدالستار۔
(۳۳) اللہ بخش ولد شاہ محمد گجر سکنہ کوٹ دین محمد۔
(۳۴) اللہ دین ولد ہیرا گمہار۔
(۳۵) مسماۃ بھاگن زوجہ ہیرا۔
(۳۶) بشیر محمد ولد اللہ دین گمہار۔
(۳۷) قائم دین ولد ہیرا گمہار۔
(۳۸) لبو ولد اللہ دتہ گجر۔
(۳۹) مہر دین ولد لبو گجر۔
(۴۰) مسماۃ حسین بی بی بنت لبو۔
(۴۱) مسماۃ بی بی بنت لبو۔
(۴۲) مسماۃ حسین بی بی زوجہ غلام محمد۔
(۴۳) مسماۃ سرداراں زوجہ محمد دین خیاط
(۴۴) محمد دین ولد غلام محمد۔
(۴۵) نور محمد ولد غلام محمد۔
(۴۶) اللہ رکھا ولد غلام محمد۔
(۴۷) مسماۃ بیگم بی بی بنت غلام محمد۔
(۴۸) مسماۃ عمراں بنت جیون قوم چھرنگ۔
(۴۹) احمد ولد ہیرا گمہار۔
(۵۰) مسماۃ بھاگن زوجہ علم دین دھوبی۔
(۵۱) مسماۃ امینہ بنت عالم دین۔
(۵۲) مسماۃ اللہ رکھی بنت عالم دین۔
(۵۳) مسماۃ حسینہ بنت عالم دین۔
(۵۴) فضل ولد عمر گوجر۔
(۵۵) بوٹا ولد عمر گجر۔
(۵۶) مسماۃ بیگم بی بی زوجہ فضل گوجر
(۵۷) مسماۃ امام بی بی زوجہ جیون شاہ گوجر
(۵۸) مسماۃ امینہ بنت جیون شاہ۔
(۵۹) مسماۃ بیگم بنت جیون شاہ۔
(۶۰) مسماۃ مہتاب بی بی زوجہ نکہ شاہ قوم بروالہ
(۶۱) مسماۃ راجن زوجہ صاحبزادہ تیلی۔
(۶۲) مسماۃ کریم بی بی زوجہ کھیڑا تیلی۔
(۶۳) مسماۃ بیگم بی بی زوجہ فضل تیلی
(۶۴) مسماۃ برکت بی بی بنت فضل تیلی۔

(۶۵) بوٹا ولد نکہ شاہ بروالہ۔
(۶۶) مسماۃ حاکم بی بی زوجہ نبی بخش قوم ملہی جٹ
(۶۷) مسماۃ نیاز بی بی زوجہ نبی بخش فقیر۔
(۶۸) اللہ رکھا ولد نبی بخش فقیر۔
(۶۹) چوہدری ولیداد ولد چوہدری سلطان بخش قوم جٹ۔
(۷۰) کریم بخش ولد شاہ محمد گجر۔
(۷۱) علی بخش ولد شاہ محمد گجر۔
(۷۲) سردار ولد کریم بخش۔
(۷۳) محمد دین ولد کریم بخش
(۷۴) نواب ولد کریم بخش
(۷۵) رسول بی بی بنت کریم بخش۔
(۷۶) مسماۃ دولت بی بی بنت کریم بخش۔
(۷۷) مسماۃ جیوی زوجہ فوجدار گجر۔
(۷۸) مسماۃ مہر بی بی زوجہ مہین گجر۔
(۷۹) جیون وفعدار ولد تابہ قوم بروالہ
(۸۰) محمد دین ولد جیون۔
(۸۱) حسین ولد جیون۔
(۸۲) مسماۃ فتح بی بی زوجہ ہندو شاہ۔
(۸۳) چوہدری علی بخش ولد سردار جٹ ملہی
(۸۴) اللہ حیات ولد چوہدری علی بخش۔
(۸۵) عنایت اللہ ولد علی بخش۔
(۸۶) غلام حیدر ولد علی بخش۔
(۸۷) مسماۃ جواہر بی بی زوجہ کریم بخش گجر
(۸۸) مسماۃ اللہ رکھی زوجہ سردار۔
(۸۹) مسماۃ مہر بی بی زوجہ عبداللہ
(۹۰) غلام رسول ولد عبداللہ
(۹۱) مسماۃ شریفہ بنت عبداللہ
(۹۲) مسماۃ حسینہ زوجہ رمضان حجام۔
(۹۳) مہر دین ولد رمضان
(۹۴) لعل دین ولد رمضان۔
(۹۵) برکت ولد رمضان۔
(۹۶) مسماۃ برکت بی بی زوجہ روڑا گوجر۔
(۹۷) سردار ولد روڑا گوجر۔
(۹۸) مسماۃ فضل بی بی زوجہ رحیم بخش گجر۔
(۹۹) بوٹا ولد بڈھا تیلی۔
(۱۰۰) مسماۃ سلطان بی بی زوجہ بڈھا تیلی۔
(۱۰۱) مسماۃ رحمت بی بی زوجہ بوٹا۔
(۱۰۲) مسماۃ حسینہ بنت بوٹا۔
(۱۰۳) مسماۃ زینب بنت بوٹا۔
(۱۰۴) مسماۃ محمد بی بی زوجہ نواب تیلی۔
(۱۰۵) مسماۃ جیونی زوجہ اللہ دتہ حجام۔
(۱۰۶) مسماۃ اللہ رکھی بنت اللہ دتہ حجام۔
(۱۰۷) محمد عبداللہ معروف اللہ رکھا ولد اللہ دتہ حجام۔
(۱۰۸) اللہ دتہ ولد جھنڈا قوم حجام۔
(۱۰۹) برکت بی بی بنت اللہ دتا۔
(۱۱۰) مسماۃ فاطمہ بی بی زوجہ غلام قادر
(۱۱۱) مسماۃ صدیقہ بیگم بنت غلام قادر۔
(۱۱۲) مسماۃ حنیفہ بیگم بنت غلام قادر
(۱۱۳) مسماۃ روقیہ بیگم بنت چوہدری غلام قادر
(۱۱۴) مسماۃ زینب بی بی زوجہ چوہدری ضیاء اللہ خاں
(۱۱۵) مسماۃ عائشہ بی بی زوجہ چوہدری غلام حیدر خاں
(۱۱۶) چوہدری شکر اللہ خاں نمبردار بدوملہی
(۱۱۷) میاں امیر بخش علماء سکنہ بدوملہی
(۱۱۸) قائم دین ولد ہیرا قوم گمہار۔
(۱۱۹) مسماۃ حسینہ زوجہ ودھاوا قوم گمہار۔
(۱۲۰) بلندا ولد امیرا رائیں سکنہ بدوملہی
(۱۲۱) بوٹا ولد فقیر تیلی۔
(۱۲۲) بھولا شاہ ولد بکھا شاہ گوندل فقیر۔
(۱۲۳) جیون ولد نانک قوم چھرنگ۔
(۱۲۴) چوہدری حسین بخش نمبردار ولد وزیر محمد سکنہ تہلی ملی۔

(۱۲۵) امینہ بی بی بنت اللہ دتہ
(۱۲۶) خورشید ولد اللہ دتہ۔
(۱۲۷) مسماۃ خورشیدہ بنت اللہ دتہ۔

اس اعلان کے ساتھ ہی دو اعلان بھی قابل غور ہے جو دوسرے مسلمانوں کی طرف سے پہنچا ہے۔ اور جس میں ۶۰ حضرات نے علی رؤس الاشہاد یہ شہادت دی ہے کہ میر مدثر شاہ صاحب کی ان تقاریر سے ان کے دل میں حضرت میرزا صاحب کی نسبت بدگمانی کی جگہ نیک ظنی پیدا ہوگیا ہے۔ اور وہ آپ کو مجدد۔ محدث اور امام تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اعلان حسب ذیل ہے:۔

ساٹھ اور اشخاص کا اعلان

جو اس بحث سے متاثر ہو کر حضرت صاحب کو مجدد محدث اور امام سمجھنے لگے مگر ابھی بیعت میں داخل نہیں ہوئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت اقدس حضرت امیر جماعت احمدیہ سلمہ ربہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ موضع بدوملہی میں ایک عظیم الشان مباحثہ جماعت احمدیہ کے اختلاف کے متعلق منعقد ہوا۔ جس میں قادیان سے چھ مولوی صاحبان یعنی مولوی فاضل عبدالرحمن صاحب مصری۔ مولوی فاضل مولوی غلام رسول صاحب سکنہ راجیکے و مولوی فاضل مولوی مفضل دین صاحب وکیل۔ و مولوی غلام نبی صاحب ایڈیٹر اخبار الفضل۔ مولوی حکیم قطب الدین صاحب و مولوی عبدالعزیز صاحب لاہوری۔ اور جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے میر مدثر شاہ صاحب گیلانی مناظر تھے۔ یہ مباحثہ صدہا لوگوں کی موجودگی میں ہوا۔ جس میں ہر مذہب و ملت کے لوگ شامل تھے۔ لیکن قدرت خدا تعالیٰ نے کہ حق غالب ہو کر رہتا ہے۔ ہماری آنکھوں نے قادیانی مناظرین کی مغلوبیت اور شکست فاش کو دیکھا۔ اور فریق ثانی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی نصرت اور تائید کو شامل حال دیکھا۔ اور ایک کھلا کھلا فرق ہم نے غالب اور مغلوب کا سورج کی طرح دیکھا۔ اور ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ میاں محمود احمد صاحب اور ان کے مریدوں کے عقاید حضرت میرزا صاحب کی تعلیم کے بالکل برعکس ہیں۔ اور ہم سچے دل سے لکھتے ہیں کہ ان کی طرف سے کوئی جواب معقول اور کافی تسلی بخش نہ ملا۔ میر صاحب کی تقریر کے وقت میں شور و غل مچاتے تھے مگر جب ان کی تقریر کا وقت ہوتا۔ تو میر صاحب پر ہر قسم کے طعن و الزامات لگاتے تھے۔ اور یہ کہتے تھے۔ کہ تم نے ہمارے جگروں کو پاش پاش کر دیا ہے اور ہمارے سینوں کو چھید دیا ہے۔ ان کے چہروں پر گھبراہٹ اور بے چینی کے آثار نظر آتے تھے ہم نے قادیانی گروہ کے اخلاق کو بھی دیکھا۔ میر صاحب کو لعنتی بھی کہا۔ اور ایک ایسا ناپاک کلمہ بھی کہا جس کو ہم لکھ نہیں سکتے۔ اگر پولیس افسر موجود نہ ہوتا۔ اور دو دفعہ ان کو منع نہ کرتا ممکن تھا کہ اس سے بھی زیادہ ناپاک الفاظ بولتے۔ ہمارے دلوں میں قادیانی علماء کی گذشتہ اور موجودہ تقریروں سے حضرت مرزا صاحب کے متعلق جو شک و شبہات پیدا ہو گئے تھے۔ اور بدظنی ہو گئی تھی ان کی جگہ پر اب ہمارے دلوں میں میر صاحب کی تقریر سے حضرت مرزا صاحب کی عظمت اور محبت پیدا ہو گئی ہے۔ اور دل میں الفت ہو گئی ہے۔ ہم مرزا صاحب کو مجدد۔ محدث۔ امام وقت۔ اور جماعت اولیاء اللہ سے شمار کرتے ہیں جو شخص ان کو یعنی مرزا صاحب کو کافر کہے۔ ہم اس سے متفق نہیں ہیں۔ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۱۸ء

(۱) خاکسار عبداللہ حکیم از بدوملہی بقلم خود
(۲) عبدالرحمٰن وشیر نبیری اسسٹنٹ بقلم خود۔
(۳) امام الدین دوکاندار بدوملہی
(۴) کریم بخش دوکاندار بقلم خود۔
(۵) اللہ الدین دوکاندار بقلم خود۔
(۶) محمد یعقوب دوکاندار۔ بقلم خود۔
(۷) قدر داد قوم جٹ۔ بقلم خود
(۸) علم دین حجام بدوملہی
(۹) اللہ جوایا۔
(۱۰) اللہ دتہ ولد لدہا کاسبی
(۱۱) چوہدری نبی بخش جٹ بدوملہی
(۱۲) غلام محمد۔ بقلم خود۔

(۱۳) ۔غلام حیدر امام مسجد بدوملہی ۔ بقلم خود
(۱۴) ۔بھاگ خان جٹ ۔
(۱۵) ۔فتح الدین ساکن کوٹلہ
(۱۶) ۔کریم بخش بدوملہی
(۱۷) ۔اروڑا بدوملہی ۔
(۱۸) ۔حیات محمد ساکن لوگل ۔
(۱۹) ۔کریم بخش ۔
(۲۰) ۔احمد دین بدوملہی
(۲۱) فقیر اللہ خان
(۲۲) ۔مستری خیر دین ۔
(۲۳) ۔علی بخش سیانوالی ۔
(۲۴) ۔شیخ نور دین ۔
(۲۵) ۔شیخ چراغ دین
(۲۶) ۔علی محمد از لودگل
(۲۷) ۔روشن دین ولد لبھا بدوملہی
(۲۸) ۔روشن دین ولد الف دین بدوملہی
(۲۹) ۔غلام محمد بدوملہی ۔ بقلم خود ۔
(۳۰) ۔مولوی خدا بخش سیانوالی خانانوالی
(۳۱) ۔خدا بخش لوہار سکنہ خانانوالی
(۳۲) ۔بھگو موچی سکنہ سیانوالی
(۳۳) ۔رحیم بخش معمار سیانوالی
(۳۴) ۔رکن دین درزی کوٹلی ۔
(۳۵) ۔بہادل نمبردار کوٹلی
(۳۶) ۔میاں شیر محمد صاحب صوفی از کوٹلی نتھو علی ۔خلیفہ حضرت سلطان العارفین باہو صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۔
(۳۷) ۔محمد دین جٹ سکنہ بھیلو والی
(۳۸) ۔اللہ دتہ کشمیری بھیلو والی ۔
(۳۹) ۔فضل دین کشمیری سکنہ بھیلو والی
(۴۰) ۔چوہدری رانجھے خان سفید پوش خفی
(۴۱) ۔چوہدری علی شیر راجپوت بگے کے ہیر
(۴۲) ۔چوہدری غلام علی خان سکنہ بگے کے
(۴۳) ۔حکیم شیر علی صاحب سکنہ دہالو کے ونڈ ہیں ۔
(۴۴) ۔شیخ اللہ بخش دوکاندار بدوملہی
(۴۵) ۔عزیز دین حجام سکنہ بدوملہی ۔
(۴۶) ۔محمد یعقوب درزی بدوملہی
(۴۷) ۔چوہدری عطا محمد سکنہ بدوملہی
(۴۸) ۔عبد الستار حنفی سکنہ کوٹ دین محمد ۔
(۴۹) ۔قایم دین حنفی سکنہ کوٹ دین محمد ۔
(۵۰) ۔میاں نور محمد آتشباز سکنہ بدوملہی ۔
(۵۱) ۔میاں غلام حیدر آتشباز سکنہ بدوملہی
(۵۲) ۔خورشید محمد آتشباز سکنہ بدوملہی
(۵۳) ۔مولا بخش نیلاری سکنہ خانانوالی
(۵۴) ۔پیر بخش چمرنگ اوان بدوملہی
(۵۵) ۔روشن دین ولد رحیم بخش
(۵۶) ۔قاضی حاجی محمد حسین ساکن بدوملہی
(۵۷) ۔عمر الدین نجار بدوملہی
(۵۸) ۔علی بخش نجار بدوملہی
(۵۹) ۔مستری عبد اللہ
(۶۰) ۔سید حیدر حسین بدوملہی

الفضل کی حماقت

اوپر کے ان تمام اعلانات سے ظاہر ہے ۔کہ ہماری طرف سے جو کچھ اس مباحثہ میں بیان ہوا ۔ وہ بہر حال مسیح موعود کی عظمت کو ظاہر اور ثابت کرنے والا تھا ۔ ورنہ اگر ہماری طرف سے مسیح موعود کی شان کا ذرا بھی ہماری تائید میں کھڑے ہوکے میاں صاحب کی بیعت فسخ کرنیکا اعلان نہ کرتے ۔نہ ہی دوسرے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد جو اوپر مندرج ہے ۔حضرت مسیح موعود کی حیثیت آپ کی مجددیت و امامت کی قایل ہوکر آپکی غلامی میں آجانا باعث فخر سمجھتی لیکن باوجود ان صریح واقعات کے الفضل اس مباحثہ کے متعلق یہ لکھکر خواہ مخواہ

لوگوں کی آنکھوں میں دھول ڈالنی چاہی ہے کہ

”غیر مبایعین کی ساری کوشش اور سعی اس بات کے لئے وقف ہو چکی ہے ۔کہ جہاں تک ہوسکے احمدیوں کے دلوں میں شکوک اور شبہات پیدا کرائے جائیں ۔ان کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک بہت ہی معمولی حیثیت سے پیش کرکے اس وقعت اور احترام کو نقصان پہنچایا جائے جو انہیں مسیح موعود کے ساتھ ہے ۔ انہیں احمدیت سے مذبذب اور بد دل کیا جائے“

یہی نہیں بلکہ واقعات مباحثہ کو لکھتے ہوئے میر مدثر شاہ صاحب کے متعلق جابجا لکھا ہے ۔کہ

”حاضرین خوب اچھی طرح سے سمجھ گئے کہ مسیح موعود کی تحریروں کی بنا پر مسئلہ نبوت پر بحث کرنے سے عاجز آگیا ہے“

”سامعین اچھی طرح سمجھ گئے کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے ۔آخر مباحثہ شیخ عبد الرحمن صاحب کی تقریر پر بڑی کامیابی اور خیر و خوبی کے ساتھ ختم ہوا ۔اور تمام لوگوں کو جن کے سامنے مدثر شاہ صاحب بڑی بڑی ڈینگیں مارا کرتے تھے ۔کہ میرے مقابلہ پر کوئی نہیں آسکتا معلوم ہوگیا کہ یہ حضرت مسیح موعود کی کتب سے ناواقف لوگوں کو دھوکا دینے اور مغالطہ میں ڈالنے کے سوا اور کچھ نہیں جانتے“

(الفضل ۲ ۔اپریل ۱۹۱۸ء)

ان عبارتوں کا مقابلہ اوپر کے اعلانات سے کیجئے اور حقیقت آپ پر خود بخود روشن ہوجائیگی ۔ہم اپنے پاس سے کچھ نہیں کہتے ۔ہاں میاں صاحب کے مریدین کے ممبران کے دین و ایمان سے اپیل کرتے ہیں ۔ان سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ واقعات مندرجہ بالا اور ان سب اعلانات کی موجودگی میں الفضل کے یہ بیانات کہاں تک حق و راستی کو لئے ہوئے ہیں ۔اور کہاں تک ان میں ایمانداری سے کام لیا گیا ہے ۔

بعض ضروری باتوں کا جواب

اس کے ساتھ ہی ضروری معلوم ہوتا ہے ۔کہ یہاں بعض ان باتوں کا جواب بھی دیدیا جائے ۔جو الفضل نے روئداد مباحثہ میں لکھا ہے کہ میر مدثر شاہ صاحب کے دلایل کے جواب میں بیان کی گئیں ۔مثلاً میر مدثر شاہ صاحب نے جو یہ بیان کیا تھا ۔کہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ

”رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں ۔کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے ۔یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہوتی ہے ۔یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہوتی ہے ۔یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں ۔بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کئے گئے ہیں ۔ورنہ حاشا وکلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعوےٰ نہیں ہے ۔بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں ۔میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولےٰ حضرت محمد صلعم خاتم الانبیاء ہیں سو میں تمام بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں ۔کہ اگر وہ ان الفاظ سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں ۔تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرماکر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھیں“

الفضل راوی ہے کہ اس کا جواب یہ دیا گیا ۔کہ

”اگر اس سے آپ کا یہ منشا تھا ۔جو آپ لوگ اب قرار دیتے ہیں ۔کہ آپ نبی نہ تھے ۔صرف محدث تھے ۔تو پھر اپنی کتابوں میں آپ اپنے آپ کو نبی کیوں لکھتے رہے“

لیکن جب حضرت صاحب نے ایک دفعہ یہ کھول کر بتا دیا ۔کہ

”یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کئے گئے ہیں ورنہ حاشا وکلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعوےٰ نہیں ہے“

اور پھر باوجود اس تشریح کے بعد میں بھی جہاں جہاں آپ نے نبی کا لفظ اپنے متعلق لکھا ساتھ ہی بار بار اس کی تشریح بھی کرتے رہے ۔اور ہمیشہ ہر مقام پر یہی فرماتے رہے ۔کہ مجھے حقیقی نبوت کا دعوےٰ نہیں ہے سمیت نبیاً من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ (حقیقۃ الوحی ؀۶۴)

(ص۶۴) مجھے صرف نبی کہنا جائز نہیں ۔بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہوں ۔اس لئے امتی نبی کہنا چاہئے ۔(الوصیت و حقیقۃ الوحی) اور خود ہی امتی نبی کی یہ تشریح فرما چکے ہیں کہ

”سو یہ بات کہ ان کو امتی بھی کہا اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائینگی ۔جیسا کہ محدثیت میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے ۔لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے ۔اس لئے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی“ (ازالہ اوہام ص۵۳۳)

تو پھر یہ کہنا کسقدر ہٹ دھرمی ہے ۔کہ آپ نبی جو اپنے آپ کو لکھتے رہے تو گویا حقیقی نبی ہی تھے ۔نبی انہی معنوں میں لکھتے رہے ۔جن معنوں کی

لیکن حیرت اور تعجب کا مقام ہے ۔کہ آپ کی ان سب باتوں کو تو یہ کہکر رد کر دیا جاتا ہے کہ یہ اس زمانہ کی باتیں ہیں ۔جب آپ ابھی

تعریف نبوت

کو نہیں سمجھتے تھے ۔اور صاف یہ اقرار کیا جاتا ہے ۔کہ

”ایک زمانہ تک حضرت مسیح موعود نے اپنے متعلق نبی کا لفظ بولنے سے انکار کیا ہے ۔اور اپنے آپ کو جزوی نبی ناقص نبی کہتے رہے ہیں“

لیکن پھر ساتھ ہی یہ کہکر انہی حوالوں کو جن میں آپ نے نبی کا لفظ بولنے سے انکار کیا ہے ۔اور اپنے آپکو جزوی نبی کہتے رہے ہیں“ یوں قابل تسلیم قرار دے دیا جاتا ہے کہ ان سب حوالوں میں آپ نے صرف ان معنوں میں نبوت سے انکار کیا ہے ۔کہ آپ صاحب شریعت اور مستقل نبی نہیں ۔جیسا کہ لکھا ہے ۔کہ ”اس قسم کے خواہ ہزار ہا حوالے ہمارے سامنے پیش کئے جائیں تو بھی غیر مبایعین کو وہ کچھ فایدہ نہیں دے سکتے ۔اور نہ ان سے حضرت مسیح موعود غیر نبی ثابت ہوسکتے ہیں کیونکہ آپ نے خود لکھدیا ہوا ہے ۔کہ

”جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے ۔کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں ۔اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں ۔مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کرکے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے ۔رسول اور نبی ہوں ۔مگر بغیر کسی جدید شریعت کے“ (غلطی کا ازالہ)

لیکن ہم بھی اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار نہیں ۔ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت صاحب نے جہاں جہاں اپنی نبوت سے انکار کیا ہے ۔جہاں جہاں اپنے آپکو جزوی نبی ۔ناقص نبی لکھا ہے ۔انہی معنوں میں لکھا ہے ۔کہ آپ صاحب شریعت اور مستقل نبی نہیں ۔اور اس لئے صاحب نبوت تامہ بھی نہیں کیونکہ اس انکار نبوت اور اپنے آپ کو امتی اور ناقص نبی کہنے کے ساتھ ہی آپ فرماتے ہیں کہ ”صاحب نبوت تامہ ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے“ جس سے ثابت ہوا ۔کہ جزوی اور ناقص نبی وہی ہوتا ہے ۔جو صاحب نبوت تامہ نہ ہو ۔لیکن پھر ساتھ ہی یہ کہنا ۔کہ یہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تعریف نبوت ہے ۔اور سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ غیر صاحب شریعت ۔اور بالواسطہ نبی کو جزوی اور ناقص نبی قرار دیتے تھے ۔اور سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد اسی کو نبی قرار دینے لگے صریحًا ایک خلاف بیانی ہے ۔کیونکہ جہاں آپ نے لکھا ہے کہ کن معنوں میں آپ اپنی نبوت سے ...... انکار کرتے رہے ہیں ۔وہاں یہ نہیں کہا کہ ان معنوں والی (یعنے غیر شرعی اور غیر مستقل) نبوت کو میں پہلے نبوت نہیں سمجھتا تھا اب نبوت سمجھتا ہوں ۔بلکہ صاف طور پر لکھا کہ

”اس طور پر نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا ۔بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کرکے پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا“ (ایک غلطی کا ازالہ)

یعنے جن معنوں کے رو سے پہلے جزوی اور ناقص نبی کہلاتا رہا ہوں انہی معنوں کی رو سے اب بھی جزوی اور ناقص نبی ہوں ۔

لیکن اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ سنہ ۱۹۰۱ء سے قبل آپ نبوت کی کچھ اور تعریف سمجھا کرتے تھے اور سنہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنا عقیدہ بدل لیا ۔تو بھی جو دلایل اس کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں وہ اس تبدیلی عقیدہ کے صریح مخالف ہیں ۔بلکہ جب سے یہ تبدیلی عقیدہ کا سوال میاں صاحب نے اٹھایا ہے ۔ان کے خیالات کسی ایک پہلو پر قائم نہیں ۔بلکہ ان پر

آدھا تیتر آدھا بٹیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - چہارشنبہ مورخہ ۱۰ - اپریل سنہ ۱۹۱۸ء نمبر ۷۷

عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب

(۸)

گیارھواں اعتراض

"قرآن میں تمام انبیاء کے گناہوں کا ذکر ہے اور خصوصاً محمد صاحب کو حکم ملتا ہے کہ اِسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ یعنی اپنے گناہ کی معافی مانگ - علاوہ بریں محمد صاحب کی حالت کو یوں بیان کیا ہے - ووجدك ضالاً فهدىٰ - یعنی تجھکو گمراہ پایا اور تیری ہدایت کی برخلاف اسکے مسیح کی نہ کوئی خطا و لغزش مذکور ہے اور نہ اُسے استغفار کرنے کی ہدایت ہے بلکہ تمام انبیاء سے بڑھکر اُسکی شان میں وجیہاً فی الدنیا والآخرۃ مرقوم ہے پس مسیح بہر صورت محمد صاحب سے افضل ہے۔"

الجواب

افسوس ہے - اسارے قرآن میں سے عیسائی مصنفین کو آنحضرت صلعم کے حق میں سوائے استغفر لذنبك کے اور کچھ نظر آتا ہی نہیں اسی ایک لفظ کو لیکر اپنے خود اختراعی غلط معانی کے ساتھ وہ لکھتے اور عام طور پر اسے مشتہر کر کے لوگوں کو دھوکا میں ڈالتے ہیں حالانکہ اگر انصاف کے ساتھ دیکھیں تو قرآن میں ایک دفعہ نہیں - دو دفعہ نہیں - پانچ مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یزکیهم اور تزکیهم کا لفظ آیا ہے - (۲ : ۱۲۹ و ۱۵۱ - ۳ و ۱۶۴ - ۹ - ۱۰۳ - ۶۲ : ۲) جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے لوگوں کے پاک کرنیوالا بتایا گیا ہے لیکن عجیب بات ہے کہ آپ تو دوسروں کو پاک کرنے آتے اور پاک کرتے ہیں - اور عیسائی معترضوں کے نزدیک آپ خود بھی پاک نہیں تھے - انہیں قرآن میں یزکیهم کا لفظ جو پانچ دفعہ دُہرایا گیا ہے - وہ تو ایک مرتبہ بھی دکھائی نہ دیا یہ تو نظر نہ آیا کہ اسی قرآن میں یہ بھی فرمایا گیا ہے - کہ کما ارسلنا الیکم رسولاً منکم یتلوا علیکم اٰیٰتنا و یزکیکم و یعلمکم الکتاب والحکمۃ و یعلمکم ما لم تکونوا تعلمون - جس طرح ہم نے تمہاری طرف تم ہی میں سے رسول بھیجا - جو تم پر ہماری آیات پڑھتا - تمہیں پاک کرتا - اور تمہیں کتاب اور حکمت سکھاتا اور وہ سب کچھ بتاتا ہے - جو تم نہیں جانتے تھے - وہ فرماتا ہے - کہ ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلوا علیهم اٰیٰته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین خدا وہ ہے جس نے اُمیوں میں اُنہی میں سے رسول بھیجا - وہ اُن پر اس کی آیات کو پڑھتا اور اُنہیں پاک کرتا اور کتاب اور حکمت اُنہیں سکھاتا ہے - اگرچہ وہ پہلے کھلی ضلالت میں تھے - لیکن پادری صاحبان کو یہ نظر آئے تو کیونکر - وہاں ایک عیسےٰ مسیح کو پاک ثابت کرنے کے لئے ضرورت ہے - کہ دوسروں کو ناپاک ٹھہرایا جائے - وہ تو کورنتھیت کی مثال کو اپنا نصب العین بنائے ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خود سیدھے ہوں یا نہ ہوں - دوسروں کی بیٹھیں ضرور گبڑی ہو جائیں - اس لئے انہیں قرآن میں جابجا یزکیهم کا لفظ لکھا ہوا تو نظر نہیں آتا - لیکن واستغفر لذنبك اور ووجدك ضالاً فهدىٰ کے الفاظ ضرور نظر آجاتے ہیں - اور اُنکے معنے بھی جھٹ اُنہیں اپنے حسب منشا ہی معلوم ہو جاتے ہیں اگر نہیں نظر آتا تو یہ کہ رسول اللہ صلعم کو بار بار پاک کرنے والا ٹھہرانے کے ساتھ آپکے اس تزکیہ - آپ کی قوت قدسی کا اثر تو یہاں تک بتایا گیا ہے - کہ آپکے تربیت یافتہ غلاموں کی نسبت یوں فرمایا - کہ حبب الیکم الایمان و زینه فی قلوبکم و کرہ الیکم الکفر والفسوق و العصیان - ایمان کو اللہ تعالےٰ نے تمہیں محبوب بنا دیا - اور تمہارے دلوں کے اندر اُسے مضبوط کر دیا - اور کفر - فسوق اور عصیان یعنے چھوٹی سے چھوٹی نافرمانی سے بھی تمکو متنفر کر دیا ان لوگوں کے حق میں قرآن نے شہادت دی کہ رضی اللہ عنهم و رضوا عنه - اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی - پھر جب ان لوگوں کا یہ حال ہے - آپ کے ساتھ رہنے والے ایسے چند سالوں کے عرصہ میں خطرناک قسم کی ضلالت سے نکلکر ادنےٰ سے ادنےٰ بدی سے بھی پاک ہو گئے - تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ خود وہ سردار پاکبازاں ہی جس کی طفیل سے یہ سب پاک ہوئے - وہ خود ہی گناہوں میں ملوث ہو - لیکن یہ نظر نہیں آئیگا - اور قرآن کا یہ فقرہ کبھی دکھائی نہ دیگا - کہ ما ضل صاحبکم وما غوىٰ تمہارا ساتھی یعنے آنحضرت صلعم گمراہ نہیں ہوا - اور نہ ہی غوی کسقدر تعجب کا مقام ہے کہ ایک ہی کتاب قرآن کریم کے اندر وہ لفظ بھی ہیں - جو عیسائی معترض نے پیش کئے ہیں - اور وہ بھی جنکو ہم نے اوپر نقل کیا ہے لیکن عیسائیوں کی نظر اگر پڑتی ہے تو اول الذکر الفاظ پر ہی - اور وہ بھی اپنی ایک دلی مراد کو حاصل کرنے کے لئے - نہ کہ قرآن کے الفاظ کے اصل مطلب کو سمجھنے کے لئے - قرآن فرماتا ہے - ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ جو رسول کی اطاعت کرتا ہے اُس نے اللہ کی اطاعت کی - وہ حکم دیتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ - کہدو - اے رسول - اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری اطاعت کرو - اللہ تم سے محبت کریگا - جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ کم از کم قرآن اس کا حامی نہیں - کہ رسول اللہ صلعم سے بھی گناہ سرزد ہوتے تھے ورنہ اگر وہ ایسا سمجھتا - اگر وہ رسول اللہ صلعم کو گنہگار ہی ٹھہراتا - تو پھر آپ کی اطاعت کا حکم دینے اور اسے اللہ کی اطاعت کے مرادف قرار دینے کے کیا معنے - لیکن کوئی عیسائی یا پادری اسکو نہیں دیکھیگا اور نہ ہی اسے یہ کسی طرح گوارا ہو سکتا ہے کہ عیسےٰ مسیح کے ساتھ کوئی اور بھی پاک اور معصوم ثابت ہو جائے - ان کی تو کوشش ہے کہ جس طرح بھی بن پڑے - جہاں سے بھی کوئی ذرا سا بہانہ بھی مل سکے وہ مسیح کے سوائے باقی سب کو نعوذ باللہ چور اور بٹ مار ٹھہرا کر کفارہ مسیح کی ضرورت کا اعلان کریں - لیکن ان کی یہ کوشش اب تو بار آور ہونے سے رہی - انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ دُنیا اب اُن کے اعتراضات کی حقیقت کو خوب سمجھ چکی ہے اور اب زمانہ آرہا ہے کہ کفارہ کے طوق کو گلے سے اتار کر دین فطرت میں لوگ فوج در فوج داخل ہوں - اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آکر اُن کی قوت قدسی سے گناہوں کی آلائش سے پاک ہو جائیں اور اپنے عملی نمونہ سے ثابت کریں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف اولین ہی کے مزکی تھے بلکہ آخرین کو بھی آپ ہی پاک کر سکتے ہیں - جو خود آپ کے پاک ہونے پر شاہد ہے - لیکن ان سب باتوں کے ساتھ ہم نے یہ بھی دیکھنا ہے - کہ :-

(۱) واستغفر لذنبك کے صحیح معنے کیا ہیں جو قرآن کی دوسری آیات کے مطابق ہوں -

(۲) استغفار اور ذنب کن معنوں پر بولا جاتا ہے -

(۳) ضال کا لفظ سوائے گمراہی کے اور کن معنوں پر استعمال ہوتا ہے - اور ووجدك ضالاً فهدىٰ کا اصل مطلب کیا ہے -

ان سب باتوں پر آئندہ اشاعت میں ہم انشاء اللہ تعالےٰ روشنی ڈالیں گے ۔

تعصب کی بھی حد ہوگئی

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں ہم نے اس ایڈریس کا ذکر کرتے ہوئے جو انجمن حمایت اسلام لاہور کے گذشتہ سالانہ جلسہ پر جناب نواب صاحب بہادر والئے کرنال نے دیا تھا ان فقرات کو ہم نے نقل کیا تھا جو حضور نواب صاحب نے اس بارہ میں لکھے ہیں - کہ ہمارے مذہبی واعظ کیسے ہونے چاہیئیں - اور سا انہی کے اندر حضرت خواجہ صاحب کا ذکر بھی اپنے دعوے کی دلیل کے طور پر کیا تھا - چنانچہ اُن کے یہ الفاظ ہیں - کہ :-

"چنانچہ میرے دعوے کی دلیل تعلیم یافتہ جماعت کی وہ دلچسپی ہو سکتی ہے جو اسکو خواجہ کمال الدین صاحب جیسے مذہبی واعظوں کے بیان سے پیدا ہو گئی ہے میں نے مذہبی وعظ کے جلسے میں کبھی اتنے مختلف المذاہب کے تعلیم یافتہ لوگ ایک جگہ نہیں دیکھے جتنے خواجہ صاحب کی تقریر سُننے کے لئے عموماً جمع ہو جاتے ہیں"۔

نواب صاحب بہادر کے یہ الفاظ کسی ایسے شخص کے نزدیک جس نے تعصب کی پٹی اپنی آنکھوں پر باندھ رکھی ہو - چاہے غلط ہی کیوں نہ ہوں - لیکن انکے ایڈریس کو نقل کرتے وقت ان الفاظ کو حذف کر دینا اور ان کا ذکر تک نہ کرنا کہ اس قسم کے الفاظ بھی اس ایڈریس میں مندرج تھے - یہ اس کمال تعصب کا پتہ دیتا ہے جو حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ بعض لوگوں کو ہے - اور ہم اسکی علانیہ شکایت کرنے پر مجبور ہیں - کہ معاصر "وطن" نے اس ایڈریس کو نقل کرتے وقت اس کمال تعصب کا اظہار کیا ہے حیرت اور تعجب کا مقام ہے کہ شروع سے آخر تک تمام ایڈریس نقل کیا جاتا ہے صرف آخری چند ایک فقرات کا خلاصہ مطلب بھی دیدیا گیا ہے - لیکن درمیان میں حضرت خواجہ صاحب کے متعلق مندرجہ بالا الفاظ کو حذف کر دیا جاتا ہے - کیا یہ از حد بغض و تعصب کا نتیجہ نہیں ؟

مسلمان خواتین کا جوش اسلامیت

کے عنوان سے گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں ایک افتتاحیہ ہم نے لکھا تھا - جس میں اس خلاف اسلام کارروائی پر سختی سے نکتہ چینی کی گئی تھی جو تعدد ازدواج کے اسلامی قانون کی مخالفت میں ایک عہدنامہ کی صورت میں ہونیکا اعلان کیا گیا ہے - ہم حیران تھے - کہ ان مسلمان خواتین نے جو بظاہر قرآن کریم کے اس کھلے قانون سے کسی طرح بھی ناواقف معلوم نہیں ہوتیں - اور نہ ہی قرآن کریم کو ایسی بے وقعت چیز سمجھتی ہیں کہ اسکے قوانین کو اپنی ناواجب خواہشات و خیالات کے سامنے کوئی وقعت نہ دیں - بلکہ وہ تو اسپر مٹنے کو تیار ہیں - کیونکر انہوں نے اس اسلامی قانون کی اس جرأت و دلیری اور بیباکی کے ساتھ مخالفت میں قدم اٹھانا ضروری سمجھا اور اٹھایا - لیکن خدا کا شکر ہے کہ جیسا کہ ہمکو محترمہ خاتون کے جو اس جلسہ میں بذات خود شریک تھیں گرامی نامہ سے معلوم ہوا ہے یہ ایک بالکل غلط بات تھی - اور اصل عہدنامہ کچھ اور تھا - جو اسلام کے عین مطابق اور تعدد ازدواج سے ناجائز فائدہ اٹھانے سے روکنے والا ہے خاتون موصوفہ نے جو مراسلہ ہمیں بھیجا ہے - اُسے ہم بجنسہ یہاں نقل کئے دیتے ہیں - وھو ھذا :-

ایک غلطی کی اصلاح

جناب ایڈیٹر صاحب - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - براہ کرم ان [illegible] کو پیغام صلح کی قریبی اشاعت میں درج فرما کر مشکور فرمائیےگا -

پیغام صلح کے گذشتہ پرچے میں ایک مضمون "مسلمان خواتین کا جوش اسلامیت" کے عنوان سے چھپا ہے - جس میں لکھا ہے کہ مسلم لیڈیز کانفرنس کے اجلاس میں ایک عہدنامہ لکھا گیا ہے کہ "ما نفرات اپنی بیٹیوں بہنوں اور ایسی رشتہ داروں کی شادی کسی ایسے شخص سے نہ کرینگی جسکی ایک بیوی زندہ موجود ہو" چونکہ ان الفاظ سے غلط فہمی پھیلنے کا احتمال ہے اور ایک قدر ہیبی مسئلہ پر زد پڑتی ہے جس سے مسلمان خواتین کے مذہبی احساسات کو صدمہ پہنچا ہے - اسلئے لکھا جاتا ہے کہ مندرجہ بالا الفاظ کا کوئی عہدنامہ جلسے میں نہیں لکھا گیا - ریزولیوشن نمبر ۲ جو تعدد ازدواج کے متعلق پاس ہوا ہے وہ یہ ہے :-

"اس کانفرنس کی رائے میں ازدواج ثانی کا وہ طریقہ جو آجکل فرقہ [illegible] اور اسلام کے صحیح اصول کے خلاف بعض طبقوں میں رائج ہے ہماری معاشرتی و قومی ترقی کے لئے نہایت مضر ہے اور تعلیم یافتہ خواتین کا فرض ہے کہ وہ اپنے حلقہ اثر میں اس رسم کے دور کرنے کی کوشش کریں گی"

اور صرف اس ریزولیوشن کے ساتھ اتفاق ظاہر کرنیکے لئے بیبیوں نے دستخط کئے تھے - اب صاف ظاہر ہے کہ اس کارروائی سے تعدد ازدواج کی مخالفت منظور نہیں - بلکہ ان مظالم کی روک تھام کیگئی ہے جو بعض نفس پرست انسان شریعت کی آڑ میں بیکس عورتوں پر کرتے ہیں اور یہ مسلم ہے کہ ازدواج ثانی کی آڑ میں ہندوستان میں عورتوں پر زیادتی ہوتی ہے - بیسیوں مثالیں موجود ہیں اور قریباً ہر ایک شخص ان واقعات کو جانتا ہے - ورنہ جہاں تک ہر ایک مسلمان کا ایمان ہے کہ اسلام نے تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے مگر علاج کے طریق پر ہے نہ کہ عیش پرستی کے لئے -

پس ان تمام باتوں کو مدنظر رکھکر کسی انصاف پسند کو اس کارروائی پر اعتراض نہیں ہو سکتا - والسلام (ایک شریک جلسہ)

ان حالات میں ظاہر ہے کہ کسی نکتہ چینی یا اعتراض کی گنجائش نہیں ہو سکتی اور ہم حیران ہیں کہ جن لوگوں نے جو کچھ کارروائی اخبارات میں شائع کی

جلد ۵ | منزل المسیح لاہور چہار شنبہ ۲۷ جمادی الآخر سنہ ۱۳۳۶ ھجری المقدس مطابق ۱۰ - اپریل سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۷۶

ملفوظات حضرت مسیح موعود

ہمارا نصب العین کیا ہونا چاہیئے

انسان کو چاہیئے کہ حسنات کا پلڑا بھاری رکھے ۔ مگر جہانتک دیکھا جاتا ہے اس کی مدہ ۔ قیمت اسقدر دنیا میں ہے ۔ کہ یہ پلڑا بھاری ہوتا نظر نہیں آتا ۔ رات دن اسی فکر میں ہے کہ وہ کام دنیا کا ہو جاوے فلانی زمین ملجاوے ۔ فلانا مکان بن جاوے ۔ حالانکہ اسے چاہیئے کہ انکا دین بھی دین کا پلڑا دنیا کے پلڑے سے بھاری رکھے ۔ اگر کوئی شخص رات دن نماز روزہ میں مصروف ہے تو یہ بھی اس کے کام ہرگز نہیں آ سکتا جب تک کہ خدا کو اس نے مقدم نہیں رکھا ہوا ۔ ہر بات اور فعل میں اللہ تعالیٰ کو نصب العین بنانا چاہیئے ۔ ورنہ خدا کی قبولیت کے لائق ہرگز نہ ٹھہریگا ۔ دنیا کا ایک بت ہوتا ہے جو کہ ہر وقت انسان کی بغل میں ہوتا ہے اگر وہ مقابلہ اور موازنہ کر کے دیکھیگا تو اُسے معلوم ہوگا کہ طرح طرح کی نمائش اس نے دنیا کے لئے ہی بنا رکھی ہے ۔ اور دین کا پہلو بہت کمزور ہے ۔ حالانکہ عمر کا اعتبار نہیں اور نہ علم ہے کہ اس نے ایک پل کے بعد زندہ بھی رہنا ہے کہ نہیں شیخ سعدیؒ نے کیا عمدہ فرمایا ہے ؎

مکن تکیہ بر عمر ناپائدار

اس وقت جس قدر لوگ کھڑے ہیں ۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ایک سال تک ان میں سے ہیں زندہ رہونگا لیکن اگر خدا کی طرف سے علم ہو جاوے کہ اب زندگی ختم ہے تو ابھی سب ارادے باطل ہو جاتے ہیں پس خوب یاد رکھو کہ مومن کو دنیا کا بندہ نہ ہونا چاہیئے ہمیشہ اس امر کوشاں رہنا چاہیئے ۔ کہ کوئی بھلائی اس کے ہاتھ سے ہو جاوے ۔ خدا تعالیٰ بڑا رحیم کریم ہے اور اس کا ہرگز یہ منشاء نہیں ہے کہ تم دکھ پاؤ لیکن خوب یاد رکھو کہ جو اس سے عمداً دوری اختیار کرتا ہے اس پر اس کا قہر ضرور ہوتا ہے عادت اللہ اسی طرح چلی آتی ہے ۔ نوحؑ کے زمانہ کو دیکھو لوطؑ کے زمانہ کو دیکھو موسیٰؑ کے زمانہ کو دیکھو ۔ اور پھر آنحضرت صلعم کے زمانہ کو دیکھو کہ اسوقت جن لوگوں نے عمداً خدا سے ابعد اختیار کیا ۔ اُن کا کیا حال ہوا ۔ ان لمبی آرزوؤں نے انسان کو ہلاک کر دیا ہے اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے :- الھٰکم التکاثر حتیٰ زرتم المقابر کہ اے لوگو جو تم خدا سے غافل ہو ۔ دنیا طلبی نے تمہیں غافل کر دیا ہے یہاں تک کہ تم قبروں میں داخل ہو جاتے ہو ۔ مگر غفلت سے باز نہیں آتے ۔ **کلا سوف تعلمون** مگر اس غلطی کا تمکو عنقریب علم ہو جاوے گا ۔ **ثم کلا سوف تعلمون** ۔ پھر تمکو اطلاع دیجاتی ہے کہ عنقریب تمکو علم ہو جاویگا کہ جن خواہشات کے پیچھے تم پڑے ہو وہ ہرگز تمہارے کام نہ آئیں گی ۔ اور حسرت کا موجب ہونگی ۔ **کلا لو تعلمون علم الیقین** اگر تمکو یقینی علم حاصل ہو جاوے تو تم علم کے ذریعہ سے سوچکر اپنے جہنم کو دیکھ لو اور تمکو پتہ لگ جاوے کہ تمہاری زندگی جہنمی زندگی ہے ۔ اور جن خیالات میں تم رات دن لگے ہوئے ہو ۔ وہ بالکل ناکارہ ہیں ۔ میں ہر چند کوشش کرتا ہوں ۔ کہ کسی طرح یہ باتیں لوگوں کے دل نشین ہو جاویں ۔ مگر آخر کار یہی کہنا پڑتا ہے کہ اپنے اختیار میں کچھ نہیں ہے ۔ جب تک خدا تعالیٰ ایک واعظ دل میں نہ پیدا کرے ۔ تب تک فائدہ نہیں ہوتا ۔ جب انسان کی سعادت اور ہدایت کے دن آتے ہیں تو دل کے اندر ایک واعظ خود پیدا ہو جاتا ہے ۔ اور اسوقت اسکے دل کو ایسے کان مل جاتے ہیں کہ وہ دوسرے کی بات کو سنتا ہے ۔ راتوں کو اور دنوں کو خوب سوچکر دیکھو تو تمہیں معلوم ہو جاویگا ۔ کہ انسان بہت ہی بے بنیاد شے ہے اور اس کے وجود کی کوئی کل بھی اس کے ہاتھ میں نہیں ہے ۔ ایک آنکھ ہی پر نظر کرو کہ کس قدر باریک عضو ہے اگر ایک ذرا پتھر آ لگے تو فوراً نابینا ہو جاوے ۔ پھر اگر یہ خدا کی نعمت نہیں ہے تو کیا ہے ۔ کیا کسی نے ٹھیکہ لیا ہوا ہے کہ خدا اُسے ضرور بینا ہی رکھیگا ۔ اور اسی پر سب قوائے کا قیاس کرو ۔ کہ اگر آج کسی میں فرق آ جاوے تو انسان کی کیا پیش چل سکتی ہے ۔ غرضیکہ ہر آن اور ہر پل میں اسکی طرف رجوع کی ضرورت ہے ۔ اور مومن کا گذارہ تو ہو ہی نہیں سکتا جب تک اس کا دھیان ہر وقت اس کی طرف لگا نہ رہے ۔ اگر کوئی ان باتوں پر غور نہیں کرتا ۔ اور ایک دینی نظر سے ان کو وقعت نہیں دیتا تو وہ اپنے دنیوی معاملات پر ہی نظر ڈالکر دیکھے کہ کیا خدا کی تائید اور فضل کے سوا کوئی کام اُس کا چل سکتا ہے اور کوئی منفعت دنیا کی وہ حاصل کر سکتا ہے ہرگز نہیں ۔ دین ہو یا دنیا ۔ ہر ایک امر میں اُسے خدا کی ذات کی بڑی ضرورت ہے اور ہر وقت اسکی طرف احتیاج لگی ہوئی ہے ۔ جو اس کا منکر ہے سخت غلطی پر ہے ۔ خدا تعالیٰ کو تو اس کی مطلق پرواہ نہیں ہے ۔ کہ تم اسکی طرف میلان رکھو یا نہ ۔ وہ فرماتا ہے ۔ **قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاؤکم** اگر اس کی طرف رجوع نہ کرو گے تو تمہارا ہی اس میں فائدہ ہوگا انسان جسقدر اپنے وجود کو مفید اور کار آمد ثابت کریگا اسیقدر اُسکے انعامات کو حاصل کریگا ۔ دیکھو کوئی بیل کسی زمیندار کا کتنا ہی پیارا کیوں نہ ہو ۔ مگر جب وہ اُس کے کسی کام بھی نہ آویگا نہ گاڑی میں جُتیگا نہ زراعت کریگا ۔ نہ کنوئیں میں لگیگا تو آخر سوائے ذبح کے اور کسی کام نہ آویگا ۔ ایک نہ ایک دن مالک اُسے قصاب کے حوالہ کر دیگا ۔ ایسے ہی جو انسان خدا کی راہ میں مفید ثابت نہ ہوگا ۔ تو خدا اُس کی حفاظت کا ہرگز ذمہ وار نہ ہوگا ۔ ایک پھل اور سایہ دار درخت کی طرح اپنے وجود کو بنانا چاہیئے ۔ تاکہ مالک بھی خبر گیری کرتا ہے لیکن اگر اس درخت کی مانند ہوگا ۔ کہ جو نہ پھل لاتا ہے اور نہ پتے رکھتا ہے کہ لوگ سایہ میں آ بیٹھیں تو سوائے اسکے کہ کاٹا جاوے اور آگ میں ڈالا جاوے اور کس کام آ سکتا ہے ۔

آج کا پرچہ محض خاص وجوہات کے سبب صرف چار ہی صفحات پر شائع ہوتا ہے ۔ آئندہ نمبر آٹھ صفحات پر مشتمل ہوگا ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔

اخبار احمدیہ

قرآن ختم ۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ قرآن کریم کا درس گذشتہ ۹ - اپریل ۱۹۱۸ء کو ختم ہو گیا حضرت امیر ایدہ اللہ نے ان تین ماہ میں بالخصوص جس قدر محنت شاقہ اپنے اوپر برداشت کی ہے اور قرآن کریم کے حقائق و معارف کو اس قدر تھوڑے عرصہ میں شروع سے اخیر تک بتانے میں جو کچھ تکلیف اٹھائی ہے اللہ تعالیٰ ہی اس کی جزا آپکو دے سکتا ہے ۔ اس درس میں احمدیوں کے علاوہ چند ایک مسلمان بھائی بھی بڑے ذوق و شوق سے شامل ہوتے رہے بیرونجات کے احباب میں سے مولوی صدیق حسن صاحب اور مولوی محمد بخش صاحب بھیروی خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ کہ ان ہر دو احباب نے ان تین ماہ تک اپنے کاروبار اور اہل و عیال سے علیحدہ ہو کر قرآن کریم کو پڑھا اور حضرت امیر ایدہ اللہ سے مستفید ہوئے ۔ اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کو اس کتاب حمید پر عامل ہونے اور دوسروں تک بھی اسے پہنچانے کی توفیق عنایت فرمائے ۔ آمین !

اس موقعہ پر درس کے ختم ہونے کی خوشی میں احباب نے آپس میں چندہ کر کے سب کی دعوت کی اور ملکر کھانا کھایا ۔

بیرونجات میں جلسے ۔ درس کے ختم ہونے کے بعد بہت بیرونجات میں جلسوں کی تیاریاں ہو رہی ہیں ۔ ۱۱ - اپریل ۱۸ء کو حضرت امیر ایدہ اللہ و حضرت مولوی صدر الدین صاحب اور ڈاکٹر صاحبان راولپنڈی تشریف لیجا رہے ہیں ۔ جہاں حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب کے صاحبزادہ کی شادی کی تقریب میں شامل ہونے کے بعد ۱۳ - ۱۴ کو وہاں کی انجمن کا جلسہ ہوگا ۔ اور ان سب بزرگان کی تقاریر و مواعظ سے اہالیان راولپنڈی مستفیض ہونگے ۔ اسکے بعد پسرور ۔ سیالکوٹ ۔ سرگودہا ۔ بھیرہ اور لائلپور وغیرہ کیلئے مختلف تاریخیں مقرر ہوئی ہیں

میاں مولا بخش صاحب پٹولی کا پوتا افسوس ہے کہ ایک چھت پر سے گر کر مر گیا ہے ۔ احباب سے وہ جنازہ غائب کی درخواست کرتے ہیں ۔

اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰

باجلاس شیخ عبد الرحمن صاحب بی اے منصف درجہ دوم منٹگمری

نمبر ۱۱۶۵ دیوانی ۔

سانون رام ولد دولا مل ذات اروڑہ بنام کھیوا ولد منعلی ذات حماند کاٹھیا سکنہ فتحپور تحصیل گوگیرہ ۔ مدعی سکنہ کھنہ حماند کا تحصیل گوگیرہ مدعا علیہ

دعوے ۱۸ عہ

چونکہ مقدمہ مندرجہ بالا میں مدعا علیہ تعمیل سمن سے عمداً گریز کرتا ہے ۔ اس لئے اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰ جاری کیا جاتا ہے ۔ کہ اگر مدعا علیہ ۱۷ ۴/۱۸ کو حاضر عدالت نہ ہوگا تو اس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آویگی ۔ ۳/۱۸

مہر عدالت ۔ دستخط

باہتمام لالہ رادھا کشن ۔ پرنٹر کے اندر ۱۰ - اسٹیم پریس ۔ ۔ ۔

مولوی عبداللہ خاں صاحب۔ صحیح بخاری اور وصیت کو پڑھکر اور ہر طرح سے سوچکر ہم نے میاں محمود احمد صاحب کی بیعت کی تھی۔

ظہیر:۔ وہ بیعت تو لوگوں نے جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کے لئے کرنی تھی۔ آپ تو پہلے ہی سے احمدی تھے آپ نے کس غرض سے بیعت کی۔

مولوی عبداللہ خاں صاحب۔ وصیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس پر چالیس احمدی اتفاق کرلیں اُس کی بیعت کرنی چاہئیے۔ اور میاں محمود احمد صاحب پر تو ہزارہا احمدیوں نے اتفاق کرلیا۔ اس لئے ان کی بیعت کی گئی۔

ظہیر:۔ آپ نے وصیت کو سمجھا نہیں۔ چالیس احمدیوں نے اتفاق کرکے احمدی بزرگوں کو اس کام کے لئے منتخب کرنا ہے کہ وہ لوگوں سے حضرت صاحب کے نام پر بیعت لیکر انکو جماعت میں ملایا کریں۔ پس جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ حضرت صاحب کے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہے۔ اور ایسے شخص کا فرض ہے۔ کہ وہ دوسروں کے لئے اپنے تئیں نمونہ بناوے۔

مولوی عبداللہ خاں صاحب۔ تو کیا آپکے نزدیک اتفاق کرنا اور بیعت کرنا ہم معنے بات نہیں۔

ظہیر۔ جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں کام کرنے کے لئے چالیس آدمیوں نے اتفاق کیا۔ تو کیا اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ چالیس آدمیوں نے کسی اہل اللہ کی بیعت کرلی۔ اتفاق اور بیعت الگ الگ لفظ ہیں۔ اور علیحدہ علیحدہ مفہوم رکھتے ہیں۔ مومنوں یعنے احمدیوں نے اتفاق کرنا ہے اور لوگوں نے جماعت میں داخل ہونے کے لئے بزرگ احمدیوں کے ہاتھوں پر حضرت صاحب کے نام پر بیعت کرنی ہے ◆

مولوی عبداللہ خاں صاحب۔ تو کیا احمدی جماعت کے آدمی لوگوں میں شمار نہیں ہوسکتے۔

ظہیر۔ اب آپ عمداً حق سے گریز کررہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے جماعت کے بزرگ لفظوں کا ذکر علیحدہ کیا ہے اور جن سے احمدیوں نے بیعت لینی ہے ان کو لوگوں کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ ہاں احمدیوں پر بھی لوگوں کا لفظ بولا گیا ہے لیکن ہر ایک لفظ کے اپنے اپنے محل پر ایک معنی ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کا فقرہ یہ ہے :۔

”اور چاہئیے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں“

اس سے صاف ثابت ہے کہ اس فقرہ میں لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت صاحب کے نام پر بیعت کرکے جماعت میں شامل ہونا ہے۔

مولوی عبداللہ خاں صاحب۔ اگر احمدی لوگ بھی بیعت کرلیں تو کیا ہرج ہے۔

ظہیر:۔ مومن کی شان میں عن اللغو معرضون آیا ہے جو لوگ احمدی نہیں ہیں انہوں نے تو اس لئے ایک احمدی کے ہاتھ پر اور حضرت صاحب کے نام پر بیعت کرنی ہے تاکہ وہ احمدی جماعت میں شمار کئے جائیں۔ لیکن احمدی لوگ کسی احمدی کی کس غرض کے لئے بیعت کریں۔ اس پیر پرستی اور گندے رواج کو تو حضرت مسیح موعود توڑنا چاہتے تھے۔ لیکن آپ ہیں جو اپنے رواج کی پیچ میں آکر اب یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر احمدی لوگ بھی بیعت کرلیں تو کیا ہرج ہے۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ اگر جماعت علی شاہ یا پیر مہر علی شاہ بیعت لیتے ہیں تو کیا ہرج ہے۔ ہرج یہ ہے کہ پیر پرستی پھیلتی ہے اور طرح طرح کی بدیاں اور بداعتقادیاں پھیلتی ہیں۔ اور پیروں کی آڑ میں لوگ راہ راست کو قبول کرنے سے رک جاتے ہیں۔ اور جب لاجواب ہوجاتے ہیں تو یہ کہہ دیتے ہیں۔ اگر ہمارا پیر جو اتنا بڑا عالم اور عابد ہے اگر وہ حضرت مرزا صاحب کو نہ ماننے سے قابل مواخذہ سمجھا جاویگا تو پھر ہم بھی بخوشی سزا اٹھالیں گے۔

مولوی عبداللہ خاں صاحب۔ ہم نے میاں صاحب کی جو بیعت کی ہے تو پیروں کی طرح نہیں کی۔

ظہیر۔ اگر پیروں کی طرح بیعت نہیں کی تو کیا میاں صاحب کو مامور من اللہ سمجھ کر اُن کی بیعت کی ہے حضرت مسیح موعود نے تو باوجود مامور من اللہ ہونے کے بھی اس وقت تک کسی سے بیعت لینا منظور نہیں کیا تھا۔ جب تک کہ خدا نے اُن کو بیعت لینے کا حکم نہ دیا تھا۔

مولوی عبداللہ خاں صاحب۔ ہم نے تو خلیفہ سمجھکر بیعت کی ہے۔

ظہیر:۔ لیکن یہ بیعت خدا کے حکم سے کی ہے یا کہ مامور من اللہ جناب حضرت مسیح موعود کے حکم کے ماتحت کی ہے؟ آخر آپ نے یہ فعل کس کے حکم کے ماتحت کیا ہے؟ خلیفہ خلیفہ کی آواز تو سب سجادہ نشینوں کی گدیوں سے نکل رہی ہے لیکن ہم اُن کو کیا کریں ہم نے تو ایک مامور من اللہ کی اس آواز کو سُنا کہ خدا نے اُسے حکم دیا ہے کہ لوگ اس کی بیعت کریں۔ ہم نے مسیح موعود کی بیعت کرلی۔ اس مامور من اللہ نے وصیت کی کہ میرے بعد میرے نام پر لوگوں سے بیعت لو۔ سو حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے جیسے بزرگ کا پاک نمونہ موجود ہے جو غیر احمدیوں سے بیعت لیکر اُن کو احمدی بناتے ہیں اور یہی ایک ایسی بات ہے جس سے سب پیر پرستیاں اور خانہ ساز گدیاں اور منصوبہ بازیاں جنہوں نے اسلام جیسے پاک مذہب کو تباہ کردیا ہے ملزم ٹھہر سکتی ہیں۔

مولوی عبداللہ خاں صاحب:۔ اگر احمدیوں سے بیعت لینا غلطی ہے تو پھر یہ غلطی مولوی نورالدین صاحبؓ نے کی۔ تمام جماعت احمدیہ نے ان کی بیعت کی۔ اور حضرت مرزا صاحب کا تمام سلسلہ ہی غلط ہوگیا۔

ظہیر:۔ سلسلہ کیسے غلط ہوگیا۔ صدہا احمدی خدا کے فضل سے ایسے پیدا ہوگئے۔ جنہوں نے وصیت مسیح موعود پر عملدرآمد شروع کرلیا۔ البتہ قادیان سے یہ آواز بار بار سُننے میں آئی ہے کہ مولوی محمد احسن صاحب مولوی غلام حسین صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب خواجہ کمال الدین صاحب جو کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ ملکر کام کرتے رہے ہیں۔ وہ مرتد ہوگئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کی نبوت کا انکار کرکے کافر ہوگئے ہیں۔ یہ بات بیشک سلسلہ احمدیہ کو مٹانے والی ہے۔ حضرت مسیح موعود کی وصیت کو پس پشت ڈالنا بیشک سلسلہ احمدیہ کا استیصال کرنا ہے لیکن اپنی غلطی کا اقرار کرلینا اور وصیت پر کاربند ہوجانا یہ تو سلسلہ کی اصلاح ہونا ہے نہ کہ سلسلہ کا غلط ہوجانا۔

مولوی عبداللہ خاں صاحب:۔ مجھے اگر سمجھ آجاوے کہ میاں محمود احمد صاحب کا احمدیوں سے بیعت لینا ایک غلطی ہے۔ تو میں آج اُن کی بیعت کو فسخ کردوں ◆

ظہیر:۔ میں بھی آپ کو ایک مخلص احمدی اور بہت دیندار احمدی خیال کرتا ہوں۔ اور دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ آپ کو یہ سمجھ عنایت کرے۔ کہ کسی احمدی کا احمدیوں سے بیعت لینا یہ ایک ایسی غلطی ہے جو سلسلہ کے حق میں سخت ہی مضر ہے۔ اور سراسر پیر پرستی ہے اور وصیت مسیح موعود کے صریح خلاف ہے۔ اور سخت گمراہی پھیلا چکی اور پھیلا رہی ہے۔

مولوی نورالدین صاحبؓ کی زندگی میں میر حامد شاہ صاحب نے مسجد میں بیٹھکر صحیح بخاری کھولکر اور پڑھکر اور پھر مجھ سے پڑھوا کر اس بات پر میرے ساتھ اپنا اتفاق ظاہر کیا تھا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کے عملدرآمد کیلئے ایسی کوئی وصیت نہ کی تھی۔ جیسی حضرت مسیح موعود نے۔ پس صحیح بخاری اور قرآن شریف اور وصیت سے یہ کبھی بھی ثابت نہیں ہوسکیگا۔ کہ جو وہ متقی اور اہل علم اشخاص کی انجمن کے مقابلہ میں ایک فرد واحد کی حکمرانی مفید ہوتی ہے۔ اک ایک اور دو گیارہ ایک مشہور بات ہے۔ البتہ مامور من اللہ کا وجود اور رنگ رکھتا ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود کا وجود۔

خدا کرے۔ کہ تمام جماعت احمدیہ وصیت پر کاربند ہوجاوے۔ اور آپس میں صلح کرکے تبلیغ اسلام کے کام میں متفق ہوکر کوشش کرنے لگ جاوے۔ آمین! ◆

خاکسار۔ محمد ظہیر الدین

النبوت فی الاسلام۔ اس میں نبوت۔ رسالت۔ محدثیت اور مجددیت حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی نبوت پر اصولی بحث کیگئی ہے قرآن اور حدیث اور حضرت مرزا صاحب کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہوگئی ہے اور مرزا صاحب نبی یعنے محدث ہیں۔ قیمت مجلد ... مجلد ...

عصمت انبیاء۔ عصمت انبیاء کو قرآن کریم سے ثابت کیا گیا ہے اور مخالفین نے جو جو الزامات انبیاء پر لگائے ہیں انکو قرآن سے ہی رد کیا گیا ہے قیمت ...

ضروری خبریں

روس میں جرمن:۔ لنڈن ۲-اپریل۔ ایک بے تار برقی خبر کا تار مظہر ہے کہ برلن کو جواب دیتے ہوئے روسی گورنمنٹ نے جرمنی کو فنلینڈ میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے شدید ترین تدابیر اختیار کرنے کا وعدہ کیا ہے ◆

مغربی محاذ:۔ لنڈن ۰۶-اپریل-۵ بجکر ۲۰ منٹ ... کے گرد ہماری پوزیشن اب جگہ سے دور فاصلہ پر ہے ... آگیا ہے۔ جبکہ زمین کا نقصان بہت خطرناک ہے۔ دشمن کثیر التعداد ڈویژنوں سے کام لے رہا ہے۔ جن میں کثیر التعداد تازہ افواج بھی شامل ہیں۔ آج صبح دشمن نے بھاری جمعیت کے ساتھ حملہ کیا لیکن ناکامیاب ہوا۔ سوائے اسکے کہ اُس نے ڈیبا نکورٹ میں قدم جمالئے اور آج صبح سوم کے جنوب میں ہمارے محاذ پر اُس نے کچھ نہیں کیا۔ دشمن کی اس افواہ پر کہ کثیر التعداد آسٹرین اور بلغاری افواج جارحانہ کارروائی میں حصہ لے رہی ہیں یقین کرنے کے لئے کوئی وجہ نہیں۔ بلاشبہ یہ رپورٹ جرمنوں نے غلط فہمی پھیلانے کے لئے پھیلائی ہے ◆

زبردست حملے:۔ رپوٹر کا نامہ نگار مقیم ہیڈکوارٹرز مظہر ہے کہ آج علے الصباح جرمن وادی سوم کے دونوں طرف حملے کررہے تھے۔ لیکن ابھی اس امر کے متعلق کوئی خبر موصول نہیں ہوئی کہ لڑائی کس طرح جاری ہے حملے کا زیادہ زور لوانے ڈی ویکے مغرب کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ جرمن آمینز سڑک پر قبضہ کرنے کے لئے نہایت شدت سے لڑ رہے ہیں۔ کل کچھ لڑائی نہایت سخت قسم کی تھی۔ دشمن نے علے الصباح ڈیرنانکورٹ کے مغرب میں بھاری فوج جمع کی۔ اور ہم نے توپ سے اُسے اُڑا دیا۔ اسکے بعد ایک نہایت شدید حملہ ہوا جس میں نیوزیلینڈرز نے آخرکار دشمن کو پسپا کردیا۔

صرف مقامی لڑائی۔ لنڈن ۶-اپریل۔ ۱ بجکر ۵ منٹ ... سر ڈگلس ہیگ کا آج شب کا اعلان مظہر ہے کہ دشت ... کے نواح میں البرٹ کے شمال کی طرف پیدل فوج کی مقامی لڑائی ہوئی۔ لیکن صورت معاملات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ دشمن کا توپخانہ بدستور سرگرم کارزار ہے۔ کم از کم ۱۰ جرمن ... نے کل سوم کے شمال کی طرف ناکامیاب حملوں پر حصہ لیا ... محاذ کے بہت سے حصوں پر بکوئے تک لڑائی بہت سخت تھی ... موسم نے میدان جنگ پر چند ہوائی جہازوں کی اجازت دی ... نے دشمن کا ایک ہوائی جہاز گولہ بار کرکے نیچے گرالیا۔

فرانسیسی محاذ۔ لنڈن ۲-اپریل-۲ بجکر ... آج شب کا فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ جرمنوں نے آج اپنے حملے از سر نو شروع نہیں کئے۔ ہم نے مونٹ ڈیڈر کے شمال میں زبردست جوابی حملے کئے۔ کئی مقامات پر خصوصاً علاقہ سیلی ریلیوال اور کننگنی جنگل شمالی اور مغربی بیرونی چوکیوں پر ہم قابض ہیں ... ترقی دی ملاسگنی اور نوئیوں کے درمیان طرفین کے توپخانوں نے زبردست سرگرمی ظاہر کی۔ ہم نے آج سہ پہر کو مونٹ ... کے شمال میں زمین فتح کی۔ دشمن کی چھاؤنیوں اور ریلوے سٹیشنوں پر ۳۴ ٹن بم گرائے۔ سٹیشن ہائے لاؤن اور سینٹ کونٹین میں آتش زدگیاں مشاہدہ کی گئیں دشمن کے ۵ ہوائی جہاز نیچے گرائے گئے ہیں ◆

اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰

باجلاس شیخ عبدالرحمن صاحب بی اے منصف درجہ دوم منٹگمری

مقدمہ نمبر ۳۳ دیوانی

کرم چند ولد بیجو ل ذات اروڑہ سکنہ منٹگمری ..... مدعی بنام گوبند رام ولد گلاب رام ذات اروڑہ سکنہ اوکاڑہ تحصیل گوگیرہ مدعا علیہ

دعوے مالیت

چونکہ مقدمہ مندرجہ بالا میں مدعا علیہ تعمیل سمن سے عمداً گریز کرتا ہے۔ اس لئے اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰ جاری کیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ ۱۶-اپریل سنہ ۱۹۱۸ء کو حاضر عدالت نہ ہوگا تو اُس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آویگی۔ ۲۲/۳/۱۸

مہر عدالت دستخط

مراسلات

سید میر مدثر شاہ صاحب موضع گھٹیالیاں میں

گذشتہ اشاعت میں میر مدثر شاہ صاحب کے مناظرہ کا مفصل حال لکھا گیا تھا۔ جو بدوملہی میں قادیان کے بعض علماء سے ہوا۔ اور جس میں خدا تعالٰے کی یہ خاص نصرت و فتح اُن کے شامل حال ہوئی۔ کہ میاں صاحب کے گیارہ مریدوں نے فسخ بیعت کا اعلان لکھکر دیدیا۔ ایکسو ستائیس دوسرے مسلمانوں نے سلسلہ عالیہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے شامل ہوئے اور ساٹھ اور لوگوں نے یہ اعلان لکھدیا۔ کہ وہ میرزا صاحبؑ کو مسیح موعود۔ مجدد اور امام مانتے ہیں۔ اور انکو کافر کہنے والوں کو اچھا نہیں سمجھتے۔ اس شاندار کامیابی کے علاوہ میر صاحب موصوف کو اپنے اسی سفر میں ایک اور گاؤں موضع گھٹیالیاں میں بھی جانے کا اتفاق ہوا۔ جسکی مختصر روئیداد جو شاہ صاحب نے لکھکر بھیجی ہے۔ امید کہ احباب کے لئے خاص دلچسپی کا موجب ہوگی۔ وھو ھذا:-

اس گاؤں میں تین چار سو کے قریب شمار میں احمدی بیان کئے جاتے ہیں۔ جو سب کے سب میاں صاحب کے مبائعین ہیں دسمبر ۱۷ء کو میں نے اپنا اسباب یعنی کتابیں و بستر وغیرہ ٹٹو پر لدوا کر روانہ کیا۔ اور خود بھی روانہ ہونے پر تیار تھا۔ مگر کچھ گفتگو و مباحثہ شروع ہوگیا جس پر بہت سا وقت صرف ہوگیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اسباب واپس آگیا ہے جب دریافت کیا تو ٹٹو والے نے بیان کیا کہ گھٹیالیاں کے چوہدری صاحب نے کہا کہ لاہور کا کوئی مولوی ہمارے گاؤں میں نہ آوے ہم کسی ایسے مولوی کا آنا پسند نہیں کرتے۔ اس بات کو موضع بوبلا کے مبائعین نے جہاں سے میں روانہ ہونیوالا تھا بُرا محسوس کیا اور اس حرکت کو اخلاق اور تہذیب سے گرا ہوا سمجھا۔ مگر گفتگو کو ختم کر کے میں اسی وقت گھٹیالیاں کی طرف روانہ ہوگیا ارادہ یہ تھا کہ اپنی طرف سے قیام کی کوشش کرونگا۔ آگے اللہ تعالٰے کا اختیار ہے۔ جب گاؤں میں پہنچا۔ تو ایک صاحب نے اپنی ڈیوڑھی سے مجھے آواز دی اور بلایا۔ میں اندر چلا گیا۔ اُس نے چارپائی بچھادی اور کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں نے کہا کہ میں نہیں بیٹھتا۔ کیونکہ میں سب سے اول سید نذیر حسین شاہ صاحب مبائع سے ملنا چاہتا ہوں کیونکہ انھوں نے مجھے کہا تھا کہ گھٹیالیاں میں ضرور آنا۔ سو اُن سے ملاقات کرنے کے بعد یہاں ٹھہروں گا۔ اُس نیک نہاد نے کہا کہ یہیں آپ بیٹھ جائیے۔ سید صاحب اور دوسرے سب دوست آپکو یہیں مل جاوینگے۔ انھوں نے جیسا کہ چاہئے تھا۔ میری تواضع کی اور بطور مہمان اپنے پاس رکھا۔ ایک اور صاحب بھی وہاں معلوم ہوئے۔ جو نہایت وسیع الاخلاق اور وسیع القلب پائے گئے۔ انھوں نے بھی خاص طور پر مہمان نوازی کی شریف خصلت کا ثبوت دیا۔

جزاھما اللہ خیرًا فی الدنیا والاٰخرۃ۔

مگر اس دفعہ موضع گھٹیالیاں سے مجھے ایک پیغام موضع بوبلا کے ایک شریف اور صالح احمدی مبائع کی زبانی پہنچا کہ ایک دفعہ تو ہم نے اس شخص کو چھوڑ دیا تھا۔ لیکن اب کوئی شخص اسکو گاؤں میں نہ رہنے دے گا۔ اور وہ بھی تکلیف اٹھائیگا۔ میں نے اُن سے کہا کہ اے دوست پہلی دفعہ بھی خدا تعالٰے نے اپنے فضل سے میرے حال پر مہربانی کی اور اب بھی وہی ہے جو محض اپنے فضل سے مجھ پر مہربانی کریگا۔ ورنہ اگر موضع گھٹیالیاں کے مبائعین پر موقوف ہوتا تو انھوں نے پہلی مرتبہ بھی میرے اسباب کو واپس کر کے اپنی تنگدلی کا ثبوت دیا تھا۔ الغرض میں اللہ تعالٰے کے فضل پر بھروسہ کرتا ہوا۔ موضع مذکور میں گیا جب گاؤں کے وسط میں پہنچا۔ تو مجھے احمدیوں کی مسجد کا راستہ بھول گیا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ دس یا بارہ آدمی اُسی طرف سے آرہے ہیں السلام علیکم کے بعد میں نے اُن سے راستہ پوچھا۔ انھوں نے بڑے خلق سے جواب دیا۔ اور کہا کہ آؤ ہم آپکو مسجد تک لے جائیں مگر انہیں سے ایک صاحب نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ آپ ہمارے ہاں قیام کریں۔ اللہ تعالٰے نے سب کچھ دیا ہوا ہے۔ آپکو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ اس پر اب سب نے اصرار شروع کردیا اور میں ہرچند انکار کرتا تھا کہ یہ تو میرے واقف نہیں ہیں نہ تو مجھکو جانتے ہیں اور نہ میں اُن کو۔ مگر اُن کا اخلاص بڑھتا گیا بلکہ اُنکے ایک ساتھی نے اُن کو آہستگی سے یہ کہا۔ کہ یہ شخص تو مرزائی ہے مگر اُس شریف انسان نے زور سے کہا کہ کیا ہوا۔ اگر مرزائی ہے سب مرزائی یکساں نہیں ہیں بعض اُن میں سے بڑے نیک اور ولی بھی ہوتے ہیں

الغرض وہ اپنے اصرار پر قائم رہے لیکن میں یہ چاہتا تھا۔ کہ اول مبائعین دوستوں کی مسجد میں اپنی جان پہنچاؤں اور اگر انہوں نے میرے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا جیسا کہ مجھے پیغام پہنچایا گیا ہے تو پھر مناسب انتظام کر لیا جاویگا۔ حاصل کلام یہ کہ میں مبائع دوستوں کی مسجد میں پہنچگیا۔ چند دوست مبائعین مسجد میں موجود تھے۔ لیکن اُن کے چہروں پر ملال کے آثار میں نے دیکھے خیر میں نے ظہر کی نماز پڑھی۔ کہ اتنے میں پھر وہی خدا کے بندے مسجد میں آگئے اور مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کے کسی بھائی نے رات کی روٹی کے واسطے کچھ انتظام کیا ہے یا نہیں۔ میں نے جواب دیا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ کسی نے کچھ انتظام کیا ہے یا نہیں آپ خود اُن سے دریافت کرلیں۔ اس پر ہمارے دوستوں میں سے ایک نے کہدیا کہ بہتر ہے کہ آپ انتظام کرلیں اس بندہ خدا نے مجھے کہا کہ میں نے پہلے ہی سے آپ کو کہا تھا۔ کہ آپ ہماری جگہ پر ڈیرہ رکھیں نمازیں تو بھائیوں کے ساتھ پڑھیں اور کھانا ہماری جگہ پر کھائیں۔ اور وعظ بھی ہمکو سنائیں۔ وہ اس وقت اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ آپ کھانا کہیں تو میں تیار کرالوں سب طرح سے اللہ کا فضل ہے اور نیز یہ کہ میں اپنی جماعت اہلسنت میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ آج رات کو ہماری مسجد میں وعظ ہوگا۔ اور سب زن و مرد جمع ہوجائیں یہ کہکر وہ چلا گیا۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اُن کی طرف سے کوئی نہ کوئی آدمی آتا رہتا تھا۔ شام کے بعد تک میں وہیں مسجد میں رہا پھر ہماری مبائع دوست اور بھی جمع ہوگئے اور پھر وہ مجھکو اپنی جگہ پر عزت کے ساتھ لے گئے۔ خیر کھانا تو وہیں سے آیا۔ اور کھانے کے بعد وہی شخص تشریف لائے اور کہا کہ لوگ ہماری مسجد میں جمع ہوگئے ہیں۔ اور آپ کے منتظر ہیں۔ جب میں روانہ ہونے لگا۔ تو اب احمدی دوستوں نے مجھ سے یہ پوچھنا شروع کردیا۔ کہ آپ کیا وعظ کرینگے اور خود ہی ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے کہ ہم بھی تو ان لوگوں کو کہتے رہے کہ حضرت صاحب ظلی اور مجازی نبی وغیرہ ہیں۔ خیر انھوں نے جو کچھ کہنا تھا وہ کہا۔ لیکن میں اپنے دل میں یہ دعا کر رہا تھا کہ میرے مُنہ سے کوئی ایسا لفظ یا کلمہ نہ نکلے۔ جو ہمارے احمدی احباب کی دل آزاری کا موجب ہو۔ یا کسی فتنہ کا محرک ہو۔ اللہ تعالٰے کے حضور میں تو یہی دُعا کر رہا تھا۔ کہ اے خدایا۔ من برائے وصل کردن آمدم نے برائے فصل کردن آمدم۔ احمدی دوستوں نے کہا کہ ہم بھی آپ کا وعظ سنیں گے۔ چنانچہ اُن کی ایک بڑی تعداد مسجد میں آگئی۔ میں نے آیت خاتم النبیین پر مفصلہ بیان کیا۔ اور انکو سمجھایا۔ کہ بعد نبی کریم صلعم کے کوئی نبی نہیں آسکتا۔ خواہ نیا ہو یا پُرانا۔ پھر کس طرح حضرت عیسٰے علیہ السلام بحیثیت نبوت آسکتے ہیں۔ ہاں اسی امت میں ایسے لوگ پیدا ہوئے اور قیامت تک پیدا ہوتے رہینگے جو حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے مصداق ہونگے۔ پس حضرت عیسٰی کی آمد ثانی سے یہ مطلب ہے کہ اس امت میں سے کوئی فرد کامل حضرت عیسٰے علیہ السلام کی صفات والا پیدا ہوگا۔ اور مسیح موعود کہلائیگا۔ لیکن اگر خود حضرت عیسٰے علیہ السلام آجائیں تو شان نبوت تو اس میں موجود ہوگی اور خدا کے علم میں تو وہ نبی ہوگا پس یہ امر ختم نبوت کے منافی ہے نیز مجددین والی حدیث اور سابق مجددین کا مفصل ذکر کیا گیا۔ وعظ کے خاتمہ پر ان لوگوں نے کہا کہ ہمکو تو آپ سے بالکل اتفاق ہے اور اس سے ہم انکار نہیں کرسکتے۔ اس پر مبائعین دوستوں نے بھی کہا کہ ہمارا بھی یہی اعتقاد ہے بلکہ ایک قابل مبائع احمدی نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ جزاک اللہ۔ آپ نے صحیح اور اعلیٰ احمدیت کو پیش کیا۔ نہ آپ نے کچھ زیادہ کیا اور نہ کم۔ بلکہ اسکے بعد ہم بغلگیر ہوئے کیونکہ وہ وعظ میں نہیں پہنچے تھے۔ دوسرے روز پھر اُنہی لوگوں نے اپنی مسجد میں وعظ کرایا۔ مگر اس میں ہمارے دوست بہت ہی کم شریک ہوئے تھے۔ الغرض لوگوں نے کہا کہ موضع گھٹیالیاں تین آبادیوں پر منقسم ہے اور ہماری تعداد پندرہ سو کے قریب ہے۔ آپ یہاں مستقل طور سے رہائش کا انتظام کریں۔ مکان ہم دینگے۔ بلکہ مجھے لیجا کر اپنا مکان بھی دکھلایا۔ اور کہا کہ ہم سب کے سب جماعت احمدیہ لاہور کے ساتھ اتفاق کرنے پر تیار ہیں۔ چونکہ مباحثہ بدوملہی کی تاریخ مقرر ہو چکی تھی اس لئے میں زیادہ وہاں نہ ٹھہر سکتا تھا اور یوں بھی برداشت فصل کے لئے زمیندار تیاری کر رہے تھے۔ اور بعض جگہ پر جانیوالے تھے۔ مبائعین دوستوں کے عجیب و غریب حالات دیکھنے میں آئے۔ سب کا لکھنا تو مشکل ہے لیکن ایک واقعہ بطور نمونہ کے لکھتا ہوں۔ ایک مبائع دوست کے ساتھ مسئلہ نبوت پر بحث ہو رہی تھی۔ اور بھی بہت سے لوگ موجود تھے۔ چند سوالات و جوابات کے بعد اُس دوست نے مجھے کہا۔ کہ اب میں تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گا۔ میں نے کہا کہ جب آپ نے گفتگو کی ہے اور میں نے سنی ہے۔ تو میری گفتگو بھی آپکو سننی لازم ہے۔ مگر وہ یہی کہتا رہا کہ میں بالکل نہیں سنوں گا۔ اور اگر تم نے کوئی بات کی تو اپنے کانوں میں روئی ڈال لوں گا۔ یہ کہتے ہی وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور طاقچہ سے روئی کو اُٹھا کر دو حصہ کر کے دونوں ہاتھوں میں پکڑ لی اور میری طرف دیکھتا ہے کہ اودھر میں مُنہ سے بات نکالوں اور ادھر وہ کانوں میں روئی ڈال دے۔ لاچار میں چپ ہوگیا۔

تاریخ ۲۷۔ مارچ ۱۹۱۸ء موضع بدوملہی کے مسلمانان بازار نے خود بخود منادی کرادی۔ کہ آج رات کو وعظ ہوگا۔ اور مجھے عصر کے وقت جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب ویٹرنری اسسٹنٹ نے اطلاع دی چنانچہ بدوملہی میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لا الٰہ الا اللہ پر کچھ بیان کیا گیا اُسی ڈاکٹر صاحب نے پختہ مکان کی مجھکو بلاکر بنیاد رکھائی۔ اور بڑے اصرار کے ساتھ عقاید پر عنایت فرمائے۔ پھر موضع کوٹلی سے ایک پیغام منجانب جناب نیر محمد صاحب پہنچا کہ ہمارے گاؤں کے باشندگان آپ کے وعظ کے خواہاں ہیں۔ آپ ضرور یہاں آکر تبلیغ کریں۔ صاحب موصوف نوشاہی خاندان کے فقراء و خلفاء میں سے ہیں۔ اور لوگوں سے بیعت بھی لیتے ہیں۔ اور سُنا گیا ہے کہ بہت لوگ اُن کے مرید ہیں۔ صاحب ممدوح بدوملہی کے مباحثہ میں شریک تھے۔ اور مجھے اُن سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا تھا۔ ارادہ تو ہے کہ انشاء اللہ تعالٰی اُن کی خدمت میں حاضر ہوکر اُن کے ارشاد کی تعمیل کروں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

اس جگہ کے مختلف دیہات کے باشندگان کو ہمارے سلسلہ سے محبت اور دلچسپی پیدا ہوگئی ہے۔ اور وہ ہماری تحریرات کو پڑھنے کے از حد خواہشمند ہیں۔ جن مبائعین دوستوں نے فسخ بیعت کے اعلان کئے ہیں اُن میں سے بعض ایسے ہیں جو مولوی صاحبان آمدہ قادیان کے اخلاق سے بہت ناخوش ہوئے۔ اور اُن کے طعن و تشنیع اور نا ملایم الفاظ سُنکر اُن سے الگ ہوگئے ہیں۔ یہ باتیں مبائعین نے پبلک کے اندر علانیہ بیان کی ہیں۔

خاکسار۔ میر مدثر شاہ۔

مسئلہ خلافت از روئے وصیت مسیح موعود علیہ السلام

ذیل کا مضمون مولوی ظہیر الدین صاحب نے برائے اشاعت [illegible] ارسال کیا ہے۔ یہ دراصل گفتگو ہے جو مولوی عبد اللہ خان صاحب ساکن جارج آباد کے ساتھ مسئلہ خلافت از روئے وصیت مسیح موعودؑ کے انہوں نے کی چنانچہ لکھتے ہیں کہ

میں نے مولوی عبد اللہ خان صاحب کے روبرو یہ دعوےٰ کیا کہ اہل اللہ کی عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی غلطی پر آگاہ ہوکر پھر اُس سے رجوع کر لیتے ہیں اور اپنی غلطی پر اصرار کرنا ایسے لوگوں کا کام ہوتا ہے جو خدا کا خوف نہیں رکھتے۔ میاں محمود احمد صاحب اچھی طرح سے سمجھ گئے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے وصیت میں یہی حکم دیا تھا کہ بزرگ احمدیوں کو اجازت ہے کہ لوگوں سے احمدؐ کے نام پر بیعت لیکر انکو جماعت میں داخل کرلیا کریں۔ لیکن چونکہ حضرت صاحب کے اس حکم پر عمل پیرا ہونے سے پیر پرستی کا استیصال ہوتا تھا۔ اور سجادہ نشینی بیخ و بن سے اکھڑ جاتی تھی۔ اس لئے میاں محمود احمد صاحب نے مولوی نور الدین صاحب کے عمل کا حوالہ دیکر حضرت مسیح موعودؑ کی وصیت کو پس پشت پھینک [illegible] مولوی عبد اللہ خان صاحب نے فرمایا کہ میاں محمود احمد صاحب کو خدا نے خلیفہ بنایا ہے [illegible]

جلد ۵ | مِنّۃ المسیح لاہور یک شنبہ مورخہ ۲ رجب ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۱۴ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۴۹

ملفوظات حضرت مسیح موعود

ہمارا نصب العین کیا ہونا چاہئے

گذشتہ سے پیوستہ

خدا تعالےٰ نے انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ اُس کی معرفت اور قُرب حاصل کرے ماخلقت الجنّ والانس الا لیعبدون جو اس اصل غرض کو مدِّ نظر نہیں رکھتا اور رات دن دُنیا کے حصول کی فکر میں ڈوبا ہوا ہے کہ فلاں زمین خرید لوں فلاں مکان بنا لوں فلاں جائداد پر قبضہ ہو جائے تو ایسے شخص سے سوائے اس کے کہ خدا تعالےٰ کچھ دن مہلت دیکر واپس بلا لے اور کیا سلوک کیا جاوے۔ انسان کے دل میں خدا کے قرب کے حصول کا ایک درد ہونا چاہئے۔ جس کی وجہ سے اُسکے نزدیک وہ ایک قابل قدر شئے ہو جائیگا۔ اگر یہ درد اُسکے دل میں نہیں ہے اور صرف دُنیا اور اُس کے مافیہا کا ہی درد ہے تو آخر تھوڑی سی مُہلت پا کر وہ ہلاک ہو جاویگا خدا تعالےٰ مہلت اس لئے دیتا ہے کہ وہ حلیم ہے۔ لیکن جو اسکے علم سے خود ہی فائدہ نہ اُٹھاوے اُسے وہ کیا کرے۔ پس انسان کی سعادت اسی میں ہے کہ وہ اُسکے ساتھ کچھ نہ کچھ ضرور تعلق بنائے رکھے۔ سب عبادتوں کا مرکز دل ہے اگر عبادت تو بجا لاتا ہے مگر دل خدا کی طرف رجوع نہیں ہے تو عبادت کیا کام آوے گی۔ اس لئے دل کا رجوع تام اُس کی طرف ہونا ضروری ہے۔ اب دیکھو کہ ہزاروں مساجد ہیں۔ مگر سوائے اس کے کہ اُن میں رسمی عبادت ہو اور کیا ہے ایسے ہی آنحضرت صلعم کے وقت یہودیوں کی حالت تھی کہ رسم اور عادت کے طور پر عبادت کرتے تھے۔ اور دل کا حقیقی میلان جو کہ عبادت کی روح ہے ہرگز نہ تھا۔ اسلئے خدا تعالےٰ نے اُن پر لعنت کی۔ پس اسوقت بھی جو لوگ پاکیزگی قلب کی فکر نہیں کرتے وہ اگر رسم و عادت کے طور پر سینکڑوں ٹکریں مارتے رہیں اُنکو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اعمال کے باغ کی سرسبزی پاکیزگی قلب سے ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قد افلح من زکٰھا وقد خاب من دسّٰھا کہ وہی بامُراد ہوگا جو کہ اپنے قلب کو پاکیزہ کرتا ہے اور جو اُسے پاک نہ کریگا بلکہ خاک میں ملا دیگا۔ یعنی سفلی خواہشات کا مخزن بنائے رکھیگا وہ نامُراد رہیگا اس بات سے ہمیں انکار ہے کہ خدا کیطرف آنے کیلئے ہزار ہا روکیں ہیں اگر یہ نہ ہوتیں۔ تو آج صفحہ دنیا پر نہ کوئی ہوتا..... نہ عیسائی سب کے سب مسلمان نظر آتے۔ لیکن ان روکوں کو دُور کرنا بھی خدا کے فضل سے ہوتا ہے وہی توفیق عطا کرے تو انسان نیک و بد میں تمیز کر سکتا ہے اس لئے آخر کار بات پھر اسی پر آ ٹھہرتی ہے کہ انسان اسی کی طرف رجوع کرے تاکہ قوت اور طاقت دیوے دُنیا میں جس قدر شور و شر نفس پرستی اور شہوت پرستی وغیرہ کے ہوتے ہیں [illegible] کا ماخذ نفس اماره ہی ہے لیکن انسان اگر کوشش کرے تو اسی اماره [illegible] مہ بچا لیتا ہے کیونکہ کوشش میں ایک برکت ہوتی ہے (در اصل) سے بھی [illegible] کچھ تغیرات ہو جاتے ہیں۔ پہلوانوں کو دیکھو کہ وہ ورزش اور محنت [illegible] کیا کچھ بنا لیتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ محنت اور کوشش سے نفس کی اصلاح نہ ہو سکے۔ نفس امّارہ کی مثال آگ کی ہے جو کہ مشتعل ہو کر ایک جوش طبیعت میں پیدا کرتا ہے جس سے انسان حد اعتدال سے گذر جاتا ہے لیکن جیسے پانی آگ سے گرم ہو کر آگ کی مثال تو ہو جاتا ہے اور جو کام آگ سے لیتے ہیں وہ اس سے بھی لے لیتے ہیں مگر جب اسی پانی کو آگ کے اوپر گرایا جاوے تو وہ اُس آگ کو بجھا دیتا ہے کیونکہ ذاتی صفت اسکی آگ کو بجھانا ہے۔ وہ وہی رہے گی۔ ایسے ہی انسان کی روح نفس امارہ کی آگ سے خواہ کتنی ہی گرم کیوں نہ ہو۔ مگر وہ جب نفس کا مقابلہ کریگی۔ اور اس کے اوپر گریگی۔ تو اُسے مغلوب کر کے چھوڑیگی بات صرف اتنی ہے کہ خدا کو ہر ایک بات پر قادر مطلق جانا جاوے۔ اور کسی قسم کی بدظنی اُس پر نہ کیجاوے۔ جو بدظنی کرتا ہے وہی کافر ہوتا ہے۔ مومن کی صفات میں سے ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کو غائت درجہ قادر جانے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بہت نیکیاں کرنے سے انسان ولی بنتا ہے یہ نادانی ہے مومن کو تو خدا نے اصل ہی ولی بنایا ہے جیسے کہ فرمایا ہے:۔ واللّٰہ ولیّ الّذین اٰمنوا۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت کے ہزاروں عجائبات ہیں اور انہی پر کُھلتے ہیں جو دل کے دروازے کھولکر رکھتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ بخیل نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص مکان کا دروازہ خود ہی نہیں کھولتا۔ تو پھر روشنی کیسے اندر آوے۔ پس جو شخص خدا کی طرف رجوع کریگا۔ تو اللہ تعالےٰ بھی اس کی طرف رجوع کریگا۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ جہاں تک بس چل سکے وہ اپنی طرف سے کوتاہی نہ کرے پھر جب اس کی کوشش اسکے اپنے انتہائی نکتہ پر پہنچیگی تو وہ خدا کے نور کو دیکھ لیگا۔ والّذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ جو حق کوشش کا اُسکے ذمہ ہے اسے بجا لائے یہ نہ کرے کہ اگر پانی ۲۰ ہاتھ نیچے کھودنے سے نکلتا ہے تو وہ صرف ۲ ہاتھ کھود کر ہمت ہار دے۔ ہر ایک کام میں کامیابی کی یہی جڑ ہے کہ ہمت نہ ہارے۔ پھر اس اُمت کے لئے تو اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ اگر کوئی پورے طور سے دعا و تزکیہ نفس سے کام لیگا سب وعدے قرآن شریف کے اس کے ساتھ پورے ہو کر رہیں گے۔ ہاں جو خلاف کریگا۔ وہ محروم رہیگا کیونکہ اُسکی ذات غیور ہے اس نے اپنی طرف آنے کی راہ ضرور رکھی ہے لیکن اسکے دروازے تنگ بنائے ہیں پہنچتا وہی ہے جو تلخیوں کا شربت پی لیوے۔ لوگ دنیا کی فکروں اور درد برداشت کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض اسی میں ہلاک ہو جاتے ہیں لیکن اللہ تعالےٰ کے لئے ایک کانٹے کی درد بھی برداشت کرنا پسند نہیں کرتے جبتک اسکی طرف سے صدق اور صبر اور وفاداری کے آثار ظاہر نہ ہوں اُدھر سے رحمت کے آثار کیسے ظاہر ہوں ابراہیم نے صدق دکھلایا تو انکو ابو الانبیاء بنا دیا میرے کہنے کا مدعا یہ ہے کہ دن بہت سخت ہیں اور کسی نے ابتک نہیں سمجھا تو آئندہ سمجھ لیوے مجھے الہام ہوا تھا عفت الدیار محلّہا ومقامہا۔ یہ ایک خطرناک کلمہ ہے جس میں طاعون کی خبر دیگئی ہے کہ انسان [illegible] کوئی سفر اور کوئی جائے پناہ نہ ہوگی لئے میں تم سبکو آگاہ رکھتا ہوں کہ اگر کوئی سچی تبدیلی کریگا تو وہ [illegible] یہ بات نہ ہوگا کہ مجھکو دُعا کیلئے لکھے۔ جو لوگ خدا کی [illegible] سچے [illegible] ہی محفوظ رہینگے۔ خدا کا وعدہ ایسے ہی لوگوں کی حفاظت کا ہے جو سچی تبدیلی اپنے اندر کرتے ہیں مطلق جمعیت انسان کے کیا کام آ سکتی ہے پورا نسخہ

اخبار احمدیہ

گذشتہ اشاعت میں حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر احباب کے راولپنڈی تشریف لے جانے کا ذکر کیا گیا تھا۔ اس موقعہ پر راولپنڈی میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے ایک عظیم الشان جلسہ بھی منعقد ہوا۔ جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ و مولوی صدر الدین صاحب و مولوی عبد الحق صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے لیکچر ہوئے۔ جلسہ بحمد اللہ خوب با رونق تھا جس میں عام مسلمان اور کچھ آریہ صاحبان بھی تھے۔ قاضی سراج الدین صاحب بیرسٹر سابق ایڈیٹر چودھویں صدی اور مولوی الف دین صاحب وکیل کامل پور نے اس موقعہ پر پہلے اور دوسرے دن جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس بانی علیہ السلام کی بہت تعریف و توصیف کی اور ایک دفعہ پھر حضرت امیر ایدہ اللہ اور مولوی صدر الدین صاحب کو کشمیری کانفرنس کے جلسہ میں شمولیت کیلئے راولپنڈی آنے کی دعوت دی مولوی عبد الحق صاحب کا لیکچر ویدوں کی تعلیم کے متعلق بہت ہی دلچسپ اور از بس مفید تھا۔ مولوی صاحب موصوف نے ان تمام بیش بہا نسخہ جات کو اس موقعہ پر مفت حاضرین کی نذر کیا جو ویدوں کے اندر مختلف امراض کے دفعیہ کے لئے بتائے گئے ہیں۔ مثلاً سلسول تپ سے یہ دُعا کرنا کہ وہ مینڈک کے اندر چلا جائے۔ یا سانپ کے سامنے یہ منتر پڑھنا کہ ہم تیری زہر کو زہر کے ساتھ مارتے ہیں تاکہ اسکے پڑھتے پڑھتے وہ اپنا کام کرے۔ اسی قسم کے اور بھی کئی ایک ویدک نسخے آپ نے بتائے۔ جو یقیناً موجودہ ویدک اور ڈاکٹری وغیرہ کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہنے دیتے۔ بشرطیکہ آریہ صاحبان انکو عملی صورت میں بھی استعمال کر کے دکھائیں۔

لیکچر کے وقت تو کسی نے بھی مولوی صاحب کی باتوں کا جواب نہ دیا۔ لیکن بعد میں جب جلسہ ختم ہو گیا۔ تو انھوں نے [illegible] کے لئے وقت مانگا۔ لیکن اس مُنتے بعد از جنگ کو اپنے منہ پر مارنے کے سوائے اور کیا چارہ تھا۔ لاچار ناکام واپس لوٹنا پڑا۔

۱۵۔ اپریل ۱۹۱۸ء کو حضرت امیر ایدہ اللہ بمع دیگر احباب راولپنڈی سے واپس آ گئے۔ اور اب ۱۹۔ کی شام کو پسرور تشریف لیجانے والے ہیں۔ جہاں ۲۰ - ۲۱ کو جلسہ ہوگا۔ مولوی عبد الحق صاحب ۲۵ - ۲۶ کو گوجرانوالہ آریوں سے مناظرہ کے لئے تشریف لیجائینگے سرگودھا اور بھیرہ کے لئے ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ کی تاریخیں مقرر ہوئی ہیں۔

معذرت گذشتہ پرچہ کو بعض معذوریوں کے باعث صرف چار ہی صفحات پر محدود کیا گیا تھا اور خیال تھا کہ اسکے بعد کا پرچہ اس کمی کو پورا کر دیگا لیکن اس ہفتہ بجائے پچھلی کمی پوری ہونے کے ایک بھی پرچہ شائع نہ ہو سکا۔ جسکی وجہ صرف کاتب کا نہ ہونا ہے۔ گذشتہ ہفتہ پیغام صلح کا ایک کاتب صرف دو دن کی رخصت پر اپنے گھر گیا تھا لیکن افسوس کہ آج ایک ہفتہ سے زائد دن ہو گئے ہیں

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب سیکرٹری نے [illegible] پریس لاہور میں باہتمام لالہ [illegible] چھپواکر دفتر پیغام صلح سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ - یکشنبہ / چہارشنبہ مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۱۹ء نمبر ۱۰۰ ح ۶

محمودی فتح اور کامیابی کا راز

بدوملہی کے عظیم الشان مباحثہ میں حق غالب آیا اور باطل اپنے تمام ساز وسامان کے ساتھ اس کے آگے سرنگون ہو چکا۔ متلاشیان حق کی ایک کثیر تعداد جوق در جوق حق کے غلبہ کی شہادت دے چکی خود اہل باطل کی طرف سے بعض لوگ کٹ کر حق کیطرف آ چکے اور لیمزقنھم کے الہام کی عملی تصدیق بھی کر چکے۔ لیکن پھر بھی باطل پرستوں کی طرف سے آواز بلند ہوتی ہے۔ ایک شور اُن کی طرف سے برپا ہوتا ہے کہ باطل فتح پا گیا۔ اور حق کو نیچا دکھا دیا گیا ایک سو ستائیس نئے احمدیوں کو یہ کہکر رد کر دیا جاتا ہے۔ کہ ان کے متعلق فلاں فلاں اشخاص کی حلفیہ شہادتیں ہونی چاہئیں۔ کہ

(۱) "وہ سارے کے سارے مباحثہ میں آتے رہے ہیں"۔
(۲) "انہوں نے جو مولوی محمد علی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ تو کس بات کی کی؟ کیا انہوں نے یہ اقرار کیا ہے۔ کہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود و مہدی معہود مانتے ہیں۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو وفات یافتہ سمجھتے ہیں"!
(۳) "انہوں نے احمدی کہلانا شروع کر دیا ہے۔ اور غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا ہے"!

ان ہرسہ سوالات کو پڑھو اور پھر پڑھو اور پھر پڑھو۔ کیا ان سے کسی حق پرستی کی بو آتی ہے۔ کیا جو شخص انصاف اور عدل کے ساتھ تعصب کو بالائے طاق رکھکر ان اعلانات کو پڑھیگا وہ ان سوالات اس مطالبہ شہادات حلفیہ کو حق بجانب قرار دے سکتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ خود تو وہ اپنے اعلان میں حضرت میرزا غلام احمد صاحب کا مسیح موعود و مہدی معہود ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ وہ اس کا اقرار کرتے ہیں۔ کہ آپ اس چودھویں صدی کے مجدد اور امام ہیں۔ ہاں ادعائے نبوت کو وہ آپ پر ایک اتہام اور بیفائدہ تہمت قرار دیتے ہیں لیکن الفضل کے نزدیک ابھی اس کی حلفیہ شہادتوں سے تصدیق بھی ہونی چاہئے۔ معلوم نہیں ان حلفیہ شہادتوں کو کسی کے احمدی ہونے یا نہ ہونے سے کیا تعلق ہے۔ کیا اس صورت میں الفضل اور اسکے تمام ہمنوا اسکو تسلیم کر لیں گے۔ کہ بدوملہی میں انہیں سخت ناکامی اور ذلت کا منہ دیکھنا پڑا۔ کیا وہ ان حلفیہ شہادتوں کے شائع ہونے پر اپنے عقائد باطلہ سے رجوع کر لینگے۔ لیکن نہیں نہیں تو محض شور برپا کرنا ہے۔ دالخوافیہ کی سنت قدیمہ کو پورا کرنا ان کا کام ہے حق کے تسلیم کرنے سے انہیں سروکار نہیں۔ چنانچہ اسی لئے ان ایک سو ستائیس آدمیوں کے مباحثہ میں بھی موجود ہونے۔ اور دوسروں کے پیچھے نمازیں ترک کرنے کو شرط قرار دیا ہے۔ حالانکہ جہاں تک جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کا سوال ہے یہ کسی کے احمدی ہونے کے لئے ضروری نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس ایکسو ستائیس ناموں کی فہرست میں جسقدر مردوں کے نام ہیں وہ سب کے سب مباحثہ میں شامل تھے۔ عورتوں کا شامل ہونا ضروری نہیں۔ انہوں نے اپنے مردوں کے مونہوں سے حق کی کامیابی کا حال سنا۔ اور حضرت مسیح موعود کے دعاوی کو ان کی معروضت سکر وہ جماعت میں شامل ہوئیں۔ جو درحقیقت اس مباحثہ ہی کا نتیجہ ہے۔ رہا دوسروں کے پیچھے نمازوں کا پڑھنا۔ سو اول تو وہ لوگ جب احمدیہ جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔ تو دوسروں کے پیچھے نمازیں پڑھنے ... کیوں جانے لگے۔ مگر تاہم حضرت مسیح موعود نے اسکو احمدیت میں داخل ہونے کیلئے شرط نہیں ٹھہرایا۔ وہ تو خاص حالات ہیں۔ جن کے ماتحت دوسروں کے پیچھے آپ نے نماز پڑھنے سے روکا اور بعض خاص شرائط کے ماتحت اس ممانعت کو اٹھا دینا بھی ضروری سمجھا مگر میاں صاحب کا خیال ہے کہ وہ سب شرائط ایسی ہیں کہ بغیر بیعت میں شامل ہونے اور احمدی کہلانے کے کوئی شخص انکو پورا نہیں کر سکتا۔ جو حضرت مسیح موعود پر ایک خطرناک حملہ ہے۔ کہ آپ نے دیان لوجہہ تعمیۃ بالمیال سے کام لیا۔ لیکن ابھی بدوملہی میں ساٹھ بلکہ جیسا کہ بعد کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے اس سے بھی زیادہ ایسے آدمی نکل آتے ہیں جو ان سب شرائط کو بھی الشرح صدر پورا کر دیتے ہیں جو نہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ بلکہ آپ کو مجدد محدث اور امام بھی مانتے اور علانیہ اس کا اقرار کرتے ہیں اور آپ پر کفر کا فتوےٰ دینے والوں کو صریح غلطی پر جانتے ہیں پھر ایسے حالات کے ہوتے ہوئے ان صریح اعلانات کو سامنے رکھکر اور حضرت مسیح موعود کی عائد کردہ شرائط کو پورا ہوتے ہوئے دیکھکر بھی یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ ایسے سب لوگوں کے پیچھے نماز روا نہیں اور یہ لوگ مسلمان نہیں کہلا سکتے ہم میاں صاحب سے یہ پوچھتے ہیں اور ان سے یہ حلفیہ شہادت طلب کرتے ہیں کہ کیا حضرت مسیح موعود نے ایسے اعلان کے ہو جانے پر جیسا کہ ان ساٹھ آدمیوں نے کیا ہے ان کے پیچھے نماز روا رکھی ہے یا نہیں۔ کیا آپ نے دوسروں کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے یہ شرط نہیں قرار دی۔ کہ

"اگر ایسے لوگ ہوں کہ وہ صفائی کرنے کی خاطر اشتہار
دے دیں کہ ہم ان مکذب مولویوں کے پیرو نہیں ہیں
تو پھر اُن کے ساتھ نماز پڑھنا روا ہے"!

پھر ایسے حالات میں جیسا کہ بدوملہی کے لوگوں کے اعلانات سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیوں جائز نہیں۔ اور ان لوگوں کو کافر اور خارج از اسلام قرار دینا کیونکر روا ہو سکتا ہے پس کیا میاں صاحب ہمیں بتائینگے۔ کہ ان اعلانات سے آیا حضرت مسیح موعود کی تجویز کردہ شرط پوری نہیں ہو گئی اور آیا یہ لوگ اب مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں یا نہیں۔

لیکن میاں صاحب تو خیر جب بتائینگے دیکھا جائیگا سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ باوجود ان سب اعلانات کے۔ باوجود خود میاں صاحب کی جماعت کے گیارہ افراد کے اعلان فسخ بیعت لکھدینے کے پھر بھی اپنی ہی فتح و کامیابی کے راگ گائے جا رہے ہیں۔ جو اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ میاں صاحب کی فتح کا کیا معیار کیا ہے۔ اُن کے نزدیک شکست کا نام فتح۔ اور فتح کا نام شکست ہے۔ جو غالباً ہوئے نئے لغت کا ایک اور کرشمہ ہے۔ جو واحد کو جمع اور جمع کو واحد بناتی۔ ہے بعض افراد سے مراد ایک فرد۔ اور ضال کے معنے درجہ کو کم کرنے والا میاں صاحب اور اُنکے مریدین ہی کی ایجاد۔ اس لئے اس صورت میں ہمارا اصرار بھی نزاع لفظی ہوگی کہ وہ اگر شکست کا نام فتح رکھتے ہیں تو رکھیں۔ شاید لیمزقنھم کو اس رنگ میں پورا ہوتے دیکھکر اس کا نام فتح رکھ لیا ہوگا۔ کہ اور نہیں تو اسی طرح الہام تو پورا ہو گیا۔ یہ بھی دل کو خوش کرنے کے لئے ایک بڑی بات ہے۔ ع

دل کو بہلانے کے لئے غالب یہ خیال اچھا ہے

اس لئے ہم بھی انہیں مبارکباد دیتے اور صدق دل سے دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ ایسی ایسی فتوحات انہیں روز بروز نصیب کرے۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد!

آنحضرت صلعم مسیحی نقطہ نظر سے

مشہور مسیحی رسالہ "مسلم ورلڈ" ایک تازہ تصنیف کی خبر دیتا ہے۔ جو ریورنڈ ایف۔ جے۔ ایل۔ مینزس کرسیٹ مقیم منگلور نے حال میں آنحضرت صلعم کی سوانح اور مذہب پر لکھکر شائع کی ہے۔ اس کتاب کے متعلق بتانا کہ اس میں اصل موضوع پر لکھتے ہوئے کہانتک دیانتداری سے کام لیا گیا ہے اور مسیحی تعصب کو کس حد تک اس میں دخل نہیں دیا گیا۔ اگرچہ اصل کتاب کو دیکھنے پر ہی منحصر ہے۔ لیکن "مسلم ورلڈ" کے بیان سے بھی اسکی حقیقت کسی قدر آشکارا ہو جاتی ہے۔ یوں تو کتاب کی شروع تمہید میں ہی یہ دعوےٰ کیا گیا ہے کہ جو کچھ واقعات اسکے اندر بیان ہوئے ہیں وہ بہت ہی قابل اعتماد اور اعلےٰ درجہ کی تصانیف سے اخذ کئے گئے ہیں۔ گو اصل اسلامی کتب سے نہیں۔ اور مسلم ورلڈ کا بیان ہے۔ کہ اسلام کی خاص خصوصیات اور آنحضرت صلعم کے واقعات زندگی کو بغیر کسی قسم کی طرفداری اور تعصب کے آشکارا کیا گیا ہے۔ لیکن اس غیر طرفداری اور عدم تعصب کا حال ... ایک فقرہ سے معلوم ہو جاتا ہے جو پادری صاحب لکھتے ہیں۔ کہ

"پردہ کے ذریعہ سے مستورات کو گوشہ گیر کر دینے کی رسم اس سے پہلے عرب میں موجود نہ تھی۔ اس ہونا کہ رسم کو محمد (صلعم) نے ہی ایجاد کیا"!

معلوم نہیں مستورات کو گوشہ گیر کرنے اور اس رسم کو ہولناک قرار دینے سے پادری صاحب کا کیا مطلب ہے غالباً یورپ کی حالت ہی پادری صاحب کے نزدیک اس کی زندگی پر ہی دال ہے۔ جو بہر حال ... "ہولناک رسم" کے نہ ہونے سے پیدا ہوئی ہے اس پردے ... کی یہ غرض بتاتے ہیں کہ

"... انکے پانچ کروڑ ہموطن مسلمان جو ... آنکھیں بند کئے ہوئے محمد (صلعم) کو مرسل من اللہ ... اور اسلام کو خدا کیطرف سے آیا ہوا مذہب سمجھتے ... اسی ایک کو نجات کا ذریعہ یقین کرتے ہیں۔ آنکھیں کھولیں اور دیکھیں کہ وہ کس قدر فریب خوردہ ہیں اور اس ... بہتر سیڑھی پر قدم رکھنے اور زیادہ یقینی راہ نجات کو پانے کے لئے قدم آگے بڑھائیں"!

پادری صاحب کی اس ہمدردی کا ہم تہ دل سے شکر ادا کرتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ آنکھیں بند کرنے کا الزام آیا ان پر عائد ہوتا ہے یا ہم پر۔ یسوع مسیح کے حالات زندگی اور اخلاقی تعلیمات کو چھوڑ کر وہاں آنکھیں بند کرنا تو ایک طرف عقل کو بھی دو دو ہاتھ سے دھکے ملتے ہیں۔ ہم صرف آنحضرت صلعم ہی کے متعلق یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ جب ایک طرف وہ بھی یہ مانتے ہیں کہ

"آنحضرت صلعم، کا توحید الٰہی کا وعظ و بت پرستی کا ... انسانی مساوات اور خیرات کی تعلیم شراب اور جوئے سے منع کرنا آپ کے مذہبی معلم ہونے کے دعوے کو حق بجانب ٹھہراتا ہے"!

اور دوسری طرف اسی کتاب میں آپکو مکار بھی قرار دینا یہ کہاں تک قابل پذیرائی ہو سکتا ہے۔ اور کون بینا انسان ان دونوں متضاد باتوں کو ایک ہی وقت میں مان سکتا ہے۔ کیا پادری صاحب اس کی کوئی اور بھی مثال دے سکتے ہیں کہ کسی فریبی اور مکار نے کسی قوم کی ایسی ... اور اصلاح کی ہو جیسی کہ آنحضرت صلعم نے عرب جیسی جاہل قوم کی کی۔ اگر فریبی اور مکار بھی اسقدر جلد ایک مردہ قوم کو اپنے اعلےٰ پایہ تہذیب پر پہنچا سکتا ہے۔ تو عیسائیوں نے تو آپ سے پہلے اپنا پورا زور ان کی اصلاح و تربیت میں لگایا تھا۔ انکو تو اس مقصد میں کوئی فریبی اور مکار بھی نہیں کہہ سکتا۔ پھر وہ کیوں باایں ہمہ جد وجہد اس میں کامیاب نہ ہوئے۔ لیکن اس کو دیکھے تو کون آنکھیں بند کرنے کا الزام ہم پر ہے۔ لیکن خود اپنی آنکھیں نہ صرف بند ہیں بلکہ ان پر پٹی بھی باندھ رکھی ہے کہ مبادا کہیں کھل نہ جائیں مگر قرآن نے اس کی تیرہ سو برس پیشتر تردید کر دی کہ ماھو بقول شاعر قلیلا ما تومنون۔ ولا بقول کاھن قلیلا ما تذکرون۔ یعنی یہ شاعر کا کلام نہیں ورنہ اس میں ایمان کی کوئی بات نہ ہوتی مگر اس کے ایمان کی طرف بلانے کے باوجود اسے شاعر کا کلام قرار دیتے اور تھوڑے ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ ایسا ہی یہ کاہن یعنی جو تشی ... کا بھی کلام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس میں نصائح ہیں۔ مگر باایں ہمہ اسے کاہن کا قول کہتے ہیں اور اس کی نصائح سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

عربی مدارس کا سالانہ امتحان مقابلہ

معاصر "وکیل" رقمطراز ہے:- جناب منشی محمود خان صاحب دیوبند سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ خاکسار چاہتا ہے کہ ہر سال ہندوستان کے مختلف عربی مدارس کے طلبہ کسی مقررہ مقام اور معین تاریخ پر جمع ہوں اور کسی دینی مضمون یا مسئلہ پر جسکی اطلاع انکو تین ماہ پیشتر ہو جائیگی اردو میں مضمون آزمائی کریں۔ ان کو اردو سے عربی میں بھی ترجمہ کرنا ہوگا جو طالب العلم سب سے زیادہ نشان حاصل کریگا اسے تیس روپے انعام ملیگا۔ اور جسکا نمبر دوسرا رہیگا وہ بیس روپے پائیگا اگر مدارس عربیہ کے مہتمموں کو یہ تجویز منظور ہو تو وہ اس امتحان مقابلہ کا اور ممتحنین کے تقرر اور دیگر شرائط کا معقول اور اطمینان بخش انتظام فرما کر بذریعہ اخبار وکیل مجھے مطلع فرمائیں۔ کہ میں انعام کا روپیہ (مبلغ ۵۰) انجمن

انہیں ان سطرات کو پڑھتے ہوئے اس پر بھی غور کرنے کی اجازت دیں۔ کہ "پیغام صلح" نے تو ایک گذشتہ بات کا ذکر کیا ہے۔ کہ خواجہ صاحب کے ہاں تو یہاں تک انتظام رہا ہے۔ جس سے مسٹر ہرشے انکار نہیں کیا۔ بلکہ موجودہ حالت کا ذکر کیا ہے۔ اب اس سے پیشتر حضرت خواجہ صاحب نے حلال ذبیحہ کے لئے ایک انتظام کر رکھا تھا۔ تو اب وہ کیوں حرام گوشت کی طرف التفات کرنے لگے۔ سیدھی بات ہے۔ اگر وہ پہلا انتظام نہیں رہا۔ تو اسی طرح کا انتظام کوئی اور کر لیا ہوگا۔ یا مفتی صاحب کی طرح کسی یہودی ملاں کے ہاں گوشت خرید لیتے ہونگے۔ یہ کیا ضرور ہے کہ انگریزوں کا ناجائز گوشت ہی کھائیں جب مفتی صاحب کو یہودی ملاں کے ہاں سے گوشت مل جاتا ہے۔ تو خواجہ صاحب کے لئے وہ دکانیں کیوں بند ہوگئی ہیں۔ لیکن مفتی صاحب اور ان کے ایجنٹ قاضی صاحب نے اس قدر حسن ظنی سے کیوں کام لیں۔ کیوں نہ وہ اپنے پاس سے بھی ایک بات بنا کر لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کی کوشش کریں۔ چنانچہ اسی سلئے جہاں یہ ذبیحہ کا ذکر کیا ہے۔ وہیں یہ بھی لکھا ہے

"میں خواجہ صاحب کا دشمن نہیں۔ وہ حضرت مرزا صاحب کو رسول پاک صلعم کا موعود مسیح اور مہدی مانتے ہیں۔ اور ان کے اس عقیدہ کا اظہار ووکنگ کے نومسلموں پر ایک حد تک اثر کر رہا ہے۔"

پیسہ اخبار ۱۶ اپریل ۱۸ء

کس قدر شرارت ہے۔ گویا مطلب یہ ہے۔ کہ عام لوگ اس بات کو سن کر کے خواجہ صاحب کے عقائد کا اثر ووکنگ کے نومسلموں پر ہو رہا ہے۔ ان کے خلاف بھڑک اٹھیں گے۔ اور ان کی امداد سے ہاتھ اٹھائیں گے۔ لیکن دوسری طرف جہاں گھر میں احمدیوں کو خواجہ صاحب کے خلاف بھڑکانا ہوتا ہے وہاں آئے دن اس کے الٹ لکھا جاتا ہے۔ کہ خواجہ صاحب نے مسیح موعود کو چھوڑ دیا۔ وہ احمدیت کے ذکر کو ہی سم قاتل سمجھتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ کیا یہ ہر دو بیانات صریحًا وسوسہ اندازی کی کوشش نہیں۔ اسی طرح سے خواجہ صاحب پر یہ بھی اعتراض کیا ہے۔ کہ وہ عربی نہیں جانتے۔ اور اس میں قاضی عبداللہ نے خواجہ صاحب سے مقابلہ کرنے کے لئے "پیغام صلح" کو چیلنج بھی دیا ہے۔ لیکن ہم نہیں جانتے کہ اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ اور تبلیغ اسلام کو اس سے کیا تعلق ہو سکتا ہے سوائے اس کے کہ حضرت مسیح موعود کے مخالفین کی طرح انہیں تو اس بہانے سے لوگوں کو خواجہ صاحب کے مقدس کام میں امداد سے روکا جائے۔ پس ان کی ان وسوسہ اندازیوں کا سوائے اس کے اور کیا علاج ہو سکتا ہے۔ کہ سورت الناس اپنا ورد بنا لیا جائے۔ **قل اعوذ برب الناس ملک الناس الٰہ الناس من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس**)۔

فیصلہ اسلام در وفات عیسیٰ علیہ السلام

اس نام سے ایک ۸۴ صفحات کا رسالہ پیر شمس الدین صاحب ہیڈ کلرک فنانشل صاحب ایم اے او کالج علیگڈھ نے حال ہی میں لکھکر شائع کیا ہے جس میں حضرت عیسیٰ کی وفات کو اس واسطے ثابت کیا گیا ہے "تاکہ اہل نصاریٰ نے اس خدا پر ایمان لے آئیں جو کہ وحدہٗ لاشریک زندہ اور قائم رہنے والا ہے۔ اور جو ہرگز موت نہیں۔ اگر بقول نصاریٰ حضرت عیسیٰ خدا یا خدا کا کوئی جزو یا خدا کے بیٹے ہوتے تو کبھی فوت نہ ہوتے وہ اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے اور بالکل کسی کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہوئے جیسے کہ دیگر نبی اور رسول کسی کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہوئے" شروع کتاب میں حضرت عیسیٰ کی وفات کے فیصلہ کو نہ ماننے والوں کو چیلنج دیا گیا ہے اور قرآنی اور نقلی حوالہ جات سے یہ ثابت کرتے ہوئے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں مسلمانوں سے یہ استفسار کیا ہے کہ بالو وہ اس فیصلہ کو جو قرآن نے حضرت عیسیٰ کی وفات کے متعلق بالتصریح کیا ہے مانیں اور پھر اشاعت اسلام کے دعویٰ سے دستبردار ہو جائیں یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے پیشتر مصنف نے حیات مسیح اور نزول عیسیٰ از آسمان کے قائلین بالخصوص مولوی ثناء اللہ اور ابراہیم صاحبان کو دو مرتبہ تحریری چیلنج بھی دیئے جن کے جواب کا بہت لوگوں نے وعدہ کیا لیکن ان کے ایفا کا وقت نہ آنا تھا اور نہ آیا۔ اسی ضمن میں مصنف نے نزول ابن مریم کا بھی حدیث نبوی کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم سے فیصلہ کیا۔ اس سے امت میں سے کسی شخص کا مسیح کی خو بو پر ہونا ...

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

ووکنگ مسلم مشن اہل قلم و اہل علم سے استمداد

ایک جنٹلمین اور ایک خاتون کا مشرف باسلام ہونا

برادران۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

گذشتہ ماہ میں بھی دو روحیں زمرۂ اسلام میں شامل ہوئیں ایک خاتون مس وائلٹ لاکیر جو مدت سے اسلامک ریویو کے قارئین میں سے تھیں۔ دوسرے ایک فوجی افسر جو اسوقت فرانس میں ہیں انکو رغبت پہلے ہی سے اسلام سے تھی۔ بذات خود بھی انہوں نے مطالعہ کیا۔ انکے خاندان کے اور ممبر بھی اسلام سے ویسی ہی رغبت رکھتے ہیں ان کا نام مسٹر لائلز مین ہے۔ نیز اس قسم کا اظہار قبولیت اسلام بفضلہ تعالیٰ ہوتا ہی رہیگا۔ لیکن ہمارے

لنڈن مسلم ہوس

کے کھلنے پر جسکو اب ایک سال ہو گیا ہے جو ہمیں فوائد ہوئے ہیں اور جس قدر کام بڑھ گیا ہے۔ وہ اب اس مشن کے کارندوں کی ہمت و طاقت سے بہت بالاتر ہے۔ یہ تو ہمیں پہلے ہی سے علم تھا کہ کل مغرب میں لوگ اپنے جدی عقائد سے بیزار ہو کر مختلف شکلوں میں اسلام کے عقائد کے پابند ہونے جاتے ہیں۔ لیکن جسقدر گذشتہ چھ ماہ میں مجھے کام کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ اور جسقدر مطالبات الغرض واقفیت اسلام چاروں طرف سے ہوتے ہیں" نہایت ہی امید افزا ہیں مثلاً گذشتہ دو ماہ میں مجھے اور میرے رفقاء کو ذیل کے مقامات پر

لیکچر و خطبات

دینے کا موقعہ ملا ہے۔ بمقام کلیپ ہم دو لیکچر۔ مضمون "اسلام اور باطنیات" ۔ بمقام ایلنگ "عالمگیر اخوت اسلام" سکار سڈیل اسٹوڈیو۔ ارلز کورٹ۔ دو لیکچر "ذرات عالم کا مذہب "اسلام" ۔ بمقام ومبلڈن۔ دو لیکچر۔ اسلام اور سپرچولزم " ہنولائیٹ سنٹر چرچ، بائیڈ اسٹریٹ میں اتوار کا سرمن تھا جسکے مضمون کا مطلب اس شعر سے نکلتا ہے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اسکے علاوہ مسٹر حبیب اللہ لوگردو نے ایک لکچر بمقام ایلنگ اور ایک لکچر بمقام ہیڈرسی دیا۔ مضمون "اسلام تھا۔ اور ایک لیکچر مسٹر شلا بج سلمان نے ایلنگ میں دیا۔ مضمون "عالمگیر مذہب" یہ تقریریں اور خطبات ان کے علاوہ ہیں۔ جو ہر اتوار کو ووکنگ میں اور ہر جمعہ لنڈن میں۔ اور ہر دوسرے اتوار لنڈن مسلم ہوس میں دیئے جاتے ہیں۔ اس طرح مجھے

دو ماہ کے عرصہ میں ۲۳ لیکچر

مختلف مقامات پر اور مختلف مضامین پر دینے پڑے۔ یہی حالت آئندہ ماہ میں نظر آ رہی ہے۔ اس وقت میرے ذمہ علاوہ لنڈن مابقین اور ووکنگ کے ۶ لکچر ہیں۔ جو آئندہ چھ ہفتوں کے ہیں۔ آئندہ ۳۰ مارچ کو ایک معرکۃ الارا لیکچر باری تعالیٰ کے ثبوت میں دہریوں کی مجلس میں ہونیوالا ہے لیکچر کے بعد بحث ہوگی۔ اس چھٹی کی تحریک

میری صحت

ہے۔ جو ابھی حالت میں نہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ اس بار گراں کا میں کب تک مقابلہ کر سکوں گا۔ یہ کام بذات خود ایک انسان کی طاقتوں کو سلب کرنے کے لئے کافی ہے۔ جہ جائیکہ ہر مہینے اسلامک ریویو بھی مجھے تیار کرنا پڑتا ہے جسکے مضامین جس قسم کے ہیں وہ ظاہر ہے۔ جو اپنے پیمانہ علمی اور حکمت اور فلسفہ کے لحاظ سے اکناف عالم سے خراج تحسین لیتے رہتے ہیں خصوصًا اس یورپ سے

مضامین کا ایک خاص سلسلہ

جو سائینس کی بنیاد پر لکھا گیا ہے۔ شروع کیا گیا ہے اور جس میں یہ طریقہ اختیار نہیں کیا گیا۔ کہ قرآن کی سائنس کے ماتحت تشریح کی جائے بلکہ رسالہ کے پڑھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ سائنس کو قرآن کا خوشہ چین دکھلایا گیا ہے۔ ان مضامین کے لکھنے سے مجھ پر یہ حقیقت کھلی ہے۔ کہ جو

سخن گفتن بکہ جان سفتن است

پھر ان سب تکالیف کے مقابلہ میں مجھے

مصارف کا تہیہ

بھی کرنا پڑتا ہے۔ جو اس جنگ میں نہیں کنا ہو گئے ہیں۔ اگر یہ مشن واقعی خادم اسلام تھا۔ تو مسلمان بھائیوں کو چاہئے تھا۔ کہ مجھے ایک نہ ایک بوجھ سے آزاد کر دیتے۔ لیکن خدا کی مصلحت ہے کہ ان کو اس فرض اولین کی طرف توجہ نہیں۔ خود ہندوستان کے مسلمان بھائی فردًا فردًا سمجھ سکتے ہیں۔ کہ انہوں نے کہاں تک اس فرض کو ادا کیا ہے۔ اگر یہ لوگ صرف رسالہ کے خریدار بن جاتے تو یہ عظیم الشان کام مفت میں چل نکلتا۔ خیر مصلحت ربی ایسی ہی تھی۔ میں یہ سب معاملات خدا کے ہاتھ چھوڑتا ہوں۔ اب میں

مسلم اہل قلم اور اہل علم اصحاب سے استمداد علمی

کرتا ہوں۔ وہ اگر مالی امداد نہیں کرتے تو قلمی امداد کریں۔ مختلف اسلامی مضامین مجھے لکھکر بھیجیں یا ہندوستان کے اخباروں میں شائع کر دیں اور ایک کاپی مجھے بھیج دیں۔ اور اگر انگریزی زبان میں لکھ سکیں تو ان کا خاص احسان ہے۔ کثیر الازدواجی غلامی۔ جہاد وغیرہ وغیرہ سب تقویم پارینہ ہے۔ یہ مسائل طے ہو چکے۔ اور اسلام ان میں جیت چکا ہے۔ عیسائیت کے خلاف کبھی مضامین لکھنے کی ضرورت نہیں۔ یہ میدان بھی ختم ہو چکا

مضامین باطنیات پر ہوں

جن میں علمی جھلک ہو صرف عقائد بیان نہوں بلکہ دلائل کے جو روحانیات پر ہوں۔ انسان کی روح کی کیفیات پر جو اسلام نے روشنی ڈالی ہے۔ دوسری قوموں کے مجاہدات کے مقابلہ میں اسلام نے جو آسان طریق سلوک کے تجویز کئے ہیں۔ علوم اشراقیہ اور کشف قلوب کی کیا کیفیات ہیں۔ اور اسلام نے کس طرح انہیں لہو و لعب میں رکھ کر سالک کو کن باطل غلطی کا پتہ دیا ہے۔ الغرض وہ مضامین جو صوفیانہ رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں ان کی اس وقت ضرورت ہے۔ جن مضامین پر میں نے مندرجہ بالا لکچر دیئے ہیں ان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس وقت

ہوا کا رُخ

کس طرف ہے میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اس قسم کے لٹریچر سے ناآشنا نہیں۔ میں ان مضامین پر لکھتا بھی رہا ہوں اور بولتا بھی ہوں۔ لیکن ہم دو تین آدمی کیا کر سکتے ہیں اگر ہمارے ہندوستانی دوست ان مضامین پر قلم اٹھاویں تو ہمیں بہت سی دماغ سوزی اور جانکاہی سے نجات مل سکتی ہے علاوہ اس کام کے مقابلے میں میری صحت کی حالت جو ہوتی جاتی ہے وہ مجھے بہت

خوف

دلا رہی ہے۔ پچھلے سال انہیں دنوں میں بستر بیماری پر نہیں بلکہ بستر مرگ پر تھا۔ جس بیماری کا اثر گذشتہ اکتوبر کی ابتداء تک رہا۔ مجھے امید ہے کہ مسلمان ابھی مر نہیں گئے ابھی بہت دل ہیں جو میری اس اپیل پر دردمند ہونگے۔ اور کچھ فکر کریں گے۔ **خدا حافظ**

خادم۔ خواجہ کمال الدین۔

مکتوبات مسیح موعودؑ کے متعلق اس سے پیشتر اعلان ہو چکا ہے کہ جن جن اصحاب کے پاس حضرت مسیح موعود کے کوئی خطوط موجود ہوں وہ انہیں سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے پاس بھیجیں۔ تاکہ ملفوظات کے بعد مکتوبات کی جلد شائع ہو سکے ایسے خطوط جس قدر جلد پہنچ جائیں۔ بہتر ہوگا۔ تاکہ کتاب مکمل ہو کر شائع ہو اور کوئی خط چھپنے سے رہ نہ جائے اصل خط بشرط ضرورت واپس بھی کر دیئے جائیں گے احباب کو چاہیئے کہ جلد اس طرف متوجہ ہوں۔ اور جہاں کہیں سے بھی حضرت مسیح موعود کا کوئی خط دستیاب ہو۔ علاوہ ان خطوط کے جو اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں۔ فورًا بھجوا دیں +

... کتاب نہ صرف اپنے موضوع اور دلائل کے لحاظ سے بلکہ لکھائی اور چھپائی کے لحاظ سے بھی عمدہ اور پاکیزہ ہے اگر اس کی متعدد کاپیاں عام طور پر مفت تقسیم ...

حمایۃ الطلبہ پٹنہ کے سپرد کردوں۔ اگر یہ امتحان باقاعدہ سالانہ ہوا کرے گا۔ تو میں مدرسہ دیوبند یا ندوۃ العلماء کے کارکنوں کو بھی مدعو کروں گا تاکہ وہ کوئی جائیداد وقف کر کے اس کے منافع سے ہمیشہ کے لئے یہ انعام جاری رکھ سکیں"

— لیکن ہندوستان میں کتنے عربی مدارس ہیں جن سے اس سالانہ امتحان مقابلہ میں شمولیت کی توقع کی جاسکتی ہے۔ ندوۃ العلماء اور دیوبند کے سرپرست مدارس کے علاوہ اور کوئی تیسرا ایسا مدرسہ ہمیں معلوم نہیں جہاں باقاعدہ عربی کی تعلیم ہوتی ہو۔ اور وہ بھی اس قدر اعلیٰ پیمانہ پر کہ امتحان مقابلہ میں شمولیت کی اہمیت رکھتے ہوں۔ لاہور میں اس سے پیشتر مدرسہ حمیدیہ کے نام سے ایک عربی مدرسہ بھی انجمن حمایت اسلام کے زیر اہتمام قائم ہوا تھا۔ لیکن مدت ہوئی وہ بھی بند ہو چکا۔ ہاں البتہ انجمن کے دیگر مدارس میں کچھ تھوڑی سی ابتدائی عربی تعلیم کا رواج ہے۔ لیکن اس کے متعلق بھی یہ حسرتناک نظارہ کچھ کم دلخراش نہیں کہ مسلمان طلبہ زیادہ تر عربی تعلیم سے ڈرتے اور اس سے دور ہی بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں اس کی بہت کچھ ذمہ داری تو اراکین انجمن پر عاید ہوتی ہے جو تعلیم عربی کے لئے کوئی ایسا بہترین انتظام نہیں کرتے جو طلبہ کی کشش اور دلچسپی کا موجب ہو۔ اور نہ ہی ہیڈ ماسٹر صاحبان طلباء کو عربی پڑھنے کی تحریص و ترغیب دلاتے ہیں ایسا ہی اورینٹل کالج لاہور سے عربی متعلمین کا کال ہے۔ بلکہ ان کے امتحانات کے نتائج اور بھی یاس انگیز ہیں ان حالات میں سالانہ امتحانات مقابلہ سے پہلے ضرورت ہے کہ عربی تعلیم کا ہر شہر اور قریہ میں بہترین اور اعلیٰ پیمانہ پر انتظام کیا جائے بیشک یہ امتحانات مقابلہ اور ان پر انعامات بھی بہت کچھ تحریص کا موجب ہوسکتے ہیں۔ لیکن پہلے جب ذریعہ تعلیم ہی کوئی نہیں تو ان انعامات کو کوئی کیا کرے۔ اور اس تحریص کا کوئی خوش آیند نتیجہ کیونکر پیدا ہو۔

سنسکرت ایک زندہ زبان ہے

عربی کی اس کس مپرسانہ حالت کا مقابلہ زبان سنسکرت کے اس معراج ترقی سے کرو۔ جس پر برادران وطن بالخصوص آریہ سماج نے اسے پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اور پہنچا لیا ہے۔ حال ہی میں گورو کل کانگڑی میں جو آریہ سماج کی سنسکرت کی تعلیم کے لئے مرکزی درسگاہ ہے۔ ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں مختلف طلبائے گورو کل نے زبان سنسکرت میں اس تیزی و روانی اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ مختلف مضامین پر تقاریر کیں کہ کلکتہ یونیورسٹی کمیشن کے رکن ڈاکٹر سنیڈلر (پرنسپل لیڈز یونیورسٹی انگلستان) کو علانیہ اسکا اعتراف کرنا پڑا کہ

"میرا خیال تھا کہ سنسکرت ایک مُردہ زبان ہے جو کبھی زندہ نہیں ہوسکتی لیکن گورو کل میں آ کر برہمچاریوں کو جس تیزی اور صفائی سے سنسکرت بولتے دیکھا ہے اس سے میں نے یہ رائے قائم کی ہے۔ کہ سنسکرت ایک زندہ زبان ہے"

انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ:-

"آپ سنسکرت کو اپنی بھاشا (زبان) بنانے جاتے ہیں۔ جہاں کہیں آپ جائینگے۔ یہ آپ کے ساتھ جائیگی"

یہ حال ہے اس زبان کا جسکو مسلمان بھی مُردہ سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ لیکن وہ مُردہ زبان تو زندگی کا لباس پہنتی چلی جارہی ہے۔ مگر ہم نے اپنی زندہ زبان کو مُردہ بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی کیا یہ ہمارا لمنترقین خود مسلمانوں کی مُردگی پر دال نہیں۔ افسوس سد

ایک وہ ہیں کہ جنہیں تصویر بنا آتی ہے
ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ

محمودی اخلاق کا نمونہ

بدوملہی کے مناظرہ کی رپورٹ ہم نے میاں صاحب کے بعض ان مریدین کے نام بھی بھیجی تھی۔ جو الفضل میں کبھی اپنی ہستی کا پتہ دے چکے ہیں اور غلطی خوردہ ہونے کے باعث اس قابل ہیں کہ انہیں حق کی طرف بلایا جائے۔ لیکن افسوس کہ ان لوگوں کو بعض چوہدران خلافت پر حد سے اعتماد کرنے کے باعث یہاں تک حق سے دشمنی اور دوری ہو چکی ہے کہ وہ اسکو بھی پسند نہیں کرتے کہ کوئی حق کلمہ ان کے کانوں تک پہنچے۔ یا انکی آنکھیں اس سے بہرہ اندوز ہوں اسی شقاوت قلبی کا ایک نمونہ ذیل کے ایک کارڈ سے معلوم ہوسکتا ہے جو میاں صاحب کے انہی مریدین میں سے جنکے نام ہم نے محولہ بالا پرچے ارسال کئے۔ ایک نے ہمیں لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مکرمی منیجر اخبار پیغام صلح! السلام علیکم آپ کا اخبار پیغام صلح ثانی جو ان نام تجویزہ حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ عرصہ ایک ماہ کا ہوا پہنچا تھا۔ دوسری دفعہ دو پرچہ مورخہ ۸ اپریل ۱۹۱۸ء پے در پے پہنچے۔ خاکسار لوٹ سبز باغ کیوں دکھایا جاتا ہے۔ فاروق کے منشا کے بموجب جب آپ جواب دیں گے اسوقت اس سبز باغ کی قلعی کھل جاویگی۔ چونکہ آپ کی اخبار کو بڑی عزت سے حسب نسخہ مجوزہ قبلہ میر صاحب ایڈیٹر فاروق دیگدان کی نظر کر کے پانی وضو کے لئے گرم کر لیا کرتا ہوں۔ آئندہ میرے نام کوئی اخبار بدشعار جس سے نفاق کی بو آتی ہے روانہ نہ فرمایا کریں۔ اطلاعاً تحریر ہے۔ خداوند پاک تم لوگوں کو حضرت مسیح موعود کی حقیقی طور پر شناخت کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین۔
خاکسار کا نام آپ کو نہ معلوم کس خبیث الفطرت نے بتلادیا ہے۔ والسلام

الراقم خاکسار محمد حسن احمدی از برنالہ۔ ۱۳۔ اپریل ۱۹۱۸ء

یہ نمونہ ہے محمودی اخلاق کا۔ لیکن ہمیں تو یہی خطرہ ہے کہ کسی دن اس پانی سے وضو بھی حرام نہ ہو جائے۔ جو ہمارے پرچوں کو جلا کر گرم کیا جاتا ہے۔ فاروق کے مطالبات کا تو ہمیں علم نہیں البتہ اس کی "دیگدان کی نذر" کرنے والی نصیحت ہمیں بھی خوب یاد ہے۔ اور میاں صاحب کے مریدوں کا اس پر عملدرآمد ایڈیٹر فاروق کے لئے جسقدر قابل مبارکباد کہا جائے۔ بجا ہے۔ یہ حق سوزی بھی آخر کوئی چھوٹا سا کام نہیں۔ مسیح موعود کے مخالفین کی سنت کو اگر ہمارے ساتھ برتا گیا۔ تو کونسے تعجب کی بات ہے۔ ایسا ہی الفضل کو بھی "خبیث الفطرت" کا خطاب مبارک۔ کہ یہ خاص اسکے بھائی ہی کی تہذیب سے نکلا ہوا عطیہ ہے۔ جو اُس کی نذر ہوا۔ خدا ایسے حق سوزوں سے بچائے اور محفوظ رکھے

حضرت خواجہ صاحب کی مسلمان اہل قلم اصحاب سے استمداد علمی

کسی دوسری جگہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک ضروری خط شائع کیا جاتا ہے جس میں آپ نے دو امر بسعید متعلق ... تبلیغ اسلام کا اعلان کرتے ہوئے مسلمان اہل قلم اور اہل علم اصحاب سے رسالہ کے مضامین کے لئے علمی و قلمی مدد چاہی ہے اسی ضمن میں آپ نے اپنی صحت کا حال بھی لکھا ہے۔ جو ان لوگوں کے لئے جنکو حضرت خواجہ صاحب جیسے قیمتی انسان اور آپ کی بیش بہا خدمات اسلام کا علم ہے اور جو اسلام کا درد اپنے دل میں رکھتے ہیں ازبس دلسوز اور روح فرسا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ باوجود اس احساس قلبی کے جو حضرت خواجہ صاحب کے کاموں کے متعلق ہمیں ہے۔ بہت تھوڑے ہیں جو ان کاموں کی حقیقی طور پر قدر و منزلت کرتے ہوں۔ کسی چیز کی قدر و منزلت یا اسکی حقیقی عزت یہ نہیں کہ زبانی تعریف کے پل باندھ دئے جائیں۔ جنہوں نے اس عملی امداد میں حصہ لیا۔ اور اپنے اس محسن حقیقی کا جس نے اسلام کی خاطر اپنا سب کچھ چھوڑا۔ اور تمام مصائب اپنے اوپر برداشت کئے ہاتھ بٹانے کی کوشش کی۔ دوسروں کو چھوڑ کر ہمارا خطاب اس وقت صرف احمدی جماعت سے ہے۔ کہ وہی اس اسلامی فریضہ کی سب سے پہلے اور سب سے زیادہ ذمہ دار ہے۔ کیا وہ سمجھتے ہیں۔ کہ بس حضرت خواجہ صاحب کے اس کام نے ان سب کے سروں سے اس بوجھ کو اتار دیا۔ بیشک آجتک کی حالت تو یہی بتا رہی ہے۔ کہ ہم نے حضرت خواجہ صاحب کو بطور کفارہ سمجھ رکھا ہے۔ ورنہ کیوں آجتک ہم میں بہت سے ایسے لوگ پیدا نہیں ہوئے۔ جو اپنے اس دور افتادہ بھائی کی نصرت و امداد کے لئے اس کے بوجھ ہلکا کرنے بلکہ سارے کام کو سنبھالنے کے لئے خود بھی ولایت جانے کو تیار ہوتے۔ ایک مولوی صدرالدین یا خواجہ صاحب یا ایک دو اور آدمیوں سے کیا بنتا ہے جب تک جماعت کا ایک ایک فرد اپنی حسب حیثیت و استعداد مشن کے مختلف کاموں کو سرانجام دینے کے لئے تیار نہ ہو اور جہاں تک بن پڑے ان کاموں میں عملی طور پر حصہ نہ لے اور کاموں کو چھوڑ دیجئے۔ صرف رسالہ ہی کے اس کام کو لیجئے کیا ہماری جماعت میں انگریزی دان اصحاب موجود نہیں۔ جو نہ صرف بی اے اور ایم اے وغیرہ تک کی ڈگری یافتہ ہیں اور انگریزی لکھنے اور بولنے کی پوری قابلیت رکھتے ہیں۔ پیشتر اسکے

اس پر کاربند ہو جائیں۔ صرف تھوڑی کشش درکار ہے۔ استعداد علمی بھی ان کی دینیات کے متعلق دوسرے مسلمانوں سے ماشاءاللہ بہت زیادہ ہے۔ لہذا اس میں اور ترقی بھی بہت جلد ہوسکتی ہے۔ پھر کیوں وہ اس طرف توجہ نہیں کرتے۔ اور مہینہ میں کم از کم ایک ایک مضمون لکھ کر حضرت خواجہ صاحب کو نہیں بھیج دیتے۔ ہم جانتے ہیں کہ انہیں اپنے دیگر مشاغل ضروری سے عموماً فرصت نہیں ہوتی۔ لیکن مہینہ میں ایک مضمون لکھ دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ بالخصوص وہ جماعت جس نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کر رکھا ہو اس کے لئے یہ کہاں تک مستحسن ہے۔ کہ ایسی اشد دینی ضروریات کے بالمقابل مشاغل دنیوی کا عذر پیش کریں۔ ضرورت ہے کہ ایسے تمام لوگ جلد سے جلد اس طرف توجہ کریں۔ ورنہ وقت آرہا ہے۔ کہ مجبوراً ان سب کے نام لے لیکر اس خدمت دینی کے لئے انہیں بلایا جائے۔ وہ لوگ بھی جو انگریزی دان نہیں۔ لیکن اردو میں اسلام پر بہترین مضامین لکھ سکتے ہیں۔ اردو زبان میں ہی حضرت خواجہ صاحب کے پیش کردہ مسائل پر بالخصوص روشنی ڈالیں۔ اور پیغام صلح کو بھیجدیں۔ جس کے ذریعہ سے نہ صرف اردو دان اصحاب ہی بہت کچھ مستفید ہوجایا کرینگے۔ بلکہ حضرت خواجہ صاحب کی اس سے بھی بہت کچھ امداد ہو جائے گی۔ اور حسب ضرورت ان کا ترجمہ انگریزی میں شائع ہو جایا کرے گا کیا ہم امید کریں۔ کہ اس دردمندانہ اپیل کی طرف جماعت کے اہل علم و اہل قلم اصحاب فوراً متوجہ ہو کر اشاعت اسلام کے فرض اولین سے اس ذریعہ سے ایک حد تک سبکدوش ہونے کی کوشش کریں گے۔

الذی یوسوس فی صدور الناس

اگر کسی نے اس وسوسہ اندازی کی کیفیت معلوم کرنی اور ان لوگوں کا پتہ لگانا ہو جن سے پناہ مانگنے کے لئے قرآن کریم میں سورۃ الناس کا نزول ہوا۔ تو ان محمودی تحریرات پر ایک نظر ڈال لے۔ جو ہمارے متعلق آئے دن شائع ہوتی رہتی ہیں۔ ہر قسم کے ناجائز وسائل سے یہ کوشش کی جاتی ہے کہ ہمارے متعلق لوگوں کے دلوں میں ایسے وساوس ڈالے جائیں۔ کہ جن کو سن کر وہ ہم سے قطعاً متنفر ہو کر حق کا ساتھ چھوڑ دیں اور ہماری باتوں کو فی الحال جانے دیجئے۔ ولایت میں قاضی عبد الحق اور مفتی محمد صادق صاحب سے تشریف لے گئے ہیں۔ ان کو سوائے اس کے اور کوئی کام نہیں۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کے متعلق ... بیانوں سے لوگوں کو متنفر کیا جائے۔ کبھی کہتے ہیں خواجہ صاحب عربی دان نہیں۔ اس لئے وہ تبلیغ اسلام کے اہل ہی نہیں کبھی دنیا کو یہ کہکر متنفر کرتے ہیں۔ کہ انگریزوں کا مارا ہوا گوشت کھاتے ہیں۔ جو حلال نہیں۔ کبھی اپنی جماعت کے اندر تو یہ اعلان کرتے ہیں۔ کہ خواجہ صاحب کو احمدیت سے واسطہ ہی نہیں وہ تو احمدیت کے ذکر کو ہی سم قاتل سمجھتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف لوگوں کو یہ لکھتے پھرتے ہیں۔ کہ وہ تو اپنے عقائد کو وہاں پھیلاتے ہیں جن کا اثر بھی ہو رہا ہے۔ کیا یہ صریحاً یوسوس فی صدور الناس کا عملی نمونہ نہیں۔ یہ کس قدر کمینگی ہے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب پر حرام گوشت کھانے کا الزام دیکر کوشش کی جاتی ہے۔ کہ کسی طرح لوگوں کو ان سے متنفر کیا جائے۔ اور جب ہم اس کے جواب میں شیخ نور احمد صاحب ہلال کے اس بیان کو شائع کرتے ہیں۔ کہ وہ جب تک ولایت میں رہے۔ اپنے ہاتھ سے جا کر ووکنگ کے بوچر مسٹر ہرٹ کے ہاں ہر ہفتہ ایک بھیڑ ذبح کرتے۔ اور اسی سے کھانے کے لئے ہر روز لے آتے تھے۔ تو ان واقعات کو یہ کہکر جھٹلایا جاتا ہے۔ کہ مفتی صاحب نے بھی اس مسٹر ہرٹ کو چٹھی لکھوائی۔ کہ کہیں اس ذبیحہ میں سے گوشت بھیجدیا کرے۔ جس کے جواب میں اس نے لکھا ہے۔ کہ

"ہم مسلمانوں کو ذبح کرنے کی کوئی اجازت نہیں دیتے ... گوشت کی قلت ہے۔ ہمارے خریدار حسب دستور قطاروں میں جمع ہوتے ہیں۔ اور باری سے گوشت لے جاتے ہیں"

اس لئے "پیغام صلح" کا یہ لکھنا کہ منشی نور احمد صاحب جا کر ذبح کیا کرتے تھے یہاں ہندوستان میں بیٹھے ہوئے اپنی من گھڑت باتوں سے خواجہ صاحب مکرم کی ایسی تائیدات کرنا ہے۔ جن سے الٹی ان کی ذلت ہو۔ لیکن کاش خواجہ صاحب عبد اللہ [illegible]

شریعت اور کتاب الہٰی کے بند ہونے کی وجہ

سے بھی آپ رحمۃ اللعالمین نہیں رہتے

اور اگر کہو کہ اب شریعت کامل ہو چکی ہے اس لئے شریعت کی ضرورت نہیں تو میں کہتا ہوں کہ اب نبوت بھی کامل ہو چکی ہے اس لئے کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ بجز کرو۔ ہاں اگر آپ آنحضرت صلعم کو کامل نبی نہیں مانتے تو پھر آپکو اختیار ہے کہ ہزاروں نبی لے آویں لیکن اگر قرآن کے کامل ہونے کے بعد کوئی کتاب یا شریعت نہیں آسکتی تو حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل نبی ہونے کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا +

خاتم النبیین کے معنے حضرت مسیح موعود سے

حاضرین اب میں آپ صاحبان کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے آیت خاتم النبیین کے کیا معنے فرمائے ہیں اور الفاظ خاتم النبیین یا خاتم الانبیا یا ختم نبوت کو کس مفہوم کے لئے استعمال کیا ہے لیکن ان حوالجات کو پڑھنے سے پہلے وہ ایکدفعہ میاں صاحب کے معنوں کو پڑھ لیں جو اوپر نقل کئے گئے ہیں اور انکو ذہن میں حاضر رکھکر حوالجات ذیل سے مقابلہ کریں۔

(۱) "سو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام میں اس نبوت کا تو دروازہ بند ہے جو اپنا سکہ جماتی ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور حدیث میں ہے:۔ لا نبی بعدی ...... اور اگر کوئی اور نبی نیا یا پرانا آوے تو ہمارے نبی صلعم کیونکر خاتم الانبیاء رہیں۔ ہاں وحی ولایت اور مکالمات الہیہ کا دروازہ بند نہیں ہے"

(ایام الصلح ص۷۴، و ص۷۵)

اس حوالہ کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ خاتم الانبیاء کے یہ معنے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا ہاں ولایت والہام کا سلسلہ جاری ہے اس آیت کے یہ معنے نہیں کہ نبوت کا دروازہ کھلا ہے اور نبی آتے رہیں گے +

(۲) "ہمارے نبی صلعم کا خاتم الانبیاء ہونا بھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی موت کو ہی چاہتا ہے کیونکہ آپ کے بعد

اگر کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیا نہیں ٹھہر سکتے

اور نہ سلسلہ وحی نبوت کا منقطع متصور ہو سکتا ہے۔ اور اگر فرض بھی کریں کہ حضرت عیسےٰ امتی ہوکر آوینگے تو شان نبوت تو ان سے منقطع نہیں ہوگی۔ گو امتیوں کیطرح وہ شریعت اسلام کی پابندی بھی کریں مگر یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اسوقت وہ خدا کے علم میں نبی نہیں ہونگے اور اگر خدا تعالےٰ کے علم میں وہ نبی ہونگے تو وہی اعتراض لازم آیا کہ خاتم الانبیاء صلعم کے بعد نبی دنیا میں آگیا اور اس میں آنحضرت صلعم کی شان کا استخفاف اور نص صریح قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے۔ قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں لیکن

ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے۔

اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرأت و دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے کہ وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی"۔ (ایام الصلح ص۱۴۶)

ناظرین اب دیکھ لیں کہ الفاظ خاتم النبیین اور خاتم الانبیاء وغیرہ کے یہ معنے ہیں کہ نبی آتے رہینگے۔ یا یہ کہ نبی نہیں آئینگے۔ اور جو شخص خاتم الانبیاء کے بعد دنیا میں ایک نبی قبول کرتا ہے وہ آنحضرت صلعم کی توہین کرتا ہے اور آیت خاتم النبیین کی تکذیب کرتا ہے۔ اس حوالہ سے ثابت ہے کہ اگر کوئی امتی بھی ہو اور بالکل شریعت محمدی کا تابعدار ہو لیکن اگر وہ خدا کے علم میں بھی نبی ہو یا شان نبوۃ رکھتا ہو تو بھی اس کا آنا ختم نبوت کے منافی ہے اب سوال یہ ہے کہ

مرزا صاحب خدا کے علم میں نبی ہیں یا نہیں

اگر نبی ہیں تو یہ اعتراض حضرت عیسےٰ کی نسبت ہے وہی اعتراض حضرت مرزا صاحب کے متعلق ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب میں شان نبوت ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو وہی اعتراض آتا ہے تعجب کی بات ہے کہ ان بتوں سے تم توڑ کرنا چاہتے ہو۔ انہی بتوں سے توڑ کر نئے بتوں کی تبدیلی مت کرو۔ دوسروں کے لئے اور اصول اور اپنے لئے اور اصول ان باتوں کو کوئی عقلمند قبول نہیں کرسکتا ہے۔ تیسرا سوال یہ ہے:۔

مرزا صاحب کی وحی وحی نبوت ہے یا وحی ولایت

اگر وحی نبوت ہے تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وحی نبوت پر کیوں اعتراض کیا جاتا ہے۔ ہاں اگر یہ جواب دیا جاوے کہ مرزا صاحب کی نبوت تو کوئی الگ نہیں بلکہ آنحضرت صلعم کی نبوت ہے جو جدید پیرایہ میں جلوہ گر ہوئی۔ گویا خود ہی محمد رسول اللہ صلعم دوبارہ دنیا میں تشریف لے آئے۔ تو میں کہتا ہوں۔ کہ

اگر بفرض محال محمد رسول اللہ صلعم خود بھی دوبارہ تشریف لے آویں

تو وہ بحیثیت مجدد ہونگے نہ بحیثیت نبی۔ جیساکہ اس حوالہ میں حضرت صاحب نے فیصلہ کر دیا کہ "پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے" خلاصہ یہ کہ اب دنیا میں کوئی نبی نہیں آسکتا خواہ وہ پرانا نبی ہو۔ یا نیا۔

(۳) "اور آنحضرت صلعم نے بار بار فرمایا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اور

حدیث لا نبی بعدی

ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیۃ کریمہ ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت

ہمارے نبی صلعم پر نبوت ختم ہو چکی ہے

پھر کیونکر ممکن تھا کہ کوئی اور نبی نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے آنحضرت صلعم کے بعد تشریف لاوے۔ اس سے تو تمام تار و پود اسلام کا درہم برہم ہو جاتا تھا"

(کتاب البریہ ص۱۸۴ و ص۱۸۵ حاشیہ)

(۴) جھوٹے الزام

مجھ پر مت لگاؤ۔ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعوی کیا ہے کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے کیا قرأت و لا محدث کی یاد نہیں رہی ...... مگر ہمارے ظالم مخالف ختم نبوت کے دروازوں کو پورے طور پر بند نہیں سمجھتے بلکہ انکے نزدیک مسیح اسرائیلی نبی کے واپس آنے کے لئے ابھی ایک کھڑکی کھلی ہے۔ پس جب قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آگیا اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہوا تو ختم نبوت کیونکر اور کیسا ہوا۔ کیا نبی کی وحی وحی نبوت کہلائیگی یا کچھ اور"۔ (سراج المنیر ص۳)

دیکھو اس جگہ حقیقی نبوت سے انکار کیا اور جو حقیقی نبی نہ ہو وہ محدث کہلاتا ہے۔ جس کے دعویدار مرزا صاحب ہیں۔

(۵) کیا ایسا

بدبخت مفتری

جو خود رسالت اور نبوت کا دعوے کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلعم کے بعد رسول اور نبی ہوں ...... اور اصل حقیقت جس کی میں علی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے جو ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نہ کوئی پرانا۔ اور نہ کوئی نیا۔ ...... لیکن یاد رکھنا چاہئے جیساکہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے۔ بعض اوقات

خدا تعالےٰ کے الہامات میں ایسے الفاظ

استعارہ اور مجاز کے طور پر ختم کے بعض اولیاء کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں سو وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے سارا جھگڑا یہ ہے جسکو نادان متعصب اور طرف کھینچ کر لے گئے ہیں۔ آنے والے

مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں

زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے۔ وہ انہی مجازی معنوں کے رو سے ہے۔ جو صوفیائے کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الہیہ کا ہے۔ ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا"

(انجام آتھم ص۲۷ و ص۲۸ حاشیہ)

اس حوالہ سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا مگر میاں صاحب لکھتے ہیں کہ ہزاروں نبی آوینگے۔

حضرت صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا مدعی مسلمان نہیں ہوسکتا"۔ مگر

میاں صاحب لکھتے ہیں کہ

"وہی تو کامل مسلمان ہے جو نبوت کا دعویدار ہو"۔

اس حوالہ سے اس امر پر بھی روشنی پڑگئی۔ کہ بعض دفعہ

اولیاء اللہ کے الہامات میں رسول یا نبی کے الفاظ

آجاتے ہیں مگر وہ الفاظ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔ بلکہ مجاز و استعارہ کے رنگ میں ہوتے ہیں اور حدیث میں جو لفظ نبی اللہ ہے وہ بھی ایک استعارہ ہے۔ جیساکہ صوفیاء کی کلام میں ایسے الفاظ آجاتے ہیں۔

(۶) "مگر ختم نبوت

کے بعد اسلام میں کوئی اور نبی نہیں آسکتا"۔

(راز حقیقت ص۱۶ نوٹ)

(۷) "اور اسلام کا اعتقاد

ہے کہ ہمارے نبی صلعم کے بعد کبھی نبی نہیں آئیگا"۔ (کشف الغطا ص۲۶)

(۸) "علاوہ ان باتوں کے کہ مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کو یہ آیت بھی روکتی ہے ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور ایسا ہی یہ حدیث بھی لا نبی بعدی

یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے

کہ باوجودیکہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں پھر کسی وقت دوسرا نبی آجاوے۔ اور وحی نبوت شروع ہو جاوے"۔ (ایام الصلح ص۴۷)

(۹) "آپ نے لا نبی بعدی کہکر کسی نئے نبی یا دوبارہ آنیوالے نبی کا قطعاً دروازہ بند کر دیا"۔ (ایام الصلح ص۱۵۲)

(۱۰) "ہمارا یہ ایمان ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے۔ تاہم خدا تعالےٰ نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے کہ جھوٹ نہ بولو۔ وغیرہ"۔ (اربعین ۴ ص۶ و ص۷)

(۱۱) "پھر اس حال میں اسکو (عیسےٰ علیہ السلام) کو نبی بھی مانتے ہیں۔ بلکہ چالیس برس تک وحی نبوت کا سلسلہ جاری رہنا بھی مانتے ہیں ایسا عقیدہ معصیت ہے اور اس سے آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کی تکذیب لازم آتی ہے"۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

(۱۲) "نبوت کی تمام کھڑکیاں بند ہیں مگر سیرت صدیقی کی کھڑکی کھلی ہے"۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

(۱۳) "خاتم النبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ آپ کے بعد اگر کوئی نبی ہو تو وہ اس مہر کو توڑ دیگا جو خاتم النبیین پر ہے"۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

میاں صاحب تو یہ لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم خود نبیوں کی مہر ہیں اور حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ خاتم النبیین پر مہر ہے۔

(۱۴) "چونکہ وہ نبی ہے اسلئے اس کے آنے پر مہر ختمیت ٹوٹ جاویگی"۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

(۱۵) "غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الہٰی مہر ہے جو آنحضرت

نبوت مسیح موعود علیہ السلام

پرچہ پیر مہر شاہ صاحب جو بروقت مناظرہ بیعت ہی انہوں نے پڑھ کر سنایا

گذشتہ اشاعت میں اس بحث کی روئداد عرض کی جا چکی ہے جو بہو ٹالی میں پیر مہر شاہ صاحب اور محمودی علماء کے درمیان ہوئی۔ اور آپ میں میاں صاحب کے گیارہ مریدین نے فسخ بیعت کا اعلان کیا۔ ایک سو ساٹھ دوسرے مسلمان حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ اور ساٹھ آدمیوں نے لکھدیا کہ ہم حضرت مرزا صاحب کو مجدد۔ محدث اور امام مانتے اور ان کے مکفرین کو حدیث تکفیر کے ماتحت سمجھتے ہیں۔ آج ہم اس پرچہ کو یہاں بجنسہٖ نقل کئے دیتے ہیں جو پیر صاحب موصوف نے تحریری بحث کے لئے لکھا اور پڑھکر سنایا۔ وھو ہٰذا

خاتم النبیین کے معنے

اس پرچہ میں امر زیر بحث یہ قرار پایا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن شریف کی آیت خاتم النبیین کے کیا معنے کئے اور کیا تفسیر فرمائی ہے یعنے کیا آنحضور اس آیت کو یا الفاظ خاتم النبیین یا خاتم الانبیاء کو نبوت کے بند ہونے پر استعمال فرماتے رہے۔ یا کہ نبوت کے اجرائے پر۔

خاتم النبیین کے معنی میاں صاحب کے نزدیک

لیکن حضرت صاحب کی تحریرات کو پیش کرنے سے پہلے میں ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ جناب میاں محمود احمد صاحب نے اس آیت اور الفاظ خاتم النبیین وغیرہ کے جو معنے کئے ہیں۔ انکو یہاں لکھدوں سو میں اُن کی کتابوں سے چند عبارات نقل کرتا ہوں میاں صاحب لکھتے ہیں کہ (۱) "اُس کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ خاتم النبیین ہے۔ یعنی نہ صرف نبی ہے۔ بلکہ

نبی گر

ہے۔ دُنیا میں بہت سے نبی گذرے ہیں مگر اُنکے شاگرد محدثیت کے درجہ سے آگے نہیں بڑھے سوائے ہمارے نبی صلعم کے کہ اُس کے فیضان نے اس قدر وسعت اختیار کی کہ اُس کے شاگردوں میں سے علاوہ بہت سے محدثوں کے ایک نے نبوت کا بھی درجہ پایا۔ اور نہ صرف یہ کہ نبی بنا بلکہ اپنے مطاع کے کمالات کو ظلی طور پر حاصل کرکے بعض اولوالعزم نبیوں سے بھی آگے نکل گیا۔" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۵)

(۲) "تو خاتم النبیین کے معنے بھی یہی ہیں۔ کہ کوئی شخص نبی نہیں ہوسکتا۔ جب تک آنحضرت صلعم کی غلامی نہ اختیار کرے ورنہ

نبوت کا دروازہ مسدود نہیں

اور جبکہ باب نبوت کھلا ہوا تو مسیح موعود بھی ضرور نبی ہے۔" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۳۲)

(۳) "یہ بات ہرگز فخر کے قابل نہیں کہ آپ کے شاگردوں میں سے کسی نے اعلےٰ مراتب نہیں پائے۔ بلکہ آپ کی عزت بڑھانیوالی یہ بات ہے کہ آپ کے شاگردوں میں سے ایک ایسا لائق ہوگیا جو دوسرے استادوں سے بھی بڑھ گیا

آنحضرت صلعم کے بعد بعثت انبیا کو بالکل مسدود قرار دینے کا یہ مطلب ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے دُنیا کو فیض نبوت سے روکدیا

اور آپ کی بعثت کے بعد اللہ تعالےٰ نے اس انعام کو بند کردیا۔ اب بتاؤ کہ اس عقیدہ سے آنحضرت صلعم رحمۃ اللعالمین ثابت ہوتے ہیں یا اسکے خلاف نعوذ باللہ من ذالک۔ اگر اس عقیدہ کو تسلیم کیا جائے تو اسکے یہ معنے ہونگے کہ آپ نعوذ باللہ دُنیا کے لئے ایک عذاب کے طور پر آئے تھے اور جو شخص ایسا خیال کرتا ہے وہ لعنتی اور مردود ہے۔" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۸۶)

"اور یہ حسرت تو ہے جو مجھے اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ باب نبوت کے بکلی بند ہونے کے عقیدہ کو جہانتک ہوسکے باطل کروں میں آنحضرت صلعم کی ہتک ہے"

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۸۶)

"خاتم النبیین کے معنے ہیں

نبیوں کی مُہر

اور مُہر تصدیق کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ یعنی جس نبی کے متعلق آنحضرت صلعم نے اپنی طرف سے مُہر لگادی ہے۔ وہ سچا ہے۔ پس جس کو نبی کریم صلعم نے کہا ہے کہ نبی ہے وہ سچا نبی ہے اسکے علاوہ کوئی نبی سچا ثابت نہیں ہوسکتا۔" (ذکر الٰہی صفحہ ۳۲)

"خدا تعالےٰ آنحضرت کے متعلق فرماتا ہے ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین کہ محمد تم میں سے کسی کا جسمانی باپ نہیں ہے۔ لیکن اللہ کا رسول ہے اور صرف رسول ہی نہیں بلکہ خاتم النبیین ہے یعنی **اس کی تصدیق سے پہلے نبیوں کی نبوت ثابت ہوتی ہے اور اسکی تصدیق کے بعد الوہی ہوگی**"

(ذکر الٰہی صفحہ ۳۲)

میاں صاحب کے ان معنوں کی تردید

حوالہ جات بالا سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ خاتم النبیین کے یہ معنے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد انبیاء کا سلسلہ جاری ہے اور جو نبوت کو ختم قرار دے وہ لعنتی اور مردود ہے۔ اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس آیت کے یہی معنے ہیں کہ نبوت کا دروازہ کھلا ہوا ہے تو پھر قرآن شریف کی

وہ کونسی آیت ہے جو صاحب شریعت نبیوں کو آنے سے روکتی ہے؟

اور اگر کوئی صریح آیت موجود نہیں تو پھر تو یہ عقیدہ کیوں نہ بنالیں کہ صاحب شریعت نبی بھی آتے رہیں گے۔ پھر میاں صاحب فرماتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلعم کے بعد سلسلہ انبیاء کو نہ مانا جاوے تو آپ رحمۃ اللعالمین نہیں رہتے بلکہ اس کے اُلٹ ہوجاتے ہیں تو جب کہ تیراں سو سال تک آپ بھی مانتے ہیں کہ کوئی نبی نہیں آیا۔ چودھویں صدی کے سر پر صرف ایک نبی آیا تو پھر آپ کے اصول کے مطابق کہ لازم

تیراں سو سال تک

تو آنحضرت صلعم بجائے رحمت کے زحمت ہوئے۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔

میاں صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی شخص نبی نہیں ہوسکتا جب تک کہ آنحضرت کی غلامی نہ اختیار کرے۔ اب سوال یہ ہے کہ اُمت میں آنحضرت صلعم کے کسقدر غلام ہوئے۔ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ صرف ایک ہی ہوا یعنی حضرت مسیح موعود۔ اب تعجب ہے کہ

جس شخص کا صرف ایک ہی غلام ہوا

وہ بھی دنیا میں یا دین میں کچھ فخر کرسکتا ہے۔ فخر کی بات تو یہ ہوسکتی ہے کہ اُس کے لاکھوں اور کروڑوں غلام ہوئے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ یہ کیسا شہنشاہ ہے جو صرف ایک ہی غلام رکھتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ صرف حضرت مرزا صاحب کو نبی بنانے کی خاطر آپ آنحضرت صلعم کی شہنشاہی کا بار بار ذکر کرتے ہیں تاکہ کسی طرح مرزا صاحب کو نبی ثابت کیا جاوے ورنہ اگر آپ کو آنحضرت صلعم کی سچی عظمت ہوتی تو آپ یہ کہتے۔ کہ

آنحضرت صلعم کے اس قدر غلام گذرے ہیں جن کا شمار نہیں

لیکن اگر آپ کسی اور کو بھی غلام قرار دیں تو وہ بھی نبی بنتا ہے اور ایسا غلام جو آقا کے تخت پر جا بیٹھتا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ

صحابہ کرامؓ اور ائمہ اہل بیت نے

تو دین کی نہایت عظیم الشان خدمتیں کیں اور پورے طور پر غلامی کا حق ادا کیا۔ اور کامل طور پر شریعت کی پابندی کی اس سے بڑھکر انسان اور کیا کرسکتا ہے۔ کہ اپنا مال اور جائداد۔ وطن اور عزت اور ناموس اور بال بچے اور سب کے بعد اپنی جان بھی قربان کردے اس سے بڑھکر اگر کوئی تابعداری بھی انسان کی طاقت میں ہے تو اس کا آپ نام لیں۔ ان جلیل القدر بزرگان کے خون سے اسلام کا باغ سرسبز ہوا۔ اسیواسطے خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ خطاب پایا۔ لقد رضی اللہ عن المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ یعنی اللہ مہاجرین وانصار سے راضی ہوگیا اور اُن سے بھی جو انکی تابعداری کریں۔ اچھی طور سے اللہ اُن سب سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔ میں حیران ہوں کہ جب خدا تعالیٰ اُن سے راضی ہوگیا اور وہ بھی خدا سے انعامات دارین پاکر راضی ہوگئے تو پھر اُنکو نبی بنانے سے کیوں دریغ کیا گیا۔ اور کیوں خدا تعالیٰ نے نعوذ باللہ بخل کو روا رکھا۔ اگر یہ سچ ہے کہ انسان کامل طور پر شریعت پر چلنے سے نبی بن سکتا ہے تو نبی بننے کے اول مستحق جماعت صحابہ کرامؓ اور ائمہ اہل بیت تھے۔ اور اگر یہ کہو کہ اُسوقت نبی کی ضرورت نہ تھی تو معلوم ہوا کہ

نبی کو ضرورت بناتی ہے نہ کہ تابعداری

کیا یہ ممکن نہیں کہ نبی کی ضرورت تو ہو مگر کوئی کامل تابعدار نہ ہو تو کیا خدا تعالیٰ کسی ناقص کو نبی یونہی بنا دیگا۔ اور کیا یہ ممکن نہیں کہ کامل تابعداری کرنیوالا تو موجود ہو مگر ضرورت نہ ہو۔ تو کیا خدا تعالیٰ جبر سے اُسکو نبی بننے سے روکدیگا۔ وہ تو نبی بننا چاہتا ہے۔ مگر خدا اُسکو نبی بننے نہیں دیتا۔ کیونکہ ضرورت نہیں۔ جب آپ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ممکن ہے کہ تابعدار تو ہیں مگر ضرورت نہیں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ ضرورت تو ہے مگر کامل تابعدار نہیں۔ الغرض یہ مسئلہ تثلیث کی طرح اس قدر پیچدار کردیا گیا ہے کہ میں اس کے سمجھنے سے قاصر ہوں۔ ایک اور اعتراض بھی پیدا ہوتا ہے کہ آیا حضرت مرزا صاحب اُمتی ہیں یا کہ

محمد رسول اللہ صلعم کی بعثت ثانی

ہیں یعنی یہ کہ خود آنحضرت صلعم بعثت ثانی میں دوبارہ تشریف لائے ہیں۔ اگر مرزا صاحب محمد رسول اللہ ہیں تو وہ ہرگز اُمتی نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ

نبی کو اُمتی بنانا کفر ہے

پس جب مرزا صاحب اُمتی نہیں ہیں تو پھر آپ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے کامل تابعداری کی وجہ سے نبوت حاصل کی یا آنحضرت صلعم کی مُہر سے نبی بنے غلط ہوجاتا ہے۔ کیا محمدؐ نے محمدؐ کی تابعداری کرکے نبوت پائی اور

محمدؐ نے محمدؐ پر مُہر لگاکر اسکو نبی بنا دیا۔

اور اگر مرزا صاحب اُمتی ہیں تو پھر وہ محمد رسول اللہ نہیں ہوسکتے کبھی مرزا صاحب کو اُمتی بنا دیا جاتا ہے اور کبھی محمد رسول اللہ گویا حضرت عیسےٰ والا معاملہ درپیش آگیا۔ کہ وہ کبھی انسان بنایا جاتا ہے۔ اور کبھی خدا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اگر نبوت شریعت کی کامل پیروی سے مل سکتی ہے تو پہلے بزرگان اسلام کو کیوں نہ ملی۔ آپ لوگ یہ جواب دیتے ہیں کہ پہلوں نے شریعت کی کامل تابعداری نہیں کی۔ معلوم ہوا کہ شریعت پر چلنا ایسا مشکل امر ناممکن ہے کہ اس پر انسان نہیں چل سکتا۔ با آنکہ اپنی جان بھی دے دے تو پھر میں خیال کرتا ہوں کہ

پولوس کا قول

صحیح نکلا کہ شریعت پر کوئی چل نہیں سکتا۔ اس لئے وہ لعنت ہے اور نہ گناہوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے کفارہ کی ضرورت ہے۔ پس آپ کے عقائد کے رو سے بھی کفارہ کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ جبتک تیراں سو سال کے اندر کوئی شخص بھی ایسا نہیں گذرا جس نے شریعت کی کامل تابعداری کی یا پورا مسلمان ہوا ہو۔ باقی رہے حضرت مرزا صاحب سو وہ بقول آپ کے عین محمد رسول اللہ ہیں۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ اس اُمت میں ایک بھی ایسا انسان نہیں گذرا جس نے شریعت کی کامل پیروی کی ہو۔ کذالک قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابہت قلوبھم قد بینا الاٰیٰت لقوم یوقنون۔

ہاں صاحب ایک اور سوال بھی یاد آگیا میاں صاحب تحریر کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم رحمۃ اللعالمین ہیں اور اگر آپکے بعد سلسلہ نبوت بند سمجھا جاوے تو آپ رحمۃ اللعالمین نہیں ٹھہرتے۔ مگر افسوس ہے کہ آپ ایک پہلو کو لے لیتے ہیں مگر دوسرے پہلو کو چھوڑ دیتے ہیں دنیا میں جب سے انسان پیدا ہوا تب سے خدا تعالیٰ کی طرف سے کتابیں اور شریعت اور احکام نازل ہوتے رہے مگر اب کیا ہوگیا کہ یہ نعمت اور رحمت الٰہی جو قدیم سے جاری تھی آنحضرت صلعم کے آنے پر بند ہوگئی۔ اور دُنیا اس فیض سے محروم کیگئی اگر انبیاء کے بند ہوجانے کی وجہ سے آپ رحمۃ اللعالمین نہیں رہتے تو میں کہتا ہوں کہ

الاسلام

عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام

از قلم جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی

طلاق

مسئلہ طلاق کو مسئلہ ازدواج سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ اور یہ انسان کے لئے مخصوص ہے۔ قدرت نے حیوانوں اور پرندوں کو انسانوں کی طرح اس قدر احساس اور غیرت نہیں عطا کی۔ کہ وہ اپنے زوج سے قطع تعلق کرلیں۔ شاید اس وجہ سے ہے کہ وہ پرندے اور حیوان جو ایک سے زیادہ زوج نہیں رکھتے۔ ان کو فطرتاً باہمی وفا کا مادہ بہت عطا کیا گیا ہے۔ اور ان کے مزاج ایک دوسرے سے اس قدر موافق ہوتے ہیں۔ کہ ان میں کسی قسم کے تغیر و تبدل کی حاجت نہیں ہوتی۔ انسان کو بعض اوقات بوجہ ذی فہم عاقل اور اہل تمیز ہونے کے دوسروں سے کچھ زیادہ تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔ خواہ مرد اور عورت کتنی ہی احتیاط اپنے زوج کے انتخاب میں کریں۔ لیکن پھر بھی ممکن ہے۔ کہ ان میں اختلاف اور ناموافقت پیدا ہوجاوے۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک میاں بیوی کی ناچاقی اور ناخوشی کا باعث سوائے عصمتی کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ اکثر اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ میاں بیوی کا مذاق اور مزاج اس قدر مختلف اور ایک دوسرے کی ضد ہے۔ کہ ان کے گھر کی ساری خوشی خاک میں مل جاتی ہے۔ شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے:۔

"اگر ایک بدعورت ایک نیک گھر میں آجاوے تو وہ اس دنیا میں اس گھر کو دوزخ بنا دیگی"

اسی طرح اگر ایک عورت کو زبردستی ایک ایسے خاوند کے سپرد کیا جاوے۔ جس کو وہ کسی طرح پسند نہیں کرتی تو باوجودیکہ عورت میں خود داری اور نفس کشی کی استطاعت زیادہ ہوتی ہے لیکن نتیجہ سوائے ناچاقی اور بدمزگی کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ یہ سچ ہے کہ اس کو بہ نسبت مرد کے گھر سے زیادہ الفت ہوتی ہے۔ اور فطرتاً اپنے بچوں کو بہ نسبت خاوند کے زیادہ پیار کرتی ہے۔ مادر پدری محبت کا مادہ اس میں زیادہ ہے اور خصوصاً اپنے شوہر سے وفا کرنے کا میلان اس کا خاصہ ان باتوں میں وہ مرد سے کہیں بڑھ کر ہے۔ وہ ہر طرح کی تکالیف اور دکھ خوشی سے برداشت کرے گی لیکن اپنے بچوں اپنے میاں اور اپنے گھر کو چھوڑنا پسند نہ کرے گی۔ عورت ذات کی اس خصوصیت ہی کی وجہ سے سوائے نبی کریم کے جن کو عورتوں کے حقوق کی حفاظت کا فکر سب سے زیادہ تھا کسی شخص نے آجتک یہ خیال نہ کیا کہ ایسے واقعات بھی پیش آسکتے ہیں۔ جن میں ایک عورت اپنے میاں سے طلاق لینا چاہتی ہے۔ سوائے اہل ہنود کے تقریباً ہر ایک مذہب میں مرد عورت کو طلاق دینے کا مجاز ہے۔ لیکن سوائے اسلام کے کوئی اور مذہب عورت کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ بھی اپنے شوہر سے طلاق حاصل کرسکتی۔ یونانی۔ رومن۔ بنی اسرائیل عیسائی ان سب کے نزدیک مرد کو حق حاصل ہے۔ کہ وہ عورت کو طلاق دے۔

اہل اسلام میں ایسے مفسر بھی گذرے ہیں جنہوں نے یہ فتویٰ دیا کہ اسلام میں طلاق بالکل ناجائز ہے۔ لیکن اس رائے کو مانا نہیں گیا۔ "رد المحتار" میں ان دلایل کا جواب دیا گیا جو طلاق کے ناجائز ہونے پر پیش کئے گئے لیکن آخر میں یوں لکھ دیا ہے۔ کہ "طلاق واقعی ممنوع ہے۔ لیکن بعض حالتوں میں مباح یعنی جائز ہے۔ اور اس وجہ سے بعض مفسروں نے اسکو ممنوع قرار دیا ہے"۔

برخلاف اس کے اسلام میں عورت کی اس قدر عزت کی گئی ہے۔ کہ "در المختار" مرد کی کمزوریاں اور جسمانی نقایص کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "عورتوں کے حقوق اور مطالبات قایم رکھنے کے لئے طلاق لابد ہے"

تاہم یہ بات تو بالکل مسلم ہے کہ طلاق سے بڑھکر اور کوئی چیز اس عظیم الشان مقننہ (نبی کریم) کو ناپسند نہ تھی بہت سی احادیث اس بارے میں آپ سے مروی ہیں۔ فرمایا "ابغض الحلال الی اللہ الطلاق"

(۱) حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک طلاق سب سے زیادہ کریہہ اور ناپسند ہے" (مشکوٰۃ شریف)

(۲) جو کوئی اپنی بیوی سے بلاوجہ قطع کرتا ہے۔ اس پر خدا کی لعنت ہوتی ہے"

(۳) طلاق سے بڑھکر کوئی اور چیز بدعت نہیں جو خدا نے پیدا نہیں کی (ابوداؤد)

(۴) عورتوں سے نکاح کرو۔ اور بلاوجہ ان کو طلاق مت دو۔ کیونکہ خدا شہوت ران مرد یا عورت کو پسند نہیں کرتا (مشکوٰۃ شریف)

(۵) طلاق خدا کے عرش تک کو ہلا دیتا ہے۔

(۶) غلاموں کو آزاد کرنے سے بڑھکر کوئی اور چیز خدا کو مرغوب نہیں۔ اور طلاق سے بڑھ کر کوئی چیز باعث قہر خدا نہیں" (دار قطنی)

اور اسی قسم کے بہت سے قول حدیثوں میں مروی ہیں۔ ہر ایک مسلم خوب جانتا ہے کہ نبی کریم طلاق کو بہت ہی ناپسند کرتے تھے۔ لیکن چونکہ آپ تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اور آپ کی شریعت ہر زمانہ اور ہر ملک کے لئے تھی۔ اس واسطے مجبوراً آپ کو طلاق کی بابت بھی قوانین جاری کرنے پڑے۔ لیکن ذاتی طور پر آپ کو اس سے بیحد نفرت تھی۔ اور آپ کی نفرت کوئی پوشیدہ امر نہ تھی۔ آپ کی یہ ناپسندیدگی قوم مسلم کے لئے باعث رحمت و برکت ہوئی ہے۔ ہندوستان کے سات کروڑ مسلمان باشندوں میں لاکھ میں سے ایک بھی اجازت طلاق کو عمل میں نہیں لاتے۔ ماورا افغانستان اور ترکی کا بھی یہی حال ہے۔ ہاں حجاز اور مصر کے بعض عرب لوگ بعض دفعہ طلاق کی اس محدود اجازت کا ناجائز استعمال کرتے ہیں۔ مسلم ممالک میں طلاق کو معاشرت کے نقطہ خیال سے بہت ہی قابل نفرین عمل خیال کیا جاتا ہے۔ اور جو کوئی بلاوجہ طلاق کو عمل میں لاوے وہ سب کی نظروں میں گر جاتا ہے۔ سب سے بڑا فرق جو عیسائیت اور اسلام کے قوانین طلاق میں ہے وہ یہ ہے کہ عیسائیت صرف ایک وجہ سے طلاق کو روا سمجھتی ہے۔ یعنی بے عصمتی یا زنا۔ اور اس حالت میں طلاق کا فیصلہ لوگوں کے سامنے کھلم کھلا کیا جاتا ہے۔ برخلاف اس کے اسلام نے کوئی محدود شرائط طلاق کے لئے مقرر نہیں کئے۔ اور نیز اسکا فیصلہ پرائیویٹ طور پر کرنے کا حکم دیا ہے الغزالی صاحب تحریر کرتے ہیں:۔

"طلاق سے الگ رہنے کے لئے حتے الوسع کوشش کرنا چاہیے کیونکہ باوجود جائز ہونے کے خدا اس کو پسند نہیں کرتا۔ اور لفظ طلاق کا ایک عورت کے سامنے صرف کہدینا ہی اس کو تکلیف دینا ہے۔ اور کس طرح کسی کو تکلیف دینا روا ہوسکتا ہے۔ اور جس حالت میں طلاق بالکل لابد ہوجاوے۔ اور اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہی دفعہ تین طلاق وارد نہیں ہوسکتے۔ بلکہ تین مختلف موقعوں پر تین طلاق ہوسکتے ہیں*۔ اور جب عورت کو طلاق دی جاوے تو اس کے ساتھ احسان کرو۔ نرمی سے پیش آؤ۔ غصہ اور سخت گوئی سے کام نہ ہو۔ بلکہ انصاف برتو۔ طلاق کے بعد مرد کو چاہیے کہ اپنی مطلقہ عورت کو کچھ ہدیہ پیش کرے۔ اور ہر ایک کو یہ نہ کہتا پھرے کہ میں نے فلاں فلاں قصور کی وجہ سے اپنی بی بی کو طلاق دیا ہے۔ ایک آدمی کی بابت لکھا ہے کہ جب وہ اپنی بیوی کو طلاق دینے کی تیاری کر رہا تھا تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ کس وجہ سے تم اس کو طلاق دے رہے ہو۔ اس نے جواب دیا۔ میں اپنی بیوی کے راز کو کسی پر افشا کرنا نہیں چاہتا۔ اور جب اس نے بیوی کو طلاق دیدیا۔ تو پھر لوگوں نے اس سے وہی سوال کیا تو اس نے کہا "اب میں اور وہ بالکل اجنبی اور غیر محرم ہیں مجھے اس کے ذاتی معاملات سے کیا واسطہ؟"

اسلام نے طلاق کے واسطے قیود اور حدود تو خوب لگا دیئے اور بڑے زور سے اس کو روکنے کی کوشش بھی کی۔ لیکن کوئی خاص محدود شرایط اس پر عمل کرنے کے لئے نہیں بتائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دیگر مذاہب مثلاً عیسائیت کی طرح اسلام کسی ایک قوم یا ایک ملک کے لئے نہیں آیا تھا۔ بلکہ اس کی تعلیم دنیا کے ہر زمانے ہر قوم اور ہر طبقے کے لوگوں کے لئے تھی۔ حضرت مسیح نے فرمایا "میں تو صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے آیا تھا" (متی باب ۱۵ آیت ۲۴) اور بدیں وجہ اس کا مسئلہ طلاق صرف یہودیوں کے لئے مخصوص تھا۔ اور اس کا مقصد ان کو اس گری ہوئی اخلاقی حالت سے نکالنا تھا جس میں وہ مسیح کی بعثت کے وقت گرے ہوئے تھے۔ اور خوبی تو دیکھئے کہ ساری انجیل میں عورتوں یا ان کے حقوق کی بابت صرف یہی ایک مسئلہ درج ہے۔

اگر ممکن ہوسکتا تو جناب مسیح رسم شادی کو بالکل ہی اڑا دیتے اور تمام اپنے پیرؤں کو خدا کی بادشاہت کے لئے مخنث بنا دیتے۔

---

* کامل طلاق کا طریقہ یہی ہے کہ تین مختلف طہروں میں طلاق دیا جاوے ورنہ طلاق تو ایک دفعہ کہنے سے بھی ہوسکتا ہے۔

اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰

بعدالت شیخ عبدالرحمن صاحب بی اے منصف درجہ دوم منٹگمری

مقدمہ نمبر ۱۶۷ دیوانی

دوکان موسوم لال سنگھ جوالا سنگھ بنام فاضل ولد سکھر قوم بلوچ واقعہ ہٹی جے سنگھ بذریعہ ... سکنہ چک ...
جوالا سنگھ ولد لال سنگھ اروڑا سکنہ ہٹی جے سنگھ تحصیل منٹگمری ... مدعی
تحصیل سمندری ضلع لائلپور ... مدعا علیہ

دعوے ما ...

مقدمہ بالا بیان حلفی مدعی سے پایا گیا ہے کہ مدعا علیہ دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار ہذا اسکو اطلاع دی جاتی ہے کہ بتقریر ۲۰ حاضر عدالت ہذا ہو کر جوابدہی کرے۔ ورنہ اس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آویگی

۳ ... مہر عدالت

اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰

بعدالت شیخ عبدالرحمن صاحب بی اے منصف درجہ دوم منٹگمری

مقدمہ نمبر ۱۳۴ دیوانی

سوہری رام ولد سندری رام بنام اللہ دتا ۔ لعل پسران شداد
قوم اروڑہ سکنہ صدر گوگیرہ ... قوم بدھو کے سکنہ شہید غلام
تحصیل گوگیرہ ۔ مدعی ... تحصیل گوگیرہ ۔ مدعا علیہم

دعوے ... روپیہ

مقدمہ بالا بیان حلفی مدعی سے پایا گیا ہے کہ مدعا علیہم دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتے ہیں۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار ہذا انکو اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ بتقرر ۲۵ حاضر عدالت ہذا ہو کر جوابدہی کریں۔ ورنہ انکے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آویگی۔ ... مہر عدالت

اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰

بعدالت شیخ عبدالرحمن صاحب بی اے منصف درجہ دوم منٹگمری

مقدمہ نمبر ۸۲ دیوانی

دوکان موسوم موہنا رام گنگو رام بنام جلا ولد سلیم ۔ جمیل ۔ فتا پسران
واقعہ اینٹ کوٹ تحصیل دیپالپور ... جلا اقوام جویہ سکنہ چک
بذریعہ موہنا رام ولد دیوان رام قوم ... السدین چشتی تحصیل
اروڑہ سکنہ اینٹ کوٹ تحصیل ... دیپالپور
دیپالپور ... مدعی ... مدعا علیہم

دعوے ... روپیہ

مقدمہ بالا بیان حلفی مدعی سے پایا گیا ہے کہ مدعا علیہم دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار ہذا اسکو اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ بہ تقرر ۲۰ حاضر عدالت ہذا ہو کر جوابدہی کرے۔ ورنہ اسکے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آوے گی۔ ۵ ... مہر عدالت

اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰

بعدالت شیخ عبدالرحمن صاحب بی اے منصف درجہ دوم منٹگمری

مقدمہ نمبر ۶۳۱ دیوانی

دوکان موسوم داتار سنگھ پرتاب سنگھ بنام گنیشداس ولد موتی رام ذات کھتری سکنہ پاک پٹن
جو کاروبار شراکتی بمقام منٹگمری کرتی ہے بذریعہ گھمنڈ سنگھ ولد نہال سنگھ قوم اروڑہ سکنہ منٹگمری ... مدعی
... گردھاری لعل ... ذات کھتری حصہ دار دوکان موسوم ہرنبی سنگھ دھیان سنگھ کراچی شہر ... مدعا علیہم

دعوے ... روپیہ

مقدمہ بالا بیان حلفی مدعی سے پایا گیا ہے کہ مدعا علیہ دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار ہذا اسکو اطلاع دیجاتی ہے کہ بتقرر ۲۰ حاضر عدالت ہذا ہو کر جوابدہی کرے ورنہ اس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آوے گی۔ ۳ ... مہر عدالت

صلعم کی نبوت پر لاحق ہوگی۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۱۶) "قرآن شریف میں ایک آیت ...... الیوم اکملت لکم دینکم اور آیت ...... ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں صریح نبوت کو آنحضرت صلعم پر ختم کر چکا ہے اور صریح لفظوں میں فرما چکا ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں۔"

(۱۷) "جیسا کہ فرمایا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین مگر وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ دنیا میں واپس لاتے ہیں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ بدستور اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئینگے اور برابر پینتالیس برس تک ان پر جبرائیل علیہ السلام وحی نبوت لیکر نازل ہوتا رہیگا۔ اب بتلاؤ کہ ان کے عقیدہ کے مطابق ختم نبوت اور ختم وحی نبوت کہاں باقی رہا۔ بلکہ ماننا پڑا کہ خاتم الانبیا حضرت عیسیٰ ہیں۔" (تحفہ گولڑویہ ص۸۲)

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کہ آیا آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب بھی اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئے ہیں اور برابر پینتالیس سال تک ان پر جبرائیل علیہ السلام وحی نبوت لیکر نازل ہوتا رہا۔ اب بتلاؤ کہ آپکے عقیدہ کے مطابق ختم نبوت اور ختم وحی نبوت کہاں باقی رہا۔ بلکہ ماننا پڑا کہ خاتم الانبیا حضرت میرزا صاحب ہیں۔ افسوس! افسوس! افسوس!

(۱۸) "نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفٰے صلعم۔" (کشتی نوح ص۱۳)

(۱۹) "اس نبوت پر تمام نبیوں کا خاتمہ ہے۔ کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اسکے لئے ایک انجام ہے۔" (الوصیت ص۱۰)

(۲۰) "والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم۔" (حقیقۃ الوحی ص۶۴ ضمیمہ عربی)

(۲۱) "وان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین۔" (حقیقۃ الوحی ص۶۴ ضمیمہ عربی)

(۲۲) "خدا نے سب دنیا کے لئے ایک ہی نبی بھیجا۔ ...... تا کہ وہ سب قوموں کو ایک ہی مذہب پر جمع کرے۔" (چشمۂ معرفت ص۱۴۶)

معلوم نہیں کہ آپ صاحبان ایک کے کیا معنے کرتے ہیں اگر ایک دو ہو سکتے ہیں۔ تو پھر بقول مسیحیوں کے ایک تین بھی ہو سکتے ہیں

(۲۳) "اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہیئے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے۔"

(مکتوب الحکم نمبر ۲۹ جلد ۳۔ ۱۰ اگست ۱۸۹۹ء)

(۲۴) "فلا شک انہ نبی لو لا سد الباب۔"

ترجمہ۔ اور کچھ شک نہیں کہ اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا۔ تو وہ (محدث) نبی ہوتا۔" (حمامۃ البشریٰ ص۸۲)

(۲۵) "بالآخر پھر میں عامۃ الناس پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے اللہ جل شانہٗ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں۔ لا الٰہ الا اللہ۔ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے اور ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین پر آنحضرت صلعم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ میں اپنے اس بیان کی صحت پر اسقدر قسمیں کھاتا ہوں جسقدر کہ خدا تعالےٰ کے پاک نام ہیں اور جسقدر قرآن کریم کے حرف ہیں اور جس قدر آنحضرت صلعم کے خدا تعالےٰ کے نزدیک کمالات ہیں۔" (کرامات الصادقین ص۲۵)

(۲۶) "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو۔ اسکو بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔" (تقریر واجب الاعلان دین الحق)

(۲۷) "اور آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونیکا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نیا ہو یا پرانا۔" (نشان آسمانی مطبوعہ ۱۸۹۲ء ریاض ہند پریس امرتسر۔ ص۲۸)

(۲۸) "مسیح کیونکر آسکتا ہے وہ رسول تھا۔ اور خاتم النبیین کی دیوار روئیں اسکو آنے سے روکتی ہے سو اس کا ہر رنگ آیا وہ رسول نہیں مگر رسولوں کے مشابہ ہے اور مثیل ہے۔" (ازالہ اوہام ص۲۶۱)

اگر میرزا صاحب کی نبوت کو دیوار روئیں نہیں روک سکتی تو حضرت مسیح رسول اللہ کو کیونکر روک سکتی ہے۔

(۲۹) "اور یہ بات ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے بعد مسیح ابن مریم رسول کا آنا فساد عظیم کا موجب ہے۔ اس سے یا تو یہ ماننا پڑیگا۔ کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر جاری ہو جائیگا اور یا یہ قبول کرنا پڑیگا کہ خدا تعالےٰ نے مسیح ابن مریم کو لوازم نبوت سے الگ کر کے اور محض ایک امتی بنا کر بھیجیگا۔ اور یہ دونوں صورتیں ممتنع ہیں۔" (ازالہ اوہام ص۲۷۲)

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ امتی پر وحی نبوت نہیں ہو سکتی۔ باقی رہا صرف وحی کا ہونا۔ وہ تو ام موسیٰ وام عیسیٰ اور حواریوں کو بھی ہوئی اور ان کو غیب پر آگاہ کیا گیا۔

(۳۰) "اس جگہ بڑے شبہات یہ پیش آتے ہیں۔ کہ جس حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل طور پر امتی ہوگا تو پھر وہ باوجود امتی ہونے کے کسی طرح رسول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ رسول اور امتی کا مفہوم متبائن ہے اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلعم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا۔ جسکو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے۔ کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنا فی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے۔ جیسی جزو کل میں داخل ہوتی ہے۔" (ازالہ اوہام ص۲۹۵)

یعنی امتی نبی نہیں ہو سکتا۔ اگر میرزا صاحب امتی ہیں تو وہ رسول نہیں ہو سکتے۔ اور اگر وہ رسول ہیں تو امتی نہیں ہو سکتے۔ جس طرح اگر حضرت عیسٰے انسان ہے تو وہ کسی طرح خدا نہیں ہو سکتا اور اگر وہ خدا ہے تو پھر کسی طرح انسان نہیں ہو سکتا۔

(۳۱) ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد جبرائیل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ آمد و رفت شروع ہو جائی اور ایک نئی کتاب اللہ گو مضمون میں قرآن شریف سے توارد رکھتی ہو پیدا ہو جائے اور جو امر مستلزم محال ہو۔ وہ محال ہوتا ہے۔" (ازالہ اوہام ص۲۹۱)

(۳۲) "لیکن خدا تعالیٰ ایسی ذلت اور رسوائی اس امت کیلئے اور ایسی ہتک اور کسر شان اپنے نبی مقبول خاتم الانبیا کے لئے ہرگز روا نہیں رکھیگا کہ ایک رسول کو بھیجکر جس کے آنے کے ساتھ جبرائیل کا آنا ایک ضروری امر ہے۔ اسلام کا تختہ ہی الٹ دیوے۔ حالانکہ وہ وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت صلعم کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائیگا۔" (ازالہ اوہام ص۲۹۳)

اب اگر میرزا صاحب پر بھی جبرائیل وحی لیکر نازل ہوتا تھا تو جو اعتراض حضرت مسیح کے متعلق ہوتا ہے۔ وہی اعتراض میرزا صاحب کے متعلق ہوگا۔ نزول جبرائیل بہ پیرایۂ وحی اور بات ہے۔ اور جبرائیلی تاثیرات اور تائیدات اور بات ہے جس سے مومنین صالحین محروم نہیں ہیں۔

(۳۳) آیت یہ ہے۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین یعنی محمد صلعم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنیوالا نبیوں کا یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلعم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئیگا پس اس سے بھی بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں آ نہیں سکتا کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے۔ کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرائیل حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا بقیامت منقطع ہے۔" (ازالہ اوہام ص۳۰۷)

(۳۴) قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔ خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرائیل ملتا ہے اور باب نزول جبرائیل بہ پیرایۂ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔" (ازالہ اوہام ص۷۶۱)

(۳۵) "آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئیگا۔" (نشان آسمانی ص۲۸)

(۳۶) "اللہ کو یہ شایاں نہیں کہ خاتم النبیین کے بعد نبی بھیجے اور نہیں شایان اسکو کہ سلسلہ نبوت کو دوبارہ از سر نو شروع کر دے۔ بعد اس کے کہ اسے قطع کر چکا ہے اور بعض احکام قرآن کے منسوخ کر دے۔ یا ان پر بڑھا دے۔" (آئینہ کمالات اسلام ص۳۷۷)

(۳۷) "کیونکہ یہ بات اللہ عزّ وجلّ کے اس قول کے مخالف ہے جو آیت ذیل میں ہے۔ محمد صلعم تم میں سے کسی ایک شخص کے باپ تو نہیں ہیں مگر اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں کیا نہیں جانتے کہ خدائے کریم و رحیم نے ہمارے نبی صلعم کو بغیر کسی استثنا کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے۔ اور ہمارے نبی صلعم نے بطور تفسیر آیت مذکورہ فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

(حمامۃ البشریٰ ص۲۰)

(۳۸) "اور طالبین حق کے لئے یہ بات واضح ہے اگر ہم اپنے نبی صلعم کے بعد کسی نبی کے آنے کا جواز قبول کریں تو گویا ہم نے وحی نبوت کا دروازہ کھولدیا حالانکہ وہ بند ہو چکا تھا۔ اور یہ امر خلاف ہے جیسا کہ مسلمانوں سے یہ بات مخفی نہیں اور ہمارے رسول صلعم کے بعد کس طرح کوئی نبی آسکتا ہے جبکہ ان کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالےٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا۔" (حمامۃ البشریٰ ص۲۰)

(۳۹) "اور ہمیں محمد صلعم کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں کیونکہ آپ کی برکات ہر زمانہ پر محیط اور آپ کے فیوض اولیاء اور اقطاب اور صدیقین کے قلوب پر بلکہ کل مخلوقات پر وارد ہو رہے ہیں۔" (حمامۃ البشریٰ ص۹۵)

(۴۰) "آپ نبوت پر تمام نبیوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ جس چیز کے لئے آغاز ہے اس کے لئے انجام بھی ہے۔" (الوصیت ص۱۰)

ان کثیر حوالجات سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا۔ کہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آسکتا لیکن ہمارے دوستوں کا اعتقاد ہے کہ ایک کیا ہزاروں رسول آئینگے اور زبانی طور سے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین مانتے ہیں گویا صرف الفاظ کو مانتے ہیں مگر معنے کے رو سے انکار کرتے ہیں۔ میں آپکو علی الاعلان کہتا ہوں۔ کہ آپ کوئی حوالہ پیش فرما دیں جسمیں حضرت مرزا صاحب نے یہ فرمایا ہو کہ خاتم النبیین کے یہ معنے ہیں کہ نبی آتے رہینگے ہاں میں اس امر کو تسلیم کرتا ہوں کہ امت محمدیہ میں ہزارہا ایسے کامل افراد گذرے ہیں جو نبی تو نہیں مگر نبیوں کی مثل اور انکی مانند ہوئے۔ انسان کو ہمیشہ صفائی قلب اور صحت نیت سے بات پیش کرنی چاہئے۔ اسطرح جو لوگ حیات مسیح کے قائل ہیں۔ کیا وہ یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم انت علمائی وفاتی کو نہیں مانتے۔ کوئی ایسا مسلمان نہیں ہے جو یہ کہے کہ میں اس آیت کو نہیں مانتا ...... تو پھر آپ لوگوں کا ان پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں۔ آپ بھی آیت کو مانتے ہیں اور وہ بھی مانتے ہیں پھر جھگڑا ختم ہو گیا۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ جھگڑا تو معنوں میں پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح آیت خاتم النبیین میں جھگڑا پیدا ہو گیا ہے۔ یعنی آپ اس کے یہ معنے کرتے ہیں کہ نبی آتے رہینگے اور ہم اس آیت کے یہ معنے کرتے ہیں کہ نبی ہرگز نہیں آسکینگے۔

پس آپ براہ مہربانی مرزا صاحب کا کوئی حوالہ پیش کریں جس میں یہ لکھا ہو کہ اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ نبی آتے رہیں گے۔

(باقی آئندہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ یکشنبہ مورخہ ۲۱ اپریل ۱۹۱۸ء نمبر ۸۰

ہم اور ہمارے معاونین پیغام صلح کی نسبت

شاید کم و بیش ایک سال کا عرصہ ہوا ہے۔ جب ہم نے "پیغام صلح" کے معاونین کی سرد مہریوں کے ذکر سے اپنے ناظرین کی سمع خراشی کرتے ہوئے اُن سے کسی قدر رحم کی درخواست کرتے ہوئے صرف اِس قدر رعائت چاہی تھی کہ وہ

(۱) اخبار کی قیمت وقت پر دے دیا کریں۔ اور بقایا وغیرہ کے سلسلہ میں اخبار کو زیر بار نہ کیا کریں۔ ایک ہی دفعہ یکمشت نہ سہی۔ تھوڑی تھوڑی کرکے ادا کر دیا کریں لیکن دے ضرور دیا کریں۔

(۲) جماعت میں بہت سے ایسے اصحاب ہیں جو باوجود صاحب استطاعت ہونے کے اخبار کو خریدتے اور پڑھتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو پڑھتے تو ہیں لیکن خریدتے نہیں۔ صرف دوسروں سے لیکر پڑھ لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اخبار کی خریداری کی طرف توجہ دلانا اور انہیں خریدار بنانا ضروری بلکہ ان لوگوں پر فرض ہے جو اخبار کو قومی بہبودی اور فوائد کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔

(۳) جہاں تک ہو سکے اخبار کے حلقہ اشاعت کو اور بھی وسیع کرنے اور دوسرے مسلمانوں اور غیر مذاہب کے لوگوں میں اسے پہنچانے کی کوشش ہونی چاہیئے۔ اور اسکی یہ سہل ترکیب ہے کہ بعض اصحاب خود اخبار خریدنے کے علاوہ کچھ زائد پرچوں کی قیمت بھی اپنی گرہ سے دیدیا کریں۔ تاکہ ایسے مستحق اشخاص میں ان کی تقسیم کا انتظام کیا جا سکے۔

یہ اور اسی قسم کی بعض دیگر تجاویز تھیں جو ہم نے گذشتہ سال پیش کیں۔ لیکن جیسا کہ [illegible] کا قاعدہ ہے۔ اس آواز کے ساتھ بھی وہی صدائے برنخاست کا سا معاملہ ہوا۔ اور بات وہیں کی وہیں رہ گئی۔ لیکن وہ چاہے کتنے ہی خاموش ہوں۔ ہم تو خاموش نہیں رہ سکتے۔ ہمیں تو انکو بلانا ہے اور انشاء اللہ بلوا کر رہینگے۔ اس لئے نہیں کہ ہمارا اس میں کوئی اپنا اور ذاتی فائدہ ہے۔ بلکہ یہ تو قوم کا اخبار ہے اور اس لئے اس کے نقصان کا اثر خود ساری قوم پر پڑتا ہے انجمن کو ہر سال اخبار کی مالی دقتوں کو رفع کرنے۔ کاغذ کی گرانی کا بوجھ اُٹھانے اور دیگر بیسیوں قسم کی ضروریات کو پُورا کرنے کے لئے ایک معتدبہ رقم اپنی گرہ سے اخبار کو دینی پڑتی ہے۔ جو اس میں شک نہیں کہ دیگر قومی معاملات کے لئے ایک حد تک نقصان دہ ہے۔ وہی روپیہ جو انجمن کو اخبار کے لئے دینا پڑتا ہے۔ اگر اخبار خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہو۔ تو اس سے کئی ایک اور قومی و مذہبی سد ھر سکتے ہیں اِسلئے ضرورت ہے کہ اخبار کی ضروریات کا بوجھ انجمن کے سر سے اٹھا دیا جائے۔ کیا آپکو معلوم نہیں کہ کاغذ کی گرانی نے بیسیوں بڑے بڑے اخباروں کو جنکے پاس سرمایہ کی بھی کوئی کمی نہ تھی چندہی دنوں میں خستہ حال بنا دیا ہے۔ اور بعض اخبار تو بند بھی ہو چکے ہیں۔ ہندوستان کی ہی تخصیص نہیں انگلستان کے اخبارات پر بھی اس کا کم و بیش اثر ہوا۔ ایسی حالت میں کیا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ "پیغام صلح" اس گرانی کے اثر سے بچا ہوا ہے۔ بجالیکہ ابھی اس گرانی کا سلسلہ بڑھ رہا ہے۔ اور کاغذ تو دن بدن بہت ہی چڑھتا چلا جا رہا ہے اس لئے ضرورت تو اس کی بھی ہے کہ دوسرے بعض اخباروں کی طرح ایک علیحدہ کاغذ فنڈ بھی قائم کیا جائے۔ جس میں جو کچھ کسی سے ہو آئے چندہ دے اور اسی سے اس گرانی کو برداشت کرنے کی کوشش کی جائے۔ لیکن اس طرح سے ہر ایک ضرورت تو علیحدہ علیحدہ فنڈ کا قائم اور پھر پورا ہونا مشکل ہے۔ اسلئے انجمن نے یہ سب ضروریات اور اخبار کی ان مالی دقتوں کو رفع کرنے کے لئے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ جن احباب کی دو صد روپیہ سے آمد زیادہ ہو۔ ان سے دس روپیہ اور جن کی اس سے کم ہو۔ ان سے حسب رسالانہ قیمت وصول کی جائے۔ اخبار کی اصل قیمت اسوقت چھ روپیہ سالانہ ہے۔ اور گو ہم یہ جانتے ہیں۔ کہ عام قیمت پانچروپیہ رکھنے سے اخبار کو اور ایک روپیہ کا خسارہ رہیگا۔ لیکن اگر پانچ ہی روپے ایسے تمام لوگوں کی طرف سے جو دو صد روپیہ سے کم آمد رکھتے ہیں۔ ہر سال وصول ہو جایا کریں۔ اور دوسرے احباب دس روپیہ دیدیا کریں۔ تو یہ بھی ایک حد تک ان دقتوں کو رفع کرنے کا موجب ہو سکتا ہے۔ گو پورے طور پر نہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ جماعت میں ایسے آدمیوں کی تعداد جو دو صد روپیہ آمد رکھتے ہیں۔ کچھ بہت زیادہ نہیں۔ اور ایسے لوگ انگلیوں پر شمار ہو سکتے ہیں اس لئے گو اس ریزولیوشن کا کوئی چنداں معتدبہ فائدہ تو نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس نقصان کو جو اسوقت ہو رہا ہے ممکن ہے کہ یہ کسی حد تک پورا کردے وہ بھی اس شرط پر کہ

(۱) بقایوں کا سلسلہ باقی نہ رہے۔ ہر ایک شخص خواہ باقساط یا یکمشت سال بھر میں قیمت اخبار کو بالضرور ادا کر دیا کرے۔

(۲) جماعت کے ان لوگوں کو جو اسوقت تک اخبار کے خریدار نہیں۔ خریدار بنائیں اور عام طور پر بھی اس کا حلقہ اشاعت وسیع کرنے کی سعی کریں۔

کیا ہم امید کریں کہ ہمارے محترم ناظرین اس گذارش کی طرف متوجہ ہو کر کوئی عملی کارروائی کرنے کی صورت کرینگے۔ اس سے اگلا پرچہ انجمن کے متذکرہ صدر فیصلہ کے مطابق لوگوں کے نام جن کی آمد دو صد روپیہ یا اس سے زائد ہے وی پی کر دیا جائیگا۔ جسکو امید ہے کہ وہ وصول فرما کر داخل حسنات ہوں گے ؛؛

حضرت خواجہ صاحب کی تبلیغی جد و جہد

اسلامک ریویو کے تازہ پرچہ سے مسلم ہوس اور لنڈن کے بعض دیگر مقامات پر پچھلے دنوں لیکچروں کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ اور حضرت خواجہ صاحب کا تبلیغی سلسلہ تقاریر کی صورت میں زیادہ وسیع ہو گیا ہے۔ علاوہ اس کام کے اسلامک ریویو کی ادارت اور تحریری سوالات کے جوابات کی شکل میں آپکو کرنا پڑتا ہے

مسلم لٹریری سوسائٹی کا ایک جلسہ ۱۵ / جنوری ۱۹۱۸ء کو منعقد ہوا جس میں مسٹر اے۔ ایم۔ احمد آف آکسفورڈ نے مسلمانوں کی گذشتہ اور موجودہ اقتصادیات پر ایک تفصیلی تبصرہ کیا مسٹر مارما ڈیوک پکتھال صدر تھے۔ مسٹر احمد کے لکچر کی اہمیت ان واقعات سے خاص طور پر منکشف ہوتی تھی۔ جو انہوں نے مسلمانوں کی گذشتہ اقتصادیات کے متعلق بیان کئے۔ اور اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ انہیں لیکچر کی تیاری میں کسقدر محنت برداشت کرنی پڑی ہے۔ منافع اور سود پر انہوں نے جو ریمارک کئے۔ اس سے ایک طویل اور گرم بحث چھڑ گئی۔ جس میں مسٹر شیلڈرک۔ ریوانڈ ڈیوکاکس نے زیادہ تر حصہ لیا۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب سے اس مسئلہ پر قرآن سے روشنی ڈالنے کے لئے کہا گیا چنانچہ آپ نے اس پر کچھ بیان کیا۔ جسکو چھاپنے کا اسلامک ریویو میں وعدہ کیا گیا ہے۔ جس کے ایفا پر ہم بھی اسے شائع کریں گے۔ انشاء اللہ ؛

انسداد و علاج امراض سلع سل و دق

ڈاکٹر محمد عمر صاحب اسسٹنٹ سرجن و ماہر اکسرنر متعینہ میڈیکل کالج لکھنؤ نے اس نام سے ایک چھوٹا سا رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس میں امراض سل و دق کے پیدا ہونیکے اسباب ان اسباب کی روک تھام کی صورت بتاتے ہوئے مرض کے علامات۔ وہ قواعد جو مدقوق کو برتنے لازمی ہیں اور دیگر ضروری ہدایات اس بارہ میں دی ہیں جو پبلک کے بہت کچھ فائدہ کی موجب ہو سکتی ہیں ضرورت ہے کہ اس قسم کے رسائل عام طور پر مفت تقسیم کئے جائیں رسالہ بیس صفحات پر انجمن انسداد امراض سلع (سل و دق) لکھنؤ نے چھپوا کر شائع کیا ہے۔ قیمت لکھی ہوئی نہیں۔ غالباً انجمن مذکور سے [illegible]

عجیب مباہلہ

معاصر "اہلحدیث" نے اس عنوان سے ایک مباہلہ کا حال لکھا ہے۔ جو ایک عہد نامہ کی صورت میں دھرم کوٹ رندھاوا کے بعض احمدیوں اور بعض دوسرے مسلمانوں کے درمیان ہوا ہے۔ عہد نامہ یہ ہے کہ

"آج بتاریخ ۵ ماہ چیت سمت ۱۹۷۴ مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۱۸ء ہم سمیان چوہدری چندو۔ چودھری امام الدین و چوہدری غلام رسول زمینداران موضع چک ۱۵۱ دھرمکوٹ رندھاوا ڈاکخانہ ڈگری ضلع تھر پارکر (سندھ) یہ مباہلہ کرتے ہیں کہ اگر مسیح موعود میرزا غلام احمد قادیانی سچا ہے تو ہم سمیان غلام حیدر۔ رحیم بخش و اللہ دتا ہر سہ مذکور کے بُری موت سے ہلاک ہوں۔ اگر مسیح موعود غلام احمد قادیانی جس نے آجکل دعوے مسیحیت کیا ہوا ہے جھوٹا ہے تو ہر سہ مرزائیاں [illegible] ہمارے روبرو بُری موت سے ہلاک ہوں۔ یہ اقرار ۵ ماہ چیت سے ۵ اسوج سمت ۱۹۷۵ مطابق [illegible] ۱۹۱۸ء تک جائز ہے۔ گو یا ہلاکت ۶ ماہ تک ہو۔ اگر اس عرصہ کے اندر ہم تینوں یا ہر سہ مرزائیوں مندرجہ بالا ہلاک نہ ہوں۔ تو مرزائیاں جھوٹے ہیں۔ اگر ہم تینوں میں سے ایک یا دو فوت ہو جائیں۔ تو بھی مرزا جھوٹا ہے۔ اور ہم تمام مرزائیاں اہلسنت جماعت میں داخل ہونگے۔ اگر ایک مرزائی بھی از آں ہر سہ مذکورہ بالا مرگیا۔ تو بھی مرزا جھوٹا ہے"!

اگر یہ خبر صحیح ہے۔ جسکے غلط ہونے کی ابھی تک قادیان سے کوئی خبر نہیں آئی۔ تو یہ کہنا خلاف صداقت نہیں کہ یہ اس کھیل کا اثر ہے جو میاں صاحب کچھ دنوں سے کھیل رہے ہیں حضرت مسیح موعود نے تو مباہلہ کو اس صورت میں کبھی بھی جائز نہیں رکھا۔ کہ جو بھی چاہے۔ اُٹھکر کسی سے مباہلہ کرے اور اپنی موت وحیات پر مسیح موعود یا اسلام کی صداقت و عدم صداقت کا مدار رکھے۔ خود آپ نے اس وقت تک کسی بھی مخالف سے مباہلہ نہیں کیا جبتک کہ جناب باری سے آپکو اس کی اجازت نہیں ملگئی۔ جسپر آپ کے اپنے لفظ صاف طور پر دلالت کرتے ہیں جو آپ نے اشتہار مباہلہ میں لکھے کہ

"اب میں خدا تعالےٰ سے مامور ہو گیا ہوں کہ تا آپ لوگوں سے مباہلہ کرنے کی درخواست کروں"!

یہ الفاظ بتا رہے ہیں۔ کہ سوائے اس شخص کے جسکو اللہ تعالےٰ اس بات کا علم دے۔ اور کوئی بھی شخص کسی سے خود بخود مباہلہ کرنے کا مجاز نہیں۔ ہاں حضرت اقدس کی زندگی میں نظر آتا ہے کہ جماعت کے بعض دوسرے آدمیوں نے بھی بعض لوگوں سے مباہلے کئے لیکن وہ بھی آپ ہی کی اجازت سے اور آپ کے وجود کو درمیان میں رکھکر۔ ورنہ اگر یونہی ہر ایک شخص کو مباہلہ کی اجازت ہو تو اس سے دُنیا میں ایک اندھیر برپا ہو جائے۔ پس مباہلہ کی یہ وبا جو میاں صاحب نے پھیلائی ہے۔ اسکا قابل ہے کہ جلد سے جلد اس کا اِنسداد کیا جائے۔ یا میاں صاحب یہ لکھا کر بتائیں۔ کہ کہاں اللہ تعالےٰ نے اُنہیں اسپر مامور کیا ہے اور اگر نہیں کیا۔ تو حضرت اقدس کے صریح طرز عمل کے خلاف وہ خود اور ان کی جماعت کا ہر کس و ناکس کیوں مباہلہ کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ وہ سوچیں اور غور کریں کہ ایسی ناواجب حرکات سے سلسلہ عالیہ احمدیہ پر کتنا بڑا حرف آسکتا ہے ٭

ایک قابل قدر امداد

تقریباً تین سال سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے زیر اہتمام ایک لائبریری قائم ہے۔ جس میں اب تک صرف انجمن کی کوشش سے کچھ دینی اور مذہبی کتب کا بیش بہا ذخیرہ جمع ہو چکا ہے اگرچہ وہ بھی اتنا نہیں کہ اسے ایک قومی لائبریری کہا جا سکے۔ اس سے بہت زیادہ کتابیں فرداً فرداً لوگوں کے پاس ہوتی ہیں۔ لیکن تاہم انجمن نے اپنی طرف سے اس پر خرچ کرنے سے دریغ نہیں کیا اور آئندہ بھی اگر اس طرح سے ہر سال ایک خاص رقم اور کتابوں کے لئے وقف ہوتی رہی تو امید کی جاسکتی ہے کہ چند ہی سال میں یہ ایک بہت

بتوں کی پرستش کرتے تھے جیساکہ عیسائیوں کا خیال ہے بلکہ آپ کے تو ابتدائے ایام طفولیت کے متعلق ہی ایسی شہادتیں ملتی ہیں۔ جیسے پایا جاتا ہے کہ آپ بچپن سے ہی بتوں سے متنفر تھے۔ ایک سب سے زیادہ مشہور وہ روائت جو آپکے اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ بچپن میں ہی سفر پر جانے کے متعلق مشہور ہے اور اس میں صاف یہ بیان ہے کہ کسی نے اس سفر میں جب آپ کے آگے لات اور عزےٰ وغیرہ بتوں کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے ان سے زیادہ اور کسی چیز سے کبھی نفرت نہیں ہوئی۔ تو ان حالات میں آپ کے متعلق یہ کہنا کہ کبھی آپ نے کوئی ہبل وغیرہ کی بھی پرستش کی تھی آنکھوں میں خاک جھونکنے کے برابر ہے۔ کاش کسی تاریخی واقعہ سے بھی اس کا کوئی ثبوت دیا جاتا۔ ورنہ اگر اسی آیت پر مدار ہے۔ تو اس سے تو آپ کی عصمت ہی ثابت ہوتی ہے بلکہ حق کی تبلیغ اور ہدایت کو پہنچانے میں حد درجہ انہماک ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ ضال کے ایک معنے اپنے آپکو کھو دینے کے بھی ہیں۔ جیسے یوسف کے بھائیوں نے اپنے باپ یعقوب کے متعلق بیان کیا کہ تو تو یوسف کی محبت میں کھویا ہوا ہے۔ قالوا تاللہ انک لفی ضلالک القدیم۔ یہی معنے امام راغب نے اس آیت کے کئے ہیں۔ سو ان معنوں کی رو سے بات صاف ہے۔ فرمایا۔ ووجدک ضالا فھدیٰ تو تو حق کے پہنچانے اور دنیا کو راہ راست پر لانے میں اس قدر منہمک ہے کہ اسی میں تو نے اپنے آپ کو کھو دیا ہے۔ جیسے دوسری جگہ فرمایا۔ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین۔ کیا تو اپنے آپ کو ہلاک کر دیگا کہ وہ مومن کیوں نہیں ہوتے۔ غرض ان دونوں آیات۔ استغفر لذنبک اور وجدک ضالا فھدیٰ سے آپ کی عصمت ہی ثابت ہوتی ہے نہ کچھ اور۔

بقیہ از صفحہ ۵ - کالم ۳ :-

عذاب یوم عظیم۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں بھی بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ وہ راہ جو

خدا کے عصیان کی راہ

ہے۔ جو بھی اس پر چلتا ہے۔ وہ اس کا برا نتیجہ اٹھاتا ہے۔ لیکن تاہم اگر مشرکوں اور بت پرستوں تک کبھی سن لیتا ہے اور انہیں بھی خود ہی بخشش کے وعدے دیتا ہے۔ تو پھر کیا ضرورت رہجاتی ہے۔ کسی کو وسیلہ پکڑنے کی۔ مگر اسکے خلاف آج اگر مسلمانوں کا نقشہ دیکھا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی پرلے درجہ کی مُردہ پرست قوم ہے۔ تعجب ہے کہ قبروں پر جاکر وسیلے مانگتے ہیں۔ حالانکہ

قرآن سے بڑھکر کوئی وسیلہ نہیں

وہ خود فرماتا ہے۔ امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء۔ اضطرار کی حالت میں خود ہی انسان کی دعا کو سنتا ہے۔ تو پس ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے ان ناجائز افعال سے بچنا چاہئے۔

مردوں کو چاہئے

کہ شرک کے عقیدہ کو عورتوں سے نکالیں۔ زیادہ تر عورتیں ہی اس عقیدہ کو لئے چلی جاتی ہیں۔ عورتوں سے اگر یہ باتیں اٹھ جائیں۔ تو آئندہ یہ مرض خودبخود دور ہو جائیگی۔ انکو سمجھایا جائے کہ

ہمارا وسیلہ

قرآن اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوائے اور کوئی نہیں۔ یہی ایک وسیلہ ہے۔ اور اسی کے ذریعہ ہم خدا تک پہنچ سکتے ہیں ‌+

مکتوبات مسیح موعود جن جن اصحاب کے پاس حضرت مسیح موعودؑ کے کوئی خطوط موجود ہوں وہ انہیں سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے پاس بھیجدیں تاکہ ملفوظات کے بعد مکتوبات کی جلد شائع ہو سکے۔ ایسے خطوط جسقدر جلد پہنچ جائیں بہتر ہوگا۔ کہ کتاب مکمل ہوکر شائع ہو اور کوئی خط چھپنے سے رہ نہ جائے۔ اصل خط بشرط ضرورت واپس بھی کر دئے جائیں گے۔ احباب کو چاہئے کہ جلد اس طرف متوجہ ہوں۔ اور جہاں کہیں سے بھی حضرت مسیح موعود کا کوئی خط دستیاب ہو۔ علاوہ ان

الاسلام

عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام

گزشتہ سے پیوستہ

طلاق

اس زمانہ کے رائج الوقت قانون موسوی کو بدلتے ہوئے اور طلاق کے وجود کو صرف بے عصمتی اور زنا پر محدود کرتے ہوئے جناب مسیح نے فرمایا۔

"اُس نے اُن سے کہا۔ موسیٰ نے تمہاری سخت دلی کے سبب تمکو اپنی جورؤں کو چھوڑ دینے کی اجازت دی پر شروع سے ایسا نہ تھا۔ اور میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جورو کو سوائے زنا کے کسی اور سبب چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی عورت سے بیاہ کرے وہ بھی زنا کرتا ہے۔ اسکے شاگردوں نے کہا اگر مرد کا حال جورو کے ساتھ یہ ہے تو جورو کرنا اچھا نہیں اُس نے اُن سے کہا کہ سب اس بات کو قبول نہیں کرتے ہیں مگر وہ جنہیں دیا گیا۔ کیونکہ بعضے خوجے (مخنث) ہیں جو ماں کے پیٹ ہی سے ایسے پیدا ہوئے اور بعضے خوجے ہیں جنہیں لوگوں نے خوجہ بنایا۔ اور بعضے خوجے ہیں جنہوں نے آسمان کی بادشاہت کے لئے اپنے آپ کو خوجہ بنایا جو اسکو قبول کرسکتا ہے۔ سو کرے۔" (متی باب ۱۹۔ آیت ۸۔ ...)

محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے زنا کے علاوہ ان تمام وجوہات کو زیر نظر رکھنا تھا۔ جن کے ماتحت خانگی زندگی کی ساری خوشی خاک میں ملجاتی ہے اور میاں بیوی کا اکٹھا رہنا محال و ناممکن ہو جاتا ہے عیسائی مقننوں کو مجبوراً مسیح کے اس قانون واحد کو بھی خیرباد کہنا پڑا۔ کیونکہ وہ قانون عالمگیر نہ ہوسکتا تھا۔ اور وہ اس قابل نہ تھا کہ ہر طبقے کے لوگوں میں ہر واقعات میں اس پر عمل کیا جائے۔ روس میں جو کہ یورپ کے تمام ممالک سے عیسائیت میں بڑھا ہوا ہے طلاق دینے کیلئے پینتیس وجوہات جائز رکھی گئی ہیں امریکہ میں تو طلاق بچوں کا کھیل ہو گیا ہے۔ خود انگلستان میں ایسی تحریک پیدا ہو رہی ہے کہ وجوہات طلاق کو زنا یا بے عصمتی کے علاوہ زیادہ وسیع کیا جائے موجودہ مہذب دنیا کا میلان اسلامی اصول طلاق پر عمل کرنیکا ہوتا جاتا ہے۔ اور اسکو زنا کے علاوہ دیگر وجوہات کے ماتحت بھی جائز قرار دینا چاہتے ہیں اور ہونا بھی اسیطرح چاہئے انگلستان میں قانون طلاق غیر معمولی طور پر سخت ہے اور باوجود اس کمیشن کے جسکا مقصد طلاق کے حصول کو آسان کرنا تھا اب بھی ہزاروں ایسے زن و شوہر ہیں جنکی زندگی ایک ناقابل برداشت عذاب ہے۔ اور لاکھوں ایسے ہیں جو اپنے ساتھی سے بالکل علیحدہ کنواروں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں ایک عورت کو اگر اسکے خاوند سے الگ کر دیا جائے اسکے بچے اس سے چھین لئے جائیں۔ نہ کوئی مونس و غمخوار ہے تو یقیناً وہ عورت طلاق کو اس زندگی پر بدرجہا ترجیح دیگی جو اسکو اپنے خاوند سے علیحدہ ہونیکے بعد بسر کرنی پڑتی ہے۔ ایک مرد پر بھی یہ بہت ہی گراں گذرتا ہے کہ جب اسکو اپنی الگ کی ہوئی بیوی کے اخراجات کا متکفل بننا پڑتا ہے اور اپنے گھر کے انتظام کیلئے الگ خرچ کرنا پڑتا ہے اس حالت میں جبکہ مرد اور عورت کو آئندہ کیلئے الگ رہنا پڑتا ہے اور طلاق واقع نہیں ہو سکتی تو یہ زندگی ان دونوں کیلئے بہت ہی ناگوار ہو جاتی ہے اور اگر اس ناگوار زندگی سے نجات حاصل کرنے کیلئے وہ زنا کے مرتکب ہوں تو ان کا فعل قابل درگذر ہونا چاہئے اور ایسے حالات کے ماتحت جبکہ علیحدگی لابد ہو جائے تو عورت ہی کی خاطر طلاق جائز ہونا چاہئے +

یہ بات ایک سربستہ راز ہے کہ کیوں انگریزی قانون طلاق عیسائیت کے اصول طلاق پر دیگر عیسائی ممالک سے زیادہ زور دیتا ہے سر آرتھر کونن ڈائل صاحب نے ... ستمبر ... کے اخبار ٹائمز کو لکھا :- جناب من قوانین طلاق کی بابت جو مجوزہ اصلاحات پیش کیگئی ہیں۔ انکو روکنے کیلئے لارڈ ہیلیفکس نے عیسائی روایتوں کیطرف توجہ دلائی ہے انکو یہ بات ضرور مد نظر رکھنی چاہئے کہ دیگر تمام عیسائی اقوام حتے کہ خود ہمارے قریبی سکاٹلینڈ کے باشندے اس معاملہ میں ہم سے بہت زیادہ وسعت قلبی سے کام لیتے ہیں آپ ہمیں یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ ممالک ہم سے کم درجے کے عیسائی ہیں اور نہ ہی آپ یہ اصرار کرسکتے ہیں کہ لارڈ ہیلیفکس اور انکے متبعین ہی ایک ایسا گروہ ہیں جو اصلی حقیقی عیسائیت کی تعلیم پر کاربند ہیں جو لوگ عیسائیت اور معصومیت ... کو ایکدوسرے کے مترادف سمجھتے ہیں وہ آپ کی رائے سے ہرگز اتفاق نہیں کرینگے"

لیڈی ... صاحبہ نے ... اکتوبر ... کو ... لکھی :- کیا یہ مناسب ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ ... اصلاحات کیلئے مثلاً ہمارے قانون طلاق کی تبدیلی کیلئے زور دیا جائے یقیناً عنقریب ایک

غلطی کا ازالہ کیا جائے اتنا ہی بہتر ہے اور ہماری انگریزی قوانین طلاق ہماری بحیثیت قوم کوئی باعث فخر نہیں ہے پہلا نقص تو یہ ہے کہ وہ ہمارے غریب طبقہ اور غریب عورت کیلئے خواہ وہ امیر ہو یا غریب صریحاً حق تلفی ہیں غیر محقق لوگونکا بیان ہے کہ آجکل ایک غریب آدمی بھی محکمہ طلاق سے ایک گوشت کے ٹکڑے کی قیمت خرچ کرکے طلاق حاصل کرسکتا ہے لیکن ایسے بیانات صرف لنڈن کے غربا کیلئے مخصوص نہیں ہونے چاہئیں بلکہ برمنگھم۔ مانچسٹر۔ لورپول یا نیوکیسل کا ایک غریب باشندہ ہرگز کبھی طلاق حاصل نہیں کرسکتا یہ بات بھی یاد رکھنے والی ہے کہ مسئلہ طلاق پر جو رائل کمیشن نے رپورٹ لکھی تھی اسکی طرف ہماری گورنمنٹ عالیہ نے کوئی توجہ نہیں کی اس میں یہ سفارش کیگئی تھی کہ طلاق کے مقدمات کی سماعت انکے مقامات پر ہی ہونی چاہئے تاکہ وہ لوگ جو لنڈن سے باہر رہتے ہیں ان کیلئے بھی اسی قسم کی سہولت پیدا ہو جائے جیسے لنڈن والوں کیلئے ہے لیکن ابھی تک اس معاملہ میں کوئی توجہ نہیں دی گئی +

جنگ کے آغاز میں ہم نے سپاہیوں کی غیر منکوحہ بیویوں کا بابت بہت کچھ سنا۔ اور گورنمنٹ نے بھی ازروئے انصاف یہ بات تسلیم کی کہ ان کو اپنے اور اپنے بچوں کے گذارے کے لئے ایک وظیفہ ملنا چاہئے جس سے وہ اپنے خاوند کی غیر حاضری میں اپنا گذارہ کرے۔ اگر ہمارے قوانین طلاق انسانیت سے اس قدر بعید نہ ہوتے تو غیر منکوحہ بیویوں کی تعداد اس قدر زیادہ نہ ہوتی۔ شمار کیا جاتا ہے کہ ہر سال قریباً سات ہزار وظیفے علیحدہ شدہ بیویوں کیلئے منظور کئے جاتے ہیں اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ چودہ ہزار مرد اور عورت پھر کبھی جائز طور سے شادی نہیں کرسکتے۔ وہ مذہبی پیشوا اور کارکن جو حقیقی طلاق سے منع کرتے ہیں۔ وہ در اصل بہت حد تک ناجائز تعلقات کے بڑھانے اور حلال زادوں کی تعداد پیدائش کو کم کرنے کا باعث ہو رہے ہیں۔ بہت سے مہجور زن و مرد ایسے ہیں کہ وہ بڑی خوشی سے والدین بننا تو چاہتے ہیں۔ لیکن جب وہ اس قسم کے تعلقات پیدا کرتے ہیں تو خودداری اور غیرت کا خیال ان کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ ایسی اولاد پیدا کریں جن پر حرامزادگی کا دھبہ ہمیشہ کیلئے لگ جائے اور اس طریقہ سے موجودہ رسم جدائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اس قسم کی ایک شادی سے چار اشخاص اولاد پیدا کرنے سے بالکل محروم رہ جاتے ہیں۔

سلطنت برطانیہ ہی کے اندر بڑے اعلےٰ قوانین طلاق مروج ہیں میرا مطلب سکاٹلینڈ کی طرف اشارہ کرنا ہے لیکن انگلستان اور ویلز کے اصلاح کنندگان آپس میں فیصلہ کرکے ایک درخواست پارلیمنٹ میں پیش کریں کہ ہمکو بھی سکاٹلینڈ کے نقش قدم پر چلنا چاہئے تو اسی وقت چرچ آف انگلینڈ اور بشپ صاحبان ہم پر یہ فتویٰ دیں گے کہ یہ لوگ ایک بہت ہی اخلاق سے گری ہوئی اور تہذیب عمل کے مرتکب کرنا چاہتے ہیں۔

وومین کواپریٹو گلڈ کے ممبران کے مقاصد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ انگلستان کے قوانین طلاق کی اصلاح کریں ۱۹۱۵ء میں اُن کو یہ اطلاع پہنچی۔ کہ اگر وہ اس اصلاح کی کوشش سے درگذر نہ کریں گی تو چار سو پونڈ کی رقم کی اعانت جو انکو فلاں مذہبی ذرائع سے دیجاتی تھی بند کر دیجاویگی۔ لیکن آفرین ہے اس انجمن نسواں پر کہ انہوں نے اس قید اور روک سے قطعی انکار کرکے یا اور اس کمی رقم کو اپنی گرہ سے پورا کر دیا +

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ موجودہ زمانہ میں کیوں ہم زمانہ سلف کے خیالات اور اس وقت کی ناقابل فہم پیچیدگیوں کی وجہ سے اپنی زندگیوں کو بدمزہ کرتے ہیں ہم کیوں یہ بات دیکھکر خوش ہیں کہ جو چیز ایک امیر آدمی آسانی سے حاصل کرسکتا ہے اسی سے ایک غریب آدمی ترستا رہتا ہے ہمارے جیسے بیرونی بستیوں نے دقیانوسی دور کی اندھا دھند تقلید کو خیرباد کہکر شادی اور طلاق کے لئے بڑے معقول قوانین مرتب کئے ہیں گویا کہ اُن کی نظروں میں ہمارا اسوہ اب اس قابل نہیں رہا۔ کہ باقی دنیا اس کی پیروی کرے۔ جاپان کے باشندوں نے جب اپنی پرانی قبا اتارنی چاہی۔ تو ملک کے اہل علم و فہم نے مختلف ممالک کے رائج الوقت قوانین کی جانچ پڑتال کی اور یہ فیصلہ کیا کہ قوانین طلاق کے نقطہ خیال سے انگریزی طرز پرانی اور دقیانوسی ہے اور اس پر عمل ناممکن ہے۔ اور انہوں نے بعض دیگر یورپین ممالک کے قوانین طلاق پسند کرکے اپنے ملک میں رائج کیا۔

مثلاً ملک ہالینڈ میں جہاں کے باشندے اپنے جذبات کے بندے نہیں وہاں ایک بڑا اعلیٰ قانون طلاق رائج ہے اور کیا مزے کی بات ہے کہ جب سے اہل ہالینڈ کو طلاق کے بارے میں سہولتیں دیگئی ہیں اس وقت سے مقدمات طلاق کی تعداد کم ہوتی چلی گئی ہے

خطبۂ جمعہ

مؤرخہ ۸ مارچ ۱۹۱۸ء

حقیقی وسیلہ کیا ہو سکتا ہے

یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون (۵: ۳۹)

قرآن کریم میں جو بعض واقعات دوسری قوموں کے بیان ہوئے ہیں درحقیقت وہ مسلمانوں کی عبرت کے لئے ہیں۔ یا اُن کی آئندہ حالت کا نقشہ کھینچا ہے۔ منجملہ ان واقعات کے ایک یہ بھی بات ہے کہ ... بنی اسرائیل کے معاملہ میں بنی اسرائیل موسٰے سے بت پرستی کی درخواست کرتے ہیں۔ **یاموسٰی اجعل لنا الٰھا کما لھم الھۃ** (۷: ۱۳۴) اور کبھی جب موسٰی اُن سے تھوڑی دیر کے لئے غائب ہوتے ہیں تو وہ ایک بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیتے ہیں۔

مسلمانوں کی حالت

پر اگر غور کیا جائے تو قریب قریب ایسی ہی حالت اُنکی بھی نظر آتی ہے۔ جس طرح بنی اسرائیل مصر میں جا کر رہے اور مصریوں کی بت پرستی اور اُنکی تمام عادات و رسومات ان میں سرایت کر گئیں۔ اسی طرح کی حالت مسلمانوں میں بھی نظر آتی ہے کہ باوجودیکہ توحید کی بڑی کامل تعلیم اُنکو دی گئی۔ جس کا مقابلہ کوئی دوسری تعلیم نہیں کر سکتی۔ لیکن تاہم ہندوستان کی بت پرستی نے بھی بڑا گہرا اثر ان پر کیا ہے۔ یہ جتنی بھی پیر پرستی قبر پرستی ہمارے یہاں ہوتی ہے۔ یہ درحقیقت اسی کا نتیجہ ہے بجائے اسکے کہ اپنا اثر ڈالتے اُلٹا ان کا اثر لینا شروع کر دیا۔

پھر جب یہانتک حالت پہنچ جاتی ہے کہ انسان کے اندر ایک بدی خوب سرایت کر جاتی ہے۔ دل کے اندر جیسے خصلت جگہ پکڑ لیتی ہے تو پھر وہ اسکے جواز اور اس کی زینت کے لئے بھی اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنے لگ جاتا ہے یہی اس بارہ میں لوگوں نے کیا۔

قرآن کریم میں ایک آیت آتی ہے۔ **یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ** - اے ایمان والو تقوٰی اختیار کرو۔ اور خدا کے قرب تک پہنچنے کا ذریعہ تلاش کرو۔

بُت پرستی کی بیماری نے

اس وسیلہ کے معنے وہی کرا دیئے۔ جو بتوں کی عبادت کے کئے جاتے ہیں۔ **وابتغوا الیہ الوسیلۃ** سے یہ نکال لیا کہ خدا تک پہنچنے کے لئے ضرورت ہے ایک انسان کے وسیلہ کی۔ کیونکہ خدا تو دور ہے اور ہم ناپاک۔ اس لئے خدا تک ہماری بات پہنچنی مشکل ہے جب تک درمیان میں کوئی وسیلہ نہ ہو۔ اسی بنا پر ... بتوں کے پرستار بھی کہتے ہیں کہ **مانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفٰی** - ہم ان بتوں کی جو پرستش کرتے ہیں تو محض اس لئے کہ یہ ہمیں خدا سے قریب کر دیں۔ یہی دلیل مسلمانوں نے بھی اختیار کر لی ہے اور آج کثیر حصہ اس بیماری میں مبتلا ہے۔ یہانتک کہ بعض قبروں کو سجدہ بھی کرتے ہیں تعجب ہے کہ یہ عقیدہ ان کے درمیان آئے جنکو بتایا گیا تھا۔ کہ **فاعبد اللہ مخلصًا لہ الدین**۔ ایک ہی اللہ کی خالص طور پر عبادت کرو۔ دین اسی کا ہے۔ لیکن اس کے خلاف وہی دلیل جو بُت پرستی کو دور کرنے کے لئے قرآن نے دی تھی۔ آج اسی دلیل کو بت پرستی کے حق میں پیش کیا جاتا ہے۔

وسیلہ کے معنے

تو صرف اسی قدر تھے۔ کہ خدا کے قرب تک پہنچنے کی راہیں تلاش کرو۔ اللہ تعالٰے کی پورے طور پر اطاعت کرو۔ جو کچھ قرآن نے بتایا جو کچھ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا وہی وسیلہ ہے یہ معنے ہرگز نہیں کہ اولیاء اللہ کی قبروں کی پرستش کرو۔ ان سے جا کر مرادیں مانگو۔ میں کہتا ہوں اگر یہی حالت ہے تو وہ جو اولیاء اللہ تھے انہوں نے کس کو وسیلہ بنایا۔ اور درحقیقت یہ تو کہتے ہیں کہ خدا کے قرب تک پہنچنے کے لئے وسیلہ پکڑتے ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں۔

وسیلہ پکڑنا ہی خدا سے دور پھینکدیتا ہے

قرآن کریم تو کہتا ہے۔ **ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء**۔ اللہ تعالٰے شرک کو سزا دیئے بغیر ہرگز نہیں بخشیگا۔ ہاں اس سے علاوہ جو گناہ ہوں۔ ان کو جسکو چاہے تو بخشدے۔ پھر تعجب ہے کہ ان گناہوں کی فرضی معافی کے لئے جو بخشے جا سکتے تھے اس گناہ کو کرتے ہیں جو کسی صورت میں بخشا نہیں جا سکتا اگر قرب ہی تلاش کرنا تھا۔ اگر وسیلہ کے ذریعہ سے خدا تک ہی پہنچنا تھا۔ تو وہ وسیلہ شرک نہیں ہو سکتا۔ یہ قبروں کے اوپر جا کر حاجات مانگنا۔ ان سے التجائیں کرنا بزرگوں اور اولیاء اللہ سے منتیں ماننا۔ ان کی گیارہویں وغیرہ دینا وغیرہ

خطرناک قسم کا شرک

ہے جو خدا سے بہت دور پھینکنے والا ہے۔ لیکن ان مسلمانوں کی تو یہ حالت ہے۔ کہ اعتقاد تو یہ ہے کہ توحید الٰہی کے واحد علم بردار ہیں مگر دراصل اور بھی بہت سے حاجت روا اللہ تعالٰے کے انہوں نے ساتھ سمجھ رکھے ہیں۔

اگر وسیلہ کے معنے یہ ہوتے کہ کوئی ایسا انسان چاہئے جسکی وساطت سے خدا تک پہنچ سکیں۔ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کون وسیلہ ہو سکتا تھا۔ آخر یہی کہنا چاہئیگا کہ جو شخص سب سے بڑھکر خدا کا مقرب ہو۔ وہی

وہی سب سے بڑا وسیلہ

ہو سکتا ہے۔ تو اس حالت میں محمد رسول اللہ صلعم سے بڑھکر مقرب کون تھا۔ اگر کسی انسان کو ہی وسیلہ بنانا ہوتا تو محمد رسول اللہ صلعم سے زیادہ اس کا حقدار کوئی نہیں تو پھر سوال یہ رہ جاتا ہے۔ کہ

صحابہؓ نے کیا کیا

آیا انہوں نے کبھی کوئی انسان وسیلہ چاہا۔ یا نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب فوت ہوتے ہیں۔ تو کوئی شخص صحابہؓ کے اندر نظر نہیں آتا جو آپ کے فوت ہونیکے بعد بھی آپکو دعاؤں میں اپنا وسیلہ قرار دے۔ جیتے جی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ سے دُعائیں کرا لیتے تھے۔

کسی سے دعا کرا لینا منع نہیں

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دُعا کراتے رہیں۔ پھر اویس قرنی سے بھی دُعا کراتے ہیں اور اوروں اپنی اُمّت کے لوگوں سے دُعائیں کراتے ہیں۔ اس میں بڑے چھوٹے کا فرق نہیں۔ ہر ایک شخص دوسرے کے لئے دُعا کر سکتا ہے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ قحط بہت تھا۔ بارش ہوتی نہیں تھی۔ آج تو اس کا بہت کم رواج ہے اسوقت ایسے موقع پر لوگ باہر نکل کر بارش کے لئے دُعا کیا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی باہر نکلے اور آپ نے حضرت عباسؓ سے دعا کرائی اور خود یہ دُعا کی۔ کہ اے خدا جب تک تیرا نبی ہم میں تھا ہم ...سکے تیری جناب میں وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ اب جبکہ وہ ہم میں نہیں۔ ہم اس بزرگ کو وسیلہ بناتے ہیں۔ اس سے لوگوں نے لیا کہ کوئی وسیلہ پکڑنا چاہئے حالانکہ وہ وسیلہ اُنہوں نے یہ بنایا تھا۔ کہ اُن سے کہا کہ آپ دعا کیجئے اُنہوں نے دُعا کی۔ اور لوگوں نے آمین کہی۔ تو وسیلہ کے اگر یہی معنے ہیں۔ تو بھی کسی کے جیتے جی صرف دُعا کرا لینا جائز ٹھہرا لیکن

جو شخص مرجاتا ہے وہ ہم سے منقطع ہو جاتا ہے

پس ہمارے لئے وسیلہ نہیں بن سکتا۔ خود رسول اللہ صلعم فوت ہونیکے بعد جب وسیلہ نہیں بن سکتے تو اور کون ہے جسکو مرنے کے بعد وسیلہ بنایا جا سکے جو شخص فوت ہو گیا وہ ہماری باتوں کو نہیں سُنتا نہ ہمکو اسکے حالات کا علم ہے یہ عالم اس عالم سے بالکل منقطع ہے۔ جسطرح ہم مُردوں کی باتوں کو نہیں سُنتے۔ اسیطرح وہ بھی ہماری باتوں کو نہیں سُنتے۔ ہاں خدا تعالٰے اپنے خاص تصرف سے کوئی مردوں کی حالت ہمیں دکھا بھی دیتا ہے جو ایک بالکل الگ امر ہے۔ ایسا ہی ہماری کوئی بات اُن تک پہنچا دے تو وہ کبھی اور بات ہے چنانچہ قبروں پر جا کر **السلام علیکم یا اھل القبور** کہتے ہیں تو یہ بھی خدا تعالٰے اُن تک پہنچا دیتا ہے۔ تو اس لحاظ سے وہ وسیلہ جو ان قبروں والوں کو بنایا تھا وہ تو اُڑ گیا۔ کیونکہ

مُردوں کو بات پہنچانے میں وسیلہ

تو خدا بنا۔ تو جب خدا وسیلہ بنگیا۔ مُردے کے اور ہمارے درمیان۔ تو تعجب ہے کہ اس تک بات پہنچانے کے لئے مُردوں کو وسیلہ بنایا جائے

اگر خدا بغیر وساطت کے سُن نہیں سکتا تو البتہ وسیلہ بھی کسی اور کو بنایا جا سکتا ہے۔ لیکن جب وہ سب کچھ سُنتا ہے اور بغیر وساطت ہماری بات اُس تک پہنچ سکتی ہے۔ تو پھر وسیلہ کے کیا معنے۔ اسلئے یہ اصول بالکل باطل ہے۔ کہ کسی کو اس رنگ کا وسیلہ بنایا جاوے کہ اسکے ذریعہ سے خدا ہماری حاجت براری کرے یا مُردوں وغیرہ کو وسیلہ سمجھا جائے۔ خود

نبی کریم صلعم کی قبر پر دعا مانگنے کا طریق

چلا آتا ہے۔ کہ آپ کی قبر کی طرف مُنہ کر کے بھی دُعا نہیں کی جاتی۔ کوئی وہاں جا کر محمد صلعم کو وسیلہ نہیں بناتا۔ اگر کسی سے ذرا بھی اس قسم کی حرکت ظاہر ہونے لگے تو وہیں اس کا علاج بھی ہو جاتا ہے۔ وہاں ان باتوں کی اجازت نہیں ہے۔ محمد صلعم کی قبر پر کوئی شرک نہیں ہوتا بلکہ یہ ہے کہ دعا بھی اگر کرنی ہو تو بعض ایسے محتاط گذرے ہیں امام ابو حنیفہؒ۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ قبر کی طرف پیٹھ کرو اور مُنہ قبلہ کیطرف کرو یعض نے کہا ہے کہ دائیں یا بائیں طرف قبر ہو۔ یہ تو محمد رسول اللہ صلعم کی قبر کا حال ہے۔ لیکن اس کے برخلاف آج

تمام دنیا کی قبریں شرک کا گھر

بنی ہوئی ہیں۔ یہ بڑا بھاری شرک ہے کہ ان سے جا جا کر دُعائیں کیجائیں اُنکو اپنے اور خدا کے درمیان وسیلہ بنایا جائے بہت لوگوں کے خیالات میں بالخصوص عورتوں میں یہ بڑی بیماری پائی جاتی ہے اُنکو سمجھانا چاہئے اللہ تعالٰے فرماتا ہے **ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء** شرک کو وہ نہیں بخشیگا۔ اس کے لئے ضروری سزا دیگا لیکن پھر قرآن کریم میں اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ مشرک بھی سخت مصیبت کیوقت خدا واحد کے آگے جھکتا اور اپنے بتوں کو بھول جاتا ہے

مسلمانوں میں بعض برائے نام کے موحد

بھی پائے جاتے ہیں۔ جو جب مصیبت آتی ہے تو خدا کیطرف جھکنے کی بجائے ٹونے تعویذ کرنے لگتے اور اور چیزوں سے منفعت کی امید کرتے ہیں قبروں پر جاتے اور وہاں سے مشکلات کا حل چاہتے ہیں۔ یہ سب ناجائز ہے اللہ تعالٰے ایک جگہ فرماتا ہے **لہٗ دعوۃ الحق** - اصل دعوت اللہ کیلئے ہی ہے۔ اسی سے دعا مانگنا سزاوار ہے۔ **والذین یدعون من دونہ لا یستجیبون لھم بشیءٍ الا کباسط کفیہ الی الماء لیبلغ فاہ وما ھو ببالغہ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال**۔ وہ جن کو یہ خدا کے سوائے پکارتے ہیں وہ قبول نہیں کرتے مگر جیسے کوئی شخص اپنی ہتھیلی کو پانی کیطرف پھیلائے ہوئے ہو۔ اور چاہے کہ پانی اسکے مُنہ میں پڑے وہ پانی اس تک نہیں پہنچ سکتا اور کافروں کی دُعا خالی ہی جاتی ہے یعنی یہ

مثال مُردوں سے دُعا مانگنے کی

بھی ہے۔ وہ لوگ جو مر چکے ہیں خواہ کوئی کتنا ہی بڑا انسان ہو۔ اور محمد رسول اللہ صلعم سے بڑا کون ہوگا۔ اُنکو پکارنا۔ اُن سے دُعائیں مانگنا ایسا ہی ہے جیسے پانی کے آگے ہاتھ پھیلا کر اس سے خود بخود مُنہ میں پڑنے کی التجا کیجائے۔ پھر فرماتا ہے **اولٰئک الذین یدعون یبتغون الٰی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب ویرجون رحمتہ ویخافون عذابہ**

یہ جن کو پکارتے ہیں

وہ خود اپنے رب کیطرف وسیلے چاہتے ہیں جو جتنا زیادہ قریب ہے اتنا ہی زیادہ وسیلہ کا محتاج ہے اور اس کی رحمت کے امیدوار اور اسکے عذاب سے ڈرتے ہیں یعنی جنکو وسیلہ قرار دیتے ہیں وہ تو خود خدا کی قربت کے طلبگار اور اسکی رحمت کے امیدوار ہیں۔ اور اسکے عذاب سے ڈرتے ہیں پھر وہ وسیلہ کیونکر بن سکتے ہیں۔ پس یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ کہ ہمارے لئے کوئی وسیلہ نہیں ہو سکتا۔ خدا تک اپنی بات کے پہنچانے میں۔ وہ خود ہماری دعاؤں کو سُنتا ہے۔ اور اپنی

رحمت کی امید

دلاتا ہے۔ ایک جگہ فرماتا ہے **واذا سألک عبادی عنی فانی قریب** - جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو میں قریب ہوں۔ یہاں یہ بھی نہیں فرمایا۔ قل یعنی تو ایسا کہہ دے۔ گویا ہر قسم کی دوئی کو نکال دیا ہے۔ ایک جگہ فرماتا ہے **یاایھا الذین اسرفوا علٰی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعًا**۔ اے لوگو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ اللہ تعالٰے تمام گناہوں کو بخشدیگا۔ ایک جگہ فرماتا ہے۔ **غافر الذنب قابل التوب** گناہوں کو بخشنے اور توبہ کو قبول کرنے والا۔ غافر الذنب کو قابل التوب کے ساتھ لانے کے معنے ہی یہی ہیں کہ بغیر توبہ کے بھی گناہ معاف کرتا ہے۔ پھر قرآن کے اندر تو یہ الفاظ بھی خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے کہلوا دیئے گئے کہ **انی اخاف ان عصیت ربی**

اب میں پھر ناظرین کی اصل مضمون کیطرف توجہ دلاتا ہوں کہ

آنحضرت صلعم کی کامل تابعداری

یا اُن کے فیض سے انسان نبی نہیں ہوجاتا یا گرچہ اپنے آپکو تابعداری میں فنا کر دے۔ جیسا کہ حضرت صاحب لکھتے ہیں۔

"ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا۔ جسکو دوسرے لفظوں میں محدّث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے کیونکہ وہ باعث اتباع اور فنافی الرسول ہونیکے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے جیسے جزء کل میں داخل ہوتی ہے"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵)

"محدث جو مرسلین میں سے ہے امتی بھی ہوتا ہے۔ اور ناقص طور پر نبی بھی۔ امتی وہ اسوجہ سے ہے کہ وہ بکلی تابع شریعت رسول اللہ اور مشکوٰۃ رسالت سے فیض پانیوالا ہوتا ہے۔ اور نبی اسوجہ سے کہ خدا تعالےٰ نبیوں کا سا معاملہ اُسکے ساتھ کرتا ہے"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹)

"گویا رسول مقتدا سے فیض حاصل کرنیوالا کامل نبی نہیں ہوتا۔ محدث ہوتا ہے آپ کسی جگہ بتلا دیں۔ کہ وہ جزوی نبی نہیں ہوتا۔ یا کامل نبی ہوتا ہے یا محدث نہیں ہوتا

محدث پر مکالمہ اور کثرت مکالمہ کا ہونا

حضرت صاحب نے کئی جگہ تحریر فرمایا ہے مثلاً

"یہ عاجز اس امت کے لئے خدا تعالےٰ کیطرف سے محدّث ہو کر آیا ہے اور محدث ایک معنے سے نبی ہی ہوتا ہے۔ گو اسکے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالےٰ سے ہمکلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے امور غیبیہ اُسپر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے"۔ (توضیح المرام صفحہ ۹)

"اور اس میں کچھ شک نہیں کہ تحدیث محض ایک نبوت ہے۔ جو کسب سے ہرگز نہیں ملتی۔ جیسے کہ شان نبوت ہے اور محدث اسیطرح اللہ سے ہمکلام ہوتا ہے جسطرح نبی ہمکلام ہوتے ہیں اور محدث اسی طرح بھیجے جاتے ہیں جس طرح رسول بھیجے جاتے ہیں اور محدث اس چشمہ سے پانی پیتے ہیں جس طرح نبی پیتے ہیں اور کچھ شک نہیں کہ اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ نبی ہوتا ہے"۔ (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۲)

"معرض قرآن شریف کی زبردست طاقتوں میں سے ایک یہ طاقت ہے کہ اُس کی پیروی کرنے والے کو معجزات اور خوارق دیئے جاتے ہیں اور وہ اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ دنیا اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتی لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا اور یہ وعدہ ہے کہ ایدھم بروح منہ ویجعل لکم فرقانا۔ یعنی جو لوگ قرآن شریف پر ایمان لاویں گے ان کو مبشر خوابیں اور الہام دیئے جاویں گے"۔ (چشمہ معرفت حصہ دوم صفحہ ۱)

"اور یاد رہے کہ جیسا کہ تیسری قسم کے لوگوں کی خوابیں نہایت صاف ہوتی ہیں اور پیشگوئیاں انکی تمام دنیا سے بڑھ کر صحیح نکلتی ہیں۔ نیز وہ عظیم الشان امور سے متعلق ہوتی ہیں اور اسقدر اس کی کثرت ہوتی ہے کہ گویا ایک سمندر ہے ایسا ہی اُسکے معارف اور حقایق بھی کیفیت اور حکمت میں تمام ہی نوع سے بڑھکر ہوتے ہیں"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۵)

حضرت صاحب اپنے قول اور دعوے کی تائید میں حضرت مجدد صاحب کا ایک حوالہ پیش کرتے ہیں۔ جو یہ ہے:۔

"کبھی یہ ہمکلامی کا رتبہ بعض ایسے کامل لوگوں کو ملتا ہے کہ نبی تو نہیں مگر نبیوں کے ملتبع ہیں اور جو شخص کثرت سے شرف ہمکلامی کا پاتا ہے اُسکو محدث بولتے ہیں"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۴)

"یہی ایک امت ہے کہ اگرچہ نبی تو نہیں مگر نبیوں کی مانند خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہو جاتی ہے اور اگرچہ رسول نہیں مگر رسولوں کی مانند خدا تعالیٰ کے روشن نشان اُس کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور روحانی زندگی کے دریا اس میں بہتے ہیں اور کوئی نہیں کہ اس کا مقابلہ کر سکے"۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۲۴)

"جس بلا سے اللہ تعالےٰ بذریعہ کسی نبی یا رسول یا محدث کے اطلاع دیتا ہے"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۹ حاشیہ۔ فٹ نوٹ)

ظلی نبی بھی محدث ہوتا ہے۔

"اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نیا ہو یا پرانا اور قرآن کریم کا ایک شعشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہوگا ہاں محدث آئینگے۔ جو اللہ جلشانہٗ سے ہمکلام ہوتے ہیں اور نبوۃ تامہ کی بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں اور بلحاظ بعض وجوہ شان نبوت کے رنگ سے رنگین کئے جاتے ہیں اور اُن میں سے میں ایک ہوں"۔ (نشان آسمانی صفحہ ۲۹)

اگر ظلی نبی نبی ہوتا ہے۔ تو پھر سب بادشاہ خدا ہو جاتے ہیں کیونکہ اُن کو حدیث میں اللہ کا ظل کہا گیا ہے۔ سب اولیاء خدا ہو گئے کیونکہ وہ بھی خدا کے ظل ہیں جیسا کہ تحفہ گولڑویہ میں حضرت صاحب فرماتے ہیں

"صفاتِ اوہمہ ظل صفات حق باشد
ہم استقامت اوہم چو انبیا باشد"

حقیقۃ الوحی میں اپنے آپ کو

ظلی نبی

لکھا۔ جیسا کہ فرمایا۔

"وسمّیت نبیًّا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ"۔ (ضمیمہ عربی حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۵)

مجازی نبی بھی محدث ہوتا ہے

جیسا کہ لکھا۔

"چنانچہ اس کے مطابق آئیوالا مسیح محدث ہونے کیوجہ سے مجازاً نبی بھی ہے"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۱۷۶)

لیکن خود فیصلہ کر دیا کہ مجازی نبی یا محدث نبی نہیں ہوتا جیسا کہ لکھا۔

سوال۔ رسالہ فتح اسلام میں نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔

اما الجواب۔ نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا۔۔۔۔
اسکو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعوےٰ لازم آگیا"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ...)

سائل سوال کرتا ہے کہ آپ نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ جواب یہ دیا جاتا ہے کہ مدعی محدثیت مدعی نبوت نہیں ہوں۔ ہاں محدثیت مجازی نبوت کہلا سکتی ہے۔ مگر اس سے دعوےٰ نبوت لازم نہیں آتا۔ حیرت کا مقام ہے کہ حضرت صاحب تو حقیقۃ الوحی میں بھی فرماتے ہیں کہ مجازی طور سے میرا نام نبی رکھا گیا اور پھر مختلف کتابوں میں محدث کو مجازی نبی لکھا ہے مگر باوجود اس کے ہمارے دوست حقیقۃ الوحی کے ایک حوالہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نہیں مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے اور اسی کتاب کی دوسری تمام عبارات کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور تناقض پیدا کر کے حضرت صاحب کی پوزیشن کو بے اعتبار کرنا چاہتے ہیں۔ اس مصنف یا نبی کی بھی کوئی وقعت ہو سکتی ہے جو ایک ہی وقت اور ایک ہی کتاب میں بلکہ ایک ہی صفحہ میں کبھی تو یہ کہے کہ میں مدعی نبوت نہیں ہوں اور کبھی کہے۔ کہ میں مدعی نبوت ہوں۔ کیا اس احمدیت اور اس مذہب کو دنیا کے سامنے پیش کر کے تم کامیاب ہو سکتے ہو+

اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰

باجلاس شیخ عبدالرحمٰن صاحب بی اے منصف درجہ دوم منٹگمری۔
نمبر ۱۶۔ دیوانی۔

مریمان چند ولد لالہ کاہن چند بنام شاہ ... جان محمد پسران میاں حسن علی قوم وٹو سکنائے
فات علوترہ کہتری ساکن لاہور
ریتیرٹی تحصیل گوگیرہ۔

دعوےٰ مالیہ۔

اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰

باجلاس شیخ عبدالرحمان صاحب بی اے منصف درجہ دوم منٹگمری
نمبر ۲۷ دیوانی

پنجاب سنگھ ولد جواہر سنگھ ذات اروڑہ سکنہ چیلی پور تحصیل دیپالپور۔ مدعی
بنام طور ریز ولد کرم علی سماعیل ولد طور بیزی اقوام چوہڑہ سکنائے اسلام پور تحصیل اوکاڑہ

دعوےٰ ما عہ۔

بمقدمہ بالا درخواست و بیان حلفی مدعی سے پایا گیا ہے کہ مدعا علیہم دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتے ہیں لہٰذا اشتہار ہذا زیر آرڈر نمبر ۵ قاعدہ نمبر ۲ جاری کر کے مدعا علیہم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر وہ ۲۹ کو حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی نکرینگے تو اُنکے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں کی جاویگی۔ ۱۷ مہر عدالت

اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰

باجلاس شیخ عبدالرحمان صاحب بی اے منصف درجہ دوم منٹگمری
نمبر ۱۱۴۲ دیوانی

موتی رام۔ ڈھالو رام و سپچند بنام ہردیال۔ ہرگوپال۔ سنت رام فالتو لعل
پسران نوبت رائے اقوام گوسائیں سکنہ موضع سامنی تحصیل وضلع مظفر گڈھ۔ مدعی
نرائند اش اقوام اروڑا سکنائے کمالیہ تحصیل وضلع منٹگمری مدعا علیہم

دعوےٰ دخلیابی اراضی

بمقدمہ بالا مدعا علیہ تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے اور عمداً روپوش ہو رہا ہے لہٰذا اشتہار ہذا زیر آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰ جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر وہ ۸ کو حاضر عدالت ہذا ہو کر جوابدہی نہیں کریگا تو اُسکے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آویگی۔ ۱۷ مہر عدالت

اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰

باجلاس شیخ عبدالرحمٰن صاحب بی اے منصف درجہ دوم۔ منٹگمری
نمبر ۱۳۷ دیوانی

نودکان موسوم کرپن جی سنگھ واقعہ بنام سماعیل ولد جہانہ مستانی بی بی زوجہ گوگیرہ بذریعہ جے سنگھ مدعی
سماعیل اقوام کھٹی سکنہ رینیائی متصل چک ... تحصیل اوکاڑہ

دعوےٰ ...

بمقدمہ بالا رپورٹ پیادہ سے پایا گیا ہے کہ مدعا علیہم دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتے ہیں لہٰذا اشتہار ہذا زیر آرڈر نمبر ۵ قاعدہ ۲۰ جاری کر کے مدعا علیہم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر وہ ۲۰ کو حاضر عدالت ہذا ہو کر جوابدہی مقدمہ نہ کرینگے تو اُنکے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آویگی۔ ۱۷ مہر عدالت

اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰

باجلاس شیخ عبدالرحمٰن صاحب بی اے منصف درجہ دوم۔ منٹگمری
نمبر اجرائے

رانداتہ۔ گورانداتہ۔ سنت لعل بنام احمد علی شاہ ولد محمد شاہ ذات سید
نند لعل پسران رانجہا رام متوفی سکنہ رحمت والہ تحصیل دیپالپور
اروڑہ سکنائے منٹگمری
ڈگریداران

مالیہ ... و خرچہ اجرا

بمقدمہ بالا درخواست ڈگریدار سے پایا گیا ہے کہ مدیون تعمیل حکم امتناعی سے پس و پیش کریگا اور تاریخ مقررہ پر حاضر عدالت نہیں ہوگا۔ اور روپیہ کی وصولی میں تاخیر ڈالیگا۔ لہٰذا اس کے نام اشتہار جاری کیا جاتا ہے کہ اگر مدیون بتاریخ ۲۹ حاضر عدالت ہذا ہو کر جوابدہی نہیں کرے گا تو اس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آویگی۔ ۹ اپریل ۱۹۱۸ء
دستخط
مہر عدالت

بمقدمہ بالا بیان حلفی مدعی سے پایا گیا ہے کہ مدعا علیہم تعمیل سمن سے عمداً گریز کرتے ہیں۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار ہذا زیر آرڈر نمبر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰۔ اُنکو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر وہ

نبوت مسیح موعود علیہ السلام

(از میر مدثر شاہ صاحب جو بر موقعہ مناظرہ بدو ملہی انہوں نے پڑھ کر سُنایا)

گذشتہ سے پیوستہ

اب میں مرزا صاحب کا ایک آخری حوالہ پیش کرتا ہوں

(۴۱) "یہ ایسا فاسد زمانہ آ گیا ہے۔ جس میں ایک عظیم الشان مصلح کی ضرورت ہے۔ اور خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت صلعم کی پیروی کرنیوالا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ اُمتی ہے اور ایک پہلو سے نبی۔ کیونکہ اللہ جلشانہ نے آنحضرت صلعم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مُہر دی۔ جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین پڑا یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو ہرگز نہیں ملی۔ یہی معنے اس حدیث کے ہیں کہ

علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل

یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہونگے"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۶ و ۹۷ حاشیہ)

اس عبارت کے صاف معنی یہ ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم کی پیروی سے انسان کمالاتِ نبوت اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے۔ اور اُسکو کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک پہلو سے امتی ہے اور ایک پہلو سے نبی۔ یا اُسکو کہہ سکتے ہیں کہ وہ مثل انبیاء کے ہو گیا۔ جیسا کہ حدیث علماء امتی کو لکھکر مرزا صاحب نے فیصلہ کر دیا۔ کہ آنحضرت صلعم کی پیروی سے انسان انبیاء کی مانند ہو سکتا ہے۔ اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ وہ نبی بن جاتا ہے۔ سارا جھگڑا تو اس بات پر ہے کہ آیا آنحضرت صلعم کی پیروی کرنے والا نبی بن جاتا ہے یا مثل نبی کے بن جاتا ہے۔ مگر عبارت تو بتلاتی ہے کہ وہ مثل نبی کے ہو جاتا ہے نہ کہ نبی اب میں بتلانا چاہتا ہوں کہ

ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی آیا نبی ہوتا ہے

اور وہ صرف نبی کہلا سکتا ہے یا نہ۔ سو اس کے لئے میں خود حضرت صاحب کی عبارت پیش کرتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں۔

"اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی اور میری نبوت آنحضرت صلعم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ حاشیہ)

ایک دوسرا حوالہ:۔

"ہاں میں صرف نبی نہیں بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵)

ہر دو عبارات سے ثابت ہوا کہ جو شخص ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی ہے اُسکو نبی نہیں پکار سکتے۔ اور نہ وہ نرا یا خالی نبی کہلا سکتا ہے اور اگر ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ نبی ہوتا ہے جیسا کہ آپ کا عقیدہ ہے تو پھر حضرت صاحب کیوں لکھتے ہیں کہ وہ صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ اگر آپ کی تشریح کو قبول کر لیا جاوے تو حضرت صاحب کی عبارت یوں ہو جاوے گی "اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ میں صرف نبی کہلا سکتا ہوں"۔ اور دوسرے حوالہ کی عبارت یوں ہو جاوے گی۔ "ہاں میں صرف نبی نہیں ہوں بلکہ میں صرف نبی ہوں"۔

اب یہ تو فیصلہ ہو گیا۔ کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی نہ تو نبی ہوتا ہے اور نہ نبی کہلا سکتا ہے۔ پس آپ بتلا دیں کہ یہ کیا ہوتا ہے اور یہ کیا چیز ہے آیا کوئی فرشتہ ہوتا ہے۔ آخر ہوتا کیا ہے آپ اُسکو نبی بنا دیں مگر وہ خود نہیں بنتا۔ ہم آپ کے قول کو کس طرح قبول کریں۔ جبکہ خود مدعی آپ کے قول کی تردید کرتا ہے۔

ایک اور حوالہ:۔

"لیکن یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیضرسانی سے قاصر نہیں بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اس میں فیض ہے۔ اس نبوت کی پیروی خدا تک بہت جلد سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے۔ اور اسکی پیروی سے خدا تعالے کی محبت اور اس کے مکالمہ مخاطبہ کا اس سے بڑھکر انعام مل سکتا ہے جو پہلے ملتا تھا۔ مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے۔ ہاں اُمتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اُس پر صادق آ سکتے ہیں"۔ (الوصیت صفحہ ۱۲)

دیکھو اس حوالہ میں بھی فیصلہ کر دیا۔ کہ آنحضرت صلعم کے کسی کامل پیرو کو صرف نبی کہنا آنحضرت صلعم کی ہتک کا موجب ہے اب آپ کا اختیار ہے کہ مرزا صاحب کی محبت کے جوش میں آ کر اُنکو نبی بنا دیں اور آنحضرت صلعم کی ہتک اور توہین کریں۔ مگر آپ اس ہتک کو تو قبول کر لینگے مگر مرزا صاحب کو نبی بنانے سے باز نہ آوینگے۔ یہی آنحضرت صلعم کی محبت ہے جس کا ستورتم نے معیار رکھا ہے۔ عیسائی بھی تو یہی کہتے ہیں کہ خدا محبت ہے اور محبت کرتے کرتے اُسکو انسانیت سے نکال کر خدا تو بنا دیا۔ مگر ساتھ ہی اُسی کو جہنمی اور لعنتی بھی قرار دیا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اس حوالہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ باوجودیکہ امت محمدیہ کو پہلے لوگوں سے بڑھکر انعام مل سکتا ہے اور محبت الٰہی اور مکالمہ و مخاطبہ پہلے سے زیادہ اور کثرت سے مل سکتا ہے مگر باوجود اسکے کامل تابعدار نبی نہیں کہلا سکتا۔ ہاں امتی اور نبی کے الفاظ اجتماعی طور پر اس پر صادق آ سکتے ہیں۔ اب میں جناب کو بتلاتا ہوں۔ کہ

ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی کیا ہوتا ہے

سو تقوی کو مدنظر رکھکر سُنئے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ

(۱) "سو یہ بات کہ اُسکو اُمتی بھی کہا اور نبی بھی اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اُس میں پائی جاوینگی۔ جیسا کہ محدّث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے اس لئے خدا تعالے نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام اُمتی بھی رکھا اور نبی بھی"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۲۶۶ و صفحہ ۲۶۷)

(۲) "ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے اُمتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی ۔۔۔۔۔۔۔ اور محدث کا وجود انبیاء اور امم میں بطور برزخ کے اللہ تعالے نے رکھا ہے وہ اگرچہ کامل طور پر اُمتی ہے مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے"۔ (ازالہ صفحہ ۵۶۹)

پس اب ظاہر ہو گیا کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی محدّث ہوتا ہے اور وہ صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔

حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۶ و صفحہ ۹۷ کے حاشیہ میں دوسری بات یہ تھی کہ آنحضرت صلعم کی پیروی سے جنکو کمالات نبوت مل سکتے ہیں وہ کون لوگ ہیں اُسجگہ بتلا دیا۔ کہ یہ لوگ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ اب میں آپ کو بتلاتا ہوں کہ

علماء اُمتی کون لوگ ہیں

اور کن لوگوں کے حق میں آنحضرت صلعم نے یہ الفاظ فرمائے ہیں۔ سو اس سوال کو بھی میں حضرت صاحب کے فیصلہ پر چھوڑتا ہوں سُنئے! آپ فرماتے ہیں۔ کہ

"اسی طرح ہمارے نبی صلعم کو بھی وہ خدام شریعت عطا کئے گئے جو بمطابق حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ملہم اور محدث تھے"۔ (شہادت القرآن صفحہ ۲۶ دوسرا ایڈیشن)

دوسرا حوالہ:۔

"حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ محدث بھی نبیوں اور رسولوں کی طرح خدا کے مرسلوں میں داخل ہوتا ہے۔ بخاری میں وما ارسلنا من رسول ولا نبی ولا محدث کی قرأت غور سے پڑھو۔ اور نیز ایک دوسری حدیث میں ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ صوفیاء نے اپنے مکاشفات سے بھی اس حدیث کی رسول اللہ صلعم سے تصحیح کی ہے"۔ (ایام الصلح صفحہ ۵۷)

ان حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ حدیث علماء امتی سے مراد محدث ہیں۔ جو کہ غیر نبی ہوتے ہیں

تیسرا حوالہ:۔

قولہ۔ نبی کا مثیل نبی ہوتا ہے۔

اقول۔ تمام امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ غیر نبی بروز کے طور پر قائم مقام نبی ہو جاتا ہے۔ یہی معنے اس حدیث کے ہیں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء مثیل انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ بروز کے طور پر نبی ہیں۔۔۔ [illegible] محدث ہوتا ہے"۔ (ایام الصلح [illegible])

الغرض علماء امتی نبی نہیں ہوتے بلکہ انبیاء کے مثیل ہوتے ہیں۔ اب اس سوال کا جواب دیتا ہوں کہ آیا [illegible]

آنحضرت صلعم کی کامل تابعداری اور فیض سے بلکہ فنافی الاطاعت سے انسان نبی بن جاتا ہے یا کہ محدث

سو سُنئے۔ "بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت [illegible] کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ مگر اس بات کو بحضور دل [illegible] رکھنا چاہئے کہ یہ نبوت جس کا ہمیشہ کیلئے سلسلہ جاری رہیگا۔ نبوت تامہ نہیں بلکہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں۔ وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے جو انسان کامل کی اقتداء سے ملتی ہے جو مستجمع ہے جمیع کمالات نبوت تامہ ہے۔ یعنے ذات ستودہ صفات حضرت سیدنا و مولینا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم"۔ (توضیح المرام صفحہ ۹ و ۱۰)

پس ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم کے فیض اور تابعداری سے [illegible] جزئی نبوت ملسکتی ہے اور صرف اس نبوت کا دروازہ کھلا ہے [illegible] اس کا نام نبوت نہیں بلکہ محدثیت ہے جو اُمتی کا کمال ہے یعنی اُمتی کو محدثیت سے بڑھکر کوئی منصب نہیں ملسکتا خواہ کتنا ہی کمال حاصل کرے۔ کتنے ہی انعامات حاصل کرے مگر [illegible] ہو سکتا۔ کیونکہ نبوت کسبی چیز نہیں۔ بلکہ وہبی ہے [illegible] ہے وہ کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔ اس جگہ حضرت صاحب نے ایک اصول قائم کر دیا ہے کہ اس امت میں جزوی نبوت [illegible] ہے اور کامل نہیں ملسکتی۔ آپ اسکے خلاف کوئی حوالہ پیش کریں [illegible] کہ نہیں میں نے غلط لکھا تھا بلکہ اُمتی کو کامل نبوت [illegible] اور وہ کامل نبی کہلا سکتا ہے۔ اگر آپ کوئی ایسا حوالہ پیش نہیں کر سکیں تو حق کے سامنے گردن جھکا دینی چاہئے [illegible] لوگوں کی تقلید نہ کرنی چاہئے۔ دیکھو کیسی موٹی بات ہے [illegible] کیا اگر کوئی عورت کسی مرد کی کامل طور پر پیروی کرنے [illegible] مرد کے قدم بقدم چلنا شروع کر دے اور مرد کی [illegible] سکون پر عمل کرنا شروع کر دے تو کیا وہ [illegible] یا وہ شب و روز دعاؤں میں لگی رہے اور تمام [illegible] الٰہی میں گذار دے تو کیا وہ حقیقت مرد ہو جاویگی [illegible] ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ صفات اور کمالات مردانہ اس میں [illegible] ہو جاویں گے سو اسی طرح اُمتی اور نبی کا حال ہے یعنی [illegible] ہی مجاہدہ کرے وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ [illegible] کے صفات اور کمالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ [illegible] جس پر کہ خدا نے کسی کو منظور کیا ہے تبدیل نہیں ہو سکتی [illegible] نبی تو ماں کے پیٹ سے ہی نبی پیدا ہوتے ہیں [illegible] جس طرح کہ ایک ماں کے پیٹ سے ہی مرد پیدا ہوتا ہے [illegible] ایسا نہیں ہوتا۔ کہ پہلے تو وہ مرد پیدا نہ ہوا ہو بلکہ [illegible] اور مردوں کی تابعداری سے ترقی کرتا کرتا اور آہستہ آہستہ [illegible] مرد ہی بن جاوے۔ اس بارہ میں حضرت صاحب کے [illegible] نقل کر دیتا ہوں۔ فرمایا:۔

"ملفوظ خدا تعالے کی پاکی بھی انسان کے پاک بنانے [illegible] ہے۔ جس طرح دریا میں بار بار غسل کرنے سے انسان [illegible] پر میل نہیں رہ سکتی اسی طرح جو لوگ خدا تعالے [illegible] ہیں اور اُسکے سچے فرمانبردار بنکر دریائے رحمت الٰہی [illegible] داخل ہو جاتے ہیں۔ بلاشبہ وہ بھی پاک ہو جاتے ہیں [illegible] مگر ایک اور قوم بھی ہے جو مچھلیوں کی طرح اس دریا میں ہی پیدا ہوتی ہے اور اس دریا میں ہی ہمیشہ رہتی ہے [illegible] اور ایک دم بھی اس دریا کے بغیر جی نہیں سکتی یہ [illegible] لوگ ہیں جو پیدائشی پاک ہیں۔ اور ان کی فطرت میں [illegible] ہے انہیں کا نام نبی اور رسول اور پیغمبر ہے"۔ (ست بچن صفحہ ۶۶)

"لیکن افسوس بٹالوی صاحب نے یہ نہ سمجھا اور نہ مجھے [illegible] اور نہ کسی انسان کو بجز انبیاء علیہم السلام کے [illegible] کا دعوے ہے"۔ (کرامات الصادقین صفحہ ۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
جلد ۵ چہارشنبہ یکشنبہ ۲۴/۲۸ اپریل ۱۹۱۸ء نمبر ۹۴/۹۵

مسلم ہائی سکول لاہور اور ہمارا فرض
قوم کی توجہ کے قابل

مسلم ہائی سکول کو قائم ہوئے ایک سال ہو چکا ہے۔ یکم اپریل ۱۹۱۸ء کو اس نے اپنی عمر کے دوسرے سال میں قدم رکھا ہے۔ لیکن اس ایک سال کی عمر میں ہی سکول نے ترقی کی بہت سی منازل کو طے کر لیا ہے۔ کیا بلحاظ تعلیم مروجہ اور کیا بلحاظ تربیت اخلاق و مذہبی تعلیم حضرت مولوی صدرالدین صاحب کی سعی کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ افضال الٰہی کامیابی اور اعلیٰ ترقیات کی صورت میں اس پر نازل ہو رہے ہیں۔ گذشتہ اشاعت میں ہم امتحان انٹرنس کے اس شاندار نتیجہ کا ذکر کر چکے ہیں۔ جو اس پہلے ہی سال میں نکلا۔ کل نو طالب علموں میں سے چھ کا پاس ہو جانا کوئی چھوٹی سی بات نہیں۔ لاہور میں اس وقت بہت سے سکول ہیں۔ جو مدتوں سے چل رہے ہیں۔ اور اپنے نتائج کو بہترین بنانے کے لئے ہمہ تن ساعی ہیں۔ لیکن ان سب میں مسلم ہائی سکول چوتھے نمبر پر ہے اور گورنمنٹ ہائی سکول و سنٹرل ماڈل سکول لاہور سے دوسرے نمبر پر رہا ہے۔ سنٹرل ماڈل سکول کا نتیجہ ۶۷ فیصدی ہے۔ اور مسلم ہائی سکول کا ۶۶ فیصدی فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ اگر رفتار ترقی اسی سرعت سے قائم رہی۔ تو یہ امید کرنا کچھ بیجا نہیں کہ چند ہی سالوں میں سکول نتیجہ کے لحاظ سے سب سے اول ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ صاحب انسپکٹر مدارس مسٹر کراس نے اس پہلے ہی سال میں سکول کو دیکھتے ہی اس پر اپنے اطمینان اور خوشی کا اظہار کیا اور اس ضرورت کا اعتراف کرتے ہوئے کہ حیفس کالج اور دیگر مدارس کے مابین درمیانی درجہ کا ایک سکول ہونا چاہئے۔ انہوں نے یہ تسلیم کیا کہ سکول ہذا بخوبی اس ضرورت کو پورا کر رہا ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ آپ کی کوشش سے اس سکول کو بھی دیگر سکولوں کی طرح سرکاری وظائف کا حق اس پہلے ہی سال کے آخر میں دیدیا گیا۔

مسٹر کراس صاحب بہادر کے علاوہ مسٹر نولٹن صاحب پرنسپل سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور بھی سکول کے معائنہ کے لئے تشریف لائے اور انہوں نے اس پر از حد خوشی کا اظہار کیا۔ اور فرمایا کہ اس کی تعلیمی حالت سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کوئی پچیس برس سے یہ سکول قائم ہے۔

یہ تو سکول کی عام تعلیمی حالت اور اس کے انتظامات وغیرہ کا حال ہے۔ لیکن اس کے علاوہ سب سے زیادہ قابل غور بات طلباء کی اخلاقی تربیت اور دینی تعلیم ہے جس کے لئے حضرت مولانا صدرالدین صاحب کا وجود بہترین ضمانت ہے۔ حضرت مولانا ہر روز کل طلباء کی حاضری ہو چکنے کے بعد پڑھائی شروع ہونے سے پہلے صحیح بخاری کی چند احادیث کا طلباء کو درس دیتے اور کچھ وعظ اور پند و نصائح فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ عربی تعلیم کا خاص انتظام ہے۔ بلکہ فارسی کی جگہ بھی عربی ہی کو زیادہ ضروری سمجھ کر رکھا گیا ہے۔ لیکن ان سب سے بڑھکر ایک اور ضروری بات ہے جو اس پہلو میں خاص طور پر مفید اور کارگر نتائج کا موجب ہوگی۔ وہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب کا فارغ اوقات میں طالب علموں میں بیٹھ کر ان سے مذہبی گفتگو اور باتیں کرنا دینی اخلاق و آداب اذان اور نماز وغیرہ کے احکام ان کو سکھانا ہے۔ غالباً حضرت مولانا کے اس طریق عمل کی صحیح مثال ہو سکتی ہے۔ جو گذشتہ جمعہ کو سکول کے لئے چندہ کی تحریک کرتے ہوئے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے دی۔ کہ جس طرح گھروں میں بوڑھی اماں شام کو کھانا کھانے کے بعد بچوں کو اپنے ساتھ لیکر بیٹھتی اور انہیں کہانیاں وغیرہ سنا کر انکا دل بہلاتی ہے۔ اسی طرح آپ بھی اپنے سکول کے بورڈروں میں شام کے بعد بیٹھکر انہیں دینی باتیں سکھاتے اور مذہبی گفتگوئیں ان سے کرتے ہیں۔ مثلاً جناب مرزا صاحب نے فرمایا کہ ایک دن جب وہ شام کے وقت سکول میں سیر کرتے ہوئے گئے تو وہاں اذان کا امتحان ہو رہا تھا۔ تمام چھوٹے چھوٹے بچے وہاں جمع تھے۔ اور حضرت مولانا صدرالدین صاحب پاس بوڑھی اماں کی طرح ان میں بیٹھے ایک ایک سے اذان دلوا رہے تھے۔ ایسا ہی آپ نے بتایا کہ میرا بچہ چند ہی دن ہوئے چوتھی جماعت میں داخل ہوا ہے۔ اس نے مولوی صاحب کے وعظ میں جس دن سے یہ سنا ہے۔ کہ جونہی اذان ہو جاسکے فوراً اسی وقت مسجد میں جانا چاہئے جونہی کہ اذان ہوتی ہے۔ فوراً مسجد میں چلا آتا ہے۔

کیا یہ کچھ بیش بہا نتائج نہیں۔ کیا یہ اس قابل نہیں۔ کہ بچوں والے ان کی سن کر اپنی اولاد کو وہاں بھیجنے کی کوشش کریں۔ مسلمانوں کے سکولوں میں مسلمان بچوں کی اخلاقی حالت کا اس وقت جو حال ہے۔ وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں یہی وجہ ہے۔ کہ ہر ایک آئندہ نسل پہلی نسلوں سے اخلاقی پہلو میں گرتی چلی جا رہی ہے۔ جوں جوں علم و تعلیم دنیا میں عام ہو رہی ہے۔ مذہبی اور اخلاقی لحاظ سے مسلمانوں نے تنزل کی راہ اختیار کر رکھی ہے اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ ان کی ابتدائی تعلیم گاہیں سکولوں کے اندر جو اخلاقی تربیت کا بہترین گہوارہ ہو سکتے ہیں۔ اس کا خیال تک نہیں رکھا جاتا۔ اور صرف مروجہ تعلیم پر ہی زیادہ زور ہے جو وہ بھی چنداں تسلی بخش نہیں۔ ایسی حالت میں کیا یہ مسلمانوں اور بالخصوص احمدی قوم کی خوش قسمتی نہیں۔ کہ ایک ایسا اعلیٰ درجہ کا سکول انہیں مل گیا ہے۔ جس میں ان کے دین و دنیا کی بہتری کا سامان موجود ہے۔ کیا یہ ہمارے خوشگوار مستقبل کی ایک نیک فال نہیں کہی جا سکتی۔ کہ اس ایسے وقت میں جبکہ قطعاً نہ اخلاق کی پروا ہے نہ دین و مذہب کی بلکہ مروجہ تعلیم کا بھی چنداں رواج نہیں۔ خدا کے فضل سے ایک ایسا سکول کھل گیا ہے۔ جس میں ان سب باتوں کی حفاظت ہوتی ہے۔ اور جو حضرت مولانا صدرالدین صاحب جیسا دینی شغف اور اعلیٰ قابلیت رکھنے والا انسان قوم اور مذہب کی اس خدمت پر لگا ہوا ہے۔ پھر کیا یہ کفران نعمت نہیں۔ کہ باوجود ان سب باتوں اور ساری فضا کے ہم سکول کی امداد تو ایک طرف اس کی طرف متوجہ ہونا بھی ضروری نہ سمجھیں۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ اور اس سے بھی بڑھکر ضمات اسلام کی توفیق عنایت فرمائے۔ جس نے اس ضرورت کو محسوس کیا۔ اور اس کا بوجھ اپنے سر پر اٹھایا بلکہ یہانتک کہ گذشتہ سال مبلغ ... ماہوار فی طالب علم اس نے اپنی گرہ سے یا بعض احباب کے خاص چندوں سے صرف کئے۔ لیکن صرف گذشتہ سال ہی نہیں اس سال بھی انجمن کے سامنے علاوہ دیگر ضروریات کے ان اخراجات کثیرہ کا سوال ہے۔ جس کا حل کرنا قوم کے ذمہ ہے۔ انجمن اگر اپنی گرہ سے دے سکتی ہے۔ تو قوم سے لیکر ہی دے سکتی ہے۔ پس ضرورت ہے کہ قوم اس طرف متوجہ ہو۔ اور جلد سے جلد ایک کثیر رقم اس مد میں جمع کرا دے۔ تا کہ سکول کے کلاسی اعلیٰ پیمانہ پر پوری سرعت رفتار کے ساتھ ترقی کی بلند ترین منازل کو طے کرنے میں کوئی ہرج واقعہ نہ ہو۔

گذشتہ جمعہ مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۱۸ء کو مسجد احمدیہ لاہور میں ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب نے اسی سوال کو احباب لاہور کے سامنے رکھا اور خود اس مد میں پانچسو روپیہ کی پیش قرار رقم عطا کرنے کا وعدہ کیا۔ جس پر اسی وقت اکثر دوستوں نے حسب استطاعت کچھ وعدے کئے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نام	رقم
مرزا یعقوب بیگ صاحب	صما ر
حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب	صما ر
حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب	سما ر
شیخ مولا بخش صاحب	[illegible]
ملک غلام محمد صاحب	صما ر
میاں ناصرالدین صاحب	[illegible]
میاں غلام محمد صاحب صوفی	عا ہر ملے ہوئے
بابو منظور الٰہی صاحب	[illegible]
میاں عبدالرحمٰن صاحب پسر خورد ڈاکٹر مرزا صاحب	عہ ر
صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب	[illegible]
عبدالمجید خانصاحب	[illegible]
خواجہ بشیر احمد صاحب	[illegible]
قادر بخش صاحب ملازم حضرت شاہ صاحب	صہ ر
خواجہ عبدالغنی صاحب	[illegible]
منشی دوست محمد ایڈیٹر پیغام صلح	صہ ر
بابا ہدایت اللہ صاحب	عہ ر
ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب	[illegible]

....

ضرورت ہے کہ بیرونی جماعتیں بھی اس طرف [illegible] کے سیکرٹری صاحبان اس بارہ میں اپنے [illegible] خاص طور پر تحریک کریں۔ اور ان سے چندہ [illegible] میں ساعی ہوں۔

کیا ہم امید کریں۔ کہ اس نہایت ضروری امر میں [illegible] اور لاپرواہی سے کام لینے کے بجائے انجمن [illegible] تندہی کیساتھ سرانجام دینے کی کوشش کی جائیگی۔

حضرت مسیح موعودؑ کی تشبیہ مریم سے

تعجب ہے کہ ہمارے [illegible] جب اعتراض [illegible] شنتو [illegible] کی زہ [illegible] اعتراض کے محل وقوع کو دیکھتے ہیں۔ صرف ان کا [illegible] ہوتی ہے۔ وہ اس کی حقیقت پر غور کئے بغیر [illegible] پیچھے ہو جاتے ہیں۔ یعنی امناء و صدنا [illegible] لاہور کا شیعی اخبار ذوالفقار بھی ہے۔ جو بار بار [illegible] کے ان فقرات پر جنہیں لوٹ ایک عجیب [illegible] تمسخر کرتا ہے۔ جنہیں آپ نے اپنے آپ کو [illegible] دیتے ہوئے لیکن نفخ روح اور عیسیٰ بن جانے [illegible] جس مقام کا اس نے حوالہ دیا ہے (صفحہ ۴۷ [illegible]) کھول کر بتایا ہے۔ کہ

"گویا استعارہ کے رنگ میں مریم کے پیٹ میں [illegible] روح جا پڑی"

اور پھر لکھا ہے۔ کہ

"اس جگہ استعارہ کے رنگ میں مریم کے پیٹ میں [illegible] کی روح جا پڑی جسکا نام روح الصدق ہے"

ان صاف و صریح الفاظ کے ہوتے ہوئے کوئی منصف انسان [illegible] ان فقرات کو قابل مضحکہ قرار دے نہیں سکتا۔ قابل [illegible] کہ آپ نے ان کو حقیقت قرار دیا ہوتا۔ یہ تو ہے [illegible] صرف مجاز اور استعارہ کے رنگ میں مریم سے اپنی مشابہت [illegible] اور نفخ روحانی سے مثیل ابن مریم بننے کا ذکر [illegible] میں کرتے ہیں۔ جس رنگ میں خود قرآن کریم نے سورہ تحریم [illegible] مریم سے مثال دی ہے۔ اور پھر ان میں نفخ روح کا [illegible]

وضرب اللہ مثلاً للذین امنوا امرأت فرعون [illegible] رب ابن لی عندک بیتاً فی الجنۃ ونجنی من فرعون وعملہ ونجنی من القوم الظلمین۔ ومریم ابنت [عمران التی] احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا وصدقت [بکلمات ربھا] وکتبہ وکانت من القنتین۔ اللہ تعالیٰ نے مثال دی [illegible] کی بیوی سے جب اس نے کہا۔ کہ اے میرے رب [illegible] میں اپنے پاس گھر بنا۔ اور فرعون اور اس کے عمل سے [illegible] مجھے نجات دے۔ اور نیز مریم بنت عمران سے مثال [illegible] اپنی عصمت کو قائم رکھا۔ اور ہم نے اس میں اپنی روح [illegible] سے نفخ کیا۔ اور اس (مریم) نے اپنے رب کے کلمات [illegible] اور اس کی کتابوں کی بھی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔

اب اس آیت میں قرآن کریم نے صاف طور پر [illegible] دی ہے۔ اور نفخ روح بھی اس مومن میں جس کو مریم سے مثال [illegible] ذکر کیا۔ کیونکہ فیہ مذکر کا صیغہ ہے۔ اسی قرآن کریم کے مطابق حضرت مسیح موعود نے بھی یہ لکھا کہ

"اسی کی طرف سورہ تحریم میں بھی اشارہ کیا ہے کہ [illegible] افراد امت کی نسبت فرمایا ہے۔ کہ وہ مریم صدیقہ سے مشابہت رکھیں گے جس نے پارسائی اختیار کی [illegible] اس کے رحم میں عیسیٰ کی روح پھونکی گئی اور عیسیٰ اس سے پیدا ہوا۔ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس امت میں ایک شخص ہوگا کہ پہلے مریم کا مرتبہ اس کو ملیگا۔ پھر اس میں عیسیٰ کی روح پھونکی جائیگی تب مریم میں سے عیسیٰ نکل آئیگا یعنی وہ مریمی صفات سے عیسوی صفات کی طرف منتقل ہو جائیگا۔ [illegible] مریم ہونے کی صفت نے عیسیٰ ہونے کا بچہ دیا۔ اور اس طرح پر ابن مریم کہلائیگا۔ جیسا کہ براہین احمدیہ میں [illegible] میرا نام مریم رکھا گیا"

جلد ۵ | مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ و یکشنبہ ۱۲/۱۶ رجب ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۲۴/۲۸ اپریل ۱۹۱۸ء | نمبر ۸۱/۸۲

ملفوظات حضرت مسیح موعود ؑ

حقیقت روح القدس

کسی شخص کا سوال پیش ہوا کہ آپ نے جبرئیل کے متعلق جو تحریر کی ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آپ کا خیال بھی سید احمد کی طرح ہے کہ روح الامین انسان کے اندر ہی ہے۔ اور اس کے سوائے کوئی اور روح القدس اور جبرئیل نہیں +

فرمایا یہ بالکل غلط ہے۔ سید احمد کے ساتھ اس معاملہ میں ہمارے خیال کو کوئی مطابقت نہیں ہمارا منشاء یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کیطرف سے روح الامین کا نزول انسان پر اس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ انسان خود تقدس اور تطہر کے درجہ کو حاصل کر کے اپنے اندر بھی ایک حالت پیدا کرتا ہے۔ جو نزول روح الامین کے قابل ہوتی ہے۔ اس وقت گویا ایک روح الامین اوپر ہوتا ہے۔ تب ایک ادھر سے آتا ہے۔ یہ بات ہم اپنے حال اور اپنے تجربہ سے کہتے ہیں۔ نہ کہ صرف قال ہی قال ہے اس کی بجلی کے ساتھ خوب مثال مطابق آسکتی ہے۔ جب کسی جسم میں خود بھی بجلی ہوتی ہے۔ تو آسمانی بجلی اس پر اثر کرتی ہے۔ تدبر سے دیکھا جاوے تو قرآن شریف سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے +

عبادت نبی کریم صلعم

آج کل سخت گرمی پڑنے اور برسات کے نہ ہونے کا ذکر تھا۔ فرمایا۔ ایسے موقعہ پر نماز استسقٰی کا پڑھنا سنت ہے۔ میں جماعت کے ساتھ بھی سنت ادا کرونگا مگر میرا ارادہ ہے۔ کہ باہر جا کر علیحدگی میں نماز پڑھوں اور دعا کروں۔ خلوت میں اللہ تعالےٰ کے حضور عاجزی کرنے اور دعا مانگنے کا جو لطف ہے وہ لوگوں میں بیٹھ کر نہیں ہے۔ اور یہی دعاؤں کا ذخیرہ ہے۔ اسی مطلب کے واسطے میں نے باغ میں ایک چھوٹی سی مسجد بنائی ہے جس کو مسجد البیت کہنا چاہیئے۔ فرمایا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات دو رنگ کے تھے۔ ایک ظاہر اور ایک مخفی۔ آپ کی پہلی عبادت وہی تھی جو آپ نے غار حرا میں کی جہاں کئی کئی دن ویرانہ پہاڑی کی غار میں جہاں ہر طرح کے جنگلی جانور اور سانپ چیتے وغیرہ کا خوف ہے۔ دن رات اللہ تعالےٰ کے حضور میں عبادت کرتے تھے۔ اور دعائیں مانگتے تھے۔ قاعدہ ہے کہ جب ایک طرف کی کشش بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور دوسری طرف کا خوف دل سے دور ہو جاتا ہے۔ بعض عورتوں کو جو بہت ہی ڈرنے والی طبیعت کی ہیں دیکھا گیا ہے۔ کہ کسی بچے کی بیماری کے وقت اندھیری راتوں میں ضرورتاً ایسی جگہ جاتی ہیں۔ جہاں دن کو نکلنا ان کے واسطے دشوار ہے۔ ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ زلزلہ کے وقت خوف سے اونچے مکان سے نیچے کودنے لگا۔ لوگوں نے پکڑ لیا۔ جب خوف الٰہی اور محبت غالب آتی ہے۔ تو باقی تمام خوف اور محبتیں زائل ہو جاتی ہیں۔ ایسی دعا کے واسطے علیحدگی بھی ضروری ہے۔ اسی پورے تعلق کے ساتھ انوار ظاہر ہوتے ہیں اور ہر ایک تعلق ایک ستر کو چاہتا ہے +

فرمایا۔ آج کل جو بیں اور گرمی اور برسات کی کمی کسی امر کی تمہید ہے۔ جو آگے ظاہر ہوگا۔ معلوم نہیں کہ کیا ہونے والا ہے ہم تو چاہتے ہیں کہ ہر چہ بادا باد۔ مگر خدا کی ہستی دنیا پر ثابت ہو جاوے اور دین اسلام کی حقیقت ظاہر ہو جاوے خواہ کسی طرح سے ہو +

وفات مسیح اجماعی مسئلہ

ایک شخص نے سوال کیا کہ اسلامی کتب میں حیات مسیح کی بات کہاں سے آگئی۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ یہ بات ایسی ہی ہے۔ جیسا کہ ہند کے مسلمان رسوم شادی و مرگ اب تک پرانے ہندوؤں کی طرح ادا کرتے ہیں۔ جب بہت سے عیسائی اور یہودی مسلمان ہوئے۔ تو کچھ پرانے خیالات کا بقیہ ساتھ لائے۔ وہی خیالات مسلمانوں میں منتقل ہو کر اور احادیث کی غلط فہمی بھی ساتھ مل کر یہ فاسد عقیدہ پیدا ہو گیا۔ اور رفتہ رفتہ ہر طرح ہو گیا۔ ورنہ صدر اسلام میں اس کا نام و نشان نہ تھا۔ بلکہ تمام نبیوں کی موت پر اجماع تھا۔ لیکن ان لوگوں میں بھی بہتیرے ایسے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ کی موت کے قائل ہیں۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ سات دن مرے رہے اور کوئی ہمیشہ کے لئے ان کا مرجانا مانتا ہے۔ بہر حال اصل اجماع اسلامی وہ ہے جو صحابہ کے درمیان ہوا صحابہ میں سب سے پہلا اجماع اسی مسئلہ پر ہوا۔ کہ تمام انبیا فوت ہو چکے ہیں۔ بغیر اس کے صحابہ کو آنحضرت کے مرنے کے بعد کبھی صبر نہیں آسکتا تھا۔ یہ مبارک اجماع حضرت ابوبکرؓ کے ذریعہ سے ہوا۔ اور اگر کسی کو یہ وہم تھا بھی کہ نبی زندہ ہے تو وہ بھی دور ہو گیا۔ اور اس طرح آنحضرت کی موت کا صدمہ صحابہ کے دل سے اٹھا کہ نبی تو سب مرا ہی کر۔ اور اگر کسی فرد واحد کو قصور درایت کے سبب کچھ غلطی لگی ہو تو وہ بھی دور ہو گئی۔ خود خدا تعالےٰ کے کلام میں اس امر کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ کوئی آسمان پر نہیں جاتا۔ جہاں آنحضرت سے کفار نے آسمان پر چڑھنے کا معجزہ طلب کیا تو فرمایا۔ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا۔ یعنی بشر رسول کبھی کوئی آسمان پر نہیں چڑھا۔ اور فرمایا۔ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل۔ یعنی کوئی نبی نہیں جو فوت نہیں ہو چکا۔ پس اگر یہ نبی مر جائے۔ یا قتل کیا جائے۔ تو کیا تم دین سے پھر جاؤ گے۔ کتب سماوی اور تاریخ زمانہ بھی یہی شہادت دیتی ہے کوئی نظیر ایسی نہیں کہ پہلے کوئی دو چار نبی آسمان پر گئے ہوں خود مسیح نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے کہ یوحنا ہی الیاس ہے۔ ہاں جس طرح آدم موسیٰ۔ نوح اور دوسرے نبی آسمان پر گئے۔ اس طرح بے شک حضرت عیسیٰ بھی گئے جیسے کہ چنانچہ شب معراج میں آنحضرت نے سب کو آسمان [illegible]

پر دیکھا حضرت عیسےٰ کی کوئی خصوصیت نہ تھی۔ افسوس ہے کہ ان لوگوں کی قوت شامہ ہی ماری گئی ہے۔ خود زمانہ کی حالت سے بولتی ہے مگر ایسا عقیدہ رکھنا عیسائیت کی پہلی اینٹ ہے بعض لوگ میری نسبت اعتراض کر کے کہتے ہیں کہ میں نے بھی براہین میں ایسا ہی لکھا تھا۔ مگر وہ نہیں سمجھتے کہ یہی بات ہماری صداقت کی گواہ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم کوئی منصوبہ بازی نہیں کرتے خود اسی کتاب براہین میں ہمارا نام مسیح رکھا گیا اور خدا تعالےٰ کے تمام وعدے اسی کے اندر ہیں۔ اگر یہ غلطی مجھ سے براہین احمدیہ میں صادر نہ ہوتی تو ایک بناوٹ معلوم ہو سکتی تھی +

بقیہ مضمون صفحہ ۵

مشیت تو یہ ہے۔ کہ جس نتیجے کو حاصل کرنا چاہتے ہو اس کے اسباب پر عمل پیرا ہو۔ اس کے قوانین سے تعلق پیدا کرو اور اس کو حاصل کر سکتے ہی [illegible]

دعاؤں کے اندر

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان شئت کہنے سے روکا۔ کیونکہ وہاں تو خود اللہ تعالےٰ سے ایک چیز مانگ رہا ہے۔ پھر ان شئت کے کیا معنے۔ اس لئے یہ دعا کرنی ٹھیک نہیں کہ اللھم اغفر لی ان شئت اے اللہ اگر تو چاہے تو بخش دے۔ یہ جائز نہیں۔ ہاں خود کوئی کام کرنا ہو تو ان شاء اللہ ضرور کہے۔ کیونکہ اس کی مشیت و قوانین کے مطابق تمام کام ہوتے ہیں۔ ورنہ بات فی الحقیقت یہی سچ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو ارادہ اور اختیار دیا ہے۔ اور انسان اپنے ارادہ اور اختیار سے ایک کام کو کر سکتا ہے۔

یہ ہرگز صحیح نہیں کہ بد آدمی کوئی نیکی کے کام کر سکتے ہی نہیں۔ کر سکتے ضرور ہیں۔ لیکن کرتے نہیں۔ اس لئے ایسے خیالات جو اکثر نیکیوں سے محروم رکھتے ہیں۔ ان کو نکال دینا چاہئے۔ اللہ تعالےٰ کی مشیت وہی ہے جس کو اس نے خود بیان کر دیا۔ اور اپنے قوانین بتا دیئے ہیں۔

قوانین ہی اسکی مشیت ہے

جو جس قانون پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اس کے مطابق پھل پاتا ہے۔ اس لئے بعض ایسے خیالات اگر کسی کے اندر ہوں تو ان کو دماغ سے نکال دینا چاہئے۔ انسان خود ارادہ اور اختیار رکھتا ہے۔ شیطان اس پر غالب ہے لیکن رکھنا پھر بھی ضرور ہے +

اخبار احمدیہ

گذشتہ ہفتہ اور اتوار کو سیر و میں جلسہ تھا جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ حضرت مولینا صدر الدین صاحب [illegible] شامل ہوئے [illegible] اس ہفتہ اور اتوار کو [illegible] جہاں [illegible] صاحب و حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب [illegible] ڈاکٹر مرزا صاحب [illegible]

صنعت کاغذسازی اور مسلمان

معزز معاصر "مشیر دکن" لکھتا ہے کہ یہ صحیح ہے۔ کہ تمدن کے ابتدائی دور میں کاغذ کی بجائے رق (یلسی) لکڑی کے تختے۔ چمڑے۔ چوڑی ہڈیاں ٹھیکرے اور پام کے درخت کے پتے۔ کپڑے (قباطی) ہردی (پاپیرس) وغیرہ تحریر کے کام میں لائے جاتے تھے مگر چونکہ اس زمانہ میں تحریر کا مواد وسالہ کچھ زیادہ نہیں تھا۔ اس لئے مندرجہ بالا چیزوں سے ضرورت تحریر آسانی سے پوری ہو جاتی تھی۔ امتداد زمانہ کے ساتھ تمدن میں جیسے جیسے ترقی ہوتی گئی تحریر کا مواد اور سالہ بھی بڑھتا گیا۔ اور اسکی زیادتی کے سامنے مندرجہ بالا چیزیں اسکے لئے بالکل غیر مکتفی قرار پائیں اور ان سے ضرورت تحریر کے پورا ہونے میں دقت و دشواری پیش آنے لگی۔ اس مشکل کو حل کرنے کی غرض سے انسان کا غور و فکر کسی ایسی چیز کی ایجاد کی جانب متوجہ ہوا جس سے ضرورت تحریر خاطر خواہ پوری ہو سکے۔ چنانچہ چینیوں نے جو دنیا کے نہایت ابتدائی دور میں علم و حکمت کے علم بردار تھے کاغذ جیسی مفید چیز کی ایجاد سے مشکلات تحریر کی مہم کو سر کیا۔ اور پھر بتدریج انہوں نے کاغذ سازی کے فن میں وہ کمال پیدا کیا۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت کے قبل ہی اس فن کے وہ استاد تسلیم کئے جانے لگے تھے۔ اور مملکت چین کو کاغذ سازی کی صنعت میں درجہ امتیاز حاصل ہو چکا تھا۔

چھٹی صدی مسیحی میں نیر اسلام طلوع ہوا۔ اور جیسے جیسے اسکی شعاعیں تیز ہوتی گئیں۔ اسلامی تمدن کا نور اپنی سرعت رفتار سے ہر کہیں پھیلتا گیا۔ لیکن مسلمانوں نے اپنے تمدن کے ابتدائی دور میں ضرورت تحریر کے محدود ہونے کے باعث کاغذ کو تحریر کے مصرف میں لانے کی چنداں پروا نہ کی البتہ جس وقت عباسی حکومت کا دور آیا اور مسلمانوں کی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا۔ تو انہوں نے اپنی بڑھتی ہوئی ضروریات تحریر کا سرانجام پانا کاغذ کو مصرف تحریر میں لانے کے بغیر دشوار سمجھا۔ اور بمقتضائے ضرورت ان کو بھی اس مشکل کے حل کرنے کیلئے کاغذ کے استعمال کی جانب متوجہ ہونا پڑا۔

مسلمانوں میں کاغذ سازی کی صنعت کے رواج پانے کی ابتدا فتح سمرقند کے وقت سے ہوئی۔ سمرقند کے مسلمانوں کے قبضہ میں آنے کے وقت کاغذ سازی کی صنعت وہاں موجود تھی۔ سمرقند کے باشندوں سے مسلمانوں نے کاغذ بنانا سیکھا۔ اور جب عباسی حکومت کی روز افزوں فتوحات نے ضروریات تحریر کے دائرہ کو وسعت دی۔ تو خود مسلمانوں کو کاغذ سازی کے کارخانے قائم کرنے کی سوجھی اور انہوں نے خلافت عباسیہ کے مدبر وزیر اعظم فضل برمکی کے ایماء سے بغداد اور شام کے دیگر بلاد میں کاغذ سازی کے کارخانے قائم کرکے اس فن کو اس اوج کمال پر پہنچایا کہ جسکی نظیر اس سے قبل کے کسی زمانہ میں نہیں ملتی۔ اسی وقت سے گویا دنیا کے دیگر ممالک میں کاغذ سازی کی صنعت کا رواج ہوا یہانتک کہ ممالک یورپ بھی کاغذ سازی کے فن میں مسلمانوں ہی کے زیر منت احسان نظر آتے ہیں چنانچہ تاریخی روایات اس بات کی شاہد ہیں کہ قرون وسطیٰ دقرون مظلمہ میں جب یورپ غفلت و جہالت کی خواب گراں سے بیدار ہوا ہے تو سب سے پہلے اس نے جو کاغذ استعمال کیا ہے وہ ملک شام ہی کا بنا ہوا تھا جسکو فرنگی زبان میں "چارٹا دمسکین" دمشقی کاغذ کہتے تھے۔ جب اموی سلطنت کا پھریرا اندلس میں گاڑا گیا اور مسلمان وہاں جا کر اقامت گزین ہوئے تو انہوں نے مملکت ہسپانیہ میں بھی کاغذ سازی کے فن کو رواج دیا اور اسکے تمام بڑے بڑے شہروں میں کاغذ سازی کے کارخانے قائم کئے جو اموی سلطنت کے خاتمہ تک انکی نگرانی میں کامیابی کیساتھ چلتے رہے۔ جب انقلاب کی بادصرصر سے سپین میں سلطنت اموی کا چراغ گل ہوا اور مملکت ہسپانیہ یورپین اقوام کے قبضہ میں آئی تو انھوں نے بھی ان کارخانوں کو درہم برہم کرنا گوارا نہیں کیا اور انکو ویسے ہی بدستور قائم رہنے دیا گیا انہی سے کاغذ سازی کا فن سیکھ کر یورپ والوں نے اسکو دیگر بلاد فرنجیہ میں رواج دیا جسکو ممالک یورپ میں آئندہ چلکر کلوں کی بدولت وہ اوج و کمال حاصل ہوا کہ تقریباً تمام متمدن دنیا میں یورپین کارخانجات کا کاغذ سازی ہی سے کاغذ کی سربراہی ہونے لگی۔

ہندوستان میں بھی کاغذ سازی کی صنعت شاہان اسلام کی احسانمند اور منت گزار پائی جاتی ہے چنانچہ اسوقت اورنگ آباد۔ حیدرآباد۔ دولت آباد وغیرہ میں کاغذیوں کے جو خاندان دیکھے جاتے ہیں وہ مسلمان ہی ہیں اور کشمیر نے ایک زمانہ میں جو کاغذ سازی کی صنعت میں نام پیدا کیا تھا۔ وہ بھی مسلمان صناعوں کی وجہ سے پیدا کیا تھا۔

افسوس اور حسرت کا مقام ہے کہ کاغذ سازی کی وہ صنعت جو ایک زمانہ میں گویا مسلمانوں کے گھر کی لونڈی تھی آج مسلمان اس سے اسقدر بیگانہ ہیں کہ انکو اپنے اور اسکے مذکورہ بالا تعلقات کی بھی عام طور پر خبر نہیں ہے۔ صناعت کاغذ سازی کی مختصر سی تاریخ بیان کرنے سے اس مضمون میں ہمارا مقصد یہ ہے کہ صنعت کاغذ سازی کو زمانہ قدیم سے مسلمانوں کیساتھ جو خصوصیت رہی ہے اسکو یاد دلا کر حیدرآباد کی اسلامی ریاست کو خاص طور پر صنعت کاغذ سازی کی ترقی کا شوق دلایا جائے اسکو اسوقت اسطرف توجہ مبذول کرنیکا موقع بھی اچھا حاصل ہے کیونکہ اس نے حال میں ایک سررشتہ صنعت

الاسلام

عورت اور عورت کے حقوق بزبان اسلام

از قلم جناب شیخ منیر حسین صاحب قدوائی
گذشتہ سے پیوستہ

طلاق

مندرجہ ذیل ممالک میں طلاق جائز سمجھا گیا ہے اور ان میں مرد و عورت کے حقوق میں کوئی خاص تمیز نہیں کی گئی:۔

آسٹریا (صرف پراٹسٹنٹوں کے لئے) ڈنمارک۔ فرانس۔ جرمنی ہنگری۔ (پراٹسٹنٹوں یونانیوں اور یہودیوں کیلئے) ناروے سویڈن سوئٹزرلینڈ۔ رومانیا اور سرویا (؟) لعینہ اسی قسم کا قانون نٹال۔ کیپ بیپا دلس (؟)۔ نیوزیلینڈ اور نیو ساؤتھ ویلز میں مروج ہیں ان میں سے آخری دو جگہوں میں بعض شرطیں زائد کی گئی ہیں مثلاً یہ کہ صرف وہاں کے وہ باشندے ان قوانین سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو اسکو اپنا وطن بنالیں اور امریکہ کی ریاستہائے متحدہ میں مرد و عورت کو وجوہات طلاق میں ایکدوسرے کے مساوی سمجھا گیا ہے یہ ایک بے جوڑ سی بات معلوم ہوتی ہے کہ صرف انگلستان میں ہی قانون طلاق کی رو سے عورت ایک قسم کی تعذیر کے ماتحت رہتی ہے اگر ایک عورت کبھی بھولے سے ایک اخلاقی قانون کو توڑے تو اس کا خاوند بلا کسی شور و شر کے طلاقنامہ حاصل کر سکتا ہے لیکن برخلاف اسکے اگر ایک خاوند کھلم کھلا اور بار بار ایک فعل شنیع کا مرتکب ہو۔ تو پھر بھی اس عورت کے لئے یہ بالکل ناممکن ہوگا کہ کسی طرح وہ عقد نکاح سے آزاد ہو کر اس سے اپنا پیچھا چھڑا سکے۔ ہاں سکاٹلینڈ کی عورتیں ان حالات کے ماتحت طلاق حاصل کر سکتی ہیں۔

مسز دیب جو لندن میں ڈیوسیزن اور پروینشن ایسوسی ایشن کی کمیٹی کی ممبر ہیں۔ انہوں نے رائل کمیشن کے سامنے بہت ہی دلچسپ شہادت پیش کی ان کے خیال میں طلاق کا حق مرد و عورت کو یکساں و بنیاد اخلاقی اور گناہ کو رد کرنے کے لئے ایک بہت کارآمد ذریعہ ثابت ہوگا۔ انہوں نے بیان کیا:۔

میرے پاس اس قدر پُر زور اور جوشیلے الفاظ نہیں جن سے میں اپنے خیالات کا اظہار اس بے انصافی کی بابت کر سکوں جو مرد اور عورت کی اخلاقی حدبندی میں برتی گئی ہے۔ جس چیز نے مجھے یہ کام کرنے کی ترغیب دی۔ جو میں آجکل کر رہی ہوں۔ وہ یہ تھی۔ کہ بحیثیت ایک جوان شادی شدہ عورت ہونے کے مجھے یہ معلوم ہوا۔ کہ ایک مرد تو کھلم کھلا ایک قابل نفریں زندگی بسر کر سکتا ہے لیکن اسکی معصوم بیوی کیلئے سوائے علیحدگی کے اور کوئی چارہ نہیں اور اگر خدانخواستہ عورت سے وہ لغزش ہو جائے (جو کہ اب ضرب المثل ہو چکی ہے) تو اس کا خاوند طلاقنامہ حاصل کر لیتا ہے۔ اور وہ بدنصیب عورت باوجود بچوں کی ماں ہونے کے تمام حقوق سلب کرانے پر مجبور کی جاتی ہے لوگ جب ان عورتوں کا ذکر کرتے ہیں جو بڑی عقلمندی سے اپنے خاوند کی بیوفائی سے قطع نظر کرتی ہیں۔ تو وہ عموماً اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ ایسے معاملہ میں ایک اور عورت کا تعلق بھی ہوتا ہے اور اکثر اوقات یہی وہ عورتیں ہیں جن کی مدد مجھے کرنی پڑی ہے۔

اولاد پر بھی ترس کرنے کی نیت سے بیحد شراب پینے کی عادت عورت سے قطع تعلق یا بے رحمی اسی قسم کی چند باتیں طلاق دلانے کے وجوہات ہونے چاہئیں۔

سر آرتھر کونن ڈائل صاحب موجودہ قوانین طلاق اور انکی اصلاح کے بارے میں مندرجہ ذیل رائے ظاہر کرتے ہیں:۔

وہ قانون جو موجودہ زمانے میں ایک مرد یا عورت کو ایک بیحد عادی شرابی کے ساتھ زبردستی اکٹھا رکھتا ہے۔ یا جو ایک مرد یا عورت کو تمام زندگی کیلئے ایک مخبوط الحواس یا مجرم کے ساتھ زندگی بسر کراتا ہے۔ وہ بہت ہی برا اور قابل نفرت قانون ہے یہ ہر ایک فرد بشر کے فطرتی حق کے برخلاف ہے کہ وہ ایک ایسی زندگی بسر کرنے کے لئے مجبور کیا جائے جو ناقابل برداشت ہے ہر ایک ذی فہم انسان اس بات کی صداقت کو بخوبی سمجھ سکتا ہے اور اگر مذہبی جہالت درمیان میں نہ ہو۔ تو آج ہی سب لوگ اسکو تسلیم کر لیں پیشتر (؟) ہیمرٹن نے اس مسئلہ پر مندرجہ ذیل رائے ظاہر کی ہے:۔

سنہ ۱۹۰۱ء سے لیکر آجتک برابر انگلستان میں تعداد پیدائش کم ہوتی چلی گئی ہے۔ اور جنگ سے جو شدید نقصان پہنچے ہیں ان سے آئندہ نسلوں کی جسمانی طاقت اور تعداد کو بڑا نقصان پہنچیگا۔ یہ چونکا دینے والے واقعات ہیں اور اہل فہم کے دلوں میں خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ہمکو اس کا کیا انسداد کرنا چاہئے۔ بیان یہ کیا جاتا ہے کہ اس ملک میں ۱۱ لاکھ سے زیادہ ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے خاوندوں یا بیویوں سے قطع تعلق کر لیا ہے ان میں سے بہتوں نے تو ایسے تعلقات پیدا کر لئے ہیں جنکو قانون ظاہری روا نہیں رکھتا اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ اگر ان کے پاس روپیہ ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ وہاں جاکر کسی کچہری کے ذریعہ سے طلاق حاصل کر لیتے یہ تو ہمیں پہلے ہی معلوم تھا۔ کہ کلیسیا اس کی مخالفت ضرور کریگا لیکن کیا کلیسیا نے اس مسئلہ میں ہمیشہ سے ایک ہی رویہ اختیار کیا ہے "تاریخ کی کتابوں میں ہم نے اکثر پڑھا ہے کہ ایسے وجوہات کے ماتحت عقد نکاح کو توڑا گیا ہے جو ان وجوہات سے ہرگز زیادہ مضبوط نہیں جو ہم کو آجکل درپیش ہیں۔

مباشرت کے ناقابل ہونے یا کسی اور جسمانی مرض کی وجہ سے اور بعض اوقات تو صرف سیاسی شورش کی بنا پر ان جوڑوں کو علیحدہ کیا گیا۔ جنکو یہ کہا گیا تھا کہ خدا نے انکو ہمیشہ کے لئے ملایا ہے۔ اور یقیناً ہمکو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ اگر زن و مرد کا یکجا رہنا محال اور ناممکن ہو جائے تو انکو کوئی نہ کوئی سہولت دی جانی چاہیئے۔ وہ حضرات جو اصلاح قوانین ازدواج کے مخالف ہیں ذرا اس بات کا جواب دیں کہ وہ لاکھوں مرد اور عورت جو ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں انکی تکالیف اور مصائب کو دور کرنے یا کم از کم ان میں تخفیف کرنے کے لئے کونسا نعم البدل وہ بتا سکتے ہیں!

اور وہ حضرات جو انگلستان کے قوانین طلاق میں اصلاح کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر وہ تھوڑی سی تکلیف مسلم قوانین طلاق کے معاملہ میں اٹھائیں تو بجائے اپنی اصلاحات پیش کرنے کے وہ یہ کوشش کرنے لگیں گے کہ انگلستان میں مسلم قوانین طلاق رائج کئے جائیں۔

اسلام کے قوانین طلاق کی بابت جو کچھ قرآن میں لکھا ہے اسکو مطالعہ کرتے وقت مندرجہ ذیل امور ہمیشہ مدنظر رکھنے چاہئیں۔

(۱) اسلام کا دعوےٰ ہے کہ وہ ایک عالمگیر مذہب ہے۔ ساتھ ہی وہ کسی فرد بشر کو یہ اجازت نہیں دیتا۔ کہ وہ قوانین قرآن میں کوئی تبدیلی کرے۔ اور اسی وجہ سے بالکل ناممکن تھا۔ کہ وہ کوئی خاص اور محدود شرائط سے اجازت طلاق کو مقید کرتا۔

(۲) اسلام ہرگز کسی معمولی شرائط پر طلاق کی اجازت نہیں دیتا اور چونکہ یہ مذہب اپنے پیرووں کے اندر ایک مذہبی جوش پیدا کرنے میں بہت کامیاب ہوا ہے۔ اس واسطے ان کے تمام اعمال کی نگرانی کا سامان مہیا کر دیا ہے۔

(۳) مسئلہ طلاق پر مسئلہ ازدواج اور قوانین حفاظت اولاد کے زمرہ میں ان کے پہلو بہ پہلو رکھکر غور کرنا چاہیئے۔

قرآن جو شادی کی غرض اور مقصد بتاتا ہے۔ وہ یہ ہے:۔

ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ۔ "اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی بیبیاں پیدا کیں تاکہ تم کو ان سے راحت ملے۔ تم میں پیار اور اخلاص پیدا ہو" (سورۃ الروم آیت ۲۱)

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ انسانی معاشرت کی بہبودی اور خوشنودی کیلئے ازدواج اور شادی ایک بہت ضروری بات ہے نسل انسانی کا ازدیاد اسی پر منحصر ہے اور اسی واسطے طلاق لوگوں کو خواہ مخواہ برا لگتا ہے۔ لیکن بعض حالات میں طلاق ایک نعمت غیر مترقبہ ہو جاتا ہے۔ اور بہت سے گھروں کو ناخوشی اور بدمزگی سے بچا لیتا ہے۔ جب ایک مرد و عورت کا نکاح انکے لئے اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی باعث تکلیف اور ابتلا ہو جاتا ہے تو ضرور طلاق پر عمل کرنا چاہیئے۔

ان الفاظ میں آپ نے کھول کر بتا دیا ہے۔ کہ مریم بننے اور اس سے عیسٰے پیدا ہونے سے کوئی حقیقت مراد نہیں۔ بلکہ مریمی صفات سے عیسوی صفات کی طرف منتقل ہو جانا مراد ہے۔ یعنے صفاتی رنگ میں آپ ایک وقت مریم کے مرتبہ پر تھے۔ اور دوسرے وقت پھر اللہ تعالےٰ نے نفخ روح سے آپکو عیسٰے کے مرتبہ پر کھڑا کر دیا جیسا کہ قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت دلالت کرتی ہے لیکن ان صفات صریح الفاظ کو کون دیکھے۔ وہاں تو چونکہ اعتراض کرنا ہے۔ اس لئے بس مریم ہونے اور حاملہ ہو کر عیسٰے بننے کے الفاظ کو لیکر اٹھ دوڑے اور تمسخر واستہزا سے اخبار کے کالموں کو سیاہ کر دیا۔ لیکن بہتر ہو کہ اس کے ساتھ ہی قرآن کریم میں سے بھی مندرجہ بالا آیت کو یا تو نکال دیا جائے اور یا اس کے کلام اللہ ہونے سے انکار کر دیا جائے۔ ورنہ حضرت مسیح موعود نے تو بار بار اس کو کھول کر بتا دیا ہے۔ کہ

”استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھیرایا گیا“

اور کہ درد زہ الہام یالیتنی مت قبل ھذا سے

وہ اس شور کی طرف اشارہ ہے جو ابتدا میں مولویوں کی طرف سے بہ ہیئت مجموعی پڑا اور وہ اس دعوےٰ کی برداشت نہ کر سکے۔ اور مجھے ہر ایک حیلہ سے انہوں نے فنا کرنا چاہا۔ تب اس وقت جو کرب اور قلق ناسمجھوں کا شور وغوغا سن کر میرے دل پر گذرا اس کا اس جگہ خدا تعالےٰ نے نقشہ کھینچ دیا ہے“

پھر جب یہانتک بات کو آپ نے صاف کر دیا ہے۔ اور اس بارہ میں اپنے ہر ایک الہام کو استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ایا ہے۔ نہ حقیقی طور پر اپنے مریم بننے اور اس سے عیسٰے پیدا ہونے کا کوئی ذکر کہیں کیا ہے۔ تو پھر اس کو حقیقت کی طرف سے جانے اور خواہ مخواہ موجب اعتراض بنا کر تمسخر واستہزا سے کام لینے کے کیا معنے۔ کیا ذوالفقار کا شیعی ایڈیٹر اس پر غور کریگا۔ اور ہمیں بتائے گا کہ مجازی رنگ میں آپ کا اپنے آپ کو مریم قرار دیکر مریمی صفات اپنے آپ کو کہکر مریم کی حقیقت اور مرتبہ پر لیتے آپ کو ٹھیرا کر پھر نفخ خداوندی سے جو الہام الٰہی نفخت فیک من لدنی سراج الصدق میں بیان کیا گیا ہے۔ مجازاً عیسٰے بن جانے اور عیسوی صفات اپنے اندر لینے کے بیان سے کونسا استبعاد لازم آتا ہے۔ اور اس صورت میں قرآن کریم مندرجہ بالا آیت پر بھی کیوں وہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ جو حضرت مسیح موعود کے اس بیان پر آپ میں پیدا ہوتا ہے +

کیا جبریل وحی نبوت لیکر آئے؟

الفضل کے بعض تازہ پرچوں میں میاں اکمل صاحب نے پھر اس پرانی داستان کو رٹنا شروع کیا ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود کے ۱۹۰۱ء کے بعد تبدیلی عقیدہ کا ذکر ہے۔ اور جس کے اولین مخترع میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ اس کی تو ہمیں ضرورت نہیں کہ میاں صاحب کے اس پس خوردہ کو جسے میاں اکمل اب پھر ان کے مریدین کے حلق سے نیچے اتارنا چاہتے ہیں۔ دوبارہ اگلوانے کی کوشش کریں۔ ہاں اس کی صرف ایک بات کا ہمیں یہاں ذکر کرنا ہے جو یہ ہے کہ

”پہلے تو آپ فرماتے تھے۔ کہ اگر ایک بار بھی جبرئیل وحی رسالت لیکر نازل ہو جاوے۔ تو یہ امر ختم نبوت کے منافی ہے (ازالہ اوہام) مگر پھر صاف فرما دیا کہ میرے پر جبرئیل نازل ہوتا ہے۔ اور بار بار آتا ہے۔ دیکھو الہام جاءنی ائیل واختار وادار اصبعہ واشار ان یعصمک اللہ اتی فطوبی من وجد ورأی اس پر حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۳ میں حاشیہ دیا ہے۔ کہ اس جگہ آئیل خدا تعالےٰ نے جبرئیل کا نام رکھا ہے۔ اس لئے کہ بار بار رجوع کرتا ہے“

اس کو چھوڑ کر کہ جب پہلے آپ کہہ چکے تھے۔ کہ جبرئیل کا ایکبار بھی وحی رسالت لیکر نازل ہونا امر ختم نبوت کے منافی ہے۔ تو دو بارہ اپنے اوپر جب اسکے اترنے کا ذکر کیا۔ تو وہی امر ختم نبوت باقی رہ گیا یا نہیں۔ ہم صرف پہلے اور بعد کی حقیقت پر ہی ایک نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔ میاں صاحب کا بیان ہے کہ اپنی نبوت کے متعلق حضرت مسیح موعود نے سنہ ۱۹۰۱ء میں اپنا عقیدہ بدل لیا تھا۔ اسی لئے جو الہام بھی میاں اکمل نے پیش کیا ہے وہ بھی سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد یعنے سنہ ۱۹۰۳ء کا ہے۔ لیکن ایک اور مصیبت جو آکر پڑتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر سنہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنا عقیدہ بدل لیا تھا۔ تو اس کا تو آپ کو اسی وقت پتہ لگ گیا ہوگا کہ جبرئیل مجھ پر وحی نبوت لیکر آتا ہے۔ یہ تو نہیں کہ اس کا پتہ سنہ ۱۹۰۳ء میں جا کر لگا۔ یہ الگ امر ہے۔ کہ اس کا اظہار آپ نے سنہ ۱۹۰۳ء میں کیا۔ لیکن کم از کم اس درمیانی عرصہ میں انکار بھی تو آپ نہیں کر سکتے تھے لیکن تعجب ہے۔ کہ سنہ ۱۹۰۲ء میں تحفہ گولڑویہ جب لکھتے ہیں تو اس میں پھر جبرئیل کے آنے کو ختم نبوت کے منافی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ

”........................

.....اگر حضرت مسیح سچ مچ زمین پر اتریں گے اور پینتالیس برس تک جبرئیل وحی نبوت لیکران پر نازل ہوتا رہیگا تو کیا ایسے عقیدہ سے دین اسلام باقی رہ جائیگا۔ اور آنحضرت کو ختم نبوت اور قرآن کی ختم وحی پر کوئی داغ نہ لگیگا“

یہاں تحفہ گولڑویہ میں بھی آپ صاف طور پر جبرئیل کا وحی نبوت لیکر آنا ختم نبوت کے منافی قرار دیتے ہیں۔ اب اگر یہ صحیح ہے۔ کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنا عقیدہ بدل لیا تھا۔ اگر آپ کو معلوم ہو گیا تھا۔ کہ ختم نبوت کے بعد بھی جبرئیل کا وحی نبوت لیکر آنا بند نہیں ہوا۔ جیسا کہ میاں اکمل نے ایک الہام کو پیش کر کے اپنے حسب مطلب نتیجہ نکالا ہے۔ تو پھر سنہ ۱۹۰۲ء میں اس سے انکار کرنے کے کیا معنے تعجب ہے۔ کہ ایک سال پیشتر تو خود اپنی غلطی کو بقول میاں صاحب محسوس کرتے اور اس کا ازالہ کرتے ہیں۔ اور سابقہ عقیدہ کو کہ جبرئیل وحی نبوت لیکر نہیں آسکتا بدل دیتے ہیں لیکن اس کے دوسرے ہی سال پھر اسی جبرئیل کے آنے سے انکار کرتے اور اسے ختم نبوت کے منافی بتاتے ہیں۔ اور پھر تیسرے سال الہام ہوتا ہے۔ کہ میرے پاس جبرئیل آیا عجیب گورکھدھندا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کی پوزیشن کو بالکل ملیامیٹ کرنے والا ماخذ غور کرنا چاہئے کہ اگر جبرئیل کا آنا سنہ ۱۹۰۱ء میں معلوم ہو گیا تھا۔ تو سنہ ۱۹۰۲ء میں کیوں اسے ممنوع قرار دیا۔ اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ عقیدہ آپ نے کوئی نہیں بدلا۔ یہ محض میاں صاحب ہی کی ایجاد ہے۔ باقی رہا الہام جاءنی آئیل اور اس کے معنے کہ جبرئیل میرے پاس آیا اس سے بھی کوئی عقیدہ کا بدلنا لازم نہیں آتا۔ یہاں کہیں نہیں فرمایا کہ جبرئیل وحی نبوت یا رسالت لیکر آیا۔ اور محض جبرئیل کے آنے سے آپ نے پہلے بھی کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ مومنین کی تائید کے لئے ہمیشہ جبرئیل کا آنا ضروری قرار دیا ہے +

اسلام کس طرح پھیلتا ہے

مہاشہ لکھشمیدت صاحب ایڈیٹر مسافر آگرہ کچھ دنوں سے اشاعت دھرم کے خیال سے برہما گئے ہوئے ہیں۔ جہاں کے حالات آپ اپنے اخبار کے ناظرین کو بالتفصیل سناتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک تازہ نمبر میں انہوں نے برہما میں اسلام کی اشاعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ برہما کی تمام تجارت ہندوستانی مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور مسلمان دھڑا دھڑ برہمی عورتوں سے شادیاں کر کے انہیں مسلمان بنا رہے ہیں۔ ان کی اولاد سے مسلمان لڑکیاں تو اپنے ہمقوموں کو دیتے ہیں۔ اور لڑکوں کی شادیاں پھر برہمی عورتوں سے کروا دیتے ہیں۔ اور اپنی اولاد کو مذہبی تعلیم دیکر کٹر مسلمان بناتے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ برہما میں جہاں کچھ عرصہ پہلے بودھوں کے سوا کسی دوسرے مذہب کے پیرو نہ پائے جاتے تھے۔ آج ایک اور مسلمان قوم جسے زربادی کہا جاتا ہے پیدا ہو گئی ہے۔ زربادی مسلمانوں کی اس اولاد کو جو برہمی عورتوں سے پیدا ہو کہا جاتا ہے۔ اور اب دن بدن برہمی عورتیں اور ان کی اولاد مسلمان ہوتی جا رہی ہے جس سے ایک دن تمام برہما کے مسلمان ہو جانے کا گمان کیا جاتا ہے +

اس سے پیشتر کہا جاتا تھا۔ اور اب بھی اسی پرانی لے کو دوہرایا جاتا ہے۔ کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ معلوم نہیں برہمی مسلمانوں کے ہاتھوں میں کونسی تلوار ہے۔ برہمی عورتوں کا صرف مسلمانوں ہی سے شادی کرنا اور مسلمان ہو جانا یونہی نہیں ہو سکتا اپنے ہم قوموں میں شادی سے پرہیز آخر کسی برائی کیوجہ سے ہی ہے اور مسلمانوں کی طرف ان کا رجوع سوائے اس کے نہیں۔ کہ انکی خوبیوں اور اسلام کی پاکیزگی کے سبب سے ہی ہوگا۔ اس لئے ایڈیٹر صاحب مسافر آگرہ کو اس چشم دید نظارہ سے سبق عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ اسلام پر بزور شمشیر پھیلنے کا اتہام کس قدر ہیچ ہے اور ایک پرکاہ کے برابر بھی وقعت دینے کے قابل نہیں +

زندگی کا جوش

اتراکھنڈ کوئی جگہ علاقہ بدری ناتھ میں ہے وہاں کہا جاتا ہے۔ کہ بہت سخت قحط ہے یہانتک کہ ایک روپیہ سیر آٹا بھی مشکل ہاتھ آتا ہے۔ ایسی خبر کو سن کر عیسائی اور آریہ فوراً وہاں جانے لگے ہیں بلکہ چلے بھی گئے ہیں اسکے ساتھ ہی آریہ اخبارات میں روپیہ کے لئے اپیلیں پر اپیلیں شائع ہو رہی ہیں۔ سوامی شردھانند یعنے مہاتما منشی رام جی نے اخبار تیج میں دس ہزار روپیہ کے لئے اپیل کی ہے جس کو پورا کرنے کے لئے اکثر آریہ نوجوانوں نے اپنی اغذیہ اور دیگر ضروریات میں کمی کر کے کچھ کچھ بچانا شروع کیا ہے۔ اور پیسہ پیسہ جوڑ کر مہاتما صاحب کو بھیج رہے ہیں۔ جنہوں نے فی الحال ایک دو آدمیوں کو وہاں کے حالات کو بچشم خود دیکھنے کے لئے بھیج بھی دیا ہے۔ ہندو سبھا نے بھی اس غرض سے ایک امدادی فنڈ کھولا ہے۔ اور تحقیقات حالات کے لئے بہت سے معتبر والنٹیر وہاں بھیجے ہیں۔ لیکن مسلمان ہیں کہ انہیں پتہ تک نہیں۔ وہ جانتے بھی نہیں۔ کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ اور انکا کیا فرض ہے۔ کیا مسلمانوں پر فرض نہیں کہ وہ بھی کم از کم ان علاقوں میں جہاں قحط کی وجہ سے لکھو ہم مذہب افراد عیسائیت اور آریہ سماج کی نذر ہو رہے ہیں۔ ان کی امداد کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ اور اتراکھنڈ وغیرہ میں بھی امداد کا ہاتھ بڑھا کر اسلامی ہمدردی کا ثبوت دیں۔ مگر وہ تو زندگی کا جوش ہے جو ہندوؤں اور عیسائیوں کو ابھار رہا ہے مسلمان افسوس ہے کہ عملی طور پر زندگی کو جواب دے چکے ہیں۔ ورنہ زبانی باتیں بنا لے گیا کچھ ہاتھ پاؤں ہلانے کی سکت بھی ان میں باقی ہوتی +

حضرت مولوی نورالدین صاحب کا ایک ضروری خط

جام پور ضلع ڈیرہ غازیخان سے ہمارے مکرم دوست نور محمد صاحب داروغہ نہر نے ایک خط ہمارے پاس برائے اشاعت بھیجا ہے جو حضرت مولینا نورالدین صاحب کیطرف سے مفتی فضل الرحمن صاحب نے مولوی جان محمد صاحب گداز کے اس سوال کے جواب میں کہ شیعوں کو کیوں خارج از اسلام نہ سمجھا جائے اور انکے ذبیحہ کو حرام قرار نہ دیا جائے اور ان پر لعنت نہ کی جائے لکھا تھا۔ اصل کارڈ ہم ذیل میں بجنسہ نقل کئے دیتے ہیں۔ اور مفتی فضل الرحمن صاحب سے بالخصوص یہ دریافت کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ کارڈ آیا حضرت مولانا رضی اللہ عنہ کے حکم سے لکھا تھا یا نہیں بصورت اثبات حضرت مولینا اور آپکا بھی اسوقت کا مذہب ثابت ہے کہ موجودہ عقاید کے خلاف تھا اور اگر خود بخود آپنے جواب دیدیا تھا۔ تو بھی کم از کم آپکا اپنا مذہب موجودہ غالباً عقاید سے مختلف تھا اصل کارڈ حسب ذیل ہے جسکا بشرط ضرورت عکس بھی دیا جا سکتا ہے

قادیان ۲۴ جون سنہ۱۰ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپکا خط پہنچا جس کو پڑھکر میرا دل کانپ گیا۔ آپکا طرز اسلامی اخلاق سے بہت دور چلا گیا شیعہ کو ناپاک کا لفظ کہنا اور لعنت کرنا میرے نزدیک ایسے ناپسند ہیں کہ پڑھکر دیر تک گھبرا اٹھا۔ آخر وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے۔ نمازوں کو فرض جانتے۔ اللہ رسول اور فرشتوں اور عاقبت کو مانتے ہیں۔ اس کو خیال کرنا بھی ضروری ہے۔ اسیطرح میں انکے ذبیحہ کو حلال یقین کرتا ہوں۔ ہرگز حرام نہیں کہتا۔ ذبیحہ مسلمان کا جو بسم اللہ اللہ اکبر کہکر ذبح کرے اس میں کیا تامل ہے میں شیعہ ہوں اور نہ میں انکو پسند کرتا مگر اتنا تعصب مجھے پسند نہیں۔ ان میں صلحا بھی ہیں۔ امام بخاری نے ان کے بعض راویوں سے حدیثیں بیان کی ہیں۔ مومن کو خدا کا خوف ضروری ہے والسلام

از اللہ کے بقلم فضل الرحمن

اگر آپکو اتنے سے فائدہ نہ ہو تو پھر دلائل بھی لکھدینگے۔ آپکا خط دیکھکر میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں نورالدین

ہمیں مخالفت میں حد بندی ضروری ہے۔

اس کارڈ پر ۲۴ جولائی سنہ۱۰ء کی مہر ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ حضرت مولینا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ اور قادیان کے دیگر اشخاص کا یہ مذہب ہرگز نہ تھا کہ کوئی شخص محض انکار مسیح موعود کی وجہ سے کافر ہے ورنہ صاف لکھدیتے کہ خارج از اسلام سمجھنا کیا معنے وہ اور تمام باقی مسلمان بھی پہلے ہی سے مسیح موعود کو نہ ماننے کیوجہ سے خارج از اسلام ہو چکے ہیں لیکن نہیں اسکے صریح خلاف آپ شیعوں کو بھی نہ صرف مسلمان بلکہ اللہ رسول اور فرشتوں کو ماننے والا قرار دیتے ہیں جس سے یہ بھی صاف ہو گیا۔ آپ حضرت مسیح موعود کو رسول نہیں سمجھتے تھے ورنہ سلسلہ رسالت کا ماننا ضروری سمجھتے اور انہیں تمام رسولوں کا ماننے والا قرار نہ دیتے۔ اس کارڈ کو پڑھو اور بار بار پڑھو کس قدر رونا آپکے شیعوں تک کافر کہنے پر ظاہر کیا ہے۔ چہ جائیکہ اب یہاں جہاں کے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھیرایا جا رہا ہے

نبوت مسیح موعود علیہ السلام

پرچہ پیر مدثر شاہ صاحب جو بر موقعہ مناظرہ بدرملہی انہوں نے پڑھ کر سنایا

گذشتہ سے پیوستہ

وہ حوالہ جس سے نبوت ثابت کی جاتی

اب میں اس حوالہ کو شروع کر لیتا ہوں جس سے نبوت ثابت کی جاتی ہے - اور ساتھ ساتھ کسی قدر تشریح بھی کروں گا۔ فرمایا:۔

"اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوے کیا ہے۔ حالانکہ یہ اُن کا سراسر افتراء ہے - بلکہ جس نبوت کا دعوے کرنا قرآن شریف کے رو سے منع معلوم ہوتا ہے۔ ایسا کوئی دعوے نہیں کیا گیا۔ صرف یہ دعوے ہے کہ ایک پہلو سے میں اُمتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلعم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں۔"

اب اس حوالہ سے صاف طور پر دعوے نبوت سے انکار کیا گیا ہے اور اگر کچھ دعوے کیا گیا ہے تو یہ کہ میں ایک پہلو سے اُمتی اور ایک پہلو سے نبی - اور یہ میں اللہ تعالے کے فضل سے ثابت کر آیا ہوں۔ کہ ایک پہلو سے اُمتی اور ایک پہلو سے نبی محدث ہوتا ہے جو محدثیت کا تو مدعی ہوتا ہے۔ مگر نبوت کا مدعی نہیں ہوتا - جیسے کہ اس حوالہ میں بھی دعوے نبوت سے انکار کیا ہے - اور جو لوگ آپ کی طرف دعوے نبوت منسوب کرتے ہیں - اُن کے حق میں فرمایا - کہ تم مجھ پر افترا کرتے ہو - مگر ہمارے بزرگ دو پیش کرتے ہیں - کہ

نبوت دو قسم

کی ہوتی ہے - ایک تشریعی - دوم غیر تشریعی۔

تشریعی نبوت تو بند ہے - مگر غیر تشریعی نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ اور مانتے ہیں - کہ مرزا صاحب نے غیر تشریعی نبوت کا دعوے کیا ہے۔ میں تعجب سے لکھتا ہوں کہ جب کبھی مخالف نے مرزا صاحب پر یہ الزام نہیں لگایا کہ آپ نے نبوت تشریعی کا دعوے کیا ہے تو مرزا صاحب کیوں ایسی بات کو اُن کی طرف منسوب کرتے ہیں جو معترضین کے ذہن میں بھی نہیں ہے - اور اگر مان بھی لیا جائے کہ مرزا صاحب نے غیر تشریعی نبوت کا دعوے کیا ہے - تو پھر باوجود اس کے وہ کیوں اسے حقیقۃ الوحی لکھتے ہیں کہ میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا اور میں صرف نبی نہیں - پس معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے

غیر تشریعی نبوت کا بھی دعوی نہیں کیا

اگر وہ تشریعی نبی تھے - تو اُن کو یہ لکھنا چاہئے تھا کہ میں نبی کہلا سکتا ہوں۔ نہ یہ کہ میں نبی نہیں کہلا سکتا جب خود آپ کا یہ فیصلہ ہے تو آپ کے اخبارات میں نبی کیوں لکھتے رہتے ہیں آپ کو تو چاہئے تھا کہ حضرت صاحب کے لٹریچر کی اشاعت کرتے اور حق جانشینی ادا کرتے نہ کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی وغیرہ مکفرین علماء کے لٹریچر کی اشاعت کرتے - تحقیق امر یہ ہے کہ یہی حضرت مرزا صاحب کے اس فقرہ کا مطلب ہے جو فرمایا - کہ

"بلکہ جس نبوت کا دعوے کرنا قرآن شریف کے رو سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعوے نہیں کیا گیا۔"

مسیح موعود کا فیصلہ نبوت تشریعی اور غیر تشریعی کے متعلق

اب یہ دیکھنا چاہئے - کہ آیا کسی جگہ حضرت صاحب نے یہ لکھا ہے کہ قرآن شریف کے بعد سے فلاں قسم کی نبوت بند ہے اور فلاں قسم کی جاری ہے - سو میں ناظرین کے سامنے چند حوالے پیش کرتا ہوں۔

"بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کیلئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے - مگر اس بات کو بحضور دل یاد رکھنا چاہئے کہ یہ نبوت جس کا ہمیشہ کے لئے سلسلہ جاری رہیگا نبوت تامہ نہیں بلکہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے۔" (توضیح المرام صفحہ ۱۰)

لیجئے صاحب - اب فیصلہ ہو گیا کہ قرآن شریف کے رو سے جو نبوت مل سکتی ہے وہ جزوی نبوت ہے - جس کا دوسرا نام محدثیت ہے۔

ہے - اور جس میں صرف مبشرات ہوتی ہیں - لیکن جو بند ہے اس کا نام ہے نبوت تامہ کاملہ۔

"قولہ - احادیث میں نازل ہونے والے عیسٰے کو نبی اللہ کے نام سے پکارا گیا ہے - تو کیا قرآن اور حدیث سے ثابت ہو سکتا ہے کہ محدث کو بھی نبی کہا گیا ہے؟"

"اقول - عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے معنے صرف پیشگوئی کرنے والے کے ہیں جو خدا تعالے سے الہام پا کر پیشگوئی کرے - پس جبکہ قرآن شریف کے رو سے ایسی نبوت کا دروازہ بند نہیں ہے جو بتوسط فیض و اتباع آنحضرت صلعم کسی انسان کو خدا تعالے کی طرف سے شرف مکالمہ اور مخاطبہ حاصل ہو اور وہ بذریعہ وحی الٰہی مخفی امور پر اطلاع پائے۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۱)

معترض کہتا ہے کہ حدیثوں میں مسیح موعود کو نبی اللہ کہا گیا اور آپ نبی کے معنے محدث کے کرتے ہیں تو کیا قرآن شریف میں کہیں نبی کو محدث کہا گیا ہے - جواب یہ دیتے ہیں کہ قرآن شریف اور آنحضرت صلعم کی تابعداری سے انسان کو الہام الٰہی حاصل ہو سکتا ہے اور عربی لغت کی رو سے ملہم کو نبی کہہ سکتے ہیں - گویا

نبی اور محدث کی اس طرح پر تطبیق

دے دی - کہ

محدث کو لغت کی رو سے نبی کہہ سکتے ہیں

گویا حضرت صاحب نے فیصلہ کر دیا کہ حدیث میں لفظ نبی صرف لغوی لحاظ سے ہے - چنانچہ ان کی چند اور تحریرات نقل کرتا ہوں۔

"یہ خدا کا رسول ہے نبیوں* کے حلوں میں۔

* حاشیہ - یہ الفاظ بطور استعارہ ہیں - جیسا کہ حدیث میں بھی مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کو خدا بھیجتا ہے - وہ اُس کا فرستادہ ہی ہوتا ہے - اور فرستادہ کو عربی میں رسول کہتے ہیں - اور جو غیب کی خبر خدا سے پا کر دیوے اُسکو عربی میں نبی کہتے ہیں اسلامی اصطلاح کے معنے الگ ہیں اس جگہ محض لغوی معنے مراد ہیں۔" (اربعین نمبر ۲ - صفحہ ۱۸ و ۱۹ - حاشیہ)

"اور حدیثوں کے پڑھنے والوں نے یقیناً یہ بڑی بھاری غلطی کھائی ہے کہ صرف عیسٰے یا ابن مریم کے لفظ کو دیکھ کر اس بات کا یقین کر لیا ہے کہ مسیح فی الحقیقت وہی ابن مریم آسمان سے نازل ہو جاویگا - جو رسول اللہ تھا - اور اس طرف خیال نہیں کیا کہ اُس کا آنا گویا دین اسلام کا دُنیا سے رخصت ہونا ہے - یہ تو اجماعی عقیدہ ہو چکا - اور مُسلم میں اس بارہ میں حدیث بھی ہے کہ مسیح نبی اللہ ہونے کی حالت میں آئیگا - اب اگر مثالی طور پر مسیح یا ابن مریم کے لفظ سے کوئی اُمتی شخص مُراد ہو جو محدثیت کا مرتبہ رکھتا ہو - تو کوئی بھی خرابی لازم نہیں آتی کیونکہ محدث من وجہ نبی ہی ہوتا ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۳)

"آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مُسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کے رو سے ہے جو صوفیاء کرام کی کتابوں میں مُسلّم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا۔" (انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۸)

"ایسے ہی لا نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا - یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے - جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے۔" (سراج منیر صفحہ ۳)

"یہ بھی یاد رہے کہ مُسلم میں مسیح موعود کے حق میں نبی کا لفظ بھی آیا ہے - یعنے بطور مجاز و استعارہ کے۔" (ایام الصلح صفحہ ۷۵)

"اب ان تمام اشارات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ (حضرت مسیح) واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کے منصب سے متصف نہیں ہوگا - ہاں نبوت ناقصہ اُس میں پائی جاویگی جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۶۶)

"از انجملہ ایک یہ ہے - کہ مسیح موعود جو آنیوالا ہے اُس کی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا یعنی خدا تعالے سے وحی پانے والا - لیکن اس جگہ نبوت تامہ کاملہ مُراد نہیں کیونکہ نبوت تامہ کاملہ پر مہر لگ چکی ہے بلکہ وہ نبوت مراد ہے - جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے - جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتی ہے - سو یہ نعمت خاص طور پر اس عاجز کو دی گئی ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۵۹)

"یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ باوجودیکہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں - پھر کسی وقت دوسرا نبی آ جائے اور وحی نبوت شروع ہو جائے کیا یہ امور حکم نہیں کرتے کہ اس حدیث کے معنے کرنے کے وقت ضرور یہ کہ الفاظ کو ظاہر سے پھیرا جائے۔" (ایام الصلح صفحہ ۱۴۶)

"اس کے مقابل پر یہی مسلم کی ظنی حدیث پیش کی جاتی ہے جس پر صدہا شبہات چیونٹیوں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں اور جو ظاہری الفاظ کے رو سے صریح قرآن شریف کے متناقض اور اُس کی ضد پڑی ہوئی ہے ......

کیا مسیح کی روایت کے لئے قرآن چھوڑ دیں اور ایک ذخیرہ دلائل کو اپنے ہاتھ سے پھینکدیں - یہ بھی ہمارا مُسلم پر احسان ہے کہ ہم نے تاویل سے کام لیکر حدیث کو مان لیا ورنہ تناقض کے وقت ہمارا حق تو یہ تھا کہ اس حدیث کو موضوع ٹھیرا دیتے۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۷۴ پہلا ایڈیشن و صفحہ ۶۵ دوسرا ایڈیشن)

"وہ دمشقی حدیث جو امام مسلم نے پیش کی ہے خود مُسلم کی دوسری حدیث سے ساقط الاعتبار ٹھیرتی ہے - اور صریح ثابت ہوتا ہے کہ نواس راوی نے اس حدیث کے بیان کرنے میں دھوکا کھایا ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۲)

اب میں پھر اپنے مطلب کیطرف توجہ دلاتا ہوں - کہ قرآن شریف کے رو سے محدثیت منع نہیں ہے ہاں نبوت منع ہے - مگر ہمارے دوست یہ کہتے چلے جاتے ہیں کہ تشریعی نبوت منع ہے - اور غیر تشریعی نبوت جاری ہے - اور جاری بھی ایسی کہ سوائے مرزا صاحب کے آج تک کسی اور کو نہیں ملی - جس حدیث نبی اللہ والی کو آپ پیش کرتے ہیں اُس کی نسبت حضرت صاحب کا فیصلہ تو سُن چکے اب اس کے خلاف کیا بات ہم سے منوانی چاہتے ہو کیا قرآن شریف میں آپ نے نہیں پڑھا - الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین امنوا وکانوا یتقون لھم البشرٰی فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاخرۃ لا تبدیل لکلمٰت اللہ ذالک ھو الفوز العظیم - یعنی اولیاء اللہ کو اسی دُنیا میں بکثرت مبشرات ملتی ہیں - اور کیا حدیث نبوی میں نہیں دیکھا - کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات

"اور نبی سے مراد صرف اسقدر ہے کہ خدا تعالے کیطرف سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

اس جگہ نبی کی مراد لکھنے کی کیا ضرورت تھی - اگر دعوے نبوت ہے تو مراد کا کیا معنی ہے - اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا

کثرت مکالمہ

ہی نبوت ہے یا نبوت کوئی اور چیز ہے - سو میں پہلے بتا چکا ہوں کہ کثرت مکالمہ تو محدثین و اولیاء اللہ کے ساتھ بھی حضرت صاحب نے تسلیم کیا ہے - تو پھر وہ کیوں نبی نہیں ہو سکتے اگر کثرت مکالمہ پانے والا ہی نبی ہوتا ہے تو پھر اسکو مجازاً نبی کہنا یا اصلی نبی نہ کہنا کیا معنے رکھتا ہے بلکہ وہ تو حقیقی نبی ہوگا اگر کثرت مکالمہ ہی نبوت ہے تو پھر اس عبارت کے کیا معنے ہیں

"ان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین فلیس حق احد ان یدعی النبوۃ بعد رسولنا المصطفٰی علی الطریقۃ المستقلۃ وما بقی بعدہ الا کثرۃ المکالمۃ۔"

یعنی ہمارے رسول صلعم خاتم النبیین ہیں اور اُن پر مرسلین کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور کسی کا حق نہیں کہ اُن کے بعد مستقل نبوت کا دعوی کرے اور ان کے بعد صرف کثرت مکالمہ باقی رہا ہے۔

اس سے ثابت ہے کہ نبوت قطع ہو چکی اور اب صرف کثرت مکالمہ ہی باقی رہا ہے۔

اگر کثرت مکالمہ نبوت ہی ہے تو پھر قطع کیا چیز ہوئی آپ کی تشریح کے مطابق تو عبارت یوں ہو گی - نبوت باقی نہیں رہی مگر نبوت باقی ہے - لیکن اسکے خلاف اسی حقیقۃ الوحی کی ایک اور عبارت

میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں

اور مجھ سے پہلے جس قدر اولیا و اقطاب و ابدال گذرے ہیں وہ نبی کے نام کے مستحق نہ تھے۔ اور نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس سے دعوئے نبوت کہاں ثابت ہوتا ہے ایک تو نبی کا نام پانا ہے اور ایک نبوت کا دعوئے کرنا ہے۔ نام پانا ایک الگ بات ہے اور دعوئے کرنا الگ بات ہے سارا جھگڑا دعوئے کے متعلق ہے۔ امت محمدیہ میں بہت سے لوگ گذرے ہیں جنکو الہام الٰہی میں نبی و رسول کہا گیا مگر وہ مخصوص نہیں ہیں جیسے حدیث کے اندر ان کا نام اور ان کی محدثیت کا ذکر نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ خود حضرت صاحب لکھتے ہیں۔ اب واضح ہو کہ حدیث نبوی میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلعم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ جو عیسے اور ابن مریم کہلائیگا۔ اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائیگا۔

تو مخصوص ہونے کا یہ مطلب ہے کہ کسی دوسرے محدث کا ذکر حدیث میں بغیر مسیح موعود کے نہیں کیا گیا اور اس پیشگوئی کا اور نبی کے نام کا مستحق مرزا صاحب ہی ہیں دوسرے محدث نہیں ہیں یعنی یہ پیشگوئی سوائے میرزا صاحب کے اور کسی کے حق میں نہیں ہے۔ اس سے بھی دعوئے نبوت ثابت نہیں ہوتا صرف نبی کا نام پانا ثابت ہوتا ہے تو اگر کسی کامل فرد کا خدا تعالےٰ یا آنحضرت صلعم نبی نام رکھدے تو وہ نبوت کا مدعی نہیں ہوسکتا بلکہ

نام دینے سے مطلب

ہوتا ہے کہ وہ نبیوں جیسا ہوگیا۔ اور نبیوں کی صفات اُسکے اندر آگئیں۔ اگر کسی کو شیر کہا جائے یا اُس کا نام شیر رکھدیا جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ سچ مچ جنگل کا جانور اور درندہ بنگیا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ شیر کی سی شجاعت اور شیر کی سی بہادری اُسکے اندر آگئی۔ خدا تعالےٰ کے نام رکھنے کا بھی یہی مطلب ہے۔ نہ کچھ اور۔ اگر آپ اس تشریح کو قبول نہیں کرتے تو مجدد صاحب کی کتاب سے نبی کا لفظ نکالکر دکھاویں کیونکہ جس حوالہ کی بنیاد پر حضرت صاحب بحث کر رہے ہیں جب اُسمیں محدث کا لفظ موجود ہے۔ تو اصل مطلب حضرت صاحب کا محدث ہی ہے۔ اگر نبی کا نام پانیوالا نبوت کا مدعی ہوتا ہے تو اس صفحہ پر یہ کیوں لکھا کہ میں نے نبوت کا دعوئے نہیں کیا اور جو کہتے ہیں کہ میں نے دعوئے نبوت کیا ہے تو وہ مجھپر سراسر افتراء کرتے ہیں۔ اگر میرزا صاحب مدعی نبوت ہیں تو پھر لوگوں کو کیوں مفتری اور جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ شاید یہ کوئی اس قسم کی نبوت ہے کہ اگر خود مدعی دعوئے نبوت کرتا رہے تو کچھ ہرج نہیں۔ لیکن اگر کوئی دوسرا شخص یہ کہدے کہ تو نے دعوئے نبوت کیا ہے تو اُس پر مفتری کا فتوے لگ جاتا ہے۔

خدا کی طرف سے نبی کا نام

سو اس سے اگر میرزا صاحب فی الواقعہ نبی ہوگئے تو خدا کیطرف سے میرزا صاحب مریم کا نام پانے سے فی الواقعہ مریم بنگئے تو کیا اب میرزا صاحب فی الواقعہ عورت بن گئے۔ یا میرزا صاحب کا نام تو خدا تعالےٰ نے میکائیل فرشتہ بھی رکھا تو کیا فی الواقعہ وہ فرشتہ بنگئے۔ اور انسان نہیں رہے۔ اسیطرح میرزا صاحب کا نام ابراہیم و نوح وغیرہ رکھا گیا تو کیا وہ حقیقی نوح و ابراہیم ہو گئے۔ پس جو معنے نام رکھنے کے ان جگہوں پر کئے جاتے ہیں وہی معنے نبی کا نام رکھے جانے کے کئے جاوینگے۔

"نبی کا نام پانے کا مطلب یہ ہے کہ مجھے کثرت مکالمات کا مرتبہ ملا ہے۔ اور کثرت مکالمہ پانیوالے کے اندر عکسی طور پر نبوت کا رنگ پیدا ہوجاتا ہے اور یہ نام اصلی طور پر نہیں ہوتا۔ بلکہ ظلی طور پر ہوتا ہے"

اگر مرزا صاحب نبی کا نام حاصل کرنے سے فی الواقعہ نبی ہوگئے تھے۔ تو

عکس اور رنگ

کے ذکر کی کیا ضرورت تھی۔ اور اصلی اور ظلی نام کی تفریق کی کیا حاجت تھی۔ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی شاگردی سے مرزا صاحب نبی بنگئے تھے۔ کیا جب کوئی شاگرد اپنے ایم اے اُستاد کے زیر تعلیم و زیر تربیت ایم اے کی ڈگری حاصل کرلیتا ہے تو وہ پھر یہ کہا کرتا ہے کہ میرے اندر عکسی طور پر ایم اے کی ڈگری کا رنگ پیدا ہوگیا ہے اور یہ جو ایم اے کا نام مجھے دیا گیا ہے یہ نام اصلی طور سے نہیں ہے۔ بلکہ ظلی طور سے ہے یا وہ یہ کہتا ہے۔ کہ میں صرف ایم اے نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے ایم اے اور ایک پہلو سے نہ ایم اے۔ یا وہ یہ کہتا ہے کہ میں مجازی ایم اے ہوں نہ کہ حقیقی۔ اور جب اسکو کوئی یہ کہے۔ کہ آپ نے ایم اے ہونے کا دعوئے کیا ہے تو وہ یہ جواب دیتا ہے کہ تم مجھپر افترا کرتے ہو۔ میں نے تو ایم اے ہونے کا دعوئے نہیں کیا صرف ایم اے میرا نام ہے۔

غرضیکہ مجدد صاحب کی اپنی تحریر میں تو لفظ محدث ہے۔ اور حدیث میں جو لفظ نبی اللہ آیا ہے اُس کی نسبت حضرت صاحب کی بہت سی تحریرات اوپر نقل کر آیا ہوں کہ اس نبوت سے مراد محدثیت والی نبوت ہے نہ کچھ اور اگر آپ صرف مخصوص کے لفظ کو پکڑ بیٹھیں اور سب کتابوں پر منسوخی کا حکم دیدیں۔ اور گذشتہ سب محدثین اور مجددین کے زمرہ سے نکال کر مرزا صاحب کو زمرۂ انبیاء میں شامل کرنا چاہیں تو خیر آپ کی مرضی۔ لیکن ایک قوم نے پہلے بھی اس

لفظ مخصوص پر دھوکا

کھایا۔ کہ گذشتہ سب انبیاء کو گنہگار اور ناقابل ٹھہرایا اور حضرت مسیح کو انسانیت سے خدا تک پہنچا دیا۔ انجیل میں لکھا ہے

"یہودیوں نے اُسے جواب دیا کہ ہم تجھے اچھے کام کیلئے نہیں بلکہ اس لئے تجھے پتھراؤ کرتے ہیں کہ تو کفر کہتا ہے اور انسان ہوکے اپنے تئیں خدا بناتا ہے یسوع نے اُنہیں جواب دیا کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے کہ میں نے کہا تم خدا ہو۔ جبکہ اُس نے اُنہیں جنکے پاس خدا کا کلام آیا خدا کہا اور ممکن نہیں کہ کتاب باطل ہو۔ تم اُسے جسے خدا نے مخصوص کیا اور جہان میں بھیجا کہتے ہو کہ تو کفر کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں" (انجیل یوحنا ۳۶/۱۰)

پھر اگر جناب میرزا صاحب نے نبوت کا دعوے کیا ہے تو پھر آنحضرت صلعم کو

آخری نبی

کیوں قرار دیا بلکہ آخری نبی تو مرزا صاحب ہونے چاہئیں تھے۔

"اور تمام نبیوں نے جو بنی اسرائیل میں آتے رہے اس پیشگوئی کے یہی معنے سمجھے تھے کہ وہ آخر الزمان کا نبی بنی اسرائیل میں سے پیدا ہوگا۔ مگر آخری نبی بنی اسمٰعیل میں سے پیدا ہوگیا"

(حقیقۃ الوحی ص ۱۲۹)

کی تین اقسام مقرر کر کے تین باب مقرر کئے ہیں اور اپنے آپکو تیسری قسم کے وحی پانے والوں یا تیسرے باب میں داخل کیا ہے اور اوپر والا فقرہ تیسرے باب کا ہے تو اب مرزا صاحب بھی ولی بن گئے۔ بلکہ یہ کہ

ولایت سے آگے درجہ ہی نہیں ہے

بعض لوگ عموماً یہ جواب دیتے ہیں کہ میرزا صاحب ولی بھی ہیں بلکہ مومن بھی ہیں۔ مگر نبی کا درجہ سب سے بڑا ہے کوئی عقل قبول نہیں کرسکتی کہ ایک شخص نبی ہوکر جب درجوں کی بحث کرنے بیٹھے تو اپنے آپکو ادنےٰ درجہ میں داخل کرے اور پھر یہ کہے کہ اس سے بڑا کوئی درجہ ہی نہیں۔ کیا کوئی تحصیلدار گورنمنٹ کے احسانات کو بیان کرتے کرتے یہ کہہ سکتا ہے کہ گورنمنٹ اپنے کامل وفاداروں کو جو جان و مال سے دریغ نہ کریں جو کچھ کہ دیتی ہے اور اس سے بڑھکر کوئی درجہ ہی نہیں۔ پھر فرمایا۔

"میں نے قرآن شریف میں ایک زبردست طاقت پائی ہے میں نے آنحضرت صلعم کی پیروی میں ایک عجیب خاصیت دیکھی ہے جو کسی مذہب میں وہ خاصیت اور طاقت نہیں اور وہ یہ کہ سچا پیرو اُس کا مقامات ولایت پر پہنچ جاتا ہے" (چشمۂ معرفت حصہ دوم ص [illegible])

"ان تمام پہلی کتابوں کی برکتیں مسلوب کرلی ہیں اور اس کا سبب کیا ہے کہ جس طرح قرآن شریف اور آنحضرت صلعم کی سچی پیروی سے انسان جماعت اولیاء اللہ میں داخل ہوسکتا ہے" (چشمۂ معرفت حصہ دوم ص [illegible])

"قرآن شریف میں ذکر کیا ہے وہ تمام حسن اللہ جیسا وہ اخلاق کے بیان میں ہے اور اُس کے پڑھنے سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ وہ پڑھنے والے کو خدا کا عاشق بنانا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے ہزارہا عاشق بنائے اور میں بھی اُن میں سے ایک ناچیز بندہ ہوں" (چشمۂ معرفت حصہ دوم ص [illegible])

"تب وہ وقت آگیا کہ قومی تفرقہ درمیان سے اٹھایا جاوے اور ایک کتاب کے ماتحت سبکو کیا جائے تب خدا نے سب دنیا کے لئے ایک ہی نبی بھیجا" (چشمۂ معرفت ص ۱۳۶)

اب دوسرے کو کیونکر داخل کرسکتے ہو سب جہان کا نبی آگیا اور قیامت تک کے لئے آگیا۔ نبی کے لئے رسالت کا اقرار لینا ضروری ہے۔ فرمایا:-

"اگر خدا تعالےٰ کی تمام کتابوں کو غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ تمام نبی یہی سکھلانے آئے ہیں کہ خدا تعالےٰ کو وحدہٗ لاشریک مانو۔ اور ساتھ ہی اسکے ہماری رسالت پر ایمان لاؤ" (حقیقۃ الوحی ص [illegible])

مرزا صاحب نے دس شرائط بیعت مقرر کی ہیں کیا اسمیں نبی یا رسول کا لفظ موجود ہے اور آیا مولوی صاحب یا کوئی اور صاحب جو مرزا صاحب کو پیغمبر یا نبی یا رسول مانتا ہے اس مجلس میں حلف اٹھا کر کہہ سکتا ہے کہ بیعت لینے کے وقت مجھ سے مرزا صاحب نے یہ اقرار لیا تھا کہ مجھے نبی مانو اور میری رسالت پر ایمان لاؤ۔

"ہم تو ہم بیان کر چکے کہ وہ امر جس کا نام توحید ہے جو مدار نجات ہے اور جو شیطانی توحید سے ایک علیحدہ امر ہے وہ بغیر اس کے کہ نئے نبی یعنی آنحضرت صلعم پر ایمان لایا جائے انسان کو [illegible] کبھی میسر نہیں آسکتا" (حقیقۃ الوحی ص [illegible])

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - چہارشنبہ - یکم مئی ۱۹۱۸ء نمبر ۸۳

اونٹ بیکار ہو گئے

لیترکن القلاص کی پیشگوئی اور اخبار اہلحدیث

ابوالعطا حکیم مرزا خدابخش صاحب کے قلم سے

(۱)

آج مجھے اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۶-اپریل ۱۹۱۸ء کے دیکھنے کا اتفاق ہوا جس میں ایک سرخی قادیانی مشن کے تحت میں لکھا ہے "ایک فیصلہ کن سوال دونوں پارٹیوں سے" تعجب میں نے اس کو پڑھا تو سخت متعجب ہوا کہ ایڈیٹر اخبار اہلحدیث کو جسکو اپنے علم وفضل پر اتنا بڑا فخر اور اتراہے اور ھل من مبارز ھل من مبارز کے نعرے مارتا پھرتا ہے کیا ہوگیا۔ اس کی عقل کہاں گئی۔ یہ سوال جس کو وہ فیصلہ کن کہتا ہے حالانکہ واقعی وہ ...... ایسا ہے جس کو ایک طفل مکتب بھی کہہ سکتا ہے۔ کہ سوال تو مدت سے فیصلہ شدہ ہے۔ لیکن ایڈیٹر اہلحدیث کی نظر میں ابھی تک فیصلہ طلب ہے۔ مدبرِ عقل ودانش سیاہ گریست۔ اس کی وجہ کہ ایک طفل مکتب تو جانتا ہے کہ سوال ایک مدت سے طے ہو چکا ہے۔ مگر اہلحدیث کے ایڈیٹر کی سمجھ میں نہیں آتا بجز اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے۔ کہ مخالف حق کی حق کے مقابلہ میں چشم بصیرت ماری جاتی ہے۔ اور اور پھر اس کو کچھ دکھلائی نہیں دے سکتا +

ذیل میں ہم اس کی عبارت بجنسہ نقل کرتے ہیں۔ بعد ازاں جواب دینگے کہ اہلحدیث کہاں تک حق پوشی کا روادار ہے لکھتا ہے

> "مرزائی مباحثے بہت طول طویل ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان کو مرکز پر لاکر مختصر کر دیا جائے اس لئے آج ایک سوال دونوں پارٹیوں سے کر کے جواب کے امیدوار ہیں۔ سوال کوئی اختراعی نہیں۔ بلکہ مرزا صاحب کی عبارت پیش کرتے ہیں۔ امید ہے کہ دونوں اس پر توجہ کرینگے مرزا صاحب فرماتے ہیں۔
>
> "قرآن شریف میں آخری زمانہ کے بعض جدید حالات کی نسبت ایسی خبریں دی گئی ہیں جو ہمارے اس زمانہ میں بہت صفائی سے پوری ہو گئی ہیں۔ جیسا کہ اس میں پیشگوئی ہے کہ آخری زمانہ میں اونٹ بیکار ہو جائینگے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ان دنوں میں ایک نئی سواری ہو جائیگی چنانچہ قرآن شریف کی پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں واذا العشار عطلت یعنے وہ آخری زمانہ جب اونٹنیاں بیکار ہو جائینگی۔ اور بیکار ہونا تب ہی ہوتا ہے کہ جب ان پر سوار ہونیکی حاجت نہ ہو۔ اور اس سے صریح طور پر نکلتا ہے کہ اونٹنیوں کی جگہ کوئی اور سواری پیدا ہو جائیگی۔ اس آیت کی تشریح کتاب صحیح مسلم میں موجود ہے۔ اس میں یہ حدیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لکھی ہے۔ ویترکن القلاص فلا یسعی علیہا یعنے مسیح موعود کے زمانہ میں اونٹنیاں ترک کی جائینگی اور کسی منزل تک جلدی پہنچنے کے لئے اور دوڑ کر جانے کے لئے وہ کام نہیں آئینگی یعنی کوئی ایسی سواری پیدا ہو جائیگی کہ بہ نسبت اونٹنیوں کے بہت جلد منزل مقصود تک پہنچائیگی غرض یسعی کا لفظ جو حدیث میں ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ دوڑنے کے کام میں اونٹ سے بہتر کوئی اور سواری نکل آئیگی۔ یہ عجیب بات ہے کہ صحیح مسلم میں جس جس جگہ مسیح موعود کے زمانہ کا ذکر ہے اسی جگہ یہ حدیث اونٹنیوں کے ترک کرنیکے بارہ میں ہے اور یہ پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے تیرہ سو برس بعد پوری ہوئی چنانچہ ان دنوں میں کوشش ہو رہی ہے کہ ایک سال تک مکہ اور مدینہ میں ریل جاری کر دیجائے پس اس وقت جب ریل جاری ہو جائیگی۔ یہ نظارہ ہر ایک مومن کے لئے ایمان کو زیادہ کرنے والا ہوگا۔ اور جس وقت ہزارہا اونٹ بیکار ہو کر بجائے ان کے ریل گاڑیاں مکہ سے مدینہ تک جائینگی۔ اور دمشق اور دوسری اطراف شام وغیرہ سے حج کرنیوالے کئی لاکھ انسان ریل گاڑیوں میں سوار ہو کر مکہ معظمہ میں پہنچیں گے۔ تب کوئی ہی متعنتی آدمی ہوگا کہ اس نظارہ کو دیکھکر اپنے سچے دل سے اس بات کی تصدیق نہیں کریگا کہ وہ پیشگوئی قرآن شریف اور حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے آج پوری ہو گئی" (چشمہ معرفت ص ۳۰۶)

یہ اصل عبارت ہے جس پر ایڈیٹر صاحب اہلحدیث یوں خامہ فرسائی فرماتے ہیں

> "اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ بقول مرزا صاحب جب تک مکہ اور مدینہ کے پاس یعنے حجاز میں ریل جاری ہو کر اونٹ بیکار ہو جائینگے مسیح موعود اس وقت آوینگے"!!

(۲)

واہ رے اہلحدیث تیرے کیا کہنے یہی وہ علم وفضل ہے جس پر تم اتراتے پھرتے ہو یہی عقل وسمجھ ہے جسکے بل پر تم اچھلتے پھرتے ہو۔ کوئی آدمی جسکو معمولی عقل بھی خدا نے دی ہو حضرت مرزا صاحب کی محولہ بالا عبارت سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے ہرگز نہیں۔ یہ صرف اہلحدیث کا ہی خاصہ ہے۔ کہ وہ دور از عقل و قیاس نتائج نکالا کرے +

کہلانا تو اہلحدیث اور حدیث کے نزدیک بھی نہ جانا یہ ہمارے فضیلت مآب کا ہی شیوہ ہے۔ ذرا حدیث مسلم کو نکال کر دیکھ لیا ہوتا کہ حدیث کا کیا مضمون ہے کیا اس میں لکھا ہے کہ صرف مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل جاری ہوگی تب ہی یہ نشان مسیح موعود کا ہوگا ورنہ نہیں فضیلت مآب تو حدیث کو کیوں چھونے لگے ہم ہی ناظرین کے سامنے حدیث صحیح مسلم کل کی کل پیش کر دیتے ہیں تاکہ وہ مطلب مضمون کو دیکھکر فضیلت مآب کے نتیجہ کی داد دیں۔ حدیث یوں ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ لینزلن ابن مریم حکما عادلا فلیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر ولیضعن الجزیۃ ولیترکن القلاص فلا یسعی علیہا ولیذھبن الشحناء والتباغض والتحاسد ولیدعون الی المال فلا یقبلہ احد رواہ مسلم	امام مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم کہ ابن مریم ضرور تم میں نازل ہوگا اور حکم عادل ہو کر آئیگا اور صلیب کو توڑیگا اور خنزیر کو قتل کریگا اور جزیہ اٹھا دیگا یا چندہ لگائیگا۔ اور اونٹ بیکار چھوڑے جائینگے اور ان پر کوئی سواری نہیں کریگا الخ دیکھو صحیح مسلم اور مجمع البحار و مشکوٰۃ و مرقاۃ المفاتیح

اب اس حدیث میں کہاں لکھا ہے کہ جب تک مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل جاری نہ ہوگی تب تک یہ علامت مسیح موعود کی نہ ہوگی بقول ہمارے فضیلت مآب اگر یہ سچ ہے کہ مسیح موعود کی علامت اس حدیث کے رو سے یہی ہے کہ مکہ اور مدینہ میں ریل کا جاری ہونا ضروری ہے کیونکہ یہی نزول کی ایک بھاری علامت ہے ورنہ وہ مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔ تو پھر ہمارے فضیلت مآب کا یہ بھی ایمان ہوگا کہ مکہ میں صلیب پرستی بھی ضرور ہے جسکے توڑنے کیلئے مسیح موعود کا نزول ہے اور ضرور یہ بھی انکا ایمان ہوگا کہ مکہ اور مدینہ میں معاذ اللہ خنزیر بھی ہیں جنکو وہ آنکر ان مقدس مقاموں میں قتل کرینگے۔ اور یہ بھی ہمارے فضیلت مآب کا ایمان ہوگا کہ مکہ اور مدینہ میں کچھ کافر بستے ہیں جنکو ذمی کا خطاب ملیگا جو اسوقت تک جزیہ ادا کرتے ہونگے جسکو آنکر مسیح موعود دور کریگا +

(۳)

اے دستار فضیلت پر ناز کرنیوالے آؤ ہم سناتے ہیں کان کھولکر سنو اور اپنے ایمان کی فکر کرو۔ یہ شیخی کچھ کام نہ آئیگی اس حدیث میں جسطرح صلیب و قتل خنزیر کا ذکر ہے اسی طرح اونٹوں کے بیکار ہونیکا ذکر ہے کہ ان سے سواری نہ لی جائے گی دیکھو نہ صلیب کسی خاص مقام پر تھی جسکو مسیح نے آنکر توڑنا تھا۔ نہ خنزیر کسی خاص مقام پر بند تھے جنکو انہوں نے آنکر قتل کرنا تھا۔ اور نہ اونٹ کسی خاص جگہ بستے تھے جن سے سواری لینا بند ہو جانا تھا۔ بلکہ اس حدیث کا عام مطلب تھا کہ ان باتوں کا زور توڑ دیا جائیگا خواہ وہ دنیا کے کسی گوشہ میں ہوں۔ سب سے پہلے کسی نشان کا پورا ہونا اسوقت سچا سمجھا جاتا ہے کہ جس ملک جس صوبہ میں وہ انسان ہو جسکے لئے وہ نشان مخصوص ہے۔ وہاں اگر وہ نشان پورا ہو جائے تو باقی اور مقامات اسکے ذیل میں ہی سمجھے جاتے ہیں۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ جس ملک اور جس حصہ ملک میں مسیح کا نزول ہو گیا اس میں اونٹ بیکار ہو گئے۔ اگر کچھ معلوم نہیں تو آؤ ہم بتائیں آنکھیں کھول کر دیکھو +

یہ تو آپ نے پڑھا ہوگا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں بتلائی ہے۔ اس وقت اونٹوں سے اس زور شور سے کام لیا جاتا تھا کہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔ اس ملک میں اسوقت تک ریل کا نام و نشان نہ تھا سب سے اول ۱۸۴۹ء میں ہندوستان میں ریل جاری کرنیکی تجویز ہوئی چنانچہ ایسٹ انڈیا کی کمپنی نے اسی سال ریل بنانے کا ٹھیکہ دیا [illegible] میل ریلوے بنادی تھی۔ ۱۸۴۹ء سے ۱۸۵۴ء تک کلکتہ [illegible] ملا دیا گیا۔ ۱۸۵۳ء میں بمبئی سے ریلوے چلنے لگی۔ اسکے بعد [illegible] بڑا شہر نہیں جس میں ریل نہ چلتی ہو۔ نقشہ ہندوستان کا [illegible] کھولکر ملاحظہ فرمائیں تو ہمارے فضیلت مآب کو تمام خطوط [illegible] نظر آئیگا۔ ہمارے دیکھنے کی بات ہے کہ پنجاب کے [illegible] اونٹوں کی قطاریں کی قطاریں دور دور تک نظر آتی تھیں [illegible] بن گئی ہیں اونٹوں کا نام ونشان مٹا ہوا نظر آتا ہے۔ اونٹ [illegible] کہ لوگ [illegible] کو دیکھکر ڈرنے اور کانپنے لگتے ہیں۔ اونٹوں [illegible] اول اول یکوں اونٹوں کی سواری کو ایک بڑی نعمت سمجھا جاتا تھا [illegible] نزدیک جانا بھی پسند نہیں کیا جاتا۔ بلکہ تانگوں اور رتھوں کو [illegible] لیکن ریل کے مقابلہ میں تانگوں اور رتھوں کی کیا حقیقت ہے [illegible] پسند کرتے ہیں کہ وقت سے پہلے اسٹیشن پر جا موجود ہوتے ہیں [illegible] جائیں یا جگہ نہ مل سکے۔ پھر ہمارے فضیلت مآب تو [illegible] ہیں اور یہی چاہتے ہیں کہ میل ٹرین کی ہی سواری کی جائے کیا ہمارے فضیلت مآب کو اگر امرتسر سے صرف بٹالہ تک جانے کی ضرورت پڑ جائے [illegible] سخت ہوا اور ریل بھی چل گئی ہو۔ اور حاجتمند لوگ اونٹ لاکر پیش کریں [illegible] سانڈنی اونٹ جو تار جانیوالا ہو کیا وہ اسپر سوار ہونا پسند فرمائینگے ہرگز نہیں بلکہ یہی کہینگے کہ دوسرے وقت کی ریل گاڑی میں سوار ہونگے اونٹوں پر ہم ہرگز سوار نہیں ہونگے تو کیا پھر بھی ہمارے فضیلت مآب فرمائینگے کہ اونٹوں کی سواری متروک نہیں ہوئی +

کاش ہمارے فضیلت مآب ان اضلاع میں جن میں اونٹوں پر ہی سفر کا دار و مدار تھا جاکر دیکھیں اور دیکھیں کہ کیا اب بھی وہاں اس کثرت سے اونٹ ہیں بلکہ برخلاف اسکے وہ مشاہدہ کرینگے۔ کہ انکی بیکاری کی وجہ سے اونٹوں کا وجود ہی مفقود ہو رہا ہے۔ چند روز کے لئے ضلع جھنگ منٹگمری، ملتان، شاہپور، فیروزپور، لائلپور، رہتک، گوجرانوالہ، گجرات، سیالکوٹ کا دورہ فرمائیں اور تحقیقات کریں تو انہیں ثابت ہو جائیگا کہ لاکھوں اونٹ بیکار ہو گئے [illegible] اونٹ پالنے والے خاندان ہی نہیں رہے۔ یہ تو ہم نے بطور نمونہ کے چند اضلاع کا ذکر کیا ہے یہی حال ہندوستان کے دیگر حصص کا ہے [illegible]

اسی طرح جن جن ممالک میں ریل جاری ہوئی ہے وہاں اونٹوں کا یہی حال ہے۔ آسٹریلیا میں قریباً چھ ہزار آدمی کے صرف وہ لوگ تھے جو اونٹوں سے کام لیتے تھے۔ اور کل ملک آسٹریلیا میں سفر کا دار و مدار اونٹوں پر ہی تھا [illegible] ایک ایک اونٹ اس قدر قیمت پاتا تھا کہ لوگ ہندوستان سے [illegible] وہاں بیچا کرتے تھے جب وہاں بھی ریل جاری ہو گئی تو اونٹ بیکار ہو گئے [illegible] اونٹوں والوں کو اس قدر خسارہ ہوا کہ نان شبینہ کے محتاج ہو گئے [illegible] کہ ہمارے فضیلت مآب کے نزدیک اونٹ بیکار نہیں ہوئے [illegible]

(۴)

ہمارے فاضل کیسے دل گردہ کے انسان ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے ان الفاظ کو چھوڑ دیا کہ مکہ اور مدینہ میں ریل جاری ہو کر [illegible] مکہ و دمشق کو سلم کر چکے۔ کتنا جرأت ہے کہ کتنے سو ناصلہ کو [illegible] درمیان ہے جہاں ریل جاری ہو چکی ہے ہڑپ کر گئے اور [illegible] فاصلہ کو اگل دیا اور حضرت صاحب کی دیگر کتب میں جو بار بار لکھ چکے [illegible] والی پیشگوئی پوری ہو چکی حالانکہ اسوقت تک ریلوے کا کوئی [illegible] بار بار کی تحریروں کا ذکر نہ کرنا اور صرف ایک ہی تحریر کو مدنظر رکھ لینا [illegible] کیا حضرت مرزا صاحب کے ان الفاظ سے بھی نکلتا ہے کہ جب تک [illegible] وہاں ریل تیار نہ ہو جاوے دنیا پر کہیں بھی اونٹ بیکار نہیں ہونگے [illegible] کر سکیا ہو گیا حضرت صاحب نے تو صرف اجتہاد کیا ہے کہ جب [illegible] جاری ہو جائیگی تو اسوقت تو یہ لوگ بالضرور مشہور ہو جائینگے کہ قرآن [illegible] پیشگوئی پوری ہوئی کیا آپ کے نزدیک یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی [illegible] میں شام میں عراق میں ریل تیار نہیں ہوئی اگر آپ کو علم نہیں [illegible] مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی سے پوچھ لیا ہوتا جو مدینہ [illegible] ہو کر دمشق تک پہنچے۔ حضرت صاحب نے جس پر لکھا تو وہاں اعلان اور تجویز [illegible] تھا کہ سال تک مکہ اور مدینہ میں ریل تیار ہو جائیگی کیونکہ چندہ بھی ہو چکا [illegible] اور تجویز بھی ہو چکی تھی مگر کسی وجہ سے معرض التوا میں رہی [illegible] مصر وغیرہ سے ریل میں سوار ہو کر مدینہ منورہ تک نہیں پہنچے حضرت صاحب کے بعض الفاظ کو تو پکڑ لیا اور باقیوں کو چھوڑ دیا۔ حالانکہ حضرت صاحب نے [illegible] تجویز کی بنا پر کہا تھا جو پاس ہو چکی تھی جس کا بڑا حصہ پورا ہو چکا [illegible] مدینہ تک ریل تیار ہو گئی اور ادھر دمشق سے بغداد تک ریل بن گئی [illegible] مقامات میں جہاں جہاں ریل بن چکی ہے اونٹ بیکار نہیں ہو گئے [illegible]

جلد ۵ | مدینۃ المسیح لاہور۔ چہارشنبہ رجب ۱۳۳۶ ہجری المقدس مطابق یکم مئی ۱۹۱۸ء | نمبر ۸۳

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

معراج کس طرح ہوا

کہا ہے ایک نومسلم آئے۔ جو دیانند کی زندگی میں اس کی صحبت اور شاگردی میں ایک عرصہ رہ کر اور ان کے مذہب سے بیزار ہو کر آخر مسلمان ہو گئے تو انہوں نے حضرت سے سوال کیا۔ کہ معراج کے متعلق آپ کا مذہب کیا ہے۔ کہ معراج کس طرح ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ "ہمارا مذہب معراج کے متعلق یہ ہے کہ وہ ایک بیداری تھی۔ لیکن ایک بیداری دنیاداروں کی ہوتی ہے۔ اور ایک خدا رسیدہ لوگوں کی بیداری ہوتی ہے۔ جس سے دنیا کے لوگ بےخبر ہیں اور تعجب نہیں۔ کہ یہ لوگ اس قسم کی بیداری کا ذکر سن کر حیران ہوں کیونکہ یہ بات ان کے تجربہ اور مشاہدہ میں نہیں آئی۔ کشف دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جس میں خفیف سا غلبہ نوم ہوتا ہے۔ اور وہ خواب کے قریب ہوتا ہے۔ لیکن ایک اعلےٰ قسم کا کشف ہوتا ہے۔ جو بالکل بیداری کا ہمرنگ ہوتا ہے۔ یہ بات تجربہ سے ثابت ہے۔ اور ہم اس کا نام خواب ہرگز نہیں رکھ سکتے۔ مگر اس بیداری کو اس سفلی بیداری سے کچھ مشابہت نہیں وہ ایک نیا عالم ہے جس کی آنکھ ان چیزوں کو دیکھتی ہے۔ جن کو یہ آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ اور جس کی آواز خدا کا کلام سن سکتی ہے۔ اس کشفی عالم میں انسان کا جسم اور ہوتا ہے۔ یہ ظاہری جسم خدا نے اس قابل نہیں بنایا کہ آسمان پر چڑھ جائے۔ معراج کو ہم خواب نہیں کہہ سکتے۔ ہمارا ایمان ہے کہ وہ ایک سچی اور کامل بیداری تھی جو ایک اعلےٰ درجہ کے تطہر اور کمال تقدس کے بعد کسی کو مل سکتی ہے۔ ہر ایک پر اس بیداری کا انکشاف نہیں ہو سکتا۔

ماقتلوہ وماصلبوہ کے معنے

کسی شخص نے اعتراض کیا کہ قرآن شریف میں حضرت مسیح کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وماقتلوہ وماصلبوہ۔ نہ قتل کیا۔ اور نہ صلب دیا۔ اس میں قتل کا ذکر پہلے ہے۔ اور صلیب پیچھے حالانکہ پہلے کسی کو صلیب پر چڑھایا جاتا ہے۔ اور بعد میں صلیب کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ قتل ہو جاتا ہے۔ برخلاف اس کے قرآن شریف میں قتل کا ذکر پہلے ہے۔ اور صلیب کا پیچھے ہے۔

فرمایا۔ اول تو یہود کا اعتراض جو قرآن شریف میں درج ہے وہ یہی ہے کہ انا قتلنا المسیح۔ یعنی ہم نے مسیح کو قتل کیا۔ چونکہ انہوں نے قتل کا لفظ بولا تھا۔ اس واسطے اللہ تعالےٰ نے پہلے لفظ قتل کی ہی نفی کی دوم یہ کہ یہود میں دو روایتیں تھیں۔ ایک یہ کہ ہم نے یسوع کو تلوار سے قتل کر دیا ہے۔ اور دوسرا یہ ہے کہ اس کو صلیب پر مارا ہے پس اللہ تعالےٰ نے ہر دو کی علیحدہ علیحدہ نفی کی۔ تیسری بات یہ ہے کہ یہودیوں کی بعض پرانی کتب میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ یسوع کو پہلے سنگسار کیا گیا تھا۔ اور جب وہ مر گیا تو بعد میں اس کو کاٹھ پر لٹکایا گیا۔ یعنی پہلے قتل ہوا۔ اور پیچھے صلیب۔ پس اللہ تعالےٰ نے ان دونوں کی نفی کی اور فرمایا کہ یہ دونوں جھوٹے ہیں۔ نہ حضرت مسیح ان کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ اور نہ صلیب کے ذریعے سے مارے گئے۔

خدا تعالےٰ کی صفات کا کامل نقشہ

فرمایا خدا تعالےٰ کی صفات کا جو کامل اکمل نقشہ اسلام نے پیش کیا ہے وہ اسلام کی صداقت پر ایک بڑی بھاری دلیل ہے۔ باقی تمام مذاہب اس معاملہ میں ناقص ہیں کہ وہ خدائی صفات کا سراپا پوری طرح بیان کر سکیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی تمام مذاہب خدا تعالےٰ کی کمال طاقتوں کے صفات سے منکر ہیں مثلاً آریہ کہتے ہیں کہ وہ کلام نہیں کرتا چپ ہے عیسائیوں کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ وہ کسی کو نجات دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ کہ کوئی کسی شخص کی تعریف کرے اور کہے۔ کہ وہ ایسا خوبصورت ہے۔ اور ایسا طاقتور ہے مگر بہرہ ہے۔ سن نہیں سکتا۔ اور گونگا ہے۔ کچھ بولتا نہیں چپ چاپ ہے۔ ہم کو نجات دینا نہیں چاہتا بہشت میں بھیجتا ہے۔ تو بھی ایک گناہ باقی رکھ لیتا ہے جس سے پھر جلد سانپ بچھو کتے۔ سور کی جون میں ڈال دیتا ہے۔ ان دینوں میں یہ برکت نہیں کہ انسان پاکیزگی حاصل کر کے خدا سے انا الموجود کی آواز کو سن سکے۔ اسی واسطے یہ لوگ غفلت کی تاریکی میں چھپے ہوئے ہیں۔

مجاہدہ کرنے سے ہی خدا ملتا ہے

فرمایا جو لوگ خدا کی راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ سچی توبہ کے ساتھ اس کے آگے جھک جاتے ہیں۔ ان کو خدا مل جاتا ہے مگر جو لوگ اس کے بتلائے ہوئے راہ پر نہیں چلتے اور اس میں محنت نہیں کرتے ان کے واسطے مشکل ہے کہ وہ اس بات کو پا سکیں ایسے لوگوں کی مثال اس طرح ہے کہ ایک باپ نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ فلاں مقام میں ایک خزانہ دفن ہے اور وہ زمین کے اندر اتنے ہاتھ گہرائی پر ہے۔ جب تک اسکو کھودنے کی محنت نہ کی جاوے وہ کس طرح ان کو مل سکتا ہے۔

احباب سے نہایت ضروری التجا

برادران۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ۔ اخبار پیغام صلح کے ذریعہ سے آپ کو یہ تو معلوم ہو چکا ہے۔ کہ ہم حضرت مسیح موعود کے جملہ خطوط تاریخی ترتیب سے انشاءاللہ بہت جلد شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس وقت تک جتنے خطوط دستیاب ہو سکے ہیں اور جن میں خطوط بنام حضرت امیر المسلمین حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے بھی شامل ہیں جن میں بہت سے اہم مسایل و معاملات درج ہیں۔ یہ سب ترتیب دیئے جا چکے ہیں۔ اخبار میں اعلان کے باوجود احباب کا خطوط حضرت مسیح موعود یہاں نہ بھیجنا ظاہر کرتا ہے کہ وہ اس بیش بہا ذخیرہ نور و برکت اور آثار مسیح موعود کو اپنے سے جدا کرنا گوارا نہیں کرتے۔ تاکہ کہیں ڈاک میں یا دفتر میں گم نہ ہو جائے چونکہ حضرت صاحب کے جملہ خطوط موجودہ کا ایک جگہ کتابی صورت میں ہو جانا ضروری ہے۔ تاکہ امتداد زمانہ سے وہ ضایع نہ ہو جائیں۔ اور جن لوگوں کے نام وہ خطوط ہیں ان کا نام بھی صفحہ ہستی سے ضایع نہ ہو جائے اس لئے جملہ امور پر غور کر کے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ جو احباب تو اصل خطوط بھیج سکتے ہوں وہ بذریعہ رجسٹری حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر سلسلہ کی خدمت میں بھیجدیں اس سے زیادہ حفاظت کی جگہ اور نہیں ہو سکتی۔ بعد نقل کرنے کے بحفاظت واپس بذریعہ رجسٹری کر دیئے جائینگے۔ اور جو احباب اصل خطوط کو بالکل ہی اپنے سے جدا نہ کرنا چاہتے ہوں وہ اپنے ناموں اور پتوں سے جلد حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کو اطلاع دیدیں تاکہ کوئی معتبر آدمی ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان خطوط کی نقول لے آوے اس بارہ میں تساہل نہ کریں۔ اور جو امر پسند خاطر ہو اس سے اطلاع دیں۔ یہ نہایت ہی ضروری اعلان ہے خاکسار سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

رسید زر

چندہ جماعت لاہور چھاؤنی۔ بابت ماہ مارچ ۱۹۱۸ء

قاضی ثناءاللہ صاحب ۱۸؎۔ بابو محمد حسین صاحب عہ۔ قاضی الطاف علی صاحب ۸ر محمد نعمان صاحب ۱۲ر بابو نبی بخش صاحب عہ۔ محمد عثمان صاحب ۴ر نبی بخش ۸ر جلال ۱۲ر محمد الدین ۸ر عبدالواحد ۸ر بابو عبدالحکیم صاحب ۸ر عبدالعزیز ۴ر

میزان کل (للعہ) ۱۴ ۱

فہرست زر چندہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ بمعرفت شیخ الہ دین صاحب کمپازیٹر بابت اپریل ۱۹۱۸ء

۱۔ جناب مخدوم محمد اشرف صاحب بی۔ اے میڈیکل برانچ	عہ
۲۔ جناب خواجہ خضر محمد صاحب۔ ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس	۱۸؎
۳۔ جناب شیخ عبدالحق صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن شملہ	۴ؔ
۴۔ جناب بابو عبدالرحیم صاحب نقشہ نویس ریلوے بورڈ	۸ؔ
۵۔ جناب شیخ نصیر الحق صاحب میڈیکل براںچ	عہ
۶۔ منشی امام خانصاحب ملازم وڈینل صاحب بہادر سرجن جنرل آف انڈیا	عہ
۷۔ جناب شیخ اسلام دین صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس	عہ
۸۔ صوفی شمس الدین صاحب کمپوزیٹر	۸ر
۹۔ جناب شیخ غلام علی صاحب اکوڈمنٹس برانچ	۱۲ر
۱۰۔ جناب منشی رحمت علی صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ پریس	۱ر
۱۱۔ شیخ الہ دین صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس	۸ر
میزان کل	۱۹

کی غرض تو صرف اس قدر تھی کہ جہاں جہاں ریل تیار ہو گئی ہے۔ وہاں اونٹ سے کام لینا چھوڑ دیا جاویگا۔ اب حضرت آپ ثابت کریں کہ دمشق سے مدینہ تک اور شام سے دیگر حصص اور مصر، افریقہ اور ایشیا کے دیگر ممالک میں اونٹ بیکار نہیں ہوئے۔ اگر مکہ اور مدینہ میں اونٹ بیکار نہ ہوئے تو کیا ہرج ہے۔ کیا یہ کوئی قرآن یا حدیث کا مضمون تھا۔ یا حضرت مرزا صاحب کا الہام تھا یا ایسا اجتہاد تھا کہ جس کے خلاف ہونے سے پیشگوئی کا پورا ہونا غلط قرار دیا جائے۔ اگر بالفعل کسی مصلحت سے مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل تیار نہیں ہوئی تو اس سے پیشگوئی کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اگر قرآن یا حدیث یا حضرت مرزا صاحب کے الہام میں ہے کہ مسیح موعود کے نزول کی علامت صرف یہی ہے کہ مکہ اور مدینہ میں ریل تیار ہو تو تو ہمارے خصیف آپ کی بات بن جاتی مگر نہ تو قرآن کریم میں نہ حدیث شریف میں نہ حضرت مرزا صاحب کے کسی الہام میں ایسا لکھا ہے صرف ایک اس وقت کی تجویز کی بنا پر جس کا بہت بڑا حصہ پورا ہو چکا ہے اور جس کے سبب ہزارہا ملک کو کھا اونٹ بیکار ہو گئے۔ اگر مکہ اور مدینہ کے درمیان جو صرف چند دن کا فاصلہ ہے ریل تیار نہیں ہوئی تو اس سے پیشگوئی پر کیا اثر پہنچ سکتا ہے اگر حضرت صاحب نے مکہ اور مدینہ کے مابین ریل بننے کا ذکر کر دیا تو کیا اس ذکر کرنے سے ثابت ہو گیا کہ پیشگوئی غلط نکلی۔ یا مسیح موعود ہی نہیں آیا۔ سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست میرے مکرم مکہ اور مدینہ کے مابین ریل کا مسیح کی حیات میں تیار نہ ہونا پیشگوئی کے پورے ہونے یا نہ ہونے پر کیا اثر ڈال سکتا ہے۔ پیشگوئی تو مضمون حدیث کے مطابق روز روشن کی طرح پوری ہو چکی۔ اگر بطور قطع محبت مکہ اور مدینہ کے درمیان حسب تجویز ارکان سلطنت ٹرکی ذکر کر دیا تو اس کے ایک حصہ کا حضرت مسیح کی حیات میں پورا نہ ہونے سے قطعی طور پر پیشگوئی کے وقوعہ سے انکار کرنا۔ یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ بدین عقل و دانش بباید گریست ✦

میاں صاحب کی علالت

میاں محمود احمد صاحب کی طبیعت

جیسا کہ الفضل سے معلوم ہوتا ہے۔ پچھلے دنوں بہت زیادہ ناساز رہی کچھ پیچش وغیرہ کے ساتھ خون بھی آتا رہا اور ضعف اور غشی کی حالت طاری رہی۔ قادیان میں ان کے مریدوں نے ایک دن دو نفل بھی اکٹھے مل کر پڑھے۔ اور دعا کی اور پھر دو سو روپیہ کے قریب چندہ کر کے دس بکرے صدقہ بھی کئے۔ اس کے ایک دو دن بعد خبر آئی کہ میاں صاحب لاہور آتے ہیں۔ چنانچہ یہاں آکر احمدیہ ہوسٹل میں اترے۔ مگر طبیعت جیسا کہ اصحاب قادیان کے بیانات سے معلوم ہوا پہلے سے نسبتاً اچھی تھی۔ یہاں گلے میں اپریشن بھی انہوں نے کرایا۔ اور پھر ڈاکٹری مشورہ کے مطابق ۱۸ مئی ۱۹۱۹ء کی شام کو سمندر کے کنارہ پر یعنی بمبئی تبدیل آب و ہوا کے لئے چلے گئے ✦

یہ تمام باتیں ہم نے ان احباب کی اطلاع کے لئے لکھ دی ہیں جنہوں نے ان کی علالت کی خبر سن کر ہم سے مفصل حالات دریافت کئے ہیں۔ اور ساتھ ہی ان کی صحت کلی کی دعائیں بھی کی ہیں۔ ان کے ساتھ اختلاف عقاید الگ چیز ہے۔ مگر جہاں تک ہمدردی انسانی اور بعض قدیم تعلقات کا تقاضا ہے۔ ہمیں میاں صاحب کی اس علالت میں ان سے دلی ہمدردی ہے۔ اور ہم بخلوص دل اللہ تعالےٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ انہیں جلد صحت حاصل ہو۔ اور وہ اپنے حین حیات میں ان غلط عقاید سے رجوع فرمالیں جن کی وجہ سے جماعت ایک خطرناک ضلالت میں مبتلا ہے۔ خدا جانتا ہے۔ ان سے ہمیں کسی قسم کی کوئی عداوت اور رنج نہیں۔ جب کبھی ان کے خلاف کچھ لکھا۔ اور سختی کے ساتھ نکتہ چینی کی تو وہ محض اس غلط راہ سے انہیں ہٹانے کے لئے کی۔ اور اب بھی کرتے ہیں۔ جو موجودہ افتراق و انشقاق کا موجب ہوئی ہے مدر رہیں ان سے دلی ہمدردی ہے۔ اور اسی لئے اس بیماری میں بھی ہم ان کی صحت کے لئے دست بدعا ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے آمین۔

میاں صاحب سے علیحدگی

حکیم سیف الدین صاحب احمدی سیکرٹری احمدیہ اشاعت اسلام فیروزپور لکھتے ہیں کہ

چوہدری سلیمان خان صاحب نمبردار سیال علاقہ تھانہ ملو ضلع فیروزپور جو پہلے میاں صاحب کی جماعت میں شامل تھے اب بہ رضا و رغبت خود جماعت لاہور میں شامل ہونے کا اعلان کرتے ہیں اور مدرسہ کا چندہ دینے کا اقرار کرتے ہیں چنانچہ مبلغ چھ روپیہ چھ ماہ کا چندہ انہوں نے ادا بھی کر دیا ہے فالحمد للہ علی ذالک۔

مذاکرہ علمیہ

ضرورت الہام اولیائے امت و امتناع امت عن النبوۃ

(۶)

از حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی

تفسیر الہام ہوالذی ارسل رسولہ بالہدیٰ الآیۃ

ہوالذی ارسل رسولہ بالہدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ وکفیٰ باللہ شہیدا محمد رسول اللہ الآیۃ۔ یعنی وہی اللہ تو ہے کہ جس نے اپنے رسول کو تمام ہدایتوں اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو ہر ایک دین پر غالب کرے۔ اور اللہ تعالےٰ کی گواہی کافی ہے۔ وہ رسول کون ہے محمد صلعم ہیں۔ جو رسول اللہ کہلاتے ہیں کہ اس دین حق کو تمام ادیان پر اظہار و غالب کر دیں گے۔ اور اللہ تعالےٰ رسول اللہ ہونے پر انکا گواہ ہے کہ وہی اس آیت کے مصداق اصلی اور حقیقی ہیں۔ جیسا کہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں منطبق بہ بشارت عیسٰی وہی ہیں اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے صحابہ کرام اور تمام اہل اسلام خصوصاً اس فتنہ غلو کے زمانہ میں احمدی جماعت حقہ کو اور نیز قیامت تک کے اہل اسلام کو تسلی دیتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کے احکام ابتدائے نزول سے لیکر قیامت تک باقی رہینگے اور یہ بھی قرآن کے معجزوں میں سے ایک معجزہ ہے کہ جو فتنے قیامت تک برپا ہونگے ان کے دفع اور ازالہ کے لئے شمشیر برہنہ ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کے تفسیری تلاوت کرنے والے اکثر جانتے ہونگے۔ کہ سورہ فتح مشتمل آیت مذکورہ صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اور

مختصر شان نزول

اس کا یہ ہے کہ حدیبیہ کے مقام میں جب صلح نامہ لکھا گیا تو بسم اللہ کے بعد یہ عبارت لکھی گئی تھی من محمد رسول اللہ کفار نے اس لفظ رسول اللہ کو صلحنامہ میں لکھنے سے منع کیا کہ جب ہم آپ کو رسول اللہ جانتے نہیں اور مانتے ہی نہیں تو اس کو مٹا دو حضرت علی رضہ صلحنامہ کے کاتب تھے۔ جب آنحضرت صلعم نے حضرت علی رضہ سے کہا کہ ذرا اس لفظ کو مٹا دو حضرت علی رضہ نے عرض کیا کہ یا حضرت مجھ سے تو یہ ہرگز نہ ہو سکے گا کہ میں محمد رسول اللہ کے لفظ کو مٹا سکوں۔ بالآخر خود حضرت خاتم النبیین نے اس کو محو کر دیا کیونکہ صلح کرنی مقصود تھی۔ اور دفع کرنا شرور جنگ کا ہی اصلی مقصود تھا۔ اللہ تعالےٰ نے چونکہ اپنے رسول کے لئے بڑا غیور ہے۔ اس لئے ان کے جواب میں نص کے طور پر فرما دیا کہ میں اپنے رسول کی رسالت کا خود گواہ ہوں اور قرآن مجید میں محمد رسول اللہ مع اپنی شہادت کے نازل فرما دیا جو اب تو قیامت تک کسی سے بھی نہیں مٹ سکتا۔ ہاں ہم یہ نہیں کہتے کہ

اس وقت جو فتنہ غلو کا برپا ہو رہا ہے

وہ اسی فتنہ کفار کے برابر ہے۔ مگر چونکہ اندرونی ہے۔ اس لئے یہ فتنہ ایسا ہے کہ فتنہ کفر میں اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ ہندی کی مثل ہے کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھا دے۔ مگر ہم یہ ضرور کہیں گے کہ وہاں تو محمد رسول اللہ کا لفظ سے اخراج کرنا چاہا تھا۔ اور یہاں پر احمد رسول اللہ کا اخراج کیا جاتا ہے مگر خالی بالنشا اللہ تعالےٰ نامراد رہیں گے۔ اس لئے یہ فتنہ دجالی ہے کہ حق کے ساتھ باطل بہت مشابہ ہے۔ مگر ہم اللہ تعالےٰ کا بڑا شکر ہے کہ کتاب و سنت و اجماع امت اس فتنہ غلو کو رد کر رہے ہیں۔ اللہ اکبر جس شخص نے پارٹی احمدیہ حقہ کو بھی انوار خلافت میں فتنہ عظیم الشان قرار دے دیا تھا۔ کتاب و سنت نے مخصوص طور پر انہی اہل غلو کو ہی فتنہ گر قرار دیا فالحمد للہ یہاں پر چند سطور لکھی جاتی ہیں جس سے ناظرین کو ثابت ہو جاوے گا کہ خود ہی

انصار اللہ تام کی جماعت

جو دوسرے فریق کو فتنہ قرار دیتی تھی۔ وہ خود ہی فتنہ گر ہو گئی۔ اور جو کچھ اہل حق کے بارہ میں انوار خلافت وغیرہ میں لکھا تھا وہ سب کا سب انہیں پر لوٹ کر آ پڑا۔ ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ۔ یہاں پر اس واسطے اطلاع ناظرین کے چند فقرات انوار خلافت کے بھی لکھے جاتے ہیں جن کا عظیم اردو مجمع ان آدمیوں کے روبرو جلسہ سالانہ ۱۹۱۵ء میں ہوا تھا۔ لکھا ہے

"اور جو نہیں سنے گا الخ اور عمل نہیں کریگا۔ وہ یاد رکھے کہ ایسے فتنے آنے والے ہیں کہ جن کے ساتھ یہ فتنہ جو اس وقت برپا ہوا ہے کچھ مقابلہ ہی نہیں کر سکتا" الخ صفحہ ۷۰ سطر ۲

"پس تم یاد رکھو کہ آنے والا فتنہ بہت خطرناک ہے اس سے بچنے کے لئے بہت بہت طیاری کرو" صفحہ ۹ سطر

"پس تم لوگ طیار ہو جاؤ کیونکہ اب تمہاری فتوحات کا زمانہ آرہا ہے۔ اس کی ہلاکت یقینی اور اس کی تباہی لازمی ہے" وغیرہ ذالک من الکشوف و الالہامات الخلافتہ۔

یہیں کشوف الہامات انوار خلافت کے وغیرہ۔ ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ۔ جو شخص انوار خلافت کو دیکھے گا۔ اور اس کی ابتدائی حالت پر نظر ڈال کر اس وقت کی اس کی ترقی معکوس پر غور کریگا۔ اور نیز اہل لاہور جماعت احمدیہ حقہ کی ابتدا اور اسوہ پر نظر ڈالے گا اس پر حق و باطل منکشف ہو جاویگا۔ خلاصۃ المقال یہ ہے کہ آیت مندرجہ عنوان میں جو

لفظ الہدیٰ

کا ہے اس میں الف لام اگر استغراق کا مانا جاوے تو تمام اصول دین اور اس کے فروعات اور معجزات اور جملہ احکام شرعیہ اور تمام اوامر و نواہی شرعیہ وغیرہ وغیرہ مراد ہونگے جو کتاب و سنت میں مندرج ہیں۔ اور اسی میں یہ براہین باہرہ اور دلایل قاہرہ بھی داخل ہیں جن سے ہدایت صراط مستقیم کی طرف ہوتی ہے اور اگر الف لام عہد کا مانا جاوے تو پھر اس میں بھی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ موجود داخل ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ان سب ہدایات و صداقت مذکورہ اور غیر مذکورہ کے لئے حامل اور کفیل ہے۔ کیونکہ کہیں فرمایا ہے انزل فیہ القرآن ھدی للناس کہیں قرآن مجید کی نسبت ارشاد ہوا ہے۔ ذالک ھدی اللہ یھدی بہ من یشاء غلط مہریکہ قرآن مجید میں بے شمار حقایق و دقایق معجزات اور دلایل وغیرہ وغیرہ موجود ہیں جن کی نسبت ارشاد ہوا ہے۔ کہ ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ۔ یعنی اور اگر وہ جو زمین کے درخت ہیں قلمیں ہو جائیں اور دریا سیاہی اسکے بعد اس دریا میں سات اور دریا سیاہی کے ملیں تو اللہ تعالےٰ کی باتیں تمام نہ ہوں۔ یہاں پر کلمات سے مراد مفہومات قرآن مجید ہیں جو حقایق اور معارف بے شمار ہیں۔ ہم کسی قدر پہلے رسایل میں بھی اس کو بیان کر چکے ہیں۔ یہاں پر صرف ایک صیغہ منجملہ الہدیٰ کے دعا ہے

> امور دنیاوی میں بھی انسان کا کوئی وقت اور حصہ عمر کا اللہ تعالےٰ کے معرفت ہونے سے خالی نہیں لفظ الہدیٰ اسی کو ظاہر کرنے والا ہے

دعوے ہمارا

ما نفدت کلمات اللہ

کا مدلل ہے مثلاً ایک استخارہ کی دعا ہے جو ہر ایک امر مہتم بالشان کے لئے کیا جاتا ہے۔ اور دیگر امور مہمہ اور کرب و نزع اور موت کے وقت کی دعائیں حزن و غم کے وقت کی دعائیں۔ ہلاکت کے وقت کی دعائیں کسی قوم سے خوف کے وقت کی دعائیں کسی انسان ظالم سے خوف کے وقت کی دعائیں جب نظر پڑے اس وقت کی دعائیں۔ شیطان کے وسواس کے وقت کی دعائیں جب کوئی امر ایسا دشوار آ کر پڑے کہ انسان اس میں مغلوب و عاجز ہو جاوے۔ اور معیشت کی تنگی کے وقت کی دعائیں آفات کے دفع کرنے کے واسطے دعائیں۔ جب انسان قرض میں عاجز اور مغلوب ہو اس وقت کی دعائیں۔ دانتوں وغیرہ کے درد کے وقت کی دعائیں انسان کا پیشاب بند ہو جاوے اس وقت کی دعائیں۔ آنکھوں کے دکھنے کے وقت کی دعائیں۔ کوئی موذی حشرات الارض میں سے اگر کاٹے تو اس وقت کی دعائیں بچھو وغیرہ کے لئے وہ دعائیں جس سے وہ اللہ تعالےٰ کی پناہ میں رہیں۔ مریض کے پاس جب کوئی آدمی عیادت کو جاوے تو اس وقت کی دعائیں۔ تپ اور درد سر وغیرہ کی تکالیف کی دعائیں مریض کے پاس جانے کے آداب اور دعائیں۔ جب آدمی مرض سے اچھا ہو اس وقت کی دعائیں۔ جب انسان اپنی حیات سے ناامید ہو اس وقت کی دعائیں۔ میت کے پاس جب انسان حاضر ہو اس وقت کی دعائیں دشمن اسلام کی موت کے وقت کی دعائیں۔ جب کوئی جنازہ سامنے گزرے اس وقت کی دعائیں۔ بعد دفن کی دعائیں جب کوئی قبر کی زیارت کرنے جاوے اس وقت کی دعائیں۔ جمعہ کے دن اور رات کی دعائیں عیدین کے دنوں میں اذکار و آداب مشروعہ ذی الحجہ کے عشرہ اول کے اذکار کسوف و خسوف کے وقت کے اذکار۔ استسقاء کے زمانہ کے اذکار جب آندھی آوے تو اس وقت کے ذکر جب بادل زور سے گرجتا

ہو جائیگی۔ اور تو قوم کا فرق ہے مٹ جائیگی۔ غرضیکہ مختلف رنگوں اور متفرق طریقوں سے اس مسئلہ کو سمجھایا۔ مگر تم لوگوں نے پھر بھی غلطی کھائی۔

میں پوچھتا ہوں کہ اگر حضرت عیسٰے اور حضرت مسیح موعود کی نفس نبوت میں کوئی فرق نہیں۔ پھر جس قسم کی نبوت حضرت مسیح کو ملی۔ اسی قسم کی نبوت حضرت مسیح موعود کو ملی تو پھر معلوم ہوا کہ میرزا صاحب کو بھی مستقل نبوت ملی۔ کیونکہ حضرت عیسٰے کی نبوت مستقل تھی۔ پھر جب حضرت میرزا صاحب کو اسی قسم کی نبوت ملی جو حضرت مسیح کو ملی۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح کو تو مستقل نبی کہا جاوے اور حضرت مرزا صاحب کو مستقل نبی نہ کہا جائے۔ حالانکہ دونوں کے پاس ایک ہی قسم کی چیز ہے۔ اگر کسی کو انعام کے طور پر ایک لاکھ روپیہ ملجائے تو وہ لاکھ پتی کہلا سکتا ہے تو کیا جسکو محنت کے ذریعے لاکھ روپیہ ملجائے۔ وہ لاکھ پتی نہ کہلا سکیگا۔ پس اگر مرزا صاحب کو اس قسم کی نبوت ملی جو حضرت مسیح کو ملی تو پھر کیا وجہ ہے کہ ایک کو تو مستقل نبی کہا جاوے اور دوسرے کو نہ کہا جاوے۔

تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ!

خاکسار پیر مدثر شاہ گیلانی۔ بقلم خود　۱۷/۴/۱۸

لٹریچر کی رفتار

جمع و ترتیب قرآن

مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے جو متبعین جناب میرزا غلام احمد صاحب قادیانی مغفور کی جماعت لاہوری کے امیر قرار پائے ہیں۔ اس کتاب کی تالیف سے وقت کی ایک اہم ضرورت پوری کی ہے اگرچہ عربی زبان میں جمع و ترتیب قرآن پر بہت سی لبسیط کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن اُردو میں اب تک ایک سرسید مغفور کی تفسیر و خطبات احمدیہ میں اس معاملہ پر قابل قدر بحثیں شامل ہونے کے سوا کسی جداگانہ مستقل تالیف کی نوبت نہیں آئی تھی۔ اور عام اہل اسلام جب ینابیع الاسلام و تالیف قرآن وغیرہ پادریوں کی کتابوں کو دیکھتے تھے۔ تو اُنکے اعتراضات کے جواب ڈھونڈنے میں اُن کو بڑی محنت اٹھانی پڑتی تھی مولوی محمد علی صاحب چونکہ ایک عالم دین ہونے کے علاوہ زبان انگریزی کے بھی جید فاضل اور ایک انگریزی ترجمۂ قرآن کے مؤلف ہیں اس لئے آپ نے مغربی مصنفوں کی کتابوں کو اس مبحث پر بغور دیکھا ہے اور جو شبہات جمع قرآن کی نسبت اُن کے دلوں میں وارد ہو سکتے ہیں اُن سب کو پیش نظر رکھ کر آپ نے دلاویز طریقہ پر اُن کو رد کر دیا ہے۔ قرآن مجید کی ترتیب کے طریقے ظاہر کرنے سے پہلے آپ نے قرآنی ہدایۂ "انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون" کو لیا ہے۔ اور اسکے معنے سمجھائے ہیں۔ اس آئت کے لفظی معنی یہ ہیں کہ "قرآن کو ہم نے خود ہی نازل کیا ہے۔ اور اس کی حفاظت بھی ہم خود کرینگے"۔ مسلمان اس وعدۂ الٰہی کی تکمیل کے تہ دل سے قائل ہیں۔ لیکن مولوی محمد علی صاحب نے بعض عیسائیوں کے اُن اقوال کو بھی درج کیا ہے جن سے آیۂ کریمہ کی شان نزول کی تصدیق ہوتی ہے اور اسکے بعد اس کا ثبوت دیا ہے کہ قرآن شریف بغیر ایک لفظ یا نقطہ کی بھی ترمیم یا تحریف کے ہم تک اسی طرح پہنچا ہے جس طرح پیغمبر اسلام صلعم کے صحابہ کرام کو ملا تھا۔ اس میں انجیل و توریت وغیرہ دیگر کتب مقدسہ کی مانند ترجموں کے ہیر پھیر یا امتداد زمانہ کے اثرات سے کوئی تحریف یا کمی بیشی نہیں ہوئی اور پیغمبر اسلام یا آپ کے خلفاء نے اس میں کوئی دخل نہیں دیا اور نہ دے سکتے تھے کیونکہ وہ کامل الایمان تھے اور کلام خدا کی عظمت و جلالت انکے دل پر نقش تھی۔ مولوی محمد علی صاحب کو اس تالیف کا خیال غالبا اس وجہ سے پیدا ہوا کہ ۱۹۰۵ء میں پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور کیطرف سے کسی گمنام مؤلف کی ایک کتاب "تاویل القرآن" کے نام سے اردو زبان میں شائع ہوئی تھی جسکے مؤلف نے آیۂ مندرجہ بالا پر عقائد اسلام کے برخلاف خیالات ظاہر کئے تھے معترض نے لکھا تھا کہ "الذکر" سے مراد محض قرآن مجید نہیں بلکہ دیگر کتب سماوی بھی اسمیں شامل ہیں لیکن مولوی محمد علی صاحب نے ثابت کیا ہے کہ "الذکر" سے مراد یہاں صرف قرآن مجید ہے اور اسکے سوا کوئی اور کتاب مراد نہیں ہو سکتی مسلمانوں کا ہمیشہ سے یہ مستحکم عقیدہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے کلام پاک کی حفاظت کی اور آئندہ بھی وہ محافظ رہیگا۔ اور پیشتر و سو برس سے اسکا عملی ثبوت دُنیا کے سامنے ہے کہ تمام ادیان کی کتابوں میں فرق پڑا جو انکے سو برس پہلے اور اسوقت کے نسخوں کا مقابلہ کرنے سے ظاہر ہے۔ لیکن قرآن مجید کے پُرانے سے پُرانے نسخوں میں بھی وہی پایا جاتا ہے۔ جو اس وقت عام طور سے رائج ہے۔ مؤلف تاویل القرآن نے کسی حدیث کے حوالہ سے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ قرآن شریف پر ایک ایسا زمانہ آئیگا جب یہ سب کا سب اٹھا لیا جائیگا۔ مگر دراصل اس حدیث یا خبر کا مفہوم سمجھنے میں اُن سے غلطی ہوئی۔ مولوی محمد علی صاحب نے حسب ارشاد نبوی اس کا مطلب یہ سمجھایا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا جب اسلام میں سے کچھ نہ رہیگا مگر اُس کا نام۔ اور قرآن میں کچھ نہ رہیگا مگر اُس کے الفاظ یعنی اُس پر عمل کرنے والے بہت کم رہ جائیں گے یا نہ رہیں گے۔ دراصل یہ درست ہے اور اس وقت قرآن پر ویسے عمل کرنے والے مسلمان ایسے کہاں ہیں جیسے قرون اولے یا وسطیٰ میں تھے۔ مولوی صاحب نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کی ہر آیت رسول اکرم صلعم کے سامنے لکھ لی گئی تھی اور آپ کی ہدایات کے بموجب آیات نازل شدہ کی مختلف سورتوں میں تقسیم ہوتی تھی۔ سر ولیم میور صاحب مشہور مؤرخ و نکتہ چین اسلام نے بھی اس خیال کی تصدیق کی ہے۔ قرآن کا کوئی حصہ ایسا نہیں جو نہ لکھا گیا ہو جس میں تغیر و تبدل ہو گیا ہو بلکہ کتابت وحی کی خدمت اکابر صحابہ کو سپرد تھی۔ جن میں سے ایک حضرت زید بھی تھے۔ اس کا ثبوت دیا گیا ہے کہ پیغمبر اسلام ہی کے زمانہ میں بعض صحابہ کبار نے سارا قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ اور اس کا فیض واثر اب تک یہ باقی ہے کہ ہزار ہا حافظ اطراف ہندوستان میں موجود ہیں مگر کتب سماوی کے ماننے والوں میں شاید ہی کوئی شخص ایسا ملیگا جسکو اپنی آسمانی کتاب پوری حفظ ہو۔ صحابۂ کرامؓ کے عہد میں لوگوں کے روزانہ پورے قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے واقعات مذکور ہیں اور اب بھی کچھ لوگ روزانہ ہفتہ وار یا ماہوار پُورے قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ مولوی صاحب نے دکھایا ہے کہ قرآن مجید کی ترتیب وحی الٰہی کے موجب ہوئی ہے نہ کہ پیغمبر اسلام کی خواہش سے۔ بعض عیسائیوں نے اس پہلو سے جو اعتراضات کئے ہیں۔ ان کے مسکت جواب مولوی محمد علی صاحب نے دئیے ہیں۔ آپ نے دکھایا ہے کہ صحیفۂ عثمانی محض صحف ابوبکرؓ کی نقل تھی۔ اور قرأت وغیرہ کے اختلافات سے الفاظ و معانی بالکل بدل جانے کے خطرہ کا انسداد کیا گیا تھا۔

حضرت عثمانؓ کے عہد میں اسلامی افواج میں قرآن مجید کی تلاوت میں اختلاف سُنا گیا جس کی وجہ یہ تھی کہ شام اور آرمینیا کے جدید مفتوحہ ممالک میں ایسے لوگ جن کی زبان عربی نہ تھی نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ان کی قراءت میں اختلاف پڑا مگر یہ اختلاف صرف لب و لہجہ کا تھا۔ یہودیوں اور عیسائیوں کا سا اختلاف نہ تھا۔ مثلاً ہذیل (حتیٰ حین) کی جگہ (عتیٰ عین) کہتے تھے۔ اس لب و لہجہ کے ناگزیر ہونے کی وجہ سے خلیفۂ سابق نے اجازت دے دی تھی۔ مگر حضرت عثمانؓ نے قرآن مجید کو قریش کے محاورہ کے موافق لکھوایا کیونکہ قرآن مجید قریشیوں کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ ترتیب قرآن میں صحابہ متفق تھے۔ قرآن مجید کے بعض فقرات کے نامکمل ہونے پر جو اعتراضات غیر مذہب والوں نے کئے ہیں اس کی بھی مولوی محمد علی صاحب نے تردید کی ہے۔ اور اپنی کتاب میں قرآن مجید کے تمام جزوی و کلی امور پر بحث کر کے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ قرآن مجید اب تک اسی حیثیت سے موجود ہے جسطرح کہ رسول اکرمؐ کے وقت میں تھا۔ اور جس ترتیب میں اسکے ہونے کا خود ایزد جل و علا کا منشا تھا یہ کتاب غیر مذہب والوں کے اعتراضات متعلق جمع و ترتیب قرآن کا مسکت جواب دینے والی ہے۔ اور مسلمانوں کو اپنے صحیفۂ مقدسہ کی ابتدائی تاریخ بھی اس سے معلوم ہوتی ہے۔ اور اُن زبردست کوششوں کا حال کھلتا ہے جو قرآن شریف کو ہر قسم کے بیرونی اثرات سے پاک رکھنے کے لئے متقدمین نے کی ہے۔ ہمیں مولوی محمد علی صاحب کی بعض باتوں سے اختلاف ہے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مسیح موعود و مہدی آخر الزمان ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ لیکن ان کی کتاب جمع قرآن میں ان باتوں کا کوئی ذکر نہیں آیا ہے۔ اور بدیں وجہ ہم ہر عقیدہ کے مسلمانوں سے اسکے مطالعہ کی سفارش کرتے ہیں۔ بہ اعتبار لکھائی اور چھپائی اور کاغذ کے قیمت ۱۰ ار مناسب ہے۔ شائقین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے طلب فرمائیں۔

(ہمدم لکھنؤ ۲۸ مارچ ۱۹۱۸ء)

ضروری و مفید خبریں

لنڈن ۲۶۔ اپریل کوپن ہیگن سے موصول شدہ ایک تار مظہر ہے کہ خبر ملی ہے کہ پیٹرو گراڈ میں انقلاب کے خلاف بغاوت پھوٹ پڑی ہے۔

لنڈن ۲۶۔ اپریل سٹاک ہالم اخبار ریفن بلیڈٹ مظہر ہے کہ رینو سے خبر ملی ہے کہ آکرانڈ ڈیوک ایگزلیف کو الچ کو شہنشاہ اور مین انڈ ڈیوک سکائیل ایگزینڈر وچ کو ایجنٹ اعلان کیا گیا ہے

حجاز ریلوے پر قبضہ لنڈن ۲۷۔ اپریل۔ فلسطین کا ایک اعلان مظہر ہے کہ شاہ حجاز کی افواج نے ہفتہ مختتمہ ۲۴۔ اپریل میں معان کے جنوب کی طرف حجاز ریلوے کی ۴۳ میل علاقہ پر قبضہ کر لیا ہے۔

لنڈن ۲۸۔ اپریل ۱۱ بجکر ۵ منٹ۔ ایک برطانوی اعلان مظہر ہے کہ دشمن نے کل شام ووڈ سینر بی پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن رات کے وقت ہم نے ایک جوابی حملہ کر کے اسے باہر نکال دیا دشمن نے پھر اسی علاقہ میں حملہ کیا۔ تمام رات ہانیبرس کو بانٹن ہر کے دونوں طرف مقامی لڑائی ہوتی رہی۔ ہم نے گاوریل کے جنوب کی طرف اور علاقہ جات لینبز اور پہاڑی نمبر ۷۰ میں ایک حملہ کیا اور ۵۰ قیدی گرفتار کئے۔ اور چار کلدار توپیں اور ایک خندقی مارٹر توپ پر قبضہ کر لیا۔ ہم نے بیلویل کے شمال کی طرف حملہ کی ایک کوشش مسترد کی۔ محاذ ات پر طرفین کے توپخانوں نے باہم آتشباری کی۔

لنڈن ۲۸۔ اپریل ۴ ½ بجے شام۔ ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ رات کے وقت آورے کے شمال میں اور لاسگنی اور نوبی کے درمیان توپخانہ کی شدید آتشباری ہوئی۔ ہم نے چیمین ڈی ڈیمز پر دو کامیاب حملے کئے۔ اور ۲۵ قیدی گرفتار کئے۔ ریمز کے شمال مغرب کی طرف اور علاقہ جات سینٹ میل لونیویلی اور لوائی لی سریٹری میں دشمن نے حملے کرنے کی کوششیں کیں مگر پہلے سرگرم گولہ باری کی۔ یہ تمام کوششیں ہم نے مسترد کر دیں۔ اور قیدی گرفتار کئے۔

لنڈن ۲۸۔ اپریل ۱۰ بجکر ۵ منٹ شام۔ رایٹر کا نامہ نگار مقیم برطانوی ہیڈ کوارٹرز آج شام تار دیتا ہے۔ کہ لوسرے میں بھاری لڑائی جاری ہے۔ گوشی اور ینسلو ہٹ کے درمیان پرانی عماروں کی پوزیشنوں کے لئے زبردست لڑائی ہوئی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری لائن جہاں پہلے تھی وہیں بحال ہو گئی۔ بعد میں دشمن نے پھر حملہ کیا اور ایک الگ تھلگ بیرونی چوکی پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ کینیڈینوں نے جو اپنی عدم سرگرمی پر اظہار بے اطمینانی کرتے تھے کل شام نیز کے مقابل دشمن کے خلاف اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ تین حملوں کے دوران میں انہوں نے دشمن کی ایک بھاری تعداد کو ہلاک کیا۔

کارس پر قبضہ۔ لنڈن ۲۸۔ اپریل ایک ترکی اعلان مظہر مورخہ ۲۷۔ اپریل۔ کہ ہم نے کارس پر قبضہ کر لیا ہے۔

اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰

بعدالت شیخ عبدالرحمن صاحب بی اے منصف درجہ دوم منٹگمری

گورچرن سنگھ بالغ۔ رام سنگھ نابالغ پسران وریام سنگھ ولد ناجہ ولد سمن قوم سکھ ساکن کریا تحصیل گوگیرہ۔ مدعیان

بنام

مسمی سربا ولد بیگو قوم نائی سکنائے کاکو تحصیل گوگیرہ۔ مدعا علیہم

دعوے ۱۱۳۶ روپے

مقدمہ بالا رپورٹ پیادہ سے پایا گیا ہے کہ مدعا علیہم تعمیل سمن سے عمداً گریز کرتا ہے۔ لہٰذا اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ قاعدہ ۲۰ جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہ ۶/۵/۱۸ کو حاضر عدالت ہذا ہو کر جواب دہی مقدمہ نہ کرے گا۔ تو اُس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آویگی۔

مہر عدالت　۱۹/۴/۱۸

دستخط انگریزی

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ... پبلشر نے گلزار محمدی سٹیم پریس میں باہتمام شیخ گلزار محمد صاحب پرنٹر چھپوا کر دفتر پیغام صلح میں شائع کیا۔

نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

پرچہ میر منظور شاہ صاحب جو بر موقعہ مناظرہ پسرور لکھی انہوں نے پڑھ کر سنایا

(گذشتہ سے پیوستہ)

کثرت مکالمہ

اگر کثرت مکالمہ ہی نبوت ہے۔ تو پھر حضرت صاحب کا یہ لکھنا۔

"میں آنحضرت صلعم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں۔ اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہے"

کیا مطلب رکھتا ہے۔ اس عبارت سے تو ثابت ہے کہ لفظ نبی مفہوم کے لحاظ سے اپنے اندر وسعت رکھتا ہے اور اس کی بہت سی مرادیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن حضرت صاحب اپنی نبوت کے مفہوم کو صرف کثرت مکالمہ و مخاطبہ کی حد تک محدود کرتے ہیں ورنہ اگر نبی اور کثرت مکالمہ یا نبوالا ایک ہی بات ہے۔ تو پھر نبی سے مراد کثرت مکالمہ ہے کے الفاظ کوئی معنے نہیں رکھتے۔ آپ لوگوں کے عقیدہ کے مطابق یہ عبارت یوں ہو جاویگی۔ (میں آنحضرت صلعم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں اور نبی سے مراد صرف اسقدر ہے کہ میں نبی ہوں) پھر یہ امر بھی آپ کے غور کے قابل ہے کہ اگر نبوت کثرت مکالمہ کا ہی نام ہے۔ تو پھر حضرت صاحب نبی کہلا سکتے ہیں مگر آپ لکھتے ہیں کہ "میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔"

پس ثابت ہوا۔ کہ کثرت مکالمہ نبوت نہیں۔ کیونکہ اگر یہ نبوت ہوتی تو پھر حضرت صاحب اُس سے انکار نہ کرتے۔ اب اس پر بحث کرنا ہے۔ کہ آیا

حضرت صاحب کی نفس نبوت اور انبیاء گذشتہ کی نفس نبوت میں فرق ہے

یا صرف طریق حصول نبوت میں فرق ہے اور نبوت وہی ہے جو انبیاء گذشتہ کو ملی۔ سو اس کا فیصلہ خود حضرت صاحب نے فرمایا

"ویقول ما لحقنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولیٰ" (حقیقۃ الوحی ضمیمہ عربی صلا)

یعنی میری نبوت سے مراد صحف اولیٰ والی نبوت نہیں!

اس عبارت میں تو حضرت صاحب اپنی نفس نبوت کو پہلے نبیوں کی نفس نبوت سے الگ ٹھہراتے ہیں مگر آپ لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ نفس نبوت تو وہی ہے۔ جو پہلے ملتی تھی۔ صرف ملنے کا طریق الگ ہوا ہے مگر اس جگہ حضرت صاحب اصل نبی کو الگ کر رہے ہیں پھر حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۵۰ فٹ نوٹ میں آپ لکھتے ہیں۔

"یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سنکر دھوکا کھاتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اُس نبوت کا دعوےٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ میرا ایسا دعوےٰ نہیں ہے۔"

دیکھو اس عبارت میں بھی

نبوت کو الگ ٹھہرایا ہے نہ کہ طریق حصول کو

آپ کا اعتقاد ہے۔ کہ میرزا صاحب اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نفس نبوت میں کوئی فرق نہیں یعنی حضرت میرزا صاحب اسی نبوت کے مدعی ہیں جو حضرت مسیح و دیگر انبیاء علیہم السلام کو ملی تھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو جو نبوت ملی تھی۔ وہ تو براہ راست تھی۔ اب اگر حضرت میرزا صاحب کو بھی حضرت عیسےٰ والی نبوت ملی تو گویا حضرت صاحب کو اُس نبوت کا دعوےٰ ہوا۔ جو حضرت علیہ السلام کو براہ راست ملی تھی۔ اصل شے میں تو کوئی فرق نہ ہوا۔ طریق حصول کی تبدیلی سے اصل شے میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی تو پھر حقیقۃ الوحی کی محولہ عبارت یوں ہوتی۔ کہ "میں نے اُس نبوت کا دعوےٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں نبیوں کو براہ راست ملی تھی۔ مگر مجھکو براہ راست نہیں ملی۔" مگر حضرت صاحب کی اصل عبارت تو یوں ہوئی۔

"اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اُس نبوت کا دعوےٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ میرا ایسا دعوےٰ نہیں ہے"!

اب دیکھو۔ کہ اس جگہ انکار نفس نبوت سے کیا ہے یا طریق حصول نبوت سے۔ مثلاً زید کو ایک لاکھ روپیہ انعام کے طور پر ملا ہے۔ بکر کو ایک لاکھ روپیہ کمائی سے ملا ہے۔ اب بکر کہہ سکتا ہے کہ میرا دعوےٰ ہے۔ کہ میرے پاس اُسی قسم کا روپیہ ہے جو زید کو ملا ہے۔

پس حضرت صاحب کو بھی یوں کہنا چاہئے تھا کہ میرا اُسی نبوت کا دعوےٰ ہے جو حضرت عیسےٰ کو ملی تھی۔ مگر وہ تو حضرت عیسےٰ والی نبوت سے انکار کر رہے ہیں۔

چند اور حوالجات جن میں حضرت صاحب نے دعوےٰ نبوت سے انکار کیا ہے۔

"اس عاجز مرزا غلام احمد نے سُنا ہے کہ اس شہر دہلی کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی۔ ملائک کا منکر۔ بہشت و دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرائیل اور لیلۃ القدر وغیرہ وغیرہ کا منکر ہے۔ لہٰذا میں یہی اظہاراً للحق عام و خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں۔ کہ یہ الزام سراسر افتراء ہے میں نہ نبوت کا مدعی ہوں۔ اور نہ معجزات وغیرہ کا منکر وغیرہ وغیرہ۔ اور سیدنا محمد مصطفےٰ صلعم ختم المرسلین کے بعد مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلعم پر ختم ہوگئی ص۲۰ و ص۲۵ (دین الحق)

"اور یہ مجھے کہاں حق پہنچتا ہے کہ میں ادعا نبوت کروں۔ اور اسلام سے خارج ہو جاؤں۔ اور قوم کافرین سے جا کر ملجاؤں"۔ (حمامۃ البشریٰ ص۹)

"محمد صلعم کو خاتم الانبیاء اور ختم المرسلین نہیں مانتا حالانکہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اور وہی خاتم الانبیاء ہیں۔ یہ سب باتیں مفتریات اور تحریفات ہیں۔ پاک ذات ہے میرا رب۔ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ اور یہ سراسر جھوٹ ہے اور کذب ہے اور اللہ جانتا ہے۔ کہ یہ لوگ دجال ہیں"

(حمامۃ البشریٰ ص۹)

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعوےٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے۔ اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلعم کے بعد رسول اور نبی ہوں"

"صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعوےٰ نہیں کیا۔ اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اسکو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ مگر میں اسکو بھی پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکہ لگ جانے کا احتمال ہے"۔ (انجام آتھم ص۲۷)

"سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے۔ اس سے اپنی جماعت کے معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہئے۔ کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے جو شخص انکار میں حد سے گذرتا ہے جس طرح کہ وہ ایک خطرناک حالت میں ہے اسی طرح وہ جو شیعوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گذر جاتا ہے"

مکتوب از اخبار الحکم نمبر ۲۹ جلد ۳۔ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء

تمام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام و توضیح المرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنے میں نبی ہوتا ہے۔ یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے۔ یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ بلکہ صرف سادگی سے انکے لغوی معنے کے رو سے بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا وکلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں۔ میرا اسی بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولا محمد مصطفےٰ صلعم خاتم النبیین ہیں۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اسکے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ کیونکہ کسی طرح مجھکو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے۔ جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جسکو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ صرف محدث مراد ہے۔ جسکے معنے آنحضرت صلعم نے مکلم مراد لئے ہیں"!

(مجموعہ اشتہارات حصہ اول ص۹۷)

اس عبارت میں یہ فقرہ پورے غور اور کامل توجہ کے لائق ہے۔ **یعنی جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جسکو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ خوب جانتا ہے کہ اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ صرف محدث مراد ہے جسکے معنے آنحضرت صلعم نے مکلم مراد لئے ہیں!**

معلوم ہوا کہ جو حقیقی نبی نہ ہو وہ محدث ہوتا ہے۔ مگر ہمارے احباب یہ کہتے ہیں کہ

حقیقی نبی سے مراد

صاحب شریعت نبی ہے۔ یعنی میرزا صاحب نے صاحب شریعت نبی ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا بلکہ غیر شارع نبی ہونے کا دعوےٰ کیا ہے گویا نبیوں کی دو قسمیں انہوں نے قرار دی ہیں یعنی ایک با شریعت نبی۔ دوسری بے شریعت نبی۔ اگر حقیقی نبی کے یہی معنے جاویں کہ وہ صاحب شریعت ہوتا ہے تو پھر بھی ان کا مطلب پورا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو با شریعت نبی نہ ہو وہ محدث ہوتا ہے یہ کہاں ثابت ہوا۔ کہ جو با شریعت نبی نہ ہو وہ بے شریعت نبی ہوتا ہے براہ مہربانی آپ

بے شریعت نبی اور محدث یا مجدد کے درمیان بلحاظ کام کے فرق

بتلادیں یعنی بے شریعت کونسا کام کرتا ہے جو مجدد نہیں کرتا۔ غرضیکہ نبی یا تو شریعت لیکر آتے ہیں اگر شریعت نہ لاویں تو وہ بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی حالت کی تا نہیں کہلاتے۔

مکتوب الحکم نمبر ۲۹ جلد ۳۔ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء

"لیکن اگر کوئی شریعت نہ لائے یا پہلی شریعت کے کسی حکم کو ترمیم یا منسوخ نہ کرے۔ یا پہلے نبی کی امت ہو۔ تو وہ نبی نہیں ہوتا۔ بلکہ محدث ہوتا ہے جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے فیض اور نور حاصل کرتا ہے۔" اب

تمام بحث کا خلاصہ

یہ ہوا۔ کہ حضرت میرزا صاحب کے الہامات میں صدہا دفعہ نہیں بلکہ میں مان لیتا ہوں کہ ہزارہا دفعہ نبی یا رسول کا لفظ آیا ہے۔ لیکن جب اسکی تفسیر اور تشریح انہوں نے خود یہ کردی ہے کہ اس لفظ نبی سے مراد محدثیت ہے یا جزوی نبی ہے یا لغوی نبی ہے۔ اور پھر آپ نے بار بار فرمایا۔ کہ اگرچہ میرے الہامات میں نبی و رسول کے الفاظ آئے ہیں مگر وہ بطور مجاز و استعارہ کے ہیں پھر یہ بھی بار بار فرمایا کہ حدیث میں جو لفظ نبی کا آیا ہے وہ بھی بطور مجاز و استعارہ کے ہے اور اس حدیث کے الفاظ کو ظاہر پر نہ رکھنا چاہئے۔ بلکہ معنوں کو پھیرنا چاہئے۔ اور پھر اس پر بھی بڑا ہی زور دیا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اور اس کے معنے بھی یہ فرمائے کہ یہ آیت انبیاء کے آنے کو روکتی ہے اور پھر بار بار حدیث لانبی بعدی کو پیش کیا بلکہ مدعی نبوت کو کافر اور کاذب لکھا اور یہ بھی لکھا کہ جو مسلمان ہو اور قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہو وہ کبھی بعد آنحضرت صلعم کے نبوت کا دعویٰ کر سکتا ہے بلکہ یہ بھی لکھا کہ نبوت کا دعوےٰ کرکے اسلام سے خارج

جلد ۵ | پیغام صلح لاہور۔ یکشنبہ ۲۲ رجب ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۵۔ مئی ۱۹۱۸ء | نمبر ۸۴

ملفوظات حضرت مسیح موعود

ابتلائے معاصرت فرمایا۔ آج کل لوگ کہا کرتے ہیں کہ اگر ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتے تو ہم اس طرح خدمت کرتے اور اس طرح اخلاص دکھاتے۔ اور یہ کرتے اور وہ کرتے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ یہ لوگ اگر اس وقت ہوتے تو آنحضرت صلعم کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے جیسا کہ آجکل ہمارے ساتھ کر رہے ہیں۔ زمانہ کی معاصرت میں لوگوں کے دل تنگ ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک رنگ کا ابتلاء ہے کہتے ہیں کہ کوئی شخص ذوالنون مصری کی بہت تعریف سن کر باہر سے اس کے دیکھنے کے واسطے آیا۔ جب شہر کے بازار میں پہنچا۔ تو لوگوں سے دریافت کیا کہ ذوالنون کہاں ہے۔ اتفاق سے اس وقت ذوالنون بازار میں معمولی طور پر سادگی سے کچھ سودا خرید رہا تھا۔ لوگوں نے بتلایا کہ وہ ذوالنون ہے۔ اس نے دیکھا کہ ایک سیاہ رنگ پست قامت آدمی ہے معمولی سا لباس ہے۔ چہرہ پر کچھ وجاہت نہیں معمولی آدمیوں کی طرح بازار میں کھڑا ہے۔ اس سے اس کا سارا اعتقاد جاتا رہا اور کہا یہ تو ہماری طرح ایک معمولی سا آدمی ہے۔ ذوالنون نے اس کے مافی الضمیر کو دیکھ کر کہا کہ تیری نظر ظاہری صورت پر ہے۔ اس واسطے تجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ ایمان تب سلامت رہ سکتا ہے کہ باطن پر نظر رکھی جاوے +

اختراعی ذہنی تصویر کا ابتلا لکھا ہے کہ خدا کے بندوں کے پاس ارادت کے ساتھ جانا آسان ہے۔ مگر ارادت کے ساتھ واپس آنا مشکل ہے بہت سے لوگ جب کسی ولی کے پاس جاتے ہیں تو پہلے اپنے دل میں اس کی تصویر بنا لیتے ہیں۔ آگے جب اس کو ایک بشر کی طرح کھاتا پیتا اور بازار سے سودا خریدتا اور بعض دیگر بشری کمزوریوں مثلاً بھوک پیاس وغیرہ میں مبتلا دیکھتے ہیں تو پھر ان کے اخلاص میں فرق آتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی یہ اعتراض ہوا تھا۔ وقالوا مال ھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق کہتے ہیں اس رسول کو کیا ہو گیا یہ کیسا رسول ہے کہ روٹی کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے۔ ان کو جواب دیا گیا ہے کہ یہ بشر ہے سب بشر رسول ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ یہ بات ان لوگوں نے بنظر استخفاف کہی تھی۔ کیونکہ ان کے دلوں میں ایک رسول کا جو تصور اور نقشہ تھا وہ اس کے بالکل برخلاف تھا۔ اصل خوبیاں اور باطنی پاکیزگیاں آنحضرت کی ان لوگوں کی نظروں سے مخفی تھیں اور جو کچھ ان کے سامنے تھا وہ فقط ایک بشریت تھی۔ جن میں کھانا پینا۔ رونا۔ سونا۔ دردناک ہونا تمام لوازم بشریت موجود تھے اسواسطے انہوں نے رد کر دیا +

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ضروری پیغام احباب احمدیہ کے نام

فریضہ زکوٰۃ کو ادا کرو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

برادران۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عموماً سال میں ایک دفعہ میں اپنے احباب کو اس فریضہ کی طرف توجہ دلانے کا عادی ہوں جو قرآن کریم نے ... نام سے ہر مسلمان مرد اور عورت ... صاحب نصاب پر فرض کیا ہے۔ اس فریضہ کو مسلمانوں نے بالکل ترک کر رکھا ہے۔ دیگر ہمیں چونکہ اللہ تعالےٰ نے یہ موقعہ دیا ہے کہ ایک طرف اشاعت اسلام جیسا اہم کام ہمارا نصب العین ہے۔ دوسری طرف ہماری جماعت میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے ایک نظم موجود ہے۔ اور ہمارا ایک بیت المال اشاعت اسلام کے لئے ہے جہاں اس قسم کا روپیہ جمع ہوتا ہے۔ اس لئے ہم اگر اس قسم کی غفلت کریں جیسی غفلت عام مسلمانوں میں زکوٰۃ کی ادائیگی میں پائی جاتی ہے۔ تو عند اللہ اور عند الناس بہت زیادہ قابل گرفت اور قابل الزام ہیں۔ جس صورت میں ہم میں سے ہر ایک کچھ نہ کچھ چندہ اشاعت اسلام کے لئے دیتا ہے تو کس قدر ضروری ہے کہ ہم نوافل کی ادائیگی کے ساتھ فرض کی ادائیگی کو بھی یاد رکھیں۔ ورنہ ہمارا بطور نفل یہ چندہ دینا کچھ معنے نہیں رکھتا جب کہ ہم اس فرض کو ادا نہیں کرتے جو احکم الحاکمین نے ہر ایک مسلمان کے ذمہ ضروری قرار دیا ہے۔

یہ مال جس سے محبت کر کے بعض وقت انسان اس فریضہ کو ٹالنا چاہتا ہے۔ ایک دن آخر انسان اس سے الگ ہوگا۔ پھر وہ وقت کیسی حسرت و حرمان کا ہوگا اور کس طرح نفس اندر سے ملامت کریگا یحسرتی علےٰ ما فرطت فی جنب اللہ۔ یاد رکھو کہ اس وقت کی ہر ایک کوتاہی ایک وقت دل کے اوپر ایک نشتر کی طرح لگے گی۔ مال اور اولاد کی محبت پر خدا کی محبت کو مقدم کرو۔ اور خدا کی راہ میں اس مال کو ہیچ سمجھو جہاں اس کا حکم آجائے اس پر پروانہ کی طرح فدا ہو جاؤ اور جان بھی دینی پڑے تو دیدو۔ یہ چند چاندی یا سونے کے ٹکڑے یا کاغذ کے پرزے کیا چیز ہیں۔ میں بعض ایسے دوستوں کو جانتا ہوں کہ انہوں نے بار بار کی نصیحت کے باوجود اس فریضہ کو ٹالنے کی کوشش کی ہے۔ کاش آج وہ زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے میرے ہوگئے ہوتے۔ یا کوئی ایسی مثال ہی بیان کر سکتے کہ کوئی شخص زکوٰۃ دینے کی وجہ سے غریب ہو گیا ہو۔ اگر قرآن پر ایمان رکھتے ہو اگر اسے خدائے علیم وقدیر کا کلام سمجھتے ہو تو وہ فرماتا ہے۔ وما اٰتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ وما اٰتیتم من زکوٰۃ تریدون وجہ اللہ فاولئک ھم المضعفون۔ جو کچھ تم ایسے مال دیتے ہو جن سے مقصود ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے مالوں میں بڑھیں۔ وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتے اور جو تم زکوٰۃ دو ... اس سے اللہ کی رضامندی ہو تو ایسے لوگوں کے مال کئی گنا ہو جاتے ہیں بہتیرے لوگ ہیں جو ہزاروں روپے محض رسم و رواج کے طور پر خرچ کر دیتے ہیں۔ تاکہ کل کو زیادہ ہو کر ملے۔ یا نام و نمود کے لئے۔ آج ہم کسی کو کھلاتے ہیں تاکہ کل وہ ہم کو کھلائے۔ اور آج ہم کسی کو تحفہ دیتے ہیں تاکہ کل کو وہ ہم کو دے۔ لیکن خدا کے حکم پر چند روپے بھی اسی مال میں سے جو پاس موجود ہوتا ہے نہیں نکال سکتے۔ دنیا میں ایک نہیں ہزاروں نظیریں ایسی ہر جگہ مل سکتی ہیں کہ ان رسوم و رواج کی پابندیوں نے ایک شخص کو تباہ اور مفلوک الحال کر دیا ہے مگر پھر بھی لوگ ان سے باز نہیں آتے لیکن اس کی کوئی نظیر نہ ملیگی کہ زکوٰۃ نے کسی کو مفلس کر دیا ہو۔ پھر بھی اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ جو سال نکل کر چلا جاتا ہے۔ اور ہمارے مال میں سے زکوٰۃ کا حصہ ادا نہیں ہوتا۔ اس پر کوئی یہ فخر نہ کرے کہ ہم نے موقعہ گذار ہی دیا لیز دادو اشمار پر فخر کرنا مومن کا کام نہیں۔ آج نہیں تو کل کو جواب دہی تو بہرحال کرنی ہوگی۔ وہاں کیا عذر ہوگا کہ ٹھیکریوں اور کاغذوں کو کیوں خدا سے بڑھکر عزت دی تھی۔ ہماری جماعت کے یہ شایان شان نہیں کہ وہ عذر تراش کر یا غفلت سے موقعہ کو گنوا دے۔ خدا کا حکم سمجھ کر اس کے ادا کرنے کے لئے جلدی کرو۔ اور ڈرو کہ غفلت میں ہی وہ موقعہ نہ آجائے کہ سوائے کف افسوس ملنے کے انسان کے ہاتھ میں کچھ نہ آئے۔ زکوٰۃ اسلام کے ان محاسن میں سے ایک حسن ہے۔ جس کی نظیر ہم کو دوسرے کسی مذہب میں نہیں ملتی پس ایسا نہ ہو کہ ان چیزوں کو جو اللہ تعالےٰ نے اسلام کے لئے بطور ایک حسن کے رکھی تھیں۔ ہم ایک بدنما داغ بنا کر اور بھی ملزم ہو جائیں +

میں نے زکوٰۃ کی طرف کسی جمعہ کے خطبہ میں توجہ دلائی تھی اور یہی خیال ہوتا ہے کہ خطبہ جمعہ سب احباب تک پہنچ جائیگا لیکن اس تحریر کے لکھنے کے لئے جو خاص امر محرک ہوا ہے وہ ہمارے نہایت ہی مکرم شیخ محمد اسمعیل و مولا بخش و محمد صاحبان کا ایک خط ہے میں نے ان مکرم احباب کو ایک خاص معاملہ میں توجہ دلائی تھی کہ زکوٰۃ کے روپے سے تھوڑی سی مدد کریں جس کے جواب میں ان کا ایک خط مجھے پہنچا ہے جس کو پڑھکر بے اختیار اور بار بار میرے دل سے انکے لئے یہ دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں بڑی بڑی برکتیں اور رحمتیں دینی اور دنیوی ان پر نازل فرمائے۔ صدقات کی ادائیگی کو خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قدر ترقی دی ہے کہ احادیث میں آتا ہے کہ جب صدقات کا مال کسی کی طرف سے آتا تھا تو آپ ان الفاظ میں اس کے لئے دعا کیا کرتے تھے اللھم صل علےٰ اٰل فلان۔ سو میں خود بھی شیخ صاحبان کے لئے دعا کرتا ہوں اور احباب سے بھی التجا ہے کہ وہ دعا کریں۔ انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک سو کاپی ترجمہ انگریزی قرآن شریف کی مفت تقسیم کر کے قیمت ان سے وصول کی جائے جس میں سے بیس کاپیاں تقسیم ہو چکی ہیں اور باقی انہی کے متعلق عنقریب کوئی تجویز کی جائے گی۔ بیشتر حصہ ان کا خیال ہے کہ لائبریریوں میں بھیجا جائے۔ ہاں چند کاپیاں اس غرض سے الگ رکھی جائینگی کہ مستحقین کو مناسب خفیف قیمت پر دیجائیں۔ شیخ صاحبان کا یہ نیک نمونہ میں اپنے احباب کے سامنے پیش کرتا ہوں تاکہ ایسی ہی ہمت سے ہمارے دیگر احباب بھی کام لیں تو اشاعت اسلام کا کام دنوں میں ترقی کر کے کہیں کا کہیں پہنچ سکتا ہے +

الاسلام

عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام

(از مسٹر شبیر حسین صاحب قدوائی)

گذشتہ سے پیوستہ

طلاق

مذہب اسلام کی رُو سے شادی ایک عقد اور عہد نامہ ہے۔ اس گرہ یا عہدنامے کے ٹوٹ جانے کا نام طلاق رکھا گیا ہے۔ اسلام نے عقد نکاح کو مشتہر کرنے کیلئے کوئی خاص رسومات نہیں بنائیں۔ طرفین کی رضامندی شادی سے پہلے مہر کا مقرر ہونا اور دو شاہدوں کا حاضر ہونا۔ جس میں تین چیزیں ہیں جنکی موجودگی میں ایک مرد و عورت کا اسلامی طریقہ سے عقد نکاح باندھا جاتا ہے۔ بعینہ اسی طرح عقد نکاح کو توڑنے کے لئے کسی رسومات کی حاجت نہیں۔ عورت کو سب لوگوں کے سامنے طلاق دینا۔ کیچڑ میں ایک گندے کپڑے کا دھونا اور اپنی زندگی کے سب سے پوشیدہ رازوں کو فاش کرنا یہ سب ضروری اور قبیح امر ہیں۔ اسلام میں جب خاوند عقد نکاح سے آزاد ہونا چاہے۔ تو اسکو طلاق کہتے ہیں اور یہ امر بہت پوشیدہ طور سے ہو سکتا ہے اور جب عورت نکاح سے آزاد ہونا چاہے یا طرفین ایکدوسرے سے رضامندی نکاح کو توڑنا چاہیں تو اسکو خلع یا مبرات کہتے ہیں اور اسپر عملدرآمد ایک حاکم شرع کو کرنا پڑتا ہے۔ اسلام نے عقد نکاح کو توڑنے کے لئے کوئی خاص شرائط نہیں بتائے۔ یعنی ہر ایک عقد نکاح کو اپنے مخصوص شرائط کے ماتحت توڑے جانے کی اجازت دی ہے۔ ہر ایک مرد و عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ شادی کرتے وقت شرائط طلاق ایک دوسرے سے لکھوالیں۔

اگر عورت اپنے حقوق کی حفاظت کرنیکے قابل نہ بھی ہو تو قرآن نے اسکی کافی حفاظت کی ہے فرمایا و ان اردتم استبدال زوج مکان زوج و اتیتم احدٰهن قنطارا فلا تاخذوا منه شیئا۔ اتاخذونه بهتانا و اثما مبینا و کیف تاخذونه وقد افضٰی بعضکم الیٰ بعض و اخذن منکم میثاقا غلیظا۔ اور اگر تمہارا ارادہ ایک بی بی کو بدل کر اسکی جگہ دوسری بی بی کرنے کا ہو تو گو تم نے پہلی بی بی کو ڈھیر سارا مال دیدیا ہو تاہم اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لینا۔ کیا (تمہاری غیرت جائز رکھتی ہے) کہ کسی قسم کا بہتان لگا کر اور صریح بیجا بات کر کے اپنا دیا ہوا (اُس سے) واپس لو۔ اور دیا ہوا کیسے واپس لوگے حالانکہ تم ایکدوسرے کے ساتھ صحبت کر چکے ہو۔ اور بیبیاں تم سے (نان و نفقہ) کا پکا قول لے چکی ہیں۔ (سورۃ النساء آیت ۲۰ و ۲۱)۔

قرآن نے قنطار کا لفظ استعمال کر کے عورتوں کو حق دیدیا ہے۔ کہ وہ اپنے مہر جتنے چاہیں مقرر کرائیں۔ اور مرد کو حکم ہے کہ طلاق دیتے وقت وہ کوئی چیز واپس لینے کا مدعی نہیں ہو سکتا۔ اور جو کچھ اُس نے اپنی بیوی سے وعدہ کیا ہے وہ سب اسکو ادا کرنا ہوگا۔ گویا ایک رنگ میں تو طلاق کی طاقت عورت کے ہاتھ میں ہے۔ یہ اب اس کا فرض ہے کہ اپنی شادی کے وقت یہ احتیاط کرے کہ وہ رقم مہر جو اُس کے طلب کرنے یا طلاق میں واجب الادا ہوگی وہ اس قدر ہو کہ طلاق کی طاقت اس کے اپنے ہاتھوں میں رہے۔

اگر شادی کے وقت رقم مہر اچھی خاصی مقرر کی جاوے۔ تو یہ ان ضعیف الایمان مسلمان خاوندوں کی جلد بازی پر ایک قانونی اور جائز روک بن سکتی ہے۔ جو اللہ اور اُسکے رسول کے احکام کی عزت نہ کرتے ہوں۔ اور اگر خود عورت عقد نکاح کو توڑنا چاہے یعنے حالت خلع حاصل کرنا چاہے۔ تو مہر واجب الادا نہ ہوگا۔ بشرطیکہ کوئی اور شرائط نہ کی گئی ہوں۔ سورۂ البقر کے انتیسویں رکوع میں مسئلہ طلاق کی بابت جو احکام دئے گئے ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے جو تشریح اور تفسیران آیات کی اپنے ترجمہ قرآن میں کی ہے۔ وہ خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ لیکن جگہ نہ ہونے کی وجہ سے ہم ان کے لکھنے سے معذور ہیں۔

فرمایا۔ الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف او تسریح باحسان۔ ولا یحل لكم ان تاخذوا مما اتیتموهن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود الله۔ فان خفتم الا یقیما حدود الله فلا جناح علیهما فیما افتدت به۔ تلك حدود الله فلا تعتدوها ومن یتعد حدود الله فاولٰئك هم الظٰلمون۔ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتیٰ تنكح زوجا غیره۔ فان طلقها فلا جناح علیهما ان یتراجعا ان ظنا ان یقیما حدود الله۔ وتلك حدود الله یبینها لقوم یعلمون۔ واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فامسكوهن بمعروف او سرحوهن بمعروف ولا تمسكوهن ضرارا لتعتدوا۔ ومن یفعل ذالك فقد ظلم نفسه ولا تتخذوا اٰیٰت الله هزوا۔ واذكروا نعمت الله علیكم وما انزل علیكم من الكتاب والحكمة یعظكم به۔ واتقوا الله واعلموا ان الله بكل شیء علیم۔ ترجمہ۔ طلاق (جسکے بعد رجوع ہو سکتا ہے) دو ہی دفعہ ہو سکتا ہے پھر یا تو دستور کے مطابق اسکو (زوجیت) میں رکھو یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت کر دو۔ اور جو کچھ تم انکو دے چکے ہو اسمیں سے (کچھ بھی واپس لینا) جائز نہیں۔ مگر یہ کہ میاں بی بی خوف کریں۔ کہ جو حدیں خدا نے ٹھیرائی ہیں وہ ان پر رہ نہ سکیں گے۔ اور اس صورت میں کہ تم لوگوں کو اس بات کا خوف ہو کہ میاں بی بی اللہ کی حدوں پر قائم نہیں رہ سکیں گے۔ اور عورت (اپنا پیچھا چھڑانے کے عوض) کچھ دے نکلے تو اس میں دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھ جائیں تو یہی لوگ بر سر ناحق ہیں۔ اب اگر عورت کو (تیسری بار) طلاق دیدی تو اسکے بعد جب تک عورت دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔ اس کیلئے حلال نہیں۔ ہاں اگر دوسرا شوہر اسکو طلاق دیدے تو دونوں (میاں بی بی) پر کچھ گناہ نہیں۔ کہ ایکدوسرے کی طرف رجوع کریں بشرطیکہ دونوں کو توقع ہو۔ کہ اللہ کی حدوں پر قائم رہ سکیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ جن کو اُن لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے جو سمجھتے ہیں۔ اور جب تم نے عورتوں کو (دو بار) طلاق دیدی۔ اور اُن کی عدت پوری ہونے کو آئی تو یا تو (رجوع کر کے) دستور کے مطابق ان کو (زوجیت) میں رکھو۔ یا (تیسری) طلاق دیکر ان کو اچھی طرح رخصت کر دو۔ اور ایذا دہی کیلئے انکو نہ رکھو کہ لگو اُن پر زیادتی کرنے۔ اور جو ایسا کریگا۔ وہ اپنا ہی (بُرا) کھوئیگا۔ اور اللہ کے احکام کو ہنسی نہ سمجھو۔ اور اللہ نے جو تم پر احسان کئے ہیں انکو یاد کرو۔ اور یہ بھی کہ اس نے تم پر کتاب اور عقل کی باتیں اُتاریں۔ کہ تو اُنکے ذریعے سے نصیحت کرے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (سورہ البقر)۔

پھر سورہ الطلاق کے پہلے رکوع میں فرمایا۔

یاایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدة واتقوا الله ربكم لا تخرجوهن من بیوتهن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشة مبینة۔ وتلك حدود الله۔ ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدری لعل الله یحدث بعد ذالك امرا۔ فاذا بلغن اجلهن فامسكوهن بمعروف او فارقوهن بمعروف واشهدوا ذوی عدل منكم واقیموا الشهادة لله ذالكم یوعظ به من كان یؤمن بالله والیوم الاٰخر۔ ومن یتق الله یجعل له مخرجا۔

ترجمہ۔ اے پیغمبر (مسلمانوں سے کہو) جب تم بیبیوں کو طلاق دینی چاہو۔ تو انکو اُن کی عدت کے شروع میں طلاق دو۔ اور عدت گنے لگو۔ اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو۔ (عدت میں) ان کو گھر سے نہ نکالو۔ اور وہ (خود بھی) نہ نکلیں مگر یہ کہ کھلم کھلا (بےحیائی) کریں۔ (تو نکال دو) یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ اور جس شخص نے اللہ کی حدوں سے قدم باہر رکھا تو اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ تو نہیں جانتا کہ اللہ طلاق کے بعد (ملاپ کی) کوئی صورت پیدا کر دے۔ پھر جب عورتیں اپنی عدت پوری کریں تو (یا اُن سے رجوع کر کے) سیدھی طرح انکو رکھو۔ یا سیدھی طرح انکو رخصت کرو۔ اور اپنے لوگوں میں سے دو معتبر کو گواہ کر لو۔ اور (اے گواہو) اللہ کا پاس کر کے ٹھیک ٹھیک گواہی دینا۔ یہ نصیحت کی باتیں ان لوگوں کو سمجھائی جاتی ہیں۔ جن کو اللہ اور روز آخرت پر یقین ہوتا ہے اور جو شخص خدا سے ڈرتا رہیگا۔ خدا اس کے لئے نجات کی شکل نکال دے گا۔ (آیت پہلی و دوسری)

پھر اسی سورۃ کی چھٹی و ساتویں آیت میں فرمایا۔

اسکنوهن من حیث سكنتم من وجدكم ولا تضاروهن لتضیقوا علیهن وان كن اولات حمل فانفقوا علیهن حتیٰ یضعن حملهن فان ارضعن لكم فاٰتوهن اجورهن واتمروا بینكم بمعروف وان تعاسرتم فسترضع له اخریٰ۔ لینفق ذو سعة من سعته۔ ومن قدر علیه رزقه فلینفق مما اٰتٰه الله لا یكلف الله نفسا الا ما اٰتٰها سیجعل الله بعد عسر یسرا۔ ترجمہ مطلقہ عورتوں کو (عدت کے دنوں میں) اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہو۔ اور انکو تنگی کرنے کیلئے تم انکو ایذا نہ دو۔ اگر حاملہ ہوں۔ تو بچہ جننے تک اُن کا خرچ اٹھاتے رہو۔ پھر اگر وہ (بچے کو) تمہارے لئے دودھ پلائیں تو ان کو دودھ پلائی دو۔ اور آپس کی صلاح سے دستور کے مطابق (اجرت) ٹھہرالو۔ اور اگر آپس میں کشمکش کرو گے تو مرد کو کوئی اور (عورت) میسر آجاویگی جو اس کے لئے (بچے کو) دودھ پلائیگی جسکو گنجائش ہو اسکو چاہئے کہ اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرے اور جسکی آمدنی مقرر ہو وہ جتنا اسکو خدا نے دیا ہے اس کے موافق خرچ کرے خدا نے جسکو جتنا دے رکھا ہے۔ اس سے بڑھ کر کسی کو تکلیف دینی نہیں چاہتا۔ خدا تنگی کے بعد فراغت بھی جلد دیتا ہے۔

قوانین طلاق کو عمداً ایک ایسی لچکدار حالت میں چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ وہ نہ صرف تمام ملکوں اور زمانوں کے حسب حال ہوں۔ بلکہ ذاتی اور انفرادی طور پر بھی مختلف واقعات میں قابل عمل ہوں۔ اور اس وجہ سے مندرجہ بالا آیتوں کے معانی و مطالب سمجھنے میں بہت کچھ اختلاف کیا گیا ہے۔ اور وہ احکام جو نبی کریم سے مختلف اسلامی قاضیوں اور مفتیوں کو اس غرض سے بتائے کہ وہ خاص حالات کے ماتحت اپنا فیصلہ دیدیا کریں۔ ان کا مفہوم سمجھنے میں بھی بہت کچھ اختلاف رائے ہے۔ اسلامی دنیا کا اکثر حصہ اہل سنت کہلاتے ہیں۔ وہ امام ابو حنیفہؒ کی فقہ پر عامل ہیں۔ لیکن تمام مسلم فقیہہ اور مقنن خواہ وہ حنفی ہوں یا شافعی۔ خارجی ہوں یا شیعہ۔ سب کے سب اس بات پر متفق الرائے ہیں کہ جب تک خاص ناقابل گزر وجوہ پیدا نہ ہو جائیں طلاق دینا ہرگز جائز نہیں ہوتا اور کوئی مسلمان مذہب اور قوانین کے رُو سے طلاق نہیں دے سکتا۔ جب تک کہ کوئی خاص ان مثل حالات پیش نہ آئیں۔

خود قرآن نے مرافعت اور رجوع پر بڑا زور دیا ہے اور اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ایک سچے مومن کو اللہ کے رحم اور فضل پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ ایسے حالات میں بھی جہاں میاں بیوی ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہوں اور بظاہر طلاق کی ضرورت محسوس ہو وہاں بھی خدا ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ ایکدوسرے کی طرف رجوع کر لیتے ہیں۔ سورۃ النساء کے تیسرے رکوع میں فرمایا۔

وعاشروهن بالمعروف فان كرهتموهن فعسیٰ ان تكرهوا شیئا ویجعل الله فیه خیرا كثیرا۔ ترجمہ اور بیبیوں کے ساتھ حسن سلوک سے رہو اور اگر تم کو بی بی ناپسند ہو تو عجب نہیں کہ تم کو ایک چیز ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت خیر و برکت دے۔

قرآن ہرگز ہرگز اس بات کا اشارہ تک نہیں کرتا کہ جلد بازی کر کے طلاق دے دو۔ اس نے طلاق کے تین مدارج رکھے ہیں اور میاں بیوی کو حکم دیا ہے کہ جب تک دو طُہر نہ گذر جائیں وہ ایک ہی گھر میں رہیں۔ تاکہ اگر اُن میں ذرہ بھی ایک دوسرے کی محبت ہوگی۔ تو تیسرا درجہ یا کامل طلاق واقع ہونے سے پہلے وہ ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لینگے اور جہاں تک ان کے نان و نفقہ کا سوال ہے ان حالات میں خاص توجہ کی گئی ہے جب عورت حاملہ ہو۔

جناب رائٹ آنریبل سید امیر علی نے اپنی کتاب میں مسئلہ طلاق پر مندرجہ ذیل قوانین وضع کئے ہیں:۔

اہلسنت نے دو قسم کی طلاق کو جائز قرار دیا ہے اول طلاق سنت اور دوسرا طلاق بدعت یا طلاق بدعی۔ طلاق سنت تو وہ ہے جو ان قوانین کے ماتحت دیا جائے جو کہ نبی کریمؐ کی حدیثوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور آپ نے یہی پسند فرمایا کہ اگر کوئی شخص بالکل مجبور ہو جائے تو طلاق اسی طرز و طریق سے دے اور یہی شرعی اسلامی اور جائز طلاق ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

آزاد رہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل + ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

اخبار پیغام صلح

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست — بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جائے بود

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست — ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبر ہائے معاد — ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
ایں ہمہ از حضرت احدیت است — منکر آں مستوجب لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر است — منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقین — آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکار سے کند از اشقیاست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب — نزد ما کفر است و خسران و تباب

ہفتہ میں دوبار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ قیمت

جلد ۵ | مقام المسیح لاہور، چہارشنبہ ۲۶ رجب ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۸ مئی ۱۹۱۸ء | نمبر ۸۰

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

حج اور مکہ معظمہ کا تصور فرمایا۔ بعض لوگ بڑے اخلاص کے ساتھ حج کو جاتے ہیں اور اس ملک اور مقام کی اپنے دل میں پہلے سے ایک تصویر بناتے ہیں کہ کعبہ سے ایک بڑا نور نکلتا ہوگا۔ اور مکہ کے لوگ مثل فرشتوں کے ہونگے۔ لیکن جس جوش اور تپاک اور محبت کے ساتھ جاتے ہیں۔ واپس آتے ہوئے وہ محبت ساتھ نہیں لاتے۔ وجہ یہ کہ ان کی نظر ظاہر پر ہوتی ہے کعبہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ ایک معمولی کوٹھا ہے۔ اور وہاں کے لوگوں میں سے کسی کو بد خلق اور چور پاتے ہیں۔ تو اسی پر سب کو قیاس کر کے یقین کر لیتے ہیں کہ بس سارے عرب ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اس طرح ان کے دل میں کئی قسم کے شبہات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ کیونکہ نہ ان کو وہاں تجلی ملائیک دکھائی دیتی ہے۔ اور نہ انوار و برکات نظر آتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ خود خام لوگ ہوتے ہیں۔ اسواسطے ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ اور متردد ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ ان کی غلطی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ خانہ کعبہ میں سب اولیاء اور قطب ہی ہوں۔ خانہ کعبہ نے اس وقت بھی گذارہ کر ہی لیا تھا۔ جب اس کے چاروں طرف بت پرست رہتے تھے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اکثر لوگ وہاں نمازی اور نیکوکار ہیں۔ دوسری جگہوں کے ساتھ مقابلہ کر کے حکم کثرت پر لگانا چاہیئے۔ پہلی کتابوں میں جو خانہ کعبہ کی بزرگی کا ذکر ہے وہ دوسری آنکھوں سے نظر آ سکتی ہے۔ شیخ سعدی نے فرمایا ہے۔ ؎

چو بیت المقدس دروں پر نتاب
رہا کردہ دیوار بیروں خراب

ایسا ہی اولیاء اللہ کی حالت باہر سے ایک بے تکلفانہ زندگی کی ہوتی ہے۔ مگر ان کا اندر خدا کے نور سے منور ہوتا ہے۔ بعض لوگ تکلف سے ایک خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ اور نرالی وضع بناتے ہیں۔ اپنی نشست و برخاست میں ایک خاص طرز اختیار کرتے ہیں تاکہ لوگوں میں فقیر اور اہل معرفت سمجھے جائیں۔ وہ سب جھوٹے ہیں۔

سچے مذہب کی شناخت گجرات کے مشن اسکول کے ہیڈ ماسٹر ڈے نیل صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چند تحریری سوال پیش کئے .... مختلف مذاہب کا تذکرہ تھا حضور مسیح علیہ السلام نے فرمایا آجکل مذاہب کی عجیب حالت ہے۔ گھر گھر ایک نیا مذہب بن رہا ہے۔ اور تلاش کرنے والے کے واسطے ایک حیرت کا مقام ہوتا ہے۔ اور اس وقت طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ واقعی انسان کو نجات دینے والا سچا مذہب کونسا ہے۔ اس کا جواب ہر ایک شخص اپنے اپنے رنگ میں دیگا۔ لیکن اس کا صحیح جواب یہی ہے۔ کہ ہر ایک مذہب میں یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ خدا کے ساتھ اس کے معاملات کیسے ہیں۔ اس کی عظمت اور خوف کس قدر دل پر غالب ہے۔ انسان شر سے طبعاً نفرت کرتا ہے۔ اور جس چیز کے فوائد اور منافع مرکوز خاطر ہو جائیں۔ اس سے طبعاً محبت کرتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ انسان کو رات رہنا ہو۔ اور اس جگہ سانپ ہو۔ تو گوارا نہ کریگا کہ وہاں رہے۔ یا کسی گاؤں میں طاعون ہو۔ تو طبعاً اس بات سے نفرت کریگا۔ کہ اس میں داخل ہو۔ فایدہ مند چیز کی طرف رغبت کرتا ہے۔ بری چیز سے نفرت رکھتا ہے۔ پس جس شخص کے دل میں خدا کی واقعی عظمت ہو جاوے۔ اور اس کو منافع دینے والا یقین کر لے اور اس کے احکام کی خلاف ورزی میں اپنی ہلاکت پر پورا ایمان قایم کر لے۔ تو پھر باوجود اس نظارہ کے وہ کس طرح خدا کی خلاف مرضی کر سکیگا۔

انسان کو چلتے چلتے سونے کا خزانہ نظر آ جائے۔ تو ضرور اس کو لینے کی سعی کرتا ہے۔ پس اصل بات یقین اور ایمان ہے جس کے ذریعہ سے تمام بدیوں سے بچ کر نیکی کی طرف انسان آ سکتا ہے۔ پھر وہ یقین اور ایمان کس طرح سے حاصل ہو۔ سچا مذہب وہ ہے جو اس یقین کے واسطے صرف قصص اور کہانیوں پر مدار نہ رکھے کیونکہ یہ کہانیاں تو سب میں پائی جاتی ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ ہم مسیح کے معجزات کا قصہ مان لیں۔ اور ایک ہندو کے دیوتاؤں کے معجزات جو اس کی پرانی کتابوں میں درج ہیں نہ مانیں۔ تاریخی امور میں سب قومیں آرائش کرتی ہیں۔ یہ ایک تحکم ہے کہ ایک کی بات مانی جائے اور دوسرے کا انکار کیا جائے۔ یہ نامناسب ہے کہ انسان اپنے مذہب کے قصے کو درست جانے اور باقی سب کو غلط مانے غرض قصوں کے ذریعہ سے حق کے تلاش کرنے کا سفر بہت دور دراز کا ہے جو طے نہیں ہو سکتا۔ اس کے سوائے آسان راہ یہ ہے۔ کہ خدا جیسا پہلے قادر تھا۔ اب بھی قادر ہے۔ جیسا پہلے معجزات ظاہر کر سکتا تھا اب بھی ظاہر کر سکتا ہے۔ جیسا پہلے سنتا تھا اب بھی سنتا ہے۔ اور جیسا پہلے بولتا تھا اب بھی بولتا ہے یہ کیا وجہ ہے کہ پہلے تو سننے اور بولنے کی دونوں صفتیں اس میں تھیں مگر اب سننے کی صفت تو ہے لیکن بولنے کی نہیں پس سچا طالب وہ ہے جو سب باتوں کو چھوڑ کر اس لم یزل لازلی ابدی خدا ہمیشہ کی قدرتوں والے خدا کی طرف جھک جائے۔ بس خدا کیطرف توجہ کرے۔ جو اب بھی وہی صفات اور اخلاق رکھتا ہے جو موسیٰ کے وقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت رکھتا تھا۔ وہ اب بھی چاہتا ہے کہ گم گشتہ اسکے پاس آئیں وہ اب بھی محبت کرتا ہے کہ کوئی اسکے حضور میں آئے۔ سچا وہی ہے جو ایسے خدا کو ڈھونڈتا ہے جس مذہب کا مدار صرف قصوں پر ہے۔ وہ مردہ مذہب ہے۔ سچا مذہب وہ ہے جس کا خدا اب بھی بولتا ہے جو تعصب نہیں رکھتا ہے۔ وہ شخص خدا کی قدیم کا طالب ہو کر اس کو پاتا ہے خدا اس دل کو دوست رکھتا ہے جو اسکو ڈھونڈتا ہے۔ ان شاء اللہ

اخبار احمدیہ

گذشتہ ہفتوں میں لیکچروں کا سلسلہ برابر مختلف مقامات پر جاری رہا۔ ۲۷۔ ۲۸ اور ۲۹۔ اپریل ۱۹۱۸ء کو سرگودہا اور بھیرہ میں ۵ اور ۶ مئی ۱۹۱۸ء کو [illegible] میں انجمن اسلامیہ کے جلسہ میں مختلف لیکچر ہوئے سرگودہا میں حضرت امیر ایدہ اللہ مولینا صدر الدین صاحب مولوی مصطفیٰ خانصاحب [illegible] میر ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب [illegible] عبدالحق صاحب اور میر مدثر شاہ صاحب کے لیکچر ہوئے۔ [illegible] حضرت امیر ایدہ اللہ اور حضرت مولینا صدر الدین کے لیکچر جن میں سب دعاوی مسیح موعود کو خوب کھول کھول کر بیان کیا گیا۔ اور تمام الزامات کو پورے طور پر رد کیا گیا۔

بھیرہ میں ہمارے جلسہ کے بالمقابل محمودیوں نے بھی اپنا جلسہ کیا جس کی روئداد ہمارے مکرم دوست مولوی محمد صدیق صاحب کے قلم سے خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہے جس میں محمودی مولوی غلام رسول راجیکی کی ذلت و ناکامی کا عبرت انگیز نقشہ ہے آپ لکھتے ہیں۔

ہمارے محمودی بھائیوں نے بھی اپنے دو مولوی یعنی مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اور مولوی ابراہیم صاحب بقاپوری بلوائے تھے [illegible] مسجد میں ہو لیکچر مسجد محلہ تھکانوالی میں ہوا لیکچر مسجد لوہارانوالی میں ہوا [illegible] میں انکے اکثر لیکچروں میں گیا۔ ہاں انکا ایک لیکچر عام پبلک میں بھی ہوا .... جسکا انجام یہ ہوا کہ لڑائی تک نوبت پہنچی اور شورش بر پا ہو کر بند کرنا پڑا صاحب مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکی لیکچرار تھے صداقت مسیح موعود [illegible] اس میں ختم نبوت بھی شامل حضرت مسیح موعود کی صداقت کا استدلال فمن اظلم ممن افترے علی اللہ اولذب بآیاتہ انہ لا یفلح [illegible] اور وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا اور ولو تقول علینا بعض الاقاویل سے کر کے آخر ختم نبوت پر آئے مگر اصل بات نہ کی کہ مجدد کا یہ کام ہوتا ہے۔ کہ تاکہ نبی اور مجدد دونوں اعتبار ظاہر ہو جاتا ہے اور فرمایا نبوت چھینے یا رحمت ہے یا لعنت ہے۔ اگر رحمت اور لعنت تھی اور محمد رسول اللہ صلعم رحیم ہو گئی تو بہتر ہوا ہیا اچھا ہوا یہی سن کر لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور شورش برپا ہو گئی تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکا نوجوان کا یہ جواب کہا اگر اسلامی سلطنت میں ایسے الفاظ استعمال کرتے تو اسکو توپ کے آگے اڑایا جاتا انسے محمد رسول اللہ صلعم کی ہتک کی ہے۔ پریزیڈنٹ صاحب نے اسکو بٹھلایا ایک منٹ ابھی نہ گذرا ہوگا کہ پھر وہ نوجوان جوش میں کھڑا ہوا اور وہی الفاظ دہرائے جواوپر بیان ہوئے۔ ایک نوجوان محمودی سے اس کے مقابل کھڑا ہوا لاٹھی بھی اٹھی مگر خدا خدا کر کے بچاؤ ہو گیا ہمارے حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب معہ سائیں صاحب محمودی تدارک مافات کیلئے کھڑے ہوئے کچھ بیان بھی فرمایا مگر صبر کہاں اعتراض کرنیوالے کھڑے ہو گئے آخر لیکچر کو بند کرنا پڑا۔ اور جیسا کہ بھیرہ کے ایک اور خط سے معلوم ہوتا ہے مولوی غلام رسول کو بھاگ کر چھپنا پڑا۔ جہاں سے ایک چور دروازہ کے راستہ وہ بچ کر نکل گئے ایڈیٹر [illegible] لیکچر جو مسجد لوہارانوالی میں ہوا اسمیں سائیں صاحب اور مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کی بھی

محرک آنریبل مسٹر جسٹس شادی لال۔ موید ین۔ آنریبل رائے بہادر بخشی سوہن لال اور ڈاکٹر گوکل چند نارنگ۔

چوتھا ریزولیوشن

یہ جلسہ عام طور پر دہلی سب کمیٹی متعلقہ وسایل جنگ کے ریزولیوشنوں سے متفق ہے۔ اور مقامی حکومت سے درخواست کرتا ہے۔ کہ جہانتک ہو سکے ایک وسیع پیمانہ پر ریکروٹنگ بورڈ قایم کرکے ان ریزولیوشنوں کو زیر عمل لائے +

محرک آنریبل خان ذوالفقار علی خاں سی آئی ای آف مالیر کوٹلہ موید ین۔ آنریبل رائے بہادر پنڈت شو نراین۔ اور رائے بہادر گنگا رام۔

پانچواں ریزولیوشن

یہ جلسہ اپنے آپکو پابند کرتا ہے۔ کہ جب نئے قرضہ جنگ کا اعلان ہوگا۔ تو یہ اس کو پورا کرنے کے لئے تا بحد امکان پوری کوشش کریگا۔ اور یہ یقین دلائیگا۔ کہ صوبہ ہذا ابھی تک اسی قابل فخر حیثیت کا مالک ہے۔ جو سال گذشتہ کے قرضہ جنگ میں اس نے حاصل کی ہے

محرک۔ آنریبل سر ہنری راٹیگن۔ موید ین۔ رائے بہادر گوپال داس بھنڈاری۔ آنریبل جسٹس شاہدین۔ اور آنریبل رائے بہادر رام سرن داس سی آئی۔ ای +

یہ پانچ ریزولیوشن یکے بعد دیگرے پیش ہوئے۔ اور ہر ایک کی تحریک اور تائید کے بعد ہز آنر باقاعدہ تمام جلسہ کی رائے لیکر اسے پاس اور منظور فرماتے تھے۔ تمام ریزولیوشنوں کے پاس ہو چکنے کے بعد ہز آنر نے ایک مختصر سی تقریر میں پنجاب کی اس عالی ہمتی اور اظہار وفاداری کا اظہار تحسین کیا۔ اور پھر فوجی بینڈ نے فتح کا ترانہ گایا۔ جس کے بعد جلسہ منتشر ہو گیا +

فرزندان پنجاب اس خطرہ سے ہندوستان کو بچائیں

اوپر کی تمام تقاریر اور ریزولیوشن اس قابل ہیں کہ ہندوستان اور بالخصوص پنجاب کے لوگ انہیں غور اور توجہ سے پڑھیں اور جن خطرات کا ہز آنر لفٹننٹ گورنر صاحب نے بہ تتبع صاحب وزیر اعظم برطانیہ اور حضور وائسرائے احتمال ظاہر کیا ہے۔ ان کے انسداد کے لئے ابھی سے تیار ہو جائیں ہز آنر لفٹننٹ گورنر بہادر کا یہ خیال بالکل صحیح ہے۔ کہ ان خطرات کی پہلی زد پنجاب ہی پر پڑ سکتی ہے۔ اس لئے ہندوستان کے تحفظ کی ذمہ داری اہل پنجاب پر سب سے بڑھکر عاید ہوتی ہے پھر کیا ہی خوش نصیب ہونگے وہ لوگ جن کی ہمت اور کوشش سے تمام ملک تباہی اور بربادی کے ان ہولناک شکنجوں میں پڑنے سے بچ رہے جو غنیم کے ملک کے اوپر چڑھ آنے اور اسپر قابو پا لینے سے وارد ہو سکتی ہے۔ اس تباہی و بربادی کی بہترین مثالیں اہل پنجاب کو معلوم ہیں۔ اور ہز آنر نے بھی اپنی تقریر میں نہ صرف گذشتہ زمانوں میں ہی بارہا دفعہ دریائے راوی کے خون آلود ہونے کا حوالہ دیکر بیرونی حملہ آوروں کی دستبرد کا ذکر کیا۔ جو اس سے پہلے پنجاب پر وارد ہوتی رہی ہے بلکہ جرمن تباہی خیز انتشاری اور قتل عام کی طرف بھی اشارہ کرتے ہوئے آنیوالے خطرات کی ہولناک صورت کو واضح کر کے دکھا دیا پس ایسی حالت میں کیا پنجاب کا یہ فرض نہیں۔ کہ وہ کم از کم اپنے آپ کو اس آنیوالی تباہی سے بچانے کے لئے مالی اور جانی امداد میں حتے الوسع پورے طور پر ساعی ہو۔ سلطنت برطانیہ کی برکات اور امن سے کون واقف نہیں پھر کیا۔ یہ ضروری نہیں۔ کہ ان برکات کی خاطر اس کا ساتھ آخر دم تک دیا جائے۔ جس کا نتیجہ آخر کار فتح ہو۔ ہمیں امید ہے کہ ہز آنر لفٹننٹ گورنر کی تقریر اور حضور ملک معظم کا پیغام بالخصوص اہل پنجاب کے لئے بہت ہی موثر ثابت ہوگا۔ اور وہ اپنی شاندار تاریخی روایات کے مطابق جو کچھ امداد اس سے پیشتر کر چکے ہیں۔ اسے اور بھی بڑھا دینگے اور مطلوبہ تیاری اور آدمیوں وغیرہ کے مہیا کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھینگے +

میاں صاحب اور مسئلہ کفر و اسلام

میاں محمود احمد صاحب کا عقیدہ کفر و اسلام بھی عجیب خاصیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ جس وقت بھی دیکھو بالکل نئی شان اور وضع کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ ہر زمانہ اور ہر وقت کے مناسب حال بالکل نرالے اور مختلف خیالات اس میں پائے جاینگے۔ ایک وقت تھا کہ وہ بھی ہم احمدیوں کی طرح دیگر مسلمانوں کو مسلمان ہی سمجھتے تھے یہانتک کہ ان کو لڑکیاں بھی دیدینا جائز تھا۔ اسی لئے وہ خود خلیفہ رشید الدین صاحب کی صاحبزادی کے نکاح میں شریک ہوئے اور ان کی برات کے ساتھ لاہور بھی آئے۔ اور کبھی مخلص سے مخلص دوست کے کان میں بھی نہ کہا کہ ہماری سالی کا نکاح کافر سے کیوں کیا جاتا ہے نہ حضرت مولوی صاحب پر خطبہ کے وقت اعتراض کیا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ان کا عقیدہ یقیناً وہی تھا جو حضرت مسیح موعود کا تھا یعنی حضرت صاحب کے محض انکار دعوے کی وجہ سے وہ کسی کو کافر نہ سمجھتے تھے لیکن اس کے بعد ۱۹۱۱ء میں ان کا عقیدہ بدلا۔ اور یہ مذہب انہوں نے قایم کیا۔ کہ وہ مسلمان رہی ہے جو سب ماموروں کو مانے۔ ملاحظہ تشحیذ اپریل ۱۹۱۱ء اس میں انہوں نے خوب کھول کر لکھا۔ کہ

> "جس طرح کافر کہنے والا ایک مسلمان کو کافر کہکر کافر بنتا ہے اسی طرح ایک نبی کو نہ ماننے والا اسے نہ ماننے کی وجہ سے کافر ٹھہرتا ہے"۔ (صفحہ ۱۴۰)

اور اسی کی ذیل میں اس کو بھی "جو آپ مسیح موعود کو دل میں سچا قرار دیتا ہے۔ اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن ابھی بیعت میں توقف ہے کافر قرار دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ بھی رشتہ ناطہ کے تعلقات جایز نہیں رکھے مگر یہ خیال بھی معلوم ہوتا ہے بہت دیر تک ان کے سر میں قایم نہیں رہا۔ بلکہ اس کے بہت تھوڑے دن بعد جب حضرت خواجہ صاحب نے ایک اشتہار میں اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے ان کے اس مضمون کی بھی تشریح کی کہ کافر سے ان کا مطلب محض انکار کرنے والا ہے۔ نہ کہ خارج از اسلام تو انہوں نے اس کی تردید کی بجائے خاموشی اختیار کی اور یوں عملی طور پر خواجہ صاحب کے ساتھ اتفاق کر لیا۔ چنانچہ اسی کی تائید اس خیال سے بھی ہوتی ہے۔ جو انہوں نے حج پر جاتے ہوئے ظاہر کیا۔ جس کو وہ یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ

> "ایک شخص نے اعتراض کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ہر صدی میں ایک فرقہ ناجی رہیگا۔ تم کہتے ہو کہ صحابہ کے علاوہ اب تک تمام لوگ حیات مسیح کے قایل کافر ہی ہوتے رہے۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ ہم غیر احمدیوں کو حیات مسیح ماننے کے سبب سے کافر نہیں کہتے۔ بلکہ اس لئے ان کو کافر کہتے ہیں کہ وہ میرزا صاحب کے مرید مسلمان معتقدوں کو کافر کہتے ہیں۔ اس لئے ہم ان کو رسول اللہ صلعم کے فرمان کے ماتحت مسلمانوں کو کافر کہنے کے سبب سے کافر کہتے ہیں"۔ (بدر ۳ جنوری ۱۹۱۲ء)

اب اس میں صاف طور پر میاں صاحب نے مسلمانوں کو مسیح موعود کو نہ ماننے کی وجہ سے (کیونکہ حیات مسیح کو ماننے والے بھی مسیح موعود کو بہر حال نہیں مانتے) کافر نہیں کہا۔ بلکہ صرف ان کے فتوے کفر کی وجہ سے حدیث کے ماتحت کافر قرار دیا ہے۔ اور دعوے نبوت یا حضرت مرزا صاحب کے انکار کا ذکر تک نہیں کیا۔ یہ صریحاً فتوے کفر سے رجوع ہے۔ لیکن اسپر بھی انہیں ثبات نہیں۔ اور پھر ایک زمانہ آتا ہے جب وہ حضرت مسیح موعود کو نبی قرار دیتے ہیں۔ اور آپ کے محض انکار کو موجب کفر ٹھہراتے ہیں۔ بلکہ جن لوگوں کو تبلیغ نہیں ہوئی۔ یا جن کو تبلیغ ہوئی اور وہ دل سے حضرت صاحب کو سچا مانتے ہیں صرف ابھی بیعت نہیں کی۔ ان کو بھی اس بیعت کی وجہ سے کافر اور خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔ گویا یہ تیسری دفعہ ہے۔ جب انہوں نے اپنا عقیدہ بدلا ہے۔ اللہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اسپر انہوں نے خواہ مخواہ بیجا اصرار سے کام لیا ہے ضرورت ہے کہ وہ اب بھی اسپر غور کریں۔ اور اس سے رجوع کر کے صحیح عقاید پر قایم ہوں۔ ورنہ ہمیں ڈر ہے کہ اپنے ان عقائد سے نہ صرف وہ اپنی ہی ذات کے ذمہ وار ٹھیرتے ہیں۔ بلکہ اپنے تمام مریدین کو غلط راہ پر ڈالنے کا بوجھ انہوں نے اپنے سر پر لیا ہے اور بار بار یہی اعلان ہوتا ہے۔ کہ وہ ان کے ہر ایک دینی و دنیوی امور کے ذمہ وار ہیں۔ کاش میاں صاحب دیکھیں اور اپنی اس ناحق کی ذمہ واری سے دست بردار ہو کر اپنی اور اپنے متبعین کی اصلاح کے موجب ہوں ہم میاں صاحب کے مریدین سے بھی یہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے ایمان کی فکر آپ کریں۔ جو شخص چند سال کے عرصہ میں تین مرتبہ اپنے عقاید کو تبدیل کرتا ہے۔ اس کی بات اندھا دھند قبول کرنے کے قابل نہیں ہو سکتی +

نزول ابن مریم اور معاصر نور افشاں

معاصر "مسافر" آگرہ نے حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم الخ کو نقل کرکے مسیح موعود علیہ السلام کے کاموں کسر صلیب و قتل خنزیر وغیرہ وغیرہ مختلف امور کے متعلق معاصر نور افشاں سے یہ سوال کیا تھا۔ کہ آیا وہ بھی ان کاموں کو مسیح علیہ السلام کے شایان شان اور ان کے نزول کے مقاصد میں سے سمجھتا ہے یا نہیں "مسافر" کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا تھا۔ کہ اس کے جواب میں نور افشاں بوجہ مسیحی ہونے کے ان سب باتوں سے انکار کردیگا۔ اور آنحضرت صلعم کو برا بھلا کہنے میں اس کی ہاں میں ہاں ملائیگا۔ چنانچہ نتیجہ بھی یہی ہوا نور افشاں اپنی ۲ مئی ۱۹۱۸ء کی اشاعت میں مسافر آگرہ کو جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہے۔ کہ

> "ہم ایڈیٹر صاحب کے اس جواب کے ساتھ پورا اتفاق رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ بیان خداوند مسیح کی "شان سے" نہ صرف "بہت نیچے ہیں" بلکہ ان کے کاموں اور تعلیم اور اس دنیا میں اپنے پہلی مرتبہ آنے کے مقصد اور مدعا کے صریح خلاف اور ان کی "شان" کو ذلیل کرنے والے ہیں۔ انجیل شریف کو پڑھکر جو قرآن سے پہلے ہے اور جس کو قرآن بھی کتاب اللہ تسلیم کرتا ہے۔ کوئی بھی شخص خواہ وہ مسیحی ہو خواہ غیر مسیحی اس حدیث (کہانی) کے بیان کے بطلان میں شک نہ کریگا"

اس کو چھوڑ کر نور افشاں کا صلیب پر ایمان ہے۔ اور اس لئے وہ کسر صلیب کے لفظ کو سننے کی بھی تاب نہیں لا سکتا۔ چہ جائیکہ خود جناب مسیح کے ہاتھوں سے اس کو گزند پہنچتے ہوئے دیکھے یا اسے ان کی شان کے مطابق قرار دے سکے۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ وہ کونسی سچائی ہے جو جناب مسیح دنیا میں آکر باصد شان و شوکت کرنے سکے۔ انجیل میں تو (قطع نظر اس کے کہ مسلمانوں کے نزدیک وہ کہانتک قابل تسلیم ہو سکتی ہے) صرف ان کے آنے کے نشانات ہیں۔ یہ کہیں نہیں بتایا کہ وہ آکر کیا کرینگے۔ اگر معاصر "نور افشاں" انجیل سے ان کے کاموں کی تفصیل بتلا سکے جو پہلے آنے کے مقصد و مدعا کو بھی ظاہر کریں اور دوبارہ آمد کے مقاصد کو بھی۔ تو ہم بھی اسپر انشاء اللہ غور کرینگے۔ ورنہ کوئی شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ اگر انجیل ہی سے دیکھنا ہے۔ تو پہلے انہوں نے آکر کیا کیا۔ جواب آیندہ ان سے کچھ امید ہو سکتی ہے۔ اور اس لئے "نور افشاں" کا یہ بیان صحیح ہوگا۔ کہ آنحضرت صلعم نے جو کچھ ان کے دوبارہ آنے کے مقاصد بیان کئے ہیں وہ اکی شان سے بہت بالا ہیں۔ ورنہ اپنی دوبارہ آمد کا مطلب جو کچھ حضرت مسیح نے بتایا ہے وہ صاف ہے۔ کہ جس طرح ایلیا کی دوبارہ آمد کے بجائے اس کی خو بو میں یوحنا نازل ہوا۔ اور لوگوں نے اس کو نہیں مانا۔ اور جھگڑا کیا۔

> "اسی طرح ابن آدم بھی ان کے ہاتھ سے دکھ اٹھائیگا"۔
> (متی ۱۷ : ۱۲)

یعنے خود ان کی بھی دوبارہ آمد ایسی ہی ہوگی۔ کہ کوئی دوسرا ان کی خو بو میں ان کے قائمقام ہو کر آئیگا۔ اور لوگ اسے نہیں مانیں گے اور جھگڑا کرینگے۔ اسی کی طرف حدیث نبوی میں بھی صاف اشارہ ہے کہ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم۔ یعنے تمہاری کیا حالت ہوگی۔ جب تم میں ابن مریم نازل ہوگا اور وہ تمہارا امام تم میں سے ہی ہوگا۔ پس بات صاف ہے۔ دوبارہ آنیوالا خود وہی مسیح علیہ السلام نہیں۔ بلکہ کوئی اور اس کے قائمقام ہو کر آنے والا تھا جو آیا اور اس نے وہی کام کئے۔ جن کی تصریح حدیث نبوی میں کی گئی تھی "نور افشاں" کا اسے مسیح علیہ السلام کی شان کے منافی قرار دینا یا جو مرضی ہو کہے۔ بہر حال وہ اس کے اپنے اعتقادات ہی کی طرفداری کا نتیجہ ہے۔ نہ کہ واقعات اور مسیح علیہ السلام کے اپنے خیالات کا عکس۔ پس آنے والا تو آبھی چکا۔ اور اپنے اقوال و افعال سے مسیح اور آنحضرت صلعم کے بیانات کا بھی مصداق اپنے آپکو ثابت کر چکا اس سے منحرف ہونا اور غلط خیالات کے اثر کے نیچے اور اور باتیں تجویز کرنا اس کے ماننے سے بری نہیں ٹھہر سکتا +

ہونا چاہئے کہ صاحبزادہ صاحب کی طرف سے اعلان ہو جاوے کہ یہ جو مسائل ثلاثہ نبوت حقیقی۔ کفر حقیقی۔ مبشراً برسول الخ مندرجہ القول الفصل اور القول الفصل و خلافت وغیرہ ہیں وہ میرے عقائد نہیں ہیں اور اگر کوئی غیر مبائعین میں سے یہ عقائد باطلہ میری طرف منسوب کرتا ہے تو میں اپنی براءت کا اعلان ان عقائد سے کرتا ہوں کیونکہ جب ان کی کتابیں اور رسائل و اشتہارات تمام دنیا میں شائع ہو چکے ہیں تو جب تک یہ اعلان شائع نہ ہو سب تک اور کوئی تدبیر اس فتنہ کے فرو ہونے کیلئے معلوم نہیں ہوتی۔ اور خاکسار تو آپ کے صدور ارشاد کے قبل ہی مدت ایکسال کی ہوگئی کہ اظہار النصائح بصفحہ ۲۸ و ۵ دو کالم کرکے آپ کے ارشاد کی تعمیل کر چکا ہے مگر نتیجہ برعکس ہوا اے محبّ مکرم غور فرمانے کی جگہ ہے کہ ان جوانی خلافت نے بوجہ آپ کے مسلمات مندرجہ عنایت نامہ کے تائید دین اسلام سے کس قدر روک دیا ہے۔ نہ تو قرآن مجید زبان انگلش میں صاحبزادہ صاحب کی طرف سے یورپ میں شائع ہو سکا۔ نہ کوئی مسجد وہاں پر ان کو میسر آئی۔ نہ کوئی رسالہ ماہوار تائید اسلام کے لئے ہو سکا۔ نہ خطبات جمعہ و عیدین انکے ذریعہ سے یورپ وغیرہ میں اشاعت پذیر ہو سکے۔ بلکہ خود لاہور میں بھی کوئی مسجد ان کو میسر نہ ہوئی وکذا وکذا۔ بخلاف پارٹی لاہور کے کہ انکی طرف سے تمام دینی امور جنکے لئے حضرت مسیح موعود کی نری دعا ہی نہیں بلکہ پیشگوئی بھی اور بڑی آرزو بھی تھی۔ یہ سب امور پورے ہو رہے ہیں۔ پھر ہم کیا کریں۔ ہمارے دکھ اور مرض کی دوا تو انہوں نے کی ہی نہیں۔ پھر ؎

ابن مریم ہوا کرے کوئی
اپنے دکھ کی دوا کرے کوئی

میں بعد اپنے خدام قدیم مسیح موعود چار آدمیوں کے صاحبزادہ کا دشمن غدار ہو گیا۔ کیا اچھا ہوتا کہ یہ شور و غوغا نہ ہوتا اس سے خاموش ہو کر اور اتفاق سے ملکر تائید دین اسلام کی جاتی کسی نے سچ فرمایا ہے ؎

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز
کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد
ایں مدعیاں در طلبش بے خبرانند
کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

اگر صدق و اخلاص ہوتا تو خلافت تو خود بخود دوڑ کر آ جاتی اس کے اظہار و غوغا کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی ؎

کمال مرتبہ عشق آں بود جامی
کہ جاں سپارد و اظہار مدعا نکند

مولینا روم صاحب فرماتے ہیں ؎

آب کم جو تشنگی آور بدست
تا بجوشد آبت از بالا و پست

قرآن مجید کی تعلیم بھی یہی ہے۔ وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ویقیموا الصلوٰة و یؤتوا الزکوٰة وذالک دین القیمہ۔ والسلام۔

خاکسار سید محمد احسن از امروہہ۔

الاسلام

عورت اور اس کے حقوق زیر اسلام

(از مسٹر مشیر حسین صاحب قدوائی)

گذشتہ سے پیوستہ

طلاق

طلاق بدعت جیسا کہ اس نام سے ظاہر ہے غیر شرعی اور خلاف سنت نبوی طرز طلاق ہے اور اسکو قریباً دوسری صدی ہجری میں رائج کیا گیا تھا۔ اس وقت طالبان "عمید" کو وہ قیود اور شرائط جو طلاق پر لگائی گئی تھیں بہت ناگوار معلوم ہوتی تھیں اور ان قوانین کے آہنی شکنجہ سے بچنے کیلئے انہوں نے ہر طرح ہاتھ پاؤں مارے

قوانین طلاق جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا بہت لچکدار رکھے گئے ہیں تاکہ مختلف حالات اور مختلف زمانوں میں قابل عمل ہوں ان لوگوں نے ان کی وسعت سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور اپنے مطلب حاصل کرنے کے لئے ان کو موڑ توڑ لیا۔

اہل تشیعہ اور مالکی تو طلاق بدعت کو قطعی ناجائز اور حرام سمجھتے تھے لیکن حنفی اور شافعی اس بات پر متفق ہیں کہ اگر بدعی طریقہ سے بھی طلاق دیا جائے تو وہ جائز اور حلال تو ہے اگرچہ طلاق دہندہ ایسا کرنے سے ایک فعل شنیع اور گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

طلاق سنت یا تو "حسن" ہوگا یا "احسن" یعنی یا تو مناسب اور اچھا یا بہت ہی مناسب اور بہترین۔ طلاق سنت جب احسن طریق سے دیا جائے۔ تو خاوند کو مندرجہ ذیل شرائط کو پورا کرنا پڑتا ہے۔

اوّل وہ اپنی عورت کو ایک ہی فقرہ میں طلاق ایکدفعہ کہدے۔

دوم۔ وہ اس حالت میں طلاق دے سکتا ہے جبکہ عورت حالت طُہر میں ہو۔ اور مباشرت میں کوئی روک رکاوٹ نہ ہو۔

سوم۔ وہ اپنے تمام حقوق زوجیت سے دست بردار ہو کر تین ماہ کی عدت کے لئے اس سے الگ رہے اور اسکو اپنے گھر میں رکھے۔ یہ آخری شرط اسواسطے لگادی تاکہ اس بات کا سچ مچ پتہ لگ جائے کہ خاوند نے جو اپنی بیوی سے قطع تعلق کرنے کا ارادہ کیا ہے وہ کسی جلد بازی یا وہم کا نتیجہ ہے یا ایک مصمم ارادہ ہے۔ اور اگر تین طہروں کی عدت ختم ہونے تک مرد رجوع نہ کرے تو طلاق واقع ہو جاتا ہے۔

"حسن" طرز طلاق یہ ہے کہ خاوند طلاق کو تین مختلف طہروں میں یکے بعد دیگرے دُہرائے اور جب تیسرا طلاق واقع ہوگا۔ تو وہ قطعی اور آخری ہوگا۔ اہل تشیعہ طلاق کے صرف ان دو طریقوں کو جائز اور حلال سمجھتے ہیں۔

طلاق بدعت میں مرد اس بات کا مجاز ہے کہ تینوں طلاق کہدے خواہ عورت حالت طہر میں ہو یا نہ ہو۔ اور جب عورت کی عدت پوری ہو جائے تو اسکے بعد قطعی طلاق ہو جاتا ہے

بہرحال دونوں قسم کے طلاق رجوع کی اجازت دیتے ہیں کہ اگر خاوند کسی وقتی غیظ و غضب کے ماتحت یا جلد بازی کی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ تو تین طہروں کی عدت گذرنے سے پہلے وہ رجوع کر سکتا ہے۔ جب رجوع کرنے کی عدت ختم ہو جاتی تو اسکو طلاق بین کہتے ہیں اور جب اجازت رجوع ہو تو اسکو طلاق رجعی کہتے ہیں۔ جب قطعی و آخری طلاق (طلاق بین) واقع ہو جائے تو وہ میاں بیوی پھر ایکدوسرے سے شادی نہیں کر سکتے جب تک کہ وہ عورت کسی اور مرد سے شادی کرکے اس سے طلاق حاصل نہ کرلے۔

سویٹر یا اور سیڈالٹ اس بات پر مسلم فقیہوں سے متفق ہیں کہ یہ قانون اسواسطے جاری کیا گیا تاکہ عرب میں جو بار بار طلاق دینے کی رسم تھی اسکو روک دیا جائے۔ سیڈالٹ صاحب اس شرط کو بہت ہی محتاط اور دانشمندانہ کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کی وجہ سے ایامِ جاہلیت اور جزیرہ نمائے عرب کے مشرکوں کی رسم طلاق پر قیود لگ گئے۔ اور عمل طلاق بایدو شاید ہو گیا۔ سویٹر صاحب لکھتے ہیں کہ اس روک اور شرط کا مدعا یہ تھا کہ ایک نیم وحشی تیز حس اور حاسد نسل کی غیرت کو جوش میں لایا جائے اور وہ اس بے غیرتی سے بچنے کے لئے طلاق میں بہت محتاط ہو جائیں۔

انگلینڈ میں اکثر ایسا ہوا ہے کہ ایک خاوند اپنی بیوی کی بے عصمتی پر مطلع ہونے کے بعد بھی اسکے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتا ہے اور اسی وجہ سے اگر بعض غیر معمولی حالات کے ماتحت ایک مسلم اپنی "مطلقہ" بیوی سے اس حالت میں شادی کرے جبکہ وہ ایکدوسرے خاوند سے طلاق حاصل کر چکی ہے تو اسکو بہت عجیب یا رذیل خیال نہیں کرنا چاہئے بہرحال نبی کریم محلل اور محلل لہٗ دونوں کو برا جانتے تھے اور دونوں سے منع فرمایا ہے (مشکوٰۃ شریف)

اور طلاق بدعت کا تو ذکر کرنا ہی فضول ہے۔ کوئی مسلم جس میں ذرا بھی ایمان ہوگا۔ یا غیرت رکھتا ہوگا وہ اس پر کبھی عمل نہ کرے گا خود حنفی فقہ دانوں میں اسکے جائز اور حلال ہونے میں اختلاف ہے منتقی الاخبار میں مسلم کی حدیث ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ تین طلاق ایکدم جائز نہیں۔ اور اگر کوئی آدمی تین طلاق ایکدم دے بھی دے تو وہ صرف ایک رجعی طلاق کے برابر ہونگے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب "اخابتہ الجفان" بقلم الیقین کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقد اختلف اھل العلم فی ثلاثۃ دفعۃ واحدۃ ھل تقع ثلاثۃ او واحدۃ فقط فذھب الی الاول الجمھور وذھب الی الثانی من عداھم وھو الحق

اور علماء میں اس بات پر اختلاف ہے کہ تین طلاق اگر ایک ہی وقت دیئے جائیں تو ان کو تین سمجھنا چاہئے۔ یا ایک۔ اکثروں کا تو یہ خیال ہے کہ ان کو تین ہی دفعہ سمجھنا چاہئے۔ لیکن جو تھوڑے ہیں وہ سچے اور برحق معلوم ہوتے ہیں۔ (حسن الاسوۃ صفحہ ۱۲)

حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ کہ تین طلاق جو ایک ہی دفعہ دیئے جائیں وہ ایک رجعی طلاق کے برابر ہوتے ہیں۔ مطابق واقعہ صحیح بخاری میں جو قصہ اوامر کا لکھا ہے۔ کہ بوجہ شدید غضب اور اشتعال کے اس نے ایک ہی دفعہ تین طلاق دیئے۔ اور نبی کریمؐ نے معان کی کارروائی کے بعد بڑی شد و مد سے اسکو جائز قرار دیا۔ اس واقعہ کو طلاق بدعت کے جائز ہونے کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے۔ قانون اور فقہ کے نقطۂ خیال سے تو یہ حلال اور روا ہے۔ اور اس قسم کے حالات میں جس طرح اوامر نے اپنی بیوی کو زنا کرتے ہوئے پکڑا۔ ایسے وقت اسکو نامعقول نہیں سمجھنا چاہئے۔ امریکہ میں تو ایک آدمی ایسے حالات کے ماتحت قتل کا مرتکب بھی ہو سکتا ہے۔ اگرچہ یہ قانون تحریری طور سے قانونی کتابوں میں درج نہیں۔ اور یقیناً قتل سے طلاق افضل ہے۔ بہرحال کوئی مسلم جس کے دل میں نبی کریمؐ کے قول و فعل کی عزت ہوگی وہ کبھی اس طلاق بدعت کا مرتکب نہ ہوگا۔ جبکہ وہ خوب جانتا ہے کہ نبی کریمؐ اسکو بہت ہی شنیع اور خلاف قرآن و اسلام خیال کرتے تھے۔ بارہا قرآن کریم میں آیا ہے کہ ہرگز زیادتی نکرو۔ اور اللہ کی باندھی ہوئی حدوں کو قائم کرو۔

درالمختار میں نسائی کا حوالہ دیکر لکھا ہے کہ ایک دفعہ نبی کریمؐ کو خبر ملی کہ فلاں آدمی نے تین طلاق ایک ہی دفعہ دیدیئے۔ تو آپ بڑے غصے میں کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ "یلعب کتاب اللہ عز وجل و انا بین اظھرکم"۔ کہ میری زندگی ہی میں پاک اور قدوس خدا کی کتاب (قرآن) کی اسقدر ہتک کیجاتی ہے۔ اور امام بخاری اس حدیث کو محکم مانتے ہیں۔

ابن عمرؓ سے بھی مروی ہے کہ نبی کریم صلعم سے سوال کیا گیا کہ اگر میں تین طلاق ایک ہی دفعہ دے دوں تو کیا حرج ہے۔ آپؐ نے جواب دیا۔ تم خدا کے نافرمان اور منکر ٹھہرو گے۔ اور تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو جاوے گی تاہم طلاق بدعت بھی صرف زنا کو طلاق کی سب سے بڑی وجہ سمجھنے سے بہتر ہے۔ شیخ عبدالحق محدث اس بات میں امام ابوحنیفہؒ سے متفق ہے۔ کہ ایکدم طلاق دینا کفر ہے۔

طلاق تحریری اور زبانی دونوں طریقوں سے دیا جا سکتا ہے اور ہر دو حالت میں بیوی کو اس کی اطلاع دینی لازم ہے۔ خلع کی اجازت سورۃ البقرہ کی ۲۲۹ آیت سے اخذ کی گئی ہے۔ اس کے لئے مثالیں ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے۔ ثابت بن قیس کی بیوی نبی کریم کے پاس آئی اور کہا۔ یا رسول اللہ میں ثابت بن قیس میں یا اس کے اخلاق یا مذہب میں کوئی نقص نہیں پاتی۔ لیکن میں اپنے وعدے میں بیوفائی نہیں کرنا چاہتی یعنی منافق بننا نہیں چاہتی۔ نبی کریمؐ نے کہا۔ کیا تو وہ باغ جو ثابت نے تجھے دیا واپس کرنے پر تیار ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ تب نبی کریمؐ نے ثابت کو کہا اپنا باغ واپس لے لو۔ اور اسکو فوراً طلاق دے دو۔ (مشکوٰۃ شریف)

عرب میں بہت سے رواج مثلاً ظہار اور ایلا طلاق کے متعلق رائج تھے جن کی اصلاح قرآن نے فرمائی۔ اور تعلق زوجیت کو ایک متبرک اور اہم بنیاد پر قائم کیا۔ ان اصحاب کے لئے جو اپنے اندر کافی مذہبی جوش رکھتے ہیں قرآن میں قوانین مندرج ہیں۔ اور ان کیلئے نبی کریم کی حدیثیں روایتیں اور مثالیں اس بات کی ذمہ وار ہیں کہ قوانین طلاق کا ناجائز استعمال کبھی نہ ہوگا۔ اور ان لوگوں کے لئے جو صرف دنیاوی سخت قوانین کے ذریعہ سے قابو میں آ سکتے ہیں ایسے لوگوں کی شادی کرتے وقت ہر مسلم عورت کا فرض ہے کہ مندرجہ ذیل امور کو خوب دیکھ بھال لے۔

(۱) نکاح نامہ پر کم از کم دو مردوں کی گواہی ہونی چاہئے۔

(۲) رقم مہر معقول ہونی چاہئے۔ خصوصاً وہ حصہ جو موجل ہو تاکہ طلاق کے رستہ میں یہ رقم ایک روک ہو جائے۔

(۳) کوئی ایسی شرط نکاح میں داخل کی جائے جس کا یہ مفہوم ہو کہ بلا رضامندی طرفین طلاق نہ دیا جا سکیگا۔ باقی حصہ کے آخر میں ملاحظہ ہو

ملا۔ اس بیان کی تصدیق تاریخ سے نہیں ہوتی۔ مذہبی اختلاف ہمارے اس کی وجہ معلوم ہوتا ہے۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ پبلشر نے گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں باہتمام شیخ گلزار محمد صاحب پرنٹر کے چھپوا کر دفتر اخبار پیغام صلح لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ یکشنبہ چہارشنبہ ۱۲/۱۵ مئی ۱۹۱۸ء نمبر ۸۶/۸۷

مسئلہ ولادت مسیح علیہ السلام

بعض اعتراضات کے جواب

۲۰-اپریل ۱۹۱۸ء کے "پیغام صلح" میں حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک مکتوب ہم نے شائع کیا تھا جس میں آپ نے مسیح علیہ السلام کی ولادت کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے قرآن کریم کے اس قانون کو بیان کیا تھا جو انسانی پیدائش کے متعلق اس نے بتایا ہے۔ کہ انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج اور ثم جعل نسلہ من سلالۃ من ماء مھین۔ اور اس کے ماتحت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے مسئلہ پر کسی قدر روشنی ڈالی تھی لیکن افسوس ہے۔ کہ اس اصول قرآنی کی طرف تو توجہ نہیں کی گئی۔ اور صرف اپنے دلی بغض اور حسد کو ظاہر کرنے کے لئے اسپر لایعنی اعتراضات کی بوچھاڑ قادیانی اخبارات نے کی ہے۔ کبھی لکھتے ہیں۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کا عقیدہ حضرت مسیح موعود کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ کبھی آپ کے ان الفاظ کو کہ

"میں اس مسئلہ کو اس قدر اہمیت نہیں دیتا۔ کہ اس پر عقیدہ کا لفظ لانے کی ضرورت ہو"

سخت قابل اعتراض بتایا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے مسیح کا بن باپ ہونا اپنے عقاید میں سے بتایا ہے۔ جیسے کہ فرمایا۔

"ومن عقائدنا ان عیسیٰ ویحییٰ قد ولدا علیٰ طریق خرق العادۃ ولا استبعاد فی ھذہ الولادۃ"

یعنے ہمارے عقائد میں سے ہے۔ کہ عیسیٰ اور یحییٰ خرق عادت کے طور پر پیدا ہوئے۔ اور اس قسم کی پیدایش میں کوئی استبعاد نہیں۔ ان الفاظ کی بنا پر یہ کہا جاتا ہے۔ کہ جب حضرت مسیح موعود نے مسیح کا بن باپ ہونا اپنے عقاید میں سے بیان کیا ہے۔ تو یہ کہنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ

"میں اس مسئلہ کو اس قدر اہمیت نہیں دیتا کہ اس پر عقیدہ کا لفظ لانے کی ضرورت ہو"

مگر افسوس ہے۔ کہ معترضین اعتراض کرتے وقت یا تو اصل عبارت کے سیاق و سباق کو نہیں دیکھتے اور یا انہیں یہ معلوم نہیں کہ حضرت مسیح موعود نے اس کو کس قسم کے عقائد میں داخل کیا ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے جہاں یہ لکھا ہے۔ کہ

"میں اس مسئلہ کو اس قدر اہمیت نہیں دیتا۔ کہ اسپر عقیدہ کا لفظ لانے کی ضرورت ہو"

وہیں آگے چل کر آپ نے اس کی یوں وضاحت بھی کر دی ہے۔ کہ

"ان امور کو کہ فلاں نبی کا باپ تھا۔ یا وہ بن باپ پیدا ہوئے یا فلاں نبی کے باپ کا نام کیا تھا۔ عقائد اسلامی سے جنپر ہمارے اعمال کی بنا ہے۔ کوئی تعلق نہیں"

ان الفاظ میں آپ نے اس کو صاف کر دیا ہے۔ کہ اسپر عقیدہ کا لفظ لانے کی ضرورت نہ سمجھنے سے آپ کی کیا مراد ہے۔ اور اس سے یہ بھی پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے اسپر کن معنوں میں عقیدہ کا لفظ بولا۔ اگر تو ولادت مسیح کا مسئلہ ان عقاید اسلامی میں سے ہے۔ جن کا ماننا ضروریات اسلام میں داخل ہے۔ اور ہمارے اعمال کی ان پر بنا ہے۔ تو البتہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے الفاظ پر بیشک اعتراض بھی ہو سکتا تھا۔ لیکن اگر ایسا نہیں۔ تو پھر سمجھ نہیں آتا کہ ان لفظوں کو پکڑ بیٹھنا اور اصل مطلب کو چھوڑ دینا کہاں تک جائز ہے حضرت مسیح موعود نے جن معنوں میں عقیدہ کا لفظ اسپر بولا۔ ان معنوں میں کونسی بات ہے۔ جسپر ہم عقیدہ کا لفظ نہیں بول سکتے۔ کیا ہمارا عقیدہ نہیں۔ کہ رفع یدین کرنا جائز۔ آمین بالجہر کہنا درست اور سینے پر ہاتھ باندھنا ضروری ہے۔ کیا یہ بھی ہمارا عقیدہ نہیں۔ کہ جو شخص ایسا نہ کرے اور نیچے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے رفع یدین نہ کرے۔ اور آمین بالجہر بھی نہ کہے اسکی بھی نماز ہو جاتی ہے۔ پھر ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم میں جو طوفان نوح کا ذکر ہے۔ تو یہ طوفان کل دنیا پر نہیں آیا تھا۔ بلکہ صرف ان بستیوں کو ہی اس نے ہلاک کیا تھا۔ جن کی طرف نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔ اور انہوں نے انہیں نہیں مانا۔ ایسا ہی صالح کی اونٹنی ہم مانتے ہیں۔ اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ پہاڑ میں سے معجزانہ طور پر پیدا نہیں ہوئی۔ جیسا کہ عام لوگوں کا خیال ہے۔ بلکہ عام اونٹنیوں میں سے ایک کو بطور نشان آیت اللہ قرار دے دیا گیا۔ ایسی ہی اور بھی بیسیوں باتیں ہیں۔ جو ہمارے اعتقادات میں داخل ہیں۔ لیکن بایں ہمہ ہم ان کو ان اعتقادات میں سے قرار نہیں دیتے جو بنائے اسلام میں سے ہیں۔ اور اس لئے ان معنوں میں عقیدہ کا لفظ بھی ان پر بولنا جایز نہیں۔ خود حضرت مسیح موعود اور حضرت مولینا نور الدین رضی اللہ عنہما کے درمیان بعض اس قسم کے عقاید میں اختلاف رہا ہے۔ کیا حضرت مولینا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کا یہ اعتقاد نہ تھا۔ کہ نبی کوئی بھی قتل نہیں ہوتا۔ باوجودیکہ حضرت مسیح موعود اس کے خلاف اعتقاد رکھتے تھے۔ کہ اولو العزم نبیوں کے سوائے باقی انبیاء کو لوگوں نے قتل بھی کیا ہے۔ پھر اگر یہ مسئلہ ان عقاید اسلامی میں سے ہے۔ جن پر دین و ایمان کا دارو مدار ہے۔ تو دونوں میں سے کس کو مومن کہو گے۔ اور کس کو کافر قرار دو گے۔ ظاہر ہے کہ ایسے ایسے فروعی مسایل میں ہمیشہ سے مسلمانوں میں اختلاف چلا آیا ہے۔ اور خود صحابہ رضی اللہ عنہم میں بڑے بڑے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اور ہرگز یہ اس قابل نہیں۔ کہ ان کو ان عقاید اسلامی میں سے قرار دیا جائے جن کا ماننا ہر ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ یہ ہم نہیں کہتے۔ بلکہ خود میاں محمود احمد صاحب کا جنکے اخبار "الفضل" میں حضرت امیر ایدہ اللہ کو اس ولادت مسیح کے عقیدہ پر بہت کچھ برا بھلا کہا گیا ہے یہی اعتقاد ہے۔ کہ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ اور مسلمانوں میں سے بعض لوگوں نے قرآن کریم سے مسیح علیہ السلام کا باپ ہونا ثابت کیا ہے۔ چنانچہ ایک عیسائی کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"میں سب سے اول آپ (مسیح ؑ) کی ولادت کے مسئلہ کو لیتا ہوں۔ پادری صاحب فرماتے ہیں۔ کہ یہ مسئلہ تمام مسلمانوں کا متفقہ مسئلہ ہے۔ اور سوائے سرسید کے جنہوں نے صرف عقلی دلایل سے اس کو رد کیا ہے۔ اور کسی نے قرآن شریف سے اس کا انکار نہیں کیا۔ مگر میں آگے چل کر بتاؤنگا۔ کہ یہ بات غلط ہے۔ کہ کسی نے قرآن شریف سے اس مسئلہ کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ ثابت کرونگا کہ لوگوں نے اس مسئلہ پر قرآن شریف سے ہی روشنی ڈالی ہے۔ اور ثابت کیا ہے۔ کہ مسیح بن باپ کے نہیں بلکہ باپ سے پیدا ہوا"۔ (تشحیذ بابت ماہ اپریل ۱۹۱۰ء مضمون "عظمت مسیح")

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں۔ کہ

"اب میں ان لوگوں کا خیال بتاتا ہوں۔ جو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح بن باپ کے پیدا نہ ہوئے تھے۔ بلکہ جس طرح سب دنیا پیدا ہو رہی ہے اسی طرح آپ کی بھی پیدایش تھی۔ اور میری اس سے یہ غرض ہے۔ کہ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ اور یہ کہ بعض لوگ آپ کے باپ کے قائل ہیں جس سے سب بحث ہی باطل ہو جاتی ہے"

میاں صاحب کے ان الفاظ کے ہوتے ہوئے ان کے اطاعت شعار مریدوں کے لئے اور کونسی سند کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ ان الفاظ میں میاں صاحب نے صاف طور پر اس کو ایک اختلافی مسئلہ قرار دیا ہے اور اس بنا پر اس بحث کو ہی (کہ مسیح علیہ السلام کا باپ تھا یا نہ تھا) باطل ٹھیرا دیا ہے جو حضرت امیر ایدہ اللہ کے ان الفاظ کے مترادف ہے۔ کہ

"میں اس مسئلہ کو اس قدر اہمیت نہیں دیتا کہ اسپر عقیدہ کا لفظ لانے کی ضرورت ہو"

اس کے علاوہ رسالہ "اظہار حقیقت" میں جو "انصار اللہ" نامی جماعت میاں صاحب کے چالیس بڑے بڑے ممبروں مثل حافظ روشن علی مولوی سرور شاہ صاحب۔ مولوی اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل۔ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی غرض تمام علما و عمائدین جماعت محمودیہ کی طرف سے ان کے دستخطوں کے ساتھ شائع ہوا تھا میاں صاحب اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے۔ کہ

"ان کا ان سے تعلق ہے جو مسیح علیہ السلام کو باپ مانتے ہیں"

لکھتے ہیں۔ کہ

"اس کا پہلے تو تم ہی جواب دو کہ کیا ان سے مسیح موعود کا تعلق تھا یا کہ نہیں۔ شریعت اسلام سے ثابت کرو۔ کہ جو مسیح علیہ السلام کو باپ مانیں وہ اسلام سے خارج کئے جائیں۔ یا خلفائے منکروں کی طرح فاسق اور کافر قرار دئے جائیں"۔ (اظہار حقیقت صفحہ ۲۲)

کس قدر صاف الفاظ ہیں۔ اور ان میں کیا نجک تسلیم کیا گیا ہے کہ مسیح موعود کا تعلق بھی ان لوگوں سے تھا۔ جو مسیح علیہ السلام کو باپ مانتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کو کافر تو کجا فاسق بھی کہنا جائز نہیں ہے۔ کہ ان صریح بیانات کے ہوتے ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ [illegible] الفاظ پر جن میں آپ نے اس کو ان عقاید اسلامی میں سے [illegible] ہمارے اعمال کی بنا ہے۔ خواہ مخواہ شور مچایا جاتا ہے اور [illegible] مسیح موعود کے خلاف بتا کر لوگوں کو متنفر کرنے کی کوشش [illegible]

کیا میاں صاحب کو ان تحریرات کے لکھتے وقت حضرت مسیح موعود [illegible] معلوم نہ تھا۔ کیا انہیں یاد نہ تھا۔ کہ حضرت صاحب نے [illegible] ہونا اپنے عقاید میں سے قرار دیا ہے پھر کیوں انہوں نے باوجود [illegible] اس کو ایک اختلافی مسئلہ قرار دیا۔ اور اس بحث کو باطل بتایا۔ ....

...... سوائے اس کے نہیں۔ کہ وہ بھی حضرت مسیح موعود کی [illegible] عقائدنا سے وہی عقاید مراد لیتے ہیں۔ جن میں اختلاف ہو سکتا ہے [illegible] لئے تو مسیح موعود بھی خود میاں صاحب کی شہادت کے مطابق ان لوگوں سے تعلق رکھتے تھے۔ جو مسیح کے باپ ہونے کے قائل ہیں۔ اور باوجود ان کے [illegible] عقیدہ کے آپ نے نہ ان کو کافر کہا نہ فاسق۔ اس کے علاوہ حضرت مولینا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی کتاب [illegible] میں اس مسئلہ پر لکھتے ہوئے صاف طور پر یہی لکھا ہے۔ کہ یہ عقیدہ کہ مسیح [illegible] باپ تھا یا نہیں۔ کوئی ضروریات اسلامی میں سے نہیں چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ

"(۱) جو اسلام قرآن کریم کے صحیفہ فطرت نے ہم کو سکھایا ہے۔ اس میں تو کہیں نہیں لکھا کہ تم اسلام لاؤ کہ مسیح بے باپ تھے۔

(۲) ہم کو نبی کریم نے نہیں فرمایا کہ اسلام [illegible] کہ تم مان لو کہ مسیح بے پدر تھا۔

(۳) ہمارے پیارے صحابہ کرام اور ہمارے [illegible] اربعہ فقہا اور دیگر ائمہ عظام نے نہیں کہیں [illegible] کہ اسلامی ضروریات سے ہے کہ مان لو مسیح بے باپ تھا۔

(۴) ہم کو ہمارے صوفیائے کرام نے اپنے [illegible] تاکید نہیں فرمائی کہ اسلام میں قرب الٰہی کے مدارج [illegible] واصلاح نفس و حصول اخلاق فاضلہ کے لئے [illegible] یہ بھی یقین کر و کہ مسیح بے باپ تھے۔

(۵) مسیح علیہ السلام کے ماسوا کس قدر انبیاء [illegible] اللہ تعالیٰ کے مامور گذرے ہیں کسی کا نسب [illegible] کریم میں لکھا ہے؟ بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما یعلم جنود ربک الا ھو پس سب کے وجود کا [illegible] ضروری نہیں چہ جائیکہ وہ کس طرح پیدا ہوئے [illegible]

....

کا جزو نہیں تو یہ مسئلہ تم کو باعث ترک اسلام کیوں [illegible] تحقیقات کے مسایل میں یہ مسئلہ بھی ہے"

اس عبارت میں حضرت مولینا مرحوم نے صفائی کے ساتھ بتایا ہے [illegible] مسئلہ کوئی ضروریات اسلامی میں سے نہیں۔ نہ ہی کوئی [illegible] مان کر اسلام سے خارج ہو سکتا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر [illegible] ماسٹر محمد سعید صاحب کے نام ان کی کتاب یوسف نامہ [illegible] چھپی ہوئی موجود ہے۔ جس میں آپ ان کی کتاب "سعادت [illegible]" کے متعلق جو اسی موضوع پر لکھی گئی ہے۔ لکھتے ہیں۔ کہ

"مکرم معظم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ [illegible] کل جمعہ کے قریب مجھے کتاب پہنچی۔ نظم سے پہلے [illegible] پورا پڑھا۔ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت ضائع نہیں [illegible] ومن اراد الاخرۃ وسعیٰ لھا سعیھا وھو مؤمن [illegible] کان سعیھم مشکورا۔ جب آپکا اخلاص اور [illegible] اس کے ساتھ ہے۔ تو آپ شکر کے [illegible] نہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ اس کو مشکور فرماوے تو [illegible] ہرگز ہرگز تردد و شک کا موقع نہیں۔ اس کا خیال [illegible] فرما دیں۔ دو سزا رکیا چیز ہے۔ وہ رب السموات والارض سارے جہان کا مالک ولہ الملک۔ خاکسار بچپن سے [illegible] خیال کا آدمی تھا۔ آپ نے وہ دلایل نہیں لکھے جو میرے خیال میں تھے۔ مگر حضرت مرزا صاحب نے فرمایا۔ ہم کو الہاماً اس مسئلہ [illegible]

جلد ۵ | مدینۃ المسیح لاہور - یکشنبہ چہارشنبہ ۲/۵ شعبان سنہ ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۱۲/۱۵ مئی سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۸۶/۸۷

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

صوفیا اور انکے مختلف فرقے

پرانے صوفیوں اور علماء میں فرق فرمایا صوفیوں کی جو کتابیں ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہیں موت کا خیال دامنگیر رہا ہے۔ لیکن مولویوں کے نام سے جو لوگ گذرے ہیں وہ عموماً محجوب رہے ہیں۔ بہت ہی کم جو درحاصل وہ بھی فقیر تھے۔ وہ تو اس حجاب سے بچے ہیں۔ ورنہ اہل تصوف سے عموماً الگ رہے ہیں۔ اور ایسے پاک بازلوگوں پر کفر ہی کے فتوے دیتے رہے۔ جو دنیا سے انقطاع کرنے والے تھے۔ صوفی تو ایسے ہیں جیسے بروقت کوئی مرنے کو طبیار بیٹھا ہے۔ ان کی کتابوں کو پڑھکر طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔ اور ان سے خوشبو آتی ہے۔ کہ وہ صاحب قال نہیں۔ اگر فراست صحیح ہو تو انسان ان باتوں کو سمجھ لیتا ہے۔ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فتوح الغیب بڑی ہی عمدہ کتاب ہے میں نے اس کو کئی مرتبہ پڑھا ہے۔ بدعات سے پاک ہے۔ بعض کتابیں صوفیوں کی اس قسم کی بھی ہیں۔ کہ ان میں بدعات بھی داخل ہو گئی ہیں۔ لیکن یہ کتاب بہت ہی عمدہ ہے۔ فقیروں میں بھی ایک آفت پڑی ہے۔ یعنی بعض تو ہو لئے مگر وحدت وجودی ہو گئے۔ اور خودی خدا بن بیٹھے۔

وجودیوں کا مذہب ہمارے ملک میں دوآبہ بست جالندھر میں اکثر وجودی ہیں۔ اور جو وجودی کہلاتے ہیں انکا مذہب عموماً اباحتی دیکھا گیا ہے۔ اور حقیقت میں اس مذہب کا نتا صدا ریاثر ہونا بھی یہی چاہئے۔ کیونکہ جو شخص اللہ تعالےٰ کو ان صفات سے متصف نہیں مانتا۔ جو قرآن شریف میں بیان ہوئی ہیں۔ اور اپنے اور خدا تعالےٰ میں کوئی فرق نہیں کرتا۔ بلکہ خود ہی خدا بنتا ہے۔ وہ اگر اباحتی نہ ہو تو اور کیا ہو۔ زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ دوزخ اور بہشت پر ایمان بھی لاتے ہیں۔ اور ایمان لاکر بھی سمجھتے ہیں کہ ہم ہی خدا ہیں۔ اور ایک اور بڑی غلطی ہے۔ جس میں یہ لوگ مبتلا ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اپنے مذہب کو اکابر سے منسوب کرتے ہیں

وجودی اور شہودی میں فرق اصل یہ ہے کہ مذہب دو ہیں۔ وجودی۔ اور شہودی۔ وجودیوں نے فلسفیوں کی طرح یہ سمجھ لیا ہے۔ کہ انسان کے سوا خدا کچھ نہیں ہے۔ یا خدا کے سوا اور کچھ نہیں۔ مگر شہودی ان کے سوا ہیں۔ اور وہ ٹھیک ہیں۔ جنہوں نے استیلاء محبت اور تجلیات صفات الہٰی سے ایسا معلوم کیا کہ خدا ہے انہوں نے اس کی ہستی اور وجود کے سامنے اپنی ہستی اور وجود کی نفی کر لی۔ اور من تو شدم تو من شدی کے مصداق ہوئے حقیقت میں محبت کے ثمرات میں سے نفی وجود ضروری ہے اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا بلکہ قرآن شریف سے یہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جو فنا فی اللہ کہلاتا ہے۔ لیکن وجودیوں کا یہ حال نہیں۔ ان کا تو یہ حال ہے کہ گویا انہوں نے ڈاکٹروں کی طرح تشریح کرکے خدا تعالےٰ کو دیکھ لیا ہے۔ تب ہی تو یہ خود بھی خدا بنتے ہیں حالانکہ یہ صریح غلط اور بیہودہ امر ہے۔ اللہ تعالےٰ تو صاف فرماتا ہے۔ لا تدرکہ الابصار۔ وجودیوں کا یہ مذہب ہے۔ کہ ہم ہی لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔ اور ہم ہی سچے موحد ہیں۔ باقی سب مشرک ہیں ان کا نتیجہ عوام میں یہ ہوا کہ اباحت پھیل گئی۔ اور فسق و فجور میں ترقی ہو گئی کیونکہ وہ اسے حرام نہیں سمجھتے اور نماز اور روزہ اور دوسرے اوامر کو ضروری نہیں سمجھتے اس سے اسلام پر بہت بڑی آفت آ گئی ہے۔

وجودی اور دہریہ میں فرق میرے نزدیک وجودیوں اور دہریوں میں ۱۹ اور ۲۰ کا فرق ہے یہ وجودی سخت قابل نفرت اور قابل کراہت ہیں۔ افسوس کا مقام ہے کہ جس قدر گدیاں ہیں ان میں سے شاید ایک بھی ایسی نہیں ہوگی جو یہ مذہب رکھتی ہو۔ سب سے زیادہ افسوس یہ ہے۔ کہ

سید عبد القادر جیلانی رضہ وجودی نہ تھے سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرقہ جو قادری کہلاتا ہے۔ وہ بھی وجودی ہو گئے۔ حالانکہ سید عبد القادر رضہ وجودی نہ تھے ان کا طرز عمل اور ان کی تصنیفات اھدنا الصراط المستقیم کی عملی تصدیق دکھاتی ہیں۔

علما صرف یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اھدنا الصراط المستقیم صرف پڑھنے کے لئے ہے۔ لیکن اس کے اثبات اور نتائج کچھ نہیں۔ مگر وہ عملی طور پر دکھانے ہیں۔ کہ ان منعم علیہم لوگوں کے نمونے اس امت میں ہوتے ہیں۔ غرض یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ کہ گو ایسے لوگ تھوڑے ہوتے ہیں۔ لیکن ہیں ضرور جو خدا تعالےٰ سے کامل محبت کرتے ہیں۔ اور اسی دنیا میں رہ کر انقطاع اور سفر آخرت کی طیاری کرتے ہیں۔ اور ایسے ہی لوگوں کے حصے میں آئے ہیں جیسے سید

اب کثرت وجودیوں کی ہے ان سے بچنا چاہئیے عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مگر اب برخلاف ان کے وجودیوں کی کثرت ہے اور اسی وجہ سے فسق و فجور میں ترقی ہے

قرآن شریف کی تعلیم کا خلاصہ قرآن شریف کی تعلیم کا خلاصہ مختصر کے طور پر یہی تھا یا ہے کہ خدا تعالےٰ کی محبت اس قدر استیلا کرے کہ ما سوائے اللہ جل جائے یہی وہ عمل ہے جس سے گناہ جلتے ہیں اور یہی وہ نسخہ ہے جو اسی عالم میں انسان کو وہ حواس اور بصیرت عطا کرتا ہے جس سے وہ اس عالم کی برکات اور فیوض کو اس عالم میں پاتا ہے اور معرفت اور بصیرت کے ساتھ یہاں سے رخصت ہوتا ہے۔ ایسے ہی لوگ جو اس زمرہ سے الگ ہیں۔ من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ۔ اور ایسے ہی لوگوں کے لئے فرمایا ہے ولمن

دو جنتوں کی حقیقت خاف مقام ربہ جنتان یعنی جو اللہ تعالےٰ کے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں ان کو دو جنت ملتے ہیں ہمارے نزدیک اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک جنت تو وہ ہے جو مرنے کے بعد ملتی ہے دوسرا جنت اسی دنیا میں عطا ہوتی ہے۔ اور یہی جنت اس دوسری جنت کے ملنے اور عطا ہونے پر بطور گواہ واقعہ ٹھہر جاتی ہے۔ ایسا ہی دنیا

دنیا کے دوزخ میں بہت سے دوزخوں سے نمونہ ملتا ہے مختلف قسم کی بداخلاقیاں بھی دوزخ ہی ہیں جن چیزوں سے شدید تعلق ہو جاتا ہے وہ بھی ایک قسم کا دوزخ ہی ہے کیونکہ پھر ان کو چھوڑنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ مثلاً مال سے محبت ہو۔ اور اسے چور لے جائیں۔ تو اسے سخت تکلیف ہوتی ہے یہاں تک کہ بعض اوقات ایسے لوگ مر ہی جاتے ہیں۔ یا ان کی زبان بند ہو جاتی ہے۔ اسی طرح پر اور جن فانی اشیا سے محبت ہے وہ اگر تلف ہو جائیں یا مر جاویں تو اس کو سخت رنج اور صدمہ ہوتا ہے مثنوی میں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص کا ایک دوست مر گیا جس کے غم میں وہ رو رہا تھا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تو کیوں روتا ہے۔ تو اس نے کہا کہ میرا ایک نہایت ہی عزیز دوست مر گیا اس نے کہا کہ تو نے مرنے والے سے دوستی ہی کیوں کی تھی حاصل یہ ہے کہ مفارقت کو ضروری ہے اور جدائی ضرور ہوگی یا یہ خود جائیگا یا جس سے دوستی اور محبت کی ہے۔ پس وہ مفارقت عذاب کا موجب ہو جائے گی۔ لیکن جو لوگ اللہ تعالےٰ کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں۔ اور ان فانی اشیاء کے دلدادہ اور گردیدہ نہیں ہوتے۔ وہ اس عذاب سے بچائے جاتے ہیں کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

دشت دنیا جز ددو جز دام نیست
جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

اخبار احمدیہ

گوجرانوالہ میں جلسہ گذشتہ ایام میں گوجرانوالہ بھیرہ وزیر آباد وغیرہ کے جلسوں کا ذکر کیا گیا تھا اسکے بعد گذشتہ ۱۱ اور ۱۲ مئی ۱۹۱۸ء کو گوجرانوالہ میں ایک نہایت کامیاب جلسہ ہوا جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب مولانا [illegible] مولوی عبد الحق صاحب کے لکچر ہوئے۔ مولوی عبد الحق صاحب کی ایک گرمی بحث بھی ہوئی حضرت امیر ایدہ اللہ کے لکچر میں بھی ایک محمودی نے کچھ کہنا شروع کیا [illegible] معقول جواب نہ بن آنے پر اسے خاموش ہونا پڑا اسکے علاوہ بھی [illegible] دیگر سلمانوں سے گفتگو ہوتی رہی جسکا یہ اثر ہے کہ تین چار اشخاص [illegible] تیار ہیں۔ انشاء اللہ۔

عیسائی سوالوں کے جوابات

"پیغام صلح" کے سابقہ نمبروں میں اُن عیسائی سوالات کے مفصل جوابات دیئے جا چکے ہیں جو "حقائق قرآن" کے نام سے لدھیانہ مشن کمپونڈ سے شائع ہوئے تھے۔ لیکن ہمارے ناظرین یہ سُنکر خوش ہونگے کہ انہی سوالوں کے جواب میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے بھی ایک ٹریکٹ "حقیقۃ المسیح" کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔ جو اس وقت کاتب کے ہاتھ میں ہے۔ ہمارے خیال میں بہتر ہو۔ کہ احباب اس ٹریکٹ کے لئے پیشتر سے اسقدر چندہ جمع کرا دیں۔ کہ جس سے یہ ٹریکٹ ہزارہا کی تعداد میں چھپ کر بہت سے عیسائی اور مسلمان طبقات میں مفت تقسیم ہو۔ تبلیغ احمدیت اور "کسر صلیب" کا یہ ایک بہترین ذریعہ ہے۔ اور ہمیں امید ہے کہ ہمارے احباب اس ضروری کام کے لئے فی الفور دل کھولکر چندہ دینگے۔ اس فنڈ میں ایک تین روپیہ کی رقم جناب محمد شیر خاں صاحب دسر دار پور تحصیل بھیرہ ضلع شاہ پور نے دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور یہ بھی پیشتر اسکے کہ اُن کو حضرت امیر ایدہ اللہ کے اس ٹریکٹ کا علم ہو۔ دیگر احباب بھی جلد جسقدر رقم ہو سکے بھیجدیں تاکہ موصول شدہ رقم کے اندازہ سے کتاب چھپوائی جائے ⁂

سچی باتیں "ہندوستان کے بارہ میں" ⁂

اس نام کی ایک ٦٥٣ صفحات کی ضخیم کتاب رائے بہادر کنج بہاری صاحب تھاپر نے حال ہی میں "ایسٹ انڈیا ایسوسی ایشن لنڈن" کے اُن نہایت مفید اور پراز معلومات مضامین کو ترجمہ کرکے شائع کی ہے جو ایسوسی ایشن مذکور کے جلسوں میں ۱۸٦٦ء سے ۱۹۱۲ء تک کے عرصہ میں مختلف مستند اصحاب نے پڑھے یا جو بڑے بڑے اخباروں اور رسالوں میں چھپتے رہے ان سب مضامین کو پہلے اصل انگریزی میں ایک کتاب کی شکل میں ایسوسی ایشن مذکور نے شائع کیا تھا۔ رائے بہادر کنج بہاری تھاپر صاحب نے اس کتاب کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے۔ مضامین جو کتاب میں درج ہیں۔ انگریزی حکومت کے متعلق بہت سے مفید معلومات سے لبریز ہیں۔ ہندوستان میں انگریزی حکومت کے تسلط اور ان کے انتظامات۔ ہندوستان کی مالی و زراعتی ترقی اور نیز زمینداروں پنجاب کے بنک۔ پنجاب کے نہری کارنامے ہوم چارجز یعنی جو روپیہ ہندوستان سے برطانیہ کو جاتا ہے۔ سونے اور چاندی کی کھپت کی حقیقت۔ ہندوستان کی گذشتہ اور موجودہ حالت۔ ریلوے سے ہندوستان کو کیا فائدے پہنچے۔ گذشتہ اور موجودہ قحط۔ گورنمنٹ ہند کا خرچ وغیرہ وغیرہ مفید اور ضروری مضامین پر بالخصوص بڑے بسط سے بحث کی گئی ہے۔ کتاب مفید اور دلچسپ ہے اور ہندوستان کی اندرونی اور گذشتہ اور موجودہ حالت کا آئینہ۔ چھوٹی سرکاری تقطیع پر عمدہ کاغذ اور لکھائی چھپائی کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ قیمت کتاب پر لکھی ہوئی نہیں۔ غالباً رائے بہادر موصوف سے مل سکتی ہے ⁂

احباب سے نہایت ضروری التجا

برادران السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اخبار پیغام صلح کے ذریعہ سے آپکو بیلقر معلوم ہو چکا ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود کے جملہ خطوط تاریخی ترتیب سے انشاء اللہ بہت جلد شائع کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں اسوقت تک جتنے خطوط دستیاب ہو سکے ہیں اور جن میں خطوط بنام حضرت امیر المسلمین حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم اے بھی شامل ہیں جنہیں ہم ... سال و ماہ درج ہیں۔ سب ترتیب دیئے جا چکے ہیں احباب میں علاوہ کے باوجود احباب کی خطوط حضرت مسیح موعود ... بہت احتیاط ظاہر کرتا ہے کہ وہ ان ... بہادر خیرہ تبرکات از تاریخ ... کو اپنے سے جدا کرنا گوارا نہیں کرتے تاکہیں ڈاک میں یا دفتر میں گم نہ ہو جائیں چونکہ حضرت صاحب کے جملہ خطوط موجودہ کا ایک جا کتابی صورت میں شائع ہو جانا ضروری ہے تاکہ امتداد زمانہ سے وہ ضائع نہ ہو جائیں اور جن لوگوں کے نام وہ خطوط ہیں اُنکا نام بھی خود بخود ہی شائع ہو جائے اسلئے جملہ امور پر غور کرکے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ جو احباب اصل خطوط بھیج سکتے ہوں وہ بذریعہ رجسٹری حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر سلسلہ کی خدمت میں بھیجدیں اس سے زیادہ حفاظت کی جگہ اور نہیں ہو سکتی اور نقل کرنیکے وہ بجنسہ واپس بذریعہ رجسٹری کر دیئے جائینگے اور جو احباب اصل خطوط کو بالکل ہی اپنے سے جدا کرنا نہ چاہتے ہوں وہ اپنے ناموں اور پتوں سے جلد حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کو اطلاع دیدیں تاکہ کوئی معتبر آدمی ...

اخبار و سِیَر

حضرت اسعد بن زرارہؓ

نام و نسب | اسعد نام، ابو امامہ کنیت، خیر لقب، قبیلہ خزرج ت تھے اور سنجار کے خاندان سے وابستہ تھے۔ نسب نامہ یہ ہے اسعد بن زرارہ بن عدس بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن سنجار بن ثعلبہ بن عمرو ابن الخزرج۔

بعثت نبوی سے قبل اگرچہ جزیرہ عرب کا ہر خطہ کفر و ظلمت کا نشیمن تھا۔ تاہم اس مبارک زمانہ سے پیشتر بھی چند نفوس اپنے فطرت سلیمہ کے اقتضاء سے توحید کے قائل ہو گئے تھے۔ حضرت اسعدؓ بن زرارہ کا بھی انہیں لوگوں میں شمار تھا۔

ابن سعد طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں:-

كان اسعد بن زرارة وابو الهيثم متكلمان بالتوحيد بيثرب۔ اسعدؓ بن زرارہ اور ابو الہیثم یثرب والوں میں توحید کے قائل تھے۔

اسلام | اسی زمانہ میں مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی اسعدؓ بن زرارہ اور ذکوان بن عبد قیس عتبہ بن ربیعہ کے پاس مکہ آئے تھے۔ اس نے آنحضرت صلعم کے حالات بیان کئے تو ذکوان نے اسعد سے کہا۔ دونك! هذا دينك یعنی تمکو جس چیز کی تلاش تھی وہ موجود ہے۔ اب اسکو اختیار کرو۔ حضرت اسعدؓ اُٹھکر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور توحید کے ساتھ رسالت کا بھی اقرار کیا ⁂

مکہ سے ایمان و اسلام کا جو جذبہ ساتھ لائے تھے وہ مدینہ آکر ظاہر ہوا۔ چنانچہ اسلام کی تبلیغ شروع کی۔ سب سے پہلے ابو الہیثم سے ملے اور اپنے ایمان لانے کا تذکرہ کیا۔ ابو الہیثم بولے کہ تمہارے ساتھ میں بھی آنحضرت صلعم کی رسالت کا اقرار کرتا ہوں۔

اس بناء پر انصار میں جو شخص سب سے پہلے اسلام سے مشرف ہوا وہ حضرت اسعدؓ بن زرارہ ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ عقبۂ اولیٰ میں ۱٦ آدمیوں کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے۔ بہرحال عقبۂ اولیٰ کے دوسرے سال ۷۲ آدمیوں کے ساتھ مکہ آئے اور تیسرے سال عقبۂ کبیر کی بیعت میں شرکت کی۔ کہتے ہیں کہ اسعدؓ بن زرارہ نے سب سے پہلے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا۔ اس بیعت میں آنحضرت صلعم نے انکو بنو سنجار کا نقیب تجویز کیا۔ حضرت اسعدؓ نقیبوں میں سن و سال کے لحاظ سے سب سے چھوٹے تھے۔

لیکن اس صغر سنی کے باوجود جوش ایمان پورے اوج پر تھا۔ حرہ بنی بیاضہ میں جسکو نقیع الخضمات بھی کہتے ہیں باجماعت نماز کا انتظام کیا۔ اور ۴۰ آدمیوں کے ساتھ جمعہ ادا فرمایا حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہ اصحاب عقبہ میں تھے جمعہ کی اذان سنتے تو حضرت اسعدؓ کے لئے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے۔ کہ اس کار خیر کی بنیاد اسی خیر مجسم کے مبارک ہاتھوں سے پڑی تھی۔ سچ ہے۔ من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الى يوم القيامة۔

اسی زمانہ میں انصار نے آنحضرت صلعم کے پاس ایک خط بھیجا کہ ہماری تعلیم اور اشاعت اسلام کے لئے ایک شخص بھیجئے۔ آنحضرت صلعم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو داعی اسلام بناکر مدینہ روانہ فرمایا تو اسعدؓ ابن زرارہ نے انکو اپنے گھر میں مہمان اُتارا۔

ہجرت نبوی کے یادگار وقت میں اگرچہ وحی و الہام کا مامن حضرت ابو ایوبؓ کا کاشانہ تھا۔ تاہم آنحضرت صلعم کی اُونٹنی اسعدؓ بن زرارہ کی مہمان تھی۔

مسجد نبوی کی تعمیر جس مقام پر شروع ہوگئی وہ زمین سہل اور سہیل نامی دو یتیموں کی ملک تھی۔ جو حضرت اسعدؓ بن زرارہ کی نگرانی میں تربیت پاتے تھے۔ آنحضرت صلعم نے انکے مربی سے زمین کی قیمت دریافت کی تو یتیموں نے عرض کیا کہ ہم صرف خدا سے اسکی قیمت چاہتے ہیں لیکن چونکہ آنحضرت صلعم کو بلا قیمت لینا منظور نہ تھا۔ اس لئے حضرت ابو بکرؓ سے اُس کے دام دلوائے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ اسعدؓ بن زرارہ نے ان یتیموں کو اپنا ایک باغ جو بنی بیاضہ میں تھا۔ اس زمین کے معاوضہ میں دیا تھا۔

وفات | مسجد نبوی کی عمارت تیار ہو رہی تھی کہ شوال سنہ ۱ھ میں پیغام اجل آیا۔ حلق میں ایک درد اٹھا جسکو ذبحہ کہتے ہیں۔ آنحضرت صلعم عیادت کو تشریف لائے۔ اور دست مبارک سے داغا۔ لیکن یہ درد خود پیغام اجل تھا۔ اس لئے روح جسم سے پرواز کر گئی۔ آنحضرت صلعم کو سخت رنج ہوا۔ فرمایا کیا کہوں؟ یہ کیسی بُری موت ہوئی۔ اب یہود بول اُٹھنے کا موقعہ ہے کہ پیغمبر تھے تو اپنے دوست کو اچھا کیوں نہ کر دیا۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ میں قضا کا کیا علاج کر سکتا ہوں۔ یہ واقعہ غزوۂ بدر سے قبل کا ہے۔

جنازہ کی نماز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی اور بقیع میں لیجا کر دفن کیا۔ کہتے ہیں کہ ہجرت کے بعد یہ پہلی موت تھی۔ یہ بھی خیال ہے کہ جنازہ کی نماز سب سے پہلے انہیں پر آنحضرت صلعم نے پڑھی تھی۔ اور انصار کے خیال میں سب سے پیشتر بقیع میں دفن ہونے والے مسلمان یہی تھے۔

چونکہ اسعدؓ بنو سنجار کے نقیب تھے۔ اس لئے اُن کی وفات پر اس خاندان کے چند ارکان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ اور درخواست کی کہ ان کی جگہ پر کسی کو نقیب تجویز فرمایئے ارشاد ہوا کہ تم لوگ میرے ماموں ہو۔ اس لئے میں خود تمہارا نقیب ہوں۔ بنو سنجار کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نقیب بننا ایسا لازوال شرف تھا جس پر وہ ہمیشہ فخر و ناز کیا کرتے تھے۔

اولاد | حضرت اسعدؓ نے دو لڑکیاں یادگار چھوڑیں۔ اور آنحضرت صلعم سے اس کے متعلق وصیت کی۔ چنانچہ آپ نے ہمیشہ اُن کا خیال رکھا۔ اور دونوں کو سونے کی بالیاں جن میں موتی پڑے ہوئے تھے پہنائیں ⁂ سعید انصاری ملدار المصنفین اعظم گڈھ (از معارف)

قوموں کی حیات اور وفات

زندگی اور موت کے قانون کائنات کے ہر ایک حصہ میں کام کر رہے ہیں نہ نام و نشان کے مٹ جانیکا نام موت ہے اور نہ ہستی سے ہستی میں آنیکا نام زندگی ہے بلکہ انکا مفہوم حقیقی اور منزل ہی دیگر اشیاء کیطرح قوموں کے عروج اور زوال کے بھی سبب ہوتے ہیں اور تواریخ کے پڑھنے والے اسے خوب واقف ہونگے ہیں لیکن خدا کی آخری کتاب یعنی القرآن نے بھی اس مضمون پر خوب روشنی ڈالی ہے صرف ایک ایسا جامع لفظ استعمال کر دیا ہے کہ اہل تدبر ہمیں ہزاروں نقطے نکال سکتے ہیں قرآن کریم نے سورۂ الملک کی پہلی آیات میں اس ضروری مضمون پر بحث کی ہے فرمایا تبارك الذي بيده الملك وهو على كل شيء قدير الذي خلق الموت والحيات ليبلوكم ايكم احسن عملا۔ (ترجمہ) بابرکت ہے وہ جسکے ہاتھ میں دُنیا جہان کی سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جسنے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔ تاکہ تم لوگوں کو آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے) اور پھر سورۂ یونس کی چودھویں آیت میں مسلمانوں کو یوں خطاب فرمایا۔ ثم جعلناكم خلائف في الارض من بعدهم لننظر كيف تعملون۔ (ترجمہ) اور ہمنے تمکو جانشین بنایا تاکہ ملاحظہ فرمائیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو) اور جب حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو ارض موعود کیطرف لیجا رہے تھے تو انکو فرمایا عسى ربكم ان يهلك عدوكم ويستخلفكم في الارض فينظر كيف تعملون (ترجمہ شاید کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کردے اور تمکو ملک میں جانشین بنا کے پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو) پس معلوم ہوا کہ یہودیوں کو ارض مقدس کی بادشاہت اسوقت ملسکتی تھی جبکہ انکے اعمال صالح ہوں وہ قومیں جو گناہ اور بداخلاقیوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں خدا انکو صفحہ ہستی سے مٹا دیتا ہے اور انکی جگہ دوسری قومیں پیدا کر دیتا ہے تاکہ وہ اپنی نیکیوں سے خلق خدا کو نفع پہنچائیں اور وہ اسوقت تک زندہ رہ سکتی ہیں جب تک انکے وجود سے نسل انسانی کو نقصان کی نسبت فائدہ زیادہ ہوتا ہے لیکن جونہی کہ وہ راہ حق سے مُنہ موڑ کر اپنی زندگی اور کوششوں کو عیش پرستی میں مصروف کر دیتے ہیں اسوقت سے انکی طاقت اور حکومت میں زوال آنا شروع ہو جاتا ہے اور وہ خود دوسروں کے محکوم بنجاتے ہیں حق اور صداقت کی قوتمندی جنگی طاقت یا تعداد کی زیادتی سے نہیں ہوا کرتی انکی طاقت اور ثروت کا سارا راز اسکے اعلیٰ اخلاق اور خدمت خلق ہی رعیت کے معاملات اور حقوق کی حفاظت کرنا ہی ایک فاتح قوم کا فرض منصبی ہے ایک نابالغ کا مال اسلئے مقرر کیا جاتا ہے کیونکہ وہ خود اپنے معاملات اور اپنی بہتری کو ٹھیک نہیں سمجھ سکتا اسکا مطلب نہیں کہ وہ ولی اور محافظ اسکے روپے سے خود گلچھرے اڑائیں اور اسکی جائداد کو تباہ کر دیں اور ولایت اسوقت ختم ہو جانی چاہیئے جبکہ نابالغ کے حقوق کی حفاظت اور بہتری کیطرف توجہ کیجاتی ہو لیکن بدقسمتی سے اہل طاقت و حکومت اپنے فرائض کو فراموش کر دیتے ہیں کامیابی اور دولتمندی کی نعمت کے آتے ہی عیش اور آرام طلبی کی لعنت بھی آ موجود ہوتی ہے اور اخلاق گرنے شروع ہو جاتے ہیں چالاکی اور عیاری قابلیت اور دیانتداری پر غلبہ پانے لگتی ہے اور حکومت کی مضبوطی اور طوالت کیلئے رعیت کو اخلاق اور مکروفریب کرنا بڑی اعلیٰ تدبیر سمجھی جاتی ہے وہ اس راز حقیقی کو پس پشت ڈالدیتے ہیں کہ حکومت دراصل ایک امتحان ہے معلوم ہوتا ہے مشیت ایزدی کا ایک قوم کو دوسری قوموں پر حاکم بنانے کا مقصد یہی ہے کہ معلوم ہو جائے کہ لوگوں میں سب سے اعلیٰ عمل کرنے والے کون لوگ ہیں۔

قرآن نے واقعی القائے بہترین کا اصول باندھا ہے لیکن ان ناقص معنوں میں نہیں

زور دینے کا ارشاد نہیں۔ اگرچہ بات کوئی بڑی نہیں۔ اس مسئلہ کے لئے حسب الہامی تائیدات ہوں۔ تو ہم لکھ سکتے ہیں اس لئے میں نادیاتہ دست خاموش ہوں۔ اور اس وقت تک خاموشی پسند رہونگا کہ ارشاد الہٰی محرک و مؤید ہو۔ یہ ایک خاص بات ہے۔ آپ کی محنت قابل ردی نہیں ہو سکتی۔ والسلام
نورالدین ۲۶ جولائی ۱۳ ۱۹ء "

اب ان کھلی کھلی تحریرات کے ہوتے ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ کو اس بات کا متہم ٹھیرانا کہ انہوں نے مسیح موعود کے خلاف کہا۔ کس قدر خلاف بیانی ہے مسیح موعود کے خلاف تو انہوں نے کہیں بھی نہیں کہا۔ وہی کہا۔ جو میاں صاحب نے کہا۔ وہی کہا جو حضرت مولینا نورالدین رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ یہ مسئلہ کوئی ایسا نہیں کہ ضروریات اسلام میں سے ہو۔ بلکہ اس عقیدہ کی تائید کرنیوالے کو وہ الٰہی شکریہ کے مستحق قرار دیا۔ اور دو ہزار سے بھی زائد دلایل کا اس کی تائید میں ہونا بتایا +

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عقیدہ اگرچہ یہ ہونیکا نہ تھا مگر پھر بھی آپنے اس پر چنداں زور نہیں دیا۔ نہ ہی قرآن کریم کی آیات کو بطور سند اس پر بیان فرمایا اور اس کے ماننے والے پر کوئی فتوے دیا۔ بلکہ ایک جگہ اس بارہ میں منجانب اللہ کوئی انکشاف نہ ہونے کے سبب سے کوئی روشنی ڈالنے سے احتراز فرمایا چنانچہ اس بارہ میں اس خط کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ جو ۲۳ ستمبر ۱۸۹۴ء کو حضرت مولینا عبدالکریم صاحب مرحوم نے مولوی امام الدین صاحب گجراتی کے جواب میں لکھا جس کے متعلق مولوی امام الدین صاحب موصوف اپنی کتاب موالنیفح فی ولادۃ المسیح میں صفحہ پر لکھتے ہیں کہ

"راقم نے جناب مرزا صاحب قادیانی کی خدمت میں ماہ ستمبر ۱۸۹۴ء میں ایک عریضہ لکھا کہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باپ سے تھی یا بلا باپ اور جواب بحرف ہاں یا نہیں میں طلب کیا تھا۔ وہ عریضہ انکے حضور میں پڑھا گیا۔ اور مولوی عبدالکریم مرحوم سیالکوٹی نے جناب مرزا صاحب کی طرف سے حسب ذیل اس خاکسار کو جواب لکھا۔

منشی صاحب۔ وعلیکم السلام۔ بجواب آپ کے کارڈ ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کے حسب ایما حضرت امام ہمام صادق مسیح موعود مہدی مسعود علیہ السلام علیک لو دو دعرض ہے۔ کہ جناب امام ہمام کی توجہ آجکل ایسے امور مہمہ دینیہ کی طرف متوجہ ہے۔ کہ آپ ان سے کسی اور جانب توجہ نہیں کر سکتے۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ اللہ جل شانہ نے اس بارے میں کچھ انکشاف کیا تو ضرور آپ کو اطلاع دی جاویگی۔ مگر توجہ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ جب مصلحت عام کے لئے اپنے نزدیک کوئی امر اجرا کرنا چاہتا ہے تو اس طرف خود ہی اپنے بندہ کی توجہ معطوف کر دیتا ہے
عاجز عبدالکریم از قادیان ۲۳ ستمبر ۱۸۹۴ء

اس خط میں صاف طور پر اس مسئلہ کو ان "امور مہمہ دینیہ" میں سے قرار نہیں دیا گیا جن کی طرف حضرت مسیح موعود کی توجہ مبذول تھی۔ اور صاف لکھا ہے کہ "اگر جل شانہ نے اس بارے میں کچھ انکشاف کیا تو ضرور آپ کو اطلاع دی جائیگی"

جس سے ثابت ہے۔ کہ خود حضرت صاحب بھی اس مسئلہ کو چنداں اہمیت نہ دیتے تھے۔ کہ اس کی طرف خاص طور پر توجہ کرتے اور نہ اس وقت تک اور نہ بعد میں اس کے متعلق کوئی انکشاف منجانب اللہ آپ پر ہوا۔ صرف سرسری طور پر عام عقاید کے مطابق جو کچھ آپ کا عقیدہ تھا۔ کہ مسیح علیہ السلام بن باپ پیدا ہوئے۔ اس کو لکھ دیا۔ اور چنداں اہمیت اس کو نہیں دی۔ بلکہ جہاں عیسےٰ علیہ السلام کے بن باپ ہونیکا ذکر کیا۔ وہیں یحیےٰ علیہ السلام کے بھی بغیر مس قوے بشری پیدا ہونے کا ذکر کیا۔ چنانچہ اس مواہب الرحمن میں جہاں لکھا ہے کہ

"ومن عقائدنا ان عیسٰی ویحیٰی قد ولدا بطریق خرق العادۃ"

وہاں عیسےٰ کے ساتھ یحیےٰ کے بھی خرق عادت طور پر پیدا ہونے کا ذکر کیا اور آگے چلکر صاف بتایا ہے کہ

"فان یحیٰی ما تولد من القوی الاسرائیلیۃ البشریۃ بل من قدرۃ اللہ الفعال"

ترجمہ۔ سو یحیےٰ اسرائیلی خاندان کے قوے بشریہ سے پیدا نہیں ہوا بلکہ اللہ فعال کی قدرت سے پیدا ہوئے ہیں"

اس سے بھی صاف آگے چلکر کیا ہی فرمایا کہ

"وکان تولد یحیٰی من دون مس القوی البشریۃ وکذالک تولد عیسٰی من دون الاب"

ترجمہ۔ اور یحیٰی بھی مس قوائے بشریہ کے بغیر پیدا ہوئے اور اسی طرح عیسےٰ علیہ السلام بھی بغیر باپ پیدا ہوئے"

پس اگر حضرت صاحب اس کو اپنے عقاید میں سے بتلانے سے اس کا ماننا ضروری ہوا کہ ان کو بھی آپ لکھتے ہیں کہ مس قوائے بشری کے بغیر پیدا ہوئے حالانکہ ان کے متعلق کسی کا بھی بے باپ ہونے کا عقیدہ نہیں۔ لیکن اگر یونہی سب کو بے باپ ہی ماننا ہے۔ تو قرآن میں تو حضرت اسحٰق کے بھی انہی حالات میں پیدا ہونے کا ذکر ہے۔ جو حضرت یحیٰی کے متعلق پیش آئے تھے۔ پھر حضرت اسحٰق کو کیوں بے باپ نہ مانا جائے۔ جب حضرت زکریا کے بوڑھے اور ان کی بیوی کے بانجھ ہونے کی صورت میں یحیٰی علیہ السلام بغیر مس قوائے بشری ان سے پیدا ہوئے۔ تو حضرت ابراہیم اور سارہ کے انہی حالات میں اسحٰق کو بھی بے باپ ہی ماننا پڑیگا۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت صاحب نے چونکہ اس مسئلہ کو اپنی راہ میں اور چنداں قابل اہمیت نہیں سمجھا۔ اس لئے قرآن کریم سے کوئی محققانہ روشنی بھی اس پر نہیں ڈالی۔ اور عام خیالات کے مطابق ہی اپنا عقیدہ لکھدیا جیسا کہ براہین میں عیسےٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر لکھدیا تھا۔ اور یہ آپ کی صداقت پر ایک بڑی بھاری دلیل ہے +

مولوی امام الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود کے اس عقیدہ دربارہ ولادت مسیح کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے۔

"اصل بات یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب قادیانی مرحوم کو مسیح ولادت مسیح کے مسئلہ سے کچھ سروکار نہ تھا۔ بلکہ جس قدر بھی زور و شور سے لکھا۔ وہ صرف وفات ہونے پر ہی تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ انہوں نے قرآن کریم کے بیان کردہ ہیومن نیچر (طبع بشری) پر کچھ تدبر نہ کیا۔ اور عامیوں کی طرح اپنی آنکھوں کو بند کئے رکھا" (ص)

اس عبارت کے پہلے فقرات تو بالکل صحیح ہیں۔ کہ حضرت صاحب کو وفات مسیح ہی سے ہی کام تھا۔ اور ولادت مسیح سے چنداں سروکار نہ تھا۔ لیکن آخری فقرہ میں "عامیوں" سے مثال دیکر جس خیال کو ظاہر کرنیکی کوشش کی گئی ہے۔ وہ صحیح نہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود کا اس مسئلہ سے قطعاً سروکار نہ رکھنا۔ اور باوجود سوال ہونے کے یہی جواب دینا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کے متعلق کوئی انکشاف نہیں ہوا۔ اور اگر اللہ تعالےٰ نے کھولدیا تو بتایا جائیگا۔ آپکی صداقت کو اظہر من الشمس کرنے والا ہے۔ اور یہ ثابت کرتا ہے۔ کہ آپ واقعی اللہ تعالےٰ کی طرف سے مامور تھے۔ ورنہ اگر آپ میں ذرا بھی بناوٹ ہوتی۔ تو فوراً اس بارہ میں کوئی فیصلہ کن بات کہہ دیتے۔ اور وفات مسیح کی طرح اس کو بھی کھولکر بیان کرتے۔ لیکن ایسا نہیں کیا +

غرض ولادت مسیح کے مسئلہ پر جہانتک حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے پتہ چلتا ہے۔ آپ کا یہ عقیدہ ضرور تھا کہ مسیح علیہ السلام بن باپ تھے۔ لیکن قرآن کریم کی کسی آیت سے آپ نے اس کو ثابت نہیں کیا۔ اور نہ ہی اس بارہ میں کوئی ایسا فیصلہ دیا۔ کہ جسے حقیقتاً فیصلہ کہا جا سکے کیونکہ یہ مسئلہ آپ کی راہ میں نہ تھا۔ آپ مامور من اللہ تھے حکم عدل تھے۔ لیکن نہ ان معنوں میں کہ آپ کی ہر بات اسی طرح سے واجب التسلیم ہو۔ جیسے کہ قرآن کریم کا حکم یا نبی کریم صلعم کے ارشادات۔ آپ کی حیثیت ایک اولی الامر کی تھی۔ جس کے متعلق قرآن کا صاف حکم ہے۔ کہ فان تنازعتم من شیئٍ فردوہ الی اللہ والرسول۔ آپ کے بعد فہم قرآن بند نہیں ہو گیا۔ اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے۔ اور جن باتوں میں آپ مامور نہیں تھے۔ اس میں آپ کے خیال سے اگر کوئی شخص اختلاف کرتا ہے تو یہ ناجائز نہیں۔ حکم عدل کے یہ معنے نہیں۔ کہ ہر بات اور ہر ایک اسلامی مسئلہ میں آپ حکم عدل ہیں۔ اگر ایسا مانا جائے۔ تو پھر تو امن ہی اٹھ جاتا ہے۔ کیونکہ بہت سے ایسے اختلافی مسایل مسلمانوں میں موجود ہیں جن کا آپنے فیصلہ نہیں فرمایا۔ ہاں جس کام کے لئے آپ مامور تھے۔ اس کی راہ میں پیش آنے والے مسائل میں آپ حکم بھی تھے۔ اور آپ نے ان میں فیصلہ دیا لیکن "ولادت مسیح" کے مسئلہ کو آپنے اس قابل ہی نہیں سمجھا کہ اس کو کوئی اہمیت دیں +

اس لئے حضرت امیر ایدہ اللہ نے جن خیالات کا اظہار کیا۔ وہ کسی صورت میں حضرت مسیح موعود پر کوئی حملہ نہیں۔ بلکہ وہی ہے جس کو حضرت مولوی نورالدین صاحب اور خود میاں محمود احمد صاحب بھی مانتے رہے ہیں۔ اور باوجود اس کے انہوں نے اس میں مسیح موعود کی مخالفت نہیں سمجھی +

برہما میں ہندو اور مسلمان

مسٹر الفشیدت صاحب ایڈیٹر "مسافر" آگرہ جب

دن سے گھر سے باہر نکلے ہیں۔ بعض کہیں مسلمان نظر آجاتے ہیں سخت مضطرب اور حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ اس کی ابتدا دراصل میں بنگال سے ہوئی جہاں قدم دھرتے ہی اسلام کے خلاف ان کی زہریلی کہانیوں کو ضمانت کے شکنجہ میں لاکر کچل دیا گیا مگر معلوم ہوتا ہے۔ یہ ضمانت ان کی تعصب کو دور کرنے کے بجائے اس کو اور بھی تیز کرنے کا موجب ہوئی ہے چنانچہ اسی لئے جب وہ اپنے مقدس سفر کی دوسری منزل طے کرتے ہوئے برہما پہنچے۔ تو وہاں مسلمانوں کی روزافزوں آبادی کو دیکھکر کہ بزور شمشیر اشاعت اسلام ہونے کے بجائے مسلمانوں کے باہمی میل جول اور معاشرتی تعلقات کو اس کا موجب پاکر وہ یہانتک آگ بگولہ ہوئے ہیں۔ کہ اب اپنے پرچہ میں مسلمانوں کی اس ترقی پر حسرت و یاس کے آنسو بہانے کے بجائے اور انہیں کچھ سمجھ ہی نہیں کہ کیا لکھیں۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰ مئی ۱۹۱۸ء کے "مسافر" میں انہوں نے گذشتہ سالوں کی مردم شماری کا مقابلہ موجودہ تناسب آبادی سے کر کے مسلمانوں کے اضافہ تعداد پر بہت ہی غصہ کا اظہار کیا ہے۔ جس کا جواب سوائے اس کے اور کیا دیا جا سکتا ہے کہ ؎

میرا نے حسود کیں نہ بہت
کہ از عقوبت آں جز بمرگ نتواں رست

"مسافر نے ۱۸۷۲ء سے لیکر اس وقت تک کی مردم شماریوں سے جو کچھ اعداد و شمار نقل کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں :-

۱۸۷۲ء میں برہما میں کل ۹۹۸۴۶ مسلمان تھے اور وہ بھی وہاں کے اصلی باشندے نہ تھے بلکہ صرف وہ لوگ تھے جو آسام۔ مدراس۔ بنگال وغیرہ سے محنت مزدوری یا تجارت کے لئے برہما گئے تھے پھر نو ہی سال بعد ان کی تعداد ۱۶۸۸۸۱ تک پہنچ گئی۔ عیسائیوں کی تعداد ۱۸۷۲ء میں صرف ۵۲۲۹۹ تھی اور نو سال بعد یعنی ۱۸۸۱ء میں ۸۴۲۱۹ تک پہنچ گئی۔

۱۹۰۱ء میں برہما کی کل آبادی حسب ذیل تھی :-

مرد -	۵۳۴۲۴۰۸	عورت -	۵۰۸۱۲۰۵

اب بلحاظ مذہب یہ آبادی یوں تقسیم ہوئی۔

بدھ مرد -	۴۵۳۰۱۲۸	بدھ عورت -	۴۶۵۳۹۹۳
نیچر پرست مرد -	۲۱۰۲۸۷	نیچر پرست عورت	۱۸۹۱۰۳
مسلمان مرد -	۲۲۰۰۹۹	مسلمان عورت -	۱۱۹۳۴۷
ہندو مرد -	۲۳۶۹۳۰	ہندو عورت -	۴۸۵۵۴
عیسائی مرد -	۷۸۵۷۳	عیسائی عورت	۶۸۹۵۴
سکھ مرد	۵۷۲۳	سکھ عورت	۸۷۳
پارسی مرد -	۱۶۰	پارسی عورت	۸۵
زیرباد مرد -	۱۱۲۲۳	زیربادی عورت	۹۲۰۰

زیربادی وہ لوگ کہلاتے ہیں جو مسلمانوں و برہمیوں کے میل سے پیدا ہوتے ہیں۔ ۱۸۹۱ء میں برہما کی آبادی بلحاظ مذہب یوں تقسیم تھی۔

بودھ مت	۶۸۸۸۲۵۰	نیچر پرست -	۱۶۸۴۴۹
ہندو	۱۷۱۵۷۷	مسلمان	۲۷۳۰۳۷
عیسائی	۱۲۰۷۶۸	پارسی	۹۶

پھر ۱۹۱۱ء میں کل آبادی بڑے بڑے مذہبوں میں یوں تقسیم پائی گئی۔

نیچر پرست	۷۰۱۴۷۳
ہندو	۳۸۹۶۷۹
مسلمان	۴۲۰۷۷۷
عیسائی	۲۱۰۰۸۱
سکھ	۶۶۹۳
پارسی	۳۰۰
زیربادی مرد	۲۰۸۴۷
زیربادی عورت	۳۱۶۸۲

یہ اعداد و شمار بتا رہے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی آبادی بفضلہ تعالےٰ روزافزوں ترقی پر ہے۔ اور افریقہ کی طرح یہاں بھی ان غریب مزدوروں اور تاجروں ہی کی وجہ سے یہ ترقی ہوئی ہے۔ اور ہو رہی ہے۔ جو اپنے فکر معاش میں یہاں جاکر آباد ہو گئے۔ انہی لوگوں کے میل جول اور اخلاق نے بہتوں کو اسلام کی طرف کھینچا۔ جس کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ آج "مسافر" کے سماجی مہاشہ کی آنکھیں بھی اس کی تجلی کی تاب نہیں لا سکتیں اور وہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اسے بجھانا چاہتے ہیں۔ مگر واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون +

مراسلات

کیا ہمیں اپنی اصلاح کی ضرورت نہیں؟

از رشحات قلم حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب (محاسب انجمن)

یہ ایک سوال ہے جو کہ جماعت حقہ احمدیہ کے کل ممبران سے کیا جاتا ہے۔ اُن کا فرض ہے کہ وہ خود اپنے نفسوں پر غور کرکے اس کا جواب دیں لیکن پیشتر اسکے کہ اس پر کچھ فکر کریں۔ میں یہ بتادینا مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ اگرچہ بحیثیت جنس انسانوں میں سے ہم ایک فرد ہیں۔ اور پھر اُن میں سے بھی ہندوستانی انسان۔ اور اسطرح ہم کل دُنیا کے انسانوں کے ہمرتبہ اور ہم پلہ ہیں لیکن کل انسانی دُنیا میں ہمیں ایک امتیاز اللہ تعالےٰ نے بخشا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ ہم بفضلِ خدا مسلمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ حاملانِ قرآن اور پیروانِ نبی عظیم الشان کو جن میں ایک عاجز خادم ہونیکا ہمیں فخر ہے مخاطب کرکے فرماتا ہے۔ سمّاکم المسلمین تمہارا نام مسلمان رکھا۔ پس انسانی دنیا میں ہمارا مقام ایک فرمانبردار الٰہی اور مسلمان کا مقام ہے جنکے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کنتم خیر امّۃ اخرجت للناس تم اے مسلمانوں دُنیا میں ایک اعلےٰ قوم ہو۔ جو کہ لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ پھر فرماتا ہے وکذالک جعلنٰکم امّۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی النّاس ویکون الرّسول علیکم شھیدا۔ اور اس طرح سے ہم نے تم کو دنیا میں افضل ترین قوم بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے لئے اعلےٰ نمونہ بنو۔ اور تمہارا رسول صلعم تمہارے لئے اعلےٰ نمونہ ہو۔ الغرض اے برادران انسان حیوانی دنیا میں اشرف المخلوقات ہے۔ تم انسانی دنیا میں سب سے اعلےٰ قوم ہو۔ دُنیا کی قومیں اپنی بڑائی کے لئے طرح طرح کی مدح سرائیاں کرتی ہیں اور باقی اپنے ہم جنسوں کو حقیر ترین حیوانوں سے بھی بدتر سمجھتی ہیں۔ برادران یہ اُنکے اپنے مُنہ کی باتیں ہیں۔ دیکھو یہاں اللہ تعالیٰ تمہیں خیر امت اور امۃ وسط یعنی اعلےٰ ترین قوم ہونے کا فتوےٰ دیتے ہیں۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء لیکن تمہاری بڑائی اس میں نہیں کہ تم دُنیا کے باقی انسانوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھو۔ بلکہ اس میں ہے کہ تم لوگوں میں نکلو۔ اور کامل ہدایت نامہ الٰہی پر قدم مارکر باقی لوگوں کے لئے اعلےٰ نمونہ نیکی اور بھلائی کا بنو۔ اور اُنکو اعلےٰ ترین ہدایت یعنے اسلام کی طرف مخاطب کرو۔ دُنیا کے انسانوں ہی کو نہیں بلکہ حیوانوں تک کی ہمدردی سے تمہارے دل لبریز ہوں۔ اور اُن کو حق کی طرف بلاؤ۔ تا وہ ابدی زندگی حاصل کریں۔ اور دُنیا اور آخرۃ میں غم و حزن سے نجات پاویں۔ الغرض اے برادران تم دُنیا میں ایک افضل ترین قوم ہو۔ اور تمہارا کام یہ ہے کہ تم دنیا کی گردنوں سے اُن سب قیود کو اور زنجیروں کو جو انہوں نے اپنے نفس کی ہوا و ہوس کی پیروی کی وجہ سے یا اپنی تحریف شدہ شرائع کی پیروی کی بنا پر اپنی گردنوں میں ڈال رکھے ہیں۔ دُور کردو۔ اور اُنکو ایک آزاد سادہ زندگی بسر کرنے والے ہمیشہ خوش انسان بنادو۔ اور اس طرح سے رحمۃ للعٰلمین بن جاؤ۔ جیسا کہ ہمارا رسول صلعم (فداہ ابی و امی) کل دنیا کے لئے رحمۃ للعٰلمین بن گیا۔

پس برادران تم مسلمان ہو۔ اور اعلےٰ ترین قوم انسانی دُنیا کی ہو پھر اُن میں سے تم اے پیارے احمدی بھائیو! جنہوں نے کہ اللہ تعالیٰ سے تازہ وعدہ کئے کہ تم سب سستیوں اور غفلتوں کو چھوڑ دوگے اور دین کو دُنیا پر مقدم کروگے۔ تم وہ گروہ ہو جسکی شان میں اللہ تعالےٰ نے قرآن میں فرمایا ہے ولتکن منکم امّۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون تمہارا کام دنیا کو حق و باطل میں تمیز کرنے کے قابل بنانا ہے تم فلاح یافتہ ہونے کے مدعی ہو۔

پس دیکھو اللہ کے تم پر کتنے فضل ہیں۔ حیوانوں میں سے انسان انسانوں میں سے مسلمان انسان۔ ان میں سے پھر فلاح یافتہ انسان ہونے کا تم کو مدعی بنایا اور اس طرح سے بعداز ہذا بزرگ فوق قصہ مختصر ہوئے کی تو تمہاری شان ہوگئی اور تم ہو کہ محض دعووں سے ہی خوش ہونا چاہتے ہو۔ عملاً دنیا میں بجز اسکے کہ زبانی دعوے کوئی حقیقت نہیں رکھتے بہت تھوڑا قدم اٹھایا ہے۔ دیکھو اور غور کرو کہ کیا تم نے اپنی زندگی میں باقی دُنیا کے انسانوں سے کوئی امتیاز پیدا کیا۔ جو خدا تعالےٰ بھی تمہارے ساتھ باقی انسانوں سے علیحدہ سلوک کرے۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

افسوس ہے اور نہایت ہی افسوس ہے کہ ہمارے بھائیوں نے صرف دین اسی امر کو سمجھ رکھا ہے کہ وہ ایک امر کو مان لیں اور بس نجات پاجاویں۔ جو طریق نصاریٰ نے کاہے وہ انکے دلوں میں بھی اثر کرگیا ہوا ہے۔ محض مُنہ کی چند پھونکوں سے نحن ابناء اللہ واحباءہ کے مدعی بننا چاہتے ہیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ اکثر ہم میں سے اسی مرض میں مبتلا ہیں اور اس لئے عمل کے میدان میں قدم رکھنے سے کوسوں دُور ہیں انہوں نے اللہ کو مان لیا ہے اس لئے نہیں کہ اسکی صفات کو اپنے اندر لینے کی کوشش کریں یا اپنی ہوا و ہوس کی غلامی چھوڑ کر اس ذات باری تعالیٰ کی جو کہ ہمارے ہر ایک ذرہ کی خالق ہے فرمانبرداری کریں۔ بلکہ اسلئے کہ وہ ایک سے زیادہ خدا جو اپنے بنا رکھے ہیں مانے جائیں۔ زبانی تو اقرار توحید کا ہے لیکن ہر دم بت پرستی میں مصروف ہیں اور کوئی لمحہ نہیں کہ نفس کی سرداری کے ماتحت سر تسلیم خم کرنے کا اقدام ہو پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں اس لئے نہیں کہ آپ کے اسوہ حسنہ پر چلنا ہے۔ کیونکہ جہاں تک اعمال کا تعلق ہے اس میں تو برادری کا لحاظ۔ سوسائٹی کا خیال۔ پھر اپنے نفس کی پیروی مدنظر رکھی جاتی ہے۔ بلکہ اس لئے کہ آپ کے ماننے سے بغیر عمل کے ہی ان کی نجات ہوجاویگی۔ یہی حالت ذرا اور آگے بڑھیں تو نظر آتی ہے۔ احمدی مسلمانوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا وعدہ کیا اور مسلمانوں میں سے ایک خاص جماعت علیحدہ بنائی تاکہ ملکر اشاعت اسلام کا کام کریں۔ لیکن اس نے بھی زبان سے آگے نکل کر کوئی نشو و نما نہ پائی اور اس طرح سے دعوے تو ہمارے بڑے ہوگئے لیکن میدان عمل میں ہنوز روز اوّل ہی نظر آتا ہے۔ الّا ماشاء اللہ میں یہ نہیں کہتا کہ سب کی حالت یہی ہے نہیں ہم میں سے بعض اللہ تعالےٰ کے فضل سے عمل کی دوڑ میں بہت آگے نکل چکے ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رنگ میں رنگین نظر آتے ہیں۔ جن میں سے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کو میں پیش کرسکتا ہوں۔ لیکن میرا یہ فتویٰ اکثر کے حق میں ہے۔ اور جب تک کثرت ایک امر کی طرف متوجہ نہ ہو۔ جو نتائج کسی امر کے متعلق بحیثیت جماعت عمل پیرا ہونے سے مترتب ہوا کرتے ہیں وہ مترتب نہیں ہوسکتے الٰہی نصرت جو قوموں کے شامل حال ہوتی ہے وہ تب ہی ملسکتی ہے کہ سب افراد قوم کے ملکر ایک رنگ اپنے اعمال کے اندر پیدا کریں جب کوئی قوم نیکی کے نمونہ میں اپنے آپ کو ممتاز کرلیتی ہے۔ تو نیک ثمرات اُس کے شامل حال ہوجا... نہیں جب ایک کثیر حصہ کسی جماعت کا بدیوں میں ترقی کرجاتا ہے تو پھر اللہ تعالےٰ کے عذابوں کا نشانہ بن جاتی ہے پس میری غرض یہاں یہ بتانا ہے کہ ہماری جماعت نے جو حق تقوےٰ کا ہونا چاہئے تھا۔ یا جو کوشش اپنے دعووں کی تائید عمل کے ذریعہ کرنی چاہئے تھی۔ وہ کرکے نہیں دکھائی۔

چند پیسے چندہ دے چھوڑنا۔ اور وہ بھی محاسب کے بار بار لکھنے پر یا کسی خاص تحریک پر اور بار بار کھٹکھٹانے اور جگانے پر ایک زندہ قوم کی علامت نہیں۔ زندہ قوموں کے ممبران رات دن اسی فکر میں رہا کرتے ہیں کہ اُنہوں نے اس مختصر زندگی میں اللہ کے لئے۔ اللہ کے حکموں کی بہبودی کے لئے کیا کام کیا۔ افسوس ہے کہ اکثر ہمارے بھائی اس دُنیا ناپائدار کی فکر میں رات دن غلطاں رہتے ہیں اُنکے دلوں میں اس دُنیا کی محبت اسقدر سرائت کرگئی ہوئی ہے کہ وہ دینی اشغال کو محض رسمی رنگ دینا چاہتے ہیں۔ خدمت اسلام کے لئے ایک قدم اُٹھانا اُن کے لئے ایک جھٹی ہوجاتی ہے حالانکہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ بموجب الہام الٰہی ہر طرف دنیا میں موتا موتی لگ رہی ہے۔ بڑی بڑی دنیادار قومیں آنکی آن میں فنا ہوتی جارہی ہیں۔ لیکن وہ ہیں کہ اُن کو اس دنیا کی بے ثباتی پر ایمان ہی نہیں جب کبھی کوئی کام کہا جاوے۔ طرح طرح کے بہانے سُن لو پیر پرستوں کیطرح ہر دم اس انتظار میں ہیں کہ کوئی آوے اور اُن کو جگا دے اگر پوچھو کہ بھائی تمہارے چندے کیوں نہیں جمع ہوتے۔ تو کہتے ہیں جی کوئی جمع کرنیوالا نہیں۔ مطلب یہ کہ نہ کوئی مانگتا نہ ہم دیتے ہیں۔ یعنی بغیر مانگنے والے کے گویا وہ دے ہی نہیں سکتے۔ لینے محتاج ہوگئے ہیں۔ کس طرح سے اپنے قوےٰ کو محدود کردیا ہے کتنے عاجز ہوچکے۔ دعوےٰ تو یہ کہ ہم پیر پرستی کی لعنت سے نکل چکے ہیں حریت اور آزادی کی روح ہم میں موجزن ہے۔ اپنی اپنی جگہ سب خدمت اسلام کے لئے کوشاں ہورہے ہیں لیکن ایمان یہ کہ اتنی توفیق نہیں کہ خود پوسٹ آفس تک جاکر اپنا چندہ ہی منی آرڈر کرادیں۔ یا خود اُٹھکر بھائیوں سے جمع کرکے ہی بھجوادیں یہ کم بخت پیر پرستی خدا اس کا ستیاناس کرے کس طرح سے ہمارے رگ و ریشہ میں سرائیت کرگئی ہے کہ بار بار نکالنے سے نکلتی ہی نہیں۔ پھر یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اُن کی اس سستی سے خدا کے کام رُک نہیں رہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت ہمارے شامل حال ہورہی ہے۔ قرآن کریم تو پچاس ساٹھ ہزار کے خرچ سے شائع ہوچکا ہے۔ ولایت میں تبلیغ اسلام برابر جاری ہے۔ سکول بڑی رونق پر ہزاروں روپیہ کے اخراجات سے چل رہا ہے۔ اخبارات۔ رسالہ جات اشتہارات شائع ہورہے ہیں۔ انجمن بفضل خدا نہایت مضبوط بنیادوں پر قائم ہوتی جاتی ہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں نئے لوگ اس سلسلہ میں شامل ہوتے جاتے ہیں۔ تین دفعہ درس قرآن کریم چار سال میں ختم ہوچکا ہے۔ آریوں کے خلاف اللہ تعالےٰ نے ایک نیا حربہ مولوی عبدالحق صاحب کی شکل میں عطا کیا ہے۔ باوجود ان الٰہی نصرتوں کے دیکھنے کے پھر ہم ہیں کہ دُنیا کی طرف گرے جاتے ہیں سستی کاہلی ہمارے شامل حال ہورہی ہے۔ دنیا عمل جاتا ہے زمین و آسمان ادھر جاویں اگر نہ حرکت کرے تو یہ ہماری قوم۔

برادران خدارا غفلت کو چھوڑ دیں۔ اپنی جماعتوں کو باقاعدہ قائم کریں آپس میں میل جول کو بڑھاویں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ دنیا کو بالکل چھوڑ دو۔ نہیں دنیا کماؤ کھاؤ۔ لیکن اپنے اعمال سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا رنگ ظاہر کرو۔

کفارہ کے مسئلہ کی محبت کو دل سے نکال دو۔ اچھی طرح سمجھ لو۔ کہ نجات اعمال صالحہ و قربانی اور دل سے دُنیا کی محبت نکال کر میدان سعی اور کوشش میں ہوشیاری سے قدم رکھنے میں ہے پیر پرستی کے ذریعہ سے جو مسلمانوں میں کاہلی سستی۔ غفلت وغیرہ قوموں کو تباہ کرنے والی امراض پیدا ہوچکی ہیں۔ اُن سے بچو۔ چست اور چالاک ہوجاؤ۔ لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ پس مومن بن جاؤ مومن سست نہیں ہوتا۔ مومن بن جاؤ۔ مومن کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ مومن بن جاؤ۔ مومن کبھی ذلیل نہیں ہوتا۔ مومن بن جاؤ۔ مومن کبھی دنیا میں دل نہیں لگاتا۔ اُٹھو اور کام کرو پھر تم ہی اعلےٰ قوم ہو جو دنیا میں اللہ تعالےٰ سے اعلےٰ ہونے کا خطاب پاسکتی ہے۔ برادران اُٹھو کہ میدان خالی ہے۔ جاگو کہ سبقت لیجانے والوں کے لئے ہر راہ میں آسانیاں موجود ہیں۔

بالآخر میں جماعت لائل پور کی خدمت میں عرض کرونگا کہ وہ اپنی انجمن کو انجمن کا رنگ دیں۔ جماعت جہلم۔ سیالکوٹ اور کوہاٹ کی خدمت میں عرض کرونگا۔ کہ وہ اپنی گذشتہ چھ ماہ کی حالت پر غور کریں۔ اور اپنی اصلاح کے لئے کوئی راہ نکالیں۔

مکرمی حکیم غلام محی الدین صاحب کی خدمت میں عرض کرونگا۔ کہ علاقہ چکوال میں اپنی سعی اور کوشش ذرا وسیع کریں۔ تلہ گنگ میں خان رنقشے خان صاحب اور امرتسر میں مکرمی عبدالحمید صاحب پلیڈر اور جگراؤں میں میاں ضیاء الدین صاحب پلیڈر اور شیخوپورہ میں اخویم مولوی عالم الدین صاحب کی خدمت میں التماس ہے کہ جماعت کی مضبوطی اور استحکام کے لئے اور کام کو وسیع پیمانہ پر جاری کرنے کے لئے کچھ حرکت کریں۔ سرگودھا کے احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ اپنی کوششوں میں اتحاد پیدا کریں۔ بالآخر دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے ارادوں میں کامیاب کرے۔ آمین ⁂

خاکسار۔ سید محمد حسین شاہ

الاسلام

اسلام اور اسکی حفاظت معنوی

تمام اہل اسلام پر جنکو دینی علوم میں دسترس ہے۔ یہ امر عیاں ہے کہ وقتاً فوقتاً ہر قوم میں نبی یا رسول مبعوث ہوتے رہے۔ تا لوگوں کو مناسب قانون اور اصول کے ماتحت چلنے کی ترغیب دیں اور ان گندوں سے جن میں کہ وہ اپنی بے اصولیوں بداعمالیوں کی وجہ سے گرفتار ہوتے تھے۔ کلام الہیٰ کے ذریعہ اور اپنے پاک نمونہ سے نجات دیں۔ اور انسانی ہستی کو بوجہ اسکے اشرف المخلوقات ہونے کے جیسا کہ فرمایا۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم اور جس کا ثبوت کل کائنات بھی زبان حال سے دے رہی ہے۔ ایک ایسے سٹیج پر کھڑا کریں۔ جو اُس کے مناسب حال ہو۔ موجودہ کائنات کا مشاہدہ بھی یہی بتلا رہا ہے۔ کہ ہر ایک ہستی کسی نہ کسی قانون اور اصول کے ماتحت کام کر رہی ہے۔ جس سے کہ خاص خاص نتائج مترتب ہوتے ہیں اور اگر کسی مقررہ قانون میں ذرا بھی کم وبیشی واقع ہوتی ہے۔ تو نتیجہ بالکل برعکس ثابت ہوتا ہے۔ تجربہ بھی اس بات کا شاہد ہے کہ یہی امر بپا ہوتا ہے جسکی بنیاد اعلیٰ اصولوں اور قوانین پر رکھی جاتی ہے۔ سلطنت اور حکومت کے معاملہ میں بھی غور کریں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ جس ملک اور حاکم کے قوانین کمزور ہیں اسکے اندر امن اور تہذیب بالکل گری ہوئی حالت میں ہے جسقدر مستعدی سے اعلےٰ اصولوں اور قوانین پر عملدرآمد کیا جاتا ہے اُسی قدر لوگ با امن اور مہذب زندگی بسر کرتے ہیں جو کہ مذہب کا اصلی مدعا ہے یعنی لوگوں کے اخلاق اور آپس کے تعلقات ایسے ہونے چاہئیں۔ کہ باہم امن سے رہیں۔ لہٰذا خلق خدا کو نیک راہ پر قائم رکھنے کے لئے پے در پے رسول آتے رہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کن وجوہ سے ایسا ہوا جبکہ پہلے رسول کی تعلیم بھی موجود ہے نئے رسول اور نئی تعلیم کی ضرورت محسوس ہوتی رہی۔ اول تو اسکی وجہ یہ ہے کہ رسول خاص خاص قوموں میں مبعوث ہوتے رہے۔ جیسا کہ کتب مقدسہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ دوسرے نبیوں کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد دوران زمانہ نے یہ اثر پیدا کیا کہ ان کی تعلیم میں انسانی دخل ہو گیا۔ یعنے بہت حد تک لوگوں نے اپنی منشاء کے مطابق تحریف کر لی۔ دیگر جُوں جُوں زمانہ نے ترقی کی۔ بہت سی تبدیلیوں کی بھی ضرورت پڑی۔ لہٰذا ان مقاصد کے پورا کرنے کے لئے ایک رسول کے بعد دوسرے کی بعثت ہوتی رہی۔ جو ضرورت زمانہ کے مطابق احکام الہیٰ لاتا تھا۔ اور اپنے نیک نمونہ سے لوگوں کو نئی تعلیم کے مطابق راہ راست پر قائم کرتا رہا۔ اسی غرض کو پورا کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مبعوث ہوئے۔ اور سابقہ تعلیم میں جسقدر کمزوریاں اور بداعتقادیاں بوجہ دوران زمانہ کے واقع ہو گئی تھیں اُن کا رد کیا اور تمام وہ اصول جنکی ایک مہذب انسان کو ضرورت تھی قائم کئے۔ اور کسی قسم کی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ جس سے کچھ زمانہ گذرنے کے بعد کسی نئے اضافہ کی ضرورت پڑتی۔ اس لئے فرمایا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ یعنی انسان کی زندگی کے ہر پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے کل قوانین وضع کر دیئے۔ تا وہ اُنکی پیروی کرکے ایک مہذب اور پر امن زندگی بسر کرے۔ مگر یہاں بھی اس سنت اللہ کے ماتحت کچھ عرصہ کے بعد لوگوں میں سستی اور مذہب سے لاپرواہی ظاہر ہوتی تھی جس کا علاج یوں تو ہو نہیں سکتا تھا کہ سابقہ کی طرح نئی تعلیم یا نیا رسول آجاوے کیونکہ دین تو کامل ہو چکا ہے یا پرانے قانون کی ضرورت نہیں رہی۔ کلام میں تحریف بھی نہیں جس کی اصلاح کسی نئے نبی کی ضرورت محسوس کرے کیونکہ ارشاد فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحافظون۔ یہ امر مسلمہ ہے۔ جس کا شاہد زمانہ ہے۔ کہ قرآن کریم میں کسی طرح کی تحریف نہیں ہوئی جو قرآن کریم کے جامع کتاب ہونے پر ایک دلیل ہے۔ ہاں ڈاکٹر منگانا نے کچھ خیالی پلاؤ پکائے مگر اُن کا کافی وافی جواب مل چکا ہے۔ ہاں تو پھر اس سستی اور لاپرواہی کا علاج ہو تو کیونکر۔ وہ اسطرح کیا کہ ایک سنت قائم کی کہ ہر صدی پر ایک مجدد ظاہر ہو جو بذریعہ قرآن مجید اور اپنے نیک نمونہ سے گمراہ شدہ لوگوں کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی جانب لا دے۔

اور تیرہ سو سال تک یہی ہوتا رہا۔ موجودہ صدی میں بھی وہی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ جبکہ مسلمانوں کے اندر مختلف قسم کے توہمات نے دخل حاصل کر لیا۔ جو اسلام کی پاک تعلیم کے بالکل متناقض تھے۔ ان توہمات کا قلع قمع کرنے کے لئے مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے اور قرآن کریم اور احادیث سے اسلام کی اصل تعلیم کو پیش کیا اور اپنے نیک نمونہ سے خلق خدا کی بہتری کے لئے سر توڑ کوشش کی اور اپنے نیک ارادہ میں کامیاب بھی ہوئے۔ اگر کوئی جلد باز تعداد کا سوال کرے۔ تو اس کے لئے یہی جواب کافی ہے۔ کہ یہ سنت اللہ ہے ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ کبھی سب دُنیا ایک جانب نہیں ہوئی۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ خود فرماتے ہیں۔ ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ۔ کیا وجہ کہ ایسا نہیں کیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو فہم سلیم عطا فرمایا۔ تا حق و باطل میں تمیز کرے اور اس بات پر جزا و سزا کا معاملہ ٹھہرایا۔ اگر کوئی سمجھتا ہے تو اپنے فائدہ کے لئے۔ اگر نہیں سمجھتا تو اُس کا وبال اُس پر ہے۔ اس زمانہ میں جب ہم سب مسلمانوں کا یہی مذہب ہے کہ قرآن ایک جامع کتاب ہے اس میں کسی قسم کی تحریف بھی نہیں ہوئی اور مذہبی زمانہ کی کوئی ایسی مہم درپیش ہے جو اس کلام پاک میں کسی قسم کی کمی وبیشی چاہتی ہو تو پھر کونسی وجہ ہے جو ایک مسلمان کو ایک نئے نبی کی بعثت کی ضرورت محسوس کرواتے۔ مسلمانوں کے موجودہ توہمات اور دیگر فسق وفجور کے علاج کے لئے جو زمانہ کے اثرات اور لوگوں کی نفسانی خواہشات کا نتیجہ ہیں۔ سنت اللہ کے ماتحت ایک مجدد کافی ہے۔ جیسا کہ تیرہ سو سال سے چلا آتا ہے۔ اور خود مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اسی عہدہ پر مامور ہونے کا دعوےٰ کیا۔ جیسا کہ فرمایا:۔

من نیستم رسول ونیاوردہ ام کتاب

اگر ایک سعید فطرت کو صراط مستقیم پر چلنا درکار ہے تو وہ انصاف سے مسیح موعود علیہ السلام کی مصنفہ کتب کا مطالعہ کرے اگر وہ اتنا وقت نہیں دے سکتا۔ گویہ تلاش حق جیسے فرض کے مقابلہ میں کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ تو وہ ان تمام حوالجات کا جو مسیح موعود علیہ السلام کی کتب مصنفہ سے نقل کئے گئے ہیں اور "النبوۃ فی الاسلام" میں شائع ہو چکے ہیں مطالعہ کرے۔ ان دلائل کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی مسلمان مسیح موعود علیہ السلام کی طرف نبوت منسوب کرے۔ تو سوائے اسکے کہ وہ خود تاریکی میں ہے اور کوئی نتیجہ نہیں۔ جب مدعی اس بات سے انکاری ہے تو ہمارا کیا حق ہے یا کونسی عقل ہے کہ ایسی بیجا جرأت کریں اور مدعی سست اور گواہ چست کے مصداق ٹھہریں اور علاوہ ازیں قابل مواخذہ بھی ہوں۔ تقوےٰ تو اس بات کا متقاضی ہے کہ اگر مابین کوئی بات متنازعہ ہے تو اسکو شریفانہ طریقہ سے بزرگان ملت کی خدمت میں پیش کیا جاوے تا بروئے قرآن واحادیث۔ دیگر اقوال آئمہ و تحریرات مسیح موعود اس پر بحث ہو۔ پھر جو بات صحیح ٹھہرے اس پر عمل کیا جاوے۔ ورنہ ذاتیات پر بحث کرنے سے تو ایک خردمند یہی نتیجہ نکالیگا۔ اس قیل وقال میں نفسانی خواہشات مدنظر ہیں۔ جنکی وجہ سے تعصب اور ہٹ دھرمی پیدا ہو گئی ہے۔ جس سے انصاف اور ایمان کا مادہ کمزور پڑ گیا ہے کہ معقول دلیل کی پرواہ نہیں کیجاتی۔ معقول دلیل کا نہ ماننا تنگدلی پر دلالت کرتا ہے جو انسان کے لئے اور خاصکر اسکے لئے جس نے اصلاح خلق کا کام کرنا ہے باعث ذلت ہے۔ علاوہ ازیں تنگدلی سے انسانی زندگی کے کئی ایک پہلو تاریک رہجاتے ہیں جو ایک حد تک حق سے محروم رکھتے ہیں۔ سوچنے کا مقام ہے کہ اگر اسلام کے لئے سچا درد ہے تو فرض یہ ہے کہ غیر مسلموں کے درمیان اسکی پاک تعلیم کی تبلیغ کی جاوے اور اپنا اعلےٰ اخلاقی نمونہ دکھا کر اُنکو اسلام کے حلقہ بگوش کیا جاوے۔ یہ کہاں کا درد ہے کہ کلمہ گو کو کافر بنایا جاوے اور نبی کریم صلعم کی ان تکالیف کا جو انہوں نے اسلام قائم کرنے میں اٹھائیں۔ ذرا بھی احساس نہ ہو۔ سچا درد تو اس کا نام ہے کہ اہل کتاب کو صرف توحید کے مسئلہ پر مل کر کوشش کرنے کے لئے مدعو کیا جاتا ہے تا اسی ذریعہ سے جُوں جُوں اسلام کی صفات اُن پر آشکارا ہوں وہ خود ہی دہ مجد دمعاون بن جاویں اور منکرین کے مقابلہ میں ایک حربہ کا کام دیں۔ ایسے شخص کو جو اپنی جلدبازی سے ایک کلمہ گو کو کافر کہتا ہے

تبلیغ کا راز ہی معلوم نہیں۔ مبلغ کو اپنی بات منوانے کے لئے دلائل کی ضرورت ہے نہ کہ سخت گوئی کی۔ جس سے بجائے اسکے کہ مخاطب پر اچھا اثر پڑے۔ اُلٹا وہ نفرت میں ترقی کرتا ہے۔ نیز مبلغ کے لئے سب سے پہلی بات خلاق ہے۔ جو کہ لوگوں کو گرویدہ کرتی ہے اگر یہ نہیں تو کامیابی کہاں۔

دنیا میں جتنے رسول یا پیغامبر گذرے ہیں اُنکو طرح طرح کی تکلیفیں ملتی رہتی ہیں مگر انھوں نے استقلال اور دلیل سے کام لیکر نیکی کی بنیاد ڈالی جو اُن کا اصل مقصد تھا۔ دُنیاوی وجاہت ان کی غرض وغایت نہ تھی۔ یاد رکھیں کہ جس بات کی بنیاد بد اصولی یا باطل پر ہے اس کا قیام ناممکن ہے اگر قیام کچھ مدت بھی جاوے۔ تاہم نتیجہ ضرور ناکامیابی ہے جسکی کئی مثالیں صاحب بصیرت کے لئے موجود ہیں۔ یہ محض کہنے کی بات نہیں بلکہ ایک مسلمہ امر ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ جو شخص مسیح موعود علیہ السلام کو باوجود انکے اعلےٰ درجہ کے مسلمان ہونے کے کافر کہتا ہے اسکے لئے کیا حکم۔ سو اس کے لئے حدیث خود فرماتی ہے کہ جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہتا ہے۔ وہ کفر الٹا کہنے والے پر ہی پڑتا ہے جو بروئے قرآن کے ایک مناسب بدلہ ہے۔ اس کے علاوہ زیادتی کرنا بھی خدا کو پسند نہیں۔ غیر احمدیوں کو کافر کہنے کے متعلق اگر مسیح موعود علیہ السلام کا خیال دریافت کرنا ہو تو یہ ذریعہ ہے کہ اول تو انہوں نے جب اہل اسلام کو پکارا تو مسلمان کے نام سے پکارا۔ دوسرے جب غیر احمدی کا جنازہ پڑھنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو یہ حکم دیا کہ جو بُرا بولتا ہے اُس کا جنازہ نہ پڑھو کیونکہ یہ نہیں کہ اُس نے مسیح موعود علیہ السلام کو بُرا کہا۔ بلکہ ارادہ خدا پر حملہ کیا۔ اور جو خاموش ہے اُسکے متعلق فرمایا کہ اُس کا جنازہ پڑھ لینا چاہئے۔ اب صاف ظاہر ہے کہ اگر وہ دوسرے مسلمانوں کو کافر سمجھتے تو یہ جنازہ کا حکم کیسے صادر فرماتے نبوت وکفر کا معاملہ اگر کوئی ان کی طرف منسوب کرتا ہے تو یہ محض بہتان ہے۔ جس کا کہنے والا جوابدہ ہوگا۔ کیا ہی بہتر ہوتا کہ کلمہ گو کو کافر کہنے والے جلد باز لوگ مسلمانوں کو کافر بنانے کی بجائے کافروں کو مسلمان بنانے تو کم از کم کچھ فائدہ تو ہوتا۔ انھوں نے تو اُلٹے کم کرنے پر ہی کمر باندھ رکھی ہے۔ جو ہرگز ایک صاحبدل کے نزدیک قابل تحسین نہیں ہو سکتی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خاکسار۔ سید غلام مجتبیٰ عفی اللہ عنہ از برٹش سمالی لینڈ۔

احمدیہ موومنٹ اس نام کے چار انگریزی رسائل حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے نکلکر حال ہی میں شائع ہوئے ہیں۔ ان چاروں رسائل میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق الگ الگ مضامین پر نہایت مفصل اور پُر از معلومات بحث ہے۔ حصہ اول میں (دی فاؤنڈر) The Founder کے عنوان سے بانی سلسلہ عالیہ کے حالات زندگی پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ حصہ دوم میں Doctrine کے عنوان سے مسیح علیہ کے ساتھ خصوصی اعتقادات کے دعاوی کی صداقت کو ظاہر و ثابت کیا گیا ہے۔ حصہ سوم میں Prophecies کے عنوان سے پیشگوئیوں کی حقیقت پر اصولی بحث کرنے کے علاوہ آپ کی پیشگوئیوں کی صداقت کو ثابت کیا گیا ہے اور حصہ چہارم میں بعنوان The Split ان اختلافات کی حقیقت بتائی گئی ہے جو انکل سلسلہ عالیہ میں تفرقہ کا موجب ہوئے ہیں۔ ان اختلافات کی ذیل میں مسئلہ نبوت مسیح موعود۔ مسئلہ تکفیر اسلام اور اسمہٗ احمد پر نہایت شرح وبسط کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ غرض جہاں تک سلسلہ عالیہ احمدیہ کے حالات واقعات کا کسی سلسلہ سے تعلق پڑتا ہے ان چہار رسائل میں اس پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور انگریزی زبان میں سلسلہ عالیہ کے حالات پر سب سے پہلی کتابیں ہیں۔ جن کا حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے نکلنا انکی خوبی کی بہترین ضمانت ہے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے احباب ان چہار رسائل کو بہت زیادہ تعداد میں خرید کر انگریزی دان طبقوں میں کثرت سے پھیلانے کی کوشش کریں۔ بالخصوص ہندوستان کے ان حصص میں جہاں انگریزی کا رواج بہت زیادہ ہے (مثلاً جنوبی ہندوستان) ان کتابوں کو جسقدر کثرت سے شائع کیا جائے تھوڑا ہے۔ چھوٹی تقطیع حجم پہلے تین رسائل کا بہت چھوٹا آخری رسالہ کسیقدر ضخیم۔ قیمت فی سٹ ۱عہ

مہتمم صاحب بک ڈپو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سے دستیاب ہو سکتا ہے

چودھری مبارک علی صاحب

علیٰ وجہ البصیرۃ

بعض اوقات الفضل میں بیعت خلافت کے عنوان سے کوئی نوٹ نکل جاتا ہے جو بالعموم کسی ایسے بدقسمت خواب بین کی طرف سے ہوتا ہے جو پہلے سے ہی میاں صاحب سے حسن ارادت رکھتا ہوتا ہے اس حسن ارادت کیوجہ سے اُسے کوئی خواب میاں صاحب کے موافق آجاتا ہے یا وہ اُسے توڑ مروڑ کر ایسا بنا لیتا ہے اور اس شیطانی خواب کی بناء پر وہ میاں صاحب کی بیعت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور جماعت احمدیہ سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔ کاش اس بدقسمت خواب بین کو یا اس قسم کی خوابوں کو حجت گرداننے والے اور انکی اشاعت کرنیوالے دوستوں کو یہ علم ہوتا کہ وہ جو مسیح موعود تھا وہ جو حکم اور عدل تھا کہتا ہے

"افسوس کہ اکثر لوگ ایسے ہیں کہ ابھی شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہیں مگر پھر بھی اپنی خوابوں اور الہاموں پر بھروسہ کر کے اپنے ناراست اعتقادوں اور ناپاک مذہبوں کو ان خوابوں اور الہاموں سے فروغ دینا چاہتے ہیں۔ بلکہ بطور شہادت ایسی خوابیں اور الہام پیش کرتے ہیں اور یا یہ نیت رکھتے ہیں کہ ایسی خوابوں اور الہاموں کو پیش کر کے سچے مذہب کی اُن سے تحقیر کریں۔"

مگر ان باتوں پر غور تو وہ کرے جسکو رشد اور سعادت سے کوئی حصہ ملا ہو۔ ان بدقسمت لوگوں کو تو ایک خواب آیا۔ اور قرآن اور احادیث العیاذ باللہ سب باطل ٹھہر گئے۔ ختم نبوت لغو ہو گئی۔ تمام مسلمانوں پر کفر کا فتوے جاری ہو گیا۔ نبی کریم احمد نہ رہے غرضیکہ ایک خواب سے تمام سابقہ زمانوں کے مسلّمہ عقائد پر ایک خط تنسیخ کھینچ گیا۔ ایک شیطانی خواب سے اس سے بہتر نتائج کی اور توقع بھی کیا ہو سکتی ہے۔ میاں محمود کے مریدوں میں بیشتر حصہ اسی قماش کے لوگوں کا ہے کیونکہ خود میاں محمود بھی ایک اسی قسم کے خواب بین ہیں۔ مگر محمودیوں کے عام شیوہ اور دستور کے برخلاف ۳۰ اپریل کے الفضل میں چودھری مبارک علی صاحب ہیڈ کلرک سول سرجن فیروز پور کا ایک خط شایع ہوا ہے جس میں انہوں نے محمودیوں کی گری ہوئی اخلاقی حالت سے حصہ وافر لیکر سیدنا حضرت مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ اور آنکے رفقاء کے لئے سخت نازیبا الفاظ استعمال کئے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

"اُن کی عملی حالت خود بھی اُن پر دلالت کرتی ہوگی۔ بشرطیکہ اپنے گریبان میں مُنہ ڈالکر اور اپنے افعال کو دیکھکر شرمندہ ہونے کے واسطے فطرت سلیمہ کی لو کبھی کہیں اُن میں باقی ہو۔ لاریب وہ حسد و کینہ اور بغض اور خرافات کی دست برد میں پڑکر سخت ابتر ہو رہے ہیں"

ان مزخرفات کا جواب دینے یا اُن سے ناراض ہونے کی ہمارے لئے کوئی وجہ نہیں۔ جبکہ ہمارے امام کا حکم ہے:-

"تم سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل کرو اور گالی کے بدلے گالی نہ دو"

محمودی ارباب حل و عقد کا سلسلہ رہا ہے۔ کہ وہ ہم پر افترا کریں اور ہمیں گالیاں دیں۔ پھر ہمارے کرم فرما میاں صاحب اس قسم کے گندہ دہن لوگوں کو انعام و اکرام سے مشرف کر کے اُنکی پیٹھ تھپکتے رہتے ہیں۔ چنانچہ جب محمودیوں کا یہ دستور ہی ہو گیا ہے تو ہم میں بھی ان گالیوں کی برداشت کی طاقت پیدا ہو گئی ہے۔ میں تو جب اس قسم کی لغویات محمودی صحیفوں میں دیکھتا ہوں۔ تو اس ۔ ۔ ۔ ۔ قوم کی حالت پر اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھکر خاموش ہو رہتا ہوں۔ حاشا و کلّا یہ گالیاں میرے اس مضمون کے لکھنے کا باعث نہیں ہوئیں۔ ہاں ایک بات جس نے بڑی شدت سے چودھری مبارک علی صاحب کے اس خط کے متعلق مضمون لکھنے کے لئے مجھے مجبور کیا ہے وہ چودھری صاحب کا ایک اچھوتا اور نرالا فقرہ ہے جو محمودی لٹریچر میں نایاب کا حکم رکھتا ہے چودھری صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"میں علیٰ وجہ البصیرۃ اس نتیجہ پر پہنچ چکا ہوں کہ مولوی محمد علی صاحب مع اپنے رفقاء کے اظہر من الشمس غلطی پر ہیں"

مجھے اس امر سے تو کمال خوشی ہے کہ چودھری صاحب نے علیٰ وجہ البصیرۃ ایک عقیدہ اختیار کیا ہے اور اپنے سابقہ عقیدہ کو ترک کرنے میں ان کے کسی وجدان یا خواب کو دخل نہیں۔ لیکن کاش وہ اپنی اس تحقیقات سے دنیا کو مستفید کرتے شاید ہم جو اُنکے نزدیک اظہر من الشمس غلطی پر ہیں اُنکی ہی علمی تحقیقات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے مگر انکی علمیت تحقیقات اور بصیرت کا انکشاف تو اسی سے ہوتا ہے کہ وہ خط کے شروع میں ہی فرماتے ہیں "میں اپنی بے ثبات زندگی کو نصب العین رکھکر آپ کو اختلافوں میں حکم اور خلیفۃ المسیح تسلیم کرتا ہوں" فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں چودھری صاحب کی علمیت اور حق جوئی کا پتہ تو اسی سے لگ جاتا ہے کہ انہوں نے اظہر من الشمس نصب العین اور حکم تین لفظ بڑے تکلف سے محمودیوں پر اپنی علمیت کا رعب ڈالنے کے لئے لکھے اور بدقسمتی سے تینوں کا استعمال غلط کیا۔ پھر جب جھگڑا ہمارے اور خود میاں صاحب کے درمیان ہے تو پھر چودھری صاحب کی اس عبارت کے کیا معنے ہوئے۔ کہ "میں آپ (میاں صاحب) کو مابہ النزاع مسائل میں حکم مانتا ہوں"۔ اسکے معنے تو اسکے سوائے نہیں کہ مدعی اور مدعا علیہ دونوں میں سے ہی ایک کو جج قرار دیتا ہوں۔ بئس ما یأمرکم به ایمانکم۔

خیر ہمیں اُنکی علمیت سے بحث نہیں۔ بہرحال جب انہوں نے بصیرت سے ایک عقیدہ پر قائم ہونے کا اعلان کیا ہے تو ہم جائز طور سے ان کی تحقیقات کے متعلق اُن سے مطالبہ کر سکتے ہیں۔ چودھری صاحب اگر پہلے ہم سے متفق تھے یا پہلے غیر احمدی بھی تھے (جیسا کہ بعض ذرائع سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے حضرت صاحب کی کبھی بیعت ہی نہیں کی تھی) تو دونوں صورتوں میں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی سمجھتے تھے اور باب نبوت کو مسدود اور قصر نبوت کو مکمل جانتے تھے۔ اُن کا ایمان تھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور اس تفسیر کو بھی وہ قبول کرتے تھے۔ جو احادیث صحیحہ میں وارد ہوئی ہے کہ خود ذات پاک نبوی نے خاتم النبیین کی فرمائی۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویتعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مثال اور اُن نبیوں کی مثال جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں ایک شخص کی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا۔ پس اُسے بہت اچھا بنایا اور بہت خوبصورت بنایا مگر اسکے کونہ سے ایک اینٹ کی جگہ خالی رہی سو لوگ اسکے گرد گھومنے لگے اور تعجب کرنے لگے اس پر۔ اور کہنے لگے کیوں یہ اینٹ نہیں لگائی۔ فرمایا میں وہ اینٹ ہوں۔ اور میں نبیوں کو ختم کرنیوالا ہوں

یہاں تشریعی یا غیر تشریعی نبیوں کا کوئی جھگڑا نہیں تمام ہی گذشتہ انبیاء اس قصر نبوت میں شامل تھے خواہ وہ صاحب شریعت تھے۔ یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح شریعت نہیں لائے تھے اس میں کوئی تفریق نہیں کی گئی اب میں چودھری صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ وہ اس حدیث کے متعلق علیٰ وجہ البصیرۃ کس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ اب جبکہ قصر نبوت مکمل ہو چکا اور کسی اینٹ کی بھی گنجایش نہیں تو وہ نبوت کی اس نئی اینٹ کو اس قصر میں لگانے کے لئے کونسی اینٹ کو اپنے اصلی مقام سے اُکھاڑتے ہیں۔ گالیاں دینا اور علیٰ وجہ البصیرت کا لفظ استعمال کرنا بڑا آسان ہے لیکن اپنے دعوے کا ثبوت دینا بڑا مشکل ہے۔ اب ہم دیکھینگے کہ ہمارے نئے کرمفرما اور بلا وجہ گالیوں سے ہماری تواضع کرنیوالے چودھری صاحب کس دلیری سے نبوت کے عظیم الشان محل سے ایک موقعہ پر لگی ہوئی اینٹ اُکھاڑتے اور کس نئے مصالح سے ایک نئی اینٹ وہاں نصب کر دیتے ہیں کیا ہم سے الگ اور ہمارے عقائد سے بیزار ہو کر وہ یہ کہنے کی جرأت کرینگے کہ چونکہ حضرت مرزا صاحب رسول کریم صلعم کی امت کی اصلاح کے لئے آئے تھے اس لئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی نعوذ باللہ منہا قصر نبوت سے علیحدہ کر کے مرزا صاحب کو اُنکی بجائے داخل کر دیا جائے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ نعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا۔

پھر جب ہمارے مکرم چودھری صاحب نے بڑے محقق ہونے کا دعوے کیا ہے تو میری عقل تجویز نہیں کرتی کہ انکو اس حدیث کا علم نہ ہو۔ فسیکون فی امتی ثلثون کذابا کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ یہاں ختمی مآب حضرت رسول کریم فداہ ابی وامی خاتم النبیین کی تفسیر لا نبی بعدی کرتے ہیں۔ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا نہ تشریعی نہ غیر تشریعی۔ ایک قلم سب کا خاتمہ ہی ہے۔ بس لا نبی بعدی میرے بعد تو نبی ہے ہی نہیں جو نبوت کا دعویٰ کرے۔ وہ کذاب ہوگا۔ حال ہے اب جب چودھری صاحب علیٰ وجہ البصیرت میاں صاحب کی بیعت میں داخل ہوتے ہیں اور میاں صاحب حضرت اقدس جناب میرزا صاحب کو مدعی نبوت قرار دیتے ہیں تو ہم یہ دیکھنے کے مشتاق ہیں کہ صاحب بصیرت چودھری صاحب کس عجیب منطق سے اور کس صفائی سے حضرت اقدس مسیح موعود کو مدعی نبوت قرار دیکر اُس گروہ اور اس لقب سے بچا لیتے ہیں۔ بینوا وتوجروا ۔ ۔ ۔ ۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن میں خاتم النبیین کے معنے یہی کئے گئے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میں یقین نہیں کرتا کہ تحقیقات کے دوران میں ہمارے محقق چودھری صاحب کو ان کا علم نہ ہوا ہو۔ اس لئے میرا یہ کہنا بیجا نہیں کہ میرے ان سوالات کے جواب میں چودھری صاحب اور خود میاں ان پر روشنی ڈالیں گے اور ان احادیث کی عجیب و غریب تشریح کر کے کافۃ المسلمین اور مذہب اسلام اور بانی اسلام پر احسان کرینگے اور محمودیوں میں تو وہ خاص قدر کی نظر سے دیکھے جائینگے یہاں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ چند ایسی احادیث بھی نمونہ از خروارے لکھ دوں جن میں بیان کیا گیا ہے کہ محمد المرسلین خاتم النبیین ان قدسیوں سے اپنے ان اصحاب کو کہا ہے جنکی شان میں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی آیت نازل ہو چکی تھی۔ فرماتے ہیں لو ۔ ۔ ۔ کے بعد تم میں استعداد نبوت تو موجود ہے اور ان میں سے ہر ایک اس مرتبہ پر ہے جیسے ہارون موسیٰ سے۔ مگر میرے بعد نبی کوئی نہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ یا لو کان بعدی نبی لکان عمرؓ۔ اب ہم اپنے صاحب البصیرت چودھری صاحب سے اس حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں جس میں یہ بیان کیا گیا ہو کہ نبی کریم کے یہ دفادار دوست اس بات پر مصر تھے کہ ہمیں تشریعی نبی بنا یا جائے اور وہ غیر تشریعی نبی بننے سے کسی صورت اور کسی حیلہ سے راضی نہ ہوتے تھے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم الحاح کرتے تھے کہ میں تمہیں غیر تشریعی نبی تو بنا سکتا ہوں۔ صاحب شریعت بنانا میرے امکان اور میری طاقت سے باہر ہے۔ فتدبروا۔

اب یہ سلسلہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا اور ہمارے محقق چودھری صاحب ان احادیث کو یونہی نظر انداز نہیں کر سکتے کیونکہ ہر ایک عالم ربانی اپنے اپنے وقت میں ان احادیث کی تائید کرتا رہا ہے اور ہمارے امام حضرت مسیح موعود نے تو ختم نبوت کے ایسے ایسے قواعد و اصول قائم کئے ہیں جو ائمہ سلف کے خواب و خیال میں بھی نہ تھے۔ آپ کی کوئی تصنیف ایسی نہیں جس میں ختم نبوت پر آپنے سیر کن بحث نہ کی ہو۔ اور اس عظیم الشان اہتمام کو دیکھکر جو ختم نبوۃ کے اثبات کے متعلق آپ نے اپنی ہر ایک کتاب میں کیا ہے۔ یہ ظن غالب پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو خیال تھا کہ آپکے پیچھے ماننے والوں کو کسی ایسے ضال مضل بدعتی گروہ سے واسطہ پڑیگا۔ جو ختم نبوت کا انکار کریگا۔ آپ نے اپنے دعوے کی بنیاد ہی ختم نبوت کے اثبات پر رکھی ہے۔ اور ہا لی فتنہ کو پاش پاش کرتے ہیں تو جس قدر آپ نے اس آیت سے تمسک کیا ہے اور کسی آیت سے کیا ہی نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود کی کتب میں سے بخوف اختصار میں تین چار حوالہ یہاں نقل کئے دیتا ہوں۔

(۱) "اگر یہ کہو کہ مسیح کو وحی کے ذریعہ سے صرف اتنا کہا جائیگا کہ تو قرآن پر عمل کر۔ اور پھر وحی مدت العمر تک منقطع ہو جائیگی اور کبھی حضرت جبرائیل ان پر نازل نہیں ہونگے۔ بلکہ وہ بکلی مسلوب النبوۃ ہو کر امتیوں کی طرح بن جائینگے۔ تو یہ طفلانہ خیال ہنسی کے لائق ہے۔ ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرائیل لاویں اور پھر چپ ہو جاویں یہ امر بھی ختم نبوت کے منافی ہے کیونکہ جب ختمیت کی مہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہو گئی تو پھر تھوڑا یا بہت نازل ہونا برابر ہے۔ ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرائیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ یکشنبہ چہارشنبہ ۱۹ و ۲۲ مئی ۱۹۱۸ء نمبر ۸۶ و ۸۷

مسئلہ کفر و اسلام اور میاں صاحب

ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی صاحبزادی کے نکاح کے متعلق میاں صاحب کی گوہر فشانی

عذر گناہ بدتر از گناہ

جس دن سے جناب خلافت مآب نے مسئلہ کفر و اسلام کی طرح ڈالی ہے ہمارا یہ ایک سوال ان پر چلا آتا ہے۔ کہ اگر کل مسلمان محض مسیح موعود کو نہ ماننے کی وجہ سے کافر اور خارج از اسلام ہیں۔ تو

الف۔ حضرت مسیح موعود نے آپ کے خسر خلیفہ رشید الدین صاحب کی دوسری صاحبزادی یعنی آپ کی سالی کا نکاح ایک ایسے شخص سے کرنے کی اجازت کیوں دی جو آپ کے نہ صرف مسیح موعود ہونے کا قایل نہیں۔ اور آپ کی بیعت اس نے نہیں کی بلکہ آپ کی صداقت کا بھی معترف نہیں +

ب۔ حضرت مولینا نور الدین صاحب نے اگر ان کا بھی مذہب وہی تھا جو اب میاں صاحب کا ہے۔ کیوں اس کا نکاح پڑھایا جو میاں صاحب کے عقاید کے رو سے بالکل ناجایز اور خلاف اسلام ہے +

ج۔ خود میاں صاحب اس نکاح کی مجلس میں بلکہ برات میں بھی کیوں شریک ہوئے۔ نیز کیوں آجتک اس نکاح کے ناجائز ہونیکا فتویٰ انہوں نے نہیں دیا +

ان امور سہ گانہ کے جواب کا بار بار میاں صاحب سے مطالبہ کیا گیا لیکن انہوں نے جواب نہ دینا تھا اور نہ دیا۔ ہاں ان کے حواشی اور مریدین نے البتہ جواب دینے کی کوشش کی۔ لیکن جو بھی اس پر قلم اٹھاتا۔ بالکل نئے انداز پر۔ جو بھی طبع آزمائی کرتا کوئی نئی ہی بات ایجاد ہوتی اور میاں صاحب کو اس الزام سے بری ٹھیرانے کے لئے بہت سی نہ کہنے کی باتیں بھی وہ کہہ جاتا۔ چنانچہ انہی میں سے ایک یہ بات بھی کہی گئی کہ

"وہ کیا یہ نکاح حضرت صاحبزادہ صاحب نے پڑھایا ہے
یا ان کے صاحب اختیار ہونے کی حالت میں ایسا ہوا ہے
جب یہ دونوں باتیں نہیں تو حضور پر کیا الزام"

گویا اگر میاں صاحب اسوقت صاحب اختیار نہ ہوتے۔ تو نکاح پڑھنے کی اجازت نہ دیتے۔ یعنے مسیح موعود نے جو اس نکاح کی اجازت دی تو یہ میاں صاحب کے نزدیک جائز کام نہیں کیا۔ نہ ہی حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ نے جایز طور پر نکاح پڑھایا۔ میاں صاحب کا مذہب ان ہر دو کے خلاف تھا لیکن ان کا اس نکاح اور برات میں شریک ہونا اور خاموش رہنا اور کسی اپنے مخلص سے مخلص دوست کے سامنے بھی اسکی نفرت کا اظہار نہ کرنا ان کی بھی اس وقت کی رضامندی کو ظاہر کرتا ہے لیکن شاید تقیہ کے مسئلہ پر ان کا بھی ایمان ہو۔ اس لئے اگرچہ دل سے اس کے مخالف ہوں مگر ماتھے پر بل تک آنے نہ دیا۔ کہہ دیا جائیگا کہ یہ ایڈیٹر الفضل نے یونہی ایک بات کہہ دی ہے۔ میاں صاحب اس کے ذمہ وار نہیں۔ گو اس ذمہ داری و غیر ذمہ داری کے سوال کو ہم میاں صاحب القول الفصل میں ہمیشہ کے لئے طے کر چکے ہوئے ہیں۔ اور قادیان کے ان تمام یاوہ گوؤں کی غیر ذمہ دارانہ تحریرات کی بھی ذمہ داری کا بوجھ خواہ انہوں نے اٹھایا ہوا ہے تاہم کم از کم اس جواب کا تو بھی اپنے ذمہ وار نہ ٹھیرتے۔ اگر خود میاں صاحب اس کی حمایت کے لئے کھڑے نہ ہو جاتے مگر معلوم ہوتا ہے۔ قادیان کی چار دیواری سے جو کچھ نکلتا ہے۔ خواہ وہ میاں صاحب کے منہ یا قلم سے نکلے یا نہ نکلے وہ ان کے مرغ باد نما کا کام دے سکتا ہے۔ لہٰذا یہ خود میاں صاحب اور ان کے تمام مریدین کا دی

مذہب قرار پا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ ذکر الٰہی اُنکے نام سے میاں صاحب کی جو تقاریر کتابی شکل میں قادیان سے شائع ہوئی ہیں۔ ان میں انہوں نے بھی اس نکاح پر کچھ طبع آزمائی کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو اگرچہ ہوبہو وہی نہیں۔ جو کچھ اوپر ایڈیٹر "الفضل" کی زبان سے بیان ہوا۔ تو اس سے بڑھ چڑھ کر قابل قدر اور مزیدار ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"پھر ایک بات غیر احمدیوں کو لڑکی دینے کے متعلق ہے اس کے متعلق جو روایت پیش کی جاتی ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود کے زمانہ کا واقعہ نہیں۔ اور نہ ہی آپ سے اس کے متعلق مشورہ لیا گیا۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود کو یہ کہا تھا۔ کہ میرے رشتہ دار کہتے ہیں کہ ایک لڑکی کا تم نے قادیان میں نکاح کر دیا ہے تو دوسری لڑکی ہمیں دیدو۔ اگر ہمیں نہ دی۔ تو وہ ناراض ہو جائینگے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں دیدو لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوا۔ کہ آپ کو یہ بھی علم تھا کہ جس لڑکے سے اس لڑکی کا نکاح ہونا ہے۔ وہ غیر احمدی ہے۔ بعد میں جب آپ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ صاحبہ کو کہا۔ کہ ڈاکٹر صاحب کو کہدیں۔ کہ یہ منت انہوں نے کیوں کی ہے پھر فرمایا اچھا تم ابھی ان سے نہ کہنا۔ میں حقیقۃ الوحی بھیجونگا وہ اس لڑکے کو پڑھنے کے لئے دی جائے۔ اگر وہ اسکے بعد احمدی ہو جائے۔ تو اس سے نکاح کیا جائے۔ ورنہ نہیں۔ مگر بعد میں آپ کو یہ بات یاد نہ رہی"

اس شان الوالعزمی کو دیکھئے۔ کہ کس زور شور سے یہ فرمایا ہے۔ کہ

"وہ حضرت مسیح موعود کے زمانہ کا واقعہ نہیں۔ اور نہ ہی آپ سے اس کے متعلق مشورہ لیا گیا"

لیکن اس کے ساتھ ہی اگلا فقرہ یوں شروع ہوتا ہے۔ کہ

"ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود کو یہ کہا تھا..........."

سمجھ نہیں آتی۔ کہ جب یہ حضرت مسیح موعود کے زمانہ کا واقعہ ہی نہیں نہ ہی آپ سے اس کے متعلق مشورہ لیا گیا۔ تو پھر ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے کیونکر حضرت صاحب سے اس [illegible] کیا۔ غالباً میاں صاحب کا مطلب عالم خواب سے ہے۔ جہاں اور تو اور [illegible] عالم بھی ان سے روبرو باتیں کرنے کے لئے تشریف فرما ہوا کرتے ہیں۔ پس جہاں میاں صاحب اصحاب نے سے روبرو باتیں کر لیا کرتے ہیں۔ وہاں ڈاکٹر خلیفہ صاحب اور ان کی اہلیہ کا حضرت مسیح موعود سے باتیں کر لینا کونسا مستبعد امر ہے اور غالباً حقیقۃ الوحی بھی اسی عالم میں ہی حضرت مسیح موعود نے دینے کا وعدہ کیا ہوگا۔ مگر افسوس کہ آپ کو بات ہی بھول گئی۔ ورنہ حقیقۃ الوحی تو عالم برزخ سے پارسل ہو کر ڈاکٹر خلیفہ صاحب کے پاس آجاتی۔ خیر یہ تو جو کچھ ہوا ہمیں اس سے مطلب نہیں۔ ہمیں تو صرف یہ دریافت کرنا ہے۔ کہ حضرت صاحب نے جو بقول میاں صاحب یہ صاف طور پر فرما دیا تھا کہ

"اگر وہ اس کے بعد احمدی ہو جائے تو اس سے نکاح کیا جائے ورنہ نہیں"

پھر نکاح کے موقعہ پر آپ کے اس ارشاد کو ملحوظ کیوں نہ رکھا گیا۔ بالفرض اگر اس کے ساتھ حقیقۃ الوحی ہی کی شرط تھی۔ اور اذا فات الشرط فات المشروط کے مطابق نہ حقیقۃ الوحی حضرت صاحب نے دی اور نہ وہ احمدی ہوا۔ تو کیا حضرت صاحب حقیقۃ الوحی کی تمام جلدیں اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ یا یہ بھی آپ نے فرمایا تھا کہ اگر ہم حقیقۃ الوحی نہ دیں تو اس کے احمدی نہ ہونے کے باوجود بھی تم نکاح کر دینا۔ سوال تو نکاح کے متعلق ہے۔ کہ اگر حضرت صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ اگر وہ حقیقۃ الوحی کو پڑھکر احمدی ہو جائے۔ تو اس کے ساتھ نکاح کیا جائے ورنہ نہیں تو پھر باوجود اس کے احمدی نہ ہونے کے نکاح کیوں کیا گیا۔ یہ جو بعد میں آپ کو بات یاد نہ رہی یہ بھی عجیب فقرہ ہے۔ اگر تو اسی دنیا میں بات یاد نہ رہی۔ تو کیا ڈاکٹر خلیفہ صاحب اور میاں صاحب آپکو دوبارہ یاد نہ دلا سکتے تھے۔ اور اگر میاں صاحب یہ عالم خواب ہی کا ذکر کر رہے ہیں۔ تو جس طرح سے پہلے ڈاکٹر خلیفہ صاحب نے حضرت مسیح موعود سے [illegible] ذکر کیا تھا اب یاد بھی دلا سکتے تھے۔ یا کم از کم خود ہی حقیقۃ الوحی دے سکتے تھے +

میاں صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ڈاکٹر صاحب کے یہ کہنے پر کہ میرے رشتہدار کہتے ہیں۔ کہ ایک لڑکی کا تم نے قادیان میں نکاح کر دیا ہے۔ تو دوسری لڑکی ہمیں دیدو۔ اگر ہمیں نہ دی تو وہ ناراض ہو جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود نے جو فرمایا کہ "ہاں دیدو" تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ آپ کو یہ بھی علم تھا کہ جس لڑکے سے اس لڑکی کا نکاح ہونا ہے۔ وہ غیر احمدی ہے۔ معلوم نہیں ان الفاظ سے میاں صاحب کا کیا مطلب ہے۔ آیا وہ ڈاکٹر خلیفہ صاحب کو دھوکہ باز ثابت کرنا چاہتے ہیں یا کیا۔ اور تو اور خود اپنے خسر کے متعلق میاں صاحب کا یہ خیال کہ انہوں نے جو اس رشتہ کے لئے حضرت صاحب سے اجازت چاہی تو ایسے پیرایہ میں اس کا ذکر کیا کہ آپ کو یہ بھی معلوم نہ ہو سکا۔ کہ آیا ڈاکٹر خلیفہ صاحب کے رشتہ دار یا کم از کم وہ لڑکا جس سے نکاح ہونا ہے۔ احمدی بھی ہے یا نہیں۔ بازی بازی با ریش بابا ہم بازی کا مصداق نہیں تو اور کیا ہے۔ میاں صاحب کو چاہئے تھا۔ کہ اور نہیں تو کم از کم اس تعلق کا ہی لحاظ کرتے جو ڈاکٹر خلیفہ صاحب کو ان کے ساتھ ہے۔ اور ایسا خطرناک الزام ان پر نہ لگاتے۔ مگر بعد میں معلوم نہیں حضرت صاحب کو اس کا علم کیوں کر ہوا۔ غالباً میاں صاحب نے اطلاع دیدی ہوگی۔ کیونکہ ان سے زیادہ اور کون خلیفہ صاحب کے خاندانی حالات سے واقف ہو سکتا ہے لیکن اس اطلاع دینے کے بعد کیا ہوا۔ کہ حضرت صاحب کو جب وہ بات بھول گئی۔ تو میاں صاحب نے پھر اسے یاد نہ دلایا۔ نہ ہی حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ دیا۔ کہ حضرت یہ جس سے آپ نکاح کرنے لگے ہیں۔ وہ تو احمدی جماعت میں داخل نہیں۔ اس سے کیونکر نکاح جایز ہو سکتا ہے۔ اس وقت خدا جانے خاموشی میں میاں صاحب کو کیا سعادت نظر آئی۔ شاید ڈاکٹر خلیفہ صاحب نے منت سماجت کر کے خاموش کرا لیا ہو۔ یا ان کو بھی کچھ اپنے رشتہ کا لحاظ آگیا ہو۔ یا بقول الفضل اپنے صاحب اختیار نہ ہونے کا خیال دامنگیر ہو۔ جس کے لئے وہ بیشک معذور قرار دیئے جا سکتے ہیں بشرطیکہ دین و ایمان کا اس میں کوئی دخل نہ ہو۔ اور شریعت نے ایک ایسے حرام فعل کو خاموشی کے ساتھ دیکھنا جایز قرار دیا ہو۔ لیکن اس جایز و ناجایز کے سوال کو چھوڑ کر بھی ہمیں ان شبہات کے حل کرانے سے مطلب ہے۔ جو میاں صاحب کی عبارت سے پیدا ہوتے ہیں۔ ہم ذیل میں ہم ان کو ایک ایک کر کے پھر دوہرائے دیتے ہیں +

(۱) جب بقول میاں صاحب حضرت مسیح موعود کے زمانہ کا یہ واقعہ ہی نہیں۔ تو ڈاکٹر خلیفہ صاحب نے حضرت مسیح موعود سے کیونکر مشورہ کیا۔ ایک ہی عبارت میں اس قدر تضاد کہ دو فقروں میں سے ایک میں تو حضرت مسیح موعود سے اس کے متعلق مشورہ سے ہی انکار ہے اور اس کے مقابل دوسرے فقرہ میں [illegible] آپ سے مشورہ کا ذکر ہو رہا ہے۔ کہاں تک ایک دوسرے کے مطابق ہو سکتا ہے۔ تو ان دونوں میں سے کونسا بیان صحیح ہے؟

(۲) حضرت مسیح موعود سے ذکر کرتے وقت آپ کو اس لڑکے کے احمدی نہ ہونے کا پتہ نہ دینا کہاں تک صحیح ہے۔ اور ڈاکٹر خلیفہ صاحب کے تقویٰ و دیانت کا دامن اس سے ملوث ہونے سے کیونکر بچ سکتا ہے +

(۳) بالفرض اگر حضرت صاحب کو بعد میں ہی اس لڑکے کے احمدی نہ ہونے کا علم ہوا۔ تو اس کا کیا ثبوت ہے۔ کہ آپ نے یہ فرمایا تھا۔ کہ اگر حقیقۃ الوحی پڑھکر وہ احمدی ہو جائے۔ تو نکاح کیا جائے ورنہ نہیں" اور اگر کہا ہی تھا۔ تو اس پر کیوں عمل نہ ہوا۔ آپ کو یاد نہ رہنے پر کیوں میاں صاحب یا جس کے سامنے آپ نے یہ کہا تھا۔ آپ کو یاد نہ دلایا۔ اور کیوں بعد میں بھی میاں صاحب خاموش رہے۔ اور نکاح میں خود بھی شریک ہوئے +

میاں صاحب کے صاحب اختیار ہونے یا نہ ہونے کا سوال نہیں۔ سوال تو حضرت مسیح موعود کے مذہب اور آپ کے طریق عمل کا ہے۔ اگر انہوں نے اس نکاح کی اجازت دی ہے۔ جیسا کہ میاں صاحب کے ان بیانات سے ثابت ہو رہا ہے۔ اگر حضرت مولینا نور الدین صاحب نے یہ نکاح پڑھایا ہے۔ اور میاں صاحب خود اس میں شریک ہوئے ہیں جس کے لئے وہ صاحب اختیار تھے۔ تو اس سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود اور حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کا مذہب درباره مسئلہ کفر و اسلام کیا تھا اور خود میاں صاحب اور ڈاکٹر خلیفہ صاحب کے اس وقت کے عقاید ان کے موجودہ عقاید کے کہاں تک مخالف اور متضاد تھے +

کیا میاں صاحب اس پر غور فرما کر مندرجہ تینوں شبہات کو حل کرنے کی کوشش فرمائینگے +

جلد ۵ | مقام المسیح لاہور یکشنبہ چہارشنبہ ۸ شعبان ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۱۹/۲۲ مئی سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۸۷/۸۸

ملفوظات حضرت مسیح موعود ع

مسیح ع آسمان پر کس جسم کیساتھ ہیں

اللہ تعالے بہتر جانتا ہے۔ کہ ہمارا اصل منشاء اور آنے کی غرض یہ نہیں کہ عیسےٰ فوت ہوگیا۔ یہ تو ایک سچائی تھی۔ جو ہم نے پیش کی۔ اللہ تعالے نے ہم پر یہی ظاہر کیا۔ ہم نے اسی طرح اس کو دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ ہمیں حضرت عیسےٰ کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں۔ وہ بھی اللہ تعالے کے ایک رسول اور پیغمبر ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ وہ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر نہیں گئے ہم کو اس کی تذلیل منظور نہیں۔ مگر ہم کیا کریں۔ اصل بات ہی یہ ہے۔ جو امر ہم کسی نبی اور رسول کے لئے نہیں مانتے ہم کیوں کر ان کے ساتھ اسے مختص کریں۔ ہاں ہم کو بخل نہیں۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جس جسم کے ساتھ دوسرے پیغمبر آسمان پر گئے ہیں۔ حضرت عیسےٰ بھی اسی جسم کے ساتھ گئے ہیں مگر ان لوگوں کی غلطیوں اور خود تراشیدہ خیالات کو کیسے مان لیں ÷

یہ خوب یاد رہے۔ کہ ہم حضرت عیسےٰ ع کو آسمان پر روح بلا جسم ہرگز نہیں مانتے۔ ہم مانتے ہیں کہ وہ وہاں جسم ہی کے ساتھ ہیں۔ ہاں فرق اتنا ہے کہ یہ لوگ جسم عنصری کہتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ وہ جسم وہی جسم ہے جو دوسرے رسولوں کو دیا گیا ہے ÷

دوزخیوں کے متعلق اللہ تعالے فرماتا ہے لا تفتح لھم ابواب السماء یعنی کافروں کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاوینگے اور مومنوں کے لئے فرماتا ہے مفتحۃ لھم الابواب۔ اب ان آیات میں لھم کا لفظ اجسام کو چاہتا ہے۔ تو کیا یہ سب کے سب پھر اسی جسم عنصری کے ساتھ جاتے ہیں؟ نہیں ایسا نہیں جسم تو ہوتے ہیں مگر وہ جسم ہیں۔ جو مرنے کے بعد دیئے جاتے ہیں۔ ایسا ہی فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی بھی اجسام کو چاہتا ہے۔ پھر تیسری شہادت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رویت ہے۔ معراج میں آپ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو حضرت یحییٰ کے ساتھ دیکھا۔ وہاں آپ نے روحیں تو نہ دیکھی تھیں بلکہ جسم صرف حضرت عیسےٰ کا ہو اور باقی نبیوں کی روحیں تھیں اور مسیح ہی کا جسم تھا ÷

سچی اور بالکل سچی اور صاف بات یہی ہے کہ اجسام دیئے جاتے ہیں لیکن یہ عنصری اجسام نہیں ... یہ اوپر نہیں جا سکتے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار کے جواب میں فرمایا۔

قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا یعنی ان کو کہدو میرا رب اس سے پاک ہے۔ جو لیسے وعدہ کے خلاف کرے جو وہ پہلے کرچکا ہے میں تو صرف ایک بشر رسول ہوں ... کا لفظ اس لئے استعمال کیا ... ان کی مخالفت ورنہ وہ نہیں

کرتا۔ وہ وعدہ کیا ہے ؟ ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین اور ایسا ہی فرمایا۔ الم نجعل الارض کفاتا۔ اور پھر فیھا تحیون وفیھا تموتون۔ ان سب پر اگر یکجائی نظر کی جاوے تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ جسم جو کھانے پینے کا محتاج ہے۔ آسمان پر نہیں جاتا۔ پھر ہم دوسرے نبیوں سے بڑھکر مسیح میں یہ خصوصیت کیونکر تسلیم کرلیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کفار نے شرارت سے یہی سوال کیا تھا کہ آپ آسمان پر چڑھ جائیں۔ ان کی وجہ یہی تھی کہ وہ پہلے وہ آیات سن چکے تھے جن میں اس امر کی نفی کی گئی تھی۔ انہوں نے سوچا کہ اب اگر اقرار کریں۔ تو اعتراض کا موقع ملے۔ لیکن وہ تو اللہ کا کلام تھا اس میں اختلاف نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے ان کو یہی جواب ملا قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا۔ یعنی ان کو کہدو۔ کہ ایسا معجزہ اللہ تعالےٰ کے قول کے خلاف ہے۔ اور وہ اس سے پاک ہے کہ اپنے پہلے قول کے خلاف کرے غرض یہ کس قدر موٹی باتیں ہیں جو اللہ تعالے نے بار بار پیش کی ہیں مگر تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ یہ ان کو سمجھتے نہیں۔ اور خواہ مخواہ حضرت مسیح میں کچھ ایسی خصوصیت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ جو دوسروں میں نہیں ہے قرآن شریف کی یہ تعلیم اور بخاری اور مسلم کو دیکھو۔ اور صحاح کو پڑھو وہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رویت موجود ہے۔ آپ نے حضرت عیسیٰ کو یحییٰ کے ساتھ دیکھا .... اس دنیا میں کوئی خاص بات نہ تھی۔ جو بطور جسم کے الگ ہو یعنی ان کا تو جسم ہو اور حضرت یحییٰ کی مجرد روح ہو جب قرآن اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صریح شہادت موجود ہے۔ پھر یہ نرالا جسم کیسا؟ اگر نرالا نہیں تو ہم اللہ ہم ایمان لاتے ہیں کہ وہ جسم جو مرنے کے بعد دیا جاتا ہے وہ مسیح کو بھی دیا گیا پھر نزاع لفظی نکلی یہ ہم کبھی تسلیم نہیں کر سکتے۔ کہ مسیح کو کوئی الگ جسم دیا جاوے۔ کیونکہ یہ شرک ہے ہم جسم کے قائل ہیں۔ لیکن اس جسم عنصری کے قائل نہیں انجیل سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ جلالی جسم تھا۔ اور ایسا جسم مرنے کے بعد ملتا ہے ہمارا مذہب یہی ہے۔ کہ بہشت میں بھی جسم ہونگے ÷

اخبار احمدیہ

گوجرانوالہ میں جماعت احمدیہ کا جلسہ

گذشتہ اشاعت میں گوجرانوالہ کے جلسہ کا اجمالاً ذکر کیا گیا تھا۔ اب اس کی مفصل رپورٹ سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام گوجرانوالہ نے لکھکر بھیجی ہے جو حسب ذیل ہے :-

گیارہ بارہ مئی ۱۹۱۸ء کو اسلامیہ ہائی سکول میں جلسہ ہوا جس میں حضرات احمدیہ جماعت لاہور کے لیکچر ہوئے۔ اول مولوی عبدالحق صاحب کا لیکچر وید اور قرآن پر ہوا جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے گوجرانوالہ میں پہلا

لیکچر تھا۔ اور بہت سے معزز سامعین نے کہا کہ آج مولوی صاحب کی طفیل وید مقدس کی تعلیم معلوم ہوئی جو مصداق ہے

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا

کے ثابت ہوئی۔ ماسٹر امرناتھ صاحب آریہ نے لیکچر پر اعتراضات کئے۔ سب سے اعتراض ہی غلط کہ مولوی صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ الہام کیا ہوتا ہے کس طرح ہوتا ہے کس پر ہوتا ہے۔ ایسے اعتراض پر سوائے پبلک کی ہنسی کے کیا ہوتا تھا کیونکہ ماسٹر صاحب یہ بھی نہ سمجھ سکے کہ یہاں تو وید اور قرآن کی تعلیم کا مقابلہ کرکے یہ ثابت کرنا ہے کہ الہام کیا ہے۔ مولوی صاحب نے کوشش کی کہ اصل مضمون کی طرف ماسٹر صاحب آویں مگر وہ اگر اصل کی طرف کب آسکتے اور سب مقابلہ پر ٹھیر سکتے ہیں تضیع اوقات کے بغیر کچھ نہ کر سکے ÷

دوسرے روز صبح حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کا لیکچر ختم نبوت پر ہوا حاضرین کا مجمع بہت بڑا تھا۔ ان کثیر تعداد تعلیم یافتہ لوگوں کی تھی لیکچر محکمات آیات قرآنی اور محکمات احادیث صحیحہ پر مبنی تھا۔ اور سائنٹفک تاریخ توریت انجیل کی زبردست شہادتیں لئے ہوئے تھا۔ عالم سے لیکر ان پڑھ آدمی تک قایل اور معترف تھے۔ سامعین نے تین ساڑھے تین گھنٹہ باوجود گرمی کے جس خاموشی صبر اور توجہ سے لیکچر سنا وہ اس بات پر شہادت ہے کہ لیکچر حق کا دریا تھا جو اصولی پہلو لئے ہوئے چل رہا تھا اور سامعین سانس تک بھی نہ لیتے تھے۔ البتہ ہمارے محمودی بھائی تلملاتے رہے لیکچر کے اختتام پر ان صاحبان کی طرف سے ڈاکٹر الہی چارلس نے پانچ منٹ کے اندر اندر کے قریب اعتراضات گن دیئے۔ اور پھر قید لگا دی کہ مولوی صاحب پانچ ہی منٹ میں جواب دیں۔ چونکہ حق کا حامی خدا ہوتا ہے اور اس خدا نے اس اپنے بندہ کو طاقت اور علم بخشا ہے واقعی پانچ منٹ میں سب سوالات کا کافی جواب دیا۔ جس پر لوگ عش عش کر اٹھے۔ آخر بیچارے چارلس صاحب بھی رہ گئے پھر ہمارے محمودی بھائی کیپٹروں سے باہر ہوئے جاتے تھے ہماری منشا نہیں تھی ان سے اس طرح مناظرہ ہو کیونکہ ہم جانتے تھے۔ کہ یہ قوم تنشابہات پر چلنے والی ہے اور مولوی صاحب نے پہلے یہ کہہ دیا تھا کہ اگر آپ کے پاس قرآن کی آیت یا کوئی حدیث ہی ایسی ہو جس میں حضرت رسول کریم صلعم نے فرمایا ہو کہ نبوت ختم نہیں ہوئی تو پیش کرو۔ ورنہ بے فایدہ وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے اس پر بھی وہ نہ سمجھے۔ آخر حکیم محمد الدین صاحب ابن مریم کے نزول والی حدیث لیکر کھڑے ہوئے جس کو وہ پڑھ بھی نہ سکے اس پر صاحبزادہ محمد حسین صاحب سجادہ نشین آلو مہار والے نے کہا کہ تم مسلمان قرآن اور حدیث غلط پڑھتے ہو ہم اس کو کافر سمجھتے ہیں۔ اس طرح بیچارے حکیم صاحب کا پول کھل گیا کیونکہ پہلے اس سے اکثر لوگوں کا حکیم صاحب کی نسبت حسن ظن تھا کہ یہ خاصے عالم ہیں مولوی محمد علی صاحب نے جواب میں فرمایا کہ استعارہ اور تشبیہ سے بھری ہوئی حدیث جو پیشگوئی کا رنگ رکھتی ہے ہمارا مقابلہ ہرگز نہیں کرتی۔ جھلا کر حکیم صاحب نے ... ہتھیاروں پر اتر آئے۔ اور گالی گلوچ پر چلے کرنے ... چونکہ گوجرانوالہ کی پبلک کا مذاق کبھی ایک مناظرے سن کر

کی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہے۔ کہ

"مدر بورینڈ لی ٹی ٹیبال نے ممالک غیر کے مشن کی کانفرنس میں جو شمالی امریکہ کے ایک بڑے شہر میں منعقد ہوئی تھی ظاہر کیا کہ گذشتہ تجسبالہ اعداد سے منکشف ہوتا ہے۔ کہ ہندوستان میں ہر ماہ دس ہزار آدمی پروٹسٹنٹ مذہب اختیار کرتے ہیں اسی طرح بقول ٹائمز برٹش مشنری سوسائٹیوں کی کانفرنس میں ہندوستان کی نسبت ظاہر کیا گیا کہ ذات پات کی پابندیوں کے باعث مذہب عیسوی تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ گذشتہ تین مردم شماریوں میں سے ہر ایک میں جو دس سال کے بعد ہوتی ہے ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد میں ایک تہائی کا اضافہ ہوتا رہا۔ صرف ایک صوبہ پنجاب ہی میں پچھلے دس سالوں میں ذات پات کی سختیوں سے ۴۳۱ فی صدی کی ترقی ظہور میں آئی ہے"

ان تمام اعداد شمار کو نقل کرنے کے بعد "پیسہ اخبار" اسلامی انجمنوں اور علمائے اسلام کی توجہ اس طرف معطوف کرتا ہوا لکھتا ہے کہ

"اسلامی انجمنوں، علماء کی مجالس اور تبلیغ و تحفظ اسلام کی سوسائٹیوں کو متذکرہ صدر بیانات پر غور کرکے دیکھنا چاہیئے۔ کہ ممالک غیر میں تبلیغ کے لئے جانے کے بجائے خود ہندوستان میں ان کے لئے کس قدر وسیع میدان موجود ہے"

اس سے تو ہم متفق ہیں۔ کہ ہندوستان میں تبلیغ کا میدان بہت وسیع ہے لیکن اس "بجائے" کی بات آج تک سمجھ میں نہیں آئی۔ جو ہر ایسے موقعہ پر ہمارے معزز معاصر کو ممالک غیر میں تبلیغ ملک کے کام کے متعلق لکھنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اسلام صرف ہندوستان ہی کے لئے نہیں۔ کل دنیا کو اسلام کی ضرورت ہے۔ اور اس کو ہر چہار اطراف عالم میں پھیلانا مسلمانوں کا فرض ہے اسی کے ذیل میں ہندوستان بھی ہے۔ جس سے اعماض نہیں ہونا چاہیئے لیکن یہ کہاں تک جائز ہے۔ کہ ہندوستان میں ہی ہو جو کچھ ہو اور دیگر ممالک میں کچھ نہ ہو۔ جہاں کہیں جو کوئی تبلیغ اسلام کا کام کرتا ہے۔ بہر حال وہ ایک نیک کام کرتا ہے جس کا فایدہ اسلام اور مسلمانوں کو پہنچتا ہے۔ یہ کہنا کہ وہ وہاں کیوں کام کرتا ہے یہاں کیوں نہیں کرتا۔ ایک بالکل لایعنی سوال ہے۔ کہنے والوں کا کیا یہ فرض نہیں۔ کہ وہ خود بھی کچھ کریں۔ اور باہر نہ سہی ہمیں گھر میں ہی کچھ کرکے دکھائیں۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں کا ایک اکیلا مشن اس وقت ولایت میں کام کر رہا ہے۔ جس سے معتدبہ فوائد اسلام اور مسلمانوں کو پہنچے ہیں۔ بلکہ خود ہندوستان میں بھی اس مشن کے ذریعہ سے بالواسطہ طور پر تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔ کیونکہ حضرت خواجہ صاحب کے انگریزی و اردو ماہوار رسالے اسلامک ریویو اور اشاعت اسلام یہاں کثرت سے شائع ہوتے ہیں اور کئی لوگوں کا انہیں پڑھکر اسلام پر ایمان مضبوط ہو گیا ہے ..... تاہم حاسد مسلمانوں کو یہ مشن ایک آنکھ نہیں بھاتا ..... جب سنو یہی کہدینگے۔ کہ ولایت میں کیا پڑا ہے۔ ہندوستان میں تبلیغ کرنی چاہیئے۔ اور جب ہندوستان میں کرتے تھے۔ تو اس وقت اور طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ غرض کسی پہلو چین نہیں۔ اور نیک کاموں میں رخنہ اندازی ہی لوگوں نے اپنا شیوہ بنا رکھا ہے۔ پھر عیسائیت کیوں نہ ترقی کرے۔ اور مسلمان کیوں نہ دن بدن خراب ہوں۔ لیکن پیسہ اخبار کو مطمئن رہنا چاہیئے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کے مشن کے علاوہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بھی ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا سامان کر رہی ہے۔ جو قریب ہے کہ کام کو نہایت اعلے پیمانہ پر شروع کرکے مہینوں کے بجائے دنوں میں اس مقدس فرض کو بہت حد تکمیل تک پہنچا دے۔ کیا پیسہ اخبار اور نہیں۔ تو انجمن کے کم از کم اسی ایک مقصد میں نصف امداد دینے کو تیار ہے؟

آئندہ نمبر

پچھلے دنوں مطبع کا ٹرانسفر کرانے دوسرے پریس میں تبدیل کرانے میں اخبار کی اشاعت میں جو غیر معمولی تعویق ہو گئی تھی الحمد للہ کہ اس پرچہ کیساتھ وہ تمام کسر پوری ہو گئی۔ صرف چند صفحات کی کمی باقی ہے جو آئندہ ۲۶ مئی ۱۹۱۸ء کی اشاعت میں پوری کر دی جائیگی۔

۲۶ مئی کی تاریخ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یوم وصال ہے اس لئے ارادہ ہے کہ اس تاریخ کا اخبار صرف سیرت و صداقت مسیح موعود کے مضامین پر مشتمل ہو۔ اس کے لئے بزرگان ملت سے مضامین منگوانے کا اہتمام کیا گیا ہے اور امید ہے کہ یہ پرچہ اپنی نوعیت میں بہت ہی دلچسپ اور مفید ہوگا جس میں حضرت مسیح موعود کے اخلاق اور سیرت کا ہو بہو نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس پرچہ کو زیادہ تعداد میں چھپوایا جائیگا تاکہ عام طور پر شایع اور تقسیم ہو سکے۔ احباب بکثرت تعداد کا پیشگی دفتر سے منگوا کر تقسیم کرنے کی کوشش کریں۔

ظلی و بروزی کہنا مجرم بناتا ہے

یوں تو خلافت مآب قادیان بھی بسا اوقات جماعت حقہ احمدیہ کے ہم آواز ہو کر حضرت مسیح موعود کے ظلی و بروزی ہونے کی شہادت دے چکے ہیں۔ گو اس کے معنے ان کی نئی لغت میں کچھ اور ہی لکھے ہوئے ہوں۔ لیکن یہ الفاظ کی نمایش ہی محض دکھانے کے لئے ہی ہے۔ ورنہ حقیقت میں ان الفاظ کا بولنا بھی ان کے نزدیک جایز نہیں۔ اس بارہ میں میاں صاحب کے دو فتوے اس وقت ہمارے سامنے ہیں جو انہوں نے اپنی گدی نشینی سے چند ماہ پیشتر اور گدی پر بیٹھنے کے ایک ماہ بعد دیئے۔ اور یہ ہر دو قادیانی اخبارات "الفضل" اور "الحکم" میں اسی وقت شائع بھی ہو گئے۔ چنانچہ ۲۶ نومبر ۱۹۱۳ء کے الفضل میں زیر عنوان "تصدیق المسیح" میاں صاحب لکھتے ہیں کہ

"ہم جیسے خدا تعالے کی دوسری وحیوں میں حضرت اسمعیل حضرت عیسے حضرت ادریس علیہ السلام کو نبی پڑھتے ہیں ایسے ہی خدا کی آخری وحی میں مسیح موعود کو بھی یا نبی اللہ کے خطاب سے مخاطب دیکھتے ہیں۔ اور اس نبی کیساتھ **کوئی لغوی یا ظلی یا جزوی کا لفظ نہیں پڑھتے کہ اپنے آپ کو خود بخود ایک مجرم فرض کرکے اپنی بریت کرنے لگ جائیں**"

ایسا ہی "الحکم" ۱۴ اپریل ۱۹۱۴ء میں "دربار شام" کے عنوان سے میاں صاحب کی ایک تقریر درج ہے۔ جس میں آپ فرماتے ہیں کہ

"خدا تعالے نے صاف لفظوں میں آپ کا نام نبی اور رسول رکھا۔ اور کہیں بروزی او ظلی نبی نہ کہا۔ پس ہم خدا کے حکم کو مقدم کرینگے۔ اور آپ کی تحریریں جن میں انکساری اور فروتنی کا غلبہ ہے۔ اور جو نبیوں کی شان ہے اس کو الہامات کے ماتحت کرینگے"

یہ ہر دو تحریرات خود خلافت مآب کی شان الوالعزمی کا نمونہ ہیں لیکن افسوس کہ جس بات کی طرف مندرجہ بالا الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اور اس کے خلاف کرنیوالے اپنے آپ کو مجرم فرض کرکے اپنی بریت کرنے لگ جانا بتایا ہے اسی پر جب عمل کرنے کی نوبت آتی ہے۔ تو اس کے مطابق اپنا عملی نمونہ دکھانے کے بجائے خود اپنے آپ کو ہی بقول خود مجرم فرض کر لیا جاتا ہے۔ کیا عجیب بات نہیں کہ وعوے تو یہ ہو۔ کہ حضرت صاحب کے الہامات میں چونکہ نبی کا لفظ ہی ہے۔ اور اس کے ساتھ ظلی اور بروزی یا لغوی اور جزوی وغیرہ نہیں۔ اس لئے الہام کو مقدم کیا جائیگا۔ اور ان الفاظ کو حضرت صاحب کی فروتنی اور انکساری کہکر چھوڑ دیا جائیگا۔ کیونکہ ان کا استعمال خود اپنے آپ کو مجرم فرض کرکے اپنی بریت کرنے لگ جانا ہے"۔ لیکن جب عمل کی نوبت آئے تو شان خلافت والوالعزمی کی تان یہاں آکر ٹوٹے کہ

"آپ نبی بھی تھے۔ مسیح بھی تھے۔ اور مہدی بھی تھے اور یہ سب مدارج آپ کے ظلی تھے یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اور آپ کے عکس کو اخذ کرکے پائے اور جو اس کے خلاف سمجھتا ہے وہ حق پر نہیں" (حقیقۃ النبوت صفحہ ۹)

بالغرض اس ظلی اور بروزی کے وہی معنے ہوں۔ جو میاں صاحب کرتے ہیں اور اس سے حقیقت نبوت میں کوئی فرق واقعہ نہ ہو۔ تو بھی جب محض ان لفظوں کا استعمال ہی میاں صاحب کے نزدیک انسان کو مجرم بنا دیتا ہے۔ اور ان کا استعمال خدا کی وحی کے برخلاف ہے۔ تو کیوں میاں صاحب نے خود ان کو بار بار استعمال کیا۔ اور اپنے مریدوں کو بھی اس کے استعمال سے نہ روک کر نہ صرف خود مجرم بنے بلکہ دوسروں کے بھی مجرم بننے کا باعث ہوئے۔ مسیح موعود تو انکساری اور فروتنی کے لفظوں میں چھوٹ گئے۔ حالانکہ اپنے دعوے کے متعلق کوئی شخص انکساری اور فروتنی سے کام نہیں لیا کرتا۔ لیکن خیر اگر اسے بھی دربار محمودی کی شان الوالعزمی کا ہی نتیجہ قرار دے لیا جائے۔ تو بھی یہ عجیب جرم انہی لفظوں تک ہی کیوں ختم ہو گیا۔ اور کیوں اس ظلی و بروزی کی تیغ سے خود خلافت مآب اور نہ ہی ان کے مریدین نے کبھی اپنے آپ کو آزاد ثابت کیا۔ حالانکہ میاں صاحب کے نزدیک ایسا کرنا اپنے آپ کو مجرم قرار دینا ہے۔ پس کیا وہ بتا ئینگے۔ کہ اس جرم کی سزا کیا ہو سکتی ہے۔ اور وہ کیونکر اس سے بچ سکتے ہیں۔

بہر حال ان الفاظ سے اتنا تو ثابت ہو گیا۔ کہ ظلی و بروزی وغیرہ الفاظ کا استعمال خواہ کسی معنے میں ہی سہی۔ یونہی صرف دکھانے کے لئے ہی ہے۔ ورنہ اگر میاں صاحب کے بس میں ہو۔ تو اس سے بھی آزادی حاصل کریں۔ اور تمام تحریرات سے ان الفاظ کو اڑا دیں۔ یہ مذہب دراصل

وہی ہے۔ جو کبھی میاں ظہیر الدین صاحب نے ایجاد کیا تھا۔ لیکن الحمد للہ کہ میاں ظہیر الدین صاحب تو اس سے آزاد ہو گئے۔ انہوں نے اس سے رجوع کر لیا۔ میاں صاحب ابھی تک اسی پر مصر ہیں۔ اور اگر ان کا یہ اصرار قائم رہا۔ تو وہ دن دور نہیں جب وہ ان الفاظ کو منسوخ کرکے نیا ہے کہ صاف لفظوں میں نبوت تشریعی کا بھی اعلان کر دینگے۔ جو ان کا دلی منشا ہے۔ کاش اس دن کے آنے سے قبل اللہ تعالے انہیں سمجھ عطا فرمائے۔ اور وہ کھلا اس سے رجوع فرمالیں۔ آمین

میاں صاحب کی علالت مریدوں کی غلطیوں کا نتیجہ ہے

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم میاں صاحب کی علالت کی خبر شایع کر چکے ہیں جس پر ہمیں ان کے ساتھ دلی ہمدردی ہے۔ اور ان کی صحت کے لئے ہم دست بدعا ہیں لیکن ہمارے ناظرین یہ سن کر حیران ہونگے۔ کہ میاں صاحب کی یہ علالت بھی عام انسانی بیماریوں کی طرح حفظ ما تقدم کے اسباب سے تجاوز کرنے یا اور کسی معمولی سبب کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ یہ دراصل نتیجہ ہے۔ ان کے اپنے مریدین کی غلطیوں اور کمزوریوں کا جیسا کہ قادیانی حلقوں سے متعدد مرتبہ اس کا اعلان بھی ہو چکا ہے۔ چنانچہ مولوی سرور شاہ صاحب اپنے خطبہ جمعہ مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۱۸ء میں صاف الفاظ میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ

"میرا اعتقاد ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی مسلسل علالت اور ہمارا آپ کے فیوضات سے محروم رہنا ہماری غلطیوں ہی کا نتیجہ ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی اصلاح کی طرف بہت جلدی توجہ کرنی چاہیئے" (الفضل ۱۱ مئی ۱۹۱۸ء)

ایسے ہی الفاظ ایڈیٹر الحکم نے بھی لکھے ہیں۔ اور ہم بھی ان الفاظ کی پرزور تائید کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ گو مولوی سرور شاہ اور دیگر مریدین میاں صاحب کی طرح کفارہ کے ہم معتقد نہیں۔ کہ دوسروں کی غلطیوں اور کمزوریوں کا نتیجہ بجائے ان کے میاں صاحب پر وارد ہونے کے قایل ہوں مگر بہر حال اس کے تو ہم قایل ہیں۔ کہ یہ جتنی بیماریاں اور دکھ میاں صاحب کو پہنچ رہے ہیں۔ یہ ان غالی مریدوں کی غلطیوں ہی کا نتیجہ ہے جنہوں نے ان کی ہر ایک ناجایز سے ناجایز بات پر بھی ان کی ہاں میں ہاں ملانا ضروری سمجھا۔ والعیاذ باللہ ثم باللہ کی قسموں سے ایک جہان کو گمراہ کرنا چاہا۔ انہی لوگوں نے درحقیقت میاں صاحب کو معصومیت کے اس بلند مینار پر چڑھانے کی کوشش کی جہاں سوائے انبیاء کے اور کسی کی بھی مجال نہیں کہ قدم رکھ سکے یہی وجہ ہے۔ کہ جب مریدوں نے بڑا بنایا اور منہ چوہلیوں کے دل خوشکن الفاظ سے انہیں پاک اور معصوم بتایا شروع کیا تو اس روحانی بد اعتقادی کا اثر ان کے جسم پر بھی پڑا اور وہ ایسے بیمار ہوئے۔ کہ کبھی صحت ہی ہونے میں نہیں آتی۔ بہر حال اب جبکہ مولوی سرور شاہ صاحب اور دیگر محمودیوں کو اس کا احساس ہو چکا ہے انہیں چاہیئے۔ کہ اب بھی راہ ضلالت سے جس کی طرف وہ میاں صاحب کو لے جا رہے ہیں۔ قدم روکیں اور ان کا منہ صراط مستقیم کی طرف پھیرنے کی کوشش کریں۔ تا افضال الہی کا ان پر نزول ہو۔ اور ان کی روحانی و جسمانی صحت بحال ہو۔

آریہ سماج اور مساوات

معاصر "آریہ پتر" بریلی نے اپنی ۲۴ اپریل کی اشاعت میں اسلامی مساوات پر بہت کچھ لے دے کرتے ہوئے آریہ سماج کی مساوات کی قصیدہ خوانی میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں۔ لیکن ہمارے معزز معاصر کو شاید معلوم نہیں کہ یہ باتیں اب پوشیدہ کی نہیں رہیں بہت سے ایسے وجود ابھی دنیا میں باقی ہیں جو جس مساوات کی بانگ دہل شہادت دے چکے ہیں۔ مسافر آگرہ کے گذشتہ سال کے فائلوں کو اٹھا کر دیکھو کس طرح سے سماج کے زبانی دعوؤں کی کلی غلیط کو آشکارا کیا گیا ہے۔ معاصر "آریہ پتر" کا زور اس لین دین اور نشست و برخاست اور کھانے پینے کی مساوات پر ہے۔ لیکن یہ تو آریہ سماج کے منوانے کی بات نہیں۔ زمانہ خود اس کو منوا رہا ہے مگر ابھی تک سماج میں ان باتوں کا بھی دخل نہیں۔ لیکن ان سے قطع نظر کرکے بھی کیا ہمارا معزز معاصر ہمیں بتائیگا کہ کسی آریہ برہمن کی لڑکی کی شادی سیالکوٹ کے اس میگھ خاندان کے کسی فرد سے ہو سکتی ہے جس کو سماج نے ابھی شدھ کیا ہے۔ یا کم از کم کسی اور غیر قوم کے شدھ کردہ شخص کیا یہ شادی جایز ہے۔ اور سماج مندر میں اس کا رواج ہے۔ اگر نہیں تو کیوں۔ اور اگر ہے۔ تو اس کی مثال پیش کیجئے۔ باقی اسلامی

کو تحقیقات پر توجہ دلاتی ہے جس کی بعض لبرل اخباروں نے بھی تائید کی ہے جنرل ہارپس کو اپنی پوزیشن کا بخوبی احساس ہے اور اُنہوں نے خوب سمجھکر یہ چٹھی پریس کو بھیجی ہے تاکہ لوگ نزاکت حالات کو سمجھیں۔ اور گورنمنٹ کو مزید کوششوں پر مجبور کریں۔ اُمید ہے کہ اس چٹھی کی اشاعت کا نتیجہ بہت اچھا نکلیگا اور گورنمنٹ فرانس میں اپنی پوزیشن اور بھی کافی مضبوط ہے جس کا اس امر سے ثبوت ملتا ہے۔ کہ قریبًا دو ہفتے سے دشمن کا حملہ رُکا ہوا ہے +

اطالوی محاذ

اطالوی محاذ پر کوئی اہم جنگی واقعہ پچھلے ہفتہ میں رُونما نہیں ہوا ہے اور اطالوی وزیر اعظم نے اپنے بیان میں صورت معاملات کے متعلق کامل اطمینان ظاہر کیا ہے۔ لیکن مبصرین کو اس کا اندیشہ پیدا ہوا ہے کہ دشمن عنقریب اس طرف اپنی توجہ مبذول کریگا اور اٹلی کو اتحاد سے الگ کرنے کے لئے اس پر ایک سخت ضرب لگائے گا۔ اس اندیشہ کو غالبًا اس خیال سے اور تقویت ملی ہے۔ کہ اس وقت کا موسم اٹلی کے کوہستانی علاقہ میں اعمال حربی کے لئے بہت موزوں ہے۔ کیونکہ پہاڑوں پر سے برف پگھل کر بہ جاتی ہے۔ اور سپاہی گرمی جاڑے کی زحمتوں سے بےفکر ہو کر ہلکے سامان کے ساتھ بآسانی نقل و حرکت کر سکتے ہیں۔ اندنوں جرمنی کے نامور جنرل لیبرٹ نے اپنے ملک کے اخبارات میں ایک تحریر چھپوا کر آسٹریوں سے شکایت کی ہے کہ وہ محاذ ابھی بیکار پڑے ہیں اور جنرل فوش کو نہ صرف انگریزی و فرانسیسی فوجیں اٹلی سے واپس بلانے کا موقع ملگیا ہے۔ بلکہ خود اٹلی اپنی بعض فوجیں مغربی محاذ میں بھیج رہا ہے۔ ممکن ہے کہ جنرل لیبرٹ کی تحریر آسٹریوں کے لئے بیدار کن ثابت ہو۔ اور وہ اطالوی محاذ پر کوئی طاقت ور سرگرمی ظاہر کریں +

روسی بیڑہ نے اطاعت قبول کر لی

روس کی حالت بدستور زار و نزار ہے۔ اور جرمن شمالی و جنوبی حصوں میں اپنا عمل دخل کر رہے ہیں۔ پولینڈ کی طرح فنلینڈ بھی اُنہوں نے جرمنی کے ایک شاہزادہ یعنی ریاست میکلنبرگ شویرن کے گرینڈ ڈیوک کو بادشاہ بنانے کی تدبیر نکالی ہے اور اس طریقے سے اس ملک کو ہمیشہ کے لئے جرمنی کے ساتھ ملحق کر لینا چاہا ہے۔ جنوب میں وہ کریمیا کے علاقہ کو پامال کر رہے ہیں اور اُنکے سیباسٹوپول میں پہنچنے پر جب بحیرہ اسود کے روسی بیڑہ کے لئے کوئی جائے پناہ باقی نہ رہی تو اُس نے اُڑلیسہ میں جا کر جرمنوں کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ اس واقعہ سے بحیرہ اسود پر اب ترکوں اور جرمنوں کا پورا اقتدار قائم ہو گیا ہے اور جو ترکی سپاہ روسی قفقاز میں نقل و حرکت کر رہی ہے۔ اسکو اب سمندر کی طرف سے ہر قسم کی مدد بآسانی پہنچ سکتی ہے + (مسلم)

بقیہ مضمون از صفحہ اول کالم ۳ :-

جو پچھلے چند مہینوں میں ہوئے۔ پڑھا ہوا ہے سا ور صحیح اور غلط کو پرکھ سکتے ہیں۔ اس لئے حکیم صاحب کی ان حرکات پر پبلک نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ پریزیڈنٹ صاحب نے حکیم صاحب کی غلط کارروائی کو روک دیا۔ اور اس طرح ندامت اور خفت سے محمودی بھائیوں کو ہٹنا پڑا۔ شام کے وقت مولوی مصطفٰے خان صاحب کا لیکچر "حضرت مسیح موعود کی خدمات اسلام" پر ہوا۔ گو وقت تھوڑا ہونے کے سبب وہ اپنا لیکچر پورا نہ کر سکے۔ مگر ھوالذی ارسل رسولہ الخ والی آیہ کریمہ لیکر حضرت مسیح موعود کی خدمات دین بیان فرمائیں اسپر حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب نے بہت عمدہ ریمارکس دیئے حضرت مسیح موعود کو پیش کیا اور وفات مسیح بھی ثابت کی۔ جو وہ اپنے لیکچر ختم نبوت میں کبھی کر چکے تھے بے اختیار ان لوگوں میں سے جو الزام دیا کرتے ہیں کہ احمدیت پیش نہیں کرتے ایک صاحب بول اُٹھے کہ آج مزہ آ گیا ہے۔ اسکے بعد حضرت مولوی صدرالدین صاحب مسلم مشنری کا لیکچر تبلیغ اسلام انگلستان پر ہوا۔ حضرت مولانا نے ان تمام بے سرو سامانیوں کا جو مسلم مبلغ کے شامل حال ہوتی ہیں بیان کرکے اسلام کی اصل خوبی کو واضح کیا۔ جو فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ اور یہی خوبی ہے کہ انگریز ولی جیسے عالم اور وجاہت مند قوم کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے۔ اور فرمایا ہم نے خود مغرب سے سورج چڑھنے کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ پبلک نے بڑی وابستگی اور توجہ سے لیکچر سُنا۔ سامعین کی خواہش تھی کہ ایسی عمدہ عمدہ باتیں ابھی اور سُنیں مگر تنگی وقت کے سبب لیکچر کو ختم کرنا پڑا۔

تمام لیکچروں کا بہت ہی اچھا اثر لوگوں پر ہوا۔ اور بہت سی غلط فہمیاں دور ہوئیں جو ہمارے محمودی بھائیوں کے عقائد نے ڈال رکھی تھیں۔ سو ہم بھی اپنے بھائیوں سے اسیطرح کہینگے کہ حضرت مسیح موعود کی اصل تعلیم اور عقائد میں روک نہ ڈالو اور کچھ عرصہ خاموش رہو۔ اور پھر دیکھو۔ کس طرح احمدیت پھیلتی ہے۔ جس طرح حضرت صاحب مخالفوں کو فرمایا کرتے تھے۔ کہ میری مخالفت کرکے میرا وقت ضائع نہ کرو۔ کچھ عرصہ خاموش رہو۔ پھر دیکھو کس طرح کتنی دُنیا کو لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھا کر چھوڑتا ہوں۔ چنانچہ بہت سے اشخاص ہمارے سلسلہ کے قریب آ گئے اور نیک ظن رکھنے لگے ہیں۔ جن میں سے ایک صاحب مرزا نواب بیگ نقشہ نویس محکمہ نہار حضرت امیر کے ہاتھ پر سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں۔ اور بالتفصیل نے مولویوں سے چند ایک سوالات کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ اور اُنکو کہا ہے کہ ان کا جواب دو۔ ورنہ ہم سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتے ہیں۔ آخیر میں ہم بابو عطا محمد صاحب سرکاری وکیل۔ ملک لال خان صاحب مینیجر اسلامیہ سکول۔ بابو دین محمد صاحب ایم۔ اے پلیڈر۔ مولوی عبد الحق صاحب وکیل۔ میاں محمد الدین صاحب رئیس شیخ نور الدین صاحب تاجر چرم۔ چوہدری حسن محمد صاحب بٹ اور اور بہت سے اصحاب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جنہوں نے خاص طور پر ہماری امداد کی اور جلسہ میں حصہ لیا۔ جزاکم اللّٰہ احسن الجزا۔
سکریٹری جماعت احمدیہ گوجرانوالہ۔

ضروری خبریں

مغربی محاذ۔ لنڈن ۱۷ مئی۔ رائٹر کا نامہ نگار مقیم برطانوی ہیڈکوارٹرز آج نامہ دیتا ہے کہ باوجود فرانس میں گذشتہ دو روز سے سخت گرمی اور اس وجہ سے سڑکوں کی بہتر حالت کے دشمن نے حرکت کے کوئی آثار ظاہر نہیں کئے۔ ہوائی جہازوں کی سرگرمی بدستور غیر معمولی ہے گذشتہ ۴۸ گھنٹوں میں ہمارے ہوابازوں نے دشمن کے ہوائی جہازوں کو ایک ایک کرکے نہیں بلکہ کئی درجنوں کی تعداد تک تباہ کیا اور بے قابو حالت میں نیچے کی طرف اتار دیا۔ دشمن کے سپاہیوں میں روٹی کے راشن میں مزید تخفیف کی وجہ سے بھاری بےچینی پھیل رہی ہے روزانہ فی آدمی ۲۵۰ گرام کی بجائے جو اسوقت تک دئے جاتے تھے ۲۰۰ گرام کی نصف روٹی تک تخفیف کر دیا گیا ہے +

لنڈن ۱۷ مئی۔ ۹ بجکر ۵۰ منٹ شب۔ ایک برطانوی اعلان مظہر ہے کہ ہم نے میومونٹ ہیل کے نواح میں ایک کامیاب حملے میں چند قیدی گرفتار کئے۔ ہم نے پیرس کے شمال کی طرف ایک چوکی پر حملہ کیا اور مزاحمت کنندہ سپاہیوں کو ہلاک کر دیا یا باہر نکال دیا +

اٹلی میں سرگرمی۔ لنڈن ۱۸ مئی۔ ۱۰ بجکر ۴۰ منٹ صبح ایک اطالوی اعلان مظہر ہے کہ کل دشمنوں کی کوہ کوانو پر دوبارہ قبضہ کرنے کی تیسری کوشش ناکامیاب ہوئی۔ دو فوجی دستوں نے کلدار توپوں مارٹر شعلے پھینکنے والے آلات اور توپخانہ کی مدد کے ساتھ ہمارے پوزیشنوں پر حملہ کیا۔ حملہ آوروں کو ہمارے توپخانہ اور کلدار توپوں کی شدید آتشباری نے پکڑ لیا۔ اور سخت گھبراہٹ میں پسپا ہونے پر مجبور کیا۔ ہم نے دو شعلے پھینکنے والے آلے چھین لئے اور اپنی پوزیشنوں کو بڑی مضبوطی سے برقرار رکھا۔ ہم نے محاذ کے دیگر مقامات پر نقصان کے ساتھ حملہ آوروں کو پسپا کر دیا +

برطانوی ہوائی فتوحات۔ لنڈن ۱۸ مئی۔ دہلی سے ایک برطانوی اعلان مظہر ہے کہ ہم نے ۸ مئی سے ۱۹ ہوائی جہاز تباہ کئے ہیں۔ ہمارے دو ہوائی جہاز واپس نہیں آئے +

اٹلی کو امریکہ کیطرف سے امداد۔ لنڈن ۱۷ مئی۔ واشنگٹن ایسوسی ایٹڈ پریس مظہر ہے کہ اٹلی نے امریکہ کو مطلع کیا ہے کہ اطالوی محاذ پر چند ہزار امریکن سپاہیوں کا جرمنوں کی سرگرم تحریک کو روکنے کے لئے اور سویلین اور فوجی آبادی کی حوصلہ افزائی کیلئے وجود ہونا بہت مناسب ہوگا +

عربوں کی سرگرمیاں۔ لنڈن ۱۷ مئی۔ فلسطین کا ایک اعلان مظہر ہے کہ شاہ حجاز کی عرب افواج نے حجاز ریلوے پر ایک سٹیشن اور ایک چوکی پر حملہ کیا۔ اور ۳۰ آدمیوں کو ہلاک کیا اور ۱۴۰ قیدی گرفتار کئے۔ اور کئی ریل لائن اور ایک پل مسمار کر دیئے انہوں نے معان کے قریب مدافعتوں پر بھی حملہ کیا اور ۵۴ قیدی گرفتار کئے +

ہارسٹنڈ پر گولہ باری۔ لنڈن ۱۷ مئی۔ ایک جرمن اعلان مظہر ہے کہ ایک مانیٹر نے ارسٹنڈ پر گولہ باری کی +

شدید ہوائی لڑائی۔ لنڈن ۱۸ مئی۔ ۱ بجکر ۵ منٹ۔ ہمارے ہوائی جہازوں کے کام کے متعلق ایک برطانوی اعلان مظہر ہے کہ جمعرات کے روز ہوائی جہازوں نے بڑی سرگرمی ظاہر کی۔ ہمارے ہوائی جہازوں نے اہم ریلوے مرکزوں ہوائی جہازوں کے گوداموں اور چوکیوں پر ۲۳ ٹن بم گرائے۔ علے الصباح اور شام کے وقت لڑائی نہایت سخت تھی۔ ہم نے دشمن کے ۳۰ ہوائی جہاز نیچے گرائے۔ اور ہوائی جہازوں کو اُڑا نیوالی توپوں نے دیگر دو ہوائی جہاز نیچے گرائے دشمن کے دو ہوائی جہاز گرفتار کئے گئے۔ ۵ برطانوی ہوائی جہاز گم ہیں۔ ہمارے شب کو پرواز کرنیوالے ہوائی جہازوں نے ریلوے سٹیشن للی، ڈوائی اور چالنس پر اور باپام پیرون اور وسیرس کے نواح میں چوکیوں پر اور مرکزی بندرگاہوں پر ۱۰½ ٹن بم گرائے۔ دشمن کے شب کو پرواز کرنیوالے ہوائی جہازوں نے بھی سرگرمی ظاہر کی۔ ایک گوتھا ہوائی جہاز ہماری لائنوں میں گرا اور اہل جہاز گرفتار کئے گئے۔ ۱۶ مئی کو سار بروکن کے حملے کے متعلق دشمن کے تین ہوائی جہاز نیچے گرائے گئے تھے نہ کہ پانچ۔

لنڈن ۱۸ مئی۔ ۱ بجکر ۵ منٹ۔ ہیڈ کوارٹرز کی بیگ کا ایک اعلان مظہر ہے۔ کہ ۱۷ مئی کی شب کو گنچی اور روبیک کے درمیان طرفین کے توپخانوں نے بڑی سرگرمی سے آتشباری کی۔ بنبیز۔ ہیزبروک۔ اور پائی پریس کے علاقوں میں بھی دشمن کے توپخانہ نے سرگرمی ظاہر کی۔

لنڈن ۱۷ مئی۔ ۵ بجکر ۲۰ منٹ شام۔ ایک امریکن اعلان مظہر ہے کہ جمعہ کے روز لڑائی دیکھ بھال اور توپخانہ کی معمولی سرگرم آتشباری تک محدود تھی۔ ٹول کے شمال مغرب کی طرف اور لورین میں ہوائی جہازوں نے خوب سرگرمی دکھائی +

مشہور ہوا باز کی ہلاکت۔ لنڈن ۱۹ مئی۔ پیرس مشہور ہوا باز گکیمر ایک ہوائی حادثہ میں مارا گیا +

جرمن سوشلسٹوں کی گرفتاری۔ لنڈن ۱۸ مئی۔ ایمسٹرڈم اخبار ووروارٹس مظہر ہے کہ بہت سے انڈیپنڈنٹ سوشلسٹ گذشتہ ہفتوں میں کولون میں گرفتار کئے گئے ہیں۔

اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰

بعدالت شیخ عبد الرحمن صاحب بی۔ اے منصف درجہ دوم منٹگمری
نمبر ۱۴۷ دیوانی

لدھا سنگھ ولد وزیر سنگھ ذات اعوڑہ بنام بخشا سنگھ ولد سپورن سنگھ۔ سنگھم سنگھ سکنہ صدر منٹگمری۔ وبابا گنگن سنگھ پسران جوالا سنگھ اقوام بیدی کھتری سکنائے سبھنہ سندھیانوالہ تحصیل منٹگمری

دعویٰ مالیہ

مقدمہ بالا مدعا علیہ از تعمیل سمن سے عمدًا گریز کرتا ہے۔ لہٰذا اشتہار ہذا آرڈر نمبر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰ جاری کیا جاتا ہے کہ اگر وہ ۲۲/۶/۱۸ کو حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی نہ کریگا۔ تو اسکے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آویگی۔ ۴/۵/۱۸

مہر عدالت ○ دستخط منصف صاحب

اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰

باجلاس جناب شیخ عبد الرحمن خان صاحب بی اے منصف درجہ دوم چنیوٹ
مولا داد ولد ادتم سنگھ ذات کشر بنام ماہی ولد مغلی مغل ولد نامعلوم
سکنہ چک ۱۱۲ تحصیل چنیوٹ — ذات ساہجل سکنائے حال چک ۱۳۴ تحصیل لائل پور
مدعی

دعویٰ ... بہی

مقدمہ مندرجہ عنوان عدالت کو اطمینان ہو گیا ہے کہ تم تعمیل سمن سے دیدہ و دانستہ گریز کر رہے ہو۔ لہٰذا تمکو اشتہار دیا جاتا ہے کہ تم بتاریخ ۳۱ مئی ۱۹۱۸ء کو حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ کرو۔ ورنہ تمہارے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاویگی۔ ۲۹/۵/۱۸
دستخط منصف چنیوٹ

تھے۔ جتنے کہ اپنی جان عزیز تک اسی ملک میں دیدیتے تھے۔ اور دوہیں انکی مزارات قایم ہو جاتی تھیں۔ اب بجائے اس کے کہ ان علموں سے سبق سیکھتے اور ان کے نقش قدم پر چلتے اور غیر ملک میں تبلیغ کرنیکی طاقت نہ رکھتے تھے تو کم از کم اپنے ملک کے غریب لوگوں کو عیسائیت کی زبردست رو سے بچانے کی کوشش کرتے اسمیں شک نہیں کہ بعض بزرگان نے عیسائیوں سے مباحثے اور مناظرے بھی کئے مگر ان مناظروں اور مباحثوں سے عیسائیت کو کچھ نقصان یا ضعف نہیں پہنچا سکے۔ اور نہ مسلمان عیسائیت میں داخل ہونے سے رک سکے مگر برخلاف اس کے حضرت مرزا صاحب کا علم کلام ایسا زبردست اور طاقتور ثابت ہوا کہ تمام مذاہب جو ہیوجہ اسلام کے سر آتے تھے ایسے دب گئے کہ گویا مر گئے اگر ایسے وقت میں حضرت مرزا صاحب نہ آئے ہوتے تو تمام ذریت اسلام کالجوں میں تعلیم پاکر اگر عیسائیت کا ظاہری جامہ در بر نہ بھی کرتی مگر الحاد اور دہریت کی چادر ضرور پہن لیتی اور اسلام سے کوسوں دور ہو جاتی۔ یہ حضرت مرزا صاحب کا دنیا پر احسان ہے کہ انہوں نے لاکھوں روحوں کو غیر مذاہب کے وساوس سے بچا یا۔ اور صرف بچایا ہی نہیں بلکہ غیر مذاہب کے مقابلہ میں وہ زبردست اصول مسلمانوں کے ہاتھوں میں دیدیئے ہیں کہ روئے زمین کا کوئی مذہب اسلام کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا +

(۵)

ایک وہ زمانہ تھا۔ کہ یورپ اور امریکہ سے پادری آکر اس ملک کی تمام اقوام کو تبدیل مذہب پر آمادہ کرتے تھے یا اب یہ زمانہ ہے کہ اس ملک سے یورپ میں تبلیغ کے لئے جاتے ہیں۔ کیا یہ امر کسی سے مخفی ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا ایک ہی صحبت یافتہ ولائیت میں گیا۔ اور اس کے پاس نہ تو مال تھا نہ دولت نہ حکومت نہ ریاست۔ صرف مرزا صاحب کے اصولوں کو لیکر گیا۔ اور ایک قلیل عرصہ میں ایک بڑی جماعت کو حلقہ بگوش اسلام کر لیا۔ وہ جماعت کوئی غریب نادار آدمیوں کی نہیں۔ وہ جماعت کوئی جاہل ناخواندہ لوگوں کی نہیں وہ جماعت عامی اور غیر معروف لوگوں کی نہیں۔ بلکہ ایک بڑے علم و فضل کے مالک کالجوں کی مشہور پروفیسر۔ صاحب جائداد۔ لارڈ اور لیڈیز۔ شہزادے اور شہزادیاں۔ نواب اور کونسلر، فوجی اور سول افسر بڑے بڑے اہل حرفہ و تاجر۔ غرض اعلیٰ درجہ اور اعلیٰ پایہ کے لوگ اسلام کے جھنڈے کے نیچے آئے اور اسلام کی صداقت۔ قرآنی تعلیم کی عظمت اور حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ فخر الاولین و الآخرین صلوات اللہ و سلامہ کی برتری و سبقت تمام انبیاء پر ایسی ثابت کر کے دکھا دی کہ تمام یورپ نے جو اسلام اور بنی اسلام کے نام سے بھی بیزار تھا اسلام کے آگے اپنی گردن خم کر دی اور وہ وقت آتا ہے کہ تمام ممالک مغربی میں اسلام ہی اسلام دکھائی دیگا۔ اسوقت لوگوں کو اس مرد خدا کی قدر و منزلت نظر آئیگی۔ کہ جسکے ادنےٰ غلام اس قدر کامیابی کا سہرہ حاصل کر چکے ہیں محمد علی ایم۔ اے جیسے وجود پیدا کر سکتی ہے جس کی سرتوڑ کوششوں اور ان تھک خدمات دینی نے وہ وہ کارہائے نمایاں دکھائے ہیں۔ کہ جس کی نظیر اس زمانہ میں تلاش کرنا قریباً محال ہے۔

(۶)

حضرت مرزا صاحب کی شخصیت ایسی شخصیت ہے کہ جس کی نظیر انبیاء کے بعد نہیں ملتی۔ اس شخص کو میں نے ہمیشہ ہر وقت شب و روز اسی ولولہ۔ اسی تڑپ میں سرگرداں پایا۔ کہ کسی طرح لوگ قرآن کریم کی اصلی تعلیم پر گامزن ہوں۔ ان میں وہ سچی پاکیزگی۔ سچی طہارت آجائے۔ جو اسلام کی اصل منشاء ہے۔ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلنے لگیں۔ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا پورا نمونہ بن جائیں۔ یہی خیال یہی فکر ہر وقت دامنگیر تھا نہ انکو اچھے کھانے کی فکر۔ نہ انکو اچھے پہننے کا خیال۔ بلکہ اسی ایک ہی دھن میں ایسے شیدا اور ایک ہی ولولہ میں ایسے تھے کہ ان کے آگے نہ دن دن تھا اور نہ رات رات تھی۔ ابھی کسی مخالف کا اعتراض اسلام کے خلاف سنا ہے اسی وقت کاغذ۔ قلم و دوات لیکر بیٹھ گئے ہیں اور آرام نہیں لیا جب تک کہ اس اعتراض کا جواب کافی دے نہیں لیا۔ مجھے قریباً سارے ہندوستان میں پھرنے کا موقع ملا۔ ساری ریاستوں میں گیا۔ میں نے ایک بھی مولوی۔ ایک بھی پیر۔ ایک بھی سجادہ نشین ان میں نہیں دیکھا کہ جو دین کے لئے ایسا سرفروش اور دردمند ہو۔ جیساکہ حضرت مرزا صاحب۔ سرسید مرحوم باوجود اتنی بڑی وجاہت اور گورنمنٹ کے عظیم الشان رسوخ کے اور دوستوں کی بڑی جمعیت کے مسلمانوں کی حالت زار سے آخیر ایسے مایوس ہو گئے کہ انہوں نے بر ملا ۱۸۹۲ء کے جلسہ کانفرنس میں قوم اسلام کا جنازہ پڑھ دیا۔ اور ایک

مرزا صاحب میں کہ نہ کوئی ذاتی وجاہت ہے۔ رشتہ دار الگ مخالف ہیں۔ عام علماء برسر پیکار ہیں۔ تمام سجادہ نشین دشمن ہیں نہ پاس دولت ہے نہ ثروت ہے۔ صرف ایک خدا کا دامن ہاتھ میں ہے۔ اندرونی طور پر مسلمان اور بیرونی طور پر تمام مذاہب انکی ذات پر۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شخصیت پر۔ اسلام پر حملہ آور ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسلام کو دُنیا کے صفحہ سے مٹا دیں۔ مگر یہ ہے کہ اکیلا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کرتا ہے۔ اور کبھی نہیں ہارتا۔ بلکہ جس قدر مخالفت بڑھتی ہے اس کا قدم آگے ہی آگے بڑھتا ہے اور اس کا وار ایسا کاری پڑتا ہے کہ دشمنوں کی صفوں کو توڑتا اور ان کی جمعیت کو منتشر کرتا اور ان کے مذہب کی بنیادوں کو ایسا کھوکھلا کر دیتا ہے کہ ایک ہی رو میں بہ جانے کا اندیشہ ہے۔ اور استقلال اور ثبات قدم ایسا دکھلاتا ہے کہ بجز مردانِ خدا اور کسی کا یارا ہے کہ ایسا کر سکے۔ اگر یہ اس زمانہ کے لئے ایک عظیم الشان انسان فی نفسہ نہیں تو اور کیا ہے +

برہان صداقت

از حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن ریٹائرڈ پلیڈر کل افغانستان

وقالوا لن یدخل الجنة الا من کان ھودًا او نصٰرٰی تلک امانیھم قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ۝ یہود و نصاریٰ کا دعوےٰ تھا کہ ہم ہی جنتی ہیں مگر یہود و نصاریٰ پر کیا موقوف ہے تمام اہل مذاہب کا یہی دعوےٰ ہے کل حزب بما لدیھم فرحون یہود و نصاریٰ تو بطور مثال کے بیان کئے گئے ہیں۔ ہندو، آریہ، آتش پرست، سکھ، جین مت، بدھ مت حتی کہ بھنگیوں تک کا یہی دعوےٰ ہے کہ سوائے کالی چمڑی کے جنت میں کوئی دوسرا نظر نہ آئیگا قرآن کریم فرماتا ہے "تلک امانیھم" یہ دل کے خیالی پلاؤ ہیں کہدے ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ کوئی دلیل لاؤ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو دلیل کیا ہو سکتی ہے یہی کہ اس مذہب کے اصول پر چل کر انسان ان نعما کو اسی دنیا میں حاصل کر سکتا ہے جنکا وعدہ دیا جاتا ہے اصل میں مذہب کسی ذہنی عقیدہ کا نام نہیں کہ کچھ باتیں یونہی ذہن میں رکھ لو یا دل میں مان لو اور بس۔ بلکہ مذہب چند اصولوں کا نام ہوتا ہے جن پر چل کر انسان ان نعما کو حاصل کر سکتا ہے جنکا ان اصولوں پر عمل کرنے سے بطور نتیجہ کے وعدہ دیا جاتا ہے۔ اگر ایسے اصول ہوں جن پر عمل ہی نہ ہو سکے یا عمل تو ہو سکتا ہو مگر ان کا نتیجہ کچھ حاصل نہ ہو تو ان اصولوں یا اس مذہب کی لغویت اظہر من الشمس ہے۔ مذہب کے اصولوں کی غرض و غایت ہے لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون روحانی ترقی کے اس مقام پر پہنچ جانا جہاں خوف اور حزن سے بکلی نجات ہو جائے یہی قرآن کریم نے بار بار جنت کی تعریف کی ہے گویا یہی وہ مقام ہے جہاں انسان پہنچ جائے تو وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور ولمن خاف مقام ربه جنتٰن کے مطابق اسی دنیا میں وہ جنتی زندگی حاصل کر لیتا ہے اسی کو دوسرے لفظوں میں مطمئنہ کا لقب قرآن کریم نے عطا فرمایا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ یاایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ کہ اے نفس مطمئنہ تو اپنے رب کی طرف رجوع کر لو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو لیکن یہ جنتی زندگی جس میں ہر ایک قسم کے خوف اور حزن سے نجات ہے نہیں حاصل ہو سکتی جبتک کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ بندہ کا شدید تعلق نہ ہو بجز بر خلوت گاہ حق آرام نیست کیونکہ تمام راحتوں اور سکھوں کا سرچشمہ وہی ذات ہے۔ جبتک اس ذات کے ساتھ کامل صلح اور اس کی رضا کو تمام ارادوں اور خواہشوں پر مقدم نہ کر لیا جائے اور اس کی طرف خواہشات سفلی سے بکلی منقطع ہو کر رجوع نہ کیا جائے یہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا جیسا کہ ارجعی الی ربک راضیة مرضیة سے ظاہر ہے بالغرض ان تمام باتوں سے نتیجہ یہ نکلا کہ سچے مذہب کے اصول پر عمل کرنے کا نتیجہ ہے جنت اور جنت اس مقام کا نام ہے جہاں جناب باری سے بندہ کا کامل تعلق پیدا ہو جاتا ہے تو جنتی زندگی رکھنے والے کی علامت یہ ہوگی کہ جناب باری سے اس کا تعلق ہو۔ اور اس تعلق کی نشانی یہ ہوگی کہ اس کے ساتھ خدا کے ایسے معاملات ہوں جو دوسروں سے نہ ہوں۔ بلکہ ایک امتیاز صاف نظر آوے اسکی دعائیں جناب باری میں کثرت سے مقبول ہوتی ہوں۔ اسکے ساتھ خدا کلام کرتا ہو اسکی نصرت خارق عادت طور پر جناب باری سے ہو اسلام نے اپنے اصولوں پر چلنے والوں کیلئے ان چیزوں کا وعدہ دیا ہے جنکا قرآن کریم میں اس کثرت سے ذکر ہے کہ اگر میں بیان کرنے لگوں تو صفحوں کے صفحے سیاہ ہو سکتے ہیں لیکن اختصار کیلئے میں یہاں نظر انداز کرتا ہوں جس کا

دل چاہے قرآن کو پڑھ کر دیکھ لے۔ پس جو لوگ ان اصولوں پر چلتے ہیں وہ ان وعدوں کے مطابق ان نعماء سے حصہ لیتے ہیں جن کا کہ وعدہ دیا گیا ہے۔ اور میں اس کو اسلام کا زندہ معجزہ یا خدا کی طرف سے اسلام کی صداقت پر ایک زندہ نشان سمجھتا ہوں کہ اس کی پیروی میں ہر زمانہ میں ایسے لوگ ہوتے رہتے جو جنتی زندگی کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرتے رہے یعنی اپنے وجود سے دنیا پر حجت تمام کرتے رہے کہ جنت صرف اسلام کے اصولوں پر ہی چل کر مل سکتی ہے۔ چنانچہ اسی طرح یہ زمانہ جو مذہبی اور کشمکش کا زمانہ ہے جس میں ہر ایک کس و ناکس اپنے مذہب کو سچا اور سب سے بڑھکر ثابت کرنے کے درپے ہے۔ اور ہر ایک پیر ونا جس کے پاس کوئی ہلدی کی گانٹھ بھی ہے وہ پنساری بننے کی فکر میں ہے جبکہ آریا ورت کی وہ قوم جس کے مذہب میں ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کی پوجا ہوتی تھی وہ بھی توحید کا دم بھرنے لگی ہے۔ اور جس میں سمندر پار جانا مذہب سے خارج ہونا سمجھا جاتا تھا وہ اب کعبہ پر ویدک دھرم کا پھریرا اڑانے کا دم خم رکھتی ہے۔ غرضکہ ایسے مذہبی کشمکش کے دنگل میں خدا کا ایک پہلوان ہاں ایک جری اللہ اترتا ہے اور للکارتا ہے۔ ؎

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے ٭ کوئی دیں دینِ محمد سا نہ پایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا ٭ نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے
ہاں اس نے دنیا کو سنا یا کہ ع اب آسماں کے نیچے دینِ خدا یہی ہے

اسلام ہی خدا کا مذہب ہے اور اسکے سوا نجات نہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ میں علیٰ وجہ البصیرت خود تجربہ کر کے دنیا کو سناتا ہوں کہ میں اسلام کے اصولوں پر چلا اور مجھے وہ جنت ملی اور وہ خدا ملا جس کا کہ وعدہ دیا گیا تھا۔ تمہارے مذہبی اصول بھی اگر اسی منزل مقصود کی رہنمائی کرتے ہیں تو تم میں سے کوئی اٹھے اور دعوےٰ کرے کہ میں اپنے مذہب پر چل کر خدا سے واصل ہوا اور میں نے اس نجات کو حاصل کر لیا جس کا کہ وعدہ تھا۔ لیکن حق کی آواز کے آگے کوئی باطل کا پرستار نہ بولا بہت کچھ بکواسیں چاروں طرف سے ہوئیں۔ گالیاں دی گئیں۔ برا بھلا کہا گیا۔ لیکن کوئی اس معیار پر پورا نہ اترا۔ یہ حوصلہ کسی کو نہ پڑا کہ اپنے آپ کو پیش کرتا کہ میں اپنے مذہب کے اصولوں پر عمل کر کے اس کے موعودہ نتائج پر پہنچ گیا یعنے خدا کے ساتھ میرا تعلق قایم ہو گیا جس نے ثابت کر دیا کہ اسلام کے سوا تمام مذاہب کے مدعیوں کا نرا دعوےٰ ہی دعوےٰ تھا تلک امانیھم کے ہی مصداق ہیں کبھی اصول پر بحث کر لو۔ وہ ایک خیالی بحث ہے مگر اس اصول پر عمل کر کے اس کے حقیقی نتیجہ پر پہنچ جانا اور ان نعما کا وارث ہو جانا جنکا کہ وعدہ تھا یہ اس اصول کی صداقت پر ایسی مہر ہے جس کو کوئی چیز نہیں توڑ سکتی۔ برہان ہے جو کسی مذہب کے سچے ہونے اور اس کے اصولوں کے نتیجہ میں جنت کے وعدہ پر صداقت کی ایسی عملی مہر لگا دیتی ہے جو کسی خیالی اور منطقی ڈھکوسلوں سے ٹوٹ نہیں سکتی۔ اور نہ زبان کے طوطا مینا اس کی حقیقت کو باطل کر سکتے ہیں حضرت مرزا غلام احمد علیہ الرحمتہ کو مسلمان جتنا چاہیں کوس لیں کاٹ لیں برا بھلا کہہ لیں مگر حق یہی ہے کہ اگر وہ غور کر کے دیکھیں گے اور تعصب کو چھوڑ کر ٹھنڈے دل سے سوچیں گے تو ان کو صاف نظر آئے گا کہ آپ کا وجود اس تاریکی کے زمانہ میں اسلام کی صداقت پر ایک برہان قاطع ہے۔ آپ نے مسلمانوں پر وہ احسان کیا ہے۔ جس کا اتارنا تا قیامت محال ہے۔ مگر قانون الٰہی یہی ہے کہ جو قوم کا دردخواہ اور محسن ہوتا ہے۔ وہی قوم کی جفاؤں کا نشانہ اور آماجگاہ بنتا ہے۔ کون نبی اور کون مامور یا امام دنیا میں ایسا گذرا جس کو اس رستہ سے نہیں گذرنا پڑا۔ قرآن کریم اور تمام صحف آسمانی اور واقعات تاریخ اس پر گواہ ہیں۔ حضرت مرزا صاحب بھی یحسرة علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا به یستھزءون کے ماتحت لوگوں سے بلکہ سب سے زیادہ اپنی ہی قوم سے ستائے گئے۔ جب اسلام کے دشمنوں نے اسلام کے پہلوان کو طرح طرح کے جھوٹے مقدموں میں پھنسا کر نیچا دکھانا چاہا تو خود ہمارے مولوی صاحبان باایں جبہ و عمامہ عدالتوں میں اس کے خلاف گواہی دینے گئے۔ اور اپنے کپڑے پھاڑے کہ کسی طرح اسے ہلاک کیا جائے مگر خدا کے ہاتھ نے الٰہی تصرفوں سے اپنا کام کیا۔ اور وہ پہلوان بیگناہ ثابت ہوا کیا افسوس اور درد کا مقام ہے کہ وہ شخص جو تمام دنیا کے مذاہب کو چیلنج دیتا ہے۔ کہ اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے۔ اور میں اس کی سچائی پر زندہ اور روشن دلیل ہوں کہ اس کے اصولوں پر چل کر میں نے تجربہ کر کے اس کو سچا پایا اس سونے کو کسوٹی پر لگا کر اصلی اور خالص پایا محض زبانی لاف و گزاف نہیں تم میں اپنے مذہب کے متعلق اس امر کا میں اگر کوئی ہے تو میرے مقابل میں آئے اور اپنے دعوے کو ثابت کرے اور کوئی نہ آیا اور اس طرح ناکامی کی مہر اس نے تمام مذاہب باطلہ پر لگا دی اسی شخص کو خود مسلمان کہیں کہ یہ کافر ہے دجال ہے۔ اس سے بڑھکر محسن کشی اور ناشکری کی مثال نظر آ سکتی ہے؟ ؎

دردخواہ کو قوم کہتی ہے برا
قوم نے بھی اپنی بہتی برخوردار کیا

سال آپ کی وفات کے بعد آپ نے مقتدیین کو ملی۔ ایسا ہی آنحضرت صلعم اپنے کمالات کے لحاظ سے موسیٰ علیہ السلام سے بہت بڑھ چڑھ کر تھے حضرت موسیٰ کے بعد حضرت مسیح ناصری چودھویں صدی میں آئے اور آپنے تولی جنگ کیا۔ اور آپ ایک نہایت امن والی سلطنت میں مبعوث ہوئے ایسے ہی حضرت مرزا صاحب آنحضرت صلعم کے بعد چودھویں صدی میں آئے اور آپ بھی صلح و امن کا جھنڈا لیکر اسلام کی جمالی صفت دکھاتے کھڑے ہوئے اور آپ بھی امن سلطنت کے وقت میں آئے جو کہ سلطنت انگلشیہ کی طرح امن میں اپنی نظیر نہیں رکھتی اپنی سلطنت پر ملا تھے۔ اسکے ساتھ ہی اس غلطی کا ازالہ کر دینا بھی ضروری ہے کہ مسیح علیہ السلام چونکہ نبی تھے اس لئے مثیل مسیح کا بھی نبی ہی ہونا چاہیئے۔ ہنوز آنحضرت صلعم پر ختم ہو چکی ہے اور کوئی نیا یا پرانا نبی آپ کے بعد نہیں آسکتا اسلئے مثیل مسیح کسی طرح نبی نہیں ہوسکتا۔ نہ ہی مماثلت کیلئے ضروری ہے کہ من کل الوجوہ ہو۔

اس میں شک نہیں کہ بہت سے مقتدیین کو مسیح موعود کے متعلق مغالطہ رہا۔ اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ مسیح ناصری ہی پھر آئینگے۔ مگر جبکہ آنحضرت صلعم نے خود انکو معراج کی رات کو دیگر وفات شدہ انبیاء میں دیکھا اور خود اُن کا اقرار اپنی وفات کے متعلق فلما توفیتنی کا قرآن مجید میں موجود ہے اور مسیح ناصری اور آنیوالے مسیح مہدی کا حلیہ آنحضرت صلعم نے علیحدہ علیحدہ بیان فرمایا ہے تو پھر ضروری تھا کہ مسیح مہدی مسیح ناصری سے جدا ہوتا اور ہمیں دین اسلام کی فضیلت تھی۔ کہ اس دین کے احیاء کے لئے آنحضرت صلعم کے متبعین میں سے ہی کوئی شخص مبعوث ہوتا نہ کہ گذشتہ زمانہ کا ایک نبی جس نے براہ راست اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے توسل سے۔ اور اسکی خدمات سے آنحضرت صلعم کی امت کی اصلاح باعث ہتک اسلام ہے اور اسطرح سے اگر ختم نبوت کے بعد بھی مسیح ناصری نبی اللہ کا آنا ضروری ہے تو آنحضرت صلعم کی بجائے وہ خاتم الانبیاء ہوئے۔ آپ کی فضیلت اور برتری اور خصوصیت اسی میں ہے کہ آپ کی امت کے احیاء کیلئے عظیم الشان امام و مجدد سب آپ ہی کی امت سے ہوں نہ کہ اغیار سے وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

آپ کی خدمات اسلام

اب طبعاً سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کیا خدمت اسلام کی سب سے بڑی خدمت آپ کی یہی ہے کہ آپ نے احیاء اسلام کیا یعنی جو ناپاک اعتراضات آنحضرت صلعم کی ذات ستودہ صفات کے متعلق اور قرآن کریم کے متعلق معاند پادری و آریہ وغیرہ لوگ کرتے تھے اُن سب سے آنحضرت صلعم و قرآن حمید کو پاک کر کے دکھلایا اور ان کی علوشان و علو مرتبت کو ثابت کیا۔ اور آپ نے سب مذاہب باطلہ کی حقیقت آشکارا کر دی اور اُن کا بطلان کیا اور آپکی بدولت نہ صرف ہندوستان میں بلکہ ممالک یورپ میں بھی اسلام کے شیدا پیدا ہو گئے۔ اور آپ کی قوت قدسی سے ایک جماعت تیار ہوئی جنہوں نے عملی رنگ میں دین کو دنیا پر مقدم کر کے دکھلا دیا۔ اور اشاعت اسلام کی خدمت کیلئے کمربستہ ہو گئے۔ جسکی طرف سے قریباً ایک صدی سے مسلمان بالکل غافل ہو گئے تھے۔ آپ کا ساتھ دینے والوں کے مقابلہ میں کوئی غیر مذہب اُنکی دلائل قویہ کے باعث جو کہ انکو اسلام کی تائید میں ملے ہیں بفضلہ تعالیٰ نہیں ٹھہر سکتا اور اسوقت آپکی جماعت کے لوگ ہندوستان یورپ و دیگر ممالک میں بفضلہ تعالیٰ تبلیغ اسلام کر رہے ہیں حضرت مسیح موعود کی بفضل اللہ تعالیٰ پر ایمان آپ کی جماعت کا اور آپکے ساتھ تعلق رکھنے والے لوگوں کا۔ آپکے اعلیٰ نمونے اور تعلق باللہ رویا و الہام و کشوف و زبردست خوارق العادت پیشگوئیوں سے اللہ تعالیٰ کی غیب الغیب ہستی پر یقین پیدا ہو گیا۔ گویا کہ انہوں نے آپکے ذریعہ سے آنحضرت صلعم کی نبوت سے فیض حاصل کیا اور اپنے ایمان و عمل میں ترو تازگی پائی۔

آپ کی وفات

آپ کی وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ہوئی گویا کہ آپ ہمیشہ کے لئے اس مقام سے ہجرت کر کے تشریف لے گئے جیسے کہ آپ کے ایک الہام "الرحیل ثم الرحیل" سے ظاہر ہے۔ آپ ان آخری ایام میں پیغام صلح لکھ رہے تھے۔ تاکہ ہندو مسلمانوں اور دیگر اقوام میں آپس میں اتحاد ہو اور باوجود شدید اختلاف مذہب کے آپ کا وجود رحمۃ للعالمین کا حقیقی مظہر ثابت ہو جس سے ظاہر ہے کہ آپ حقیقت ایک انسان ہونے کے دوسرے غیر مذہب بنی نوع انسان پر نہایت ہی شفقت و کرم کرنے والے تھے اور آپ نے اس خلق عظیم کیلئے اسوقت تک قادیان کے آریہ وغیرہ معترف ہیں۔

خدا کی شان آپ کا یہ آخری پیغام اسوقت تو محض دنیا کو سنا دیا گیا مگر آج خود دنیا اسکی طرف آرہی ہے اور قریب ہے کہ آپ کی اس آخری خواہش کو عملی رنگ میں پورا کرے۔ آپ کے اخلاق کا یہ حال تھا کہ پنڈت لیکھرام جو کہ اسلام کا بہت ہی بڑا دشمن تھا اور اس نے آنحضرت صلعم کی شان میں سخت گستاخی کے الفاظ لکھے تھے اور اسکے متعلق آپ کی پیشگوئی بھی تھی جب اسکے قتل کی خبر آپ کو موصول ہوئی۔ تو آپ نے ہمدردی انسانی کے تقاضا سے اسکی موت پر افسوس کیا۔ اور فرمایا کہ اگر لیکھرام جب اسکو چھری لگی میرے پاس ہوتا تو میں جہاں تک کہ انسانی طاقت ہے اسکو بچانے کی کوشش کرتا۔

غرضیکہ ابتداء میں آپکی مخالفت بہت زیادہ تھی۔ مگر آہستہ آہستہ کم ہو گئی۔ اور اگرچہ خاص طبقہ علماء اور جہال میں آپکی مخالفت بہت تھی۔ مگر تعلیم یافتہ و سمجھدار طبقہ میں آپکی قبولیت بہت ہو گئی اور لاکھوں کی جماعت آپکے ساتھ ہو گئی۔ اور اسکے علاوہ عام طور پر لوگ ان غلط عقائد مثلاً حیات مسیح وغیرہ کے معتقد نہ رہے۔ اور وفات مسیح کے قائل ہو گئے۔ اور آپکی بزرگی کے معترف ہو گئے۔ اور اسوقت بھی کثرت انہی لوگوں کی ہے۔ اور جو اعتراض کرنیوالے ہیں وہ اصولی بحث کی طرف نہیں آتے۔ بلکہ بعض متشابہات کیطرف مثلاً چھوٹی چھوٹی پیشگوئیوں پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ آپکی ہزارہا پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ جن میں سے بعض نہایت عظیم الشان ہیں۔ مثلاً تقسیم بنگالہ کی پیشگوئی۔ مشرق میں ایک طاقت (جاپان) کے متعلق پیشگوئی۔ زار روس کی حالت زار کے متعلق اور موجودہ مہیب جنگ کے متعلق پیشگوئی۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب اظہر من الشمس ہیں اور اگر ایک آدھ پیشگوئی کے بارہ میں کوئی ابہام بھی نظر آتا ہو۔ تب بھی اسقدر نشانات صداقت کے باوجود تھوڑے سے اشکال کو بناء اعتراض ٹھہرا لینا ہرگز جائز نہیں۔

بہر حال آپ کی صداقت دن بدن آفتاب کی طرح روشن ہو رہی ہے۔ اور آپ ہی کے دلائل ہیں کہ جو اسوقت موافق و مخالف اسلام کی تائید میں پیش کر کے ان سے کامیابی حاصل کر رہے ہیں اور آپ کے ایثار اور کمال قربانی و جانفشانی و صدق نیت نے یہ ثابت کر دیا کہ آپ ایک عظیم الشان مصلح ربانی تھے جو اس سخت شدائد و مصائب کے وقت اس امت مرحومہ و اسلام کی تائید و نصرت کے لئے مبعوث ہوئے اور آپکے ذریعہ ہی آج اسلام کو دیگر مذاہب پر فتح و نصرت حاصل ہوئی اور اسلام کا عالمگیر مذہب ہونا اور آنحضرت کا کل دنیا کے لئے نبی و رسول و خاتم الانبیاء ہونا آپ ہی کے وجود سے اس زمانہ میں ثابت ہوا۔ اور دن بدن آپ کی قبولیت دلوں میں بڑھتی جاتی ہے اور آپکی خدمات اسلام کا اعتراف ہر طرف ہو رہا ہے اس میں شک نہیں کہ بعض عقائد فاسد کے لوگ آپ کی جماعت میں پیدا ہو گئے ہیں مگر اللہ تعالیٰ آپ کی آپ کے دشمنوں اور نادان دوستوں سے تطہیر کر رہا ہے۔ اور یہ الہام انشاء اللہ تعالیٰ ضرور پورا ہوگا۔ کہ لا نبقی لک من المخزیات ذکراً یعنے ہم تیرے متعلق کوئی بدی کی بات باقی نہ رہنے دینگے انشاء اللہ یعنی وہ خوبی جس کے آپ حقیقی طور پر مالک تھے۔ اسکا اعتراف ہوگا اور آپ کی اصلی شان دنیا پر ظاہر ہوگی۔ جس سے اصل مقصود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جلال و علوشان ہی ہے نہ اور کچھ۔ جیسے کہ آپ خود فرماتے ہیں:

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

بالآخر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے جوار رحمت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے۔ اور ہم کو آپ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ اور بیش از بیش خدمات دین کا موقعہ دے۔ آمین! اور میاں محمود احمد صاحب اور انکے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ جادۂ صواب پر قدم مارنے اور افراط و تفریط کی راہوں سے بچنے کی توفیق دے۔ آمین۔ اور خدا کرے کہ کل مسلمین اور عامہ خلائق آپ کے اصل منصب کو پہچانیں اور دنیا میں آپکی وہ عزت قائم ہو جسکے آپ مستحق ہیں آمین۔ اور انشاء اللہ ایسا ہو کر رہیگا کہ آپ خود فرماتے ہیں:

وہ دن آتے ہیں کہ عیسےٰ کہہ کے پکارینگے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانے کے دن

برادران اسلام کی خدمت میں ضروری التماس

چند ضروری سوالات

دنیا میں بہت سے نبی۔ لوگ ہوئے ہیں جنکے متعلق افراط و تفریط کی غلطیاں پڑ کر بعض نے اُن کو اُن کے مرتبہ سے بڑھا کر کچھ کا کچھ بنانا چاہا اور بعض نے اُن کی عداوت کو ہی اپنا شیوہ بنا لیا۔ چودھویں صدی کے مجدد حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نسبت بھی آپ کے متبعین کے ایک گروہ نے غلو اور افراط کر کے آپکو نبی بنانا چاہا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تخت پر بٹھانا چاہا ہے۔ کیونکہ اُن کے نزدیک اب کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے پڑھنے سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہوتا بلکہ میرزا صاحب کی نبوت پر ایمان لانے سے مسلمان ہوتا ہے۔ حالانکہ آپ نے کھلے الفاظ میں یہ فرمایا تھا کہ میں سیدنا و مولینا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلعم پر ختم ہو گئی۔

اس غلو اور افراط کے بالمقابل بعض علمائے اسلام نے تفریط کا پہلو اختیار کر کے اس مجدد کو گالیاں دینا اس پر استہزاء کرنا اور تمسخر اڑانا اپنا شیوہ بنا رکھا ہے۔ مخالفین سلسلہ کا یہ طریق کہ بجائے اصولی بحث کے ذاتی حملوں سے اپنا کام چلاتے ہیں درحقیقت ان کے اصولی بحث سے عجز کا اعتراف ہے۔ لیکن مسلمان بھائیوں کا فرض ہے کہ وہ سب سے پہلے اصولی رنگ میں ان امور کو علماء سے طے کرائیں۔ کہ آیا قرآن شریف اور صحیح حدیث سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے یا نہیں اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے میں کیا کیا قباحتیں ہیں اور کیسی زد خود ہمارے نبی کریم صلعم پر پڑتی ہے۔ ان امور کی تحقیق کے لئے علماء کا فرض ہے کہ وہ جلسے کر کے بجائے حضرت مرزا صاحب پر استہزاء کرنے کے ذیل کے سوالات کو حل کریں اور تمام اہل اسلام کو ان مفسدوں کے طریق سے بچا کر جن کا شیوہ ہمیشہ ماموریں الٰہیہ پر استہزاء کرنا رہا ہے طالبان حق کی راہ پر چلائیں۔

وہ سوالات یہ ہیں:—

(۱) کیا ہمارے علماء حدیث مجدد کو موضوع اور حضرت شاہ ولی اللہ رح اور حضرت مجدد الف ثانی رح جیسے بزرگوں کو جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے الہام پاکر دعوے مجددیت کیا۔ نعوذ باللہ مفتری سمجھتے ہیں یا اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں۔ اگر صحیح سمجھتے ہیں تو کیا وہ اس شخص کا نام لے سکتے ہیں جس نے عین صدی کے سر پر یہ اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے الہام سے مشرف فرما کر اس صدی کا مجدد مقرر کیا ہے۔

(۲) اگر سوائے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اور ایک بھی شخص نے روئے زمین پر یہ دعوے نہیں کیا اور حضرت موصوف کو اللہ تعالیٰ نے اس دعوے کے بعد ایک نیا زمانہ خدمت اسلام کا بھی دیا اور آپ نے نہ صرف خود کامیابی کے ساتھ ہی خدمت اسلام کی جس کا اعتراف آپ کے دشمنوں تک کو بھی ہے بلکہ آپ ایک جماعت کے اندر خدمت اسلام کا جوش پیدا کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے تو کیا یہ قرین انصاف نہیں کہ اس بات کا صاف طور پر اعتراف کیا جاوے۔ اور کیا یہ حق پسندی ہے کہ جو شخص دعوے کرتا ہے اُسے کذاب اور کافر اور دجال کہا جائے اور دوسرے کسی مدعی کا پتہ بھی نہ بتایا جائے۔ اور اس طرح پر حدیث نبوی کی تخفیف کی جائے یا یہ کہا جائے کہ مدعی تو جھوٹا ہے اور مجدد کوئی اور ہوگا۔ جس کا ہمکو علم نہیں۔

(۳) کیا حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر ان کی مزعومہ دوبارہ آمد کے وقت حضرت جبرئیل وحی نبوت لائیں گے۔ یا نہیں؟ اگر لائیں گے تو کیا ختم نبوت باطل ہوا یا نہ؟ اور اگر نہیں لائینگے تو کیا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا عملاً نبوت سے معزول ہونا اور وحی سے محروم

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود مرحوم و مغفور کی سیرت پر ایک نظر

(از قلم جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل ایم ایس)

جس کسی نے حضرت اقدس مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو آپ کی زندگی میں دیکھا وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہا۔ سوائے ایسے شخص کے کہ جو چشم بصیرت نہ رکھتا ہو یا اپنے سینہ میں انکے لئے بغض و حسد لیکر آیا ہو۔ آپ کا حسن معاشرت آپ کے اخلاق۔ آپ کا علم و فضل۔ آپکا تعلق باللہ آپ کا اپنے دوستوں بلکہ دشمنوں سے سلوک۔ آپکی مہمان نوازی۔ اور غربا پروری۔ اپنے اندر ایک خاص خصوصیت رکھتی تھی۔ اور آپ اپنے زمانہ کے دیگر انسانوں سے بالکل ممتاز نظر آتے تھے۔ آپ کی صحبت میں وہ کشش اور آپ کے الفاظ میں وہ حلاوت و شیرینی تھی کہ اس سے آپ کے اندر محبت و خلوص کی ایک شان نظر آتی تھی۔

آپ کی زندگی کے آخری ایام میں جبکہ آپ لاہور میں تشریف رکھتے تھے ایک امریکن فلاسفر آپ سے ملاقی ہوا۔ جو کہ تمام دنیا کی سیر کر آیا تھا۔ اس نے کہا کہ آپ کا ثانی کوئی دوسرا میں نے اپنے دنیا کے سفر میں نہیں دیکھا اور بتایا کہ آپ ہی ایک شخص ہیں جنکو فی زمانہ دعوٰی الہام و مکالمہ الٰہیہ کا ہے اور آپکی روحانیت و تعلق باللہ کا جذب و کشش اپنے اندر ایک خاص کیفیت رکھتی ہے جو کہ کسی دوسرے شخص میں پائی نہیں جاتی۔ یہ فلاسفر ہر جگہ مختلف مضامین پر لیکچر دیتا تھا۔ جو الوہیت و ابنیت مسیح و ڈارون کی تھیوری کے ذکر اور ان (آہستہ آہستہ بتدریج بنا) مسائل سے متعلق ہوتے تھے مگر حضرت مسیح موعود کی ایک ہی ملاقات کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ وہ مسیح کے انسان ہونے اور اس جامہ میں باکمال ہونے کا معتقد ہوا۔ اور آئندہ لیکچروں میں الوہیت مسیح سے انکار ظاہر کیا۔ ایسا ہی ڈارون کی تھیوری کے متعلق بر روشنی حضرت مسیح موعود نے ڈالی اس سے وہ بہت متاثر ہوا۔ نیز روحانیات و عالم معاد کے متعلق اُس نے بہت سے سوالات کئے جنکے جوابات سے وہ بہت ہی متاثر ہوا۔

آپ کی وفات پر پائونیر جیسے وقیع اخبار نے نہائت ہی اظہار تاسف و افسوس کیا۔ اور لکھا کہ گذشتہ زمانہ کے انبیاء کا سا رنگ آپ میں تھا۔ اور آپ ایک عظیم الشان انسان تھے۔ جنکو اللہ تعالیٰ سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف حاصل تھا۔ اور آپ کے رؤیا و کشوف اعلیٰ پایہ کے تھے۔

ابتدائی حالات

ابتدا سے ہی آپ کو مطالعہ کا بیحد شوق تھا اور زہد و عبادت میں وقت گذارتے تھے۔ اور آپ کے ہم عمر اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے بچوں میں کبھی کھیل کود کو یا لہو و لعب کو پسند نہیں کیا۔ اور خلوت نشینی و غور و فکر کی طرف آپ کا زیادہ دھیان تھا۔ آپ کو قرآن مجید سے بیحد محبت تھی۔ اس کلام پاک کی کثرت مطالعہ کے علاوہ آپ اکثر قرآن مجید کو اپنے قلم سے لکھتے۔ ایسے ہی مثنوی مولانا روم کے مطالعہ کا آپکو از حد شوق تھا۔ اس مثنوی معنوی کو بھی آپ نے بارہا اپنے قلم سے زیب رقم فرمایا۔ آپ اپنے دیگر متعلقین سے علیحدہ ایک کوٹھری میں رہتے۔ اور قریبًا تمام وقت مطالعہ میں گذارتے۔ اگر کسی نے وقت پر کھانا بھیجدیا تو کھا لیتے ورنہ اُن کو غذا کا فکر بھی نہ ہوتا۔ بلکہ بعض اوقات آپ کسی مضمون کے لکھنے میں مصروف ہوتے یا مطالعہ میں مشغول ہوتے تو آپ کا کھانا پاس ہی رکھا رہ جاتا بلکہ بعض اوقات بلی چٹ کر جاتا اور آپکو خبر بھی نہ ہوتی۔ آپ علاوہ دیگر نمازوں کے تہجد کی نماز بالالتزام پڑھتے تھے۔ نصف حصہ رات کا یا اس سے کم و بیش اکثر عبادت میں گذارتے۔ قریبًا ہر نماز میں آپ دعائیں بہت مانگتے۔ بالخصوص تہجد کی نماز میں سجدہ میں اکثر آپ بہت گڑگڑاتے۔ نہ صرف اپنی جماعت کے لئے بلکہ کل امت محمدیہ کے لئے۔ بلکہ کل بنی نوع انسان کی بہبودی کے لئے بہت ہی تضرع اور ابتہال کے ساتھ دعائیں مانگتے۔ اور بعض اوقات گھنٹوں سجدہ میں پڑے رہتے۔ اور درد و کرب و فکر میں رہتے۔ بعض اوقات آپ کی پُر درد آواز رات کے وقت دور دور تک سنائی دیتی چنانچہ آپ خود ہی اپنی دلی کیفیت کا ایک جگہ یوں ذکر فرماتے ہیں:۔

جوشِ اِجابت بنگر کہ بوقتِ دعا بود
زاں گونہ زاریم نہ شنید است مادرم

آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بیحد تعلق محبت و عشق تھا۔ اور آپکو اپنے مال و جان۔ و اولاد بلکہ دنیا کی ہر ایک چیز سے زیادہ پیارے اور محبوب تھے۔ اور آپکی عزت و ناموس کے لئے غایت درجہ کی غیرت و حمیت رکھتے تھے آپکی شان میں کسی معاند دشمن کی بکواس کی ہرگز برداشت نہ کرسکتے تھے بلکہ آپکی راہ میں جان تک بھی نثار کرنے کو تیار رہتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں

عجب نوریست در جانِ محمدؐ ۔ عجب لعلیست در کانِ محمدؐ
ز ظلمتہا دلے آنگہ شود صاف ۔ کہ گردد از محبّانِ محمدؐ
عجب دارم دلے آں ناکساں را ۔ کہ رو تابند از خوانِ محمدؐ
بسے سہل است از دنیا بریدن ۔ بیادِ حسن و احسانِ محمدؐ
فدا شد در رہش ہر ذرّۂ من ۔ کہ دیدم حسنِ پنہانِ محمدؐ
دگر استاد را نامے نہ دانم ۔ کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ
تو جانِ ما منوّر کردی از عشق ۔ فدایت جانم اے جانِ محمدؐ
دریغا گر دہم صد جاں دریں راہ ۔ نباشد نیز شایانِ محمدؐ

دعوٰئے مجددیت و سلسلہ بیعت

آپ کو فطرتًا نمود و بناوٹ و جاہ طلبی سے نفرت تھی۔ اور آپ نہایت ہی منکسر المزاج۔ بُردبار۔ متحمل اور خلوت گزین تھے۔ اعلےٰ مومنانہ زندگی اور تقوٰی و طہارت کیوجہ سے آپ سے اکثر ملنے والے آپ کی بزرگی کے قائل تھے۔ چنانچہ بعض نیک اصحاب نے آپکے دعوٰی سے پہلے آپ سے بیعت کی درخواست کی۔ انہیں میں سے ایک اہل دل مشہور صوفی میاں احمد جان صاحب لدھیانوی بھی تھے۔ جو کہ حضرت سید امام علی شاہ صاحب مرحوم ساکن رتڑ چھتر کے خلیفہ تھے اور نقش بندی طریق پر خود بیعت لیتے تھے انکو اللہ تعالیٰ نے جتلا دیا تھا کہ حضرت مرزا صاحب مرحوم و مغفور نہائت باکمال ولی اللہ ہونے والے ہیں۔ اور کہ ایک دنیا آپ سے فیض پائے گی اسلئے انہوں نے آپ سے بیعت کی درخواست کی۔ مگر آپ نے انکار کیا۔ اور فرمایا کہ مجھے بیعت لینے کا ابھی کوئی حکم نہیں چنانچہ آپ کے دعوٰی سے پہلے ہی وہ فوت ہوگئے۔ مگر اپنی اولاد کو وصیّت کر گئے کہ جب حضرت مرزا صاحب کو بیعت لینے کا ارشاد الٰہی ہو تو تم نے ضرور انکی بیعت میں شامل ہونا۔ چنانچہ اُنکے ہر دو صاحبزادگان اور ان کی صاحبزادی محترمہ (یعنی حرم حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب مرحوم و مغفور) نے آپ کے دعوٰی پر آپکی غلامی میں داخل ہونے کا فخر حاصل کیا۔ ایسے ہی مولوی عبداللہ صاحب غزنوی نے جو آپ کے زمانہ کے اہل اللہ میں سے تھے فرمایا کہ میں نے قادیان سے بہت بڑا نور نکلتا دیکھا ہے۔ ایسے ہی کوٹھے والے صاحب اس زمانہ میں ایک مشہور بزرگ ہوئے ہیں انہوں نے بھی آپ کے متعلق صاف الفاظ میں بشارت دی۔ غرضکہ جب ۱۸۸۹ء میں آپ نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے دعوٰئے مجددیت فرما کر بیعت لینے کا اعلان کیا۔ کثرت سے لوگ آپ کی بیعت میں داخل ہوئے اور کتاب براہین احمدیہ کی اشاعت پر عام طور پر علمائے اسلام نے آپکی مجددیت و خدمات اسلام کی تصدیق کی یہاں تک کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں ایک مستقل مضمون اس کتاب کے ریویو پر لکھا۔ اور یہاں تک تحریر کیا کہ حضرت مرزا صاحب نے جو خدمت اسلام کی اس کتاب کے لکھنے سے کی ہے۔ آجتک تیرہ سو سال میں کسی شخص نے نہیں کی۔ اور خود ہمسایہ ہونے کی حیثیت سے آپکی اعلیٰ پاکپاز زندگی و ستودہ صفات کی شہادت دی اور آپکی غلامی کو اپنے لئے فخر کا موجب ظاہر کیا۔

دعوٰئے مسیحیت و فتوٰئے کفر

جیسے کہ آپ نے حکم الٰہی کے سوائے لوگوں سے بیعت نہ لی اور نہ ہی از خود دعوٰئے مجددیت کیا۔ حالانکہ آپ میں یہ اوصاف ابتدا سے ہی پائے جاتے تھے۔ ایسے ہی مسیح موعود ہونے کا دعوٰی بھی آپ نے حکم الٰہی کے سوائے نہیں کیا۔ چنانچہ براہین احمدیہ میں آپ نے مسیح کی آمد ثانی کے متعلق وہی عامۃ المسلمین والے عقیدہ کا اظہار کیا کہ مسیح ناصری دوبارہ آسمان سے نازل ہوگا۔ مگر جب اللہ تعالےٰ نے آپ پر اس عقیدہ کا غلط ہونا ظاہر کیا۔ اور الہام کے ذریعہ سے بتایا کہ آنیوالا مسیح آپ ہی ہیں۔ اور کہ آپ ہی اسکی خُو بُو میں آئے ہیں اور مسیح ناصری فوت شدہ ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی تائید سے آپنے قرآن مجید و احادیث صحیحہ کے ذریعہ سے اس مسئلہ پر پورے طور پر روشنی ڈالی اور ثابت کردیا کہ واقعی مسیح علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں۔ اور اُن کا ایک مثیل اس زمانہ میں آنا تھا۔ نہ کہ خود انہوں نے ہی آسمان سے اُترنا تھا اور آپ وہ مثیل مسیح یا مسیح موعود ہیں۔ اس دعوٰی کو سُننا تھا کہ سوچے سمجھے بغیر جیسا کہ ہمیشہ سے ماموروں کے مقابل ہوتا چلا آیا ہے اکثر علماء سوء ظاہر نے آپ پر کفر کا فتوٰی دیدیا۔ جن میں مولوی محمد حسین بٹالوی سب سے پیش پیش تھے۔ تمام ہندوستان میں بہت شور مخالفت برپا ہوا۔ اور ایک جہان آپکے برخلاف ہوگیا۔ مگر آپ نے اس مخالفت میں بھی الاستقامۃ فوق الکرامۃ کا نمونہ دکھلایا۔ اور حق کے مقابلہ میں کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کی۔ بلکہ پھر خلوت کے حاصل ہونے پر خوشی کا اظہار کیا چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

سجمد اللہ کہ خود قطع تعلق کرد ایں قومے
خدا از رحمت و احسان بازم داد خلوت را

آپ کی مخالفت کا زور آپ کے آخر زمانہ تک رہا۔ اور آپ کے خلاف ہزارہا گندی گالیوں کے اشتہار نکالے گئے۔ فحش خطوط آپکو لکھے گئے آپ کے مریدین کو مسجدوں سے نکالا گیا۔ مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن ہونے سے منع کیا گیا۔ رشتہ و ناطے عام مسلمانوں سے اُن پر حرام کئے گئے مگر آپ پر اس مخالفت کا ایک ذرہ بھر بھی اثر نہ ہوا۔ چنانچہ آپ نے ایک دفعہ فرمایا کہ اگر میرے مخالفین کو علم ہو کہ اُنکے گندے خطوط وغیرہ کا اور دشمنی کا میرے دل پر ایک ذرہ اثر بھی نہیں تو وہ اپنی ناکامی پر خود شرم کریں۔

معترضین و مکفرین کو خطاب

فتوٰئے تکفیر کے جواب میں آپ معترضین و مکفرین کو یوں مخاطب فرماتے ہیں

اے معترض بخوفِ الٰہی صبور باش ۔ تا خود خدا عیاں کند آں نور اخترم
آخر بخواندۂ کہ گمانِ نکو کنید ۔ چوں میروی برون ز حدودش برادرم
بر من چرا کشی تو چنیں خنجرِ زباں ۔ باز خود بتیم نہ قادرِ ذوالمجد اکبرم
ناموس و مرا چہ دریں کار اختیار ۔ ایں سخن بگو بخدا و بدر آمدم
اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر ۔ از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم
حکم است ز آسماں بزمیں میرسانمش ۔ گر بشنوم نگویمش آنرا کجا برم
اے قوم من بگفتۂ من مشتعل مباش ۔ ز اول چنیں بجوش مبیں تا بہ آخرم
من خود نگویم اینکہ بلوح خدا ہمیں است ۔ گر طاقت است محو کن آں نقش داورم
حاتم گذشت از غمِ ایمانت العزیز ۔ در ایں طرف نظر کہ من بہ گمانے تو کافرم
گوش دلم بجانبِ تکفیر کس کجاست ۔ من مست جامہائے عنایاتِ دلبرم
من رخت بردہ ام بعمارات یار خویش ۔ دیگر خبر مپرس ازیں تیرہ کشورم
مبلوئے حاسداں چہ سلامت زباں کہن ۔ من ہر زباں نہ ناتۂ یا دش معطرم
کادم بقرب یار بجائے رسیدہ است ۔ کانجا نہ فہم و دانش اغیار ہے پرم
اے حسرت ایں گروہ عزیزاں بر اندید ۔ وقتے ببینندم کہ ازیں خاک بگذرم
گر خوں شدہ است دل ز غم درد دل چہ شد ۔ حسرت آید کہ میر بردہم دریں سرم
آیۂ تکفیر مسلماناں کنی از بخل و کیں ۔ سرشت آید از خدائے عادل ذی اقتدار
سہل باشد گر از زبان خویش تکفیر کسے ۔ مشکل افتاد آں زماں چوں ہر رسد روز شمار
کامگار با نہ چرا کافر نبی نام اے اخی ۔ گر تو نامی تو چناں ز بیخ کفر خود برآر
گشتی غلق ہیر از آن حمیت دا ہنوز ۔ ہیز بخشد جز آں سے حق سوئے ملیار
گر بنی تکفیر قوم خود چہ کارے کردۂ ۔ ورد اگر مردی بجو یار با سلام اندر آر
چوں نسیمِ صبح محشر پردہ بردارد ز کار ۔ حیثیت کافر کیست ہوں خود بگردد آشکار
گر خرد مندی ہر دو کن فکر نقش خود نخست ۔ لاف ایماں خود چہ چیز تو اما نزا بیار
پند بر تکفیر نازی چند سخنہا کنی ۔ سعد با ایماں خود و مارا بکفر ما گزار
نے ز تو دوم حکایت کن نہ از اسلام مارا ۔ گر تو گم دین محمدؐ ز ہم شور بید
منفا تو قلبک ۔ یا حتیٰ بدہم دیں مرا ۔ پس فراموشم شود ہر عیش و رنج ہر دو دار

آپ کا منصب و کام

جیسے کہ حدیث شریف میں ہے کہ امت مسلمہ میں ہر سو سال کے بعد ایک مجدد ہوگا۔ جو کہ دین کی تجدید کریگا یعنی اُسکا یہ کام ہوگا کہ ہر ایک غلط فہمی جو کہ دین کے متعلق پیدا ہوگئی ہو اُسکو دور کرے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کی راہ دکھلائے اور آپکی امت مرحومہ کیلئے ایک کامل نمونہ بنے اور تبلیغ دین کرے یہ سب خدمات آپ نے بوجہ احسن ادا کیں۔ سخت ضرورت کیوقت تشریف لائے اور ہر قسم کے مخالفین اسلام کو پورے طور پر ساکت کرکے اس جہان سے رخصت ہوئے

مسیح موعود آپ اس مناسبت کے لحاظ سے کہلائے کہ آپ کو آنحضرت صلعم سے تھی جیسے کہ مسیح ناصری کو موسٰے سے تھی یعنی جیسے کہ حضرت موسیٰ ایک صاحب شریعت نبی تھے آنحضرت صلعم کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک کامل و مکمل شریعت قرآن مجید کی شکل میں عطا کی۔ اور جیسے کہ حضرت موسٰے نے جنگ کئے آنحضرت صلعم کو بھی جنگ پیش آئے ہجرت بھی ہر دو کو نصیب ہوئی۔ فرق صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کامیابی سے پھر مکہ میں داخل ہوئے مگر حضرت موسیٰ کو موعودہ زمین اپنی زندگی میں نہ ملی بلکہ چالیس

زبانِ خلق

بعض دوسرے لوگوں کی زبان حضرت مسیح موعود کے متعلق

ذیل میں اُن تمام ضروری آراء کا اقتباس دیا جاتا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر دوسرے مسلمان اور بعض ہندو اخبارات نے آپ کے اخلاق اور شاندار کاموں کے متعلق لکھیں

(۱)

مولانا ابوالکلام آزاد — وکیل

وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا۔ اور زبان جادو وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور جس کی آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھی۔ وہ شخص جو مذہبی دُنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شورِ قیامت ہو کے خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ خالی ہاتھ دُنیا سے اُٹھ گیا......

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے اور مٹانے کے لئے اسے استدادِ زمانہ کے حوالہ کر کے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دُنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دُنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازشِ فرزندانِ تاریخ بہت کم منظرِ عام پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دُنیا کے کسی حصہ میں انقلاب کر کے دکھا جاتے ہیں مرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا اور اُس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے۔ ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال بنائے رکھا۔ آئندہ بھی جاری رہے اور اگر شورِ بختی مزاحمِ صلح و احسان نہ ہو تو کبھی کے ساتھ مشترک فرض کی واجبی شرکت کے ساتھ اور جامعہ اسلامیہ کے مبارک اصولوں کے ساتھ مرزا صاحب اس پہلی صف عشاق میں نمودار ہوئے تھے۔ جس نے اسلام کے لئے یہ ایثار گوارا کیا۔ کہ ساحت عہد سے لیکر بہار و خزاں کے سارے نظارے ایک مقصد پر۔ ہاں ایک شاہدِ رعنا کے پیمانِ وفا پر قربان کر دئے۔ سید احمد۔ غلام احمد۔ رحمت اللہ۔ آل حسن وزیر خان اور ابو المنصور یہ السابقون الاولون کے زمرہ کے لوگ تھے جنہوں نے باب مدافعت کا افتتاح کیا۔ اور تا آخر وقت تک مصروف سعی رہے اختلاف طبائع اور اختلاف مدارج قابلیت کے ساتھ ان کے ... اور اسی لئے اثر اور کامیابی کے لحاظ سے ان کے درجے بھی الگ الگ ہیں تاہم اس نتیجہ کا اعتراف بالکل ناگزیر ہے کہ مخالفین اسلام کی صفوں میں سب سے پہلے انہی حضرات نے برہم کیں + مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر اُن سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔ اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے۔ ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے اس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوحِ قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہو سکتا۔ جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا۔ اور مسلمان جو حافظ حقیقی کیطرف سے عالم اسباب و وسائط میں حفاظت کا وسیلہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے۔ ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دُنیا اسلام کی شمع عرفانِ حقیقی کو سرِ راہ منزلِ مزاحمت سمجھ کے مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گرمی کے لئے ٹوٹ پڑی تھیں۔ اور دوسری طرف ضعفِ مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا چونکہ خلاف مصلحت بعض شامت اعمال نے مفسدہ ۱۸۵۷ء کا نفس ناطقہ مسلمان قرار دے گئے تھے ... اور خاصکر انگلستان میں مسلمانوں کے خلاف پولیٹکل جوش کا ایک طوفان برپا تھا اور اس سے پادریوں نے صلیبی لڑائیوں کے داعیانِ راہِ فساد سے کم فائدہ نہ اُٹھایا ذریب تھا کہ خوفناک مذہبی جذبے ان حضرات کے میراثی عارفہ قلب کا جو اسلام کی خود رو سرسبزی کے سبب بارہ تیرہ صدیوں سے اُن میں نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتا چلا آتا تھا در مان ہو جائے۔ کہ مسلمانوں کیطرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی۔ جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہوا۔ اس مدافعت نے نہ صرف ...... کہ اُس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اُسکی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اسکے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے۔

اسکے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام دی ہے مرزا صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب اس وقت سے کہ سوامی دیانند نے اسلام کے متعلق اپنی دماغی مفلسی کی نوحہ خوانی جا بجا آغاز کی تھی انکا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ ان حضرات نے عمر بھر سوامی جی کا قافیہ تنگ رکھا جب وہ اجمیر میں آگ کے حوالہ کر دیئے گئے۔ اُس وقت سے آخر عمر تک مرزا صاحب برابر آریہ سماج کے چہرہ سے اُنیسویں صدی کے ہندو ریفارمر کا چڑھایا ہوا ملمع اُتارنے میں مصروف رہے اُن کی آریہ سماج کے مقابلہ کی تحریروں سے اس دعوے پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے۔ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظر انداز کی جا سکیں فطری ذہانت۔ مشق و مہارت اور مسلسل بحث و مباحثہ کی عادت نے مرزا صاحب میں ایک شانِ خاص پیدا کر دی تھی۔ اپنے مذہب کے علاوہ مذہبِ غیر پر انکی نظر نہایت وسیع تھی۔ اور وہ اپنی ان معلومات کا نہایت سلیقہ سے استعمال کر سکتے تھے تبلیغ و تلقین کا یہ ملکہ ان میں پیدا ہو گیا تھا۔ کہ مخاطب کسی قابلیت یا کسی مشرب و ملت کا ہو۔ اُن کے برجستہ جواب سے ایکدفعہ ضرور گہرے فکر میں پڑ جاتا تھا ہندوستان آج مذاہب کا عجائب خانہ ہے اور جس کثرت سے چھوٹے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں اور باہمی کشمکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہتے ہیں اسکی نظیر غالباً دُنیا میں کسی جگہ نہیں مل سکتی۔ مرزا صاحب کا دعوےٰ تھا۔ کہ میں ان سب کے لئے حکم و عدل ہوں۔ لیکن اس میں کلام نہیں۔ کہ ان مختلف مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی اُن میں بہت مخصوص قابلیت تھی اور یہ نتیجہ تھا اُن کی فطری استعداد کا۔ ذوقِ مطالعہ اور کثرتِ مشق کا۔ آئندہ امید نہیں ہے۔ کہ ہندوستان کی مذہبی دُنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اس طرح مذاہب کے مطالعہ میں صرف کر دے ٭ (وکیل)

(۲)

مرزا غلام احمد صاحب مرحوم و مغفور

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۲۶ مئی کی صبح کو لاہور میں انتقال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم ضلع گورداسپور کے ایک معزز خاندان کے رکن تھے۔ ہمیں اُنکے والد بزرگوار مرزا غلام مرتضےٰ صاحب اور اُنکے بڑے بھائی مرزا غلام قادر مرحوم سے بھی تعارف کی عزت حاصل تھی مرزا غلام مرتضےٰ صاحب اعلےٰ پایہ کے طبیب بھی تھے۔ رئیس بھی تھے اور صاحب رسوخ بھی تھے۔ چنانچہ مفسدہ ۱۸۵۷ء میں آپ نے گورنمنٹ کو کسی قدر فوجی امداد بھی دی تھی۔ مرزا غلام قادر صاحب کو جب ہم نے دیکھا وہ سپرنٹنڈنٹ دفتر فارسی ضلع گورداسپور تھے۔ مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء یا ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۲-۲۴ سال کی ہو گی اور ہم چشمدید شہادت سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ کاروبارِ ملازمت کے بعد ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا۔ عوام سے کم ملتے تھے ۱۸۷۷ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی ان دنوں میں آپ عبادت اور وظائف میں اسقدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بہت کم گفتگو کرتے تھے..................

...مگر آپ بناوٹ اور افترا سے بری تھے۔ مسیح موعود یا کرشن اوتار ہونے کے دعاوی جو آپ نے کئے۔ انکو ہم ایسا ہی خیال کرتے ہیں۔ جیسا کہ منصور کا دعوےٰ انا الحق تھا۔ مولوی نور الدین صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب عالم و فاضل بزرگ اور خواجہ جمال الدین صاحب بی اے اور خواجہ کمال الدین صاحب بی-اے۔ اور مولوی محمد علی صاحب ایم-اے جیسے نئی روشنی کے تعلیم یافتہ اصحاب انکے مریدانِ باصفا کے حلقہ میں ہیں۔ گو ہمیں ذاتی طور پر مرزا صاحب کے دعاوی یا الہامات کے قائل اور معتقد ہونے کی عزت حاصل نہ ہوئی مگر ہم انکو ایک پکا مسلمان سمجھتے تھے......... (زمیندار)

(۳)

سیکرٹری دیو سماج کے الفاظ

اگرچہ مرزا صاحب سے ذاتی طور سے ہماری کوئی واقفیت نہ تھی لیکن پھر بھی ہمیں جہاں تک ان کی کئی خوبیوں سے اور خصوصیتوں کو اور طرح سے جاننے کا موقعہ ملا ہے۔ انکے لحاظ سے ہم لوگ انہیں تعظیم کا مستحق خیال کرتے ہیں۔

وہ اسلام کے مذہبی لٹریچر کے خصوصیت سے عالم تھے سوچنے اور لکھنے کی اچھی طاقت رکھتے تھے۔ کتنی بڑی بڑی کتابوں کے مصنف تھے۔ ہمارے بانی سے اگرچہ ان کی ملاقات نہ تھی مگر وہ آج سے شاید اٹھائیس برس پہلے ان کے رسالہ براد رہند میں چھپنے کے لئے اپنے بعض مضامین بھیجا کرتے تھے۔ مرزا صاحب اپنے خاص عقائد اور ارادہ کے پکے تھے۔ اس لئے انہیں اپنی راہ میں بہت سخت مخالفتیں اور بدنامیاں سہنی پڑیں مگر وہ اُن پر قائم رہے یہ امر عجیب ہے اور سوچنے کے قابل ہے کہ ان کی یہ مخالفت اور بدنامی سب سے زیادہ ان لوگوں کی طرف سے ہوتی رہی کہ جو اسی معبود کی پرستش اور اس کی کلام کی پیروی کا دم بھرتے ہیں۔ کہ جس کی ستائش اور جس کے دین کی حمایت کے لئے مرزا صاحب مرحوم اپنی طاقتوں کو نہایت جوش اور سرگرمی کے ساتھ خرچ کرتے رہے ٭.......... (جیون تت)

(۴)

مرٹھ پرچارک کی رائے

مرزا صاحب کا وجود ان کے تین چار لاکھ مریدوں کے لئے نہایت مبارک تھا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے مریدوں کی زندگی پر بہت غیر معمولی اثر ڈالا۔ اگرچہ ہم مرزا صاحب مرحوم کی تمام مذہبی تعلیم اور خیالات سے کلی اتفاق نہیں رکھتے اور نہ اُنکے دعووں کو درست سمجھتے ہیں۔ لیکن ہم یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ وہ کیا بلحاظ لیاقت اور

جلد ۵ | بیت المسیح لاہور ۔ یک شنبہ ۲۲ شعبان ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۲ جون ۱۹۱۸ء | نمبر ۹۲

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش آنیوالی مصائب اور بہشت کی لذات

خدا تعالیٰ نے اس وقت ایک صادق کو بھیجکر چاہا ہے کہ ایسی جماعت تیار کرے ۔ جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرے ۔ میں دیکھتا ہوں کہ بعض کچے لوگ داخل ہو جاتے ہیں اور پھر ذراسی دھمکی ملتی ہے اور لوگ ڈراتے ہیں تو پھر خط لکھ دیتے ہیں کہ ہم کو تعقیب کر لیا جاوے ؟ بتاؤ انبیاء علیہم السلام اس قسم کے تعقید کیا کرتے ہیں ؟ کبھی نہیں وہ دلیر ہوتے ہیں اور انہیں کسی مصیبت اور دکھ کی پرواہ نہیں ہوتی وہ جو کچھ لاتے ہیں اسے چھپا نہیں سکتے خواہ ایک شخص بھی دنیا میں ان کا ساتھی نہ ہو وہ دنیا سے پیار نہیں کرتے ۔ ان کا محبوب ایک ہی خدا ہوتا ہے ۔ اور اس راہ میں ایک مرتبہ نہیں خواہ ہزار مرتبہ قتل ہوں اس کو پسند کرتے ہیں ۔ اس سے سمجھ لو کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچے تعلق کا مزا اور لطف نہیں تو پھر یہ گروہ کیوں مصائب اٹھاتے ہیں ؟ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات کو پڑھو کہ کفار نے کس قدر دکھ آپ کو دیئے ۔ آپ کے قتل کا منصوبہ کیا گیا ۔ طائف میں گئے تو وہاں سے خون آلود ہو کر پھرے ۔ آخر مکہ سے نکلنا پڑا مگر یہ بات معمولی نہ تھی ۔ اور جس کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے اسے ایک آن کے لئے بھی نہ چھوڑا ۔ یہ مصائب اور تکالیف کبھی برداشت نہیں ہو سکتیں ۔ جب تک اندرونی کشش نہ ہو ۔ ایک غریب انسان کے لئے دو چار دشمن بھی ہوں وہ تنگ آجاتا ہے ۔ اور آخر صلح کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے ۔ مگر وہ جس کا سارا جہان دشمن ہو وہ کیونکر اس بوجھ کو برداشت کریگا ۔ اگر قوی تعلق نہ ہو عقل اس کو قبول نہیں کر سکتی ۔ مختصر یہ کہ خدا تعالیٰ کی محبت کی لذت ساری لذتوں سے بڑھ کر تر و تازہ ثابت ہوتی ہے ۔ پس وہ لذات جو بہشت میں ملیں گی ۔ یہ وہی ملتفر ہیں جو پہلے اٹھا چکے ہیں ۔ اور وہی ان کو سمجھتے ہیں جو پہلے اٹھا چکے ہیں +

وہ نعمتیں کیسی ہونگی

اگر کہو کہ وہ نعمتیں کیسی ہونگی ؟ تو اس کا جواب صاف ہے ۔ اللہ تعالیٰ خلق جدید پر قادر ہے ۔ بجز وانسان کا اپنا وجود بھی عجیب ہے جس قطرہ سے پیدا ہوتا ہے وہ کیا چیز ہے ؟ پھر خیال کرو کہ اس سے کیسا اچھا انسان بنتا ہے ۔ کیسا عقلمند خوبصورت ۔ بہادر ۔ پھر وہی خدا ہے جو دوسرے جہان میں خلق جدید کرے گا ۔ دیکھنے میں وہ لذات اور میوہ جات ہیں مگر وہ ایسے نہیں کھانے میں ایسے لذیذ ہونگے کہ کسی آنکھ نے نہیں دیکھا نہ کسی کان نے سنا ۔ اور نہ کسی زبان نے ان کو چکھا ۔ اور نہ دل میں خیال گذرے +

لذات بہشت میں ایک اور خوبی بہشت کی لذات میں ایک اور خوبی ہے دنیاوی لذتوں میں اور جسمانی لذتوں میں نہیں ہے مثلاً انسان روٹی کھاتا ہے تو دوسری لذتیں اسے یاد نہیں رہتی ہیں مگر بہشت کی لذات نہ صرف جسم ہی کے لئے ہوں گی بلکہ روح کے لئے بھی لذت بخش ہوں گی ۔ دونوں لذتیں اس میں اکٹھی ہونگی ۔ اور پھر اس میں کوئی کثافت نہ ہوگی ۔ اور سب سے بڑھ کر جو لذت ہے وہ یہ ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا ۔ مگر دیدار الٰہی کے لئے یہ ضروری ہے ۔ کہ یہاں ہی سے طیاری ہو اور اس کے دیکھنے کے لئے یہاں ہی سے انسان آنکھیں لے جاوے ۔ جو شخص یہاں طیاری کر کے نہ جاویگا وہ وہاں محروم رہیگا ۔ چنانچہ فرمایا من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی ۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ جو لوگ یہاں نابینا اور اندھے ہیں وہ وہاں بھی اندھے ہوں گے ۔ نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ دیدار الٰہی کے لئے یہاں سے حواس اور آنکھیں لے جاوے اور ان آنکھوں کے لئے ضرورت ہے تبتل کی ۔ تزکیہ نفس کی ۔ اور یہ کہ خدا تعالیٰ کو سب پر مقدم کرو ۔ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ دیکھو ۔ سنو اور بولو ۔ اسی کا نام فنا فی اللہ ہے ۔ اور جب تک یہ مقام اور درجہ حاصل نہیں ہوتا نجات نہیں ۔ ہاں یہ اعتراض ہوتا ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا تعلق قوی اور محبت صافی تب ہو سکتی ہے جب اس کی ہستی کا پتہ لگے ؟ دنیا اس قسم کے شبہات کے ساتھ خراب ہوئی ہے ۔ بہت سے تو کھلے طور پر دہریہ ہو گئے ہیں ۔ اور بعض ایسے ہیں جو دہریہ تو نہیں ہوئے ۔ مگر ان کے رنگ میں رنگین ہیں ۔ اور اسی وجہ سے دین میں سست ہو رہے ہیں ۔ اس کا علاج یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں تا ان کی معرفت زیادہ ہو اور صادقوں کی صحبت میں رہیں جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نصرت کے تازہ بتازہ نشان دیکھتے رہیں ۔ پھر وہ جس طرح پر چاہیگا اور جس راہ سے چاہیگا ۔ معرفت بڑھا دیگا اور بصیرت عطا کریگا اور تسلی تامہ ہو جائیگی +

اللہ تعالیٰ سے محبت خوف ایمان پر موقوف ہے

یہ بالکل سچ ہے کہ جس قدر اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی عظمت پر ایمان ہوگا اسی قدر اللہ تعالیٰ سے محبت اور خوف ہوگا ۔ ورنہ غفلت کے ایام میں جرائم پر دلیر ہو جائیگا ۔ اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کی عظمت اور جبروت کا رعب اور خوف ہی دو ایسی چیزیں ہیں جن سے گناہ جل جاتے ہیں ۔ اور قاعدہ کی بات ہے کہ جن اشیاء سے ڈرتا ہے ۔ پرہیز کرتا ہے ۔ مثلاً جانتا ہے کہ آگ جلا دیتی ہے ۔ اس لئے آگ میں ہاتھ نہیں ڈالتا ۔ یا مثلاً اگر یہ علم ہو کہ فلاں جگہ سانپ ہے ۔ تو اس راستہ سے نہیں گذریگا ۔ اسی طرح اگر اس کو یقین ہو جاوے کہ گناہ کا زہر اس کو ہلاک کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت سے ڈرے اور اس کو یقین ہو ۔ وہ گناہ ناپسند کرتا ہے ۔ اور گناہ پر غیرت سزا دیتا ہے تو اسکو گناہ پر دلیری اور جرأت نہ ہو اور یہی طرح سے چلتا ہے جیسے مردہ جاتا ہے اسکی روح ہر وقت خدا تعالیٰ کے آستانہ پر ۔۔۔

ہمارا مقصود

یہ امور ہیں جو ہم اپنی جماعت میں پیدا کرنا چاہتے ہیں ۔ اور ان کی ہی اشاعت ہمارا مقصود ہے میں یقیناً جانتا ہوں ۔ اور کھول کر کہتا ہوں ۔ کہ انہی امور کی پابندی سے مسلمان مسلمان ہونگے ۔ اور اسلام دوسرے ادیان پر غالب آئیگا اگر خدا تعالیٰ مسیح کی موت یا مسیح موعود ہونے کے امور کو ہماری راہ میں نہ ڈال دیتا تو ہمیں کچھ بھی ضرورت نہ تھی ۔ کہ عیسیٰ کہلاتے مگر میں کیا کر سکتا ہوں جبکہ خود اس نے مجھے اس نام سے پکارا اور اس کی اشاعت اور اعلان پر مجھے حکم دیا +

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ ۳۱ مئی یعنی جمعہ کی شام کو بمبئی میل سے بمعہ عیال شملہ تشریف لیگئے ۔ روانگی کیوقت طبیعت کسی قدر ناساز تھی اور شملہ پہنچکر بھی ابھی تک ناساز ہے ۔ جیسا کہ تار سے معلوم ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جلدی صحت عطا فرماوے ۔ احباب آپ کے لئے دعا فرمائیں +

بٹالہ میں کامیاب مباحثہ بٹالہ میں کئی مہینوں سے حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ تشریف فرما ہیں ۔ اور وہاں کے محمودیوں سے بالخصوص مباحثات وغیرہ کر رہے ہیں آخر ان لوگوں نے خود تاب مقابلہ نہ لا کر سید دلاور شاہ اور میاں عبد العزیز بیامرد خورد حکیم صاحب موصوف کو بلوایا ۔

چار دن ۲۴ ۔ ۲۵ ۔ ۲۶ ۔ ۲۷ مئی مسئلہ کفر پر خوب بحث گرم رہی ۔ اگرچہ پہلے روز ہمارے احباب نے اس بات پر زور دیا کہ کسی طرح تحریری اور باضابطہ بحث ہو ۔ مگر محمودیوں نے اس سے پہلو تہی کی ۔ اور زبانی بحث ہی شروع ہو گئی ۔ پانچ پانچ منٹ اور اس کے بعد دس دس منٹ سوال جواب ہوتے رہے ہماری طرف سے یہ مطالبہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نبی اور امتی یہ دونوں حقیقتیں باہم متبائن اور متناقض ہیں تو پھر کسطرح دو متناقض اور متضاد حقیقتوں کو رکھتے ہوئے بھی کوئی شخص نبی ہو سکتا ہے ۔ اور یہ بھی مطالبہ تھا کہ حضرت صاحب اگر درحقیقت نبی تھے تو صرف نبی کیوں نہیں کہلا سکتے تھے جبکہ قرآن اور صحف انبیاء اور احادیث میں انبیاء کے متعلق خالی نبی کا لفظ ہی آیا ہے ۔ اور اس لفظ نبی کے ساتھ کوئی اور لفظ نہیں لگایا گیا ۔ تو اسی نبی کا ایک مرکب نام بنانے اور نبی کے لفظ کے ساتھ مجازی یا استعارہ لفظ لگانے کی کیوں ضرورت ہوئی ۔ اگر حضرت صاحب نبی تھے ۔ تو آپ نے کیوں لکھا ہے ۔ کہ میں مجازی طور پر یا استعارہ کے طور پر نبی ہوں حقیقت میں نبی نہیں اور کیوں فرمایا ہے کہ ما یعنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولیٰ ۔ جب مجرد لفظ کے ساتھ ایک اور لفظ لگانے سے اسکے معنے اور ہو جاتے ہیں تو ان تشریحات میں کہ استعارہ کے طور پر اسکو نبی اور رسول کہا گیا ۔ (نزول المسیح ص ۵) یا سمیت نبیاً من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے ڈاکٹر ۔۔۔ باہتمام ۔۔۔ پرنٹر ۔۔۔ دفتر پیغام صلح سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

احمدیہ پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - یکشنبہ ۲ جون ۱۹۱۸ء نمبر ۹۲-۹۳

ذرات عالم کا مذہب

مذہب اور سائنس میں مطابقت

(۱)

"ذرات عالم کا مذہب" کے عنوان سے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے ایک نہایت قابلانہ اور دلچسپ بحث مذہب اور سائنس کے متقابلہ اصولوں پر اسلامک ریویو کی ایک تازہ اشاعت میں کی ہے جس میں آپ آیت کریمہ افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعًا وکرھًا والیہ یرجعون سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک ظاہر بین اور سرسری نظر کرنے والے کے خیال میں مذہب اور سائنس بیشک دو ضدین علوم ہونگی جن کا یکجا جمع کرنا محال نظر آئیگا لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس قدر ترقی اور تحقیقات بھی ہمہ دان سائنس ہیں کریں۔ وہ سب کی سب اس ایک الہام قرآنی کے ماتحت آجاتی ہیں کہ ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعًا وکرھًا یعنی جو کچھ آسمان اور زمینوں میں ہے چارو ناچار اس کو خدا کا حکم ماننا پڑتا ہے۔ ہاں اگر مذہب کی تعریف یوں کی جاوے کہ کسی ایک انسان یا ایک تاریخی واقعہ پر ایمان لے آؤ۔ یا خدا کو بعض صفات کا ایک خارق عادت رنگ میں ظاہر ہونا مان لو اور اعتقاد یہ رکھو کہ ان باتوں پر صرف لفظی ایمان لانے سے اعمال صالحہ کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ اور نجات خود بخود حاصل ہو جاتی ہے۔ اور ایک معجزہ کے رنگ میں جس قدر بدیاں اور گند انسان میں تھے وہ سب خوبیاں اور محاسن بن جاتے ہیں بالغرض اگر اس قسم کے بے معنے اور غیر معقولی عقاید کا نام مذہب ہے تو بیشک مذہب اور سائنس کو ایک دوسرے سے تعلق نہیں اور ایک کا حاضر ہونا دوسرے کی عدم موجودگی کا باعث ہے لیکن برخلاف اس کے اگر مذہب کا مفہوم یہ سمجھا جائے کہ اس میں چند قابل عمل قوانین ہوں جو ہماری فطرت اور ہماری استعدادوں کے ظہور کا باعث ہوں۔ اور ان کو کمال تک پہنچانے کی راہ بتائے۔ اور بعض ایسی باتیں ہوں کہ جن پر عمل کرنے سے وہ ہمارے قوا سے بجد ترقی کریں تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح ایک ذی فہم انسان مذہب اور سائنس کو ناقابل اجتماع ضدین خیال کر سکتا ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ ایمان کی ابتدا غیب اور نامعلوم اشیاء کو تسلیم کرنا ہی ہوتی ہے۔ لیکن کیا ہر ایک علم اور سائنس بھی اسی طرح شروع نہیں ہوتے علم کا تو مقصد یہی ہے کہ نامعلوم علموں میں طبع آزمائی کی جائے۔ ہر ایک نامعلوم چیز اس کی کوششوں کو تیز کرنے کے لئے مہمیز کا کام دیتی ہے۔ اور اشیاء کی نامعلوم صفات ہی اس کو اس بات کے لئے اکساتی ہیں کہ وہ کوشش کرے اور نئی نئی باتیں اپنے علم میں بڑھائے۔

سائنس کسی چیز کی خالق نہیں۔ ہر ایک علم کی ابتدا بعض ان نہ تبدیل ہونے والے قوانین پر ایمان لانا ہے جن کے ماتحت مادہ اپنے مختلف خواص کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اصطلاح سائنس میں "خاصیت" انہی نتائج کا نام ہے جو مادہ کے بعض مقررہ قوانین کے ماتحت کام کرنے سے اخذ ہوتے ہیں۔ انہی خاصیتوں کو معلوم کرنا سائنس کا مقصد اولیٰ ہے اور انہی قوانین کی مطابقت کرنے سے عجیب عجیب مسرت راز کا انکشاف اہل سائنس پر ہوتا ہے۔ اگر مادہ کا ظہور ایک قوت بالارادہ سے ہی ہوا ہے۔ تو تمام قوانین کا منبع اور سرچشمہ بھی اسی ذات پاک کو ہونا چاہیئے۔ پس تمام تجربات سائنس کا مقصد یہی ہے کہ خدا کے ان بنائے ہوئے قوانین کو دریافت کریں جو ذرات عالم پر حکمران ہیں۔ اور جن کی کامل اطاعت کرنے سے مادہ کی مختلف خاصیتوں کا ظہور ہوتا ہے یعنے خدائی قوانین قدرت کی فرمانبرداری اور اطاعت ہی سائنس کا سب سے اہم اور بنیادی اصول ہے۔ یہ اطاعت اور فرمانبرداری ذرات کی فطرت میں موجود ہے۔ اور اس کو ہم ذرات عالم کے مذہب کے نام سے نامزد کر سکتے ہیں۔

جو کوئی مناظر قدرت کو سرسری نگاہ سے بھی دیکھیگا تو وہ ضرور بالمشاہدہ دیکھیگا کہ قدرت کے تمام اجزا بعض مقررہ قوانین کی کامل اطاعت کرتے ہیں۔ اور ان میں سرمو فرق نہیں کرتے۔ ان کی ہستی ان کا ایک دوسرے کی مدد کرنا ایک دوسرے کے کام آنا جس پر تمام عالم کے مفید اور متحد نظم و نسق کا دارومدار ہے یہ سب باتیں ان قوانین مذکورہ کی کامل پیروی اور مطابقت پر منحصر ہیں۔ فرض محال اگر ایک ناچیز ذرہ ایک لمحہ کے لئے اپنے مقررہ راستہ سے بھٹک جائے تو یقینًا ساری کائنات کا تانا بانا درہم برہم ہو جائے۔ سا فیچہ بلکہ اور نقصان ہو۔ سورج چاند ستارے۔ دن رات موسم درخت سمندر وغیرہ کسی چیز پر غور کرکے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ سب اپنے مقررہ راستوں پر قدم مار رہے ہیں۔ اور تاریخ عالم میں کسی لمحہ کے لئے بھی انہوں نے قوانین کی اطاعت سے منہ نہیں موڑا۔ قرآن نے اس حقیقت کو جدید سائنس سے کہیں پہلے واضح کیا۔ آج سے تیرہ سو سال پہلے فرمایا۔

"وللہ یسجد من فی السموات والارض طوعًا وکرھًا وظللھم بالغدو والاصال" (سورہ رعد آیت ۱۶) ترجمہ "اور جس قدر مخلوقات آسمان و زمین میں ہے چارو ناچار سب اللہ کے آگے سربسجود ہیں اور صبح و شام ان کے سائے بھی"۔

الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السموات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس (سورہ حج ۱۸ آیت) ترجمہ۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ کی فرمانبرداری کرتا ہے جو کچھ زمین میں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چارپائے اور بہت سے لوگ۔

پھر سورہ یٰسین میں فرمایا۔ وآیۃ لھم الیل نسلخ منہ النھار فاذا ھم مظلمون ۝ والشمس تجری لمستقر لھا ذالک تقدیر العزیز العلیم ۝ والقمر قدرنٰہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم ۝ لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا الیل سابق النھار وکل فی فلک یسبحون (آیت ۳۷ تا ۴۰) ترجمہ اور ان کے لئے ایک نشانی رات ہے۔ ہم اس میں سے دن کو کھینچ کر نکال لیتے ہیں۔ تو بس یہ لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ اور آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے۔ یہ اندازہ خدا کا باندھا ہوا ہے۔ جو زبردست اور آگاہ ہے۔ اور چاند اس کے لئے ہم نے منزلیں ٹھہرا دیں یہاں تک کہ گھٹتے گھٹتے وہ ایسا رہ جاتا ہے جس طرح کھجور کی پرانی ٹہنی۔ نہ تو آفتاب ہی سے بن پڑتی ہے۔ کہ مہتاب کو جا لے۔ اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے۔ یہ سب اپنے اپنے مدار میں سفر کر رہے ہیں۔

خوفناک آتشزدگی

۲۹-۳۰ مئی ۱۹۱۸ء کی درمیانی رات لاہور میں اہل خرد و ہوش کیلئے سخت عبرت انگیز تھی۔ وہ مکان جو لہو الحدیث سے بھی کسی قدر بڑھکر سامان لعب اپنے اندر رکھتا تھا۔ جہاں آئے دن مس نواب تیلی اور کس کس نام کی مشہور طوائفوں کو مختلف اطراف ملک سے لاکر بڑے بڑے اشتہارات سے لوگوں کو خواہش کی طرف بلایا جاتا تھا وہی اور وہ مقام تعیش بھی جو اسی قسم کی لہو و لعب اور خواہشات کا مرکز ہونے کے ساتھ اس سے بالکل ملحق بھی تھا۔ آخر غضب الٰہی کا شکار ہو کر آگ کی نذر ہو گیا گیٹی تھیٹر لاہور جس میں سب سے پہلے آگ شروع ہوئی اپنی عالیشان اور شاندار عمارت کیوجہ سے لاہور بلکہ پنجاب بھر میں بے نظیر تھیٹر تھا۔ لیکن الٰہی غضب کی آگ جو بھڑکی تو بڑھتی ہی چلی گئی۔ اور باوجود از حد کوششوں کے رات کے دو بجے تک فرو ہونے میں نہ آئی میونسپلٹی کے انجن فائر بریگیڈ بھی موقعہ پر پہنچ گئے۔ اور باقی ذرائع میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن آگ مکان کے دوسرے حصہ سے گذر کر ملحقہ مکان میں بھی پہنچ چکی تھی جو بعض طوائفوں کی کمائی گاہ تھا۔ یہ نظارہ ہولناک۔ شہر کی ہر ایک بلندی سے بخوبی نظر آتا ہو سمجھنے والوں کے لئے سخت عبرت کا موجب تھا۔ لوگ پوچھتے ہیں یہ آگ کیونکر لگی۔ اور بتانے والے اس کے کچھ نہ کچھ اسباب بتاتے بھی ہیں لیکن کوئی غور کرنیوالا ہو تو دیکھے کہ سوائے غضب الٰہی کے اور کوئی سبب اس کا نہیں بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بیجا نہیں کہ ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ان الفاظ سے ہمارا مطلب ان لوگوں پر کوئی طعن کرنا نہیں جو اس سخت آفت کا شکار ہوئے ہیں۔ بلکہ اس نقصان میں ہمیں ان سے پوری ہمدردی ہے۔ ہاں جہانتک ایسے واقعات کا انسان کے اپنے اعمال سے تعلق ہو سکتا ہے۔ ہم کردنی خویش آمدنی پیش کا تلخ سبق بھی ہم انہیں سنا دینا نہایت ضروری سمجھتے ہیں ممکن ہے آئندہ کوئی اصلاح کی صورت پیدا ہو جائے۔ اور عبرتناک سزاؤں کو دیکھکر آئندہ ایسی راہوں سے پرہیز کریں۔ جو ان ہولناک واقعات کا سبب اصلی قرار دی جا سکتی ہیں۔

اترا کھنڈ میں قحط اور برادران وطن کا جوش

اترا کھنڈ گڑھوال وغیرہ پہاڑی علاقوں میں ہم ... قحط کی خبر ہم پیشتر ازیں دے چکے ہیں اور یہ بھی بتا چکے ہیں کہ برادران ہنود نے ہندوؤں کو بچانے کے لئے اپیلیں پر اپیلیں شائع کی ہیں۔ اور بیشمار روپیہ اور آدمی اپنی طرف سے وہاں امداد اور تحقیقات حالات کے لئے بھیجے ہیں۔ ہمارے ناظرین یہ سن کر حیران ہونگے کہ یہ اپیلیں یونہی نہیں گئیں۔ بہت سی ہندو سوسائٹیوں نے اپنے اپنے زیر اہتمام خاص اسی مقصد کے لئے سرمائے قائم کئے جو ہم دیکھتے ہیں۔ پوری کامیابی حاصل کر چکے ہیں۔ اور اگرچہ قحط زدہ علاقوں سے موصول شدہ خطوط سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اب قحط نہیں رہا۔ اور آئندہ کبھی پھر سخت ہولناک قحط پڑنے کا اندیشہ نہیں تاہم روپیہ کے ڈھیروں ڈھیر جمع ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اور سینکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد تک ہر ایک سوسائٹی کے قائم کردہ سرمایہ میں پہنچ چکا ہے۔ پرسوں ہی کی خبر ہے کہ لالہ ہنسراج جی کی اپیل پر صرف ان کے پاس اس وقت تک بیس ہزار روپیہ آ چکا۔ اور ابھی اور چلا آتا ہے لیکن مسلمان ہیں کہ ان کے کانوں پر جوں نہیں رینگی۔ نہیں پتہ بھی نہیں کہ انہیں علاقوں میں مسلمان اور غریب و نادار مسلمان بھی آباد ہیں پھر بچانے کی صورت ہو تو کیونکر؟ امرتسر سے ایک اشاعت اسلام کانفرنس ایک انجمن نے اس کے لئے آواز بلند کی ہے۔ لیکن ابھی تک اسکی تحریک مقامی ہے۔ جو معلوم نہیں کہانتک اس کام میں بھی کامیاب ہوئی ہے۔ ایسا ہی مسلمانوں کے دوسرے قومی کاموں کا حال ہے۔ اکثر موقعوں پر تو دیتے نہیں۔ اور جہاں دیتے ہیں وہاں لینے والے ہضم کر جاتے ہیں۔ کاش کوئی ان متقابلہ حالات پر غور کرکے اصلاح حال کی طرف متوجہ ہو۔

کانفرنس گزٹ

اس نام کا ایک ماہوار رسالہ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے زیر ادارت آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ جو کیا بلحاظ لکھائی چھپائی اور کاغذ اور کیا ان بیش بہا مضامین کی وجہ سے جو مختلف تعلیمی انجمنوں اور کانفرنسوں کے حالات پر مشتمل ہونے کے علاوہ مسئلہ تعلیم اور سائنس کے متعلق قیمتی معلومات سے مملو ہیں۔ اس قابل ہے کہ ملک کے بہترین رسالوں میں اس کا شمار کیا جائے۔ بلکہ یہ کہنا غیر حق بجانب نہیں کہ یہ رسالہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے تمام ملک بھر میں ایک ہی رسالہ ہے۔ تین مختلف شعبوں پر رسالہ کو تقسیم کیا گیا ہے۔

حصہ اول میں مسلمانوں کی تعلیمی جدوجہد اور مختلف تعلیمی انجمنوں کے حالات۔

حصہ دوم میں مسایل تعلیمی پر بحث

حصہ سوم میں سائنس یا علوم جدیدہ کے متعلق معلومات ہیں پہلے دونو حصص مولانا موصوف کی زیر ادارت ہیں۔ اور تیسرے حصہ کی ادارت کا کام پروفیسر ضیاء الدین صاحب ایم اے پی ایچ ڈی نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ جو علوم جدیدہ میں خاص طور پر مہارت رکھتے ہیں ہمارے سامنے اس وقت پہلا نمبر ہے۔ جس میں بہت سے قیمتی اور بیش بہا مضامین درج ہیں ضرورت ہے کہ اس رسالہ کو موجودہ اجنبی خشک کلات اندھا دھند زمانہ سے بچانے اور اسکی قیمتی معلومات سے فائدہ اٹھانے کیلئے عام طور پر لوگ اسے خریدیں۔ اور اسکی خریداری کے حلقہ کو وسیع کرنیکی کوشش کریں۔ قیمت سالانہ ہے کچھ زیادہ نہیں۔ دفتر آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علیگڈھ سے مل سکتا ہے۔

موجود ہے۔ اسی طرح سے خصوصیت سے قرآن مجید میں احمد کے نام سے اور حدیث میں نبی اللہ اماممکم منکم کے الفاظ سے حضرت مسیح محمدی کی تخصیص کی گئی "

ہم نہیں جانتے کہ میاں ظہیر الدین صاحب کا اس معاملہ کو دوبارہ چھیڑنے سے کیا مطلب ہے کیا وہ یہ چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کو حقیقی اور صاحب شریعت نبی ہی سمجھا جائے ہ ایسا تو ہرگز نہیں ہو سکتا جبکہ وہ اسکے خلاف تحریر لکھکر دے چکے ہیں۔ اور سلسلہ نبوت کو آنحضرت صلعم پر منقطع قرار دے چکے ہیں۔ اسمہٗ احمد کی پیشگوئی کا مصداق حقیقی آنحضرت صلعم کو ہی بتا چکے ہیں اور حضرت مسیح کے الہامات اور کلام کو نبی کریم صلعم کے الہام اور کلام کے ماتحت اور مؤخر الذکر کو اول الذکر پر مقدم قرار دے چکے ہیں پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ چند ہی دن بعد اس کا عقیدہ یوں ناگہانی بدل جائے اور فوراً وہ کچھ کا کچھ کہنے لگ جائیں۔ اس لئے ہمیں ڈر ہے کہ یہ جو اشتہارات شائع ہوتے اور چٹھیاں لکھی جا رہی ہیں۔ یہ اُن کی اپنی طرف سے نہیں۔ آخر ع

کوئی تو ہے اس پردۂ زنگاری میں

یہ آواز میاں ظہیر الدین کی آواز نہیں۔ بلکہ کسی اور شخص کی آواز ہے جو اُن کے منہ کے ذریعہ سے بولتا ہے۔ اور اُن کے دلی عقائد کے خلاف ان سے اس قسم کی باتیں لکھوا تا اور شائع کرتا ہے۔

چنانچہ اس کا یہ ایک اور کھلا ثبوت ہے۔ کہ آج ہی انہی میاں ظہیر الدین کی طرف سے ایک اور چٹھی موصول ہوئی ہے جس میں وہ صاف لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"میں نے سُنا ہے کہ میری کسی تحریر پر جو ڈاکٹر نور محمد صاحب نے شائع کی ہے بعض احباب کو یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ گویا میں حضرت مسیح موعود کو نبوت مستقلہ کا مدعی سمجھنے لگ گیا ہوں یہ سراسر غلط فہمی ہے۔ میرا خدا گواہ ہے کہ میں حضرت مرزا صاحب کو سچے دل سے محدث یقین کرتا ہوں نہ نبوت مستقلہ کا مدعی۔ ہاں محدث بمعنے نبی مانتا ہوں اور شرح صدر سے اس اعتقاد پر قائم ہوں کہ براہین احمدیہ حصہ سوم کے زمانہ سے لیکر براہین احمدیہ حصہ پنجم کے زمانہ تک حضرت مسیح موعود ایک ہی مفہوم کے ساتھ اپنے آپکو محدث بمعنے نبی کہتے رہے۔ پس میری کسی تحریر سے اس عقیدہ کے خلاف کوئی بات پیدا کرنا محض شرارت ہے۔ اور انشاء اللہ آئندہ میں اس بات کا خیال رکھونگا۔ کہ صرف وہی الفاظ استعمال کیا کروں جو حضرت مسیح موعود نے استعمال کئے ہیں"

اس تحریر سے صاف عیاں ہے کہ میاں ظہیر الدین صاحب کے جو کچھ اشتہارات آجکل شائع ہو رہے ہیں۔ یہ اُن کے اپنے دلی خیالات وصحیح عقائد کا آئینہ نہیں۔ بلکہ بعض مذہبی قسم کی ریشہ دوانیوں کا اثر ہیں۔ جن کا پتہ لگانا کوئی مشکل امر نہیں ❊

بقیہ مضمون از صفحہ اول کالم ۳ :۔

کہنے سے صرف مفرد نبی کے معنے کس طرح قائم رہے۔ اور نیز یہ بھی مطالبہ تھا۔ کہ جب حضرت عیسیٰؑ کو امتی کہنا ایک کفر ہے (براہین حصہ پنجم ص۱۹۲) تو حضرت صاحب کو باوجود نبی ہونے کے امتی کہنا کیوں کفر نہیں اور ایک یہ بھی مطالبہ تھا۔ کہ بموجب تحریر حضرت صاحب کہ اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی اسمیں ہتک ہے (الوصیت ص۱۱) اگر امتی نبی بھی نبی تھا۔ تو ہزارہا انبیاء کا صرف نبی کہلانا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہتک نہ ہو لیکن آنحضرتؐ کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی بننے والے کے لئے صرف نبی کہلانا موجب ہتک ہو۔ اسی قسم کے اور بھی کئی مطالبات تھے جن کی مفصل کیفیت خود حکیم صاحب لکھیں گے انشاء اللہ تعالےٰ۔

مگر ان تین چار روز میں اُنکی طرف سے بجز چند بے تعلق حوالے پڑھنے کے کوئی بھی جواب نہ تھا۔ اور پھر بار بار وہی عبارت پڑھ دیتے جس سے سامعین اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ مبلغین قادیان نے کوئی جواب ان باتوں کا نہیں دیا۔ اُنکی زیادہ تر بحث لعنت ثانی حضرت نبی کریمؐ پر تھی۔ اور اسی کو وہ زیادہ بار بار پیش کرتے تھے مگر حکیم صاحب نے اُنکو اس کا جواب حضرت صاحب کی کتب سے نہایت معقول دیا اور بتلایا کہ یہ عموم میں سے خصوصیت کا ذکر ہے۔ ..... اس کا حوالہ بھی آئینہ کمالات اسلام سے پڑھ کر سنایا۔ اور ملک خوب سمجھ گئی کہ ان کا جواب نہایت صحیح ہے۔ خود اُنکی پارٹی کے ذی علم لوگ اس بات کو محسوس کر گئے کہ ہمارے مبلغین عہدہ برا نہیں ہو سکے۔ اور دوسرے لفظوں میں حکیم صاحب کی نسبت انہوں نے کہدیا کہ انکو علم زیادہ ہے اسلئے ان کی تقریر غالب رہتی ہے۔ اور پبلک جس میں عیسائی۔ ہندو مسلمان۔ سکھ بھی شامل رہے ہیں وہ اس بات کی شہادت دے سکتے ہیں کہ حکیم صاحب کی تقریر ہر پہلو سے غالب اور کامیاب رہی ہے۔

ایک روز محمودیوں نے جب اپنی شکست کو محسوس کیا تو یہ بھی کہا۔ کہ شملہ کا مباحثہ پڑھ دیا جاوے چنانچہ حکیم مرہم عیسیٰ نے بخوشی اسکو منظور کیا اور خود بھی حکیم صاحب اپنے ساتھ وہ فیصلہ جو منصف شملہ نے کفر و اسلام کی نسبت دیا تھا لیتے آئے۔

جب محمودیوں نے دیکھا کہ اس کا اثر برا پڑیگا تو پھر انہوں نے اسکے پیش کرنے کی جرأت نہ کی۔ اور بات کو پی گئے۔

پھر آخر روز سید دلاور شاہ صاحب نے فرمایا کہ آج مباحثہ نکیا جائے چنانچہ میں نے کھڑے ہو کر کہدیا کہ اب مباحثہ نہیں ہوگا مگر بعض پبلک کے لوگوں نے زور دیا کہ ہم اتنے دور سے آئے ہیں۔ کچھ تو ہونا چاہیئے۔ چنانچہ حکیم مرہم عیسیٰ صاحب نے حضرت کی نبوت پر تقریر کی۔ اور پھر انہوں نے بھی تقریر کی یعنی وہی حوالے پڑھنے لگ گئے۔ اور لعنت ثانی پر کچھ کہا۔ اسکے بعد پبلک میں سے چند ایک آدمیوں نے چاہا کہ کھڑے ہو کر ہم فیصلہ سنائیں۔ مگر انکو روک دیا گیا اس لئے کہ تا محمودی دل شکستہ نہ ہو جاویں۔

اسکے بعد انہوں نے یعنی محمودی مبلغین نے کہا کہ ہم آج رات ۱۲ بجے چلے جائینگے۔ کیونکہ ہم کو فرصت نہیں ہے۔ ہم ملازم ہیں مگر برخلاف اعلان کے دو دن اور بھی وہ پیچھے رہے اور کل ۲۹ کی رات کو یہاں سے تشریف لے گئے۔

پبلک نے انکی کمزوری کو خوب اچھی طرح سے محسوس کر لیا۔ اور خود محمودی بھی اس مباحثہ سے دل برداشتہ ہو گئے ❊

(سکریٹری انجمن احمدیہ پٹیالہ)

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول نمبر ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب عبدالرحمان خان صاحب بی اے منصف درجہ دوم چنیوٹ

دوکان کنندہ اس گورا رام بنام غلام ولد احمد جو کیدار سکنہ

بذریعہ گنیشداس ولد کرم رام چک ۲۶۴ گو گیرہ برانچ

روپڑو سکنہ چنیوٹ تحصیل جڑانوالہ۔

دعوے ۸ا لہ

مقدمہ بالا میں عدالت کو اطمینان ہوگیا ہے۔ کہ تم دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتے ہو۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا تم کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ ۱۹/۶ کو حاضر عدالت آکر پیروی مقدمہ کرو۔ ورنہ کارروائی یکطرفہ کی جاوے گی ❊

۱۸/۵/۲۷ دستخط

منصف درجہ دوم

تحصیل چنیوٹ

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول نمبر ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب عبدالرحمن صاحب بی اے منصف درجہ دوم تحصیل چنیوٹ

جان محمد ولد عبدالرحیم بنام چندو رام ولد ساون رام زرگر

گرما ور سکنہ چنیوٹ سکنہ ٹیلہ بخش

مدعی مدعا علیہ

دعوے ما موعیہ

نمبر مقدمہ ۱۴۴ مرجوعہ ۱۸/۵ ؁

مقدمہ بالا میں عدالت کو اطمینان ہو گیا ہے۔ کہ تم تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتے ہو لہذا بذریعہ اشتہار زیر آرڈر ۵ رول نمبر ۲۰ تمکو مطلع کیا جاتا ہے کہ مورخہ ۱۱ جون ۱۹۱۸ء کو حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ کرو۔ ورنہ تمہارے برخلاف کارروائی یکطرفہ کی جاویگی ❊

مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۱۸ء

دستخط

منصف صاحب درجہ دوم

تحصیل چنیوٹ۔

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب عبدالرحمان خان صاحب بی اے منصفی درجہ دوم چنیوٹ

لالہ کانشی رام ولد جیدیال و تمکسچند ولد کشن داس چوہدری احمد دین ولد حاجی برخوردار دین۔ فیروز الدین محمد دین نابالغان پسران امام دین وغیرہ جیت رام ولد منشی پال سکنائے چنیوٹ۔ مدعیان

بنام

میونسپل کمیٹی چنیوٹ و اللہ دتہ ولد صاحب دین جمال دین۔ اللہ دین قادر بخش پسران حیدر دین۔ کریم بخش۔ محمد بخش۔ خدا بخش پسران محمد سلطان۔ اسمٰعیل ولد عبدالرحیم۔ سلطان محمود ولد حاجی برخوردار۔ خدا بخش ولد محکم دین مسماۃ فاطمہ بیوہ امیر دین۔ الٰہی بخش۔ غلام حسین۔ محمد حسین پسران پیر محمد عبدالرحیم۔ چراغدین امام دین و اللہ دتا پسران مبارک دین۔ عبدالمجید ولد محسن الدین۔ عبدالمجید عبدالحمید نابالغان پسران محمد رمضان عبدالرشید نابالغ ولد امیر دین بولایت الٰہی بخش ولد نامعلوم وغیرہ ماموں خود سکنہ چنیوٹ۔ قادر بخش ولد کریم بخش۔ فتح محمد ولد نور احمد مولا بخش ولد امیر الدین۔ فتو ولد محمد۔ مبارک دین چراغدین پسران امیر الدین محمد دین و مولا بخش پسران بدر دین۔ چراغدین ولد نور حسین۔ گلزار و منور دین پسران اللہ دتہ۔ فیروز دین و محمد شیر نابالغان پسران محمد حسین بولایت چراغدین ولد اللہ دتہ وغیرہ عبدالعزیز نابالغ ولد فضل الٰہی بولایت محمد سعید ولد محمد حیات و فتح محمد و نور حسین پسران محمد قاسم گلشیر۔ نذر محمد پسران خدا بخش۔ محمد حیات ولد حیدر دین۔ محمد بخش و مولا بخش۔ مہر بخش و عبدالرحیم۔ محمد دین پسران قادر بخش مسماۃ جنت بیوہ اللہ جوایا۔ محسن الدین۔ محمد حسین و دوست محمد و فضل الٰہی پسران الٰہی بخش۔ وغیرہ ہوشناک رائے و گنپت پسران [illegible] سکنہ چنیوٹ۔ مدعا علیہان

دعوے دخلیابی اراضی تعدادی ایک کنال ایک مرلہ مندرجہ فقرہ ۲ تحصیل چنیوٹ جو نقشہ برنگ نیلگون دکھلایا گیا ہے معہ ۱۴ عدد اشجار حسب ذیل ٹاہلی ۱۱ عدد کیکر ۱ عدد۔ بیری ایک عدد جنتری ایک عدد اراضی مندرجہ بالا میں واقعہ ہیں و دلا پانے ہرجہ بابت فروخت ایک درخت شریں و ایک درخت کیکر متعلقہ چاہ بانیوالہ داخلی چنیوٹ

نمبر مقدمہ ۴۵۶ ۱۸/۵/۱۸

مدعا علیہم مندرجہ بالا عنوان

مقدمہ بالا میں مدعیان مندرجہ عنوان نے دعویٰ دخلیابی اراضی دائر کیا ہے۔ مدعا علیہم مندرجہ عنوان کو بذریعہ اشتہار ہذا مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ ۵/۸ کو واسطے پیروی مقدمہ حاضر عدالت ہوویں ورنہ عدم حاضری کارروائی یکطرفہ کی جاویگی ❊ ۲۹/۵/۱۸ دستخط منصف درجہ دوم چنیوٹ

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب عبدالرحمان خان صاحب بی اے منصف درجہ دوم چنیوٹ

سکھر چند بابو رام بذریعہ بنام دلی ولد گنہ سکنہ چاہ

سکھر چند ولد دیوا رام بازی والہ مدعا علیہم

سکنہ چنیوٹ تحصیل چنیوٹ۔

دعوے مالعہ۔

مقدمہ بالا میں عدالت کو اطمینان ہوگیا ہے۔ تم دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتے ہو۔ بذریعہ اشتہار ہذا مطلع کیا جاتا ہے۔ ۶/۸ کو حاضر عدالت آکر پیروی مقدمہ کرو۔ ورنہ تمہارے برخلاف کارروائی یکطرفہ کی جاویگی۔ ۲۷/۵/۱۸

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول نمبر ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب عبدالرحمن خان صاحب بی اے منصف درجہ دوم چنیوٹ

دوکان جیوا داس کنندہ اس راجہ رام بنام تلیا ولد کھوتہ میراسی

بذریعہ کیسر داس و مچھلہ رام سکنہ چک نمبر ۲۴۲

سکنہ چک نمبر ۲۰۳ چنیوٹ تحصیل تحصیل چنیوٹ۔

دعوی مالعہ

مقدمہ بالا میں عدالت کو اطمینان ہوگیا کہ تم تعمیل سمن سے گریز کرتے ہو۔ بذریعہ اشتہار ہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ ۶/۸ کو حاضر عدالت آکر پیروی مقدمہ کرو ورنہ تمہارے خلاف کارروائی یکطرفہ کی جاویگی ❊ ۲۷/۵/۱۸

میاں ظہیر الدین صاحب اور اُن کے عقائد

پیغام صلح کی گذشتہ اشاعت میں ہم نے یہ اعلان کیا تھا کہ میاں ظہیر الدین صاحب نے جو یوسف موعود اور مصلح موعود ہونے کے مدعی ہیں اپنے اُن عقائد سے کہ حضرت مسیح موعود حقیقی اور صاحب شریعت نبی ہیں رجوع کرلیا ہے۔ اور اب جیسا کہ اُن کی ایک تحریر سے واضح ہوتا ہے سلسلہ نبوت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم اور حضرت مسیح موعود کو مجاز اور استعارہ کے رنگ میں نبی ماننے لگے ہیں۔ اور قادیان کو قبلہ نماز بنانے سے بھی انہوں نے رجوع کرلیا ہے۔ یہ اعلان ہم نے انکی ایک تحریر کی بنا پر کیا تھا۔ جو "پیغام صلح" کے اسی پرچہ میں ساتھ ہی شائع بھی کردی گئی تھی۔ اسکے تھوڑے ہی دن بعد انہی میاں ظہیر الدین صاحب نے بعض سوالات پر جو حضرت امیر ایدہ اللہ نے تحریراً ان سے کئے جو کچھ جواب لکھے وہ ان کے عقائد کو اور بھی صاف کرنے والے تھے اور ان سے پتہ لگتا تھا کہ انکے تمام عقائد وہی ہیں جو اس وقت جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد ہیں۔ چنانچہ وہ جوابات مع اصل سوالات حسب ذیل ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخویم مولوی ظہیر الدین صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

چونکہ آپ نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ آپ اشاعت اسلام و تبلیغ سلسلہ میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ساتھ اور اسکے ماتحت ہو کر کام کرنا چاہتے ہیں۔ اور آپ کی طرف سے بعض اشتہارات وخیالات کی اشاعت کی بنا پر عام طور پر کچھ خیالات پھیلے ہوئے ہیں اس لئے ان معاملات کی صفائی کے لئے آپ ذیل کے سوالوں کے جواب سامنے کے کالم میں لکھ دیں۔ تاکہ انجمن آپکے تقرر کا فیصلہ کرسکے

سوالات از حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ	جوابات جو میاں ظہیر الدین صاحب نے اپنے قلم سے لکھ کر دیئے
(۱) کیا آپ حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو محدث اور مجدد اور صرف جزئی طور پر اور مجاز کے رنگ میں ظلی بروزی نبی یقین کرتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے اپنی کتاب "النبوۃ فی الاسلام" اور دیگر تحریرات میں ثابت کیا ہے یا حقیقی سمجھتے ہیں اور کامل نبی سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ میاں محمود احمد صاحب نے حقیقۃ النبوۃ و دیگر تحریرات میں شائع کیا ہے	(۱) میں حضرت مسیح موعود کو امتی نبی یعنے محدث یقین کرتا ہوں۔ اور بروزی رنگ میں اور مجاز اور استعارہ کے طور پر انکو نبی اللہ اور رسول اللہ تسلیم کرتا ہوں حقیقی رنگ میں نہیں بلکہ مجازی رنگ میں جیسے کہ کتاب النبوۃ فی الاسلام میں ثابت کیا گیا ہے اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود مانتا ہوں۔ میاں محمود احمد صاحب کے عقیدہ کو غلط سمجھتا ہوں۔
(۲) کیا آپ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا دروازہ بند مانتے ہیں جیسا کہ جماعت لاہور کی تحریرات میں پایا جاتا ہے یا پہلے انبیاء کیطرح آپ کے بعد بھی سلسلہ انبیاء کا جاری رہنا مانتے ہیں جو پہلے انبیاء کیطرح حقیقی اور کامل نبی ہوں جیسا کہ میاں محمود احمد صاحب کا مذہب ہے۔	(۲) انقطاع نبوت جیسے کہ حضرت مسیح موعود نے بار بار لکھا ہوا ہے اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور حضرت مرزا صاحب کو پہلے انبیاء کی طرح حقیقی اور کامل نبی نہیں مانتا ہوں۔ بلکہ لغوی معنوں کی رو سے اور مجاز اور استعارہ کے طور پر حضرت مرزا صاحب کو امتی نبی سمجھتا ہوں۔
(۳) کیا آپ دنیا کے تمام مسلمانوں کو اور اہل قبلہ کو کافر سمجھتے ہیں جیسا کہ میاں محمود احمد صاحب نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے یا ہمارے ساتھ اس عقیدہ میں متفق ہیں کہ حضرت مسیح موعود کے دعوے کے انکار سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا گو ولی اللہ کا منکر ہونے سے ضرور فاسق ہو جاتا ہے۔	(۳) جس رنگ میں میاں محمود احمد صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس سے بالکل متفق نہیں ہوں۔ بلکہ جو کفر سے کم تر ہو اسلام کو ہرگز کافر نہیں سمجھتا ہوں ہاں جو شخص حضرت مسیح موعود کو کافر کہتا ہے۔ اسکو ضرور سچے دل سے کافر سمجھتا ہوں۔ جو شخص حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کا انکار کرتا ہے اسکو بھی کافر نہیں سمجھتا ہوں
(۴) کیا آپ پیشگوئی مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد کو حقیقی اور اصل طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے مانتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارا مذہب ہے۔ یا مرزا صاحب کے لئے جیسا کہ میاں محمود احمد صاحب کا مذہب ہے۔	(۴) حضرت نبی کریم خاتم النبیین کے ہی دو نام محمد اور احمد یقین کرتا ہوں اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی پیشگوئی کا حقیقی اور اصلی مصداق جناب حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو ہی مانتا ہوں اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کو بروزی رنگ میں احمد سمجھتا ہوں۔ اور پیشگوئی اسمہٗ احمد مجازی رنگ میں ان پر چسپاں کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود نے ازالہ اوہام میں اور تریاق القلوب میں اور اعجاز المسیح میں اس پیشگوئی اسمہٗ احمد کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے اور حضرت مسیح موعود کو احمد صلعم کا مظہر یقین کرتا ہوں اور اس بات کو بالکل غلط یقین کرتا ہوں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا نام احمد نہ تھا۔ اور میاں محمود احمد صاحب کے عقائد سے ہرگز متفق نہیں ہوں۔
(۵) کیا آپ قرآن کریم اور حدیث صحیح کو حضرت مسیح موعود کے الہام اور تحریر پر مقدم جانتے ہیں جیسا کہ ہمارا مسلک ہے یا قرآن کریم اور الہامات مسیح موعود کا ایک ہی رتبہ سمجھتے ہیں جیسا کہ میاں محمود احمد صاحب کا مذہب ہے۔	(۵) قرآن کریم اور الہامات حضرت مسیح موعود کا ایک رتبہ اور ایک درجہ ہرگز نہیں مانتا ہوں۔ قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم کی کلام کو الہامات مسیح موعود اور کلام مسیح موعود سے مقدم یقین کرتا ہوں۔
(۶) کیا آپ اسلام میں ایک ہی کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں۔ یا کوئی اور بھی کلمہ ہے جس کا اقرار کئے بغیر انسان دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہوسکتا۔	(۶) جو غیر مسلم کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لے آتا ہے۔ وہ یقیناً دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ دائرہ اسلام میں داخل کرنے کے لئے صرف یہی کلمہ طیبہ ہے دوسرا کوئی کلمہ ہرگز نہیں جس کا کسی مسلمان پر پڑھنا واجب ہو
(۷) کیا آپ یہ اطمینان دلا سکتے ہیں۔ کہ جب تک آپ انجمن کے ماتحت کام کریں گے۔ اپنے خاص دعاوی کو جو بعض آپ کے اشتہارات میں مترشح ہوتے ہیں تحریراً تقریراً شائع نہ کریں گے (اس کی غرض صرف یہ ہے کہ تا سلسلہ میں تفرقہ نہ پیدا ہو۔ کیونکہ آپ کے رؤیا یا الہام دوسروں پر کوئی حجت نہیں۔ آپ اپنی جگہ اُن کو جس طرح چاہیں سمجھیں مگر ان خیالات کی اشاعت نہ ہو)	(۷) مجھے یقینی رؤیا صادقہ ہوئے اور ہوتے ہیں اس وقت تک میرا یہی خیال ہے کہ یوسف موعود یا مصلح موعود والی پیشگوئی مجھ پر چسپاں ہوتی ہے۔ لیکن تحریراً یا تقریراً میں ایسے خیالات کی ہرگز ایسے رنگ میں اشاعت کبھی نہ کرونگا جس سے انجمن کے مقاصد کو کسی طرح سے نقصان پہنچے۔ یا جماعت میں کسی رنگ میں فتنہ اور فساد پیدا ہو۔ دعویٰ کی عام اشاعت ہرگز نہیں کرونگا۔
(۸) جہاں تک حضرت مسیح موعود کی خلافت اور انجمن اور امیر کے تعلقات کا سوال ہے کیا آپ ہمارے مسلک کو صحیح مانتے ہیں۔ یا میاں محمود احمد صاحب کے مسلک کو؟	(۸) حضرت مسیح موعود کی خلافت کے متعلق آپ کے مسلک کو بالکل صحیح یقین کرتا ہوں۔ اور میاں محمود احمد صاحب نے عملدرآمد کو حضرت مسیح موعود کی وصیت کے بالکل خلاف یقین کرتا ہوں۔

والسلام

خاکسار۔ محمد علی

بقلم خود محمد ظہیر الدین ۔ ۔ ۔ ۔ لاہور احمدیہ بلڈنگس

ان تمام جوابات کو اول سے آخر تک پڑھو۔ ان میں تمام وہی باتیں لکھدی ہیں۔ جن کا اعلان بار ہا دفعہ ہماری طرف سے ہوچکا ہے۔ اسلئے میاں ظہیر الدین صاحب کے اس رجوع پر قدرتاً ہمارے دل میں انکی عزت بیٹھ گئی۔ اور فی الواقعہ ایسے شخص کی جو اپنی کسی بات یا خیال کو غلط پاکر اس پر اصرار نہیں کرتا۔ اور فوراً اسکو چھوڑ کر صحیح راہ پر قائم ہوجاتا ہے قابل عزت و وقعت سمجھنا چاہئے۔ نہ صرف یہی کہ عقیدہ نبوت مسیح موعود سے ہی انہوں نے اس تحریر میں رجوع کیا ہے۔ اور نبوت حقیقی کو آنحضرت صلعم پر منقطع مانا ہے بلکہ الہامات مسیح موعود کے متعلق بھی صاف لکھا ہے کہ:۔

"قرآن کریم اور الہامات مسیح موعود کا ایک رتبہ اور درجہ ہرگز نہیں مانتا ہوں۔ قرآن کریم اور حضرت نبی کریم کی کلام کو الہامات مسیح موعود اور کلام مسیح موعود سے مقدم یقین کرتا ہوں"۔

جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے تمام اپنے سابقہ عقیدوں کو جن میں حضرت مسیح موعود کے الہامات کو قرآن کریم پر مقدم یا اُس کے برابر سمجھتے تھے۔ قطعاً خیرباد کہدیا ہے۔

لیکن ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب اسکے چند ہی دن بعد اُن کا ایک خط حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام موصول ہوا جس میں اُنہوں نے خدا جانے کیوں یہ سوال اُٹھانا چاہا کہ:

"حضرت محمد رسول اللہ صلعم اور قرآن کے بعد حضرت مرزا صاحب کی پوزیشن آیا ایسی ہے کہ جیسے آفتاب نصف النہار کے وقت چراغ کا روشن ہونا یا الہٰی الواقعہ شریعت محمدیہ کے بعد ایک ایسی شریعت نازل ہوگئی ہے کہ جس میں جہاد۔ قتال حرام اور کلمہ گو نماز پڑھنے والے۔ زکوٰۃ دینے والے۔ حج کرنیوالے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرنیوالے مسلمانوں کو محض حضرت مرزا صاحب کے بعد اس بات کے انکار کرنے کی وجہ سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھنا جائز ہوگیا ہے؟"

دوسرا خط حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام موصول ہوا اور ایک اشتہار بھی اُن کی طرف سے چھپ کر ہمارے پاس پہنچا۔ جو ۲۱ مئی ۱۹۱۹ء کا لکھا ہوا ہے۔ اس میں انہوں نے اسی سوال کو اٹھایا ہے جس کا اپنے خط میں ذکر کیا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

"جس طرح حضرت محمد مصطفےٰ خاتم الانبیاء سراجاً منیرا کا زمانہ وہ زمانہ نہ تھا جو حضرت موسیٰ کا تھا۔ اسی طرح آج حضرت مسیح موعود کا زمانہ وہ زمانہ نہیں جو آج سے تیرہ سو برس پہلے تھا یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے لئے وہ شریعت نہیں رہی جو آج سے تیرہ سو برس پہلے تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

پس اگر خدا تعالےٰ نے زمانہ کی حالت بدل جانے کے سبب اپنی مرضی سے اپنے ایک رسول اور نبی کی معرفت ہمیں یہ تعلیم دیدی کہ اب تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے تو اسکے یہ معنے نہیں ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے توریت کو یا انجیل کو یا قرآن شریف کو یا آیت کتب علیکم القتال کو منسوخ و حرام کردیا کیونکہ یہ ایک حکم خاص محل اور موقع سے تعلق رکھتا ہے۔ کیا حضرت مسیح ناصری نے توریت کی شریعت کو منسوخ کردیا تھا۔ ہرگز نہیں منسوخ نہیں کیا تھا بلکہ پورا کیا تھا۔ کیا حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ نے توریت اور انجیل کو منسوخ کردیا تھا۔ ہرگز نہیں بلکہ جا بجا اُن کتابوں کی تصدیق کی تھی اور صحف الاولیٰ کی تعلیمات کی بذریعہ قرآن شریف تجدید کی تھی۔ پس اس سنت کے مطابق حضرت مسیح موعود کے ذریعہ سے بھی خدا نے اس زمانہ کی حالت کے لئے وہ تعلیم نازل فرمائی جس کا میں اوپر ذکر کرچکا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

قرآن کریم کی متعدد آیات مثلاً یاتینکم رسل منکم الخ یا یاتینکم منی ھدی الخ یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ وغیرہ سے صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے بعد بھی خدا کے رسول آتے رہیں گے اور وحی الٰہی اور مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کا سلسلہ جاری رہیگا ۔ ۔ ۔

جس طرح حضرت موسیٰ کے بعد کئی نبی اور رسول ہوئے لیکن شریعت کے ساتھ سلسلہ کے آخر پر حضرت مسیح ناصری کا ظہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ یکشنبہ مورخہ ۹ جون ۱۹۱۸ء نمبر

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ارادۂ خودکشی کا ناپاک الزام

(۱)

سبحانک ھذا بھتان عظیم

وہ انسان وہ فخر عالم وعالمیان جو دنیا جہان کے لئے ہادی ورہبر بنکر آیا۔ اور تمام مخلوق کے لئے ایک نمونہ قرار پایا۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الاخر وذکر اللہ کثیرا (قرآن حکیم ۔ الاحزاب ۲۱)

وہی صاحب خلق عظیم جو خلقہ القرآن کا سچا مصداق ہے جسکے قلب مطہر پر لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کی قرآنی وحی نے نزول اجلال فرمایا۔ اور ما ینطق عن الھوی کا مصداق ہونے کے ساتھ ما کذب الفواد ما رای اور ما زاغ البصر وما طغی کا بھی وہی مہبط حقیقی ہے جس کو اس شدید القوی نے سب کچھ سکھایا۔ جو ذو مرۃ (تمام طاقتوں کا مالک ہونے کے ساتھ سارے علوم اور سچائیوں کا سرچشمہ بھی) ہے جس نے سدرۃ المنتھی پر سے ان الہی تجلیات کو ملاحظہ فرمایا جو اسکے قلب مطہر پر نازل ہونیوالی تھیں۔ اس ایسے انسان کے متعلق یہ کسقدر دیدہ دلیری۔ کس قدر کورباطنی اور ناحق شناسی ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس نے خودکشی جیسے ذلیل کام کا بھی ارادہ کبھی کیا تھا۔ سبحانک ھذا بھتان عظیم۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن اعلیٰ کمالات کو لیکر دنیا میں آئے جس خلق عظیم کا وارث آپ کو بنایا گیا اسپر نہ صرف قرآن کریم کا ایک ایک لفظ شاہد ہے۔ بلکہ تاریخ عالم کا ایک ایک ورق اور دنیا جہان کے وہ تمام صاحبان بصیرت جنہوں نے کبھی آپکے کمالات زندگی کا مطالعہ کیا ہے مقر اور معترف ہیں۔ لیکن افسوس کہ باوجود ان تمام شہادتوں کے باوجود اسکے کہ آپ جیسا انسان دنیا جہان میں نہ کبھی پہلے پیدا ہوا اور نہ ہوگا۔ اور باوجود اس قرآنی حکم کے جو لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کے الفاظ میں آپ کے قلب مطہر پر نازل ہوا۔ اور ان تمام احکام کے اولین مصداق ہونے کی وجہ سے آپکو دنیا کے ہادی ورہبر اور نمونہ قرار دیا گیا۔ پھر بھی بعض شپرچشم آج پیدا ہوگئے ہیں جو اس رہبر حقیقی پر ہی الزام تراشنے کے درپے رہتے ہیں۔

وہ دن کس قدر منحوس تھا۔ جب میاں صاحب نے حقیقۃ النبوۃ لکھکر حضرت مسیح موعودؑ کی مزعومہ نبوت کو ثابت کرنے کے لئے آپ کو پندرہ سال تک کا غلطی خوردہ بتایا اور آپکے اپنی نبوت کو اس طویل مدت تک نہ سمجھنے کا اعلان کیا کہ فوراً ہی اسکے بعد مریدوں نے ذرا اور قدم کو آگے بڑھا دیا۔ اور میاں صاحب کے اس جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے ایک یہ بھی جھوٹ تراشا کہ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تین سال کی مدت تک یہ دھوکہ لگا رہا۔ کہ شاید میں نبی ہوں یا نہیں ہوں رسول ہوں یا نہیں ہوں۔ اور اسی فکر اسی حزن وملال اور رنج وتعب میں آپ پہاڑوں کے اوپر جاتے اور وہاں سے گر پڑنے کا ارادہ کرتے تھے۔ کہ معاً جبرئیل امین آتے اور وہ آپکو یقین دلاتے کہ یا محمد انک رسول اللہ حقاً آپ دلگیر کیوں ہوتے ہیں۔ آپ ہی تو سچے رسول ہیں۔

یہ وہ ناپاک خیال ہے جو صحیح بخاری سے بار بار ہمارے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ اور صحیح بخاری کا لینے کے لئے اسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری کہہ کہہ کر ہمیں منعہ کیا جاتا ہے کہ اس کو جھٹلائیں نہیں اسکو غلط اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک کے منافی قرار نہ دیں۔ لیکن بہتر ہو کہ یہ بھی ہمیں بتا دیا جائے۔ کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری کے معنے آیا یہ ہیں کہ جو بھی حدیث صحیح بخاری میں وارد ہو۔ اسے صحیح تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں خواہ قرآن کے وہ کتنی ہی خلاف کیوں نہ ہو تاکہ یہ بھی پوچھ لیا جائے۔ کہ اسی صحیح بخاری میں بعض اور بھی حدیثیں ہیں یا نہیں جنکی صحت کو محض اس بنا پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری میں لکھی گئی ہیں۔ لم یکذب ابراھیم الا ثلثا اور چھپکلی کا نمرود کی آگ کو پھونکیں مارنا آیا کہاں تک اصلیت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اسکو نہ ماننا کتنی بڑی سزا کا مستوجب ٹھہرتا ہے۔

لیکن اسکو بھی چھوڑ کر ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ جس حدیث کو ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے آیا اس کا یہی مطلب ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی نعوذ باللہ کبھی خودکشی کرنا چاہتے تھے۔ اور محض اس بنا پر کرنا چاہتے تھے کہ آپکو اپنے نبی ہونے کا یقین نہیں تھا؟

اگر اس کا یہی مطلب ہو۔ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے تو سب سے بڑی زد آپ کے اس خلق عظیم پر آ کر پڑتی ہے جسکو دنیا جہان کے لئے اسوہ حسنہ قرار دیا گیا۔ کیا اس شخص کو جو خود ایک خیال اور وہم میں مبتلا ہوکر خودکشی کا ارادہ کرلے اور ایکدفعہ دو دفعہ نہیں کئی کئی بار اس ارادہ کی تکمیل کے لئے پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا کھڑا ہو اسکو یہ کہنا کہ انک لعلی خلق عظیم تو بڑے عظیم الشان خلق والا ہے اور پھر اسکے قلب کو اس قابل ٹھہرانا کہ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کی وحی قرآنی اس پر نازل ہو۔ اور دوسرے احکام کے ساتھ اس حکم کی تعمیل میں بھی اُسے دنیا جہان کے لئے نمونہ قرار دینا یہ اس علیم وحکیم خدا کا کام ہوسکتا ہے جس نے قرآن جیسی عالیشان کتاب کو دنیا پر نازل کیا۔ خودکشی چاہے کیسے ہی نیک وپاک کام کیلئے کیوں نہ کی جائے۔ بہرحال ایک نہایت ذلیل اور بزدلانہ فعل ہے اور کسی طرح بھی خلق عظیم تو ایک طرف ادنےٰ ادنےٰ سے اخلاق کی بھی ذیل میں شمار نہیں ہوسکتی۔ پھر یہ کیونکر جائز ہوسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے صاحب خلق عظیم کو اس رذالت کا نعوذ باللہ مرتکب ٹھہرایا جائے حالانکہ قرآن کریم ایکمرتبہ نہ دو مرتبہ بلکہ بیسیوں جگہ اور سینکڑوں مرتبہ اسکی نہ صرف تردید ہی کرتا ہے۔ بلکہ آپ کے اس قرب کا پتہ دیتے ہوئے جو اللہ تعالےٰ سے آپکو تھا صاف طور پر بتاتا ہے کہ آپکو اپنے منصب کے متعلق غلطی لگنا تو ایک طرف کبھی شک تک بھی وارد نہیں ہوا۔ اور نہ ہوسکتا تھا جبکہ تجلیات الٰہیہ کا اسقدر پرتو آپکے قلب مطہر پر تھا۔ کہ انکی وجہ سے غلط راہ پر جانا تو ایک طرف ما زاغ البصر وما طغی آنکھ ذرا بھی دوسری طرف نہیں پھر سکی اور نہ ہی وہ حد سے تجاوز ہوکر صراط مستقیم سے بھٹکی۔ لقد رای من آیات ربہ الکبری اپنے رب کی عظیم الشان آیات سے آپنے اپنے مقام اپنے مرتبہ اور منصب کو پہچانا۔ دیکھو قرآن فرماتا ہے ما ضل صاحبکم وما غوی تمہارا صاحب کبھی گمراہ نہیں ہوا اور نہ کبھی دھوکا کھایا۔ وہ فرماتا ہے ما کذب الفواد ما رای۔ آپکے قلب نے جو کچھ کہ دیکھا کیونکہ وحی کا تعلق قلب سے ہی ہے اور وہ اس میں جھوٹا نہیں۔

عیسائیوں کا اس کے خلاف یہ اعتراض آجتک چلا آتا ہے کہ قرآن نے جو فرمایا کہ ووجدک ضالا فھدی تو محمد رسول اللہ بھی تو کبھی گمراہ ہوئے تھے۔ ایسا ہی وہ کہتے ہیں۔ کہ فلا تکونن من الممترین سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم کو اپنی وحی اور اپنے منصب پر شک تھا۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے کہا۔ کہ تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔ اسکے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے کس قدر صاف لفظوں میں یہ فرمایا کہ:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف شک فی الرسالت کو منسوب کرنا بیخبری وبےعلمی یا محض تعصب نہیں تو کیا ہے"..........

تمام قرآن شریف میں ایک نقطہ یا ایک شعشہ اسبات پر دلالت کرنیوالا نہیں پاؤ گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت یا قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے کی نسبت کچھ شک تھا بلکہ یقینی اور قطعی بات ہے کہ حق الیقین کامل بصیرت کامل ومعرفت کامل کا آنحضرت صلعم نے اپنی ذات بابرکات کی نسبت دعویٰ کیا ہے اور پھر اسکا ثبوت دیا ہے ایسا کامل ثبوت کسی دوسری موجودہ کتاب میں ہرگز نہیں پایا جاتا"

مگر آج انہی عیسائیوں کا دم بھرنیوالے وہ لوگ ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ سے اپنا تعلق جتاتے اور آپ کو نبی بناتے ہیں۔ کسقدر تعجب کا مقام ہے کہ وہی لوگ جو مسیح موعود کو نبی بنانے کیلئے حضرت ختمی پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خودکشی اور شک کا یہ ناپاک بہتان تراشتے ہیں وہ اپنی اسی گفتار میں اس امام برحق کے صریحاً خلاف کہہ رہے ہیں اور آپکے ان الفاظ کو جو پھرے مجمع میں آپ نے کہے جھٹلا کر ان عیسائیوں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں جنہوں نے دین حق کو باطل ثابت کرنے کیلئے یہ بہتان تراشا تھا کیا ان لوگوں کو ذرا بھی خوف خدا نہیں کیا انہیں مسیح موعودؑ کے بھی الفاظ کا پاس نہیں کیا ایک غیر مامور کو خلیفہ ماننا انہوں نے حق وراستی کو یہاں تک جواب دے دیا ہے کہ اس کے ایک جھوٹ کی خاطر ضروری سمجھتے ہیں کہ قرآن کو چھوڑ کر نبی کریم صلعم کی عزت وعظمت کا لحاظ نہ کرکے مسیح موعودؑ کے بھی الفاظ پر پانی پھیر کر اس بڑے ہی ناپاک بہتان آنحضرت صلعم کے متعلق تسلیم کریں قرآن کے مقابل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خود اللہ تعالیٰ کی سند جو بالا شہادتوں کے سامنے اور حضرت مسیح موعودؑ کے ان کھلے الفاظ کے آگے کسی حدیث کی خواہ وہ صحیح بخاری کے اندر ہی کیوں نہ ہو کیا وقعت ہوسکتی ہے۔ لیکن اس بحث کو بالکل چھوڑ کر بھی دیکھنا یہ ہے کہ آیا اس حدیث کے معنے وہی ہیں جو ان لوگوں نے سمجھ رکھے ہیں۔ آیندہ اشاعت اس کا مفصل ومسکت جواب دیگی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

من بعدی کے معنے۔ "میرے آسمان پر اٹھائے جانیکے بعد"

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے امرتسر کے جدید معاصر "اہلسنت والجماعت" کا ذکر کرتے ہوئے اس کے لائق مدیر مولوی حکیم ابو تراب عبد الحق صاحب کو یہ مشورہ دیا تھا کہ بات پر ذرا سوچ سمجھکر بحث کیا کریں اور خواہ مخواہ ایک غلط خیال کو لیکر اس پر اپنے تمام مباحث کا دارومدار نہ رکھا کریں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب موصوف نے اس خیر خواہانہ مشورہ کی طرف توجہ نہیں فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اپنے یکم جون ۱۸ء کے افتتاحیہ میں حضرت ختمی پناہ صلعم کے متعلق انبیائے سابقہ کی پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عیسےٰ کی پیشگوئی مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا ترجمہ آپ یوں فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"یعنی بشارت دینے والا اس رسول کی جو میرے بعد (یعنے میرے آسمان پر اٹھائے جانیکے بعد) آئیگا"

اس ترجمہ میں الفاظ بین القوسین خصوصیت سے قابل توجہ ہیں من بعدی کا ترجمہ "میرے آسمان پر اٹھائے جانیکے بعد" معلوم نہیں کس لغت اور کس زبان کے محاورہ اور کون سی بول چال کے مطابق ہے۔ کیا حکیم صاحب مہربانی فرما کر بتا سکتے ہیں کہ من بعدی کے لفظ سے آسمان پر اٹھایا جانا کیونکر نکل سکتا ہے۔ اور اگر اس لفظ کے یہی معنے ہیں تو کیا لو کان بعدی نبیا لکان عمر کا ترجمہ یہی ہوگا۔ کہ میرے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد اگر نبی ہونا ہوتا تو وہ حضرت عمرؓ ہوتے اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر بجسدہ العنصری نہیں اٹھائے گئے اس لئے آپکے بعد بھی نبی ہوسکتے ہیں حکیم صاحب مہربانی فرما کر اس مسئلہ کو صاف کریں۔ ابتداً میں کہ من بعدی کا ترجمہ "میرے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد" انہوں نے کیونکر کیا ہے سوائے اسکے کہ اس ترجمہ کے ذریعہ سے انہوں نے اس نص صریح کی زد سے بچنا چاہا ہے جو انہی الفاظ سے وفات مسیح کو ثابت کرتی ہے۔ اور کوئی بھی مقصود ان کا ان الفاظ کے بڑھانے سے نہیں۔ ورنہ من بعدی کا ترجمہ تو صاف تھا۔ کہ میرے مرنے کے بعد وہ آئیگا۔ آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد تو حکیم صاحب کا خیال ہے۔ کہ پھر دوبارہ "قرب قیامت

جلد ۵ | بیدالمسیح لاہور یکشنبہ مورخہ ۲۹ شعبان ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۹ جون سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۹۴

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

فنا فی الرسول کا مرتبہ اور محل

میں خوب جانتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کے ساتھ تعلقات بڑھانے کے لئے مجھے عیسےٰ کہلانے کی کچھ بھی حاجت نہ تھی اور منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے اس کی کچھ بھی حاجت نہیں۔ اور نہ قرآن شریف میں یہ لکھا ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے ایسا ہی چاہا ہے اور اس نے چاہا کہ تا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت اور عظمت کا اظہار ہو اور ایک ایسا انسان جسکو غلطی سے خدا بنالیا گیا ہے اسکی حقیقت دنیا پر کھل جاوے۔ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ ہم نیکی کے ثمرات کو محدود نہیں کرتے۔ اور نہ خدا تعالیٰ کے فضل اور فیوض کی حدبندی کرتے ہیں یعنی کہ اب وہ ختم ہوگئے ہیں اور کسی دوسرے کو نہیں ملسکتے؟ یہ بالکل غلط بات ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں کسی بات کی کمی نہیں ہے اور کوئی شخص کبھی جو مجاہدہ کرے اور اس راہ پر جو اس نے بتائی ہے چلے محروم نہیں رہ سکتا۔ ہاں یہ بالکل سچ ہے کہ جو کچھ ملیگا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور کامل اطاعت اور اتباع پر ملیگا۔ اگر یہ مان لیا جاوے کہ اب خدا کی برکات کا دروازہ بند ہے۔ تو اللہ تعالےٰ کو یا تو بخیل ماننا پڑیگا۔ اور یا یہ کہنا پڑیگا۔ کہ خاتمہ ہوگیا۔ مگر سبحان ربی وہ اس قسم کے نقصوں سے پاک ہے جو شخص سچے دل سے اللہ تعالےٰ کے حضور آتا ہے وہ خالی نہیں جاتا۔ پاکیزہ قلب ہونے کی ضرورت ہے ورنہ اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم کی تعلیم اور تاکید بیفائدہ ہو جاتی ہے اگر وہ انعام و اکرام اب کسی کو ملنے ہی نہیں ہیں تو پھر پانچ اس دعا کے مانگنے کی کیا حاجت ہے؟ یہ بڑی غلطی ہے جو مسلمانوں میں پھیل گئی ہے حالانکہ یہی تو اسلام کا حسن اور خوبی تھی۔ کہ اسکے برکات اور فیوض اور اسکی پاک تعلیم کے ثمرات تازہ بتازہ ہمیشہ مل سکتے ہیں تمام صوفیاء اور اکابران امت کا یہی مذہب ہے بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ کامل متبع ہوتا ہی نہیں جب تک بروزی رنگ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات کو اپنے اندر نہ رکھتا ہو اور حقیقت میں یہ بات صحیح بھی ہے کیونکہ کامل اتباع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے لازم ہے۔ کہ اسکے ثمرات اپنے اندر پیدا کرے جب ایک شخص کامل اطاعت کرتا ہے اور گو یا اطاعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں محو اور فنا ہو کر گم ہو جاتا ہے اسوقت اس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے جیسے ایک شیشہ سامنے رکھا ہوا ہو۔ اور تمام و کمال عکس اس میں پڑے۔ میں کبھی اللہ تعالےٰ کے فضل اور برکات اور ان تاثیرات کو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کامل اتباع سے ملتے ہیں محدود نہیں کرسکتا۔ بلکہ ایسا خیال کرنا کفر سمجھتا ہوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ بہشت میں ایک مقام ہے جو مجھ ہی کو ملیگا ایک صحابی یہ سنکر رو پڑا۔ آپ نے پوچھا کہ تو کیوں رو پڑا۔ تو اس نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھے آپ کے ساتھ محبت ہے۔ جب آپ اس مقام میں ہونگے تو میں کہاں ہونگا۔ آپ نے فرمایا کہ تو میرے ساتھ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے اسکے وجود کو اپنے اندر لے لیا۔ غرض یہ یقیناً یاد رکھو کہ کامل اتباع کے ثمرات ضائع نہیں ہوسکتے یہ تصوف کا مسئلہ ہے۔ اگر ظلی مرتبہ نہ ہوتا تو اولیاء امت تو مر جاتے یہی کامل اتباع اور بروزی اور ظلی مرتبہ ہی تو تھا جس سے بایزیدؒ نے محمدؐ کہلایا۔ اور اس کینے چستر مرتبہ کفر کا فتوےٰ انکے خلاف دیا گیا اور انہیں شہر بدر کیا گیا۔ مختصر یہ کہ لوگ جو ہماری مخالفت کرتے ہیں انہیں اس بات کا علم نہیں اور وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کاش! وہ ان حالی کیفیات سے واقف ہوتے تو انہیں معلوم ہوتا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قدر اور حقیقت ان لوگوں نے سمجھی ہی نہیں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی تاثیرات اور ثمرات بھی باقی نہیں ہیں تو پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ثبوت ہی کیا ہے؟ اور اسلام کی فضیلت ہی کیا اور اس شریعت کے اتباع کی حاجت ہی کیا۔ جبکہ اسکے نتائج اور برکات ہمکو مل نہیں سکتے؟ میں سچ کہتا ہوں کہ یہ ایک بیہودہ اور کفریہ خیال ہے اسلام کے اتباع کے ثمرات اب بھی اور ہمیشہ ملسکتے ہیں اللہ تعالےٰ کی ذات میں بخل نہیں اور نہ اس کے ہاں کسی بات کی کمی۔

بعض آدمی اپنی بیوقوفی اور شتاب کاری سے یہ بھی کہدیتے ہیں کہ کیا ہم نے ولی بننا ہے؟ میرے نزدیک ایسے لوگ کفر کے مقام پر ہیں۔ اللہ تعالےٰ تو سب کو ولی کہتا ہے اور سب کو ولی بنانا چاہتا ہے۔ اسلئے وہ اھدنا الصراط المستقیم کی ہدایت کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ تم منعم علیہ گروہ کی مانند ہو جاؤ۔ جو کہتا ہے کہ میں ایسا نہیں ہوسکتا وہ اللہ تعالےٰ پر بخل کی تہمت لگاتا ہے۔ اور اس لئے یہ کلمہ کفر ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا مقام تو یہ تھا۔ کہ آپ محبوب الٰہی تھے لیکن اللہ تعالےٰ نے دوسرے لوگوں کو بھی اس مقام پر پہنچنے کی راہ بتائی ہے جیسا کہ فرمایا۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

یعنی ان کو کہدو کہ اگر تم چاہتے ہو کہ محبوب الٰہی بن جاؤ۔ تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالےٰ تم کو اپنا محبوب بنالیگا۔ اب غور کرو۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع محبوب الٰہی تو بنا دیتی ہے پھر اور کیا چاہئے۔ مگر اصل یہ ہے۔ کہ ان لوگوں نے اللہ تعالےٰ ہی کو شناخت نہیں کیا۔

ما قدروا اللہ حق قدرہٖ۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کو ناسازی طبع کی جو شکایت تھی۔ بحمد اللہ رفع ہوگئی ہے۔ اور آپ کو بفضلہ تعالےٰ اب بالکل آرام ہے۔

آپ کا پتہ

کیمپٹی ایوالاج چھوٹا شملہ ہے

گذشتہ اتوار اور پیر کو میاں صاحب کے دو تین مریدین اور مکرم جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب حضرت امیر ایدہ اللہ سے ملنے آئے۔ مسئلہ کفر و اسلام اور نبوت وغیرہ پر ان سے خوب گفتگو ہوئی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقاریر بہت ہی تشفی بخش ثابت ہوئیں۔

گو جرانوالہ سے مکرم منشی محبوب عالم صاحب کے بھائی کی جوان بھتیجی اور ایک اور رشتہ دار یکے بعد دیگرے فوت ہوگئے ہیں۔ آپ کی اہلیہ مکرمہ دائم المریض ہیں ایک اور قریبی رشتہ دار بوجہ بیماری ہسپتال میں ہیں ان حادثات و بلیات میں ہمیں منشی صاحب مکرم سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالےٰ مرحومین کو جنت نصیب کرے۔ بیماروں کو شفا عطا فرمائے۔ اور منشی صاحب مکرم کو صبر جمیل اور نو جریہ مصائب سے مخلصی نصیب ہو۔ احباب ان کے لئے بالضرور دعا فرمائیں ❖

ضرورت

دفتر سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں ایک ایسے احمدی کلرک کی ضرورت ہے۔ جو انگریزی میں خط و کتابت کرسکتا ہو۔ حساب و کتاب سے بھی واقف ہو۔ کاغذات دفتر کی ترتیب وغیرہ سے بھی ماہر ہو۔ تنخواہ ۲۵ یا زیادہ حسب لیاقت دی جائے گی ❖

درخواستیں بہت جلد آنریری سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام احمدیہ بلڈنگس کے پتہ پر آنی چاہئیں ❖

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ

آنریری سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

سب سے طاقتور ذرہ کا مذہب

کیا انسان تمام کائنات کا خلاصہ ایک کامل مخلوق اور نیچر کا عمدہ ترین جزو نہیں؟* نیچر میں بہتر سے بہتر جو بات تھی۔ انسان میں اس کا ظہور ہے یعنی اور پیدا ہوا ہے تمام عالم کے متحدہ اجتماع کی وجہ سے اس میں عقل۔ فہم۔ حس۔ ضمیر اور ارادہ پیدا ہوا ہے ذرات کی شکل تو تبدیل ہو سکتی ہے لیکن وہ اپنی فطرت کو ہرگز بدل نہیں سکتے۔ قوانین کی کامل اطاعت کرکے حسب دلخواہ نتائج کا اخذ کرنا عناصر کی فطرت میں پایا جاتا ہے تو کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی اس بنیادی خاصیت کو اس حالت میں مفقود کریں۔ جب ان کا اجتماع بہترین طرز پر انسان یعنی سب سے طاقتور ذرے میں ہو۔ اور اگر عناصر میں سے قوانین کی کامل اطاعت کرنے کی خاصیت جاتی رہتی تو ممکن نہ تھا کہ کوئی انسان علم طب وغیرہ کی کوئی تشریح یا تحقیق کر سکتا۔ تناسب ترتیب ترکیب وغیرہ کے قوانین الہی کی نظم و ترتیب سے علم ملتا ہے۔ انسانی قوائے کے ظہور پر بہت ہی سرسری نظر کرنے سے بھی یہی صداقت پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے ہم کو آنکھ کان منہ وغیرہ مختلف عضو دیئے گئے ہیں۔ ذرہ ان سے وہ کام تو لیکر دیکھو جو ان سے مخصوص نہیں۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ خواہ ان کو نقصان پہنچے اور خواہ ان کا نام و نشان ہی اس معرض خطر میں ہو۔ لیکن کبھی بھی وہ کسی خلاف نیچر کرنے کا ذریعہ نہیں بنینگے اور انہی اعضاء کو انکے مقررہ قوانین کے ماتحت استعمال کرو۔ تو ان کو پورے فرمانبردار اور کامل مطیع پاؤ گے۔ معلوم ہوا کہ انسانی وجود میں بھی قانون اور اسکی پابندی کا کامل ظہور ہوتا ہے۔ اسلام جسکے لغوی معنے ہی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔ اور جسکو احکام اور قوانین کا مذہب کہا جا سکتا ہے یہی تمام ذراتِ عالم کا مذہب ہو سکتا ہے اور ترقی کے ہر [illegible] میں ان کی حالت کے مطابق ہو سکتا ہے۔ الغرض ہر ذرۂ موجودات چھوٹا ہو یا بڑا۔ کثیف ہو یا لطیف سب کو اس عالمگیر مذہب کے قوانین کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہوگا۔

حضرت مسیح ابن مریم کب نازل ہونگے

کیونکر اتریں گے۔ اور وہ یہاں آکر کیا کام کریں گے؟ آپ کے آنے سے ختم نبوت کیوں کر باقی رہے گی؟

ان تمام باتوں کے متعلق ہر ایک مسلمان کو واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے۔

اسلئے

حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے ایل ایل بی مترجم ترجمۃ القرآن انگریزی کی نو تصنیف کتاب

"مسیح موعود"

کو منگوا کر پڑھو جس میں اس ساری حقیقت کو قرآن اور احادیث سے منکشف کرنیکے علاوہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی مجددیت و مسیحیت کو بھی بدلائل قاطع ثابت کیا گیا ہے۔ اور آپکی پیشگوئیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے آخر میں ان غلط الزامات سے آپکی بریت کی گئی ہے۔ جو آپ پر درباره عقائد اسلامی عام طور پر لگائے جاتے ہیں۔ قیمت فی جلد (عہ)

انگریزی دان حضرات کو خوشخبری سنادو کہ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے حالات پر چار انگریزی رسائل حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ مترجم

ترجمۃ القرآن

انگریزی کے جواہر نگار قلم سے نکل کر ابھی ابھی شائع ہوئے ہیں۔ جن میں بانی سلسلہ عالیہ کے ذاتی حالات سے لیکر آپ کے دعاوی پیشگوئیوں اور موجودہ افتراق و انشقاق کے اصل اسباب اور دیگر ضروری حالات پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔

طالبان حق کا فرض ہے

کہ ان ہر چہار رسائل کو منگوا کر اول سے آخر تک پڑھیں اور سلسلہ کے متعلق پوری واقفیت حاصل کریں۔

قیمت فی سٹ (عمر)

دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے طلب کیجئے

* لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (سورۃ التین) ترجمہ: تحقیق ہم نے انسان کو بہترین ساخت کے پیدا کیا ہے۔

مراسلات

برادران احمدیہ کی خدمت میں ضروری التماس

جملہ ممبران سلسلہ احمدیہ .... کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ ماہواری چندوں کی فراہمی اور ادائیگی میں از بس غفلت کو عمل میں لایا جا رہا ہے۔ علیحدہ علیحدہ خطوط اور عریضہ جات لکھنے کے باوجود بعض احباب متوجہ نہیں کرتے۔ افسوس ہے کہ اگر انکو بار بار کوئی چیز بھول جانے والی معلوم ہوتی ہے تو وہ یہی ماہواری چندوں ہی کی ادائیگی ہے۔ حالانکہ ماہواری چندے ہی وہ ایک تھوڑے سے تھوڑا بوجھ تھا جو کہ جماعت کو باقی مسلمانوں سے ممیز کرنے کے لئے بطور مجاہدہ بجائے کوٹھڑیوں میں بند ہو کر چلے کرنے۔ اور دیگر ازیں قبیل مجاہدات کے حضرت مسیح موعود نے بجا اور مناسب طور پر تجویز کیا یہی وہ مجاہدہ تھا جو امام زمان نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے ہمیں بتایا۔ جس میں کل کے کل ممبران سلسلہ کا حصہ لینا ضروری ہے۔ پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ جو احمدی اس تھوڑی سی قلیل کوشش میں بھی حصہ لینے سے غافل ہے وہ کس طرح خدا کے حضور اطمینان قلب سے کھڑا ہو سکیگا۔ ماہواری چندہ اس زمانہ میں بطور فرض وواجب کے ہے جس کی ادائیگی اشاعت اسلام کے لئے اور اسلام کی حفاظت کے لئے از بس ضروری ہے اس کے بغیر وہ جماعت جو اشاعت اسلام کا اہم کام لیکر کھڑی ہوئی ہے۔ ایک قدم آگے نہیں چل سکتی۔ افسوس ہے کہ اس بنیادی پتھر کے قیام سے ہی برادران غافل ہیں۔ دنیا کی ضروریات تو کبھی ختم نہیں ہو سکتیں اگر دین کی بھی کچھ وقعت دلوں میں ہو تو اُسے بھی بطور ایک ضروری فرض کے سمجھا جائے۔ کبھی ایک چند لمحوں کے لئے اس عارضی فانی زندگی کا آئندہ کی دوامی زندگی سے مقابلہ کریں۔ اور سمجھیں کہ اس کے مقابل میں وہ بہت لمبا اور ضروری حصہ اُن کی زندگی کا ہے۔ اور کہ اس [illegible] اس کی تیاری اُن کا اولین فرض ہے۔ پس ہمیں [illegible] دین کو دنیا پر مقدم کرنا چاہئے اور دینی ضروریات کے لئے دنیا کی ضروریات سے پہلے فکر کرنی چاہئے۔ لیکن افسوس دنیا پرستی کی رو میں اکثر لوگ بہتے جا رہے ہیں اور اس طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کہتے کہتے
وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے

کیا حضرت صاحب کے ارشاد کی بھی انہیں قدر نہیں۔ کیا آپکے اس ارشاد کا بھی کوئی پاس نہیں جو آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص تین ماہ تک چندہ نہ دیگا وہ جماعت سے خارج سمجھا جائیگا۔

اُن برادران کا جو کہ ایک پیر پرست حصہ جماعت کو سلام کہہ کر علیحدہ ہوئے تھے فرض اولین تھا کہ وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہوتے اور اپنے اُن عہدوں اور وعدوں کی پابندی اور وفا میں کوشش کرتے جو کہ خدا اور اُس کے رسول صلعم اور اسکے امام علیہ السلام کے ساتھ انہوں نے کئے ہوئے تھے۔ لیکن یہاں تو توجہ ہی کسی اور طرف ہے۔ خدا ہمارے حال پر رحم کرے!

پس برادران خدارا اپنے اس فرض کو سمجھو اور جماعت کی بنیاد کو مضبوط کرو۔ اس میں ہی تمہاری بھلائی ہے حضرت اقدس کا ارشاد ہے کہ میرے بعد ملکر کام کرو۔ ہم میں سے جو ایسا نہیں کرتا وہ یاد رکھے کہ امام زمان کے یہ الفاظ یونہی بیفائدہ نہیں۔ انکا اثر بھی ضرور ظاہر ہو کر رہیگا خواہ ہم سمجھیں یا نہ سمجھیں

الغرض برادران ماہوار چندوں کی فراہمی اور ادائیگی کا ملکر انتظام کرو۔ خدا کے کام کبھی رُکا نہیں کرتے آخر چار پانچ سال گذشتہ بھی کام چلتا ہی رہا ہے۔ اور لاکھوں روپیہ اللہ تعالیٰ جلشانہ کے فضل سے اشاعت پر خرچ ہو گئے اب بھی اللہ غنی ہے اُس کے بنا کردہ سلسلہ کو کمزوری نہ ہوگی وہ کامیاب ہوگا۔ بدقسمت وہ ہونگے جو اس میں حصہ لینے سے جی چرائینگے وہ جو ہم میں سے چندہ دیتے ہیں اور دل کھول کھول کر اپنے مالوں کو اس کے مولیٰ میں خرچ کر رہے ہیں اُنکے گھروں میں اس کی وجہ سے کچھ کمی نہیں آ گئی۔ اگر تم چندوں سے دل چُراتے ہو تو اپنے گھروں کا اُنکے گھروں سے مقابلہ کرو گے تو اُن کو پہلے سے زیادہ فارغ البال پاؤ گے۔ پس دل کی کمزوریوں کو دُور کرو۔ اور میدان کارزار میں [illegible] میدان [illegible] کے آگے نکلو تا اپنے لئے آخرة کی بنیاد تیار کر سکو۔ اور اسی میں سب کی بھلائی ہے۔ بجائے الگ الگ اپیل کرنے کے اب میں نے یہی مناسب سمجھا کہ دوستوں کی خدمت میں بذریعہ اس اپیل کے عرض کروں۔ جماعت سیالکوٹ۔ جماعت جموں۔ جماعت جہلم اور راولپنڈی۔ اور جماعت خیرپور میرس کی خدمت میں خصوصاً میری یہ درخواست ہے کہ وہ ماہواری چندوں میں باقاعدگی کو کام میں لا دیں۔ اور عند اللہ ماجور ہوں۔ اور دیگر برادران کی خدمت میں جو متفرق طور پر ہیں اور کسی باقاعدہ انجمن میں منسلک نہیں التماس ہے کہ وہ خود علیحدہ چندہ بھجوا دیا کریں۔ انجمن کو سکول کیلئے۔ تصنیفات کے سلسلہ کے لئے۔ اخبار کے لئے۔ اشاعت اسلام کے لئے۔ اشاعت احمدیت کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔

برادران کا فرض ہے کہ ہر ایک مد میں چندہ دیں۔ سکول اب بفضل خدا اپنے قدموں پر کھڑا ہوتا جا رہا ہے۔ سرکاری امداد تقریباً پانچ ہزار اس سال مل چکی ہے۔ اسکے سوائے ابھی اس مد میں بعض برادران کی خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ لاہور میں اس کی تحریک کی گئی تھی احباب نے حسب استطاعت دل کھول کر چندہ دیا۔ جس کی فہرست پہلے شائع ہو چکی ہے۔ بیرونی برادران کو بھی چاہئے کہ وہ بھی اسکے لئے خاص چندے کھولیں اور روپیہ جمع کرکے داخل خزانہ انجمن کرائیں۔

زکوٰۃ کے فریضہ کی ادائیگی کی اہمیت بیان کرنے کی ضرورت نہیں سب بھائی جانتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا کرنا ایک مسلمان کا اولین فرض ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ بہت کم لوگ اس فرض کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اکثروں کو تو خیال بھی نہیں وہ اسے یونہی ٹال دیتے ہیں اور صاحب نصاب ہو کر اسکی پرواہ تک نہیں کرتے۔ حالانکہ مسلمان بننے کیلئے اس کی فکر سب مسلمانوں کا فرض ہے۔ پس اپنے گھروں کا محاسبہ کرو۔ اور بیت المال میں زکوٰۃ کا روپیہ بھیجو کیونکہ اشاعت اسلام سے بڑھکر اس زمانہ میں اور کوئی چیز نہیں۔ نہ ہی متفرق طور پر ان تمام مصارف پر ٹھیک طرح خرچ ہو سکتا ہے جن پر خرچ کرنے کا قرآن کریم نے حکم دیا ہے۔

بالآخر عرض ہے کہ غفلت کو چھوڑ دو۔ جماعت جو اللہ تعالیٰ نے امام زمان کے ذریعہ بنائی ہے اس نے کچھ کام کرنا ہے اور ضرور کرنا ہے خدا تعالیٰ کا کوئی فعل عبث نہیں ہوتا۔ پس تم یہ سمجھو کہ تم نے ایک کام کرنا ہے اُسکے کرنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ سب سے پہلے ضروری ہے کہ اپنی مالی حالت کو درست کرو۔ اور وہ اسی طرح ہو سکتی ہے کہ اسلام میں مالی قربانی کے جو احکام ہیں اُس پر کاربند ہو جاؤ۔ اور امام زمان نے جو چندہ تمہارے ذمہ لگایا ہے اس کو ادا کرو۔

دیکھو خوب سمجھ لو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے مال سے غنی ہے۔ ہم جو مانگنے والے ہیں اللہ کے فضل سے تمہارے مال کی حاجت نہیں رکھتے۔ پس اپنے لئے دو۔ اپنے پر آپ احسان کرو بھلائی کو خریدو۔ تا تمہارا بھلا ہو دے۔ آسمان کے ارادوں کو دیکھو۔ کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ زمین کے اشارات کو سمجھو کہ وہ تمہیں کیا سبق دے رہی ہے۔ ہر طرف سے یہی آواز آ رہی ہے کہ دنیا بہ ہمہ روزے چند۔ آخر کار با خداوند۔

پس برادران اس الٰہی آواز کی طرف کان لگاؤ اور دنیا میں دل کو نہ پھنساؤ۔

خاکسار سید محمد حسین محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

اعلان بیعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمنا جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ چند سطور درج اخبار فرما کر ہم کو ممنون کیجئیگا۔

کچھ عرصہ کی بات ہے۔ جبکہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کا لکچر یہاں بھیرہ میں ہوا تھا۔ جسکے سنتے ہی مولوی صاحب موصوف کی حق بیانی اور اُنکے اس اُنس نے جو اُنہیں مذہب اسلام سے بالخصوص ہے

کے آخر بیٹے" تو بعید آنحضرت صلعم ان کے بعد یعنی آپکے زمانہ بعثت کے بعد تو نہ آئے بلکہ اُن کی زندگی میں ہی اور دوبارہ بعثت سے پہلے آ گئے۔ پس یا تو انکی زندگی اور اس دوبارہ بعثت کے اعتقاد کو خیرباد کہو۔ اور آنحضرت صلعم کو یاتی من بعدی اسمہ احمد کا حقیقی مصداق قرار دو۔ ورنہ اگر مسیح ابھی تک آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں اور پھر دوبارہ آئینگے۔ تو ماننا پڑیگا۔ کہ آنحضرت صلعم ابھی عالم شہود میں جلوہ گر نہیں ہوئے یا اگر ہوئے تو پیشگوئی آپ کے لئے نہ تھی۔ کوئی اس نام کا رسول حضرت عیسٰی کی وفات کے بعد آنا چاہئے۔

کیا مولوی ابوتراب صاحب اس نص قرآنی پر غور فرما کر اپنے غلط عقائد کی جو نہ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس پیشگوئی کا مصداق ہی نہیں رہنے دیتے بلکہ آپ کی ختم نبوت پر بھی ان سے سخت زد پڑتی ہے۔ اصلاح فرمائیں گے؟

جوتیوں سے نماز

خواجہ حسن نظامی نے اپنے ماہوار رسالہ مرشد میں ایک طویل مضمون اس موضوع پر لکھا ہے۔ کہ مسجدوں اور مزاروں وغیرہ میں جوتیاں اُتار کر جانا مسلمانوں نے ہندوؤں سے سیکھا ہے۔ جس کی وجہ سے نمازی مسجد میں کے اندر اطمینان سے نماز نہیں پڑھ سکتا نہ ہی زائر صاحب مزار کے تصور میں پورے طور پر اپنے آپکو منہمک کر سکتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ زیارت قبور کے وقت زائر پوری دلجمعی کے ساتھ شیخ کا تصور باندھنا چاہتے ہیں۔ لیکن کیا کریں جوتیاں اُن کے دل کے اندر کھلبلی ڈالتی ہیں اسلئے خواجہ صاحب جوتیوں سے نماز پڑھنا نہایت ضروری سمجھتے ہیں اور اس سے سو شہیدوں کا ثواب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کہ یہ بھی ان کے نزدیک ایک مردہ سنت کو زندہ کرنا ہے۔ خواجہ صاحب کا یہ جوتیوں والا خیال چاہے کتنا ہی غلط اور بے بنیاد کیوں نہ ہو۔ لیکن اسمیں کلام نہیں کہ مسلمانوں کے بعض طبقات نے جوتیوں سمیت نماز پڑھنے کو جو ناجائز سمجھ رکھا ہے وہ صحیح نہیں۔ جوتیاں پہنکر نماز پڑھ لینا جیسا کہ بعض احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ جائز ضرور ہے۔ گو فرض نہیں لیکن خواجہ صاحب اگر اسے فرض سمجھتے ہیں تو ہمیں اس سے بھی رنج نہیں وہ جوتیوں سے ہی نماز پڑھا کریں۔ لیکن پڑھیں ضرور۔ اور مزاروں کے اندر تو جوتیوں کا لے جانا نہ صرف فرض بلکہ بہت زیادہ ضروری اور لابد امر ہے۔ اور از حد ثواب کا موجب۔ کہ یہ بھی اس شرک کو ایک حد تک توڑنے کا موجب ہو سکتا ہے۔ جو ان مقامات کی اس قسم کی ناجائز عظمتوں سے نشو و نما پا رہا ہے۔ بلکہ ہماری تو دلی خواہش ہے کہ خواجہ صاحب اس حقیقت کا بھی اعلان کریں بشرطیکہ انکی خود ساختہ طریقت اور سجادہ نشینی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خیال درمیان میں حائل نہ ہو۔ کہ اولیاء اللہ کی مزاروں پر اس قسم کے عقیدت وغیرہ کے جذبات کے ساتھ جانا جیسا کہ آجکل لوگوں میں عام طور پر پائے جاتے ہیں اُنکے تصور جمانا اور ان سے منتیں وغیرہ مانگنا یہ سراسر باطل اور خطرناک شرک ہے۔ خواجہ صاحب تو جوتیوں سے نماز پڑھ کر سو شہیدوں کا ثواب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ وہ بات ہے کہ جس کے لئے وہ بڑے بڑے شہداء کا مرتبہ پا سکتے ہیں بشرطیکہ پورے صدق نیت اور خلوص کے ساتھ اس عظیم الشان شرک کو ہندوستان سے دُور کر کے اس کی جگہ توحید الٰہی کا جھنڈا نصب کرنے کی کوشش کریں کیا وہ ایسا کرینگے؟

ترجمۃ القرآن انگریزی رعایتی قیمت پر

مختلف شخصیوں کے خطوط جات کیوجہ سے ہم اس قابل ہیں کہ ترجمۃ القرآن انگریزی مصنفہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی ایدہ اللہ کی متعدد کاپیاں رعایتی نصف قیمت پر دے سکیں۔ اس لئے ایسے حضرات جو اپنی درخواست کے ساتھ دو معززین کی تصدیق بھجوا دیں گے۔ اُن کو قسم دوم قرآن مجید قیمتی ... روپیہ نصف قیمت پر علاوہ محصول ڈاک مل سکے گی۔

درخواستیں جلد آنی چاہئیں۔

سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بلاد غیر میں تبلیغ اسلام

(۱)

لنڈن میں کامیاب اسلامی تحریک

برادران سلمہ الرحمٰن۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خدا کے فضل سے گذشتہ ماہ بھی قبولیت اسلام سے خالی نہیں گیا۔ ایک بزرگ نے جو اسرائیلی مذہب کے مطالعہ کے بعد آخر کار اسلام داخل ہوئے۔ ان کی حیثیت متمول لانہ ہے اور اگر خدا تعالیٰ نے چاہا۔ تو کبھی نہ کبھی اسلام سے انکو فائدہ ہوگا۔ ان کے ہمراہ ان کی ایک دختر نیک اختر بھی، دائرۂ اسلام میں آئی ہے۔ اگرچہ انکی بیوی اور دیگر متعلقین ابھی قبولیت اسلام کیلئے تیار نہیں۔ ان ہر دو کے علاوہ ایک نوجوان فوجی افسر جو کپتان کا عہدہ رکھتے ہیں۔ وہ بھی زمرۂ مسلمین میں آ گئے ہیں۔ ان کا ایک تازہ خط جو مجھے پچھلے ہفتہ ملا۔ اس میں وہ مجھ سے ایسی کتاب کا پتہ پوچھتے ہیں۔ جو انگریزی میں ہو۔ اور جو انکو غسل و طہارت بالوں کی صفائی وغیرہ وغیرہ کے متعلق ہدایات دے۔ میں نے اپنی کسی گذشتہ چٹھی میں انگریزی خوان مسلم بھائیوں کی خدمت میں لکھا تھا۔ کہ اگر وہ ہماری اور کوئی مدد نہیں کر سکتے تو اس قسم کی کتابیں لکھکر ہمیں بھیجدیں صرف ہندوستانی مولوی وان ... اور اگر ہمارے بزرگ اسلامی علوم کو عربی اور فارسی میں نہ لکھ جاتے تو ہمیں اسلام کی کیا خبر ہوتی یہ قرضہ مسلمانان ہند کے ذمے ہے اور اس کی ادائگی اس طرح ہو سکتی ہے کہ مسلمانان ہند اہل مغرب کے لئے اس قسم کی کتابیں لکھیں۔ میں ایک اچھے تجربے اور بصیرت کی نگاہ سے حالات کو دیکھ رہا ہوں۔ اور آپ کی توجہ اس طرف کھینچتا ہوں۔ کہ اسوقت قطعاً فلسفیانہ بحثوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ بیشک جس طرح "مالابد منہ" اور "یکی روٹی" وغیرہ وغیرہ جیسی کتابیں سادے سادے اسلامی فرائض، سنن اور مستحبات پر لکھی گئی ہیں ایسی ہی انگریزی میں لکھی جاویں۔ انہیں کی یہاں سخت ضرورت ہے کوئی بزرگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات جمع کر دے لیکن سند کا حوالہ ساتھ دے۔

الغرض مختصر سے رسالوں کی سخت ضرورت ہے اگر اور نہیں ہو سکتا۔ تو جو اُن لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں انگریزی خوانوں کے نزدیک بلّا یا نہ طرز ہے انہیں کا ترجمہ کر کے ہمیں بھیجدیں۔ وہ بھی از بس مفید ہونگی۔

خدا کی شان کہ یہاں کے اعلےٰ سے اعلےٰ علمی طبقہ میں پھر کر اور یہاں کے Rationable (ریشن ایبل) مقامات پر لکچر اور سرمن دیکر اور باتیں کر کے یہ نظر آیا۔ کہ جن اسلامی شعار کو اور اسلامی حقائق کو ہم نے علوم جدیدہ پڑھکر بنظر استخفاف دیکھا۔ وہ یہاں کی نگاہ میں اعلےٰ پایہ کی چیزیں ہیں۔ بدقسمتی سے سیاسیات ہمارے بھائیوں کو اپنی طرف اس قدر متوجہ کر رہی ہیں کہ انکے دل میں مذہب کے لئے کوئی جگہ نہیں رہی۔

(۲)

لنڈن مسلم ہوس

آخر کار گذشتہ ۶ ماہ کی محنت بارور ہونے لگی۔ علاوہ نماز جمعہ کے لوگوں کا شوق دیکھکر ایک عربی کلاس اور ایک قرآن کی کلاس کھول دی گئی ہے۔ عربی ایک مصری مسلمان پڑھاتے ہیں۔ اور قرآن کریم کا درس ہفتہ میں ایک دفعہ میں دیتا ہوں۔ پڑھنے والوں کا شوق دیکھکر دل تو چاہتا ہی کہ ہفتہ میں دو تین دفعہ کر دیا جاوے۔ لیکن فرصت نہیں۔ قرآن کی کلاس میں غیر مسلم بھی شریک ہوتے ہیں اسوقت تک میرے لکچروں کا اندازہ ایک حد تک متکلمانہ تھا۔ لیکن اب نومسلم اور بعض غیر مسلموں کی طرف سے درخواست کی گئی ہے کہ ہمیں حقائق اصول اور فرائض اسلام سمجھائے جائیں۔ چنانچہ اب یہ صورت کی گئی ہے کہ مہینہ میں دو دفعہ ... ایٹ ہوم اجتماع کیا جاتا ہے۔ چائے پانی کی تواضع کے بعد ایک مضمون پر مختصر بہت مختصر تقریر کی جاتی ہے۔ اور اسکے بعد سوال و جواب شروع ہوتے ہیں۔ چنانچہ پہلا ۶- اپریل کو ہوا۔ جس میں ۵۰ کے سوا حاضرین تھے۔ بعد نصف گھنٹہ تقریر اور ڈیڑھ گھنٹہ سوال و جواب ہوتے رہے یہ طریق انشاء اللہ از بس مفید ثابت ہوگا۔

اس چٹھی کے ساتھ میں ماہ اپریل کا syllabus شامل کرتا ہوں۔ جس سے یہاں کی مصروفیتوں کا اندازہ لگ سکتا ہے۔ والسلام۔

دستخط خواجہ کمال الدین امام مسجد ووکنگ۔

ذرات عالم کا مذہب

مذہب اور سائینس میں مطابقت

(۳)

یہ آیت کتنی کھلی اور عظیم الشان صداقت ہے۔ قدرت کا ہر ذرہ اپنے مدار اور راستے پر سفر کر رہا ہے۔ کائنات کی ہر چیز قانون قدرت کی مطیع ہے تمام قدرت میں یکرنگی ہے۔ یہ سب راز قرآن کریم نے اپنے سادہ لیکن جامع الفاظ میں ایک ایسے وقت سنائے۔ جبکہ جدید سائینس نے جنم بھی نہ لیا تھا۔ اور مغربی دنیا ان رازوں سے محض ناواقف اور جاہل تھی۔ قدرت کا ہر ایک جزو اپنی اپنی راہ پر لگاتار قدم مار رہا ہے کوئی حکم عدولی نہیں کسی قسم کی افراط تفریط نہیں۔ بلکہ صرف ایک مقررہ ازلی ابدی نہ بدلنے والے قانون کی پوری اطاعت کر رہا ہے۔ اسی سے تو مختلف عناصر ایک متحد کل میں جمع ہو سکتے ہیں اور بے نظمی سے نظم پیدا ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا۔ پابندی قوانین کی صداقت کائنات کے ہر حصہ میں پائی جاتی ہے۔ قدرت کے ہر ذرہ کی ہستی اور تکمیل و ترقی کا دار و مدار قانون کے آگے سر جھکانے میں ہے اس کرۂ ہوائی کے ذرات کو برقی جوہر بننے کے لئے خاص مداروں پر چلنا پڑتا ہے خاص قوانین کی اطاعت کرنی پڑتی ہے اور یہی برقی جوہر بعض معین انتظامات کے ماتحت مادی دنیا کی شکل اختیار کرتے ہیں اور اس طرح وہ مادہ کی تکمیل کر آتے ہیں۔ مقررہ راستوں کا مخصوص ہونا اور شکلوں وغیرہ کا معین ہونا یہ بات کائنات کے ہر جزو میں پائی جاتی ہے ... کی بنا پر تمام سائینس کی تحقیقات کا دار و مدار ہے۔ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ سائینس بذات خود کچھ پیدا نہیں کر سکتی۔ اس کی غرض و غائیت صرف اسقدر ہے کہ ان قوانین کو معلوم کرے جو قدرت کی طاقتوں کی راہنمائی کرتے ہیں۔ انہی قوانین کو ذرات عالم کا مذہب کہا گیا ہے۔ کیا تمام عالم ایک مقررہ راہ پر نہیں چل رہا۔ کیا مادہ قوانین کے ماتحت نہیں کام کرتا۔ اگر اس کی ترقی بیقاعدہ۔ بے نظم اور بے ترتیب ہوتی تو ایک شخص یہ نتیجہ نکال سکتا تھا کہ نیچر نے کام کرتے ہوئے اپنے آپ کو حالات گرد و پیش کے ماتحت کر لیا ہے اور قانون کو اس کا نتیجہ مانا جاتا۔ لیکن سائینس نے یہ معلوم کیا ہے۔ کہ کائنات میں ایک نظم اور باقاعدگی ہے جو اسکے ہر جزو پر حاوی ہے اور جو کچھ بھی سائینس نے معلوم کیا ہے وہ سوائے چند قواعد اور قانونوں کے جنکے ماتحت مادہ کام کرتا ہے۔ کچھ نہیں اس سے صاف ارادہ اور عقل کام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں نیز ہر جگہ مادہ سے پہلے قانون کا پتہ لگتا ہے اسواسطے ثابت ہوا کہ قدرت میں محض مشابہت کوئی چیز نہیں اس جگہ ہم چودہویں صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی تصنیف ٹیچنگس آف اسلام میں سے کچھ نقل کرتے ہیں جس میں آپ نے خدا کی ہستی ثابت کرتے ہوئے مندرجہ ذیل عبارت لکھی ہے۔

"اگر ان کا در پردہ کوئی مدبر نہ ہو تو یہ تمام سلسلہ درہم برہم ہو جائے یہ دلیل ہیئت پر غور کرنے والوں کے لئے نہایت فائدہ بخش ہے کیونکہ اجرام فلکی کے اتنے بڑے عظیم الشان بیشمار گولے ہیں جن کے تھوڑے سے بگاڑ سے تمام دنیا تباہ ہو سکتی ہے یہ کیسی قدرت حق ہے کہ وہ آپس میں نہ ٹکراتے ہیں نہ بال بھر رفتار بدلتے اور نہ اتنی مدت تک کام دینے سے کچھ گھسے اور نہ ان کی کلوں پرزوں میں کچھ فرق آیا۔ اگر سر پر کوئی محافظ نہیں تو کیونکر اتنا بڑا کارخانہ بیشمار برسوں سے خود بخود چل رہا ہے۔ انہیں حکمتوں کی طرف اشارہ کر کے خدا تعالیٰ نے دوسرے مقام میں فرماتا ہے۔" افی اللّٰہ شک فاطر السمٰوٰت والارض کیا خدا کے وجود میں شک ہو سکتا ہے جس نے ایسے آسمان اور ایسی زمین بنائی۔

کشتی کے ذریعہ خشکی پر اتارا [illegible] ۔ چنانچہ اس آدمی کو فی الحقیقت ۱۵ اپریل کو خشکی پر [illegible] گیا۔ اور اُسے گرفتار کر لیا گیا۔ نئی بغاوت کا انحصار زیادہ تر آبدوز کشتیوں کے ذریعہ سامان جنگ کے خشکی پر اتارے جانے پر تھا۔ اس امر کے ثبوت میں شہادت موجود ہے۔ کہ مغربی محاذ پر ایک کامیاب جرمن جارحانہ کارروائی کے بعد ہی بغاوت کے برپا کرنے کی تجویز کی گئی تھی۔ کیونکہ اس صورت میں برطانیہ کلاں اغلباً افواج سے خالی ہو گا۔ ڈی ویلرا کے پاس سے جو دستاویزات برآمد ہوئی ہیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اپنی باغی فوج کی بناوٹ نہایت تفصیل کے ساتھ خاکہ تیار کیا ہوا تھا اور اُسے امید تھی۔ کہ وہ ۵ لاکھ تربیت یافتہ آدمی جمع کر سکیگا اس بات کی شہادت موجود ہے۔ کہ جرمن سامان بارود فی الحقیقت آبدوز کشتیوں کے ذریعہ مئی کے شروع میں لکسمبرگ سے روانہ کیا گیا تھا اور جرمن آبدوز کشتیاں کچھ عرصہ سے آئرلینڈ کے مغربی ساحل پر جہازوں کی تباہی کے کام کے علاوہ دیگر کام میں مشغول تھیں۔ یہ ظاہر ہے کہ سن فین آرگنائزیشن اور جرمنی کے درمیان نامہ و پیام قریباً ۲½ سال سے جاری تھا پہلے پہل آئرش امریکنوں کا ایک حصہ متوسط تھا۔ لیکن جب سے امریکہ جنگ میں [illegible] داخل ہوا ہے دشمن کے ساتھ خط و کتابت زیادہ براہ راست ہوتی رہی ہے۔ دوسری بغاوت جو ۱۹۱۷ء میں کھڑی کرانے کی تجویز کی گئی تھی۔ صرف اس لئے ناکامیاب ہوئی۔ کہ جرمن افواج پہنچنے کے ناقابل تھے۔ ۱۹۱۸ء کی بغاوت کے لئے تجاویز مغربی محاذ پر جرمن جارحانہ کارروائی کے سلسلہ میں پختہ کی جا رہی تھیں اور جرمنی سے اسلحہ جات جہازوں کے ذریعہ بھیجے جانے والے تھے۔ ہر ایک تجویز کی ایک اہم خصوصیت آئرلینڈ میں آبدوز کشتیوں کے اڈے قائم کرنا تھا۔ تاکہ ہر قوم کے جہازوں کو خطرہ میں ڈالا جا سکے۔

سازش کے مختصر حالات

ذیل میں بغاوت کے کچھ حالات بیان کئے جاتے ہیں:۔

حسب ذیل سن فین لیڈران گرفتار کر لئے گئے ہیں ڈی ویلرا کاؤنٹس مارکیویز۔ آرتھر گریفتھ۔ ڈاکٹر ولیم ڈیلٹ اور ولیم کاسگریو کلنی کی طرف سے سن فین ممبر پارلیمنٹ [illegible] فیکس ماس بٹلر جورف میک کرتیہ۔ جان میک گاری [illegible] اوکیف اور ڈاکٹر ریچرڈ ہیز۔ یہ تمام گرفتاریاں قانون تحفظ قلمرو کے تحت میں ہوئی ہیں۔

اطلاع ملی ہے کہ سب ملا کر تقریباً سو آدمی آئرلینڈ میں گرفتار ہوئے ہیں۔ جو زف میک گنے ممبر پارلیمنٹ اور سن فین مجلس انتظامی کے ممبر بھی گرفتار ہوئے ہیں۔ قیدی کنگسٹاؤن میں ایک جہاز پر سوار کر دئے گئے۔ فوج اور جاسوس ڈبلن میں سن فین کے مستقروں پر حملہ آور ہیں۔ اور بہت سے کاغذات گرفتار ہوئے ہیں۔ تمام گرفتاریاں رات کے وقت ڈبلن بلفاسٹ اور دوسرے شہروں میں عمل میں آئی ہیں۔

مسٹر ڈلن ڈبلن میں آئرش پارلیمنٹری کی صدارت کر رہے تھے۔ اس کے اختتام پر ایک بیان نافذ کیا گیا جس میں اعلان کیا گیا کہ گورنمنٹ کا ہرگز یہ ارادہ نہیں ہے کہ ہوم رول کا مسودہ پیش اور منظور کیا جائے۔ جس میں فیصلہ کی ذرا سی بھی امید ہو۔

سب سے آخری خبروں سے پتہ چلتا ہے کہ گورنمنٹ ہوم رول کا مسودہ پیش کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ اور اسکے وعدہ محض مار العوام اور پبلک کو دھوکہ دینے کی غرض سے تھے۔ اور خاصکر امریکن گورنمنٹ اور یورپین اتحادیوں کو فریب دینا مقصود تھا۔ اس بیان میں امریکن گورنمنٹ سے امید کی گئی ہے کہ وہ برطانوی اشاعت کرنے والوں کے فریب میں نہ آئے۔ کیونکہ وہ آئرلینڈ کے متعلق غلط فہمیاں پھیلا رہے ہیں۔ بلکہ برطانیہ عظمےٰ سے اصرار کرے۔ کہ وہ آئرلینڈ میں انہیں وصول آزادی کا نفاذ کریں جو پریسیڈنٹ ولسن نے بتائے ہیں۔

(از وکیل امرتسر)

روپیہ اور خون کی بارش

تم نے بارہا سنا ہو گا کہ فلاں مقام پر خون کی بارش ہوئی۔ اور فلاں مقام پر روپوں کا مینہ برسا۔ یہ خبریں کہاں تک صداقت کا پہلو لئے ہوئے ہوتی ہیں۔ ان کی نسبت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ آجکل سچ مچ روپیہ اور خون کی بارش ہو رہی ہے اور اگر باور نہ ہو۔ تو ذیل کی سطور پڑھ لیجئے۔ جن سے معلوم ہو گا۔ کہ موجودہ جنگ میں برطانیہ نے کس قدر جانی و مالی قربانی کی ہے۔

سب سے پہلے برطانیہ کے صیغہ بحری کو لیجئے۔ ۱۹۱۴ء کے بحری تخمینہ میں ۱۴۵۰۰۰ افسروں اور جوانوں کی گنجائش رکھی گئی تھی ۱۹۱۷ء میں یہ تعداد بڑھتے بڑھتے ۴۳۰۰۰۰ تک پہنچ گئی۔ جہازوں کی زیادتی کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ وہ ۴۰ لاکھ ٹن سے بڑھ کر ۶۰ لاکھ ٹن تک پہنچ گئے۔ اور سرنگیں صاف کرنیوالے جہازوں کی تعداد ۱۲ سے بڑھکر ۳۳۰۰ تک پہنچی۔ انگریزی فوج اور اتحادی فوجوں کو ایک سے دوسرے مقام تک لیجانے میں برطانیہ کے بیڑہ نے بڑی شاندار خدمات انجام دیں اور ۱۳۰۰۰۰۰ آدمی ۲۰۰۰۰۰ گھوڑے اور خچر ان علاوہ بہت سے سامان خوراک و سامان جنگ کے ایک سے دوسرے مقام تک پہنچائی گئیں۔ برطانیہ کے جنگی جہازوں نے صرف ایک ماہ کے عرصہ میں ۱۰ لاکھ میل کا سفر کیا۔ ہر ماہ ۱۱۰۰ تجارتی جنگی جہاز تیار ہوتے ہیں اور ۱۰۰۰ جنگی جہازوں کو ایک ماہ کے عرصہ میں مکمل پاس کیا گیا ہے۔ برطانیہ کی بڑی فوج اگست ۱۹۱۴ء میں باقاعدہ ۲۵۰۰۰۰ اور ۲۰۰۰۰۰ اور ملکی۔ ۴۵۰۰۰۰ تھی۔ اس میں سے ۱۶۰۰۰۰ جوان وسط ماہ اگست ۱۹۱۴ء میں فرانس پہنچے اور انہوں نے معرکہ مارن میں نمایاں خدمات سر انجام دیں۔ اسکے بعد فوجی توسیع نے یہانتک ترقی کی۔ کہ اکتوبر ۱۹۱۷ء میں ۳۰۰۰۰۰۰ جوان جنگ کے مختلف میدانوں میں کام کر رہے تھے۔ سلطنت کے مختلف حصوں نے فوجی بھرتی میں جو حصہ دیا اس کا اندازہ ان اعداد سے ہو سکتا ہے انگلستان ۶۰.۴ فیصدی سکاٹلینڈ ۴۰ و ویلز ۳.۷ و آئرلینڈ ۳.۶۲ - نوآبادیاں ۱۲ اور ہندوستان ۱۲.۳ برطانوی فوج کی کامیابیوں کا ذکر سنئے۔ نومبر ۱۹۱۷ء تک دشمن کے ۱۶۰۰۰۰ قیدی پکڑے گئے تھے ۹۰۰ توپیں ہاتھ آچکی تھیں اور دشمن کا ۱۲۸۴۰۰ مربع میل علاقہ اس سے چھین کر برطانیہ کے زیر نگین آچکا تھا۔ مصر میں ۲۰ ہزار مربع میل زمین ہاتھ آئی ۱۱۰۰۰ مربع میل علاقہ فرانس میں دوبارہ حاصل کیا گیا ہوا میں بھی برطانیہ کا زور غالب رہا۔ چنانچہ ۱۹۱۷ء میں انگریز ہوابازوں نے دشمن کے ۲۸۴۷ ہوائی جہازوں کو گرا دیا اور ۱۵۹۰ کو زخمی کر دیا۔

سامان جنگ کی تیاری میں برطانیہ نے خاص طور پر نمایاں ترقی کی مئی ۱۹۱۵ء میں جبکہ جرمن روزانہ ۲۵۰۰۰۰ گولے تیار کر رہے تھے برطانیہ میں صرف ۲۵۰۰ بڑے گولے اور ۱۲۰۰۰ گولیاں روزانہ تیار ہوتی تھیں لیکن اسکے صرف [illegible] بعد برطانیہ میں روزانہ سامان جنگ کی تیاری دنوں میں غیر معمولی طور پر بڑھ گئی چنانچہ سامان جنگ کی اوسط تیاری ۱۰۰ سمجھی جائے تو اگست ۱۹۱۷ء کے اعداد جون ۱۹۱۵ء کے ۱۰۰ جون ۱۹۱۶ء کے ۹۲۰ اور جون ۱۹۱۷ء کے ۲۸۰۰ سمجھے جاسکتے ہیں۔ توپیں پہلے سال کی نسبت ۷ گن اور بارود جو بھاری توپوں کیلئے استعمال ہے ۱۹۱۷ء میں ۲۲۰ گنا زیادہ تیار ہونے لگا تھا۔

موجودہ حالات میں انگلستان میں ۶۰ فیصدی عورتیں گولہ بارود تیار کرتی ہیں اور انہیں سے ۱۴۵۰ تربیت یافتہ عورتیں ہوائی جہاز و دیگر مشکل صیغہ میں بھی کام کرتی ہیں لیکن سب سے عجیب و غریب اور جنگی اخراجات کے متعلق ہیں برطانیہ جس دریا دلی سے اس جنگ میں حصہ لیتا رہا ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ یکم اپریل سے ۲۹ دسمبر ۱۹۱۷ء تک اس کا روزانہ خرچ [illegible] پونڈ رہا۔ اسی سلسلہ میں ذیل کے اعداد بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہو سکتے:۔

	کل آمدنی (پونڈ)	کل خرچ (پونڈ)
۱۹۱۳-۱۴ء	198243000	197492700
۱۹۱۴-۱۵ء	226032000	1113365400
۱۹۱۵-۱۶ء	336767000	1559158000
۱۹۱۶-۱۷ء	573428000	219813000
۱۹۱۷-۱۸ء	612500000	22903810

برطانیہ کا قومی قرضہ اگست ۱۹۱۴ء میں ۶۴۵۰۰۰۰۰۰ پونڈ تھا جو ۹ دسمبر ۱۹۱۷ء تک ۵۰۰۰۰۰۰۰ پونڈ تک پہنچ گیا جس سے ۱۰۰۰۰۰۰۰ پونڈ اتحادیوں کو اور ۱۴۰۰۰۰۰۰ پونڈ نوآبادیوں کو قرضہ کے طور پر دیا گیا تھا۔

جنگ کے بڑھتے ہوئے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے برطانیہ کے باشندوں نے بڑی دریا دلی سے بلا حیل و حجت اپنا روپیہ جنگ کی خاطر دینا منظور کیا۔ چنانچہ برطانیہ نے جو تین جنگی قرضے حاصل کئے ان میں سے پہلا ۳۵۰۰۰۰۰۰۰ پونڈ کا تھا دوسرا ۹۱۶۰۰۰۰۰۰ پونڈ کا اور تیسرا ۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰ پونڈ کا۔ علاوہ مختلف چیزوں پر ٹیکس بھی بڑھائے گئے اور پبلک نے نہایت فراخدلی سے ادا کئے۔ یہ ایک معمولی ثبوت ہے کہ اس نے گورنمنٹ کی ان کوششوں میں پورے اتفاق

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب عبدالرحمٰن صاحب بی اے منصف درجہ دوم چنیوٹ

رام چند ولد شمولی پھیرو بنام راجو ولد سنگھری سکنہ [illegible]

سکنہ چنیوٹ۔ تحصیل حافظ آباد

دعوے ۵ بروئے بہی

نمبر مقدمہ 106 رجوعہ 2/6

مقدمہ بالا میں عدالت کو اطمینان ہو گیا ہے۔ کہ تم تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتے ہو۔ بذریعہ اشتہار ہذا تمکو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ 2/8 کو حاضر عدالت آ کر پیروی مقدمہ کرو ورنہ کارروائی یکطرفہ کی جاویگی۔ 30/5

دستخط منصف درجہ دوم چنیوٹ

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب عبدالرحمٰن صاحب بی اے منصف درجہ دوم تحصیل چنیوٹ

علی محمد ولد جوایا تیلی سکنہ چنیوٹ ۔ نورا ولد جوایا ۔ الہیا ولد دتو اقوام تیلی سکنہ چنیوٹ۔ بنام گنڈا رام ولد گوردتہ ل دگھل سکنہ ساگرہ ۔ نانک ملد جوالا [illegible] دگھل و سماۃ نہال دیوی [illegible] دگھل سکنائے کالجے والہ تحصیل

دعوے قبضہ اراضی

نمبر مقدمہ 958

مقدمہ بالا میں عدالت کو اطمینان ہو گیا ہے کہ تم تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتے ہو۔ بذریعہ اشتہار ہذا تمکو مطلع کیا جاتا ہے کہ 8/6 کو حاضر عدالت آ کر پیروی مقدمہ کرو۔ ورنہ برخلاف تمہارے کارروائی یکطرفہ کی جاویگی۔ 30/5

دستخط منصف درجہ دوم

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس عبدالرحمان صاحب بی اے منصف درجہ دوم چنیوٹ

شیخ احمد شاہ۔ صالح شاہ محمد شاہ سکنہ موضع [illegible] بنام جیند رام ۔ لشنداس [illegible] پسران رامچند و کالو سنگھ ولد [illegible] کپور۔ جیون سنگھ ولد لشن سنگھ کپور سکنہ تحصیل چنیوٹ۔

دعوے مقدمہ بذریعہ فک الرہن اراضی تعدادی [illegible] کنال مندرجہ کھاتہ نمبر [illegible] متعلقہ چاہ [illegible] واقعہ موضع لوڑا

مقدمہ بالا میں عدالت کو اطمینان ہو گیا ہے کہ تم تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتے ہو۔ بذریعہ اشتہار ہذا تمکو مطلع کیا جاتا ہے کہ 11/6 کو حاضر عدالت آ کر پیروی مقدمہ کرو۔ ورنہ کارروائی یکطرفہ خلاف تمہارے عمل میں آ دیگی۔ 31/5

دستخط منصف درجہ دوم چنیوٹ

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب عبدالرحمن صاحب بی اے منصف درجہ دوم چنیوٹ

[illegible] شمولی پھیرو بنام احمو ولد محمد سکنہ موضع [illegible] سکنہ چنیوٹ تحصیل حافظ آباد۔

دعوے ما [illegible] بروئے کھاتہ

نمبر مقدمہ 752 رجوعہ 19/7

مقدمہ بالا میں عدالت کو اطمینان ہو گیا ہے کہ تم تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتے ہو۔ بذریعہ اشتہار ہذا تمکو اطلاع دیجاتی ہے کہ 2/8 کو حاضر عدالت آ کر پیروی مقدمہ کرو۔ ورنہ کارروائی یکطرفہ کی جاویگی۔ 20/5

دستخط منصف درجہ دوم چنیوٹ

ہمارے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ قریب تھا کہ اسی وقت ہم مولوی صاحب کی جماعت کے ساتھ اپنی شمولیت کا اعلان کر دیتے مگر یکایک ہمارے دلوں میں یہ خیال جاگزیں ہوا کہ موجودہ وقت میں احمدیہ جماعت کے اہم سے اپنے آپکو موسوم کرنیوالے دو گروہ ہیں یعنی میاں محمود احمد صاحب کا گروہ اور مولانا مولوی محمد علی صاحب کا گروہ۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ باوجود ہمنام ہونے کے بھی آپس میں ان کا اختلاف ہے۔ قبل اس کے کہ ان دو فریق میں سے ایک کے ساتھ ہم اپنی وابستگی ظاہر کریں۔ یہ دیکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث کے نشر و تبلیغ کا کام اور حضرت مرزا صاحب کی آمد کی غایت و غرض کو ان دونوں میں سے کونسی جماعت بدرجہ اتم و اکمل پورا کر رہی ہے۔ اور اسکے خلاف کس کا عمل ہے لہٰذا خاکساران اسی وقت سے اس بات کی تفحص و جستجو میں کہ حق و راستی کی حامی کونسی جماعت ہے پورے طور پر مشغول و منہمک ہو گئے۔ بارے الحمد للہ۔ کہ ہم اپنے منصوبہ میں کامیاب ہوئے۔ اور مذکورہ ہر دو گروہ کے مبلغین کی یک ہی وقت میں تشریف آوری اور ان کی تقاریر کے باہمی مقابلہ و موازنہ نے ہم پر یہ بات واضح طور پر منکشف کر دی کہ راستی و صداقت پر کس جماعت کا قدم ہے۔ اور باطل و ناراستی کی حمایت میں کونسی جماعت منہمک نظر آتی ہے۔ اس لئے ہم اس بات کے اظہار میں کوئی بھی مضائقہ نہیں سمجھتے کہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب اور ان کی جماعت کے لوگ درانحالیکہ جیسا کہ ہماری تحقیق پر ثابت ہوا ہے حق اور راستی پر کھڑے ہو کر کام کر رہے ہیں اور اسلام کی خالص تعلیم کو اطراف و اکناف عالم میں پھیلا رہے ہیں۔ اور جہاں تک ہم نے تحقیقات کی ہے حضرت مرزا صاحب کی آمد کی غرض بھی یہی تھی۔ نہ محض اپنی ذات کو منوانا۔ جیسا کہ میاں صاحب اور انکے ہمنواؤں کا گمان ہے اور اس ظن فاسد کو انہوں نے ایمانیات سے قرار دے رکھا ہے۔ اور اسکی اشاعت و تبلیغ ان کا سب سے اہم فرض ہے اور اسکے بالمقابل علاوہ قرآن و احادیث کے انکار کے حضرت مرزا صاحب کے اقوال کی بھی چنداں پرواہ نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کفر کا حامی گروہ یوماً فیوماً پستی کی طرف گرتا چلا جا رہا ہے۔ اور وہ وقت قریب ہے کہ **فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ** کا پورے طور پر مصداق ہو جائے کیونکہ ہر باطل پرست اور منافقت کیش کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے۔ **اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ**

ایک بات اور بھی قابل ذکر ہے۔ وہ یہ کہ ہمارے مکرم برادر محمد رمضان صاحب نے مولوی غلام رسول راجیکی کو جبکہ وہ رات کے وقت مسجد آہنگراں میں وعظ کر رہا تھا بآواز بلند کہا۔ کہ مولوی صاحب اگر آپ کے پاس راستی اور حق ہے تو ہمارے معزز و مکرم بھائی میر مدثر شاہ صاحب کے ساتھ مسئلہ مذہبی پر بحث کیجیئےگا۔ تا عام پبلک کو معلوم ہو جائے۔ کہ حق کس طرف ہے۔ جسکے جواب میں صاحب موصوف نے کہا کہ ہم میاں صاحب کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ بھی ایک گونہ انکار ہے اور نیز یہ بھی ایک دلیل اس باطل پرست گروہ کے جھوٹا ہونے کی ہے کیونکہ اگر انکے پاس حق ہوتا تو کیوں مقابلہ و مباحثہ سے میاں صاحب کی اجازت کی آڑ کو درمیان میں لا کر گریز اختیار کرتے۔ بالآخر ہم اپنی اس غرض کی اظہار کی طرف عود کرتے ہیں جو احقاق حق میں ہماری ممد و معاون ہوئی وہ یہ کہ ہم سب آج سے حضرت مرزا صاحب کی مشتہرہ شرائط بیعت بصدق دل منظور کر کے بتوسط حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب احمد کی بیعت میں داخل ہوتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمکو ثابت قدمی عطا فرمائے۔ اور حضرت مولوی صاحب موصوف اور دیگر برادران ملت سے بھی دعا کے خواستگار ہیں۔ والسلام۔

خاکساران

خوشی محمد ہیڈ مسٹری اسسٹنٹ ساکن بریوالہ وال بھیرہ۔ چراغ شاہ ولد غلام مرتضیٰ شاہ بھیرہ۔ شمندا کھوکھر بھیرہ۔ حیات ولد شمس الدین بھیرہ
محمد خلیل بقلم خود
... دین مستری بقلم خود
خدا بخش بقلم خود۔

اقتباسات

آئرلینڈ میں جرمن سازش

بغاوت کے جراثیم کس طرح پھیلائے گئے

لندن کے پریس بیورو نے آئرش گرفتاریوں کے متعلق ایک بیان شائع کیا ہے۔ یہ اعلان ظاہر ہے کہ یہ انقلابی تحریک دو قسم کی سرگرمیوں پر مشتمل تھی۔ اول بغاوت پیدا کرنیکے متعلق جرمن کوششیں اور دوم آئرلینڈ میں ان کوششوں پر عملدرآمد کرنے کے لئے تیاریاں۔ ۱۹۱۶ء میں ایسٹر کے ایام تک جو ناکام بغاوت ہوئی تھی اس سے قبل کے عرصہ میں جرمنوں اور سن فین لیڈروں کے باہمی تعلقات کے متعلق مفصل حالات بیان کرنا ممکن ہے۔ لیکن بعد کے جو واقعات گورنمنٹ کے قبضہ میں ہیں انکو پورے طور پر بیان کرنا پبلک کے لئے مفید نہ ہوگا کیونکہ ان سے ان اشخاص کے نام ظاہر ہوتے ہیں جو گورنمنٹ کو مدد دیتے تھے۔ نیز یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جرمن گورنمنٹ کن ذرائع سے نامہ و پیام کرتی تھی۔

اس کہانی کا آغاز ۶ نومبر ۱۹۱۴ء سے ہوتا ہے جب ہر وینزین نے روجر کیسمنٹ کا ایک پیغام کونٹ برنسڈورف کی معرفت پہنچایا۔ جس میں اس نے درخواست کی تھی کہ ایک پیغامبر جو اگر ممکن ہو تو آئرلینڈ میں پیدا شدہ امریکن ہونا چاہئے۔ اس پیغام کے ساتھ امریکہ کو بھیجا جانا چاہئے کہ ہر ایک چیز ہمارے حق میں ہے۔ کیسمنٹ نے یہ بھی درخواست کی تھی۔ کہ آئرش پادری آئرش اسیران جنگ کو بہکانے کے لئے جرمنی کو بھیجا جائے فادر جان نکلسن جو آئرلینڈ میں پیدا شدہ امریکن تھا۔ جرمنی میں پہنچا اور ماہ جنوری ۱۹۱۵ء میں اس نے امریکہ کو پیغامات ارسال کئے۔ کپتان فرین پاپن نے ماہ دسمبر ۱۹۱۴ء میں رپورٹ کی کہ کیسمنٹ کی درخواست کے جواب میں آئر کو جو زبانی وعدے بھیجے گئے ہیں ان کا نہایت اعلیٰ اثر ہوا ہے۔ ۱۹۱۶ء کے شروع میں سازش پختہ ہو گئی۔ کونٹ برنسڈورف کے ۱۰ فروری کے مراسلے میں جان ڈیوائے ہیڈ آف کلین گایل کی رپورٹ سے ایک اقتباس بھی شامل تھا۔ ڈیوائے نے لکھا تھا کہ آئرلینڈ میں کارروائی کو زیادہ دیر تک ملتوی نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ لیڈر گرفتار کئے جائینگے۔ مزید برآں ڈیوائے نے لکھا تھا کہ ایام ایسٹر میں ہفتہ کے روز کارروائی شروع کرنیکا فیصلہ کیا گیا ہے اور ترغیب دی تھی۔ کہ اس تاریخ تک اسلحہ جات اور سامان بارود امریکہ میں پہنچ جانا چاہیئے۔ کونٹ برنسڈورف نے برلن کو مطلع کیا کہ بیتمارز (؟) پرائیویٹ بے تار برقی حسب معمول اس نے امریکن گورنمنٹ کے جرمنی کے نام پاس کردہ ایک پیغام کے ساتھ خفیہ طور پر ایک نوٹ ملفوف کر دیا جس میں ایام ایسٹر کے ہفتہ کا روز مقرر کیا جائیگا اور سامان بارود کے فوراً بھیجے جانے کی درخواست کی گئی تھی۔ ہر وان جاگو نے ۴ مارچ کو جواب دیا کہ اسلحہ جات خلیج شمالی میں خشکی پر اتارے جائینگے کونٹ برنسڈورف نے ۱۴ مارچ کو ایک تار بھیجا کہ اہل آئرلینڈ متفق ہیں اور کہ وہ ایک پیغامبر تفاصیل کے ساتھ لندن کو بھیج رہا ہے کونٹ برنسڈورف نے بذریعہ تار ایک کوڈ خط (رمز) بھی ارسال کیا۔ تاکہ یہ جرمنوں اور باغیوں کے درمیان ان ایام میں جبکہ اسلحہ جات راستہ میں تھے استعمال کیا جائے اور واضح کیا کہ ایک آبدوز کشتی بغیر کسی خطرے کے اور سرنگوں کے کسی جال کا سامنا ہوئے بغیر خلیج ڈبلن میں سیجن ہوس تک داخل ہو سکتی ہے۔ ہر وان جاگو نے ۶ ۲ ا پریل کو مطلع کیا کہ اسلحہ جات بھیجے جائینگے اور رات کے وقت ایک کوڈ (خفیہ) لفظ جرمن بے تار برقی پریس سروس کے تعارف کے طور پر استعمال کیا جائیگا۔ کونٹ برنسڈورف نے برلن کو مطلع کیا کہ آئرلینڈ میں بے تار برقی خبریں موصول کرنیوالے بیشمار پرائیویٹ سٹیشن موجود ہیں ۱۸ اور ۱۹ اپریل کو امریکہ سے برلن کو جو ضروری تار بھیجے گئے ان میں اسلحہ جات کے حوالے کئے جانے کی تاریخ ایام ایسٹر کے ہفتہ کے روز کی شام مقرر کی گئی تھی اور جرمن فوج کے خشکی پر اتارے جانے پر زور دیا گیا تھا اور درخواست کی گئی تھی کہ انگلستان پر ایک ہوائی حملہ اور ساحل انگلستان پر ایک بحری حملہ کیا جائے۔ یہ حملے فی الحقیقت ۲۴ اور ۲۶ اپریل کے درمیان کئے گئے۔ باغیوں اور انکے جرمن اور امریکن دوستوں کو امید تھی کہ آئرش بندرگاہیں دشمن کے خلاف بند کر دی جائیں۔ اور آئرلینڈ میں جرمن آبدوز کشتیوں کے اڈے قائم کئے جائیں بغاوت مقررہ تاریخ سے ایک دن پہلے پھوٹ پڑی اور جرمنوں کی امداد وقت پر نہ پہنچی اور اس طرح اس سازش میں مکمل ناکامیابی ہوئی برٹش گورنمنٹ کے پاس اس امر کا نہایت صاف ثبوت ہے کہ آئرش والنٹیر مدت سے جرمن حکام کے ساتھ خط و کتابت کرتے تھے۔ اور کہ انہیں آئرش امریکن سوسائٹیوں کی معرفت روپیہ موصول ہوا ہے۔

بغاوت کے فوراً بعد یہ صاف ظاہر ہو گیا۔ کہ سن فین لیڈر جرمنی سے پھر مدد مانگ رہے ہیں۔ برلن نے ۱۷ جون کو ایک نائٹ ٹلیگرام کو روانہ کیا کہ اگر آئرش صرف یہ فیصلہ دیں کہ انہیں کسی قسم کی مدد کی ضرورت ہے تو ہم انہیں مزید مدد دینے کے لئے تیار رہیں کونٹ برنسڈورف نے ۱۶ جون کے ایک مراسلہ میں بغاوت کا حال بیان کیا اور مطلع کیا کہ کیسمنٹ کے ڈیفنس کے لئے ایک ہزار پونڈ جمع کئے گئے ہیں کونٹ برنسڈورف نے ۱۵ جولائی کو ایک تار بھیجا کہ باغیوں کو از سر نو جمع کیا جا رہا ہے اور میں نے انکی روپیہ کی قلت کا علاج کر دیا ہے۔

کونٹ برنسڈورف نے ۸ ستمبر کو آئرش انقلاب کے ڈائرکٹر کی طرف سے جو امریکہ میں رہائش پذیر تھا ایک میمورنڈم بھیجا تھا جس میں اس شرط پر کہ جرمن فوج کی ابتدائی حفاظت کے لئے کافی فوج کے ساتھ ایک مہم ارسال کرے تازہ بغاوت کی مفصل تجاویز درج تھیں۔

وقت جرمنی نے مقرر کرنا تھا۔ اور آئرلینڈ کے مغرب میں ڈسپینوں کے اڈوں کا بطور ایک ترغیب کے ذکر کیا گیا تھا۔ کونٹ برنسڈورف کو بظاہر اپنی کئی پتیلوں کے ساتھ مشکل پیش آئی۔ اس نے ۲۴ اکتوبر کو برلن کو متنبہ کیا کہ کپتان بوہیم کو جو اس وقت روٹرڈم میں رہتا تھا۔ امریکہ میں مقیم آئرش آدمیوں کے ساتھ خط و کتابت کرنے کی اجازت نہ دیں۔ کیونکہ خطوط کے غلط اشخاص کے پاس پہنچنے کا احتمال ہے۔ ازاں بعد ہم نے کپتان بوہیم کو برطانوی سمندر میں گرفتار کر لیا۔ کونٹ برنسڈورف نے ۴ دسمبر کو اپنے ایک مراسلہ میں ذکر کیا کہ امریکہ میں آئرش لیڈران اپنی ۸ ستمبر کی تجویز کے متعلق جواب کے لئے زور دے رہے ہیں ۲۳ دسمبر ۱۹۱۶ء کو ہر دفعہ میں نے جواب دیا۔ اور بتلایا کہ ۲۱ اور ۲۵ فروری ۱۹۱۷ء کے درمیان کس قدر مقدار سامان بارود کی خشکی پر اتارنے کی تجویز کی گئی ہے۔ نیز لکھا کہ افواج کا بھیجنا ناممکن ہے۔ کونٹ برنسڈورف نے ۱۸ جنوری کو جواب دیا۔ کہ آئرش کمیٹی اس تجویز کو اس وجہ سے تسلیم نہیں کرتی کہ جرمن افواج کی امداد کے بغیر بغاوت بے سود ہے۔

امریکہ کے جنگ میں داخل ہونے کے بعد جرمن گورنمنٹ اور سن فین لیڈروں کے درمیان سلسلہ نامہ و پیام عارضی طور پر منقطع ہو گیا تھا لیکن ڈیوائے کے پیغامبر کے ذریعہ امریکہ اور آئرلینڈ کی خبر رسانی کے سلسلہ پر کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ آئرلینڈ میں نئی لائن کا پتہ ان تقاریر سے ملتا ہے۔ جو سن فین لیڈروں نے اس عرصہ میں کی تھیں۔ ڈی ویلیرا نے ۲۷ اکتوبر کو آئرش والنٹیروں کے ایک مجمع میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں اس وقت تک ایک اور بغاوت کی صلاح نہ دونگا۔ جب تک کامیابی کی امید نہ ہو مناسب انتظام سے ۵ لاکھ مصافی والنٹیر حاصل ہو جائینگے۔ سوائے اسکے کہ جرمنی انگلستان پر دھاوا کرے۔ اور آئرلینڈ میں افواج اتاری جائیں۔ کامیابی کی کوئی امید نہیں ہے۔ ہمیں اسکے لئے تیار ہونا چاہئے۔ اور اس مطلب کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھنا چاہئے ماہ جنوری ۱۹۱۸ء میں ڈی ویلیرا نے کہا کہ جبتک جرمنی انگلستان کا دشمن ہے اور انگلستان آئرلینڈ کا دشمن ہے تب تک آئرلینڈ جرمنی کا دوست رہیگا۔

بہت عرصہ تک جرمن سن فین تجاویز کے متعلق صحیح اطلاع حاصل کرنا بہت مشکل تھا۔ لیکن ماہ اپریل ۱۹۱۸ء میں قطعی طور پر یہ تحقیق کیا گیا۔ کہ آئرلینڈ میں اسلحہ جات اتارنے کی تجویز پر عمل ہونیوالا ہے۔ جرمن صرف آئرلینڈ کی طرف سے وقت اور جگہ کے متعلق اطلاع کے منتظر تھے۔ برطانوی حکام نے آئرش کمانڈ کو متنبہ کیا کہ غالباً جرمنی سے ایک ایجنٹ کو آبدوز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵۔ چہارشنبہ ۱۲ جون ۱۹۱۸ء نمبر ۹۵

آریہ گزٹ کی شر انگیز تحریر
قابل توجہ گورنمنٹ عالیہ
ستیارتھ پرکاش فی الفور ضبط ہونی چاہئے

۷ اجیٹھ مطابق ۲۰ مئی ۱۹۱۸ء کے آریہ گزٹ میں "قادیانی احمدیوں کی شرارت" کے عنوان سے ایک افتتاحیہ لکھا گیا ہے جس میں اس بات کی شکایت کرتے ہوئے کہ قادیان کے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں ہندو طلبا کو زبردستی عربی اور اس کے ساتھ درثمین پڑھائی جاتی ہے۔ موخرالذکر کتاب کو جو دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام کا ایک مجموعہ ہے۔ حد درجہ اشتعال انگیز اور شر انگیز اور فحش اور رکیک کہا ہے۔ جس کا ہمیں مطلق رنج نہیں۔ کہ یہ آرین لٹریچر کی انشائے خصوصی کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے۔ لیکن ہم حیران ہیں کہ جن اشعار کو جناب لالہ دیوی چند جی ایم اے نے اپنی اس گندہ دہانی کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ اور ان پر پھوٹ پھوٹ کر آنسو بہائے ہیں ان میں کہاں اور کس جگہ اور کس کو گالیاں دی گئی ہیں مثلاً بابا نانک صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق حضرت مسیح موعود کے یہ اشعار جو نقل کئے ہیں کہ ؎

اسے وید کی راہ نہ آئی پسند
کہ دیکھا بہت اس کی باتوں میں گند
جو دیکھا کہ یہ ہیں بشر سے اور گلے
لگا ہونے دل اس کا اور تلے
کہا کیسے ہو یہ خدا کا کلام
ضلالت کی تعلیم ناپاک کام

ان اشعار میں آیا اسی بات کو وضاحت کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا جس کو خود سوامی جی مہاراج نے ان الفاظ میں بیتا یا ہے کہ

"ان (بابا نانک صاحب) کے گرنتھ میں جابجا ویدوں کی مذمت اور تعریف بھی ہے .... اپنے چیلوں کے سامنے کہیں کہیں ویدوں کے خلاف کہتے تھے"

آیا یہ امر واقعہ نہیں۔ کہ باوا نانک صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے جابجا ویدوں کی مذمت اپنے کلام میں کی ہے۔ اگر نہیں، تو سب سے پہلے سوامی جی پر فتوے لگاؤ اور ان کی ستیارتھ پرکاش کی ضبطی کی فکر کرو اور ماتمی اگنی جی مہاراج کے قدموں میں ڈالو۔ ورنہ سوامی جی کے اس بیان کے ہوتے ہوئے اگر یہ امر واقعہ نہیں۔ تو تمہارے دلوں کا "شناشٹ" ہو جاتا ہے۔ کہ ویدوں کی کیا کچھ قدر و منزلت تمہارے نزدیک ہے۔ اور اگر سوامی جی کا یہ بیان صحیح ہے۔ تو حضرت میرزا صاحب کا اسی بات کو دوسرا لائق کشتی و گردن زدنی کیوں ہے کیوں وہی بات جب سوامی جی .... فرماتے ہیں تو صحیح اور لائق تحسین ہے۔ ایسا ہی گرو نانک جی کا وہ کلام جو ویدوں کے متعلق گرنتھوں کے اندر مرقوم ہے۔ ہرگز لائق ضبطی نہیں بلکہ اس سے تو ہمارے دیانندی دوستوں بالخصوص ایڈیٹر صاحب آریہ گزٹ کا دل شانت ہو جاتا ہے۔ لیکن حضرت میرزا صاحب وہی بات اگر باوا نانک جی کی طرف منسوب کریں۔ کہ انہوں نے ایسا کہا تو وہ فحش اور اشتعال انگیز اور شر انگیز ہو جائے۔ اور ایڈیٹر آریہ گزٹ اور لالہ دیوی چند جی کا دل "شانت" نہ ہو۔ جب تک گورنمنٹ عالیہ اس کی ضبطی کا اعلان نہ کرے۔

اس کے علاوہ بعض اور اشعار بھی ایڈیٹر آریہ گزٹ یا لالہ دیوی چند جی نے درثمین سے نقل کئے ہیں۔ جو امر واقعہ تا گھبرا رہے ہیں کے سبب سے الحق ہوا کا رنگ ٹھیک رکھتے ہیں لیکن کیا کہینگے آریہ صاحبان ان پاکیزہ الفاظ کے متعلق جو سوامی جی مہاراج نے اپنی مقدس کتاب ستیارتھ پرکاش کے اندر نہ صرف اسلام اور عیسائیت کے متعلق استعمال کئے ہیں۔ بلکہ خود ہندوؤں کے سواد اعظم سناتن دھرمیوں اور سکھوں کے پیشوا بابا نانک صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق بھی اس کے اندر اس سے بڑھ کر شیریں زبانی سے کام لیا ہے۔

درثمین کے جہانتک قادیان کے ہائی سکول میں پڑھائے جانے کا سوال تھا اس کا جواب قادیان کے اخبارات الفضل اور فاروق وغیرہ نے دیدیا کہ یہ محض بہتان اور افترا ہے لیکن آریہ سکولوں اور کالجوں کے اندر جس کتاب کا درس ہر روز ہوتا ہے جسکا پڑھنا دیانندی حلقوں میں بطور ایک مذہبی فرض کے سمجھا جاتا ہے جس کے لئے خود سوامی جی مہاراج نے پنجاب یونیورسٹی سے بھی یہ درخواست کی تھی۔ کہ اسے اورنٹیل کالج کے کورس میں داخل کیا جائے۔ اس میں عیسائیت۔ اسلام۔ سکھ مذہب اور ہندوؤں کے متعلق کیا کچھ لکھا ہے کس پاکیزہ زبان میں ان کے مذہبی اصولوں ان کے پیشواؤں اور خود اس خدائے برحق کے متعلق جو سب قوموں اور تمام مذاہب کا معبود حقیقی سمجھا جاتا ہے۔ اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ہم اپنے پاس سے کچھ نہیں کہتے۔ خود سوامی جی کے الفاظ کو نمبروار پیش کئے دیتے ہیں جن کو پڑھکر امید ہے۔ کہ ہمارے آریہ دوستوں کے دل خوب ہی "شانت" ہوتے ہونگے۔ کیونکہ یہاں نہ کسی کے کلیجہ کو چیر کر دیکھنے سے مطلب ہے۔ اور نہ ایسی پاکیزہ زبان جیسی کہ سوامی جی مہاراج نے لکھی ہے۔ ان کے "ہارنے اور شکست کھانے کی نشانی ہو سکتی ہے" بلکہ یہ تو ان کی روز مرہ کی غذا ہے جس کے بغیر اس کا جینا دشوار ہے۔ اسی لئے ہم بھی اس غذا کا ایک چھوٹا سا لقمہ اپنے آریہ دوستوں کی نذر کئے دیتے ہیں۔ اور ان سے نہیں۔ اپنی گورنمنٹ عالیہ کے محکمہ احتساب سے بزور یہ اپیل کرتے ہیں کہ دیکھیں کہ اس کی عفونت سے انسانی طبائع پر کیسا مضر صحت اثر پڑتا ہے۔ یہانتک کہ اس سے دماغ پھٹتا جاتا ہے۔ اور کسی کی یہ مجال نہیں۔ کہ ان الفاظ کے ہوتے ہوئے اس مضر صحت اثر سے متاثر نہ ہو۔ جو ان کی وجہ سے پیدا ہو رہا ہے۔ اور ہو چکا ہے۔ مثلاً عیسائی مذہب پر تنقید کرتے ہوئے سوامی جی نے حسب ذیل الفاظ لکھے ہیں:۔

الف۔ عیسائیت کے متعلق

(۱)۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنگلی آدمیوں کا ایک گروہ ہوگا۔ اور جو ان کا سردار تھا اس کا نام بائیبل نے خدا رکھا ہے۔ صفحہ ۵۳۱۔

(۲)۔ عیسائیوں کے خدا کا تماشہ صفحہ ۵۳۲۔

(۳)۔ عیسائیوں کا خدا گوشت خور ہے۔ اسے رحم سے کیا کام۔ صفحہ ۵۳۸۔

(۴)۔ دھن ہے موسیٰ پیغمبر اور دھن ہے تمہارا خدا صفحہ ۵۴۳

(۵)۔ عیسائیوں کا خدا ایک پہاڑی آدمی تھا۔ پہاڑ پر رہتا ہوگا۔ اور انہی جنگلیوں کے سامنے خدا بھی بن بیٹھا ہوگا صفحہ ۵۴۰

(۶)۔ قصاب ..... وحشی آدمی کی مانند بہروپیا خدا صفحہ ۵۴۰

(۷)۔ البتہ وہ ایک گوشت خور شریر آدمی کی مانند ہے صفحہ ۵۴۰

(۸)۔ ان سب باتوں کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وحشیوں کے درمیان کوئی چالاک آدمی ہوگا جو کہ پہاڑ پر جا بیٹھا۔ اور اپنے آپ کو خدا مشہور کر دیا جو وحشی جاہل تھے انہوں نے اس کو خدا مان لیا۔ صفحہ ۵۴۱۔

(۹)۔ وہی شیطان کا شیطان عیسائیوں کا خدا ٹھہرا صفحہ ۵۶۰

(۱۰)۔ اب یہ تو کہئے کہ تمہارے خدا کا منہ کیسا ہے؟ یورپین کا سا گورا یا افریقہ والوں کا سا سیاہ صفحہ ۵۷۲

(۱۱)۔ لشروں کا سردار صفحہ ۵۶۷

(۱۲)۔ کیا ان کا خدا رات کو سوتا بھی ہے؟ اگر سوتا ہے تو رات کے وقت بندگی کرتے ہونگے اور اس کی نیند دور ہو جاتی ہوگی۔ اگر رات دن جاگتا رہتا ہوگا تو بہت پژمردہ اور بیمار رہتا ہوگا صفحہ ۵۶۴۔

(۱۳)۔ یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ عیسیٰ نے مچھلی کی مانند آدمیوں کو پھنسانے کے لئے ایک مذہب کا جال پھیلایا تاکہ ان کو پھنسا کر اپنا مطلب پورا کیا جائے۔ جب خود عیسیٰ ہی ایسا تھا تو آج کے پادری لوگ اپنے جال میں پھنساویں تو کیا تعجب ہے؟ صفحہ ۵۴۶ سوال ۶۲

(۱۴)۔ یہ ناممکن باتیں یسوع کی جہالت پر دلالت کرتی ہیں۔ اگر اسے کچھ تمیز ہوتی تو ایسی لچر لپچ باتیں کیوں کرتا صفحہ ۵۵۱-۷۴

(۱۵)۔ یسوع آپ خود علم سے خارج بچوں کی سی عقل والا صفحہ ۵۵۲

(۱۶)۔ یسوع خدا کی بادشاہت صرف ایک مقام پر مانتا تھا ہر جگہ نہیں صفحہ ۵۵۲-۷۷

(۱۷)۔ عیسیٰ غضب ور تھا اس کی جنگلی آدمیوں کی سی خصلت تھی صفحہ ۵۵۳-۷۸

(۱۸)۔ واہ عیسیٰ صاحب صفحہ ۵۵۳-۷۶

(۱۹)۔ جاہل وحشی۔ صفحہ ۵۵۵-۸۳

(۲۰)۔ مگر یہ تمیز وہ (مسیح) بغیر علم کے کہاں سے لاتا صفحہ ۵۵۶ سنہ ۸۵

(۲۱)۔ بڑی کاریگری ظاہر کی۔ کاٹنا کوٹنا پھوڑنا پھاڑنا ریسٹی کا ہی کام ہوتا ہے صفحہ ۳۳۹-۸۹

(۲۲)۔ جو اپنے منہ راہ حق اور زندگی بنتا ہے۔ اور ہر طرح سے دمبھی (گستاخ) ہے صفحہ ۵۶۰-۹۴

(۲۳)۔ غور کیجئے کہ مریم ملاقات ہوتے ہی کیسے حاملہ ہو گئی۔ اس میں کچھ راز ہے۔ کیا سوا خدا اور مریم کے تیسرا کوئی حمل ٹھہرانے کا ذریعہ موجود ہے؟ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ مریم (ان کے) خدا کی عنایت سے حاملہ ہوئی صفحہ ۵۳۲-۲۴

(۲۴) واہ عیسائیوں کے خدا تو تو عجیب ڈاکٹر ہے۔ عورتوں کے رحم کھولنے کو کونسے اوزار اور دوائیاں رکھتا تھا کہ جن سے کھولا۔ صفحہ ۵۳۵-۳۲

(۲۵)۔ جب عیسائیوں کا خدا اکھاڑہ کا پہلوان ہے۔ تب ہی تو سعر اور داخل سپر بیٹا ہونیکی رحمت کی صفحہ ۵۲۶-۳۵

(۲۶)۔ خوب عیسیٰ نے بہشت میں عمدہ دلہن پائی۔ چین اڑاتا ہوگا صفحہ ۵۷۰-۱۲۶

(۲۷)۔ خدا بھی عورتوں میں علطان ہے صفحہ ۵۷۶-۹

(۲۸)۔ حضرت یعقوب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے "دیو بکھیڑے جنگلیوں کے کام" صفحہ ۵۳۵ سوال ۳۱

(۲۹)۔ ایسی ایسی بری باتیں بائبل میں بھری پڑی ہیں۔ صفحہ ۵۳۹-۴۵

(۳۰)۔ عیسائیوں کی نسبت کہا گیا ہے "وہ جاہل جنگلی آدمی" صفحہ ۵۴۵-۶۰

(۳۱)۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت "وہ جنگلی اور کنگال" صفحہ ۵۴۸-۶۵

(۳۲)۔ سچ تو یہ ہے کہ عیسائیوں کی اس کتاب (مکاشفات یوحنا) کو جنہوں نے بنایا وہ شیطان ہوں تو ہوں صفحہ ۵۶۰-۹۳

(۳۳)۔ پس معلوم ہوا کہ یوحنا وغیرہ سب جنگلی آدمی تھے۔ صفحہ ۵۶۳-۱۰۳

ب۔ اسلام اور آنحضرت صلعم کے متعلق

(۱)۔ گستاخ (دمبھی) صفحہ ۵۷۷-۵

(۲)۔ بے منصف اور لاعلم صفحہ ۵۸۱-۱۹

(۳)۔ محدود العقل۔ دنیاداروں کی مانند صفحہ ۵۸۱

(۴)۔ کیا خدا دوسرا خدا بھی بنا سکتا ہے۔ اپنے آپ مر سکتا ہے جاہل بیمار اور لاعلم بھی بن سکتا ہے صفحہ ۵۸۴-۲۷

(۵)۔ بڑا شیطان صفحہ ۵۹۳-۵۷

(۶)۔ شیطان کا کام کرتا ہے۔ صفحہ ۵۹۵-۶۵

(۷)۔ شیطان کا بھی شیطان صفحہ ۵۹۷-۶۹

(۸)۔ کیا خدا پکارے بغیر نہیں سن سکتا۔ بہرہ ہے صفحہ ۵۹۹-۷۵

(۹)۔ خدا کیا ہے۔ ایک تماشہ گر ہے صفحہ ۶۰۱-۸۲

(۱۰)۔ چوپٹ راجہ کی مانند صفحہ ۶۰۱-۸۳

(۱۱)۔ خدا بے رحم اور غیر منصف ہو کر دین خدائی میں بٹہ لگا بیٹھا ہے۔ اور عقلمند شریفوں کے نزدیک قابل نفرت ہو گیا ہے صفحہ ۶۰۲-۸۶

(۱۲)۔ طرفدار۔ غیر منصف اور جاہل مطلق ہے صفحہ ۶۰۴-۹۴

(۱۳)۔ خدا کی نادانی صفحہ ۶۰۹-۱۰۶

(۱۴)۔ گنہگار ظالم اور بے رحم صفحہ ۶۱۷-۱۲۵

(۱۵)۔ سنئے (خدا کی) اوٹ پٹانگ باتیں صفحہ ۶۲۰-۱۳۱

(۱۶)۔ دروغگو۔ جھوٹ سے بری نہیں ہو سکتا صفحہ ۶۲۷-۱۴۱

(۱۷)۔ خدا کیا ہوا محمد صاحب کے گھر کا اندرونی اور بیرونی ملازم ٹھہرا صفحہ ۶۲۸-۱۴۳

(۱۸)۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ "مکار دغا باز ملحد اور فریبی اور شریر آدمی" بتایا گیا ہے صفحہ ۷۷۰

جلد ۵ | مقام المسیح لاہور۔ چہار شنبہ ۲ رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۱۲ جون سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۹۵

ملفوظات حضرت مسیح موعود

مقصد امام فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کا یہ منشاء نہیں۔ کہ مسیح کی وفات کو ثابت کرنے والی ایک جماعت پیدا ہو جاوے۔ یہ بات تو ان مولویوں کی مخالفت کی وجہ سے درمیان آگئی ہے۔ ورنہ اس کی تو کوئی ضرورت ہی نہ تھی اصل مقصد اللہ تعالےٰ کا تو یہ ہے کہ ایک پاک دل جماعت مثل صحابہ کے بن جاوے۔ وفات مسیح کا معاملہ تو جملہ معترضہ کی مانند درمیان آگیا ہے۔ مولوی لوگوں نے خواہ مخواہ اپنی ٹانگ درمیان میں اڑالی۔ ان لوگوں کو مناسب نہ تھا کہ اس معاملہ میں دلیری کرتے۔ قول خدا۔ رویت نبی۔ اور اجماع صحابہ۔ تینوں باتیں ان کے واسطے کافی تھیں۔ ہمیں تو افسوس آتا ہے کہ اس کا ذکر ہمیں خواہ مخواہ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ہمارا اصلی امر دیگر ہے۔ یہ تو صرف خس و خاشاک کو درمیان میں سے اٹھایا گیا ہے۔ سوچو کہ جو شخص دنیا داری میں غرق ہے۔ اور دین کی پرواہ نہیں رکھتا۔ اگر تم لوگ بیعت کرنے کے بعد ویسے ہی رہو۔ تو پھر تو تم میں اور اس میں کیا فرق ہے۔ بعض لوگ ایسے کچے اور کمزور ہوتے ہیں۔ کہ ان کی بیعت کی غرض بھی دنیا ہی ہوتی ہے۔ اگر بیعت کے بعد ان کی دنیا داری کے معاملات میں ذرا سا فرق آجاوے۔ تو پھر پیچھے قدم رکھتے ہیں۔ یاد رکھو کہ یہ جماعت اس بات کے واسطے نہیں کہ دولت اور دنیا داری ترقی کرے۔ اور زندگی آرام سے گذرے۔ ایسے شخص سے تو خدا بیزار ہے۔ چاہیئے کہ صحابہ کی زندگی کو دیکھو۔ وہ زندگی سے پیار نہ کرتے تھے۔ ہر وقت مرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ بیعت کے معنے ہیں۔ اپنی جان کو بیچ دینا جب انسان زندگی کو وقف کر چکا۔ تو پھر دنیا کے ذکر کو درمیان میں کیوں لاتا ہے۔ ایسا آدمی تو صرف رسمی بیعت کرتا ہے۔ وہ تو کل بھی گیا۔ اور آج بھی گیا۔ یہاں تو صرف ایسا شخص رہ سکتا ہے جو ایمان کو درست کرنا چاہے۔ انسان کو چاہیئے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی زندگی کا ہر روز مطالعہ کرتا رہے۔ وہ تو ایسے تھے۔ کہ بعض مر چکے تھے۔ اور بعض مرنے کے لئے تیار بیٹھے تھے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس کے سوائے بات نہیں بن سکتی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ کنارہ پر کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہیں تاکہ ابتلا دیکھ کر بھاگ جائیں۔ وہ فائدہ نہیں حاصل کر سکتے۔ دنیا کے لوگوں کی عادت ہے کہ کوئی ذرا سی تکلیف ہو۔ تو لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگتے ہیں۔ اور آرام کے وقت خدا کو بھول جاتے ہیں۔ کیا لوگ چاہتے ہیں کہ امتحان میں سے گذرنے کے سوائے ہی خدا خوش ہو جاوے۔ خدا رحیم و کریم ہے۔ مگر سچا مومن وہ ہے جو دنیا کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر دے۔ خدا ایسے لوگوں کو ضایع نہیں کرتا۔ ایسا مومن کے واسطے دنیا جہنم کا نمونہ ہو جاتا ہے۔ طرح طرح کے مصائب پیش آتے ہیں اور ڈراؤنی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ تب وہ صبر کرتے ہیں اور خدا ان کی حفاظت کرتا ہے۔ لیکن ؎

> عشق اول سرکش و خونی بود
> تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

جو خدا سے ڈرتا ہے اس کے لئے وہ جنت ہوتے ہیں۔ خدا کی رضا کے ساتھ جو متفق ہو جاتا ہے۔ خدا اس کو محفوظ رکھتا ہے۔ اور اس کو حیات طیبہ حاصل ہوتی ہے۔ اس کی سب مرادیں پوری کی جاتی ہیں۔ مگر یہ بات ایمان کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ ایک شخص کے اپنے دل میں ہزار گند ہوتا ہے۔ پھر خدا پر شک لاتا ہے۔ اور یہ چاہتا ہے کہ مومنوں کا حصہ مجھے بھی ملے۔ جب تک انسان پہلی زندگی کو ذبح نہ کر دے۔ اور محسوس نہ کرے۔ کہ نفس امارہ کی خواہش مر گئی ہے۔ اور خدا کی عظمت دل میں بیٹھ نہ جائے تب تک مومن نہیں ہوتا اگر مومن کو خاص امتیاز نہ بخشا جائے تو مومنوں کے واسطے جو وعدے ہیں وہ کیونکر پورے ہوں گے۔ لیکن جب تک دو رنگی اور منافقت ہو۔ تب تک انسان کوئی فایدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ ان المنفقین فی الدرک الاسفل۔ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے۔ کہ ایک ایسی جماعت بنائیگا جو ہر جہت میں سب پر فوقیت رکھے گی۔ اللہ تو اپنے ہر طرح کا فضل کریگا۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر شخص اپنے نفس کا تزکیہ کرے۔ ہاں کمزوری میں اللہ تعالےٰ معاف کرتا ہے جو شخص کمزور ہے۔ اور ہاتھ اٹھاتا ہے۔ کہ کوئی اس کو پکڑے اور اٹھائے اس کو اٹھایا جاویگا۔ مگر مومن کو چاہیئے کہ اپنی حالت پر فارغ نہ بیٹھے۔ اس سے خدا راضی نہیں ہے۔ ہر طرح سے کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ خدا تعالےٰ کے راضی کرنے کے جو سامان ہیں وہ سب مہیا کئے جائیں +

ریاکاری ریاکار انسان بے فایدہ کام کرتا ہے۔ مومن کو تو خدا تعالےٰ خود بخود مشہور کر دیتا ہے۔ ایک شخص کا ذکر ہے کہ وہ مسجدوں میں لمبی نمازیں پڑھا کرتا تھا۔ تاکہ لوگ اسے نیک کہیں لیکن جب وہ بازار سے گذرتا۔ تو لڑکے بھی اس کی طرف اشارہ کرتے اور کہتے کہ یہ ایک ریاکار آدمی ہے۔ جو دکھلاوے کی نمازیں پڑھتا ہے۔ ایک دن اس شخص کو خیال ہوا کہ میں لوگوں کا کیوں خیال رکھتا ہوں۔ اور بے فایدہ محنت اٹھاتا ہوں۔ مجھے چاہیئے کہ اپنے خدا کی طرف متوجہ ہو جاؤں۔ اور خالص خدا کی خاطر عبادت کروں۔ یہ بات سوچ کر اس نے سچی توبہ کی اور اپنے اعمال کو خدا کے واسطے خاص کر دیا۔ اور دکھلاوے کی رنگ میں نمازیں چھوڑ دیں۔ اور علیحدگی میں بیٹھ کر دعائیں کرنے لگا اور اپنی عبادت کو پوشیدہ رکھنا چاہا۔ تب وہ جس کوچہ سے گذرتا لوگ اس کی طرف اشارہ کرتے۔ کہ یہ ایک نیک بخت آدمی ہے۔

خدا کی دوستی سچا مومن وہ ہے۔ جو کسی کی پیدا نہ کرے خدا تعالےٰ خود ہی سارے بندوبست کر دیگا۔ لوگوں کی تکلیف دہی کی پرواہ نہیں رکھنی چاہیئے۔ دنیا میں کوئی کسی کے ساتھ دوستی بھی کرتا ہے۔ تو دنیا کے لوگ دوستی کا حق ادا کرتے ہیں وہ کون دوست ہے جس کے ساتھ سلوک کیا جاوے۔ تو وہ بے تعلقی ظاہر کرے۔ ایک چور کے ساتھ ہمارا سچا تعلق ہو۔ تو وہ بھی ہمارے گھر میں نقب زنی نہیں کرتا۔ تو کیا خدا کی وفا چور کے برابر بھی نہیں۔ خدا کی دوستی تو وہ ہے کہ دنیا داروں میں اس کی کوئی نظیر ہی نہیں۔ دنیا داروں کی دوستی میں تو عذر بھی ہے۔ تھوڑی ہی رنجش کے ساتھ دنیا دار دوستی توڑنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ مگر خدا کے تعلقات پکے ہیں جو شخص خدا کے ساتھ دوستی کرتا ہے خدا اس پر برکات نازل کرتا ہے۔ اس کے گھر میں برکت دیتا ہے۔ اس کے کپڑوں میں برکت دیتا ہے اسکے پس خوردہ میں برکت دیتا ہے۔ بخاری میں ہے کہ نوافل کے ذریعہ سے انسان خدا سے تعلق پیدا کرتا ہے۔ نوافل ہر شے میں ہوتے ہیں۔ فرض سے بڑھ کر جو کچھ کیا جائے۔ وہ سب نوافل میں داخل ہے جب انسان نوافل میں ترقی کرتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور میں اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو شخص میرے ولی سے مقابلہ کرتا ہے۔ وہ میرے ساتھ لڑائی کے لئے تیار ہو جاوے۔ خدا کے ساتھ سچی محبت کرنے والے بھی غنی بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ لوگوں کی تکذیب کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے جو لوگ خلقت کی پرواہ کرتے ہیں۔ وہ خلق کو معبود بناتے ہیں۔ خدا کے بندوں میں عاجزی بہت ہوتی ہے مگر ساتھ ہی ایک بے نیازی کی صفت بھی لگی ہوتی ہے وہ دنیا کی پرواہ نہیں کرتے۔ آگے خدا کا فضل ہوتا ہے۔ کہ دنیا بھی خود ان کی طرف چلی آتی ہے +

اخبار احمدیہ

حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب بھی ایک ماہ کے لئے شملہ تشریف لے گئے ہیں۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب ایک ماہ کی رخصت پر آپ کے ہمراہ شملہ گئے ہیں +

وفات (۱) گذشتہ ہفتہ مولوی مصطفےٰ خان صاحب کا اکلوتا صاحبزادہ آفتاب احمد خان عمر ۵ سال چند دن تک بیمار رہ کر فوت ہو گیا۔

(۲) آج ہی خبر ملی ہے۔ کہ مکرم ڈاکٹر غلام محمد صاحب سول سرجن کی پیاری چار کی صاحبزادی عمر چھ سات سال علیل ہو کر فوت ہو گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

ہم صدمات جانکاہ میں مرحومین کے لواحقین سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ اور مرحومین کا کمسنی میں فوت ہونا انکے والدین کیلئے موجب اجر عظیم اور باعث ثمر الصدق ہو۔ آمین +

تے "حضرت نبی کریم صلعم کا توکل علی اللہ" کے عنوان سے ایک روحانیت سے پُر اور نہایت ہی موثر لیکچر دیا یعنی رات کو حضرت خواجہ صاحب نے ۱۴ مارلبول روڈ پر ایک دہریوں کی مجلس کی دعوت پر انہی کے پلیٹ فارم پہ پہنچ کر بار تیجابنے پر ایک نہایت فاضلانہ لیکچر دیا۔ دہریوں کی اس مجلس نے حضرت خواجہ صاحب کو یہ دعوت دی تھی کہ وہ موجودہ علوم کی روشنی میں خدائے تعالیٰ پر اپنے ایمان کو ثابت کریں کہ وہ کہاں تک صحیح ہے۔ یہ لیکچر اسلامک ریویو میں چھپ گیا ہے اور اگر حضرت خواجہ صاحب خود اس کا ترجمہ بھیجنے کا وعدہ نہ فرماتے تو اس کو ابھی سے ترجمہ کر کے باقساط شائع کر دیا جاتا۔ تاہم حضرت خواجہ صاحب کی طرف سے ترجمہ پہنچنے پر اس کو جلد سے جلد شائع کرنے کی کوشش کی جائیگی۔ اسلامک ریویو میں دہریوں کی اس مجلس اور اس فراخ حوصلگی کی خاص طور پر تعریف کی گئی ہے۔ جو لیکچر کے سننے میں انہوں نے دکھائی۔ کاش ہم ہندوستانیوں میں بھی مخالف کی باتوں کو سننے کے لئے ایک شمہ ہی موجود ہوتا +

ایک لیکچر ہٹسی سپرچولسٹ سرکل میں ۱۰ مارچ کو حضرت خواجہ صاحب نے "مسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ" کے عنوان سے دیا اور اس خاص قبولیت کی وجہ سے جو اسلام جیسے فطری مذہب کی اس حضوصیت کے بیان کرنے میں حضرت خواجہ صاحب کی زبان نے حاصل کی منتظمین سوسائٹی نے آپ سے دو اور لیکچروں کی درخواست کی۔

باغی ہندو رئیس کے کارنامے

معاصر "وکیل" اس عنوان سے برندابن کے ایک ہندو رئیس کمار مہندر پرتاب سنگھ کے متعلق رقمطراز ہے۔ "یہ شخص برٹش حکومت سے باغی ہو کر مدت سے دشمن کے ساتھ سازباز کر رہا ہے لہذا اسی جرم میں گورنمنٹ نے کچھ مدت ہوئی اسکی جائداد ضبط کر لی تھی۔ حال ہی میں لنڈن "ٹائمس" نے اخبار "سواستش زیتنگ" سے اس کے کارناموں کی مختصر کیفیت شائع کی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ قیصر اور جلالت مآب امیر افغانستان کے مابین پیغام رسانی کرتا رہا ہے۔ اخبار مذکور لکھتا ہے۔ کہ

"شہزادہ مذکور ہندوستان کی تحریک آزادی کا ایک سرکردہ رکن ہے۔ اور اس نے اسی حیثیت میں آغاز جنگ میں یورپ کا سفر اختیار کیا۔ وہ سوئٹزرلینڈ میں قیام پذیر تھا۔ کہ جرمن گورنمنٹ کی طرف سے اسے انڈین کمیٹی کے ہمراہ برلن آنے کی دعوت دی گئی۔ قیصر نے اسے شرف باریابی بخشا۔ اور اسے اپنا دستخطی خط دیکر امیر افغانستان کی خدمت میں بھیجا۔ سابق امپیریل چانسلر بزبان بیتھمن ہالوگ نے ۱۰ اپریل ۱۹۱۵ء کو اسے کئی خطوط ہندوستانی رؤسا کے نام دیئے برلن سے رخصت ہو کر وہ قسطنطنیہ پہنچا۔ جہاں سلطان المعظم اور وزیر اعظم نے بھی اسے امیر کابل اور ہندوستانی رؤسا کے نام خطوط دیئے افغانستان کا راستہ ایک سال میں طے ہوا۔ لیکن کمار مہندر کو اپنے مقصد میں حسب دلخواہ کامیابی نہ ہوئی۔ اور افغانستان نے انگلستان کے خلاف جنگ میں عملی شرکت گوارا نہ کی۔ یورپ کو مراجعت کمار کے لئے ممکن نہ تھی۔ حتیٰ کہ بالشویک روس میں برسراقتدار آگئے۔ وہ افغانستان سے پیٹرزبرگ پہنچا۔ جہاں ٹراٹسکی اور رجوف اس کے ساتھ بڑی ہمدردی سے پیش آئے۔ اور ۱۲ مارچ کو ایک عام جلسہ میں اس نے آزاد روس کو جرمنی کے ساتھ ملکر ہندوستان کو انگلستان کے پنجہ سے چھڑانے کی تحریک کی۔ وہ ۲۴ مارچ کو برلن میں وارد ہوا"

اخبار مذکور نے خطوط کا مضمون درج نہیں کیا۔ لیکن اس سے اتنا ثابت ہے۔ کہ جلالت مآب امیر افغانستان نے کسی ترغیب و تحریص کی پرواہ نہیں کی۔ اور وہ اب تک برٹش گورنمنٹ کے وفا شعار دوست ہیں +

"حقیقۃ المسیح" کی کثرت اشاعت کی ضرورت

عیسائی ٹریکٹ حقایق قرآن کے جواب میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے "حقیقۃ المسیح" کے نام سے جو رسالہ تصنیف فرمایا ہے اسکے متعلق تحریک کی گئی تھی کہ خاص طور پر اسکے لئے چندہ بھیجکر اسے ہزاروں کی تعداد میں چھپوایا جائے اور ہر ایک مسلمان اور عیسائی کے ہاتھوں تک اسے پہنچایا جائے افسوس ہے کہ ابھی تک احباب نے توجہ نہیں کی حالانکہ رسالہ لکھا جاکر پریس میں بھی جا چکا ہے لہذا احباب کو چاہئے کہ جلد سے جلد اور نیز جسقدر کاپیاں بھی گرہ سے خرید کر تقسیم کرنا چاہیں بذریعہ اطلاع دیویں تاکہ رسالہ اتنی ہی زیادہ تعداد میں چھپوایا جاسکے کیا اسلام کا درد رکھنے والے مسلمان اس طرف متوجہ ہونگے +

مراسلات

نہ صرف مسیح ناصری بلکہ ان کا ایک امتی بھی آسمان پر بالجسم موجود ہے

میرے پاس نسخہ مترجم پنجسورہ کا جو ۱۳۰۱ھ میں بمقام لکھنؤ مطبع ... نامی سے طبع ہو کر شایع ہوا ہے موجود ہے۔ اس میں سورہ یٰسین۔ سورہ انا فتحنا۔ سورہ طٰسم۔ سورہ واقعہ۔ سورہ ملک کا مجموعہ ہے لیکن مؤلف صاحب کا نام نہیں ہے۔ شاید مہتمم مطبع کی حسن خدمت کا نتیجہ ہے +

سورہ یٰسین میں آیۃ واضرب لھم مثلاً اصحٰب القریۃ سے آیۃ بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین تک مندرجہ ذیل نوٹ حاشیہ پر مؤلف نے تحریر کئے ہیں +

۱- اصحاب القریہ کے متعلق:۔ یہ شہر تھا انطاکیہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دو یار وہاں پہنچے۔ شہر والوں نے ان کو نکال دیئے پھر تیسرے یار بھی پہنچے یہ تیسرے بڑے یار تھے الخ

۲- آیۃ قالوا طائرکم معکم ائن ذکرتم بل انتم قوم مسرفون کے متعلق "شاید کفر کی شامت سے قحط ہوا ہوگا اسکو نامبارک سمجھے۔ یا آپس میں اختلاف ہوا کسی نے مانا کسی نے نہ مانا اس کو کہا ہر طرح شامت ان ہی کی تھی۔ الخ

۳- آیۃ انی اٰمنت بربکم فاسمعون کے متعلق "لوگ نقل کرتے ہیں۔ کہ قوم نے اس کو شہید کیا۔ اور بعضے کہتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے جیتا اٹھا لیا۔ الخ

میری غرض نوٹ کے صرف اس فقرہ سے ہے جس پر خط کھینچ دیا ہے۔ ہمارے غیر احمدی احباب نہ صرف حضرت مسیح ناصری کے لئے رفع الی السماء کے قایل ہیں بلکہ ان کے امتی کو بھی یہ درجہ دیتے ہیں۔ مگر مسیح ناصری کو تو پھر واپس بلانے کے اعتقاد مند ہیں۔ اور حواری مسیح کو جو انطاکیہ سے آسمان پر بالجسم پہنچائے گئے ہیں دنیا میں ...... پھر کیوں نہیں بلاتے۔ ہمارے بعض احباب اس آیت کے متعلق تو یہ جواب دیدیا کرتے ہیں۔ کنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم۔ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم کہ حضرت مسیح جب دوبارہ دنیا میں نازل ہو جائیں گے اور وفات پا جائیں گے تب کہیں قیامت ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ ان سے ان کی بگڑی ہوئی امت کا سوال کریگا۔ مگر اول تو اسپر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ یہ سوال اس امت کے متعلق کریگا جو جناب محمد رسول اللہ کی بعثت سے قبل خالص امت مسیح تھی اور اس نے حضرت مسیح کو ابن اللہ قرار دے رکھا تھا یا اس دوسری امت کی نسبت سوال ہوگا جو ہوگی تو امت محمدیہ مگر مسیح ناصری کے آنے کے بعد امت مسیح ہو جائیگی۔ اور پھر وفات مسیح کے بعد وہ بھی حضرت مسیح کو ابن اللہ کہنے لگیگی۔ غرض اس قسم کے بہت سے اعتراض ہو سکتے ہیں۔ مگر میرا مقصد اعتراضات کی بوچھاڑ کرنیکا نہیں ہے۔ بلکہ نوٹ محولہ کے متعلق تسلی بخش یہ جواب چاہتا ہوں کہ مسیح ناصری کیطرح انطاکیہ والے حواری بھی پھر فرش پر آئیں گے یا نہیں۔ اور ان کی وفات دنیا میں صادر ہوگی یا نہیں۔ اگر وہ بھی وفات پائیں گے تو کب اور کیونکر حضرت مسیح سے قبل یا ساتھ یا بعد میں آسمان سے اتر کر فوت ہونگے۔ بصراحت جواب دیا جائے اگر وفات نہ ہوگی تو حکم کل نفس ذائقۃ الموت میں استثنا کیا۔

غالباً ہمارے مخاطبوں میں سے کوئی صاحب فرمائیں کہ ہم اس نوٹ کے قایل ہی نہیں یہ بالکل غلط ہے تو بتلایا جائے کہ کبھی کسی وقت کسی عالم نے جو ... نائب رسول ہو نیکا دعویٰ کیا کرتے ہیں اس کو باطل قرار دیا۔ آج ۳۵ سال کا عرصہ اس نسخہ کو شائع ہوئے ہو گیا کوئی بولے کہ میں نے اس کے خلاف آواز بلند کی تھی ہرگز نہیں یقیناً اس عرصہ تک امنا و صدقنا کہا۔ کیونکہ جب مسیح خلاف قدرت الٰہی نہیں تو حواری مسیح کا صعود کیونکر خلاف قدرت ہو سکتا ہے +

ہمارے غیر احمدی احباب نہ صرف مسیح کو آسمان پر بٹھانے کے قایل ہیں بلکہ حضرت ادریس علیہ السلام کو بھی الیاس ہی باور کئے ہیں۔ اور حضرت خواجہ خضر کو بھی دنیا میں زندہ جاوید تسلیم کرتے ہیں یہ تو دنیا کے متعلق عقیدہ ہے میں نے ایک نظم کا نسخہ مصنفہ شیخ سخاوت حسین سخاؔ ڈبائیوی میں حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کے ضمن میں ایک عیاش کے متعلق یہ لفظ لکھے ہوئے دیکھے کہ یہ شخص حضرت کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تو اس نے خواہش کی کہ میرے حق میں زندہ جاوید رہنے کی دعا فرمائی جائے اور میری خدمت یہ ہو کہ جو حضور کی زیارت کو اجمیر شریف آئے اور راستہ بھول جائے تو میں اس کو دکھلاؤں چنانچہ آپ نے اس کے حق میں دعا کی وہ اب تک زندہ ہے۔ مگر عالم کی نگاہ سے پوشیدہ

میرے خیال میں مسلمانوں میں ایسے فاسد اور بے سروپا عقیدے کئی وجوہ سے پیدا ہوئے کچھ تو یہود اور نصاریٰ کی مروجہ حکایات وصحبت سے متاثر ہوئے کچھ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں یہود و نصاریٰ بھی حلقہ بگوش اسلام بکثرت ہوئے تھے۔ ان میں اس قسم کی روایتیں موروثی چلی آتی ہیں۔ مسلمان ہونے کے بعد بھی ان ہی روایتوں کو باور کئے رہے جن کی تقویت حدیثوں سے بھی جتہ جتہ ہوئی جو مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے متعلق تھیں۔ حالانکہ ان کا مقصد مثیل مسیح سے تھا نہ اصل مسیح کے نزول سے۔ مگر جبکہ دلوں میں ایک ہوائی عقیدہ یہ مستحکم ہو رہا تھا کہ مسیح ناصری بالجسم آسمان پر اٹھائے گئے تو پھر یہ مستزاد عقیدہ ہو جانا کچھ تعجب نہیں کہ پھر وہی نازل بھی ہونگے۔ یا ان کو وفات مسیح کے متعلق قرآن پاک میں بالصراحت کوئی آیت نظر نہ آئی اور تدبر و تفکر سے کام نہ لیا اور عیسائیوں کی روایتوں کو سچ سمجھ گئے جنہوں نے تین دن کے بعد زندہ ہو کر آسمان کی طرف صعود کر جانا یقین کر لیا جیسا کہ آج بھی نصرانیوں کا عقیدہ ہے۔ اور کسی نے خانہ زندان سے چھت توڑ کر صعود کر جانا باور کیا۔ اور مسیح کے عوض دوسرے شخص کو جو قدرت الٰہی سے حضرت مسیح کا ہمشکل ہو گیا تھا صلیب دیا جانا سمجھ لیا۔ اور جو اسلاف میں اہل نظر تھے وہ وفات مسیح کے قایل رہے +

سب سے زیادہ تعجب انگیز بات یہ ہے کہ مسیح اور مسیح کے حواری جو آسمان پر اٹھائے گئے ہیں وہ بالکل ایک حالت کے ماتحت ہیں یعنی جب قوم کی ہدایت کو مامور ہوئے اور قوم نے ان کے خلاف قتل کی سازش کی تو خداوند عالم نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا۔ مگر اس کے مقابل خاتم الانبیاء محبوب کبریا پر طرح طرح کی مشکلیں پیش کی جاتی ہیں کفار مکہ آپ کے قتل کے لئے مجتمع ہو کر گھر کا محاصرہ بھی کر لیتے ہیں مگر بجائے اس کے کہ آپ کو بھی مسیح ناصری کی طرح اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھائے حضرت ابوبکر صدیق کی معیت میں آدھی رات کو غار میں پوشیدہ رہنے کے لئے مجبور ہونا پڑتا ہے۔ غزوات میں آپ کے دندان مبارک شہید کئے جاتے ہیں۔ پیشانی مبارک زخمی ہوتی ہے۔ بڑے بڑے رفقاء آنکھوں کے سامنے شہید کئے جاتے ہیں۔ جان نثاروں کو گرم ریت پر ہاتھ پیر باندھ کر ڈالا جاتا ہے۔ مومنہ مستورات کے جسموں میں نیزے مارے جاتے ہیں۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہیبت ناک مصیبت سے شہید کیا جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی سنت رفع الی السماء سے کسی کی بھی جان نہیں بچاتا بعد نبی کریم کے آپکی آل کے ساتھ قوم بدترین سلوک میدان کربلا میں کرتی ہے۔ اور تشنہ علی اصغر بھی سہام ظلم سے نہیں بچ سکتا ہے کیا یہ مقدس روحیں بنی آدم کی ہدایت کی طرف نہیں بلاتی تھیں جو انپر نزول بلا کا دروازہ کھولا گیا۔ اور کسی کو آسمان اول پر بھی بلا کر ظلم و ستم سے محفوظ نہ رکھا گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یا تو اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے ہی نہیں کہ اس نے ازل سے اب تک کسی انسان کو مادی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھایا ہو۔ اور اگر ہے تو ہمارے نبی عربی محبوب رب العالمین نہیں بلکہ حضرت مسیح اور ان کے حواری محبوبیت کے بہت زیادہ مستحق تھے جن کو دشمنان حق کے ہاتھوں سے ضائع نہ ہونے دیا بلکہ ایک طرح عیسائیوں کا عقیدہ مسیح کے ابن اللہ ہونیکا بالکل صحیح ہے۔ غیر احمدی احباب خواہ مخواہ ان سے الجھتے ہیں۔ بلکہ میں کہونگا کہ بظاہر عیسائیوں کے اس عقیدہ سے آنکھ ناک چڑھاتے ہیں مگر رفع الی السماء کے قایل ہو کر باطنی طور سے وہ بھی مسیح کو ابن اللہ مانے ہوئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایسا فاسد عقیدہ زمانہ سلف میں کسی منافق مسلمان نے اسلام کو ضعف پہنچانے کے لئے زندہ رکھا ہو۔ اور اس کی تبلیغ سینہ بسینہ کی جاتی رہی ہو حتیٰ کہ ایک عرصہ کے بعد یہ ایک مستقل و مسلمہ عقیدہ بنکر قرآن پاک کی تفاسیر میں شامل کر دیا گیا ہو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - یک شنبہ ۱۶ جون ۱۹۱۸ء نمبر ۹۶

دعا کی درخواست

حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے
احباب کی خاص توجہ کے قابل

امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض ءالہ مع اللہ قلیلا ما تذکرون

زیادہ خدا جو مضطر کی دعا کو جب وہ اسے پکارے قبول کرتا ہے اور تکلیف کو دور کرتا ہے۔ اور وہ تم کو زمین کا خلیفہ بنائیگا۔ کوئی اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ہے؟ کم ہے جو تم نصیحت پکڑتے ہو)

برادران۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ قرآن کریم نے ہم کو وعدہ دیا ہے کہ اللہ تعالے مضطر کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ اور دکھ اور تکلیف کو دور فرماتا ہے۔ اور اس ماہ مبارک رمضان کے ذکر میں ادعونی استجب لکم فرما کر یہ بھی جتا دیا ہے۔ کہ یہ مہینہ خاص طور پر دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ ہے۔ کیونکہ اس مہینہ میں مسلمان ایک عظیم الشان مجاہدہ میں مصروف ہوتا ہے۔ پس میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر انسان واقعی حالت اضطرار میں ہو اور خدا پر کامل ایمان رکھتا ہو اس ماہ میں دعا کرے تو اللہ تعالے اسے ضائع نہیں کریگا۔ میرے احباب بھی بعض وقت اپنی کسی مشکل یا معاملہ میں مجھے دعا کے لئے لکھتے ہیں۔ تو مجھے ایک گونہ خوشی ہوتی ہے کہ میں اپنے کسی بھائی کا کچھ کام ہی کر سکوں۔ گو وہ دعا کے رنگ میں ہی ہو۔ گو میں اس بات کے قابل نہیں کہ ایک خاص شخص کسی جماعت میں دعا کرنے کے لئے چاہئے اور جب کسی کو دکھ یا تکلیف ہو تو وہ فوراً اسے خط لکھکر یہ سمجھ لے کہ بس اب کام بن گیا۔ یہ ایک قسم کا چھپا ہوا شرک ہے۔ کہ کسی کی دعا پر اس قدر بھروسہ کیا جائے کہ اس سے فوراً کوئی کام ہو جاتا ہے۔ ہاں یہ میں سمجھتا ہوں کہ ایک بھائی جہاں دوسرے بھائی سے کسی قسم کی ہمدردی کر سکتا ہے تو ایک رنگ ہمدردی کا دعا بھی ہے۔ اور جس شخص کو یہ موقعہ ملے کہ وہ اپنے کسی بھائی کے لئے غائبانہ دعا کرے وہ بہت خوش رہتا ہے۔ اور ایسی دعا کو اللہ تعالے قبول بھی فرماتا ہے میں بھی ہمیشہ بالخصوص ماہ رمضان میں اپنے بھائیوں کے لئے غائبانہ دعا کرنے کا عادی ہوں جس کا ان میں سے کسی کو علم بھی نہیں حضرت نبی کریم صلعم جیسا انسان جو خدا کی درگاہ میں تمام نوع انسانی سے بڑھکر پسندیدہ اور برگزیدہ انسان ہے۔ آپ بھی دعا کو اس قدر اہمیت دیتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ کو جب ایک سفر پیش آیا۔ تو آپ نے حضرت عمرؓ سے یوں فرمایا۔ لا تنسنا فی دعائک یا اخی اے بھائی اپنی دعاؤں میں ہم کو نہ بھولنا۔ پس اگر میرا کوئی دوست مجھے اپنی تکلیف میں دعا کے لئے لکھے تو میں اس تعلق اخوت کی بنا پر جو اس سلسلہ کے سب بھائیوں میں ہے دعا کرنا حتے الوسع اپنا فرض سمجھتا ہوں +

اب اس موقعہ پر میں بھی اپنی ایک مشکل کو اپنے بھائیوں کے سامنے پیش کرتا ہوں اور ان سے دعا کی امداد چاہتا ہوں۔ اور میں خصوصیت سے اس ماہ کے شروع میں ہی یہ درخواست پیش کرتا ہوں کہ میرے بھائیوں کو اس مبارک ماہ میں ایک ماہ تک اس دعا کرنے کا موقعہ ملے حالت اضطرار کا پیدا کرنا تو انسان کے اپنے اختیار میں نہیں۔ لیکن چونکہ جس امر کے لئے میں دعا کی التجا کرتا ہوں۔ وہ صرف میرا ہی محبوب امر نہیں بلکہ ہم سب بھائیوں کا یکساں محبوب امر ہے۔ اس لئے کیا عجب ہے کہ اللہ تعالے بعض قلوب میں حالت اضطرار پیدا کر دے۔ وہ امر جس کے لئے میں اپنے احباب سے دعا چاہتا ہوں وہ اصل میں ایک ہی امر کی دو شاخیں ہیں۔ الاھم فالاھم۔ ان میں سے پہلی بات تو خود اسلام کی بیکسی اور مصیبت ہے۔ اس بیکسی اور مصیبت کے وقت میں ایک شخص نے بارگاہ الٰہی میں گریہ وزاری کی تو اللہ تعالے نے اس کی دعا کو سنا اور بہت سے سامان اسلام کی بہتری کے پیدا کر دیئے۔ مگر اسلام کی خدمت کا وہی کام جس کے لئے اللہ تعالے نے اسے مبعوث کیا۔ یہ برگزیدہ خدا بطور امانت اپنی جماعت کے سپرد کر گیا ہے۔ اور اس لئے جو جوش اللہ تعالے نے اسے دیا تھا وہی ہمیں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جس طرح اس نے گریہ ہائے شبانہ سے اس دین کی آبیاری کی وہی کیفیت ہمیں اپنے اندر پیدا کرنی چاہئے۔ ورنہ ہم اس امانت کے اہل نہیں ہو سکتے۔ اگر اپنے ایک عزیز بچہ کی بیماری یہ یا ایک شفیق ماں یا باپ یا بھائی کی تکلیف پر ہمارے قلوب میں اضطرار پیدا ہوتا ہے۔ اگر اپنی ایک ذاتی مصیبت میں ہم خدا کے سامنے روتے ہیں تو یاد رکھو کہ اس سے بڑھکر ہمارے دلوں میں دین حق کی بیماری اور بیکسی کو دیکھ کر اضطرار پیدا ہونا چاہئے اور اپنی مصیبت سے بہت بڑھکر اسلام اور مسلمانوں کی مصیبت پر ہماری آنکھیں پرنم ہونی چاہئیں۔ برادران میں آپ سے اس نام کا واسطہ دے کر درد دل سے دعا کی التجا کرتا ہوں جس نے یہ قطعی حکم لگا دیا ہے کہ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں بنتا جبتک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔ پھر اس نام کا واسطہ دیکر التجا کرتا ہوں جو ہم سب سے یہ عہد لے چکا ہے۔ کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ کہ یہ وقت اسلام کی کامیابیوں کے لئے اسلام کی زندگی کے لئے دعاؤں کا ہے۔ اور اگر زیادہ نہیں تو کم از کم اس ایک ماہ میں یا اگر اس تحریر کے آپ تک پہنچنے میں اس سے بھی تھوڑا وقت رہ گیا ہے تو اس تھوڑے سے وقت میں اپنے آپ کو اسلام اور مسلمانوں کے لئے دعا میں لگا دیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر اس پاک ماہ میں ایک جماعت کی طرف سے ایک ہی وقت میں درد دل سے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھیں تو ضرور اللہ تعالے اپنے فضل سے کوئی سامان پیدا کر دیگا۔ جو اسلام کی مصائب کو دور کرنے والے ہوں +

دوسری بات جس کی طرف میں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمارے سلسلہ پر بھی ایک مصیبت ہے۔ ہمارے بھائی غلو اور افراط میں بہت دور نکل گئے ہیں۔ اور اپنے فرائض کو آہستہ آہستہ دین اسلام سے ہی الگ کرتے چلے جاتے ہیں کیونکہ اس سے بڑھکر دین اسلام سے کیا علیحدگی ہو سکتی ہے کہ یہ یقین رکھا جائے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اب اسلام میں داخل ہونے کے لئے کافی نہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ جس راہ پر ہمارے ان غالی بھائیوں نے قدم رکھا ہے اس کا نتیجہ آہستہ آہستہ سوائے اس کے کچھ نہ ہوگا کہ ایک نیا کلمہ اور نیا دین بنے۔ ہم نے ان پر اتمام حجت کے لئے کتابیں بھی لکھیں اور ان کو توجہ بھی دلائی مگر افسوس کہ ان کو یہ ہدایت ہوئی کہ ان کتابوں کو مت پڑھو ان دلائل کو مت دیکھو۔ انہوں نے اپنے دلوں کے دروازے بند کر لئے۔ اور نہ سوچا کہ یہ کن لوگوں کی راہ ہے جن پر وہ قدم مار رہے ہیں۔ میں تو اب بھی اپنے دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان کی کتابوں کو پڑھو اور اگر حق ان کے پاس ہے تو بیشک لو۔ کاش وہ بھی اتنی جرأت ایمانی دکھا کر اپنے مریدین کو ہماری کتابیں پڑھنے کی ہدایت کرتے۔ بلکہ خود بھی پڑھتے۔ بہر حال اب ہمارے پاس دوسرا ہتھیار یہی ہے کہ بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھائیں کہ اللہ تعالے ان کے دلوں کو کھولے۔ یہ باتیں بڑی صاف ہیں۔ اور ایک خفیف سا پردہ اٹھ جانے سے حقیقت ان پر منکشف ہو سکتی ہے۔ پس اب اللہ تعالے سے ہماری یہ دعا ہے کہ وہ ان لوگوں کے دلوں پر سے اس پردہ کو دور کرے +

دعا کے لئے بہترین وقت پچھلی رات ہے۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم رمضان میں تہجد کی پابندی بہت زیادہ اختیار فرمایا کرتے تھے۔ اور یہی اصلی نماز تراویح ہے۔ پس چونکہ میری غرض یہ ہے کہ ہم بغیر اکٹھے ہوئے بھی بارگاہ الٰہی میں اکٹھے ہاتھ اٹھا سکیں۔ اس لئے اس دعا کے ساتھ یہ بھی ضرورت ہے کہ ہمارے وہ احباب جو اس میں شامل ہوں ۲ بجے سے ۳ بجے سوا تین بجے تک تہجد میں گذاریں۔ یعنی سحری کھانے سے پہلے نماز تہجد ادا کریں اور نماز تہجد میں ان دونوں امور کے لئے دعا کریں قرآن کریم نے خود بہت سی دعائیں سکھائی ہیں۔ سورہ بقرہ کی آخری آیت ایک نہایت ہی لطیف دعا ہے۔ اور بھی بہت سی دعائیں قرآن شریف میں موجود ہیں۔ احادیث میں بھی دعائیں آئی ہیں ماثورہ دعائیں قرآنی دعاؤں کے بعد سب سے افضل ہیں پھر اپنی زبان میں دعائیں کریں۔ اب میں اس درخواست کو ایک دعا پر ہی ختم کرتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں۔ کہ کم از کم بیس دوست صرف یہ پختہ عہد اس ایک ماہ کے لئے کرلیں۔ اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علے کل شیئ قدیر۔ اللھم انصر من نصر دین محمد صلے اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم واخذل من خذل دین محمد صلے اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منھم + والسلام

محمد علی - ۲ رمضان

خلفائے راشدین کو سب کرنے کے خلاف شاہ ایران کی ہدایات

معاصر پیسہ اخبار نے ایک فارسی کتاب "المآثر والآثار" میں سے جو آج سے ۵۰ سال پیشتر ایران میں تصنیف ہو کر شائع ہوئی تھی۔ اور جس میں شاہ ناصر الدین قاچار کے چالیس سالہ دور حکومت کے حالات مندرج ہیں۔ چند اقتباسات دیئے ہیں۔ جن کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بادشاہ موصوف نے بڑے زور سے اپنی رعایا کو خلفائے راشدین کو سب وشتم کرنے سے روکا ہے۔ اور انہیں ہدایات دی ہیں کہ وہ سنیوں سے کسی قسم کی دشمنی اور عداوت نہ رکھیں۔ کیونکہ سلطان ٹرکی نے بھی شیعوں کو آزادی دینے میں کسی تعصب سے کام نہیں لیا۔ بلکہ انہیں اجازت ہے کہ حرمین شریفین اور مشہد وکربلا وغیرہ میں اپنے طریقہ پر اذان کہا کریں۔ اور اپنے ہی طریقہ پر نماز پڑھیں۔ پھر جب اہل سنت والجماعت ان سے کوئی دشمنی نہیں روا رکھتے۔ اور ان کے شعار میں دخل انداز نہیں ہوتے تو شیعہ کیوں خواہ مخواہ دشمنی مول لیتے ہیں۔ شاہ ناصر الدین قاچار کا یہ حکم جو ایڈیٹر پیسہ اخبار کو دوران قیام شملہ میں "المآثر والآثار" میں سے ملا ہے۔ اور جس کے اصل فارسی الفاظ پیسہ اخبار مورخہ ۱۴ جون میں نقل ہوئے ہیں۔ فی الحقیقت اس قابل ہے۔ کہ اصحاب شیعہ اسکو ٹھنڈے دل سے پڑھ کر اپنا خضر راہ بنائیں۔ اگر وہ روح جو شاہ ناصر الدین قاچار نے اپنی شیعی رعایا کے دلوں میں ان تمام احکام سے پیدا کرنی چاہی ہے۔ ہندوستان اور باقی دنیا کے شیعوں میں بھی پیدا ہو جائے۔ تو آج مسلمانوں کی بگڑی ہوئی حالت سدھر سکتی +

شاہ ناصر الدین قاچار ہی نہیں جس نے اس قسم کے احکام ایران میں جاری کئے ہیں۔ بلکہ جہانتک ایران کی تاریخ کو دیکھنے سے پتہ لگتا ہے۔ وہاں کے بیشتر شیعی محققین اور ارکان سلطنت ان غالیانہ اعمال کے پابند نظر نہیں آتے۔ جو آجکل شیعوں کے اندر رائج ہیں۔ لسان الملک صاحب ناسخ التواریخ باوجود ایک پکا غالی شیعہ ہونے کے کس جرأت کے ساتھ اپنی کتاب میں یزید کو امام حسین کے قتل سے بری ٹھہرا اور اس کے اہل بیت واپس بلانے امام موصوف کی صد درجہ دلجوئی کرنے انہیں اپنے ساتھ کھانا کھلانے اور ان کا تمام مال واسباب حتی کہ خون بہا تک دے دینے کا یقین دلاتا ہے پھر اس سے بڑھکر اس کا فرزند جو ویسا ہی پکا شیعہ ہونے کے ساتھ شاہ ایران کا وزیر بھی تھا۔ کس زور وشور سے دو سو دینار کے بجائے دو سو ہزار دینار بطور خونبہا یزید کی طرف سے دیئے جانے کا اعلان کرتا اور اس عزت وحرمت کو بیان کرتا ہے جو اس نے حرم ہائے محترم کی کی اور بتاتا ہے کہ یزید کا اپنا منشا امام موصوف کو شہید کرنے کا نہ تھا۔ بلکہ بہ حرف اس کے از خود رفتہ لشکریوں کی بدولت ہوا جو کچھ ہوا۔ یہ واقعات غلط ہوں یا صحیح ہمیں اس سے بحث نہیں۔ لیکن اس سے اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ایک

جلد ۵ | مدینۃ المسیح لاہور - یکشنبہ ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۱۶ جون ۱۹۱۸ء | نمبر ۹۶

ملفوظات حضرت مسیح موعود

استقامت ایک شخص نے بیعت کی۔ فرمایا۔ خدا تعالے ثابت قدم رکھے۔ ثابت قدمی خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جب تک استقامت نہ ہو بیعت بھی ناتمام ہے۔ انسان جب خدا کی طرف قدم اٹھاتا ہے تو راستہ میں بہت سی بلائیں اور طوفانوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ جب تک ان میں سے انسان گذر نہ لے۔ منزل مقصود کو پہنچ نہیں سکتا۔ امن کی حالت میں استقامت کا پتہ نہیں لگ سکتا کیونکہ امن اور آرام کے وقت ہر ایک شخص خوش رہتا ہے۔ اور دوست بننے کو تیار ہے مستقیم وہ ہے کہ سب بلائیں اور برداشت کرے ⁕

طول امل مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم کی موت کو دیکھو اور اپنے تئیں یاد کرو کہ بڑی عبرت کی جگہ ہے۔ کس طرح ناگہانی موت ان پر وارد ہوئی۔ ہر ایک شخص کو سمجھنا چاہئے کہ یہ دن کسی وقت آنیوالا ہے۔ سب کو اس کے واسطے تیار رہنا چاہئے۔ ان باتوں کا تصور اور مطالعہ انسان کو سچا مومن بنا دیتا ہے۔ جب انسان دنیا کی طرف جھکتا ہے۔ اور بہت امور کو اپنے گلے ڈال لیتا ہے۔ تو ایک طول امل پیدا ہو جاتا ہے۔ طول امل سے ہی سب خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جو شخص عمر کو لمبا سمجھتا ہے اور بڑی بڑی امیدیں کرتا ہے۔ اور اتنا ہے کہ یہ کروں گا وہ کروں گا اس کے واسطے دل کی پاکیزگی کا حصول مشکل ہے۔ مومن کو چاہئے کہ رات کو سوئے اور صبح اٹھنے کی امید نہ کرے۔ اور صبح اٹھے تو رات تک زندگی کی امید نہ رکھے۔ سب سے اعلےٰ اور آخری بات یہ ہے۔ کہ دل کی پاکیزگی حاصل ہو۔ جب خدا کسی پر فضل کرتا ہے۔ تو دل کی پاکیزگی اس کو عطا کرتا ہے۔ بغیر فضل الٰہی کے دل کی پاکیزگی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اول بات یہ ہے کہ طول امل جاتا رہے۔ تب انسان تسلی پکڑتا ہے۔ جب انسان دن بھر ناجائز وسایل اختیار کرتا ہے۔ اور دنیا کمانے کے پیچھے پڑا رہتا ہے۔ تو دل ناپاک ہو جاتا ہے۔ مگر موت سے زیادہ اور کوئی واعظ نہیں۔ یہی بڑا واعظ ہے ⁕

جذب اٹاوہ کے دوست سید صادق حسین صاحب اور دیگر دوست اس جگہ کے مخاطب تھے۔ فرمایا۔ اگر ایک آدمی بھی متقی اور صالح کسی مقام پر ہو جو اشاعت حق کے لئے پورا جوش رکھتا ہو۔ تو خدا تعالےٰ اس میں قوت جاذبہ پیدا کر دیتا ہے۔ اور وہ ایک جماعت بنا ہی لیتا ہے۔ کیونکہ مومن کبھی اکیلا نہیں رہ سکتا۔ یہ بغیر کہ صرف معجزات کے ذریعہ سے ہی لوگوں پر حجت پوری کی جاتی ہے۔ بلکہ مومن میں اللہ تعالےٰ نے ایک قوت جذب رکھی ہے۔ سعید لوگ اس کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔ اور غیر سعید لوگ بھی سلسلہ حقہ کی خدمت میں لگائے جاتے ہیں۔ ان سے کسی نہ کسی رنگ میں خدمت لی جاتی ہے۔ کہ سلسلہ حقہ کی مخالفت میں شور و غوغا مچا کر اس کی تشہیر کریں۔ اور اس کی تبلیغ کو دور تک پہنچا دیں۔ مومن میں قوت جاذبہ ضرور ہوتی ہے۔ جب میں براہین لکھتا تھا تو یہ الہام ہوا تھا کہ ہر ایک دور کے راہ لوگ تیرے پاس آئیں گے اس وقت ایک آدمی بھی میرے ساتھ نہ تھا۔ اور یہ کتاب وہ ہے جو ہر ایک فرقہ عیسائی ہندو۔ برہمو۔ آریہ اور سب مخالفین کے پاس ہے۔ مولوی محمد حسین نے اس پر ریویو لکھا تھا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ پیشگوئیاں ہم نے بنائی ہیں یا اپنے زمانے میں لکھی گئی تھیں۔ کہ لوگ آیا جایا کرتے تھے ایسے وقت میں یہ الہام شائع ہوئے۔ اور کئی ایک زبانوں میں عربی۔ فارسی۔ اردو۔ انگریزی۔ عبرانی۔ سب زبانوں میں الہامات ہوئے۔ یہ اس لئے ہوا کہ ہر ایک زبان گواہ رہے۔ اور اس کتاب کی عظمت ہو۔ اور اس میں یہ بھی ایک راز معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک زبان کے لوگ گواہ ہوں گے۔ اور اس جماعت میں داخل ہونگے ⁕

اگر دنیا میں یہ باتیں انسان اپنی طاقت سے بنا سکتا۔ تو اس کی نظیر کہاں ہے۔ اگر یہ ہو سکتا اور انسان کر سکتا۔ تو تمام انبیاء کی پیشگوئیاں اور خوارق ایک شبہ میں پڑ جاتیں۔ مگر بات یہ ہے کہ ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے۔ ہر نبی کے وقت میں ابتلا آئے۔ اور یہی وہی سنت اللہ جاری ہے۔ مجدد صاحب نے بھی ایک مکتوب میں لکھا ہے۔ کہ جب مسیح آئیگا تو علماء اس کا مقابلہ کریں گے۔ اور اس کی تکذیب کرینگے ⁕

صبر فرمایا صبر بڑا جوہر ہے جو شخص صبر کرنے والا ہوتا ہے اور غصہ سے بھر کر نہیں بولتا۔ اس کی تقریر اپنی نہیں ہوتی۔ بلکہ خدا اس سے تقریر کراتا ہے۔ جماعت کو چاہئے کہ صبر سے کام لے۔ اور مخالفین کی سختی پر سختی نہ کرے۔ اور گالیوں کے عوض میں گالی نہ دے۔ جو شخص ہمارا مکذب ہے۔ اس پر لازم نہیں کہ وہ ادب کے ساتھ بولے اس کے منہ نے آنحضرت کی زندگی میں بہت پائے جاتے ہیں۔ صبر جیسی کوئی شے نہیں۔ مگر صبر کرنا بڑا مشکل ہے اللہ تعالےٰ اس کی تائید کرتا ہے۔ جو صبر سے کام لے۔ دلی کی سرزمین سخت ہے۔ تاہم سب یکساں نہیں۔ کئی آدمی مخفی ہوں گے جب وقت آئے گا تو وہ خود سمجھ لیں گے۔ عرب بہت سخت ملک تھا۔ وہ بھی سیدھا ہو گیا۔ دہلی تو ایسی سخت نہیں۔ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی پر حملہ کریں۔ یا اخلاق کے برخلاف کوئی کام کریں۔ خدا تعالیٰ بردباری کا حکم دیتا ہے۔ اور اسی کے مطابق کرنا چاہئے۔ خدا تعالےٰ کے الہامات کی تفہیم بھی یہی ہے کہ بردباری کریں۔ ہمارے پاس کوئی ایسا شربت نہیں کہ فوراً کسی کے منہ پر ڈال دیں۔ ابھی تو بعض ماننے والے بھی ایسے ہیں۔ کہ وہ پورا یقین نہیں کرتے۔ بلکہ وساوس کی نفے کرتے ہیں۔ تاہم کمزوروں پر رحم کرنا چاہئے۔ اور ہر ایک کو یہ خیال کرنا چاہئے۔ کہ میں بھی ایسا تھا تو میرا حال بھی انسانی کمزوری کا تھا۔ شیطان ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا ہے رفتہ رفتہ سکینت کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ گذشتہ معاصی کا زہر نیش زنی کرتا رہتا ہے۔ کوئی سہل امر نہیں کہ یک دفعہ ہی سارا زہر نکل جائے۔ رفتہ رفتہ خدا کی رحمت دستگیر ہوتی ہے۔ بیمار تندرست ہوتا ہے۔ تو نقاہت باقی رہتی ہے۔ اور نقاہت کے لوازم میں سے ہے کہ انسان کسی وقت گر جائے۔ بلکہ بعض دفعہ مرض عود کر آتی ہے۔ مومن ولی ہوتا ہے۔ مگر اس نعمت کا حاصل ہونا مشکل ہے اسی واسطے کہا گیا ہے۔ کہ آمنا نہ کہو بلکہ اسلمنا کہو ⁕

* نماز یہ تقریر دہلی میں ۱۹۰۵ء میں زبانی لفظی وائٹ سٹیبرپ ہے۔

مذاکرہ علمیہ

اما یاتینکم رسل منکم الخ کی تفسیر لطیف

از حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی

سوال

اللہ تعالے فرماتا ہے۔ یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم ایاتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ٭ یعنی اے اولاد آدم ضرور بالضرور تمہارے پاس تمہیں میں سے میرے رسول آتے رہیں گے تم کو میری آیات سناتے رہینگے۔ جو خدا سے ڈر کر اصلاح کرینگے۔ تو انپر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ دیکھیئے یہ آیت سورۂ اعراف کی ہے۔ اور مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اور اس وقت نازل ہوئی ہے۔ جبکہ محمد مصطفےٰ صلعم کو نبوت و رسالت کا انعام عطا ہو چکا تھا۔ اور اس آیت میں مخاطب بھی تمام اولاد آدم ہے۔ جو نزول آیت سے لیکر قیامت تک پیدا ہوگی۔ نہ کسی خاص وقت سے نہ کسی خاص قوم نہ خاص شخص سے خطاب ہے۔ اور پھر اس میں ارسال رسل بزبان آئندہ کا بصیغہ استقبال وعدہ ہے۔ اور پھر نون ثقیلہ کے ساتھ جو تاکید کے لئے مضارع پر لگنے سے آتا ہے۔ اس وعدہ کو موکد کیا گیا ہے۔ پس جو شخص اس عام خطاب اور وعدہ کو کسی گذشتہ زمانہ پر محمول کرتا ہے۔ وہ دعوے بے دلیل کا مدعی ہے ٭

الجواب

اور معترض کی نادانی کا ثبوت علوم الٰہیہ سے

اس آیت اور نیز دیگر آیات سے اکثر غالی لوگوں کو دھوکہ لگ جاتا ہے۔ کہ بعد خاتم النبیین صلعم کے رسول اور نبی آتے رہینگے۔ اور میں اس دھوکہ کو اور قوی کئے دیتا ہوں۔ کہ یہ آیت خاتم النبیین صلعم ہی پر نازل ہوئی ہے۔ اس لئے خاتم النبیین صلعم کا اس آیت پر نازل ہونا مشعر ہے اس امر کو کہ بعد خاتم النبیین صلعم کے بھی رسول آتے رہینگے۔ کیونکہ یہ آیت بعد ختم نبوت کے کیونکر نازل ہو سکتی ہے۔ مگر قرآن مجید ایک عجیب و غریب بلیغ کتاب ہے کہ صرف ایک لفظ اور ایک حرف سے تمام شبہات اور وساوس کو دور کر دیتا ہے اور پھر نہ تناقض رہتا ہے۔ اور نہ تعارض باقی رہ سکتا ہے۔ جس کا مختصر بیان یہ ہے۔ کہ اما یاتینکم جملہ شرطیہ ہے۔ اور فمن اتقی آخر تک شرط و جزا ہو کر شرط اول کی جزا واقع ہوا ہے۔ واضح ہو کہ اِن شرطیہ کے ساتھ جب لفظ ما کا بڑھایا جاتا ہے تو شرط کے وقوع کے لئے زیادہ تر موکد الوقوع ہو جاتا ہے۔ یعنی جبکہ شرط متحقق الوقوع ہو جاوے۔ تب اس جزا کا وقوع ہوگا۔ چنانچہ کتب نحو و علم معانی اور تفسیر کشاف وغیرہ میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے اما یاتینکم ھی ان الشرطیۃ ضمت الیھا ما مؤکدۃ لمعنی الشرط ولذالک لزمت فعلھا النون الثقیلۃ او الخفیفۃ۔ اور تفسیر کبیر میں ہے۔ وقولہ اما یاتینکم ھی ان الشرطیۃ ضمت الیھا ما موکدۃ لمعنی الشرط ولذالک لزمت فعلھا النون الثقیلۃ۔ اور تفسیر ابو السعود میں لکھا ہے۔ ھی ان الشرطیۃ ضمت الیھا ما التاکید معنی الشرط ولذالک لزمت فعلھا النون الثقیلۃ او الخفیفۃ۔ پس مراد اللہ تعالے کی یہ ہوئی کہ اگر شرط ایتان الرسل کی یقینی اور متحقق الوقوع ہو جاوے۔ تب یہ جزا واقع ہوگی۔ اور یہ قضیہ تو مسلمہ ہی ہے۔ کہ فاذا فات الشرط فات المشروط۔ پس اس کو خوب یاد رکھو یہاں پر بعد آنحضرت خاتم النبیین صلعم کے اگر رسولوں کا آنا تسلیم کیا جاوے تو اول تو کلام الٰہی میں تناقض لازم آتا ہے کہ ادھر تو خود اللہ تعالے اپنے کلام پاک میں بعد آنحضرت صلعم کے انبیاء کے آنے کو نص سے بھی اور غیر نص سے بھی طرح طرح سے ختم کرتا ہے۔ کما مر فی سا سا ئلنا۔ اور سلسلہ نبوت کو بعد خاتم النبیین کے ممتنع فرماتا ہے بلکہ کتب بائبل اور انجیل سے بھی یہ ثابت ہے کہ روح حق ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگی۔ کما مر فی سا سا ئلنا۔ اور اس آیت میں رسولوں کے آنے کو بڑی تاکید سے بیان فرمایا ہے۔ والتناقض فی کلامہ تعالیٰ باطل کما قال اللہ تعالیٰ ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ پس نادان غالیوں کے معنے محض غلط ہیں ٭

دوسرے جو معنے خاتم النبیین کے خود خاتم النبیین صلعم نے احادیث صحاح میں بیان فرمائے ہیں۔ ان سے ثابت ہو گیا ہے کہ نبی اور رسول حقیقی آنحضرت صلعم کے بعد ہرگز کوئی نہیں آ سکتا۔ دیکھو ہمارے رسایل اور مضامین مندرجہ پیغام صلح کو۔ پس احادیث اصح الصحاح سے بھی یہ شرط یقینی اور متحقق الوقوع نہ رہی۔ تو اذا فات الشرط فات المشروط قضیہ مسلمہ ہے ہی۔ اور یہ مسئلہ ایک نادان نوجوان کا مخترع ہے ٭

تیسرے صحابہ سے لیکر تمام ملہمین و مجددین و محدثین وغیرہ کا اجماع امت ہے کہ بعد آنحضرت صلعم خاتم النبیین کے کوئی نبی اور رسول نہیں آویگا۔ اندریں صورت بھی یہ شرط یقینی اور متحقق الوقوع نہ رہی۔ پس اذا فات الشرط فات المشروط قضیہ مسلمہ رہا۔ اور غالیوں کی نادانی علوم آلیہ سے ثابت ہوئی ٭

چوتھے خود حضرت مسیح موعود جن کی نسبت یہ مسئلہ گھڑا گیا ہے بھی اس مسئلہ میں کتاب و سنت اور اجماع امت کے ساتھ متفق ہیں۔ اور کسی رسول و نبی حقیقی کے آنے کے لئے امتناع فرماتے ہیں دیکھو کتب حضرت کو۔ پس یہ شرط کیونکر متحقق ہو سکتی ہے۔ باوجودیکہ یہانتک بھی فرماتے ہیں کہ ؎

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

اور یہیں وجہ لفظ نبی میں تاویلات فرمائی ہیں۔ اسپر علاوہ یہ کہ پیشگوئی مندرجہ آیت مذکورہ آجتک کسی زمانہ میں پوری بھی نہیں ہوئی۔ اور پورا ہونا چہ معنی دارد۔ مدعیان نبوت خود حضرت کی حیات میں قتل ہوئے۔ اور خلافت تالی نبوت میں بھی قتل کئے گئے اور جہاد واقع ہوا جسکا اس سے پچھلی صدی میں بائیس ہزار بابی ایران میں قتل ہوئے۔ اور اس پیشین گوئی کی یہ مراد ہوئی تو زیادہ نہیں تو ۱۳ یا ۱۴ ابھی تو حضور صلعم کو گذرے ہوتے پس خاتم النبیین کے وہ معنے صحیح نہیں ہو سکتے جو ان کے زعم میں ہیں۔ بلکہ وہی معنے مراد الٰہی ہیں جو خود خاتم النبیین نے بیان فرمائے ہیں۔ یہ ہر چہار امور ہمارے رسایل اور دیگر مضامین مندرجہ پیغام صلح میں مفصلاً مذکور ہیں جس کا جواب غالیوں سے آجتک نہیں ہو سکا۔ ناظرین کو لازم ہے کہ ان رسایل کو ملاحظہ فرماویں۔ ہاں حضرت مسیح موعود نے بہت سے مقاموں میں لفظ نبی و رسول کی تاویل فرمائی ہے۔ کہیں لغوی ارشاد فرمایا۔ اور کہیں بروزی و جزوی و ظلی وغیرہ فرمایا جس میں ہر ایک مومن شریک ہے۔ تو اس سے ہمیں انکار نہیں کیونکہ ان تاویلات سے بھی مابین مذہب حقہ اور مذہب اہل تصوف کے تطبیق ہو سکتی ہے۔ اور جو فاسد لازم آئے ہیں وہ دفع ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اگر رسل منکم میں بھی یہ تاویل تسلیم کی جاوے تو چونکہ مجددین و ملہمین و محدثین لغت کی رو سے رسل میں داخل ہیں تو پھر کوئی تناقض اور فساد بھی نہیں رہتا۔ کیونکہ ہم بھی یہ ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ بعد حضرت خاتم النبیین صلعم کے اور خود حضرت کی حیات میں بھی محدثین اس امت میں ضرور آئے اور آتے رہینگے۔ لیکن لفظ نبی کا اطلاق مجاور اٹھدر بول چال میں شریعت اسلامیہ کی مصالح اسپر استعمال کرنا ادلہ شرعیہ سے واسطے سد ذرائع کے ممتنع فرمادیا ہے۔ کیونکہ تحریف اور تغیر شریعت کا سخت اندیشہ تھا۔ جیسا کہ خاتم النبیین سے پہلے دوسری مصلحت یہ ہے کہ حضرت خاتم النبیین صلعم بھی لفظ رسول اللہ اور نبی کے ساتھ بین الصحابہ و الامت اور کتاب و سنت مختص ہو گئے ہیں پس اسم نبی کا کسی امتی پر استعمال کرنے میں بسبب التباس کے آپ کی توہین لازم آتی ہے۔ کیونکہ اسم نبی کا بمنزلہ آپ کے اسماء اور اعلام کے ہو گیا ہے کہ کسی امتی پر نہ بولا جاوے۔ جیسا کہ القول المجید وغیرہ میں کتاب و سنت و اجماع امت سے ثابت کیا گیا ہے مثال اس کی ایسے سمجھو کہ جو القاب شاہنشاہوں کی طرف سے کسی کو مختص کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کے غیر میں استعمال کرنے سے مختص بالقلب کی توہین ہوتی ہے جیسی کہ ایک عہدہ کمشنری یا کلکٹری وغیرہ کے ساتھ کسی شخص کے لئے جو القاب مختص کر دیئے جاتے ہیں دوسرے لوگوں پر اگر ان کا استعمال عام طور پر کیا جاوے تو خود یہ مختص بالالقاب لوگ اس کا مواخذہ کرنے لگتے ہیں گو بعض دوسرے لوگ کام متدینہ متعلقہ ان عہدوں کا بھی انجام دینے لگیں۔ جیسا کہ مجددین دیتے ہیں۔ پس جبکہ اس شاہنشاہ نے جس کے بیدہ ملکوت کل شیٔ کا مصداق ہے۔ اس لفظ اور اسم نبی کو حضرت خاتم النبیین صلعم کے ساتھ بعد آپ کے مخصوص فرمادیا ہے جس کا ثبوت ادلہ شرعیہ سے ہمارے رسایل میں ہو چکا ہے تو اس کا استعمال غیر آنحضرت صلعم کے لئے بالضرور موجب تکذیب قرآن مجید اور احادیث اور آپ کی توہین کا ہے۔ گو ملہمین اور محدثین کے کام دیگر انبیاء گذشتہ سے زیادہ یا افضل ہی ہوں۔ کیونکہ شریعت اسلام نے سد ذرائع کا بڑا اہتمام کیا ہے۔ جیسا کہ لفظ ولد کا کسی ملہم یا محدث وغیرہ کے لئے استعمال کرنے میں قرآن مجید نے شرک کہا ہے۔ حالانکہ کوئی عیسائی حضرت عیسے کو ایسا بیٹا حقیقی نہیں کہتا جیسا کہ زوجین کے اجتماع سے بیٹا پیدا ہوتا ہے۔ مع ہذا قرآن مجید مطلق ولد کے استعمال کو سخت ممتنع فرماتا ہے یہی حال ہم لفظ نبی کے استعمال کرنے میں منع شرعی پاتے ہیں۔ پس علیٰ ہذا القیاس اسم نبی کا کسی امتی پر از صدیق اکبر تا مسیح موعود استعمال نہیں کیا گیا۔ ہاں جو الفاظ اولیائے امت کے لئے کتاب و سنت و اجماع امت میں آ گئے ہیں ان کی نسبت وہی الفاظ استعمال کئے جاوینگے جیسا کہ خلفاء کا لفظ جو آیت استخلاف اور احادیث میں مذکور ہے اور محدثین اور مجددین کا لفظ ہے جو احادیث میں مذکور ہے یا مہدی و مسیح کا لفظ جو وہ بھی احادیث میں آ گیا ہے لیکن لفظ نبی کا کسی مصلح امتی کے واسطے نہ قرآن مجید میں موجود اور نہ احادیث میں نہ اجماع امت میں اور نہ کسی صادق نے آجتک دعوے اپنے نبی ہونے کا کیا جس کی صداقت ادلہ قطعیہ سے ثابت ہو گئی ہو اور حضرت مسیح موعود نے خود لفظ نبی وغیرہ میں تاویلیں فرمائیں بہت یہانتک کہ فرما دیا کہ ؎

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم

یہ شعر قصیدہ الہامیہ میں ہے اور ہم کو بھی مسلم ہے پس آیت مذکورہ سے استدلال کرنا اہل غلو کا محض باطل ہے جس کسی نے یہ استدلال اپنے غلو پر کیا وہ محض باطل بلکہ ابطل الاباطیل سے ہے۔ اور علوم آلیہ سے جہالت پر مبنی ہے اور جو معنی ہم نے آیت مذکورہ کے کئے ہیں وہی معنی مفسرین محققین نے لکھے ہیں تفسیر[illegible] میں لکھا ہے۔ اما یاتینکم رسل ای ان تحقق اتیان الرسل منکم [illegible] صدقتم وسیانتم۔ پس جو امر کہ خلاف کتاب اللہ اور سنت صحیحہ اور اجماع امت از صحابہ تا مسیح موعود کے ہو اس کے تحقق کے کیا معنے اور نیز جو امر ضد اجماع امت کے صحابہ سے لیکر اس وقت تک ہو اس کا تحقق چہ معنی دارد۔ اور پھر خود حضرت مسیح موعود کے مذہب کے بھی خلاف ہو کہ ؎

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

ایسا امر ممتنع شرعی متحقق کیونکر ہو سکتا ہے جس سے طرح طرح کے مفاسد دینی لازم آتے ہیں۔ الحاصل ایک لفظ ما نے کل فیصلہ اس مسئلہ نبوت کا کر دیا وھو المدعا۔ اور ایاتی سے مراد خواہ قرآن مجید کی آیات ہوں خواہ براہین مندرجہ قرآن مجید ہوں اور خواہ احکام اور شرائع اسلام ہوں اور خواہ یہ تمام کل من حیث الکل ہوں۔ یہ سب آیاتی میں داخل ہیں ٭ (باقی دارد)

فہرست چندہ جماعت احمدیہ لاہور چھاؤنی

بابت ماہ اپریل ۱۹۱۸ء

نام	چندہ
قاضی ثناء اللہ صاحب	[illegible]
بابو محمد حسین صاحب	[illegible]
بابو نبی بخش صاحب	[illegible]
بابو محمد نعمان صاحب	[illegible]
حکیم الطاف علی صاحب	[illegible]
محمد الدین صاحب	۵
الٰہی بخش صاحب	۶
قاضی عبد الواحد صاحب	۵
عبد العزیز صاحب معہ عبد الحکیم صاحب	۸
میزان کل	[illegible]

کہ شیعہ محققین باوجود اپنے شیعی خیالات کے واقعات نگاری میں کبھی ایسے حد سے بڑھے ہوئے نہیں تھے۔ اور نہ موجودہ شیعی رسوم شل سوگواری وغیرہ کے اکثر شیعہ محققین قایل تھے۔ بلکہ وہ تو اس کے مخالف رہے ہیں۔ جیسا کہ ان کی بعض کتب سے صاف طور پر ثابت ہے۔ پس کیا ہمارے شیعی برادران اس پر غور فرمائینگے؟

آیت اللہ

قبل ازیں حضرت امیر ایدہ اللہ کی متعدد تازہ تصانیف ”احمدیہ موومنٹ“ ”مسیح موعود“ ”حقیقۃ المسیح“ وغیرہم کا اعلان کیا جا چکا ہے۔ ان سب کے علاوہ ایک ضروری اور نہایت مفید رسالہ آپ نے مولوی ثناء اللہ کے ان اعتراضات کے جواب میں تصنیف فرمایا ہے۔ جو مولوی صاحب حضرت اقدس کے آخری فیصلہ والے اشتہار مورخہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کی بنا پر آئے دن کرتے اور اس کو حضرت مسیح موعود کے کذب کی دلیل ٹھہراتے ہیں۔ کہ دعا مندرجہ اشتہار مذکور کے مطابق مرزا صاحب بوجہ نعوذ باللہ کاذب ہونے کے پہلے فوت ہو گئے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس بارہ میں حضرت مسیح موعود اور مولوی ثناء اللہ کی تمام تحریرات کو سامنے رکھکر ایک سیر کن بحث کی ہے۔ اور مولوی ثناء اللہ کے ایک ایک اعتراض کا خوب ہی دنداں شکن جواب دیا ہے جس سے اس تمام بحث کا ہی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اصولی طور پر اس کتاب میں مباہلہ کی حقیقت۔ اس کی علت غائی۔ حضرت اقدس کا اس بارہ میں طرز عمل اور یکطرفہ دعا میں آپکے طریق از روے قرآن پر نہایت عمدگی سے بحث کی ہے۔ جس کو پڑھنا اور اس سے فایدہ اٹھانا احمدی احباب کے لئے بالخصوص بہت ہی ضروری امر ہے۔ اس کتاب کو عام مسلمانوں میں کثرت سے شایع کرنے کے علاوہ ہر ایک احمدی کو اپنے پاس رکھنا چاہئے۔ کہ یہ ایسے مواقعات پر جہاں مولوی ثناء اللہ یا اس کا کوئی شاگرد اس قسم کا فتنہ برپا کرنا چاہیں۔ ایک زبردست حربہ کا کام دیگی۔ کتابت اس کی ختم ہو چکی ہے۔ اور عنقریب پریس میں جانے والی ہے۔ قیمت کا بعد میں اعلان کیا جائیگا۔ جو چند آنوں سے زاید نہ ہوگی۔ احباب کو فی الفور اس کی اور دیگر کتب کی خریداری کی درخواستیں بھیج دینی چاہئیں۔

ترجمۃ القرآن انگریزی کے متعلق ضروری اعلان

بعض گذشتہ اشاعتوں میں سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے یہ اعلان ہو چکا ہے کہ مختلف معطیوں کے عطیہ جات کی وجہ سے وہ مستحقین کو جو اپنی درخواستوں کے ساتھ دو دو معززین کی تحریری تصدیق بھیجیں۔ دوسری ایڈیشن یعنی پندرہ روپیہ والا قرآن نصف قیمت ساڑھے سات روپیہ میں دے دینگے۔ افسوس ہے کہ اس اعلان کے مطابق اکثر لوگوں نے جو درخواستیں بھیجی ہیں۔ ان کے ساتھ دو معززین کی تصدیق کی شرط کو ملحوظ نہیں رکھا۔ اس لئے سکرٹری صاحب ناچار ان کی درخواستوں کو مسترد کرنے پر مجبور ہیں تاوقتیکہ ان سب کی طرف سے دو معززین کی تصدیق نہ آ جائے۔ درخواست کنندگان کو پہلے ہی سے اس کو ملحوظ رکھنا چاہئے تاکہ بیفایدہ خط و کتابت میں وقت ..... ضایع نہ ہو۔ اور خواہ مخواہ ان کی دلشکنی نہ ہو۔

فرانسیسی ملہمہ کی پیشگوئی

مسٹر ڈبلیو۔ ٹی۔ سٹیڈ نے میڈم ڈی ہنگروڈ ایک فرانسیسی ملہمہ کے ”وجد اور روحانی وارفتگی“ کے عالم کی بعض باتیں لکھی ہیں جو اس کے نزدیک اس کے الہام اور پیشگوئیوں پر دال ہیں۔ مثلاً ۱۸۹۶ء میں مسٹر ڈبلیو۔ سٹیڈ کے بعض استفسارات متعلقہ سفارت چین پر اس کے بیانات کو نقل کرتے ہوئے بتایا ہے کہ باوجودیکہ اس وقت چین میں بہت ابتری پھیلی ہوئی تھی لیکن چینی ارکان سفارت کے زندہ ہونے کا اس نے پہلے سے ہی پتہ دیدیا تھا۔ ایسا ہی موجودہ جنگ کی بھی اس نے آج اٹھارہ سال پہلے پیشگوئی کی تھی جس میں فرانس کے بھی مبتلائے مصیبت ہونے اور انگلستان کے سخت مالی و ارضی اور جانی نقصانات کے بالآخر منتخباب ہونے روس کے سخت نقصان اٹھانے اور جرمنی کے ناکامی کا منہ دیکھنے کا ذکر ہے۔ ممکن ہے اس فرانسیسی خاتون نے ایسا کہا ہو۔

اور اگر یورپ کے روحوں سے باتیں کرنے کے قصوں پر زیادہ اعتبار نہ کیا جائے۔ تو یہ بھی ممکن ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہی اس کو ان باتوں کا علم دے دیا گیا ہو۔ اگرچہ مسٹر سٹیڈ جیسے دہریہ منش انسان کے سامنے اس کا خدا کی طرف سے الہام پانا چنداں قابل وقعت نہیں ہو سکتا۔ مگر تعجب تو ہمیں اس پر ہے کہ اگر یورپ کی کسی خاتون کے منہ سے کوئی لفظ ایسا نکل گیا ہے جو بعض پیش آمدہ واقعات کی پہلے سے خبر دیتا تھا۔ تو اس کو تو سر آنکھوں پر رکھنے کو لوگ تیار ہیں۔ بلکہ اس کے پورا ہونے سے پیشتر ہی شخص اس کے یوروپین ہونے کی وجہ سے ہی فوراً مان لینگے لیکن اگر ہندوستان میں پنجاب کے ایک گاؤں سے اس سے زیادہ صاف آواز آئے اور خوب وضاحت سے ایسے وقت میں آیندہ واقعات کی خبر دی جائے۔ جبکہ ان کا وہم و گمان بھی نہ تھا اگر اس ہولناک جنگ کا ہو بہو نقشہ کھینچے جو حضرت مسیح موعود کے منہ سے

زار بھی تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

کی آواز بلند ہو۔ تو وہ ہرگز قابل تسلیم نہیں۔ کہ یہ ایک ہندوستانی اور پھر پنجابی اور گاؤں کے باشندہ کی آواز ہے۔ جو انگریزی بھی نہیں جانتا۔ اور یورپ کے حالات اور پالٹیکس سے واقف نہیں حالانکہ یہی وہ باتیں ہیں جو اس کے سچا اور ملہم من اللہ ہونے پر شاہد عادل ہیں۔ کیا کوئی اس پر غور کریگا؟

ماہ مبارک

لاہور میں رمضان المبارک کی ابتدا سہ شنبہ ۱۱ جون ۱۹۱۸ء سے ہوئی۔ باد و باراں نے خیر مقدم تو ایک دو روز قبل سے ہی شروع کر دیا تھا۔ وہ بھی تیسرے پہر اور رات کے وقت جس سے پہلے دو دن قدرے ٹھنڈک رہی۔ اور ماہ مبارک کی ابتدا معلوم بھی نہ ہوئی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا امتحان دوسرے رنگ میں بھی لینا منظور تھا اور ہے۔ چنانچہ وہ لے رہا ہے۔ بادلوں کی ٹھنڈک دو دن میں ہی ختم ہو کر آفتاب عالمتاب کی تیزی اس پر غالب آچکی ہے۔ اور بزبان حال آفتاب اسلام کے اپنی پوری درخشانی کے ساتھ موجودہ مصائب اور ظلمتوں کی گھٹاؤں میں سے چہرہ نما ہونے کی خوشخبری سنا رہی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اپنی غیر معمولی حدت سے مسلمانوں کو بھی جوش اسلامیت اپنے اندر پیدا کرنے کی تلقین کرتی ہے جس کا یہ نتیجہ ہے کہ کسی وقت اس حدت کے اندر بھی ٹھنڈی ہوا کا ایک آدھ جھونکا بھی جانا اور اس جوش۔ اس سرگرمی اور بلا خیز اور صبر آزما تکالیف و مصایب کا جو اسلام کے پھیلانے میں پیش آنی ضروری ہیں۔ یہ بہتری اثر بتاتا ہے۔ کہ رحمت کی ہوائیں آئینگی۔ اور ہر چہار اطراف عالم میں پھیلکر مسلمانوں ۔۔ ہاں ان سچے نام لیوایان اسلام کو جو اسلام کا درد دل میں رکھتے ہیں۔ مسرور اور شادکام کرینگی۔ ماہ رمضان المبارک! یہ بھی دراصل یاد ہے۔ اس ابتدائی حالت کی جو اسلام کے اوپر ایک وقت طاری تھی۔ اور آج بھی اگر اس سے بڑھکر نہیں تو اس جیسی حالت میں اسلام مبتلا ہے۔ لیکن جس طرح یہ مہینہ مبارک ہے۔ اس لئے کہ اسی کے اندر وہ مبارک رات بھی آتی ہے۔ جو لیلۃ القدر کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس میں وہ رحمت کا پانی برسنا شروع ہوا تھا جو قرآن کریم کے چشمہ آب حیوان کے اندر بند ہے (شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن) اور جس سے ربع مسکون کے تمام لوگوں مصری۔ شامی۔ ترکی۔ ہندی۔ چینی۔ افریقی۔ حتی کہ موجودہ تہذیب کے سرتاج یورپ وغیرہ نے بھی ...... زندگی پائی اور اسی کی برکت سے دنیا کا چپہ چپہ سیراب ہوا۔ اسی طرح سے آج بھی دنیا اگر زندہ ہوگی۔ اگر موجودہ مصائب سے نکلکر امن و امان کی زندگی پانا اس کے لئے ممکن ہے۔ اور ترقی کی ان بلند ترین منازل پر پہنچنا جو تہذیب حقیقی کی جان ہیں اس کے لئے آسان ہو سکتا ہے۔ تو وہ اسی قرآن حکیم ہی کے جوا کو گردن پر اٹھا اسی کو اپنا شاہراہ عمل بنانے اور اسی کے اصولوں پر کاربند ہونے سے۔ زمانہ اور تاریخ زمانہ شاہد ہے کہ ایک قوم جبتک اس پر عامل رہی۔ معراج ترقی پر گامزن رہی۔ لیکن جب اس کو چھوڑا تو اس نے بھی اسے چھوڑ دیا۔ اور اسفل سافلین میں جا پڑے۔

پس مسلمانو! اگر تم چاہتے ہو۔ کہ تم پھر زندہ ہو۔ پھر تم اپنے دین پاک کو اسی شان و شوکت اور طاقت و سطوت میں دیکھو جیسا کہ قرون اولے میں اس کا حال تھا۔ اگر اسلام سے دلی محبت اور پیار رکھتے ہو ...... تو تمام دنیوی رذیل خواہشوں کو چھوڑ کر ایک اسلام پر کاربند ہو جاؤ۔ اور اسی کو بلند کرنا اپنا منتہائے مقصود بنا لو۔

آج ہی کے افتتاحیہ میں جو ”دعا کی درخواست“ حضرت امیر ایدہ اللہ نے کی ہے۔ وہ جماعت احمدیہ کے بالخصوص توجہ کے قابل ہے۔ اس مبارک ماہ کی غرض اور اصل مقصود بندگان الٰہی کو بھوکا اور پیاسا مارنا نہیں بلکہ اس بھوک اور پیاس کے ذریعہ بعض اور ضروری سبق ہمیں سکھانے مقصود ہیں۔ جن پر کاربند ہو کر اس استجابت الٰہی کو ہم جذب کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ جو ادعونی استجب لکم کے رنگ میں اس ماہ مبارک سے مخصوص ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہمارے احباب اس ”درخواست“ میں ارشاد کو فی الفور اپنا شاہراہ عمل بنائیں۔ اور اس پر گامزن ہو کر اسلام کی عظمت اور شوکت کے لئے دست بدعا ہوں۔

ووکنگ مسلم مشن کے نومسلمین کی تبلیغی جد و جہد

گذشتہ اشاعت میں حضرت خواجہ صاحب کے بعض ان لیکچروں کا ذکر کیا گیا تھا۔ جو گذشتہ ماہ مارچ ۱۹۱۸ء میں ہوئے۔ اسی مہینہ کی ۱۷ تاریخ کو رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے نے بالقابہ نے ”سادگی مذہب“ پر ایک لیکچر دیا۔ حاضرین کی تعداد معقول تھی۔ اور تمام سامعین نے اس کے سننے میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ ایک لیکچر مسٹر احسان البکری نے (جو نومسلم نہیں بلکہ پہلے سے مسلمان ہیں) ۳۱ مارچ ۱۹۱۸ء کو دیا۔

مسجد ووکنگ میں بھی حسب دستور ہر اتوار کو لیکچر ہوتے ہیں جن میں ملک عبد القیوم صاحب اور حضرت خواجہ صاحب باری باری ہر اتوار کو تقریر کرتے ہیں۔

۱۲ الیٹس سٹریٹ منسٹر روڈ فلہام لنڈن میں ۱۰ مارچ ۱۹۱۸ء کو مسٹر سلمان شلیج نے منتکیس ہوسایٹی کی خاص دعوت پر ایک اور لیکچر دیا۔ اس لیکچر کے بعد ایک سرگرم مباحثہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان نومسلمین کی کوششوں کو بارور فرمائے۔ آمین۔

”پولیٹیکل گرگٹ“

حضرت مسیح موعود کے الہام انی مہین من اراد اہانتک کا کھلا کھلا نظارہ جسے دیکھنا ہو وہ کتاب مندرجہ عنوان کو مطالعہ کرے اور اس مشہور و معروف انسان کے جو ”زمیندار“ اور ”ستارہ صبح“ کے کالموں میں اپنی دریدہ دہنی کا ثبوت دیتا رہا ہے۔ اعمال اور کارناموں کو اس میں دیکھکر عبرت حاصل کرے۔ نظر بندی سے آزاد ہو کر مولوی ظفر علی خاں نے کیا کیا عجیب و غریب رنگ دکھائے۔ اور اپنے ”دور ادارت“ پولیٹیکل قصر کو مسمار کر کے مذہبی دنیا میں قدم دھرتے ہی کس دریدہ دہنی کے ساتھ راستبازوں پر زبان طعن دراز کی۔ پھر ”الصباح“ اور ”ستارہ صبح“ میں کس عجیب و غریب طریق سے جنگ زرگری قایم کر کے پبلک کو ایک کشمکش میں مبتلا کئے رکھا۔ سب سے بڑھکر دوران ادارت زمیندار اور اس کے بعد عالم نظر بندی میں قومی چندوں سے کس طرح گلچھرے اڑائے جاتے رہے۔ یہ اور اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں جنہیں شیخ ضیاء الحق صاحب سابق ایڈیٹر پیشوا نے ”پولیٹیکل گرگٹ“ نامی کتاب میں جمع کر کے ظفر علی کی زندگی کا مرقع اتار کر رکھدیا ہے۔ تمام واقعات اخبارات سے ہو بہو نقل کئے گئے ہیں۔ اور یہ پورا مرقع ..... اس تضحیک و توہین کا جواب ہے جو ظفر علی خاں نے حضرت مسیح موعود کی روا رکھی تھی۔ کتاب قابل دید ہے۔ قیمت فی جلد عمر۔ شیخ ضیاء الحق صاحب سابق ایڈیٹر پیشوا ہاپوڑ ضلع میرٹھ کے پتہ سے مل سکتی ہے۔

ضرورت

دفتر سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں ایک احمدی کلرک کی ضرورت ہے جو انگریزی میں خط و کتابت کر سکتا ہو حساب و کتاب سے بھی واقف ہو۔ کاغذات دفتر کی ترتیب وغیرہ سے بھی ماہر ہو تنخواہ ۲۵ روپیہ یا زیادہ حسب لیاقت دی جائیگی۔ درخواستیں بہت جلد آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام احمدیہ بلڈنگس کے پتہ پر آنی چاہئیں۔

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

طلب شہادت اور اسکا جواب

طلب شہادت

ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ

میں مولوی چندہ حسینی صاحب احمدی سے اس بات کی شہادت چاہتا ہوں کہ کیا آپ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں آپ کو نبی سمجھتے تھے اور کبھی حضرت صاحب کی زبانی یہ سنا تھا۔ اور کیا آپ حضرت کو اسمہ احمد کے مصداق سمجھتے تھے۔ اور کیا دیگر مسلمانوں کو کافر سمجھتے تھے۔ براہ مہربانی اور برائے خدا یہ شہادت دیں۔ اور یہ بھی بتلائیں کہ اب آپکا کیا عقیدہ ہے؟

جواب

میرا عقیدہ یہ ہے۔ مرزا صاحب مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نبی حقیقی نہیں ہیں۔ اور نہ میں کوئی مسلم کو کسی گناہ یا کسی کی امامت کے انکار کرنیوالے کو کافر کہتا ہوں۔ فقط میں ہوں عاصی چندہ حسین تماپوری

نوٹ میں یہ بھی عقیدہ رکھتا ہوں حضرت مرزا صاحب آیۃ اسمہ احمد کے مصداق حقیقی یا مستحق نہیں ہیں۔ فقط چندہ حسین تماپوری

"احمدی قوم میں فتنہ نہ جگائے کوئی"

کوچۂ غیر میں بھولے سے نہ جائے کوئی
بت بے پیر سے الفت نہ لگائے کوئی

درِ اغیار پہ بندے نہ کبھی بھی جائیں
منزلِ بارِ گراں کو دکھائے کوئی

مرغِ دل پھر تو پھنسے دام میں آسانی سے
حسن و احسان سرِ بام جو لائے کوئی

خوبیٔ یار کا نقشہ جو کہیں دل پہ جمے
کس میں طاقت ہے جو وہ نقش مٹائے کوئی

سرِ سرکش بھی خدا ہی تو جھکا دیتا ہے
اس کے آگے سرِ طاعت بھی جھکائے کوئی

اس میں غیرت نہیں ہے شرم و حیا کا دشمن
الفتِ حق سے جو دل اپنا پھرائے کوئی

ظلمتِ کفر سے دل صاف اسی کا ہوگا
نورِ اسلام جو سینہ میں بسائے کوئی

آبِ حیواں کی اسے پھر تو ضرورت نہ رہے
جامِ اسلام اگر منہ سے لگائے کوئی

جز محمدؐ کے نبی کوئی نہیں ہے اپنا
جو تھا منذر اسے مرسل نہ بنائے کوئی

فخر سمجھے تھے غلامی میں غلام احمد
اُن کو آقا نہ یہاں آ کے بتائے کوئی

ظلِّ احمد کبھی احمد بھلا ہو سکتا ہے
پہلی باتیں نہ عبث ہم کو سنائے کوئی

صفت و موصوف کے جھگڑے ہیں عبث اے ہمدم
ایسی باتوں میں نہ اب وقت گنوائے کوئی

اصل احمد ہے مسیحا ہے فقط ظلِّ نبی
احمدی قوم میں فتنہ نہ جگائے کوئی

شرک و بدعت میں پھنسے جو خدا کے بندے
ان کو اس قعر سے لازم ہے چھڑائے کوئی

نظر انداز وصیت کو نہ کرے ہر گز
اس میں جو کچھ ہے اسے بھول نہ جائے کوئی

دین کی خدمت کی ہے تاکید تو اس سے نہ پھرے
اس کی خدمت سے نہ جی اپنا چرائے کوئی

مال و زر سے کرو اور جان سے دیں کی خدمت
خوب ہو سب کو جو یہ راگ سنائے کوئی

در پہ مولا کے گر دیپیر کے در پہ نہ گرو
پیر و مرشد کو نہ بت اپنا بنائے کوئی

دل لگایا ہے فقط ایک خدا سے بندے
بت کی صورت نہ مرے سامنے لائے کوئی

اس حکایت میں مزا قند مکرر کا ملے
داستانِ یار کی گر امجد مجھ کو سنائے کوئی

ذٹ نوٹس لہ لہ اشارہ ہے وہ من نبینم رسول نیاوردہ ام کتاب + ہاں ملہم زخدا و منذرم

ضروری خبریں

مغربی محاذ۔ شدید جنگ۔ (لندن ۱۱ جون) ۴ بجکر ۳۰ منٹ بعد دوپہر ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ کل شام اور کل رات دشمن نے ایشرس سینٹ ڈینس اور رابیکورٹ کی طرف دباؤ جاری رکھا۔

بائیں طرف ہماری مزاحمت موثر تھی اور دشمن لیبلایوں یا کورسلیس پر نہ کر سکا۔ ہم نے کل رات انجے موضع ہیری پر دوبارہ قبضہ کر لیا جرمنوں کی زیادہ تر کوشش محاذ میلویے مارکونگلس پر تھی کثیر تعداد افواج کے ساتھ زبردست حملے کر کے دشمن چیلے ہیں اور ونڈ تک پسپا کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ لیکن ایک شاندار جوابی حملہ کر کے ہم نے اسے اس تمام محاذ پر پسپا کر دیا۔ اور میلویے اور سینٹ مور کے جنوب اور مارکونگلس اور وینڈ ملیکورٹ کے جنوب کی لائین پر اپنی تمام پوزیشنوں کو بحال کر لیا۔ ہمارے دائیں طرف ڈریسلنکورٹ کے شمال کے جنگلی پہاڑوں میں ایک سخت لڑائی ہوئی۔ دشمن جس نے اس علاقہ میں بھاری افواج جمع کر لی ہیں۔ انٹو دل تک پہنچ گیا ہے۔ اور ہمیں اپنی صف مزاحمت کو ابیکورٹ کے مغرب اور جنوب کی طرف لیجانے پر مجبور کر دیا +

(لندن۔ ۱۱ جون۔ ۱۰ بجکر ۴۰ منٹ شب رویٹر کا نامہ نگار مقیم فرانسیسی ہیڈ کوارٹرز آج تار دیتا ہے۔ کہ ۱۰ جون کی شام کو اور شب کو جرمنوں نے اس دمدمہ کو بڑھانے کی کوشش کی جو انہوں نے دونوں پہلوؤں اور وسط میں پیشقدمی کر کے ہمارے محاذ میں پیدا کر دیا تھا۔ بائیں طرف دشمن نے کوئی ترقی نہیں کی۔ اور میری اور ڈکینمونٹ کے درمیان لمبی جگہ پسپا کیا گیا ہے۔ دالیسی از الیقی افواج کے ایک شاندار جوابی حملے نے جو ٹینکوں کی مدد سے کیا تھا ہمیں بہن سڑک کے مغرب کی طرف پورٹ کھیت پر اور اس کے شمال کی طرف زمین اور ایک نواحی کھیت پر قبضہ کرنے کے قابل بنا دیا۔ دائیں طرف ایک وسط میں روک ملک پسپا کئے جانے پر جرمنوں نے او ملس تک پہنچنے کے لئے دائیں پہلو پر تازہ افواج جمع کی ہیں۔ اس جگہ ملک جنگلی پہاڑوں اور گہری دلدلوں سے پر ہے ہماری افواج دشمن کی پیشقدمی کی لائین اور اولس کے درمیان ایک تنگ خطہ میں کارروائی کرتے ہوئے دشمن کے ان کے جنوب کے کنارے پر پہنچنے میں منقطع کئے جانے کے خطرے میں پڑ گئی تھی۔ اسی لئے انہیں دریا کی طرف واپس لایا جا رہا ہے۔ جہاں دشمن تعاقب کرتا ہوا اپنے آپ کو اندر وادی میں کسی سایہ کے پائیگا۔ اور اس پر ہمارے توپخانہ اور کلدار توپوں کے ذریعہ شدید آتشباری کی جائیگی +

برطانوی ہوابازوں کا کام۔ لندن ۱۱ جون۔ ۱۱ بجکر ۵ منٹ شب ہوائی جہازوں کے کام کے متعلق سرکاری ایک اعلان میں مظہر ہے۔ کہ ہمارے ہوابازوں نے فرانسیسی میدان جنگ پر باوجود ابر آلود موسم کے علی الصبح اور رات کے وقت کام کیا۔ اور افواج پر بار برداری سامان بارود کے ذخائر توپوں اور خندقوں پر ۸ ٹن بم گرائے۔ روئے سپینز میں ریلوے پر اور مونٹ ڈیڈر کو انکے روئے کی مشت میں پیدل فوج کے اجتماع پر براہ راست نشانے مشاہدہ کئے گئے۔ نیچے اڑنے والے ہوائی جہازوں نے صف جنگ کے عقب میں سڑکوں پر ایک نشانہ پر کلدار توپوں سے گولہ باری کی جس کا بہت عمدہ نتیجہ نکلا۔ ہم نے اس علاقہ میں ۱۰ ہوائی جہاز گولے مار کر نیچے گرائے۔ اور ۳ ہوائی جہازوں کو بیقابو حالت میں نیچے کی طرف اتار دیا۔ ہمارے ۵ ہوائی جہازوں کا نقصان ہوا۔ برطانوی محاذ پر بہت کم سرگرمی ظاہر کی گئی۔ ایک جرمن ہوائی جہاز تباہ کیا گیا۔ اور ایک ہوائی جہاز بے قابو حالت میں نیچے کی طرف اتار دیا تھا۔ ہمارے دو ہوائی جہازوں کا نقصان ہوا۔ شب کو پرواز کرنے والے ہوائی جہازوں نے کیمبرائے اور باچام پر ۷ ٹن بم گرائے۔ تمام ہوائی جہاز واپس آ گئے +

(لندن ۱۱ جون) ۱۱ بجکر ۵۰ منٹ شب۔ رویٹر کا نامہ نگار مقیم برطانوی صدر مقام آج تار دیتا ہے کہ عمدہ موسم کی وجہ سے ہوائی جہازوں نے خوب سرگرمی ظاہر کی۔ ہمارے ہوائی جہازوں نے ۵ جون کو حیرت انگیز کارنامے کئے۔ ہمارے مصافی ہوائی جہاز کا جو ایک بیڑے کی رہنمائی کر رہا تھا۔ ایک ہیلبرسٹاٹ سے سامنا ہوا جس نے ایک سبز روشنی چھوڑی اور بچ کر نکل جانے کا کوئی میلان ظاہر نہ کیا۔ برطانوی ہوائی جہاز اسے نرغہ میں سمجھ کر آسمان پر منڈلاتا رہا جب البیٹروس ہوائی جہاز اور آ گئے۔ برطانوی پٹرول کے باقی ہوائی جہاز ان لڑائی کے لئے آ رہے تھے جبکہ اور ۱۱ البیٹروس ہوائی جہاز نمودار ہوئے۔ اور انہوں نے پہلے نصف درجن ہوائی جہازوں پر جنہیں انہوں نے دشمن سمجھا حملہ کیا۔ اس پر ایک باقاعدہ لڑائی شروع ہو گئی۔ جس میں ہمارے پٹرول ہوائی جہاز بھی شامل ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہیلبرسٹاٹ ہوائی جہاز اور دو البیٹروس ہوائی جہاز تباہ کر دیئے گئے۔ اور کئی دیگر ہوائی جہازوں کو نیچے کی طرف اتار دیا گیا۔ ۱۲ مئی کی شب کو ایک پٹرول لفٹنٹ نے دیکھا کہ ایک بڑی جرمن ہوائی جہاز کو ہمارے متجسس روشنی نے پکڑ لیا ہے تو اس نے اس کا تعاقب کیا۔ اور اس سے ۲۵ گز کے فاصلے کے اندر پہنچ کر اس نے لیویس آپ کا تمام بارود اس پر ختم کر دیا۔ رات کے وقت ایک ہوائی حملے کے ذریعہ ایک ہوائی جہاز نیچے گرایا گیا۔ ۸ ہوائی جہازوں کی ایک برطانوی پیٹرول کی ۴۰ جرمن ہوائی جہازوں کے ایک گروہ سے مڈبھیڑ ہوئی جس میں ۹ جرمن ہوائی جہاز نیچے گرائے گئے۔ اور پانچواں بے قابو حالت لڑکھڑاتا ہوا نیچے کی طرف گر پڑا۔ باقی پسپا کئے گئے ہمارے اپنی محاذ پر ہمارے ہوا باز فرانسیسی ہوابازوں کے ساتھ ملکر بہت عمدہ کام کر رہے ہیں ۹ جون کو انہوں نے دشمن کی افواج اور بار برداری پر ۳ ہزار گولے چلائے اور ۳۰۰ بم گرائے +

فرانسیسیوں نے ایک ہزار قیدی گرفتار کئے۔ لندن ۱۲ جون) ۲ بجے۔ کل رات کا فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ آج مونٹ ڈیڈیر سے اوائس تک لڑائی جاری رہی ہے۔ بائیں طرف ہماری افواج نے ٹینکوں کی مدد سے شام کے وقت روبلیکورٹ اور سینٹ مور کے درمیان ۲ ۱۱ لیکوئر کے ایک محاذ پر جوابی حملہ کیا۔ باوجود زبردست مزاحمت کے ہم لیفر ٹیوٹ کے جنوبی راستوں تک پہنچ گئے۔ اور کورسلیس اور سوربیر کے درمیان ایک بلندی پر قبضہ کر لیا ہم نے میری کے مشرق کی طرف دو لیکوئیز تک اپنی لائینوں کو بڑھایا۔ اور میلویے اور بوائے جنیلیس پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اور سینٹ مور کی جنوبی پہاڑی چوٹیوں تک پہنچ گئے۔ دشمن کا بہت سخت نقصان ہوا۔ اور ہم نے اس کے ایک ہزار قیدی گرفتار کر لئے۔ اور بہت سی توپوں پر قبضہ کر لیا وسط میں جرمنوں کو جو جس کھیت اور بھیل کے مغرب کی طرف بڑھنے میں کامیاب ہو گئے تھے دونوں مقامات کے پیچھے تک پسپا کر دیا گیا۔ ہمارے دائیں طرف دشمن نے اپنے دباؤ کو تیز کرتے ہوئے وادی ٹینز پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ جیونکورٹ میں اس کے شدید حملے پسپا کئے گئے۔ دشمن نے میچونٹ اور بیتھنکورٹ پر قدم جما لئے۔ ان مقامات پر سخت لڑائی ہو رہی ہے۔ آج صبح کو اس کے جنوب میں امریکنوں نے بڑی بہادری سے دشت بیلیو پر قبضہ کر لیا۔ اور ۳۰۰ قیدی گرفتار کر لئے۔ ہمارے دن کے وقت بم گرانے والے ہوائی جہازوں کے سکوڈرنوں نے پیر کے روز باوجود خراب موسم کے اپنا کام جاری رکھا۔ ہوائی جہازوں کے گروہوں نے نیچے پرواز کرتے ہوئے میدان جنگ کے بہت سے مقامات پر دشمن کے اجتماعات پر گولے گرائے اور انکی افواج کو منتشر کر دیا۔ اور سخت نقصانات پہنچائے۔ بہت سے اہل جہاز گرفتار کئے +

اہل جاپان کی کاریگری کا خاتمہ

ان کو کاریگر نے اس خوبصورتی سے بنایا ہے کہ ہاتھ چوم لینے کو جی چاہتا ہے پانچسو روپیہ کی چوڑیاں ہوا کر انکے مقابلہ میں رکھو پھر دیکھو کونسی خوبصورت اور قیمتی معلوم ہوتی ہیں تجربہ کار سا ہوکار بھی ایکبار نہیں کہہ سکتا کہ یہ سونے کی نہیں ہے جہاں چاہو دکھا لو دو سو روپیہ سے کم کی نہیں بتا سکتے کا ف لو تیا لو کسوٹی پر لگا لو سونے کا ہی کس آ دیگا گورے گورے ہاتھوں میں تو پھول سی معلوم ہوتی ہیں سب ملگئیں تو عمدہ طریقہ پڑا معلوم ہوتا ہے سب الگ ہو جائیں تو ایک قسم کی بیل پڑ جاتی ہے انکو پہن کر عورتیں عورتوں میں جہاں کہیں بیٹھیں تو وہ عورتیں جو رات دن سونا چاندی پہنتی ہیں دیکھکر دنگ ہو جائیں گی کہ الہی ہم کو بھی منگوا دو سکی نظر اسپر نہ پڑے تو بات نہیں چمکدمک رنگ روپ ہمیشہ قائم رہتا ہے کیونکہ اس مال کی ذاتی رنگت ہی ہے ملمع وغیرہ نہیں ہے جو اڑ جائے شوقین لوگوں کے سامنے بس پیچ کچھ اصل نہیں ہے ۱۲ چوڑیوں کا سٹ ۳ روپے (دیلے)) ۳ سٹ کے خریدار کو ایک سٹ چوڑیوں کا مفت ملیگا +

المشتہر

ایم۔ آئی۔ منیجر اینڈ کمپنی کشنک اسٹریٹ شہر متھرا

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب پبلشر نے گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں باہتمام میاں گلزار محمد صاحب پرنٹر چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے شائع کی

مراسلات

کیا حضرت غوث الاعظم بھی مثیل مسیح تھے

میرے پاس ایک قلمی نسخہ قصیدہ غوثیہ عربی موجود ہے جو ۱۲۷۶ھ میں منور علی صاحب خلف اصغر علی ساکن بہڑی ضلع بریلی مرحوم مغفور نے لکھا ہے۔ اصل قصیدہ حضرت غوث پاک کی تصنیف ہے اور غالباً نثر کا ترجمہ معہ ترکیب صرفی ونحوی۔ غلام محی الدین صاحب خلف دوست محمدؐ دہلوی مرحوم نے بامداد روحانی حضرت سما رالحق والدین رحمتہ اللہ کیا ہے۔ چنانچہ اس قصیدہ کا شعر ۳ معہ تفسیر و ترجمہ ملاحظہ ہو جو حرف بحرف ہدیہ ناظرین ہے۔ جس سے واضح ہوگا کہ حضرت غوث پاک کو بھی مثیل مسیح بعض لوگ باور کرتے تھے۔ وہو ہذا۔

اصل شعر عربی از قصیدہ غوثیہ :۔

نقلت لسائر الاقطاب لموا
بحالی وادخلوا انتم رجال

نظم فارسی از لطفی ۔

پس بگفتم جملۂ اقطاب را
درحمارین درآئید اے رجال
پس بگفتم سائر اقطاب را
خردہ دادم جملۂ احباب را
ہاں بیائید و درآئید اے رفیق
گرشما ہستید مردان طریق

ترجمہ وتفسیر ونثر ۔ اللغتہ ۔ سائر باقی وجمیع وسیر کنندہ قطب بضم شانہ کو قبلہ مسجد براں بنا کنند و سید قوم و سپہ سالار و مدار اصل ہر چیز لمو بفتح وتشدید جمع آوردن و نیکو کردن واصلاح نمودن وخوردن رکبش خود و رنجش یا راں و خویشاں خود حال وحالت کل سیاہ و دخول بضم دراامدن ✦

الصرف ۔ اقطاب جمع قطب لموا بضم لام امر جمع مذکر من نصر و دخلو کن الک ۔ الاعراب ۔ تقلت لسائر الاقطاب جملہ جزائیہ محذوف الشرط لمو بحالی مقولہ قول وادخلوا عطف بلموا وانتم رجال جملہ اسمیہ منصوب المحل حال از فاعل لموا یا ادخلوا یا السائر الاقطاب تبکلف بحذف واو از تبید فوہ الی تی یا تعلیل جملہ انشائیہ است و باور جالی برائے تشکلم است۔ بدانکہ قول منفہاے بر ہنج حرف است یقال قال بہ ای کلمہ وقال لہ ای خاطبہ وقال عنہ ای نقل عنہ وقال فیہ ای شہد فیہ وقال علیہ ای افتری علیہ کذا فی موصحہ المغنی ۔

وقتے کہ مے محبت از حکم من راغب بجانب من شدومن از انجنتہ ممتاز گشتم پس خطاب کردم ہمہ اقطاب راجمع شوید بر حال من ودر آئید دراں حال کہ شما مردان من آید بصحاصبہ حضرت غوث الصمدانی افضل العلما روا کمل الاولیا فائق المراتب بود و دیگران مقتدائے خود اور امید انند۔ عشق ومحبت محبوب وسعی بوصال آنصاحب حال نمود سیگی ہمنشیناں وہمقریباں وتوابع خود را اخبار کرد ۔ من مثلی واین مثلی انا علی قدم جدی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سوائے قدم النبوہ ۔ بدانکہ در اقطاب قطب الاقطاب سالار سائر اولیاست محققان دیرا منظر الٰہی گفتہ اند کہ او بواسطہ کسے بوسیلہ سرور انبیار علیہ الصلوٰۃ والسلام اخذ از جناب الٰہی بر بطون وقلوب انبیا علیہم السلام مینما ید واورا دووزیر آنند یکے عبدالملک یمین کہ فیض از قطب الاقطاب گرفتہ بعالم علوی میرساند دوم عبدالرب کہ او از و فیض گرفتہ بعالم سفلی میرساند۔ وسوائے آں دوازدہ قطب بر قلوب دوازدہ انبیار علیہم السلام ۔ نوح ؑ وابراہیم ؑ وموسیٰ ؑ وعیسےٰ ؑ و سلیمان ؑ وایوب ؑ والیاس ولوط وہود وصالح وشیث علیہم السلام پیدا می مینما ید۔ حدیث علوی علماے امتی کانبیاے بنی اسرائیل اشارت براوست ہفت دیگر کہ بر اقالیم سبعہ خدمت محافظت دارند بلاد ہند کہ نزد اہل تنجیم تعلق بزحل کہ جلاد فلک ونحس اکبر بر فلک الافلاک ست دار د قطب او عبدالکلیم وبلاد چین کہ نسبت بمشتری کہ قاضی فلک وسعد اکبر بر فلک ششم است دارد قطب او عبدالعلیم است ۔ وبلاد ترک کہ تعلق بمریخ کہ نحس اصغر وخونریز فلک بر فلک پنجم است دارد قطب او عبدالبصیر است وبلاد خراسان کہ تعلق با فتاب کہ طباخ فلک بر فلک چہارم است دارد قطب او عبدالمرید است وبلاد ماورا النہر کہ تعلق بزہرہ کہ مغنیہ فلک وسعد اصغر بر فلک سیوم است دارد قطب او عبدالسمیع است وبلاد روم کہ تعلق بعطارد کہ دبیر فلک بر فلک دوم است دارد قطب او عبدالحی است وبلاد بلغار کہ تعلق بما تہنا کہ صباغ فلک بر فلک اول است دارد وبلغار درانجا بنظر سہیل بشود قطب عبدالقادر است ✦

اگر از اقطاب مذکورہ کسے بوصل الحبیب الی الحبیب میشود ۔ ہر آئنہ بجہتہ قیام عالم واستحکام نبی آدم متفاش دیگرے قیام میگردد و پائیں از اقطاب مرتبہ عتقان است واں دو شخص برقدم جرئیل اند و پائیں ازانہا اعتماد اند واں پنج تن اند و پائیں ازانہا اوتاد اندواں چہار اند بجہات اربعہ کہ استحکام ربع مسکون از وجود ہمایون ایشان است و پائیں ازانہا ابدال اند واں چہل تن اند وبعضے گفتہ اند کہ ہفتاد اند و پائین ازانہا نقبا اند واں سیصد کس اند و پائیں ازانہا اخبار اند واں پانصد کس اند و پائیں ازانہا امثا اند وانرا ملاتبہ نیز گویند و پائیں آنہا ذخاء اللہ اند کہ رفع بلیات از مخلوقات برکت ایشان است وقسمی ہمقریان ایشاں ظاہر اند وقسمے مستور الحال اند کہ ایشاں راجز پروردگار نمید انند وایشاں چہار ہزار اند ویکے ختم الولایتہ است ۔ کما ختم النبوۃ علےٰ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ۔ بعضے گویند کہ آنحضرت عیسےٰ علیہ السلام است وبعضے گویند آں امام مہدی وبعضے را بعد حضرت عیسےٰ میگویند واللہ اعلم بالصواب ۔

شعر محولہ کی تفسیر میں جو کچھ عجیب وغریب اعتقادات مترجم و مفسر نے اختراع کئے ہیں اُس سے ہمیں کچھ غرض نہیں مگر ہم صرف اس فقرہ کو روشنی میں لانا چاہتے ہیں ۔ کہ بعضے گویند کہ آنحضرت عیسےٰ علیہ السلام است ۔ اگر یہ مسلمہ عقیدہ سلف سے خلف تک سمجھ لیا جائے کہ حضرت مسیح ناصری ؑ بالجسم زندہ آسمان پر موجود ہیں ۔ اور پھر ان کا نزول ہوگا تو حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ کی نسبت بعضوں کا یہ اعتقاد کیوں ہوا کہ وہ عیسےٰ علیہ السلام تھے جس سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح ناصری کی حیات ونزول کے بارہ میں متقدمین اختلاف پر تھے۔ اور اہل فہم کا اعتقاد تھا کہ دنیا میں امت محمدیہ ہی میں حضرت مسیح کی خوبو پر ان کا کوئی مثیل مبعوث ہوگا ۔ جو تجدید ملت کی خدمت انجام دیگا ۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس صدی کے آغاز میں اللہ جل شانہ نے امت محمدیہ ہی میں سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مثیل مسیح بنا کر تجدید ملت کی خدمت کے لئے مبعوث فرمایا تھا ۔ جو بحمد اللہ اپنا کام کر گیا ۔ اور اپنی یادگار کے لئے ایک تڑپ رکھنے والی زندہ جماعت جو اسلام کی محافظت کو اپنا نصب العین بنائے ہوئے ہے چھوڑ گئے ان میں سے بعض قطب ہیں بعض ابدال ہیں اور بعض نقبا و اُمثا وغیرہ الہم زد فزد۔ ہے کوئی سعید روح جو انصاف کی نظر سے مطالعہ کرے اور متوجہ الی الخیر ہو کر دولت دارین کا مستحق بنے ۔ و نیز عبارت ۔ ورسوائے آں دوازدہ قطب بر قلوب دوازدہ انبیاء ۔ نوح و ابراہیم علیہم السلام وغیرہ ۔ حدیث علوی ۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اشارت براوست ما بھی قابل غور ہے ۔ گویا دوازدہ قطب دوازدہ انبیاء کے مثیل باور کئے گئے ہیں ۔ مگر جب یہ دلیل مرزا صاحب کے دعوے کی تائید میں پیش کی جائے تو کیوں قوم توجہ نہیں کرتی اور ناک بھوں چڑھا لیتی ہے ۔ اور غیر منصف ابوجہل کی تقلید کرنے لگتے ہیں ۔ یا للعجب

انوار حسین الور ۔ ڈبائی دی۔

پنجاب پریس کی موت اور زندگی کا سوال

اس وقت سب سے زیادہ قابل رحم حالت پنجاب پریس کی ہے ۔ کیونکہ اور صوبوں میں تو کاغذ کے کارخانے بھی ہیں ۔ اور دیگر صوبوں کی اخباروں کی سرپرستی میں دولتمند لوگ بھی مدد کرتے ہیں ۔ لیکن پنجاب میں نہ تو کاغذ کا کوئی کارخانہ ہے اور نہ ان کی سرپرستی دولتمند لوگ کرتے ہیں ۔ ایسی حالت میں غریب اخبار نویسوں کا اب تک کام کرتے رہنا تعجب سے خالی نہیں ۔ پنجاب پریس کی طاقت کا لوہا دوسرے صوبے بھی مانتے ہیں ۔ کیونکہ پنجابی اخباروں نے لاکھوں اور کروڑوں روپیہ پبلک کاموں کے لئے چندہ کروایا کئی کالج اور کئی انسٹیٹیوشن کھلوائے ۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ پنجاب پریس نے یہ کبھی نہیں سوچا کہ اپنے لئے بھی کچھ کیا جاوے ۔ اگر پنجاب پریس ملکر زور لگاتا تو آج پنجاب میں کاغذ کے کئی کارخانے دکھائی دیتے ۔ اور ہم دوسرے صوبوں کی طرف نہ تکتے اور نہ کاغذ فروشوں کے رحم پر اپنے اخباروں کی زندگیاں چھوڑ دیتے ✦

اس لئے میں اپنے تمام بھائیوں سے التماس کرتا ہوں کہ پیشتر اس کے کہ کاغذ کے قحط کے باعث ہماری قلمیں بیکار ہو جاویں اور ہمارا رشتہ اتحاد ٹوٹ جائے ۔ بہتر ہے کہ اپنی متفقہ طاقت کو اپنی بہتری کے لئے خرچ کرکے دوسرے صوبوں کے اخبار نویسوں کے لئے مثال قایم کردیں ۔ کہ جہاں ہم ملکی اور قومی معاملات میں تندی یا تیزی دکھا سکتے ہیں وہاں اپنی ہستی کو قایم رکھنا بھی جانتے ہیں ✦

میرے خیال میں جلدی سے جلدی لاہور میں پریس کانفرنس کرنی چاہئے ۔ اور اس میں یہ سوچنا چاہئے کہ ہم اپنے پریس اور اخبار کو کس طرح مشکلات کے گرداب سے نکال سکتے ہیں ۔ اور وہ اخبار نویس جو کہ شرم کے مارے اندر ہی اندر نقصان برداشت کرکے برباد ہو چکے ہیں انکو کس طرح مدد دے سکتے ہیں ۔ اور کاغذ کی گرانی سے کیونکر بچ سکتے ہیں ۔ میرے خیال میں تو ایڈیٹروں کی ایک کمپنی بنی چاہئے جو کہ حصے ڈال کر بہت سا کاغذ خرید کر بہت کم منافعہ پر صرف ایڈیٹروں کے ہاتھ ہی فروخت کرے ۔ اخبار نویسوں کے لئے یہ شرم کا مقام ہوگا کہ وہ انڑ الکھنڈ کے قحط زدوں کے لئے تو لاکھوں روپے جمع کردیں اور ہمدردی کا دریا بہا دیں ۔ اور بغداد ریلوے کے لئے کروڑوں روپے اکٹھے کردیں لیکن کاغذ کے قحط کے باعث خاموشی سے اپنے اخبار نویس بھائیوں کو فاقے کاٹنے دیں ۔ اور ذلیل وخستہ حال آوارہ پھرنے دیں ۔ اس لئے میں تمام پنجاب پریس سے بزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ جلدی سے جلدی اپنی کانفرنس کرکے اپنی ہستی کے سوال کو سوچیں اگر کسی سبب سے لاہور کے یہ بوجھ نہ اٹھا سکیں تو فیروزپور میں کانفرنس ہونے پر میں خود کانفرنس کے تمام اخراجات برداشت کرنے کو تیار ہوں ۔ اگر یہ وقت ہاتھ سے نکل گیا ۔ تو وہ وقت جلد آنیوالا ہے جبکہ ہم سے کچھ بھی نہیں بن پڑیگا ۔ اور ہم پھر اس وقت پچھتائینگے ۔ میں امید کرتا ہوں کہ دوسرے صوبے بھی ایسی ہی کانفرنس کرکے اپنی زندگی کا ثبوت دینگے ✦ قوم کا خادم صوفی لچھمن پرشاد مالک بجلی پریس ۔ اخبار پنجاب رسالہ منشانہ جگنی سنار فیروزپور

میاں صاحب اور انکے مریدوں سے ایک سوال

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس جگہ خدا نے کسی نبی کو وفات دی وہ اسی جگہ دفن کیا گیا جہاں اس کی روح مبارک قبض ہوئی مگر اسکی کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نبی لاہور میں فوت ہوئے اور قادیان میں دفن کئے گئے احادیث جن سے کسی نبی کا فوت ہونے کی جگہ مدفون ہونا ثابت ہوتا ہے حسب ذیل ہیں :۔

(۱) ماقبض اللہ تعالیٰ نبیًا الا فی للموضع الذی یحیب ان یدفن فیہ رواہ الترمذی عن ابی بکر ۔ یعنی ترمذی نے حضرت ابوبکر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس جگہ نبی کو اللہ تعالےٰ نے وفات دی اس کو اس جگہ پر دی کہ جہاں وہ نبی دفن ہونا پسند کرتا تھا ۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۹

(۲) ما مات نبی الا دفن حیث یقبض رواہ ابن ماجہ عن ابی بکر ۔ یعنی ابن ماجا حضرت ابوبکر سے روایت کرتے ہیں کہ جو نبی مرگیا تو اس کو اسی جگہ دفن کیا گیا جہاں اس کی روح قبض ہوئی ۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۹

(۳) ما من نبی نقتہ امتہ علی دفنہ الا دفنوہ فی الموضع الذی قبض فیہ رواہ الرافعی بن طارق الزبیر بن بطار ۔ یعنی امام رافعی زبیر بن بطار کے طریق پر روایت کرتا ہے کہ کوئی بھی نبی نہیں جس نے اپنی امت کو اپنے دفن کے لئے اختیار دیا ہو بلکہ امت کے لوگوں نے اسی جگہ اس کو دفن کیا ہے ۔ جہاں اس کی جان قبض ہوئی ۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۰ ✦

خاکسار
شیر محمد بزدار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - چہار شنبہ ۱۹ جون ۱۹۱۸ء نمبر ۹۷

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نبوت میں شک کرنے کا ناپاک الزام اور اسکا جواب (۲)

اصل حدیث جس کے اوپر اس دعوے کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اڑھائی تین سال تک اپنی نبوت میں شک رہا حسب ذیل ہے:-

حدثنا یحیی بن بکیر قال حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب ح وحدثنی عبد اللہ بن محمد قال حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر قال الزہری فاخبرنی عروۃ عن عائشۃ انہا قالت اول ما بدئ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا الصالحۃ فی النوم وکان لا یری رؤیا الا جاءت مثل فلق الصبح فکان یاتی حراء فیتحنث فیہ وھو التعبد اللیالی ذوات العدد ویتزود لذلک ثم یرجع الی خدیجۃ فتزودہ لمثلہا حتی فجئہ الحق وھو فی غار حراء فجاءہ الملک فیہ فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ فغطنی الثانیۃ حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ فغطنی الثالثۃ حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال اقرأ باسم ربک الذی خلق حتی بلغ ما لم یعلم فرجع بہا ترجف بوادرہ حتی دخل علی خدیجۃ فقال زملونی زملونی فزملوہ حتی ذہب عنہ الروع فقال یا خدیجۃ ما لی واخبرہا الخبر وقال قد خشیت علی نفسی فقالت لہ کلا ابشر فواللہ لا یخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم وتصدق الحدیث وتحمل الکل وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق ثم انطلقت بہ خدیجۃ حتی اتت بہ ورقۃ بن نوفل بن اسد بن عبد العزی بن قصی وھو ابن عم خدیجۃ اخو ابیہا وکان امرأ تنصر فی الجاہلیۃ وکان یکتب الکتاب العربی فیکتب بالعربیۃ من الانجیل ما شاء اللہ ان یکتب وکان شیخا کبیرا قد عمی فقالت لہ خدیجۃ ای ابن عم اسمع من ابن اخیک فقال ورقۃ ابن اخی ماذا تری فاخبرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما رای فقال ورقۃ ھذا الناموس الذی انزل علی موسی یا لیتنی فیہا جذعا اکون حیا حین یخرجک قومک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او مخرجی ہم فقال ورقۃ نعم لم یات رجل قط بما جئت بہ الا عودی وان یدرکنی یومک انصرک نصرا مؤزرا ثم لم ینشب ورقۃ ان توفی وفتر الوحی فترۃ حتی حزن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما بلغنا حزنا غدا منہ مرارا کی یتردی من رؤس شواہق الجبال فکلما اوفی بذروۃ جبل لکی یلقی نفسہ منہ تبدی لہ جبریل فقال یا محمد انک رسول اللہ حقا فیسکن لذلک جأشہ وتقر نفسہ فیرجع فاذا طالت علیہ فترۃ الوحی غدا لمثل ذلک فاذا اوفی بذروۃ الجبل تبدی لہ جبریل فقال لہ مثل ذلک

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے ان سے لیث نے انہوں نے عقیل سے اس نے ابن شہاب سے روایت کی پھر مجھ سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا اس نے کہا مجھ سے عبد الرزاق نے اس نے کہا معمر نے خبر دی زہری نے کہا کہ مجھ سے عروہ نے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ سب سے پہلے وحی میں سے جو کچھ رسول اللہ صلعم پر شروع ہوا وہ رویا صالحہ یعنی اچھے خواب تھا۔ اور آپ کو جو بھی رویا نظر آیا تھا وہ فلق الصبح کی طرح صاف اور بین ہوتا تھا۔ پس آپ حرا میں چلے جاتے اور کئی راتیں اسی میں عبادت کے اندر بسر کرتے۔ اس غرض سے آپ کچھ توشہ اپنے ساتھ لے جاتے پھر جب وہ ختم ہو جاتا تو آپ خدیجہ کے پاس واپس آکر اتنا ہی اور لے جاتے۔ یہانتک اسی غار حرا میں آپ پر وحی اتری۔ ایک فرشتہ آپکے پاس اسی غار میں آیا اس نے کہا پڑھ آپنے فرمایا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ اس نے مجھے پکڑ کر خوب زور سے بھینچا یہانتک کہ مجھ سے طاقت جاتی رہی پھر اس نے مجھے چھوڑا اور کہا پڑھ میں نے کہا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ اس نے پھر مجھے دوسری مرتبہ دبایا یہانتک کہ میں بے طاقت ہو گیا پھر اس نے مجھے چھوڑا اور کہا پڑھ میں نے کہا میں پڑھنا نہیں جانتا پھر اسے تیسری مرتبہ مجھے دبایا حتی کہ میں بے طاقت ہو گیا پھر مجھے چھوڑا اور کہا اقرأ باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم۔ پس آپ ان آیتوں کو لیکر واپس ہوئے اس وقت آپ کا دل کانپ رہا تھا۔ پس آپ خدیجہ کے پاس پہنچے اور کہا مجھے کپڑا اوڑھا دو کپڑا اوڑھا دو چنانچہ انہوں نے آپ پر کپڑا ڈال دیا یہانتک کہ آپ کا وہ ڈر دور ہو گیا تو آپ نے خدیجہ سے سارا حال بیان کیا اور کہا کہ میں اپنے نفس سے ڈرتا ہوں۔ اس نے کہا ہرگز نہیں بلکہ آپکو خوش ہونا چاہئے اللہ تعالیٰ آپکو ہرگز کبھی رسوا نہیں کریگا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے اور مہمات امور میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ پھر خدیجہ آپ کو ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی کے پاس لے گئی جو کہ خدیجہ رضہ کے چچا کا بیٹا تھا۔ یہ شخص زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا اور عبرانی لکھنا جانتے تھے اور اس لئے انجیل میں سے عبرانی زبان میں جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا لکھتے۔ آپ بوڑھے آدمی تھے اور آنکھوں سے نابینا ہو گئے تھے۔ خدیجہ نے ان کو کہا اے ابن عم اپنے بھائی کے بیٹے سے سن جو کچھ وہ کہتا ہے۔ ورقہ نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے تو نے کیا دیکھا۔ نبی کریم صلعم نے جو کچھ دیکھا تھا اسے بتایا۔ ورقہ نے کہا یہ وہ ناموس (فرشتہ) ہے جو موسے پر نازل ہوا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا یا اس وقت تک زندہ رہوں جبکہ تیری قوم تجھے نکال دیگی۔ رسول اللہ صلعم نے پوچھا کیا وہ مجھے نکال دینگے۔ ورقہ نے کہا ہاں کوئی شخص تیری طرح لیکر نہیں آیا جسکو نکالا گیا ہو اور اگر تو اس دن مجھے پائے تو میں تیری پوری پوری مدد کرونگا۔ پھر تھوڑے ہی عرصہ بعد ورقہ فوت ہو گئے۔ اس عرصہ میں وحی کا آنا بند ہو گیا یہانتک (جیسا کہ زہری کا بیان ہے کہ اس قصہ میں ہم تک پہنچا ہے) آنحضرت صلعم کو اس قدر حزن ہوا کہ کئی بار پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے اپنے آپکو گرانے کے لئے گئے۔ جب آپ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھتے تاکہ اپنے آپکو گرائیں تو جبرئیل آپکے پاس آتے اور کہتے اے محمد تو رسول برحق ہے۔ اس سے آپ کو تسکین ہوتی اور آپ واپس تشریف لاتے۔ پھر جب وحی کو بند ہوئے عرصہ گذرتا۔ تو پھر اسی طرح کرتے اور پھر جبرئیل آپ کے پاس آتے اور اسی طرح کہتے ۔

اس ساری حدیث کو شروع سے آخر تک پڑھ جاؤ کہیں ایک لفظ بھی اس کے اندر ایسا نہ پاؤگے جس سے یہ ظاہر ہو۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ایک منٹ کے لئے بھی اپنی نبوت پر شک ہوا تھا۔ خشیت علی نفسی اور آنحضرت صلعم کے شواہق الجبال پر جانے اور جبرئیل کے آکر یہ کہنے سے کہ یا محمد انک رسول اللہ حقا یہ استدلال کرنا کہ آپ کو بس یہی وہم گذر رہا تھا۔ کہ شاید میں رسول نہ ہوں۔ شاید مجھے اپنے نبی ہونے میں وہم لگ گیا ہو۔ صریحًا بعید از قیاس بات ہے۔ بالخصوص جبکہ ساری حدیث میں صرف فترۃ الوحی (وحی کے بند ہونے) کا ذکر ہے۔ اور کہیں ایک لفظ تک بھی ایسا نہیں جس میں یہ بتایا گیا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کے متعلق شک ہوا تھا۔ کسی عاشق صادق سے اس کے محبوب کا کلام نہ کرنا اس کے لئے کس درجہ دلی کس قدر حزن اور دلی کرب و گھبراہٹ کا موجب ہوتا ہے اس کا حال اس عاشق سے جاکر پوچھو جس کا معشوق ایک مدت تک اس سے نہ ملے اور اس سے ہمکلام نہ ہو۔ پھر دیکھو کہ وہ کس درجہ گھبراتا اور اپنے آپ کو اس گھبراہٹ میں تباہ و برباد کر دینا چاہتا ہے۔ یہی حال عاشقان الٰہی کا ہوتا ہے۔ وہ بھی صرف اللہ تعالےٰ کی ہمکلامی سے ہی زندہ رہتے ہیں۔ اور اگر اللہ تعالےٰ ان سے کلام کرنا بند کر دے تو ان کی نظروں میں دنیا و مافیہا اندھیر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اسی عزیز تجلی کا اظہار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ان اشعار میں کیا ہے۔ ؎

دل جو خالی ہو گداز عشق سے وہ دل ہے کیا ؛ دل وہ ہے جسکو نہیں بے دلبر یکتا قرار

تیری حسن کی جھلک سے دل لیا زیر و زبر ؛ اے مرے نور [illegible]

سب پیاسوں سے نکوتر تیری ہی پیاس ؛ جس کا دل ہے تیرے ہجر میں بیاں پاگیا وہ بیقرار

عاشقی کی ہے علامت گریہ و دامان دشت ؛ کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار

جب یہی مسیح موعود جیسا انسان جو آنحضرت صلعم کی بارش میں سے ایک قطرہ اور آپ کے باغ نورانیت میں سے ایک پھل اپنے آپ کو قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے عشق و محبت میں اس درجہ سوز و گداز رکھتا ہے۔ کہ صرف اللہ تعالےٰ سے ہمکلام ہونے میں ہی اپنی زندگی کو جانتا اور اس کے بغیر مر جانے کو فوقیت دیتے ہیں۔ تو وہ عاشق ربانی جو فکان قاب قوسین او ادنیٰ کا مصداق ہے۔ جو اس درجہ اپنے محبوب حقیقی کی محبت میں محو ہو چکا ہے۔ کہ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ اس کا کنکر یاں پھینکنا اس کا نہیں۔ بلکہ خود اللہ تعالےٰ کا پھینکنا ہے۔ اس عاشق صادق سے جو ؎

نشان احمد را کہ داند جز خداوند کریم

آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

کا مصداق حقیقی ہے جب اس سے اس محبوب ازلی کا سلسلہ نامہ و پیام بند ہو جائے اور اللہ تعالےٰ کے کلام کا حظ اگر پھر رہ جائے۔ تو اس کے قلب پر کس قدر شاق اور دشوار امر نہ ہوگا۔ نادان اس کو آپکے شک فی النبوت پر محمول کرتے ہیں۔ لیکن نہیں دیکھتے۔ کہ اگر نبوت میں ہی شک تھا۔ تو وہ جبرئیل نے آکر ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ یہ کہکر رفع کر دیا کہ یا محمد انک رسول اللہ حقا پھر شک کی گنجایش ہی کہاں رہ سکتی تھی۔ جبرئیل امین جو قرآن کو لیکر نازل ہوئے ہیں۔ وہ ایک بات آکر کہیں۔ اور بار بار آپ کو یقین دلائیں کہ آپ رسول برحق ہیں۔ مگر پھر بھی آپ کو یقین نہ آئے۔ اور ایک مدت گذرنے پر پھر بھی شک پیدا ہو ہی جائے۔ یہ کہانتک قابل قبول بات ہے مگر نہیں نبوت کے متعلق اگر آپ کو شک ہوتا۔ تو اس جواب سے تسلی بھی ہو جاتی۔ آپ کو تو اور ہی پیاس تھی۔ اور ہی چشمہ شیریں کے آپ دلدادہ تھے۔ اور اس محبوب ازلی کے زندگی بخش کلام کو اپنے گوش حق نیوش سے سنا چاہتے تھے۔ جو تمام زندگیوں کا سرچشمہ ہونے کے ساتھ آپ کے قلب میں جاگزیں تھا۔ پس اگر نبوت میں شک ہوتا تو وہ جبرئیل کے اس قدر کہدینے سے کہ یا محمد انک رسول اللہ حقا رفع ہو جاتا۔ لیکن آپ کا پھر وہی گھبراہٹ ظاہر کرنا اور اس سے تسکین نہ پکڑنا صاف بتاتا ہے کہ نبوت میں شک آپ کو نہیں تھا بلکہ فترۃ الوحی وحی کے سلسلہ کے بند ہو جانے۔ اور اللہ تعالےٰ کے کلام کے نازل نہ ہونے نے آپکو گھبراہٹ میں ڈالا ہوا تھا۔

یہ کہنا کہ جبرئیل کے اس جواب سے ثابت ہے کہ آپ کو نبوت میں ہی شک تھا۔ قیاس مع الفارق سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ جبرئیل کے اس جواب سے آپکا شک فی النبوت تو ثابت ہو کہ اس کے بعد آپ کو وہ گھبراہٹ اور حزن نہ رہے۔ مگر اس کے بعد بھی ایسا ہونا صاف ثابت کرتا ہے۔ کہ شک فی النبوت آپ کو ہرگز نہ تھا۔ ہاں جبرئیل نے جو یہ آکر کہا کہ آپ ہی یقینًا رسول برحق ہیں تو اس سے تو صرف اس قدر بتانا مقصود تھا۔ کہ یہ فترۃ الوحی نے جو آپ کو غم اور حزن میں ڈال رکھا ہے۔ تو یہ کوئی غم کے اندر ڈالنے والی بات نہیں رسول برحق تو آپ یقینًا ہیں ہی۔ پس ایسی حالت میں اللہ تعالےٰ آپ سے کلام بھی ضرور کریگا۔ گو اس وقت اپنی حکمت و مشیت کے تحت اس سلسلہ کو بند کر رکھا ہے۔ اس سے زیادہ انک رسول اللہ حقا کا مطلب اور کچھ نہیں۔ جاؤ احادیث کو چھان مارو۔ حدیث کی شرحوں کو بھی مطالعہ کر لو۔ اور جس جس کتاب سے تمہارا مطلب نکل سکتا ہے۔ ان سب کو دیکھ لو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنے نبی ہونے میں شک کرنا کسی جگہ بھی لکھا ہوا نہیں پاؤگے۔ اور تو اور خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک منٹ تک کے لئے بھی یہ ماننا جائز نہیں سمجھتے۔ کہ آپکو کبھی اپنی نبوت میں شک ہوا۔ گذشتہ سے پیوستہ نمبر میں آپ کے چند الفاظ اس بارہ میں نقل کئے گئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی قرآن سے بھی آپ نے اس کا ثبوت دیا ہے کہ آنحضرت صلعم اپنی نبوت کے متعلق کبھی شک ہوا ہی نہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ

"وہ یہ اعتراض ان آیات پر نظر ڈالنے سے بھی بکلی مستاصل ہوتا ہے۔ جن میں اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یقین کامل کی تعریف کی ہے۔ جیسا کہ وہ ایک جگہ فرماتا ہے قل انی علی بینۃ من ربی یعنی کہہ کہ مجھے اپنی رسالت پر کھلی کھلی دلیل اپنے رب کی طرف سے ملی ہے۔ اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے قل

جلد ۵ | مدینۃ المسیح لاہور۔ چہارشنبہ ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۱۹ جون ۱۹۱۸ء | نمبر ۹۷

ملفوظات حضرت مسیح موعود

ہند میں اسلام فرمایا۔ کہ یہ بالکل غلط ہے۔ کہ ہند میں اسلام تلوار کے ذریعے سے پھیلا۔ ہرگز نہیں۔ ہند میں اسلام بادشاہوں نے بجبر نہیں پھیلایا۔ بلکہ ان کو تو دین کی طرف بہت ہی کم توجہ تھی۔ اسلام ہند میں ان مشائخ اور بزرگان دین کی دعاؤں اور توجہات کا نتیجہ ہے۔ جو اس ملک میں گذرے تھے۔ بادشاہوں کو یہ توفیق کہاں ہوتی ہے۔ کہ دلوں میں اسلام کی محبت ڈالدیں۔ جب تک کوئی آدمی اسلام کا نمونہ خود اپنے وجود سے نہ ظاہر کرے تب تک دوسرے پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ یہ بزرگ اللہ تعالےٰ کے حضور میں فنا ہو کر خود مجسم قرآن اور مجسم اسلام اور مظہر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بن جاتے ہیں۔ تب اللہ تعالےٰ کی طرف سے ان کو ایک جذب عطا کیا جاتا ہے۔ اور سعید فطرتوں میں ان کا اثر ہوتا چلا جاتا ہے۔ نوتے کروڑ مسلمان ایسے لوگوں کی توجہ اور جذب سے بن گئے۔ تھوڑے سے عرصہ میں کوئی دین اس کثرت کے ساتھ کبھی نہیں پھیلا۔ یہی لوگ تھے۔ جنہوں نے صلاح و تقوےٰ کا نمونہ دکھلایا اور ان کی برکات قوی نے جوش مارا اور لوگوں کو کھینچا۔ مگر یہ بزرگ بھی عوام کی طعن و تشنیع سے خالی نہ تھے گو ہم زیادہ تر ان لوگوں کے آگے گالیوں کے لئے تختہ مشق ہو رہے ہیں۔ تاہم ان سب نے دکھ اٹھایا۔ یہ ہمارے علماء ہمیشہ کچھ نہ کچھ کرتے ہی رہے ہیں +

سماع ذکر آیا۔ کہ بعض بزرگ راگ سنتے ہیں۔ آیا یہ جائز ہے۔ فرمایا۔ اس طرح بزرگان دین پر بدظنی کرنا اچھا نہیں۔ حسن ظن سے کام لینا چاہئے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اشعار سنے تھے۔ لکھا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک صحابی مسجد کے اندر شعر پڑھتا تھا۔ حضرت عمر نے اس کو منع کیا۔ اس نے جواب دیا۔ میں نبی کریم کے سامنے مسجد میں شعر پڑھا کرتا تھا۔ تو کون ہے جو مجھے روک سکے۔ یہ سن کر حضرت امیر المؤمنین بالکل خاموش ہو گئے۔ قرآن شریف کو بھی خوش الحانی سے پڑھنا چاہئے۔ بلکہ اس قدر تاکید ہے۔ کہ جو شخص قرآن شریف کو خوش الحانی سے نہیں پڑھتا۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اور خود اس میں ایک اثر ہے۔ عمدہ تقریر خوش الحانی سے کی جائے تو اس کا بھی اثر ہوتا ہے۔ وہی تقریر ژولیدہ زبانی سے کی جائے تو اس میں کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جس شے میں خدا نے تاثیر رکھی ہے اس کو اسلام کی طرف کھینچنے کا آلہ بنایا جائے۔ تو اس میں کیا حرج ہے حضرت داؤد کی زبور گیتوں میں تھی۔ جس کے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ جب حضرت داؤد خدا کی مناجات کرتے تھے۔ تو پہاڑ بھی ان کے ساتھ روتے تھے اور پرندے بھی تسبیح کرتے تھے +

مزامیر یہاں ایک شخص درمیان میں بول پڑا کہ مزامیر کے متعلق آپ کا حکم کیا ہے؟

فرمایا بعض نے قرآن شریف کے لفظ لہو الحدیث کو مزامیر سے تعبیر کیا ہے۔ مگر میرا مذہب یہ ہے۔ کہ ہر ایک شخص کو مقام اور محل دیکھنا چاہئے۔ ایک شخص کو جو اپنے اندر بہت سے علوم رکھتا ہے۔ اور تقوےٰ کے علامات اس میں پائے جاتے ہیں۔ اور متقی باخدا ہونے کی ہزار دلیل اس میں موجود ہے۔ صرف ایک بات جو تمہیں سمجھ میں نہیں آئی اس کی وجہ سے اسے برا نہ کہو۔ اس طرح انسان محروم رہ جاتا ہے۔ بایزید بسطامی کا ذکر ہے۔ کہ ایک دفعہ لوگ بہت ان کے گرد ہوئے۔ اور ان کے وقت کو پراگندہ کرتے رہے رمضان کا مہینہ تھا۔ انہوں نے سب کے سامنے روٹی کھانی شروع کر دی۔ تب سب لوگ کافر کہہ کر بھاگ گئے۔ عوام واقف نہ تھے۔ کہ یہ مسافر ہے۔ اور اس کے واسطے روزہ ضروری نہیں لوگ نفرت کر کے بھاگے۔ ان کے واسطے عبادت کے لئے مقام خلوت حاصل ہو گیا +

اسرار یہ اسرار ہیں اور ان کے واسطے ایک عمدہ مثال خود قرآن شریف میں موجود ہے۔ جہاں حضرت خضر نے ایک کشتی توڑ ڈالی۔ اور ایک لڑکے کو قتل کر دیا۔ کوئی ظاہر شریعت ان کو ایسے کام کی اجازت نہ دے سکتی تھی۔ اس قصہ سے فایدہ حاصل کرنا چاہئے۔ خضری اسرار اس امت میں ہمیشہ پائے جاتے رہے ہیں۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تمام کمالات متفرقہ کے جامع تھے۔ اور ظلی طور پر وہ کمالات آنحضرت کی امت میں بھی موجود ہیں۔ جو خضر نے بجا صلے کئے کمالات بھی حسب ضرورت کرتے ہیں جہاں حضرت خضر نے ایک نفس زکیہ کو قتل کر دیا۔ اس کے بالمقابل مزامیر کیا شئے ہیں۔ لہذا جلد بازی نہیں کرنی چاہئے۔ جلد بازی انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔ دوسرے علامات کو دیکھنا چاہئے جو اولیاء الرحمان میں پائی جاتی ہیں۔ ان لوگوں کا معاملہ بہت نازک ہوتا ہے۔ اس میں بڑی احتیاط لازم ہے۔ جو اعتراض کرے گا۔ وہ مارا جائے گا۔ تعجب ہے۔ کہ زبان کھولنے والے خود گندے لوگ ہوتے ہیں۔ اور ان کے دل ناپاک ہوتے ہیں۔ اور پھر بزرگوں پر اعتراض کرتے ہیں +

نظر بد یہ بھی میں دیکھتا ہوں کہ اولیاء اللہ میں کسی ایسی بات کا ہونا بھی سنت اللہ میں چلا آتا ہے۔ جیسا کہ خوبصورت بچے کو جب ماں عمدہ لباس پہنا کر باہر نکالتی ہے تو اس کے چہرے پر ایک سیاہی کا داغ بھی لگا دیتی ہے۔ تاکہ وہ نظر بد سے بچا رہے۔ ایسا ہی خدا بھی اپنے پاکیزہ بندوں کے ظاہری حالات میں ایک ایسی بات رکھدیتا ہے جس سے بد لوگ اس سے دور رہیں اور صرف نیک لوگ اس کے گرد جمع رہیں۔ سعید آدمی چہرے کی اصلی خوبصورتی کو دیکھتا ہے۔ اور شقی کا دھیان اس داغ کی طرف رہتا ہے۔ امرتسر کا واقعہ ہے۔ ایک دعوت میں چند مولوی شریک تھے اور صاحب مکان نے مجھے بھی بلایا ہوا تھا۔ چائے لائی گئی میں نے پیالی بائیں ہاتھ سے پکڑی۔ تب سب نے اعتراض کیا۔ کہ یہ سنت کے برخلاف کام کرتا ہے۔ میں نے کہا یہ سنت ہے کہ پیالی دائیں ہاتھ سے پکڑی جائے۔ مگر کیا یہ سنت نہیں۔ کہ لا تقف ما لیس لک بہ علم۔ جس بات کا تجھے علم نہیں اس کے متعلق مت زبان نہ کھول۔ کیا آپ لوگوں کو مناسب نہ تھا؟ کہ مجھ پر حسن ظن کرتے اور خاموش رہتے۔ یا یہ نہیں ہو سکتا تھا۔ تو اعتراض کرنے سے پہلے مجھ سے پوچھ ہی لیتے۔ کہ تم نے ایسا کیوں کیا ہے۔ پھر میں نے بتلایا کہ اصل بات یہ ہے کہ میرے دائیں بازو کی ہڈی بچپن سے ٹوٹی ہوئی ہے اور پیالی پکڑ کر میں ہاتھ کو اوپر نہیں اٹھا سکتا۔ جب یہ بات انہیں بتلائی گئی۔ تب وہ سن کر شرمندہ ہو گئے +

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ شملہ میں بفضلہ تعالےٰ بالخیر و عافیت ہیں +

لاہور میں گو حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر احباب کے تشریف نہ رکھنے کی وجہ سے کچھ بے رونقی سی واقعہ ہو گئی ہے لیکن بعد از مغرب نماز تراویح میں حافظ فضل احمد صاحب کا قرآن سنانا اور حضرت مولینا صدر الدین صاحب کا نماز جمعہ پڑھانا بہت کچھ رونق اور فوائد روحانی کا موجب ہوتا ہے +

مکرم چودھری سرفراز خان صاحب بدوملہوی کی صاحبزادی کا انتقال ہو گیا۔ احباب مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھ دیں ہم چودھری صاحب سے ہمیں انکے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالےٰ مرحومہ کو جنت نصیب کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

چندہ احباب لائل پور۔ لائل پور سے ۲۴ اپریل ۱۸ء تک چندہ کی حسب ذیل رقوم موصول ہوئیں

- شیخ محمد اسمٰعیل مولا بخش صاحب
- شیخ مولا بخش عبد الرحمن صاحب
- محمد حسین صاحب
- میاں اللہ دیا صاحب
- میاں نذر محمد صاحب
- بابو فضل قادر صاحب
- انجمن محمد حسین

میزان کل

هٰذہٖ سبیلی ادعو الی اللہ علی بصیرۃ پ ۱۳ ع ۱۲
یعنی کہہ کہ یہ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بصیرت کامل کے ساتھ بلاتا ہوں اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمۃ وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما پ ۵ ع ۱۵
یعنی خدا نے تجھ پر کتاب اتاری اور حکمت یعنی دلایل حقیت کتاب وحقیت رسالت تجھ پر ظاہر کئے اور تجھے وہ علوم سکھائے جنہیں تو خود بخود جان نہیں سکتا تھا اور تجھ پر اس کا ایک عظیم فضل ہے پھر سورہ نجم میں فرماتا ہے۔ ما کذب الفؤاد ما رای ما زاغ البصر وما طغی لقد رای من آیات ربہ الکبری
یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دل نے جو اپنی صداقت کے آسمانی نشان دیکھے تو اس کی کچھ تکذیب نہ کی یعنی شک نہیں کیا اور آنکھ چپ وراست کی طرف نہیں پھیری اور نہ حد سے آگے بڑھی (یعنی حق پر ٹھہر گئی) اور اس نے اپنے خدا کے وہ نشان دیکھے جو نہایت بزرگ تھے *

اب اے منکرین! ذرا انصاف کی دکھلاؤ یہ جو پہنچ ذرا مصنف [illegible] ذرا کرو کہ خدا تعالےٰ کیسے صاف طور پر بشارت دیتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بصیرت کا ملہ حاصل تھی اپنی نبوت پر یقین تھا اور عظیم الشان نشان ان کو دکھلائے گئے تھے *

اب اس کا جواب یہ ہے کہ تمام قرآن شریف میں ایک نقطہ یا ایک شعشہ اس بات پر دال نہ پاؤ گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت یا قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونیکی نسبت کچھ شک تھا ۔ بلکہ یقینی اور قطعی بات ہے کہ جس قدر یقین کامل ویقین اور معرفت اکمل کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات بابرکات کی نسبت دعوے کیا ہے اور جو اس کا ثبوت دیا ہے ایسا کامل ثبوت کسی دوسرے موجود کا [illegible] ہرگز نہیں پایا جاتا فهل من مبیح [illegible] محمد صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] (انتہا)

[illegible] انسان [illegible] کو بھی اگر دیکھو [illegible] ملہم کو جو اپنے نبی ہونے پر شک تھا [illegible] چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ
"خدا نے اسلام میں ہزارہا ایسے امام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنی رسالت اور نبوت پر اپنی صداقت اور کامیابی پر پورا یقین اور پوری درجہ کا علم تھا اور کبھی کسی قسم کا تردد و شک حضور علیہ السلام کے قلب مطہر اور منشرح پر نہیں آیا۔ آپ کا کیا ذکر آپ کے ساتھ والے اور میرے جیسے اتباع بھی آپ کی صداقت اور نبوت پر اعلیٰ درجہ کا یقین رکھتے ہیں"
ان زبردست شہادتوں کے بعد ہم نہیں سمجھتے کہ کسی مزید ثبوت کی ضرورت ہو۔ لیکن معترض کے ہاتھ میں اس وقت ایک اور بھی حربہ باقی ہے۔ اور وہ خشیت علی النفس کے وہ معنے ہیں جو حضرت مسیح موعود نے حقیقۃ الوحی میں کئے ہیں۔ اس پر بھی انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں روشنی ڈالی جائیگی جس کے ساتھ ہی تبدیلی عقیدہ نبوت کے فاسد اعتقاد اور اس حدیث میں ایک فرق بین کر کے دکھایا جائیگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ *

کیا حضرت مسیح ؑ مر کر دوبارہ زندہ ہوئے؟

عیسائی دنیا کا اعتقاد ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر مر کر پھر تین دن بعد زندہ ہوئے۔ اور آسمان پر جسم سمیت تشریف لے گئے جہاں سے پھر دوبارہ نازل ہونگے۔ انہی مسیحی خیالات کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں بھی بعض ہوئے ہیں۔ جنہوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ مسیح علیہ السلام مر کر پھر زندہ ہوئے گو ان میں اختلاف ہے کہ کتنے عرصہ تک مرے رہے۔ لیکن تین دن تک مرے رہنے کے بھی بعض لوگ قایل ہیں لیکن اس زمانہ میں جبکہ مسیح کی الوہیت کا یہ اثر بتایا جاتا ہے کہ تمام دنیا پر عیسائیوں کی ہی حکومت ہے۔ او تمدن و تہذیب میں مسیح کے کفارہ پر ایمان رکھنے والے سب سے بڑھ ہوئے ہیں باسو ہمہ کے عقیدوں کو خیر باد کہنا ہی عیسائی دنیا کے سمجھدار افراد نے اپنے علم وعقل کے رو سے ضروری سمجھا ہے چنانچہ اس کی ایک تازہ مثال یہ ہے کہ لندن کے دکرنیکل کامن ویلتھ نامی اخبار میں ایک عیسائی نے اس سوال کے جواب میں کہ عیسےٰ کے دوبارہ جی اٹھنے کے متعلق وہ کیا سمجھتا ہے۔ صاف طور پر یہ لکھا ہے کہ
"میں انجیل کے اس عقیدہ کے لفظی معنی نہیں لیتا۔ میں یہ باور نہیں کرتا کہ ایک مادی جسم کبھی زندہ ہوا اور نہ ہی میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی اچھی چیز ہے جس کی خواہش کی جائے۔ ہمارے بوڑھے جسم اس لحاظ سے پاک ہیں۔ جو ایک غیرفانی روح کا نشیمن بنے ہوئے ہیں اور ہم میں سے بہتوں کے لئے تکلیف کا باعث ہوتے ہیں۔ اس لئے ہمارے اندر یہ خواہش پیدا نہیں ہو سکتی کہ یہی ہم ہمیں پھر ملے۔ علاوہ ازیں اس دوسری زندگی میں اس مادی جسم سے کیا حظ اٹھا سکتا ہے جس کی مادی زندگی میں ہم اٹھا نہیں چکے"
اس میں شک نہیں کہ کسی شے کے اسی مادی جسم کے ساتھ آسمان پر جانے کا اعتقاد نہ صرف یہی کہ بالکل خلاف عقل وبعید از قیاس ہے۔ بلکہ اس سے کوئی فایدہ بھی مترتب نہیں ہو سکتا۔ اور اگر مسیح علیہ السلام کے اندر صفات الوہیت موجود تھیں تو ان کا تین دن تک مرے ہوئے نعوذ باللہ دوزخ میں پڑے رہنا یہ ان کی شان الوہیت کے کہاں تک شایاں ہے لیکن عیسائیوں نے تو پھر بھی کفارہ کو پکا کرنے کی خاطر یہ عقیدہ بنالیا۔ مسلمانوں کو معلوم نہیں مسیح علیہ السلام کے مرکر ان کے مادی جسم کے اس دنیا میں دفن ہونے سے کیوں چڑ ہے۔ اس سے اس کا کونسا عقیدہ بگڑتا ہے کونسا اسلام کا اصول ان سے باطل ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے تو ماننے میں ہی اسلام کی زندگی ہے .... ایسی کیا ہمارے مولوی صاحبان اور عیسائی ماہر نوراً اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہونگے *

مولوی ثناء اللہ کی صلح غزنوی مولویوں سے

گزشتہ سے پیوستہ اشاعت میں اس صلح کا حال مختصراً لکھا گیا تھا جو مولوی ثناء اللہ اور غزنوی مولوی فقیر اللہ اور قاضی عبدالاحد خانپوری کے درمیان مدراس میں ہوئی ہم نے لکھا تھا کہ اخبار "اہلسنت والجماعت" ابھی اس صلح پر مطمئن نہیں چنانچہ اس کے تازہ پرچہ ۵ اجون ۱۹۲۳ء کے اہلسنت والجماعت میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا ایک نہایت پر زور مضمون اس موضوع پر شایع ہوا ہے کہ
(۱) قاضی عبدالاحد اور مولوی فقیر اللہ صاحب نے خود ہو کر اس صلحنامہ پر دستخط کئے ہیں کیونکہ ان کے اشتہارات کو کھینے اور چھاپنے پریس والوں کو روک دیا گیا تھا۔ اور اگر وہ دستخط کرتے تو واپسی کا کرایہ انہیں نہ ملتا *
(۲) فیصلہ آرہ جس کو تسلیم کرنے سے یہ صلح ہوئی ہے۔ ہرگز قابل تسلیم نہیں۔ کیونکہ "یہ ایک مہمل ومجمل ڈھکوسلہ ہے جس کو (مولوی فقیر اللہ اور قاضی عبدالاحد) کے مسلم استاد مولوی عبدالجبار صاحب مرحوم نے تسلیم نہ کیا تھا۔ اور اشاعۃ السنہ جلد ۲۴ میں بھی اس کا مہمل ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ اور علاوہ ان تیرہ یا چودہ اغلاط کے جو اس فیصلہ میں اغلاط قرار دی گئی ہیں۔ صدہا غلطیاں مولوی ثناء اللہ کی تفسیر ودیگر تصانیف میں ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اور انہیں قلمبند کر چکے ہیں"
(۳) اس فیصلہ پر بھی مولوی ثناء اللہ کی رضا تسلیم باعمل "پر اس سے صلح کیونکر ہو سکتی ہے" ان وجوہ کی بنا پر مولوی محمد حسین صاحب یعنی روحانی والد ماجد کا اپنے خلف کے متعلق یہ ارشاد ہے کہ "اس صلح کو لا صلح جیسا" ہے پس وہ مولوی فقیر اللہ اور قاضی عبدالاحد کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ وہ بڑے زور سے اس کے خلاف اشتہار دیکر اس سے ناراضگی اور عدم رضا مندی کا اعلان کریں۔ ورنہ "وہ سخت غلطی کے مرتکب ہونگے" بلکہ مولوی صاحب موصوف کا یہ بھی بیان ہے کہ
"مولوی ثناء اللہ بحیث اجماع وآثار غیر خلافیہ صحابہ کے اعتراف اور پچھلے انکار سے توبہ کے اظہار پر بھی داخل اہلحدیث نہیں ہو سکتا۔ جبتک ان کل اغلاط سے جو اشاعۃ السنہ جلد ۲۳ کے صفحہ ۲۷۳ وغیرہ میں پیش نقل کئے گئے ہیں) اور جس پر خاکسار ایک ہزار روپیہ کا اشتہار بھی دے چکا ہے۔ رجوع اور توبہ نہ کرے اور اصلاح عمل نہ کرے"
مولوی محمد حسین بٹالوی کے علاوہ خود ایڈیٹر صاحب اہلسنت والجماعت نے بھی اسی پرچہ میں اس پر زور بحث کی ہے کہ فیصلہ آرہ قابل تسلیم نہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اپنے رسالہ "الحق المبین" میں جو ۱۰۲ غلطیاں مولوی ثناء اللہ کی انہوں نے پکڑی ہیں اور قاضی عبدالاحد "مرآت الارض" نامی کتاب میں اس سے بھی زاید غلطیاں درج کی ہیں ان سب کی مولوی ثناء اللہ کو عملاً تصحیح کرنی چاہیئے۔ اس کے سوا صلح ناممکن ہے *

مولوی ثناء اللہ نے تو مدراس جا کر اس مصیبت سے اپنی طرف سے نجات حاصل کر لی تھی۔ فیصلہ آرہ کو تسلیم کر کے وہ سمجھتے ہونگے کہ سستے چھوٹے۔ لیکن یہاں اور ہی مصیبت آ پڑی۔ دیکھئے اس کا وہ کیا جواب دیتے ہیں *

آریوں کی شرارت

گزشتہ سے پیوستہ اشاعت میں "آریہ گزٹ" کی جس شرانگیز تحریر کا جواب دیا گیا تھا۔ افسوس ہے۔ کہ "آریہ گزٹ" نے اس پر توجہ دینے کے بجائے پھر اسی فتنہ پردازی سے کام لیا ہے۔ اور کئی ایک آریوں اور بعض دوسرے اخبارات کے نام سے بعض تحریریں شایع کی ہیں۔ جن میں اسی غم وغصہ کا اظہار ہے۔ جس سے مجبور ہو کر آریہ گزٹ نے دو کالم حسرت ویاس کے آنسو بہائے تھے۔ باوجودیکہ قادیان سے اس کی تردید بھی ہو چکی ہے۔ کہ وہاں دو کالم پڑھائی نہیں جاتی۔ پھر بھی سماجی اخبارات ہیں کہ اس جھوٹ کا اعادہ کئے چلے جاتے ہیں۔ اور روز ابھی اضافی جرأت سے کام نہ لیکر اس تردید کا ذکر تک نہیں کرتے۔ لیکن اس کی ضرورت تو انہیں تب ہوتی اگر ان کی شرارت ائیز کی بنا کو ہانیک نیتی پر ہوتی۔ ان کا تو مقصود صرف یہ ہے کہ قادیان میں ایک دیا نندی سکول قایم ہو جائے مدرسہ کے انہدام سے تو محض بہانہ بنا لیا گیا ہے۔ لیکن معلوم نہیں انہیں اس سے روکتا کون ہے کہ وہ سکول قایم کریں۔ خواہ مخواہ جھوٹ بول کر سکول کے لئے لوگوں کے جذبات کو اپیل کرنا اور قادیان سے چندہ حصول کرنا۔ یہ اس جماعت کیلئے جو مذہب سے اپنا تعلق جتاتی ہو کہاں جایز ہے۔ ہاں آریہ گزٹ کو ذرا سوامی جی کے ان الفاظ پر ہم ایک نظر ڈال لینی چاہیئے۔ جنہیں گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں ستیارتھ پرکاش سے نقل کر چکے ہیں۔ کیوں معاصر موصوف اس پاکیزہ کتاب کی ضبطی کے لئے گورنمنٹ سے درخواست نہیں کرتا۔ کیوں اپنی آنکھ کا شہتیر اسے نظر نہیں آتا۔ اور دوسروں کے ذہنی تنکوں کی طرف انگلیاں اٹھانا اپنا فرض سمجھ رکھا ہے *
کیا گورنمنٹ عالیہ اس کی طرف متوجہ ہو کر اپنے معدلت پرورانہ اقتدار کا ثبوت دیگی۔ ستیارتھ پرکاش کے یہ الفاظ مسلمانوں ہندوؤں عیسائیوں اور تمام دیگر اقوام کی دلآزاری اور مذہبی توہین کا موجب ہوئے ہیں۔ اور سخت مذہبی شورش کا سبب ہوئے ہیں۔ ہو رہے ہیں اور ہونگے *

ملفوظات مسیح موعود پر الفضل کی بے ہنگم سرائی

جب سے پیغام صلح میں ملفوظات مسیح موعود کا سلسلہ شروع ہوا ہے قادیان کے محمودی حلقوں میں سخت شورش برپا ہے۔ انہیں دکھ ہے کہ مسیح موعود کے یہ الفاظ کیوں "پیغام صلح" کے ذریعہ سے لوگوں تک پہنچائے جاتے ہیں۔ مسیح موعود کی باتوں کی اشاعت ان کے لئے موجب صدمہ روح ہے۔ اور وہ نہیں چاہتے۔ کہ ان سے لوگ فائدہ اٹھائیں چنانچہ الفضل نے اپنی ایک تازہ اشاعت میں اس پر ایک طویل مضمون لکھکر شیخ یعقوب علی اور مفتی محمد صادق صاحب کی مایہ ناز محنتوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ ایک طرف تو اسے یقین ہے۔ کہ "پیغام صلح"

اقتباسات

وزیر اعظم برطانیہ جنگ کے حالات حاضرہ پر

ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر لائیڈ جارج وزیر اعظم نے کہا کہ برطانیہ کی موجودہ نسل نے ہمارے اتحادیوں کے ساتھ ملکر ایک عظیم الشان مقصد اور ایک اعلےٰ نصب العین کے لئے بے نظیر قربانیاں کی ہیں۔ ایک نہایت حوصلہ افزا بات یہ ہے کہ امریکن فوج بڑی بہادری اور قابلیت سے لڑی ہے اور اس نے دشمن کو شکست دی ہے۔ یہ امر اس وجہ سے بھی نہایت حوصلہ افزا ہے کہ امریکن فوج لگاتار آ رہی ہے +

ہمارا دارومدار امریکہ پر ہے۔ اگر کسی وجہ سے اتحادی کامیاب نہ ہوئے۔ تو دنیا سخت افسوسناک ہو جائیگی۔ ہمیں آج جن نتائج کا سامنا ہے ان کی اہمیت کو مبالغہ کا رنگ دینا ناممکن ہے۔ دنیا کے انسانوں کی قسمت اور آئیندہ نسلوں کی زندگیاں سب ہمارے مقصد کی فتح یا شکست پر منحصر ہیں۔ آج جو لڑائی ہو رہی ہے وہ ان لڑائیوں سے زیادہ مہلک اور زیادہ دھشتناک ہے جو اب تک یورپ میں ہو چکی ہیں اگر دشمن کامیاب ہو گیا تو تہذیب زمانہ ماضی کی تاریکی میں غائب ہو جائیگی۔ ہم فتح کے لئے بھاری اور افسوسناک قیمت ادا کر رہے ہیں نازک وقت ابھی گزرا نہیں۔ لیکن ہم اپنے دل کو مضبوط رکھتے ہوئے ضرور کامیاب ہونگے۔ جرمن دنیا کا انجام عبرتناک ہوگا۔ بنی نوع انسان کے فایدہ کی خاطر اس دنیا کا نام ونشان مٹا دینا چاہئے دنیا ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دے سکتی کہ یہ دوبارہ ابھر آئے اور لاکھوں باتوں کو خطرہ میں ڈال دے۔ اور لاکھوں گھروں کو تباہ کر دے۔ وہ مقصد جس کے لئے ہم لڑ رہے ہیں۔ یہ وہ ملک ہے جس کو زمانہ ماضی میں ایک سخت نازک وقت کا سامنا ہو چکا ہے +

ہم جرمن جنرل لڈنڈورف کی متھوڑے کی چوٹوں کا ذکر سنتے ہیں متھوڑے کی چوٹیں خراب دھاتوں کو توڑ دیتی ہیں۔ لیکن اچھی دھاتیں ان سے اور بھی زیادہ مضبوط ہو جاتی ہیں۔ اہل برطانیہ کے دلوں میں کس قسم کی دھات ہے یہ صدیوں تک آزمائشوں پر پوری اتری ہے اس آزمائش میں بھی پوری اتریگی۔ اسیطرح رود بار انگلستان کے رہنے والے لوگ رفرانسیسی) کی بھی آزمائش میں پورے اترینگے جو اپنی سرزمین کی حفاظت کے لئے لڑ رہے ہیں۔ اور بڑے استقلال سے لڑ رہے ہیں میں نے ان کو دیکھا ہے میں نے کسی فرانسیسی کے چہرہ پر کبھی کمزوری کے آثار نہیں دیکھے مال میں برائت اور استقلال ہے۔ وہ آخر تک رہینگے فرانس اب میں قدر مشترک ہے کہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا اسیطرح برطانیہ میں بہت سے مقدم لے چکے جنہے پولیٹیکل اختلافات کو مٹا دیا ہے۔ اگرچہ بعد میں نزاعی معاملات پھر پیدا ہونگے لیکن معاملات کا بندوبست کرنے کے طریقے مختلف ہونگے۔ اس اثنا میں ہمیں متحد قوم بنا جانا چاہیے۔ ہمارا مقصد ایک ہونا چاہئے ہمیں مصمم ارادہ کر لینا چاہیے کہ ہم نہیں جھکیں گے اگر خدا نے چاہا تو ہم دشمن کے ارادے ناکام کر دینگے۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۴ کالم اول)

کی تفصیلی رپورٹ درج کردی جس کو پڑھنے کے بعد یقین کرلینا لازمی ہو جانا تھا اور یقین ہو جانے کے بعد اس کے نقصان وخسارہ کی تلافی ناظرین پر اخلاقاً فرض ہو جاتی تھی مگر اللہ رے استقلال کہ اپنے کلیہ کی بنا پر اس کو بھی غلط کہکر مسترد کر دیا گیا +

ایسی حالت میں اور اس امر کا یقین ہو جانے کے بعد کہ ہمارے ناظرین کرام خواہ دیگر تمام معاملات میں ہم کو خدا سمجھ لیں مگر مالی مشکلات کا ذکر آتے ہی مزاج یار کی طرح برہم ہو جائینگے۔ بھلا ہمیں کیونکر جرأت ہو سکتی ہے کہ ہم ان کی غفلت وبے حسی کی شکایت کریں۔ سوا اسکے کہ خدا سے دعا کریں کہ الٰہی اس جنگ کو ختم کر دے۔ اور اس قحط سے ہم کو نجات دے اور یا پھر ناظرین کرام کی طبیعت بدل دے کہ اس مسئلہ کے متعلق بھی جو کچھ لکھیں اور اگر صحیح لکھیں تو اسکو وہ بھی سچ سمجھ لیا کریں +

ہمارے نزدیک اب وقت آگیا ہے کہ تمام اردو اخبار نویس مجتمع ہو کر اس مسئلہ پر ایک دفعہ غور کرلیں کہ آیا وہ کونسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے ہم اپنے درد دل کا بھی اپنے ناظرین کرام کو یقین دلا سکیں ۔

آخر میں ہم ایسے اصحاب کی تعداد دریافت کرنے کے لئے بہت بے چینی کے ساتھ انتظار کرینگے جنہوں نے اس کلیہ سے اب تک اپنے آپکو مستثنےٰ رکھا ہے +

ضروری خبریں

مغربی محاذ زبردست مدافعت۔ (لندن ۱۳ جون) ریوٹر کا نامہ نگار مقیم فرانسیسی ہیڈکوارٹرز کل تار دیتا ہے کہ اودلس کے مشرق کی طرف جرمنوں نے ایسنی کے دونوں کناروں پر مولن سوس ٹودینٹ ایلین کورٹی ڈومیرز کی لائن سے شروع ہو کر اور اودلس کے مقابل تک ایک نیا حملہ کیا۔ بظاہر دشمن کا مقصد ایسنی کے دونوں کناروں پر پیش قدمی کرنا اور شمال میں جنگلات ولرز کوٹریٹس کو گھیرنا اور فرانسیسیوں کو نہ صرف ۱۹۱۶ء کے پرانے فرانسیسی جرمن محاذ کے شمالی دشتی علاقے اور جنگلات اور سکیمپ کا رنیمپونٹ اور ننوشین سے بلکہ پرانے محاذ اور ایسنی کے کے درمیان زیادہ بڑے دشت ایگل سے بھی اور اغلباً اس سے بھی بڑے جنگل شمپین سے جو جنوب کی طرف واقع ہے۔ باہر نکالنا ہے فی الحال یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ اپنے پروگرام کو پورا کر سکیگا +

ہوابازوں نے بھاری توپوں کو خاموش کرادیا۔ (لندن ۱۳ جون) ریوٹر کا نامہ نگار مقیم فرانسیسی ہیڈکوارٹرز کل رات کے ایک تار میں مظہر ہے کہ لڑائی میں ہوائی جہازوں کی اہمیت روزافزوں ہو رہی ہے۔ آج کی لڑائی میں ہماری ہلکی گولہ باری کرنے والے سکوئڈرنوں نے بے نظیر کارنامے کئے۔ یعنی جرمن بھاری باتریوں پر جب وہ گولہ باری کر رہی تھیں حملہ کیا۔ اور توپچیوں کو ہلاک اور منتشر کر کے انہیں خاموش کرادیا۔ یاکارڈی کی جنگ میں ہمارے مصافی ہوائی جہازوں نے کلدار توپوں کے ساتھ بار بار میدانی توپوں کی باتریوں پر حملہ کیا۔ لیکن ہوا میں سے بموں کے حملے کر کے بھاری باتریوں کو خاموش کرانا ہوا میں ایک نئی فتح ہے +

ہنڈنبرگ کی تجویز (لندن ۱۳ جون) فرانسیسی ماہرین بتلاتے ہیں کہ فرانسیسی بایاں پہلو وسط میں دشمن کے سلسلہ جات رسل ورسائل کو اس سے زیادہ دھمکاتا ہے جس قدر کہ جرمنوں کا بایاں پہلو شمپین کو دھمکاتا ہے جرمنوں کے زیادہ سے زیادہ ۸ کیلومیٹر پیشقدمی کرنے میں ۳۰ ڈویژنوں کا نقصان ہوا۔ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ دشمن کے وسط میں گھسنا ہمیشہ ہنڈنبرگ کی ایک دل پسند چال رہی ہے۔ اس لئے علاقہ ایسنی کی اچھی طرح نگرانی کی جانی چاہئے +

برطانیوں کی شدید بمباری (لندن ۱۳ جون) ۱۱ بجکر ۵ منٹ شب ہوائی جہازوں کے کام کے متعلق سرڈی ہیگ اپنے ایک اعلان میں مظہر ہے کہ فرانسیسی محاذ پر ہمارے سکوئڈرنوں نے دشمن کے ۱۵ ہوائی جہاز تباہ کر دیئے چند ہوائی جہاز مشتعل حالت میں گر پڑے اور باقی ہوائی جہاز ٹوٹ گئے۔ ایک برطانوی ہوائی جہاز گم ہے۔ برطانوی محاذ پر ہم نے ۵ جرمن ہوائی جہاز تباہ کئے۔ اور دو ہوائی جہازوں کو بے قابو حالت میں نیچے کی طرف اتار دیا۔ دو برطانوی ہوائی جہاز گم ہیں۔ ہم نے دن کے وقت مختلف نشانات پر جن میں لاون نیکش شامل تھا۔ اور کورٹرائے آرمنٹیرز اور چاولنس میں ریلوے سٹیشنوں پر اور رباپام میں ایک ذخیرہ پر اور بریجز میں ڈاکس پر ۲۲ ٹن بم گرائے میٹز سیبلونز ریلوے سٹیشن اور ساننگون پر ۱۲ جون کو بوقت بعد دوپہر کامیاب حملوں میں بہت سے بھاری بم گرائے۔ ۱۳ جون کو ایک سکوئڈرن نے ڈپوس سٹیشن پر حملہ کیا ایک اور سکوئڈرن نے ڈیجن میں سٹیشن اور کارخانوں پر حملہ کیا گیا ڈیجن میں دو بھٹیوں پر براہ راست نشانے لگائے گئے۔ دشمن کے ہوائی جہازوں نے سات بمبازوں پر حملہ کیا۔ ایک جرمن ہوائی جہاز تباہ کیا گیا۔ اور دو ہوائی جہازوں کو نیچے کی طرف اوتار دیا۔ ایک برطانوی جہاز گم ہے +

دشمن کی پیشقدمی روک دی گئی۔ (لندن ۱۴ جون ۳ بجے شب) کل رات کا فرانسیسی اعلان مظہر ہے۔ کہ جرمنوں کے کورسلس اور میری کے شمال کے درمیان زبردست جوابی حملہ کیا۔ ہماری آتشباری نے وہیں پکڑ لیا۔ اور انہیں شدید نقصانات کے ساتھ اور ہماری پوزیشنوں تک پہنچنے کے بغیر اس مقام کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا جہاں سے وہ روانہ ہوئے تھے۔ ۱۱ جون کے حملے میں جو سامان غنیمت ہمارے ہاتھ آیا تھا۔ اس میں ۱۰ توپیں جن میں سے چار بھاری تھیں اور بہت سی کلدار توپیں شامل تھیں اودلس اور ایسنی کے درمیان اس روز حالت سکون طاری رہی۔ ایسنی کے جنوب میں دشمن نے ایسنی اور روشنت ولرز کوٹریٹس کے درمیان اپنی پیشقدمی جاری رکھی۔ اکثر مقامات میں پسپا کئے جانے پر دشمن نے موضع لاردسائیں میں قدم جمانے کو دریں حملہ کرنے اور بیوای لکھیت کے مغرب کی طرف پیش قدمی کرنے کی کوششیں ناکامیاب ہوئیں۔ علاقہ اودلس میں ہملیٹ اور لاپونٹیل کی سمت میں توپخانہ نے سرگرمی ظاہر کی۔ تمام جگہ حالت سکون طاری تھی ہمارے بمبار سکوئڈرنوں نے کل میدان جنگ پر ۱۰ ٹن گولے پھینکے۔ اور ۱۲ و ۱۳ جون کی شب کو دشمن کے عقب میں چھاؤنیوں پر قطعاً دکھائی کرتی ہوئی افواج پر ۱۵ ٹن بم گرائے۔ ہم نے مواضعات دکو ہرک رینز سرینیز۔ اور رینولرز۔ سوایل پر اور علاقہ خاب رو سے لورگو گیٹرٹ پر بھی بم گرائے۔ کئی آتشزدگیاں مشاہدہ کی گئیں۔ دشمن کے ۱۶ ہوائی جہاز گرائے گئے یا ناکارہ کئے گئے +

پوزیشنیں واپس لی گئیں۔ (لندن ۱۴ جون) ۴ بجکر ۴۵ منٹ بعد دوپہر ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے۔ کہ دشمن نے سونٹ ڈیڈر اور علاقہ اسفون کے درمیان اپنے حملے از سر نو شروع نہیں کئے۔ اور ہم نے اپنی پوزیشنوں کو مستحکم کر لیا اپنے دائیں طرف ایک جوابی حملہ کر کے ہم نے دشمن کو پسپا کر دیا میٹز کے شمالی کنارے پر ہم نے کوہ کردسے ربکارڈ اور ریلی کو کوٹھی پر دوبارہ قبضہ کر لیا ہم نے ۱۰۰ قیدی گرفتار کئے۔ اور چند کلدار توپوں پر قبضہ کر لیا۔ ایسنی اور ولرز کوٹریٹس کے درمیان جنوب مغربی سمت میں لڑائی جاری رہی جرمن ترقی لاردسائیں کے مشرق کی طرف نالہ تک پھیلی ہوئی ہے۔ اور ایک شدید لڑائی کے بعد انہوں نے کودریں اور سینٹ پیرایگل میں قدم جمائے دشمن نے دشت لونچیں بیلو کے مقابل شدید حملہ کیا۔ امریکن افواج نے حملے کو مسترد کر دیا اور دشمن کو سخت نقصانات پہنچائے۔ اور اپنی فتح کو برقرار رکھا +

آبدوز کشتیوں کو شکست (لندن ۱۴ جون) سر ایرک گیڈز نے پیٹی پیرسین کے ساتھ ایک انٹرویو میں بیان کیا کہ ہم نے جنوری سے بلاشبہ دشمن کی اس سے زیادہ آبدوز کشتیاں غرق کی ہیں۔ جتنی کہ دشمن نے تعمیر کی تھیں۔ ہم نے ایک ہفتہ میں دو دفعہ کی اوسط سے جرمن آبدوز کشتیوں پر حملے کئے +

پیرس پر ہوائی حملہ۔ (لندن ۱۶ جون) ۱ بجکر ۵۵ منٹ صبح پیرس ایک سرکاری اعلان مظہر ہے۔ کل رات ۱۱ بجکر ۴۵ منٹ پر ہوائی حملہ کا الارم دیا گیا۔ چند بم گرائے گئے۔ جن سے کئی اشخاص ہلاک اور مجروح ہوئے اور عمارات کو بھی کچھ نقصان پہنچا +

آسٹریا میں بے چینی (لندن ۱۵ جون) آسٹریا میں صورت معاملات کے متعلق بہت کم خبر باہر نکلنے پاتی ہے۔ لیکن آج ہیڈ میں موصول شدہ ایک معتبر پرائیویٹ اطلاع سے معلوم ہوا ہے کہ وہاں بھاری واقعات کے ظہور پذیر ہونے کی توقع ہے۔ لوگ ہر ایک قیمت پر صلح کا مطالبہ کر رہے ہیں +

اٹلی کے خلاف آسٹروی حملہ (لندن ۱۴ جون) ایک اطالوی اعلان مظہر ہے کہ کل علی الصبح توپخانہ کی شدید گولہ باری کے بعد دشمن نے کوہ کیڈی اوٹیلہ مونٹی ہیلو کے خلاف جو ایک اہم سڑک کے شمال کی طرف اور جنوب کی طرف واقع ہے۔ پیدل سپاہ کا ایک حملہ کر کے درہ ٹونیل کی مدافعتوں کو توڑنے کی کوشش کی۔ ہماری زبردست مزاحمت نے مقدم لائنوں پر دشمن کے زور کو توڑ دیا بعد میں ہمارے جوابی حملوں اور توپخانہ کی خوفناک آتشباری نے دشمن کو روک دیا اور قطعی طور پر پسپا کر دیا۔ رات کے وقت ہماری آتشباری نے سڑک کے شمال کی طرف دشمن کی از سر نو شروع کردہ کوششوں کو کچل دیا۔ دشمن کا خصوصاً عقب میں امدادی افواج کا بہت نقصان ہوا۔ ہم نے ۱۳۰ قیدی گرفتار کئے۔ جو چار رجمنٹوں سے متعلق تھے +

(لندن ۱۵ جون) ۲ بجکر ۵ منٹ شب ایک نیم سرکاری اطالوی بیان مظہر ہے۔ کہ قیدی دشمن کی کل کی شکست کی اہمیت ظاہر کرتے ہیں۔ اس کا مقصد وادی کیمنیکا میں گھس جانا تھا۔ اور اس کا پہلے دن کا مقام مقصود پونٹ ڈی لیگنے تھا۔ اچانک حملہ کرنے کے لئے زبردست کارروائیاں کی گئی تھیں۔ پیدل فوج کو عین آخری لمحہ پر موٹر گاڑیوں کے ذریعہ لائن کو پہنچایا گیا تھا۔ اور جرمنوں کے حملہ کرنے کے مطابق ایک پہاڑی ڈویژن کوہ کیڈری کے ڈھلوان کے خلاف حملے میں شامل کیا گیا تھا۔ حملہ آور دستوں کو قریباً ہر جگہ گولوں کے طوفان کے نیچے کچل دیا گیا۔ دشمن صرف تین مقدم اور الگ تھلگ اطالوی چوکیوں میں قدم جما سکا تھا لیکن وہاں سے بھی اسے ایک جوابی حملہ کر کے نکال دیا گیا +

ایک جہاز غرق۔ (لندن ۱۳ جون) صیغہ بحری مظہر ہے کہ ایک مسلح جہاز ۵ جون کو تارپیڈو مار کر غرق کیا گیا ہے۔ ۷ آدمی جن میں ۴ تجارتی اہل جہاز شامل ہیں گم ہیں +

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب پبلشر نے گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں باہتمام شیخ گلزار محمد صاحب پرنٹر چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے شائع کیا۔

خرافات

خلافت محمودیہ کی سیاسی چالیں

عوام محمودیوں کا یہ خیال ہے کہ جناب مرزا محمود احمد صاحب حقیقتاً کوئی مذہبی پیشوا ہیں۔ اور لاہوری جماعت احمدیہ کے ممبر اور ان کے ہم عقیدہ اپنی غلطی کی وجہ سے اس حقیقی رہنما یا خلیفہ کی مخالفت کر رہے ہیں +

لیکن اصل بات یہ ہے کہ میری تحقیق کے رو سے یہ محمودی ایک بدعتی فرقہ ہے جس میں کچھ سیاسی جھلک پائی جاتی ہے۔ اور اس کی مندرجہ ذیل پولیٹیکل تحریرات اور ان کے اعمال میرے اس دعوے پر شاہد عادل ہیں۔ اس کا **پہلا ثبوت** یہ ہے کہ میاں صاحب نے محض اپنی خلافت کے ثابت کرنے کے لئے اپنے والد ماجد حضرت مرزا صاحب کو ان کی وفات کے چھ سال بعد اس بشارت مسیح **(ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد)** (سورہ صف) کا حقیقی مصداق قرار دیکر حضرت مرزا صاحب کو اصلی کامل رسول بنا دیا۔ اور مرزا صاحب کے الہامات کو آیتہ **وبالآخرۃ ھم یوقنون** کے ماتحت لاکر لکھا کہ اس آیت میں آخرت سے مراد مرزا صاحب کے الہامات ہیں نہ یوم قیامت۔ جن پر قرآن شریف کی طرح ایمان لانا فرض ہے۔ دیکھو ترجمۃ القرآن پارہ اول مطبوعہ قادیان۔ اور یہ عام فتوے دیا کہ جو مرزا صاحب کی نبوت کا منکر ہے وہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے دیکھو کلمۃ الفصل وغیرہ۔ لیکن چونکہ اکثر ذی علم مریدین مرزا صاحب میاں صاحب کی اس نوساختہ شریعت کے مخالف تھے۔ اور میاں صاحب کی بیعت میں داخل نہ ہوتے تھے اس لئے میاں صاحب نے یہ نیا مسئلہ ایجاد کیا کہ اپنے پیر سے کفر و اسلام جیسے اہم مسائل میں اختلاف عقیدہ رکھ کر بھی بیعت کرنی اور لینی جائز ہے۔ یعنے اگر میں تمام اہل قبلہ کو پکے کافر قرار دیکر کسی کے نزدیک ازروئے شریعت اسلام کافر بھی ہوں یا اگر کوئی حضرت مرزا صاحب کی نبوت کا منکر ہو کر میرے نزدیک پکا کافر دائرہ اسلام سے خارج بھی ہو چکا ہے تو بھی میری بیعت کر کے بہشتی مقبرہ کا وارث ہو کر بخشا جا سکتا ہے۔ اور اس نئی ایجاد کا موجد حضرت مرزا صاحب کو قرار دیدیا گیا۔ دیکھو رسالہ القول الفصل صفحہ ۴ حالانکہ اگر مرزا صاحب کے اس اصل خط کو دیکھا جاوے تو اس میں حضرت مرزا صاحب نے نواب صاحب کو صرف کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کی اجازت دیکر لکھا ہے۔ کہ اس قدر اختلاف خارج بیعت نہیں ہو سکتا۔ دیکھو رسالہ جس کا نام ہے۔ ایک معزز شیعہ کے خط کا جواب صفحہ ۹ سطر ۴۔ میاں صاحب نے اس حوالہ میں اپنی خودغرضی کے لئے نہایت ہی افترا بازی سے کام لیا ہے۔ اور قادیان کے ذی علم عنصر نے بھی اس پر خاموشی اختیار کر کے ایمان کا نہایت ہی اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے۔ ورنہ کجا کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کے ایک فروعی مسئلہ میں اختلاف اور کجا ارکان اسلام میں اختلاف کجا زمین و کجا آسمان کجا دین و ایمان و کجا مذہب خلیفہ قادیان کجا فتوے مسیح الزمان و کجا اختلاف گروہ قادیان +

دوسرا ثبوت یہ ہے کہ میاں صاحب ...... رسالہ موسوم بہ "کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے" میں ایک سیاسی حدیث کا خلاصہ مطلب لکھتے ہوئے اپنے مخالفین احمدیوں کو مخاطب کر کے یوں لکھتے ہیں کہ "جو لوگ میری خلافت کے بعد کسی اور کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں یہ فعل ان کا حرام ہے۔ اور ان کا کسی اور کو میرے سوا خلیفہ قرار دینا اپنے آپکو ہلاک کرنیکا مترادف ہے" مختصراً صفحہ ۱۰۰ حدیث یہ ہے۔ **اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخر منہما** (مشکوۃ باب الامارۃ) اگر میاں صاحب اپنے آپ کو ایک سیاسی خلیفہ نہیں سمجھتے بلکہ محض ایک دینی رہنما یقین کرتے ہیں تو انہوں نے اپنی خلافت کو اس سیاسی خلافت والی حدیث کے ماتحت کیوں پیش کیا ہے۔ اور دوسرے دعویدار خلافت کو دھمکی کیوں دی ہے۔ کیا ایک دینی پیشوا کے ہوتے ہوئے دوسرے پیشوائے دین کو قتل کرنا حکم شریعت ہے +

تیسرا ثبوت یہ ہے کہ میاں صاحب کے ان فقرات سے محمد یوسف صاحب خوش ہو کر نہال ہو گیا تو اس [illegible] سلطنت محمودیہ میں ترقی ہونے پر اپنے آپ کو شاید موسیو سر جارج لائڈ صاحب بہادر قرار دیکر اپنے مخالفین احمدیوں کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں۔ ہماری تقریر اور تحریر سے تو یہ احمدی [illegible] کسی دوسرے فعل کے ذریعہ سے خبردار کر [illegible] النبوۃ فی القرآن صفحہ اور آگے لکھتے ہیں کہ جو [illegible] عیسائی اقوام کو نصیب بھی ہے تو صرف مسلمانوں کو سزا دینے کے واسطے ان پر مسلط ہیں النبوۃ فی القرآن صفحہ ۹۶ مصنفہ محمد یوسف صاحب پشاوری مرزا صاحب تو اپنی تمام تصانیف میں **اس عیسائی سلطنت کو مسلمانوں کے لئے ابر رحمت لکھتے رہتے ہیں** لیکن چونکہ محمودی فرقہ کے ارادے کچھ اور ہی ہیں اس لئے یہ عیسائی سلطنت کو زحمت لکھتے ہیں جس کا ازالہ کرنا ہر ایک مظلوم کا پہلا فرض ہوتا ہے۔ اگر یہ سیاسی اور ایک پولیٹیکل جماعت نہیں تو ان کا کیا حق ہے کہ یہ احمدیوں کو دھمکیاں دیتے ہیں اور گورنمنٹ موجودہ کو اپنے لئے ایک سزا یا قہر خدا قرار دیتے ہیں۔ امید ہے کہ قاضی محمد یوسف صاحب اپنے ان فقرات کی خود ہی مزید تشریح فرما کر اس کاتب کی غلطی کی اصلاح کرینگے +

چوتھا ثبوت یہ ہے کہ انوار خلافت کے صفحہ ۹۹ سے ایک طول طویل تقریر میں ملکی اور سیاسی واقعات بیان کرتے ہوئے میاں صاحب اپنے مریدین کو فرماتے ہیں "پس تم لوگ یاد رکھو کہ **آنے والا فتنہ بہت خطرناک ہے اس سے بچنے کے لئے بہت بہت تیاری کرو**" وغیرہ وغیرہ۔ یہ فقرات کسی مزید تفسیر کے محتاج نہیں ہیں ان کا سیاق سباق خود ہی ان کی تفسیر ہے +

پانچواں ثبوت۔ میاں صاحب کے دعاوی کی فہرست آگے درج ہے اسے دیکھ کر ہر ایک شخص یہ یقین کریگا کہ بے شک میاں صاحب ایک مذہبی رہنما ہیں۔ مگر حسن نظامی کے جواب پر میاں صاحب کا یہ لکھ دینا کہ میں کسی امر کا مدعی نہیں ہوں۔ یہ اس بات کی صریح دلیل ہے۔ کہ میاں صاحب **مذہبی آڑ میں اپنے سیاسی اغراض** کو سرانجام دے رہے ہیں۔ ورنہ اتنے لمبے چوڑے دعاوی کے بعد ایک گدی نشین یا کسی مزار کے پوجاری سے مرعوب ہو کر اور گھر بیٹھے پانچ لاکھ مریدوں کا بھی بادشاہ ہو کر دشمن کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہنے کہ حضور میں تو کسی امر کا مدعی نہیں ہوں۔ ہاں میرا ہی باپ کہتا تھا کہ میں کسی حدیث کے ماتحت مسیح موعود ہوں۔ اس کے کیا معنے ہیں +

چھٹا ثبوت۔ میاں صاحب فرماتے ہیں۔ میرے سپرد وہ کام کیا گیا ہے جو حضرت عمر خلیفہ دوم کے سپرد ہوا تھا۔ (رسالہ کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے) یہ الفاظ بھی کسی مزید تشریح کے محتاج نہیں ہیں +

ساتواں ثبوت۔ ایک طرف تو حضرت مرزا صاحب کو حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم جیسا اصلی کامل صاحب کتاب نبی قرار دیکر تمام اہل اسلام کو پکے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا گیا ہے۔ دیکھو کلمۃ الفصل وغیرہ۔ اور پھر چند دنیوی مفاد کو مدنظر رکھکر انہیں منکران نبوت مسیح موعود کو اپنی تحریروں میں مسلمان قرار دیکر انہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ لکھا جاتا ہے۔ بلکہ ان سے ناطے رشتے بھی ہوتے ہیں۔ اور بعض جگہ جنازے بھی ان کے پڑھ دیتے ہیں۔ حالانکہ شریعت اسلام کے رو سے مسلمانوں کو کفار پر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنا قطعاً جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ باقی مذہبی تعلقات ان سے قایم رکھے جائیں +

پس اگر یہ ایک سیاسی اور پولیٹیکل فرقہ نہیں ہے۔ تو کیوں اپنے فتووں کے خلاف عملدرآمد کرتے ہیں۔ اگر اور نہیں تو [illegible] ہی پڑھو جہاں نماجدوں سے بھی قطع تعلق کا حکم ہے +

آٹھواں ثبوت یہ ہے کہ مولانا مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ نے لاہور میں ایک عام مجمع میں اس فرقہ محمودیہ کے ممبروں کو مخاطب کر کے بڑی پرزور تقریر میں فرمایا تھا کہ **لاہوری احمدیہ جماعت کے ممبروں کی مخالفت مت کرو۔ یہ دین اسلام کے خادم ہیں۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو پھر خدا مسیلمہ کا سا معاملہ کریگا** مختصراً دیکھو اخبار بدر مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء

اس وقت مولانا صاحب کو چونکہ ان لوگوں کے خفیہ منصوبوں اور خواہشوں کا علم تھا۔ اور یہ جانتے تھے کہ ایک دن ان لوگوں نے اپنے لئے میاں صاحب کو **مخزن رسل** قرار دینا ہے۔ اور میاں صاحب نے بھی اس سے بڑھکر ...... یہ بھی فتوے کر تا ہے ملکہ نے مجھے بار بار فرمایا ہے کہ میں خلیفہ ہوں۔ وغیرہ وغیرہ مگر جس طرح آخر مسیلمہ کی قلعی کھل گئی (دیکھو) میاں صاحب نے بھی حسن نظامی کے مقابلہ میں اپنے تمام دعووں سے انکار کر کے اپنے آپ کو مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ کی پیشگوئی کا حقیقی مصداق بنا کر اپنی خلافت کو ایک سیاسی اور پولیٹیکل خلافت ثابت کر کے میری الہامی پیشگوئی ...... کو خود ہی پورا کر دیا فالحمد للہ

نواں ثبوت۔ رسالہ القول الفصل کے صفحہ ۴ پر لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے جس جس جگہ اپنی تحریرات میں دعوے نبوت سے انکار کیا ہے ...... اس کا مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے صرف صاحب شریعت نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ گویا منسوخ نہیں صحیح ہے۔ اور پھر حقیقۃ النبوۃ کے صفحہ ۱۲۱ پر لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے جہاں کہیں دعوے نبوت سے انکار کیا ہے وہ تحریرات منسوخ اور ناقابل حجت ہیں +

اب جو ناخواندہ مرید مرزا صاحب کی تحریرات کی نسبت منسوخ ہونے کا فتوے پسند نہیں کرتا۔ اسے پہلا حوالہ بتا دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی اور ناخواندہ مرید مرزا صاحب کی نبوت کا ثبوت چاہتا ہے تو اسے حقیقۃ النبوۃ کا صفحہ ۱۲۱ دکھا دیتے ہیں۔ الغرض کوئی بات کوئی تحریر ان کی تضاد اور دو رنگی سے خالی نہیں ہے +

دسواں اور سب سے بڑا ثبوت وہ اعتراف ہے جو خود ان لوگوں نے جو جماعت محمودیہ کے قائمقام ہو کر صاحب وزیر ہند کے سامنے دہلی میں ہوم رول سے دست برداری کے گئے تھے۔ اپنے منہ سے اپنے ایڈریس کے اندر کیا کہ

"ہم پورے یقین اور وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان (ملکی) معاملات میں ہمارے خیالات دوسری تمام جماعتوں کے خیال سے بہت زیادہ غور و فکر کا نتیجہ ہیں۔ اور ان سے بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں کیونکہ احمدیہ جماعت کے لوگ ہندوستان کے تمام حصص میں موجود ہیں۔ صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ بیرونی ممالک میں بھی وہ پائے جاتے ہیں۔ اور ہماری زندگی کے تمام معاملات ایک امام کے جو ہمارا معلم ہی نہیں بلکہ تمام قوم کی اخلاقی، تمدنی، سیاسی اور روحانی بہبودی اور رہنمائی کا ذمہ وار بھی ہے۔ زیر ہدایت سرانجام پاتے ہیں جماعت کا ہر ایک فرد اس قدر مضبوطی سے اس کے ساتھ گانٹھا گیا ہے کہ عامہ ضروریات کے تمام معاملات کی متواتر رپورٹیں اس کی واقفیت اور اس سے مشورہ لینے کے لئے اس تک پہنچتی رہتی ہیں۔ ہندوستان کے تمام حصص اور بہت سے دوسرے ممالک سے بھی لوگ اس کے پاس آتے رہتے ہیں تاکہ ذاتی طور پر اس سے براہ راست گفتگو کریں چونکہ یہ لوگ سوسائٹی کے ہر ایک طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، اس لئے ہماری جماعت کے مرکزی مقام میں ان واقعات سے جو ہمارے مواطنوں کے تمام مختلف طبقات کی زندگیوں سے متعلق ہیں ہمیشہ براہ راست خبریں پہنچتی رہتی ہیں"

یہ الفاظ صاف ثابت کرتے ہیں۔ کہ ان لوگوں نے قادیان کو مذہبی علوم کا مخزن اب نہیں رہنے دیا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود کے وقت تھا۔ بلکہ اب یہ پولیٹیکل ساز و سامان کا آماجگاہ قرار پا چکا ہے فانا للہ وانا الیہ راجعون ؕ

اس لئے ہم احمدی جماعت جو حضرت مرزا صاحب کو مجدد بلکہ مجدد بزرگ ایک اولوالعزم مجدد اور محدث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے ماتحت مثیل المسیح اور ازروئے الہام الہٰی اس زمانہ کے فتنہ کے لئے مسیح موعود مانتے ہیں ان لوگوں سے الگ ہوئے ہیں۔ شریعت محمدی کے ہوتے ہوئے نہ ہمیں کسی دین جدید کی ضرورت ہے۔ اور نہ سلطنت انگریزی کی موجودگی میں ہمیں کسی ایسی بزدل خلافت کی حاجت ہے کہ بقول خود پانچ لاکھ مریدین کے واجب الاطاعت امام یا بادشاہ کہلا کر صرف ریل کے کمرہ کا کرایہ دیکر اپنے تمام دعاوی سے دست برداری کا مطبوعہ اشامپ دیکا ہے الیسی اولوالعزمی کو ہم کیا کریں جو اڑے وقت دنیا جہان کے سامنے اپنے مریدین کو رسوا کرے

خاکسار محمد حسین ازراہ [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵۔ یک شنبہ ۲۳ جون سنہ ۱۹۱۸ء نمبر ۹۸

آریہ گزٹ کی شر انگیزی

قابل توجہ گورنمنٹ عالیہ

(۲)

"کلیات آریہ مسافر فی الفور ضبط ہونی چاہئے"

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں ہم نے "آریہ گزٹ" کی شر انگیزی کا تذکرہ کرتے ہوئے۔ آریہ سماج کے رشی۔ مہرشی سوامی دیانندجی مہاراج کے ان الفاظ کو نوٹ کیا تھا۔ جو انہوں نے اپنی مقدس کتاب ستیارتھ پرکاش میں عیسائیت۔ اسلام سکھ مذہب کے بانی بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ اور برہمنوں وغیرہ کے متعلق جا نجا کی ہے۔ اس گندہ دماغی کو جیسا کچھ خون جگر کھا کر ہم نے نقل کیا تھا ہمارا ہی دل جانتا ہے۔ ورنہ کون مسلمان ہے جو ان ناپاک الفاظ کو جو سوامی جی مہاراج نے اللہ تعالےٰ۔ حضرت مسیح آنحضرت صلعم اور بابا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھے ہیں خود اپنے ہاتھ سے نقل کرنا تو ایک طرف انہیں پڑھنا اور سننا بھی گوارا کر سکے۔ لیکن بامر مجبوری اس بات کا ثبوت دینے کے لئے کہ جس سخت کلامی کا الزام حضرت مسیح موعود پر آریہ گزٹ اور اس کے ہمنواؤں نے لگانا شروع کیا ہے۔ اس سے بڑھ کر سخت کلامی خود سوامی جی مہاراج کر چکے ہیں حضرت مسیح موعود نے تو جو کچھ لکھا واقعات کی بنا پر لکھا اس میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔ کہ آریہ سماج کے مایہ ناز شہید پنڈت لیکھرام نے مسلمانوں اور بالخصوص احمدیوں کے دلوں پر اپنی زہر آلود قلم سے ایسی ایسی خونچکانیاں کی ہیں کہ ان کا تصور کرتے ہوئے بھی دل کانپتا ہے صرف مسلمانوں اور احمدیوں کے متعلق ہی نہیں۔ بلکہ جیسا کہ ہم سابقہ نمبر میں عرض کر چکے ہیں۔ سوامی جی کی تقلید میں بقول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ ؎

بنیم بیضہ کہ سلطان ستم روا دارد
زنند لشکریانش ہزار مرغ بسیخ

ان کے بھی زبان قلم سے دنیا کی کوئی قوم نہیں چھوٹی۔ اور ہر ایک قوم کے بزرگوں اور پیشواؤں پر حملے کرتے ہوئے ایسے ناپاک الفاظ سے انہوں نے کام لیا ہے۔ کہ جن کا ذکر کرتے ہوئے بھی دل کانپتا ہے۔

ہم نہیں چاہتے۔ کہ ان تمام الفاظ کو جو کلیات آریہ مسافر نامی کتاب میں بڑی تقطیع کے ۹۲ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اس جگہ نقل کر کے دوبارہ عیسائیوں۔ ہندوؤں۔ سکھوں اور مسلمانوں کی دلآزاری کا بوجھ اپنے سر لیں۔ صرف بطور نمونہ چند الفاظ یہاں نقل کئے دیتے ہیں۔ تاکہ سرکار عالیہ ان الفاظ کو دیکھ کر آریہ سماج اور پنڈت لیکھرام کی زیادتیوں اور مسلمانوں کے صبر کا اندازہ لگا سکے جب جبکہ الٹا ہمیں ہی بدنام کیا جاتا۔ اور برگزیدہ الٰہی پر جس نے اس گندہ دہانی کا آخری چارہ کار صرف یہی سمجھا کہ بارگاہ الٰہی سے فیصلے کی درخواست کی جائے۔ یہ بہتان باندھا جاتا ہے۔ کہ اس نے سخت کلامی کی ہے۔ قریب ہے کہ ہمارے صبر کا پیمانہ بھی چھلک جائے اس لئے بہتر ہوگا۔ اگر گورنمنٹ عالیہ الفاظ ذیل کو دیکھ کر کلیات آریہ مسافر اور جیسا کہ ہم اپنے سابقہ نمبر میں لکھ چکے ہیں۔ ستیارتھ پرکاش کی بھی ضبطی کا اعلان کر کے مسلمانوں اور دیگر تمام اقوام کے زخم آلود دلوں پر اپنے عدل و انصاف کی مرہم لگائے۔

نمونۃً چند الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

الف۔ بائیبل اور حضرت مسیح کے متعلق

(۱) "افسوس کہ بائیبل کے خدا کو بھی ہوسئے کے اصل ماں باپ کا پتہ نہیں لگا۔ ورنہ ضرور تحریر کرتے۔ جبکہ ادنےٰ ادنےٰ لوگوں کے نسب نامے موجود ہیں" صفحہ ۲۲۴

(۲) "مسیح کا جھوٹ" صفحہ ۲۲۵

(۳) "مسیح شرابی تھا" صفحہ ۲۲۸

(۴) "چوری سرقہ مویشی اور فریب" کو حضرت مسیح کی طرف منسوب کیا ہے۔ صفحہ ۲۲۹

(۵) "دیکھئے ایک تو مسیح نے گدھی چرائی یا چرائی۔ اور دوسرا گدھی کا بچہ" صفحہ ۲۲۹

(۶) "اور ایسی فریب آمیز چوری اکثر شہروں میں ہوتی ہے۔ بعینہٖ یہی حال اس جگہ ہوا۔ بنا بریں یہ دو جرم ہیں ایک سرقہ مویشی دوم دغا یا فریب" صفحہ ۲۲۹

(۷) "عجز عورتوں سے بوجہ محبت" صفحہ ۲۲۹

(۸) "اس قدر جرائم ہم نے اس چنے ہوئے اور مسیح کے خیرخواہ شاگردوں کے بنے ہوئے نسخے انجیل سے نقل کئے ہیں۔ جو درحقیقت قسم کھا کر بیٹھے تھے کہ مسیح کی برائی کو کتاب میں درج نہ کرینگے۔ مگر خیر باوجود اس سخت احتیاط کے بھی مسیح مجرم ہیں" صفحہ ۲۳۰

(۹) "مسیح لعنتی ہے کسی طرح پاک نہیں۔ اس واسطے نہ خود اس کی نجات ہوئی۔ اور نہ کسی کو معاذ اللہ نجات دلا سکتا ہے اس واسطے اس پر بھروسہ رکھنا معرض خطر ہے"
"زنہار از قرین بد زنہار" صفحہ ۲۳۰

(۱۰) "بائیبل کا خدا نہ رحیم نہ عادل بلکہ ظالم ہے" صفحہ ۲۳۶

(۱۱) "ایسا خدا انجام کار اپنی کرتوتوں سے یہاں تک شرمسار ہوا۔ کہ اپنا گلا کٹانے کے بغیر اس کا چیت شانت نہ ہوا" صفحہ ۲۴۳

(۱۲) "کیا وہ قادر مطلق رحمٰن و شیطان کے دونو کام انجام دینے سے معذور تھا۔ نہیں شیطنت سے ہنوز دست بردار نہیں ہوا" صفحہ ۲۴۵

(۱۳) "بائیبلی خدا سے تو شیوجی ہزار درجہ عالی حوصلہ" صفحہ ۲۲۸

ب۔ عیسائیوں ہندوؤں اور مسلمانوں کے متعلق

(۱) "قرآنی گرانی۔ پورانی تمام۔ فنا وند ہر یک زبنیاد خام"

(۲) "پنڈت مولوی پادری۔ بناحق شماتت شدہ مفتری" صفحہ ۳۱

ج۔ اسلام کے متعلق

(۱) "خدائے محمدیاں حلیم اور نافہم اور مکار اور دھوکا باز۔ اور فریبی بلکہ حیلہ پرداز بھی ہے۔" صفحہ ۳۳۵

(۲) "مگر خدا کی عقل دیکھئے۔ وہ ان کے فرشتوں کے سمجھانے سے بھی سمجھا اور بدستور اس کے نائب بنانے پر ہٹ کرتا رہا۔ آخر الامر وہی ہوا جو فرشتوں نے پیشین گوئی کی تھی۔ اسواسطے خدائے محمدیاں نافہم ہے" صفحہ ۳۳۵

(۳) "جب فرشتوں نے خدا کو شرمندہ کیا" صفحہ ۳۳۵

(۴) "خدا نے اپنی بالتو طوطی کو کہا۔ کہ اے آدم بتا دے ان کو نام ان کے" صفحہ ۳۳۵

(۵) "خدا نے صریحاً تو صریحاً مکر کیا۔ فریب کیا۔ دھوکا دیا۔ دغا کھیلا پس خدا انہیں صفات سے موصوف ہے" صفحہ ۳۳۹

(۶) "جب عمدہ شیطنت کی تعلیم دے چکا۔ تو اس وقت کمبھ کرن کی نیند سے خدائے محمدیاں بیدار نہ ہوتے" صفحہ ۳۳۹

(۷) "آنحضرت صلعم کے متعلق لکھا ہے۔ کہ مرتے وقت فرقت عائشہ سے گریاں تھے۔ اور اس کے حسن و خوبصورتی پر نگراں خدا نے اس کا بت بنا کر جنت میں دکھلایا۔ تب دل بیچین کو قرار آیا" صفحہ ۴۰۶

د۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کے متعلق

(۱) "ان کید قادیان عظیم" صفحہ ۳۲۶

(۲) "زاہد کو کون کہتا ہے یہ حق پرست ہے۔ حوروں پہ مر رہا ہے یہ شہوت پرست ہے" صفحہ ۳۲۷

(۳) "پیر گشتی۔ و باز نجری۔ دل بعجیبان و لب بسو گند است" صفحہ ۳۲۷

(۴) "مرزا صاحب کو جھوٹ بولنے سے ذرا بھی عار نہیں۔ بلکہ دینی شعار جان کر اس پر عملدرآمد باعث افتخار جانتے ہیں اپنے طبعزاد خیال مختلف پیرایہ میں لا کر داناؤں کو اپنی نالایقی پر ہنساتے ہیں۔" صفحہ ۳۳۴

(۵) "خدا کا یہ فرمان تھا۔ کہ میں [illegible] کا ستایا بھی نہیں اس کا مددگار شیطان ہے" صفحہ ۴۹۶

(۶) "ساحر قادیانی" صفحہ ۴۹۶

اس سے آگے اسی صفحہ پر ایک نہایت ہی فحش کلمہ لکھا ہے۔ جس کو نقل کرتے ہوئے بھی ہم ڈرتے ہیں۔ کہ کہیں قانون فحش نویسی کی زد میں نہ آجائیں۔

لیکن اس سے بھی بہت بڑھ کر ابھی اور بیسیوں بلکہ سینکڑوں الفاظ ہیں جن میں فحش نویسی کو کمال تک پہنچا دیا ہے۔ اور وہ وہ نشتر مسلمانوں۔ ہندوؤں اور عیسائیوں کے دلوں میں چبھوئے گئے ہیں۔ کہ ان کی ٹیس اس وقت تک باقی ہے۔ اور باقی رہے گی جبتک کہ یہ کتاب اور اس قسم کا تمام دیانندی لٹریچر صفحہ ہستی سے نابود نہ کر دیا جائے۔

صرف ہم ہی اس سماجی گندہ دماغی کے شاکی نہیں بلکہ جیسا کہ ہم سابقہ نمبر میں دکھا چکے ہیں۔ لالہ گنگا سی رام ایم۔ اے وکیل جیسے بہت سے آریہ سماجی تعلیم یافتہ ہم سے بہت بڑھ کر اس کے شاکی پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اندر تو اور خود مہاتما منشی رام جیسے مشہور آریہ سماجی لیڈر نے جو کچھ عرصہ سے سوامی شردھانند کے لقب سے ملقب ہیں۔ آریہ اخبارات کے ایڈیٹران کو ان کی اسی قسم کی درشت کلامی کے سبب "شکاری بلڈاگ" تک کا خطاب دینے سے دریغ نہیں کیا۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر اس درشت کلامی کا احساس صوبجات متحدہ کی گورنمنٹ کو بھی ہوا ہے۔ اور آئے سال ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس کی ۱۹۱۴ء کی انتظامی رپورٹ کے سب ذیل الفاظ سے ظاہر ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ

"آریہ سماج کی طرف سے متعدد کتب تعلیمی۔ سوشل و مذہبی مضامین کے متعلق شائع ہوئی ہیں جن میں اصلاح کے لئے سنجیدگی کے ساتھ کوشش کی گئی۔ لیکن مناظرہ میں درشت کلامی میں کوئی نمایاں کمی واقع نہیں ہوئی جس میں کہ مثل سابق سچائی اور معقولیت کا مطلق لحاظ نہیں رکھا گیا"

اس "مثل سابق" کی تشریح خود "مسافر آگرہ" نے ان الفاظ میں کی ہے کہ

"اس قسم کی رایوں کا اظہار آریہ سماج کے لٹریچر کے متعلق پہلے سالوں کی گورنمنٹ رپورٹوں میں بھی موجود ہے"

پھر اس قدر صاف بات کے ہوتے ہوئے اور خود گورنمنٹ انگریزی ہی کی ایک مقامی حکومت کی علانیہ شہادت کی موجودگی میں کس قدر ضروری اور لابد ہے۔ کہ گورنمنٹ پنجاب بھی اس طرف اپنی عنان توجہ کو منعطف کرے۔ اور ایسی درشت زبانیوں کو یکقلم موقوف کرنے کے لئے ان سب کتب کی جن میں ایسے ایسے ناپاک الفاظ قوموں اور ان کے پیشواؤں کی کتابوں اور اللہ تعالیٰ کی نسبت ہیں۔ ضبطی کا حکم صادر فرمائے۔

کیا گورنمنٹ عالیہ کے ذمہ وار حکام اس طرف متوجہ ہونگے؟

کرنسی نوٹوں کے بھنانے میں مشکلات

اور گورنمنٹ کی "اطلاع عام"

جس دن سے ایک [illegible] اور دو سالی [illegible] کے کرنسی نوٹ جاری ہوئے ہیں پبلک کو سخت مشکلات پیش آرہی ہیں۔ عام طور پر دو کاندار اور دیہاتی لوگ ان نوٹوں کو لینا پسند نہیں کرتے۔ اور بعض اگر لیتے ہیں تو [illegible] بٹہ ساتھ لیتے ہیں۔ اس قسم کے مواقع آئے دن پیش آتے ہیں جن کا ذکر عموماً ہر اخبار میں ہوتا ہے۔ ان ناگوار شکایات کو دیکھ کر گورنمنٹ نے ایک اعلان برائے اشاعت ارسال کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ

"گورنمنٹ کو یہ سن کر افسوس ہوا ہے کہ بعض بدنیت اشخاص کرنسی نوٹوں کو بٹا لئے بغیر لینے سے انکار کرتے ہیں۔ اس طرح انکار کرنا بالکل ناجائز ہے۔ کیونکہ کرنسی نوٹ قانونی طور پر ان پر مندرجہ رقم کے برابر ہوتے ہیں اور اس لئے ان کی قیمت اسی قدر چاندی کے روپیوں کے برابر ہوتی ہے چنانچہ گورنمنٹ اپنی واجب الوصول جملہ رقوم مثلاً معاملہ زمین وغیرہ کی ادائیگی میں ہمیشہ نوٹوں کو بخوشی لیتی ہے۔ اور اسی طرح قرضہ جنگ کی بابت

جلد ۵ | مقام المسیح لاہور: یکشنبہ ۱۳ رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۲۳ جون سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۹۸

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

مسیح موعودؑ کے روزے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اپنی خاص عبادتوں میں اس حالت میں بھی جب ابھی آپ کو منصب ماموریت پر کھڑا نہیں کیا گیا بکثرت سے روزے رکھتے تھے۔ چنانچہ اس التزام کا جو آپ نے اسبارہ میں لحوظ رکھا۔ آپ یوں ذکر فرماتے ہیں۔ کہ

"حضرت والد صاحب کے زمانہ میں ہی جبکہ ان کا زمانہ وفات بہت نزدیک تھا۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ ایک بزرگ معمر پاک صورت مجکو خواب میں دکھائی دیا۔ اور اس نے یہ ذکر کر کے کہ کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ کیا۔ کہ میں اس سنت اہل بیت رسالت کو بجا لاؤں۔ سو میں نے کچھ مدت تک التزام صوم کو مناسب سمجھا مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا۔ کہ اس امر کو مخفی طور پر بجا لانا بہتر ہے پس میں نے یہ طریق اختیار کیا کہ گھر سے مردانہ نشستگاہ میں اپنا کھانا منگواتا اور پھر وہ کھانا پوشیدہ طور پر بعض یتیم بچوں کو جن کو میں نے پہلے سے تجویز کر کے وقت پر حاضری کے لئے تاکید کر دی تھی دیدیتا۔ اور اس طرح تمام دن روزہ میں گذارتا اور بجز خدا تعالےٰ کے ان روزوں کی کسی کو خبر نہ تھی پھر دو تین ہفتہ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ ایسے روزوں سے جو ایک وقت میں پیٹ بھر کر روٹی کھا لیتا ہوں مجھے کچھ بھی تکلیف نہیں۔ بہتر ہے۔ کہ کسی قدر کھانے کو کم کروں۔ سو میں اس روز سے کھانے کو کم کرتا گیا۔ یہانتک کہ میں تمام رات دن میں صرف ایک روٹی پر کفایت کرتا تھا۔ اور اسی طرح میں کھانے کو کم کرتا گیا۔ یہاں تک کہ شاید صرف چند تولہ روٹی میں سے آٹھ پہر کے بعد میری غذا تھی۔ غالباً آٹھ یا نو ماہ تک میں نے ایسا ہی کیا۔ اور باوجود اس قدر قلت غذا کے کہ دو تین ماہ کا بچہ بھی اس پر صبر نہیں کر سکتا۔ خدا تعالےٰ نے مجھے ہر ایک بلا اور آفت سے محفوظ رکھا۔ اور اس قسم کے روزے کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے۔ وہ لطیف مکاشفات ہیں جو اس زمانہ میں میرے پر کھلے۔ چنانچہ بعض گذشتہ نبیوں کی ملاقاتیں ہوئیں۔ اور جو اعلےٰ طبقہ کے اولیا اس امت میں گذر چکے ہیں۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ اور ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معہ حسنین و علی رضی اللہ عنہم و فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا۔ اور یہ خواب نہ تھی۔ بلکہ ایک بیداری کی قسم تھی۔ غرض اسی طرح پر کئی مقدس لوگوں کی ملاقاتیں ہوئیں جن کا ذکر کرنا موجب تطویل ہے۔ اور علاوہ اس کے انوار روحانی تمثیلی طور پر ۔۔۔ برنگ ستون سبز و سرخ ایسے دلکش و دلستان طور پر نظر آتے تھے کہ ان کا بیان کرنا بالکل طاقت تحریر سے باہر ہے۔ وہ نورانی ستون جو سیدھے آسمان کی طرف گئے ہوئے تھے جن میں سے بعض چمکدار سفید اور بعض سرخ تھے۔ ان کو دل سے ایسا تعلق تھا۔ کہ ان کو دیکھ کر دل کو نہایت سرور پہنچتا تھا۔ اور دنیا میں کوئی بھی ایسی لذت نہیں ہوگی۔ جیسا کہ ان کو دیکھ کر دل اور روح کو لذت آتی تھی۔ میرے خیال میں ہے۔ کہ ستون خدا اور بندہ کی محبت کی ترکیب سے ایک تمثیلی صورت میں ظاہر کئے گئے تھے یعنے وہ ایک نور تھا جو دل سے نکلا۔ اور دوسرا نور وہ تھا جو اوپر سے نازل ہوا اور دونوں کے ملنے سے ایک ستون کی صورت پیدا ہو گئی۔ یہ روحانی امور ہیں کہ دنیا ان کو نہیں پہچان سکتی کیونکہ وہ دنیا کی آنکھوں سے بہت دور ہیں۔ لیکن دنیا میں ایسے بھی ہیں۔ جن کو ان امور سے خبر ملتی ہے +

غرض اس مدت تک روزہ رکھنے سے جو میرے پر عجائبات ہوئے وہ انواع و اقسام کے مکاشفات تھے۔ ایک اور فایدہ مجھے یہ حاصل ہوا۔ کہ میں نے ان مجاہدات کے بعد اپنے نفس کو ایسا پایا کہ میں وقت ضرورت فاقہ کشی پر زیادہ سے زیادہ صبر کر سکتا ہوں میں نے کئی دفعہ خیال کیا۔ کہ اگر ایک موٹا آدمی جو علاوہ فربہی کے پہلوان بھی ہو میرے ساتھ فاقہ کشی کے لئے مجبور کیا جائے۔ تو قبل اس کے کہ مجھے کھانے پینے کے لئے کچھ اضطرار ہو۔ وہ فوت ہو جائے۔ اس سے مجھے یہ بھی ثبوت ملا کہ انسان کسی حد تک فاقہ کشی میں ترقی کر سکتا ہے۔ اور جب تک کسی کا جسم ایسا سختی کش نہ ہو جائے۔ میرا یقین ہے کہ ایسا تنعم پسند روحانی منازل کے لائق نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں ہر ایک کو یہ صلاح نہیں دیتا کہ ایسا کرے اور نہ میں نے اپنی مرضی سے ایسا کیا۔ میں نے کئی جاہل درویش ایسے بھی دیکھے ہیں۔ جنہوں نے شدید ریاضتیں اختیار کیں۔ اور آخر یبوست دماغ سے وہ مجنون ہو گئے اور بقیہ عمر ان کی دیوانہ پن میں گذری۔ یا دوسرے امراض سل اور دق وغیرہ میں مبتلا ہو گئے۔ انسانوں کے دماغی قویٰ ایک طرز کے نہیں ہیں۔ پس ایسے اشخاص جن کے فطرتاً قویٰ ضعیف ہیں۔ ان کو کسی قسم کا جسمانی مجاہدہ موافق نہیں پڑ سکتا۔ اور جلد کسی خطرناک بیماری میں پڑ جاتے ہیں۔ سو بہتر ہے کہ انسان اپنے نفس کی تجویز سے اپنے تئیں مجاہدہ شدیدہ میں نہ ڈالے۔ اور دین العجائز اختیار رکھے۔ ہاں اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی الہام ہو اور شریعت غرا اسلام سے منافی نہ ہو۔ تو اس کو بجا لانا ضروری ہے۔ لیکن آجکل کے اکثر نادان فقیر جو مجاہدات سکھلاتے ہیں ان کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ پس ان سے پرہیز کرنا چاہئے +

اخبار احمدیہ

شملہ کی تازہ خبروں سے یہ معلوم ہوا ہے۔ کہ وہاں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے ساتھ مسئلہ نبوت مسیح موعود پر مباحثہ کی تجویز ہو رہی ہے۔ مزید تفصیلات ابھی موصول نہیں ہوئیں جن کے آنے پر پوری کیفیت لکھی جائیگی۔ انشاء اللہ +

حضرت امیر ایدہ اللہ کے شملہ پہنچنے پر بعض دوستوں کی ملاقات اور گفتگو کی خبر ہمکو دی گئی تھی۔ اس کے ایک دو روز بعد مکرمی شیخ عبد الحق صاحب شملوی نے اس گفتگو کی مفصل کیفیت ہمکو بھیجدی۔ جو گو اب پرانی ہو چکی ہے۔ لیکن جن باتوں کا اس میں ذکر ہے۔ چونکہ اب بھی نئی ہیں اس لئے انشاء اللہ موجب دلچسپی ہو گی۔ شیخ عبد الحق صاحب امید ہے۔ کہ اسی طرح سے کم از کم ہر ہفتہ مختلف کوائف سے ہمیں مطلع فرماتے رہا کرینگے +

مورخہ ۲ جون کو اتوار کا دن تھا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کی تشریف آوری کی خبر شملہ کی پبلک کو معلوم نہ تھی۔ لیکن پھر بھی وہ احباب جن کو خبر پہنچ سکی۔ وہ ملنے کے لئے تشریف لائے۔ احمدی محمودی اور دوسرے مسلمانوں میں سے بعض بزرگ موجود تھے۔ مولوی برکت علی صاحب سپرنٹنڈنٹ ریلوے بورڈ۔ اور مولوی عبد الرحمن صاحب میڈیکل ڈیپارٹمنٹ خاص طور پر نام لینے کے قابل ہیں۔ مولوی برکت علی صاحب ایک اخلاص مند اور سچے جوش والے مسلمان ہیں۔ مولینا سے سوال و جواب اور ایسے ہی مذہبی پہلو پر تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ مولینا عبد الرحمن صاحب نے محمودی نقطہ خیال سے مسئلہ نبوت پر چند ایک سوال کئے حضرت امیر ایدہ اللہ نے ایسی اصول کی گفتگو کی۔ اور نہایت ہی اچھے پہلو سے حقیقت الوحی صفحہ ۳۹۱ کا مطلب ایسا نو کھے مگر نہایت ہی دلچسپ اور مرغوب طریقے سے سمجھایا۔ کہ بے اختیار اللہ تعالیٰ کی حمد زبان سے نکلتی ہے۔ کہ اس نے محض اپنے فضل اور کرم سے اہل حق کی سکو پاشی پاشی کرنے کے لئے کتنا بسیط علم اس عنیو ر پہلوان اسلام کو عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ ۸ بجے شام تک یہ سلسلہ برابر جاری رہا +

مورخہ ۳ جون کو حضرت مولینا کی آمد کی خبر سب سارے صاحبان کو مل گئی۔ اور خوش قسمتی سے حضور شہنشاہ ہند کی سالگرہ ہونے کے سبب سے دفاتر بند تھے۔ بیسیوں تعلیم یافتہ احباب حضرت کی ملاقات کو تشریف لائے۔ مولینا عبد الرحمن صاحب نے مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق چند ایک اعتراضات کئے۔ ان کے جوابات عطا فرمانے پر انہوں نے خلیفہ رشید الدین صاحب کی صاحبزادی کے نکاح کے متعلق یہ فرمایا۔ کہ پچھلے سال جب میاں

بھی نوٹ لے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح ہر ایک شخص کو اختیار ہے کہ وہ اپنے قرضہ جات کے قرضخواہوں کی ادائیگی میں کرنسی نوٹوں کو ان پر معندرجہ رقم کے عوض دیدے۔ اس کا قرضخواہ اس کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ قرضہ کی رقم روپیوں یا کسی دیگر سکہ کی شکل میں ادا کرے۔ گورنمنٹ کا یقین ہے کہ جو افواہیں گورنمنٹ کے کرنسی نوٹوں کے خلاف اڑائی گئی ہیں وہ محض ایسے بدنیت اشخاص کا کام ہے جو جانتے ہیں کہ یہ افواہیں بے بنیاد ہیں۔ لیکن ان کو صرف اس غرض سے مشہور کرتے ہیں کہ ناواقف لوگوں کو ورغلا کر ان کے نوٹ ان کی اصل قیمت سے کم روپیہ ادا کرکے حاصل کریں اور خود نفع اٹھائیں۔ امید ہے کہ عوام الناس ایسے لوگوں کی دھوکہ بازیوں میں نہیں پھنسینگے جو وہ صریحاً اپنی خود غرضی کی خاطر عمل میں لاتے ہیں۔ امید ہے کہ اس تنبیہ کی اشاعت لوگوں کو اس دھوکہ میں پھنسنے سے بچائیگی اور وہ اپنے نوٹوں کو ان کی اصل قیمت سے کم روپیہ پر فروخت نہیں کرینگے۔ اور اس طرح نقصان سے بچے رہینگے۔“

سرکار عالیہ کا یہ فرمان فی الحقیقت اس قابل ہے۔ کہ اسے سر آنکھوں پر رکھا جاوے۔ اور ایسے بدنیت لوگوں سے جنہوں نے نوٹوں پر بٹہ لینے کو ہی اپنا ذریعہ معاش بنا رکھا ہے۔ اس سے متنبہ کرکے آیندہ ایسی حرکات سے انہیں روک دیا جاوے۔ لیکن پھر بھی بعض اوقات نوٹوں کو بھنانے کے لئے یہ مصیبت پیش آتی ہے۔ کہ لوگ بٹہ نہ لیکر بھی سرے سے ان کا بھان ہونے سے ہی انکار کر دیتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ایک ایک نوٹ کے لئے از حد خراب وخستہ ہونا پڑتا ہے۔ اور دوکاندار سودا خریدنے پر بھی نوٹ کی باقی موجود ہونے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اس لئے گورنمنٹ عالیہ کو اس دقت کو دور کرنیکی کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہئے۔ کہ یہ مصیبت باقی نہ رہے۔ اور لوگ آئے دن کی ان تکالیف سے بچ جائیں۔ جس کی بہترین صورت ہمارے خیال میں یہ ہو سکتی ہے۔ کہ شہر میں متعدد جگہوں پر کرنسی آفس کی شاخیں کھول دی جائیں۔ جہاں سے لوگ ایسے نوٹ بآسانی بھنا سکیں۔ اسی سے ہمارے خیال میں بٹہ لینے کی ناجائز کوشش کا بھی انسداد ہو سکتا ہے۔ اور لوگ قسما قسم کی تکالیف سے بھی بچ سکتے ہیں۔ کیا گورنمنٹ اس طرف توجہ فرمائیگی؟

جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں سے سلوک

جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں سے ناجائز سلوک کی شکایات آئے دن سننے میں آتی ہیں۔ اور تعجب ہے کہ ان کا انسداد کسی طرح بھی نہیں ہو سکتا باوجودیکہ جہانتک ہمیں معلوم ہے حکومت ہند نے اس ناگوار رویہ کو بدلوانے میں اپنی طرف سے کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ تاہم اس قسم کے واقعات اب بھی معاصر ”پیسہ اخبار“ کی زبانی سننے میں آرہے ہیں۔ کہ اگر کوئی ہندوستانی ہندوستان میں آکر شادی کرے خواہ ہندو ہو خواہ مسلمان اور اپنی بیوی کو افریقہ واپس لے جاوے تو اس نکاح کی قانوناً وہاں کچھ قیمت ہی نہیں ہے۔ وہاں تو صرف انگریزی یا عیسائی طریقہ سے جو شادی کرائے اس کی شادی قانون کی نظر میں وقعت رکھتی ہے۔ نہ صرف یہ سختی ہی سہنی پڑتی ہے۔ بلکہ جب خاوند اور بی بی جہاز سے اترتے ہیں۔ خواہ پردہ دار ہو یا بے پردہ بہت سی عورتوں میں عورت کو بٹھا کر مرد کو کہا جاتا ہے کہ اپنی بیوی کو تلاش کر لو۔ اور پھر مردوں کے مجمع میں بٹھا کر عورت کو کہا جاتا ہے۔ کہ تم اپنے خاوند کو تلاش کرو۔ اس طرح پردہ دار خاتون کو بے حرمت کیا جاتا ہے۔“ یہ اور اسی قسم کے بعض دیگر واقعات جو نامہ نگار پیسہ اخبار نے لکھے ہیں۔ اگر صحیح ہیں تو ان کے ناگوار اور ناجائز ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ ہمارے خیال میں ان تمام واقعات کو حکومت ہند کے نوٹس میں لاکر ان کے انسداد کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ کہاں ہیں مسٹر گاندھی جو ہندوستانیوں کی ان مشکلات کو دور کرنے میں ان کا پورا ساتھ دیا کرتے ہیں۔ کیا مسٹر موصوف کے نزدیک غریب ہندوستانیوں کی اب اس قدر بھی وقعت نہیں رہی۔ جتنی کہ ان کی نظروں میں گائے کی ہے جس کے بدلے انہیں ہندوستانی مسلمانوں کا حق کی خاطر بھی انہیں جنوبی افریقہ میں سخت سے سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ خون تک بہا دینے سے انہیں دریغ نہیں۔ جیسا کہ ان کے ایک تازہ اعلان سے جس کا ذکر کسی گذشتہ اشاعت میں ہو چکا ہے۔ ظاہر ہے۔ لیکن مسٹر گاندھی تو پھر بھی کچھ نہ کچھ کرینگے ہی۔ افسوس تو ان مسلمانوں کا ہے جن کے بھائی بند ان علاقوں میں ایسی ایسی سخت مصائب کے شکار ہو رہے ہیں۔ اور انہیں خیال تک بھی نہیں۔ ضرورت ہے کہ مسلم لیگ اس طرف خاص طور پر متوجہ ہو۔

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

”پیغام صلح“ کی گذشتہ اشاعت میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے ان لوگوں کی غلطی کو ظاہر کیا تھا جو ولایت میں نام کو تو تبلیغ احمدیت کرتے ہیں۔ لیکن کسی شخص کے صرف اس قدر لکھ دینے پر کہ میں آنحضرت صلعم کو پرافٹ دبنی مانتا ہوں اس کے قبول اسلام یا تصدیق نبوت آنحضرت صلعم کا اعلان کر دیتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب نے بتایا تھا۔ کہ یہاں پرافٹ کا لفظ عام ہے۔ اور اس سے کسی کا من جانب اللہ ہونا پایا نہیں جاتا۔ پس ایسی حالت میں جو لوگ کسی کے آنحضرت صلعم کے متعلق صرف یہ لفظ بول دینے سے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اس نے آنحضرت صلعم کی نبوت کی تصدیق کی یا آپ کو من جانب اللہ رسول مان لیا۔ یا تو خود دھوکا کھاتے ہیں یا عمداً لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے ووکنگ مسلم مشن کے متعلق بھی بتایا تھا۔ کہ وہاں مسلمان ہونے والوں سے جن اقرار نامہ پر دستخط کرائے جاتے ہیں۔ اس میں سے لفظ پرافٹ کو اسی وجہ سے نکال دیا ہے۔ اور اس کی جگہ لفظ مسنجر لکھدیا ہے جس کے معنوں میں ہی من جانب اللہ ہونا پایا جاتا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کے اس بیان سے افسوس ہے کہ محمودی مبلغ قاضی عبداللہ صاحب نے فایدہ اٹھانے کی بجائے ۲۱ جون ۱۹۱۹ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے والی ضرب المثل کو زندہ کیا ہے۔ اور خود اپنی اصلاح کرنے کے بجائے لکھا ہے۔ کہ خواجہ صاحب نے یہ اصلاح اپنے فارموں میں کرکے پہلے تمام نومسلمین کے اقرار ناموں کو مشکوک کر دیا ہے۔ حالانکہ قاضی صاحب اگر چشم بینا سے کام لیتے تو حضرت خواجہ صاحب کی اسی چٹھی میں یہ بھی لکھا ہوا نظر آجاتا کہ

”ہم مسیح کے لئے بھی اس نئے اقرار سے لیتے ہیں کہ وہ ایک نبی ہے۔ اور اس کے ساتھ لفظ مسلم بھی لکھوا لیتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ اس نے اسلام اپنا مذہب قبول کر لیا۔“

ان حالات میں اس قدر اقرار ناموں کے باوجود حضرت خواجہ صاحب پر یہ الزام نہیں آسکتا کہ ان [illegible] فارموں میں جو پہلے ”پرافٹ“ کا لفظ تھا۔ تو وہ ان کے اعلان کردہ نومسلمین کے قبول اسلام کو مشکوک کرنے والا ہے۔ یہ تو تب ہوتا۔ اگر حضرت خواجہ صاحب مفتی صاحب کی طرح نرا لفظ ”پرافٹ“ ہی لکھواتے۔ بلکہ وہ تو اس کے ساتھ لفظ ”مسلم“ بھی لکھواتے ہیں۔ اور یہ بھی لکھواتے ہیں کہ اسلام اپنا مذہب قبول کر لیا۔ اس قدر تصریحات کے باوجود ان پر کیونکر الزام آسکتا ہے کہ ان لفظ ”پرافٹ“ کے اس بے جا استعمال کو دیکھکر جو مفتی صاحب نے کرنا شروع کیا ہے۔ انہوں نے مزید احتیاط کے لئے اس کو بھی بدل دیا۔ اور اس کی جگہ مسنجر رکھدیا۔ اس صاف وصریح بات کو مدنظر نہ رکھنا اور خواہ مخواہ اپنا الزام دوسروں پر تھوپنا الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کا مصداق نہیں تو کیا ہے۔ قاضی صاحب نے خود ہی لکھا ہے کہ

”ہم نے ایسے لوگوں (یعنے ”پرافٹ“ کا اقرار کرنے والوں) کو کبھی اسلام میں شامل نہیں سمجھا۔ بلکہ ان کو قریب باسلام سمجھکر ان کو مصدقین کی فہرست میں رکھا ہے۔“

لیکن کیا قاضی صاحب بتا سکتے ہیں۔ کہ یہ کس قسم کے ”مصدقین“ ہیں۔ جو ان کے نزدیک ”قریب باسلام“ آجاتے ہیں جب خود ان کے نزدیک بھی وہاں ممالک میں عموماً پرافٹ کا لفظ عام طور پر اس [illegible] ہے۔ تو پھر اس لفظ سے اقرار کرنے والے آنحضرت صلعم کی نبوت کے مصدق کیونکر قرار پا گئے۔ مصدق تو تو ہوں۔ کہ آپ کو من جانب اللہ نبی سمجھیں گو اسلام میں داخل نہ ہوں۔ لیکن جب وہ آپ کو من جانب اللہ نبی نہیں سمجھتے۔ بلکہ لفظ ”پرافٹ“ اپنے وسیع معنوں کی رو سے وہاں عام طور پر آنحضرت صلعم پر بولدیا جاتا ہے تو ایسا کہنے والوں کو آنحضرت صلعم کی نبوت کے مصدقین [illegible] قریب باسلام قرار دے دینا یہ کہاں تک جائز ہے۔ قاضی صاحب بایں ہمہ کہ وہ خواجہ صاحب کی فرضی غلطیوں ان کے ڈھول کا پول انکے اعلانات سے انکا تو کچھ نہیں بگاڑتے۔ خواہ مخواہ اپنی ہی تذلیل [illegible] کر رہے ہیں۔

مفتی صاحب کا مذہب اور قاضی صاحب کی وکالت

۱۳ اور ۲۷ مئی ۱۹۱۹ء کے ”پیغام صلح“ میں ہم نے مفتی صاحب کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے۔ کہ جب انہوں نے ۱۹۰۸ء میں حضرت مسیح موعود کو نبی لکھا تو اس وقت ان پر کیوں اعتراض نہ کیا گیا۔ یہ لکھا تھا کہ خود یہی مفتی صاحب اسی اخبار بدر کے ایک پرچہ میں حضرت مولینا نور الدین صاحب مرحوم کا ایک مکتوب شایع کرتے ہیں۔ جس میں وہ ”مسلم النبوت اولیاء اللہ کے کلام سے لفظ نبی اللہ صاف صاف طور پر دکھانے کا دعوے کرتے اور فرماتے ہیں۔ کہ حضرت مولینا روم رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنے پیر کی نسبت لکھا ہے کہ ”پیر کو نبی وقت خویش است اے مرید“ پھر مفتی صاحب مولینا شبلی مرحوم کے صاف اقرار کرتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود کو وہ لغوی معنوں میں نبی سمجھتے ہیں۔ اور اس لفظ کو کثرت سے استعمال کرنے سے حضرت مسیح موعود نے منع فرمایا ہے پھر تحفہ بنارس میں آنحضرت صلعم کی نسبت لکھتے ہیں۔ کہ وہ نبیوں کا سردار ہے۔ اور اس کے غلاموں میں نبیوں کی ایک قطار ہے۔ اور اس قطار کے اندر حضرت معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر اولیائے امت۔ بلکہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے ماتحت امت کے کل علماء کو ہی شامل کرتے ہیں۔ ان سب تصریحات کے ہوتے ہوئے یہ کیسے ہم مان لیں کہ کبھی ایک آدھ جگہ اگر مفتی صاحب نے حضرت صاحب کو نبی لکھا تو وہ حقیقی اور کامل نبی کے معنوں میں ہی لکھا۔ اور پھر یہ بھی مفتی صاحب کا کس قدر جھوٹ ہے۔ کہ لغوی نبی انہوں نے حضرت مسیح موعود کو خود اپنی طرف سے نہیں۔ بلکہ مولانا شبلی مرحوم نے [illegible] کہا تھا۔ اور اس سے بھی بڑھکر یہ جھوٹ ہے۔ کہ تحفہ بنارس میں اولیائے امت بالخصوص حضرت معین الدین چشتی کو نبیوں کی قطار میں شامل کرکے پھر اس سے انکار کرتے ہیں۔ ہمیں امید تھی کہ ان صاف وصریح مطالبات کا جواب مفتی صاحب ذرا سوچ سمجھکر دینگے۔ لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے اس کے جواب میں خود تو کوئی زیادہ بہتر سمجھا ہے۔ اور اپنی جگہ قاضی عبداللہ صاحب کو کھڑا کیا ہے۔ جنہوں نے مولانا شبلی [illegible] اور تحفہ بنارس والے حوالہ کا تو کوئی جواب نہیں دیا۔ گویا اس کو تسلیم کر لیا ہے۔ لیکن حضرت مولینا مرحوم کے مکتوب کے متعلق لکھا ہے۔ کہ انہوں نے جو مسلم النبوت اولیاء اللہ کے کلام سے لفظ نبی اللہ دکھانے کا دعوے کیا ہے۔ تو یہ ایک الزامی جواب ہے جو غیر احمدیوں کو دیا گیا ہے [illegible] سے مولینا مرحوم یا مفتی صاحب کا مذہب ثابت نہیں ہوتا۔ .... لیکن بہتر ہوتا۔ کہ قاضی صاحب یہ بھی لکھ دیتے کہ حضرت مولینا مرحوم اور مفتی صاحب خود ان اولیاء اللہ کو کافر سمجھتے تھے۔ کیونکہ اگر یہ صحیح ہے کہ انہوں نے نبی کا لفظ اپنے متعلق بولا ہے۔ اور حضرت مولینا مرحوم اسے جائز نہیں سمجھتے اور اسی لئے الزامی جواب دیتے ہیں۔ تو پھر [illegible] وہ انہیں کافر سمجھتے ہوں۔ اور کیا کہا جا سکتا ہے [illegible] بلکہ آپ انہیں خود بھی ”مسلم النبوت اولیاء اللہ“ بھی سمجھتے تو ان کے کلام میں جو صاف صاف نبی اللہ کا لفظ پایا جاتا ہے لازمی بات ہے۔ کہ آپ خود بھی اسے صحیح سمجھیں [illegible] الزامی جواب تو تب ہو۔ کہ خود ان کو اولیاء اللہ نہ مانتے ہوں [illegible] ان کو اولیاء اللہ مانتے ہیں۔ تو یہ نرا الزامی جواب [illegible] ان کا اپنا عقیدہ بھی اس سے ثابت ہے [illegible] کہ وہ امت میں بطور مجاز اس لفظ کا بولا جانا مانتے ہیں۔ اور ایسا ہی مفتی صاحب بھی جنہوں نے اس مکتوب کو شایع کیا۔ ورنہ مفتی صاحب اعلان کریں۔ کہ وہ حضرت مولانا روم کو کیا سمجھتے ہیں جنہوں نے ”پیر کو نبی وقت خویش است اے مرید“ اپنے پیر کی نسبت کہا اور ان تیرہ ”مسلم النبوت اولیاء اللہ“ کو کیا جانتے ہیں۔ جن کے کلام سے حضرت مولینا مرحوم نے نبی کا

لفظ دکھانے کا دعوےٰ کیا ہے ❖

ایسا ہی مفتی صاحب کو تحفہ بنارس اور شبلی مرحوم والے ٹریکٹ کی نسبت بھی ایمانداری کے ساتھ اپنی پوزیشن صاف کر نی چاہئے۔ اور خواہ مخواہ اپنی ژولیدہ بیانیوں سے اپنے کذب کا ثبوت نہیں دینا چاہئے ❖

اسلامی اور انگریزی قانون طلاق

اسلامی قانون طلاق کے خلاف ہمیشہ یہ اعتراض سب سے زیادہ وقیع سمجھا گیا ہے۔ کہ اس نے طلاق کی وجوہات قایم نہیں کیں۔ لیکن خود ان مہذب ممالک کی حالت کو دیکھو۔ جہاں سے یہ آواز ہمیشہ بلند ہوئی ہے کہ کیا وہاں طلاق کی کوئی وجوہات ہمیشہ کیلئے قایم رہ سکی ہیں۔ اور تو اور خود انجیل میں طلاق کی ایک ہی وجہ قرار دی گئی تھی لیکن عیسائی دنیا کی موجودہ حالت بتا رہی ہے۔ کہ یہ وجہ کس درجہ ناکافی ثابت ہوئی ہے۔ اور اسلام کا اس کو خود لوگوں کے حالات پر چھوڑ دینا اس کے کامل مذہب ہونے کا کتنا بڑا ثبوت ہے۔ ولایت کی تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں جنگ کی وجہ سے ناجایز تعلقات بہت بڑھ رہے ہیں۔ اور طلاق کی درخواستوں کی بھرمار ہو رہی ہے۔ اس لئے شور برپا ہے۔ کہ قانون طلاق کی اصلاح ہونی چاہئے۔ اسی غرض سے کئی ایک قومی کمیٹیاں بن چکی ہیں۔ بلکہ بقول لائیڈ ویکلی نیوز پچھلے دنوں خود پارلیمنٹ نے بھی ایک کمیٹی بنائی تھی۔ کہ وہ قانون ازدواج کی اصلاح کرے۔ اس کمیٹی نے سفارش کی ہے۔ کہ اگر مرد یا عورت اپنے زوج کو چھوڑ کر تین سال تک مفقود الخبر رہے۔ تو مفرور کی بیوی یا خاوند (جیسی کہ صورت ہو) طلاق لے سکتا ہے۔ یہی سفارش اس قسم کی ایک کمیٹی نے ۱۹۱۲ء میں بھی کی تھی۔ موجودہ کمیٹی نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ بہت سے میاں بیوی آپس میں سمجھوتہ کر کے علیحدہ رہتے ہیں۔ یا ان میں سے کوئی مجنون ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح شادی کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ ان کو قانون کی رو سے طلاق دینے کا حق ملنا چاہئے۔ آخر میں لکھا ہے۔ کہ اس وقت کہ ملک کے مرد تباہ ہو رہے ہیں۔ ایسے قوانین کی اشد ضرورت ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ اس وقت برطانوی قوانین ازدواج کو بدلنے کی اشد ضرورت ہے۔ لیکن اس کی صورت صرف طلاق ہی کے دائرہ کو مختلف وجوہات قایم کر کے وسیع کرنا نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ بلکہ اس کو حاکم کی اپنی سمجھ اور فہم پر چھوڑ دینا چاہئے۔ کہ کسی پیش آمدہ مقدمہ طلاق کی کہاں تک ضرورت ہے۔ لیکن سب سے زیادہ ضرورت اس وقت ملک کی عورتوں کو رشتہ ازدواج میں منسلک کرنے کی ہے۔ تاکہ ناجایز تعلقات بڑھنے نہ پائیں۔ سو اس کے لئے سوائے تعدد ازدواج کے اور کوئی صورت نہیں اور انشاء اللہ وہ دن آتے ہیں۔ جب برطانیہ عظمےٰ اور دیگر یورپین ممالک اسلام کے ان اصولوں کو عملاً اختیار کرینگے ❖

بقیہ مضمون صفحہ اول کالم ۳۔

محمود احمد صاحب کے گئے تھے تو یہاں یہ سوال ان سے پوچھا تھا کہ خلیفہ صاحب کی لڑکی کا نکاح غیر احمدی سے کیوں کیا گیا میاں صاحب نے یہ جواب دیا تھا۔ کہ لڑکی بھی غیر احمدی تھی۔ تو اس لئے اس میں کیا حرج ہے اس کی بابت حضرت مولینا موصوف نے میاں محمود احمد صاحب کی تحریر سے ثابت کیا۔ کہ لڑکی احمدی تھی۔ جس پر حاضرین مجلس سخت حیران ہوئے کہ ایک غلط عقیدہ کی خاطر میاں صاحب کو کیا کچھ پہلو بدلنے پڑتے ہیں۔ بعد از نماز عصر دیگر مسلمان بھائیوں نے مخالف غیر احمدی امام کے متعلق بہت سے سوالات فرمائے جنکا حضرت امیر ایدہ اللہ نے اصولاً ان کو جواب دیا کہ مجدد قوم کی اصلاح کے لئے آیا کرتا ہے۔ مسلمانوں میں تکفیر بازی کی بھی ایک مرض ہے اس مرض کا دفعیہ بھی اس کے لئے ضروری تھا۔ اور یہ مرض دور نہیں ہو سکتا۔ جبتک تکفیر بازی کے شغل کو عملاً تباہ نہ کیا جاوے۔ خوب سوچ سمجھ لو جبتک کفر باز علماء کو بائیکاٹ نہ کیا جاوے اس مرض کی اصلاح نظر نہیں آتی۔ اس لئے اس زمانہ کے مجدد نے یہ شرط لگا دی۔ کہ اگر ایسے مسلمان بھائی ہوں۔ جو ان کفر باز علماء کے فتووں کو نفرت سے دیکھیں۔ اور انکے فعل شنیع کو نظر حقارت سے رد کر دیں اور ہمیں مسلمان سمجھنے کا اعلان کریں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دیدونگا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود کا اپنے منہ بولے الفاظ ۱۹۰۶ء کے سنا دیئے گئے جن کو سنکر سب حاضرین مجلس نے بہت پسند کیا۔ الغرض حضرت کی تشریف آوری پر تمام شملہ میں دھوم پڑ رہی ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ بہت لوگ حضرت کے فیوض روحانی سے مستفید ہونگے۔ والسلام۔ خاکسار عبدالحق سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ

الاسلام

اسلام کے ارکان اربعہ میں سے ایک رکن روزہ اور اسکی علّت غائی

"نکات القرآن" میں سے کچھ

کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم

روزے قریباً دنیا کی ہر ایک قوم میں پائے جاتے ہیں۔ اور اسی کی طرف الذین من قبلکم میں اشارہ ہے۔ اور اسلام کے چار ارکان میں سے یہ ایک رکن ہے جن پر عمل کرنا ہر ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ باقی تین ارکان نماز زکوٰۃ اور حج ہیں۔ اور ان سب کا ذکر اسی سورۃ البقرہ میں آجاتا ہے۔ دنیا کی مختلف قوموں میں سے صرف عیسائی ایک ایسی قوم ہے جس نے شریعت کو جواب دیکر ہر ایک قسم کی عبادت سے آزادی حاصل کرلی ہے۔ مگر جب ہم مروجہ اناجیل میں ہی حضرت مسیح علیہ السلام کے حالات کو پڑھتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے نہ صرف خود روزے رکھے۔ بلکہ اپنے پیروؤں کو بھی روزے رکھنے کی ہدایت کی مگر جب پولوس نے ایک سہل راہ نجات کی کفارہ کی شکل میں بتا دی جس میں کوئی تکلیف اٹھانی ہی نہ پڑے۔ تو ان مصائب میں اپنے آپ کو ڈالنے کی کیا ضرورت تھی حضرت مسیح نے خود روزے رکھے۔ دیکھو متی ۴:۲۔ اور جب چالیس دن اور چالیس رات روزہ رکھ چکا آخر کو بھوکا ہوا" پھر مشہور پہاڑی تعلیم میں روزے رکھنے کا حکم موجود ہے "پھر جب تم روزہ رکھو ریاکاروں کی مانند اپنا چہرہ اداس نہ بناؤ ... تاکہ تو آدمی پر نہیں بلکہ اپنے باپ پر جو پوشیدہ ہے روزہ دار ظاہر ہو۔ اور تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے آشکارا تجھے بدلہ دے" متی ۶:۱۶ و ۱۷۔ اس سے مسیحیوں کا کفارہ کا عقیدہ بھی باطل ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ یہاں روزوں کا بدلہ دئے جانے کا ذکر ہے۔ پس اگر نماز اور روزہ پر نیک بدلہ ملتا ہے تو کفارہ کا عقیدہ بھی باطل ہوا) ایسا ہی لوقا ۵:۳۳-۳۵ میں ہے "پھر انہوں نے اس سے کہا کہ یوحنا کے شاگرد کیوں اکثر روزہ رکھتے اور دعا مانگتے ہیں۔ اور اسی طرح فریسیوں کے شاگرد بھی۔ پر تیرے شاگرد کھاتے پیتے ہیں۔ اس نے ان سے کہا کیا تم براتیوں کو جب تک دلہا ان کے ساتھ ہے روزہ رکھوا سکتے ہو۔ پر وے دن آویں گے۔ کہ دلہا ان سے جدا ہو جائیگا۔ ان دنوں میں البتہ روزہ رکھیں گے" مگر افسوس کہ دلہا کے جدا ہونے کی دیر تھی کہ رہی سہی پابندیاں بھی اٹھ گئیں۔ اور مسیح کے اس حکم پر عمل نہ ہوا کہ جب دلہا جدا کیا جائیگا۔ تو پھر یہ بہت روزے رکھیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کے لئے روزہ ضروری ٹھہرایا تھا۔ پس کما کتب علی الذین من قبلکم بالکل صحیح ارشاد الہٰی ہے ❖

لعلکم تتقون۔ ان دو لفظوں میں روزے کی علت غائی بیان فرمائی ہے۔ شریعت کے احکام بیشک پہلے بھی پائے جاتے تھے۔ نماز اور دعا کا بھی کوئی نہ کوئی طریق ہر قوم میں تھا۔ روزوں اور زکوٰۃ کا بھی کوئی نہ کوئی رنگ موجود تھا۔ مگر اسلام نے ان تمام عبادات کو اپنے کمال تک پہنچایا۔ اور کمال انسانی کے حصول کو ان کی اصل غرض قرار دیا۔ بائبل کی نجوم میں روزوں کا ذکر کرتے ہوئے پادری کروڈن لکھتا ہے کہ روزے ہر قوم میں غموں اور رنجوں اور مصائب کے وقت رکھے جاتے تھے۔ جن کی غرض غالباً یہ ہوگی۔ کہ انسان ظاہر میں اپنے آپ کو ایک مصیبت میں مبتلا کر کے ان غموں اور رنجوں سے نجات پائے۔ مگر اسلام نے جب روزوں کا حکم دیا تو ایک اعلےٰ غرض ...... بلکہ انسانی زندگی کے اعلےٰ ترین مقصد کو سامنے رکھا۔ وہ مہتم بالشان مقصد انسانی زندگی کا کیا ہے۔ لعلکم تتقون۔ یعنی تاکہ تم ہر ایک قسم کی مضر چیز اور ہر ایک بدی سے بچ کر حقیقی نیکی اور پاکیزگی کے اعلےٰ مقام پر پہنچ سکو۔ اور یہ اس طرح پر ہوتا ہے کہ جب انسان حق [illegible] تعالےٰ کی رضا کے لئے ان چیزوں کو ترک کر دیتا ہے جن کا لینا اس کے لئے بالکل جایز تھا۔ تو اس کی وہ قوتیں نشوونما پاتی ہیں جو انسان کو بدی کی گرفت سے چھڑا کر پاکیزگی کے مقام پر پہنچاتی ہیں۔ کیونکہ انسان کی ہر ایک قوت اپنے کمال تک پہنچنے کے لئے اس بات کی محتاج ہے۔ کہ اسے کام میں لگایا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نماز سے اور روزوں سے انسان کے اندر جو نیکی کی قوت ہے۔ اس کو ہر وقت کام پر لگایا ہے۔ اور جس طرح نماز انسان کو حقیقی پاکیزگی کے مقام تک پہنچاتی ہے ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر۔ اسی طرح پر روزوں کی اصل غرض یہ ہے۔ کہ انسان کو سکھایا جائے کہ تقوے کے مقام تک [illegible] پہنچ سکتا ہے۔ اور اس طرح پر اسلام کے روزوں کی غرض [illegible] جو دوسری قوموں کے اندر تھی ❖

ایاماً معدودات۔ گنتی کے دن یعنی معلوم [illegible] یا تھوڑے دن اس کی وضاحت شہر رمضان سے فرمائی ہے۔ جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے ❖

فمن کان منکم مریضاً او علےٰ سفر فعدۃ من ایام اخر۔ اس آیت میں مریض اور مسافر کے لئے عدۃ من ایام اخر یعنی مقررہ ایام کو چھوڑ کر پچھلے دنوں میں گنتی پوری کرنے کا ارشاد ہے۔ اس بات پر بہت بحث ہوئی ہے کہ آیا یہ [illegible] رخصت ہے۔ یا وجوب کے طور پر۔ بعض احادیث سے [illegible] ہوتا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھنے کو منع فرمایا۔ اس لئے محتاط مذہب یہی معلوم ہوتا ہے کہ بیمار [illegible] سفر میں روزہ ترک کرے۔ اور پھر دوسرے دنوں میں رکھے کیونکہ اگر رخصت کے طور پر بھی ہو تو اللہ تعالےٰ کی رخصت سے فایدہ اٹھانا چاہئے۔ اور دوسرے بعض وقت انسان کو بیماری اور سفر میں ناندیشیدہ تکالیف پیش آجاتی ہیں ❖

وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۔ اس کے معنے یہ لئے گئے ہیں۔ کہ جو شخص روزہ کی طاقت رکھتے ہیں اور پھر روزہ نہ رکھیں۔ وہ ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ دیا کریں۔ اور اس کو اگلی آیت میں الفاظ من شہد منکم الشہر فلیصمہ سے منسوخ قرار دیا گیا ہے۔ مگر بخاری میں دو مختلف روایتیں موجود ہیں۔ یعنی ابن عمرؓ کی روایت کہ یہ منسوخ ہے اور ابن عباسؓ کی روایت کہ منسوخ نہیں۔ ہاں ابن عباسؓ کی قرأت یطوقونہ ہے مگر سب سے بڑی مشکل یہ ہے۔ کہ منسوخ کرنے کے لئے جو الفاظ بڑھانے پڑتے ہیں۔ وہ قرآن کریم میں نہیں بلکہ الفاظ کے معنے تو صرف اس قدر ہیں۔ کہ جو شخص اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ وہ ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ دیں۔ اب اگر یطیقونہ میں ضمیر صیام کی طرف ہو تو صاف الفاظ کے معنے یہ ہیں کہ جو شخص روزہ کی طاقت رکھتے ہیں وہ مسکین کا کھانا بطور فدیہ دیں۔ اور جب تک اصل الفاظ میں یہ فقرہ نہ بڑھایا جائے کہ وہ روزہ نہ رکھیں۔ منسوخ کرنے کی ضرورت کوئی باقی نہیں رہتی پس کوئی وجہ نہیں کہ اس آیت کو منسوخ کرنے کے لئے اپنی طرف سے اس میں کچھ زاید بڑھایا جائے ❖

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ جو شخص روزہ کی طاقت رکھتے ہیں ان پر فدیہ کیسا؟ لفظ فدیۃ کے معنے راغب نے یوں کئے ہیں

دمایقی بہ الانسان نفسہ من مال یبذلہ فی عبادۃ قصر فیھا یقال لہ فدیۃ یعنی کسی عبادت کی کمی کو پورا کرنے کے لئے جو مال انسان خرچ کرے۔ تاکہ اس کوتاہی کے نتیجہ سے بچا رہے۔ اسے فدیہ کہتے ہیں۔ اب چونکہ روزہ ایک عبادت ہے اور اس میں باوجود ادائیگی کے بھی کوتاہی ہو جاتی ہے۔ اس لئے اگر طعام مسکین محض اس قسم کی کوتاہی کو پورا کرنے کے لئے فدیہ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اور طعام مسکین کا رمضان میں بطور صدقہ دیا جانا حدیث سے بھی فرض معلوم ہوتا ہے۔ اور وہی صدقہ ہے جسے صدقۃ الفطر کہتے ہیں چنانچہ بخاری میں فرض صدقۃ الفطر کا باب باندھا ہے۔ اور ابن عمرؓ کی روایت موجود ہے ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرض زکوٰۃ الفطر صاعاً من تمر او صاعاً من شعیر علےٰ کل حر او عبد ذکر او انثیٰ من المسلمین یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا جو کا ہر ایک مسلمان پر خواہ وہ آزاد ہو یا غلام مرد [illegible]

چند ضروری خطوط

حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے

ذیل میں حضرت امیر ایدہ اللہ کے بعض خطوط درج کئے جاتے ہیں۔ جو آپ نے دیرینہ ایک دوست کے سوالات کے جواب میں لکھے تھے۔ ان میں مسئلہ نبوت مسیح موعود۔ اور مسئلہ کفر و اسلام وغیرہ کے متعلق مجموعی خیالات پر نہایت مختصر جامع الفاظ میں آپ نے تنقید کی ہے۔ کہ تمام بحث کا فیصلہ کر دیا ہے۔ بعض ایسے الفاظ جو ہمارے موضوع سے متعلق نہ تھے۔ ان کو حذف کر دیا گیا ہے۔ ایڈیٹر

(۱)

اخویم شیخ صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

.... جو تخیلات آپ نے سعدی کی گفتگو سے اخذ کئے یہ مذبوحی حرکات ان لوگوں کی ہیں۔ ۵ نومبر ۱۹۰۱ء کو تاریخ نبوت رکھتے رکھتے اب لگے اربعین سے استدلال کرنے جو ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء کو یعنی ۱۱ ماہ پیشتر کی شائع شدہ ہے۔ آخر کچھ تو ان کو خدا کا خوف دلائیں کہ کوئی تمہارا اصول بھی ہے۔ ایک طرف کہتے ہو ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت صاحب اپنے آپ کو نبی نہ سمجھتے تھے۔ دوسری طرف ۱۹۰۰ء کی کتاب سے نبوت کا ثبوت دیتے ہو۔ پھر اربعین میں جس نبوت کا ذکر ہے۔ اس کی حقیقت تو نمبر ۳ کے صفحہ ۵ کے حاشیہ کی ایک ہی سطر واضح کر دیتی ہے "میری نسبت جو کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے۔ یہ اطلاق **مجاز اور استعارہ** کے طور پر ہے۔ کیونکہ جو شخص خدا سے **براہ راست** وحی پاتا ہے۔ اور یقینی طور پر خدا اس سے مکالمہ کرتا ہے جیسا کہ نبیوں سے کیا۔ اس پر رسول اور نبی کا لفظ بولنا غیر موزوں نہیں بلکہ یہ نہایت **فصیح استعارہ** ہے .... اور بعض نبیوں کی کتابوں میں میری نسبت بطور **استعارہ فرشتہ** کا لفظ آگیا ہے"

۔۔۔ میں تو حیران ہوتا ہوں اور بے اختیار طبیعت بول اٹھتی ہے الیس منکم رجل رشید۔ دنیا کی آنکھوں میں کس طرح مٹی ڈالتے ہیں۔ اگر نبی کا لفظ بطور مجاز اور استعارہ ہے تو فرشتہ کا لفظ بھی بطور مجاز اور استعارہ ہے۔ اب کیا فرشتہ بھی حقیقی معنوں میں مرزا صاحب تھے۔ ایک قدم اور آگے اٹھاؤ۔ وہیں لکھا ہے۔ "دانیال نے میرا نام میکائیل رکھا ہے۔ اور اس کے معنے ہیں خدا کی مانند۔" خدا جانے ان لوگوں کو کیا ہو گیا۔ کیوں دیدہ دانستہ حق پر پردہ ڈالتے ہیں۔ اور دنیا کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ یا کیوں صاف طور پر نہیں کہتے کہ مرزا صاحب خدا تھے۔ تا آخری مرحلہ پر جسے اگلی نسل نے طے کرنا ہے۔ ابھی پہنچ جائیں۔ ۲۳ برس کی مدت نبوت اور رسالت کے لئے ہے یا مجدد اور مامور من اللہ کے لئے بھی خود اربعین پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب نے اسے ہر مامور من اللہ پر رکھا ہے۔ دیکھو نمبر ۳ صـ۱۹ "دو سچا نبی یا سچا رسول یا خدا کی طرف سے سچا مصلح اور مجدد ہے" صـ۲۰ "کوئی شخص اس کو نبی یا رسول یا مامور من اللہ نہیں سمجھتا" اسی قسم کے بیسیوں حوالے اربعین سے آپ کو مل جائیں گے جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک مامور من اللہ پر اسے لگایا ہے۔ اب قیاس کو کیا کریں۔ جب الفاظ صریح اس کے خلاف ہیں۔ پس جہاں اپنے لئے اربعین میں نبوت اور رسالت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ وہ حقیقت کے رنگ میں نہیں۔ بلکہ مجاز اور استعارہ کے رنگ میں ہے اور مجازی نبوت کے جو معنے یہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ اس سے مراد حقیقی بالواسطہ نبوت ہے۔ جس کی سند میں ایک بھی قول مرزا صاحب کا یا دنیا کے کسی عالم کا پیش نہیں کر سکتے۔ اس کے معنے بھی خود حضرت صاحب نے یہاں واضح کر کے اس کے جھوٹ کو ظاہر کر دیا جس طرح مجاز و استعارہ کے طور پر آپ نبی ہیں اسی طرح استعارہ کے رنگ میں آپ فرشتہ بھی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ استعارہ اور مجاز سے وہی مراد ہے جو کل دنیا مراد لیا کرتی ہے۔ نہ کہ سعدی یا میاں صاحب کے مجوزہ معنے۔

اسی طرح اربعین صـ۷ میں جو وحی نبوت کا لفظ ہے۔ وہ بھی اسی استعارہ اور مجاز کے ماتحت استعمال ہوا ہے۔ جب ایک مقنن خود ایک لفظ کے معنے بتا دیتا ہے۔ کہ میں اس کو فلاں معنے میں استعمال کرونگا تو اب کسی کا کیا حق ہے۔ کہ کسی اور معنے میں استعمال کرے۔ یہ ایک سیدھی سی بات ہے۔ اور میں نہیں سمجھتا اس میں کیوں اس قدر پیچ ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ دوسرے وہاں اپنا ذکر نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کا ذکر ہے جن کی طرف نبوت کا دعوےٰ منسوب کیا جاتا ہے۔

.... خاتم النبیین کی تفسیر بار بار کیوں کی اس لئے کہ لوگ الہام الٰہی کا دروازہ بند سمجھتے تھے۔ خاتم النبیین کی بحث جہاں کی ہے۔ وہاں صاف ساری امت میں اس قسم کی نبوت کا ہونا مانا ہے حالانکہ اگر اپنے لئے خاص قسم کی نبوت کا ادعا ہوتا تو یہ آیت بے محل ٹھہرتی۔ سو خاتم النبیین کی بحث سے تو ثابت ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو ان النبیین میں شامل کیا ہے جو اس امت میں ہو سکتے ہیں ورنہ قرآنی آیت یوں ہوتی خاتم المسیح الموعود کہ ایک مسیح موعود اس کی مہر سے نبی ہوگا۔ نہ کہ ساری امت۔

۴۔ حقیقۃ المعرفت میں دوسرے اقوال بھی موجود ہیں۔ جن کے حوالے آپ کے پاس موجود ہیں۔ قرنا ان معنوں میں اپنے آپ کہا پھر ہم کہتے ہیں کہ اسی طرح پر دوسرے مجددین کو انبیاء کے گروہ میں داخل کیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا۔ کہ آپ کی نبوت حقیقی تھی مجازی نہ تھی۔ ضرورۃ الامام کو پڑھ کر دیکھ لیں۔ وہاں مرسل، رسول، نبی اور مجدد کو امام الزمان کہا ہے۔ اور پھر بار ہا لکھا ہے کہ محدث من وجہ نبی ہوتا ہے پس اگر اپنے آپ کو انبیاء میں داخل کیا ہے۔ تو اسی طرح سے دوسرے مجددین کو بھی داخل کیا ہے۔ یہ نرالی منطق ہے کہ اپنے آپ کو کسی وجہ پر گروہ انبیاء میں شامل کیا ہے تو آپ حقیقی نبی بھی بن گئے۔ صراط الذین انعمت علیہم کی تفسیر میں اولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین پیش کر کے سارے منعم علیہم کو انبیاء کے گروہ میں شامل کیا ہے۔ کیا سارے منعم علیہ حقیقی معنوں میں نبی ہوتے ہیں۔ اس قسم کے اشتراک ہمیشہ من وجہ ہوتے ہیں۔ نہ من کل الوجوہ۔ اور پھر وہاں قرنا کے معنے خود صـ۸۰ پر کر دیئے ہیں۔ "یعنی قرنا جن کے دلوں میں وہ اپنی آواز پھونکتا ہے" تو کیا مجددوں کے دلوں میں اولیاء کے دلوں میں اپنی آواز نہیں پھونکتا۔

۵۔ کسی چیز کے کسی امر کے منافی نہ ہونے سے وہ بات ثابت نہیں ہو جاتی۔ نبی کا بروز ہونا منافی نبوت نہیں تو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ جو بروز کسی نبی کا ہو وہ نبی ہوتا ہے۔ یوں تو اولیائے امت سب کو کسی نہ کسی نبی کا بروز کہا ہے .... پس کیا یہ سارے اولیاء نبی تھے۔ پھر اسی غلطی کے ازالہ میں تو یہ بھی مانا ہے کہ بروز ہزار ہا ہو سکتے ہیں۔ بلکہ کئی جگہ اولیاء اللہ کو بروز انبیاء کہا ہے۔

۶۔ تحفہ گولڑویہ سے بھی سوائے اس کے کچھ ثابت نہ ہوا کہ بروز نبی کا نبی بھی ہو سکتا ہے غیر نبی بھی۔ پھر تحفہ گولڑویہ بلددم (؟) ایڈیشن، صـ۹۶ پر اپنا مرتبہ ولایت لکھا ہے۔ حاشیہ میں پھر لکھا ہے کہ مسیح موعود مجددانہ حیثیت اور لوازم میں عیسےٰ کے مانند ہے (نہ نبوت میں) پھر ضمیمہ صـ۲۴ پر رسول اور نبی کے لفظ کو مجاز اور استعارہ مانا ہے غرض بروز کے مسئلہ میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ نبی کا بروز نبی بھی ہو سکتا ہے۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ نبی کا بروز نبی ہوتا ہے۔ جبکہ غیر نبیوں کو بھی صاف طور پر انبیاء کا بروز لکھا ہے۔ والسلام۔ خاکسار محمد علی۔

(۲)

اخویم شیخ صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

.... ہر ایک قانون میں کچھ اصطلاحات ہوتی ہیں۔ جن کے معنے خود واضعان قانون شروع میں بیان کر دیا کرتے ہیں۔ ان اصطلاحات کے معانی سے باہر جانا خلاف منشائے قانون ہوتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے جب دعوےٰ مسیح موعود کیا تو ساتھ ہی اپنے لئے ایک قسم کی نبوت کا ادعا کیا۔ اور نبوت کی دو تقسیمیں کر کے کامل نبوت کا دروازہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمیشہ کے لئے مسدود۔ اور جزئی نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے اس امت میں کھلا بتایا۔ اپنے لئے جزئی کا اقرار اور کامل نبوت کا انکار کیا اور اپنی نبوت کی تشریح یوں کر دی کہ میں بھی نبی کہلاتا ہوں۔ مگر ان معنوں میں۔ یہی بات وہ برابر کئی سال تک کہتے رہے۔ حالانکہ اس کا ایک دفعہ ہی لکھ دینا کافی تھا۔ پس آخری تحریروں میں جہاں ہم لفظ نبی پائیں گے ان تحریروں کی رو سے ہم مجبور ہیں کہ اس لفظ نبی کو اس تعریف کے ماتحت سمجھیں۔ اور اس سے باہر نہ نکلیں۔ جو شخص اس کے خلاف کہتا ہے۔ اس کو تین باتوں میں سے ایک بات ثابت کرنی چاہئے۔

اول۔ حضرت صاحب نے کہیں لکھا ہو کہ پہلے جو میں نے جزئی اور کامل دو قسم کی نبوت کہی تھی وہ غلط ہے۔ نبوت صرف ایک ہی قسم ہے۔

دوئم۔ یا تقسیم تو صحیح ہے۔ مگر کامل نبوت ختم نہیں ہوئی وہ بھی چلتی ہے۔ اور جزئی بھی۔

سوئم۔ یا نبوت دو ہی قسم ہے۔ اور کامل نبوت بند اور جزئی کھلی ہے۔ مگر میں مستثنےٰ ہوں۔ میری نبوت کامل ہے۔ یا میری نبوت جزئی نہیں۔

جبتک ان تین باتوں میں سے ایک ایسے کھلے اور واضح اور صاف الفاظ میں مرزا صاحب کی تحریروں سے ثابت نہ کر دی جائے اس وقت تک یہ ماننا پڑے گا کہ خواہ ایک لاکھ مرتبہ بھی نبی کا لفظ استعمال کیا انہی معنوں میں استعمال کیا .... والسلام

خاکسار محمد علی

(۳)

مکرمی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

.... ہم پر یہ الزام جھوٹا ہے کہ مرتبہ کو کم کرتے ہیں۔ حضرت صاحب نے جو اپنے آپ کو مجددین میں لکھا ہے۔ اور مجددین کو ظلی رنگ میں نبی کہا ہے۔ پس آپ کی ظلی نبوت گو دوسرے مجددین کی ظلی نبوت سے اتم اور افضل ہو لیکن ہے تو وہ مجددیت والی نبوت۔ اس بات کا بحث سے پہلے ہر جگہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ ظلی نبوت میں بھی اسی طرح مراتب ہیں جس طرح اصلی نبوت میں ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود کو مجددین پر فضیلت ہونا ہم یقین کرتے ہیں۔ لیکن ایسی فضیلت سے نبوت کی نوعیت کا بدل جانا ہرگز قابل تسلیم نہیں۔ اور نہ صرف ختم نبوت پر اس کا حملہ ہے بلکہ خود سلسلہ کی بھی بیخکنی ہوتی ہے۔ اور وہ بات جو ہر شخص حضرت مسیح موعود کے خلاف کہا کرتے تھے اور آپ لعنت سے بلکہ قسمیں کھا کر اس کا انکار کرتے رہے۔ آج وہ قادیان سے آپ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔

.... کم از کم وہ (یعنی مریدین میاں صاحب) ہماری تحریروں کو پڑھیں۔ اور خواہ مخواہ ہمیں شریر اور منافق سمجھ کر اپنے آپ کو جوابدہی میں نہ ڈالیں۔ کسی کی بیعت اگر کرتے ہیں تو اس بات کو یاد رکھیں کہ بیعت صرف اس غرض کے لئے کی جاتی ہے جس کا ذکر حضرت مسیح موعود نے خود اپنی کتاب ضرورۃ الامام صفحہ ۱۸ پر ان الفاظ کیا ہے۔

"سو بیعت سے غرض یہ ہے کہ بیعت کرنے والا اپنے نفس کو مع اس کے تمام لوازم کے ایک رہبر کے ہاتھ میں اس غرض سے بیچے کہ تا اس کے عوض میں وہ معارف حقہ۔ اور برکات کاملہ حاصل کرے۔ جو موجب معرفت اور نجات اور رضامندی باری تعالےٰ ہوں"

مگر جہاں اس شخص کا جسے مرشد تجویز کیا جاتا ہے عقیدہ ہی سرے سے غلط ہے۔ تو معرفت اور رضامندی باری تعالےٰ کس طرح سے حاصل ہو سکتی ہے۔ پھر اس طرح پر تو ہر ایک پیر کی بیعت کرنے والا حق پر قرار دیا جا سکتا ہے۔ احمدیوں کو ان کی ذمہ داری سمجھائیں کہ اگر سلسلہ غلط عقاید پر قایم ہو گیا تو مسیحیت کی نظیر ان کے سامنے ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ ملزم ہونگے۔ اگر انہوں نے عقاید حقہ کو قایم کرنے میں پورا زور نہ لگایا۔

والسلام خاکسار محمد علی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ چہار شنبہ ۲۶ جون ۱۹۱۸ء نمبر ۹۹

ستیارتھ پرکاش کیوں ضبط ہو؟

زبان خلق

"پیغام صلح" کی کسی گذشتہ اشاعت میں "آریہ گزٹ" کی شر انگیزی کے جواب میں "ستیارتھ پرکاش" سے بعض حوالے نقل کئے گئے تھے۔ جن میں عیسائیوں۔ ہندوؤں مسلمانوں اور سکھوں کے پیشواؤں اور ان کی کتب مقدسہ کے متعلق اس قدر درشت کلامی سے کام لیا گیا ہے۔ کہ کوئی مہذب انسان اس کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ ان گندہ زبانیوں کو ہم نے اس غرض سے نقل نہیں کیا تھا کہ "آریہ گزٹ" کے "درثمین" کے متعلق شور و پکار کا کسی بہ نسبت جواب ہو جائے۔ درثمین بفضلہ تعالیٰ ان ناپاک الفاظ سے پاک ہے۔ جو سوامی دیانندجی کے زبان قلم سے نکل کر تمام مذہبی دنیا کی دلآزاری کا موجب ہوئے ہیں۔ اس لئے اس کا ستیارتھ پرکاش اور کلیات جیسی کتاب سے مقابلہ کرنا ایسا ہی ہے۔ جیسے ایک باکباز انسان کو خواہ مخواہ گالی دینا۔ ..... ہم نے تو جو کچھ لکھا وہ کسی مقابلہ کی غرض سے نہیں لکھا بلکہ آریہ گزٹ کی شر انگیزی درحقیقت ان تمام مجروح دلوں کی ترجمانی کا موجب ہوئی ہے۔ جن کو سوامی جی نے [illegible] وجہ دکھا کر اپنی ناحق کاوشی کا ثبوت دیا۔ چنانچہ اس کا یہ ایک کھلا ثبوت ہے کہ جس دن سے یہ مضمون شائع ہوا ہے۔ اس کی تائید ہر طرف سے ہو رہی ہے۔ اور ہماری اس عرضداشت کو جو "ستیارتھ پرکاش" اور "کلیات آریہ مسافر" کی ضبطی کے متعلق ہم نے گورنمنٹ کی خدمت میں کی ہے واجبی اور نہایت ضروری سمجھا گیا ہے۔

ذیل میں ہم اس قسم کے چند ایک خطوط شائع کئے دیتے ہیں جو امید کہ گورنمنٹ عالیہ کی خاص الخاص توجہات کا موجب ہونگے۔

(۱)

مکرمی ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح"

السلام علیکم۔ ستیارتھ پرکاش کی ضبطی کے متعلق جو مضمون آپ نے ۱۶ جون ۱۹۱۸ء کے "پیغام صلح" میں لکھا ہے وہ بہت ضروری اور برمحل ہے۔ سوامی دیانند کے ان الفاظ کو سامنے رکھکر کون ہندو۔ مسلمان۔ عیسائی اور سکھ ہوگا جو سخت دل آزردہ نہ ہو اور سوامی جی کی درشت کلامی سے کانپ نہ اٹھے۔ سوامی جی بیشک جملہ مذاہب کی کتب اور ان کے مذہبی خیالات پر تنقید کرتے اور خوب دل کھول کر کرتے۔ لیکن ایک محقق کا جامہ پہن کر انہیں اصول تحقیق کو بھولنا نہیں چاہئے تھا۔ کسی کے خیالات کا جواب یوں نہیں ہوا کرتا۔ کہ اس کو ایک غلط پیرایہ میں لکھکر بے نقط گالیاں سنادی جائیں۔ بلکہ بہترین جواب اگر ہو سکتا ہے۔ تو یہ کہ دلایل سے معقولیت کے ساتھ اس پر تنقید کی جائے۔ لیکن افسوس کہ سوامی جی نے اس اصول کو مدنظر نہیں رکھا۔ اپنے آپ کو محقق قرار دیکر اپنی پوزیشن کو اس درجہ گرایا کہ بازاری آدمیوں کی طرح گالیوں پر اتر آئے۔ اس سے بھی ہمیں رنج نہ ہوتا اگر آریہ سماج ان کی ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے دوسروں پر خواہ مخواہ اور بے جا الزامات لگانے اور درشت کلامی کا الزام دینے سے احتراز کرتی۔ لیکن افسوس کہ اس نے خود شیشہ کے محل میں بیٹھکر اینٹ اور پتھر پھینکنے شروع کئے جس پر کسی کو کوئی خوف نہیں مصداق آنرا کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک۔ ہاں انہی لوگوں کو خوف ہے جو خود ان الزامات کے نیچے اور اپنے ہی بھائی بندوں کے قول کے مطابق ان باتوں سے ملوث ہیں۔ "آریہ گزٹ" کی تحریر [illegible] پر جو لیپ پوتی ہے بناوٹ ملمع کاری [illegible] نہیں۔ بلکہ زبان کی نشتر زنی سے زخمی ہوئے ہیں ایسے کہ وہ زخم کبھی مندمل ہو نے والے نہیں

کما قال قائل ؎

جراحات السنان لها التیام
ولا یلتام ما جرح اللسان

ان زخموں پر نمک پاشی کر دی ہے۔ اس لئے اس سرطان کے قضیہ کو اب جس طرح ہو چکا دبا دینا چاہئے۔ اور گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں عرض کرکے کہ خود آریوں سے ہی اس کو ضروری سمجھا ہے "ستیارتھ پرکاش" اور "کلیات آریہ مسافر" جیسی کتب کی ضبطی کی کوشش کرنی چاہئے آپ نے خوب کیا جو اس پر قلم اٹھائی۔ انشاء اللہ جملہ مذاہب کے لوگ آپکی تائید کرینگے۔ راقم۔ ایک مسلمان۔ از لاہور

(۲)

ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح"

سلام مسنون۔ "ستیارتھ پرکاش" اور "کلیات آریہ مسافر" کے متعلق لکھکر اور انکی ضبطی کے لئے آواز اٹھا کر آپ زخمی دلوں کی دعائیں لے رہے ہیں۔ جزاک اللہ احسن الجزاء۔ مجھے امید ہے کہ آپ وہ مضامین کو جاری رکھینگے۔ اور اس واجبی ملکہ اشد ضرورت درخواست کو گورنمنٹ کے کانوں تک پہنچا کر حصول مراد میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھینگے کیونکہ اس سے کسی ایک قوم یا مذہب کا نہیں بلکہ جملہ مذاہب اور اقوام کا تعلق ہے۔ اور ملک آئے دن کے فسادوں اور ہندو مسلم کشیدگی سے اگر بچ سکتا ہے۔ تو وہ محض اسی ایک ذریعہ سے کہ ایسی دلآزار تحریرات کو صفحہ ہستی سے نابود کر دیا جائے۔ بیشک جو کدورتیں دلوں کے اندر بھری ہوئی ہیں جن کا ثبوت یہ کتابیں دے رہی ہیں۔ وہ ان کتابوں کی ضبطی سے دور نہیں ہو سکتیں۔ مگر تاہم ان کے نہ ہونے سے ایک حد تک یہ مرض پھیلنے سے رک جائیگا۔ اور وہ تمام ہندو۔ جو مسلمانوں اور دیگر اقوام پر نیک ظن رکھتے ہیں۔ مگر ان کتابوں کو پڑھکر بدظن ہو جاتے اور ان کی طرف سے نفرت ان کے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے۔ ان بد اثرات سے کم از کم متاثر نہ ہو کر آئے دن کے فسادوں کا موجب نہ ہونگے۔ میرے خیال میں یہ کام ان ملکی لیڈروں کے بھی کرنیکا ہے۔ جو ہندو مسلم اتحاد و اتفاق کے شایق اور دلدادہ پائے جاتے ہیں۔ اور اسی میں ملک کی بہتری سمجھتے ہیں۔ لیکن کیا اچھا ہو اگر کسی مزید شور و شر کے بغیر گورنمنٹ عالیہ آپکی درخواست کو سن لے اور اس طرف متوجہ ہو کر قرار واقعی انتظام فرمائے۔

راقم محمد اسحاق از لاہور

(۳)

"تازہ پیغام صلح ایک دوست کے ذریعہ ابھی دیکھا۔ آریہ گزٹ کی تحریر درباره ضبطی درثمین پر ستیارتھ پرکاش کی ضبطی کا سوال خوب برمحل ہے۔ جزاکم اللہ ..... میں امید کرتا ہوں دوسرا مضمون آپ لکھینگے "کلیات آریہ مسافر" ضبط ہونی چاہئے جس کا اقتباس بھی درباره قرآن مجید و آنحضرت و مسیح موعود پیش کریں۔ (یہ کام گذشتہ نمبر میں ہو چکا ہے۔ ایڈیٹر) والسلام

اکمل قادیان

(۴)

ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ آج "پیغام صلح" ۹۶ دیکھنے میں آیا جس میں آپ نے ستیارتھ پرکاش کی ضبطی کا سوال اٹھایا ہے۔ مجھے ہمیشہ اس پر تعجب آتا ہے۔ کہ ایسی اہم باتوں کو لوگ کیوں معرض تعویق میں ڈالے رکھتے ہیں۔ اور اپنی حفاظت بھی اس وقت تک نہیں کرنا چاہتے۔ جب تک کہ بادمخالف حملہ آور نہ ہو۔ آپ نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ کیا اچھا ہوتا۔ اگر اس سوال کو آج سے ایک مدت پہلے اٹھا کر فیصلہ بھی کرا لیا جاتا۔ بہرحال اب ہی سہی۔ لیکن یہ ایک ایسی بات ہے جس کا اب فیصلہ ہی ہو جانا بہتر ہے۔ "ستیارتھ پرکاش" اور اسی قسم کا تمام دیانندی لٹریچر ہندوستان کی مذہبی دنیا میں ایک فتنہ برپا کرنے کا موجب ہوا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں ہوتا رہیگا۔ جب تک گورنمنٹ اسکو ملیامیٹ نہ کر دے۔ لالہ گنگا رام ایم اے پلیڈر کی صاف گوئی قابل داد ہے جنہوں نے خوب کھول کر بتایا ہے کہ آریہ سماجی اصول دوسرے مذاہب کی عیب چینی ہی رہ گیا ہے۔ اور وہ گالیوں کا لمبا سلسلہ۔ جس کی لالہ گنگا رام صاحب کو شکایت ہے۔ کوئی سماجی تحریر میں نہیں ہوتا۔ اس لئے مسلمان۔ ہندو اور عیسائی اور سکھ تمام ہی اقوام کے دل اگر مطمئن ہو سکتے ہیں۔ اگر آئندہ کے لئے ملک میں امن کی امید ہو سکتی ہے۔ تو محض اسی ایک صورت سے کہ سرکار عالیہ ایسی کتب اور اخبارات کو قانون مطابع ملکیہ قانون تحفظ مذہب کے ماتحت لاکر ان کی ضبطی کا حکم دے۔ ورنہ جتنی [illegible] شائع ہوتی ہیں اور دوسرے مذاہب کے لوگوں کی دلآزاری کا موجب ہوتی ہیں۔ ایسی تحریرات کو بالضرور ضبط کرنا چاہئے۔ [illegible] دوسروں کی غلطیوں کو آشکارا کرنا۔ اور اپنی [illegible] ایک دوسری بات ہے جو آریہ سماج میں پائی نہیں جاتی۔ والسلام۔ خاکسار محمد حسین از لاہور چھاؤنی

۲۶ جون ۱۹۱۸ء

(۵)

اخبار [illegible] "وکیل" کا نوٹ
دوسروں کی آنکھ کا تنکا

"آریہ گزٹ" اور بعض دوسرے اخبارات "درثمین" ایک کتاب کے خلاف تحریریں شائع کر رہے ہیں جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے منظوم کلام کا مجموعہ ہے۔ اور قادیان کے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں پڑھائی جاتی ہے۔ آریہ اخبارات کے قول کے مطابق اس میں آریہ مذہب کے متعلق حد درجہ اشتعال انگیز اور شر انگیز اور فحش فقرات درج ہیں۔ اس بنا پر اخبارات مذکور تحریک کر رہے ہیں کہ کتاب کو ضبط کیا جاوے۔

اس تحریک کو دیکھکر احمدیہ جماعت کے اخبارات کی توجہ "ستیارتھ پرکاش" کی طرف مبذول ہوئی ہے جس میں تمام مذاہب کے متعلق نہایت ناپاک خیالات ظاہر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ معاصر "پیغام صلح" نے عیسائیت اسلام اور پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم اور بابا نانک صاحب کے متعلق ستیارتھ پرکاش سے بہت سے فقرے نقل کئے ہیں۔ ان فقرات کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ ان کے پڑھنے اور جائز رکھنے والے کیونکر کسی دوسری کتاب پر اعتراض کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں۔ ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ سوامی دیانندجی مہاراج کا پیدا کردہ لٹریچر دیگر مصنفین کی اشتعال انگیز تحریروں کے لئے ایک فتوے جواز ہے۔ اور اس لٹریچر کی موجودگی میں ہر شخص کو ناپاک سے ناپاک تحریر شائع کرنیکا حق حاصل ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ہم تو یہ چاہتے ہیں۔ کہ اس قسم کی تمام تحریریں ضبط کر دی جائیں۔ ہمارا مدعا صرف یہ ہے کہ دوسرے کی آنکھ کا تنکا دیکھنے والے اپنی آنکھ کا شہتیر کیوں نہیں دیکھتے؟ اور خود آئینہ خانہ میں بیٹھکر دوسروں پر اینٹیں کیوں پھینکتے ہیں۔

"وکیل" امرتسر مورخہ ۱۹ جون ۱۹۱۸ء

ان تمام تحریرات کی موجودگی میں کون منصف مزاج ہے۔ جو ستیارتھ پرکاش کے ایک دلآزار کتاب ہونے میں شبہ کرے۔ ابھی اور بھی بہت سی تحریرات ہیں جنہیں ہم آئندہ اشاعت میں شائع کرینگے کیا گورنمنٹ عالیہ اپنی رعایا کے ان زخمی دلوں پر عدل و انصاف کی مرہم رکھیگی۔ اور ستیارتھ پرکاش اور "کلیات آریہ مسافر" کی ضبطی کا حکم صادر فرمائیگی۔ ان چٹھیات کو ہم ہرگز شائع نہ کرتے اگر اس میں بھی "آریہ گزٹ" نے پہل نہ کی ہوتی۔ لیکن البادی اظلم۔ مگر اس نے اپنے سر لیا ہے۔ ہم تو بہرحال مظلوم ہیں۔ اور مظلوم کی آواز سننا شیوہ انصاف ہے۔

اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے یا نہ ہونے پر سماجی خیالات

معاصر "پرکاش" کیا خدا محدود ہے" کے عنوان سے تحریر کرتا ہے کہ "عیسائی مت جن الفاظ میں پرماتما (خدا) کو دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اسے بدھی (عقل) قبول نہیں کرتی (۱) نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ اب خدا کو لامحدود ماننے سے انکار کیا جا رہا ہے۔"

اس کے ثبوت میں معاصر موصوف لکھتا ہے کہ

"ولایت کے ہبرٹ جرنل کے تازہ پرچہ میں ڈاکٹر ڈرڈ کے قلم سے ایک مضمون اس عنوان سے شائع ہوا ہے۔ "ایک محدود خدا کا مسئلہ" ڈاکٹر صاحب موصوف اپنے مضمون میں ایک پادری ریورنڈ ای ایچ ریمین کے یہ الفاظ نقل (۲) کرتے ہیں۔

"یا تو پرماتما نیک ہے اور سرو شکتیمان (قادر مطلق) (۳) نہیں ہے۔ یا وہ سرو شکتیمان (قادر مطلق) ہے۔ اور وہ نیک نہیں ہے۔ یا جسے ہم نیک کہتے ہیں۔ وہ درحقیقت نیک نہیں۔ کیونکہ پرماتما اسے دیکھتا ہے۔ یا پرماتما کو نفس یا نیکی [illegible] نہیں۔ اور جو کچھ اس سنسار (دنیا) میں ہو رہا ہے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

ان الفاظ کو نقل کرنے کے بعد [illegible] معاصر اسپر کیا خوب رائے

---

(۱) یہ غلط ہے ہرگز نہیں کی بھی پڑھائی نہیں جاتی (ایڈیٹر۔ ص)

جلد ۵ | مقام بیت المسیح لاہور چہارشنبہ ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۲۶ جون ۱۹۱۸ء | نمبر ۹۹

ملفوظات حضرت مسیح موعود

نماز میں لذت اور رقت

ایک شخص نے عرض کی کہ میرا دل آجکل ایسا ہو رہا ہے۔ کہ نماز میں لذت اور رقت پیدا نہیں ہوتی اور نہایت سخت تکلیف میں رہتا ہوں خواہ مخواہ شبہات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اگرچہ ان کو بہت رد کرتا ہوں تاہم وساوس پیچھا نہیں چھوڑتے۔ فرمایا یہ بھی خدا کا فضل اور احسان ہے کہ ایسے وساوس کا مغلوب نہیں ہوتا۔ یہ بھی ثواب کی حالت ہے۔ نفس کی تین حالتیں ہیں۔ ایک تو نفس امارہ ہے نفس امارہ والے کو تو خبر ہی نہیں کہ بدی کیا شے ہے۔ دوسرا نفس لوامہ ہے جو بدی کرتا ہے۔ پر بدی پر ہمیشہ گھبراتا ہے۔ اور شرمندہ ہوتا ہے۔ اور توبہ کرتا رہتا ہے۔ ایسا شخص نفس کا غلام نہیں ہے اور اس حالت میں ہونا ایک حد تک ضروری بھی ہے۔ اس سے دل برداشتہ نہیں ہونا چاہئیے۔ کیونکہ اس میں بڑے بڑے ثواب ہیں یہانتک کہ اللہ تعالے خود بخود نور اور سکینت نازل کرتا ہے۔ خدا کی رحمت کا وقت آتا ہے۔ اور ایک ٹھنڈ پڑ جاتی ہے۔ اور وہ بات ہوا ہو جاتی ہے۔ انسان کو چاہئیے کہ تھک نہ جاوے۔ سجدہ میں یاحی یاقیوم برحمتک استغیث بہت پڑھا کرو۔ لیکن یاد رکھو کہ جلد بازی خوفناک ہے۔ اسلام میں انسان کو بہادر بننا چاہئیے۔ برسوں کی محنت و مشقت کے بعد آخر شیطان کے حملے کمزور ہو جاتے ہیں اور وہ بھاگ جاتا ہے ✦

دعا اور نماز میں فرق

فرمایا۔ ایک مرتبہ میں نے خیال کیا کہ صلوٰۃ میں اور دعا میں کیا فرق ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے الصلوٰۃ ھی الدعاء الصلوٰۃ مخ العبادۃ۔ یعنی نماز ہی دعا ہے۔ نماز عبادت کا مغز ہے ✦

جب انسان کی دعا محض دنیوی امور کے لئے ہو تو اس کا نام صلوٰۃ نہیں۔ جب انسان خدا کو ملنا چاہتا ہے۔ اور اس کی رضا کو مدنظر رکھتا ہے۔ اور ادب انکسار تواضع اور نہایت محویت کے ساتھ اللہ تعالے کے حضور میں کھڑا ہو کر اس کی رضا کا طالب ہوتا ہے۔ تب وہ صلوٰۃ میں ہوتا ہے ✦

اصل حقیقت دعا کی وہ ہے جس کے ذریعہ سے خدا اور انسان کے درمیان رابطہ تعلق بڑھے۔ یہی دعا ہے کہ اللہ تعالے کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ اور انسان کو نامعقول باتوں سے ہٹاتی ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ انسان رضائے الٰہی کو حاصل کرے۔ اس کے بعد روا ہے کہ انسان اپنی دنیوی ضرورتوں کے واسطے بھی دعا کرے۔ یہ اس واسطے روا رکھا گیا ہے کہ دنیوی مشکلات بعض دفعہ دینی معاملات میں ہارج ہو جاتی ہیں خاص کر خامی اور کچے پنے کے زمانہ میں یہ امور ٹھوکر کا موجب بن جاتے ہیں۔ صلوٰۃ کا لفظ پرسوز معنے پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے آگ سے سوزش پیدا ہوتی ہے۔ ویسی ہی گدازش دعا میں پیدا ہونی چاہئیے۔ جب ایسی حالت کو پہنچ جائے۔ جیسے موت کی حالت ہوتی ہے تب اس کا نام صلوٰۃ ہوتا ہے ✦

مخالفت اور اعدا کا وجود

ذکر آیا کہ بعض جگہ مخالفین ہماری جماعت کے لوگوں کو بہت دکھ دیتے ہیں۔ اور بڑی بڑی ایذا رسانی کرتے ہیں۔ فرمایا خدا تعالے کے آگے کسی کا نابود کرنا کچھ مشکل نہیں۔ لیکن جس کی طاقتیں بڑی ہوتی ہیں اس کا حوصلہ بھی بڑا ہوتا ہے۔ لیکن ایسے آدمیوں کا وجود بھی ضروری ہے۔ اعدا کا وجود انبیاء کے واسطے بہت مفید ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں جو تیس سیپارے ہیں۔ اس کے اکثر حصے کے نزول کا سبب اعدا ہی ہوئے۔ اگر سب ابوبکرؓ کی طرح آمنا صدقنا کہنے والے ہوتے تو چند آیتوں پر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا۔ درخت کے واسطے جیسے صاف پانی کی ضرورت ہے ویسے ہی کچھ کھاد کے لئے گند کی بھی ضرورت ہے۔ بہت سی سماعی سرگرمی انہی لوگوں کی شرارتوں پر منحصر ہے۔ کوئی بھی نبی نہیں جس کے اعدا نہیں ہوئے۔ نبی کے نفس کے واسطے یہ امر بہتر ہے کیونکہ اس طرح اس کی توجہ بڑھتی ہے۔ اور معجزات تائید و نصرت زیادہ ہوتے ہیں۔ اور جماعت کے واسطے بھی مفید ہے۔ کہ وہ پکے ہو جاتے ہیں۔ خدا کو دیر نہیں لگتی کہ لاکھوں کروڑوں کو ایک آن میں تباہ کر دے۔ لیکن ضرورت کے سبب مخالفین کا وجود قائم رکھا جاتا ہے۔ جس شہر میں خاموشی ہی ہو۔ اس جگہ جماعت ترقی نہیں پکڑتی۔ خدا کی حکمتوں کو ہر ایک شخص نہیں پہچان سکتا ✦

لاعلاج مریض کیلئے دعا

بعض بیماروں کا ذکر تھا۔ اور ان کے متعلق دعا کا تذکرہ تھا فرمایا ہمارا تو اصل مذہب یہی ہے۔ کہ اگر تمام دنیا کے طبیب ناامید ہو جائیں اور موت کا فتویٰ لگائیں پھر بھی روحانی اسباب میسر آنے پر اور کافی توجہ کے پیدا ہونے پر دعا قبول ہو کر شفا ہو جاتی ہے۔ مگر ہم اس معاملہ میں لاچار ہیں کہ ایسی توجہ پیدا ہو جائے۔ یہ اللہ تعالے کی عطا کردہ توفیق سے ہو سکتا ہے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی دعائیں قبول ہوتی تھیں لیکن اصحاب میں سے ایک نوجوان تازہ شادی کردہ جب سانپ سے ڈسا جا کر مر گیا اور دوسروں نے عرض بھی کی کہ اس کیواسطے دعا کی جائے۔ تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ اپنے بھائی کو جا کر دفن کرو۔ لوگ دعا کے اصل راز کو نہیں سمجھتے ✦

خدا سب کا خالق ہے

ایک آریہ مخاطب تھا۔ فرمایا خدا سب کا خالق ہے۔ اور وہ ہمیشہ سے خالق ہے۔ قرآن شریف سے یہی ثابت ہوتا ہے اور اسلام کا یہی مذہب ہے۔ کہ "لم یزل خالقا"۔ مگر اس کا خلق ہمیشہ ایک قسم کا نہیں کہ ہم کہیں انسان ہی پیدا ہوتے رہے یا بندر ہی پیدا ہوتے رہے۔ بلکہ وہ ہمیشہ سے گوناگون خلقت کا خالق ہے۔ جس کی حد ہم نہیں پا سکتے جس طرح خالق ازلی ہے۔ اس کی پیدائش بھی ازلی ہے۔

آریہ نے سوال کیا۔ کہ اسلام کے مطابق تو دنیا آدم سے شروع ہوئی یعنی چھ ہزار سال سے ✦

دنیا کی عمر

حضرت نے فرمایا یہ غلط ہے۔ اسلام اور قرآن شریف کا یہ مذہب نہیں۔ کہ دنیا چھ ہزار سال سے ہے یہ تو عیسائی لوگوں کا عقیدہ ہے۔ مگر قرآن شریف میں تو خدا تعالے نے آدم کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ انی جاعل فی الارض خلیفہ اب ظاہر ہے۔ کہ خلیفہ اس کو کہتے ہیں کہ جو کسی کے پیچھے آوے اور اس کا جانشین ہو۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آدم سے پہلے بھی مخلوق تھی۔ آدم اس کا قائم مقام اور جانشین ہوا ✦

تناسخ کا رد

میں یہ نہیں قبول کر سکتا کہ انسان بار بار کتے بلے اور سور بنتا رہتا ہے۔ میں یہ قبول کر سکتا ہوں۔ کہ کوئی انسان ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیگا خدا رحیم و کریم ہے میں اس خدا کو جانتا ہوں کہ جب انسان اس کے سامنے پاک دل کے ساتھ سچی صلح کے واسطے آتا ہے تو وہ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور اس پر رحم کرتا ہے۔ جو پوری قربانی دیتا ہے۔ اور اپنی زندگی خدا کے ہاتھ میں دیدیتا ہے خدا ضرور اسے قبول کر لیتا ہے۔ بندر اور سور بننے کا عقیدہ تو انسان کی کمر توڑ دیتا ہے مسلمان ہونے کے یہ معنے ہیں کہ انسان اپنی تمام اعتقادی غلطیوں سے دست بردار ہو جائے ✦

اخبار احمدیہ

مولوی ثناء اللہ سے بحث

گذشتہ اشاعت میں یہ خبر دی گئی تھی کہ مولوی ثناء اللہ سے شملہ میں اس امر پر بحث کی تجویز ہو رہی ہے کہ آیا حضرت مرزا صاحب نے دعوے نبوت کیا ہے یا نہیں تازہ خبر ملنے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ بحث سرسبز ہوتی نظر نہیں آتی کیونکہ مولوی ثناء اللہ اس امر پر مصر ہے کہ ایک ثالث ہو جو بحث کے آخر میں فیصلہ دے کہ کون فریق سچا ہے۔ اور ہم اسے جائز نہیں سمجھتے بلکہ پبلک پر فیصلہ چھوڑتے ہیں پس اگر مولوی ثناء اللہ نے یہ شرط چھوڑ دی تو بحث ہوگی ورنہ نہیں ✦

مولود مسعود

خواجہ بشیر احمد صاحب خلف الرشید حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے ہاں اللہ تعالے نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے اللہ تعالے مبارک کرے اور لمبی عمر اور صحت و سلامتی کیساتھ اسلام کا سچا خادم ہو۔ اس مبارک موقعہ پر ہم حضرت خواجہ صاحب مدظلہ کی والدہ صاحبہ کرمہ اور دیگر تمام ممبران خاندان کو تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں ✦

مطلب حضرت مسیح موعود ؑ کی عبارات میں دانستہ تحریف کرتے رہتے ہیں۔ اور اس لئے ہمارے شائع کردہ ملفوظات غیر معتبر ہیں۔ اگرچہ مصنفین ان امور کو ایڈیٹر الفضل سے بہتر جانتے ہیں کہ تحریف اور مفہوم میں کیا فرق ہے۔ تاہم اگر اس کا نام اڈیٹر الفضل کے نزدیک تحریف ہی ہے تو وہ براہ مہربانی ذیل کی عبارت پر توجہ فرما دیں۔

حضرت مسیح موعود اپنی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰ پر تحریر فرماتے ہیں:—

"بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے۔ کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے۔ لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے"۔

چونکہ اڈیٹر الفضل کے نزدیک کسی مصنف کی کتاب کا حوالہ دیکر اس کے مفہوم کو اپنے خیال اور اپنی عبارت میں ادا کرنا تحریف ہے۔ اس لئے امید ہے وہ حضرت مسیح کی تحریر کردہ عبارت جس پر حضور ؑ نے خصوصیت سے خط کھینچا ہوا ہے۔ مکتوبات حضرت مجدد سرہندی ؒ سے دکھا کر اپنے دعوےٰ باطل کو سچا ثابت کرے گا ورنہ اس طرح جہلا کی طرح ہمارے خلاف تنگ دل محمودیوں کے جذبات کو بھڑکانا نہایت کمینہ حرکت ہے۔ مصنفین کا یہ اصول ہے جسے حضرت مسیح موعود نے نہ ایک جگہ بلکہ کئی جگہ اپنی کتب میں استعمال کیا۔ اگر اس کا نام تحریف ہے تو دوسرے مسلمانوں کو کیا جواب دے سکتے ہو۔ حیف ہے تمہاری عقل و سمجھ پر۔

غنیم کے مقابلہ میں ہماری حالت

ہز ہائینس مہاراجہ صاحب بہادر والی پٹیالہ نے مندرجہ ذیل تار لندن سے ۱۸ جون ۱۹۴۱ء کو فارن سیکرٹری پٹیالہ کے نام روانہ کیا ہے۔ ہندوستان سے روانہ ہونے سے پیشتر مجھے اس بات کا علم تھا کہ جنگ کے متعلق کئی افواہیں پھیلی ہوئی تھیں چونکہ مجھے ذاتی طور پر صورت حالات کے مطالعہ کا فخر حاصل ہوا ہے۔ اس لئے میں اپنے ہموطنوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ غنیم کے مقابلہ میں ہماری حالت کیسی ہے۔ فرانس میں اتحادیوں نے غنیم کے بیرس میں داخل ہونے کے منصوبہ کو خاک میں ملا دیا ہے۔ اور اسے بڑے بھاری نقصانات پہنچائے ہیں۔ امریکہ سے کثیر التعداد فوج پہنچ گئی ہے۔ اور ہر روز برابر آ رہی ہے۔ ہماری فوجی ریزرو جو کثیر تعداد میں میدان جنگ میں موجود ہیں ابھی تک شریک جنگ نہیں ہوئے۔ اور ہم صورت حال کا مقابلہ نہایت اطمینان سے کر سکتے ہیں۔ بہادر اطالوی فوج کے خلاف جارحانہ کارروائی بالکل ناکام ثابت ہوئی ہے کیونکہ تین روز کی شدید جنگ کے بعد وہ عملی طور پر کوئی اثر پیدا نہیں کر سکے ملکران کی بہت سی توپیں اور قیدی اطالوی فوج کے ہاتھ آئے ہیں۔

مہاراجہ صاحب پٹیالہ کا یہ بیان امید ہے ان افواہات کا قلع و قمع کر دیگا۔ جو ہندوستان میں بقول مہاراجہ صاحب جنگ کے متعلق پھیلی ہوئی تھیں۔

"پرماتما سب کاموں میں کسی کا محتاج نہیں"

کسی دوسری جگہ معاصر پرکاش کے نوٹ "کیا خدا محدود ہے" پر ہم نے اپنے چند خیالات عرض کئے ہیں۔ اپنے اس نوٹ کے آخر میں معاصر موصوف نے لکھا ہے کہ

"اگر رشی دیانند کی تعریف کے مطابق سرو شکتیمان کے معنے یہ لئے جائیں کہ پرماتما سب کاموں میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"۔

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ "پرماتما سب کاموں میں کسی کا محتاج نہیں ہے" کے الفاظ اس شخص کے قلم سے کیونکر نکل سکتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کو اس پر قادر ہی نہ کہتا ہو۔ کہ وہ "روح اور مادہ" خود پیدا کر سکے۔ بلکہ اسکو ایک ازلی طاقت روح و مادہ کا محتاج مانتا ہو۔ کیا ہمارا لائق معاصر کا یہ مطلب ہے کہ سوامی جی اللہ تعالیٰ کو اس احتیاج سے بری سمجھتے تھے۔ یہ تو بالبداہت غلط ہے جسکی ستیارتھ پرکاش اور سوامی جی کی دیگر کتب بزور تردید کرتی ہیں اگر اسکا یہ مطلب نہیں تو براہ کرم ہمیں بتایا جائے۔ کہ پرماتما کے سب کاموں میں کسی کا محتاج نہ ہونیکے کیا معنے ہیں۔ کیا ہمارا لائق معاصر اسکا جواب دیگا؟

الاسلام

روزہ اور اسکی علت غائی

"نکات القرآن" میں سے کچھ
(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

اگر یطیقونہ میں ضمیر بجائے صیام کے طعام کی طرف لی جائے۔ تو اس صورت میں بھی اول الذکر صورت کے قریب قریب معنے ہونگے۔ مگر اس صورت میں صدقہ فطر نہیں۔ بلکہ عام طور پر جن لوگوں میں طاقت ہو رمضان کے اندر صدقات کی تاکید سمجھی جائیگی۔ اور اس کے بعد جو الفاظ فمن تطوع خیرا آئے ہیں وہ یقیناً ان معنوں کے موید ہیں یعنی صدقہ یا فدیہ بطور تطوع یعنی نفل کے رنگ میں فرض نہیں۔ کیونکہ تطوع کے معنے کسی کام کو برضا و رغبت کرنے کے ہیں۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت ثابت ہے۔ کہ آپ رمضان کے مہینے میں بہت سخاوت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری میں ہے۔ عن ابن عباس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس وکان اجود مایکون فی رمضان حین یلقاہ جبریل۔ یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے۔ اور رمضان میں جب جبرئیل آپ کو ملتے آپ کی جود انتہا کو پہنچ جاتی تھی۔

حضرت ابن عباس رضؓ نے اس آیت کو غیر منسوخ کہا ہے۔ اس لئے جو معنے انہوں نے لئے ہیں۔ وہ لیکر بھی اس آیت کو منسوخ کہنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ ہاں مگر اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت ابن عباسؓ کی قرات عامہ قرات سے الگ ہے مگر دراصل دوسری قرائتیں توضیح معنے کا کام بھی دے دیتی ہیں یعنی بعض وقت دوسری قرات سے ایک لفظ کے غیر معمولی معنوں کا اظہار بھی مقصود ہوتا ہے۔ پس ہو سکتا ہے کہ یطیقون کے معنے وہی لے لئے جائیں۔ جو یطوقون کے معنے ہیں گو لغت میں اس کے وہ معنے مذکور نہ ہوں۔ تو اس صورت میں یہ معنے ہونگے کہ جن شخصوں کی طاقت روزہ رکھنے کی برداشت نہ کرتی ہو۔ وہ بجائے روزہ کے فدیہ طعام مسکین دیدیا کریں۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضؓ نے یہی معنے مراد لئے کہ بہت بوڑھے مرد اور بہت بوڑھی عورت اور حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کے لئے یہی فتویٰ دیا ہے۔ کہ وہ ایک مسکین کو کھانا بطور فدیہ دیدیا کریں چنانچہ ابوداؤد میں ایک روایت ہے۔ عن ابن عباس قال اثبتت للحبلی والمرضع۔ وقال۔ کانت رخصۃ للشیخ الکبیر والمرأۃ الکبیرۃ وھما یطیقان الصیام ان یفطرا ویطعما مکان کل یوم مسکینا والحبلی والمرضع اذا خافتا قال ابوداؤد یعنی علی اولادھما۔ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ یہ آیت حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کے حق میں ثابت ہے۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کے لئے یہ رخصت بھی دراں حالیکہ وہ روزے کی برداشت (نہ) کر سکتے ہوں کہ وہ افطار کر لیا کریں۔ اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ اور حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت بھی (ایسا ہی کریں) اگر ان کو خوف ہو۔ ابوداؤد نے خوف کی تفسیر یہ کی ہے۔ کہ ان کی اپنی اولاد پر خوف ہو۔ یعنی بچہ یا جنین کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ آیت بہت بوڑھوں اور حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کے لئے سمجھی جاتی تھی اور چونکہ وہ حکم اب تک قائم ہے۔ اس لئے ان معنوں کے لحاظ سے بھی یہ آیت منسوخ نہیں۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ان تصوموا خیر لکم سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اجازت ہے کہ کوئی شخص چاہے تو روزہ رکھ لے اور چاہے تو افطار کرے۔ یہ تو روزہ رکھنے کی ترغیب کے لئے فرمایا۔ کہ روزہ رکھنا بیشک ایک مشکل امر ہے۔ مگر تمہاری بھلائی اسی میں ہے۔

شہر رمضان یعنی وہ روزے جو تم پر فرض کئے گئے ہیں جیسا کہ کتب علیکم الصیام میں فرمایا وہ شہر رمضان ہے۔ رمضان رمض سے مشتق ہے جس کے معنے شدت گرمی کے ہیں۔

انزل فیہ القرآن یعنے اس مہینے میں نزول قرآن کریم کا ابتدا ہوا۔ اور انا انزلناہ فی لیلۃ القدر سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے نزول رمضان کے مہینے میں لیلۃ القدر کی رات میں ہوا۔

القرآن قرء سے مشتق ہے۔ جس کے معنے جمع کرنے کے ہیں چونکہ پڑھنے میں حروف اور کلمات کو ایک دوسرے کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔ اس لئے قرء کے معنے پڑھنے کے بھی ہیں۔ قرآن اس پاک کتاب کا نام اس لئے رکھا گیا کہ اس کے اندر کل پاک کتابوں کی بلکہ ساری پاک تعلیم جمع کر دی گئی ہے۔ اور اگر قرء یعنی تلاوت لیا جاوے۔ تو یہ اس پاک کتاب کا گویا الہامی نام ہے۔ کیونکہ یہ امر مسلم ہے۔ کہ دنیا میں کوئی کتاب قرآن کے برابر پڑھی نہیں جاتی بائبل کی اگر کثرت اشاعت مان بھی لی جائے تو بھی پڑھنے میں قرآن کریم کے برابر وہ نہیں پہنچتی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہر ایک مسلمان دن میں پانچ دفعہ تو لازماً اس کو نمازوں میں پڑھتا ہے علاوہ اس کے اس کی تلاوت ویسے بھی کیجاتی ہے۔ اور ہر ایک نماز میں کئی کئی رکعت ہیں۔ اور کوئی کتاب اس طرح پڑھی نہیں جاتی پھر لاکھوں انسان اس کے حافظ ہیں۔ جو دن رات اس کی تلاوت کرتے ہیں۔

ھدی للناس وبینٰت من الھدی والفرقان

ان الفاظ میں قرآن کریم کے تین کمالات کا ذکر فرمایا۔ اول یہ کہ ہدایت ہے۔ دوسرے یہ کہ اس میں ہدایت کے بینات یعنی واضح دلائل بھی ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ فرقان ہے یعنی حق و باطل میں امتیاز بھی کرتی ہے۔ فرقان کے معنے کے لئے دیکھو نوٹ ۔۔۔ غزوہ بدر بھی رمضان کے مہینے میں ہوا تھا۔

واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اس آیت کو رمضان کے ذکر میں لانے میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ اس طرف اشارہ ہو کہ رمضان میں قرب الٰہی کی راہیں کھل جاتی ہیں اور بوجہ تزکیہ نفس کے جو اس مہینے میں حاصل ہوتا ہے دعائیں بھی زیادہ سنی جاتی ہیں۔

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان ان الفاظ میں دعا کے مسئلہ کو بیان فرمایا ہے۔ جب کوئی پکارنے والا اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اس کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ اس مسئلہ میں افراط اور تفریط کے پہلوؤں سے بچنا لازمی ہے۔ اول یاد رکھنا چاہئے کہ دعا کا منشاء یہ نہیں ہے۔ کہ انسان اسباب سے کام لینا چھوڑ دے بلکہ یوں سمجھنا چاہئے۔ کہ دعا بھی درحقیقت منجملہ اسباب کے ایک سبب ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ انسان کو بعض وقت دوسرے اسباب پر بھی مطلع فرما دیتا ہے۔ اور بعض وقت اس کے لئے اور کسی طرح پر راہ کھول دیتا ہے۔ دوم۔ ہر ایک مانگی ہوئی چیز کا مل جانا لازمی امر نہیں۔ کیونکہ انسان دعا میں جو کچھ مانگتا ہے اپنی طرف سے اللہ تعالےٰ کو مالک یقین کر کے مانگتا ہے۔ اگر ہر ایک دعا کا قبول ہونا لازمی امر ہو تو گویا اللہ تعالےٰ حاکم نہیں۔ بلکہ بندہ کا محکوم ہو گیا۔ اسی لئے دوسری جگہ فرماتا ہے فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء یعنی جب مصیبت کے وقت تم اسے بلاتے ہو تو جس مصیبت کو وہ چاہے دور بھی کر دیتا ہے۔ ایسا ہی اپنے خاص بندوں کو مخاطب کر کے صاف طور پر فرماتا ہے ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات۔ حالانکہ یہ ایک فطری امر ہے۔ کہ جب کبھی انسان کے سامنے کسی مصیبت یا دکھ یا مال و جان کے ضائع ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ تو وہ اس کے لئے دعا بھی کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ خوف کا آنا بھوک کی مصیبت کا دیکھنا۔ مالوں اور جانوں اور پھلوں کا نقصان اٹھانا تمہارے لئے ضروری ہے۔ اور اسی سلسلہ میں ضرور ہم تم کو آزمائیں گے۔ سوم یہ کہ بعض دعاؤں کے قبول نہ ہونے سے خیال کرنا کہ پھر دعا کا فائدہ ہی کیا ہے نہایت غلط ہے جتنے جس قدر اسباب ہیں وہ سب ایک حد تک ہی فائدہ پہنچاتے ہیں کیونکہ انسان ان پر کامل طور پر متصرف نہیں ہو سکتا۔ [illegible] مثلاً دوا کو ہی لو۔ ہر حال میں یہ مؤثر نہیں ہو سکتی بلکہ [illegible] پیدا کر دے جو انسان چاہتا ہے۔ مگر باایں ہمہ اس وجہ سے انسان [illegible] مؤثر ہونے کے یقین کو ترک نہیں کرتا۔ بلکہ انہی اسباب سے کام

نبلی کہتا ہے کہ

"یہ خیال کوئی نیا نہیں ہے۔ ہم پہلے بھی جانتے ہیں کہ پرماتما کی سروشکتیمتا (قدرت) کی حد ہے۔ پرماتما اچھے کو برا اور برے کو اچھا نہیں کر سکتا۔ یہ تو اخلاقی حد رہی خدا کی قدرت پر ایک جسمانی حد بھی ہے۔ وہ یہ کہ خدا دوسرا خدا نہیں بنا سکتا"

اس کے بعد معاصر موصوف رقمطراز ہے کہ

"جب ہم نے یہ خیالات اس مضمون میں پڑھے تو ہمیں یاد آیا کہ رشی دیانند نے اپنی پستکوں (کتابوں) میں کس خوبی سے انہی مشکلات کا جواب دیتے ہوئے لفظ سروشکتیمان (قادر مطلق) کے ارتھ (معنے) کئے ہیں۔ اگر کسی طرح سے رشی دیانند کے خیالات سوشکشت سنسار (مہذب دنیا) کے سامنے چلے جائیں۔ تو معلوم کتنا انقلاب اس کے خیالات میں آ جائے۔ جس قدر مشکلات کا ذکر پروفیسر ڈوٹر نے اپنے مضمون میں کیا ہے۔ وہ تب ہی پیش آتی ہیں جب قادر مطلق کے یہ معنے کئے جائیں جیسا کہ عیسائی اور مسلمان کرتے ہیں۔ کہ خدا ہر ایک کام کر سکتا ہے۔ لیکن اگر رشی دیانند کی تعریف کے مطابق سروشکتیمان کے معنے یہ لئے جائیں کہ پرماتما سب کاموں میں کسی کا محتاج نہیں ہے تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"

ہم بھی دل سے اس بات کے متمنی ہیں کہ کسی طرح سے ہمارے لائق معاصر کی خواہش کے مطابق سوامی جی کے خیالات پروفیسر ڈوٹر اور مہذب دنیا کے دیگر تمام اشخاص کے کانوں تک پہنچ جائیں۔ تو پھر دیکھئے دن رات میں کس قدر شدھیاں ہوتی ہیں۔ ہندوستان میں نہ سہی ممکن ہے یورپ میں ہی شدھی کا خوش نما لیکن غیر خوش آیند مسئلہ کوئی پھل دے جائے لیکن جہانتک ہمارے لائق معاصر کے ان خیالات کا تعلق ہے۔ جو انہوں نے سوامی جی کے حوالہ سے اللہ تعالے کے قادر مطلق ہونے کے متعلق ظاہر کئے ہیں۔ ہم یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں۔ کہ یا تو ہمارے لائق معاصر نے عیسائیت کی تعلیم کو ہی نہیں سمجھا۔ اور اسی لئے پروفیسر ڈوٹر کے خیالات کو اس کا نتیجہ قرار دیا ہے کہ عیسائیت کے نزدیک خدا قادر مطلق ہے۔ کیونکہ وہاں قادر مطلق ماننا تو ایک طرف سرے سے وہ خدا میں اتنی عقل بھی نہیں سمجھتے کہ وہ عدل اور رحم میں تمیز کر سکے۔ اور عادل ہوتے ہوئے رحیم ...... اور رحم کی صفت کی موجودگی میں عدل کر سکے۔ لیکن اگر پروفیسر ڈوٹر کے الفاظ کا وہی مطلب ہے۔ جو ہمارے معاصر نے سمجھا ہے۔ تو بھی ہماری سمجھ نہیں آتا کہ "پرماتما اچھے کو برا اور برے کو اچھا نہیں کر سکتا" کا کیا مطلب ہے۔ آیا یہ کہ اللہ تعالے کسی برے آدمی کو اچھا اور نیک نہیں کر سکتا۔ اگر یہ صحیح ہے تو ہم نہیں سمجھتے کہ آئے دن کے سماجی لیکچروں اور وعظ و تبلیغ کا کیا مطلب ہے۔ کیا جس برے آدمی کو خدا بھلا نہیں بنا سکتا۔ سماجی حضرات اس کو اچھا بنا سکتے ہیں۔ آیا ان کا اپنی تبلیغ سے کسی کو اچھی راہ پر لگانا خدائی طاقت و تصرف سے باہر ہے؟ ایسا ہی ہم کہتے ہیں کہ جن برے کاموں کے متعلق یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اللہ تعالے ان کو کر نہیں سکتا۔ مثلاً بھلے کو برا نہیں بنا سکتا۔ یا اپنے جیسا خدا پیدا نہیں کر سکتا۔ اس لئے قادر مطلق نہیں۔ وہ بھی محض کم فہمی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ یہ صاف بات ہے کہ کسی چیز کا کر سکنا اور بات ہے۔ اور کرنا اور بات۔ مہاشہ رادھا کشن جی کی طاقت میں یہ ہے۔ کہ بری راہوں پر چلیں۔ انکا یہ اختیار ہے۔ کہ اپنی ایک اعلے ذات کی لڑکی کی شادی کسی ادنے ذات کے نائی سے کریں لیکن وہ ایسا نہیں کرتے خواہ وہ ایم۔ اے پاس بھی کیوں نہ ہو۔ پھر کیا ان کے ایسا نہ کرنے سے یہ سمجھ لیں کہ ان کی طاقت میں نہیں نہیں بلکہ ان کی یہ شان کے شایان نہیں کہ نیک راہوں یا اعلے طبقات کو چھوڑ کر بری راہوں اور ادنے طبقات کی طرف رجوع کریں۔ اسی طرح سے اللہ تعالے کی بھی شان کے یہ بعید ہے کہ وہ اپنی پاکیزہ صفات کے خلاف کوئی کام کرے۔ وہ خود نیک ہے اس لئے کسی کو بدی کی راہ پر اپنے آپ نہیں چلاتا۔ وہ خود ایک ہے۔ اس لئے اپنے جیسا کوئی خدا نہیں بناتا۔

معلوم نہیں ایک ایسی معمولی سی بات کو سوامی جی نے کیونکر سمجھے بدون رد کر دیا۔ اور ہمارے سماجی معاصرین کی عقل کس درجہ پر ہے کہ اس معقول بات کو بھی دھکے دیتی ہے۔

کلیسا کی حقیقی مشکلات کب شروع ہونگی

ورلڈ کرسچین کامن ویلتھ نامی اخبار کے حوالہ سے معاصر پرکاش رقمطراز ہے کہ اس میں تھیولاجیکل سیمنری نیویارک کے پروفیسر ریورینڈ ڈاکٹر فاسڈک کے ساتھ ایک ملاقات کا حال شایع ہوا ہے جس کے دوران میں ڈاکٹر صاحب سے سوال کیا گیا کہ آجکل مذہبی میلان کس طرف ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کا یہ جواب دیا کہ "مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کلیسا کی حقیقی مشکلات اس وقت شروع ہونگی جب صلح ہو جائیگی۔ کچھ باتیں جو پادریوں اور ینگ مینز کرسچین ایسوسی ایشن کے مشاہدہ میں آئی ہیں۔ ایسی ہیں۔ کہ ہر ایک شخص کو جسے کلیسا سے محبت ہے۔ مارے شرم کے سر جھکانا پڑا ہے۔ بعض لوگ جو مسیحی کلیسا کے اثر سے باہر ہیں۔ وہ اپنے اخلاق و اعمال کے لحاظ سے نہایت اعلے ثابت ہوئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا کلیسا ان دریافت شدہ حالات کے انقلاب انگیز اثرات کو اپنے اندر آنے دیگا۔ کہ بہترین طریق زندگی اختیار کرے۔ اگر نہیں تو اغلب ہے کہ کلیسا کے اندر اسی قسم کی پھوٹ پیدا ہو۔ جیسی کہ اس وقت ہوئی تھی۔ جبکہ وزلین تحریک کلیسائے انگلستان (چرچ آف انگلینڈ) سے الگ ہوئی تھی۔ بلا شبہ کلیسا کا نظام اور اس کے کام کے طریقے وہ نہیں رہ سکتے جو جنگ سے پہلے تھے بس کیا ...... نئی روشنی کو لینے ظہور کے لئے کوئی اور ذرائع تلاش کرنے پڑینگے۔ میرے خیال میں لوتھر کے وقت سے اس قسم مشکلات کبھی پیش نہیں آئیں" ریورنڈ ڈاکٹر فاسڈک کا یہ خیال فی الحقیقت بہت صحیح اور سچا ہے۔ کہ جنگ کے بعد مسیحی کلیسا کے سامنے بہت کچھ مشکلات رونما ہونگی۔ اور اگر اس نے اپنا نظام بدل لیا۔ تو اس میں پھوٹ پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ لیکن کاش ہم نہیں بتا سکتے کہ نرا نظام کا بدلنا ہی مفید نہ ہوگا جبتک اس مذہب کو بھی خیرباد نہ کہہ دیا جائے۔ جس کے قواعد کو آئے دن بدلنا پڑتا ہے۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کے قواعد ذرا بھی تبدیلی کی گنجایش نہیں رکھتے۔ اور جنگ کے بعد تمام یورپ میں سب سے پہلے جس بات کو عمل میں لانا ضروری ہوگا۔ وہ اسلام ہی کے اصول ہیں۔ پس ضروری ہے کہ اس احسان کا جو اسلام نے دنیا اور بالخصوص مسیحی دنیا پر کیا ہے عمل کے ساتھ زبانی بھی اعتراف کیا جائے۔ اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کر کے اسے اپنا نصب العین قرار دے لیا۔ کہ یہی امن کی صحیح راہ ہے۔

"مشبہ اور مشبہ بہ ایک نہیں ہوتا"

گذشتہ اشاعت میں ہم نے قاضی عبد الوہاب صاحب کی وکالت کے جواب میں مفتی صاحب کے تحفہ بنارس والی تبلیغ والے مکالمہ کا حوالہ دیکر پوچھا تھا۔ کہ ان کی موجودگی میں ان مبہم الفاظ کے کہ "تیرہ سو برس میں ایک نبی کا چہرہ دیکھا ہے" کیونکر یہ معنے ہو سکتے ہیں کہ مفتی صاحب پہلے بھی حضرت مسیح موعود کو کامل اور حقیقی نبی سمجھتے تھے۔ بلکہ ان تحریرات سے تو ظاہر ہے کہ وہ پہلے اولیاء اللہ کی طرح کا انبیائے بنی اسرائیل کی ہی ذیل میں سمجھتے ہیں۔ گو آپ کو بسبب اعلے شان کے خصوصیت بھی دیتے ہوں۔ اس کی تائید میں مفتی صاحب کے بعض اور الفاظ بھی ہیں۔ جو ایک مدت ہوئی۔ بدر ایجنسی کی طرف سے کارڈوں کی پشت پر چھپکر شایع ہوئے تھے۔ ان میں صاف لکھا ہے کہ

"لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم سے ظاہر ہے۔ کہ جس طرح سلسلہ موسوی کا آخری خلیفہ جیسے نبی تھا۔ اسی خاتم النبیین کا آخری خلیفہ جیسے ولی ہو۔ اور وہی مہدی ہو۔ کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ ایک نہیں ہوتے"

مفتی صاحب مکرم ان الفاظ کو پڑھیں۔ اور اپنے سابقہ مذہب کا اس سے اندازہ لگائیں۔ اگر موجودہ عقاید کی تاریکی نے انہیں اس قابل رکھا ہے۔ کہ ان کی موجودگی میں ان الفاظ سے فایدہ اٹھا سکیں کاش حق و صداقت سے انہیں غرض ہوتی۔ اور وہ یوں اپنی کھلی کھلی تحریرات کے الٹ معنے کر کے خواہ مخواہ اپنی دیانت و امانت کا پردہ فاش نہ کرتے۔

مصری مسلمانوں کی کیفیت حاضرہ

معاصر وکیل امرتسر کا ایک نامہ نگار مصری مسلمانوں کے موجودہ حالات پر یوں تبصرہ کرتا ہے کہ مصر میں شہروں سے یوروپین کوائف کے معاشرات میں مزاد ایشی۔ اور یہ انگلش پبلک امور میں دواثر زیادہ نمایاں نظر ہیں۔ پیرس کی آزادی نے رفتہ رفتہ مصر میں ایسا سکہ جمایا ہے کہ اب اکثر لوگ قاہرہ کو ایشیا کا پیرس کہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور میں کہونگا کہ یہ بعض حالات پیرس سے بھی زیادہ تر ہے کیونکہ میں پیرس بھی دیکھ چکا ہوں۔ صدہا مصری مسلمان ایک ایک اور دو دو ... نعمت خانوں یا ریسٹورانٹس میں بیٹھے پیتے ہیں اور اکثر عض بیکار بعض مسلمان اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ کوئی اسلام پر کوئی اعتراض کرے اور ایسا مسلمان اس کے خوش کرنے کے واسطے اس کی تاویل اور تعبیر کرے اور اگر فی البدیہہ کوئی تاویل نہ بن سکے تو پھر کھلے طور پر اس سے انکار ہی کیا جائے۔ یہ کشادہ دلی نہیں ہے بلکہ اپنے ہاتھوں اپنی مٹی خراب کرنا یوروپین لباس شرعاً ممنوع نہیں لیکن اس غرض سے ٹوپی یوروپین پہننا کہ یوروپین کی شان پیدا ہو۔ یا یوروپین خوش ہوں۔ ایک سخت کمزوری ہے۔ اور اس روش کے خلاف ہے جو اسلام مسلمانوں کو سکھاتا ہے یہ باتیں ہندوستان کے مسلمانوں میں بھی روز بروز ترقی کر رہی ہیں۔ بعض مسلمان محض اس خاطر بعض شعائر اسلام کی تکذیب پر آمادہ ہو جاتے ہیں کہ یوروپین میں ان کی تعریف ہو اور انہیں ان کی نظروں میں آزادی اور آزاد خیالی کا تمغہ مل جائے۔

خوشامد اور بیجا خوشامد اسلام میں قریباً ایک فعل مذموم خیال کیا گیا ہے۔ حضرت صلعم نے فرمایا کہ کسی کے سامنے تیری آنکھ نہ جھکے کیونکر تیری آنکھ اور ماتھا ایک ہی طاقت اعلے کے سامنے جھک سکتا ہے لیکن مسلمان اب ایک تھوڑی ہی تحریک کا بھی شکار ہو جاتے ہیں۔

مصر میں مسلمانوں کے اندر پردہ تو ہے اور بعض جگہ سخت بھی لیکن ہندوستان کی طرح یہ خیال ترقی پذیر ہے کہ میاں بیوی بالکل یوروپی یوروپین عورتوں کی طرح زیب بازار ہو۔ دو متمدن اقوام (فرانسیسی اور انگلش) مصر کے مسلمانوں کو زور سے دبا رہے ہیں۔ اور روز بروز ترقی ہے جامع ازہر دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا۔ واقعی باوجود ایک معقول سالانہ آمدنی کے بھی اس کی حالت اچھی نہیں ہے۔ اگرچہ صدہا طالب علم اس میں تعلیم پاتے ہیں۔ لیکن انتظام اور سلیقہ اچھا نہیں ... کے طالب علم جو فراغت پاکر باہر جاتے ہیں غالباً اچھے حالات نہیں جانتے ہونگے۔ اور نئی رنگ میں تعلیم نہیں دی جاتی ... شہروں میں یوروپین فیشن کا زور ہے اور دیہات میں بے علمی ... ہے مصر میں ایسے مسلمان بھی ہیں جو یہ باتیں دیکھکر ... پھر رہی ہے۔ اور ان کا اکثر حصہ جدید تعلیم یافتگان ... لیکن ایک مذہبی فیشن کی چل پڑی ہے وہ انہیں کامیاب نہیں ہونے دیتی۔ یہ مصر پر موقوف نہیں۔ ہر جگہ کے مسلمانوں کے بارہ میں یہ حال قابل بحث ہے۔ اور میں رفتہ رفتہ اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مسلمانوں کو ناواجب کشادہ دلی نے مارا۔

مجھے اس پر اصرار نہیں کہ غیر مسلم کے ساتھ نہ کھاؤ کیونکہ شریعت کا فتوے اس بارہ میں صاف ہے۔ لیکن کہتے ہیں کہ لاہور کے ایک رئیس کو کسی غیر مذہب والے نے کہا کہ آپ میرے گھر کی جائیں اس نے جواب دیا کہ اگرچہ آپ اعلے افسر ہیں مگر میں ایسا نہیں کر سکتا ...

اب ہم دیکھتے پھرتے ہیں کہ کسی جگہ سے پیالی چائے کی ... واسطے ایک سند اعزاز و احترام کا کام دے سکے غیرت اور خودداری اٹھ گئی۔ ہم دوسروں کے رسوم و رواج کے اس قدر شیدائی اور مسحور ہو گئے ہیں۔ کہ ہمیں اپنی ملت اور قومیت بھی یاد نہیں رہی مرد ہی نہیں اب خوش قسمتی سے عورتوں میں بھی رفتہ رفتہ یہ مرض بڑھتا جاتا ہے"۔

ایڈیٹر الفضل و دیگر محمودیوں سے ایک مطالبہ

جیسا کہ عام طور پر مصنفین کا قاعدہ ہوتا ہے کہ بعض دیگر مصنفین کے حوالہ جات کا مختصر مطلب جو ان کے اپنے مفہوم میں صحیح ہوتا ہے دیکر اس سے استدلال کر لیا کرتے ہیں اسی طرح ہمارے بزرگوں نے بھی حضرت مسیح موعود کی بعض تقریروں و تحریروں کا مفہوم اپنی عبارات میں چند جگہ دیا۔ مگر ہمارا ایڈیٹر الفضل کے نزدیک صریح تحریف ہے جیسا کہ اس نے ۹ جون ۱۹۱۸ء کے ایڈیٹوریل میں بیان کیا ہے۔ کہ ہم لوگ اپنے عیب

لیتا ہے اسی طرح [illegible] دعا [illegible] قبول نہ کی جائے [illegible]
نتیجہ نہیں ہوتا کہ دعا کو ہی بالآخر کہ دیتی ہے محض عبادت کے
طور پر ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہر ملک اور ہر قوم ہر زمانہ
کے راستبازوں نے دعا سے کام لیا ہے۔ اور بڑے بڑے نتائج
جن کے حصول سے ظاہری اسباب عاجز آگئے۔ وہ دعاؤں کے ذریعے
سے حاصل ہوئے ہیں۔ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی
دعاؤں کی قبولیت کا سب سے بڑا ثبوت ہے +

فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی جو شخص دعا کی قبولیت
چاہتا ہے۔ اور امور مہمہ میں اس کی قبولیت کا خواہشمند رہتا ہے
چاہئے کہ اللہ تعالے کی کامل فرمانبرداری اختیار کرے۔ اور کامل
ایمان اللہ تعالے پر لائے۔ لعلکم یرشدون فرما کر بتا دیا کہ
یہی کامیابی کی راہ ہے +

احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم جب تک
اللہ تعالے کی طرف سے کوئی حکم نازل نہیں ہوتا تھا خود عرب کے
اندر یا پچھلے مذاہب کے اندر جو اچھی باتیں پائی جاتی تھیں نبی کریم
صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ ان پر عمل کرتے تھے چنانچہ
رمضان کا حکم نازل ہونے سے پہلے مسلمان عام طور پر یوم عاشورہ
کا روزہ رکھ لیا کرتے تھے یہود اور نصاریٰ کا روزہ غالباً [illegible]
کا تھا اسی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان
بھی جب روزہ رکھتے تھے تو صرف عشاء کی نماز تک کھانا پینا اور
جماع جائز سمجھتے تھے۔ جیسا کہ اکثر تفاسیر میں لکھا ہے۔ لیکن اس
میں کچھ بھی شک نہیں کہ ایسا کوئی حکم منجانب اللہ ان پر نازل نہ ہوا
تھا۔ اور ان الفاظ میں کہ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی
نسائکم۔ اس پہلے طریق پر منسوخ کیا گیا ہے نہ کہ کسی حکم الٰہی کو
جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہو۔ اس طرح پر پہلی نوں
کا روزہ جیسا کہ آگے ذکر آتا ہے صبح صادق سے غروب آفتاب تک
قرار پایا۔ اور ایک امر الرفث الی نسائکم کا ذکر یہاں کر دیا۔ اور
دوسرے امر یعنی کھانے پینے کے متعلق آگے ذکر فرمایا۔ رفث کے
معنے اس کلام کے لئے گئے ہیں۔ جس میں ایسے امور کا ذکر ہو جن کا
کھلے طور پر ذکر کرنا اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ اور یہاں رفث سے
کنایہ مرد اور عورت کا تعلق ہے +

ھن لباس لکم وانتم لباس لھن لباس کی دوسرے
مقام پر دو اغراض ظاہری بیان کی گئی ہیں۔ یعنی اول یہ کہ ستر کا موجب
ہوتا ہے۔ اور دوسرے انسان کی زینت کا کام دیتا ہے
پس مرد اور عورت کو ایک دوسرے کا لباس کہہ کر مرد اور عورت
کے تعلقات کی اصل حقیقت کو ظاہر فرمایا ہے۔ اور یہ نکاح کے
لئے ایک تحریص بھی ہے +

تختانون انفسکم۔ اس کے اصل معنی تو صرف اس قدر ہیں
تظلمونھا وتنقصون حظھا یعنی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے
چونکہ رسم کے ماتحت عشاء کے بعد کھانا پینا بیوی کے پاس جانا
جائز نہ سمجھتے تھے حالانکہ خدا تعالے نے ایسے ناجائز نہیں فرمایا تھا
تو اس شدت کا جو اپنے نفس پر کرتے تھے۔ اختیان نام رکھا ہے
اور اپنی جانوں کے حقوق میں کمی کرنے سے یہی مراد ہو سکتی ہے
گویا اپنے نفس کے حقوق کو پورا ادا نہ کرنا اس پر ظلم تھا۔ بعض نے
اپنی جانوں کے حقوق کی کمی مراد نہیں لی۔ بلکہ اپنے لئے ثواب حاصل
کرنے میں کمی مراد لی ہے۔ لیکن جس صورت میں کوئی حکم الٰہی نازل
نہیں ہوا تھا جس کی رو سے بیوی کے پاس جانا ناجائز ہو تا تو
اگر بالفرض کسی شخص نے اس پرانی رسم کی خلاف ورزی بھی کی
ہو تو وہ ثواب میں کمی کے نام سے موسوم نہیں ہو سکتی۔ فتاب علیکم
کے معنے صرف اس قدر ہیں کہ تم پر رجوع برحمت کیا۔ یعنی رحمت
کا معاملہ تم سے کیا۔ اور عفا عنکم کے معنے ہیں تم سے درگذر کی۔
سو یہ اس سختی کا دور کرنا ہے۔ جو پہلے لوگوں نے خود اپنے لئے
کر رکھی تھی۔ کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالے نے کھول کر فرما دیا۔
کہ تمہارے لئے رات کا کھانا پینا اور بیویوں کے پاس جانا
منع نہیں ہے +

حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود
من الفجر۔ اس میں یہ بتایا کہ کھانے پینے وغیرہ سے کس وقت تک
رکے۔ خیط کے معنے دھاگا [illegible] خیط من الصبح کے معنے صبح
کی سفید دھاری [illegible] کے لفظ سے بھی مراد [illegible]
جاتی ہے [illegible] کہ دن کے [illegible]

ہوئے ہر جس کو پو پھٹنا کہتے ہیں تتبین لکم الخیط من الخیط
محاورہ بولتے ہیں۔ اور مفردات میں اس کے معنے لکھے ہیں۔
ای بیاض النہار من سواد اللیل یعنی دن کی سفیدی
رات کی سیاہی سے الگ ہو جائے۔ اور عدی بن حاتم کی ایک
روایت بھی ہے کہ اس نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا
کہ میں نے دو رسیاں لیکر دیکھ لیا تھا جب سفید اور سیاہ رسیاں
الگ الگ نظر آنے لگیں تو سمجھ لیا کہ اب وقت ہو گیا ہے۔ تو آپ نے
فرمایا انما ذالک بیاض النہار وسواد اللیل پس ابتدائی
وقت روزے کا وہ ہے جسے ہماری زبان میں پو پھٹنا کہتے ہیں
یا صبح صادق جب دن کی روشنی پھیلنی شروع ہو جاتی ہے۔ اور
صبح کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے۔ اور انتہائی وقت اس کا اتموا
الصیام الی اللیل میں فرمایا یعنی رات کے شروع ہونے تک روزہ
کو پورا کرو۔ چونکہ لیل غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے اس
لئے غروب آفتاب تک روزہ کا اتمام ہو جاتا ہے۔ اور جو لوگ
ستاروں کے نکلنے کا انتظار کرتے ہیں۔ وہ لیل کے اصلی معنے
کو نہیں سمجھتے +

انتم عاکفون فی المساجد اعتکاف کی حالت ایک خاص
حالت ہے جس میں معمولی تعلقات سے بالکل علیحدگی اختیار کر لی
جاتی ہے اس حالت میں بی بی کے پاس جانا منع ہے۔ اعتکاف
عکوف سے ہے جس کے معنے ہیں الاقبال علی الشیء وملازمۃ
علی سبیل التعظیم لہ یعنی کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا یا جھکنا اور
اس کے ساتھ لگ جانا یا اس پر ٹھہر جانا اور اعتکاف شریعت میں آخری
عشرہ رمضان میں مسجد میں ٹھہرنے کا نام ہے جس میں سوائے ضروری
حاجات کے مسجد سے باہر نہیں نکلنا چاہئے +

تلک حدود اللہ فلا تقربوھا ایک تو حدود کا توڑنا
ہوتا ہے مگر یہاں ان حدود کے قریب جانے سے بھی منع فرمایا
جیسا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لکل ملک حمی
وان حمی اللہ محارمہ من یرتع حول الحمی یوشک
ان یقع فیہ ہر ایک بادشاہ کی ایک رکھ ہوتی ہے اللہ تعالے
کی رکھ وہ چیزیں ہیں جن کو اس نے حرام کیا ہے۔ پس جو شخص اس
رکھ کے ارد گرد پھرتا ہے قریب ہے کہ اس کے اندر داخل ہو جائے +

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل اس حکم کو رمضان کے
حکم کے ساتھ لانے کا یہ منشا ہے کہ جب تم میں یہ قوت پیدا ہو گئی
ہے کہ تم اللہ تعالے کی رضا کے لئے حلال چیزوں کو بھی جب وہ
ترک کرنے کا حکم دے تو ترک کر دیتے ہو تو اب حرام طور پر یا
باطل طریق پر ایک دوسرے کے مال کو کھانا ترک کرنا تمہارے لئے
آسان ہے۔ در حقیقت دنیا میں مال کا گناہ ہی سب سے زیادہ
پایا جاتا ہے۔ یعنی مال کی محبت انسان پر ایسی غالب ہے کہ ناجائز
طور پر جب انسان کو مال حاصل ہو تو وہ اس کو لینے میں بہت ہی کم
مضایقہ کرتا ہے۔ اور روزے در حقیقت انسان کے اندر وہ
قوت پیدا کرتے ہیں جس سے وہ مال کے ناجائز کھانے کو ترک
کر سکتا ہے +

خطوط لکھنے اور روپیہ بھیجنے والوں کی توجہ کے قابل

بارہا اس امر کی شکایت اخبار میں دہرائی جا چکی ہے کہ جو
احباب دفتر میں کسی امر کے متعلق کوئی خط لکھتے ہیں۔ یا روپیہ
بھیجتے ہیں۔ وہ اپنا نام اور پتہ پورا اور صاف نہیں لکھتے
ایسی حالت میں ان کے خطوط کی تعمیل جواب کی صورت میں کیونکر
کی جا سکتی ہے۔ یا ان کی ارسال کردہ رقم کا کیا حساب رکھا جا
سکتا ہے۔ آجکل عملہ بک ڈپو بالخصوص بڑے زور سے اس
بات کا شاکی ہے۔ کہ لوگ کتابیں منگواتے ہیں۔ لیکن پتہ نہیں
لکھتے کہ کہاں بھیجیں۔ روپیہ پیشگی بھیجتے ہیں۔ لیکن اور پتہ ندارد
ان کا کیا حساب رکھیں +

احباب کرام از راہ نوازش جس طرح بھی ہو سکے۔ ان
شکایات کے دور کرنے کی کوشش کریں۔ اس میں ان کا اور
دفتر کا دونوں کا فایدہ ہے +

چند ضروری خطوط

حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے

(۴)

مکرمی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حقیقۃ الوحی ۱۶۵ پہلی سطر میں اور ۱۷۱ پانچویں سطر میں
حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ سوال پیدا کیا ہے کہ اگر قلیل
کثیر سے لیا ہے مخالف ہو تو قلیل کو کثیر کے تابع کرنا چاہئے یا اگر
بالفرض وہ دو تین آیتیں ان صدہا آیتوں کے مخالف ہوتیں تب
بھی چاہئے تھا کہ قلیل کو کثیر کے تابع کیا جاتا پس اس اصول کو مرزا
صاحب کی اپنی تحریروں میں برتنا چاہئے۔ مرزا صاحب نے کہیں یہ
کہا کہ میری فلاں تحریریں منسوخ ہیں۔ جب تک پہلے مرزا صاحب کی
تحریر نہ دکھائی جائے کہ میری فلاں سال تک کی تحریریں منسوخ ہیں
اس وقت تک منسوخی کا دعوے بلا دلیل ہے۔ اور قلیل کو کثیر کے تابع
کرنا پڑیگا خواہ وہ قلیل کثیر کا مخالف ہی کیوں نہ ہو +

اب حقیقۃ الوحی کو ہی دیکھو۔

ص۱۱ دوسرا پیرا یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے ہمارے
اس زمانہ تک تمام اسلامی مورخوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ
اسلام کی حقیقت تب ہی ہے کہ جب ایک شخص خدائے تعالے
کو واحد لاشریک سمجھتا ہے۔ ایسا ہی اس کے لئے ضروری ہے کہ
آنحضرت کی نبوت پر ایمان لاوے۔ یہاں اپنا ذکر کوئی نہیں +

ص۱۱۱ دوسرا پیرا وہ تمام نبی یہی سکھلانے آئے ہیں کہ خدائے
تعالے کو واحد لاشریک مانو۔ اور ساتھ اس کے ہماری رسالت
پر بھی ایمان لاؤ .... اسی وجہ سے اسلامی تعلیم
کا ان دو فقروں میں خلاصہ تمام امت کو سکھلایا گیا کہ لا الہ
الا اللہ محمد رسول اللہ۔

اب ایک تو اسے اسلامی تعلیم کا خلاصہ کہا ہے۔ دوسرے
معلوم ہوا کہ اگر مرزا صاحب اپنی رسالت منواتے تو ضرور تھا کہ محمد
رسول اللہ کی طرح اپنا کلمہ بھی سکھاتے +

ص۱۲۰ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی۔
حالانکہ اگر تکفیر دعوے کا نتیجہ ہے تو لازماً سبقت مرزا صاحب
کی طرف سے چاہئے +

ص۱۲۴ آخری سے پہلی سطر۔ اس وقت کے نبی بھی آنحضرت پر
ص۱۲۵ سے شروع کر کے سولہ آیات قرآنی آنحضرت پر ایمان لانے کے
متعلق پیش کی ہیں۔ ان میں سے اپنے اوپر کوئی آیت پیش نہیں کی +

ص۱۳۳ درجات پانا صرف اسی بات میں منحصر کر دیا ہے کہ لوگ
خدا تعالے کی کتابوں پر ایمان لاویں اور اس کی بندگی کریں۔ آپ
عیسے کی کتاب انجیل ہے مگر مرزا صاحب کی کوئی کتاب نہیں جس کی کتاب
نہیں وہ رسول کیسا اور بہر حال منحصر نجات کتابوں پر ایمان لانے پر ہے
مرزا صاحب کی کتاب پیش کریں +

پھر ص۱۸۰ و ص۱۸۱ کو غور سے پڑھیں تو گویا وہاں اپنے انکار
کا ذکر کیا ہے۔ اور اسے ایک قسم کا کفر قرار دیا ہے۔ مگر اصل بحث
جیسا کہ سوال ۹ سے ظاہر ہے آنحضرت پر ایمان کے متعلق ہے
ص۱۸۰ پر آخر سے تیسری سطر میں صاف اسلام پر اطلاع نہ پانے کا
ذکر ہے۔ ایسا ہی صفحہ ۱۸۱ میں دو جگہ اسلام پر اطلاع نہ پانے کا ذکر
ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ بحث اصل میں صرف اسلام کے متعلق
ہے اپنا ذکر ضمناً ہے جسے وہیں چھوڑ دیا ہے۔ اپنے متعلق جو کچھ لکھا
ہے وہ ص۱۶۸ پر ہے۔ جہاں دوسرے پیرے میں صاف معلوم
ہوتا ہے کہ جو نام سے بھی بے خبر ہے وہ فلاں کافر نہیں۔ کافر کون
ہیں اس کو پہلے واضح کر دیا کہ مجھے کافر یا مفتری کہنے والے بہر حال
معلوم ہوا کہ سب غیر احمدیوں کو کافر نہیں کہا +

آخر پر استفتاء یوں شروع ہوتا ہے۔

یا علماء الاسلام وفقہاء ملۃ خیر الانام۔
کیا ان علمائے اسلام سے مراد مولوی سرور شاہ اور حافظ روشن علی
تھے یا کوئی اور۔ علمائے اسلام ان کا نام کیوں رکھا +

افسوس ہے کہ وہ عبارت اس وقت مجھے نہیں ملی جس میں مسلمان
نہ ہونے کا لفظ ہے۔ مگر اس کی بڑی کھلی تصریح اس [illegible] میں ہے جو [illegible]

جلد ۵ | بنشاء المسیح لاہور یکشنبہ ۲۰ رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۳۰ جون سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۱۰۰

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

جماعت کو نصیحت

انسانی عمر کے تین زمانے اور ان میں انسان کی حالت

میری طرف سے جماعت کے لئے بار بار یہی نصیحت ہے جو کہیں کئی دفعہ اس جگہ اور دوسرے مقامات میں کر چکا ہوں کہ انسان کی عمر ناپائدار ہے اس کا کچھ بھروسہ نہیں ہے۔ اس لئے کوشش کرنی چاہیئے کہ خاتمہ بالخیر ہو جاوے۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس کے حاصل کرنے کے لئے راستہ میں بہت سے کانٹے ہیں۔ جب انسان دنیا میں آتا ہے تو اس کا اول حصہ تو بیہوشی میں گذر جاتا ہے۔ کیونکہ بچہ ہوتا ہے۔ اور اسے کسی قسم کا علم ہرگز نہیں ہوتا پھر دوسرا زمانہ پیرا آتا ہے کہ اگرچہ بچوں جیسی تو اس میں نہیں رہتی مگر جوانی کی مستی کی ایک بیہوشی ضرور ہوتی ہے پس دو زمانے تو اس طرح مارے جاتے ہیں۔ پھر تیسرا زمانہ آتا ہے جو کہ پیرانہ سالی کا زمانہ ہوتا ہے۔ کہ علم کے بعد پھر لاعلم ہو جاتا ہے۔ حواس میں فرق آ جاتا ہے۔ اور بعض تو ایسے ہوتے ہیں کہ پیرانہ سالی میں قدم رکھتے ہی ان میں جنون کے آثار شروع ہو جاتے ہیں۔ اور مخبوط الحواس نظر آتے ہیں۔ اور بچپن کے خواص ان میں پائے جاتے ہیں پس اب دیکھ لو اور خوب غور کرو کہ انسان کو کس قدر مشکلات کا سامنا ہے۔ بچپن تو ایک مجبوری کا زمانہ ہوا کہ جس میں اسے کچھ ہوش ہی نہیں ہوتی سوائے لہو و لعب کے اور طبعی خواہشات کے اور کوئی کام ہی اسکو نہیں ہوتا۔ آخرت کے علوم سے بھی ناواقف ہوتا ہے۔ اور دنیاوی علوم سے بھی بے بہرہ۔ پھر جوانی نصیب ہوئی۔ تو نفس امارہ کے جذبات ایسے لگ جاتے ہیں کہ اس کی عقل ماری جاتی ہے۔ اگر اللہ اور روز آخرت وغیرہ پر ایمان بھی لاتا ہے تو نفس امارہ اسے اپنی ہی طرف کھینچتا ہے۔ پھر اخیر کے زمانہ میں اس کی مثال اس پھوک (فضلہ) کی مانند ہو جاتی ہے جو کہ میوہ سے عرق نچوڑ لینے کے بعد رہ جاتا ہے۔ بچہ میں تو ایک حرکت بھی ہوتی ہے۔ اور وہ نشوونما کرتا رہتا ہے۔ اور ماں باپ کو دیکھکر رئیس سے رکوع و سجود بھی کر لیتا ہے۔ مگر پیرانہ سالی میں کسل اور کاہلی اسکے لاحق حال ہو جاتے ہیں۔ جہاں پڑا رہتا ہے۔ جہاں بیٹھا وہیں بیٹھا رہتا ہے۔ پھر بعضوں کو دیکھا ہے۔ کہ وہ کان سے بہرے بھی ہو جاتے ہیں غرضیکہ صرف ایک درمیانی زمانہ ہے کہ جس میں انسان اپنے نفس کا مطالعہ اور خدا کی پرستش کر سکتا ہے۔ اور اس کے ساتھ بھی ایسی آفات لگی ہوئی ہیں کہ اگر وہ نگہداشت اور کوشش نہ کرے تو اسی سے جہنم یا جنت کی تیاری کرنے لگ جاتا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں جن اخلاق عادات اور عقاید وغیرہ کا اپنے آپ کو پابند بنا لیگا۔ پھر ان کا اس سے چھوٹنا محال ہوگا۔ پس چاہیے تو وہ اس زمانہ میں اپنے لئے جنت کی بنیاد قایم کرے۔ اور چاہے دوزخ کی۔ اگر اس نے یہ زمانہ خدا کی بندگی۔ اپنے نفس کی آراستگی اور خدا کی اطاعت میں گذارا ہوگا تو اس کا اسے یہ پھل ملیگا کہ پیرانہ سالی میں جبکہ وہ کسی قسم کی عبادت وغیرہ کرنے کے قابل نہ رہیگا اور کسل اور کاہلی اسے لاحق ہو جاویگی تو فرشتے اس کے نامہ اعمال میں وہی نماز روزہ تہجد وغیرہ لکھتے رہینگے۔ جو کہ وہ جوانی کے ایام میں بجا لاتا تھا۔ اور یہ خدا کا فضل ہوتا ہے کہ اس کی ذات پاک اپنے بندہ کو معذور جانکر باوجود اس کے کہ وہ عمل بجا نہیں لاتا پھر بھی وہی اعمال اس کے نام درج ہوتے رہتے ہیں۔ بوڑھوں کا دنیا میں موجود ہونا جوانوں کے لئے عبرت کا مقام ہے۔ مگر انسان کے دل پر اس قسم کا حجاب ہوتا ہے۔ کہ وہ باوجود دیکھنے کے نہیں دیکھتا۔ اور باوجود سننے کے نہیں سنتا۔ ورنہ اسی قسم کے نظاروں کو دیکھکر وہ اپنی جوانی کے ایام میں خدا تعالےٰ سے اپنے تعلقات مضبوط کرے۔

اگر نفس امارہ کا جوش نہ ہو تو جوانی کا زمانہ کام کا زمانہ ہے

پس اب سوچنا چاہیئے کہ تین زمانے بچپن۔ جوانی اور پیرانہ سالی کے انسان پر گذرتے ہیں۔ جن میں کس قدر مشکلات اس کے لئے ہوتی ہیں۔ دو زمانے یعنے بچپن اور بڑھاپا تو خود ہی نکمے اور ردی ہیں کہ ان میں انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ ہاں درمیان کا زمانہ جوانی کا کچھ تھا کہ جس میں انسان آخرت کی پونجی بنا سکتا تھا۔ سو اسے نفس امارہ کے جوشوں نے ردی بنا دیا ہوا ہے۔ قرآن شریف میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی اسی نفس کا تذکرہ ہوا ہے۔ وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا من رحم ربی ان ربی غفور رحیم اس میں یوسفؑ فرماتے ہیں کہ میں تو اپنے نفس کو بری نہیں کرتا۔ وہ تو ہمیشہ بدی کی ہی ترغیب دیتا ہے۔ بلکہ خدا ہی رحم کرے تو اس کے جذبوں اور جوشوں سے انسان بچ سکتا ہے۔ اور میرا رب تو غفور اور رحیم ہے اسنے مجھ پر رحم کیا ہے۔ ان الفاظ سے

نفس امارہ سے بچنے کا طریق

ظاہر ہے کہ زمانہ موجودہ کے فساد اور بدیوں سے محفوظ رہنے کے لئے صرف انسان کی اپنی ہی کوشش کافی نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالےٰ کے رحم اور فضل کی بھی ضرورت ہے جس کے حاصل کرنے کا ذریعہ صرف دعا ہی ہے۔ ہر ایک چیز کا ایک ظاہر ہوتا ہے۔ ایسے ہی زہد و تقوےٰ کا بھی ایک ظاہر ہوتا ہے۔ اور اکثر لوگ بظاہر متقی اور زاہد ہوتے ہیں۔ لیکن جب تک خدا کا فضل اور رحم بھی انسان کے شامل حال نہ ہو تب تک وہ اس کے کام نہیں آسکتا۔

اخبار احمدیہ

ایک نہایت ضروری تحریک

آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ "ماہ رمضان کا ایک ..." کے عنوان سے حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک نہایت ضروری مضمون درج ہے جسے امید ہے۔ کہ احباب کرام خاص توجہ سے پڑھیں گے اور حضرت امیر کی تحریک کے مطابق تمام بیرونی انجمنوں کے سیکرٹری صاحبان ... عملدرآمد فرمائینگے۔ جہاں جہاں انجمنیں نہیں وہاں کے احباب انفرادی طور پر ہی جو کچھ دے سکیں بخدمت صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ... بلڈنگس کے پتہ پر بھیجدیں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اس تحریک کو کل بروز جمعہ مسجد احمدیہ ... میں بعد نماز جمعہ جماعت لاہور کے سامنے پیش کیا گیا۔ خاکسار ... صلح نے آپکا مضمون پڑھکر احباب کو سنایا۔ اور حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب محاسب انجمن نے اس کے مطابق اسی وقت کارروائی کرنے اور جماعت لاہور کو سب سے پیش پیش قدم بڑھانے کے لئے کہا۔ چنانچہ حسب ذیل اصحاب نے اسی وقت چندہ لکھایا۔ بعض احباب نے اسی وقت ادا بھی کر دیا۔ بعض جنہوں نے نہیں لکھایا وہ اگلے جمعہ تک کچھ نہ کچھ ادا کرینگے انشاءاللہ تعالےٰ۔ فی الحال چندہ لکھانیوالوں کی فہرست حسب ذیل ہے:

(۱) جناب شیخ رحمت اللہ صاحب پروپرائٹر انگلش ویرہوس لاہور ... (۲) جناب شیخ محمد امین صاحب سوداگر چرم لاہور ... (۳) جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اسسٹنٹ سرجن ... (۴) جناب مولانا ... صدرالدین صاحب پرنسپل مسلم ہائی سکول لاہور ... (۵) جناب مولوی مصطفیٰ خانصاحب بی اے ... (۶) جناب حافظ فضل احمد صاحب ... (۷) جناب مرزا خدابخش صاحب ... (۸) میاں چراغدین صاحب ... (۹) ڈاکٹر نبی بخش صاحب بھاٹی دروازہ لاہور ... (۱۰) میاں مولا بخش صاحب ... (۱۱) میاں ناصر دین فیروزدین صاحب ... (۱۲) شیخ برکت اللہ صاحب ... (۱۳) میاں نظام الدین صاحب ... تحصیل وزیرآباد ... (۱۴) بابا ہدایت اللہ صاحب شاعر پنجابی ... (۱۵) شیخ نعمت اللہ صاحب ... (۱۶) داروغہ نبی بخش صاحب ... (۱۷) مولوی عبدالحق صاحب سنسکرت سکالر ... (۱۸) مولوی غلام حسین صاحب ... (۱۹) بابو غلام قادر صاحب ... (۲۰) میاں نبی بخش صاحب ... (۲۱) جناب ملک غلام محمد صاحب ... (۲۲) خواجہ بشیر احمد صاحب ... (۲۳) مولوی مفضل حق صاحب ... (۲۴) منشی دوست محمد اڈیٹر پیغام صلح ... میزان ...

داروغہ نبی بخش صاحب نے ... اس چندہ کی تحصیل کا کام ... ذمہ لیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ یکشنبہ ۲۳ جون ۱۹۱۸ء نمبر ۱۰۰

ماہ رمضان کا ایک اور جہاد

حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے

برادران السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے اپنے پہلے خط میں آپ کو اس بات کیطرف توجہ دلائی تھی کہ ایک مسلمان کے لئے ماہ رمضان ایک مجاہدہ کا مہینہ ہے جو بڑی بڑی دینی ترقیوں کے لئے اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو ایک سامان عطا فرمایا ہے۔ اس ماہ مبارک کا ایک مجاہدہ تو دعا ہے۔ اور دعا بھی پچھلی رات یعنی تہجد کی بالخصوص۔ غالباً میرا یہ خط آخری عشرہ رمضان کے شروع ہونے سے پہلے پہلے احباب تک پہنچ جائیگا اور ان دس ایام یا راتوں کو جن کی فضیلت قرآن کریم اور احادیث نے کھلی کھلی بیان کی ہے وہ ضائع نہ ہونے دیں گے۔ انہی راتوں میں وہ بابرکت رات بھی ہے جس کے اندر قرآن جیسی نعمت عظیم کا نزول ہوا پس اور کون سی نعمت ہے جو حاصل نہ ہو سکتی ہو۔ مگر شاید مجاہدات کی اس کے لئے ضرورت ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ دعا تو ہر وقت ہی انسان کی قبول ہو سکتی ہے۔ ماہ رمضان کو کیوں خاص کیا۔ اس لئے کہ ان ایام میں انسان اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے اپنے نفس کو ایک مجاہدہ شاقہ میں ڈالکر اللہ تعالےٰ کے قرب کے مقام کی طرف قدم مار رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح پر ماہ رمضان کا یہ دوسرا مجاہدہ جس کی طرف میں احباب کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ اور گو ہر حال میں انسان کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا چاہئے مگر ماہ رمضان میں اس مجاہدہ کی طرف بھی ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل اور نمونہ سے خاص توجہ دلائی ہے۔ یہانتک کہ آپ کے ذکر میں صحیح حدیث میں آتا ہے۔ کہ کان اجود الناس تھے یعنی سب لوگوں سے زیادہ سخی۔ لیکن اجود ما یکون فی رمضان سب سے زیادہ آپ کی اجود کا اظہار رمضان میں ہوتا تھا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے انفاق فی سبیل اللہ یعنی حفاظت دینی اور دین کی ترقیات کے لئے مال کو خرچ کرنے کی مثال اس دانہ سے دی ہے جو معمولی حالات میں بھی سات سو دانہ پیدا کرتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی دو چند چہار چند کرتا ہے۔ یہانتک کہ بے حساب بھی اس کا اجر ایک جگہ فرمایا ہے جو شخص قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کے دل کے اندر یہ ولولہ پیدا ہونا چاہئے کہ اپنے مال کا کچھ حصہ اس راہ میں خرچ کر کے ان عظیم الشان نتائج کا وارث وہ ہو۔ ظاہر بات ہے کہ جس کے لئے انسان اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ وہ اس پر کسقدر خوش ہوتا ہے۔ تو کیا وہ لوگ جو خدا کی راہ میں خرچ کریں گے۔ اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کو حاصل نہ کریں گے۔ اور کیا اس خالق و مالک کی خوشی کا حاصل کرنا تمام خوشیوں کے حاصل کرنے سے بڑھکر نہیں۔ پھر جس غرض یا جس کام کے لئے انسان اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ اس کے ساتھ اس کو محبت بھی پیدا ہوتی ہے۔ یہ وہ نظارہ ہے جو دن رات ہم دیکھتے ہیں نیکی سے نیکی کام کے لئے جب انسان اپنا مال خرچ کرتا ہے تو اس کے ساتھ بھی اس کو محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے جو لوگ محبت الٰہی میں ترقی کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے اپنے مال کو خدا کے راہ میں خرچ کرنے سے نہ صرف انسان اللہ تعالےٰ کی رضا کو حاصل کرتا بلکہ اس کی محبت بھی اس کے دل کے اندر پیدا ہوتی ہے . . . .

. . . . اور اس مقام سے بڑھکر اور کوئی مقام نہیں جس کے لئے انسان کوشش کرے۔ ہماری پاک کتاب جو ہر امر میں ہماری رہنما ہے ان امور کی طرف بھی وہی ہماری ہدایت فرماتی ہے۔ جیسا کہ انفاق فی سبیل اللہ کے مضمون میں . . . الفاظ میں فرمایا مثل الذین ینفقون اموالھم ابتغاء مرضات اللہ وتثبیتاً من انفسھم کمثل جنۃ بربوۃ۔ جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور کچھ اپنے آپ کو مضبوط کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک ایسے باغ کی مثال ہے جو اعلےٰ درجہ کی زمین پر ہوا۔ اب اس ایک مختصر سے فقرہ میں خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا سارا فلسفہ بیان کر دیا ہے۔ مال کے خرچ کرنے میں انسان کی غرض تو یہ ہوتی ہے کہ کسی کو خوش کرے۔ بعض وقت اپنے نفس کو ہی خوش کرنا چاہتا ہے۔ اور خرچ کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کام کے ساتھ اسے محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور انہی دو باتوں کا ذکر اس آیت میں کیا ہے۔ پس اس غرض اور اس نتیجہ کو مدنظر رکھکر وہ انسان جو خدا پر ایمان لاتا ہے کیوں خدا کی راہ میں اپنے مال کو خرچ نہیں کرتا۔ تثبیتاً من انفسھم سے مراد محبت الٰہی میں ترقی کرنا ہے۔ کیونکہ ثبات نفس یا ایمان پر انسان کی مضبوطی درحقیقت محبت الٰہی کا ہی نام ہے۔ مگر قرآن کریم بڑی پر حکمت کتاب ہے من انفسھم میں یہ من کا لفظ بھی زاید نہیں۔ بلکہ ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس طریق سے یعنی مال کے خرچ کرنے سے کسی قدر ثبات نفس اور محبت الٰہی میں انسان ترقی کرتا ہے۔ اور یہی سچ بھی ہے پوری ترقی کے لئے اپنے سارے ستوں کو اللہ تعالےٰ کی راہ میں لگا دینا ضروری ہے۔ اور یہ نرا دعویٰ ہی دعویٰ نہیں۔ بلکہ دیکھ لو کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس اصول کو سمجھ کر اپنے مالوں کو بیدریغ ضروریات تبلیغ پر خرچ کیا اور اللہ کی راہ میں لگا دیا۔ تو ایک طرف اگر ان کو اعلےٰ درجہ کی زمینوں کے باغ بھی سچ مچ مل گئے۔ اور اس سے بڑھکر دوسری زندگی میں ملیں گے۔ تو دوسری طرف ان کے اس فعل پر وعدہ الٰہی کے مطابق رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی سند بھی ان کو بارگاہ الٰہی سے مل گئی۔ یعنی اللہ ان سے خوش ہو گیا۔ اور وہ اللہ سے خوش ہو گئے۔ یہی وہ بات ہے جو ہماری ہمتوں کو بڑھاتی ہے۔ کیونکہ جو بھی ان کے نقش قدم پر چلیگا وہ وہی کچھ پالیگا۔

میرے دوستو! دنیا کی ادنےٰ اور حقیر اغراض سے اپنے آپ کو بلند کرو۔ اور قوت ایمانی کا کوئی نمونہ دکھاؤ۔ اور اگر تم میں وہ قوت ایمانی نہیں تو اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں خرچ کر کے اس کو پیدا کرو۔ اور بالخصوص اس کے پیدا کرنیکا نہایت عمدہ موقعہ یہ رمضان کے دن ہیں۔ جب طرح طرح کے مجاہدات سے قدم آگے بڑھانے میں تمہارے لئے بہت سہولت ہو گئی ہے۔ بیشک قرآن کریم محتاجوں غریبوں کو دینے کے لئے بھی تاکید فرماتا ہے۔ مگر ہر کام کا ایک مرتبہ ہے۔ جو کچھ فواید اور ثمرات تم اشاعت اور تبلیغ دین کے لئے خرچ کر کے اٹھا سکتے ہو وہ سب سے بلند مقام رکھتے ہیں۔ میری یہ خواہش ہے کہ ہمارے احباب اپنے ہر قدم میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کو اختیار کریں۔ اور اس لئے اگر ایک طرف وہ اپنے اموال میں سے معمولی طور پر کچھ نہ کچھ چندہ دیکر اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں تو رمضان کے اندر اس مجاہدہ میں نمایاں طور پر ترقی کریں۔ اسلام کوئی ایسا ناقص مذہب نہیں کہ ریاکاری میں اور علانیہ صدقات کے دینے میں فرق نہ کرتا ہو۔ وہ ریاکاری سے تو اتنا ڈراتا ہے۔ کہ فرماتا ہے کہ یہ مسلمان کا کام نہیں کافروں کا کام ہے۔ مگر یاد رکھو کہ خدا کی راہ میں ریاکاری سے کبھی انسان خرچ کر سکتا ہی نہیں۔ اور وہ علانیہ صدقات کی بڑی تاکید فرماتا ہے۔ بلکہ انہی کو سب سے بلند مقام دیتا ہے۔ ان تبدوا الصدقات فنعما ھی علے الاعلان دین کے لئے چندے دو تو کیا ہی خوب ہے۔ علانیہ چندے ایک دوسرے کے لئے نیکی کی تحریص کا موجب بھی ہوتے ہیں۔

ہمیں اس وقت اشاعت دین کے لئے بڑی بڑی قربانیوں کی ضرورت ہے۔ ہمیں ضرورت ہے کہ ہم میں سے وہ لوگ پیدا ہوں جو اپنی زندگیوں کو اشاعت دین کے لئے وقف کر دیں۔ مگر پہلا مرحلہ ملی قربانی ہے جس میں ہر ایک مرد و عورت کو حصہ لینا چاہئے تعجب ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کو صرف مردوں کا حصہ ہی سمجھ لیا گیا ہے۔ عورتیں بھی اسی طرح اس کی محتاج ہیں۔ کیا قرآن شریف میں نہیں پڑھا والمتصدقین والمتصدقات۔ اگر مرد صدقہ کریں تو عورتیں بھی صدقہ کریں۔ ہمارے ان چندوں میں حصہ لینا سب کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے جہاں ایک طرف میری اپنے احباب سے یہ درخواست ہے کہ وہ اپنے ماہوار چندوں میں زیادہ محتاط ہوں اور اسی احتیاط کی خاطر ہی ہمارے حضرت نے فرمایا تھا کہ جو تین ماہ تک چندہ نہ دے وہ سلسلہ سے منقطع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ سلسلہ کی غرض تو دین اسلام کی خدمت اور دین اسلام کی محبت کا پیدا کرنا ہے۔ اور وہ بغیر مال خرچ کرنے کے پیدا نہیں ہو سکتی تو نری لفاظی کا کیا فایدہ جب دل میں محبت دین نہیں۔ غرض ایک طرف اگر ماہ رمضان کے مجاہدات سے ہم یہ فایدہ حاصل کریں تو دوسری طرف اس وقت [illegible] سے بھی کچھ حصہ لینا ضروری ہے۔ اور اس کے لئے میں یہ تحریک کرنا چاہتا ہوں کہ اس تجویز پر ہماری ہر جگہ کی جماعت خاص طور پر اپنے ممبروں میں تحریک کرے۔ اور ماہ رمضان کے آخری [illegible] میں ہر جگہ یہ تحریک ہو۔ یا جہاں اس سے پہلے ہو سکے پہلے ہو جائے یہ خاص چندہ جو اس وقت ہو اس کی غرض ہر جگہ صرف اس قدر ہو کہ اپنے علاقہ یا سنٹر یا ضلع میں اشاعت اسلام اور تبلیغ سلسلہ کا لٹریچر مفت شائع کرنیکا انتظام کیا جائے۔ اور اس میں دو یا تین کتابوں کی طرف خاص طور پر اس وقت میں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ ایک رسالہ مسیح موعود ایک حقیقت المسیح جس میں عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب ہے۔ اور ایک آیۃ اللہ۔ جہاں جہاں جس قدر چندہ کوئی جماعت کرے وہ محاسب صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور کے پاس بھیجدے اور وہ اس قیمت کے اندر اندر اندازہ کر کے تینوں کتابیں مناسب تعداد میں بھجوا دینگے۔ اور پھر ان کو وہاں کی جماعت مفت تقسیم کر دے۔ یوں یہ ماہ رمضان کا صدقہ نہ صرف ہمارے لئے آخرت میں ہی ثواب کا موجب ہو گا۔ بلکہ اس سے ایک فوری ضرورت بھی پوری ہو گی۔ اور خدا کے فضل سے یہ امید ہے کہ اگر جس قدر تعداد میں یہ کتابیں چھپی ہیں فوراً تقسیم ہو جائیں تو خدمت اسلام کا ایک بڑا بھاری کام سرانجام پائیگا۔ ورنہ اگر یہ انجمن کے کتب خانے میں پڑی رہیں تو ان پر ہماری محنت اور روپیہ جو خرچ ہوا ہے وہ بریار ہی ہو گا۔ ہمارے احباب مطمئن رہیں کہ ان کتابوں کی فروخت سے مجھے کوئی فایدہ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ یہ انجمن کے خرچ سے چھپی ہیں میں صرف ان کو ایک نیک کام کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اور یہی وہ کام ہیں جن میں انہیں میرا ساتھ دینا چاہئے یا جن میں ہم سب کو مل کر ہمت مردانہ دکھانی چاہئے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ان کتابوں کی اشاعت سے جماعت کو بڑی قوت پہنچیگی۔ اور اس کا ایک اہم فرض ادا ہو گا میرا یہ بھی دل چاہتا ہے۔ کہ ہر ایک احمدی اس میں حصہ لے مقدور والا اپنے قدر کے مطابق اور تنگدست اپنی قدر کے مطابق۔ کیونکہ جب ایک جماعت مل کر ایک کام کرتی ہے تو اس پر اللہ تعالےٰ خاص طور پر برکات نازل فرماتا ہے۔ جو احباب اس میں سستی کریں گے۔ وہ ان برکات کے نزول میں اپنے آپ کو روک بنائیں گے۔ آخر میں میری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی آپ کے دلوں کے اندر وہ جوش خدمت دین کا پیدا کرے جس کے ساتھ آپ بڑی بڑی خدمات دینی کو ادا کر سکیں اور اپنے اندر ایک خوشی محسوس کریں۔ اور جب دین کی کسی خدمت کی طرف بلایا جائے تو وہ آپ کے دلوں کے اندر ایک نشاط پیدا کرے۔ اور بوجھ محسوس نہ ہو۔ کیونکہ جو لوگ ضروریات دینی کو بوجھ سمجھتے ہیں ان کو اللہ تعالےٰ پسند نہیں کرتا۔ والسلام خاکسار محمد علی۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کا مباحثہ سے فرار

ذیل کا اشتہار شملہ میں حضرت ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ جس سے اس مباحثہ کی مفصل کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ جس کے مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ قرار پانے کی اطلاع ہم پیشتر ازیں دے چکے ہیں۔ افسوس ہے کہ مولوی ثناء اللہ کی بعض ناجایز شرائط نے اس مباحثہ کو ہونے نہ دیا اور ان کو راہ فرار ہاتھ آگئی جس کی مفصل کیفیت حسب ذیل ہے:-

ولا یجرمنکم شنآن قوم علےٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقوےٰ سے قریب تر ہے۔

لا یومن احدکم حتیٰ یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ

تم میں سے کوئی مومن نہیں بنتا یہانتک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے ۱۷ جون کو ذیل کی تحریر ہمارے پاس بھیجی "میری تحقیق میں مرزا صاحب نے دعوےٰ نبوت کیا ہے لاہوری پارٹی کے سرکردگان اگر چاہیں تو اس مضمون پر ہی ان سے باقاعدہ تحریری بحث کرنے کو تیار ہوں۔ یہ تحریر حسب خواہش عبدالحق صاحب (احمدی) کے لکھی گئی ہے"

مولوی صاحب کے اس چیلنج کو ہم نے قبول کیا۔ ابھی ابتدائی

شرایط طے ہو رہی تھیں کہ ہم کو شیخ عبدالحق کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ مولوی صاحب یہ بھی مخفی ارادہ رکھتے ہیں کہ ایک ثالث مقرر کیا جائے جو مباحثہ کے بعد یہ فیصلہ کر دے کہ کون فریق حق بجانب ہے۔ جس پر ہم نے مولوی صاحب کو صاف لکھدیا کہ مذہبی مسایل میں کسی سرپنچ کا فیصلہ لینا کہ کون فریق حق بجانب ہے ہمارے نزدیک جایز نہیں اس لئے اگر آپ نے کوئی ایسی تجویز پیش کرنی ہو تو ہم مباحثہ نہیں کرینگے اس بات کا جواب مولوی صاحب نے باوجود متعدد رقعوں کے پانچ دن تک کچھ نہ دیا۔ اس کے بعد کچھ شرایط انہوں نے تجویز کر کے بھیجدیں جن میں ثالث کے فیصلہ پر سارا دارومدار رکھکر صاف مباحثہ سے گریز اختیار کی چنانچہ ان کی شرایط نمبر ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ حسب ذیل ہیں:۔

(۱۰) اس مباحثہ میں ایک (یا کئی ایک) منصف ہونگے جو ملکر فیصلہ کریں گے باتفاق رائے یا بکثرت رائے کا فیصلہ ناطق ہوگا۔

(۱۱) فیصلہ منصف فریقین کی اخباروں اہلحدیث اور پیغام صلح میں بتسلیم فریقین شایع ہوگا۔

(۱۲) تسلیم فیصلہ کا یہ اثر ہوگا کہ فریقین آیندہ کو مرزا صاحب کے حق میں وہی خیال ظاہر کریں گے جو فیصلہ کا مضمون ہوگا۔

ہم اہل شملہ سے امید رکھتے ہیں کہ آیت و حدیث مندرجہ عنوان کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ مولوی ثناء اللہ صاحب سے یہ سوال کرینگے کہ اگر انہوں نے محض پبلک کو ان شرایط کے ساتھ دھوکا دینا نہیں چاہا تو کیا آپ کے نزدیک یہ جایز ہے کہ ایک مسلمان ایک غیر مسلم کے ساتھ مباحثہ کرے اور اگر ثالث یہ فیصلہ دیدیں کہ مسلمان ہار گیا تو وہ اسلام کو ترک کر دے۔ یا ایک اہلحدیث ایک حنفی کے ساتھ بحث کرے اور ثالثوں کے فیصلہ پر کہ اہل حدیث حنفی کے مقابلہ میں عاجز آگیا ہے وہ وہی تقلید اختیار کرے جسے مولوی صاحب شاید شرک کا شعبہ قرار دیتے ہیں۔ یا ایک اہل سنت والجماعت گروہ کا شخص ایک شیعہ کے ساتھ بحث کر کے ثالثوں کے فیصلہ پر صحابہ کبار کو گالیاں دیا کرے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ خود مولوی ثناء اللہ ہی بتائیں کہ کیا وہ خود کسی غیر مسلم کے ساتھ بحث کر کے ثالثوں کے فیصلہ پر اسلام کو خیر باد کہنے کو تیار ہیں؟ یا ایک شیعہ کے ساتھ بحث کر کے ثالثوں کے فیصلہ پر صحابہ کبار کو گالیاں دینے کو تیار ہیں۔ یا اہلحدیث کے عقاید کو چھوڑ کر تقلید قبول کرنے کو تیار ہیں۔ اگر وہ ان کاموں کے لئے تیار ہیں تو پھر مولوی صاحب کے ایمان کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ کس قدر شرم کی بات ہے کہ علماء اسلام میں سے کہلا کر مذہب کو ایک ایسا کھیل بنانا چاہتے ہیں۔ کہ کسی ثالث نے کہدیا تو اسلام کو بھی ترک کر دیا۔ اور شاید دہریت بھی اختیار کر لینے میں کوئی مضایقہ نہ سمجھتے ہونگے۔ کیا کوئی غیور مسلمان ہے کہ مولوی صاحب سے دریافت کرے کہ ثالثوں کے فیصلہ پر مذہب کو خیر باد کہدینا کونسی آیت قرآنی یا کونسی حدیث سے ثابت ہے؟ افسوس ہے کہ عوام الناس کو ناحق کی مخالفت نے اس قدر حق سے دور ڈالدیا ہے کہ وہ اپنی اسلامی غیرت سے بھی کام نہیں لیتے اور مولوی صاحب سے یہ دریافت نہیں کرتے کہ وہ کونسی چیز ہے جو آپ کو یقین دلاتی ہے کہ ثالث معصوم ہیں۔ اور خدا تعالیٰ ان کو غلط فیصلہ کرنے سے روکدیگا۔ افسوس کہ واعظین اور رہبروں کی یہ حالت ہے تو عوام بیچاروں بیچاروں کی کیا حالت ہوگی۔

پھر اس شرمناک اصول کو پیش کرنے کے ساتھ دوسری دھوکہ دہی جو مولوی ثناء اللہ نے کی ہے یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کی طرف اس حوالہ کو منسوب کیا ہے۔ یہ نہایت شرمناک کارروائی ہے جو پبلک کو دھوکہ دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے کہیں نہیں لکھا کہ اگر ثالث فیصلہ کر دیں تو میں اپنا عقیدہ ترک کر دونگا۔ یا اسلام چھوڑ دونگا۔ ایسے ایسے خیالات مولوی ثناء اللہ صاحب کے سر میں آسکتے ہیں مگر مسیح موعود اسلام کے لئے ایسا غیور انسان تھا کہ وہ ایسے خیالات پر سو دفعہ لعنت بھیجتا۔ ہمارے مذہبی عقاید اس طرح ہمارے دلوں میں راسخ ہیں کہ ساری دنیا مخالفت کرے تو ہم ان کو ترک نہیں کر سکتے۔ حضرت مسیح موعود نے جو کچھ لکھا وہ محض انعام کے ایک فریق کو دینے کے لئے تجویز تھی۔ نہ کسی مذہبی عقیدہ کا ایسا فیصلہ کہ آیندہ کے لئے فریقین اس کے پابند ہو جائیں۔ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب میں کچھ غیرت ہے تو وہ حضرت مسیح موعود کے وہ الفاظ دکھائیں جن میں آپ نے مولوی ثناء اللہ کی طرح اس بے غیرتی کو قبول کیا ہو کہ ثالث کے فیصلہ پر اپنا عقیدہ ترک کر دینگے۔ حضرت صاحب کے لفظ جنکا حوالہ مولوی صاحب نے محض دھوکے کے طریق پر پبلک کو دیا ہے یہ ہیں۔

"ان سب صورتوں میں بشرطیکہ میں منصف مقبول فریقین بالاتفاق ...

”ستیارتھ پرکاش“ ضرور ضبط ہونی چاہئے

(اخبار ”الفضل“ کی رائے)

ستیارتھ پرکاش کی ضبطی کے متعلق ہر طرف سے تائیدی آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ چنانچہ قادیان کا اخبار ”الفضل“ اسی موضوع پر منتظر ہے۔

الفضل کی گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں ہم آریہ اخبارات کے اس شور و شر کی لغویت ظاہر کر چکے ہیں جو انہوں نے حضرت مسیح موعود کی بعض نظموں کے متعلق برپا کر رکھا ہے۔ اور بتا چکے ہیں۔ کہ ان نظموں میں کسی قسم کی دلآزاری اور دل شکنی نہیں کی گئی۔ بلکہ آریہ سماج کے مسلمہ عقاید اور صحیح واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ لیکن چونکہ آریہ صاحبان کی طرف سے ایک انتظام اور خاص تیاری کے ساتھ ان نظموں کے خلاف ہنگامہ آرائی کر کے ہمارے دل و جگر کے ان زخموں کو بے حقیقت ثابت کرنا چاہا ہے۔ جو ان کے ”رشی“ پنڈت دیانند صاحب اور دیگر آریوں کے شر انگیز فتنہ خیز قلم کے لگائے ہوئے ہیں۔ اس لئے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ان زخموں اور چرکوں کو از سر نو گورنمنٹ کے سامنے پیش کر کے اس سے انصاف کے طالب ہوں۔

اگر پیشتر ازیں ہم نے گورنمنٹ کو ان تحریروں کی طرف خاص طور پر توجہ نہیں دلائی اور اپنے درد و رنج کا پورے طور پر اظہار نہیں کیا۔ تو اس کی یہ وجہ نہیں ہے۔ کہ ان تحریروں نے ہمارے سینہ کو چھلنی۔ ہمارے کلیجہ کو ٹکڑے۔ اور ہمارے دل کو زخمی نہیں کر رکھا۔ اور ہمیں ان سے کوئی تکلیف کوئی دکھ اور کوئی رنج محسوس نہیں ہو رہا۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم صبر و تحمل سے کام لے رہے تھے۔ اور اندر ہی اندر لہو کے گھونٹ پی کر خاموش بیٹھے تھے۔ لیکن اب جبکہ ہمارے صبر سے ناجایز فایدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور ہم پر ستم کر کے ہمیں ہی قصوروار ٹھہرایا جا رہا ہے۔ تو ہم خاموش نہیں رہ سکتے۔ اور نہ اپنے درد دل کو دبا سکتے ہیں۔ پس ہم گورنمنٹ عالیہ کو نہایت ادب کے ساتھ پنڈت دیانند ... بانی آریہ سماج کی مصنفہ کتاب ”ستیارتھ پرکاش“ کی طرف توجہ دلاتے ہیں جو نہایت فتنہ انگیز اور شر خیز ہے۔ اور کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جس کے متعلق اس میں نہایت دلآزار الفاظ استعمال نہ کئے گئے ہوں۔ اور اس کے پیروؤں کو رنج نہ پہنچایا گیا ہو۔ اس کے علاوہ اس کا خطرناک نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ چونکہ آریہ صاحبان اس کتاب کو مذہبی طور پر مقدس اور واجب العمل سمجھتے ہیں۔ اس لئے اس کی تقلید کی وجہ سے ان کی تحریروں اور تقریروں میں نہایت درشتی اور ناقابل برداشت سختی پائی جاتی ہے جس کا اعتراف سرکاری طور پر بھی کیا جا چکا ہے۔

چنانچہ گورنمنٹ صوبجات متحدہ کی سنہ ۱۴-۱۹۱۵ء کی ایڈمنسٹریشن رپورٹ میں صاف طور پر لکھا گیا ہے کہ

”ان (آریہ صاحبان) کی کتب مناظرہ میں درشت کلامی کرنے میں کوئی نمایاں کمی نہیں ہوئی جس میں کہ مثل سابق سچائی و معقولیت کا مطلق لحاظ نہیں رکھا جاتا“ صفحہ ۲۰

گورنمنٹ عالیہ کے ذمہ دار حکام کی یہ رائے بتاتی ہے کہ آریہ صاحبان ہمیشہ سے اپنی ان کتب میں جو دیگر مذاہب کے متعلق لکھتے آئے ہیں درشت کلامی اور دل آزاری کرنے کے عادی ہیں۔ اور یہ عادت ان میں ایسی پختہ طور پر گڑ چکی ہے۔ کہ جس میں کوئی نمایاں کمی واقعہ نہیں ہوتی۔ کمی واقعہ نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ یہی کہ جب تک آریہ صاحبان کے ہاتھوں میں ستیارتھ پرکاش ایسی کتاب موجود ہے۔ جس میں پنڈت دیانند صاحب نے دیگر مذاہب کے متعلق درشت کلامی اور سخت گوئی کو انتہائی حد تک پہنچا دیا۔ اور اس میں سچائی و معقولیت کا مطلق لحاظ نہیں رکھا۔ اس وقت تک ناممکن ہے کہ آریہ صاحبان اپنی شر انگیز اور فتنہ پرداز تحریروں میں اصلاح کر سکیں اور سچائی اور معقولیت کی طرف متوجہ ہو سکیں۔ کیونکہ جب یہ لوگ اس شخص کی کتاب میں جسے مہرشی کہا گیا سمجھتے ہیں۔ دیگر مذاہب کے متعلق ہر ایک گندے سے گندہ اور سخت سے سخت لفظ استعمال کیا ہوا دیکھتے ہیں۔ تو پھر وہ خود کیوں اس کی تقلید کرنا اپنا فخر نہ سمجھیں اور کیوں بدزبانی و سخت گوئی میں اپنے ”رشی“ سے بھی چند قدم آگے نہ بڑھ جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ بجائے اس کے کہ زمانہ کی نزاکت کو مدنظر رکھکر یہ لوگ اپنی تحریروں اور تقریروں میں سنجیدگی اور شایستگی پیدا کریں۔ دن بدن سخت کلامی میں بڑھتے جا رہے ہیں۔ اور دیگر مذاہب کے لوگوں کی دلآزاری کر کے بدامنی بے اطمینانی پیدا کرنیکا موجب ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے گورنمنٹ عالیہ کو بہت جلد اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ اور اپنی کثیر التعداد رعایا کو ان لوگوں کی دل آزاری اور تکلیف دہی سے نجات دلانی چاہئے۔ جو اس صورت میں ممکن ہے۔ کہ ”ستیارتھ پرکاش“ کو جو تمام فتنوں اور شرارتوں کی جڑ اور ہر قسم کی درشت کلامی و بیہودہ گوئی میں آریوں کی راہنما ہے ضبط کر لیا جائے۔ تاکہ آیندہ کے لئے اس کی اشاعت بالکل رک جائے اور آریہ صاحبان کا اس پر عمل کرنا چھوٹ جائے۔ اس سے مذہبی دنیا میں ایک ٹھنڈک سی پڑ جائیگی۔ اور آریوں کی طرف سے جتنے دل ... غیر مذاہب پر سب و شتم کی بوچھاڑ ہوتی رہتی ہے۔ وہ بند ہو جائیگی پس گورنمنٹ کو بہت جلدی اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ اور اس بدزبانی اور درشت کلامی کی جڑ کو کاٹ کر پھینکدینا چاہئے کیونکہ اس کے چندہی سال قایم رہنے سے جو شاخیں پھوٹی ہیں وہ بتا رہی ہیں کہ اگر اس کو اکھیڑا نہ گیا اور روز بروز اس کی نشو و نما ہونے دی گئی تو وہ وقت دور نہیں جبکہ یہ ایک تناور درخت ہو کر نہایت خطرناک اور بربادکن پھل پیدا کریگا۔ اس وقت اس کا اکھیڑنا بہت مشکل ہو جائیگا۔ اور ممکن ہے کہ حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے ناممکن ہی ہو جائے۔ یا اچھی طرح اکھیڑا نہ جا سکے۔ پس اس وقت جبکہ پانی ابھی سر سے نہیں گذرا۔ ہم گورنمنٹ کو نہایت نیک نیتی۔ اور پورے ادب کے ساتھ ”ستیارتھ پرکاش“ کے ضبط کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ اور امید رکھتے ہیں۔ کہ اس کے متعلق ضرور کوئی کارروائی کی جائیگی۔

بقیہ مضمون کالم اول صفحہ ہذا

یہ رائے ظاہر کردیں کہ انعام شرط جیسا کہ چاہئے تھا ظہور میں آگیا میں شتر ایسے مجیب کو بلا عذرے و حیلے اپنی جایداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دیدونگا“

اب یہاں منصفوں کے فیصلہ پر دس ہزار روپیہ دینے کا اقرار ہے نہ اپنا عقیدہ ترک کر دینا۔ منصف غلط فیصلہ کر کے جایداد کسی کی دلادیں تو اس میں حرج نہیں۔ روپے کا نقصان انسان برداشت کر سکتا ہے مگر وہ شخص واقعی بے ایمان ہے جسکا یہ خیال ہو کہ ثالثوں کے فیصلہ پر ایک مذہبی عقیدہ ترک کر دونگا۔ اے اہل اسلام! اگر آپ کے دلوں میں اسلام کے لئے غیرت ہے تو مولوی صاحب سے دریافت کریں کہ کونسی سند ان کے اس اصول کی ہے کہ ثالثوں کے فیصلہ پر اپنا عقیدہ تبدیل کیا جا سکے۔ ایسا ہی جو ہمارے متعلق وہ پیش کرتے ہیں کہ ہم میاں محمود احمد صاحب کے ساتھ مباحثہ میں ہم نے ثالثوں کی تجویز کو منظور کیا تھا۔ وہ بھی محض تاوان کے حصول کے لئے تھا۔ کیونکہ میاں صاحب کا یہ اعلان تھا کہ وہ بصورت کامیابی فریق ثانی کو تاوان دینگے۔ تو تاوان یا انعام لینے کے لئے بلاشبہ ثالثوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اس کا فیصلہ درست ہو یا غلط اس سے رقم تاوان پر یا انعام پر اثر پڑیگا۔ مذہبی عقیدہ کا بطلان اس سے نہیں ہو سکتا۔

ہم اہل شملہ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ مولوی صاحب سے ان امور کا جواب طلب کریں کہ اول کیا ان کے نزدیک ثالثوں کے فیصلہ پر اپنا عقیدہ چھوڑ دینا جایز ہے۔ اور دوم انہوں نے حضرت مسیح موعود کی تحریر کے متعلق کیوں پبلک کو دھوکہ دیا۔

مولوی صاحب کی یہ کارروائی انہیں اس قابل نہیں بناتی کہ ہم انہیں مخاطب کریں۔

المشتہر

مرزا یعقوب بیگ

آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

اقتباسات

ایران کے لئے خطرہ

اس عنوان سے "ٹائمز آف انڈیا" نے مشرق میں جرمن ریشہ دوانیوں کے اس خاص پہلو پر دلچسپ روشنی ڈالی ہے جسکا ترجمہ بالفاظ ہمدم حسب ذیل ہے :-

اب جو برطانی جنرل اسٹاف نے جو جنگی حالت پر تبصرہ لکھنا شروع کیا ہے۔ وہ اس جنگی ریویو سے بہت بہتر ہے۔ جو ہفتہ وار "ایک اعلےٰ برطانوی افسر" کی طرف سے شائع ہوا کرتا تھا۔ آخرالذکر کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ ممکن ہے کہ وہ جنگی کارگذاریوں کے منتظم جنرل ماریس ہوں۔ یا کوئی اور غیر معروف شخص ہو۔ بہر صورت ان کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اور نہ ان کے جنگی تبصرہ کچھ قابل قدر ہوتے تھے۔ کوئی شک نہیں کہ انہوں نے اپنے تبصروں میں جنرل بلوشر اور واٹرلو کے معرکوں کا جو مہمل حوالہ دیا گیا۔ اس سے اچھی طرح ظاہر تھا کہ وہ تاریخ جنگ سے حال کے واقعات کی غلط تمثیل دیتے تھے۔ لیکن جنگی اسٹاف کی طرف سے پہلی مرتبہ تبصرہ شائع ہوا ہے۔ اس میں بعض پہلو ایسے ہیں۔ جو ہندوستان سے گہرا تعلق رکھنے کی وجہ سے ہمارے لئے بہت ہی قابل غور ہیں۔ اس میں مرقوم ہے کہ ترکی سپاہ بڑی تیزی سے بحیرہ خزر اور ایران کی سمت بڑھنے کی کوشش کر رہی ہے جس کی پیشقدمی کو روکنا ہمارا اولین فرض ہے۔ اس لئے جنرل مارشل کی تازہ پیشقدمی بہت ہی اہمیت رکھتی ہے جس کی وجہ سے ترکوں کو اپنے متعدد رسالے اس طرف بھیجنے پڑے ہیں۔ کاش جنگی اسٹاف اپنے اس تبصرہ میں اور زیادہ صاف بیانی سے کام لیتا۔ وہ پہلے ایران ہی کو ترکوں کی منزل مقصود قرار دیتا ہے۔ گو یہ صحیح ہے کہ ترکی بندرگاہ طرابزون سے ایک تجارتی راستہ تبریز کو گیا ہے۔ جو ایران کے صوبہ آذربائیجان کا دارالحکومت ہے اور اس سڑک کی مشرقی شاخ سے ترکی سپاہ جھیل وان اور جھیل ارمیہ کے علاقوں سے ہوکر تبریز پر بڑھ سکتی ہے۔ لیکن سڑک بہت ہی خستہ حال ہے۔ اور اس سے صرف روسی تجارت کی ترقی کے سبب کام لیا جاتا تھا۔ ترکوں کی انتظامی حالت پر نظر کرکے اور خاص کر ایسی صورت میں کہ اس وقت ترک اپنے دارالسلطنت سے بہت دور ہیں۔ اور جنرل مارشل اہم مواقع پر قابض ہو چکے ہیں۔ اور موصل کو دھمکی دے رہے ہیں ہمیں شک ہے کہ ترک اس جانب کو پیشقدمی کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں ملحقہ کا مطالعہ کرنے اور اس علاقہ میں آمد و رفت کے ذرائع پر نظر رکھتے ہوئے ہم خیال کرتے ہیں۔ کہ ترکی پیشقدمی کی منزل مقصود کسی اور جانب ہے فرض کرو کہ ترکوں نے اپنے جرمن سرپرستوں کے اشارہ سے ایران اور شمالی افغانستان میں شورش پیدا کرنیکا ارادہ کیا۔ تو اس حالت میں ان کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری ہوگا۔ کہ وہ باطوم اور باکو کی ریلوے لائن کو اپنے زیر تصرف لائیں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو پھر ان کے لئے یہ آسان ہوگا۔ کہ وہ حلب اور طفلس کی ریلوے سے بھی اپنا کام نکال سکیں جہاں سے وہ براہ ریلوے تبریز پہنچ سکتے ہیں کیونکہ اس وقت وہ پوری طرح صوبہ آذربائیجان پر قابض ہو جائیں گے۔ لیکن تھوڑی دیر کے لئے اس سے بھی زیادہ ایک دلیرانہ اسکیم پر غور کرنا چاہئے کیونکہ بہر حال تبریز ایران کا دارالسلطنت نہیں ہے۔ اور نہ صوبہ آذربائیجان ایران کا سب سے اہم علاقہ ہے۔ گو ایران کے تباہ حال شاہانہ دور حکومت میں یہ صوبہ صرف ولیعہد ایران کی حکومت کے لئے مخصوص تھا۔ جرمنوں کے یہ اصول کے سراسر منافی ہے کہ معمولی مقاصد کی خاطر اپنی سب سے بڑی اغراض کو نظر انداز نہ کر دیں۔ ایسی حالت میں جبکہ ان کی منزل مقصود کا راستہ ان کے لئے کھلا ہوا ہے۔ اس وقت ان کی منزل مقصود طہران ہے +

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ جرمنوں کے راستہ میں طہران کس حد تک حایل ہے۔ یورپ سے براہ روس طہران جانیکا سب سے سیدھا راستہ بحیرہ خزر کے پار انزلی اور رشت سے ہوکر گذرتا ہے۔ روستاف سے ریل کے ذریعہ باکو کو سیدھا راستہ گیا ہے۔ اور اسی راستہ سے جنگ شروع ہونے سے قبل مسافر ماسکو سے ۴۲ گھنٹوں میں باکو پہنچ جاتے تھے۔ اس وقت روستاف کا ریلوے جنکشن جرمنوں کے قبضہ میں آچکا ہے لیکن بعض وجوہ سے جو بعد کو ظاہر ہو کر رہینگی۔ یہ زیادہ قرین قیاس ہے کہ جرمن اپنی اس کوشش میں خالص ترکی سپاہ سے کام لیں گے۔ اس وقت بحیرہ اسود گویا ایک جرمن جھیل ہو گیا ہے۔ روس اور رومانیہ کا یہاں اب کوئی اقتدار باقی نہیں رہا ہے۔ باکو جانے کے لئے قسطنطنیہ سے باطوم ہو کر سیدھا راستہ گیا ہے۔ اگر اس نے یہی طریقہ اختیار کیا تو سب سے پہلے وہ باطوم اور باکو کی ریلوے پر قبضہ کریگا۔ باطوم پر تو پہلے ہی ترک قابض ہو چکے ہیں۔ لیکن باکو کی حالت صاف نہیں ہے کچھ روز ہوئے جب ایک تار میں اطلاع دی گئی تھی کہ اس مقام کو بالشویک فوجوں نے دوبارہ تسخیر کر لیا۔ اس وقت کوئی شخص یہ بھی قطعی طور پر نہیں کہہ سکتا۔ کہ جرمنوں اور بالشویک گورنمنٹ کے باہمی خلاف کس اصول و مقصد پر مبنی ہیں۔ اگر اس ریلوے پر قبضہ حاصل ہو گیا تو پھر ایران کی سمت پیشقدمی کے لئے باربرداری کی مشکلات میں بہت تخفیف ہو جائیگی۔ باکو کو روسیوں نے ایک اول درجہ کا بندرگاہ بنا دیا تھا۔ یہاں سے براہ سمندر طہران جانے کے لئے انزلی بندرگاہ کو دوسرے دن اسٹیمر پہنچ جاتا ہے۔ لیکن انزلی کا بندرگاہ بہت خراب حالت میں ہے۔ کیونکہ وہ ایک ایرانی شہر ہے۔ انزلی سے رشت جاتے ہوئے ایک چھوٹی سی جھیل پڑتی ہے۔ جس کو آب مراد کہتے ہیں لیکن اس کے بعد رشت سے طہران تک اول درجہ کی تجارتی سڑک گئی ہے جس کو ایک روسی کمپنی نے اپنے سرمایہ سے تعمیر کیا تھا۔ اور یہ ۱۳۰ میل طویل ہے اور پہاڑیوں سے ہو کر گذرتی ہے قازوین پر یہ سڑک ختم ہو جاتی ہے۔ وہاں ۹۰ میل کی ایک اور سڑک ملتی ہے۔ جو طہران تک چلی گئی ہے اس لئے اگر ترک اور جرمن باطوم و باکو ریلوے پر قابض ہو گئے۔ تو بمقابلہ جھیل وان کے دشوار گذار راستہ کے اول الذکر راستہ سے ان کی باربرداری کی دقتیں بہت ہی دور ہو جائینگی۔ روسیوں نے قازوین ہی کو اپنی اس تحریک سپاہ کا صدر مقام بنایا تھا۔ جو جنرل براٹوف کی کمان ایک مرتبہ قصر شیریں تک پہنچ گئی تھی۔ اس کے علاوہ جو فریق بحیرہ خزر پر قابض ہوگا۔ وہ ماوراء القفقاز ریلوے پر بھی اپنا اقتدار قائم کریگا۔ جو بحیرہ خزر پر کراسنو واسک سے شروع ہو کر رندتیجان کے مشرق تک چلی گئی ہے۔ جہاں یہ ریلوے سائبیریا کی ریلوے سے مل گئی ہے۔ جو افغانستان کی سرحد پر کشک تک چلی گئی (یعنی ہرات کے متصل) اور اس سے نہ صرف بلخ اور بدخشان کے افغانی صوبوں کے لئے ایک خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ بلکہ عشق آباد کے راستہ سے مشہد بھی اس خطرہ کی زد میں آجاتا ہے۔ روس کی تباہی اور علیحدگی سے بحث کرتے ہوئے ہم نے ابتدا ہی میں یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ اس خطرہ کے نتائج کم از کم ایک سال میں ظہور پذیر ہونگے ہز ایکسلنسی وائسرائے نے دہلی کانفرنس میں اس پہلو کو اور زیادہ صاف کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ "اس وقت جرمن جس راستہ سے بڑھ رہے ہیں بدامنی قحط اور ہر طرح کی بدنظمی پھیلی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ اس وقت مغرب میں جرمن ایک بہت بڑے معرکہ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اس لئے ابھی تک ان کی پیشقدمی کا رخ اس جانب نہیں ہوا ہے "۔ یہ رائے بالکل صحیح ہے۔ لیکن پھر بھی ترکی پیشقدمی کے متعلق برٹش جنرل اسٹاف کا بیان قابل لحاظ ہے۔ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں۔ کہ بہت سی مصلحتوں سے جرمن اپنے ترکی حلیفوں سے اس مہم میں کام لیں گے۔ قفقاز کی ایک آبادی مسلمانوں کی ہے گو وہ ایک صدی سے روسیوں کے زیر حکومت ہیں۔ لیکن انہوں نے کبھی روسیوں کی حکومت کو پسند نہیں کیا ہے۔ اب تک چند بعید حوالوں کے سوا ہمیں صاف طور پر نہیں بتایا جاتا کہ ایران اور افغانستان کے راستہ سے جو خطرہ درپیش ہے وہ اب کیا صورت اختیار کر رہا ہے۔ لیکن جرمن اور قفقاز میں ترکی پیشقدمی سے یہ اچھی طرح عیاں ہے۔ کہ اب اس علاقہ میں غنیم کا اثر اور اقتدار بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ ہمارے لئے یہی بہتر ہے کہ ہم اس خطرہ کی طرف سے پوری طرح آگاہ رہیں۔ اور اس کے مقابلہ میں اپنے تمام وسایل سے کام لیں۔ ورنہ پھر عین وقت پر عدم تیاری کا عذر کسی حالت میں تسلیم نہیں کیا جائیگا + (وکیل)

ضروری خبریں

طلائی موہر اور انگریزی ساورین۔ معمولی ساورین سے تو پبلک بخوبی آشنا ہے اور یہی طلائی موہر کی شکل میں نہایت تھوڑا اختلاف ہے وزن اور نوعیت کے لحاظ سے دونوں میں ہرگز کسی قسم کا فرق نہیں۔ مگر ایک طرف کی تصویر کا فرق ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انگلستان کے شاہی ٹکسال کی ایک شاخ ساورین طیار کرنے کے لئے بمبئی میں کھولدی گئی ہے۔ مگر تاحال بارگی مشین اور ڈھلے ہوئے موصول نہیں ہوئے۔ اس لئے طلائی سکہ کی ضرورت کو فی الحال پورا کرنے کیلئے نئی موہریں پبلک کے ہاتھوں میں دی گئی ہیں۔ جب نئے ڈھلے اور ساری مشین آجاویگی۔ تو اس وقت ٹکسال میں انگریزی ساورین کی طیاری شروع ہو جاویگی مگر نئی طلائی موہر جس کا اب اجرا کیا گیا ہے ہر پہلو انگریزی ساورین کی مانند اور اسکے برابر ہے صرف ایک طرف کی تصویر کا فرق ہے۔ اور امید کی جاتی ہے کہ ہندوستان میں نئے ساورین کا اجرا بہت جلد ہوگا بلکہ ممکن ہے کہ ماہ رواں کے خاتمہ سے پہلے ہی ہو جاوے +

سرحد کی خبریں۔ کابل کی خبر ہے کہ ہندوستان کی طرح وہاں بھی اشیاء کی بیحد گرانی ہو رہی ہے۔ افغانستان میں بالکل امن ہے۔ بجلی کے انجینئر صاحب کابل میں تشریف رکھتے ہیں۔ اور افغانی کارخانہ کی ترقی میں بہت دلچسپی لے رہے ہیں۔ مسٹر سٹکلف صاحب ہائیڈرولک انجینئر جو یہاں کی رخصت پر تھے۔ حال ہی میں کابل واپس چلے گئے ہیں ()

سرحد پر ہر طرح سے امن ہے جو وزیری بدمعاش ضلع بنوں سے بھاگ کر افغانستان چلے گئے تھے۔ انہوں نے درخواست کی ہے کہ انکو اپنے گھروں میں واپس آنے کی اجازت دی جاوے۔ اور وہ پنجاب کی افواج میں اپنے نوجوانوں کو بھرتی کرانے کو تیار ہیں جناب چیف کمشنر صاحب پشاور حال ہی میں چترال کے دورہ سے واپس تشریف لائے ہیں صاحب ممدوح نے چند روز چترال میں قیام کیا جہاں ان کی تشریف آوری کی ...

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب عبد الرحمن صاحب بی اے منصف درجہ دوم چنیوٹ

ملک بیاداس ولد ملک صاحب چند کپور۔ گوکل چند ولد ملک ... سکنہ چنیوٹ۔ رلیا رام ولد متھرا داس کپور سکنہ لائل پور۔ سوداگر بالغ ہربنس نابالغ پسران متھرا داس۔ وجگدیش نابالغ ولد ... رام ہولامل ہردو نابالغان رلیا رام مدعی ۳ سکنہ چنیوٹ۔ ملک ... ولد ملک صاحب چند کپور سکنہ چنیوٹ۔ ملک لدھا رام ولد ملک تلسیداس کپور تحصیلدار علی پور۔ ملک سنت لعل جیون لعل نابالغان بشیشر لعل نابالغان پسران ملک جگوانداس کپور نابالغان بولایت ملک سنت لعل کپور ڈیرہ اسماعیل خاں۔ گوپالداس سنت لعل نابالغ پسران ملوک رام بولایت گوپالداس سکنہ چنیوٹ۔ گوبند رام ... پسران لکھی رام۔ بیاداس ولد دیویدتہ لکھی رام ولد گنگا رام مسماۃ لال دیوی بیوہ لدھا رام متھرا داس گوکل چند پسران دیوان چند مسماۃ لچھمی بیوہ ... رام۔ دیشنداس۔ جیون داس پسران ... مسماۃ کرمدیوی بیوہ ... امر چند ولد لچھمنداس ... رام ولد گوراندتہ اقوام کپور سکنائے چنیوٹ مدعیان

بنام

بہالی ولد سرشتہ سکنہ بابو والی تحصیل چنیوٹ۔

دعوے دلاپانے مقدمہ اراضی تعدادی ۱۰ مرلہ منجملہ خسرہ ۲۲۸/۲۳ مندرجہ کھاتہ ۴۲/۹۹ جمعبندی داخلی بابو والی متعلقہ چاہ اور ناتواں درخسرہ داخلی بابو والی

نمبر مقدمہ ۶۷۰ مرجوعہ ۱۲ 6/18

مقدمہ بالا میں بیاداس کپور مدعی ۱ کو بجانب مدعیان اجازت پیروی مقدمہ دی گئی ہے۔ اگر کسی مدعی کو عذر ہو یا کوئی مزید اعتراض رکھتا ہو تو وہ ۲۲ 6/18 کو حاضر عدالت آکر پیش کرے + 25 6/18

دستخط منصف درجہ دوم چنیوٹ

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب شیخ عبد الرحمن خانصاحب منصف درجہ دوم چنیوٹ

جان محمد ولد عبد الرحیم خوجہ گوجرانوالہ بنام جیتو رام ولد ساون رام زرگر ... سکنہ بھلا تحصیل سرگودہا

دعوے ساہوکارہ ... روپیہ

نمبر مقدمہ ۱۱۴۴ مرجوعہ 6/18 ۲۰

مقدمہ بالا میں عدالت کو اطمینان ہوگیا ہے کہ تم دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کر رہے ہو۔ بذریعہ اشتہار ہذا تم کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ ۳ 7/18 کو حاضر عدالت آکر پیروی مقدمہ کرو ورنہ کارروائی یکطرفہ کی جاویگی۔ 6/18 ۲۰

دستخط منصف درجہ دوم چنیوٹ

جلد ۵ | مدینۃ المسیح لاہور: چہارشنبہ ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۳ جولائی ۱۹۱۸ء | نمبر ۱۰۱

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

روحانیت کے تباہ کرنیوالے کاموں سے بچنا ہی عقلمند کا کام ہے

عقلمند انسان کا یہ کام ہے۔ اور اس کا فرض ہے کہ وہ اس زمانہ کے مفاسد پر غور کرے اور غور اس لئے اسے ہو گئی ہے کہ وہ اس طوفان عظیم سے جو کہ لوگوں کی روحانیت کو تباہ کر رہا ہے اپنے آپ کو بچاوے سو اس کے لئے اول تدبیر تو یہ ہے۔ کہ وہ دیدہ دانستہ اپنے آپ کو گڑھے میں نہ ڈالے۔ کیونکہ جو جان بوجھکر اپنی جان کو دکھ دیتا ہے۔ یا زہر کھاتا ہے۔ تو اس پر کوئی رحم نہیں کھاتا۔ اور اس کا طریق یہی ہے

طریق اول بری صحبتوں سے بچو

کہ اس قسم کی مجلسوں اور صحبتوں اور رفیقوں اور دوستوں سے پرہیز کرے۔ جو کہ اس کی روحانیت پر برا اثر ڈالتے ہیں۔ ہماری جماعت کے لئے بہت ضروری ہے۔ کہ ان باتوں کا لحاظ رکھے کیونکہ خدا نے اسے اس لئے منتخب کیا ہے۔ کہ وہ دوسروں کے لئے بطور نمونہ کے ہو اس لئے بہت ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے ہر ایک فعل اور حرکت میں نگاہ رکھے۔ کہ وہ اس کے ذریعہ سے دوسروں کے لئے ایک ہدایت کا نمونہ قایم کرتا ہے۔ یا کہ نہیں۔ اور جیسے کہ اوپر ذکر کیا ہے۔ ان باتوں کے حصول کے لئے تدبیر سے کام لیں۔ بری صحبت اور مجلس سے اپنے آپ کو بچا دیں بری عادتوں کو ترک کریں اور جہانتک بس چل سکتا ہے نیکی کے حصول کے لئے تدبیریں کریں کیونکہ تقویٰ اور نیکی کے حصول کے لئے تدابیر کی جستجو میں لگے رہنا یہ بھی ایک عبادت ہے۔ اور جب انسان اس کوشش میں لگا رہتا ہے تو عادت اللہ یہی ہے کہ اس کے لئے کوئی نہ کوئی راہ کھولدی جاتی ہے۔ لیکن جو شخص بدی سے بچنے کی اور نیکی کو عمل میں لانے کی تدبیر نہیں کرتا۔ سمجھو کہ وہ بدی پر راضی ہو گیا ہے۔ اور ایسے آدمی سے بدی کا چھوٹنا محال ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ تدبیر میں لگا ہوا ہے۔ تو اس کا نفس امارگی سے نکلکر خدا تعالےٰ کے نزدیک لوامہ بنتا جاتا ہے کیونکہ یا تو پہلے امارہ تھا۔ کہ سوائے بدی کے اور اسے کچھ سوجھتا ہی نہ تھا۔ اور اب اس کی جنگ شروع ہو گئی ہے کبھی غالب ہوتا ہے کبھی مغلوب۔ ایک فعل بد کا ارتکاب کرتا ہے۔ تو پھر اس پر پچھتاتا ہے اور سوچتا ہے کہ اس کی تلافی کیونکر ہو۔ اور چونکہ وہ ملامت کرتا ہے اس لئے اس کا نام لوامہ ہو جاتا ہے۔ خدا نے بھی اس لئے اس کی قسم قرآن شریف میں کھائی ہے۔ کیونکہ یہ اپنی حالت سے خدا کی طرف ایک رجوع ظاہر کرتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ اس کے قریب ہو جاوے پس تم کو تاکید ہے کہ جب کسی مقام پر بدی کو دیکھو تو اسے ترک کرو۔ اور دور ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی لپٹ تمکو بھی لگ جاوے۔ جیسے دنیا کے کاموں میں تدابیر کرتے ہو۔ اور اس کی ترقی اور جاہ و جلال کے لئے فکر میں لگے رہتے ہو۔ ایسے ہی دین اور اپنی اصلاح کے لئے تدابیر کرو۔ اور فکر میں لگے رہو۔ تو اول بات جو تمہارے لئے ضروری ہے وہ یہی ہے کہ حصول تقویٰ اور نیکی پر عملدرآمد کے لئے تدبیر سے کام لو ٭

دوسرا طریق دعا

دوسری بات اور دوسرا طریق جو تمہیں اختیار کرنا چاہئے۔ اور جو کہ دراصل سب سے مقدم ہے۔ اور جس کی تعلیم خدا تعالےٰ نے بھی دی ہے۔ وہ یہ ہے کہ دعا کرو۔ ادعونی استجب لکم میں خدا تعالےٰ کا یہ وعدہ موجود ہے کہ تم دعا کرو میں قبول کرونگا۔ دراصل بات یہ ہے کہ لوگ دعا کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ اور مسلمانوں نے بھی اس میں سخت ٹھوکر کھائی ہے کہ دعا جیسی شے کو ہاتھ سے چھوڑ بیٹھے ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کے لئے یہی ایک شے قابل فخر ہے کہ دوسری کوئی قوم اس میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اور قوموں نے بدیوں میں پڑکر اور ان سے راضی ہو کر دعا کا قصد ہی نہیں کیا۔ مثال کے طور عیسائیوں کو لو کہ جنہوں نے کفارہ اور قربانی پر بھروسہ کیا ہے اب جنکا یہ ایمان ہے کہ میرے سب گناہ بخشے گئے ہیں۔ تو اس کے اندر دعا کی تحریک اور جذبہ کیونکر پیدا ہو سکتا ہے۔ دعا کی ضرورت تو اسے پیش آتی جس کو یہ ایمان اور یقین ہوتا ہے کہ میں گرفتار ہوں۔ اور جس کو یہ خیال ہی نہیں ہے۔ کہ گناہ مجھے ضرر پہنچاوینگے یا عذاب کا موجب ہونگے۔ اسے دعا کی ضرورت ہی کیا ہے۔ بس جسے کسی دوسری راہ پر بھروسہ ہے وہ دعا کی راہ پر کب آویگا ٭

دعا کس چیز کا نام ہے

لیکن یاد رکھو کہ دعا صرف زبانی بک بک اور زق زق کا نام نہیں ہے۔ بلکہ دعا اس بات کا نام ہے کہ دل خدا کے خوف سے بھر جاوے۔ اور پانی کی طرح بہہ کر آستانہ الوہیت پر گر پڑے ہر ایک قسم کی طاقت اور قدرت اسی سے چاہے۔ اور اپنی کمزوری کا بار بار اس کے آگے اعتراف کرے۔ یہ حالت جو کہ بالکل موت کی حالت ہوتی ہے نصیب ہو تو اس وقت دعا ہوتی ہے۔

تقدیر اور دعا

اور اس حقیقت سے بے علم رہنے کی وجہ سے بہت لوگ۔ دعا اور اس کی تاثیر سے منکر ہو گئے ہیں۔ اور ان کا یہ اعتقاد ہو گیا ہے کہ جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہو کر ہی رہیگا۔ دعا کی ضرورت ہی کیا ہے۔ یہ صرف ان کا ایک بہانہ ہے ورنہ اگر ان کا اعتقاد یقینی طور پر اس بات پر ہوتا۔ کہ جو ہونا ہے ہو کر ہی رہیگا۔ تو پھر دکھوں اور بیماریوں میں وہ تدابیر اور علاج کیوں کرتے ہیں۔ اگر ایسے ہی متوکل اور رضا بالقضا ہیں تو ذرا سے درد پر ڈاکٹروں اور طبیبوں کو کیوں بلاتے ہیں۔ سید احمد خان بھی دعا کے بڑے منکر تھے۔ مگر جب پیشاب بند ہوا تو ولایت سے ڈاکٹر منگوائے گئے۔ افسوس کی بات ہے کہ ان لوگوں کی سمجھ میں ایک موٹی سی بات ... نہیں آتی۔ کہ جب ظاہری دنیا میں قانون [illegible] ملکوت میں ہے تو باطنی کس واسطے نہیں ہے۔ ایک پہلو میں اس کی قدرت کے تصرفات مانتے ہیں۔ اور دوسرے میں جاکر انکار کرتے ہیں۔ قضا و قدر پر ہمارا بھی ایمان ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ اس کا علم کسے ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کو قبض ہے تو [illegible] کا عرق یا جلاب دینے سے وہ رفع ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی [illegible] ڈالتا ہے۔ تو اس کا کھیت پھلتا پھولتا ہے۔ پس جب [illegible] ایک بات ثابت ہے تو اس کی بحث میں پڑنا اور ایک کھلی حقیقت سے انکار کرنا نادانی ہے ٭

اخبار احمدیہ

امتحان بی اے میں شاندار کامیابی

امسال امتحان بی اے میں پاس ہونے والے احمدی طالب علموں میں سے مولوی محمد امین صاحب برادر زادہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب کا اسم گرامی خاص طور پر ذکر کئے جانے کے قابل ہے۔ اس سے پیشتر آپ تاریخ کے امتحان مقابلہ میں جس میں ایم۔ اے کے طالب علم بھی شریک تھے۔ سارے پنجاب میں اول رہ چکے ہیں جس میں ۱۰۰ روپیہ آپکو انعام ملا تھا۔ اب امتحان بی اے میں آنرز کورس لیکر آپ پھر پنجاب میں اول رہے آپ سے ایسے سخت مقابلہ میں دوسرے نمبر پر رہنے والا ۶۰ نمبر پیچھے رہا۔ گویا کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ اس شاندار کامیابی کی وجہ سے ان کو آیندہ ۲۵ روپیہ ماہوار وظیفہ ملیگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ اللہ مبارک کرے۔

ہم اس شاندار کامیابی پر حضرت مولانا صدر الدین صاحب کو بالخصوص تہ دل سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ عزیز موصوف کو اس سے بڑھکر کامیابی عطا فرمائے۔ اور دین و دنیا میں آپ فائز المرام ہوں۔ آمین ٭

اسی ضمن میں یہ لکھنا بھی غیر مناسب نہ ہوگا۔ کہ جو جو احمدی طلبا کسی امتحان میں کامیاب ہوئے ہوں۔ وہ اپنی کامیابی کی اطلاع دفتر پیغام صلح کو بالضرور دیدیں۔ تاکہ اس قومی اخبار میں قوم کے بچوں کا اور نہیں تو اسی طرح تعارف ہوتا رہے ٭

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ ۔ چہارشنبہ ۳ جولائی ۱۹۱۸ء نمبر ۱۰۱

چین میں اسلام اور عیسائیت کی جدوجہد

چینی زبان میں ترجمۃ القرآن

چین میں مسلمانوں کا ایک کثیر حصہ آباد ہے جن کی مذہبی حالت کا پتہ لگانے کے لئے سوائے اس کے مشنری رپورٹوں پر انحصار رکھا جائے اور کوئی ذریعہ بظاہر دکھائی نہیں دیتا۔ لیکن ان مشنری رپورٹوں کو جب ہم دیکھتے ہیں۔ تو چین کی مذہبی حالت بہت مخدوش نظر آتی ہے۔ تازہ مشنری رپورٹ مظہر ہے کہ اس وقت چین میں چار ہزار مشنری کام کر رہے ہیں۔ یہ سب باہر کے لوگ ہیں جو تبلیغ عیسائیت کی غرض سے مختلف حصص میں تقسیم ہیں۔ ان کے علاوہ خود چینی باشندوں میں سے پندرہ ہزار ہیں جو عیسائیت کا جامہ پہن کر اس کی تبلیغ میں منہمک ہیں۔ اور سکولوں میں کام کرتے ہیں۔ کئی عورتیں بھی اس غرض سے سکولوں میں پڑھاتی ہیں۔ خالص وعظ و تبلیغ کے کام پر ۷۲۶ چینی مامور ہیں۔ اس وقت برٹش اینڈ فارن سوسائٹی لندن کی طرف سے ۱۹ چینی زبانوں میں انجیل کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ دوسری بائیبل سوسائٹیوں نے بھی کسی نہ کسی زبان میں انجیل کا ترجمہ کیا ہے ۱۸۴۲ء میں صرف ۶ آدمی چین میں ایسے تھے۔ جنہوں نے باقاعدہ عیسائیت کو قبول کیا تھا۔ ۱۹۱۰ء تک ان کی تعداد ۱۵۲۸۷ تک پہنچ چکی تھی۔ لیکن اس وقت ان سب کی تعداد ۴ لاکھ ہے۔ اور ۸ لاکھ دوسرے ہیں۔ جو خاص عیسائی رسوم میں فی الحال شامل نہیں ہو سکتے۔ لیکن ویسے عیسائی ہیں۔ اس کثرت تعداد کو دیکھ کر کون ہوشمند انسان ہے۔ جو چین کے تاریک مستقبل کا ابھی سے اندازہ نہ لگا لے۔ یوں کہنے کو وہاں کنفیوشس اور بدھ مذہب کے بھی لوگ آباد ہیں اور وہ بھی اس شمار و اعداد میں شامل ہیں۔ لیکن مسٹر ای ڈبلیو تھوئنگ کے بیانات پر جو چین میں بطور مشنری کام کر رہے ہیں اگر اعتبار کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر مشنری کوششیں مسلمانوں پر صرف ہو رہی ہیں۔ اور یہ سن کر گو کسی قدر اطمینان ہوتا ہے۔ کہ مسلمان بھی ان کوششوں کے بالمقابل اب بیدار ہو چکے ہیں۔ اور جلسوں اور لیکچروں کے ذریعہ سے اسلامی تعلیمات اور عقاید اور قرآن کریم کے بیانات کا صحیح اور برحق ہونا ثابت کرنے لگے ہیں۔ اور پادری صاحب کے بیان کے مطابق بیرونجات میں بھی سوال لکھ لکھ کر ان کے جواب قابل اشخاص سے طلب کرتے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں انہوں نے جنوری ۱۹۱۶ء سے آج تک بیشمار کتابیں اور اشتہارات عیسائیوں کے اعتراضات کے جواب میں شایع بھی کئے ہیں لیکن تو بھی جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ اور بغیر اس کے یہ کوششیں چنداں بارآور نہیں ہو سکتیں۔ وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ چینی زبان میں ہونا نہایت ضروری ہے۔ ہندوستانی مسلمان بڑے ہی خوش قسمت ہیں جن کی زبان میں قرآن کریم بلکہ احادیث اور اکثر کتب دینیہ کے بیسیوں تراجم موجود ہیں۔ دیگر ممالک کے مسلمانوں کو یہ شرف حاصل نہیں۔ حتیٰ کہ بعض اسلامی ممالک میں بھی اس کو جائز نہیں سمجھا گیا۔ یہی وجہ ہے۔ وہاں کے لوگ خود بخود قرآن کریم کو مطالعہ نہ کر سکنے کی وجہ سے بلا سبب بالخصوص عیسائیت کے جوابات سے قاصر رہتے ہیں۔ اور مشنری لوگ جو چاہتے ہیں ان کو منوا لیتے ہیں۔ چنانچہ اس کا یہ ایک بدیہی ثبوت ہے۔ کہ پادری تھوئنگ صاحب انہی چینی مسلمانوں کو یہ کہہ کر عموماً دھوکا دے جاتے ہیں۔ کہ وہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے پیرووں کی نسبت انجیل سے بہت زیادہ واقف تھے "۔ اور اس کی حفاظت کے قایل۔ چنانچہ یہی وجہ انہوں نے انجیل کو کتاب اللہ ہی مانا ہے۔ اور اس کے خلاف [illegible] انہوں کہا [illegible] آپ بھی انجیل ہی کے مطابق ہے۔ صرف مسلمانوں کے خیالات نے اس کے غلط تراجم انجیل کے خلاف کر رکھے ہیں۔ ورنہ جس طرح خود قرآن کریم انجیل کی تصدیق کرتا ہے اگر اسے انجیلی تعلیمات کی روشنی میں پڑھا جائے۔ تو وہ ذرا بھی اس کے خلاف ثابت نہ ہوگا۔ چنانچہ اس کی ایک مثال پادری صاحب نے یہ دی ہے کہ قرآن میں جہاں آتا ہے۔ کہ انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ القٰھا الیٰ مریم وروح منہ فامنوا باللہ ورسلہ ولا تقولوا ثلٰثۃ انتھوا خیرا لکم انما اللہ الٰہ واحد سبحٰنہ ان یکون لہ ولد الخ اس آیت میں مسیح کی ابنیت اور تثلیث کی در حقیقت تردید نہیں۔ بلکہ دراصل اس جگہ مسیح کے اللہ تعالیٰ کا اس قسم کا لڑکا ہونے سے انکار ہے کہ گویا وہ جورو خاوند کے ملنے سے پیدا ہوا ہے۔ مطلق ابنیت سے انکار نہیں۔ نہ ہی تثلیث کا ہی اس میں رد ہے۔ بلکہ چونکہ اس زمانہ کے رومن کیتھولک حضرت مریم کو بھی خدا کی میں شریک سمجھتے تھے۔ اور وہ انہیں خدا کی بیوی یا ماں قرار دیتے اور باپ بیٹا اور ماں یا بیوی تین خدا سمجھتے تھے۔ اس لئے قرآن نے اس کا رد کیا ہے۔ ورنہ قرآن کو نہ تو تثلیث سے انکار ہے۔ اور نہ ابنیت مسیح سے۔ اور ہو کیسے سکتا ہے جبکہ وہ انجیل کو ہدایت اور نور قرار دیتا اور اسے سچا ٹھہراتا ہے "۔

یہ ہے وہ پادریانہ منطق جو چین کے اندر جاہل اور ناسمجھ مسلمانوں کے سامنے بیان ہوتی ہے۔ اور اگر پادری صاحب کا بیان صحیح ہے۔ تو وہاں کے ملاں خدا جانے کس معلومات کے ہیں۔ کہ اس سے متاثر ہو جاتے ہیں۔

پادری صاحب کی اس انوکھی منطق کے رو سے تو یہ بھی مان لینا کوئی مشکل نہیں کہ اس سے اگلی ہی آیت میں جو یہ آتا ہے۔ کہ لن یستنکف المسیح ان یکون عبدا للہ الخ تو اس میں بھی مسیح کی الوہیت کا دراصل رد نہیں۔ بلکہ درحقیقت الوہیت کی تو تائید ہے کیونکہ یہاں عبد اللہ لکھا ہے۔ اور پادری صاحب کی نئی لغت میں چونکہ عبد اور معبود ایک ہی مادہ سے ہیں۔ اس لئے معنوں میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا مطلب ہوا۔ کہ مسیح اللہ تعالیٰ کے لئے معبود ہونے سے کبھی انکار نہیں کریگا مسیح معبود تو بن گیا۔ گو خدا کے لئے ہی سہی آخر بیٹا کبھی باپ سے بڑھ بھی تو جاتا ہی ہے۔

اس قسم کی بہت مثالیں پادری صاحب معلوم ہوتا ہے کہ لئے لن وہاں دے دے کر چین کے جاہل اور ناخواندہ طبقات کو دھوکا دیتے رہتے ہیں۔ اور چونکہ مسلمان حضرت مسیح کو بھی اسی طرح سے واجب التکریم سمجھتے ہیں۔ جیسے دیگر انبیاء کو۔ اس لئے ان کے اس عقیدہ سے ناجائز فایدہ اٹھا کر پادری لوگ انجیل کو حضرت عیسےٰ کی کتاب کہہ کہہ کر جو چاہتے ہیں ان سے منوا لیتے ہیں۔ اور قرآنی آیات کے اسی طرح کے الٹ پلٹ معنے کر کے اس سے مطابق کر دکھاتے ہیں یہ حالات ان لوگوں پر جو قرآن کریم پر پکا اور سچا ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس سے پوری واقفیت نہ رکھتے ہوئے بھی ان پادریانہ مغالطہ اندازیوں کے قایل نہیں ہوتے سخت گراں گزرتے ہیں۔ اور رہ رہ کر اس بات کے لئے ترستے ہیں۔ کہ کسی طرح سے قرآن کریم کا صحیح ترجمہ ان کی اپنی زبان میں ہو۔ اور وہ اس سے فایدہ اٹھا کر ایسی خلاف بیانیوں کی کافی تردید کر سکیں۔ چنانچہ خود پادری تھوئنگ صاحب ایک شخص کے متعلق یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اس نے بڑی حسرت اور افسوس کے ساتھ کہا۔ کہ غیر لوگوں نے قرآن کریم کے تراجم دوسری زبانوں انگریزی۔ جرمن۔ فرانسیسی وغیرہ میں کئے ہیں کیا چین کا کوئی آدمی اس کام کو سرانجام نہیں دے سکتا۔ نہیں بلکہ یہ ضرور ہو کر رہیگا "۔ معلوم نہیں وہ اس "ضرور ہو کر رہیگا" کا کیا مطلب ہے اور اس ہو کر رہنے کے کونسے ذرایع مہیا ہو گئے ہیں۔ اور کب تک اس کی امید ہے۔ لیکن جہانتک پادری صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ ان کو خود اس بات کا اعتراف ہے۔ کہ یہ ایک بہت بڑا کام ہے جو ہوگا۔ گو اس کے ساتھ یہ الفاظ کہ یہ ایک مہلک کام ہوگا۔ اس کی تحقیر کرنے والے ہیں۔ لیکن ان پادریانہ خیالات کو نظر انداز کر کے اگر دیکھا جائے۔ تو بہرحال چینی مسلمانوں کا یہ ارادہ بشرطیکہ واقعی انکا ایسا ارادہ ہو۔ بہت ہی مفید اور قابل قدر ہے۔ خدا کرے وہ اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہوں اور ان پادریانہ کوششوں کو کلام ربانی کے نشر و اشاعت کے ذریعہ سے پورے طور پر ملیا میٹ کر سکیں۔

درشمین اور آریہ سماج

افسوس ہے کہ درشمین کے متعلق آریہ گزٹ اپنی [illegible] انگیزی سے باز نہیں آتا۔ باوجودیکہ اسے خوب اچھی طرح بتا دیا گیا ہے۔ کہ نہ تو درشمین کسی سکول میں پڑھائی جاتی ہے اور نہ [illegible] اشعار کوئی دلآزار کہے جا سکتے ہیں۔ ایک امر واقعہ کا اظہار [illegible] جبیر آریہ سماج کے برانگیختہ ہونے اور شور و غوغا مچانے کی کوئی وجہ نہیں۔ مثلاً یہ ایک واقعہ ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا پنڈت لیکھرام پشاوری نے اسلام اور آنحضرت صلعم کو [illegible] گالیاں اپنی تصانیف اور تقاریر میں دیں۔ اسلام [illegible] اس کے رسول صلعم کو شہوت پرست اور کیا اور کیا کہا۔ [illegible] اس کی تصانیف کلیات آریہ مسافر بھری پڑی ہیں [illegible] خود قادیان پہنچ کر حضرت مسیح موعود سے کہنے لئے دعا کے [illegible] درخواست کی۔ اور وہ وہ فحش کلمات اسلام اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق استعمال کئے۔ کہ جن کو سننے کی ایک مسلمان کو تاب نہیں۔ آخر غیرت خداوندی جوش میں آئی اور حضرت مسیح موعود کو اس کی آیندہ حالت کا نقشہ پیشتر ہی سے ایک خونی فرشتہ کے ذریعہ دکھایا گیا جس نے خوار ہو کر آپ سے پوچھا لیکھرام پشاوری کا مکان کہاں ہے۔ آپ کو بتایا گیا۔ کہ لیکھرام چھ سال کے اندر اندر ہلاک کیا جائیگا جس کو آپ نے خود لیکھرام کی درخواست پر جو اسے آپ کے الہام کو ۔ ۔ ۔ ۔ اس کا انعام [illegible] طور پر کھول کر پیشتر سے شایع کر دیا۔ اور لیکھرام کی شوخیوں [illegible] اور آنحضرت کے متعلق گستاخانہ کلمات پر اسے متنبہ کر کے

الا اے دشمن نادان و بیراہ
بترس از تیغ بران محمد

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور پنڈت لیکھرام کو چھ سال کے اندر ہی اندر کسی نے اچانک قتل کر دیا۔ اسی امر واقعہ کو آپ نے اس شعر میں بیان کیا ہے کہ

جس کی دعا سے آخر لیکھو مرا تھا کٹ کر
ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے

آپ کے اس شعر کو شرارت پر مبنی قرار دینا۔ اور دلآزار کہہ کر گورنمنٹ کو متوجہ کرنا ایک ایسی شرارت ہے جس کے سخت خلاف [illegible] ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ۔ ۔ اس شرارت کا اظہار [illegible] ہو جاتا ہے۔ کہ لالہ دیوی چند صاحب اس شعر کو لکھتے ہوئے اپنی طرف سے اس کی یہ ترمیم فرماتے ہیں کہ

سازش سے جس کی آخر لیکھو مرا تھا کٹ کر
ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے

کیا یہ مد سازش کا لفظ دلآزار نہیں۔ کیا یہ سرکار عالیہ کی ایک امن پسند رعایا کے اس فرد پر جو خود سرکار کی نظروں میں بھی بری ہو چکا ہے۔ نہایت ناپاک بہتان نہیں۔ کیا آریہ گزٹ کو اس کا [illegible] نہیں کہ احمدیوں کے پہلو میں آخر دل ہے۔ جو ایسی شرارت کارروائیوں سے اتنا ہی بلکہ اس سے بہت بڑھ کر متاثر ہوتا ہے کہ کسی بھی مذہب کے کسی بزرگ السلف کو برا بھلا کہنے [illegible] کے پیرووں کے دلوں کو صدمہ پہنچتا ہے۔ وہ بھی ایسے ناپاک [illegible] کے جواب میں عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا جانتے ہیں [illegible] کی صبر استقلال پالیسی جسے ابھی تک [illegible] آتا ہے [illegible] سامنے "آریہ گزٹ" اور اس کے ہم نواؤں کو جواب دہی [illegible] اور اس وقت انہیں ان شرارت آمیز کارروائیوں کا خمیازہ [illegible]

لیکن سب سے بڑھ کر ہم حیران ہیں۔ کہ آریہ گزٹ [illegible] کے ان اشعار پر آج آنسو بہانے کی [illegible] سوجھی جبکہ [illegible] آج نہیں لکھے گئے۔ بلکہ آج سے کئی سال [illegible] چھپ کر شایع ہو چکے ہوئے ہیں بلکہ اس وقت [illegible] آریہ سماج کی ان سے کوئی دلآزاری نہ ہوئی [illegible] کیا آج تک آریہ سماج سوئی ہوئی تھی [illegible] ہو کر آریہ گزٹ [illegible] اور طول طویل مضامین سے اپنے کالم سیاہ کرنے کے بجائے [illegible] قانونی چارہ جوئی [illegible] باقاعدہ چارہ جوئی کر کے دیکھے۔ کہ اس کا آج اس کتاب کو دلآزار قرار دینا [illegible] شرارت کے اور کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ ہوا [illegible] اس کے آج اس نے ایک خاص تصنیف [illegible] رنگ کر اس کے خلاف آواز بلند کی جاتی ہے۔ اور [illegible] نے ہاں میں ہاں ملا دی ہے۔ اور کوئی اس سے [illegible]

بات نہیں ۔ اس میں شک نہیں کہ ستیارتھ پرکاش بھی آج کی شایع شدہ نہیں ۔ بلکہ اس کو بھی شائع ہوئے ایک مدت گذر چکی ہے ۔ لیکن اس کے دلآزار ہونے کے متعلق بہت سی ایسی شہادتیں ہیں جو پیشتر ازیں کئی ایک مذاہب اور دوسرے لوگوں کی طرف سے دی جا چکی ہیں ۔ خود ایک عدالت کا فیصلہ اس کے خلاف ہے جس کو ہم آیندہ اشاعت میں درج کرینگے پھر اس کے حملوں کی زد تمام مذاہب پر ہے ۔ اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس کو فی الفور ضبط کر کے ایک کثیر التعداد رعایا کے قلوب کو مطمئن کیا جائے برخلاف اسکے درشٹین کے اشعار آج کی تصنیف نہیں اس لئے اس کی ضبطی کا شور و غوغا بالکل غیر مفید اور بے فایدہ ہے ۔ کیا ہم گورنمنٹ عالیہ کے ذمہ وار حکام سے یہ امید کریں کہ وہ ان ضروری امور کو مدنظر رکھکر آریہ گزٹ کی اس کوشش کا پورا خمیازہ اسے دینگے ۔ اور گورنمنٹ عالیہ کی درست ہمدردانہ پالیسی کو برقرار رکھینگے ۔

لندن میں تعمیر مسجد کی تحریک و تجویز

ناظرین کرام کو یاد ہوگا ۔ کہ ہمارے پرجوش نومسلم بھائی دی رائیٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ نے سب سے پہلے شروع ۱۹۱۶ء میں لندن کے بعض اخبارات کو ایک چٹھی لکھی تھی ۔ جس میں انہوں نے برطانوی محکمہ جنگ اور انڈیا آفس اپنی طرف اس تحریک کے کیا اعلان کیا تھا جو انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کی شاندار جنگی خدمات کے اعتراف میں خاص لندن میں ایک اسلامی مسجد کی تعمیر میں امداد دینے کے متعلق کی تھی ۔ لارڈ موصوف نے لکھا تھا کہ

"ان خوشکن اور ہمت افزا جوابات سے جو مجھے موصول ہوئے ہیں ۔ مجھکو یقین کامل ہے ۔ کہ گورنمنٹ کو بھی امر مجوزہ کی معقولیت کا ضرور احساس ہے"

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس احساس کا اثر غالباً اس وقت وار آفس اور انڈیا آفس کی چار دیواری سے نکلکر اعلے حکام تک پہنچنے نہیں پایا ۔ مگر آہستہ آہستہ دیگر برطانوی امرا کو جوں جوں اس کا علم ہوا ہے انہیں اس کی معقولیت کا قایل ہونا پڑا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ آج دو سال بعد پھر یہ تجویز پیش ہوتی ہے ۔ اور ارل ونٹرن ممبر پارلیمنٹ کے منہ سے دیوان عام کے اجلاس میں پیش ہوئی ہے چنانچہ ارل موصوف کی تجویز اور اس پر مسٹر بونرلا کے جواب کو رویٹر نے اپنے ۲۰ جون ۱۹۱۸ء کے خاص برقی پیغام میں یوں بیان کیا ہے ۔ کہ ارل ونٹرن نے دیوان عام میں یہ تجویز پیش کی کہ "مسلمانوں کے حسن خدمات کے صلہ میں جسکا اظہار دوران جنگ میں تمام برطانی سلطنت میں ہوا ہے ۔ ایک مسجد تعمیر کرنے کی غرض سے مالی مدد دی جائے"

مسٹر بونرلا نے جواب دیا ۔ کہ "گورنمنٹ بڑے شکریہ کے ساتھ ان نمایاں خدمات کا اعتراف کرتی ہے جو ہماری مسلمان رعایا کے لوگوں نے سرانجام دی ہیں ۔ لیکن معلوم نہیں کہ کس وجہ سے ہمارا اظہار پسندیدگی مجوزہ شکل میں ہو ۔ ارل ونٹرن نے کہا ۔ کہ چند مسلمانوں نے ان مسلمانوں کی یادگار میں جو اس جنگ میں ہلاک ہوئے ہیں ۔ لندن میں ایک مسجد تعمیر کرنیکا فیصلہ کیا ہے ۔ مسٹر بونرلا نے کہا کہ مجھے اس کا کوئی علم نہیں ۔ اور میں اس کے متعلق تفاصیل معلوم کر کے خوش ہونگا"

مسٹر بونرلا کا اس تحریک سے لاعلمی ظاہر کرنا جبکہ دو سال پیشتر وار آفس اور انڈیا آفس میں یہ پیش ہو چکی ہے ۔ معلوم نہیں کن وجوہات پر مبنی ہے ۔ لیکن اس سوال و جواب کی بنا پر اس قدر ہم کہہ سکتے ہیں کہ بہرحال یہ تحریک ابھی زندہ ہے ۔ اور انشاء اللہ کامیاب ہو کر رہے گی ۔

اس میں شک نہیں ۔ کہ برطانوی حکومت کیطرف سے مسلمانوں کی خدمات کا اعتراف محض ایک مسجد کی تعمیر میں امداد دینے کی شکل میں ہی نہیں ہونا چاہئے ۔ جبکہ ایسی امداد کا دینا ویسے بھی حکومت پر اس وجہ سے فرض ہے ۔ کہ انگلستان میں مسلمانوں کی کثیر تعداد آباد ہے یہ بھی صحیح ہے کہ روس جیسی حکومت کے ماتحت جب موجودہ جنگ سے مدتوں پہلے اس کے دارالسلطنت سینٹ پیٹرزبرگ میں ایک مسجد تعمیر ہو چکی ہے ۔ تو برطانوی دارالسلطنت کے اندر جس کو دنیا کی سب سے بڑی مسلمان رعایا پر حکومت کا فخر حاصل ہے ایک مسجد کا ہونا اور بھی ضروری ہے ۔ اور جنگ کی خدمات کا اعتراف محض اسی پر منحصر نہیں ہونا چاہئے ۔ بالخصوص جبکہ اس کی تجویز خود مسلمانوں کی طرف سے اس جنگ سے بہت پہلے ہو چکی ہے ۔ اور کچھ سرمایہ بھی اسی غرض سے جمع شدہ موجود ہے ..... تاہم موجودہ حالات میں اس مسجد کی تعمیر میں امداد دینا بھی بہت فایدہ کا موجب ہوگا اور ہندوستان کی ایک کثیر التعداد رعایا کی تالیف قلوب کا موجب ہوگی ۔ گو مسلمانوں کو سرکار انگریزی سے اس سے بہت بڑھکر بھی توقعات ہیں ۔ اور وہ اس سے اپنے اور بھی قیمتی حقوق کے تحفظ و نگہداشت کے امیدوار ہیں ۔ فی الحال امید ہے کہ مسٹر بونرلا اس تجویز کی تفاصیل معلوم ہونے پر نرا خوش ہی نہیں ہونگے ۔ بلکہ اس کے لئے عملی طور پر قدم بڑھائینگے ۔ اور برطانوی حکومت کے دارالصدر میں ایک عالیشان مسجد کے جو اس کے شایان شان ہو تعمیر کرانے کا بندوبست کرینگے ۔

قرضہ جنگ میں بلا سود روپیہ دو

قرضہ جنگ کے لئے ایک اشتہار حکیم محمد حسین صاحب قریشی کی طرف سے شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے ۔۔ گورنمنٹ کو موجودہ جنگ میں روپیہ قرض دینے کی مفید تحریک کی ہے ۔ جس کی تایید کرنا ہر خیرخواہ ملک کا فرض ہے لیکن ہمیں ایک بات میں حکیم صاحب سے اختلاف ہے ۔ اور ہم حیران ہیں ۔ کہ حکیم صاحب جیسے آدمی کے قلم سے جو اپنے آپ کو مسلمان اور پھر احمدی مسلمان قرار دیکر دوسرے تمام کروڑ ہا مسلمانوں کو کافر اور خارج از دائرہ اسلام ٹھیراتے ہیں ۔ کیونکر نکل گئی ۔ وہ لکھتے ہیں کہ

"یہ گورنمنٹ عالیہ کی دوراندیشی اور مہربانی میں داخل ہے ۔ کہ اس نے اپنی رعایا کو یہ موقعہ دیا ہے کہ بجائے اس کے کہ ہندوستان کے خزانہ سے دوسرے ملکوں کو سود دیا جائے وہ اپنی ہی رعایا کو دینا چاہتی ہے ۔ اور نہیں برداشت کرتی ۔ کہ ہندوستان کا روپیہ باہر جائے ۔ اس لئے بہت خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو قرضہ جنگ میں اپنے روپے کو لگا کر علاوہ مال کو بڑھانے اور حکام و گورنمنٹ کی خوشنودی حاصل کرنے کے اپنی دولت کو سب سے زیادہ محفوظ بھی کر لیں"

اس میں تو کسی کو کلام نہیں ہو سکتا ۔ کہ گورنمنٹ عالیہ کی عین نوازش اور مہربانی ہے ۔ کہ اس نے اپنی رعایا کو یہ شرف بخشا ہے ۔ کہ وہ اسے روپیہ بطور قرض دے اور پھر اسپر مزید مہربانی یہ ہے ۔ کہ وہ سود کی بیش قرار رقوم سرایسے روپیہ پر دینے کو تیار ہے ۔ لیکن حکیم صاحب نے جس پیرایہ میں اس سود کا ذکر کیا ہے ۔ اور وہ اپنے مال کو بڑھانے کو جس خوش قسمتی پر مبنی قرار دیا ہے ۔ ہم سمجھتے ہیں ۔ کہ وہ مسلمانوں کی ازحد بدقسمتی کا موجب ہے ۔ بشرطیکہ وہ اس طرح سے اپنے مال کو بڑھانا پسند کریں ۔ قریشی صاحب نے معلوم نہیں کیونکر اس طرح مال کے بڑھانے کو موجب خوش قسمتی قرار دیا ۔ اور اس لئے اسے جلی قلم سے لکھکر ان پھڑک دار الفاظ سے اپنے اشتہار کو موثر بنانا چاہا ۔ جبکہ اس مقدس کتاب میں جس کے آگے گردن تسلیم خم کرنے کے وہ بھی مدعی ہیں یہ صاف ارشاد ہے ۔ کہ یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات ۔ اللہ تعالے سود کو گھٹاتا ہے ۔ اور صدقات کو بڑھاتا ہے ۔ قرآن کے اس کھلے ارشاد کے سامنے ہم نہیں جانتے کہ کون مسلمان گورنمنٹ سے سود لینا پسند کریگا ۔ اور قرضہ تو ایک طرف اپنے اموال کو بطور صدقہ اسپر سے تصدق کر دینا گوارا نہ کریگا ۔ قریشی صاحب کو چاہئے تھا کہ اس قرآنی صداقت کی طرف مسلمانوں کو خاص طور پر متوجہ کرتے اور بجائے سود پر مال دینے کی تحریص دلانے کے ان کو صدقات کی تحریک کرتے ۔ لیکن غالباً تمام مسلمانوں کو کافر قرار دینے والے قریشی صاحب کا اسلام اسی بات پر آ رہا ہے ۔ کہ وہ قرآن کے صریح حکم کے خلاف سود لینے کی تحریص مسلمانوں کو دلاتے ہیں ۔ پھر سود بھی اپنی مہربان گورنمنٹ سے ۔ ہمیں اس سے قطعاً اتفاق نہیں اس لئے ہم بزور یہ اعلان کرتے ہیں ۔ کہ مسلمان کہلانے والے اور قرآن کے آگے سرتسلیم خم کرنے والے اگر اپنے اموال کو بڑھانا چاہتے ہیں ۔ تو ان پر سود لینے کے بجائے یونہی حکومت پر سے تصدق کردیں ۔ اور اسے مفت دیکر اپنی قوم اپنے ملک اور اپنی گورنمنٹ کی خیرخواہی کا عملی ثبوت دیں ۔ ورنہ سود لینے میں ایک تو گورنمنٹ پر خواہ مخواہ کا بوجھ ۔ دوسرے قرآن کی صریح خلاف ورزی اور تیسرے مال کے بڑھنے کا خیال محض ایک وہم ۔ حالانکہ صدقہ کی صورت میں ان تینوں باتوں کا خطرہ نہیں ۔ قریشی صاحب امید ہے کہ اس طرف متوجہ ہو کر اپنے اشتہار کی اصلاح کرینگے ۔

ماہ صیام میں آفتاب

اپنی پوری درخشانی اور تیزی کے جلوے دکھا رہا ہے ۔ ایک طرف روزہ داروں کے حلق مارے پیاس کے خشک ہو رہے ہیں اور دوسری آفتاب عالمتاب کی گرمی بدن کو جلاکر اور تلخی پیدا کر کے ان کے لئے مزید ثواب کا سامان پیدا کر رہی ہے ۔ بارش کا قطعاً نام تک نہیں ۔

ایک تو یہ آفتاب سماوی ہے ۔ اور ایک دوسرا آفتاب اسی ماہ صیام میں لاہور کی سرزمین سے اخباری صورت میں طلوع ہوا ہے جس کی کرنیں مولوی وجاہت حسین صاحب جھنجھانوی کے نوک قلم سے نکل نکل کر کاغذ کے نورانی صفحات کو سیاہ کرتی اور اطراف ملک میں پھیلتی چلی جاتی ہیں اس زمینی "آفتاب" کی بھی کرنوں کو دیکھو ۔ اسی "ماہ صیام" کا احترام کس گرماگرمی کے ساتھ کرتا اور لکھتا ہے کہ

"دنیا میں جہاں کہیں اسلامی حکومتیں ہیں ۔ وہاں ماہ صیام کا احترام خاص طور پر ملحوظ رکھا جاتا ہے ۔ ٹرکی میں دن کو تمام کاروبار بند ہو جاتے ہیں ۔ یہاں تک کہ عدالتوں اور دفتروں میں بھی رات ہی کو کام ہوتا ہے ۔ سحری اور افطار کے وقت توپیں چلتی ہیں ۔ نقارے بجتے ہیں ۔ انواع و اقسام کے کھانے پکتے ہیں ۔ اسلامی ہوٹلوں اور باورچی خانوں میں دن کے وقت ہو کا عالم رہتا ہے ۔ مغرب سے قبل خاص قسم کی رونق اور چہل پہل شروع ہو جاتی ہے جس کا سلسلہ سحر تک جاری رہتا ہے ۔ ہمارے ایک معزز لاہوری دوست جنہیں قسطنطنیہ میں چند روز تک رہنے کا اتفاق ہوا ہے ۔ ہم سے ایک روز بیان کرتے تھے کہ مجھے رمضان المبارک میں ایک دفعہ قسطنطنیہ کے کسی ہوٹل میں جانیکا اتفاق ہوا تو پاس ہی پہرے پر ایک سنتری تھا ۔ وہ فوراً میری طرف لپکا اور مجھ سے آکر پوچھنے لگا ۔ کہ کیا آپ مسلمان ہیں ۔ ہمارے دوست نے نہایت فخریہ لہجے میں جواب دیا ۔ "الحمد للہ" اس پر سنتری نے ان سے کہا کہ فوراً ہوٹل سے باہر نکل جایئے ۔ یہاں دن کے وقت کسی مسلمان کو آنے کی اجازت نہیں ۔ یہ کئی برس پہلے کی باتیں ہیں ۔ معلوم نہیں ٹرکی میں اس وقت اسلامی امور کی کیا کیفیت ہے"

"پچھلے دنوں علیا والیہ بھوپال نے بھی اپنے ممالک محروسہ میں اس قسم کے احکام جاری کئے ہیں کہ اگر حلوائی یا نانبائی رمضان المبارک کے مہینے میں دن کے وقت روٹی پکاتا یا تنور جھونکتا نظر آئے تو پولیس بغیر وارنٹ گرفتار کر کے اسے فوراً مجسٹریٹ علاقہ کے روبرو پیش کر دے ۔ جہاں اس پر دس روپیہ تک جرمانہ کیا جائیگا یا ایک دو دن کے لئے جیل خانہ بھیج دیا جائیگا ۔ یقین ہے کہ بھوپال کی اسلامی آبادی پر اس حکم کا خاص اثر ہوا ہوگا اور وہاں جرمانہ و قید کے خوف سے نہ صرف نانبائیوں نے دن کے وقت روٹی پکانی چھوڑ دی ہوگی ۔ بلکہ روزہ خوار بھی ایک حد تک چوکنے ہو گئے ہوں گے ۔ اور ان میں سے اکثر نے روزے رکھنے شروع کر دیئے ہونگے ۔

لیکن زیادہ موثر و کارگر طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے قلوب میں خدا اور رسول کے احکام کی بجا آوری کا شوق پیدا کیا جائے اور نہ کسی حکومت کے ڈر سے نہیں بلکہ شریعت کے احترام سے خود بخود شعایر اسلامی کے پابند نظر آنے لگیں ۔ ہر شہر کی اسلامی انجمنوں کو ایسے مواقع پر اپنی رفتار عمل کسی قدر تیز کر دینی چاہئے" (آفتاب)

اس میں شک نہیں ۔ کہ جبر و اکراہ سے زیادہ موثر اور کارگر طریق تبلیغ و تلقین ہے ۔ مسلمانوں میں سے افسوس ہے کہ اول تو تلقین کرنے والے کوئی ہیں نہیں ۔ اور جو تلقین کرتے بھی ہیں ۔ وہ خود عامل نہیں ۔ اس لئے ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا ۔ ٹرکی میں ممکن ہے رمضان کا احترام اسی طرح ہوتا ہو ۔ جیسا کہ "آفتاب" کے لاہوری دوست کا بیان ہے ۔ لیکن خدا کرے یہ احترام کسی حقیقت پر بھی مبنی ہو ۔ اس بارہ میں ہمارے خیال میں افراط و تفریط کے دونو پہلو مضر ہیں ۔ روزے رکھنے بیشک ضروری ہیں ۔ لیکن مسافر اور

بیمار کو قرآن نے صاف طور پر رخصت دی ہے۔ پس ان ضروری مسائل کا لحاظ کئے بغیر ان سب بیماروں اور بڈھوں کے روزے بند کر دینے بھی مفید اور قرآن کے مطابق نہیں۔ ہاں اس میں بھی شک نہیں تندرست آدمیوں کو اس سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے۔ اور اپنی عاقبت کی فکر کر کے خدا کو علام الغیوب سمجھ کر روزے رکھنے چاہئیں اور اس کے علاوہ نماز بھی جو سب سے بڑھ کر ضروری اور ہر حال میں فرض ہے پڑھنی چاہئے۔ بہتر ہو کہ اسلامی انجمنوں کے علاوہ اسلامی صحائف بھی ایسے ایسے ضروری مذہبی ارکان کے متعلق مسلسل مضامین لکھکر لوگوں کو ترغیب و تحریص دلایا کریں +

"پرماتما سے بات چیت"

وہ بات جس کو ہمیشہ بطور ایک سچے مذہب کے نشان کے پیش کیا جاتا رہا ہے۔ کہ خدا بولتا ہے۔ اور بغیر اس کے کوئی شخص اطمینان حقیقی حاصل نہیں کر سکتا۔ آج ان لوگوں کے ہونٹوں سے بھی نکلتی ہے جو ہمیشہ اس کی مخالفت کے درپے رہتے ہیں۔ آریہ سماج جس کا دعوے ہے کہ ویدوں کے بعد اللہ تعالے نے نہ کبھی کسی سے کلام کیا۔ اور نہ وہ کرتا ہے جو صرف ابتدائے آفرینش میں ہی ایک مرتبہ اللہ تعالے کیطرف سے ویدوں کا نزول مانتی ہے۔ اور اس کے بعد اس سے بات چیت کی قائل نہیں۔ آج اس کی طرف سے یہ آواز اٹھی ہے۔ اور بڑے زور سے اسی بات کو پیش کیا جاتا ہے جس کی وہ ہمیشہ تردید کرتی رہی ہے۔ چنانچہ آریہ گزٹ کا ۲۷ جون ۱۹۱۸ء کا افتتاحیہ ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ کہ

"دنیا میں انسانی شکل اختیار کر کے بھی اگر پرماتما سے جو سب کا رکشک۔ پالک اور پوشک ہے۔ بات چیت نہ کی۔ تو انسانی جسم حاصل کرنا محض فضول ہے۔ اور ہر ایک آستک جس کا دل ناستکتا کی ناپاکی سے پُر نہیں ہو گیا اپنے اندر زبردست خواہش رکھتا ہے کہ میں پیارے پربھو سے ملاقات کروں۔ اس سے بات کروں اور اس آنند کے بھنڈار سے آنند حاصل کروں"

"آریہ گزٹ"، کا یہ علانیہ اعتراف بہت قدر کے قابل ہے لیکن ہمیں تعجب اور افسوس ہوتا ہے جب اس اعتراف کے باوجود معاصر موصوف "پرماتما سے بات چیت" یا فطرت انسانی کی اس "زبردست خواہش" کے پورا کرنیکا طریق یہ بتاتا ہے۔ کہ ویدوں کو اٹھا کر پڑھ لیا کرو بس پرماتما سے بات چیت ہو گئی۔ معاصر موصوف کا دعوے ہے۔ کہ وید ہی پرماتما کے صحیح اور سچے حالات بیان کرتے ہیں۔ انجیل اور قرآن اس سے عاری ہیں۔ کیونکہ انجیل میں لکھا ہے۔ کہ آدم نے خدا کے پاؤں کی آہٹ سنی۔ اور قرآن اسکو آسمانوں کے اوپر تخت پر بیٹھا ہوا محدود بیان کرتا ہے۔ الا اس کو چھوڑ کر کہ ویدوں کے اندر اللہ تعالے کا جو کچھ نقشہ کھینچا گیا ہے۔ وہ کہاں تک صحیح ہے۔ یا انجیل کا بیان کہاں تک قابل وثوق ہے ہم معاصر موصوف سے اول تو قرآن کی وہ آیت دریافت کرنا چاہتے ہیں جس میں اللہ تعالے کو آسمانوں کے اوپر تخت پر بیٹھا ہوا محدود بیان کیا گیا ہے اور دوسرے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ویدوں نے آیا خدا میں صفت تکلم مانی ہے یا نہیں اگر نہیں تو یہ اللہ تعالے کی شان کے صریح خلاف ہے۔ کہ اس میں بولنے کی طاقت نہیں۔ ایسا ہی ویدوں کے بھی ایشوربانی ہونے پر اس سے سخت زد پڑتی ہے۔ اور اگر از روئے وید اللہ تعالے میں صفت تکلم بھی موجود ہے تو براہ کرم بتایا جائے۔ کہ وہ صفت ویدوں کے نزول کے بعد کیا ہوئی۔ کیوں اللہ تعالے ایک ہی دفعہ کلام کر کے رہ گیا۔ اور آئندہ اب اپنے بندوں سے وہ کلام نہیں کر سکتا۔ یہ کہدینا آسان ہے۔ کہ ویدوں میں سب کچھ موجود ہے اس لئے اب اللہ تعالے کو کلام کی ضرورت نہیں۔ لیکن "اس میں سب کچھ موجود ہے" کی فرضی تھیوری کو تسلیم کر کے بھی جب ایک دوست کا بار بار خط لکھنا خود آریہ گزٹ کے نزدیک بھی نصف ملاقات کے برابر ہے۔ اور اس کے بغیر دوست کا دل مطمئن نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی کوئی شخص اپنے دوست کے کسی پرانے خط سے ہی وہ تسلی اور اطمینان پکڑ سکتا ہے۔ جو بار بار کی خط و کتابت سے اسے حاصل ہوتا ہے۔ تو سمجھ نہیں آتی۔ کہ اللہ تعالے کے ہزارہا سالوں سے خاموش رہنے اور محض ویدوں ہی کے پرانے کلام کو پڑھنے سے فطرت انسانی کی وہ "زبردست خواہش"، جس کا آریہ گزٹ کو بھی اعتراف ہے کیونکر پوری ہو سکتی ہے۔ آج تو اگر کسی دوست یا عزیز کے خط کو آئے ہوئے بہت عرصہ ہو کر کچھ دیر بھی ہو جاتی ہے۔ تو انسان کے دل میں طرح طرح کے خیالات گذرنے لگتے ہیں۔ کہیں بیمار نہ ہو۔ مر نہ گیا ہو۔ کوئی اور حادثہ نہ ہو گیا ہو کہیں رنجیدہ خاطر نہ ہو۔ اس لئے وہ طرح طرح کے حیلوں سے اس کے حالات کو دریافت کرتا ہے۔ تاریں دیتا ہے۔ اور خود جا کر اسے ڈھونڈتا ہے۔ پھر کیا اللہ تعالے کے ہزارہا سالوں سے اپنے بندوں سے کلام نہ کرنے سے اسی قسم کے توہمات نہ باقی (بقیہ دیکھو صفحہ [illegible] کالم [illegible])

مذاکرہ علمیہ

اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ کی تفسیر لطیف

(از قلم حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی)

(سلسلہ اشاعت مورخہ ۱۳ جون ۱۹۱۸ء)

یہ سب آیاتی میں داخل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں یہ سب کچھ موجود ہے۔ اور خود قرآن مجید کسی دوسرے رسول حقیقی کے آنیکا محتاج ہی نہیں ہے۔ تو پھر بموجب مذہب حضرت کے رسول سے مراد لغوی معنے ہی لئے جاوینگے۔ نہ رسول شرعی۔ اندریں صورت وہی محدث ملہم اور مجدد مراد ہونگے۔ نہ نبی حقیقی کیونکہ ادلہ شرعیہ نے اس کو مشتقات شرعیہ میں داخل کر دیا +

اور اصل یہ ہے کہ یہ آیت اور نیز دوسری اس قسم کی آیات صرف واسطے اثبات رسالت خاتم النبیین کے ہی نازل ہوئی ہیں لاغیر۔ جو بلفظ یا بنی آدم وغیرہ کے ساتھ خطاب فرمایا گیا ہے جس میں قیامت تک کے بنی آدم داخل ہیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ بخطاب اہل کتاب ارشاد فرمایا ہے۔ یا اہل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم علی فترۃ من الرسل ان تقولوا ما جاءنا من بشیر ولا نذیر فقد جاءکم بشیر ونذیر واللہ علی کل شیئ قدیر اس آیت میں بھی اللہ تعالے اہل کتاب کو چند باتوں کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ ایک تو یبین لکم کے مفعول کو حذف فرما دیا۔ اور حذف مفعول کا تعمیم پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی کل وہ بیانات جن کی حاجت قیامت تک ہوگی۔ ان کو یہ رسول بیان کرتا ہے کیونکہ یہ رسول خاتم النبیین صلعم بحیثیت ختم نبوت حضرت آدم سے لیکر حضرت عیسے تک منتظر الوقوع چلا آیا ہے۔ پس تم اس رسول منتظر الوقوع کی کیوں تکذیب کرتے ہو۔ خصوصاً جبکہ اہل کتاب کی سنت مسلمہ قدیمہ کے موافق یہ رسول مبعوث ہوا۔ کسی آیت میں یہ مذکور نہیں کہ خاتم النبیین کے بعد بھی متواتر رسول آتے رہیں گے یا کوئی ایک دو رسول آوینگے۔ کیونکہ یہ رسول وہ ہے کہ اب قیامت تک کسی رسول حقیقی کے آنے کی ضرورت ہی نہ پڑے گی۔

دوسرا لفظ فترۃ کا ہے جو فترۃ من الرسل میں ہے۔ اس میں اشارہ اس طرف ہوا کہ چونکہ حضرت عیسے و حضرت خاتم النبیین کے درمیان میں جو تخمیناً چھ سو برس کی مدت فترت کی تھی۔ اس لفظ فترۃ کے لانے میں یہ نکتہ اور مصلحت الٰہی تھی کہ انواع و اقسام کے تغیرات اور تحریفات اندریں مدت شرائع متقدمہ میں بسبب طول زمانہ کے واقع ہو گئی تھیں اور ہمیشہ ہوتی رہی۔ اور حق باطل کے ساتھ سخت ملتبس ہو گیا۔ اور ہوتا رہا۔ اور صدق کذب کے ساتھ مختلط ہو گیا اور ہوتا رہا جسکے سبب متواتر رسولوں کے بھیجنے کی ضرورت پڑی ثم ارسلنا رسلنا تترا۔ پس اس لئے وہ رسول آخری خاتم الانبیاء ایسا ہونا ضرور چاہئے تھا جو تمام تغیرات و تحریفات اور کذب و باطل جس قدر کہ اس مدت فترت وغیرہ میں واقع ہوئے ہیں اُن سب کا رفع کر سکے۔ اور اسی لئے اسکی کتاب قیامت تک کی صداقتوں کے متضمن اور شبہات واقعہ کی زائل کرنے والی ضروری ہوئی۔ جو کہ آدم سے لیکر اس منتظر رسول تک کے شبہات اور وساوس رفع کرے۔ پس جب رسول عظیم الشان جو تمام پچھلے انبیاء کا بحیثیت ختم نبوت منتظر الوقوع تھا وہ ہی آچکا فقد جاءکم بشیر ونذیر۔ پس تمہارے انکار کرنے کی اس رسول منتظر الوقوع سے کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ تم کو یہ بھی مسلم ہے کہ اللہ تعالے رسولوں کو ہمیشہ ارسال کرتا رہا ہے۔ اسی سنت قدیمہ کے موافق اس رسول خاتم النبیین کو مبعوث فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالے ہر ایک شے پر قادر ہے۔ یعنی ایسے رسول عظیم الشان کی بعثت پر بھی قادر ہے۔ جس کے بعد کسی رسول حقیقی کے آنیکی ضرورت قیامت تک نہ رہی۔ واللہ علے کل شیئ قدیر۔

ولیس علی اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

ایضاً فرمایا یا اہل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم کثیرا مما کنتم تخفون من الکتاب ویعفو عن کثیر۔ پھر یہ رسول جس کو خاتم النبیین کر کے ہم نے بھیجا ہے۔ اس سنت کے خلاف بھی نہیں ہے جو تمہارے درمیان رسولوں کے متواتر بھیجنے کے لئے جاری رہی ہے۔ قل ما کنت بدعا من الرسل خصوصاً جبکہ حسب مقتضائے مصلحت الٰہی کے فترت کے بعد اس رسول خاتم النبیین کا ارسال ہوا ہے پس تمہاری تکذیب کی وجہ سوائے عناد اور تعصب بیجا کے اور کچھ نہیں ہے پس آیات پیش کردہ سے یہ مراد ہرگز نہیں ہو سکتی کہ اس خاتم النبیین کے بعد بھی حسب سنت سابقہ ہزاروں رسول متواتر آتے رہینگے جس کے سبب بڑے بڑے مفاسد واقع ہوئے۔ کیونکہ اس کا تو امتناع بڑے زور و شور سے اللہ تعالے اور اس کے رسول نے حسب تجارب سابقہ ثابت کر دیا ہے۔ پھر اگر اہل غلو کے معنے فاسد مراد ہوں تو صریح کذب عظیم اللہ تعالے کے کلام متضمن پیشگوئی میں نعوذ باللہ لازم آتا ہے۔ کہ نہ اس تیرہ صدی میں کوئی نبی آیا۔ اور نہ سوائے حضرت میرزا صاحب کے قیامت تک کوئی اور نبی آویگا ثم ارسلنا رسلنا تترا کا ارشاد بھی باطل ہو گیا۔ اور جس قدر اعتراض ہم پر وارد کرتے ہیں وہ سب کے سب انہیں پر لوٹ کر عاید ہوتے جاتے ہیں۔ حتی کہ عمر فاروق جن کی رائے کے مطابق بیس آیات قرآن مجید کی نازل ہوئیں وہ بھی نبی نہ ہوئے۔ اس لئے تمام آیندہ آنیوالی پیشگوئیاں رسولوں کی سنت مندرجہ قرآن مجید نعوذ باللہ غلط ہو گئیں بموجب مذہب اہل غلو کے۔ پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ سراج و ملاح نبوت کا قمر صرف ایک ہی ہے جو مسیح موعود ہے۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ چودہویں صدی کا قمر ایک ہی ہے۔ لیکن چونکہ اصل قمر میں ایک شان تجدید کی بھی ضرور موجود ہے۔ پس جیسا کہ ہر ماہ میں ایک قمر گویا جدید پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح پر بموجب حدیث مجدد کے ہر صدی میں حسب ضرورت ایک قمر روحانی جدید پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اول قمر بعد رسول اللہ صلعم کے حضرت صدیق اکبر ہوئے۔ پھر حضرت فاروق پھر حضرت ذوالنورین۔ پھر حضرت اسد اللہ الغالب۔ علے ہذا القیاس اس وقت تک جو مجدد ہوئے اس شمس نبوت سے بمنزلہ قمر کے ہو کر مستفیض ہوتے رہے۔ ہاں شمس نبوت میں نہ کوئی نقص مثل قمر کے واقع ہوا نہ کوئی زیادت۔ نہ اس شمس نبوت میں کوئی تجدد مثل قمر کے جاتا ہو جبکہ سلسلہ نظام شمسی کا سبکو مسلم ہے کہ اس نظام شمسی میں قیامت تک فی الخارج کوئی دوسرا شمس موجود ہی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح پر شمس نبوت میں کوئی دوسرا شمس نبوت قیامت تک نبی موجود نہیں ہوگا۔ ہاں ہر صدی میں اور قمر جدید پیدا ہوتا رہیگا۔ جیسا کہ نور قمر کا محکم مسئلہ علم ہیئت کے کہ نور القمر مستفاد من نور الشمس ہے۔ اسی طرح شمس نبوت سے یہ اقمار نور حاصل کرتے رہینگے۔ ولنعم ما قیل۔ ؎

افلت علی شموس الاولین وشمسنا
ابدا علی افق العلی لا تغرب

پس یہی سر ہے آنحضرت صلعم کے بعد قیامت تک کسی نبی اور رسول الہی کے نہ آنیکا نظام شمسی کے بھی مطابق ہے۔ اور کتاب و سنت و اجماع امت از صحابہ تا ایندم ثابت شدہ صداقت ہو گیا ہے۔ اور دوسرا سر یہ ہے جو حدیث مجدد کے متعلق ہے کہ ہر صدی میں وہ قمر جدید واقع ہوتا رہتا ہے۔ بس یہی مراد ان آیات کے معنے سے ہے جن کو اہل غلو پیش کرتے ہیں۔ جیسا کہ یا معشر الجن والانس الم یاتکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی جس سے اہل غلو کے مذہب کے بموجب ہر زمانہ میں ایک رسول حقیقی کا آنا نعوذ باللہ ثابت ہوتا ہے دیکھو النبوت فی خیر امت۔ یا مثلاً یہ آیت قال لہم خزنتہا الم یاتکم رسل منکم یتلون علیکم آیات ربکم یا یہ آیت سألہم خزنتہا الم یاتکم نذیر۔ قالوا بلی لقد جاءنا نذیر۔ ایضاً ونوحا ہدینا من قبل ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسی وہارون وکذالک نجزی المحسنین۔ ولما بلغ اشدہ واستوی آتیناہ حکما وعلما وکذالک نجزی المحسنین۔ ایضاً سلام علی نوح فی العالمین۔ انا کذالک نجزی المحسنین سلام علی موسی وہارون انا کذالک نجزی المحسنین۔ سلام علی الیاسین انا کذالک نجزی المحسنین۔ ان آیات میں کذالک نجزی المحسنین سے اثبات نبوت فی خیر امت کیا گیا ہے۔ افسوس۔ ؎

آدمیاں گم شدند ملک خدا خر گرفت

اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ یہ آیات جو آنحضرت خاتم النبیین کی شان میں خدا تعالیٰ نے پیش فرمائی ہیں وہ بعد آنحضرت صلعم کے بھی رسولوں کے آنے کے لئے ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارا اعتقاد بھی یہی ہے کہ رسول لغوی قیامت تک آتے رہینگے۔ رسول اللہ حقیقی یعنی شمس نبوت ہو کر امت میں سے کوئی دوسرا نہیں آویگا۔ البتہ نذیر بھی آتے رہینگے محسنین و ہادی وغیرہ بھی پیدا ہوتے رہینگے۔ اولو العلم اور ذوی العلم بھی پیدا ہوتے رہیں گے۔ جیسا کہ آیات مذکورہ میں ہے اس کا کون منکر ہے۔ مگر یہ الفاظ یعنی الفاظ رسول اللہ اور نبی اللہ بعد رسول اللہ کے جو خاص آنحضرت صلعم کے واسطے مخصوص ہو گئے ہیں۔ اس لئے کسی امتی کو رسول اللہ اور نبی نہیں کہہ سکتے جیسا کہ کوئی شمس خارج میں دوسرا موجود نہیں۔ کیونکہ وہ منفرد ہے۔ اور عام محاورات میں کسی مجدد پر اس کا استعمال کرنا درست نہیں۔ جیسا کہ اسم شمس کو ماہتاب پر استعمال نہیں کرسکتے آیات مذکورہ بالا جو بے محل اہل غلو پیش کرتے ہیں۔ ان سے کوئی مدعا ان کا کسی طرح سے ثابت نہیں ہو سکتا ان آیات میں کہاں مذکور ہے کہ بعد نبی کریم کے بھی نبی آتے رہیں گے۔ کلا و حاشا ان چند سطور میں ان آیات مذکورہ کی تفسیر مفصل نہیں ہو سکتی۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کسی دوسرے مضمون میں بشرط حیات مفصل لکھی جاویگی۔

ان لوگوں کو اس قدر بھی سمجھ نہیں ہے کہ حضرت اقدس کے کسی کلام کو بھی سمجھ سکیں۔ چہ جائیکہ کلام الٰہی کا سمجھنا۔ مثلاً حضرت کا یہ کلام ہے کہ ادنا النبی محدث والمحدث نبی۔ یہ ناداں اس قدر بھی نہیں سمجھتے کہ مابین لفظ محدث وغیرہ اور الفاظ مندرجہ آیات میں اور ایک طرف رسول اللہ اور لفظ نبی بعد از بعثت خاتم النبیین میں دوسری طرف منجملہ چار نسبتوں کے کون سی نسبت ہے ہم بتلاتے ہیں کہ ان الفاظ مذکورہ کی نسبت عام خاص مطلق کی ہے جن میں ایک مادہ تو اجتماع کا ہوتا ہے۔ اور دوسرا مادہ تفارق کا۔ یعنی کل انبیاء تو محدث ہوتے ہیں۔ اور ہر کل محدث نبی نہیں ہو سکتے جو مادہ تفارق کا ہے اگر کوئی ابتدائی رسالہ علم منطق کا بھی دیکھ لیتے تو ایسے شبہات ہرگز نہ کرسکتے۔ یا حدیث محدث پر ہی غور کر لیتے جس کا مضمون یہ ہے۔ کہ پہلی امتوں میں محدث ہوئے تھے۔ من غیر ان یکونوا انبیاء۔ تب بھی ایسے وساوس پیدا نہ ہوتے۔ اور غور کرو۔ جہاں پر خاص متحقق ہوتا ہے تو البتہ وہاں عام کا تحقق ضروری ہوتا ہے۔ لیکن عام کے تحقق سے خاص کا تحقق ضروری نہیں ہوتا۔ جیسا کہ کل انسان حیوان قضیہ صادقہ ہے لیکن کل حیوان انسان؟ یہ قضیہ بالکل غلط ہے۔

حضرت اقدس نے اس قضیہ میں کہ المحدث نبی والنبی محدث میں ایسے قاعدہ علم منطق کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور نیز الہام حضرت اقدس کا یعنی فیک مادۃ فاروقیۃ بھی اسی طرف مشعر ہے۔ کہ تجھ میں مادہ فاروقیت یعنی محدثیت کا موجود ہے تو محدث ضرور ہے من غیر ان تکون نبیاً۔ علیٰ ہذا القیاس الفاظ رسول اور دیگر الفاظ مندرجہ آیات نذیر وغیرہ کو سمجھ لو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مجدد بھی ہمیشہ آتے رہیں گے۔ اور رسول لغوی بھی آتے رہینگے۔ اور نذیر بھی آتے رہیں گے۔ محسنین بھی ہوتے رہیں گے وغیرہ وغیرہ من الالفاظ۔ لیکن لفظ نبی کا کسی امتی کے واسطے استعمال کرنا ممنوعات شرعیہ سے ہو گیا ہے۔ جیسا کہ لفظ ... ولد کا کسی مجدد و مصلح پر استعمال کر لینا جائز نہیں ہے۔ ہم نے اس مضمون میں بعض مطالب کو مکرر سہ کرر اس لئے لکھ دیا ہے کہ اہل غلو بحکم اذا تکرر تقرر کے اس کو خوب یاد رکھیں۔ دلیں۔ ایک شخص بہا نیز بھی انہیں آیات کو دیکھ کر گمراہ ہو گیا ہے +

بقیہ مضمون صفحہ ۴ کالم اول

پیدا نہیں ہو سکتے۔ اور کیونکر کسی شخص کے کروڑہا دفعہ بھی ویدوں کے پڑھنے اور پڑھانے سے یہ سمجھ آ سکتا ہے۔ کہ اس کا خدا اس سے خوش ہے۔ بغیر اس کے کہ اللہ تعالیٰ خود اسے اپنی خوشی اور رضا مندی کا پتہ دے اسلام میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ اس کے پاک باز بندوں سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا اور انہیں اپنی رضامندی کا پتہ دیتا ہے اس لئے اس کی صداقت اظہر من الشمس ہے۔ لیکن جن مذاہب میں خدا کا بولنا ہی مسلم نہیں اور ان سے اللہ تعالیٰ کلام نہیں کرتا۔ ان کی صداقت کیونکر تسلیم کی سکتی ہے۔ اور کیونکر یہ معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان سے خوش بھی +

کیا معاصر موصوف اس پر روشنی ڈالیگا +

مراسلات

نبیہ کی آمد اور خطرہ کا الارم

از قلم حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن ریلوے میڈیکل افسر خانپور

ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا
صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

کسی امر کے باطل ہونے کا ایک بڑا بھاری ثبوت یہ ہوا کرتا ہے کہ دن بہ دن اس کی لغویت طشت از بام ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور وہ جھوٹا ملمع جو پہلے بادی النظر میں کیسا ہی خوشنما اور چمکدار ہوتا ہے آخر اتر کر اصلی مکروہ شکل کو منظر نگاہ میں لے آتا ہے۔ میاں محمود احمد صاحب کا بڑا کارنامہ غالباً ان کے مریدوں کے ذہن میں جو ہوگا وہ یہ ہے کہ انہوں نے نبوت کا دروازہ جو خاتم النبیین کی وجہ سے مسدود تھا۔ چوپٹ کھول کر ہر ایک مرید کو دعوت دیدی کہ جس کی مرضی چاہے اس میں داخل ہو جائے۔ اور اس طرح بوالہوسوں کو بڑا بننے یا کہلانے کے لئے ایک موقعہ دیدیا۔ چنانچہ انہوں نے برملا فرما دیا کہ ایک کیا ہزاروں نبی آئینگے۔ اور نبوت اب پہلے کی طرح موہبت نہیں رہی کہ خدا اپنی مرضی سے جب اور جس کو چاہتا تھا اصلاح خلق کے لئے کھڑا کر دیتا تھا۔ اور اس طرح بندوں کو حصول نبوت میں دخل نہ تھا۔ بلکہ اب نبوت ایک کسبی امر رہ گیا ہے۔ یعنی بندے اپنی کوشش سے یہ منصب حاصل کر سکتے ہیں۔ مہر نبوت بھی اب ایک بندے ہی کے ہاتھ میں ہے۔ گویا کہ کل مصالحہ نبوت کا گھر میں ہی ہے خدا کی مرضی ہو نہ ہو دنیا کو نبی کی ضرورت ہو نہ ہو۔ لیکن نبوت ترقی کا ایک درجہ ہے تو جس طرح صدیق۔ شہدا اور صالحین بغیر کسی ضرورت کے لوگ بنا کرتے ہیں کیونکہ یہ اعمال کے نتائج ہیں۔ اور ایک خاصہ کے کمالات ہیں۔ اور اس کو کسی ضرورت اصلاح خلق سے تعلق نہیں بلکہ ایک وقت میں سینکڑوں اشخاص یہ مراتب حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی طرح نبوت بھی جب ایک حد ترقی کا ہے۔ اور کسب اعمال سے بطور نتیجہ اور اجر کے مل سکتی ہے تو ایک وقت میں ترقی کر کے سینکڑوں آدمی نبی بن سکتے ہیں۔ اگر خدا یہاں اپنی ضرورت کو مد نظر رکھکر بندوں کو مرتبہ نبوت دینے میں پس و پیش کریگا تو اس پر بخل اور تخلف وعدہ کا الزام عاید ہوگا۔ ایک طرف تو انعمت علیہم میں وعدہ نبوت دینے کا کرے اور دوسری طرف جب دینے کا وقت آوے تو ضرورت اصلاح خلق کا بکھیڑا لے بیٹھے۔ یہ کس نے مانا۔ دینا پڑیگا۔ ورنہ تخلف وعدہ اور بخل کا الزام ذمہ لیگا نعوذ باللہ منہا۔ خیر جب خدا کی ذات پاک ہے کہ وہ کسی قسم کا بخل اور تخلف وعدہ کرے۔ تو پھر لازم آئیگا۔ کہ ایک وقت میں سینکڑوں آدمی نبی بن سکتے ہیں مگر مصیبت ایک اور ہے وہ یہ ہے۔ کہ جہاں ایک نبی بنا وہاں ساری امت کافر ہو گئی۔ گویا ایک کی ترقی دوسروں کے تنزل کو لازم پڑی ہوئی ہے۔ خدا نکرے جو کوئی نبی بنے۔ ورنہ جہاں نصف رات کو کسی کو آواز آئی۔ کہ تو نبی بن گیا۔ وہیں ساری امت محمدیہ ستی پڑی کافر ہو گئی۔ اور اگر خوش قسمتی سے مرنے سے پہلے اس نبی کا پتہ لگ گیا اور اس کی بیعت کرلی تو یہ کس نے ٹھیکہ لیا ہے کہ اگلی رات کو کوئی اور نبی نہیں بنیگا اور جو اگر بغیر پتہ کے مر گئے تو کافر ہی مرے۔ الغرض سوراندہ و از لسو درماندہ۔ آج ایک کو نبی مانا۔ رات کو کوئی اور شخص معمہ ترقی کر کے نبی بن گیا۔ صبح اٹھے تو پھر کافر کے کافر۔ یہ کفر کا سلسلہ تو ایسا شروع ہوا ہے کہ شیطان کی آنت کی طرح کسی طرح خاتمہ ہی نہیں ہونے میں آتا۔ اگر ایک شخص آج نبی بنا۔ اس سے بیعت لینی شروع کی کل ایک دوسرا نبی بن گیا۔ تو یہ پہلا نبی اپنی بیعت چھوڑ چھاڑ دوسرے نبی کی بیعت کو اٹھ دوڑا۔ اور آپ اس کا مرید بن گیا۔ اور جو اگر اس پہلے نبی کو دوسرے نبی کا پتہ نہ لگا۔ تو خود بدولت نبی صاحب بھی کافر ہی مرے مجھے تو یہ اندیشہ ہے کہ اگر کوئی محمودی کہیں نبی بن گیا۔ اور خلافت مآب کو خبر نہ ہوئی تو فرمایئے کفر ہوت ہوئی یا نہیں۔ اور اگر کہا جائے کہ نہیں یہ ناممکن ہے کہ خلافت مآب کو خبر نہ ہو۔ کیونکہ تمام فیضان نبوت تو آپ ہی کے توسط سے جاری ہے۔ تو پھر یہ کہنا چاہئے کہ مہر نبوت کا چارج خلیفہ صاحب لگتا ہے۔ جب تک خلافت مآب نبوت کسی کو نہ دیں وہ نہیں حاصل کرسکتا۔ تو کیوں نہیں کہتے کہ خاتم النبیین کا مرتبہ خلافت میں منتقل ہوتا چلا جاتا ہے۔ گویا جو خلیفہ بنتا ہے وہ مہر نبوت کا چارج لے لیتا ہے +

آہ! وہی پوپوں والا سلسلہ!

ناحق مجھے گالیاں دی جاتی ہیں کہ میں نے میاں صاحب کو پوپ کہا لاحول ولا قوۃ۔ مجھے کیا ضرورت تھی کہ میں میاں صاحب کو پوپ کہتا مگر میں کیا کروں۔ میاں صاحب اصول ہی دنیا کو وہ سکھلاتے ہیں جو پوپ لوگ سکھلاتے چلے آئے ہیں۔ اس لئے مجھے مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ میاں صاحب کے اصول وہی ہیں جو پوپ کے ہیں یعنی تو اصولی طور پر پوپ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مگر حافظ روشن علی صاحب خاص الخاص مرید نے پشاور میں بحیثیت خلافت میاں صاحب کو پوپ سے تشبیہ دیکر صاف میاں صاحب کی گدی کو پوپ کی گدی قرار دیا۔ خدا جانے حافظ صاحب کے اس کلمہ کو شربت کے گھونٹ کی طرح کیوں پی گئے +

خیر تو میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بقول میاں صاحب نبوت اب ایک کسبی امر ہے۔ جس کا جی چاہے حاصل کرلے۔ کیونکہ وہ صرف ترقی کا ایک درجہ ہے۔ تو اب میرا سوال یہ ہے کہ یہ تمام فیضان نبوت مردوں پر ہی جاری ہے یا عورتوں پر بھی فیضان محمدی کا کچھ حصہ ملتا ہے۔ اگر نبوت کسب سے مل سکتی ہے۔ اور ایک مرد اپنے عمل سے نبی بن سکتا ہے تو ایک عورت ترقی کر کے کیوں نبیہ نہیں بن سکتی؟ ورنہ یہ ماننا پڑیگا۔ کہ مردوں کے لئے جو ترقی کی راہیں کھلی ہیں وہ عورتوں کے لئے نہیں ہیں۔ اور قرآن کریم میں جو عورتوں کے کمالات کو مردوں کے کمالات کے ساتھ برابر رکھا ہے وہ سب باطل ہو جاتا ہے۔ مثلاً فرماتا ہے۔ ان المسلمین والمسلمات والمؤمنین والمؤمنات والقانتین والقانتات والصادقین والصادقات والصابرین والصابرات والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات والحافظین فروجہم والحافظات والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات اعد اللہ لہم مغفرۃ واجرا عظیما۔ اس آیت کریمہ میں اعمال اور کمالات میں مرد و عورت کو پہلو بہ پہلو برابر رکھا ہے۔ غریب عورت ایک طرف تو اسی طرح اعمال کی مکلف ہو جس طرح مرد ہے۔ اور ان اعمال پر دونوں کو وعدہ اجر عظیم ہو۔ مگر جب اجر عظیم دینے کا وقت آئے تو مرد کو تو نبی بنا دیا جائے اور عورت کو دھتا بتا دی جائے اور صدیقہ سے آگے کوئی مرتبہ نہ دیا جائے۔ خواہ وہ ساری عمر اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم پڑھتی رہے۔ اگر اس کو نبوت دینی نہ تھی۔ تو مردوں کی طرح یہ دعا کیوں سکھائی۔ اس سے بڑھکر ظلم اور حق تلفی نعوذ باللہ کیا ہو سکتی ہے۔ گویا آریوں کا وہ اعتراض باطل نعوذ باللہ درست ہو گیا کہ عورت کو اسلام میں وہ مرتبہ حاصل نہیں جو مرد کو ہے۔ یہ ہے میاں صاحب کی فلاسفی کا نتیجہ۔ حالانکہ حق یہ ہے کہ جو درجہ اور مرتبہ روحانی کمالات کا ایک مرد حاصل کر سکتا ہے وہی عورت حاصل کر سکتی ہے۔ جس طرح صالحین و شہدا اور صدیق کا مرتبہ مرد حاصل کر سکتا ہے اسی طرح عورت۔ چنانچہ قرآن کریم میں مریم کو صدیقہ کہا ہے۔ جس طرح فنا فی الرسول سیرت صدیقی کی کھڑکی سے گذر کر ایک مرد ظلی نبوت (یعنی فیضان محمدی سے وحی پانے) کی چادر کو اوڑھ سکتا ہے۔ اسی طرح عورت بھی۔ چنانچہ مریم اور موسیٰ کی ماں سے مکالمہ الٰہیہ کا قرآن کریم میں ذکر موجود ہے گویا کمالات کے تمام مراتب یکساں طور پر حسب استعداد مرد و عورت کو مل سکتے ہیں۔ چنانچہ اسلام میں مردوں کی طرح سینکڑوں عورتیں ایسی مقربات بارگاہ الٰہی ہوئی ہیں جنہیں مکالمہ الٰہیہ کا شرف حاصل تھا۔ غرضیکہ کمالات اور مراتب کے دروازے حسب استعداد سب کے لئے یکساں کھلے ہیں۔ باقی رہا منصب نبوت وہ ایک منصب ہے جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے واللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ کے ماتحت اپنے بندوں میں سے منتخب کر لیتا ہے۔ عورت بعض وجوہات سے اس قابل نہیں کہ اس کو اس منصب پر کھڑا کیا جائے۔ بلکہ میرے خیال میں تو یہ ایک رعایت ہے کہ عورت جیسی نازک جنس پر اس بار گراں کو نہ ڈالا گیا کیونکہ وہ اس کی متحمل نہ ہو سکتی تھی۔ عورت کیا سب مرد بھی نہیں ہو سکتے۔ خود نبی بھی اس بار گراں کے اٹھانے کے لئے جب حکم پاتے ہیں تو گھبراتے ہیں۔ پس نبوت ایک منصب ہے جو مشیت الٰہی کے ماتحت بطور موہبت کے انسان کو ملتا ہے۔ اس میں کوشش

اور کسب کو دخل نہیں۔ انبیاء کی فطرت ازل سے اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے مقدر ہوتی ہے جس کے لئے وہ پیدا ہوئے ہیں جہاں تک ترقی کا سوال بطور اجر کے ہے جو اعمال اور کسب پر مترتب ہوتا ہے وہاں تک سب کے لئے یکساں راہ کھلی ہے اپنی اپنی استعداد کے مطابق ہر ایک ترقی اور کمال اور مرتبہ سے انسان حصہ لے سکتا ہے کیونکہ عمل اور کسب پر نتیجہ تو سب کے لئے یکساں مترتب ہونا چاہیئے خواہ مرد ہو یا عورت جو جیسا عمل کریگا۔ ویسا ہی اجر اس کو ملنا ضروری ہے ومن یعمل من الصلحت وھو مومن فلا کفران لسعیہ صاف قرآن کریم میں مذکور ہے۔ پس اگر یہ مانا جائے کہ نبوت بھی کسب سے مل سکتی ہے اور عمل پر بطور اجر مترتب ہوتی ہے۔ تو پھر یہ ماننا پڑیگا کہ ایک وقت میں ساری دنیا نبی بن سکتی ہے۔ اور اگر مرد نبی بن سکتا ہے تو عورت بھی نبیہ بن سکتی ہے +

مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ ابتدائے دنیا سے کوئی عورت نبی کیوں نہ ہی۔ عورتیں ابتدائے عالم سے موجود ہیں۔ خیر پہلے تو بقول میاں صاحب نبوت وہبی تھی اس لئے کوئی نہ بنی۔ یعنے بہ بخل خدا نے عورت کے ساتھ روا رکھا۔ کہ اسے اس ترقی سے محروم رکھا۔ کیونکہ نبوت بھی ایک ترقی کا درجہ تھا۔ جو خدا اپنی مرضی سے جس کو چاہتا تھا دیتا تھا۔ پس اس نے نہ چاہا کہ عورت کو دے اس لئے نہ دیا۔ خدا جانے عورت سے اسے کیوں دشمنی تھی۔ کہ اسے ترقی سے محروم رکھا۔ مگر اب تو تیرہ سو برس سے نبوت بندوں کے اپنے ہاتھ میں آگئی تھی۔ یعنے عمل سے مل سکتی تھی مگر یا تو آج تک کسی عورت نے عمل نہ کیا۔ یا خدا نے پھر اس میں مداخلت بیجا کر کے عورتوں کو اس لئے روکے رکھا کہ شیخ کی خصوصیت نبی ہونے کی نہ جاتی رہے مگر کسی عورت کے نبیہ ہونے سے تو خصوصیت بھی نہ جاتی، کیونکہ نبی اور نبیہ میں مذکر اور مؤنث کا فرق صاف ظاہر ہے۔ لیکن اگر ہم مان لیں کہ اسی خصوصیت کے لئے کوئی عورت نبیہ نہ بنائی گئی۔ تو اب تو میاں محمود احمد صاحب نے اس خصوصیت کو ایسا ملیا میٹ کیا ہے کہ صاف کہدیا ہے کہ ہزاروں نبی آئینگے۔ پس چاہیئے کہ جہاں ہزاروں نبی آئیں وہاں کم سے کم سینکڑوں کی تعداد میں تو نبیہ آجائیں۔ پس اس نبیہ کی آمد کی بشارت نے امت کو نہایت خطرہ میں ڈال دیا ہے اول تو نبی کی شناخت یونہی مشکل ہوتی ہے پھر ایک پردہ نشین نبیہ کی شناخت تو غضب کی مشکل ہے۔ نہ اس نبیہ مستورہ کا کوئی نمونہ نظر آسکتا ہے۔ نہ کوئی اس عفت مآب کی صحبت میں بیٹھ کر اس سے فیضان حاصل کر سکتا ہے۔ اور جو کہیں اس کی فطرتی حیا غالب رہی اور وہ پردہ نشین اچھی طرح اپنا اعلان نہ کر سکی۔ تو غضب ہو جائیگا تمام امت محمدیہ در پردہ ہی کافر ہو جائیگی۔ اور کسی کو خبر تک بھی نہ ہوگی مرنے کے بعد پتہ لگیگا کہ آہ ہم نے ایک نبیہ کو نہ مانا۔ اس لئے کافر مرے اور جہنم کے وارث ٹھیرے۔ یہ ایسا بڑا خطرہ ہے جس کے لئے تمام امت کو ہوشیار رہنا چاہیئے۔ بہتر ہو کہ میاں محمود احمد صاحب ایک اعلان کر دیں کہ اگر ان کی مرید مستورات میں سے کسی کو نبوت کا مرتبہ ترقی مل جائے تو وہ خدا کے لئے فوراً اعلان کر دے۔ کہیں خود اس خاتون کی طرح نبوت بھی پردہ میں نہ رہ جائے۔ اور خود میاں صاحب اور ان کے تمام مرید کافر ٹھہر جائیں۔ اگرچہ یہ غالب امید ہے کہ نبوت کی خلعت میاں صاحب کی معرفت ہی ملے گی۔ مگر دیکھو زمانہ عالم ہے شاید در پردہ ہی یہ مرتبہ کسی خاتون کو مل جائے تو خود میاں صاحب کی حالت بھی خطرہ سے خالی نہیں۔ اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں۔ اس لئے کہ سنا جاتا ہے کہ میاں صاحب کی مرید بعض مستورات کو اس کثرت سے الہام ہوتا ہے کہ خود مسیح موعود کے الہاموں کی کثرت اس کے سامنے گرد ہے۔ اور ایک محمودی ثقہ بزرگ کی شہادت ہے کہ وہ الہامات کثرت سے اخبار غیبیہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ تو پھر اب نبوت میں کیا کسر باقی رہ گئی۔ میاں صاحب والی تمام شرائط نبوت تو پوری ہو چکی ہیں صرف یہ آواز آنی باقی ہے کہ "تو نبیہ ہے" یا "او رے نبیہ" بس پھر فوراً نبیہ بن جائیگی۔ ضروری نہیں کہ یہ الہام میاں صاحب کے کسی ٹیلیفون کے کمرہ میں سے ہو کر آوے۔ آخر اس عصمت مآب کو سینکڑوں الہام ہوتے ہیں۔ جن کی میاں صاحب کو قطعاً خبر نہیں ہوتی۔ پھر اگر یہ بھی الہام ہو گیا۔ اور میاں صاحب کو خبر نہ ہوئی تو غضب ہو جائیگا۔ اُف! میاں صاحب معہ اپنے تمام مریدوں کے کافر! اور کچھ تعجب اس عفت مآب کو ایسا الہام ہو چکا ہو اور اس نے از راہ ناواقفیت [illegible] اپنے منصب کو نہ سمجھا ہو حضرت مسیح موعود جیسے عالم ایک دو [illegible] بدرہ برس تک ... اپنی نبوت نہ ... پتہ نہ لگا۔ تو ایک غریب پردہ کے

(باقی صفحہ ۷ کالم اول کے آخر میں)

آریہ سماجی لٹریچر
خود آریہ سماجیوں کی نظر میں

پیشتر ازیں ہم آریہ سماجی لٹریچر کے متعلق خود ایک معزز اور تعلیم یافتہ آریہ سماجی لالہ گھاسی رام صاحب ایم۔اے پلیڈر کی شہادت درج کر چکے ہیں جس میں لالہ صاحب نے لکھا ہے کہ آریہ سماجی لٹریچر کس درجہ دلآزار ہتک آمیز اور مخش ہوتا ہے۔ دوسرے مذاہب پر کس قدر درشت کلامی سے اس کے اندر کام لیا گیا ہے۔ اور سماج کے بچہ بچہ کا رویہ دوسروں کے خلاف کس قدر ناواجب اور پایۂ تہذیب سے گرا ہوا ہے مگر ایک لالہ گھاسی رام ہی نہیں۔ ہمارے پاس اور بھی بہت سے سماجی حضرات کی شہادتیں موجود ہیں جو سماج کے اس رویہ پر نہایت خطرناک نکتہ چینی سے بھری ہوئی ہیں۔ علاوہ ازیں اور تو اور خود ستیارتھ پرکاش کے متعلق ایک عدالت کا فیصلہ ہمارے پاس موجود ہے۔ اور ان سب کو ہم ایک ایک کر کے ہدیہ ناظرین کرینگے۔ اور دکھائینگے۔ کہ ان شہادتوں اور ایسے معتبر فیصلہ کی کی موجودگی میں اس قدر دلآزار کتابوں کی فروخت اور ان کی اشاعت کا جاری رہنا گورنمنٹ برطانیہ کی کثیر التعداد اور نہایت وفادار رعایا کے لئے کس قدر دلشکن اور دلآزار ہے۔ جس کا تدارک گورنمنٹ کو ضرور کرنا چاہیئے۔ ورنہ آریہ گزٹ اینڈ کو کی موجودہ افترا پردازیوں اور اس شکن تحریروں کے مقابلہ میں خطرہ کا امکان کوئی بعید از قیاس امر نہیں۔ کیا ہماری عادل و منصف گورنمنٹ اپنی روایتی منصف مزاجی سے کام لیکر اپنی کثیر التعداد رعایا کے مظلوم دلوں پر دارسی کا مرہم رکھیگی؟

فی الحال ہم انہی لالہ گھاسی رام صاحب ایم۔اے کی ایک اور شہادت ہدیہ ناظرین کرام کرتے ہیں۔ آئندہ اشاعت میں بعض اور شہادات نقل کرنے کے ساتھ ستیارتھ پرکاش کے متعلق ایک عدالت کا فیصلہ بھی درج کرینگے۔ جو بہت ہی کارآمد اور گورنمنٹ کی پوری توجہ کے قابل ہے +

لالہ گھاسی رام صاحب ویدک میگزین میں ایک مضمون لکھتے ہیں جس کو اخبار پرکاش اپنی ۱۴ دسمبر ۱۹۰۹ء کی اشاعت میں بلفظہٖ نقل کرتا ہے۔ لالہ صاحب موصوف نے صاف طور پر اس میں لکھا ہے کہ

"خود ستائی میں حد سے زیادہ مصروفیت خود پسندی کا مرض پیدا کر دیتی ہے۔ جس کے باعث اپنی کمزوریاں نظر نہیں آتیں۔ ہماری رائے میں یہ قابل اعتراض نقص آریوں کی طبیعت میں سرعت سے جاگزین ہو رہا ہے۔ اور اس کا زہریلا اثر ظاہر بھی ہونے لگ گیا ہے .... ہمیں ڈر ہے کہ اس قسم کے آدمیوں کی تعداد آریہ سماج میں خطرناک سرعت سے ترقی پکڑ رہی ہے ہمارے دشمن تو درکنار ہمارے دوست بھی ہمیں خود بین۔ مغرور تنگدل اور خود رائے کہہ رہے ہیں۔ اپنے مخالفین اور ان کے مذہب کے واسطے جو الفاظ ہم استعمال کرتے ہیں وہ دلخوش کن نہیں۔ ہم ہر کس و ناکس کے ساتھ بحث و جھگڑا کرنے کو کھڑے ہو جاتے ہیں ایسے بچے بھی ہمارے درمیان ملینگے جنہوں نے سن بلوغت میں قدم نہیں رکھا جنہوں نے ابھی پرائمری تعلیم بھی ختم نہیں کی اور جن کو نہ دنیا نہ اس کے آدمیوں کا تجربہ ہے۔ مگر وہ دنیا کے مکمل علم و عقل کے چمکتے ہوئے شنکر بدھ مسیح جیسے ستاروں کو کوستے اور ان کے خلاف بکواس کرتے ہیں۔ ہمارے اخبار صرف ان ہی اشخاص کی شہرت کی کفن دوزی کا کام نہیں کر رہے۔ جن کا مذہب ہم سے مختلف ہے۔ بلکہ بہت سے ایسے دوستوں اور ہم مذہبوں کے نیک نام کے بھی یہ مدفن ہیں جو کہ کڑی سے کڑی مصیبت میں بھی ہمارے ساتھ سینہ سپر رہے ہیں۔ اور جنہوں نے ہمارے واسطے مردانہ وار لڑائی کی ہے۔ دوسروں کی معمولی سے معمولی کمزوریوں کو سخت اخلاقی جرم کی حد تک پہنچا دینا ہمارے واسطے معمولی بات ہے مخالفین کی بھیانک تصویر کھینچنی اور ان کے ادنےٰ نقصوں کو خطرناک گناہ کے درجہ تک ظاہر کر دینا ہمارے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ ہمارے لیکچرار دیگر مذاہب کے عقاید کی قابل اعتراض الفاظ میں ہجو کرنے کو پسند کرتے ہیں۔ ہمارا وہ لیکچرار زبردست سمجھا جاتا ہے جو کہ دوسروں کے نہایت ہی پاک اور پیارے اصولوں پر ٹھٹھا اڑا کر حاضرین کے پیٹ میں بل ڈالدے۔ ہماری عقل و دانش اسی بات میں پائی جاتی ہے کہ ہم دوسروں کے عقاید پر تمسخر اڑائیں۔ اور اس کا نام ہم نے صاف بیانی رکھا ہوا ہے۔ ہمارے مصنف جن سے ہم کچھ بہتر امید کر سکتے ہیں عوام کے کمینے ذائقہ کے پیچھے چل کر خود کو بھی گرا دیتے ہیں۔ وہی نقص جو ہماری تقریروں کو بگاڑ رہا ہے وہی ہماری تحریر کا ستیاناس کر رہا ہے۔ آریہ سماج کا کوئی اخبار یا رسالہ اٹھاؤ آپ اڈیٹر اور نامہ نگاروں کو دوسروں کی میل دھونے کے گندے کام میں مشغول پائینگے۔ جن کا نام ہم نے بھجن رکھا ہوا ہے۔ وہ کیا ہیں محض عیسائیوں محمدیوں ہندوؤں کے مذہبی عقاید و مسائل پر ناواجب حملوں کا گندے الفاظ میں مجموعہ بجائے اس کے کہ وہ راگ کی امداد سے آتما کو پرماتما کی یاد میں محو کر دیں وہ اسے حقارت اور عناد کی گندی اور سڑی ہوئی نالی میں دھکیلتے ہیں۔ ان کے مصنف علم عروض سے کورے اور محض تک بند ہیں وہ یا تو علم عروض کو جانتے ہی نہیں یا وہ اس قدر مغرور ہیں کہ اس کی پرواہ ہی نہیں کرتے .... ہمارے کمینہ جذبات کو بھڑکاتے اور غیر از ویدک دھرمیوں کی ہمدردی کو ہم سے دور کر کے ان کے دلوں کو دکھاتے ہیں .... ہمارے بھجنوں کے شوق نے بھجن منڈلیاں بنا ڈالی ہیں جو جلسوں پر گاتے ہیں اور حاضرین کے دلوں میں نفرت کا زہریلا اثر بھرتے ہیں۔ اس بُرے جذبہ کے ہم یہاں تک غلام ہو چکے ہیں کہ ہم نے اخلاق اور ادب کو خیرباد کہدیا ہے۔ ہمیں ذرا بھی لحیا نہیں آتی جب ہم اپنے ودیارتھیوں بالکوں اور کنیاؤں کو ویدی پر کھڑا کر کے ان سے بھجن سنتے اور ان کو ستو بھگوان کے اس اصول کی خلاف ورزی کرنے پر کر ودیارتھیوں کو ستار کے ساتھ گانا یا اسے بجانا بالکل منع ہے تالیاں بجاتے ہیں .... اگرچہ ہمارے نگر کیرتن بڑے بڑے بھڑک دار اور شاندار ہوتے ہیں مگر ان کے متعلق ہم نہایت بخل سے کام لیتے ہیں .... الخ +

زبان خلق

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں اس عنوان سے ہم بعض تائیدی چٹھیات درج کر چکے ہیں۔ جن میں ستیارتھ پرکاش کے از حد دلآزار اور خطرناک ہونے کی آوازیں چہار اطراف سے بلند ہوئی ہیں۔ ہم نے لکھا تھا۔ کہ اس قسم کی بیسیوں چٹھیات ہمارے پاس آچکی ہیں اور ابھی اور آرہی ہیں۔ ان سب کو شائع کرنیکا بھی ہم نے وعدہ کیا تھا۔ لیکن ان سب کا اس حقیقت کو چونکہ بار بار دہرایا گیا ہے۔ جس کا اظہار پیشتر ازیں کئی مرتبہ ہو چکا ہے۔ اس لئے ہم ضرورت نہیں سمجھتے۔ کہ ان سب کو نقل کر کے اخبار کے صفحات کو پر کیا جائے۔ آریہ گزٹ کو مطمئن رہنا چاہیئے کہ مسلمانوں سناتنی ہندوؤں۔ سکھوں اور عیسائیوں میں ستیارتھ پرکاش کے خلاف اس سے بڑھکر جوش موجود ہے۔ جتنا اس کو یا اس کے مایہ ناز سماجی نامہ نگاروں کو درشمین کے متعلق ہے۔ معرجانے والے یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ کون لوگ ذہنی باتوں کے درپے ہیں اور زبانی چیخ و پکار سے ایک منصوبہ کو سر انجام دینا چاہتے ہیں اور کن کے دلوں میں ناحق و ناروا نشتر چبھنے سے ناسور پڑ گئے ہیں۔ اور اس لئے وہ اگر آواز اٹھاتے ہیں۔ اگر وہ چیخ و پکار کرتے ہیں۔ تو ایک حق امر کے لئے۔ اور مظلومیں کی دادرسی کی خاطر یہ مظلوموں کی آہ ہے۔ جو انشاء اللہ آسمان پر پہنچیگی اور کامیاب ہو کر رہے گی +

تاہم آریہ گزٹ کی تسلی کے لئے ہم ذیل میں انہی موصول شدہ چٹھیات میں سے ایک نقل کئے دیتے ہیں۔ جس سے اس جوش کا اندازہ ہو سکتا ہے جو مسلمانوں کے اندر آریہ گزٹ کی شر انگیزی سے پیدا ہوا اور ہو رہا ہے۔ اور اس نفرت اور دلی قلق کا پتہ لگ سکتا ہے جو ستیارتھ پرکاش کے متعلق ان کے دلوں میں ہے۔ چنانچہ ایک قابل بزرگوار ذیل کی چٹھی میں لکھتے

[illegible] الفاظ میں ایک مسلم کا سارا مذہب اور ایمان آجاتا ہے۔ قرآن [illegible] اور کلی سرچشمہ معرفت ماننا ایک ایسا پختہ عقیدہ ہے [illegible] بات قرآن شریف کی تعلیم کے خلاف ہیں ان [illegible] بات نبی کریم کی طرف ہی کیوں نہ منسوب کی جاتی ہو اور اس اعتقاد راسخ کی تعلیم خود محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے دی ہے اس قسم کی خلاف قرآن حدیثوں کو اسلامی اصطلاح میں حدیث وضعی بنائی ہوئی بات کہا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اسلامی دنیا میں باوجود گروہوں اور اختلاف رائے کے اصول ایمان بالاتفاق ایک ہیں۔ اور ایمان کی تعریف کرنے میں بالاجماع سب مسلم متفق ہیں۔ اور یہ جو مختلف خیالات کے لوگ اسلام میں پائے جاتے ہیں یہ تو اس آزادی رائے کا ایک قدرتی نتیجہ ہیں۔ جو مذہبی معاملات میں ہر ایک مسلم کو بطور ایک پیدائشی حق کے دی گئی ہے ذاتی خیال کی اس آزادی نے بحث مباحثہ کے شوق کو اور بھی تیز کر دیا۔ اور بڑی بڑی ضخیم کتابیں مذہبی مسایل پر لکھی گئیں تاریخ اسلام میں اتفاق رائے کی بنا پر کسی کو تکلیف نہیں دیگئی۔ کیونکہ اس سے اصول اسلام پر کوئی اثر نہ پڑتا تھا۔ اور بنیاد اسلام ان جھگڑوں کی دسترس سے ہمیشہ بالا رہتی تھی۔ جب اہل یہود اور عیسائیوں کی کثیر تعداد میں حلقہ اسلام میں داخل ہوئیں تو اسلامی رضا [illegible] میں وہ سب قصے مخلوط ہو گئے جو ان کے مذاہب میں رائج تھے۔ اور جو اسلام کے بنیادی اصولوں کے خلاف نہ تھے بعض نے ان کو بھی قبول کر لیا۔ اور بعض نے ان کو رد کیا۔ اور نتیجہ اس کا اختلاف رائے ہوا۔ اور چونکہ اس قسم کی بحث مباحثہ سے اسلام پر چنداں اثر نہ پڑتا تھا۔ اس واسطے اس کو خوب وسعت دیگئی۔ اور جوں جوں نئے خیالات کے لوگ اسلام میں داخل ہوتے گئے۔ توں توں اس قسم کی اختلاف رائے بھی بڑھتی گئی۔ موجودہ سائنس کے جس قدر اصول ہیں ان کی بابت بھی مسلمانوں کا یہی رویہ ہے۔ اور یہ کہنا کہ اسلام میں تجدید ہو رہی ہے۔ اسلام کے اصولوں سے ناواقفیت ظاہر کرنا ہے اسلام ان بیلوں کی طرح نہیں جو کسی دوسرے درخت کے سہارے کے بغیر کھڑی نہیں رہ سکتیں۔ اسلام خود اپنی ٹانگوں پر قایم ہے۔ ہم کبھی اپنے مذہبی عقاید کسی جدید فلسفہ یا سائنس کے مطابق تبدیل نہیں کرتے۔ اور آج تک قرآنی الفاظ کو کسی رائج الوقت ضروری کی مطابقت کے لئے موڑا توڑا نہیں گیا۔ ہم مفید بات کو مان لیتے ہیں اور ضرر رساں کو رد کر دیتے ہیں۔ لیکن ہر حالت میں قرآنی احکام ہماری تمیز نفع و نقصان کی بنیاد ہونگے۔ جو کوئی بات بھی باہر سے اسلام میں آئی ہے اس کا ماننا ہم پر کوئی ضروری اور لابد نہیں۔ اس قسم کی باتوں کو ہمیشہ فروعی امور قرار دیا گیا ہے۔ اور اصولہائے اسلام کے باہر شمار کیا گیا ہے۔ اور اگر اس قسم کی کوئی بیرونی بات غلط یا خلاف عقل ثابت ہو تو فوراً رد کی جا سکتی ہے۔ بانی اسلام نے کوئی پہلو غیر مکمل نہیں چھوڑا جو کچھ بعد میں داخل کیا گیا وہ ایک قسم کی عقلی ترقی ہے۔ اس کو خواہ برقرار رکھا جائے یا رد کیا جائے۔ اس سے اسلام کے ذاتی محاسن پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ کیونکہ ان باتوں کو کبھی بھی بنیادی اصولوں کی سی وقعت نہیں دی جاتی یہ تو ایک قسم کی روحانی تفریح تھی۔ اور تاریخ اسلام میں ہمیشہ سے اختلاف رائے چلا آتا ہے۔ اور کبھی کسی کو صرف اختلاف رائے کی وجہ سے ضرر یا ایذا نہیں دیگئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے سخت بحث مباحثے ہوئے۔ اور طرفین نے خوب زور دکھایا۔ لیکن اس کا نام فرقہ بندی رکھنا واقعات سے آنکھیں بند کرنا ہے۔ کیونکہ ان مختلف رائوں کے ماننے والے اسلام کے بنیادی اصولوں پر ہمیشہ متفق رہے ہیں اور کبھی بال بھر بھی اختلاف نہیں ہوا +

لیکن ان دنوں کے لئے جنہوں نے مذہب کلیسیا کے ماتحت پرورش پائی ہے۔ یہی مندرجہ بالا اختلاف رائے فرقہ بندی کی بنیاد کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ ان کے اپنے مذہب میں ایسا ہی ہوا ہے۔ لیکن وہ اس ضروری امر کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ کہ اسلام کے بنیادی اصول عیسائیت اور دیگر مذاہب سے بالکل مختلف ہیں۔ عیسائیت میں کسی ایک شخص کی شخصیت سب سے ضروری ہے۔ اور اسلام میں اصولوں کو سب سے زیادہ وقعت دی گئی ہے ایک کی بنیاد اور ڈھانچہ ایک کتاب اور ایک ایسے انسان کی شخصیت پر ہے جس کی زندگی کے حالات اصلی اور حقیقی موجود ہیں۔ دوسرے میں ان باتوں میں کوئی بھی نہیں پائی جاتی۔ ایک کے اصول اور عقاید بالکل مشرح اور کھلے ہیں۔ اور اس کے سارے پہلوؤں کو اس کے بانی نے مکمل کر دیا ہے۔ اور برخلاف اس کے دوسرا آینوالی نسلوں کی اصلاح اور تکمیل کا حاجتمند ہے اسی طرح تاریخ کلیسیا کے مطالعہ کرنے والے مذہب اور سیاسی امور کے اختلاط کو بہ آسانی دیکھ سکتے ہیں۔ عیسائیت کے مختلف فرقوں کا اختلاف جو آج لاکھوں آدمیوں کی نظروں میں صلیبی اختلاف ہیں آج سے چند صدیاں بیشتر ایک سیاسی ضرورت کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے تاریخ اسلام میں بھی سیاسی امور کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوئے۔ لیکن چونکہ اسلام میں ہر ایک چیز کو مذہبی رنگ دیا جاتا ہے۔ ان امور کو بھی مذہبی وقعت دی جا سکتی ہے۔ لیکن اس اختلاف کا نام بھی لفظ فرقہ کے موجودہ مفہوم کے مطابق فرقہ بندی نہیں رکھا جا سکتا۔ مثال کے طور پر اسلام کے دو بڑے گروہوں یعنی فارس کے اہل تشیع اور باقی اسلامی دنیا کے اہلسنت کو ہی دیکھو تو ان دونوں گروہوں کا سب سے بڑا اختلاف نبی کریم کی خلافت پر ہے۔ ضروری تھا کہ نبی کریم کی وفات پر اسلام کو ترقی اور وسعت دینے کے لئے ایک خلیفہ منتخب کیا جاتا۔ بعض نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔ اور بعض کا یہ خیال تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی آنحضرت کے جایز خلیفہ ہو سکتے تھے۔ پہلے گروہ کا نام اہلسنت ہے۔ اور دوسرے کو اہل تشیع کہا جاتا ہے۔ نہ حضرت ابوبکرؓ اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہما نے قرآن یا نبی کریم کی تعلیم میں کوئی کمی بیشی کی۔ اگر وہ ایسا کرتے تو اسی وقت ان کو برطرف کر دیا جاتا۔ ذرا فارس اور سیریا میں جا کر دیکھو تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ اہل تشیع اور اہلسنت ایک ہی ایمان اور عقیدہ رکھتے ہیں۔ علاوہ ازاں ان دو مختلف رایوں کے رکھنے والوں میں اور بہت سے لوگ پیدا ہو گئے جنہوں نے مختلف مسایل میں اختلاف کیا +

اسلام پر ایک بہت ہی سرسری نظر ڈالی جاوے تو معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے مغرب میں ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی ہے جو اسلام کے اصولوں اور عقاید کو غلط طور پر پیش کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے جس قدر کوشش ہم مغربی قلوب پر سے اس غلط فہمی کو دور کرنیکی کرتے ہیں یہ مذہبی یا سیاسی پادری جو کچھ ہی ان کو کہتے [illegible] کتاب کر کے کبھی اور اور پہلو سے اس کام کو شروع کر دیتے ہیں۔ اور ظلم تو یہ ہے کہ وہ وہی الزام ہمارے سر تھوپتے ہیں جو خود ان کی اپنی پیشانی پر باعث ننگ و عار ہے۔ زمانہ وسطیٰ کی عیسائیت اس بات کو مانتی تھی کہ عورت میں روح نہیں۔ اور آج یہی الزام ہماری طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اہل مغرب عیسائیت کے متضاد فرقوں سے تنگ آکر اسلام کی وحدانیت کی طرف کھچے آرہے ہیں۔ اور ضروری ہے کہ اس کا توڑ کرنے کے لئے یہ نام نہاد پادری اور مشنری پھر اپنا پرانا ڈھنگ اختیار کرینگے لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب خدا نے ہمیں اچھا موقع دیا ہے کہ تعلیم یافتہ قلوب کے سامنے ہم اسلام کے محاسن پیش کریں اور یقیناً وہ اسلام کے گرویدہ ہو جائیں گے۔ لوگوں نے اب سوچنا شروع کیا ہے۔ اور جب حق کے سچے متلاشی ان الزام دہندگان سے جواب طلب کرتے ہیں تو کہا یہ جاتا ہے کہ اب جو اسلام پیش کیا جاتا ہے۔ یہ ایک تبدیل شدہ جدید مذہب ہے۔ لیکن کیا یہ لوگ ایک بھی ایسی نظیر پیش کر سکتے ہیں جس میں ان صفحات کے لکھنے والوں میں سے کسی نے بھی اسلام کا کوئی پہلو اس طرح پیش کیا ہو جس کی قرآن کریم اور حدیث شریف میں شہادت نہ ہو ہم بڑے کھلے الفاظ میں علے الاعلان کہتے ہیں۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ بندی نہیں ہاں اس بات سے انکار نہیں کہ مسلم کا دل یا پاؤں حکومت یا رہبانیت کے جوئے سے مقید نہیں۔ اس قسم کی روک اس کی فطرت کے خلاف ہے۔ کیونکہ اسلام میں آزادگی رائے سب سے پہلا اصول ہے۔ سوچنا اور غور کرنا ایک ربانی عطیہ ہے۔ اور اس کا قدرتی نتیجہ اختلاف رائے ہے۔ ہم ایک دوسرے سے اختلاف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ لیکن جن باتوں کا نام اسلام ہے۔ ان میں کبھی دو رائے قایم نہیں ہوئیں۔ حق ہمیشہ ایک ہوتا ہے۔ اور اسی واسطے اسلام میں کامل وحدانیت پائی جاتی ہے۔ یہ متعصب لوگ جو ہماری بابت غلط بیانی کا زہر اگلتے رہتے ہیں۔ کیا یہ اس بات کی تردید کر سکتے ہیں۔ ہم دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس کی تردید کریں اور انہی صفحوں یعنی اسلامک ریویو میں بخوشی تمام چھاپینگے +

(اشاعت اسلام)

مورخہ ۲ جولائی ۱۹۱۸ء کو آنریبل مسٹر جسٹس شاہدین جج چیفکورٹ پنجاب کا انتقال ہو گیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون +

ضروری خبریں

پنجاب پبلسٹی کمیٹی کی مرسلہ خبریں

آٹھ وجوہات کہ اتحادیوں کی کامل فتح [illegible]

(۱)۔ جرمنی کے خلاف نفرت کے خیالات اور اس [illegible] کی تحریک روس میں زور سے ترقی پر ہیں

(۲)۔ سکہ کی مشکلات بالکل فرضی ہیں۔ سوائے ایسی [illegible] کہ عوام خواہ مخواہ پریشانی کا شکار بن جاویں +

(۳)۔ رائٹر کی خبریں عموماً دیر سے آتی ہیں۔ اور [illegible] ہے مغربی محاذ پر حالت اس سے بدرجہا بہتر ہے [illegible]

(۴)۔ امریکہ کی عظیم الشان سعی اور لامحدود ذرائع آخری [illegible] ضامن ہیں +

(۵)۔ جرمنی کی آبدوزی کشمکش تو ناکامیاب ہو چکی ہے [illegible] نے ہوا میں اپنی روز افزوں فوقیت قایم کر لی ہے +

(۶)۔ آسٹریا کی اندرونی حالت نہایت ابتر ہے۔ اور جرمنی کی [illegible] بھی روبہ تنزل ہے +

(۷)۔ جملہ اتحادی ثابت قدم ہیں +

(۸)۔ فرانس مستقل مزاج ہے۔ اور اسے اپنے آپ پر پورا [illegible]

سابق زار کی سلامتی ٹائمز کی خبریں (لندن ۲۴ جون) ایمسٹرڈم [illegible] سے ایک تار موصول ہوا ہے۔ جو مظہر ہے کہ ایکاٹیرنگ [illegible] پریذیڈنٹ نے ۲۴ جون کو تار دیا ہے کہ سابق زار روس کے قتل [illegible] متعلق افواہیں بالکل جھوٹی ہیں۔ اور لوگوں کو موٹر کا [illegible] گئی ہیں +

پیرس پر ایک اور ہوائی حملہ (لندن یکم جولائی) [illegible] اعلان مظہر ہے کہ کل رات ۱۱ بجکر ۵۰ منٹ پر ہوائی حملے کا [illegible] گیا۔ اور ۱۲ بجکر ۱۰ منٹ پر مطلع صاف کا اعلان کیا گیا [illegible] جہازوں پر آتشباری کی گئی اور وہ پیرس تک نہیں پہنچ [illegible] ۴۸ منٹ پر دوبارہ الارم دیا گیا۔ اور بیرونی نواحی علاقوں [illegible] گئے۔ ۲ بجکر ۴۴ منٹ پر مطلع صاف کا اعلان کیا گیا +

یہودیوں کے ساتھ بدسلوکی (لندن ۳۰ جون) [illegible] یہودی کا رسپانڈنٹ ہوربو نے ایک چٹھی شائع کی ہے جس میں فلسطین میں خوفناک قحط کا حال بیان کیا گیا ہے۔ یہ چٹھی [illegible] کے سامان خوراک چھین لینے کے باعث سامان خوراک نہایت گراں ہو رہا ہے۔ تمام دکانیں بند ہیں۔ اور کئی لوگ بھوک [illegible] سے مارے [illegible] میں مر جاتے ہیں۔ لوگ قبروں پر اگا ہوا گھاس [illegible] ہیں۔ اور سینکڑوں یتیم ننگے اور مفلوک زدہ بازاروں میں [illegible] پھرتے ہیں +

روس میں جرمن (لندن ۲۹ جون) ایمسٹرڈم۔ برلن [illegible] نیم سرکاری تار موصول ہوا ہے۔ جس میں ان تمام واقعات [illegible] بیان کیا ہے۔ جس کی وجہ سے بحر اسود کے بیڑہ [illegible] اس میں لکھا ہے کہ بیڑہ کی لگاتار سرگرمی کی وجہ سے صلح [illegible] کی خلاف ورزی کی گئی تھی۔ جرمنوں کے سیواسٹوپول پر قبضہ [illegible] کے بعد بڑی افواج نو وو روسک کو چلی گئیں۔ چونکہ جہازوں [illegible] آدمیوں میں بھاری اختلاف رائے ہو گیا۔ اس لئے تباہ کن جہاز [illegible] کیپٹن نے ڈریڈناٹس سوبوڈنا جا اور وولیا کو تارپیڈو [illegible] کر دیا۔ اور کئی تباہ کن جہازوں کو کنارے پر چلے جانے [illegible] گیا۔ لیکن ڈریڈناٹ وولگا۔ اور کئی نئی طرز کے تباہ کن جہاز [illegible] کو سیواسٹوپول کو واپس آگئے۔ جہاں بحر اسود کا تمام بیڑہ [illegible] تک قطعا صد جنگ کے لائق ہے۔ اب جرمنوں کے قبضے میں ہے

مغرب میں آئندہ ضرب (لندن ۲۸ جون) ایمسٹرڈم سے [illegible] مظہر ہے کہ مغرب میں نئے حملے کے متعلق جرمن تیاریاں مکمل ہو چکی [illegible] قابل وصول آدمی جرمنوں بارکوں اور کیمپوں سے میدان جنگ کو روانہ [illegible] آثار سے ظاہر ہے کہ بڑا حملہ فلانڈرز میں کیا جائیگا۔ اور اسکے ساتھ ہی [illegible] محاذ میں دیگر مقامات پر بھی حملے کئے جائیں گے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ [illegible] کیمل کے مغرب کی طرف کی پہاڑیوں کے سلسلے پر قبضہ کرنے کے لئے ایک [illegible] کوشش کرنیکا ارادہ کرتا ہے حال میں جرمنوں کو جو کمک حاصل ہوئی ہے [illegible]

(احمد یہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیطرف سے [illegible] مرزا یعقوب بیگ صاحب سیکرٹری نے گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں باہتمام شیخ گلزار محمد پرنٹر چھپوا کر دفتر اخبار پیغام صلح سے شائع کیا

"کنجری عورت"

اس کنجری عورت کی طرح جو اپنی خفت اور شرم مٹانے کے لئے دوسروں کو بھی کنجر ا دیکھنا چاہتی تھی۔ ہمارے آریہ دوستوں نے اس امتیاز خاص میں مسلمانوں کو بھی شریک کرنا چاہا جو انہوں نے ملک و قوم اور گورنمنٹ کی طرف سے حاصل کیا ہے۔ چنانچہ ... انہوں نے مسلمانوں پر بھی یہ الزام لگانا شروع کیا کہ ان کی تحریریں فحش اور دل آزار ہیں۔ حالانکہ جو کچھ انہوں نے بطور نمونہ یا شہادت پیش کیا ہے۔ وہ دراصل واقعات ہیں۔ اور واقعات سے کسی کو بھی انکار نہیں ہوسکتا۔ پھر کوئی وجہ نہیں۔ کہ کیوں سماجی دوستوں نے یہ "ہم تو ڈوبینگے صنم مگر تم کو بھی لے ڈوبینگے" کی ٹھان لی ہے۔ معلوم نہیں کہ کسی حقیقت کا اظہار کیونکر جرم اور گناہ ہوسکتا ہے۔ اور بڑے مزے کی بات تو یہ ہے کہ تمام سماجی اخبارات بغیر سوچے سمجھے ایک ہی راگ الاپنا شروع کردیتے ہیں۔ ہائے مرگئے۔ مارلو دوڑیو بچیو۔ ضبط کیجیو۔ آخر بات کچھ بھی ہوتی۔ دوسری طرف مسلم جرائد ہیں کہ باوجود حقیقت حال سے آگاہ ہونے کے گورنمنٹ کی توجہ اس جانب مبذول نہیں کراتے۔ ہمیں گورنمنٹ پر بھی تعجب ہے کہ وہ کیوں اس جانب توجہ نہیں کرتی۔ اور کیوں ایسی شر انگیز کتاب کی ضبطی کا اعلان نہیں کرتی جبکہ اس سے پہلے بہت سی ایسی کتابیں جو رعایا میں بدمزگی نا اتفاقی اور فساد کا باعث تھیں بحق سرکار ضبط ہو چکی ہیں۔ جبکہ سرکاری قانون تمام قوموں کے لئے یکساں ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ستیارتھ پرکاش اور کلیات آریہ مسافر فوراً ہی ضبط نہ کر لی جاوے۔ شاید گورنمنٹ اس لئے چشم پوشی کرتی ہو کہ یہ کتاب مذہبی حیثیت رکھتی ہے۔ سو یہ غلط ہے۔ کیونکہ کلیات آریہ مسافر یا ستیارتھ پرکاش کو آریہ آسمانی کتاب تو کہتے نہیں۔ دوسرے اگر ایسی ایسی کتابوں کو مذہبی حیثیت دی جائے۔ تو پھر ہر وہ شخص جو کسی گروہ یا فرقہ کا پیشوا گرو یا پیر ہو جو چاہے اوٹ پٹانگ لکھ مارے۔ اور اپنی زبان و قلم کی برچھیوں سے ہزاروں دلوں کو مجروح کر ڈالے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ پس ایسی حالت میں اخبار پیغام صلح کا گورنمنٹ کو اس جانب متوجہ کرنا گویا ہندوستان کی تمام قوموں کی اصلی خواہش کا اظہار کرنا ہے اور ہمیں امید ہے کہ گورنمنٹ عالیہ فوراً اس جانب توجہ کریگی اور .... ان دونو کتابوں کی ضبطی کا اعلان کر کے نہ صرف مسلمانوں کو۔ بلکہ عیسائیوں۔ موسائیوں۔ ہندوؤں۔ سکھوں اور جینیوں کو جن کی دل آزاری اور ان کے ہادیان اور پیشوایان مذاہب کی سخت توہین اور ہتک کی گئی ہے شکوری کا موقع دیگی ✦

نوٹ:۔ پیغام صلح نے تو صرف لالہ گھاسی رام آریہ کی شہادت پیش کی ہے۔ جو آریوں کی بدزبانی کے شاکی ہیں مگر ضرورت پڑی تو ہم مہاتما منشی رام گورنر گورو کل مہاشہ رام دیو پرنسپل گورو کل کانگری متعدد آریہ لیڈر مختلف آریہ اخبارات اور دیگر معززین کے علاوہ گورنمنٹ کے نوٹ عدالت کے فیصلے جس میں آریہ لٹریچر کو فحش شر انگیز اور دل آزار قرار دیا گیا ہے بطور نمونہ اور شہادت پیش کریں گے۔ اور یہی وہ گرانقدر اسناد ہیں جو ملک و قوم اور سرکار کی طرف سے اس قوم کو حاصل ہوئی ہیں ✦

نظامی

بقیہ مضمون صفحہ ۶ کالم اول

بیٹھنے والی کو لیا۔ نبی نہیں لگ سکتی۔ ضرور لگ سکتی ہے۔ یا پتہ لگ بھی گیا ہو۔ تو فطرتی حیا مانع ہو۔ یا خلیفہ کے حکم کی منتظر ہو۔ لہذا ایسی صورت میں میاں صاحب معہ اپنے مریدوں کے کبھی کے کافر ہو چکے! پس میاں صاحب کو چاہئے کہ فوراً تمام اپنی مرید خواتین کی خدمت میں ایک اعلان بھیجدیں کہ جس خاتون کو نبیہ کا منصب مل چکا ہو وہ فوراً ظاہر کردے۔ ورنہ اطمینان کرا دے کہ ابھی نہیں ملا۔ اور جب ملیگا تب اسی وقت اعلان کر دیا جائیگا۔ تا اس خطرہ سے نجات ملے۔ اگر میاں صاحب کہیں کہ عورت نبیہ نہیں آسکتی۔ تو ہم پوچھیں گے کیوں؟ جب مرد نبی بن سکتا ہے تو عورت نبیہ ضرور بن سکتی ہے۔ ورنہ دلیل لائیے ۔ ۵

ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا
صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

الاسلام

تاریخی اسلام

اسلام میں جدت اور تاریخی اسلام وغیرہ ایک مسلم ذہن میں بالکل بے معنی فقرات ہیں۔ اس کو اپنے مذہب میں جدت وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی اس کا کوئی موقع یا ضرورت وہ محسوس کرتا ہے۔ اسلام کسی ایک انسان کے طرز خیال یا میلان طبع کے ماتحت نہیں کہ اس کے بانی یا ائمہ اور بڑے آدمیوں کے حالات زندگی کو کسی نئے رنگ میں مطالعہ کرنے سے اس کے اصولوں اور عقاید میں تبدیلیاں پیدا کی جا سکیں۔ اس میں ان عقاید کا کوئی دخل نہیں جو عقل پر مبنی نہیں۔ رسومات وغیرہ اس میں بہت ہی محدود ہیں۔ اور کبھی بھی ان عقاید کو اس قدر وقعت نہیں دی گئی۔ کہ ان کے مقابلہ میں کسی مسلمہ اصول یا عقیدہ کو ترک کر دیا جائے۔ اسلام کیا ہے۔ معاشرتی زندگی کے چند اعلیٰ قوانین اور عقاید جن کو قرآن شریف نے بڑے واضح الفاظ میں بہ شرح تمام بیان کر دیا ہے۔ اور جن کا مفہوم سمجھنے میں شک یا شبہ ہو سکتا ہی نہیں۔ علاوہ ازیں نبی کریم کی زندگی ہمارے لئے ایک کامل اسوہ حسنہ ہے جس میں قرآن کے ہر ایک احکام کی پوری تعمیل کر دی گئی ہے۔ قرآن نے جس قدر احکام عقاید اخلاق یا افعال حسنہ کی بابت نافذ کئے ہیں ان سب کا بہترین ترجمہ اور تشریح خود نبی کریم کے اقوال اور ان کے افعال ہیں۔ حضرت عائشہ کا چھوٹا سا لیکن بڑا ہی جامع فقرہ جو آپ نے نبی کریم کی بابت فرمایا آپ کے لئے بڑا ہی موزوں حال ہے۔ حضرت عائشہ سے بڑھکر کسی اور کو نبی کریم کے حالات سے واقفیت نہ تھی۔ اور جب آپ سے نبی کریم کے اخلاق کی بابت سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کان خلقہ القرآن۔ آپ کے اخلاق اور عادات سب قرآن کریم میں ہیں اور یہ فقرہ آج بھی نبی کریم پر اسی طرح صادق آتا ہے جس طرح کہ آپ کی زندگی میں آتا تھا۔ قرآن کریم میں اعلیٰ سے اعلیٰ اخلاق اور روحانیت کے جس قدر نقشے کھینچے گئے ہیں وہ سب آپ کی ذات بابرکات میں آئینہ وار دیکھے جاتے ہیں۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ اگر بیشتر نہیں تو کم از کم آج کل کے محققین دوستوں اور دشمنوں سب نے آپ کی زندگی کے حالات کو قرآن کریم کی طرح اصلی حالت میں اور بغیر کسی قسم کی ملاوٹ کے مان لیا ہے۔ قرآن کریم اور حدیث شریف ہی کی بدولت اسلام میں کسی قسم کا تغیر و تبدل یا افراط تفریط نہیں ہونے پائی ✦

اور علاوہ ازیں اسلام کو جدت کی ضرورت بھی کیا ہے۔ ہاں اگر اس کے عقاید اپنے بانی یا اماموں کی زندگی کے حالات پر منحصر ہوتے تو جب کبھی تاریخ کوئی نئی بات ثابت کر دیتی۔ اس وقت اس مذہب کو بھی ایک اور پہلو اختیار کرنا پڑتا۔ بخلاف اس کے اہل مغرب کا مذہب بہت قدیم زمانے سے ایک اور بنیاد پر قائم ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آئے دن ایک نئے سانچہ میں ان عقاید کو ڈھال کر ایک نئی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ مذہب شروع ہی سے کسی ایک شخص کے حالات سے وابستہ رہا ہے۔ جناب مسیح کو جو اہل یورپ نے اختیار کیا تو اس میں انہوں نے کوئی نئی بات نہیں پائی۔ اسی پرانی شراب کو نئی بوتلوں میں بند کر دیا۔ وہی پرانے عقاید کو ایک نیا رنگ دیکر مان لیا اور اپولو۔ جیو پیٹر۔ ووڈن کی جگہ جناب مسیح کو مسند الوہیت پر متمکن کر دیا۔ مسیح کی خدائی اور اس کے کفارہ پر ایمان لانا یہ بھی انہی پرانے خیالات کی ایک گونج تھی۔ اور اس مذہبی تعلیم کی ساری بنیاد مسیح کی زندگی کے حالات پر ہے۔ بشرطیکہ ان پر کلیسا کے خیالات کے ماتحت نظر ڈالی جائے۔ انہی واقعات زندگی کو ایک اور نظر سے دیکھو یا بالفاظ دیگر اس اندھی تقلید کی عینک اتار کر چشم بصیرت سے غور کرو تو سارا بھرم ہی بگڑ جاتا ہے۔ اور مذہب عیسائیت کو کسی اور جدید رنگ میں پیش کرنے کی ضرورت محسوس ہونے لگتی ہے جو واقعات انجیل شریف میں مسیح کی بابت لکھے ہیں ان سے یہ نتیجہ نکالنے کی بجائے کہ جناب مسیح صلیب پر فوت ہوئے۔ یہ نتیجہ نکالا جائے کہ وہ صلیب سے زندہ اتار لئے گئے اور بعد میں زندہ

رہے۔ تو کفارہ کی ساری عمارت آج ہی گر جاتی ہے [illegible] معجزوں کے قصوں کو تمثیلات فرض کر لیا جائے۔ اور [illegible] کو رنگ استعارہ سمجھا جاوے۔ تو مسیح کی الوہیت بھی [illegible] رہ سکتی۔ اور یہ بات تو مسلم ہے کہ مشرقی لوگ استعارہ [illegible] بیان کرنے میں بڑے مشتاق ہیں۔ اور مبالغہ کا استعمال [illegible] سے کرتے ہیں۔ اور اگر عیسائیت کے یہی وہ بنیادی اصول [illegible] ضروری ہے کہ ہر ایک مہذب اور ترقی یافتہ قوم اگر وہ [illegible] کے ماننے میں چند ایسے وجوہ سے اصرار کرتی ہے جن کو مذہب [illegible] کوئی تعلق نہیں تو اس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ گردش زمانہ [illegible] بوقت ضرورت ایک نیا لباس اپنے عقاید کو پہنا [illegible] اسلام میں ذرہ بھی شخصیت کا رنگ ہوتا تو یقینی بات تھی [illegible] بھی یہی حشر ہوتا۔ ایک مسلم کے لئے تمام معجزوں کا ماننا کوئی [illegible] ضروری چیز نہیں۔ معجزہ کی غرض صرف اسی قدر ہے کہ ان کے دکھانے والے واقعی خدا کی طرف سے مبعوث ہوئے ہیں [illegible] کی ساری اہمیت اسی بات میں ہے کہ وہ صاحب معجزہ کی صداقت کی ایک بین دلیل ہیں۔ ورنہ خاص ان کی ذات پر ایمان لانا [illegible] بہت ضروری نہیں۔ نبی کریم کی زندگی میں بہت سے معجزوں کا ذکر ہے۔ اور ہم کو ان کی صداقت میں ذرہ بھی کلام نہیں۔ لیکن محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جن کو کارلایل صاحب "جدید رسول" [illegible] کبھی اپنی تعلیم کے منوانے کے لئے معجزہ نہیں دکھایا۔ اور بجائے اس کے وہ اپنے مخالفوں کو معجزوں سے قایل کرنے [illegible] مشاہدہ اور نیچر کی طرف توجہ دلاتے۔ اور ان کی عقل و فہم کو اپیل کرتے۔ اور جن لوگوں نے اسلام کو مدلل وجوہ سے قبول کر لیا تھا۔ ان کے ایمان قوی کرنے کے لئے آپ نے [illegible] دکھلائے۔ قرآن شریف میں بھی نبی کریم کی بابت بہت سے [illegible] ذکر ضمناً کیا گیا ہے۔ اور ان میں سے بعض میں معجزہ کا رنگ بھی پایا جاتا ہے۔ اور مفسرین نے ان معجزات کے مختلف معنے کئے ہیں [illegible] اکثر دفعہ ایک ہی فرقہ کے دو عالموں نے ان معجزات کو مختلف شکلوں میں مانا ہے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ بحث مباحثے ضرور [illegible] ہوئے۔ کیونکہ نبی کریم نے اس قسم کے اختلاف رائے کی اجازت دی تھی۔ اور اس کو قوم کے لئے رحمت فرمایا تھا۔ بطور مثال [illegible] کہتے ہیں کہ قرآن ہرگز اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ جناب [illegible] پر مرے۔ یا تو وہ زندہ صلیب سے اتار لئے گئے اور بعد میں طبعی موت مرے۔ اور یا ان کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ اور ان کی جگہ کسی اور کو مصلوب کر دیا گیا۔ بعض سری تاویل نسطوری عیسائیوں [illegible] اسلام میں لائے جو نویں یا دسویں صدی عیسوی میں بڑی کثیر تعداد میں اسلام پر ایمان لائے۔ لیکن اس قسم کا اختلاف تو ایک [illegible] ہے اس سے کسی مسلم کے عقاید پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ [illegible] رایوں کے رکھنے والے سر دو پکے اور کامل مسلم ہیں۔ اور ان میں سے کسی کو بھی دائرہ اسلام سے خارج سمجھنا ایک بہتان [illegible] لگانا ہے۔ اسلام نے ہر ایک مسلم پر فرض کر دیا کہ وہ جناب مسیح کو خدا کا نبی مانے اور ان کی کتاب کو الہامی جانے۔ اور اگر وہ اپنی اصلی حالت میں دستیاب ہوں تو ان پر عمل کر کے ان سے فائدہ اٹھانا [illegible] اور ان کو اپنا سمجھے۔ خواہ وہ زندہ آسمان پر ہیں۔ یا طبعی موت [illegible] چکے ہیں۔ اس سے کسی مسلم کے عقاید یا ایمان میں کچھ فرق نہیں [illegible] حیات مسیح کو اسلام میں کوئی دخل نہیں ✦

(۲) مذہب اسلام نے ہمیشہ رائے کی آزادگی اور ذاتی [illegible] کو وسعت دی ہے۔ کہتے کہ اختلاف رائے۔ اور بحث [illegible] کو آنحضرت صلعم نے رحمت اور برکت کا باعث فرمایا ہے [illegible] کبھی بھی کسی ایک شخص کی رائے کو اپنا رہبر نہیں مان سکتا۔ اسلام میں پاپا دی حکومت یا رہبانیت کا کوئی دخل نہیں کسی [illegible] ہستی پر ایمان لانا ایک مسلم کے اس تعلق کی ہتک کرنا ہے [illegible] اپنی ذات کو خدا تعالیٰ سے ہے۔ وہ اپنے سارے اعمال [illegible] اصول اپنے زندگی براہ راست قرآن شریف اور حدیث شریف سے اخذ کرتا ہے۔ اس کی طرز معاشرت انہی احکام پر مبنی ہے [illegible] کتاب آسمانی میں کھلے الفاظ میں مندرج ہیں۔ اور بہترین [illegible] نبی کریم کی زندگی کے حالات میں پائی جاتی ہے۔ اور جب [illegible] ضروری باتیں بڑی صراحت کے ساتھ تحریریں مفصل [illegible] سامنے موجود ہیں اور ممکن ہی نہیں کہ وہ ان کے کوئی ایسے [illegible] تاویل کرے جو تمام اسلامی دنیا نے بالاتفاق [illegible]

جلد ۵ | پیغام المسیح لاہور: یک شنبہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ ہجری مطابق ۷ جولائی ۱۹۱۸ء | نمبر ۱۰۲

ملفوظات حضرت مسیح موعود

دعا سے انکار کی ایک اور وجہ

دعا سے انکار کی ایک یہ بھی وجہ ہے۔ کہ جس نکتہ پر دعا اثر کرتی ہے اس سے دور رہ کر لوگ ہٹ جاتے ہیں۔ اور پھر عدم استقلال کی وجہ سے ابتلا میں پڑتے ہیں کیونکہ جب تک کسی شئے کی پوری خوراک نہیں استعمال کی جاتی تب تک کوئی فایدہ نہیں ہوا کرتا۔ اگر ایک شخص کو ایک روٹی کی بھوک ہے تو ایک دانہ یا ایک بھورے سے اس کی سیری ہرگز نہ ہوگی۔ ایسے ہی جب تک دعا اپنے پورے آداب کے ساتھ نہ کی جاوے اور جس حد تک وہ درجہ استجابت حاصل کرتی ہے اس حد تک نہ پہنچے۔ تب تک اس کا اثر بھی نہیں ہوتا.......

دعا سب مشکلات کو حل کرتی ہے

ورنہ دعا تو ایک ایسی شئے ہے کہ کوئی مشکل ایسی نہیں جو کہ اس کے ذریعہ سے حل نہ ہو اور کوئی بیماری ایسی نہیں جو کہ اس کے ذریعہ سے دور نہ ہو۔ کوئی غم ایسا نہیں جو دعا سے نہ جاوے۔ پس بڑا ہی خوش قسمت وہ انسان ہے۔ جو کہ دعا پر بھروسہ کرتا ہے کہ انسان ہر وقت ایک سیلاب میں پڑا ہوا ہے۔ اور دعا ہی ایک ایسی شئے ہے جو کہ اس سے اس کو نجات دلا سکتی ہے۔

دعا کرنے کا طریق

سورۃ فاتحہ میں بھی خداوند تعالے نے دعا کی تعلیم دی ہے۔ اور اپنی انہی صفات کا ذکر اول کیا ہے۔ جن سے دعا کی تحریک دل میں ہوتی ہے۔ اور صفات اس کی رب العلمین۔ رحمٰن۔ رحیم ہیں۔ رب کے معنے ہیں کہ ذرہ ذرہ کی ربوبیت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ عالم اسے کہتے ہیں۔ جس کا علم انسان کو ہو۔ اور جس کی خبر اسے مل سکے گویا کہ ارواح اور اجسام کی وہی ربوبیت کرتا ہے۔ حقائق اور معارف وہی بخشتا ہے۔ رحمٰن ہے کہ قبل پیدایش انسان کے بلا محنت و مزد کے اس کے آرام کے سامان مہیا کرتا ہے۔ رحیم ہے کہ ہر ایک عمل کی جزا دیتا ہے اور ان صفات کے بیان کے بعد دعا کی تحریک کی ہے کہ تو جو رب رحمان اور رحیم ہے میری مشکل کشائی فرما۔ اور وہ صراط مستقیم دکھا جو تو اپنے پیارے برگزیدوں کو دکھاتا رہا ہے۔ ہم تیری راہ بجز تیرے فضل کے نہیں پا سکتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالے اور اس کی تجلیات کا ظہور دعا کو چاہتا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ انسان کو مخلصی ملتی ہے تو یہ دوسرا پہلو دعا کا ہے۔ جو اسے کامل یقین اور لطف سے استعمال میں لاویگا اس کی مشکلات ضرور دور ہو جاویں گی اللہ تعالے کے ہاتھ سے ہی انسان پاک ہو سکتا ہے۔ اور کوئی راہ اس کے پاک ہونے کی نہیں ہے +

اپنی جماعت سے خطاب

دوسرے مسلمانوں کی طرح ہماری جماعت کو ہرگز دعا کی بے قدری نہ کرنی چاہئے۔ اور ان تمام پتھروں کو راستہ میں سے دور کر دینا چاہئے۔ جو کہ اس کی روک بنے ہوئے ہیں۔ جیسے پانی کے آگے پتھر ہوں تو وہ رک جاتا ہے۔ ایسے ہی دوسرے لوگوں نے گندے پتھر دعا کی راہ میں ڈالے ہوئے ہیں۔ اور وہ ان کی اپنی بدکاریاں اور بد عقیدگیاں ہیں۔ لیکن تم لوگوں کو ان کی مثال نہ ہونا چاہیئے۔ اور تمہارا کوئی کاروبار دعا کے سوا نہ ہونا چاہیئے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے دعا کی عادت ڈالو۔ اور اس سے غافل ہرگز نہ ہو۔ عیسائیوں کی طرح ہرگز مت ہو۔ کہ جنہوں نے کفارہ پر بھروسہ کر کے دعا کی ضرورت کو معدوم کر دیا ہے۔ ہندوؤں کے نزدیک بھی دعا کوئی شئے نہیں ہے کیونکہ جس نے اعمال کی پاداش میں کروڑہا جونیں بدلنی ہیں۔ اور جس کا ایمان ہے کہ بجز اس کے چھٹکارا ہی نہیں وہ کیا دعا کریگا۔ دعا تو جب کرتا۔ جب اسے ایمان ہوتا کہ خدا اسے ان جونوں کے عذاب سے بچا لیگا۔ یہ فخر صرف اسلام کو ہی ہے کہ وہ دعا کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر قرآن کو غور سے پڑھو گے

قرآن کا مذہب کہ دعا کا جواب بھی ملتا ہے

تو تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ اس میں بار بار دعا کی طرف رغبت دلائی اور تاکید کی گئی ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے

واذا سئالك عبادی عنی فانی قریب پھر آگے اس کا ثبوت اس طرح سے دیا ہے "اجیب دعوۃ الداع اذا دعان" کہ جب میرے بندے میری نسبت سوال کرتے ہیں تو میں ان کے قریب ہوتا ہوں اور وہ مجھکو پکارتے ہیں تو جواب دیتا ہوں اور یہ جواب دینا کئی رنگوں میں ہوتا ہے۔ جو بہت دعا کرنیوالا ہوگا وہ دیکھ لیگا کہ خدا تعالے اسے یا تو بذریعہ رویا کے اور یا بذریعہ الہام کے جواب دیتا ہے۔ اور یہ خدا کی ذات کا کافی ثبوت ہے۔ اور پھر یہی نہیں بلکہ جو بہت دعا کریگا تو خدا اسے اپنی طاقت کا ثبوت بھی دیگا۔ اور قادرانہ تصرفات سے اس کے دل پر اپنی ہستی کا نقش جما دیگا۔ اور جان لیگا کہ میرے رب کی ذات ایسی قادر مطلق ہے جو ہر ایک مشکل کو حل کر دیتی ہے۔ ان باتوں کے ثبوت میں ہزاروں روایتیں اور حکایتیں موجود ہیں۔ اور اب اسوقت تو اس کی زندہ نظیریں بھی قایم ہیں۔ پس ہماری جماعت کو لازم ہے کہ نیکی میں ترقی کرے۔ اور ایمانی قوت کو بڑھانے کے لئے دعا کو ہاتھ سے نہ دے

حصول نجات اور تقوے کا تیسرا پہلو صادقوں کی محبت

تیسرا پہلو حصول نجات اور تقوے کا صادقوں کی معیت ہے جسکا حکم قرآن شریف میں ہے کونوا مع الصادقین یعنے کبھی اکیلے نہ رہو کہ اس حالت میں شیطان کا داؤ انسان پر ہوتا ہے۔ بلکہ صادق کی معیت اختیار کرو۔ اور ان کی معیت میں رہو تا کہ ان کے انوار و برکات کا پرتو تم پر پڑتا رہے۔ اور خانہ قلب کے ہر ایک خس و خاشاک کو محبت الٰہی کی آگ سے جلا کر نور الٰہی سے بھر دے۔ غرضیکہ تین چ

عید الفطر کے احکام

عید الفطر کے دن احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ کچھ نہ کچھ کھا کر نماز کے لئے گھر سے نکلنا چاہیے۔ اور نماز سے قبل گھر کے ہر ایک متنفس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کر دینا چاہیے۔ یہاں تک کہ ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہو۔ اس کا بھی صدقہ ادا کرنا ضروری ہے۔

صدقہ فطر

فی کس سوا دو سیر گندم یا اس کی جو قیمت ہو دینا ضروری ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہمارے احباب اپنے اپنے گھر کے آدمیوں کے صدقہ کا حساب کر کے اس کی کل قیمت نماز عید سے قبل اپنے اپنے سیکرٹریوں کے پاس جمع کرا دیں۔ یا براہ راست محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے پاس بھیجدیں۔ اس کے علاوہ شکریہ عید کے طور پر

عید فنڈ

میں بھی کم از کم عہ دیکر ثواب دارین حاصل کریں۔ کہ اشاعت اسلام کے مقدس فریضہ میں یہ ہزار در قوم بہت کچھ کام آ سکتی ہیں +

عید کے موقع پر اگر ہو سکے تو عورتوں کا جمع ہونا بھی ضروری ہے تاکہ وہ بھی وعظ و نصیحت سن کر کچھ نہ کچھ صدقہ وغیرہ ادا کر سکیں +

صدقہ فطر وغیرہ کی ادائیگی کے بعد سب سے پہلے نماز عید ہونی چاہئے۔ اور اس کے بعد خطبہ۔ خطبہ ہر ایک کے لئے سننا ضروری ہے۔ افسوس ہے۔ کہ ہمارے ملک میں اس کو ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ اور نہ ہی اکثر مسجدوں میں کوئی ایسا طریق اختیار کیا جاتا ہے۔ کہ جس سے تمام لوگ خطبہ سن اور سمجھ سکیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ لوگ عموماً خطبہ سنے بغیر ہی نماز پڑھکر اٹھکر چلے آتے ہیں۔ یا ویسے بھی لوگ خطبہ کو شاید غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ حالانکہ خطبہ کے بغیر نماز پوری نہیں ہوتی۔ پہلے مسلمانوں نے تو خطبہ سنانے کی یہاں تک کوشش کی ہے کہ لکھا ہے۔ کہ مروان بن عبد الملک اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک دن نماز عید سے پہلے ہی خطبہ کے لئے منبر پر جا چڑھے۔ جس پر لوگوں نے ٹوکا۔ تو اس نے کہا۔ کہ نماز کے بعد تو لوگ خطبہ سنتے نہیں اور چلے جاتے ہیں۔ اس طرح سن تو لینگے۔ اس سے مطلب نہیں کہ اس طرح سے کرنا جایز ہے۔ لیکن خطبہ کو سننا ضرور چاہیے اور امام کے لئے ضروری ہے۔ کہ حالات وقت کے مطابق ضروری نصائح لوگوں کو ایسے موقعہ پر کرے +

یہ چند ضروری اور مختصر باتیں ہیں جو عید الفطر کے دن خاص طور پر واجب العمل ہوتی ہیں +

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ ۔ چہارشنبہ ۔ جولائی ۱۹۱۸ء نمبر ۲

پُراسرار مرض

ایک ہولناک وبا کا ظہور اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک پیشگوئی

جوں جوں زمانہ گذرتا جاتا ہے۔ اس عظیم الشان انسان کی باتیں جو آج سے کچھ عرصہ پہلے ہم میں اس جوش روحانیت کو پھونکنے آیا تھا جس کی اسلام کے لئے اس چودھویں صدی میں پھر دوبارہ ضرورت پیش آگئی تھی۔ آنکھوں کے سامنے آآکر اس کی ماموریت الٰہی اور مجددیت پر مہر صداقت ثبت کرتی چلی جارہی ہیں۔ واقعات ایک ایک کر کے رونما ہوتے ہیں۔ اور اس کے پاکیزہ کلام اور الہام کو اس کی اپنی طرف سے نہیں۔ بلکہ اس ابر سماوی ہی کا لفظاً لفظاً ثابت کرتے چلے جاتے ہیں جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایک موسلا دھار بارش ہو کر برسا۔ اور آپ کے بعد اولیاء و مجددین کے قلوب پر قطرہ قطرہ ہو کر پڑتا رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ پایا۔ جن آیندہ واقعات و حالات کی آپ نے خبر دی جس منصب اور جس مقام پر آپ کو کھڑا کیا گیا۔ وہ بارگاہ الٰہی سے ہی آپکو تفویض ہوا۔ اور الہام الٰہی ہی نے آپ کو ان سب آیندہ واقعات و حالات کی خبریں پیشتر سے دیں۔ یہ ان تمام آئے دن کے واقعات سے ثابت ہے۔ جو آئے دن رونما ہوتے ہیں اور اس مامور من اللہ کی پیشتر سے کہی ہوئی باتوں کو یاد دلاتے چلے جاتے ہیں ۔

ایک عظیم الشان زلزلہ کا آنا۔ جو یورپ اور ایشیا اور امریکہ بلکہ کل دنیا پر حاوی ہو۔ دنیا کے تمام ممالک کا اس ہولناک زلزلہ سے سخت مصائب میں مبتلا ہونا۔ خون کی نالیاں چلنا۔ اور اسی زلزلہ کی وجہ سے زار کا بحال زار ہو جانا یہ کوئی ایسی باتیں نہیں جن کو زیادہ وضاحت سے دوہرانے کی ضرورت ہو۔ موجودہ جنگ یورپ کا ایک ایک واقعہ اور دنیا جہان کا ایک ایک فرد ان سب باتوں کا شاہد حال ہے۔ گو بعض ہندی مخالفین زبان سے اقراری نہ سہی۔ مگر ان کے اپنے حالات اور اعمال اسی کی تائید کرنے والے ہیں ۔

ان تمام باتوں کی آپ نے آج سے ایک مدت پہلے خبر دی جبکہ ان کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اور آج ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ کے زبردست ہاتھ نے ان سب کو ایک ایک کر کے پورا کر دیا۔ اور کر رہا ہے ۔

انہی واقعات کے اندر آپ کا ایک اور الہام بھی ہے جو آج کل پورا ہو رہا ہے۔ اور آپ کی اسی زمانہ کی فرمائی ہوئی ایک اور پیشگوئی کو بھی سچا ثابت کر رہا ہے۔ جس کے متعلق آج ہم خصوصیت کے ساتھ کچھ لکھنا چاہتے ہیں ۔

غالباً ہمارے ناظرین نے اس پُراسرار مرض کے متعلق سنا ہوگا۔ جو بعض یورپین ممالک سپین اور برلن وغیرہ سے نکلکر ہندوستان میں بھی پہنچ چکی ہے۔ اور سب سے پہلے ہندوستان کے وہ تمام ساحلی مقامات جو یورپ کا دروازہ کہے جا سکتے ہیں اس کا آماجگاہ بنے ہیں۔ بمبئی اور اس کے بعد کلکتہ اور پھر مدراس میں جس شدت کے ساتھ یہ مرض پھیل رہا ہے۔ اور دیگر کئی ایک مقامات میں بھی پھیلتا چلا جاتا ہے۔ اس کا حال ذیل کے بیانات سے بخوبی معلوم ہو سکیگا۔ بمبئی کے افسر حفظان صحت ڈاکٹر ٹرنر کی رپورٹ ہے۔ کہ سب سے پہلے ۲۲ جون کو مجھے شہر میں غیر معمولی بیماری کی موجودگی کی اطلاع ملی اور معلوم ہوا کہ دفتروں اور بنکوں وغیرہ کے بہت سے ملازم اور کارخانوں کے مزدور بخار کی وجہ سے اپنے کام پر نہیں گئے۔ ڈاکٹر ٹرنر لکھتے ہیں کہ جون کے مہینے میں مختلف طبقات کے باشندے جن میں زیادہ تر مزدور اور کاریگر ہوتے ہیں ایسے حالات میں زندگی بسر کرتے ہیں کہ ایسے امراض سے متاثر ہونا ان کے لئے قدرتی امر ہوتا ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر ٹرنر نے اُن مختلف تدابیر کا مفصل ذکر کیا ہے جو انہوں نے اس پُراسرار مرض کی اصلیت تلاش کرنے کے لئے اختیار کی ہیں اور لکھا ہے کہ یہ مرض سمندر کی راہ سے بمبئی میں لایا گیا ہے۔ ڈاکٹر ممدوح لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے ماہ مئی کے اخیر میں ایک جہاز بندرگاہ بمبئی میں پہنچا اور اس کے طبی افسر کے معائنہ سے بندرگاہ کے افسر حفظان صحت کی توجہ ایک نئے مرض کی طرف منعطف ہوئی جس کی علامات موجودہ وبا کی سی تھیں۔ اس جہاز کے عملہ کے بہت سے آدمی بھی اس مرض میں مبتلا تھے۔ ۲۶ جون کو ڈاکٹر ٹرنر کو اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی کہ بمبئی میں بہت سے جہاز انفلوانزا کا سا مرض لیکر آرہے ہیں۔ اور ان سے اس مرض کی بابت دریافت کیا گیا۔

اس کے علاوہ کلکتہ کے ایک تار سے پایا جاتا ہے کہ نئے مرض کی دستبرد سے یوروپین بھی محفوظ نہیں رہے۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ کئی ڈاکٹر بھی اس مرض میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ محکمہ جنگی کے قریباً دو سو ملازموں میں سے چالیس افسر جن میں یوروپین اور اینگلو انڈین شامل ہیں۔ اس مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ جمعرات کے دن تین ملاح جن پر اس تپ کی علامات نمودار تھیں خضر پور کی گودیوں سے پریسیڈنسی جنرل ہسپتال کو منتقل کئے گئے۔ اور اسی روز کاشی پور کے کارخانہ توپ و غلولہ سازی کے پچاس کاریگر کام کرتے کرتے فوراً بیمار ہو گئے۔ اس مرض نے طالبعلم کے طبقہ کی بھی خوب خبر لی۔ چنانچہ ہارڈنگ ہوسٹل کے قریباً ڈیڑھ سو اور ہندو ہوسٹل کے قریباً ایک سو طالب العلم اس میں مبتلا ہیں اور اور پریسیڈنسی کالج اور بعض دوسرے کالجوں کے ہوسٹلوں میں پچاس فیصدی سے زیادہ بیمار ہیں۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ ایم۔ اے ایم۔ ایس سی اور بی ایل کے ممتحنوں نے حکام یونیورسٹی کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور غالباً یہ امتحانات۔ جو آیندہ دوشنبہ سے شروع ہونے والے تھے۔ فی الحال ملتوی کر دئے جائینگے ۔

علاوہ ازیں رنگون کا بھی ایک تار ہے۔ کہ سنگاپور میں انفلوانزا کا مرض بالخصوص چینیوں میں نہایت شدت اختیار کر گیا ہے۔ جس کا سرکاری اور تجارتی کاروبار پر خاص اثر پڑا ہے۔ ڈاک کی تقسیم کے اوقات میں بہت کمی کر دی گئی ہے۔ سرکاری چھاپہ خانہ کے عملہ میں اس بیماری کی وجہ سے اس قدر کمی ہوئی۔ کہ جب فوجی خدمت کا مسودہ قانونی کونسل میں پیش کیا گیا۔ تو اس کی کوئی کاپی دستیاب نہ ہو سکی۔ اس جدید مرض کے علاوہ ایک اور قسم کا تپ وبائی صورت میں نمودار ہو رہا ہے ۔

ان تمام واقعات کو پڑھو۔ اور اس شدید اثر کا اندازہ لگاؤ جو ان چند ہی دنوں میں اس مرض نے اپنی سرعت ترقی سے دکھایا ہے اور یہ بھی اعتراف کیا جاتا ہے۔ کہ یہ یورپین ممالک ہسپانیہ اور برلن وغیرہ سے آیا ہے۔ بلکہ زیادہ قرین قیاس یہی ہو سکتا ہے۔ کہ برلن (جرمن دارالحکومت) سے ہی آیا ہو۔ اور جرمن دست تظلم نے ایسے خاص ذرایعہ سے ہندوستان میں پہنچایا اور برطانوی ہندوستانی رعایا کو حسب عادت اپنے وحشیانہ سلوک کا آماجگاہ ٹھہرانے کا انتظام کیا ہو۔ بہر حال کچھ بھی ہو۔ یہ مرض یورپ سے آکر ہندوستان میں پھیل رہا ہے۔ اور اور نہایت شدت اختیار کرتا چلا جاتا ہے ۔

وباؤں کے پھیلنے اور لوگوں کے مصائب میں مبتلا ہونے سے کون ہے جو خوش ہوتا ہو۔ اسی لئے فطرتی طور پر ہمیں بھی ان آئے دن کی مصائب کو دیکھ دیکھکر رنج ہی ہوتا ہے خوشی نہیں۔ لیکن اس رنج کے ساتھ ہی یہ بھی دیکھکر کہ یہ ان پیشتر سے کہے ہوئے الفاظ کی صداقت کو ثابت کرنے والے واقعات ہیں۔ جو آج سے ایک مدت پہلے کہے گئے۔ اور دنیا نے اس وقت ان کو جھٹلایا۔ ان پر تمسخر و استہزا کئے۔ اور پھبتیاں اڑائیں۔ اس مامور من اللہ کی صداقت۔ خدا تعالےٰ کے الہام و کلام پر ایمان بڑھتا ہے۔ اس لئے ان ہولناک واقعات کا ذکر کرتے وقت ہم ان کے متعلق کسی پیشگوئی کو نقل کرتے ہیں تو محض اسی ازدیاد ایمان کی خاطر اور بس ۔

چنانچہ اس ہولناک وبا کے متعلق بھی ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کے صریح الہامات موجود ہیں۔ جو آج سے گیارہ برس پیشتر ۱۹۰۷ء میں جبکہ اس مرض کا نشان تک بھی نہ تھا۔ آپ نے شایع کئے۔ ایک الہام ہے جو ۳ مارچ ۱۹۰۷ء کو آپ کو ہوا۔ یہ صاف طور پر خبر دی گئی ہے کہ

"پھیلیگی جو بہت ہی سخت ہوگی"

اب ظاہر ہے کہ یہ مرض جو طاعون کی طرح متعدی ہو ... جانے والا ہے۔ یورپ میں ہی پہلے پھیلی ہے۔ اور وہاں سے ... میں پہنچی ہے۔ جو گویا لفظاً لفظاً اس الہام کی تصدیق ... ایک اور الہام ہیں جو ۲۰ نومبر ۱۹۰۸ء کو ہوا۔ صراحتاً بتایا گیا ہے کہ

"ایک وبا پڑیگی"

جس پر خدا کے مامور اور مجدد ربانی نے کس قدر دیانت و امانت لیکر صرف یہی کہا کہ

"معلوم نہیں کہ کس قسم کی وبا ہوگی"

اور اس میں کیا شک ہے۔ کہ اس وقت جبکہ کسی ایسی ... بھی نہ تھا جو طاعون سے کوئی جداگانہ صورت رکھتی ... آثار و قرائن سے آیندہ پڑنے کی امید ہو۔ کوئی شخص ... مقرب بارگاہ الٰہی ہو۔ کیونکر رائے زنی کر سکتا ہے ... کی وبا ہوگی۔ جبتک کہ اللہ تعالےٰ کھول کر اس کو بتا نہ دے۔ ... مسیح موعود کے ان الفاظ کو پڑھو اور پھر اس دیانت ... جس نے آپ کے منہ سے یہ الفاظ نکلوائے۔ یقیناً کوئی ... "یہ معلوم نہیں" کی ترجیح اپنے کسی اثر کیسا تھ نہیں لگایا کرتا ... جبکہ اس سے چند ہی دن پہلے "یورپ اور دوسرے ... میں ایک قسم کی طاعون" پھیلنے کا بھی الہام ہو چکا ہے ... کہدینے کہ یہ بھی اسی الہام کے متعلق معلوم ہوتا ہے۔ ... علم میں آپ نے دخل دینا نہیں چاہا اور اس کو آیندہ پر ... پس اب جبکہ واقعات ظاہر ہو چکے ہیں۔ اور محسوس ... ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ کیا یہ کہنا کوئی بے محل ... کہ اس مامور ربانی کا یہ الہام بھی اپنی پوری شوکت ... پورا ہو رہا ہے۔ اور اپنا خدا کی طرف سے ہونا دنیا پر ... کر رہا ہے۔ کوئی ہے۔ جو آنکھ چشم بصیرت کیساتھ دیکھے ... مجدد کی تصدیق علانیہ کرنے کے لئے کھڑا ہو جائے ۔

اردو کو اس کے دشمنوں سے بچاؤ

سابقہ اشاعت میں ہم اردو اور پنجابی کے اس ... ذکر کر چکے ہیں جو ایک دشمنان اتحاد نے چھیڑ رکھا ... بتایا تھا۔ کہ برادران وطن میں سے بعض حضرات کو یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ کہ مسلمان اردو میں عربی الفاظ کیوں ٹھونستے ہیں حالانکہ وہی معترضین جب خود لکھنے بیٹھتے ہیں۔ تو ایک ایک کئی ہندی لفظ استعمال کر جاتے ہیں اور قطعاً نہیں دیکھتے کہ قارئین میں کوئی ان کو سمجھ بھی سکتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ ... ہمارے قابل دوست مولوی محمد اسمٰعیل خانصاحب نظامی "درویش" کی اسی قسم کی شکایت بعنوان "اردو کو اس کے دوستو ... بچاؤ" نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ لالہ دینا ناتھ صاحب ایڈیٹر ... کے نزدیک یہ قابل اعتراض بات ہے۔ کہ مسلمان اخبار ریڈیو ... کو مقالہ افتتاحیہ سٹرائیک کو متعاطعہ۔ سفرجیٹوں کو حقوق زنانہ ... اور چیزز کو تالیاں لکھتے ہیں۔ اور اصل انگریزی الفاظ کو ان کی ... استعمال نہیں کرتے۔ جناب نظامی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ لالہ ... کی شکایت ہمارے سر آنکھوں پر بلکہ ارشاد ہو تو ... بھی سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہیں۔ اور نہایت تمنا ... کل کو انکے کسی ایسے ارشاد کو بھی سن سکیں ... کو پراوٹ لکھنے کے متعلق ان کی جنا ... کہ ان تمام ارشادات کو سند ... عزت کے ... عذر کرتے ... کی نظروں میں ... موصوف ... اعتراضات کے مورد تو نہیں ٹھہر گئے ... گئے کئی ایک فقرات و الفاظ بطور ایک شا ... ہوتے۔ اور صاف طور پر اس بے لوث شخص ... جو انہیں اردو اور حامیان اردو کے سا ... تو لالہ صاحب اردو کو یوں اڑانا چاہتے ... کو جو اردو میں رائج ہیں استعمال ...

ستعمال کرنے لگیں۔ تو یا عرب اردو کا ... ہی ... الفاظ

دیں۔ اور دوسری طرف اپنی یہ حالت ہے۔ کہ نہ تو اردو اور نہی انگریزی الفاظ ہی خود استعمال کرتے ہیں۔ بلکہ جا بجا آپا نشوس ... ناظرین اخبارات) سماچار سوسائٹی ... یا انجمن) منتری (سیکرٹری) پردھان (صدر جلسہ) سیوک (خادم) کے ہندی الفاظ کو اپنے اخبار کا ایک ضروری عنصر قرار دیئے ہوئے ہیں گویا ایک طرف سے تو خود مسلمانوں کے ہاتھوں سے اردو کا گلا اس طرح دبا دینا چاہتے ہیں۔ کہ وہ اردو کے بجائے ... وہ انگریزی الفاظ کو استعمال کیا کریں۔ اور دوسری طرف اپنی من مانی ہندی زبان کو ہندی کے الفاظ استعمال کر کے ترقی دینا چاہتے ہیں۔ ببیں بی تفاوت رہ از کجا است تا بکجا +

ہمیں ہندی سے کوئی عداوت نہیں۔ اور نہ ہی اس قسم کی عداوتوں اور بیجا تعصبات کو قومیت متحدہ کے حق میں کچھ مفید سمجھتے ہیں۔ لیکن جو زبان اس وقت ہندوستان کے شمال سے لیکر جنوب تک اور مشرق سے لیکر مغرب تک لکھی اور بولی جاتی ہے۔ اور اسی میں ملک کے مختلف حصص کے لوگ عام اس سے کہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان اپنے تبادلہ خیالات اور خط و کتابت کر سکتے اور کر رہے ہیں۔ تو اب اس کو خواہ مخواہ اور بلا وجہ ترک کر کے اس کی بجائے ایک ایسی زبان کو رائج کرنا جو کہیں بھی بولی اور سمجھی نہیں جا سکتی۔ ایک بے سود کوشش ہے جس میں کم از کم لالہ دینا ناتھ صاحب جیسے "... " اخبار نویس کو حصہ دار نہیں ہونا چاہیئے۔ نہ ہی اپنی روزمرہ کی اخباری خبروں کو چھوڑ کر اس قسم کی تو تو میں میں میں شریک ہونا چاہیئے۔ کہ مثلاً وہ اڈیٹر "آفتاب" کو باورچی سے مثال دیتے ہیں۔ تو وہ "آفتاب" انہیں وہ جھینور ... سے مثال دیدے۔ اس قسم کی باتیں ایک اخبار نویس اور پھر دار السلطنت پنجاب کے ایک ... سہا اصول اور کامیاب اخبار نویسی کرنے کی شان سے بعید ہیں۔ انہیں صرف اپنی اخباری خبروں سے تعلق ہونا چاہیئے اور بس۔

کیا لالہ صاحب اسپر غور فرمائینگے ؟

ستیارتھ پرکاش اور ورتمین

آریہ اخبارات نے ورتمین کے خلاف تو بہت واویلا کیا اور خواہ مخواہ بیجا طور پر اس کو دلآزار کہہ کہہ کر گورنمنٹ ... اس کی ضبطی کے متعلق جو اپیلیں کرنی شروع کی ہیں۔ وہ کہاں تک ... محض بجانب اور قابل پذیرائی ہیں۔ اس کا جواب ہم پیشتر ازیں متعدد مرتبہ دے چکے ہیں۔ لیکن آریہ گزٹ کی ستم ظریفی تو دیکھئے کہ بجائے اس کے کہ ستیارتھ پرکاش کے گندے دلآزار اور اشتعال انگیز فقرات کو جو ہر ایک مذہب کے متعلق سوامی جی نے لکھے ہیں۔ اور جن کو ہم نقل کر چکے ہیں۔ اس میں سے نکالنے کا مشورہ اپنی پستی ندھی سبھاؤں کو دے۔ اس کا نام بھی نہیں لیتا۔ اور الٹا یہ عذر تراشتا ہے۔ کہ "ستیارتھ پرکاش تو ایک ضخیم اور مستند کتاب ہے۔ اور بہت پرانی ہے" گویا آریہ گزٹ کے نزدیک کسی ضخیم اور مستند کتاب میں اگر دنیا بھر کے مذاہب کو دل کھول کر گالیاں دے دی جایا کریں۔ تو ... بالکل جائز اور عین تہذیب ہے۔ اور پھر جبکہ وہ کتاب پرانی ہو گئی اور باوجود تمام ہی مذاہب کے شور مچانے بلکہ خود کئی ایک آریوں ... کے دیانندی تہذیب ... کی وجہ وہ الفاظ اس میں سے نہیں نکلے۔ تو پھر تو وہ گالیاں ضرور ہی کافوری شربت کے گھونٹ ہو گئیں کاش اس تہذیب کے دعویداروں سے کوئی پوچھے۔ کہ اگر کسی کتاب کا پرانا ہونا اس کو ناقابل ضبط قرار دینا ہے۔ اگرچہ ستیارتھ پرکاش جیسی کتاب کے حق میں یہ بھی مفید نہیں۔ تو ورتمین کونسی نئی کتاب ہے جس کے خلاف یہ شور و ہنگامہ برپا کر رکھا ہے۔ بالخصوص جبکہ اس میں کوئی دلآزار باتیں بھی درج نہیں۔ معاصر آریہ گزٹ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ورتمین پر تو جب سے وہ چھپی ہے کبھی کوئی اس قسم کا اعتراض بھی نہیں ہوا۔ جیسا کہ آج آریہ گزٹ نے محض ایک خاص نصب العین کو مد نظر رکھکر کیا ہے۔ ہاں ستیارتھ پرکاش کے خلاف ہم اس کا ثبوت دینے کو تیار ہیں کہ جس دن سے وہ چھپی ہے۔ سکھوں سناتنیوں عیسائیوں مسلمانوں سب سے بڑھکر خود آریوں کے قابل ترین حضرات نے آواز اٹھائی ہے۔ اور اسے دلآزار قرار دیکر ان دلآزار فقرات کو جو اس میں درج ہیں نکالنے کے لئے بارہا گورنمنٹ سے نہ ... بلکہ خود آریہ سماج سے ہی کہا ہے۔ لیکن اب جبکہ ہم دیکھتے ... آنکھ کے اس شہتیر کو نہیں دیکھتی۔ اور خود آئینہ ...

... کو پورا کر کے ایک کثیر التعداد رعایا کے دلوں پر گورنمنٹ عالیہ ... و انصاف کا مرہم نہ رکھدیگی۔ آریہ گزٹ کے پاس کوئی فرضی خطوط اور ریزولیوشن مع ورتمین کے متعلق اگر پہنچے ہیں۔ تو وہ محض اسی کے ہم مشرب لوگوں نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی ہے۔ حالانکہ اس کے خلاف ستیارتھ پرکاش سے صرف مسلمان ہی شاکی نہیں بلکہ تمام مذاہب کے لوگ۔ کیا ان سب کی آواز کو سن کر بھی آریہ گزٹ اپنی آنکھ کے شہتیر کو نہ دیکھے گا۔ اور گورنمنٹ عالیہ اس طرف متوجہ نہ ہوگی :

"ودشدھی پر ایک ضروری کتاب" کے متعلق ایک مشورہ

لالہ دیوی چند صاحب ایم۔ اے پرنسپل دیانند ہائی سکول ہوشیار آریہ گزٹ میں اعلان کرتے ہیں۔ کہ وہ "ودشدھی پر ایک ضروری کتاب" لکھ رہے ہیں جس میں انہیں درج کرنے کے لئے شدھی سبھاؤں یعنی شدھ کرنیوالی انجمنوں کی رپورٹوں کی ضرورت ہے۔ لالہ صاحب کے اس کام میں ہمیں ان سے ایک گونہ ہمدردی ہے۔ اور ہم دل سے خواہشمند ہیں کہ وہ اپنے اس کام کو تکمیل تک پہنچا سکیں۔ انہوں نے آریوں سے رپورٹیں طلب کی ہیں۔ لیکن انہیں ہم پوری ہمدردی کیساتھ یہ مشورہ دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس بارہ میں صحیح کوائف آریوں کے پاس سے نہیں بلکہ مسلمانوں کے ہاں سے ملینگے۔ انہیں چاہیئے کہ اس کے لئے سب سے پہلے شدھی کی اشدھی نامی کتاب پڑھیں۔ اور ... دہرم پال۔ مسٹر ڈگی مسٹر فار سٹر۔ ستیدیو عرف غلام حیدر وغیرہ وغیرہ اشخاص کی شدھیوں کا بالضرور اور تفصیل کے ساتھ ذکر کریں۔ کہ یہی وہ چوٹی کے کارنامے ہیں جو آریہ سماج کی طرف سے ظہور میں آئے ہیں۔ کہ ایسے ایسے قابل اشخاص مختلف مذاہب سے نکلکر ... آریہ سماج میں جا داخل ہوئے۔ بہتر ہو کہ لالہ صاحب ان شدھیوں کی اہمیت کو مد نظر رکھکر اپنی کتاب کے اندر صرف اتنا ہی اپنے ناظرین کو بتا دیں۔ کہ ان لوگوں نے شدھ ہو کر آریہ سماج کو کیا کچھ فائدہ پہنچایا اور اب وہ کہاں ہیں اور سماج کی کیا کچھ خدمت بجا لا رہے ہیں یہ ہم اس لئے نہیں کہتے۔ کہ ہم خدانخواستہ لالہ صاحب کے ذریعہ سے آریہ سماج کے پوست کندہ حالات کا انکشاف کرانا چاہتے ہیں۔ بلکہ صرف اس لئے ہم نے اس طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ ممکن ہے۔ لالہ صاحب ان حالات و نتائج کو دیکھکر آیندہ کے لئے آریہ سماج کو بہتر مشورہ دے سکیں ....

...... وہ اس غلط پوزیشن سے آریہ سماج کو بچا لیں جو اس نے ویدک دھرم کے عالمگیر مذہب ہونے کے متعلق قایم کی ہے امید ہے کہ لالہ صاحب کتاب لکھتے وقت اس طرف خاص طور پر متوجہ ہونگے۔ اور ان سب باتوں پر مفصل بحث کرینگے +

اسلام کے ساتھ مضحکہ

معاصر وکیل اس عنوان سے رقمطراز ہے کہ کانپور کے بیکار مسلمانوں کو ماہ رمضان میں اسلام کے ساتھ مضحکہ کرنے کی سوجھی۔ اور انہوں نے اپنی بے حمیتی و نمائش پسندی کی اس موقع پر خوب داد دی محترم سحر ذو القرنین (بدایون) نے اس کی کیفیت یوں بیان کی ہے کہ رمضان جیسے متبرک و محترم ماہ میں وہاں سحر و افطار کی آڑ میں لہو و لعب کا بازار گرم ہے کہا جاتا ہے کہ افطاری کا جلوس نکالا جاتا ہے۔ یعنی یکوں اور گاڑیوں میں افطاری رکھکر نکالی جاتی ہے۔ اور جلوس کی رونق کے لئے موٹروں میں شاہدان بازاری کا جمگھٹ اور بندگان خدا کی ریاضت و عبادت میں خلل انداز ہونے کے لئے سائیکلوں کی گھنٹیاں اور ہارمونیم۔ شہنائی۔ بینڈ باجا بجایا جاتا ہے۔ آتشبازی چھوڑی جاتی ہے۔ اور گھروں سے جوق جوق نکل کر جو عورتیں اکٹھی ہوتی ہیں۔ ان کے ستانے کے لئے اچھے اچھے گگلڑی بھرنے والے لوگ موجود ہوتے ہیں۔ کچھ لوٹنے والوں کی تفریح طبع کے لئے سامان سحری بھی مہیا کیا جاتا ہے۔ اور مغطار کے وقت بیرادران وطن کی دوکانوں میں پھینکنے کے لئے بیڑی بھی ہوتی ہیں۔ اور لطف یہ کہ افطاری بانٹنے والے سب بے روزہ ہوتے ہیں۔ یاں سے ... ... ہے۔ اور افطاری بانٹ رہے ہیں۔ اگر یہ اسلام کے ساتھ ... ... اور کیا ہے" +

اس وقت قابل اعتراض نظر آتی ہیں۔ لیکن ... سی دیگر بدعات بھی ہیں جو آج کل امت اسلامیہ میں رائج ... ہیں۔ اور لوگ انہیں دین اور مذہب سمجھتے ہیں۔ اور ان پر اعتراض کرنا یا انہیں چھوڑنا موجب گناہ۔ آنحضرت صلعم نے قرآن کو آہستہ اور کتنی دنوں میں ختم کرنے کا حکم دیا۔ اور جلد ختم کرنے سے منع فرمایا تھا۔ لیکن آج ماہ رمضان میں ایک ایک رات میں قرآن ختم کرنا۔ اور وہ بھی نماز تراویح کے اندر از حد موجب ثواب سمجھا جاتا ہے کیا یہ دین کے ساتھ مضحکہ نہیں۔ پھر مجالس میلاد منعقد کر کے بے روزہ اور دین سے قطعی لگاؤ نہ رکھنے والے لوگوں کو بلایا جاتا ہے ان سے نغمیں پڑھوائی جاتی ہیں۔ اور ان کے نعت پڑھنے پر یہ سمجھ لیا جاتا ہے۔ کہ رسول کریم صلعم خود تشریف لے آئے۔ اس لئے تمام حاضرین مجلس تعظیم کی خاطر سرو قد کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ دین کے ساتھ ہنسی اور ٹھٹھا نہیں۔ اور بے فکروں نے یہ اچھا خاصہ مشغلہ بنا نہیں رکھا۔ لطف یہ ہے کہ ان سب باتوں کے متعلق جب کسی عالم سے پوچھا جاتا ہے۔ تو یا تو پوچھنے والے کے لئے کفر کا فتویٰ تیار رہتا ہے۔ ورنہ باوجود یہ ماننے کے کہ اس کی سند کوئی نہیں بعض یہ بھی کہدیتے ہیں۔ کہ چونکہ ایک نیک مشغلہ ہی نظر آتا ہے۔ اس لئے ایسا کرنیکا ہرج کوئی نہیں۔ لیکن کاش وہ دیکھیں۔ کہ ان باتوں میں ایک تو آنحضرت صلعم اور صحابہ کی سنت سے صریح تجاوز ہے۔ اور دوسرے کئی ایک باتیں شرک کی طرف راجع ہیں۔ پھر کیا یہ غلط منبروں کے اوپر بیٹھکر کہنے کے لئے ہی ہے کہ ؎

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ

اس قسم کی تمام بدعات کو خواہ وہ کانپور میں رائج ہوں اور خواہ لاہور یا امرتسر میں روکنے اور ان کے استیصال کی پوری کوشش کرنی چاہیئے شروع میں ایک ذرا سے کام کو بظاہر نیک سمجھکر خاموشی اختیار کر لی جاتی ہے۔ جس سے بعد میں اس کے نتائج برے پیدا ہو جاتے ہیں اسلئے شروع ہی میں ایسی باتوں کا استیصال کر دینا ضروری ہے +

مولوی ثناء اللہ صاحب کیوں جواب نہیں دیتے

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اخبار اہلحدیث میں اس خط و کتابت کا کچھ حصہ شائع کیا ہے جو شملہ میں ان کے اور مکرمی جناب ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب کے درمیان نبوت مسیح موعود پر بحث کے لئے ہوئی تھی۔ مگر افسوس ہے۔ کہ انہوں نے ڈاکٹر صاحب کا آخری خط شایع نہیں کیا۔ اور نہ اس کا کوئی جواب دیا جس میں انہوں نے تجویز ثالث کے متعلق مولوی صاحب سے یہ پوچھا تھا کہ آیا وہ کسی آریہ سے بحث کرتے وقت اگر ثالث کہدے کہ اسلام جھوٹا ہے تو اسلام چھوڑ کر آریہ بن جائیں گے یا مقلدین سے بحث کرتے وقت اگر ثالث مذہب اہلحدیث کو جھوٹا بتائے۔ تو غیر مقلدین کو چھوڑ کر تقلید اختیار کرینگے۔ آخر کیوں وہ اس بارہ میں بولتے نہیں۔ اور باوجود باقی ساری خط و کتابت چھاپنے کے اس آخری جواب کو ہضم ہی کر گئے۔ انہوں نے شملہ کے ایک جلسہ میں لوگوں سے اگر اس تجویز ثالث کے متعلق پوچھا تو کیا ساتھ ہی ڈاکٹر میرزا صاحب کے اس جواب اور ان کے سوالات کو بھی پڑھکر سنایا۔ اور معقولیت کیساتھ اس کو رد کیا اگر نہیں تو کیا یہ مولوی صاحب کے فرار پر صاف طور پر ایک عملی شہادت نہیں کہنے کو تو انہوں نے بڑی تمکنت کیساتھ اپنے ناظرین سے یہ کہدیا کہ

"افسوس کہ کئی دنوں تک خط و کتابت کرکے نتیجہ یہ نکلا کہ لاہوری جماعت جو میدان مناظرہ میں آگے قدم رکھا کرتی ہے۔ بالکل خاموش ہو گئی۔ انا للہ"

مگر اپنے گریبان میں منہ ڈال کر ذرا دیکھیں۔ کہ یہ افسوس اور انا للہ انکی بیصد اکنک صادق آتی ہے۔ لاہوری جماعت تو اب بھی میدان مناظرہ میں ہی خیمہ زن ہے۔ مگر مناظرہ کس سے ہو۔ مولوی صاحب تو راہ فرار اختیار کئے بیٹھے انہوں نے تو آخری سوالات کا جواب دینا گویا اپنی موت سمجھ رکھا ہے۔ اور فی الحقیقت ہے۔ کیونکہ جو تجویز انہوں نے کی ہے وہ تو اپنے مخالفین کے لئے ہے۔ ذکر اپنے لئے۔ خود تو وہ کبھی ثالث کے کہدینے پر اسلام چھوڑنیکا اقرار نہیں کر سکتے اور نہ کرینگے۔ ورنہ صاف طور پر اسکا اعلان کر ... اپنے دینی ایمان کی حقیقت کو آشکارا کریں۔ تا لوگوں کو بھی معلوم ہو کہ جسکو وہ دنیا سمجھتے ہیں وہ مولوی صاحب ... ...

الاسلام

ذرات عالم کا مذہب

(۳)

سب سے طاقتور ذرہ کا مذہب

نیچر کے بہت سے ہیں بعض فطرتی اور پیدائشی خواص پائے جاتے ہیں اور سائنس کی تحقیقات مثلاً بعد نسل ان خواص کے علم کو وسیع کرتی ہے نیچر کے میدان میں انسانی افعال کا دائرہ دن بدن وسیع ہو رہا ہے لیکن ہماری بھی ترقی صرف اسی حالت میں ہو سکتی ہے جب ہم بعض قوانین کا پتہ لگا کر ...... ان کی پیروی اور اطاعت کریں اگر ہم ان فطرت سے فایدہ اٹھانا چاہیں یا ان کی حالت بہتر کرنا چاہیں تو یہ گوہر مقصود قوانین کی اطاعت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا مثال کے طور پر ایک معمولی انسانی فعل زراعت یا کاشت پر غور کرو۔ اگر قوانین کی پیروی نہ ہو گی یا نہ کروگے تو خاک بھی نتیجہ نہیں نکلیگا۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم زمین میں ایک خاص وقت پر ایک خاص طریقے سے ہل چلائیں اور پھر ایک مقررہ طرز سے تخم ریزی کریں۔ قوانین ہی کی مطابقت کرتے ہوئے کھاد اور پانی دیں۔ اگر سر مو بھی مقررہ قوانین کی مخالفت ہو گی تو نتیجہ نقصان اور تباہی ہو گی۔ پس ثابت ہوا کہ کامل اطاعت اور پوری فرمانبرداری یا بہ الفاظ دیگر اسلام اور قرآن ہی کائنات اور ذرات عالم کا مذہب ہے تو پھر کس قدر ضروری ہے۔ کہ انسان اگر وہ ضرر اور نقصان سے بچنا چاہتا ہے تو اسلام کے فطرتی اور کامل قوانین کو تسلیم کرکے ان پر عمل کرے۔ اس صداقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن نے فرمایا۔ و

من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین (سورہ آل عمران آیت ۸۴) **ترجمہ**۔ اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کی تلاش کرے تو خدا کے ہاں اس کا وہ دین مقبول نہیں اور وہ آخرت میں زیاں کار ہوگا۔

الغرض قانون کی اطاعت ہر ذرہ عالم کی فطرت ہر ایک جان کی پیدائشی خاصیت ہے تو کیا انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس فطری خاصیت کے برخلاف عمل کر سکتا ہے۔ اس اظہر من الشمس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خدا کی آخری کتاب نے فرمایا کہ تمام کائنات کا مذہب جس میں انسان بھی شامل ہے اسلام کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ فرمایا۔ **فاقم وجھک للدین حنیفا فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون** (سورہ الروم آیت ۳۰) **ترجمہ**۔ تم ایک خدا کے ہو کر اس کے (دین) کی طرف اپنا رخ کئے رہو۔ یہ خدا کی (بنائی ہوئی) سرشت ہے جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا۔ خدا کی بناوٹ میں کوئی تبدیلی نہیں یہی دین کا سیدھا رستہ ہے بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

اس نکتہ پر مغربی کلیسیا اور اسلام کے اصولوں میں نمایاں فرق ہے۔ کلیسیا یہ تسلیم دیتا ہے کہ انسان میں گناہ فطرتی اور پیدائشی طور پر پایا جاتا ہے۔ اور یہ کہ انسان اس قابل ہی نہیں کہ قوانین کی پیروی کرے۔ یا بالفاظ دیگر مقررہ رستے پر قدم مارنا یا حکم کی تعمیل کرنا انسان کی استعداد اور قابلیت سے باہر ہے۔ یا یوں کہئے کہ عیسائی کلیسیا نے انسان کا رتبہ ذلیل حیوانوں سے بھی کمتر سمجھا ہے حیوانوں میں تو قوانین کی اطاعت فطری اور پیدائشی طور پر پائی جاتی ہے لیکن حضرت انسان باوجود ان سے اعلے اور اشرف ہونے کے کسی قانون پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے انسان مختلف ذرات کا مجموعہ ہے۔ ان میں ہر ایک ترقی کرنے کیلئے قوانین کی پیروی کر رہا ہے۔ تو کیا انسان کیلئے بحیثیت مجموعہ ذرات کا مذہب ہونے کی ضرورت نہیں ... علمی ترقی اور اصلاح کیلئے بعض قوانین اطاعت کرے۔ اگر ہر ذرہ کسی ... کسی مقررہ قانون کی اطاعت کرتا ہے تو پھر کیوں اور کس طرح انسان اس قسم کی اطاعت اور فرمانبرداری ... ہو سکتا ہے۔ اس جگہ پہنچ کر سائنس کو بھی ضرورت مذہب تسلیم کرنی پڑتی ہے ... سائنس اور مذہب کے قوانین گو مختلف ہوں لیکن ایک دوسرے کی ضد نہیں ہو سکتے۔ اور ان کا اجتماع محال نہیں۔ لیکن ان دونوں کی غرض اور مقصد ایک ہے سائنس ان قوانین کو ظاہر کرتی ہے جن کا تعلق ہماری مادی اور جسمانی فطرت ہے۔ اور اگر ہم تندرست اور صحیح زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہم کو چاہئے کہ سائنس کے مقرر کردہ قوانین کی اطاعت کریں۔ مذہب ہم کو ان قوانین کی اطلاع دیتا ہے جن کا تعلق ...

تحقیق الادیان

کلام مسیح اور مغربی قارئین اناجیل

مسٹر ڈبن صاحب (ایک انگریز نومسلم) کے قلم سے

اگر بائیبل کے مغربی قارئین اس کا مطالعہ کرتے وقت اسی بات کو مدنظر رکھ لیا کریں۔ کہ کتب مقدسہ (اناجیل) کے مصنفین مغربی نہیں بلکہ مشرقی تھے۔ اور ان کے اخلاق و اعمال بھی مشرق ہی کے سانچہ میں ڈھلے ہوئے تھے۔ اگر ان کو اس بات کا احساس ہو۔ کہ یہ لوگ جس زبان میں کلام کرتے اور لکھتے تھے وہ سب مشرقی محاورات ہی کا مجموعہ تھی تو وہ تمام باتیں جو انہیں ناقابل فہم اور غیر معقول نظر آتی ہیں۔ اس وقت معقول دکھائی دینے لگیں اور فوراً ان کی سمجھ میں آجائیں۔ حضرت مسیح کے اکثر محاورات بہت لوگوں کے لئے ان کے مشن کے متعلق ٹھوکر کا موجب ہوئے ہیں جس کی وجہ سوائے اسکے نہیں۔ کہ مغربی لوگوں کا رجحان مادہ پرستی کی طرف بہت زیادہ ہے۔ اور وہ ان نظریات کو جو ظاہر سے تعلق نہیں رکھتیں سمجھنے سے قاصر ہیں۔ وہ ہر ایک چیز کی ظاہر شکل و صورت کو ہی دیکھ کر اسے قبول یا رد کر دیتے ہیں۔ اور ہر ایک لفظ کے لغوی معنوں کو لینا ہی ضروری سمجھتے ہیں مجاز کو وہ حقیقت اور چھلکا کو مغز خیال کر لیتے ہیں۔ اور اس کی تہ کو پہنچ کر اصل مطلب کو سمجھنا نہیں چاہتے یسوع مسیح کو وہ خدا سمجھتے ہیں تو ان الفاظ کے لغوی معنوں کی بنا پر جن کو حضرت مسیح نے ایک اور حقیقت کے اظہار کے لئے بطور مجاز استعمال کیا۔ لیکن جونہی کہ عقل انسانی سامنے آتی اور دلیل کے ساتھ اس ناحق آزینی کی قلعی کھولتی ہے تو فوراً انہی پرستاران مسیح کو وہی حلیم شہزادہ امن ایک خود بین اور خود ستا انسان نظر آنے لگتا ہے۔ حالانکہ اگر مسیح کے الفاظ کے وہی معنے روا رکھے جاتے جو ان الفاظ کو استعمال کرتے وقت خود انکے مدنظر تھے تو اس قسم کی بداعتقادی انکے متعلق پیدا نہ ہوتی۔ ایک مغرب کا رہنے والا جب جناب مسیح کے مقدس کلام کی صداقت کو ثابت کر رہا ہو۔ اس کھینچا تانی کو دل میں جگہ دینے کے لئے اپنے آپکو ناقابل پاتا ہے۔ حالانکہ اس کو سمجھنا چاہئے کہ مسیح مشرق کے رہنے والے تھے مشرق ہی کی زبان وہ بولا کرتے تھے۔ اور اسی قسم کے محاورات کو استعمال کرتے اور تمثیلوں میں کلام کیا کرتے تھے۔ آپ اپنے الفاظ کو فقط لغوی معنوں میں استعمال نہیں کرتے تھے۔ اگر اور بھی مشرقی معلمین اور بانیان مذاہب کے کلمات کو مطالعہ کیا جائے تو یہ معاملہ اور بھی صاف ہو جاتا ہے حضرت مسیح نے جو کچھ اپنے متعلق کہا ہے۔ وہ کوئی نرالی اور انوکھی بات نہیں۔ دوسرے انبیاء ہی کی زبان میں وہ بھی کلام کرتے تھے مثال کے طور پر ہر ایک وہ شخص جو مسیح کی طرح اس پر یقین رکھتا ہو کہ انسان اللہ تعالے کے نمونہ پر بنایا گیا ہے۔ اور تمام اخلاق فاضلہ اور صفات حسنہ جو اس میں ودیعت کی گئی ہیں وہ خدا ہی سے ہیں۔ وہ جب ان صفات الٰہی سے متصف ہونے کا ذکر کریگا۔ تو سوائے اسکے کہ مسیح کے ہم آواز ہو کر یہ کہدے کہ ”باپ مجھ میں ہے“ اور کیا کہہ سکتا ہے یا کوئی شخص باپ پاس نہیں آسکتا۔ مگر میرے ذریعہ سے“ یا ایک اور فقرہ ہے جو حضرت مسیح کے منہ سے نکلا ہے۔ اور صرف آپ ہی نے نہیں۔ دوسرے انبیا نے بھی مختلف الفاظ اور جداگانہ طریق پر اپنے متعلق اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ اس فقرہ کو سمجھنے کے لئے ہمیشہ ان حالات کو پیش نظر رکھ لینا چاہئے جو کسی نبی یا مصلح کی بعثت کا اصل موجب اور سبب ہوتے ہیں۔ انبیا اسوقت آتے ہیں جب نسل انسانی روحانی اور اخلاقی طور پر اسفل سافلین میں جا گرتی ہے۔ وہ اس وقت بنی نوع انسان کو اس خطرناک گڑھے سے نکالنے انہیں روحانیت کی بلند ترین منازل پر کھڑا کرنے اور ہر ایک پہلو سے ترقی کی شاہراہ پر چلانے کے لئے آتے ہیں۔ وہ اپنے ارد گرد تمام لوگوں کو خدا کے رستہ سے بھٹکے ہوئے اور سخت ترین ظلمتوں اور تاریکیوں میں مبتلا دیکھتے ہیں۔ اور صرف اسی ایک اکیلے انسان یعنی نبی ہی کا ہاتھ روشنی کے اس بلند مینار کو تھامے ہوئے ہوتا ہے۔ جو راستی اور صداقت کی طرف راہنمائی کرتا ہے پس اگر کوئی شخص اللہ تعالے کا مطیع ہو کر اس کا اطاعت گذار اور فرمانبردار بن کر اس سے ملنا چاہتا ہے۔ تو اسکے لئے ضروری ہے کہ اس رہبر حقیقی کے نقش قدم پر گامزن ہو اور ادھر ادھر دوسرے لوگوں کے پیچھے لگنا چھوڑ دے تو ان حالات کے اندر کوئی وقت کا نبی اگر یہی کچھ کہدے جو جناب مسیح کہتے تھا کہ کوئی شخص باپ پاس نہیں آسکتا۔ مگر میرے ذریعہ سے تو کیا ...

اللہ تعالیٰ سے (ا) وقتاً فوقتاً خلوق خدا کو نجات کی راہ دکھانے کیلئے کہ ہے۔ قرآن کریم نے بھی اسی حقیقت کو دوہرایا ہے جہاں اس نے حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ**۔ کہدے اے رسول کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو۔ تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالے تم سے محبت کریگا۔ گناہوں کا محو ہونا اور اللہ تعالے کی محبت یہ دونو باتیں اسی شخص کو عنایت کی جاتی ہیں۔ جو ایک باشریعت زندگی بسر کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ یوحنا ۱۵ باب آیت ۱۰ میں بھی یہی ہم پڑھتے ہیں کہ

”اگر تم میرے حکموں پر عمل کروگے۔ تو میری محبت میں قایم رہوگے“

جو صاف طور پر اسی حقیقت کا اعتراف ہے۔

پھر جناب مسیح کو بھی ان تمام مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا جو ہر ایک صادق انسان کے حصہ میں آئی ہیں۔ اور اگر اعتنائے ربانی کی رسم اسی تازہ تعلیم کی طرف ہی اشارہ کرتی ہے۔ جو جناب مسیح نے اسوقت کی مہذب دنیا کے سامنے پیش کی۔ اور اس صداقت کا اظہار اس سے ہوتا ہے جسکے قایم کرنے کے لئے آپکو اپنا خون بہانا پڑا۔ تو پھر آپ کا یہ کلام بالکل صحیح ہے۔ اور عین صداقت پر مبنی۔ کہ یہ میرا خون ہے جو بہتوں کیلئے بہایا گیا۔ تاکہ وہ گناہوں سے نجات پائیں۔ آپ ایک گری ہوئی قوم کے سنبھالنے کیلئے آئے۔ وہ قوم جسکو موسے نے بھی آکر اپنے پاؤں پر کھڑا کیا۔ اور نہایت ادنے حالت سے اٹھا کر اعلے حالت تک پہنچایا۔ پس آپ پھر داؤد کی نسل سے ایک اور شخص کو کھڑا کیا گیا۔ جسطرح اللہ تعالے کے دیگر فرزند مختلف وقتوں میں مبعوث ہوتے رہے۔ وہ آیا تاکہ انسان کو گناہوں کے اس اتھاہ گڑھے میں سے باہر نکالے جس میں وہ پھر دوبارہ جا گرا تھا لیکن ان نئی تعلیمات کو دیکھکر شریر آدمیوں نے ناک بھاؤں چڑھائے اور ناحق کوشوں کو اسکی باتیں پسند نہ آئیں۔ آپ نے ربیوں کی اندرونی حالت کو کھول کر رکھدیا۔ اور فریسیوں کی بدعملیوں کو آشکارا کیا جس سے عام طور پر نفرت پھیلنی شروع ہوئی۔ یہود آپ کے دشمن بن گئے۔ اور انہوں نے آپ کو مارنے کی تجاویز شروع کیں۔ بظاہر صرف یہی ایک وجہ ہے جو آپ کے صلیب پر چڑھائے جانے کا موجب ہوئی۔ اور کونسا وہ شخص ہے۔ جو حق کی حمایت کیلئے آیا ہے۔ اور اس سے اس قسم کا سلوک نہیں ہوا۔ کیا یہ تکلیف جو مسیح پر آئی انہی مصائب کا ایک حصہ نہیں۔ جو راستبازوں کے حصہ میں ہمیشہ آتی رہی ہیں۔ آپ نے وہی کچھ تعلیم دی جو آپ کے نزدیک ایک گنہگار انسان کو اللہ تعالے تک پہنچا سکتی تھی شریعت کی پابندی کی تعلیم کو دیکر آپنے باطل کو صفحہ ہستی سے نابود کر دینا چاہا کیونکہ آپ کے یقین، ایمان اور اعتقاد کے مطابق یہی ایک راہ تھی جس کے ذریعہ سے انسان خدا کی بادشاہت میں بڑا بن سکتا تھا۔ اپنے پیروؤں کو اس ایک راہ پر چلانا انہیں شریعت کا پابند بنانا ہی آپکا مقصد حقیقی تھا۔ اور اسی نصب العین کو کامیاب بنانے کے لئے آپ نے اپنی جان تک دیدی۔ صداقت اور پرہیزگاری کے اصولوں کی آپ نے اپنے خون سے آبیاری کی پس بیشک گناہگاروں کی خاطر آپ نے جان دی۔ اور ان سب لوگوں نے جنہوں نے آپکی تعلیمات پر قدم مارا آپکے خون کے ذریعہ سے نہ کہ آپکے خون پر ایمان لانے سے گناہوں سے نجات حاصل کی۔ یہ تو صاف اور کھلی کھلی باتیں ہیں جو آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہیں لیکن اس کے برخلاف سادہ اور صاف لفظوں کے پیچ در پیچ معنے کرکے انسان کو بالکل عالم حیرانی اور تعجب میں ڈالدیا جاتا ہے۔ حالانکہ جناب مسیح بھی ہماری روزانہ گفتگو اور بول چال کے مطابق ہی کلام کرتے۔ اور انہی محاورات کو استعمال کیا کرتے تھے۔ جو کسی شہید صداقت کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے ہم بھی بول ہی دیا کرتے ہیں۔ کوئی اصلاح دنیا میں مصلحین کے دکھ اور تکلیف اٹھائے بغیر نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ اس پودہ کو نشو و نما دینے اور مثمر بنانے کیلئے ضرورت ہے۔ کہ انسانی خون سے اس کی آبیاری کی جائے گناہ کا استیصال اور اس استیصال کرنے والوں کی شہادت دو لازم ملزوم باتیں ہیں۔ وہ مصلحین جو وقتاً فوقتاً دنیا میں اصلاح خلق کے لئے آتے ہیں ہمیشہ انہیں سخت ترین مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ جو بعض اوقات اس قدر مظالم کا موجب بن جاتی ہیں۔ کہ ان کی جان پر آبنتی ہے۔ اسی حد جہد میں وہ مرتے ہیں۔ لیکن اپنے پیچھے ایک انقلاب پیدا کر جاتے ہیں کہ عام کی بہبودی اور ترقی کا موجب ہوتا ہے لیکن یہ سب کچھ ان اصولوں پر عمل کرنے سے ہوتا ہے جنکو قایم کرنے سکھلانے کے لئے انبیا اور مصلحین نے اپنی زندگیاں وقف کر دیں یہی نہیں کہ انکا بہایا جانے اور تکلیفیں ان پر وارد ہونے سے گناہوں سے نجات مل جاتی ہے۔ وقتاً فوقتاً ان مصائب اور دکھوں کے ذریعہ سے

کلمۃ اللہ

عیسائی صاحبان کہتے ہیں کہ چونکہ قرآن شریف نے حضرت مسیح کو کلمہ کہا ہے۔ اس لئے وہ خدا اور ابن اللہ ہے۔ مگر یہ استدلال بھی ان کا کوتہ فہمی کی وجہ سے ہے۔ یہ جملہ قرآن شریف میں صرف حضرت مسیح کے بارہ میں ہی نہیں آیا۔ بلکہ کئی اور مقامات پر بھی وارد ہوا ہے۔ جیسا کہ سورہ لقمان میں اللہ تعالے فرماتا ہے۔ ولوان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ ان اللہ عزیز حکیم (آیت ۲۶) ترجمہ اگر تمام روئے زمین کے درخت قلمیں بن جائیں۔ اور سمندر پھیلکر سات سمندر سیاہی کے ہو جائیں تو کلمات اللہ ختم نہیں ہوسکیں گے کیونکہ اللہ بڑا غالب حکمت والا ہے۔ ایسا ہی سورۃ الکہف کی آیت ۱۰۹ میں ہے۔ قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا ترجمہ۔ کہو اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے سیاہی بن جائیں اور ہم اس قسم کے کئی سمندر بھی اگر لے آئیں تو وہ سب قبل اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں ختم ہو جائیں گے +

ان آیات میں کلمات اللہ کا استعمال دوسری مخلوق کے لئے ایا ہے۔ گویا قرآن شریف کی اصطلاح میں کلمۃ اللہ کوئی ایسی خصوصیت نہیں جو صرف مسیح کا ہی خاصہ قرار دی گئی ہو۔ بلکہ مسیح کے لئے اس کا استعمال اس کی الوہیت کی تردید کے لئے کیا گیا ہے۔ یعنی وہ خالق اور الہٰ نہیں۔ بلکہ خدا تعالے کے کلمات میں سے ایک کلمہ ہے یعنی اس کی بیشمار مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے +

اب ہم ان آیات کو لیتے ہیں جن میں حضرت مسیح کو کلمۃ کہا گیا ہے۔ پہلی آیت سورہ آل عمران کی ۴۴ ہے جہاں فرمایا۔ اذ قالت الملئکۃ یمریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسی ابن مریم۔ ترجمہ۔ جب فرشتوں نے کہا اے مریم یقیناً خدا تم کو بشارت دیتا ہے ساتھ ایک کلمہ کے اپنی طرف سے اس کا نام مسیح عیسٰے ابن مریم ہوگا۔ دوسری جگہ سورہ النساء آیت ۱۶۹ ۔ ۱۷۰ میں فرماتا ہے۔ یا اھل الکتب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علے اللہ الا الحق انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ القھا الی مریم وروح منہ فامنوا باللہ ورسلہ۔ ولا تقولوا ثلثۃ۔ انتھوا خیرا لکم انما اللہ الہ واحد سبحانہ ان یکون لہ ولد۔ لہ ما فی السموات وما فی الارض وکفی باللہ وکیلا لن یستنکف المسیح ان یکون عبدا للہ ولا الملئکۃ المقربون ترجمہ۔ اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو مت کرو۔ اور اللہ تعالٰی پر سوائے امر حق کے اور کچھ نہ کہو۔ تحقیق مسیح عیسٰے ابن مریم اللہ کا رسول تھا اور اس کا کلمہ تھا۔ جو اس نے مریم کی طرف القا کیا۔ اور اس سے ایک روح تھی۔ پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور تثلیث کے قایل مت ہو۔ اس سے بچے رہو۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ کیونکہ اللہ تو اکیلا معبود ہے وہ اس عیب سے پاک ہے کہ کوئی اس کا بیٹا ہو۔ وہ تو جو کچھ زمین اور آسمان میں ہے سب کا مالک ہے۔ اور وہی اکیلا اللہ کافی کارساز ہے مسیح کو خدا کا بندہ ہونے سے کسی قسم کی عار نہیں اور نہ ہی ان فرشتوں کو جو خدا کے مقرب ہیں۔ ان آیات میں سے پہلی آیت میں حرف [illegible] بغیر آل کے آیا ہے۔ اس کے معنوں میں عمومیت اور تنکیر پائی جاتی ہے۔ برخلاف اس کے عیسائی صاحبان ترجمہ کرتے وقت تحریف سے کام لیکر اسے معرفہ کی صورت دے دیتے ہیں جو بالبداہت باطل ہے۔ اس لئے پہلی آیت میں یا تو معنے یہ ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالے تجھے ایک کلمہ (یعنی پیشگوئی) کے ساتھ اپنی طرف سے بشارت دیتا ہے۔ جس کے معنے یہ ہوئے کہ منجملہ ان کلمات کے مسیح بھی ایک کلمہ تھے۔ اسی طرح دوسری آیت میں اصل جملہ قرآنی وکلمتہ القھا الی مریم میں کلمہ نکرہ آیا ہے۔ ترجمہ یہ ہوا کہ خدا کا

اس آیت کا ترجمہ یوں کر دیا کرتے ہیں وہ خدا کا کلمہ جو اس نے مریم کے اندر ڈال دیا۔ حالانکہ قرآن شریف میں لفظ الی لکھا ہوا ہے جس کے معنے کبھی اندر نہیں ہوسکتے۔ بلکہ اس کے معنے طرف کے ہیں۔ ہمیشہ قرآن شریف کے الفاظ کے معنوں کے سمجھنے کے لئے ہمیں قرآنی اصطلاحات۔ زبان عربی کی اصطلاحات اور لغات عرب کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ اور اپنے خیالات اور عقاید کو اس میں دخل نہیں دینا چاہئے +

اب ہم کلمہ کے لفظ کی مزید تشریح کرکے دکھانا چاہتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ مسیح کے متعلق اس لفظ کے استعمال سے کیا مراد ہے۔ سورہ النساء کی آیت اس طرح شروع ہوتی ہے۔ یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علے اللہ الا الحق اور اس کے بعد متصل ہی مسیح ابن مریم کا ذکر شروع ہو جاتا ہے۔ اس آیت کے ربط و سیاق مضمون سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اس کے مخاطب عیسائی لوگ ہیں۔ اور ان کو ہی یہ کہا گیا ہے کہ تم لوگ اپنے دین میں غلو مت کرو۔ اور خدا پر سچی بات کے سوا اور کچھ نہ کہو۔ اور وہ اعتقاد جس کی طرف اس آیت میں غلو کا اشارہ ہے مخفی نہیں رکھا۔ بلکہ ساتھ ہی اسے کھول دیا کہ لا تقولوا ثلثۃ تم تثلیث کے قایل مت ہو۔ پس معلوم ہوا کہ اس میں مسیح کی الوہیت اور اس کی خدائی سے انکار کیا گیا۔ اور عیسائیوں کو اسے اقنوم ثانی ماننے سے منع کیا گیا ہے۔ پس اس آیت کا جملہ کلمتہ القاھا الی مریم کے خواہ کچھ ہی معنے کئے جاویں۔ لیکن ایسے معنے ہرگز نہیں لئے جاسکتے جن سے مسیح خدائی کا حصہ دار بنتا ہو یا الوہیت کا حقدار بنتا ہو۔ کیونکہ اسی عقیدہ کی تو تردید اس آیت میں کی ہے اور اس سے تثلیث کا رد کیا ہے۔ اور اس عقیدہ کو دین میں غلو اور اللہ تعالے پر افترا کہا ہے۔ پس یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ اس آیت میں الوہیت مسیح کا زور شور سے رد کیا گیا ہو۔ اور اس میں اس کو معاذ اللہ خدائی میں شریک بھی کہا گیا ہو۔ حالانکہ ان ساری آیات میں عیسٰے کے محض ایک بندہ اور رسول ہونے اور اس کی الوہیت کے رد پر بہت زور دیا گیا ہے +

واضح رہے کہ کلمہ ایک عربی لفظ ہے جس کے معنے معروف ہیں خواہ وہ ایک لفظ ہو۔ یا ایک فقرہ ہو یا ایک تقریر ہو۔۔۔۔۔۔ اب قرآن شریف میں اللہ تعالے فرماتا ہے انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون۔ یعنی اس کا حکم ایسا ہے کہ جب کسی شے کے لئے ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے کہتا ہے کہ ہو جا پس ہو جاتی ہے۔ گویا یہ کُن ایک کلمہ ہے جس کے کہنے سے اللہ تعالے ہر ایک شے کو پیدا فرماتا ہے۔ اور اسی کیفیت کی وجہ سے تمام مخلوق کو کلمات اللہ فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ ہر ایک شے کی پیدایش خدا کے کلمہ کُن سے ہوتی ہے۔ اور مخلوقات خدا بیحد اور بے انتہا ہیں چونکہ دوسری مخلوق کی طرح مسیح بھی ایک مخلوق ہے اس لئے اسے بھی کلمات میں سے ایک کلمہ فرما کر اس کی الوہیت کی تردید کر دی +

اسی طرح دوسری آیات لا تبدیل لکلمات اللہ اور ولا مبدل لکلمات اللہ۔ نیز وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمتہ۔ ان تمام آیات میں کلمہ بمعنی پیشگوئی آیا ہے۔ چونکہ حضرت مسیح کی پیشگوئی حضرت مریم کو دی گئی تھی اس لئے ان آیات میں جن میں مسیح کو کلمہ کہا گیا ہے ہر دو معنے چسپاں ہوسکتے ہیں۔ یعنی کلمہ بمعنی پیشگوئی اور کلمہ بمعنی مخلوق۔ تیسرے معنے جو عیسائی صاحبان کے ذہن میں ہیں کسی طرح بھی نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ آیات خود الوہیت مسیح اور عقیدہ تثلیث کا رد کر رہی ہیں +

باران رحمت

رمضان کی شدت تپش سے روزہ داروں کے لئے ثواب عظیم کا سامان پیدا کرنے کے بعد باران رحمت کی بھی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آنی شروع ہو گئی ہیں یہ ملکہ ۱۴ و ۱۵ جولائی ۱۹ء کی درمیانی شب کو ایک دو چھینٹوں نے مردہ زمین کی صدائے العطش کو لبیک بھی کہدیا جس سے کچھ کچھ جان پڑنی شروع ہوئی ہے۔ امید ہے کہ امسال برسات کا موسم بیانتہا خوشگوار اور ٹھنڈک کا موجب ہوگا۔ اللہ تعالے ایسا ہی کرے آمین +

جنگ کے بعد آلات ہوائی کا استعمال

ٹائمز لندن کے تجارتی ضمیمہ کی اشاعت کو دو برس کا عرصہ گذرا ہوگا جب یہ ضمیمہ شائع ہونے لگا ہے اس میں وقتاً فوقتاً صنعت و حرفت کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی جاتی ہے اور اس سے دو باتیں مدنظر ہیں۔ ایک یہ کہ [illegible] کے لوگوں کو برطانوی صنعت و حرفت کی طرف توجہ دلائی جاوے۔ اور دوسرے یہ کہ تجارتی مفاد اور اس کے وسایل ترقی بتائے جائیں۔ اس اخبار میں قدیم صنعت و حرفت کے علاوہ جدید ایجاد و اختراع پر بھی بحث کیجاتی ہے [illegible] صنعت و حرفت اور تجارت کی ان صورتوں کا بھی تذکرہ ہوتا ہے جو جنگ کی وجہ سے رونما ہوئی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ گذشتہ چند سال میں ہمکو جو سبق ملا وہ عملی طور پر تجارت و حرفت کی ترقی کے لئے نہایت نتیجہ خیز اور قیمتی ثابت [illegible] اس صنعت و حرفت کو جو جنگ کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے جنگی حرفت کے نام سے موسوم کرنا چاہئے۔ اس سلسلہ میں آلات ہوائی کی حرفت بھی خاص اہمیت رکھتی [illegible] اگر جنگی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اب یہ امر مسلمہ ہے کہ آیندہ جو جنگ ہوا کرے [illegible] اس کا فیصلہ فریقین کے ہوائی بیڑے پر منحصر ہوگا اور جن قوموں کو ہم [illegible] سامان حرب کی فضلیت میسر ہوگی انہیں یقینی طور پر فتح حاصل ہوا کریگی۔ اگر تجا[رتی] حیثیت سے غور کیا جائے تو آلات ہوائی سامان کی باربرداری کا ایک معمولی کارآمد ذریعہ ہیں۔ اور زمانہ جنگ میں اس کی حرفت اس درجہ [illegible] ہو چکی ہے کہ زمانہ امن میں ان کو تجارتی مقاصد کے لئے استعمال نہ کرنا [illegible] غلطی ہوگی۔ یہ فرض کرکے حفاظت انگلستان کی ذمہ داری آیندہ اس کے [ہوائی بیڑے] کے سر ہوگی۔ اس کی پوری امید کیجا سکتی ہے کہ آلات ہوائی کی حرفت [ترقی] کرتی جائیگی۔ متواتر تجربات یہ ثابت کر چکے ہیں کہ کسی حرفت کو ترقی دینے کے [لئے] پرائیوٹ سرمایہ ایک بہترین ذریعہ ہوتا ہے اور جن حرفتوں میں گورنمنٹ اور [پبلک] دونوں کا ہاتھ ہوتا ہے ان کو آگے بڑھنے میں دیر نہیں لگتی۔ ضمیمہ مذکور [میں] اس موقعہ پر آلات ہوائی سے فایدہ اٹھانے کے مسئلہ پر کافی بحث کیگئی ہے۔ مسٹر گرہیم وائٹ آلات ہوائی تفریحی سیر و سفر میں استعمال کرنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قومی مفاد کے لئے یہ مناسب ہوگا کہ جنگ کے بعد ملازمت [ترک] کر دینے پر بھی ہوا باز اپنے اس شغل کو جاری رکھیں۔ لیکن پرائیوٹ طور پر [ایسا ہونا] مقبول ہوگا۔ مسٹر وائٹ ایک عمدہ دورہ کرنیوالی مشین کی قیمت جس میں ایک اور چار مسافر سفر کرسکیں ڈیڑھ دو ہزار پونڈ کے درمیان قرار دیتے ہیں [illegible] برس ایک پرائیوٹ ہوائی سنٹر کے لئے کافی رقبہ اراضی درکار ہے جہاں وہ آلات اتر سکیں اور اڑ سکیں۔ اس طرح ایک آلہ ہوائی کے مصارف [کا] اندازہ کیا جاتا ہے اس کے لحاظ سے مسافت طے کرنے میں ایک میل پر [ایک] شلنگ سے دو شلنگ تک خرچ بیٹھیگا۔ گویا اس قسم کے آلات ہوائی ایسے [لوگوں] کی تفریح طبع کا ایک ذریعہ ہونگے۔ جو اپنی دلچسپیوں کے لئے سال میں کم [از کم] ایک ہزار پونڈ کی رقم صرف کرسکیں۔ اگر تفریح پسند امر استوجہ ہو گئے تو ہوا بازی کے قلب قایم ہونگے اور کمپنیاں کھولی جائیں گی جو ان مطالب کو پرائیوٹ سرمایوں سے پورا کرینگی +

لیکن ان تفریحی شغلوں کے علاوہ اس کی بھی ضرورت ہوگی کہ [تجارتی] مقاصد کے لئے آلات کی پرائیوٹ کمپنیاں قایم کرنیکا بندوبست کیا [جائے] کیونکہ ہوائی سفر میں جو سب سے بڑا فایدہ ہے وہ وقت کی کفایت [ہے] لیکن اس وقت آلات ہوائی کو تجارتی مقصد کے لئے استعمال کرنے [میں] جو مشکل در پیش ہے وہ مصارف کی گرانباری ہے اور یہ امر بھی [کہ] اسباب کو صحیح سالم منزل تک پہنچا دینے کی ذمہ داری نہیں کی جاسکتی یہ موخرالذکر مشکل رفتہ رفتہ دور کی جارہی ہے اور وہ زمانہ عنقریب آنے والا ہے۔ جبکہ اسٹیمروں اور ایکسپریس ٹرینوں کی طرح آلات ہوائی بھی بار کی پوری ذمہ واریوں کو بخوشی قبول کیا کرینگے۔ اور جب ایسا ہوگا تو [آلات] ہوائی کا رواج فوراً وسعت پذیر ہو جائیگا۔ اور ایک وقت ایسا [آئیگا] کہ چھوٹی چھوٹی مسافتوں کے لئے بھی لوگ ہوائی سفر کو ترجیح دینگے یہ مقبولیت آلات ہوائی کو اسی وقت حاصل ہوسکیگی جب ان کے [مصارف] دیگر وسایل سفر کی نسبت سے زیادہ نہ ٹھہرینگے۔ ایکسپریس ہوائی سروس ملک کے قیام کو جس کے اسٹیشن تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر قایم [ہوں] زیادہ زمانہ درکار نہیں۔ کپتان [illegible] ضمیمہ مذکور میں آلات ہوائی [سے] باربرداری کا کام لینے کے متعلق لکھتے ہیں کہ مسافروں اور اسباب کی ہوائی ٹرینیں رات دن چلا کرینگی اور ان کی رفتار بالا وسط [illegible] فی گھنٹہ ہوگی۔ لیکن سست رفتار مسافر ٹرینوں کی رفتار ۹۰ میل فی [گھنٹہ] ہوگی۔ اور یہ صرف دن کو سفر کیا کریں گی۔ مقدور کا سفر کرنیوالی ٹرینیں

جلد ۶ | بلدۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۱۱ شوال ۱۳۳۶ ہجری المقدس مطابق ۲۱ جولائی ۱۹۱۸ء | نمبر ۳

ملفوظات حضرت مسیح موعود

ہمدردی انسانی کی وسعت اور اسکا اثر

ایک ولی اللہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ بارش ہوئی۔ تو ایک گبر چھت پر چڑیوں کو دانے ڈال رہا تھا۔ میں نے اس خیال سے کہ کافر کے اعمال حبط ہو جاتے ہیں۔ اسے کہا کہ تیرے اس عمل سے کیا تجھے کچھ ثواب ہوگا اس گبر نے جواب دیا کہ ضرور ثواب ہوگا۔ چنانچہ ایک سال جو وہ ولی الله حج کو گئے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ وہ گبر بھی مسلمان ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے۔ تب اس گبر نے اس کو کہا کہ دیکھو میرے ان دانوں کا ثواب ہوا یا نہ ہوا۔ ایسے ہی ایک حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ ایک صحابی نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایام جاہلیت میں میں نے بہت سا خرچ اللہ تعالےٰ کی راہ میں کیا تھا۔ مجھے اس کا ثواب ہوگا یا نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اسی کا ثمرہ ہے کہ تو مسلمان ہو گیا ہے۔ ہمدردی مخلوق کی ایسی شے ہے۔ کہ اگر انسان اسے چھوڑ دے اور اس سے کام نہ لے تو انجام کار ایک درندہ بن جاتا ہے۔ انسان اسی وقت تک انسان رہتا ہے جب تک وہ اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ مروت۔ سلوک اور احسان سے کام لیتا ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند

ان کا یہ کہنا ٹھیک ہے۔ میرے نزدیک ہمدردی کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

ہر ایک قوم سے ہمدردی کرو

اور میں ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو کہتے ہیں کہ صرف اپنی قوم سے ہمدردی کرنی چاہئے۔ اور غیر قوم سے ہرگز نہیں کرنی چاہئے۔ میں ایسی قوم کو ہرگز پسند نہیں کرتا اور تاکید کرتا ہوں کہ اپنی قوم اور غیر قوم سے ہمدردی کرنی چاہئے۔ جن لوگوں نے ہمدردی کو صرف اپنی قوم تک محدود رکھا ہے۔ انہوں نے اس امر کو بھی جایز رکھا ہے کہ دوسرے کا مال زبردستی سے لیا جاوے اور ہر قسم کے جور اور ظلم کو دوسرے لوگوں کے لئے حلال جان لیا ہے ؞

باہمی ہمدردی کے تین مراتب

باہمی ہمدردی کے اللہ تعالےٰ نے تین مراتب رکھے ہیں جن کا ذکر آیتہ ان اللہ یأمرکم بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ [illegible] میں ہے۔ سب سے چھوٹی نیکی اس میں عدل کو قرار دیا گیا ہے۔ کہ اگر کوئی تم سے نیکی کا معاملہ کرے تو تم بھی اس سے ویسا ہی کرو۔ اس کے بعد پھر احسان کا درجہ ہے۔ اور اگرچہ یہ عدل سے اعلےٰ ہے لیکن اس میں بھی کبھی ایک نقص ہے کہ احسان کرنے والے کے دل میں ریا اور رعونت آ سکتی ہے اور کسی موقعہ پر جتلا سکتا ہے۔ کہ میں نے تیرے ساتھ فلاں نیکی یا احسان کیا ہے مگر ایتاء ذی القربیٰ میں ریا اور خودی کا نام و نشان نہیں ہوتا۔ جیسے ماں اپنے بچے کو طبعی طور سے پرورش کرتی ہے۔ اور اس کو کوئی علم اس کی موت اور زندگی کا نہیں ہوتا۔ اور نہ اس سے فایدے اور ضرر کی امید ہو سکتی ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ نے جوش اس کے دل میں ڈالا ہوا ہوتا ہے۔ اور وہ بے اختیار اپنے ہر ایک قسم کے سکھ اور آرام کو اس بچے کے لئے قربان کر دیتی ہے۔ اسی طرح طبعی جوش سے نوع انسان کی ہمدردی کا نام ایتاء ذی القربیٰ ہے۔ اور اس ترتیب سے خدا تعالےٰ کا یہ منشا ہے کہ اگر تم پورا نیک بننا چاہتے ہو تو اپنی نیکی کو ایتاء ذی القربیٰ یعنے طبعی درجہ تک پہنچاؤ۔ جب تک کوئی شے ترقی کرتی کرتی اپنے اس طبعی مرکز تک نہیں پہنچتی۔ تب تک وہ کمال کا درجہ حاصل نہیں کرتی۔ بدی خدا تعالےٰ کو کسی طرح سے بھی پسند نہیں اگر ہوتی تو جیسے تاکید احسان کی کی ہے بدی کی بھی کرتا ؞

اسلامی جنگوں پر اعتراضات کا جواب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیوں پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ لیکن نادان نہیں سمجھتے کہ وہ صرف مدافعت تھی۔ تیرہ سال تک آپ نے تکالیف پر تکالیف اٹھائیں۔ آپ کے عزیز دوستوں اور یاروں کو سخت سخت عذاب دیا جاتا رہا۔ اور جور و ستم کا کوئی بھی پہلو ایسا نہ رہا جو کہ مخالفوں نے آپ کے لئے نہ برتا ہو۔ اور اس طرح جب بات انتہا تک پہنچ گئی تو اس مظلومانہ حالت میں آپ کو مقابلہ کا حکم دیا گیا ورنہ کوئی بتلاوے کہ تیرہ سال تک مکہ میں رہکر کیا آپ نے کسی کا باپ مارا تھا۔ اور پھر مقابلہ بھی اس لئے کیا گیا۔ کہ شریر اپنی شرارت سے باز آجاویں۔ اور دین حق کے لئے ایک راہ کھل جاوے۔ اور باوجود غلبہ اور تسلط پانے کے آپ نے کسی سے کسی قسم کی بدی کو روا نہیں رکھا ورنہ اگر آپ ان تمام آئمۃ الکفر جو آپ کی ایذا کے درپے رہے تھے قتل کروا دیتے تو کون پوچھنے والا تھا۔ آجکل جو لوگ غدر اور فساد برپا کرتے ہیں دیکھو کہ وہ باغی اور مفسد قرار دئے جا کر قتل کر دئے جاتے ہیں۔ یا سخت سے سخت عذاب پاتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام باغیوں کو رہا کر دیا جو کہ آپ کے ساتھ بغاوت پر آمادہ رہتے تھے۔ پس اب یہ کس قدر ظلم اور ستم کی بات ہو گی۔

اسلام سب سے بلاتمیز ہمدردی کی تاکید کرتا ہے

اگر کہا جاوے کہ اسلام دوسروں سے ہمدردی کی اجازت نہیں دیتا۔ انسان جس قدر ترقی ہوتا جاتا ہے اسی قدر وہ کسی کی نسبت سزا اور ایذا کو پسند نہیں کرتا۔ دوسری قومیں کینہ پرور ہوتی ہیں۔ کہ ان کے دل سے دوسرے کی بات نہیں جاتی۔ اور بدلہ لینے کے لئے ہمیشہ گھات میں لگی رہتی ہیں۔ لیکن ہم ہر ایک خطا کار کی خطا بخشنے کو طیار ہیں۔ اسلام کی تعلیم ہے کہ تم بلاتمیز ہر ایک سے نیکی کرو۔ دیکھو قرآن شریف میں لکھا ہے۔ یطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً و یتیماً و اسیراً۔ اور وہ قیدی لوگ اکثر کافر ہی ہوتے تھے۔ کہ جن سے سلوک کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ اب

دیکھو کہ اسلام نے اخلاق اور ہمدردی کو کہاں تک پہنچایا ہے۔

اخلاق اور ہمدردی انسانی کے متعلق ایک رسالہ

عمر کا اعتبار نہیں ہے اس لئے میرا ارادہ ہے کہ تندرست ہو کر ایک مستقل رسالہ اخلاقی کی نسبت لکھوں جو میری جماعت کے لئے ایک کامل تعلیم ہو۔ اور اس میں ابتغاء لمرضات اللہ کی راہیں بھی دکھلائی جاویں۔ بعد خدا تعالےٰ کی توحید کی بھی رہنمائی ہو۔ مجھے بہت ہی رنج ہوتا ہے جب میں آئے دن سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ آپس میں تنازعات میں ایک دوسرے کی شکایت کی جاتی ہے۔ ہمدردی اور آپس میں نیکی کے پہلو کو مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ میری طبیعت ان باتوں سے خوش نہیں ہوتی ابھی تک جماعت کو ایک بچے کی طرح دیکھتا ہوں۔ جو ایک قدم اٹھاتا اور چار قدم گرتا ہے۔ اس لئے تاکید کرتا ہوں کہ دعا اور کوشش میں لگے رہو۔ اور خدا تعالےٰ سے اس کا فضل مانگو۔ کہ اس کے سوا کچھ نہیں بن سکتا ؞

رسید زر

فہرست زر چندہ برائے مفت اشاعت رسالہ مسیح موعود
حقیقۃ المسیح و آیتہ اللہ
از احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ
(معرفت شیخ الہ دین کمپوزیٹر)

(۱) حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب — عہ
(۲) جناب حافظ عبد الحکیم صاحب میر منشی ہز ایکسلنسی کمانڈر انچیف انڈیا — عہ
(۳) مخدوم محمد اشرف صاحب بی اے سیکرٹری پنجاب — عہ
(۴) حضرت امیر الملت جناب مولوی محمد علی صاحب — عہ
(۵) شیخ عبد الحق صاحب فنز آف ملٹری ورکس — [illegible]
(۶) صوفی شمس الدین صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ پریس — [illegible]
(۷) شیخ امیر الدین صاحب کلرک ڈائرکٹر جنرل ورکس — [illegible]
(۸) شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس — [illegible]
(۹) بابو عبد الرحمن صاحب میڈیکل برانچ — عہ
(۱۰) مرزا عبد الرحمن صاحب خلف ارشد ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب — عہ
(۱۱) ماسٹر نفیر اللہ صاحب نائب محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور — عہ
(۱۲) مرزا داؤد بیگ صاحب سٹوڈنٹ مسلم ہائی اسکول لاہور — عہ
(۱۳) منشی امام خان صاحب ملازم جنرل ایڈجوٹنٹ صاحب بہادر آرمی ہیڈ کوارٹرز انڈیا — عہ
(۱۴) ڈاکٹر ثناء اللہ صاحب پروفیسر مسلم ہائی سکول لاہور — عہ
(۱۵) میاں علی محمد صاحب ملازم حضرت امیر قوم مولوی محمد علی صاحب — عہ
(۱۶) منشی محمد لطیف صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ پریس — عہ
(۱۷) شیخ الہ دین صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ پریس — عہ
(۱۸) بابو وحید محمد صاحب [illegible] شملہ — [illegible]

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ ۔ یکشنبہ ۱۴ جولائی ۱۹۱۸ء ۔ نمبر ۳

ایران کا مستقبل

عیسائیت ایران میں کسطرح قدم جمارہی ہے

ایران جیسے اسلامی ملک میں جہاں چاروں طرف مسلمان ہی مسلمان نظر آتے ہیں ۔ جو کچھ اسلام کا نقشہ نظر آتا ہے ۔ توحید الٰہی کا وہ پھریرا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے فتح نصیب شہنشاہ زیر تسلط اس مشہور سرزمین پر گاڑ آگیا ۔ آج جس بوسیدہ اور نہایت مکروہ شکل اور صورت میں وہاں لہرا رہا ہے ۔ اس کا تصور وہی لوگ کر سکتے ہیں جو کبھی اس ملک میں اسلام کی اصل شوکت و سطوت کو ملاحظہ کر چکے ہوں ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہ خون جو کسریٰ کے رفیع الشان محلات کے سامنے پانیوں کی طرح بہ گئے ۔ اور جس کا یہ آخری نتیجہ تھا کہ ایران کا ملک نہ صرف مسلمانوں کے قبضہ میں ہی آگیا ۔ بلکہ مسلمانوں کے اخلاقی اثر اور برتاؤ نے آہستہ آہستہ تمام ہی ایران کو مسلمان کر لیا ۔ کس قدر بے حمیتی اور بے غیرتی کی بات ہے کہ آج ان کا اثر عیسائی مشنریوں کے ہاتھوں زایل ہونا شروع ہو جائے ایران جیسی مسلم سرزمین میں جہاں مشنری اعداد و شمار کے رو سے ۱۳ لاکھ مسلمان آباد ہیں ۔ ملکی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کس قدر تعداد میں شایع ہوا اور عام طور پر لوگوں کو اس سے کہانتک واقفیت ہے ۔ آیا سوائے علماء کے مسجدوں کے اندر قرآن کریم کے لفظی معنے جان لینے اور نماز روزہ کے بعض مسایل یاد کر لینے کے ساتھ محرم و تعزیہ داری پر ساری علمیت خرچ کر دینے کے عوام مسلمانوں نے کبھی قرآن کریم و سمجھا ۔ اس کے الفاظ کے معانی ۔ اور اس کتاب حکیم کے نکات و حقایق پر وہ مطلع ہو سکے ۔ ان سب باتوں کا جواب سوائے نفی کے اور کیا دیا جا سکتا ہے ۔ مسلمانوں کی ظاہری شوکت و سطوت کا آجکل جو کچھ حال اس ملک میں ہے وہ تو بدیہی بات ہے ۔ پھر روحانیت کی طرف سے بھی یہ بے پایگی سوائے اس کے کہ ان عیسائی کوششوں کو بڑھائے ۔ جو پے در پے وہاں ہو رہی ہیں اور کیا نتیجہ پیدا کر سکتی ہے ۔

انجیل کی کثرت اشاعت عیسائی تبلیغ کا سب سے پہلا قدم ہے ۔ اور ہم دیکھتے ہیں ۔ کہ ایران کے بھی شہروں اور دیہات میں یہ قدم بڑی جرأت اور دلیری کیساتھ اٹھایا جا چکا ہے ۔

ایک مسیحی مشنری صاحب جو اس قدم کے منازل کامیابی پر پہنچنے کے بدل آرزومند بلکہ امیدوار ہیں ۔ اعلان کرتے ہیں ۔ کہ ۱۹۱۱ء میں ۸۴۴۶ کتب مقدسہ سیلانی گئیں اور ۱۹۱۵ء میں بیس ہزار کتب مقدسہ کے فارسی تراجم کی فروخت ۱۹۱۲ء میں ۳۴۸ تک پہنچی تھی ۔ لیکن ۱۹۱۵ء میں ۱۱۲۴۴ کتب فروخت ہوئیں ۔ ...ری صاحب راوی ہیں کہ تمام بائیبل کے بجائے صرف اناجیل مسلمان کثرت سے خریدتے اور مطالعہ کرتے ہیں ۔ چنانچہ ۱۹۱۲ء میں عہد نامہ عتیق کی کل ۱۵۱۱ جلدیں فروخت ہوئیں ۔ اور اناجیل کی ۳۴۰ اور ۱۹۱۶ء میں اول الذکر کی ۴۹۶۵ اور موخر الذکر کی ۶۱۵ ۔

یہ تو وہ اعداد و شمار ہیں جو پادری صاحب نے اپنی کوششوں کے ثبوت میں نقل کئے ہیں ۔ لیکن اس سے بڑھکر وہ ایک تحریک کا ذکر کرتے ہیں ۔ جو اندر ہی اندر اپنا کام کر رہی اور لوگوں کے خیالات کو عیسائیت کی طرف مایل کر رہی ہے ۔ اسنے اپنی کامیابی کیلئے سب سے پہلے حربہ قرآن کریم کے ان الفاظ کو بنا رکھا ہے ۔ جو حضرت عیسےٰ کی تعریف میں اس نے استعمال کئے ہیں ۔ کلمۃ اللہ ۔ روح اللہ ۔ اور ایسا الفاظ کو لیکر وہ لوگوں کے سامنے پیش کرتے اور ان کی ناواقفیت اور جہالت سے فایدہ اٹھا کر اس مغالطہ میں ڈالتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ کی بابت قرآن مجید ان الفاظ کو استعمال کر رہا ہے ۔ لیکن قرآن کریم نے یہ الفاظ جن معنوں پر نام لیا ہے ۔ وہ بالکل واضح ہے ۔ کہ سوائے ہندوستان کے اور دوسرے ملکوں پر اس سے ان کا بہت کچھ کام چل گیا ہو ۔ ہندوستان میں بھی اس حربہ نے ابتدا میں بہت کچھ کام دیا ۔ لیکن جونہی کہ حضرت مسیح موعود نے ان مزخرفات کا پردہ چاک کر کے قرآن کریم کے الفاظ کی اصل حقیقت کو بیان کیا ۔ یہ تمام کے تمام مسیحی دلایل چکنا چور ہو کر رہ گئے ۔ جو امید نہیں کہ پھر بھی سر اٹھا سکیں ۔

لیکن ایران کی اس نازک حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا عیسائی مشنریوں کا یہ امید لگانا کوئی بے جا بات ہے کہ کسی دن سارا ایران عیسائی ہو گا ۔ خدا نہ کرے ایسا ہو ۔ اور انشاء اللہ ایسا ہرگز نہیں ہو گا ۔ مگر ہماری کس قدر کوتاہی اور کم نصیبی ہو گی اگر اس نازک حالت سے اپنے ان لاکھوں بھائی بندوں کو باہر نکالنے سے قاصر رہیں ۔

صرف ایران ہی نہیں ابھی کسی گذشتہ اشاعت میں چین کی حالت کو بھی ہم آشکارا کر چکے ہیں ۔ اور اس کے بعد بغداد اور العریش جیسے اسلامی مقامات میں بھی عیسائی مشنری کوششوں کا ذکر کر چکے ہیں ۔ یہ سب مقامات صرف جماعت احمدیہ کے اس عہد کے منتظر ہیں جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے متعلق اس نے کر رکھا ہے ۔ مگر ہم نے کہانتک ان کے لئے تیاری کی ہے ۔ اگر اس وقت وہاں کوشش کا ہونا ۔ اور ان خلاف اسلام کوششوں کی روک تھام محال ہے ۔ تو آیندہ کے لئے ہی کیا کچھ سامان ہم نے کیا ہے ۔ کیا کوئی خدا کا بندہ اس کا تشفی بخش جواب دینے کو تیار ہے ۔

معاصر اہلسنت والجماعت کا ناجایز رویہ

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم حکیم ابو تراب عبد الحق صاحب کو اس طرف توجہ دلا چکے ہیں ۔ کہ وہ اپنے اخبار میں سلسلہ عالیہ پر لکھتے وقت ذرا کسی قدر تحقیق سے کام لے لیا کریں اور حضرت مسیح موعود کی صحیح عبارات کی بنا پر سیاق و سباق کو مدنظر رکھکر کچھ لکھا کریں ۔ معلوم نہیں مولوی صاحب نے ہماری اس گذارش کو کیوں قابل پذیرائی نہیں سمجھا ۔ کہ اپنے ہر نمبر میں حضرت مسیح موعود کی طرف دعوے الوہیت و نبوت منسوب کئے چلے جاتے ہیں اس وقت ۵ جولائی ۱۹۱۸ء کا اہلسنت والجماعت ہمارے سامنے ہے جس میں افسوس ہے ۔ کہ مولوی صاحب نے پھر اسی بے تحریک ہی کو دہرایا ہے ۔ اور اصل عبارات نقل کرنے کے بجائے بعض کتابوں کے نام اور صفحات کے حوالوں پر ہی اکتفا کیا ہے ۔ ہم حیران ہیں کہ مولوی صاحب کو اس بار بار کی ناحق بیانی سے کیونکر روکیں ۔ اور انہیں یقین دلائیں کہ یہ جتنے بھی الہامات اور عبارات کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے ۔ خود حضرت مسیح موعود نے جب کبھی ان کے وہ مطلب نہیں لیا جو آپ لیتے ہیں ۔ بلکہ آپ نے اپنے آپکو صاف طور پر مجازی اور جزوی نبوت کا وارث ٹھیرایا ہے ۔ اور اس سے بڑھکر نہیں ۔ اور یہ وہی محدثیت ہے جس کے مدعی پہلے بزرگان دین بھی ہوئے ہیں ۔ تو پھر ان کا کیا حق ہے ۔ کہ خواہ مخواہ قایل کے خلاف منشا مفہوم نکال کر ناحق و ناروا اسے نبوت الوہیت کے دعوے پر محمول کریں ۔ بالخصوص جبکہ واقعات سے ثابت ہو چکا ہے ۔ کہ حضرت مسیح موعود نے خود بعض ان لوگوں کے جو آپ کی جماعت میں شامل نہ تھے ۔ جنازے پڑھے اپنے مرید خلیفہ رشید الدین صاحب کی لڑکی کے اس شخص سے نکاح کی اجازت دی جو جماعت میں شامل نہیں تو پھر یہ کہنا کس قدر ناحق بیانی اور تعصب کا نتیجہ ہے ۔ کہ آپ نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھیرایا ۔ اور ان کا جنازہ پڑھنے ۔ ان سے رشتہ ناطہ کرنے سے منع کیا ۔ کیا مولوی ابو تراب صاحب اس امر حق کی طرف متوجہ ہو کر اپنی غلط بیانیوں سے رجوع کرینگے ؟

پراسرار مرض کا وسیع اور ہولناک اثر

گذشتہ اشاعت میں اس پراسرار مرض کی مفصل کیفیت دی جا چکی ہے ۔ جو یورپ سے آکر بمبئی مدراس اور کلکتہ میں اس وقت پھیل رہی ہے ۔ بعد کے تازہ بیانات اس کے ترقی پذیر وسیع اور ہولناک اثر پر اور بھی روشنی ڈالنے والے ہیں ۔ چنانچہ کلکتہ کے ... مریضوں کے علاج معالجہ اور خبرگیری میں مصروف ہیں ۔ تمام کاروبار پر بہت برا اثر پڑا ہے ۔ تجارتی کوٹھیاں ۔ بنک ۔ سرکاری دفاتر ۔ ریلوے کمپنیاں اور تار اور ڈاک کے محکمے ملازمین کی غیر حاضری سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے ۔ جمعہ کے روز پولیس کی عدالت کو سب لوگ چھوڑ کر چلے گئے ۔ مقدمات کی پیروی کے لئے بہت ہی کم لوگ عدالت میں حاضر ہوئے ۔ بار لائبریری قریبًا بالکل خالی رہ گئی ۔ چیف مجسٹریٹ کئی روز سے عدالت میں تشریف نہیں لائے ۔

اس کے علاوہ کراچی کا ایک تار مظہر ہے ۔ کہ نام نہاد انفلوئنزا کا مرض کراچی میں بھی پہنچ گیا ہے ۔ چنانچہ ۵ جولائی تک ۳۱۶ آدمی اس مرض میں مبتلا ہو چکے ہیں ۔ جن میں سے ۱۷۰ ایسے سپاہی ہیں جو حال میں بصرہ سے آئے تھے ۔ اور جنگی ہسپتالوں میں صاحب فراش ہیں ۔ میسرز ریلی برادرز کے عملہ کے ستر آدمی اس مرض میں مبتلا ہیں ۔ اور بارہ مریضوں کے خون کا امتحان کرنے سے پایا گیا ہے ۔ کہ یہ بخار اسی نوع کا ہے جو بمبئی میں نمودار ہوا تھا ۔ جہاز ہربرٹ سٹوارٹ پر ہفتے کے روز سے پچیس کیس ہو چکے ہیں ۔

کلکتہ میں اس مرض کا ابھی تک زور شور ہے ۔ اور وہاں کی کورٹ کا کاروبار بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہا ۔ ایک کے فورًا بیمار پڑ جانے سے مسٹر جسٹس بیچر اور ایک جوری کو اجلاس ملتوی کرنا پڑا ۔ کیا اس سے بھی الہام مسیح موعود کی تصدیق نکلتی ہے ۔

لندن مسلم ہوس میں خاص لیکچروں کا سلسلہ

اسلامک ریویو کے تازہ نمبر سے اس کوشش اور جد و جہد کا مفصل حال معلوم ہوتا ہے جو حضرت خواجہ صاحب ولایت میں کر رہے ہیں ان لیکچروں کے علاوہ جو دوسری سوسائیٹیوں کے زیر اہتمام ان کی دعوت پر آپ کو دینے پڑتے ہیں ۔ خاص لندن مسلم ہوس میں اکثر لوگوں کی درخواست پر آپ نے "مطالعہ اسلام" کے عنوان سے لیکچروں کا ایک سلسلہ شروع کر رکھا ہے ۔ ہر پندرہ دن کے بعد آپ ہفتہ کے روز اسلام کے کسی ایک خاص مسئلہ پر کچھ تھوڑا سا بیان کرتے ہیں ۔ جس پر سوالات شروع ہوتے ہیں ۔ جس سے ایک نہایت پر لطف بحث ہو کر حاضرین کو بہت فائدہ حاصل ہوتا ہے ۔ اور وہ خاص طور پر اس سے متاثر ہوتے ہیں ۔ اس غرض سے آپ نے ایک خاص سلسلہ مضامین شروع کر رکھا ہے ۔ چنانچہ ماہ اپریل ۱۹۱۸ء میں آپ نے اس سلسلہ میں جن مضامین پر لیکچر دیئے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے ۔

۶ ۔ اپریل ۱۹۱۸ء ۔ اسلام میں شرایط ایمان

۲۰ ۔ اپریل ۱۹۱۸ء ۔ پانچ ارکان اسلام

ان ہر دو لیکچروں میں حضرت خواجہ صاحب نے نہایت اختصار کے ساتھ اسلام کی شرایط ایمان اور پانچ ارکان اسلام بتا کر ان کی اصل غرض اور فلسفہ کو بیان کیا ۔ جس پر خوب گرما گرم بحث ہوئی ۔ جو بہت ہی فائدہ مند ثابت ہوئی ۔

اسی مہینہ میں مسجد ووکنگ میں آپ نے ۷ اپریل ۱۹۱۸ء کو "دستور و نماز" پر ایک لیکچر دیا ۔ اس سے اگلے ہفتہ یعنے ۱۴ اپریل ۱۹۱۸ء کو آپ نے لندن مسلم ہوس میں نماز با جماعت پڑھانے کے علاوہ اسلامی نماز پر ایک خطبہ پڑھا ۔

اسی ۱۴ اپریل ۱۹۱۸ء کو مسجد ووکنگ میں ملک عبد القیوم صاحب نے "اسلام کا زندگی پر اثر" کے عنوان سے ایک لیکچر دیا ۔ اور مسٹر سلطان فیلچ نے اس موضوع پر دیا کہ اعمال سے کیا کیا اجر اور امیدیں وابستہ ہیں ۔ پھر ۲۸ اپریل ۱۹۱۸ء کو لندن مسلم ہوس میں مسٹر مارمڈیوک پکتھال نے "مدخدا کی بادشاہت" کے عنوان سے ایک لیکچر دیا جس کا ذکر حضرت خواجہ صاحب کی چٹھی میں پیشتر ازیں آچکا ہے ۔

یہ تو لیکچر ہیں ۔ جو خاص لندن مسلم ہوس اور مسجد ووکنگ میں ہوئے اس کے علاوہ اسی ماہ اپریل ۱۹۱۸ء میں فلہام کے سرچرسٹوں کے زیر اہتمام "اسلام کیا ہے" اور اس نے امن اور امن تک پہنچنے کی کیا راہ بتائی ہے" کے عنوان سے ایک خاص لیکچر ۱۲ تاریخ کو حضرت خواجہ صاحب نے دیا ۔ پھر ۲۵ تاریخ کو سرکل ڈی ایٹموڈز ایتھنوگرافک کے زیر اہتمام عربی ایک مذہبی زبان ہونے پر تقریر کی ۔

میار غور کریں۔ اور ساون کے اندھوں
سبز باغ دکھانیوالوں کے پیچھے نہ چلیں
شتوں کو ایشور بانی تسلیم نہیں کرتے۔
م کی عظمت ہوتی تو وہ جو ہوں کی طرح
ں نہ کرتے۔ اور ایشور بانی کو اپنی محدود
اسی قسم کی عجیب و غریب دور از کار
کا مجموعہ ہیں۔
بنائیں یہ اپنے دل سے باتیں
ے عزیز و ہم کو ملا یہی ہے

ے متعلق اختلاف آرا

ئیں حسب ذیل ہیں:۔
علاوہ تدبر کی ایک مثال ہے۔ اس کی کامیابی
ندوستانیوں پر ہے۔
ق بجانب ہے کہ مدبرین برطانیہ نے ایک
معقولیت دلیری اور عقلمندی سے کیا ہے۔
رٹ میں صحیح تدبر کا اظہار کیا گیا ہے۔
لیم نہایت دلیرانہ اور دوررس ہے۔
یہ تجاویز برٹش گورنمنٹ کی بنیاد کو کھوکھلا کرنے

پورٹ قابل یادگار ہے۔
ات کی رائیں مفصلہ ذیل ہیں:۔
۔ ہمارے خیال میں یہ سکیم بحیثیت مجموعی قابل تعریف

۔ اس سکیم میں قوم کی خواہشات کا پورا پورا لحاظ

ساگران اصلاحوں کو منظور کر لیا گیا اور
پولیٹیکل تاریخ میں ایک نئے باب کا

وستانی آئینی اور انتظامی ... تاریخ
ی گئی
ت قبل از وقت ہیں لیکن پراونشل لیجسلیٹو
بڑھانے کے متعلق سکیم نہایت

وقت ہے ور کہ یہ پولیٹیکل بحث مباحثہ

اس سکیم کے شائع ہونے سے ہندوستانی جنگ
مقصد سے پہلو تہی کرینگے
عتدال پسند ہندوستانی اور اعتدال پسند یوروپین
گے +
غیر دانشمندانہ اور عجیب سکیم ہے۔ بالائی عمارت
ا گیا ہے۔ اور بنیاد پر بہت کم توجہ دی گئی ہے
مجوزہ تبدیلیوں سے انتہا پسندوں کی امید

ابلی: مسٹر مانٹیگو نے ایک ایسی سکیم تیار کی ہے
من کرنے کی بنیاد ہوگی +
تبدیلیاں غیر ضروری ہیں۔ مسلمانوں اور پنجاب میں
قائم مقامی کا حق دینے سے انکار کرنے پر عام

اور اس بات کا ان پر احتیاط سے

اسلام اور موجودہ مسلمان

اگر کسی وقت غور کرنے بیٹھ جائیے کہ کیا اس سے قبل بھی اسلام کا یہی مفہوم رہا ہوگا۔ اور مسلمانوں کے یہی اصول رہے ہونگے جو اس زمانہ میں دیکھے جاتے ہیں تو حیرت ہو جاتی ہے کہ اگر قرون اولیٰ یا عہد نبوی و دور خلافت میں بھی اسلام تھا۔ تو اس کی ترقی واقعی ایک اعجاز تھی۔ اور اگر اسلام ایسا نہ تھا اس کے اصول کچھ اور تھے تو پھر یہ عقدہ بدستور لاینحل رہتا ہے کہ موجودہ حالت کیوں پیدا ہوگئی۔ اور ایسا سریع انقلاب ہمارے عقاید ہمارے اصول مذہب نے کس طرح قبول کر لیا۔ سب سے زیادہ اسلام کا وہ اہم مسئلہ جس سے ایک مسلمان کو دن میں کم از کم پانچ بار واسطہ پڑتا ہے۔ مسئلہ نماز ہے۔ اور کس کو گفتگو ہو سکتی ہے۔ کہ ادائے صلوٰۃ رسول اللہ صلعم کے عہد مقدس سے لیکر الی یومنا ہذا فرض نہیں رہا۔ لیکن باوجود اس اہمیت کے۔ باوجود اس حقیقت کے کہ رسول اللہ نے اپنی حیات میں ہزار ہا بار ہزاروں لوگوں کے سامنے۔ کھلے میدانوں میں نماز کو ادا کیا ہوگا اور ہر شخص نے آپ کو نماز پڑھنے کی حالت میں دیکھا ہوگا ... اگر آج یہ تحقیق کرنے بیٹھ جائیے کہ واقعی رسول اللہ نے کس طرح نماز پڑھی تو مشکل سے آپ کی تسکین ہو سکے گی۔ اور غیر مذہب والا قطعی یہ حکم لگا دیگا کہ یہ سب غلط ہے کسی کو بھی خبر نہیں کہ آنحضرت صلعم واقعی نماز ادا کی بھی یا نہیں اور ادا کی تو کس طرح اور یہ حکم ایک اجنبی کو لگا دینا چاہیئے۔ کیونکہ جب وہ دیکھے گا کہ مسلمانوں میں ہر طبقہ نئے طریق سے نماز کو ادا کرتا ہے۔ اور مدعی ہے کہ رسول صلعم اسی طرح ادا کی تو وہ صرف اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ صحیح حال کسی کو بھی نہیں معلوم ہے۔ شیعہ کی نماز سنی سے نہیں ملتی۔ مالکی کی نماز حنبلی سے مختلف ہے۔ شافعی کا طریقہ صلوٰۃ حنفی کے طریقہ صلوٰۃ سے جدا ہے۔ کوئی ہاتھ باندھ کر نماز ادا کرتا ہے۔ کوئی ہاتھ چھوڑ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ غلط ہے یہ صحیح ہے۔ کوئی رفع یدین کرتا ہے اور مدعی ہے کہ رسول صلعم نے ایسا کیا۔ دوسرا کہتا ہے کہ یہ بالکل لغو۔ رسول اللہ صلعم نے رفع یدین کیا ہی نہیں۔ ایک کا ادعا ہے کہ آمین بالجہر کہنا ضروری ہے۔ دوسرا مخالفت کرتا ہے کہ ناجائز ہے پھر بھی نہیں کہ صرف زبان سے کہہ دیا جاتا ہو بلکہ یوں حدیثوں سے بھی ثابت کر دیا جاتا ہے۔ حیرت ہے کہ کس کو صحیح سمجھیے اور کس کو غلط اور اس ہنگامہ اختلافات میں کس کا ساتھ دیجیے اور کس کو چھوڑ دیجیے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ایک طریقہ سے نماز کو ادا کیا ہوگا۔ لیکن افسوس ہے کہ آج تک ہم کو یہی تحقیق نہیں ہو سکا کہ وہ طریقہ کیا تھا۔ اس لئے اگر آج میں یہ دعویٰ کروں کہ موجودہ اسلام وہ نہیں ہے جو رسول اللہ یا خلفائے راشدین کے زمانہ میں تھا تو غالبًا بیجا نہ ہوگا۔ اور بنا برآں اگر کسی شخص میں حقیقت کے لئے تلاش اور جستجو کی خواہش پیدا ہو تو وہ مورد الزام نہیں ہو سکتا +

یہ بالکل صحیح ہے کہ ہر مذہب میں مرور ایام کے ساتھ جس قدر زیادہ تبدیلی ہر وقت کے عہد سے ہوتا گیا ہے۔ اسی قدر اختلاف اس مذہب کے اصول میں ہوتا گیا ہے۔ اور اس سے کسی قدر زیادہ تغیر و تبدل اصول مذہب نے قبول کیا ہے۔ چنانچہ علاوہ اسلام کے اور جتنے ادیان و مذاہب اس وقت دنیا میں دیکھے جاتے ہیں وہ بدترین مسخ شدہ صورتیں مذاہب کی ہیں جن کو دیکھ کر اب حقیقت کا معلوم کرنا قریب قریب محال ہو گیا ہے اور اس لئے اگرچہ تیرہ سو سال سے زیادہ زمانہ گذر جانے کے بعد ہم مذہب اسلام کے ماننے والوں میں بھی اختلاف اور ان کے اصول میں بھی کوئی انحراف پائیں تو حیرت کرنی چاہیے۔ لیکن جس وقت ہم اس بات پر تامل کرتے ہیں کہ دیگر مذاہب میں تحریف ہو جانے کی وجہ تو یہ ہے کہ ان کے آسمانی صحیفے بھی محرف کر دیئے گئے ہیں۔ تو پھر مسلمانوں میں اس اختلاف کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ جبکہ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ قرآن میں کوئی تحریف نہیں ہو سکتی۔ اور وہ شروع سے اخیر تک وہی ہے جو رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں تھا +

واقعہ یہ ہے کہ خلفائے راشدین کے عہد میں اسلام ایک

کیا ہے۔ اور واجب کیا۔ سنت کسے کہتے ہیں۔ اور مستحب کسے۔ نہ وہ اس سے واقف تھے نہ اصول فقہ سے۔ نہ احادیث کے متعلق وہ روایت سے باخبر تھے۔ نہ اصول درایت سے ان کا نصب العین یہ نہ تھا کہ نماز پڑھیں تو یہ سمجھ کر کہ نماز کیا ہے۔ اور اس کے ارکان ایسے کیوں ہیں بلکہ ان کا نصب العین صرف اشاعت اسلام تھی اور سمجھتے تھے کہ جس طرح رسول اللہ فرمائیں اسی طرح بلا پس و پیش بلا قیل و قال کرتے رہنا اور حصول مدعا کے لئے ہر وقت ساعی رہنا یہ ہے اسلام اور اس کا اصول۔ خیر رسول اللہ کے عہد مبارک کو چھوڑ دیجیے کہ وہ تو زمانہ تھا خاص نزول رحمت و برکات کا لیکن صحابہ کے زمانہ میں بھی باوجود خانہ جنگیوں اور ملکی لڑائیوں کے دین کے بارہ میں کبھی اختلاف نہیں ہوا اور یہی وجہ تھی کہ پہلے مسلمانوں کا شیرازہ منتشر نہ تھا اور وہ ایک زنجیر سے باہم ایک دوسرے سے جکڑے ہوئے تھے اخیر یہ زمانہ بھی خوب گذر گیا ہے۔ اس کے بعد دور آیا تابعین اور آئمہ مجتہدین کا۔ اس وقت چونکہ اسلام کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا تھا۔ اور ایسے لوگ اسلام میں داخل ہو رہے تھے جو اس کے اصول کو سمجھ کر عقل کے معیار پر لا کر اختیار کرنا چاہتے تھے مجبوراً احکام شریعت کے مصالح بتلائے گئے اور اسباب و علل سے بھی بحث کرنی پڑی اور سچ پوچھئے تو یہی زمانہ تھا جس سے اسلام کی سادگی رخصت ہو گئی۔ اور مذہب ایک میدان رزم بن گیا۔ اس کے بعد ایک طبقہ علماء کا اور پیدا ہوا جس نے مذہب میں فلسفہ کی چاشنی پیدا کی مثل علامہ خطابی۔ امام عز الدین ابن عبد السلام وغیرہم اور اس میں کلام نہیں کہ ان حضرات نے شکر اللہ مساعیہم عجیب و غریب نکات بیان کئے اور اسلام کی حمایت کا پورا حق ادا کیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اب مذہب اسلام نہ مذہب نہ رہا جو رسول اللہ کی خلافت راشدہ کے عہد میں تھا۔ ملکہ اب ایک علم ہو گیا تھا ایک مستقل سائنس بن گیا تھا جس پر ہر شخص نے غور کرنا اور بحث کرنا شروع کیا۔ اور اس طرح رفتہ رفتہ تمام اختلافات پیدا ہونے لگے یہاں تک کہ آج حقیقت کا معلوم کرنا دشوار ہو گیا۔ اور باہم عناد و مخالفت اس درجہ تک پہنچ گئی ہے کہ معمولی معمولی باتوں میں سینوں پر سول تک معرکہ کارزار قائم رہتا ہے۔ اور پھر کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ پہلے اگر غور و تامل ہوتا تھا تو ایسے مسائل پر جن کی تفتیش و تحقیق ہمارے لئے مفید ہو سکتی تھی لیکن اب تو ایک مولوی اگر بہت زیادہ پرواز کرے گا تو غریب کوے کے سر ہو جائے گا۔ اور اسی کو حلال سمجھ کر ذبح کر کے کھا جائے گا یا کسی مزار پر جا کر وہاں سجدہ کرے گا اور کہے گا کہ یہی ضروری ہے۔ اور اس طرح فضول اور رکیک مباحث قائم کر کے اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کرے گا۔ علاوہ علماء کے ایک گروہ صوفیہ کا بھی تھا جس نے حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی روحانیت کو قائم رکھا اور بڑے بڑے کام کئے لیکن اب اس طبقہ کی حالت جیسی ذلیل اور پست ہے وہ بیان سے باہر ہے یہاں تک کہ مکر و فریب خدع و نفاق نفس پرستی و خود غرضی۔ بدعت و شرک کا ایک اجتماع ایک جگہ دیکھنا چاہیں تو ہم آجکل کے دراز گیسو والے لا یعنی کرتے والے صوفی ہیں ہر جگہ دیکھ سکتے ہیں +

الغرض جس کو دیکھئے اس نے اسلام کو ترک کر رکھا ہے اور اپنا کعبہ مقصود صرف ہوس جاہ و حصول دولت کو قرار دے رکھا ہے۔ لیکن کیسا حسرتناک امر ہے کہ وہ اس میں بھی کامیاب نہیں۔ اسلام کی اگر کوئی خصوصیت ایسی ہو سکتی ہے کہ وہ تمام ادیان و مذاہب سے ممتاز سمجھا جائے تو وہ صرف اس کی سادگی اور آسانی ہے۔ یقینًا یہ دعویٰ کیا اور یہ دعویٰ کر کے تسلیم بھی کرایا جا سکتا ہے کہ
اسلام سے زیادہ فطری ... عالم میں اور کو
اس لئے تمام مسائل جملہ ارکان۔ تمام شعائر
ایسے آسان ہیں کہ ہر شخص بغیر کسی جبر و اکراہ
ایک لمحہ کے لئے بھی اس کو تکلیف نہیں
کو چھوڑ کر دشواریاں اور سادگی کو چھوڑ
تو اسلام ذمہ وار نہیں۔ اگر وہ دشوار
ہیں رسوا کر دیں اور نہ ہمیں شکایت
بدل سکتے ہیں۔ لیکن زمانہ جو
ہے اپنی روش نہیں بدل
کیا ہے۔ اور ہمیشہ کر

ہندو رسم و رواج کا اثر مسلمانوں پر

(اسلامی انجمنوں، واعظوں اور اخباروں کی توجہ کے قابل)

پنجاب میں اس وقت مسلمانوں کی آبادی ۵۵ فی صدی ہے جنہیں مسلم آبادی میں ۱۵ فی صدی غیر ہندی مسلمان (عرب۔ بلوچ۔ دراُد پوترہ۔ مغل۔ پٹھان، نفر لباس۔ قریشی۔ سید۔ ترک وغیرہ) اور ۸۵ فیصدی نومسلم ہندوؤں کی اولاد ہیں۔ یہ تو ایک مسلمہ امر ہے کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا۔ بلکہ بزرگان دین کے نفوس قدسیہ اس کی اشاعت کا ذریعہ رہے ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ بزرگان دین کو یا تو نومسلموں کی اصلاح اعمال کا موقعہ نہیں ملا۔ یا امتداد زمانہ سے ہندو رسم و رواج نے نومسلموں کی اولاد کو جہالت کی مدد سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور یہ جذب کچھ ایسا موثر ہوا کہ ہندی الاصل مسلمانوں کے ساتھ غیر ہندی مسلمانوں کو بھی کھینچ لے گیا۔ چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ پنجاب کی مسلم آبادی عام طور پر ہندوؤں کی رسم و رواج کی دلدادہ اور شریعت سے آزاد ہے۔ آخری رپورٹ مردم شماری میں اس مضمون پر ایک غیر عنوان قایم کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ کہاں تک ہندویت پنجابی مسلمانوں پر غالب ہے +

(۱) اگرچہ مسلمان عورتیں چیچک کا عارضہ لاحق ہونے پر سیتلا کے مندروں میں نہیں جاتیں۔ مگر اس ڈر سے کوئی علاج بھی نہیں کراتیں۔ کہ دیوی ناراض ہو جائے گی۔ اور جان پر آبنے گی۔ بلکہ مشرقی پنجاب میں مندر کے پجاری کی عورت کو بلایا جاتا ہے۔ اور اس کی ہدایت کے مطابق صدقہ وغیرہ دیا جاتا ہے۔ تاکہ دیوی خوش ہو۔ اور مریض کی جان بچے +

(۲) چنبہ میں مسلمان موجود ہیں۔ مگر نہ وہ نماز پڑھتے ہیں۔ اور نہ ہی انہیں کلمہ پڑھنا آتا ہے۔ برخلاف اس کے وہ ہندی دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے آباؤ اجداد کسی کے اثر سے داخل اسلام تو ہو گئے۔ مگر مسلمانوں کی غفلت اور گردو پیش کے اثرات نے انہیں برائے نام مسلمان رہنے دیا +

(۳) مشرقی پنجاب کے اکثر مسلمان تا حال ہولی کھیلتے اور دیہولی مناتے ہیں۔ اور اپنے بیلوں کے سینگ اور کھُر دل کو لفق کرتے ہیں۔ اور اسی طرح عام تقریبات پر شامل ہوتے رہتے ہیں +

(۴) مغربی پنجاب میں ہندوؤں کی طرح مسلمان زمیندار بھی ہندی سال نو کا نوروز یعنی بیساکھی مناتے ہیں۔ اس میں ڈھول بجاتے اور بیلوں کو دوڑاتے ہیں +

(۵) محرم میں تعزیہ نکالنا اور سبیلیں لگانا بھی ہندو اثر کا نتیجہ ہے +

(۶) راجپوتوں اور جاٹوں وغیرہ نے داخل اسلام ہو کر بھی اپنی ذات پات کی جکڑ بندیوں کو نہیں توڑا۔ اعوان کا جاٹوں کو اور راجپوتوں کا میراثیوں کو اپنا نسب دان بنائے رکھنا بھی ایک ہندو رسم ہے +

(۷) راجپوتوں وغیرہ کا اپنے قریبیوں میں رشتہ نہ کرنا بھی ہندو اصول پر مبنی ہے جسے اسلام سے کوئی تعلق نہیں +

(۸) اپنی اولاد وغیرہ کا بچپن میں سگائی کرنا شریعت سے ثابت نہیں۔ مگر یہ اس ہمہ پنجابی مسلمان رسم سگائی کے پابند ہیں اور اس کے فسخ ہونے پر لڑنے جھگڑنے اور مقدمہ بازی تک نوبت پہنچاتے ہیں۔ خورد سالی میں شادی کرنا بھی ہندوؤں سے اخذ کیا گیا ہے۔ مہندی۔ گانا اور سہرا وغیرہ (نکاح اور دعوت ولیمہ کے سوا سب ہندو رسوم ہیں۔ جو بیاہ میں کی جاتی ہیں۔ اور نکاح ثانی اور طلاق کی ممانعت آجکل بڑی بڑی شریف مسلم اقوام میں داخل شرافت سمجھی گئی ہے۔ درحالیکہ اسلام سے اس کو کوئی تعلق نہیں +

(۹) اسلامی قانون وراثت آج عملاً پنجاب میں کہیں رائج نہیں اس سے ہندوؤں کی اولاد ہی منکر نہیں۔ بلکہ غیر ہندی مسلمان بھی اس پر نہیں چلتے۔ اور ہر دو قسم کے مسلمان ہندو رواج کے پابند ہیں۔ پنڈت ہری کشن کول صاحب مسلمانوں کی اس افسوسناک روش کی ایک مثال بیان کرتے ہیں جس کو پڑھ کر ان برائے نام مسلمانوں پابند مذہب ... پٹھانوں اور ... کی پابندی کا دعوے دار پایا۔ مگر تقسیم وراثت کے متعلق جب سوالات کیے گئے۔ تو ثابت ہوا کہ یہ صرف ان کا دعوےٰ ہی دعوےٰ تھا۔ اور عملاً وہ بالکل خلاف شریعت تھے۔ چنانچہ انہوں نے بیان کیا کہ تقسیم تو بروے شرع ہی کی جاتی ہے۔ مگر مرد عورتوں کو اپنے حصص سے دست بردار ہونے پر رضامند کر لیتے ہیں۔ اسی طرح ملکیت کا اندراج صرف مردوں ہی کے نام رہ جاتا ہے۔ اگر اس بیان کو صحیح تسلیم کیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ صریحاً نہیں تو در پردہ اسلامی قانون وراثت کے مخالف ہیں۔ اور انہوں نے الزام سے بچنے کے لئے ایک نامعقول عذر گھڑ لیا ہے۔

(۱۱) مولا جاٹ اور رنگڑ چار گوتوں میں شادی نہیں کرتے (۱) اپنی گوت (۲) ماں کی گوت (۳) دادی کی گوت (۴) نانی کی گوت۔ ان میں سے اکثر برہمنوں سے پوچھ کر تاریخ شادی کا تقرر اور بیاہ کے دنوں میں بھی انہی کے مشوروں پر عمل کرتے ہیں۔ اور نذریں بھی دیتے ہیں +

(۱۲) ضلع سیالکوٹ کے اکثر کھوکھر بھٹی۔ منہاس اور سلہریہ راجپوت گائے کا گوشت نہیں کھاتے۔ اور بعض تو مطلق گوشت ہی سے متنفر ہیں۔ ان میں سے بعض اپنے قریبیوں بلکہ اپنے گاؤں میں بھی رشتہ داری نہیں کرتے۔ اور رسم و رواج میں بھی عموماً ہندو راجپوتوں کی پیروی کرتے ہیں +

(۱۳) ضلع گوڑگانواں کے میواتی مسلمان خاندان کی ایک شاخ کا شجرہ نسب ملاحظہ ہو:-

تنجا خاں پسر شاما سنگھ پسر ہومر پسر بھاگ پسر نتھا پسر رتھان پسر مولی۔ پسر روڑا۔ پسر رعیہ۔ پسر بالوس۔ پسر شیر خاں۔ ماس شیر خاں کی اولاد سات شاخوں پر منقسم ہے اور سب کے نام اسی طرح معجون مرکب ہیں۔ ان لوگوں میں جو برائے نام بھی مسلمان نہیں کہے جا سکتے۔ مگر جو مسلمان کہلاتے ہیں۔ تمام رسمیں اور تمام رواج ہندوانہ ہیں۔ اور ان میں اور ہندوؤں میں کچھ بھی مابہ الامتیاز نہیں +

(۱۴) عرسوں میں بزرگوں کے مزارات پر طوائفوں کا ناچ گانا میلو داسیوں اور مرلیوں کی تقلید ہے۔ اور شرع کے ہونے کے باعث ایک غیر ہندی مسلمان کا دل یہ خرافات دیکھ کر غم و غصہ سے تھرا اٹھتا ہے

عبرت

مذکورہ بالا تمام واقعات سرکاری رپورٹ سے اخذ کئے گئے ہیں لہٰذا ان میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ کہاں ہیں اسلامی انجمنیں اور واعظین اور مبلغین جو اشاعت اسلام کو اپنا اصول زندگی قرار دینے کے بڑے زور سے مدعی ہیں۔ آئیں اور دیکھیں کہ ان کی غفلت اور نافرض شناسی سے مسلمانوں کی کیا گت بن رہی ہے۔ جو قوم اس قدر اپنے اصول مذہبی سے نابلد ہو کہ شرکانہ رسم و رواج کی پابندی داخل گناہ نہ سمجھے اس کی ترقی کی امید رکھنا دماغ بیہودہ پخت اور خیال باطل نہیں تو اور کیا ہے ان مبلغوں جو ہندوستان سے باہر لاکھوں روپیہ خرچ کر کے اشاعت اسلام کے گھوڑے دوڑانے کے خواب دیکھا کرتے ہیں۔ پہلے گھر کی اصلاح کرنی چاہیے ورنہ پوچھنے والے پوچھیں گے۔ کہ دہل دریچہ کردی بدوں خانہ آئی -

طریق اصلاح

ان خرابیوں کی اصلاح کا طریق یہ ہے کہ اسلامی انجمنیں خاص طور پر ایسے واعظ مقرر کریں جو لوگوں کو احکام شرعی واضح طور پر بتائیں اور رسم و رواج کی دینی اور دنیوی خرابیوں سے مطلع کریں اور نیز لوگوں کو تعلیم کی برکات بتا کر اس کا شیدا بنائیں تاکہ جہل دور ہو۔ اور نور علم سے ظلمت بدینی ناپید ہو جائے۔ اگر اسلامی اخبار و رسائل بھی اصلاحی مضامین شائع کرتے رہیں تو بہت سے بگڑے کام سنور سکتے ہیں ع

ادخلوا فی السلم کافۃ کی اگر تبلیغ ہو
ہر مسلماں چھوڑ دے رسم و رواج غیر کو

اس طرف سے ہے زبان مہتران قوم بند
کیوں نہ قید رسم میں ہوں کہتران قوم بند

امر بالمعروف ہے اور نہ ہی منکر سے ہے نہی
کیوں نہ ہو لہو و لعب میں جاہلوں کی صرف سعی

نوٹ:- یہ مضمون اور رواج و شریعت پر دیگر مطبوعہ رسالے نولکشی بک ایجنسی لاہور سے بکا لکٹ برائے محصول بھیجنے پر مفت دستیاب ہو سکتے ہیں +

حال میں ایک نہایت دلچسپ اور پر از معلومات پمفلٹ شائع کیا گیا ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ برطانیہ کلاں نے ۱۹۱۴ء میں اس جنگ عظیم کے متعلق کس قدر کام کیا ہے۔ یہ پمفلٹ ہمیں بھی موصول ہوا ہے جس کا خلاصہ ہم ذیل میں ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج کرتے ہیں +

ورنہ بعض حلقوں میں ابھی تک یہ خیال موجود ہے کہ برطانیہ کلاں اس جنگ میں بطور اتحادی کے اس قدر کوشش نہیں کر رہا ہے کہ جس قدر اسے کرنی چاہیے۔ مندرجہ ذیل بیان سے جو سرکاری اعداد سے تیار کیا گیا ہے۔ یہ غلط فہمی بالکل دور ہو جائے گی +

صیغہ بحری کے متعلق واقعات

ماہ اگست ۱۹۱۴ء میں بحری محکمے میں ۱۴۵۰۰۰ افسروں اور آدمیوں کی منظوری دی گئی تھی۔ ۱۹۱۷ء میں بحری افسروں اور سپاہیوں کی تعداد ۴۳ ہزار تھی۔ ماہ اگست ۱۹۱۴ء میں کل جہازوں کا وزن جو بحری خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ ۴۰ لاکھ ٹن تھا۔ اب یہ وزن ۶۰ لاکھ ٹن ہے۔ ۱۹۱۴ء میں سرنگیں نکالنے والی اور بیڑے کی کشتیوں کی تعداد ۱۱ تھی۔ اب ان کی تعداد ۳۳۰۰ ہے۔ جب سے جنگ شروع ہوئی ہے برطانیہ کے بحری جہاز برطانوی افواج اور ہمارے اتحادیوں کی افواج کو پہنچانے میں مصروف رہے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ ایک کروڑ ۲۰ لاکھ آدمی (جن میں سے صرف ۲۷۰۰ آدمیوں کا دشمن کی کارروائی کی وجہ سے نقصان ہوا) ۲۰ لاکھ گھوڑے اور خچر ۵ لاکھ گاڑیاں۔ ۲ کروڑ ۵ لاکھ ٹن گولے اور دیگر سامان، ۵ کروڑ ۵۰ لاکھ ٹن تیل وایندھن۔ علاوہ ازیں ۱۳ کروڑ ٹن سامان خوراک اور دیگر سامان برطانوی جہازوں کے ذریعہ بھیجا گیا ہے۔ اس قدر عظیم الشان کام بغیر بحری توسیع کے کیا گیا ہے جس کی برطانیہ یا کسی اور ملک میں نظیر نہیں ملتی۔ اس عظیم الشان کارنامے سے برطانوی بحری طاقت کی فوقیت کا اور اس کے اتحادیوں کے حق میں بے انتہا قیمتی ہونے کا ایک عمدہ ترین ثبوت ملتا ہے۔

برطانوی بحری طاقت کی سرگرمی

برطانوی بحری طاقت نے وسطی سلطنتوں کے سطح سمندر پر چلنے والے جنگی جہازوں کو بندرگاہوں میں دھکیل دیا ہے بلکہ انہیں وہاں بند رکھا ہے جنگ کے شروع میں اس نے جزائر فاکلینڈ میں وان سپی کے سکوڈرن کو تباہ کر دیا اور حملہ آوروں کو گھیر لیا۔ اس وقت دشمن کا سطح سمندر پر چلنے والا صرف ایک جہاز جو کسی طرح بھاگ نکلا تھا۔ تباہ ہونے سے بچا ہوا ہے۔ بحیرہ شمالی کے ایک لاکھ ۴۰ ہزار مربع بحری میل علاقہ پر جو جرمنی کے کل رقبہ سے بڑا ہے۔ ہر موسم میں لگاتار گشت لگائی جاتی ہے صرف ایک ماہ میں خالص برطانوی جنگی جہازوں نے صرف ایک ... جنگی جہازوں نے صرف انگلستان کے سمندر میں ۱۱ لاکھ بحری میل کا سفر کیا۔ اس عرصہ میں امدادی جہازوں نے جن میں سرنگیں نکالنے والے جہازوں اور بیڑے کی کشتیاں شامل تھیں۔ ۶۰ لاکھ میل سفر کیا جو دنیا کے دائرے سے ۲۵۰ گنا زیادہ ہے۔ ان اعداد سے جرمنوں کے اس بیان کی کہ برطانوی بحری جہاز اپنی مدافعتوں کے پیچھے بندرگاہ میں بیکار چھپے ہیں صاف طور پر تردید ہو جاتی ہے۔ بحری ناکہ بندی کے متعلق یہ ہے کہ ۱۹۱۵ء میں جہاں ۱۴۰۰ جہازوں میں سے ۲۵۶ بیڑے کی جہازوں سے بچ کر نکل گئے تھے وہاں ۱۹۱۶ء کے اخیر میں تین ہزار جہازوں میں سے صرف ۱۶ راستے میں روکے جانے سے بچ نکلے ۱۹۱۷ء کے ایک ماہ میں غیر جانبدار ممالک سے تجارت کرنے والے ایک جہاز بھی شمالی اٹلانٹک اور بحیرہ آرکٹک سے بغیر روکے جانے اور امتحان کئے جانے کے نہیں گذرا۔ برطانوی آبدوز کشتیوں نے دشمن کے ۴ جنگی جہازوں اور ۲۷ دیگر جہازوں پر بڑی کامیابی سے حملے کئے +

بحری تعمیر اور مرمت

اس وقت علاوہ شاہی بحری ڈاکس، کارخانجات جہاز سازی کے برطانوی جزائر میں ۲۳۵ خشک ڈاکس ہیں جنہوں نے انتہائی وزن کے ۹۰ فیصدی جہاز تیار کئے ہیں۔ آغاز جنگ کے ۴ لاکھ ہارس پاور بڑھ گئے ہیں۔ ہر ماہ ۱۰۰۰ اتحادی جنگی جہاز تیار کئے جاتے ہیں۔ ماہ اگست ۱۹۱۴ء سے ۱۲ ہزار جہاز علاوہ اتحادی اقوام کے جہازوں کے تیار کئے گئے ہیں +

لہ گھر گھر کے لوگوں کی حالت قابل اصلاح ہے سے بیرونی ممالک میں تبلیغ کیوں بلا ضرورت ہو گئی کیا یہ دونوں کام ساتھ ساتھ ضروری نہیں اور اکٹھے انجام نہیں پا سکتے ہیں تعجب ہے ...

... سے محروم رکھنا۔ یہی شیوہ اسلامیت اور دانشمندی نہیں (ایڈیٹر پیغام صلح)

جلد ۶ | مسجد بیت المسیح لاہور ۔ چہار شنبہ ۲۴ شوال ۱۳۳۶ھ ہجری مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۱۸ء | نمبر ۴

ملفوظات حضرت مسیح موعود

بدخوابی ایک مخلص کی بدخوابی کے تذکرہ پر فرمایا دیکھو قرآن شریف سورۂ مزمل میں صاف تاکید ہے۔ کہ انسان کو کچھ حصہ رات آرام بھی چاہئے۔ اس سے دن بھر کی کوفت اور تکان دور ہو کر قویٰ کو اپنا خرچ شدہ مادہ بہم پہنچانے کا وقفہ مل جاتا ہے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل یعنی سنت بھی اسی کے مطابق ثابت ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ کہ اصلی و انوم اصل یہ انسان کی مثال ایک گھوڑے کی سی ہے۔ اگر ہم ایک گھوڑے سے ایک لمن ...... اس کی طاقت سے زیادہ کام لیں۔ اور اسے آرام کرنے کا وقفہ ہی نہ دیں تو بہت قریب ایسا وقت ہوگا کہ ہم اس کے وجود کو ہی ضایع کرکے تھوڑے فایدہ سے بھی محروم ہو جائیں گے۔ نفس کو گھوڑے سے مناسبت بھی ہے ؛

ضروری وظیفہ سیالکوٹ کے ضلع کا ایک نمبردار تھا اسنے بیعت کرنیکے بعد پوچھا کہ حضور اپنی زبان مبارک سے کوئی وظیفہ بتادیں۔ فرمایا۔ کہ نمازوں کو سنوار کر پڑھو۔ کیونکہ ساری مشکلات کی یہی کنجی ہے۔ اور اسی میں ساری لذات اور خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ صدق دل سے روزے رکھو۔ صدقہ خیرات کرو۔ درود و استغفار پڑھا کرو۔ اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو۔ ہمسایوں سے مہربانی سے پیش آؤ۔ بنی نوع بلکہ حیوانوں پر بھی رحم کرو۔ ان پر بھی ظلم نہ چاہئے خدا سے ہر وقت حفاظت چاہتے رہو۔ کیونکہ ناپاک اور نامراد ہے وہ دل جو ہر وقت خدا کے آستانہ پر نہیں گرا رہتا۔ وہ محروم کیا جاتا ہے دیکھو اگر خدا ہی حفاظت نہ کرے تو انسان کا ایک دم گذارہ نہیں زمین کے نیچے سے لیکر آسمان کے اوپر تک کا ہر طبقہ اس کے دشمنوں سے بھرا ہوا ہے۔ اگر اسی کی حفاظت شامل حال نہ ہو تو کیا ہوسکتا ہے۔ دعا کرتے رہو کہ اللہ تعالے ہدایت پر کاربند رکھے۔ کیونکہ اس کے ارادے دو ہی ہیں۔ گمراہ کرنا۔ اور ہدایت دینا۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ یضل بہ کثیرا و یہدی بہ کثیرا۔ پس اس کے ارادے گمراہ کرنے پر بھی ہیں تو ہر وقت دعا کرنی چاہئے کہ وہ گمراہی سے بچا دے۔ اور ہدایت کی توفیق دے۔ نرم مزاج بنو۔ کیونکہ جو نرم مزاجی اختیار کرتا ہے خدا اس سے نرم معاملہ کرتا ہے۔ اصل میں نیک انسان تو اپنا پاؤں بھی زمین پر پھونک پھونک کر احتیاط سے رکھتا ہے تاکہ کسی کیڑے کو بھی اس سے تکلیف نہ ہو غرض اپنے ہاتھ سے پاؤں سے آنکھ وغیرہ اعضا سے کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اور دعائیں مانگتے رہو ؛

وہاں کے جلسہ کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ انہوں نے سنایا کہ ایک شخص نے یوں اعتراض کیا کہ اسلام میں جو چار بیویاں رکھنے کا حکم ہے یہ بہت خراب ہے۔ اور ساری بداخلاقی کا سرچشمہ ہے ؛

اعتراض کا جواب حضرت اقدس نے فرمایا کہ چار بیویاں رکھنے کا حکم تو نہیں دیا بلکہ اجازت دی ہے کہ چار تک رکھ سکتا ہے۔ اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ چار ہی کو گلے کا ہار بنالے۔ قرآن کا منشا تو یہ ہے کہ چونکہ انسانی ضروریات مختلف ہوتی ہیں۔ اس واسطے ایک سے لیکر چار تک کی اجازت دیدی ہے۔ ایسے لوگ جو ایک اعتراض کو اپنی طرف سے پیش کرتے ہیں۔ اور پھر وہ خود اسلام کا دعوےٰ بھی کرتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ ان کا ایمان کیسے قایم رہ جاتا ہے۔ وہ تو اسلام کے معترض ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ ایک مقنن کو قانون بنانے کے وقت کن کن باتوں کا لحاظ ہوتا ہے۔ بھلا اگر کسی شخص کی ایک بیوی ہے اسے جذام ہوگیا ہے یا آتشک میں مبتلا ہے۔ یا اندھی ہوگئی ہے یا اس قابل ہی نہیں کہ اولاد اس سے حاصل ہوسکے وغیرہ وغیرہ عوارض میں مبتلا ہو جاوے تو اس حالت میں اب اس خاوند کو کیا کرنا چاہئے۔ کیا اسی بیوی پر قناعت کرے۔ ایسی مشکلات کے وقت وہ کیا تدبیر پیش کرتے ہیں۔ یا بھلا اگر وہ کسی قسم کی بدمعاشی زنا وغیرہ میں مبتلا ہوگئی تو کیا اب اس خاوند کی غیرت تقاضا کرے گی کہ اسی کو اپنی پر عصمت بیوی کا خطاب دے رکھے۔ خدا جانے یہ اسلام پر اعتراض کرتے وقت اندھے ہو جاتے ہیں۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ مذہب ہی کیا ہے۔ جو انسانی ضروریات کو ہی پورا نہیں کرسکتا۔ اب ان مذکورہ حالتوں میں عیسویت کیا تدبیر بتاتی ہے۔ قرآن شریف کی عظمت ثابت ہوتی ہے کہ انسانی کوئی ایسی ضرورت نہیں جس کا پہلے سے ہی اس نے قانون نہ بنا دیا ہو۔ اب تو انگلستان میں بھی ایسی مشکلات کی وجہ سے کثرت ازدواج اور طلاق شروع ہوتا جاتا ہے ابھی ایک لارڈ کی بابت لکھا تھا کہ اس نے دوسری بیوی کرلی آخر اسے سزا بھی ہوئی۔ مگر وہ امریکہ میں جا رہا ؛

غور سے دیکھو کہ انسان کے واسطے ایسی ضرورتیں پیش آتی ہیں یا نہیں کہ وہ ایک سے زیادہ بیویاں کرلے۔ جب ایسی ضرورتیں ہیں اور ان کا علاج نہ ہو تو یہی نقص ہے جس کے پورا کرنے کو قرآن شریف سی اتم اکمل کتاب بھیجی ہے ؛

شراب اسی اثنا میں شراب کا ذکر شروع ہوگیا کسی نے کہا کہ اب تو حضور شراب کے بسکٹ بھی ایجاد ہوئے ہیں۔ فرمایا۔ شراب تو انسانی شرم و حیا عفت و عصمت کا جانی دشمن ہے انسانی شرافت کو ایسا کھو دیتی ہے کہ جیسے کتے بلے گدھے ہوتے ہیں اس کو بالکل انہی کے مشابہ بنا دیتا ہے۔ اب اگر بسکٹ کی ...

پہلے تو بعض کو شرم و حیا ہی روک دیتی تھی اب بسکٹ لئے اور جیب میں ڈال لئے۔ بات یہ ہے کہ دجال نے اپنی کوششوں میں تو کمی نہیں رکھی کہ دنیا کو فسق و فجور سے بھر دے مگر آگے خدا کے ہاتھ میں ہے جو چاہے کرے۔ اسلام کی کیسی عظمت معلوم ہوتی ہے ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اسلام پر کوئی اعتراض کیا اس سے شراب کی بدبو آئی۔ اس کو حد مارنے کا حکم دیا گیا کہ شراب پی کر اسلام پر اعتراض کیا۔ مگر اب تو کچھ حد حساب نہیں۔ شراب پیتے ہیں زنا کرتے ہیں غرض کوئی بدی نہیں جو نہ کرتے ہوں مگر با اینہمہ پھر اسلام پر اعتراض کرنیکو تیار رہیں ؛

رسید زر

رقوم زکوٰۃ از پشاور

معرفت میر شاہ صاحب گیلانی

جناب میاں شریف حسین صاحب سوداگر بازار قصہ خوانی پشاور بمد زکوٰۃ — ۵ع

جناب صفدر علی صاحب مرچنٹ لنگی و کلاہ بازار خوردہ فروشاں پشاور بمد زکوٰۃ — ۴ص

جناب میاں فضل الٰہی صاحب سیٹھی پشاور اندر شہر بمد زکوٰۃ — ۱ص

میزان کل — ۵ع

اخبار احمدیہ

اعلان بیعت۔ الحمد للہ کہ حال ہی میں ایک فاضل علامہ مولوی عبد الوہاب صاحب حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر احمد کی بیعت میں داخل ہو کر سلسلہ حقہ احمدیہ میں شامل ہوئے اللہ تعالےٰ استقامت بخشے اور سلسلہ کے لئے موجب برکت ہو ؛

امتحان میں کامیابی۔ مسٹر سعید احمد صاحب فرزند ارجمند مولوی محمد یحییٰ صاحب سکنہ دیگران اطلاع دیتے ہیں۔ کہ آپ امتحان ایف اے میں بفضلہ تعالےٰ کامیاب ہوئے۔ اللہ تعالےٰ مبارک کرے ؛

پیسے صرف ۸ عدد ہے۔ سماہی ۲ اور ایک پرچہ کی قیمت ۸ علاوہ ازاں سیکرٹری صاحب پنجاب پبلشنگ کمیٹی کے پتہ سے مل سکتا ہے ٭

ووکنگ مشن کے تبلیغی کام

ماہ جون ۱۹۱۸ء میں لندن مسلم ہوس میں ہر وسطا اعد اسلام کے زیر عنوان حضرت خواجہ صاحب نے تین لیکچر دیئے ایک یکم جون ۱۹۱۸ء کو "اسلام میں خیرات" پر اور ایک ۱۵ جون کو "اسلامی خانگی زندگی" کے زیر عنوان۔ اور تیسرا ۲۹ جون ۱۹۱۸ء کو مناہیات اسلام پر۔ ایک لیکچر ۲ جولائی کو مسجد ووکنگ میں آپ نے دیا۔ اس کے علاوہ مسٹر مارماڈیوک پکتھال نے ۹ جون کو مسلم ہوس میں اسلام پر ایک خاص لیکچر دیا اور اسی دن مسجد ووکنگ میں ملک عبد القیوم صاحب نے "اسلام میں انسانی مساوات" پر تقریر کی۔ ۲۳ جون ۱۹۱۸ء کو رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ نے ایک خطبہ لندن مسلم ہوس میں پڑھا اور اسی دن ملک عبد القیوم صاحب نے مسجد ووکنگ میں حج پر لیکچر دیا۔ ۳۰ جون کو مسٹر ولیم شیلپ نے بھی مسجد میں تقریر کی ٭

۲۱ جون کو سکار سڈیل سٹریٹ لندن میں بھی ایک لیکچر حضرت صاحب نے دیا ٭

اللہ تعالے ان مساعی جمیلہ کو بار آور فرماوے۔ آمین ٭

زار روس کی افسوسناک موت

آج کی برقی خبروں میں ناظرین کرام اوس افسوسناک خبر کو ملاحظہ فرمائینگے جس میں زار روس کو گولی کا نشانہ بنایا جانے کا ذکر ہے۔ موجودہ جنگ یورپ کے ہولناک واقعات کے اندر زار نکولس کا واقعہ اپنے اندر ایک خاص اہمیت اور عبرت رکھتا ہے کہ کس کس نادر کٹھن مصائب کے بعد کیسی افسوسناک طریق سے اس کو موت کا یہ عبرت آمیز مزا چکھنا پڑا۔ ایک وہ وقت تھا جب یہی زار نکولس دنیا کے ایک ... بار ربع پر حکمران تھا اس کے ایک ایک اشارہ پر کئی کئی جانیں قربان ہو جاتی تھیں۔ اسی عہد حکومت میں اسی زار نکولس نے وولاکھ روسیوں کو ایک وقت سائبیریا میں جلا وطن کیا۔ جہاں شدت سردی اور راحت کے باعث کٹھن سے کٹھن تکالیف کا انہیں سامنا تھا۔ ایک یہ عروج کا زمانہ تھا جس کے بعد موجودہ جنگ کی ہولناک مصائب کے آگے اس کی ملک العنانی کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ بلکہ بادشاہت تک جاتی رہی۔ اور دیکھ

زار بھی ہو گا تو ہو گا اس گھڑی باحال زار

کا الفتۃ آنکھوں کے آگے پھر گیا ٭

وہی سائبیریا جہاں اسی زار نکولس کے حکم سے ان حریت پسندوں کو جلا وطن کیا جاتا تھا جو اس کی مطلق العنانی کا خاتمہ کر دینا چاہتے تھے۔ آخر اسی زار کی حالت زار کا آماجگاہ ٹھہرا۔ اور اپریل ۱۹۱۸ء میں اس کیلئے سخت ترین مصائب کا موجب بن گیا۔ اس جگہ بھی اسے بہت دیر تک آرام نہیں لینا پڑا۔ اور زندگی کے باقی دن اس خلوت گاہ میں بسر کرنے کی بھی اجازت اسے میسر نہیں آئی۔ بلکہ بارہا دفعہ اسے ایک سے دوسری جگہ اور متعدد مقامات پر سرگردان ہو کر ان کئی ایک سخت مصائب کو برداشت کرنا پڑا جو گردش ایام نے اس کے لئے تجویز کئے۔ جس کے بعد آج جبکہ اسے تخت سے معزول ہوئے سال سے کچھ ہی دن اوپر ہوئے ہیں ہم سنتے ہیں کہ یورال کی ریجنل کونسل نے اسے اس لئے گولی سے مار دیا کہ اسے اندیشہ ہو گیا تھا کہ سازشیوں کا ایک گروہ اسے چھڑا لے جانا چاہتا ہے ٭

گردش ایام اور خدائی طاقت و جبروت کی یہ ایک عبرت انگیز مثال ہے۔ جو بالخصوص ہمارے اس زمانہ کے دیکھنے اور سننے والوں کے بہت کچھ کام آسکتی ہے ٭

کیا اس عبرتناک انجام پر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت میں کوئی شک و شبہ باقی رہ سکتا ہے ٭

ضرورت

دفتر سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں ایک ایسے احمدی کلرک کی ضرورت ہے جو انگریزی میں خط و کتابت کر سکتا ہو حساب کتاب سے واقف ہو۔ کاغذات دفتر وغیرہ سے بھی ماہر ہو تنخواہ ۲۰ یا زیادہ حسب لیاقت دی جائے گی۔ درخواستیں بہت جلد آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام ...

تشحیذ الاذہان

اسلام اور آریہ سماج

(۱)

میں اپنی چشم شوق کو الزام خاک دوں
تیری نگاہ شرم سے کیا کچھ عیاں نہیں

اسلام ایک عالمگیر رحمت الٰہی کی بارش تھی کہ جس نے کرہ ارضی کی نہاں در نہاں استعدادوں کو ... روشنی پر نکال کھڑا کیا۔ اور ویرانہ عالم چند صدیوں میں لہلہاتے کھیتوں اور ... سرسبز اور شاداب ہو گیا۔ انسانیت جو انسان کی گم شدہ روح تھی نئے سرے سے جی اٹھی۔ اور ماتم کدہ عالم نے اپنی سعادت حقیقی کا سہرا پہن لیا۔ عالم روحانیت کے وہ سب باغ جن کو خدا کے مقدس ہاتھوں نے تمام معمورہ عالم میں لگایا تھا مدت سے اس کے باغبانوں کی غفلت سے مرجھا چکے تھے اسلام آیا اور اس نے نئے سرے سے روشوں کو درست کیا اور اعمال حسنہ کے درختوں کے نیچے کبھی نہ ختم ہونیوالی نہروں کو جاری کیا تاکہ وہ اپنے وقت پر بہت پھل لاتے رہیں۔ ... ارضی کا ہر ایک قطعہ اپنی حسب حیثیت پھل لایا ... اور پھولوں کی کیاریاں الگ الگ اور نمایاں ہو گئیں (قد تبین الرشد من الغی) اور خدا نے جان لیا کہ اس کو کن درختوں اور پودوں کی نشو و نما کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور کون سے درخت ... تیار ... اور ... تھپاڑیوں کی طرح دانشمند باغبان ... کی نذر کے قابل ہیں۔ مذاہب عالم کے عقاید و اعمال پر جو زبردست تنقید قرآن کریم نے کی ہے۔ اس کا اثر تمام مذاہب کے جبہ برداروں کے چہروں سے ظاہر ہے۔ مذاہب عالم کا رجحان جلدی اسلام کے بہت قریب آتا جاتا ہے بہت سی صاف و صریح باتیں جو ان کے مقدس صحیفوں میں روز روشن کی طرح نمایاں ہیں ان کو گمنامی کی سرزمین میں دفن کیا جا رہا ہے۔ ... اسلام کے ... کو روشن کیا جا رہا ہے۔ یہ اسلام کی زبردست فتح ہے جو اس نے غیروں کے قلوب پر حاصل کی ہے ٭

آسماں سے ہے چلی توحید خالق کی ہوا
دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

عالم عیسائیت کا وہ درخشندہ گوہر جس کے عزو وقار کے سامنے آج مسیحی دنیا سرنگوں ہے اور جس کا نام ارتقائے عیسویت کی تاریخ میں سنہری حرفوں میں تا ابد تابندہ ہے جاؤ۔ اس کے اعمال و افعال کی تنقید کرنے والوں سے پوچھ دیکھو کہ انہوں نے اس وقت اس کو کیا خطاب دیا؟ ہندوستان میں اسلام کی ٹکر ہندو مذہب سے ہوئی جس کا نتیجہ آج ہم آریہ سماج اور برہمو سماج کے ... دیکھتے ہیں کہ کس طرح سے یہ لوگ ہندو مذہب کے مسلمہ ... کو چھوڑ کر اسلام کی طرف بڑھ آئے۔ قدیم ہندو لٹریچر ... سمرتی۔ یاگوبکیہ سمرتی و شنک سمرتی۔ کیا شک ... برہمن ... دیگر برہمن ... پڑھ کر دیکھو تو تمہیں پتہ لگے گا کہ ہندو مذہب اور ویدک لٹریچر سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ وہ تو مہیتوں شخصیتوں اور مختلف مادی مجسموں کی بزرگیوں کا اعلان تھا۔ آہ ایک ہندو کی روزانہ حالت اور طریق عبادت پر غور کرو۔ تو تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ زبان حال سے اپنے ہر ایک عمل میں ثابت کر رہا ہے کہ

انساں بنا کے کیوں مری مٹی خراب کی

طلوع آفتاب سے پیشتر ویدک دھرمی ہاتھ میں لٹیا لے دریا پر پہنچا ... وید کا منتر تھا۔ اور گنگا جمنا کا نہاتم (عظمت) دل پر ... ہے گنگے یمنے سرسوتی شتدری الخ رگوید

اے گنگا جمنا اے سرسوتی اے ستلج بیاس راوی چناب جہلم اور سندھ میری تعریف کو قبول کرو۔

اس کو ... رشتے افق عالم پر آفتاب بلند ہوا اور اس کی نظر دریا سے ہٹ کر سورج پر پڑی اور الہ اکبر کہتا ہوا اس کے آگے سر بسجود ہو گیا اور کہا

ورابح ... سوراج ... سورابح ... انظر دویادت

طلوع ہوتے ہوئے سورج غروب ہونیوالے اور غروب ہوئے ہوئے کو تعظیم و راٹ سوراٹ اور سمراٹ نام والے سورج کو تعظیم۔

جناب ابراہیم علیہ السلام کی قوم تو صرف سورج کی عبادت کرتی تھی پر اس عاشق زار سورج کو دیکھو کہ سورج کی ہر کرن اس کے نزدیک قابل پرستش ہے۔ نہ صرف سورج اور چاند بلکہ جو حیوان انسان کے چاروں طرف ہیں جو گھوڑا اسے اٹھا کر لیجاتا ہے جو گائے اسے دودھ دیتی ہے جو کتا گھر کی حفاظت کرتا ہے مینڈک جو پانی بھرے تالابوں میں غائیں غائیں کرتے ہیں جو پرندے اپنے شگون اور آوازسے آیندہ کا حال اس پر ظاہر کرتے ہیں اور دیگر شیر وغیرہ جانور جن سے اسے جان کا خطرہ ہے ان کی وہ تعظیم اور عبادت کرتا ہے۔ خواہ عزت سے خواہ خوف سے اس کے آبا و اجداد (پتر) جو انتقال کر گئے ہیں یم (ملک الموت) جو عالم ارواح کا دیوتا ہے۔ اور اس کے دو خوفناک کتے جو اس کے دروازے کی نگہبانی کرتے ہیں۔ تیر کمان کلہاڑے اور تلوار سے دعائیں مانگتا ہے۔

الغرض وید مقدس کی تعلیم نے دنیا کے ذرہ ذرہ کو انسان کا معبود بنا رکھا تھا۔ اور یوں ہندو مذہب کے جبہ برداروں نے شرف انسانیت کو پتھروں اور پہاڑی دیوتوں سے ٹکرا کر پاش پاش کر رکھا تھا۔ اور انسانی عزت و عظمت کی لٹیا دریاؤں میں ڈبو رکھی تھی۔ کہ اسلام کا غلغلہ ہند کی وادیوں اور آبادیوں میں بلند ہوا اور اس نے ہر سورج پرست اور چاند پرست کو بہ آواز عام ٹوک دیا۔ اور کہا لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ ....

سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو۔ بلکہ سجدہ کرو ایک ہی ہمہ صفت موصوف خدا کو۔ اور پھر شرف انسانیت سے اپیل کرتے ہوئے فرمایا۔ ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار اے انسان بھلا غور تو کر مختلف اور بکثرت معبود بہتر ہیں یا ایک ہی غالب ہمہ صفت موصوف خدا۔

اسی طرح وید مقدس جو قومیتوں اور شخصیتوں کی بزرگیوں کا داعی تھی اور اپنے اس اعلان میں برہمن قوم کی فضیلت کے بیان کرنے میں اس قدر حد سے متجاوز تھا کہ اس کے اکثر منتر متانت اور سنجیدگی کی قیود سے یکسر آزاد ہو چکے تھے۔

نا سیہ دھینو کالیانو نا نڑوان ستۓ دھرم
دجا یتر یترب برہمنو راترم وستی پاپیا اتھرووید

(ترجمہ) گایاں راس کے ہاں) دودھ نہیں دیتیں۔ اور نہ بیل چھکڑے کے جوئے کھینچتے ہیں جہاں برہمن بغیر بیوی کے رات معیت ... کا شتا ہے۔ آہ یہ ظلم جس راجہ کے راج میں ہو رہا ہو کہ وہاں برہمن بغیر بیوی کے رات بسر کرتا ہو وہاں گایوں کا دودھ نہ دینا۔ اور بیلوں کا چھکڑے نہ کھینچنا تو کیا جو کچھ نہ ہو کم ہے۔ پران گو شالا کے حامیوں کو جو آئے دن غریب مسلمانوں کے سر ہو تے رہتے ہیں کون سمجھائے کہ گھی اور دودھ کے کم ہونے کا وبال کن کی شامت اعمال سے ہے۔

الغرض وید مقدس کی تعلیم کا دوسرا حصہ برہمنوں کی فضیلت کا اعلان تھا۔ قرآن کریم کے سامنے جب یہ سوال پیش ہوا کہ دنیا میں بعض قومیں خدا کی اکلوتی اور خصوصیت سے اس کی محبوب ہیں تو اس نے اس خیال کو یوں کہکر رد کر دیا کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم قوموں اور شخصیتوں کی فضیلت کا سوال فضول ہے۔ خدا کے نزدیک زیادہ معزز اور افضل وہ انسان ہے جو خدا کے قوانین کو زیادہ نگاہ رکھتا ہے ٭

اس فضیلت قومی کا دوسرا رخ یہ تھا کہ بعض قومیں جو ہم سے تعلق نہیں رکھتیں۔ وہ ذلیل خوار اور شقاوت ازلی کی شکار قومیں ہیں ان کو مال رکھنے آزادی سے چلنے پھرنے اور خدا کے قدوس کے کلام پڑھنے کا کوئی حق نہیں۔ اور بدقسمتی سے عورتیں خواہ وہ برہمن قوم سے ہی کیوں نہ ہوں اسی تعزیر کے نیچے سمجھی جاتی تھیں۔ پرکت منوسمرتی اور خود وید مقدس اس امر کی کھلی کھلی تعلیم دیتا ہے۔ کہ جن عورتوں کے بھائی نہ ہوں وہ ساری عمر ہرگز شادی نہ کریں۔ ... بناؤ سنگار کر کے مجلسوں میں آسکتی ہیں۔ منو کہتا ہے کہ عورتوں کے لئے گھر کا کام کاج ہی عبادت ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ عورت عبادت نہیں کر سکتی۔ جس کے سبب سے وہ شقاوت ازلی کی حصہ دار ہوگی۔ وید مقدس میں کوئی ایسا منتر نہیں جس سے ثابت ہو سکے کہ عورت کو وید پڑھنے کا حق ہے ...

ابھا ہے (یا منتری دو یدوں کا کلمۂ افضل الذکر) کے ہاتھ حصہ زبان پر لانے سے عورت اور شودر نرک (دوزخ) کو جاتے ہیں۔

جناب رام چندر جیسے مہاتما نے ایک شمبوک نامی شودر (اچھوت لوگ) کو محض اس لئے قتل کر دیا کہ وہ شودر ہونے کے باوجود ایشور کی عبادت میں مصروف تھا۔ پس وید مقدس نے درحقیقت اس لعنت کے بیج کو دنیا میں بویا۔ کہ محض قومیت کی بنا پر انسان سے انسان کو ذلیل ٹھیرا دیا اور اس مبارک نکتے کو نہ سمجھا کہ ذات کی بزرگی صرف خدا کے لئے خاص ہے۔ اور انسان کو جو کچھ دیا گیا ہے سو وہ اس کے اعمال کی بنا پر ہے۔ یہی وہ نقطہ ہے جس پر اسلام نے مساوات انسانی کی بنیاد رکھی۔ اور اسود و احمر (گورے اور کالے) کے لئے ذریعہ اعزاز لیس للانسان الا ما سعیٰ کو قرار دیا۔ اور ان دو متضاد رنگ (روغن کے سوال) کو ہمیشہ کے لئے رخصت کر کے

یاایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منہا زوجہا وبث منہما رجالاً کثیراً ونساءً (ترجمہ اے لوگو باہمی معاملات میں اپنے رب کے قوانین کو نگاہ رکھو۔ (اس لئے کہ) اس نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اس کی عورت کو بھی اسی جنس سے پیدا کیا۔ پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت کو پھیلا دیا۔ گویا کل انسان باہم بھائی بھائی ہیں۔ اور اسی طرح عورتیں سب

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند
کہ در آفرینش ز یک جوہر اند

آؤ اب ہم دیکھیں کہ آریہ سماج ہندو مذہب سے کن مسائل میں الگ ہے۔ سناتنی اور آریہ سماجی مناظروں میں ہمیشہ مفصلہ ذیل مضمونوں پر بحث ہوا کرتی ہے۔ (۱) مورتی پوجا (بت پرستی)، (۲) شرادھ (مردہ بزرگوں کی روحوں سے استمداد اور ان کو کھانا وغیرہ پہنچانا) (۳) ورن ورستھا (ذات پات کی فضیلت کا سوال) (۴) ودھوا ووہ (نکاح بیوگان) (۵) کیا وید پڑھنے کا حق ہر ایک کو حاصل ہے۔

یہی وہ اصول ہیں کہ جن کو ہیں نے ویدوں کی تعلیم کی رو سے سناتن دھرم کے مطابق پایا۔ ان تمام مسائل میں وید ہرگز ہرگز آریہ سماج کا ساتھ نہیں دیتے۔ بلکہ کھلم کھلا تردید کرتے ہیں۔

ان مسائل کی بنا پر اگر ہندو مذہب کی تقسیم کی جائے تو آریہ سماج بجائے ویدک دھرمی کہلانے کے اسلام کے جھنڈے تلے آجائے گا۔ پس آریہ سماج سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ اسلام اور سناتن دھرم کے امتزاج کا نتیجہ ہے۔ اور چونکہ یہ تغیر اسلام کے ظہور اور شیوع کے بعد ہوا ہے۔ لہٰذا صاحبان آریہ سماج وہ اسلامی اور ہندی شجر کے پیوند کا نیا ثمر ہے۔

اسلام سے نہ بھاگو راہ ہدیٰ یہی ہے
اے سونے والو جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے

باطن میں یا بظاہر جن کے اس دین سے ہیں منکر
ہر اک اندھیرے سے والو دل کا دیا یہی ہے
دنیا کی سب دکانیں ہیں ہم نے دیکھی بھالیں
آخر ہوا یہ ثابت دار الشفا یہی ہے۔

عبد الحق

اعلان

وظیفہ یورپ بغرض تعلیم کیمسٹری و فزکس منجانب مسلم یونیورسٹی ایسوسی ایشن علیگڈھ

یورپ میں کیمسٹری اور فزکس کی اعلیٰ تعلیم کرنے کے لئے وظیفہ پانے کے واسطے ہونہار مسلم گریجوایٹس سے جو ان مضامین کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ درخواستیں طلب کی جاتی ہیں۔ امیدواران کو چاہئے کہ وہ جنرل سپرنٹنڈنٹ صاحب صدر دفتر مسلم یونیورسٹی علی گڈھ سے وظیفہ کے متعلق مطبوعہ نوٹس طلب کریں اور اپنی درخواستیں فارم مقررہ کمیٹی وظائف کے متعلق تیار کر کے بھیجیں ۱۴ اگست کے بعد کوئی درخواست نہ لی جائیگی۔

محمد اسحاق خاں

آنریری سکرٹری مسلم یونیورسٹی ایسوسی ایشن علیگڈھ

ستیارتھ پرکاش بھی سرکار ضبط ہونی چاہئے

(قابل توجہ گورنمنٹ آف انڈیا و گورنمنٹ پنجاب)

For Special attention of the Government of India & Punjab.

(پنڈت راج نرائن صاحب ارمان سابق آریہ سماجی کے قلم سے)

پنڈت راج نرائن صاحب ایک بہت بڑے ویدوں کے ماہر اور زبان سنسکرت کے عالم ہیں۔ آپ کو تھوڑا ہی عرصہ ہوا آریہ سماج سے نکلکر ویدانت مت کو اختیار کر چکے ہیں۔ آریہ سماج میں آپ کو بہت بڑا رسوخ حاصل تھا۔ پرتی ندھی سبھا پنجاب کے ممبر ہونے کے ساتھ بہت سے ذمہ داری کے عہدوں پر بھی کام کرتے رہے ہیں۔ اور اخبار ارجن کے ذریعہ قلمی خدمات میں بھی بہت کچھ حصہ لے چکے ہیں۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے آریہ سماج کی اندرونی حالت اور سوامی دیانند جی کی غلط تعلیمات نے آپ کو قرار نہ لینے دیا۔ اور آپنے ان کو ویدوں کے صریح خلاف پاکر ان سے علانیہ کنارہ کشی اختیار کی۔ جسکے بعد آپ نے اپنے اسی رسالہ ارجن میں آریہ سماج کی ناحق کوششوں اور ناحق بیانیوں اور غلط تعلیمات کو خوب ہی آشکارا کیا ہے۔ انہی تحریرات میں سے ایک آپکا وہ مضمون بھی ہے جو بعنوان بالا گذشتہ اکتوبر ۱۹۱۷ء میں آپ نے لکھا تھا۔ اس مضمون کو دیکھنے سے صاف پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ ستیارتھ پرکاش جیسی کتاب کی موجودگی نہ صرف مسلمانوں۔ عیسائیوں اور ہندوؤں کے سواد اعظم سناتنیوں بلکہ خود گورنمنٹ کے لئے بھی کس درجہ باعث خطر اور بدامنی پھیلانے والی ہے۔ جس کا احساس صرف ہمیں ہی نہیں بلکہ قابل آریہ سماجی حضرات بھی اسی کے قائل ہیں گو اسے زبان پر نہ لاسکیں۔

پنڈت راج نرائن صاحب ارمان کی یہ تحریر گویا انہی آریہ سماجیوں ہی کے اندرون قلب کا نقشہ سمجھنا چاہئے۔ اور گورنمنٹ عالیہ کو فی الفور اس طرف متوجہ ہوکر اس کتاب کی ضبطی کا حکم دینا چاہئے۔

پنڈت صاحب موصوف کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"دنیا میں جس قدر مذاہب کی کتب ہیں ان میں صرف اپنے مذاہب کے اصول و مقاصد اور مسلمات پر ہی بحث کی گئی ہے کسی مذہب کی کتب مسلمہ میں نہ دیگر مذاہب کے پیشواؤں پر حملے کئے گئے ہیں۔ اور نہ حکمران وقت کے خلاف لکھکر اشتعال دلایا گیا ہے۔ کیونکہ مذہب اپنے نقطۂ خیال سے ان ہر دو امور کو نہائت ناشائستہ اور سخت بیہودہ سمجھتا ہے۔ مذہب کا مقصد صرف اپنے اصول و مسلمات کا اظہار کرنا اور روحانیت اور اخلاق کی تعلیم دینا ہے نہ کہ دوسرے بزرگوں پر ناپاک سے ناپاک حملے کرنا۔ اور حکمران وقت کے خلاف باغیانہ جذبات کا پھیلانا۔ اگر مذہب دنیا میں ایسا ہے۔ تو وہ نہ صرف خود اپنے معتقدین کے لئے بلکہ تمام اہل ملک اور والئے ملک سب کے لئے سخت خطرناک ہے۔ ہم نے ۲۵-۲۶ سال کے عرصہ میں جس قدر مذاہب کی تحقیقات کی ہے۔ ہمیں کوئی مذہب ایسا نظر نہیں آیا جس کا دامن ان ہر دو بیہودگیوں کے بدنما دھبوں سے ملوث ہو اور ہندو دھرم جو کسی کی دل آزاری کرنا مہا پاپ سمجھتا ہے اور جو اپنے بادشاہ وقت کو ایشور کا روپ جانتا ہے۔ ان بیہودگیوں سے کوسوں دور ہے۔ لیکن ملک و قوم کی بدقسمتی سے ایک نیا فرقہ جسکو نویں ویدک دھرمی کہنا چاہئے ویدوں اور شاستروں کے مطالب کو سراسر غلط طریق سے ماننے والا پیدا ہو گیا ہے جس کا نام آریہ سماج ہے اور جس کا قائم کرنے والا ایک شخص سوامی دیانند تھا۔ اس سوامی دیانند نے کئی روپ بدلے۔ وہ پہلے طرح طرح کے خیالات اور عقائد کے ماننے والا رہا۔ لیکن جب سناتن دھرم کے ودوان پنڈتوں سے اس کا بگاڑ ہو گیا تو اس نے ایک نیا ڈھونگ رچکر آریہ سماج قائم کیا اور اسکے [illegible]

[illegible] ہے۔ اس خاص کتاب ستیارتھ پرکاش کو اگر ایک با اخلاق اور بادشاہ وقت کا سچا وفادار محقق پڑھے تو وہ ضرور یہ کہہ اٹھیگا۔ کہ "ایشور اس کتاب سے بچائے" کیونکہ اس کتاب میں جہاں سینکڑوں جگہ دیگر مذاہب کے واجب التعظیم بزرگوں کے نام لیکر ان کی نسبت سخت ناشائستہ الفاظ استعمال کئے ہیں اور ان کو صاف الفاظ میں گالیاں دی ہیں۔ وہاں انگریزی حکومت کے خلاف بھی کئی جگہ اشتعال آمیز الفاظ لکھکر لوگوں کو اس انگریزی حکومت کے خلاف نہائت نفرت دلانے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے۔ جس انگریزی حکومت کا سایہ ہندوستان کے لئے ایک دشمن کے خیال سے بھی آیۂ رحمت ثابت ہو چکا ہے اور جسکی بابت بڑے بڑے پولیٹیکل گتھیوں کو سلجھانے والے ماڈریٹ اور ایکسٹریمسٹ تک اب یہ رائے قائم کر چکے ہیں۔ کہ ہندوستان کی بہبودی اور ترقی کے لحاظ سے اس سے بہتر گورنمنٹ نہیں ہو سکتی۔ آریہ سماج کی خاص کتاب ستیارتھ پرکاش کو دیکھئے تو اس میں کئی جگہ گورنمنٹ اور تاج اور انگریزی قوم کے خلاف سخت شر انگیزی سے کام لیا گیا ہے۔ ہم ستیارتھ پرکاش کے ان فقرات کو بجنسہ نقل کرنا درست نہیں سمجھتے۔ صرف انکا پورا پورا حوالہ ذیل میں دیتے ہیں:۔

(۱) ستیارتھ پرکاش آٹھواں سملاس ہندی ایڈیشن صفحہ ۲۳۷ اردو ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۰۴ء صفحہ ۲۵۶۔

(۲) ستیارتھ پرکاش دسواں سملاس ہندی ایڈیشن صفحہ ۲۸۰ اردو ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۰۴ء صفحہ ۳۰۴۔

(۳) ستیارتھ پرکاش گیارہواں سملاس ہندی ایڈیشن صفحہ ۲۹۸ اردو ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۰۴ء صفحہ ۳۲۴۔

ان تینوں صفحوں پر بادشاہ اور انگریزی قوم کے خلاف نہائت ہی نفرت اور اشتعال دلایا گیا ہے۔ گویا اس طرح مذہب کے پردہ میں بادشاہ وقت اور انگریزی قوم کے خلاف اشتعال اور نفرت دلانے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے۔ جسکے لئے ہم گورنمنٹ کو زور کے ساتھ توجہ دلاتے ہیں۔ کہ وہ یا تو ستیارتھ پرکاش سے ان عبارتوں کو خارج کرا دے اور یا ستیارتھ پرکاش کو بحق سرکار ضبط کر لیا جائے اور اگر آریہ سماج یہ عذر پیش کرے۔ کہ ستیارتھ پرکاش سوامی دیانند کی کتاب ہے۔ اور ان کے مرنے کے بعد اس میں کمی بیشی کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔ تو یہ عذر ایک عذر لنگ ہے کیونکہ اسی ستیارتھ پرکاش کا نیا ایڈیشن بہت کچھ کمی بیشی ہونے کے بعد حال میں چھپ چکا ہے۔ علاوہ ان خطرناک فقروں کے اس کتاب میں ہر ایک مذہب کے بزرگوں کو سخت گالیاں دیگئی ہیں۔ ہندوؤں کے رشیوں۔ اوتاروں۔ بزرگوں اور سکھوں کے مقدس گورو نانک صاحب اور اہل اسلام کے پیغمبر محمد صاحب وغیرہ اور عیسائیوں کے پیغمبر حضرت عیسے وغیرہ سب کی نسبت نہائت دل آزار اور بیہودہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اخلاق کے لحاظ سے بھی یہ کتاب سخت خطرناک ہے چنانچہ عدالت پشاور سے اس کو ایک فحش کتاب قرار دیا جا چکا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ گورنمنٹ اس طرف جلد توجہ کریگی۔ اور ہندوستانی ریاستوں کے حکمران مثلاً شری مہاراجہ صاحب کشمیر۔ شری مہاراجہ صاحبان پٹیالہ۔ کپورتھلہ۔ جیپور۔ بوندی مہاراؤ صاحب ریاست کوٹہ۔ اندور۔ بڑودہ۔ گوالیار۔ جودھپور۔ بیکانیر۔ جیسلمیر وغیرہ اور نواب صاحبان بھی اس طرف توجہ کرینگے ہندوستانی ریاستوں میں بھی اس خطرناک کتاب کا پرچار آریہ سماجی بکثرت کرتے ہیں۔ نیک نیت۔ دھارمک جیون اور وفادارانہ جذبات رکھنے والے با اخلاق آریہ سماجیوں کا بھی فرض ہے۔ کہ وہ پروپکارنی سبھا اور آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب پر زور دیکر ستیارتھ پرکاش سے ایسے تمام فقرات کو جلد تر خارج کرا دیں۔ امید ہے کہ دیگر نیک نیت اخبارات بھی ہمارے اس آرٹیکل پر اپنا خیال ضرور ظاہر فرمائینگے۔

پیغام صلح پنڈت راج نرائن صاحب ارمان کے یہ الفاظ گورنمنٹ برطانیہ کی خاص توجہ کے قابل ہیں۔ اور ایسا ہی ان قابل آریہ سماجی حضرات کے بھی جو دل سے ستیارتھ پرکاش کی دل آزار اور باغیانہ تعلیمات سے متفق نہیں ایسا ہی ہم اپنے دوسرے مسلمان سناتنی عیسائی اور سکھ معاصرین سے بھی بزور سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس بارہ میں ہماری نہیں تو پنڈت صاحب کی بے لاگ [illegible]

مسلم لیڈیز کانفرنس اور ازدواج ثانی

ازدواج ثانی کے متعلق لیڈیز کانفرنس کا رزولیوشن اور اسکی تائید میں محترمہ جہان آرا بیگم صاحبہ کی تقریر جس کے متعلق آج کل اخباروں میں بہت شور مچایا جا رہا ہے۔ ذیل میں درج کیجاتی ہے۔

یہ جسارت کیا کم ہے کہ خود حق ہے ہماری پشت پر
جو حق پہ منہ آیا ہے آخر اس نے منہ کی کھائی ہے

"اس کانفرنس کی رائے میں ازدواج ثانی کا وہ طریقہ جو دین اسلام اور نص قرآنی کے صحیح اصولوں کے برخلاف مسلمانوں کے بعض طبقوں میں رائج ہے۔ ہماری قومی ترقی کے لئے نہایت مضر ہے اور تعلیم یافتہ خواتین کا یہ فرض ہے کہ اپنے اپنے حلقۂ اثر میں اس رسم کے دور کرنے کی کوشش کریں"

ازدواج ثانی کے متعلق لیڈیز کانفرنس میں مذکورہ بالا رزولیوشن میں نے پیش کیا۔ کس لئے؟ تحسین و آفرین حاصل کرنے کی خاطر نہیں۔ بلکہ خواہران اسلام کی بہتری اور بہبودی کے خیال نے مجھے مجبور کیا۔ کہ میں نفرت و ملامت کا ہدف بننا قبول کر لوں۔ میں جانتی تھی۔ کہ ایسے مسئلہ کا تذکرہ کرنا اپنے لئے بھڑوں کا چھتہ چھیڑنا اور گوناگوں الزاموں کا مول لینا ہے۔ ہر طرف سے [illegible] ملامت اٹھے گی۔ [illegible] نام پیچھے ملیں گے۔ کفر و [illegible] کے فتوے دیئے جائیں گے۔ ہزاروں قلموں سے روح فرسا الفاظ سننے پڑیں گے۔ مگر آہ کیا کروں۔ کہ قدرت نے میرے سینے میں ایک ایسا دل رکھدیا ہے۔ کہ جس میں درد اٹھے تو ایسی نالے اور آہ ضرور نکلے گی۔ کہ جو عرش تک پہنچکر رہے۔

یوں تو ہزاروں واقعات روزمرہ ایسے ہوتے رہتے ہیں جن کو سنکر مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت پر حسرت و افسوس کا اظہار کرنا اور ان کی پسماندگی پر اشک خون بہانا پڑتا ہے۔ آہ کیسی کیسی نوجوان و حسین دختران اسلام کو میں نے ان آنکھوں سے ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنتے دیکھا۔ وفا و عصمت کی تصویروں کو خاک و خون میں ملتے دیکھا۔ پاک مذہب اسلام کی آڑ میں بے بسوں کو ایسی ایسی ایذائیں دی گئیں۔ جو انسانیت سے کوسوں دور سمجھی جاتی تھیں۔ کیا ان عورتوں کی گنتی ہوسکتی ہے جو تمام سوکنوں اور لاپرواہ خاوندوں کے پنجۂ ظلم میں گرفتار ہیں اپنی ہم جنسوں کے ہاتھوں سے وہ وہ دکھ اٹھائے کہ سننے والے کلیجہ تھام کر رہجاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر تو عالم شباب ہی میں کسی نہ کسی عارضہ کا شکار ہوکر گوشۂ لحد میں چین سے جا سوئیں جن بدنصیبوں کو ایسی خواب راحت نصیب نہ ہوئی۔ زندگی ان کے لئے دوزخ سے بدتر تھی۔ موت سامان عشرت لیکر آتی۔ تو اس رنج و محن زیست سے انہیں رہائی دلواتی۔ مگر آہ!

نیند کب بدنصیب ہوتی ہے

پچھلے سالوں میں کوئی مہینہ ایسا نہ گذرا ہوگا جس میں کسی ایسی نئی شادی کا ذکر نہ سنا ہو۔ جو روشن خیال بزرگوں کی خانہ آبادی اور پہلی بیویوں کی خانہ بربادی تھی۔ وجوہات کونسی دی جاتیں؟ کہ پہلی عورتیں ناتعلیم یافتہ ہیں۔ بدصورت ہیں۔ بدسیرت ہیں۔ کسی کو بیماریوں نے بدحال بنا رکھا ہے۔ تو کسی کو مرگی کا عارضہ ہے۔ کوئی عمر میں خاوند سے زیادہ ہے۔ تو کوئی آداب ملاقات اور بچوں کے رکھ رکھاؤ سے ناواقف ہے۔ تجربہ سے کہتی ہوں کہ ان باتوں کو سنا۔ اور یقین کر لیا۔ مگر جب کبھی ان بدنصیبوں کو دیکھنے کا موقع ملا تو حیران ہوکر رہ گئی۔ جن کے گلستان مسرت کو گلچین کے ہاتھوں پامالی نصیب ہوئی۔ جن کے نازک دلوں کو چکنا چور کیا گیا۔ جن کو زندگی میں مردہ تصور کیا گیا۔ وہ جیتی جاگتی قدیم تعلیم و تربیت کی وہ زندہ مورتیں تھیں۔ جو ہمارے جدید تعلیم یافتہ بزرگوں کو صرف اس لئے ناپسند ہوئیں کہ مغربیت کے سانچے میں ڈھالی نہ گئی تھیں۔ اور مشنری دوستی نہ رکھتی تھیں۔

ایسے ایسے آئے دن کے سانحوں سے دل ضرور کڑھتا۔ مگر سوائے صبر و شکر کے چارہ نہ تھا۔ کچھ عرصہ سے چار پانچ شادیاں ایسی بھی سننے میں آئیں۔ جن میں تعلیم یافتہ لڑکیوں نے نہ صرف [illegible] شادی [illegible]

وہ ایسا [illegible] توڑ کر رکھ دیا۔ جس نے صبر و قرار کا خاتمہ کر دیا۔

ایک ماتمی جلسہ میں مجھے ایک ایسی ہی ستم رسیدہ سے ملاقات نصیب ہوئی۔ جس سے میری بہت دیرینہ واقفیت تھی۔ مگر تین چار سال سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ وہ لڑکی ایک شریف گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ باپ ایک معزز عہدے پر ممتاز ہے۔ میں اس سے بچپن ہی سے واقف تھی۔ بلکہ یوں کہئے۔ کہ وہ میرے ہی ہوش میں جوان ہوئی۔ قدرت نے حسن سیرت اور حسن صورت جیسے زیوروں سے اسے آراستہ کر رکھا ہے۔ ماں باپ کی آنکھوں کا تارا اور خاندان کی چشم و چراغ سمجھی جاتی ہے۔ اس کی بھولی بھالی صورت۔ حیا و عفت بھری آنکھیں ارکان مذہب اور آداب مجلس پر پوری کاربندی یہ ایسی چیزیں نہیں کہ کسی عقلمند انسان کو اس کا گرویدہ نہ کرلیں اس کی تعلیم ایسے طریقہ سے ہوئی ہے جو ہمارے حامی نسوان بزرگوں کو نہایت پسندیدہ ہے۔ بلکہ وہ اپنی تصانیف میں ایسی نصاب کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ یہ تو مجھے معلوم تھا۔ کہ ڈیڑھ برس کے قریب ہوا کہ اس کی شادی ایک نامور روشن خیال بزرگ قوم سے ہو چکی ہے۔ جو مسلمانوں میں ایک بہترین نمونۂ تہذیب خیال کئے جاتے ہیں۔ اور میں اس خاوند کو بہت ہی خوش قسمت سمجھتی تھی جس کو ایسی رفیق زندگی ملی ہو۔

میں نے اس کی ہمشیرہ کو شادی کی مبارکباد دی اور اس کے سسرال کی بابت دریافت کیا۔ کہ وہ کس شہر میں سکونت رکھتے ہیں۔ میں اس کی شادی کا ذکر کر رہی تھی۔ اور وہ لڑکی بار بار آنکھوں میں آنسو بھر لاتی۔ میں حیران تھی۔ کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ آہ! وہ پندرہ سولہ برس کی بچی نہ جانتی تھی کہ اپنے رنج و الم کو کس گوشہ میں چھپائے اور گوہر اشک غم کو کون سے کونے میں دبا کر رکھے۔ اس کی ہمشیرہ نے مجھے بچپن کی رفیق سمجھ کر جلسہ کے بعد اس کے حالات سے مطلع کیا۔ واقعات بالکل سادہ تھے۔ مگر میرے دل پر ان کا ایسا اثر ہوا کہ تا زیست مٹ نہیں سکتا معلوم ہوا کہ شادی کے ایک سال بعد دولہا نے دوسری شادی کا ارادہ کیا۔ اور عنقریب وہ اپنی تمنا بر لانے کو ہیں۔ اس لڑکی کو چھ مہینے سے ایسا چھوڑ رکھا ہے کہ گویا وہ مر چکی۔

کچھ دنوں کے بعد دولہا کی والدہ سے ایک پارٹی میں میری ملاقات ہوئی۔ تو میں نے ان سے پوچھا۔ کہ ان کے لڑکے کو دوسری شادی کا کس لئے شوق ہے۔ میرے سوال کے جواب میں وہ کہنے لگیں۔ کہ بہن شوق تو کچھ نہیں۔ مگر وہ لڑکی بہت مغرور ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ لڑکے کی دوسری شادی ہو جائے۔ خود اس کی بھی یہی آرزو ہے آہ میں جو اس کم نصیب کو اتنے عرصے سے جانتی ہوں۔ وثوق کے ساتھ کہہ سکتی ہوں۔ کہ اس جیسی غریب لڑکی چراغ لیکر ڈھونڈھنے سے بھی نہ ملیگی۔

میں نے لڑکی سے اس بارے میں گفتگو کی۔ تو فرط غم سے اس کی خوبصورت آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ آہ کس حسرت سے وہ میرے منہ کو تک رہی تھیں گویا اپنے غم کے نشتر وہ میرے قلب میں چبھو رہی تھیں۔ اور اپنے صبر کی داد چاہتی تھی۔ اس دن ہاں اس دن میں نے پکا عہد کیا مصمم ارادہ کیا کہ طعن و تشنیع کو سننے کے لئے پتھر کا کلیجہ کروں گی۔ اور ان آنسوؤں کو جنہوں نے پیمانہ صبر چھلکا دیا ہے ہتھیلی پر لئے قوم کے سامنے دست سوال دراز کروں گی دیکھوں گی۔ کہ کون ان موتیوں کی قدر کرتا ہے۔ اور وفا و عصمت کی ایسی دیویوں کو رہائی دلوانے میں میرا ساتھ دیتا ہے میری التجا اپنی ہم جنس بہنوں اور اپنے برادران قوم سے یکساں تھی جیسا کہ میری اس تقریر سے ظاہر ہوتا ہے۔

آہ برادران اسلام آپ نے اس التجا کو اس منت کو مشنری تعلیم کا اثر اور جدید تعلیم کا نتیجہ کہا۔ مجھے اپنے پاک مذہب سے ناواقف ہونے کا خطاب دیا۔ میری عاجزانہ التماس کو ان الفاظ سے رد کیا کہ یہ قابل غور کیسے قابل دید بھی نہیں۔ بلکہ اس کاغذ کے جس پہ ایسی تحریریں ہوں پرزے پرزے کر دینے چاہئیں۔ کیا آپ اس ہمت پر حامی نسوان ہونے کا دعوے کرتے ہیں؟ آپ میں سے کوئی ایک مصور [illegible]

[illegible] اور اگر تم کو خوف ہو کہ ایک سے زیادہ میں [illegible] عدل نہ کر سکو گے۔ تو ایک ہی بیوی کرو۔ سچ کہئے آپ ان شرائط پر کس طرح سے عمل پیرا ہیں۔ آپ پیغمبر خدا صلعم (روحی فداہ) کے قدم بقدم جا رہے ہیں۔ انہی کا سا عمل آپ پیش کرتے ہیں کہ مثنیٰ و ثلٰث و ربٰع کے آپ حقدار ہیں۔ امہات المومنین جن کی عظمت ہونے کا ہم کو شرف حاصل ہے اس محترم خاوند کی بیویاں تھیں۔ جو ایک خربوزہ کو برابر کے حصوں میں تقسیم کرتے۔ اور جب تک ٹکڑے ایک جیسے نہ ہوتے انہیں چین نہ آتا۔ وہ اس رسول برحق کی پیاری بیویاں تھیں۔ جو ان میں سے ہر ایک کو ایک ہی نظر سے دیکھتے۔ اور حالت بیماری میں چارپائی پر جس کی باری ہوتی پہنچائے جاتے۔ آپ بھی اسی پیغمبر صلعم کی امت ہیں۔ انہیں کی تقلید کیجئے کہ آپ عدل و انصاف کے نام سے بھی واقف نہیں؟

ان جیسی زیادہ نہیں۔ تو پانچ دس مثالیں ہی تمام ہندوستان میں نکال کر دکھا دیں تو میں آپ کی قائل ہوں۔

میرے اس رزولیوشن کو خواتین نے جس نگاہ کرم سے دیکھا۔ اس کی قدر کچھ میرا ہی دل خوب جانتا ہے یہ انکی بیداری اور اپنی ناگفتہ بہ حالت کے احساس کا بین ثبوت ہے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک بزرگ خاتون قوم نے آ سٹیج پر آکر مجھے مبارکباد دی اور کہا کہ الحمدللہ خدا نے مجھے یہ دن دکھایا وہ اسی قدیم تہذیب کا نمونہ تھیں۔ جس سے ناواقف ہوکر ہم نے یہ رزولیوشن پیش کیا۔

برادران اسلام! اپنے پاک مذہب۔ اپنے سچے مذہب کو ایسے افعال سے وہ الزام نہ دلواؤ۔ جس سے وہ بالاتر ہے۔ ایسے مذہب کے پیرو ہوکر جس میں عورتوں کو وہ حقوق عطا ہوئے ہیں جو آج تک کسی مذہب نے دیئے طبقۂ اناث پر یہ ظلم روا نہ رکھو۔ للہ اپنی قوم کے ڈوبتے جہاز کو سنبھالو۔ اور ہم کو خدا کے دیئے حقوق سے محروم نہ کرو۔

قوم کے نامور روشن خیال بزرگو میری تقریر اور رزولیوشن کے الفاظ کو غور سے ملاحظہ کرو۔ اگر اس کے بعد بھی شکایت کی گنجائش باقی ہو۔ تو میں آپ کی خدمت میں سوائے اس کے کیا عرض کر سکتی ہوں ؎

چشم ما روشن دل ما شاد

(جہاں آرا بیگم)

پیغام صلح۔ یہ تقریر معہ اس نوٹ کے جو اسکے اوپر درج ہے ایک ٹریکٹ میں جس میں انہی جہان آرا بیگم صاحبہ کی ایک اور تقریر بھی درج ہے ہمارے پاس پہنچی ہے جہاں تک اصل تقریر کو پڑھنے سے پتہ لگتا ہے یہ جواب ہے ان اعتراضات کا جو محترمہ موصوفہ کی اس تقریر اور پیشکردہ ریزولیوشن پر اخبارات کیطرف سے ہوئے لیکن اس سے قطع نظر کرکے جہاں تک اصل ریزولیوشن اور محترمہ جہان آرا بیگم صاحبہ کے مندرجہ بالا واقعات کا سوال ہے ہم اس سے بکلی متفق ہیں جس کا ہم پیشتر ازیں بھی اعلان کر چکے ہیں۔ اور ایسے دردناک حالات اور تعدد ازدواج کی اجازت سے بعض نفس پرستوں کے ناجائز فائدہ اٹھانے کی صورت میں کون باغیرت اور سمجھدار مسلمان ہے جو اسکی زور کیساتھ تائید نکرے۔ اخبارات میں جو شور برپا ہوا اور خود ہم نے بھی اس میں حصہ لیا۔ وہ محض اس غلط فہمی کی بنا پر تھا جو رزولیوشن کا غلط مفہوم شائع ہونے اور مسلم لیڈیز کانفرنس کے خاموشی اختیار کرنے سے پیدا ہوئی۔ اگر پہلے ہی سیکریٹری صاحبہ کانفرنس یا محترمہ جہان آرا بیگم صاحبہ کیطرف سے ریزولیوشن کے اصل الفاظ اور صحیح واقعات شائع ہو جاتے یا کم از کم غلط رپورٹ ہونے پر اسکی تردید کر دیجاتی۔ تو معاملہ اسقدر طول نہ پکڑتا۔ اور خواہ مخواہ کی غلط فہمی پیدا ہوکر کانفرنس پر غلط الزام نہ آتا بہرحال اب جبکہ معاملہ صاف ہو چکا ہے۔ اور جیسا کہ اس سے بہت پہلے پیغام صلح میں اسی غلط رپورٹ کی بنا پر شکایت ہونے پر ہماری ایک محترمہ بہن نے جو شریک جلسہ بھی تھیں لکھا تھا۔ ریزولیوشن کے اصل الفاظ اس مفہوم کی اظہار کرنے والے نہیں جس سے ہر حال میں تعدد ازدواج کی جائز صورتوں کو بھی روکنے کا اشتباہ بلکہ یقین پیدا ہوتا تھا۔ تو امید نہیں۔ کہ کسی شخص کو اس پر اعتراض کی گنجائش ہو۔ اسلام نے تعدد ازدواج خاص صورتوں میں جائز رکھا ہے اور جہاں تک ہمیں محترمہ جہان آرا بیگم صاحبہ کی تقریر اور ریزولیوشن کے اصل الفاظ سے پتہ چلتا ہے۔ وہ ان خاص صورتوں میں اسکے مخالف نہیں ہاں ازدواج ثانی کا وہ طریقہ جو دین اسلام اور نص قرآنی

[illegible]

مال

یکم اپریل سے ۲۹ ستمبر ۱۹۱۷ء تک برطانیہ کا اوسط روزانہ خرچ ۶۶۴۸۰۰۰ پونڈ تھا۔

برطانیہ کلاں کی مالی کوشش مندرجہ اعداد و شمار سے اچھی طرح ظاہر ہو جائیگی۔

سال	کل آمدنی	کل خرچ
۱۳-۱۹۱۴ء	۱۹۸۲۴۳۰۰۰ پونڈ	۱۹۷۴۹۲۷۰۰ پونڈ
۱۵-۱۹۱۴ء	۲۷۰۳۴۲۰۰۰ پونڈ	۱۱۱۳۶۵۴۰۰۰ ،،
۱۹۱۵-۱۶ء	۳۳۶۷۶۷۰۰۰ پونڈ	۱۵۵۹۱۵۸۰۰۰ ،،
۱۹۱۶-۱۷ء	۵۷۳۴۲۸۰۰۰ پونڈ	۲۱۹۸۸۳۰۰۰ ،،
۱۹۱۷-۱۸ء تخمیناً	۶۱۲۵۰۰۰۰۰ پونڈ	۲۲۹۴۳۸۱۰۰۰ ،،

اگست ۱۹۱۴ء میں قومی قرضہ کی میزان ۶۴۵۰۰۰۰۰۰ پونڈ

۲۹ ستمبر ۱۹۱۷ء کو یہ رقم ۵ ارب پونڈ تھی۔ اس میں سے ایک ارب ۱۰ کروڑ پونڈ اتحادیوں کو قرضہ دیا ہوا تھا اور ۱۶ کروڑ پونڈ نوآبادیوں کو قرضہ دیا ہوا تھا۔

آمدنیوں سے جو زیادہ خرچ ہوا ہے وہ تین جنگی قرضوں کے ذریعہ پورا کیا گیا ہے۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

	رقم	چندہ دہندگان کی تعداد
پہلا قرضہ جنگ	۳۵ کروڑ پونڈ	نہیں دی گئی
دوسرا ،،	۶۱ کروڑ ۶۰ لاکھ پونڈ	۱۱ لاکھ
تیسرا ،،	ایک ارب پونڈ	

کل میزان ایک ارب ۹۶ کروڑ ۷۰ لاکھ پونڈ

۱۹۱۷ء کے اخیر تک ۱۲۳۰۰۰۰۰۰ پونڈ قرضہ ۱/۲ ۱۵ شلنگ وار سیونگ سرٹیفکٹس کے ذریعہ حاصل کیا گیا تھا۔ اور صرف ۳۰ لاکھ پونڈ کے سرٹیفکٹوں کا روپیہ واپس وصول کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں قرضہ جات کی ادائیگی کے لئے جہاں تک ممکن تھا بھاری ٹیکس بھی لگائے گئے۔ چنانچہ سب سے زیادہ روپیہ براہ راست ٹیکسوں خصوصاً انکم ٹیکس کے ذریعہ حاصل ہوا ہے۔ مندرجہ ذیل نقشہ سے ظاہر ہو جائیگا کہ انکم ٹیکس ادا کرنے والوں پر جنگ کا کس قدر اثر واقع ہوا ہے۔

ئی ہوئی آمدنی	ٹیکس قبل از جنگ	موجودہ ٹیکس (پونڈ - شلنگ - پنس)
۱۶۱	۰ - ۰ - ۹ پونڈ	۴ - ۱۲ - ۲ پونڈ
۲۰۰	،، ۱ - ۱۰ - ۰	،، ۹ - ۰ - ۰
۳۰۰	،، ۵ - ۵ - ۰	،، ۲۰ - ۵ - ۰
۴۰۰	،، ۹ - ۰ - ۶	،، ۳۱ - ۱ - ۰
۵۰۰	،، ۱۳ - ۲ - ۶	،، ۴۵ - ۵ - ۰
۸۰۰	،، ۳۰ - ۰ - ۰	،، ۱۰۰ - ۰ - ۰
۱۰۰۰	،، ۳۷ - ۱۰ - ۰	،، ۱۲۵ - ۰ - ۰
۲۰۰۰	،، ۷۵ - ۰ - ۰	،، ۳۶۶ - ۱۳ - ۴
۲۵۰۰	،، ۱۲۵ - ۰ - ۰	،، ۵۲۱ - ۱۳ - ۴
۳۰۲۵	،، ۱۷۶ - ۹ - ۲	،، ۷۸۸ - ۱۰ - ۱۰
۵۰۰۰	،، ۲۹۱ - ۱۳ - ۴	،، ۱۴۰۴ - ۱۳ - ۴
۵۰۰۰۰	۴۰۹۱ - ۳ - ۴	،، ۲۰۲۷۹ - ۳ - ۴
۱۰۰۰۰۰	،، ۸۲۵۸ - ۶ - ۸	،، ۴۱۵۲۹ - ۳ - ۴

ائی ہوئی آمدنی	ٹیکس قبل از جنگ	موجودہ ٹیکس
۱۶۱	۰ - ۲ - ۱ پونڈ	،، ۶ - ۳ - ۰
۲۰۰	،، ۲ - ۶ - ۸	،، ۱۲ - ۰ - ۰
۳۰۰	،، ۸ - ۳ - ۴	،، ۲۷ - ۰ - ۲
۴۰۰	،، ۱۴ - ۰ - ۰	،، ۴۲ - ۰ - ۰
۵۰۰	،، ۲۰ - ۸ - ۴	،، ۶۰ - ۰ - ۰
۸۰۰	،، ۴۶ - ۱۳ - ۴	،، ۱۲۰ - ۰ - ۰
۱۰۰۰	،، ۵۸ - ۶ - ۸	،، ۱۷۵ - ۰ - ۰
۲۰۰۰	،، ۱۱۶ - ۳ - ۴	،، ۴۵۰ - ۰ - ۰
۲۵۰۰	،، ۱۴۵ - ۱۶ - ۸	،، ۶۲۵ - ۰ - ۰

۱۹۱۷-۱۸ء کے متعلق اندازہ کیا گیا ہے۔ کہ اس میں بذریعہ (انکم ٹ)یکس و سپر ٹیکس ۲۲۴۰۰۰۰۰۰ پونڈ حاصل ہونگے گویا کل میزان ۴۴۰۰۰۰۰۰ پونڈ ہوگی۔ اسی طرح باقی ۲۰۸۰۰۰۰۰ پونڈ دیگر ذریعوں سے حاصل کرنے کے لئے رہجائینگے سال ۱۹۱۸-۱۹ء میں زائد منافع ٹیکس سے ۳۰ کروڑ پونڈ حاصل ہونگے۔ اور اسی سال میں کم ازکم ۸۰ کروڑ پونڈ ٹیکسوں کے ذریعے حاصل کئے جائیں گے۔

اب ایک تفریح ٹیکس جو ۱/۲ ۱ پنس سے ۴ پنس فی شلنگ تک ہے تھیئٹروں اور دیگر تماشہ گاہوں کے تمام ٹکٹوں پر لگایا جاتا ہے یکم جنوری ۱۹۱۷ء سے ریلوے کے کرایوں میں ۵۰ فیصدی اضافہ کیا گیا ہے اور تمام سستے واپسی ٹکٹ اور سیر و سیاحت کے ٹکٹ سوائے تھوڑے فاصلے پر رہنے والے لوگوں کو سیزن ٹکٹوں کے موقوف کئے گئے ہیں۔ پوسٹل تار اور ٹیلیفون کے نرخوں میں بھی اضافہ کیا گیا ہے ٹیکسوں میں اضافہ کے ساتھ تمام ضروریات زندگی بھی گراں ہوگئی ہیں۔ اور ایک شلنگ کی قیمت مزید قبل از جنگ قریباً ۱۰ شلنگ تک گر گئی ہے۔ جنگ کے متعلق اس قدر بھاری کوشش کے باوجود جس میں قومی سرگرمیوں کا اسقدر بھاری حصہ مشغول ہے۔ ملک کے ذرائع کو بھی بہت زیادہ بڑھایا گیا ہے۔ صرف ۱۹۱۷ء میں ۱۰ لاکھ ایکڑ زمین کا زیر کاشت علاقہ میں اضافہ کیا گیا تھا۔ ماہ جون ۱۹۱۸ء میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر بونرلا نے کہا۔ ملک کی پیداوار کے امکانات قریباً انتہائی درجہ تک پہنچا دیئے گئے ہیں۔

ضروری خبریں

روس میں ہیضہ۔ لنڈن ۲۰ جولائی۔ ایک روسی اعلان مظہر ہے کہ ماسکو میں ہیضہ کے تحقیق شدہ ۲۳۴ اور مشتبہ ۸۷ کیس ہوئے۔ اور پیٹروگریڈ میں ۱۲۰ کیس ہوئے۔

بلقان میں دشمن کی پسپائی۔ لنڈن ۲۱ جولائی ایک فرانسیسی مشرقی اعلان مظہر ہے۔ کہ سرنا میں دشمن نے کئی دفعہ اطالوی پوزیشنوں پر حملے کرنے کی کوشش کی لیکن شاندار طور پر پسپا کیا گیا۔ بلغاریوں کا بہت بھاری نقصان ہؤا۔

لنڈن ۲۰ جولائی۔ ایک اطالوی اعلان مظہر ہے کہ دشمن نے مقدونیہ میں پہاڑی نمبر ۱۰۵۰ کے مشرق کی طرف حملہ کیا۔ ہم نے حملے کو بڑی مضبوطی سے روکا اور جوابی حملہ کرکے دشمن کو منتشر حالت میں پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔

مغربی محاذ۔ برطانوی حملے۔ لنڈن ۱۹ جولائی۔ ایک بجے بعد دوپہر۔ ایک برطانوی اعلان مظہر ہے کہ ہم نے علاقہ جات و لرز بر بیٹنیو اور میر لینکورٹ میں حملہ آوروں کو پسپا کر دیا۔ ہم نے مکوئے۔ ولروبل اور لوسرے کے نواح میں کامیاب حملے کئے۔ اور قیدی گرفتار کئے۔

لنڈن ۲۰ جولائی ۱۲ بجکر ۳۵ منٹ شب۔ ایک برطانوی اعلان مظہر ہے کہ سکاٹش افواج نے موضع میٹرن پر قبضہ کر لیا۔ اور اپنے تمام مقاصد حاصل کر لئے۔ اور ۳۰۰ سے زائد قیدی گرفتار کئے۔ اور متعدد کلدار توپوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کارروائی کی آڑ میں آسٹریلینوں نے اپنی لائن کو میٹرن کے جنوب کیطرف پہلے تھوڑے سے فاصلے تک بڑھا لیا۔ اور ۸۰ سے زیادہ قیدی گرفتار کئے۔ اور ۱۰ توپوں پر قبضہ کر لیا۔ ہم نے علاقہ دشت نیوپورٹ میں حملوں اور پٹرول لڑائیوں میں چند قیدی گرفتار کئے۔ ہمارے ہوابازوں نے جن نشانات پر بم گرائے ان میں آرمنٹیرز اور میر یکورٹ میں ذخائر اور روزیرس اور بیرائے کے سٹیشن اور برجز اور دسٹینڈ کے ذ[illegible] بھی شامل تھے۔ ہم نے ۹ ہوائی جہاز نیچے گرائے اور ۷ برطانوی ہوائی جہاز گم ہیں۔ ہمارے شب کے وقت پرواز کرنیوالے ہوائی جہازوں نے موٹس ویلنسیلس ریلوے پر ۵ ٹن گولے اور کورٹرائے سیکلن اور للی ریلویز پر ۹ ٹن بم گرائے۔ دو ہوائی جہاز واپس نہیں آئے۔

لنڈن ۲۰ جولائی۔ ایک برطانوی اعلان مظہر ہے کہ کل کی کارروائی کے نتیجے کے طور پر علاقہ میٹرن میں ہماری لاین قریباً ۴ ہزار گز کے محاذ پر آگے بڑھائی گئی اور موضع میٹرن نے معہ عمارات کے ایک گروپ کے بھاری مزاحمت کی۔ لیکن دیگر مقامات پر ہم نے بغیر کسی مشکل کے اپنے مقاصد بسرعت حاصل کر لئے۔ ہم نے رات کے وقت ایک حملہ کیا۔ مزید شمال میں برطانیوں نے شدید لڑائی کے بعد ہیبوٹرن کے جنوب کی طرف قریباً ایک میل کے محاذ پر اپنی لاین کو آگے بڑھا لیا۔ سینٹ وینانٹ اور یاپیرس کے نواح میں دشمن کے توپخانہ نے آتشباری کی۔

لنڈن ۲۱ جولائی ۱۲ بجکر ۳ منٹ شب۔ ایک برطانوی اعلان مظہر ہے کہ علاقہ ہیبوٹرن میں ہماری چھوٹی چھوٹی کارروائیاں کامیابی سے جاری رہیں۔ ہمارے دباؤ نے دشمن نے ہیبوٹرن اور بکوئے کے درمیان دشت رو سگنل سے پسپا ہونے پر مجبور کیا۔ یہ اہم مقامی حالت اب ہمارے حق میں ہے۔ ہم نے دشمن کا تعاقب کیا۔ دشمن کی بہت سی جانوں کا نقصان ہؤا۔ میٹرن میں ہم نے ۴۳۵ قیدی ۱۰ خندق مارٹر توپیں اور ۷۵ کلدار توپیں گرفتار کیں۔ جمعہ کے روز ہوائی جہازوں نے دشمن کے ذخائر ریلوے سٹیشنوں اور ہوائی جہازوں کے گوداموں پر ۷ ٹن بم گرائے۔ ہوابازوں نے ایک موقعہ پر ۱۰۰ اور ۵۰۰ فٹ کے درمیان کی بلندی سے ہوائی جہازوں کے گوداموں پر بم گرائے۔ ہم نے ۱۰ ہوائی جہاز اور ۶ غبارے نیچے گرائے۔ ۷ برطانوی ہوائی جہاز گم ہیں۔ شب کو پرواز کرنے والے ہوائی جہازوں نے باوجود خراب موسم کے موٹس اور ویلنسینس کے درمیان ریلویز اور کیمبرائے۔ للی اور سیکلن کے سٹیشنوں پر ۱۲ ٹن بم گرائے۔ سیکلن میں ایک ٹرین پر براہ راست نشانہ لگایا گیا۔

نہایت مسرت انگیز خبر۔ لنڈن ۱۹ جولائی۔ تمام اخبارات جنرل فاش کی تعریف کر رہے ہیں۔ کہ اس نے نہایت شاندار چال سے تمام صورت معاملات کو بڑی سرعت سے بدل دیا۔ کہا جاتا ہے کہ شاید ۱۹۱۴ء کے بعد ابتک اتحادیوں کے حق میں اسقدر مسرت انگیز خبر کوئی نہیں آئی۔ وہ لوگ بھی جو سہ شنبہ کے روز موجودہ صورت معاملات کے متعلق ناامید سے تھے جبکہ ریمز کے مشرق کی طرف جرمنوں کی شکست کی وسعت کا علم ہؤا۔ تو اس حیرت انگیز رفتار کے لئے بمشکل تیار تھے جسکے ساتھ کہ جرنیل فوج نے تمام کام سرانجام دیا۔

سابق زار کو گولی مار کر مار دیا گیا۔ لنڈن ۲۰ جولائی۔ ایک بے تار برقی روسی سرکاری تار مظہر ہے کہ سنٹرل ایگزکٹو نے ارل ریجینل کونسل کا سابق زار کو گولی مار کر ہلاک کرنے کے متعلق مندرجہ پیغام شائع کیا ہے زیکوسلاوکوں کے پہنچنے کی وجہ سے ایکاٹرنبرگ کو سخت دھمکی دی جاتی تھی اور کونسل کے اختیار سے زار کو نکالنے کے متعلق ایک جوابی انقلابی سازش بھی اسی وقت دریافت کی گئی تھی۔ اس لئے ارل ریجینل کونسل نے سابق زار نکولس کو گولی مار کر ہلاک کر دینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ۱۶ جولائی کو اس فیصلہ پر عمل کیا گیا۔

فرانسیسیوں نے شاٹو تھیری کو واپس لے لیا۔ لنڈن ۲۱ جولائی ۹ بجکر ۵ منٹ صبح۔ ایک امریکن اعلان مورخہ ۲۰ جولائی مظہر ہے کہ ایسنی اور مارن کے درمیان ہم نے دشمن کی مزاحمت کو توڑ دیا۔ اور پیشقدمی جاری رکھی اور بہت سے قیدی گرفتار کئے۔

لنڈن ۲۱ جولائی ۴ بجکر ۲۰ منٹ بعد دوپہر۔ ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ فرانسیسی آج صبح شاٹو تھیری میں داخل ہوگئے اورق کے شمال اور جنوب میں اور مارن اور ریمز کے درمیان شدید لڑائی جاری ہے باوجود جرمنوں کی شدید مزاحمت کے ہم نے ترقی جاری رکھی۔

لنڈن ۲۱ جولائی۔ پیرس۔ شاٹو تھیری پر قبضہ ہو جانے سے مارن اور ایسنی کے درمیان جرمن محاذ کا ایک مینارہ گر گیا۔ دوسرا سواسنز ہے جو محفوظ نہیں ہے جنرل ڈیگوٹ کی فوج آج صبح شاٹو تھیری میں داخل ہوگئی۔ دشمن اس سے پہلے کی شب کو ہی نکل گیا تھا تاکہ گھر نہ جائے۔ فرانسیسیوں نے شمال مغرب کی طرف پیشقدمی کی اور ایپیلی میں گھس گئے۔

اتحادی پیشقدمی۔ لنڈن ۱۹ جولائی۔ پیرس۔ جوابی جارحانہ کارروائی کی خبر بڑی سرعت کے ساتھ پھیل گئی۔ اور اہل پیرس بہت خوش [illegible]

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست — بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن — جاں شد و باجاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ہفتہ میں دوبار
یکشنبہ و چہارشنبہ کو شایع ہوتا ہے

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست — ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملایک و ز خبرہائے معاد — ہرچہ گفتہ آں رسول با سداد
ایں ہمہ از حضرت احدیت است — منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست — منکر آں مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقین — آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب — نزد ما کفر است و خسران و تباب

سالانہ قیمت
ے ششماہی ملے ہنماہی عہ طلباء سے سالانہ للعہ

جلد ۶ | مینارۃ المسیح لاہور۔ یکشنبہ ۸ شوال سنہ ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۲۸ جولائی سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۵

ملفوظات حضرت مسیح موعود

مثیل یہود فرمایا جس طرح اللہ تعالےٰ نے فضایل میں اس قوم اسلام کو امت موسےٰ کا مثیل بنایا ہے۔ ایسے ہی رذایل بھی کل وہ اس میں جمع ہیں جو ان میں پائے جاتے تھے۔ یہ قوم تو یہود کے نقش قدم پر ایسی چلی ہے جیسے کوئی اپنے آقا و مولیٰ مطاع رسول کی پیروی کرتا ہے۔ یہود کے واسطے قرآن شریف میں حکم تھا۔ کہ وہ دو دفعہ فساد کرینگے۔ اور پھر ان کی سزا دہی کے واسطے اللہ تعالےٰ اپنے بندے انپر مسلط کریگا۔ چنانچہ بخت نصر اور طیطوس دونو نے ان لوگوں کو بری طرح سے ہلاک کیا۔ اور تباہ کیا۔ اس کی مماثلت کے لئے اس قوم میں نمونہ موجود ہے۔ کہ جب یہ فسق و فجور میں حد سے نکلنے لگے۔ اور خدا کے احکام کی ہتک اور شعار اللہ سے نفرت ان میں آگئی اور دنیا اور اس کی زیب و زینت میں ہی گم ہو گئی تو اللہ تعالےٰ نے ان کو بھی اسی طرح ہلاکو چنگیز خاں وغیرہ سے برباد کرایا۔ لکھا ہے کہ اس وقت یہ آسمان سے آواز آتی تھی ایہا الکفار اقتلوا الفجار۔ غرض فاسق فاجر انسان خدا کی نظر میں کافر سے بھی ذلیل اور قابل نفرین ہے۔ اگر کوئی کتاب قرآن شریف کے بعد نازل ہونے والی ہوتی تو ضرور ان لوگوں کے نام بھی اسی طرح عباداً لنا میں داخل کئے جاتے۔ یہ بھی لکھا ہے۔ کہ آخر کار بخت نصر یا اس کی اولاد بت پرستی وغیرہ سے باز آکر واحد خدا پر ایمان لائی ہے۔ اسی طرح ادھر بھی چنگیز خاں کی اولاد مسلمان ہو گئی۔ غرض خدا نے مماثلت میں طابق النعل بالنعل والا صاف معاملہ کرکے دکھا دیا ہے +

ہماری گورنمنٹ بعض بادشاہوں کی معدلت گستری کے متعلق ذکر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری گورنمنٹ ہم نے اسے غور سے دیکھا ہے کہ نازک معاملات میں بھی بلاتحقیق کے کوئی کارگزاری نہیں کرتی۔ بغاوت جیسے خطرناک معاملات میں تو بلاتحقیق اور بدوں جرم اور ثبوت کے سوا گرفت کی نہیں جاتی تو دوسرے معاملات میں بھلا کہاں ایسا کرنے لگی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اور حکام وقت ہیں کہ ان کے نزدیک انسان گویا گاجر مولی کی طرح بنے ہوئے ہیں کسی نے شکایت کی۔ بس پکڑا اور قتل کر دیا۔ کوئی ضرورت نہیں کہ ثبوت کافی بہم پہنچایا جاوے یا کوئی لمبی تحقیقات کی جاوے۔ دیکھئے ہمارا مقدمہ پادری والا بھی تو ایک بغاوت کے ہی رنگ میں تھا۔ کیونکہ ایک پادری نے جو ان کے مذہب کا لیڈر اور گرو مانا جاتا تھا اس نے ظاہر کیا تھا کہ گویا ہم نے اس کے قتل کا منصوبہ کیا ہے اور پھر اس پر ...

ایک قدم بھی نہ اٹھایا گیا۔ اور آخر کار قوم کی پروا نہ کرکے ہمیں بری کیا گیا۔ غرض یہ بھی ہم پر خدا کا ایک فضل ہے۔ کہ ایسی عادل گورنمنٹ کے ماتحت ہیں +

آمد مسیح کا وقت امریکہ کے ایک انگریز کا اشتہار سنایا گیا جس میں اس نے لکھا ہے کہ مسیح کی دوبارہ آمد کا وقت یہی وقت ہے۔ وہ کل نشانات پورے ہو گئے۔ جو آمد ثانی کے پیش خیمہ تھے۔ اور اس نے اس بیان کو بڑے بشپوں اور فلاسفروں کی شہادتوں سے قوی کیا ہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ اصل میں ان کی یہ بات کہ مسیح کی آمد ثانی کا وقت یہی ہے۔ اور اس کے آنے کے تمام نشانات پورے ہو گئے ہیں بالکل ہمارے منشاء کے مطابق ہے۔ اور راستی بھی اسی میں ہے۔ ان کی وہ بات جو حق ہو۔ اور جہانتک وہ راستی کی حمایت میں ہو اسے رد نہ کرنا چاہئے۔ یہ لوگ ایک طرح سے ہماری خدمت کر رہے ہیں۔ اس ملک میں جہاں ہماری تبلیغ بڑی محنت اور صرف کثیر سے بھی پوری طرح سے کما حقہٗ نہیں پہنچ سکتی۔ وہاں یہ ہماری اس خدمت کو مفت اچھی طرح سے پورا کر رہے ہیں۔ انہوں نے وقت کی تشخیص تو بالکل راست کی ہے۔ مگر نتایج نکالنے میں سخت غلطی کرتے ہیں جو آنیوالے کی انتظار آسمان سے کرتے ہیں +

جھوٹے مدعیان مسیحیت اب آئے دن سنا جاتا ہے کہ کسی نے دعوےٰ کیا ہے کہ میں ہی مسیح ہوں جو آنیوالا تھا یا میں مہدی ہوں جس کا انتظار کیا جاتا تھا کچھ ہمارے لئے مضر نہیں ہے۔ یہ تو بلکہ ہماری صداقت کو اور بھی دوبالا کرکے دکھاتا ہے۔ کیونکہ مقابلہ کے سوا کسی کی بھلائی یا برائی کا پورا اظہار نہیں ہو سکتا۔ یہ لوگ جو دعوے کرتے اور چند روزہ بالی ذو الجھاگ والاسعا بالہ کرکے دنیا سے رخصت ہو جاتے یا پاگل خانہ کی سیر کو روانہ کئے جاتے ہیں۔ ہماری صداقت پر مہر ہیں۔ ہر نبی کے ساتھ کوئی نہ کوئی جھوٹا نبی بھی آتا ہے۔ چنانچہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں چار شخص ایسے تھے۔ اسی طرح اس زمانہ کے لئے بھی لکھا تھا کہ بہت سے جھوٹے نبی آوینگے۔ سو یہ لوگ خود ہی اس پیشگوئی کو پورا کرتے ہیں۔ بھلا کوئی بتا دے کہ وہ مہدی سوڈانی اب کہاں ہے۔ یا پیرس کا مسیح کیا ہوا۔ انجام نیک صرف صادق ہی کا ہوتا ہے۔ سارے جھوٹے اور مصنوعی آخر تھک کر رہ جاتے یا ہلاک ہو جاتے ہیں اور جھوٹ کے انجام کا پتہ دوسروں کے لئے بطور عبرت چھوڑ جاتے ہیں +

تمباکو نوشی ایک شخص نے امریکہ سے تمباکو نوشی کے متعلق اس کے بہت سے مجرب نقصان ظاہر کرتے ...

... اسے سنتے ہیں کہ اکثر نوعمر لڑکے نوجوان تعلیم یافتہ بطور فیشن ہی کے اس بلا میں گرفتار و مبتلا ہو جاتے ہیں تا وہ ان باتوں کو سن کر اس مضر چیز کے نقصانات سے بچیں ...... فرمایا اصل میں تمباکو ایک دھواں ہوتا ہے۔ جو اندرونی اعضا کے واسطے مضر ہے۔ اسلام لغو کاموں سے منع کرتا ہے اور اس میں نقصان بھی ہوتا ہے لہٰذا اس سے پرہیز ہی اچھا ہے +

اللہ تعالےٰ کی ہستی کا ثبوت اللہ تعالےٰ کی ہستی کا ثبوت جس طرح سے پیش گوئی دلاتی ہے۔ ایسا اور کوئی سچا علم نہیں۔ معرفت کو زیادہ کرنے کا صرف یہی ایک طریق ہے۔ ہماری نسبت بھی اللہ تعالےٰ نے براہین احمدیہ میں فرمایا ہے۔ کہ تیری صداقت کو پیش گوئی کے ذریعہ سے ظاہر کرونگا +

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ شملہ میں بفضلہ تعالےٰ بخیر و عافیت ہیں اور مہمات دینیہ میں ہمہ تن مصروف +

اتوار کو برہمو سماج میں حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک لیکچر ہوگا۔ حالات اللہ تعالےٰ بار آور فرمائے۔ مفصل اطلاع انشاء اللہ پوری معلومات کے ساتھ انشاء اللہ تعالےٰ +

آج کے پرچہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک ضروری لیکچر درج کیا گیا۔ جو انجمن حمایت اسلام لاہور کے گذشتہ سالانہ جلسہ میں آپ نے دیا تھا یہ لیکچر بعض دیگر مصروفیات کی وجہ سے صاف نہ ہو سکا۔ اس لئے بہت دیر کے بعد شایع ہوتا ہے۔ لیکن اپنی ندرت اور نکات عالیہ کو لحاظ سے اب بھی نیا ہے۔ جو امید کہ احباب کے فایدہ کا موجب ہوگا۔ یہ لیکچر تمام و کمال انجمن حمایت اسلام کی رپورٹ میں بھی چھپ جائیگا۔ انشاء اللہ +

رسید زر

از جماعت ایبٹ آباد

(معرفت شیخ نور احمد صاحب وکیل)

نام	رقم		
شیخ نور احمد صاحب وکیل	صہ	بے صدقہ فطر	للعہ
شیخ عبد العزیز صاحب	للعہ	[illegible]	[illegible]
سردار عبد الحمید خاں صاحب	عہ	[illegible]	[illegible]
محمد شریف خاں صاحب	عہ	[illegible]	[illegible]
عبد الرحمن صاحب	[illegible]	[illegible]	[illegible]
میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ ۔ یکشنبہ ۲۸ جولائی ۱۹۱۸ء ۔ نمبر ۵

اسلام اور دیگر مذاہب

قرآن ایک حکمت و فلسفہ کی کتاب

اسلامی اصولوں کی صداقت پر تمام مذاہب کی شہادت

لیکچر حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب

ایم اے ایل ایل بی امیر جماعت احمدیہ

بر موقعہ جلسہ سالانہ انجمن حمایت اسلام لاہور

قرآن کا دعوائے علم و حکمت اور نبی کریم صلعم کی صداقت کا ثبوت

یٰس ۔ والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین ۔ علی صراط مستقیم

حضرات! یہ آیات قرآن کی جو اس وقت میں نے پڑھی ہیں ۔ سورہ یٰسین کی پہلی آیات ہیں جو قلب قرآن کے نام سے مشہور ہے ۔ ان آیات میں ایک دعوےٰ کیا گیا ہے اور اسی کے متعلق میں اس وقت کچھ بیان کرونگا ۔ وہ دعوےٰ یہ ہے یٰس ۔ اے انسان کامل یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ والقرآن الحکیم یہ قرآن جو ایک پرحکمت کتاب ہے جس میں حکمت کی باتیں جمع کر دی گئی ہیں ۔ اس کی قسم انک لمن المرسلین ۔ تو بیشک رسولوں میں سے ہے ۔ یقیناً خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے ۔ اور تو سیدھی راہ پر ہے ۔ اس میں جو دعوےٰ کیا گیا ہے ۔ اور قرآن کے پرحکمت کتاب ہونے کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے ثبوت میں بطور دلیل پیش کیا گیا ہے ۔

یہ سمجھ لیجئے خود کوئی چھوٹا سا دعوےٰ نہیں

عرب کی جو حالت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت تھی وہ مجھ سے پہلے مولینا صاحب بیان فرما چکے ہیں ۔ ان لوگوں کے اندر جیسی حکمت کی توقع ہوسکتی تھی ۔ ظاہر ہے ۔ حکمت تو کجا وہ تو لکھنے پڑھنے سے بھی عاری تھے ۔ اور حد درجہ کی جہالت میں مخمور ان لوگوں کے اندر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے حکم ہوتا ہے ۔ اقرأ باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق ۔ اقرأ وربک الاکرم الذی علم بالقلم پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا ۔ جس نے انسان کو علقہ سے بنایا ۔ پڑھ اور تیرا رب بڑی بزرگی والا ہے جس نے قلم سے سکھایا ۔ اس میں صاف طور پر

قلم کے ذریعہ سے سکھانیکا وعدہ

کیا ۔ امی قوم اور قلم کے ذریعہ علوم کا سکھانا لیکن یہ بھی کوئی اتنی بڑی بات نہیں قلم کے ذریعہ سے لکھنا بھی انسان سیکھ سکتا ہے ۔ سوال یہ ہے کہ اس ملک کے اندر جہاں جہالت اور توہمات کے سوائے اور کچھ نہیں ۔ کوئی باہر کے خیالات کی بھی خبر نہیں ان کے اندر کیا توقع ہوسکتی ہے ۔ کہ ایک امی انسان کوئی پرحکمت کتاب پیش کرے ۔ مگر باایں ہمہ نہ صرف اسے پرحکمت قرار دیتا ہے ۔ بلکہ فرماتا ہے کہ اس قرآن کا پرحکمت . . . .

. . . . ہونا دلیل ہے اس بات کی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسولوں میں سے ہے ۔ وہ معجزات جو دوسرے انبیا علیہم السلام سے ظاہر ہوئے وہ تو ایک وقت تک جا کر رہ جاتے ہیں ۔ لیکن قرآن کا پرحکمت کتاب ہونا وہ معجزہ ہے ۔ کہ جس قدر علم ترقی کریگا ۔ جوں جوں زمانہ گذریگا اور سائینس اور علوم کا زور ہوگا ۔ یہ بھی اظہر من الشمس ہوتا جائیگا ۔ علوم کے بڑھنے سے ہی حکمت ظاہر ہوتی ہے ۔ اور علوم کے بڑھنے پرحکمت کتاب ہی ثابت ہوگی ۔

یہ دعوےٰ قرآن میں کوئی ایک ہی جگہ نہیں ۔ بلکہ بہت سے مقامات پر یہ دعوےٰ ہے ۔ اور مختلف طرزوں پر ہے ۔ ایک جگہ فرمایا ۔ کتاب احکمت آیاتہ ثم فصلت ۔ یہ وہ کتاب ہے ۔ جس کی آیات حکمت کے خزانے کو لئے ہوئے ہیں ۔ لیکن ایسی حکمت نہیں ۔ کہ جس کی سمجھ ہی نہ آسکے جو بہت ہی مغلق ہو فرمایا ۔ ثم فصلت ۔ باایں کہ وہ حکمت کی باتیں ہیں ۔ ان کو پھر کھول کھول کر بھی بیان کیا ہے ۔ پھر فرمایا من لدن حکیم خبیر ۔ یہ اس ذات کی طرف سے ہے جو حکمت والا بھی ہے ۔ اور جانتا ہے ۔ پھر فرماتا ہے ۔ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید ۔ یہ قرآن اتارا گیا ہے ۔ اس خدا کی طرف سے جو حکمت والا اور حمد والا ہے ۔ اس لئے باطل نہ سامنے سے اسپر حملہ آور ہوسکتا ہے ۔ اور نہ پیچھے سے ۔ یہ حکیم اور حمید جو نام یہاں بتائے ہیں ۔ درحقیقت ان دو اسما کے اندر ہی خود بتا دیا ہے کہ

سامنے سے اور پیچھے سے حملہ آور ہونیکے کیا معنے ہیں

حکمت والے کی کتاب کے اوپر اگر اس کا فلسفہ صحیح ہے ۔ اور وہ صحیح حکمت کو بیان کرتا ہے ۔ تو سامنے سے کوئی حملہ نہیں ہوسکتا ۔ جتنا اسکے سامنے علوم آئینگے ۔ جتنے علوم ترقی کرینگے ۔ اسی قدر وہ حکمت والی کتاب ثابت ہوگی ۔ اسپر حملہ آور کوئی نہیں ہوسکیگا ۔ پیچھے سے حملہ یہ ہوسکتا ہے کہ دعوےٰ تو کیا تھا کہ ایسا کام کر دکھائیگا ۔ لیکن وہ دعوےٰ عملی رنگ میں پورا نہیں کیا ۔ فرمایا یہ بھی نہیں ۔ یہ تو حمید خدا کی طرف سے ہے اس لئے اس کی گذشتہ تاریخ پر جتنا غور کرو ۔ وہ بتائیگی ۔ کہ واقعی یہ حمید خدا کی طرف سے ہے ۔ جو دعوےٰ اس نے کیا ہے ۔ اسے عملی رنگ میں پورا کر رکھایا ہے ۔

اسی طرح اور بھی کئی مقامات پر اسی قسم کے دعوے کئے ہیں ایک جگہ

وہ لوگ جن کی طرف ان کو بھیجا گیا

فرمایا ہے ۔ ان کو بھی حکمت والے بنا دیگی ۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منہم یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین ۔ ناخواندہ لوگوں کے اندر جو کسی قسم کے علوم سے واقف نہیں ۔ ہر ایک قسم کی میل سے آلودہ ہیں ان میں سے ایک رسول کو کھڑا کیا جو ان پر اللہ تعالےٰ کی آیات کو پڑھتا ان کا تزکیہ کرتا اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے ۔

گویا یہ کتاب یہ قرآن خود حکمت کی باتوں سے لبریز ۔ اس کا اتارنے والا بھی حکیم ۔ آگے جن پر نازل ہوتی ہے ۔ ان کو بھی صاحب حکمت بنا دیتی ہے ۔ یہ وہ دعوےٰ ہے جو قرآن کریم نے کیا ہے لیکن یونہی نہیں

اگر اس کے اندر کچھ نہ ہوتا تو یہ اتنا بڑا دعوےٰ نہ کرتا

خوب یاد رکھو جس کے اندر قوت نہیں ہوتی وہ دعوےٰ بھی نہیں کر سکتا کچھ اندر ہو ہی تو اتنا بڑا دعوےٰ بھی ہوتا ہے ۔ پھر قرآن کے اندر تو یہ دعوےٰ بار بار دہرایا گیا ہے ۔ گویا بڑی مضبوطی کے ساتھ یہ دعوےٰ کیا گیا ہے ۔ اور پھر ایک ملک عرب کے سامنے ہی نہیں بلکہ کل دنیا کے آگے اس دعوے کو پیش کیا ہے ۔ اس لئے

یہ دعوےٰ بجائے خود ایک دلیل ہے

کیونکہ اس کا اس قدر مضبوطی کے ساتھ کل دنیا کے سامنے پیش کرنا ہی اسکی صداقت پر شاہد ہے ۔

ملک عرب میں کوئی فلسفہ نہیں کوئی علم و حکمت ان میں پائی نہیں جاتی ۔ ان کا لٹریچر ان کے اشعار ہیں ۔ وہ قوم جس کے اندر جہالت ہی جہالت بھری ہوئی ہے ۔ اس کے اندر سے ایک امی انسان پیدا ہوتا ہے ۔ اس نے کوئی دنیا کا سفر نہیں کیا ۔ کہ لوگوں کے حالات سے واقف ہو جائے ۔ کوئی کتاب اس نے نہیں پڑھی ۔ نہ ہی کوئی علم و حکمت کی باتیں کسی سے کبھی سننے کا اتفاق ہوا ہے ۔ اس ایسے انسان کے منہ سے یہ دعوےٰ کوئی چھوٹا سا دعوےٰ نہیں ۔ وہ تو علم و حکمت کے نام کو بھی جانتا تک نہیں ۔ پھر اس کے منہ سے یہ کہلانا کہ یہ کتاب حکیم خدا کی طرف سے ہے ۔ اور جس پر نازل ہوتی ہے ۔ وہ اس کے ذریعہ سے حکمت لوگوں کو سکھاتا ہے ۔ ایک بڑی بات ہے اور خود صداقت دعوےٰ کی ایک دلیل ۔

لیکن پھر بھی اس دعوے کو جب تک واقعات پر پرکھ کر نہ دیکھا جائے ۔ اس وقت تک اس کی صداقت پورے طور پر منکشف نہیں ہوسکتی ۔ اس لئے میں اس دعوے کے ایک حصہ کو واقعات کے سامنے لانا چاہتا ہوں ۔ میرے مضمون کا عنوان توفقہ ۔ اسلام اور دیگر [illegible] لیکن [illegible]

کہ آیا قرآن نے کوئی مذہب کا فلسفہ بھی بیان کیا جس کو دیکھکر انسان سمجھ لے کہ یہ بڑے ہی حکیم خدا کا کلام ہے ۔

قرآن کریم تمام مذہبی کتب پر تنقید کرتا ہے

فی الحال میں اس کے متعلق ایک ہی بات کو لیتا ہوں ۔ قرآن مجید کے اندر ایک عجیب بات آپ دیکھینگے ۔ دنیا کی ساری مذہبی کتابوں کو پڑھ جایئے کسی کے اندر وہ بات نہ پاؤگے ۔ وہ یہ ہے کہ کسی بھی مذہبی کتاب نے کوئی تعلق دوسری کسی مذہبی کتاب سے نہیں رکھا ۔ نہ ہی اس کا کوئی ذکر تک کیا ہے ۔ حضرت مسیح علیہ السلام یہودیوں کے اندر پیدا ہوتے ہیں ۔ ان کے سامنے فقیہی اور فریسی وغیرہ ہیں ۔ بس ان کا تمام واسطہ انہی سے رہتا ہے ۔ انہی کے متعلق وہ بیان کرتے ہیں ۔ بدھ ہندوستان میں آتا ہے ۔ وہ صرف یہیں کی رسم و رواج کی اصلاح کرتا اور برہمنوں کی حکومت کو مٹا کر اپنے ہی نجات کے اصول کو بیان کرکے چلا جاتا ہے ۔ ایسا ہی چین میں کنفیوشس اور ایران میں زرتشت مبعوث ہوتے ہیں ۔ وہ بھی اپنے ہی ملک میں جو کچھ نقص دیکھتے ہیں بس صرف انہی کی اصلاح کرتے اور انہیں دور کرکے چلے جاتے ہیں ایسا ہی حال دنیا کی باقی تمام مذہبی کتب کا ہے ۔ ویدوں کے اندر بھی بس ستلج اور بیاس کی ہی بہار پر اکتفا کی گئی ہے ۔ اور ہندوستان کی حدود کو عبور کرنا گناہ سمجھا گیا ہے ۔ یہ تو حال دنیا کی باقی مذہبی کتب کا ہے لیکن اگر دنیا کے تمام مذاہب پر قلم اٹھانے اور ان پر تنقید کرنے والا کوئی مذہب ہے ۔ تو وہ صرف قرآن کریم ہے ۔ ایک قرآن میں تمام کتابوں کا خلاصہ نکال کر رکھ دیا گیا ہے ۔ کب محمد رسول اللہ صلعم نے زرتشت کی کتابیں پڑھیں ۔ آپ نے کب یہود کی کتابوں کا مطالعہ کیا ۔ کہ یہ سمجھا جاسکے ۔ کہ ان میں سے دیکھ کر آپ نے لکھدیا ہوگا ۔ مگر پھر بھی دنیا میں ایک ہی کتاب ہے ۔ قرآن کریم جو سب مذاہب پر ریویو کرتی ہے ۔

خود مسلمانوں نے بھی قرآن کی عزت کو نہیں سمجھا ۔ انہوں نے نہیں پڑھا کہ ویدوں میں کیا لکھا ہے ۔ انجیل کو انہوں نے مطالعہ نہیں کیا ۔ نہ ہی دیگر مذاہب کی تعلیمات کو دیکھا اور نہ قرآن کو غور سے پڑھا ۔ نہ مقابلہ کیا ۔ گھر میں بیٹھے ہوئے بہت ہیں ۔ جو یونہی بے سمجھے سوچے اعتراض کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں ۔ اگر وہ غور کرکے دیکھیں تو قرآن کے اندر ایسے ایسے حکمت کے اصول بھرے پڑے ہیں ۔ کہ جنہیں دیکھکر حیرت ہوتی ہے ۔ کہ ملک عرب کے اندر ایک امی انسان نے کس طرح سے ان اصولوں کو وضع کر دیا ۔ جن کی کبھی اور کسی زمانہ میں بھی تردید نہیں ہوسکتی ۔

سب سے پہلی بات جو قرآن کریم کو دوسری تمام کتب سے ممتاز کرتی ہے

یہ ہے کہ قرآن میں دنیا کے سارے مذاہب کے اصول باطلہ کا ذکر اور ان میں فیصلہ کی راہ موجود ہے ۔ وہ تمام مذاہب کے درمیان پورا پورا فیصلہ کر دیتا ہے ۔ جو کبھی بھی رد نہیں ہوسکتا ۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دماغ میں کس نے رکھدیا

کہ سارے مذاہب پر لکھ کر دے جاؤ ۔ آیا عرب میں کوئی ایسے حالات تھے کہ جن سے آپ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسا لکھ جاؤں ۔ اور ایسے اصول بنا کر دے جاؤں ۔ کہ خواہ لاکھ علوم ترقی کر جائیں ۔ مگر ان اصولوں کو کوئی بھی توڑ نہ سکے ۔ اور انہیں رد نہ کرسکے ۔ قرآن کی ایک ایک ادا کو میں دیکھتا ہوں کہ کس طرح حکمت پر مبنی ہے ۔ اس قدر کشادہ دلی ہے کہ

دنیا کی تمام اقوام میں نبیوں کا آنا

مانتا ہے ۔ فرمایا ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر ۔ کوئی قوم نہیں جس میں کوئی نذیر نہیں آیا ۔ لکل امۃ رسول ۔ ہر ایک امت میں ایک رسول ہوا ہے ۔ لکل قوم ھاد ۔ ہر ایک قوم میں ایک ہادی ہوا ہے ۔ اس قسم کے متعدد الفاظ میں بتا دیا ہے ۔ کہ دنیا کی تمام قوموں میں رسول آئے ہیں ۔ لیکن سارے انبیا کے نام تو نہیں لے سکتا تھا ۔ اس لئے فرمایا ۔ ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک منہم من قصصنا علیک ومنہم من لم نقصص علیک ۔ بعض رسولوں کا ہم نے تجھ پر ذکر کیا ہے اور بعض کا ذکر نہیں کیا ۔ اس سے پتہ لگتا ہے ۔ کہ کیا ہی پرحکمت کتاب ہے تھوڑے سے تھوڑے نام لے دیئے ۔ عرب کے لوگ پہلے مخاطب تھے اس لئے زیادہ تر انہیں انبیا کے نام لئے ۔ جو عرب کے کناروں پر یا اس کے ارد گرد آتے رہے ۔ سب کا ذکر تو کر نہیں سکتا تھا ۔ اس لئے اجمالاً ان کے متعلق کہہ دیا کہ سب قوموں میں رسول ہوئے ہیں ۔ لیکن ایک اور بڑا کمال کر دیا ۔ شاید قرآن کو معلوم تھا کہ

مدسلہ پر بیٹھے ہیں تو شہنشاہ دونوں کا فرق ہے۔ اور رشاد سے اور اعلا
شیر سب ایک دوسرے کے برابر شانہ بشانہ پہلو بہ پہلو کھڑے
اور بیٹھے ہیں۔ ایک لارڈ اور ایک معمولی آدمی۔ ایک لفٹننٹ اور ایک
سپاہی ایک آقا اور ایک غلام سب میں ایک مساوات نظر آتی ہے۔
اسلام کی بہت سی باتوں کے اندر یہ پاؤگے۔ حج میں کیا کمال کر دیا
ان ہر ایک قسم کے امتیازات کو ہی مٹا دیا۔ کوئی اپنا خاص کپڑا نہیں۔
سب پر بے سلی چادریں۔ کو جنہوں اس وقت بادشاہ اور گدا میں کوئی فرق
نہیں رہتا۔ ایک معبود حقیقی کے سامنے سب ایک ہی لباس اور ایک
ہی قطع وضع میں نظر آتے ہیں۔ یہ نقشہ اگر پیدا کر کے دکھایا ہے۔ تو
اسلام ہی نے ہے۔

ایک وحدت قومی اور مساوات

دنیا میں ایک مذہب نے پیدا کی ہے۔

تو پہلی خصوصیت اسلام کی یہ ہے۔ کہ اس نے قوموں کے خاص
خاص نشانوں اور امتیازات کو جو موجب تفرقہ نسل انسانی تھے مٹا دیا
دوسری بات یہ بتائی کہ وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقا
لما بین یدیہ من الکتب ومہیمنا علیہ ہم نے کتاب کو تیری طرف
نازل کیا۔ حق کے ساتھ مصدق ہے اس کی جو سامنے ہے کتابیں
اور محافظ ہے اس پر۔ تورات بیشک ہدایت اور نور بھی ہے۔ بیشک
وقت میں روشنی اس میں تھی۔ لیکن

قرآن اس لئے آیا۔ کہ ان کی سچائیوں کو اپنے اندر لے لے۔ اور ان کی غلطیوں کو دور کر دے

طرح سے ہر ایک بات کو سائنس کے رنگ میں پیش کرتا ہے۔ یہ مہیمنا
رکھنے کی کیوں ضرورت پیش آئی۔ اس لئے کہ ان

دوسری کتابوں میں تحریف

نے کر دی۔ فویل للذین یکتبون الکتب بایدیہم ثم
یقولون ھذا من عند اللہ۔ اپنے ہاتھوں سے ایک کتاب کو
لکھتے ہیں۔ اور پھر اسے خدا کی طرف سے بتلاتے ہیں۔ تمام انجیلوں کو دیکھ لو
ہیں وہ خداوند یسوع مسیح کی انجیل جو فلاں رسول کی معرفت لکھی گئی ہے
مہیمنا علیہ کہنے کی کیوں ضرورت پیش آئی۔ اس لئے کہ ان کتابوں کے اندر
تحریف ہوگئی۔

لیکن اب پھر مشکل پیش آتی ہے۔ تمام کتابوں کی تحریف کو کیونکر پیش
کریں۔ بائیبل کی تحریف کو تو پیش کر دیا۔ لیکن باقی تمام کتابوں کی تحریف
ثابت ہو۔ اس کے لئے اگر ہم واقعات کو پیش کریں تو واقعی تحریف
ہے۔ گو اس زمانہ میں اس میں شبہ نہیں۔ کہ الفاظ کے معانی کو
بدل دینے کی صورت ہوگئی ہے۔ اور ویدوں کے اندر سے بھی کیا کیا کچھ ثابت
کرنے کی کوششیں ہوئی ہیں۔ لیکن ان کے اندر بھی تحریف اسی سے
ثابت ہے۔ کہ خود منتروں کے اوپر لکھا ہے۔ کہ فلاں رشی نے اس کو
اس کی تعریف میں بنایا۔ کہا جائیگا۔ کہ دوسروں کے اوپر حکم بن کر
حکم تم کہتے ہو۔ کہ ان کی کتابوں میں تحریف ہوگئی۔ اسی طرح سے عیسائی
کہتے ہیں۔ کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے۔ یہ ایک علیحدہ مستقل مضمون
ہے جسے میں آج شام کو بیان کرنے والا ہوں۔ لیکن اتنا میں کہتا ہوں کہ
اس کے متعلق ایسی ایسی شہادتیں ہیں کہ جن کا انکار نہیں ہو سکتا۔ اور
ثابت ہے۔ کہ قرآن بیشک محفوظ رہ گیا۔ لہٰذا اس کا یہ کام
وما انزلنا علیک الکتب الا لتبین لہم الذی اختلف

اس قرآن کا کام

ان تمام باتوں کو کھول کر بیان کر دے جن میں لوگوں نے اختلاف
کیا۔ ایک جگہ فرمایا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل
لخلق اللہ ذالک الدین القیم۔ اس حصہ کو اس قرآن میں محفوظ
رکھا۔ جس پر فطرت شہادت دیتی ہے۔ پھر

ایک اور خصوصیت

یہ ہے۔ کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ آج
میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر تمام
کر دی۔ تو اس کے متعلق زیادہ بحثوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔

کوئی کتاب ایسی نہیں جس نے یہ دعوے کیا ہو

طور پر یہ اعتراف موجود ہے کہ
"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں۔ مگر اب
تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ سچائی کا
روح آئیگا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا"۔ (یوحنا
۱۶ : ۱۲-۱۳)

یہ خود حضرت مسیحؑ کی زبان سے اعتراف ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے قرآن
کے اس دعوے پر بحث کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ وہ خود فرماتے ہیں۔
کہ ساری تعلیمیں وہ نہیں دے سکے۔ اور اس کے لئے ایک اور کی انتظار
دلاتے ہیں۔ وہ کون ہے۔ وہ وہی موعود رسول ہے جس کی سب نبی
پیشگوئی کرتے آئے۔

تمام اختلافات کا فیصلہ قرآن کریم میں

میں نے کہا تھا کہ قرآن کا دعوے
ہے۔ کہ وہ اختلافات میں فیصلہ کرنے آیا ہے۔ وما انزلنا علیک
الکتب الا لتبین لہم الذی اختلف فیہ۔ مذہب کو ایک مجموعی
حیثیت میں لو۔ اس کا کیا نقشہ نظر آتا ہے

ہر جگہ اختلاف ہی اختلاف

ہے۔ ایک کہتا ہے۔ خدا کوئی نہیں۔ ایک کہتا ہے تین خدا ہیں۔
ایک اور ہے وہ کئی کروڑ خدا مانتا ہے۔ غرض ایک بہت بڑا اختلاف
ان سب میں پایا جاتا ہے۔ پھر کیونکر یہ حل ہو۔ قرآن حکیم اس کے حل
کرنے کا دعوے کرتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ اگر

اس کے حل کا طریق

بتا دے۔ تو یہ ایسی بات ہے۔ کہ جس کے سامنے ساری باتیں ہیچ ہیں
چنانچہ وہ بتاتا ہے۔ کہ قل یاھل الکتب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا
وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا
بعضا اربابا من دون اللہ۔ آؤ ایک مشترک امر کو جو سب مذاہب
میں ہے اس کو نکال کر دیکھیں حضرت مسیح علیہ السلام کی خدائی کے
خلاف سارے دلایل دیکر یہانتک کہ مباہلہ کا بھی چیلنج دیکر پھر یہ
گر فیصلہ کا بتایا کہ سب مذاہب میں سے ایک مشترک امر کو نکال کر دیکھو
کس کی تائید میں ہے۔ یہاں اھل الکتب کہکر خطاب کیا

اہل کتاب

میں گو یہود و نصاریٰ کو ہی عام طور پر داخل سمجھا گیا ہے۔ لیکن صحابہ
کا فتوے مجوسیوں کے حق میں بھی اہل کتاب ہونے کا ہے۔ انہوں نے
مجوسیوں سے اہل کتاب کا سا سلوک کیا ہے۔ اسی سے کسی نے کہا ہے
کہ مسلمانوں کی تاریخ کے اوپر بڑی نظر تھی۔ کہ ان کو مجوسیوں کے اندر
بھی کتاب کا آنا معلوم تھا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ مسلمانوں کی تاریخ
دانی کا نتیجہ نہیں بلکہ قرآن دانی کا نتیجہ ہے۔ قرآن کریم نے جب بیان
کر دیا کہ ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر۔ ہر ایک قوم میں کوئی نہ کوئی
ہادی اور رسول آیا۔ تو ساری ہی قومیں اہل کتاب میں داخل ہوگئیں
اس لئے فرمایا کہ ان

ساری قوموں کے مذہب میں سے ایک اصول مشترک

لے لو۔ اس سے یہی ثابت ہوگا۔ الا نعبد الا اللہ خدا کے سوائے
کسی کی عبادت نہ کریں۔ چنانچہ جب ہم ایک ایک کر کے سب مذاہب
پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو یہی کلمہ سواء ہمیں نظر آتا ہے۔ ایک مذہب بدھ
کا ہے۔ وہ خدا کا قایل نہیں۔ ایک نصاریٰ ہیں۔ وہ تین خدا مانتے
ہیں۔ ایک زرتشتی ہیں۔ وہ دو خداؤں کے قایل ہیں۔ ہندو کئی خدا
مانتے ہیں۔ اور مسلمان توحید۔ ان سب میں سے ہم ایک کلمہ سوا کو لینا چاہتے
ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ دنیا کے تمام مذاہب میں سے کوئی بھی ایسا
نہیں جو خدا کی ہستی کا قایل نہ ہو۔ سوائے ایک بدھ مذہب کے لیکن
بحیثیت ایک مذہب کے ماننا پڑتا ہے۔ کہ یہ بدھ کی اصل تعلیم نہیں
بلکہ اس میں تحریف ہوگئی ہے۔ کیونکہ مذہب کی اصل غرض تو خدا پرستی
ہی کو سکھانا ہے

ایک بنچ آف ججز

بٹھالو اس میں تمام مذاہب کے ایک ایک قائمقام کو لے لو۔ اور اسکے
سامنے ایک ایک کر کے سب مذاہب کو پیش کرو۔ ایک

بدھ مذہب

ہی اس کے سامنے آئیگا جو کہیگا۔ کہ خدا کوئی نہیں۔ باقی سب خدا کی ہستی
کے قایل نظر آئینگے۔ اب چاہئے تو یہ تھا۔ کہ جو بھی مذہب اس نسل
انسانی کے کورٹ کے سامنے آتا ہے۔ وہ اپنے عقیدہ کی صداقت کے
لئے کوئی شہادت ... مشترک ...

... پس وہ دعوے جس کی شہادت کوئی نہیں خارج ہو جائیگا۔
اس کے بعد

زرتشت کا مذہب

آتا ہے۔ اس مذہب کی بڑی غلطی یہ ہے۔ کہ وہ دو خالق مانتا ہے۔
بدی کا وجود دنیا میں اس قدر نظر آتا ہے۔ کہ کوئی طرف اس سے خالی
نہیں۔ اور اس کی اصلاح بھی ہوتی نظر نہیں آتی۔ اگر کوئی ایسا انسان
نظر آتا ہے۔ جس نے بدی کے وجود کو مٹا ہی دیا۔ تو وہ محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات اقدس ہے۔ آپ کو اگر دیکھا جائے۔ تو جس
بدترین حالت سے آپ نے عرب کے لوگوں کو اعلےٰ معراج پر پہنچایا
اس کی نظیر دنیا نظر نہیں آتی۔ تو یہ تو ایک ہی انسان دنیا میں ہوا ہے
جس نے یوں بدی کو مٹا ڈالنے میں خوق العادت کامیابی حاصل
کی۔ زرتشتیوں کے سامنے یہ نظیر کہاں تھی انہوں نے جب بدی کو اس
طرح چاروں طرف مسلط دیکھا۔ تو یہ خیال کیا۔ کہ یہ کسی اور خالق کی پیدا
کردہ ہے اس لئے یہ عقیدہ بنا لیا۔ کہ خالق دو ہیں۔ ایک نیکی کا اور
ایک بدی کا۔ قرآن کریم نے زرتشت کے

اس مذہب کی اصولی طور پر تردید

کی ہے۔ فرمایا۔ الحمد للہ الذی جعل الظلمت والنور۔ یہاں
صاف بتا دیا کہ اندھیرا اور روشنی۔ نور اور ظلمات۔ نیکی اور بدی سب
ایک خدا کے ہی پیدا کردہ ہیں۔ پھر دیکھئے ایک جگہ بڑے ہی لطیف
الفاظ میں تردید کی۔ وقال اللہ لا تتخذوا الھین اثنین انما
ھو الہ واحد۔ اللہ تعالےٰ نے حکم دیا۔ کہ دو خدا مت بناؤ۔ اللہ تو
ایک ہی ہے۔ وہ کہاں دو خدا ہیں۔ جن سے منع کیا۔ اس کے پہلے ہی
سمجھا دیا۔ یہ کہکر کہ اولم یروا الی ما خلق اللہ من شیء یتفیؤ ظللہ
عن الیمین والشمائل سجدا للہ وھم داخرون کیا نہیں دیکھتے
اس طرف جو اللہ نے پیدا کیا ہے کسی چیز سے۔ اس کے سائے دائیں
اور بائیں سے پھرتے ہیں۔ اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے وہ پورے
طور پر مطیع ہیں۔ یہاں بتا دیا۔ کہ جس طرح ان اشیاء کو اپنے ماتحت
رکھا ہے۔ اسی طرح ان کے سائے بھی لوٹ کر آتے ہیں۔ بدی کو اس
جگہ سائے سے مشابہت دی ہے۔ اور اس طرح سے اس عقیدہ کی طرف
اشارہ کر دیا ہے۔ جو خالق شر کے متعلق رائج ہے۔
لیکن اب ہم اس عقیدہ کو

اسی مذاہب انسانی کی عدالت کے سامنے

پیش کرتے ہیں کیا کوئی اور مذہب بھی ایسا ہے جو یہ مانتا ہو۔ اور
ان دو خداؤں کا قایل ہو۔ کوئی نہیں۔ معلوم ہوا۔ یہ بھی فطرتی مذہب
نہیں کیونکہ

تمام مذاہب اس کے خلاف ہیں

اور کوئی اس کی گواہی کے لئے کھڑا نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ بھی دعوے
شہادت نہ ہونے کی وجہ سے قابل اخراج ٹھہرا۔ اس کے بعد

تین خداؤں کے عقیدہ

کو لو۔ اس عقیدہ نے دنیا میں بڑا رواج پایا ہے۔ قرآن نے تو اس عقیدہ
کی یوں صاف طور پر تردید کر دی کہ لا تقولوا ثلثۃ انتھوا خیرا لکم
انما اللہ الہ واحد سبحنہ ان یکون لہ ولد۔ سبحان کے معنے ہیں
کہ خدا کی ذات تمام نقصوں سے پاک ہے۔ اس کو کیا ضرورت ہے۔ کہ کسی اور
کو اپنا شریک بنائے۔ یہ

نقصوں سے پاک ہونے کا ذکر

اس لئے کیا۔ کہ وہ جو تین خدا مانتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ خدا باپ
کے اندر عدل ہے۔ رحم نہیں۔ رحم کے لئے خدا بیٹے کو پیش کیا۔ چونکہ
وہ سزا کو اٹھا لے گیا۔ اس لئے اب سب بری ہیں۔ تو اس طرح سے
خدا باپ بتاتے ہیں۔ اس کی صفات میں نقص قرار دیکر۔ تو

سبحنہ اس سارے عقیدہ کا ہی جواب ہے

علاوہ اس کے واقعی بات یہ ہے کہ اس عقیدہ کے بنانے والوں کو
بعض الفاظ سے غلطی لگ گئی ہے۔ ورنہ اناجیل کو اگر دیکھا جائے۔ تو
باوجودیکہ بہت بعد کی بنی ہوئی ہیں پھر بھی ان میں توحید کا ذکر ضرور ہے
حضرت مسیح کا قاعدہ تھا۔ کہ تمثیلوں میں کلام کیا کرتے تھے۔ اس میں شبہ
نہیں کہ

لفظ خدا کا بیٹا انجیلوں میں

بہت آتا ہے۔ لیکن اس سے حضرت مسیحؑ کیا مراد لیتے تھے۔ اس کو
خود ہی وہ صاف کر دینگے۔

نام کو حضرت مولانا نے جمع قرآن پر مشاہیر کل ہو سائٹی کے زیر اہتمام
جس میں قرآن کریم کو غیر محرف و مستند ... کے ...

وہ واقعی ابلیس کے بیٹے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے۔ کہ کیا حضرت مسیح ؑ کے ذہن میں واقعی یہ بات تھی کہ وہ حقیقی معنوں میں اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہیں۔ اس کے برخلاف انجیل میں تو انہوں نے وہ نسخہ ہمیں بتا دیا ہے۔ کہ جس سے

ہم سب خدا کے بیٹے

بن جائیں۔ ان کی پہاڑی تعلیم کا ایک فقرہ ہے

"وہ مبارک۔ وہ جو صلح کراتے ہیں۔ کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائینگے۔" (متی ۵ : ۸)

پھر کہتے ہیں۔ کہ

"تم سن چکے ہو۔ کہ کہا گیا ہے۔ اپنے پڑوسی سے محبت رکھ اور اپنے دشمن سے عداوت۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو۔ اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا مانگو۔ تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھہرو۔" (متی ۵ : ۴۴ تا ۴۵)

تو یہاں دشمنوں سے بھی محبت کرنے اور ان کے لئے دعا مانگنے کو خدا کے بیٹے بننے کا موجب ٹھہرایا کیونکہ خدا اپنے دشمنوں سے بھی محبت کرتا ہے وہ نیک و بد کی تمیز نہیں کرتا۔ اس کا رزق سب کے لئے یکساں کھلا ہے اس لئے دراصل

خدا کے بیٹے بننے سے مراد

کیا ہے تخلقوا باخلاق اللہ۔ صرف اس کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگین کرنا۔ اس کی صفات سے حصہ لینا۔ پھر مسیح ؑ خود اپنی صفائی کرتے ہیں۔ ایک دفعہ یہودیوں نے اسے سنگسار کرنے کے پتھر اٹھائے یسیرلکھا ہے کہ

"یسوع نے انہیں کہا۔ کہ میں نے تم کو باپ کی طرف سے بہتیرے اچھے کام دکھائے ہیں۔ ان میں سے کس کام کے سبب مجھے سنگسار کرتے ہو۔ یہودیوں نے اسے جواب دیا کہ اچھے کام کے سبب سے نہیں۔ بلکہ کفر کے سبب سے تجھے سنگسار کرتے ہیں۔ اور اس لئے کہ تو آدمی ہو کر اپنے آپکو خدا بناتا ہے۔ یسوع نے انہیں جواب دیا۔ کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے۔ کہ میں نے کہا۔ تم خدا ہو جبکہ اس نے انہیں خدا کہا۔ جن کے پاس خدا کا کلام آیا۔ اور کتاب مقدس کا باطل ہونا ممکن نہیں۔ آیا تم اس شخص سے جسے خدا نے مخصوص کر کے دنیا میں بھیجا کہتے ہو۔ کہ تو کفر بکتا ہے۔ اس لئے کہ میں نے کہا میں خدا کا بیٹا ہوں" (متی باب ۱۰ آیت ۳۲ تا ۳۶)

اب اس سے کوئی عقلمند نتیجہ نکالے کہ حضرت مسیح کا منشاء خدا کا بیٹا اپنے آپ کو کہنے سے کیا ہو سکتا ہے۔ اگر تو انہی معنوں میں خدا کے بیٹے ہیں جیسا کہ خود انہوں نے اپنے اس کلام میں بتایا ہے۔ تو بات ہی صاف ہے تورات کے اندر تو یہ محاورہ عام طور پر استعمال ہوتا ہے۔ لیکن جلد باز لوگوں نے اسے اور کا اور بنا لیا۔

تو یہ تو انجیل کی اپنی شہادت ہے۔ ادھر قرآن کریم بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ لیکن اگر واقعی یہ خدا کا بیٹا ہونا بھی کوئی بات ہوتی۔ تو جس طرح بنی اسرائیل میں نبی آئے اسی طرح سب قوموں میں آتے رہے۔ اگر خدا کا بیٹا ہونا بھی کوئی بات ہوتی۔ تو اس کی تعلیم ایک ہی قوم میں نہ ہوتی جو بات حق ہوتی ہے۔ اس کی شہادت سب دے دیتے ہیں۔

اس کی بھی گواہی دوسرے مذاہب سے کوئی ملتی۔ اگر اس میں کوئی حق امر ہوتا

لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس لئے یہ دعوے بھی قابل سماعت نہیں۔ اب

ان تمام مذاہب میں سے ایک کلمہ سوا

ایک خلاصہ اور نچوڑ کر لیلو۔ وہ یہی نکلیگا۔ الا نعبد الا اللہ تین خدا ماننے والوں نے بھی ایک خدا کو آخر مانا۔

ایک خدا اور تین خدا

یہ کوئی جوڑ نہیں۔ لیکن تاہم تین کہنا تھا ایک ضرور کہینگے۔ اسی لئے تو ان کو کہنا پڑا۔ کہ مذہب میں عقل کو دخل نہ دو۔ لیکن سر سے تین [illegible] مان لیتے۔ یہ جو اپنے گلے میں ایک بلا ڈال رکھی ہے۔ کہ ایک بھی ہے اور تین بھی۔ یہ کیوں؟ یہ اس لئے ہے۔ کہ وہ فطرت انسانی وہ نور جو انسان کے اندر ہے۔ وہ پیچھا نہیں چھوڑتا۔ انہوں نے تین کو ایک اور ایک کو تین مان کر یہ بتا دیا۔ کہ فطرت اسلام کی چنگاری ابھی موجود ہے۔ بلکہ ایک فریق ان کے اندر ایسا بھی ہے۔ جو ایک ہی خدا کا قائل ہے۔ اور

تاکہ جو یسعیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ

"دیکھو یہ میرا خادم ہے جسے میں نے چنا میرا پیارا جس سے میرا دل خوش ہے" (متی ۱۲ : ۱۷-۱۸)

عربی انجیل میں لفظ ہیں۔ عبدی الذی انعمنا علیہ۔ یعنی بندہ جس پر ہم نے انعام کیا۔ پھر لفظ کہ "جس سے میرا دل خوش ہے" یہ بعینہ رضی اللہ عنہ کا ترجمہ ہے اس سے آگے لفظ ہیں کہ

"میں اپنی روح اس پر ڈالونگا"

قرآن فرماتا ہے۔ یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ۔ یعنی اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے۔ اپنی روح ڈالتا ہے۔ یعنی اس سے ہمکلام ہوتا ہے کس قدر صاف بات ہے

ساری انسان ہی کی صفات

کا ان آیات میں ذکر کیا ہے۔ اب بھی عیسائی کہہ دیتے ہیں کہ مسلمان مسیح کی عزت نہیں کرتے۔ حالانکہ اس سے بڑھ کر عزت اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ اسے خدا تعالے کا پیارا بندہ مانتے ہیں۔ جس سے اللہ تعالے ہمکلام ہوتا تھا۔ اور جیسا کہ متقدمین اور [illegible] عیسائیوں نے بھی شہادت دی ہے یہی حق بات ہے۔ مسلمان جب کفار مکہ کی اذیتوں سے تنگ ہو کر ہجرت کر کے حبش کو چلے گئے۔ تو ان کا

ایک عیسائی فرمانروا نجاشی

نام تھا۔ تو کفار ان کے پیچھے وہاں پہنچے۔ اور بادشاہ سے جا کر ان کو واپس کر دینے کے لئے کہا۔ اس وقت نجاشی نے حضرت جعفر کو بلایا جو ان لوگوں میں وہاں گئے ہوئے تھے۔ اس نے انہیں بلا کر ساری کیفیت پوچھی اور پھر قرآن میں سے کچھ پڑھنے کے لئے کہا۔ حضرت جعفر نے سورت مریم پڑھنی شروع کی۔ اس سورت میں حضرت عیسٰے کی پیدائش اور ان کی عبدیت کا نقشہ کھینچنے کے بعد یہاں آتا ہے۔ کہ ذالک عیسی ابن مریم قول الحق الذی فیہ یمترون۔ یہاں تک جب حضرت جعفر پہنچے تو نجاشی نے ایک تنکا اٹھایا۔ اور کہنے لگا۔ کہ خدا کی قسم کہ مسیح اس تنکے کے برابر بھی اس سے بڑھ کر نہیں۔

غرض اسلام نے وہ فطرتی تعلیم واقعی پائی رکھی ہے۔ جو تمام مذاہب میں پائی جاتی ہے۔ اس نے تمام مذاہب میں سے ایک خلاصہ اور نچوڑ نکال کر جو فطرت کے عین مطابق ہے۔ رکھدیا ہے۔

دنیا کے مذاہب کا اتحاد

اگر کبھی ہو سکتا ہے۔ اگر کبھی ہندو اور عیسائی مل سکتے ہیں تو صرف انہی اسلام ہی کے عقاید پر۔ یہ کس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھا دیا۔ کہ وہ تمام مذاہب میں سے ایک ایسا خلاصہ اور نچوڑ نکال کر رکھ جائیں۔ جس کی سب ہی تائید کرتے ہوں۔ اور فطرت اس کی شہادت کے لئے بول اٹھے۔ آج اتحاد مذاہب کے لئے کوششیں لوگ کرتے ہیں۔ اور اس کے لئے تجاویز سوچتے ہیں لیکن قرآن کریم نے تیرہ سو برس پیشتر سے ہی اس کا طریق بتا دیا۔ کہ ایک امر مشترک نکال لو اور اسی پر سب قائم ہو جاؤ۔ اور ... وہی امر مشترک اسلام کی تعلیم ہے۔

ایک اور بھی امر مشترک سارے مذاہب میں پایا جاتا ہے۔ اور وہ دعا ہے۔ جس طرح سے توحید ایک امر مشترک کے طور پر سب مذاہب میں نکل آتی ہے۔ اسی طرح

دعا بھی سب میں مشترک طور پر پائی جاتی ہے

اس کو بھی سب مذاہب نے تسلیم کیا ہے۔ ...... دعا کے فلسفہ پر جب ہم غور کرتے ہیں۔ تو واقعی طور پر سمجھ آجاتا ہے۔ کہ اسلام نے جو کچھ پیش کیا ہے وہی حق ہے۔ مختلف مذاہب کے اصولوں پر غور کرو۔ ایک مسیحی کہتا ہے۔ کہ کفارہ پر نجات ہے۔ ہندو کہتا ہے کہ بخشش ہو ہی نہیں سکتی۔ انسان مختلف جونوں میں پھرتا اور اپنے اعمال کی جزا و سزا پاتا رہتا ہے۔ اسلام نے ان سب کے اندر ایک وسط کی راہ پیش کی ہے۔ فرمایا ان الحسنات یذھبن السیئات۔ نیکیاں بدیوں کو زائل کر دیتی ہیں۔ جتنا غلبہ نیکی کا ہو۔ اتنی ہی بدی کی طاقت دب جاتی ہے۔ اور بدیوں کا جو اثر انسان پر تھا۔ وہ زائل ہو جاتا ہے۔ لیکن آؤ۔ اب مختلف مذاہب کے اندر تلاش کریں۔ کہ دعا کے متعلق ان کا اصول کیا ہے۔

عیسائی مذہب کا سب سے بڑا اصول

کفارہ ہے۔ ان کا عقیدہ ہے۔ کہ کفارہ کر لو۔ اور نجات ہو جائیگی

"اور تم اس طرح دعا مانگا کرو۔ کہ اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے۔ تیرا نام پاک مانا جائے۔ تیری بادشاہت آئے ...... اور جس طرح ہم نے اپنے قرضداروں کو معاف کیا ہے۔ تو بھی ہمارے قرض ہمیں معاف کر اور ہمیں آزمائش میں نہ لا۔ بلکہ برائی سے بچا۔ اس لئے کہ تم آدمیوں کے قصور معاف کرو گے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تم کو معاف کریگا اور اگر تم آدمیوں کے قصور معاف نہ کرو گے تو تمہارا باپ بھی تمہارے قصور معاف نہ کریگا" (متی باب ۶ آیت ۹ تا ۱۵)

اس دعا نے فیصلہ کر دیا کہ کفارہ کی تعلیم مسیح ؑ کی تعلیم نہیں۔ یا دعا غلط ٹھہرتی ہے۔ دونوں میں سے ایک ہی بات ہو سکتی ہے۔ یا تو یہ دعا صحیح نہیں اور کفارہ باطل ہے۔ اور یا اگر کفارہ صحیح ہے۔ تو یہ جایز نہیں۔ صاف لکھا ہے جس طرح ہم اپنے قرضداروں کو معاف کرتے ہیں۔ تو بھی ہمارے قرض ہمیں معاف کر۔ کیا ہم اپنے قرضداروں کو اسی طرح معاف کیا کرتے ہیں۔ کہ قرض اس سے واپس لے لیا۔ اور کہا جاؤ تمہیں معاف کر دیا۔ کیا بخشش یہی ہوتی ہے۔ کہ کسی چیز کا معاوضہ لے لیا۔ اور پھر کہہ دیا کہ ہم تمہیں بخش دیتے ہیں۔ نہیں بلکہ ہم تو کسی کے قصور یا قرض اس طرح بخشا کرتے ہیں کہ اسے چھوڑ دیا اس سے کچھ نہ لیا اسی کا نام بخشش ہے۔ تعجب ہے کہ انسان کے اندر وہ بات بتائی جاتی ہے جو خدا میں نہیں۔ پھر

اگر کفارہ کے ذریعہ سے بخشش ہو چکی ہے تو دعا کس بات کی ہے

کس چیز کی بخشش طلب کی جاتی ہے۔

اسی طرح سے

ویدوں کے اندر بھی وہ دعائیں موجود ہیں

جو تناسخ کو غلط ثابت کرتی ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ ایک دعا ہے۔

"آ دو رگدھانی پتر سرجا لوا و با دیم چکرما تگو بھیہ اور اجن پشو تریم نانایم سرجا ذتتم ناوا سنو شستم نا داسنو سنشٹیھ رگوید ۵/۸۵"

ترجمہ۔ "خلاصی دے ہم کو ہمارے والدین کے گناہوں سے۔ یا جو ہم نے اپنے جسم کے ذریعہ کئے ہیں۔ خلاصی دے اے راجہ رسی بندھے ہوئے گھوڑے کی مانند وششٹھ چور کی طرح جس طرح وششٹھ نے رسی سے [illegible] چھوڑ دیا۔ اسی طرح ہم کو گناہوں سے آزاد کر"

یہ دعا ویدوں کے منتروں میں کیوں سکھائی گئی جبکہ انکا اصول یہ ہے کہ اللہ تعالے کسی کے گناہوں کو بخش سکتا ہی نہیں۔ بلکہ ضروری ہے کہ ہر ایک شخص ...... اپنے ذرا سے فعل کی سزا بھگتے پھر کیا جو شخص بخش نہیں سکتا۔ اس سے بخشش کی دعا کرنا بالکل بے محل نہیں کیا عقلمند کبھی آگ سے نہ جلانے کی دعا نہیں کیا کرتا۔ کبھی کوئی پانی کو یہ نہیں کہتا کہ مجھے نہ بھگو دیو۔

تو اگر تناسخ صحیح ہے۔ تو دعا مانگنا ایسا ہی ہے۔ جیسے آگ سے نہ جلانے کی درخواست کرنا۔

دعا کا ہونا صاف بتاتا ہے کہ تناسخ کا عقیدہ صحیح نہیں

کیونکہ دعا کا اصول تو سب میں مشترک ہے۔ اور تناسخ کی کوئی بھی دوسرا مذہب تائید نہیں کرتا۔ پس خوب یاد رکھو کہ اس بارہ میں بھی

اسلام ہی کا مذہب سچا ہے کہ گناہ معاف بھی ہو جاتا ہے

لیکن اپنے عمل سے۔ جتنا کوئی نیکی کی طاقت کو بڑھائیگا۔ اتنا ہی بدیوں کا اثر زائل ہوگا۔

ایک جگہ قرآن کریم میں ہے۔ کہ

من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ

جو ایک ذرہ بھر نیکی کریگا۔ وہ اس کو دیکھ لیگا۔ اور جو ذرہ بھر بدی کریگا ...... وہ بھی اسے دیکھ لیگا۔

تو یہ آریوں کا نظریہ مذہب ہو گیا۔ ایک جگہ کہا تھا۔ ان الحسنات یذھبن السیئات۔ دوسری جگہ کہہ دیا۔ کہ جو جیسا کام کریگا ویسا نتیجہ دیکھے گا۔ دراصل یہ ایسا ہی ہے۔ جیسے کہا جائے۔ کہ جو کچھ کوئی شخص کھائیگا۔ وہی اثر ہوگا۔ اس سے مقوی اثر والی چیز کھائیگا۔ وہ اثر [illegible] ہو جائیگا۔ ایک جگہ یہ بھی ہے۔

حبطت اعمالہم

ان کے اعمال حبط ہو گئے۔ یہ ایسا ہی ہے۔ جیسے کسی نے زہر کھالی۔

اس سے ہی ہیں۔ لہٰذا آپ کو سمجھا جائے کہ اسلام کے اصول کیسے پختہ اور محکم ہیں۔ اسلام کا مذہب وہ مذہب ہے۔ کہ تمام دنیا کے اندر رجاتا ہے کوئی ہیڈ منشری اسلام کے اندر رکھنے کی ضرورت نہیں۔

ہر ایک مسلمان بچے اور بڈھے کا فرض ہے

کہ اسے دنیا کے کناروں تک پہنچائے۔ اسلام کی کوئی تعلیم کبھی شرمندہ نہ ہوگی۔ بلکہ شرمندہ کریگی۔ تمہارے پاس وہ خزانہ ہے جو ہر ایک جگہ تمہارے کام آئیگا۔ ہاں

دلوں کے اندر وسعت لکار ہے

آج دلوں میں وسعت نہ ہونے کے سبب سے ایک ادنےٰ بات کے لئے کہدیتے ہیں۔ کہ ہمکی ابھی بھی نہیں سننی چاہئے۔ حالانکہ ہمیں تو ارشاد تھا کہ الحکمۃ ضالۃ المومن اخذ ھا حیث وجد ھا حکمت مومن کی گم شدہ پونجی ہے۔ جہاں سے بھی ملے۔ لیلے۔ پس اپنے دلوں کے اندر وسعت پیدا کرو۔

اپنے بھائیوں کے کام میں ان کے معاون بنو روک نہ بنو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ ایک شرابی کو ایک آیت لکھ بھیجی۔ غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول۔ کس قدر اس میں مغفرت اور بخشش کے وعدے ہیں ماس کو پڑھنا تھا۔ کہ اس شخص نے توبہ کرلی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کسی کو بدی کرنے دیکھو۔ تو شیطان کے مددگار نہ بنو کہ سختی کے ساتھ پیش آکر اور بھی اسے بدی کی طرف لے جاؤ تم اسے بدیوں سے ہٹانے کی کوشش کرو۔ لیکن آج اپنے بھائیوں کے اندر کوئی قصور ہو۔ اس کی نیک باتوں کو بھی بدی ہی قرار دیا جاتا اور نیک کاموں میں روڑا اٹکایا جاتا ہے۔ کبھی اس شہر (لاہور) میں ہی یہ تجویز ہوئی تھی۔ کہ خواجہ کمال الدین غلط اسلام پیش کرتا ہے۔ پس اس لئے

خواجہ صاحب کے خلاف ایک کمیٹی

بنائی جائے۔ جو اس کی غلطیوں کو شایع کرکے لوگوں کو اسے چندہ دینے سے روکے۔ کاش اس وقت یہ غیرت ہوتی کہ اسلام کی راہ میں کس قدر رکاوٹ پیدا ہوگی۔ اگر خواجہ کمال الدین (بفرض محال) غلط اسلام پیش کرتا ہے۔ تو کرنے دو۔ کیونکہ آخر وہ لوگوں کو مسلمان ہی کرتا ہے مسلمان کے اصولوں میں تو بہرحال اتحاد ہے ہم دوسروں میں دیکھو ان اصولوں میں بھی اتحاد نہیں۔ مگر پھر بھی ایک دوسرے کے معاون ہیں۔ پھر جن میں وہ پیش کرتا ہے۔ ان کو انہی متحدہ اصولوں پر قایم کرتا ہے۔ فروعی مسایل میں اختلاف ہے۔ تو ہو۔ بہرحال توحید تو ایک ہے وہی نماز۔ وہی روزہ۔ وہی حج وہی زکوۃ۔ کوئی اس کے خلاف تو خواجہ صاحب نے بات نہیں کہی۔

صحابہ کو دیکھو

وہ ہر وقت اس تلاش میں رہتے تھے۔ کہ کونسی بات ایسی ہے جس پر ہمیں عمل کرنا ضروری ہے۔ ان کو ان باریکیوں اور چھوٹے چھوٹے مسایل سے کام نہ تھا۔ عمل سے ان کو کام تھا اور بس۔

لیکن افسوس تو یہ ہے کہ

آج لوگوں کو اپنے قومی کاموں میں بھی کوئی دلچسپی نہیں

کیا تمہارے پنڈال کے اندر وہ رونق ہے۔ جو ایک بیس لاکھ یا پچیس لاکھ کی قوم کے پنڈال میں نظر آتی ہے لیکن کوئی مشاعرہ کہیں ہو تو سو کام چھوڑ کر بھی لوگ دوڑے جائینگے۔ اس بگڑے ہوئے مذاق کو درست کرنا چاہئے۔ یاد رکھو

تمہاری ساری عزت قوم سے وابستہ ہے

اس لئے قوم کو اٹھانے کی کوشش کرو۔ بڑے آدمی پہلے قربانی کرکے دکھائیں۔ اگر بڑے آدمی کام کریں۔ تو چھوٹے خود بخود ان کے پیچھے لگ جائینگے۔ ہر سال شرم آتی ہے۔ کہ ہماری حالت کیوں نہیں درست ہوتی۔ ہر سال محتاج ہیں۔ کہ چندوں کے لئے بار بار اپیلیں کریں۔ جبتک کام کو مضبوط اور منضبط نہ کیا جائیگا۔ کام چل نہیں سکتا۔ ہمارا ہی اس میں فایدہ نہیں۔ بلکہ ساری قوم کا فایدہ ہے۔

ضروری خبریں

مغربی محاذ اتحادی پیشقدمی۔ لندن ۲۵ جولائی۔ ۴ بجکر ۱۵ منٹ شام ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے۔ کہ ہم نے مونٹ ڈیڈر کے جنوب میں ایک حملے میں قیدی گرفتار کئے۔ مارن کے شمالی کنارے پر دشمن نے رات کے وقت علاقہ ڈورمنس میں ایک زبردست جوابی حملہ کیا۔ اندر ٹیلوں کے شمال میں ۱۵۰۰ میٹر کے فاصلے پر ایک چھوٹے سے جنگل پہاڑ اور موضع چاسنیں پر قبضہ کرلیا لیکن ہم نے جوابی حملہ کرکے دونوں مقامات واپس لے لئے اورک کے جنوب کی طرف اور ریمز کے مغربی علاقہ میں توپخانہ نے شدید گولہ باری کی +

لندن ۲۵ جولائی۔ ریوٹر کا نامہ نگار مقیم فرانسیسی ہیڈکوارٹرز نصف شب کے وقت تار دیتا ہے۔ کہ فرانسیسی اب فیرے این ٹار ڈینائس سے تین میل فاصلہ کے اندر ہیں۔ یہ مقام ۸ سڑکوں کا مقام اتصال ہے۔ اور اس علاقہ میں جرمن سلسلہ جات رسل و رسایل کا مرکز ہے۔ اس شہر کو تمام دن ہوائی جہازوں کے سکوڈرن بھاری گولہ باری کرتے رہتے ہیں +

لندن ۲۵ جولائی۔ اس وقت تک ۶۴ جرمن ڈویژن جنگ مارن میں مصروف جنگ مارن میں مصروف جنگ ہوچکے ہیں۔ جو جرمنی کی کل قابل حصول فوج کا قریباً ½ حصہ ہیں۔ فلانڈرز سے ایلس لورین تک جرمن افواج کے تمام ریزرو نکال لئے گئے ہیں۔ لیکن پرنس روپرچٹ کے پاس ابھی تک بہت سے ریزرو ڈویژن موجود ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ دشمن اب ایسی حالت تک پہنچ چکا ہے جو اس کی آدمیوں کی طاقت کے زوال کا آغاز ہے۔ اس کی افواج میں کی طاقت پہلے سے بہت کم ہوتی ہے۔ اور یہی حال روپرچٹ کی فوج کا ہے۔ اور اس سے پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ پرنس روپرچٹ کس واسطے جارحانہ کارروائی کرنے پر آمادہ نہیں ہے جرمن بٹالین اغلباً ماہ ستمبر تک اسی طرح پست حالت میں رہینگی بشرطیکہ ان کے جنہیں اس وقت تک استعمال نہیں کیا گیا۔ پیشتر ازیں کام میں نہیں لائے گئے +

لندن ۲۴ جولائی۔ فرانسیسی ماہرین مظہر ہیں۔ کہ مونٹ ڈیڈر کے شمال میں فرانسیسی اب وادی ہائے آورے اور نوئیو کے درمیان سطح مرتفع کے پار آمینز کو جانیوالی تمام سڑکوں پر قابض ہیں اور بھاری توپخانہ جو تین فتح کردہ مواضعات میں رکھا گیا ہے۔ وادی وادی نوئیو پر آمینز کو جانیوالی ریلوے کو گولہ باری سے حفاظت کرتا ہے +

لندن ۲۴ جولائی۔ ۴ بجکر ۵۰ منٹ شام ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ رات کے وقت مارن اور اینی کے درمیان بوائے ڈی کورٹن اور بوائے ڈی رلے میں توپخانہ نے بھاری سرگرمی ظاہر کی جرمنوں نے کل رات بوقت ۹ بجے صبح علاقہ ورگنی میں جوابی حملہ کیا۔ لیکن ہماری افواج نے تمام حملوں کو چور چور کردیا اور اپنی پوزیشنوں کو برقرار رکھا۔ باقی محاذ پر کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا +

لندن ۲۵ جولائی۔ ۲ بجکر ۲۰ منٹ شب ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ اورق اور مارن کے درمیان ہم نے صبح کے وقت حملے شروع کئے اور تمام دن بدستور کامیاب ہوتے رہے۔ ہم آرمنشریز اور دشت چیلیٹ کے بائیں طرف قابض اور دشت چیلیٹ کے پار تک پہنچ گئے ہیں۔ اور ریسپی پر قبضہ کرلیا وسط میں فرانسیسیوں اور امریکنوں نے چند مقامات میں تین کیلو میٹر سے زیادہ پیشقدمی شروع کی۔ علاقہ ایپیڈز اور ورگنی میں نہایت سخت لڑائی ہوئی۔ جرمنوں نے سہ شنبہ کی شام کو ایپیڈز پر قبضہ کرلیا۔ لیکن امریکنوں نے جوابی حملہ کرکے اسے دوبارہ فتح کرلیا ہم نے کورلوٹل کے پار دونوں دیہات کے شمال کی طرف اپنی لاین کو آگے بڑھالیا۔ ہم دشت خیری میں چار ریڈوس کے شمال اور چاؤ نگاؤ رمیں اپنے دائیں پہلو کو آگے بڑھا رہے ہیں مزید مشرق میں ہم نے ٹریلوپ میں صدر ٹریں کو۔ اور دشت ریس کے جنوب کے جنگل پر قبضہ کرلیا۔ ہم نے اس علاقہ میں ۱۵ انچی ۵۰ توپوں ۵۰ کلدار توپوں اور بہت سے سامان پر قبضہ کرلیا۔ مارن اور ریمز

[illegible]

قبضہ کرلیا تھا۔ ہم نے کئی صد قیدی گرفتار کئے سہ شنبہ کے علاقہ میل رینویل اور ساولرز میں مونٹ ڈیڈر کے شمال کی طرف ہم نے جو قیدی گرفتار کئے تھے ان کی تعداد ۱۸۵۰ ہے جن میں ۵۲ افسران شامل ہیں۔ ان میں سے چار کرنیل ہیں۔ مال غنیمت میں چار میدانی توپوں ۵۴ خندقی مارٹر توپیں اور ۲۰۰ کلدار توپیں شامل ہیں +

برطانوی حملہ۔ لندن ۲۴ جولائی۔ ریوٹر کا نامہ نگار مقیم فرانسیسی صدر مقام آج سہ پہر کو تار دیتا ہے کہ برطانیوں نے آج صبح حملے از سر نو شروع کئے۔ اور درگنی کے گرد کے جنگلات میں مزید پیشقدمی کی۔ اس طرح ایک گنجان جنگلی زمین دشمن سے واپس لی گئی ہے جس پر قبضہ ہو جانا بہت اہم ہے۔ اس اثنا میں فرانسیسی جرمن مقدمہ کے مغربی پہلو پر بدستور سختی کے ساتھ دشمن کو دبا رہے ہیں +

امریکن پیشقدمی۔ لندن ۲۵ جولائی۔ ۵ بجکر ۱۰ منٹ صبح۔ ایک امریکن اعلان مظہر ہے کہ اورق اور مارن کے درمیان مقامی لڑائیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے دشمن کی پوزیشنوں میں ایک اور ۲ میل کے درمیان گہرائی تک گھس گئے +

دشمن بسرعت پسپا ہو رہا ہے۔ لندن ۲۵ جولائی ۷ بجکر ۲۵ منٹ صبح تازہ ترین اعلان مظہر ہے کہ جنرل فاش باقاعدہ طور پر پرنیجی کے دونوں پہلوؤں کو ملا رہا ہے۔ جو ۲۸ جولائی سے اینی اور مارن کے درمیان جرمنوں کو کس رہے ہیں آرمنشریز پر قبضہ ہو جانے سے اولچی کی شاٹو کے گھیرے جانے میں ترقی ہوگئی ہے بریسی پر قبضہ ہو جانے سے اتحادی فیری این ٹار ڈینائس میں سڑکوں کے اہم مرکز سے صرف ۵ میل کے فاصلہ کے اندر پہنچ گئے ہیں جہاں سے پیرس سے موصول شدہ آج کے تار کے مطابق جرمن بسرعت ماجون سے پہلے کا جمع کیا ہوا سامان نکال رہے ہیں۔ اس طرح اتحادی شاٹو تھیری سوائسنز سڑک کو جرمنوں کے قبضہ کو ڈھیلا کر رہے ہیں اور آہستہ آہستہ اولچی لی شاٹو فیری این ٹار ڈینائس مونٹیس ڈی ریمز کے محاذ کے ساتھ اسے متحد کر رہے جہاں انہیں آخرکار ایک مضبوط لاین قایم کرنے کی امید ہے مثلث کے مشرقی پہلو پر دریائے ارور کے شمال کی طرف دشمن کی پیشقدمی نہایت اہم ہے۔ کیونکہ یہ جرمن [illegible] پہلو کے گھیرے جانے [illegible] ہے۔ اور فرانسیسی اور امریکن مارن سے پیشقدمی کرکے جرمن مرکز کو دھمکا رہے ہیں سد نگی میں برطانوی فتح فیمس کو دھمکاتی ہے۔ جو ایک اور اہم مرکز ہے۔ اسی لئے جرمن اس سمت میں اتحادی پیش قدمی کو روکنے کے لئے سخت کوشش کر رہے ہیں +

امریکن سپاہ ریمز کے مشرق میں۔ لندن ۲۵ جولائی۔ ریوٹر کا نامہ نگار مقیم امریکن صدر مقام مظہر ہے کہ اب معلوم ہوا ہے۔ کہ ریمز کے مشرق میں ولیعہد کو جنرل گورارڈ نے پسپا کردیا امریکیوں نے اس میں بہت حصہ لیا +

رپورٹ اصلاحات ہند کے متعلق پارلیمنٹ میں سوالات

لندن ۲۲ جولائی۔ ہوس آف کامنز میں مسٹر ڈینین کے سوال کا جس سے ہندوستانی رپورٹ پر جلد بحث کئے جانے کی رائے دی تھی۔ جواب دیتے ہوئے مسٹر بونرلا نے کہا کہ اگر عام طور پر خواہش ظاہر کی گئی۔ تو میں جلد بحث کے لئے وقت نکالونگا۔ لیکن میرے خیال میں تعطیل سے پہلے بحث سے کوئی فایدہ نہ ہوگا۔ آپ نے اس بات پر زور دیا۔ کہ وقت بہت محدود ہے اور معاملہ پیچیدہ ہے اور اس کا مطالعہ کرنے کے لئے بھی وقت چاہئے۔ آپ نے مسٹر چارلس رابرٹس کے اس خیال کی کہ وہ رپورٹ کو برطاق رکھنا چاہتے ہیں۔ تردید کی۔ مسٹر بونرلا نے کہا۔ کہ ہر شخص اس معاملہ کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے۔ میں نے رپورٹ کا مطالعہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن فی الحال اس کے متعلق کچھ نہیں کرسکتا۔ اور مجھے خیال ہے۔ کہ گورنمنٹ کے تمام ممبران کا بھی خیال ہوگا۔ اور ہوس آف کامنز کے ممبروں کے متعلق بھی یہی خیال درست ہوگا۔ سر اینچ کریک نے تجویز کیا کہ بحث سے پہلے ہندوستان کے تمام حصوں سے اطلاع موصول ہونا نہایت ضروری ہے +

نحمدہ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ چہارشنبہ ۳۱ جولائی ۱۹۱۸ء نمبر ۶

ہماری زندگیوں کی غرض متحد
احباب سے ایک فیصلہ کی درخواست

(حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے)

برادران و بزرگان قوم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ جو شخص اپنی زندگی کی غرض کو نہیں سمجھتا وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں کیونکہ محض کھا پی کر زندگی بسر کر لینا یا اپنی اولاد کی پرورش کر لینا۔ یہ امر ادنیٰ سے ادنیٰ حیوانات اور انسان میں مشترک ہے۔ اور جو شخص حقیقی غرض کو سمجھ کر اس کے حاصل کرنے کے لئے اپنی پوری قوت خرچ نہیں کرتا۔ اس سے بڑھ کر بدقسمت کوئی نہیں ہم لوگ بھی جو احمدی کہلاتے ہیں۔ بحیثیت ایک جماعت کے ایک شخصیت رکھتے ہیں۔ اور اس عظیم الشان شخصیت میں ہماری ... چھوٹی چھوٹی انفرادی شخصیتیں فی الحقیقت گم ہو جاتی ہیں یا گم ہو جانی چاہئیں۔ اب جس طرح ہر انسان کو فرداً فرداً اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھنی ضروری ہے۔ وہ غرض کیا ہے؟ وہ ہم نے اپنی مرضی اور ارادہ سے قائم نہیں کی۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کے خاص ارادہ کے ماتحت ہماری جماعت کا وجود بھی قائم ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے خود ایک شخص کو اشاعت اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے مامور کیا خود ہی اسے حکم دیا کہ وہ ایک جماعت بنائے۔ اور آخر جب وہ اپنا کام کر کے اپنے رب سے جا ملا تو اس جماعت کو اپنی جگہ پر چھوڑ گیا۔ غرض ایک مامور کے جانشین ہونے کے لحاظ سے ہماری ذمہ داری اس سے بہت بڑھ کر ہے جو ہم خود اتفاق کر کے ایک جماعت بناتے اور اس کا نصب العین اشاعت اسلام قرار دیتے۔ پس ہم سے نہ صرف الگ الگ خدمت دین کو سب خدمتوں پر مقدم کرنے کا اقرار لیا گیا ہے "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا"۔ بلکہ بحیثیت جانشین مسیح موعود ہم اسی امر کے ماتحت ہیں جس امر کے ماتحت خود حضرت مسیح موعود تھے۔ ہم کو بڑے بلند مقام پر کھڑا کیا گیا ہے مگر جس قدر بلند مقام پر کوئی شخص کھڑا ہوتا ہے اسی قدر اس کی ذمہ داری بھی بڑھتی ہے۔ اور جو بلند مقام پر کھڑا ہو کر اپنی ذمہ داری کو نہیں سمجھتا اس کی مثال اس نادان کی طرح ہے۔ جو ایک بلند مینار پر کھڑا ہو مگر یہ سمجھ رہا ہو کہ وہ ہموار سطح زمین پر کھڑا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی حیثیت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ایسا گریگا کہ اس کا کچھ باقی نہ رہیگا۔ یہی وہ بات ہے جس نے مسلمانوں کو اس ذلت کی حالت تک پہنچایا۔ کیونکہ ان کو دنیا کے لئے نیکی اور بھلائی کے معلم اور پیشوا قرار دیا گیا تھا۔ مگر جب ان سے اس بلند مقام کی ذمہ داری کا احساس جاتا رہا تو وہ گرے اور ہر شخص جو بلند مقام پر کھڑا ہو کر اپنی ذمہ داری کو نہیں سمجھے گا اسی طرح گریگا۔

اس لئے میں اپنے احباب سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس بات پر غور کریں کہ حضرت مسیح موعود نے ہم کو زمین پستی سے اٹھا کر ایک بلند مقام پر کھڑا کر دیا۔ مگر اب اس بلندی کو اپنی عزت یا اپنی ذلت کا موجب بنانا یہ خود ان کا اپنا کام ہے۔ اگر وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہیں تو ان کے لئے یہ مقام بڑی عزت کا موجب ہوگا اور اگر نہیں سمجھتے اور دوسروں سے زیادہ کوئی کام نہیں کرنا چاہتے تو ان کی ذلت بھی دوسروں سے بڑھ کر ہوگی۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں بنی اسرائیل کی ایک عورت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ کہ وہ کہتی ہے رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا فتقبل منی انک انت السمیع العلیم۔ اے میرے رب جو کچھ میرے پیٹ میں ہے وہ میں نے دنیا ... ایک کہانی ہمارا دل خوش کرنے کے لئے سنا رہی ہو کہ اس کہانی کو سن کر ہم سو جائیں جس طرح ماں بچہ کو کہانیاں سنا کر سلاتی ہے۔ اس کی ہر ایک کہانی میں ایک بڑا پر عظمت سبق ہے۔ یہ ذکر بھی ہمیں ایک سبق سکھانے کے لئے ہے کہ ہر ایک فضیلت اور بزرگی اور عظمت کا مقام بڑی بڑی عظیم الشان قربانیوں سے وابستہ ہے۔ ان اللہ اصطفےٰ آدم ونوحا وآل ابراھیم وآل عمران علے العالمین ...... اذ قالت امرأۃ عمران رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا۔ آل عمران کی برگزیدگی یوں ہی نہیں۔ اس کی عورتوں کے دل کے اندر یہاں تک جوش ہے۔ یہ اپنی اولاد کو خدمت دین کے لئے وقف کرتی ہیں مگر جب ایسے لوگوں کا وجود ان میں سے مفقود ہو گیا تو وہ ذلیل بھی ایسے ہوئے کہ باؤ بغضب علی غضب صحابہ نے اس سبق کو خوب سمجھا اور کس طرح کلھم نے اپنی زندگیوں کو خدمت اسلام کے لئے وقف کر دیا۔ پھر ان کی قربانیوں کے نتائج بھی دیکھ لو۔ آج ہمارے بہت سے دوست ہیں جن کی عملی حالت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ گویا اس انتظار میں ہیں کہ ہم تو خاموش بیٹھے رہیں اور خدا کے فرشتے ...... آسمان سے اتر کر اسلام کو دنیا میں پھیلا جائیں۔ خدا کے فرشتے تو ضرور اترتے ہیں۔ اور ان کے نزول کے بغیر کام بھی نہیں بن سکتا۔ مگر وہ کب اترتے ہیں۔ صحابہؓ کی زندگیوں کی طرف غور کرو۔ جب تین سو آدمی ایک ہزار سے اپنے سر کٹوانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اپنے بال بچوں گھروں جائیدادوں کو چھوڑ کر خدا کی راہ میں نکل پڑتے ہیں تو ایک ہزار دشمن کے لئے ایک ہزار فرشتے بھی آ جاتے ہیں۔ لیکن اگر یہ گھروں سے نہ نکلتے تو وہ فرشتے بھی نہ آتے۔ پس خدا کے ملائکہ تو ضرور نازل ہونگے۔ مگر پہلے خدمت اسلام کے لئے کوئی کمربستہ ہو جائے۔ پھر ملائکہ کی نصرت کا نظارہ بھی دیکھ لیگا۔ ہمارے سامنے دو آدمیوں نے بھی (خواجہ کمال الدین صاحب مولوی صدر الدین صاحب) اپنے آپ کو جب خدمت اسلام میں لگا دیا تو دیکھ لو کہ دو تین سال کے اندر ملائکہ نے دو سو بڑے بڑے آدمیوں کو پکڑ کر ان کے سامنے جھکا دیا۔ پھر اگر تم میں سے دو سو آدمی نکل پڑیں تو نصرت الٰہی یقیناً سو نہیں ہزار گنی ہو کر آئیگی۔ کیونکہ یونہی اس کا وعدہ ہے کہ جب انسان ایک قدم اس کی طرف اٹھاتا ہے۔ تو وہ دو قدم اٹھاتا اور جو چل کر آتا ہے وہ دوڑتا ہوا اس کی طرف آتا ہے۔

اس لئے میری درخواست اپنے احباب سے یہ ہے کہ آئندہ بغیر وقت ضائع کرنیکے ہم اس بات کا فیصلہ کریں۔ کہ کون کون ہم میں سے خدمت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کرنے کو تیار ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ ایسے لوگ فوراً اپنے کاروبار کو چھوڑ کر بطور مبلغ اسلام نکل پڑیں۔ بلکہ اس وقت صرف عزم کر لینا ہے اور نیت کر لینی ہے۔ بعض وقت مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہو جاتی ہے۔ نیۃ المومن خیر من عملہ۔ جو لوگ پہلے اپنے دل کے ساتھ یہ فیصلہ کریں کہ ہم نے اپنی زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف کرنی ہے۔ ان کے متعلق پھر ابھی یہ فیصلہ کرنا باقی ہوگا کہ آیا وہ موجودہ ضروریات تبلیغ میں کچھ کام دے سکتے ہیں۔ اور کب تک۔ پھر ان کی تیاری میں ایک وقت صرف ہوگا۔ اس وقت خصوصیت سے میرے مخاطب دو قسم کے لوگ ہیں۔

اول۔ وہ لوگ جو ابھی زندگی کے کسی خاص شعبہ میں داخل نہیں ہو سکے۔ یا کوئی ملازمت یا شغل انہوں نے اختیار نہیں کیا۔ یا اختیار کر لیا ہے تو اسے فوراً چھوڑنے کے لئے تیار ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے لازماً انجمن کو گذارہ وغیرہ کا انتظام کرنا ہوگا۔ اس لئے ان کی ایک محدود تعداد ہی سر دست لی جا سکتی ہے۔ ایک مدت تک انجمن کو ان کے لئے سامان گذارہ وغیرہ مہیا کر کے ان کی تعلیم کا انتظام کرنا ہوگا۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ انجمن پر بوجھ ہونگے۔ کیونکہ آخر جو شخص اپنی زندگی دین کے لئے وقف کریگا۔ اس کے گذارہ کے لئے انتظام کرنا دوسرے بھائیوں کا کام ہے۔ اس کی قربانی بہرحال قربانی ہے۔ اور خدمت اسلام میں اپنے آپ کو لگا کر ضروریات کے لئے گذارہ کا لینا ابوبکرؓ و عمرؓ جیسے بزرگ انسانوں کی سنت ہے۔ بعض لوگوں کو یہ غلطی لگتی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ خدمت اسلام کر کے گذارہ کے لئے کچھ لینے میں خدمت میں کچھ نقص واقع ہو جاتا ہے۔ یا یہ کسی قسم کی ہتک ہے۔ یہ دونوں باتیں درست نہیں۔ ایسے لوگوں میں سے جن کا انتخاب ہوگا ان کی ضروریات کے مطابق ان کے گذارہ کا انتظام کر کے ان کی تعلیم کا ضروری انتظام کیا جائیگا۔ اور انہیں کچھ عرصہ ہمارے مکان سے اندر یا باہر حسب ضرورت انہیں تبلیغ اسلام کے کام کے لئے بھیجا جائیگا۔

دوئم۔ وہ لوگ جو اس وقت کسی ملازمت پر ہیں یا کسی اور ایسے کاروبار میں مشغول ہیں جسے وہ جلدی چھوڑ نہیں سکتے جو ہمارے احباب برسر ملازمت ہیں ان میں سے بہت سے ایسے ہونگے جو ایک وقت کے بعد پنشن لینے والے ہیں۔ ایسے احباب سے خصوصیت سے یہ التماس ہے کہ وہ دنیوی خدمات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو خدمت دین کے لئے تیار کرنے کے لئے ابھی سے نیت کر لیں۔ جب چند روزہ دنیا کی زندگی کے لئے انسان اپنے بہترین قوےٰ کو دوسرے کے لئے خرچ کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے تو کیا مشکل ہے کہ اس آنیوالی ہمیشگی کی زندگی کے لئے ایک شخص اور دو چار سال جبتک اس کے قوےٰ برداشت کر سکتے ہوں۔ اللہ تعالےٰ کے دین کی خدمت میں لگا دے۔ ایسے احباب اس لئے بھی زیادہ مفید ہو سکتے ہیں کہ سر دست ان کی تعلیم کا انتظام تو غالباً بغیر کسی خرچ کے برداشت کرنے کے یا بہت تھوڑا خرچ برداشت کر کے ہو سکتا ہے ہر ایک کی حالت کے مطابق خاص کتابیں یا مضامین تجویز ہو سکتے ہیں اور جب وہ ملازمت سے فراغت حاصل کر کے کسی کام پر لگیں۔ تب بھی ان کے اخراجات کے ایک حصہ کا کفیل ہی انجمن کو ہونا پڑیگا۔ اور بعض ایسے ہونگے۔ کہ ان کے موجودہ کاروبار پر اس سے کوئی ہرج واقع نہ ہوگا۔ ہاں اگر آج سے دس سال بعد بھی ان کو فراغت ہونے والی ہو تو اللہ تعالےٰ کے نزدیک ان کی زندگی کا یہ حصہ بھی خدمت دین کے لئے ہی وقف ہوگا۔ اور خواہ ان کو موقعہ ملے یا نہ ملے وہ فقد وقع اجرہ علے اللہ کے ماتحت ہیں۔

برادران اٹھو اور دنیا کی ادنیٰ ادنیٰ اغراض کو خدمت دین کے عظیم الشان کام کے سامنے قربان کرنے کو تیار ہو جاؤ۔ بیشک یہ فیصلہ ہماری زندگیوں کا ایک عظیم الشان مرحلہ ہوگا۔ اس کے متعلق مشورہ بھی کرو استخارہ بھی کرو کیونکہ یہ آسان کام نہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھو کہ جو قوم مشکل کام کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوتا ہے۔ اور اس کا قیام باقی نہیں رہ سکتا۔ یہ الٰہی فیصلہ ہے۔ ان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔ ہاں اس فیصلہ میں بہت وقت بھی ضائع نہ کرو میں چاہتا ہوں کہ اکتوبر میں لاہور میں جو کام میں کروں اس میں ان مبلغین کی تیاری بھی خاص طور پر مدنظر ہو۔ اس لئے جس قدر جلد ممکن ہو اپنی اپنی ذمہ داری اور دنیوی مشکلات میں سے جو احباب اول کو ترجیح دیں وہ اپنے فیصلہ سے مجھے مطلع فرما دیں۔ والسلام

خاکسار۔ محمد علی۔ ایوالاج۔ چھوٹا شملہ

اسلامی نکاح وطلاق کی رجسٹری

از زیبل مسٹر یعقوب حسن صاحب

مسلمانوں کے نکاح اور طلاق کے اختیاری طور پر رجسٹری کئے جانے کے متعلق ایک مسودہ قانون تیار کیا ہے۔ جس کو پیش کرنے کے لئے مدراس کی آئیندہ مجلس قانونی میں آپ اجازت طلب کرنے والے ہیں اس کی اجازت حاصل ہونے پر اس مسودہ کی نقل دیسی زبانوں میں ترجمہ ہو کر گورنمنٹ گزٹ میں طبع ہوگی۔ اور پبلک اور اسلامی انجمنوں سے اس کے متعلق رائیں لی جائینگی جن پر غور کرنے اور مسودہ کی اصلاح و ترمیم کے لئے کونسل کی ایک کمیٹی مقرر ہوگی۔ یہ مسودہ صوبہ بنگال کے ایک اسی قسم کے قانون کے نمونہ پر تیار کیا گیا ہے جس کی رو سے گورنمنٹ بن یا انہیں کو جو گورنمنٹ آف انڈیا کے ایکٹ نمبر ۱۲ ۱۸۸۰ء کے مطابق مقرر ہوئے ہوں۔ اور ان کے نائبوں اور دیگر اشخاص کو جو قضاۃ کرتے ہوں۔ ایک لیسنس دیگی۔ اور وہ مسلمان رجسٹرار کہلائینگے۔ ان کو گورنمنٹ کی طرف سے چھپے ہوئے نمبروار رجسٹر دیئے جاوینگے۔ جن میں نکاح طلاق اور خلع کی تفصیلی کیفیت درج کی جائیگی۔ ان کی نقل ضلع کے سرکاری رجسٹراروں کے دفتروں میں مقررہ میعاد پر بھیجی جایا کریگی۔ اور کتاب پوری ہو چکنے پر دفتر ضلع میں رکھدی جایا کریگی۔ جس کے عوض نئی کتاب مل جایا کریگی اس طرح سے نکاح وطلاق وغیرہ کے تمام رجسٹر سرکاری دفتروں میں محفوظ رہیں گے۔ اور بوقت ضرورت ان کی جانچ پڑتال اور کسی واقعہ کی باضابطہ طور پر تصدیق اسی طرح سے سرکاری محکمہ کے ذریعہ سے ہو سکے گی جس طرح اب دیگر رجسٹر شدہ کاغذات

کی بڑی عام ہو گئیں۔ جو بعض دفعہ کسی صاحب جائداد کے فوت ہونے پر اس کی منکوحہ عورت کو جائز وارث ٹھہرانے میں صادر ہو جاتی ہیں۔ اور اسکی کئی ایک مثالیں ہیں۔ کہ ایک پردیسی عورت سے اگر مورث نے شادی کی ہے۔ تو متوفی کے رشتہ دار اُسے اُس کی داشتہ قرار دیکر آسانی کے ساتھ اسکی جائداد سے محروم کر دیتے ہیں۔ اور اس طرح سے متوفی کی اولاد بھی اپنے باپ کے ترکہ سے محروم الارث ہو کر آوارہ و خستہ حال ہو جاتی ہے۔

ان خرابیوں کی موجودگی میں اس میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔ کہ مسٹر یعقوب حسن صاحب کا یہ مسودہ قانون بہت ہی ضروری ہے جسکو نہ صرف مدراس بلکہ کل ہندوستان میں رواج دینا چاہئے۔ لیکن اسلام کے ایسے معاملات میں آزادی روا رکھنے کے خیال کو مدنظر رکھنے کی وجہ سے اس قانون کا اثر یہ کہکر کم کر دیا گیا ہے۔ کہ قانون مذکور کسی کو نکاح یا طلاق کے مسلم رجسٹرار کے پاس لازمی طور پر رجسٹر کرانے کے لئے مجبور نہیں کریگا لیکن ایسا اس اختیاری حالت میں انہی خرابیوں کا برقرار رہنا ممکن نہیں۔ جو اس کے نفاذ کی داعی ہوئی ہیں۔ ایک شخص جو پہلے ہی اپنی عورت کو اپنی جائداد سے حصہ دینا نہیں چاہتا۔ عمداً اسی نیت سے نکاح کی رجسٹری نہ کرائے۔ اور بعد میں وہی حالات اسکی عورت اور اولاد کو پیش آئیں۔ جن سے اس قانون کی ضرورت سمجھی گئی ہے تو اس کی روک تھام کی کیا صورت ہوگی۔

اسلام نے نکاح کا اعلان اسی لئے ضروری قرار دیا ہے کہ اس سے بہت سی شہادتیں پیدا ہو کر آئندہ ایسی خرابیوں کی روک تھام ہو جائے۔ رجسٹری بھی ایک قسم کا تحریری اعلان ہی ہے۔ جو اسلام کی کسی عطا کردہ آزادی کے ہرگز منافی نہیں۔

اِس سادگی پہ کون نہ مر جائے اَے خُدا

مولوی ثناء اللہ صاحب خدا اُن کے حال پر رحم فرمائے۔ اس چودھویں صدی کے علماء دیوبند کا پورا نمونہ ہیں اور بالخصوص مخالفین مسیح موعودؑ میں آپ کا ... ہم مانتے ہیں کہ دیگر تمام معاندین سے بہت بلند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئے دن اُن کے زبان قلم سے ایسی ایسی تجاویز نکلتی رہتی ہیں جو بیہودہ بھی کان کترنے والی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ اور ہمارے حال پر کس قدر نوازش اور مہربانی سے کام لیکر یہ تجویز پیش کرتے ہیں۔ کہ:۔

"ہم لاہوری جماعت اور اُن کے سرگروہ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کہ جہاں آپ لوگوں نے دیگر مسائل سے انکار کر کے اپنی جرأت اور دلیری کا ثبوت دیا ہے۔ یہ جرأت بھی دکھا دیں۔ کہ علی الاعلان اشتہار دیدیں کہ ہم مرزا صاحب کی الہامی پیشگوئیوں کے ذمہ وار نہیں۔ بس اتنا کہنے سے آپ لوگ بالکل بے غل و غش امن چین میں ہو جاوینگے کسی کی مجال نہیں کہ آپ لوگوں پر کوئی مخالف اعتراض کر جائے۔

(نوٹ) اڈیٹر صاحب "پیغام صلح" سے امید ہے کہ ہماری یہ تجویز اپنے ممبروں تک پہنچا کر اُنکا جواب بھی شائع کر دینگے۔"

بہت خوب۔ لیکن جناب فضیلت مآب کو ہمارے امن اور چین کی فکر کیوں پڑ گئی۔ کب اور کیونکر اُنہوں نے سمجھا۔ کہ مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں کی وجہ سے کوئی بدامنی اور بے چینی ہمیں ہے۔ حالانکہ برخلاف اس کے خود فضیلت مآب کو آئے دن ہمارے خلاف لکھنے اور اشتہار لشتہار مارے مارے پھرنے کی مصیبت پڑی رہتی ہے۔ اخبار کا تو کوئی ہی پرچہ ہوگا جس میں ہماری مخالفت اُنہیں مدنظر نہ ہو۔ اسکے علاوہ ہر شہر میں ہماری طرف سے لوگوں کو بہکانے کے لئے اپنا خون پسینہ وہ ایک کر دیتے ہیں۔ اصولی باتوں کی طرف بلاؤ تو جان جاتی ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اصولی گفتگو سے نہ صرف تمام دعاوی مسیح موعودؑ ہی کا برحق ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ بلکہ آپ کی پیشگوئیاں بھی منہاج نبوت پر پرکھنے سے سچی ٹھہرتی ہیں۔ اسی وجہ سے مولوی صاحب اس طرف آنے کا نام تک نہیں لیتے۔ اور اب اپنی مخلصی کی یہ آسان راہ سوچ لی ہے۔ کہ ہم سے مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں کے متعلق غیر ذمہ داری کا اعلان کرانا چاہتے ہیں۔ ہم تو بفضلہ تعالیٰ اب بھی امن اور چین میں ہیں۔ اور کوئی غل و غش ہم کو نہیں کسی مخالف

[illegible] ... ہم بھی یہ تجویز اُن کے سامنے رکھتے ہیں۔ کہ وہ اس بات کا اعلان کریں۔ کہ انبیاء و اولیاء اللہ کو اپنی پیشگوئیوں کے سمجھنے میں اجتہادی غلطی نہیں لگ سکتی۔ اور اگر کسی کو لگ جائے تو مولوی ثناء اللہ اسکے ذمہ وار نہیں۔ اس بات کا اعلان کر دینے سے آپ بے غل و غش امن و چین میں ہو جاوینگے اور کسی کی مجال نہیں کہ آپ پر کوئی اعتراض کرے۔ ورنہ ایسا اعلان اُن کی طرف سے نہ ہونے کی صورت میں ہم یہ سمجھنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ مولوی صاحب دیگر انبیاء و اولیاء کو بھی اپنی پیشگوئیوں میں غلطی کا لگ جانا مانتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں پر اُن کے اعتراضات سوائے ناحق کوشی کے اور کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ ہاں اگر مولوی صاحب اس قسم کا اعلان کر دیں جیسا کہ ہم نے اوپر تجویز کیا ہے۔ تو ہمیں ان پر کوئی اعتراض نہ ہوگا خود ان کا یہ اعلان ہی ان کے دین و ایمان کا پردہ چاک کرنے کے لئے کافی ہوگا۔

کیا مولوی صاحب اس کا جواب دیں گے؟

آریہ سماج اور نکاح بیوگان

بارہا دفعہ ہم یہ سوال کر چکے ہیں۔ کہ آریہ سماجی اخبارات کس منہ سے نکاح بیوگان پر زور دیتے اور اس کی حمایت میں مضامین لکھتے ہیں۔ جب خود سوامی دیانند جی نے اس کی سختی کیساتھ ممانعت کی ہے۔ اور سوائے نیوگ کے اور کوئی صورت بیوگان اور دوسرے ازیں قبیل پیش آمدہ حالات کے لئے جائز نہیں رکھی۔ سوامی جی کھلم کھلا یہ ہدایت فرماتے ہیں کہ پتی برت اور استری برت کبھی اور کسی صورت میں بھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ خواہ مرد و عورت دونوں میں سے ایک مر بھی جائے۔ یا کیسے ہی حالات پیش آئیں۔ اسی ذیل میں انہوں نے نکاح ثانی کے نقائص بھی بیان کئے ہیں۔ جو خواہ کیسے ہی موہوم اور فرضی کیوں نہ ہوں۔ لیکن ان سے بحث نہیں۔ سوال یہ ہے کہ آریہ سماج ان نقصانات کی قائل ہے یا نہیں۔ وہ سوامی جی کی اس تعلیم کو از روئے وید صحیح سمجھتی ہے یا نہیں اور نیوگ وغیرہ کو جو سوامی جی نے ایسے حالات میں تجویز کیا ہے۔ کہاں تک قابل عمل سمجھتی اور اسے شائستگی پر محمول کرتی ہے۔ اگر تو آریہ سماج کا ایمان سوامی جی کی ان تحریروں پر ہے۔ تو نکاح بیوگان کے متعلق اُس کا موجودہ طرز عمل کہاں تک قابل تحسین ہے اور اگر نہیں۔ تو ایسی ناپاک کتاب کو جس پر خود آریہ سماج کا بھی ایمان نہیں اور وہ اسکی تعلیمات کو اس درجہ غلط اور ناقابل عمل سمجھتی ہے جیسا کہ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا۔ مہاشا منشی رام کے نیوگ کے خلاف لکھنے پر مہاشہ شام لال صاحب ایڈیٹر بلٹین و ہندوستان نے جو ایک کٹر آریہ سماجی ہیں۔ علانیہ اسکا اعتراف اخبار ہندوستان میں کیا تھا۔ تو ایسی ناپاک کتاب کو کیوں نہیں صفحۂ ہستی سے نابود کر دیا جاتا۔ کیوں اس کی ضبطی کے لئے آواز بلند ہونے پر آریہ گزٹ نے بیفائدہ اس کی حمایت پر کمر باندھا ہے ایک طرف ستیارتھ پرکاش کے صریح خلاف نکاح بیوگان کی بڑے زور کے ساتھ تائید کرنا اور آریہ گزٹ کے مضمون کے صفحے اسی پر سیاہ کر دینا اور دوسری طرف اس کی حمایت پر قلم اٹھانا۔ ع

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

لیکن جبکہ عمل اسکے صریح خلاف ہے اور نکاح بیوگان پر نہ صرف زبانی اور قلمی زور دیکر ہی علانیہ ستیارتھ پرکاش پر اپنا عدم ایمان ثابت کیا جاتا ہے۔ بلکہ ایسے نکاح کرا کر عملی طور پر بھی بتا دیا جاتا ہے۔ کہ ستیارتھ پرکاش کو در اصل آریہ گزٹ اور تمام سماج ہی پر کاہ جتنی بھی وقعت نہیں دیتی۔ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس وقت اس کی حمایت محض احمدیوں کی مخالفت ہی کے لئے ہے دگر ہیچ۔

کیا گورنمنٹ عالیہ اس طرف توجہ فرمائیگی اور اس صاف و صریح طرز عمل کو جو آریہ سماج اور خود آریہ گزٹ کا ستیارتھ پرکاش کی تعلیمات کے متعلق ہے۔ مدنظر رکھکر اور اس کے خلاف اس کی موجودہ فرضی حمایت کو بے حقیقت قرار دیکر اسکی ضبطی کا حکم صادر فرمائیگی۔

ابھی حال ہی کی بات ہے کہ آریہ سماج وچھووالی کے زیر

بجا طور پر یہ سوال کیا ہے۔

"وہ تمام اشخاص جنہوں نے سوامی دیانند کی تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے ایسی خبروں کو سنکر حیران رہ جاتے ہیں کیونکہ سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں بار بار بدھوا بواہ کی مخالفت کی ہے۔ اور اسے ویدوں کی تعلیم کی رو سے ناجائز قرار دیا ہے۔ رانڈوں اور رنڈووں کے لئے ستیارتھ پرکاش میں نیوگ کے سوا چارہ نہیں بتایا گیا۔ اس کے باوجود آریہ سماج کے اہتمام میں بدھوا بواہ کا ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ نیوگ قابل عمل مسئلہ نہیں ہے۔"

صرف نیوگ ہی کا ناقابل عمل ہونا اس سے ثابت نہیں بلکہ ستیارتھ پرکاش اور سوامی دیانند جی کی تعلیمات کا آریہ سماج کے نزدیک بے حقیقت اور ناقابل وقعت ہونا بھی ثابت ہے۔ اس لئے ایسی کتاب جو خود ماننے والوں کے نزدیک اس درجہ ناقابل وقعت بلکہ تہذیب سے کوسوں دور ہو ہر قابل ہے کہ بالضرور ضبط کر کے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ کیا گورنمنٹ عالیہ اس طرف توجہ فرما کر اس خلاف تہذیب تعلیم سے اخلاق انسانی کی حفاظت فرمائیگی؟

اِنفلوانزا کی نئی بیماری سے اموات

کلکتہ کا ۲۵ جولائی کا تار ہے۔ کہ کلکتہ کارپوریشن کی جنرل کمیٹی کے ایک اجلاس منعقدہ ۲۵ جولائی میں ہیلتھ آفیسر نے مندرجہ ذیل بیان دیا "میں افسوس کیساتھ رپورٹ کرتا ہوں کہ انفلوانزا کی بیماری سے شرح اموات میں نمایاں ترقی ہوئی ہے۔ اور ہفتہ مختتمہ ۲۰ جولائی میں اموات میں اچانک بھاری اضافہ ہو گیا ہے۔ اس ہفتہ میں ۹۱۳ اموات ہوئیں حالانکہ اس سے سابقہ ہفتہ میں ۵۴۱ اموات ہوئی تھیں سنہ ۱۹۱۵ء سے کسی ہفتہ میں اتنی اموات نہیں ہوئیں سنہ ۱۹۱۵ء میں ہفتہ مختتمہ ۲۰ مارچ میں ۸۱۹ اموات ہوئی تھیں۔ لیکن اسوقت چیچک اور ہیضہ کی وبائیں پھیلی ہوئی تھیں۔ میڈیکل رپورٹ کا اچھی طرح ملاحظہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ وبا سے ۳۰۰ اور ۴۰۰ کے درمیان اموات ہوئی ہیں۔ ابھی تک یہ بیماری شہر کے تمام حصوں میں جاری ہے۔ لیکن آثار سے ظاہر ہے کہ یہ اپنی انتہائی شدت کو پہنچ چکی ہے اور اب رو بہ تنزل ہے۔

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ نئی وبا کس درجہ ہولناک اور دہشت انگیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے شر سے ہمارا اور وسیع و فراخ ملک کے دیگر حصص کو محفوظ رکھے۔ اور جہاں پھیل چکی ہے وہاں سے بھی اسکو دور کرے۔ خدا جانتا ہے ہم نے کبھی اس قسم کی باتوں پر کوئی خوشی کا اظہار نہیں کیا اور نہ کوئی دانشمند انسان کر سکتا ہے صرف ازدیاد ایمان کی خاطر ہم ان باتوں کو جو حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں کی تصدیق کرنیوالی ہیں لکھتے ہیں۔ اور دنیا کو بتاتے ہیں کہ جن باتوں کو فرضی اور موہوم خیال کر کے اس مامور من اللہ پر ٹھٹھا بازی اور طعنہ زنی کی جاتی تھی۔ واقعات ان کی تصدیق کر رہے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ اسکو بھی اُلٹی سمجھ والے کچھ اور کا اور بنا کر پیش کرنے اور اسکو مزید تمسخر کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ جیسا کہ آریہ گزٹ کے ایک نوٹ سے ظاہر ہے کاش اسے معلوم ہوتا کہ اگر ایسی باتوں سے کوئی خوشی ہوتی ہے۔ تو سب سے بڑھکر خوشی لیکھرام کے قتل پر ہونی چاہئے تھی جو ایک عظیم الشان پیشگوئی کی صداقت کو ثابت کرنیوالا تھا لیکن اسموقعہ پر بھی سوائے اسکے کہ پیشگوئی کی صداقت کے اظہار اور ازدیاد ایمان کی خاطر اسکو لکھا گیا۔ اسپر کسی قسم کی خوشی کا اظہار تو ایکطرف اُلٹا اسپر افسوس کیا گیا اور خود حضرت مسیح موعودؑ نے صاف طور پر اپنی کتابوں میں اسکی اس افسوسناک موت کو موجب افسوس ٹھہرایا اور لکھا کہ اگر میں اس موقعہ پر ہوتا تو اس کے بچاؤ کی کوشش کرتا۔ با ایں آریہ گزٹ ان باتوں کو ہماری خوشی کا موجب سمجھکر اسپر استہزا کرنا ضروری سمجھتا ہے تو یونہی سہی فی قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا کا یہ بھی ایک نظارہ ہے۔ اور اس قسم کی شقاوت قلبی سے کام لینا ایسے مخالفین کی سنت قدیم گویا کوئی انکی ہدایت کی نہیں پہلے پیشگوئی پر استہزا کیا۔ پھر پورا ہونے کو موجب تمسخر ٹھہرایا۔ گویا ہر پہلو میں مخالفت ہی کو شیوہ بنائے رکھا۔

اس کا انسداد

اشیاء کے جو بیرون ملک سے آتی ہیں اور بوجہ جنگ ان پر جنگ کا اثر براہ راست پڑ سکتا اور پڑتا ہے اکثر ایسی اشیاء بھی جو خود ہندوستان کی پیداوار ہیں اور ملک کو اس کیلئے بیرونی ممالک کے رحم کی انتظار نہیں کرنی پڑتی بہت کچھ گراں ہو چکی ہیں۔ اور اگر چندے اور یہی حالت رہی تو معلوم نہیں کہاں تک نوبت پہنچے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ بیرونجات گرانی کا اثر چونکہ اہالیان ملک کے بالعلاج پر پڑتا ہے۔ اسلئے وہ اندرون ملک کی اشیاء کو بھی گراں کر دیتے ہیں ایسے بھی لوگ ہیں جو بسبب کافی سامان معیشت رکھنے کے اس گرانی سے چنداں متاثر نہیں ہو سکتے۔ مگر طمع نفسانی انہیں بھی کچھ کرنے نہیں دیتا۔ حالانکہ چاہئے تھا کہ ایسے لوگ ملک کے فائدہ کیلئے کافی مالی امداد کے ذریعہ اور اپنے اثر اور رسوخ کو استعمال میں لا کر اسکا انسداد کرنے کی کوشش کرتے۔

مگر اسکو بھی چھوڑ کر بعض لوگوں نے خواہ مخواہ بھی ابنائے وطن کو تنگ کر کے ناجائز فائدہ اٹھانے کی ٹھان رکھی ہے۔ انسان کی زیست کے سب سے بڑے ذرائع دو ہیں۔ خوراک اور کپڑا لیکن افسوس ہے کہ یہ دونوں ذرائع آج کچھ تو جنگی ضروریات اور مصائب کی وجہ سے اور کچھ ابنائے جنس کے غیر ہمدردانہ رویہ کے سبب سے بہت گراں ہو گئے ہیں۔ گندم کی گرانی کا تو یہ حال ہے کہ پنجاب پبلسٹی کمیٹی کا نامہ اخبار "حق" اعلان کرتا ہے۔ کہ:۔

"لائل پور منڈی میں ۱۲ روپے فی من کے حساب سے گندم باہر بھیجنے کے لئے خریدی گئی ہے۔ ہر چند کہ یہ قیمت خاصی ہے تاہم زمیندار لوگ اس خیال میں ہیں کہ نرخ اور چڑھیگا مگر جو خبریں انگلستان و دیگر اتحادی ممالک سے موصول ہوئی ہیں۔ اُن سے یہ نتیجہ نکالنا قرین قیاس ہے کہ گورنمنٹ کو باہر بھیجنے کے لئے زیادہ گندم کی ضرورت نہیں اور موجودہ ضرورت کے لحاظ سے ہندوستان میں سامان خوراک کافی سے زیادہ ہے۔"

اس بنا پر معاصر موصوف کی رائے ہے۔ کہ:۔

"۱۲ روپے فی من قیمت بہت گراں ہے اور جب جنگ سے پیشتر کے نرخ اور غریب پنجابیوں کے مفاد پر غور کیا جائے۔ تو مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ کہ موجودہ نرخ کو اور چڑھنے دیا جائے جب باہر کی مانگ دن بدن کم ہو رہی ہے۔ تو نرخ چڑھنے کے معنے ہی کیا ہو سکتے ہیں؟ جن کے پاس گندم ہے۔ اُنکو چاہئے کہ قیمت بڑھنے کی امید چھوڑ دیں۔"

یہ تو گندم کا حال ہے۔ کپڑے کے متعلق بھی "حق" کے اسی نمبر میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ:۔

"کپڑے کی گرانی کی دو وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ لنکاشائر سے کپڑا آنا بند ہو گیا ہے اور جو آتا ہے اسپر چونکہ خرچ زیادہ پڑ جاتا ہے اسلئے مہنگا بکتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کپاس کی مانگ فوج میں بہت زیادہ ہو گئی ہے اسلئے دیسی کپڑا بھی گراں ہو گیا ہے گورنمنٹ نہ ہی تو لنکاشائر سے کپڑا مہیا کر سکتی ہے اور نہ ہی قیمت گھٹا سکتی ہے تاہم اتنا ہو سکتا ہے کہ ہندوستانی کپڑے کی قیمت مقرر کر دیجائے تاکہ عوام کو تکلیف نہ ہو اس غرض کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جس نے اپنی تحقیقات کا نتیجہ شائع کیا ہے۔ اسکی مجوزہ تجاویز کا لب لباب یہ ہے (۱) سوداگر لوگ چالاکیوں سے کپاس کا بھاؤ بڑھا دیتے ہیں اسلئے چاہئے کہ کپاس کا بھاؤ بڑھانے کے لئے جو چالاکیاں کیجاتی ہیں ان کا انسداد کیا جائے۔ (۲) جن کپڑوں کو عوام زیادہ پسند کرتے ہیں انکی قیمت مقرر کر دیجائے اور کپڑے کی فروخت زیر نگرانی ہے۔ پہلی بات پر عملدرآمد کرنے کیلئے مسٹر این۔ این واڈیا کو انگلستان روانہ کرنے کی تجویز ہوئی ہے تاکہ وہاں کے کارخانہ داروں سے مل ملا کر کسی فیصلہ کن نقطہ پر پہنچیں اور صاحب رائے دینے کے قابل ہو سکیں۔ دوسری تجویز ابھی گورنمنٹ کے زیر غور ہے۔"

ہمارے خیال میں اول الذکر تجویز کا حل مؤخر الذکر صورت میں ہی ہو سکتا ہے۔ اور گندم کے بارہ میں اسی قسم کی تجویز سے رعایا کے لئے کفائت ہو سکتی ہے۔ ورنہ جب تک گورنمنٹ خود اس میں دخل انداز ہو کر ان ہر دو اشیاء کی قیمتیں یا نرخ مقرر نہ کر دیگی۔ صرف سمجھانے بجھانے سے کام چلنا مشکل ہے۔ اور اس کا جو کچھ نتیجہ ہوگا وہ ظاہر ہے۔ کیا گورنمنٹ عالیہ اس طرف توجہ فرمائے گی۔

ظہور المہدی از روئے عقائد تشیع

ڈاکٹر نور حسین صاحب صابر کے رسالہ ظہور المہدی پر ایک نظر

(از قلم میرزا نذر علی صاحب پشاوری)

ڈاکٹر نور حسین صاحب صابر نے رسالہ ظہور المہدی میرے پاس بھیجا۔ اور میں نے اس کو بغور مطالعہ کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ڈاکٹر کربلائی۔ جعفری۔ اثنا عشری جھنگ سیالوی حاجی الحرمین الشریفین۔ حکیم۔ ابو المنظور مصنف و مؤلف کتب۔ اور یہ مضحکہ خیز تحریر۔ مخلوق پرست دانشمند نہیں ہوتے۔

اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور ... والذین کفروا اولیاؤھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمات اولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون .... او کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضھا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یراھا ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور (۲ میں نور)۔ جس کو اللہ تعالےٰ نور نہ بخشے۔ وہ ہمیشہ ظلمات میں مبتلا وھم فی سکرتھم یعمھون کا مصداق بنا رہتا ہے۔

اگر ڈاکٹر نور حسین میں ذرا بھی فہم اور عقل ہوتی اور اولیاء الرحمٰن کی دشمنی اور حسد و بغض نے اسکو اندھا نہ بنا دیا ہوتا تو تضیع اوقات کر کے اپنے نامۂ اعمال کی طرح اس قدر اوراق کو اس نے سیاہ ہرگز نہ کیا ہوتا۔ بھلا ڈاکٹر یا اس کے ہم خیال ذرا ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں۔ کہ اہل سنت والجماعت کی کتب احادیث سے اس قدر کثیر احادیث کا نقل کرنا اُن کے مقصد کو تو کچھ بھی مفید نہیں اس لئے کہ اُن احادیث سے محمد ابن حسن العسکری کا مہدی آخر الزمان ہونا تو کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا پھر اس قدر اوراق کو سیاہ کر کے مقصد اول دینے سے فائدہ کیا۔ جس قدر احادیث ڈاکٹر صاحب نے اپنے رسالہ میں لکھی ہیں۔ ان سب کا نتیجہ برخلاف ڈاکٹر صاحب اور تشیع کے مسلمات کے ہے۔

محققین اہل سنت ان احادیث کو ذکر فرما کر لکھتے ہیں کہ مہدی آخر الزمان جن کا ان احادیث میں مذکور ہے۔ وہ امام حسن کی اولاد سے ہیں۔ اور ان کا نام محمد اور ان کے والد کا نام عبد اللہ ہے اور وہ جب ظہور فرمائیں گے دنیا کو عدل و داد سے بھر دیں گے اور یہ تحقیقات تشیع کے مسلمات اور معتقدات کے بالکل برخلاف ہے۔ کیونکہ تشیع کا مزعومی مہدی نہ تو اولاد حسن سے ہے نہ اس کے باپ کا نام عبد اللہ ہے اور نہ اس نے باوجود موجود ہونے کے منصب امامت کی کسی ادنےٰ سے ادنےٰ ڈیوٹی کو ادا کیا ہے۔ اور نہ دنیا کو عدل و انصاف سے بھرا ہے۔ بلکہ بموجب مسلمات تشیع کبھی غار سرہ میں ہے اور کبھی جابلقا سا جابلسا اور کبھی جزیرہ خضرا میں زائد از ہزار سال چھپتا پھر رہا ہے اور گشت لگا رہا ہے۔ علاوہ ازیں کسی محقق اہل سنت والجماعت کا یہ مذہب نہیں کہ وہ مہدی آخر الزمان نرجس نام عورت یا کنیز کے بطن نطفہ حسن العسکری سے پیدا ہو چکا ہوا ہے۔ اور اس وقت اس کی عمر ۱۰۹۸ سال کی ہے۔ اور جب تک یہ امور ثابت نہ ہوں۔ میں حیران ہوں اور تعجب کرتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب یا تشیع کا ان احادیث اہل سنت سے استدلال کرنا چہ فائدہ دارد

حملہ بر خود میکنی اے سادہ مرد

ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد

اسی واسطے مجھ کو بار بار اس قول کا اعادہ کرنا پڑتا ہے کہ "مخلوق پرست دانشمند نہیں ہو سکتے"۔ ڈاکٹر نور حسین کو سوچنا چاہئے کہ اس گندم نما جو فروشی سے کیا نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے کیا ان احادیث اہل سنت میں جو ڈاکٹر نور حسین نے اپنے رسالہ میں نقل کی ہیں۔ اور طول دیکر اوراق کاغذ کو اپنے نامۂ اعمال کی طرح سیاہ بنا دیا ہے۔ کہیں یہ لکھا ہے۔ کہ امام مہدی بطن نرجس اور نطفہ حسن العسکری سے پیدا ہو کر زائد از ہزار سال عمر کا فلاں جزیرہ میں سکونت پذیر

سے تو یہ سب احادیث اسا ... ہیں۔ پھر بھی نادانی اور نافہمی سے کردہ اُنہی احادیث کو اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ سبحانک ھذا بھتان عظیم۔ (اگر در خانہ کس است حرفے بس است)

احادیث مہدی اور اصول جرح و تعدیل

ڈاکٹر نور حسین تو کیا بلکہ اکثر متکلمین و محدثین شیعہ کو دلائل کے پیش کرنے وقت عقل سر میں نہیں ہوتی بلکہ مستانہ اور مدہوشانہ دلائل شروع کر دیتے ہیں تاکہ سامع اور مخاطبین انکو قابل خطاب نہ سمجھکر چھوڑ دے۔ اور ان کی بات بن جاوے۔ کہ لو مخاطب ہماری کتاب کا اب تک جواب وہ نہیں دے سکے۔ گویا وہ عاجز آ گئے ہیں۔ حالانکہ اہل سنت کے اکثر محققین نے جب علماء شیعہ کی ایسی بے معنی کلام اور طرز استدلال کو سنا۔ تو اُن کو قابل خطاب نہ سمجھکر جواب دینے سے اعراض فرمایا۔ اور تشیع نے ڈھول کو بجایا کہ آسانی سے خلاصی ہوئی اور فتح ہو گئی۔

یہ اصول محدثین کا ہرگز نہیں۔ کہ اگر کسی حدیث کی روایت پر جرح ہو جاوے تو فریق مخالف مناظر ان کی توثیق کرنی شروع کر دے اور اس طریق سے وہ اپنے زعم میں سمجھ لے کہ اب میں جواب سے عہدہ برآ ہو گیا۔ اور میرا مطلب ثابت ہو گیا۔ یہ ایسا کمزور اور بے علمی کا طریق ہے کہ جسکو ادنےٰ معرفت اصول علم حدیث سے ہو گی وہ کبھی اس پر اقدام نہ کریگا۔ جرح اور تعدیل رواۃ میں یہ اصل صحیح ہے۔ کہ جرح تعدیل پر ہمیشہ مقدم ہے اس لئے کہ جارحین نے تو نقص دیکھکر جرح نقل فرمائی۔ اور جس نے اس کی توثیق کی اس پر راوی کا عیب پوشیدہ اور مخفی رہا۔ اور آپ ہمیشہ دیکھتے ہیں۔ کہ اکثر اشخاص کے عیوب ہمارے سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اور بہت عرصہ تک اس کا عیب ہم پر ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ اپنے عیب اور نقص کو پوشیدہ کرنا انسانی فطرت ہے۔ بالخصوص تشیع رواۃ کی تعدیل ہرگز قابل پذیرائی نہیں اسلئے کہ جس قوم کا شعار بلکہ اصول دین تقیہ ہو۔ یعنے ظاہر اس کا باطن کے خلاف ہو اسکی روایت اگرچہ وہ زاہد اور عابد بھی ہو کب قابل وثوق ہو سکتی ہے کیونکہ ایسا شخص ہمیشہ اپنے مذہب کی تائید کو مدنظر رکھیگا اور ایک تقیہ باز شخص کا عیب ونقص اگر مخفی رہ جاوے اور اہل حق پر ظاہر اور منکشف نہ ہو سکے تو کیا جائے تعجب ہے۔ پھر جارحین اہل سنت کی غائت درجہ کی ایمانداری کو دیکھو۔ جہاں وہ ایک راوی کو شیعہ اور عالم محدث فقیہ وغیرہ لکھ دیتے ہیں وہاں عیب جو اس میں ہوتا ہے وہ بھی نقل کر دیتے ہیں یہ اعلےٰ درجہ کی دیانتداری ہے۔ دوم یہ کہ جب ایک حدیث کو کوئی محدث مثلاً حسن صحیح لکھ دے مگر دیگر محدثین اس کی رواۃ پر جرح نقل کر دیں تو اصول محدثین و محققین کے نزدیک وہ حدیث حسن کے درجہ سے گر جاویگی۔ اگرچہ اسکے شواہد اور بھی کیوں نہ ہوں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ حدیث ایمانیات اور معتقدات میں قابل حجت و استدلال نہ ہوگی بلکہ آداب سنن مستحبات فضائل میں اس پر حجت ہو سکے گی حضرات امامیہ ہمیشہ اس قسم کے دھوکہ دینے کے عادی ہیں ان کے بڑے بڑے علماء اور متکلمین نے ہمیشہ قسم چالاکی اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ اس امر کو میں ایک مثال دیکر آپکے ذہن نشین کرتا ہوں۔ مثلاً حدیث ہے۔ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی فان تمسکتم بھما لن تضلوا۔ الخ۔ اب اس حدیث کو محدثین نے باب الفضائل میں نقل فرمایا ہے۔ اور امام ابو عیسےٰ ترمذی نے اسکو نقل کر کے لکھ دیا ہے۔ کہ حسن غریب۔ اب اگرچہ یہ حدیث صحیح ہے مگر اس کے الفاظ فان تمسکتم بھما لن تضلوا۔ الخ کو اکثر محققین نے الحاقی اور وصفی قرار دیا ہے۔ اور اس کی صحت سے انکار فرمایا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ دیگر احادیث جو صحیح مسلم میں باب الفضائل میں یا کتاب حجۃ الوداع میں مذکور ہیں وہ اس کے خلاف ہیں اور صحیح مسلم صحت اور اعلائیت میں صحیح ترمذی سے مقدم ہے اور اسکی رواۃ بھی اس حدیث کے متعلق موثوق ہیں اور اسپر کوئی جرح بھی نقل نہیں ہوئی پس یہ حدیث جس اختلاف کی وجہ سے درجہ حسن سے گر گئی ہے اس لئے

قرآن مجید کے بھی یہ حدیث مخالف ہے۔ کیونکہ وہاں ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب اور اس میں ہے۔ فاستمسک بالذی اوحی الیک ؕ والذین یمسکون بالکتاب۔ الخ۔ وغیرہ وغیرہ۔ (دیکھو ہمارے رسالہ (حسبنا کتاب اللہ) کو۔ پس شیعہ اور سنی ہر دو اس پر متفق ہیں۔ کہ وہ حدیث جو ظواہر قرآن کے مخالف ہو قابل تاویل ہے۔ اور اگر تاویل صحیح کی متحمل نہ ہو تو قابل رد ہے۔ پس یہ حدیث صریحًا قرآن کے اور دیگر احادیث صحیحہ کے مخالف ہے۔ اس لئے قابل رد ہے سوئم یہ حدیث واقعات کے بھی برخلاف ہے کیونکہ تمام فرق اہل اسلام قرآن سے متمسک ہونے میں باہم متفق ہیں۔ اور دوسرے جملہ میں باہم مختلف ہیں۔ حتّے کہ خود حضرات تشیع بھی اسپر کاربند نہیں کیونکہ وہاں عترتی اھل بیتی کے الفاظ ہیں۔ جن سے استمساک کا حکم ہے اور تشیع بلکہ تشیع کا ایک فرقہ صرف بارہ سے متمسک ہونیکا مدعی ہے اور باقی عترت اور اہلبیت کو ترک کرتے ہیں۔ اور دیگر تمام فرق شیعہ بھی باہم مختلف ہیں۔ اور طرفہ یہ کہ جھوٹ کے پیر نہیں ہوتے۔ فرقہ اثنا عشری بھی اپنے آپ کو اس آخری امام زمان ارسوں سے عملاً یعنے قولاً و فعلاً متمسک ثابت نہیں کر سکتے۔ بلکہ مجتہدین کربلا۔ نجف۔ سامرہ۔ ایران۔ لاہور و لکھنؤ سے متمسک ہیں۔ اور یہ اختلاف تمسک بہ مجتہدین مختلف بھی ان کے مسلمات اور مرغوبات باطل پر ایسا تبر ہے ...... جس کی زد سے وہ اپنے آپکو جانبر ثابت نہیں کر سکتے اور یہ حدیث ثقلین امامیہ کے ہاں ایسی اعلےٰ درجہ کی دلیل ہے۔ جو ان کے خیال میں سب دلائل سے مقدم ہے۔ اور دیگر تمام دلائل سے مستغنی کر دیتی ہے۔ پس غور فرماویں کہ کیسی کمزور دلیل اور حدیث پر انکے تمام مذہب کا دارومدار ہے جسکا ہر پہلو کمزور اور بودا ہے جیسا کہ وہ اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہیں)۔ پس اسی طرح تمام دلائل تشیع کا حال ہے پس ڈاکٹر جو دین کے اصول سے ناواقف ہے مثل اپنے علماء تشیع کے۔ (کیونکہ وہ ہمیشہ اپنے علماء کے پس خوردہ پر دانت مارنے کا عادی ہے اور کاسہ لیسی اس کا منبع علم و معلومات ہے) مجروح احادیث سے اپنی مطلب براری کرتا ہے۔ اور قرآن کریم نے اصولی طور پر اس امر کی طرف صاف اشارہ فرما دیا ہے۔ وان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا الخ۔ اب کیسا صاف معیار قرآن کریم نے قائم کر دیا ہے کہ جس روایت کنندہ کی نسبت الزام ہو اس کی تحقیقات کرنی لازم ہے۔ اور اسکی خبر پر اعتبار نہ ہوگا +

تشیع کا امام مہدی

قطع نظر اس سے کہ ہم مہدی والی احادیث پر جرح و قدح کریں۔ اس جگہ قابل بحث امر یہ ہے کہ آیا روافض کا مہدی مزعومی ان احادیث کا مصداق ہے۔ ڈاکٹر نور حسین اپنے ضمیر اور کانشنس سے خود ہی انصاف سے سوال کریں کہ آیا وہ واقعات جو احادیث میں مذکور ہیں۔ اُن کے مزعومی مہدی میں پائے جاتے ہیں یا اُسپر منطبق ہوتے ہیں۔ جبکہ واقعات مندرجہ احادیث میں سے ایک واقعہ بھی اُن کے مہدی میں پایا نہیں جاتا تو کچھ حیا اور شرم اگر خدا سے ان کو نہیں تو انسانوں سے ہی کریں۔ اور پھر کس خیرہ چشمی سے اُنہی احادیث کو جو اُن کے مقصد کی بالکل مؤید ہیں۔ اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے چلے جاتے ہیں اور ذرا غور نہیں کرتے کہ آیا جو احادیث ہم نے نقل کی ہیں۔ ان میں ہمارے دعوے اور مذہب کی کوئی تائید بھی ہے یا نہ۔ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

جسقدر احادیث اہل سنت کی کتب احادیث سے ڈاکٹر نے نقل کی ہیں۔ اُن میں حسب ذیل امور درج ہیں۔

امام مہدی اولاد حسن سے ہوگا۔ نام اس کا محمد اور باپ کا نام عبد اللہ ہوگا۔ وہ ملک عرب کا مالک ہوگا۔ وہ والی ہوگا۔ وہ پانچ یا سات یا نو سال بادشاہی کریگا۔ وہ ایک شخص کو چادر بھر کر مال دیگا۔ ہاتف آسمان سے ندا کریگا کہ حق خلافت آل رسول کا ہے۔ لوگوں میں چرچا ہوگا۔ ہر جگہ ان کا ذکر ہوگا۔ بیٹے ہمارے حوالہ ... [illegible] ... نکلیں گے۔ تم انکو دیکھو تو ان کی بیعت کرو۔ وہ خلیفۃ اللہ المہدی ہے۔ اگر برف میں گھسٹ کر جانا بھی پڑے۔ تو بھی جاکر اس کی بیعت کرو۔ (کیا کسی شیعہ نے اس وقت اسکی بیعت کی ہے؟) دجال کو ارض فلسطین میں باب لد پر مسلمان پیسے قتل کریں گے وغیرہ وغیرہ۔

یہ چند واقعات اُن احادیث میں مذکور ہیں جو ڈاکٹر نور حسین نے اپنے رسالہ ظہور المہدی میں درج کی ہیں۔ اگر ڈاکٹر نور حسین میں کچھ بھی حیا و شرم ہے تو ان واقعات کو اپنے نرجس جائے مزعومی اور فرضی مہدی پر منطبق اور ثابت کر کے بتلاویں۔ ورنہ چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کا مقام ہے اور اگر اس میں ذرہ بھی حیا اور شرم کا مادہ ہوگا تو آیندہ کبھی دینی مباحثات میں قدم بے باکانہ نہ رکھیگا۔ اور یہ پردہ دری اور ذلت اس کی تمام عمر کے لئے کافی ہے اگر وہ انسان ہے +

اپنے رسالہ کے صفحہ ۵۱-۵۲ پر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب امام زمان اور مہدی آخر الزمان نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ سادات بنی فاطمہ سے نہ تھے۔ نہ اُن کے زمانہ میں اسلام کی ترقی ہوئی۔ نہ تثلیث ٹوٹی۔ نہ کسی دجال کو قتل کیا۔ بلکہ خود قائل تثلیث ہو گئے۔ قادیانی ہندو آریہ تک مسلمان نہ کر سکے۔ نہ اُنکے زمانہ میں عدل اور انصاف کا دور دورہ رہا۔ اور نہ وہ سخاوت میں مشہور تھے نہ خوش خلق تھے اُن کا اپنا گذارہ اکثر لوگوں کے چندوں پر تھا۔ نہ اُنکے پیچھے حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے آکر نماز پڑھی وغیرہ وغیرہ الخ (صفحہ ۵۳)

غرضکہ مرزا صاحب اس لئے مہدی آخر الزمان نہیں کہ اُن میں وہ واقعات نہیں پائے جاتے۔ جو احادیث مہدی میں مذکور ہیں۔ اور وہ واقعات مرزا صاحب پر منطبق نہیں ہوتے جیسا کہ ڈاکٹر صاحب کی اپنی تصریح اسپر شاہد ہے۔ اب میں ڈاکٹر صاحب کے انکے اپنے پیش کردہ دلائل کو اُن پر پیدا کر کے پوچھتا ہوں۔ کہ جی حضرت آپ کے امام مہدی آخر الزمان پر جو ایک ہزار سال سے بقول آپ کے زندہ موجود ہیں یہ واقعات منطبق ہوتے ہیں۔ کونسے دجال کو ان گیارہ سو سال میں اُس نے قتل کیا اور کس کس کو اُس نے مال دیا۔ اور کیا وہ امام حسن کی اولاد سے ہے اُس کے باپ کا نام عبد اللہ ہے۔ دُنیا کو کونسے عدل اور داد اور انصاف سے اُس نے بھر دیا ہے وغیرہ وغیرہ نشانات مندرجہ احادیث کو بغور پڑھو۔ اور جواب دو۔ اور اگر کہو کہ جب وہ ظاہر ہو کر مدعی مہدویت ہونگے تب یہ واقعات اُن پر منطبق ہونگے .... کم از کم تمکو لازم ہے کہ اُس وقت تک ہرگز اسکو مہدی آخر الزمان نہ کہو نہ تمکو حق پہنچتا ہے۔ کہ اسکو اس خطاب سے پکارو۔ جب تک کہ واقعات مندرجہ احادیث اُسپر منطبق نہ ہوں۔ یا اس میں پائے نہ جاویں۔ دیکھو ایک جھوٹا اور کذاب شخص خود اپنی ہی دلیل سے کیسا پکڑا جاتا ہے جیسا کہ ڈاکٹر نور حسین پکڑا گیا ہے۔

قال علی علیہ السلام۔ الکذب ذل۔ جھوٹ بڑی ذلت کی بات ہے۔ جھوٹا شخص ذلیل ہو جاتا ہے اے ناسمجھ جب گیارہ سو سال عمر کا ایک آدمی مفقود الخبر لاحس ولا خبر۔ جس پر ایک نشان بھی مندرجہ احادیث صادق اور چسپاں نہیں ہو سکتا۔ تمہاری اور تمام شیعوں۔ اثنا عشریوں کے نزدیک امام زمان مہدی آخر الزمان ہے۔ تو مرزا غلام احمد صاحب جس پر کئی نشان اور واقعات منطبق ہو چکے وہ اپنی ڈیوٹی ادا کر کے وفات بھی پا چکے۔ کس طرح مہدی آخر الزمان نہیں ہو سکتے .... عقلاء کے نزدیک سب وہ مدعیان مہدویت جو گذر چکے ہیں خواہ حق پر ہوں یا ناحق پر تمہارے مفقود الخبر فرضی مزعومی مہدی سے ہزار ہا درجہ بہتر ہیں۔ انہوں نے صدہا آدمیوں کو نفع پہنچایا اور صدہا آدمی ان سے منتفع ہوئے۔ تمہارے مفقود الخبر کا وجود تو سراسر فساد اور فتنہ اور وسواس کا مجموعہ رہا اور اسکے پیرؤں کو سوائے

اقتباسات

حالات بغداد

سائنٹسٹ کے خاص نامہ نگار مقیم عراق عرب نے حالات بغداد کے متعلق ایک چٹھی لکھی ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

موسم نہایت گرم ہے۔ حال میں بارش ہوئی تھی اور اب غالبًا موسم سرما تک کے لئے چھٹی ہو گئی۔ ترک تین محاذوں پر پھیلے ہوئے ہیں۔ شہر میں امن و سکون ہے۔ فوجی اور شہری قابل اطمینان حالت میں ہیں۔ متعدد سڑک پر تارکول دیا گیا ہے۔ اور جا بجا روشنی کی گئی ہے۔ پولیس اور فائر بریگیڈ کا انتظام کیا گیا ہے۔ سڑکوں پر لالٹینوں کی جگہ برقی لیمپ اور انجن پر پانی کے نلوں کو زیادہ وسعت دیگئی ہے۔ مسجدوں کی مرمت کرادی گئی۔ نئے مدارس کھولے گئے ہیں جن میں ایک مساحت کا مدرسہ اور ایک ٹریننگ اسکول بھی ہے۔ سڑکوں پر برابر چھڑکاؤ کیا جاتا ہے حفظان صحت کی ہدایتوں پر مخفی سے مخفی گلیوں میں بھی عمل کیا جاتا ہے۔ ایک مویشی خانہ تعمیر کیا گیا ہے جس میں کمزور اور دبلے جانوروں کو اس وقت تک رکھا جاتا ہے جبتک وہ فربہ اور کام کے قابل نہ ہو جائیں بازاروں کی پوری نگرانی کی جاتی ہے۔ غلہ کی بہم رسانی ہاتھ میں لے لیگئی ہے اور قیمتیں اسوقت عام طور پر معتدل ہیں۔ میونسپلٹی اپنا کام کر رہی ہے۔ اور طغرس دو پلوں کے ذریعہ عبور کیا جاتا ہے۔

۱۸۔ ماہ پہلے ہماری فوجیں عراق عرب میں قط کو حاصل کرنیکی کوشش میں ناکام رہ کر ایک داسلی سطح پر خیمہ زن تھیں۔ جہاں نہ گھاس تھی اور نہ پتھر نہ درخت۔ اور جو موسم گرما میں کرۂ نار بنجاتی تھی۔ یہاں آنکھ کے لئے کوئی دیکھنے کی چیز نہ تھی۔ نہ کوئی سڑک نہ دوکان۔ نہ مکان نہ درخت۔ نہ پودہ۔ نہ عورت نہ بچہ۔ بس جو کچھ تھا۔ وہ سامان حرب تھا۔ جو ہمارے ساتھ تھا۔ یا وہ مورچے جو ہم نے طیار کئے تھے۔ اور وہ خیمے جو ہم نے نصب کئے تھے یا وہ معائنہ کی چوکیاں جو ہم نے قائم کی تھیں۔

دسمبر ۱۹۱۶ء سے مارچ ۱۹۱۷ء تک بڑا حملہ اور بغداد کی طرف پیشقدمی عمل میں آئی اور اس کے بعد کی لڑائیوں میں ہماری فوجیں اواخر اپریل میں طغرس اور شط الادہم کی طرف بڑھیں اور انہوں نے اس وقت اندرون ملک میں داخلہ کی کوشش کی جبکہ پھول کھل رہے تھے۔ اور میوہ اور درخت پھلوں سے لدے ہوئے تھے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ بغداد ایک خوش نما شہر ہے اور عام طور پر زندہ دلی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ہوٹل بکثرت ہیں۔ جن میں سے ایک بہت عمدہ ہے۔ کلب بھی ہیں۔ ایک روزانہ اخبار بھی ہے۔ کرکٹ۔ نٹ بال۔ اور ہاکی کے کھیل روز مرہ ہوتے ہیں۔ سپاہیوں کا کلب علیحدہ ہے ایک افسروں کا کلب ہے جو ایک نہایت خوبصورت دو منزلہ عمارت میں لب دریا واقع ہے۔ اور اس کے ساتھ خانہ باغ بھی ہے۔ جس میں بیٹھکر آسانی کے ساتھ طغرس کی موجوں کا نظارہ ہو سکتا ہے یہاں لنچ اور ڈنر کا انتظام بھی ہے۔ اور لوگ کلب کے کمروں میں بیٹھکر صدر مقامات کے آنے جانے والوں اور دیگر راہگیروں کو اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن تفریحی کلب شہر سے دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس کا متعلقہ قطعہ اراضی بہت وسیع ہے۔ لیکن اس کی انتظامی کمیٹی نہ روپیہ صرف کرتی ہے۔ اور نہ توجہ کرتی ہے۔ مارچ کے مہینہ میں ہم نے ایک "ہفتہ بغداد" منایا تھا۔ پولو۔ فٹ بال۔ اور ہاکی کے ٹورنامنٹ منعقد کئے گئے تھے۔ اور دو روز اعلےٰ درجہ کی گھوڑ دوڑ ہوئی۔

بغداد کے قدیم طریق معاشرت میں حالات جنگ سے بہت کم تغیر پیدا ہوا ہے۔ یہ ایک ایسا مشرقی شہر ہے۔ جو ابتک اپنی پرانی وضع کو نباہ رہا ہے۔ ہم نے اُس کے لئے امن و امان اور وسائل دولت مہیا کئے۔ لیکن ہم نے اس کی اصلی روح اور قدیمی روایات کو نقصان نہیں پہنچایا +

(از ہمدم)

رولٹ رپورٹ

پنجاب میں سازش کا حال

رولٹ کمیشن کی حال میں جو رپورٹ شائع کی گئی ہے اسکے ایک باب میں اس باغیانہ سازش کا حال درج ہے جس کے بہت سے واقعات

ہیں اپنا زہر پھیلا رہے تھے۔ اور علی پور اور ڈھاکہ کے سازشی منصوبے بنا رہے تھے۔ اور اپنے ساتھ دیگر آدمیوں کو ملا رہے تھے۔ اور اسلحہ جات جمع کر رہے تھے۔ تحریک۔ غدر۔ فسادات۔ بم بم اور سازش لاہور کے اس رپورٹ میں مفصل حالات بیان کئے گئے ہیں۔ مؤخر الذکر کے متعلق رپورٹ مظہر ہے۔ "یہ صاف ظاہر ہو گیا تھا۔ کہ سازشیوں نے ایک ساتھ لاہور۔ فیروزپور۔ اور راولپنڈی میں بغاوت کرنے کی تجویز کی ہوئی تھی۔ اور بعد میں یہ معلوم ہوا کہ ان کی یہ کارروائیاں ایک نہایت وسیع علاقہ پر کی جا رہی تھیں۔ یہ نہ صرف بنارس اور جبلپور جیسے مقامات تک پھیلی تھی۔ بلکہ ہمیں اس شہادت سے جو ہمارے سامنے پیش کی گئی ہے۔ اور جسے ہم فیصلہ کن خیال کرتے ہیں۔ اطمینان ہو گیا ہے کہ مشرقی بنگال میں کم از کم دو یا تین انقلاب پسندوں کو ۸ ر فروری کو اس بات کا علم تھا۔ کہ کیا ہونے والا ہے۔ اور وہ سکھوں کی بغاوت شروع ہو جانے کی صورت میں ڈھاکہ میں بغاوت کرانے کا انتظام کر رہے تھے۔ اس اثنا میں پنجاب گورنمنٹ ان شدید اسباب کا جن کا انہیں سامنا کرنا پڑا معمولی قانون کے ذریعہ اور پولیس اور رسالہ کی گشت کا انتظام کرنے کے ذریعہ انسداد کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن یہ کارروائیاں ناکافی ثابت ہوئیں اور ۲۵ فروری ۱۹۱۵ء کو پنجاب گورنمنٹ نے گورنمنٹ ہند کے نام سابقہ درخواستوں کے سلسلہ میں ایک اور چٹھی بھیجی جس کے ساتھ ایک فہرست میں ان تمام ڈاکوں اور دیگر سنگین جرائم کا جن کا واپس آمدہ تارکان وطن اور ان کے ساتھیوں نے ارتکاب کیا تھا۔ حال بیان کیا گیا تھا گورنمنٹ پنجاب نے اپنی چٹھی میں رپورٹ کی تھی۔ کہ "صورت معاملات بسرعت تمام خطرناک صورت اختیار کر گئی ہے۔ اور کہ غدر پارٹی کی جابرانہ کارروائیوں اور لغو یانہ تحریک کی وجہ سے وسطی اضلاع کی دیہاتی آبادی پر بہت بڑا اثر ہوا ہے اور لوگوں کا شورش پسند حصہ انہیں روزافزوں مدد دے رہا ہے۔ دیہاتی شرفا اور دیہاتی افسران کو خوفزدہ کیا جا رہا ہے۔ انقلاب پسند لوگ فوجی سپاہیوں کو ورغلانے کی ہر ایک کوشش کر رہے ہیں۔ ۱۹ تاریخ کو جو سازش مسترد کی گئی۔ اس کا مقصد ایک رجمنٹ کے رنگروٹوں اور اسلحہ خانہ پر حملہ کرنا تھا۔ اسی تاریخ کو ۷۰ آدمی ٹرین کے ذریعہ فیروزپور سے آئے تھے۔ جن میں سے کچھ مسلح تھے۔ ان کا مقصد و مدعا میگزینوں اور اسلحہ خانوں پر حملہ کرنے کا تھا۔ لیکن محکمہ فوج کی طرف سے جو پیش بندیاں کی گئیں ان کی وجہ سے وہ اپنے ارادہ میں ناکامیاب ہوئے۔ ۱۵ مسلمان طلبا سرحد پر ہندوستانی باغیوں کے ساتھ ملنے کے لئے چلے گئے تھے۔ فوجی سپاہیوں اور پولیس کی طرف سے گشت کا کام جاری ہے لیکن پنجاب میں صورت معاملات کو زیادہ خراب ہونے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اس لئے پولیٹیکل فساد اور جرائم کو روکنے کے لئے جتنی جلدی ممکن ہو مؤثر اختیارات دیا جانا ضروری ہے۔" گورنمنٹ ہند عدالتوں اور معمولی قانونی طریق کو چھوڑنے میں تامل کرتی تھی۔ لیکن پنجاب میں اور بنگال میں صورت معاملات روز بروز زیادہ نازک ہو رہی تھی۔ اور قانون تحفظ ہند بڑی جلدی سے امپیریل لیجسلیٹو کونسل میں پاس کیا گیا۔ پنجاب گورنمنٹ کی چٹھی مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۱۵ء میں بتلایا گیا ہے۔ کہ اس کا بہت عمدہ اثر ہوا ہے اور اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ بعد کے مہینوں میں ایک نہایت خطرناک صورت معاملات بسرعت تمام رو باصلاح ہو گئی قانون تحفظ ہند کے ماتحت پنجاب میں جو نظر بندیاں کی گئی ہیں۔ ان کا ذکر کرنے کے بعد کمیٹی مظہر ہے کہ گورنمنٹ پنجاب نے ہمیں مطلع کیا ہے کہ اس نے مندرجہ ذیل پیش بندیاں کی ہیں۔

(الف) اس نے حکماً چار اڈیٹران اخبارات کو جرمنوں کے حق میں اور چونکا دینے والے مضامین شائع کرنے سے روکدیا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ ایک اخبار جو زمیندار کے ظفر علی خان کو نکالنے کی اجازت دی گئی ہے اشاعت سے پہلے سنسر کو دکھایا جائے۔

(ب) اس نے مسٹر تلک اور بپن چندر پال کے پنجاب میں داخل ہونے کی ممانعت کر دی ہے۔ خبر ملی ہے۔ کہ یہ دونوں اصحاب ہوم رول کی تحریک کو پھیلانے کے لئے صوبہ میں دورہ کر کے لکچر دیں گے۔ لوکل گورنمنٹ خیال کرتی ہے۔ کہ سازش غدر نے ظاہر کر دیا ہے۔ کہ نا تعلیمیافتہ ہجوم ... [illegible] ... مطالبہ کے کیا معنے ...

کہ اس قسم کا پولیٹیکل جوش و خروش جو یہ اصحاب پیدا کرنا چاہتے تھے امن عامہ کے خلاف ہوتا۔ اور اس کا بھرتی پر بہت برا اثر ہوتا۔ اس لئے احکامات جاری کئے گئے۔ جن میں انہیں پنجاب میں داخل ہونے کی ممانعت کی گئی۔ یہ احکامات ابھی تک قائم ہیں۔" یہ ظاہر ہے۔ کہ پنجاب میں تحریک غدر ایسی حالت تک پہنچ چکی تھی۔ کہ بھاری خونریزی کا موجب ہوتی۔ اعلٰے سپرٹ والے اور اولوالعزم سکھوں میں خیال اور عمل میں بہت کم وقفہ ہوتا ہے۔ اگر اشتعال انگیز اپیلیں ایک دفعہ ان کے دل میں گھر کر جائیں۔ تو یہ بڑی پھرتی سے کام کرتے ہیں۔ اور وہ بھی ایسے طریقے پر جو امن اور آئینی حکومت کے تمام سلسلہ کے لئے خطرناک ہو۔ اس تمام کہانی پر جس کا سرسری خاکہ ہم نے کھینچا ہے غور کرنے کے بعد بہت کم اشخاص ایسے ہونگے۔ جو پنجاب کے حکام کی اس رائے کی تائید نہ کریں گے۔ کہ اگر "گورنمنٹ قانون تحفظ ہند ملک میں داخل ہونے کے متعلق قانون کے ماتحت وسیع اختیارات حاصل نہ کر لیتی تو غدر کی تحریک اس قدر جلدی نہ دبائی جا سکتی اور ایسے معاملہ میں انسدادی کارروائی میں تاخیر سے بدامنی میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا۔"

ضروری خبریں

روس میں صورت معاملات: لنڈن ۲۶ر جولائی۔ ہاربن سے موصول شدہ ایک تار مظہر ہے کہ جنرل سمینوف کو سنجوریا سٹیشن کو پسپا ہونے پر مجبور کیا گیا ہے۔ اس کا جاپانی پہلو اب چینی سرحد کے اندر ہے۔ جرمن اور آسٹرین ایران جنگ کے پاس ہے۔ جو کاغذات پائے گئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ قیصر نے انہیں سائبیریا میں جنگ کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور بہت سے انعامات کا وعدہ کیا تھا۔

لنڈن ۲۶ر جولائی۔ ایمسٹرڈم۔ براہ برلن ماسکو سے موصول شدہ ایک تار مظہر ہے۔ کہ زیکوسلاوکوں نے باوجود سوویٹوں کی سخت مدافعت کے سمبرسک پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس طرح والگا کا بایاں کنارہ اور دائیں کنارہ کا کچھ حصہ آگے بڑھنے والے زیکوسلاوکوں کے ہاتھ میں ہے۔ بغاوت پانی پر کے تیل کی طرح پھیل رہی ہے سمبرسک کونسل کی طاقت مستقر میں سے ایک غلہ پیدا کرنے والا علاقہ بھی ہے۔ اس کی تسخیر سے خوابیدہ لوگوں کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

جاپانی امداد۔ لنڈن ۲۷ جولائی۔ پیرس۔ اخبار پیٹٹ پیرس مظہر ہے کہ جاپانی افواج جو چند ہفتے ہوئے۔ ولاڈی وسٹاک میں اتری تھیں۔ نکولسنا اسپوانسکا کے ہال میں زیکوسلاوکوں کی مدد کر رہی ہیں۔

شمالی محاذ۔ لنڈن ۲۶ر جولائی۔ ۱۰ بجکر ۴۰ منٹ ایک برطانوی اعلان مظہر ہے۔ کہ ہم نے دشت ادبلوٹے میں اور میلو برکوں کے نواح میں حملے پسپا کئے۔ ہم نے دشمن کے میٹرن پر کامیاب حملے میں چند قیدی گرفتار کئے۔ کل ہمارے ہوائی جہازوں نے سامان بارود کے تین بھاری ذخائر پر اور برجز میں ڈاکس پر اور بیشمار دیہات اور چوکیوں پر حملے کئے۔ ایک زبردست مغربی آندھی نے ہوائی لڑائی میں دشمن کا ساتھ دیا۔ لیکن دشمن کے ۲۵ ہوائی جہاز نیچے گرائے گئے۔ اور دیگر ۶ ہوائی جہاز بے قابو حالت میں نیچے کی طرف دھکیل دیئے گئے۔ اور ایک غبارہ گولہ مار کر مشتعل حالت میں نیچے گرا لیا گیا۔ ۱۵ برطانوی ہوائی جہاز گم ہیں۔ ہمارے شب کے وقت پرواز کرنے والے ہوائی جہازوں نے کورٹرائے اور سیکلن میں ریلوے لائنوں پر حملہ کیا۔ اور آرام کرنے والی چوکیوں پر ۴۰۰ بم گرائے۔ تمام ہوائی جہاز واپس آ گئے۔ ہوائی جہازوں کو اڑانے والی توپوں نے دشمن کے شب کے وقت ایک پرواز کرنے والے ہوائی جہاز کو ہماری لائنوں کے عقب میں گولہ مار کر نیچے گرا لیا۔

لنڈن ۲۷ر جولائی۔ ۱ بجکر ۴۰ منٹ بعد دوپہر ایک برطانوی اعلان مظہر ہے کہ ہم نے ... [illegible] ... اور لیٹیز کے نواح میں حملے کئے۔ اور کئی قیدی گرفتار کر کے لائے۔ دشمن کا توپخانہ سوم اور آنکرے کے درمیان سرگرم کار ...

لنڈن ۲۷ر جولائی۔ ۱۰ بجکر ۲۵ منٹ شب۔ سرڈگلس ہیگ کا آج شب کا اعلان مظہر ہے کہ برطانوی محاذ کے شمالی حصے پر دشمن کے توپخانہ نے سرگرمی ظاہر کی۔ ۲۶ر جولائی کو دن کے وقت صرف تھوڑے عرصہ کے لئے پرواز کرنا ممکن تھا۔ ہم نے دشمن کے تین ہوائی جہاز نیچے گرائے۔ دو برطانوی ہوائی جہاز گم ہیں۔

زبردست حملے۔ لنڈن ۲۶ر جولائی۔ ہوائی وزارت مظہر ہے کہ کل رات شب کو پرواز کرنے والے ہوابازوں نے بڑی کامیابی سے ہیفورہیمزم میں ایک سٹیشن اور کارخانہ پر اور ادفن برگ میں ایک کارخانہ اور ریلوں سٹیشن پر حملہ کیا۔ ادفن برگ میں دو آتشزدگیاں ہوئیں۔ ہم نے ہوائی جہازوں کے گودام معلا پر کلدار توپوں کے ذریعہ سے گولہ باری کی۔ اور بم گرائے۔ اور ٹرینوں اور ہوائی جہازوں کو اڑانیوالی بانزیوں پر کلدار توپوں کے ذریعہ گولہ باری کی۔ تمام ہوائی جہاز واپس آ گئے۔

بلجین ساحل پر حملے۔ لنڈن ۲۷ر جولائی۔ صیغہ بحری مظہر ہے کہ ۱۸ر جولائی سے ۲۴ر جولائی تک کے عرصہ کے دوران میں ہوائی جہازوں نے بحری جہازوں کے ساتھ ملکر زیبرگ برجز اور اوسٹینڈ میں فوجی مقاصد پر ۵ ٹن بم گرائے جن سے بہت عمدہ نتائج برآمد ہوئے۔ دشمن کے ۶ ہوائی جہاز تباہ کئے گئے اور ۸ ہوائی جہازوں کے بے قابو حالت میں نیچے کی طرف اتار دیا گیا۔ ۵ برطانوی ہوائی جہاز گم ہیں۔

بحری نقصانات: لنڈن ۲۷ر جولائی۔ صیغہ بحری مظہر ہے کہ ۲۳ر جولائی کو ایک جرمن آبدوز کشتی نے ایک مسلح تجارتی کروزر کو تارپیڈو مار کر غرق کر دیا۔ ۱۰۰ اہل جہاز گم ہیں۔ ۲۴ر جولائی کو ایک برطانوی تارپیڈو کشتی غرق ہو گئی۔ ۱۳ اہل جہاز گم ہیں۔

مزید فتوحات۔ لنڈن ۲۷ر جولائی۔ ۴ بجکر ۴۰ منٹ شام ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے۔ کہ کل رات ہم نے ایک زبردست لڑائی کے بعد ولی مونٹاز کو فتح کر لیا۔ اور ۲۰ کلدار توپیں اور ۲۰۰ قیدی گرفتار کئے۔ مزید جنوب میں ہم نے اونچی لی شاٹو پر قبضہ کر لیا۔ ہم نے شہر کے مشرق کی طرف پیش قدمی کی اور چار توپوں پر قبضہ کر لیا۔ ہم نے کل اورق کے جنوب میں کئی صد قیدی گرفتار کئے۔

لنڈن ۲۸ر جولائی۔ پیرس۔ اکثر فرانسیسی فوجی نامہ نگاروں کی رائے ہے کہ ولیعہد جرمنی ایک بھاری مدافعتی لڑائی کی اغلباً سطح مرتفع ٹارڈینائس پر تیاری کر رہا ہے۔ ڈیلی کرانیکل کا نامہ نگار مقیم برطانوی محاذ مظہر ہے۔ کہ ہم نے دشمن کی آخری جارحانہ کارروائی کے متعلق کچھ نہیں سنا۔ ابھی تک عنقریب فلانڈرز میں شدید اور غیر معلوم امکانات ہیں۔ برطانوی فوج جرنیل سے لیکر سپاہی تک پیش قدمی کا حکم موصول ہونے کی منتظر ہے۔ برطانوی افواج کے لئے بہت عمدہ وقت آنیوالا ہے

لنڈن ۲۶۔ جولائی۔ اعلان کیا گیا ہے۔ کہ ۱۹ جولائی کو جرمنوں نے آنکرے یا ولیس کی طرف عام پسپائی کا حکم دیا تھا لیکن یہ حکم بعد میں اغلباً کثیر تعداد سامان کو نکالنے کے خیال سے جو ایک بھاری جارحانہ کارروائی کے لئے وہاں جمع کیا ہوا تھا۔ منسوخ کیا گیا تھا۔ اب دمدمہ میں اجتماع اور گھبراہٹ پھیل رہی ہے۔ لیکن ابھی تک جرمنی پوزیشن ناقابل فتح نہیں ہے۔ بظاہر دشمن پسپائی کے اخلاقی اثر سے ڈرتا ہے۔ جو ایک طرح شکست کا اعتراف ہوگا۔ اتحادیوں کے لئے اطمینان بخش بات یہ ہے۔ کہ جرمن آہستہ آہستہ لڑائی میں ناموافق حالات میں اپنی ریزرو افواج کو صرف کر رہے ہیں۔ آج شام کو موصول شدہ تازہ ترین خبر یہ ہے۔ کہ ولیعہد جرمنی کی ریزرو افواج عملاً ختم ہو چکی ہیں اور اب تمام مغربی محاذ پر جو تازہ جرمن ریزرو افواج باقی ہیں۔ اور وہ روپرچٹ کی افواج ہیں۔ اب سے ایک ہفتہ پہلے کی نسبت پرنس روپرچٹ کے حملہ کرنے کا کم امکان ہے۔

لنڈن ۲۷ر جولائی۔ ۳ بجکر ۲۷ منٹ صبح ایک امریکن اعلان مظہر ہے کہ ہم نے ۲۵۔ جولائی کو اورق تارن کے درمیان

لعض ایسے بھی تیر ہیں جو انہی حامیان اتحاد کی زبانوں سے چھوٹتے اور مسلمانوں کے دلوں پر ایسے ایسے زخم لگا جاتے ہیں کہ اُن کا اندمال بھی ناممکن ہے۔ ابھی پچھلے ہی دنوں بہار کے کسی سکول میں ہیڈ ماسٹر نے آنحضرت صلعم کو نعوذ باللہ خاکش بدہن کتے سے تشبیہ دی پھر سٹر بپن چندر پال جیسے مقتدر بنگالی لیڈر نے اسلامی سلطنتوں کے خلاف ایسا زہر اُگلا۔ کہ شاید ہی کسی بنگالی ہوم رولر کے ہاں سے اسکا تریاق ملسکے۔ لیکن ان سب واقعات کے بعد اب معاصر وکیل امرتسر نے بازار پترکا ایک اور ذلیل حملہ کا حال لکھتا ہے جو بابو سریندر ناتھ بنرجی جیسے صاحب دانش و بینش بنگالی لیڈر کے اخبار بنگالی کی انگریزی ایڈیشن میں ہوا ہے۔ اس اخبار میں مانٹیگو چیمسفورڈ سکیم پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ "تمہارا ہمسایہ پٹھان مسلمان موقع ملنے پر تمہاری عورتوں کو تمہارے گھروں سے بہ جبر لے اُڑے گا۔ ایسی حالت میں تمہارا فرض ہوگا کہ تم انگریزوں کی رہنمائی اور ہدایت کے ماتحت زمام حکومت رفتہ رفتہ اپنے ہاتھ میں لے لو۔ اور سلطنت کے قلعہ کو ہ پیرا انگریزوں کی قیادت کو برقرار رہنے دو"۔ معلوم نہیں بنگال کے دیگر ہوم رولر ہندو ان الفاظ کو کہاں تک عزت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ لیکن جہانتک ہندو مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کا تعلق ہے۔ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ اس اتفاق کی بیخ پر ہندو قوم کا ایک ایک فرد تبر لئے کھڑا ہے۔ اور ایسے ایسے ذلیل اور کمینہ حملوں سے وہ اس فرضی قصر کو مسمار کردینے میں ہر آن کوشاں رہتے ہیں۔

"مسلمان پٹھان" کیا ایسے ذلیل لوگ ہیں جیسا کہ بنگالیوں کے ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ اس کا جواب تاریخ کے ان صفحات میں بخوبی مل سکتا ہے۔ جہاں مسلمان پٹھانوں کے ہندو مستورات کی لڑے وقتوں میں حفاظت و عزت ملحوظ رکھنے کا ذکر ہے۔ بشرط ضرورت اسکے حوالے بھی دیئے جاسکتے ہیں۔ پٹھان تمام گذشتہ احسانات کو فراموش کرکے آج انہی مسلمان پٹھانوں پر حملہ آور ہونا "بنگالی" جیسے سیاسی اخبارات ہی کا کام ہے۔

ہاں یہاں اسقدر بتا دینا ضروری ہے کہ یہ اتحاد کش فقرات اور کوششیں اس واجبی مطالبہ پر ہرگز اثر انداز نہیں ہوسکتیں۔ جو حکومت خود اختیاری کی شکل میں گورنمنٹ سے کیا جاچکا ہے۔ بعض ناعاقبت اندیش ایسی باتوں کو جائز مطالبہ کے خلاف بطور دلیل پیش کردیتے ہیں۔ اور اسی قسم کی تحریروں سے "بنگالی" نے بھی کام لیکر غریب پٹھان مسلمانوں پر حملہ کردیا ہے۔ حالانکہ اگر کوئی قوم اس درجہ مردہ اور کمزور ہے کہ خود اپنے پاؤں پر کھڑی نہیں ہوسکتی ... تو دوسروں کے سہارے اسکے زندہ رہنے سے بہتر ہے کہ اسکو مرجانے دو کہ اسمیں دنیا کا بھلا اور فائدہ ہے۔

بنگالی سکول میں اسلام کی توہین

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف انہی جذبات نفرت کا ذکر کرتے ہوئے معاصر "وکیل" چند اور واقعات کیطرف بھی اشارہ کرتا اور لکھتا ہے۔ کہ معاملہ کا خطرناک پہلو یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق یہ حقارت و نفرت کے جذبات تو عمر بنگالیوں میں بھی پیدا کرنیکی کوشش کی جارہی ہے کہ بے لوث دلوں پر جو نقوش اسوقت کندہ کئے جائینگے۔ وہ کسی کے مٹائے نہیں مٹ سکینگے۔ تمکو اس شیچر کا واقعہ فراموش نہیں ہوگا جسنے مسلمان طلبہ کے روبرو سکول میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو کتے سے تشبیہ دی تھی حال ہی میں رنگپور ضلع سکول میں ایک اور عجیب واقعہ پیش آیا ہے ہندو طلبہ بنکم چندر کا ڈراما کر رہے تھے کہ اس میں ایک جگہ قرآن کا تذکرہ آگیا اسموقع پر قرآن کا نسخہ پیش کرنے کے بجائے سٹیج پر ایک جوتا پیش کیا گیا جسپر مسلمان طلبہ کو طیش آنا قدرتی اور ضروری تھا مسلمان طلبہ نے اس واقعہ کی رپورٹ صاحب کلکٹر سے کی۔ جنہوں نے ڈرامے کو آئندہ کیلئے بند کردیا لیکن سکول کے ہیڈ ماسٹر کو یہ بات کب پسند آسکتی تھی۔ اس نے رپورٹ کرنیوالے طلبہ عبدالحمید و لعل الدین کو سکول سے خارج کردیا۔ آنریبل مسٹر اے۔ کے۔ فضل الحق نے اس واقعہ کو مجلس وضع قوانین بنگال کے گذشتہ اجلاس میں پیش کیا۔ اور گورنمنٹ سے مداخلت کی درخواست کی مگر افسوس ہے کہ گورنمنٹ نے مداخلت کرنے سے انکار کیا۔ کیوں؟ اسکی وجہ ہمارے فہم سے بالاتر ہے؟ آخر اس کا کیا باعث ہے کہ قرآن و اسلام کی توہین کرنیوالوں کو تو کوئی سزا نہ دی جائے۔ اور اسکی طرف کلکٹر کو توجہ دلانے والے سزا پا جائیں اور جب گورنمنٹ سے استدعا کی جائے تو وہ دخل انداز ہونے سے انکار کردے؟ کیا لوگ اس سے یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب نہ ہونگے

[illegible]

اسلام اور آریہ سماج

(۳)

قمار بازی کا معلم اول

اُفق عالم پر فسق و فجور اور ظلم و تعدی کی گھنگھور گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ عبادات۔ معاملات اور اخلاق و عادات کی سرزمین شیطنت اور ابلیسیت کی آماجگاہ تھی۔ جہاں انسانی سر کے جھکنے کے لئے کوئی ایک چوکھٹ نہ تھی۔ بلکہ شرف انسانیت بیشمار معبودوں کے آگے ٹھکرا تا پھرتا تھا۔ وہاں انسانی معاملات اور اخلاق و عادات بھی شاہراہ تمدن و تہذیب سے گرے ہوئے تھے۔ جہاں شقاوت ازلی کی حصہ دار نسلوں کا خون ایک مغرور برہمن کی جنبش لب سے گراں نہ تھا)۔ وہاں ان کمبخت ہستیوں کو اپنے پسینہ کی کمائی سے بھی متمتع ہونے کا کوئی حق حاصل نہ تھا (دیکھو منو ادھیائے) جہاں دھن اور جمیلا لکشمی (دولت) جہاں جناب ایشور کی خاص محبوبہ تھی (یجر ۳۱/۲۲) وہاں آریہ لوگوں کی بھی باندی تھی۔ جس کے ساتھ شودر (پیشہ ور اقوام) کا بھوگ جرم عظیم سمجھا جاتا تھا۔ دولت اور آسائش کی حرص نے نہ صرف شودروں کا نصیبہ پھوڑ رکھا تھا۔ بلکہ وہ ترقی کرتا ہوا آریوں کے باہمی معاملات شبانہ روز میں بھی مداخلت کرچکا تھا۔ اور قمار بازی جو تمام قسم کے تعلقات اور تعاون و تناصر باہمی کو یکسر ملیا میٹ کردینے والی ہے مقدس مذہبی فرائض میں شامل ہوچکی تھی شوراتری (ہندوؤں کی لیلۃ القدر) کا مہاتم (فضیلت) یہ تھا۔ کہ اس میں کثرت سے قمار بازی کی جائے۔ اگنی ادھیا اور اسوا میدھ یگ (مقدس عبادات میں سے ہیں) میں غضب کی قمار بازی ہوتی تھی۔ تیتریا برہمنا شتپتھ برہمن تیتریا سنگھتا۔ استریا برہمنا ۲/۱۹ چھاندوگیہ ۴/۴ اور ۳/۱ ۔ مہابھارت ۵/۲۲ ۴۔ بودھائن شروتر سوتر ۲ ۸/۹ آپستمبھ ۱۹/۴ ۵۔ کاتیائن ۷/۵ ۱۵ وغیرہ وغیرہ میں قمار بازی کی فضیلت طرق اور اقسام کا مفصل ذکر ہے۔ سناتن دھرم اسکو تسلیم کرتا ہے۔ پر ہم نے آج یہ ثابت کرنا ہے کہ اس بدترین فعل کا معلم اور مبتدع اول کون تھا۔ کہ جس نے قوموں کو یہ ہلاکت اور بربادی کا سبق سب سے اول پڑھایا اور انسانی تمدن و تہذیب کی تخریب کے درپے ہوا۔ ہمارے آریہ دوستوں کا دعوےٰ ہے کہ وید مقدس انسان کا سبق اول تھا اور اس سے پیشتر انسان کا دل ہر قسم کے نقش تعلیم سے پاک تھا۔ آؤ دیکھیں وید اس کی بابت کیا کہتا ہے۔

یدبسنا بھیام چکرم کلبشانیہ اکھشا نام گنتو موپلپسمانا!

(اتھرو وید) اُگرم پشئے اُگر جتئو تنادیا اپسرسا دنو نام اکنم نہ

(ترجمہ) جو دونوں ہاتھوں سے ہم نے بیشمار گناہ قمار بازی کو اپنے قبضہ میں لینے کی خواہش کرتے ہوئے کئے ہیں تیز نظر تیزی سے جیتنے والی اپسرائیں (نیم دیوتاؤں کی بیویاں جو جوئے میں بڑی مشتاق ہیں) آج ہمیں یہ گناہ معاف کریں۔

اس منتر کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہے کہ ویدوں میں قمار بازی عام تھی اور اس کے ذریعے دھوکا دیکر مال اڑانا معمولی گناہ تھا۔ جو گندھروں (نیم دیوتا) کی بیویوں کے اشارہ چشم سے فوراً معاف ہوجاتا تھا۔

اُدجھند تیم سنجیتم اپسرام سادھو دیونیم اگلہے کرتا نی کرتو انام اپسرام تاہیہ ہو۔ (اتھرو وید)

(ترجمہ) کامیاب۔ جیتنے والی ہوشیاری سے کھیلنے والی اپسرا

اپسرا جو کہ جوئے میں بازی جیتنے والی ہیں اُن کو میں یہاں بلاتا ہوں

وجینو تیم آکرنتیم اپسرام سادھو دیونیم اگلہے کرتانی گرہنانام اپسرام تاہیہ ہو۔

(ترجمہ) ہوشیاری سے کھیلنے والی اپسرا جو دیا لئے (پانسہ) ڈالنے والی۔ اکٹھا کرنے والی ہیں وہ جو جوئے میں بازی جیتنے والی ہیں ان کو میں یہاں بلاتا ہوں۔

(ترجمہ) وہ جو جوئے کے ڈلیس کے گرد ناچتی ہیں جبکہ وہ پانسہ کو ڈلیس سے لے جاتی ہیں۔ وہ ہمارے لئے بازی لے جائیں۔ قابلیت سے جیتیں وہ ہمارے پاس دولت کے ساتھ آئیں وہ ہماری اس دولت کو نہ جیتیں۔

یا اکھشیشو پرمودتے شچم کرودھم جہ بھرتی آنندینیم پرمودینم اپسرام تاہیہ ہو۔

(ترجمہ) جو جوئے میں مست ہیں۔ غم و غصہ کو لے جانیوالی ہیں خوشی دینے والی۔ مست کردینے والی اپسراؤں کو میں یہاں بلاتا ہوں

یتھا ورکشم اشنیہ وشواہا ہنتی اپرتی ایوا ہم ادیا کتواز اکھشیئہ بدھیا سم اپرتی۔

(ترجمہ) جیسے درخت کو بجلی ہمیشہ بلا تکلف گرادیتی ہے ویسے ہی میں آج بے روک ٹوک پانسوں سے (دوسرے) قمار بازوں کو مار لوں۔

تُرانام توراتام وشام اور جو سکینام سم ایتو وشوتہ سجگہ انتہ ہستم کرستم مم۔

(ترجمہ) خواہ وہ چالاک ہوں یا نہ ہوں۔ ان کی دولت بے روک ٹوک تمام طرف سے اکٹھی ہوکر میرے ہاتھ میں آجاوے۔

اکھشاہ پھلوتیم دیوم دت کھشیرنیم ادسم ناکرتیہ دھار یا دھنو اسنا ونا ارنجیت۔ (اتھرو وید)

(ترجمہ) اے قمار بازی کے ڈلیس بار آور قمار بازی عطا کرو دودھیل گائے کی طرح مجھے قمار بازی سے باندھو۔ جیسے کمان کی تانت سے باندھتے ہیں۔

یہ پہلی قمار بازی کی تعلیم تھی جو دنیا میں معلم اول نے دی اور انسانی امن و امان کو خطرے کا الارم دے دیا۔ دنیا میں اب جب کبھی قمار بازی کا ارتکاب ہوگا اور اس کے ذریعے سے جس قدر گھر برباد اور بے چراغ ہونگے۔ اور اس کے ذریعے سے فساد اور کشت و خون ہوگا تو وہ معلم اول ہی اس کا ذمہ دار ہوگا۔

کیونکہ ناپاک بازی (قمار بازی) کا تخم زمین میں سب سے پہلے اسی نے بویا۔

اگر اسقدر حوالوں اور ویدک منتروں کے ساتھ ثابت کرنے کے ابھی تم اس شک میں ہو کہ قمار بازی کا معلم اول کون تھا تو آؤ تمہیں وید میں سے ہی ایک رشی کا کلام سنائیں کہ جس نے ویدک ایشور کو گناہوں کی سزا دینے کے سبب اسکو برسرعام ٹوکدیا تھا

ناسنا ہو و دکھشو ورن دھرتیہ سا سُرا منیور و بھید کو اچتیہ استی جیایان کنیسہ اُپر سو پنسد چن ان ازتسیہ پرپوتا۔ (رگوید)۔ (ترجمہ) اے ورن دیوتا یہ ہمارے اپنے اختیار سے نہیں بلکہ ہماری فطرت (کے سبب) یہ جو شراب۔ غصہ جوآ اور غفلت برتنی (خدا) ہے جو انسان کو ان کی ترغیب دیتی ہے۔ ہاں نیند بھی گناہ کی طرف لیجانیوالی ہے۔

وید مقدس کی اشاعت کے حامیو! کیا اس تعلیم کی تم دنیا کو دعوت دیتے ہو۔ کیا یہ تعلیم اس قابل ہے کہ اسکو کسی عقلمند کے سامنے پیش کیا جائے۔ ہمیں معلوم ہے کہ تم اس مذہبی پردے میں کسی اور شکار کے خواہاں ہو۔ ورنہ ویدوں کی تعلیم ہم اور تم سے چھپی نہیں۔ جاؤ ہند سواد اعظم سے پوچھ دیکھو کہ جو شخص جوآ نہیں کھیلتا وہ گدھے کا جنم پاتا ہے۔ یا نہیں اس زبان زد خلائق کی بنیاد اگر وید پر نہیں تو اور کہاں ہوسکتی ہے کیونکہ وہی اس پاک بازی کا معلم اول ہے۔ جیسا کہ متعدد وید منتروں سے اور دیگر مقدس لٹریچر ویدک دھرم کے حوالوں سے ثابت کیا گیا۔ بس تم اس تعلیم کی اشاعت کرکے گویا تم دنیا میں شراب اور قمار بازی جیسے مکروہ افعال کی تعلیم دینا چاہتے ہو۔ اور اگر فی الواقعہ تمہارے دل میں راستی کے لئے تڑپ ہے۔ تو وید مقدس کا مطالعہ اور امتحان تم اس بات کو پہلے دل میں رکھکر مت کرو۔ کہ چونکہ یہی الہامی کتاب ہے لہٰذا اس میں غیر معقول تعلیم نہیں ہوسکتی بلکہ حقیقت الامر پر غور کرکے دیکھو کہ آیا اس کی تعلیم اس کا الہامی اور کامل ہونا ثابت کرتی ہے یا نہیں۔ بس مبارک ہے وہ جو کہ شئے کے استعمال کرنے سے پیشتر اس شئے کے متعلق تحقیقات کرتا ہے نہ وہ جو کہ

۱؎ ۱/۱۲ ۔ ۱/۸ ۔ ۱/۹ وغیرہ

۲؎ پنجم ۔ ۴ ۔ ۴ ۔ ۶ ۔ سیزدہم ۳ ۔ ۲ وغیرہ

۳؎ چہارم ۔ ۲ ۔ ۳ ۔ ۱ ۔ ۲ ۔ وغیرہ

جلد ۶ | مقام بیت المسیح لاہور - یکشنبہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۱۱ اگست ۱۹۱۸ء | نمبر ۹

ملفوظات حضرت مسیح موعود

صحابہؓ کی فضیلت | فرمایا لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللّٰہ - یہ ایک ہی آیت صحابہ کے حق میں کافی ہے - کہ انہوں نے بڑی بڑی تبدیلیاں کی تھیں - اور انگریز بھی اس کے معترف ہیں - ان کی کہیں نظیر ملنا مشکل ہے - بادیہ نشین لوگ اور اتنی بہادری اور جرأت تعجب آتا ہے -

طاعون کے علاج | کے متعلق ذکر آنے پر فرمایا - مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ طاعون کا قطعی علاج ہو - اس کے زور کے وقت اور اس بیماری میں مبتلا شدید کو اگر کوئی دوائی فائدہ کرے - تب تو مان لیں - جب زہریلے مواد نہایت تیزی سے پیدا ہو رہے ہوں - اس وقت کسی دوائی کا عمل دکھلاؤ تو سہی - اس کا نسخہ تو محض اللہ تعالیٰ ہی ہے -

نسیم توحید | جب خدا کی طرف سے امید ہے کہ وہ دن قریب ہیں کہ ہمارا غلبہ ہو جائے - کیونکہ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ لوگ توحید کی طرف رجوع کرتے جاتے ہیں - عیسائیوں نے مسیح کی خدائی پر اب اتنا زور دینا چھوڑ دیا ہے - ہنود میں آریہ توحید کی طرف مائل ہو رہے ہیں - پس یہ ایک ہوا چل پڑی ہے - جب ان سب لوگوں نے اپنے اصول چھوڑ دیئے ہیں - تو ان کی خودکشی ہو رہی ہے جیسے چھ مہینے کے بعد کھیتی کی حالت کچھ اور ہی ہو جاتی ہے - اسیطرح ان لوگوں کے عقائد میں بیّن فرق نظر آتا جاتا ہے -

ایک اکیلے آدمی کا کام ہرگز نہیں - کہ کسر صلیب کر سکے - مگر ہاں جب خدا کا ارادہ اس کے ساتھ ہو - تو ہر ملائک اس کی امداد میں کام کرتے ہیں -

نزول مامور | جب امور - مامور ہو کر آتا ہے تو بے شمار فرشتے اس کے ساتھ نازل ہوتے ہیں - اور دلوں میں اس کی طرح نیک اور پاک خیالات کو پیدا کرتے ہیں (جیسے اس سے پہلے شیاطین بُرے خیالات پیدا کیا کرتے ہیں) اور یہ سب مامور کیطرف منسوب کیا جاتا ہے - کیونکہ اسی کے آنے سے یہ تحریکیں پیدا ہوتی ہیں اسی طرح فرمایا - انا انزلناہ فی لیلۃ القدر و ما ادراک ما لیلۃ القدر - الآیۃ

خدا تعالےٰ نے مقدر کیا ہوا ہوتا ہے - کہ مامور کے زمانہ میں ملائک نازل ہوں - کیا یہ کام بغیر امداد الٰہی کہیں ہو سکتا ہے - کیا یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ ایک شخص خود بخود اٹھے - اور کسر صلیب کر ڈالے - نہیں - ہاں اگر خدا اسے اٹھاوے تو وہ سب کچھ کر سکتا ہے -

یہ کسر صلیب اعزازاً اور اکراماً مسیح موعود کی طرف منسوب کی جاتی ہے - ورنہ کرتا تو سب کچھ خدا ہے - یہ باتیں تین وقت پر واقع ہوئی ہیں - قرآن سے بہ تصریح معلوم ہوتا ہے - کہ وہ زمانہ یہی ہے - جس کا نام خدا نے رکھا ہے - ستۃ ایام -

دنیا کا چھٹا دن اور مسیح موعود | چھٹے دن کے آخری حصے میں آدم کا پیدا ہونا ضروری تھا - براہین میں اسی کی طرف اشارہ ہے - اردت ان استخلف فخلقت آدم - پھر فرمایا - انّ یوماً عند ربّک کالف سنۃٍ مما تعدّون -

آج سے پہلے جو ہزار برس گذرا ہے - وہ باعتبار بداخلاقیوں اور بداعمالیوں کے تاریکی کا زمانہ تھا - کیونکہ وہ فسق و فجور کا زمانہ تھا - اسی لئے آنحضرت نے خیر القرون ثم الذین یلونھم ... کہہ کر تین سو برس کو مستثنٰے کر دیا ہے - باقی ایک ہزار ہی رہ جاتا ہے - ورنہ اسکے بغیر احادیث کی مطابقت ہو ہی نہیں سکتی - اور اس طرح پر پہلی کل کتابوں سے بھی مطابقت ہو جاتی ہے - اور وہ بات بھی پوری ہوتی ہے کہ ہزار سال تک شیطان کھلا رہے گا - یہ بات بھی کیسی پوری ہوتی ہے - اور انگریز بھی اسی واسطے شور مچاتے ہیں - کہ یہی زمانہ ہے جس میں ہمارے مسیح کو دوبارہ آنا چاہئے - یہ مسئلہ ایسا مطابق آیا ہے کہ کوئی مذہب اس سے انکار کر ہی نہیں سکتا - یہ ایک علمی نشان ہے جس سے کوئی گریز ہو نہیں سکتا -

ایک خواب اور اس کی تعبیر | ایک بھائی کے خواب بیان کرنے پر فرمایا - کہ یہ خواب ایک عجیب بات پر ختم ہوا ہے ... ... شیطان انسان کو طرح طرح کے تمثیلات سے دھوکہ دینا چاہتا ہے - مگر معلوم ہوا کہ تمہارا نتیجہ بہت اچھا ہے - کیونکہ اس رویا کا اختتام اچھی جگہ پر واقع ہوا ہے ایسا اکثر ہوا کرتا ہے - چنانچہ ایک اولیاء اللہ کا تذکرہ لکھا ہے - کہ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کا آخری کلمہ یہ تھا - کہ ابھی نہیں ابھی نہیں - ایک ان کا مرید یہ کلمہ سنکر سخت متعجب ہوا - اور رات دن رو رو کر دعائیں مانگنے لگا کہ یہ کیا معاملہ ہے - ایک دن خواب میں ان سے ملاقات ہو گئی - دریافت کیا کہ یہ آخری لفظ کیا تھا - اور آپ نے کیوں کہا تھا - جواب دیا کہ شیطان چونکہ موت کے وقت ہر ایک انسان پر حملہ کرتا ہے - کہ اس کا نور ایمان اخیر وقت پر چھین لے - اس لئے حسب معمول وہ میرے پاس بھی آیا - اور مجھے مرتد کرنا چاہا - اور میں نے جب اس کا کوئی وار چلنے نہیں دیا - تو مجھے کہنے لگا کہ تو میرے ہاتھ سے بچ نکلا - اس لئے میں نے کہا کہ ابھی نہیں ابھی نہیں - یعنے جب تک میں مر نہ جاؤں مجھے تجھ سے اطمینان حاصل نہیں -

ایک اور خواب | پھر فرمایا - آج رات مجھے بھی خواب آیا ہے - نہ معلوم اس کے اصل مفہوم کیا ہیں - میں نے اس کے لفظوں سے اجتہادی معنے نکالے ہیں - جیسا کہ میں کسی راستے پر چلا جاتا ہوں - گھر کے لوگ بھی ساتھ ہیں - اور مبارک احمد کو میں نے گود میں لیا ہوا ہے - بعض جگہ نشیب و فراز بھی آجاتا ہے - جیسے کہ دیوار کے برابر چڑھنا پڑتا ہے - مگر آسانی سے اتر چڑھ سکتا ہوں - اور مبارک اسی طرح میری گود میں ہے - ارادہ ہے کہ ایک مسجد کو جانا ہے - جاتے جاتے ایک گھر میں جا داخل ہوئے ہیں - گویا وہ گھر ہی مسجد موعود ہے جس کی طرف ہم جا رہے ہیں - اندر جا کر دیکھا ہے - کہ ایک عورت بعمر ۸۰ سال سفید رنگ وہاں بیٹھی ہے - اس کے کپڑے بھگوے رنگ کے ہیں - مگر بہت صاف ہیں - جب اندر گئے ہیں - تو گھر والوں نے کہا ہے کہ یہ احسن کی ہمشیرہ ہے - اور یہیں خواب ختم ہو گئی -

اخبار احمدیہ

نماز استسقا - لاہور بلکہ پنجاب میں امساک باران کیوجہ سے گرمی کی شدت ابھی تک کم ہونے میں نہیں آئی - آفتاب کی تیزی بدن کو جھلسنے کے ساتھ غلہ کی بھی روز افزوں گرانی کا موجب ہو رہی ہے - اس وقت لاہور میں گندم کا بھاؤ ۵ سیر تک پہنچ چکا ہے جو از حد تشویشناک ہے - حیرت ہے کہ اگر یہی حالت رہی تو دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی -

ان حالات میں گذشتہ جمعہ مورخہ ۹ اگست ۱۹۱۸ء کو خطبہ جمعہ کے بعد .... نماز استسقاء کی تحریک کی گئی - جس پر بعد از نماز جمعہ یہ تجویز ہوا کہ ۱۱ اگست ۱۹۱۸ء کو بروز اتوار صبح ۹ بجے مسلم ہائی سکول میں سب دوست جمع ہوں - اور نماز استسقا پڑھی جائے - خدا کرے یہ عاجزانہ اور پُر درد دعائیں جو اس وقت بچہ بچہ کے دل سے اٹھ رہی ہیں - استجابت کا موجب ہوں آمین

نومبایعین - ذیل کے اصحاب حضرت امیر ایدہ اللّٰہ کے ہاتھ پر سلسلہ کی بیعت میں داخل ہوئے -

(۱) میاں قادر بخش صاحب قصاب سکنہ لیسروسہ

(۲) ڈاکٹر رفیع الدین خانصاحب فرانسیس میدان جنگ سے بیلغ ۵۰ روپیہ چندہ بھی انہوں نے بھیجا ہے - فجزاہ اللّٰہ

(۳) منشی فضل کریم خانصاحب بی اے سپرنٹنڈنٹ ریونیو منسٹر آفس سرینگر -

(۴) منشی عبدالرحمٰن صاحب منشی فاضل ریکارڈ کیپر دفتر ریونیو منسٹر سرینگر -

(۵) منشی غلام حسین صاحب ہیڈ کنسٹبل پولیس فیروزپور

رسیدات زر

چندہ جماعت احمدیہ پشاور

نام چندہ دہندہ	رقم چندہ	قسم چندہ	میزان
محمد ولاد جان صاحب اسسٹنٹ پولیٹکل	سلعہ	رسالہ جات امیر المومنین	سلعہ
محمد ولاد رخان صاحب	لعہ	اشاعت اسلام	لعہ
عبداللّٰہ جان صاحب	صہ	اشاعت اسلام	صہ
عبداللّٰہ جان صاحب	مسہ	رسالہ امیر المومنین	مسہ
عبداللّٰہ جان صاحب	عاٰ	فطرانہ و عید فنڈ	عاٰ
جماعت پشاور	عہ	اشاعت اسلام	عہ
			سعہ

کے انعقاد اور اس میں بتیرہ ہزار روپیہ چندہ [illegible] کی خبر "پرکاش" نے دی ہے۔ کیا ہمارے دوست ان واقعات کا مقابلہ اپنے یہاں کے حالات سے کریں گے۔ [illegible] جنہوں نے باہر جاکر اس جوش و خروش کے ساتھ کام کیا ہو، لوکیا پنجاب سے کبھی تک نکلنے کا ہم نام نہیں لیتے۔ ایک خواجہ صاحب اور مولوی صدرالدین صاحب یا چند دیگر بزرگوں کو کفارہ سمجھ لینا کوئی زندگی کے آثار نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ آریوں کے شدھ کئے ہوئے مسلمان پہلے بھی کوئی مسلمان نہیں ہوتے۔ وہ اسلام سے بالکل کورے اور قطعاً بیگانے ہونے کے باعث ان کے ساتھ جا ملے ہیں۔ لیکن یہ قصور کس کا ہے۔ کیا ضرورت نہیں کہ اسلام سے انہیں واقف کیا جائے اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بنایا جائے۔ یہ کام چند تنخواہ دار مبلغین ہی کا نہیں بلکہ ہر ایک اس شخص کا کام ہے جس نے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ خود اپنے اندر قابلیت دوسرے کو سمجھانے کی پیدا کرے اور جہاں کہیں ہو اپنے فرض کو بھولیں نہیں۔ خود ہر ایک جگہ [illegible] دعوۃ و تبلیغ کرنا سیکھیں۔ اور بطور ایک فرض کے اس پر حصہ لیں۔ [illegible] باتیں کرنے سے کام چلنا مشکل ہے۔

اپنے لٹریچر کو کثرت سے شائع کرو

دعوۃ و تبلیغ کے علاوہ کام کرنے کا طریق اور سب سے زیادہ موثر اور کامیاب طریق لٹریچر کی کثرت اشاعت میں حصہ لینا ہے۔ اور ہمیں خوشی ہے کہ اس دوسرے طریق پر عامل ہونے کی کچھ نہ کچھ کوشش ضرور ہوئی ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کی ضروری اور مفید کتب کو مفت شائع کرنے میں دوستوں نے کچھ نہ کچھ امداد دی ہے لیکن کیا انکی تعداد اشاعت اس کثیر اشاعت کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ جو ایک ایک آریہ اخبار کی اس وقت ہو رہی ہے۔ کا مقابلہ ہم نہیں کرتے۔ آریوں کی ہی کتب کو علیحدہ رہنے دو اور اخباروں کی ہی اشاعت کو دیکھو۔ انکا ایک ایک نمبر اٹھارہ اٹھارہ ہزار کی تعداد میں چھپتا مفت شائع ہوتا ہے۔ پھر جو کئی کئی سو کی مانگ باقی رہ جاتی ہے۔ انکی بڑی بڑی ضخیم کتابیں ہزارہا کی تعداد میں مفت تقسیم ہوتی ہیں جنکا اعلان آئے دن آریہ اخبارات میں دیکھنے میں آتے ہیں لیکن ہمارے یہاں چھوٹی چھوٹی لیکن نہایت مفید اور ضروری کتابوں کا بھی یہ حال ہے کہ مفت اشاعت کی تعداد کو شامل کر کے بھی دو ہزار سے زیادہ چھپنے کی نوبت نہیں آتی۔ یہ تو ہمارے لٹریچر کا حال ہے جو گھر بیٹھے سارا کام بنا سکتا ہے تو ان حالات میں کیونکر ہم دنیا میں کوئی کامیابی کا منہ دیکھ سکتے اور بغیر کوشش کئے اپنی باتیں منوا سکتے ہیں۔ ان لیس للانسان الا ما سعیٰ خدائی قانون ہے۔ اس قانون پر جو عمل نہیں کرتا۔ وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

"ایک مقبول دل لیڈر گزیدہ قوم کی نذر"

یہ نام ہے ایک چھوٹے سے رسالہ کا جو دیوان سنگھ صاحب مفتون نامی ایک سکھ سردار نے لکھا ہے۔ اور ہمیں برائے ریویو موصول ہوا ہے۔

اس چھوٹے سے رسالہ میں اول سے آخر تک چیف خالصہ دیوان کو بہت کچھ برا بھلا کہا گیا ہے۔ سکھوں میں بھی اس وقت دوسری قوموں کی طرح دو بڑے فریق احرار و مستبدین کے نام سے قائم ہیں۔ موخر الذکر فریق چیف خالصہ دیوان سے متعلق ہے۔ اور جیسا کہ اس رسالہ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ سکھوں میں بعض ضروری اصلاحات اور حریت مذہبی کا وہ قائل نہیں۔ اسی لئے بقول مصنف رسالہ ہذا آئے دن اس کی طرف سے ایسی ایسی کارروائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ جو سکھوں کی ترقی اور بہبودی کے منافی کہی جاسکتی ہیں۔ چنانچہ اس باہمی نزاع کا یہ ایک تازہ شگوفہ ہے کہ سکھوں کی مشہور کتاب مقدس گرنتھ صاحب کے آخر میں راگ مالا کے نام سے جو نظم درج ہے۔ ان کے متعلق قریباً ایک سال سے یہ سوال چھڑ چکا ہے۔ کہ یہ منظوم حصہ آیا گوربانی یعنی بابا نانک صاحب کا کلام ہے یا نہیں اور اس لئے یہ گرنتھ صاحب کا حصہ کہلا سکتا ہے یا نہیں۔ چیف خالصہ دیوان کا فریق اس حصہ کو بھی گوربانی اور گرنتھ صاحب میں شامل سمجھتا ہے۔ لیکن گروہ احرار کا فتویٰ اس کے خلاف ہے۔ اب چند ماہ ہوئے چیف خالصہ دیوان والوں نے مہاراجہ صاحب پٹیالہ سے بھی یہ حکم لے لیا ہے۔ کہ یہ راگ مالا گرنتھ صاحب ہی کا ایک حصہ ہے۔ یہ رسالہ زیر ریویو مقصد مہاراجہ صاحب کے اس حکم کی تردید کرتا ہے جس کے ضمن [illegible]

مہاراجہ صاحب پٹیالہ کے حکم کو خلاف شرافت و اصول حکمرانی قرار دیتے ہوئے سکھوں کو عام طور پر اس کے خلاف نہیں [illegible] آواز بلند کرنے کے لئے کہا ہے۔ اس رسالہ کے بارہ میں جہاں تک تعلق ہم اپنی طرف سے کوئی رائے دینا نہیں چاہتے۔ سکھوں کا یہ ایک قومی معاملہ ہے۔ ان کی باہمی نزاعات میں کسی دوسرے کا دخل انداز ہونا زیبا نہیں۔ ہاں گرنتھ صاحب کے اس [illegible] کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن کریم کے اس دعوے کی [illegible] کر ہمارا ایمان بڑھتا ہے جو اس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے بیان فرمایا۔ اور فرمایا۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون۔ ایک یہ کتاب ہے جو آج بھی اپنے ہر دعوے پر اسی طرح سے قائم اور محفوظ ہے۔ جیسا کہ پہلے دن تھی۔ دوسری طرف گرنتھ صاحب کی تصنیف کو ابھی پورے چار سو سال بھی نہیں ہوئے کہ اس کے بعض حصص کے اصلی و الحاقی ہونے کی بحث چھڑ چکی ہے کیا یہ عملی نتیجہ سکھ قوم کے لئے ایک برہان نیرہ کا کام نہیں دے سکتا۔ اور وہ اس سے قرآن کریم جیسی غیر محرف کتاب کی طرف رجوع نہیں کر سکتے؟

"خداوند کی آمد اور نامہ نگار نور افشاں"

معاصر "نور افشاں" کے ۱۹۔ اگست ۱۹۱۹ء کے پرچہ میں "روحانی بیداری" کے عنوان سے ایک صاحب لکھتے ہیں کہ :-

"اگرچہ جیسا چاہیئے ویسا تو ابھی تک نظر نہیں آتا تاہم جا بجا بیداری کے آثار نظر آنے لگے ہیں یورپ کی حالت [illegible] سائنس کی پیروی ہو رہی ہے۔ بجائے توبہ کرنے [illegible] ہیں۔ تاہم ایماندار نظر اوپر اٹھائے ہوئے ہیں کہ [illegible] اور یہاں ہندوستان میں بھی خداوند کی آمد پر بہت توجہ ہو رہی ہے۔ بعض تو یہاں تک دنیا سے تنگ آگئے ہیں کہ وہ پکار رہے ہیں کہ [illegible] کیوں دیر لگائی ہے۔ آ۔ آ۔ اے خداوند یسوع آ۔"

"مگر افسوس ہے کہ ہمارا نور افشاں ایک خطرے میں [illegible] انکو نامہ نگار دھوکا دیویگے۔ آجکل رسنلر منٹل [illegible] کہتے ہیں۔ جنکو خداوند کی آمد کا انتظار [illegible] ہیں۔ انکے خیالات کی جھلک نور افشاں کے مضامین میں نظر آنے لگی ہے۔ جو کسی دن کفر کے درجہ تک پہنچیگی۔ سو ذرا سوچ سمجھ کر اور نامہ نگار کے ایمان کا پتہ لیکر مضمون شائع کریں خاص کر سبت اور خداوند کی آمد کے مضامین۔"

"نور افشاں" کے خطرے میں ہو جانے سے معلوم نہیں نامہ نگار کی کیا مراد ہے۔ جناب مسیح کی آمد کا ٹھیک ٹھیک [illegible] ظاہر کرنا موجب کفر ہے۔ تو پھر خود حضرت مسیح کو کیا کہا جائیگا جو مدت سے پہلے اپنی آمد کیوقت کے نشانات بتا رہے ہیں اور جو اسوقت سب پورے ہو چکے ہیں اور غالباً یہی وجہ ہے۔ کہ بقول نامہ نگار

"بعض تو یہاں تک تنگ آگئے ہیں کہ وہ پکار رہے ہیں کہ میرا محبوب نے کیوں دیر لگائی ہے۔"

فی الحقیقت ان کا تنگ ہونا برسر حق ہے جب وہ تمام علامات جو مسیح کی آمد کی تھیں پوری ہو چکی ہیں تو انکے آسمان سے نہ آنے کے کیا معنے۔ لیکن یہ تمام انتظار اور تنگ ہو ہو کر دعائیں کرنا آخر کار مسیحی دنیا کو اس حقیقت کیطرف لے آئیگا کہ اس کا آنا اسطرح نہیں جسطرح کہ انہوں نے سمجھ رکھا ہے۔ آنیوالا آ بھی گیا اور اسلام کیطرف انکی رہبری کر کے چلا بھی گیا وہ بیشک منتظر رہیں۔ لیکن ایک وقت آئیگا کہ انتظار کی یہ گھڑیاں انکی مایوسی کا موجب ہونگی۔ اور اسی مثیل مسیح کیطرف انہیں رجوع کرنا ہوگا۔ جیسا کہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے بھی فرمایا ہے کہ :-

"یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اتریگا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مرینگے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر انکی اولاد جو باقی رہیگی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا انکے دلوں میں گھبراہٹ ڈالیگا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ [illegible]"

اور [illegible] نہیں ہوئی۔ کہ عیسیٰ کے انتظار [illegible] مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے۔ اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا۔ اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھیگا اور پھولیگا۔ اور کوئی نہیں جو اسکو روک سکے۔"

حضرت مسیح موعودؑ کے اس فرمان کے مطابق انتظار کی یہ گھڑیاں ابھی بہت عرصہ تک ان لوگوں کو گذارنی ہونگی۔ جس کا آخری نتیجہ مایوسی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ مگر ابھی سے تنگ آ چکے ہیں۔ انکا کہنا [illegible]

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

باپ بیٹا اور روح القدس

اس تثلیث مقدس کے علاوہ جو باپ بیٹا اور روح القدس کے نام سے عیسائی دنیا میں رائج ہے ایک اور اسی نام کی تثلیث سے جماعت اہلحدیث کا بھی ایک حصہ مشرف و مفتخر ہے۔ مسیحی تثلیث میں دو بادشاہ اور [illegible] روزانہ مشاہدہ کے خلاف وہ جھوٹ اکٹھے تین خداؤں کا کیا کچھ حشر ہوتا ہوگا۔ اور لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا ہی کا اثر تو نہیں جنگ یورپ میں نظر نہیں آتا۔ جہاں جناب پاپائے معظم کو حضرت ابنیت مآب کے ہاں سے اگر موجودہ جنگ کو رکوانے اور صلح کرا دینے کا ارشاد ہوتا ہے۔ تو قیصر ولیم خداوند باپ کی اور ہی زمینی حکم کے امتثال میں اپنے آپ کو [illegible] جو انکے سراسر خلاف اور صلح کے بجائے جنگ کی طرف راجع ہے۔ ان باتوں کا جواب دینے کے لئے اس وقت ہم تیار نہیں۔ ہاں اس دوسری تثلیث میں جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا اور جسکے رکن اعظم مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور ابوالوفا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ہیں اور تیسرے رکن غزنوی مولویوں کو قرار دے لیجئے۔ جو کچھ آئے دن پیش آتا ہے اور اس تثلیث مقدس کا جو کچھ اثر ظاہر ہو رہا ہے۔ وہ بہت حد تک اسی قرآنی حقیقت کو ثابت کر رہا ہے۔ گو ان میں سے کسی ایک کا بھی دعوے الوہیت نہ سہی۔ لیکن سب ہی کے بڑا بننے کی خواہش ایک ہی گروہ کے اندر اسی نتیجہ کی موجب ہے اور ہونی چاہئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی روحانی باپ ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے اور ایسا ہی غزنوی مولویان بھی انہی دونوں مولویوں کے ہم مشرب ہیں۔ یعنے گروہ اہلحدیث کے رکن رکین۔ لیکن اسقدر قریبی تعلقات کے باوجود بھی باپ بیٹا میں آئے دن جیسی کچھ کشاکشی ہوتی ہے۔ اور پھر غزنوی مولویوں سے جو کچھ بحث و مباحثات رہتے ہیں۔ وہ کس کو معلوم نہیں۔ ابھی تازہ "اہلحدیث" میں مولوی ثناء اللہ نے "مولانا بٹالوی پھر بولے" کے عنوان سے اسبات کی شکایت کی ہے کہ ان کے یہ روحانی والد صاحب ان پر سو جھوٹ بولنے کا الزام دیتے ہیں بیٹے نے بھی اسکے جواب میں باپ کو "ناقابل خطاب" کہکر خوب ہی حق ابنیت ادا کیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی علماء کی مجلس میں اس الزام کو ثابت کرنے اور فی جھوٹ دس روپیہ انعام لینے کا بھی چیلنج دیا ہے جسکو دیکھئے مولانا بٹالوی منظور کرتے ہیں یا نہیں۔

یونیورسٹیوں کی ابتدا

قرون وسطےٰ کے اصول تعلیم پر تبصرہ کرتے ہوئے معاصر "وکیل" رقمطراز ہے۔ کہ :- "یہ عہد اس لحاظ سے ہمیشہ یادگار رہیگا۔ کہ اس میں یونیورسٹیاں قائم ہوئیں۔ اور اس طرح پر تعلیم نے حقیقتاً بڑی ترقی کی۔ افلاطون کا دار العلم۔ ارسطو کی درسگاہ اور کوئنٹیلین کا مدرسہ یونیورسٹیاں نہیں تھیں۔ بلکہ پرائیویٹ تعلیم گاہیں تھیں۔ جن میں کسی مضمون یا مضامین پر جن کے ساتھ ان کے بانیوں کو دلچسپی ہوتی تھی۔ لیکچر ہوا کرتے تھے اور ایک درسگاہ میں ایک ہی مضمون پر لیکچر ہوتے تھے۔ طلبا کو مختلف مضامین پڑھنے کے لئے مختلف تعلیم گاہوں میں جانا پڑتا تھا۔ آہستہ آہستہ اسکول قائم ہوتے گئے۔ جن میں ایک سے زیادہ مضامین پڑھانے والے معلم مقرر تھے جن پر مادر [illegible] جاتے تھے [illegible] آخر [illegible] مدرسے قائم ہو گئے تھے۔ اور دوسری [illegible] میں علوم اسلام [illegible]

آدمی تھے۔ اور دشمن کی طرف قریش کے بہترین بہادر فرمانروا ہزار کی تعداد میں تھے۔ اس دن نبی کریمؐ اپنے خیمہ میں گئے اور اللہ تعالیٰ سے یوں دعا مانگی۔ "اے ہمارے رب اگر یہ چھوٹا گروہ اس وقت تباہ ہوگیا تو آج سے بعد تیری پرستش کوئی نہ کریگا"۔

ابوبکرؓ نے آپ کا دست مبارک پکڑا اور کہا یا رسول اللہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے پھر آپ باہر نکلے اور فرمایا یہ گروہ عنقریب مغلوب ہو جاویگا۔ یہ اپنی پیٹھیں پھیر لیں گے یہ گھڑی ان کی موعود ساعت ہے۔ اور یہ گھڑی اُن کے لئے بڑی خطرناک اور تکلیف دہ ہوگی ان باتوں سے پتہ لگتا ہے کہ نبی کریمؐ اور آپکے صحابہؓ ان پیشگوئیوں کا مفہوم کفار مکہ کا مغلوب ہونا ہی سمجھتے تھے۔ نبی کریمؐ کی زندگی میں بدر کا دن ایک عظیم الشان انقلاب کا دن تھا۔ چنانچہ تورات میں بھی یہی لکھا ہے کہ "خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہیگی اور تیر اندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائینگے۔ (یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۱۶ و ۱۷) یہ واقعہ عرب کے ریگستانوں میں پیش آنیوالا تھا۔ جیسا کہ یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۱۳ سے معلوم ہوتا ہے اور ہوا بھی ایسا ہی کیونکہ نبی کریمؐ کے مکہ سے ہجرت کرنے کے ٹھیک ایک سال بعد بدر کا ایک واقعہ پیش آیا۔ یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۱۴ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ جہاں فرمایا "انہوں نے بھاگنے والے کو اپنی روٹی سے مدد کا" جنگ بدر میں قیدار کے تمام بڑے بڑے سردار شامل تھے۔ مثلاً ابوجہل عتصم بن عادیہ شیبہ بن ربیعہ عتبہ بن ربیعہ۔ ولید بن عتبہ۔ امیہ بن خلف۔ نادر بن الحارث۔ عقبہ بن ابی معیط۔ یہ سب جنگ بدر میں مقتول ہوئے۔ اور ابولہب جو مکہ میں پیچھے رہ گیا تھا۔ وہ بھی اس خبر کے سنتے ہی جہنم واصل ہوگیا۔ قیدار کی ساری طاقت جاتی رہی۔ اور قدیم پیشگوئیاں پوری ہوگئیں قرآن میں جسقدر پیشگوئیاں درج ہیں ان کی قدر و منزلت کا صحیح اندازہ کرنے کیلئے ضروری ہے کہ نبی کریمؐ کی اس کمزور اور ناگفتہ بہ حالت کو مدنظر رکھیں جس میں آپ ان پیشگوئیوں کے سناتے وقت تھے آپؐ ان تکالیف و مصائب میں جو آپؐ کے مستقبل کو بالکل تباہ کرنے کے لئے کافی تھیں اُن میں آپؐ ہمیشہ فتح و نصرت کی خوشخبری دیا کرتے تھے۔ جوں جوں آپؐ کے دشمن مخالفت میں تیزی دکھاتے۔ اور ظلم و تعدی میں بڑھتے چلے جاتے۔ توں توں آپؐ آگے سے زیادہ عظیم الشان پیشگوئیاں فتح و ظفر کی کرتے۔ جوں جوں آپؐ کے سر دوں کا [illegible] زیادہ اُڑایا جاتا توں توں آپ کامیابی کے زیادہ [illegible] [illegible] آپؐ کے دشمن آپؐ کو جلاوطن کرنے کے منصوبے کر رہے تھے۔ ادھر آپ انکو یہ بشارت دے رہے تھے کہ عنقریب آپ واپس آئینگے۔ اور اسی سرزمین میں جس میں آپؐ کو دھکے دیئے جا رہے تھے۔ حاکم اور فرمانروا ہونگے

جب کفار مکہ کے سرغنوں نے آپؐ کی جان لے لینے کا مصمم منصوبہ باندھا تو لوگوں نے آکر آپؐ کو اطلاع دی اور کہا کہ اب آپ کا کیا حال ہوگا۔ انہی استفسارات کے جواب میں سورۂ یوسف نازل ہوئی۔ فرمایا "لقد کان فی یوسف واخوته اٰیٰت للسآئلین" اس آیت شریفہ میں ان سوال کرنیوالوں کو بتایا گیا ہے کہ نبی کریمؐ کو وہی واقعات پیش آئینگے جو یوسفؑ کو اسکے بھائیوں کی وجہ سے آئے اور نبی کریمؐ بھی اُنسے وہی سلوک کرینگے جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کیا یعنی کہ آپؐ بھی حضرت یوسفؑ کی طرح اپنے وطن مالوف سے نکالے جائینگے۔ اور آخرکار آپؐ کے دشمن ذلیل اور مطیع ہوکر آپؐ کے سامنے پابہ زنجیر لائے جائیں گے اور یوسفؑ کے بھائیوں کی طرح الحاح اور معافی کی التجا کرینگے۔ اور ہجرت سے آٹھ سال بعد یہی واقعات پیش آئے مکہ فتح ہوگیا اور قریش آپؐ کے سامنے مجرمانہ حالت میں معافی طلب کرتے ہوئے آئے مندرجہ ذیل روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریمؐ بھی انکو خوب جانتے تھے کہ [illegible] یہی واقعات پیش آنیوالے ہیں جو حضرت یوسفؑ کو آئے [illegible] آپؐ خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے تھے۔ اور اسیران قریش کو مخاطب کرکے آپؐ نے فرمایا "تم کیا خیال کرتے ہو میں تم سے کیا سلوک کرونگا"۔ انہوں نے کہا ہم بھلائی کی امید کرتے ہیں آپؐ ایک شریف بھائی اور ایک عالی قدر بھائی کی اولاد ہیں۔ آپؐ نے فرمایا "میں تم سے وہی کہونگا جو میرے بھائی یوسفؑ نے کہا کہ لاتثریب علیکم الیوم [illegible] آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہوگی۔ اور جب حضرت یوسفؑ کے بھائی معافی [illegible] آئے تو [illegible] حضرت یوسفؑ نے [illegible] [illegible] واپس آنے کی [illegible] پیشگوئیاں [illegible] [illegible]

[illegible]

العود احمد

کہتے ہیں کہ ایک شخص کسی عورت پر عاشق تھا۔ اُس نے عورت کے والدین سے نکاح کی درخواست کی۔ مگر نامنظور ہوئی۔ مایوس ہوکر گھر کو چلا گیا کچھ مدت بعد واپس آیا۔ عورت کے گھر کے سامنے جاکر عاشقانہ شعر پڑھنے شروع کئے۔ عورت ان اشعار کو سنکر فریفتہ ہوگئی۔ اور والدین کو بھی راضی کرلیا۔ تب عاشق نے اپنی اس کامیابی پر "العود احمد والمرء ترشش" کا جملہ بولا۔ اب وہ شخص اس جگہ پر عود کی تشریح کر رہا تھا۔ اور نہ احمد کے معنے بیان کر رہا تھا۔ مگر میاں صاحب اور اس کے مریدین العود احمد کی بنا پر اسمہ احمد کے معنے دوبارہ آنیوالا کرتے ہیں۔ چنانچہ انوار خلافت کے صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں:۔

"میں جب دوبارہ لوٹنے کو احمد کہتے ہیں تو حضرت مسیح کے اس قول کو کہ میں دوبارہ دنیا میں آؤں گا۔ عربی زبان میں یوں بھی استعارتاً ادا کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے ایک رسول کی خبر دی جس کی صفت یہ ہوگی کہ وہ دوبارہ دنیا میں آیا ہوگا"۔

اب میاں صاحب کی مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت مسیح موعودؑ کو صفت کے لحاظ سے پیشگوئی اسمہ احمد کا مصداق قرار دے رہے ہیں کیونکہ فرماتے ہیں کہ [illegible]

"انہوں نے ایک رسول کی خبر دی [illegible] ہوگی کہ وہ دوبارہ دنیا میں آیا ہوگا"۔

ہم حیران ہیں کہ میاں صاحب کا ایک [illegible] ہے کہ پیشگوئی بلحاظ نام کے ہے۔ کیونکہ اگر صفت [illegible] ہو تو میاں صاحب کے نزدیک اس پیشگوئی [illegible] آنحضرت صلعم ثابت ہوتے ہیں چنانچہ انوار خلافت کے صفحہ پر فرماتے ہیں کہ "اب میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بتاتا ہوں کہ ان آیات میں احمد کا اصل مصداق حضرت مسیح موعودؑ ہیں اور آنحضرت صلعم صرف صفت احمدیت کی وجہ سے [illegible] مصداق [illegible] ہیں۔ ورنہ جس احمد نام کے انسان کی [illegible] [illegible] ہیں"۔

اب اگر میاں صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ پیشگوئی بلحاظ نام کے ہے تو پھر العود احمد کا محاورہ استعمال کرنا بے سود معلوم ہوتا ہے کیونکہ العود احمد سے تو پیشگوئی بلحاظ صفت کے ثابت ہوتی ہے۔ جسکے مصداق آنحضرت صلعم ٹھہرتے ہیں۔ حالانکہ میاں صاحب کو العود احمد کا جملہ اس وقت استعمال کرنا چاہئے تھا جبکہ اس سے پیشگوئی بلحاظ نام کے ثابت ہوتی۔ تو حضرت مسیح موعود بلحاظ نام کے احمد ثابت ہوتے۔ پس میاں صاحب کا یہ قول کہ العود احمد سے حضرت مسیح موعودؑ کا احمد ہونا ثابت ہوتا ہے بالکل غلط ہے۔

چہ کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

[illegible] کہ [illegible] [illegible] [illegible] حضرت مسیح موعود کے لئے جو تفرقہ پیدا ہوا ہے وہ دنیا جانتی ہے کہ کونسا فریق حضرت صاحب کی اصلی تعلیم کو پیش کرکے ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ اور کونسا فریق اس تعلیم کو بگاڑ کر معرض زوال میں ہے۔ [illegible] الاہور کے وہ پاک ممبران جن کی ہستی پر محمودیوں کو بہت دیر تک ناز رہا۔ کٹ کر فریق حقہ کے ساتھ آملے مگر بعض لوگ جن کے دلوں پر میاں صاحب کی تعلیم نے کچھ ایسا اثر کیا ہے کہ مسیح موعود کی تحریروں پر غور کرنا تو بجائے خود اب وہ خدا اور اس کے رسول کے ذکر سے بھی لوگوں کو منع کرتے ہیں چنانچہ محمدیہ مسجد ڈیرہ غازیخان میں جو مولوی عزیز بخش صاحب سیکرٹری کی سعی اور احمدی و غیر احمدی مسلمانوں کے مشترک چندہ سے بنا کر [illegible] [illegible] مسلمانوں کو نماز پڑھنے سے منع کرتا [illegible] [illegible] عزیز بخش صاحب بی اے جو حضرت امیر ایدہ اللہ [illegible] [illegible] روزانہ مسجد شریف میں درس قرآن شریف دیتے [illegible] احمدی اور غیر احمدی مسلمان بڑے شوق سے شامل ہوتے [illegible] [illegible] مولوی صاحب کے ساتھ [illegible] [illegible] ایک ہوئے اور جلسہ بھی قائم کیا جس میں [illegible] [illegible] [illegible] اور غیر احمدی نماز پڑھا کریں۔ حالانکہ مسجد وقف ہے اور کثیر حصہ چندہ کا غیر احمدی مسلمانوں کا مسجد پر صرف ہوا ہے۔ خواہ کسی فرقہ کا کوئی مسلمان مسجد میں آکر نماز پڑھے اسکو خدا تعالیٰ کے ذکر سے منع کرنا قرآن شریف کی مندرجہ ذیل آیت کا مصداق ہوتا ہے:۔

ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعیٰ فی خرابھا الخ اور اس سے ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں ذکر اللہ سے روکا اور اس طرح گویا اس نے ان مسجدوں کو برباد کرنے کی کوشش کی۔

اب میاں صاحب کی تعلیم کا نتیجہ یہاں تک تو آپہنچا ہے کہ اسکے مرید خدا تعالیٰ سے بھی جنگ کرنے پر آمادہ ہوگئے ہیں۔ جب وہ قرآن شریف کی تعلیم کی پرواہ نہیں کرتے تو پھر حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کی کیا پرواہ کرینگے۔

یہی وجہ ہے کہ جو الزام حضرت صاحب پر مخالف لوگ لگاتے تھے وہ آج محمودیوں نے قبول کرلئے ہیں۔ کیا یہ حضرت مسیح موعود کے ساتھ دوستی کے پردہ میں دشمنی کا کام نہیں کرتے۔ اگر کرتے ہیں اور یقیناً کرتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم دوسروں کا گلہ کریں۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

خاکسار شیر محمد بزدار از ڈیرہ غازیخان۔

اقتباسات

امپیریل وار کانفرنس

ایک پریس کمیونک مظہر ہے۔ کہ حضور وائسرائے کو صاحب وزیر ہند کی طرف سے مندرجہ ذیل تار موصول ہوا ہے۔ امپیریل وار کانفرنس کا ایک اجلاس ۲۲ جولائی کو منعقد ہوا ہے۔

کانفرنس نے پہلے گورنمنٹ انبجا کے ایماء پر لام بندی توڑنے کے متعلق مختلف مسائل پر بحث کی۔ آخرکار وار آفس کے قائمقام کی تجویز پر ایک ریزولیوشن پاس کیا گیا جس میں قرار دیا گیا۔ کہ ایک مشورہ دینے والی اور انتظامی کمیٹی بنائی جائے جس کا نام ملٹری ڈیموبیلائزیشن کمیٹی آف برٹش ایمپائر ہو۔ یہ کمیٹی مقبوضات اور نوآبادیوں کے فوجی حکام کے قائمقاموں وار آفس انڈیا آفس اور وزارت جہازرانی۔ امریکہ کے قائمقاموں پر مشتمل ہوگی۔ اسکے چیئرمین صاحب وزیر جنگ یا اُن کے مقرر کردہ کوئی ڈپٹی ہونگے یہ کمیٹی مختلف گورنمنٹوں کے متعلق لام توڑنے کے تمام فوجی سوالات پر غور کریگی اور وقتاً فوقتاً پیدا ہونیوالے امور کے متعلق سوالات متعلقہ گورنمنٹوں کے پاس بھیجتی رہیگی۔ لام بندی توڑنے سے پہلے کمیٹی کا اجلاس ایسے وقت پر منعقد کیا جائیگا۔ جب چیئرمین ضروری خیال کریگا۔ اور لام بندی توڑنے کے طریق عمل میں مکمل ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے ضروری ہوگا۔

پٹرولیم کی بہمرسانی

اس کے بعد کانفرنس نے پٹرولیم کے سوال پر بحث کی اور لارڈ ہارکورٹ کے تیار کردہ ایک میمورنڈم پر غور کیا جسمیں برطانوی سلطنت میں پٹرولیم کی کافی بہمرسانی کو ترقی دینے کی اہمیت ظاہر کی گئی تھی۔ کانفرنس نے ایک ریزولیوشن پاس کیا جسمیں سفارش کی گئی کہ ان تجاویز پر جو لارڈ ہارکوٹ کے میمورنڈم میں درج ہیں متعلقہ گورنمنٹیں پٹرولیم کی روز افزوں اہمیت اور بحری اور فوجی اور صنعتی مقاصد کے لئے اسکی پیداوار [illegible] کو مدنظر رکھتے ہوئے اچھی طرح غور کریں۔

بحث ہوئی۔ وہ غیر [illegible]
متعلق تھے اور [illegible]
ریزولیوشن
رائے [illegible]
جس میں [illegible]
[illegible]
[illegible]
اور [illegible]

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ چہار شنبہ مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۱۸ء نمبر [illegible]

انگریزی ترجمۃ القرآن اور مسلمان

جب کبھی کوئی نیک کام دنیا میں ہوتا ہے تو اسکے حاسد بھی ساتھ ہی پیدا ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی آنکھیں کتنی مدت سے قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کی طرف لگ رہی تھیں آخر خدا خدا کر کے وہ چھپکر شائع ہوا اور عاشقان کلام ربانی نے اس کو سر آنکھوں پر رکھا۔ لیکن وہ حاسد لوگ جو پیشتر ہی سے جل بھنکر کباب ہو رہی تھیں یک لخت شعلہ جوالہ بن گئیں اور ابتک ناحق شور و شر سے اپنے عناد کا ثبوت دے رہی ہیں۔

ایک وقت تھا جب یہی لوگ اس کوشش میں منہمک تھے کہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کے ترجمۃ القرآن کے شائع ہونے سے پیشتر کسی اور شخص سے ترجمہ کرا کر شائع کرا دیں۔ چنانچہ اس کے لئے مختلف نام بھی تجویز ہوئے کام بھی آگے سرکو اٹھا۔ [illegible] کامیابی کا سہرا اللہ تعالے نے اسی کے سر دیا۔ جس نے پہلے ہی [illegible] کے ساتھ اس کام کو شروع کیا تھا۔

پیسہ اخبار کے ایک تازہ پرچہ میں اب پھر [illegible] اعتراض کو دہرایا گیا ہے۔ کہ اس ترجمہ میں مرزا صاحب کی نبوت کی بنیادی اینٹ رکھی گئی ہے۔" اور کہ

"وہ (یعنی مسلمان) عام اتفاق کے ساتھ ایک مستند ترجمہ شائع کریں اور قوم ان باتوں پر سنجیدگی سے توجہ کرے [illegible] بہتر ہوگا۔ کہ ایک انجمن اس غرض کے واسطے بنائی جائے [illegible] اس کے ممبر ایسے ہوشیار ہوں۔ کہ خواجہ کمال الدین اور [illegible] کی چکنی چپڑی باتوں میں نہ آ جائیں۔ اور [illegible] کام [illegible] کی شرارت نہ ہونے دیویں۔"

اس کے حامی کوئی نام نہاد "خیر خواہ اسلام" ہیں جنہوں نے گزشتہ [illegible] اس موضوع پر ایک مراسلت لکھکر بھیجی ہے اور اول الذکر [illegible] ثبوت میں کوئیسٹ نامی انگریزی رسالہ کے ریویو کا حوالہ دیا ہے [illegible] حقیقت کو ہم کسی دوسری اشاعت میں منکشف کریں گے۔

[illegible] اہم بات کی طرف اس نام نہاد "خیر خواہ اسلام" نے مسلمانوں کی توجہ مبذول کرائی ہے وہ "مستند ترجمہ" کی اس نے خواہش کی ہے اور وہ بھی ایسا کہ عام اتفاق کے ساتھ شائع ہو۔ اسکی کیا صورت ہوگی۔ آیا اس انجمن میں شیعہ اور سنی دو گروہوں کے مولویوں سے ترجمہ کرایا جائیگا۔ اور ایک طرف اگر جناب علی الحائری صراط علیّ مستقیم میں علیٌّ کو علیٌّ بنا کر "یہ علی کا سیدھا راستہ" [illegible] لکھیں گے۔ تو دوسری طرف [illegible] مترجم صرف "یہ راہ ہے اوپر میرے سیدھی" ہی لکھکر [illegible]۔ یہ تو الفاظ کے ترجمہ کی بات تھی۔ اس سے آگے بڑھیں تو شیعہ اور سنی مقلدین و غیر مقلدین میں جو بیسیوں [illegible] اختلاف ہے اس کا کون فیصلہ کریگا۔

[illegible] زندہ جاوید ہیں یا نہیں۔ انک لا تسمع الموتیٰ سے [illegible] ثابت ہے یا نہیں۔ آنحضرت صلعم غیب جانتے تھے [illegible] اس قسم کی کئی ایک باتوں پر جو قدم قدم پر جھگڑے [illegible] گے۔ انہیں کون طے کریگا۔ اور تو اور صرف ایک گروہ اہلحدیث میں مولوی ثناء اللہ کی تفسیر پر ہی جھگڑا ہو رہا ہے۔ کہ [illegible] فلاں فلاں غلطیاں ہیں مولوی ثناء اللہ انکی باتوں کو [illegible] بتاتا ہے۔ آیا یہ تمام اختلافات پیسہ اخبار کے "خیر خواہ اسلام" نامہ نگار کے تجویز کردہ "ہوشیار ممبر" ترجمہ قرآن کے صفحات پر [illegible] کے سامنے لکھکر چھوڑ دینگے۔ یا ان میں سے کسی ایک کو قابل ترجیح سمجھا جائیگا۔

[illegible] ممکن ہے پیسہ اخبار کے [illegible] الحرمین الشریفین ایڈیٹر صاحب [illegible] کو اپنے ذمہ لینا پسند کریں جنہوں نے اس تجویز کی بڑے [illegible] تائید کی ہے۔ لیکن کیا وہ مسلمانوں کا یقین دلا سکیں گے [illegible]

کا ذمہ نہیں لے سکتا۔ تو پیسہ اخبار کے "خیر خواہ اسلام" نامہ نگار کے موضوعہ اصول کے مطابق ہر ایک فرقہ کے مسلمانوں کو اپنے اپنے جداگانہ خیالات ہی اس ترجمہ کے اندر رکھنے پڑینگے تاکہ یورپین پادریوں کی اسلام کے خلاف رنگ آمیزیاں جو موجودہ ترجمہ کی وجہ سے دور ہونی شروع ہوئی ہیں ایک دفعہ پھر ایک گھٹا ٹوپ اندھیرے کی شکل میں اُن کے سامنے نمایاں ہو جائیں۔ پھر شاید کارخانہ پیسہ اخبار کا ایک بہت بڑا کرشمہ ہوگا۔ اور یہی ان کی حقیقی اشاعت اسلام۔

لیکن بیچارے مولوی محبوب عالم صاحب بھی مجبور ہیں۔ انکو نامہ نگار بھی خیر سے ایسے ہی ملے ہیں جو خود ان کے اپنے ٹائپ کے ہیں۔ لنڈن سے بیٹھے ہوئے کبھی "خیر خواہ اسلام" اور کبھی "القاضی" کا برقعہ پہنکر وہ عموماً اس قسم کی باتیں لکھ لکھ کر انہیں بھیجتے ہیں۔ جسپر انہیں بھی چار و ناچار کچھ نہ کچھ نوٹ چڑھانا ہی پڑتا ہے۔ چنانچہ جس نام نہاد "خیر خواہ اسلام" کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"اس ترجمہ میں صاف لکھا ہے کہ وحی کا دروازہ کھلا ہے نبی صرف وہ ہے جسکو وحی ہوتی ہے۔ پھر لکھا ہے کہ مرزا صاحب کو وحی ہوتی تھی۔ اور اس طرح سے انکی نبوۃ کی بنیادی اینٹ رکھدی ہے۔"

ہم چیلنج کرتے ہیں کہ سارے ترجمہ قرآن میں سے اس قسم کے الفاظ کہیں سے نکال کر دکھائے جائیں یا اُن صفحوں کا حوالہ ہی دیا جائے۔ کہ جن میں یہ لکھا ہے کہ "نبی صرف وہ ہے جسکو وحی ہوتی ہو"۔ اور اس بنا پر حضرت مرزا صاحب کو نبی ثابت کیا گیا ہو۔ بلکہ اس کے صریح خلاف صفحہ ۹۴۰ پر جہاں وہ آیت آتی ہے۔ جس میں قرآن کریم نے وحی کی تین طرزیں بتائی ہیں۔ ماکان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ مایشاء۔ وہاں آخری طرز یرسل رسولا یعنے جبرائیل کے آنے کے متعلق صاف طور پر لکھا ہے۔ کہ "اس قسم کا الہام صرف نبیوں کے ساتھ مخصوص ہے لیکن پہلی دونوں قسموں کے الہام ان تمام راستباز انسانوں کو بھی ہوتے ہیں جو نبوت کے درجہ پر فائز نہیں ہوئے۔" یہ تو وحی کے متعلق آپ نے صاف طور پر لکھا ہے اور سارے قرآن میں کہیں بھی حضرت مرزا صاحب کو اس تیسری طرز کے الہام کا مورد ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ اصل ترجمہ کے نوٹوں کے اندر صرف ایک جگہ آپ کا ذکر کیا ہے اور ایک جگہ تمہید کے آخر میں۔ اور لطف یہ ہے کہ ان دونوں موقعوں پر "مجدد" ہی کہکر پکارا ہے اور نبی نہیں۔ تمہید میں تو صاف طور پر "مجدد اور مہدی" کے لفظ ہیں۔ اور اصل ترجمہ میں آیت کریمہ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم الخ پر جو نوٹ دیا ہے۔ اس میں حدیث مجدد کو نقل کرتے ہوئے بتایا ہے کہ آیت کریمہ میں جو بنی اسرائیل سے مشابہت دیگئی ہے وہ اس بات کی متقاضی ہے کہ امت محمدیہ میں بھی ایک مسیح مبعوث ہو جس طرح بنی اسرائیل میں ایک مسیح آیا۔ "حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانی سلسلہ احمدیہ کا دعوے اسی آیت پر مبنی تھا۔ آپ نے اس چودھویں صدی میں بطور ایک مجدد اور مسلم مسیح کے مبعوث ہونے کا دعوے کیا۔"

اب اس کو آپ کی "نبوت کی بنیادی اینٹ رکھنے" کے مترادف قرار دو۔ یا جیسا کہ حق ہے۔ آپ کے دعوئے مجددیت کا اظہار بہرحال یہ وہ حق بات ہے۔ جو "پیسہ اخبار" کے نام نہاد "خیر خواہ اسلام" کو ایک آنکھ نہیں بھائی اور تعصب کی آگ سے جل بھنکر خواہ مخواہ اس نے اس کو غلط طور پر پیش کرنا شروع کیا ہے۔ جسپر حاجی محبوب عالم صاحب بھی بغیر دیکھے ایمان بالغیب لے آئے۔ اور اس پر تو انہیں پہلے ہی سے یقین تھا۔ کہ یہ جو چار پانچ سال حضرت مرزا صاحب کی نبوت پر آپس میں چھڑ چکی ہے۔ اور ہم نبوت سے انکاری ہیں۔ تو یہ محض "جنگ زرگری" ہے جو تقیہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ معلوم ہوتا ہے۔ حاجی صاحب کا اخبار نویسی کا تجربہ بسبب پیرانہ سالی کے اب اس حالت کو پہنچ چکا ہے کہ لکیلا یعلم بعد علم شیئا کے آپ مصداق ہو چکے ہیں۔ یا شاید بغض و حسد کی آگ کوئی ٹھکانے کی بات نہیں کرنے دیتی۔ بہرحال ان دونوں صورتوں میں ہم انہیں معذور سمجھتے ہیں۔ اور انکے "خیر خواہ اسلام" [illegible] خیر خواہ دشمن اسلام نامہ نگار کے [illegible] "مستند" ترجمہ کر [illegible]

اور جسپر تمام فرق اسلام کی مہر اسناد ہو۔ دیکھئے "پیسہ اخبار" اس کے انصرام کی خبر کب سناتا ہے۔

تمام ہی گبڑی ہو جائیں

ستیارتھ پرکاش کا سوال جب چھڑا ہے آریہ سماج کی عجیب حالت ہو رہی ہے اُن کے اخبار اپنے ممبر اسپر سے الزام کے دور کرنے میں طرح طرح کے جتن کرتے ہیں لیکن جو بھی عذر پیش کرتے ہیں وہ الزام کو بجائے دور کرنے کے اور بھی ثابت کر دیتا ہے۔ گویا ع

عذرِ نامعقول ثابت میکند الزام را

کو عملی طور پر سچا کر کے دکھا رہے ہیں۔

"پرکاش" نے پہلے تو بڑے زور شور سے اس پر لکھنا شروع کیا۔ لیکن ابھی دو ہی نمبر لکھ چکا تھا کہ "پیغام صلح" کے دندان شکن جواب سن کر اس سلسلہ کو بند کر دینا پڑا۔ اور اب نامہ نگاروں کے نام سے بھی ایسی ایسی غیر معقول تحریریں چھاپنی شروع کی ہیں جنکا مدعا سوائے اصل مطلب خبط کرنے کے اور کچھ نہیں اس گبڑی عورت کیطرح جو اپنے ساتھ عورتوں کو بھی گبڑی ہی دیکھنا چاہتی ہے۔ ان سماجی مضمون نویسوں نے اب کوشش شروع کی ہے۔ کہ ستیارتھ پرکاش جس سے الزام کے نیچے ہے۔ دوسروں کی کتب مقدسہ کو بھی اس سے ملوث ٹھہرایا جائے۔ چنانچہ "مہاشہ ستنہ دیو" نامی کسی آریہ سماجی کے قلم سے "پرکاش" نے ایک مضمون شائع کیا ہے۔ جس میں قرآن کی بعض آیات کے حوالوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قرآن نے مسلمانوں کو "غیروں سے سخت نفرت دشمنی و قلبی حسد رکھنے" کی ہدایت کی ہے۔ یہ مضمون دراصل "الفضل" کے جواب میں اسکو مخاطب کر کے لکھا گیا ہے۔ اس لئے اس بحث کو کہ مضمون نگار کہاں تک اس الزام کو ثابت کرنے کی کوشش میں عہدہ برآ ہوا ہے ہم خود الفضل ہی پر چھوڑتے ہیں لیکن پرکاش سے اتنا کہدینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ قرآن کو ملزم ٹھہرا دینے سے ستیارتھ پرکاش پر سے الزام دفعہ نہیں ہو سکتا۔ کیا کوئی چور اس سے بری ہو سکتا ہے۔ کہ راستہ چلتے ہوئے کسی شریف آدمی کی کمر ہی پگڑی اُتار دے اور "چور چور" کے آوازے اُسپر کسنے لگے؟ نہیں بلکہ یہ تو تم نے خود اقبالی ڈگری دیدی ہے کہ جو الزام ستیارتھ پرکاش پر دیا گیا تھا وہ صحیح ہے اور اس میں تمام مذاہب کے بزرگوں اور پیشواؤں۔ ہندوؤں۔ عیسائیوں۔ سکھوں اور مسلمانوں کو بہت کچھ برا بھلا کہا گیا اور گند زبانی اُن پر بکی ہے۔ ورنہ قرآن کو بھی ملوث ٹھہرانے کی کوشش چہ معنے دارد؟ سوائے اسکے کہ قرآن کی آڑ میں ستیارتھ کی ان ناجائز باتوں کو جائز کرنا چاہتے ہو۔ اور کوئی وجہ نہیں۔ قرآن تو بفضل تعالےٰ اس الزام سے پاک ہے ہاں اس کوشش سے تم نے خود بھی اقرار کر لیا۔ کہ ستیارتھ پرکاش ایسی ہی کتاب ہے کہ جو الزام اسپر لگائے گئے ہیں صحیح ہیں۔ قرآن کے متعلق تمہارے ان جھوٹے بہتانات کو بھی دیکھ لیا جائیگا۔ پہلے تو ستیارتھ پرکاش کو دیکھنا ہے جس کے اصل حوالجات تو ہم پیش کر چکے ہیں۔ مگر اب تم نے تو بھی دبی زبان سے اعتراف کر لیا کہ ہاں یہ جو کچھ کہا جاتا ہے صحیح ہے کیا اب اس اعتراف اور خود ایک کٹر سماجی اخبار کی شہادت پر بھی ہماری مہربان گورنمنٹ اس کی ضبطی کا حکم صادر فرما کر دنیا کو اس برائی اور بد اخلاقی کی تعلیم سے نہ بچائیگی؟

رسول اکرم صلعم پر انڈین ڈیلی نیوز کا حملہ

اس موجودہ نازک وقت میں بھی افسوس ہے کہ بعض زبان دراز لوگ ہی زبان اور قلم کو قابو میں نہ رکھکر ملک میں آگ لگا دیتے اور رعایا کے جذبات کو برانگیختہ کر کے گورنمنٹ کو بھی مصیبت میں ڈالدیتے ہیں۔ انڈین ڈیلی نیوز کلکتہ کا ایک وقیع اخبار ہے اس کے کسی حالیہ کے پرچہ میں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو نہایت دریدہ دہنی کے ساتھ "پیرس کی غلط ناسیوں" سے تشبیہہ دیگئی ہے جس کا یہ نتیجہ ہے کہ بنگال مسلم لیگ نے سچا طور پر اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہے بلکہ ڈیلی نیوز [illegible]

کے ماتحت ہوتا ہے۔ اور خدا کی یہ صفت ذرات عالم کی ادنےٰ سے لیکر اعلےٰ تک سب حالتوں میں ظہور پذیر ہوتی ہے خلق کا ترجمہ عموماً پیدا کرنا کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر آپ کسی مستند اور معتبر لغات مثلاً لسان العرب کو دیکھیں تو معلوم ہوگا۔ کہ لفظ خلق کے اصلی معنی توازن اور اسیطرح اسکے معنے مادہ کو شکل دینا اور چیزوں کا بنانا ہو گیا ہے۔ خالقیت کا مفہوم سمجھانے کے لئے عربی زبان میں ایک اور لفظ بھی ہے فطر جسکے معنے نیستی سے ہستی کرنا ہے۔ یہی دو الفاظ ساری دنیا کی خلق اور بناوٹ سمجھانے کے لئے کافی ہیں۔ پہلا فعل صفت فاطر یعنی نیستی سے ہستی کرنا ہے۔ اور جب ایک چیز پیدا ہوگئی۔ تو صفت خلق نے اپنا ظہور دکھا کر اُن کا توازن کیا۔ اور مختلف شکلوں میں اُن کے مرکب بنا دیئے۔ یہی تناسب اور توازن کا انتظام مختلف مقداروں میں فائدہ اور نقصان پیدا کرتے ہیں تمام خلق اور ارتقا کا دارومدار مقدار اور توازن پر ہی ہے اور یہی عربی لفظ خلق کے معنے ہیں۔

قرآن کریم نے خَلَقَ کے بعد سَوّٰا کا لفظ استعمال کیا ہے۔ سَوّٰا کے معنے ہیں برابر کرنا یا مساوات قائم کرنا اور فعل خَلَقَ کے بعد فعل سَوّٰا یعنی مساوات کا قائم کرنا ضروری ہے۔

دوسری آیت میں دو نئے لفظ استعمال ہوئے ہیں قدّر و فھدیٰ۔ قدّر کے معنے مقدار مقرر کرنا ہے۔ قرآن کریم میں لفظ قدر بارہا خیر و شر کے متعلق استعمال ہوا ہے۔ اور اس میں بھی یہی اشارہ ہے کہ تمام نیک و بد ایک ہی چیز کے مختلف تناسب کا نتیجہ ہوتا ہے۔ لفظ ھُدٰی جسکے معنے مقصد اعلےٰ تک رہنمائی کرنا ہے معاملہ کو اور بھی صاف کرتا ہے۔ خدا نہ صرف مادہ کی تخلیق اور توازن کرتا ہے۔ بلکہ ہر چیز کمال تک پہنچنے کے لئے رہبری کی محتاج تھی اور قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو یہ رہبری عطا کی ہے۔

الغرض ان مختصر لیکن جامع الفاظ میں صحیفۂ اسلامی تمام کائنات کی خلق کا فلسفہ بیان کر دیتا ہے۔ پہلے پہل تو ایک بالارادہ ہستی کی طرف توجہ دلائی ہے جس کا نام ربّ یعنی خالق۔ پرورش کنندہ۔ ترقی دہندہ رکھا ہے۔ اور جو خلق کے بعد مادہ کو مختلف مقداروں میں جمع کرتا ہے۔ تاکہ مختلف نتائج مرتب ہوں وہ نہ صرف نیستی سے ہستی میں لاتا ہے۔ بلکہ ان کو تکمیل تک بھی پہنچاتا ہے اور ہر ایک ترقی کے اسباب پیدا کر کے انکو صراط مستقیم دکھاتا ہے اُس ذات باری نے مادہ کی ہر ایک شکل میں فطرتی طور پر ایک مقررہ راہ پر چلنے کی استعداد پیدا کر دی ہے۔ جب ذرات عالم مختلف شکلوں میں متشکل ہو گئے۔ تو ان کو اور ترقی دینے کے لئے انکو مختلف عنصروں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اور نتیجتاً ان میں سے بعض مفید اور بعض نقصان دہ ثابت ہوئے۔

اب یہ فیصلہ کرنا کہ یہ عربی الفاظ جو علم سائنس کے رموز سے بھرپور ہیں ان کے معنے عربوں نے علم سائنس کی تحقیقاتوں کی روشنی میں سمجھے تھے یا زمانہ سلف ہی یعنی زمانہ جاہلیت میں پیشتر از اسلام بھی یہ مفہوم ان لفظوں کے سمجھے جاتے تھے۔ اور اگر اس دوسری بات کو تسلیم کیا جائے تو ہم کو ماننا پڑیگا کہ یا تو زمانہ قدیم میں عربوں کا علم سائنس بہت بڑھا ہوا تھا۔ اور یا جیسا کہ میرا ایمان ہے عربی زبان اُمّ الالسنۃ اور الہامی زبان ہے اور اسی وجہ سے اسکے الفاظ کے اندر وہ معنے اور رموز رکھے گئے تھے۔ جو توسیع علوم کے بعد ہی ظاہر ہونے تھے۔ تاہم کچھ بھی ہو۔ میرے مضمون کو ان سوالات سے چنداں تعلق نہیں اور طول مضمون کے ڈر سے میں فی الحال ان کے متعلق کچھ نہیں لکھتا۔ لیکن بہرحال یہ بات ظاہر ہے کہ قرآن کے نازل ہونے کے ساتھ ہی لوگوں کے دلوں میں توسیع علوم کا ایک جوش سا پیدا ہو گیا اور اس صحیفۂ آسمانی نے کئی سربستہ رازوں کو صاف کر دیا اور اپنے پڑھنے والوں کو صراط مستقیم پر چلا کر فلاح کی منزل مقصود پر پہنچا دیا۔

الغرض ہر ایک ذرّہ ایک مقررہ راستے پر قدم مار رہا ہے۔ انہیں فطرتی طور پر نیک و بد کی تمیز کی قوت رکھی گئی ہے۔ وہ اپنی زندگی اور ترقی کے لئے مادہ میں انتخاب کرتے ہیں اور خدا داد خواص کے بموجب معین راہوں پر چلتے ہیں۔ اور فعل ربانی کا نام ہم سچا طور پر قرآن کو وحی کے نام سے پکار سکتے ہیں۔

ربنا الذی اعطا کل شیٔ خلقہ ثم ھدیٰ (القرآن)

حیوالادیان

آریہ سماج اور اسلام

(۵)

Polygamy & Polyandry.

جسمانیات میں جس طرح جمادات نباتات کے قالب میں آتے ہیں۔ پھر مختلف مدارج کو طے کرنے کے بعد نباتات سے حیوانی مظاہر کی منزل کی ابتداء ہوتی ہے اور حیوانیت کی انتہائی منزل کی سرحد سے انسانیت کی سرحد شروع ہوتی ہے روحانیات اور اخلاقیات کی سرزمین میں بھی اسی قسم کا ارتقاء جاری ہے۔ اخلاق و عادات بھی اپنے احول سے متاثر ہو کر نشوونما کی منزلیں طے کرتے رہتے ہیں تاہم سرزمین اخلاق و روحانیات نے جو عظیم الشان انقلاب نور اسلام سے حاصل کیا وہ تاریخ عالم میں اپنی نوعیت اور عظمت کے لحاظ سے ایک ہی انقلاب ہے۔

ہماری آج کی صحبت اس غرض کے لئے ہے کہ اسلام سے پیشتر انسان کی عفت و عصمت کا کیا حال تھا۔ اور اسلام نے اس میں کیا اصلاح کی۔ معمورہ عالم میں انسانی عفت و عصمت کے چاک کی داستان بڑی ہی طولانی ہے۔ اس کے اندر جذبات انسانی کی تہیج اور طغیان کے خوفناک نتائج اور عواقب کے پُرعبرت واقعات ہیں۔ تقوےٰ و طہارت انسانی کی خون آلود داستانیں ہیں اور فاسقوں کے فسق و فجور کے مکروہ افعال کے قصص ہیں۔ وساوس نفس کی بہترین مثالیں ہیں۔ یہ سب کچھ ان النفس لامّارۃ بالسّوء کی تفسیر ہے۔ انسانی نفس نے ہمیشہ انسان کو چاہِ ضلالت میں گرایا ہے اور اس سے وہ کچھ کرایا ہے۔ جو شائد جانوروں سے بھی ممکن نہ ہو۔ پر سب سے قابلِ ملامت وہ مذہبی گروہ ہے۔ جو مذہب کی آڑ میں تمام قسم کے مکروہ افعال کا فتوےٰ دیتا ہے اس سے پیشتر قماربازی۔ شراب اور چوری وغیرہ کے احکام ہم ویدوں میں سے اور اس کی تائید میں دوسرے مقدس مذہبی لٹریچر اہل ہنود میں سے لکھے جا چکے ہیں۔ آج ہم وید مقدس سے عفت و عصمت انسانی کے متعلق سوال کرنیوالے ہیں۔ کہ باپ درازی ریش و عمر وہ عفت و عصمت کی دیوی کے متعلق کیا خیال رکھتا ہے۔

ویدک لٹریچر میں جواز کثیر الازدواجی

وید مقدس میں نہ صرف ایک مرد کے لئے تین چار عورتیں جائز ہیں بلکہ اکثر ایک مرد کے لئے پچاس عورتوں تک سے بھی زائد کو جائز سمجھا گیا ہے۔ ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل منتر:۔

जनीरिव पतिरेकः समानः ७।२६।३

ترجمہ:۔ اندر تمام شہروں کو قبضہ میں رکھتا ہے جیسے ایک خاوند بہت سی بیویاں۔

अदात्... पंचाशतं ... वधूनाम् ८।१९।३६

ترجمہ پچاس کنواریوں کا دان ترسد سیو ولد پُرکتس نے مجھے دیا۔

आ ग्रह णांति योषणो दश स्वसारः ८।२।१९

यथा समरन्तीर्बाध्वहे ३।८८।२ اکفرد

हिन्वती: सप्तजामय: ८।९६।८

दशस्वसारो अग्रुवे कमस्ये ८।१२।५

दुधीभिः स्वसृभिः सतिजामयः ७।२।४

मर्युव युवतिभिः समर्षति ८।१।२६

जामयो मर्जयति सनाभयः ८।८।४

हिरण्यं च स्वयशसः स्वसारः ८।८।६

सप्त स्वभुरखीर्विशानः २०।४।५

कल्याणीर्भिवतिर्भेनमग्मः ३०।५

परिष्वजन्ते जनयो यथा पतिम् ४।३।२

ان تمام منتروں میں ایک مرد کے لئے پچاس۔ دس۔ سات عورتوں کا اپنے پاس رکھنا ثابت ہے سب میں مرد کے لئے واحد کا صیغہ استعمال کیا ہے اور عورتوں کے لئے جمع کا۔ جس سے صاف طور پر ثابت ہے کہ ویدک دھرم میں کثیر الازدواجی کا جواز پایا جاتا ہے۔ بلکہ منوجی مہاراج نو سہاگ تک فتوے دیتے ہیں اگر کوئی کسی کو عورت [illegible]

پہلے آدمی کے سامنے قربانی چڑھاتا ہے۔ پھر جو عورتوں کو وہ مرتبہ اس کی قوت کے باعث سرفراز کرتا ہے۔ وہ آدمی کے آگے اسکے ایک ہونے کی حیثیت سے قربانی چڑھاتا ہے اور عورتوں کے آگے بہت ہونے کی حیثیت سے اسی لئے ایک آدمی بہت بیویاں کرتا ہے۔

دوسری بیوی کے پاس جانا جرم نہیں

وید مقدس کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ویدک شریعت میں دوسرے لوگوں کی بیویوں کے پاس جانا کوئی جرم نہیں۔ ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل حوالجات:۔

वृषन्याय वृषभो रोरवीति
सोम्नः पतिः सरण्यु विदधाति: ७।४४

ترجمہ۔ بیل اپنی گودوں میں آواز کرتا ہے اور اسی طرح وہ دوسری (عورتوں) کو نطفہ دیتا ہے۔

सूर्यो विनिश्चायमभ्येति पश्चात् १।३४

ترجمہ۔ (سورج اسی طرح شفق کے ساتھ ساتھ چلتا ہے) جیسے مرد دوسری عورتوں کے پیچھے چلتا ہے۔

स्वसारं जारो अभ्येति पश्चात् ६।१।२

ترجمہ۔ یار (عاشق) عورت کے پیچھے جاتا ہے۔

ویدک مصنف نے ان منتروں میں مرد کا دوسری عورتوں کے پاس جانا بطور مثال بیان کیا ہے۔ لیکن اس مثال کو تعریف کے رنگ میں بیان کیا ہے۔ نہ بطور مذمت جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک یہ فعل مذموم نہیں بلکہ کسی حد تک مستحسن ہے۔

ویدوں میں تعدد شوہران

یو ورا شونا دپوشے تُوا سجم رتھم وانی ییم ترسیہ سترو ہیم آوام پتنیم سکھیائے جگموشی یوشا ورنیت جلینیا اوام پتی۔

ترجمہ:۔ اے اشونا تمہاری تعریف کے لائق گھوڑے جس رتھ میں جتے ہوئے تھے۔ سب سے اوّل اُس رتھ کو مقام مقصود پر عزت حاصل کرنے کے لئے لے گئے۔ اور لڑکی جو اس کا انعام تھی محبت سے تمہارے پاس آئی اور تمہارا اشوہرین یہ کہہ کر قبول کیا کہ تم سب میرے خاوند ہو۔

دروپدی کا مشہور واقعہ اس کی مشہور عملی تفسیر ہے جسکو جب مہابھارت پانچوں پانڈوں میں سے سب سے بڑے تیرانداز ارجن نے جیت لیا تھا۔ اور پھر وہ سب بھائیوں کی اشترک زوجہ ہوگئی۔

ہندوستان میں اس تعدد شوہران جو ایک نہائت ہی مذموم فعل ہے۔ وید مقدس اور ہندو دھرم شاستر کے فتوے کی بنا پر کم و بیش تمام ہندو فرقوں میں پایا جاتا رہا ہے اور اس کی مثالیں بکثرت مہابھارت وغیرہ میں مل سکتی ہیں۔ اب بھی جو حصہ ملک اسلامی تہذیب سے متاثر نہیں ہوا۔ اس میں اس بری رسم کا رواج پایا جاتا ہے۔ پنجاب میں سیوراج۔ لاہول۔ اسپتی وغیرہ اقوام میں چند حقیقی بھائیوں کی زوجہ مشترک ہوتی ہے۔ دیکھو پنجاب گسٹری لا جلد ۲ صفحہ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۹۱۔

نیروں میں جو ایک ہندو قوم ہے یہ دستور ہے کہ بعد نکاح عورت خاص اپنے ہی مکان میں رہتی ہے اور یہاں جتنے آدمیوں سے چاہتی ہے ناجائز تعلق پیدا کر لیتی ہے اور وہ تعلق علانیہ ہوتا ہے مذموم نہیں سمجھا جاتا۔ دیکھو مکلن بہاڑی ارکل تصویری مطبوعہ ۱۸۸۵ء صفحہ ۱۴۷۔

اودھ کے بیتھری بلا امتیازی جماعتوں کی صورت میں باہم بودوباش رکھتے ہیں اور جہاں دو آدمی بھی شادی شدہ ہوں تو یہ تعدد صرف برائے نام ہوتا ہے۔ دیکھو پیپل آف انڈیا مصنفہ کے والٹن باب ۲۔ صفحہ ۸۵۔

مدورا کے مغربی کالاتوں میں ہمیشہ یہ ہوا کرتا ہے کہ ایک عورت کے دس آٹھ۔ چھ یا دو شوہر ہوتے ہیں۔ اور جب اس سے کوئی لڑکا ہوتا ہے۔ تو سب کے سب مشترکاً و منفرداً اسکے باپ مانے جاتے ہیں (مدورا مینول طبع ثانی صفحہ ۵۴)

مدورا کے کناڈون میں ایک عورت یکے بعد دیگرے جتنے مردوں کے ساتھ چاہے شادی کر سکتی ہے (مدورا مینول صفحہ ۸۴)

نیلگری کے ٹوڈوں میں بھی زوجہ تمام حقیقی بھائیوں کی ملک ہوتی ہے۔ (ریٹرکیس پریسیڈنسی صفحہ ۱۰)

ملیبار و ٹراونکور کے کھیجور کاشت کرنیوالوں اور بنیا سعان میں بھی اسی قسم کا رواج پھیلا ہوا ہے۔

(دی رپورٹ مردم شماری ۱۹۰۱ء جلد ۲۰ صفحہ ۱۶۲)

دوسرے رشتہ دار اپنی بیویاں منتقلہ کہتے ہیں۔ دلدل ویا بیتوں طبع ثانی صفحہ ۸۰)

کیا یہ رواج مختلف اقوام میں پایا جانا اس بات کی شہادت صریحی نہیں ہے کہ زمانہ قدیم میں عام طور پر تعدد شوہران کا رواج ہندوستان میں تھا۔ رفتہ رفتہ بعض اقوام میں رہ گیا۔ اور اکثر نے اسکو ترک کر دیا۔ زمانہ حال میں دیانند جی نے اسکو بصورت نیوگ جاری ہونے کا فتویٰ دے دیا۔

اب ان تمام واقعات پر مجموعی حیثیت سے غور کرو۔ کہ وید مقدس نے انسان کے لئے کیا پیام سعادت دیا اور اس نے کونسی پاکیزگی۔ عفت وعصمت کی راہ سکھائی۔ وید کہتا ہے کہ ایک مرد کے لئے پانچ تک بیویاں ہو سکتی ہیں۔ آرین تہذیب اسکی تصدیق کرتی ہے۔ اور ہم ہندوستان کے مقدس رشیوں کو اس پر عمل پیرا ہوتے ہوئے پاتے ہیں۔ وید مقدس دوسرے لوگوں کی منکوحہ عورتوں کے پاس جانا چنداں معیوب نہیں سمجھتا۔ اس کی عملی تفسیر ہم نہ صرف ادنیٰ اقوام اہل ہنود میں پاتے ہیں بلکہ برہمن زیادہ حقدار ہیں۔ اس امر کے کہ انکے نطفہ سے کسی خاندان کی آبیاشی کی جائے اور پھر اس انتہادرجے کے ذلیل ترین فعل کہ ایک عورت کے لئے دس پانچ شوہر ہوں اور عورت ان مردوں کے درمیان ایک شئے مشترک ہو۔ اس کی نظیر ہمیں خود جناب ویدنے قائم کر کے دکھا دی۔ اور آج تک تمام ہندوستان کا کشتری لااہل ہنود کے فرقوں میں اس کی تصدیق کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اور اگر اس سے بھی درگذر کیا جائے تو آرین تہذیب کا نمایاں اور مشہور مسئلہ نیوگ جسکو انیسویں صدی کے مشہور ہند و ریفارمر نے زیادہ روشن اور واضح صورت میں پیش کیا سوائے اس کے نہیں کہ وہ لیٹ ور کے ایک روشن دماغ مجسٹریٹ کے الفاظ میں صریحاً زنا ہے اور اگر غور و فکر سے کام لیا جائے تو یہ انیسویں صدی کی ایجاد درحقیقت قدیم آرین تہذیب کے مسئلہ تعدد شوہران کی جدید شکل ہے۔ اور جناب منو نے اس کی کیا لطیف تفسیر کی۔ "عورت کی مثال کھیت کی سی ہے اور کھیت میں مختلف الانواع واقسام کے بیج بوئے جاتے ہیں۔ زمین تو ایک ہی صورت کی زمین ہے پر تخم انواع واقسام کا ہوتا ہے"۔

آہ! ویدک تعلیم کے تعدد شوہران کے راز کو اگر سمجھا۔ تو صرف ایک نکتہ فہم ظریف نے کہ زمین ہمیشہ ایک ہی قسم کا بیج بونے سے اس فصل کے لئے کمزور ہو جایا کرتی ہے پس زمین کی طاقت کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں مختلف اجناس کے تخم کی کاشت کی جاوے۔ ہاں اس حقیقت تک پہنچنے میں دوسرا درجہ جناب دیانند جی کا ہے۔ کہ انہوں نے سب سے اوّل اس نکتہ کو سمجھا کہ جو عورت لڑکیاں ہی لڑکیاں پیدا کرتی ہو۔ درحقیقت وہ ایک کمزور کھیت ہے۔ پس اس کھیت کو قوی کرنے کے لئے ضرورت ہے مختلف قسم کے تخم کی کاشت کی اور اس اختلاف کاشت کا نام نیوگ ہے۔ ہاں اس اختلاف جنس کی ایک نوع یہ بھی ہے کہ کھیت باوجود اس کے کہ وہ بارآور اور اپنے ایام امید میں لہلہا رہا ہو۔ تاہم اس کا مالک اپنے تخم کی فراوانی کے سبب عالم ہیجان میں ہو۔ تو وہ اپنے تخم سے دوسرے کے کھیت کو بارآور کر سکتا ہے۔ اور اس معاونت باہمی کا نام بھی نیوگ ہی ہے اسلئے کہ یہ بھی تعدد شوہران کی ہی ایک شکل ہے۔

مہارانی دروپدی کو سر کے پانچ تاجوں کے سبب تم کیسے ملعون کر سکتے ہو۔ جبکہ تمہارے ہاں ہر ایک دیوی اپنے لئے گیارہ مرصع تاج زیب سر کرنے کی مجاز ہے۔ جس قوم نے اپنے بوسیدہ گھر کی مرمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ آہ وہ تہذیب انسانی کی پہلی اینٹ کو ٹیڑھی رکھتی ہے۔ اور اس کے برے نتیجے سے کیسی بے خبر ہے۔ ؎

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

خاکسار۔ عبدالحق ودیارتھی۔

مراسلات

بھیرہ میں محمودیوں سے مباحثہ

گذشتہ جمعہ و ہفتہ کے دن ہمارا اور محمودیوں کا مباحثہ مرزا صاحب کی نبوت کے ابطال واثبات پر مسجد آہنگران بھیرہ میں ہوا جس میں محمودیوں کی طرف سے بابو غلام رسول مناظر تھے اور ہماری طرف سے مولوی محمد صدیق صاحب۔ مباحثہ کی ساری روئیداد تو مجھ سے بعض مصروفیتوں کی وجہ سے ابھی تک صاف نہیں ہوسکی۔ مگر بمصداق ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ اس کا مختصر ما حصل عرض کرتا ہوں۔ پہلا وقت بابو غلام رسول صاحب کو دیا گیا جس میں انہوں نے کہا کہ نبی کا لفظ (نباء) سے نکلا ہے جس کے معنے خبر دینے کے ہیں۔ تو جس قدر غیب کی خبریں مرزا صاحب نے دیں۔ ان کی نظیر پہلے انبیاء میں بھی مشکل سے مل سکتی ہے۔ اور مرزا صاحب نے بھی فرمایا ہے۔ کہ:۔

"تیرہ سو سال میں نبوت کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں"

یہ ہماری مخالف پارٹی جو ظلیت اور بروزیت کو لئے پھرتی ہے۔ یہ اس کی اپنی تراشی ہوئی بات ہے۔ مرزا صاحب کا یہ مذہب نہ تھا۔ اور نہ اگلے پیغمبروں کے خلفاء میں اس بات کا کوئی نشان ملتا ہے۔ اس کے بعد بابو صاحب نے فرمایا۔ کہ اگر محض قرآن ہی مانا جائے تو مرزا صاحب کاذب ٹھہرتے ہیں۔ اور یہ جو خاتم النبیین کی آیت کو لئے پھرتے ہیں۔ اس کے معنے یہ تو نہیں۔ کہ نبوت کا دروازہ بند ہے۔ بلکہ اس کا مطلب تو صرف اسی قدر ہے۔ کہ نبی محمدیوں میں سے آئینگے۔ غیر قوموں سے نہیں آئیگا۔ پھر آیت فلا یظہر علی غیبہ احدا اور وما کنا معذبین سے مرزا صاحب کی نبوت پر استدلال کیا۔ اور کہا کہ موجودہ وقت میں طرح طرح کے عذابوں کا نزول بھی مرزا صاحب کی نبوت کا شاہد ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ غیر احمدی ہو گئے ہیں کہ بات بات میں قرآن کو پیش کرتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کے کلام کی مطلق پرواہ نہیں کرتے۔ مرزا صاحب کی نبوت کا انکار محض بیحیائی ہے۔ قرآن و حدیث کیا شئے ہیں۔ اور اجماع امت کس جانور کا نام ہے۔ مرزا صاحب کی تالیفات میں نبی کا لفظ آچکا ہے۔ اس پر ایمان لانا تمام چیزوں سے مقدم ہے اگر کوئی قرآن و حدیث کی رو سے یہ کہے کہ نبی کا آنا ممنوع ہے۔ تو اس کو ہرگز نہیں سننا چاہئے۔ یہ غیر احمدیوں کی بات ہے۔ ھذا مختصراً

اس کے بعد مولوی محمد صدیق صاحب کھڑے ہوئے اور آیت خاتم النبیین کو تلاوت فرما کر کہا کہ افسوس مقرر کردہ شرائط قرآن و احادیث و اجماع امت اور مرزا صاحب کے اقوال سے مرزا صاحب کی نبوت کو ثابت کرنے کی پابندی بابو صاحب نے نہیں کی۔ خیر میں اپنا مضمون پورا کرتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا۔ کہ یہ آیت جو میں نے ابھی پڑھی ہے اس کا پہلا اور آخری حصہ گو بظاہر بے جوڑ معلوم ہوتا ہے۔ مگر حقیقت میں کوئی تناقض نہیں۔ اس میں ایک لطیف نکتہ ہے۔ کہ اگر ایک طرف جسمانی ابوت سے انکار ہے تو دوسری طرف روحانی ابوت کا اقرار ہے جو قیامت تک جاری رہیگی۔ جیسا کہ دوسری آیات یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ لیکون للعلمین نذیرا ہ وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا سے واضح ہے۔ اس کے بعد احادیث یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی ....

انا محمد وانا احمد وانا العاقب والعاقب الذی لا نبی بعدہ وغیرہ وغیرہ سے ثابت کیا کہ حقیقی نبوت کا دروازہ آنحضرت صلعم کی امت میں تا قیامت مسدود ہے۔ پھر آپ نے مرزا صاحب کی تحریرات سے محمد رسول اللہ صلعم کے بعد نبوت کا بکلی منقطع ہونا ثابت کیا۔ اور یہ بھی دکھایا کہ ظلیت اور بروزیت کے لفظ کو مرزا صاحب نے اپنی تالیفات میں اپنے لئے بکثرت استعمال کیا ہے۔ اسکے بعد بتایا کہ مرزا صاحب کی غرض محض قرآن کریم کو دنیا سے منوانا تھی۔ اگر اسکو دعوےٰ ہی غلط ٹھہرتا ہے۔ اور اس کی مختلف دلائل سے تردید کی۔ پھر فرمایا کہ اگر خاتم النبیین کے معنے ہیں نبی محمدیوں میں سے آئیں گے۔ تو تیرہ سو سال میں صرف ایک نبی کیوں ہوا اس کے بعد فرمایا کہ آیت فلا یظہر علی غیبہ ..... الا من ارتضیٰ من رسول سے صرف تشریعی رسول مراد ہیں۔ مرزا صاحب نے سوائے پیشگوئیوں کے جو پہلے ہی سے قرآن میں موجود ہیں اور کیا غیب کی خبریں دی ہیں۔ اور اگر ان موجودہ مصائب وعذاب سے مرزا صاحب کی نبوت کا استدلال کیا جائے تو گذشتہ تیرہ سو سال میں جو مختلف وقتوں میں مختلف قوموں پر عذاب آتے رہے اس وقت کون کون نبی تھا۔ کم از کم ان کا نام تو بتایا جائے ہاں اگر اس وقت محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت آپ کے خلفاء کے ذریعے کام کر رہی تھی تو آج اب کیا ہو گیا۔ اور کیا اب جبکہ ایک نیا نبی پیدا ہو گیا ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم کے ماننے کی ضرورت نہیں رہی۔ پھر فرمایا۔ کہ اگر مرزا صاحب کو قرآن واحادیث کے ماتحت کرنے سے ہم لوگ غیر احمدی بنتے ہیں۔ تو بننے دو۔ اور اگر قرآن۔ احادیث اور اجماع امت کوئی چیز نہیں تو پھر مرزا صاحب (نعوذ باللہ) جھوٹے ہیں۔ کیونکہ انہی تین چیزوں کے ماتحت ہم نے مرزا صاحب کو مسیح موعود اور مہدی وقت مانا۔ بس یہاں تک ہی مولوی صاحب پہنچے تھے کہ محمودیوں نے اپنی خالص طبعی شرارت کا ثبوت دے کر شور وغوغا برپا کر دیا اور تقریر ناتمام رہ گئی۔

اس کے بعد انہوں نے تدارک مافات کے لئے حافظ روشن علی وحافظ جمال ... کو قادیان سے بلوایا۔ چنانچہ تین چار یوم حافظ روشن علی صاحب کا فضائل اسلام پر وعظ ہوتا رہا۔ جس میں انہوں نے اپنی دماغی ذہانت سے کام لیکر جو انکی ہمیشہ سے عادت ہے کہا کہ محمد رسول اللہ کے بعد کوئی نہ نیا نبی آسکتا ہے نہ پرانا۔ اور نہ ہی مرزا صاحب نبی تھے۔ ہاں ایک درجہ فنا فی الرسول کا اس امت مرحومہ میں باقی ہے۔ جس کو حاصل کرنیوالے مجازی اور ظلی نبی کہلا سکتے ہیں۔ اور بس۔

اس کے بعد ان کا ایک خاص وعظ ان کی (محمودیوں کی) اپنی مسجد میں صداقت مرزا صاحب پر ہوا جس میں انہوں نے علاوہ اور باتوں کے یہ بھی کہا کہ مرزا صاحب نبی تھے اور انکے منکر تمام کافر ہیں۔ اور جیسے قرآن مجید کی نظیر دنیا پیش کرنے سے عاجز ہے ایسا ہی مرزا صاحب کی کلام کی نظیر بھی کوئی پیش نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی طبعی خباثت کا ثبوت دیتے ہوئے ہماری جماعت (جماعت احمدیہ لاہور) کی طرف رجوع کیا۔ اور کہا کہ لاہوری پارٹی خارجیوں کی جانشین ہے۔ اور بدعت کی بانی۔ لاہوری۔ ہندوؤں۔ عیسائیوں غیر احمدیوں سے بڑھ کر ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے لاہوریوں کی ارتداد کی خبر پہلے ہی دے رکھی تھی۔ لاہوری شیطان ہیں۔ اور خناس۔ انکے وسوسوں سے دعا مانگنی چاہئے۔ من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس۔

یاد رکھو لاہوری جماعت تمہارے حق میں زہر ہلاہل ہے اور یہودیوں۔ عیسائیوں مشرکوں سے زیادہ خطرناک۔ انکی کوئی بات مت سنو۔ اور ان کے پاس مت بیٹھو۔ اگر مولوی محمد علی (صاحب) خلیفہ نہیں تو امیر کیسے۔ امیر کے دو معنے ہیں۔ ونگرا اور واجب الاطاعت مولوی محمد علی کس معنے میں امیر ہے۔ انتہیٰ۔

مگر میں حافظ صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ یہ کس تعلیم کا خلاصہ یا نچوڑ ہے جس کا ثبوت آپنے محولہ بالا الفاظ میں دیا۔ کیا قرآن کی آیات ولا تسبوا الذین یدعون الخ ..... وادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وغیرھا کہ آپ کے ہاں اسی طرح تفسیر کی جاتی ہے۔ یا آپ نے مرزا صاحب کے اس کلام پر۔ کہ گالیاں سنکر دعا دو۔ الخ پر عمل کر کے دکھایا ہے۔

امیر کے معنے ونگرا اور واجب الاطاعت کے آپنے کس لغت سے دئیے ہیں کیا اب میاں صاحب کے عہد خلافت میں اس قسم کی کوئی ڈکشنری شائع ہوئی ہے۔ جس میں امیر کے یہ معنے جو آپنے بیان فرمائے ہیں کئے گئے ہیں۔ امید ہے کہ حافظ صاحب ان کے جواب سے ہمکو محروم نہیں رکھیں گے۔

جلد ۶ | لاہور یکشنبہ مورخہ ۱۷ ذیقعد ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۲۵ اگست سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۱۳

ملفوظات حضرت مسیح موعود

مسیح موعود کے زمانہ میں درازی عمر کا راز

احادیث میں جو آیا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں عمریں لمبی ہو جائیں گی۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے۔ کہ موت کا دروازہ بالکل بند ہو جائیگا۔ اور کوئی شخص نہیں مریگا۔ بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ مالی جانی نصرت میں اس کے مخلص احباب ہونگے۔ اور خدمت دین میں لگے ہوئے ہونگے۔ اُنکی عمریں دراز کر دی جائینگی۔ اسواسطے کہ وہ لوگ نفع رسان وجود ہونگے۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ یہ امر قانون قدرت کے موافق ہے۔ کہ عمریں دراز کر دیجائینگی۔ اس زمانہ کو جو دراز کیا ہے یہ بھی اُسکی رحمت ہے اور آگے میں کوئی خاص مصلحت ہے (اس پر حضرت حکیم الامۃ نے عرض کیا کہ مسلمانوں میں سب سے پہلا مجدد عمر بن عبد العزیز کو تسلیم کیا ہے۔ وہ کل دو برس تک زندہ رہے ہیں) زاں بعد حضرت حجۃ اللہ نے پھر اپنے سلسلہ کلام میں فرمایا۔ کہ محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اُس نے آج تک ہمکو محفوظ رکھا ہے۔ اور جماعت کو ترقی دے رہا ہے۔ اور اس کے ازدیاد ایمان اور معرفت کے لئے حجج و براہین ظاہر کر رہا ہے یہانتک کہ کوئی پہلو تاریک نہیں رہنے دیا۔ ہمارے سلسلہ کیلئے منہاج نبوت ایک زبردست آئینہ ہے جاہل اسپر اگر اپنی کم سمجھی سے اعتراض کرے تو منہاج نبوۃ اُسکے مُنہ پر طمانچہ مارتا ہے۔ جو بات ہونہار ہوتی ہے۔ اُسکے نشانات اور آثار خود بخود نظر آنے لگتے ہیں جو کام اللہ تعالیٰ نے ہمارے سپرد کیا ہے اُس کی تکمیل کی ہوائیں چل رہی ہیں۔ اور دو طرح سے وہ ہو رہا ہے ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ ہمکو توفیق دے رہا ہے۔ کہ ہماری طرف سے دن رات کوشش جاری ہے اور اشاعت اور تبلیغ کی راہیں کھلتی جاتی ہیں تائیدات الٰہیہ شامل حال ہوتی جاتی ہیں۔ دوسری طرف خود ہمارے مخالفوں کی کوششیں ناکام ہو رہی ہیں۔ اور انہیں ہی ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو اپنے مذہب کو چھوڑتے ہیں اور اسکی برائیاں بیان کر رہے ہیں۔ گویا وہ اپنے مذہب و ملت کی عمارت کو یخربون بیوتھم بایدیھم کے مصداق ہو کر خود ہی مسمار کر رہے ہیں ؛

لہا سبعۃ ابواب

فرمایا چند روز سے جو مستورات میں وعظ کا سلسلہ جاری ہے۔ ایک روز یہ ذکر آگیا ہے کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں اور بہشت کے آٹھ۔ اس کا کیا سر ہے تو ایکدفعہ ہی میرے دل میں ڈالا گیا۔ کہ اصول جرائم بھی سات ہی ہیں۔ اور نیکیوں کے اصول بھی سات بہشت کا جو آٹھواں دروازہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کا دروازہ ہے ؛

ایک بدظنی ہے بدظنی کے ذریعہ بھی انسان ہلاک ہوتا ہے۔ اور تمام باطل پرست بدظنی سے گمراہ ہوئے ہیں۔

دوسرا اصول **تکبر** ہے۔ تکبر کرنیوالا اہل حق سے الگ رہتا ہے اور اُسے سعادتمندوں کی طرح اقرار کی توفیق نہیں ملتی۔

تیسرا اصول **جہالت** ہے۔ یہ بھی ہلاک کرتی ہے۔ چوتھا اصول اتباع **ہوا** ہے۔ پانچواں کورانہ تقلید ہے۔ غرض اسی طرح پر جرائم کے سات اصول ہیں۔ اور یہ سب کے سب قرآن شریف سے مستنبط ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان دروازوں کا علم مجھے دیا ہے جو گناہ کوئی بتائے وہ انکے نیچے آجاتا ہے کورانہ تقلید اور اتباع ہوا کے ذیل میں بہت سے گناہ آتے ہیں۔

اسی طرح ایک دن میں نے بیان کیا کہ دوزخیوں کے لئے بیان کیا گیا ہے کہ ان کو **زقوم** کھانے کو ملیگی۔ اور بہشتیوں کو اسکے بالمقابل دودھ اور شہد کی نہریں اور قسم قسم کے پھل بیان کئے گئے ہیں اسکا سر کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں بالمقابل بیان ہوئی ہیں بہشت کی نعمتوں کا ذکر ایک جگہ کرکے یہ بھی فرمایا ہے۔ **کلما رزقوا منھا من ثمرۃ رزقا قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل واتوا بہ متشابھا** تو اس میں **رزقنا من قبل** سے یہ مراد نہیں۔ کہ دنیا کے آم خربوزے اور دوسرے پھل اور دنیا کا دودھ اور شہد انکو یاد آجائیگا نہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ مومن جو اخلاص اور محبت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ اور اس ذوق شوق سے جو لذت اُن کو محسوس ہوتی ہے تو بہشت کی نعمتوں اور لذتوں کو حاصل ہونے پر وہ لذت ان کو یاد آجائیگی کہ اس قسم کی لذت بخش نعمتیں ہمارے رب سے پہلے بھی ملتی رہی ہیں۔ چونکہ بہشتی زندگی اسی عالم سے شروع ہوتی ہے۔ اس لئے ان نعمتوں کا ملنا بھی یہیں سے شروع ہو جاتا ہے۔ ورنہ بہشت کی نعمتوں کے بارہ میں تو آیا ہے کہ نہ ان کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا۔ تو ان دنیوی پھلوں سے ان کا رشتہ کیا ہوا؟

ایمان اور اعمال کی مثال قرآن شریف میں درختوں سے دیگئی ہے۔ ایمان کو درخت بتایا ہے اور اعمال اس کی آبپاشی کے لئے بطور نہروں کے ہیں۔ جب تک اعمال سے ایمان کے پودہ کی آبپاشی نہ ہو۔ اس وقت تک وہ شیریں پھل حاصل نہیں ہوتے۔ بہشتی زندگی والا انسان خدا کی یاد سے ہر وقت لذت پاتا ہے اور جو بدبخت دوزخی زندگی والا ہے۔ تو وہ ہر وقت اس دنیا میں زقوم ہی کھا رہا ہے۔ اس کی زندگی تلخ ہوتی ہے۔ معیشۃ ضنکا بھی اسی کا نام ہے۔ جو قیامت کے دن زقوم کی صورت میں متمثل ہو جائیگی۔ غرض دونوں صورتوں میں باہم رشتے قائم ہیں۔

اخبار احمدیہ

اپیل کا جواب حضرت امیر ایدہ اللہ کی اس اپیل کو جو آپ نے جماعت میں سے چیدہ دمیوں کے تبلیغ اسلام کے کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنے کے لئے کی ہے۔ گذشتہ جمعہ مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۱۸ء کو بعد از نماز جمعہ جناب ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب نے جماعت لاہور کے سامنے پیش کیا اور آخری فیصلہ کے لئے جمعہ مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۱۸ء کی تاریخ مقرر کی۔ چنانچہ اس جمعہ کو خطبہ جمعہ میں حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب نے صحابہ کے نمونہ کو پیش کرتے ہوئے نہایت موثر الفاظ میں پھر اس اپیل کی یاد دہانی کرائی اور بعد از نماز جمعہ جناب ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب نے اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش کرتے ہوئے حاضرین میں سے بھی ایسے لوگوں کو نام لکھانے کی تحریک کی جو اس کام کی نیت کر چکے ہوں۔ اس پر مخدومی ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے ایک نہایت ہی موثر اور پرجوش تقریر میں اپنے آپ کو پیش کیا اور آپ کے بعد قریبا دس بارہ اصحاب نے اسی وقت نام لکھوائے۔ اللہ تعالیٰ ان سب اصحاب کی نیتوں کو ماجور کرے۔ اور خدمات دین کی جیسا کہ اُن کا ارادہ ہے انہیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بیرونی جماعتوں کو بھی اسی طرز سے اس تحریک میں حصہ لیکر فی الفور اپیل کا جواب اثبات میں دینا چاہئے۔ کیا ساری جماعت احمدیہ میں سے ایک خاص تعداد ایسے آدمیوں کی نہیں نکل سکتی جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے وعدہ کو عملی رنگ میں اس طریق پورا کرنے کے لئے تیار ہوں۔

امید ہے کہ اس کا جواب بہت جلد اور جیسا کہ توقع ہے اثبات میں دیا جائے گا ؛

شائقین کلام مجید کو مژدہ

حضرت مولوی محمد علی صاحب کے مترجمہ قرآن مجید کے قدردانوں کے لئے یہ خبر باعث مسرت ہوگی کہ قسم دوئم کا قرآن مجید کی تیسری قسط اب آگئی ہے چونکہ معدود دے کاپیاں ہیں۔ اس لئے شائقین حضرات کو درخواستیں بہت جلد بھیجنی چاہئیں۔ ورنہ پھر آئندہ قسط کا انتظار کرنا پڑے گا۔ درخواست کرتے وقت پوری قیمت یا اس کا کچھ حصہ منی آرڈر کے ذریعہ سے پیشگی آنا چاہئے۔

قیمت ۵ روپیہ علاوہ محصول ڈاک

سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

حمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ یکشنبہ مورخہ ۲۵ اگست سنہ ۱۹۱۸ء نمبر ۱۳

امت مسلمہ کا قومی نشو و نما حالات حاضرہ میں

(۱)

امت مسلمہ اسوقت جن پیچ یا ناہموار راستوں میں سے ہوکر گذر رہی ہے اور جن عجیب و غریب حالات میں اسوقت وہ مبتلا ...... ہے ان سب کی موجودگی میں اسکے نشو و نما کی امید لگانا اور ترقی کی ان رفیع الشان منازل پر پہنچنے کی توقع کرنا جو قرون اولی میں اسکا ملجا و مامن تھیں ایک خیال باطل سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

(۲)

حالات کی بیرونی گمبھیر شکل کو دیکھکر تعض اہنی کے علاج کی طرف اس میں شک نہیں۔ توجہ کرنیوالے بہت ہیں۔ اور سا نیے اپنے مذاق کے مطابق ہر ایک نے کوئی نہ کوئی نسخہ اس کے لئے تجویز کر ہی دیا ہے۔ جو اس کے خیال میں تمام مسلمانوں کو شاہراہ کامیابی پر پہنچا دینے والا ہے۔ لیکن مرض کی عدم تشخیص اور اسکے اسباب کو چھوڑ کر عوارض ہی پر ہر ایک کا اپنی توجہ کو محدود رکھنا سبب ہے علاج میں ایسے اختلافات اور انتشار کا موجب ہوا ہے۔ یہ کہنا بالکل جائز ہے کہ ؏

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

(۳)

کوئی ہے وہ تعلیم کو ہی کامیابی کا اصل گر بتاتا ہے۔ کسی کے نزدیک مسلمانوں کی سیاسی اہمیت اسے اصل شاہراہ کامیابی پر پہنچا دیگی ایک اور اکھتا ہے وہ محض ہندوؤں کے ساتھ ملکر کام کرنے انہی کی ہاں میں ہاں ملانے اور خیالات میں معاملات میں غرض ہر ایک بات میں برادران وطن کے ہی نقش قدم پر گامزن ہونے کو موجب کامیابی قرار دیتا ہے۔ بعض صرف تعلیم نسواں ہی کو شفا کا موجب سمجھتے ہیں۔ بعض ہیں وہ صرف افلاس ہی کو مرض کا اصلی سبب سمجھکر اس کا تدارک تجارت سے کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ان سب سے بڑھکر ایک وہ ہیں۔ جو صرف مذہبی تفرقہ و اختلاف کو ہی مرض کا اصل سبب سمجھتے ہیں اور محض اسی کا دور کرنا اسکا صحیح علاج جانتے اور مسلمانوں کی کامرانی کا موجب یقین کرتے ہیں ان کے علاوہ ایک غالب فریق اسوقت وہ ہے جو سلف گورنمنٹ کو ہی قومی نشو و نما کا اصل سبب گردانتے اور تمام امراض کا [illegible]

(۴)

اس میں شک نہیں کہ یہ سب باتیں صحیح ہیں اور ان کا ہونا قوم کی اس موجودہ حالت زار کا بہت کچھ دفعیہ کرسکتا ہے لیکن یہ تو ایسا ہی ہے۔ جیسے ایک بخار کے مریض کو سر درد ہو۔ اور کوئی شخص اسے سیڈلک کیور کھانے کے لئے کہے۔ سیڈلک سر درد کو بیشک رفع کرسکتی ہے لیکن بخار کو جو اصل سبب ہے دور نہیں کرسکتی۔ اس لئے ممکن ہے اس کے کھانے سے ایک دو منٹ کے لئے سر درد رفع ہو جائے مگر پورے طور پر زائل نہیں ہو سکتی۔ جبتک کہ اصل بخار کا علاج نہ کیا جائے۔

ٹھیک یہی حال ان تمام نسخوں کا ہے جو تجویز کئے جاتے ہیں ایک ایک عارضہ کا یہ علاج بیشک ہیں لیکن اصل مرض کا علاج نہیں تجارت افلاس کا بیشک یقینی علاج ہے۔ لیکن کثرت جرائم کا اصل اور صحیح علاج نہیں۔ تعلیم جہالت کا بیشک علاج ہے۔ لیکن اس بد اخلاقی کا علاج نہیں۔ جو تعلیم یافتہ طبقہ میں تہذیب کا رنگ اختیار کئے ہوئے ہے سلف گورنمنٹ بیشک اس محکومی کا تدارک ہے جو موجودہ حالت میں سخت تر ذلتوں کا مرقع ہے لیکن اس تنزل و انحطاط کا انسداد اس سے ناممکن ہے۔ جو فقدان اخلاق کا نتیجہ ہے۔ ایسا ہی حال باقی تمام تجاویز کا ہے کہ وہ ایک ایک عارضہ کو دور کرنے والی ہیں اور اصل مرض کا علاج نہیں۔

(۵)

کیا اس حقیقت سے کوئی شخص انکار کرسکتا ہے کہ اس اخلاقی فقدان نے مسلمانوں کو ایسے ایسے نقصانات پہنچائے ہیں کہ جنکی تلافی نہ تو تعلیم کی زیادتی سے ہوسکتی ہے اور نہ سلف گورنمنٹ کے پرشوکت تخت پر متمکن ہونے سے۔ مسلمانوں کا کتنا روپیہ ہے جو مظلوم بیواؤں اور لاوارث یتیموں کی خاطر جمع ہوا۔ کسقدر سونے کے ڈھیر ہیں جو بعض زخم رسیدہ مظلومین کی امداد اور دادرسی کے لئے غریبوں سے جمع کرکے فراہم کئے گئے لیکن کیا ان سب کے بے طرح ضائع اور ناجائز طور پر صرف ہونے میں کسی تعلیم یا فتہ کی تعلیم [illegible] یا کوئی اعلیٰ درجہ کے سیاسی خیالات اس [illegible] کے انسداد کا موجب ہوئے؟ ایسا ہی کئی ایک تعلیم یافتہ بزرگ بڑے طمطراق کے ساتھ قوم کے سامنے نمایاں ہوئے۔ اور عجیب عجیب طریقوں سے لیڈری کی گدی پر متمکن و متصرف ہوگئے۔ قومی ترقی کے بڑے بڑے عالیشان قصر انہوں نے بنائے۔ مگر اخلاقی حالت کے نادرست ہونے کی وجہ سے آخر کچھ کا کچھ بن گئے۔ اور کوئی بڑائی انکے کام نہ آئی۔ ان بناوٹی لیڈروں نے قوم کو وہ وہ کچھ نقصان اپنے ناکردنی افعال سے پہنچایا کہ جسکا خمیازہ خدا جانے کبتک بھگتنا پڑے۔

(۶)

غرض امت مسلمہ کے موجودہ قومی ارتقا کے ان مجوزہ نسخوں میں سے ایک ایک کو دیکھ لو۔ کوئی بھی اس اصل مرض کے دفعیہ کا موجب نہیں ہوا۔ جو اندر ہی اندر قوم کو گھن کی طرح کھا رہا ہے۔ عام طور پر شکایت ہے کہ دنیا میں قحط ہے۔ بیماریاں ہیں۔ اور سخت افلاس نے چاروں طرف سے مسلمانوں کو گھیر رکھا ہے۔ لیکر مسلمان گھروں میں جاکر دیکھو۔ کیا ہماری شادی و بیاہ کی رسوم حد سے زیادہ ناجائز اسراف ہماری اس غربت کو ظاہر کرنیوالی ہے کیا زندگی کے ایک ایک مرحلہ پر ہمیں نت نئی ایسی تقریبات پیش نہیں آتیں۔ جو بڑے بڑے مبذرین کے کان کاٹنے والی ہیں۔

(۷)

یہ حالت کس بات کی مظہر ہے۔ کہاں تک اس سے ہمارے اخلاق کی خمیدگی کا پتہ چلتا ہے۔ اسے بیشک غیرت و حمیت قرار دے لو۔ یا اپنی بڑائی اور شیخی کے لئے کوئی اور نام اس کا دھر لو۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ غیرت و حمیت ہزار درجہ بدتر ہے اس بے غیرتی و بے حمیتی سے جو ایسی ذلت و رسوائی سے بچاتی ہے۔ کیا یہی تمہاری مصنوعی غیرت و حمیت نہیں جو بعد میں افلاس کی صورت پیدا کرکے جیل کا منہ دکھاتی ہے۔ اور پھر ذلت مٹانے کے لئے تجارت کا نہ ہونا اسکا اصل موجب قرار دیتے ہو۔ لیکن غور کرنا چاہئے۔ کہ اس کا اصل موجب سوائے اس کے نہیں کہ ہمارے اخلاق اس درجہ گر چکے ہیں کہ ہم بھلائی اور برائی میں تمیز نہیں کرسکتے جو چال چلتے ہیں ٹیڑھی اور جو خیال دماغ میں آتا ہے الٹا۔ کا [illegible] ہم دیکھتے کہ تعلیم یافتہ [illegible] جن برائیوں کا سد باب ضروری تھا۔ وہ سب اور بھی گھنونی شکل میں اندر ہی اندر رونما ہو رہی ہیں۔ اور ہماری مصنوعی تہذیب نے ان کے اوپر پردہ ڈال رکھا ہے۔ پھر کیا یہ باتیں کسی اور طریق علاج کی داعی نہیں؟

(۸)

لیکن علاج سے پیشتر مرض کی تشخیص بھی ضروری ہے۔ جب تک یہ نہیں۔ نہ علاج کام آسکتا ہے اور نہ صحیح نسخہ تجویز ہو سکتا ہے۔

ہم نے دیکھا۔ کہ ہر ایک شعبہ زندگی میں کوئی نہ کوئی نقص ہویدا ہے۔ اور جب اس کی اصل تہ تک ہم پہنچتے ہیں تو ایک ہی بہت بڑا سبب اسکے نیچے نظر آتا ہے۔ اور وہ ہے ہماری اخلاقی حالت کا نقص۔ جس طرف بھی دیکھو اس اخلاقی نقصان ہی کا نوحہ پڑھنا پڑے گا۔ علماء سے لیکر ادنےٰ درجہ کے لوگوں تک سب کے سب ایک ہی مرض میں مبتلا ہیں۔ اور اس ایک ہی مرض کے مختلف عوارض مختلف شکلوں میں ہر درجہ اور طبقہ کے لوگوں کے اندر ظاہر ہو چکے ہیں۔ اس لئے آؤ۔ اس کا علاج سوچیں۔ اور اس کے لئے کوئی اچھا سا نسخہ تلاش کریں۔ کہ جو ہماری اس نازک حالت میں کام آئے۔ اور اس بوٹی کی طرح کھا جانے والی مرض کو دور کرنے کا موجب ہو۔ آئندہ اشاعت میں اس پر غور کی جائے گی۔

کیا سلمان فارسی کی اولاد میں سے ہونیکا ذکر نہیں؟

شیعی مجتہد مولوی سید علی الحائری سے کسی نے سوال کیا تھا کہ امام مہدی کا نسب نامہ کیا ہے اور کہ جماعت احمدیہ کا یہ دعوے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی کی نسل سے ایک شخص کے پیدا ہونے کی خبر دی ہے جو حضرت میرزا غلام احمد صاحب پر صادق آتی ہے۔ کہاں تک صحیح ہے۔ اس کا جواب دیتے وقت مولوی صاحب نے افسوس ہے کہ ان تمام احادیث کو نقل کرنے پر ہی اکتفا کی ہے جو مہدی کے نسل فاطمی میں سے ہونے کی مظہر ہیں۔ اور سلمان فارسی کی نسل سے کسی برگزیدہ کے پیدا ہونے سے ایک گونہ انکار کر دیا ہے چنانچہ صاف لکھا ہے کہ

"میرزا صاحب قادیانی کے دعوے کے مطابق اگر مہدی موعود اولاد سلمان فارسی سے ہوتے تو سلمان ہی کو استفسار کرنے پر کیوں نہ فرمایا۔ من صلبك يا سلمان۔ کہ وہ تمہاری صلب میں سے ہوگا اے سلمان۔ بلکہ بصریح العبارۃ دون التلویح و الاشارۃ پیغمبر نے سلمان کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ مہدی موعود اس میرے بیٹے حسین علیہ السلام کی اولاد سے ہوگا"

ہم اسوقت ان سب احادیث کی اصل حقیقت و ماہیت کو بتانے کے لئے تیار نہیں جو مہدی کے نسل فاطمی یا اولاد حسین میں سے ہونے کے متعلق مولوی صاحب نے نقل کی ہیں۔ کسی دوسری فرصت میں ان سب پر انشاء اللہ ایک تفصیلی تبصرہ کرینگے۔ اور دکھائیں گے۔ کہ جس مہدی کا ان احادیث میں ذکر ہے۔ وہ کتنی مدت ہوئی گذر بھی چکا۔ اور ایسے ہی اور بھی کتنے ہی مہدی جن کا دوسری احادیث میں مختلف نسلوں اور مولد وغیرہ کے ناموں کے ساتھ ذکر ہے اپنے اپنے وقت میں ہو چکے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ آیا سلمان فارسی کے متعلق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی پشت پر ہاتھ رکھکر یہ ارشاد فرمایا ہے یا نہیں کہ لو کان الایمان عند الثریا لناله رجل من هؤلاء اگر ایمان ثریا پر چلا جائیگا تو ابناء فارس میں سے ایک شخص اسے دوبارہ اتار لائیگا۔ یہ حدیث مختلف طریقوں پر کئی ایک کتب احادیث میں آئی ہے۔ جو ممکن ہے مولوی سید علی الحائری کے نزدیک قابل سند نہ ہوں۔ لیکن اس حدیث پر ہم نہیں سمجھتے کہ کسی قسم کے شک کی گنجائش ہو۔ جبکہ قریباً تمام ہی محدثین نے اسکو لیا ہے اور کسی جرح کے نیچے یہ نہیں آئی۔ پھر خود بخاری و مسلم کا بھی اس پر اتفاق ہے اور کنز العمال میں تو متعدد طرق سے نقل ہوئی ہے۔

پس کیا جناب علی الحائری ہمیں بتائینگے کہ اس حدیث کے ہوتے ہوئے ان کے اس انکار کے کیا معنے ہیں۔ اور یوں صریح احادیث سے انکار کہاں تک جائز اور مستحسن امر ہے۔

حضرت میرزا صاحب باوجود مغل ہونے کے کہاں تک اس حدیث کے مصداق ہیں یہ ایک علیحدہ سوال ہے جس کا علیحدہ ہی ہم جواب دینگے۔ فی الحال مولوی صاحب سے امید ہے۔ کہ اس حدیث سے اپنے انکار کی وجوہ پر روشنی ڈالیں گے۔

مسلمانوں میں [illegible]

مسلم قوم جس کا مطمح نظر کبھی عالم اسلامی کے وہ پاکیزہ افراد ہوا کرتے تھے۔ جو نسل انسانی کیلئے بطور ایک نمونہ کے کام دیکھتے ہیں جو ان لوگوں کے نقش قدم پر چلنا اپنا فخر سمجھتی تھی۔ جو اسلام کے سچے فدائی ہونے کی وجہ سے اپنے اخلاق اعمال اور حرکات و سکنات میں انسانی کشتی کے ناخدا بن چکے تھے۔ افسوس ہے کہ آج اسی مسلم قوم کی نظر اگر اٹھتی ہے تو ان لوگوں پر جا کر پڑتی ہے۔ جو اسلام اور آنحضرت صلعم کے جانی دشمن ہیں۔ انہیں اپنے سامنے کوئی نمونہ اب نظر آتا ہے تو ان لوگوں کا۔ جو ہر آن اس فکر میں ہیں کہ مسلمانوں کو کب پکڑ گرایا جائے۔ دوسروں کی خوبیوں کا اعتراف بیشک برا نہیں اور اکثر حالات میں دوسروں کو دیکھکر خود بھی ترقی کی طرف قدم بڑھ سکتا ہے لیکن جا و بیجا ہمیشہ دوسروں ہی کی تعریفیں رطب اللسان رہنا اور خود اپنی قوم کے قابل اور دوسروں سے بڑھکر قابل تقلید اشخاص [illegible] آنکھیں بند کر لینا کفران نعمت نہیں تو کیا ہے

مفقود بتایا ہے - اور خواہش کی ہے کہ کاش مسلمانوں میں کوئی ہنسراج پیدا ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے کہ لالہ ہنسراج کا نمونہ مسلمانوں کے لئے کوئی کام دے سکتا ہے۔ جبکہ خود مسلمانوں کے اندر اسوقت بھی ایسے ایسے درخشاں گوہر موجود ہیں۔ جو قوم کے نشو و ارتقاء کی خاطر اسکی خدمت کیلئے اور اسلام کو سرسبز بنانے کے لئے اپنی جان و مال وقف کئے ہوئے ہیں یہ الگ بات ہے کہ خود مسلمان بسبب قلبی عناد کے ان کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں ہوسکتا۔ کہ خواجہ کمال الدین صاحب کا اپنی چلتی وکالت کو چھوڑ کر خدمت اسلام میں لگ جانا اور بالکل درویشانہ زندگی بسر کرنا ایک بہت بڑا ایثار ہے۔

ان کے علاوہ کیا حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ ایک ایسا وجود نہیں کہ جسکے ایثار و قربانی پر مسلم قوم جس قدر بھی فخر و ناز کرے بجا ہے۔

لالہ ہنسراج کے ساتھی اگر ججی کے عہدے پر پہنچ چکے ہیں۔ تو مولوی محمد علی صاحب کوئی ان سے کم قابلیت کے آدمی نہیں آپ بھی اگر دنیوی ترقی کے پیچھے پڑتے تو بڑی آسانی سے آج ججی کے عہدے پر متمکن ہوتے اور آپ کا ٹھکانا بھی اسوقت ہی لیکن اس بندۂ خدا نے ان سب کو لات ماری اور صرف خدمت دین کے لئے اپنی جان وقف کردی اور رات دن آپ کا شغل صرف اسلام اور مسلمانوں ہی کی خدمت ہے - وہ بھی بغیر کسی معاوضہ کے۔ کیا یہ کچھ کم فخر کے قابل بات ہے لیکن نرا فخر کوئی چیز نہیں۔ ضرورت ہے کہ آپ کی طرح اور بھی بہت سے قابل مسلمان اس میدان میں نکلیں اور امت مرحومہ کی بیکسی کے کام آئیں۔ ہمیں ضرورت نہیں کہ کسی ہنسراج کو اپنے لئے نمونہ بنائیں۔ لالہ ہنسراج بیشک خوبی کے آدمی ہیں۔ لیکن اپنی قوم کے فائدہ کے لئے۔ اور اسلام کی مخالفت ان کا غایت مقصود ہے ہمیں چاہئے کہ جس تن من اور دھن سے وہ اپنی قوم کو ابھارنے اور اسلام کی تباہی میں کوشاں ہیں اس سے چوگنی طاقت کے ساتھ ہم اسلام کی نصرت کے لئے کھڑے ہوجائیں - اور صحابہ کی زندگیوں کو اپنا نمونہ بنائیں جنہوں نے دنیا کے لئے اپنی جانیں تک دے دیں۔ اللّٰھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم - آمین۔

کیا سارے ترجمہ میں اور کوئی بات ہی نہیں؟

گذشتہ اشاعت کے افتتاحیہ میں ہم نے "پیسہ اخبار" کے اس بیان کی حقیقت منکشف کی تھی جو اس نے انگریزی ترجمۃ القرآن کے صرف حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے بیان سے پُر ہونے کے متعلق لکھا ہے ہم حیران ہیں کہ جس میں صرف دو ہی جگہوں پر حضرت مرزا صاحب کا ذکر آیا ہے اور وہ بھی ضمنی طور پر ایک بیان واقعہ کے لئے کہ جسکو تبلیغی رنگ کے ساتھ کوئی بھی تعلق و واسطہ نہیں۔ اور نہ ہی قرآن کریم کے ترجمہ میں ایسی تبلیغ کا موقعہ ہے۔ تو اسکے متعلق یہ کہنا کہاں تک جائز ہوسکتا ہے۔ کہ

"اس انگریزی (یعنی رسالہ کولیسٹ کے ریویو نگار) کو سوائے قادیانی خیالات مرزا صاحب کی مسیحیت اور مہدویت اور وفات عیسٰی ابن مریم علیہ السلام اور انکی قبر کشمیر وغیرہ کے اور کچھ ملا نہیں"

ہاں عیسٰی علیہ السلام کی وفات اور ان کی قبر کشمیر کا بھی بیشک ذکر ہوا ہے۔ لیکن انہی ایک دو مواقع پر جہاں قرآن کریم میں ان باتوں کا ذکر ہے۔ لیکن اگر کسی کو یہ باتیں ناپسند ہیں۔ تو اسکو چاہئے کہ قرآن کریم سے ان آیات کو نکالدے جو ان واقعات کا اظہار کرنیوالی ہیں۔ نرا ترجمہ پر خفگی ظاہر کرنا تو کام نہیں دے سکتا۔ جب تک کہ اصل آیات موجود ہیں۔ باقی اگر سارے قرآن کو چھوڑ کر کسی شخص کی نظر صرف حسن لغت کے لئے انہی آیات پر پڑے تو ہم مجبور ہیں کہ اس کا کوئی علاج نہیں کر سکتے۔

"یہ بھی مسلمانوں کے جنازہ اور نماز جماعت میں شریک نہیں ہوتے"

نامہ نگار "پیسہ اخبار" نے تو خیر اپنے فطری بغض کا اظہار کیا تھا۔ لیکن ایڈیٹر صاحب "پیسہ اخبار" کو معلوم نہیں اس تحریر کے پڑھتے ہی کیا سوجھا کہ انہوں نے احمدیوں کو

نذرگری قرار دیا۔ اسکو عنوان نوٹ میں پڑھ لیجئے۔ مولوی محبوب علی صاحب کو شکایت ہے کہ احمدی جماعت کے لوگ ایک طرف تو عام مسلمانوں کو مسلمان قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف انکے جنازوں اور نماز جماعت میں شریک نہیں ہوتے۔ ہم اس اعتراض کا اس سے پیشتر کئی مرتبہ جواب دے چکے ہیں۔ خود ایکدفعہ زبانی بھی محترم حاجی صاحب کو اصل بات بتا چکے ہیں کہ چونکہ آپ لوگ کفر بازوں سے اظہار بیزاری اور حضرت مسیح موعودؑ کو علانیہ مسلمان کہنے کے لئے تیار نہیں۔ اسلئے انصافاً ہم آپ کے ساتھ ملکر آپ کے پیچھے نماز پڑھ نہیں سکتے۔ کیا "پیسہ اخبار" کے لغتیہ شعار ایڈیٹر کا یہ فرض نہیں کہ جب وہ ہمیں زبان سے مسلمان کہتا ہے تو خود اپنے اخبار کے اندر بھی اس کا اعلان کردے کہ احمدی مسلمان ہیں اور انکو کافر قرار دینا خود کفر کے نیچے آنا ہے۔ تعجب ہے کہ خود تو مولویوں کا اتنا ڈر ہے کہ اخبار میں ایک حق بات کا اقرار کرتے ہوئے جان جاتی ہے اور اس عملی اعتراف کے باوجود جو اس بات کو ثابت کرتا ہے۔ کہ ابھی تک بعض لوگوں کا صرف زبانی ہمیں مسلمان قرار دینا کوئی پائیدار بات نہیں۔ ہم سے توقع کرتے ہیں کہ ہم انکے منافقانہ طریق کو دیکھتے ہوئے ان کے ساتھ مل جائیں جو ایک خیال باطل ہے۔ ہاں ہم تمہیں مسلمان سمجھتے ہیں لیکن تمہارا اپنا رویہ ہمارے ساتھ مسلمانوں والا نہیں۔ اس لئے اقرب بامن طریق یہی ہے کہ تم سے اسوقت تک الگ رہا جائے جب تک تم اپنے اس رویہ کو بدل نہ دو۔ لیکن باوجود اس کے یہ کہنا غلط ہے کہ ہم کسی دوسرے مسلمان کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ واقعات اس پر شاہد ہیں۔ کہ اپنے امام کے پیچھے ہم نے کئی ایک دوسرے مسلمانوں کے جنازے پڑھے ہیں۔ ہمارا یہ طریق رہا ہے۔ کہ ہم محض انکار مسیح موعودؑ کو موجب کفر نہیں سمجھتے۔ جب تک کوئی خود اپنے کفر پر مہر نہ لگائے۔

مولوی ثناء اللہ کا جواب مولینا بٹالوی کو

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم بتا چکے ہیں کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے مولوی ثناء اللہ پر الزام دیا ہے کہ انہوں نے سو جھوٹ بولے ہیں۔ جسپر مولوی ثناء اللہ نے تجویز کی ہے۔ کہ چند منصفین کی مجلس میں مولوی صاحب اس الزام کو ثابت کریں۔ ایک ایک کر کے جھوٹ گنوائیں اور فی جھوٹ دس روپیہ انعام لیں۔ مولوی محمد حسین صاحب کی طرف سے معلوم ہوتا ہے ابھی تک خاموشی ہے جس پر مولوی ثناء اللہ نے انکے پیش کردہ جھوٹ کا جواب دینا شروع کیا ہے۔ چنانچہ ان میں سب سے آخری جھوٹ یہ بتایا ہے کہ ماسبق سنہ ۶ میں جب گروہ اہلحدیث کی وفاداری جتانے کے لئے وفد اہلحدیث حضور لاٹ صاحب پنجاب کی خدمت میں حاضر ہوا تو اسوقت مولوی ثناء اللہ نے یہ جھوٹ بولا تھا۔ کہ

"اہلحدیث کو وہابی کہنا انکے مخالفین مذہب سے مولوی نذیر حسین صاحب سے شروع کیا گیا ہے"

بٹالوی صاحب اس کو مولوی ثناء اللہ کا پہلا جھوٹ گردانتے ہیں جس کا ذکر وہ زبانی بھی لاٹ صاحب سے کر آئے ہیں۔ اور بذریعہ تحریر بھی لکھ بھیجا ہے۔ اور اسکی وجہ سے تمام گروہ اہلحدیث پر یہاں تک ناراض ہیں کہ فرماتے ہیں۔ کہ

"اس دروغ ثنائی کا ایک پولیٹیکل نتیجہ یہ ہونا اور سمجھنا چاہئے کہ میں آئندہ مولوی ثناء اللہ اور اسکے ہمخیال ممبران کانفرنس اہلحدیث کا جو ثناء اللہ کو اپنی انجمنوں میں بلادیں یا اس کا وعظ سنیں یا اس کا لکچر کہلادیں کبھی ریپریزنٹ نہ کرونگا - اور ان کا ایڈووکیٹ (وکیل) نہ کہلاؤں گا"

اس کا جواب مولوی ثناء اللہ نے جو کچھ دیا ہے اسے دیکھ کر ہمیں رہ رہ کر بٹالوی صاحب کی حالت پر رحم آتا ہے - ایک وہ زمانہ تھا۔ جب اسی مولوی محمد حسین بٹالوی کو ہر طرف سے سر آنکھوں پر بٹھایا جاتا تھا۔ مگر ایک آج یہ زمانہ ہے کہ اسے یوں منہ توڑ جوابدیا جاتا ہے کہ "کیا واقعی ان حضرت نے شیخ جیلی مرحوم کی قائمقامی کا حق ادا نہیں کیا؟ بھلا ان سے کوئی پوچھے۔ کہ آپکو کس نے اپنا قائمقام بناکر ہمیشہ کیلئے عقد نکاح کر دیا ہے۔ کہ آپ ہمارے سیاہ و سفید

کرتا ہوں۔ کہ آئندہ کو آپ ہماری قائمقامی اور وکالت کی تکلیف نکریں۔ بلکہ یہ بھی عرض کئے دیتے ہیں کہ آ... جماعت اہلحدیث نے کبھی بھی اپنا قائمقام نہیں ...

اس جواب کا ...... ہرچند کہ صرف مولوی ثناء اللہ ہی ذ[مہ دار] ہے۔ لیکن مولوی محمد حسین بٹالوی جیسے انسان کے حق میں اس قسم کے الفاظ لکھنے کی جرأت اسوقت کسکو ہوسکتی تھی۔ جب وہ اپنے عروج کے زمانہ میں تھے۔ آج یہ حالت ہے کہ اس قسم کے الفاظ انکے حق میں شائع ہوتے ہیں۔ اور کوئی ان کی طرف سے جواب دینے والا نہیں۔ کیا یہ ذلت ان لوگوں کے لئے ایک عبرت کا نظارہ نہیں جن کے کانوں میں ایک وقت یہ آواز آئی تھی اور اسی محمد حسین بٹالوی کے منہ سے نکلی ہوئی آواز آئی تھی۔ کہ "میں نے ہی اسے اونچا کیا ہے اور میں ہی گراؤنگا" کاش مولوی محمد حسین صاحب میں صلاحیت ہے اسپر غور کرنے کے قابل ہوں۔ اور دیکھیں کہ آج یہ الفاظ کس پر صادق آرہے ہیں۔

کپڑے اور گندم کی گرانی کے اسباب

پیشتر ازیں ہم کپڑے اور گندم کی گرانی کے اسباب کی تشریح پنجاب کے سرکاری اخبار "صدق" کی زبان سے اگر چکے ہیں۔ جسکے ساتھ ہی یہاں یہ تسلی دیگئی تھی۔ کہ گورنمنٹ کپڑے کی خاص خاص قیمتیں مقرر کردیگی۔ گندم کے متعلق لائلپور کی منڈی کے تاجروں کو متنبہ کیا گیا تھا۔ کہ گورنمنٹ کو اب زیادہ گندم کی .... ضرورت نہیں۔ اس لئے وہ مزید مانگ کی امید پر نرخ نہ چڑھاتے جائیں۔

لیکن گورنمنٹ کے اس ارادہ کا کیا حشر ہوا۔ اور اس تنبیہ کا کیا اثر؟ ہم اسوقت کو بڑی ہی حسرت کی نگاہوں سے تک رہے ہیں اور کون ہے جو ہماری طرح ہی انتظار میں بیٹھا ہوا نہیں جب گورنمنٹ عملی طور پر اپنے مواعید پر عمل پیرا ہو۔ اس وقت اخباروں میں گرانی کے اسباب کا انکشاف اس قدر مفید نہیں ہوسکتا۔ جتنا ستم رسیدہ غربا کی آہوں کی دادرسی فائدہ دے سکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ گرانی کے جو کچھ اسباب ہیں وہ از بارت کہ برماست ہی کو ثابت کرنے والے ہیں - اس نازک وقت کپاس کو گراں قیمت پر فروخت کرنا ہمارے ہی بھائیوں کا کام ہے۔ جس کا اثر اس گرانی پر بہت ہی زیادہ پڑ رہا ہے۔ پھر کچھ تاجروں کی حد سے بڑھی ہوئی اتنی حرص و آز اس پر تیل کا کام کر رہی ہے۔ اور باقی کارخانوں کا جنگی ضروریات کی تکمیل میں مصروف ہونا اور عوام کے لئے بہت کم کپڑا تیار کرنا تو حقیقت نفس الامری ہے ہی۔ لیکن فقط اتنا بیان دے دینے سے تو تسلی نہیں ہوجاتی نہ ہی تمام ہی اشخاص جنگ میں جاسکتے ہیں کہ وہاں سے ہی انہیں آسانی سے میسر آجائے۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ کوئی تدارک کی تجویز کی جائے۔ اور بھوکے اور ننگے مرنے سے لوگوں کو بچایا جائے۔ گندم کی گرانی اس وقت ناقابل برداشت ہے۔ اور ایسا ہی کپڑے کے لئے بھی غریبوں کو کچھ کرتے دھرتے نہیں بنتا۔ اور اگر چندے اور یہی حالت رہی۔ تو نہ معلوم کیا کیا کچھ نظارے کن کن آنکھوں کو دیکھنے پڑیں۔ اسلئے ضرورت ہے کہ گورنمنٹ ابھی سے اس طرف متوجہ ہو۔ اور ابھی سے قیمتیں مقرر کر کے آئندہ کی بدحالی سے بچائے۔

سرچشمہ باید گرفتن بہ بیل
چو پُر شد نشاید گذشتن بہ پیل

ستیارتھ پرکاش کی ضبطی کا حکم

گذشتہ اشاعتوں میں ہم نے آریہ پریس کے تمام حیلوں بہانوں کا جواب بدلائل قاطعہ دیکر ثابت کردیا ہے۔ کہ ستیارتھ پرکاش کوئی ایسی کتاب نہیں جس کا صفحۂ ہستی پر موجود رہنا کسی قوم یا گورنمنٹ کے لئے موجب فخر ہو۔ بلکہ اس ایسی کتاب کا شائع ہونا ہی تہذیب کے سراسر خلاف ہے اور اعلیٰ درجہ کی بزدلی اور بے حیائی کا اظہار۔ کیونکہ جس شخص کے دل میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ دوسرے مذاہب کے بزرگوں ... [illegible]

۶ - ایسا ہی بنوگ جیسی گندی تعلیم بقول "ہندوستان" خود سنجیدہ آریہ [illegible]سماب میں پائی جاتی ہے - اسکو باقی رکھنا اور [illegible]س کی تشہیر کرتے رہنا سخت بداخلاقی کا باعث [illegible]س کا گورنمنٹ کا فرض ہے کہ تدارک کرے - کیا ہم امید [illegible]ھتے ہیں - کہ گورنمنٹ عالیہ ایسا کریگی - اور اس کتاب کو ضبط کرکے تہذیب کی لاج رکھ لیگی - یہ ہم پھر کہے دیتے ہیں - کہ ہم نے آج یہ آواز نہیں اٹھائی - بلکہ ستیارتھ پرکاش کے گندی کتاب ہونے کا ہمیشہ ہی اخبارات میں چرچا ہوتا رہا ہے - صرف اس کا یہ علاج آریہ اخبارات کی تحریک پر ہمیں سمجھ آیا ہے جو انشاءاللہ فائدہ کا موجب ہوگا ٭

انسداد گداگری کیلئے قانون کی ضرورت

معاصر وکیل اس عنوان سے رقمطراز ہے کہ ہندوستان کے ایک بڑے افلاس کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں دنیا کے اور بعض کے مقابلہ میں گداگروں کی غیر معمولی کثرت پائی جاتی ہے جو خود تو محنت کرکے اپنے لئے روزی حاصل نہیں کرتے - مگر دربدر بھیک مانگ کر اپنا اور اپنے متعلقین کا پیٹ پالتے ہیں - یہ لوگ گروہ در گروہ بازاروں میں چکر لگاتے اور عوام کی سخت تکالیف کا باعث ہوتے ہیں - مدت سے مختلف اخبارات وقتاً فوقتاً اس خرابی کے تدارک کے لئے لکھ رہے تھے - چنانچہ میونسپل کمیٹی بمبئی میں انسداد گداگری کے متعلق سوال پیش ہوا تھا - جس کی تحقیقات کے لئے ایک کمیٹی کا تقرر ہوا - حال ہی میں کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں چند مفید مشورے پیش کئے ہیں - کہ گورنمنٹ سے درخواست کیجائے کہ وہ گداگروں کے لئے ایک ورک ہوس یا جائے پناہ تیار کرے - اور باایں ہمہ اس کے انسداد کے لئے ایک قانون مرتب کیا جائے - جس میں حسب ذیل مختصر شرائط کا اندراج ہو -

(۱) مجسٹریٹوں کو اختیار دیا جائے کہ جو گداگر متنبہ کردینے پر بھی اپنی حرکات سے باز نہ آئے اور بار دوم عدالت کے سامنے حاضر ہو تو اسے مضبوط ہونے کی حالت میں ورک ہوس میں بھیجدیا جائے - اور اگر اسکے بدنی قویٰ میں کسی قسم کے نقائص ہوں تو اسے کسی خیرات خانہ یا جائے پناہ میں داخل کیا جائے - (۲) مذہبی فقیروں کو خاص خاص حالتوں میں جنہیں واضح کردینا چاہیے اس قانون سے مستثنیٰ سمجھا جائے - (۳) اس قانون کو قوت سے فعل میں لانے کے لئے اسکے اخراجات کا کچھ حصہ میونسپلٹیوں کے ذمہ ڈالا جائے -

اول تو کوئی مذہب اصولاً اسکو جائز نہیں قرار دیتا - کہ [illegible] آدمی جو ہر طرح سے محنت مشقت کرنے کے قابل ہوں مانگ کر اپنا پیٹ پالیں - دوسرے ملک کی تمدنی حالت اسکی اجازت نہیں دیتی - کہ یہ لاکھوں بھیک منگے یونہی اپنا شغل جاری رکھیں - ہماری رائے میں اندھے - لولے - لنگڑے بھی اس رعائت کے کسی طرح مستحق نہیں ٹھہر سکتے کہ وہ اپنے لئے خود روزی پیدا نہ کریں - ہم نے سینکڑوں اندھوں کو ایسے ایسے کام کرتے دیکھا ہے - جو آنکھوں والے کیا کرتے ہیں [illegible] کوئی وجہ نہیں کہ ان لوگوں سے بھی ورک ہوسوں میں کام نہ لیا جائے - صرف بمبئی بلکہ ہندوستان بھر میں انسداد گداگری کی نسبت سخت سے سخت قانون بنائے جانے کی ضرورت ہے - [illegible] خواہان ملک کو چاہیے - کہ وہ کونسلوں اور کمیٹیوں میں تحریک [illegible] اور گورنمنٹ کو توجہ دلائیں - تاکہ اُن کی بڑھتی ہوئی رو ہمیشہ کے لئے رک جائے ٭

بیکار رکھنا جرم

معاصر "حق" رقمطراز ہے - کہ قانون برطانیہ میں ایک نئی دفعہ ایزاد کی گئی ہے جسکے رُو سے کسی شخص کو [illegible] چاندی کے فالتو سکے رکھنے کی اجازت نہ ہوگی - بلاشبہ ہر ایک شخص کو کامل [illegible] حاصل ہے کہ اپنی اور اپنے اقربا کی ضروریات کیلئے روپیہ اپنے ہاتھ میں رکھے [illegible] اپنے کاروبار کو بوجہ احسن چلانے کے لئے اس کا فراخدلی سے استعمال [illegible] مگر اپنی ضروریات سے زیادہ روپیہ کے سکے تھیلی میں بند کر رکھنا جرم [illegible] ہوگا - ایسا ہی ایک دفعہ میں بقدر قیمت سے زائد [illegible] سکوں کا لین دین [illegible]

مودی مطالبات کے جوابات

(۳)

تیسرا مطالبہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے متعلق ہے - کہ انہوں نے تبلیغ لنڈن میں

(۱) سلسلہ عالیہ کا ذکر سم قاتل قرار دیا -

(۲) مسیح موعود کا ماننا جزو اسلام قرار دیتے ہوئے نہ ماننے والوں کو زیادہ سے زیادہ ناقص مسلمان قرار دیا - جب پوچھا گیا - کہ تم کیوں ناقص مسلمان بناتے ہو تو کچھ جواب نہ بن آیا - مسیح موعود کے منکروں کو "فاسق" کہتے ہیں - جب پوچھا گیا - کہ آپ کا مشن کیا ہے - کہ فاسقوں کی جماعت بناتا ہے - تو اس پر مبہوت رہ گئے "

(۳) رسالہ اشاعت اسلام میں وفات مسیح کا ماننا یا نہ ماننا عقائد اسلامی میں فرق نہ لانیوالا بتایا ہے -

یہ خلاصہ مفہوم ہے ان متعدد اعتراضات کا جو تیسرے مطالبہ کے عنوان سے چھپ چکے ہیں - ہم حیران ہیں - کہ ان بوسیدہ باتوں پر جن کا کئی دفعہ جواب دیا جاچکا ہے - بار بار کیا [illegible] مختصراً ذیل میں ان پر کچھ روشنی ڈالدی جاتی ہے -

(۱) خواجہ صاحب نے سلسلہ عالیہ کا ذکر سم قاتل قرار نہیں دیا فرقہ بندی کو سم قاتل کہا - کیونکہ یورپ میں کسی چیز کو علیحدہ فرقے کے طور پر پیش کرنا موجب نقصان ہے - اور یہی خود حضرت مولینا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی خواجہ صاحب کو ہدایت ہے کہ پہلے وہاں لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو پھر محمد رسول اللہ کو پیش کرو - اور بات بھی یہی حق ہے - جبتک کوئی شخص خدا کو نہیں مانتا - اُس نے رسول کو کیا ماننا ہے - اور جو ابھی اسلام میں ہی داخل نہیں ہوا - اسکے سامنے کسی فرقہ کا ذکر چھیڑنا چہ معنی دارد؟ ہاں یہ الگ امر ہے - کہ محمودی خیالات کے مطابق عقیدہ ہی یہ ہے - کہ جب تک مسیح موعود کو نہ منوایا جائے - کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا - تو اس صورت میں بیشک تبلیغ ہی آپ کے نام کی ہونی چاہیئے - لیکن ہم جبکہ ایسا نہیں مانتے اور تبلیغ اسلام کی راہ ایسی نزاعی باتوں کو پیش کرنا اول تو ضروری نہیں - دوسرے اس وقت موجب نقصان ہے تو اسپر اعتراض کے کیا معنے - اسے مصلحت وقت کہو یا کچھ قرار دو - بہرحال اسوقت ان باتوں کا پیش کرنا حضرت خواجہ صاحب ضروری نہیں سمجھتے - اور نہ ہی اُن کے اعتقادات کے رُو سے ایسا کرنا لازمی ہے -

رہا یہ کہ مسیح موعود کا علم کلام پیش کرتے ہیں یہ بیشک صحیح ہے - لیکن مسیح موعود نے کہاں ضروری قرار دیا ہے کہ جب تم اسلام کی تائید میں اس علم کلام سے کام لو تو کیا جائز نہیں - جب تک ساتھ مجھے نہ منواؤ - اسلام کی تائید میں جس ہتھیار سے بھی کام نکل سکے اسکو استعمال کرنے میں حرج نہیں - یہ کب کسی نے ضروری ٹھہرایا - کہ ایک شخص اگر انگلستان کی بنی ہوئی تلوار سے کام لیتا ہے - تو اسکے استعمال کرنے کے ساتھ ہی وہ یہ بھی اعلان کرتا پھرے - کہ یہ فلاں جگہ کی بنی ہوئی ہے -

ہاں حضرت خواجہ صاحب کو اس کا اعتراف کرنے سے بھی دریغ نہیں کہ وہ مسیح موعود کا علم کلام پیش کرتے ہیں - انہوں نے کب اس سے انکار کیا ہے - کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود سے پایا جو کچھ پایا اور انہی کے دیئے ہوئے ہتھیاروں سے کام لیکر وہ یورپ کو مسلمان کررہے ہیں - وہ تو اس کا اعلان یہاں علانیہ لیکچروں کے اندر کرچکے ہیں - لیکن بات یہ ہے کہ پرستاران گدی کی تسلی ان باتوں سے نہیں ہوتی - نہ ہی خالص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ انہیں کوئی تسلی دیتا ہے - جب تک کہ پیر کا ذکر بھی ساتھ نہ ہو - صدق اللہ تعالیٰ فی کلامہ المجید واذا ذکر اللہ وحدہ اشمأزت قلوب الذین لا یؤمنون بالآخرۃ واذا ذکر الذین من دونہ اذا ہم یستبشرون ٥ اور جب ذکر کیا جائے خالص اللہ کا تو ان لوگوں کے دل غصہ سے بھر جاتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے مگر اللہ کے سوائے دوسروں کا ذکر کیا جائے - تو ناگاہ وہ خوش ہوجاتے ہیں -

(۲) ناقص اور کامل اور فاسق اور غیر فاسق مسلمان کی تفریق [illegible]

فاسق ہوئے - اور ناقص اس طرح کہ اس امام وقت کے ساتھ ہوکر اس کی صحبت میں بیٹھکر جس کمال کو پاسکتے تھے - اس سے محروم رہے - ولائت کے نومسلمین تک ابھی مسیح موعود کا نام ہی نہیں پہنچا - انہیں آپ کو ماننے کی دعوت ہی نہیں دی گئی - جس کا انہوں نے انکار کیا ہو - تو وہ فاسق کیسے بن گئے - باقی جس کمال کو وہ اس مامور ربانی کی صحبت میں بیٹھکر پاسکتے تھے اس کے خادم اور صحبت یافتہ انسان کے ذریعہ سے حاصل کررہے ہیں - پس ان کو ناقص کہنا صحیح نہیں -

(۳) تیسری بات کہ رسالہ اشاعت اسلام میں وفات مسیح کے ماننے یا نہ ماننے کو عقاید اسلامی میں فرق لانیوالا قرار نہیں دیا ہم نہیں جانتے - یہ کونسا بڑا گناہ ہے جو کیا گیا - کیا العقین امت جو حیات مسیح کے قائل تھے انکے اسلام میں کوئی فرق تھا - یہ کہدینا کہ اب انکشاف ہوچکا ہے اس لئے اب حیات مسیح ہی پر اصرار کرنا جائز نہیں - اور موجب گناہ ہے - اس سے عقاید اسلامی میں کیا فرق پڑگیا - ہاں کامل اور پکے مسلمان کا سوال جہاں تک ہے یہ البتہ غور طلب ضرور ہے لیکن اسی حد تک جس حد تک کسی شخص کو وفات کی سمجھ آچکی ہو اور وہ حیات ہی پر مصر ہو جیسا کہ آجکل عام طور پر قاعدہ ہے - لیکن کسی شخص کو اگر اسکی سمجھ ہی نہیں آئی اور وہ جان بوجھکر حیات پر مصر نہیں تو محض اس حیات ہی کی وجہ سے اسکے پکے مسلمان ہونے میں شبہ کرنا کہانتک جائز ہے لیکن یہ بھی نہیں کہ رسالہ اشاعت اسلام میں قائلین حیات مسیح کو حق پر بتایا ہے - میاں اکمل کو چاہیئے تھا - کہ جہاں ان الفاظ کو نقل کیا تھا - جن پر اسے اعتراض کرنا تھا وہیں ساتھ ہی ان الفاظ کو بھی نقل کردیتا جو اس سے پہلے لکھے ہوئے موجود ہیں - اور انہیں بتایا ہے -

"قرآن ہرگز اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ جناب مسیح صلیب پر مرے - یا تو وہ زندہ صلیب سے اتارے گئے - اور بعد میں طبعی موت مرے اور یا انکو آسمان پر اٹھا لیا گیا - اور انکی جگہ کسی اور کو مصلوب کردیا - یہ عقیدہ تاحال نسطوری صاحبان اسلام میں لائے جو نویں صدی عیسوی میں بڑی کثیر تعداد میں اسلام پر ایمان لائے "

تعجب ہے کہ ان الفاظ کو جان بوجھکر چھوڑ دیا اور خواہ مخواہ رائی کو پہاڑ بناکر کھڑا کردیا - حالانکہ انکو پڑھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہاں محض ان [illegible] باتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اسلام میں باہر سے داخل کردی گئیں .... اور بتایا ہے کہ ان فروعی باتوں پر فرقہ بندی کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی - جیسا کہ آگے ہی چلکر لکھا ہے - کہ

"ہر حالت میں قرآنی احکام ہی ہماری تمیز نفع ونقصان کی بنیاد ہونگے جو کوئی بات کبھی باہر سے اسلام میں آئی ہے - اس کا ماننا ہم پر کوئی ضروری اور لابد نہیں - اس قسم کی باتوں کو ہمیشہ فروعی امور قرار دیا گیا ہے - اور اصولہائے اسلام کے باہر شمار کیا گیا ہے اور اگر اس قسم کی کوئی بیرونی بات غلط یا خلاف عقل ثابت ہو تو فوراً رد کی جاتی ہے"

لیکن افسوس ہے کہ اس کو تو قطعاً نظرانداز کردیا گیا اور بات کو خواہ مخواہ ایک اور طرز میں پیش کرکے اعتراض کی گنجائش نکال لی - حالانکہ اگر یہ صحیح نہیں کہ وفات وحیات مسیح کا عقیدہ کوئی عقاید اسلامی میں فرق ڈالنے والا نہیں - اور کہ یہ فروعی مسائل میں داخل ہے - تو کیا اب آئندہ اسکو اصول اسلام میں سمجھ لیا جائے - جسکو نہ ماننے سے لوگوں پر کفر کا فتویٰ لگایا جائے -

"مسیح کو زندہ آسمان پر ماننا مسیح موعود نے شرک قرار دیا ہے" ....

لیکن اسکی صورت وہی ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا - مودی لوگ باوجود یہ جاننے کے کہ حیات مسیح کو ماننے سے مسیح میں خدائی صفات کو ماننا پڑتا ہے - پھر بھی اسکے قائل ہیں - اس لئے وہ ایک شرک کے مرتکب ہیں - لیکن یہ ان لوگوں کا اپنا خاص معاملہ ہے - حقیقتاً نرا حیات مسیح کی وجہ سے اگر کوئی شخص نیک نیتی سے اس کا قائل ہے اور اس کے لازمی نتائج سے بے خبر محض ہے کسی کے عقاید دایمان میں کوئی فرق نہیں آجاتا - اور نہ یہ مسئلہ اصول اسلام میں داخل کیا جاسکتا ہے -

(کرم)

اردیئے۔ اُن کے
داسے انہوں نے سید آل نبی
دہ تجاویز پر کوئی قطعی رائے

جیدنے ریزولیوشن کی تائید کرتے ہوئے
داد کو شاید کچھ غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے۔
دورہ کا ہرگز یہ منشاء نہیں ہے کہ سکیم کو بجنسہٖ قبول کر لیا
تفصیلات میں خواہ کتنا ہی اختلاف ہو۔ اسکے متعلق غیر
روط منظوری دیدیجائے تاہم اس سے کسی کو انکار نہیں ہونا
ہئے۔ کہ سکیم موجودہ صورت معاملات پر ایک قابل قدر اضافہ ہے
سکھبیر سنگھ نے نواب صاحب سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ کہ
یز اصلاح کو بحیثیت مجموعی غیر حقیقی نہیں کہا جاسکتا۔ مسٹر
شائے کہا۔ کہ سکیم ایک جامع وبسیط وعمیق سمندر ہے جس میں
زیادہ غوطہ لگایا جائے۔ اُسیقدر زیادہ قیمتی جواہرات ہاتھ آتے ہیں۔
آنریبل مسٹر موتی لال نہرو نے کہا۔ کہ وہ اپنے فرض کی بابت آنریبل
ونیر حسن سے مختلف رائے رکھتے ہیں اور گو اُن کا کبھی ایک انجمن
ملق ہے تاہم وہ اپنی انفرادی رائے کے اظہار کے استحقاق سے
ردار نہیں ہو سکتے۔ اظہار شکریہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ سرکاری
مار شکریہ کا اظہار معدیوں کی مطلق العنان حکومت کا لازمی نتیجہ
لیکن ایسا شکریہ ہرگز اصلی اور حقیقی نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کہا۔
کی اس رائے سے مجھے اتفاق نہیں ہے کہ ذمہ دار حکومت کی
ایک معقول قدم ہے اعلان مجریہ ۲۰ اگست سنہ ۱۹۱۷ء کے وعدہ کو
ہرگز پورا نہیں کرتی۔ اس سوال کا جواب کہ یہ سکیم اس پیمان کو پورا
ہے یا نہیں۔ اس طویل فہرست ترمیمات میں ملتا ہے جو کونسل کے ندبو
آئی ہیں۔ مسٹر کراشا کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ممکن ہے
کراشا کو بیش بہا جواہرات ملے ہوں لیکن مجھے سکیم کی تہ میں
لگانے سے کچھ بھی نہیں ملا۔ خاتمہ پر مسٹر نہرو نے کہا۔ کہ سکیم
یت پیچیدہ نظام عمل پیش کرتی ہے۔ اور جتنا اس پر غور کیا
اتنی ہی پریشانی حاصل ہوتی ہے۔
نریبل میرزا سمیع اللہ بیگ نے قرارداد کی تائید کرتے ہوئے کہا
ظر سے رپورٹ کی ایک تنقید بھی ایسی نہیں گذری۔ جس میں تجاویز
خود اختیاری کی طرف ایک صحیح قدم نہ قرار دیا گیا ہو۔
ت نارادت گیرولہ۔ آنریبل مسٹر نرائن پرشاد استھانہ۔ آنریبل
رائند پانڈے بہادر۔ آنریبل بانشی رادھا کشن داس نے
ن کی پرزور تائید کی۔ آنریبل مسٹر چنتامنی نے تائید کرتے ہوئے
ویز فیاضی اور احتیاط کی معجون مرکب ہیں مصنفین رپورٹ کا
یہ نہیں ہے کہ سکیم ہر طرح مکمل ہے۔ یہ ایک قدم ہے جو موجودہ
بہ حکومت کی طرف سے ذمہ دار حکومت کی طرف
ہے۔ سکیم کے غائر مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کانگرس اور
کی مشترکہ سکیم کے بہت سے مطالبات صاحب وزیر ہند اور حضور
ئے نے منظور کر لئے ہیں۔ یہ تجاویز ۲۰ اگست کے وعدہ کو
تی اور نہایت اعلیٰ اصول پر مشتمل ہیں۔
بالآخر ریزولیوشن کثرت رائے سے پاس ہو گیا۔
آنریبل مسٹر چنتامنی نے صوبہ کی مالی بندوبست کی نسبت ایک
یوشن پیش کیا۔ جس میں مسٹر مارڈ نے ایک ترمیم پیش کی۔ مسٹر
نے بھی ایک ترمیم کی تحریک کی لیکن مسٹر وارڈ کی ترمیم منظور
ن ریزولیوشن مسترد ہو گیا۔ لالہ سکھبیر سنگھ۔ پنڈت
نہرو۔ مسٹر نرائن پرشاد استھانہ اور پنڈت گوکرن ناتھ مصر بھی
ریزولیوشن پیش کرنیوالے تھے۔ مگر اُنہوں نے واپس لے لئے۔
بلاناغکن مخالفت کا ریزولیوشن صوبہائے متحدہ کے گورنر کو احاطوں
رنر کے برابر مشاہرہ ورتبہ دیئے جانے کی بابت نواب عبدالمجید صاحب
یہ خفیف ترمیم کے ساتھ منظور کیا گیا۔ جس کا یہ مطلب تھا کہ گورنر
کے انتخاب سے ہندوستانیوں کو خارج نہ کیا جائے۔ سید رضا علی
ترمیم بھی محرک نے منظور کر کے ریزولیوشن میں شامل کر لی کہ آئینی
مات کے معاملہ میں صوبہائے متحدہ کو تینوں احاطوں (احاطہ
۔ احاطہ بنگال۔ احاطہ بمبئی) کے برابر رکھا جائے
نریبل میرزا سمیع اللہ نے وزیروں کا رتبہ اور مشاہرہ اراکین
کو کونسل کے برابر ہونے کے متعلق اور رائے بہادر سدا نند پانڈے
[illegible]

کے ساتھ منظور کئے گئے۔
پنڈت موتی لال نہرو نے یہ قرارداد پیش کی کہ گورنر منتخب شدہ
ممبران کونسل میں سے اپنا وزیر اعظم نامزد کرے۔ جس کا فرض ہو کہ
وہ اپنی وزارت قائم کرے جو خود اُسپر اور دو تین دیگر منتخب شدہ
ممبروں پر مشتمل ہو۔ ریزولیوشن کی چاروں طرف سے مخالفت کی گئی
اس لئے وہ مسترد ہو گیا۔
چند اور معمولی قراردادوں کے بعد جو یکے بعد دیگرے مسترد
کی گئیں۔ مسٹر چنتامنی کا ریزولیوشن نہ ایڈوائزری اکیلن بلا دفتر انتظامی
کونسل میں مقرر نہ کئے جانے کے متعلق پیش ہوا۔ اور تھوڑے سے
مباحثہ کے بعد پاس ہو گیا۔ (از وکیل)

کوائف جنگ

فرانسیسی حملے۔ لندن ۱۰ اگست ۴ بجے بعد دوپہر۔ ایک فرانسیسی اعلان
مظہر ہے۔ کہ علاقہ جات لاسگنی اور گرلسکورٹ میں طرفین نے باہم گولہ
باری کی۔ اولس اور ایسنی کے درمیان ہم نے کل شام مدسین کے شمال
کیطرف موضع ویسنس پر قبضہ کر لیا۔ دشمن نے مالسن ڈی شمپین کے
مغرب میں ایک ناکامیاب حملہ کیا۔ کل شام جرمن ہوائی جہازوں نے
نینسی پر گولہ باری کی اور ۱۶ سویلین باشندے ہلاک اور ۲۰ مجروح ہوئے۔
لندن ۲۰ اگست۔ ۱۰ بجکر ۴۵ منٹ شب۔ ریوٹر کو معلوم ہوا ہے
کہ جنرل مینگن کی فوج نے مواضعات کنش اور ورنیویون پر قبضہ کر لیا ہے
اور آج ۳ بجے بعد دوپہر تک ۲۸۰۰ قیدی گرفتار کئے جاچکے تھے۔ آج
کنش میں زیادہ سے زیادہ تین میل نہایت خراب زمین پر پیشقدمی کی
گئی۔ فرانسیسی اب مارینز کے مشرق میں سطح مرتفع پر ہیں۔ اور کیمین کی
طرف ترقی کر رہے ہیں۔ جرمن نی سیل کے مشرق کیطرف پہاڑی نمبر ۱۶
پر سخت مزاحمت کر رہے ہیں۔ حملے جاری ہیں۔

مزید پیشقدمی۔ لندن ۲۱ اگست۔ ریوٹر کا نامہ نگار مقیم فرانسیسی صدر
مقام کل شام کو تار دیتا ہے۔ کہ آج صبح پیپریز سے فونتینوئے تک
۱۰ میل کے ایک محل پر پیشقدمی کی گئی۔ رات کے وقت جرمن عقب
میں ایک طویل فاصلے سے تازہ ڈویژن لائے۔ کوئیل پر قبضہ کرنیوالا
ایک جاگر ڈویژن جنرل مینگن کے حملے کی مزاحمت کرنے کے لئے علاقہ
سوائسنز سے لایا گیا۔ لیکن ان کمکی افواج سے کچھ نہ بنا۔ حملہ شروع
ہونے سے تین گھنٹے بعد فرانسیسی تمام محاذ پر اوسطاً ۲ میل آگے
بڑھ گئے تھے۔ ہزاروں قیدی گرفتار کئے گئے۔ جرمن پیدل سپاہ
بہت اچھی طرح لڑی۔ لیکن ان کا توپ خانہ کمزور تھا۔ ہوائی جہازوں
نے عملاً کوئی کام نہیں کیا۔ حملہ کے شروع ہونے سے ایک گھنٹہ بعد جرمنوں
کی قریباً تمام فرنٹ لائن طے کر لی گئی تھی۔ اس کارروائی کا نہایت
مشکل حصہ آدیگنی کورٹ کے نالہ کو گذرتا تھا۔ جس کا شمالی کنارہ جرمنوں
کی مزاحمت کی بڑی لائن تھی۔

بیووریجنیس پر قبضہ۔ لندن ۲۱ اگست ۹ بجکر ۴ منٹ شب
ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ آورسے کے جنوب میں ایک شدید لڑائی
کے بعد ہم ورجنیس پر قبضہ کر لیا۔ لینز اور اولس کے درمیان کار کی پیشقدمی
کے دوران میں ہم نے ۵۰۰ قیدی گرفتار کئے۔

نئے محاذ پر ترقی۔ اولس کے مشرق میں ہم نے صبح کے وقت ۲۵
کیلومیٹر (۱۵ میل) کے ایک محاذ پر بیلی اور ایسنی کے درمیان حملہ
کیا۔ بائیں طرف ہم سکیپ کے جنگل کے جنوبی سرحد تک اور کارلیپونٹ
کینس کے نواح تک پہنچ گئے۔ وسط میں ہم نے لومبارلی اور بیرن کورٹ
پر قبضہ کر لیا۔ اور ویسنس کے شمال کی طرف سطح مرتفع پر قدم جمائے
دائیں طرف مواضعات۔ ویزیپون۔ شیرزکیسی این آلمونٹ اور
اوسلی کورٹل پر قبضہ کر لیا۔ ہم نے تمام محاذ پر چار کیلومیٹر (ڈھائی میل) تک
پیشقدمی کی۔ اور ۸ ہزار سے زیادہ قیدی گرفتار کئے۔ ۱۹ اگست سے
صرف اولس اور ایسنی کے درمیان ۱۰ ہزار سے زیادہ قیدی گرفتار
کئے جاچکے ہیں۔
لندن ۲۱ اگست۔ پیرس۔ ریوٹر کا خاص نامہ نگار مقیم فرانسیسی
محاذ مظہر ہے۔ کہ کل جنرل منگین نے جرمنوں کو بڑی مضبوطی سے
خندق نشین اور اس کے حملے تیار پایا۔ اس نے اچانک حملہ
کرنے یا تجویز کے مطابق پسپائی کا کوئی سوال نہ تھا۔ یہ کمیاں افواج کی
[illegible]

جنرل مینگن کے حملے کا اثر۔ لندن ۲۰ اگست۔ جنرل مینگن کے
حملے کے اثر کے متعلق کل کے تار ایک تصحیح مظہر ہے۔ کہ جنرل مینگن کی
پیشقدمی کے یہ معنی ہیں۔ کہ دشمن کو اغلباً ویل اور ایسنی کی پوزیشنوں
سے چمین ڈی ڈیمز کو پسپا ہونے پر مجبور کیا جائے گا۔

دشمن کی پسپائی۔ لندن ۲۰ اگست۔ ریوٹر کا نامہ نگار مقیم بطالوی
صدر مقام آج تار دیتا ہے۔ کہ ہمارے پٹرولوں نے آج پسپا شدہ دشمن
پر اپنا دباؤ قائم رکھا۔ اور بہت سا نقصان جان کیا۔ آج علی الصباح دشمن
نے بظاہر ایک حفاظتی حرکت کے طور پر الاکلایٹ سیجرین برگ سڑک
پر شدید گولہ باری کی۔ کیونکہ اس کے بعد پیدل فوج نے کوئی کارروائی
نہیں کی۔ دوایوئز برکوئین کے قریب ہماری پیشقدمی میں ہمارے
تمام مقاصد حاصل ہو گئے۔ دشمن کے سپاہی جواب پسپا ہو رہے
ہیں۔ چھٹی جرمن فوج کے ہیں۔ جن کا کمانڈر جنرل وان کونسٹ ہے
اور جنرل وان برن ہارڈی کور کمانڈر ہے۔ چونکہ موخرالذکر کی تحریریں
قیاسات پر مبنی ہوتی ہیں۔ جو ہر ایک صورت معاملات کے حسب
حال ثابت ہو سکتی ہیں۔ اس لئے اب یہ دیکھنا باقی ہے۔ کہ عملی طور
پر ان کی کس طرح تائید کی جائے گی۔ رات کے وقت بہت بھاری
بارش ہوئی۔ لیکن زمین ابھی تک اچھی ہے۔

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ و یکشنبہ مورخہ ۲۷ ذیقعد و یکم ذوالحجہ سنہ ۱۳۳۶ھ مطابق ۴/۸ ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۷

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

مولود کے متعلق کچھ

سوال - مولود کے متعلق حضور کیا فرماتے ہیں

جواب - محض تذکرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمدہ چیز ہے اس سے محبت بڑھتی ہے اور آپکی اتباع کے لئے تحریک ہوتی اور جوش پیدا ہوتا ہے - قرآن شریف میں بھی اسی لئے بعض تذکرے موجود ہیں جیسے فرمایا - **واذکر فی الکتب ابراھیم** - لیکن اگر تذکروں کے بیان میں بعض بدعات ملا دی جائیں - تو وہ حرام ہو جاتے ہیں ع

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

یہ یاد رکھو کہ **اصل مقصد اسلام کا توحید** ہے - مولود کی محفلیں کرنے والوں میں آجکل دیکھا جاتا ہے کہ بہت سی بدعات ملالی گئی ہیں - جس نے ایک جائز اور موجب رحمت فعل کو خراب کر دیا ہے - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ موجب رحمت ہے مگر غیر مشروع امور و بدعات منشاء الٰہی کے خلاف ہیں ہم خود اس امر کے مجاز نہیں ہیں کہ آپ کسی نئی شریعت کی بنیاد رکھیں اور آجکل یہی ہو رہا ہے کہ ہر شخص اپنے خیالات کے مطابق شریعت کو بنانا چاہتا ہے گویا خود شریعت بناتا ہے اس مسئلہ میں بھی افراط اور تفریط سے کام لیا گیا ہے - بعض لوگ اپنی جہالت سے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہی حرام ہے یہ انکی حماقت ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ کو حرام کہنا بڑی بیباکی ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع خدا تعالیٰ کا محبوب بنانے کا ذریعہ اور اصل باعث ہے اور اتباع کا جوش تذکرہ سے پیدا ہوتا ہے اور اسکی تحریک ہوتی ہے - جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے - اس کا تذکرہ کرتا ہے -

ہاں جو لوگ مولود کرتے وقت کھڑے ہوتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی تشریف لے آئے ہیں - یہ انکی جرأت ہے ایسی مجلسیں جو کی جاتی ہیں ان میں بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ کثرت سے ایسے لوگ شریک ہوتے ہیں - جو تارک الصلوٰۃ - سود خوار اور شرابی ہوتے ہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی مجلسوں سے کیا تعلق؟ اور یہ لوگ محض ایک تماشا کے طور پر جمع ہو جاتے ہیں - پس اس قسم کے خیال بیہودہ ہیں -

جو شخص خشک وہابی بنتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو دل میں جگہ نہیں دیتا وہ بیدین آدمی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا وجود بھی ایک بارش ہوتی ہے وہ اعلیٰ درجہ کا روشن وجود ہوتا ہے - خوبیوں کا مجموعہ ہوتا ہے - دُنیا کے لئے اسمیں برکات ہوتے ہیں - اپنے جیسا سمجھ لینا ظلم ہے اولیاء انبیاء سے محبت رکھنے سے ایمانی قوت بڑھتی ہے -

حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت میں ایک اعلیٰ مقام ہوگا اور اسمیں میں ہوں گا - ایک صحابی جسکو آپ سے بہت ہی محبت تھی - وہ یہ سن کر رو پڑا اور کہا کہ حضور مجھے آپ سے بہت محبت تھی - آپ نے فرمایا تو میرے ساتھ ہوگا -

مشرک بھی سچی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں رکھ سکتا اور ایسا ہی وہابی بھی نہیں کرسکتا - یہ مسلمانوں کے آریہ ہیں انمیں روحانیت نہیں ہے - خدا تعالیٰ اور اُسکے سچے رسول سے سچی محبت نہیں ہے دوسرا گروہ جنہوں نے مشرکانہ طریق اختیار کئے ہیں روحانیت ان میں بھی نہیں - قبر پرستی کے سوا اور کچھ نہیں پس اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ میرے نزدیک جیسا کہ وہابی کہتے ہیں حرام نہیں - بلکہ یہ اتباع کی تحریک کے لئے مناسب ہے جو لوگ مشرکانہ رنگ میں بعض بدعتیں پیدا کرتے ہیں وہ حرام ہیں ؂

سود کے متعلق

سوال - سودی روپے لینے اور دینے کے متعلق کیا حکم ہے -

جواب - ہمارے نزدیک سودی روپیہ لینا اور دینا دونوں حرام ہیں مومن وہ ہوتے ہیں جو اپنے ایمان پر قائم ہوں اللہ تعالیٰ ان کا خود متولی و متکفل ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے اس قدر مومن دنیا میں گذرے ہیں وہ کبھی ایسی مشکلات میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ - **یرزقہ من حیث لا یحتسب** اللہ ہر ضیق سے انکو نجات دیتا ہے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک نمونہ پایا جاتا ہے - اور وہ یہ ہے کہ آپ جب کسی سے کچھ روپیہ قرض لیتے تو اسکے ساتھ کچھ اور بھی دیدیتے اسطرح پر کہ **ھل جزاء الاحسان الا الاحسان** پر عمل ہو جاوے اور یہ جو زاید دیتے وہ بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ اصل سے دو چند سہ چند ہوتا ایسی صورتیں جائز ہیں کہ اگر کسی اپنے دوست سے روپیہ لے اور کوئی شرط اس کے ساتھ نہ ہو تو صلہ مواسات کے طور پر کچھ بڑھا کر دیدے -

لیکن جیسے آجکل عام طور پر مروج ہے کہ پہلے سود کا فیصلہ ہو جاتا ہے یہ جائز نہیں بلکہ حرام ہے -

ایمان بڑی بابرکت چیز ہے مومن کو اللہ تعالیٰ ایسی مشکلات میں نہیں ڈالتا - مومن اپنے رب کی نسبت یقین رکھتا ہے کہ وہ ہر شئے پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **الم تعلم ان اللہ علیٰ کل شئ قدیر** مومن کو یہ ضرورت نہیں ہوتی اگر ہوتی ہے تو وہ خود کفیل ہو جاتا ہے - سود تو کوئی چیز نہیں اگر اللہ تعالیٰ مومن کو کہتا کہ تو زمین کا پانی نہ پیا کر تو وہ ایمان رکھتا ہے کہ اس کو آسمان سے پانی ملتا جس قدر ضعف اور لاچاری ہوتی ہے اسی قدر ایمان کی کمزوری ہوتی ہے کوئی گناہ چھوٹ نہیں سکتا جب تک اللہ تعالیٰ توفیق اور قوت نہ دے جب وہ قوت عطا کرتا ہے تو پھر سہولت کے دروازے کھول دیتا ہے عذر نکال نکال کر گناہ کئے جائیں جیسے مثلاً کہتے ہیں کہ سودی روپے لئے بغیر گذارہ نہیں تو پھر عذروں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی کسی حکم پر عمل نہ ہو - سب راستبازوں کا تجربہ ہے کہ جب تک خدا تعالیٰ رحمت کا دروازہ نہ کھولے کچھ بھی نہیں بنتا افسوس کہ جیسا بھروسہ انسان مخلوق کے دروازہ پر رکھتا ہے اگر اپنے خدا کے دروازہ پر رکھے تو کبھی محتاج نہ ہو مگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کرتے -

عذر رکھ کر معصیت میں مبتلا ہونا بے عقلی عذر ہے جو شیطانی ہے ورنہ خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرے تو سب کچھ ہوتا ہے میں نے بعض بیماریوں میں آزمایا ہے اور دیکھا ہے کہ محض دعا سے اسکا دور مرض جاتا رہا ہے ابھی دو چار دن ہوئے ہیں کثرت اسہال کی وجہ سے میں مضمحل ہو گیا تھا میں نے دعا کی تو الہام ہوا

دعاءک مستجاب -

اس کے بعد ہی دیکھا کہ وہ شکایت جاتی رہی خدا ایک ایسا نسخہ ہے جو سارے نسخوں سے بہتر ہے اور چھپانے کے قابل ہے مگر ہم جانتے ہیں کہ یہ بخل ہے اسلئے ظاہر کرنا پڑتا ہے -

اسلام اور غیر اسلام میں یہی فرق ہے کہ وہ اپنی قدرت دکھاتا ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تھا اب بھی خدا تعالیٰ وہی کرشمے دکھاتا ہے اور تازہ بتازہ دکھاتا ہے اور ہم پہچانتے ہیں کہ گویا وہی زمانہ اور وہی ... سے بڑا حوصلہ پیدا ہوتا ہے وہ اپنے بندوں کو جلتی آگ میں بچا لیتا ابراہیم علیہ السلام کے لئے کہا یا نار کونی بردا و سلاما - اور یہاں ہمارے سامنے جو کلارک کا مقدمہ تھا وہ اس آگ سے کم نہ تھا -

غرض مومن کو خدا تعالیٰ ایسی مشکلات میں نہیں ڈالتا - جو پڑے وہ اپنی ہی کمزوری کی وجہ سے پڑتا ہے

معذرت

افسوس ہے کہ پیغام صلح کے دونوں کاتب بعض خانگی مجبوریوں کی وجہ سے آج کل غیر حاضر ہیں - اسی سبب سے گذشتہ ۴ ستمبر ۱۸ء کا پرچہ شایع نہ ہو سکا اور اس پرچہ کو تمام بعض دوسرے کاتبوں سے لکھوا کر آٹھ صفحات پر شائع کیا جاتا ہے آیندہ پرچہ بھی اسی طرح سے شایع کرنا ہوگا اور ہو سکا تو آٹھ ہی صفحات پر وہ بھی شایع ہوگا ناظرین ان معذوریوں کو امید ہے کہ ملحوظ رکھیں گے

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ - چہارشنبہ و یکشنبہ مورخہ ۴ و ۸ ستمبر ۱۹۱۸ء - نمبر ۱۶، ۱۷

احباب سے ایک فیصلہ کی درخواست

حضرت امیر ایدہ اللہ کی دوسری چٹھی احباب احمدیہ کے نام

بعثت مسیح موعود کی اصل غرض

"دین کو دنیا پر مقدم کرو"

امر بالمعروف ہر ایک مسلمان کا فرض ہے

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ

اے ایمان والو! کیا ہے تمہیں کہ جب تم کو کہا جاتا ہے کہ نکلو اللہ کی راہ میں کہ تم زمین کی طرف جھک جاتے ہو۔ کیا تم خوش ہو دنیا کی زندگی میں۔ حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت میں ایک متاع قلیل سے بڑھکر نہیں۔

برادران۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ میں نے آپ سے ایک فیصلہ کی درخواست کی تھی۔ اس پر سب سے پہلا خط جو مجھے پہنچا۔ وہ یہ تھا۔ کہ اب تم نے جماعت کو اصل کام کی طرف متوجہ کیا ہے اب دیکھیں گے۔ کتنے آدمی نکلتے ہیں۔ میں اس خط کا جواب دینے میں ابتک متامل رہا ہوں۔ اس لئے کہ فی الواقع ابتک میرے پاس بہت تھوڑے ہی احباب کا فیصلہ آیا ہے۔ لاہور میں معلوم ہوا ہے۔ کہ کچھ اور احباب بھی اس کام کے قریب تیار ہوئے ہیں۔ مگر چونکہ اب تک میرے پاس ان کی تحریریں نہیں آئیں اس لئے میں ان کے متعلق سر دست کچھ نہیں لکھتا۔ مجھے جماعت کی اس کمزوری کا احساس ضرور ہے۔ پچھلے دنوں میں جب مکرم معظم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے اپنے ہسپتال کے لئے سپرنٹنڈنٹ کی اسامی کے لئے کچھ خالی جگہ کا اعلان کیا تھا۔ تو ان کے پاس بیس کے قریب درخواستیں بھی آگئیں۔ اور بعض لوگ خود چلکر بھی پہنچے۔ مگر جب خدا کی راہ میں کام کرنے کو نکلنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ تو اثاقلتم الی الارض کا نقشہ سامنے آ جاتا ہے۔ اگر ہماری حالت بھی وہی رہی۔ جو عام طور پر مسلمانوں کے اندر ہے۔ کہ منہ سے کہنے کو بہت کچھ مگر کرنے کے وقت کوئی نہیں نکلتا۔ تو اس تحریک کو سوچنا چاہئے۔ جب ہم اتنا بڑا اقرار کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ تو کیا وجہ ہے کہ جب دین کے کام کے لئے بلایا جاتا ہے۔ تو ایسا سناٹا چھا جاتا ہے۔ کہ گویا ہے ہی نہیں۔

غور کرو کہ تم کس غرض کے لئے اس سلسلہ میں شامل ہوئے ہو۔ اسلام میں تو کوئی نقص رہ گیا تھا۔ جس کو پورا کرنے کے لئے مسیح موعود آئے ہوں۔ اور ہم خوش ہو جائیں کہ چلو ہم نے مسیح موعود کو مان لیا۔ اور نقص پورا ہو گیا۔ اسلام میں جو کوئی خدا کی طرف سے آتا ہے۔ وہ تو لوگوں کو ایک کام پر لگانے کے لئے آتا ہے۔ پس جب تک اس کام پر نہیں لگتے۔ اس کو ماننے اس کے ساتھ ہونے کے کیا معنے۔ خدارا غور کرو اپنی ذمہ داری کو پہچانو۔ اور دین کے ساتھ تمسخر نہ کرو۔ کہ منہ سے کچھ کہا اور عمل کچھ اور ہے۔ دنیا میں کوئی کام کر کے دکھاؤ۔ ورنہ لفاظی کی پہلے کمی نہ تھی بعض برادر اس خیال میں ہیں۔ کہ ہم تو کوئی کام کرنے کے قابل ہی نہیں۔ میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف تو ہر ایک مسلمان کا کام رکھا ہے۔ ہر ایک جو دل میں تڑپ رکھتا ہو۔ وہ اسلام کا مبلغ بن سکتا ہے۔ اور دوسرے ۔۔۔ اس کام سے تیار ہوئے ہیں۔ ابھی ان میں یہ فیصلہ کرنا کہ کون کون سے احباب فی الواقع کام کے قابل ہیں یا کس کام کے قابل ہیں۔ یہ بعد میں ہوگا۔ میں کہتا ہوں۔ اگر ایک شخص ایک کام کا اہل نہ بھی ہو۔ تو نیۃ المومن خیر من عملہ اس نے تو اپنی نیت کا پھل پا لیا۔ گویا وہ کام کر بھی دکھایا میرا دل تو یہ چاہتا ہے۔ کہ جماعت کا ایک ایک فرد اپنی حیثیت کے مطابق اپنے آپ کو مبلغ اسلام بنائے۔ اور جو نہیں بن سکتا۔ اس کی بھی نیت یہ ضرور ہو۔ کہ وہ ایسا بن جائے۔ میں نے کسی سے یہ نہیں کہا۔ کہ وہ اپنا کاروبار چھوڑ دے۔ گو بعض ایسے آدمیوں کی بھی ہمیں ضرورت ہے۔ یا اپنی ملازمت فوراً چھوڑ دے۔ میں کہتا ہوں کہ ملازمین کے لئے یہ بہت عمدہ موقعہ ہے۔ کہ وہ انسانوں کی خدمت کرتے کرتے اپنے آپ کو خدا کی خدمت کا اہل بنالیں۔ کم از کم اس خدمت کا اہل بننے کے لئے کوشش تو کر کے دیکھ لیں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ جہاں تک ممکن ہو جلد اس پر فیصلہ کر کے مجھے اطلاع دی جائے تاکہ پھر عملی طور پر کوئی صورت سوچی جائے۔

خاکسار محمد علی

کسر صلیب سے کیا مراد ہے؟

۳۰ اگست ۱۹۱۸ء کے اہلحدیث میں کوئی کوہاٹی نامہ نگار حضرت مسیح موعود پر مخالفین ماموریں کے حسب عادت ان الفاظ میں استہزا کرتا ہے کہ:۔

"لوگ عموماً اعتراض کرتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب قادیانی کا دعوے تھا۔ کہ وہ مسیح جس کے آنے کے مسلمان منتظر ہیں۔ وہ تو فوت ہو کر گلیل میں نہ تو یہ کشمیر میں مدفون ہو گیا۔ اور اس کی جگہ میں آگیا ہوں۔ جو ہر شان میں اس اصلی مسیح سے بہتر ہوں۔ اور جو اس کا فرض تھا۔ یعنے کسر صلیب کہ اگر میں اپنی زندگی میں پورا نہ کروں۔ تو لوگو گواہ رہو کہ میں جھوٹا۔ مطلب یہ کہ میں اپنی زندگی میں تثلیث کے ماننے والوں کو موحد اور مسلمان بنا دوں گا۔ اور چونکہ مرزا جی نے کروڑ وال حصہ بھی تثلیث کے ماننے والوں کا مسلمان نہ بنایا۔ بلکہ مسلمان عیسائی ہوتے رہے

. . . . لہذا مرزا جی اپنے دعوے میں اپنے ہی قول کے بموجب جھوٹے اور اسی لئے کاذب مسیح تھے۔"

اس "نہ تو یہ کشمیر ہیں" کے تمسخرانہ بازاری لہجہ سے قطع نظر کر کے کہ یہ مخالفین ماموریں من اللہ کی ہمیشہ سے سنت چلی آئی ہے ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کسر صلیب کے یہ معنے کہ

"میں اپنی زندگی میں تثلیث کے ماننے والوں کو موحد اور مسلمان بنا دوں گا"

حضرت مسیح موعود نے کہاں لکھے ہیں۔ کیا نامہ نگار "اہلحدیث" اس کتاب کا حوالہ دے گا۔ جہاں حضرت مسیح موعود نے کسر صلیب کے یہ معنے کئے ہوں کہ "میں اپنی زندگی میں تثلیث کے ماننے والوں کو موحد اور مسلمان بنا دونگا"؟ اگر آپ نے ایسا نہیں لکھا اور نامہ نگار اہلحدیث نے صرف اپنے پاس سے کسر صلیب کے یہ معنے کئے ہیں۔ تو کیا وہ ان معنوں کے لئے کوئی سند بھی دے سکتا ہے۔ یا جو کچھ اسکے جی میں آئے اسی کو سند یقین کر لیا جائے۔ جسکے ماننے سے نہ قرآن پر ایمان رہ سکتا ہے۔ اور نہ ہی رسول اللہ صلعم کی حقانیت ہی قائم رہتی ہے۔ قرآن کریم تو کھلے الفاظ میں حضرت عیسےٰ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ کہ جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ تیرے متبعین کو تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ عیسائی دنیا میں قیامت تک باقی رہیں گے۔ ایسا ہی یہود اور نصاری کے متعلق فرماتا ہے۔ کہ والقینا بینہم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ۔ اس سے بھی صاف ثابت ہے کہ یہود اور نصاری قیامت تک باقی رہیں گے۔ پھر کسر صلیب کے یہ معنے کرنے کہ نصاری سب کے سب مسلمان ہو جائیں۔ کیا قرآن کریم کی ان آیات کے صریح مخالف نہیں؟ تعجب ہے کہ جہاں قرآن کریم میں ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ کی آیت کریمہ آئی ہے۔ وہاں باوجود اسکے کہ سب ہی مفسرین اسکو مسیح موعود کیلئے بتاتے ہیں کہ وہ آکر اس کام کو کریگا۔ مگر پھر بھی لیظھرہ علی الدین کلہ کے معنے کسی نے بھی نہیں کئے۔ اور نہ ہی ہمارے خیال میں نامہ نگار اہلحدیث ان معنوں کو روا رکھیگا۔ کہ مسیح موعود تمام ادیان کو مٹا دیگا۔ بلکہ یہی معنے کئے جاتے ہیں۔ کہ وہ اسلام کو ادیان پر غالب ثابت کریگا۔ مگر باوجود اسکے مسیح موعود جیسا آتا ہے۔ تو یہی لوگ اسی بات کو فراموش کرتے اور ان سیدھے معنوں کو بدلکر یہ اعتراض آپ پر کر دیتے ہیں۔ کہ آپ نے فلاں دین کو نہیں مٹایا اور فلاں مذہب ابھی تک باقی ہے۔ حالانکہ سوچنا چاہئے کہ کس امور یا کونسے نبی نے یہ کام کیا ہے؟ کہ کسی دین کو مٹا کر رکھدیا ہو اور اسکے تمام پیرووں کو مسلمان بنا لیا ہو۔ اور تو اور خود اسی کسر صلیب والی حدیث کو دیکھو۔ شارحین حدیث اسکے کیا معنے کرتے ہیں۔ آیا وہ بھی نامہ نگار اہلحدیث کے ہی ہم خیال ہیں۔ اور یہ ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ مسیح موعود جب آئے تو تمام نصاری کو مسلمان کئے بغیر یہاں سے نہ جائے۔ اسکی حقیقت ذیل کے الفاظ سے معلوم ہو گی۔ جو امام طیبی اور دیگر مختلف محدثین نے اسکی شرح میں لکھے ہیں۔ چنانچہ کسر صلیب کے لفظ کی یہ شرح انہوں نے کی ہے کہ

ای یبطل دین النصرانیۃ بالحجج والبراھین یعنے دلائل و براہین سے دین نصرانیت کو باطل ثابت کریگا۔ یہ تو محدثین کا خیال ہے جو حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں کس قدر نمایاں رنگ میں پورا ہوا ہے۔ کہ آپ نے گویا عیسائی مذہب کو دلائل کے ساتھ تو ڑ ہی کر کے رکھدیا ہے چونکہ اس خیال کو تسلیم کرنے میں حضرت مرزا صاحب کی حقانیت ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے نامہ نگار اہلحدیث نے اسکو پس پشت ڈالکر اپنے پاس سے یہ خیال وضع کر لیا کہ کسر صلیب سے مراد مسیح موعود کا عیسائیوں کو مسلمان موحد بنا لینا ہے۔ ہم کہتے ہیں یہ بھی ہوگا اور ہو رہا ہے۔ انگلستان میں جا کے دیکھو۔ کسقدر عیسائی اسلام کے حلقہ بگوش ہو چکے ہیں۔ اور کس قدر اس طرف مائل ہیں۔ اور یہ سب کچھ اس مامور من اللہ کے ایک ہی خدام کی روح القدس سے فیض یافتہ مساعی کا نتیجہ ہے۔ کیا کسی منکر اور نامہ نگار اہلحدیث کی طرح خدا کے اس مامور سے استہزا کرنے والے کو بھی یہ توفیق نصیب ہوئی۔ کہ کسی کفرستان میں جا کر اسطرح توحید الٰہی کا جھنڈا نصب کرے جیسا کہ خواجہ کمال الدین نے انگلستان میں بلند کیا پھر اس مامور من اللہ کی فتح تمیں تو اور کیا ہے۔ اور یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے اس لحاظ سے کسر صلیب نہیں کی۔ مامور ایک بیج بونے آتا ہے۔ وہ دنیا پر غالب آنے کے لئے ایک جماعت بنا جاتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں دلائل و براہین کے وہ نادر ہتھیار دے جاتا ہے جو اسے دوسروں پر غالب کر دیں۔ اور یہی حضرت مرزا صاحب نے کیا جس کا اثر آج ظاہر ہو رہا ہے۔ کیا ہم امید کریں کہ مولوی ثناءاللہ اور اسکا کوہاٹی نامہ نگار اس پر غور کریں گے؟

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک خط
میاں محمود احمد صاحب کے نام

ذیل کا خط حضرت امیر ایدہ اللہ نے حال ہی میں میاں محمود احمد صاحب کے نام لکھا ہے۔ جو علیحدہ دو ہزار کی تعداد میں انجمن کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اور اس کی ایک کاپی میاں صاحب کو بھی بھیجی گئی ہے۔ (ایڈیٹر)

مکرم معظم میاں صاحب! السلام علیکم!

یہ معلوم کرکے کہ آپ ڈلہوزی سے واپس آگئے ہیں۔ اور اب آپ کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ خوشی ہوئی۔ جو کچھ عرصہ ساڑھے چار سال سے میرے اور آپ کے تعلقات دُنیا کی نظروں میں ہیں۔ اُن کے لحاظ سے شائد کسی کو میرے اس فقرہ پر تعجب ہو۔ مگر گو کتنا ہی رنج آپ کے بعض خیالات اور عقائد کو ترویج دینے کی وجہ سے ہو۔ تاہم آپ کی بیماری میں آپ کے ساتھ ہمدردی رہی ہے اور جب فطرت انسانی کو رؤف و رحیم خدا نے ایسا بنایا ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی بیماری اور بیکسی کی حالت میں ہمدردی پیدا ہوجاتی ہے۔ تو پھر اس شخص کے ساتھ جس سے انسانیت کے تعلق کے علاوہ اخوت اسلامی کا تعلق ایک ہی سلسلہ اخوت میں منسلک ہونیکا تعلق۔ قادیان میں اس قدر لمبی رہائش کا تعلق ہو۔ اور بالآخر یہ تعلق کہ جس مقدس اور برگزیدہ انسان کے آپ جسمانی طور پر فرزند ہیں اُنہی کی روحانی فرزندیت کا مجھے بھی دعوےٰ ہے۔ یہ تمام تعلقات بے اثر نہیں۔ اور یہی وجہ تھی کہ لاہور میں بھی آپ کی عیادت کے لئے آنا چاہا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ اتفاق ملاقات نہ ہوسکا۔ کیونکہ پہلے ایام میں میں فیروز پور رہا۔ اور جس دن واپس آیا۔ اُسی دن آپ بمبئی روانہ ہو گئے اور میرے خط کا جواب مجھے اُس وقت ملا۔ جب آپ گاڑی پر جانے کو تیار تھے۔

آپ نے بہت لمبی بیماری کاٹی ہے جس میں بعض وقت حالت بہت نازک ہوجاتی رہی ہے۔ ایسی حالت سے نکلنا گویا دوبارہ زندگی ہے جس پر جس قدر اللہ تعالےٰ کا شکریہ کیا جائے کم ہے۔ یُوں تو انسان بعض وقت صحیح سالم چلتا پھرتا بھی گذر جاتا ہے اور صحت بھی خدا کے فضل سے ہی کام دیتی ہے۔ مگر بیماریوں سے شفا عطا کرنا یہ بھی اللہ تعالےٰ کے فضلوں میں سے ایک فضل ہے۔ جس پر خود مریض اور اُس کے احباب کے لئے ایک شکر گذاری کا موقعہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اس موقعہ پر میں آپ سے اور آپ کے مُریدین سے ایک خاص استدعا کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ محض اللہ کی رضا کے لئے ٹھنڈے دل سے ان باتوں پر غور کریں۔ بارہا آپکی بیماری میں بھی میرا یہ خیال ہوا۔ کہ ایسے وقت شائد اگر آپ کی توجہ ان امور کی طرف ہو۔ تو آپ اپنے قدم کو سنبھالکر ایک جماعت کو غلطی میں گرانے کے بعد ان کے بچانے کا موجب بھی ہوجائیں کیونکہ بیماری میں انسان کے اندر بہت سی صفائی ہوجاتی ہے۔ اور اگر خدا کا فضل ساتھ ہو تو انسان اللہ تعالےٰ کی رضا کو دوسری تمام باتوں پر مقدم کر لیتا ہے۔ اور ہر قسم کی تعلی وغیرہ دُور ہوکر پاک نفسی کی طرف ترقی کرنے کا بڑا موقعہ ہوتا ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ خیال دامنگیر تھا۔ کہ میری یہ تحریر حالت بیماری میں آپ کے لئے موجب رنج ہوکر اور بیماری کے بڑھانے کا موجب نہ ہو۔ کیونکہ عقائد کے معاملہ میں بعض وقت انسان بجائے غور کرنے کے مشتعل ہوجاتا ہے۔ گو ایسا کرنا درست نہیں ہوتا اور بیماری میں انسان کو ایسے معاملات میں زیادہ غور وخوض کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ سے جلد واسطہ پڑنے والا ہے۔ بہرحال میں نے احتیاطاً اسوقت تک کا انتظار کیا۔ اور آپ سے امید رکھتا ہوں کہ آپ **خود بھی ان امور پر غور فرمائیں گے اور اپنے احباب کو بھی غور کرنے کی تاکید فرمائیں گے۔** یہ میں نے اس لئے کہا ہے کہ اب تک نہ صرف آپ نے خود ہی ہماری تحریروں کی طرف توجہ نہیں فرمائی بلکہ جہانتک معلوم ہوا ہے ہماری تحریروں کو پڑھنے اور دیکھنے سے آپ نے اپنے مریدین کو منع کیا ہوا ہے۔ کم از کم آپ کے مریدین میں عموماً یہ خیال پھیلا ہوا ہے کہ آپ یہ پسند نہیں کرتے۔ کہ ہماری تحریریں وہ پڑھیں اور بعض خطوط بھی قادیان سے اسی قسم کے لکھے گئے ہیں جن میں اس کی ممانعت کی گئی ہے۔ گو وہ آپ کے صریح حکم سے لکھے گئے ہوں یا آپکا منشاء معلوم کرکے کسی اور نے لکھے ہوں۔ آپکو معلوم ہے یہ وہی طریق ہے تھا۔ کہ عوام الناس کو حضرت صاحب کی کتابیں پڑھنے سے روک سکتے تھے۔ اور اِدھر اُدھر چلے جاتیں تو یہ طریق ہمیشہ اُن لوگوں کا رہا ہے جو حق کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔ اور اس سے صاف ایک کمزوری کا اعتراف نظر آتا ہے۔ آپ غور فرما سکتے ہیں کہ جو لوگ آپ کے مریدین ہیں اُن کا حسن ظن تو اسقدر آپ سے بڑھا ہوا ہے کہ جو بات آپ کے مُنہ سے نکل جاتی ہے وہ "آمنا وصدقنا" کہہ دیتے ہیں۔ خواہ وہ غلط ہی ہو۔ پھر کم از کم اُن کو **اسقدر اجازت تو دے دیں کہ وہ ہماری تحریروں کو بھی پڑھ لیں بلکہ آپ اگر اُنکو حکم دے دیں کہ وہ اپنے عقائد کا فیصلہ سوچ سمجھکر کریں اور آپ کی اور ہماری دونوں تحریروں کو پڑھ لیں تو اس صورت میں اگر غلطی بھی کریں تو عنداللہ آپ پر شائد اس کی ذمہ داری** نہ ہو۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جس جماعت کو تیار کیا تھا اسکو دُنیا میں مذاہب کے میدان میں وہ پہلوان بنانا چاہتے تھے اور یہ ایسی صورت میں ہوسکتا ہے۔ کہ وہ مخالف کی تحریروں کو پڑھیں۔ اور اُن پر غور کریں۔ لیکن جب وہ ایک اندرونی اختلاف میں بھی دونوں تحریروں کو پڑھنے کے عادی نہیں تو اور انہوں نے کیا کام دُنیا میں کرنا ہے۔ بہرحال میں امید کرتا ہوں کہ **آپ اللہ تعالےٰ کے حضور سرخروئی کے لئے اس مخالفت کو دور کردیں گے۔**

اب میں ذیل کے امور کی طرف سر دست آپ کی توجہ کو پھیرنا چاہتا ہوں اور ایک دفعہ پھر یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ للہ ان امور پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں۔

اوّل۔ یہ کہ موٹی بات ہے۔ کہ اسلام کے اندر کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ **جو کسی باطل اصول مذہبی کا مؤید ہو۔** یہ ایک آسان پرکھ ہے۔ جس پر ایک سادہ اور ان پڑھ آدمی بھی اصول اسلامی کو پرکھ کر اپنے لئے ایک صحیح راہ نکال سکتا ہے۔ آپ نے جو حضرت مسیح موعودؑ کی سنہ ۱۹۰۱ء میں تبدیلی عقیدہ کا خیال پیش کیا ہے اس کی بنا پر یہ بحث اٹھی ہے کہ اتنی مدت تک یعنی **بارہ سال کے عرصہ دراز تک باوجود مامور ہونے یا بقول آپ کے نبی ہونے کے اپنے دعوے کو بھی نہ سمجھ سکے تو اور کوئی ان کے دعوے کو نہ سمجھنے کی وجہ سے کسطرح قابل مؤاخذہ ہوسکتا ہے۔** جسپر آپ کے مریدین کیطرف سے یہ جواب دیا گیا۔ کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ کو بارہ سال تک اپنے دعوے میں شک رہا۔ تو آنحضرت صلعم کو بھی اپنے دعویٰ میں تین سال تک (یا بقول مولوی عمر الدین صاحب شملوی چھ سال تک) شک رہا۔ اور اس مُدت دراز میں آپ کو یہ سمجھ نہ آیا۔ کہ میری وحی رحمانی ہے یا شیطانی العیاذ باللہ یہ حملہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پر کیسا گستاخانہ ہے مگر آپ کا اصول آپ کے مریدین کو اس کے پیش کرنے کے لئے مجبور کررہا ہے اب جائے غور ہے کہ وہی سلسلہ احمدیہ جس کے سب بڑے چھوٹے افراد آجتک پادریوں کے اس اعتراض پر کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے دعوے پر شک تھا۔ آج سے پہلے کیسے پُر زور جواب دیتے رہے۔ **خود حضرت مسیح موعودؑ نے یہ جوابدیا حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم نے یہ جوابدیا۔ شیخ یعقوب علی نے اپنی تفسیر قرآن میں یہ جواب دیا۔** پھر آج اُسی سلسلہ کی جو مخالفین اسلام کو بڑی دلیری سے جواب دیتا ہے یہ کیسی حالت ہے۔ کہ وہ خود ہی اس اصول کو قائم کررہے ہیں کہ نبی کریم صلعم کو تین یا چھ سال تک اپنے دعوے میں شک رہا۔ میں نے ایک دفعہ پہلے بھی آپ سے اسکے متعلق استفسار کیا تھا مگر آپ نے جواب دینا پسند نہ کیا۔ اب پھر آپ خدا کے لئے غور فرمائیں اور کم از کم اس ناپاک غلطی سے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایک خطرناک حملہ ہے جو مخالفوں کے ہاتھ میں بڑے ہتھیار کا کام دیگا۔ اپنی جماعت کو باہر نکالدیں۔ ورنہ پادری جو احمدی کے نام سے ڈرتے تھے کیا آپ کے اس اصول کو لیکر اب اسلام پر حملہ کرنے میں ان کی دلیری آگے سے بڑھ نہ جائیگی؟ اگر آپ نے آنحضرتؐ کی محبت کے خیال سے اور آپؐ کی عظمت کو مدنظر رکھکر یہ مسئلہ نبوت حضرت مسیح موعودؑ پیش کیا تھا۔ تو اب دیکھ لیجئے کہ ایک دو سال کے عرصہ میں ہی اس کا پھل کیا نکلا ہے اس پھل کے موجود ہوتے ہوئے آپ کا یہ خیال کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ جیسے نبیوں کے آنے میں اس کا مسئلہ نبوت مسیح موعودؑ ... اسکو چھوڑ [illegible] آنحضرت پر ایسا ناپاک حملہ ہے جس کو ایک غیور مسلمان برداشت نہیں کرسکتا اپنی جماعت کو قطعاً روک دیں۔ آپ نے اب تک کچھ لکھا نہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ غور کرینگے [illegible] خیال کو دھکا دیکر اپنے دل سے نکال دیں گے۔ اور جماعت کو ایک خطرناک ابتلا میں پڑنے سے بچا لیں گے پھر [illegible] وہ عظمت قائم کیجئے جس سے آنحضرت صلعم کی ذات پر کوئی حملہ نہ ہو۔ اور بیماری سے صحت یابی کے شکریہ میں [illegible] قلم سے جماعت کو یہ ہدایت دیجئے کہ وہ آئندہ ایسے الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قطعاً استعمال نہ کریں۔

دوم۔ آپ نے حقیقۃ النبوت میں یہ لکھکر کہ "نبوت تقویٰ کا ہی ایک اعلیٰ مرتبہ ہے اور تقویٰ میں ترقی کرکے انسان اس رتبہ کو پہنچ جاتا ہے۔ جسے نبی کہتے ہیں" اور پھر یہ لکھکر کہ "نبوت کی تعریف اور اس کے حصول کا [illegible] اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں صاف طور پر بیان کردیا ہے اور وہ یہ کہ یہ ایک انسانی کمال کا رُتبہ ہے جسپر انسان غیب الہٰی سے کیا جاتا ہے" (صفحہ ۱۵۸) اور پھر یہ لکھکر کہ "صدیق فطرت نبیوں کی سی فطرت ہوتی ہے اور اس کے کام نبیوں کے کام ہوتے ہیں لیکن کسی قدر کمی اور نقص کی وجہ سے وہ درجہ پانے سے روکا جاتا ہے" (صفحہ ۱۵۸)۔ **امت محمدیہ پر ایک خطرناک** حملہ کی بنیاد قائم کردی ہے۔ ممکن ہے ان الفاظ کو لکھتے وقت آپ کا خیال اس طرف نہ گیا ہو۔ لیکن جب اس خیال سے نہ صرف امت محمدیہ پر نہیں بلکہ خیر الرسل پر بھی ایک خطرناک حملہ ہوتا ہے تو امید ہے اس سے رجوع کرنے میں آپ اپنی ہتک تصور نہ فرماویں گے۔ **اور محمد رسول اللہ صلعم اور امت محمدیہ کی عزت ہی ہماری عزت ہے اور ہماری ہتک انہی کی ہتک ہے۔** اب آپ کے پیش کردہ اصول کے رُو سے تیرہ سو سال امت محمدیہ میں کوئی شخص کامل متقی کہلانیکا مستحق نہیں حتیٰ کہ پاک گروہ جنکی تعلیم جن کا تزکیہ خیر الرسل صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کیا۔ جن کے متعلق اللہ تعالےٰ نے یہ شہادت دی کہ **حبّب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم** ایمان کو تمہارے لئے محبوب بنادیا اور اسکو تمہارے دلوں میں زینت دی اور پھر یہ شہادت دی کہ **منھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا**۔ اور پھر سب سے زیادہ مرتبہ یہ شہادت دی کہ **رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ** اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے **واجعلنا للمتقین اماما** کہکر صاف بتادیا کہ وہ کامل متقی ہی نہیں بلکہ کامل متقیوں کے امام ہیں۔ اور ایسا ہی امت **کے وہ مقدس اولیاء جن کے نام آج آسمان پر ستاروں** کی طرح روشن ہیں۔ آپ کے اصول کی رُو سے یہ پاک گروہ "تقویٰ کے اعلےٰ مرتبہ" کو حاصل نہیں کرسکا۔ یہ تقوےٰ نبوت کا [illegible] انہوں نے نہ کی رہ گئی "قدر کمی اور نقص" ان میں باقی رہ گیا **فرمائیے۔** کہ یہ زد کس پر پڑتی ہے۔ یہ تو خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑتی ہے۔ کہ آپ ایسے معلم بنکر آئے کہ تیرہ سو سال میں آپ کا ایک شاگرد بھی کامل ایمان کے مرتبہ کو حاصل نہ کرسکا کامل متقی نہ بن سکا۔ خدارا غور فرمائیے۔ اسی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فخر کے طور پر اولین وآخرین کا معلم حقیقی بنی نوع انسان کا سردار۔ نسل انسانی کے منجی کے طور پر پیش کرکے **کیا یہ اسلام دنیا میں پیش کرنے کے قابل ہے؟ کیا جب آپ ایسا اسلام پیش کریں گے آپ کو یہ جواب نہ ملے گا** کہ جب تیرہ سو سال لوگوں کو اس قرآن پر عمل کرتے گذر گئے اور کامل تقوے کا مرتبہ ایک بھی شخص کو نہ مل سکا۔ انسانی کمال ایک شخص بھی حاصل نہ کرسکا تو ہم اب کیوں تکلیفیں اٹھا کر اپنی عمریں ضائع کریں۔ غور کیجئے کہ آپ کے اس اصول سے اسلام کی۔ رسول اللہ صلعم کی کسقدر ہتک ہوتی ہے۔ اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ آپ کبھی غیروں کے سامنے اس بات کا اقرار نہ [illegible] کیونکہ آپ کی غیرت برداشت نہ کریگی۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم اور قرآن کی اس قدر ہتک صریح کرکے پھر ان کی طرف لوگوں کو بلایا جاوے۔ بلکہ آپ کیا ہر ایک شخص کو یہ بات کہتے وقت شرم آجائیگی۔ کہ جب اسلام واقعی ایسا ہی ہے۔ کہ تیرہ سو سال تک اس میں کوئی **کامل متقی** پیدا نہیں ہوسکا اور نہ [illegible] تقویٰ

نے کی وجہ سے میں قابل الزام ہوں اور سوائے اسکے کہ ایک دوسرے معصوم انسان کو قتل کر دیا جائے میرے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ۔ اسکے بعد مجھ کو کہا جاتا ہے کہ میرے گناہ بہت سخت اور زیادہ ہیں لیکن میرے خالق (جو میری فطرت اور میلان گناہ کو خوب جانتا ہے) نے ان کا تاوان لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور خدا کی خفگی اور ناراضگی کو دور کرنے اور اس صفت انصاف کو پورا کرنے کے لئے لازمی ہے کہ وہ تاوان موت خوب زبردستی سے لیا جائے یعنی اس کو صلیب جیسی سخت اور تکلیف دہ موت سے مارا جائے۔ سامعین یہ بات بھی مدنظر رہے کہ یہ سزا اور تاوان اُن عذابوں اور تکلیفوں کے علاوہ ہے جو ایدرن کلیسیا کفارہ گناہ کے لئے تجویز فرمائیں۔ مثلاً جگر پر بانده کر اسکو تیزی سے پھرانا۔ آنکھیں نکال دینا جسم کا جھلسنا اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ تاوان کے طور پر جو انسان چنا گیا وہ کوئی معمولی انسان نہ تھا بلکہ خود خدا ہی کا بیٹا اور بیٹا بھی اکلوتا لیکن اس کے آگے چلکر ہمکو

اس ساری منطق کا لب لباب میں بغرض کے دیتا ہوں:۔

(۱) میرا ایمان ہونا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کو مجھ پر مہربانی کرنے کے معاوضہ میں ایک بیگناہ قربانی کی اجازت دینی پڑی لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا ہمیشہ ہی سے جفا کار اور ناانصاف تھا کیا انسان کی خلقت سے پہلے بھی وہ ایسا ہی ظالم تھا؟

(۲) تمام مذاہب کا مقصد لوگوں کے دلوں میں شکوک شبہات اور مخالفت پیدا کرنا معلوم ہوتا ہے۔ ان میں سے بہت سے اچھے ہیں لیکن کیوں ہم انہیں سے بہترین نہ اختیار کریں کیوں ہم اس سادگی کے مذہب کی پیروی نہ کریں جو اللہ کو تمام مخلوق کا مالک بتاکے اور ایک بہترین شہری بنانیکے طریق بتائی جب ایک امیر نوجوان نے جناب مسیح کو اے نیک استاد کہہ کر خطاب کیا اور پوچھا کہ نیک بننے کیلئے وہ کونسا اچھا عمل کرے تو آپ حد درجہ کی انکساری سے فرمایا "تم مجھے کیوں نیک کہتے ہو سوائے ایک یعنی خدا کے کوئی نیک نہیں لیکن اگر اچھی زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو موسیٰ کی دس احکام کی اطاعت کرو"

وہ مذہب جو جناب مسیح کی اصلی تعلیم کا پیش کرنیوالا ہے وہ ہم سے کچھ دور نہیں وہ ہر ایک انسان کو اپیل کرتا ہے اس میں کوئی ناقابل فہم اصول نہیں ہیں اس میں مذہبی پیشواؤں کو کوئی فوق العادت اختیار نہیں دیئے گئے اور وہ ان لغوں کو بلا بلا کر جہنم میں نہیں جھونکتا۔ اس مذہب کا نام اسلام

سروری خبریں

لینن کو گولی مار کر ہلاک کیا گیا۔ لنڈن ۳۱ راگست۔ ایک بے تار برقی روسی سرکاری تار سے جو ۳۰ راگست مظہر ہے کہ ماسکو میں لینن کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی۔ لینن دو دفعہ مضروب ہوا اور ایک گولی اُس کے دونوں کندھوں میں داخل ہو گئی۔ ایک پھیپھڑا بھی زخمی ہو گیا ہے۔

لنڈن یکم ستمبر۔ ایمسٹرڈم۔ ماسکو کا ایک تار مظہر ہے۔ کہ لینن مزدوروں کے ایک جلسہ سے جس میں اُس نے تقریر کی تھی ۳۰ راگست کی شام کو جا رہا تھا جب اُسے دو عورتوں نے روک لیا اور اس کے ساتھ ماسکو میں سامان خوراک کی درآمد کے متعلق گذشتہ احکامات پر بحث کی اس ملاقات کے دوران میں ایک نوجوان لڑکی نے تین گولیاں چلائیں۔ جن سے لینن کے کندھے اور پھیپھڑوں میں زخم آئے۔ اس لڑکی کو گرفتار کیا گیا۔ خبر ملی ہے کہ اس لڑکی کا بیان لینے پر یہ قطعی طور پر معلوم ہو گیا ہے کہ وہ ایک سوشل انقلاب پسند ہے۔ لینن کی حالت نازک ہے۔ ایک اور بیان مظہر ہے کہ سوشل انقلاب پسندوں کے متعلق دو عورتوں نے تین دفعہ گولیاں چلائیں۔

لنڈن یکم ستمبر۔ کوپن ہیگن۔ پیٹروگریڈ سے موصول شدہ ایک تار مظہر ہے۔ کہ لینن زخموں کی وجہ سے مر گیا ہے۔

۵ ہزار اشخاص کو سزائے موت۔ لنڈن یکم ستمبر۔ ایمسٹرڈم ماسکو سے براہ برلن ایک تار موصول ہوا ہے۔ جو مظہر ہے کہ ۵ ہزار سوشل انقلاب پسندوں کو سزائے موت دی گئی ہے۔

جنرل برسیلاف کو قید کر دیا گیا۔ لنڈن یکم ستمبر۔ ایمسٹرڈم جنرل برسیلاف ماسکو میں پہنچ گیا ہے۔ وہ انقلابی سازشیں کرنے کے الزام میں کرملن میں قید کیا گیا ہے۔

سپینش جہاز تارپیڈو کئے گئے۔ لنڈن یکم ستمبر۔ میڈرڈ وزیر امور خارجیہ نے وزارت کو مطلع کیا ہے۔ کہ سپینش جہاز ایڈیمنڈی جو کوئلہ لیکر سپین کو جا رہا تھا۔ تارپیڈو کیا گیا ہے۔

لنڈن ۳۱ راگست۔ پیرس۔ اخبار جنرل میڈرڈ سے خبر دیتا ہے کہ سپینش جہاز الیکز ینڈرن تارپیڈو کیا گیا ہے۔

اطالوی مہم (لنڈن یکم ستمبر) ایک اطالوی اعلان مظہر ہے۔ کہ ہمارے نیچے اُڑنے والے ہوائی جہازوں نے فرنیزنیاسفیٹ میں اہم ریلوے استحکامات پر بم گرائے۔ ایہد ہمارے ہوائی جہازوں نے پولا میں فوجی استحکامات پر اور پر اصلا نو میں سٹیشن اور ڈپو پر گولہ باری کی۔

پیرون پر قبضہ۔ لنڈن ۳۰۔ اگست ہم دالکس ور اڈکورٹ پر قائم ہیں۔ جرمن سوروال ہیچ لنکورٹ اور ایکورسٹ سینٹ پر قابض ہیں۔ بلیکورٹ سے لاٹن ہنڈیکورٹ اور ہاڈکورٹ میں سے باقی ہے اور وہاں سے مشرق کی طرف لالوے مل تک اور مشرق کی طرف سیلوس میں سے اور مغرب کی طرف پلودین تک ہے۔ تمام گرین لینڈ ہل ہمارے قبضہ میں ہے۔ بیلوپل سے جرمنوں نے خالی کر دیا ہے۔ علاقہ زیر مشرزیں ہے۔ دشمن بیلوپل کے جنوب مشرق میں سینٹ ڈی للی پر قابض ہے۔

توپخانہ کی ایک سرگرم لڑائی۔ لنڈن ۳۱ راگست۔ ۴ بجے شام۔ ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ رات کے وقت نہر ڈو نورڈ کے علاقہ میں اور نویوں کے شمال میں اور اسیٹ اور لیسنی کے درمیان توپخانوں کی ایک سرگرم لڑائی ہوئی۔

پیرونی کے مغرب کی طرف اور شمال کی طرف کی جرمن پوزیشنوں کو فتح کر لیا۔ اور تباہ شدہ بازاروں اور عمارات میں سے آگے بڑھتے گئے۔ اور مشرقی نواح تک پہنچ گئے۔

پولیس کی سٹرائیک۔ لنڈن ۳۰۔ اگست۔ شہری پولیس نے زیادہ تنخواہ اور جنگی بونس کے لئے سٹرائیک کر دی ہے۔ شہری پولیس کے اکثر سپاہی آج رات کام پر نہیں آئے قریباً دس ہزار ملازمین نے سٹرائیک کی ہے۔ جنرل سمٹس نے آج پولیس کے قائمقاموں سے ملاقات کی۔ آج رات پولیس کے ایک بھاری جلسہ میں کل کو وزیر اعظم یا جنرل سمٹس کے ساتھ ملاقات کرنے کے لئے ایک ڈیپوٹیشن بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

لنڈن ۳۰۔ اگست۔ بوسٹریٹ۔ ویسٹ منسٹر اور لنڈن کے گرد و نواح کے کئی دیگر پولیس سٹیشنوں کے کئی صد پولیس مینوں نے کل رات سٹرائیک کر دی۔ اُنہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ اُنکی تنخواہ میں بقدر ایک پونڈ فی ہفتہ اضافہ کیا جائے نیز ۱۲½ فیصدی بونس دیا جائے۔ اور کانسٹبلز یونین کو تسلیم کیا جائے ضلع سٹرینڈ کے آدمی ڈاسو برج میں جمع ہوئے۔ اور بوسٹریٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔ دیگر جگہ بھی ایسے ہی نظارے ہو رہے ہیں۔ بعد کا ایک تار مظہر ہے کہ سپیشل کانسٹبل سٹرائیک کنندگان کی جگہ کام کر رہے ہیں۔

لنڈن ۳۱ راگست۔ گورنمنٹ نے وعدہ کیا ہے کہ اب سٹرائیک کنندگان واپس آجائیں تو اُنکے مطالبات پر ہمدردانہ غور کیا جائیگا۔

بغیر پولیس کے پہلا دن۔ لنڈن ۳۱۔ اگست لنڈن کا بغیر پولیس کے پہلا دن امن و امان سے گذر گیا۔ گاڈیوں وغیرہ کی آمد و رفت پر بہت کم اثر ہوا۔ خاص کانسٹبلوں نے ہجوم کے مقامات میں آمد و رفت کو باقاعدہ بناتے وقت سٹرائیک کنندگان کے گروہوں سے دوستانہ بات چیت کی۔ سٹرائیک کنندگان نے انہیں مطلع کیا کہ اگر کوئی ہوائی حملہ ہوا۔ یا کوئی اور ضرورت لاحق ہوئی تو وہ فوراً کام پر واپس آجائیں گے۔

لنڈن ۳۱ راگست۔ مسٹر لائڈ جارج کے ایک ڈیپوٹیشن کے ساتھ ملاقات کرنے کے بعد پولیس سٹرائیک کے متعلق فیصلہ ہو گیا۔ سٹرائیک کنندگان کی تنخواہ میں ۱۳ شلنگ فی ہفتہ اضافہ کیا جائیگا اور وہ فوراً کام پر واپس آجائینگے۔

مہاراجہ صاحب پٹیالہ کو اعزاز۔ لنڈن ۳۱ راگست۔ قاہرہ۔ سلطان نے مہاراجہ صاحب پٹیالہ اور سر گنگا سنگھ کو گرانڈ گارڈن آف دی آرڈر آف دی نائیل (دنیل) کا اعزاز عطا فرمایا ہے۔

فرانسیسی پیشقدمی۔ لنڈن ۳۱۔ اگست ۲ بجکر ۲۰ منٹ شب) ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ دشمن کے بقایا دستوں کو نہر ڈو نورڈ کے مشرقی کنارے کی طرف پسپا کر دیا اور کانگنی اور سرمیز پر قبضہ کر لیا۔ پیشقدمی کے بعد ہم نے نہر کو کانگنی اور بیویز کے سامنے عبور کر لیا اور جیولی اور پہاڑی نمبر ۶۹ پر قبضہ کر لیا۔ اور گیبوری تک پہنچ گئے۔ مزید جنوب میں نویوں کے شمالی اور مشرقی علاقہ میں شدید لڑائی ہوئی۔ ہم ہاپین کورٹ اور مونٹ سینٹ سمیون پر قابض ہیں۔ ان لڑائیوں کے دوران میں ہم نے کئی صد قیدی گرفتار کئے۔ اولس اور لیسنی کے درمیان بھی بڑی بھاری لڑائی ہوئی۔ ہم نے ایلیٹ کے شمال میں موضع جیمیس پر اور سوائسنز کے شمال کی طرف جیوگنی اور کفلس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور کرسے کے نواح تک پہنچ گئے۔ ہمارے ہوا بازوں نے ۱۹ راگست کو ۸ ٹن بم گرائے اور دشمن کے ۲۰ ہوائی جہاز نیچے گرائے۔

رسید زر

فہرست فطرانہ و عید فنڈ جماعت احمدیہ شملہ

صدقہ فطر	عید فنڈ	صدقہ فطر	عید فنڈ
ماسٹر ثناء اللہ صاحب ۹ر	۱۲ر	مخدوم محمد اشرف صاحب ۱۲ر	عہ
فقیر اللہ ۶ر		شیخ امیر الدین صاحب ۳ر	عہ
حضرت امیر ۶ر	عہ	منشی عبدالرحیم صاحب ۶ر	۱۲ر
بابو دوست محمد صاحب ۴ر		معرفت منشی احمد علی خانصاحب	
صوفی محمد علاؤالدین صاحب عہ	عہ	بجانب جعفر ۶ر	عہ
شیخ العمر الدین صاحب ۳ر	عہ	چوہدری پنا خاں ۸ر	
بابو عبدالحق ۹ر	عہ	چوہدری محمد بخش ۹ر	
علی محمد ملازم حضرت امیر ۳ر	۲ر	مستری سلامت خاں ۸ر	
شیخ احتشام الدین صاحب ۶ر	عہ	شیخ محمد شفیع	عہ
شیخ عبدالعزیز ۳ر		اہلیہ خانصاحب ڈاکٹر محبوب علیخاں صاحب	

کل میزان صدقہ فطر — عید فنڈ — کل

بقیہ صفحہ ۶ کالم تین

فوجی خدمات کو وہی وقعت دی ہے جو اس کے زمانہ میں صرف رؤسائے عظام کو ہی حاصل تھی صاحب چیف کمشنر دہلی نے ۱۹۱۸ء کے ایک عظیم الشان جلسہ میں رائے صاحب چودھری ...... کو ایک سونے کی گھڑی بطور انعام دیتے ہوئے فرمایا "تم نے تمہارے جنگی جاکو سب انسپکٹری کے لئے منظور کیا ہے اگرچہ وہ ..... مستحق نہیں تھا۔ لیکن صرف بھرتی کی خدمات کا خاص خیال رکھا جائیگا" کچھ شک نہیں گورنمنٹ عمدہ خدمات کا اعتراف کرنے اور اس کا معقول معاوضہ دینے کے لئے ایسی ہی مستعد ہے جیسی وہ ان چند لوگوں کے ساتھ مناسب سلوک کرنے کے لئے ہے جو وفاداری میں کوتاہی کرتے ہیں۔

خط وکتابت

مابین میاں ظہیر الدین صاحب اروپی و حضرت امیر ایدہ اللہ

ذیل میں وہ ضروری خط وکتابت شائع کی جاتی ہے جو میاں ظہیر الدین صاحب اروپی اور حضرت امیر ایدہ اللہ کے مابین حال ہی میں ہوئی ہے۔ اس کے پڑھنے سے ناظرین کرام اس متضاد خیالات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جو میاں ظہیر الدین صاحب کی متلوّن المزاجی یا چالاکیٔ طبع نے ان کے دماغ میں پیدا کر دیئے ہیں اور کبھی وہ کچھ لکھتے ہیں اور کبھی کچھ۔ اس سے پہلے بھی انہی میاں ظہیر الدین صاحب نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے سوالات کے جواب میں کھلے طور پر اپنے غالیانہ عقائد سے رجوع کرتے ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ کے عقائد سے ہی اتفاق کیا تھا۔ جس کے بعد انہوں نے پھر اپنے اشتہارات کے اندر وہی کچھ کہنا شروع کیا۔ جس سے کہ رجوع کیا تھا! اب پھر جب حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنے احباب کرام کو مخاطب کر کے ان کے فرائض کی طرف متوجہ کرتے ہوئے تبلیغ دین کے لئے ... آدمیوں کی ضرورت کا اظہار کیا۔ تو میاں ظہیر الدین صاحب نے جیسا کہ ان کے پہلے اور دوسرے خط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ پھر اپنے ان غالیانہ عقائد سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے عقائد حقّہ کی تائید شروع کی۔ لیکن جب حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس دورنگا پن کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ کرنے کے لئے بعض معاملات کی کھولکر تشریح کرنی چاہی۔ تاکہ کوئی منافقت کا پہلو بیچ میں نہ رہ جائے۔ تو دودھ اور پانی الگ الگ ہو گیا اور جیسا کہ میاں ظہیر الدین صاحب کی آخری چٹھی کو پڑھنے سے معلوم ہوگا اصل حقیقت کھل گئی اور معلوم ہو گیا۔ کہ اس بار بار کے رجوع اور تائید سے میاں ظہیر الدین صاحب کا منشا کیا تھا۔

اپنے اس آخری خط میں میاں ظہیر الدین صاحب نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے متعلق محض اپنی بریّت کے لئے ایک صریح جھوٹ بولا ہے۔ (جس کا افسوس ہمیں اس سے بہت زیادہ ہے۔ جو ان کی اس دورنگی پر ہو سکتا ہے۔) انہوں نے یہ ظاہر کیا ہے۔ کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کو انہوں نے کہا تھا کہ آپ بھی حضرت مسیح موعودؑ کی طرح حکمت عملی سے کام لیتے ہیں جب آپ کی نبوت سے انکار کرتے ہیں تو حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس سے اتفاق ظاہر کیا تھا۔ حالانکہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے حالات سے جو لوگ واقف ہیں وہ اسکو خوب جانتے ہیں کہ آپ ایسی حکمت عملیوں کو کہ دل میں کچھ ہو۔ اور ظاہر کچھ کیا جائے پرلے درجہ کی منافقت اور بے ایمانی سمجھتے ہیں۔ چہ جائیکہ اس مقدس انسان پر آپ اسکا الزام دیں جسکو مجدد اور مامور من اللہ اور مسیح موعودؑ تک آپ مانتے ہیں۔ میاں ظہیر الدین صاحب نے تو شائد سمجھا ہوگا۔ کہ اس قسم کی باتوں اور خیالات انکے دورنگا پن پر پردہ پڑا رہیگا اور اس الزام سے جو اس سے ان پر عائد ہوتا ہے انکی بریّت ہو جائیگی۔ لیکن ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے۔ کہ اس جھوٹ سے انکی بریّت نہیں ہوتی بلکہ اور بھی الزام ان پر آتا ہے ان کا یہ جھوٹ تو اسی سے ثابت ہو جاتا ہے کہ کم از کم یہ خطوط جو شملہ میں انھوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ کو لکھے ہیں۔ یہ آپ کی کسی تحریک سے نہیں لکھے۔ بلکہ خود اپنی سابقہ تحریک کے خلاف اشتہارات شائع کرنے کے بعد آپ کی اس تحریر کو جس میں اپنے احباب کو آپ نے اشاعت دین کے لئے عملی کارروائی کی تحریک کی تھی۔ پڑھکر رجوع کا اظہار کیا ہے جو انکی اپنی ہی متلوّن المزاجی کو ثابت کرتا ہے۔ اور اس جھوٹ کو اظہر من الشمس کر دیتا ہے جو حضرت امیر ایدہ اللہ کے خلاف انہوں نے بولا ہے۔

یہ اس شخص کا حال ہے۔ جس نے سب سے پہلے حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کو قائم کرنے کا ٹھیکہ لیا۔ کہ وہ خود حضرت مسیح موعودؑ کو بھی نعوذ باللہ منافق قرار دیتا ہے

تک خود آپ اپنے دعوے کو نہ سمجھ سکے۔ اور ایک طرف خدا انہیں کہتا رہا۔ کہ تو نبی ہے۔ وہ دوسری طرف نبوت کے مدعی پر لعنتیں بھیجتے رہے۔ اور اسکو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے رہے۔ اور یہ لکھتے رہے۔ کہ نبوت کا دعوےٰ میرا نہیں۔ بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے۔ جو خدا کے حکم سے کیا گیا ہے۔ گویا عمداً خدا کی طرف جھوٹ منسوب کرتے رہے نعوذ باللہ من ذالک۔

یہ نبی بنانے کے دو کھیل تو نکل چکے ہیں۔ کاش ہمارے غلطی خوردہ بھائی اس پر غور کریں اور راہ حق پر گامزن ہونے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں حق شناسی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (ایڈیٹر)

خط میاں ظہیر الدین صاحب

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی حضرت مولانا صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ۳۱ جولائی ۱۹۱۸ء کے پیغام صلح میں جس فیصلہ کے لئے آپ نے تحریک فرمائی ہے۔ اور دنیا کی اغراض کو خدمت دین کے عظیم الشان کام کے سامنے قربان کر دینے کا ارشاد کیا ہے۔ اسکو بغور پڑھنے کے بعد میرے دل میں تحریک ہوئی جو آپ کے ساتھ اس بارہ میں قطعی فیصلہ کر دوں۔

یہ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ احمدی جماعت کی عظیم الشان شخصیتیں ہماری چھوٹی چھوٹی انفرادی شخصیتیں فی الحقیقت گم ہو جانی چاہئیں۔ ایک بُت پرست۔ قبر پرست۔ پیر پرست۔ جسم پرست الغرض ایک دنیا پرست کے لئے تو ایسے الفاظ باعث ملالت ہو سکتے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک یہ ارشاد فی الواقعہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

آپ کو علم ہے کہ میرا کوئی چھوٹا یا بڑا بھائی نہیں اور نہ ہی کوئی چاچا بابا ہے۔ جو گھر کے کاروبار کا خیال رکھ سکے اس لئے میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ اگر میں ہفتہ وار لاہور سے گھر آؤں تو پھر ۵۰ روپیہ ماہوار ناکافی ہونگے۔ اس لئے انجمن میرے لئے ایک مکان کا بھی بندوبست کرے۔

جائز ضروریات کا خیال رکھنا کوئی معیوب بات نہیں۔ اور مجرّدانہ زندگی بسر کرنے والے مستغنی دوسروں کے لئے کوئی اچھا نمونہ نہیں ہو سکتے۔

لہٰذا عرض ہے کہ میرے متعلق آپ فیصلہ کریں۔ اگر میرا وجود اشاعت اسلام کے مفید نہیں ہو سکتا تو بھی مجھے اطلاع دیں۔

ہاں اخیر پر اس قدر عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ تجربہ نے اور نیز اکثر لوگوں کی عملی حالت نے اس بات کے اظہار کے لئے مجھے مجبور کر دیا ہے۔ کہ میرے دل میں جو یہ عقیدہ جاگزین تھا۔ کہ قرآن کریم کے بعد بھی ہدایت کتاب اور شریعت آ سکتی ہے اور خاتم النبیین کے بعد بھی ایسا ہی رسول اللہ آ سکتا ہے جیسے حضرت محمد رسول اللہ صلعم رسول تھے تو ایسی باتیں دین اسلام کو تقویت نہیں دیتی ہیں بلکہ اسلام کی بیخکنی کرتی ہیں اور اکثر لوگوں کی عملی حالت پر ایسے عقائد کا بہت بد اثر ہوا ہے۔ یہ عقیدہ رکھنا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وحی الہٰی بھی درحقیقت کتاب اللہ ہے جو قرآن کریم کے بعد خدا کی طرف سے بطور ایک شریعت اور ہدایت نامہ کے نازل ہوئی ہے۔ دراصل اہل اسلام کو فتنہ اور ہلاکت کے گڑھے میں ڈالنا ہے۔ اور آئندہ کے لئے میں نے اپنے دل میں عہد کر لیا ہے کہ ایسے خیالات کا میری طرف سے کبھی اظہار نہ ہوگا۔ بلکہ میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں۔ کہ ایسے دعوے کا بھی کسی دوسرے سے تذکرہ نہ کرونگا۔ اور اپنی زندگی کا اصل مقصد یہی سمجھوں گا۔ کہ قرآن کریم کی اشاعت ہو اور دین اسلام کا دنیا میں غلبہ ہو۔ قرآن کریم خاتم الکتب ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم خاتم النبیین ہیں اور جیسے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہوا ہے نہ ہی تو قرآن کریم کے بعد

اور شریعت کا دروازہ مسدود ہو چکا ہے۔ البتہ فنا فی الرسول کے طور پر صوفیوں کے رنگ میں الہامات اور مکاشفات اور رویائے صادقہ کا ہونا یہ امر دیگر ہے۔ اور مجھے بھی اکثر دفعہ عالم رؤیا میں ایسی ایسی باتوں کا پتہ لگ گیا ہے جو بعد میں ہو بہو وقوع میں آئیں اور میری اکثر دعائیں قبول ہوئیں۔ لیکن ایسی باتوں سے یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ میں کوئی خدا کا رسول اور نبی بن گیا ہوں۔ یا خدا کا بڑا مقرب بن گیا ہوں۔ جب حضرت مسیح موعودؑ نے انقطاع نبوت کا اقرار کر کے اپنی زندگی کے آخری ایام میں بھی یہی لکھا کہ وہ ظلی اور مجازی رنگ میں نبی ہیں نہ کہ مستقل اور حقیقی طور پر تو پھر اور کون ہے جو اپنے آپ کو مستقل طور پر نبی منوائے گو میرا یقین ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جس ایک شخص کے لئے پیشگوئی کی تھی اور ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں۔ وصیت میں اور تتمہ میں ایک غلام حلیم کا وعدہ دیا تھا۔ وہ میں ہوں۔ لیکن میں اس وقت تک بالکل خاموش رہوں گا۔ یہاں تک کہ مجھ میں اور میاں محمود احمد صاحب میں خدا کھلا کھلا فیصلہ کر دے۔ اور مولوی غلام رسول اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ جو میرا مقابلہ ہے اس کا نتیجہ ظہور میں آوے۔ پس میرے اس قدر الفاظ کو آپ کو میرے متعلق مطمئن کر سکتے ہیں تو پھر میری امداد کریں اور میرے متعلق قطعی فیصلہ کریں۔ میں جانتا ہوں کہ بعض شریر طبع میری مخالفت کریں گے۔ اور طرح طرح کی باتیں بنائیں گے۔ لیکن میں انہیں عقائد پر قائم ہوں۔ جو مورخہ ۸ اپریل کو میں نے آپ کو لکھ کر دیئے تھے۔ والسلام۔ محمد ظہیر الدین اروپ ۸/۱۸ء

(۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی معظمی حضرت مولانا صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ کل میں گوجرانوالہ میں نماز جمعہ پڑھانے کے لئے گیا تھا۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط آپ کی طرف سے شیخ صاحب دین کے نام جو آیا تھا وہ میں نے پڑھا دو باتوں کا اس میں خصوصیت سے ذکر کیا ہوا ہے۔ اول یہ کہ آپ کو میرا اعتبار نہیں رہا۔ کیونکہ جو عقائد میں نے آپ کو لکھ کر دیئے ان پر میں قائم نہیں رہا۔ اور ان عقائد کے خلاف اشتہارات شائع کئے۔ دوسرے یہ کہ آپ کے متعلق پیشگوئی شائع کرنے کا اعلان کیا۔ پہلی بات کے متعلق یہ عرض ہے کہ بعض اسباب ایسے پیدا ہو گئے تھے کہ مجبوراً مجھے اشتہار لکھنے پڑے۔ اور اسی لئے میں نے انجمن کے حکم کا جواب نہ دیا اور نہ ہی لاہور حاضر ہو سکا۔ علاوہ ازیں آپ کو علم ہوگا۔ کہ میں بار بار لکھتا رہا ہوں کہ میں انہیں عقائد پر قائم ہوں جو آپ کو لکھ کر دیئے تھے۔

اشتہارات جو طبع ہوئے فی الواقع ڈاکٹر نور محمد صاحب نے ہی ان کو لکھوایا چھپوایا اور شائع کیا۔ اور گو یہ صحیح ہے کہ اگر میں ڈاکٹر صاحب کو امداد نہ دوں تو وہ کبھی بھی اشتہار شائع نہ کر سکیں۔ لیکن بعض وجوہات سے ایسا ہوا ہے۔ اور چند روز ہوگئے میں نے آپ کی طرف لکھ دیا تھا کہ آئندہ کوئی اشتہار شائع نہ ہوگا۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ کہ انجمن کی ماتحتی میں رہ کر کوئی ایسی کارروائی کی جائے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بعض یزیدی طبع محمودی اگر میں اپنے طور پر اشتہارات نکالتا رہوں تو بڑے خوش رہتے ہیں۔ لیکن جونہی کہ آپ کے ماتحت کام کرنے کا ارادہ ظاہر کرتا ہوں طرح طرح سے رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ اور قسم قسم کی باتیں بناتے ہیں۔ دیکھو اگر میرے اندر بناوٹ ہو تو میں اسباب میں کوئی روک نہیں دیکھتا۔ کہ میاں صاحب کی خلافت مان لوں۔ لیس پھر کیا ہے اسمہٗ احمد کا واحد مصداق مرزا صاحب کو وہ مان چکے ہوئے ہیں۔ یہ بھی وہ مان چکے ہوئے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کے الہامات کے مجموعہ کو بھی کتاب کہہ سکتے ہیں۔ اور خدا نے مسیح موعود پر الہام کیا تھا کہ ان کے الہامات کتاب مبین ہیں +

احمدی شریعت، آپ دیکھ ہی چکے ہیں کہ تمام مسلمان جو مرزا صاحب کے تمام دعاوی پر ایمان نہ لاویں وہ کافر اکفر اور جہنمی ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنا حرام۔ ان کا جنازہ پڑھنا حرام۔ ان کو لڑکیاں دینا حرام۔ اور مسیح موعود اسی طرح نبی اللہ اور رسول اللہ ہیں جس طرح سے حضرت محمد اور حضرت موسیٰ علیہما السلام اللہ کے رسول ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جن پر میاں صاحب اور ان کے مریدین قائم ہوتے جاتے ہیں۔ پس آپ خود سوچ لیں کہ اگر میں دھوکہ

...صاحب سے تو بھی مجھے سرکاری ملازمت مل سکتی ہے۔ اور اب تو ہم عقیدہ لوگوں کی بھی اس قدر تعداد ہو گئی ہے جو خاطر خواہ کام رہا ہے۔ آپ کی انجمنوں کی طرف سے ٹریکٹ اور اشتہارات شائع ملتے ہیں۔ لیکن ہماری طرف سے کس قدر کثرت سے مفت اشتہار شائع کرنے کا کیا فائدہ۔ میں چاہتا ہوں آپ کو یقین دلا دوں کہ میں محض محمدی عزت کی بہتری کیلئے اور اشاعت اسلام کے لئے آپ کے ساتھ متفق ہوں۔ قرآن کریم میں صاف لکھا ہے۔ ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعاً لست منھم فی شیءٍ۔ پس میں اپنے آپ پر یہ الزام نہیں لینا چاہتا۔ کہ میں نے جماعت میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ میاں صاحب اگر رسول اللہ صلعم پر نبوت کا دروازہ ختم نہیں مانتے اور محمد رسول اللہ صلعم کے بعد وحی نبوت کے نزول پر یقین رکھتے ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب پر وحی جبرئیل کا نازل ہونا یقین کرتے ہیں تو ان کو مبارک ہو + میں تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر میں اپنے گزشتہ اعتقادات صحیح یقین کروں۔ اور اسمہ احمد کا واحد مصداق حضرت مرزا صاحب کو سمجھوں۔ اور ان کی وحی کو وحی نبوت اور وحی رسالت یقین کروں۔ تو بالآخر مجھے یقین کرنا پڑتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب تمام عمر توریہ کے طور پر کام کرتے رہے۔ اور مرتے دم تک انہوں نے تقیہ سے کام لیا۔ اور تمام عمر آیت خاتم النبیین کو پیش کر کے اپنے بچاؤ کے لئے یہ اقرار کرتے رہے کہ لانبی بعدی صحیح۔ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم۔ اور آیندہ کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آسکتا +

پس میں نے اسی میں اپنی بہتری سمجھی ہے۔ جو اپنی غلطی کا اقرار کرلوں۔ اور حضرت مسیح موعود نے جو آیت خاتم النبیین کے عام طور پر یہ معنی کئے ہوئے ہیں کہ لانبی بعدی اور کبھی نہ کسی رنگ میں تسلیم کر لیا ہوا کہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ وحی جبرئیل جو نبوت کا نزول بند ہو چکا ہے۔ محمد رسول اللہ پر نبوت کا انقطاع ہو چکا ہے۔ ان تمام باتوں کو بالکل صحیح یقین کرلوں۔ اور حضرت مسیح موعود نے چونکہ تمام عمر اپنی رسالت پر آیت یا تینکم رسل منکم یا فاما یاتینکم منی ھدی سے کبھی استدلال نہیں کیا۔ اسلئے ان آیات سے خاتم النبیین کے بعد رسالت اور ہدایت کے دروازوں کو کھلا نہ مانوں اور اسمہ احمد کا حقیقی اور واحد مصداق صرف حضرت محمد رسول اللہ کو ہی مان لوں۔ پس میں بجائے حضرت مسیح موعود پر کوئی الزام لگانے کے اپنے آپ پر الزام لگاتا ہوں اور اپنی بیوقوفی اور غلطی کا اقرار کرتا ہوں۔ باقی رہی دوسری بات یعنی آپ کے متعلق پیشگوئی سو خدا گواہ ہے ابھی تک آپ کے متعلق مجھے کوئی بات نہیں بتلائی گئی۔ البتہ کل علی الصبح خصوصیت سے مجھے رویا میں میاں محمود احمد صاحب دکھائے گئے جو لیٹے ہوئے نظر آئے۔ اور ان [illegible] میر اسحاق صاحب بھی دیکھے گئے۔ میں نے دیکھا کہ میاں صاحب نے تمام ڈاڑھی منڈوائی ہوئی ہے۔ مونچھیں موجود تو ہیں لیکن کتری ہوئی تب میں اپنے دل میں کہتا ہوں۔ کہ انہوں نے تو خوب ڈاڑھی رکھی ہوئی تھی۔ اب یہ کیا فیشن اختیار کرلیا ہے۔ اور ساتھ ہی تفہیم ہوئی۔ کہ بیداری میں کہ میاں صاحب کے بعض اعتقادات کا زوال ہوگا + والسلام

محمد ظہیر الدین ازاروپ 10 $\frac{8}{18}$

حضرت امیر کا خط میاں ظہیر الدین صاحب کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

شملہ 15 $\frac{8}{18}$

مکرم اخویم مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے ہر دو خطوط ملے۔ جن واقعات کے ماتحت آپ نے پہلی قرارداد کے بعد یہ اشتہار نکالا ہے۔ جو جواب میں نے ماسٹر فقیر اللہ صاحب سے لکھوایا وہی درست تھا۔ لیکن جب آپ کے خطوط میں یہ اعتراف موجود ہے۔ کہ آپ نے فی الواقعہ ان تمام عقائد سے بیزار ہیں جو آپ کی تحریروں یا اشتہاروں میں ایک مدت سے شائع ہوتے رہے ہیں تو مجھے بھی اسبات کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ لیکن اس قدر آپ سے کہونگا۔ کہ انسان کا سب سے بڑا جوہر مستقل مزاجی ہے ایک نیک کام پر ایک صحیح عقیدہ پر ثابت قدمی ہزاروں معجزات اور کرامات کا کام دیتی ہے جو کچھ تحریریں آپ نے پہلے شاہ صاحب کو اور پھر مجھے بھیجیں یا لکھیں اور پھر اُن کے بعد جو اشتہارات آپ کی طرف سے شائع ہوئے آپ کی مجددیت کے سوال کو چھوڑ کر ایک تلون پر دلالت کرتے ہیں اور دیکھئے

انکار کرے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اسکی اجازت ضرور ہے۔ مگر یہ کوئی اعلیٰ مقام ایمان کا نہیں ہے۔ خوابوں کا ہونا کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے انسان کو یہ حق حاصل ہو جائے کہ پھر وہ جو چاہے کرے۔ اگر آپ نے فی الواقعہ خدمت دین کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ بھی میں خوب جانتا ہوں کہ آپکے دل میں یہ تڑپ بھی موجود ہے۔ کیونکہ آپنے بار بار اس خیال کا اظہار کیا ہے۔ گو بعض وقت دوسرے واقعات نے اس صحیح جوش کو دبا کر دوسرے خیالات کا اظہار کرا دیا ہے پس اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ اب آپ کا وہ سچا جوش ٹھیک جگہ پر لگے۔ تو ان باتوں کو آپ قطعی چھوڑ دیں اور ایک اعلان صاف ان الفاظ میں کردیں کہ جو جو عقائد آپ کی کتاب نبی اللہ کا ظہور یا اور اعلانات اشتہارات میں ایسے ایسے پائے جاتے ہیں۔ آپ ان سے اپنی بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔ یہ اشتہار آپ لکھ کر پہلے مجھے بھیجدیں پھر میں اسے لاہور بھجوا کر چھپوا دوں گا۔ اور چونکہ میرے نزدیک انسان کے ایمان اور اخلاص کی کوئی قیمت نہیں ہوتی چاہئے۔ اور نہ اس کے سامنے کسی قسم کا خیال ذاتی ہونا چاہئے۔ اسلئے سردست میں یہ بھی نہیں کہتا کہ اس کے بعد کیا ہوگا۔ لیکن یہ آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ جو شخص اللہ کے لئے ایک غلطی کو چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے نہ دُنیا میں نہ آخرت میں کبھی ضائع نہیں کرتا۔ انسان کے اندر اگر وہ صفت پیدا ہو جائے جو استقامت کے نام سے موسوم ہے تو پھر اسے کسی کی پرواہ نہیں رہتی۔ اور جو کچھ کرتا ہے۔ خدا کے لئے کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی اس کا ہو جاتا ہے۔ آپنے زبانی مجھے کہا تھا۔ کہ ڈاکٹر نور محمد صاحب آپسے بعض بے احتیاطیاں کرواتے ہیں۔ میرا خیال ہے۔ کہ اگر اس معاملہ کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ کرنے کیلئے آپ اشتہار میں اسبات کو بھی لکھ دیں تو بہت بہتر ہوتا کہ پھر کسی کو یہ موقع ہی نہ مل سکے۔ ہاں اگر وہ خدا کیلئے اپنی غلطیوں کو چھوڑ کر راہِ راست پر آجائیں۔ تو اس سے کوئی مانع نہیں۔ اور اُن کی بھلائی بھی اسی میں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپکے اس اعلان سے ان لوگوں کو جو سلسلہ میں تفرقہ دیکھنا چاہتے ہیں رنج ہوگا۔ اور انہیں یہ امر ناگوار ہوگا۔ مگر حق کیلئے اگر انسان ناراض ہوں تو ہونے دیں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

ایک بات اور بھی میں صفائی کے ساتھ لکھ دینی چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ مجھے اسبات سے انکار نہیں کہ آپ کو یا کسی اور شخص کو ہماری جماعت میں سچی خوابیں آجائیں۔ بلکہ بہت لوگوں کو آتی ہیں لیکن اگر آپ حقیقۃ الوحی کے ابتدائی صفحات کو پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ اس پر آپ بعض لوگوں کو ٹھوکر لگ جاتی ہے ہمارے خواب یا ہمارے الہامات ہمارے عقائد کا فیصلہ کرنیوالی چیز نہیں وہ قرآن وحدیث کے ماتحت ہیں۔ بعض وقت انسان جب ابھی صفائی نفس کے کمال کو نہیں پہنچا ہوتا۔ تو شیطان بھی اُسکو بدراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے خواہ انسان کے رنگ میں آئے یا جن کے رنگ میں۔ بعض وقت خواہشات نفسانی ایک صورت دکھا دیتی ہیں۔ ان پر اڑ بیٹھنا انسان کے لئے بعض وقت ہلاکت کا موجب ہو جاتا ہے۔ میاں صاحب نے بھی یہ الہام شائع کیا۔ کہ ہم میں ایک نبی آیا اور نبی بھی آئینگے۔ جو آیت خاتم النبیین کے صریح خلاف ہے۔ کاش وہ قرآن اور حدیث پر غور کر کے اس الہام کو شیطانی سمجھ کر رد کر دیتے۔ مگر انہوں نے ٹھوکر کھائی۔ آپ کے بھی کسی اشتہار میں میں نے پڑھا ہے کہ اسمہ احمد کے صرف حضرت مرزا صاحب کے متعلق ہونے پر اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نہ ہونے پر آپ کو الہام ہوا۔ میں کہتا ہوں یہ بھی ایک غلطی ہے۔ عقائد دینی کا فیصلہ زید وبکر کے الہام سے نہیں ہوتا۔ اسلئے یہ بھی چاہتا ہوں کہ آپ سردست ان خیالات کو بکلی ترک کر کے محض اپنے آپ کو خدمت دین کے لئے تیار کریں۔ اور ایسے خوابوں اور الہاموں کو اسقدر وسعت نہ دیں کہ ایک نیک کام بھی وہ آپ سے چھڑوا دیں +

یہ میری نصیحت ہے کہ آپ اسکو مان لیں تو اسمیں آپ کی بھلائی ہوگی عزت جو خدمت دینی سے انسان کو ملتی ہے وہی حقیقی عزت ہے چند آدمیوں کا پیشرو بنجانا یہ فی الواقعہ کوئی عزت نہیں بلکہ خطرہ کا مقام ہے۔ کیونکہ انسان اپنے ساتھ بہت دوسروں کو بھی بعض وقت لے ڈوبتا ہے۔ آپ مصلح موعود اور یوسف موعود وغیرہ خیالات کو جب تک ایسا مقدم کر رہے ہیں کہ بات بات میں یہ آپ کے لئے ٹھوکر کا موجب ہو جاتے ہیں۔ اس وقت تک خدمت دین کے آپ قابل نہ ہو سکینگے +

کسی کا مصلح موعود ہونا یا یوسف موعود ہونا نہ کوئی قرآن شریف [illegible]

متعلق لکھا ہے۔ مگر میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ بھی قرآن اور حدیث کے ماتحت اگر آئیگا تو بحیثیت مجدد ہی آئیگا۔ اور اس سے بڑھ کر نہیں۔ آپ اگر اس خیال میں ہوں۔ کہ چونکہ میاں صاحب پر یہ لوگوں نے لگانا شروع کیا ہے۔ اسلئے اسکی تردید ضروری ہے۔ تو اسکی تردید کے لئے دلائل کافی ہیں یہ ضروری نہیں کہ کوئی اور مصلح موعود بنکر ان کے مقابلہ میں کھڑا ہو اور اللہ تعالیٰ خود بھی اپنے دین کا حافظ ہے زیادہ رخنہ اندازی کا علاج وہ خود ہی کر دیتا ہے۔ اسلئے میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک دفعہ ان سب خیالات کی صفائی کر کے خالصاً للہ دین کی خدمت کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ پر کیا فضل کرتا ہے۔ اور کیا خدمت آپ سے لیتا ہے + والسلام

خاکسار۔ محمد علی

میاں ظہیر الدین صاحب کا تیسرا خط حضرت امیر کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مکرمی حضرت مولوی محمد علی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا $\frac{8}{18}$ 15 کا لکھا ہوا خط مجھے پہنچا۔ اس پر صرف گوجرانوالہ کی مہر ہے شملہ کی مُہر کوئی نہیں۔ اس خط کو پڑھنے سے مجھے ایسا معلوم ہوا۔ کہ گویا میں ایک بہت بھاری بوجھ کے نیچے دب گیا ہوں میری حُسن ظنی سمجھو یا بیوقوفی میں آج تک نیک نیتی سے یہی سمجھتا رہا ہوں کہ آپ لوگ جو حضرت مسیح موعود کی صداقت پر آیت قرآنیہ مثلاً وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً یا فلا یظھر علی الخ وغیرہ سے استدلال کیا کرتے ہیں تو دراصل آپ دل سے یہی یقین رکھتے ہیں کہ سچ مچ حضرت مسیح موعود نبی اللہ ہیں۔ اور ان کی وحی وحی رسالت ہے جس پر ایمان لانا دار نجات ہے لیکن آپ کے اس خط سے مجھے کامل یقین ہو گیا۔ کہ جو کچھ میں نے سمجھا ہوا ہے وہ غلط ہے اور آپ حضرت مسیح موعود کو نبی اللہ یقیناً نہیں سمجھتے۔ اور ان کے دعاوی کو ماننا جزو ایمان نہیں قرار دے سکتے۔ اور اُن کی وحی الٰہی کے ماتحت اگر مصلح موعود ہوگا تو وہ بھی ایک مجدد ہوگا جس کا ماننا جزو ایمان نہیں +

آپ کو یاد ہوگا کہ جس وقت آپنے مجھ سے بعض سوالات کے جوابات لکھوائے تھے اس سے پہلے میں نے آپ کو کہہ لیا تھا کہ میرے خیال میں آپ حضرت مسیح موعود کی طرح بحکمت عملیوں سے کام لیکر فتنہ کو فرو کر کے احسن طریق پر رسالت مسیح موعود منوانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور آپنے اسبارہ میں بار بار مجھ سے پوچھ کر آخر یہی سمجھا یا تھا۔ کہ فی الواقعہ آپ لوگ احسن طریق سے حضرت مسیح موعود کے دعاوی کو منوانا چاہتے ہیں۔ اور وقتی مصلحتوں سے کام لیکر فتنہ سے بچنے کے لئے طرح طرح کے پیرائے اختیار کر رہے ہیں لیکن آپکے خط سے میری تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔ لہٰذا عرض ہے کہ چونکہ میں سچے دل سے حضرت مسیح موعود کو احمد جری اللہ یقین کرتا ہوں۔ اور ان کا ماننا جزو ایمان سمجھتا ہوں۔ اور ان کو صاحب شریعت رسول اللہ ہونے کا دعویدار یقین کرتا ہوں۔ اور ان کے الہامات کے ماتحت اپنے آپ کو یوسف موعود اور مصلح موعود یقین کرتا ہوں اسلئے ایسے حالات میں آپ کے ساتھ ملکر کام نہیں کر سکونگا۔ میں اپنے خطوط میں بار بار جو ہلاکت اور فتنہ کی طرف اشارہ کر رہا ہوں تو محض اسلئے کہ جو میرے عقائد ہیں وہ ہیں تو سچے لیکن دنیا کو ان عقائد سے اسقدر نفرت ہے۔ کہ فتنہ اور ہلاکت کا اندیشہ ہے اور ان عقائد سے اہل اسلام میں ایک فتنہ برپا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود پر انہیں عقائد کی وجہ سے مولویوں نے کفر کے فتوے دیئے تھے۔ لیکن چونکہ ہم ان عقائد میں حضرت مسیح موعود کو سچا مانتے ہیں۔ اسلئے ہم سے بھی وہی سلوک ہوگا۔ جو حضرت مسیح موعود سے ہوا۔ میرا خیال تھا۔ کہ آپ کو حضرت مسیح موعود سے بہت محبت ہے لیکن یہ آپنے کیا کہا کہ میاں محمود احمد صاحب کا نبوت کے بارہ میں الہام یعنی نبی آیا اور آئیں گے۔ یہ قرآن کریم کی آیت خاتم النبیین کے خلاف ہے۔ میں تو اس الہام کو قرآن کریم اور مسیح موعود کے الہامات کے عین موافق یقین کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ ہو + آمین

خاکسار محمد ظہیر الدین یوسف موعود $\frac{8}{18}$ 23

خلاف وہ اسباب پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہ واقعی مسیح ابن مریم جب آسمان سے نازل ہونگے۔ اور دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہونگے۔ تو پیچھے آکر انہیں چلنے پھرنے اور بالخصوص خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے لئے دو آدمیوں کی ضرورت ہوگی۔ جنکے کندھوں پر وہ ہاتھ رکھکر طواف کرسکیں ممکن ہے بڑھاپے کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے سے عاری ہوں۔ اور اس لئے دو آدمیوں کے سہارے سے ہی چل سکیں۔ لیکن اس صورت میں بھی زمین پر چلنے کے لئے تو بیشک سہارے کی ضرورت ہوسکتی ہے۔ لیکن آسمان سے اترنے کے لئے معلوم نہیں دو فرشتوں کے سہارے کی ضرورت کیوں پڑ گئی۔ کیا ہمارے مخالفین اور بالخصوص مولوی ثناء اللہ صاحب اس پر غور فرما کر ہمیں جواب دینگے۔ جو ان احادیث پر اصولی بحث سے تجاوز کرکے ذاتیات کے جھگڑے پر مشتمل نہ ہو۔ کیونکہ اس طرح سے خلط مبحث ہو کر بات کہیں کی کہیں چلی جاتی ہے اور ہم چاہتے ہیں۔ کہ اسیطرح سے ایک ایک کرکے تمام علامات مسیح موعود پر غور اور تدبر کیا جائے اور مسلمانوں کو جو مسیح علیہ السلام کی آمد کے منتظر ہیں۔ اور اسکے آتے ہی فوراً اس کی جماعت میں شامل ہونے کا دم بھرتے ہیں۔ اسطرف توجہ دلائی جائے۔ کہ وہ ان باتوں پر غور کریں۔ کہ کہیں انکے قدم نے ٹھوکر تو نہیں کھائی۔ اور کسی دوسری طرف تو وہ نہیں چلے گئے؟

کیا آنحضرت صلعم اپنی جان کے خوف سے تبلیغ رسالت نہیں کرتے تھے

۱۱ ستمبر ۱۹۱۸ء کے ذوالفقار میں "باب الاستفسار" کے زیر عنوان جناب سید علی الحائری سے یہ سوال کیا گیا ہے۔ کہ آیت کریمہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ میں کس امر کی تبلیغ کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا ہے۔ جسکی عدم تعمیل پر فما بلغت رسالتہ کے عتاب الہی کی خبر دی گئی۔ اور جسکے ساتھ ہی واللہ یعصمک من الناس کا بھی مژدہ سنایا گیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کوئی بڑے خوف و خطرے کی بات تھی۔ سائل نے جواب [illegible] مسلمات اہل سنت کے مطابق مانگا۔

لیکن ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب ہم نے اس جواب کو پڑھا۔ جو اسکے ساتھ ہی جناب حائری کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اور جسمیں بلغ ما انزل الیک میں حضرت علی کے ولی اللہ ہونے کو امر تبلیغ رسالت قرار دیتے ہوئے بتایا ہے۔ کہ پہلے مزدلفہ (مشعر الحرام) میں نازل ہوئی ... پیغمبر منافقوں کے کید و مکر سے عالم تھے جبریل سے فرمایا لم یصدق تونی بل یکذبونی منافق لوگ اس حکم الہی میں میری تصدیق نہیں کرینگے بلکہ تکذیب کرینگے یہاں تک کہ مسجد خیف میں جا پہنچے۔ جبریل دوبارہ یہی آیت لیکر آئے۔ بعض مفسرین کے نزدیک حضرت صلعم مقام جحفہ میں پہنچے تھے۔ جب جبریل یہ آیت لائے۔ پیغمبر صلعم نے اپنی حفاظت کا وہیں بین الحرمین مقام جحفہ ہی میں خدا تعالےٰ سے وعدہ لیا۔ جب آنجناب اسی اثنا میں مقام غدیر خم میں پہنچ گئے۔ تب جبریل تیسری مرتبہ واللہ یعصمک من الناس کا وعدہ اس آیت تبلیغ کے ہمراہ لیکر آیا۔ اس وقت حضرت صلعم نے ایک لاکھ بیس ہزار کے مجمع میں امامت اور ولایت علی علیہ السلام کی تبلیغ کی !!

اس کو چھوڑکر کہ بلغ ما انزل الیک سے جو جناب حائری نے امامت اور ولایت علی مراد لی ہے۔ یہ کہاں تک صحیح ہے۔ حیرانی ہمیں اس بات پر ہے کہ وہ سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم جو عرب کے خونخوار مشرکین سے کبھی باوجود ان کی دھمکیوں۔ انکے منصوبوں اور انکے حملوں کے ڈرے نہیں اور انکے مشرکانہ عقائد کی تردید ہی کرتے چلے گئے جو اس وقت جبکہ سخت سے سخت حملے آپ پر کئے جاتے تھے۔ آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے ہر طرح سے آپکو دکھ دینے کی [illegible] سنت سے بھی آپ اس رستے سے پھرے نہیں ایسے محسن یہ کہنا کہ وہ ایک علی علیہ السلام کی امامت اور ولایت کا اعلان کرتے ہوئے ڈرتے تھے اور جان کا خوف آپکو لاحق تھا کہاں تک جائز اور آپ پر کتنا ناپاک حملہ ہے۔ جان کا خوف تو ایک طرف۔ آپکو تو تبلیغ رسالت میں اپنی جان کی پرواہ تک بھی نہیں۔ اور اللہ کے رستے میں ایک کیا آپ کی اگر کروڑوں جانیں بھی ہوتیں تو سب کو فدا کرنے کے لئے طیار رہتے۔ اور آپ نے نہ کیں۔ آپکے الفاظ کو پڑھو۔ کسقدر آپکو اپنی جان سے زیادہ اللہ تعالےٰ کے رستہ میں کام کرنا۔ اور خدا کے حکموں کو منوانا عزیز تھا۔ فرماتے ہیں والذی نفسی بیدہ لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل خدا تعالےٰ کی قسم ہے جسکے دست قدرت میں میری جان ہے۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ کے رستہ میں قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ ہوں اور پھر قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ ہوں اور پھر قتل کیا جاؤں۔

یہ ہے وہ انسان جسکی نسبت جناب حائری کا بیان ہے کہ وہ ایک امامت و ولایت علی کی تبلیغ کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ اور باوجودیکہ جناب الہی سے بار بار اسکا حکم ملا۔ اور تہدید بھی نازل ہوئی۔ لیکن آپ نے اس کی تبلیغ نہیں کی۔ جبتک کہ اپنی حفاظت کا وعدہ جناب الہی سے نہیں لے لیا۔ سمجھ نہیں آتی۔ کہ جس شخص کو اسقدر اپنی جان کا خیال تھا۔ کہ ایسے چھوٹے سے حکم کو بھی (اگر کوئی ایسا حکم تھا حالانکہ ایسا نہیں) پہنچانے سے محض اسلئے ڈرتا ہو۔ کہ اسے لوگوں کی تکذیب کا خوف ہے وہ توحید جیسے اہم امر کو کس طرح سے منوا سکتا اور بالخصوص اسقدر شرک ہوتے ہوئے کیونکر اسکی تردید کرسکتا ہے۔ اور کس طرح سے اس کی زبان سے والذی نفسی بیدہ لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم اقتل الخ کے الفاظ نکل سکتے ہیں۔

بلغ ما انزل الیک الخ سے کیا مراد ہے

بالفرض اگر یہ مان بھی لیا جائے۔ کہ بلغ ما انزل الیک الخ میں حضرت علی ہی کی امامت و ولایت کے متعلق کہا ہے۔ کہ اسکو پہنچا دو۔ تو اسکا کیا جواب جناب علامہ حائری صاحب دینگے۔ کہ ما انزل تو بتا رہا ہے۔ کہ یہ ولایت و امامت علی رضی اللہ عنہ کا حکم پہلے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوچکا ہے۔ جسکی تبلیغ کے لئے اب دوبارہ ارشاد ربانی ہوا ہے۔ پھر کیا سارے قرآن میں کسی ایک جگہ بھی ایک لفظ بھی اسبارہ میں موجود ہے۔ جسکی طرف ما انزل کے الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔ یہ عجیب بات ہے۔ کہ جس امر کی تبلیغ کرنی ہے۔ اسکا تو قرآن میں کہیں بھی ذکر نہیں۔ اور حکم ہو رہا ہے۔ کہ اسکی تبلیغ کرو۔ بلکہ اسکے ساتھ تہدید بھی ہے۔ کہ اگر اسکو نہ پہنچایا تو امر رسالت کو ہی نہیں پہنچایا۔ یا تو جناب علی الحائری کہیں قرآن میں سے دکھائیں۔ کہ کس جگہ اور کس آیت میں امامت و ولایت علی علیہ السلام کو ماننے کی تلقین کی ہے جسکی طرف ما انزل میں اشارہ کیا ہے۔ ورنہ انہیں ماننا پڑیگا۔ کہ اس سے امامت و ولایت علی مراد نہیں کوئی اور ایسی بات ہے جسکا قرآن میں ذکر موجود ہے۔ وہ کیا بات ہے۔ سیاق و سباق آیت کو اگر دیکھا جائے۔ تو صاف پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ یہ اس رسالت کی تبلیغ کا حکم ہے۔ جسکے لئے نبی کریم صلعم مامور کئے گئے تھے۔ یعنے توحید الہی۔ یہ آیت مدنی ہے۔ اور چونکہ ہجرت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ مشکلات میں گھر گئے تھے۔ مکہ میں صرف مشرک ہی آپ کے دشمن تھے لیکن مدینہ میں یہود اور نصاریٰ کی دو بڑی قوموں سے بھی آپکو مقابلہ پیش تھا۔ اور وہی آیت کے سیاق و سباق میں مخاطب ہو رہے اسلئے واللہ یعصمک من الناس کا وعدہ بھی ساتھ

ایسے وقت میں اسد [illegible] نبی کریم صلعم تبلیغ رسالت سے ہچکچاتے تھے۔ اور کسی کی مخالفت اور تکذیب سے ڈرتے تھے۔ ایسا ہی غلط ہے جیسے کوئی کہدے کہ فلا تکن للخائنین خصیما کی آیت کریمہ اسلئے نازل ہوئی۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نعوذ باللہ کسی خائن کی حمایت میں کھڑے ہو کر اسکے لئے جھگڑا کیا تھا۔ یا جیسے کہ عیسائیوں کا اعتراض ہے۔ فلا تکونن من الممترین کا حکم اسلئے نازل ہوا۔ کہ نبی کریم صلعم کو اپنی رسالت میں کوئی شک تھا۔ علامہ حائری امید نہیں۔ کہ ان ہر دو باتوں کی تصدیق کے لئے تیار ہوں۔ پھر یہ کیونکر مان لیا جائے اور ما انزل کی نص صریح کو چھوڑکر نبی کریم صلعم کی عزت و عظمت کے خیال کو نظرانداز کرکے۔ یہ کیونکر بلا تامل مان لیا جائے۔ کہ بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ کا ارشاد ربانی اسلئے نازل ہوا تھا۔ کہ نبی کریم صلعم کو امامت و ولایت علی رضی اللہ عنہ کی تبلیغ کا حکم ہوا تھا۔ اور آپ اس کی تبلیغ سے ہچکچاتے۔ اور لوگوں کی تکذیب سے ڈرتے تھے۔ اس بات کے ماننے میں ہمیں کونسا امر مانع ہے۔ کہ یہ دراصل توحید الہی کی تلقین کی راہ میں پیش آمدہ مشکلات ہی کیوجہ سے حکم ہوا ہے۔ اور ان مشکلات کے اندر بھی اللہ تعالےٰ نے آپ کے زندہ و سلامت رکھنے کا وعدہ اسلئے دیا ہے۔ کہ یہ بھی آپکی صداقت کا ایک نشان ہو۔ کیا علامہ حائری کو ان تصریحات کے باوجود بھی اس امامت و ولایت علی رضی اللہ عنہ پر ہی اصرار رہیگا۔ جو بقول انکے اللہ تعالےٰ کیطرف سے تلقین اور آنحضرت صلعم کی طرف سے تبلیغ ہونے کے باوجود بھی چوتھے نمبر پر ہی رہی۔ اور بلا فصل خلافت کا حق علی رضی اللہ عنہ کو دینے کے باوجود بھی (جیسا کہ شیعوں کا خیال ہے) ابوبکر رض و عمر رض و عثمان رض ہی اول رہے۔ اس فعلی شہادت کے ہوتے ہوئے کون عقلمند ایک ایسی قولی شہادت کے درپے ہو سکتا ہے۔ جو وہ بھی صراحت سے بیان نہیں ہوئی۔ اور [illegible] شیعوں کے حق میں ہونے کے خلاف اسقدر دلایل موجود ہیں۔ جناب علی الحائری کیا اس پر غور فرمائینگے۔

کپڑا کیوں گراں ہو رہا ہے

اس تہذیب و شائستگی کے زمانہ میں جہاں اور بہت سے فوائد ہندوستان کو تہذیب یورپ کی تقلید سے حاصل ہوئے ہیں۔ جہاں ریل اور ڈاک نے تجارت کا بازار پہلے سے زیادہ گرم کر دیا ہے۔ اور جلب منفعت کی کئی ایک راہیں کھل چکی ہیں۔ وہیں انہی راہوں میں سے بعض ایسی بھی رائج ہوگئی ہیں۔ جو کہنے کو تو تجارت ہی کا ایک رنگ ہے۔ لیکن [illegible] مہذب جوا بازی اسے کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔ بلکہ اسکا نام ہی سٹہ بازی رکھا گیا ہے۔ جو جوا بازی کے مترادف و ہم معنے ہے۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ جوئے کا لفظ جہاں خاید ہو وہ ممنوع و حرام ہے۔ اور یہ سٹہ بازی موجودہ تہذیب و شائستگی کی شریعت میں حلال۔ ایک عرصہ سے ہندوستان کپڑے کی گرانی کو سختی سے محسوس کر رہا ہے۔ بلکہ بہت سی جانیں اسی گرانی کیوجہ سے تلف بھی ہو چکی ہیں۔ کلکتہ میں ایک بیوہ نے اپنی برہنگی کو ڈھانپنے کیلئے کپڑا میسر نہ آنے کیوجہ سے خودکشی کر لی اور بھی کئی ایک واقعات سننے میں آچکے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ گرانی کپاس کے زیادہ قیمت پر بکنے ہے۔ کارخانے بھی فوجی ضروریات کی بہم رسانی میں مصروف ہوئے اور دیگر ازیں قبیل ہونا کیوجہ بھی ہے۔ لیکن ہمارے ناظرین یہ سنکر حیران ہونگے۔ کہ ان سب تو کیسا ایک [illegible] جو کپڑے کی گرانی کا موجب بنی رہی ہے۔ وہ کپڑے کی سٹہ بازی ہے۔ [illegible]

اہلِ تجارت

اس جنگِ عظیم سے جو نقصان اہلِ تجارت کو ہوا ہے شاید اس کے برابر کسی اور اہلِ حرفت کو خسارہ کا منہ نہ دیکھنا پڑا ہوگا جہاز رانی کی بندش۔ مال گاڑی کی کمی۔ اشیاء کی گرانی۔ ممالک غیر کے اہلِ حرفت کی جنگ کی جانب مصروفیت وغیرہ نے وہ کرشمے دکھائے کہ پیسے کی چیز روپے میں بھی دستیاب نہیں ہوتی۔ پھر بھی سرکار انگلشیہ کے انتظام کی خوبی ہے۔ کہ ایسے الوسیع ہر ایک چیز کا انتظام بموجب حالات موجودہ نہایت خوش اسلوبی سے ہو رہا ہے۔ تجارت کو اصلی مرکز پر لانے کے لئے امن و امان کی ضرورت ہے۔ جو خود غرض و لالچی ہو جس نے طمع کا دامن پھیلا یا ہو۔ ہوائی گھوڑے پر سوار ہو کر ہوائی حلقہ بندی کرے دنیا میں اپنا ہی تسلط جمانا چاہے۔ اپنی ہی تجارت کو فروغ دینا چاہے۔ اس سے کب امن کی امید ہو سکتی ہے۔ ایسے سفاک جرمن کے شکنجوں سے خدا دشمن کو بھی پناہ دے۔ جہاں خود غرضی کی ہوا چل رہی ہے۔ وہاں آزادی کا کیا کام۔ تجارت پیشہ اصحاب آپ جہاندیدہ ہیں۔ ملک و قوم کی خوش حالی آپکی ترقی و اقبال کے ساتھ وابستہ ہے۔ آپکے تجربہ و سخاوت سے ہمیشہ ملک کو فائدہ کثیر ہوتا رہا ہے۔ آپ سلطنت برطانیہ کے زیر سایہ آزادی امن و امان سے زندگی بسر کر رہے ہیں جسطرح آپ ہمیشہ اپنے اصول فعل و قول کے پابند رہے ہیں کیا اب بھی ویسے ہی ثابت قدم رہینگے۔ کیوں نہیں۔ بوقت ضرورت اپنے ہی ملک کی عزت و ناموری کو قائم و برقرار رکھنے میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ آج جب آپکا روپیہ و پیسہ تجارت میں لگا ہوا ہے۔ یا بنک میں جمع ہے یا گھر کے خزانوں کی زینت بن رہا ہے۔ اسکا کچھ حصہ بنکوں وغیرہ سے نکال کر بحفاظت سرکار ہند کی خدمت بابرکات میں بطور قرضۂ جنگ دیجئے۔ میعاد معینہ کے بعد اصل واپس لیجئے ششماہی سود لیتے رہئے۔ شرح سود بہت معقول یعنی ۵ روپیہ سینکڑہ سالانہ جو کوئی بنک بھی ادا نہیں کرتا۔ امید ہے کہ آپ اپنے برادران ملک کی ہمت و حوصلہ کو پست نہ ہونے دینگے۔ جو آپکی ناموری۔ شاہ وقت کی خیر خواہی وفاداری و جاں نثاری کے لئے میدان جنگ میں ظالم جرمن اور اسکے معاون کا خون چوسنے کیلئے اپنے اہل و عیال کی الفت و محبت کو خیر باد کہہ کر اصلی فرائض کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اصحاب تجارت آپکے قرضۂ جنگ میں اپنی بساط کے مطابق حصہ لیکر خدمت ادا کیجئے۔ یہی زندگی کا موقعہ ہے یہی مدعا دولت ہے۔ بزرگوں کے قول کو یاد رکھئے پیسہ و بیٹا وہی اچھا جو بوقت ضرورت کام آئے۔

(گنگا سرن ورما۔ اوورسیر)

سپاہیوں کے بچوں کیلئے تعلیمی سہولتیں

نہایت مسرت اور اطمینان سے سنا جائیگا کہ گورنمنٹ پنجاب نے موجودہ جنگ میں شریک ہونے والے مصافی یا غیر مصافی ملازمین کے بچوں کی تعلیم کیلئے تسلی بخش انتظام کر دیا ہے چنانچہ جناب ایڈیشنل سکرٹری بہادر پنجاب بذریعہ گشتی چٹھی نمبر ۵۶ ۔ ان قواعد کی تشریح فرماتے ہیں۔ جو اس امر کے لئے تجویز کئے گئے ہیں۔ اور محکمہ تعلیم کی طرف سے ان پر عمل کیا جائیگا۔ ان قواعد سے ان لوگوں کے لڑکے یا لڑکیوں کی تعلیم کیلئے خاص رعائتیں کیگئی ہیں جو ۴ اگست ۱۹۱۴ء کے بعد شریک جنگ ہو کر یا تو لڑائی میں مارے گئے یا بیمار یا زخمی ہونے کی وجہ سے ہمیشہ کیلئے روزی کمانے کے ناقابل ہو گئے ہیں۔ اور اس کیلئے فوجی درجہ مصافی یا غیر مصافی کی کوئی تخصیص نہ ہوگی ایسے اشخاص کا ہر بچہ معیار مندرجہ ذیل کے مطابق حصول تعلیم میں رعایت کا مستحق ہوگا۔

(۱) ہر بچہ (خواہ لڑکا ہو یا لڑکی) کو ابتدائی پرائمری تعلیم مفت دی جائیگی۔ اور اوسے مبلغ دو روپیہ ماہوار وظیفہ کتابوں وغیرہ کے خرچ کے لئے دیا جائیگا۔ (۲) اگر بچہ مڈل کی جماعت میں تعلیم پاتا ہے تو علاوہ دو روپیہ وظیفہ ماہوار کے سکول کی فیس معاف کی

جاپانیوں کی حیرت انگیز ۵۰ سالہ ترقی

ایک یورپین نامہ نگار رقمطراز ہے۔ جاپان کی حالت میں ۵۰ سال کے عرصہ میں جو انقلاب ہوا ہے۔ اس کی تاریخ نہایت دلچسپ ہے آج سے تقریباً ۵۰ سال قبل یعنی ۱۸۶۸ء تک جاپان میں ایام جاہلیت کا دور دورہ تھا۔ بیجا توہمات و مہمل رسوم قوانین حکومت میں داخل تھے۔ اس زمانہ تک شاہ جاپان ایک مقدس شخص شمار کیا جاتا تھا رعایا کا خیال تھا کہ بادشاہ کا وجود محض یمن و برکت کے لئے ہوتا ہے اسے دنیاوی معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیئے اس توہم کا اثر یہ تھا کہ بادشاہ ٹوکیو میں اس طرح رہتا تھا کہ امور سلطنت کی اس کو مطلق خبر نہ ہوتی۔ اصل حکومت شرفا و عمائد یعنی ڈیمیوں کے ہاتھ میں تھی یہ عمائد جسطرح چاہتے اس طرح امور سلطنت کو انجام دیتے خود گورنمنٹ کی یہ حالت تھی کہ ملک مختلف حصوں میں منقسم تھا اور پھر ہر ایک حصہ ملک میں متعدد ریاستیں تھیں جو نہ صرف ایک دوسرے کی مقابل دشمن تھیں۔ بلکہ خود بادشاہ کے قبضہ اقتدار سے باہر تھیں۔ اگر گورنمنٹ کوئی حکم یا قانون نافذ کرتی تو اس کے نفاذ میں بڑی بڑی دشواریاں پیش آتیں۔ بلکہ بسا اوقات یہ قوانین و احکام پس پشت ڈال دیئے جاتے اور گورنمنٹ خاموش ہو رہتی۔

غیر سلطنتوں کا بالخصوص دول یورپ کا دباؤ جاپانی گورنمنٹ پر اتنا بڑھا ہوا تھا کہ جب کسی شکایت کا موقع ہوتا تو یورپ کی سلطنتیں ایک جہاز بھیج دیتیں اور تھوڑی سی فوج کے ذریعہ سے گورنمنٹ جاپان کو مرعوب کر لیتیں۔ اندرون ملک میں بدامنی کا یہ حال تھا کہ غیر ممالک کے باشندے جاپان میں کسی وقت محفوظ نہ رہتے۔ ان کے جان و مال ہمیشہ خطرہ میں رہتے۔ ایک جاپانی وطن پرست جو ایک عرصہ تک مختلف ممالک یورپ میں رہ چکا تھا اور جس نے یورپ ہی میں تعلیم پائی تھی۔ اپنے ملک کی ناگفتہ بہ حالت کو دیکھ دیکھ کر کڑھتا تھا اس نے ارادہ کر لیا کہ جس طرح ہو سکے انتظام ملک کو مرتب و منضبط بنانا چاہیئے چنانچہ یہ اسی کی کوشش کا نتیجہ تھا کہ جاپان نے بتدریج رسوم قبیحہ اور اوہام پرستی کا جوا اپنی گردن سے اتارنا شروع کیا ایکطرف تو قوانین منضبط ہونے لگے اور دوسری جانب اتفاق اور اتحاد کی روح اہل ملک میں سرایت کرنے لگی ابتدا میں خود سر ریاستوں نے کچھ مخالفت کی لیکن بالآخر انہوں نے اپنے اختیارات سے دست بردار ہونا شروع کر دیا۔ جاپان کی حالت ۵۰ برس قبل جیسی تھی اس کا خاکہ تو سطور بالا میں موجود ہے مگر اس انقلاب کے بعد جاپان نے جو صورت اختیار کی اس کو آج ساری دنیا دیکھ رہی ہے کسی ملک کی اصلاح میں جو چیز سب سے پہلے سد راہ ہوتی ہے وہ مذہب ہے چنانچہ مذہب ہی وہ چیز تھی جو جاپان کی راہ میں بھی حائل تھی جاپان کے باشندوں کا اصلی مذہب سنتوئی تھا جب بدھ مذہب نے چین میں ہر دلعزیزی حاصل کر لی تو اس نے جاپان کی طرف بھی رخ پھیرا۔ اور وہاں بھی اس مذہب کو کچھ کامیابی حاصل ہوئی تاہم بدھ مذہب جاپان کے قدیم مذہب پر غالب نہ آسکا جب جاپان میں ملکی اصلاح شروع ہوئی تو مذہب بھی اس کو روک نہ سکا۔ کیونکہ طریقہ ایسا اختیار کیا گیا جس پر اعتراض کرنے کا موقع مذہب کو نہ ملا۔ مذہب نے شاہ جاپان کی ذات کو مقدس و برگزیدہ قرار دیا تھا مصلحین ملک نے بھی اس عقیدہ کو بحالہا چھوڑ دیا بلکہ اس مذہبی تقدس کے ساتھ بادشاہ کے دنیاوی اختیارات میں اضافہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جاپان میں حیرت انگیز ترقی ہونے لگی۔

اس ملک نے ایک ایک سال میں معارج ترقی و تہذیب کے اتنے زینے طے کئے جو ممالک یورپ نے ایک ایک صدی میں طے کئے تھے۔ جاپانی مذہب محض سیدھا سادہ ہے۔ مندروں میں نہ بت ہوتے ہیں نہ اسباب زیب و زینت۔ بلکہ صرف ایک آئینہ رکھا ہوتا ہے۔ عبادات کا بہت بڑا حصہ یہ ہے کہ لوگ اپنے اجداد کو پوجتے ہیں۔ عقاید میں کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں ہے۔ ہاں جدید اصلاحات کے بعد جاپانیوں کے عقاید نے ایک عجیب صورت اختیار کر لی ہے۔ ان کا مذہبی عقیدہ یہ ہے کہ بادشاہ کی اطاعت و محبت۔ وطن پرستی اور اتفاق و اتحاد فرائض میں داخل ہیں۔ اسکولوں میں مذہبی تعلیم بالکل نہیں دی جاتی۔ علم اخلاق کی تعلیم میں بڑی کوشش کی جاتی ہے۔

عید کے دن دو بیچاریاں

دیکھنا یہ اندلس کا شہر اغمات ہے وہ سامنے ایک مستحکم مکان ہے

[illegible]

آوازیں دونوں کی اچھی ہیں گیت بھی مبارک باد عید ہے مگر سننے والوں پر اثر الٹا ہوتا ہے کیونکہ جب وہ اپنے گلے سے صدا بلند کرتی ہیں تو درد و غم کی بجلی خود بخود کوندنے لگتی ہے۔

انہوں نے گایا۔ آج عید ہے۔ یہ اس قوم کا یوم مسرت ہے جو اندلس میں حکومت کرتی ہے مبارک ہو سننے والوں کو۔ ہم دولت کے لئے مبارکباد گاتے ہیں۔ ہمیں انعام درکار نہیں ہے کیونکہ ہمارے باپ نے اس ملک کی بہت سی عیدوں میں انعام بانٹے ہیں ہم امیر المومنین معتمد علی اللہ کے گھر میں پیدا ہوئے تھے جو اس مکان کے اندر قید ہے۔

گاتے گاتے لڑکیاں رونے لگیں اور پہرہ داروں کے داروغہ کو ان کے گانے اور رونے پر تعجب ہونے لگا۔ تو اس نے پوچھا کیا تم خلیفہ معتمد علی اللہ کی بیٹیاں ہو۔ جو اس مکان میں قید ہے لڑکیوں نے روتے روتے جواب دیا۔ ہم نے ایک شاعر کا کلام سنایا ہے کیا ہم ایک عزت والے خلیفہ کے نام کو بٹہ لگائیں گی۔ یہ کہہ کر کہ ہاں ہم اس کے گھر میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ چپ ہو گئیں۔

داروغہ لڑکیوں کو ساتھ لیکر مکان کے اندر گیا۔ جہاں ایک عرب بیڑیاں پہنے بیٹھا تھا۔ بیڑیوں کی رگڑ سے اس کے ٹخنے سیاہ اور زخمی ہو رہے تھے جونہی اس نے ان لڑکیوں کو دیکھا تو بے اختیار دھاڑ کر رونے لگا اور یہ شعر پڑھنے شروع کئے۔

کچھ دن پہلے اعیاد میں میری خوشی لہریں لیتی تھی اور آج اغمات میں ایسی غمگین عید سے سابقہ پڑا۔ دیکھو میری بھوکی بیٹیوں کو دیکھو جو پیٹ بھرنے کے لئے خلقت کو گانا سناتی پھرتی ہیں اور آج مجھ کو دیکھنے آئی ہیں کہ میں عید کی خوشی میں ان کے دل کو محبت کرنے والے باپ کی طرح مسرور کروں مگر مجھ کو یہ میسر نہیں ہے میں تو خود ایک ذلیل قیدی بنا ہوا ہوں۔ اے لڑکیو تمہاری مایوس نگاہیں جو کچھ کہہ رہی ہیں وہ اچھی طرح میری سمجھ میں آتا ہے تمہارے پھٹے ہوئے کپڑے ننگے پاؤں کیچڑ میں لت پت دیکھ کر مجھ کو یاد آتا ہے کہ کچھ دن پہلے تم ہی ریشمی کپڑوں کی مالک تھیں اور مشک و کافور کو روندتی ہوئی محلوں میں پھرتی تھیں۔ تم نے داروغہ جیل کو عید کا ترانہ خوب سنایا۔ یہ دنیا کے جیل میں خالی خوشی کے متوالوں کا نشہ ہرن کر دیگا اور پھر کوئی شخص اس دولت و حکومت پر گھمنڈ نہ کریگا جو خواب کی مثل ہے اور بیداری کے بعد نابود ہو جاتی ہے۔ میں اس ملک کا تاجدار ہوں کیا واقعی مجھ پر ایسا انقلاب آیا کیا سچ مچ میری بیٹیاں بازاروں میں گا گا کر پیٹ پالتی ہیں۔

۴۸۴ ہجری کی عید کا یہ ذکر ہے ۱۳۳۶ھ کی عید میں یہ سچا افسانہ عیش کے مغروروں کو چونکا دیگا۔

معتمد علی اللہ ابو القاسم محمد بن المعتضد باللہ خلیفہ اندلس یہی ہے جس کو یوسف بن تاشفین والی مراکش نے شکست دیکر یہاں قید کیا تھا معتمد علی اللہ کی یہ بیچاری لڑکیاں سارے اندلس میں شہرۂ آفاق لڑکیاں تھیں۔ ان کے لباس کی گھر گھر تقلید کی جاتی تھی۔ ان کا کلام بچہ بچہ کی زبان پر تھا۔ ان کے عیش خانوں کی ملکوں ملکوں دھوم تھی مگر ایک ہی انقلاب کے بعد خلقت نے سب کچھ فراموش کر دیا۔ اور یہ بیچاریاں عید کے دن گانا سنا کر روٹی مانگ رہی ہیں۔

کیا یہ فقط اندلس کا ایک انوکھا واقعہ تھا۔ جس دن کے پرچہ میں یہ مضمون چھپے گا وہاں اندلس سے بڑھ کر کوئی مثال نہ ملے گی۔ نہیں یہ خیال کرو۔ تم عید کی مبارکباد کو سن چکو اور عید کا دوگانہ پڑھ کر فارغ ہو جاؤ تو میں تم کو اس دنیا کے عجائبات کی تصویر دہلی کے ان محلوں میں دکھاؤں جہاں تیموریہ خاندان کے شہزادے اور شہزادیاں رہتے ہیں۔ اور جن کے لئے ہر عید قیامت کا غم لاتی ہے لیکن تم پردوں میں بیٹھے باجے بجاتے اور عیش اڑاتے ہو۔

اے اندلس تجھ میں دو چار ایسے گزرے ہوں گے دہلی میں چار سو ایسے موجود ہیں۔ بتاؤ زیادہ عبرت نما ہے یا میری دہلی۔ (حسن نظامی درگاہ شریف)

جائیگی اور اگر بورڈ رہے تو آٹھ روپیہ ماہوار وظیفہ اخراجات بورڈنگ ہوس کے لئے دیا جائیگا۔ (۳) اگر گورنمنٹ ایسے بچوں کے لئے ایسے وظائف تجویز کرے جو ہائی سکول یا کالجوں میں بلحاظ حسن لیاقت دیئے جائیں تو ان کے حاصل کرنے میں مندرجہ بالا وظائف سد راہ نہ ہونگے۔

روس میں برطانوی رعایا کو دھمکی۔ لندن ۸ ستمبر سٹاک ہالم۔ اخبار سوئیسکا ڈیگلاڈ ہیلسنگفورس سے خبر دیتا ہے کہ ۴۰ برطانوی رعایا اشخاص جو اعلےٰ عہدوں پر متمکن تھے گرفتار کیے گئے ہیں۔ اور انہیں دھمکی دی گئی ہے کہ اگر لینسن رہ گیا تو انہیں مار ڈالا جائیگا۔

چیچرن کے مطالبات۔ لندن ۹ ستمبر۔ ایمسٹرڈم۔ جرمن تار مظہر ہے۔ کہ چیچرن نے برطانوی نوٹ کا ایک گستاخانہ جواب دیا ہے جسمیں اس نے لکھا ہے۔ کہ سوویٹ صرف اس صورت میں سفارتی تبادلہ کے لئے تیار ہے۔ کہ غیر جانبدار اس امر کی ضمانت دیں۔ کہ برطانیہ کلاں لٹوینوف کو صحیح سلامت روس میں پہنچا دینے کا ذمہ لے تب قونصل جنرل لاکہارٹ اور دیگر مقید برطانوی رعایا کو جانے کی اجازت دی جائے گی۔

آسٹریا میں بلوے۔ لندن ۱۰ ستمبر۔ زیورچ وائنا سے ایک نہایت سختی سے سنسر شدہ تار مظہر ہے کہ زیورچ میں خوراک سے نہایت سخت بلوے ہوئے ہیں۔ سینکڑوں عورتوں نے قصابوں کی دکانیں لوٹ لیں۔ پولیس اور فوج کچھ وقت تک کچھ نہ کر سکی۔ کہا جاتا ہے۔ کہ مارشل لا (فوجی قانون) جاری کیا گیا ہے۔

اطالوی محاذ۔ لندن ۱۱ ستمبر۔ ۵ بجے صبح۔ ایک اطالوی اعلان مظہر ہے کہ مالیشیمو کے شمال کیطرف علاقہ ڈوسو کاسینو میں دشمن نے بار بار حملے کیے لیکن ہماری آتشبازی کے نتیجہ ناکامیاب ہوئے دشمن کا بہت نقصان ہوا۔ ہم نے البانیہ میں ایک حملہ کیا۔ فربیا کے شمال کی طرف اور وسطی پیادے پر توپخانہ کی نہایت سرگرم آتشبازی اور دیکھبال ہوئی۔ ہم نے وکنا تورٹا میں دشمن کا ایک بھاری ذخیرہ اڑا دیا۔

ایک تباہ کن جہاز غرق۔ لندن ۱۰ ستمبر۔ صیغہ بحری مظہر ہے کہ ایک ہفتہ کی شب کو دھند میں ایک تصادم کی وجہ سے ایک تباہ کن جہاز غرق ہو گیا۔ لیکن کوئی نقصان جان نہیں ہوا۔

مغربی محاذ۔ مزید فتوحات۔ لندن ۱۰ ستمبر ۴ بجکر ۱۸ منٹ شام۔ ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ کروزیٹ نہر کے مشرق میں ہم نے گرکورٹ پر قبضہ کر لیا۔ اور ہنانکورٹ اور ایسگنی لی گرانڈ کی سمت میں پیشقدمی کی۔ ڈیلیٹ کے جنوب میں ہم نے علاقہ بیٹیول لاونسی میں دو جوابی حملے پسپا کیے۔ آرگون اور واسنجز میں دشمن کے حملے پسپا کیے گئے۔

لندن ۱۱ ستمبر۔ ۱ بجکر ۵۰ منٹ بعد دوپہر۔ کل شب کا ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے۔ کہ سوم اور اوائس کے درمیان ہماری افواج نے باوجود سخت مزاحمت کے ترقی کی۔ ہم نے ہنانکورٹ کے پار تک پیشقدمی کی اور ایسگنی لی گرانٹ سے کیا گیا ایک جوابی حملہ پسپا کیا گیا۔ سینٹ کونٹین لافری سڑک پر لڑائی ہوئی۔ ہم نے اوائس کے جنوب میں موضع ٹرولیسی پر قبضہ کر لیا۔ ہم نے علاقہ لافاکس میں کئی جوابی حملے پسپا کیے۔ ماہ اگست میں دن کے وقت سوم اور [illegible] کے درمیان مقامات مقصود پر ۹۲۶ ٹن بم گرائے گئے۔ اور شب کے وقت بم گرانے والوں نے [illegible] اور سلسلہ جات رسل و رسائل پر ۲۶۲ ٹن بم گرائے اور دشمن کے ۲۸ ہوائی جہاز نیچے گرائے گئے۔ اور دشمن کے ۷ غبارے تباہ کیے گئے۔

دشمن کا اعتراف۔ لندن ۱۰ ستمبر۔ ایک [illegible] تار برقی [illegible] مظہر ہے۔ دشمن نے برگم کے شمال [illegible] شمال مشرق میں چھوٹے چھوٹے خندقی [illegible] خالی کر دیا ہے۔

[illegible] لندن ۱۱ ستمبر۔ ریوٹر کا نامہ نگار مقیم [illegible] تار دیتا ہے کہ باوجود [illegible] سینٹ کوئنٹین اور [illegible] میں مزید ترقی کی گئی [illegible] ایسگنی لی گرانڈ [illegible]

مزید جنوب میں ہمارے پیدل [illegible] بغیر شدید مزاحمت کے ٹراپوسی کی سمت میں ترقی کر رہے ہیں۔ اور اوائس سامبر سے نہر کے کنارے برہند برگ پوزیشنوں کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ ایلیٹ کے جنوب میں دشمن کے توپخانے اور کلدار توپوں کی مزاحمت بتدریج [illegible] ہو رہی ہے۔

غیر جنبہ دار حکومتوں کی صدائے احتجاج۔ لندن ۸ ستمبر۔ روم سے آئی ہوئی ایک تار برقی مظہر ہے۔ کہ اطالوی دستوں کا ایک بڑا دستہ شمالی روس میں پہنچ گیا ہے۔ براہ ماسکو ایمسٹرڈم سے آئی ہوئی ایک برقی تار یوں کاشف حالات ہے۔ کہ سرخ خطرہ زوروں پر ہے اشتراکی انقلاب پسندوں کے شرکا ہر جگہ پکڑے جا رہے ہیں۔ برگوس سابقہ افسران بطور یرغمال کے گرفتار کیے گئے ہیں۔ اور بہتوں کو گولی کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پادری صاحب کو بھی شکار بندوق بنایا گیا ہے جرمن اخبار لوکلن زیچر کو سرکاری طور سے معلوم ہوا ہے کہ روسی قتل و غارتگری کی خبروں میں بہت سا اضافہ کیا گیا ہے۔ تاہم اخبار مذکور کا بیان ہے۔ کہ آغاز بغاوت کے وقت ماسکو میں باوجود موجودہ قتال و جدال کے ۵۰۰ آدمی مارے گئے تھے۔ اخبار ٹیگس [illegible] کا ماسکو کا نامہ نگار رقمطراز ہے کہ غیر جنبہ دار حکومتوں نے متفقہ طور سے روسی بالشویک کو دریں صورت خارج کرنے کی دھمکی دی ہے۔ اگر سوویٹ حکومت استبدادی طرز عمل کو خیرباد نہ کہے گی۔ وہ خاص کر افسروں اور شہریوں کے قتل عام کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں [illegible] کا پیٹروگراڈ کا نامہ نگار کہتا ہے۔ کہ جم برگ کی موجودہ بغاوت نہایت ہی خطرناک ہے۔ باغی پیٹروگراڈ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اور جمبرگ گیچینا لائن کی ریلوے کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔

موسم سرما سے پہلے صلح۔ لندن ۸ ستمبر۔ ایمسٹرڈم۔ وزیراعظم طلعت پاشا نے ایک آسٹروی اخبار کے نمایندے سے دوران ملاقات میں کہا کہ اب جنگ سے کوئی فایدہ حاصل نہیں ہے۔ جنگ کا اب جاری رہنا فضول ہے۔ صلح موسم سرما سے پہلے پہلے ہو جائیگی۔

جرمنی میں خاموشی۔ لندن ۷ ستمبر۔ ایمسٹرڈم۔ جرمن اخبار کرز ٹیلنگ رقمطراز ہے۔ کہ پچھلے چند ہفتے جرمن لوگوں کی تاریخ میں نہایت ہی تاریک ہیں ہر جگہ اضطراب و انتشار کی حالت رہی ہے۔ جس سے ملکی حالات کا اچھی طرح سے پتہ لگ سکتا ہے۔

لندن ۷ ستمبر۔ سٹاک ہالم۔ جرمن صلح پسندوں کے گروہ میں آخری اضافہ ہر ارض برگر کا ہوا ہے۔ جو زبردست جرمن کیتھولک مرکزی جماعت کا لیڈر ہے۔ یہ جماعت جنگ کی بہت بڑی مداح رہی ہے ہر ارض برگر نے ایک ملاقات کے دوران میں کہا کہ جرمنی دنیا کے "اقتدار" کا خواہاں نہیں۔ ایک جنگی فتح دنیا کو دو جماعتوں میں منقسم کر دے گی۔ شخصاً اس نے وسکاونٹ گرے کے خیالات سے اتفاق کیا۔ کہ قوموں کی ایک مجلس بنائی جائے۔ جو آیندہ سیاسیات میں ایک نمایاں حصہ لے۔

کلکتہ میں بلوہ۔ کلکتہ میں انڈین ڈیلی نیوز کے خلاف جو جلسہ کرنے کی تجویز کی گئی تھی۔ اسے گورنر بنگال نے حکماً بند کر دیا۔ لیکن [illegible] اس موقعہ پر جبکہ پولیس جلسہ میں آنیوالے لوگوں کو منتشر کر رہی تھی۔ بہت سے لوگوں نے بلوہ کر دیا اور بہت سی مارواڑیوں کی دکانیں لوٹ لی گئیں۔ جسے پولیس اور گورہ فوج نے بمشکل بند کیا۔ [illegible] اشخاص مجروح ہوئے۔ کچھ موتیں بھی ہوئیں۔ قریباً ۴۰۰ گرفتاریاں عمل میں لائی جا چکی ہیں۔ ۱۰ ستمبر کو سخت بارش ہوئی۔ اس نے بلوائیوں کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے میں بہت مدد دی۔

رسید [illegible]

چندہ اشاعت اسلام از ناگپور

- مسٹر فضل محمد صاحب انسپکٹر بورڈ ورکس ناگپور
- منشی عبدالستار صاحب ہیڈ فنس مین ناگپور
- جناب مستری محمد صدیق صاحب
- جناب بابو محمد بخش صاحب اوورسیئر
- جناب بابو حمید احمد صاحب سٹور کلرک ناگپور
- جناب خانصاحب یوسف خان صاحب کمنز ڈپٹی
- مسٹر محمد حسن خان صاحب انسپکٹر آف بورڈ ورکس
- غلام حیدر صاحب ملازم

ماہوار چندہ لاہور چھاؤنی بابت جولائی ۱۹۱۸ء

- بابو محمد حسین صاحب ۔ محمد نعمان صاحب
- قاضی ثناء اللہ صاحب ۔ نبی بخش صاحب
- عبدالعزیز صاحب ۸ر ۔ عبدالواحد صاحب
- جناب نبی بخش صاحب ۱۴ر
- جناب عبدالحکیم صاحب ۸ر
- جناب میاں محمد الدین صاحب ۸ر
- بابو عبدالغفار صاحب ....
- عبدالحکیم صاحب ....
- تذکرۃ

میزان کل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

آخری خطبہ پیغام صلح لاہور

یوم الحج اور مساوات انسانی کا عظیم الشان منظر

عید الاضحیٰ اور سنت ابراہیمی

(۱)

آج سے چند دن بعد وہ یوم مقدس ہم پر طلوع کرنے والا ہے جب وادئ مکہ میں ایک دفعہ پھر وہ عظیم الشان منظر دکھائی دیگا انسانی مساوات کا نقشہ ہر سال ہماری آنکھوں کے سامنے لے آتا ہے۔ عرفات کا میدان اسرار عرفان الٰہی کا جو صدیوں سے اس جگہ مخلوق خدا کو نصیب ہو رہا ہے ایک دفعہ پھر آ جائیگا بننے والا ہے جو دیکھنے اور سننے والوں کو بتائیگا کہ جس طرح سے کروڑہا مخلوق اس کے اندر اس حیثیت میں جمع ہو جاتی ہے کہ گویا سب ایک ہی ہیں کوئی قومی تفریق کوئی اعزاز و امتیاز کا نشان یا ایسی چیز ان میں پائی نہیں جاتی جو ایک کو دوسرے سے تمیز کرنے والی ہو بادشاہ و گدا۔ فقیر اور امیر مرد اور عورت سب ایک ہی لباس میں اس خدائے یگانہ کے سامنے حاضر ہیں اسی طرح سے ان سب کا معبود بھی ایک ہی اور اس ایک ہی کی عبادت و پرستش ان سب کا مقصود اعلیٰ ہے۔ اس عالیشان حقیقت کو اس طرح سے تصویری زبان میں عیاں کرنا اور کروڑہا انسانوں کو جو دنیا کے مختلف اطراف سے وہاں جمع ہو جاتے ہیں شمع عرفان سے منور کرنے کے علاوہ ایک دوسری حقیقت جو میدان عرفات کے اس نظارہ اور اس یوم الحج سے ہمیں سکھائی جاتی ہے۔ وہ انسانی مساوات ہے۔ دنیا میں لوگوں نے کس قدر قومیں اور قبائل بنا رکھے ہیں اپنے آباء و اجداد اور خاندانوں پر ناز کرنے والے کس قدر ہیں جو دوسروں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی اپنی شان رفعت کے خلاف سمجھتے ہیں سید مغل اور پٹھان کی ظاہر اور مشہور تفریقات اور امتیازات کو چھوڑ کر بھی کتنے ہی ہیں جو اپنی امارت کو ہی قومی و نسلی امتیاز کا موجب ٹھہرا لیتے ہیں حالانکہ اسلام کی تعلیم اس کے صریح خلاف ہے اس نے ان امتیازات کو اڑا کر اس کی جگہ ایک اخوت انسانی قائم کر دی اور قومی و نسلی اور دیگر تمام تفریقات کے شفا حفرۃ (کے گڑھے) سے اٹھا کر فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ توحید پر ایمان لانے والوں کو بھائی بھائی بنا دیا۔ یہیں تک نہیں بلکہ اس نے صاف اور کھلے لفظوں میں ہمیں یہ سبق پڑھایا۔ یا ایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ وجعلنٰکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم

اے لوگو، ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قبائل اور شعوب بنایا تاکہ تم پہچانے جا سکو۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سے بزرگ وہی ہے جو سب سے بڑھ کر متقی ہے۔ کس قدر مساوات ہے باوجود اس کے کہ خود ہی قوموں اور قبائل کے بنانے کا ذکر کیا۔ لیکن پھر بھی ان قوموں اور قبائل کو کسی ایسے امتیاز کیلئے ضروری نہیں ٹھہرایا۔ جو مساوات انسانی کی راہ میں حائل ہو سکے بلکہ صرف آپس کی شناخت اور پہچان ہی ان کی اصلی غرض بتائی۔ اور صاف کہدیا کہ اللہ کے نزدیک بڑائی کسی بڑے خاندان میں سے ہونے یا اعلیٰ قوم میں سے ہونے میں نہیں بلکہ اللہ کے نزدیک بڑا وہی ہے جو تقویٰ میں بڑا ہے جو اپنی تمام ذمہ داریوں کی سب سے بڑھ کر نگہداشت کرتا اور حقوق اللہ و حقوق العباد کو پورا کرنے میں کوشاں رہتا ہے۔

یہ وہ سبق ہے جو قرآن کریم کے صفحہ صفحہ پر ہمیں ملتا ہے اور اسلام کی ہر ایک ادا اسی عالیشان سبق کی موید و مبرہن ہے لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے اسلام کو چھوڑ کر قرآن سے منہ موڑ کر اور خیالات باطلہ کی پیروی میں مصروف ہو کر اس شاندار سبق کو بھی بھلا دیا۔ اور صرف ایک خاص خاندان میں سے ہونے کو ہی موجب اعزاز و افتخار سمجھ لیا

ہم نے اوپر کہا ہے کہ اسلام کی ہر ادا اس مساوات ہی کے عالیشان سبق کی موید و مبرہن ہے حج کا اور میدان عرفات کا نظارہ انہی مختلف اداؤں کی ایک شاندار شکل و صورت ہے کیا وہ شخص جو اس عالیشان منظر کو ایک دفعہ دیکھ چکا ہو اس سے منکر ہو سکتا ہے کہ اسلام نے مساوات انسانی کو کمال تک پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا رکھی ہے۔ ہر روز کی نمازوں اور دیگر ارکان اسلامی میں اگر کوئی شخص اس سبق کو نہیں سیکھتا تو حج میں تو اس کو ایسا واضح طور پر سکھایا جاتا ہے کہ اس سے زیادہ وضاحت ہو ہی نہیں سکتی۔

لیکن آہ اجتماع قرآن کے ظاہر احکام اور کھلے کھلے ارشادات کو لوگوں نے پس پشت پھینکا۔ اور ناجائز تفریقات سے اسلام کو بدنام کرنا شروع کیا۔ حج میں اس سے بھی بڑھ کر اغماض سے انہوں نے کام لیا۔ آج حج کرنا کیا ہے بس یوں سمجھو کہ خدا کی خدائی میں اب اس کے برابر کوئی نہیں جس نے ایک دفعہ حج کر لیا ہے وہ سمجھتا ہے کہ گناہ تو اس کے معاف ہو ہی گئے ہیں پس اب جو دل چاہے کرے کوئی اسے پوچھنے والا نہیں حاجی کا طرہ امتیاز جو اسم مبارک کیساتھ لگا کر کیا کیا کچھ مکر و فریب ہیں جو لوگ نہیں کرتے۔ سارے ایسے نہیں۔ لیکن اس میں کلام نہیں ہو سکتا ہے کہ ایسے لوگ بہت کم ہیں جو حج سے حقیقی فائدہ اٹھانے والے ہوں کاش مسلمان غور سے کام لیکر اپنی اصلاح حال کی طرف متوجہ ہوں۔

(۲)

اسلام کے اس اعجاز کا ذکر کرنے کے بعد جو حج کے موقعہ پر مساوات انسانی کی شکل میں اسے دکھایا ہے ہم یوم سعید کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو سنت ابراہیمی کا ایک اور منظر ہمیں دکھاتا ہے حج کی اکثر مراسم دراصل حضرت ابراہیم ہی کے اس عالی خاندان کی کسی نہ کسی حرکت و سکون کی یادگار ہیں جو اپنی کمال اطاعت اور عبودیت کی وجہ سے جناب الٰہی میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے اور جس کی نسل سے وہ نور پیدا ہوا جو فاران کی چوٹیوں پر چمکا اور شریعت کو اپنے ہاتھ میں لیکر دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ نمودار ہوا۔ بظاہر صفا اور مروہ پر عاشقانہ وار دوڑنا اور ادھر ادھر پھرنا اسی عالی مرتبت عورت کی یادگار ہے جو اس وادی غیر ذی زرع میں بے مال و منال اسمٰعیل جیسے فرزند کے ساتھ چھوڑ دی گئی۔ اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر تو بہت ہی چھوٹی تھی جو پانی کے لئے رو رہے تھے اور بزرگ ماں ان دو پہاڑوں پر پانی کی تلاش میں دوڑ دوڑ کر چڑھتی اور اترتی تھی۔ اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ تو تھا ہی اور احکام الٰہی کی اطاعت بھی جیسی ان ماں بیٹا اور ان کے عالی مرتبت بزرگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ سارے ہی خاندان کے دل میں تھی اس کی نظیر سوائے اس انسان کے جو نسل اسمٰعیل سے سردار اولین و الآخرین ہو کر آیا اور شاید ہی کہیں پاؤ گے۔ یہی وجہ ہے کہ اس خاندان کی یہ تمام حرکات و سکنات۔ مائی ہاجرہ کا قلق و اضطراب سے دوڑنا اللہ تعالیٰ کو ایسا پسند آیا کہ اس کو ہمیشہ کے لئے یادگار بنا دیا اور حج کی مراسم میں داخل کر کے قیامت تک کی آنے والی نسلوں کے لئے اس کی تقلید ضروری ٹھہرا دی۔ ایک عظیم الشان سنت ہے اور ایک اس بزرگ انسان کی وفا و اطاعت شعاری کا وہ نمونہ ہے جو میدان عرفات سے واپس ہونے کے بعد وادی منا میں تصویری زبان میں دکھایا جاتا ہے اور جس کی تقلید عید کے دن اور اس کے تین دن بعد تک تمام عالم اسلامی میں ہوتی ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ قربانی کرنا ظلم ہے کہ اس سے بہت سے جاندار ناحق و ناروا ذبح ہوتے اور موت کے گھاٹ اتارے جاتے ہیں اس سوال کو چھوڑ کر کہ قربانی کے کیا فواید ہیں اور یہ ظلم کے کہاں تک مترادف ہے۔ ہم صرف یہ بتائیں گے کہ یہ قربانی کا عالیشان منظر ہمیں کیا سبق دیتا ہے اور کس تعلیم پر ہمیں قائم کرنا چاہتا ہے۔

اس حقیقت کو ایک سے زیادہ مرتبہ دہرایا جا چکا ہے کہ دنیا میں جب کسی قابل تقلید انسان کی پیروی کی طرف لوگوں کو راغب کرنا مقصود ہوتا ہے تو اس کی یادگار کسی نہ کسی تصویری زبان میں قائم کر دی جاتی ہے بعض نے تو مجسمے وغیرہ بنا کر کھڑے کر دیئے ہیں اور اس خاص امر کو جو اس کے لئے موجب امتیاز تھا اور دوسروں کے لئے واجب التقلید اس مجسمہ یا تصویر کے اندر ایک خاص رنگ میں نمایاں کر دیا گیا ہے۔ اگر وہ مصنف ہے تو اس کے ہاتھ میں ایک قلم بنا کر دے دیا جاتا ہے اگر فاتح ہے تو تلوار اس کے ہاتھ میں پکڑا دی جاتی ہے اگر سخی ہے تو اس کے نام پر محتاج خانے اور غریب خانے کھول دیئے جاتے ہیں بعض ناموں پر ہسپتال قائم ہو جاتے ہیں۔ غرض دنیا میں مختلف انسانوں کی قابل تقلید مثال کو زندہ و برقرار رکھنے کے لئے مختلف شکلوں میں ان کی یادگاریں قائم ہوتی ہیں اسلام نے جو دین حنیفی کا ایک مرقع اعلیٰ ہے اور تسلیم و رضا اطاعت و وفا شعاری کا حقیقی سبق سکھاتا ہے اس کمال اطاعت و وفا شعاری کے پیکر مجسم ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کی اس تصویری زبان میں ان کا نمونہ ہمیں یاد دلا کر اس کی تقلید کا سبق سکھایا۔

ابراہیم علیہ السلام ایک رویا دیکھتے ہیں کہ اپنے ہاتھ سے اپنے لخت جگر اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں اس رویا کا دیکھنا تھا کہ محبت پدری پر عشق الٰہی نے فوراً غلبہ پا لیا اور اس پیکر وفا نے اس رویا کا ذکر بیٹے سے کر کے یوں کرنا شروع کیا۔ یٰبنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ۔ میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں پس بتا تیری کیا رائے ہے۔ کس قدر کڑا امتحان ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا ارشاد ربانی کو جو کچھ سمجھا ہے اور جس طرح پر اس کی تعمیل کا ارادہ کر چکے ہیں وہ تو اگلے واقعات سے ظاہر ہے لیکن بیٹے کو بھی فانظر ماذا تریٰ۔ کہکر اس کی اطاعت و وفاداری کا امتحان لینا چاہتے ہیں یہ سوال ظاہر نظر میں جس قدر حیرت انگیز ہے اسی قدر بلکہ اس سے بہت زیادہ مشکل بھی ہے۔ لیکن حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی وفا شعاری اور اطاعت کو دیکھئے کہ ذرا بھی تامل سے کام لئے بدون فرماتے ہیں یٰابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین میرے باپ! جس بات کا آپ کو حکم ہوا ہے اسے کر گذرئیے آپ مجھے صابروں میں پائیں گے پھر کیا ہے باپ ہے کہ اسے ٹھوڑی کے بل لٹاتا ہے اور چھری ہاتھ میں لئے یہاں اپنی اطاعت گذاری کا ثبوت دینے ہی لگتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ دے دیتا ہے کہ آواز آتی ہے۔ ان یٰابراھیم قد صدقت الرؤیا انا کذالک نجزی المحسنین اے ابراہیم تو نے تو بیشک اپنی رویا کو عمل میں لا کر دکھا دیا۔ اسی طرح ہم محسنوں کو جزا دیا کرتے ہیں ان ھٰذا لھو البلٰؤا المبین بیشک یہ ایک کھلا امتحان ہے وفدینٰہ بذبح عظیم وترکنا علیہ فی الاٰخرین سلٰم علیٰ ابراھیم۔ اور ہم نے اسے فدیہ میں دیا ایک ذبح عظیم اور پیچھے آنے والوں میں بھی اس کو قائم کیا ابراہیم پر سلامتی ہو۔

یہ مختصر تاریخ ہے اس عظیم الشان قربانی کی جو عید کے دن سے شروع ہو کر کل اسلامی دنیا میں تیرہویں کی عصر تک رہتی ہے قرآن حکیم نے اس تاریخ کو بیان کرنے کے ساتھ اس کی اصل حقیقت اور علت غائی بھی بیان کر دی ہے۔ اس نے بتا دیا ہے کہ یہ قربانی ایک زندہ نمونہ ہے اس اطاعت و وفا شعاری کا جو ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام نے دکھائی پس تم بھی ان کے قدم بقدم چلو تم بھی ان کی پیروی میں اطاعت الٰہی کا سبق سیکھو اور اس مقدس انسان کے اسوہ حسنہ کو مدنظر رکھ کر جو اول المسلمین ہونے کے ساتھ اپنی زندگی اور موت اپنی نماز اور اپنی قربانیاں سب کچھ اللہ ہی کیلئے سمجھتا اور اسی کی رضا کے آگے سر تسلیم خم رکھتا تھا۔ . . . . . .

(صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم) اطاعت الٰہی میں لگا رہو جاؤ ورنہ یہ قربانیاں کیا ہیں خود الٰہی نقوش نے ان کے متعلق ہے۔ لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم

اللہ کو کوئی ان کا گوشت اور خون تو پہنچتا نہیں اسے اگر پہنچتا ہے تو وہی تقویٰ جو تم اس سے سیکھو اور اپنی زندگی کے ہر قدم میں اختیار کرو۔

مبارک ہیں وہ انسان جو اس حقیقت کو سمجھ کر عملاً اس پر کاربند ہوں۔

دین حنیف

(۱۹)

از معارف

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ

مذہب اسلام کا دعویٰ ہے کہ وہ دین حنیف کا نقش کامل ہے احادیث نبوی میں متعدد مقامات پر مذکور ہے انی بعثت علی الحنیفیۃ السہلۃ البیضاء رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خداوند کریم نے اس طرح مخاطب کیا اقم وجھک للدین حنیفا ولا تکونن من المشرکین قرآن مجید میں لفظ حنیف متعدد مقامات پر استعمال کیا گیا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جہاں جہاں تذکرہ ہے تقریباً ہر جگہ حنیفا وما کان من المشرکین کا بالالتزام ذکر کیا گیا ہے۔ ان آیات قرآنی اور احادیث نبوی پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حنیف کوئی مستقل اور اہم حقیقت ہے لیکن افسوس ہے کہ کتب تفسیر کا موجودہ ذخیرہ اس حقیقت کے انکشاف کا کوئی گراں قیمت سرمایہ نہیں رکھتا۔ عام مسائل کی طرح اس باب میں بھی یہ غلطی کی گئی ہے کہ اقوال الناس کے سامنے اصل قرآن کریم کیطرف مراجعت نہیں کی گئی۔

ذیل کے صفحات میں اسی لفظ حنیف کی حقیقت واصلیت کو کتب لغت روایات ملل ونحل اور استشہادات قرآنی کی مدد سے واضح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جس سے امید ہے کہ یہ راز سربستہ منکشف اور بے نقاب ہوجائے کہ دین حنیف کیا تھا اور اس کے اصول کیا تھے۔

آئندہ بیان سے معلوم ہوگا کہ لفظ حنیف سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کی شان میں استعمال کیا گیا اور آپ ہی کا مذہب اس نام سے موسوم ہوا اس لیے اس لفظ کو آپ کی زندگی آپ کے قومی مذہب اور آپ کی دعوت حقہ سے ایک قدرتی وابستگی ہے اس بنا پر سلسلہ بحث میں آپ کے قومی مذہب اور آپ کی دعوت حقہ کا ذکر [illegible] سب سے پہلے میں انہیں اور کی تشریح کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

لیکن اس موقع پر ایک اور امر کو واضح کر دینا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ عربی تاریخوں میں قوم ابراہیم (صابئہ) کے عقاید، عبادات، اور رسم ورواج کے بیان میں بکثرت اختلاف روایات ہیں لیکن یہ تمام اختلافات میرے زیر بحث زمانہ سے بعد کے ہیں اور ان کی صورت یہ ہوئی کہ مثلاً جب یہودیت کی توسیع واشاعت ہوئی۔ اس نے زور پکڑا اور اپنی حکومت اور اپنا تمدن قائم کیا تو صابئہ جو زمانہ قدیم سے موجود تھے ناگزیر طور پر اس کشمکش سے متاثر ہوئے اور ان حالات کی بنا پر ان کے اعتقادات ورسوم میں کسی قدر تغیر آگیا پھر جب نصرانیت کا ظہور ہوا اور اس نے اپنا سکہ جمایا تو تبدیل حالات کے ساتھ صابئہ کے عقاید میں بھی ناہمواری پیدا ہوئی اور ان کے اعتقادات ورسوم پر نصرانیت کا رنگ بھی کچھ چڑھ گیا نیز خود قوم صابئہ میں بڑے بڑے دانشمند فلسفی پیدا ہوئے جنہوں نے وقتاً فوقتاً مختلف اصلاحات اور تبدیلیاں کیں ان اسباب کی بنا پر صابئیت کی حقیقت میں بہت سے اختلافات نظر آتے ہیں یہ اختلافات ہمارے دائرہ بحث سے خارج ہیں۔ کیونکہ ہماری بحث صرف اس زمانہ کے عقاید سے وابستہ ہے جب اس قوم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ مقصد صرف یہ دکھانا ہے کہ بعثت ابراہیمی کے وقت صابئہ کے عقاید کیا تھے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان میں کیا اصلاحات کیں اور آپ کی دعوت کس بنیاد پر تھی؟ تاکہ دین حنیف کی حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے۔

قوم ابراہیم کا مذہب

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا مذہب صابیۃ تھا۔ عہد ابراہیمی میں یہی دنیا کا عالمگیر مذہب تھا عراق۔ شام۔ مصر ہند عرب اور چین گویا اس وقت کی تمام مہذب دنیا کے لوگ اسی مذہب کے پیرو تھے۔ موقع کے اقتضا کی بنا پر بہت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس مذہب کے اصول ومعتقدات کو کسی قدر تفصیل سے لکھا جائے۔ پھر اس کی مختلف شاخوں کے باہمی جزئی اختلافات کو بھی مختصر لفظوں میں بیان کیا جائے تاکہ حقیقت وتاریخ دین حنیف کے ساتھ قرآن مجید کی بعض آیات متعلقہ دین صابئہ کی صحیح تشریح بھی معلوم ہو

تاریخ مذاہب عالم کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ تمام مذاہب نے خدا کے وجود کو تسلیم کیا ہے۔ لیکن ان کی طرح ہی نظام عالم قدرت خدا، موثرات عالم اور تعلقات خالق ومخلوق وغیرہ مسایل کے عدم فہم سے پیدا ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ بعضوں نے اجرام فلکی کو نظام عالم کا باعث حقیقی تصور کیا بعضوں نے خدا اور بندوں کے درمیان چاند ستارے اور آفتاب وغیرہ کو علاقہ قرار دیا اور بعضوں نے بتوں میں روحانیات کا حلول تسلیم کرکے ان کے آگے سر اطاعت جھکا دیا۔

پیش نظر فرقہ صابئہ کا بھی یہی حال تھا کہ وہ خدا کے وجود کو تسلیم کرتا تھا لیکن اس کی گمراہ کن مجبوری یہ تھی کہ خدا اور بندوں کے درمیان اسکی معرفت اس کی اطاعت اور اس کے تقرب کے لئے ایک علاقہ اور درمیانی وجود کی ضرورت ہے نیز وہ علاقہ روحانیات کی پاکیزگی ولطافت کی بنا پر روحانیات ہی میں سے ہونا چاہیے جسمانیات میں سے نہیں جو ہماری ہی طرح کھاتا پیتا اور تمام جسمانی آلایشوں سے ملوث ہو اسی بنا پر وہ کہا کرتے تھے کہ لئن اطعتم بشرا مثلکم انکم اذاً لخاسرون اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک انسان کی اطاعت کی تو بے شبہ ناکام ہوئے اس کے اس گمراہ کن نظریہ نے اس کے اندر اختلافات آرا کی بنیاد ڈالی اور روحانیات کا علاقہ و واسطہ تلاش کرنے میں کسی کی نگاہ آسمان اور اجرام فلکی تک جا پہنچی اور کسی کی مٹی کے تودوں اور پتھر کی بنی ہوئی مورتوں پر جم گئی اور اس طرح یہ قوم کواکب پرستی اور بت پرستی میں مبتلا ہو کر فاطر السموات والارض کی تسلیم وعبادت سے دور جا پڑی۔

کواکب پرست اور ان کا اعتقاد

اس فرقہ نے یہ عقیدہ قایم کیا کہ بجنسہٖ انسان اور خدا کے درمیان ایک علاقہ کی ضرورت ہے اور یہ بھی لازم ہے کہ وہ علاقہ روحانیات میں سے ہو۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہونا چاہیئے کہ وہ علاقہ کسی نہ کسی ذریعہ سے ہمارے سامنے بے پردہ اور نمایاں ہو کہ ہمیں اس کے تقرب کا موقع حاصل ہو۔ ورنہ بغیر اس تقرب کے ہم کو خدا کا تقرب حاصل نہیں ہو سکتا۔

اس بنا پر جب اس نے محسوسات ومرئیات عالم پر نظر ڈالی تو سب سے زیادہ نظام عالم میں دخیل اجرام فلکی کو پایا۔ اس سے یہ خیال قایم کیا کہ عالم محسوسات میں روحانیات سے قریب تر اجرام فلکی چاند ستارے اور آفتاب ہیں اس نتیجہ تک پہنچ کر اس فرقہ نے سیارات سبع کے سات ہیکل قایم کئے پھر ان ستاروں کے منازل، مطالع ومغارب، اشکال طبعی، ایام وساعات مقرر کئے اور ان کے لئے الگ الگ شہر وممالک تقسیم کئے۔ پھر ان کے قابو میں لانے کے لئے مختلف منتر، تعویذ، گنڈے اور دعائیں اختراع کیں۔ اور ہر ستارہ کے لئے اس کے عمل وتاثیر کے لحاظ سے ہفتہ کا ایک ایک دن تقسیم کیا مثلاً زحل کے لئے سنیچر وغیرہ اور ہر دن میں ستاروں کے کمال ظہور وتاثیر کی بنیاد پر مختلف اوقات مقرر کئے گویا اس طرح اس نے اپنی عبادت کا طریقہ اور اس کے لئے اوقات وضع کئے ان کی حاجت طلبی ودعا کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی حاجت پیش آئی تو غسل کرکے خاص قسم کے کپڑے پہنتے۔ خوشبو لگاتے اور بخورات جلا کر جسطرح کی حاجت ہوئی اسی تاثیرات والے ستارے کے دن میں ساعت اولیٰ کو ملحوظ رکھ کر پہلے اس ستارہ کی پوجا کرتے پھر اسی وقت میں کوئی گنڈہ تعویذ لکھتے یا کوئی انگوٹھی بنا کر پہنتے۔

صابئہ اپنی اصطلاح میں ان ستاروں کو ارباب یا آلھۃ کے نام سے پکارتے تھے اور خدا کو رب الارباب یا الٰہ الالھۃ کہتے تھے۔ لیکن ان میں ایک وہ فرقہ بھی تھا جو آفتاب کو اس کی روشنی اور بڑائی کی وجہ سے رب الارباب اور الٰہ الالھۃ کہتا تھا صابئہ کے خیال میں روحانیات کو ان ہیاکل یعنی سیارات سبع سے وہی علاقہ ہے جو انسان کی روح کو اس کے جسم سے ہے روحانیات کا تصرف بھی اسی طرح کا ہے جسطرح روح انسانی کا اس کے جسم ارادہ اور تحریکات پر۔

اسی گم کردہ راہ قوم کی رفتار تخیل کے آثار وعلامات آج تک دنیا میں علم نجوم، طلسمات، کہانت، تنجیم، تعزیم۔ اور نقش وخواتیم کی صورت میں اپنے جلوے دکھا رہے ہیں۔

بت پرست اور انکا اختلافی تخیل

اس فرقہ نے اپنے تخیل کی عمارت اس بنیاد پر قایم کی کہ ہم کو خدا تک یا روح اعظم تک پہنچنے کے لئے درمیانی وسایل اور توسط کی ضرورت ہے لیکن ان وسایل کو ایسا ہونا چاہیئے کہ ہماری آنکھیں انکو دیکھ سکیں پھر ان کی قربت حاصل کر سکیں۔ ان سے مخاطب ہو سکیں جب تک یہ شرایط موجود نہ ہوں صحیح تقرب حاصل نہ ہوگا۔ رہ گئے ہیاکل یعنی سیارات سبع تو ان کا یہ حال ہے کہ وہ ہم سے بہت دور ہیں ان کے لئے طلوع وغروب کے اوقات ہیں وہ صرف راتوں کو نظر آتے اور دن کو چھپ جاتے ہیں۔ ان حالات کی وجہ سے ہماری صحیح توجہ ان کی طرف کیونکر ممکن ہے، حالانکہ ہم کو تقرب الٰہی کے حصول کے لئے ان کی طرف کامل توجہ کی ضرورت ہے اس ضرورت کی بنا پر ہمیں بت اور مجسمے بنانے چاہئیں جن کو ہم اپنے روبرو رکھ سکیں جن سے ہم قریب تر ہو سکیں جن کے آگے ہم جھک سکیں اور جن سے ہم سرگوشی کرکے اپنی مرادیں مانگ سکیں تاکہ بتوں کے ذریعہ سے ہیاکل اور ہیاکل کے ذریعہ سے روحانیات اور روحانیات کے ذریعہ سے خدا کا تقرب حاصل کر سکیں اسی نتیجہ فکر کی بنا پر اس فرقہ نے بتوں کی پوجا شروع کی اور اس بت پرستی کے لئے تاثیرات اجرام فلکی کو ملحوظ رکھ کر خاص وقت اور دن مقرر کئے عبادت کے لئے جداگانہ لباس وضع کئے اور بتوں کے آگے روشنی اور بخورات جلانے کی رسم نکالی

حضرت ابراہیم کا کنبہ اور بت گری

بت پرستی کے تخیل نے بت گری کی صنعت کو ایجاد کیا۔ یہودیوں اور مسلمانوں کے کتب مذہبی سے ثابت ہوتا ہے کہ اس صنعت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کنبہ سب سے بالادست تھا۔ چونکہ بتوں کی صورت میں سیارات سبع کی مشابہت وخصوصیات اور ان کے تراشنے میں مراعات نجومیہ کی ضروری شرط تھی اس لئے کسی قدر دشوار کام تھا۔ ان شرایط کی پابندی کے ساتھ سب سے زیادہ اچھے بت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے میں تراشے جاتے تھے آپ کا باپ آذر اس صنعت میں مشہور تھا اس لئے آپ کی قوم آپ ہی کے یہاں سے بت خریدا کرتی تھی۔

استشہاد قرآنی

اب تک جو کچھ صابئہ کے عقاید وخیالات کے متعلق بیان کیا گیا ہے اس کا ماخذ کتب ملل ونحل تاریخی روایات ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کیا قرآن مجید بھی اس فرقہ کے ان اعتقادات کو ظاہر کرتا ہے؟ اس کا جواب اثبات میں ہے اس۔ لئے اب قرآنی شہادتوں کو پیش کیا جاتا ہے تاکہ اس بیان سے دین حنیف کی حقیقت پر روشنی پڑے اور یہ معلوم ہو جائے کہ وہ دعوت ابراہیمی کیا تھی جسکا دوسرا نام دین حنیف مشہور ہوا۔

اوپر لکھا جاچکا ہے کہ صابئہ دو فرقوں میں منقسم تھے کواکب پرست اور بت پرست قرآن مجید میں دونوں فرقوں کا ذکر مذکور ہے اس لئے بہ قرآن ہی کے الفاظ میں اس تذکرہ کو پیش کر دینا مناسب ہے۔

صابئہ بت پرست کا ذکر قرآن میں

قرآن مجید سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کا گھرانا بت پرست تھا یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعوت اصلاح کی پہلی آواز بلند کی تو اس میں اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے خاص طور پر اپنے باپ آذر کو بھی مخاطب کیا قرآن اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ (سورۃ انبیاء) ترجمہ۔ ہم نے اس سے پہلے ابراہیم کو اس کی ہدایت دی اور ہم اس کو جانتے ہیں جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ ان بتوں میں کیا دھرا ہے جن کو تم گھیرے رہتے ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم کی قوم اور خود آپ کا کنبہ بت پرست تھا جسکی تردید کے لئے آپ نے یہ آواز حق بلند کی۔ اسی طرح ایک اور مقام پر ہے۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّیْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ترجمہ یاد رکھ جب ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا کہ تم کیوں ان بتوں کو خدا مانتے ہو میں تم کو اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں مبتلا دیکھتا ہوں

اس آیت میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ بت پرست صابئہ اپنے بتوں کو الھۃ کے لقب سے پکارتے تھے ان آیتوں کے علاوہ قرآن میں اور بھی تصریحات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم نے جس قوم کو دعوت اصلاح دی اس میں بت پرستی رائج تھی۔

اس پرچہ کے ساتھ وہ تمام کسر پوری کر دیگئی ہے جو کاتب کے نہ ہونے کیوجہ سے بعض سابقہ پرچوں میں رہ گئی تھی۔ اسکے بعد ۱۸ ستمبر کو چونکہ عید ہے۔ اسلئے اس تاریخ کا پرچہ شائع نہ ہوگا۔ اگلا پرچہ ۲۲ ستمبر کو نکلیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

عید کی رسہ کشی

عید کی رسہ کشی۔ ایک تو سکولوں میں رسہ کشی ہوتی ہے جہاں طالب علموں سے جسمانی ورزش کی خاطر دو گروہ بنا کر ایک دوسرے بالمقابل ایک ہی رسہ کھنچوایا جاتا ہے۔ ایک رسہ کشی مسلمانوں میں بھی برپا ہے اور ہمیشہ برپا رہتی ہے سال کے سال دو اسلامی تقریبات مسلمانوں کے لئے آتی ہیں لیکن ان میں بھی اس قدر اختلاف اور تفرقہ رہتا ہے کہ جس کی انتہا نہیں ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر مجتہد بنا بیٹھا ہے اور دوسرے کی بات کو ماننا تو الگ سننا تک گوارا نہیں۔

ادھر مسلمانوں کی عید آئی اور ادھر شہر کی گلیوں اور محلوں میں آلیسر تک عید کی رسہ کشی شروع ہوئی بس ایک دوسرے سے لڑتے ہیں اور گالیاں دیتے اور ایک دوسرے کو جھوٹا ٹھہرانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے پہلے تو اس قسم کے نظارے عموماً عید الفطر کے متعلق دیکھنے میں آتے تھے لیکن امسال عید الاضحیٰ کا بھی یہی حال ہے اور جہاں دیکھو بس یہی رسہ کشی ہی دیکھنے میں آتی ہے۔

عید میں صرف دو تین دن باقی رہ گئے ہیں لیکن ابھی تک یہی فیصلہ نہیں ہو سکا کہ عید کس دن ہے آپس کی رسہ کشی ختم ہو ایک دوسرے کی بات کو سن کر تحمل اور بردباری سے اس پر غور کریں اور اتفاق کے ساتھ کوئی فیصلہ کرنا چاہیں تو فیصلہ بھی ہو سکتا ہے ورنہ سوائے آپس کی کشاکشی کے اور کیا نتیجہ ہے۔

لاہور کی عید

لاہور میں انجمن اسلامیہ نے سب سے پہلے یہ اشتہار شائع کیا جس میں اہل لاہور کو مطلع کیا کہ بدھ کے روز شاہی مسجد لاہور میں نماز عید الاضحیٰ پڑھی جائے گی۔ اس اختلاف و تفرقہ کو دیکھو کہ ایک طرف انجمن اسلامیہ کے اشتہار دیواروں پر چسپاں ہوتے ہی تھے کہ انجمن نعمانیہ لاہور کے مہتمم و کارپرداز حکیم مفتی سلیم اللہ صاحب کی طرف سے ایک اشتہار شہر میں تقسیم ہونا شروع ہوا جس میں لکھا تھا کہ

> لاہور میں راقم آثم نے معہ چند نمازیوں کے اور دیگر مقامات پر اور کئی صاحبوں نے مثل مولوی دین محمد صاحب ایڈیٹر میونسپل گزٹ لاہور اور حافظ غلام محمد صاحب امام مسجد بکن خان اور منشی محمد عبداللہ صاحب مہتمم انجمن نعمانیہ ہند لاہور وغیرہ نے بچشم خود بلا شک و ریب رویت ہلال شنبہ (سنیچر) گذر کر نماز مغرب کے وقت کی۔ علاوہ بریں خانصاحب حاجی شیخ ڈاکٹر محمد الدین صاحب میڈیکل افیسر و مشیر تعمیرات بہاولپور نے بھی اس کی تصدیق فرمائی۔ اس لئے اتفاق عام کے لئے لکھا جاتا ہے کہ یوم عرفہ جس دن کا روزہ بڑے ثواب کا موجب ہے۔ یوم دو شنبہ ۹ ذی الحجہ مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۱۸ء ہوگا اور عید شریف منگل کو ہوگی۔ خاکسار حکیم مفتی سلیم اللہ خان صدر و قائم مقام ناظم التعلیم انجمن نعمانیہ ہند لاہور سابق ریکارڈ کیپر فنانشل کمشنر پنجاب حال پنشنر و لکچرار اعلیٰ جماعت طب یونانی۔

کیا اچھا ہوتا کہ اس اشتہار در اس قدر گواہیوں پر ہی کوئی فیصلہ ہو جاتا۔ ہمارے نزدیک مفتی سلیم اللہ صاحب چاہیے تھا کہ بجائے خود بخود اعلان کرنے کے انجمن اسلامیہ لاہور جو شاہی مسجد لاہور کی متولی ہے اور جس کی طرف سے پہلے اشتہار شائع ہو چکا تھا فیصلہ کر کے اشتہار دیا جاتا۔ لیکن نہیں۔ تمام شہر میں ایک بلڑ مچ گیا اور ہر ایک محلہ اور بازار میں ٹولیاں بن گئیں کوئی مفتی سلیم اللہ صاحب کا حامی ہے اور کوئی انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور کا۔ ذاتیات کے جھگڑے لگ رہے ہیں اور ایک دوسرے کی مخالفت و تردید شغل بن چکا ہے۔

بارے خدا خدا کر کے بعض مولوی لوگوں نے مل کر آپس میں مشورہ کیا اور باہم فیصلہ کر کے ایک اعلان اتوار کی شام کو شہر میں کرا دیا جس میں لکھا ہے کہ

> اطلاع عام کے لئے لکھا جاتا ہے کہ آج بروز اتوار مورخہ ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۵ ستمبر ۱۹۱۸ء بوقت ۸ بجے صبح کے جناب حکیم مفتی سلیم اللہ خانصاحب کو (جنہوں نے منگل کی عید کا اشتہار دیا ہے) بغرض فیصلہ عید مسجد وزیر خاں میں علماء نے اس مسئلہ پر غور کیا۔ چنانچہ مفتی سلیم اللہ خانصاحب تشریف لائے آپ کے بیان سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اور بعض دیگر شخصوں نے ہفتہ کے دن چاند دیکھا ہے اس پر علماء کی طرف سے یہ سوال پیش ہوا کہ اس وقت ابر [illegible] تھا [illegible] کیا گیا کہ مطلع صاف تھا کوئی [illegible] کہا گیا اشتہار کے مطابق عید بدھ کی ہونی چاہیئے اور مسلمانوں کو اس کو صحیح اور معتبر قرار دے کر اس پر عمل کرنا چاہیئے۔
>
> دستخط علماء حاضرین مجلس منعقدہ مسجد وزیر خاں
>
> مولوی سید احمد علی صاحب خطیب مسجد شاہی لاہور۔ مولوی محمد صاحب حال خطیب مسجد وزیر خاں لاہور۔ قاری عبدالصمد صاحب بخاری امام مسجد وزیر خاں لاہور۔ مولوی مفتی محمد یار صاحب امام و خطیب مسجد طلائی لاہور۔ مولوی غلام محمد صاحب امام و خطیب مسجد نیلا گنبد انارکلی لاہور۔ مولوی مفتی عبداللہ صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ عالیہ نعمانیہ لاہور۔ مولوی محمد [illegible] صاحب بی ٹی پرنسپل اسلامیہ ہائی سکول لاہور۔ مولوی محمد عبدالعزیز صاحب امام و خطیب جامع مسجد بلاک سردار خاں صاحب مزنگ لاہور۔ مولوی [illegible] غلام محی الدین صاحب ناظم دار المصاحف لاہور۔ انتصار [illegible] بشیر علی خاں جنرل سکریٹری انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور۔

بیرونجات کی عید

یہ تو لاہور کے مسلمانوں کی عید ہے گو ہمیں کبھی یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اس فیصلہ پر سب ہی کاربند ہوں گے ابھی دیکھیئے کتنی عیدیں لاہور میں ہوتی ہیں۔

بیرونجات میں بھی جہاں تک اس وقت تک کی خبروں سے پتہ چلتا ہے ہلال شنبہ کے دن کسی کو نظر آیا ہے کسی کو نہیں اسی وجہ سے وہاں بھی جھگڑا اسی ہوا ہے لیکن بالآخر کچھ نہ کچھ فیصلہ ہو گیا ہے۔ معاصر وکیل امرتسر کے متعلق لکھتا ہے کہ

"امرتسر میں کامل تحقیقات کے بعد عید سہ شنبہ کو قرار پائی ہے"

دہلی سے بھی موصول شدہ اشتہارات سے پتہ لگتا ہے کہ وہاں منگل ہی کو عید ہوگی۔ بمبئی میں بھی عید منگل ہی کو ہے اور بھی کئی مقامات سے ایسی ہی خبریں آئی ہیں، لیکن حیرت ہے کہ ان سب خبروں کو صرف یہ کہہ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ تار یا ڈاک سے آئی ہوئی خبروں کا اعتبار نہیں۔ مگر دوسرے معاملات میں بھی تار یا ڈاک سے آئی ہوئی خبروں کے متعلق ایسی بے اعتباری کبھی نہیں دیکھا اس وقت تو عین الیقین سے بھی بڑھ کر ان پر حق الیقین کے درجہ پر انہی مولوی صاحبان کا ایمان پہنچ سکتا ہے۔

بہرحال عید جیسا ہے کسی دن تو ہو ہمیں افسوس مسلمانوں کی اس نااتفاقی اور آپس کے تفرقہ پر ہے جو ایک متنفسہ تفرقہ کوئی موجب ہنگامہ بنا دیتا ہے اور آپس میں اتفاق ہونے نہیں دیتا جس کا نتیجہ ہے کہ غیر اقوام ہم پر ہنستی ہیں دفاتر میں مسلمانوں پر پھبتیاں کسے جاتے ہیں اور مسلمان ملازمین کو عید کے دن کی چھٹی منانے اور نماز کے لئے وقت نکالنے میں بہت ہی دقتیں پیش آتی ہیں۔

کاش مسلمان سمجھیں اور غور کریں۔

عید پر فسادات

یہ تو مسلمانوں کے اندرونی اور گھر کے جھگڑے اور فسادات ہیں لیکن عید الاضحیٰ کا دن بجائے خوشی کے اور بھی زیادہ رنج و مصیبت کا نظارہ آنکھوں کے سامنے لے آتا ہے یا یوں کہیے کہ مسلمانوں کی بدبختی انہیں اس موقع پر بھی چین سے بیٹھنے نہیں دیتی۔ برادران وطن کی طرف سے اتحاد و اتفاق کے سنہری دعوے افسوس ہے کہ اس نازک وقت میں بھی جبکہ سلف گورنمنٹ کے مطالبہ کی کامیابی زیادہ تر اسی اتفاق پر منحصر ہے کالعدم ہو جاتے ہیں اور جس طرف کان لگاؤ بس مسلمانوں کے خلاف فسادات اور شورشوں کی آوازیں ہی سنائی دیتی ہیں۔ سالہائے ماسبق کو چھوڑ کر صرف گذشتہ سال کے اس فساد عظیم کا ہی اندازہ لگاؤ جو شاہ آباد ضلع آرہ میں وقوع پذیر ہوا کیا یہ کچھ کم موجب پریشانی تھا اور لیا وہ غریب مسلمان جو برادران وطن کی بے رحمانہ دستبرد کا شکار ہوئے اور سینکڑوں گھر ویران ہو گئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہندوستان کو نفرین و ملامت کا آماجگاہ ٹھہرانے کے لئے کافی نہیں۔

لیکن اسی پر بس نہیں۔ امسال عید سے پیشتر ہی جو افواہیں سننے میں آ رہی ہیں وہ اور بھی موجب فرسا اور دلدوز ہیں باوجود اس کے کہ بقول معاصر "مشرق" بعض شہروں کے حاکم ہندو مسلمانوں سے اسلحہ لے رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی معاصر وکیل کا یہ بیان معلوم نہیں کہاں تک صحیح ہے کہ ۲۰ اگست کو ہم ایک اور ضرورت سے کچہری گئے ہوئے تھے۔ وہاں ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سادہ ہو بہو جی پتہ کا قہقہہ لگاتے ہوئے پولیس کی [illegible] آ رہا ہے [illegible] کرتے کہہ رہا ہے [illegible] دوسرے کو نہ دینا۔ اس نے ہماری بابت سو گز [illegible] کہ

ہم خبردار کرتے ہیں ہمارا کام گئو ماتا کی رکھشا ہے اور یا ناگ گئو رکھشن ہے۔ ہم اپنی جان کو جان نہیں سمجھتے۔ تم انگریزوں سے خبردار رہنا"

یہ سادھو شاید اسی ضلع آرہ و شاہ آباد کا رہنے والا ہے۔ گورنمنٹ نے اسکو قید خانہ کی چہار دیواری کے اندر رہنے کا حکم دیدیا ہے۔ اور اس بات کی تفتیش ہو رہی ہے کہ اس میں کیا راز مخفی ہے پولیس سرگرم تحقیقات ہے۔ کسی گہری سازش سے لگاؤ معلوم ہوتا ہے سنتے ہیں کہ آرہ و شاہ آباد کے بڑے بڑے ہندو زمیندار اور ساہوکار ہیں جن لوگوں پر گورنمنٹ کو ذرا بھی شک و شبہ ہوگا۔ عید قربان سے قبل ان سے ضمانت اور مچلکا لیا جائے گا تاکہ یہ لوگ عید قربان کے موقع پر فساد نہ کر سکیں۔ یہ خبر آرہ و شاہ آباد میں بڑے زور سے پھیلی ہوئی ہے کہ چھ ہزار ناگا انتقام لینے کی غرض سے چل چکے ہیں۔ اس خبر سے آرہ ضلع شاہ آباد میں بڑی کھلبلی مچی ہوئی ہے۔ اور یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ عید قربان کے موقع پر ان ناگاؤں کا حملہ الہ آباد اور اجودھیا میں بھی ہوگا۔ پولیس اپنی کارروائی میں سرگرم ہے جہاں کہیں ان ناگاؤں کا پتہ لگا۔ پولیس نے فوراً انکو گرفتار کیا۔

ضلع فرخ آباد کے مسلمان رؤساء کو تمام چٹھیاں موصول ہو رہی ہیں جن میں گائے کی قربانی کرنے کی صورت میں سخت ترین دھمکیاں دی گئی ہیں۔ سو وغیرہ صوبجات متحدہ سے بھی اسی قسم کی حوصلہ شکن خبریں آ رہی ہیں مواضعات پچرانواں۔ بیناکھی اور گڑھا (ضلع گیا) کے مسلمان مقیم کلکتہ بھی سے اپنے گھروں کو بلائے جا رہے ہیں انہیں اطلاع دی گئی ہے۔ کہ یہاں ہندوؤں کی طرف سے بڑے بڑے خطرات پیدا ہو رہے ہیں اور سخت تاکید کی ہے کہ وہ ریلوے اسٹیشن سے تنہا نہ آئیں ہمیں اسی قسم کی خوفناک خبریں چاروں طرف سے سننے میں آتی ہیں۔ صوبہ متحدہ کے باخبر لوگوں کا خیال ہے کہ اس سال صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ میں بہار سے بھی کہیں زیادہ بلووں کا احتمال ہے"۔

اگر یہ بیانات صحیح ہیں۔ اور گذشتہ واقعات کو مدنظر رکھکر ان کی صحت میں شبہ کرنے کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ تو ہمیں حیرت ہے کہ ہندو مسلم اتحاد کا خواب کیونکر پورا ہوگا۔ اور برادران وطن کے سنہری دعوے کانگریس پنڈال سے باہر جا کر کس قدر بے اثر ہو جاتے ہیں گورنمنٹ عالیہ کو اس نازک موقع پر مسلمانوں کے تحفظ کا بندوبست پورے طور پر کرنا چاہیئے تاکہ وہ اپنے شعائر مذہبی کو اچھی طرح سے ادا کر سکیں۔

عید تو آج ہے چاہے کرو یا نہ کرو

یہ وہ الہام ہے جو حضرت مسیح موعود کو گذشتہ ۱۹۰۷ء کی عید الفطر کے متعلق ہوا لیکن اس الہام الٰہی نے باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ آج ہی عید ہے۔ پھر بھی شریعت کی پابندی کو مقدم رکھا اور چونکہ عید کے لئے رویت شرط ہے اور وہ پوری نہ ہوئی اس لئے اس دن روزہ افطار نہیں کیا بلکہ افطار کرنے والوں کو بھی منع فرمایا۔ یہ گویا ایک بین شہادت ہے اس امر کی کہ حضرت مسیح موعود اپنے الہامات کو صحیح احادیث پر مقدم نہیں کرتے تھے بلکہ جیسا کہ آپ نے خود فرمایا اپنے الہامات کو قرآن اور حدیث پر عرض کرتے تھے۔ اور قرآن اور حدیث کو ہی ان پر مقدم رکھتے تھے لیکن باوجود عملی شہادت کے میاں صاحب ہیں کہ الہام تو ایک طرف حضرت مسیح موعود کے کلام کو بھی حدیث پر مقدم ٹھہراتے ہیں اور اس پر مصر ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے جو اسی دن عید نہیں کی تو اس وجہ سے نہیں کہ الہام کو آپ حدیث پر مقدم نہ سمجھتے تھے یا باوجود الہام معلوم ہونے رویت ہلال کی شرط کو ضروری جانتے تھے بلکہ اس وجہ سے کہ

> چونکہ اس دن عید نہ پڑھی جا سکتی تھی اس لئے وحی کی دوسری شق لینی چاہیے "عید نہ کرو (روزہ رکھو)" پر عمل کیا گیا

ان الفاظ کو پڑھ کر ہمیں ایک واقعہ یاد آگیا۔ ایک دفعہ لاہور میں عید الفطر کے متعلق بہت جھگڑا ہوا۔ کچھ لوگوں نے چاند دیکھا اور اکثروں کو نظر نہ آیا جنہوں نے دیکھا انہوں نے مولویوں کے مجمع میں حلفیہ اسکی شہادت دی اس پر بہت کچھ قیل و قال ہوئی۔ اور بالآخر ایک مولوی صاحب سے نہ رہا گیا۔ بول اٹھے کہ بالفرض اگر آج عید ہو بھی تو بھی اب کوئی سامان عید کا نہیں ہو سکتا۔ کوئی سنویاں لوگوں نے نہیں پکائیں نہ کوئی برتن جمع ہیں۔ (جن میں مولوی صاحب کے لئے سنویاں اکٹھی ہوں) پھر بھلا عید کیسے ہو۔

میاں اکمل صاحب نے اس سے ذرا زیادہ دانائی سے کام لیا اور کہہ دیا کہ اس وقت عید پڑھی نہ جا سکتی تھی [illegible] عید [illegible] پڑھی تو روزہ کھول دیا۔ اس لئے حضرت صاحب نے روزہ رکھنے کا حکم دیدیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون [illegible]

اسلام [illegible]

(۱) بقرعید کی نماز بھی مثل نماز عید الفطر کے واجب ہے اور ترکیب اس نماز کی وہی ہے جو نماز عید الفطر کی اور وقت اسکا آفتاب کے بلند ہونے سے زوال سے پہلے تک ہے اور جلد پڑھنا اس نماز کا مستحب ہے تاکہ اس کے بعد قربانی کرنے میں مصروف ہوں نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے جس میں قربانی اور تکبیرات تشریق وغیرہ کے احکام بتلا دے۔ اس نماز کیلئے بھی باہر عید گاہ میں جانا مستحب ہے۔ اور راستہ میں پکار کر تکبیر پڑھتا رہے اور دوسرے راستہ سے واپس ہو۔

(۲) بقرعید کی نماز سے پہلے کچھ کھانا اچھا نہیں اگرچہ حرام بھی نہیں بہتر یہ ہے کہ بعد نماز کے قربانی میں سے کھا دے

(۳) تکبیر تشریق ایکدفعہ ہر ایک نماز فرض کے بعد جو جماعت سے پڑھی گئی ہو کہنا واجب ہے اور امام اور مقتدی سب ایکبار اس طرح تکبیر کہیں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ نویں ذی الحجہ کی صبح سے تیرہویں تاریخ کی عصر تک

قربانی کے احکام

(۴) ہر ایک مسلمان آزاد مقیم جس پر زکوٰۃ واجب ہے ایک بکرا یا بھیڑ یا دنبہ یا ساتواں حصہ گائے بیل بھینس۔ اونٹ کا قربانی کرنا واجب ہے اور ایک گائے بیل وغیرہ میں سات آدمی تک شریک ہوسکتے ہیں اگر دو یا تین یا چار یا پانچ یا چھ آدمی شریک ہو کر پوری گائے کریں تب بھی درست ہے بکرا بکری ایک برس کا پورا ہونا چاہئے۔ اور گائے بیل بھینس دو برس کی اور اونٹ پانچ برس کا۔ دنبہ دنبی اور بھیڑ اور مینڈھا چھ ماہ سے زیادہ کا بھی درست ہے بشرطیکہ موٹا اور تیار ہو کہ ایک برس کا معلوم ہوتا ہو۔

(۵) قربانی کا گوشت وزن سے تقسیم کیا جائے۔ اندازہ سے تقسیم نہ کریں لیکن اگر کسی طرف پائے یا کھال بھی لگا دی جائے تو اندازہ سے بھی تقسیم کرنا درست ہے۔

(۶) شہر والے قربانی بعد نماز کے کریں اور اگر کسی عذر سے اس دن نماز ادا نہ ہوئی تو جس وقت نماز کا وقت گذر جائے اسوقت قربانی کرنا درست ہے یعنی بعد زوال کے دوسرے تیسرے دن نماز سے پہلے بھی قربانی درست ہے یعنی اگر نماز بقرعید کی کسی عذر سے قضا ہو گئی تو اگلے دن نماز سے پہلے بھی قربانی جائز ہے اسی طرح بارہویں تاریخ کو بھی اور گاؤں والوں کو صبح صادق ہونے کے بعد قربانی کرنا درست ہے۔

(۷) قربانی کے دن تین ہیں دسویں گیارہویں۔ بارہویں ذی الحجہ کی مگر پہلے دن قربانی کرنا افضل ہے پھر دوسرے دن پھر تیسرے دن۔ اور تیسرے دن غروب آفتاب سے پہلے تک قربانی ہوسکتی ہے۔

(۸) رات کو قربانی کرنا جائز ہے۔ لیکن پسندیدہ اور بہتر نہیں ہے۔

(۹) اپنی قربانی کو خود ذبح کرنا بہتر ہے اگر خود ذبح کرنا نہیں جانتا تو دوسرے سے ذبح کرائے لیکن وقت خود وہاں کھڑا ہو جانا بہتر ہے۔

(۱۰) قربانی کے وقت کوئی نیت زبان سے پڑھنا یا دعا پڑھنا ضروری نہیں اگر صرف دل میں خیال کر لیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں کہا صرف بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا تب بھی قربانی درست ہے لیکن اگر دعا ماثورہ جو آگے آتی ہے پڑھیگا تو بہتر ہے اور ثواب زیادہ ہے

(۱۱) جب قربانی کو قبلہ رخ لٹا دے تو یہ دعا پڑھے انی وجہت وجھی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک له وبذالک امرت وانا اول المسلمین۔

(۱۲) ذبح کرنے کے وقت یہ دعا پڑھے۔ اللھم تقبله منی کما تقبلت من حبیبك محمد وخلیلك ابراھیم علیھما الصلوٰۃ والسلام۔

(۱۳) بہتر یہ ہے کہ قربانی کا گوشت ایک تہائی غربا و مساکین پر صدقہ کرے ایک تہائی اپنے دوستوں کو دے اور ایک تہائی اپنے اور اپنے اہل کے استعمال کے لئے رکھ لے لیکن جس شخص کے کنبہ بہت ہو یا کوئی ضرورت ہو تو تمام گوشت خود خرچ کر سکتا ہے البتہ فروخت کرنا منع ہے۔

(۱۴) جس کے ذمہ قربانی واجب نہ تھی اگر اس نے قربانی کی نیت سے کوئی جانور قربانی کا خریدا تو اس کے ذمہ اس کا قربانی کرنا واجب ہو گیا اسکو فروخت نہیں کر سکتا اگر قربانی کے دن گذر گئے اور اس نے اس جانور کو ذبح نہ کیا تو زندہ کو اللہ واسطے محتاجوں کو دیدینا چاہیے۔ نابالغ والے کا بھی یہی حکم ہے۔

(۱۵) جس شخص کے ذمہ قربانی واجب ہے اگر قربانی کے دن گذر جائیں اور وہ قربانی نہ کرے، تو اس کے ذمہ قربانی کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے

(۱۶) جس جانور کے سینگ پیدائشی نہ ہوں اس کی قربانی درست ہے اور اگر بیچ میں سے ٹوٹ گیا ہو تب بھی قربانی درست ہے اگر جڑ سے اکھڑ گیا ہو یا لٹکا ہے۔ اندھے اور کانے کی قربانی درست نہیں اور ایسے دبلے جانور کی قربانی بھی درست نہیں جس میں مغز نہ رہا ہو اور نہ لنگڑے کی جو مذبح تک نہ جا سکے اور نہ ایسے بیمار کی جس کی بیماری ظاہر ہو اور نہ ایسے جانور کی جسکا تہائی سے زیادہ کان کٹا ہوا ہو یا تہائی سے زیادہ دُم کٹی ہوئی ہو اور نہ اس کی جس کے بالکل

باقی کالم ۳ کے آخر میں

[illegible]ن سے کیا غرض ہے؟

(جناب مولوی مصطفےٰ خان صاحب بی۔ اے کے قلم سے)

کتاب "حج" کا ایک ورق

ہمارے ناظرین یہ سنکر خوش ہونگے کہ ہماری قوم کے ایک نامور رکن جناب مولوی مصطفےٰ خان صاحب بی۔ اے کی ادیبانہ قابلیت اسلامی ارکان اربعہ۔ نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ کے متعلق اُردو زبان میں چھوٹے چھوٹے رسائل کی تصنیف پر آجکل صرف ہو رہی ہے۔ نماز اور روزہ پر آپ دو کتابیں لکھ چکے ہیں۔ حج پر لکھ رہے ہیں۔ بلکہ امروز فردا میں ختم کرنے والے ہیں۔ اس کے بعد زکوٰۃ کا نمبر آئیگا۔ ان چاروں رسائل میں ان چاروں ارکان اسلام کی تشریح و توضیح نہایت سلیس اُردو میں کی گئی ہے۔ اور تمام مسائل کو ان میں جمع کر دیا گیا ہے۔ خان صاحب موصوف کی زیر تصنیف کتاب "حج" میں سے ایک سبق ہم ہدیۂ ناظرین کئے دیتے ہیں۔ جس کے لئے ہمیں خان صاحب کا ممنون ہونا چاہئے۔ کہ انہوں نے "پیغام صلح" کو اس کی اشاعت کا شرف بخشا۔

خانہ کعبہ کی تاریخ بیان کرنے کے بعد چھٹے سبق میں آپ لکھتے ہیں :-

خانہ کعبہ کی تاریخی حالات بیان کرنے کے بعد اب ہم تم کو بتاتے ہیں کہ حج کیا ہے؟ اس سے کیا غرض ہے اور اس کے احکام شریعت اسلام میں کیا ہیں۔

مہذب اور متمدن قوموں میں تہذیب و تمدن کا ایک اصل الاصول یہ بھی مانا جاتا ہے۔ کہ مشہور و معروف قومی محسنوں کے احسانات کی یاد میں یادگاریں قائم کی جاتی ہیں اور ان کی تعظیم و تکریم کی جاتی ہے اس سے مقصود محض یادگاری ہی نہیں ہوتی بلکہ ایک غرض اور بھی ہوتی ہے۔ کہ آئیندہ قوم کو اس قسم کے اخلاق حسنہ کی تعلیم ہوتی ہے۔ اہل روما جب عروج پر تھے تو انہوں نے اپنی قوم میں اخلاق فاضلہ پیدا کرنے کے لئے ملک کے مشہور و معروف لیڈروں کے بُت بطور یادگار قائم کر رکھے تھے۔ اور ان بتوں کو ان لیڈروں کے اوصاف خصوصی کے نام پر نامزد کیا تھا۔ مثلاً کوئی حب الوطنی کا دیوتا تھا۔ کوئی شجاعت کا۔ کوئی علم و حکمت کا۔ ان بتوں سے پوجا غرض نہ تھی بلکہ مطلب صرف یہ تھا۔ کہ ان محسنوں کی یادگاریں قائم ہوں جنہوں نے اپنی نیک مثال قوم کے لئے قائم کی اور لوگ ان یادگاروں سے ان کی مثال کا سبق سیکھیں لیکن جب اہل روما کے اخلاق بگڑے اور اُن میں آثار تنزل و انحطاط نمودار ہوئے۔ تو ان بتوں کی ظاہری پوجا شروع ہو گئی اور بُت پرستی کی بنیاد پڑ گئی۔

اسی طرح کعبہ بھی حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں محض خدا کی عبادت کے لئے ایک عبادتگاہ سمجھا جاتا تھا۔ ہاں چونکہ اس کا تعلق حضرت ابراہیمؑ کی اس نادر مثال ایثار اور تبتل الی اللہ سے تھا۔ جو کہ آپ نے حکم خدا کے ماتحت اپنے بچے اور بیوی کو ایک ویرانہ جنگل میں چھوڑ کر قائم کی تھی۔ اس لئے کعبہ کو ایک متبرک یادگار کی خصوصیت بھی حاصل تھی۔ مگر رفتہ رفتہ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد نے اس سبق کو تو بھلا دیا اور محض بُت پرستی قائم کر دی۔ لیکن اخلاص کبھی ضائع نہیں جاتا۔ آخر وہ گھر شرک سے پاک و صاف ہوا اور خدائے واحد کی عبادت کے لئے وقف ہوا۔

آج مسلمان کعبہ میں جاتے ہیں۔ یا اس کے گرد طواف کرتے ہیں اس سے ظاہری غرض یہی ہے کہ ہم حضرت ابراہیمؑ کی اس یادگار کو قائم رکھتے ہیں اور ان کی مثال سے سبق سیکھنا چاہتے ہیں۔ جب ہم صفا و مروہ میں دوڑتے ہیں اور چاہ زمزم کا پانی پیتے ہیں تو ہمکو حضرت ہاجرہ کی بیقراری اور اضطراب اور اسپر خدا کے فضل و کرم یاد آ جاتے ہیں۔ اور دل میں بے اختیار ایک ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ ہم بھی خدا کی راہ میں اسی طرح مشکلات جھیلیں اور آخرکار اس کے انعام و افضال کے مورد بنیں۔ ہم حجر اسود کو چومتے ہیں نہ اسواسطے کہ وہ معبود ہے نہ اسواسطے کہ وہ خدا ہے یا خدائی صفات اس میں پائی جاتی ہیں۔ نہ اس خیال سے کہ وہ ہماری مرادیں دیگا۔ بلکہ محض اس خیال سے کہ وہ ایک مقدس اور پاک نبی کے ہاتھ کا رکھا ہوا پتھر ہے جس نے ہمیں جسمانی اور روحانی نیکیوں کی راہ دکھائی اور ہمارے لئے اپنی نیک مثال چھوڑ گیا۔

ہم کعبہ کا طواف کرتے ہیں نہ اس لئے کہ ہم اُسکو پوجتے ہیں بلکہ صرف اس لئے کہ یہ بھی خدا کی اطاعت میں ایک عاشقانہ اور سرفروشانہ فعل ہے۔ اور اس سے ہمارے دلوں میں حضرت ابراہیمؑ کے عشق الٰہی کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ غرض جو کچھ ہم حج میں کرتے ہیں اس کے نیچے ایک تاریخی حقیقت ہے اور ایک اخلاقی وروحانی سبق۔

[illegible] احرام باندھ کر وہ لباس پہنتے ہیں جو حضرت ابراہیم کا لباس تھا اور دنیا کی ابتدائی تہذیب کا نمونہ۔ پھر جب ہم اس لباس کہن کو طرز جدید کے تکلف اور فیشن ایبل سوٹ۔ دستار ٹوپی کوٹ۔ صدری۔ پتلون۔ گلوبند اور شلوار سے مقابلہ کرتے ہیں تو خدا کی قدرت کا خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس نے انسان میں کہاں تک ترقی کرنے کا مادہ عطا کیا ہے۔ اور جب جسمانی رنگ میں اسکی ترقی لامحدود ہے تو اسی طرح روحانی ترقی بھی لامحدود ہے۔

حج میں مساوات کا نقشہ

اس کے علاوہ حج میں ہمیں نسل انسانی کی مساوات کا سبق ملتا ہے ہرچند کہ اسلامی تعلیم کا محور حریت و مساوات ہے مگر اس کا عملی نقشہ حج میں نظر آتا ہے۔ ایک بادشاہ گو صف نماز میں ایک گدائے بے نوا کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہے اور زبان حال سے مساوات کی تعلیم دے رہا ہے۔ مگر پھر بھی بادشاہ بادشاہ ہے۔ اس کا شاہی لباس۔ اسکا تاج اس کا طغرائے مزین اسکو گدائے بے نوا سے ممتاز کرنے کیلئے کافی ہے۔ لیکن حج میں نہ وہ فاخرہ لباس ہے نہ تاج شاہی۔ بلکہ سر کے بالوں کی تراش بھی اگر کوئی وجہ امتیاز ہوسکتی تھی تو وہ بھی مفقود ہے۔ غرض وہ نقشہ ہے۔ کہ بادشاہ و گدا میں کچھ فرق نہیں یہ وہ مساوات ہے۔ جو فرقہ سوسلشٹ (فرقہ اشتراکیہ) کے خواب ہائے پریشان کی تعبیر کہلا سکتی ہے۔ اور جسکے حصول کا فخر اسلام اور داعی اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔

السفر وسیلة الظفر

علاوہ ازیں اسلام ایک عملی مذہب ہے۔ ایک زندہ مذہب ہے اور وہ مذہب ہے کہ انسان کی روحانی و جسمانی ترقی کا دار و مدار اس پر ہے۔ اس کی تعلیم دُنیا و دین کے شعبوں کی آبیاری کرتی ہے۔ یہ ایک حقیقت مسلمہ ہے کہ دُنیا میں کامیابی و ظفر کے لئے سفر بھی ضروری ہے۔ چنانچہ مثل ہے۔ السفر وسیلة الظفر۔ اور خود قرآن مجید نے اپنے پیرؤں کو بار بار سیروا فی الارض (زمین میں سیر کرو) کا حکم دیا ہے۔ دُنیا کی متمدن و مہذب اقوام کی تاریخ پر غور کرو تو معلوم ہوگا۔ کہ ان کو سب عروج و کمال سفر کی بدولت حاصل ہوا ہے۔ اور جو قومیں گھر گھسنے پن کی شیدا ہوئیں وہ مٹ گئیں۔ اس لئے اسلام نے بھی اپنے پیروؤں کے لئے کم از کم زندگی میں ایکمرتبہ تو سفر فرض کر دیا تاکہ جہاں دینی اور روحانی برکات سے مسلمان متمتع ہوں۔ وہاں دنیاوی اور جسمانی لحاظ سے بھی تجارب و واقفیت عامہ کا ذخیرہ بہم پہنچائیں۔ لیکن چونکہ سفر ہر ایک شخص نہیں کر سکتا۔ اس لئے اسلام نے استطاعت کی شرط لگا دی ہے کہ مسلمانوں کو تکلیف مالا یطاق نہ ہو اور الدّین یسرٌ (دین کی بنیاد آسانی پر ہے) کی حکمت بالغہ ہاتھ سے نہ جائے۔

اتحاد قومی

اسلام نے اخوت باہمی اور اتحاد قومی پر بڑا زور دیا ہے۔ کہ وہی قوم دُنیا میں اقبالمند ہوسکتی ہے جو اتحاد و اخوت کے شیرازہ میں منضبط ہو۔ اسی لئے اسلامی عبادات میں علی العموم ایک قومی اجتماع کا رنگ نظر آتا ہے۔ نماز پنجگانہ میں تاکید ہے کہ حتی الامکان نمازیں باجماعت ادا کی جائیں۔ گویا چوبیس گھنٹوں میں پانچ مرتبہ مسجد میں ایک چھوٹے پیمانہ پر قومی مجمع ہوتا ہے۔ اس سے بڑا مجمع ہر آٹھ دن کے بعد جمعہ کی نماز میں ہوتا ہے۔ اور اس سے بھی بڑا مجمع سال میں دو مرتبہ عیدوں کی تقریب پر ہوتا ہے۔ جس میں صرف شہر کے لوگ ہی ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔ بلکہ دیہات و مضافات کے مسلمان بھی اپنے شہری بھائیوں سے ملتے جلتے ہیں۔ لیکن ان سب سے بڑا مجمع جہاں دُنیا جہان کے مسلمان اطراف و اکناف عالم سے جمع ہوتے ہیں حج ہے۔ جہاں رومی و شامی ترکی و ایرانی۔ عربی و عجمی۔ چینی و تاتاری۔ ہندوستانی و انگلستانی یورپین و ایشیائی غرض ہر سرزمین کے مسلمان ایک ہی لباس میں جمع ہوتے ہیں اور وحدت قومی کا ایک دلکش منظر پیش کرتے ہیں

بقیہ کالم اول

کان نہ ہوں اور نہ اس کی جس کے دانت نہ ہوں البتہ اگر تھوڑے سے گر گئے اور زیادہ باقی رہ گئے تو جائز ہے

(۱۷) اجرت قصاب کی قربانی میں سے دینا جائز نہیں ہے چرم قربانی کو صدقہ کرنے کے لئے فروخت کرنا درست ہے۔

(۱۸) چرم قربانی یا اس کی قیمت کو کسی معاوضہ میں دینا مثلاً امام مسجد و مؤذن کو بسبب اس کی امامت و اذان کے دینا درست نہیں ہے اس کے لئے بہترین مصرف آجکل اشاعت اسلام ہے دین الٰہی سے زیادہ آج اور کون مسکین ہے جو اندرونی اور بیرونی حملوں سے زار و نزار ہو رہا ہے اور کوئی اُسے پوچھنے والا نہیں۔ پس چرم قربانی کی قیمت اس انجمن کو دینی چاہیے جو خدمت دین متین کے لئے قائم ہو اور اس وقت لاہور میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام سے قایم ہے۔

مراسلات

پنجاب میں بچوں کو تمباکو نوشی کی ممانعت

التماس

تمام دُنیا کے بڑے بڑے نامور اور شہرۂ آفاق ڈاکٹر اور حکماء متفق الرائے ہیں کہ تمباکو نہ صرف صحت کیلئے مضر ہے بلکہ طالب علموں کی ذہنی اور دماغی نشوونما کو روکتا ہے۔ آنکھوں کی بینائی اس کے استعمال سے روز بروز کم ہو جاتی ہے۔ دل، حلق اور پھیپھڑوں کی بہت سی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں جنکی تشریح عدم گنجائش کی وجہ سے یہاں نہیں کی گئی۔ انگلستان۔ جاپان۔ فرانس۔ امریکہ وغیرہ تمام مہذب ممالک میں ایسے قوانین نافذ ہیں جنکے رو سے تمباکو کا استعمال نوعمر بچوں کے لئے ممنوع قرار دیا گیا ہے امریکہ میں تو وہ طالب علم خارج کر دیئے جاتے ہیں جو تمباکو نوش ہوں۔ ہمارے ملک میں ... سوسائٹیوں کی سالہا سال کی مسلسل کوششوں کے باوجود کم سن بچوں میں سگریٹ نوشی کی مرض نہایت سرعت کے ساتھ بڑھتی چلی گئی۔ ع - مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

آخرکار اس مضر عادت کو روکنے کے لئے ہمدردان ملک کو مصلحتاً قانون ہی کا سہارا لینا پڑا۔ چنانچہ خدائی امداد سے آنریبل سردار بہادر سردار گجن سنگھ صاحب کا پیش کردہ مسودہ پنجاب کی قانونی کونسل میں ۲۷۔اپریل ۱۹۱۸ء کو پاس ہوا۔ اور ایکٹ کی صورت میں از پیشگاہ جناب نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب ۶۔ جون ۱۹۱۸ء کو جناب معلےٰ القاب نواب وائسرائے و گورنر جنرل بہادر کی پیشگاہ سے ۲۵۔ جون ۱۹۱۸ء کو منظور ہو کر ۱۲۔ جولائی ۱۹۱۸ء کے پنجاب گورنمنٹ گزٹ میں مشتہر ہوا۔ جس کے رُو سے تمباکو ہر ایک شکل وصورت میں بظاہر ۱۶ سال سے کم عمر بچوں کے ہاتھ خواہ وہ اُن کے اپنے استعمال کے لئے ہو یا نہ ہو فروخت کرنا جرم قرار دیا گیا ہے۔ بیچنا ہی نہیں۔ بلکہ دینا یا دینے کا اقدام کرنا بھی داخل جرم ہے۔ ہر ایک شخص خواہ وہ دکاندار ہو یا کوئی اور اثبات جرم پر مستوجب سزائے جرمانہ ہوگا۔ نگران بچوں کے لئے کوئی جرم نہیں اور اُن سے کسی قسم کا مواخذہ نہ ہوگا۔ مفصل کیفیت کے لئے منظور شدہ بل بجنسہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ اب تمام پنجاب میں ہر ایک شخص کا حق ہے کہ جب وہ کسی دکاندار یا کسی اور بالغ شخص کو کسی بظاہر ۱۶ سال سے کم عمر لڑکے کو تمباکو یا سگرٹ وغیرہ بیچتے یا دیتے ہوئے دیکھے تو فوراً عدالت میں تحریری شکایت کرے۔ سرسری تحقیقات کے بعد ملزم سزایاب جرمانہ ہوگا مگر اب تک پنجاب میں کسی شہر یا قصبہ یا گاؤں میں اس پر توجہ نہیں کی گئی۔ لہٰذا لاہور ٹمپرنس ایسوسی ایشن نے آخر جس طرح بل کو پاس کرانے کے لئے سرتوڑ کوشش کی تھی اسی طرح اپنی طاقت کے مطابق اس کام کو جاری کرنے اور اس میں حتی المقدور آسانی اور سہولتیں پیدا کرنے کے لئے فی الحال یہ انتظام کیا ہے کہ جو شخص یہ شکایت کرنا چاہے وہ تاریخ اور وقت لکھکر بچے کے پاس بیچنے والے دکاندار یا دینے والے کا نام اور اس کا پورا پتہ اور اس بچے کا نام اور مکمل پتہ کوئی سے دو یا زیادہ موقع کے گواہ اور اُن کا پورا پتہ درج کر کے نیچے اپنا دستخط اور پتہ صاف الفاظ میں لکھکر آنریری سکریٹری لاہور ٹمپرنس ایسوسی ایشن کے نام بھیجدے یا ایسوسی ایشن کے دفتر واقع اندرون لوہاری دروازہ میں اس کے لیٹر بکس میں ڈالدے۔ یا دستی دیدے۔ ایسوسی ایشن ایسے استغاثے خود دائر کریگی۔ کورٹ فیس اور دیگر تمام اخراجات ایسوسی ایشن کی طرف سے کئے جائینگے۔ اس کام کو ملکی اور اخلاقی خدمت سمجھکر پنڈت پیارے موہن صاحب بی۔اے۔ ایل۔ ایل۔ بی پلیڈر ملتان ... نے اپنی بیش قیمت خدمات ایسوسی ایشن کو مفت پیش کی ہیں۔ تمام ایسے استغاثوں میں وہ مفت پیروی کرینگے۔ پنڈت صاحب ممدوح ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔

اپیل

آخر میں ہر نمبردار۔ ذیلدار۔ ہر منظور شدہ سکول یا کالج کا مدرس۔ ہر ممبر میونسپل کمیٹی۔ ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ۔ ممبر کمیٹی رقبہ مشتہرہ۔ ہر قانون پیشہ شخص۔ ہر درج رجسٹر شدہ طبابت پیشہ یا ہر مجسٹریٹ سے مؤدبانہ مگر پُرزور اور دردبھرے الفاظ میں اپیل کی جاتی ہے کہ وہ مہربانی کر کے اس قومی اخلاقی اور مذہبی فرض کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہوں جو اس قانون کی دفعہ ۴ کے رُو سے ان پر عائد ہوتا ہے۔ آپ کو معتبر۔ فرض شناس ملک وقوم کے بچوں کا سچا ہمدرد اور قومی لیڈر سمجھ کر یہ حق قانوناً دیا گیا ہے کہ آپ بچوں کو شارع عام میں تمباکو نوشی نہ کرنے دیں۔ اور ان سے تمباکو سگرٹ وغیرہ لیکر تلف کر دیا کریں اگرچہ استغاثہ دائر کرنے کا اختیار ہر ایک شخص کو ہے۔ مگر چھین کر تلف کرنے کا اختیار سوائے آپ کے کسی اور کو نہیں دیا گیا۔ اس لئے تمام صوبہ کی آنکھیں تمہا آپ سب کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ آپ سب اپنا فرض ادا کر کے یہ عملی ثبوت دیں کہ ملک اس قابل ہے کہ اگر مہربان گورنمنٹ انکو کسی طرح کے حقوق تفویض کرے تو وہ ہر طرح اس کے اہل ہیں اور اس قابل ہیں کہ اپنا انتظام آپ کر سکیں۔ یہ پہلا مسودہ ہے جو پنجاب کی قانونی کونسل نے ایک غیر سرکاری ممبر کی تحریک پر پاس کر کے اس کا تعمیل آمد عوام ہی کے سپرد کر دیا۔ اب یہ ہمارے اختیار میں ہے کہ ہم اپنی دلچسپی اور قابلیت کا ثبوت دیں ورنہ یہی ایک مثال ہمیشہ تک قوم کو ذلیل ورسوا کرنے کے لئے کافی ہوگی۔ لاہور میں بذریعہ منادی بخوبی اعلان کرا دیا گیا ہے۔ پنجاب میں ہر ایک ٹمپرنس ایسوسی ایشن ہر ایک مذہب وملت کی مذہبی مجلسوں۔ ہر ایک میونسپل کمیٹی ڈسٹرکٹ بورڈ اور مشتہرہ رقبہ کی خاص توجہ مبذول کرائی جاتی ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقۂ اثر میں اس قانون کی اچھی طرح تشہیر کریں۔ تمام سرکاری اور غیر سرکاری تعلیمی مدرسوں کے ہیڈ ماسٹروں کے افسروں اور اُن کے تمام طلباء کی امداد کی سخت ضرورت ہے۔ وہ خدمت ... ہماری اپیل کو عملی جامہ پہنائیں۔

ع - ... بلاغ باشد وبس

ضروری اطلاع

جو صاحب براہ راست کسی جگہ استغاثے دائر کریں براہ مہربانی اُس کے نتیجہ سے اطلاع دیں اور متعلق کرنے والے ہفتہ وار یا ماہواری رپورٹ بھیجیں۔ تو ایسوسی ایشن اخبارات میں ماہواری بطور رپورٹ شائع کر سکیگی۔

رقیمۂ نیاز۔ چراغ دین "روشن" آنریری سکریٹری لاہور ٹمپرنس ایسوسی ایشن

ایکٹ نمبر ۷ سنہ ۱۹۱۸ء

ہرگاہ یہ قرین مصلحت ہے کہ پنجاب میں بچوں کو تمباکو نوشی کی ممانعت کر دی جائے اور ہرگاہ زیر دفعہ ۷۹ (۲) ایکٹ گورنمنٹ ہند ۱۹۱۵ء جناب معلےٰ القاب نواب گورنر جنرل بہادر کی منظوری اس قانون کی تبدیلی کے لئے حاصل کر لی گئی جس پر یہ ایکٹ ہذا کی دفعہ ۵ کا اشارہ ہے۔ لہٰذا بذریعہ تحریر ہذا حسب ذیل احکام صادر کئے جاتے ہیں:۔

دفعہ ۱۔ مختصر نام و وسعت نفاذ — (۱) جائز ہے کہ اس ایکٹ کو ایکٹ تمباکو نوشی نوعمر اشخاص ۱۹۱۸ء کے نام سے موسوم کیا جائے۔

(۲) یہ ایکٹ کل پنجاب پر نافذ ہوگا۔

دفعہ ۲۔ تعریف — ایکٹ ہذا میں "تمباکو" سے مراد ہر ایک قسم کا تمباکو ہے اور اس میں بطور تمباکو پینے کے قابل ہر ایک ایسا مرکب شامل ہے جسکو تمباکو کے بدل کے طور پر ظاہر کرنا مقصود ہو۔

"شارع عام" سے مراد ایسی جگہ ہے جہاں پبلک کو موجود الوقت کے لئے آنے کی اجازت ہو خواہ کچھ ادا کر کے یا دیگر طرح پر اور اس میں ریلوے سٹیشن اور ریلوے گاڑی بھی شامل ہے۔

دفعہ ۳۔ بچوں کے پاس تمباکو فروخت کرنے کے باوا...ش میں سزا — جو شخص کسی ایسے بچے کے ہاتھ جو بظاہر ۱۶ سال سے کم عمر کا ہو کسی قسم کا تمباکو خواہ وہ اسکے ذاتی استعمال کے لئے ہو یا نہ ہو فروخت کریگا یا اُس کو دیگا یا اُس کے ہاتھ فروخت کرنے یا اُس کو دینے کا اقدام کریگا وہ کسی مجسٹریٹ کے روبرو اثبات جرم پہلا قابل جرم کی صورت میں ایسی سزائے کا مستوجب ہوگا جو دس روپیہ سے زیادہ نہ ہو اور دوسرے جرم کی صورت میں ایسی سزائے کا مستوجب ہوگا جو بیس روپیہ سے زیادہ نہ ہو اور تیسرے جرم یا بعد کے جرم کی صورت میں ایسی سزائے جرمانہ کا مستوجب ہوگا۔ جو پچاس روپیہ سے زیادہ نہ ہو۔

دفعہ ۴۔ اُس تمباکو کی گرفتاری جس کو کوئی نوعمر شخص شارع عام میں پیتا ہو — اگر کوئی لڑکا جو بظاہر ۱۶ سال کی عمر کا ہو کسی شارع عام میں تمباکو نوشی کرتا دیکھا جائے تو یہ ہر نمبردار۔ ذیلدار۔ ہر مدرس منظور شدہ سکول یا لحاق شدہ کالج ہر ممبر میونسپل کمیٹی۔ ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ۔ ممبر کمیٹی رقبہ مشتہرہ۔ قانون پیشہ شخص درج رجسٹر شدہ طبابت پیشہ شخص یا ہر مجسٹریٹ کے لئے جائز ہوگا کہ وہ ایسے تمباکو کو لے کر تلف کر دے۔

دفعہ ۵۔ سرسری اختیارات سماعت — جائز ہے کہ لوکل گورنمنٹ مجسٹریٹوں کا کسی بنچ کو جسے مجسٹریٹ درجہ دوم یا سوم کے اختیارات حاصل ہوں زیر ایکٹ ہذا کسی جرم کے سرسری طور پر تجویز کرنے کا اختیار تفویض کرے۔

احباب سے ایک فیصلہ کی درخواست

حضرت امیر ایدہ اللہ کی دوسری چٹھی احباب احمدیہ کے نام

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت کے افتتاحیہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی ایک ضروری چٹھی عنوان بالا سے شائع ہوئی تھی۔ جسکے الفاظ افسوس ہے کہ پریس کی غلطی ... کی طرف سے بہت کچھ کٹ گئے۔ اس لئے اب دوبارہ احباب کی توجہ کے لئے اسکو شائع کیا جاتا ہے۔ وھو ھذا:۔

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں نے آپ سے ایک فیصلہ کی درخواست کی تھی۔ اس پر سب سے پہلا خط جو مجھے پہنچا۔ وہ یہ تھا۔ کہ اب تم نے جماعت کو اصل مقصد کی طرف متوجہ کیا ہے۔ اب دیکھیں گے۔ کتنے آدمی نکلتے ہیں۔ میں اس خط کا جواب دینے میں اب تک متامل رہا ہوں۔ اس لئے کہ فی الواقع اب تک میرے پاس صرف چھ سات ہی احباب کا فیصلہ آیا ہے۔ لاہور میں معلوم ہوا ہے۔ کہ کچھ اور احباب بھی شاید سولہ کے قریب تیار ہوئے ہیں۔ مگر چونکہ اب تک میرے پاس ان کی تحریریں نہیں پہنچیں۔ اس لئے میں ان کے متعلق سردست کچھ نہیں کہتا۔ مجھے جماعت کی اس کم ہمتی پر افسوس ضرور ہے۔ پچھلے دنوں میں جب مکرم معظم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے جرائم پیشہ کے لئے سپرنٹنڈنٹ کی اسامی کے لئے کچھ ... جگہ کا اعلان کیا تھا۔ تو فوراً کوئی بیس کے قریب درخواستیں آئی تھیں اور بعض لوگ خود چل کر بھی پہنچے لیکن جب خدا کی راہ میں کام کرنے کو نکلنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ تو اِثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ۔ کا نظارہ نظر آتا ہے۔ اگر ہماری حالت بھی وہی رہی جو عام طور پر مسلمانوں کے اندر نظر آتی ہے۔ کہ مُنہ سے کہنے کو بہت کچھ مگر کرنے کے وقت کوئی نہیں نکلتا۔ تو اس تحریک کا خاتمہ سمجھنا چاہیئے جب ہم اتنا بڑا اقرار کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ کہ میں دین کو دُنیا پر مقدم رکھوں گا۔ تو کیا وجہ ہے کہ جب دین کے کام کے لئے بلایا جاتا ہے۔ تو ... آواز اٹھتی ہے ...

دوستو! غور کرو۔ کہ تم کس غرض کے لئے اس سلسلہ میں شامل ہوئے ہو۔ اسلام میں تو کوئی نقص باقی نہ رہ گیا تھا جسکو پُورا کرنے کے لئے مسیح موعودؑ آئے ہوں۔ اور ہم خوش ہو جائیں کہ چلو ہم نے مسیح موعودؑ کو مان لیا۔ اور نقص پورا ہو گیا۔ اسلام کہتا ہے جو کوئی خدا کی طرف سے آتا ہے۔ وہ تو لوگوں کو ایک کام پر لگانے کے لئے آتا ہے۔ پس جب تک ہم اس کام میں نہیں لگتے۔ اس کو ... اس کے ساتھ ہونے کے کیا معنے۔ خدارا غور کرو۔ اور اپنی نفس کو پہچانو۔ اور دین کے ساتھ تمسخر نہ کرو۔ کہ مُنہ سے کچھ کہا اور عمل کے وقت کچھ ہے۔ دُنیا میں کوئی کام کر کے دکھاؤ۔ ورنہ ... بعض دوست شاید اس خیال میں ہیں کہ ہم کوئی کام کرنے کے قابل ہی نہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ امر بالمعروف تو ہر ایک مسلمان کا کام رکھا ہے۔ ہر ایک شخص جو دل میں تڑپ رکھتا ہو۔ وہ اسلام کا مبلغ بن سکتا ہے اور دوسرے یہ فیصلہ کرنا کہ میں کام کر سکتا ہوں یا نہیں۔ ایک شخص کا اپنا کام نہیں۔ سردست تو احباب سے فیصلہ چاہا گیا تھا۔ کہ کتنے اس کام کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ ابھی ان میں یہ فیصلہ کرنا کہ کون کون سے احباب فی الواقع کام کے قابل ہیں یا کس کام کے قابل ہیں۔ یہ بعد میں ہوگا۔ میں کہتا ہوں۔ اگر ایک شخص ایک کام کا اہل نہیں بھی ہے۔ تو نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ اس نے تو اپنی نیت کا پھل پا لیا گویا وہ کام کر ہی دکھایا۔ میرا اصل تو یہ چاہتا ہے۔ کہ جماعت کا ایک ایک فرد اپنی حیثیت کے مطابق اپنے آپ کو مبلغ اسلام بنائے اور جو نہیں بن سکتا۔ اس کی بھی نیت یہ ضرور ہو۔ کہ وہ ایسا بنائے۔ میں نے کسی سے یہ نہیں کہا۔ کہ وہ اپنا کاروبار چھوڑ دے۔ گو بعض ایسے آدمیوں کی بھی ضرورت ہے۔ یا اپنی ملازمت فوراً چھوڑ دے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ملازمین کے لئے یہ بہت عمدہ موقعہ ہے۔ کہ وہ انسانوں کی خدمت کرتے کرتے اپنے آپ کو خدا کی خدمت کا اہل بنالیں کم از کم اس خدمت کا اہل بننے کے لئے کوشش تو کر کے دیکھیں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ جلد اس پر فیصلہ کر کے مجھے اطلاع دی جائے تاکہ پھر عملی طور پر کوئی صورت سوچی جائے۔

خاکسار۔ محمد علی۔

بقیہ صفحہ ...

بھی تو سوچ لیا ہوتا کہ چاہیے تذکرہ سے یہ کہاں پایا جاتا ہے کہ روزہ رکھو۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جس دن عید نہ ہو اس دن روزہ رکھا جائے اور پھر تم تو مانتے ہو کہ اگر عید پڑھنے کا وقت ہوتا تو بے اسی دن پڑھی جاتی کیونکہ تمہارے نزدیک الہام ہی بہرحال مقدم ہے پھر عید کے دن روزہ رکھنا یہ کہاں جائز ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود الہام کو مقدم کرتے تو آپ کو چاہیئے تھا کہ اس دن روزہ کھلوا دیتے چاہے عید اس دن پڑھتے یا دوسرے دن۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا جس سے ثابت ہے کہ آپ حدیث کے اس حکم کو ہی بہرحال مقدم سمجھتے تھے جس میں افطار کیلئے رویت کی شہادت شرط ٹھہرائی گئی ہے۔

پھر ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محمودی تو حضرت صاحب کو غیر شرعی نبی مانتے ہیں۔ اگر بقول میاں صاحب الہام ہی کو

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا | مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دارِ دنیا بگذریم
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست | بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
آں رسولے کش محمدؐ ہست نام | دامنِ پاکش بدستِ ما مدام
مہرِ او باشیر شد اندر بدن | جاں شد و باجاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ہفتہ میں دو بار
یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما ازو یابیم ہر نور و کمال | وصلِ دلدارِ ازل بے او محال
اقتدائے قولِ او در جانِ ماست | ہر چہ زو ثابت شود ایمانِ ماست
از ملائک و از خبرہائے معاد | ہر چہ گفت آں مرسلِ رب العباد
ایں ہمہ از حضرتِ احدیت است | منکرِ آں مستحقِ لعنت است
معجزاتِ او ہمہ حق اند و راست | منکرِ آں مورد لعنِ خداست
معجزاتِ انبیائے سابقین | آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمانِ ماست | ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب | نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

سالانہ قیمت
۶ر ششماہی ۳ر ماہی ۱ر طلباء سالانہ للعہ

جلد ۶ | بلدۃ المسیح لاہور یکشنبہ مورخہ ۵ ذوالحجہ ۱۳۳۶ ہجری المقدس مطابق ۲۲ ستمبر ۱۹۱۸ء | نمبر ۱۸

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

متفرق نصائح

زبان کیونکر قرآن شریف کو ادا کر سکتی ہے

ایک شخص نے عرض کی کہ حضور میرے واسطے دعا کی جاوے کہ میری زبان قرآن شریف میں اچھی طرح ادا کرنے لگے۔ قرآن شریف کے ادا کرنے کے قابل نہیں اور چلتی نہیں۔ میری زبان کھل جاوے۔

فرمایا۔ کہ تم صبر سے قرآن شریف پڑھتے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو کھول دیگا۔ قرآن شریف میں یہ ایک برکت ہے کہ اس سے انسان کا ذہن صاف ہوتا۔ اور زبان کھل جاتی ہے۔ بلکہ اطبا بھی اس بیماری کا اکثر یہ علاج بتایا کرتے ہیں۔

اُردو میں پنجابی

مولوی عبدالکریم صاحب نے عرض کی کہ حضور اُردو کتابوں کا کبھی کبھی پروف نہیں آتا۔

فرمایا۔ اُردو کیا بھیجنا ہوتا ہے وہ تو صاف ہوتا ہے۔ ہاں بعض نادان اتنا اکثر اعتراض کردیا کرتے ہیں۔ کہ اُردو میں پنجابی ملا دیا کرتے ہیں۔ مگر یہ اُن کی غلطی ہے۔ ایک شخص نے میری طرف سے کسی ایسے ہی معترض کو جواب دیا کہ تم انصاف کرو۔ کہ اگر وہ اُردو میں پنجابی کے الفاظ ملا دیتے ہیں۔ تو غضب کیا ہوا۔ انکی ملکی اور مادری زبان ہے اُن کا کیا حق نہیں جب وہ انگریزی یا عربی اور دوسری کسی زبان کا کوئی لفظ اردو میں ملاتے ہیں۔ تو تم اعتراض نہیں کرتے۔ مگر جب کوئی پنجابی کا لفظ مل جاوے تو اعتراض کرتے ہو۔ شرم تو کرو یہ اگر تعصب نہیں تو کیا ہے۔

اخلاص اور نیک نیتی سے سب کام ہو جاتے ہیں

ایک شخص نے خط لکھا تھا۔ کہ حضور مجھے کرایہ بھیجا جاوے میں حاضر خدمت ہوں گا۔

فرمایا۔ من جرب المجرب حلت بہ الندامۃ۔ ہم نے بار بار ایسے لوگوں کا تجربہ کر لیا ہے کہ اُن میں اخلاص اور نیک نیتی نہیں ہوتی۔ تو کیا ضرورت ہے کہ اس طرح پر روپیہ ضائع کیا جاوے۔ وہی روپیہ دینی کام میں خرچ ہوگا۔ کیا ایسا شخص جو سفر نہیں کر سکتا۔ حافظ معین الدین سے بھی گیا گذرا ہے یہ بھی تیں یا قریباً پندرہ یا بیس روپیہ دے چکا ہے کبھی [illegible] دیتا ہے تو لیتے ہیں۔ [illegible] کے واسطے چندہ دیتے ہیں تو وہ شخص [illegible] اور شریعت [illegible] توجہ نہیں ڈالا۔ [illegible] کبھی گھر بیٹھے بیٹھائے بیعت ہو سکتی ہے صرف ایک پیسہ کا کارڈ صرف ہوتا ہے

رات اور دن ۔ نور اور ظلمت

فرمایا۔ میں نہیں سمجھتا کہ رات اور دن میں فرق ہی کیا ہے صرف نور اور ظلمت کا فرق ہے سو وہ نور تو مصنوعی بھی ہو سکتا ہے۔ بلکہ رات میں تو یہ ایک برکت ہے کہ خدا نے بھی اپنے فیضان عطا کرنے کا وقت رات ہی رکھا ہے چنانچہ تہجد کا حکم رات کو ہے۔ رات میں دوسری طرفوں سے فراغت اور کشمکش سے بے فکری ہوتی ہے۔ اچھی طرح دلجمعی سے کام ہو سکتا ہے۔ رات کو مُردہ کی طرح پڑے رہنے اور سونے سے کیا حاصل۔ اگر ہو سکے تو دین کی خدمت کرنی چاہئے۔ اس سے زیادہ خوش قسمتی اور کیا ہے کہ انسان کا وقت۔ وجود۔ قوٰے۔ مال۔ جان خدا کے دین کی خدمت میں خرچ ہو۔ ہمیں تو صرف مرض کے دورہ کا اندیشہ رہتا ہے ورنہ دل چاہتا ہے کہ ساری ساری رات کام کئے جاویں۔ ہماری تو قریباً تمام کتابیں امراض و عوارض میں ہی لکھی گئی ہیں ازالہ اوہام کے وقت میں بھی ہمکو خارش تھی قریباً ایک برس تک وہ مرض رہا تھا

قرآن شریف اور منشی اشیاء

اللہ اللہ کیا ہی عمدہ قرآنی تعلیم ہے انسان کی عمر کو خبیث اور مضر اشیاء کے ضرر سے بچا لیا۔ یہ منشی چیزیں شراب وغیرہ انسان کی عمر کو بہت گھٹا دیتی ہیں۔ اس کی قوت کو برباد کر دیتی ہیں اور بڑھاپے سے پہلے بڈھا کر دیتی ہیں۔ یہ قرآنی تعلیم کا احسان ہے۔ کہ کروڑوں مخلوق ان گندی امراض سے بچ گئی جو ان نشہ کی چیزوں سے پیدا ہوتی ہیں۔

متفرق سوالات کے جوابات

بونس اور سود

سوال۔ بابو عطا الٰہی صاحب سٹیشن ماسٹر نے عرض کی کہ حضور ریلوے کے محکمہ میں ملازموں کی تنخواہ میں سے ماہوار کچھ حصہ وضع ہوتا ہے۔ اور وہ گورنمنٹ کے پاس جمع رہتا ہے پھر اس پر کچھ بونس دیا جاتا ہے۔ کیا وہ سود میں داخل ہے؟

حضرت اقدس۔ بات اصل یہ ہے کہ سود کی تعریف یہ ہے۔ کہ اپنے ذاتی فائدے کیلئے روپیہ قرض دیا جاوے۔ یہ تعریف جہاں صادق آتی ہے وہ سود ہے لیکن جبکہ محکمہ ریلوے کے ملازم خود وہ روپیہ سود کے لالچ سے نہیں دیتے۔ بلکہ جبراً وضع کیا جاتا ہے تو یہ سود کی تعریف میں داخل نہیں ہے۔ اور خود وہ جو کچھ روپیہ زائد سے دیتے ہیں۔ وہ داخل سود نہیں ہے۔ غرض یہ خود دیکھ سکتے ہو۔ کہ آیا یہ روپیہ سود لینے کے لئے تم خود دیتے ہو یا وہ خود وضع کرتے ہیں اور بلا طلب اپنے طور پر دیتے ہیں

رشوت کا روپیہ

سوال۔ رشوت ستانی سے اگر کسی نے مال جمع کیا ہوا ہو۔ اور پھر وہ اس سے توبہ کرے۔ تو اُسے کیا کرنا چاہئے۔

حضرت اقدس۔ ایسا مال جو رشوت ستانی سے لیا گیا ہے جب توبہ کرے تو اس مال کو ان لوگوں کو جن سے لیا ہے۔ واپس کرے اور اگر پتہ نہ لگے تو پھر اُسے صدقہ و خیرات کردے۔

رہن

سوال۔ رہن کے واسطے کیا حکم ہے

حضرت اقدس۔ ہمارے نزدیک رہن جبکہ نقصان کا ذمہ وار ہو جاتا ہے اس سے فائدہ اٹھانا منع نہیں ہے

بیمہ

سوال۔ بعض لوگ عموماً تجربہ کسی بیمہ کی کمپنی سے آتشزدگی وغیرہ کے متعلق کراتے ہیں اسکی بابت حضور کیا فرماتے ہیں

حضرت اقدس نے اس سوال کا جواب دیتے وقت ایک اصل بیان کردیا کہ سود اور قمار کو الگ کرکے اقرارات کو شریعت نے صحیح سمجھا ہے۔ پس ان معاملات میں دیکھو کہ سود یا قمار کی کوئی جز تو نہیں اگر صرف اقرارات ہوں ان کو شریعت نے جائز رکھا ہے کہ جنمیں ذمہ داری ہوتی ہے

لا تسئلوا عن اشیاء کم

چونکہ اس قسم کے سوالوں کے متعلق ایک لمبا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اس لئے حضرت حجۃ اللہ نے فرمایا۔ کہ لا تسئلوا عن اشیاء کہ بھی قرآن شریف میں آیا ہے بہت کھوج کھاج مناسب نہیں ہے ایک شخص دعوت کھانے جاوے اور پھر وہاں لمبی تحقیق شروع کردے کہ فلاں چیز کہاں سے آئی۔ اس نے کہاں سے لی۔ ایسے استفسار منع ہیں۔

اخبار احمدیہ

لاہور میں عید:۔ جیسا کہ اس سے پہلے لکھا گیا تھا۔ عید کے متعلق اختلاف اور بے فائدہ شکر رنجیوں کے باعث لاہور شہر میں دو دن عید منائی گئی۔ منگل کے دن بھی بعض لوگوں نے عید پڑھی اور عام طور پر سارے شہر میں بدھ کے روز عید ہوئی۔ حالانکہ جہاں تک باہر کی اطلاعات سے پایا جاتا ہے۔ سب جگہ منگل کو ہی عید کی گئی۔ بلکہ بمبئی میں تو پیر کے روز بھی عید تھی۔ اور کلکتہ میں چونکہ عام طور پر شہر میں بدھ کو عید کا فیصلہ ہوا۔ لہذا بزرگان احمدیہ نے اس خیال سے کہ منگل کو عید کرنے میں شاید تمام اہل شہر کو وقت پر اطلاع نہ ہو سکے بدھ ہی کو عید پڑھنی مناسب سمجھی اگرچہ لاہور کی محمودیہ جماعت نے قادیان سے تار آجانے پر منگل ہی کو عید کی بہرحال مسجد احمدیہ میں بدھ کو عید کے لئے نمازیوں کا حسب معمول بہت بڑا جمگھٹا ہو گیا۔ حضرت مولوی صدر الدین صاحب نے نماز پڑھائی۔ اور خطبہ میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد پر وعظ کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسوہ کی طرف توجہ دلائی۔ یہ خطبہ کسی قریبی اشاعت میں انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوگا۔ خطبہ کے بعد احباب کا ایک دوسرے سے بغلگیر ہو ہو کر عید مبارک کی صدائیں بلند کرنا ایک خاص لطف دیتا تھا اور اس اخوت اسلام کو تازہ کر رہا تھا جو اسلام نے فرزندان توحید کے قلوب میں ودیعت کردی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عید کو اسلام اور مسلمانوں کے لئے بہت سی عیدوں کا پیش خیمہ بنائے۔ آمین!

کشمیر میں مباحثہ:۔ کشمیر میں ان دنوں مولوی ثناء اللہ امرتسری سے کچھ مباحثہ کی آوازیں سننے میں آرہی ہیں۔ احباب دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ حق کو غلبہ عطا فرمائے۔ آمین

حقیقۃ المسیح شائع ہو گئی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کا رسالہ حقیقۃ المسیح جس میں عیسائیوں کے اُن سوالات کے جوابات دیئے گئے ہیں جو پچھلے دنوں "حقائق قرآن" کے عنوان سے لدھیانہ کے مشن کے سٹور نے شائع کئے تھے۔ قریباً سو صفحہ کا رسالہ ہے جو چھوٹی تقطیع پر چھاپا گیا ہے۔ احباب کو فوراً کثیر تعداد میں منگوا کر عام مسلمانوں اور عیسائیوں میں اسے مفت شائع کرنا چاہئے۔

آیت اللہ کا ٹائیٹل ابھی پریس سے چھپکر نہیں آیا غالباً مرصد فردا میں آجانے پر وہ بھی شائع کردی جائیگی۔

رقوم از فیروزپور۔ فیروزپور سے حسب ذیل رقوم موصول ہوئی ہیں چندہ ماہوار بابت ماہ جولائی [illegible] عید فنڈ [illegible] فطرانہ [illegible] چندہ ۲ ماہ رمضان المبارک بر تحریک جناب امیر قوم [illegible] میزان کل [illegible] بعد وضع فیس منی آرڈر [illegible]

جلد ۶ | بنشۃ المسیح لاہور چہارشنبہ مورخہ ۱۸ ذوالحجہ ۱۳۳۶ھ ہجری مطابق ۲۵ ستمبر ۱۹۱۸ء سلسلہ ۶ | نمبر ۱۹

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

حضرت اقدس کا وعظ دیہاتیوں کو

یہ وعظ آپ نے ۱۶ مارچ ۱۹۰۳ء کو بعد نماز جمعہ بعض دیہاتیوں کے بیعت کرنے پر پنجابی زبان میں فرمایا تھا۔ جو اُردو میں ۱۰ مارچ ۱۹۰۳ء کے الحکم میں چھپا ہوا ہے۔

فرمایا۔ دیکھو جو سچے دل سے توبہ کرتے ہیں ان کے گناہ بخشے جاتے ہیں اللہ تعالےٰ ان کو طرح طرح کی ذلتوں اور خواریوں سے بچا لیتا ہے جب وہ فضل کرتا ہے تو پھر ہر مصیبت و مشکل سے نجات دیتا ہے۔ چونکہ آج تم نے توبہ کی ہے اس لئے اللہ تعالےٰ اپنے وعدہ کے موافق جو نیکوں کے ساتھ ہوتا ہے تمکو بچا لیگا۔ پس ضروری ہے کہ اس توبہ پر قائم رہو۔ نمازوں میں پکے رہو جو مسلمان کہلاتا ہے اور پھر نماز نہیں پڑھتا۔ وہ بے ایمان ہے مسلمان اور کافر میں نماز ہی کا فرق ہے دیکھو تم میں اور ہندوؤں میں کیا امتیاز ہے؟ اسی نماز ہی کا فرق ہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ بعض زمینداروں کی طرح نماز نہ پڑھو جو اکیلی پڑھتے ہیں اور پھر اپنی کھیتی باڑی یا بیل وغیرہ کی خاطر نماز چھوڑ دیتے ہیں۔ اور جب کہا جاوے تو کپڑوں کے میلا ہونیکا عذر کر دیتے ہیں۔ اپنے کپڑے وہ ہیں جن میں پلیدی نہ ہو نماز پڑھ لیا کرو۔ اور اگر پانی ملے تو وضو کر لیا کرو۔ اور اگر نہ ملا تو تیمم ہی کر لیا کرو۔ تاکہ قیامت کے دن سرخرو ہو جاؤ۔

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اپنا وقت بیہودہ کھیلوں اور تماشوں شطرنج وغیرہ میں ضائع کر دیتے ہیں۔ ایسی باتوں سے بچنا چاہئے۔ دیکھو آجکل طاعون بڑی خوفناک پڑی ہوئی ہے جو شخص اللہ تعالےٰ سے ڈریگا۔ اللہ تعالےٰ اسکو بچالے گا۔ عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے فقط زبانی اقرار ہی کافی نہیں اور نہ ادھوری نمازیں کافی ہو سکتی ہیں بھلا ایک شخص جس کو پیاس شدت کی لگی ہوئی ہو کیا ایک قطرہ پانی سے وہ اپنی پیاس بجھا سکتا ہے؟ یا سخت بھوک لگی ہوئی ہو تو ایک ذرہ بھر اناج سے پیٹ بھر سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔ اسی طرح یہ کوئی شخص ادھوری اور ناقص نمازوں سے اپنے آپکو اللہ تعالےٰ کے غضب سے نہیں بچا سکتا۔ پس اپنی نمازوں کو درست کرو۔ ہر ایک قسم کی شکایت۔ گلہ۔ بہتان جھوٹ۔ افترا۔ بدنظری وغیرہ سے اپنے تئیں بچائے رکھو اور جو نیک اعمال تمہاری طاقت میں ہیں تم اسکے موافق عملدرآمد کرو۔ اور جو تمہاری طاقت سے باہر ہیں اللہ تعالےٰ خود تم کو بچالے گا۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اور ہر ایک کام میں اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسکی حفاظت کرتا ہے اور اسکو مصائب و شدائد سے بچا لیتا ہے۔ وہی سچا مومن ہوتا ہے خدا کی رحمت اسپر ہوتی ہے۔ وہی خدا کا ولی ہوتا ہے جہاں ایسا شخص ہو۔ خدا تعالیٰ اسکے لئے وہاں رحمت کرتا ہے۔ پس تمکو چاہئے کہ تم اپنے آپکو صاف رکھو اور گناہوں سے بچاؤ۔ بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ لوگ انکو معلوم نہیں کرتے۔ زنا۔ غیبت۔ جھوٹ۔ تکبر۔ کینہ وغیرہ یہ سب گناہ میں داخل ہیں۔ اگر کوئی انکو چھوڑ دے تو اللہ تعالےٰ اسکو بہترین اجر دیگا۔ اگر چور ہے اور چوری کو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر چھوڑ دے۔ تو اللہ تعالےٰ اسکو حلال وجہ سے مال دیگا۔ اگر کوئی زانی ہے اور زنا کو اللہ سے ڈر کر چھوڑ دے تو اللہ اسکو نیک بیوی عطا کریگا۔ اگر کوئی بیگانے کھیتوں سے جیسا کہ زمیندار کرتے ہیں کاٹنا چھوڑ دے تو اللہ تعالےٰ اسکے کھیت پر بڑی رحمت برساویگا اور اتنا غلہ پیدا کریگا کہ وہ خوش ہو جاویگا۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ کوئی چور چوری نہیں کرتا۔ جبکہ مومن ہو۔ اور کوئی زنا نہیں کرتا جبکہ مومن ہو۔ گویا مومن ان باتوں سے رُکتا ہے۔ ایمان نہ ہو تو پھر خدا کی حد بندی کو توڑتا ہے۔

جب تک کوئی توبہ نہیں کرتا۔ اُسپر رحم نہیں کیا جاتا۔ اور وہ آدمی جو اپنے ہر ایک عضو کو بدی سے بچاوے۔ مثلاً زبان کو گندی گالیوں سے اور کان کو بُری باتوں کے سُننے سے اور ہاتھ کو پرایا مال اٹھانے سے اور پاؤں کو بُری جگہ جانے سے تو اللہ تعالیٰ اُس کا حافظ ہوگا۔ اور اسکو اپنے امن میں لے لیگا۔

میں تمکو بار بار کہتا ہوں۔ کہ طاعون جلاد ہے وہ اس آگ کیطرح ہے جہاں یہ بھڑکتی ہے۔ تباہ کر دیتی ہے اور بعض وقت اس کا دورہ ستر ستر برس تک ہوتا ہے یہ خیال مت کرو۔ کہ بڑوں بڑوں کو کیوں نہیں پکڑتی پہلے پہلے خدا کا غضب دُور دُور آتا ہے تاکہ بعض آدمی جو نزدیک ہوں۔ انکو مہلت ملجاوے اور وہ توبہ و استغفار کر سکیں۔ اور جو شریر ہیں وہ اپنی شرارت سے غضب الٰہی کو کھینچ لیں۔ اس طرح جو شریر ہوتے ہیں وہ اپنی شرارتوں میں بڑھتے ہیں اور آخر غضب الٰہی کے نیچے آ کر اُس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

دیکھو ابو جہل بھی ٹھٹھے اور مخول کیا کرتا تھا۔ کہ مجھ پر کیوں عذاب نازل نہیں ہوتا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ جگہ بھی مقام دکھلایا گیا تھا جہاں اُس نے ہلاک ہونا تھا۔ چنانچہ بدر کی لڑائی میں وہ اُسی مقام پر ہلاک ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر چھڑی مار کر کہا کہ آج اس امت کا فرعون مارا گیا۔

جو لوگ یہ کہہ بیٹھتے ہیں کہ اگر خدا ہے تو ہمکو ہمارے گناہوں کے بدلے کیوں عذاب نہیں دیتا اور نہیں پکڑتا۔ وہ دلیری کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ خدا تعالےٰ کے کام آہستہ اور پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اگر وہ قہری تجلی کرے تو ایک لحظہ میں تباہ کر دے۔ دُنیا میں بھی سارے کام تدریجی ہوتے ہیں اگر ایک شخص کچھ یا روٹیاں تقسیم کرے تو یکدم سبکو نہیں دے دیتا۔ بلکہ ایک ایک کر کے۔ ایسا ہی خدا تعالےٰ کا حال ہے۔ پہلے وہ دور دور بلائیں بھیجتا ہے تاکہ بعض سعید الفطرت لوگ جو کسی شامت اعمال میں گرفتار ہو گئے ہیں توبہ و استغفار کا موقع ملے وہ بچ جاتے ہیں اور شریر پکڑے جاتے ہیں۔ یاد رکھو کہ تم نے آج توبہ کی ہے۔ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ جو سچے دل سے توبہ کرتا ہے اسکے پہلے گناہ جاتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے وہ ایسا ہو جاتا ہے۔ کہ گویا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ آج اللہ تعالےٰ نے اپنے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ سچے دل سے توبہ کرنیوالوں کے گناہوں کا پہلا دفتر پھاڑ ڈالو۔ اب آج سے نیکی کرو۔ اور اپنے آپکو پاک صاف رکھو۔ اگر گناہ کرو گے تو وہ غصہ ہوگا۔ اور اُس کا غضب بھڑکیگا۔ اللہ تعالیٰ ستار ہے جب کوئی آدمی ہو کر کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی پردہ پوشی کرتا ہے لیکن جب وہ باز نہیں آتا بلکہ اصرار کرتا ہے تو پھر وہ قہار ہے اسکا غضب بھڑکتا ہے اور آخر ہلاک کر دیتا ہے ✦

اخبار احمدیہ

افسوس ہے کہ ہمارے احباب سلسلہ کے متعلق اپنے اپنے مقامی حالات اپنی تبلیغی کوششوں اور اور ضروری خبروں کے لکھنے میں عموماً لاپرواہی سے کام لیتے ہیں۔ حالانکہ اخبار میں اس قسم کی خبروں کا درج ہوتے رہنا باہمی تعارف کا موقعہ ملنے کے ساتھ آپس کے تعلقات اور زیادہ بڑھنے کا موجب ہوتے ہیں۔ کام کرنیوالوں کے نمونہ کو دیکھکر ان لوگوں کی ہمت بندھتی ہے۔ جو کسی وجہ سے سست اور بیکار ہو کر بیٹھ جاتے ہیں بیشک ریاکاری ایک بُری چیز ہے۔ لیکن الاعمال بالنیات ارشاد نبوی صلعم ہے۔ جو شخص ریاکاری سے نہیں۔ بلکہ دوسروں کو ترغیب دلانے یا اور ایسی ہی پاک اغراض کو مدنظر رکھ کر اپنی کسی نیکی کا اظہار کرتا ہے۔ وہ تو بمصداق الدال علی الخیر کفاعلہ گویا دوہری نیکی کرتا اور دوہرے ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اس لئے اگر وہ ریاکاری سے نہیں۔ بلکہ محض نیک نیتی سے سلسلہ کو فائدہ پہنچانے کے لئے اپنے پاک کاموں کا علانیہ اظہار کریں۔ اور اخبار میں لکھکر بھیجیں تو یہ کوئی معیوب بات نہیں۔ بلکہ فائدہ ہی کا موجب ہے۔

ہم خوب جانتے ہیں۔ کہ سلسلہ کے بہت سے افراد اپنی اپنی جگہ کئی ایک نیک کام سرانجام دیتے ہیں۔ سلسلہ عالیہ میں شامل ہونے کی وجہ سے انہیں حوادث و مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور بھی کئی ایک واقعات سلسلہ کے متعلق پیش آتے ہیں۔ لیکن ہمارے احباب خود بخود انہیں لکھکر بھیجنا گوارا نہیں کرتے۔ حالانکہ جب تک کوئی اطلاع ہم تک نہ پہنچے۔ کیسے ہم ایسی ضروری باتوں سے اپنے ناظرین کو مطلع کر سکتے ہیں۔ کیا ہمارے احباب اس طرف متوجہ ہوں گے؟

درخواست جنازہ غائب

کھیوڑہ سے اخویم مولوی محمد صدیق صاحب مطلع فرماتے ہیں کہ بھائی فضل دین صاحب خواجہ جوڑ بعارضہ سنجانہ چند روز بیمار رہ کر فوت ہو گئے ہیں۔ مرحوم کے چھوٹے چھوٹے بچے رہ گئے ہیں۔ احباب ان کا جنازہ غائب پڑھ دیں ✦

بیان سے جو مسلمان نوجوان کو گھیرے رہتے ہیں اور بتایا کہ والدین کس طرح ان خطرات سے اپنے نونہالوں کو بچا سکتے ہیں۔ مولوی صاحب کا یہ ارادہ نہایت مبارک ہے کہ راولپنڈی کی دوسری مساجد میں بھی امور اور اسی قسم کے دیگر اجتماعی مضامین پر تقریریں کیا کریں ہم دیگر اسلامی مدارس کے مسلمان ہیڈ ماسٹروں کو خاص طور پر

ضروری امر کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ وہ بھی اس طریق کی تقلید کریں جس سے مسلمانوں میں تعلیم کا صحیح احساس بآسانی پیدا ہو

سوتی کپڑوں کے متعلق قانون

پیشتر ازیں لکھا جا چکا ہے کہ گورنمنٹ نے

سوتی کپڑوں کو ارزاں قیمت پر بیچنے کے لئے بعض تجاویز کی ہیں۔ ان تجاویز کو عملی صورت میں لانے کے لئے ذیل کی دفعات قانونی شکل میں پاس ہوئی ہیں۔ اس قانون کا نام سنہ ۱۹۱۸ء کاٹن کلاتھ ایکٹ ہوگا۔

اس قانون میں کنٹرولر کے معنے اس قانون کی رو سے افسر با اختیار (ب) سوتی کپڑا یعنے ملک میں بنا ہوا کپڑا (ج) اسٹینڈرڈ کلاتھ یعنے وقتاً فوقتاً کنٹرولر جس کپڑے کا نرخ قائم کرے اس قسم کا کپڑا

گورنمنٹ ہند سرکاری گزٹ میں اعلان شایع کر کے اس کام کے متعلق ایک یا ایک سے زیادہ اسامیوں کو کنٹرولر مقرر کرے گی اور یہ بھی ظاہر کیا جائے گا کہ وہ کس پیمانہ پر کام کرے۔ جب بھی کنٹرولر کو مناسب معلوم ہوگا اس وقت غرباء کے لئے اسٹینڈرڈ کپڑا کافی مقدار میں اور واجبی قیمت پر بنانے کے لئے حکم دے گا۔

کنٹرولر اسٹینڈرڈ کپڑوں کی قسمیں مقرر کرے گا اور جو کارخانہ عام طور پر کپڑا بناتا ہوگا اس کو سٹینڈرڈ کلاتھ کا مخصوص ذخیرہ مقررہ نرخ اور مقررہ میعاد میں تیار کرنے کا کنٹرولر حکم دیگا اور خاص قسم کے اسٹینڈرڈ کپڑے کے متعلق مل والوں کو جو نرخ دیا جائے گا وہ مقرر کیا جائیگا وہ نرخ مل والوں کے جو اخراجات ہوئے ہیں ان پر واجبی منافع دینے کے لئے ہوگا تاکہ جن اشیاء کا بازار میں نرخ بڑھ کر ہوگا وہ نہ دیا جائے گا۔

جہاں جہاں کنٹرولر مقرر ہو ان مقامات پر اس کے ساتھ مل کر کام کرنے کے لئے گورنمنٹ ایک کمیٹی مقرر کرے گی۔

گورنر جنرل باجلاس کونسل کے ضابطہ میں رہ کر کنٹرولر اپنا اختیار تحریری احکام کی رو سے کام میں لائیگا۔ معقول وجہ کے بغیر اگر کوئی آدمی کنٹرولر کے حکم کی خلاف ورزی کرے گا تو اسے چھ ماہ قید کی سزا یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔

صوبہ کی گورنمنٹ علاقہ کے گورنمنٹ گزٹ میں اعلان شائع کر کے کپڑوں کا نرخ ظاہر کرے گی اور اسی نرخ پر اسٹینڈرڈ کپڑا فروخت کیا جائیگا۔

حکومت ہند اس قانون کے نفاذ و اجراء کے لئے خاص شکریہ کی مستحق ہے۔ خدا کرے کہ اس پر جلد سے جلد عملدرآمد شروع ہو جائے۔ اور غرباء کو گرانی پارچات کی وجہ سے جو سخت تکالیف پیش آ رہی ہیں۔ کم از کم انہی کا سد باب ہو۔

کیا ہی اچھا ہو۔ کہ اس نازک وقت میں گورنمنٹ عالیہ غلہ کی گرانی کو بھی دور کرنے میں ساعی ہو۔ اور غلہ کی برآمد کو اگر بالکل بند نہیں کیا جا سکتا۔ تو اس قدر اس میں تخفیف کر دے جس سے ملک کے کم استطاعت لوگ پیٹ بھر کر روٹی کھا سکیں کیا گورنمنٹ اس طرف متوجہ ہوگی؟

رقوم موصول شدہ از جماعت احمدیہ گوجرانوالہ

منشی محبوب عالم صاحب عمہ عید فنڈ عہ چندہ ماہوار دو ماہ
میاں محمد دین صاحب خیاط عمہ روپیہ چندہ ماہوار دو ماہ۔ عہ عقیقہ پسر
اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر حسن علی صاحب عہ چندہ ماہوار دو ماہ
منشی نواب خان صاحب عہ عید فنڈ۔ بابو محمد لطیف صاحب عمہ صدقہ
شیخ صاحبدین صاحب عمہ عید فنڈ عہ چندہ ماہوار دو ماہ عہ قیمت کھال
حکیم فضل دین صاحب عمہ عید فنڈ عہ قیمت کھال
منشی امام الدین صاحب عمہ عید فنڈ ۱۲ قیمت کھال
میاں عبد الرحمان صاحب عمہ عید فنڈ عہ قیمت کھال

جواہر ریزے

رؤیا کی تعبیر میں غلطی کا امکان

الہام یاتی علیک زمن کمثل موسیٰ کی لطیف تفسیر

ذیل میں حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب کا خط درج کیا جاتا ہے۔ جو حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام آپ کے کسی خط کے جواب میں انہوں نے لکھا ہے۔ اس خط میں حضرت مسیح موعودؑ کے الہام یاتی علیک زمن کمثل زمن موسیٰ کی تفسیر جو حضرت مولینا نے فرمائی ہے۔ وہ میاں صاحب اور اُن کے ہمنواؤں کی بالخصوص توجہ کے قابل ہے۔ حضرت مولینا نے حضرت موسےٰ کے زمانہ کے ایک واقعہ کی تطبیق اس موجودہ فتنہ سے کر کے دکھائی ہے۔ اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس الہام مسیح موعودؑ کے بموجب میاں صاحب کا قدم سامری کے قدموں پر ہے جس سے انہیں فوراً اُلٹے مڑنا چاہئے امید کہ یہ چند بکھرے ہوئے موتی جو حضرت احسن کے معانی صدف پاروں سے چھلک پڑے ہیں۔ تسبیح کے دانوں کی طرح میاں صاحب کو ذکر اللہ کی طرف متوجہ کرنے کا موجب ہوں گے۔ اور عجل پرستی کو چھوڑ کر رہ ہدایت پر گامزن ہونگے

حضرت مولینا تحریر فرماتے ہیں:۔

لمحب مکرم جناب مولوی محمد علی صاحب فاضل ایم۔ اے۔!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ بے مثل قند کے صادر ہو کر نہایت مسرت بخشی۔ مولینا المکرم آپ نے جو کچھ ہر دو رویاء کی نسبت تحریر فرمایا ہے۔ وہ بہت اقرب بقیاس و نیز واقعات کے مطابق ہے لیکن واضح رہے کہ حدیث سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ رویا کی تعبیر علیٰ رجل طائر ہوا کرتی ہے۔ یعنی اس کو کوئی ثبات و قرار ایسا نہیں ہوتا۔ کہ وہ قطعی و یقینی ہو اول تو نفس رویاء کے حالات وقوعی خود ظنی ہوا کرتے ہیں اور اس کے علاوہ اس کی تعبیر بھی ظنی ہوتی ہے اور اگر تعبیر بھی اس کی قریب یقینی کے کسی وجہ سے ہو جاوے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث میں وارد ہے کہ فذھب وھلی یعنی وھمی (الحدیث) تب بھی فاذا ھی یثرب کے بموجب اس کے خلاف بھی واقع ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس کے علاوہ وہ تعبیر ہمیشہ کے واسطے نہیں ہوتی۔ بلکہ مقتضائے حالات موجودہ کی نسبت ہوا کرتی ہے۔ اگر وہ حالات بدل جاویں تو تعبیر بھی بدل جاویگی۔ مثلاً جس کی نسبت تمہارا خیال ہے اگر وہ توبہ اپنے عقائد فاسدہ سے کر لے۔ تو بحکم یمحوا اللہ مایشاء ویثبت۔ کے وہ تعبیر باقی نہیں رہے گی۔ اسی لئے مجتہدین امت کا اجماع اس پر ہو گیا ہے۔ کہ مبشرات یا منذرات افراد امت محمدیہ کے صاحب الالہام نہیں ہو سکتے۔ خواہ کوئی ہو۔ اور بغیر عرض کئے ہوئے کتاب و سنت کے قابل اسناد کے اور حجت شرعی نہیں ہیں اور لم یبق من النبوۃ الا المبشرات ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ ان مبشرات کو جو ان کو ہوتے اور ہوتے رہتے تھے کتاب و سنت پر عرض کئے بغیر یقینی قرار نہیں دیا۔ اور یہ مقولہ تو آپ کا مشہور ہی ہے کہ محمد احسن میرے الہامات کو اور میرے اقوال کو بغیر ماتحت کئے ہوئے کتاب و سنت کے تسلیم نہیں کرتا اور یہی آپ کا مذہب تمام کتابوں سے ثابت ہوتا ہے۔ اور کل کارخانہ سلسلہ احمدیہ کا ماتحت کتاب و سنت کے ہی ہے۔ لاغیر۔

غالیوں نے جو یہ ایک بڑا پہاڑ غضب کا اسلام پر گرایا اور ڈھایا ہے۔ کہ مسیح موعود کی رویاء اور خوابوں کو مثل قرآن مجید کے اعتقاد کر لیا ہے اور احادیث سے تو مقدم ہی کر رکھا ہے۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ یہ بالکل مذہب مسیح موعودؑ کے خلاف ہے۔ اور یہ فریق غالی جماعت احمدیہ میں نہیں گنا جا سکتا گو جماعت احمدیہ کے کثیر افراد انہی باطل خیالات کے حامی ہوں حضرت مسیح موعودؑ نبوت محمدیہ کے دریائے ناپیدا کنار میں سے مثل ایک قطرہ کے ہیں۔ بلکہ میرا اعتقاد درود شریف کے ان صیغوں کے بموجب جو ماثور اور منقول ہیں۔ یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود بمنزلہ نہر کے ہیں اور جناب رسالت مآب بمنزلہ ایک بڑے بحر کے۔ کجا النہر اور کجا البحر۔ وشتان بینھما

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

غالیوں نے صورت نہر کو دیکھ کر بحر خیال کر لیا ہے۔ ثم نعوذ باللہ منہ۔

تفسیر الہام یاتی علیک زمن کزمن موسیٰ

(۴) شاید میں نے کسی پچھلے عریضہ میں مجملاً اس فتنہ کو مثل قصہ سامری کے قرار دیا تھا۔ اس بارہ میں جناب کی طرف سے کوئی جواب صادر نہیں ہوا۔ اس لئے اس عریضہ میں کسی قدر اس اجمال کی تفسیر کرتا ہوں۔ وھو ھذا:۔

حضرت مسیح موعود کا الہام ہے کہ یاتی علیک زمن کمثل زمن موسیٰ۔ اس الہام سے بسبب تنوین تنکیر کے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک زمانہ وراء تک مسیح موعودؑ کے سلسلہ پر ایک ایسا زمانہ ضلالت کا آنے والا ہے جو زمانہ حضرت موسیٰؑ میں آیا تھا اور وہ زمانہ یہی تھا۔ کہ جس میں کثرت سے حضرت موسیٰؑ کی امت گمراہ ہو گئی تھی۔ اور وہ زمانہ حضرت موسےٰؑ کی غیبت ہی کا تھا۔ یہاں پر بھی بزمانہ غیبت و وفات مسیح موعودؑ یہ زمانہ ضلالت کا آ گیا۔ اور باوجودیکہ حضرت ہارون بھی یعنی مولوی نور الدین صاحب بھی موجود تھے مگر انہوں نے اپنی خوش اخلاقی سے اصلاح میں ایسی کوشش فرمائی۔ جیسا کہ حضرت ہارونؑ نے کیا تھا۔ اسی لئے دنیاں پر جس طرح اہل کتاب کو غلطی لگی کہ حضرت ہارونؑ نے ہی امت حضرت موسیٰؑ سے یہ شرک کرایا۔ جیسا کہ بائبل سے ثابت ہے۔ یہاں پر بعض لوگ کہہ بیٹھتے ہیں کہ مولانا نور الدین صاحب نے اپنی نرمی اور اخلاق کی وجہ سے اس فتنہ کو بڑھایا نواب محمد علی خان صاحب نے مجھ سے چند مرتبہ کہا ہے کہ ہم کیا علاج کریں۔ کہ مولانا نور الدین صاحب تحریراً و تقریراً اُن کے بھی موافق ہو جاتے ہیں اور ہمارے بھی مطابق ہو جاتے ہیں۔ اب قصہ سامری پر اگر غور کیا جاوے تو سامری کو اہل لغت اور مفسرین نے بنی اسرائیل ہی میں ایک رجل عظیم سے لکھا ہے۔ جو زمانہ موسوی میں تمام فساد کا بانی مبانی تھا۔ چنانچہ قاموس میں لکھا ہے والسامری عبد العجل کان علجا من کرمان او عظیما من بنی اسرائیل منسوب الی موضع لھم۔

غیاث اللغات میں لکھا ہے کہ سامرہ ایک شہر ہے اسی شہر کا رہنے والا سامری تھا۔ جس نے امت حضرت موسےٰؑ کو گمراہ کیا تھا اور گمراہی کا بڑا طول کھنچ گیا تھا۔ یہاں پر بھی بعینہٖ یہی حال ہے کہ اس فتنہ کا سرغنہ جماعت احمدیہ میں سے بھی بلکہ حضرت کا ایک خاص فرزند ہی ہے۔ جسکو جملہ یاتی علیک الخ صراحت سے بیان کر رہا ہے کیونکہ لفظ علیٰ اکثر ضرر کے لئے آتا ہے۔ سامری نے یہ کہا تھا۔ کہ بصرت بما لم یبصروا بہ۔ اس آیت کے نیچے تفاسیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس ضمیر یبصروا یا تبصروا میں حضرت موسیٰؑ بھی داخل ہیں۔ یعنی اس کا یہ دعوے تھا کہ حضرت موسیٰؑ اور تمام علمائے بنی اسرائیل کو بھی یہ بات نہیں معلوم ہوئی جو مجھکو معلوم ہوئی ہے چونکہ یہ ایک بڑا دعوے عظیم الشان ہے اس لئے تفسیر ابی السعود میں لکھا ہے۔ فان ادعاء علم ما لم یعلمہ موسیٰ علیہ السلام جرأۃ عظیمۃ لا تلیق بشانہ ولا بمقامہ

یہاں پر بھی یہ بات موجود ہے۔ نہ مولوی نور الدین صاحب کے مذہب کو مانا جاتا ہے۔ اور نہ حضرت مسیح موعودؑ کے مذہب کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ بلکہ سخت تحقیر کی جاتی ہے اور سرتاپا مخالفت ہے۔ پس یہ الہام مذکورہ واقع ہو چکا اور ہو رہا ہے۔ اور چونکہ علیٰ کا استعمال اکثر حقیقتاً ضرر کے واسطے آتا ہے۔ تو یاتی علیک الخ بھی ٹھیک ہو گیا۔ کہ سلسلہ مسیح موعودؑ کو اس عجل نے بہت ضرر پہنچایا کہ اکثر جماعت گمراہ ہو گئی۔ اور کتب بائبل پر نظر کرنے سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اس فتنہ زمانہ حضرت موسیٰؑ کو بنی اسرائیل کی جماعت کیطرف بھی منسوب کیا گیا ہے یہاں بھی یہ بات موجود ہے کہ علاوہ سرغنہ کے اکثر جماعت نے مثل ظہیر وغیرہ کے اس فتنہ غلو کا خود ارتکاب کیا ہے۔

میاں صاحب کہتے ہیں۔ کہ مسیح موعودؑ نے بھی مدت تک اس غلو کو نہیں سمجھا۔ بصرت بما لم یبصروا بہ۔ نعوذ باللہ منہ۔ یہاں پر یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ میں نے بھی ایک حصہ رسول کی سنت اور اثر کا قبضہ میں کر لیا ہے۔ پس فقبضت قبضۃ من اثر الرسول بھی صحیح ہوا۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں یہ قول نقل کیا ہے۔ ای عرفت ان الذی انت علیہ لیس بحق وقد کنت قبضت قبضۃ من اثرک ایھا الرسول ای شیئاً من سنتک ودینک فقذفتہ ای طرحتہ (یعنی چھوڑ دیا میں نے)

یہاں بھی بعینہٖ یہی قول ہے۔ یعنی میں نے اُس مذہب کو چھوڑ دیا۔ برخوردار یعقوب نے آج مجھکو الحکم دکھلایا جو اسکو کہیں سے ملگیا تھا۔ بوقت رخصت ہونے کے قادیان سے دوبارہ اعلان کیا گیا ہے۔ جس کے بعینہٖ یہ الفاظ ہیں۔ کہ "چونکہ مجھکو تکلیف ہے اسلئے کوئی شخص میرے قریب نہ آوے۔ اس اعلان کے سن لینے کے بعد طبیعتیں کچھ ملول ہو گئیں" یہی مضمون فتنہ موسوی کے زمانہ کی نسبت کشاف میں لکھا ہے۔ زیر جملہ لا مساس کے۔ وذالک انہ منع من مخالطۃ الناس منعا کلیا وحرم علیھم ملاقاتہ ومکالمتہ ومبایعتہ ومواجہتہ اور تفسیر ابو مسعود میں بھی یہی لکھا ہے کہ حرم علیھم ملاقاتہ

ومواجہتہ ومکالمتہ ومباثتہ الیٰ ان قال وصاربین الناس اوحش من القاتل اللہ حیث الی الحرم ومن الوحش النافر فی البرّیۃ۔

جیسا کہ اُس سامری کو اپنے لئے بیعت کرنے کا شوق تھا اور خلافت اور بیعت لینے کا بڑا ذوق تھا۔ ایسے ہی حالا یہاں پر شاہد ہورہے ہیں وہ بھی اس فتنہ کے سبب سے جنگل کو بھاگ گیا تھا۔ یہاں پر بھی ڈلہوزی کے جنگل کو اختیار کیا گیا ......

...... وہاں بھی جھوٹا دعویٰ کشف کا تھا۔ چنانچہ تفسیر الرحمان میں لکھا ہے کہ اس ارادت ان اکون متبوعا الحالفۃ بما خصصت بہ من الکشف یہاں پر بھی یہی دعوے الہام وکشوف کاذب کئے گئے۔ جو اُن کے رسالوں میں چھپے ہوئے موجود ہیں۔ فتنہ زمانہ موسوی میں یہ عذر کیا گیا تھا۔ کہ کذالک سوّلت لی نفسی۔ یہاں پر بھی کہدیا جاتا ہے کہ یہ میرا اجتہاد ہے۔ درپیش [illegible] اس عقیدہ کو ایمانیات سے بھی قرار دیا جاتا ہے اور یہ فقرہ بھی لکھدیا۔ کہ یہ مسئلہ میری خلافت ہی میں حل ہوا ہے۔ پس وکذالک سوّلت لی نفسی بعینہ یہاں بھی واقع ہوگیا۔ اور یہ حیات دنیوی میں سزا بھی واقع ہوگئی۔ کہ فان لک فی الحیٰوۃ ان تقول لا مساس گو اس تطبیق سے ثابت ہوتا ہے کہ زندگی کسیقدر باقی ہے مگر آگے یہ بھی فرمایا گیا ہے۔ وان لک موعدا لن تخلفہ اگر توبہ نہ کی۔ تو عذاب اخروی سے یہ شخص نہیں بچیگا پس الہام یاتیک علیک زمن کمثل زمن موسٰی ہوبہو واقع ہوگیا جس میں ایک ذرا بھر بھی فرق نہیں رہا۔ کیونکہ اس وقت تک بھی یہ بات سُنی جاتی ہے۔ جو تفسیر کبیر وغیرہ میں لکھی ہے۔ ان المرادۃ بقولہ لا مساس المنع من ان یخالطہ احدا او یخالطہ احد۔ اور اگر کوئی صاحب غالی الہام کی اس تطبیق اور وقوع کو اس حال کے ساتھ کئے جانے کی تکذیب کریں تو وہ اس زمانہ کو بتلائیں جو اس طرح کی تطبیق کیا گیا سوائے فتنہ خلافت بدعی کے اور کوئی زمانہ واقع ہوا ہو۔ اور اس بیان تطبیق کے بموجب اس الہام کے وقوع پر دال ہوتا ہو۔ اگر جناب اس قصہ فساد سامری کے زمانہ کو بنظر ملاحظہ فرمادینگے۔ تو مجھکو امید ہے کہ الہام یاتی علیک زمن کزمن موسٰی کے وقوع میں کوئی شک باقی نہ رہیگا ؛

تنبیہہ

حضرت مسیح موعودؑ کے الہام کی تصدیق بعض مفسرین کے ان اقوال سے بھی ہوتی ہے۔ جو زیر الفاظ ان لک موعدا لن تخلفہ کے بعض مفسرین نے لکھے ہیں۔

چنانچہ موضح القرآن میں ہے علاوہ ایک وعدہ ہے کہ خلاف نہ ہو شاید یہ عذاب آخرت ہے اور شاید دجال کا نکلنا۔ وہ بھی یہود میں اسی کا فساد پورا کریگا۔ اور تفسیر حسینی میں لکھا ہے۔ کہ در بعض تفاسیر آمدہ کہ جمیع اولاد سامری در زمان نیز ہمیں حال دارند۔ ان دونوں قولوں سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے۔ کہ یہ وعدہ جو اسکو دیا گیا تھا۔ وہ قبل قیامت کے بھی دنیا میں واقع ہوگا۔ اور اولاد سے مراد اولاد روحانی ہی ہوسکتی ہے۔ نہ جسمانی۔ کیونکہ جب بچھڑے کے پوجنے کے جرم میں اُنہیں قتل کا حکم ہوا تھا۔ تو سامری جو بانی مبانی اس فتنہ کا تھا۔ اس کی نسل کے باقی رہنے کا وعدہ بشارت التذلل کیطرح سے کیونکر ہوسکتا تھا۔ اور آخر زمانہ میں دجال کا نکلنا تو متفق علیہ ہے۔ پس اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ الہام یاتی علیک زمن کزمن موسٰی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے سلسلہ میں بھی مثل زمانہ موسیٰ کی کوئی ضلالت جماعت میں پھیلے گی۔ اور یہ امر ظاہر ہے۔ اور متعدد احادیث اس امر کی نسبت ناطق ہیں کہ دعوے نبوت اور رسالت کا مختص وابستہ ہے۔ پس یہ اقوال مفسرین کے بھی اس الہام کی تصدیق کرتے ہیں۔

محمد حسن [illegible]

اقتباسات

خطابۃ العرب

(مولوی عبدالسلام صاحب ندوی کے قلم سے)

اس زمانہ میں اگرچہ قومی مجالس کی کثرت نے ہر شخص کو گویا اور ہر الکن کو خطیب بنادیا ہے لیکن بہت کم لوگ ہیں جو فن خطابت کے اصول و قواعد سے واقف ہیں۔ غالباً اردو میں ابتک اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ لیکن انگریزی میں اس موضوع پر بہت سی کتابیں ہیں جن میں سے ایک "آریٹر اینڈ آریٹری" ہے جس کی مدد سے ہمارے فاضل دوست مولوی محبوب الرحمن کلیم بی۔ اے نے ایک سلسلۂ مضامین لکھا ہے جو معارف میں شائع ہوچکا ہے لیکن اس کتاب میں جو کچھ لکھا گیا ہے خطبائے یورپ کی خطیبانہ خصوصیات کو پیش نظر رکھ کے لکھا گیا ہے۔ اس لئے یہ سلسلۂ مضمون صرف خطبائے یورپ کی آواز بازگشت ہوگا۔ اور اس سے یہ معلوم نہ ہوسکیگا۔ کہ اہل عرب کیا بولتے تھے؟ کیونکر بولتے تھے؟ کس طرح بولتے تھے؟ اس لئے اس مضمون میں صرف خطبائے عرب کو منبر پر کھڑا کیا گیا ہے۔ اور انکی خطابت اور آریٹری کی خصوصیات نمایاں کیگئی ہیں۔ ان دونوں مضامین کے مطالعہ سے ناظرین معارف کو مغربی و مشرقی خطابت کے موازنہ کے ساتھ یہ معلوم ہوگا۔ کہ اہل عرب کے خطبات کا عنصر صرف جاہلانہ جوش نہ تھا۔ بلکہ وہ اُس کے تمام اصول و قواعد سے واقف تھے۔

دانت| تقریر انسان کی ایک آواز ہے۔ آواز کا دارومدار انسان کے تکلم پر ہے۔ آلات و اسباب تکلم میں سے سب سے پہلے جس چیز پر بار بار نظر پڑتی ہے وہ دانت ہیں۔ اس لئے اس میں کوئی شک نہیں کہ تقریر میں دانت کی ساخت اور اسکی مختلف کیفیات کو بہت کچھ دخل ہے زید بن جندب عرب کا ایک مشہور خطیب تھا۔ جسکے دانت زرد زرد تھے۔ اور ایک دانت عام لوگوں سے زائد تھا۔ اہل ادب کا بیان ہے۔ کہ اگر اس میں یہ دونوں عیب نہ ہوتے تو وہ عرب کا سب سے بڑا خطیب ہوتا۔

حضرت امیر معاویہ کے اگلے دانت گر پڑے تو انھوں نے تقریر کرنا چھوڑدی عبدالملک کے دانت ہلنے لگے تو اُس نے اُنکو سونے کے تاروں سے بندھوایا اور کہا کہ اگر منبر اور عورتیں نہ ہوتیں تو میں اُنکے ٹوٹ جانے کی پرواہ نہ کرتا حضرت سہیل بن عمرو جو عرب کے مشہور خطیب تھے اور اسلام لانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں تقریر کیا کرتے تھے اُن کے نیچے کے ہونٹ کٹے ہوئے تھے۔ وہ ایک غزوہ میں گرفتار ہوکر آئے تو حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ ان کے نیچے کے دونوں دانت اُکھڑوا دیجئے۔ تاکہ اُن کی زبان میں لغزش پیدا ہوجائے اور وہ آپ کے خلاف تقریر نہ کرسکیں، خلاد بن یزید الارقط عرب کا ایک مشہور خطیب تھا لیکن اُسکے آگے کے دانت ٹوٹے ہوئے تھے اس لئے جب وہ تقریر کرتا تھا۔ تو ان دانتوں کی جڑ سے ایک نہایت بدنما آواز نکلتی تھی۔

ایک موقع پر اس نے اور زید بن علی بن الحسین نے تقریریں کیں اہل ادب کا بیان ہے کہ دونوں ہر حیثیت سے ایک ہی درجہ کی تھیں لیکن زید بن علی کو یہ تفوق حاصل تھا۔ کہ اُن کی آواز میں یہ عیب نہ تھا۔ لیکن اس قسم کے عیوب زیادہ تر اُسوقت نمایاں ہوتے ہیں جب خطیب کے صرف چند دانت گر جاتے ہیں۔ لیکن اگر کسی خطیب کے کل دانت گر جائیں تو اس حالت میں حروف والفاظ زیادہ وضاحت کے ساتھ ادا ہوتے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ صحت تلفظ کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ زبان کی گردش خلا میں نہ ہو بلکہ اُسکو منہ کے اطراف میں کوئی ایسی چیز ملنی چاہئے جسکے ساتھ اُسکو مس۔ اتصال۔ اور احتکاک ہو۔ تمام دانت موجود رہتے ہیں تو اُس حالت میں زبان کا احتکاک دانتوں سے ہوتا ہے اور تمام دانت گرجاتے ہیں تو مسوڑے اُنکے قائم مقام ہوجاتے ہیں لیکن جب صرف چند دانت ٹوٹ جاتے ہیں تو منہ کے بعض اطراف میں زبان کی حرکت صرف خالی فضا میں ہوتی ہے۔ دانت نہیں ہوتے کہ زبان کا اُنکے ساتھ احتکاک ہو۔ اور جو دانت رہ گئے ہیں۔ وہ زبان کو اُن ٹوٹے ہوئے دانتوں کے مسوڑے سے ملنے نہیں دیتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حروف والفاظ صحیح طور پر ادا نہیں ہوتے۔

مشاہدہ سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے عرب میں بہت سے خطباء گذرے ہیں۔ جنکے دانت ٹوٹ گئے تھے۔ لیکن وہ نہایت عمدہ تقریر کرتے تھے۔ اگر ایک کبوتر کے دونوں بازو برابر برابر کاٹے جائیں تو وہ اُس کبوتر سے زیادہ اُڑ سکتا ہے۔ جسکے ایک بازو کے پر کاٹ لئے جائیں اور دوسرا بازو چھوڑ دیا جائے ؛

زبان| تقریر پر دانت کی طرح زبان کی ساخت کا بھی بہت اثر پڑتا ہے۔ اہل ادب کا بیان ہے کہ جو [illegible] زبان کی [illegible] بال لمبی چوڑی [illegible] وہ زیادہ [illegible]

انسانوں کا بھی یہی حال ہے جس خطیب کی زبان جس قدر طویل و عریض ہوگی۔ اُسی قدر وہ بولنے والا ہوگا۔ عرب کے بعض خطباء کی زبان اس قدر بڑی تھی کہ ناک کے نتھنوں تک پہنچ جاتی تھی خطیل کی تعریف میں ایک شخص نے کہا کہ "اس کی زبان گویا بیل کی زبان ہے"! ایک بدو ایک شخص کی زبان کی تعریف میں کہتا ہے کہ وہ اونٹنی کے دُم کی طرح حرکت کرتی ہے۔ اور سانپ کی طرح چلتی ہے" ایک بدو دوسرے شخص کی زبان کی مدح میں کہتا ہے کہ "گویا اُس کی زبان ایک کوڑا ہے" زبان کا سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ اُس سے بعض حروف ادا نہ ہوسکیں۔ ابو رمادہ کی بی بی الثغ تھی یعنی اُس سے بعض حروف ادا نہیں ہوتے تھے۔ ابو رمادہ کو یہ عیب معلوم ہوا۔ تو فوراً اُسکو طلاق دیدی۔ اور کہا کہ اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ بھی الثغ ہوگا۔

واصل بن عطاء کی زبان سے رے نہیں ادا ہوسکتا تھا لیکن اُس نے اپنی قادر الکلامی سے اس کی تلافی کرلی تھی۔ اور جب تقریر کرتا تھا۔ تو اس قسم کے الفاظ ہی نہیں استعمال کرتا تھا جن میں یہ حرف آتے

آواز| تقریر کے لئے بلند آواز نہایت ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ اہل عرب بلند آواز خطیب کی مدح اور پست آواز خطیب کی ہجو کرتے تھے۔ کسی نے ایک بدو سے پوچھا کہ حسن کیا چیز ہے؟ بولا لمبا قد۔ بڑا سر۔ چوڑا منہ۔ اور بلند آواز۔

ایک شاعر ایک خطیب کی ہجو میں کہتا ہے :-

> ومن عجب الایام ان قمت ناطقا
> وانت ضئیل الصوت منتفخ السحر

(یہ نہایت عجیب بات ہے کہ تو بولنے والا کھڑا ہوا ہے حالانکہ تیری آواز پست ہے اور تیرا دم چڑھنے لگتا ہے)

خطیب کے لئے قوت جسمانی کی ضرورت زیادہ تر اس لئے ہوتی ہے کہ قوی الجثہ خطیبوں کی آواز بلند ہوتی ہے اور اسکی ہمواری میں کبھی فرق نہیں آتا۔ ایک عرب کا بیٹا مرگیا جس کا اُسکو سخت صدمہ ہوا۔ کسی نے پوچھا کہ اس میں کیا کیا خوبیاں تھیں؟ بولا اس کا منہ چوڑا تھا۔ قد لمبا تھا۔ تقریر کرنے کی حالت میں اسکے منہ سے پسین نکلتا تھا۔ اسکا گلا گویا ایک ستون تھا۔ اسکے شانے اونٹ کے سینہ کے مشابہ تھے۔

جن لوگوں کے منہ چوڑے ہوتے ہیں۔ اُن کی آواز بلند ہوتی ہے اس لئے اہل عرب اُن کی مدح کرتے تھے۔ ایکبار حضرت امیر معاویہ کے سامنے بہت سے خطباء نے تقریر کی۔ تو آخیر میں فخریہ لہجہ میں بولے کہ اب چوڑے منہ والے خطیب کی باری آئی"۔ اسکے بعد یزید سے کہا۔ کہ "اٹھو اور بولو"۔ لیکن جن لوگوں کے منہ تنگ ہوتے ہیں انکی آواز میں بلندی نہیں پائی جاتی۔ اس لئے اہل عرب اسکو عیب سمجھتے تھے۔ ایک شاعر ایک قبیلہ کی ہجو میں کہتا ہے ؎

> قبح الالٰہ ولا اقبح غیرہ
> فما اللہ افواہ الدبی من قبیلۃ

(خدا اس قبیلہ کے منہ پر لعنت کرے جو ٹڈی کے منہ کی طرح ہیں۔)

عصا| اہل عرب تقریر کے وقت عموماً [illegible] ہاتھ میں عصا۔ تلوار۔ نیزہ اور کوڑا وغیرہ لیکر کھڑے ہوتے تھے۔ اور موقع بموقع ان سے اشارے کرتے جاتے تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اہل عرب عموماً اونٹ چرایا کرتے تھے۔ جس کے لئے ڈنڈا لازمی چیز تھا۔ عموماً خانہ بدوش پھرتے رہتے تھے۔ اس لئے لازمی طور پر عصا اُن کا رفیق سفر ہوتا تھا۔ اکثر لڑا جھگڑا کرتے تھے اسلئے تلوار۔ کمان۔ اور نیزہ سے چارہ نہ تھا۔ رفتہ رفتہ یہ تمام چیزیں اُنکی زندگی کا لازمی جزو ہوگئیں۔ جو کسی حالت میں اُن سے جدا نہیں ہوسکتی تھیں خطبہ کی حالت میں ان تمام چیزوں کا استعمال انکی اسی بدویانہ زندگی کی یادگار ہے۔ ورنہ خطبہ میں یہ تمام چیزیں غیر ضروری بلکہ مضر ہیں۔

فرقہ شعوبیہ نے جو عرب کی ہر چیز کو مخالفانہ نگاہ سے دیکھتا ہے ان چیزوں کو خاص طور پر قابل اعتراض قرار دیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ چھڑی کھٹکھٹانے کے لئے۔ نیزہ کو ٹیکنے کے لئے۔ ڈنڈا لڑنے کے لئے۔ اور کمان تیر پھینکنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ ان میں اور تقریر میں کسی قسم کا ربط و علاقہ نہیں۔ ان تمام چیزوں سے ذہانت میں کوئی تیزی نہیں پیدا ہوتی، الفاظ کے خزانہ میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ تمام چیزیں ذہن کو اور پریشان کرتی ہیں۔ گویوں کا بیان ہے کہ جو مغنی گانے کے ساتھ بجانا بھی جانتا ہے وہ اس گویے کا مقابلہ نہیں کرسکتا جو صرف گاتا ہے اور بجاتا نہیں" یہ تمام چیزیں صرف [illegible] زندگی کے لئے موزوں ہیں۔ ایرانی یونانی [illegible] ہندی [illegible] خطابت پائی جاتی ہے۔ لیکن ان میں کسی قوم نے ان چیزوں کا استعمال نہیں لیا۔ [illegible] انسان جو کام کرتا ہے اسمیں جوش

وہ اس کام کے لئے ہمہ تن تیار ہے۔ سپاہی ہتھیار سجکر نکلتا ہے تو اسکو محسوس ہوتا ہے کہ وہ لڑنے کے لئے نکلا ہے۔ مصنف ہاتھ میں قلم لیتا ہے۔ تو اسکو معلوم ہوتا ہے کہ وہ لکھنے بیٹھا ہے۔ اسی طرح جب خطیب عصا لیکر منبر میں کھڑا ہوتا ہے تو خود اسکو محسوس ہوتا ہے کہ وہ تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہے اور یہ احساس اس میں تقریر کرنے کا مستعدانہ جوش پیدا کردیتا ہے۔

انسان کی حالت یہ ہے کہ اس کے اعضاء و جوارح میں جس قدر اضافہ ہوتا ہے اسیقدر اسکے رعب و داب، شان و شوکت، اور اثر و اقتدار میں ترقی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ عمامے کا شملہ لٹکاتے ہیں۔ قدیم زمانہ میں قضاۃ لمبی ٹوپی پہنتے تھے۔ اور خلفا ان ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے تھے لڑائیوں میں مختلف رنگ کے جھنڈوں سے اسی شان و شوکت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ خطیب بھی جب ہاتھ میں عصا وغیرہ لیکر کھڑا ہوتا ہے اور اسکے ذریعہ سے اشارے کرتا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکے ہاتھ میں ایک اور ہاتھ جوڑ دیا گیا ہے اور اسکے اشاروں میں ایک اور چیز کا اشارہ شامل ہو گیا ہے اس لئے اسکی تقریر میں اور بھی اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے ؎

یصیبون فصل القول فی کل خطبۃ
اذا وصلوا ایمانھم بالمخاصر

وہ ہر خطبے میں قول فیصل کہتے ہیں جبکہ اپنے ہاتھوں میں عصا کو بھی شامل کر لیتے ہیں غنی گانے کی حالت میں لکڑی اس لئے بجاتے ہیں کہ اس سے راگ کی تقطیع اوزان اور اتار چڑھاؤ کا اظہار ہوتا ہے۔ خطبہ میں بھی یہ سب باتیں پائی جاتی ہیں اسلئے خطیب عصا کے بغیر اپنی تقریر کے مختلف مدارج کا اظہار نہیں کر سکتا۔ عبد الملک بن مروان کہا کرتا تھا کہ اگر میں ہاتھ سے چھڑی پھینک دوں تو میرا آدھا کلام ضائع ہو جائے۔ ایکبار امیر معاویہ نے سحبان وائل سے برجستہ تقریر کی فرمائش کی تو وہ چپکا کھڑا رہا۔ لوگوں نے اسکو ایک عصا دیا جس کو اس نے ہاتھ میں لیا تو پسند نہ آیا۔ بالآخر خود اپنا عصا منگوا کر تقریر کی۔

منبر خطیب کو ایسے مقام پر کھڑا ہونا چاہئے کہ وہ تمام لوگوں سے ممتاز نظر آئے۔ اگر خطیب کو یہ احساس ہوا کہ وہ درجہ میں حاضرین کے برابر یا ان سے کم ہے تو اسکی تقریر میں زور نہیں پیدا ہو سکتا۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے نکاح کا خطبہ بن نہیں آتا۔ کسی نے ابن المقفع سے اسکی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ نکاح کے خطبہ میں ہر شخص خطیب کو اپنا ہمسر نظر آتا ہے لیکن جب وہ عام خطبوں میں منبر پر چڑھ جاتا ہے تو تمام لوگ اس کو محکوم نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل عرب اونٹ پر سوار ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ قس بن ساعدہ بازار عکاظ میں اونٹ پر سوار ہو کر خطبہ دیا کرتا تھا اور رسول اللہ صلعم نے بھی حجۃ الوداع میں اونٹ ہی پر خطبہ دیا تھا۔

اشارہ اثناء تقریر میں خطیب بعض اوقات ہاتھوں سے اشارہ کرتا ہے۔ چشم و ابرو کو گردش دیتا ہے۔ شانہ و سر کو ہلاتا ہے جس سے تقریر کا زور و اثر بڑھ جاتا ہے۔ لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ تمام چیزیں خطیب کی کمزوری پر دلالت کرتی ہیں یعنی جب وہ اپنے مافی الضمیر کو صرف زبان سے ظاہر نہیں کر سکتا تو ان حرکات و اشارات سے اس کی کو پورا کرنا چاہتا ہے خطبائے عرب میں ابو شمر کا یہی خیال تھا اور اس لئے وہ حالت تقریر میں اپنے جسم کو حرکت نہیں دیتا تھا۔ لیکن درحقیقت یہ اسکی غلطی تھی جسکو اسکے مریدین کی خوش اعتقادی نے پیدا کیا تھا۔

مریدین و معتقدین جو خطیب کی ہر بات کو اس کی ذاتی عظمت و وقار کی بنا پر بیچون و چرا تسلیم کر لیتے ہیں انکے مجمع میں بے شبہ اس غیر متحرک طرز خطابت سے کام چلتا ہے لیکن مخالفین کے مجمع میں صرف مقرر کی بیعت اور معمولی طریقہ خطاب کام نہیں دیسکتا۔ ان کے لئے تقریر کو ہر ممکن طریقہ سے پُر زور اور مؤثر بنانا ہوتا ہے اسلئے چشم و ابرو کی جنبش۔ ہاتھ کا اشارہ۔ شانہ و سر کی حرکت جب تقریر کے اجزا میں شامل ہو جاتی ہیں تو کلام کے زور میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے چنانچہ خود ابو شمر کو جب ایک موقع پر ابراہیم بن سیار النظام سے مخالفانہ گفتگو کرنا پڑی تو خود بخود اس کے ہاتھ پاؤں میں حرکت پیدا ہو گئی۔ اور یہ ثابت ہو گیا کہ زور کلام کے لئے اشارات و حرکات کوئی مصنوعی چیز نہیں بلکہ بالکل قدرتی ہیں۔

ضروری خبریں

موصل پر قبضہ۔ لندن ۲۰ ستمبر قبل از نصف شب۔ برطانیہ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ آج سکاٹش فوج نے موصل پر پورا قبضہ کر لیا ہے اور غنیم کی ایک جماعت پر غالب آگئی ہے۔ جو گاؤں میں جمع کر رکھی تھی غنیم نے آج صبح ملک کے شمال مغرب میں شدید گولہ باری کے بعد زبردست مقامی حملہ کیا۔ مگر ہم نے اسے کامل طور پر پسپا کر دیا۔ اور متعدد قیدی گرفتار کئے۔

برطانی تخلیہ باکو۔ لندن ۱۹ ستمبر۔ اب یہ بیان کرنے کی اجازت ہے کہ باکو خالی کر دیا گیا ہے برطانی فوجیں بحفاظت پیچھے ہٹ گئی ہیں لندن ۱۹ ستمبر برطانی فوج کے تخلیہ باکو کی صورت میں کتاب جنگ سے ایک نہایت ہی جوش انگیز باب کا ایسے حالات میں جو ہماری افواج کے لئے انتہا درجے کے خوفناک تھے انکشاف ہوا ہے برطانیہ کو قدرتاً توقع تھی کہ مقامی باشندے اور قلعہ گیر فوج بالخصوص بحری ذرائع کی آمد و رفت کی حفاظت کے متعلق ان کو مدد دیں گے۔ مگر دلشویکوں کے بیڑے نے ہمارے سپاہیوں کو باکو تک پہنچانے کے بعد خیال کیا کہ اب کسی مزید کوشش کی ضرورت نہیں۔ ارمنی فوج بھی ۱۷ اگست کی جنگی کارروائی میں غیر معتمد ثابت ہوئی کیونکہ اس نے لڑنے سے انکار کر دیا اور منتشر ہو کر اپنے گھروں کو چلی گئی۔ ۲۰ اگست کو نارتھ سٹیفرڈس اور ورسسٹرز نے ترکوں کا ایک پر زور حملہ پسپا کیا۔ مگر بالآخر مغلوب ہونے پر مجبور ہوئے اس ناکافی مدد کی وجہ سے جنگی حالت سے مایوس ہو کر ہم نے یکم ستمبر کو باکو کے خالی کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔

اسی روز ترکوں نے دوبارہ حملہ کیا اور ہمارے اتحادی ہمیں پھر مدد دینے سے قاصر رہے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وارکس کو ارمنوں اور وسیوں کی پسپائی کے وقت ان کی حفاظت کرنی پڑی اور اندیشہ کیا جاتا ہے کہ انہیں شدید نقصان پہنچا۔ ۲ ستمبر کو روسی جرنیل بچاردن کی طرف سے کمک سپاہ آئی جس کی وجہ سے برطانیوں نے کسی قدر مزید مقاومت کا ارادہ کیا مزید کمک کے وعدے اور غنیم کی عارضی خاموشی کے سبب سے ہمارے اتحادیوں کا کسی قدر حوصلہ بڑھ گیا جسکی وجہ سے انہوں نے باکو تک پہنچنے کا ارادہ کر لیا۔ بیڑے کی کارروائی تعجب انگیز تھی کیونکہ اس نے برطانیوں کو شہر خالی کر دینے کی اجازت سے انکار کر دیا۔

درایں اثنا مقامی آبادی بظاہر اپنے اختلافات مٹانے پر مطلق قادر نہ ہو سکی اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ ارمنوں نے غنیم کو شہر حوالے کر دینے کے لئے نامہ و پیام شروع کر دیا اور اس طرح برطانی دستے کیلئے شدید خطرے کا ایک اور عنصر پیدا کر دیا۔

ارمنوں کی اس کارروائی کی وجہ سے بیڑے نے اپنی توپوں کا رخ ارمنی حصے کی طرف پھیر دیا۔ ۱۴ ستمبر کو ترکوں نے جمعیت کے ساتھ پر زور حملہ کیا اور ۱۶ گھنٹے کی جنگ کے بعد جس کا تمام زور برطانی سپاہ پر پڑا۔ ہماری فوج نے بالآخر شہر کو خالی کر دیا۔ روسی بھی ارمنوں کے تاخیر انگیز اور غیر معتمد طرز عمل سے متنفر ہو گئے تھے اور غالباً اسی وجہ سے انہوں نے خالی کرنے والی فوجوں کو مطلوبہ جہاز دیدیئے۔

لندن ۲۲ ستمبر ۔ اسر ۴ م ۔ اطلاع پہنچی ہے کہ باکو میں آتشزدگی کی وجہ سے دھماکے اٹھ رہے ہیں۔

ایک سٹیمر کی غرقابی۔ لندن ۱۲ ستمبر پیرس۔ سٹیمر سیرل چارٹر جو بیرزنا سے گھوڑے اور دیگر سازو سامان مالٹا کو لا رہا تھا ۱۳ ستمبر کو تارپیڈو سے غرق کر دیا گیا۔ ۱۷ آدمیوں سے ۶ ہلاک ہوئے۔

روس میں لڑائی۔ لندن ۱۹ ستمبر۔ لندن میں موصول شدہ تازہ ترین خبر مظہر ہے کہ یورپین روس میں زیکو سلاوک سخت تکلیف میں مبتلا ہیں کثیر التعداد جرمنوں کے ساتھ بولشویکوں نے والسک۔ سمیرسک اور کازان پر قبضہ کر لیا ہے جو بظاہر والدی واسٹک میں جنرل الیگزیف کی افواج کے سمارہ کے قریب زیکوں سے اتصال کو روکنے کے مقصد سے علاقہ خوالف بیلگورود میں بھاری تعداد میں جمع ہو رہے ہیں۔ زیکوں اور ایکاٹرنبرگ کے درمیان قریباً ۱۸ ہزار بولشویک ہیں اور کہا جاتا ہے کہ آرکینجل میں جنرل پول کے سپاہیوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ بولشویک اور جرمن زیکوں کے ساتھ مصروف جنگ ہیں۔

مزید فرانسیسی پیشقدمی۔ لندن ۲۰ ستمبر ۱ بجکر ۵۲ منٹ شب کل رات کا فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ آج ہماری فوج نے علاقہ سینٹ کوینٹن کے مغرب میں اپنے حملے جاری رکھے اور باوجود شدید مزاحمت کے اپنی فتوحات کو وسعت دی۔ ہم نے کونٹسکورٹ کے پاس تک پیشقدمی کی جو ہمارے قبضہ میں ہے اور سپینسر لیس کو فتح کر لیا۔ جنوب کی طرف ہم بینانے کے نواح تک پہنچ گئے۔ جوے کے مغرب کی طرف سطح مرتفع پر دشمن نے پھر ناکامیاب طور پر جوابی حملہ کیا ہم نے دشمن کو سخت نقصان پہنچایا اور اپنی پیشقدمی کو آگے بڑھا لیا اور ۱۰۰ قیدی گرفتار کر لئے۔

لندن ۲۱ ستمبر ۲ بجکر ۵ ۴ منٹ شب۔ کل رات کا فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ ہم نے الیگنی لی گرانڈ کے مشرق اور موسی فادم کی سطح مرتفع پر پیشقدمی کی۔ ہم نے قیدی گرفتار کئے۔ علاقہ سینٹ کوینٹن میں توپخانہ نے سرگرم آتشباری کی۔

مینز پر گولہ باری لندن ۲۰ ستمبر ۱ اسر ۴ م۔ مینز پر گولہ باری کا اعلان مندرجہ ذیل مراسلہ میں جو مینز کے اخبارات میں شایع کیا گیا ہے لفظاً مراسلہ سے لوگوں کو یقین دلانا مقصود ہے کہ دشمن ایک دور تک مار کرنے والی توپ کے ذریعہ لمبی مدد سے گولہ باری کر رہا ہے۔ جنگ کے تمام سالوں میں یہ گولہ باری ہمیشہ ممکن تھی اور دیر سے اس کی توقع تھی۔ نئی توپیں دور تک مار کرتی ہیں مثلاً پونٹ آموسن سے مینز تک۔ اس لئے موجودہ گولہ باری کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں کہ دشمن ہمارے دیدہ سینٹ میہل کے خالی کرنے کے بعد شہر کے زیادہ قریب پہنچ گیا اس لئے مینز کے مغرب اور جنوب مغرب کی طرف موجودہ لڑائیوں کا صرف یہ عارضی مظاہرہ ہے۔ اور جب یہ ختم ہو جائیں گی تو یہ بھی ختم ہو جائے گا۔ اس لئے قلعہ بند علاقہ میں داخلہ بار دانگی کے قواعد میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

بالارادہ تباہی۔ لندن ۲۰ ستمبر رویٹر کا نامہ نگار معتمد برطانی ہیڈ کوارٹرز مظہر ہے کہ سیرد لی وستوں نے دشمن کے ایک نئی قسم کے ہوائی جہاز کی خبر دی ہے جو نقل و حرکت کے لئے نہایت کار آمد ہے ایک ہوائی جہاز ایک طرح ترقی یافتہ کار جہاز ہے جو بظاہر نہایت تیز رفتار ہے اس قسم کے صرف چند ہوائی جہاز دیکھے گئے۔

بلغاری بھاگ رہے ہیں۔ لندن ۱۹ ستمبر ایک سرویں اعلان مظہر ہے کہ اونچے پہاڑوں کی مشکلات کو مغلوب کر کے ہم پورے طور پر شکست یافتہ دشمن کا دن رات تعاقب کر رہے ہیں ہم نے ٹو پولیٹس کیکو دکامن پولیٹ بیچیٹ میں منشا و نولیٹ اور کسینی پر قبضہ کر لیا۔ ہماری آگے بڑھی ہوئی کمکی افواج کو شکست ہوئی ہے اور پسپا ہوتے پر مجبور کی گئی ہیں مغرور دشمن دیہات اور ذخائر کو جلا رہا ہے ہماری پیشقدمی کی سرعت کی وجہ سے قیدیوں اور سامان غنیمت کا ابھی تک شمار نہیں کیا گیا۔

برطانیہ کلاں اور سوویٹ۔ لندن ۲۰ ستمبر ۱ اسر ۴ م۔ اخبار ڈیلی کرانیکل کا نامہ نگار معتمد برلن مظہر ہے کہ سوویٹ گورنمنٹ نے برطانوی نمائندوں سے درخواست کی ہے کہ وہ فوراً روس سے چلے جائیں۔

ایک جہاز غرق۔ لندن ۲۰ ستمبر۔ صیغہ بحری اعلان کرتا ہے کہ ۱۲ ستمبر کو ایک جرمن آبدوز کشتی نے ایک مسلح برطانوی جہاز کو تارپیڈو مار کر غرق کر دیا۔ ۸ افسر ۵۰ آدمی جن میں ۵ ۲ سکار ری اہلکار شامل تھے گم ہیں۔

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ مورخہ ۲۲ ذوالحجہ سنہ ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۲۹ ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۲۰

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ

فرمایا پہلا حصہ تو بالکل اس الہام کا صاف ہے کہ تو جو ظاہر ہوا یہ میرے فضل و کرم کا نتیجہ ہے۔ اور جس انسان کو خدا تعالےٰ مامور کر کے بھیجتا ہے۔ اس کو اپنی مرضی اور حکم سے مامور کرتا ہے جیسے حکام کا بھی یہی دستور اور قاعدہ ہے۔ اب اس الہام میں جو خدا تعالےٰ فرماتا ہے انا منک اس کا یہ مطلب اور منشا ہے کہ میری توحید میرا جلال اور میری عزت کا ظہور تیرے ذریعہ سے ہوگا۔ ایک وقت آتا ہے کہ زمین فسق و فجور اور شر و فساد سے بھر جاتی ہے۔ لوگ اسباب پرستی میں ایسے فنا اور منہمک ہوتے ہیں کہ گویا خدا کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا۔ ایسے وقت میں خدا تعالےٰ اپنے اظہار کے واسطے ایک بندہ اپنی طرف سے بھیجتا ہے۔ ہندوؤں نے جو اوتار کا مسئلہ مانا ہے۔ یہ بھی اسی کا ہم رنگ ہے گویا خدا تعالےٰ ان کے اندر مجازی طور پر بولتا ہے۔

اس زمانہ میں اسباب پرستی اور دنیا پرستی اسی طرح پھیل گئی ہے۔ خدا تعالےٰ پر بھروسا اور ایمان نہیں رہا۔ دہریت اور الحاد کا زور ہے۔ جو کچھ حالت اس وقت زمانہ کی ہے۔ اس پر نظر کر کے کہنا پڑتا ہے کہ زمانہ زبان حال سے پکار رہا ہے۔ کہ کوئی خدا نہیں۔ عملی حالت ایسی کمزور ہو گئی ہے کہ کھلی بے حیائی اور فسق و فجور بڑھ گیا ہے۔ یہ ساری باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ دلوں سے خدا پر ایمان اور اس کی ہیبت اٹھ گئی ہے۔ اور کوئی یقین اس ذات پر نہیں۔ ورنہ یہ کیا بات ہے کہ انسان کو اگر معلوم ہو جائے کہ اس سوراخ میں سانپ ہے۔ تو وہ کبھی اس میں اپنا ہاتھ نہیں ڈالتا پھر یہ بےحیائی اور فسق و فجور اور اتلاف حقوق جو بڑھ گیا ہے کیا اس سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ خدا پر ایمان نہیں رہا۔ یا یہ کہو کہ خدا گم ہو گیا ہے۔ اس وقت خدا تعالےٰ نے اپنے ظہور کا ارادہ فرمایا ہے اور مجھے مبعوث کیا۔ اس لئے مجھے کہا

اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ

اور اس کے یہی معنی ہیں کہ میرا جلال اور میری توحید و عظمت کا ظہور تیرے ذریعہ ہوگا۔ چنانچہ وہ نصرتیں اور تائیدیں جو اس سلسلہ کی اس نے کی ہیں۔ اور جو نشانات ظاہر ہوئے ہیں وہ خدا تعالےٰ کی ہستی اور اس کی توحید اور عظمت کے اظہار کے ذریعے ہیں۔

یہ امر کوئی ایسا امر نہیں کہ مشتبہ یا مشکوک ہو۔ بلکہ تمام مذاہب میں مشترک طور پر پایا جاتا ہے کہ ایک وقت خدا کے ظہور کا آتا ہے۔ اور ایک وقت ہوتا ہے کہ خدا اس وقت گم ہوا ہوا سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ وہ وقت ہوتا ہے۔ جب اس کی ہستی اور توحید اور صفات پر ایمان نہیں رہتا اور عملی رنگ میں دنیا دہریہ ہو جاتی ہے۔ اس وقت جس شخص کو خدا اپنی تجلیات کا مظہر قرار دیتا ہے۔ وہ اس کی ہستی۔ توحید۔ اور جلال کے اظہار کا باعث ٹھہرتا ہے۔ اور وہ انا منک کا مصداق ہوتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ خدا تعالےٰ کو کسی کے ذریعہ کی کیا ضرورت ہے؟ تو ہم یہ کہیں گے کہ یہ سچ ہے۔ اس کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مگر اس نے اس عالم اسباب میں ایسا ہی پسند فرمایا ہے۔ دیکھو پیاس لگتی ہے یا بھوک لگتی ہے۔ مگر یہ پیاس اور بھوک پانی اور کھانے کے بغیر فرو نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جس قدر قوتیں اور طاقتیں ہیں اور ان کے تقاضے ہیں۔ وہ اسی طرح پورے ہوتے ہیں۔ جس طرح دنیا کی تمدنی زندگی کی اصلاح اور انتظام کے لئے اس نے بادشاہوں اور حکومت کے سلسلے کا نظام رکھا ہے۔ جو شریروں کو سزا دیتے ہیں۔ اور مخلوق کے حقوق ان کے جان و مال اور آبرو کی حفاظت کرتے ہیں۔

خدا خود اتر کر تو نہیں آتا حالانکہ یہ سچ کہ وہی حفاظت کرتا ہے۔ اور شریروں کی شرارت سے بچاتا ہے۔ اور محفوظ رکھتا ہے۔ اسی طرح روحانی نظام کے لئے بھی اس کا ایسا ہی قانون ہے۔ سچی پاکیزگی اور طہارت اور وہ ایمان جس سے معرفت۔ بصیرت اور یقین پیدا ہو۔ خدا ہی کی طرف سے آتا ہے۔ اور اس کا مامور لے کر آتا ہے۔ اور وہ ذریعہ ٹھہرتا ہے خدا کے جلال اور عظمت کے اظہار کا۔ اور وہ اس وقت آتا ہے۔ جب دنیا میں سچی پاکیزگی نہیں رہتی۔ اور خدا سے دوری اور بعد ایسا ہو جاتا ہے۔ کہ گویا خدا ہے ہی نہیں۔ اور جب دنیا کے ہاتھ میں پوست رہ جاتا ہے اور مغز نہیں رہتا۔ تب خدا اپنے کسی بندہ کے ذریعہ ظہور فرماتا ہے چونکہ اس زمانہ میں اس نے مجھے بھیجا ہے۔ اس لئے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ۔

احباب سے ایک فیصلہ کی درخواست

حضرت امیر ایدہ اللہ کی دوسری چٹھی احباب احمدیہ کے نام

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں نے آپ سے ایک فیصلہ کی درخواست کی تھی۔ اس پر سب سے پہلا خط جو مجھے پہنچا ہے وہ یہ تھا۔ کہ اب تم نے جماعت کو اصل مقصد کی طرف متوجہ کیا ہے۔ اب دیکھیں گے کتنے آدمی نکلتے ہیں

میں اس خط کا جواب دینے میں اب تک متامل رہا ہوں۔ اس لئے کہ فی الواقع اب تک میرے پاس صرف چھ سات ہی احباب کا فیصلہ آیا ہے۔ لاہور میں معلوم ہوا ہے کہ کچھ اور احباب بھی شاید سلسلے کے قریب تیار ہوئے ہیں۔ مگر چونکہ ابتک میرے پاس ان کی تحریریں نہیں پہنچیں۔ اس لئے میں ان کے متعلق سر دست کچھ نہیں کہتا۔ مجھے جماعت کی اس کم ہمتی پر افسوس ضرور ہے پچھلے دنوں میں حبیب مکرم معظم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے جرائم پیشہ کے لئے سپرنٹنڈنٹ کی اسامی کے لئے کچھ خالی جگہ کا اعلان کیا تھا تو فوراً کوئی بیس کے قریب درخواستیں بھی آ گئیں۔ اور بعض لوگ خود چلکر بھی پہنچے۔ لیکن جب خدا کی راہ میں کام کرنے کو نکلنے کے لئے کہا جاتا ہے تو اثاقلتم الی الارض کا نظارہ نظر آتا ہے۔ اگر ہماری حالت بھی وہی رہی جو عام طور پر مسلمانوں کے اندر نظر آتی ہے کہ منہ سے کہنے کو بہت کچھ کر لینے کے وقت کوئی نہیں نکلتا۔ تو اس تحریک کا خاتمہ سمجھنا چاہیئے۔ جب ہم اتنا بڑا اقرار کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے تو کیا وجہ ہے کہ جب دین کے کام کے لئے بلایا جاتا ہے تو اس قدر دھیمی آواز اٹھتی ہے کہ گویا ہے بھی نہیں۔

دوستو! غور کرو کہ تم کس غرض کے لئے اس سلسلہ میں شامل ہوئے ہو۔ اسلام میں تو کوئی نقص باقی نہیں رہ گیا تھا جس کو پورا کرنے کے لئے مسیح موعود آئے ہوں۔ اور ہم خوش ہو جائیں کہ چلو ہم نے مسیح موعود کو مان لیا۔ اور نقص پورا ہو گیا۔ اسلام میں جو کوئی خدا کی طرف سے آتا ہے۔ وہ تو لوگوں کو ایک کام پر لگانے کے لئے آتا ہے۔ پس جب تک ہم اس کام میں نہیں لگتے اس کو ماننے اس کے ساتھ ہونے کے کیا معنے۔ خدارا غور کرو۔ اور اپنی ذمہ واری کو پہچانو۔ اور دین کے ساتھ تمسخر نہ کرو۔ کہ منہ سے کچھ کہا۔ اور عمل کے وقت کچھ نہیں۔ دنیا میں کوئی کام کر کے دکھاؤ۔ ورنہ الفاظ کی پہلے کمی نہ تھی۔ بعض دوست شاید اس خیال میں ہیں کہ ہم کوئی کام کرنے کے قابل ہی نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے امر بالمعروف تو ہر ایک مسلمان کا کام رکھا ہے۔ ہر ایک شخص جو دل میں تڑپ رکھتا ہو۔ وہ اسلام کا مبلغ بن سکتا ہے۔ اور دوسرے یہ فیصلہ کرنا کہ کون کون احباب فی الواقع کام کے قابل ہیں۔ یا کس کام کے قابل ہیں بعد میں ہوگا۔ میں کہتا ہوں اگر ایک شخص ایک کام کا اہل نہیں تو نیۃ المؤمن خیر من عملہ اس نے تو اپنی نیت کا پھل پا لیا۔ گویا وہ کام کر ہی دکھایا۔ میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ جماعت کا ایک ایک فرد اپنی حیثیت کے مطابق اپنے آپ کو مبلغ اسلام بنائے۔ اور جو نہیں بن سکتا۔ اس کی بھی نیت یہ ضرور ہو۔ کہ وہ ایسا بن جائے۔ میں نے کسی سے یہ نہیں کہا۔ کہ وہ اپنا کاروبار چھوڑ دے۔ گو بعض ایسے آدمیوں کی بھی ضرورت ہے۔ یا اپنی ملازمت فوراً چھوڑ دے میں کہتا ہوں۔ کہ ملازمین کے لئے یہ بہت عمدہ موقع ہے کہ وہ انسانوں کی خدمت کرنے کے لئے اپنے آپ کو خدا کی خدمت کا اہل بنا لیں کم از کم اس خدمت کا اہل بننے کے لئے کوشش تو کر کے دیکھ لیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو۔ جلد اس پر فیصلہ کر کے مجھے اطلاع دی جائے۔ تاکہ پھر عملی طور پر کوئی صورت سوچی جائے۔

خاکسار محمد علی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ یکشنبہ ۲۹ ستمبر ۱۹۱۸ء نمبر ۲۰

مہدی و مسیح ایک ہی شخص ہے

لا مہدی الا عیسیٰ

(رواہ ابن ماجہ والحاکم عن انسؓ)

اشاعت گذشتہ میں ہم دکھا چکے ہیں۔ کہ روایات متعلقہ مہدی علیہ السلام میں کس قدر اختلاف واقع ہوا ہے۔ اور کتنا بڑا فرق ان مختلف روایات کی بیان کردہ علامات میں پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں جس کی تائید دوسری تمام احادیث سے ہوتی ہو۔ جس سے یہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کی روایات جن میں مہدی کے خاندان ان کی جائے خروج اور نام اور ولدیت وغیرہ کا ذکر ہے۔ کچھ زیادہ اعتبار کے قابل نہیں۔ البتہ وہ احادیث جن میں اس قسم کی صراحت پائی نہیں جاتی جیسا کہ پیشگوئیوں کا قاعدہ ہے۔ ان سے بڑھ کر تمسک کے قابل ہیں۔ ان میں ایسی تصریحات کا نہ ہونا ہی ثابت کرتا ہے کہ یہ کسی شخص یا قوم نے اپنے ذاتی فوائد کی خاطر نہیں بنائی۔ جیسا کہ دوسری احادیث کی نسبت شبہ ہے۔

انہی موخر الذکر قسم کی احادیث میں سے ہم نے بتایا تھا کہ لا مہدی الا عیسیٰ والی حدیث بھی ہے۔ جو ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ اس کو چھوڑ کر کے یہ حدیث ان عام خیالات کے کہاں تک خلاف ہے۔ جو مہدی علیہ السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے علاوہ کوئی اور شخص ہے۔ جو ان کے ساتھ ہو کر کام کریگا۔ دیکھنا یہ ہے کہ لا مہدی الا عیسیٰ کو بصورت حدیث وضع کرنے میں کونسا فائدہ کسی کو ہو سکتا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو عام خیال یہی رہا ہے۔ کہ اس امت میں سے کوئی شخص عیسوی صفات لے کر کھڑا نہیں ہوگا۔ بلکہ وہی مسیح ناصری ہی آسمان سے نازل ہوں گے۔ اس لئے اگر کسی کو زیادہ سے زیادہ یہ بھی خیال ہوتا۔ ممکن تھا کہ میرے خاندان میں سے مسیح موعود ہوگا۔ تو اس صورت میں مہدویت بھی اپنے ہی خاندان اور نسل میں رہے۔ تو یہ بھی مسیح علیہ السلام کے نزول کے خیال کو پیش نظر رکھ کر پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ پس لا مہدی الا عیسیٰ کے الفاظ کوئی شخص یونہی رسول اللہ صلعم کی طرف منسوب کرے تو کیوں؟ کس غرض سے اور کون سے فائدے کے لئے کوئی شخص اس [illegible] جھوٹ کا مرتکب ہو سکتا تھا۔ اس لئے یہ ماننا پڑیگا کہ لا مہدی الا عیسیٰ کے الفاظ تو بالضرور شبہ وضعیت سے پاک ہیں۔

لیکن اس سے بہت بڑھ کر قوی شہادت اور بھی ہمارے پاس ہے۔ جو اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ مسیح و مہدی ایک ہی شخص کے دو اعزازی نام ہیں۔ ان سے کوئی دو الگ الگ اشخاص مراد نہیں۔ جن لوگوں نے ان آثار و قرائن کو ملاحظہ کیا ہے۔ جو مسیحؑ کے نزول ثانی کے متعلق احادیث میں بیان ہوئے ہیں۔ اور پھر مہدی علیہ السلام کے بھی آثار و قرائن کو بغور مطالعہ کیا ہے۔ وہ اس کو خوب جانتے ہیں کہ ان میں جو موٹی موٹی باتیں ہیں۔ وہ سب ایک ہی ہیں۔ اور کوئی فرق ان دونوں کی علامات میں پایا نہیں جاتا۔ مہدی اور مسیح کے زمانہ کا ایک ہی ہونا تو ایک مسلّم بات ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ احادیث میں جو آثار و قرائن مسیح کے زمانہ کے پائے جاتے ہیں۔ وہ مہدی علیہ السلام کے بھی زمانہ کی علامات میں بیان ہوئے ہیں۔ مسیحؑ کے وقت کثرت باراں اور کثرت پیداوار کا ہونا۔ اس زمانہ میں عدل امن اور انصاف کا حکومت کی طرف سے موجود ہونا۔ دجال کا اس زمانہ میں زور پکڑنا۔ لوگوں کا شریعت حقہ پر عملدرآمد نہ رہنا اور ہر طرف سے مذہب کے بارہ میں لاپروائی۔ اور ایمان کا اٹھ جانا وغیرہ وغیرہ تو ایسی باتیں ہیں جن کا مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں بھی موجود ہونا ایک حقیقت مسلمہ ہے [illegible] خدمات دینی بجا لانا مانا جاتا ہے۔ لیکن اس سے بڑھ کر بعض باتیں ایسی بھی ہیں جو اس کو خوب وضاحت کے ساتھ ثابت کر دیتی ہیں۔ کہ مسیح و مہدی علیہ السلام ایک ہی شخص ہے۔ اور دو مختلف آدمیوں کے نام نہیں۔ روایات متعلقہ مسیح علیہ السلام کو پڑھو ان میں مسیح موعود کا حلیہ بیان کرتے ہوئے جو رنگ بتایا گیا ہے وہ صریحاً اسی قدر ہے کہ رجل آدم وہ ایک گندم گوں آدمی ہوگا بعینہ یہی لفظ مہدی علیہ السلام کے متعلق بھی استعمال ہوا ہے۔ اور آپ کو بھی آدم (گندم گوں) ہی قرار دیا گیا ہے (دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۲) پھر مسیح علیہ السلام کی ایک یہ بھی علامت احادیث میں آئی ہے۔ کہ اس کے بدن پر دو زرد چادریں ہوں گی یہی کیفیت مہدی علیہ السلام کی بھی بتائی ہے۔ حدیث ذیل ملاحظہ ہو:-

المہدی من ولدی ابن اربعین سنۃ کان
وجہہ کوکب دری فی خدہ الایمن خال
اسود علیہ عباءتان قطوانیتان کانہ من
رجال بنی اسرائیل یستخرج الکنوز و یفتح
المدن الشرک (رواہ ابو نعیم آیت
الساعۃ صفحہ ۱۲۸)

یعنی مہدی میری اولاد سے چالیس سالہ ہوگا۔ اس کا چہرہ روشن ستارے کی طرح چمکتا ہوگا۔ اس کی دائیں گال پر ایک سیاہ خال ہوگا۔ اور اس کے بدن پر دو روشن چادریں ہوں گی۔ گویا کہ وہ بنی اسرائیل کے آدمیوں میں سے ہے" الی آخرہ۔ یہاں دو چادروں کے ذکر کے ساتھ کانہ من رجال بنی اسرائیل کہکر اور بھی وضاحت کر دی ہے کہ یہ وہی مسیح موعود ہی ہے۔ کیونکہ مسیح موعود کو ہی اس امت میں بنی اسرائیل کے ایک نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خاص مناسبت و مشابہت ہے۔ اور انہی دو چادروں کو مسیح موعود کی علامات میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔

اس حدیث میں من ولدی کے الفاظ ممکن ہے بعض ظاہر بینوں کی ٹھوکر کا موجب ہوں۔ لیکن یہ کوئی ایسے لفظ نہیں کہ جو ہمارے مخالفوں کے کسی دعوے کو ثابت کرنے والے ہوں۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم کی آیت کریمہ اس کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی اولاد نرینہ کوئی [illegible] آپ کی اولاد روحانی ہی کا سلسلہ قیامت تک چلے گا۔ اس لئے من ولدی کے معنی جہاں یہ ہو سکتے ہیں۔ کہ میری جسمانی اولاد میں سے جس کو اولاد نرینہ قرار دینے کے بجائے فاطمۃ الزہرا کی نسل پر قیاس کیا جاتا ہے۔ اور جو دوسری احادیث سے غلط ہے۔ وہاں اولاد روحانی کے معنے زیادہ قرین قیاس اور اقرب بصحت ہیں۔ و لنعم ما قال المسیح الموعودؑ

فواللذی خلق السماء انہ لاجل
لہ مثلنا ولد الی یوم بعثہا

الغرض اوپر کی احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح اور مہدی کا ایک ہی حلیہ اور ایک ہی لباس۔ اس کو چھوڑ کر کے کہ اس لباس سے ظاہری لباس مراد ہے۔ یا کچھ اور جس پر ہم کسی آئندہ فرصت میں بحث کریں گے انشاء اللہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے۔ صرف رنگ اور لباس ہی نہیں بلکہ ان دونوں یعنی مسیح و مہدی کا کام جو بتایا ہے وہ بھی یکساں ہے۔ مثلاً مسیح علیہ السلام کی نسبت آیا ہے کہ

والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم
ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب و
یقتل الخنزیر و یضع الحرب (صحیح بخاری)

خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ نازل ہوگا تم میں ابن مریم حکم اور عدل ہو کر۔ وہ صلیب کو توڑے گا۔ اور خنزیر کو قتل کریگا اور لڑائی کو موقوف کر دیگا۔

یعنی کسر صلیب اور قتل خنزیر کی علامت جو اس حدیث میں مسیح علیہ السلام کی نسبت بیان ہوئی ہے۔ مہدی علیہ السلام کے متعلق بھی ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی کتاب حجج الکرامہ میں علامات مہدی کی ذیل میں لکھتے ہیں کہ

"صلیب را بشکند و خوک را بکشد ابن حجر ایں علامات را در ذکر مہدی در قول مختصر آوردہ"

ایسا ہی مسیح علیہ السلام کی علامات میں یضع الحرب آیا ہے۔ مہدی کی علامات میں بھی "نریزد خونے را" ابن حجر ہی کے حوالہ سے نواب موصوف نے لکھا ہے۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ مسیح اور مہدی کا رنگ اور حلیہ ایک ہونے کے ساتھ کام بھی ایک ہی ہے۔ پھر تعجب ہے کہ اس ایک ہی کام پر ایک ہی رنگ اور حلیہ کے دو شخص کس طرح متعین ہو [illegible] ہاں مہدی اور مسیح ایک ہی شخص کی دو ضرورتیں اور مختلف صفات ہیں۔ اور دو مختلف اشخاص کے نام نہیں۔

صرف یہ رنگ حلیہ اور کام ہی کی یکجائی نہیں۔ جو مسیح و مہدی کی علامات میں پائی جاتی ہے۔ اور بھی بہت سی علامات ہیں جو ایک دوسری سے بالکل مطابقت رکھتی ہیں۔ لیکن ان صرف چند ایک علامات پر ہی ہم اکتفا کرتے ہیں۔ دیکھیں ہمارے مخالفین اپنے من گھڑت خیالات کے جواب میں اسے کہاں تک منافی سمجھتے ہیں

انسداد گداگری اور مسلمانوں کا فرض

مسلمان وہ مسلمان تھے جن میں کسی وقت غیرت و حمیت اس درجہ پر تھی کہ اپنے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے لیکن سوال کو باعث ننگ سمجھتے تھے۔ حالت عسر میں جن کا یہ حال تھا۔ کہ خود فاقے رہ کر بھی دوسرے محتاجوں اور غربا کی اعانت کرنا فرض سمجھتے تھے جو باوجود تنگدست ہونے کے مہمانوں تک کی خاطر مدارات خود بھوکے رہ کر بھی کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ آج وہی مسلمان ہیں۔ بالفاظ دیگر اسی اسلام کے بعض نام لیوا ہیں جن کے وہ سچے پیرو تھے۔ کہ مانگنا انہوں نے اپنا شعار بنا رکھا ہے۔ آج گداگری اسلام کے بہت سے نام لیواؤں کا فخریہ کام ہے۔ قوموں کی قومیں اور نسلوں کی نسلیں اس گداگری کے مرض میں مبتلا ہیں اور اس کو وہ اپنے لئے موجب فخر سمجھتے ہیں۔ مختلف طریقوں پر بھیک مانگتے اور خوب زور اور دباؤ سے لوگوں کے گاڑھے پسینے کی کمائی چھینتے ہیں۔ مگر تعجب ہے ان لوگوں پر جو باوجود اس کو عیب سمجھنے اور مسلمانوں کے لئے باعث ننگ یقین کرنے کے اپنا بہت سا روپیہ ان بھیک منگوں پر ضائع کر دیتے اور بیجا خیرات سے قوم کے لئے موجب عذاب بنتے ہیں۔ پچھلے دنوں اس سلسلہ خیرات کو روکنے کے لئے آنریبل مسٹر محمد شفیع صاحب نے پنجاب کی قانونی کونسل میں اس ناجائز گداگری کے خلاف ایک مسودہ قانون پیش کیا تھا جس کو کثرت مخالفت نے پاس نہ ہونے دیا۔ ورنہ آج تک اس کا بہت کچھ سدباب ہو جاتا۔ اب پھر معاصر وکیل کے ایک نامہ نگار نے اسی ناجائز گداگری کے خلاف [illegible] احتجاج کی ہے۔ اور ایسے گداگروں کو بطور رنگروٹ بھرتی کرنے کا مشورہ گورنمنٹ کو دیا ہے۔ وہ لکھتا ہے

"آج کل گورنمنٹ کو بھرتی کے لئے رنگروٹوں کی سخت ضرورت ہے۔ کیوں نہ ان ہٹے کٹے فقیروں کو جبراً بھرتی کیا جائے تاکہ ایک طرف ملک پر سے ناجائز خرچ کا بوجھ اٹھ جائے۔ اور دوسری طرف ظالم اور نابکار جرمنی کی سرکوبی کے لئے مزید سپاہی مل جائیں"

اس تجویز کے ساتھ نامہ نگار موصوف پبلک کو بھی اس ناجائز خیرات سے ہاتھ اٹھانے کا مشورہ دیتا ہوا لکھتا ہے کہ

"پبلک کو چاہیئے کہ اپنا صدقہ و زکوٰۃ مستحقین کو دے۔ کیونکہ جہاں یہ دینا ضروری ہے۔ وہاں مستحقین کو پہچاننا بھی لازمی ہے۔ معزز ناظرین وکیل آپ کے گاڑھے پسینے کی کمائی اس قابل نہیں کہ ان عزت فروشوں کو پالے۔ اور بجائے کسی کو کچھ فائدہ پہنچانے کے الٹا قومی تنزل کا باعث ہو۔ ان موٹے تازے حیوانوں کا کیا حق ہے کہ مزے سے ادھر ادھر چکر لگا کر رات کو پانچ چھ روپے جمع کرکے گھر جا پہنچیں۔ اور اندھے۔ کوڑھے۔ لنگڑے۔ یتیم لاوارث سب منہ دیکھتے رہ جائیں۔ محض اس واسطے کہ وہ اس قابل نہیں کہ گلی کوچوں میں جا کر اپنی ضروریات کو ظاہر کریں۔ آپ کو چاہیئے کہ ایسے اشخاص کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالو۔ اور ان کی مدد کرو۔ ورنہ خوب یاد رکھو کہ قیامت کے دن آپ سے پوچھا جائیگا کہ کیوں اپنی زکوٰۃ و صدقہ کو مستحقین تک نہ پہنچایا۔ اور کیوں غیر مستحق زبردستی مانگنے والوں کو دیا۔ اور آپ کو بڑے افسوس سے سننا پڑے گا کہ خدانخواستہ آپ کی تمام خیرات ہوا میں تلوار چلانے کی طرح رائیگاں گئی"

ہمارے خیال میں اس آواز کو یونہی رائیگاں نہیں جانے دینا چاہیئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے روپیہ کی فکر کریں اور چند ہٹے کٹے بھیک منگوں کا پیٹ پالنے کی بجائے قومی مقاصد کی تکمیل میں ساعی ہوں۔ اپنی انجمنوں کو ان انجمنوں کو جو قوم کی ناخدائی کا اہل اپنے آپ کو ثابت کر چکی ہیں اس روپیہ سے امداد دیں۔ اور ایک بیت المال کے ذریعہ سے ہی جو کام کرنا ہو کریں۔ گورنمنٹ اس وقت تک کچھ کرنے سے معذور ہے جب تک پبلک اس کی تائید میں نہ ہو۔ اور گداگری کا یہ سلسلہ رک نہیں سکتا۔ جب تک کہ خیرات دینے والے ایسے بیجا مصارف سے دست کش نہ ہو جائیں۔ کیا اسلامی اخبارات اور قوم کا درد رکھنے والے لوگ اس طرف متوجہ ہونگے؟

جب وسطی سلطنتیں روس کے ساتھ بریسٹ لٹووسک کا معاہدہ کر رہی تھیں اسوقت تمام اتحادیوں کو صلح کی ایک عام کانفرنس میں شامل ہونے کے لئے مدعو کیا گیا تھا۔ لیکن اتحادیوں نے اس دعوت کو نامنظور کیا تھا ۸ جنوری ۱۹۱۸ء کو مسٹر ولسن پریزیڈنٹ امریکہ نے کانگریس کے نام ایک پیغام میں ۱۴ شرائط تجویز کی تھیں۔ جنکی بنا پر کہ صلح کی جاسکتی ہے یہ شرائط حسب ذیل تھیں:-

"پریزیڈنٹ ولسن نے کہا تھا۔ کہ ہم اس وجہ سے جنگ میں شامل ہوئے تھے۔ کہ ہمارے حق کی خلاف ورزی کی گئی تھی جس کا ہم پر بہت اثر ہوا۔ اور جب تک کہ اسکی تلافی نہیں ہوتی۔ ہمارے لئے زندہ رہنا ناممکن ہو گیا ہے۔ اس لئے ہم مطالبہ کرتے ہیں۔

(۱) دنیا کو زندہ رہنے کے قابل اور محفوظ بنایا جائے۔ دنیا کے تمام لوگ اس معاملہ میں حصہ دار ہیں۔ اس لئے دنیا کا امن کا پروگرام ہمارا پروگرام ہے۔ یعنی سب سے پہلے یہ کہ صلح کی شرائط صاف ہوں۔ اور کھلے طور پر طے کی جائیں۔ جس کے بعد کسی قسم کے پرائیویٹ بین الاقوامی معاہدات نہ کئے جانے چاہئیں۔ لیکن سفارت ہمیشہ صاف دلی سے اور پبلک کے سامنے کام کریگی۔ (۲) ٹیریٹوریل سمندروں کے باہر صلح اور جنگ کی حالت میں سوائے اسکے کہ سمندروں تمام یا جزوی طور پر بین الاقوامی معاہدات پر عملدرآمد کرانے کے لئے بین الاقوامی کارروائی کے ذریعہ بند کیا جائے۔ جہاز رانی کے لئے پوری آزادی ہوگی۔ (۳) جہاں تک ممکن ہو تمام اقتصادی رکاوٹوں کو دور کیا جائے اور تمام اقوام میں جو صلح پر راضی ہوں۔ اور اسکے برقرار رکھنے میں شریک ہوں تجارت کی یکساں شرائط قائم کی جائیں (۴) اس امر کی کافی ضمانت دی جانی چاہئے اور لی جانی چاہئے۔ کہ بین الاقوامی اسلحہ جات کو خانگی تحفظ و سلامتی کے مطابق کم ترین درجہ تک تخفیف کیا جائیگا۔ (۵) نو آبادیوں کے تمام دعاوی کا جو اس اصول کو سختی سے مدنظر رکھنے پر مبنی ہوں۔ کہ ایسے سوالات کے تصفیہ میں بادشاہت اور آبادی کے مفاد کو گورنمنٹ کے دعاوی کے ساتھ جس کا کہ تصفیہ کیا جاتا ہے پورا وزن حاصل ہوگا۔ آزادانہ طور پر تصفیہ کیا جائیگا۔ (۶) تمام روسی علاقہ کو خالی کر دیا جائے [illegible] اس سے اپنی پولیٹیکل ترقی اور قومی پالیسی کے آزادانہ طور پر تعین کے لئے بے روک ٹوک اور بغیر پریشانی کے موقعہ حاصل کرانے میں دنیا کی تمام اقوام کی بہترین اور آسان ترین امداد حاصل ہوسکے آیندہ مہینوں میں روس کے ساتھ جو سلوک دیگر اقوام کرینگی وہ انکی نیک نیتی کا اور اس امر کا کہ وہ اپنی خود غرضانہ ہمدردی کے بغیر اسکی ضروریات کو کہاں تک سمجھتی ہیں ایک زبردست ثبوت ہوگا۔

(۷) تمام دنیا اس بات پر متفق ہوگی کہ بلجیم کو اسکی بادشاہت کے جیسے دیگر آزاد اقوام کے ساتھ مشترکہ طور پر حاصل ہے محدود کرنے کی کوئی کوشش کرنے کے بغیر خالی کیا جانا چاہئے اور بحال کیا جانا چاہئے اس فعل سے بڑھکر کوئی دوسرا فعل اقوام کے درمیان ان قوانین پر جو انہوں نے ایکدوسرے کے ساتھ اپنے تعلقات کے متعلق قائم کئے گئے ہیں اعتماد کو بحال نہ کر سکیگا۔ اس کارروائی کے بغیر بین الاقوامی قانون کی تمام عمارت کو ہمیشہ کیلئے نقصان پہنچیگا۔ (۸) تمام فرانسیسی علاقہ آزاد کیا جانا چاہئے۔ اور مقبوضہ حصوں کو بحال کیا جانا چاہئے۔ اور ۱۸۷۱ء میں پرشیا نے آلسیس اور لورین کے معاملہ میں فرانس کے ساتھ جو ظلم کیا تھا جسکے قریب ۵۰ سال سے دنیا کے امن میں خلل ڈال رکھا ہے اسکی تلافی کی جانی چاہئے۔ تاکہ تمام کے مفاد میں ایکدفعہ پھر امن کو محفوظ کیا جائے۔ (۹) اٹلی کی سرحدوں کا تعین صاف طور پر قابل اعتراف لائنوں پر کیا جانا چاہئے۔ (۱۰) رومانیا سرویا اور مانٹی نگرو کو خالی کیا جانا چاہئے۔ اور مقبوضہ علاقہ کو بحال کیا جانا چاہئے سرویا کو سمندر میں آزاد اور محفوظ رستہ دیا جانا چاہئے اور بلقانی سلطنتوں کے مابین تعلقات نیز التزام قومیت کی تاریخی طور پر قائم شدہ لائنوں پر دوستانہ مشورہ سے طے کئے جانے چاہئیں اور انکی پولیٹیکل اور اقتصادی خودمختاری اور ملکی آزادی کے متعلق بین الاقوامی ضمانت دیجانی چاہئے (۱۲) موجودہ عثمانی سلطنت کے ترکی حصوں کو محفوظ بادشاہت کا یقین دلایا جانا چاہئے۔ لیکن دیگر اقوام کو جو اب ترکی حکومت کے ماتحت ہیں زندگی اور آزادانہ ترقی کے تحفظ کا یقین دلایا جانا چاہئے اور دردانیال کو بین الاقوامی ضمانتوں کے ماتحت مستقل طور پر کھلا اور آزاد ہونا چاہئے۔ (۱۳) ایک خودمختار پولش سلطنت قائم کیجائے جس میں پولش آبادی کے علاقے شامل ہوں اور انہیں سمندر میں آزادانہ طور پر آنے جانے کا رستہ حاصل ہو اور پولیٹیکل ترقی اور اقتصادی خودمختاری اور ملکی آزادی کے متعلق بین الاقوامی ضمانت دیجانی چاہئے (۱۴) یکساں طور پر چھوٹی اور بڑی سلطنتوں کی ملکی آزادی اور پولیٹیکل خودمختاری کی باہمی ضمانت دینے کے مقصد سے خاص معاہدات کے ماتحت اقوام کی ایک عام انجمن بنائی جانی چاہئے۔

(از قلم شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لا)

حرم سرا۔ پردہ۔ خلوت

خدا کا شکر ہے۔ کہ اسلام کی تمدنی اصلاحوں کی بابت متعصب اور دشمن عیسائی مصنفوں نے جو غلط بیانی اختیار کی ہے۔ وہ اب دن بدن دور ہو رہی ہے۔ اور اسلام کے آفتاب کی کرنیں اب گمراہی کی گھٹا دور کر کے روشنی کے شعاعوں کو پھیلا رہی ہیں۔ گزشتہ نمبروں میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ کثیر الازدواجی اسلام کا کوئی ضروری اور اہل اصول نہیں۔ اور اجازت طلاق کے محاسن کو تو خود اہل یورپ نے تسلیم کر لیا ہے اور باوجودیکہ ان کا مذہب اس ضرورت انسانی پر کوئی روشنی نہیں ڈالتا تاہم انہوں نے خود ساختہ قانون ملکی کی رو سے اجازت طلاق سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا ہے۔ اب ہم عورتوں کے مردوں سے الگ اور مستور رہنے کی مصلحت پر بحث کرتے ہیں۔

جس طرح کثیر الازدواجی کو ایک خاص اسلامی اصول سمجھنا غلطی پر مبنی ہے۔ اسی طرح یہ کہنا بھی ٹھیک نہیں۔ کہ عورتوں کی خلوت خالص اسلامی حکم ہے۔ زمانۂ قدیم کے مہذب یونانی اور اہل روما اپنی عورتوں کو مردوں سے حجاب کراتے تھے۔ اور کون شخص اس بات سے انکار کر سکتا ہے۔ کہ اُن دنوں یونان تہذیب اور علم میں ساری دنیا کا سرتاج تھا۔ فلسفہ اور ہر قسم کی صنعت کا گھر تھا۔ اس میں افلاطون اور سقراط جیسے جلیل القدر انسان پیدا ہوئے۔ لیکن ہم کو افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ عورت کو وہ چنداں قابل وقعت نہ سمجھتے تھے پروفیسر لیکی اپنی کتاب اخلاق یورپ کی تاریخ آگسٹس سے چارلی میگن کے زمانہ تک میں لکھتے ہیں۔ کہ یونانی قوانین کے رُو سے عورتوں کو گھر کے اندر پردے میں رکھا جاتا تھا۔ اور سوائے خاص ضرورت کے اُن کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہ تھی۔

اہل یونان عورت کے لئے کوئی حقوق تسلیم نہ کرتے تھے اور انکو وراثت سے بھی محروم سمجھتے تھے۔ کوئی یونانی لڑکی اپنی مرضی کے مطابق شادی نہ کر سکتی تھی۔ اسکو اپنے باپ کے حکم کے ماتحت پردہ میں رہنا پڑتا تھا۔ اور اگر کوئی لڑکی اپنے والدین کی ذرا بھی نافرمانی کرتی تو اس کے باپ کو اختیار تھا کہ وہ اسکو قتل کر ڈالے۔ حراست حرم کا رواج یونانیوں میں عام تھا۔ اور شہر ایتھنز میں زنانخانوں پر پہرہ رہتا تھا۔ روم میں بھی مردوں کو بحیثیت باپ یا خاوند عورت پر پورا اختیار تھا۔ اور ان سے لونڈیوں کی طرح سلوک کیا جاتا تھا اور اکثر اوقات مرد عورتوں کو اپنے ساتھ رکھنا ہتک عزت سمجھتے تھے

برّ اعظم ایشیا میں تمدنی تہذیب کے لحاظ سے اہل فارس سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ ان دنوں دربار فارس مابعد کے دربار پیرس کی طرح بارونق تھا۔ لیکن باوجود اس ترقی اور روشنی کے اہل فارس عورتوں کے بارے میں بڑے سخت تھے۔ اور اُن کو زیر حراست رکھتے تھے۔ چین اور کوریا میں بھی عورتوں کو مستور اور محجوب رکھا جاتا تھا ہندوستان میں اگرچہ کوئی باقاعدہ پردہ نہ تھا۔ لیکن ذاتوں کی حدبندی اور رسموں کی کثرت کی وجہ سے عورتوں کا تو کیا ذکر مرد بھی کھلی طرح آپس میں مل نہ سکتے تھے۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر تاریخ کو مطالعہ کیا جائے۔ تو ثابت ہوگا۔ کہ مرد و عورت کا میل ملاپ سوائے بہت ہی محدود طرز کے کبھی کسی حصہ دنیا میں نہیں ہوا۔ اور موجودہ ملاپ کی تحریک بیسویں صدی عیسوی کے ابتداء میں امریکہ سے شروع ہوئی خود انگلستان میں آج سے ایک نسل پیشتر عورتیں الگ تھلگ زندگی بسر کرتی تھیں۔ اور بہ نسبت آجکل کے مردوں سے بہت پرہیز اور حجاب کرتی تھیں۔ کوئی شریف زادی بغیر کسی محافظ عورت کے گھر سے باہر نہ نکلتی تھی۔ کرایہ کی گاڑی کی چھت پر اکیلے بیٹھنا سخت معیوب سمجھا جاتا تھا آجکل کا مروجہ انگریزی لباس باعث ننگ سمجھا جاتا تھا۔ ناچ اور فوری شادی یہ سب اس قسم کی باتیں ہیں کہ اگر ان دنوں ان کا ذکر کیا جاتا تو سب کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ جس طرح ہندوستان میں ذات پات کی قیود تھیں اسی طرح یورپ میں مراتب اور طبقات کی حدود تھیں اور اس طرح مرد اور عورتوں کو کھلے بندوں ملنے کا بہت کم اتفاق ہوتا تھا۔ اگر نظر عمیق سے دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ عورتوں کا پردہ میں الگ رہنا باعث عزت اور فخر ہے نہ کہ باعث ننگ و شرم۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس متبرک امر کے رواج دینے والے عورت کی بے حد عزت کرتے تھے۔ طرز معاشرت حیوانی زندگی سے بہت بہتر اور عمدہ ہے۔ اور یہ بات بالکل غلط ہے کہ پردہ کے معنی عورتوں پر بے اعتباری اور شک کرنا ہے۔ برخلاف اس کے اس میں تو اسبات [illegible] سکتی ہیں۔ لیکن مرد اُن کو نہیں دیکھ سکتے۔ گویا کہ مردوں کی نسبت عورت پر زیادہ اعتبار کیا گیا ہے۔

پردہ اور حجاب وغیرہ کا رواج ایشیا اور یورپ سب ملکوں میں رائج معلوم ہوتا ہے۔ جب انسان کے دل میں عزت کا خیال پیدا ہو گیا اور عورت کی عفت اور عصمت کا معیار زیادہ بلند ہو گیا۔ تو عورتوں کو بعض بدمعاشوں کی پُرشہوت نگاہوں سے بچانے کا خیال آیا۔ اس میں شک نہیں کہ ابتدائی زمانہ میں مرد و عورت دیگر حیوانوں کی طرح یکجا رہتے تھے۔ لیکن جُوں جُوں تہذیب بڑھتی گئی۔ مردوں کو یقین ہو گیا کہ مرد کی نسبت عورت زیادہ متبرک اور پاک ہے اس کی گود میں آنے والی نسل کی قسمت کا فیصلہ ہے۔ اسواسطے مرد و عورت کو مختلف کام اور فرائض تفویض ہونے چاہئیں۔ مرد محنت۔ مشقت کا کام کریں۔ اور عورتیں آسان اور نرم فرائض انجام دیں۔ قدرتی طور پر انسان قیمتی اور عزیز چیز کی حفاظت کرتا ہے اور جس قدر قیمتی کوئی موتی ہو۔ اسیقدر زیادہ حفاظت سے اُسکو مضبوط ترین صندوقوں میں رکھا جاتا ہے انسائیکلوپیڈیا میں "حرم" کی بابت مندرجہ ذیل الفاظ لکھے ہیں:-

"مشرق میں مرد و عورت کی تمیز کے لئے عورت کا محجوب اور مستور رہنا بہت قدیم زمانے سے مروج ہے۔ اور اسواسطے اس کی ابتدا قرآن سے پہلے کے زمانے میں تلاش کرنی چاہئے۔ قرآن تو صرف ایک عالمگیر رواج کے قواعد بتا کر اسکو ترتیب دیدیتا ہے۔"

مندرجہ بالا الفاظ کا لکھنے والا اگر یہ بھی لکھدیتا کہ حرم یا پردہ کا رواج مشرق کے ساتھ مخصوص نہیں تو راستی سے بعید نہ تھا۔ ایک وقت تھا کہ دنیا کے ہر حصے میں عورتیں مردوں سے حجاب کرتی تھیں۔ اور عوام الناس کا خیال تھا کہ عورت ایک پاک اور متبرک چیز ہے۔ اور اسکی حفاظت اور منزلت لازمی ہے۔ ان دنوں لوگوں کا مال ومتاع یا عزت اس قدر محفوظ نہ ہوتی تھی جس قدر کہ آج ہے۔ جس کی لاٹھی اسکی بھینس کا زمانہ تھا۔ اور ایک طاقتور آدمی یا قوم اپنے کمزور بھائی کے گھر بار و عورتوں پر قبضہ کرنا کوئی جرم نہ سمجھتا تھا۔ اور اکثر دفعہ ایک خوبصورت عورت پر قبضہ پانے کے لئے نہ صرف فرد واحد بلکہ قبیلے اور قومیں آپس میں لڑ مرتی تھیں ہندوستان میں سیتا جی کی خوبصورتی اور مصر میں کلوپیٹرا کی عشوہ گری نے اپنے اپنے ملک کی تاریخ میں بڑے بڑے جنگ کرائے۔ بہت سے قبیلوں کے ملکر ایک قوم بننے اور بین الاقوامی قوانین کے مرتب ہونے سے کہیں پہلے عورت کا حسن تباہی اور تکلیف کا باعث ہوا ہے۔ مرد عورت کے لئے ایکدوسرے سے اس طرح لڑتے تھے۔ جس طرح وحشی جانور مادہ کیلئے لڑتے ہیں۔ اس عالمگیر خطرے سے بچنے اور عورتوں کی عزت اور عفت کی حفاظت کرنے کے لئے عورتوں کو جو کہ قدرتی طور سے کمزور اور ناقابل حفاظت خود واقعہ ہوئی ہیں۔ اُن کو پردہ میں رکھنے کا رواج دنیا میں پھیل گیا۔

اہل یورپ میں مادہ پرستی کا میلان شروع سے اسقدر رہا ہے کہ آج تک اُس جگہ نہ کوئی نبی مبعوث ہوا ہے۔ اور نہ ہی کسی مذہب کی بنیاد رکھنے کا اسکو فخر حاصل ہوا ہے۔ اور آج بھی باوجود اس قدر ترقی کے مشرق ہی کے ایک نبی اللہ کے آگے سر جھکاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس اجنبی پیغمبر کے کلام کا مفہوم وہ ٹھیک طور پر نہیں سمجھے۔ اور ایک عاجز انسان کو مسند الوہیت پر بٹھانے کی غلطی کے مرتکب ہوئے جس طرح ان میں روحانیت کبھی نہیں آئی۔ اسی طرح عورت کی عزت اور وقعت کا خیال بھی ان کے وہم میں نہیں گذرا۔ وہ عورت کو اپنے جیسا گنہگار ...... سمجھتے ہیں۔ برخلاف اس کے ایشیا میں جسقدر شریف [illegible] کوئی خاندان ہے اسی قدر زیادہ عورت کو متبرک اور پاک سمجھتے اور اگر کوئی اوباش آدمی کسی کی بہو بیٹی یا بیوی کو نظر بد سے دیکھے یا اُن کی حرمت میں خلل انداز ہو تو وہ فوراً اسکو قرار واقعی سزا دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ جب تمدن نے اور بھی ترقی کی اور عورت کا رتبہ اور بھی بلند ہو گیا تو عورتوں کا غیر مردوں کے ساتھ ملنا معیوب خیال کیا جانے لگا۔ اس کے بعد اسبات کا خیال ہوا۔ کہ کسی مرد کو عورت کی بیحرمتی کا موقعہ ہی نہ دیا جائے اور اس کا بہترین ذریعہ پردہ اور حجاب سمجھا گیا۔ غالباً سب سے سخت پردہ ہندوستان میں کیا جاتا تھا۔ حالانکہ اہل ہنود میں پردہ بالکل رائج نہ تھا۔ جب غیر ملک کے باشندوں نے ان کو مغلوب اور مفتوح کر لیا۔ تو وہ اپنی عورتوں کو سخت پردہ کرانے

جلد ٦ | ... لاہور چہارشنبہ مؤرخہ ٢٥ ذوالحجہ ١٣٣٦ ہجری مطابق ٢ اکتوبر ١٩١٨ء | نمبر ٢٣

ملفوظات حضرت مسیح موعود

ایک نووارد اور حضرت مسیح موعود ؑ

١٣ فروری ١٩٠٣ء کو ایک ڈاکٹر صاحب لکھنؤ سے تشریف لائے تھے۔ ابول ان کے وہ بغدادی الاصل تھے۔ اور اسوقت عرصہ سے لکھنؤ میں مقیم تھے۔ ان کے چند احباب انہیں حضرت مسیح موعود کی خدمت میں بغرض دریافت حال بھیجا تھا ان کو مخاطب کرکے فرمایا۔

مسیح موعود:۔ آپ کہاں سے آتے ہیں؟

نووارد:۔ میں اصل رہنے والا بغداد کا ہوں۔ مگر اب عرصہ سے لکھنؤ میں رہتا ہوں۔ اور یہاں ہی میں نے اپنے تعلقات پیدا کر لئے ہیں۔ وہاں کے چند آدمیوں نے مجھے مستعد کیا کہ قادیان جاکر کچھ حالات دیکھ آئیں۔

مسیح موعود۔ امرتسر میں آپ کتنے دن ٹھیرے؟

نووارد۔ پانچ چھ روز۔

مسیح موعود۔ کیا کام تھا؟

نووارد۔ محض یہاں کے حالات معلوم کرنا اور راستہ وغیرہ کی واقفیت حاصل کرنا۔

مسیح موعود۔ کیا آپ کچھ عرصہ یہاں ٹھیرینگے؟

نووارد۔ کل جاؤں گا۔

مسیح موعود۔ آپ دریافت حالات کے لئے آئے اور کل جائینگے اس سے کیا فایدہ ہوا۔ یہ تو صرف آپ کو تکلیف ہوئی۔ دین کے کام میں آہستگی سے دریافت کرنا چاہیئے۔ تاکہ وقتاً فوقتاً بہت سے معلومات ہوجائیں۔ جب وہاں آپ کے دوستوں نے آپ کو منتخب کیا تھا۔ تو آپ کو یہاں فیصلہ کرنا چاہیئے۔ جب آپ ایک ہی رات کے بعد چلے جائیں گے۔ تو آپ کیا رائے قایم کرسکیں گے اب ہم نماز پڑھ کر چلے جائیں گے۔ آپ کو کوئی موقع ہی نہ ملا۔ اللہ تعالےٰ نے جو فرمایا ہے۔ کونوا مع الصادقین۔ کہ صادقوں کے ساتھ رہو۔ یہ معیت چاہتی ہے کہ کسی وقت تک صحبت میں رہے۔ کیونکہ جب تک ایک حد تک صحبت میں نہ رہے اسرار وحقایق کھل نہیں سکتے۔ وہ اجنبی کا اجنبی رہے گا۔ اور بیگانہ ہی رہتا ہے۔ اور کوئی رائے قائم کرنے کے قابل نہیں ہو سکتا

نووارد۔ میں تو پوچھوں گا۔ آپ اس کا جواب دے دیں۔ اس سے ایک رائے قایم ہو سکتی ہے۔ جن لوگوں نے مجھے بھیجا ہے۔ انھوں نے تقیہ تو کیا ہی نہیں کہ جاکر کیا دیکھوں۔ آپ چونکہ ہمارے مذہب میں ہیں۔ اور آپ نے ایک دعویٰ کیا ہے۔ اس کا دریافت کرنا ہم پر فرض ہے۔

مسیح موعود۔ بات یہ ہے۔ کہ مذاق تھر صحبت نہیں ... ڈالتا ہے۔ اور ماموروں کے لئے تو سنت چلی آئی ہے کہ لوگ ...

ان پر ہنسی اور ٹھٹھا کرتے ہیں۔ مگر حسرت ہنسی کرنے والوں پر ہی رہ جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں فرمایا ہے:۔

یٰحسرۃً علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزؤن۔ ناواقف انسان نہیں جانتا کہ اصل حقیقت کیا ہے؟ وہ ہنسی اور مذاق میں ایک بات کو اڑانا چاہتا ہے۔ مگر تقویٰ ہے جو اسے راہ حق کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔

میرا دعوےٰ ایسا دعویٰ نہیں رہا۔ جو اب کسی سے مخفی ہو اگر تقویٰ ہو تو اس کے سمجھنے میں بھی اب مشکلات باقی نہیں رہیں۔ اس وقت صلیبی غلبہ حد سے بڑھا ہوا ہے۔ اور مسلمانوں کا ہر امر میں انحطاط ہو رہا ہے۔ ایسی حالت میں تقویٰ کا یہ تقاضا ہے اور وہ یہ سبق دیتا ہے کہ تکذیب میں مستعجل نہ ہو۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے وقت میں یہود نے جلدی کی اور غلطی کھائی۔ اور انکار کر بیٹھے نتیجہ یہی ہوا کہ خدا کی لعنت اور اس کے غضب کے نیچے آئے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت عیسائیوں اور یہودیوں نے غلطیاں کھائیں۔ اور انکار کر دیا۔ اور اس نعمت سے محروم رہے جو آپ لے کر آئے تھے۔ تقویٰ کا یہ لازمہ ہونا چاہیئے کہ ترازو کیطرح حق وانصاف کے دونوں پلے برابر رکھے۔ اسی طرح اب ایسا یہ زمانہ آیا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے دنیا کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے یہ سلسلہ قایم کیا۔ تو اسی طرح مخالفت کا شور اٹھا جیسے شروع سے ہوتا آیا ہے۔ یہی مولوی جو اب منکر ہیں اور کفر کے فتوے دیتے ہیں۔ میرے مبعوث ہونے سے پہلے یہ لوگ منبروں پر چڑھ کر بیان کیا کرتے تھے۔ کہ تیرھویں صدی بہت خراب ہے جس سے بھیڑیوں نے بھی پناہ مانگی ہے۔ اور اب چودھویں صدی آئی ہے۔ جس میں مسیح اور مہدی آئے گا۔ اور ہمارے دکھوں کا علاج ہوگا۔ یہاں تک کہ اکثر اکابران امت نے آنیوالے تو سلام کی وصیت کی۔ اور سب نے یہ تسلیم کیا کہ جس قدر کشوف اہل اللہ کے ہیں۔ وہ چودھویں صدی سے آگے نہیں جاتے ہیں۔ مگر جب وہ وقت آیا۔ اور آنے والا آگیا۔ تو وہی زبانیں انکار اور سب وشتم کے لئے تیز ہوگئیں۔ تقویٰ کا تقاضا یہ تھا کہ اگر وہ تسلیم کرنے میں سب سے اول نہ ہوتے تو انکار کے لئے بھی تو جلدی نہیں کرنی چاہیئے تھی۔ کم از کم تصدیق اور تکذیب کے دونو پہلو برابر رکھتے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ بدوں نصوص قرآنیہ و حدیثیہ اور دلایل قویہ عقلیہ وتائیدات سماویہ کے مان لیں۔ مگر ہم یہ افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ وہ مسلمان جن کو قرآن شریف میں سورۃ فاتحہ ... ہدًی للمتقین سکھایا گیا تھا اور جن کو یہ تعلیم ... ان اولیاءہ الا المتقون اور جن کو بتایا گیا تھا ... اللہ من المتقین ان کو کیا ہوگیا انہوں نے اس معاملہ میں اس قدر جلد بازی سے کام لیا اور تکفیر وتکذیب کے لئے دلیر ہوگئے۔ ان کا فرض تھا کہ وہ میرے دعاوی اور دلایل کو سنتے اور پھر خدا سے ڈر کر ان پر غور کرتے۔ کیا ان کی جلد بازی سے پتہ لگ سکتا ہے کہ انہوں نے تقویٰ سے کام لیا ہے۔ جلد بازی اور تقویٰ کبھی دونوں اکٹھے نہیں ہو سکتے نبیوں کو اللہ تعالےٰ نے یہی کہا فاصبر کما صبر اولوالعزم پھر عام لوگوں کو کس قدر ضرورت تھی کہ وہ تقوے سے کام لیتے اور خدا سے ڈرتے۔

اخبار احمدیہ

ایک مبارک تقریب

٢٩ ستمبر ١٩١٨ء کا دن احمدیہ بلڈنگس لاہور میں خاص چہل پہل کا دن تھا۔ اس دن ایک نہایت مبارک تقریب سے احباب ... مسرور ہوئے جس کے لئے ہمارے مکرم ومعظم بزرگوار جناب ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب اور حضرت مولانا مولوی غلام حسن صاحب پشاوری خاص طور پر مستحق مبارکباد ہیں۔

حضرت مولانا کے صاحبزادہ عبدالحمید خاں کی نسبت ایک ڈاکٹر میرزا صاحب کی صاحبزادی سے قرار پائی ... کا دن نکاح کے لئے کچھ دنوں سے مقرر تھا جس سے حضرت مولینا موصوف اور بعض دیگر احباب ... کی صبح کو لاہور تشریف فرما ہوئے۔

٢٩ کی صبح کو حسب قرارداد مسجد احمدیہ میں معززین شہر کا ایک بڑا مجمع ہوگیا۔ جسمیں حضرت مولینا مولوی صدرالدین صاحب نے خطبہ نکاح پڑھا۔ اور آنحضرت صلعم کے مستورات کے ساتھ حسن سلوک اور مروت کو بطریق احسن بیان کیا۔ آپ نے بتایا کہ کس طرح سے حضرت رسول کریم صلعم خدیجۃ الکبرےٰ جیسی بوڑھی عورت کی عزت کیا کرتے تھے۔ اور نہ صرف اپنی ہی بیوی سے ہی بلکہ ان کی سہیلیوں سے بھی حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ دوران تقریر میں آپ نے اس لغو اعتراض کا بھی ذکر کیا جو بدبخت مخالفین آنحضرت صلعم کے ایک سے زیادہ نکاحوں پر کیا کرتے ہیں۔ اور بتایا کہ سوائے عائشہ رضہ کے جو بادن سال کی عمر میں آپکے نکاح میں آئیں، باقی آپ کی تمام بیویاں بیوہ ہی تھیں اور باوجود بادشاہت کے آپ کی سادہ عادات ثابت کرتی ہیں کہ عیش وعشرت آپکا مقصد نہ تھا۔

ان تمام اعتراضات کا قلع قمع کرتے ہوئے آپنے اس اسوہ حسنہ کی پیروی کی نصیحت کی۔ اور بتایا کہ عورتوں پر مردوں کیطرف سے ظلم اور سختیوں کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ لوگ دعا کرتے ہیں کہ ان کے گھر میں لڑکی پیدا نہ ہو۔ اس لئے چاہیئے کہ اپنے رویہ کو بدل کر نرمی اور خلق کا برتاؤ کیا جائے ... چار دیواری میں بند رہنے والی مستورات ... ان ... کرنا جو مردوں کو باہر کے تجارب سے حاصل ہیں ...

ان نصائح کے بعد آپنے رسم ایجاب وقبول ... روپیہ مہر پر نکاح کا اعلان کیا۔ اللہ تعالےٰ مبارک ... نکاح کے بعد حاضرین کو حضرت میرزا صاحب ... دعوت کھلائی گئی جسکے لئے وہ ... مستحق شکریہ ہیں۔

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ چہارشنبہ مورخہ ۲ اکتوبر ۱۹۱۸ء نمبر ۲۴

مہدی موعود ابناء فارس سے

(۳)

حضرت مرزا صاحب کے فارسی النسل ہونے کا ثبوت

اشاعت ہائے ماسبق میں ہم . . . . . . بدلائل قاطعہ ثابت کر چکے ہیں کہ

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے ایمان کے اُٹھ جانے کے وقت کسی فارسی النسل انسان کو ذریعہ اسکے دوبارہ دنیا میں واپس آنے کی خبر دی ہے۔

(۲) امت مسلمہ پر ایسا زمانہ جب دین و ایمان دنیا سے اُٹھ جائے مسیح و مہدی ہی کا زمانہ قرار دیا گیا ہے۔

(۳) اہل فارس کو اعظم الناس نصیباً فی الاسلام آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے مسیح و مہدی کے سوا آنحضرت صلعم کے بعد کون ہے جو اس تعریف کا مستحق ہو۔

(۴) جس قدر احادیث مہدی موعود کے متعلق آئی ہیں۔ ان میں سے لا مہدی الا عیسٰے کی حدیث زیادہ قرین صحت اور صواب ہے۔

لیکن اس قدر مراحل طے کرنے کے بعد ایک یہ سوال ابھی باقی رہ جاتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کیونکر فارسی النسل ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ آپ مغلیہ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اس اعتراض کو جناب حائری اور ان کے ایک شاگرد رشید مولوی احمد علی شیعی نے بھی "ذوالفقار" میں بڑے زور شور سے دوہرایا ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب کے اپنے آپ کو فارسی النسل قرار دینے پر منکرین مامورین کی سنت کے مطابق خوب ہی تمسخر و استہزا سے کام لیا ہے۔ شاید شیعوں کے امام منتظر پر ان کا خیال چلا گیا ہو۔ جس کو باوجود . . . . آنحضرت صلعم کے بعد پیدا ہونے کے اہلبیت میں شمار کیا جاتا ہے۔ حالانکہ شخص آنحضرت صلعم کے وقت میں موجود ہی نہیں تھا۔ جو آپ کے بہت مدت بعد پیدا ہوتا ہے۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کو اپنی چادر میں لے کر دعا کی ہے۔ یا اپنے اہلبیت میں سے قرار دیا ہے۔ ان میں بھی وہ شامل نہیں۔ اس کو شیعی معتقدات کے مطابق اہل بیت میں شامل کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے زیادہ سے زیادہ شیعوں کے امام مہدی کو بہ فاطمی النسل ہونیکے سید قرار دے لو (اگر وہ کہیں صفحہ ہستی پر موجود ہو) لیکن اہل بیت رسول اللہ صلعم میں وہ کیونکر شامل ہو سکتا ہے۔ یا یہ فیصلہ کردو کہ تم ہی سید رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہو۔

جناب حائری نے کہنے کو تو سلمان منا اہل البیت کے صریح قول کو یہ کہکر نظرانداز کر دیا کہ اس سے سلمان کا حقیقتاً اہل بیت میں سے ہونا مراد نہیں۔ بلکہ بلحاظ متابعت اسے اہل بیت میں سے قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام کے لڑکے کو عدم متابعت ہی کے باعث اہل بیت میں سے خارج ٹھہرایا گیا تھا۔ لیکن اتنا غور نہ کیا کہ مہدی موعود کے متعلق یہ کہاں لکھا ہے۔ کہ وہ جسمانی طور پر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ہونا چاہیئے۔ اور اس کا آپ کے ساتھ روحانی تعلق فرزندیت اہل البیت میں شامل کرنے کے لئے کافی نہیں۔ اگر سلمان منا اہل البیت سے سلمان علیہ السلام باوجود فارسی النسل ہونے کے جناب حائری کے دار الافتا سے بھی اہل بیت میں سے قرار پا چکے ہیں۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت آپ نے اختیار کی۔ اگر نوح علیہ السلام کا فرزند باوجود جسمانی طور پر ان کے اہل بیت میں سے ہونے کے جناب الٰہی سے انه لیس من اھلك کا مورد ٹھیرتا ہے۔ اور صرف اس کی عدم متابعت کو ہی اس کے نوح کے اہل سے نہ ہونے کے لئے کافی سمجھ لیا جاتا ہے۔ اور کسی جسمانی تعلق فرزندیت کی پروا نہیں کی جاتی۔ تو کیوں یہ کہنا جائز نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مہدی علیہ السلام کے "اپنی اولاد میں سے ہونے کی خبر دی"۔ تو اس سے بھی وہی روحانی تعلق فرزندیت ہی مراد ہے نہ کہ جسمانی۔ یا جناب حائری بتائیں کہ کونسی حدیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ مہدی کا آنحضرت صلعم سے جسمانی تعلق فرزندیت ہونا ضروری ہے۔ حدیث میں تو زیادہ سے زیادہ مہدی کے آنحضرت صلعم کی اولاد میں سے ہونے کی خبر دی گئی ہے

سلمان منا اہل البیت کی طرح اس فارسی النسل کو بھی آنحضرت صلعم نے بسبب اتباع کامل اپنی اولاد میں سے ہی قرار دیا ہے اور من ولدی سے جسمانی تعلق فرزندیت مراد نہیں۔

لیکن اس کے علاوہ اس سوال پر غور کرنا بھی ضروری ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا باوجود مغل ہونے کے اہل فارس میں سے ہونے کا دعوے کہاں تک صحیح ہے۔ اس سوال کے جواب میں جناب حکیم مرزا خدا بخش صاحب نے اپنی مستم بالشان تصنیف عسل مصفےٰ میں نہایت مفصل اور سیر کن بحث کی ہے۔ جس میں آپ نے تاریخی حوالوں اور جغرافی تحقیقات سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا باوجود مغل ہونے کے فارسی النسل ہونا حقیقت کے خلاف نہیں۔ اور فی الحقیقت اگر ان حوالجات کو بنظر انصاف دیکھا جائے۔ جو جناب مرزا صاحب نے اس بارہ میں پیش کئے ہیں۔ تو اس حقیقت نفس الامری کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اور جناب حائری اور دیگر معترضین کے تمام اعتراضات کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ ہم بھی جناب مرزا صاحب کے پیش کردہ متعدد دلائل میں سے چند ایک کو اپنے الفاظ میں نقل کئے دیتے ہیں۔ اور پھر دیکھیں گے کہ جناب حائری اور ان کے شاگرد رشید اسکے متعلق کیا فرماتے ہیں۔

سب سے پہلے یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے بزرگ جیسا کہ آپ نے خود بتایا ہے۔ سمرقند سے ہجرت کرکے ہندوستان میں آئے تھے۔ اور سمرقند وہ جگہ ہے جو گو آج فارس کی حدود میں شامل نہیں۔ لیکن کسی زمانہ میں فارس ہی کا ایک علاقہ تھا۔ بلکہ اگر فارس کی ان حدود پر نظر کی جائے جو معجم البلدان جیسی اعلیٰ پایہ کی جغرافی کتاب میں درج ہیں۔ تو سمرقند کیا تھا اور بھی بہت سی سرزمین کو فارس ہی کا قدیم علاقہ ماننا پڑتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

فارس ولایة واسعة واقلیم فسیح اول حدودها من جهة العراق ارجان ومن جهة کرمان سیرجان ومن ساحل بحر الهند سیراف ومن جهة السند مکران

یعنی فارس ایک وسیع ولایت اور لمبا چوڑا ملک ہے۔ اول اسکی حدود عراق کی طرف سے ایران تک اور کرمان کی طرف سے سیرجان تک اور ساحل بحر ہند کی طرف سے سیراف تک اور سندھ کی جانب سے مکران تک پھیلی ہوئی ہیں۔

ان حدود سے صاف ظاہر ہے۔ کہ فارس کا ملک کسی زمانہ میں کس قدر وسیع مملکت پر مشتمل تھا۔ اور اس کے مقابلہ میں موجودہ فارس کیا حقیقت رکھتا ہے۔ پھر اس قدر وسیع مملکت کے انتہا اور ان حدود کے اندر جو کہ آج سے پہلے بقول معجم البلدان فارس کی تھیں۔ سمرقند اہل میں کیوں شامل نہیں ہو سکتا۔ اور وہاں کے رہنے والے فارسی النسل کیوں نہیں قرار پا سکتے؟

لیکن اس سے بھی بڑھ کر صاف اور کھلی شہادتیں فردوسی طوسی کے شاہنامہ سے ملتی ہیں۔ جس نے کیخسرو شاہ فارس کی طرف سے توران کا علاقہ جسمیں سمرقند واقعہ ہے۔ کیانی خاندان کے ایک فرد جہن کو دیئے جانے کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ

بفرمود تا جہن افراسیاب ✤ بیارند پیش با جاه و آب

کیخسرو نے حکم دیا کہ افراسیاب کے بیٹے جہن کو میرے حضور بڑی تعظیم اور عزت کے ساتھ لاؤ۔

بر آسائے اکنوں و برخور ز بخت ✤ ترا داد خواہم کیے تاج و تخت

کیخسرو نے جہن سے کہا۔ اب تم خوش ہو اور اب تم بخت کا ثمرہ اٹھاؤ میں تمہیں ایک تاج اور تخت دیتا ہوں۔

ہماں کشور تور دادم بتو ✤ کزاں تخمہ تور شادم بتو

وہی تور کی ولایت میں نے تجھکو مرحمت کی ہے۔ کہ جس نسل تور کی وجہ سے میں تجھ سے خوش ہوں۔

نبیرہ پشنگی فریدوں نژاد ✤ نباید کہ پیچی تو سر را ز داد

تو پشنگ کا پوتا اور فریدون کی نسل سے ہے۔ اس لئے تجھے لازم ہے کہ عدل و انصاف سے روگردانی ہرگز نہ کرنا۔

مرا با تو مہرست و پیوند خون ✤ نباید کہ آئی ز پندم بروں

مجھے آپ سے محبت اور نیز تعلق خون ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ تم میری نصیحت سے باہر قدم نہ رکھو گے۔

ان اشعار کو دیکھ کر کون عقلمند ہے۔ جو اس بات کا یقین نہ کرے کہ توران کسی زمانہ میں ایران کے ساتھ ملک فارس ہی کا ایک صوبہ تھا۔ اور فارسی حکومت کے ماتحت۔ ورنہ اگر یہ فارس ہی کا ایک علاقہ نہیں تھا تو سلطنت فارس کے فرمانروا کیطرف سے

مرا با تو مہرست و پیوند خون

کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا تھا۔ حافظ شیرازی نے بھی اسی توران کی سلطنت کے دیئے جانے کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ

بخال ہندوش داد م سمرقند و بخارا را

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سمرقند اور بخارا دونوں ہی سلطنت فارس میں شامل تھے۔ اور یہ کہنا غلط ہے کہ وہ فارس کی حدود میں چونکہ اب نہیں۔ اس لئے وہاں کا کوئی آدمی فارسی النسل نہیں ہو سکتا۔

ایک اور ثبوت اس بات کا کہ حضرت مرزا صاحب دراصل فارسی النسل ہیں۔ شیعوں کی معتبر تصنیف طبقات ناصری سے ملتا ہے۔ جہاں لکھا ہے کہ

"و امام محمد علی ابو القاسم عمادی در تاریخ مجدول چنیں می آرد کہ امیر سبکتگین از فرزندان یزدجرد در بلاد مرو در آسیائے کشتہ شد در عہد خلافت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ و اتباع و اشیاع یزدجرد بہ ترکستان افتادند و با ایشاں قرابتے کردند و چوں بطنے دو سہ گذشت ترک شدند و قصرہائے ایشاں در آں دیار ہنوز برقرار ہست و ذکر نسبت ایشاں بریں منوال بود کہ در قلم آمد تا در نظر بادشاہ عالم خلد اللہ ملکہ و سلطانہ و ناظران آید انشاء اللہ العزیز۔ سبکتگین بن جوق قرا بحکم بن قرا ارسلان بن قرا ملت بن قرا نعمان بن فیروز بن یزدجرد بادشاہ فارس ✤

ترجمہ امام محمد علی ابو القاسم عمادی تاریخ مجدول میں اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ امیر سبکتگین بادشاہ یزدجرد کی اولاد میں سے تھا۔ اور یزدجرد امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں بلاد مرو کے ایک گاؤں میں مارا گیا تھا۔ اور اس کی اتباع اور اولاد اس کے بعد ترکستان ہی میں رہ بیٹھے اور وہاں کے لوگوں سے رشتہ قرابت پیدا کر لئے۔ اور جب دو تین پشتیں گذر گئیں تو ترکوں میں شمار ہو کر ترک کے نام سے پکارے جانے لگے۔ اور ان کے محلات ان ممالک میں اب تک موجود ہیں یہی انکا اصل حال ہے جو لکھا گیا تاکہ بادشاہ عالم خلد اللہ ملکہ و سلطانہ اور عوام ناظرین کے ملاحظہ سے گذرے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور نسب امیر سبکتگین اس طرح پر ہے۔ سبکتگین بن جوق قرا بحکم بن قرا ارسلان بن قرا ملت بن قرا نعمان بن فیروز بن یزدجرد بادشاہ فارس۔

بعینہ یہی حال تاریخ فرشتہ میں بھی لکھا ہے (ملاحظہ ہو جلد اول صفحہ ۱۸) اس سے صاف ثابت ہے کہ یزدجرد بادشاہ جو شاہ سبکتگین کا مورث اعلےٰ ہے کسی مصلحت سے ترکستان میں چلا گیا تھا اور وہیں اس کی اولاد آباد رہ کر رشتے ناطے کر لینے کے سبب ترک کے نام سے مشہور ہو گئی۔

یہ یزدجرد کس خاندان سے تھا۔ اور کس ملک سے ہجرت کرکے ترکستان میں آیا اس کا جواب ناسخ التواریخ جلد ۲ سے ملتا ہے جہاں لکھا ہے کہ

"یزدجرد بن بہرام بن شاہپور از خاندان ساسانی در مملکت ایران ۵۹۷۴ بعد از ہبوط آدم علیہ السلام بود۔ از آنجا بفارس آمد و از انجا کوچ دادہ اراضی کرمان و خراسان را درنوشت و با ارض گرگان آمد۔ ناگاہ اسپ ہر دو پائے برگرفت و چنانش بر سینہ کوفت کہ در زمان جان بداد"۔

یعنے یزدجرد بن بہرام بن شاہپور خاندان ساسانی میں سے مملکت ایران میں تھا۔ پھر وہ ایک جگہ سے فارس میں آیا اور وہاں سے کوچ کرکے کرمان و خراسان کے علاقہ میں چلا گیا اور وہاں سے گرگوں کے ملک میں وارد ہوا۔ جہاں ناگہاں ایک گھوڑے نے اس کے سینہ پر دولتہ مارا کہ جس کی ضرب سے وہ جانبر نہ ہو سکا ان الفاظ میں صاحب ناسخ التواریخ نے یزدجرد کو ساسانی خاندان میں سے بتایا ہے۔ اور وہی حضرت مرزا صاحب کا بھی خاندان ہے۔ پھر اسکے خراسان میں جا کر مارے جانے کا ذکر کیا ہے اور اسی خراسان میں سمرقند کا علاقہ بھی ہے۔ جو صاف ثابت کرتا ہے کہ اہل ترکستان اور بالخصوص سمرقند کے رہنے والوں میں یزدجرد کی اولاد میں سے فارسی النسل لوگ بھی شامل ہیں اور انہی میں سے حضرت مرزا صاحب بھی ایک ہیں۔

یہ وہ چند تاریخی ثبوت ہیں جو حضرت مرزا صاحب کے فارسی النسل ہونے پر صاف طور پر شاہد ہیں۔ سمجھ نہیں آتی کہ اسقدر کھلی کھلی شہادتوں کے باوجود جناب حائری و دیگر مخالفین مسیح موعود کیونکر آپ کے فارسی النسل ہونے سے انکار کر دیتے ہیں۔ نرا آپکے مغل ہونے کو آڑ بنا لینا اور ان تاریخی شہادتوں کو مد نظر نہ رکھنا کہاں تک لائق دیانت ہے کیا جناب حائری اس پر غور فرمائیں گے؟

مسٹر پٹیل کے مسودہ قانون پر سماجی اور سناتن دھرمیوں کا مقابلہ

آنریبل مسٹر پٹیل کے اس مسودہ قانون کا ذکر ان کالموں میں ہو چکا ہے۔ جو وائسرائے کی کونسل میں ہندوؤں کی مختلف ذاتوں کی باہمی شادی دبیاہ کے جواز کے متعلق انہوں نے پیش کیا ہے۔ اس مسودہ پر جیسے کہ توقع تھی سناتن دھرمی اور سماجی اخبارات میں خوب معرکہ آرائیاں ہو رہی ہیں۔ آریہ سماجی اخبارات اس پر زور دے رہے ہیں کہ یہ مسودہ قانون بالضرور پاس ہونا چاہیئے۔ اور اسی کے لئے وہ اپنے لوگوں کو اکسا رہے ہیں کہ ان کی تائید خوب زور شور سے کی جائے۔ بلکہ آریہ گزٹ نے تو اس قانون کی حمایت میں یہاں تک لکھ دیا ہے کہ "ہندو شاستروں نے اس قسم کی شادی کو جائز قرار دیا ہے" اس کا بیان ہے کہ شاستروں میں اس قسم کی سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں۔ جہاں کہ براہمنوں اور کشتریوں نے شودر استریوں کے ساتھ بیاہ کیا ہے۔"

دوسری طرف سناتن دھرمی اخبارات اس کی سختی کے ساتھ مخالفت کر رہے ہیں۔ بالخصوص براہمنوں کا طبقہ تو اس پر سخت چیں بجبیں ہو رہا ہے۔ اور ان کی طرف سے جگہ بجگہ جلسے ہو رہے ہیں جن میں اس قانون کے خلاف ریزولیوشن پاس کر کے حضور وائسرائے کو بھیجے جا رہے ہیں۔ ان کے نزدیک اس مسودہ کو اگر اسے بشکل قانون نافذ کیا جائے۔ نہ صرف ہندو شاستروں ہی کی مخالفت ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے ہندو سوسائٹی بہت سے مادی اور تمدنی فوائد سے محروم ہو جائے گی۔ بلکہ بقول سناتن دھرم پترکا "یہ بھی دوسری جاتیوں (قوموں) کی طرح گم ہو جاوے گی۔"

اس کو چھوڑ کر دونوں میں سے کونسا بیان صحیح ہے۔ اور اس قانون سے ہندو قوم کو کہاں تک فائدہ یا نقصان پہنچ سکتا ہے دیکھنا صرف یہ ہے کہ اس باہمی جد و جہد میں فتح کس کی ہوتی ہے اگر آریہ سماج نے فتح پائی تو قدیم ہندو تمدن و معاشرت کا جو سناتن دھرمیوں کے اندر نظر آتی ہے (خواہ وہ شاستروں کے اندر پائی جاتی ہے یا نہیں) خاتمہ سمجھنا چاہیئے۔ اور اگر سناتن دھرمی غالب آئے تو آریہ سماج کی اپنے خیالات کی ترویج کے متعلق رہی سہی امیدوں پر بھی پانی پھر جائے گا۔ گو اس میں شک نہیں کہ ہمارا یا اسلام کا فائدہ دونو ہی طرح ہے۔ اول الذکر صورت میں بھی اسلام ہی کے اندر عالمگیر مذہب کے دستور العمل کا پایا جانا ظاہر اور درخشاں رہے گا۔ اور موخر الذکر حالات میں بھی ہندو مذہب کو اس بارہ میں اسلام ہی کو اپنا پیشرو ماننا پڑے گا۔

فطرت سے فطرت کے خدا کی شناخت

مسیحی معاصر نور افشاں اس عنوان سے ایک مسلسل افتتاحیہ اپنی ہر اشاعت میں لکھ رہا ہے جس میں اس نے بتایا ہے کہ کس طرح سے اس فطرت سے جو اللہ تعالے نے اپنی مخلوق کے اندر ودیعت کی ہے۔ خدا کو پہچانا جا سکتا ہے۔ ہمیں اس جگہ اس مضمون یا ان دلائل کو دوہرانے کی ضرورت نہیں۔ جو نور افشاں نے اس افتتاحیہ میں قلمبند کئے ہیں۔ بلکہ ہم صرف فطرت کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ جو اللہ تعالے نے گناہ اور اس کی سزا کے متعلق انسانوں کے اندر ودیعت فرمائی ہے۔ ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ جو مجرم کوئی گناہ کرتا ہے۔ وہی اس کی سزا پاتا ہے۔ اور کہیں نہیں ہوتا کہ زید نے چوری کی ہو۔ تو بکر کو پکڑ کر جیل میں ڈال دیا جائے اگر سزا ملنی ہے تو زید ہی کو ملیگی۔ بکر کو کسی صورت میں بھی مل نہیں سکتی کیونکہ یہ عقل اور قانون فطرت کے صریحاً خلاف ہے۔ نہ ہی زید کی جگہ بکر کو سزا دینے سے زید کی کوئی اصلاح ہو سکتی ہے۔

ایسا ہی گناہوں پر معافی فطرت کا ایک عام تقاضا ہے۔ دنیا میں ہر روز سینکڑوں جرم ہوتے ہیں۔ جن پر مجرم بمنت حکام سے معافی کے طلبگار ہوتے ہیں۔ اور بسا اوقات حاکم بھی اس کے حالات کو اس کے متقاضی دیکھ کر اسے معاف کر دیتے ہیں بلکہ اسے پاس سے بعض لوک کچھ نہ کچھ بطور عطیہ بھی دیدیا کرتے ہیں۔ یہی کو جناب مسیح نے بیان کیا۔ جب یہ دعا آپ نے فرمائی

"جس طرح ہم نے اپنے قرضداروں کو معاف کیا ہے۔ تو تُو ہمارے قرض ہمیں معاف کر"

بعد ازاں:

"مبارک ہیں وہ جو رحم دل ہیں۔ کیونکہ ان پر رحم کیا جائے گا۔"

تو رحم دلی اور بخشش انسانی فطرت کا ایک تقاضا ہے جس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا لیکن ان فطرتی تقاضاؤں سے بھی آیا ہم خدا کو پہچان سکتے ہیں یا نہیں۔ جس نے اس فطرت کو اپنی مخلوق کے اندر پیدا کیا" فطرت سے فطرت کے خدا کی شناخت" بیشک ایک سنہری قانون ہے۔ لیکن آیا یہ شناخت اس سے بھی ہو سکتی ہے۔ کہ ہم عادل ہیں۔ اور اسی عدل ہی کے تقاضا سے مجرم کو اس کے جرم کی سزا دیتے ہیں۔ نہ اس کی جگہ کسی اور بیگناہ کو اس لئے ہمارا خدا بھی عادل ہے۔ اس کی عدالت بھی ہم کو ہی ہمارے گناہوں کی سزا دے گی۔ اور کسی اور کو نہیں۔ ہم "رحم دل" ہیں۔ اور اپنے مجرموں کو اکثر معاف بھی کر دیا کرتے ہیں۔ یا بالفاظ دیگر ہم اپنے قرضداروں کو قرض بھی معاف کر دیتے ہیں۔ اسلئے ہمارا خدا بھی جو رحیم ہے جو ہمارے گناہوں کو بخشتا اور باوجود عادل ہونے کے ہمیں گناہوں کی سزا سے بھی بچا لیتا ہے تاکہ ہم اپنی اصلاح کر کے نیک راہ پر گامزن ہو جائیں۔ اسکو چھوڑ کر کہ جناب مسیح خدا یا خدا کے بیٹے تھے یا نہیں۔ ہمیں صرف اس فطرت کو دیکھنا ہے۔ جو ہر ایک انسان کے اندر کم و بیش موجود ہے۔ آیا ہمارا خدا بھی اس فطرت ہی کے مطابق ہونا چاہیئے یا کچھ اور۔

کیا معاصر نور افشاں اس کا جواب دیگا؟

کیا نبوت ایمان کا ہی ایک اعلیٰ مرتبہ ہے؟

مکرم جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے جس دن سے نبوت کے وہبی یا کسبی ہونے کے متعلق میاں صاحب کے مذہب کو ان کے اپنے الفاظ سے آشکارا کیا ہے۔ اڈیٹر الفضل کے چیلنج کا جواب دیتے ہوئے حقیقۃ النبوۃ کے حوالجات سے بتایا ہے کہ نبوت کو میاں صاحب کسبی ہی مانتے ہیں اور اسے "ایمان کا ہی ایک اعلےٰ مرتبہ" سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد سے تو الفضل نے تو خاموشی ہی اختیار کر لی ہے۔ نہیں معلوم اندر ہی اندر اس حقیقت حال کے کھل جانے پر کیا کچھ پیچ و تاب کھا رہے ہوں گے۔ لیکن ان کی جگہ اب گوجرانوالہ کے حکیم محمد دین صاحب نے طبع آزمائی شروع کی ہے۔ اور خلافت مآب کے اس مذہب کو تسلیم کرتے ہوئے کہ "نبوت ایمان کا ہی ایک اعلےٰ مرتبہ ہے" آیہ کریمہ فاولٓئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین سے اس کی صداقت کو ثابت کرنا چاہا ہے۔ لیکن حکیم صاحب کو اس آیت کو لکھتے ہوئے معلوم نہیں مع الذین کا لفظ کیوں بھول گیا۔ کیا نبیوں کی معیت اور نبوت ایک برابر ہے۔ صدیق اور شہداء اور صالحین بن جانے کی تو دوسری جگہ صراحت بھی کر دی ہے . . . .

. . . .

. . . .

. . . . لیکن نبوت کی نہیں۔

حکیم صاحب کو چاہیئے کہ یا تو اس معیت کے عقدہ کو حل کریں اور یا کسی دوسری آیت سے ثابت کریں۔ کہ "نبوت ایمان کا ہی ایک اعلےٰ مرتبہ ہے" اور پھر اس صورت میں گذشتہ تیرہ سو سال میں امت مسلمہ کس قدر ظلمت اور تاریکیوں میں مبتلا رہی۔ کہ ان کا کوئی ایک فرد بھی اس ایمان کے اعلےٰ مرتبہ پر نہ پہنچ سکا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا سرٹیفکیٹ ملنے کے باوجود حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان کی حالت پیدا ہو جانے کے بعد۔ پھر بھی صحابہ کرام جیسے عظیم الشان انسان کیا تھے۔ از روئے مذہب میاں صاحب اور حکیم صاحب ناکامل الایمان۔ یہ ہے نتیجہ اس باطل عقیدہ کا جو "نبوت ایمان کا ہی ایک اعلےٰ مرتبہ ہے" کے الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور پھر اس ایمان کے اعلےٰ مرتبہ کو تیرہ سو سال میں مفقود بنایا جاتا ہے۔ کیا اس اسلام اور ایسے ایمان کو دنیا میں پیش کر کے اسے منوایا جا سکتا ہے؟

عید الاضحیٰ پر فساد

مسافر آگرہ کا ایک نامہ نگار اطلاع دیتا ہے کہ موضع کٹارپور میں ۱۸ ستمبر کو پانچسو مسلمانوں نے ہندوؤں پر حملہ کر کے انہیں زد و کوب کیا۔ جس سے دونوں فریقوں میں بہت سخت لڑائی ہوئی۔ اور فریقین کے بہت سے آدمی مارے گئے۔

نامہ نگار مسافر آگرہ کے ...

"موضع کٹارپور میں بقرعید پر گاؤکشی کی بابت ہندو مسلمانوں میں لڑائی ہونے والی تھی۔ اسی سبب سے مسلمان وہاں جڑھ کر گئے تھے۔"

نامہ نگار مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ

"اس تمام کشت و خون کے ذمہ دار مسلمان افسران پولیس ہیں۔ جنہوں نے فیصلہ نہ ہونے دیا کئی بار دو دن کے درمیان فیصلہ لکھا گیا۔ اور بدلا گیا۔ ایک بار ہندوؤں نے یہانتک کہا کہ ایک ہزار روپیہ اور چار بکرے قربانی کے لئے ہم مسلمانوں کو دیتے ہیں لیکن مسلمان گائے کی قربانی نہ کریں۔ مگر تھانہ دار صاحب پولیس جوالاپور نے جو کہ مسلمان ہیں۔ کہا کہ ہر سال ایک ہزار روپیہ اور چار بکرے ہندوؤں کو قربانی کے لئے دینے ہونگے۔ میں فیصلہ کراتا ہوں۔ لیکن اس پر ہندو رضامند نہ ہوئے۔ ہندوؤں نے کہا ہم اس قدر رقم ہر سال نہیں دے سکتے۔ چونکہ مسلمانوں کو جھگڑا کرنا تھا۔ اسلئے مسلمانوں نے اپنے بچے اور عورتیں دوسرے گاؤں میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں بھیجدیئے تھے۔ اور اپنے گھروں کا خوب انتظام کر دیا تھا۔ جب مسلمانوں نے اپنے ارادہ کو کامیاب ہوتے نہ دیکھا۔ کیونکہ ہندو بھی بضد تھے۔ تو مسلمانوں نے اپنے گھروں میں آگ لگا کر ہندوؤں کے اوپر حملہ کر دیا ہندو گھبرا کر بھاگ نکلے۔ تب ایک مسلمان نے جس کا نام محمد شفیع تھا۔ تین ہندو سادھوؤں کے اوپر ایک سوٹے سے جو کہ اس کے پاس تھا پہلا وار کیا۔ جنمیں سے دو مارے گئے۔ اور ایک زخمی ہوا۔ جب ہندوؤں نے دیکھا کہ دو سادھو مارے گئے ہیں۔ تب انہوں نے الٹ کر مسلمانوں کے اوپر حملہ کیا۔ اس کے بعد جو کسی کے دل میں آیا کیا"

مسافر آگرہ اس پر یوں رائے زنی کرتا ہے کہ

"جوالاپور ہردوار ہندوؤں کا سب سے بڑا تیرتھ ہے۔ اور ہزارہا سادھو سنت بارہ مہینہ اس تیرتھ گاہ پر رہتے ہیں۔ اس لئے بھارت کے ۲۳ کروڑ ہندوؤں کی ایسی سنگ تیرتھ گاہ کے گرد و نواح کے ایک گاؤں میں جس میں تھوڑے ہی گھر مسلمانوں کے ہوں گے۔ ان کا محض ہندوؤں کی دل آزاری کے لئے گاؤکشی کا ارادہ کرنا اور ہندوؤں کے پروٹسٹ و اعتراض کرنے پر قریب چار سے ۵۰۰ مسلمانوں کی ایک فوج ہندوؤں پر چڑھا لانا اور پھر بے جرم بے کس ہندوؤں پر اس بیدردی کے ساتھ ٹوٹ پڑنا یہ مسلمانوں کے ایسے افعال ہیں کہ جنہیں کوئی بھی امن پسند شہری اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھ سکتا"

نامہ نگار مسافر کے بیان کردہ واقعات کہاں تک صحیح ہیں۔ اور اس میں قصور ہندوؤں کا ہے۔ یا مسلمانوں کا اس کا فیصلہ اس وقت تک کرنا مشکل ہے۔ جبتک کہ معتبر ذرائع سے صحیح واقعات کا علم نہ ہو۔ فی الحال ان بیان کردہ واقعات کے متعلق ہمیں حیرانی ہے کہ ایک طرف تو بقول مسافر آگرہ

"جوالاپور ہندوؤں کا سب سے بڑا تیرتھ ہے
اور ہزارہا سادھو سنت بارہ مہینہ اس تیرتھ
گاہ پر رہتے ہیں"

پھر جس جگہ فساد ہوا ہے وہاں بھی

"تھوڑے ہی گھر مسلمانوں کے ہوں گے"

لیکن دوسری آن ہزارہا کی تعداد کے لوگوں کو ان تھوڑے ہی گھروں والے مارتے اور گاؤں تک کو جلا دیتے ہیں۔ اور وہ بجائے مقابلہ کرنیکے ان کے آگے آگے بھاگتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی نہیں کہ ہندو اس وقت تھوڑی تعداد میں تھے۔ بقول نامہ نگار مسافر وہ تو اسوقت میلہ کو گھال پر جوق در جوق جا رہے تھے ان حالات میں معلوم نہیں مسلمانوں کے پاس وہ کونسی توپیں یا بندوقیں تھیں۔ جن سے انہوں نے ہندوؤں کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ اور گاؤں کو جلا دیا۔ اور وہ ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے کاش ہمارے ہمعاصرین ایسے واقعات پر اظہار رائے کرتے وقت تعصب کی آلائش کو باہر نکال کر رکھا کریں اور واقعات کو بچشم انصاف دیکھ کر اپنی قومی طرفداری کو ہی نصب العین نہ بنایا کریں گو یہ کہنا کہ مسلمان ہندوؤں کی دل آزاری کیلئے گائے ذبح کرتے ہیں، صریحاً ایک خلاف حقیقت بات ہے اگر دلآزاری ہی مقصود ہو تو سال کے بارہ مہینے کیوں نہیں ہو سکتی کیوں عید الاضحیٰ ہی تقریب پر ایسی دلآزاری کا خیال ہوتا ہے جسکی وجہ سے عید کی خوشی کی بجائے انکی اپنی ہی جانوں پر آ بنتی ہے۔ بہرحال قصور خواہ کسی کا ہو ہمیں ملک کی اس جہالت پر افسوس ہے

ہندو مسلم اتحاد کیونکر ہو؟

[illegible] شور وغوغا بلند ہو رہا ہے لیکن اسکی حقیقت اگر ان واقعات کو پیش نظر رکھا جائے جو آئے دن پیش آتے ہیں تو ایک طبل بلند بانگ سے بڑھکر نہیں۔ جسکی اصل وجہ وہ بغض ونفرت ہے۔ جو دونوں قوموں کے دلوں میں ایکدوسرے کے مذہبی پیشواؤں کے متعلق موجزن ہے۔ بالخصوص ہندوؤں کے اسی بغض ونفرت کا یہ ایک کھلا نتیجہ ہے۔ کہ اکثر اوقات انکی طرف سے اسلام اور پیشوائے اسلام صلعم پر ناجائز حملے ہوتے ہیں۔ اس کا علاج حضرت مسیح موعودؑ نے آج سے دس سال پیشتر جو کچھ بتایا تھا۔ اگر اسپر ملک کے سنجیدہ دماغ غور کرکے عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے۔ تو نفاق کی وہ خلیج جو دونوں قوموں کے درمیان آج حائل ہے۔ کبھی کی بند ہو گئی ہوتی۔ جیسے سے ہوم رول کے مطالبہ میں بھی بہت کچھ سہولت پیدا ہو جاتی اور موجودہ اتحاد واتفاق کی [illegible] حکومت کے نزدیک بھی باوقعت ہوتی۔

حضرت مسیح موعودؑ [illegible] دلوں میں نفرت کے بیج کو دل سے نکال [illegible] ایکدوسرے کے مذہبی پیشواؤں کے متعلق [illegible]

(۲) مسلمان ویدک رشیوں [illegible] اپنا مذہبی فرض سمجھیں۔ اور ہندو حضرت [illegible] کو خدا کا سچا نبی یقین کریں [illegible] الگ ہیں سے کہ آنحضرت [illegible] نہیں (نہ)۔

ان تجاویز کو عملی جامہ [illegible] (۳) ہر دو اقوام [illegible] کا قرار دیا۔ جو ان شرائط پر مستقل ہو۔ اور اسکی عدم پابندی کی صورت میں ایک بیش قرار رقم دوسری قوم کو دینے کا اقرار کریں۔

مامور الٰہی کا یہ پیغام اس وقت لاہور کے ایک عظیم الشان جلسہ میں ہزارہا ہندو اور مسلمانوں کے سامنے پڑھکر سنایا گیا۔ بنگال اور دیگر علاقوں میں انگریزی اور دوسری زبانوں میں تقسیم ہوا۔ لیکن جیسا کہ دنیا کا قاعدہ ہے اسوقت اسطرف لوگوں نے توجہ نہ کی۔ لیکن زمانہ خودبخود اسطرف متوجہ ہو رہا ہے۔ اسی اتحاد واتفاق کی تجاویز کی ذیل میں معاصر وکیل کا ایک نامہ نگار رائے دیتا ہے کہ

"اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے کہ باہمی بغض وعداوت دور ہو جائے۔ اور بڑھنے نہ پائے۔ پہلی بات جو نہایت ضروری ہے یہ ہے۔ کہ مذہبی مناظرہ اور مجادلہ قطعاً بند کر دیا جائے۔ مولوی صاحبان اور پنڈت صاحبان اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں۔ لیکن ایکدوسرے کے مذہب پر حملے نہ کریں۔ جب مسلمان ہندوؤں کے بزرگوں کا نام لیں۔ تو جیسا کہ اُن کے مذہب کا ارشاد ہے ادب سے لیں اور ہندو بھی مسلمان بزرگوں کو جیسا کہ ان کے اباواجداد کی عادت تھی ادب سے یاد کریں"

یہ امر بھی کہ مذہبی مناظرات میں اپنے مذاہب کی خوبیاں بیان کی جائیں۔ خدا کے اس مامور ہی کا تجویز کردہ ہے آپ نے اپنی وفات سے ایک عرصہ پہلے گورنمنٹ ہند کو ایک میموریل کے ذریعہ سے اس طرف متوجہ کیا تھا۔ کہ ایک قانون ایسا بنایا جائے جس میں اپنے اپنے مذاہب کی خوبیاں بیان کرنے کی ہی اجازت ہو اور ایک دوسرے مذاہب پر نکتہ چینی اور درشت کلامی کو ناجائز ٹھہرایا جائے۔ یہ اور ہندو رحیہ بالا تجاویز دل سے نکلی ہوئی اور ایک مقدس شخص کی آواز تھی۔ جو اپنی قبولیت کو منواکر اس مامور کی صداقت اور کامیابی پر مہر لگا رہی ہے+

پادری عورتیں

ولائیت کے پادریوں کے ایک جلسہ میں ایک پادری نے ریزولیوشن پیش کیا کہ مذہبی خدمات میں حصہ لینے کی عورتوں کو بھی اجازت دیجائے یعنی آئندہ عورتیں پادری اور بشپ وغیرہ بن سکیں۔ محرک نے کہا کہ ہمکو بہترین کارکنوں کی ضرورت ہے ہمکو اسکی پرواہ نہیں ہو سکتی کہ وہ کارکن مرد ہوں یا عورتیں۔ ولایت میں ایسی عورتیں ہیں جو وعظ کہتی ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ وعظ کہنا عورتوں کیلئے نامناسب سمجھا جائے۔ ایک اور پادری نے ریزولیوشن پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ عورتوں کو واعظ مقرر کرینگا اور تو کوئی فائدہ نہ ہوگا مگر ایک عمدہ نتیجہ ضرور نکلیگا اور وہ یہ کہ مرد پہلے کی نسبت زیادہ تعداد میں گرجا آیا کریں گے بعض اور پادریوں نے بھی تقریریں کیں اور آخر ریزولیوشن ایک خاص کمیٹی کے حوالہ کیا۔

ایک یہ ملک ہیں کہ مردوں کے ساتھ انکی عورتیں بھی مذہبی خدمات میں حصہ لے رہی ہیں۔ اور اب پادری بھی بننے لگی ہیں۔ دوسری طرف مسلمان مرد ہیں۔ جن کے مذہب نے انہیں تبلیغ دین کا حکم دیا ہے۔ اور وہ اُسے طاق نسیان پر رکھے ہوئے سو رہے ہیں۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

تحقیق الادیان

بھٹنڈہ میں ایک دلچسپ علمی لیکچر اور ایک کامیاب مناظرہ

گذشتہ ستمبر کے آخری ہفتہ کو آریہ سماج بھٹنڈہ کی امسال نوعوت کو سن کر کہ سہیں

نقارہ دھوم کا بجتا ہے آئے جس کا جی چاہے
صداقت وید اقدس آزما لے جس کا جی چاہے

ہمارے دوست چودھری علمی صاحب کے جوش تبلیغ نے مولوی عبدالحق صاحب کو وید اقدس کی صداقت آزمانے کے لئے وہاں بلوایا۔ مولوی صاحب نے پہنچتے ہی [illegible] سکریٹری آریہ سماج کو خط لکھا کہ کیا آپنے سالانہ جلسہ پر کوئی وقت مباحثہ کا بھی رکھا ہے۔ اگر رکھا ہے تو آپ کس مسئلہ پر گفتگو کے لئے تیار ہیں۔ خط کے پہنچنے پر سکریٹری صاحب نے کسی قدر تامل کے بعد اپنے دوسرے سماجیوں سے مختصر مشورہ کرکے وعدہ کیا کہ آج رات کے ۱۰ بجے جواب دیا جائیگا۔ جس کا ایفاء دوسرے دن ۱۰ بجے دن کے کیا گیا اور لکھا کہ ایام جلسہ میں تو کوئی وقت نہیں رکھا گیا۔ ہاں بعد ایک دن رکھا جا سکتا ہے اور مباحثہ "مسئلہ ملہم" پر ہوگا۔ خط کے پڑھتے ہی دوستوں میں کسی قدر تذبذب ہوا کہ یا الٰہی یہ "مسئلہ ملہم" کونسا مسئلہ ہے کہ جس پر آریہ سماج ہتھیار سمبھالے بیٹھی ہے۔ آخر جب ان کو لکھا گیا۔ کہ حضرت ہوش کی باتیں کیجئے۔ "مسئلہ ملہم" کوئی مسئلہ نہیں۔ اس سے غالباً آپ کی مراد مسئلہ الہام ہوگی۔ تو "کیا وید الہامی ہیں" اسی پر مباحثہ ہو جائے۔ تمہیدی تقریر اور اس کے جواب کے لئے نصف نصف گھنٹہ اور بعدہ دس دس منٹ وقت رکھدیا جاوے۔ سکریٹری صاحب کا جواب آیا کہ واہ صاحب "مسئلہ ملہم" مسئلہ کیوں نہیں۔ ملہم کی زندگی کیسی ہونی چاہئے۔ یہ مضمون ہوگا۔ اور وقت پانچ پانچ منٹ شروع سے لیکر آخر تک ملے گا۔ اس کا صاف جواب دیا گیا۔ کہ چونکہ مباحثہ آپکے سالانہ جلسہ کی تقریب پر ہے۔ لہٰذا مضمون آپ کے مذہب کے متعلق ہونا چاہئے اور آپ سے جو شروع میں دریافت کیا گیا تھا تو اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ اگر آپ نے ایام جلسہ میں کوئی وقت مناظرہ رکھا ہے۔ تو کسی نہ کسی مضمون کا بھی اعلان کیا ہوگا جو آپ سے دریافت کیا گیا۔ جس کے جواب میں آپنے لکھا کہ ایام جلسہ میں کوئی وقت مناظرہ مقرر نہیں۔ تو اس صورت میں تقرر مضمون کا حق ہم کو ہے نہ آپ کو۔ ہم سائل ہونگے اور آپ مجیب دوئم یہ کہ یہ مضمون یکطرفہ ہے۔ اس لئے کہ آپ کے ملہموں کی کوئی سوانح عمری کسی زبان میں موجود نہیں جو سند متصل لکھی گئی ہو۔ آخر بڑی ردوکد کے بعد مضمون الہامی کتاب وید یا قرآن کریم قرار پایا۔ اور وقت شروع سے آخر تک دس دس منٹ تقرر مضمون سے پیشتر چونکہ مناظرہ کے متعلق مایوسی سی ہو گئی تھی اور آریہ سماج اپنی [illegible] معلوم نہ ہوتی تھی۔ اس لئے جلدی جلدی دوشنبہ کی شام [illegible] اعلان کیا گیا اور بعد لیکچر سوال وجواب کے لئے کافی وقت دئے جانے کا وعدہ کیا گیا۔ ایک وسیع میدان لیکچر کے لئے تجویز ہوا۔ اعلان گو کافی طور پر نہیں کیا گیا تھا تاہم لوگ غیر متوقع تعداد میں جمع ہو گئے۔ اور جس قدر فرش فروش کا انتظام کیا گیا تھا۔ وہ ناکافی ثابت ہوا۔ لیکچر کا مضمون قرآن کریم اور وید کی تعلیم پر تھا۔ لیکچر نہایت لطیف اور اپنی طرز کا پہلا لیکچر تھا۔ اشد مخالفین سلسلہ احمدیہ مولوی عبدالحق صاحب تک پکار اُٹھے۔ کہ واقعی لیکچر بڑا فاضلانہ تھا۔ بعد اختتام لیکچر ایک آریہ دوست نے چوری کے منتروں سے بغض وغصہ کا اظہار کیا۔ اور ان منتروں کی کچھ الٹی سیدھی تاویل بھی کرنی چاہی۔ جس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ مولوی صاحب نے ناطقہ بند کیا۔ اور فوراً مطلوبہ حوالہ مترجم رگوید نکال کر دیا۔

آریہ مناظر نے پہلے تو کہا۔ کہ سائن بھاشیہ میں سستو ماتا سستو پتا (جس کو وہ آریہ نوجوان سوستو ماتا سوستو پتا پڑھتا تھا) کے معنی اگر ماں سو جائے باپ سو جائے اگر دکھادو تو میں مسلمان ہونیکو تیار ہوں۔ جب سائن بھاشیہ کا ترجمہ پیش کیا گیا تو پہلو بدل کر کہا ہم تو اسکو مستند نہیں مانتے*

آریہ سماجی پنڈال میں مناظرہ

ماجی دوست پنڈت رامچندر کو دہلی کئی دن سے تاریں دے رہے تھے آخر دوشنبہ کو آگئے۔ اور ادھر مولوی صاحب بھی مسلمانوں کے ایک جم غفیر کے ساتھ سماج مندر میں پہنچ گئے۔ مباحثہ ۱۲ بجے شروع ہو گیا۔ مولوی صاحب نے دس منٹ میں الہامی کتاب کا معیار یہ مقرر کیا کہ وہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں کامل ہدایت نامہ ہو۔ اور روحانیت کے تمام مسائل پر حاوی ہو۔ چنانچہ قرآن کریم میں سے نہایت اختصار کے ساتھ دلائل ہستی باریتعالیٰ اور باقی تعلیم کو پیش کیا گیا۔ اور اس کے بالمقابل وید سے ان امور کے متعلق مطالبہ کیا گیا۔ رامچندر نے ان امور کے متعلق تو کوئی تعلیم وید سے پیش نہ کی۔ بلکہ یہ کہکر بیٹھ گیا۔ کہ الہامی کتاب کے معیار طے ہونے چاہئیں تاکہ ان کی رو سے الہامی کتاب کو پرکھا جاوے۔ مولوی صاحب نے جواب دیا میں معیار پیش کر چکا ہوں۔ بس اس کے سوا اور کوئی معیار الہامی کتاب کا نہیں ہو سکتا اگر کوئی ہو [illegible] تو آپ پیش کریں۔ اسپر اسنے کہا کہ الہامی کتاب کا

(۱) شروع دنیا میں ہونا لازمی ہے۔
(۲) اس کے اندر قصہ نہ ہو۔
(۳) کسی ملک کی زبان میں نہ ہو۔
(۴) اس کی تعلیم زمان اور مکان کی حد میں نہ ہو۔
(۵) اس میں اختلاف نہ ہو۔
(۶) خدا۔ روح اور مادہ کی ہستی کے متعلق تعلیم ہو۔

ہر چند مولوی صاحب نے سمجھایا اور دلائل دئے اور ان معیاروں کو توڑا۔ مگر رامچندر تھے۔ کہ انکے کچھ رد ہٹے نظر آتے تھے۔ اور کسی بات کو نہ سلجھانے کی قسم کھائے بیٹھے تھے۔ انہی معیاروں پر اڑے رہے اور کل وقت اسی پر ضائع کر دیئے۔ کوئی بات طے نہ کرنی تھی اور نہ کی۔ آخر مولوی صاحب نے اسے ایک فیصلہ کی راہ کیطرف مجبوراً کھینچا۔ کہ چونکہ ایک معیار ہمارے اور آپکے درمیان مشترک قرار پا گیا ہے۔ کہ اس کے اندر خدا روح اور مادہ کے متعلق صحیح تعلیم ہو۔ اور باقی معیار طے نہیں ہوئے تو آؤ اس مشترک پر الہامی کتاب کا فیصلہ کرلیں تاکہ سب معیاروں کے طے کرنے میں اور ردوکد میں فضول وقت ضائع نہ ہو۔ اسپر بھی انہوں نے توجہ نہ کی۔ اور یہ کہکر ٹالدیا کہ چونکہ یہ مشترک معیار چھٹا معیار ہے۔ جب تک پہلے پانچ معیاروں کا فیصلہ نہ ہولے۔ چھٹے کو کیسے مان لیں۔ پرائمری کو چھوڑ کر [illegible] میں کیسے داخل ہوں۔

یہ تھے آریوں کے چوٹی کے مناظر رامچندر کی سمجھ اور عقل۔ غرضکہ وہ کسی فیصلہ کی راہ کی طرف نہ آیا۔ اور اڑھائی گھنٹے وقت یونہی گذر گیا۔ گو مولوی صاحب درمیان میں کوئی نہ کوئی منتر بھی اور فاضل رشیوں کا وید کے متعلق فیصلہ سناتے رہے۔ مگر رامچندر نے سلامتی اسی میں دیکھی۔ کہ معیاروں کی آڑ کے سوا اور کوئی پناہ نہیں۔ ایسا نہ ہو۔ ویدوں کا پول کھلجائے۔ بالآخر جب انکے راہ راست پر آنے کی قطعاً توقع اُٹھ گئی اور وقت بھی ختم ہو گیا۔ تو لاچار مولوی صاحب نے نصف گھنٹہ وقت اور مناظرہ کیلئے بڑھانیکو کہا جو طوعاً وکرہاً ان کو منظور کرنا پڑا۔ اب مولوی صاحب نے کہا کہ بھی رامچندر کے ہی معیار منظور۔ آؤ دیکھیں۔ وید ان پر پورا اترتا ہے یا نہیں۔ اور دھڑا دھڑ کئی ایک قصے کہانیاں ویدوں کی فوراً سنادیں جنمیں ایسے لوگوں کا ذکر تھا۔ جو آج سے چند ہزار سال پہلے دنیا میں موجود تھے۔ تاریخی واقعات کو اس پر گواہ پیش کیا۔ اسپر رامچندر کسیقدر گھبرایا۔ اور باوجود آٹھ دس پنڈتوں کی مدد کے کبھی کچھ کہا اور کبھی کچھ۔ کبھی کوشک کو ایشور کا نام بتلایا اور جب اسپر اعتراض ہوا تو کہا کہ کوشک کے معنے عالم (ودوان) کے

پروفیسر راجارام کا باپ بھی ہو تو میں نہیں مانتا

ہیں۔ غرض کچھ ایسا آکے الجھن میں پھنسا کہ سوامی دیانند کے بھاشیہ کو سامنے رکھکر بھی وہ ان منتروں کا یقینی ترجمہ نہ کرسکا اور جب مولوی صاحب نے آریہ پروفیسر راجارام اور سوامی دیانند کے اپنے ترجمہ کو شہادت میں پیش کیا تو سٹ پٹا کر کیا خوب جواب دیا کہ تم پروفیسر راجارام لئے پھرتے ہو۔ پروفیسر راجارام کا باپ بھی ہو تو میں نہیں مانتا اور دیانند کے بھاشیہ کے حوالے کی بابت یوں جان چھڑائی کہ یہ دیانند کا کیا ہوا بھاشیہ ہی نہیں۔ بعد میں اور پنڈتوں نے کیا ہے۔ گویا کہ کل آریہ سماج آجتک جھوٹ بولتی رہی۔ اور پبلک کو دھوکا دیتی رہی کہ یہ دیانند کا

(بقیہ حاشیہ از کالم ۲): ورنہ جانوروں سے بدتر) میں اپنا وعدہ پورا کرتا ہوں۔ دیکھو سوامی دیانند کا رگوید بھاشیہ۔ رسستو شیام (اردو ترجمہ) ماتا سووے۔ پتا سووے۔ کتا سووے۔ پرجاپتی سووے۔ سب رشتہ دار سوویں وغیرہ وغیرہ۔ اور اگلے منتر کا ترجمہ وہی ہے۔ جو میں نے کیا تھا۔ اور نوجوان آریہ خواہ مخواہ اس میں ایچاپیچی کرتا تھا سوامی جی کا ترجمہ ہے۔ "جو بیٹھا ہے وہ سووے۔ جو چلتا ہے۔ وہ سووے۔ اور جو ہم لوگوں کو دیکھتا ہے وہ سووے۔ ان سب عضووں کی اندریاں کو ہم لوگ سب ہستی نہ دیکھنے والے کریں"۔
(عبدالحق)

* بھٹنڈہ کے دوست اس نوجوان آریہ کو جہاں کہیں وہ ملے اور میرے دوسرے دوستوں کو جو اُسکے ساتھ تھے میرا یہ پیغام پہنچا دیں کہ میں نہ صرف سائن آچاریہ کے ۹ علی بھاشیہ سے بلکہ خود سوامی دیانند کے بھاشیہ سے بھی سستو کے معنے سو جانے کے دکھانے کو تیار ہوں۔ کیا وہ بھی اپنا عہد مسلمان ہونے کا پورا کرنے کو تیار ہے۔ مرد وہی ہے جو عہد کا پابند ہو۔ (بقیہ حاشیہ از کالم نمبر [illegible])

عورت اور عورت حرم سرا

(از قلم شیخ بیئہ حسینی صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء)

حرم سرا ۔ پردہ ۔ خلوت

(گذشتہ سے پیوستہ)

مشکل تو یہ ہے کہ اہل مغرب اہل مشرق کی خانگی زندگی کا نقشہ اپنے ذہن میں جما ہی نہیں سکتے ۔ مشرق میں مرد و عورت دونوں کے فرائض اہل مغرب سے بالکل مختلف ہیں۔ مشرق میں خانہ داری کے لئے بہت ساز و سامان درکار ہے۔ ایک معمولی طبقے کی عورت بھی بہت سی نوکریں اور ماما ئیں رکھتی ہے کھانا پکانے کی ماما اور نفسیہ کا رکھنے والی ماما ہر متوسط مشرقی گھر میں نظر آتی ہیں ۔کیونکہ عورتوں کے لباس اکثر گھر ہی میں تیار ہوتے ہیں۔ پھر ایک منتظمہ (مینیجر) کا ہونا بھی ضروری ہے جس کے سپرد گھر کی سب چیزیں ہوں ۔کپڑے ۔ زیور ۔ برتن وغیرہ کی چابیاں اسی کی سپرد ہوتی ہیں ۔ اور کم از کم ایک ایسی عورت (بڑھیا) بھی گھر میں ہونی چاہئے ۔ جو مردوں سے بات چیت کرکے انکا احکام پہنچا سکے ۔ اور اگر گھر میں بچے ہوں ۔ تو استانی صاحبہ کا وجود بھی ضروری ہو جاتا ہے گھر میں جو آتا یا کوئی اور خادمہ پرانی ہو جائے تو اسکو بھی گھر کا ہی آدمی سمجھ کر اسکی عزت کیجاتی ہے ۔ میرا مطلب اس تفصیل سے یہی تھا ۔ کہ ایک متوسط گھرانے میں گھروالی عورت کی راحت کے لئے کسقدر انتظام کیا جاتا ہے۔ اس مجموعہ کا نام حرم یا زنانخانہ ہے ۔ اہل یورپ اس مصلحت کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ اور کہدیتے ہیں کہ مشرق میں عورتیں قیدیوں کی طرح زندگی بسر کرتی ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مشرق میں ہر ایک گھروالی بحیثیت ایک ملکہ کے اپنی ماماؤں اور خادموں پر حکمرانی کرتی ہے ۔مغرب میں تو تاجدار ملکہ بھی ایسی خوشی اور آرام سے نہیں رہتی ۔جسقدر ایک معمولی مشرقی عورت کو میسر ہے مشرق میں عورتوں کی زندگی بڑی لطف دار اور مزے کی ہوتی ہے وہ مہمانوں اور رشتہ داروں کو مدعو کرتی ہیں ۔ اور خوب رنگ رلیاں مناتی ہیں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں سینکڑوں روپے گڑیوں کی شادیوں میں خرچ کر دیتی ہیں مشرقی گھرانوں میں عورتوں کے لئے الگ باغ باغیچے ہوتے ہیں ۔ گھر کی لڑکیاں گھر کے کام کاج میں خوب حصہ لیتی ہیں ۔ انکو سلائی ۔ کپڑے بنانے ۔ کھانا پکانے وغیرہ کا کام بڑی احتیاط سے سکھایا جاتا ہے اور چونکہ تمام کنبہ ایک ہی جگہ ملکر رہتا ہے ۔اسواسطے بعض بے اولاد عورتیں بھی اپنے رشتہ داروں کے بچوں سے دل بہلا لیتی ہیں اور اپنے آپکو اسقدر بدنصیب اور اکیلا نہیں سمجھتیں۔

تو پھر کون کہہ سکتا ہے کہ مشرقی عورتوں کی زندگی پُر لطف نہیں ۔ اور کم از کم اس کو اخلاقی بگڑا ہوا تو ہرگز نہیں کہہ سکتے ۔

مسٹر جان ڈیون پارٹ لکھتے ہیں :۔

" حرم کو قید خانہ کہنا تو درکنار وہ تو عورتوں کے لئے کامل آزادی کی جگہ ہے ۔ اور خود خاوند جب حرم میں آتا ہے تو اجازت مانگ کر آتا ہے ۔ جونہی کہ وہ حرم کی دہلیز کے اندر قدم رکھتا ہے ۔ تو جدھر نظر ڈالتا ہے ۔ ہر چیز اسکو یہی یاد دلاتی ہے کہ اس جگہ وہ مالک اور حکمران نہیں ہیں بچے ۔ نوکر ۔ غلام سب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گھروالی کو اپنا حاکم سمجھتے ہیں ۔ اگر تو بیوی صاحبہ کا مزاج درست ہو تو خیر ۔ ورنہ ہر چیز غلط اور تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے "

ایک مشہور سیاح ہیج برنامی لکھتا ہے " اہل یورپ کا یہ خیال کہ مسلمانوں کی شادی شدہ زندگی عیسائیوں کی شادی شدہ زندگی سے بالکل مختلف ہے ۔ غلط ہے ۔ مجھے ترعرب میں ایسا کوئی اختلاف نظر نہیں آیا اور اس ملک کی عورتیں یورپین عورتوں سے کم آزاد اور بشاش نہیں "

ایرانی مورخ مرزا ابو طالب خان نے اہل انگلستان کی گھریلو زندگی پر بہت کچھ توجہ کرنے کے بعد یہی نتیجہ نکالا کہ مسلم عورتوں کو زیادہ آزادی اور طاقت حاصل ہے ۔ اور اُن کے حقوق مغربی عورتوں سے زیادہ وسیع ہیں ۔

انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں لکھا ہے :۔

حرم کے انتظام کا جو کریہہ نقشہ مغربی سیاحوں نے کھینچا ہے ۔ اس میں بہت کچھ مبالغہ کی آمیزش ہے ۔ اور اسکی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے ۔ کہ یہ حضرات پہلے ہی سے اس قسم کے انتظام کے سخت مخالف تھے ۔ اور حرم کی اچھی چیز بھی انکی نظروں میں بُری معلوم ہوتی تھی : اصل بات تو یہ ہے کہ حرم کا قابل تعریف یا قابل نفرین ہونا اس کے مالک پر مبنی ہے ۔ اکثر گھروں میں میاں بیوی ایکدوسرے کی عزت اور حرمت کا بہت پاس کرتے ہیں اور انکے اخلاق بہت پسندیدہ ہیں ۔ دُنیا سے اسطرح الگ رہنے کے بدلے اُن کو اور بہت سی آسائشیں مہیا ہیں ۔ اور بلحاظ شرع ان کے تعلقات اور حقوق عیسائی عورتوں سے بہت اچھے ہیں جونہی کہ عورت خواہ وہ لونڈی ہو یا آزاد ہو ۔ ایک مرد کی زوجہ بن جاتی ہے ۔ تو فوراً اور اگرچہ اسلام میں عیسائیت کی نسبت طلاق زیادہ آسانی سے ہو سکتی ہے ۔لیکن پھر بھی رقم مہر عورت کے گذران کے لئے کافی ہوتی ہے ۔ مس گریس ایلی سن نے ترکی حرم سرائے میں بذات خود رہنے کے بعد مندرجہ ذیل ریمارک لکھے ۔

مسٹر راحت کی تصنیف تفصلات میں حرم کو ایک بُری جگہ کی شکل میں پیش کیا گیا ہے ۔جب میں نے ترکی سے واپس آکر اعلان کیا کہ میں خود حرم میں رہکر آئی ہوں ۔ تو مجھے خیال پیدا ہوا کہ حرم کی بابت عوام کا جو یہ خیال ہے ۔ اسکو مدنظر رکھکے لوگ مجھکو ایک اعلیٰ اخلاق کی عورت نہیں سمجھتے ہونگے ۔ چند دن ہوئے کہ میں نے زندگی حرم پر ایک مختصر سی تقریر کی ۔ تو سامعین سارے مرد ہی تھے ۔ اور ایک عورت نے بھی میری تقریر سُننے کی تکلیف گوارا نہ کی ۔

" ان حضرات کی خاطر جو ان باتوں سے بے علم ہیں ۔ میں پھر لفظ حرم کی تشریح کر دیتی ہوں ۔ لفظ حرم عربی لفظ محرم کا مشتق ہے ۔ اور اسکے معنی ممنوع کی گئی ۔ یا عزت کی گئی چیز ۔ اس سے مراد وہ حصہ مکان یا کمرے لئے جاتے ہیں جو صرف عورتوں کے استعمال کے لئے مخصوص ہوں ۔ اور اس کے معنے جیسا کہ آپ لوگ خیال کرتے ہیں ۔ بیویاں اور لونڈیاں جمع کرنے کی جگہ نہیں ۔ اور مالکہ کے قریبی رشتہ داروں کے سوائے ہرگز کوئی مرد حرم کی ڈیوڑھی کے اندر قدم نہیں رکھ سکتا ۔ اور بعض حالتوں میں تو رشتہ داروں کو بھی مداخلت کی اجازت نہیں دی جاتی ۔ ترکی میں حرم انہی معنوں میں بولا جاتا ہے ۔ جیسے ہندوستانی لفظ زنانخانہ بولا جاتا ہے ۔ اور ہرگز ہرگز کوئی بری چیز اس سے مراد نہیں ہو سکتی ۔ اور یہ کہنا کہ ایک ترکی اپنے حرم کے ساتھ سفر کرتا ہے اتنا ہی عقل سے بعید ہے ۔ جسقدر یہ کہنا کہ فلاں انگریز اپنی میم صاحبہ کے ڈریسنگ روم (کپڑے پہننے کے کمرے) کے ساتھ سفر کرتا ہے ۔

" میری سمجھ میں حرم کے مفہوم کی بابت جو غلط فہمی لوگوں کو ہوئی ہے اُس کی وجہ بہت حد تک یہ غلط خیال ہے ۔ کہ ترکی مرد ضروری طور پر ایک سے زیادہ شادی کرتے ہیں ۔ لیکن یہ خیال بھی بالکل باطل ہے ۔ ترکی اور تمام مشرق میں کثیر الازدواجی کا رواج ختم ہوتا جاتا ہے ۔ جب پیغمبر اسلام نے بیویوں کی تعداد چار تک محدود کر دی ۔ تو ان دنوں تمام مشرق میں کئی کئی عورتوں سے شادی کرنے کا رواج تھا ۔ اور اس قسم کی قیود سے عورت کا رُتبہ سوسائٹی میں بہت بلند ہو گیا ۔ نیز ایک ایسی قوم میں جن میں آئے دن کے جنگوں کیوجہ سے مردوں کی تعداد اکثر کم ہو جاتی ہو کثیر الازدواجی ایک ضروری اور اخلاقی اصول ہے ۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے باوجود بہت سی بیویاں کرنے کے بڑی بڑی قربانیاں کیں ۔ میرے بہت سے ترک دوست بڑے اعلیٰ اخلاق رکھتے ہیں ۔ اور میں دعوے سے کہتی ہوں کہ بہت ہی کم یورپین لوگ ایک اجنبی عورت کی آسائش کے لئے اسقدر تکلیف برداشت کرینگے جسقدر ان ترکی دوستوں نے میرے لئے گوارا فرمائیں ۔ اسواسطے میں سخت افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے مصلح قوم کے پیروؤں کو جن کا ایک کثیر حصہ انگریزی سلطنت کے ماتحت امن سے زندگی بسر کر رہا ہے ۔ صرف اس واسطے قابل نفرت سمجھنا کہ انکا مذہب ان کو ایک سے زیادہ شادی کی اجازت دیتا ہے انصاف سے بہت بعید ہے "

پیغمبر اسلام نے ان تھک کوششوں سے عورت کا رُتبہ بلند کیا ۔ خود آپ کی صاحبزادی سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا پاکیزگی عفت اور دینداری کا نمونہ تھیں ۔ اور اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر میں کہہ سکتی ہوں ۔ کہ تمام ترکی شریف زادے عورتوں سے سلوک کرنے میں اپنے ہادی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی کوشش کرتے ہیں اور ان کو غیر مردوں کی نگاہوں تک سے محفوظ رکھنا اپنا فرض سمجھتے ہیں ۔ حجاب اور پردے کی جس قدر قیود ہیں ۔ ان سب کا مقصد ان کو دُنیا کے بُرے پہلو سے الگ رکھنا اور ان کی پاکیزگی کو ملاوٹ سے بچانا ہے ۔ ترکی میں کوئی ایسی عورت نظر نہیں آتی جس کا کوئی ولی محافظ یا رشتہ دار خبرگیر نہ ہو ۔ کوئی نہ کوئی مرد ضرور اسکو اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے ۔

خود لفظ حرم کے معنوں کے اندر ایک پاکیزگی ملحوظ ہے اس میں قید خانہ وغیرہ کے مفہوم کا شائبہ تک نہیں ۔ ایران اور ہندوستان میں بیوی کو اہلخانہ یا گھر کی مالکہ کہا جاتا ہے پھر سمجھ نہیں آتی ۔ کہ غلامی کا مفہوم مغربی مصنف کہاں سے لے آتے ہیں ۔ اکثر اوقات بیوی میاں پر بھی حکمرانی کرتی ہے ۔ خصوصاً اس وقت جبکہ وہ پہلے پہل ایک نرینہ بچہ کی ماں بن جائے ۔ مرد جو کچھ کماتا ہے ۔ سیدھا عورت کے سامنے جا رکھتا ہے اور اپنے ذاتی استعمال کے لئے بھی عورت سے مانگ کر خرچ کرتا ہے ۔ اور باوجودیکہ تمام آمدنی اور روپے کا مہیا کرنیوالا مرد ہوتا ہے ۔ لیکن خرچ کرنے کا اختیار عورت کے ہاتھوں میں ہوتا ہے ۔

دو ن ہامر نے بالکل ٹھیک کہا ہے ۔ کہ حرم ایک متبرک جگہ ہے ۔ جس میں اجنبی نہیں جا سکتے اسواسطے نہیں کہ عورتوں پر اعتبار نہیں کیا جاتا بلکہ ۔ ۔ ۔

کرتے ہیں ۔ اس کو ثابت کرنے کی مجھے ضرورت نہیں ۔ عنقریب تمام دنیا پر صداقت کھل جائیگی ۔ جیسا کہ ہم اوپر کہہ چکے ہیں ہندوستان کا پردہ اسلامی ممالک کے پردے سے بہت سخت تھا اور اس کی وجہ اس وقت کے لوگوں کی رسم و رسم تھی ۔ جو حالات زمانہ کے ساتھ تبدیل ہوتی رہی ہیں ۔ ان صفحات کے لکھنے والے نے مغرب کے تمدن کا خوب مطالعہ کیا ہے ۔ اور مغربی تہذیب اور اخلاق اور تمام مشہور شہروں کی سیر کی ہے ۔ اور اگر آج کبھی اس سے پوچھا جائے کہ وہ مغربی روشنی کو اختیار کرنا پسند کرتا ہے ۔ یا مشرقی انداز کو تو بغیر کسی تامل کے کہیگا ۔ کہ مغربی طرز زندگی جیسی کہ آجکل یورپ میں مروج ہے ہرگز قابل تقلید نہیں

یہ مغرب کے سادہ لوح جو اپنے زعم میں مشرق کی عورتوں کو غلامی سے آزاد کرانے کے دعوے کرتے ہیں ۔ ان کو چاہئے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پہلے اپنی آنکھ کا شہتیر نکالیں اور پھر دوسروں کا تنکا دیکھیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

جب یورپ عورت کی آوارہ پھرنے کی مضموں کریگا جسکی وجہ مذہبی قیود کی غیر حاضری ہے ۔ یا جب تعداد پیدائش کی کمی اور مہلک بیماریوں کی کثرت یورپ کی مادہ پرست آنکھ کو عیش پرستی کی ہلاکت خیز نتائج دکھائیگی تو اُن کو چار و ناچار اسلامی اصولوں کی طرف توجہ کرنی پڑیگی ۔ اور اُن عالمگیر قوانین کے آگے سر جھکانا ہوگا ۔ جو مصلح حقیقی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے عالم الغیب خدا سے الہام پاکر لوگوں کو سکھائے تھے ۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمدنی قوانین کی بابت مسٹر بائس ورتھ سمتھ جس نے نبی کریم کی زندگی کو خوب مطالعہ کیا ہے ۔ لکھتا ہے :۔

پہلے پہل تو سخت قوانین سے اور بعد میں ان اخلاقی خیالات سے جو ان قوانین کی اطاعت نے پیدا کر دیئے ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا کے تمام مصلحوں سے زیادہ کامیاب ہوئے اور آپ نے مسلم ممالک کو ان پیشہ ور بدمعاش مقول اور بدکاروں سے بالکل صاف کر دیا جو ہر قوم و ملک کے باعث ننگ و عار رہتے ہیں اور اکثر دفعہ اس قوم کو تباہ کر کے چھوڑتے ہیں ۔

ہم اس تبدیلیٔ زمانہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں کہ آج یورپ کے واضعان قوانین کا ضمیر اب ان بد اخلاقیوں کو محسوس کرتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

. . . .

. . . .

بعض حالتوں میں تو گرفتاریاں بھی عمل میں آئی ہیں اور حال ہی قانون ساز کمیٹی کے روبرو پیش ایک بل ہے جس میں علاوہ جرائم کی اصلاح میں بد اخلاقی اور بدکاری کو بھی روکنے کی کوشش کی گئی ہے ۔

ان بیماریوں اور بدکاریوں کی وجہ مرد اور عورتوں کا اس طرح آزادانہ میل جول بیان کیا جاتا ہے ۔ اور اب ایسے قوانین بنانے کی تجویز ہے ۔ جنکی رُو سے میل جول محدود ہو جائیگا ۔ اور خانہ داری میں بے انتظامی کا جرمانہ زیادہ ہوگا ۔ ایسی کتابوں یا مضمون کا لکھنا اور چھاپنا بھی بند کیا جا رہا ہے ۔ جو اخلاق سے گرے ہوئے ہوں ۔ اور جس چیز کا اثر اولاد کا ترک جانا ہو ان کو بھی جرم قرار دیکر سزا کا سزاوار سمجھا جائیگا ۔

لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے ۔ کہ کیا لوگوں کے اخلاق ملکی قوانین سے بھی قابو میں لائے جا سکتے ہیں ۔ ڈاکٹر ہیلین ولسن لکھتی ہیں :۔

اگر بفرض محال آج ہی ساری کنچنیوں کو زیر حراست کر دیا جاوے تو بھی ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں ۔ جو اپنی خواہشات پورا کرنے کے لئے اس قسم کی اور عورتیں پیدا کر لیں گے ۔ جب تک مرد اس بات کے خواہاں ہیں اُن کی خواہشات کے پورا کرنے کے سامان کو روکنے کی کوشش کرنا سخت حماقت ہے ۔ یہی مصنف آگے چل کر لکھتے ہیں :۔

اس فسق و فجور کو روکنے کے لئے صرف سزا اور قوانین کافی نہیں کیونکہ وہ جوان جو کسی بُرے ارادے سے اکٹھا ہونا چاہیں ۔ وہ سوائے ایک طریق کے کسی طرح رُک نہیں سکتے ۔ اور وہ طریق یہی ہے ۔ کہ غیر مرد اور عورت ایکدوسرے سے بالکل الگ رہیں ان فاسق فاجر مرد و عورتوں کے خلاف قانون صرف اس قدر کر سکتا ہے کہ ان کو عوام الناس کی حرمت میں مداخلت سے روکے اور یہ کہ ایک دوسرے سے ملاقات کے واسطے وہ عزت دار آدمیوں کی ہتک نہ کریں ۔ اور یہ قیود مرد و عورت دونوں کے لئے ایک جیسی مقرر ہونی چاہئیں ۔

جنگ سے باعث گرانی اشیاء اور گورنمنٹ کی طرف سے اس کا انسداد

جنگ کی وجہ سے ذرائع باربرداری کم ہوگئے تھے۔ اس لئے سامان تجارت کی نقل و حرکت میں بڑی دقت پیش آنے لگی۔ تجارتی اسباب کی قیمت بہت بڑھ گئی اور ضروریات زندگی کی قلت اور گرانی کے باعث گذشتہ ایام میں عوام کو بہت تکلیف اٹھانی پڑی۔ اشیاء کی گرانی کے اسباب اگر جائز ہوتے تو کوئی مضائقہ نہ تھا مگر اکثر حالتوں میں حریص اور خود غرض تاجروں اور دکانداروں نے اپنے ذاتی فائدہ کو مدنظر رکھکر اشیاء اور اجناس کی قیمت میں بہت زیادہ اضافہ کردیا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ رعایا اور خصوصیت سے غریب لوگوں کو نمک جیسی معمولی چیز بھی مہنگے داموں خریدنی پڑی۔ سوداگروں اور دکانداروں نے لوگوں کی مجبوری سے بہت فائدہ اٹھایا۔ پس ضروری ہوا۔ کہ دکانداروں کو ناجائز نرخ بڑھانے سے روکا جائے اور رعایا کی سہولیت کے لئے کچھ انتظام کیا جائے۔ چنانچہ یہ لازمی سمجھا گیا۔ کہ عام تجارت اور اجناس کی تقسیم میں گورنمنٹ خود مداخلت کرے۔ اس غرض کے لئے ہندوستان کے محکمہ تجارت نے بعض تجارتی کاروبار۔ مثلاً جہازرانی۔ کوئلہ۔ چاء۔ نمک۔ چاول۔ وغیرہ کے انتظام کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ایسا کرنے سے مدعا یہ تھا کہ اشیاء کی قیمت مقدار موجودہ کے مطابق مقرر کی جائے یہ انتظام نہایت مفید ثابت ہوا ہے۔ اس قسم کی تجارت کے گورنمنٹ کے تحت میں آجانے سے تاجروں اور دکانداروں کے لئے ناجائز منافع اٹھانے کا موقعہ جاتا رہا۔ اس وقت یہ چیزیں بازار میں کافی مقدار میں معمولی داموں پر میسر آسکتی ہیں۔ لڑائی کے شروع میں تجارتی ضروریات کے لئے بہت کم جہاز ملتے تھے۔ جسکی وجہ سے ملک کی تجارت درآمد و برآمد میں بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ لیکن جب سے گورنمنٹ نے جہازوں کا انتظام شروع کیا ہے تجارتی اور فوجی ضروریات کے لئے جہاز کافی تعداد میں میسر آسکتے ہیں۔

کوئلہ

کوئلہ کے لئے بھی ذرائع باربرداری میسر نہ آتے تھے۔ اور ہندوستانی کارخانوں کو خسارہ اٹھانا پڑتا تھا۔ مگر گورنمنٹ ہند نے کوئلہ کی پیداوار اور تقسیم اور تعین نرخ کو اپنے ہاتھ میں لیکر ملک کے لئے بہت بڑی سہولیت پیدا کردی ہے۔

نمک

نمک ایسی شے ہے۔ جس کی ہر امیر و غریب کو یکساں ضرورت رہتی ہے گذشتہ موسم سرما میں ریلوں کی قلت اور مزدوروں کی کمی کے باعث نمک کا قحط پڑجانے سے لوگ چلا اُٹھے۔ دوکانداروں نے نرخ دانستہ بڑھاکر بے حد فائدہ اٹھایا۔ گورنمنٹ نے ہرچند کوشش کی کہ بازاروں میں نمک کافی مقدار میں بھیجا جائے۔ مگر لاحاصل۔ آخر گورنمنٹ نے یہ انتظام کیا! کہ بغیر منظوری نمک کانوں سے باہر نہ جاسکے۔ اور اس نے قیمت کے تعین و تقسیم کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور سرکاری طور پر سستی دکانیں کھلوادیں اور اس کے ساتھ ہی داروغہ نمک کو ہدایت کردی۔ کہ سرکاری دوکانوں کے آرڈروں کی تعمیل اول کی جائے اور بیوپاریوں کو مال بعد میں روانہ کیا جائے۔ بنگال کے بعض حصص میں نمک کا بھاؤ مقرر بھی کردیا ہے۔

چاء اور چاول

ہندوستانی چاء کا نرخ بھی سرکاری طور پر قائم کردیا گیا اور اسی طرح سے چاول کی تجارت میں عملدرآمد ہوا۔ اس ضروری جنس کے نرخ میں غیر معمولی اُتار چڑھاؤ واقع ہوئے۔ اس کی روک تھام کیلئے چاول کی پیداوار۔ نرخ اور تقسیم کو گورنمنٹ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ چنانچہ اب چاول لائیسنس کے بغیر باہر نہیں بھیجا جاسکتا۔ جس قدر پیدا ہوتا ہے۔ سب کا سب مناسب طور پر صرف میں آجاتا ہے۔

مٹی کا تیل

مٹی کے تیل کی گرانی کی وجہ کچھ تو جہازوں کی کمی ہے۔ کچھ مال گاڑیوں کی۔ تاہم مطلوبہ فروختی میں کوئی نمایاں فرق واقع نہیں ہوا۔ اس کے باوجود بازار میں یک لخت بھاؤ کا چڑھ جانا محض اسی وجہ سے ہے کہ تیل کے بیوپاریوں نے اس نازک موقعہ سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی بے انتہا سعی کی۔ اس کا انسداد کرنے کے لئے گورنمنٹ بہار بنگال۔ اڑیسہ اور صوبجات متوسط نے ایک سکیم مرتب کی ہے۔ جس کی رو سے تیل صرف اُن دوکانداروں کو مہیا کیا جائیگا۔ جو گورنمنٹ کو یقین دلادینگے کہ تیل مقررہ قیمت پر ہی فروخت کیا جائیگا گورنمنٹ ہند نے اس سکیم کو بہت پسند کیا ہے اور دوسرے صوبجات کی گورنمنٹوں

... گرانی تیل کا انسداد ہو جائیگا اور یہ ضروری شئے مقررہ قیمت پر فروخت ہونے لگے گی۔

کپڑا

کپڑے کی گرانی کے دو سبب ہیں۔ ایک تو یہ کہ لنکاشائر سے کپڑے کی آمد بند ہوگئی ہے۔ دوسرے یہ کہ کپاس کا بھاؤ لوگوں نے چڑھا دیا ہے گورنمنٹ ہند ہی تو اختتام جنگ سے پیشتر لنکاشائر کا کپڑا مہیا کرسکتی ہے۔ اور نہ ہی دیسی کپڑا سستے داموں پر غربا کو دلا سکتی ہے تاہم لیجسلیٹو کونسل کے آخری اجلاس میں اس قسم کا ایک مسودہ پیش کیا گیا ہے۔ جس کی رُو سے غریبوں کے لئے خاص قسم کا کم قیمت کپڑا تیار کرایا جائیگا اور دوکانداروں کو معقول کمیشن پر بیچنے کو دیا جائیگا گورنمنٹ بمبئی کا ارادہ ہے کہ ایسا قانون پاس کیا جائے جس کی رو سے ایک سنٹرل کاٹن کمیٹی (مرکزی مجلس کپاس) قائم کی جائے۔ جسے کپاس کا بھاؤ مقرر کرنے کے تمام اختیارات حاصل ہونگے۔

دیگر ضروریات زندگی

ان کے علاوہ گورنمنٹ ہند نے دوسری ضروریات زندگی (مثلاً گھاس۔ ایندھن۔ کوئلے) کے متعلق بھی صوبوں کی گورنمنٹوں کے نام زیر دفعہ گیارہ قانون تحفظ ہند اعلان شائع کئے ہیں۔ جن کی رو سے اُن کی قیمتیں مقرر کی جاسکتی ہیں۔ غلے کے متعلق اعلان کرنے کی راہ میں خاص خاص دقتیں حائل ہیں۔ جب تک وہ دُور نہ ہولیں تب تک کچھ کیا نہیں جاسکتا۔ بہرحال اس سے اتنا تو صاف ظاہر ہے کہ گورنمنٹ کو اپنی رعایا کی تکلیفات کا خیال ہے۔ اور وہ انہیں تعدی کرنے کا کوئی بھی ذریعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتی۔

ضروری خبریں

پریزیڈنسی بمبئی کی میونسپلٹیوں میں مسلمانوں کی جداگانہ نیابت: قانونی کونسل بمبئی میں آنریبل مسٹر رحمت اللہ نے اس مضمون کا ریزولیوشن پیش کیا کہ بمبئی پریزیڈنسی خاص کے مسلمانوں کو ان میونسپلٹیوں میں جو دو تہائی ممبران کے انتخاب کی مجاز ہیں۔ جداگانہ ریپریزنٹیشن کا استحقاق دیا جائے۔ آنریبل سر ابراہیم رحمت اللہ نے گورنمنٹ کی طرف سے جواب دیا کہ مسٹر پراٹ کی صدارت سے لوکل سلف گورنمنٹ پر ایک کمیٹی مامور کی گئی ہے۔ تاوقتیکہ وہ رپورٹ پیش نہ کرے۔ گورنمنٹ کسی قطعی رائے کے اظہار کے ناقابل ہے۔

امپیریل لیجسلیٹو کونسل کی کارروائی۔ چہارشنبہ کے اجلاس میں آنریبل پٹیل کا یہ ریزولیوشن کہ کانگرس و مسلم لیگ کے ڈیپوٹیشنوں کو بلاتوقف روانگی ولایت کی اجازت دی جائے۔ ۳۴ رائوں سے بخلاف ۸ ووٹوں کے مسترد ہوا۔

سوتی پارچات پر اقتدار:۔ کارپوریشن کلکتہ کے جلسہ چہارشنبہ میں مسٹر سی۔ ایف۔ پائن چیئرمین نے اس بات کا اعلان کیا کہ گورنمنٹ نے سوتی پارچات کو زیر اقتدار رکھنے کے لئے ایک کمیٹی ممبران کے تقرر کا فیصلہ کردیا ہے۔ اور مجھ سے اس کی ممبری قبول کرنے کی درخواست کی گئی ہے۔

اجناس و مایحتاج کی گرانی:۔ شمالی ہند میں ان دنوں گرانی بدرجہ کمال پہنچی ہوئی ہے۔ اس پر بھی اشیا و اجناس خوردنی کا نرخ یوماً فیوماً گراں تر ہوتا جاتا ہے۔ بقول لکھنؤ کے ایک اخبار کے وہاں آٹا روپے کا ساڑھے چار سیر بکتا ہے۔ لاہور میں آٹے کا نرخ ساڑھے پانچ سیر ہے۔ اسی نسبت سے چاول۔ گھی وغیرہ دیگر چیزیں بھی گراں ہیں۔

پنجاب میں انکم ٹیکس کی آمدنی ۱۹۱۶ء-۱۹۱۵ء کی رپورٹ سے منکشف ہوتا ہے کہ انکم ٹیکس سے ۳۲۲۲۷۵ روپے آمدنی ہوئی جو سال ماسبق سے بقدر ۴۴ فیصدی زائد ہے۔ یافت ہذا ۱۹۱۶ء کی آمدنی و منافع کی تشخیص پر مبنی ہے رپورٹ میں لکھا ہے کہ زرعی پیداوار اور مصنوعات گراں تھیں ریلوے رسل و رسائل میں رکاوٹ و بندشوں سے بعض اشیاء کے تاجروں مثلاً رنگ بیچنے والوں نے خوب ہاتھ رنگے۔ ممالک غیر سے جو چیزیں آتی ہیں انکی گرانی سے بھی سوداگروں نے فائدہ اٹھایا بعض صاحب جائداد و اجارہ داروں کو خوب یافت ہوئی معقول اجرت ملنے سے باعث محنت پیشہ لوگ

اس گرانی کے متحمل ہونے کے قابل ہوئے۔ مگر گرانی زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے۔

مقامی فتوحات۔ لندن ۲۵ ستمبر ۱۱ بجکر ۵ منٹ شب۔ ایک برطانوی اعلان مظہر ہے کہ آج صبح سیلیٹی کے نواح میں مزید دست بدست مقامی لڑائی ہوئی۔ ہم نے اس مقام پر بہت سے قیدیوں سمیت قبضہ کرلیا ہماری شدید و بعد کلدار توپوں کی آتشباری نے فاسیٹ کے شمال مغرب کی طرف تین جوابی حملے بھاری نقصان کے ساتھ پسپا کئے۔ ایپی ہالی کے مشرق کی طرف دشمن نے اچانک حملہ کرنے کی کوشش کی۔ جسے ہم نے پسپا کردیا۔ جرمن اپنی بہت سی لاشیں ہماری پوزیشنوں کے سامنے چھوڑ گئے۔ ہم نے رات کے وقت ایپی ہالی کے جنوب مشرق کی طرف حملہ آور کو پسپا کیا۔ دشمن کی ایک مضبوط پاسلی میٹرز کے نواح میں ایک چوکی میں داخل ہوگئی۔ لیکن ایک جوابی حملہ کرکے ہم نے اُسے باہر نکالدیا۔ کل ہمارے ہوابازوں نے معززار فوٹو لئے۔ مشاہدہ کنندگان نے خبر دی کہ ہمارے توپخانہ کی آتشباری کے نتیجہ کے طور پر دشمن کی توپوں کے مورچوں کو سخت نقصان پہنچا۔ ہم نے ۱۲½ ٹن بم گرائے۔ ہوائی جہازوں کے گوداموں اور کئی ریلوے جنکشنوں پر بھاری حملے کئے گئے۔ ہوائی جہازوں کی بہت سی لڑائیاں ہوئیں جن میں ہم نے ۱۳ ہوائی جہاز تباہ کئے اور ۲۲ ہوائی جہازوں کو نیچے کی طرف اتار دیا۔ ۱۰ برطانوی ہوائی جہاز گم ہیں۔ دشمن کے ۸ غبارے تباہ کئے گئے۔

شدید لڑائی:۔ لندن ۲۶ ستمبر ۲ بجکر ۱۰ منٹ۔ کل رات کا فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ سینٹ کوئنٹن کے مغرب کی طرف سہ پہر کے وقت دشمن نے ہمیں لی ایپائن ڈی ڈیلن سے نکالدینے کی کوشش کی۔ اسکے تمام حملے پسپا کئے گئے۔ ایلیٹ اور لیسنی کے درمیان اس روز دشمن نے سطح مرتفع موسٹی پر اور ویلمنٹ کے شمال کے علاقہ میں جہاں تمام دن شدید لڑائی ہوئی بھاری جوابی حملے کئے۔ باوجود پے در پے کوششوں کے دشمن ہمارے نئے دن کے فتح کردہ مقامات کو واپس لینے میں ناکامیاب ہوا اسکا بھاری نقصان ہوا۔ اور وہ بہت سے قیدی ہمارے ہاتھ میں چھوڑ گیا۔

بلغاریوں کا تعاقب۔ لندن ۲۵ ستمبر۔ بلغاری فوج کی حالت روز بروز زیادہ مشکل ہورہی ہے۔ بلغاری زیادہ تر کوپرولو استپ سڑک پر پسپا ہورہے ہیں۔ لیکن سردی اس سڑک سے بہت نزدیک فاصلہ کے اندر ہیں۔ جو عنقریب کاٹ دیجائیگی۔ جس کے بعد یہ دیکھنا مشکل ہے کہ بلغاری اس جگہ سے کیونکر نکل سکیں گے۔ ممکن ہے کہ انکی کچھ تعداد البانیہ پہنچ جائے۔ جہاں آسٹرین دستے موجود ہیں۔ لیکن یہ نہایت خراب اور دشوارگذار ملک ہے اور البانی بلغاریوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ ماہر جرمن افسران بلغاریوں کے ساتھ ہیں لیکن کوئی جرمن افواج شریک جنگ نہیں۔

لندن ۲۵ ستمبر۔ ایک اطالوی سرکاری مقدونوی اعلان مظہر ہے کہ ہم نے ہیپولسیانی کے شمال کی بلندیوں پر قبضہ کرلیا ہے۔

لندن ۲۶ ستمبر ۲ بجکر ۲ منٹ صبح۔ ایک فرانسیسی مشرقی اعلان مظہر ہے کہ جرمن افواج کی تازہ کمک کے باوجود دشمن شمال کی طرف اپنی پسپائی کو جاری رکھنے پر مجبور ہوا ہے۔ زبردست عقبی افواج محافظ ابھی تک سخت مزاحمت کررہی ہیں۔ موناسٹر کے شمال مشرق میں اتحادیوں نے پرلیپ کے پرے تک پیشقدمی کی ہے۔ اور کروشیو و کچیو و دلیس سڑکوں کی طرف ترقی کررہے ہیں۔ وسط میں سرویوں نے بابونا کے مشرق کی طرف لوپاڈ و ماسیف کو فتح کرلیا۔ اور لوٹرسرنا کے مغرب کی طرف زمین حاصل کی انہوں نے وارڈر کے شمال کی طرف اپنے صدر پل کو بڑھالیا۔ اور وارڈر اور وادی کروال کا درمیان کے درمیان پہاڑیوں پر قبضہ کرلیا۔ جہاں دشمن جلدی جلدی خندق نشین ہورہا ہے۔ دائیں پہلو پر برطانوی فرانسیسی اور یونانی افواج نے گریڈیٹز اور موہیڈ توپیں وارڈر کے پار زبردست مقدم دستے بھیجدئیے ہیں اور جبیل ڈوبران کے شمال کی طرف سارا دالی پر قبضہ کرلیا۔ مال غنیمت بڑھ رہا ہے۔ ۲۳ ستمبر کو ۳۰ توپوں اور بہت سے سامان رسد پر قبضہ کرلیا۔

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۵ اکتوبر ۱۹۱۸ء | نمبر ۲۴

ملفوظات حضرت مسیح موعود

ایک نووارد اور حضرت مسیح موعود ؑ

علما کی اگر میرے دعوے سے پہلے کی کتابیں دیکھی جاتی ہیں۔ تو ان سے کس قدر انتظار اور شوق کا پتہ لگتا ہے۔ گویا وہ تیرھویں صدی کی علامات سے مضطرب اور بیقرار ہو رہے تھیں مگر جب وقت آیا تو اول الکافرین ٹھیرتے ہیں۔

وہ جانتے تھے ہمیشہ کہتے آتے تھے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد اصلاح فساد کے لئے آتا ہے۔ اور ایک روحانی طبیب مفاسد موجودہ کی اصلاح کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ اب چاہیئے تو یہ تھا کہ صدی کا سر پا کر وہ انتظار کرتے۔ ضرورت کے لحاظ سے ان کو مناسب تھا کہ ایسے مجدد کا انتظار کرتے جو کسر صلیب کیلئے آتا۔ کیونکہ اسوقت سب سے بڑا فتنہ یہی ہے۔ ایک عام آدمی سے بھی اگر سوال کیا جائے کہ اسوقت بڑا فتنہ کونسا ہے؟ تو وہ یہی جواب دیگا کہ ۳۰ لاکھ کے قریب تو اسی ملک سے مرتد ہو گئے۔ اسلام وہ مذہب تھا کہ اگر ایک بھی مرتد ہوتا تو قیامت آجاتی۔ اسلام کیا اور ارتداد کیا؟ ایک طرف اس قدر لوگ مرتد ہو گئے۔ دوسری طرف اسلام کے خلاف جو کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان کو جمع کریں تو کئی پہاڑ بنتے ہیں۔ بعض پرچے ایسے ہوتے ہیں کہ کئی کئی لاکھ شایع ہوتے ہیں۔ اور انمیں پیغمبر خدا صلعم کی ہتک کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ بتاؤ ایسی صورت میں انا لہ لحفظون کا وعدہ کہاں گیا؟ اس نے وہ گالیاں سید المعصومین کی نسبت سنیں جن سے دنیا میں لرزہ پڑگیا مگر اسے غیرت نہ آئی اور کوئی آسمانی سلسلہ اس نے قایم نہ کیا؟ کیا ایسا ہو سکتا تھا۔ جب چنداں بگاڑ نہ تھا تو مجدد آتے رہے اور جب بگاڑ حد سے بڑھ گیا۔ تو کوئی نہ آیا۔ سوچو تو سہی! کیا عقل قبول کرتی ہے کہ جس اسلام کے لئے یہ وعدے اور غیرت خدا نے دکھائی کہ جس کے نمونے صدر اسلام میں موجود ہیں، تو اب ایسا ہوا کہ نعوذ باللہ مر گیا۔ اب اگر پادری یا دوسری مذاہب کے لوگ پوچھیں کہ کیا نشان ہے۔ اس کی سچائی کا تو بتاؤ۔ قصہ کے سوا کیا جواب ہے۔ جیسے ہندو کوئی پشتک پیش کر دیتے ہیں۔ ویسے ہی یہ چند ورق لے کر آگے ڈال سکتے ہیں۔ بڑی بات یہ کہ معجزات کے لئے چند حدیثیں پیش کر دیں۔ مگر کوئی کب مان سکتا ہے کہ ڈیڑھ سو برس بعد کے لکھے ہوئے واقعات صحیح ہیں مخالف پر حجت کیونکر ہو۔ وہ تو زندہ خدا اور زندہ معجزہ کو مانے گا اسوقت انسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اور خرابیوں کے علاوہ اسلام کو بھی مردہ مذہب بنایا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ نہ کبھی مردہ ہوگا۔ خدا تعالٰے نے اسکی زندگی کے ثبوت میں آسمان سے نشان دکھائے۔ کسوف خسوف بھی ہوا۔ اور طاعون بھی آئی حج بھی بند ہوا۔ واذا العشار عطلت کے موافق ریلیں بھی جاری ہوئیں غرض وہ نشان جو اس زمانہ کیلئے رکھے تھے پورے ہوئے مگر یہ کہتے ہیں ابھی وہ وقت نہیں آیا۔

ماسوا اس کے وہ نشان ظاہر کئے جن کے گواہ نہ صرف ہماری جماعت کے لوگ ہیں۔ بلکہ ہندو اور عیسائی بھی گواہ ہیں۔ اور اگر وہ دیانت و امانت کو نہ چھوڑیں تو ان کو بھی گواہی دینی پڑے گی۔ میں نے بارہا کہا ہے کہ صادق کی شناخت کے تین بڑے معیار ہیں اول نصوص کو دیکھو۔ پھر عقل کو دیکھو کہ کیا حالت موجودہ کے موافق کسی صادق کو آنا چاہیئے۔ یا نہیں۔ تیسرے کیا اس کی تائید میں کوئی معجزات اور خوارق بھی ہیں۔ مثلاً پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دیکھتے ہیں کہ توریت انجیل میں بشارات موجود ہیں۔ یہ تو نصوص کی شہادت ہے۔ اور عقل اس واسطے مؤید ہے۔ کہ اس وقت بحر و بر میں فساد تھا۔ گویا نبوت کا ثبوت ایک نص تھا۔ دوسری ضرورت تیسرے وہ معجزات جو آپ سے صادر ہوئے۔

اب اگر کوئی سچے دل سے طالب حق ہو تو اس کو یہی باتیں یہاں دیکھنی چاہئیں۔ اور ان کے موافق ثبوت لے۔ اگر نہ پائے تو تکذیب کا حق اسے حاصل ہے۔ اور اگر ثابت ہو جائیں اور وہ پھر بھی تکذیب کرے تو میری نہیں کل انبیا کی تکذیب کرے گا۔

نووارد۔ اگر ان ضروریات موجودہ کی بنا پر کوئی اور دعوی کرے کہ میں عیسےٰ ہوں تو کیا فرق ہوگا؟

مسیح موعود۔ یہ فرضی بات ہے۔ ایسے شخص کا نام لیں۔ اگر یہی بات ہے کہ ایک کاذب بھی کر سکتا تو پھر آپ اس اعتراض کا جواب دیں کہ اگر مسیلمہ کذاب کہتا کہ توریت اور انجیل کی بشارت کا مصداق میں ہوں تو آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کے لئے کیا جواب دیں گے؟

نووارد۔ میں نہیں سمجھا۔

مسیح موعود۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر آپکا یہ اعتراض صحیح ہو سکتا ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت بھی تو بعض جھوٹے نبی موجود تھے۔ جیسے مسیلمہ کذاب۔ اسود عنسی۔ اگر وہ یہ کہتے کہ انجیل اور توریت میں جو بشارات آنحضرت صلعم کی موجود ہیں۔ جس کے موافق یہ کہتے ہیں کہ یہ بشارات میرے حق میں ہیں۔ تو کیا جواب ہو سکتا تھا؟

نووارد۔ میں اس کو تسلیم کرتا ہوں کہ۔

مسیح موعود۔ یہ سوال اس وقت ہو سکتا تھا۔ جب ایک ہی جزو پیش کرتا۔ مگر میں تو کہتا ہوں کہ میری تصدیق میں دلایل کا ایک مجموعہ میرے ساتھ ہے۔ نصوص قرآنیہ حدیثیہ میری تصدیق کرتے ہیں۔ ضرورت موجودہ میرے وجود کی داعی ہے اور وہ نشان جو میرے ہاتھ پر پورے ہوئے ہیں۔ وہ الگ میرے مصدق ہیں ہر ایک نبی ان امور ثلاثہ کو پیش کرتا رہا ہے۔ اور میں بھی پیش کرتا ہوں۔ پھر کس کو انکار کی گنجایش ہے۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ یہ میرے لئے ہے۔ تو اسے میرے مقابلہ میں پیش کرو

نووارد۔ عیسےٰ کے لئے جو آیا ہے کہ وہ مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

مسیح موعود۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو آیا ہے کہ وہ مثیل موسےٰ تھے کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے عصا کا سانپ بنایا ہو۔ کافر بھی اعتراض کرتے رہے ہیں۔

فلیاتنا بآیۃ کما ارسل الاولون۔ معجزہ ہمیشہ حالت موجود کے موافق ہوتا ہے۔ پہلے نشانات کافی نہیں ہو سکتے۔ اور ہر زمانہ میں ملیک ہی قسم کے نشان کافی ہو سکتے ہیں۔

اخبار احمدیہ

مری ویوز: خلیفہ تفضل الہی صاحب ٹیلر ماسٹر اور بابو محمد اسمٰعیل صاحب تبلیغ اسلام اور حفاظت اسلام کا ایک خاص درد اپنے دل میں رکھتے ہیں اور اپنی شبانہ روز زندگی میں اس مقدس فرض کی ادائیگی کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ مبارک ہیں وہ لوگ۔ کہ جنکے دل میں اسلام کا درد ہے اور اس غفلت اور دین سے لاپرواہی کے زمانہ میں وہ خدمت اسلام سے غافل نہیں وسط ستمبر میں ان دو نوفدائیان اسلام نے آریہ سماج کے سالانہ جلسہ پر جو اسلام کے خلاف زہر اگلا گیا تھا اسکے دفعیہ کیلئے یے در یے کئی ایک خطوط لکھے کہ جن کی طرز تحریر سے اُس بیکلی اور بیچینی کا اندازہ ہو سکتا تھا کہ جو اسلام پاک پر ناپاک حملے سننے سے اُن دل میں پیدا ہو گئی تھی۔ اور یہ کہ وہ اس زہر کے اثر کو دور کرنے کیلئے کسقدر بیقرار تھے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں انکا خط پہنچا تو آپ نے مولوی عبدالحق صاحب کو حکم دیا کہ آپ فوراً مری پہنچ جائیں مولوی صاحب تو گویا تیار ہی تھے حکم پاتے ہی پہنچ گئے۔ اسی دن محمدن ریسٹ ہوس میں لیکچر کا انتظام ہو گیا۔ اشتہارات شایع کئے گئے ڈھنڈورا پیٹ دیا گیا کہ آج سر شام مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی کا قرآن کریم اور دیگر کتب مقدسہ پر لیکچر ہوگا۔ اعلان کے شایع کرنے میں بابو محمد اسمٰعیل صاحب اور ایک موقد سرگرم دوستوں نے کوشش بلیغ کی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ گو وقت تنگ تھا تاہم ریسٹ ہوس میں ایک مجمع کثیر جمع ہو گیا جسمیں مسلمانوں کے علاوہ سکھ صاحبان آریہ دوستوں اور دوسرے مذاہب کے لوگوں کا بھی خاص حصہ تھا۔ لیکچر سے پہلے قصہ خوانی بازار کے قوال نے اپنی بارعب اور پُر شوکت آواز کیساتھ بلند آہنگی سے ایک عجیب سکون اور رعب چھا گیا۔ اسکے بعد لیکچر حسب اعلان کی کو جب شروع ہوا اندازاً عالم کی تمام کتابوں (کہ جنکے اکثر نام تک بھی سننے میں نہ آئے تھے) پر ریویو کرتے ہوئے انکی حفاظت اور قرآن کریم کی حفاظت کا مقابلہ کیا اور یہ امر روز روشن کیطرح ثابت کر دیا کہ قرآن کریم کے سوا کوئی کتاب مقدس اپنی اصلی حالت پر آج روئے زمین پر موجود نہیں۔ توریت اور انجیل میں کوئی آیت اصل ملجائے تو ملجائے پر وید کا تو سر سے نانا بانا ہی بدلا دیا ہے۔ شاید اسی لئے کسی شاعر نے وید میں کیا اچھا کہا "نہ ہم تانا تنم جانانہ" اجی بابا تو کجا مجھے تو تانا تنتا تک بھی نہیں آتا (کوئی وید ہونگے!)

الغرض مولانا نے اسلام کا عالمگیر مذہب اور قرآن کریم کا ہر قسم کے شک ریب سے پاک ہونا ثابت کیا۔ اور اصلی وید کا صفحہ ہستی سے معدوم ہو جانا خود انکی مستند اور معتبر کتابوں کی حوالوں سے ثابت کر دیا اور خود وید کی اندرونی شہادتوں سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچا دیا کہ وید مختلف مصنفوں کی ایک غیر مکمل کتاب ہے۔ لیکچر اسقدر دلچسپ اصولی اور علمی بحث کو لئے ہوئے تھا کہ لیکچر ختم ہونے پر لوگ اٹھنے کا نام نہ لیتے تھے۔ دوسرا لیکچر۔ پہلے دن کی دلچسپی نے دوسرے دن ریسٹ ہوس میں ایک مجمع عظیم جمع کر دیا اور لیکچر کے شروع ہونے سے پیشتر ریسٹ ہوس کا ہال کھچا کھچ بھر گیا۔ پہلے ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب نے ایک مختصر مگر بہت لطیف تقریر اسلامی کتاب ... کی۔ جس کے بعد مولوی صاحب کا لیکچر شروع ہوا۔ لیکچر کیا تھا وید و نکے لطائف مجربے تھے ویدونکی سائنس اور فلاسفی اور ویدک تعلیم کے چٹکلے اور گدگدیاں غرض سبب آیا۔ ایک کریکے بنائے گئے حاضرین کی دلچسپی کا سے بھی سوا تھی اور مارے ہنسی کی لوٹ پوٹ ہو جاتے تھے دوران تقریر میں مہاشہ مسلیقہ وید جو قائل تھے

× اس سلسلہ میں حضرت صاحب نے نبیوں کے کاموں کو بطور مثال پیش کیا ہے اور خود بھی اِنھی نشانات کو پیش کرنے کا دعوے کیا ہے اس سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے کیونکہ منہاج نبوت پر ہی مجددین کی صداقت کو پرکھا جاتا ہے۔ اس سے نبی وہ نہیں بن جاتے۔ (ایڈیٹر پیغام صلح)

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ یکشنبہ مورخہ ۵ ؍ اکتوبر ۱۹۱۸ء نمبر ۴۲

حضرت امیر ایدہ اللہ کی چٹھی (بنام میاں صاحب) کا جواب

مُریدین میاں صاحب کے اخلاق کا نمونہ

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم حضرت امیر ایدہ اللہ کے اس مطبوعہ خط کو نقل کر چکے ہیں۔ جو آپ نے میاں صاحب کے نام حال ہی میں لکھا ہے۔ اس خط میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے حسب عادت جس دردِ دل اور نرمی کیساتھ میاں صاحب کو ان برے نتائج کی طرف متوجہ کیا ہے۔ جو ان کے مخترعہ عقاید سے پیدا ہوئے ہیں اور جن سے اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم۔ دیگر اکابرین امت اور حضرت مسیح موعود سخت زد کے نیچے آتے ہیں۔ اس کی گواہی کون منصف مزاج ہے جو دینے کے لئے تیار نہ ہو۔ اس سے قطع نظر کر کے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے اعتراضات کہاں تک صحیح ہیں۔ اور میاں صاحب کہاں تک حق سے دور جا رہے ہیں۔ صرف اس دردِ دل اور ان اعلیٰ اخلاق کو دیکھ کر جو حضرت امیر ایدہ اللہ کی تحریر سے ظاہر ہیں۔ انسان عش عش کر اٹھتا اور آپ کی بلند اخلاقی پر ہی فریفتہ ہو جاتا ہے۔

لیکن اس کے بالمقابل میاں صاحب کی طرف سے کیا کچھ ظاہر ہوا۔ اس کے متعلق ہم اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتے۔ جبتک کہ ان کا وہ جواب ہمیں پہنچ نہ جائے۔ جس کے عنقریب کتابی صورت میں شایع ہونے کی امید الفضل نے دلائی ہے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ میاں صاحب کا جواب شایع ہو۔ ان کے مریدوں کی طرف سے بھی متفرق چٹھیات حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام موصول ہوئی ہیں۔ جنکے پڑھنے سے سوائے اس کے کہ انکے لکھنے والوں کے اخلاق کا نوحہ کیا جائے۔ اور کوئی نتیجہ پیدا نہیں ہوتا۔ ان چٹھیات میں سے بعض فقرات کو ایک ایک کر کے پڑھو اور اس اخلاقی حالت کا اندازہ لگاؤ۔ جو خلافت مآب کے زیر اثر جماعت احمدیہ کے ایک کثیر حصہ کو حاصل ہوئی ہے۔

جب سب سے پہلا خط قادیان سے آیا ہے۔ جس میں ایک صاحب صالح محمد نام لکھتے ہیں کہ

"اتنا طول طویل خط لکھنے سے کوئی اہم مدعا حاصل کرنا ہے۔ اور خاص طور پر مبایعین میں بدظنی پھیلانا ہے .... اگر خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جانکر اور سچے دل سے اور محض حق رسانی کی غرض سے لکھا جاتا تو شاید کچھ نتیجہ خیز ہوتا۔ احمدیہ جماعت ایسے خطوط کو وقعت کی نظر سے نہیں دیکھتی"

دوسرے صاحب میاں عبد الحمید ہیں جو لاہور کی محمودی جماعت کے سیکرٹری بھی رہ چکے ہیں۔ آپ کے اخلاق کا نمونہ پہلے خط سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ فرماتے ہیں:-

"آپ (یعنی حضرت امیر ایدہ اللہ) کا یہ لکھنا (کہ میاں صاحب کے مریدین انکی ناپسندیدگی کے خیال سے ہماری تحریریں نہیں پڑھتے) سراسر جھوٹ اور بہتان ہے۔ اور یہ ایسا سفید جھوٹ ہے کہ آپ جیسے گریجویٹ کو لکھنے سے شرم کرنی چاہئے تھی۔ .... آپ ایک بھی ایسی نظیر پیش نہیں کر سکتے .... آپ کی تحریریں پڑھنے کیلئے پڑھنے والے کو اپنے دل پر بڑا جبر کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ ان میں حضرت مسیح موعود اور حضور کے خاندان کو سوائے گالیاں نکالنے کے اور کچھ لکھا ہوا نہیں ہوتا۔ اگر اس سے زیادہ کچھ ہوتا بھی ہے تو وہ سرور عالم آنحضرت صلعم کی شان پاک میں ہتک آمیز الفاظ ہوتے ہیں۔ یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ آپ کی تحریر دراصل کسی پادری یا آریہ کی تحریر کا اقتباس ہو"

پھر لکھا ہے:-

"آپ اپنی حالت کا اندازہ کریں کہ کیا آپ ویسے پہلوان ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بنانا چاہتے تھے۔ کیا حضرت مسیح موعود کا طرز عمل یہی تھا کہ وہ غیر احمدیوں کے جلسوں میں جا جا کر انہی کے ماتحت لیکچر دیتے۔ اور اپنی تقریر کا سامعین پر اثر ڈالکر روپیہ بٹورنے کی کوشش کرتے۔ جیسا کہ آپ نے آجکل طریقہ اختیار کیا ہوا ہے"

اس کے بعد لکھا ہے کہ

"آپ کے خط سے آپ کی شقاوت قلبی کا پتہ چلتا ہے۔ شروع شروع میں جبکہ آپ نے مخالفت کا جھنڈا کھڑا کیا تو شاید آپ کو وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔ کہ ساری کی ساری جماعت خاندان مسیح موعود پر ایسی شیدا اور فریفتہ ہوگی۔ اور حضرت خلیفہ ثانی سے اس کے تعلقات ایسے مستحکم ہوں گے کہ آپ کی سر توڑ کوششیں بیکار جائیں گی اور آپ کو یہ نامرادی کے دن دیکھنے پڑیں گے۔ سب سے زیادہ افسوس یہ ہے کہ آپ کو غیر احمدیوں نے بھی منہ نہ لگایا"

یہ وہ جواب ہے جو میاں صاحب کے ایک لاہوری مرید اور پھر جماعت محمودیہ لاہور کے سابق سیکرٹری کیطرف سے ملا ہے یہ جواب ہے۔ اس بات کا کہ میاں صاحب کے نزدیک نبوت اگر ایمان کا ہی ایک درجہ ہے۔ اور اگر ایک شخص ترقی کرتے کرتے نبوت کے درجہ کو پا سکتا ہے۔ تو اس سے تمام کاملین امت اور صحابہ کرام پر حرف آتا ہے۔ کہ وہ ایمان کے اس درجہ کو نہ پا سکے۔ بلکہ آنحضرت صلعم کی بھی قوت قدسی کے یہ منافی ہے۔ کہ تیرہ سو سال تک آپ کی امت کے تمام لوگ کامل ایمان کو پا ہی نہ سکے۔ یہ اس سوال کا جواب ہے۔ جو حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنی چٹھی میں کیا تھا۔ کہ اگر آنحضرت صلعم کو تین یا چھ سال تک اپنے دعوے میں شک رہا تھا تو اس سے اسلام کا کیا باقی رہ گیا۔ اور ایسے اسلام کی اشاعت کر کے میاں صاحب کہاں تک کامیاب ہو سکتے ہیں۔ یہ نتیجہ ہے اس غور کا جسکا وعدہ میاں صاحب نے انوار خلافت صفحہ ۹۲ پر حضرت مسیح موعود کے فتوے جنازہ اور اس خط پر کرنے کے لئے کیا تھا۔ جس میں آپ نے دوسرے مسلمانوں کے جنازہ کی اجازت دی ہے۔ اور جس کی حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنی چٹھی میں یاد دہانی کرائی ہے میاں صاحب تو جب غور کر چکیں گے دیکھا جائے گا۔ مریدوں کا بھی اگر غور ہے تو بس یہی کہ بجائے جواب دینے کے دو چار گالیاں سنا دیں۔ اور برا بھلا کہہ دیا۔

میاں عبد الحمید صاحب کی یہ چٹھی نمونہ ہے اس اخلاق کا جو خلافت مآب کے زیر اثر ان کے مریدوں کے اندر پیدا ہو رہے ہیں۔ کیا ان اخلاق کی موجودگی میں یہ کہنا غلط ہے کہ گدی پرستی نے ان لوگوں کی عقلوں کو سلب کر لیا ہے۔ ورنہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے جن باتوں کی طرف توجہ دلائی تھی اور جس سنجیدگی کے ساتھ میاں صاحب کو مخاطب کیا تھا کوئی مہذب سے مہذب انسان بھی اس کو گالیاں قرار نہیں دے سکتا۔ بلکہ ہمیں تو میاں عبد الحمید صاحب کی اس بات پر بھی تعجب آتا ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی تحریرات میں خلافت مآب اور حضرت مسیح موعود کو گالیاں دینے کے سوائے اور کچھ ہوتا ہی نہیں۔ یا آنحضرت صلعم کی شان میں ہتک آمیز الفاظ ہوتے ہیں۔ کیا میاں عبد الحمید صاحب اس قسم کی کوئی ایک تحریر بھی پیش کر سکیں گے اور ہمیں بتائیں گے کہ کہاں حضرت امیر ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعود اور ان کے خاندان بلکہ میاں صاحب کو بھی گالیاں دی ہیں۔ اور کس جگہ آنحضرت صلعم کی شان میں ہتک آمیز کلمات لکھے ہیں۔ اگر ایسی کوئی تحریر نہ دکھا سکیں اور ایسی کوئی بھی وہ تحریر کبھی دکھا نہیں سکتے۔ تو ان کی اس ایمانداری کو کیا کہا جائے جو ایسا

× × × × × × × × ×

ایک اور میاں صاحب کے لکھنوی مرید کی بھی چٹھی ہمارے پاس پہنچی ہے۔ جسمیں لکھنے والے نے ان دونوں سے بڑھ کر اخلاق کا اظہار کیا ہے۔ بطور نمونہ چند فقرات ہم یہاں نقل کئے دیتے ہیں:-

"آج آپ نے چٹھی طبع شدہ بھیجی ہے۔ جواب یہ ہے:- یہ مسموع ہوا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب علوم دینیہ میں بڑے لایق اور حلیہ تقویٰ و دیانت و تہذیب سے محلے ہیں۔ لیکن اس دو ورقہ چٹھی اسلامیہ پریس لاہور کی چھپی نے کمال حیرت پیدا کی اور یہ نہیں معلوم کہ آپ نے حالت صحو یعنی بیداری اور ہوشیاری یا حالت محو یعنی بیخبری اور بے اختیاری میں تحریر کیا ہے۔ یا یہ قصہ ماہی گیر الف لیلہ حسن نظامی کا سا۔ صرف دھوکے اور مغالطے عامۃ عوام الناس کے لئے دام تزویر پھیلایا ہے۔ ہمارے جناب نبی* گر خاتم النبیین محمد احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے دھوکا اور مغالطہ دینے لوگوں کے تئیں .... میری یہ تحریر کہ جس کو دوسرے لفظوں میں حدیث کبیر کہئے میں آپکے حالت تندرستی میں آپ کیلئے انقلوا نزا ہو کر بیماری کے بڑھنے کا موجب ضرور ہے۔ مگر پھر بھی اس عاجز کو خدا جانتا ہے۔ آپ سے الفت ہے چاہتا ہوں کہ آپ کا رفع ہو۔ اور مرہم غیبی کی صحبت سے ہٹ کر آپ مقام محمود میں آجائیں۔ اور وہ دن بھی خدا جلد لاوے کہ آپ لکھنؤ بھی تشریف لاویں اور میں کچھ کاں میں کہوں گا"

ان الفاظ کو پڑھ کر کون غیرت مند ہے جو مریدین میاں صاحب کے اخلاقی فقدان کا قایل نہ ہو۔ میاں عبد الحمید صاحب کو شکایت تھی کہ انکو ہماری تحریریں دل پر جبر کر کے پڑھنی پڑتی ہیں کیونکہ انہیں مسیح موعود اور آنحضرت صلعم کو گالیاں ہی گالیاں دی ہوئی ہوتی ہیں۔ لیکن کیا وہ بتائیںگے کہ ان کی اپنی اور میاں کبیر الدین صاحب کی مندرجہ بالا تحریر کہاں تک گالیوں سے پاک ہے اور کسقدر جبر ہمیں اپنے اوپر کرنا پڑا ہے۔ جب ان تحریرات کو ہم نے پڑھا اور پھر نقل کیا ہے۔ لیکن اگر واقعی ہماری تحریرات میں مسیح موعود اور آنحضرت صلعم کو گالیاں دی ہوئی ہوتی ہیں۔ تو پھر بڑی بے غیرتی ہے کہ میاں عبد الحمید صاحب انہی تحریرات کو پڑھنے کا بھی ادعا کرنے اور حضرت امیر ایدہ اللہ کے اس بیان کی ... کہ میاں صاحب کے مریدین ہماری تحریرات کو پڑھتے نہیں تردید کرتے ہیں۔ مسیح موعود اور آنحضرت صلعم کو گالیاں جس تحریر میں دی ہوئی ہوں کیا وہ پڑھنے کے لایق ہو سکتی ہے۔ اسے تو ردی میں پھینکنا چاہئے۔ مگر میاں عبد الحمید صاحب ہیں کہ ایک طرف تو انہیں ہماری تحریرات میں گالیوں کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ اور دوسری طرف انہیں پڑھنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔

اس امر کا ثبوت کہ ہماری تحریرات کو نہ پڑھنے کا ایما خود خلافت مآب کیطرف سے ہوا ہے۔ ہم اسوقت تک محفوظ رکھیں گے جبتک کہ خلافت مآب کا جواب شایع نہ ہو جائے۔ اور اس میں وہ اس سے انکار نہ کریں۔ ہاں ہمیں تعجب ہے کہ اس قدر اخلاق کے ہوتے ہوئے جیسا کہ مندرجہ بالا چٹھیات سے ظاہر ہے۔ میاں صاحب کے مریدین کی وہ کونسی روحانیت ہے۔ جسکا وہ فخریہ دعوےٰ کیا کرتے ہیں کیا اللہ تعالےٰ سے نبوت دینے کا اختیار چھین کر آنحضرت صلعم کو نبی گر کہدینے اور میاں صاحب کی لاہیں ہاں ملا دینے کا نام روحانیت ہے کیا میاں صاحب کی بیعت کو مقام محمود قرار دید بنا روحانیت کا مرتبہ رکھتا ہے۔ یا چند موٹی موٹی بازاری گالیاں سنا دینے کو روحانیت کہتے ہیں آخر روحانیت میں اخلاق بھی کوئی چیز ہے یا نہیں۔ اور کیا بلند اخلاقی ہی روحانیت کا دوسرا نام نہیں؟ کاش میاں صاحب اور انکے مریدین اسپر غور کریں اور دیکھیں کہ وہ کہاں سے کہاں جا رہے ہیں۔

---

* نبی گر خاتم النبیین کی یہ اصلاح خاص توجہ کے قابل ہے۔

یہ چند تحریرات ہم نے میاں صاحب کے غور اور توجہ کے لئے یہاں نقل کر دی ہیں۔ جنکا تر کی بترکی جواب دینا ہمارا کام نہیں۔ ہم میاں کبیرالدین صاحب کی مماثلت کو اختیار کرنا نہیں چاہتے۔ ان کی گالیاں اور خطابات ان کو مبارک۔ ہمیں صرف خلافت مآب کے مریدین کی روحانیت کا ایک شمہ پیش کرنا تھا۔ جو کر دیا۔ میاں صاحب کیا اس پر غور فرمائیں گے اور جماعت کی اس حالت کو دیکھ کر کسی صحیح نتیجہ پر پہنچیں گے۔ اور ان کی اصلاح عالم کی طرف متوجہ ہوں گے؟

ووکنگ میں عید الفطر

امسال بھی لندن میں سابق کیطرح

ووکنگ میں حضرت خواجہ صاحب نے عید الفطر پڑھائی جس کی تفصیلی روئیداد اگست ستمبر ۱۹۱۸ء کے اسلامک ریویو میں شائع ہوئی ہے۔ جو حسب ذیل ہے:-

"کہا جاتا ہے کہ عبادت کو سچے دل سے بجا لانا ہی بذات خود اسکی مقبولیت کا نشان ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جو جسقدر ہمارے معاملہ میں سچی ثابت ہوئی ہے۔ شائد کبھی بھی صداقت کی کسوٹی پر اسطرح پوری نہ اتری ہوگی۔ ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ چند سال ہوئے ہم نے اپنی اس دلی خواہش کا اظہار کیا تھا کہ مسجد ووکنگ میں ہم سالہا سال تک عیدیں منانے کے قابل ہوسکیں۔ یہ خوشگوار امید اور خواہش حسن خوش آئند طریق پر پوری ہوئی اور ہو رہی ہے۔ وہ ہماری تمام توقعات سے بالا تر ہے۔ ہمارے بہت سے نومسلم برادران و خواتین کے لئے یہ مبارک تقریب حقیقی مسرت اور خوشی کا موجب ہوئی ہے۔ کیونکہ اس سے ان کی زندگیوں میں جو انہوں نے اسلام کے ماتحت بسر کرنی شروع کی ہیں۔ وہ نمایاں خصوصیات پیدا ہوگئی ہیں۔ جن کے پیدا کرنے میں اس زمانہ کی خشک مادیت کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ ان میں سے اکثروں کے لئے اسلام ایک عجیب و غریب لیکن موثر اور دلنشین عملی ضابطہ زندگی ثابت ہوا۔ جو نہ صرف روحانیت ہی کی عمارت کو مستحکم و مضبوط کرتا ہے۔ بلکہ تمام دنیوی ترقیات اور مرفع الحالی کا بھی مخزن ہے۔ جسم اور روح دونو کے متعلق اس نے ہدایات دی ہیں۔ اور یہ وہ امر ہے جو ابتک کسی کے شگفنے میں نہیں آیا۔

حسب معمول انگلستان میں رہنے والے مسلمانوں کو عید بھی جو ۱۰ جولائی ۱۹۱۸ء کو بروز بدھ منائی گئی بہت دن پیشتر اطلاع دی جا چکی تھی۔ صبح سویرے ہی ہمارے مسلمان بھائی اور بہنیں لندن اور اس سے کسی قدر دور کے مقامات سے آنے شروع ہو گئے۔ جنکا سلسلہ ۱۲ بجے دوپہر تک جاری رہا۔ بارش کیوجہ سے جو تمام دن ہوتی رہی اگرچہ مجمع پہلے سالوں سے نسبتاً کم تھا۔ لیکن پھر بھی مسلمانوں کی ایک کافی تعداد جمع ہوگئی تھی۔ جن میں ہر ایک طبقہ کے مرد اور عورتیں اور بہت سی مجالس کے نمائندے بھی شریک ہوئے۔ اور لوگوں کے علاوہ سکرٹری آف سٹیٹ (صاحب وزیر ہند) کی انڈیا کونسل کے بھی دو ممبر ایک ہندو اور ایک مسلمان شامل تھے۔ انگلستان کے مسلمان طلبا میں سے بھی بعض عید منانے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ وعلیٰ ہذا القیاس کیمبرج۔ آکسفورڈ۔ برسٹل۔ لورپول اور ناٹنگھم یونیورسٹیوں کے بھی اکثر طلبا نے اس مبارک موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ نماز مسجد کے اندر ہی پڑھی گئی۔ جس کے بعد امام نے خطبہ پڑھا۔ اور سورت فاتحہ کو اپنے وعظ کا عنوان قرار دیا۔ خطبہ میں آپ نے اسلام کی اس نمایاں اور عالمگیر تعلیم اور خصوصیت کا بالخصوص ذکر کیا جو تمام بڑے بڑے ادیان مذاہب کے بارہ میں اس نے دی ہے اور جسکا عملی نقشہ آپ نے بتایا۔ کہ آج (عید) کے دن سے بڑھ کر کہ کا حقہ کبھی بھی نظر نہیں آ سکتا۔ یہ دن گویا تمام بین الاقوامی تفریقات کو دور کرنے اور مختلف اقوام کی باہمی عالمگیر منافرت کو نیست و نابود کرنے کا دن ہے۔

خطبہ کے بعد تمام حاضرین نے "عید مبارک" اور السلام علیکم کی صداؤں کے ساتھ ایک دوسرے سے بغلگیر ہونا شروع کیا۔ دعوت عید پلاؤ اور قورمہ (دو ہندوستانی کھانوں) سے کی گئی۔ حاضرین اس کھانے سے بہت ہی محظوظ ہوئے۔ اور باقی دن یونہی بات چیت میں گذرا۔ نماز ظہر کے بعد چائے پلائی گئی۔ جس میں بہت سے اور احباب بھی جو عدیم الفرصتی کی وجہ سے صبح پہنچ نہ سکے تھے۔ شامل ہوئے۔ عصر اور مغرب کی نمازوں کے بعد کچھ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور شام کے کھانے میں سوائے ان چند ایک کے باقی لوگ شریک تھے۔ کھانا کھانے کے بعد باقی مہمان بھی اس دعا کے ساتھ رخصت ہوئے کہ آئندہ بھی سالہا سال تک وہ عید منانے کے لئے یہاں جمع ہوتے رہیں۔

عید الفطر کی اس روئیداد کو ختم کرنے سے پہلے ہم ان خدمات کے لئے جو ہمارے نومسلم بھائی اور بہنوں نے سابق کی طرح عید کو کامیاب بنانے کے لئے محنت اور شوق کے ساتھ سرانجام دیں۔ ان کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے ان نومسلم برادران کا یہ شاندار نمونہ اس محبت و اخوت اور جوش اسلامی کی ایک زندہ مثال ہے۔ جو اسلام سے انہیں حاصل ہوا ہے۔"

ایک ولایتی انگریزی اخبار کے الفاظ عید الفطر کی تقریب پر

عید الفطر کی متذکرہ بالا تقریب پر لندن کا روزانہ اخبار ڈیلی ایکسپریس

رقمطراز ہے۔ کہ کل مسجد ووکنگ میں ہندوستانی۔ ایرانی اور مصری دلکش ملبوسات اور عماموں کے ساتھ مختلف نمازیوں۔ ایک ہردلعزیز انگریزی ناولسٹ (مسٹر مارماڈیوک پکتھال) اور ایک پیر یعنی امیر الامرا (لارڈ ہیڈلے بالقابہ) نے رمضان کی عید کا تیوہار منایا۔ ان رنگا رنگ اور دلکش ملبوسات اور عماموں کے اندر ایک شاہی فوج کی خاکی وردی بھی تھی۔ جو بہت سے نمازیوں نے پہنی ہوئی تھی...... نماز اور تلاوت قرآن کے ایک گھنٹہ بعد خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام نے انگریزی میں ایک زبردست لیکچر دیا...... ایک باغ کے اندر قوم مورشں مسلمانوں کے طرز کی نہایت خوبصورت مسجد جسمیں ایک فوارہ بھی ہے پھر مسجد کے اندر تلاوت قرآن کریم اور مکہ معظمہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا وادی سرے میں (اس علاقہ کا نام ہے جہاں ووکنگ کا شہر آباد ہے) بغداد کا منظر قائم کیا ہوا تھا۔"

ڈیلی ایکسپریس کے یہ الفاظ اور عید الفطر کی مندرجہ بالا روئیداد اسلام کی اس عظمت کو ثابت کرتی ہے۔ جو مغربی ممالک کی اس سرزمین میں اس کو حاصل ہو چکی ہے۔ جہاں کسی وقت اسے سخت نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا اور طرح طرح کے برے خیالات اسلام کے متعلق لوگوں کے قلوب میں گڑ چکے تھے۔ برطانیہ عظمیٰ کی وسیع مملکت کے دارالصدر میں اسلام کی اس عظمت کا قائم ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ...... برطانوی مقبوضات کیطرح اسلام پر بھی اب وہ وقت آنے والا ہے کہ اس پر کبھی سورج غروب نہ ہوگا۔ مغرب سے سورج کا نکلنا اگر یہ حقیقت اپنے اندر رکھتا ہے کہ بلاد مغرب سے اسلام کا سورج طلوع ہو کر کل دنیا کو اپنی منور کرنوں سے روشن کرے تو خواجہ کمال الدین صاحب کیلئے اس سے بڑھ کر مبارک بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ اس تیرہ صد سالہ پیشگوئی کا ظہور آج ان کے ہاتھوں سے ہو رہا ہے۔ اور ہادی اسلام صلعم کے پاک الفاظ انکی مساعی جمیلہ سے حقیقت کا جامہ پہن رہے ہیں انہیں مبارک ہو۔ کہ امام وقت کی بھی آواز انہیں کی تائید میں ہے اور مسیح موعود کی قائم مقامی میں وہ ان سفید پرندوں کو پکڑ رہے ہیں جن کو آپ نے عالم رویا میں انگلستان کے منبر پر کھڑے ہو کر بزبان انگریزی تقریر کرتے ہوئے پکڑا تھا حاسدین کے منہ کھلے رہیں اور بیشک وہ ان نورانی کرنوں پر افق انگلستان سے طلوع ہو رہی ہیں خاک پھینکتے رہیں لیکن اسلام کامیاب ہوگا۔ خواجہ کمال الدین صاحب کی کوششیں جناب الٰہی میں مشکور ہوں گی۔ اور ہو رہی ہیں اور خاک الٹ کر انہیں کے موہنوں پر پڑے گی۔ جو اس کی دشمنی کے درپے ہیں۔ انشاء اللہ۔ ینصرہ من یشاء۔

کرتارپور کا واقعہ ہائلہ اور گائے کی جگہ انسانوں کی قربانی

گذشتہ اشاعت میں ہم سافر آگرہ کے

ایک نامہ نگار کا بیان اس ہولناک واقعہ کے متعلق شائع کر چکے ہیں۔ جو ہندوؤں کے مشہور تیرتھ گاہ ہردوار کے علاقہ کے اندر موضع کرتارپور میں وقوع پذیر ہوا۔ مسافر آگرہ اور اس کا نامہ نگار متفق اللسان ہیں کہ مسلمانوں نے باوجود قلیل التعداد ہونے کے اندر باہر جو موجود ہندوؤں کی ایک کثیر جمعیت کی فراہمی کے ان کو بیدریغ بڑھ بڑھ کر لاٹھیوں سے زدوکوب اور قتل ہی کیا بلکہ گاؤں کو آگ لگا دیا۔ لیکن واقعات کیا ہیں۔ یہ ان نومسلمانوں کے ہی متضاد بیانات اصلیت کا انکشاف کر رہے ہیں۔ لیکن واقعات کی تفتیشی کیفیت بھی متعدد اخبارات میں شائع ہو چکی ہے جن میں سے معاصر الخلیل کا یہ بیان سننے کے قابل ہے کہ "جہاں تک ہم نے تحقیق کیا ہے ۴۲ بہتر تک ۳۰ مسلمان مرد و ۱۰ مسلمان عورات اور ۷ مسلمان بچوں کل ۴۷ مسلمانوں کی جلی ہوئی لاشیں چھوٹی بڑی جلی ہوئی کھوپڑیاں خشک (اعضاء) دستیاب ہوئے۔ جو بعد معائنہ ڈاکٹری مسلمانوں کو واپس دی گئیں۔ جو دیکھی نہیں جا سکتی تھیں۔ رشتہ داروں نے زار زار روتے ہوئے مشکل سے ان معصوم شہداء کی نماز میت پڑھی۔ سنتے ہیں کہ پانچ چھ ہزار سے کم ہندوؤں کا مجمع نہیں تھا جو دور دور کے دیہات سے یہی غرض پورا کرنے کے لئے آئے تھے۔ اس موضع میں ہمیشہ سے قربانی ہوتی آئی تھی۔ اور عدالت کا طے شدہ مسئلہ تھا۔ اس موضع کو ان ہزاروں ہندوؤں نے اس لئے منتخب کیا تھا کہ مسلمان خود اس موضع میں بہت کم اور تقریباً ¼ کی نسبت رکھتے تھے۔ اور زیادتی درجہ و حیثیت کی بنا پر ہندوؤں نے مولوی امیر حسن صاحب سب ڈویژنل افسر کو بلکہ بہت کوشش کر کے اور میموریل بھیجکر ایک ہندو سب ڈویژنل افسر گورنمنٹ سے دلایا۔ اس لئے کہ اس علاقہ میں ہردوار کا تیرتھ گاہ واقع ہے۔ گورنمنٹ نے اسی لحاظ کر کے تقریباً دو ماہ ہوئے پنڈت گنگارام صاحب شاستری کو جو سنسکرت کے ایم۔ اے آریہ اور متعدد مذہبی کتب کے مصنف ہیں یہاں مامور فرمایا۔ تحصیلدار صاحب رڑکی پہلے سے ہندو ہیں اور جوالاپور میونسپل بورڈ کے سکرٹری بھی ہندو ہیں جو شاستری صاحب کے ہمراہ موقعہ پر موجود تھے۔ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا قربانی کا ارادہ تھا۔ جبپر ہندوؤں کا جم غفیر جمع ہو گیا۔ جو لاٹھیوں اور بھالوں سے مسلح تھے۔ (بھالے بتعداد کثیر قریب جوار میں خفیہ تیار کرائے گئے تھے اور ہمکو معلوم ہوا کہ کچھ نجیب آباد سے بھی آ گئے) منشی محمد یوسف انسپکٹر حلقہ و منشی سمیع اللہ سب انسپکٹر موقع پر پہنچ گئے تھے (دوسری مراسلت جو ہمارے پاس پہنچی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ان ہنود نے موجودگی تحصیلدار صاحب ایک حد تک حملہ آوروں کو روکا مگر شاستری صاحب بعد میں پہنچے اور چند حملہ آوروں سے علیحدہ کچھ گفتگو کی۔ اس کے بعد ہندوؤں نے فوراً آگ لگا دی) مگر تمام روایتیں اس پر متفق ہیں کہ شاستری صاحب کی موجودگی میں مسلمانوں کا قتل شروع ہوا۔ مسلمان آبادی کا محاصرہ کر لیا گیا۔ آگ لگا دی گئی۔ اور اسکا ایک وسیع حلقہ بنایا گیا۔ مفروروں کو اور جو عورتیں بچے نکل کر بھاگنا چاہتے تھے ان کو بھالوں سے گھیر کر اور اٹھا اٹھا کر آگ میں پھینکا گیا۔ سنا گیا ہے کہ بچے بھالوں کے پھل ہاتھوں میں پکڑ لیتے تھے مگر ظالموں کے بھالے ان کے سینوں کے پار ہو کر انہیں آگ میں پہنچا رہے تھے۔ اور اہتمام تھا کہ کوئی متنفس بچکر نہ جا سکے گورنمنٹ کا ایک افسر جس کے ہاتھ میں رعایا کی جان و مال دیدی گئی تھی۔ وہ پاس کھڑا ہوا برابر اس تماشے کو دیکھتا رہا۔ پولیس انسپکٹر حلقہ منشی محمد یوسف نے کئی بار فیر کی اجازت طلب کی تاکہ مجمع منتشر ہو جائے۔ مگر شاستری جی نے ہر دفعہ انکار ہی کیا۔

مسٹر اسٹبس صاحب کلکٹر سہارنپور عید الفطر کے روز فوجی جمعیت کیساتھ قربانی کرانے کے لئے گنگوہ تشریف لیگئے تھے۔ چونکہ یہ عید سے اگلے دن کا واقع ہے۔ اس روز وہ واپس آ چکے تھے۔ انہیں کسی ذریعہ سے اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ ننگی پیٹھ گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگتے آئے اور اس شریف انگریز نے انگریزی عملداری میں جیتے جاگتے انسانوں کا آخری سین اپنی آنکھ سے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ گورنمنٹ کا ذمہ دار افسر کس طرح کھڑا تماشہ دیکھ رہا ہے۔ اور پولیس کی فوج کیسی بے کس ایستادہ ہے۔ وہ ایک بچہ کو جو آگ میں پڑا تڑپ رہا تھا دیکھ کر بیتاب ہو گئے۔ اور خود دھکیل کر اس کو آگ سے نکال لائے سنا ہے کہ وہ جب زبان نکالتا تھا تو یہ خود اپنے ہاتھ سے اس کے منہ میں پانی ڈالتے تھے اور جب وہ تڑپتا تھا تو اپنا سینہ کوٹتے تھے اور سر پیٹتے تھے جس نے بالآخر انہیں کے سامنے جان دے دی۔

مسٹر اسٹبس کے آنے تک جس قدر مسلمان محصور ہو گئے تھے

حمائم بین کتفیه مثل ابن حبیب اللہ الحجلة من حجل الفرس الذی بین عینیہ قال ابراھیم بن حمزة مثل زر الحجلة۔ روایت ہے سائب بن یزید سے کہا مجکو میری خالہ نبی صلعم کے پاس لے گئی۔ اور کہا یا رسول اللہ صلعم تحقیق میرا بھانجا بیمار ہو گیا ہے۔ پس آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے دعا کی ساتھ برکت کے۔ پھر وضو کیا۔ پس پیا میں نے پانی حضرت صلعم کے وضو کا۔ پھر میں حضرت صلعم کی پیٹھ پیچھے کھڑا ہوا۔ پس میں نے مہر نبوت کو آپ کے مونڈھوں کے درمیان دیکھا۔ جو چھپر کٹ کی گھنڈی کی مانند تھی۔ ملا علی قاری نے اس پر لکھا ہے۔ مہر نبوت مثل چھپر کٹ کے گھنڈی کے تھی۔ ہیئت اور مقدار میں۔ اور مہر نبوت اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ پہلی کتابوں میں یہ علامت حضرت کی مذکور تھی۔ کہ مہر نبوت اُن کے مونڈھوں میں ہوگی۔ حضرت جب پیدا ہوئے تو اسی سے پہچانے گئے۔ کہ نبی آخر الزمان یہی ہیں۔ یعنی یہ حضرت کی نبوت کی ظاہر علامت تھی۔ باقی معجزات اور براہین علمیہ اور ہزاروں اخبار مستقبلہ مندرجہ کتاب و سنت کا وقوع اس کے علاوہ رہا۔ اسجگہ ایک مثال کے طور پر از قسم مہر نبوت چند نظائر پیش کئے جاتے ہیں۔ جو باہم ایک دوسرے کی تصدیق کر رہے ہیں۔ عجائب القصص فارسی مصنفہ مولانا عبد الواجد صاحب محدث مغفور و مرحوم میں لکھا ہے۔ در روض الریاحین از بعضے شیوخ نقل کردہ کہ وے گفتہ در شہرے از شہرہائے ہندرسیدم آنجا درختے دیدم کہ بار آں مانند کنیرہ بود و دو پوست داشت و قتے کہ آنرا می شکستند ازو برگے سبز و پیچیدہ بر آں نوشتہ بسرخی بخط جلی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ واہل آں قریہ بآں تبرک می جستند و طلب آب میکردند۔ وقت امساک باراں۔ و تضرع می نمودند پیش آں پس آں را پیش یعقوب الصیاد گفتم او گفت ازیں عجب داری و آنرا عظیم می پنداری روزے بودم کہ بر نہرے شکار میکردم روزے ماہی شکار کردم دیدم ناگاہ کہ بر پہلوئے راست آں نوشتہ بود لا الہ الا اللہ و بر پہلوئے چپ آں محمد رسول اللہ پس آں ماہی را خلاص ساختم و در آب انداختم از جہت احترام نام حضرت ملک علام و نام رسول او علیہ الصلوٰۃ والسلام

کیا یہ روایت روض الریاحین کی اُس اعجازی مچھلی کی تائید نہیں کرتی جس کا مفصل و محققانہ حال تحقیق کیساتھ اسلامک ریویو جلد ۴ ع۲ میں لکھا ہے۔ کیا ایک دوسرے کو باہم یکدیگر تصدیق نہیں کر رہے ہیں۔ ایضاً اسی میں لکھا ہے کہ در شفائے قاضی عیاض فرمودہ کہ سمنطاری آوردہ کہ در بعضی از بلاد خراسان مشاہدہ نمودہ کہ فرزندے زائیدہ بر یک پہلوئے او نوشتہ بود لا الہ الا اللہ و بر پہلوئے دیگر محمد رسول اللہ و نیز فرمودہ کہ بعض مورخان ابراز نمودہ کہ در بلاد ہند گلے است سرخ رنگ برو نوشتہ بخط سفید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ و در حواشی شفا آوردہ کہ از علی بن عبد اللہ الہاشمی ناشی مر دلیست کہ گفتہ در آمدم در بعضے از قریہ بلاد ہند پس دیدم گلے بزرگ خوشبو برنگ سیاہ نوشتہ بخط سفید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابو بکر صدیق و عمر الفاروق پس شک کردم و گمان بردم و گفتم بظاہر ایں عملے است نوشتہ آدمی است پس قصد کردم بسوئے گلے دیگر ناشگفتہ چوں آں را کشادم دو اکردم دیدم کہ آں نیز ہمچنیں بود و اہل آں قریہ سنگ می پرستیدند و خدا را نمی دانستند۔ کیا یہ سب روایات باہم ایک دوسرے کی مصدق نہیں ہیں۔ خصوصاً مہر نبوت خاتم النبیین کی روایت جو تمام دواوین حدیث میں لکھی ہوئی ہے اُس کی تصدیق کیلئے ہر زمانہ میں شاہد موجود ہوتے رہتے ہیں۔ پھر یہیں ملحدین کی انکار کی کیا پرواہ ہے۔ اور یہی معنی اس آیت کی بنا پر ہیں۔ نریک بعض الذی نعدھم او نتوفینک فالینا مرجعھم ثم اللہ شہید علی ما یفعلون۔ ان واقعات کی تکذیب محض عناد اور مخالفین میں سرتا پا بیجا تعصب ہے۔ کیونکہ پچھلے واقعات حال کے واقعات کی تصدیق کر رہے ہیں۔ اور حال کے واقعات پچھلے حال کے مصدق ہیں فاین المفر اور یہی حضرت خاتم النبیین کے صادق اور مصدق ہونیکے معنی ہیں کوئی عقل انسانی امر صادق و مصدوق کی تکذیب نہیں کر سکتی الحاصل انہوں بڑے بڑے زور آور حملوں کے ساتھ ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا کا زمانہ بہت قریب آگیا ہے۔ اس حال کی اعجازی مچھلی کے دوسری طرف نشان اللہ لکھا ہوا ہے نہ محمد رسول اللہ۔ جو آخری زمانہ کا ایک نشان جلالی و قہری ہے۔ کیونکہ انسانوں کی بغاوت دین اللہ کے ساتھ اس آخری زمانہ میں اب حد سے گذر گئی ہے۔ جو پہلے زمانہ میں اس شدومد اور گستاخی کیساتھ واقع نہ تھی۔

(باقی دارد)

خطابت

پیشتر ازیں خطابت العرب کے عنوان سے فن تقریر پر مولوی عبد السلام صاحب ندوی کے قلم سے نکلا ہوا ایک مضمون شایع ہو چکا ہے۔ جسکے بقیہ نمبر "معارف" کے شایع ہونے پر انشاء اللہ ہدیہ ناظرین ہوں گے لیکن اس مضمون کے شروع میں اسی موضوع پر مولوی عبد السلام صاحب نے مولوی محمد عبد الرحمن صاحب بی۔ اے وکیل کے بھی ایک مضمون کا حوالہ دیا ہے۔ جو اس سے پہلے معارف میں چھپ چکا ہے۔ اور جسمیں فن تقریر پر یورپین نقطہ خیال سے بحث کی گئی ہے۔ چونکہ یہ ایک علمی بحث ہے۔ اور اس وقت جماعت احمدیہ کو ہم ایسے لیکچراروں کی ضرورت ہے۔ جو اسلام کی خوبیوں کو نہایت عمدگی کیساتھ اپنے سامعین کے دلنشین کر سکیں اسلئے "خطابت العرب" کی اہم خصوصیات سے پہلے اس یورپین اسلوب تقریر کو سن لینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا جس کا ایک نمبر ہم ذیل میں پیش کئے دیتے ہیں:۔

دنیا میں جسقدر علمی کام ہیں ان میں سب سے زیادہ خطابت کیلئے دماغی قوتوں کی ضرورت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خطابت قوت حافظہ تخیل قوت اظہار مافی الضمیر صحت استدلال۔ قوت قلب اور جذبات قلبی پر مبنی ہے جس شخص میں مختلف قابلیتیں ہوں اس کے ساتھ وہ ذہین فطین صائب الرائے قوی حافظہ اور ذکی الطبع بھی ہو۔ اور جس کے پاس سرعت کے ساتھ انتقال کرنیوالا ذہن حقیقت بین آنکھیں جذبات سے لبریز دل ہو وہ ایک عمدہ خطیب بن سکتا ہے۔

یاد رہے کہ خطابت کا تعلق روح اور جسم دونوں سے ہے خطابت اسی کا نام نہیں ہے کہ ایک سچے واقعہ یا ایک علمی مضمون کو عمدہ پیرایہ میں ایک جلسۂ عام میں بیان کر دیا جائے۔ بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بیان جذبات میں ڈوبا ہوا ہو۔ آواز بھی ایسی دردناک ہو جو سامعین کے جذبات کو برانگیختہ کر دے۔ جسم اور آنکھوں کی حرکت۔ ہاتھوں کی جنبش اور شکم کا اُبھار تقریر میں خاص اثر رکھتے ہیں۔ اسی بنیاد پر یہ کہا جاتا ہے کہ خطیب کیلئے صحت جسمانی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ تقریر میں جسم پر بہت زیادہ زور پڑتا ہے اگر آدمی نحیف اور کمزور ہے تو تھوڑی ہی دیر میں وہ تھک جائیگا۔ اور دماغ بھی کام دینے سے جواب دیدیگا۔ زمانہ سابق میں جو بڑے بڑے خطیب اور لکچرار گذرے ہیں وہ نہایت قوی الجثہ تھے انگلستان میں برک اور فاکس بہت بڑے اسپیکر گذرے ہیں انکے جسم نہایت قوی تھے۔ اور یہی حالت او کانل اور جان برٹ کی بھی تھی۔ جو اپنے زمانہ میں آرٹری میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔

اسپیکر کیلئے بہت ضرورت ہے کہ وہ اپنے لکچر کی پوری اسکیم کو ذہن نشین رکھے۔ اور مضامین تقریر کے تقدم و تاخر اور ترتیب کو یاد رکھے کیونکہ بغیر اسکے تو طول طویل لکچروں میں کام نہیں چل سکتا۔ اسلئے یہ ضروری ہے کہ اپنے خیالات کو جو اسپیکر اپنی تقریر میں ظاہر کرنا چاہتا ہے سلسلہ کیساتھ یاد رکھے۔ کیونکہ دوران تقریر میں اگر کوئی مضمون حافظہ سے جاتا رہا تو اسپیکر کی ناکامیابی کا خوف ہے۔ اسکے ساتھ انتقال ذہنی اور طباعی کا ہونا لابدی ہے۔ کیونکہ تقریر کیلئے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ وہ مضمون زیر بحث کے ہر پہلو کیطرف دوڑتا ہے۔ اور جو مضمون جدید اسپیکر کے دماغ میں آئے اسکو وہ فوراً نہایت خوبصورتی کیساتھ موقع سے اپنی تقریر میں کھپا دے۔

جن صفات اور خصوصیات کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے انکا کسی خاص شخص میں پایا جانا بہت دشوار ہے۔ ایسے اشخاص جو اپنے مافی الضمیر کو نہایت خوبصورت پیرایہ میں ادا کر دیں۔ اور الفاظ میں اپنے جذبات کی تصویر کھینچ دیں شاذ و نادر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہ قدیم سے اب تک عمدہ خطیب کم پیدا ہوئے۔ ایک مشہور ضرب المثل ہے کہ "شاعر پیدا ہوتے ہیں اور خطیب بن جاتے ہیں"۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے شاعر اور خطیب دونوں پیدا ہوتے ہیں۔ اور دونوں بنائے جاتے ہیں۔ جس طرح شاعر میں فطرتاً چند خصوصیات کا ہونا ضروری ہے اسیطرح کوئی شخص عمدہ خطیب نہیں بن سکتا جبتک قدرت نے اس میں وہ صفات ودیعت نہ کئے ہوں۔ جو اوپر ذکر کئے گئے۔ شاعر کیلئے جسطرح پر سلف کلچر ضروری ہے۔ اسیطرح پر بغیر کتب بینی و وسیع معلومات کے کوئی شخص خطیب کامل نہیں ہو سکتا۔

اسمیں کوئی شبہ نہیں ہے کہ بہت سے ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں جنمیں یہ تمام خصوصیتیں موجود نہ تھیں۔ مگر اپنے زمانہ میں وہ عمدہ خطیب مانے گئے۔ جان رانڈلف بہت ہی پست قد آدمی تھا اور ڈاکٹر فورس پست قد ہونیکے ساتھ پست آواز بھی تھا۔ لیکن وہ کامل خطیب تسلیم کئے گئے اور پارلیمنٹ میں اول الذکر کی اسپیچیں بہت موثر سمجھی جاتی تھیں امریکہ کا مشہور لکچرار سٹوم فسیلڈ (؟) تمام عمر مرض ربنا تھا۔ مگر اسکے لکچر آفت لیلہ

کی لیکن ماہرانہ خصوصیات ہی کامیابی کا باعث ہے۔ ایسی صورت میں حاضرین جلسہ کے مذاق اور طبیعت کا اندازہ لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ کہ انکے اصلی خیالات کیا ہیں۔ انکے علم کی مقدار کیا ہے اور انہیں کے مذاق وسمجھ کے مطابق تقریر کرنے سے لکچر مقبول ہوتا ہے۔

علم خطابت کوئی مستقل فن نہیں ہے۔ اسکے لئے آدمی کو وسیع معلومات حاصل کرنا چاہیئے۔ آواز کی درستگی۔ اصلاح قوت حافظہ و تخیل مشق عبارت۔ پیرایہ ادائے مطالب۔ طرز گفتگو خصوصیت کیساتھ قابل لحاظ ہیں اور بھی چیزیں ہیں جو تقریر کو دلچسپ اور موثر بنا سکتی ہیں۔

ایک شخص نے تھیوڈور پارکر سے سوال کیا کہ میں کسطرح ایک مقرر ہو سکتا ہوں اس نے جواب دیا کہ یہ کمال عمیق خصوصیات پر مبنی ہے اس کے لئے قوت احساس اور تخیل کا ہونا لازمی ہے اور اسکے ساتھ پر زور اور فصیح گفتگو ضروری ہے۔ یہ چیزیں خلقی ہیں۔ لیکن علم و کوشش سے بھی کسی قدر حاصل ہو سکتی ہیں۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ کوئی شخص عمدہ خطیب نہیں ہو سکتا جبتک اس کے خیالات اعلےٰ و ارفع نہ ہوں۔

یہ عام طور پر مسلم ہے کہ خطیب کیلئے خوش آواز ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ تقریر کی کامیابی کا سب سے بڑا قوی ذریعہ یہی ہے۔ آواز میں خدا جانے کیا اثر ہے کہ یہ دل پر انتہا درجہ اثر کرتی ہے۔ آواز پردۂ گوش سے نفوذ کر کے دماغ تک پہنچتی ہے جو ہمیشہ خیالات و جذبات ہے۔ وہاں پہنچکر وہ جذبات کو برانگیختہ کرتی ہے آواز میں ایک روح ہے جسکا تعلق بہت کچھ طبایع انسانی کیساتھ ہے۔ دردناک آواز سے زیادہ کوئی چیز جذبات کا ابھارنے والی نہیں ہے۔ اور جب وہ کان تک پہنچ جاتی ہے تو اسکی تاثیر کو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ لارڈ چیتھم کی شہرت کا بہت بڑا ذریعہ یہی آواز تھی ولیم پٹ اکیس سال کی عمر میں اسی آواز خوش کے ذریعہ سے برٹش قوم پر حکومت کرتا تھا۔ اگرچہ برک کے خیالات بہت اعلےٰ و ارفع تھے اور اسکے حافظہ کے خزانہ میں مختلف علوم و فنون کے لعل و گوہر بھرے ہوئے تھے مگر اس کا اثر بحیثیت لکچرار کے بہت کم تھا۔ وہ اپنے خیالات کو ایسی کرخت آواز میں ظاہر کرتا تھا کہ سامعین بہت جلد اپنے دسترخوان پر چلے جاتے تھے۔ ارل آف ڈربی بہت بڑا لکچرار تھا اسکی ساری قوت استدلال پر مبنی نہ تھی بلکہ اس وجہ سے تھی کہ وہ بہت خوش آواز تھا۔ مسٹر گلیڈ اسٹون بھی بہت خوش آواز تھے اور گھنٹوں تک تقریر کرنے پر بھی انکی آواز میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔ ان کی تقریر سن کر ایک شخص نے کہا کہ آج مجکو معلوم ہوا کہ انگریزی زبان میں بہت زیادہ راگ ہے۔ وکبسٹر کی تقریر سن کر ایک شخص نے کہا کہ رات بھر مجکو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ برابر توپیں چل رہی ہیں جان آدم لیکچر دینے کے وقت جوش میں اپنے جسم کو اُٹھا اُٹھا دیتا تھا۔ اور ہاتھوں کو ہلاتا تھا۔ ایک موقعہ پر یہ فقرہ "آگے بڑھو آگے بڑھو" اس جوش کے ساتھ وہ کہتا کہ حاضرین کا جسم خودبخود اٹھ جاتا حاصل یہ ہے کہ آواز خطابت کی جان ہے اور یہ محنت اور کوشش سے درست بھی ہو سکتی ہے۔ سخت اور کرخت آواز نرم اور پست و کمزور و بلند ہو سکتی ہے اور کمزور آواز کا نقص تو عمدہ تلفظ سے بہت کچھ رفع ہو سکتا ہے۔ یہ ایک عام غلط فہمی ہے کہ بلند اور راگ والی آواز دور تک سنائی دیتی ہے۔ لیکن گرڈنر لکھتا ہے کہ یہ خیال صحیح نہیں ہے اصل یہ ہے کہ سریلی اور شیریں آواز دور تک پہنچتی ہے۔ والس کے ایک مشہور وکیل سر ڈبری نے لکھا ہے کہ میں ایک بہت اچھا مقدمہ اس وجہ سے ہار گیا کہ میں نے اپنی بحث بہت بلند آواز سے شروع کی۔ اور اس کی وجہ سے میرا دماغ بہت جلد تھک گیا اور میرے قوائے دماغی بالکل معطل ہو گئے اور میں باوجود کوشش کے اپنی آواز کو پست نہ کر سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں مقدمہ ہار گیا۔

خطیب کو مناسب ہے کہ اوسط درجہ کی آواز سے تقریر کرے کیونکہ وہ آسانی کیساتھ پست اور بلند کیجا سکتی ہے اور اسمیں خیالات عمدگی سے ظاہر کئے جا سکتے ہیں۔ اور لوگ توجہ کیساتھ اس کو سنتے ہیں اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ آواز پست ہو یا بلند اسمیں درد کا ہونا لابدی ہے۔ اسمیں ایک مقناطیسی اثر ہوتا ہے جیسے کسی نے جادو کر دیا ہو۔ سسرو نے فن خطابت کو الفاظ ذیل میں جمع کیا ہے "متعلق واقعات پر تقریر کرنا صحیح اور بلیغ بولنا"۔

تقریر کیلئے جوش کا ہونا ضروری ہے۔ یہی قبولیت عام کی سند ہے جوش سے مراد وہ قوت ہے جو اندر ہی اندر اپنا کام کرتی ہے اور حاضرین کو اپنا مافی الضمیر محسوس کرا دیتی ہے تقریر میں گو خیالات عمدہ ہوں۔ الفاظ مناسب و صحیح ہوں اور استدلال عمدہ ہو لیکن اگر اس میں جوش اور سوز و گداز نہ ہو تو اس کا اثر نہایت ضعیف ہوگا۔ اسی کیساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ اگر تقریر میں جوش ہے مگر اور باتیں اس میں نہیں ہیں تب بھی وہ تقریر موثر اور دلچسپ ہوگی۔ یہ جوش کچھ تو روحانی ہوتا ہے۔ اور کچھ جسمانی اور دراصل یہی تقریر کی جان ہے اسمیں ایک ایسا مقناطیسی اثر ہوتا ہے [illegible] پہنچتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص بنوٹی بلند [illegible] لارڈ [illegible]

ن سے

رمائی

ہم طمانیت قلب ... سیشن پر نظر باز گشت ڈال سکتے ہیں، جو ابھی ختم ہوا ہے۔ اس کے مباحث میں ہمیشہ باہمی امداد کے جذبہ کا رنگ نمایاں رہا ہے۔ اور یہ وہ جذبہ ہے جو صاحب وزیر ہند اور سبری پیش کردہ اصلاحی سکیم کا بنیادی اصول قرار دیا گیا تھا۔ باہمی یگانگت اسی صورت میں پوری طرح سے پیدا ہو سکتی ہے کہ ایک طرف تو سرکاری ممبران ہندوستانی رائے کی وقعت کریں۔ اور دوسری طرف غیر سرکاری ممبران تسلیم کریں کہ گورنمنٹ ہندوستان کی بہبودی و ترقی کی حقیقی طور پر خواہش مند ہے۔ سیشن شروع ہوتے ہی یہ جذبہ رونما ہو گیا جس کا اثر تمام مجلس تک پھیل گیا۔ آنریبل مسٹر سر سریندر ناتھ بنرجی نے اپنے غیر سرکاری ہم جلیسوں سے ایک فصیح تقریر کے دوران میں اپیل کی تھی۔ کہ گورنمنٹ کے ہمدردانہ طریق کا ویسی ہی ہمدردی سے جواب دیں۔ اس کے جواب میں فوراً آنریبل ہوم ممبر نے انڈین سول سروس کیطرف سے جس کے وہ ممتاز ممبر ہیں۔ یہ یقین دلایا تھا کہ وہ ہندوستان کو سلطنت برطانیہ کا کامل شریک و حصہ دار بنانے میں معاونت کرتی رہیگی۔

یہ کونسل جذبہ اتحاد سے متاثر ہو کر آئندہ واقعات کا کامل اعتماد کے ساتھ سامنا کر سکتی ہے۔ ہم میں ہمیشہ اختلاف رائے رہے گا۔ کیونکہ اختلاف ہی زندگی کا بنیادی اصول ہے لیکن اس اختلاف سے بالاتر ایک قانون ہے۔ جسے قانون اتحاد کہتے ہیں۔ اور اس کونسل کا کام ہے کہ ہندوستان کے مختلف مفاد کو ایک مجموعی ہیئت میں متشکل کر دے۔ تاکہ ہندوستان اس معراج کی بتدریج نزدیک ہوتا جائے۔ جس کے لئے ہم سب کوشش کر رہے ہیں۔

یہ امر کہ ہمارے مفاد کے ان اختلاف میں بھی کس قدر باہمی موافقت ہے۔ اصلاحی سکیم کی بحث نے ثابت کر دیا ہے اسی مباحثہ نے باہمی تفرقات کو صاف اور بہت سی غلط فہمیوں کو دور کر دیا ہے۔ اور اب ان مجالس کے لئے راستہ صاف ہو گیا ہے۔ جو اس مطلب کے لئے موسم سرما میں مصروف کار رہیں گی۔ تاکہ حقوق انتخاب۔ تفویض اختیارات اور امور منتقل و محفوظ کی صوبجاتی تقسیم کے لئے نہایت ضروری معاملات کی تحقیقات کریں۔

البتہ چند غلط فہمیاں ابھی تک باقی ہیں۔ اور ایسی پیچیدہ سکیم کی صورت میں ان کا باقی رہنا قدرتی امر تھا۔ مثلاً دوران مباحثہ میں بعض آنریبل مسلمان ممبروں نے اس امر پر اظہار مایوسی کیا ہے۔ کہ سکیم مذکور میں ان کی قوم کے حق نمائندگی کا کافی طور پر خیال نہیں رکھا گیا۔ کیا میں ان کو اپنے وہ الفاظ یاد دلا سکتا ہوں۔ جو میں نے سیشن کے افتتاح پر استعمال کئے تھے "میری بڑی آرزو ہے کہ ہندوستان کی مختلف جماعتوں اور قوموں کو پوری پوری نمائندگی کا حق دیا جائے لیکن مجھے اس میں واقعی شبہ ہے کہ ایسی نمائندگی ایک جداگانہ طریق انتخاب سے حاصل ہو سکتی ہے۔ بہرحال میں اس اہم عقدہ کے سلجھانے کا کام اسی کمیٹی کے ہاتھ میں چھوڑتا ہوں جس کے روبرو پوری پوری شہادت پیش ہو گی۔ اور جسکو اپنے خیال کے مطابق آزادانہ طور سے سفارش کرنے کا حق حاصل ہو گا" اس عام وعدے میں تمام قوموں کو بلا امتیاز مخاطب کیا گیا تھا۔ لیکن میں پھر اپنے مسلمان دوستوں سے کہوں گا کہ وہ اسے خصوصیت سے دل نشین کریں۔ تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے اپنے معاملات کی پیروی کرنا ان کا اپنا کام ہے اس کمیٹی میں اور سجیکٹ کمیٹی میں ان کی جماعت کا ایک ایک ممبر شریک ہو گا۔ جس کے روبرو وہ اپنے حقوق کی پیروی کر سکتے ہیں اور ان کو اس امر کا پورا پورا یقین ہونا چاہیئے۔ کہ ان کے مطالبات کو بخوبی محفوظ رکھا جائے گا۔ کوئی شخص مجھ سے زیادہ ان مطالبات کی اہمیت کو تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو گا منٹو مارلے اصلاحات کے رو سے مسلمان خاص حقوق حاصل کر چکے ہیں۔ اور یہ ان کی اپنی کوشش پر منحصر ہے۔ کہ کمیٹی کے روبرو وہ ان سے زیادہ کے اپنے آپ کو اہل

تھی۔ مجھے یہاں تک کہا گیا ہے کہ کلکتہ کا افسوسناک واقعہ جس کے غم انگیز نقصان جان کا مجھے نہایت ملال ہے۔ ایک حد تک اسی بے اطمینانی کی علامت ہے۔ اگر حقیقت میں ان کے ایسے خیالات ہیں تو میں مسلمان لیڈروں کو مخاطب کر کے کہوں گا کہ انہیں رفع کرنے میں اسی متحدہ سعی سے میرے معاون ہوں۔ جس نے ہمارے اس سیشن کو ایسا کامیاب بنا دیا ہے۔ میں اپنی طرف سے اتنا اور کہوں گا کہ ان آزمائش کے ایام میں مسلمانوں کی غیر متزلزل وفاداری کے جذبہ کو جس کے ماتحت وہ سلطنت کی حفاظت کیلئے بخوشی جان و مال قربان کرتے رہے ہیں۔ میں بنظر غور مطالعہ کر رہا ہوں اور انہیں اطمینان رکھنا چاہیئے۔ کہ نمائندگی کے بارے میں میرے پیشروؤں نے جو امیدیں انہیں دلائی ہیں ان میں کوئی کمی واقع نہ ہو گی۔ اور میں اس بات کا بھی لحاظ رکھوں گا۔ کہ مسلمانوں کی مقتدر قوم کے وسیع تر حقوق کی ہمیشہ حفاظت کی جائے گی۔

ایک اور خصوصیت جس سے یہ اجلاس ہماری تاریخ میں ممتاز رہے گا یہ ہے کہ جنگ کے متعلق ہندوستان کی مزید مالی امداد کے سوال کو صرف غیر سرکاری ممبران کی آرا پر چھوڑ دیا گیا۔ ہم نے کامل اعتماد کے ساتھ پرانے دستور کو چھوڑ کر اس نئے مسلک کو اختیار کیا اور کامیاب نتیجہ نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ اس جدت میں ہم نے غلطی نہیں کی۔ جس جوش سے غیر سرکاری ممبروں نے اپنی نئی ذمہ داری کو سرانجام دیا۔ اس سے یقیناً ذمہ وار گورنمنٹ کے باب میں ایک دور جدید کا آغاز ہو گا۔ اور بار سلطنت میں اس مزید شرکت سے امپیریل اتحاد کا اثر ہندوستان سے باہر تک محسوس ہو گا۔

ہندوستان نے جس جوش و سرگرمی سے قرضہ جنگ میں رقوم کثیر دے کر پچاس کروڑ کے قریب روپیہ گورنمنٹ کے حوالے کر دیا ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اراکین گورنمنٹ نے ہندوستانیوں کی طبیعت کو سمجھنے میں غلطی نہ کی تھی۔ میں ہندوستان کا اور مختلف مجالس قرضہ جنگ کا ان کی مسلسل کوششوں کے لئے عام طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور خاص طور پر بنگال کا جس نے جذبہ حب الوطنی سے متحرک ہو کر بیس کروڑ کے قریب روپیہ قرضہ جنگ میں دیا ہے۔ یہ کامیابیاں سر ولیم میئر کی ممتاز اور طویل خدمات ہند کا موزون خاتمہ ہیں۔ جنہوں نے ازراہ فرض شناسی و ایثار نفسی اب تک ہماری رفاقت کی ہے۔ اور یہ خیال ہم سب کے لئے مسرت بخش ہے کہ آپ کی ایثار نفسی طمانیت بخش کامیابی سے سرفراز ہوئی ہے۔ میں کونسل کی طرف سے ان کو الوداع اور خدا حافظ کہتا ہوں۔

ہمارا اجلاس ختم ہوتا ہے۔ تین ہفتے ہوئے ہم اس خوشگوار امید کے ساتھ یہاں اکٹھے ہوئے تھے۔ کہ جنگ کا فاتحانہ خاتمہ قریب ہے۔ ان تین ہفتوں کے قلیل عرصہ میں ہماری امیدوں کو برابر تقویت حاصل ہوتی رہی ہے۔ فاتحانہ صلح کی وہ مدہم سی شعاع جو اس وقت ہمیں افق پر دکھائی دی تھی آج سارے آسمان پر فروزاں ہے۔ ہر محاذ جنگ سے فتح کی خبریں آ رہی ہیں۔ ان میں سے آخری فتح وہ ہے۔ جس پر خصوصیت سے ہندوستان بجا طور پر ناز کر سکتا ہے کیونکہ رزمگاہ فلسطین میں برٹش انڈیا ہندوستانی ریاستوں اور نیپال سے افواج عظیم بھیجی گئی تھیں۔ اور وزیر اعظم نیپال نے اپنے ملک کی بہادر قوم کو بڑی فراخدلی سے ہمارے حوالے کر دیا تھا۔ فلسطین میں جو فتحیابی حاصل ہوئی ہے۔ اس کی تفصیل کا ذکر ابھی باقی ہے۔ اور نہ ہی ابھی اس کے وسیع اثر کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ جب اس شاندار مہم کی تفصیل بے نقاب ہو گی تو ہندوستان کا نام صفحۂ تاریخ پر روشن حروف میں لکھا ہوا دکھائی دے گا۔

ضروری خبریں

بلغاریوں نے اطاعت قبول کر لی:۔ لندن ۳۰ ستمبر ۴ بجے شام رویٹر کو معلوم ہوا ہے کہ بلغاریہ نے غیر مشروط طور پر اطاعت قبول کر لی ہے۔

لندن ۲۹ ستمبر ۸ بجے صبح ایک فرانسیسی مشرقی اعلان مظہر ہے کہ ۲۷ ستمبر کو تمام محاذ پر عام ترقی کی گئی اور قیدی گرفتار کئے گئے

... ن کا ... نے ... ڈالا۔ بوجھیل پر لیا اور ادھر ڈالے درمیان اور موناستر کے شمال مغرب میں ابھی تک قائم تھا اور وہ ایک وسیع محاذ پر کو چیوو سے گذر گئے۔ اور کیپرول کی طرف پیش قدمی کی۔ وسط میں سرویوں نے جو دو پہر کے وقت داخل ہوئے کار باد لنسٹ نوڈوک کے محاذ پر ایک سے ۲۳ میل کے اندر تک پیشقدمی کی اور کوچانا اور لیہووا کے علاقہ تک پہنچ گئے۔ اور رسالہ کو علاقہ لیہووا میں بلغاری سرحد سے ۶ میل کے اندر تک آگے بڑھا دیا۔ اتحادیوں کا دایاں پہلو علاقہ سٹرنٹزا پر قابض ہے۔ اور وادی سٹرنٹزا پر مشرق کی طرف چڑھ رہا ہے۔ جارحانہ کارروائی کے آغاز کے بعد سے ۳۰۰ سے زیادہ توپیں گرفتار کی گئی ہیں۔

لندن ۲۹ ستمبر۔ ایک سروین اعلان مظہر ہے کہ ہم نے کوہ پلیچیکا وچا پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور سکاروا نعیلوا اور سینٹ نکولاس تک پہنچ رہے ہیں۔ ہم اب ویلیس کے شمال کی طرف ہیں اسکب کے گرد ہماری آتشزدگیاں دیکھی جا سکتی ہیں۔ صرف سرویوں نے اس وقت تک ۱۶۰ توپیں گرفتار کی ہیں۔

اطالوی پیشقدمی لندن ۲۹ ستمبر۔ مقدونیہ کا ایک اطالوی سرکاری اعلان مظہر ہے کہ ہم نے ایک سخت مدافعت کو مغلوب کر لیا۔ اور کوہ بابا کے ایک خراب ٹیلے کے پرے تک پیشقدمی کی۔ اور ہم نے کروچیوو کے مغرب کی طرف کے علاقہ میں دشمن کی عقبی محافظ فوج کی زبردست مزاحمت کو توڑ دیا ہم نے کروچیوو بیبر سڑک کے دونوں طرف اپنی پیشقدمی کو جاری رکھا۔ ہم نے پریلیپ اور کوڈسٹا پر قبضہ کر لیا ہے۔

سروین فوج سرحد تک پہنچ گئیں۔ لندن ۳۰ ستمبر ایک فرانسیسی مشرقی اعلان مظہر ہے کہ ۲۸ ستمبر کو اتحادی بائیں پہلو نے دشمن کے عقبی محافظ سپاہیوں کو کچیو کی طرف پسپا کرنا جاری رکھا۔ ہم نے بروڈا اور زمینا کے شمال کی بلندیوں پر اور منجرڈا کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ سرویوں نے ویلیس اور کوچانا کے شمال کیطرف اور شمال مشرق کی طرف ترقی کی اور کومانوو اور کوسٹنڈل کی سمت میں بلغاری سرحد تک پہنچ گئے۔ برطانوی اور یونانی پیکی سیوا کی سمت سٹرنٹزا کے شمال کی طرف شہر پیٹرچ پر پیشقدمی کر رہے ہیں۔ اس وقت تک ۳۵۰ توپیں گرفتار کی گئی ہیں۔

اپیل کی اہمیت لندن ۲۷ ستمبر۔ رویٹر کو معلوم ہوا ہے کہ دفتر خارجہ کو بلغاریہ کی عارضی صلح کے متعلق درخواست موصول ہو گئی ہے۔ اس سے یہ بالکل ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ وزیر اعظم موسیو میلینوف نے اپنے طور پر ہی یہ کارروائی کی ہے درخواست عارضی صلح کے متعلق ہے کہ صلح پر بحث کی جا سکے برطانیہ کلاں صرف اپنے اتحادیوں کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد ہی جواب دے سکتا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ سرکاری حلقوں میں خیال کیا جاتا ہے کہ بلغاریہ کی صلح کا بھاری اثر ہو گا خصوصاً ٹرکی کیساتھ یہ سالونیکا کی فوج کو آزاد کر دیگی اور خاص صورتوں میں ٹرکی کیساتھ تعلقات کا انقطاع ہو جائے گا۔

جرمن پروٹسٹ:۔ لندن ۲۸ ستمبر۔ پیرس۔ کہا جاتا ہے کہ جرمنی موسیو میلینوف کی عارضی صلح کی درخواست کے خلاف ایک پروٹسٹ بھیجنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ جرمن اخبارات مطالبہ کرتے ہیں کہ بلغاری وزیر اعظم کو موقوف کیا جانا چاہیئے۔ اسے بھاری غداری کیلئے کورٹ مارشل کیا جانا چاہیئے۔ اس واقعہ نے آسٹریا ہنگری میں بھاری تشویش پیدا کر دی ہے۔

جرمن پسپائی۔ لندن ۲۹ ستمبر۔ ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے۔ کہ ایسنی کے شمال میں سطح مرتفع پر ہمارے پے در پے حملوں نے دشمن کو ایلیٹ کی طرف پسپا ہونے پر مجبور کر دیا ایلیٹ جوئے لائن کے مشرق میں جرمن عقبی محافظ فوج کا تعاقب کرتے ہوئے ہم نے گاؤں براور دشت بینوں کے جنوبی حصہ پر قبضہ کر لیا۔ اور داؤڈیس جیوگنوں اور فورٹ سیلس کو فتح کر لیا۔ مزید جنوب میں ہم نے ویلی کے شمال کی سطح مرتفع پر کافی ترقی کی۔ شیمپئین میں جرمنوں نے پھر ہمارے دائیں پہلو کے خلاف جوابی حملہ کیا۔ اور علاقہ بوکونولی میں شدید لڑائی جاری ہے۔ ارگونول کے جنوب کی بلندیوں پر ہماری افواج نے وسط میں اور بائیں طرف خصوصاً چیلر نجس ہوے کے شمال میں پیشقدمی جاری رکھی۔ ہم نے ماورس پر قبضہ کر لیا۔ اور سینٹ میری آبائی کے مشرقی نواح تک پہنچ گئے لفٹنٹ فونک نے جمعرات کے روز ۶ ہوائی جہاز گرائے۔

پیغام صلح
ہفتہ میں دو بار
یکشنبہ و چہارشنبہ کو شایع ہوتا ہے
رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۳۸
قیمت سالانہ
جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ مورخہ ۲ محرم الحرام ۱۳۳۷ ہجری مطابق ۹ اکتوبر ۱۹۱۸ء | نمبر ۲۵

ملفوظات حضرت مسیح موعود

ایک نووارد اور حضرت مسیح موعود

نووارد۔ اس وقت آپ کے پاس کیا معجزہ ہے؟
مسیح موعود۔ ایک ہو تو میں بیان کروں۔ ڈیڑھ سو کے قریب نشان میں نے اپنی کتاب میں لکھے ہیں جن کے ایک لاکھ کے قریب گواہ ہیں۔ اور ایک نوع سے وہ نشانات ایک لاکھ کے قریب ہیں۔
نووارد۔ عربی میں آپ کا دعوےٰ ہے کہ مجھ سے زیادہ فصیح کوئی نہیں لکھ سکتا۔
مسیح موعود۔ ہاں۔
نووارد۔ بے ادبی معاف۔ آپ کی زبان سے قاف ادا نہیں ہو سکتا۔
مسیح موعود۔ یہ بیہودہ باتیں ہیں۔ میں لکھنؤ کا رہنے والا تو نہیں ہوں کہ میرا لہجہ لکھنوی ہو۔ میں تو پنجابی ہوں۔ حضرت موسےٰ پر بھی یہ اعتراض ہوا تھا کہ لا یکاد یبین۔ اور احادیث میں مہدی کی نسبت بھی آیا ہے کہ اس کی زبان میں لکنت ہوگی۔
(اس مقام پر ہمارے ایک مخلص مخدوم کو یہ اعتراض حسن ارادت کی وجہ سے اور غیرت عقیدہ کے سبب سے ناگوار گذرا۔ اور وہ اس سوء ادبی کو برداشت نہ کر سکے۔ انہوں نے کہا کہ یہ حضرت اقدس ہی کا حوصلہ ہے۔ اس پر نووارد صاحب کو بھی طیش سا آگیا۔ اور انہوں نے بخیال خویش یہ سمجھا کہ انہوں نے غصہ سے کہا ہے۔ اور کہا کہ میں اعتقاد نہیں رکھتا۔ اور مسیح موعود سے مخاطب ہو کر کہا کہ استہزا اور گالیاں سننا انبیاء کا ورثہ ہے)
مسیح موعود۔ ہم ناراض نہیں ہوتے۔ یہاں تو خاکساری ہے۔
نووارد۔ میں تو لکن اطمینان قلبی کی تفسیر چاہتا ہوں
مسیح موعود۔ میں آپ سے یہی توقع رکھتا ہوں۔ مگر اللہ جل شانہ نے اطمینان کا ایک ہی طریق نہیں رکھا۔ موسےٰ کو اور معجزات دیئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اور قسم کے نشانات بخشے۔ میرے نزدیک وہ شخص کذاب ہے جو یہ دعوےٰ کرے کہ میں خدا کی طرف سے آیا ہوں۔ اور کوئی معجزہ اور تائیدات اپنے ساتھ نہ رکھتا ہو۔ مگر یہ بھی میرا مذہب نہیں کہ معجزات ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ اور میں اس کا قائل نہیں کیونکہ قرآن شریف سے یہ امر ثابت نہیں کہ ہر اقتراح کا جواب دیا جاتا ہے۔ مداری کی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کئے گئے کہ آپ آسمان پر چڑھ جائیں۔ اور وہاں سے کتاب لے آئیں۔ یا یہ کہ تمہارا سونے کا گھر ہو۔ یا یہ کہ مکہ میں نہر آجاوے مگر ان کا جواب کیا ملا۔ یہی کہ هل كنت الا بشرا رسولا۔
انسان کو مؤدب بادب انبیاء ہونا چاہیئے۔ خدا تعالےٰ جو کچھ دکھاتا ہے۔ انسان اس کی مثل نہیں لا سکتا۔ میری تائید میں ایک نوع سے ڈیڑھ سو اور ایک نوع سے ایک لاکھ نشانات ظاہر ہوئے ہیں۔
مسیح موعود۔ اچھا کیا آپ نے دو تین روز کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔
نووارد۔ کل کچھ عرض کروں گا۔
مسیح موعود۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ جو دور دراز سے آئے ہیں۔ کچھ واقفیت مزید ہونی چاہیئے۔ کم از کم تین دن آپ رہ جائیں۔ میں یہی نصیحت کرتا ہوں۔ اور اگر بعد ازاں نہیں تو آمدن بارادت و رفتن باجازت پر ہی عمل کریں۔
نووارد۔ میں نے یہاں آکر اول دریافت کر لیا تھا کہ کوئی امر شرک کا تو نہیں۔ اس لئے میں ٹھیر گیا۔ کیونکہ شرک سے مجھے سخت نفرت ہے۔
مسیح موعود نے جماعت کو خطاب کر کے فرمایا کہ میرے اصول کے موافق اگر کوئی مہمان آوے۔ اور سب و شتم تک بھی نوبت پہنچ جاوے۔ تو اس کو گوارا کرنا چاہیئے کیونکہ وہ مریدوں میں تو داخل نہیں ہے۔ ہمارا کیا حق ہے کہ ان سے وہ ادب اور ارادت چاہیں جو مریدوں سے چاہتے ہیں۔ یہ بھی ان کا ہم احسان سمجھتے ہیں۔ کہ نرمی سے باتیں کریں۔
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ زیارت کرنے والے کا تیرے پر حق ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر مہمان کو ذرا سا بھی رنج ہو تو وہ معصیت میں داخل ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ ٹھیریں۔ چونکہ کلمہ کا اشتراک ہے۔ جبتک یہ نہ سمجھیں۔ جو کہیں ان کا حق ہے۔

(باقی ارد)

مصائب میں پریشان خیالی کا علاج

ظہر کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے ایک شخص نے بذریعہ ایک تحریر عرض کیا کہ میں افلاس سے ایسا گھبراتا ہوں کہ خیالات پریشان بعض وقت موت کو زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس کا کیا علاج ہے؟
فرمایا ایسے خیالات کا علاج خدا کا خوف ہے۔ جب یہ پیدا ہو جاوے تو پھر آہستہ آہستہ کوئی صورت اطمینان نکل آتی ہے۔ گندے خیالات جو انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں ان سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جاتا۔ البتہ جب ان پر عزم کر لیا جائے تو وہ قابل مواخذہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اندر دل کے خیالات کا پیدا

ہونا یہ انسان کا اپنا اختیار نہیں ہے۔ اس لئے وہ مرفوع القلم ہیں۔
فرمایا جلدی اور بے صبری نہ چاہیئے۔ توجہ استغفار اور اصلاح اعمال کی کوشش کرو۔ ایسے خیالات بد کا تخم زندگی کے گذشتہ حصہ میں بویا جاتا ہے۔ اور جب اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ وہ دور ہوں۔ تو پھر یکدفعہ ہی دور ہو جاتے ہیں اور پتہ بھی نہیں لگتا۔ گھبرانے اور بے صبری سے ایک اور آفت آتی ہے۔ پس صبر سے استغفار اور توبہ اصلاح اعمال میں لگا رہے۔ خدا کی آزمائش نہ کرے۔ ورنہ خود ہی آزمائش میں پڑے گا۔ اور ہلاک ہو جائے گا۔ خدا تعالےٰ کے حضور کوئی چیز آن ہونی نہیں ہوتی۔ اور نہ وہاں کوئی کمی ہے۔

جماعت سے خطاب

فرمایا۔ ہماری جماعت ایمان تو لائی ہے مگر اصل میں مدار ایمان نشانوں پر ہوتا ہے۔ اگرچہ انسان محسوس نہ کرے مگر اس کے اندر بعض کمزوریاں دور نہ ہوں تو اعلےٰ مراتب ایمانی نہیں مل سکتے۔ اور یہ کمزوریاں نشانات ہی کے ذریعہ دور ہوتی ہیں۔ اور اب خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ اپنے نشانوں سے ان کمزوریوں کو دور کرے۔ اور جماعت اپنے ایمان میں ترقی کرے اب وہ وقت آگیا ہے کہ ان اللہ علی نصرھم لقدیر کا نمونہ دکھائے۔ اللہ تعالےٰ کی نظر سے صادق اور کاذب خائن اور مظلوم پوشیدہ نہیں ہیں۔ اب ضروری ہے۔ کہ سب گروہ متفق ہو کر میرے استیصال کے در پے ہوں جیسے جنگ احزاب میں ہوئے تھے۔ جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب خدا تعالےٰ نے چاہا ہے۔ میں نے جو خواب میں دیکھا کہ دریائے نیل کے کنارہ پر ہوں۔ اور بعض چلائے کہ ہم پکڑے گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا وقت بھی آوے۔ جب جماعت کو کوئی یاس ہو۔
مگر میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالےٰ زور آور حملوں سے سچائی ظاہر کر دے گا۔ اس وقت یہ پورے زور لگائیں گے تاکہ قتل کے مقدمہ کی حسرتیں نہ رہ جائیں۔ کہ کیوں چھوٹ گیا۔ یہ لوگ ان باتوں پر یقین نہیں رکھتے۔ جو خدا کی طرف سے میں پیش کرتا ہوں۔ مگر وہ دیکھ لیں گے کہ اکرما عجبا کیسے ہوتا ہے۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ۱۵ اور ۲۰ اکتوبر کے درمیان کسی تاریخ کو لاہور آنے والے ہیں۔ روانگی سے پیشتر یہاں کی جماعت ان کیلئے تجویز کر رہی ہے۔
ماسٹر علی احمد صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سیالکوٹ کا صاحبزادہ عطاء الرحمن چند روز بیمار رہ کر فوت ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ماسٹر صاحب و دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلے علے رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ چہارشنبہ مورخہ ۹ اکتوبر ۱۹۱۸ء نمبر ۲۵

خلافت مآب کی مافوق الفہم سیاست دانی

ہندوستان کی سیاست۔ اس کی موجودہ بے چینی کے اسباب۔ ان کا صحیح طریق علاج۔ اور دیگر اسی قسم کے معاملات اگرچہ ہندوستانی لیڈروں کا بالخصوص آجکل مشغلہ بن چکے ہیں۔ اور ہر صبح و شام انہی معاملات پر ان کی گفت و شنید اور بحث و مباحثات جاری رہتے ہیں۔ حکومت خود اختیاری کے فوائد و نقصانات اور حکومت عالیہ کیطرف سے پیش کردہ آئینی اصلاحات پر ہر آن بحث و مباحثہ لگا رہتا ہے۔ مگر یہ سب بیکار ہے۔ کیونکہ یہ تمام لوگ اصل حالت کو سمجھنے اور سیاسیات کا صحیح طور پر علم رکھنے سے قطعاً نابلد ہیں۔ کیوں؟ اس لئے نہیں کہ مسٹر مانٹیگو کی اصلاحی اسکیم میں ان کی تجاویز اصلاحات سے اختلاف ظاہر کیا گیا ہے۔ نہ اس وجہ سے کہ حکومت خود اختیاری ان کی خواہش کے خلاف یک لخت اسی وقت دے دینے سے انکار کیا گیا ہے۔ بلکہ اس سبب سے کہ اس وقت ہندوستان میں ایک ہی ایسا انسان زندہ موجود ہے۔ جو یہاں کی حالت کو ٹھیک طور پر سمجھ سکتا ہے۔ اور صحیح طریق علاج کی طرف رہبری کر سکتا ہے۔ اور اس کے سامنے ان سب کی سیاست دانی پانی پانی ہو کر بہ رہی ہے۔ یہ ہم نہیں کہتے بلکہ قادیان! وہ قادیان جو پہلے صرف مذہبی علوم کیلئے مخصوص تھا۔ جہاں سے آئے دن یہ آواز آیا کرتی تھی کہ ہمیں پالٹیکس سے کوئی مطلب نہیں۔ اور پالٹیکس پر بحث کرنا اس درجہ گناہ سمجھا جاتا تھا کہ اسی بنا پر خواجہ کمال الدین صاحب کا انگریزی رسالہ خریدنے سے علانیہ اخبار دیں لوگوں کو منع کیا گیا۔ آج اسی قادیان سے یہ آواز اٹھتی ہے کہ سیاست کو جیسا ہم سمجھتے ہیں اور کوئی نہیں۔ کوئی بھی دوسرا ہماری طرح سیاسی عقدوں کو حل کرنے کا اہل نہیں۔ اس کی وجہ اگر پوچھی جائے اور ان دلائل کا مطالبہ کیا جائے۔ جو اس دعوے کی تائید میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔ تو ایک تو وہی سیاسی میل و ملاقات ہے۔ جو ہر چہار اطراف ملک کے لوگ خلافت مآب سے کرنے آتے ہیں۔ اور جس کا اظہار خود ان کے وفد نے اپنے ایڈریس میں جو صاحب لارڈ وزیر ہند کے سامنے گذشتہ نومبر ۱۹۱۷ء میں پڑھا گیا۔ بدیں الفاظ کیا تھا کہ:۔

> "عامہ ضروریات کے تمام معاملات کی متواتر رپورٹیں اس (خلافت مآب) کی واقفیت اور اس سے مشورہ لینے کے لئے اس تک پہنچتی رہتی ہیں ہندوستان کے تمام حصص اور بہت سے دوسرے ممالک سے بھی لوگ اس کے پاس آتے رہتے ہیں۔ تاکہ ذاتی طور پر براہ راست گفتگو کریں۔ چونکہ یہ تمام لوگ سوسائیٹی کے ہر ایک طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ہماری جماعت کے مرکزی مقام میں ان واقعات سے جو ہمارے ہموطنوں کے تمام مختلف طبقات کی زندگیوں سے متعلق ہیں۔ ہمیشہ براہ راست خبریں پہنچتی رہتی ہیں"

ان الفاظ کی ہم نے اس وقت بھی داد دی تھی۔ جب ایک مطبوعہ پمفلٹ کے اندر یہ ہماری نظر سے گذرے۔ اور آج بھی بالخصوص اس لئے داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ پہلے تو صرف میاں صاحب کے مریدین ہی ان سے ملک کی سیاسیات کے متعلق مشورے کرتے اور زانوئے شاگردی ان کے سامنے تہ کرتے تھے مگر اس ایڈریس کے پیش ہونے پر خود صاحب وزیر ہند کو بھی آپ ہی سے سبق لینا پڑا۔ چنانچہ الفضل کا بیان ہے کہ

[illegible] اور وزیر ہند کی جو رپورٹ شائع ہوئی ہے اس کے پڑھنے سے یہ معلوم ہو کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ **اس کی بنیاد بہت کچھ ہمارے ایڈریس پر رکھی گئی ہے۔ اور انہیں دلائل پر کانگریس مسلم لیگ سکیم کو رد کیا گیا ہے۔ جو ہمارے ایڈریس میں اس کے خلاف دیئے گئے تھے"**

پھر لکھا ہے:۔

"بعض اخبارات نے اصلاحی رپورٹ کو اس جائنٹ ایڈریس پر مبنی قرار دیا ہے۔ جو انگریزوں۔ اور ہندوستانیوں کے ایک مشترکہ وفد نے پیش کیا تھا اگرچہ اس رپورٹ میں بعض وہ باتیں بھی قبول کی گئی ہیں۔ جو مسٹر کرٹس کی تیار کردہ سکیم میں ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ چاہیئے کہ ہمارے اور اس ایڈریس میں سے کونسا پہلے حضور وزیر ہند اور حضور وائسرائے کے سامنے پڑھا گیا۔ اور کونسا پہلے شائع ہوا۔ مسٹر کرٹس کا تیار کردہ ایڈریس ہمارے ایڈریس کے تیار اور شائع ہونے کے قریباً دس پندرہ دن بعد تیار اور شائع ہوا ہے۔ اور پھر جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس ایڈریس کی بعض ان تجاویز کو جو ہم میں اور ان میں مشترک تھیں۔ انہوں نے جس طریق سے پیش کیا تھا اسے حضور وزیر ہند اور حضور وائسرائے نے رد کر دیا ہے، اور ہمارے بیان کردہ طریق کے مطابق رکھا ہے۔ تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اصلاحی رپورٹ کی زیادہ تر بنیاد ہمارے ہی ایڈریس پر رکھی گئی ہے"

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ خلافت مآب اور ان کے حامیوں کے نزدیک اور تو اور خود صاحب وزیر ہند اور ہز ایکسلنسی وائسرائے کو بھی خلافت مآب ہی کی شاگردی اختیار کرنی پڑی۔ ورنہ اگر میاں صاحب کی طرف سے ایڈریس نہ دیا جاتا تو معلوم نہیں۔ انہیں اس موجودہ رپورٹ کو لکھنے میں کیا کیا دقتیں اور دشواریاں پیش آتیں۔ اور اصل بات کو سمجھنے اور صحیح حالات تک پہنچنے سے وہ ممکن تھا کہ قاصر ہی رہتے۔

اس امر کے ثبوت میں کہ جو کچھ رپورٹ اصلاحات میں لکھا گیا ہے وہ میاں صاحب ہی کے ایڈریس کی بنا پر ہے۔ بعض حوالے بھی الفضل نے دیئے ہیں۔ جن میں سے ایک ہندوستان میں مذہبی تفرقہ و عناد کے موجود ہونے کی وجہ سے ہندوستانیوں کا سلف گورنمنٹ پانے کے ناقابل ہونا ہے۔ اور دوسرا ہندوستان کی بے چینی کے اسباب میں سے یورپین اور ہندوستانیوں میں بے جا امتیاز روا رکھنا اور یورپینوں کے بے جا تحکم کو گورنمنٹ کا ناجائز ٹھہرانا ہے۔ اور بھی بعض باتیں ہیں جو الفضل کو یقین ہے کہ میاں صاحب ہی کے ایڈریس سے لی گئی ہیں جس پر شبہ کرنے کی ہمیں کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ سوائے اس کے کہ میاں صاحب کی اس سیاست دانی پر ایمان لاکر اور یہ یقین کرکے کہ لارڈ چیمسفورڈ اور مسٹر مانٹیگو کی اصلاحی سکیم انہی کے ارشادات پر مبنی ہے۔ ان سردار ان حکومت کی حاکمانہ قابلیت پر ایک شبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

"الفضل" کے خلاف یہ کہنا تو یقیناً موجب کفر ہوگا۔ کہ اس نے رپورٹ کی دو تین ایسی باتوں کو لے کر جن کے موٹے اور سطحی ہونے کی وجہ سے عام طور پر خیالات میں اور بالخصوص ان لوگوں کے خیالات میں جن کا مقصد و مدعا ایک ہی نتیجہ پر پہنچنا ہو توارد واقع ہو سکتا ہے۔ یہ کہہ دیا کہ خلافت مآب ہی کے ایڈریس کی بنا پر رپورٹ زیادہ تر مرتب ہوئی ہے۔ اور ان باتوں کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ جو اسی ایڈریس پر خلافت مآب کے قطعاً خلاف بیان ہوئی ہیں۔ مثلاً خلافت مآب نے بڑے زور سے یہ مشورہ اپنے ایڈریس میں حکومت کو دیا تھا کہ

> "کوئی ایسی تبدیلی عمل میں نہ آئے جس کی رو سے محاکم انتظامیہ میں زیادہ ہندوستانیوں کو آسامیاں دے دی جائیں"

اس کے خلاف مانٹیگو چیمسفورڈ اصلاحی سکیم میں اس پر زور دیا گیا ہے کہ

> "امپیریل گورنمنٹ نے جس پالسی کا اظہار حکومت ہند کے متعلق کیا ہے۔ اس میں سب سے **مہتم بالشان** امر ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے کہ **ہندوستانیوں کو ہر ایک شعبہ انتظامیہ میں زیادہ دخل دیا جائے"**

اس "مہتم بالشان امر" کے سامنے اگر ہم خلافت مآب کے مشورہ کو بے حقیقت قرار دیں اور اس کو امور سیاسیہ میں ان کی خام خیالی کا نتیجہ سمجھیں تو یہ کفر ہوگا۔ اس لئے سوائے اس کے کہ "لارڈ چیمسفورڈ اور مسٹر مانٹیگو ہی" کو اس بارہ میں غلطی پر سمجھا جائے۔ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ مگر اس صورت میں اس کا جواب ہمارے پاس نہیں کہ جس اصلاحی سکیم کو خلافت مآب کے مشوروں کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کے اندر ایک ایسے "مہتم بالشان امر" میں جس پر تمام حکومت خود اختیاری کا دارومدار ہے۔ اس قدر بین اختلاف چہ معنی دارد؟

ممکن ہے "الفضل" اس پر کچھ روشنی ڈال سکے کہ وہ خود خلافت مآب کے دارالصدر کا سرکاری گزٹ ہونے کے ساتھ اس "مرکزی مقام" سے شائع ہوتا ہے۔ "جہاں عامہ ضروریات کے تمام معاملات کی متواتر رپورٹیں ...... (امور سیاسیہ میں) مشورہ لینے کے لئے پہنچتی رہتی ہیں۔ اور ہندوستان کے تمام حصص اور بہت سے دیگر ممالک سے بھی لوگ (سیاسی مشوروں کے لئے) آتے رہتے ہیں۔ تاکہ (خلافت مآب سے) ذاتی طور پر براہ راست (امور سیاسیہ میں) گفتگو کر سکیں"۔ اور جہاں ان واقعات سے جو ملک کے تمام مختلف طبقات کی زندگیوں سے وابستہ ہیں ہمیشہ براہ راست خبریں پہنچتی رہتی ہیں"

کیا وہ اس کا جواب دے گا اس کے ساتھ ہی بہتر ہو۔ اگر "الفضل" اس پر بھی روشنی ڈال دے کہ خلافت مآب کا یہ مشورہ حضرت مسیح موعود کے اس خیال کے کہاں تک موافق ہے جس میں انہوں نے ہندو مسلم اتحاد پر زور دیتے ہوئے وجوہات اختلاف کی ذیل میں صاف لکھا ہے کہ

> "ہندوؤں کو ابتدا سے یہ خواہش ہے۔ کہ گورنمنٹ ان کی ہر ایک شکایت کو توجہ سے سنے اور بڑے بڑے گورنمنٹ کے عہدے انگریزوں کی طرح ان کو بھی ملا کریں۔ مسلمانوں سے یہ غلطی ہوئی کہ ہندوؤں کی ان کوششوں میں شریک نہ ہوئے اور خیال کیا کہ ہم تعداد میں کم ہیں۔ اور یہ سوچا کہ ان تمام کوششوں کا اگر کچھ فائدہ ہے تو وہ ہندوؤں کے لئے ہے۔ نہ کہ مسلمانوں کے لئے۔ اس لئے نہ صرف شراکت سے دست کش رہے۔ بلکہ مخالفت کرکے ہندوؤں کی کوشش کے سد راہ ہوئے"

کیا "الفضل" بتائے گا کہ یہ غلطی جو حضرت مسیح موعود کے نزدیک مسلمانوں سے سرزد ہوئی۔ آج کس کے گلے کا ہار ہو رہی ہے اور اپنے سارے ایڈریس میں جو خلافت مآب نے ہندو مسلم اتحاد کے خلاف مسلمانوں اور پھر احمدیوں کی قلت تعداد کا رونا رویا ہے۔ اور بڑے بڑے انتظامی عہدوں پر ہندوستانیوں کے تقرر کو قلیل جماعتوں کے لئے ضرر رساں قرار دیا ہے۔ وہ مسیح موعود کے مندرجہ بالا الفاظ کے کہاں تک مطابق ہے یا ممکن ہے مسیح موعود سے اس اختلاف کی یہ وجہ ہو کہ آپ کو میاں صاحب کی طرح ملک کے تمام حصص سے سیاسی معاملات کے لئے مشورہ کے لئے اطلاعات نہیں پہنچتی رہیں۔ نہ ہی جو لوگ آپ کے پاس ہندوستان اور دیگر ممالک سے آتے تھے۔ وہ کوئی سیاسی مشوروں کے لئے آیا کرتے تھے۔ جس میں ہمیں بھی بکلی اتفاق ہے۔ کیا الفضل اس کی تصدیق کرے گا؟

وفات مسیح اور مولوی ابوتراب عبدالحق صاحب

امرتسر کے مولوی ابوتراب عبدالحق صاحب نے اپنے اس سلسلہ مضامین کے آٹھویں نمبر میں جو حضرت مسیح موعود کے خلاف اخبار "اہلسنت والجماعت" میں وہ لکھ رہے ہیں۔ وفات مسیح کے خلاف بہت زور دیا ہے۔ اور لفظ توفی کے مادہ وفا کی بنا پر اس کے معنی محض پورا کرنا یا "پورا پورا لے لینا" ہی ظاہر کیا ہے اور دکھایا ہے کہ اس کے معنی محض مجازاً لئے جا سکتے ہیں۔ اس صورت میں کہ

"اگر معنی حقیقی متعذر ہو۔ یا معنے مجاز کے لئے کوئی قرینہ موجود ہو۔ تو ان دونوں صورتوں میں معنی مجازی کی طرف

رجوع کرنا جائز ہے"۔

اس سے قطع نظر کرکے کہ حکیم صاحب کا یہ دعوی کہ توفی کے معنے موت ہو ہی نہیں سکتے۔ کہاں تک صحیح ہے سوال یہ ہے کہ آیہ انی متوفیک میں انی متوفیک کے معنی "پورا پورا لے لوں گا" کے معنی کس طرح سے درست ہو سکتے ہیں۔ اور میں تجھے وفات دوں گا" کے معنوں کے لئے کوئی قرینہ آیۃ موجود نہیں۔ کیا حکیم صاحب ہمیں بتائیں گے کہ خدا تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو پورا پورا لے لینے کے معنوں میں سوائے اس کے کہ ان کے ایک خیال کی جس کی کوئی شہادت ان کے پاس نہیں تائید ہوتی ہے۔ اور بھی کوئی قرینہ ان معنوں کی صحت کے لئے موجود ہے۔ کیا اس کے خلاف قرآن کریم کی متعدد آیات ایسی موجود نہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے اسی دنیا میں زندہ رہنے اور فوت ہونے کو ایک اٹل قانون قرار دیا ہے۔ اس کو بھی چھوڑ کر کیا خود قرآن کریم ہی اللہ تعالیٰ نے یہ ایک [illegible] قانون قرار نہیں دیا۔ کہ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخریٰ۔ اللہ تعالیٰ دو ہی طرح سے نفوس کی توفی کرتا ہے۔ ایک موت کے وقت اور ایک نیند کی حالت میں۔ موت کے وقت جن کی توفی ہو تی ہے ان کی روحوں کو روک رکھتا ہے اور جن پر نیند طاری ہو تی ہے۔ انہیں واپس بھیج دیتا ہے۔ حکیم صاحب قرآن کریم میں ان دو طرز وں یعنی توفی کے علاوہ توفی کی کوئی تیسری طرز بیان دکھائیں۔ یا یہ ثابت کریں کہ ان دونوں میں سے کونسے توفی کے معنی" پورا پورا لے لینے کے ہو سکتے ہیں۔ حکیم صاحب کو لسان العرب کے اس فقرہ پر بڑا ناز ہے۔ کہ

"توفاہ اللہ... [illegible] ... یعنی وفا [illegible] ... کا محاورہ ہے کہ فلاں شخص نے اپنا عہد پورا کیا"۔

لیکن کیا اسی لسان العرب کے اندر یہی لکھا ہوا نہیں کہ

"توفی فلان و توفاہ اللہ اذا قبض نفسہ
وفی الصحاح اذا قبض روحہ" [illegible]

(لسان العرب جلد [illegible] صفحہ [illegible])

یعنی توفی فلان اور توفاہ اللہ کا استعمال اس وقت ہوتا ہے۔ جب کسی شخص کی جان جاتی ہے۔ اور صحاح میں ہے کہ روح قبض ہو جائے۔ بلکہ تاج العروس میں تو انہی معنوں کو لکھتے ہوئے اسی اللہ یتوفی الانفس حین موتہا الخ کی آیت ہی کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ حکیم صاحب کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے۔ کہ توفی کے معنی موت کے ہو ہی نہیں سکتے اگر موت کے نہیں ہو سکتے۔ تو حکیم صاحب مہربانی کرکے فرمائیں کہ پورا پورا لے لینے کے معنوں سے حضرت عیسےٰ کا آسمان پر جانا کیسے ثابت ہو گیا۔ جبکہ آسمان کا کوئی لفظ ساری آیت میں موجود نہیں۔ یا حکیم صاحب اللہ تعالیٰ کو آسمان پر قرار دیں اور اس صورت میں سر افعلک الی سے آسمان پر جانا مراد لیں لیکن اگر توفی کے معنے پورا پورا لے لینے کے ہو سکتے ہیں تو آیا اگر یہ ظاہر کرنا مقصود ہو۔ کہ حکیم عبدالحق صاحب کو کسی کام کیلئے کلکتہ جانا پڑا۔ تو اس مفہوم کو ان لفظوں میں ادا کر سکتے ہیں؟ کہ توفی حکیم عبدالحق الی کلکتہ۔ کیونکہ روح مع جسم کے جو کلکتہ تشریف لے جانیکا بیان مقصود ہے۔ حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ

"لفظ توفی کی نسبت قادیانی کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ لفظ صرف موت اور قبض روح کے لئے موضوع ہے"۔

لیکن کیا حکیم صاحب حضرت مسیح موعود کی کسی بھی کتاب میں سے یہ فقرہ نکال کر دکھائیں گے۔ ظاہر ہے کہ وہ ایسا ہرگز نہیں دکھا سکتے۔ حضرت مسیح موعود نے جو کچھ فرمایا ہے وہ صرف یہی ہے کہ توفی کے معنے جب اللہ تعالیٰ فاعل ہو اور ذی روح مفعول تو موت کے ہوتے ہیں۔ اور اس پر مندرجہ بالا آیت قرآنی اور لسان العرب اور تاج العروس جیسی اعلیٰ پایہ کی لغت کے حوالجات شاہد ہیں۔

کیا حکیم صاحب۔ ان پر غور فرمائیں گے۔ اور اپنے آئندہ نمبر میں سورۂ نساء کی آیت سے وفات مسیح ثابت کرنیکا جو وعدہ انہوں نے کیا ہے۔ اس کے ایفا سے قبل توفی ہی کے معنوں کو مندرجہ بالا امور کی روشنی میں صاف کرنے کی کوشش کریں گے؟

"موتا موتی لگ رہی ہے"

انفلوانزا کی نئی بیماری بمبئی۔ کلکتہ

کراچی۔ لکھنؤ۔ شملہ۔ لاہور اور دیگر اکثر مقامات کا دورہ کرنے کے بعد کچھ دنوں کے لئے کم ہو گئی تھی۔ لیکن اب پھر دوبارہ بڑی شدت کے ساتھ ہر جگہ پھیل رہی ہے۔ پہلے دورہ میں اموات کی وہ کثرت نہ تھی۔ جو اس دوسرے دورہ میں شروع ہو گئی ہے۔ بمبئی کا ۲۷ ستمبر کا تار مظہر ہے کہ گذشتہ ہفتہ میں وہاں شرح اموات ۹۹۰ یعنے قریباً سو فی ہزار تھی۔ وہاں کے افسر حفظان صحت کی رائے ہے۔ کہ یہ متعدی برانکو نمونیا سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ انہوں نے برٹش میڈیکل جنرل مطبوعہ ۱۳ جولائی کے اقتباس سے بتایا ہے۔ کہ یہ وبا بعینہ وہی ہے۔ جو موسم بہار میں ہسپانیہ میں نمودار ہو کر بعدہ تمام یورپ میں پھیل گئی تھی۔ لاہور میں بھی آج کل انفلوانزا کا بہت زور ہے۔ اموات کی اگرچہ روزانہ شرح کا اس وقت تک اعلان نہیں کیا گیا۔ لیکن روزمرہ کے واقعات کو دیکھ کر یہی زبان سے نکلتا ہے کہ ہر طرف موتا موتی لگ رہی ہے۔ پٹیالہ کی خبر ہے وہاں کالج کے اکثر طلبا اور پروفیسر انفلوانزا میں گرفتار ہیں۔ اس لئے مجبوراً کالج کو کچھ دنوں کے لئے بند کرنا پڑا۔ اسی قسم کی خبریں ہر چہار طرف سے موصول ہو رہی ہیں اور اپنی ہولناک کیفیات سے دین الٰہی سے انحراف کرنے والوں کو رجوع الی اللہ کا سبق دے رہی ہیں دنیا میں فسق و فجور کا چرچا۔ آج کل ... پایا جاتا ہے اس کا علاج آخر ہو گا کیونکر۔ خدا کا ایک مامور آج سے کچھ دن پہلے ہم میں پیدا ہوا اور اس نے دنیا کو راہ ہدایت پر چلانے کی کوشش کی۔ اس نے اس فسق و فجور کے نتائج سے کھول کھول کر ہمیں آگاہ کیا۔ اور طاعون، زلازل اور دیگر وباؤں کی انذاری پیشگوئیوں سے اس فتنہ و فساد کو چھوڑنے اور امن و امان، نیکی اور راستبازی کی زندگی بسر کرنے کی ترغیب دلائی۔ مگر افسوس کہ لوگوں نے اس کی باتوں کو نہ سنا اور ہنسی و تمسخر سے کام لیا۔ اس نے اس موتا موتی کے آوازوں کو قبل از وقت سن کر بتایا کہ دنیا میں موتا موتی لگ رہی ہے۔ اور طاعون کے علاوہ ایک اور وبا پڑنے کی خبر دی۔ جو آج ہمارے مشاہدہ میں آرہی ہے۔ پھر کتنے ہیں جو توبہ کے پانی سے اس بڑھتی ہوئی آگ کو فرو کرنے اور عذاب الٰہی سے نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں

گائے کی قربانی سے توہین جذبات کا سوال

ہم اس سے پیشتر متعدد مرتبہ اس پر زور دے چکے ہیں کہ گائے کو اگر ہندو قوم اپنا معبود سمجھتی ہے تو سمجھا کرے۔ مسلمان جب اس کو خدا نہیں سمجھتے اور ان کے عقیدہ میں اس کو ذبح کرنا جائز ہے۔ تو وہ کیوں اس پر عمل نہ کریں۔ اور اس سے ہندوؤں کے عقیدہ میں کیونکر خلل پڑ سکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ یہ ایک جذباتی امر ہے۔ حقیقتاً اس سے ایک قوم کے عقاید و اعمال کا دوسرے پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ تو پھر یہ فتنہ و فساد جو گائے کی وجہ سے وقوع میں آتے ہیں۔ اور ہندو لیڈر اور ہندو اخبارات کبھی ایک دفعہ بھی اپنے ہم قوم لوگوں کو اس سے روکتے نہیں۔ بلکہ ان کی حمایت میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ باوجودیکہ اتحاد اتحاد کی راگنی گاتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اسی مسئلہ پر ہمارے اس نقطۂ نگاہ سے تنقید کرتے ہوئے ہماری کیبل کا ایک "اتحاد پسند" نامہ نگار لکھتا ہے اور اس کا کیا خوب جواب دیتا ہے کہ

"بعض لوگ کہتے ہیں کہ گائے کے ذبح ہونے سے ہمارے جذبات کو چوٹ لگتی ہے۔ اُن سے ہم سوال کرتے ہیں کہ جذبات کا آخر کہاں تک لحاظ کیا جانا چاہیئے۔ بہا بڑے کہتے ہیں کہ مچھلی کے ہلاک کرنے سے ہمارے جذبات کو چوٹ لگتی ہے۔ تو کیا مچھلی کھانا بھی بند کر دیا جائے۔ مسلمان کہتے ہیں کہ بتوں کے آگے سجدہ کرنا ہمیں خدائے واحد کی توہین معلوم ہوتی ہے اور ہمارے جذبات کو اس سے چوٹ لگتی ہے۔ تو کیا پھر اُن کے جذبات کا لحاظ کیا جائے۔ اس طرح تو دنیا میں بڑا فساد پڑتا ہے۔ اس کا فیصلہ صرف یہ ہے کہ اپنے اپنے گھروں میں ہر ایک اپنے اپنے خیال کے موافق جو چاہے کرے ایسی باتیں علانیہ نہ کرے۔ جس سے دوسرے کے جذبات کو صدمہ پہنچے۔ اس سے زیادہ دوسرے کی آزادی میں دست اندازی ہے۔ جو اگر شروع ہو جائے تو اس کی پھر حد مقرر کرنی مشکل ہو جائے گی۔ اب اگر صلح کی خواہش دونو جانب حقیقی اور دلی ہے۔ تو مسلمانوں کو ہندو لیڈروں سے پر زور تقاضا کرنا چاہیئے کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق اپنی پوزیشن صاف کریں۔ اگر وہ اس معاملہ میں عام ہندوؤں کے ہم عقیدہ ہیں تو مسلمانوں کو فوراً ان کا پیچھا چھوڑ دینا چاہیئے۔ کیونکہ اس صورت میں صلح ناممکن ہے۔ لیکن اگر وہ وہی خیال رکھتے ہیں۔ جو اس مضمون میں ظاہر کیا گیا ہے۔ تو اپنے خیالات کا تقریراً و تحریراً علانیہ اظہار کر دیں۔ اور کثرت سے کریں۔ تاکہ عوام ان کے خیالات سے متاثر ہو کر ان نامناسب حرکات سے اجتناب کریں۔ جو ہر سال ہندوستان کے کسی نہ کسی علاقہ میں امن شکنی کا موجب ہوتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہندو لیڈر یہ روش اختیار کر لیں تو اندرونی فسادات کی بہت کچھ روک تھام ہو جائے گی"۔

گائے کا مسئلہ اقتصادی ہے یا کہ مذہبی؟

یہی "اتحاد پسند" نامہ نگار ہندو لیڈروں سے یہ سوال کرتا ہے اور یہ اس امر پر زور دیتا ہے کہ "اگر وہ گائے کو دیوی نہیں سمجھتے اور اسے صرف ایک مفید جانور خیال کرتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ مسئلہ کے اس پہلو پر زور نہیں دیتے اور اپنے ہم مذہبوں کو نہیں سمجھاتے۔ کہ گائے دیوی نہیں وہ ایک مفید جانور ہے۔ تم ان گایوں کی حفاظت کرو جو تمہاری ملکیت ہیں۔ اور اگر تم نہیں چاہتے کہ کوئی گائے ذبح کی جائے تو تم سب گائیں خرید لو۔ اور کوئی گائے بھی کسی کے پاس نہ رہنے دو لیکن جو گائے کسی مسلمان کی اپنی ملکیت ہے۔ اس سے تمہیں کیا غرض۔ مالک خواہ اسے رکھے خواہ مار دے۔ لیکن گائے کی حفاظت کے جوش میں تمہیں مسلمانوں سے لڑنے کا کیا حق ہے؟" اگر ہندو لیڈر اور اخبار نویس واقع میں صلح چاہتے تو انہوں نے کبھی تو ہندوؤں کو فہمایش کی ہوتی جس کا نتیجہ یہ نکلا ہوتا کہ قربانی پر فسادات ضرور رک گئے ہوتے۔ لیکن کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ انہوں نے اس بارہ میں کیا کیا؟"

ہمارے خیال میں یہ سوال اگر ہندو قوم کے سنجیدہ دل و دماغ تعصب سے علیحدہ ہو کر اس پر غور کریں تو اس آئے دن کے فتنہ و فساد کا انسداد کر دینے والا ہے۔ اس کو چھوڑ کر کہ گائے کا اقتصادی طور پر مفید ہونا آیا اس کی زندگی تک ہی موقوف ہے یا کہ ذبح ہونے کے بعد بھی اس سے کوئی اقتصادی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور زندگی سے بڑھ چڑھ کر وہ دنیا کیلئے فائدہ مند ہو سکتی ہے۔ اگر محض اقتصادی طور پر ہی اسکے مفید ہونے کا خیال ہے تو مذہباً اس کے دیوی ہونے کے خیال کا جو اثر طبایع پر ہے۔ اس کا بہت حد تک ازالہ ہو جاتا۔ اور توہین مذہبی کا وہم دور ہو کر فتنہ فساد کی آگ بہت حد تک رک جاتی ہے۔ کیا ہندو قوم کے سمجھدار دل و دماغ اس پر غور کرکے اپنے ہم قوموں کی اصلاح میں کوشاں ہوں گے؟

ولادت مسیح ناصری اور مسیح موعود

۲۸ ستمبر ۱۹۱۸ء کے الفضل میں "ولادت مسیح ناصری کے متعلق حضرت مسیح موعود کا فیصلہ" کے عنوان سے ۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء کے الحکم سے حضرت مسیح موعود کی ایک تقریر نقل کی گئی ہے۔ جس میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم و مغفور کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ حالت تیمریت میں بیعت کرنے کے بعد بھی وہ ولادت مسیح علیہ السلام کے متعلق آپ سے بحث کرتے رہتے تھے۔ جس کا جواب آپ انہیں یہی دیتے تھے کہ ہمارا مذہب یہی ہے کہ وہ بن باپ پیدا ہوئے"۔ ان الفاظ کو پیش کرتے ہوئے الفضل نے حضرت امیر ایدہ اللہ کو بھی مخاطب کیا ہے۔ اور مسیح علیہ السلام کا باپ ماننے کو مسیح موعود کی فرزندیت کے خلاف اور اپنے روحانی باپ کے مقابلہ میں ہٹ اور ضد قرار دیا ہے۔ اتنا نہیں سوچا کہ اگر ایسا خیال رکھنا واقعی مسیح موعود کی فرزندیت سے خارج ہونا ہے۔ تو مولوی عبدالکریم صاحب جب باوجود بیعت کرنے کے آپ سے اس بارہ میں بحث کیا کرتے تھے تو انکی روحانی فرزندیت کا کیا حال تھا۔ الفضل کا جواب تو خود اس تقریر میں حضرت مسیح موعود نے دے دیا ہے جس میں

ہیدا ہوئے بن باپ مانے کا عقیدہ ایسا نہیں جو کسی کو مسیح موعود کی فرزندیت سے خارج کرنے والا ہو۔ ورنہ مولوی عبدالکریم صاحب باوجود اس بارہ میں آپ سے بحث کرنے اور یہ عقیدہ رکھنے کے آپ کی بیعت میں کیوں کر رہ گئے۔ تعجب ہے کہ مولوی صاحب تو مسیح موعود سے بالمشافہ بحث کرتے اور جھگڑتے ہیں۔ یہاں تک کہ باوجود مسیح موعود کے بار بار فرمانے کے کہ "ہمارا یہی مذہب ہے۔ کہ وہ بن باپ پیدا ہوئے" پھر بھی اس کے قائل نہ ہوئے۔ اور ان کی روحانی فرزندیت میں بھی اس سے کوئی ہرج واقعہ نہ ہو لیکن آج اگر حضرت مولوی محمد علی صاحب یہ فرمادیں کہ اس امر کو "عقائد اسلامی سے جن پر ہمارے اعمال کی بنا ہے۔ کوئی تعلق نہیں" تو بس آپ مسیح موعود کی فرزندیت سے ہی خارج ہو گئے۔ بلکہ ایک دوسرے فتوے کے رو سے خارج از اسلام ہی ہو گئے الفضل کو چاہیئے کہ مسیح موعود کے ان الفاظ کو ذرا غور سے پڑھے کہ

"مسیح کے بے پدر ہونے پر مجھ سے گفتگو
بھی کیا کرتے تھے اور کئی بار کہا
کرتے کہ اس کا بھی فیصلہ کر دو۔ مگر میں
انہیں جواب دیا کرتا کہ ہمارا یہی مذہب ہے
کہ وہ بن باپ ہوئے"

کیا ان الفاظ میں ایک استمرار کی طرف حضرت مسیح موعود نے اشارہ نہیں کیا۔ اور یہ نہیں بتا دیا کہ ایک دفعہ ہی نہیں بلکہ کئی بار مولوی عبدالکریم صاحب نے یہی سوال حضرت صاحب سے کیا۔ اور آپ نے انہیں مندرجہ بالا جواب دیا۔ اور اس سے پہلے بتا چکے ہیں کہ "وہ اس وقت بیعت بھی کر لی تھی" جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ حضرت مسیح موعود اس کو برا نہیں سمجھتے تھے۔ کہ کوئی شخص مسیح علیہ السلام کو باپ والا مانے نہ ہی اس سے کسی کو اپنی روحانی فرزندیت سے خارج ٹھہراتے تھے فقرا بنا مذہب آپ بتا دیتے۔ پھر اگر حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس امر کو ان "عقائد اسلامی سے نہیں بتایا" جن پر ہمارے اعمال کی بنا ہے" تو الفضل کو اس سے دکھ کیوں ہے۔ اور اس سے آپ مسیح موعود کی فرزندیت سے کیونکر خارج ہو جاتے ہیں۔ یا تو مولوی عبدالکریم صاحب کے متعلق بھی یہی فتویٰ صادر کرد (اور یہ ہو نہیں سکتا) ورنہ مسیح موعود کے اپنے بیان کردہ رویہ کے خلاف عمل پیرا ہونا اور محض اس بنا پر حضرت امیر ایدہ اللہ کے منہ آنا کہ ولادت مسیح کو وہ ایسے عقائد میں سے قرار نہیں دیتے جن پر اعمال کی بنا ہے۔ خود مسیح موعود کی "روحانی فرزندیت کے حقوق کی پاسداری" نہ کرنا اور "اپنے روحانی باپ کے مقابلہ میں ہٹ اور ضد" کو اختیار کرنا ہے۔

میاں صاحب کا عقیدہ ولادت مسیح کے بارہ میں

لیکن ہمیں رہ رہ کر تعجب آتا ہے۔ کہ ایک طرف مسیح علیہ السلام کے بن باپ ہونے پر اسقدر زور دیا جاتا ہے کہ گویا اسی پر ہمارے ایمانیات کا دارومدار ہے اور دوسری طرف جب قرآن سے اسکے متعلق ثبوت طلب کیا گیا تو صاف جواب ملتا ہے کہ قرآن کی کسی نص صریح سے یہ ثابت نہیں۔ صرف استنباط ہی استنباط ہے۔ جسکے خلاف بھی لوگ استنباط کرتے ہیں۔ یہ وہ بات ہے جو میاں صاحب نے ایک سوال کے جواب میں اپنے ایک خط میں لکھوائی ہے میاں صاحب سے ایک سوال ولادت مسیح کے بارہ میں گذشتہ سال ہوا تھا جسکے جواب میں ان کے خادم ڈاک عبدالرحیم صاحب نیر لکھتے ہیں:

"حضرت خلیفہ ثانی فرماتے ہیں کہ گو میں کسی نص صریح کے ماتحت یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ مسیح بن باپ پیدا ہوئے تھے صرف استنباط ہے۔ جسکے خلاف اور لوگ بھی دوسرے عقیدہ کا استنباط کرتے ہیں۔ البتہ تاریخی شہادت کے رو سے احمدی جماعت کا یہی عقیدہ کہ حضرت مسیح بن باپ پیدا ہوئے تھے۔"

لیجئے۔ اب نہ نص صریح رہی نہ استنباط۔ بلکہ مسیح موعود کا فیصلہ بھی قابل بحث نہ رہا صرف "تاریخی شہادت" کو ہی عقیدہ کی بنا قرار دیا جانے لگا میاں صاحب کے اس بیان کے ہوتے ہوئے اس مسئلہ پر اس قدر زور دینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے بھلا جو بات قرآن سے ثابت نہیں "صرف تاریخی شہادت" کی بنا پر جو وہ بھی کوئی اتنی پایہ اعتبار کو پہنچی ہوئی نہیں کیونکر اس کو عقیدہ قرار دیا جا سکتا ہے اور اسکے نہ ماننے والے یا اسکو ان اسلامی عقائد میں شامل نہ کرنیوالے کو جنپر اعمال کی بنا ہے کیونکر مورد الزام ٹھیرایا جا سکتا ہے الفضل کو چاہیئے کہ پہلے میاں صاحب سے فیصلہ کرے ان پر پہلے مسیح موعود کی روحانی فرزندیت کے حقوق کی پاسداری نہ کرنے ✻

خطابت

(۲)

یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہے کہ جسمانی حالت وکیفیت یعنی مقرر کے اعضا کے موزون حرکات تقریر کی اصل روح رواں ہے ایک مقرر اگر نہایت بلاغت و فصاحت کے ساتھ تقریر کرتا ہو اور اس کا استدلال بھی بہت صحیح ہو۔ لیکن اگر اس کی جسمانی حرکات اس سے مطابق نہیں تو تقریر میں کچھ اثر نہ ہوگا۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ بعض بڑے بڑے کاپیرا اس سے ہمیشہ احتراز کرتے رہے۔ لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ تقریر میں بہت زیادہ اثر پیدا کرنے والی یہی چیز ہے۔ اسی ذریعہ سے مقرر کا جوش اور جذبات دلی ظاہر ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے گناتزی کی تقریر کو کبھی سنا ہے۔ وہ اس امر کو کبھی بھول نہیں سکتے کہ آنکھوں کے اشارے۔ جسم کی حرکت۔ تقریر میں کیا مقناطیسی اثر پیدا کرتی ہیں۔ کچھ زمانہ ہوا کہ بالٹیمور میں ایک پادری نے جرمن زبان میں تقریر کی تھی۔ باوجود اس کے کہ بعض لوگ اس زبان سے ناواقف تھے۔ لیکن مقرر کی حرکات اور جسمانی کیفیت نے یہ اثر پیدا کیا کہ لوگ ڈاڑھیں مار مار کر روتے تھے،

حاصل یہ ہے کہ چہرہ کی بناوٹ۔ آنکھ کے اشارے۔ ہاتھوں کی جنبش جسم کی حرکت تقریر میں خاص اثر رکھتی ہیں۔ لیکن ان سب باتوں کے لئے اعتدال بھی شرط ہے۔ ورنہ تقریر متانت کے احاطہ سے نکلکر ظرافت اور تمسخر کے حدود میں داخل ہو جائیگی اور اس کا اثر بھی کافور ہو جائے گا۔

واقعات متعلقہ | تقریر کے لئے یہ بھی ضرور ہے۔ کہ واقعات متعلقہ پر تقریر کی جائے۔ غیر متعلق امور جو اصل مضمون تقریر سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ اُن کو تقریر میں ہرگز شامل نہیں کرنا چاہئے تقریر میں طول بھی مناسب نہیں ہے۔ اور ایسے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔ جو تقریر میں زور پیدا کر دیں۔ نپولین صرف چند منٹ تقریر کرتا تھا۔ لیکن کل فوج میں اس سے ایک فوری جوش پیدا ہو جاتا تھا۔ یارو ڈیں اس نے صرف پندرہ منٹ تک اسپیچ دی تھی۔ لیکن اس کی آواز تمام دنیا میں گونج اُٹھی،

اسی کے ساتھ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ تقریر کی ابتدا نہایت اہم ہے۔ اس کا آغاز نہایت عمدہ ہونا چاہیئے کہ تمام سامعین متوجہ ہو جائیں۔ اور ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ اسپیکر کوئی اہم بات کہنا چاہتا ہے۔ جو قابل سننے کے ہے۔ اور اس کے دل میں جوش بھرا ہوا ہے۔ اور تقریر میں بھی زور رفتہ رفتہ بڑھنا چاہیئے۔ بعض لکچرار کا یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ ابتدا ہی میں طوفان اُٹھا دیتے ہیں۔ لیکن آخر تک اس کو سنبھال نہیں سکتے۔ اور ان کی تقریر آخر میں سست ہو جاتی ہے۔ اور جوش کم ہو جاتا ہے۔ جس کا لازمی طور پر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسپیکر کو سخت ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

اخیر میں یہ بھی بتلانا ضروری ہے۔ کہ تقریر میں ضرب المثلیں۔ مقولے۔ لطایف و ظرائف خاص اثر رکھتے ہیں۔ بعض اسپیکر آہ و فریاد سے تقریر میں زور پیدا کرتے ہیں۔ اور بعض استفہامیہ فقروں سے کام لیکر تقریر کی تاثیر بڑھاتے ہیں۔ اسپیکر تقریر کرتے وقت جب ایک سوال کر بیٹھتا ہے۔ تو تمام سامعین متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہی طریقہ سسرو اور ڈیماستھنیز کا بھی تھا۔ وہ لوگ اپنی تقریر میں سوالات سے بہت کام لیتے تھے۔ سسرو لکھتا ہے کہ خود دشمنان گریکس ڈاڑھیں مار مار کر رونے تھے۔ جب اس نے کہا "آہ! میں مظلوم اور کمبخت اب کہاں جاؤں؟ کیا دارالسلطنت کو جاؤں؟ لیکن وہاں تو میرے بھائی کا خون بہ رہا ہوگا۔ کیا اپنے گھر کو جاؤں؟ لیکن وہاں میں اپنی ماں کو ذلیل و خوار اور سرگرم نالہ و فریاد کن آنکھوں سے دیکھ سکوں گا؟ افسوس! ہائے افسوس!!

اچھے خطیب کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے۔ ان میں سب سے زیادہ اہم قوت تخیل ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ تقریر کی عمدگی زیادہ تر مقرر کی قوت تخیل پر منحصر ہے۔

ارسطو نے کہا ہے کہ استعارات کو خطیب۔ اور تشبیہات کو شاعر زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ برک کو استعمال استعارات میں بہت کمال حاصل تھا۔ اور زمانہ سلف سے ابتک خطبا کا اس پر عملدرآمد چلا آتا ہے۔

جذبہ و احساس | علاوہ بریں تقریر کے لئے جذبہ و احساس کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر تقریر میں کوئی جذبہ نہیں ہے تو خوب یاد رکھو کہ اس کا دلوں پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا جذبات کا ہمارے دلوں پر اسی وجہ سے اثر ہوتا ہے کہ وہ مقررین کے دل سے اُبھرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے دل پر اثر کر لیتے ہیں۔ مثل مشہور ہے

"ہرچہ از دل خیزد بردل ریزد"

شکاریوں کو یہ ایک عام وہم ہوتا ہے کہ اگر گولی خون میں ڈبو دی جائے تو وہ کبھی خطا نہیں کرتی۔ ایک بڑے شخص کا قول ہے کہ جو شخص اپنی تقریر سے دلوں میں آگ نہیں پیدا کر سکتا اس کی تقریر اس قابل ہے کہ اسے آگ لگا دی جائے۔ جو مقرر کہ سامعین کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کیلئے یہی ضروری نہیں کہ عمدگی کے ساتھ وہ مضمون کو بیان کرے بلکہ یہ بھی ضرور ہے کہ وہ ان مضامین میں خود بھی غرق ہو جائے ایسی حالت میں اس کی تقریر محض اُوپری زبان سے نہ ہوگی بلکہ دل سے ہوگی۔ اور وہ دل میں پہنچ جائے گی۔ لارڈ ارسکن کہا کرتا تھا کہ "خود ہمارا دل ہی چشمۂ بلاغت خطابت ہے" بہت سے لیکچرار اور خطیب جو اس فن میں ناکامیاب رہ جاتے ہیں۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ خود محسوس نہیں کرتے۔ اگر آدمی عمدہ خطیب بننا چاہے تو اس کو چاہیئے کہ وہ خود متاثر ہو۔ جس آگ کو وہ دوسروں کے دلوں میں لگانا چاہتا ہے۔ ضرور ہے کہ اس کا دل بھی اس سے خالی نہ ہو۔ جو استدلال کہ دل سے نہ پیدا ہوا ہو۔ اس میں ہرگز کوئی تاثیر نہ ہوگی۔ بیرسٹر جو ملزم کی بے گناہی پر بحث کرتا ہے اگر اس کے دل میں اس کا درد نہیں ہے۔ تو یہ یاد رکھو کہ عدالت پر بھی اسکا کوئی اثر نہ ہوگا۔

ظرافت | ظرافت کا ہر خطیب میں ہونا ضروری ہے۔ اس سے صرف یہی فایدہ نہیں ہے کہ سامعین کی طبیعت میں اس کے ذریعہ سے تازگی حاصل ہو جاتی ہے۔ بلکہ استدلال میں بھی اس سے بہت کچھ زور پیدا ہو جاتا ہے۔ بہت سے منطقی استدلال اسکے سامنے ہوا ہو جاتے ہیں۔ اور مخالف کی برزور بحثیں چند الفاظ میں بے اثر ہو جاتی ہیں۔ برٹش پارلیمنٹ میں کیننگ کے طنزیہ فقرے قوی استدلال سے بھی زیادہ مؤثر ثابت ہوتے تھے اور مخالفین اس کے اس آلہ سے ہمیشہ خائف رہتے تھے شریڈن کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی جادو بیانی کا یہ ایک بہت بڑا آلہ تھا۔ صرف اسی کی بدولت ولیم پٹ اس کو اپنا ایک خطرناک حریف سمجھتا تھا۔

فیلاڈلفیا کی عدالت میں ایک مرتبہ ایک مقدمہ پیش تھا۔ وہاں کے ایک پیٹرسن نامی وکیل نے تین روز تک مسلسل اس میں بحث کی۔ فریق ثانی کیطرف سے نیویارک کا نامور وکیل جارج ڈ دیتا جب وہ جواب دینے کے لئے کھڑا ہوا تو اس نے اپنی تقریر کو اس طرح شروع کیا "حضور والا! و دیگر جیوری صاحبان! اگر آپ لوگ میری بحث کو غور کے ساتھ سنیں گے تو مجھے یقین ہے۔ کہ یہ تین روز تک جو آپ لوگ بادلوں میں رہے ہیں۔ وہاں سے اُتر کر زمین پر چلنے لگیں گے"۔ ان جملوں کا ایسا فوری اثر ہوا کہ گویا آگ پر پانی پھر گیا۔ حاصل یہ ہے کہ اپنی طرف متوجہ کرنیکے لئے ظرافت سے زیادہ کوئی قوی ذریعہ نہیں ہے،

ہم نے جو خصوصیات خطابت کے اوپر بیان کئے ہیں۔ صرف انہیں امور پر خطابت موقوف و منحصر نہیں ہے۔ عمدہ تقریر کے تمام خصوصیات بیان کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص ان تمام امور کا احاطہ کر سکے۔ جن پر حسن و جمال کا دارومدار ہے ہم ایک دلفریب صورت کو دیکھ کر بے چین ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر ہم سے یہ پوچھا جائے کہ خاص طور پر اس کی کس چیز نے ہمکو مغلوب کیا تو ہم اس کو ہرگز بیان نہیں کر سکتے۔ گزنی کہتا ہے کہ خوبصورتی ناقابل بیان ہے۔ حضرت ذوق دہلوی نے اس مضمون کو کیا خوب ادا کیا ہے۔

تفنگ و تیر ظاہر میں نہ تھا کچھ پاس قاتل کے
الٰہی میرے دل پر تاک کر مارا تو کیا مارا

یہی حال بالکل خطابت و حسن تقریر کا ہے۔ اس کی کشش کے وجوہ و اسباب کا پورے طور پر بیان کرنا ناممکن ہے۔ ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ خدا کی دی ہوئی ایک قوت ہے۔ ایک ناممکن البیان سحر ہے۔ جو دلوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ آنکھوں سے آنسو ٹپکاتا ہے۔ اور دلوں کو خوشی یا غم سے بھر دیتا ہے۔ خود خطیب بھی نہیں بتلا سکتا کہ اسکا لیکچر کیوں اس قدر موثر ہوا۔ نپولین سے ایک شخص نے سوال کیا کہ تم نے ایسی فتوحات عظیم کیونکر حاصل کیں۔ اس نے جواب دیا کہ "یہ خدا کی دی ہوئی چیز ہے۔ مجھکو خدا نے ایسا ہی بنایا اور میں کچھ نہیں کہہ سکتا"

حاصل یہ کہ خطابت ایک فطری ودیعت ہے۔ قواعد اور اصول کے ذریعہ اس کا انحصار ناممکن ہے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ امور ذیل پر لحاظ کرنے سے اگر کسی شخص میں نیچرل طور پر یہ قوت ہے تو بہت کچھ مدد مل سکتی ہے۔ وہ امور حسب ذیل ہیں:۔

زبان | اچھی زبان خطیب کے لئے نہایت درجہ ضروری ہے

یہ تقریر کے [illegible] ہے۔ ایک خوبصورت شکل کو بُرا لباس پہنا دو۔ اس کی کشش وحسن کا اثر بہت کم باقی رہ جائے گا۔ خطیب کے لئے قادر الکلامی کی ضرورت ہے۔ اور یہ بذریعہ کتب بینی کے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور مضمون نگاری ترجمہ اور گفتگو سے اسمیں بہت کچھ اضافہ ہو سکتا ہے۔ بڑے بڑے انشا پردازوں کی تحریروں کو دیکھنے اور عمدہ شعرا کے دواوین کے پڑھنے اور اس کو ازبر کر لینے سے بہت کچھ فائدہ ہوتا ہے۔

خطیب کو اس لئے ضروری ہے کہ اپنے فرصت کے اوقات میں مشہور نظم ونثر کی عمدہ کتابوں کو دیکھا کرے۔ ان میں جو اچھے خیالات یا جملے ہوں۔ ان کو ازبر یاد کرلے۔ اس پر تمام بڑے بڑے علما وخطبا کا عمل رہا ہے۔ ولیم پٹ اپنی نوعمری کے زمانہ میں انگریزی اور لٹین کے بڑے بڑے شعرا کے کلام کو پڑھا کرتا تھا۔ شکسپیر کے اکثر فصیح وبلیغ جملے اس کو ازبر تھے فاکس زندگی بھر علم ادب کا شائق تھا۔ وہ برابر ہومر اور ورجل کو اپنے مطالعہ میں رکھتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ جس شخص کو تقریر کرنے کا شوق ہو۔ اس کو ہمیشہ عمدہ مصنفین اور خصوصاً نامور شعرا کے کلام کو پڑھنا چاہیئے۔ آرسکن جو وکلا میں سب سے زیادہ اچھی انگریزی بولتا تھا۔ اس نے وکالت شروع کرنے کے دو سال قبل سے انگریزی لٹریچر کو بہت محنت سے پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ شکسپیر کی کتابیں تو اس قدر یاد تھیں کہ گھنٹوں تک وہ شکسپیر کے محاورات وزبان میں گفتگو کرتا تھا۔ ولیم پٹکنی نے تو ابتدائے شباب سے یہ التزام کر لیا تھا کہ جو عمدہ محاورات اور جملے اُس کو پڑھنے میں آتے تھے ان کو وہ لکھ لیا کرتا تھا۔ اور حفظ بھی کر لیتا تھا۔

ترجمہ بھی اصلاح زبان کا اچھا ذریعہ ہے۔ اس سے زبان پر قدرت حاصل ہوتی ہے۔ مافی الضمیر کے اظہار میں مہارت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے آدمی قادر الکلام ہو جاتا ہے نامور خطبا نے اس پر عمل کیا ہے۔ سسرو نے گریک زبان کے ترجمہ سے اپنی لغوی قابلیت بڑھائی تھی۔ لارڈ چیسٹرفیلڈ یورپ کا نامور لکچرار انگریزی سے فرنچ اور فرنچ سے انگریزی میں ترجمہ کیا کرتا تھا۔ ولیم پٹکنی تو لغت کی کتابوں کا ہمیشہ مطالعہ کیا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ الفاظ کے معلومات بڑھانے کا اس سے زیادہ قوی ذریعہ نہیں ہے۔

مذکورہ بالا مضامین سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ تقریر میں عمدہ اور فصیح الفاظ ہی کا استعمال ہی سب کچھ ہے۔ بلکہ یہ یاد رہے کہ تقریر کا اصل موضوع اثر ہے۔ اور یہ امر معقول استدلال سے زیادہ تر حاصل ہو سکتا ہے۔ عمدہ وکیل کی یہ خواہش نہیں ہوتی کہ میں فصیح وبلیغ یا پُرجوش تقریر کروں۔ بلکہ اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جج معقول ہو۔ اور ملزم رہا ہو جائے۔ لارڈ چیتھم کے لئے کہا گیا ہے کہ اس کی خوش بیانی اس کی عقل پر مبنی تھی وہ اپنی تقریر میں جذبات سے کام نہیں لیتا تھا۔ بلکہ اس کی تقریر کی خصوصیت یہ تھی کہ معاملات کو نہایت صفائی کیساتھ مدلل بیان کیا کرتا تھا۔ جو سامعین کے دل میں اُتر جایا کرتے تھے فن خطابت سیکھنے کا جن لوگوں کو شوق ہے۔ ان کو چاہیئے کہ اپنے زمانہ کے نامور لیکچرار کی تقریروں کو بھی سُنا کریں۔ اور غور کریں کہ ان میں قبول عام کی کیا وجوہ ہیں۔ پرندوں کے بچے پہلے اپنے ماں باپ سے اُڑنا سیکھتے ہیں۔ گرہیتم لندن میں آکر چیتھم کی تقریروں کو ہمیشہ پارلیمنٹ میں آکر سُنا کرتا تھا۔ اور کچھ دنوں کے بعد وہ خود بھی بہت بڑا اسپیکر ہو گیا۔

مضمون نگاری خطیب کیلئے نہایت مفید ہے۔ اس سے اظہار خیالات کی مشق حاصل ہوتی ہے۔ عمدہ وفصیح وموزوں ومناسب الفاظ کے استعمال کا مذاق پیدا ہو جاتا ہے۔ الفاظ کی نشست وبندش کا امتیاز ہو جاتا ہے۔ اور ان امور سے تقریر میں بہت کچھ مدد ملتی ہے۔

آواز کا خوش آیند ہونا اور اس کا تال وسُر بھی خطابت کے روح رواں ہیں۔ دل پر اس کا خاص طور پر اثر ہوتا ہے۔ خطیب اگر خوش آواز ہے۔ تو اس کی تقریر کا بہت بڑا اثر ہوگا۔ لیکن ؎

این سعادت بزور بازو نیست

لکچر کی تیاری | کسی عام جلسہ میں بغیر پیشتر سے تیار ہوئے لکچر دینا اگر محال نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جبتک مضامین تقریر اور ان کی ترتیب اسپیکر کے ذہن نشین نہ ہو وہ عمدہ تقریر نہیں کر سکتا۔ بغیر پیشتر کی تیاری کے جو لوگ تقریر کرتے ہیں۔ وہ عموماً ناکامیاب رہتے ہیں۔ یہ تیاری دو طرح پر کیجاتی ہے

(۱) بعض لوگ [illegible] ہیں۔ تقریر کی پوری اسکیم کو پہلے سے ذہن نشین کر لیتے ہیں اور اپنی قوت حافظہ کی مدد سے کام لیتے ہیں۔ یہی طریقہ عام طور پر ہمارے علمائے کرام کا رہا ہے۔ اور اب بھی ہے۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی۔ مولانا محمد قاسم صاحب دیوبندی مولوی عبدالرب صاحب دہلوی مولوی ابراہیم صاحب آروی مولوی سلامت اللہ صاحب جیراجپوری اور دیگر واعظین جنکی جادو بیانی آج زبان زد خاص وعام ہے۔ کوئی یادداشت اپنی تقریر کیلئے نہیں بناتے تھے۔ یہ لوگ محض قوت تخیل وحافظہ اور اپنے انتقال ذہنی سے کام لیتے تھے۔

(۲) اہل یورپ اور نیز ان کے مقلدین جو تقریر کرنا چاہتے ہیں۔ اس کو پہلے سے لکھ لیتے ہیں۔ اور ازبر کر لیتے ہیں۔ یا اس کے مضامین کو دہرا کر ذہن نشین کر لیتے ہیں۔ اور بے شبہ اس طریقہ سے بہت سی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ اور لکچر دینے میں بہت آسانی ہو جاتی ہے۔ ترتیب مضامین ادائے مطلب۔ تلاش الفاظ وغیرہ کی سب دقتیں رفع ہو جاتی ہیں۔ یہی طریقہ آجکل عموماً رائج ہے۔

بعض لوگ پوری تقریر کو نہیں لکھتے۔ بلکہ اپنے تقریر کی ذہن میں ایک اسکیم اور پلین قائم کرکے اس کا ایک خلاصہ بنا لیتے ہیں۔ اور مضامین کے عنوان کو لکھ لیتے ہیں۔ اور اس کی مدد سے تقریر کرتے ہیں۔ بہرکیف دونوں صورتوں میں جو اوپر بیان کی گئی ہیں۔ یہ امر ضروری ہے کہ تقریر کئی بار دہرائی جائے۔ اور جب تک پورے طور پر نقش فی الحجر ہو جائے کسی عام جلسہ میں تقریر کرنا مناسب نہیں ہے۔

اس میں شبہ نہیں ہے کہ عموماً تمام لیکچرار واقعات کو لکھکر ازبر کر لیتے ہیں۔ شریڈن اپنی تقریر کو اس قدر قبل سے حفظ کرتا تھا۔ کہ جس شخص کو اس کے حالات سے پوری آگاہی نہیں وہ ہرگز اس پر اعتبار نہیں کر سکتا۔ نامور جارج کیننگ کا بھی حال تھا۔ وہ کہا کرتا تھا۔ دوستو! الہام کا زمانہ گذر گیا میری جادو بیانی میری یادداشت (غلاصہ) پر مبنی ہے" پلنکٹ چند پرجوش جملے پہلے سے یاد کر لیتا تھا۔ اور اپنی تقریر میں موقعہ ومحل سے چسپاں کر دیتا تھا۔ فوسوٹ کو جب روز لکچر دینا ہوتا تھا۔ اس سے ایک روز پہلے سب دلائل کو نوٹ کر لیتا تھا۔ اور دل ہی دل میں کئی بار دہرالیتا تھا۔ لارڈ سٹیکالے تو اپنی اسپیچ کو لفظ بہ لفظ یاد کر لیتا تھا۔ اور اس پر بھی بعض وقت مرعوب ہو جاتا تھا۔ الگزنڈر ہمیلٹن جو ایک نامور وکیل تھا۔ اپنی بحث کو پہلے سے لکھ لیتا تھا۔ روفس اپنے شاگردوں سے کہا کرتا تھا کہ اگر یہ چاہتے ہو کہ تقریر شستہ وصحیح ہو اور ہم مرعوب نہ ہوں تو تقریر کو لکھ کر پہلے سے حفظ کر لیا کرو۔

چند ماہ گذرے اخبار لیڈر الہ آباد میں ایک آرٹیکل اسی عنوان پر ایک رپورٹر کے قلم سے نکلا ہوا شائع ہوا تھا۔ اس نے لکھا ہے کہ میں صوبہ بنگال میں رپورٹر تھا بنگال کے ایک مشہور لکچرار کے اسپیچ کا رپورٹ کرنا میرے متعلق ہوا۔ لیکن لکچرار مذکور کی اس سرعت کیساتھ تقریر کی کہ میں لکھ نہ سکا۔ بہت پریشان تھا کہ کیا کروں بالآخر لکچرار صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی پریشانی ظاہر کی انھوں نے میرے حال پر رحم فرما کر ایک نوٹ بک جیبے سے نکالکر میرے حوالہ کی اور کہا کہ اس سے اپنا کام نکال لو۔ لیکن خبردار اسکا حال کسی سے نہ کہنا میں نے دیکھا تو اسمیں لفظ بلفظ ان کا لکچر موجود تھا۔ نامہ نگار مذکور نے اور بہت سے قصے اس قسم کے اپنے آرٹیکل میں درج کئے ہیں

یہ سوال اکثر پیدا ہوتا ہے کہ جب تقریر کی بنیاد زیادہ تر تحریر پر ہے تو کیا وجہ ہے کہ بڑے بڑے انشا پرداز اسمیں ناکامیاب رہے۔ گبن اور ایڈیسن کی انشا پردازی میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔ مگر وہ لوگ تقریر میں بہت بڑی طور پر ناکامیاب رہے۔ پوپ کی پبلک جلسوں میں زبان بند ہو جایا کرتی تھی اور آدوِنگ تو بوقت تقریر گونگا ہو جایا کرتا تھا۔ اسکی وجہ دریافت کرنا بہت آسان ہے۔ دونو کی زبان میں بہت فرق ہے۔ تحریر میں بندش الفاظ صحت محاورات۔ فصاحت وبلاغت کا زیادہ لحاظ کیا جاتا ہے۔ تقریر میں محض اظہار خیالات سے مطلب رہتا ہے۔ تقریر میں بہت قابلیت اور طباعی کی ضرورت ہے تقریر میں انتقال ذہنی۔ قوت تخیل۔ اطمینان قلب کی حاجت ہوتی ہے حاصل یہ کہ جو چیزیں کہ انسان کو عمدہ مقرر بنا سکتی ہیں وہ اس کو عمدہ انشا پرداز نہیں بنا سکتیں۔

اخیر میں ہم ناظرین کو یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ کسی فن میں اطمینان قلب اور سلف کانفیڈنس کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنا کہ تقریر میں ہے جبتک انسان کو اپنے اوپر پورا بھروسہ نہ ہو وہ تقریر میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ مقرر پر فرض ہے کہ وقت تقریر تمام خوف وشرم کو اپنے دل سے دور کردے اور اپنی قابلیت میں کسی قسم کا شبہ یا وہم نہ رکھے۔ ورنہ وہ مرعوب ہو جائیگا۔ اور ناکامیابی کا منہ اُس کو دیکھنا ہوگا۔ یہ بات مشق اور امتداد زمانہ سے حاصل ہوتی ہے

دو دو باتیں

(۱)

؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

میاں صاحب کی گدی نشینی کے بعد ان کے اکثر مریدین کی تحریریں اکاذیب سے لبریز ہوتی ہیں۔ مثلاً میاں صاحب اور ان کے تمام مریدین کا یہ ایک متفقہ قول ہے کہ خواجہ صاحب احمدی نہیں رہے کیونکہ لندن میں خواجہ صاحب احمدیت کو پیش نہیں کرتے۔ بلکہ مرزا صاحب کا نام لینا بھی وہاں سم قاتل اور ناجائز سمجھتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ (حاجت حوالہ نہیں) مگر اب مفتی محمد صادق صاحب محمودی مبلغ نے عبدالرحمٰن نامی کسی فرضی خادم المسلمین کے نام سے اخبار مشرق گورکھپور اور اخبار الفضل مورخہ ۱۶ مارچ میں مندرجہ ذیل چٹھی شائع کرائی ہے جس میں خواجہ صاحب کے احمدیت کو پیش کرنے پر ایک غیر از جماعت کی شہادت پیش کی ہے لکھا ہے کہ:۔

جناب ایڈیٹر صاحب مشرق گورکھپور۔ تسلیم
ایک اخبار میں شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی کا مضمون لندن میں تبلیغ اسلام کے بارے میں مجھے دیکھ کر بہت ہی تعجب ہوا کہ وہ مفتی محمد صادق صاحب اور قاضی عبداللہ صاحب کی پرزور مخالفت اس وجہ سے کرتے ہیں کہ یہ صاحبان احمدی ہیں اور پھر ساتھ ہی خواجہ صاحب اور ان کے رفیقوں کی تعریف کرتے ہیں کہ جناب میرزا صاحب نے اُن کے اندر اسلامی محبت کا جوش ڈالدیا ہے۔ ممکن ہے کہ قدوائی صاحب بسبب اس کے کہ وہ ووکنگ میں قیام پذیر ہیں اور ہم طعام ہیں۔ خواجہ صاحب کی خاص تعریف کے واسطے معذور ہوں۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ مفتی صاحب اور قاضی صاحب جو اپنے وطن کو چھوڑکر اور بالمقابل خواجہ صاحب غریبانہ زندگی بسر کرکے تبلیغ اسلام کر رہے ہیں۔ اور باوجود خطرات کے خاص لندن میں قیام پذیر ہیں ان کی صرف اس وجہ سے مخالفت کی جائے کہ وہ احمدی ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا خواجہ صاحب **احمدی نہیں؟ کیا ان کا خاص کارکن** جو پہلے ایک معمولی یہودی تھا **میرزا صاحب کو نہیں مانتا یا ان کا خاص رفیق خانصاحب احمدی نہیں؟** کیا یہاں کے **نومسلم یہ سنکر کہ خواجہ صاحب احمدی ہیں۔ احمدیت سے محبت کرنیوالے نہیں بن جاتے** کیا ووکنگ میں **سب سے زیادہ جو کتاب نومسلموں کو دی جاتی ہے وہ مرزا صاحب کی تصنیف ٹیچنگس آف اسلام نہیں؟** اور پھر کیا **خود خواجہ صاحب نے کئی نومسلموں کے سامنے میرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کا اقرار نہیں کیا؟** میں احمدی جماعت میں داخل نہیں ووکنگ کے حالات مدت سے دیکھ رہا ہوں خود ووکنگ کے **مسلم ریویو میں اکثر مضامین میرزا صاحب کی کتابوں سے نقل ہوتے ہیں۔ اور آخر پڑھنے والے کو ایک دن معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ مضمون میرزا صاحب کا ہے**

بلفظہ منقول از اخبار الفضل مورخہ ۱۶ مارچ ۱۹۲۰ء جلد ۷۔ راقم عبدالرحمٰن لوور پلمڈ کیٹ لندن

اس چٹھی میں جس زور شور سے حضرت خواجہ صاحب کی احمدیت کا اعلان کیا ہے ظاہر ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ان کے مضامین اور تبلیغ سب مسیح موعود ہی کے مضامین کی بنا پر ہوتی ہے۔ جس کا نومسلمین کو نہ صرف علم ہوتا ہے۔ بلکہ ان مضامین کو پڑھ کر ان کی احمدیت سے محبت بڑھ جاتی ہے۔ الفضل نے اس شہادت کو درج کرنیکے ساتھ اس کی توثیق اور تصدیق کرکے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ تمام لوگ جو یہ کہتے تھے کہ خواجہ صاحب غیر احمدیوں سے چندہ کی خاطر احمدیت سے ہی نکل گئے ہیں وغیرہ وغیرہ اول درجہ کے کذاب ہیں

کے مسلمان یہ سمجھیں کہ خواجہ صاحب احمدیت کی اشاعت کرتے ہیں اور انہیں چندہ دینا بند کر دیں۔ لیکن کیا یہ خود ان کے دامن تقدس کو ناپاک کرنے والی بات نہیں۔ کہ گھر میں تو لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ خواجہ صاحب احمدی ہی نہیں۔ اور احمدیت کے ذکر کو سم قاتل سمجھتے ہیں۔ اور باہر جا کر یہ اعلان کیا جائے کہ نہیں وہ تو پکے احمدی ہیں۔ وہ تو مسیح موعود کے مضامین شایع کرتے ہیں جن کی وجہ سے لوگوں کو احمدیت سے محبت ہو رہی ہے۔ مفتی صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ مسلمان سواد اعظم اسلام اندھے نہیں ہیں۔ اور نہ ہی خواجہ صاحب کا مشن یا کارگذاری صرف میاں صاحب کی گوش گذاری تک ہی محدود ہے۔ بلکہ خواجہ صاحب کا کام آفتاب نصف النہار کی طرح تمام دنیا پر روشن ہے۔ مفتی صاحب کے پس پردہ بیٹھ کر اور ان کے نام سے چٹھیاں شایع کرانے سے دین الہی کا کچھ بگڑنے کا نہیں۔ وہ لیطفوا نور اللہ بافواھھم پر جتنا چاہیں زور دے لیں۔ سوائے اس کے کہ ان کے اپنے دین و ایمان کا پردہ فاش ہو کہ کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ۔ اندر کچھ بڑبڑاتے ہیں اور باہر جا کر اور ہی گل کھلاتے ہیں اور کوئی نتیجہ نہیں۔ میں ایڈیٹر صاحب الفضل کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ جس نے یہ چٹھی شایع کر کے اپنے اور دیگر محمودیوں کے خلاف خود ہی شہادت دی ہے۔ امید ہے۔ کہ اب کوئی سمجھدار محمودی یہ کہنے کی جرات نہیں کرے گا۔ کہ خواجہ صاحب احمدی نہیں۔ یا احمدیت کے ذکر کو سم قاتل سمجھتے ہیں۔ ایڈیٹر الفضل کو چاہیے کہ خود میاں صاحب کی بھی اُن تمام تحریرات میں تردید مقامات کر دے۔ جہاں اس جھوٹ کی تائید کسی ایک یا دوسری وجہ سے انہوں نے کی ہے۔

(محمد یمین احمدی از دانہ)

(۲)

الحکم ۲۸ جولائی ۱۹۱۸ء میں مفتی محمد صادق صاحب کی ایک چٹھی شایع ہوئی ہے۔ جو گالیوں سے بھری ہوئی ہے۔ اور جس پر پیغام صلح کی گذشتہ اشاعت میں لکھا بھی جا چکا ہے۔ اس میں آپ نے خواجہ صاحب پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ احمدی کے نام سے لرزاں رہتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود پر حملہ کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ انہی مفتی صاحب کا دوسرا بیان ابھی تین ماہ قبل اس الزام کی تردید کر چکا ہے۔ ہم ہر دو محمودیوں کی تحریرات کو ایک دوسرے کے مقابل رکھ کر دکھاتے ہیں کہ یہ لوگ بغض اور حسد سے کس قدر سیاہ دل ہو گئے ہیں کہ کسی ایک بات پر قایم نہیں رہ سکتے۔ دوسرے مسلمانوں کو غلطی میں ڈالنا ہو تو خواجہ صاحب کو احمدی لکھ دیتے ہیں۔ اور جب محمودیوں کو دھوکا دینا ہو تو خواجہ صاحب کو احمدیت کا دشمن کہہ دیتے ہیں۔ ذیل کی تحریریں قابل غور ہیں۔

قاضی عبداللہ کی تحریر

آخر وہ یعنی (خواجہ صاحب) میرے احمدی بھائی ہیں۔ ان کی وجہ سے ووکنگ کے نو مسلم انگریز احمدیت کے قریب ہو رہے ہیں۔ (الفضل ۱۴ مئی ۱۹۱۸ء) میں خواجہ صاحب کا دشمن نہیں۔ وہ حضرت مرزا صاحب کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا موعود مسیح اور مہدی مانتے ہیں۔ اور ان کے اس عقیدہ کا اظہار ووکنگ کے نو مسلموں پر ایک حد تک اثر کر رہا ہے۔ مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں خواہ مخواہ ان کے پیچھے پڑوں۔

(پیغام اخبار ۱۶ اپریل ۱۹۱۸ء)

مفتی محمد صادق صاحب کی تحریر

وہ (یعنی خواجہ صاحب) ہمارے کام کے پکے دشمن اور پُرجوش مخالفت میں شیعہ معتزلہ یہود کا عیسائی۔ ہندو۔ پارسی۔ وغیرہ ہر ایک کے ساتھ وہ دوستی محبت خوشامد کا تعلق رکھتے ہیں۔ مگر احمدی کے نام سے ان کی جان لرزاں اور ترساں رہتی ہے۔ ہمارے ساتھ جو انکا بدسلوک ہے۔ اس کا ہم کو غم نہیں۔ جبکہ وہ خود حضرت مسیح موعود پر حملہ آور ہونے سے نہیں رُکتے تو ہم کو کیا رنج ہونا چاہیئے۔

(الحکم ۲۸ جولائی ۱۹۱۸ء)

مندرجہ بالا تحریریں ان حاسدوں کے اقرار و صدق کا اندازہ لگانے کے لئے کافی ہیں۔ یہ ہیں احمدیت کے علم بردار۔ جو چاہتے ہیں کہ مکر و فریب سے اور دنیا کو دھوکا دے کر ہمیں نقصان پہنچا دیں۔ اور اشاعت اسلام کے کام کو روک دیں۔ والسلام

(ابو الفضل)

* * *

[illegible]

مغربی محاذ۔ دشمن کی پسپائی۔ لندن ۲ اکتوبر۔ رائٹر کا نامہ نگار مقیم برطانوی صدر مقام آج شام کا دیتا ہے۔ کہ طویل شدید لڑائی ابھی تک جاری ہے۔ لیکن ایسے قطعی طور پر تیار حتمی [illegible] ہے۔ کہ اسے ایک بھاری فتح تسلیم کرنا قبل از وقت نہیں ہے۔ دشمن کی شدید مزاحمت اور قوت برداشت [illegible] صرف بھاری تباہی کو ملتوی کئے ہوئے ہے۔ کل سہ پہر تک آسٹریلین افواج نے بیلنکورٹ جیورا اور اراپن کو توڑ دیا ہے۔ جو سلسلہ ہنڈنبرگ کی آخری عقبی مدافعتی جگہ تھی۔ اسطرح فرانسیسیوں کے پہلو کو سینٹ کوئنٹن پر قبضہ کرنے کے لئے ایک آزاد [illegible]۔ گذشتہ چند روز میں جس طریق پر تمام جرمن مدافعت [illegible] ہو گئی یہ ایک قابل ذکر واقعہ ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دشمن کو اچانک معلوم ہو گیا ہے۔ کہ لڑائی اس کے خلاف جاری ہے۔ اس کی تصدیق حال میں گرفتار کردہ قیدیوں کی بمشکل دبائی ہوئی وحشت سے ہوتی ہے۔ ہم نے کریوسیو اور رومیلی کے درمیان اونچی زمین کو برقرار رکھا۔ اور مزید زمین حاصل کی۔ اور قیدیوں کے گروہ رات کے وقت پیچھے کی طرف بھیجے جن کی کل میزان ۱۷۰۰ سے زیادہ تھی۔ فلانڈرز زمین انجین ساہ رالز سے اونچے کیچڑ میں سے گذرتے ہوئے اولن کے قریب پہنچ گئے۔ اور ہوگلیڈ اور سینٹ پیٹر میں پر قبضہ کیا۔ ہماری دوسری فوج نے آرمنٹیریا کی طرف ایک بھاری شگاف پیدا کر دیا۔ اور شہر کے شمال میں مقام لیکابیٹ پر قبضہ کر لیا۔ ہمارے ہوابازوں نے مختلف جگہوں پر ۳۰ ٹن بم گرائے۔ آج صبح دشمن کی مزاحمت بڑھ گئی۔ کیونکہ اس کی کمکی افواج لائین میں نمودار ہوئیں۔ خبر ملی ہے کہ بنیکورٹ نہر کے نیچے کی طرف تمام سلسلہ ہنڈنبرگ ہمارے قبضہ میں ہے۔ [illegible] آج صبح ٹنل اور کئی گیدیوں [illegible] کام کر رہے ہیں۔ آسٹریلیوں نے کل مزید فتوحات حاصل کیں۔ اور کر رہے ہیں۔ اسی طرح انگریزی اور کینیڈین فوجیوں نے [illegible] کے درمیان فتوحات حاصل کیں [illegible] جنگ کی انتہائی حالت قریب آتی جا رہی ہے۔ [illegible] زیادہ شدید ہو رہی [illegible] انسانی قوت برداشت کی کبھی اس قسم کی آزمائش نہیں کی گئی تھی۔ [illegible] کرنے والی رفتار دیر تک برقرار نہیں رکھی جا سکتی۔

لندن ۲ اکتوبر۔ ۴ بجکر ۵ منٹ شام۔ رائٹر کو معلوم ہوا ہے کہ آج سہ پہر کو مغربی محاذ سے خبر موصول ہوئی ہے وہ مظہر ہے کہ سینٹ کوئنٹن اور کیمبرا کے درمیان جہاں دشمن کی لائین توڑ دی گئی ہے۔ ہماری [illegible] گویا ہیں اس کی پسپائی کی لائین کو دھکا رہی ہے۔ سینٹ کوئنٹن اور شمال کی طرف کے لائینوں کے نقصان سے دشمن کی پسپائی غالباً ایک بھاری پیمانہ پر ہو گی۔ فی الحال [illegible] قدر پیشگوئی کرنا دور اندیشی نہ کا ررواں ہو گی۔

لندن ۳ اکتوبر۔ رائٹر کا نامہ نگار مقیم برٹش ہیڈ کوارٹر آج شام کو تار دیتا ہے کہ اگرچہ آج صبح نہایت شدید لڑائی شروع ہوئی۔ تاہم لیڈ میں پیدل سپاہ کی لڑائی منیر تکمیل واقع ہوئی۔ کیمبرا سے سینٹ کوئنٹن محاذ پر ہم اپنی فتوحات کو مستحکم کرنے میں مصروف ہیں۔ کل کے کنیڈینوں کے حملے سے دشمن کے ایک نہایت بھاری حملے کی امید ہوتی تھی جسمیں وہ زیادہ زبردست ڈویژنوں کو مصروف جنگ کیا گیا تھا۔ اس لئے نہایت شدید لڑائی ہوئی جس میں کنیڈینوں نے بتدریج فتح حاصل کی۔ دشمن نے بلاشبہ اپنے بھاری نقصان کو ہوا سے سامان جنگ کی صورت میں برداشت کرنا پڑا ہے محسوس کرنا شروع کر دیا ہے۔ کچھ عرصہ سے وہ کاسٹ بہک سے پھٹنے والے گولوں کی رفیق ہوا کو استعمال کر رہا ہے۔ کل بیورے بوا بیلنکورٹ لائن کو توڑنے میں انگریزی ۳۲ ویں ڈویژن نے نمایاں حصہ لیا۔ آخر کار سیکفرٹ [illegible] کی آخری جوکی کو توڑ ڈالا۔ اس کی وجہ سے شمال کی طرف حملہ کیا جا سکا جہاں کیمبرا کے نیچے جرمن بھاری تعداد میں جمع تھے۔ اور اس بیان کی کہ جرمنوں نے کیمبرا کو آگ لگا دی۔ ابھی تک تصدیق نہیں ہوئی۔ اب یقین کیا جاتا ہے کہ یہ آتشزدگی نہر کے کنارے گئے تھیلے میں ذخائر کے جلائے جانے سے ہوئی۔ ویبڈ ہولی کے شمال مشرق اور جنوب مشرق کی طرف ہماری افواج نے

[illegible] افواج کی تعداد ان سے کہیں زیادہ تھی۔ ہم نے کئی میدان جنگ کے مختلف حصوں میں مشرق کی طرف تسلی بخش ترقی کی ہے۔

دشمن کے بھاری حملے۔ لندن ۲ اکتوبر۔ ۱ بجکر ۳ منٹ ایک برطانوی اعلان مظہر ہے کہ دشمن نے آج صبح سینٹ کوئنٹن کے شمال مشرق کی طرف تازہ افواج کے ساتھ زبردست حملہ کیا۔ اور ہمکو سکونبارٹ سے پسپا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ جہاں ہم نے اسے روک دیا۔ کرانوکیور کے شمال کی طرف اور کیمبرا کے مغرب کی طرف مقامی لڑائی ہوئی۔ لیکن صورت معاملات میں کوئی بھاری تبدیلی نہیں ہوئی۔ اور کنیڈینوں نے کیمبرا کے نواح میں کل کی رات کی کاروائی کے نتیجے کے طور پر نیو ویلی سینٹ رمی کے نواح پر اور ٹلیس کے مغرب کی طرف اونچی زمین پر قبضہ کر لیا۔ آج علی الصباح دشمن نے لائیسی نہر کے جنوب کی طرف اور شمال کی طرف ایک وسیع محاذ پر پسپا ہونا شروع کیا۔ ہم اس کا بہت نزدیک فاصلہ سے تعاقب کر رہے ہیں۔ اور ہم نے قیدی گرفتار کئے۔ کل موسم عمدہ تھا۔ اگرچہ ابر آلود تھا۔ اور ہمارے ہوابازوں خندقوں اور فوجی دستوں پر کلدار توپوں کے ذریعہ گولہ باری کرنے اور توپ خانہ کے ایک دستہ پر بمباری کرنے میں بڑی سرگرمی سے مصروف تھے۔ ہم نے ۱۷۰۰ سے زیادہ فوٹو لئے۔ اور دن کے وقت ۲۰ ٹن اور رات کے وقت ۱۶ ٹن بم گرائے۔ ہم نے ویلنسیس میں ریلوے جنکشن پر اور آلپولائینز پر اور بوسنگنی پر حملہ کیا۔ اور موخر الذکر دونوں مقامات میں آگ لگا دی۔ ہم نے ۱۳ ہوائی جہاز تباہ کئے اور ۸ ہوائی جہازوں کو بے قابو حالت میں نیچے کی طرف اتار دیا۔ ۱۵ برطانوی ہوائی جہاز گم ہیں۔

لندن ۲ اکتوبر۔ گذشتہ ہفتہ میں جو سامان غنیمت ہمارے ہاتھ آیا ہے۔ اس کی ایک جزوی فہرست حسب ذیل ہے تمام قسم کی ۱۲۰۰ توپیں ۵۰۰ خندقی مارٹر توپیں ۲۰۰ کلدار توپیں۔ ۱۰۰ بھاری ٹینک۔ ہزاروں گولے۔ اور لاکھوں [illegible]۔

فلسطین میں پیشقدمی۔ لندن ۲ اکتوبر۔ فلسطین کا ایک اعلان مظہر ہے کہ کل [illegible] دمشق پر قبضہ کیا گیا۔

لندن ۳ اکتوبر۔ فلسطین کا ایک اعلان مظہر ہے کہ کل آسٹریلین افواج رسالہ نے دمشق کے شمال مشرق کی طرف ۱۷ میل کے فاصلہ پر او بتیا سے سفر کے نواح میں دشمن کے ایک دستہ کو گرفتار کر لیا۔ اور ۱۵۰۰ قیدی گرفتار کئے۔ اور [illegible] توپوں اور [illegible] کلدار توپوں پر قبضہ کر لیا۔ ہوائی جہازوں نے [illegible] دشمن کے ہوائی جہازوں کے ایک گودام اور ریلوے اسٹیشن پر بھاری بم بازی کی۔

ہندوستانی افواج کی بہادری۔ لندن ۳ اکتوبر۔ مسٹر گلڈ ہال میں اپنی تقریر کے دوران میں مسٹر بونر لا نے کہا کہ فلسطین سے ہمیں جو فتح حاصل ہوتی ہے۔ وہ ہمارے لئے زیادہ کشش کرنے والی تھی۔ کیونکہ جس فوج نے یہ فتح حاصل کی اس کا سب سے بڑا حصہ ہندوستانی سپاہیوں پر مشتمل تھا (چیرز) اور اتحادیوں اور ان کے دشمنوں کی سپرٹ کے تفاوت کے اظہار پر ہمیں اس بات پر کہ ہندوستانی سپاہیوں نے اس قدر شاندار حصہ لیا۔

ہندوستان میں فصلوں کی کیفیت۔ شملہ کا تار مظہر ہے کہ ہفتہ مختتمہ ۱۱ ستمبر میں برہما، آسام، بنگال، بہار و اڑیسہ میں موسم برشگالی تھا۔ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ پنجاب علاقہ سرحدی، راجپوتانہ وسط ہند میں صرف خفیف و ناکافی بارش ہوئی۔ ہر جگہ مزید باران رحمت کی ضرورت ہے امساک باراں سے فصلوں کا نقصان ہو رہا ہے۔ پنجاب کی رپورٹ مظہر ہے کہ ہر جگہ مینہ کی اشد ضرورت ہے بغیر نہری فصلوں کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور بعض اضلاع سے قلت چارہ کی رپورٹ ہوئی ہے ممالک متوسط میں موسم متلون تھا۔ جنوبی اضلاع میں تو مینہ برسا۔ لیکن شمالی حصہ تر قیم رپورٹ تک خشک پڑا تھا۔ استادہ فصلیں عام طور پر اچھی ہیں۔ مگر مزید بارش کی احتیاج ہے بمبئی مدراس میں تازہ بارش نے حالت کی اصلاح کر دی ہے اور استادہ فصلیں سندھ کے استثنیٰ سے اچھی حالت میں ہیں۔ احمد آباد، سورت، کھیڑہ مشرقی دکھن کولاپور، اور بڑودہ بمبئی کے رقبہ جات میں فصل مرجھا رہی ہے نرخ عام طور پر چڑھ رہا ہے۔ ممالک متحدہ میں گرانی کا زیادہ زور ہے انبالہ لاہور۔ اور لائل پور میں گیہوں روپے کا سات سیر فیروزپور میں [illegible]

آزادہ روہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

پیغام صلح

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام او	بادۂ عرفان ما از جام او
از رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ما از و یابیم ہر نور و کمال	وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ما ست	ہر چہ زو ثابت شود ایمان ما ست
از ملائک و از خبر ہائے معاد	ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
ایں ہمہ از حضرت احدیت است	منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست	منکر آں مورد لعن خدا ست
معجزات انبیائے سابقیں	آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ما ست	ہر کہ انکارے کند از اشقیا ست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب	نزد ما کفر است و خسران و تباب

ہفتہ میں دو بار
یکشنبہ و چہار شنبہ کو شایع ہوتا ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قیمت سالانہ لعہ
ششماہی ۳ سہ ماہی عہ طلبا سے سالانہ للعہ

جلد ۱۱ | مدینۃ المسیح لاہو یکشنبہ ۱ محرم الحرام ۱۳۳۷ ہجری مطابق ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۲۶

کلام الامام امام الکلام

حضرت مسیح موعود کے کلام پر ایک سرسری نظر

(جناب مولوی مصطفیٰ خاں صاحب بی اے کے قلم سے)

اس مضمون کا ایک نمبر ناظرین کرام کو یاد ہوگا گذشتہ سال ۳۰ مئی ۱۹۱۷ء کے پیغام صلح میں شایع ہو چکا ہے جسمیں خانصاحب موصوف نے اردو شاعری کے بعض ضروری پہلوؤں کو روشنی میں لانے کے بعد آخر میں اپنا یہ ارادہ ظاہر فرمایا تھا کہ

"اس مضمون میں ہم انشاء اللہ تعالےٰ دکھائینگے کہ حضرت میرزا صاحب کے کلام کو کیا مرتبہ حاصل ہے۔ اور باوجود اس امر کے کہ آپ نے زبان دانی یا شعر گوئی کی کبھی کوشش نہیں کی اور نہ ہی باقاعدہ کسی مشاعرہ میں مشق کی۔ نہ کسی استاد سے اصلاح لی۔ آپ کے کلام میں کیسا نے معانی کی کس قدر فراوانی ہے"

یہ ارادہ افسوس ہے کہ اس وقت تک پورا نہ ہو سکا۔ مگر ناظرین کرام یہ سن کر خوش ہوں گے کہ خانصاحب موصوف نے ابھی اس ارادہ کو مسترد نہیں کیا۔ چنانچہ باوجود اتنی مدت گذر جانے کے انہوں نے پھر بھی اسے پورا کرنے کے لئے عملی قدم اُٹھا ہی لیا ہے۔ اور ذیل کا ایک نمبر لکھکر بھیجدیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آئندہ اسکا سلسلہ برابر جاری رہیگا۔ کیونکہ آپ اس ہلکی رفتار کو ترک کر دیں گے اور اس سلسلہ کو اتنا لمبا نہ کریں گے کہ زیادہ دیر تک ناظرین تشنہ رہیں۔

پس گویا اس مضمون کا دوسرا نمبر ہے۔ پہلے نمبر کے لئے جو دراصل تمہید ہے ۳۰ مئی ۱۹۱۷ء کا پرچہ ملاحظہ ہو۔ (ایڈیٹر)

سب سے پہلے میں ناظرین کرام کی خدمت میں آپ کے اُردو کلام کا نمونہ پیش کرتا ہوں۔ اور اس کے بعد انشاء اللہ تعالےٰ فارسی کلام پر نظر کی جائے گی۔ حضرت امام ہمام کے کلام پر نظر غائر ڈالنے والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس حقیقت نفس الامری سے کما حقہٗ واقف ہو کہ حضرت نے کبھی بھی شاعر ہونے کا ادعا نہیں کیا تھا۔ بلکہ شعر محض اس لئے کہتے تھے کہ وہ پیغام حق جسے پہنچانے کے لئے وہ مامور تھے۔ اسی طرح سے لوگوں کی سمجھ میں آجائے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں:-

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

میر کو جو پایہ شاعری میں حاصل ہے۔ وہ لازوال ہے۔ اور ہندوستان کے باکمال ہمیشہ میر کو پیغمبر سخن مانتے آئے ہیں۔ چنانچہ میرزا غالب کہتے ہیں ؎

غالب اپنا تو عقیدہ ہے بقول ناسخ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

اس کی تائید میں غالب کے ہمعصر ذوق جن کی شاعری بھی مسلم الثبوت ہے یوں فرماتے ہیں:-

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

کیا بات ہے جس نے میر کے کلام کو اس قدر مقبول خاص و عام بنا دیا ہے؟ اس سوال کا جواب ان دو شعروں کے موازنہ سے ملے گا جن کا اصل مضمون قریباً ایک ہی ہے۔ لیکن تاثیر میں بعد المشرقین ہے:-

سودا کہتے ہیں:-

بالیں پہ جو سودا کے گیا شور قیامت
خدام ادب بولے ابھی آنکھ لگی ہے

میر صاحب فرماتے ہیں:-

سرہانے میر کے آہستہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

دونوں اشعار کا مضمون واحد ہے۔ مگر میر صاحب کا کلام اثر میں ڈوبا ہوا ہے کہ دل پر بیٹھتا ہے۔ سودا کے ہاں شان و شوکت الفاظ ہے۔ مگر اثر نہیں۔ پس اس مثال سے معلوم ہوا کہ کلام میں اثر پیدا کرنے کے لئے سادگی ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ میر صاحب کا کلام سب سے بالا رہتا ہے۔ اسکی تائید ورڈزورتھ (جو انگلستان کا ملک الشعراء تھا) کی اس تھیوری سے ہوتی ہے کہ شعر کی زبان ایسی ہونی چاہیئے۔ کہ اگر نثر میں اس کو تبدیل کیا جائے۔ تو وہی الفاظ رہیں۔ چنانچہ میر صاحب کے مندرجہ بالا شعر کو اگر اسی معیار پر پرکھا جائے۔ تو کوئی لفظ ایسا نہیں جسے نثر میں تبدیل کرنے کی ضرورت پیش آئے

اسی قاعدہ کے موافق ہم حضرت میرزا صاحب کے کلام کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے کلام میں بھی نہایت درجہ کی سادگی اور بے تکلفی ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ ہر ایک لفظ اثر میں ڈوبا ہوا ہے۔ چنانچہ ذیل کی نظم میں آپ نے عیسائیوں کو دعوت حق دی ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا اس سے وہ لفظ نظم ہو سکتے تھے۔ یقیناً نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

آؤ عیسائیو!! ادھر آؤ!!!	نور حق دیکھو راہ حق پاؤ
جس قدر خوبیاں ہیں قرآں میں	کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ
سر پہ خالق ہے اس کو یاد کرو	یونہی مخلوق کو نہ بہکاؤ
کب تلک جھوٹ سے کروگے پیار	کچھ تو سچ کو بھی کام فرماؤ
کچھ تو خوف خدا کرو لوگو	کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ
عیش دنیا سدا نہیں پیارو	اس جہاں کو بقا نہیں پیارو
یہ تو رہنے کی جا نہیں پیارو	کوئی اسمیں رہا نہیں پیارو
اس خرابہ میں کیوں لگاؤ دل	ہاتھ سے اپنے کیوں جلاؤ دل

پھر قرآن مجید کی تعریف میں فرماتے ہیں:-

بحر حکمت ہے وہ کلام تمام	عشق حق کا پلا رہی ہے جام
بات جب اس کی یاد آتی ہے	یاد سے ساری خلق جاتی ہے
سینہ میں نقش حق جماتی ہے	دل سے غیر خدا اُٹھاتی ہے
درد مند دکھی کی دوا وہی ایک	ہے خدا سے خدا نما وہی ایک
ہم نے پایا خور ہدی وہی ایک	ہم نے دیکھا ہے دلربا وہی ایک
اس کے منکر جو بات کہتے ہیں	یونہی ایک واہیات کہتے ہیں
بات جب ہو کہ میرے پاس آویں	میرے منہ پر وہ بات کہہ جاویں
مجھ سے اس دلستاں کا حال سنیں	مجھ سے وہ صورت و جمال سنیں
آنکھ پھوٹی تو خیر کان سہی	نہ سہی یونہی امتحان سہی

اسی طرح مثنوی میں مسلسل بیان بھی نہایت بے تکلفی اور سادگی سے کرتے ہیں۔ بابا نانک صاحب کے تلاش حق کا بیان ملاحظہ ہو

اُتارا اپنے موندھوں سے دنیا کا بار	طلب میں سفر کر لیا اختیار
خدا کے لئے ہوگیا دردمند	تنعم کی راہیں نہ آئیں پسند
طلب میں جو چلا بے خود و بے حواس	خدا کی عنایات کی کرکے آس
جو پوچھا کسی نے چلے ہو کدھر	غرض کیا ہے جس سے کیا یہ سفر
کہا رو کے حق کا طلبگار ہوں	نثار رہ پاک کرتا رہوں
سفر میں وہ رو رو کے کرتا دعا	کہ اے میرے کرتار مشکل کشا
میں عاجز ہوں کچھ بھی نہیں خاک ہوں	مگر بندۂ درگہ پاک ہوں
میں قرباں ہوں دل سے تری راہ کا	نشاں دے مجھے مرد آگاہ کا
نشاں تیرا پاکے وہیں جاؤنگا	جو تیرا ہو وہ اپنا ٹھہراؤں گا
کرم کرکے وہ راہ اپنی بتا	کہ جس میں ہوا سے میسر تری رضا
بتایا گیا اس کو الہام میں	کہ پائیگا تو مجھ کو اسلام میں
مگر مرد عارف فلاں مرد ہے	کہ اسلام کی راہ میں فرد ہے
ملا تب خدا سے اُسے ایک پیر	کہ چشتی طریقہ میں تھا دستگیر
وہ صحبت میں اسکے ہوا فیضیاب	سنا شیخ سے ذکر راہ صواب
پھر آیا وطن کیطرف اسکے بعد	ملے پیر کے فیض سے بخت سعد
کوئی دن تو پردہ میں مستور تھا	زبان چپ تھی اور سینہ میں نور تھا
نہاں دل میں تھا درد و سوز و نیاز	شرروں سے چھپ چھپ کے پڑھتا نماز
پھر آخر کو بار اصرار الفت نے جوش	تعشق سے جاتے رہے اسکے ہوش
ہوا پھر تو حق کے چھپانے سے تنگ	محبت نے بڑھ بڑھ کے دکھلائے رنگ
کہا یہ تو مجھ سے ہوا اک گناہ	کہ پوشیدہ رکھی سچائی کی راہ
یہ صدق و وفا سے بہت دور تھا	کہ غیروں کے خوفوں سے دل چور تھا
تصور سے اس بات کے ہو گیا زار	کہا رو کے اے میرے پروردگار
ترے نام کا مجھ کو اقرار ہے	ترا نام غفار و ستار ہے

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے منشی دوست محمد صاحب پبلشر نے گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں باہتمام شیخ گلزار محمد صاحب پرنٹر کے چھپوا کر دفتر اخبار پیغام صلح لاہور سے شایع کیا۔

بلا ریب تو حی و قدوس ہے ۔ تیرے بن ہر اک راہ سالوس ہے
مجھے بخش اے خالق انس و جاں ۔ تو سبوح و انی من الظالمین
میں تیرا ہوں اسیر گرفتار پاک ۔ نہیں تیری راہوں میں خوف ہلاک
یہ سر ہے یہ جاں میری قربان ہے ۔ محبت تیری خود مری جان ہے

اب مقدمہ کے بیان میں فرماتے ہیں :-

ہوگا تمہیں کلارک کا بھی وقت خوب یاد ۔ جب مجھ پہ کی تھی تہمت خون از رہ فساد
جب آپ کو لگا تھا یہ بتانے بدیں خیال ۔ تا آپ کی مدد سے سہل ہو وبال
پر وہ خدا جو عاجزوں کا ہے خدا ۔ حاکم کو دل کو میری طرف اس نے کر دیا
تم نے تو مجھ کو قتل کرانے کی ٹھانی تھی ۔ یہ بات اپنے دل میں بہت سہل جانی تھی
تھے چاہتے صلیب پہ یہ شخص کھینچا جائے ۔ تا تم کو ایک فخر سے یہ بات ہاتھ آئے
جھوٹا تھا مفتری تھا تبھی ملی یہ سزا ۔ آخر مری مدد کیلئے خود اٹھا خدا
ذلت سے سارا حال بہتیت کا کھل گیا ۔ عزت کے ساتھ تب میں وہاں سے بری ہوا
الزام مجھ پہ قتل کا سخت تھا یہ کام ۔ تھا ایک پادری کی طرف سے یہ اتہام
جتنے گواہ تھے وہ تھے سب میرے برخلاف ۔ اک مولوی بھی تھا جو یہی مارتا تھا لاف
دیکھو یہ شخص اب تو سزا اپنی پائے گا ۔ اب بن سزائے سخت یہ بچکر نہ جائیگا
اتنی شہادتیں ہیں کہ اب کھل گیا قصور ۔ اب قید یا صلیب ہے اک بات ہے ضرور
بدخواہوں کو یہ دعا میں بھی تھا ایک انہماک ۔ اتنی دعا کہ گھس گئی سجدہ میں انکی ناک
اللہم جد کی نہ رہی کچھ بھی انتہا ۔ اک شور تھا مگر ایک طرف سجدہ و دعا
آخر خدا نے دی مجھے اس آگ سے نجات ۔ دشمن تھے جتنے انکی طرف کی نہ التفات

چند و اندازمیں عموماً تکلفات کرنے پڑتے ہیں اور مطالب و معانی کو مشکلوں سے سمجھنا پڑتا ہے۔ مگر حضرت میرزا کا کلام اس میں سادگی کے رنگ میں رنگین ہے۔ ایک رسالہ کی تمہید میں فرماتے ہیں :-

نام اس کا نسیم دعوت ہے ۔ آریوں کے لئے یہ رحمت ہے
دل بیمار کا یہ درماں ہے ۔ طالبوں کا یہ یار خلوت ہے
کفر کے زہر کو یہ ہے تریاق ۔ ہر ورق اس کا جام صحت ہے
غور کر کے اسے پڑھو یارو ۔ یہ خدا کے لئے نصیحت ہے
خاکساری سے ہم نے لکھا ہے ۔ نہ تو غفلت نہ کوئی شدت ہے
قوم سے مت ڈرو خدا سے ڈرو ۔ آخر اس کی طرف ہی رحلت ہے
سخت دل کیسے ہوگئے ہیں لوگ ۔ سر پہ طاعون ہے پھر بھی غفلت ہے
ایک دنیا ہے مرچکی اب تک ۔ پھر بھی توبہ نہیں یہ حالت ہے

دیکھنا یہ کہ اس میں مہذب اور پاکیزہ اسلوب بیان ہے۔ اس کے ساتھ سادگی یہ ہے کہ گویا باتیں کر رہے ہیں۔

جنت کا معیار مذاہب ریائی کی طرح حور و قصور نہیں۔ بلکہ فرماتے ہیں :- ؎

اس رخ کو دیکھنا ہی تو ہے اصل مدعا جنت ۔ یہی ہے کہ ہے یار آشنا

"یار آشنا" کے الفاظ خصوصیت سے قابل غور ہیں مطلب یہ کہ وہ دوست جس کے ساتھ ہماری روح کو ازل سے قالوا بلیٰ کا ربط ہے۔ عشق حقیقی کے پاکیزہ جذبات کو کسطرح موثر پیرایہ میں ظاہر کیا ہے :-

اگر وہ جاں کو طلب کرتے ہیں تو جاں ہی سہی ۔ بلا سے کچھ تو نپٹ جائے فیصلہ دل کا
اگر ہزار بلا ہو تو دل نہیں ڈرتا ۔ ذرا تو دیکھئے کیا حوصلہ ہے اس دل کا

دنیا کی بے ثباتی کو کیسے موثر طریق میں بیان فرماتے ہیں :-

اے حب جاہ والو یہ رہنے کی جا نہیں ۔ اس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی بچا نہیں
دیکھو تو جا کے ان کے مقابر کو اک نظر ۔ سوچو کہ اب سلف ہیں تمہارے گئے کدھر
اک دن وہی مقام تمہارا مقام ہے ۔ اک دن یہ صبح زندگی کی تم پہ شام ہے
اک دن تمہارا لوگ جنازہ اٹھائیں گے ۔ پھر دفن کر کے گھر میں تاسف سے آئیں گے
اے لوگو عیش دنیا کو ہرگز وفا نہیں ۔ کیا تم کو خوف مرگ و خیال فنا نہیں
سوچو کہ باپ دادے تمہارے کدھر گئے ۔ کس نے بلا لیا وہ سبھی کیوں گذر گئے
وہ دن بھی اک دن تمہیں یارو نصیب ہے ۔ خوش مت رہو کہ کوچ کی نوبت قریب ہے
ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو ۔ نفس دنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو

آپ کے کلام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ اسرار حقیقات اور مسائل شریعت کو نظم کرتے ہیں۔ اور اس سادگی اور لطافت سے نظم کرتے ہیں کہ وہ مطالب سامع کے دل میں اتر جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سادگی بیان کے ساتھ آپ صحیفہ فطرت کو مطالعہ کرتے ہیں۔ اور اس کی مثال سے ان دقائق کو سمجھاتے ہیں۔ مثلاً یہ ایک مشہور مسئلہ ہے کہ انسان معرفت تامہ کے بغیر گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ اور معرفت تامہ کا نشان اسلام میں کلام الٰہی ہے۔ اس کو فطرت انسانی اور عشق مجازی کی مثالوں سے کس طرح واضح کیا ہے :-

بن دیکھے کیسے پاک ہو انسان گناہ سے ۔ اس چاہ سے نکلتے ہیں لوگ اسکی چاہ سے
تعویذ شیر سے نہ ڈرے کوئی گوسپند ۔ نے مار مردہ سے ہو کچھ اندیشہ گزند
پھر وہ خدا جو مردہ کی مانند ہے پڑا ۔ پس کیا امید ہے کہ وہ دل سے ہٹائے گناہ
ایسے خدا کے خوف سے دل کیسے پاک ہو ۔ سینہ میں اسکے عشق سے کیونکر تپاک ہو
بن دیکھے کس طرح کسی مہ رخ پہ آئے دل ۔ کیونکر کوئی خیالی صنم سے لگائے دل
دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی ۔ حسن و جمال یار کے آثار ہی سہی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ یکشنبہ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۱۹ء نمبر ۲۶

دسہرہ اور محرم ۔ ہندو اور مسلمان

سال کے بعد پھر ملک میں چاروں طرف ایک لہر اٹھی ہے اور دسہرہ اور محرم کے نام سے ہندو اور مسلمان بعض ان مراسم کی جن کو وہ مذہباً ضروری سمجھتے ہیں تکمیل میں مصروف ہیں۔ اس کے ساتھ ہی حکام کو بھی ایک فکر لگ رہی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ رؤسائے ملک کے ذریعہ سے بعض ضروری تدابیر عمل میں لا رہے ہیں۔ فی الحقیقت ہندو اور مسلمان یہ دو ایسے لفظ ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ جو دو بالکل مختلف اور متضاد خیالات کی قوموں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور اگر حکام اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لاکر ان دونوں کے تباغض و تحاسد کو رد کے نہ رکھیں۔ تو نہیں معلوم ہندوستان میں کتنے خون ایک ذرا ذرا سی بات پر بہ جائیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ آیا یہ کشت و خون اور آپس کے لڑائی جھگڑے ان مذہبی تعلیمات کا نتیجہ ہیں۔ جن پر یہ دونو قومیں عمل پیرا ہونے کی دعویدار ہیں۔ اگر ایسا ہے تو یقیناً وہ مذہب جو اس قسم کی تعلیم دیتا ہے۔ اس خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتا۔ جو رب العالمین اور کل دنیا جہان پر رحمت اور فضل کی بارش کرنیوالا ہے۔ اور جس کا ہر ایک حسب دستور ہے جسے انواع و اقسام کی نعماء اس سے پیدا ہوتی ہیں۔ تو ہندو اور مسلمان کی کوئی تفریق فائدہ پہنچانے میں روا نہیں رکھتا۔ اس کو چھوڑ کر دسہرہ اور محرم کی مراسم کیا ہندو مذہب اور اسلام سے لگاؤ رکھتی ہیں۔ اور آیا یہ خود لوگوں کی اپنی ایجاد نہیں۔ ہمیں حیرانی ہوتی ہے جب ایک سے دانشمند اور صاحب عقل انسانوں کو اس بات پر لڑتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ ہندوؤں نے جو دسہرہ نکالا۔ تو اس سے مسلمانوں کے غم آلود جذبات کو بہت صدمہ ہوا۔ اور مسلمانوں یا ان کے ایک فرقہ نے جو ماتمی جلوس فلاں بازار سے گذارا تو سبب اس کے کہ اس کا تصادم دسہرہ کے جلوس سے ہوگیا۔ آپس میں جنگ اور لڑائی ہوگئی۔ توہین جذبات اور مذہبی دل آزاری کا معیار جو عوام ہندو اور مسلمانوں نے قرار دے رکھا ہے۔ اور ملک کے سمجھدار اشخاص بھی انہی کی تقلید میں ایک دوسرے کو الزام دینے کو تیار رہتے ہیں۔ افسوس ہے کہ یہ معیار ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اگر بالفرض ماتم حسین کوئی مذہباً ضروری چیز بھی ہے۔ اور دسہرہ بھی علیٰ ہذا ہندو مذہب کا شعار قومی ہے۔ تو ایک کے جلوس کے سامنے سے دوسرے کے جلوس کا گذر جانا حقیقتاً کسی مذہب پر کیونکر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ آیا اس سے ایک دوسرے کا مذہب بگڑ جاتا ہے۔ یا مذہب قائم نہیں رہتا۔ بالفرض اگر ان مراسم کی ادائیگی میں بھی کوئی خلل واقع ہو۔ تو آیا مذہب کا سب سے بڑا فرض رواداری کا سکھانا نہیں۔ وہ مذہب کس کام کا ہے جو دوسروں کے ساتھ نرمی کے برتاؤ کا حکم نہیں دیتا۔ اور جہاں حسین حسین کہنے والوں کے کانوں میں رام رام کی آواز آئی۔ بس ان کا تو دین ہی بگڑ گیا۔ یا دسہرہ کے جلوس کے سامنے حسین حسین کہنے والوں کا جلوس آگیا تو اب ان کا دسہرہ ہی خراب ہوگیا۔ جو درست نہیں ہو سکتا۔ جبتک کہ کئی ایک مسلمانوں کے خون نہ بہ جائیں۔

اس جگہ بالخصوص مسلمان ہمارے مخاطب ہیں۔ کیونکہ وہ اس کتاب کو ماننے والے ہیں جس نے کبھی اور کسی حالت میں بھی فتنہ و فساد کو جائز نہیں رکھا۔ جو اور تو اور کافروں کے بتوں کو بھی ان بتوں کو جنکی پرستش کو اتنا بڑا گناہ قرار دیا ہے کہ جو کسی حالت میں بھی بغیر سزا کے معاف نہیں ہو سکتا گالی دینے سے منع کیا ہے۔ جو اگر جنگ اور لڑائی کا حکم دیتا ہے تو اس لئے نہیں کہ دوسروں کو جبراً داخل اسلام کیا جائے۔ نہ اس لئے کہ اپنی بعض رسوم کی ادائیگی کے لئے دوسروں کو انکی اپنی خاص رسوم کی پابندی سے روکا جائے۔ بلکہ اس لئے کہ شعار مذہبی کی ادائیگی سے روکا نہ جائے۔ ویکون الدین للہ ہر ایک مذہب و ملت کے افراد محض اللہ ہی کی خاطر کسی انسان کے جبر اور ظلم سے خائف ہو کر اپنے مذہبی شعار کو ادا کریں۔ اس نے اگر مسلمانوں کو کبھی لڑائی کا حکم دیا۔ تو گرجوں۔ صومعوں۔ مندروں۔ اور دیگر معبدوں کی خاطر جہاں خود اس کی تعلیم کے مطابق خدائے برحق کی نہیں بلکہ معبودان باطلہ کی پرستش ہوتی ہے۔ کس قدر شرم کی بات ہے۔ کہ اس اسلام کے ماننے والے اپنی ایک ہمسایہ قوم سے اس لئے دست بگریبان ہوں کہ وہ انکی کسی خاص تقریب پر اپنے ناچ و رنگ یا قومی رسوم کو کیوں ادا کرتے ہیں۔ ماتم حسین اگر تمہارے نزدیک ضروری ہے۔ تو تم بیشک کرو۔ گو اسلام کی تعلیم یہ نہیں۔ لیکن خدا کیلئے ایک حسین علیہ السلام کے ماتم میں بعض اور بے گناہوں کے گھروں میں بھی ماتم برپا نہ کرو۔

ایسا ہی ہندو صاحبان اگر جناب رامچندر جی مہاراج اور راون کی معرکہ آرائی کو سوانگ بناکر دکھانا ضروری سمجھتے ہیں تو وہ دکھائیں لیکن اس کی خاطر دیگر مخلوق خدا پر ظلم و ستم کیوں روا رکھیں۔ اس کی تعلیم نہ تو رامچندر جی مہاراج نے دی ہے۔ اور نہ ایسی تعلیم پر عمل پیرا ہونا روا ہے۔ تعجب ہے کہ جو قوم ایک مکھی اور مچھر حتیٰ کہ ان ضرر رساں چیزوں کو بھی جن کی وجہ سے انسان کی جان جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ مارنا گناہ عظیم سمجھتی ہے۔ وہ صرف اس لئے کہ ان کے دسہرہ کے سامنے مسلمانوں کا کوئی ماتمی جلوس آگیا۔ یا ایک گائے کی جان کے لئے بے شمار انسانوں کا خون بہانے ان کو آتش سوزندہ کی نذر کرنے سے نہیں چوکتے ممکن ہے آرہ اور کرتارپور کے واقعات میں ابتدا مسلمانوں کی طرف سے ہوئی ہو۔ جیسا کہ ہندو اخبارات کا بیان ہے۔ لیکن اس کے جواب میں جو سلوک مسلمانوں کے ساتھ کیا گیا۔ اور جو رویہ مسلمانوں سے چولی دامن کا ساتھ رکھنے والی اس قوم نے کیا جس کو سانس کے ساتھ مرنے والے جرموں کی بھی موت گوارا نہیں۔ وہ کسطرح اس کی روایتی رحمدلی کے مناسب اور شایاں نہیں۔

غرض جہاں تک ایک دوسرے کی دل آزاری کا سوال ہے ہم یہ کہنے سے رک نہیں سکتے۔ کہ یہ محض ایک وہمی بات ہے۔ اور خلاف حقیقت۔ کسی کے بھی مذہب کا دوسرے کے افعال و اعمال سے کچھ بگڑ نہیں جاتا۔ صرف تھوڑی سی رواداری کی ضرورت ہے۔ جو افسوس ہے کہ ہندوستان کی ان دو مذہبی اقوام کے اکثر افراد کے دلوں سے مفقود ہے۔ اور جس کی عدم موجودگی کی وجہ سے ملک پر کیا کچھ مصائب آئے دن نازل ہوتی رہتی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ان مصائب کا پیشتر سے سدباب کرنے کے لئے حکام اور دیگر رؤسائے ملک طرح طرح کی تدابیر عمل میں لاتے ہیں۔ اور امسال بھی دسہرہ اور محرم کے موقعہ پر لا رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو تدابیر اس بارہ میں اختیار کی گئی ہیں۔ گو وہ ایک حد تک مفید اور کارگر ہیں۔ لیکن ہمیشہ کے لئے قطعی طور پر ان خیالات کا سدباب کرنے والی نہیں۔ جو آپس کی رواداری کے نہ ہونے سے ذرا ذرا سی بات پر قوموں میں مذہبی کا خیال پیدا کر دیتی ہیں۔ نرا ایک دوسرے کی تقریبات پر سبیلیں قائم کر دینا اور ہندوؤں کے دسہرہ میں مسلمان رؤسا کی شمولیت اور پھلوں اور دیگر اشیا سے ان کی تواضع ایسا ہی ہندوؤں کا محرم کے جلوس پر سوڈا واٹر اور پان و سگریٹ سے مسلمانوں کی خاطر و مدارات کرنا اس وقت تک مفید نہیں ہو سکتا جبتک کہ اس رواداری کو دلوں میں پیدا نہ کیا جائے جس کی ایسے موقعوں پر اشد ضرورت ہے۔ اور جس کی تعلیم دینا مذہب کا فرض اولین ہے۔

ملک کے اہل دانش و بینش اصحاب آخر کیوں اس طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ کیوں ہوم رول کے سنہری مطالبات کو گورنمنٹ سے منظور کرانے کے ساتھ آپس کی ان نزاعات کا اس صورت سے خاتمہ نہیں کیا جاتا۔ کہ دو تو قوموں کے افراد آپس میں مودت اور رواداری کو ہاتھ سے نہ جانے دیں بیشک اپنی اپنی مذہبی رسوم بجا لائیں۔ لیکن اس کے ساتھ بردباری سے بھی کام لیں۔ اور جس طرح سے خود اپنی رسوم کو بغیر کسی دوسرے کی مداخلت کے آزادی سے بجا لانا چاہتے ہیں۔ دوسروں کو بھی یہی آزادی دیں۔ اور ان کے حقوق کو سلب نہ کریں۔ جس طرح سے ان کی خواہش ہے کہ دوسرے ان کے پیشواؤں کا نام عزت سے لیں۔ اور دل سے ان کی عزت کریں۔ اسی طرح خود بھی دوسروں کے پیشواؤں اور بزرگوں کی عزت

وہ لکھتے ہیں کہ
"لڑکی بالغ اور غیر احمدی تھی"

اس سے قطع نظر کرکے کہ باپ نے احمدی ہونے کی حالت میں "غیر احمدی" لڑکی کا نکاح "غیر احمدی" (یعنی غیر از جماعت احمدیہ) سے کہاں تک جائز ہے۔ سوال یہ ہے۔ کہ آیا میاں صاحب بتا سکتے ہیں۔ کہ خلیفہ رشید الدین کی صاحبزادی نے کبھی احمدیت سے انکار کیا۔ کیا میاں صاحب کے پاس وہ اشتہار موجود ہے۔ جس میں اس نے "باپ کے مذہب کی مخالفت کا اعلان" کیا ہو۔ یا کم از کم کیا وہ حلفیہ شہادت دے سکتے ہیں کہ اس نے ان کے یا خلیفہ رشید الدین صاحب یا کسی اور کے منہ پر احمدیت سے انکار کیا تھا۔ اگر نہیں۔ تو ان کا اسکو "غیر احمدی" قرار دینا کیونکر جائز ہے۔ اور کیا یہ صریح جھوٹ نہیں۔ کہ باوجود اس کے عدم انکار کے اسکو "غیر احمدی" کہا جاتا ہے۔

ایک اور سوال یہ ہے کہ اگر احمدیوں کے بچے صرف عدم انکار کی وجہ سے ہی احمدی ہیں۔ اور انہیں بیعت کی ضرورت نہیں۔ تو وہ شخص جو "آپ کو دل میں سچا قرار دیتا ہے اور نہ زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا۔ لیکن ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے" (تشحیذ بابت ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء) وہ احمدی کیوں نہیں یا کم از کم اسکو کافر قرار دینے کا میاں صاحب کو کیا حق حاصل ہے۔ کیا وجہ ہے۔ کہ ایسا شخص تو دائرۂ اسلام سے خارج قرار پائے۔ اور ایک احمدی کا لڑکا جو ہو سکتا ہے۔ کہ باپ کے ڈر اور رعب یا کسی اور خیال سے احمدیت سے زبانی تو منکر نہ ہو۔ مگر دل سے مخالف ہو۔ میاں صاحب کی جناب میں احمدی ہی متصور ہو۔ اس میں شک نہیں۔ کہ اس کے ظاہر خیالات کو ہی دیکھکر فتوے لگ سکتا ہے۔ اور چونکہ بظاہر وہ مخالف نہیں۔ اس لئے وہ احمدی ہی سمجھا جائیگا۔ لیکن یہی فتوی دوسرے لوگوں کے ظاہر حالات بلکہ دلی عقیدہ پر کیوں نہیں لگ سکتا۔ اور کیوں وہ باوجود دل سے سچا سمجھنے اور نہ زبانی بھی اقرار کرنے کے میاں صاحب کی جناب سے کافر قرار پاتے ہیں۔

کیا میاں صاحب اپنے ان ہر دو فتاوے کو تطبیق دینگے؟

حضرت امیر ایدہ اللہ کی چٹھی کا جواب میاں صاحب کی طرف سے

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے حضرت امیر ایدہ اللہ کی چٹھی کا جواب میاں صاحب کی طرف سے شائع ہو گیا ہے ۲۰×۲۶/۸ ساٹھ پر مبنی صفحہ کا ایک ٹریکٹ ہے جس کا نام رکھا ہے حقیقۃ الامر۔ اس کتاب کے اندر کیا کچھ حقیقۃ الامر ظاہر ہوئی ہے اور خلافت مآب نے ان امور کا کیا کچھ جواب دیا ہے جو حضرت امیر ایدہ اللہ نے فیصلہ کے لئے پیش کئے تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ مریدین نے جو بیجا طعن و تشنیع اپنی چٹھیات میں شروع کی تھی۔ پیر صاحب نے اس میں کیا کچھ کمال دکھایا ہے۔ اسکے متعلق ہمیں خود کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ احباب کرام سے ہم سفارش کرتے ہیں کہ وہ میاں صاحب کے اس جواب کو بالضرور منگوا کر پڑھیں۔ اور دیکھیں۔ کہ میاں صاحب نے حقیقۃ الامر کو آیا واضح کرنے کی کوشش کی ہے یا بیہودہ الزامات کے ذریعہ سے اپنے مریدین سے اسکو چھپانا چاہا ہے۔ میاں صاحب کے مریدین سے اگر تحقیق حق سے کام ہو۔ تو خلافت مآب کے اس جواب کو پڑھنے سے پہلے ذرا ایک دفعہ پھر حضرت امیر ایدہ اللہ کی چٹھی کو پڑھ لیں۔ اور ان دونوں کے مقابلہ سے اس بات کا اندازہ لگائیں۔ کہ کون جماعت کو حق و صداقت کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ اور کون "حقیقۃ الامر" کو چھپا رہا ہے۔

ممکن ہے اس کا مفصل جواب ہماری طرف سے بعد میں شائع ہو۔ جو اصل مطالب ... کے متعلق میاں صاحب کی بے فائدہ الجھنوں کو کھولنے اور الزامات کی تردید اور واقعی احمدیہ حقیقی طور پر حقیقۃ الامر کو واضح کرنے والا ہوگا۔ لیکن بذات خود میاں صاحب کا یہ جواب ہی اگر تعصب سے علیحدہ ہو کر چشم انصاف سے دیکھا جائے۔ تو ان کے مطالب کی تردید اور ان کے خلاف اصل حقیقت کو واضح کرنے والا ہے۔ اس لئے ہم پھر ایک دفعہ بزور سفارش کرتے ہیں کہ اس جواب کو جماعت احمدیہ کے تمام ممبر ضرور پڑھیں۔ اور پڑھنے سے پہلے ذرا حضرت امیر ایدہ اللہ کی چٹھی کو بھی پھر ایک نظر دیکھ لیں۔

مذاکرۂ علمیہ

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک کی تفسیر

مولوی علی حائری کی عجیب و غریب تفسیر کا جواب

پیغام صلح نمبر ۱۷ میں جناب علی حائری صاحب کا استدلال عجیب و غریب پڑھکر میں بھی بہت متعجب ہوں۔ کیا یہ لوگ سیاق و سباق کلام اللہ پر تدبر اور غور نہیں کرتے۔ مگر یہ بیچارے کریں کیا۔ اپنے مذہب کی تائید میں جو کچھ تر و یابس پاتے ہیں اسے غنیمت سمجھ لیتے ہیں اور جو کچھ ان کے پیچھے کہہ گئے ہیں انہی کے نقش قدم پر رواں ہیں۔

(۱) یہ بالکل صحیح بات ہے کہ اگر بلغ ما انزل الیک الخ کو ایک خاص حکم (ولایت علی) کی تبلیغ کا قرار دیا جاوے تو بایں کہ وہ حکم ولائیت علی کا اول بتلایا جاوے ورنہ استدلال صحیح نہ ہوگا۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اصل حکم تو موجود نہیں مگر ریمائینڈر ہو رہا ہے اگر اس حکم کو بموجب مسلمات تشیع ریمائینڈر قرار دیا جاوے تو بالاتفاق عقلاء و اہل علم اصل حکم بتلانا پڑیگا جس کی طرف ما انزل الیک راجع ہو سکے۔

(۲) جو لوگ مطہر القلوب ہو کر قرآن کریم کے پڑھنے میں تدبر کرتے رہتے ہیں وہ اس تتبع قرآن کریم سے سمجھتے ہیں کہ ہر قسم آیات کلام اللہ سے لازماً کوئی خاص حکم مراد نہیں ہوتا۔ بلکہ تمام ما انزل اللہ پر وہ مشتمل ہوتے ہیں چنانچہ اس کی نظیر کے لئے ہم چند آیات کتاب اللہ المجید سے نیچے درج کرتے ہیں۔ جن میں بعض آیات اسی سورۂ مائدہ کی ہیں جس میں آیت زیر بحث واقع ہے۔

(الف) ولیزیدن کثیراً منھم ما انزل الیک من ربک طغیاناً وکفراً۔ (سورہ مائدہ)

(ب) ولو انھم اقاموا التوراۃ والانجیل وما انزل الیھم من ربھم (سورۂ مائدہ) قل یا اھل الکتاب .... وما انزل الیکم من ربکم ولیزیدن کثیراً منھم ما انزل الیک من ربک۔ (سورۂ مائدہ)

(ج) ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ (مائدہ)

(د) لکن الراسخون فی العلم منھم والمؤمنون یؤمنون بما انزل الیک (س نساء)

(س) لکن اللہ یشھد بما انزل الیک انزلہ بعلمہ (س نساء) ومن قال سانزل مثل ما انزل اللہ۔ حدود ما انزل اللہ علی رسولہ۔ قل ارایتم ما انزل اللہ لکم والذین یؤمنون بما انزل الیک۔ (س بقرہ)

(۳) سیاق کلام میں مخاطبہ اہل کتاب سے ہو رہا ہے۔ اور آیت زیر بحث کے آگے اور پیچھے اہل کتاب ہی مخاطب ہیں اس کے بیچ میں علی علیہ السلام کی خلافت کا جھگڑا کیسا۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ایسے نقائص سے مبرا اور پاک ہے۔ کیا کوئی عقلمند موتیوں کی لڑی میں ایک روڑا کنکر ڈالنا پسند کرتا ہے۔ اور وہ خوش نما دکھائی دیگا۔

(۴) واللہ یعصمک من الناس کا فقرہ دلالت کرتا ہے کہ ابتدائے نزول مدینہ کے وقت جب دو قسم کے دشمن۔ کفار مکہ اور یہود مدینہ مخالفت پر آمادہ تھے اور تبلیغ دین میں مشکلات کا سامنا تھا۔ اور ہلاکت کا سخت خوف پیدا ہو گیا تھا۔ اسوقت یہ بشارت دی گئی۔ حجۃ الوداع میں جبکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار جاں نثار اور سرفروش صحابہ آپ کے فرمانبردار موجود تھے۔ مدینہ اکثر کفار یہود سے خالی ہو چلا تھا۔ کفار قریش مسلمان اور مطیع ہو چکے تھے۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا کی بشارت اور نوید پوری ہو چکی تھی۔ پھر واللہ یعصمک من الناس کا کوئی محل باقی نہیں تھا۔ درایتاً و روایتاً اس کا نزول اس جگہ ہرگز ثابت نہیں۔ تمام محدثین اور محقق اہل علم دین کے نکتہ شناسوں نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ آیت حجۃ الوداع میں نازل ہوئی ہے۔ بلکہ صحیح روایت میں اس کا نزول ایک تفسیر میں بیان کیا گیا ہے۔ جس کے بعد آنحضرت صلعم نے حفاظت کا پہرہ بالکل اٹھا دیا تھا۔ (دیکھو تفسیر اتقان) غور کرنے کا مقام ہے کہ باوجود حکم و بشارت وعدۂ حفاظت پھر کبھی صاف الفاظ میں قرآن کریم میں کہیں ولایت و خلافت علیؓ اور اس کے تقرر کا ذکر نہیں۔ تعجب تو یہ ہے کہ جب بلغ ما انزل الیک کہہ کر تاکید ہو ...

سخت وعید سنائی گئی۔ واللہ یعصمک من الناس کی بشارت بھی مل چکی۔ پھر بھی خدا نے یا رسول اللہ صلعم نے الفاظ یا لفظ وہ حکم تقرر ولایت کا بیان نہیں کیا کہ اے لوگو تم پر علی خلیفہ مقرر کئے گئے۔

(۵) بموجب مسلمات تشیع مدینہ کی روانگی کے وقت ہی سے احکام بذریعہ جبرئیل نازل ہونے شروع ہو گئے۔ کہ ولایت علیؓ کی تبلیغ کرو۔ (اگرچہ وہ احکام قرآن میں نہیں) حتےٰ کہ خاص حج میں عرفہ کے دن بھی جو نویں ذوالحجہ تھی ولایت کے احکام نازل ہوئے مگر تبلیغ غدیر خم پر ہو رہی ہے۔ موزوں موقعہ تو حج کا موقعہ تھا جہاں سب لوگ موجود تھے۔ اور وہ نویں ذوالحجہ تھی۔ اور اس دن بہت سی تبلیغ آنحضرت صلعم نے کر دی پھر ولایت نازل شدہ کو کیوں اٹھارہویں ذوالحجہ پر ملتوی کر دیا۔ اور تعجب کی بات ہے کہ وحی کوئی ایسی چیز ہے جسکو ملتوی کرنا پیغمبر اور رسول کے اختیار میں دیا گیا ہے۔ العیاذ باللہ۔ ایسا اعتقاد کہ آنحضرت صلعم وحی الٰہی کو کئی کئی عرصہ تک ملتوی کر دیتے تھے منجر بکفر ہے۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم اس عرصہ التواء میں العیاذ باللہ۔ اتباع نفس و ہوا میں مبتلا ہو گئے۔ اور یہ امر قرآن کریم کی آیات ذیل کے مخالف ہے۔ ان اتبع الا ما یوحی الی الخ۔ قل انما اتبع ما یوحی الی من ربی۔ اتبع ما اوحی الیک من ربک۔ انبیاء علیہم السلام کی یہ شان نہیں کہ وہ وحی الٰہی کو رد کریں۔ یا اسکو نہ لکھوائیں۔ قرآن کریم میں وہ دو تین دفعہ کے احکام نازل شدہ کہاں درج ہیں۔ کیا ولائیت کوئی ایسی مجسم چیز ہے جو آسمان سے نازل ہوئی اور وہ ایسی حجۃ الوداع تک معلق آسمان میں یا خلا میں قائم تھی۔ بریں عقل و دانش بباید گریست سچ کہتے ہیں کہ جھوٹ کے پیر نہیں ہوتے۔

(۶) قرآن کریم کی یہ آیت مبارک۔ یعنی۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الخ۔ جمعہ کے دن نویں ذالحجہ کو عرفہ میں نازل ہوئی۔ اور یہ ایسی صحیح اور ثابت حدیث ہے کہ خود تشیع کی کتاب اصول کافی صفحہ ۱۸۸-۱۸۹ مطبوعہ نولکشور میں اس کی تائید موجود ہے۔ ثم نزلت الولایۃ وانما اتاہ ذالک فی یوم الجمعۃ بعرفۃ انزل اللہ عز وجل۔ الیوم اکملت لکم دینکم ...... وکان کمال الدین بولایۃ علی ابن ابی طالب الخ (صفحہ ۱۸۹ کافی) پس ان متناقض اور مختلط پراگندہ اقوال کو دیکھو کہ جب اکمال دین نویں ذالحجہ کو ہو چکی۔ تو اٹھارویں ذوالحجہ کو غدیر خم پر دستار بندی چہ معنے دارد۔ اور نویں ذوالحجہ کی نازل شدہ وحی اٹھارہویں ذوالحجہ تک ملتوی کس طرح رکھی جا سکتی ہے۔ یا فی الواقعہ ولایت علیؓ کا معاملہ اصول دین میں داخل نہیں تھا۔ کیونکہ وہ بعد اکمال دین اور نزول الیوم اکملت لکم دینکم کے بعد واقع ہوا۔ یہ وہ امور ہیں جو تشیع کی ملمع سازی غدیر کو طشت از بام کرتے ہیں۔

(۷) تشیع مدعی ہیں کہ ہم نص قرآن سے امامت علی مرتضیٰ علیہ السلام ثابت کرتے ہیں اور بلغ ما انزل الیک الخ میں ایسا کوئی ذریعہ نہیں جس سے امامت علی علیہ السلام کا مفہوم پیدا ہو کیونکہ یہ لفظ عام ہے اور اس سے تمام ما انزل الیہ کا مطلب پایا جاتا ہے کوئی خاص اور معین شئی اس سے مراد نہیں ہو سکتی۔ ہاں اسکے ہمراہ کوئی موضوع اور ضعیف حدیث ملا کر تشیع اپنی مطلب براری کے لئے قرآن کریم کو موم کا ناک بنانا چاہتے ہیں اور یہ سخت قبیح اور بے شرمی کی حرکت ہے۔ کہ انسان اس کا نام نص قرآن رکھے اور دعوے کرے۔ کہ ہم قرآن سے امامت علی علیہ السلام ثابت کرتے ہیں بلکہ وہ تو ایک خبر ضعیف سے اسکو ثابت کرتے ہیں۔ بایں کہ اس کا نام نص قرآن نہ رکھیں۔ بھلا جو عمارت ایک بوسیدہ اور کمزور ستون پر قائم ہو وہ کیا پائدار ہو سکتی ہے۔ پس نہ تو قرآن کریم سے اور نہ اس آیت زیر بحث سے عموماً یا خصوصاً کسی طرح بھی امامت علی علیہ السلام پر استدلال ہو سکتا ہے۔

(۸) جو لوگ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات صحیحہ کا علم یقینی رکھتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی امامت علیؓ کی تبلیغ نہیں کی اور نہ آنحضرت صلعم پر کوئی وحی اس کے متعلق اتری اور اگر ایسی کوئی وحی نازل ہوتی تو ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے لوم و لائم اور کسی اندیشہ ضرر اور خوف کے اس امر کو لوگوں تک پہنچا دیتے۔ جیسا کہ دیگر تمام احکام وحی الٰہی کے آنحضرت صلعم نے لوگوں کو پہنچا دئے۔ اور کبھی اندیشہ ضرر و خوف سے حفاظت کے طالب نہیں ہوئے۔ بلکہ ایک وقت کفار قریش کے اصرار پر حضرت ابوطالب نے تبلیغ علانیہ اور مشرکین عرب کے بتوں کی صاف مذمت سے روکنا چاہا۔ تو آنحضرت صلعم نے صاف کہدیا کہ اگر میری حفاظت ...

کوئی کلمہ استعمال نہ کریں کہ جس سے ان کی ہتک عزت مقصود ہو یا ان کے پیروؤں کے دلوں کو صدمہ اور رنج ہو۔ ایک دوسرے کے معتقدات پر جرح و نقد کرنا ضروری ہے۔ لیکن تہذیب اور متانت کے ساتھ۔ اور زیر بحث معتقدات کے حامیوں یا معلمین کا عزت سے نام لیکر۔

یہ مشورہ ہم نے بغیر کسی قومی پاسداری یا تعصب کے دونو قوموں کے فائدہ کیلئے خلوص نیت سے پیش کیا ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ اگر اتحاد و اتفاق کے زبانی راگ گانے والے ملکی لیڈر جو اس تفرقہ و عناد پر سے ہوم رول کی سنہری خواہشات کو قربان کرنا نہیں چاہتے۔ ایسا ہی وہ مذہبی علما اور پنڈت صاحبان جو اپنی مذہبی عظمت کے سبب لوگوں کے قلوب پر تسلط رکھتے ہیں۔ اس پاکیزہ خیال کو دلوں کے اندر بٹھانا چاہیں اور اپنی متحدہ مساعی اسبارہ میں خرچ کریں۔ عوام کو کچھ عرصہ کے لئے دیگر دل خوش کن باتوں کے بجائے نرمی۔ اخلاق اور رواداری کی تعلیم دیں۔ تو آج تمام فسادات رفع ہو سکتے اور تمام نزاعات اور تفرقے مٹ سکتے ہیں۔

کیا ملک کے دانشمند اور ذی اثر اصحاب اس پر غور فرما کر اپنی اپنی قوم کی اصلاح میں کوشاں ہوں گے۔

دیسی شراب کی آمدنی سے ابتدائی تعلیم کی ترقی

گورنمنٹ بمبئی کا یہ ریزولیوشن خاص تعجب کے ساتھ پڑھا جائے گا کہ

دیسی شراب کی فروخت سے جس قدر مزید آمدنی ہو اس سے ابتدائی تعلیم کو ترقی دینے کی کوشش کی جائے۔ اس تجویز کو عملی لباس پہنانے کے لئے سال گذشتہ کے آخر میں ایک خاص حکم کے ذریعے دیسی شراب کی خوردہ فروشی کے طریقوں میں کچھ تغیر و تبدل کیا گیا تھا۔ اور ایک کمیٹی اس غرض سے بنائی گئی تھی کہ جدید طریقے سے فروخت شدہ شراب سے جس قدر مزید آمدنی ہو۔ اس سے ابتدائی تعلیم کی ترقی کے ذرائع پیش کرے۔ اس کمیٹی نے ذیل کی سفارشات پیش کی ہیں۔ جو گورنمنٹ بمبئی نے منظور کر لی ہیں۔

(۱) دیہاتی رقبوں میں زیادہ سکول کھولے جائیں (۲) تمام احاطہ بمبئی میں (بشرطیکہ گورنمنٹ اس شہر میں اس مقصد کے لئے امداد دینے کا فیصلہ کرے) میونسپل رقبوں میں مفت اور لازمی ابتدائی تعلیم دی جائے (۳) پرائمری سکولوں کے ٹیچروں کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے (۴) نیچ ذاتوں کی تعلیم کے لئے خاص سہولتیں بہم پہنچائی جائیں (۵) پرائمری سکولوں کے اساتذہ کی تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔

ان تمام اغراض کے لئے کمیٹی کی سفارش کے مطابق خوردہ فروشی کی مزید آمدنی میں سے ۷۵ فیصدی آئندہ تین سال تک پرائمری سکولوں کی عمارات اساتذہ کی تعلیم و تربیت اور ساز و سامان اور پرائمری سکولوں کو گرانی کا بھتہ دیئے جانے پر صرف ہوگا۔ بقیہ روپیہ حفظان صحت وغیرہ پر صرف کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔

گورنمنٹ بمبئی کی ان عمدہ کوششوں کا اعتراف کرتے ہوئے جو مفت اور لازمی ابتدائی تعلیم کے لئے اس نے کرنے کا تہیہ کیا ہے۔ ہمیں اس تجویز سے اختلاف ہے کہ اس کا دارومدار شراب کی کسی مزید آمدنی پر رکھا جائے۔ اس کے معنے یہ ہیں اور مندرجہ بالا تجویز سے ظاہر ہے کہ گورنمنٹ بمبئی کو اس کے لئے جو راہ اختیار کرنی پڑی ہے وہ یہ ہے کہ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے شراب فروشی کو ترقی دی جائے۔ خوردہ فروشی کے طریقوں میں جو تغیر و تبدل گورنمنٹ بمبئی نے کیا ہے۔ وہ اسی غرض سے کیا ہے کہ اس سے پہلے سے زیادہ آمد ہو۔ اور شراب زیادہ بکے۔ شراب فروشی کو ترقی خواہ کیسی ہی نیک اغراض کے لئے کیوں نہ دی جائے۔ کسی طرح بھی جائز اور مستحسن نہیں ہو سکتی۔ اور ہمیں تعجب ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ شراب کے بڑے بڑے مرکز بھی اس [illegible] خالی ہو چکے اور ہو رہے ہیں۔ جبکہ حضور شہنشاہ معظم نے اس کو اپنے محلات سے ہی خارج نہیں کیا بلکہ اس کے متعلق اپنے اظہار نفرت سے ایک عام جہاد اس کے خلاف شروع کرا دیا ہے۔ گورنمنٹ بمبئی نے اس کو مزید ترقی دینا کیوں ضروری سمجھا۔ لازمی اور مفت ابتدائی تعلیم بیشک ضروری ہے اور اس سے ملک کو بہت بڑا فائدہ ہو سکتا ہے لیکن دوسری طرف اس کے لئے شراب کی فروخت کو ترقی دینے کی تجویز کے لئے گورنمنٹ بمبئی [illegible] روپیہ بھی اگر تجویز کیا جاوے جو شراب سے نہیں محض صحت جسمانی و صحت روحانی و حصول ہو۔ حالانکہ شراب کو تو جس طرح بھی ہو سکے روکنے اور اس کی فروخت کو کم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ علاوہ ابتدائی تعلیم پر صرف کرنے کے لئے اور بہت سے نیک اور جائز طریق سے آمدنی ہو سکتی ہے۔ شراب کی فروخت کو ترقی دینا فائدہ بخش نہیں بلکہ نقصان دہ ہے۔

گرانی کی مصیبت اور ہندوستان کا اہم ترین مسئلہ

گرانی غلہ کی مصیبت جس درجہ ہولناک اور تشویش انگیز ہے بلکہ جو کچھ اس کے نتائج رونما ہو رہے ہیں۔ ان کو پیش نظر رکھ کر اینگلو انڈین ہمعصر پایونیر کا بھی زہرہ گداز ہونے لگا ہے۔ جو اپنی ایک تازہ اشاعت میں اس مصیبت کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتا ہے کہ

"اس وقت اہم ترین مسئلہ ہندوستان کا یہ نہیں ہے کہ تعلیم یافتہ جماعت کے جائز سیاسی مطالبات فوراً پورے کئے جائیں بلکہ یہ ہے کہ ان اشیا کی روز افزوں گرانی کو کسی طرح روکا جائے کہ جن پر لوگوں کی زندگی کا دارومدار ہے۔ کاش شملہ کی سرکار اس موقع کی نزاکت کے احساس کا واضح ثبوت دیتی۔ مصیبت روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ یعنی کہ تقریباً کل ہندوستان میں موٹا اناج بھی جو قحط میں غربا استعمال کرتے ہیں قحط کے زمانہ کے نرخ پر بک رہا ہے اس امر کی توقع نہیں کہ آئندہ ماہ میں صورت بہتر ہو جائے گی۔ کیونکہ خوف کیا جاتا ہے کہ جن حصوں میں بارش کی سخت ضرورت ہے وہ آئندہ بھی بغیر بارش کے ہی رہیں گے۔ اس معاملہ میں زیادہ لیت و لعل ہرگز نہ ہونا چاہیئے۔ جنوبی ہند میں جو کچھ ہوا اس سے ہمیں آگاہی اور سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ یہ مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ لوکل حکومتیں علیحدہ علیحدہ بطور خود اسے طے کریں۔ جس امر کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ تمام ہندوستان کے لئے سرکار کی ایک طے شدہ صاف صاف پولیسی قرار دی جائے۔ اور اس کے عملدرآمد کیلئے ایسا محکمہ تیار کیا جائے جو اسکی تکمیل بخوبی کر سکے جیسے کہ اور جگہ ہوا ہے۔ ہندوستان کیلئے بھی ممکن ہے کہ سرکار اس کا اندازہ لگا سکے کہ اس وقت کس قدر غلہ ملک میں موجود ہے۔ اس کا نرخ کیا تعین کیا جائے لوگ جو بے طرح نفع اٹھا رہے ہیں اسکو کس طرح روکا جائے اور اناج کی واجبی تقسیم کیونکر کی جائے۔ اب وہ وقت نہیں رہا۔ کہ کانفرنسوں اور مباحثوں میں تضیع اوقات کیجائے۔ صورت حال بہت زیادہ نازک ہو رہی ہے۔ اور یہ کام بیچارے ان بھلے آدمیوں کے سپرد نہیں کیا جا سکتا کہ جو فائلوں کے بوجھ سے دبکر مچھڈ جاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ فوراً مستعدی سے کوئی کارروائی کی جائے۔ اس سنگین معاملہ کے مختلف پہلوؤں کو معاملہ کی طرح سمجھا جائے اور اس کے انسداد کے لئے معاملہ داری برتی جائے"

غریب دلیسیوں کی آہ و فریاد اگر گورنمنٹ کے کانوں تک پہنچنی مشکل ہے۔ تو کیا ہم امید کریں کہ پایونیر جیسے وقیع اینگلو انڈین پرچہ کی یہ صدا ہی ایوان حکومت کی زنجیر کو ہلانے کا موجب ہوگی۔ اور گورنمنٹ عالیہ نے جس طرح سے کپڑے۔ مٹی کے تیل چاول۔ کوئلہ۔ نمک۔ اور چائے کی طرف توجہ کی ہے۔ غلہ کی موجودہ گرانی کو بھی کم کرنے اور گرانی کے ناجائز اسباب کو روکنے میں کوشاں ہوگی کہ اس کے بغیر ہندوستان کی حفاظت ایک خطرہ میں ہے؟

خرابات کیا ہے؟

افسوس ہے کہ آریہ سماجی معاصرین باوجود اپنے اس ادعا کے کہ ہم خدائے واحد کے پرستار ہیں جب کبھی دیکھنے میں آتا ہے۔ شرک اور بت پرستی ہی کی حمایت میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ اس کا ایک ثبوت تو گاؤ کشی کے معاملہ میں آریہ اخبارات کے اندر نظر آتا ہے۔ جس کا ہم بارہا پیغام صلح میں ذکر کر چکے ہیں۔ لیکن ایک تازہ ثبوت اس سے بہت بڑھ کر ہمارے اس دعوے کی صداقت کو پورا کر دیتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

"مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اہلحدیث کے اندر سیر کشمیر کے ذیل میں ایک مسجد کا جس کے نیچے ایک کالی دیوی کا مندر تھا ذکر کرتے ہوئے آیت قرآنی ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم کی صریح خلاف ورزی کی جو اس پر ہے۔

مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیئے

کا مصرعہ شائع کیا۔ لیکن افسوس۔ پنڈت آریہ گزٹ نے اس سے [illegible] عقیدہ کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے کہ

"مولوی صاحب کو خیال رکھنا چاہیئے کہ جس جگہ پر اب مسجد نظر آتی ہے۔ وہاں پہلے مندر تھا۔ اور کیسی اورنگ زیب جیسے متعصب اور تنگ دل بادشاہ کی کرتوت تھی۔ کہ اس نے مندر کی جگہ مسجد بنوائی۔ مندر پہلے موجود تھا۔ اور مسجد نے مندر کی شرن لی۔ مولوی صاحب اگر مصرع کو اس طرح پر لکھ دیتے تو ان کے بیان میں ذرا بھی غلط بیانی نہ ہوتی۔

مندر کے زیر سایہ خرابات چاہیئے"

اس سے قطع نظر کر کے کہ آریہ گزٹ کا یہ بیان کہاں تک صحیح اور اورنگ زیب کا فرضی تعصب حقیقت سے کہاں تک مطابق ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ کالی دیوی کا مندر اور کسی کا وہاں بیٹھ کر نذر و نیاز وصول کرنا آریہ گزٹ کے نزدیک خرابات میں داخل ہے یا نہیں؟ ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ کہ ہم پر بھی خواہ مخواہ گالی دینے کا الزام نہ آئے۔ صرف آریہ گزٹ سے یہ سوال ہے۔ کہ وہ کالی دیوی کی پوجا کو کیا سمجھتا ہے۔ اور وہاں کے نذر و نیاز وصول کرنے والوں کو کس درجہ با عظمت یقین کرتا ہے۔ سوامی دیانند کی پوزیشن اس بارہ میں معلوم ہے انہوں نے ایسی پوجا اور ان مندروں کے پجاریوں بلکہ خود ان بتوں کو بھی جن کی پوجا کی جاتی ہے۔ ستیارتھ پرکاش اور اپنی دیگر کتب اور تقاریر میں جو کچھ کہا ہے۔ اور جو الفاظ ان کے متعلق استعمال کئے ہیں۔ وہ "خرابات" کے فتوے سے بہت بڑھ کر ہیں۔ پھر سمجھ نہیں آتی کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اگر سوامی جی ہی کی تقلید میں انہیں خرابات کہدیا (اگرچہ اس فعل کے ناجائز ہونے کے سوال کو الگ رکھ کر) ایسا کہنا جائز نہیں۔ تو انہیں غلط بیانی کیا کی۔ اور آریہ گزٹ کو اس پر رنج کیوں ہوا۔ بفرض محال اگر کسی نے وہاں مندر کی جگہ بھی مسجد بنا دی ہو۔ جیسا کہ آریہ گزٹ کا خیال ہے۔ تو آیا مسجد کو خرابات کہنا جائز ہے۔ جہاں رات دن خدائے واحد کی عبادت ہوتی ہے۔ اور جس جگہ بتوں کی پوجا ہوتی ہے۔ وہ مسجد سے بڑھ کر ہے۔ کاش تعصب کی آلودگی سے ہمارے سماجی معاصرین اس درجہ تو اندھے نہ ہو جایا کریں کہ دوسروں کی حق بات کی بھی تردید کر کے اپنے بھی معتقدات پر پانی پھیر دیا کالی دیوی کی پوجا اگر آریہ گزٹ کے نزدیک بھی جائز نہیں اور حسب اعتقاد سوامی صاحب خرابات میں داخل ہے۔ اگر اس جگہ چڑھاوے لینے والے حسب بقول سوامی صاحب "پوپ" کہلانے کے مستحق ہیں۔ تو کوئی دوسرا اگر یہی ان کا نام رکھے۔ تو غلط بیانی ہے کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ اور اس کے بالمقابل مسجد جہاں خدائے واحد کی عبادت ہوتی ہے۔ کس طرح خرابات کہلا سکتی ہے۔

کیا آریہ گزٹ اس پر غور کرے گا؟

احمدیوں کے بچے اپنے باپ کے مذہب پر

۵ اکتوبر ۱۹۱۸ء کے الفضل میں میاں صاحب کی طرف سے ایک اعلان ہوا ہے۔ جو حسب ذیل ہے

"اعلان برائے اطلاع جماعت احمدیہ"

احمدیوں کے بچے احمدی ہیں۔ اور جب تک کسی احمدی کا لڑکا یا لڑکی بلوغت کو پہنچکر احمدیت کا انکار نہ کرے وہ احمدی ہی سمجھا جائیگا۔ اور اس سے احمدیوں کا سا ہی معاملہ ہوگا کیونکہ اولاد جبتک ان میں سے کوئی بالغ ہو کر باپ کے مذہب کی مخالفت کا اعلان نہ کرے باپ کے مذہب پر ہی شمار ہوگی۔ بلکہ احمدی ماں کے بچے بھی احمدی ہی سمجھے جائیں گے۔ خواہ باپ غیر احمدی ہی کیوں نہ ہو۔

پس ایسے تمام لڑکے لڑکیوں کا جنازہ جائز ہے۔

خاکسار

مرزا محمود احمد"

میاں صاحب کا یہ اعلان اس قابل ہے کہ خاص غور اور توجہ کے ساتھ پڑھا جائے۔ کیونکہ اس میں انہوں نے ایک ایسے امر کا اظہار کیا ہے جس کے ابطال کے لئے وہ آج تک کمربستہ رہے ہیں۔ بلکہ الفضل کے اس اگلے پرچہ میں ہی اس کی تردید بھی کر دی ہے۔

خلیفہ رشید الدین صاحب ایک پرانے احمدی ہیں۔ میاں صاحب کو ان سے دامادی کا رشتہ ہے۔ ان کی اولاد بھی ظاہر ہے کہ میاں صاحب کے اس ارشاد کے مطابق اس وقت تک احمدی ہی سمجھی جائیگی جب تک کہ وہ اس سے انکار نہ کرے۔ اور باپ کے مذہب کی مخالفت کا اعلان نہ کرے۔ مگر میاں صاحب ہیں کہ بغیر کسی ایسے اعلان کے ان کی ایک صاحبزادی کو صرف اپنے فتوائے کفر کی توثیق کے لئے احمدیت سے خارج قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی چٹھی کے جواب میں اس نکاح کا ذکر کرتے ہوئے

۱۵ اپریل میں [illegible] دوبارہ بھرتی کا کام کھولا تو ہمیں امید تھی۔ کہ عوام الناس نے جذبہ معاونت کا عملی اظہار ہوگا۔ لیکن اس وقت تک صرف ۵ سو رنگروٹ بھرتی ہوئے ہیں۔ جن کاموں میں ہم نے ہاتھ ڈالا ہے۔ انکو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے۔ کیا یہ کام بھی تکمیل نہیں ہوگا ہندوستان میں فوج کو مزید وسعت دینے سے جنگی کاموں کے لئے مزدوری کی ضرورت بجد بڑھ گئی ہے۔ ہمیں جنگ نے سکھا دیا ہے کہ مزدوری کی تنظیم و تنسیق سے پورا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم نے خاص ہندوستان میں ۱۸ لیبر کور مرتب کئے ہیں ۱۹۱۷ء میں جو مزدور پارٹیاں فرانس کو گئی تھیں۔ ان میں سے سب واپس آگئی ہیں۔ سوائے ان جہازوں کے جو بعد میں تباہ کی گئی تھیں۔ یہ پارٹیاں نہایت عمدہ حالت میں واپس آئی ہیں۔ انہوں نے عجیب و غریب اور اجنبی حالات میں اعلیٰ درجہ کی خدمت سرانجام دی ہے۔ ان سے جو سلوک کیا گیا ہے وہ اس سے کمال مطمئن ہیں۔ ان کا کثیر التعداد میں بھرتی ہوجانا اسبات کا بہترین ثبوت ہے۔

ہندوستان کی دیگر امداد

یہ ذکر تو ہماری بھرتی کے متعلق ہے لیکن ہندوستان کی امداد محض سپاہیوں کی بھرتی تک محدود نہیں ہے۔ اس نے دوسرے جنگی قرضہ میں ۲ کروڑ پونڈ سے زیادہ رقم دی ہے۔ اور یہ رقم ہمارے اندازہ کے مطابق کہیں کم تھی۔ امید ہے کہ اس ماہ کے درمیان تک قرضۂ جنگ بند ہونے سے پہلے اس میں نمایاں اضافہ ہوگا لیکن کانفرنس میں اس سے زیادہ مالی امداد کا دیا جانا ظاہر کیا گیا تھا۔ اور آنریبل ممبران اس سیشن میں اس امر پر غور و خوض کرینگے۔ کہ یہ امداد کس صورت میں دیجاوے۔ آنریبل ممبر اسکے متعلق ایک ریزولیوشن پیش کرینگے۔ لیکن اس کا فیصلہ صرف غیر سرکاری ممبروں پر چھوڑا جائیگا۔

اس مالی امداد کے علاوہ اور خام مصالحہ اور اشیائے خوردنی کی بہم رسانی سے قطع نظر ہندوستان بدستور میسوپوٹیمیا اور دیگر رزمگاہوں کو فن انجینیری و تعمیرات کا سامان اور ریلوے مصالحہ مہیا کر رہا ہے یہ سامان کچھ تو ہندوستان ہی کی پیداوار کا حصہ ہے اور کچھ اسکی درآمد میں سے لیا جاتا ہے ہماری درآمد پر سلسل و شدید مالی [illegible] کا زور رہا ہے۔ نیا سامان آنا کچھ حد تک بند ہو گیا ہے اور تمام مطالبات کو پورا کرنے کے لئے ہندوستان کو مزید مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور عوام اس لئے سنٹرل بورڈوں کی امداد کے منتظر ہیں چونکہ تجارتی درآمد کا سامان ختم ہو گیا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنے ذرائع کی نشوونما کا موقع مل گیا ہے۔ اور جہاں تک حالات جنگ اجازت دیتے ہیں۔ ہم مقامی صنعتوں کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ ماہرین حرفت کی امداد سے ہندوستان جس قدر خدمت مفید و بیش قیمت سے کر سکتا ہے۔ وہ ٹاٹا کے آہنی کارخانہ کی نمایاں کامیابی سے عیاں ہے۔ اس کارخانہ نے مشرقی رزمگاہوں میں [illegible] سامان کا حصہ کثیر بہم پہنچایا ہے۔ اس وقت ہندوستان پر سے ایک خاص مطالبہ کی سختی بہت کم ہو گئی ہے یعنی اب دریائے دجلہ و فرات کی دریائی آمدورفت کے لئے سامان یہاں سے نہیں جاتا۔ میں کلکتہ کے صیغۂ آمدورفت اور دوسرے بندرگاہوں کی کمیٹیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ انہوں نے بغیر منافع حاصل کئے نہایت فراخدلی سے اس قسم کی تعمیرات میں اپنی بیش قیمت خدمات ہمارے سپرد کر دیں۔ واقعی یہ کام بہت مشکل تھا۔ ۱۰۰ انوکھا معلق پل بنانے کے علاوہ انہوں نے ۸۰ موٹر کشتیاں تیار کیں اور ۲ ہسپتالی جہاز۔ ۵ چھوٹے جہاز اور ۷۰ بڑی کشتیاں بنائیں۔

ظاہر ہے کہ بغیر شدت و تکلیف کے ہندوستان کے مجتمع ذرائع اس قسم کے نتائج پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ اور اس شدت و تکلیف میں کم و بیش سب کو شریک ہونا پڑا ہے۔ خواہ وہ سرکاری حکام ہوں کاروباری اشخاص ہوں یا عوام الناس۔ بحیثیت مجموعی یہ بار گراں خوشی سے برداشت کر لیا گیا ہے۔ اور جس جگہ شکایات سنی گئی ہیں وہ اس حقیقت کو نظر انداز کر دینے کا نتیجہ ہیں۔ کہ جنگ کی شدید ضروریات سے سختی اور عام تکلیف کا ہونا ایک لازمی امر ہے۔

ہندوستان میں گرانیٔ اشیاء کے متعلق شکایت ہو رہی ہے لیکن یہ درست ہے کہ دیگر حصص سلطنت کے مقابلہ میں ہندوستان کم متاثر ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ہمارے بحری بیڑے نے بحری شاہراہوں کو صاف رکھا ہے۔ وہاں ہماری بہادر فوجوں نے دشمن کو ہندوستان کی سرحد سے سینکڑوں میل پرے رکھا ہے۔ تاہم جنگ کی وجہ سے اشیاء کا روپیہ گرانی ہونا لازمی ہے۔ لیکن یہ افسوسناک حقیقت ہے کہ بعض تاجروں اور کارخانوں نے قلت سامان سے ناجائز فائدہ اٹھا کر غیر ضروری و مصنوعی قیمتیں طلب کی ہیں۔ جو اصل لاگت سے بہت زیادہ ہیں۔ ہم اس حالت میں مطمئن و بیکار نہیں بیٹھ سکتے بلکہ اگر سخت کارروائی کی ضرورت لاحق ہوئی۔ تو ہم اس سے دریغ نہیں

ہے مجھے اس کا سب سے زیادہ احساس و خیال ہے۔ کپڑے کی گرانی علی الخصوص عوام کے لئے تشویش کا موجب ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ دنیا بھر میں خام روئی کی گرانی۔ [illegible] لاگت کا اضافہ۔ برطانوی کارخانوں میں تیار شدہ مال کی کمی۔ عوام الناس کے لئے ضروری ہے۔

مانچسٹر کپڑے کی درآمد میں اضافہ کرنا۔ یا اسکی قیمت گھٹانا ہمارے حیطہ امکان سے باہر ہے۔ بلکہ اس مسئلہ کا حل اور طریق پر ہونا چاہئے۔ گزشتہ ماہ مارچ میں جو کمیٹی مقرر کی گئی تھی (جس میں زیادہ تر تاجر تھے) اس نے دو سفارشیں کی ہیں۔ ایک تو خام کپاس کی سٹہ بازی کو روکنا۔ اور دوسرا غریب طبقات کے لئے کپڑے کا ایک ہی سٹینڈرڈ یا درجہ مقرر کرنا۔ اور اس کی تیاری اور تقسیم پر نگرانی کرنا۔ پہلی سفارش کے متعلق ہم نے [illegible] گورنمنٹ بمبئی کو اختیار دیا ہے۔ کہ وہ روئی کی آئندہ فصل کے اجارہ اور باقاعدہ تقسیم کا انتظام کرے۔ دوسری سفارش پر عملدرآمد کرنے کے لئے ہم اس سیشن میں ایک مسودہ قانون پیش کر رہے ہیں جس میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ ہمارے کارخانے کپڑے کی خاص قسم مقررہ مقداروں میں تیار کریں۔ اور پھر یہ کپڑا مناسب منافع دیکر خرید لیا جاوے۔ اور اسے لائسنس یافتہ دکانوں یا سرکاری ڈپوؤں کے ذریعہ مقررہ قیمت پر پبلک کے ہاتھ فروخت کیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض مشکلات اس تجویز کے ابتدائی عملدرآمد میں پیش آئینگی۔ لیکن مجھے امید ہے کہ کارخانوں تاجروں اور عوام کی مشترکہ امداد سے یہ مشکلات رفع ہو سکتی ہیں۔ اور یہ تجویز ان کے لئے کارآمد ہو سکتی ہے جنکو اسکی اشد ضرورت ہے۔

کرنسی مسئلہ کے متعلق میں نے دہلی کانفرنس میں ان افواہوں کا ذکر کیا ہے۔ کہ گورنمنٹ نوٹوں کے عوض میں روپیہ دینے کے ناقابل ہے اس کے متعلق حقیقت یہ تھی۔ کہ ہز میجسٹی کی گورنمنٹ نے بہت سامان خریدا تھا۔ اور اس کے عوض سکہ جات کی صورت میں قیمت ادا کر دی گئی تھی۔ اس سبب سے سکوں میں کمی واقع ہو گئی۔ اور ہمیں چاندی کے نئے ذخائر آنے تک انتظار کرنا پڑا۔ ہم نے اس حالت مجبوری میں بعض [illegible] قانونی سہولتیں کم کر دیں۔ جنکے ذریعہ کرنسی دفتروں کے علاوہ دیگر جگہوں پر نوٹوں کا بآسانی تبادلہ ہو سکتا ہے اور حال میں ہماری یہی پالیسی رہی ہے۔ کہ پبلک کو نوٹوں کے تبادلہ میں سہولتیں حاصل ہوں۔ اس تشویش انگیز حالت میں امریکہ نے ہماری امداد کی۔ اور بہت سی چاندی بھیجنے کا فیصلہ کر لیا۔ ہندوستان میں چاندی کافی مقدار میں آچکی ہے اور ہماری ٹکسالیں اسکو روپیہ میں منتقل کر رہی ہیں۔ اور اس کام میں سرگرمی سے مصروف ہیں۔ روپیہ کے علاوہ طلائی مہریں بھی تیار کی گئی ہیں اور نہایت رغبت سے [illegible] لوگوں نے ان کو بخوشی قبول کیا ہے۔ اب ہماری ٹکسالوں میں [illegible] تیار ہو رہے ہیں۔

غرضیکہ ہم ان مشکلات کا روز افزوں آسانی سے مقابلہ کرنے کے قابل ہیں۔ جن کا گذشتہ مہینوں میں سامنا کرنا پڑا تھا۔ لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ سکوں کا اس طرح تیار کرنا ہندوستان کے حق میں کبھی منفعت بخش نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان میں سکوں کیلئے چاندی خریدنے کے یہ معنے ہیں کہ یہ فائدہ کا سودا نہیں۔ اگر سکوں کی کھپت کا سلسلہ اسی طرح اختتام سال تک جاری رہا۔ تو تین سال کے اندر ہندوستان ایک ارب روپیہ ضائع کر چکا ہوگا۔ اگر اسی روپیہ کو تجارتی کاروبار میں لگایا ہوتا۔ تو اسکے سود سے ہماری مالی حالت کو تقویت پہنچتی۔ اور ہندوستان کو کافی منافع حاصل ہوتا۔ اس لحاظ سے ہر وہ شخص جو نوٹوں کے بدلے روپیہ مانگتا ہے وہ ہندوستان کے مفاد کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ ہم اس نوکر کی کہانی سے واقف ہیں جس نے مالک سے نقرئی سکہ حاصل کیا۔ اور اس سے نفع اٹھانے کی بجائے اسکو زمین میں دفن کر دیا۔ اس سے غیر منفعت بخش ملازم کی حیثیت میں سلوک کیا گیا تھا۔ یہ روایت ہمارے لئے اب بھی صداقت سے خالی نہیں قدیم الایام سے ہندوستان کو بیش قیمت دھاتوں کی قبر کہا جاتا ہے۔ اگر وہ دنیا کی ترقی یافتہ اقوام میں ممتاز درجہ حاصل کرنے کا متمنی ہے تو اسے جاپان یا دیگر مہذب ممالک کی طرح اپنی مخصوص دولت کو نفع آور کاموں میں صرف کرنا چاہیئے۔ خوش قسمتی سے ایسی علامات بتدریج ظاہر ہو رہی ہیں کہ ہندوستان اس قدیم دستور سے آزاد ہو رہا ہے۔ وہ چھوٹے نوٹ جو تبادلہ کی عارضی بندش کے دنوں میں روپیہ کی جگہ جاری کئے گئے تھے۔ اب ملک کے مختلف حصوں میں مقبول عام ہو رہے ہیں۔ اور اب ان کو شبہ کی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔

تازہ خبریں

شاہ و بلغاریہ کی تخت سے دستبرداری۔ لندن ۶ اکتوبر۔ باسل سے [illegible] ایک تار مظہر ہے کہ پرنس آج صبح بذاتہ فرڈیننڈ [illegible] پرنس بورس کی تخت نشینی کا اعلان کیا۔ [illegible] اظہار شکریہ کا گیت گایا گیا۔ اور پیٹرآرک اور پادری نے وزراء اور ڈپٹیوں اور سفراء کی موجودگی میں پرنس بورس سے ملاقات کی۔ از اں بعد پرنس بورس محل کو واپس آگیا۔ راستہ میں اسے خوب چیئرز دیئے گئے۔ معزز افسران نے سہ پہر کے وقت اطاعت لیا۔ بادشاہ [illegible] سے علیحدہ رہنے کی درخواست کی۔ وائنا سے کوبرگ [illegible] موصول شدہ ایک تار سرکاری [illegible] زار فرڈی ننڈ [illegible] تخت سے دستبرداری اور [illegible] کی تصدیق کرتا ہے [illegible] جانے کا حکم دیا ہے۔

پارلیمنٹ نے عارضی صلح کو منظور کر لیا۔ لندن ۸ اکتوبر۔ باسل سے موصول شدہ ایک تار مظہر ہے کہ پارلیمنٹ نے ایک خفیہ اجلاس میں اتفاق رائے سے عارضی صلح کو منظور کیا۔

جرمن فوجوں نے گرفتار کیا گیا۔ لندن ۶ اکتوبر پیرس۔ اخبار ایکو ڈی پیرس اعلان کرتا ہے کہ بلغاریہ میں فرانسیسی افواج نے گیارھویں جرمن ڈویژن کو اطاعت قبول کرنے پر مجبور کیا ہے اسکے ساتھ ایک جرمن بریگیڈ اور دو سرگیڈ [illegible] نے اطاعت قبول کی۔

البانیہ میں پیشقدمی۔ لندن ۸ اکتوبر۔ ایک سروین اعلان مظہر ہے کہ شدید لڑائی کے بعد ہماری فوج آگے بڑھتی ہوئی ہے محافظ فوج جو کے روز ورانج میں داخل ہو گئی۔ اور کئی صد قیدی گرفتار کئے۔ اور بہت سی ڈپوؤں پر قبضہ کر لیا۔ دشمن منتشر حالت میں شمال کی طرف پسپا ہو رہا ہے۔

لندن ۷ اکتوبر۔ ایک اطالوی اعلان مظہر ہے کہ البانیہ میں ہم نے [illegible] البانس پر ترقی کی اور لنڈس تک پہنچ گئے ہیں۔

لندن ۷ اکتوبر ۳ بجے [illegible]۔ ایک فرانسیسی مشرقی اعلان مظہر ہے کہ سٹرن جرمن افواج کے زبردست تعاقب کے بعد جو منتشر حالت میں شمال کی طرف پسپا ہو رہی ہیں۔ فرانسیسیوں اور سرویوں نے ۵ اکتوبر کو [illegible] پر قبضہ کر لیا۔ اور کئی صد قیدی گرفتار کئے۔ اور چند توپیں بھی چھین لیں۔ البانیہ میں ہماری پیشقدمی جاری ہے۔ سرویوں نے [illegible] پر قبضہ کر لیا ہے۔

فلانڈرز میں دشمن کی پسپائی جاری ہے۔ لندن ۷ اکتوبر۔ رائیٹر کا نامہ نگار [illegible] ہیڈکوارٹرز سے آج شام کو تار دیتا ہے [illegible] اور کسقدر وسیع [illegible] جائیں گے۔ ابھی یہ منکشف ہونا باقی ہے وینڈ ہوہل اور [illegible] کا جو سطح مرتفع لائیزر کے پار مشرق کی طرف [illegible] خالی کیا جانا اس قطعی ارادے کا ایک بالکل درست [illegible] اسکے ساتھ ہی توپخانہ کی آتشباری بھی ختم ہو گئی تھی۔ [illegible] جگہوں پر آگ لگا دی گئی۔ اس بیرحمانہ تباہی نے افواج میں سخت نفرت و غصہ پیدا کر دیا ہے۔

۵ اکتوبر کی سہ پہر کے بعد ہم نے سطح مرتفع لائیزر کے پار ۴ ہزار سے ۵ ہزار گز تک پیشقدمی کی ہے۔ آج صبح لائن آرمینٹیرز کے مشرق سے لے کر [illegible] کے مغربی کنارے تک اور [illegible] شمال کی طرف [illegible] تک وسیع تھی۔ [illegible] سے ہم نے اپنے محاذ کو [illegible] پہاڑی تک اور وہاں سے [illegible] تک بڑھا لیا۔ کیمبرائے سینٹ کوینٹن محاذ پر لڑائی کے دوران میں ہم نے کل رات ۱۱۰۰ سے ۱۲۰۰ کے درمیان قیدی گرفتار کئے [illegible] اپنی پسپائی جاری رکھی اور ان کا تعاقب بڑی سختی سے جاری رہا۔

لندن ۶ اکتوبر ۱۰ بجے شب۔ ایک برطانوی اعلان مظہر ہے کہ ہم نے آرمینٹیرز اور [illegible] کے شمال کی طرف اور جنوب مشرق کی طرف مقامی لڑائیوں سے اپنی پوزیشنوں کو قدرے آگے بڑھا لیا۔ [illegible] کے شمال کی طرف ہم نے [illegible] پر قبضہ کر لیا۔ اور مشرقی افواج میں اپنے آپکو منصب کر لیا۔

لندن ۷ اکتوبر [illegible] ۲ منٹ شب۔ ہوائی جہازوں کے کام کے متعلق آج شب کا برطانوی اعلان مظہر ہے۔ کہ ۵ اکتوبر کو موسم ابرآلود اور غیر معین تھا۔ ہم نے ۲۲ ½ ٹن بم گرائے اور ۹ ہوائی جہاز دن کو گولے مار کر نیچے کی طرف اتار دیا۔ ۳ برطانوی ہوائی جہاز گم ہیں۔ ہمارے شب کے وقت پرواز کرنے والے ہوائی جہازوں نے دشمن کی پوزیشنوں کے عقب [illegible] ایک ٹن بم گرائے۔ ابھی تک ایک برطانوی ہوائی جہاز [illegible] نہیں لگا۔

ایک ولایتی اخبار فروخت ہو گیا۔ لندن کا اخبار ڈیلی کرانیکل [illegible] سو ہزار روپیہ کو فروخت کر دیا گیا ہے۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے [illegible] ہیڈ پبلشر نے گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں باہتمام شیخ گلزار محمد [illegible] دفتر اخبار پیغام صلح سے شائع کیا۔

جلد ۶ | بلدۃ المسیح لاہور چہار شنبہ مورخہ ۹ محرم الحرام ۱۳۳۷ ہجری مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۸ء | نمبر ۲۷

ملفوظات حضرت مسیح موعود

ایک نووارد اور حضرت مسیح موعود

لکھنوی نووارد کو پوری طرح سمجھانے کے لئے حضرت مسیح موعود نے سابقہ کے مکالمہ کے دوسرے روز (۴ فروری ۱۹۰۳ء کو) صبح کی سیر میں ایک لمبی تقریر مامورین کے مخاطبین کے حالات اور ان میں سے فایدہ اُٹھانے والے گروہ اور اپنی بعثت کے مقاصد پر فرمائی۔ جو الحکم ۱۴ فروری ۱۹۰۳ء سے بلفظہ حسب ذیل ہے:۔

مامور کے آنے پر دو گروہ

میں نے بہت غور کیا ہے کہ جب کوئی مامور آتا ہے۔ تو دو گروہ خود بخود ہو جاتے ہیں۔ ایک موافق دوسرا مخالف اور یہ بات بھی ہر ایک عقل سلیم رکھنے والا جانتا ہے۔ کہ اس وقت ایک جذب اور ایک نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی سعید الفطرۃ کھنچے چلے آتے ہیں۔ اور جو لوگ سعادت سے حصہ نہیں رکھتے۔ ان میں نفرت بڑھنے لگتی ہے۔ یہ ایک فطرتی بات ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا۔

فایدہ اُٹھانے والا گروہ

طبیب اس امر کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اس سے وہی شخص فایدہ اُٹھا سکتا ہے۔ جو اول اپنے مرض کو شناخت کرے۔ اور محسوس کرے کہ میں بیمار ہوں۔ اور پھر یہ شناخت کرے کہ طبیب کون ہے؟ جب تک یہ دو باتیں پیدا نہ ہوں وہ اس سے فایدہ نہیں اُٹھا سکتا یہ بھی یاد رہے کہ مرض دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک مرض مختلف ہوتا ہے۔ جیسے قولنج کا درد۔ یعنی جو محسوس ہوتا ہے۔ اور ایک مستوی جیسے برص کے داغ کہ ان کا کوئی درد اور تکلیف بظاہر محسوس نہیں ہوتی۔ انجام خطرناک ہوتا ہے۔ مگر انسان ایسی صورتوں میں ایک قسم کا اطمینان پاتا ہے۔ اور اس کی چنداں فکر نہیں کرتا اس لئے ضروری ہے کہ انسان اول اپنے مرض کو شناخت کرے اور محسوس کرے۔ پھر طبیب کو شناخت کرے۔ بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو اپنی معمولی حالت پر راضی ہو جاتے ہیں۔ یہی حال اس وقت ہو رہا ہے۔ اپنی حالت پر خوش ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ مہدی کی کیا ضرورت ہے۔ حالانکہ خدا دانی اور معرفت سے بالکل خالی ہو رہے ہیں۔

خدادانی اور معرفت

خدا دانی اور معرفت بہت مشکل ہے۔ ہر چیز اپنے لوازمات کے ساتھ آتی ہے۔ پس جہاں خدا دانی آتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک خاص معرفت اور تبدیلی بھی آ جاتی ہے۔ کبائر و صغائر چیونٹیوں کی طرح ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ خدا کی معرفت کے ساتھ ہی دور ہونے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ محسوس کرتا ہے کہ اب میں وہ نہیں۔ بلکہ اور ہوں۔ خدا دانی میں جب ترقی کرنے لگتا ہے۔ تو گناہ سے بیزاری اور نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

نفس کی تین حالتیں

نفس تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک نفس امارہ ایک لوامہ اور تیسرا مطمئنہ پہلی حالت میں تو صم بکم ہوتا ہے۔ کچھ معلوم اور محسوس نہیں ہوتا۔ کہ کدھر جا رہا ہے۔ امارہ جدھر چاہتا ہے۔ لے جاتا ہے۔ اس کے بعد جب اللہ تعالےٰ کا فضل ہو تو معرفت کی ابتدائی حالت میں لوامہ کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور گناہ اور نیکی میں فرق کرنے لگتا ہے گناہ سے نفرت کرتا ہے۔ مگر پوری قدرت اور طاقت عمل کی نہیں پاتا۔ نیکی اور شیطان سے ایک قسم کا جنگ ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ کبھی غالب اور کبھی مغلوب ہوتا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ وہ حالت آ جاتی ہے۔ کہ یہ مطمئنہ کے رنگ میں آ جاتا ہے۔ اور پھر گناہوں سے نری نفرت ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ گناہ کی لڑائی میں یہ فتح پا لیتا ہے۔ اور ان سے بچتا ہے۔ اور نیکیاں اُس سے بلا تکلف صادر ہونے لگتی ہیں۔ پس اس اطمینان کی حالت پر پہنچنے کیلئے ضروری ہے کہ پہلے لوامہ کی حالت پیدا ہو۔ اور گناہ کی شناخت ہو۔ گناہ کی شناخت حقیقت میں بہت بڑی بات ہے۔ جو اس کی شناخت نہیں کرتا۔ اُس کا علاج نبیوں کے پاس نہیں ہے۔ نیکی کا پہلا دروازہ اسی سے کھلتا ہے۔ اول اپنی کورانہ زندگی کو سمجھے اور پھر بُری مجلس اور بُری صحبت کو چھوڑ کر نیک مجلس کی قدر کرے۔ اس کا یہی کام ہونا چاہیئے۔ کہ جہاں بتایا جاوے کہ اس کے مرض کا علاج ہوگا وہ اس طبیب کے پاس رہے۔ اور جو کچھ وہ اس کو بتا دے۔ اس پر عمل کرنے کے لئے ہمہ تن طیار ہو۔ دیکھو بیمار جب کسی طبیب کے پاس جاتا ہے تو یہ نہیں ہوتا کہ وہ طبیب کیساتھ ایک مباحثہ شروع کر دے۔ بلکہ اس کا فرض یہی ہے کہ وہ اپنا مرض پیش کرے۔ اور جو کچھ طبیب اس کو بتلائے اس پر عمل کرے۔ اس سے وہ فایدہ اُٹھائیگا مگر اس کے علاج پر جرح شروع کر دی تو فایدہ کس طرح ہوگا۔

انسانی زندگی کا مقصد اور خدا کی شناخت

انسان کا فرض ہے کہ اسمیں نیکی کی طلب صادق ہو اور وہ اپنے مقصد زندگی کو سمجھے قرآن شریف میں انسان کی زندگی کا مقصد یہ بتایا گیا ہے ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ یعنی جن اور انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ جب انسان کی پیدائش کی علت غائی یہی ہے۔ تو پھر چاہیئے کہ خدا کو شناخت کرے جبکہ انسان کی پیدائش کی علت غائی یہی ہے کہ وہ خداتعالیٰ کی عبادت کرے اور عبادت کے واسطے اول معرفت کا ہونا ضروری ہے۔ جب یہی معرفت ہو جائے تب وہ اس کی خلاف مرضی کو ترک کرتا اور سچا مسلمان ہو جاتا ہے جبتک سچا علم پیدا نہ ہو کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں ہوتا۔ دیکھو جن چیزوں کے نقصان کو انسان یقینی سمجھتا ہے۔ ان سے بچتا ہے۔ مثلاً سم الفار ہے جانتا ہے کہ یہ زہر ہے۔ اس لئے اسکو استعمال کرنے کی دلیری اور جرأت نہیں کرتا۔ کیونکہ جانتا ہے کہ اس کا کھانا موت کے مُنہ میں جانا ہے ایسا ہی کسی زہریلے سانپ کے بل میں ہاتھ ڈالنا یا طاعون والے گھر میں نہیں ٹھہرتا۔ اگرچہ جانتا ہے جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالےٰ کے منشا سے ہوتا ہے تاہم وہ ایسے مقامات میں جانے سے ڈرتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ پھر گناہ سے کیوں نہیں ڈرتا۔

معرفت الٰہی سے گناہوں کی شناخت حاصل ہوتی ہے

انسان کے اندر بہت سے گناہ ایسی قسم کے ہیں کہ وہ معرفت کی خوردبین کے سوا نظر نہیں آتے جوں جوں معرفت بڑھتی ہے انسان گناہوں سے واقف ہوتا جاتا ہے۔ بعض صغائر ایسی قسم کے ہوتے ہیں کہ وہ ان کو نہیں دیکھتا۔ لیکن معرفت کی خوردبین انکو دکھا دیتی ہے غرض اول گناہ کا علم ہوتا ہے پھر وہ خدا جس نے من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ کا اس کو عرفان بخشا ہے تب وہ خدا کے خوف میں ترقی کرتا اور اس پاکیزگی کو پا لیتا ہے۔ جو اسکی پیدائش کا مقصد ہے۔

اس سلسلہ کا مقصد

اس سلسلہ سے خدا نے یہی چاہا ہے۔ اور اُس نے مجھے ظاہر کیا ہے کہ تقویٰ کم ہو گیا۔ بعض تو کھلے طور پر بےحیائیوں میں گرفتار ہیں اور فسق و فجور کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو ایک قسم کی ناپاکی کی ملونی اپنے اعمال کے ساتھ رکھتے ہیں۔ مگر انہیں نہیں معلوم اگر اچھے کھانے میں تھوڑا سا زہر پڑ جاوے تو سارا زہریلا ہو جاتا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں جو چھوٹے چھوٹے ریاکاری وغیرہ جنکی شاخیں باریک ہیں ان میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اب اللہ تعالےٰ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ وہ دنیا کو تقویٰ اور طہارت کی زندگی کا نمونہ دکھائے اسی غرض کے لئے اس نے یہ سلسلہ قایم کیا ہے۔ وہ تطہیر چاہتا ہے۔ اور ایک پاک جماعت بنانا اُسکا منشا ہے۔

(باقی آیندہ)

فہرست چندہ عید فنڈ وغیرہ

جو نماز عید الضحیٰ کے موقعہ پر سلطان ملیڈ نگس میں وصول ہوا۔

حافظ فضل احمد صاحب عہ ر ملک غلام محمد صاحب عہ ر مرزا امدین صاحب عہ ر شیخ نور احمد صاحب عہ ر ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب عہ ر خواجہ خدا داد صاحب عہ ر داروغہ نبی بخش صاحب عہ ر چوہدری عبد اللہ خان صاحب عہ ر خواجہ عبد الغنی صاحب عہ ر بنت ابو حفص صاحب موصوف عہ ر ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب عما ر بابو غلام نادر صاحب عہ ر بابا ہدایت اللہ صاحب ۸ ر مولوی فضل حق صاحب ا ر میاں چراغ دین صاحب عہ ر سید غلام مصطفےٰ صاحب عہ ر ڈاکٹر نبی بخش صاحب عہ ر مستری دین محمد صاحب عہ ر بابو کرم الٰہی صاحب عہ ر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب عما ر منشی برکت اللہ صاحب عما ر منشی دوست محمد صاحب عہ ر منشی محمد ابراہیم صاحب عہ ر فضل الٰہی و عبد الرحمن عہ ر فقیر اللہ صاحب عہ ر بابو عبد الرحمن صاحب عہ ر خواجہ عبد الرشید صاحب عما ر شیخ مولا بخش صاحب عما ر میاں فضل الٰہی صاحب ۸ ر محمد حسین صاحب ۸ ر میاں عبد الغنی صاحب عہ ر بابو علی بخش صاحب عہ ر سید بشیر حسین صاحب عہ ر میاں علی بہادر صاحب عہ ر بابو رحیم بخش صاحب عہ ر صوفی عبد اللہ صاحب عہ (اطاعت پبلشنگ) میاں عنایت عہ ر شیخ محمد ابراہیم صاحب عما ر شیخ رحمت اللہ صاحب عما ر میاں ہدایت اللہ ۲ ر محمود دین صاحب عہ ر ماسٹر ثناء اللہ صاحب ۸ ر منشی نبی بخش صاحب عہ ر مولوی عبد الرحمن صاحب عہ ر صوفی غلام محمد صاحب ۸ ر بابو منظور الٰہی صاحب عہ ر مولوی عبد الغنی صاحب ۸ ر حاجی وارث دین صاحب عہ ر میاں مولا بخش صاحب ۸ ر مولوی صدر دین صاحب عما ر خواجہ جلال الدین صاحب عہ ر مولوی عبد

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلے علے رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ چہارشنبہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۸ء نمبر ۲۷

بلغاروی زار باحال زار

"زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی باحال زار"

خدا کی شان مامور من اللہ (حضرت مسیح موعود) کے مُنہ سے نکلے ہوئے الفاظ کس کس طرح سے پورے ہو رہے ہیں۔ اور مختلف پہلوؤں سے اپنی صداقت کا جلوہ دنیا کو دکھا کر اس برگزیدہ انسان کی حقانیت کو واضح کر رہے ہیں۔ زار روس کی تخت سے دست برداری۔ اس کی جلاوطنی۔ اس کی قید۔ اور پھر اس حال زار میں اس کی دردناک ہلاکت کے وقوع کے بعد اب ان الفاظ کی صداقت کا ایک اور منظر دنیا کے سامنے آرہا ہے جو چشم بصیرت سے دیکھنے والوں کو بتا رہا ہے کہ آج زار کا خطاب رکھنے والے اس حال زار کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے جس کی طرف اس مامور الٰہی نے آج سے کتنی مدت پہلے اشارہ کیا اور ان آنیوالی مصائب کی پیشتر سے خبر دے کر اپنی صداقت کا ایک نشان ظاہر کیا تھا۔

پائی نہ کر جلد ی سے انکار اے سفیہ ناشناس
اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دار و مدار

زار فرڈیننڈ الٰہی بیس سال سے بلغاریہ کے تخت پر متمکن تھا۔ باوجودیکہ اس کا اس تخت پر کوئی خاندانی حق نہ تھا۔ اور نہ ہی کسی خاص لیاقت و اقتدار سے اس نے حاصل کیا تھا۔ پھر بھی اس نے اپنی دورخی چالوں سے تمام یورپین سلطنتوں سے اس بات کو منوا لیا کہ جس تخت پر محض ایک بلغاروی وفد کے کہنے سے وہ جا کر بیٹھ گیا ہے۔ آزادی کے ساتھ اس پر حکمران رہے۔ ... معاہدہ برلن کو پس پشت ڈال کر نہ صرف ترکی سے بلغاروی آزادی کا اعلان کیا۔ بلکہ دو ترکی صوبجات پر بھی قابض و متصرف ہو گیا۔ یوں تمام خرخشوں کو مٹا کر ایک مطلق العنان فرمانروا کی حیثیت میں زار کا لقب اختیار کیا۔ اس کے بعد ہی جنگ بلقان کے دو مختلف دوروں سے جن واقعات کا ظہور ہوا ان کو دوبارہ یاد دلانے کی ضرورت نہیں۔ ہاں جنگ بلقان کے دوسرے دورہ کے بعد جنگ یورپ کا طوفان عظیم رونما ہو کر **زار** کی حالت کو مخدوش کر دینے کا بہت بڑا سبب ہوا ہے۔ ایک عرصہ تک بلغاریہ نے اس جنگ میں اتحادیوں سے ساز و باز کو ضروری سمجھا اور ان موجودہ مصائب سے محفوظ رہا۔ لیکن یہ راہ اس نے اتحادی طاقت کے زیادہ زبردست ہونے کی وجہ سے اختیار کی تھی۔ اور چونکہ روس کی تباہی سے کوتہ اندیشوں کو اتحادیوں کی ناکامی کا شبہ ہو گیا تھا۔ اسلئے بلغاروی زار نے موقعہ دیکھ کر اپنے خفیہ ارادوں کو عمل میں لانا شروع کیا۔ اور سربیا سے جنگ بلقان کا انتقام اور معاہدہ بخارسٹ کے مطابق اپنا دیا ہوا علاقہ واپس لینے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ ہونے کو تو یہ سب کچھ ہو گیا۔ اور بلغاروی **زار** کو اس سے چنداں نقصان بھی اُٹھانا نہیں پڑا۔ لیکن اسکو کیا معلوم تھا کہ عالم الغیب کے ہاں اس کا یہ اقدام عمل ہی اس کی آخری تباہی کا موجب ہوگا۔ اور ایک مامور من اللہ کی کئی سال پیشتر کی کہی ہوئی بات **زار** روس کے بعد اس کی زاریت پر بھی اپنا زور دکھائے گی۔

بلغاریہ کے سقوط اور اطاعت کا ذکر آپ اشاعت ہائے ماقبل میں برقی پیغامات کی ذیل میں پڑھ چکے ہیں۔ بلکہ اتحادیوں کی اس عظیم الشان فتح کی خوشی میں بھی آپ نے حصہ لیا۔ اور مختلف طریقوں سے اس کا اظہار ضروری سمجھا۔ لیکن بلغاریہ کی اطاعت اور ... ۸۵ ہزار بلغاریوں کے ہتھیار ڈالدینے کی خبر کو پڑھتے ہوئے کیا آپ نے اس عظیم الشان صداقت کو بھی محسوس کیا جو

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

کی پیشگوئی کے دوسرے ظہور کا موجب ہوئی ہے۔

صرف بلغاریہ کی اطاعت اور ۸۵ ہزار بلغاریوں کے ہتھیار ڈالدینے پر ہی موقوف نہیں۔ نہ ہی تمام بلغاریہ کے اتحادی اثر کے نیچے آجانے تک ہی زار کا حال زار ہونا محدود ہے بلکہ وہی زار فرڈیننڈ جو کل تک بلغاریہ کا مطلق العنان فرمانروا تھا۔ اور اپنی دورخی چالوں سے دوسری سلطنتوں کے دُکھ کا موجب تھا۔ آج بصد حسرت و یاس تخت بلغاریہ سے مستعفی ہوتا ہے۔ اور گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کرنے کے لئے ایک اور مقام کو برگ کو اسے جانا پڑتا ہے۔

ان واقعات کو ریوٹر کے تازہ برقی پیغامات میں پڑھو اور اس الٰہی جبروت و طاقت کا اندازہ لگاؤ جس نے اپنے مامور کی صداقت کو واضح کرنے اور اس کے مُنہ سے نکلی ہوئی بات کو سچا ثابت کرنے کے لئے اگر گذشتہ سال زار روس اور اس کے خاندان کا عبرت ناک نقشہ دکھایا۔ تو آج زار بلغاریہ کے حال زار کو دکھا کر دنیا کو اس حق و صداقت اس نیکی و پاکیزگی اور الٰہی جوئے کے نیچے لانا چاہتی ہے جس کی طرف اس مامور من اللہ نے اپنے ایام زندگی میں دنیا کو دعوت دی۔

نادان معترض ہوں گے کہ زار روس کے حال زار پر اس پیشگوئی کو چسپاں کرنے کے بعد اب دوبارہ بلغاروی زار کی حالت کو بھی اُس کا مصداق کیوں بتایا جاتا ہے۔ اس سے وہ نتیجہ نکالیں گے اور دنیا کو یہ کہکر دھوکا دیں گے کہ دیکھو اب بلغاروی زار پر اس کو چسپاں کرنے سے پہلی بات کو خود ہی رد کر دیا۔ حالانکہ ان کا یہ کہنا سراسر باطل اور بے معنی ہوگا۔ پہلی بات کو رد کرنا ہمارا مقصود نہیں۔ نہ ہی بلغاروی زار پر اس کو چسپاں کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ **زار** روس پر یہ پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ پیشگوئی کے دوبارہ ظہور اور ایک اور زار کہلانے والے کا اس موقعہ پر باحال زار ہو جانا تو اسکی عظمت کو ظاہر کرتا اور مخالفین و منکرین پر اس مامور من اللہ کی صداقت کو ہر ایک پہلو سے واضح کرتا ہے۔

"غم کے آنسو"

لائق معاصر وکیل اپنی ۹ اکتوبر ۱۹۱۸ء کی اشاعت میں "یا حسین" کے عنوان سے میدان کربلا میں امام حسین رض کی شہادت کے دردانگیز واقعات اور امام موصوف کے آخر دم تک صبر اور حمایت حق کو ہاتھ سے نہ دینے کو بطور نمونہ پیش کرتے ہوئے آخر میں اس کا یہ نتیجہ بیان کرتا اور امت مسلمہ کو یہ سبق دیتا ہے کہ

> "کیا یہ واقعہ ہمارے لئے مسرت و انبساط کا موجب نہیں ہونا چاہیئے۔ اور کیا چھٹی صدی ہجری تک اس مہینے کو موجب خیر و برکت نہیں سمجھا جاتا رہا ہے؟"

یہ سبق اس میں شک نہیں کہ بہت ہی قابل قدر اور لائق تقلید ہے۔ بشرطیکہ اس کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والوں کے دلوں میں بھی حق کی حمایت اور دین کی حفاظت کیلئے وہ جوش ہو جو امام حسین رض کے قلب میں یزید کے بالمقابل دکھائی دیتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی معاصر موصوف ایک دوسرا سبق بھی ہمیں پڑھاتا اور مسلمانوں شیعہ اور سنی مسلمانوں کو بتاتا ہے کہ

> "تصویر کا دوسرا رُخ بھی ہے۔ اور اسی رخ کو پیش نظر رکھ کر اس کے بعد سے محرم الحرام کو غم و الم و سوگواری کا مہینہ قرار دیا گیا۔ اس ماتم میں ساری دنیا شریک ہے۔ اور اس میں شیعہ و سنی کی کوئی تخصیص نہیں۔ آؤ ہم سب مل کر اس موقعہ پر غم کے آنسو بہائیں۔ اور اس کے ساتھ ہی واقعہ کے اصل مفہوم کو اپنے ضمیر و ایمان کا جزو بنائیں۔ کہ جناب حسین علیہ السلام کی یہی اور اصلی یادگار ہے"

نہیں معلوم یہ "غم کے آنسو" مسرت و انبساط اس خیر و برکت کے کہاں تک مطابق ہیں۔ جو چھٹی صدی ہجری تک اس واقعہ کی وجہ سے اسلامی دنیا کے لاحق حال رہی۔ اور کیوں اس غم و الم اور سوگواری کو ہمارے لائق معاصر نے اسلامی دنیا کیلئے ضروری قرار دیا ہے۔ کیا اس لئے کہ جناب حسین علیہ السلام پر اس مہینہ میں سخت و شدید مصائب وارد ہوئیں۔ کیا اس وجہ سے کہ دشت کرب و بلا میں بقول معاصر موصوف "حضرت امام حسین رض نے جن حالات اور جس پیرایہ میں اپنی جان جان آفریں کو سونپی۔ اس کی نظیر تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی"۔ لیکن مصائب و شدائد پر غم و الم کے آنسو بہانا اور ہمیشہ کے لئے ایک خاص مہینہ کو غم و الم اور سوگواری کا مہینہ قرار دے لینا کہاں تک جائز اور اسلام کے کہاں تک مطابق ہے۔ اس غم و الم سے کونسے فوائد اسلامی دنیا کو پہنچ سکتے اور کونسے مراتب عالیہ کو میسر آ سکتے ہیں۔ ہاں واقعہ کا اصل مفہوم "جو کچھ بھی قرار دو۔ اس کو اپنا نصب العین بنانے سے تو البتہ ایک نتیجہ بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ "غم کے آنسو" بہانے کی جو دعوت معاصر موصوف نے دی ہے۔ یہ کن عظیم الشان فوائد کی داعی ہے۔

لیکن ہم اس افسوسناک اعتراف پر مجبور ہیں کہ شہادت جناب امام حسین رض کے بعض مبالغہ آمیز بیانات اور شیعی رسوم کے علانیہ رواج کا عوام سنیوں نہیں بلکہ ان طبائع پر بھی بہت کچھ اثر پڑ چکا ہے۔ جو قوم کو صراط مستقیم پر چلانے اور بے راہرویوں پر متنبہ کرنے پر کمربستہ ہیں۔ ان بدعات سیئہ کو چھوڑ کر جو عوام سنی مسلمانوں میں مہندیوں اور تعزیوں وغیرہ کی شکل میں رائج ہیں۔ قوم کے سنجیدہ دل و دماغ رکھنے والے اشخاص کا بھی مبالغہ آمیز روایات یا شیعی سوگواریوں سے متاثر ہو کر "غم کے آنسو" بہانا بلکہ قوم کو اس کی دعوت دینا کچھ کم موجب افسوس نہیں۔ ہماری دلی آرزو ہے کہ معاصر "وکیل" اس ناجائز اثر کے نیچے آ کر اپنی سنجیدگی کا خون نہ کرے اور قوم کو "غم کے آنسو" بہانے کے بجائے صرف واقعہ کے اصل مفہوم کو ہی (یعنی دین کی خاطر اپنے آپ کو قربان کر دینا جو صرف امام حسین ہی نہیں۔ دیگر اولیا و انبیا کی زندگیوں میں بھی نمایاں ہے) اپنا نصب العین بنانے کی ... پر زور دے کہ اسی پر قومی زندگی کا انحصار ہے۔

"ایشور مرحومہ کی آتما کو شانتی دیویں"

۱۰ اکتوبر ۱۹۱۸ء کا آریہ گزٹ "کسی صاحب لالہ اچھر و رام کے اپنی ماں کے فوت ہونے پر ویدک پتری پاٹھشالہ میں ... ۵ روپیہ کا ایک کمرہ بنوانے کا اعلان کرتے ہوئے یہ دعا کرتا ہے کہ

"ایشور مرحومہ کی آتما کو شانتی دیویں"

آریہ گزٹ کی یہ دعا اس کے سماجی عقیدہ تناسخ کے کہاں تک مطابق ہے۔ آیا اعمال کی جزا و سزا میں جونوں کے بیشمار چکر کاٹنے "ورالیشور" کے کسی صورت میں بھی سزا سے معاف کرنے کا عقیدہ اس دلی دعا کی اجازت دے سکتا ہے؟ لیکن عقیدہ چاہے کچھ بھی بنا لیا جائے۔ فطرت تو بدل نہیں سکتی۔ یہ وہی فطرت ہے جو ایسے موقعوں پر ایسے عقائد والوں کے بھی اندر سے بول اٹھتی اور ایسے الفاظ ان کے مُنہ سے نکلوا دیتی ہے۔ جو ان کے غلط عقائد کے خلاف فطرت ہونے پر بطور ایک شاہد عادل کے کام دیتے ہیں۔

آریہ گزٹ کو غور کرنا چاہیئے کہ یہ خود اس کے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔ پھر اگر ایشور مرحومہ کی آتما کو شانتی دے سکتا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ اسکو اس کے اعمال کیلئے کسی دوسرے قالب میں ڈالا جائے۔ اگر آریہ گزٹ کی دعا سے ایشور جی مہاراج کا وہ اٹل قانون بدل سکتا ہے۔ جو سماجی عقیدہ کے مطابق تناسخ کی شکل میں رائج ہے۔ تو تناسخ کا صحیح اور فطرت کے مطابق ہونا غلط ٹھہرتا ہے۔ اور اگر تناسخ صحیح ہے۔ اور کوئی شخص بھی اپنی ذرا ذرا سی حرکت و سکون کا معاوضہ اُٹھائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تو آریہ گزٹ کی یہ دعا غلط جاتی ہے

لیکن دعا غلط نہیں۔ کیونکہ باوجود ایک قائم شدہ مخالف عقیدہ کے یہ اضطراری طور پر دل سے نکلی ہے جو اللہ تعالے کے معافی گناہ پر قادر ہونے کو ہی فطرتی مذہب ثابت کرتی ہے۔ تناسخ کا عقیدہ چونکہ اس فطرتی مذہب کے خلاف ہے۔ اس لئے باطل ہے

"تحفہ محرم"

کے عنوان سے ایک نہایت ضروری مضمون آجکی اشاعت میں صفحہ ... پر درج کیا جاتا ہے اس مضمون میں جناب میرزا انند علی صاحب نے ایک شیعی مجتہد میرزا حسین النوری طبرسی کی کتاب لولو مرجان سے مرثیہ خوانوں کی واقعہ کربلا کے متعلق روایات کے مبالغہ آمیز ہونے اور ماتم و سوگواری وغیرہ کے متعلق جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ ہمارے شیعی معاصرین کی خاص توجہ کے قابل ہیں جناب علی الحائری ... اور جناب مولوی عبد العلی صاحب اور دیگر شیعی احباب کو بالخصوص متوجہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے ایک مسلمہ بزرگ کے ان کلمات کو کیا سمجھتے ہیں۔ اور کیوں ان سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔

اس تحفہ محرم کی کچھ زائد کاپیاں بھی چھپوائی گئی ہیں تاکہ شیعہ و سنی حضرات میں تقسیم ہو سکیں

تحفۂ محرم

محرم اور یوم عاشورہ پر ایک نظر

واقعۂ کربلا اور مراسم محرم شیعی متکلمین کے نقطۂ نگاہ سے

قابل توجہ شیعی حضرات

(از قلم جناب میرزا نذر علی صاحب پشاوری)

ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اولٰئک علیھم صلوٰۃ من ربھم ورحمۃ واولٰئک ھم المھتدون

(س بقرہ ۱۸)

یاایھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین۔

محرم اور یوم عاشورہ کو جو واقعات کربلا میں امام مظلوم شہید کو پیش آئے۔ پھر اس پر گریہ وزاری وسوگواری۔ ماتم داری سال بسال مجلس عزا قائم کرنے۔ شبیہیں اور علم اور منبر اور دلدل اور ذوالجناح بنانے۔ سادات اولاد حسینؓ کے سر اوکھل جانے مرثیہ خوانی اور جھوٹی روایات اور قصص بیان کرکے حاضرین مجلس کو رلانے سینہ کوبی وغیرہ امور کے متعلق دو رسائل اور کئی مضمون مختلف اوقات میں ہم لکھ کر ہدیہ ناظرین بالخصوص اہل تشیع کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں۔ مگر اُس طرف سے صدائے برنخاست کا معاملہ ہے۔ چونکہ ہمارا فرض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ اس لئے ہم بھی اپنے فرض کو ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بر رسولاں بلاغ باشد و بس

ہر کہ او روئے بہ بہبود نداشت
دیدن روئے نبی سود نداشت
ابوجہل از کعبہ می آید و ابراہیمؑ از بتخانہ
کار لعنایت، دوست واں دیگر ہمہ بہانہ

اس آرٹیکل میں ہم صرف مرزا حسین النوری الطبرسی ایرانی جو مذہب امامیہ کے مجتہد مطلق بالکرورو شمار کئے گئے ہیں کی کتاب "لولو مرجان" سے جو لکھنؤ میں بہ اہتمام مولوی سید محمد مرتضیٰ صاحب جونپوری سندہی شیعی چھپی ہے۔ چند اقتباسات درج کرتے ہیں۔ اور چونکہ وہ فارسی میں ہے۔ اس لئے اس کا اردو ترجمہ کرکے لکھا جائے گا۔ تاکہ شاید ہمارے شیعی احباب اپنے علماء اور مجتہدین ہی کی آواز پر کان دھریں۔ اور اس بدعت اور ہجر متی اہل بیت رسول صلعم سے جو دوستی کے لباس میں وہ ثواب عظیم سمجھ کر کر رہے ہیں۔ باز آجائیں۔ اور اپنے ان قبیح افعال کی بدی اور خرابی نتیجہ و مآل پر غور اور توجہ کریں۔ شیعیان اولے کوفیوں نے اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود بلاکر میدان کربلا میں شہید کروایا۔ اور ان کی اعانت سے دست بردار ہوگئے اور شیعیان اخری اپنی زبانوں کی تلواروں سے عزاداری کے لباس میں ان کی ہتک حرمت اور ناموس کو برباد کرکے ان پر حربے چلا رہے ہیں۔

مرثیہ خوانوں اور ذاکروں کے متعلق ایک شیعی مجتہد مرزا حسین النوری طبرسی کی رائے

(۱) "مولوی سید محمد مرتضیٰ جونپوری ہندی ایدہ اللہ نے کئی دفعہ ذاکرین اور مرثیہ خوانان ہندوستان کی مجھ کو شکایت لکھی۔ کہ اس جگہ کے مرثیہ خوان اور ذاکر جھوٹ بیان کرنے میں بہت حریص اور بے باک ہیں۔ اور جھوٹی اور جعلی روایات کے بیان کرنے اور پھیلانے میں سخت مصر ہیں۔ اور ان کی بے باکی اور دلاوری کی یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ وہ ایسا کرنے کو جائز اور مباح بھی قرار دیتے ہیں۔ اور چونکہ یہ ایک ذریعہ مومنین کے رلانے کا ہے۔ اس لئے اس کو گناہ اور قبح کے دائرہ سے [illegible]

موعظہ حسنہ کچھ لکھوں۔ شاید کہ یہ لوگ اپنے ان قبیح افعال سے باز آویں۔ اور ان کا خیال ہے کہ شاید یہ مرض محض ہندوستان ہی کے ذاکرین اور مرثیہ خوانوں میں رائج ہے۔ عتبات عالیات اور بلاد مقدسہ ایران اس مرض سے پاک ہیں۔ مگر ایسا نہیں۔ بلکہ خرابی تو سرچشمہ ہی سے پیدا ہوکر تمام جگہوں میں منتشر ہوگئی ہے اور اگر اہل علم و دین خود سستی اور تسامح نہ کرتے تو نوبت اس درجہ بے باکی تک نہ پہونچتی۔ جھوٹ اور اکاذیب کے پھیلانے میں یہ گروہ مرثیہ خواناں اس حد غلو تک نہ پہونچتا۔ اور دیگر اہل مذاہب کے نزدیک یہ فرقہ حقہ امامیہ اس قدر بدنام اور مورد استہزاء اور مسخرہ نہ بنتا" (لولو مرجان ص۳)

(۲) "اما این جماعت مرثیہ خواناں جب اور جگہ منبر پر چڑھتے ہیں۔ ایک نیا اور تازہ جھوٹ بناکر پیش کرتے ہیں۔ اور جس مجلس میں داخل ہوتے ہیں ضرور کچھ نہ کچھ جھوٹ کا بیج ڈال دیتے ہیں۔ اور اگر سامعین کو متوجہ اپنی طرف نہ دیکھیں تو جھٹ ایک روایت اپنی طرف سے بنا لیتے ہیں۔ اور اگر کوئی صحیح روایت بیان بھی کردیں تو اس سے اس قدر برگ و شاخ بے اندازہ نکال لیتے ہیں۔ کہ ان منقولات کے ضبط اور حساب اور جمع آوری سے صحائف کتب تو درکنار کراماً کاتبین بھی عجز اور تعجب میں مبتلا ہوجاتے ہیں" (لولو مرجان ص۵۸)

(۳) "اس گروہ مرثیہ خواناں کو اس فن نوحہ خوانی کے سیکھنے اور فضائل اور مصائب اور خطب و مواعظ کے اخبار اور احادیث کے پڑھنے اور ان کی تعلیم سے صرف کسب اور تحصیل مال مثل دیگر اصحاب تجارت پیشہ و مکاسب پیشہ کے مطلوب اور مد نظر ہوتا ہے۔ اور مثل دیگر اہل کسب و تجارت کے داد و ستد کا معاملہ رکھتے ہیں۔ اور تھوڑے اور بہت دینے میں جھگڑا کرتے ہیں۔ اور جس مجلس میں ان کی تجارت کا مال زیادہ فروخت ہو اور مشتری زیادہ ہوں وہاں سفارشیں اور واسطے اور رقعے اور خطوط لکھ کر ارسال کرتے ہیں۔ کہ وہاں ہم کو پڑھنے کی اجازت ملے۔ اور اگر مقدار معین اور عوض میں کمی دیکھیں تو سخت غیظ و غضب کرتے ہیں۔ اور بانی مجلس و صاحب خانہ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اور اس کو رسوا اور فضیحت کرتے ہیں۔ اور بعض ایسے پست فطرۃ اور دنی الطبع ہوتے ہیں کہ منبر پر کھڑے کھڑے ہی سوال شروع کر دیتے ہیں۔ اور بانی مجلس سے اپنے مرثیہ پڑھنے کا معاوضہ مانگ لیتے ہیں۔ پھر اس پر قابل مضحکہ بات یہ ہے کہ باوجود اس کسب اور تجارت کے اور آخرت کو دنیا کے عوض فروخت کرنے کے مجلس عزا میں منبر پر فخر سے کہتے ہیں کہ ہم چاکران حضرت سید الشہداء علیہم السلام سے ہیں۔ اور اپنے آپ کو زعم باطل خود بڑی عزت اور توقیر و احترام کا مستحق خیال کرتے ہیں۔ اور منبر پر مرثیہ پڑھنے اور وعظ کے وقت کہتے ہیں۔ آقائیم امام حسینؑ چناں گفتہ و چناں فرمودہ۔ یہ جاہل غافل بیچارہ نادان اتنا نہیں سمجھتا۔ کہ حضرت حسین علیہ السلام اور اس کے درمیان کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ اور حضرت حسین اور اس جاہل کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ ہے۔ اس کا درجہ دیگر مکاسب پیشہ لوگوں سے بہت پست تر ہے۔ بلکہ حمال اور سبزی فروش سے بھی کم حیثیت کا کاسبی ہے۔ اور ایسے شخص کا نام مکاسب پیشہ اشخاص کے دفتر میں [illegible] ہے۔ بمجرد ذکر کرنے فضائل و مناقب و مصائب حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے کوئی شخص چاکری اور نوکری کا درجہ حاصل نہیں کرسکتا ورنہ جو لوگ کتب فضائل و مناقب و مصائب کی بیع و شرار کی تجارت کرتے ہیں یا جو مزدور لوگ ان کتابوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پر اٹھا کر لے جاتے ہیں اور اپنی مزدوری کتب فروش سے پالیتے ہیں وہ بھی چاکران و غلامان حضرت حسین علیہ السلام میں باید شمار ہوں اور وہ گدھا بھی بایکہ غلامان حضرت حسینؑ میں شمار ہو۔ جس پر ایسے فضائل اور مناقب و مصائب کی کتابیں لادی جاتی ہیں" (چار پائے بروکتابے چند۔ مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا) (لولو مرجان ص۱۱)

(۴) "ایک شخص شہر کرمان شاہ میں عالم کامل جامع فرید آقا محمد علی صاحب مقامع قدس اللہ روحہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیان کیا کہ میں رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں اپنے دانتوں سے گوشت بدن حضرت سید الشہداء علیہ السلام کو کاٹ رہا ہوں۔ آقا محمد علی صاحب اس کو نہیں جانتے تھے متفکر ہوکر سر نیچے کرلیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھایا اور اُس کو کہا کہ کیا تو مرثیہ خوان ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ آقا صاحب نے اس کو کہا کہ مرثیہ خوانی ترک کر [illegible]

(۵) "گذشتہ اوراق میں ہم نے مرثیہ خوانی کی اُس حالت کا تذکرہ کیا ہے۔ جس صورت میں کہ مرثیہ خوان لوگ اس فعل سے صرف غرض تحصیل مال و جاہ رکھتے ہیں۔ اور بغیر شرط اخلاص کے اس مرثیہ خوانی میں قدم رکھتے ہیں۔ یا ریا اور قبح پردہ فعل ان کا مشتمل ہوتا ہے۔ تاہم تمام اقسام مفاسد سخن گفتن و آواز بلند کردن سے یہ صورت مبرا اور پاک ہے۔ او مبادا خدا اس حالت جبکہ یہ امور بھی ہوں اور ساتھ ہی ان کے جھوٹ کہنے اور جھوٹی روایات بیان کرنے اور خدا اور رسول اور آئمہ پر جھوٹ افترا کرنے کا ارتکاب بھی ساتھ ہو۔ اور علاوہ اس کے بے ریش لڑکوں کو منبر پر کھڑے کرکے فاسقوں اور مطربوں کی طرح راگ میں ان سے مرثیہ پڑھاویں۔ اور بغیر اذن و اجازت کے ایک دوسرے کے گھروں میں جاکر پڑھیں۔ اور جب کسی مرثیہ خوان کے پڑھنے پر کوئی گریہ و بکا نہ کرے تو اس کو حرام زادگی کے خطاب تک دے دیں۔ دعا کے وقت باطل کو ترویج دیں۔ دعا کے وقت یا اس سے پیشتر ایسے لوگوں کی مدح و ثنا کریں جو لائق مدح و ثنا نہ ہوں۔ یا بزرگان دین کی توہین کریں آل محمد صلعم کے اسرار کو فاش کریں۔ فتنہ خفتہ کو جگاویں ظالموں اور مجرموں کی اپنے بیانات بے اصل سے اعانت کریں۔ فاسقوں کو ان کے گناہوں کی معافی کا ذریعہ گریہ حسینؑ بتلا کر ان کو ارتکاب جرائم پر مُصر اور آمادہ کریں۔ تاکہ وہ بار بار جرائم کا ارتکاب کریں۔ ایک حدیث کو دوسری حدیث سے اپنی مطلب براری کے لئے بیان کرنے کے وقت مخلوط کردیں۔ قرآن کی آیتوں کی تفسیر اپنی ناقص رائے سے کریں۔ احادیث کی نقل اور معانی اپنی خواہش نفس سے کریں۔ باوجود اہلیت نہ رکھنے کے فتویٰ دیں۔ انبیاء عظام و اوصیاء کرام کی منزلت کی تنقیص اسلئے کریں کہ آئمہ اہلبیت کا درجہ بلند نظر آوے۔ حدیث کے بعض الفاظ کو اپنے منافی مطلب سمجھ کر حدیث سے گرادیں۔ اور ان کو بیان نہ کریں۔ اور متناقض اور مخالف اقوال ذکر کریں۔ کسی امر حرام اور غیر مشروع کے لئے دعا مانگیں۔ اور ایک قصہ کو دوسرے قصہ میں داخل کریں۔ زینت کلام اور رونق مجلس کے لئے اور شور و بکا بلند ہونے کے لئے (ان مرثیہ خوانوں کے عرف میں اس کو کہتے ہیں کہ فلاں شخص مجلس لے گیا) کافروں کی حکایات اور قصص اور فساق و فجار کے مضحکہ خیز اشعار اور ملاعب منکرہ بیان کریں۔ مسائل اصول دین میں شبہات وارد کریں۔ اور پھر اس کو رفع نہ کرسکیں۔ اور اس سے ضعفاء مسلمین کے اصول دین کے اعتقاد کو خراب کریں۔ اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے متعلق وہ باتیں بیان کریں۔ جو خلاف عظمت و طہارت ان کے ہیں۔ اور کسی غرض فاسدہ کے لئے اپنی بات کو بہت لمبا کریں۔ اور حاضرین مجلس کو فضیلت وقت نماز سے محروم رکھیں (بلکہ فرض نمازیں پڑھنی ہی چھوڑ دیں) یہ اور اسی قسم کے تمام مفاسد کہ ان کا گننا میرے جیسے حقیر شخص کی قوت ادراک و احصار سے بہت بعید ہے۔ اور اصل سرمایہ اس کاسبی کا بہت وجوہات سے حرام ہے۔ بلکہ مانند گوشت خوک اور میتہ اور مسکرات اور غنا کے ہے۔ اور جب اس کے ہمراہ نیت اور قصد حرام بھی شامل ہو تو تمام معاملہ خراب اندر خراب اور حرام اندر حرام کا ہو جاتا ہے۔

پس یہ مرثیہ خوانوں کا گروہ اگر تھوڑا بھی اپنے اُن تمام ناشائستہ اعمال و افعال میں جو مرثیہ خوانی کے متعلق اور قصہ خوانی کے وقت ان سے صادر ہوتے ہیں۔ اور اس سے جو غرض فاسد اور مفاسد ان کے مدنظر ہوتا ہے۔ اور جو نتیجہ ان پر مرتب ہوتا ہے غور کریں۔ اور پھر قرآن اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور روایات آئمہ علیہم السلام کو دیکھیں اور پڑھیں۔ تو ان پر لازم ہو جاوے کہ جس قدر مصائب اور عذاب آخرۃ اور دنیا انہوں نے اپنے ان افعال اعمال و اقوال سے اپنے لئے کمایا اور مہیا کر رکھا ہوا ہے۔ تو سید الشہداء کی مجلس کو چھوڑ کر بدلہ اپنے لئے مجلس ماتم و عزا برپا کریں۔ اور اپنی حالت زار نابکار پر گریہ و بکا کریں" (لولو مرجان ص۱۴۳)

(فلیضحکوا قلیلاً ولیبکوا کثیراً جزاءً بما کانوا یعملون)

چند دروغ و غیر صحیح واقعات کا ذکر

جن کو مرثیہ خوان لوگ عموماً مجلس عزا میں پڑھتے ہیں

(۱) قصۂ جعفر جنی اور عروسی قاسم [illegible] جھوٹے اور بے اصل ہیں۔ اگرچہ

حالتوں میں بھی جبکہ انجمن عظمیٰ گرانڈ کمیٹی کی ضرورت گورنر جنرل کے سند و تصدیق کرنے پر واقع ہوگی۔ بعض لیجسلیٹو کونسل کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ کیونکہ گرانڈ کمیٹی جس نے آخری فیصلہ دینا ہے۔ اس میں سرکاری اور غیر سرکاری ممبروں کی تعداد مساوی ہوگی غرضیکہ صوبجاتی حکومت میں اصلاحات کی پہلی قسط یہی کافی ہے اور مزید ترقی کی شاہراہ صاف اور کھلی نظر آتی ہے۔

جُداگانہ نیابت

میں اب مختلف نکتہ چینیوں کو نظر انداز کرتا ہوں۔ جو اسوقت تک سکیم پر کی گئی ہیں۔ لیکن آنریبل ممبران کی توقع کے مطابق جُداگانہ نیابت کے اہم مسئلہ کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

میں یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ کہ ہماری تجاویز سے جو مفہوم برآمد ہوتا ہے اس سے بہت کچھ زیادہ سمجھ لیا گیا ہے ہم اس امر کا صاف طور پر اظہار کرنا چاہتے تھے۔ کہ ہماری رائے میں ہر قوم کے لئے جُداگانہ نیابت کے حلقے قائم نہیں ہونے چاہئیں۔ اور اسکی وجہ ہم نے بیان کردی تھیں۔ مگر ہم نے زیادہ تر جُداگانہ اقوام کے انتخابی حلقوں سے انکے ممبروں کی نیابت حاصل کرنے کے طریق پر اعتراض کیا تھا۔ نہ کہ مطلق جُداگانہ نیابت پر۔ جن اصحاب نے ہماری رپورٹ کو غور سے پڑھا ہے۔ انہیں معلوم ہوگا۔ کہ ہم جُداگانہ نیابت کو ہندوستان کے لئے ایک لازمی اور اٹل بات سمجھتے ہیں۔ اور صاف طور پر ان اقوام۔ جماعتوں اور اغراض کی نیابت تسلیم کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ جو اس کمیٹی کے روبرو (جو عنقریب اس مسئلہ کی تحقیق کرنے کے لئے مقرر ہونیوالی ہے) اپنے استحقاق کا ثبوت دیں۔ میں تہ دل سے اس بات کا خواہشمند ہوں کہ ہندوستان کی مختلف جماعتوں اور اقوام کو نیابت کے کامل حقوق حاصل ہوں۔ مگر اس بارہ میں مجھے صاف طور پر شبہ ہے کہ آیا اس قسم کی کامل نیابت کے حصول کا بہترین طریق جُداگانہ انتخابی حلقوں کا قیام ہے بہرحال اس کمیٹی کے سامنے جو عنقریب مقرر ہونیوالی ہے اس امر کا فیصلہ ہوجائیگا۔ اور وہ بلالحاظ ہماری رپورٹ کے اپنی طرف سے مناسب سفارش پیش کریگی۔

میں اب اصلاحات کے بارہ میں آخری لفظ کہنا چاہتا ہوں آنریبل ممبر جانتے ہیں کہ ہم نے رپورٹ میں تعلیمی ترقی کی ضرورت پر نہایت شد و مد سے زور دیا ہے۔ گذشتہ سال ہم نے اپنی تجاویز وزیر ہند کے روبرو پیش کی تھیں لیکن چونکہ اصلاحات پر مباحثات ہونیوالے تھے اور مقامی صوبجاتی اور امپیریل مالی پالیسی نے بھی علی الخصوص معرض بحث میں آنا تھا۔ اسلئے ان تجاویز کو ملتوی کرنا پڑا۔ ہم نے صاحب وزیر ہند سے دوبارہ درخواست کی ہے۔ اور انکی منظوری سے آج سہ پہر کو سرکلر شائع کیا جائیگا جو ہم نے لوکل گورنمنٹوں کے نام بھیجا ہے۔

میں نے یہ تقریر جنگ کے مضمون سے شروع کی تھی اس کے خاتمہ پر بھی جنگ کا ذکر کروں گا۔

جنگ کا خیال اس وقت ہمارے تمام جذبات پر ساری و طاری ہے۔ جنگ کے فاتحانہ انتظام پر دنیا کی آزادی موقوف ہے اور اگر وہ آزادی نصیب نہ ہوئی۔ تو ہندوستان کے سیاسی انسٹی ٹیوشنوں کی آزادانہ تجاویز کا کیا فائدہ ہوگا۔ جنگ کے افق پر سے تاریک سایہ اُٹھ رہا ہے اور افق امید پر آفتاب فتح طلوع ہونے کو ہے ہم اسکی شعاعوں کو نمودار ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ مارچ سے لیکر جولائی تک جرمنی نے فرانسیسی اور برطانوی فوجوں کو منقسم کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ تاکہ ساحلی بندرگاہوں تک جا سکے۔ اسے امید تھی۔ کہ امریکن فوج کے آنے سے پیشتر ہی وہ فتح کامل حاصل کرلیگا۔ لیکن جرمنی کی ساری طاقت صرف ہوگئی۔ اور بے سود ثابت ہوئی۔ اس کی ناکامی کے ساتھ ایک فوری تبدیلی واقع ہوگئی۔ جرنیل فاش کے فوجی مدبر نے ایک عظیم جوابی حملے کے ذریعے دریائے این سے لیکر ماسن تک دشمن کو پرے دھکیل دیا۔ ابھی جرمنی اس صدمہ سے ہوش میں نہ آیا تھا۔ کہ افواج متحدہ نے ایک اور ضرب کاری لگائی اور اس وقت جرمنی کی فوجیں پسپا ہورہی ہیں اب وہ اپنی فوج کے نقصان کی تلافی کیلئے سخت جدوجہد میں مصروف ہے۔ نہ آسٹریا سے اور نہ ہی بلغاریہ اور ٹرکی سے وہ کسی قسم کی امید رکھ سکتا ہے کیونکہ وہ خود شدید تکالیف میں مبتلا ہیں۔

جنگ کا پانچواں سال اتحادیوں کے لئے نہایت مبارک فال ہے لیکن ابھی اختتام نظر نہیں آتا۔ ہمیں موجودہ کامیابی سے متاثر ہوکر اپنی کوشش کم کرنے کی بجائے مزید ہمت و مشقت سے کام لینا چاہئے۔ ہماری موجودہ کوششیں جس قدر مسلسل ہونگی۔ آزادی و راستی کا نافابل تسخیر اصول اُتنی جلدی فتح یاب ہوگا۔

ضروری خبریں

فرڈی نینڈ کی گوشہ نشینی۔ لنڈن ۹۔ اکتوبر ایسٹرڈم۔ بلغاریہ کا شاہ فرڈی نینڈ مستقل رہائش اختیار کرنے کے لئے کوبرگ میں پہنچگیا ہے۔

البسان میں داخلہ۔ لنڈن ۹۔ اکتوبر۔ البانیا سے ایک اطالوی سرکاری اعلان مظہر ہے کہ دشمن کی عقبی محافظ افواج کو کچلنے اور شدید مزاحمت کے بعد ہم ۷ر اکتوبر کو البسان میں داخل ہوگئے۔ ہماری پیش قدمی جاری ہے۔

لنڈن ۹ر اکتوبر۔ البانیا سے ایک بے تار برقی آسٹرین سرکاری تار مظہر ہے کہ فرانسیسی اور سروین افواج البسان میں جسے ہم نے خالی کردیا داخل ہوگئیں۔

لنڈن ۹ر اکتوبر۔ ایک بے تار برقی آسٹرین سرکاری تار مظہر ہے کہ ہم نے پرانی سروین سرحد پر محافظ افواج کو لیسکووک کی طرف ہٹا لیا ہے۔

لنڈن ۱۰ر اکتوبر۔ ۱۲ بجکر ۵ منٹ شب۔ ایک فرانسیسی مشرقی اعلان مظہر ہے کہ فرانسیسی اور سروین افواج نہایت سختی کے ساتھ بدستور سرویا میں شکست یافتہ آسٹریوں اور جرمنوں کا تعاقب کررہی ہیں۔ ۸ر اکتوبر کو سروین افواج کورانیز میں داخل ہوگئیں اور ۵۰۰ قیدی گرفتار کئے۔ مشرق وسطیٰ کی طرف پیش قدمی کرنے والی فرانسیسی افواج نے لڑائی کے بعد فیروز ڈورک پر قبضہ کرلیا اور ایک صد قیدی اور ۲۷ توپیں گرفتار کیں۔ جن میں ۱۱ بھاری توپیں تھیں۔ پیررزینڈ کی طرف پیشقدمی کرتے ہوئے اتحادیوں نے دشمن کے دستوں کو بھگا دیا۔ البانیا میں ہم نے بدستور البسان کی طرف پیش قدمی کررہے ہیں اور ہم نے آسٹرین عقبی محافظ افواج کو پسپا کردیا ہے۔

مغربی محاذ۔ زبردست ضرب۔ لنڈن ۹ر اکتوبر۔ ریوٹر کا نامہ نگار مقیم برطانوی ہیڈکوارٹرز آج تار دیتا ہے کہ کل کی فتح میں ہم نے علاوہ قیدیوں کے ۶۰ مربع میل علاقہ اور کثیر تعداد میدانی۔ خندقی اور کلدار توپیں حاصل کیں۔ مزید براں اہم جنگی نتائج حاصل کئے گئے۔ دشمن کو کھلے میدان میں مسلسل مدافعتی استحکامات کے پرے دھکیل دیا گیا ہے۔ ایریان کی سمت میں ایک بھاری جوابی حملہ شدید دست بدست لڑائی میں ختم ہوا۔ چونکہ دشمن کی تعداد ہماری نسبت بہت زیادہ تھی۔ اسلئے ہم پہلے کچھ زمین چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ سیجری ڈویژن نے ایک نہایت مضبوطی سے قلعہ بند موضع سیرکبین کو فتح کرلیا۔ اور بہت سے قیدی گرفتار کئے۔

لنڈن ۹ر اکتوبر۔ ۱۱ بجکر ۵ منٹ شب۔ ہوائی جہازوں کے کام کے متعلق سرڈگلس ہیگ کا ایک اعلان مظہر ہے کہ ہوائی جہازوں کے سکوڈرن تمام محاذ پر سرگرم کار رہے۔ اور پیشقدمی کرنے والی افواج کے ساتھ تعلق قائم رکھا۔ دشمن کے زبردست مقامات پر دھویں کے پردوں کا پھینکا جانا بہت مفید ثابت ہوا۔ ہوائی جہازوں نے بموں اور کلدار توپوں کی آتشباری سے پیدل سپاہ اور ٹرانسپورٹ کو منتشر کردیا۔ انھوں نے ۱۲ ٹن بم گرائے۔ ۱۳ ہوائی جہاز تباہ کئے۔ دو ہوائی جہازوں کو بے قابو حالت میں نیچے کی طرف اتار دیا۔ ۷ برطانوی ہوائی جہاز گم ہیں۔ ہماری شب کے وقت پرواز کرنے والے ہوائی جہازوں نے ریلوے لائنوں اور سلسلہ جات رسل و رسائل پر ۲۳ ٹن بم گرائے۔ انھوں نے دو ٹرینوں کو گولے مار کر پٹڑی سے اتار دیا۔ اور ریلوے احاطوں میں کئی آتش زدگیاں کیں۔

لنڈن ۹۔ اکتوبر۔ ایک بے تار برقی جرمن سرکاری اعلان مظہر ہے کہ کیمبرائے اور سینٹ کوئنٹن کے درمیان شمپین میں اور معاس پر تازہ بھاری لڑائی ہوئی۔ ہم نے کیمبرائے کے جنوب اور سینٹ کوئنٹن کے شمال میں دشمن کو پسپا کیا۔ دشمن نے میدان جنگ کے وسط میں زمین حاصل کرلی۔ اس وقت ہم لوہین کے جنوب کی طرف لوہین سے کیمبرائے اور سینٹ کوئنٹن کو جانے والی سڑک پر لڑرہے ہیں۔

۲۳ ڈویژن مصروف جنگ۔ لنڈن ۹ر اکتوبر ۱۲ بجکر ۵ منٹ شب۔ کل رات کا برطانوی اعلان مظہر ہے کہ ہم نے کل سینٹ کوئنٹن اور کیمبرائے کے درمیان دشمن کو بھاری شکست دی اور ۱۰ ہزار سے زیادہ قیدی اور ۱۰۰ اور ۲۰۰ کے درمیان توپیں گرفتار کیں۔ اس محاذ پر کم از کم ۲۳ جرمن ڈویژن مصروف جنگ تھے اور انکو سخت سزا دیگئی۔ اس لڑائی کے نتیجہ کے طور پر ہم نے آج تمام محاذ پر سوم اور سینٹ کے درمیان پیش قدمی کی اور بسرعت تمام مشرق کیطرف بڑھ رہے ہیں اور ہم نے دشمن کے عقبی محافظ دستوں اور بانز پیل اور کلدار توپوں کی چوکیوں پر قبضہ کرلیا۔ مقبوضہ مواضعات میں جو باشندے رہ گئے تھے۔ اب تمام کیمبرائے ہمارے قبضہ میں ہے۔ آج علی الصبح کینیڈینوں کی پہلی فوج شمال کی طرف سے کیمبرائے میں داخل ہوئی۔ اور بعد میں تیسری فوج کے انگریز سٹر کے جنوبی حصوں میں سے گذرے۔ ہماری پیشقدمی جاری ہے آج سہ پہر کو ہم برہین۔ بوشگنی۔ کاؤڈری کا ریلوے لائن تک پہنچ گئے۔

جرمن منطق۔ لنڈن ۹ر اکتوبر۔ آج شام کا ایک بے تار برقی جرمن سرکاری تار مظہر ہے کہ کیمبرائے اور سینٹ کوئنٹن کے درمیان ہم نے عقب میں حصہ جات پر قبضہ کرلیا۔ اور اس طرح کیمبرائے کو چھوڑ دیا۔

ایک گہری پیش قدمی۔ لنڈن ۹۔ اکتوبر۔ ۸ بجکر ۴۵ منٹ ریوٹر کو معلوم ہوا ہے کہ کل کیمبرائے اور سینٹ کوئنٹن کے درمیان اتحادیوں نے ۱۱ ہزار قیدی گرفتار کئے۔ اور ۲۰۰ سے زیادہ توپوں پر قبضہ کرلیا۔ اب ہم کیمبرائے سینٹ کوئنٹن ریلوے پر قابض ہیں۔ آج پانچ بجے تک ہم نے انتہائی پیش قدمی کی۔ اور لی کاٹو سڑک پر مرٹی میں ۵ میل کی گہرائی تک پہنچ گئے۔

لنڈن ۱۰ر اکتوبر۔ ریوٹر کا نامہ نگار مقیم برطانوی ہیڈکوارٹرز کل رات تار دیتا ہے۔ کہ آج صبح سب سے پہلے کینیڈین پیدل دستے کیمبرائے میں داخل ہوئے جبکہ یہ کئی جگہ جل رہا تھا۔ کینیڈینوں نے لڑتے ہوئے شہر میں پیشقدمی کی۔ اور دن نکلنے تک مشرقی نواح تک پہنچ گئے۔ کلدار توپوں کی ایک مختصر دستے سے انہیں مقابلہ کرنا پڑا۔ بظاہر اس جگہ کو خالی کرنے کا بہت جلد فیصلہ کیا گیا تھا کیونکہ بہت سا مال غنیمت ہمارے ہاتھ آیا۔ آج چند ایک جرمنی ٹینک نمودار ہوئے۔ لیکن انہیں جلد بیکار کردیا گیا۔ کیونکہ ہمارا توپخانہ ایسی سرعت کے ساتھ پیش قدمی کررہا ہے کہ جونہی یہ نمودار ہوئے انہیں توڑ ڈالا گیا۔ دشمن دن بھر بسرعت تمام پسپا ہوتا رہا ہر جگہ سے یہی نعرہ اٹھتا تھا۔ اور ہم نے فرٹز کو بھگا دیا ہے۔ کیمبرائے میں بہت سے دھماکے ہوئے جن کی وجہ سے شہر بالکل کھنڈرات ہوگیا ہے۔

فرانسیسی پیشقدمی۔ لنڈن ۹ر اکتوبر۔ ۴ بجکر ۳۵ منٹ شام ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ سینٹ کوئنٹن کے جنوب مشرق میں ہم نے رات کے وقت ہرلی اور میزونیٹی سینٹ آمنڈ کے درمیان جرمن پوزیشنوں کو جن کی بڑی سختی کے ساتھ حفاظت کی جاتی تھی۔ فتح کرلیا۔ اور موضع میزونیٹی سینٹ آمنڈ کو شمال کی طرف گھیر لیا۔ اوئس کے جنوب میں اور مونٹ سوئب پر توپخانوں کی سخت لڑائی ہوئی۔

کلکتہ میں محرم کے متعلق پولیس کے انتظامات۔ کمشنر پولیس کلکتہ نے ایام محرم میں امن قائم رکھنے کی غرض سے مذہبی جلوسوں کے انتظام کے متعلق ایک اعلان شائع کیا ہے اس اعلان کے مطابق جلوس نکالنے والوں کو لائسنس لینا ہوگا۔ اور وہ اس لائسنس میں مندرج قواعد کی خلاف ورزی کے ذمہ وار ہونگے۔ ان علاقوں میں جہاں گذشتہ دنوں فسادات ہوئے تھے۔ گانے بجانے کی اجازت نہ ہوگی۔ اور جلوس میں شامل ہونے والوں کو تلوار لاٹھی یا کوئی اور ہتھیار ساتھ رکھنے کی اجازت نہ ہوگی۔

دو یوروپین سارجنٹوں پر جعلسازی کا مقدمہ۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ انبالہ کی عدالت میں ایک یوروپین جیوری کی مدد سے سارجنٹ میکلڈرموٹ اور سارجنٹ لیٹن پر جعلسازی کا مقدمہ چل رہا ہے پہلے ملزم پر یہ الزام ہے کہ اس نے پہلے ملزم کے نیلام کردہ گھوڑوں کی فروخت میں اعانت کی۔ ۸ر اکتوبر کو اس مقدمہ کی آخری پیشی ہوئی۔ جیوری نے سارجنٹ میکلڈرموٹ کو مجرم قرار دیا۔ اور سارجنٹ لیٹن کو بے قصور ٹھہرایا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے میکلڈرموٹ کو ۱۵ ماہ قید سخت کی سزا دی اور دوسرے ملزم کو بری کردیا۔

قابل قدر عطیہ۔ مندرجہ ذیل پریس کمیونک شائع کیا گیا ہے مخدوم سید پیر سلطان علی شاہ ساکن جہانیاں شاہ ضلع شاہپور نے گذشتہ دنوں میں صاحب لفٹنٹ گورنر کی ملاقات میں تین ہزار روپیہ پیش کیا تھا۔ کہ جسے جنگ کے متعلق کسی مناسب کام میں صرف کیا جائے یہ پیشکش بڑے شکریہ کے ساتھ قبول کی گئی ہے اور یہ رقم سلور ویڈنگ فنڈ میں دی گئی ہے تاکہ پنجاب میں جنگ کے یتیموں کی تعلیم کے لئے خرچ کی جائے۔ اور پیر صاحب کا ان کی فیاضی کے لئے مناسب طور پر شکریہ ادا کیا گیا ہے۔

ایک کلرک پر غبن کا مقدمہ۔ معلوم ہوا ہے کہ دفتر ڈسٹرکٹ بورڈ جہلم کے ایک کلرک پر ۲۰۸ روپیہ کے غبن کے متعلق ایک مقدمہ چل رہا ہے۔ یہ روپیہ تحصیل چکوال فنڈ تھا۔

ماٹنی نگروئیوں کی بغاوت۔ لنڈن ۸ر اکتوبر۔ اخبار ایوننگ نیوز مظہر ہے۔ کہ ماٹنی نگروئیوں نے آسٹریوں کے خلاف بغاوت کردی ہے۔ نہایت اچھی طرح مسلح ماٹنی نگروئیوں کی ایک بھاری تعداد پہاڑوں پر قابض ہے۔ اور انھوں نے البانیا میں آسٹریوں کی حالت بہت نازک بنادی ہے۔

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ | چہارشنبہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۸ء | نمبر ۲۹

حضرت مسیح موعود کی خدمات اسلام

(۱)

پچھلے دنوں خواجہ حسن نظامی دہلوی نے یہ ارادہ ظاہر کیا تھا کہ وہ مسیح علیہ السلام کی زندگی کے حالات ایک کتابی شکل میں لکھنے والے ہیں، جس کے لئے انہوں نے ایک عام اعلان میں یہ استصواب بھی کیا تھا کہ جو لوگ ان کو اس بارہ میں کوئی ضروری مشورہ دیں گے۔ اس پر بھی وہ اس کتاب میں غور کرنے کے لئے تیار ہیں۔

خواجہ صاحب کی یہ کتاب کیا ہوئی اور کہاں گئی۔ اس کا تو ہمیں علم نہیں۔ اور نہ ان کی طرف سے اس کے بعد کوئی اعلان ایسا ہوا ہے جس میں اس کتاب کی تصنیف یا اشاعت و عدم اشاعت کا کوئی ذکر ہو۔ ممکن ہے ان ضروری اور اہم امور کو پیش نظر رکھ کر جو مسیح علیہ السلام کی زندگی میں سے غور اور بحث کیلئے اہم مسئلہ ان کے سامنے پیش کئے گئے۔ اور اپنے موجودہ مذہب کے پردے اپنے آپ کو ان کے جواب کے ناقابل پاکر انہوں نے اس ارادہ کو ترک کر دیا ہو۔ لیکن ہر ایک غور کرنے والی طبیعت اس بات کو دیکھ سکتی ہے۔ کہ جن اہم امور کو ہم نے خواجہ صاحب کے سامنے رکھا تھا۔ وہ کوئی ایسی باتیں نہیں۔ کہ جنکو یونہی سرسری نظر سے دیکھ کر نظر انداز کر دیا جائے۔ بلکہ یہ وہ اہم امور ہیں کہ بدقسمتی سے آج ان پر ایک بڑے مذہب بلکہ خود مسلمانوں کے بھی ایک خاص عقیدہ کی بنیاد پڑ چکی ہے۔

(۱) مسیح علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا۔

(۲) بیماروں کو شفا دینا۔

(۳) ان کا رفع جسمانی یا صعود الی السماء

یہ وہ ضروری امور ہیں۔ جن کی طرف ہم نے اس وقت بھی خواجہ صاحب اور ان کے ساتھ ان کے دیگر ہم عقیدہ مسلمانوں کو توجہ دلائی تھی۔ اور اب پھر اس طرف متوجہ کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان ہی امور کی وجہ سے اسلام پر ایک مصیبت طاری ہو چکی ہے۔ اور عالم اسلام کو توحید کو چھوڑ کر عیسے پرستی کی پُرضلالت وادیوں میں گامزن ہونا پڑا ہے۔

(۲)

آہ کوئی ہے جو اسلام کی اس مصیبت پر نظر کرے اور دنیائے اسلام کو موجودہ خطرناک مصائب سے نکالنے میں کوشاں ہو۔ کیا نہیں معلوم ہے کہ "حقائق قرآن" کے مصنف نے آج انہی عقائد باطلہ کو عیسائی مذہب کی صداقت کے ثبوت میں بطور ایک حجت مبرہنہ اور برہان نیرہ کے پیش کر کے مسلمانوں پر حجت تمام کی ہے۔ اور اس راہ سے انہیں گمراہ کرنا چاہا ہے۔ جس کا یہ ایک کھلا نتیجہ ہے۔ کہ اس کو پڑھتے ہی ان عقائد باطلہ رکھنے والے مسلمانوں کے ہوش جاتے رہے۔ اور لگے نیچے اوپر دیکھنے۔ آخر چارہ کار سوائے احمدیوں کے اور کہیں نظر نہ آیا۔ کیا سات کروڑ مسلمانوں کے قائم مقام خواجہ حسن نظامی نے ان کا جواب دیا کیا مسلمانوں کے "لحقوں کے سایہ کے نیچے رہنے والے" مصنوعی شیر جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اس نازک موقع پر اسلام کی حمایت کے لئے قلم اُٹھایا؟ اٹھاتے تو کیونکر وہ تو اس موقعہ پر اُٹھ سکتا ہی نہیں۔ کیونکہ خود بدولت کی عقاید بھی تو اس سے ذرا بھر مختلف نہیں۔ وہ تو انہی کے عقائد کی تشریح ہے۔ اور ان پر حجت مبرہنہ۔ پھر وہ اس کا کیونکر جواب دیں اور کیا جواب دیں"

پس اسلام کی حمایت اس نازک موقعہ پر انہوں نے کیا کی؟ یہ ایک سوال ہے۔ جس کا جواب نہ صرف خواجہ حسن نظامی نہ صرف مولوی ثناء اللہ امرتسری کے نہ صرف دیگر علمائے اسلام اور مفتیان عظام کے ذمہ ہے۔ بلکہ ان تمام لوگوں کے لیے اس سوال پر غور کرنا ضروری ہے۔ جو ان کے کہنے پر آج ایک مدعی ماموریت اور اسلام کے سچے خادم سے روگرداں ہوئے ہیں

سوچو اور غور کرکے دیکھو اسلام کی حمایت اس نازک اور نہایت خوفناک وقت میں جبکہ ایک طرف مسلمانوں نے اپنے ایسے عقائد بنا لئے ہیں، جو عیسائی مذہب کے عین مطابق ہیں۔ اور دوسری طرف عیسائیوں نے موقعہ پاکر انہی ان کے مسلمہ عقائد سے ہی عیسے پرستی کی فوقیت کو ثابت کرنا شروع کیا بلکہ کر دیا۔ کس نے کی اور کون اس مذہبی میدان میں خم ٹھونک کر کھڑا ہوا۔ اور بڑی ہی زبردست آواز کے ساتھ حریف کو للکارا۔ اور نوراً اسکا دندان شکن جواب دیکر اسلام کا غلبہ عیسائیت بلکہ تمام دیگر ادیان پر ثابت کیا۔

کیا جماعت احمدیہ نے ہی اکیلے اس میدان میں قدم نہیں رکھا اور "حقائق قرآن" کے دل ہلا دینے والے سوالات کا تار و پود مولوی محمد علی کو مسیح موعود کے عطا کئے ہوئے قلم نے بکھیر کر نہیں رکھ دیا۔ کیا ان مولویوں میں سے کسی نے بھی اس مسلمانوں کو مبہوت کر دینے والے رسالہ کا کبھی بھول کر ہی نام لیا؟ وہ کیسے نام لیں۔ جبکہ وہ خود

(۱) مسیح علیہ السلام کے رفع جسمانی کے قائل اور اُنیس سو برس سے اسے خدا کی طرح حوادث زمانہ سے متاثر ہوئے بدوں جیتا جاگتا مانتے ہیں۔ بلکہ ان کا اعتقاد ہے کہ

(۲) مسیح علیہ السلام نے مردے زندہ کئے۔

(۳) خدا کیطرح جانور خلق کئے

(۴) بیماروں کو شفا دی اور

(۵) آخری زمانہ کے فتنہ کو فرو کرنے کے لئے پھر وہ آئینگے اور امت محمدیہ کی اصلاح کرکے محمد رسول اللہ صلعم کی قوت قدسیہ کو ناقص ثابت کرینگے۔

کاش ان لوگوں نے دیکھا ہوتا کہ ان کے ان عقائد کی وجہ سے اسلام کو کس قدر نقصان پہنچتا اور محمد رسول اللہ صلعم کی امت کس درجہ گمراہی کے گڑھے میں گرتی چلی جا رہی ہے۔ یا کم از کم اس سے محمد رسول اللہ صلعم کی کتنی بڑی ہتک ہوتی ہے۔

لیکن اس کی طرف انہیں توجہ نہیں۔ ہاں اس شخص کے دست بگریبان ضرور ہو جاتے ہیں، جو محمد رسول اللہ صلعم کے فیضان سے حصہ لیکر ان کے ان عقائد باطلہ کی اصلاح اور اسلام کو ایسے حملوں سے بچانے کے لئے آتا اور اپنے عملی نمونہ سے تمام ان حملوں کا دفعیہ کرتا ہے۔

(۴)

آج ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے اسلام کی کیا خدمت کی۔ اور بڑے زور شور سے للکارا جاتا ہے کہ بتاؤ انہوں نے کونسا تیر مارا جو دوسروں کی ہلاکت اور اسلام کی حیات کا موجب ہوا ہو۔

ہم پوچھتے ہیں۔ تم نے محمد رسول اللہ صلعم کی گدی کی وراثت کے مدعی ہوکر کیا کیا اور کونسا تیر مارا۔ جس سے مخالفین اسلام کا قلع قمع ہوگیا۔ یا کم از کم ان کے ایسے ایسے حملوں کا جو اسلام کی رگ جان کو کاٹ ڈالنے کے لئے وہ کرتے ہیں۔ کیا جواب دیا۔ آج چار پانچ مہینہ کا عرصہ حقائق قرآن کو شایع ہوتے ہو گیا ہے۔ کیا مولوی ثناء اللہ نے اس کا نام تک اپنے اخبار میں لیا اور اس کا (برا یا بھلا جو کچھ بھی ہو سکتا) جواب دینے کی کوشش کی۔ کیا اس کی جرات ہوئی۔ کہ اس کے جواب کے لئے کم از کم وعدہ ہی اپنے اخبار میں شایع کرتا۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ حالانکہ اس رسالہ کو پڑھ کر ان عقائد باطلہ رکھنے والے مسلمانوں کی حالت جو کچھ ہوئی۔ جو بے چینی اور اضطراب اس سے پھیلا۔ اس کا ہم نے اس وقت انہی کالموں میں ذکر کیا۔ اور ایک الہ آبادی چٹھی کو اپنے ثبوت میں نقل بھی کیا تھا۔

(۵)

یہ تو تمہاری اپنی خدمات اسلام کا حال ہے۔ آؤ اب مرزا صاحب کی بھی خدمات اسلام کو سن لو۔

مرزا صاحب نے کس قدر عظیم الشان خدمات اسلام کیں۔ ان کی اپنی زندگی کے واقعات و حالات اور ان کے کارناموں کو چھوڑ کر ان کا تذکرہ ایک مستقل تصنیف کا حقدار ہے۔ صرف اسی ایک معاملہ میں دیکھو۔ کہ جس چیز سے ڈر کر تمام مسلمان مولویوں اور اسلامی کشتی کے ناخدا کہلانے والوں نے چپ سادھ لی۔ اور دشمن اسلام کے وار کا جواب دینے کی ہمت نہ پڑتی۔ اس کا مقابلہ اس چودھویں صدی کے مجدد اور مسیح موعود کے منصب پر فائز ہونے والے انسان کے ایک شاگرد نے دیا۔ اور ایسا دندان شکن جواب دیا کہ جس کی تردید مسیحی منادوں سے ہونی مشکل ہے سوائے اس کے کہ تمہارے جیسے مولویوں کے عقاید کو ہی پہلے کی طرح "حقائق قرآن" کا نام دیکر بطور ایک حجت لازمہ کے پیش کردیں

... میرزا صاحب کے شاگردوں کا یہ کام ان کی یہ خدمت اسلام خود میرزا صاحب کا کام اور انہی کی خدمت اسلام ہیں

(۶)

اس سے پہلے بھی ایک اسی قسم کا واقعہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں پیش آ چکا ہے۔ جب پنجاب کے لاٹ پادری بشپ لیفرائے نے مسیح علیہ السلام کی حیات و ممات کے سوال کو اٹھا کر اس سے مسیح کی الوہیت ثابت کرنی چاہی۔ اس وقت بھی ان مولوی کہلانے والوں کا جو کچھ حال ہوا۔ وہ واقفکار اصحاب کو بھولا ہوا نہیں۔ کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ اس وقت بشپ لیفرائے کی تقریر کا جواب دینے کی جرات نہیں ہوئی تھی۔ کیا اس وقت سب مولویوں نے جمع ہوکر بالاتفاق یہ فیصلہ نہیں کیا تھا کہ اس کا جواب ہمارے پاس نہیں۔ اور نہ ہم دے سکتے ہیں۔ میرزا صاحب کے مریدوں کے لئے ہی اس کو رہنے دو۔ کہ وہی ایسے سوالات کے جواب سے عہدہ برا ہو سکتے ہیں۔

یہ ایک اقبالی ڈگری تھی۔ اس زمانہ کے مولویوں اور بالخصوص ان مولویوں پر جنہوں نے اس مامور من اللہ پر کفر کا فتوےٰ نہ صرف خود دیا۔ بلکہ اس کے لئے دوسروں کو بھی اپنے ساتھ شامل کرکے رأس رئیس مکفرین کا خطاب پایا۔ کہ آج اسلام کی زندگی اگر ہو سکتی ہے تو میرزا صاحب ع کے ماننے اور ان عقائد کو اختیار کرنے سے جو انہوں نے تلقین کئے ہیں۔ ورنہ اسلام کی خیر نہیں۔ اور جلد ہی اس پر نعوذباللہ موت آجائے گی۔

(۷)

ایک وہ وقت تھا کہ اسلام کی اس زندگی اور موت کے سوال کے جواب میں ان مولویوں پر اقبالی ڈگری ہوئی تھی۔ اور بزبان حال انہیں حضرت میرزا صاحب ع کو سچا خادم اسلام تسلیم کرنا پڑا تھا۔ آج یہ دوسرا موقعہ پیش آیا ہے۔ جب اسی قسم کا حملہ اسلام پر پھر ہوا ہے۔ اور سوائے میرزا صاحب کے شاگردوں کے اور کسی جگہ بھی حامیان اسلام کو پناہ نظر نہیں آئی۔ اور مولویوں نے بالخصوص ان مولویوں نے جو میرزا صاحب ع کی خدمات اسلام ہی سے منکر ہیں۔ اس نازک وقت میں اسلام کی کوئی خدمت کرکے نہ دکھائی جو ان پر دوسری اقبالی ڈگری ہے کہ سچا خادم اسلام اگر اس زمانہ میں کوئی ہوا ہے تو وہ صرف حضرت میرزا صاحب ہی ہیں۔ اور آپ ہی نے اس صدی میں اسلام کو پھر زندہ کیا ہے۔

کیا خدمات اسلام کا سوال کرنے والے مولوی ثناء اللہ صاحب اس پر غور کریں گے؟

خدائے تعالےٰ کا قہری ہاتھ

بہت سی گوناگوں مصائب و آلام کے بعد انفلوانزا کے نئے مرض نے خدائی جلال کا جو نمونہ دکھایا ہے۔ وہ حشر کا نقشہ دکھانے والا ہے۔ دوسرے شہروں کو چھوڑ کر کہ وہاں کے حالات جس درجہ مصیبت انگیز اور قیامت خیز ہیں۔ ان کی پوری کیفیت بیان کرنی مشکل ہے صرف لاہور ہی میں حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ کہ شاید ہی کوئی گھر ایسا ہو جسمیں مریضان انفلوانزا شدت بخار کیوجہ سے کراہ نہ رہے ہوں۔ جنکی تیمارداری اور علاج کا یہ حال ہے کہ بسا اوقات سارے گھر میں کوئی پانی بھی دینے والا نظر نہیں آتا۔ اور ڈاکٹروں کی اس کثرت کے باوجود جو لاہور میں ہے کوئی چھوٹے سے چھوٹا ڈاکٹر بھی ایسا نہیں۔ جو مریضوں کے ہجوم سے تنگ نہ آگیا ہو۔ اسی وجہ سے علاج بھی پوری طرح سے نہیں ہو سکتا۔ اور ہو بھی تو اس مرض کی عدم تشخیص اور اس کے علاج سے عدم واقفیت نے بڑے بڑے یورپین ڈاکٹروں کو بھی حیران کر رکھا ہے۔ اور وہ بھی ٹھیک طور پر اس کا علاج بتانے سے قاصر ہیں۔ اسی سبب سے انفلوانزا ایک تھوڑی ہی دیر میں برانکائٹس (ورم شش) اور انکو نمونیا کا رنگ اختیار کرلیتا ہے۔ اور بڑے بڑے جوانمردوں کو صرف تین چار دن کے اندر قبر میں پہنچا دیتا ہے۔

لاہور میں گذشتہ دو ہفتوں سے اس مرض سے بہت سی موتیں وقوع میں آرہی ہیں۔ اور بڑے بڑے نوجوان تعلیم یافتہ مرد اور عورتیں اس کی نذر ہو چکی اور ہو رہی ہیں۔ ہر روز کوئی وقت نہیں جاتا جب کسی کی موت اور چیخ و پکار کی آوازیں نہ آتی ہوں۔ یہاں تک کہ کثرت اموات کی وجہ سے بعض جگہ میت کو غسل دینے قبرستان تک لے جانے کیلئے کافی آدمی نہیں ملتے سکولوں اور کالجوں کے بہت سے طلبا اس میں مبتلا ہیں۔ اور کئی اس کی نذر ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے بعض کالج ایک ہفتہ دو ہفتہ کے لئے بند بھی ہو گئے ہیں۔ اور بعض ہونے والے ہیں

بن جائیں۔

ان حالات میں سوائے اس کے اور کیا چارۂ کار ہے کہ اس غفور الرحیم کے آگے بصد عجز و نیاز دست بدعا ہوں جو ان تمام آفات کو ایک آن کی آن میں دفع کر دے سکتا ہے۔ بیماری کا اس شدت سے پھیل جانا اور اس کے دفعیہ کے تمام اسباب کا منقطع ہو جانا استغنائے کا ایک قہری نشان ہے جو مخلوق کو مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرنے اور اس کے آستانہ پر پیشانی رکھکر مغفرت کے لئے دعا کرنے کے لئے مجبور کرتا ہے۔

کاش بندگان خدا اس آخری اور اصلی چارۂ کار کی طرف جلد سے جلد رجوع کریں اور آفات و بلیات کو توبہ کے ہتھیار سے دور کرنے کی کوشش کریں۔

آریہ سماج اور وید

کسی دوسری جگہ آریہ سماجی معاصر آریہ پترکا کی رائے نقل کی گئی ہے جس میں آریہ سماجی اصحاب کی ویدوں کے متعلق عامیت کو بار بار نقل کی گئی ہے جس زور کے ساتھ ہمارے لائق معاصر نے اس حقیقت نفس الامری کا اظہار کیا ہے کہ سماجی اصحاب باوجود ویدک دھرمی کہلانے اور دور اطراف عالم میں ویدوں کا ڈنکا بجانے کا ادعا کرنیکے خود ویدوں سے بے بہرہ ہیں۔ یہانتک کہ بڑے بڑے سماجی عہدہ داروں نے بھی ان کی شکل تک نہیں دیکھی۔ گویا ہمارے ان خیالات کی جو ہم حامیان ویدک کی ویدوں سے لاعلمی کے متعلق اکثر لکھ چکے ہیں تائید ہیں۔ اتفاقاً ذکر ہے جو امید ہے کہ فضیلت وید کے متعلق سماجی ادعا کا بہترین جواب ہوگا۔

لیکن جہانتک سماجی حضرات کی ویدوں سے لاعلمی کا سوال ہے ہم انہیں ایک حد تک اس بارہ میں معذور بھی سمجھتے ہیں۔ ویدمقدس جس زبان میں ہیں اس کا پڑھنا اور ویدوں سے واقفیت حاصل کرنا نہ صرف ایک نہایت مشکل امر ہے۔ بلکہ خود سماجیوں کا دعویٰ ہے کہ سوائے کوئی شخص ویدوں کے اسرار و غوامض کو پا ہی نہیں سکتا۔ ابھی پچھلے سال کا ذکر ہے لاہور کے آریہ سماجی جلسہ میں وچھو والی سماج کے ۔۔۔ ان سے اس مطالبہ کے جواب میں کہ ویدوں کا آریہ سماج کی طرف سے اردو میں کوئی مستند ترجمہ ہونا چاہئے۔ یہ کہا گیا تھا کہ سماج کے ایک ذمہ دار رکن نے یہ الفاظ کہے کہ ویدوں کا ترجمہ ہمارے ان لوگوں کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا ورنہ اسکے اصل حقائق کو سمجھ سکتا ہے۔ ہم نے اسوقت اخبار میں یہ پوچھا تھا کہ پھر یہ مباحثات کیوں کئے جاتے ہیں اور اگر ویدوں سے کوئی بات بتائی جائے تو کس بنا پر اسکے خلاف اور معنے بتائے جاتے ہیں اگر ویدوں کا ترجمہ صرف یوگی ہی کر سکتے ہیں اور انکے سوائے دوسرا کوئی انکے غوامض کو نہیں پا سکتا۔ تو پھر سنکا سماج کس بنا پر دعویٰ شکوک کی مجالس کا انعقاد کیا کرتا ہے۔ نہیں خود اقرار ہے کہ یوگی تم میں کوئی نہیں۔ تو پھر کیونکر تم کسی کے شکوک کا دفع کر سکتے ہو اور ویدوں کو خود پڑھکر بھی یہ اطمینان اپنے دل کو دے سکتے ہو کہ یہی معنے جو تم نے سمجھے ہیں۔ صحیح ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ معاصر آریہ پترکا اس بارہ میں آریہ سماج کی پوزیشن کو صاف کریگا اور اگر دہانشد کا نسخی۔۔۔ جیسا کہ ہم نے اوپر حوالہ دیا ہے کہ اس بیان سے وہ متفق نہیں تو نہ صرف اسکی تردید کریگا۔ بلکہ خود آریہ سماج اور دوسرے مذاہب کی سہولت کے لئے ویدوں کا اردو میں ایک مستند ترجمہ شائع کرنیکے لئے آریہ پرتی ندھی سبھا کو متوجہ کریگا۔ تاوقتیکہ ایسا نہ ہو آریہ سماج کا نہ صرف دوسروں سے مباحثات اور انکے رفع شکوک کا ادعا کرنا ہی فضول ہے بلکہ خود بھی اس کا ویدوں کی فضیلت پر کوئی ایمان نہیں ہو سکتا۔ ورنہ جس کا اسکی اصل تعلیم سے واقف ہونے کا۔۔۔ صحیح اور جائز کہا جا سکتا ہے۔

محض ایمان رکھکر نجات کی خواہش

اپنے اسی افتتاحیہ میں معاصر آریہ پترکا نے باوجود مسلمانوں کی قرآن خوانی کا اعتراف کرنے اور یہاں تک لکھنے کہ

"کوئی ہی بدبخت مسلمان ہوگا جسکے گھر میں قرآن شریف نہ ہوگا اور اس کا پاٹھ نہ کیا جاتا ہوگا"

خدا جانے کیوں یہ الزام ان پر لگایا ہے کہ

"جس طرح مسلمان اور عیسائیوں میں محض محمد صاحب اور حضرت مسیح پر ایمان رکھکر نجات کی خواہش کی جاتی ہے اسی طرح آریہ سماج میں بھی ویدوں پر محض ایمان اور وشواس رکھا جاتا ہے"

کیا معاصر موصوف ہمیں کوئی ایسی تحریر دکھائیگا یا اس قسم کا کوئی ثبوت بہم دیگا جس سے ثابت ہو کہ یہ باور کر لیا ہے کہ مسلمان صرف حضرت محمد صلعم پر ایمان لانے کو ہی موجب نجات سمجھتے ہیں۔ اور عمل کو ضروری نہیں سمجھتے۔ دوسروں کے عقائد و خیالات سے واقف ہوئے بدون خواہ مخواہ ان پر اعتراض کر دینا اور بے فائدہ نوک جھونک کرتے رہنا اس شرافت و تہذیب کے قطعاً منافی ہے جسکا ادعا سماجی سنڈال سے آئے دن ہوتا ہے۔ لیکن سچ یہی ہے کہ برتن میں جو ہوتا ہے وہی اس سے ٹپکتا ہے جس قوم کا ہمیشہ سے دوسروں پر اعتراض کرنا اور نوک جھونک کرتے رہنا ہی وطیرہ چلا آیا ہو۔ اسکی سماجی تہذیب و شرافت سے

خطابۃ العرب

(۲)

(از مولوی عبدالسلام ندوی)

خطیب کیلئے وجاہت صوری کی ضرورت

خطیب جو کچھ کہتا ہے اس کے زود اثر کا فیصلہ اس وقت ہو سکتا ہے جب وہ اپنی تقریر کو ختم کر چکے لیکن سب سے پہلی چیز جو حاضرین کی نگاہ کے سامنے آتی ہے وہ اس کی شکل و صورت اور وضع و لباس ہوتی ہے۔ اس لئے اگر خطیب ان حیثیتوں سے ممتاز نظر آئے گا۔ تو اول ہی دہلہ میں اس کی نسبت سامعین کے دلوں میں اچھا خیال پیدا ہوگا۔ اور اگر اس کے حسن تقریر نے بھی اس خیال کی ساعدت کی تو اس کا اثر دو بالا ہو جائیگا۔ لیکن اگر خطیب کی وضع و لباس اور صورت و شکل میں کسی قسم کی جذب و کشش نہ ہوئی تو تمام لوگ اس کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے۔ اور حاضرین پر اس کا ابتدائی اثر اچھا نہ پڑیگا۔

ایک بار عرب کا مشہور خطیب سخار بن اوس عذری ایک معمولی سی عبا پہنے ہوئے مجلس کے ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا حضرت امیر معاویہ کی نگاہ پڑی تو چشم حقارت سے دیکھ کر کہا کہ یہ کون ہے؟ وہ بولا کہ "اے امیرالمومنین میری عبا نہیں بولیگی میں بولوں گا" ضمرہ بن ضمرہ جو عرب کا مشہور خطیب۔ مشہور شاعر تھا اور مشہور شہسوار تھا۔ نہایت کمرو تھا۔ ایک بار نعمان بن منذر نے اس کو دیکھ کر کہا کہ "معیدی کو سنو دیکھو نہیں"۔ ضمرہ نے کہا "خداوند نعمت آدمی کا معیار ناپ جھونک کر قائم نہیں کیا جاتا۔ بلکہ دل اور زبان سے کیا جاتا ہے" رمق بن زید نہایت کم رو تھا۔ اس نے ایکبار جبلۃ الغسانی کے سامنے ایک مدحیہ قصیدہ پڑھا۔ اور نہایت فصاحت کے ساتھ تقریر کی۔ تو جبلہ نے کہا "شہد اچھا ہے۔ لیکن برتن اچھا نہیں"۔

یہی وجہ ہے کہ جن عہدوں اور موقعوں پر تقریر کی ضرورت ہوتی تھی۔ وہاں اور چیزوں کے ساتھ حسن صورت اور وجاہت صوری کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ ایک بار عبدالملک بن صالح کی خدمت میں رومیوں کا وفد آیا تو اس نے اپنے سامنے نہایت وجیہ اور تنومند اور قوی الجثہ آدمی کھڑے کئے یہ لوگ وفد سے گفتگو کر رہے تھے۔ کہ ایک آدمی کو چھینک آئی۔ اور اس نے آہستہ سے چھینکا۔ سر دست تو عبدالملک اس کی طرف دیکھ کر رہ گیا۔ لیکن جب وفد چلا گیا تو کہا۔ تم کو اس طرح چھینکنا چاہیئے تھا کہ کافروں کے دل دہل جاتے

ابن فہر یوپ بننے کا بہت متمنی تھا۔ ایک بار اس نے ایک نوجوان آدمی سے کہا کہ تم کیونکر یہ عہدہ پاؤ گے۔ اس نے کہا کہ یوپ ہمیشہ دراز قد آدمی کو بنایا جاتا ہے۔ اور تم پست قد ہو۔ یوپ ہمیشہ بلند آواز اور وجیہ آدمی کو بنایا جاتا ہے۔ تم پست آواز اور کم رو ہو۔ یوپ ہمیشہ اس آدمی کو بنایا جاتا ہے۔ جس کی داڑھی بڑی ہو۔ اور تمہاری داڑھی چھوٹی ہے۔

لیکن بعض حالتوں میں کم روئی کا اثر وجاہت سے زیادہ پڑتا ہے۔ مثلاً اگر دو خطیب کسی مجمع میں ایک ہی درجہ کی تقریر کریں۔ لیکن ان میں ایک وجیہ اور دوسرا کم رو ہو۔ تو اس کمرو کا اثر زیادہ ہوگا۔ اور اگر اس نے بہتر تقریر کر دی تو پہلے خطیب کی کل وجاہت خاک میں مل جائے گی۔ اور وہ تمام لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو بات انسان کے توقعات کے خلاف ہوتی ہے۔ وہ انسان کو عجیب معلوم ہوتی ہے۔ اور ہر عجیب چیز سے انسان شدت کے ساتھ متاثر ہوتا ہے۔ کم رو اشخاص کو دیکھ کر انسان کے دل میں اکثر یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ نہایت کم درجہ کا آدمی ہوگا۔ اس لئے جب خلاف توقع اس خیال کی غلطی ثابت ہوتی ہے۔ تو ہر شخص قدرتی طور پر اس سے متعجب ہوتا ہے اور یہ تعجب اس کو شدت کے ساتھ متاثر کرتا ہے

ایک نہایت کم رو خطیب پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے دمشق کی مسجد میں آیا تو لوگوں نے اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ یہ عرب کا سب سے بڑا خطیب ہے۔ تو سب نے معذرت کی اور کہا۔ ہم اور تم دونوں مجرم ہیں۔ تم فقیروں کی صورت میں آئے۔ اور بادشاہوں کی طرح تقریر کی۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ حقیقت پر نظر رکھتے ہیں خیال قائم نہیں کر لیتے۔ بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ غلاف کے اندر کیا ہے؟ حضرت عمرؓ کو جب اس قسم کے کم رو اشخاص نظر آتے تھے تو جانچ پڑتال کے بعد ان کی نسبت کوئی رائے قائم کرتے تھے۔ ہرم بن قطبہ نہایت کم رو شخص تھا۔ لیکن تمام عرب نے اس کو اپنا حکم تسلیم کر لیا تھا۔ ایک بار حضرت عمرؓ نے اس کو مسجد میں دیکھا تو اس کا امتحان لیا۔ وہ امتحان میں پورا اترا۔ تو بولے کہ "اسی عقل کی بدولت تم کو تمام عرب نے اپنا حکم بنایا ہے"۔

علیا بن ہثیم نہایت کم رو اور کانا تھا۔ ایک بار اس نے حضرت عمرؓ کے سامنے نہایت برجستہ تقریر کی تو آپ بار بار اس کی طرف دیکھتے رہے۔ جب وہ چلا گیا تو بولے کہ آدمی کا تجربہ صرف اس کی خوبیوں کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے لیکن اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ اگر تقریر کی خوبی کے ساتھ انسان حسن و جمال اور وضع قطع میں بھی ممتاز ہو۔ تو اس کی تقریر سحر حلال بن جائے گی۔

خطیب کے لئے وسعت نظر کی ضرورت

معلومات کے لحاظ سے خطیب کی نظر جس قدر وسیع ہوگی۔ اسی قدر اس کا خطبہ حاوی الاطراف مسلسل اور مرتب ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض خطبا ہر ممکن طریقہ سے اپنی معلومات میں اضافہ کی کوشش کرتے تھے۔ عبداللہ بن عامر اور مصعب بن زبیر عموماً لوگوں کے حالات دریافت کرتے رہتے تھے۔ عرب کے مشہور خطباء مثلاً حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت جبیر ابن مطعمؓ حضرت سعید بن مسیب۔ حضرت محمد بن سعید بن مسیب مشہور نساب تھے ابوعمرو عرب کے ایام و تاریخ کا سب سے بڑا ماہر تھا۔

خطیب کیلئے تیاری کی ضرورت

اگرچہ اہل عرب عام طور ارتجالاً یعنے فی البدیہہ تقریر کرنے کے عادی تھے تاہم بہت سے خطبار پہلے سے بولنے کے لئے تیار ہو کر آتے تھے۔ اور یہ کوئی عیب نہیں خیال کیا جاتا تھا۔ حضرت عثمانؓ پہلی بار تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو موہنہ سے ایک لفظ نہ نکلا اس لئے یہ معذرت کرکے منبر سے اتر آئے۔

ان ابابکر و عمر کان یعدان لھذا المقام مقالا و انتم الی امام عادل احوج منکم الی امام قائل و ستاتیکم الخطب علی وجھہا	ابوبکرؓ اور عمرؓ اس مقام کے لئے تیار ہو کر آتے تھے تم لوگوں کو بولنے والے خلیفہ سے زیادہ انصاف کرنے والے خلیفہ کی ضرورت ہے

اسکے بعد خطبہ ٹھیک طور پر دیا جائیگا۔

سقیفہ بنو ساعدہ میں حضرت عمرؓ نے جو خطبہ دینا چاہا تھا۔ اس کی نسبت خود ان کا بیان ہے کہ میں خاص طور پر تیار ہو کر آیا تھا۔ بعیث جو عرب کا مشہور خطیب تھا اس کا بیان ہے کہ میں ہمیشہ ترشا ہوا خطبہ دیتا ہوں۔ اور اہل عرب کے مقابل صرف ایرانی خطیب نمایاں کئے جاتے تھے۔ لیکن ان کے تمام خطبات طویل غور و فکر کا نتیجہ ہو تے تھے۔

خطابت کے لئے مشق و تعلیم کی ضرورت

اگرچہ اصلی خطیب وہی ہے۔ جس کو خطابت سے فطری مناسبت ہو۔ تاہم یہ فن مشق و تعلیم سے بالکل بے نیاز نہیں ہے۔ ایک ادیب کہتا ہے کہ گو تم کو خطابت سے فطری مناسبت ہو۔ لیکن ہمیشہ اس کی فکر و تلاش میں مصروف رہو۔ اور طبیعت کو بالکل بے کار نہ چھوڑو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ بیکاری تمہاری طبعی قوت پر غالب ہو جائے۔

عبداللہ المزنی کا قول ہے کہ دلوں کو بیکار نہ رہنے دو۔ کیونکہ سب سے اچھی تقریر وہ ہے جو مشق و مزاولت کے بعد کی جائے۔ جو شخص زبردستی اپنی آنکھوں کو بند رکھتا ہے۔ وہ بالآخر اندھا ہو جاتا ہے۔

اہل عرب اگرچہ فطرۃً خطیب ہوتے تھے۔ تاہم وہ بھی فن خطابت کی مشق و تعلیم سے بے نیاز نہ تھے۔

حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ "سردار بننے سے پہلے تفقہ حاصل کرو"۔ اہل عرب کا عام معمول یہ تھا کہ اپنے بچوں کو جو مشہور قصے اور ضرب المثلیں از بر یاد کرواتے تھے۔ اور آواز بلند کرنے کی فہمایش کرتے تھے۔ ابراہیم بن جبلہ بن مخرمۃ السکونی اپنے شاگردوں کو خطابت کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ایک بار وہ نوجوانوں کو خطابت کی تعلیم دیتے تھے کہ اسی حالت میں

تحریر دی جس میں خطابت کے اصول درج تھے۔ چنانچہ جاحظ نے کتاب البیان والتبیین میں اس تقریر کو بلفظہٖ نقل کر دیا ہے

خطبہ کی ابتدا

سب سے بہتر شعر وہ ہے۔ جس کے پہلے مصرع کے سننے کے ساتھ ہی قافیہ کی طرف ذہن منتقل ہو جائے۔ اسی طرح خطبہ کی ابتدا بھی ایسی ہونی چاہیئے کہ سننے کے ساتھ ہی سامعین کا ذہن خطیب کے اصل مقصد کی طرف منتقل ہو جائے۔

خطبہ کی مقدار

غلطی سے یہ سمجھ لیا گیا ہے۔ کہ خطبہ کیلئے طول بیانی ضروری چیز ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص گھڑی دو گھڑی متصل تقریر کرے۔ تو اس کو خطیب کا خطاب دیا جاتا ہے۔ لیکن ایک شخص دس پانچ منٹ بول کر خاموش ہو جائے۔ تو اس کو خطیب اور مقرر نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن درحقیقت خطابت پر تقریر کے ایجاز و اطناب کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور خطابت کا دارو مدار زور اثر اور حسن بیان پر ہے۔ اور اس پر مختصر گوئی اور طول بیانی کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ عرب میں دو قسم کے خطیب تھے۔ ایک وہ جو مختصر تقریر کرتے تھے۔ دوسرے وہ جو طول بیانی سے کام لیتے تھے۔ لیکن دونوں کے دونوں برابر درجہ کے خطیب تسلیم کئے جاتے تھے۔ ایک عورت نے اپنے لڑکے کے سامنے ان الفاظ میں اپنے احسان جتائے

اما کان بطنی لک وعاء — کیا میرا پیٹ تیرا ظرف نہ تھا؟
اما کان حجری لک فناء — کیا میرا گود تیرا صحن نہ تھا؟
اما کان ثدیی لک سقاء — کیا میری چھاتیاں تیرا مشکیزہ نہ تھیں؟

چونکہ طرز بیان موثر اور انشا پردازانہ تھا لڑکا فوراً بول اٹھا "تو خطیب ہو گئی"!

عرب عموماً مختصر بیانی کو پسند کرتے تھے۔ ربیعۃ الرائے عرب کے مشہور خطیب تھے جو بولنے لگتے تھے تو چپ ہونے کی قسم کھا لیتے تھے۔ ایک بار انہوں نے ایک مطول تقریر کرنے کے بعد ایک بدو سے پوچھا

ما تعدون العی فیکم۔ تمہارے نزدیک تقریر کرنے سے عاجز ہونے کے کیا معنی ہیں؟

بولا: یہی جس میں آپ مصروف تھے۔

رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرام بھی نہایت مختصر تقریر کیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے

ان طول الصلاۃ و	نماز کو طول دینا اور
قصر الخطبۃ مئنۃ من	خطبہ کو مختصر کرنا آدمی
فقہ الرجل	کی عقل کی علامت ہے

لیکن تقریر کے ایجاز و اطناب کی کوئی حد مقرر نہیں کی جا سکتی اس کا تمام تر دارو مدار حاضرین کے شوق پر ہے۔ بعض اوقات مجمع چند فقروں کا سننا گوارا نہیں کرتا۔ اور بعض حالتوں میں حاضرین کو گھنٹوں سیری نہیں ہوتی۔

جاحظ کتاب البیان والتبیین میں لکھتا ہے۔

ولیس للکلام غایۃ ونشاط	تقریر کی کوئی انتہا ہے نہ
السامعین نہایۃ وما	سامعین کے شوق کے کوئی حد ہے
فضل عن مقدار الاحتمال	جو تقریر ناقابل برداشت ہو جائے
ودعا الی الاستثقال	اور طبیعتوں پر گراں گذرنے لگے
والملال فذالک الفاضل	وہی زائد از ضرورت ہے۔
ھو الھذر وھو الخطل	وہی لغو و ہی مہمل ہے۔

اس لئے مقرر کا فرض ہے کہ علائم و آثار سے حاضرین کے شوق کا پتہ لگاتا رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ جب تک لوگ تمہارے چہرے کو دیکھتے رہیں اس وقت تک تقریر کرتے رہو۔ لیکن جب اس میں ذرہ برابر بھی فرق آئے تو رک جاؤ۔ بعض حکماء کا قول ہے۔ کہ جو شخص تمہاری باتوں کو شوق سے نہ سنے۔ اس کو سننے کی تکلیف دو[illegible]

حق کا لاکھ نمبر

شیخ عبدالعزیز صاحب ایڈیٹر حق تحریر فرماتے ہیں کہ حق کی مانگ جس تیزی سے روزانہ روز ترقی کر رہی ہے وہ نہایت مسرت بخش ہے اسوقت کہ حق کا پندرھواں نمبر شائع ہو رہا ہے مقبولیت اس درجے تک پہنچ چکی ہے کہ ایک لاکھ پرچوں سے بھی مانگ پوری نہیں ہو سکتی لیکن ہم مجبور و معذور ہیں اور آجکل حق ۵۰ ہزار کی تعداد میں شائع ہو رہا ہے لاکھ نمبر کے اعلان نے پبلک میں ایک خاص دلچسپی پیدا کر دی ہے اور عوام بڑے شوق سے اس کا انتظار کر رہے ہیں یہ خاص نمبر ۲۶ اکتوبر کو شائع ہوگا اور دلچسپ مضمونوں و دلکش نظموں دلفریب کہانیوں دلاویز تصویروں اور دلپسند کارٹونوں کا ایک دلنواز مجموعہ ہو گا جم ۱۰۰ صفحے کے قریب ہوگا۔ اور قیمت ۲ پائی فی پرچہ

حضرت مسیح موعود کے الہامات پر ایک نظر

بسلسلہ اشاعت ۵ اکتوبر ۱۹۱۸ء

(از قلم حضرت مولانا مولوی سید محمد حسن صاحب فاضل امروہوی)

اعجاز سورہ اذا جاء نصر اللہ الخ

قرآن مجید کا اعجاز قطع نظر دیگر وجوہ اعجاز کے صرف بلحاظ ترتیب آیات کے باوجودیکہ اس کا نزول بحصہ ۲۳ سالہ ہے مختلف اوقات میں اور مختلف احکام و سوالات کے بارہ میں واقع ہوا ہے۔ اس حد کو پہنچا ہوا ہے کہ اگر کوئی آیت اولیاء امت یا عارفین کو الہاماً بھی نازل ہو تو اس میں وہ ربط و ضبط اور ترتیب مرغوب اور اسلوب خوب در خوب باقی نہیں رہتا جسکو اللہ تعالی نے اپنے کلام پاک کے لئے قائم کیا ہے تاکہ کسی فرد امت کے الہام کی مساوات کا خیال اساتذہ قرآن مجید کے پیدا نہ ہو۔ یہاں پر نہایت مختصراً آیت اذا جاء نصر اللہ جو حضرت مسیح موعود کو الہام ہوئی ہے اس اعجازی نظم کو انشاء اللہ تعالی ہم دکھائے دیتے ہیں کیونکہ تفصیلی حقائق مندرجہ سورہ کے بیان کرنے کی تو یہاں پر گنجائش نہیں۔ اولاً واضح ہو کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔ کہ لئن شکرتم لازیدنکم۔ اس لئے ضروری ہے کہ بمقابلہ نعمائے الٰہیہ کے حتی الوسع شکر کرنا بھی چاہئے۔ یہاں پر اول سورہ میں تین ایسی نعمتیں مذکور ہیں جو انتہا درجہ کی مرغوب و مطلوب مرسلین کی ہوا کرتی ہیں۔ ایک نصر اللہ۔ دوسری فتح۔ تیسری دخول ناس کا افواجاً دین اللہ میں۔ کیونکہ علت غائی رسالت سے ان کی یہی مدعا ہے لا غیر۔ ان مقاصد ثلثہ کے حصول کے بعد اللہ تعالی کا شکر تین ہی طرح سے آخر سورۃ النصر میں مذکور ہوا ہے نصر اللہ کے مقابل تسبیح۔ اور فتوحات کے مقابل میں تحمید۔ اور دخول ناس کے مقابلہ میں استغفار۔ سو یہ تینوں قسم کے شکر بعد ان تینوں نعمتوں کے مامور بہا ہوئے۔ کہ فسبح بحمد ربک واستغفرہ۔ اور یہ ہر سہ طور شکر کے الہام مسیح موعود میں مندرج نہیں ہیں۔

ایضاً بطرز دیگر تھادوا تحابوا اسلام کی تعلیم میں تاکیدی امر ہے جبکہ اللہ تعالی نے یہ تینوں تحفے اور ہدیے خاتم النبیین صلعم کو مرحمت فرمائے اس کے مقابل میں تینوں قسم کی عبودیت کا مذکور نہایت مناسب ہوا۔ جو اخیر سورہ میں تو مذکور ہے۔ لیکن الہام مسیح میں مذکور نہیں ہیں پس اس لئے حضرت خاتم النبیین صلعم تھادوا تحابوا کے ملقب بہ حبیب اللہ ہو گئے۔

ایضاً بطرز دیگر جب اللہ تعالی نعمت نصرت اور فتح اور اتباع کی کثرت کسی اپنے مقرب کو عطا فرماتا ہے تو جو اس کے اتباع ہوں ان کے دلوں میں یہ خیال گذر سکتا ہے بطور حدیث النفس کے کہ ان تینوں نعمتوں کی تحصیل ہمارے متبوع نے اپنی سعی سے حاصل کی ہے اس حدیث النفس کا دفع کرنا بھی ضروری تھا۔ جو سورت میں تین طرح سے کیا گیا۔ یعنی تسبیح۔ تحمید اور استغفار سے اور الہام میں اس خیال کا دفعیہ موجود ہے الحاصل کوئی کلام خواہ الہام ہو یا غیر الہام فرد کامل امتی کا اسکی بلاغت اور فصاحت میں دعوے برابری کا نہیں کر سکتا۔ گو کوئی آیت کلام اللہ ہی کی اسکو الہاماً نازل ہوئی ہو۔ سچ فرمایا حضرت مسیح موعود نے ؎

ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحر کمال محمدؐ است

الہام والخیر کلہا فی القرآن اور الرحمٰن علم القرآن

علے ہذا الہام والخیر کلہا فی القرآن میں صرف دعوے ہے جسکی دلیل کی طرف کوئی اشارہ موجود نہیں اور نہ ضرورت تعلیم قرآن کی دلیل کی طرف کوئی اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن قرآن مجید نے اول دعوے کو اس طرح مبرہن کر دیا۔ کہ الرحمٰن علم القرآن کے آگے خلق الانسان علمہ البیان بیان کر دیا۔

توضیح: یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو اپنی پیدائش سے لیکر موت تک اور بعد موت کے ابد الآباد تک اس قدر حالات ہیں جو درپیش آتے ہیں۔ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ پس اسکے لئے احکام بیشمار کی بھی سخت ضرورت واقع ہوتی ہے۔ دیگر حیوانات لا یعقل کیطرح وہ اپنی زندگی ہرگز بسر نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے کوئی ایسا قانون ہونا ضروری چاہئے جس کے اوامر اور نواہی پر عمل کر کے اپنی اس زندگی ناپائیدار کو گذارے۔ اور زندگی بعد الموت جو خلقتم للابد کی مصداق ہے۔ مضرات اس زندگی ابد الآباد سے محفوظ و مصئون رہے اور عیش و آرام کے ساتھ وہ زمانہ ابدی بھی بسر ہو۔ اسلئے جملہ خلق الانسان نے معلم قرآن کی ضرورت کی دلیل کو پورا کر دیا اور چونکہ کل انسانوں کے لئے بیان قرآن کی ضرورت کبھی واقع ہوتی جس میں ہر کسی انسان کے لئے جو حالات قیامت تک پیش آویں ان کی اصلاح کا بیان اس میں ضرور موجود ہو۔ ورنہ تعلیم قرآن مقتضائے صفت رحمانیت کے نہ ہوتی۔ ھذا خلف۔ اس لئے دعویٰ والخیر کلہا فی القرآن جو بغیر دلیل کے تھا۔ اسکی دلیل کی طرف اشارہ اس طرح پر ہو گیا۔ کہ خلق الانسان علمہ البیان۔ پس دونوں دعوے یعنی ضرورت قرآن و تعلیم مع دلیل کہ خلق الانسان علمہ البیان سے ارشاد فرما دیئے۔ فسبحانہ تعالی ما اعظم شانہ الاعلیٰ والحمد للہ۔

یہ آیات جو سورہ رحمٰن کی ہیں ان میں اس جگہ پر فبای آلاء ربکما تکذبان ارشاد ہوا ہے۔ کسی جگہ تو عجائبات قدرت عالم علوی و سفلی کے انکا ذکر ہے اور کسی جگہ دوزخ کے شدائد کے ذکر کرنے کے بعد کہ مصائب آنے والے سے بنا بر حفظ ما تقدم کے خبردار کر دینا مخبر صادق کا بڑا ہی احسان ہوتا ہے۔ اور کسی مقام پر جنتیوں کے ذکر کرنے کے بعد۔ لیکن جس قدر نعماء ذکر فرمائی گئی ہیں وہ تمام کی تمام قرآن مجید کی طفیل سے ہیں خواہ بذریعہ خلق کے ہوں کہ خلق لکم ما فی الارض جمیعاً۔ اور خواہ بذریعہ اخبار حادثات آئندہ کے دوزخ وغیرہ وغیرہ۔ جس کی طرف بطور صنعت براعت استہلال کے آغاز سورہ میں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ الرحمٰن علم القرآن اور الہام مسیح موعود میں بھی تمام نعماء الٰہی کے طفیلی قرآن مجید کے ہونے کی طرف نہ اشارہ موجود ہے کہ والخیر کلہ فی القرآن۔ اور الرحمٰن علم القرآن بھی جس میں اشارہ ضرورت قرآن کا نہیں ہے الہام ہو چکا ہے۔ یہ ہے اعجاز قرآنی بلحاظ نظم و ترتیب آیات اور فرق درمیان الہام آیات قرآنی اور قرآن مجید کی ترتیب اور ربط آیات کا ٭

آریہ سماجی علم ویدوں کی بارہ میں

سماجی اخبار آریہ ویر کا اعتراف ہے:۔

"آریہ سماج جو کہ ویدک دھرم کے پرچار کا مدعی تھا اور جو کہ ویدوں کا ڈنکہ دنیا بھر کے اندر بجانے کے دعوے باندھ رہا تھا۔ آج اس کی جو حالت ہے دیکھکر رونا آتا ہے ہندوستان بھر کے آریہ سماجوں کے اندر چکر لگاؤ۔ اور پھر دیکھو کہ ان میں کسقدر اشخاص ایسے ہیں جو چاروں ویدوں کو نہیں بلکہ ایک وید کو بھی نہیں جانتے ہیں آریہ سماج کے پرورتک شری سوامی دیانند جی مہاراج نے فرمایا تھا۔ بلکہ آریہ سماج کے نیموں میں یہ لازمی قرار دیا تھا۔ کہ ویدوں کا پڑھنا پڑھانا اور سننا سنانا آریوں کا پرم دھرم ہے۔ لیکن کسقدر آریہ ویدوں کو پڑھتے ہیں اور پڑھاتے ہیں اور سنتے ہیں اور سناتے ہیں۔ اس کا اظہار کرتے ہوئے شرم و ندامت سے گردن نیچے کرنی پڑتی ہے۔ کوئی بدبخت سے بدبخت مسلمان ہو گا۔ جس کے گھر میں قرآن شریف نہ ہو گا۔ اور وہاں اس کا پاٹھ نہ کیا جاتا ہو گا۔ اسی طرح کوئی سکھ گھرانہ دکھائی نہ دیگا۔ جہاں گرنتھ صاحب نہ پڑھا جاتا ہو گا۔ لیکن آریہ سماجوں کے گھروں کی تلاشی لیجئے۔ ہزاروں گھروں میں مشکل سے شاید ایک گھر میں وید برآمد ہو گا۔ اور پڑھنے والوں کا تو ذکر نہ کرنا ہی بہتر ہے سماجوں کے منتری اور پردھان تک نہیں جانتے کہ ویدوں کے اندر کیا لکھا ہے۔ ان بیچاروں نے ویدوں کی پستک کو دیکھا ہو۔ تو دیکھا ہو لیکن پڑھنے کی ابھی تکلیف گوارا نہیں کی ہے ہی نہیں۔ بلکہ بعض آریہ سماجوں کے پردھان منتری اور دیگر ادھیکاریاں کسقدر گذرے ہیں کہ انہوں نے باوجود کئی سالوں سے آریہ سماج میں پرویش کرنے کے آریہ بھاشا تک نہیں سیکھی۔

اس حالت میں اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آریہ سماج کے دعاوی کہاں تک درست تھے۔ اور وہ ان کو پورا کرنے کے لئے کہاں تک کوشش کر رہا ہے۔ اس وقت شور مچایا جا رہا ہے اور خوب بغلیں بجائی جاتی ہیں کہ آریہ سماج نے حیرت انگیز ترقی کر لی ان گنت سکول کھول دیئے کالج بنائے گورو کل قائم کئے ہائی سکول و لائبریریاں جاری کر دیں سینکڑوں آریہ سماجیں آریہ کمار سبھائیں اور استری سماجیں قائم کیں اور یہ کیا اور وہ کیا لیکن سوال یہ ہے کہ آج ہمیں کسقدر اشخاص ایسے ہیں جو اپنے آپکو حقیقی معنوں میں ویدک دھرمی کہہ سکتے ہیں۔ ویدوں کی تو شکل تک نہیں دیکھی اور اتنا بھی معلوم نہیں کہ انہیں کیا لکھا ہے سنی سنائی باتوں پر اندھا دھند دشواش کیا جاتا ہے مگر کہتے ہیں کہ ہم ویدک دھرمی ہیں۔ اور ویدوں کا دنیا بھر کے اندر پرچار کر رہے ہیں۔

پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل یہ مثل آریہ سماجیوں پر بالکل صادق آتی ہے۔ ویدوں کی تو کبھی شکل تک نہیں دیکھی لیکن اپنے آپکو کہتے ہیں ویدک دھرمی۔ اور ساتھ ہی ویدوں کا ڈنکہ عرب اور ایران تک بجانا چاہتے ہیں افسوس صد افسوس ان کی عقل پر۔ شری سوامی جی مہاراج تو فرماتے ہیں کہ جو شخص ویدوں کو نہیں پڑھ سکتا اور ان کے گیان سے ناواقف ہے وہ شودر ہے۔ لیکن آریہ سماج کے اندر جن لوگوں نے ویدوں کا ایک لفظ تک نہیں پڑھا۔ وہ دویج اور شرما بنے ہوئے ہیں اور نہ صرف آریہ سماجوں کے عہدہ دار ہیں۔ بلکہ آریہ پرتی ندھی سبھاؤں کے بھی پردھان

مذاکرہ علمیہ

یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک کی تفسیر

مولوی علی حائری کی عجیب و غریب تفسیر کا جواب

(گذشتہ سے پیوستہ)

اس نقص کا جواب منجانب شیعہ

(۱) یہ حدیث بالفاظ مختلف طرق متعدد سے مروی ہے۔ کسی میں الابطح کا لفظ ہے اور کسی میں مدینہ کا لفظ ہے اور کسی میں مسجد کا لفظ ہے پس اعتراض مرفوع ہے۔

(۲) الابطح - علم نہیں۔ بلکہ اس کے معنے ہیں۔ ریتلی اور سنگلاخ زمین کے۔ وادی آب رود۔ اس لئے اس سے وادی مدینہ بھی مراد ہوسکتی ہے۔ پس اعتراض صحیح نہیں۔

جواب اور تردید

ایک مفصل آرٹیکل میں جو پیغام صلح میں چھپ چکا ہے میں نے اس کی بڑی تردید کی تھی اور علامہ حائری لاہوری کے رسالہ غدیر والے جواب کو سامنے اور مدنظر رکھا تھا۔

(۱) میں کہتا ہوں کہ یہ اختلاف بیان خود روایت کے کذب پر شہادت ہے۔ ایک میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلعم مکہ میں تھے جب حارث آیا۔ دوسری میں لکھا ہے کہ جب حارث آیا تو مدینہ میں تھے اسقدر بڑا اختلاف۔ راوی ایسے جھوٹے۔ کجا مکہ اور کجا مدینہ۔ ہر دو میں تمیز نہیں کرسکتے۔ پھر جھوٹ کے سر سینگ ہیں؟

حارث بن نعمان فہری جب ایسی جرأت اور دلیری کرکے مدینہ تک اُس نے سفر کیا بایدکہ کوئی مشہور اور معروف شخص ہو جس نے ایسے ویسے اعتراض صحابہ کی موجودگی میں آنحضرت صلعم پر کئے مگر کوئی صحیح تاریخ ہمکو نہیں بتلاسکتی کہ ایسے نام کا کوئی شخص صحابہ مومنین یا منافقین میں تھا۔ کیونکہ اُس کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ وہ ارکان اسلام کا قائل تھا۔ اور شہادتین کا مقر تھا۔ صرف امارت علیؑ اس پر شاق گذری۔ بایدکہ حارث بن نعمان فہری کے متعلق صحیح علم ہمکو دیا جاوے کہ وہ فلاں شخص تھا۔ اور اسکا ثبوت عمدہ دیا جاوے۔ شیعہ کے ایک بڑے فاضل متکلم اور محدث علامہ حلی نے اسی روایت کو منتخب کرکے حجت میں بالمقابل اہلسنت کے پیش کیا ہے جس میں البطح کا لفظ موجود ہے چنانچہ علامہ حلی کے لفظ ذکر کردہ یہ ہیں۔

"فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ناقتہ حتی اتی الابطح فنزل عن ناقتہ" پس معلوم ہوا کہ علامہ حلی نے وہ روایت منتخب کی جو اس کی نگاہ میں بھی بمقابلہ دوسری روایتوں کے زیادہ معتبر تھی۔ ورنہ کیوں اُس نے دوسری روایتوں کو جس میں مسجد یا مدینہ کے الفاظ ہیں ترک کیا اور یہ تو عام انسانوں کی فطرت ہے۔ کہ وہ ایسی چیزوں کو ہمیشہ متمسک سمجھتا ہے جو سب سے زیادہ قابل وثوق ہو۔ پھر جو علماء مناظرہ اور مباحثہ کے متکلم ہوتے ہیں وہ ہمیشہ اپنے خصم کے بالمقابل مضبوط حجت اور دلیل کو پیش کرتے ہیں پس ممکن نہیں کہ علامہ حلی جیسا امامیہ کا متکلم اول ہو اُس نے اس اصول کو نظر انداز کردیا ہو۔

(۲) دوم - ابطح کے لغت اور معانی پر علامہ حائری یا غیر حائری صاحبان نے جو بحث کی ہے وہ بالکل فضول اور کمزور اور بودا جواب ہے جس کی رکاکت خود اس جواب سے ظاہر ہے۔ البطح اور بطحا کے الفاظ ایسے عام اور مشہور کتب لغت و احادیث صحیحہ سیر و تواریخ میں متداول ہیں کہ جس وقت وہ کسی حدیث یا عبارت یا کلام منظوم و غیر منظوم میں پائے جاتے ہیں اس سے وہی مکہ اور وادی مکہ مراد ہوتی ہے حتے کہ درمیان محدثین اور فقہا بڑی بحث اس امر پر موجود ہے کہ آیا نزول ابطح مستحب ہے یا نہ اور رسول کریم صلعم نے ابطح میں نزول فرمایا۔ پھر اس پر بحث چھڑ گئی۔ کہ آیا نزول ابطح سنت قرار پائی یا عادتاً ایسا کیا گیا۔ بخاری و مسلم اور صحاح ستہ اور ان کی شروح میں وہ بحث ملاحظہ ہو۔ بخاری کا مترجم مولوی وحید الزمان کو دیکھو۔ جمع شروح اربعہ صحیح ترمذی مطبوعہ کانپور جلد ۲ - صفحہ ۲۴۷ - دیکھو۔

پس ابطح وادی مکہ کا نام اور علم ہے۔ اس کے لئے اسی واسطے امام ابن تیمیہ نے کہا۔ والابطح بمکۃ - اور الابطح مکہ میں ہے۔ علامہ حائری لاہوری معاملہ کو مشتبہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ سامعین کو دھوکہ لگے اور رسالہ غدیر میں جب انہوں نے امام ابن تیمیہ کے اعتراض کو مضبوط سمجھکر اپنے آپ کو اسکے جواب سے لاچار دیکھا تو خبیث گالیاں دینے پر اتر آئے اور سخت بے نقط گالیاں انکو نکالیں۔ ہاں ضرور وہ اس شعر کے مصداق بن گئے۔ ؎

چو حجت نماند جفا جوئے را

بہ پرخاش در ہم کشد روئے را

تو ذریت تراش چوں مد حجت با ہم ہیم بر نیا مد بجنگش برخاست قال یا ابراہیم لئن لم تنتہ لارجمنک واھجرنی ملیا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل اہل حق پر دیکھو۔ انہی ایام میں جب رسالہ غدیر میں ہم نے علی حائری صاحب کی تردید ابطح پڑھ رکھی - تو اتفاقاً نہایہ ابن الاثیر فی غریب الحدیث علامہ مجد الدین ابی السعادۃ المبارک بن محمد بن محمد الجزری مطبوعہ مصر القاہرہ ہماری نظر سے گذری۔ اس میں ان الفاظ کی تحقیقات میں لکھا ہے کہ ابطح وادی مکہ کا نام ہے۔ اور وادی مدینہ کا نام بطحان ہے۔ اس سے مجھکو بڑی خوشی ہوئی۔ کہ علی حائری صاحب نے جو بکر تانا عنکبوت کی طرح درمیان ابطح اور بطحان کے از روئے دستاویز لغت تو آنا تھا - وہ طشت از بام ہوگیا اور تار عنکبوت ٹوٹ گیا۔ اور ثابت ہوگیا۔ کہ واقعی ابطح وادی مکہ کے لئے علم ہے۔ وادی مدینہ جیسا کہ علی حائری صاحب لکھتے ہیں اس سے ہرگز مراد نہیں کیونکہ اس کا علم بطحان ہے نہ ابطح - فتدبر۔

(۱۱) حارث بن نعمان فہری یہ شخص فرضی کے کہنے سے جیساکہ حدیث کے الفاظ ذکر کئے گئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان تھا اور جبکہ اُس نے یہ کہا تو ظاہر ہے کہ اُس نے آنحضرت صلعم پر زدکی۔ اور بایدکہ اسکو سزا و ارتداد ملتی اور وہ پکڑا جاتا اور شرعی حد اس پر جاری ہوتی کیونکہ مسلمان ہوکر اُس نے ایسا کہا مگر نہ اسکو پکڑا گیا اور نہ اس پر حد جاری کی گئی۔

(۱۲) اگر حارث کا واقعہ صحیح ہوتا۔ جیساکہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اُس نے دُعا کی اور اس پر پتھر آسمان سے نازل ہوا۔ اور اُسکے سر پر لگا۔ اور اس کی دُبر سے نکل گیا۔ تو یہ واقعہ ایک عظیم الشان واقع تھا۔ اور معجزہ قوی تھا۔ تو بایدکہ اصحاب سیر و تواریخ یا اصحاب جامعین احادیث اس واقعہ کو معجزات النبی کے ذیل میں عظیم الشان طور پر اور بیّن طور پر ذکر کرتے اور بہت لوگ اسکو یاد رکھتے اور مسلسل وہ واقع بطور تواتر آئندہ نسلوں میں زبان زد خاص و عام پایا جاتا مگر افسوس ایسا عظیم الشان معجزہ کسی مستند تاریخ یا کسی سیرۃ النبی کی معتبر کتاب یا کسی صحیح حدیث کی کتاب میں نہیں پایا جاتا۔ بلکہ ایک آدھ کمزور اور موضوع روایت سے اسکو سہارا ہے جس کی اسناد از روئے رواۃ منکر اور مجہول ہیں۔ اور اہل حدیث جن کو معرفت تامہ اس علم میں حاصل ہے اسکو موضوع سمجھتے ہیں۔ اور ایسا عظیم الشان معجزہ بالکل مشہور اور معروف اور متواتر ثابت نہیں۔

(۱۳) فہر - قریش کے ایک قبیلہ کے مورث کا نام ہے اور بایدکہ وہ مکہ کا باشندہ ہو۔ اور روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ حجۃ الوداع میں یہ شخص آنحضرت صلعم کے ہمراہ نہ تھا۔ کیونکہ غدیر خم کی خبر سُن کر غصہ میں ہوکر آنحضرت صلعم کے پاس آیا تھا۔ مگر ہم کو تاریخ ہرگز نہیں بتلاتی کہ قبیلہ فہر کا کوئی شخص حارث بن نعمان نام ایسی جرأت کا مرتکب ہوا ہو۔ اور ایسا شخص عرف شریعت اسلامی میں منافق کہلاتا ہے۔ اور منافق لوگ ہرگز ایسے دلاور اور جرأت والے نہ تھے کہ آنحضرت صلعم کو روبرو ایسا کہیں۔ منافق کے معنے بھی کمزور انسان کے ہیں جو اپنے دل کی بات کو ظاہر نہیں کرسکتا۔ اور کسی سیرت کی کتاب اور تواریخ صحیح سے یہ امر ثابت نہیں کہ کسی منافق نے ایسا کلام آنحضرت صلعم کے روبرو کیا ہو۔

کفار مکہ اور قریش تمام قتل و غارت ہوچکے تھے اور جس قدر باقی تھے۔ وہ سب مومن اور مسلمان با اخلاص لوگ آنحضرت صلعم کے صحابہ میں داخل اور شمار تھے ان میں کوئی منافق نہیں تھا۔ ورنہ جو شخص مدعی ہے کہ حارث بن نعمان قبیلہ فہر یا قریش سے ایسا شخص منافق تھا وہ ثابت کرے اور ثبوت اسکے ذمہ ہے

(۱۴) علامہ حلی شیعی استدلال پیش کرکے اسی حارث بن نعمان والی حدیث کے آخری ٹکڑہ میں ذکر کرتے ہیں کہ جب حارث بن نعمان فہری اس عذاب سے مرگیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی سئل سائل بعذاب واقع للکافرین الخ - حالانکہ باتفاق اہل علم و دین یہ سورت اور یہ آیتیں مکی ہیں اور مکہ میں نازل ہوئی تھیں۔ حجۃ الوداع سے بلکہ ہجرت سے بھی کئی سال پیشتر۔ پھر یہ کیسا لغو خیال ہے کہ حجۃ الوداع سے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ لاقائل بہ احدا من المسلمین الامامیۃ - اور آیت میں واقع للکافرین دلالت کرتا ہے کہ وہ سائل کافر تھا۔ اور عذاب واقع کا نزول کے لئے دعا تھی اگر وہ واقع ہوتا تو اکثر کافر اس عذاب سے ہلاک ہوتے نہ کہ ایک آدمی۔

اور وہ کبھی کافر نہیں تھا۔ بلکہ ارکان اسلام اور شہادتین کا قائل تھا۔ نہایت تا بالباب شیعہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ منافق تھا۔ اور آیت میں وارد شدہ الفاظ للکافرین ہے نہ تو واحد للکافر اور نہ للمنافقین۔ پس حارث والے فرضی معاملہ پر منطبق نہیں ہوسکتی۔ مگر شیعہ ہمیشہ ایسے ہی استدلال کرتے ہیں۔ ان کا معاملہ بعینہ اس ضرب المثل کے مشابہ ہے الغریق یتشبث بالحشیش۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔

اسی طرح یہ قول۔ واذ قالوا اللھم ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم - یہ سورہ انفال میں واقع ہے اور باتفاق اہل علم یہ آیت بدر میں نازل ہوئی اور اہل شیعہ اس پر بھی متفق ہیں کہ اس کا نزول اس سبب سے ہے جو مشرکین نے قبل از ہجرۃ مکہ میں کہا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ بطور تذکرہ آنحضرت صلعم کو ایسا کہتا ہے۔ پس ہرگز حارث نے ایسا کہا سخت جھوٹ ہے اور اس کی امثال جیساکہ اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا واذ قال ربک للملئکۃ الخ یا اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا واذ غدوت من اھلک - پس یہ قول مثل ابی جہل وغیرہ کے مشرکین نے مکہ میں کہا تھا اور اللہ تعالیٰ ان کا یہ قول آنحضرت صلعم کے پاس ذکر کرتا ہے - اور جب مشرکین نے ایسا کہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا ظاہر کردیا کہ وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون - اور تمام لوگ متفق ہیں کہ اہل مکہ پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوا۔ پس حارث یا غیر حارث کی طرف یہ قول منسوب کرنا جہالت ہے اور یہ تمام قصہ سر سے پاؤں تک سب فرضی اور جھوٹا مجموعہ اکاذیب ہے اسکے متعلق اس جگہ اسی قدر کافی ہے۔ زیادہ تشریح کسی دوسرے آرٹیکل میں جبکہ ہم حدیث من کنت مولاہ الخ پر بحث کریں گے کریں گے۔ والسلام۔ خاکسار نذر علی پشاوری۔

اتحادی فتح کیوں ایک یقینی امر ہے

(۱) اتحادی بلحاظ افواج - روپیہ اور ہمت - دشمن سے زیادہ طاقتور ہیں۔

(۲) گذشتہ دو ماہ کے دوران میں اتحادیوں نے مغربی محاذ پر معرکے کی لڑائیوں میں جرمنوں کو پے در پے شکستیں دیں۔ اور اُن کو بحالت سراسیمگی پسپا کردیا۔

(۳) جولائی - اگست اور ستمبر کے دوران میں فرانس میں اتحادیوں نے تین لاکھ قیدی گرفتار کئے - اور ہزاروں توپوں بیشمار کلدار توپوں اور لاتعداد بندوقوں پر قبضہ کرلیا۔

(۴) یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ جرمن سپاہی بالکل دل شکستہ ہورہے ہیں جرمنی کی شہری آبادی میں لڑائی کی مایوس کن خبروں نے دہشت پیدا کردی ہے۔ اتحادیوں کے ہوائی جہاز سینکڑوں حملے کرچکے ہیں جن سے جرمن شہروں میں ریلوے اور گولہ بارود کے کارخانے وغیرہ تباہ ہوگئے ہیں۔

(۵) جرمنی کی فوج روز بروز گھٹ رہی ہے۔ اور اتحادی فوج کی تعداد دن بدن ترقی پر ہے۔ اس وقت بیس لاکھ امریکن فوج فرانس میں موجود ہے۔ اور ہر مہینہ اور اڑھائی لاکھ تازہ دم فوج پہنچ جاتی ہے

(۶) ممالک متحدہ کے پریزیڈنٹ نے اعلان کردیا ہے کہ فتح حاصل کرنے کے لئے امریکہ کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریگا۔ امریکہ کے دو کروڑ آدمی فوجی خدمات کے قابل ہیں اور ہر سال دس لاکھ سے زیادہ امریکن نوجوان اکیس سال کی عمر کو پہنچکر فوجی خدمت کے قابل ہوجاتے ہیں۔

(۷) امریکہ میں پچیس ہزار توپیں اور پانچ ہزار کلدار توپیں ہفتہ وار تیار ہوتی ہیں۔ وہاں کے کارخانے سات لاکھ چھ ہزار گولے اور پچیس ہزار ہوائی جہاز روزانہ بناتے ہیں امریکن ہوائی جہاز دانوں کی تعداد ایک لاکھ ہے۔ اور بیشمار جنگی ہوائی جہاز متواتر میدان مغرب میں بھیجے جارہے ہیں۔

(۸) روس پھر طاقت پکڑ رہا ہے۔ اور اتحادی افواج جرمنوں کو روس سے نکالنے میں مدد دے رہی ہیں۔

(۹) اٹلی میں فوج کے تباہ ہونے سے آسٹریا کا حال نہایت پریشان ہے۔ اور لوگ نان شبینہ کے محتاج ہیں۔

(۱۰) بلغاریہ نے جسکو باب المشرق کی دربانی کا فخر تھا بلا حیل و حجت اتحادیوں کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آزادہ رو ہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل
کسی سے عداوت نہیں مجھے

پیغام صلح

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام او — بادۂ عرفان ما از جام او
آں رسولش کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابی کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جا آید بود

ہفتہ میں دوبار
یکشنبہ و چہار شنبہ کو شایع ہوتا ہے

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما ز نور پاکم ہر زندہ کمال — وصفی ولمہ لمانال کمال
اقتدار قول او در جاں است — ہر چہ زیں در ثبوت ایمانیات
از ملائک از خبر ہائے معاد — ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
ایں ہمہ از رہ فزاید صدق ما — منکراں حق لعنت ہست
معجزات او بہر حق اندر عیاں — منکراں مورد لعن خدا ست
معجزات انبیائے سابقین — آنچہ در قرآں بیانش یقین
ہر بیانش ہاں ز قول ما بیات — ہر کہ انکارش کند از اشقیات
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب — نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ للعہ
ششماہی عہ — سہ ماہی طلبا سے سالانہ للعہ

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۱۳ محرم الحرام ۱۳۳۷ ہجری مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۱۸ء | نمبر ۲۸

ملفوظات حضرت مسیح موعود

ایک نووارد اور حضرت مسیح موعود

خدائی جلال کے ظہور کا وقت

جس قدر توہین اللہ تعالےٰ کی اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کی گئی ہے کیا ضرور نہ تھا کہ اللہ تعالےٰ جیسا غیور رب آسمان سے مدد کرتا۔ غرض ایک طرف تو یہ فتنہ انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ دوسری طرف صدی ختم ہو گئی۔ تیسری طرف اسلام کا ہر پہلو ضعیف ہونا۔ کسی طرف نظر اٹھا کر دیکھو طبیعت کو بشاشت نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں ہم چاہتے ہیں کہ پھر خدا کا جلال ظاہر ہو۔ مجھے محض ہمدردی سے کلام کرنا پڑتا ہے ورنہ میں جانتا ہوں کہ خالفانہ میری کیسی ہنسی کی جاتی ہے۔ اور کیا کیا افترا ہوتے ہیں۔

مخلوق کی ہمدردی کا جوش اور نصرت الٰہی

مگر جوش خدا نے مجھے ہمدردی مخلوق کا دیا ہوا ہے۔ وہ مجھے ان باتوں کی کچھ پروا کرنے نہیں دیتا۔ میں تو خدا کو خوش کرنا چاہتا ہوں۔ نہ لوگوں کو۔ اس لئے میں ان کی گالیوں اور ٹھٹھوں کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ میرا مولے میرے ساتھ ہے ایک وقت تھا کہ میں ان کی راہوں میں اکیلا پھرا کرتا تھا۔ اس وقت خدا نے مجھے بشارت دی کہ تو اکیلا نہیں رہے گا۔ بلکہ تیرے ساتھ فوج در فوج لوگ ہوں گے۔ اور یہ بھی کہا کہ تو ان باتوں کو لکھ لے اور شایع کر دے۔ کہ آج تیری یہ حالت ہے۔ پھر نہ رہیگی میں سب مقابلہ کرنے والوں کو پست کر کے ایک جماعت کو تیرے ساتھ کر دوں گا۔ وہ کتاب موجود ہے۔ مکہ معظمہ بھی اس کا ایک نسخہ بھیجا گیا تھا۔ بخارا میں بھی اور گورنمنٹ میں بھی۔ اس میں جو پیشگوئیاں ۲۲ سال پیشتر چھپ کر شایع ہوئی ہیں۔ وہ آج پوری ہو رہی ہیں۔ کون ہے جو انکار کرے۔ ہندو مسلمان اور عیسائی سب گواہی دیں گے۔ کہ یہ اس وقت بتایا گیا تھا جب میں احد من الناس تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ تیری مخالفت ہو گی۔ مگر میں تجھے بڑھاؤں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اب ایک آدمی سے ہو لئے دو لاکھ تک تو نوبت پہنچ گئی۔ دوسرے وعدے بھی ضرور پورے ہوں گے۔

آریوں کے مقابل نشان

پھر آریوں کے مقابل میں مجھے ایک نشان دیا گیا۔ جو لیکھرام کے متعلق تھا۔ وہ اسلام کا دشمن تھا اور گندی گالیاں دیا کرتا تھا۔ اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتا تھا۔ یہاں قادیاں

اور اس نے مجھ سے نشان مانگا۔ جیسے دعا کی تو اللہ تعالےٰ نے مجھے خبر دی۔ چنانچہ میں نے اس کو شایع کر دیا۔ اور یہ کوئی مخفی بات نہیں۔ کل ہندوستان اس کو جانتا ہے۔ کہ جس طرح قبل از وقت اس کی موت کا نقشہ کھینچ کر دکھایا گیا تھا۔ اسی طرح وہ پورا ہو گیا۔ اس کے علاوہ اور بہت سے نشانات ہیں۔ جو ہم نے اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں۔ اور اب بھی ہم ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارا خدا سنگھ والا خدا نہیں۔ وہ تکذیب کرنے والوں کے لئے ہر وقت تیار ہے۔ میں نے پنجاب کے مولویوں اور پادریوں کو دعوت کی ہے کہ وہ میرے مقابل میں آ کر نشانات کا جو ہم پیش کرتے ہیں فیصلہ کریں۔ اگر ان کو نہ مانیں تو دعا کر سکتا ہوں اور اپنے خدا پر یقین رکھتا ہوں کہ وہ نشانات ظاہر کر دے گا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ وہ صدق نیت سے اس طرف نہیں آتے بلکہ لیکھرامی حیلے کرتے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ کسی کی حکومت کے نیچے نہیں ہے۔

لیکھرام کی پیشگوئی پوری نہ ہوئی

میں بار بار یہی کہتا ہوں کہ پہلے ان خوارق کو جو میں پیش کرتا ہوں۔ دیکھ لو اور منہاج نبوت پر سوچو۔ اگر پھر بھی تکذیب کے لئے جرات کرو گے تو خدا کی غیرت کے لئے زیادہ جنبش ہو گی۔ اور وہ قادر ہے کہ کوئی امر انسانی طاقت سے بالاتر ظاہر کرے۔ لیکھرام کی نسبت جب پیشگوئی کی گئی تھی۔ تو اس نے بھی میرے لئے ایک پیشگوئی کی تھی اور یہ شائع کر دیا تھا کہ تین سال کے اندر ہیضہ سے ہلاک ہو جائے گا۔ مگر اب دیکھو کہ اس کی ہڈیوں کا بھی کہیں نشان پایا جاتا ہے؟ مگر میں خدا کے فضل سے اسی طرح زندہ ہوں۔

طاعون

یہ امور ہیں۔ اگر حق پسند تامل اور توقف سے ان پر غور کرے تو فایدہ اٹھا سکتا ہے۔ مگر زبردستی بحث کرنے والے جلد باز کو کوئی فایدہ نہیں ہو سکتا۔ منجملہ میرے نشانوں کے طاعون کا بھی ایک نشان ہے۔ اس وقت میں نے خبر دی تھی جبکہ ابھی اس کا کوئی نام و نشان بھی پایا نہ جاتا تھا۔ اور یہ بھی الہام ہوا تھا کہ یا مسیح الخلق عدوانا۔ اب دیکھ لو کہ یہ وبا خطرناک طور پر پھیلی ہوئی ہے۔ اور گاؤں کے گاؤں اس طرف رجوع کر رہے ہیں۔ اور توبہ کرتے جاتے ہیں کیا یہ باتیں انسانی طاقت کے اندر ہیں؟ یہی امور ہیں جو خوارق عادت کہلاتے ہیں۔ (باقی)

تقویٰ کی ضرورت

فرمایا جس طرح اللہ تعالےٰ تازہ بتازہ سامان تقویٰ کے جماعت کے واسطے یہاں تیار کر رہا ہے۔ دوسری جگہ اس کا نشان نہیں ہے۔ یہ لوگ الہام اور تقوےٰ سے دور ہوتے جاتے ہیں۔ اور اہل حق کی علامات بتانے سے قاصر ہیں۔ اور صادق و کاذب کے

درمیان مابہ الامتیاز قائم نہیں کر سکتے۔ ہماری مخالفت میں وہ یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ جو کچھ صادق کے لئے خدا نے مقرر کیا تھا وہ سب کاذب کو دے دیا۔ تقویٰ کا ادنےٰ درجہ یہ تھا کہ کہہ کر خاموش ہی رہتے۔ اور دیکھتے کہ اگر ہم کاذب ہیں تو خود ہی تباہ ہو جاتے۔ مگر کیا کریں ان کی وہی مثال ہے۔ لھم قلوب لا یفقھون بھا۔

بعض پرانے کشوف

اللہ تعالےٰ کے انعامات کی تحدیث پر آپ نے بعض پرانے کشوف سنائے۔ ان میں سے ایک وہ تھا جس میں سرخ سیاہی کے چھینٹے آپ کے کرتہ پر پڑے تھے۔ یہ کشف سرمہ چشم آریہ میں چھپ چکا ہے ایک رویا بیان کی کہ میں نے دیکھا خدا تعالیٰ کی عدالت میں ہوں اور منتظر ہوں کہ میرا مقدمہ بھی ہو۔ اتنے میں جواب ملا۔ اصبر سنفرغ یا مرزا

پھر ایک بار دیکھا کہ کچہری میں گیا ہوں۔ تو اللہ تعالےٰ ایک حاکم کی صورت پر عدالت کی کرسی پر بیٹھا ہے۔ اور ایک سررشتہ دار کے ہاتھ میں ایک مثل ہے۔ جو وہ پیش کر رہا ہے۔ حاکم نے مثل دیکھ کر کہا کہ مرزا حاضر ہے۔ تو میں نے غور سے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک خالی کرسی پڑی ہے۔ مجھے اس پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر میں بیدار ہو گیا۔

اپنی پہلی رویا (جس میں سرخ سیاہی کے قطرات گرے تھے) کی تائید و تصدیق میں فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے بھی ایکبار دیکھا کہ جنت کے سیبوں میں سے ایک سیب آپ نے لیا ہے۔ بیدار ہونے پر وہ ہاتھ ہی میں ہے۔

تکمیل ایمان

اللہ تعالےٰ پر ایمان کامل نہیں ہوتا جبتک خود نشان نہ دیکھے۔ یا نشان دیکھنے والے کی صحبت میں نہ رہے

فرمایا مخالفین کا شور و غوغا دراصل ہماری عمر کو بڑھاتا ہے۔ آخر ایک وقت آئے گا کہ وہ مخالفین کو شرمندہ کرے گا۔

فرمایا عجیب قدرت الٰہی ہے کہ ایک شخص کو مامور کر کے بھیجتا ہے تو خود بخود سعید اور شقی دو گروہ بن جاتے ہیں۔ یہ وقت ہوتا ہے کہ خدا اپنا چہرہ دکھاتا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے جو زمانہ ہوتا ہے وہ شکوک و شبہات کا ہوتا ہے۔

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاھور

جلد ۶ | یکشنبہ ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۴۸

اے طبل بلند بانگ در باطن ہیچ

علی گڑھ کی مذہبی تعلیم کا معیار

چشم بد دور علی گڈھ میں وہ قومی درسگاہ ہے، جس کو قوم نے اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی سے خون سینچا ہے۔ جس کی سربلند عمارات اپنی ظاہری شان و شکوہ میں اس گنبد خضرا کا مقابلہ کرنے کا ادعا کئے ہوئے ہیں۔ جس میں بانی درسگاہ سرسید علیہ الرحمۃ کے نانا اور دونو جہاں کے شہنشاہ (فداہ ابی و امی) محو خواب ہیں۔ جس کے جذب مقناطیسی نے مشرق و مغرب اور کابل کو بھی کشاں کشاں اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔ اور جس کے روبیلی علم نے بلا مبالغہ لاکھوں روپیہ آج تک مسلمانوں کی جیبوں سے کھینچ لیا ہے۔ علی گڑھ کالج کے قیام کے وقت قوم کو یہ یقین دلایا گیا تھا۔ کہ یہ درس گاہ حقیقت میں جامع علوم مشرقیہ و مغربیہ ہو گی جس میں مسلمانوں کے لئے مذہبی تعلیم اور قومی روایات کی تلقین کا اہتمام بھی نہایت باقاعدگی کے ساتھ ہوگا۔ اور اس کے بعد آج تک بھی اس یقین کی مزید توثیق و تاکید معتقدین علی گڑھ کی زبان حقیقت ترجمان سے بکرات و مرات ہوتی رہی ہے۔ مگر عجیب بات ہے کہ سرا پردہ علی گڑھ میں باریابی حاصل کرنے والے ہمیشہ اس امر کے شاکی رہے ہیں کہ اس عہد و پیمان کی وفا جو قوم سے علی گڑھ نے باندھا تھا۔ اسی طرح سے ہوئی ہے۔ جس طرح بعض یکہ تازان سیاست کے نزدیک ہر محبتی ملک و کٹوریا آنجہانی کے مشہور اعلان شفقت کی ہوتی رہی ہے۔ ہم نے اس قسم کی شکایات کو ہمیشہ اس نظر سے نظر انداز کر دیا کہ مبادا یہ شکایات حسد و بغض کی آلائش سے ملوث ہوں۔ اور ہمارا قلم بھی ایک ایسے امر کی حمایت کے لئے اُٹھے۔ جو حقیقت کے خلاف ہو۔ لیکن آج ہمارے سامنے ایک ایسی دستاویز ہے۔ جو ایک حد تک علی گڑھ پر فرد قرار داد جرم لگا دینے کے لئے کافی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم نے آج علیگڈھ پر قلم اُٹھایا ہے۔

یہ ایک مانی ہوئی حقیقت ہے کہ مسلمان اگر علیگڈھ کی مدد کرتے ہیں، تو اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ایک مسلم درسگاہ ہے۔ وہاں مذہبی تعلیم کا انتظام ہونے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ورنہ اگر محض ایف۔ اے۔ بی۔ اے۔ ایم۔ اے۔ کی تعلیم دلانی ہو تو کیا دوسرے گورنمنٹ کالج کم ہیں۔ لیکن اگر علیگڈھ میں دینی تعلیم کی طرف پوری توجہ نہ کی جائے۔ بلکہ مذہبی تعلیم کا معیار اور طریق تعلیم اس قسم کا ہو کہ بجائے اس کے کہ طلباء حقانیت اسلام سے آگاہ ہو کر سچے مسلمان بنیں۔ اسلام کے مسائل سے متنفر ہو کر اسلام سے انکار کریں، تو کچھ ہمیں سمجھ میں نہیں آتا کہ محض نام و نمود کے لئے اور محمڈن کالج کے نام کی لاج رکھنے کو مسلمانوں کی جیبوں سے اس قدر روپیہ چھیننا کہاں تک قومی خدمت کا مترادف ہو سکتا ہے۔

اس وقت ہمارے سامنے علیگڈھ کالج کے امتحان دینیات کا پرچہ پڑا ہے۔ یہ پرچہ کسی ابتدائی جماعت کے لئے مرتب نہیں کیا گیا بلکہ اسکے مخاطب سکینڈ ایر کلاس کے وہ نوجوان ہیں جو بلوغ و شعور کے علاوہ علوم ظاہری میں بھی کافی دستگاہ رکھتے ہیں۔ اور جو اگر گریجویٹ نہیں تو کم از کم انڈر گریجویٹ ہونے والے ہیں۔ اس پر یہ امر بھی قابل نظر انداز نہیں کہ علی گڑھ کے ارباب حل و عقد چونکہ اپنی درسگاہ کے متعلق بارہا یہ کہہ چکے ہیں کہ یہاں کا انڈر گریجویٹ دوسرے کالج کے گریجویٹ کے برابر ہے۔ اور یہی شان خصوصیت ہے جو تمام ہندوستان کے طول و عرض سے طلباء کو کھینچ لے آتی ہے۔ اسلئے ہمارے سامنے ہے۔

ایسا ان امور کو ذہن میں رکھ کر ان سوالات دینیہ کی اہمیت اور نوعیت پر توجہ فرمایئے۔ جو اس پرچہ میں کئے گئے ہیں۔ ہم تمام سوالات کو نقل کر کے اخبار کے [illegible] سوں کو کشت زعفران بنانا نہیں چاہتے۔ لیکن چند [illegible] لات نمونۃً ہدیہ ناظرین ہیں:۔

"اگر تصویر نمازی کے چھت یا [illegible] نے یا فرش میں ہو تو اس نماز کا کیا حکم ہے"؟

یہ سوال اگر دقیانوسی ملانوں کے سامنے رکھا جائے تو وہ شاید اس کی اہمیت کی قدر کریں۔ مگر زمانہ حال کے منچلین طلباء یقیناً اس پر قہقہ لگائیں گے۔ اور اس قدر تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کوئی چھوت چھات کا مذہب نہیں ہے کہ اس کی عبادات میں تصاویر کا وجود رخنہ انداز ہو سکے پھر علی گڑھ میں جو روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے لحاظ سے تو ڈرائنگ روم کے سجانے کا بہترین اسباب تصاویر ہی ہو سکتی ہیں۔ سرسید علیہ الرحمۃ کی تصویر تو ہر ایک علیگ کا حرز جان ہے۔ پھر ان حالات کے ماتحت یہ سوال کرنا نوجوان طلباء کو جن کی طبائع پر نئی روشنی کا روغن ہو چکا ہے۔ عمداً بدظن کرنا ہے۔ اور ان کو اسلام کی تعلیم پر منہ کھولنے کا موقعہ دینا ہے۔ پھر شریعت اسلام کے لحاظ سے یہ سوال کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ کیا ہم جناب ممتحن صاحب کی توجہ سامی کو اس واقعہ کی طرف منعطف کر سکتے ہیں۔ جو احادیث صحیحہ میں مروی ہے۔ اور جس سے ثابت ہے کہ ایک مرتبہ رسول کریم نے عیسٰی پرست اور مریم کی تصویر کو پوجنے والے کیتھولک عیسائیوں کو عین مسجد نبوی میں گرجا کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ کیا ان کی اس عبادت سے نعوذ باللہ مسجد نبوی میں کچھ نقص ہو گیا تھا؟

پھر طلباء میں سے اگر کوئی طالب علم خود ممتحن صاحب سے یہ سوال کریں کہ حاملہ عورتوں کے لئے نماز کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ قرآن مجید میں ہے

هو الذی یصورکم فی الارحام

تو غالباً حضرت ممتحن صاحب بھی بغلیں جھانکنے لگیں

ایک اور سوال ہے :۔

"بلی جوہے۔ اور سانپ کے جوٹھے پانی سے وضو کرنے کا کیا حکم ہے"؟

اس سوال کی اہمیت کا اندازہ خود ناظرین کرام کر سکتے ہیں کاش اگر ممتحن صاحب اس کی بجائے یہ سوال کرتے کہ "جرابوں پر مسح کس وقت تک کیا جا سکتا ہے" تو یہ زمانہ کی ضرورت کے مطابق ہوتا۔ اور علی گڑھ کے طلباء کو وضو میں کسی قدر آسانی کا سامان پہنچ جانے سے نماز کی تحریص و ترغیب بھی ہو جاتی۔

ایک اور سوال ہے :۔

"تعداد مہر میں اگر زوج و زوجہ مختلف ہوں تو قاضی کس کے بیان کو صحیح سمجھے گا"؟

غالباً اس سوال کا ایک حصہ رہ گیا ہے۔ وہ ہم ذیل کے فقرہ سے پورا کئے دیتے ہیں۔

"اور نکاح ایک اندھیری کوٹھڑی میں بند ہو جہاں سوائے میاں بیوی کے اور کوئی گواہ نہ ہو"

ایک اور سوال ہے۔

"اگر کسی عورت نے کسی شخص پر یہ دعوٰے کیا کہ اس سے میرا عقد ہوا ہے۔ اور حالانکہ اس کا دعوٰے محض جھوٹا ہو۔ لیکن عورت کی طرف سے گواہ گواہی دیں اور مرد اس کے ابطال دعوٰے میں ناکامیاب رہے۔ تو قاضی کا فیصلہ عورت کے حسب خواہ ہوگا۔ اس صورت میں وہ عورت اس کی زوجہ بھی ہوئی یا نہیں"؟

اس سوال کے جواب کیلئے ہم اتنا ضرور پوچھیں گے کہ "جب مرد ابطال دعوٰے میں ناکامیاب رہے" اور قاضی کا فیصلہ بھی اس کے خلاف اور عورت کے "حسب خواہ" ہو تو پھر عورت کا دعوٰے "محض جھوٹ" کس طرح ہو سکتا ہے۔ کیا جناب ممتحن کے پاس کوئی جن مسخر ہیں جو انہیں اس غیب کا پتہ دیں گے کہ دعوٰے محض جھوٹ ہے۔

یہ ہے علی گڑھ کی مذہبی تعلیم کا نمونہ۔ اس پر ہم سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں :۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

جرمنی کی طرف سے شرائط صلح کی منظوری

آخر کار اتحادیوں کے فولادی پنجہ اور پے در پے فتوحات نے جرمنی کو صلح پر مجبور کر کے ہی چھوڑا۔ اور پریزیڈنٹ ولسن (امریکہ) کی ان شرائط صلح کے سامنے جو انہوں نے اپنے ۸ جنوری سنہ ۱۸ء کے ایڈریس میں پیش کی تھی اور پیغام صلح کی ایک گذشتہ اشاعت میں درج ہو چکی ہیں سر تسلیم خم کرنا ہی پڑا۔ لندن کی ۲ اکتوبر سنہ ۱۸ کی خبر ہے کہ

* * * * * * * جرمن گورنمنٹ نے مسٹر ولسن کو مندرجہ ذیل جواب دیا ہے "جرمن گورنمنٹ نے ان شرائط کو جو پریزیڈنٹ ولسن نے اپنے ۸ جنوری کے ایڈریس میں اور مستقل منصفانہ صلح کی بنیاد کے متعلق اپنے بعد کے ایڈریسوں میں بیان کی تھیں منظور کر لیا ہے۔ اس لئے بحث میں پڑنے سے اس کا مدعا صرف عملی تفاصیل اور ان شرائط کے اطلاق کو طے کرنا ہوگا جرمن گورنمنٹ کو یقین ہے کہ امریکہ کے ساتھ جو گورنمنٹیں متحد ہیں۔ انہوں نے بھی مسٹر ولسن کی پوزیشن جو اس نے اپنے ایڈریس میں ظاہر کی تھی۔ اختیار کر لیا تھا۔ جرمن گورنمنٹ ایک عارضی صلح کرنے کی غرض سے آسٹرین گورنمنٹ کے اتفاق رائے سے اعلان کرتی ہے کہ وہ تخلیہ کے متعلق پریزیڈنٹ کی شرائط پر عملدرآمد کرنے کے لئے تیار ہے۔ اور تجویز کرتی ہے کہ پریزیڈنٹ کو تخلیہ کے متعلق خود ہی انتظامات کرنے کیلئے ایک مخلوط کمیشن کا اجلاس بلانا چاہیئے۔ موجودہ جرمن گورنمنٹ جس نے صلح کی طرف یہ قدم اٹھانے کی ذمہ واری قبول کی ہے۔ کانفرنسوں کے ذریعہ اور ریشٹاخ کی بھاری میجارٹی کے ذریعہ بنائی گئی ہے۔ چانسلر کو اپنی تمام کارروائیوں میں اس میجارٹی کی تائید حاصل ہے۔ اور وہ جرمن گورنمنٹ اور جرمن آبادی کا نمائندہ ہے" اس خبر کے لندن میں پہنچنے پر تمام تھیٹروں اور سینما وغیرہ مناظر عام پر اس کا اعلان کیا گیا جس سے ایک بھاری جوش پھیلا۔ اور دیر تک قومی گیت گایا گیا۔ عوام کا خیال ہے کہ یہ جواب جرمنی کے مکمل اطاعت قبول کر لینے کے برابر ہے۔ اور فی الحقیقت اگر ان شرائط صلح پر نظر کی جائے جو مسٹر ولسن پریزیڈنٹ جمہوریہ امریکہ نے پیش کی ہوئی ہیں جن کے سامنے جرمنی نے سر تسلیم خم کیا ہے۔ تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ جرمنی کو بہت بھاری نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ اور اس کی یہ صلح گویا کامل شکست کے مترادف ہے۔ ان شرائط کی رو سے نہ صرف یہی کہ جرمنی کو تمام فرانسیسی علاقہ کو خالی اور مقبوضہ حصوں کو بحال کرنا پڑے گا۔ بلکہ سنہ ۱۸۷۱ء میں پرشیا نے آلسیس اور لورین کے معاملہ میں فرانس کے ساتھ جو ظلم کیا تھا اس کی بھی تلافی کرنی پڑے گی۔ اور ایسا ہی بلجیم کو بھی دوسری آزاد سلطنتوں کی طرح اس کی بادشاہت کو محدود کرنے کی کسی کوشش کے بغیر بحال کرنا پڑے گا۔ اور اٹلی کی بھی سرحدوں کا قابل اعتراف لائینوں پر تعین کرنا ہوگا۔ پھر رومانیا سرویا۔ اور مانٹی نگرو وغیرہ تمام ممالک کو خالی کر کے مقبوضہ علاقہ جات کو چھوڑنا پڑے گا۔ اور سرویا کو سمندر میں آزاد و محفوظ راستہ دینا ہوگا۔ گویا اس تمام خونریزی اور کشت و خون کا آخری نتیجہ جرمنی کو کیا ملا۔ خسر الدنیا و الاخرۃ

افسوس کہ اس جنگ میں جرمنی کے ساتھ ٹرکی نے بھی خواہ مخواہ اپنے آپ کو نقصان پہنچایا۔ باوجودیکہ مسلمانان ہند نے اسی وقت جب ٹرکی کی طرف سے جنگ کا اعلان ہوا تھا اس ہمدردی کی وجہ سے جو بحیثیت ایک مسلمان سلطنت کے اس کے ساتھ ہے۔ یہ مخلصانہ مشورہ دیا تھا کہ وہ اتحادیوں کے خلاف مصروف پیکار نہ ہو۔ کہ اس میں بہت کچھ نقصانات اور مسلمانوں کے کثیر حصہ کے ہمدردانہ جذبات کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ لیکن برسر اقتدار نوجوان ترکوں نے اپنی من مانی خواہشات کو ہی پورا کیا۔ جس کا آخری نتیجہ وہی ہوا۔ جس کا اندیشہ تھا۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ پریزیڈنٹ ولسن کی ان شرائط صلح میں جہاں متحدہ سلطنتوں کے مفتوحہ علاقہ جات بحال کئے جانے کی شرط پیش کی گئی ہے۔ وہاں ترکی کے مفتوحہ علاقوں کی واپسی کا کوئی ذکر نہیں۔ بلکہ انہی شرائط کے اندر موجودہ عثمانی سلطنتوں کے ترکی حصوں کو محفوظ بادشاہت اور دیگر اقوام کو جو اب حکومت کے ماتحت ہیں۔ زندگی اور آزادانہ ترقی کا یقین دلائے جانے کی شرط بھی پیش کی گئی ہے۔ اور ایک اور اہم شرط یہ ہے کہ "درِ دانیال بین الاقوامی ضمانتوں کے ماتحت مستقل طور پر کھلا اور آزاد ہونا چاہیئے" گویا ٹرکی کی یہ ایک بڑی جائے پناہ بھی اس صلح کے بعد اس کے ہاتھ سے جاتی رہیگی

جو ایک افسوسناک امر ہے۔ لیکن یہ سب کچھ ثمرات ہیں ان بے راہ رویوں کے جو خود ترکی سلطنت نے اختیار کر رکھی ہیں اور غالباً انہی بدنتائج کا یہ اثر ہے کہ موجودہ ترکی حکومت کے ارباب حل و عقد انور پاشا اور طلعت پاشا وزیر اعظم اپنے عہدوں سے مستعفی ہو گئے ہیں۔ اور ترکی سلطنت کی کمان توفیق پاشا کے ہاتھوں میں دے دی گئی ہے۔ جو متحدہ سلطنتوں کا ہوا خواہ بتایا جاتا ہے۔

قیصر نے کیونکر ان شرائط کو مان لیا؟

اس میں شک نہیں کہ صلح کی یہ خبریں تمام دنیا کے لئے پیغام مسرت و انبساط ہیں۔ لیکن ساتھ ہی تعجب کے ساتھ یہ سوال دل میں پیدا ہوتا ہے۔ کہ قیصر نے اس قدر زور و شور کے باوجود جو گذشتہ سالوں میں کم از کم زبانی لن ترانیوں سے وہ دکھاتا رہا ہے۔ اس قدر ذلت کیوں قبول کی۔ اور ایسی سخت شرائط صلح پر وہ کس طرح راضی ہو گیا۔ لیکن یہ سوال غالباً ان لوگوں کے لئے کوئی اتنا پیچیدہ نہیں۔ جو گذشتہ آٹھ دس روز سے متواتر جنگ کی خبروں اور جرمنی سے آئے ہوئے پیغامات کو پڑھتے رہے ہیں۔ خود اس جواب میں جو جرمن وزیر اعظم نے پریذیڈنٹ ولسن کو دیا ہے۔ یہ الفاظ کہ

"موجودہ جرمن گورنمنٹ جس نے صلح کی طرف یہ قدم اٹھانے کی ذمہ واری قبول کی ہے۔ کا افراد کے ذریعہ اور ریشتاغ کی بھاری اکثریت کے ذریعہ بنائی گئی ہے"

اس حقیقت کے مظہر ہیں۔ کہ جرمن حکومت کے ارباب حل و عقد قیصر کے اس فتنہ و فساد کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ جس کی تائید نہ صرف اس تقریر سے ہی ہوتی ہے۔ جو کہ جرمن چانسلر پرنس میکس آف بیڈن نے ۵ اکتوبر کو ریشتاغ میں کی۔ اور بتایا کہ

"ہم ستمبر کو ایک شاہی حکم کے مطابق سلطنت کی پولیٹیکل لیڈرشپ میں ایک بنیادی تبدیلی واقع ہوئی ہے"

بلکہ جیسا کہ رائٹر کو سٹاک ہولم سے معلوم ہوا ہے قیصر جرمنی کا تخت سے مستعفی ہو جانا بھی اسی حقیقت کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ اس لئے ان تمام بیانات کی موجودگی میں یہ کہنا بھی بیجا نہیں کہ موجودہ جنگ کا آخری اور سب سے بڑا فائدہ شخصی حکومت کا استیصال ہے جو جہت سے عظیم بین الاقوامی اور تمدنی فوائد کا موجب ہوگا۔

افسوس کہ جرمن اصحاب دانش و بینش نے پہلے ہی اس طرف قدم نہ اٹھایا ورنہ آج تک دنیا کو اس قدر عظیم الشان نقصانات کا مورد نہ بننا پڑتا۔ لیکن سہ

آنچہ دانا کند کند ناداں
لیک بعد از ہزار رسوائی

ہندوستان اور مصر کے اوقاف

افسوس ہے کہ مسلمانان ہند کی کوئی بھی تحریک ایسی نہیں۔ جو مذہبی اور قومی فوائد کی موجب ہو۔ اور پھر ان کو عمل میں لانے کی کوئی صورت پیدا ہوئی ہو۔ بہت سی تجاویز ہیں۔ جو عظیم الشان قومی فوائد کا موجب ہو سکتی ہیں۔ لیکن اخبارات میں ایک دو دفعہ ان کا ذکر آنے کے بعد پھر خاموشی ہو جاتی ہے۔ اور کسی صاحب اقتدار نے ان کو عمل میں لانے کی کوئی صورت نہیں کی بلکہ ایسی بہت سی تجاویز کے ایک ہندوستان کے اوقاف کو بھی ایک باقاعدہ نظام کے نیچے لانے کا خیال ہے۔ اکثر اوقات یہاں کے اوقاف کی گری ہوئی حالت کا رونا اخبارات میں رویا گیا ہے۔ اور ان کی بڑی بڑی آمدنیوں کے بیجا خرچ ہونے کی شکایات سننے میں آتی ہیں۔ لیکن باوجود اس کے ان کی درستی [illegible] کیوں اس کی طرف عملی قدم نہیں اٹھایا جاتا۔ صرف اخبارات میں ہی کبھی کبھی تذکرہ آ جاتا ہے۔ چنانچہ اب پھر مولوی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار نے مصر سے وہاں کے اوقاف کی حالت لکھ کر مسلمانان ہند کو بھی مصر کی طرح ایک باقاعدہ محکمہ اوقاف سرکار کی نگرانی کے ماتحت قایم کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

"مصر کا محکمہ اوقاف ایک ایسا محکمہ ہے کہ جس کو مسلمانان ہند کو اپنے یہاں قایم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ہندوستان میں ہزارہا اوقاف ہیں کہ جن کی آمدنیاں یا تو بالکل ضایع ہو رہی ہیں۔ یا جیسی کہ واقفوں کی خواہش تھی خرچ نہیں کی جاتیں کاش اگر ہندوستان میں ایسا قانون پاس ہو جائے کہ تمام اوقاف کا انتظام ایک محکمہ کے سپرد کیا جائے۔ جس کی نگرانی سرکار کر سکے۔ گو اس محکمہ کے افسر مسلمان ہی منتخب کیا کریں۔ تو لاکھوں نہیں کروڑوں روپیہ مسلمانوں۔ کے بچوں کی تعلیم اور دیگر کارہائے خیر کے لئے نکل آیا کریں گے۔

مصر میں جیسے کہ دوسرے سررشتہ ہائے حکومت مختلف وزرا کے سپرد ہیں۔ محکمہ اوقاف بھی ہے۔ گو اس محکمہ کا بجٹ دیگر محکموں کے سرکاری بجٹوں کے ساتھ پیش نہیں کیا جاتا۔ نہ مجلس واضعان قانون میں پیش کیا جاتا ہے۔ ۱۹۰۳ء میں اوقاف کی آمدنی صرف ۱۴۷۵۹۳ پونڈ تھی۔ مگر ۱۹۱۵ء میں اس محکمہ کی آمدنی ۴۴۹۶۹ پونڈ تک پہنچ گئی۔ مگر اس میں اس محکمہ کے دو توصیغوں یعنی اہلی اور خیری کی واردات شامل ہیں۔ اور بہ ترتیب ۱۹۰۳ء اور ۱۹۱۵ء میں مخارج ۱۴۷۳۳۳ اور ۸۳۹۵۹۷ پونڈ تھے۔

خیری سے ایسے وقف مراد ہیں جو بعض لوگ اپنے خاندان کے لئے مقرر کر جاتے ہیں۔ جیسے کہ ہندوستان میں اب وقف علی الاولاد کا قانون مروج ہو گیا ہے۔ اور جب ان اوقاف کا کوئی وارث باقی نہیں رہتا۔ تو یہ بھی اوقاف خیری میں داخل کر دیئے جاتے ہیں۔ اوقاف خیری شرعی امور کار خیر کیلئے نیا مسلمان مقرر کر دیتے ہیں۔ اور اب چونکہ محکمہ اوقاف کا انتظام عمدہ ہے۔ اس لئے بہت لوگ اوقاف اہلی بھی محض خوبی انتظام کی خاطر اپنی خوشی سے محکمہ اوقاف کے سپرد کر دیتے ہیں۔ دسمبر ۱۹۱۵ء تک اہلی یا پرائیویٹ اوقاف کل ۳۵۹ تھے۔

وزارت اوقاف مصر کے ماتحت کل ۱۴۷۸ مساجد ہیں۔ کہ جن میں سے ۲۳۲ خاص شہر قاہرہ اور اس کے نواح میں ہیں۔ اور ان مساجد کے اماموں اور خدام کی تعداد ۹۵۲۷ ہے۔

اوقاف خیری میں سے ۲۴۲ مدارس جاری ہیں۔ کہ جن کا انتظام محکمہ تعلیم کے ماتحت ہے۔ اہلی اوقاف کے صرف چند سکول ہیں۔ جو وزارت اوقاف کی نگرانی میں ہیں نو ہسپتال قاہرہ۔ اسکندریہ اور طنطا میں قایم ہیں۔ چھ شفاخانے ہیں۔ کہ جن میں غریب اور بے خانماں لوگ اور بچے پرورش پاتے ہیں۔ ان میں سے چار قاہرہ اور دو اسکندریہ میں ہیں۔ اور قاہرہ میں ایک یتیم خانہ بھی ہے۔ ۱۹۱۵ء میں وزارت اوقاف نے روزانہ ۳۴۷۳ آدمی کو ہسپتال میں اور ۷۵۰ کو تکیوں میں مفت کھانے کھلائے۔ یہ ایک چھوٹا سا نمونہ قدیم مسلمانان مصر کی فیاضی کا ہے۔ اس کے علاوہ الازہر اور کئی دیگر مدارس کے اخراجات کیلئے بڑی بڑی جائدادیں اہل خیر اور سلاطین و امرا نے وقف کی ہوئی ہیں۔ جو محکمہ اوقاف سے علیحدہ ہیں"

مصر کی حالت دوسرے تمدنی و معاشرتی معاملات میں تو جیسی کہ اکثر واقفان حال کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے ہندوستان سے بھی گری ہوئی ہے۔ لیکن اوقاف کا انتظام جو مولوی محبوب عالم صاحب نے بتایا ہے۔ اگر وہ صحیح ہے۔ تو اس کے عمدہ ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے کاش مسلمانان ہند بھی اپنی مساجد اور دیگر اوقاف کا ایسا ہی انتظام کر سکیں۔ جو ان کو اکثر قومی ضروریات کے لئے آئے دن دست سوال دراز کرنے اور چندوں وغیرہ کی احتیاج سے مستغنی کر دے سکتا ہے۔ کیا وہ اس طرف متوجہ ہوں گے؟

تعطیلات محرم میں جلسے

معاصر پیسہ اخبار افسوس کے ساتھ یہ خبر سناتا ہے کہ تعطیلات محرم میں راجہ صاحب محمود آباد اور بعض دوسرے اراکین مسلم لیگ پراونشل کانگریس میں شمولیت کیلئے علیگڈھ جانے والے ہیں۔ اسے شکایت ہے کہ ان لوگوں نے باوجود مسلمان ہونے کے شہادت امام حسین کا سوگ کیوں نہیں کیا۔ اور کیوں مجالس عزا کو چھوڑ کر پراونشل کانگریس میں شامل ہوتے ہیں۔

لیکن کیا معاصر موصوف ہمیں بتائے گا کہ اسلام نے کہاں اس قسم کی تعلیم دی ہے جیسی تمام کاروبار کو ترک کرنے اور صرف ماتم حسین ہی میں مصروفیت کو ضروری ٹھہرایا ہے اور اگر ماتم ہے تو [illegible] معاصر موصوف کیوں ان ایام کی تقدیس میں سارا عشرہ دفتر کو بند نہیں رکھتا۔ اور چند نکوں کے لئے ایک مقررہ اسلامی شعار کو ترک کرتا ہے۔ کم از کم قرآن سے تو یہ حکم بتایا جائے۔ جس میں اس قسم کے سوگ کو ضروری قرار دیا گیا ہو۔ ضروری تو ایک طرف۔ اس نے تو ایسی باتوں کو باعث کفر ٹھہرایا ہے۔ اور بڑے بڑے سخت حادثات میں بھی صبر و شکر کو ہی مستحسن قرار دیا ہے۔ پھر معاصر پیسہ اخبار اور اس کے دوسرے ہم خیال شیعہ و سنی اصحاب کی اس قسم کی بے جا اختراعات، کو قرآن سمجھا جائے یا حدیث۔

کیا پیسہ اخبار اس کا جواب دے گا؟

مجالس عزا اور ہندو مسلم اتحاد

اپنی ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۸ء کی اشاعت میں "شہید کربلا حسین" کے عنوان سے ایک طویل افتتاحیہ لکھتے ہوئے معاصر پیسہ اخبار نے غم حسین اور مجالس عزا کا یہ ایک عظیم الشان فائدہ بتایا کہ

"ہندوستان کی بہت سی سربرآوردہ ہندو ریاستیں بھی مراسم محرم میں حصہ لیتی اور فیاضی سے خیرات و مبرات کرتی ہیں اور ہندو بھائی مجالس عزا میں شریک ہوتے ہیں یوں تقاریب محرم مختلف ادیان کے لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے سے باہمی اتفاق و اتحاد کا بھی اچھا ذریعہ ثابت ہوئی ہیں"

"مسلم لیگ اور ارباب کانگریس کو مبارک ہو کہ ان کی شبانہ روز مساعی کے بارآور ہونے کی راہ نکل آئی۔ گو ان کی موجودہ شاہراہ عمل اس کے لئے کتنی نہ ہوئی۔ پیسہ اخبار نے ایک نہایت آسان راہ نکالدی۔ بس اب مجالس عزا قایم کیا کرو۔ بھلا ہندو مسلم اتحاد سے بڑھ کر اور کونسی نعمت ہندوستان کو درکار ہے۔ جس پر حکومت خود اختیاری جیسے اہم ترین مطالبہ کا بھی ایک حد تک دارومدار ہے۔ اور جس کے نہ ہونے سے ملک آئے دن فتنہ و فساد کا آماجگاہ بنا رہتا ہے پس ایسے عظیم الشان فائدہ کو حاصل کرنے کے لئے ایک عشرہ محرم نہیں سال کے بارہ مہینوں میں مجالس عزا قایم ہونی چاہئیں۔ اور پیسہ اخبار کے محترم ایڈیٹر صاحب کو ان کا صدر نشین بنانا چاہئے۔ فی الحقیقت اس عظیم الشان فائدہ کے لئے راجہ صاحب محمود آباد اور دیگر اراکین لیگ کو بھی علیگڈھ جانے کی ضرورت نہ تھی۔ انہیں چاہئے تھا کہ امسال اپنے گھروں میں ارباب کانگریس کو بلاتے اور مجالس عزا قایم کرتے کہ پیسہ اخباری مسلمانوں نے اسی پر اسلام کو موقوف قرار دے رکھا ہے۔

لیکن کیا معاصر پیسہ اخبار ہمیں بتائے گا کہ ایسے اچھے ذریعہ اتحاد کے ہوتے ہوئے ہر محرم کے ساتھ دنگہ و مظاہرہ کے ہنگامے ملک میں کیوں چاروں طرف ایک خطرہ پیدا ہو جاتا ہے اور دانشمندان ملک کو ارباب حکومت کی مدد سے فتنہ و فساد کو روکنے کے لئے دن رات ان انتظامات میں مصروف رہنا پڑتا ہے۔ سیدھی بات ہے۔ پیسہ اخبار کو چاہئے کہ ان کا بلکہ خود گورنمنٹ کو بھی اپنے خرچ سے مجالس عزا کے قایم کرنے کی تحریک کرے۔ اور اس ذریعہ اتحاد کو ایسے نازک وقت میں عمل میں لانے میں ساعی ہو۔ پھر دیکھا جائے گا کہ اس کا یہ ذریعہ اتحاد کہاں تک مفید ثابت ہوتا ہے۔

تربیت اولاد

اس نام کی ایک کتاب سید عنایت علی شاہ صاحب [illegible]

[illegible]

اخبار احمدیہ

اس خبر کو احباب کرام نہایت افسوس کے ساتھ پڑھینگے کہ سلسلہ عالیہ کے ایک پرانے خادم شیخ رحیم بخش صاحب نومسلم واعظ تین چار دن بخار میں مبتلا ہو کر بمقتضائے الٰہی فوت ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

شیخ صاحب ایک مخلص خادم دین تھے۔ اور باوجود عیسائیت سے واپس آنے کے سلسلہ حقہ کے متوکل۔ با اخلاق اور بردبار تھے۔ ہر ایک مخالف سلسلہ کے پاس جا کر تبلیغ کرنے میں ذرا بھی جھجکتے نہ تھے۔ اگرچہ قادیان ہی میں آپ کا رشتہ ازدواج ہوا تھا۔ لیکن موجودہ اختلاف کے اندر حق کا ساتھ دینے میں یہ رشتہ بھی آپ کے لئے موجب روک نہیں ہوا۔ اور آپ اپنی اہلیہ سمیت لاہور ہی میں آ گئے۔

ہمیں اس صدمہ میں آپ کی اہلیہ صاحبہ سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے!

شملہ سے بھی خبر آئی ہے کہ وہاں کے ہمارے ایک نہایت مخلص دوست امام خان صاحب اسی انفلوائنزا یا وائرفیور نامی بخار سے آٹھ دن تک بیمار رہکر جاں بحق ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

احباب ان ہر دو مرحومان کا جنازہ غائب بالضرور پڑھیں*

گذشتہ جلسہ سالانہ میں احمدیہ کانفرنس کے دوران میں یہ تجویز خاص اہمیت کی نگاہ سے دیکھی گئی تھی۔ کہ لاہور کے علاوہ دیگر مقامات مختلف پر بھی ہر سال تبلیغی جلسے ہوا کریں۔ بہت سے احباب نے اسکی بڑے زور سے تائید کی تھی۔ اور اس کی ضرورت کا اعتراف کرتے ہوئے یہ وعدہ فرمایا تھا۔ کہ وہ اپنے اپنے شہروں میں ایسے جلسوں کا انتظام کرنے سے دریغ نہ کریں گے۔ لیکن افسوس کے ساتھ یہ دیکھا گیا ہے کہ سوائے چند ایک مقامات کے ابھی تک عملاً اس ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش نہیں ہوئی۔ بعض خاص خاص مقامات پر بیشک احباب نے اپنی رغبت اس طرف دکھائی ہے۔ اور وہ ہر سال اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح جلسہ ہو۔ اور لوگوں کو پیغام حق پہنچ جائے لیکن بعض دوسرے مقامات ایسے بھی ہیں۔ جہاں ایک بھی جلسہ آج تک نہیں ہوا۔ یا صرف ایک جلسہ ہو کر رہ گیا۔ اور آئندہ کوئی جوش اور خیال تک جلسہ کرنے کا نہیں۔ ایسے احباب کو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ حرکت میں ہی برکت ہے۔ اگر وہ اسی طرح سے ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھے رہے۔ تو اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہے کہ ان کی وجہ سے سلسلہ عالیہ کو نقصان پہنچے۔ لیکن نہیں یہ تو بڑھیگا۔ ہاں ہم اپنے فرض میں کوتاہی کرنے والے ثابت ہونگے۔ اس لئے احباب کو جو بھی ایسا موقعہ ملے کہ وہ کسی ذریعہ سے مخلوق خدا کو پیغام حق پہنچا سکتے ہوں۔ اسے غنیمت سمجھنا چاہئے۔ اور اپنے اپنے مقامات پر جلسوں کے انعقاد کا فوراً بندوبست کرنا چاہئے*

اسی اہم ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے سیکریٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے یہ اعلان کرنا ضروری سمجھا ہے کہ فی الحال جلسہ سالانہ سے قبل جو احباب کسی مقام پر کوئی جلسہ کرانا چاہیں وہ معالیسی تاریخیں اس کے لئے منتخب کریں جب کم از کم اس جگہ پر جہاں جلسہ ہونے والا ہو۔ عام طور پر تعطیل ہو۔ ہر مہینے کا اخیر ہفتہ اور اتوار بھی اسکے لئے معین ہو سکتے ہیں بطور مثال اکتوبر اور نومبر کے مہینوں میں دو ایسی اکٹھی ہونے والی تعطیلیں حسب ذیل ہیں:-

۲۶-۲۷-اکتوبر- ۲-۳ نومبر- ۱۷-۱۸ نومبر
۲۳-۲۴ نومبر۔

جو احباب ان تاریخوں میں سے کوئی دو تاریخیں اپنے یہاں جلسہ کے لئے موزون سمجھیں۔ ان کے لئے دفتر سکریٹری میں بالضرور اطلاع دیں۔ تاکہ پروگرام وغیرہ کا انتظام ہو سکے*

بقیہ از کالم ۳ صفحہ ہذا:-

ہیں۔ تو اس قصاص کے بعد اب رونا اور ماتم کرنا۔ یا سب وشتم کرنا چہ معنے دارد؟

قرآن کریم نے تو ویسے بھی صبر کی تعلیم دی ہے چہ جائیکہ بدلہ لے کر پھر اسقدر واویلا کیا جائے۔ شیعہ اور سُنّی ہر دو گروہ کے غالیانہ خیالات کے حامی ہمارے مخاطب ہیں*

واقعۂ کربلا کے بعد کیا ہوا؟

"جناب منتقم کے کارنامے"

(ماخوذ از تاریخ خلفائے اسلام)

ذیل کے مضمون میں ہمارے ایک تاریخدان نامہ نگار نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ امام حسینؓ کی شہادت اور یزید کے مظالم پر جو اسقدر ماتم برپا کیا جاتا ہے۔ اور آئے سال واقعات کربلا کو اس قدر بڑھا چڑھا کر سنایا جاتا ہے۔ کہ شہادت حسینؓ کی تقدیس غلو کی حد تک پہنچگئی ہے۔ اسکے بالمقابل تصویر کا دوسرا رُخ بھی ہے۔ جس پر آجتک نظر نہیں کی گئی۔ اور وہ یہ کہ امام حسینؓ کے طرفداروں نے بھی ان کے قاتلوں کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی۔ اور جہاں تک اُن کا بس چل سکا۔ انہوں نے پورا بدلہ لے لیا پھر باوجود اس قصاص کے بھی مخالفین امام حسینؓ کو سب وشتم کرتے رہنا اور اسقدر ناجائز حرکات جیسا کہ حضرات تشیع کے ہاں ہوتی ہیں۔ کہاں تک جائز ہیں؟

نامہ نگار کے بیانکردہ واقعات کہاں تک صحیح ہیں۔ اسکے ہم ذمہ وار نہیں۔ انہوں نے اپنے بیان کے ثبوت میں تاریخ خلفائے اسلام کو پیش کیا ہے۔ جسکے خلاف اگر دوسری معتبر تاریخوں سے کوئی اور بیانات مل سکیں۔ اور ان بیانکردہ واقعات کی تغلیط ہو سکے۔ تو انہیں اس کے ماننے سے احتراز نہ ہوگا۔ گو جہاں تک ہمیں معلوم ہے۔ اور ہم بارہا اس کا ذکر بھی کر چکے ہیں خود شیعی تاریخوں میں تو یزید کے امام حسینؓ کا خونبہا دے دینے اور قاتلان حسینؓ پر اظہار ناراضگی کا بھی بیان موجود ہے جو نامہ نگار کے مندرجہ بالا سوالات کو جناب منتقم کے کارناموں سے اور بھی زیادہ معقول وجوہات پر مبنی ٹھہرا دیتا ہے لیکن اسکو چھوڑ کر بھی اگر نامہ نگار کے بیان کردہ واقعات کو صحیح سمجھا جائے تو دیکھنا چاہئے کہ ہمارے شیعی معاصرین ان واقعات کی روشنی میں سوال مندرجہ بالا کا کیا جواب دیتے ہیں* (ایڈیٹر)

واقعات کربلا تو ناظرین نے مختلف رنگوں میں ہر سال ملاحظہ فرمائے ہی ہونگے مگر بعد کے واقعات اور طرفداران امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے کارنامے نہ دیکھے ہونگے۔ انہوں نے موقعہ پا کر یا قوت حاصل ہونے پر کیسے کیسے دلیری وجسارت سے چُن چُن کر اُن لوگوں کو قتل کیا کہ جو قتل امام حسین علیہ السلام میں شامل تھے۔ یا جن پر اس میں شامل ہونے کا بہانہ ہاتھ آگیا۔ یزید کے وقت میں سوائے عبد اللہ بن زبیرؓ کے اور کسی کو بھی اُس کی خلافت سے سرکشی کرنے کی جرأت نہ ہوئی یا یہ سمجھو۔ کہ قدرت نے کسی کو موقعہ نہ دیا اور جس کسی نے سر بھی اٹھایا۔ وہ کامیاب نہ ہوا۔ جناب منتقم جنکے کارنامے ہم ذیل میں لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں یہ المختار بن ابوعبیدہ ثقفی کے نام سے مشہور تھے۔ اور جنھوں نے اپنا نام منتقم رکھا تھا۔ انہوں نے بعہد خلیفہ عبد الملک بن مروان یہ بیڑا اٹھایا۔ کہ قاتلان حسین علیہ السلام سے بدلہ لیا جائے۔ اور اس سلسلہ میں اپنی خلافت کا بنیاد قائم کی جائے ....

....

مختص طائف کا رہنے والا تھا۔ اور بہت زبردست سپہ سالار تھا۔ یہ شخص شروع میں حسینی خاندان کا بہی خواہ تھا۔ کوفہ میں اسی نے جناب مسلمؓ بن عقیل کو اپنے گھر میں جگہ دی تھی۔ اور امام حسینؓ کیواسطے لوگوں کو اکٹھا کرنے میں نہایت سعی بلیغ کی تھی جب عبد اللہ بن زیاد کوفہ میں آیا۔ تو اسکو اس کی سازشوں کا حال معلوم ہوا جسپر ابن زیاد نے اسکو بلا کر اس امر سے باز رکھنا چاہا۔ مگر مختار نے اسکو لعنت پھٹکار میں جواب دیا۔ اور اہل بیت حسینؓ کی حمائت کی جس سے عبد اللہ بن زیاد کو سخت غصہ آیا۔ اور اُس نے اسکو اسقدر پیٹا کہ اُس کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ اور اس کے بعد مختار قید کر دیا گیا۔ واقعہ کربلا کے بعد یزید سے بعض لوگوں نے سفارش کر کے اس کی رہائی کرا لی۔ قید سے نکلتے ہی یزید اور عبد اللہ بن زیاد کو گالیاں دیتے ہوئے جناب منتقم مکہ پہنچے۔ اور دل میں یہ ارادہ کر لیا اور علانیہ کہدیا۔ کہ مجھ پر لعنت ہے خدا کی جب تک اس کا بدلہ نہ لے لوں اور قاتلان حسینؓ کو اس کا مزا نہ چکھا دوں۔ مکہ میں اُس وقت پہنچا کہ عبد اللہ بن زبیر کی سخت تلفی ہو رہی تھی۔ اور لوگ اُن سے بیعت کر رہے تھے مختار نے عبد اللہ بن زبیر سے کہا کہ میں تمہاری بیعت خلافت اس وقت تک نہیں کرتا۔ کہ جب تک تم انتقام حسینؓ کا مصمم ارادہ ظاہر نہ کرو۔ اور یہ بھی ملتج دیا کہ جب تک میں تمہارا سپہ سالار نہ ہونگا۔ تمہاری خلافت کو عروج نہ ہوگا۔ مکہ کے اس محاصرہ میں جو بزمانہ یزید عبد اللہ بن زبیر کے خلیفہ بن جانے کے باعث ہوا تھا۔ مختار نے بہت

مدد کی۔ لیکن بعد محاصرہ اٹھنے کے ابن زبیرؓ کو جب مختار نے اپنی جانب زیادہ راغب نہ پایا تو کوفہ کو روانہ ہو گیا۔ اور راستہ میں ہر ایک مسجد میں انتقام حسینؓ کا آوازہ دیتا۔ اور جوش پیدا کرتا ہوا گیا۔ کوفہ میں جب پہنچا تو وہاں اپنا ہمخیال سلیمان نامی ایک شخص کو پایا۔ اور یہ مناسب سمجھا کہ سلیمان کے ماتحت ہی یہ کام ہو تو بہتر ہے۔ تاکہ کسی طرح کا اختلاف نہ پیدا ہو۔ ایک ... کی داری ... کی نسبت ... سے زیادہ موزون خیال کی جس وقت سلیمان کا لشکر اور وہ بھی مختصر لشکر قریب روانگی کے تھا۔ مختار نے سب طرفداران حسینؓ کو جمع کیا۔ اور ایک خط محمد بن علی کا جو امام حسینؓ کے سوتیلے بھائی تھے (جنکو محمد حنفیہ بھی کہتے تھے) سنایا جس کی نسبت مورخین کا خیال ہے کہ وہ جعلی خط تھا۔ اُس خط کے ذریعہ اکثر لوگوں میں زیادہ رنگ دیا اور سلیمان کی بھی شکایت کی جس سے سلیمان کے لشکر کی تعداد میں کمی واقعہ ہوئی۔ مختار ابھی اسی کام میں تھا کہ اُس پر بغاوت کا الزام قائم ہوا۔ اور پھر قید کیا گیا۔ مگر جیل خانہ میں رہ کر بھی وہ برابر اپنے ارادہ کی تکمیل میں مصروف رہا۔ یعنی انتقام حسینؓ کے لئے لوگوں کو برابر اکساتا رہا۔ مروان کی وفات کے بعد پھر وہ قید سے رہا ہوا۔ اور اپنے آپکو طرفداران حسینؓ کا سردار بنا کر خلیفہ بن بیٹھا اور طرفداران حسینؓ نے اُس کی خلافت کو تسلیم کیا۔ اور اُس سے بیعت کی۔ بیعت میں یہ اقرار سب سے لیا گیا۔ کہ دشمنان خاندان حسینؓ سے بدلہ لیگا اور انتقام حسینؓ میں اُس کا پورا ممد ومعاون ہوگا۔ جب اُس نے طرفداران حسینؓ کو ہر طرح اپنا طرفدار پایا تو اُس نے نقل وحرکت شروع کی۔ اور سب سے پہلے شمر پر ہلہ بول گیا جسکو قاتل حسینؓ سمجھا جاتا تھا۔ اسکو مختار نے گرفتار کیا۔ اور نہایت بیدردی اور بری طرح سے اسکو مارا۔ اسکے بعد خولی نامی ایک شخص پر حملہ آور ہوا جسکی نسبت انکو یہ یقین تھا۔ کہ اُس نے امام حسینؓ کا سر تن سے جدا کیا تھا۔ خولی کے گھر کا مختار نے اوّل محاصرہ کیا پھر اسکے گھر میں خود گھسکر اس کی مشکیں باندھیں اور اسکو زندہ جلا دیا گیا۔ تیسرا شخص اُس نے عمر بن سعد ابی وقاصؓ کو لائق قتل سمجھا۔ یہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مشہور صحابی رسول اللہ صلعم کے فرزند تھے۔ سعد بن ابی وقاصؓ آنحضرت صلعم کے چچیرے بھائی تھے اس لحاظ سے عمر بن سعد رسول اللہ صلعم کے بھتیجے تھے۔ یہ وہ شخص ہیں کہ جو اُس لشکر کے سردار تھے جو چار ہزار کا امام حسینؓ کے مقابلہ کے لئے آیا تھا۔ عمر بن سعد نے امام حسینؓ کو سمجھایا بھی تھا۔ مگر جب وہ نہ مانے تو لشکر کشی کی تھی اسی جرم پر مختار نے اُن پر حملہ کیا۔ اور اُن کو معہ اُنکے دو فرزندوں کے گرفتار کیا۔ اور پہلے اُن کے روبرو اُن کے دونوں لڑکوں کو ذبح کیا۔ بعد میں عمر بن سعد کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اور اُن کا سر محمد بن علی برادر حسینؓ کے پاس روانہ کر دیا۔ چوتھا شخص مختار نے عادی ابن حاتم کو تجویز کیا۔ جس پر یہ الزام تھا۔ کہ اُس نے لاش امام حسینؓ کی بے ادبی کی ہے۔ چنانچہ اسکو پکڑ کر طرفداران حسینؓ کے حوالے کیا جنھوں نے اسکے اسقدر تیر مارے کہ اُس کا بدن چھلنی کر ڈالا۔ اور پھر بعد کو نہایت بیدردی سے اسکو مارا۔ اس کے بعد جو کوئی بھی یہ کہدیتا کہ فلاں آدمی قتل حسینؓ میں شریک تھا۔ اُس پر ایکدم مختار اور اسکے ساتھی جا پڑتے اور اسکو قتل کر ڈالتے۔ غرضکہ اس طرح مختار نے چُن چُن کر بہت سے آدمیوں کو قتل کیا۔ طرفداران حسینؓ کی امداد سے اب وہ کوفہ پر خود مختار حاکم تھا۔ بلکہ اس کے علاوہ بلستان تک اُس نے اپنا سکہ جما لیا۔ لیکن اسکو یہ معلوم ہوا کہ اُس کی حکومت چند روزہ اور عارضی ہے کیونکہ اس قدر قتل کے باعث وہ نہ تو عبد الملک بن مروان کی نظر میں قابل تعریف تھا۔ اور نہ عبد اللہ بن زبیرؓ اور محمد بن علی کے نزدیک۔ چنانچہ عبد الملک نے ایک طرف سے اور عبد اللہ بن زبیرؓ نے دوسری طرف سے ایک ایک جرار فوج اسکے خلاف روانہ کی۔ عبد اللہ بن زبیرؓ کی فوج کے سپہ سالار اُن کے بھائی مصعب تھے۔ جب مختار نے اپنے آپکو دو لشکروں میں گھرا ہوا دیکھا تو اور طرح پر اُس نے اپنی خلافت کو کچھ عرصہ کے لئے قائم رکھنے کی ٹھانی۔ تاکہ وہ کچھ دن اور اسی طرح زندہ رہ کر قاتلان حسینؓ کو قتل کر سکے۔ چنانچہ عبد اللہ بن زبیرؓ سے صلح کی درخواست کی اور کہا کہ میں مع اپنے لشکر کے تم سے آملتا ہوں۔ مگر ابن زبیرؓ نے اس کی بات کو سچا نہ سمجھا اور جواب یہ دیا کہ اگر تم سچے ہو تو ایک لشکر عبد الملک کے مقابلہ کے لئے روانہ کرو۔ مختار نے فوراً ہی تین ہزار کا لشکر سرداری شرجیل مدینہ کی سمت روانہ کر دیا*

اس کے بعد کیا ہوا۔ اسکو ہم کسی آئندہ فرصت کے لئے اٹھا رکھتے ہیں۔ اور فی الحال اسی قدر واقعات کو پیش کر کے شہادت امام حسینؓ پر غلو اور ماتم کرنے والوں سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ طرفداران امامؓ نے امام موصوف کا بدلہ بھی اس سے بڑھ چڑھ کر ان کے قاتلوں سے لے لیا۔ اور انہیں بھی تلوار کے گھاٹ اتارا اور دکھ اور اذیتیں (بقیہ در کالم اول صفحہ ہذا)

مذاکرۂ علمیہ

یاایہا الرسول بلغ ما انزل الیک کی تفسیر

مولوی علی حائری کی عجیب و غریب تفسیر کا جواب

بسلسلہ اشاعت ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۸ء

اسی طرح عمرؓ اور عثمانؓ کی خلافتوں کے وقت اگر کوئی نص خلافت موجود ہوتی تو یہ لوگ کیوں خلیفہ بنائے جاتے۔ اور اہلبیت اور بنو ہاشم بلکہ اکثر بنی عبدمناف اور صحابہ معروفین و انصار کیوں انکی بیعت کرتے۔ علی مرتضیٰ علیہ السلام کی عصبیت ان لوگوں کی عصبیت سے بڑھ چڑھ کر تھی۔ یہ لوگ علی علیہ السلام سے قوت و شوکت وغیرہ میں ہرگز غالب نہ تھے جو لوگ صحیح علم تواریخ و حالات صحابہؓ کا رکھتے ہیں۔ وہ اسکو خوب جانتے ہیں۔

یہ نص بعد میں تشیع کے چلانے والوں نے گھڑ لی ہے ورنہ عہد رسول اللہ صلعم اور عہد خلفاء اور صحابہ و تابعین میں بالکل اسکا وجود ہی نہیں تھا۔ ورنہ عین بوقت تحکیم درمیان امیر شام اور حضرت علی علیہ السلام کے قرار پائے تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ جو [illegible] تھا اور علی علیہ السلام [illegible] ثالث تھا۔ وہ کس طرح علی مرتضیٰ علیہ السلام کے عزل کا فتویٰ دیتا اور کس طرح ترک کرتا .... اور اگر اس نے ترک کر دیا تھا تو طرفداران اور صحابہ علی کس طرح خاموش رہ سکتے تھے وہ ضرور کہتے۔ کہ فلاں نص بالخصوص موجود ہیں۔ اور ایسی حالت میں نظر بہ طرفدار لوگ جبکہ ان کے ہاتھ میں ایسی قوی دلیل بھی ہو۔ فریق مخالف پر ضرور سب سے پہلے اُسے لوگوں میں ظاہر کرتے اور پیش کرتے ہیں۔ پس تعجب کہ شیعان علیؓ نے جو اسوقت کثرت سے موجود تھے اس نص کو پیش نہ کیا۔

بعد قتل عثمانؓ جب مولیٰ مرتضیٰ خلیفہ مقرر ہوئے۔ اور اُن کی بیعت کی گئی۔ تو اس نص کی بناء پر نہیں کی گئی۔ اور کسی نے نہیں کہا۔ کہ فلاں نص کلام اللہ خلافت علیؓ پر موجود ہے۔ یا رسول اللہ صلعم نے غدیر خم پر اسکو فلاں حکم کے ذریعہ امام المسلمین مقرر فرمایا ہے۔ کلا و حاشا ہرگز ایسا نہیں کیا جسوقت اسکو خلیفہ بنایا جاتا ہے۔ اور اس کی بیعت کی جاتی ہے۔ تو حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھکو چھوڑ دو۔ اور کسی دوسرے کو خلیفہ مقرر کرو۔ میرا وزیر رہنا تمہارے لئے میرے امیر ہونے سے بہتر ہے۔ بھلا جسکے حق میں نصوص خلافت کتاب اللہ و کتاب الرسول سے موجود ہوں وہ ایسا کلام کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ جو اپنے زمانہ میں اعلم ترین احادیث رسول اللہ صلعم تھا۔ اُس نے صحت خلافت علی علیہ السلام پر اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے۔ **خلافة النبوة ثلاثين سنة ثم تصير ملكا۔**

اگرچہ بعض علماء نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے۔ مگر امام موصوف نے اسکو صحیح قرار دیا ہے۔ اور اسی حدیث پر اعتماد کیا ہے اگر اور کوئی نص قرآن یا حدیث رسول اللہ صلعم میں خلافت علیؓ پر دلیل ہوتی تو امام موصوف بہت خوش ہو کر اسکو لیتے۔ جبکہ وہ ایک کمزور حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ تو اگر ان کو ایک قوی نص قرآن اور حدیث رسول اللہ صلعم سے ملتی۔ اور وہ صحیح ہوتی۔ جو بقول تشیع ایسی شہرت یافتہ تھی جس کی تبلیغ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرامؓ پر ہو چکی تھی تو وہ کس طرح اس نص کو چھوڑ دیتے۔ پس جو لوگ علم حدیث کے جاننے والے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ اور اسی قسم کی دیگر نصوص جو تشیع کیطرف سے خلافت علیؓ پر پیش کی جاتی ہیں سب اخبار مکذوبہ ہیں۔ روایتاً و درایتاً دونوں لحاظات سے وہ اخبار موضوع اور جھوٹی ہیں۔ نیچے ہم قاعدہ کلیہ کے طور پر احادیث کے متعلق ایک تبصرہ لکھتے ہیں۔ مناظرین و متکلمین کو بروقت مباحثہ اہل التشیع اسکو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

تبصرہ عام متعلق احادیث

یہ امر صاف اور واضح ہے کہ مجموعہ احادیث میں بہت جھوٹ ملا ہوا ہے۔ اور ان میں بہت صحیح اور سچی احادیث بھی ہیں اور جب ان احادیث سے حجت اور استدلال کیا جاوے تو سب سے مقدم سوال اس خبر پر صحت نقل کا ہوگا۔ اور پیش کنندہ کا فرض ہوگا کہ اس نقل کی صحت کو ثابت کرے۔ محض کسی حدیث کی کتاب میں اس خبر کا پایا جانا اسکو حدیث رسول اللہ صلعم نہیں ٹھہرا سکتا۔ اور یہ امر تشیع کو بھی مسلّم ہے اور اہل علم جن کو احادیث میں معرفت تامہ حاصل ہے وہ اسکو جانتے ہیں کہ جو کچھ ابو نعیم نے حلیہ سے فضائل کے متعلق یا ثعلبی اور واحدی اور [illegible] بالتفسیر میں لکھا ہے۔ اس میں بہت جھوٹ اور موضوع ملا ہوا ہے۔ [illegible] وعام دینی علم احادیث میں [illegible] طرف رجوع ہوگا۔ جیسا کہ ہم دیگر علوم میں بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ مثلاً علم لغت۔ علم نحو۔ علم طب [illegible] ہر ایک فن اور علم کے لئے ماہر اور نقاد ہوتے ہیں۔ اور تحقیقات اور تمیز کے وقت ان کا قول واجب بالقبول ہوتا ہے۔ مثلاً [illegible] کی شناخت کیلئے جو لوگ ماہرین فن ہیں۔ انکی بات قابل پذیرائی ہوگی۔ ہر کس و ناکس کی بات مسموع نہیں ہو سکتی۔ پس اس بات کو خوب سمجھ لینا چاہئے۔ کہ اہل فن اور ماہرین فن میں بھی فوقیت مدارج بموجب فہوائے کلام و فوق کل ذی علم علیم کے اعلم ہونے اور وزن کلام اور ربط کلام اور احتمال کلام وغیرہ میں موجود ہوتا ہے جیسا کہ دیگر علوم [illegible] علماء میں بھی ایسا پایا جاتا ہے۔ پس بعض جامعین احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ التزام کیا ہے کہ وہ بالکل بعد تحقیقات کے صحیح احادیث کو اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں۔ مگر بعض جامعین نے باوجود عالم بالحدیث ہونے کے اپنی کتابوں میں اس کا التزام نہیں رکھا۔ انہوں نے ایک امر کے متعلق جسقدر احادیث انکو مل سکیں درج کر دیں۔ اور کہدیا کہ ہم ناقل اور جامع ہیں۔ [illegible] ان کے مدنظر تھیں ایک انکی اپنی وسعت معلومات کا دکھایا جانا۔ اس میں تحقیقات اور تمیز کا کام دوسروں پر چھوڑا جانا تاکہ وہ لوگ بھی فوائد حسنات و اجر وغیرہ سے محروم نہ رہیں۔ اور ان کا علم دوسروں تک [illegible] پیدا کر سکے۔ اور طریقہ درست تحقیقات کا جاری رہے اور کسی ایک کی مقلدانہ طرز پر اتباع نہ کی جاوے۔ اور بعض [illegible] ایسے بھی [illegible] کہ وہ تمام اقوال بلالحاظ تمیز صحیح و سقیم ضعیف اور قوی منکر اور موضوع کے درج کر دیتے ہیں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں جو صرف صحیح الاسناد اور مرفوع متصل اخبار درج کرتے ہیں باقی سب اقسام کی خبروں کو ترک کر دیتے ہیں۔ اور اگر اُن مفسرین سے سوال ہو تو ضرور بعض کی تضعیف کر دینگے۔ اور باوجودیکہ وہ اقوال انہوں نے اپنی تفسیر میں لکھے ہیں۔ مگر ان کے وہ معتقد نہیں ہیں۔ بلکہ وہ خود بھی ان کو ضعیف سمجھتے ہیں۔ یہی حال جامعین احادیث کے علماء کا بھی ہے بالخصوص فضائل عبادات و فضائل اوقات و فضائل صحابہ و ہمچو قسم آداب سنن و مستحبات وغیرہ کے متعلق جسقدر احادیث ہیں سب میں تسامح پایا جاتا ہے۔ اور بالاتفاق سُنی و شیعہ علماء کے ایک عام اصول اُن کے درمیان مسلمہ پایا جاتا ہے۔ کہ **احاديث الفضائل يتسامح فيها عند اهل العلم**۔ پس مناقب و مثالب والی احادیث میں اکثر جھوٹ پایا جاتا ہے۔ اور تعجب کا مقام ہے کہ تشیع اپنی احادیث فضائل و مناقب سے جن کا یہ حال ہے اصول اور اعتقادات کو ثابت کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا دقیق اور باریک دھوکہ ہے جو ہمیشہ متکلمین اور مناظرین تشیع اہل حق کے بالمقابل پیش کرتے رہتے ہیں۔ امامت جو ان کے ہاں اصول دین سے ہے اسکو فضائل اور مناقب کی احادیث سے ثابت کرتے ہیں۔

ہمیشہ متکلمین و مناظرین تشیع ایک اور دھوکہ بھی دیتے ہیں وہ یہ کہ اہل سنت کی کتب احادیث سے احادیث پیش کر کے حجت لاتے ہیں اور گویا ایک الزامی دلیل سے ان کو ساکت کرنا چاہتے ہیں مگر اس قسم کی حجت لانے میں جو امر قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ تشیع حدیث پیش کردہ کی اسناد میں تامل نہیں کرتے۔ اور نہ اسکو تمام ادلہ شرعیہ عقلیہ و نقلیہ سے مطابق کرتے ہیں اور نہ ان قواعد کی پابندی کرتے ہیں جو اہل سُنت کے ہاں اُن احادیث کے متعلق مقرر ہیں۔ کیونکہ دلیل الزامی [illegible] حجت ٹھہریگی جبکہ اس دلیل کے تمام مقدمات عند الخصم مسلّم ہوں ورنہ دلیل الزامی تام اور حجت نہ ٹھہریگی۔ محض یہ امر کہ فلاں حدیث اہلسنت کی فلاں کتاب میں لکھی ہے کافی نہیں۔ کیونکہ ایسی احادیث کو تو اہل سُنت بھی مطلقاً قبول نہیں کرتے۔ بلکہ مطابق ان اصول و قواعد مقررہ کے قبول کرتے ہیں جو ہر قسم احادیث کے متعلق انکے ہاں معین ہیں جیسے کہ خود تشیع کا بھی اپنی احادیث کے متعلق یہی اصول ہے۔ اس امر کو بہت صاف اور واضح کرنے کے لئے مثال سے آپ کو سمجھاتا ہوں۔ مثلاً

ایک حدیث ہے۔ **من كنت مولاه فهذا علي مولاه**

اسکو تشیع حدیث غدیر کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور اُن کے ہاں یہ حدیث بڑی دستاویز خلافت علی مرتضیٰ علیہ السلام پر ہے۔ چونکہ یہ حدیث اہل سنت کی کتب احادیث میں بھی مذکور ہے۔ اس لئے حضرات تشیع اہلسنت کے آگے اس حدیث کو پیش کر کے حجت لاتے ہیں کہ تمہاری کتب احادیث میں یہ خبر ہمارے مسلمات و معتقدات کی مؤید موجود ہے پھر تمکو اس کے قبول کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ اور [illegible] خیال نہیں کرتے اور اس بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اہلسنت کے ہاں اس حدیث کا کیا درجہ ہے اور اسکے کیا معنے [illegible] کرتے ہیں۔ [illegible] اور قواعد سے اسکو کن اصول پر تسلیم کرتے ہیں اگر اہلسنت کے ان مسلمات کو بھی وہ بیان کر دیں تو پھر اُن کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اہلسنت [illegible]

حدیث میں مولیٰ کے معنے اولیٰ بالتصرف کے بیان نہیں کئے بلکہ [illegible] کے بیان ہوئے ہیں۔ دوم کسی اہلسنت محدث نے اس حدیث کو خلافت بلافصل علیؓ پر بطور نص قبول نہیں کیا۔ سوم کسی محدث [illegible] نے اس حدیث کی علت بیان خلافت قرار نہیں دی بلکہ علت اور وجہ بیان وہ شکایات ہیں جو [illegible] پر حضرت علیؓ کے متعلق اسکے ہمراہیوں نے آنحضرت صلعم سے بیان کیں۔ اور ابن ماجہ صفحہ ۱۲ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اسامہ بن زید کے کہنے پر ایسا کہا گیا ہے۔ اور شافعی نے کہا **عنى بذالك ولاء الاسلام كقوله تعالى: - ذالك بان الله مولى الذين امنوا وان الكافرين لا مولى لهم**۔ چہارم تمام محدثین اس حدیث کو باب مناقب و فضائل میں لکھتے چلے آئے ہیں۔ اور فضائل و مناقب و آداب سنن و مستحبات کی احادیث میں تسامح واقع ہے اس لئے وہ فضائل میں تو حجت ہو سکتے ہیں مگر وہ احادیث اصول و اعتقادات میں حجت نہ ہونگے۔ الغرض اسیطرح کی بہت سی باتیں اور بھی ہیں جن کا ذکر موجب طوالت ہے۔

پس اس تقریر سے میری یہ غرض ہے اور اس حدیث کو مثال میں پیش کرنے سے مدعا یہ ہے کہ اگرچہ اہل سنت حدیث **من كنت مولاه** کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر اسکو فضائل میں حجت سمجھتے ہیں اصول ایمانیات [illegible] میں اسکو حجت قرار نہیں دیتے اور اسکو صحاح میں شمار نہیں کرتے۔ بلکہ اسکے متعلق اختلاف اور نزاع ہے۔ بخاری اور مسلم [illegible] اور ایک گروہ اہل علم نے اس حدیث میں طعن کیا ہے اور اسکی تضعیف کی ہے اور امام احمدؒ اور ابو عیسیٰ ترمذی نے اسکو احادیث حسان میں شمار کیا ہے اور ابن حزم نے بیان کیا ہے کہ فضائل علیؓ میں صرف دو احادیث صحیح اور ثابت ہیں یا اسکو فضائل میں بھی قرار نہیں دیا۔

علاوہ اسکے اگرچہ بعض علماء نے مثلاً شارح مشکوٰۃ وغیرہ نے اسکو صحیح اور متواتر لکھا ہے اور ابو العباس بن عقدہ نے اسکے تمام طرق روایت پر بحث کر کے ایک جداگانہ تصنیف اسکے متعلق لکھی ہے۔ مگر پھر بھی جبکہ [illegible] اور صحیحین میں یہ حدیث نہیں۔ تو مطابق اصول محدثین و متقدمین اہل سنت کے اس جرح و اختلاف کا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ وہ عقائد اور اصول میں قابل حجت نہ ٹھہریگی جیسا کہ خود محققین کے طرز عمل سے یہ امر صاف ثابت ہے کہ جن علماء نے اس حدیث کو متواتر اور صحیح تک لکھ دیا ہے خود انہوں نے بھی خلافت علیؓ پر کبھی اسکو نص قرار نہیں دیا۔ بالخصوص امام احمد جس نے صحت خلافت حضرت علیؓ میں جو حجت پیش کی ہے **خلافة النبوة ثلاثين سنة الخ** والی حدیث سے تو استدلال کیا مگر اس حدیث سے نہیں کیا۔

الغرض اب اصل مقصد کی طرف رجوع کر کے لکھتا ہوں کہ محض ایک حدیث کا کسی کتاب میں لکھا ہونا اسکو حدیث رسول اللہ صلعم قرار نہیں دیتا۔ تشیع ہمیشہ مناظرہ و مباحثہ کے وقت اسکے مرتکب پائے گئے ہیں اور حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ **كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ما سمع** رواه مسلم۔ **لانه اذا حدث بكل ما سمع لم يخلص من الكذب وهذا زجر عن التحدث بشئ لم يعلم صدقه بل على الرجل الخ ...... خصوصًا من احاديث رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى يعلم صدقه من كذبه**۔ کم از کم مقدمہ مشکوٰۃ المصابیح للشیخ عبدالحق دہلوی کو اگر تشیع پڑھ لیں تو اہلسنت کے قوانین کو فی الجملہ وہ سمجھ سکیں گے۔ پس احادیث کے استدلال میں جو طرز عمل شیعوں کا بالمقابل اہل حق کے آجتک رہا ہے وہ علاوہ عجیب ہونے کے بہت قبیح اور [illegible] ہوئی حالت میں ہے احادیث کے متعلق فی الحال اسی قدر کافی ہے +

دیگر دلائل پر نظر

(۹) جب غدیر خم والی حدیث کے تمام واقعات پر ہم غور کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام کذب باتیں [illegible] جمع کئے گئے ہیں مثلاً تشیع کہتے ہیں کہ غدیر خم پر اس لئے ولایت علیؓ کی تبلیغ ہوئی کہ وہ ایک ایسی جگہ ہے جس جگہ سے تمام راستے دوسرے شہروں اور ملکوں کو علیحدہ ہوتے ہیں اور اگر اس جگہ سے رسول اکرم صلعم گذر جاتے تو اکثر لوگوں کو جو اپنے اپنے شہروں کو وہاں سے رخصت ہو کر چلے جاتے احکام ولایت علیؓ کے سننے کا موقعہ نہ ملتا اور ولایت علیؓ کی تبلیغ کما حقہ جیسا کہ منشاء اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا تھا نہ ہو سکتی۔

اب یہ بات صریح دھوکہ دہی ہے اور سخت تحریف اور غلط ہے۔ [illegible] تشیع کے اپنے [illegible] بیانات اسکی تکذیب پر کافی ہیں **كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ما سمع**۔ [illegible] ولایت علیؓ جمعہ کے دن [illegible] تو اس کے بیان کر دینے اور [illegible] عالم کو پہنچا دینے کا [illegible] موقعہ بھی وہی حج کا

پر حکم ولایت کے پہنچا دینے کی یہی وجہ اور علت بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ ایسا موزوں مقام نہ تھا۔ جیسا کہ پیچھے بیان ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر وجہ تبلیغ حکم ولایت علیؓ بعد بر خم یہی ہے تو حج کا موقعہ زیادہ موزوں اور مناسب تھا۔ اور بموجب مسلمات تبلیغ حکم ولایت علیؓ کا نزول بھی وہاں ہی ہوا تھا۔ اکثر مکہ کے رہنے والے اور بادیہ کے رہنے والے جو مکہ میں رہ گئے یا مکہ سے رخصت ہو گئے۔ وہ تو حکم تبلیغ ولایت علیؓ سے محروم ہو گئے اور ان کو وہ حکم نہ پہنچا پس یہ متناقض اور پراگندہ بیانات اس کے جھوٹ ہونے پر صاف شاہد عادل ہیں۔ ملا علی قاری اور علامہ ابن جوزی اور دیگر ائمہ فن حدیث نے حدیث کے نامعتبر ہونے کے چند اصول مقرر فرمائے ہیں ان کو غور سے دیکھا جاوے۔ جو روایت عقل کے خلاف ہو۔ اصول مسلمہ کے خلاف ہو۔ محسوسات اور مشاہدہ کے خلاف ہو قرآن مجید یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے خلاف ہو۔ رکیک المعنی ہو جس حدیث میں فضول اور متناقض باتیں ہوں۔ جو حدیث انبیاء کے کلام کے مشابہ نہ ہو۔ وہ حدیث جسکے جھوٹے ہونے کے صریح دلائل موجود ہیں جو تاریخ کے اصول کے رو سے صحیح ثابت نہ ہو۔ جو ایسا واقعہ ہو کہ باید اسکو بہت لوگ سنکر یاد رکھتے اور اس کی شہادت صرف چند آدمی دیں وغیرہ وغیرہ۔ پس یہ حدیث اس معیار پر صحیح ثابت نہیں ہوتی بلکہ موضوع معلوم دیتی ہے۔

(۱۰) اس حدیث میں لکھا ہے۔ کہ جب یہ خبر شہروں اور ملکوں میں پہنچی۔ اور شائع و مشہور ہو گئی۔ تو حارث بن نعمان فہری آنحضرت صلعم کے پاس آیا۔ درحالیکہ آنحضرت صلعم صحابہؓ کے گروہ میں بمقام البطح تشریف فرما تھے۔ الخ

اب یہ بات مشاہدہ اور واقعہ کے سراسر خلاف ہے۔ غدیر خم یا حجۃ الوداع کے بعد کبھی آنحضرت صلعم پھر ابطح (مکہ) میں واپس تشریف نہیں لائے اس وضع کرنیوالے کو تاریخ کا علم نہ تھا۔ اور اسکو خبر نہ تھی۔ اور اسکو معلوم نہ تھا کہ اس کا جھوٹ طشت از بام ہو جاوے گا۔

(باقی)

خاکسار۔ نذر علی از پشاور۔

رسید زر

چندہ جماعت احمدیہ پشاور

جناب بابو ہدایت اللہ صاحب .... چندہ اشاعت اسلام

جناب مولوی غلام حسن خانصاحب

جناب مرزا غلام صمدانی خانصاحب ارسال بابت رسائل امیرالمومنین

جناب استاد صاحب گل صاحب .... چندہ اشاعت اسلام

جناب بہاؤالدین صاحب " "

جناب محمد ایوب خانصاحب " "

جناب مستری میاں محمد یکی صاحب .... رسائل امیرالمومنین

جناب ڈاکٹر محمد دین صاحب .... چندہ اشاعت اسلام

جناب ڈاکٹر نظام الدین صاحب " "

جناب شیخ غلام محی الدین صاحب " "

جناب عزت خان معرفت لعل شاہ صاحب " " ۱۰

عید فنڈ جماعت پشاور کل میزان

جناب امیر خسرو صاحب .... چندہ اشاعت اسلام

سید امیر صاحب ۲ احمد گل صاحب ۲

میزان کل

چندہ جماعت احمدیہ وزیر آباد

شیخ نیاز احمد صاحب معہ برادران عید فنڈ ۔ چندہ ماہوار ستمبر

حافظ غلام رسول صاحب معہ فرزندان

محمد جان صاحب معہ فرزندان

شیخ عبدالرحمن صاحب اینڈ سنز

میاں عبدالکریم صاحب معمار

بابو محمد الٰہی صاحب

شیخ نبی بخش صاحب

میاں فضل احمد صاحب ۲

بابو بشارت احمد صاحب

سیٹھ عبدالکریم صاحب

حاجی محمد الدین صاحب معمار

" قیمت کھال

میزان

میزان کل

ضروری خبریں

لاذن پر قبضہ۔ لنڈن ۱۳ اکتوبر۔ ۱۲ بجکر ۵۵ منٹ بعد دوپہر ایک برطانوی اعلان مظہر ہے کہ ہرسلیٹ کے مشرق کی طرف سے ہم نے موضع مونشر بکہورٹ پر قبضہ کر لیا۔ اور ریو اسینٹ آمنڈ کے نواح تک پہنچ گئے۔ علاقہ ڈوائی میں ہم اب شہر سے صرف چند صد گز فاصلے پر ہیں۔ اور ہم نے فاوبرگ ڈی ایسکورٹن ویدر آرس اور فلیرس کے بڑے حصے پر قبضہ کر لیا۔ اینی کے مشرق کی طرف ہم نے کوریزر کی طرف نہر ہاوڈینڈر یول کے جنوبی کنارے پر پیش قدمی کی۔

لنڈن ۱۳۔ اکتوبر۔ ہوائی جہازوں کے کام کے متعلق ایک برطانوی اعلان مظہر ہے کہ بارش اور گہری دھند ہوا بازی میں حارج ہوئی ہمارے ہوائی جہازوں نے ۲ ٹن بم گرائے۔ کوئی فیصلہ کن لڑائی نہیں ہوئی۔

دشمن کے زبردست جوابی حملے۔ لنڈن ۱۳ اکتوبر ۱ بجکر ۲۵ منٹ۔ ریوٹر کا نامہ نگار مقیم برطانوی ہیڈ کوارٹرز آج شام کو تار دیتا ہے کہ لی کیٹو اور سنٹ کوانسٹن کے درمیان جرمن بڑی بھاری جمعیت کے ساتھ شدید جنگ کر رہے ہیں ہم نے یہاں کل اپنا حملہ از سر نو شروع کیا اور مونشاٹ سے نیو ولی تک ریلوے لائن پر نہایت سخت لڑائی ہوئی۔ دشمن کی کثیر تعداد نئی افواج نے ٹینکوں کی مدد سے آج صبح بڑی تندی سے جوابی حملہ کیا۔ لیکن سہ پہر بعد برطانوی فتحیاب ہو گئے۔ اور دشمن کا مشرق کی طرف تعاقب کر رہے ہیں۔

مقامی لڑائیاں۔ لنڈن ۱۳ اکتوبر ۱۱ بجکر ۱۰ منٹ شب۔ ایک برطانوی اعلان مظہر ہے۔ کہ دریائے سیلے کی لائن پر مقامی لڑائیاں جاری ہیں۔ ہم نے سولیمس کے نواح میں اپنی پوزیشنوں کو بڑھا لیا۔ اور ہاوسی اور ساڈلزا کے قریب دریا کے مغربی کنارہ پر ترقی کی۔ ہم نے بوسینٹ آمنڈ کے نواح میں مقامی لڑائی میں قیدی گرفتار کئے آج علی الصباح مقدم افواج نے نہر سلینسی کو اڈیکس آڈیبک میں عبور کر لیا اور قریباً ۲۰۰ قیدی گرفتار کئے۔ لیکن زبردست جوابی حملوں کے سامنے اپنی پوزیشن کو برقرار نہ رکھ سکے ہم نے ڈوائی کے شمال مغرب کی طرف پیشقدمی جاری رکھی۔ ہم کو اسلیز اینر لینز اور نوسیل گوڈالٹ پر قابض ہیں اور ڈوائی اور وینڈن لی دائل کے درمیان تمام محاذ پر نہر ہاوڈینڈر یول کی لائن تک پہنچ رہے ہیں۔ ہم نے اس علاقہ میں متعدد قیدی گرفتار کئے۔

دشمن کے ناکامیاب جوابی حملے۔ لنڈن ۱۴۔ اکتوبر۔ ۴ بجکر ۴۰ منٹ بعد دوپہر۔ ایک برطانوی اعلان مظہر ہے کہ دشمن نے کل لی کیٹو کے شمال کی طرف ایک وسیع محاذ پر بھاری گولہ باری شروع کی اور سولیمس کے نواح میں دریائے سیل کے مشرق کی طرف ہماری پوزیشنوں پر پیدل سپاہ کے زبردست حملے ہوئے یہ حملے شدید لڑائی کے بعد بڑی کامیابی سے پسپا کئے گئے۔ دیگر حملے بھی جو ٹینکوں کی مدد کے ساتھ سیپرسن کے مقابل جاری ہیں لائینوں پر کئے گئے تھے ناکامیاب ہوئے۔ ہمارے پٹرولی دستوں نے ڈوائی کے جنوب کی طرف اور شمال کی طرف متعدد مقامات پر پیشقدمی کی۔ اور زمین فتح کی۔ اور قیدی گرفتار کئے۔

لافیری پر قبضہ۔ لنڈن ۱۴ اکتوبر۔ ۴ بجکر ۵ منٹ۔ بعد دوپہر ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ ہم نے لافیری پر قبضہ کر لیا ہے اور ویلنزی اور واسگنی کے نواح میں لافیری سے لاڈن تک ریلوے کو عبور کیا ہے۔ شمال مشرق کی سیرے کے مقامات جل رہے ہیں سینٹ گوبین سیف میں ہم نے سینٹ نکولاس آکس بوروشں اور موریسی پر قبضہ کر لیا۔ اطالوی افواج نے ایلیٹ کے شمال کی طرف ترقی کی مزید مشرق میں ہم ویلینر لی سیرلوکس اور ایمیفونشین لائن پر قابض ہیں۔

نش پر قبضہ۔ لنڈن ۱۳۔ اکتوبر۔ ایک فرانسیسی مشرقی اعلان مظہر ہے کہ ۱۰ اکتوبر کو نش کے جنوب میں سرویوں اور دشمن کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ دشمن کو ایک نئے جرمن ڈویژن کی کمک پہنچ گئی لیکن موراوا کے بائیں کنارے پر جرمن ایشیاٹین فوج کے جوابی حملے مسترد کئے گئے۔ اور دشمن کو بھاری نقصانات پہنچائے گئے۔ موراوا کے مشرق میں سرویوں نے نش کے جنوبی پہاڑوں میں پیش قدمی جاری رکھی۔

۱۵ ستمبر سے مع گیارہویں جرمن بلغاری فوج کے جسے درہ نائے کیودر کلمبینڈ میں میں گھیر لیا گیا تھا۔ اور جس نے اطاعت قبول کر لی تھی اتحادیوں نے ۹۰ ہزار قیدی جن میں ۱۲۰۰ افسر شامل ہیں پانچ جرنیلوں کے گرفتار کئے۔ نیز ۲ ہزار توپوں سیکڑوں کلدار توپوں اور مشین گنیں سینکڑوں اور بہت سے سامان جنگ پر قبضہ کر لیا۔

شمپین میں عظیم الشان کارنامے۔ لنڈن ۱۲ اکتوبر۔ ۵ بجکر ۲۰ منٹ صبح۔ ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے۔ کہ ۲۶ ستمبر کو جو جنگ شمپین میں شروع ہوئی تھی۔ وہ ۱۶ دن کی لڑائی کے بعد دشمن کی شکست میں ختم ہوئی ہماری فوج نے ایسی کے جھکاؤ کو بالکل آزاد کر دیا ہمنسے کے دن ۲۶ مقامات پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ دو کئی ہزار باشندوں کو جو ۱۹۱۴ء سے جرمنوں کے ماتحت ہو رہے تھے۔ آزاد کرا دیا۔ صرف اس فوج نے شمپین کی جارحانہ کارروائی کے آغاز سے ۲۱۵۶۰ قیدی جن میں ۴۹۹ افسر شامل ہیں۔ ۶۰۰ توپیں ۳½ ہزار گاڑیاں اور بہت سا سامان جنگ گرفتار کیا ہے۔ بائیں طرف پانچویں فوج بڑی سختی سے دشمن کا تعاقب کر رہی ہے اور اس نے ریٹورن کو عبور کر لیا ہے۔ اور اکیو بیٹر پیشقدمی کی ہے۔

قیصر کی تخت سے دست برداری۔ افواہ ہے کہ قیصر جرمنی تخت سے دست برداری کرنیوالا ہے اور اس کی جگہ ولیعہد جرمنی کا ۱۲ سالہ بیٹا تخت پر بیٹھیگا۔ اور اسکے زمانہ نابالغی میں قیصر کا بھائی کام کریگا۔

ہندوستان میں پلیگ۔ ہفتہ مختتمہ ۲۸ ستمبر میں ہندوستان میں پلیگ سے ۱۱۹۸۲ اموات ہوئیں۔ جن کی صوبہ وار تفصیل حسب ذیل ہے صوبہ بمبئی وسندھ ۱۲۱۹ صوبہ مدراس ۸۵ صوبہ بہار و اڑیسہ ۔ صوبجات متحدہ ۱۰۔ پنجاب ۹۔ برما ۶۰ صوبجات متوسط ۹۰۔ ریاست میسور ۲۲۴ ریاست حیدرآباد ۱۴۸ وسط ہند ۱۳۱ راجپوتانہ ۳ پنجاب میں جو ۹ اموات ہوئیں ان میں سے ۸ منٹگمری میں اور ایک سیالکوٹ میں ہوئی۔ ضلع منٹگمری میں کل اکیس ہوئے۔

دربھنگہ میں ڈاکہ۔ ۷۔ اکتوبر کو دربھنگہ میں ایک دلیرانہ ڈاکہ پڑا۔ کپڑوں سے لدا ہوا ایک چھکڑا جس کی قیمت قریباً ایک ہزار تھی۔ پائی تیل ہاٹ سے آ رہی تھی۔ کہ راستہ میں ہولوڑ اور بہرامپور کے درمیان قریباً ، ڈاکوؤں نے جو لاٹھیوں سے مسلح تھے اس پر حملہ کیا اور محافظ آدمیوں کو زدوکوب کرکے کپڑا اور نقدی لوٹ لی۔

اجناس خوردنی پر اقتدار۔ گورنمنٹ ہند نے ایک ریزولیوشن شائع کر کے اس سکیم کی تفصیل بتائی ہے جس کی رو سے مسٹر ایم۔ ایس۔ کو لی۔ سی۔ ایس ماہ آئندہ کے آغاز سے اجناس خوردنی کے کنٹرولر مقرر کئے جائینگے۔ گورنمنٹ ہند کے ماتحت یہ واحد منتظم عہدہ دار جن صوبجات میں چاول و گیہوں کی قلت ہے اس کمی کو دیگر صوبجات کے زائد اور فالتو غلہ سے پورا کرنے کی کوشش کریگا۔ کراچی میں کمشنر گندم اور برہما میں کمشنر برنج مسٹر کرپے کے ماتحت کام کرینگے سکیم ہذا کی ایک صورت یہ ہے کہ لوکل گورنمنٹوں کو اختیار رہیگا۔ کہ اگر وہ مناسب سمجھیں تو اجناس خوردنی معینہ قیمتوں پر فروخت کرنے کی غرض سے سرکاری یا میونسپل ذخائر یا دکانیں کھولدیں۔

ممالک متحدہ میں سٹینڈرڈ پارچات کی فروخت کا انتظام۔ پریس کے نام یادداشت سے منکشف ہوتا ہے کہ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں بنا بر فروخت سٹینڈرڈ پارچات کی تقسیم کا انتظام کیا جائیگا۔ میونسپل و ڈسٹرکٹ بورڈوں رقبہ جات مشتہرہ کی کمیٹیوں اور کو اپریٹو سوسائٹیوں سے درخواست کی جائیگی کہ وہ براہ راست اپنے زیر اہتمام دکانیں کھولیں۔ اور افسران اضلاع مجاز ہونگے کہ جن اشخاص کو مناسب سمجھیں پارچات مذکور کی فروخت کے لئے لائیسنس عطا کریں۔ ایسی دکان سے کوئی فرد واحد ایک وقت میں ۱۰ گز سے زیادہ کپڑا نہ خرید سکیگا۔ ہر دکان میں حساب رکھا جائیگا۔ ڈسٹرکٹ افسر اور اس کا سٹاف ان دکانوں کا بہ نگاہ تعمق معائنہ کیا کریگا۔ حتی الامکان غربا کے ہاتھ کپڑا بیچنے کی کوشش کی جائیگی ہر مقام پر قیمت کا تعین افسر ضلع کیا کرینگے۔ نیز انہیں کسی مقامی جماعت یا کو آپریٹو سوسائٹی کی دکان کو خلاف ورزی ہدایات کی پاداش میں بند کر دینے کا اختیار بھی حاصل ہوگا۔ ہر دکاندار مہینے میں ایک مرتبہ انڈنٹ افسر ضلع کو بھیجیگا جسے افسر موصوف منظور کرنے کے بعد ڈائرکٹر مصنوعات ممالک متحدہ کو روانہ کرینگے۔ ڈائرکٹر موصوف جن کا ہیڈ کوارٹر کانپور میں ہے اس غرض سے صوبہ کے کنٹرولر مقرر کئے گئے ہیں۔ یہ سوتی پارچات کے کنٹرولر سے براہ راست خط و کتابت کرینگے۔ اور انڈنٹ کو انکے پاس بھیجدینگے ڈائرکٹر مصنوعات کو ہدایت ہوئی ہے کہ سٹینڈرڈ پارچات کے چند نمونے بڑے بڑے شہروں کو حتے الامکان جلد بھیجے جائیں تاکہ وہاں کی مقامی ضروریات کی وسعت کا اندازہ ہو جائے۔

حضور وائسرائے کشمیر میں۔ ہز ایکسلنسی وائسرائے ۱۱ اکتوبر کو سرینگر پہنچے۔ ہز ہائینس مہاراجہ صاحب نے چترل میں نہایت تپاک سے استقبال کیا۔ یہاں سے امیراکدل پل تک ہز ایکسلنسی نے دریا میں بذریعہ شکارا سفر کیا جسکا نظارہ نہایت شاندار تھا۔ امیراکدل میں ہز ایکسلنسی بجرے سے اترے اور گارڈ جلوس مرتب ہو کر ریذیڈنسی کو گیا۔ ۱۲ اکتوبر کو ملاقاتوں کا تبادلہ ہوا۔ اور معزز مہمان کے اعزاز میں نشاط باغ میں گارڈن پارٹی دیگئی۔ ۱۳ کو حضور وائسرائے نے عجائب خانہ، مشن ہسپتال۔ پرتاب کالج اور مشن سکول کا معائنہ کیا۔

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ہفتہ میں دو بار
یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ ۶؎
ششماہی ۳؎ سہ ماہی ۲؎ طلبا سالانہ ۵؎

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۳۷ ہجری مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۱۸ء | نمبر ۳

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

ایک نووارد اور حضرت مسیح موعودؑ

مہدی اور مسیح کا کام تلوار سے مسلمان کرنا نہیں

ان تمام باتوں سے انسان سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالےٰ کا منشا تلوار سے کام لینا ہوتا تو فنون حرب اسلام والوں کے ہاتھ میں ہوتے۔ اسلامی سلطنتوں کی جنگی طاقتیں سب سے بڑھ کر ہوتیں۔ اگرچہ حقیقی خبر تو خدا تعالےٰ سے وحی پانے والوں کو ملتی ہے۔ مگر مومن کو بھی ایک فراست ملتی ہے۔ اور وہ علامات و آثار سے سمجھ لیتا ہے۔ کہ کیا ہونا چاہیئے۔ جب عیسائی قوموں کے مقابل آتے ہیں تو زک اُٹھاتے ہیں۔ اور ذلت کا موںھ دیکھتے ہیں۔ کیا اس سے پتہ نہیں لگتا کہ خدا کا منشا تلوار اُٹھانے کا نہیں ہے۔ یہ اعتراض صحیح نہیں غلط ہے۔ مسیح موعود کا یہی کام ہے کہ وہ لڑائیوں کو بند کر دے۔ کیونکہ یضع الحرب اس کی شان میں آیا ہے۔ کیا وہ رسول اللہ صلعم کی پیشگوئی کو باطل کر دے گا؟ معاذ اللہ قرآن شریف سے بھی ایسا ہی پایا جاتا ہے۔ کہ اس وقت لڑائی نہیں ہونی چاہیئے۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ جب دل اعتراضوں سے بھرے ہوئے ہوں۔ تو ان کو قتل کر دیا جائے۔ یا تلوار دکھا کر مسلمان کیا جائے۔ وہ اسلام ہوگا۔ یا کفر۔ ان کے دلوں میں اس وقت پیدا ہوگا

رسول اللہ صلعم نے مذہب کیلئے تلوار نہیں اُٹھائی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی مذہب کیلئے تلوار نہیں اُٹھائی۔ بلکہ اتمام حجت کے بعد جس طرح خدا نے چاہا منکروں کو عذاب دیا وہ جنگیں دفاعی تھیں۔ تیرہ برس تک آپ ستائے جاتے رہے اور صحابہ لئے جاتے رہیں۔ آخر انہوں نے نشان پر نشان دیکھے اور انکار کرتے رہے۔ آخر خدا تعالےٰ نے انکو جنگوں کی صورت میں عذاب سے ہلاک کیا۔

اس زمانہ کیلئے عذاب

اس زمانہ میں طاعون ہے جوں جوں تعصب بڑھے گا طاعون بڑھے گا۔ قرآن شریف میں اس کی بابت خبر دی گئی ہے

وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیٰمۃ او معذبوھا

پس اگر میں خدا کی طرف سے ہوں اور وہ بہتر جانتا ہے۔ کہ میں اسی کی طرف سے ہوں۔ تو اس کے وعدے پورے ہوکر رہیں گے۔ جو بشارت کی پیشگوئیوں کو نہیں مانتے۔ تو اس طاعون کی پیشگوئی کو دیکھ لیں۔ سعادت سے انہیں کو حصہ ملتا ہے جو دور سے بلا کو دیکھتا ہے۔

صادق کیلئے ایک اور نشان افترا کرنے والا نہیں بچتا

صادق کے لئے خدا تعالےٰ نے ایک اور نشان بھی قرار دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا اگر تو مجھ پر تقول کرے تو میں تیرا داہنا ہاتھ پکڑ لوں۔ اللہ تعالےٰ پر تقول کرنے والا مفتری فلاح نہیں پا سکتا۔ بلکہ ہلاک ہوجاتا ہے۔ اور اب پچیس سال کے قریب عرصہ گذرا ہے کہ خدا تعالےٰ کی وحی کو میں شائع کر رہا ہوں اگر افترا تھا تو اس تقول کی پاداش میں ضروری نہ تھا کہ خدا اپنے وعدے کو پورا کرتا؟ بجائے اس کے کہ وہ مجھ کو پکڑتا اُس نے صدہا نشان میری تائید میں ظاہر کئے اور نصرت پر نصرت مجھے دی۔ کیا مفتریوں کے ساتھ یہی سلوک ہوا کرتا ہے۔ اور دجالوں کو ایسی ہی نصرت ملا کرتی ہے؟ کچھ تو سوچو! ایسی نظیر کوئی پیش کرو۔ اور میں دعوے سے کہتا ہوں ہرگز نہ ملیگی

روحانی طبابت

ہاں یہ میں جانتا ہوں کہ طبیب مریض کو کلورا فارم سنگھا کر بھی دوائی اندر پہنچا سکتا ہے۔ روحانی طبابت میں یہ نہیں ہے۔ بلکہ باتوں کو مؤثر بنانا اور دل میں ڈالنا خدا تعالےٰ کا کام ہے۔ وہ جب چاہتا ہے تو شوخی کو دور کرکے خود اندر ایک واعظ پیدا کر دیتا ہے

نووارد کا اعتراف کہ آپ کے کلمات میں کوئی وجہ کفر نہیں

نووارد:- میں اہل اسلام کی زیادتی پر تعجب کرتا ہوں آپ کے کلمات میں تو کوئی وجہ کفر نہیں دیکھتا۔

مسیح موعود:- آپ کتابیں بھی دیکھیں۔ تاکہ کوئی شک آپ کو باقی نہ رہے۔ کہ کونسے کلمات ہیں جو قال اللہ۔ اور قال الرسول کے خلاف ہیں۔ میں ان کے کفر کی پروا نہیں کرتا ضرور تھا کہ ایسا ہی ہوتا۔ کیونکہ ان کے ہی آثار میں لکھا ہوا تھا کہ مسیح موعود جب آئے گا تو اس پر کفر کے فتوے دیئے جائیں گے یہ پیشگوئیاں کیسے پوری ہوتیں۔ یہ تو اپنے ہاتھ سے پوری کر رہے ہیں۔ مجدد صاحب اور نواب صدیق حسن صاحب کہتے ہیں کہ جب وہ آئے گا۔ تو علما مخالفت کریں گے اور محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ جب وہ آئے گا تو ایک شخص اُٹھ کر کہیگا

ان ھٰذا الرجل غیر دیننا۔ اب جبکہ پہلے سے یہ باتیں ہیں تو ہم خوش ہوتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے ہاتھ سے پورا کر رہے ہیں

× × × × × × × ×

کہ یہ بھی صداقت کا نشان ہے اس لئے ہم ان باتوں کی کچھ پروا نہیں کرتے۔

حضرت مسیحؑ کے متعلق غلط خیالات کی اصلاح

یہ جو کہتے ہیں کہ آسمان سے مسیح آئے گا۔ وہ اتنا نہیں دیکھتے کہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام وفات پا گئے

فلما توفیتنی اور حدیث معراج سے استدلال کرکے ایک جامع تقریر فرمائی جو افسوس ہے۔ کہ لکھی نہیں گئی۔ اس میں اپنے وجود پر سورہ نور سے استدلال فرمایا۔ اور ایسا ہی مسیح کی قبر کشمیر کے متعلق بیان فرماتے رہے۔ اور وفات مسیح پر اجماع صحابہ کا ذکر فرمایا۔ آخر میں فرمایا کہ:-

اگر وہ صحابہ کا سا مذاق اور محبت ہوتی جو صحابہ کے دل میں تھی تو یہ عقیدہ نہ رکھتے۔ کہ وہ زندہ ہیں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خالق بھی نہ مانتے اور غیب دان بھی۔ خدا تعالےٰ ان فسادوں کو روا نہیں رکھتا۔ اور اس نے چاہا ہے کہ اصلاح کرے۔ ہمارا کام اللہ کے لئے ہے۔ اور اگر اللہ تعالےٰ کا یہ کاروبار ہے۔ اور اسی کا ہے۔ تو کسی انسان میں طاقت نہیں۔ کہ اس کو تباہ کر سکے۔ اور کوئی ہتھیار اس پر چل نہیں سکتا لیکن اگر انسان کا ہے تو پھر خود ہی تباہ ہو سکتا ہے۔ انسان کو زور لگانے کی بھی کیا حاجت ہے۔

(باقی دارد)

اخبار احمدیہ

نومبایعین

مندرجہ ذیل اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر احمدؐ کی بیعت میں داخل ہوئے

(۱) نور محمد خانصاحب معرفت بخشی عبدالرزاق صاحب ندلیہ بنارس۔

(۲) میاں فقیر بخش صاحب ساجی کنسٹبل ساکن کوٹ مول ضلع سیالکوٹ

(۳) محمد الدین صاحب از کرسچن ٹریننگ انسٹیٹیوٹ سیالکوٹ مؤخر الذکر اپنے احمدی بھائیوں سے بالخصوص دعا کے خواستگار ہیں۔

اللہ تعالےٰ ان سب کو استقامت بخشے اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

جنازہ غائب

(۱) سیٹھ اسماعیل آدم صاحب بمبئی کی اہلیہ مکرمہ بتقضائے الہٰی فوت ہوگئی ہیں گذشتہ جمعہ کو مسجد احمدیہ لاہور میں بعد نماز ان کا جنازہ غائب پڑھا گیا۔

(۲) جناب نظام الدین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کال پور کی اہلیہ مکرمہ بھی مختلف امراض میں مبتلا رہ کر فوت ہوگئیں

(۳) مکرم شیخ مولا بخش صاحب بوٹ مرچنٹ سیالکوٹ کے برادر شیخ کریم بخش صاحب کے بھی فوت ہوجانے کی خبر آئی ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

احباب کرام ان سب مرحومین کا جنازہ غائب پڑھ کر ثواب دارین حاصل کریں۔

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ یکشنبہ مؤرخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۱۸ء نمبر ۳۰

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

"حقیقتہ الامر" یعنے وہ بیس صفحہ کا رسالہ جو خلافت مآب کے ایک دن تو کیا شاید ایک گھنٹہ سے بھی کم عرصہ کے قلمی نقوش کا نتیجہ ہے۔ کن عالیشان حقایق کا انکشاف کرتا ۔۔۔ اور کیسی کیسی عجیب معنیٰ آفرینیوں سے دماغ کو مختل اور پریشان نہیں کر دیتا۔ اس کی مفصل کیفیت تو ناظرین کرام کو اس جواب سے ہی معلوم ہو گی جو حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے عنقریب شایع ہو گا۔ لیکن اس سے قبل ہم ایک اور پہلو سے بھی ان حقایق عالیہ کا اعتراف ضروری سمجھتے اور ان چند چمکتے ہوئے موتیوں کو جو خلافت مآب کے قلمی صدف پاروں سے چھلک کر ادھر ادھر بکھر گئے ہیں اکٹھا کر کے ایک لڑی کی صورت میں آویزاں کرنا چاہتے ہیں تاکہ دربار خلافت کی علمی شان کو بڑھانے کا موجب ہو۔ یوں تو جس دن سے خلافت مآب نے موجودہ عقاید باطلہ کا اعلان و ترویج شروع کی ہے۔ شاید ہی کوئی ان کی تحریر ایسی ہو جس میں ان کی نیرنگیٔ بیان کی جھلک نہ پائی جاتی ہو۔ جس مسئلہ پر بھی قلم اٹھاتے ہیں مضمون کی آمد و روانی یا یوں کہو کہ موضوع بحث کے (خود بدولت یا شاید پڑھنے والوں کی) عقل و فکر سے بالاتر ہونے کی وجہ سے اس کو نبھانے کے لئے انہیں وہ وہ نکتہ آفرینیاں اور پے در پے کئی ایک توجیہات اپنے عقاید کی تائید میں کرنی پڑتی ہیں۔ جو اصل بحث کو (خلافت مآب) کو ایک دوسری سے مطابق کرنا اور انہیں سمجھ کر اصل مسئلہ کی صداقت کو پا لینا پڑھنے والوں کی عقل و فکر سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ جو در حقیقت ۔۔۔ اپنا ہی قصور ہے۔ ورنہ یہ امر کہ ایک جھوٹ کی تائید میں بیسیوں اور جھوٹ بنانے پڑتے ہیں۔ خلافت مآب کی شان فضیلت ۔۔۔۔ کے خلاف ہونے کی وجہ سے ان کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا میاں صاحب کے قلم سے تو جو کچھ نکلتا ہے۔ وہ عین صحیح اور برحق ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی ایک دوسرے کے خلاف کیوں نہ ہو۔ چنانچہ اسی کا ایک چمکتا سا نقشہ "حقیقتہ الامر" کے حسب ذیل حقایق میں بھی ملتا ہے۔

اس امر کا جواب دیتے ہوئے کہ اپنے مریدوں کو میاں صاحب نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی تحریروں کو پڑھنے سے منع کیا ہوا ہے۔ لکھتے ہیں کہ

"میرے نزدیک یہ شکایت بے جا ہے۔ میں نے بارہا اپنی جماعت کو نصیحت کی ہے کہ وہ ہر ایک عقیدہ کو سوچ سمجھ کر قبول کریں۔ بلکہ بارہا یہ کہا ہے کہ اگر وہ کسی بات کو زید و بکر کے کہنے سے مانتے ہیں۔ تو گو وہ حق پر ہوں۔ تب بھی ان سے سوال ہو گا۔ کہ بلا سوچے انہوں نے ان باتوں پر کیونکر یقین کر لیا"

لیکن آگے چلکر ایسے لوگوں کو چار حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں

(۱) "جو اپنے مذہب سے واقف نہیں"

(۲) "جو اپنے مذہب سے واقف ہیں۔ لیکن ان کا دل ایسے دلائل سے جو پھر کسی مزید تحقیقات کی ضرورت باقی نہ رکھتا ہو۔ تسلی یافتہ نہ ہو"

(۳) "جنہوں نے مخالف کے اعتراضات کا جواب دینا ہو"

(۴) "جو عیاناً اپنے عقاید کی سچائی دیکھ چکے ہوں"

ان چار قسم کے اشخاص میں سے خلافت مآب کے نزدیک صرف دو ہی قسم کے اشخاص مخالفین کی کتابیں پڑھنے کا حق رکھتے ہیں۔ اور وہ قسم دوم و سوم کے لوگ ہیں یعنی یا تو وہ جن کا دل تسلی یافتہ نہ ہو۔ اور اپنے مذہب پر کوئی شک و شکوک باقی ہوں۔ اور یا وہ جنہوں نے مخالف کے اعتراضات کا جواب دینا ہو۔ اس تصریح اور اور بھی بعض لاطائل باتیں اس کی تائید میں کہنے کے بعد آخر میں آپ مرغ بادنما کی اپنے مریدوں کے متعلق ہی یقین ظاہر کرتے ہیں کہ

۔۔۔ ہم بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ اور اکثر نہیں بلکہ کل مریدوں کی طرف سے ان مخترعہ شرائط کی سخت پابندی کا یقین دلاتے ہیں یہ بھی ہم مانتے ہیں کہ سوائے ان مریدوں کے جن کو اللہ تعالےٰ نے کچھ نہ کچھ سمجھ اور استعداد عطا فرمائی ہے۔ اور وہ یا تو خلافت مآب کی آئے دن کی مخترعات سے بدظن ہو کر یا کسی اہل حق کے بار بار سمجھانے پر ان عقاید باطلہ سے شبہ میں پڑ جاتے ہیں۔ ان میں سے اور کوئی بھی ایسا نہیں جو (جواب دینے والوں کو الگ کر کے) ہمارے لٹریچر کو دیکھنا بھی گوارا کرے۔ انہیں تو خود قادیاں سے حکم ہوتا ہے۔ کہ دیکھو ایسی کتابیں جہاں سے بھی ملیں۔ انہیں پڑھنا نہیں بلکہ ہمارے پاس انہیں لے آؤ۔ کہ ان سے تمہارے لئے وضو کا پانی گرم ہو گا۔ یا تمہاری چائے پکانے کے کام آئینگی۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ناپاک استعمال میں انہیں لانا قادیان کی مقدس سرزمین میں عین ثواب کا کام سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ان سب باتوں سے قطع نظر کر کے ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ خلافت مآب کے کس جواب کو صحیح سمجھا جائے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کی شکایت کو تو آپ نے یہکر رد کر دیا کہ وہ بے جا ہے۔ کیونکہ آپ اپنے مریدوں کو بارہا ہر ایک عقیدہ کو سوچ سمجھ کر نہ کہ عمرو و زید کے کہنے پر قبول کرنے کی تلقین کر چکے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی "مزید تحقیق" کو ایک لغو اور بیہودہ فعل قرار دے کر موجب تضیع اوقات ٹھہراتے اور مزید تحقیق سے مریدوں کو منع بھی کر دیتے ہیں۔ حیرانی ہے کہ ایک ہی جگہ ایک ہی صفحہ کے اندر مریدوں کو بلا سوچے کسی عقیدہ کو ماننے سے منع کرنے کا ذکر بھی ہے۔ اور اسی صفحہ کے آخر میں اس سوچ و بچار کے لئے مزید تحقیق ایک بے ہودہ فعل بھی قرار دے دیا جاتا ہے۔

یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ خلافت مآب نے جو سوچ و بچار کی تلقین بارہا اپنے مریدوں کو کی تھی۔ تو بقول خود ایک لغو اور بیہودہ فعل ہی کی تلقین کی ہو گی۔ نہیں بلکہ ممکن ہے سوچ بچار اور مزید تحقیق کا مفہوم ایک دوسرے کے مخالف و متبائن ہو جو گویا ایک نئی بات ہو گی۔ اور انسانی عقل و فکر سے بالاتر۔ لیکن آخر سوچ و بچار ہی کا معاملہ ہے۔ اگر سمجھ میں نہ آئے تو اس میں ہرج ہی کیا ہے۔

آگے چلکر ایک اور اہم امر کا آپ ذکر فرماتے ہیں۔ اس کی تردید کرتے ہوئے کہ حضرت مسیح موعود بارہ سال تک اپنے دعوے کو نہ سمجھ سکے۔ آپ صاف لفظوں میں یہ لکھتے ہیں کہ

"حضرت مسیح موعود پر کبھی بھی کوئی وقت نہیں آیا کہ آپ اپنے دعوے کو نہ سمجھ سکے ہوں۔ آپ شروع سے آخر تک اس مقام کو سمجھتے رہے ہیں۔ جس پر اللہ تعالےٰ نے آپ کو کھڑا کیا ہے"

یہ فقرات اگرچہ خلافت مآب کی سابقہ تحریرات کے کتنے ہی مخالف ہوں۔ لیکن جس حقیقت نفس الامری کا وہ پہلے انکار کر چکے ہیں۔ اس کا یہ علانیہ اعتراف ایک حق پسند کے لئے موجب تعجب ہونے کے ساتھ باعث مسرت بھی ہے۔ اور ہمیں بڑی ہی خوشی ہوئی جب ہم نے ان فقرات کو پڑھا۔ لیکن اس کے بعد معاً اگلے فقرات کو پڑھنے سے نہ صرف وہ مسرت ہی خاک میں مل گئی۔ بلکہ ہمارا وہ تعجب بھی جاتا رہا۔ اور پھر وہی خلافت مآب کی نیرنگی بیان اور اپنی عقل کا قصور ماننا پڑا۔ کیونکہ اس کے بعد اگلے ہی فقرہ میں آپ لکھتے ہیں کہ

"ہاں صرف اس دعوے کے نام میں آپ احتیاط کرتے رہے ہیں۔ یعنی آیا اس کا نام نبوت رکھا جائے یا محدثیت۔ اور جبتک اللہ تعالےٰ کی متواتر وحی نے اس بات کی صراحت نہ کی آپ اس کا نام محدثیت یا جزوی نبوت وغیرہ رکھتے رہے ہیں۔ لیکن بعد صراحت کے آپ اس امر پر قائم نہ رہے"

اب تو ناظرین کرام کو بھی ہمارے ساتھ خلافت مآب کی نیرنگی بیان اور اپنے قصور فہم کا اعتراف کرنا ہو گا۔ مسیح موعود شروع سے آخر تک اس مقام کو سمجھتے بھی رہے ہیں۔ جس پر اللہ تعالےٰ نے آپ کو کھڑا کیا ہے۔ یہ بھی صحیح ہے۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ آپ کو متواتر بارہ سال تک اس کی سمجھ ہی نہیں آئی۔ کہ اس مقام کا نام نبوت رکھیں یا محدثیت۔ بالفاظ دیگر آپ کو بارہ سال تک پتہ ہی نہیں لگا۔ اور آپ سمجھ ہی نہیں سکے کہ جس مقام پر اللہ تعالےٰ نے مجھے کھڑا کیا ہے وہ نبوت کا مقام ہے یا محدثیت کا۔

اس کو اگر آپ نہ سمجھ سکیں اور ان دونوں باتوں کو ایک دوسری کے خلاف کہیں تو اس میں خلافت مآب کا قصور نہیں۔ اور ایسے ایسا ہی چلا آیا ہے۔ جب خود خدا تعالےٰ ہی اپنے مامور سے ایسی طرز سے باتیں کرے کہ اسے سمجھ ہی نہ آتی ہو۔ کہ میرا مقام نبوت کا ہے یا محدثیت کا۔ باوجودیکہ وہ "شروع سے اپنے مقام کو سمجھتا رہا ہو اور کبھی بھی کوئی وقت اس پر نہ آیا ہو کہ اپنے دعوے کو نہ سمجھ سکے" تو خلافت مآب بھی اگر اس طرح کی باتیں کر دیں۔ جن کو آپ سمجھتے ہوئے نہ سمجھیں۔ تو یہ بھی آپ ہی کا قصور فہم ہے۔ جناب میاں صاحب کا اس میں قصور نہیں لیکن ابھی اور آگے آیئے۔ آپ کو نبوت کے اس اعلےٰ مقام کی سیر کرائیں جو بقول خلافت مآب ایمان کا ہی ایک اعلےٰ مرتبہ ہے اور تقوےٰ میں ترقی کرتے کرتے انسان اس رتبہ کو پہنچ جاتا ہے"

گو آپ کا دعوےٰ ہے کہ تیرہ سو سال تک تمام کاملین امت میں سے کوئی بھی اس ایمان کے اعلےٰ مرتبہ اور تقوےٰ کے عظیم الشان مقام کو پا نہ سکا۔ اور کسی قدر کمی اور نقص کی وجہ سے وہ اس درجہ کے پانے سے رہ گئے۔ لیکن ان سابقین الاولین من المہاجرین والانصار کو چھوڑ کر جو ثلۃ من الاولین اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا سرٹیفکیٹ حاصل کر چکے تھے اس آخری زمانہ کے لئے ہی ایمان کا یہ اعلےٰ مرتبہ اور تقوےٰ کا یہ عالیشان مقام مختص ہو چکا ہے جس میں سے ایک فرد تو اس پر پہنچکر نبوت کو پا چکا اور ابھی اور ہزاروں یہاں تک پہنچکر نبی ہونے والے ہیں۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ پہلے لوگ اور صحابہ کرام ایمان کے اعلےٰ مرتبہ پر نہ تھے۔ اور تقوےٰ میں کمزور تھے۔ نہیں بلکہ وہ بھی کامل متقی تھے۔ اور اس اعلےٰ درجہ ایمان پر ہی پہنچے ہوئے تھے۔ لیکن پھر بھی کسی قدر کمی اور نقص کی وجہ سے وہ نبوت کو نہ پا سکے۔ نتیجہ کیا ہوا۔ وہی ع

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔

بہرحال اس کو بھی یونہی چھوڑ کر آگے چلتے ہیں جہاں جنازہ کے مسئلہ پر بحث ہے۔ خلافت مآب نے ۱۹۱۵ء کے جلسہ سالانہ میں حضرت مسیح موعود کے جس خط دربارہ جنازہ پر غور کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس کی بار بار کی یاد دہانی کا نتیجہ اب یہ نکلا ہے کہ وہ خط جلسہ ہی کے دنوں میں خلافت مآب سے ضایع ہو گیا۔ لیکن وہ فرماتے ہیں کہ

"جہاں تک مجھے یاد ہے۔ گو حق الیقین نہیں۔ وہ خط ایسے زمانہ کا تھا۔ کہ جس کا زیادہ اثر بحث پر نہ پڑتا تھا"

اس پر میاں صاحب ہی کے ایک مرید کی یہ حاشیہ آرائی قابل داد ہے کہ اگر یہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کا تھا۔ تو اس پر غور کرنے کے وعدہ کے کیا معنی ہوئے۔ اس کو تو یہی کہکر رد کر دینا چاہیئے تھا کہ یہ ۱۹۰۱ء سے قبل کا ہے۔ اس لئے قابل توجہ نہیں۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ اگر خلافت مآب نے وعدہ بھی کیا تھا تو یہ وعدہ تحریر میں تو بعد میں آیا تھا۔ جس پر خلافت مآب کی نظر ثانی بھی ہوئی۔ پھر باوجود کتاب کے دوسرے حصص میں ترمیم کرنے کے اس کے نیچے یہ نوٹ کیوں نہ دیا۔ کہ اصل گم ہو گیا ہے۔ اور یہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کا تھا۔ اس لئے غور کی ضرورت نہیں۔

اس سے بھی قطع نظر کر کے پھر اس نیرنگی بیان کو دیکھئے جس کو شروع مضمون سے آپ ملاحظہ کرتے آئے ہیں۔ یہاں تو خلافت مآب کو ابھی حق الیقین نہیں۔ اور نہ انہوں نے اس پر غور کیا ہے لیکن اس خط میں جو اپنے مرید مستری محمد حسین صاحب کو آپ نے لکھوایا ہے۔ اور جیسے شیخ صادق علی صاحب بٹیالوی کی مراسلت میں ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں گے صاف لکھا ہے کہ

"بعد غور اور تحقیقات حضرت اقدس اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ غیر احمدی کا جنازہ جائز نہیں جس خط کا حوالہ دیا گیا ہے وہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کا ہے"

غور اور تحقیقات کی بھی ہے اور نہیں بھی کی۔ اس خط کے ۱۹۰۱ء سے قبل کا ہونے میں حق الیقین بھی نہیں۔ اور یہ ہے بھی غور اور تحقیقات کا نتیجہ کہ وہ ۱۹۰۱ء سے قبل کا ہے۔ یہ دونوں امور ان کی اپنی باتوں سے عیاں ہیں۔ پھر بھی اگر مصرع مندرجہ عنوان کو آپ پڑھیں تو یہ آپکا اختیار ہے۔

ہاں ایک بات ابھی باقی ہے۔ خلیفہ رشید الدین صاحب کی صاحبزادی کے نکاح کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے دوبارہ اس توجیہ کو بیان کیا ہے کہ "حضرت صاحب نے اس نکاح کے اصل حالات سے واقف ہوتے ہوئے ہرگز اجازت نہیں دی۔ (یعنی حالات بتانے والے نے آپ کو اصل حالات نہیں بتلائے بالفاظ دیگر دھوکا دیا۔ خلیفہ رشید الدین صاحب کو یہ خطاب مبارک ہو) بلکہ جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ لڑکا غیر احمدی ہے تو ڈاکٹر صاحب کے گھر کے لوگوں کو کہا کیا ڈاکٹر صاحب کو معلوم نہیں کہ غیر احمدی سے رشتہ ہم نے منع کیا ہوا ہے۔ پھر انہوں نے لڑکی غیر احمدی لڑکے

سے کیوں منسوب کی۔ (. . . . .)

مگر پھر فرمایا کہ ابھی اس امر کا ذکر نہ کریں۔ بلکہ ہم حقیقۃ الوحی دیں گے وہ ڈاکٹر صاحب کو دینا کہ لڑکے کو پڑھنے کے لئے دیں۔ اگر اس کو پڑھ کر وہ احمدی ہو گیا تو پھر ہم اجازت دیدیں گے۔ اس کے بعد والدہ صاحبہ کی بیماری کیوجہ سے حضرت صاحب لاہور چلے گئے اور وہیں فوت ہو گئے۔ اور یہ معاملہ یونہی رہ گیا۔ چونکہ والدہ سوتیلی تھیں اس لئے اس خیال سے کہ لوگ اس کو عداوت نہ خیال کریں یا اس ادب سے کہ حضرت نے کہا تھا۔ کہ ابھی ذکر نہ کریں۔ وہ خاموش رہیں اور نکاح ہو گیا۔"

اس سے قطع نظر کر کے کہ یہ بیان کہاں تک صحیح ہے۔ اور حقیقۃ الوحی کے زمانہ اشاعت ۱۹۰۷ء اور حضرت مسیح موعود کی وفات کے زمانہ ۱۹۰۸ء میں کتنا بڑا فاصلہ ہے جس کو میاں صاحب نے اس قدر جلدی طے کر لیا۔ ابھی حقیقۃ الوحی کے شائع ہونے کے بعد اس کو دینے کا ذکر تھا ابھی حضرت مسیح موعود لاہور آ کر فوت بھی ہو گئے۔ لیکن اس قدر توجیہات کے بعد ہی خلافت مآب لکھتے ہیں کہ

"آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ لڑکی بالغ اور غیر احمدی تھی۔ اور لڑکی کی حقیقی والدہ بھی اس وقت غیر احمدی تھیں پس اس صورت میں نکاح میں کوئی خلاف شریعت بھی بات نہیں۔"

پھر وہی اپنے ہی قصور فہم کا اعتراف ہمیں کرنا پڑتا ہے۔ حضرت مسیح موعود اس نکاح کو ناجائز بھی قرار دیتے ہیں اور باوجودیکہ لڑکی بالغ اور غیر احمدی ہے۔ پھر بھی لڑکے کے احمدی ہونے پر ہی اس سے اس کے نکاح کو مشروط ٹھیراتے ہیں۔ کیونکہ آپ کے نزدیک حسب اعتقاد میاں صاحب غیر احمدی سے نکاح خلاف شریعت تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی چونکہ لڑکی بالغ اور "غیر احمدی" تھی۔ اس لئے نکاح میں کوئی خلاف شریعت بھی بات نہیں۔

یہ ہیں وہ حقائق عالیہ جن کا انکشاف حقیقۃ الامر کے ہمیں صفحات میں ہوا ہے۔ کیا اس قدر عجیب عجیب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ آپ پر حقیقۃ الامر منکشف نہیں ہو گئی۔ یقیناً ہو گئی اور ضرور ہو گئی۔ وہ کیا ہے وہی مصرع مندرجہ عنوان ع

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

اس لئے اپنے اس کچھ نہ سمجھنے کو خلافت مآب کے نقص بیان کا نتیجہ نہیں بلکہ اپنے ہی قصور فہم کا اثر قرار دیتے ہوئے ان نہ سمجھ آنے والی باتوں کو صرف مزید توضیح کیلئے جناب خلافت مآب کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ تفسیر و تشریح کا حق انہیں کے لئے محفوظ ہے۔ ع

تصنیف را مصنف نکو کند بیان

گو اس کے ساتھ ہی یہ بھی ڈر ہے کہ کوئی ایسی ہی اور تشریح ان کی عالمانہ نکتہ نوازیوں سے صادر نہ ہو جو پہلے سے بھی بڑھکر انسانی عقل و فکر سے کوسوں دور ہو۔

کیا مجدد کیلئے دعویٰ کرنا ضروری نہیں

۱۸ اکتوبر ۱۹۱۸ء کے اہلحدیث میں مولوی ثناء اللہ صاحب سے کسی نے یہ سوال کیا ہے کہ "تیرہ صدیوں کے تیرہ مجدد آ گئے ہوں تو اب یہ بتلا دیا جائے کہ اس صدی چہاردہم کا مجدد کون آیا۔ حسب ارشاد رسول اکرم صلعم ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کا آنا ضروری ہے۔ حالانکہ آغاز صدی ہو کر ۳۰ سال ہوتے ہیں۔ پھر کون مجدد آیا۔ ہم کو اس مجدد زمانہ حال کی شناخت ضروری ہے۔ ورنہ [illegible] حدیث شریف جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کرے وہ بیشک جاہلیت کی موت سے مرا۔ و مادنی آئے گی۔"

اس معقول سوال کے جواب میں فضیلت مآب کو بادل ناخواستہ ایک طویل مضمون لکھنا پڑا ہے۔ جس کا خلاصہ اور لب لباب ذیل کی تین باتوں میں آ جاتا ہے۔

(۱) ملا علی قاری کے نزدیک۔ مجدد ہر صدی کے سر پر ایک ہی نہیں بلکہ بہت سے بھی ہو سکتے ہیں۔

(۲) جو کوئی اصل دین کی خدمت کرے وہ مجدد ہے۔ اور مرزا صاحب نے کوئی خدمت دین نہیں کی۔

(۳) مجدد خود دعوے نہیں کیا کرتے۔

ہمیں اس وقت پہلی دو شقوں پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس سے اصل سوال پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ہاں تیسری شق کو ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مولوی فاضل کی فضیلت علمی کا اس سے کہاں تک اصحاب [illegible]

"مجددین کی شناخت پہلے قیاسی اور خیالی ہوتی تھی **اب بھی ویسا ہی ہو رہا ہے۔** اس کے فیصلے کیلئے نہ پہلے خدا اور رسول کی طرف سے کوئی سرٹیفکیٹ ہوتا تھا۔ نہ اب ہے۔ بلکہ جس نے اپنے خیال میں کسی کو خادم دین اور مروج سنت سید المرسلین (جس کو وہ خود سنت اور دین جانتا ہو) سمجھا اس کو مجدد دین کہدیا۔ **ورنہ نہ مجددین نے دعوے کیا نہ خدا نے ان کے دعوے کی تصدیق فرمائی۔**"

ہم حیران ہیں کہ مولوی فاضل نے حدیث کے ان صریح الفاظ کے ہوتے ہوئے جن میں مجدد کیلئے اللہ تعالے کی طرف سے مبعوث ہونا شرط ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ الخ اللہ تعالے مبعوث کرتا رہے گا اس امت کیلئے یہ کیونکر کہہ دیا کہ اس کے فیصلے کے لئے خدا اور رسول کیطرف سے کوئی سرٹیفکیٹ نہیں ہوتا۔ اور وہ خود دعوے نہیں کیا کرتے کیا حدیث کے یہ الفاظ رسول صلعم کا سرٹیفکیٹ نہیں۔ اور کیا اللہ تعالے کا اس کو مبعوث کرنا خدائی سرٹیفکیٹ نہیں۔ پھر یہ بھی غلط ہے کہ پہلے زمانہ میں مجدد کی تعیین قیاسی اور خیالی ہوتی رہی ہے۔ واقعات اس پر شاہد ہیں کہ کوئی خیالی اور قیاسی تعیین مجدد کی نہیں ہوئی۔ بلکہ خود انہوں نے مجدد ہونیکا دعوے کیا۔ اور صاف طور پر اللہ تعالے کی طرف سے اس مقام پر کھڑا کئے جانے کا دعوے کیا۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے الفاظ جو انہوں نے اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ میں لکھے ہیں۔ ان کے دعوے پر ایک کھلی شہادت ہیں۔ کیا انہوں نے نہیں فرمایا کہ

كنت قد البسنی اللہ سبحانہ خلعۃ المجددیۃ حین انتہت بی دورۃ الحکمۃ۔ جب میرے ساتھ حکمت کا دورہ کمال کو پہونچ چکا تو اللہ تعالے نے مجھے مجددیت کا خلعت پہنایا۔

ایسا ہی حضرت مجدد الف ثانی کے ان الفاظ کو ان کے مکتوبات میں پڑھو۔ اور مولوی فاضل کی فضیلت علمی کی داد دو۔ وہ فرماتے ہیں کہ

"ایں علوم مقتبس از مشکوٰۃ انوار نبوت اند علے اربابہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کہ بعد از تجدید الف ثانی بہ تبعیت و وراثت تازہ گشتہ اند و بطراوت ظہور یافتہ صاحب ایں علوم و معارف مجدد ایں الف است ...... و بداند کہ بر سر ہر مائۃ مجددے گذشتہ است اما مجدد مائۃ دیگر است و مجدد الف دیگر چنانچہ درمیان مائۃ و الف فرق است در مجددین ایں ہمانیز ہمانقدر فرق است بلکہ زیادہ ازاں و مجدد آنست کہ ہرچہ در آں مدت از فیوض بامتاں برسد بتوسط او برسد اگرچہ اقطاب و اوتاد آں وقت بود و بدلا و نجبا باشند۔ مکتوبات امام ربانی جلد ۲ صفحہ ۱۴ مکتوب چہارم۔"

یہ دو کھلی شہادتیں ہیں اس امر پر کہ مجدد خود دعوے کیا کرتا ہے اور اللہ تعالے کی طرف سے وہ مبعوث کیا جاتا ہے۔ ایک طرف حدیث کے الفاظ اور دوسری طرف ان دو مسلمہ بزرگان دین کے دعاوی۔ صاف طور پر مولوی فاضل کے خیال کو باطل ثابت کرتے ہیں۔ ورنہ اگر "نہ مجددین نے دعوے کیا نہ خدا نے ان کے دعوے کی تصدیق فرمائی۔" تو حضرت شاہ ولی اللہ کے مندرجہ بالا الفاظ کو کیا کہو گے۔ جن میں انہوں نے اللہ تعالے کی طرف سے خلعت مجددیت پہنائے جانے کا ذکر کیا ہے۔

مولوی ثناء اللہ کسکو اس زمانہ کا مجدد سمجھتے ہیں

یہ تو مولوی فاضل کو ادعائے باطل کا جواب ہے لیکن کیا اس غلطے باطل اثر جواب کی دوسری شق یں سے اس سوال کا جواب بھی ہو گیا کہ اس زمانہ کا مجدد کون ہے مولوی فاضل کا خیال ہے کہ "اب بھی ویسا ہی ہو رہا ہے" کہ بغیر دعوے کے لوگوں کو مجدد سمجھا جاتا ہے۔ مگر یہ کہاں ہو رہا ہے۔ اور کس کو مجدد سمجھا جاتا ہے۔ کیا مولوی فاضل امرتسری بقول مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی مجدد ہیں کیا خاندان غزنویہ کا کوئی فرد مجدد کے رتبہ پر فائز سمجھا جاتا ہے یا اہلحدیث کی کسی کوٹھری میں اس مجدد کو بند کر رکھا ہے۔ آخر وہ جس کو مجدد سمجھا جاتا ہے کون ہے۔ اور کہاں ہے۔ اور کس نے اس کو مجدد قرار دیا ہے۔ اس کا اعلان ہونا چاہیئے۔ جو اگرچہ اس وقت تک قابل وقعت نہ ہو گا جبتک کہ خود وہ شخص جس کو ایسا سمجھا جاتا ہے۔ دعوے نہ کرے۔ لیکن کم از کم حدیث نبوی کی تصدیق اپنے ہی اس خیال کے مطابق کر کے کہ کیا اس صدی پر مولوی ثناء اللہ صاحب کے نزدیک یہ حدیث غلط ہو گئی۔

کیا فضیلت مآب اس پر غور فرمائیں گے؟

صلح کو جنگ قرار نہ دو

معاصر آریہ پتر کا نے ہمارے ایک گذشتہ نوٹ متعلق ذبیحہ بقر کو "نعرۂ جنگ" قرار دیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ

"پیغام صلح کے اس پیغام میں مسلمانوں کو صاف طور پر تلقین کی گئی ہے کہ وہ ہندوؤں کے جذبات کا مطلق لحاظ نہ رکھتے ہوئے گائے کی قربانی کریں۔ جس کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں قوموں کے اندر نفرت اور مغایرت کی خلیج وسیع ہو۔ اور باہم سر پھٹول تک نوبت پہنچے۔ اگر اس پیغام کو صلح کا پیغام کہا جا سکتا ہے تو نہ معلوم نعرۂ جنگ کس چڑیا کا نام ہے۔"

لیکن ہمارا لائق معاصر ایسا غلط نتیجہ نکالنے سے پہلے ذرا جذبات کی بے فائدہ آڑ کو اپنی آنکھوں کے سامنے سے ہٹا لیتا۔ تو وہ اس کو "نعرۂ جنگ" قرار دینے کی بجائے حقیقی صلح کا پیغام سمجھتا۔ اور اس کا اعتراف کرتا کہ کسی مذہبی عقیدہ کا رکھنا اور چیز ہے اور جذباتی امر اس کو قرار دینا اور چیز۔ جذبات تو ایک چیز کو غلط جانتے ہوئے بھی اس کی تائید پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ آریہ سماج باوجود ہندوؤں کی طرح گائے کو اپنا معبود نہ سمجھنے کے پھر بھی گئو رکھشا کی حمایت ضروری سمجھتی اور ہمیشہ ذبیحہ بقر کے موقعہ پر باقی ہندوؤں کے ساتھ مسلمانوں سے متنفر آتی ہے۔ یا جیسا کہ آریہ گزٹ نے ابھی حال ہی میں بت پرستی کو ناجائز سمجھنے کے باوجود محض جذبات ہی کی ناجائز پیروی میں ایک مندر کو جہاں بت پرستی ہوتی ہے۔ مسجد جیسی عبادت گاہ توحید کو خرابات کہا۔ پس اگر گائے کا معاملہ آریہ سماج کی طرح باقی ہندوؤں کے نزدیک بھی محض ایک جذباتی امر ہے تو اسے مذہبی معاملہ قرار نہ دو۔ لیکن اگر فی الحقیقت مذہباً تم اسے اپنا معبود سمجھتے ہو۔ تو مذہباً تم صرف اپنے ہی اعمال کے ذمہ وار ہو۔ دوسری قوموں کے نہیں دوسرے اگر اس کو معبود نہیں سمجھتے تو ان کے اس کو ذبح کرنے سے تمہارے اعمال پر اثر نہیں پڑ سکتا۔ اور نہ عند اللہ تم اس کے ذمہ وار قرار پا سکتے ہو۔

یہ ہے ہماری رائے ذبیحہ بقر کے متعلق ہندو قوم کی توہین جذبات کے بارہ میں۔ اسی خیال کی وجہ سے ہم نے لکھا کہ "گائے کو اگر ہندو قوم اپنا معبود سمجھتی ہے تو سمجھا کرے مسلمان اس کو اپنا خدا نہیں سمجھتے اور ان کے عقیدہ میں اس کا ذبح کرنا جائز ہے تو وہ کیوں اس پر عمل نہ کریں۔"

دانشمند اور سوچ وچار رکھنے والے اصحاب غور کر سکتے ہیں کہ یہ نعرۂ جنگ ہے یا ناجائز افراط و تفریط سے نکال کر ایک حقیقت نفس الامری کی طرف ہم نے ہندوؤں کو توجہ دلائی ہے۔ جس سے بڑھ کر صلح کا پیغام نہیں ہو سکتا۔ رہا یہ کہ مذہبی عقاید بلکہ ہر ایک عقیدہ کا اثر انسانی جذبات پر ہوتا ہے۔ اور اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اس پر کسی آیندہ فرصت میں ذرا تفصیل کے ساتھ ہم لکھنا چاہتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالے۔

آخری چارۂ کار

انفلوانزا کے تباہی خیز اثرات اور صحیح علاج کے معلوم نہ ہونے نے آخر کار لوگوں میں اس بالا و برتر ہستی کیطرف رجوع کا خیال پیدا کیا۔ جس کے ہاتھ میں تمام بیماریوں کا حقیقی علاج اور جس کو دواؤں کو مفید و مضر بنانے کی طاقت و قدرت حاصل ہے۔ لاہور میں بیماری کی شدت کا ذکر گذشتہ اشاعت میں بالتفصیل ہو چکا ہے۔ اس کے بعد کی خبر ہے کہ پرسوں ۲۱ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو رات کے ایک بجے تک صرف ایک قبرستان میانی میں ایک سو تیرہ میتیں دفن ہوئیں دوسرے قبرستانوں میں دفن ہونے والی اور ہندوؤں کی میتیں علیحدہ ہیں۔ اس حساب سے شرح اموات چار صد روزانہ سے کم نہیں۔ اس ہوش ربا منظر کو دیکھ کر موچی دروازہ کے مسلمانوں نے ہر روز رات کے وقت

... ہم اپنا کام سمجھ کر شروع کیا ہے۔ ان کے خیال میں یہ طریق رحمتِ الٰہی کے نزول اور بیماری کے اندفاع کا موجب ہوگا۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ لیکن ہمارے خیال میں رحمتِ الٰہی کے جذب کرنے کا اس سے بڑھکر ضروری اور مفید ترین طریق وہ ہے۔ جس کی تلقین قرآن حکیم نے ہمیں کی ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک کسی قوم سے نہیں بدلتا۔ جبتک کہ وہ خود اپنی حالت کو بدل نہ دے۔ پس ہمیشہ کے لئے ان آفات کو دور کرنے اور عافیت کی زندگی بسر کرنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے۔ کہ ہم اپنی حالت کو دیکھیں کہ آیا ہم وہی ہیں۔ جو ہمیں ہونا چاہئے۔ اور جو افضالِ الٰہی کی کشش کا باعث ہو سکتا ہے۔ جب نہیں۔ اور دوں کے ساتھ زبانیں بھی اس کا اقرار کر رہی ہیں کہ ہرگز دنیا کی حالت قابلِ اطمینان نہیں۔ اس میں صلاحیت کالعدم ہو چکی ہے۔ تو پھر ذرا کلمے پڑھنے اور اذانیں دینے سے کیا ہو سکتا ہے ضرورت ہے کہ اپنی حالت کو بدلکر اپنے اندر صلاحیت پیدا کی جائے۔ اور سب سے بڑھکر ان احکام الٰہی کی اطاعت کی جائے۔ جو ہم پر فرض ہونے کے ساتھ ہماری ہر ایک حالت کو سنوارنے کا موجب ہو سکتی ہے۔

یہ موجودہ طریق عمل گو رجوع الی اللہ کا ہی ایک رنگ ہے اور اس لئے قابلِ مبارکباد۔ گو اس جلوس کا مزار حضرت گنج بخش ہجویری کو اپنی انتہائی منزلِ مقصود قرار دینا ہے اور بھی ناجائز بنا دیتا ہے۔ لیکن اگر اس طرح کلمہ پڑھنا اور اذانیں دینا جائز بھی سمجھا جائے۔ (گو اس کا ثبوت کہیں سے انا محال ہے) تو بھی زیادہ سے زیادہ یہ نوافل کی حد تک ہی پہنچتا ہے۔ حالانکہ اس سے بڑھکر نماز پڑھنا فرض ہے۔ اور ایک مسلمان کا امتیازی نشان۔ تعجب ہے کہ لوگ اس طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اور اس فرض کو چھوڑکر ایسے ایسے غلط طریق اختیار کرتے ہیں۔ کاش وہ اس پر غور کرکے ہدایت حاصل کریں۔

صلح کے متعلق جرمن وزیر اعظم کا جسارت آمیز بیان

کچھ دنوں سے جرمنی نے صلح کی جو بے وقت کوشش شروع کر رکھی ہے۔ اسکے متعلق بعض ضروری امور کا حال آج کی خبروں سے معلوم ہوگا۔

جرمنی کی اس گفتگوئے صلح کے ناپائدار ہونے کا اشتباہ اتحادی اربابِ حل و عقد کو تو شروع سے ہی ہے لیکن جرمن وزیر اعظم کا وہ بیان جو اس نے جرمن پالیمنٹ کے دوبارہ جمع ہونے پر کیا ہے اس اشتباہ کو یقین کی حد تک پہنچا دینے والا ہے پرنس مذکور نے بیان کیا کہ کوشش صلح کی کامیابی کی توقعات کے متعلق گورنمنٹ کے خیالات معلوم کرنے کیلئے تمام اہل جرمن بیتاب ہیں۔ جرمنی کی طرف سے آمادگیٔ صلح کا پریزیڈنٹ نے جو جواب شروع میں دیا تھا اسکی وجہ سے تمام ممالک کے سامنے عدل و انصاف یا غلبہ کی صلح کا مسئلہ پیش کیا گیا تھا۔ وزیر اعظم کو امید تھی کہ مسٹر ولسن کے دوسرے جواب میں ظن و اشتباہ کو رفع کر دیا جائیگا لیکن جب تک اس امر کا فیصلہ نہ ہو۔ اہل جرمنی کو دونوں باتوں کیلئے تیار رہنا چاہئے یا تو اس امر کے لئے کہ متخاصم سلطنتیں جنگ کی خواہاں ہیں۔ اس صورت میں جرمن اپنی تمام ممکن کوشش اور طاقت کے ساتھ مدافعانہ جنگ کرتے رہینگے۔ ورنہ بصورت دیگر حریفوں کے ساتھ مشورہ کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ موخر الذکر صورت میں جرمنوں کو یہ سوال کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ کہ مسٹر ولسن کی شرائط پر جو صلح مبنی ہوگی اس کا جرمنی کے مستقبل پر کیا اثر ہوگا یہ ایک نہایت ہی اہم امر کیونکہ جرمنی کی طاقت پر اس کا فیصلہ نہیں ہوگا۔ کہ کونسی بات حق ہے۔ بلکہ یہ اس امر پر مبنی ہوگا۔ کہ حریفوں کے ساتھ آزادانہ مباحثہ کرنے میں کونسی بات حق قرار دی جاتی ہے۔ ایک ایسی قوم کیلئے جو تیغ کی عادی ہو یہ ایک عظیم کوشش ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسٹر ولسن کی شرائط کو تسلیم کرنا اس امر کے مترادف ہوگا۔ کہ قانون جواز کے مسئلے ایک جرمن کے خلاف عدالت انصاف کے سامنے پیش کئے جائیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ اتحادیوں میں طاقت کے انتہائی حامی کونسل کے ایوان میں اس طرح ڈرے ایں جیسے عدالت میں مجرم ہے ڈرتا ہے"

یہ اور اسی قسم کے اور بہت سے گستاخانہ اور جسارت آمیز کلمات جرمن وزیر اعظم نے کہے ہیں۔ حالانکہ خود ہی اتحادی فتوحات سے خائف ہوکر صلح کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ یہ کلمات جرمن جسارت و بیباکی پر دال ہیں اور اس بات کا ایک کھلا ثبوت کہ جرمنوں کی آمادگیٔ صلح ایک سنزارت ہے۔

خطابۃ العرب

(۲)

(از مولوی عبد السلام صاحب ندوی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

خطبات میں اشعار و ظرافت کی آمیزش

آجکل وعظ و تقریر میں مثنوی بلکہ عاشقانہ اشعار پڑھنے کا اسقدر رواج ہو گیا ہے کہ اکثر لوگوں کی تقریر کا عنصر صرف شاعری ہو گئی ہے۔ لیکن اہل عرب خطبات میں بہت کم اشعار پڑھتے تھے۔ جاحظ نے لکھا ہے۔ کہ

والاکثر الخطباء لا یتمثلون فی خطبہم الطوال بشیء من الشعر

اور اکثر خطباء اپنی طویل تقریروں میں ایک شعر بھی نہیں پڑھتے تھے۔

صرف جمعہ کے خطبہ میں یہ خصوصیت تھی کہ اس میں قرآن مجید کی چند آیتیں شامل کر لی جاتی تھیں۔

بعض لوگوں کی تقریر کا دارومدار صرف مذاق و ظرافت پر ہوتا ہے لیکن ہم کو اہل عرب کے خطبات میں یہ چیز نہیں ملتا، جاحظ نے صرف ایک شخص کی نسبت لکھا ہے کہ وہ اپنے خطبات میں کسی قدر مذاق کی آمیزش کر لیتا تھا۔

(ایک بار صعصعہ نے حضرت امیر معاویہؓ کے سامنے تقریر کی اور اسے پسینہ آگیا تو حضرت امیر معاویہؓ نے فوراً ٹوکا کہ تمکو تقریر نے شستشدر کر دیا، لیکن صعصعہ نے حاضر جوابی سے کام لیکر فوراً کہا کہ "تیز رو گھوڑے کو پسینہ آ ہی جاتا ہے۔ ایک جاہلی شاعر ایک خطیب کی ہجو میں کہتا ہے۔

ملیء ببہر والتفات و سعلۃ ۔ و مسحۃ عثنون و فتل الاصابع

حالتِ تقریر میں حیران ہو جاتا ہے، ادھر ادھر دیکھنے لگتا ہے۔ کھانستا ہے، داڑھی پر ہاتھ پھیرتا ہے اور انگلیوں کو اینٹھتا ہے۔

ثمیم بن حفص کا قول ہے کہ جب خطیب کا سانس چڑھنے لگتا ہے تو اسکو کھانسی آ جاتی ہے۔ ابو داؤد بن حریز کا مقولہ ہے کہ "حاضرین کا منہ تکنا اور داڑھی پر ہاتھ پھیرنا خطیب کی ہلاکت ہے"۔ عتابی سے کسی نے پوچھا۔ کہ بلاغت کیا ہے؟ بولے بغیر تکرار۔ بغیر لغزش زبان اور بغیر اعانت کے اظہار ما فی الضمیر کرنا بلاغت ہے۔ اس نے کہا تکرار اور لغزش زبان تو مجھے معلوم ہے لیکن اعانت کے کیا معنی ہیں؟ بولے تم نے بعض لوگوں کو دیکھا نہیں۔ کہ ہر فقرے کے اخیر میں کہتے ہیں۔ لوگو! صاحبو! سنئے نہیں اس قسم کے تمام الفاظ قوت بیان کے ضعف پر دلالت کرتے ہیں۔

شاعر کا خطیب اور خطیب کا شاعر ہونا ضروری نہیں

بہت سی چیزیں باہم تشابہ و اتحاد رکھتی ہیں لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جس شخص کو ایک چیز میں کمال ہو وہ دوسری چیز کا بھی ماہر ہو قصیدہ۔ غزل۔ مثنوی سب کی سب شاعری کے انواع میں داخل ہیں لیکن بعض شعراء صرف قصیدہ اچھا کہتے ہیں غزل اچھی نہیں لکھتے۔ بعض مثنوی گوئی میں کمال رکھتے ہیں لیکن قصیدہ و غزل نہیں کہہ سکتے۔ بعض غزل گوئی میں یکتائے روزگار ہوتے ہیں۔ لیکن ان سے مثنوی اور قصیدہ بن نہیں آتا۔

اسی طرح شاعری اور خطابت بھی اگرچہ باہم ملتی جلتی ہوئی چیزیں ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو خطیب ہو وہ شاعر بھی ہو۔ عبد الحمید اور ابن مقفع بہت بڑے خطیب اور انشاء پرداز تھے لیکن شاعر نہ تھے۔ عرب میں بہت سے شعراء تھے جو شاعری میں استاد تسلیم کئے جاتے تھے لیکن تقریر نہیں کر سکتے تھے۔

خطبہ کیلئے بعض قبائل کی تخصیص

جسطرح بعض اشخاص کسی خاص فن کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اسیطرح بعض ملکوں بعض قوموں اور بعض خاندانوں کو خطابت کیساتھ فطری مناسبت ہوتی ہے۔ متمدن ممالک میں صرف عرب اور ایران کے لوگ خطیب ہوتے تھے۔ یونانی اور ہندی اگرچہ ریاضی، منطق اور فلسفہ کے استاذ الکل تھے لیکن قدرت نے ان کو خطابت و زور تقریر سے محروم کر دیا تھا خود قبائل عرب پر بھی اس اختلاف وطنیت کا اثر پڑا تھا۔ قبیلہ عبد القیس اور قبیلہ ایاد میں جنگ ہوئی تو قبیلہ عبد القیس دو مختلف شاخوں میں منقسم ہو گیا ایک عمان میں جا کر آباد ہوئی اور دوسری نے بحرین میں اقامت اختیار کر لی۔ ان میں جو شاخ عمان میں آباد تھی۔ وہ خطابت میں خاص طور پر ممتاز تھی اور جو شاخ بحرین میں رہتی تھی اسکو شاعری میں کمال تھا۔

ان کے علاوہ اور قبائل بھی خطابت میں خصوصیت کے ساتھ امتیاز رکھتے تھے۔ قبیلہ ایاد۔ بنو تمیم۔ بنو شیبان کو خطابت میں خاص شہرت حاصل تھی قبیلہ بنو اسد کا ہر شخص خطیب۔ شاعر۔ کاتب اور کاہن ہوتا تھا اور قبیلہ ہذیل کے لوگ شاعری اور تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے۔

ملک و قبیلہ سے اُتر کر یہ ملکہ بعض خاندانوں کے ساتھ مخصوص ہو جاتا ہے یزید بن ابان ایک خاندانی خطیب تھا۔ اکاسرہ کے عہد سلطنت میں اسکے باپ دادا سب کے سب خطیب تھے۔ اسکے بعد جب عہد اسلام میں یہ خاندان گرفتار ہو کر آیا اور جزیرۂ عرب اور ممالک اسلامیہ میں آباد ہوا تو گو انکی زبان عربی سے بدل گئی لیکن یہ ملکہ اس میں قائم رہا۔ بعد میں جب اجنبیوں سے اختلاط و مناکحت کا سلسلہ

تاہم رہا۔ تو یہ خاندانی خصوصیت برباد ہو گئی۔

خطیب کی عزت

خطابت اور شاعری دنیا کی سب سے بڑی طاقتیں ہیں اسلئے خطیب اور شاعر ہر قوم میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں چونکہ قومی مفاخرت کا دارومدار زیادہ تر شعر و شاعری پر تھا۔ اسلئے شعراء بہ نسبت خطباء کے زیادہ معزز خیال کئے جاتے تھے۔ لیکن جب شاعری کسب معاش کا ذریعہ بن گئی تو خطیب شاعر سے بلند مرتبہ خیال کیا جانے لگا۔ اسی بنا پر ایک شاعر کہتا ہے

الشعر یزری باقوام ذوی حسب ۔ و یرفع الشعر ذکرا للمرء ذی الشرف

شعر شریف کی مروت کا ادنیٰ اور کمینہ آدمی کی مروت کا اعلیٰ درجہ ہے۔

تاہم زمانہ جاہلیت میں بعض خطباء کو وہ عزت حاصل تھی جو کسی شاعر کو نصیب نہیں ہوئی کعب بن لوی جو عرب کا مشہور خطیب تھا اسقدر معزز خیال کیا جاتا تھا کہ جب اس کا انتقال ہوا تو اہل عرب نے اسکے سال وفات سے سنہ کی ابتداء کی اور یہ سنہ عام الفیل تک جاری رہا۔

خطیب کی کمزوریاں

منبر پر کھڑے ہونے کے ساتھ اگر خطیب کی آواز معمول سے زیادہ پست ہو گئی منہ سے الفاظ نہ نکلے۔ تلفظ میں فرق آ گیا۔ بالکل چپ ہو گیا۔ ہاتھ پاؤں میں رعشہ پڑ گیا۔ پسینہ آ گیا تو اسکی کمزوری ہر شخص کو علانیہ نظر آ جائیگی لیکن اس کے علاوہ خطیب میں اور بھی مخفی کمزوریاں ہوتی ہیں جو صرف اہل بصیرت کو نظر آ سکتی ہیں قوت بیان کا اقتضاء یہ ہے کہ خطیب اظہار ما فی الضمیر میں کسی خارجی ذریعہ کی اعانت کا محتاج نہ ہو۔ اور اگر اس نے ان ذرائع کے پردے میں اپنی کمزوری کو چھپانا چاہا تو وہ اہل نظر کے نزدیک اور نمایاں ہو گی۔ مثلاً بعض لوگ اثناء تقریر میں ادھر اُدھر دیکھنے لگتے ہیں بعض لوگ کھانسنے لگتے ہیں بعض لوگ داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہیں بعض لوگ انگلیوں کو مروڑنے لگتے ہیں بعض لوگ حاضرین کا منہ تکنے لگتے ہیں بعض لوگ سامعین کیطرف مخاطب ہو کر بار بار کہنے لگتے ہیں۔ لوگو! صاحبو! حضرات! تم لوگ بات پر کان نہیں دھرتے وغیرہ وغیرہ یہ تمام چیزیں خطیب کی کمزوریوں میں داخل ہیں اور اہل عرب اُن سے اچھی طرح واقف تھے۔

خطبات عرب

اہل عرب کے خطبے اکثر مختصر اور بعض طویل ہوتے تھے۔ ان خطبات میں جو خطبے مختصر ہوتے تھے انکا ایک حصہ روایات نے محفوظ رکھا ہے اور بڑے بڑے خطبوں کے پُر زور فقرے ادب کی کتابوں میں منقول ہیں مگر جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے تقریر کا تمام تر۔ روانی، برجستگی اور بلندی کے سوا بہت کچھ خطیب کی خصوصیات سامعین کے شوق۔ وقت کی مناسبت اور موقع و محل کے لحاظ پر موقوف ہے۔ اسکے ساتھ خود ترجمہ کرنے سے ان خطبات کے زور بلاغت میں بہت کچھ فرق آ جاتا ہے۔ تاہم عرب کے طرز خطابت کے اندازہ کرنے کیلئے ہم اخیر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایک خطبے کا ترجمہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں انہوں نے ایک موقعہ پر فوج کو جنگ پر ان الفاظ میں ابھارا۔

میں نے تمکو دن اور رات مخفی طور پر بھی اور کھلم کھلا بھی جنگ کی ترغیب دی۔ میں نے تم سے کہا کہ قبل اسکے کہ دشمن تم سے لڑیں۔ تم اُن سے لڑو۔ کیونکہ خدا کی قسم جو قوم اپنے گھر میں جنگ کرتی ہے وہ لازمی طور پر ذلیل ہوتی ہے لیکن تم نے میری بات کو ٹالا۔ تم نے میرا ساتھ چھوڑا اور تم پر میرا کہنا گراں گذرا اور تم نے اسکو پس پشت پھینک دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تم پر دشمنوں نے غارت گری شروع کر دی۔

اس غامد کے بھائی نے انبار میں اپنی فوجیں اتار دیں۔ حسان کو قتل کر دیا تمہاری فوج کو چھاؤنیوں سے نکال دیا اور تم میں سے بہت سے اچھے آدمیوں کو مار ڈالا۔ مجھے معلوم ہوا کہ انکے سپاہی ذمی اور مسلمان عورتوں کے گھروں میں گھس جاتے۔ انکے جھومر، کڑے اور بالیاں اتار لیتے تھے۔ پھر لوٹ آتے تھے۔ اور کوئی ان کا روکنے والا نہ تھا اس واقعہ کے بعد اگر کوئی مسلمان افسوس سے مر جائے تو یہ کوئی قابل ملامت بات نہیں بلکہ اسکے لئے یہی سزاوار ہے۔ تعجب ہے اس قوم پر کہ باطل کے لئے اسقدر مستعد ہے اور اس سے زیادہ تعجب ہے تم پر کہ حق کی حمایت میں اسقدر سست ہو۔ لعنت ہے تم پر اسوقت جب تم تیروں کا نشانہ بن جاؤ۔ مال غنیمت ہو جاؤ۔ تمہیر لوٹ ڈالی جائے تم پر غارتگری کی جائے تم سے جنگ کی جائے اور تم جنگ نہ کرو۔ خدا کی نافرمانی کی جائے اور تم اس پر راضی ہو۔ اگر میں تمکو انسے لڑنے کیلئے گرمیوں میں روانہ کرتا ہوں تو تم کہتے ہو کہ گرمی شدید ہے ہمکو مہلت دیجئے کہ گرمی کا زمانہ گذر جائے۔ اگر میں تمکو جاڑوں میں بھیجنا چاہتا ہوں تو تم کہتے ہو کہ ہمکو رخصت دیجئے یہاں تک کہ جاڑے گذر جائیں۔ جب تم گرمی، جاڑے اور گرمی سے یونہی بھاگتے ہو تو خدا کی قسم تلوار کی آنچ سے اور بھی بھاگو گے۔

اے وہ لوگو! جو مردوں کے مشابہ ہو۔ لیکن مرد نہیں ہو۔ اے بچوں کے خواب! اے عورتوں کی عقل! میں چاہتا ہوں کہ خدا مجھکو تمہارے درمیان سے نکالے۔ خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ نہ تمکو دیکھوں نہ تمکو پہچانوں۔ تم نے میرے سینے کو غم و غصہ سے بھر دیا تم نے مجھے [illegible] کے گھونٹ پلائے۔ اور نافرمانی کرکے میری رائے کو برباد کر دیا۔ یہاں تک کہ قریش نے کہا کہ ابن ابی طالب بہادر تو ہے لیکن فن جنگ کا ماہر نہیں۔ لیکن خدا کی قسم فن جنگ کا مجھ سے زیادہ تجربہ کار ان میں کون ہے؟ میں ابھی بیس برس کا بھی نہیں ہوا تھا کہ جنگ کی مہارت حاصل کر لی۔ اور اب ساٹھ برس سے زیادہ کا ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ جسکی اطاعت نہیں کیجاتی اسکی کوئی رائے نہیں ہوتی۔

یہ مؤثر تقریر سنکر ایک شخص اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا ہوا اور کہا کہ اے امیر المومنین ہم دونوں بھائی جیسا کہ خدا نے کہا ہے رب انی لا املک الا نفسی و اخی (اے خدا میں صرف اپنی جان کا اور اپنے بھائی کی جان کا مالک ہوں) حاضر ہیں ہمکو حکم دیجئے ہم آگ میں جھونک دیجئے کانٹوں پر گھسیٹئے۔ انہوں نے اسکا شکریہ ادا کیا اور کہا [illegible] لیکن

آہ! خواجہ بشیر احمد بی اے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

پس از مرگ جواناں گل مماناد
پس از گل در چمن بلبل مخواناد

اخبار کی کاپیاں تیار ہو کر پریس میں جانے ہی والی تھیں کہ ایک سانحہ ہوش ربا کی آواز کانوں میں پڑی۔ یعنی احمدی قوم کے مایہ صد فخر و ناز حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی کے فرزند اکبر خواجہ بشیر احمد صاحب بی۔ اے کی وفات حسرت آیات کی دلدوز خبر سننے میں آئی۔ جو درحقیقت ایک بجلی کی سی سنسناہٹ پیدا کر دینے والی تھی۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ آپ اس پہلوان اسلام کے فرزند تھے۔ جو اس وقت اسلام کا جھنڈا ہاتھ میں لئے ہوئے اپنے وطن۔ اپنے گھربار۔ اپنے خویش و اقارب اور اس مرحوم فرزند سے کالے کوسوں دور پڑا ہے۔ نہ صرف اس صدمہ کے احساس کی وجہ سے جو اس غریب الوطنی میں حضرت خواجہ صاحب کو اپنے اس لخت جگر کی ہمیشہ ہمیشہ کی جدائی سے ہوگا۔ نہ محض اس وجہ سے ہی کہ مرنے والا ایک نوجوان لائق اور ہونہار انسان تھا۔ اور اس کی وفات اپنے خویش و اقارب کے لئے از حد صدمہ کا موجب ہے بیشک یہ سب امور بھی دل کو از حد صدمہ پہنچانے والی اور افسوسناک باتیں ہیں۔ لیکن یہ رنج و تاسف بہت بڑھ جاتا ہے جب ہم اس نقصان عظیم کو دیکھتے ہیں جو اس حسرتناک موت سے احمدی قوم اور اسلام کو پہنچا ہے

یوں تو دنیا میں سینکڑوں نوجوان عین عنفوان شباب میں ہی داعی اجل کو لبیک کہکر اپنے والدین اور دیگر خویش و اقارب کو داغ جدائی دے جاتے ہیں۔ جس کا صدمہ انہیں تازیست رہتا ہے۔ لیکن اس قحط الرجال کے زمانہ میں جبکہ اسلام کی اس زار و نزار حالت کے باوجود بھی اس کی حفاظت اور تبلیغ کے بیش بہا فرض کو لوگوں نے پس پشت ڈال رکھا ہے۔ اور شاید لاکھوں میں دس پانچ ہی ایسے پیدا ہوتے ہوں۔ جو دل میں اسلام کا حقیقی درد لیکر اٹھتے اور اس کی تبلیغ میں کوشاں ہوتے ہیں۔ خواجہ بشیر احمد جیسے قابل۔ نیک خصال دیندار مذہبی واقفیت رکھنے اور پھر دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنے والے انسان کا اس نوجوانی کے عالم میں فوت ہو جانا ازبس افسوسناک اور موجب ملال ہے

نیارد گردش گیتی دگر بار
چناں صاحب دلے فرخ نژادے

خواجہ صاحب مرحوم باوجود اس اعلیٰ تعلیم کے جو انہیں حاصل تھی حد درجہ خوش اخلاق۔ خوش طبع حلیم طبیعت اور متواضع تھے۔ اس کا احساس ان لوگوں کو ہی ہو سکتا ہے۔ جنہیں کبھی ایک دفعہ بھی ان سے ملنے کا موقع ملا ہے۔ ۱۹۱۶ء میں آپ نے بی۔ اے میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ جس کے بعد ایم۔ اے میں داخل ہوئے۔ لیکن اس خیال سے کہ کچھ اسلامی اور عربی لٹریچر سے واقفیت حاصل ہو جائے اسے چھوڑ کر تحصیل عربی میں مصروف ہو گئے۔ اسی دوران میں مسلم ہائی سکول کھل گیا جہاں آپ نے اپنی آنریری خدمات سے ثواب حاصل کیا قریباً ڈیڑھ سال تک یعنی جب سے کہ مسلم ہائی سکول کھلا ہے آپ وہاں بغیر تنخواہ کے کام کرتے رہے ہیں۔ اور اس تن دہی اور محنت سے کام کرتے رہے ہیں کہ آپ کے زیر تعلیم طلباء کے آپ سے تسلی یاب ہونے کے ساتھ پرنسپل صاحب (حضرت مولانا صدر دین صاحب) بھی آپ کے بہت مداح تھے اور ہیں۔

ایک طرف آپ سکول میں پڑھاتے تھے۔ اور دوسری طرف اپنے فارغ اوقات میں عربی اور حدیث پڑھا کرتے تھے بلکہ ایک موقعہ پر سکول میں عربی استاد کے موجود نہ ہونے پر آپ کو وہاں عربی پڑھانی بھی پڑی جس کی تعریف خود طلباء کی زبان سے انہی دنوں میں ہمارے سننے میں آئی تھی۔ گذشتہ سال درس قرآن میں آپ برابر شریک رہے۔ اور باوجود اسکے کہ چار ماہ میں قرآن ختم کرنے کے لئے نماز مغرب کے بعد رات کے دس بجے تک حضرت امیرؓ درس دیتے تھے۔ مگر آپ برابر ضروری نوٹ کرتے رہتے۔ اور معقول سوالات سے اپنی ذہانت طبعی کی داد دیتے تھے خصوصی ہے۔

بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

اور ان خوبیوں ہی کی وجہ سے یہ ایک دل خوش کن امید تھی کہ آپ کے وجود سے بھی آپکے محترم والد کی طرح اسلام کو عظیم الشان فوائد حاصل ہوں گے جن کی بنیاد اس پاک ارادہ پر تھی جو اس وقت بھی جب آپ نے حضرت خواجہ صاحب کی واپسی انگلستان کے بعد ان کے دوران قیام لاہور میں ہی بی۔ اے پاس کیا۔ ظاہر ہو چکا تھا۔ اور اب پھر حضرت امیر ایدہ اللہ کی اس اپیل کے جواب میں جو پچھلے ہی دنوں آپ نے احمدی احباب سے کی تھی۔ آپ نے اس ارادہ کا دوبارہ اظہار کر کے اس عہد کی گویا توثیق کی تھی۔ جس کیلئے آپ عملاً تیاری میں مصروف تھے۔ اور امید کی جا سکتی تھی کہ آپ ۱۹۱۹ء میں ولایت جا کر حضرت خواجہ صاحب کا ہاتھ بٹانے کے قابل ہو جائیں گے۔ بلکہ اگر یہ خبر صحیح ہے تو حضرت خواجہ صاحب انہیں ۱۹۱۹ء میں ہندوستان سے روانہ ہونے کے لئے لکھ بھی چکے تھے۔ فی الحال آپ کی انگریزی دانی کی قابلیت اس اردو ترجمہ سے ظاہر ہے جو "اشاعت اسلام" جیسے وقیع ماہوار رسالہ میں اسلامک ریویو کے مضامین کا (شذرات کو چھوڑ کر) آپ خود کرتے تھے۔ غرض مرحوم خواجہ صاحب گوناگوں خوبیوں کے انسان تھے۔ جن کی وجہ سے اس عالم جوانی میں ان کی اس حسرتناک وفات کا ہمیں سخت صدمہ ہے۔ اور ہر ایک وہ شخص جس کے پہلو میں دل اور دل میں درد ہے۔ اس صدمہ کو محسوس کئے بدوں نہیں رہ سکتا ؎

کس اندر زندگانی قیمت دوست
نداند کس چنیں قیمت ندانا د

بلکہ یہ احساس اور دلی درد اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ جب اس

عالم حشر

کا تصور کیا جائے۔ جو نہ صرف مرحوم خواجہ صاحب بلکہ ان کی بیوی کے بھی ان کے ساتھ ہی فوت ہو جانے سے حضرت خواجہ صاحب کے گھر میں برپا ہو گیا۔

غالباً عاشورا یا اس سے ایک دو دن قبل کا واقعہ ہے۔ کہ میاں بیوی دونوں ایک ہی دن انفلوانزا کی زد میں آ کر بستر علالت پر دراز ہوئے۔ بخار کیا تھا گویا

ہر دو میاں بیوی کے لئے فرشتہ اجل

بن کر آیا۔ اور چڑھتے کے ساتھ ایک سو پانچ درجہ تک ترقی کر گیا اور آہستہ آہستہ نمونیا کی شکل اختیار کر لی۔ جس کی وجہ سے خواجہ صاحب کو خود بھی اپنی جانبری کی امید نہ رہی۔ اور آپ نے وفات سے دو تین دن پہلے اپنے والد حضرت خواجہ صاحب کو انگلستان میں اور حضرت امیر ایدہ اللہ کو شملہ میں دعا کے لئے تار بھجوائیں لیکن اللہ تعالیٰ کو جانبخشی منظور نہ تھی۔ اس لئے مرض بڑھتا گیا اور زیست کی امید کم ہوتی چلی گئی۔ بیوی کی حالت میں کسی قدر افاقہ ہوا۔ لیکن مرحوم خواجہ صاحب کی حالت ۲۴ اکتوبر کی صبح کو بالکل ہی نازک ہو گئی۔ عالم بیہوشی آپ پر طاری تھا۔ اور آنکھیں بیوی کے غم میں کچھ اس انداز سے کھلی تھیں۔ کہ گویا زندگی کی روح کو حسرت کے ساتھ دیکھ رہی ہیں۔ اور بیوی کی بھی جان دوسرے کمرہ میں اپنے خاوند کے لئے بیکل تھی۔ جس کا آخری نتیجہ دونوں کی موت کی صورت میں برپا ہوا۔ قریباً بارہ بجے دن کے خواجہ صاحب مرحوم نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ جس کے بعد بیوی کے غم کی کوئی انتہا نہ رہی اور بستر علالت پر دراز ہونے کے ساتھ یہ زبردست صدمہ اس کے لئے موجب سوہان روح ہو گیا۔ یوں تو وہ شام تک زندہ اور باہوش رہی لیکن اس وقت بھی وہ مردہ کے برابر تھی۔ مگر آخری لمحہ زندگی جو اس پر گذرا وہ از حد دل خراش ہے۔ خواجہ بشیر احمد صاحب کی تکفین کے بعد جب انہیں باہر لے آئے تو اس نے ان کی آخری زیارت کے لئے اٹھنے کی جدوجہد کی۔ وہ اٹھی اور اس کے ساتھ ہی مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ سید محمد شاہ صاحب بی۔ اے ایل ایل بی وکیل کی صاحبزادی تھیں اور ابھی تین ہی سال ان دونوں کے بیاہ کو ہوئے تھے جس سے ایک بچہ بھی ہوا جو تین ماہ کی عمر میں پیچھے یتیم رہ گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے صحیح و سلامت رکھے۔ اور وہ اپنے بزرگان خاندان کی آغوش شفقت میں پرورش پا کر والد مرحوم اور دادا جان کے اسوہ پر قائم ہو۔ آمین!

عشا کی نماز کے بعد رات کے ۱۱ بجے

ہر دو میاں بیوی کے جنازے

اٹھائے گئے۔ جو دیکھنے والوں کے لئے ایک نہایت ہوشربا اور درد انگیز منظر تھا۔ تمام راستہ میں جس کسی نے اس نظارہ کو منظر کو دیکھا۔ الغرض بدنداں رہ گیا۔ اور نہایت سوز سے اسوقت سے ان ہر دو میاں بیوی کی ارواح کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہوا گیا۔

قریباً ایک بجے رات ریلوے دفاتر کے نزدیک قبرستان فرشتہ میں مرحومین کی لاشوں کو سپرد خاک کیا گیا۔ پہلے وفا شعار بیوی نے آغوش لحد میں سو کر اپنے صدق و وفا کا ثبوت دیا۔ اور خواجہ صاحب کی قبر چونکہ بعد میں تیار ہوئی۔ اس لئے انہیں بعد میں دفن کر کے سب باچشم گریاں گھروں کو واپس آئے افسوس صد افسوس۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

ہمیں اس صدمہ جانکاہ میں مرحومین کے خاندان کے ہر ایک فرد سے دلی ہمدردی ہے۔ بالخصوص اس مجاہد فی سبیل اللہ کے ساتھ جس کو کالے کوسوں بیٹھے ہوئے اپنے لخت جگر اور اس کی بیوی کی اس افسوسناک موت کی خبر پہنچی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور دیگر خویش و اقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور مرحومین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔

احباب کرام سے ہماری دلی استدعا ہے کہ مرحومین کا جنازہ غائب بالضرور پڑھیں۔

ایک اور ناقابل تلافی نقصان

سطور بالا لکھی جا چکی تھیں کہ ایک اور بیش قیمت انسان کے ناقابل تلافی نقصان کی اطلاع موصول ہوئی چوہدری ضیاء الدین صاحب پلیڈر سے ہمارے احباب خوب واقف ہیں آپ اعلیٰ اخلاق اور منکسر المزاجی کے گویا پتلے تھے ایک مدت تک مختار عدالت کے طور پر آپ کام کرتے رہے ہیں۔ لیکن کچھ مدت ہوئی وکالت بھی آپنے پاس کر لی تھی۔ اور اب ایک کامیاب وکیل تھے آپ گجراں کے رہنے والے تھے۔ وہیں کا ایک کارڈ جسکے نیچے نویسندہ کا نام نہیں آپ کی موت کی افسوسناک خبر لیکر آیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم چوہدری صاحب کی خوبیوں اور سلسلہ کے ساتھ انکی گہری محبت کا ذکر بالتفصیل کرنیکے لئے افسوس ہے کہ اب نہ اس پرچہ میں زیادہ گنجائش ہے۔ اور نہ لکھنے کے لئے کافی وقت پھر کسی وقت اگر توفیق ایزدی شامل حال ہوئی تو احمدی قوم کو اس مرحوم بھائی کے قابلقدر اور لائق رشک جوش سے بھی انشاء اللہ مطلع کرنے کی کوشش کی جائیگی جو ان کے قلب کے اندر سلسلہ کیلئے پنہاں تھا۔ اور جسکا اظہار ظاہری طور پر وقتاً فوقتاً ان سے ہوا ہے۔ فی الحال اسی قدر بتا دینا ضروری ہے کہ مجمع الاخوان کے نام سے جو ایک ینگ مین ایسوسی ایشن احباب لاہور کے نوجوان ممبروں نے بنا رکھی تھی۔ اسکے ابتدائی نشوونما میں آپ کی زمانہ طالب علمی کی جدوجہد کا بڑا بھاری حصہ تھا۔

افسوس کہ عین جوان عمر میں ہی آپ کو موت کا منہ دیکھنا پڑا جو آپ کے والد محترم چوہدری ... صاحب کیلئے (جو احمدی قوم کے ایک پرانے اور قیمتی انسان ہیں) اس پیرانہ سالی میں ایک بہت سخت صدمہ کا موجب ہوگا جس میں ہمیں اور کل احمدی قوم کو انکے ساتھ گہری ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم چوہدری صاحب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین احباب انکا بھی جنازہ غائب پڑھیں۔

قوم سے ایک نہایت ضروری خطاب

اوپر کی سطور میں آپ نے جن بیش قیمت انسانوں کی وفات کی افسوسناک خبر کو پڑھا ہے کیا وہ ہم سب کیلئے ایک گونہ عبرت کا موجب نہیں اسلئے کہ دو لائق اور قابل انسان عین عالم شباب میں اپنے والدین اور دیگر احباب کو ہمیشہ کیلئے داغ مفارقت دے گئے یہ تو دنیا میں ہمیشہ سے چلا آیا ہے اور ابد تک ہوتا رہیگا اور ابھی انفلوانزا جیسی نامراد مرض کا جہاں تہاں زور ہے خدا جانے اور کن کن کی افسوسناک خبریں سننی پڑیں۔ اللہم احفظنا بحفاظتک وعافنا فی الرضا برنا آمین۔ غرض کسی کا زندہ رہنا اور مرنا ہمارے لئے چنداں باعث مسرت یا افسوس نہیں کہ وہ جوان تھا۔ اور جوانی کے عالم میں اپنے اعزہ و اقارب کو داغ مفارقت دے گیا۔ ؎

مدار الغزار خانہ عہد دیدہ آدمی است
این جا سے رفتن است تماشا بذار کرد

بلکہ بڑا افسوس بات کا ہے کہ ایسے قیمتی انسان جن سے اسلام کو بہت فائدہ پہنچ سکتا تھا ہم سے جدا ہو رہے ہیں اور حالت یہ ہے کہ انکی جگہ لینے والا کوئی دوسرا پیدا نہیں ہوتا کسقدر افسوسناک بات ہے کہ اسلام کی خدمت کیلئے لوگوں کو بلایا جاتا اور اس حیات ابدی کے ... دی جاتی ہے تو بہت کم انسان ہیں جو اس کیلئے ... ہوسکتی ہے وہ یونہی اٹھتے چلے جا رہے ہیں۔

اسلئے احمدی قوم ... جو اس ...

مراسلات

حقیقت منتظرہ اور خلافت مآب کی غلط بیانی

مسئلہ جنازہ غیر احمدیاں

ذیل کی خط و کتابت جو کچھ عرصہ ہوا مستری محمد حسین صاحب بنوڑی مرید میاں صاحب اور خود جناب میاں صاحب کے درمیان مسئلہ جنازہ غیر احمدیاں کے متعلق ہوئی۔ میں اپنے احباب کے مطالعہ اور محمودیوں کے استفادہ کے لئے شائع کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہمارے ان گم کردہ راہ بھائیوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی پھر توفیق دے۔

نقل چٹھی مستری محمد حسین صاحب

بنوڑ۔ ریاست پٹیالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سیدی و مولائی حضرت خلیفۃ المسیح سلمہٗ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ حضور نے اپنی تقریر میں جو کہ ۲۷ دسمبر ۱۹۱۵ء کو سالانہ جلسے کے موقعہ پر کی تھی۔ فرمایا تھا کہ "حضرت مسیح موعودؑ نے بعض صورتوں میں غیر احمدیوں کا جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض حوالے ایسے ہیں۔ جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ اور ایک خط بھی ملا ہے جس پر غور کی جائیگی"

مگر جہانتک مجھے معلوم ہے۔ حضور نے اسوقت تک اپنے غور کے نتیجے سے جماعت کو اطلاع نہیں بخشی۔ غیر مبائعین ہمیں اسکے متعلق بہت تنگ کرتے ہیں کیا حضور اس خط کا عکس مع اپنی رائے کے شائع فرما دینگے ایک اور خط بھی غیر مبائعین پیش کرتے ہیں۔ جو حضرت اقدس کے حکم کے مطابق مفتی محمد صادق صاحب نے میاں غلام قادر صاحب سکنہ جیو ونجل کو بتاریخ ۱۲ مئی ۱۹۰۷ء لکھا تھا۔ اس خط کے ذریعہ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو مخالف برا نہ بولتا ہو۔ اس کا جنازہ جائز ہے۔ کیا حضور اس پر بھی روشنی ڈالیں گے۔ کیونکہ اگر کسی غیر احمدی کا جنازہ حضرت مسیح موعودؑ نے جائز قرار دیا ہے تو پھر غیر احمدیوں کے کفر اور خارج از اسلام ہونے کا سوال اٹھ جاتا ہے۔ امید ہے۔ کہ حضور والا خاص اپنی قلم سے جواب عطا فرما دینگے۔ والسلام۔

آپکا خادم مستری محمد حسین احمدی بنوڑ۔ براستہ راجپورہ ریاست پٹیالہ

نقل جواب میاں صاحب

قادیان ۱۸۔ اپریل ۱۹۱۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

برادرم مکرم سلمہٗ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

آپ کا خط حضرت اقدس کے حضور پہنچا۔ جس کے جواب میں مجھے یہ لکھنے کا ارشاد ہے۔ بعد غور اور تحقیقات حضرت اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ غیر احمدی کا جنازہ جائز نہیں۔ جس خط کا حوالہ دیا گیا ہے وہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کا ہے۔ بعد میں حضرت مسیح موعودؑ کا عمل واضح کرتا ہے کہ حضرت غیر احمدی کا جنازہ جائز قرار نہیں دیتے تھے۔ والسلام ؎

عبدالرحیم نیر بحکم حضرت اقدس

نقل جواب الجواب مستری محمد حسین صاحب

بنوڑ۔ ریاست پٹیالہ۔ ۲۹۔ اپریل ۱۹۱۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

سیدی و مولائی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سلمکم اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ حضور والا کی جانب سے مکرمی ماسٹر عبدالرحیم صاحب نیر کا لکھا ہوا خط ملا۔ اس سے غیر احمدیوں کے جنازہ کے متعلق جواز یا عدم جواز کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ خاکسار کے عرض کرنے کا مطلب تو یہ تھا۔ کہ غیر مبائعین کو اس مسئلہ میں ساکت کرا دیا جاتا۔ اور اس مسئلہ پر انہیں جسقدر اعتراضات ہیں ان کا تشفی بخش جواب دیا جاتا۔ جس سے وہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جاتے۔ وہ اس مسئلہ پر بڑا زور دیتے ہیں۔ اور اس مسئلہ کو مابہ النزاع مسائل میں قطعی اور یقینی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ میں نے حضور والا کے خط کے حوالہ سے انہیں یہ کہا تھا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے ۱۹۱۵ء کے سالانہ جلسہ والی تقریر میں جس خط کا ذکر فرمایا تھا۔ وہ ۱۹۰۱ء سے قبل کا ہے وہ اسکو جھٹلاتے ہیں۔ اور آپ پر نعوذ باللہ منہا۔ جھوٹ بولنے کا الزام لگاتے ہیں۔ اور اسپر دلیل یہ لاتے ہیں۔ کہ اگر خط مذکورہ ۱۹۰۱ء کے قبل کا ہوتا۔ تو میاں صاحب اسی وقت اعلان کر دیتے۔ کہ چونکہ وہ ۱۹۰۱ء سے قبل کا ہے۔ اس لئے ناقابل التفات ہے۔ جب وہ پہلے ۱۹۰۱ء سے پہلی تبدیل کو منسوخ قرار دیچکے تھے۔ تو اسکو منسوخ قرار دینے میں انکو کیا تشویش و پیچ ہو سکتی تھی۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ خواہ وہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کا ہے۔ یا بعد کا۔ میاں صاحب کیوں اس کا عکس شائع نہیں فرما دیتے ؎

دوسری بات جو وہ کہتے ہیں وہ یہ ہے۔ کہ اگر بفرض محال وہ خط ۱۹۰۱ء سے قبل کا ہے۔ تو جو عمل حضرت مسیح موعودؑ کا سنداً پیش کیا جاتا ہے۔ وہ بھی ۱۹۰۱ء سے قبل کا ہی ہے۔ پھر جب دونوں باتیں ۱۹۰۱ء سے قبل کی ہیں۔ تو عمل کیوں پیش کیا جاتا ہے۔ جبکہ مسیح موعود کا فتویٰ غیر احمدیوں کے جنازے کی نماز کو جائز قرار دیتا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ یہ کہنا کہ مسیح موعودؑ کا عمل ان کے قول کے مخالف ہے۔ خدا کے مسیح کی جناب میں بڑی گستاخی ہے۔ کیوں یہ نہیں سمجھ لیا جاتا کہ حضرت صاحب نے کسی اور وجہ سے نماز جنازہ نہیں پڑھی ہوگی۔ جب حضرت مسیح موعودؑ کا کھلا کھلا فتویٰ موجود ہے اسکے ہوتے ہوئے اسپر اس قسم کی خصوصیتیں لگانا کہ فلاں شخص کا جنازہ آپ نے نہیں پڑھا۔ بے معنے ہے۔ جبکہ نماز جنازہ فرض بھی نہیں۔ بہر حال اس قسم کے اعتراض ہیں جو یہ غیر مبائعین کرتے ہیں۔ اور لوگوں کے دلوں میں وسوسے اندازی کرتے ہیں۔ خدا ان پر رحم کرے۔ اسلئے میں بادب گذارش کرتا ہوں کہ حضور والا اگر اس خط کا عکس عام طور سے شائع فرمانا نامناسب سمجھتے ہوں۔ تو براہ مہربانی میرے پاس اس کی ایک نقل ارسال فرما دیں اور نیز ان اعتراضات کا جواب بھی۔ جو غیر مبائعین اس خط کو ۱۹۰۱ء سے قبل کا مانکر اٹھاتے ہیں حضور کی مہربانی کا بڑا مشکور ہونگا۔ جواب جلد سے جلد ارسال فرما دیں کیونکہ جب جواب میں تاخیر ہوتی ہے۔ تو غیر مبائعین بہت مضحکہ اڑاتے ہیں اور تعلیاں کرنے لگتے ہیں۔ والسلام ؎

خاکسار مستری محمد حسین احمدی۔ بنوڑ براستہ راجپورہ۔ ریاست پٹیالہ۔

یہ آخری چٹھی مستری صاحب دو دفعہ لفظ بہ لفظ نقل کر کے میاں صاحب کی خدمت میں بھیج چکے ہیں۔ مگر میاں صاحب نے اس زبردست استدلال کے سامنے خاموشی اختیار کرنے میں ہی مصلحت دیکھی ہے۔ تو کبھی یہ دعوے تھے۔ کہ اگر تمہارے دل میں کسی مسئلہ کے متعلق کوئی شبہ پیدا ہو۔ تو ہم سے دریافت کرو۔ ورنہ خدا کے سامنے جواب دہ ہوگے۔ کہ اس کے مقرر کردہ خلیفہ کے سامنے تم نے اپنے شبہ کو کیوں پیش نہیں کیا۔ یا یہ حالت ہے کہ مرید کی بار بار یاد دہانیوں کے باوجود تقدس مآب کے منہ پر ایسی مہر لگی ہے کہ ٹوٹنے میں نہیں آتی کاش مرید کو اس سے پوچھنے کی اجازت نہیں۔ کیونکہ وہ نااہل ہیں۔ مگر مریدوں کو نہیں بتانا نہیں چاہتے۔ کہ اس میں ان کی بنی بنائی بات بگڑتی ہے۔ آخر مریدوں کے لئے اب کوئی نیا راستہ تجویز ہونا چاہئے۔ خیر۔ اگر میاں صاحب کا یہی وطیرہ ہے۔ تو مرید خود ہی کوئی اور راہ نکال لیں گے۔ لیکن مجھے تو میاں صاحب کی اس دلیری پر حیرت ہے۔ کہ وہ پبلک جلسوں میں اور وہ بھی اپنے مریدوں کے سامنے صاف لفظوں میں وعدہ کرتے ہیں اور پھر اس کا ذرہ بھر بھی پاس نہیں کرتے۔ کیا خلافت مآب نے میری چٹھی کا جواب دیا۔ جب میں نے کمال عجز و انکسار سے اپنے شبہات کو ان کی خدمت میں پیش کیا۔ کیا سید اسمٰعیل آدم صاحب کی مدلل چٹھی پر انہوں نے التفات فرمائی۔ کیا مستری محمد حسین صاحب کے شبہ کا ازالہ کرنے کے لئے انہوں نے ذرہ بھر بھی تکلیف کی۔ لیکن اس چٹھی کا تعلق یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ کو منظور تھا کہ میاں صاحب غلط بیانی کا انکشاف کرے۔ ابھی کامل پانچ ماہ کا عرصہ نہیں ہوا۔ کہ میاں صاحب مرید کو یہ کہکر دھوکہ دینے کے قائل تھے۔ کہ انہوں نے اس چٹھی پر کامل غور کیا ہے اور اسکے متعلق بڑی زبردست تحقیقات کی ہے۔ اور وہ چٹھی ۱۹۰۱ء سے قبل کی ہے۔ یا اب بات کو ٹالنے کی غرض سے سیدنا حضرت مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں لکھدیا۔ کہ وہ چٹھی میر حامد شاہ صاحب نے ایام جلسہ میں دی تھی اور وہ کاغذوں کے انبار میں گم ہو گئی۔ اور میاں صاحب نے اس پر کوئی توجہ نہیں کی۔ بلکہ وہ پیغام صلح میں اس چٹھی کے شائع ہونے کے منتظر رہے۔ میرے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ میاں صاحب نے پہلے جھوٹ بولا تھا۔ یا بعد میں۔ بہر کیف دونوں میں سے ایک بیان ضرور غلط ہے۔ یا تو میاں صاحب نے کامل غور و تحقیقات کر کے مرید کو خط لکھا تھا۔ یا موقع بچانے کے لئے اب سیدنا حضرت مولوی صاحب کی چٹھی کے جواب میں لکھدیا۔ کہ وہ چٹھی گم ہو گئی تھی یہ بھی بہت ممکن ہے کہ میاں صاحب سے دونوں دفعہ غلطی ہو گئی ہو۔ انہوں نے چٹھی پر غور بھی نہ کیا ہو۔ اور وہ چٹھی بھی اس وقت ان کے پاس موجود ہو۔ آخر انہوں نے چٹھی کو دیکھکر ہی لکھا ہوگا۔ کہ وہ ۱۹۰۰ء سے پہلے کی ہے اور اگر وہ گم ہو گئی تھی۔ تو مرید کو بھی میاں صاحب لکھ سکتے تھے۔ کہ وہ گم ہو گئی۔ جبکہ مرید نے اس چٹھی کو دیکھنے کے لئے اسقدر تڑپ کا بھی اظہار کیا تھا۔ مگر ہمارے یا مریدوں کے فیافہ سے یہاں کچھ نہیں بنتا۔ بہتر ہو کہ ضرورت سے زیادہ ہوشیار مفتی محمد صادق صاحب کی طرح میاں صاحب بھی اپنی غلط بیانی کا اقرار کر لیں۔ آخر مفتی صاحب کا کیا بگڑ گیا۔ کیا جماعت کے دلوں میں سے ان کی وقعت جاتی رہی۔ کیا ان کے اپنے تقویٰ اور تقدس کے لمبے چوڑے دعوے اب کم ہو گئے۔ حالانکہ ان پر الزام میاں صاحب سے قوی تر ہے۔ کیونکہ انہوں نے مسیح موعودؑ کی طرف اس بات کو منسوب کرنیکا اقرار کیا ہے جو فی الحقیقت انکے بیان کے مطابق مسیح موعود نے کبھی نہیں کہی تھی۔ گو اصل مسئلہ پر مفتی صاحب کے افترا کے اقرار کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ ظن غالب اسی طرف جاتا ہے کہ مفتی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ پر افترا نہیں کیا تھا۔ بلکہ بعد میں جھوٹ بولا۔ کیونکہ مفتی صاحب کی تحریر سے یہ تو تحقیق ہو گیا۔ کہ جماعت کا عمل ۱۹۰۷ء تک یہی تھا۔ کہ مکفرین و مکذبین کے سوا باقی غیر از جماعت لوگوں کا جنازہ جائز سمجھا جاتا تھا۔ یہانتک کہ مفتی محمد صادق صاحب جو ہر وقت قادیان میں رہنے والا۔ ایک اخبار کا ایڈیٹر۔ اور مسیح موعودؑ کی ڈائریوں کو شائع کرنیوالا تھا۔ اس کے علم میں بھی مسیح موعودؑ کا یہی فتویٰ تھا۔ کہ خاموش یا حسن ظن رکھنے والے غیر احمدیوں کا جنازہ جائز ہے مجھے تعجب آتا ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں مسیح موعودؑ کے کیریکٹر کا کیا نقشہ ہے۔ کیا یہ مسیح موعودؑ کو (معاذ اللہ) ایسا غافل سمجھتے ہیں کہ اسکو جماعت کے اس عمل کا بھی پتہ نہ تھا۔ کہ میرے مرید غیر احمدیوں کا جنازہ پڑھتے ہیں اور یہ فعل حرام ہے۔ یا وہ مسیح موعودؑ کو ایسا کمزور ایمان والا سمجھتے ہیں۔ کہ وہ اس ڈر سے کہ کہیں مرید بھاگ نہ جائیں ان کو اس فعل حرام سے رد کنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ العیاذ باللہ گدی کے پرستاروں کو مسیح موعودؑ کو میاں صاحب پر قیاس نہیں کرنا چاہئے۔ مسیح موعودؑ کا ایک پختہ مذہب تھا جو قرآن اور حدیث کے ماتحت تھا۔ میاں صاحب کی طرح وہ وقت کے تابع [illegible] پرائیویٹ تحریروں میں کچھ اور پبلک جلسوں میں کچھ اور نہیں کہا کرتے تھے۔ مجھے تو سمجھ نہیں آتی۔ کہ میاں صاحب کا کیا مذہب ہے یا مذہب کو وہ کیا کھیل سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی پرائیویٹ طور پر ان سے کوئی مسئلہ دریافت کرے۔ تو اسکو خوش کرنے کے لئے اس کی منشاء کے عین مطابق جواب دیتے ہیں بحالیکہ ان کا عقیدہ اسکے بالکل مخالف ہوتا ہے جس کا وہ پبلک جلسوں میں اظہار کرتے ہیں۔ ہم لوگوں کے لئے یہ معلوم کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ ان کا اصل عقیدہ کیا ہے۔ بہر حال ان کی پرائیویٹ چٹھیوں کو احتیاط سے قبول کرنا چاہئے۔ گو اب ان کی تحریر و تقریر دونوں سے اٹھ گئی ہے کیونکہ وہ بعد میں اقرار نہیں کرتے۔ کہ جھوٹ انہوں نے کب بولا۔ میرا یہ دعویٰ بلا دلیل نہیں۔ بلکہ خدا کے فضل سے میرے پاس اسکے چار روشن ثبوت ہیں۔ جو ذیل کی متقابلہ تحریرات سے دیکھے جا سکتے ہیں ؎

میاں صاحب کی پرائیویٹ چٹھی میرے ایک دوست کے نام

(ولادت مسیح علیہ السلام کے متعلق)

میں کسی نص صریح کے ماتحت یہ عقیدہ نہیں رکھتا۔ کہ مسیح بن باپ پیدا ہوئے تھے۔ صرف استنباط ہے۔ جسکے خلاف اور لوگ بھی دوسرے عقیدہ کا استنباط کرتے ہیں۔ البتہ "تاریخی شہادت کی رو سے احمدی جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح بن باپ پیدا ہوئے تھے۔

میاں صاحب کی پرائیویٹ چٹھی بنام بابو محمد عثمان صاحب

میں خود مرزا صاحب کو نبی کہنا پسند نہیں کرتا۔ ہاں اسوقت مصلحتاً ایسا کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ (مفہوم بالفاظ راقم)

میاں صاحب کی پرائیویٹ چٹھی مستری محمد حسین صاحب بنوڑی کے نام :-

بعد غور اور تحقیقات حضرت اقدس اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ غیر احمدی کا جنازہ جائز نہیں جس خط کا حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کا ہے۔

الفضل میاں صاحب کا سرکاری گزٹ

حضرت عیسےٰ ابن مریم کو بن باپ ماننا حضرت مرزا صاحب کی روحانی فرزندیت کے منافات اور ان کے مقابلہ میں ہٹ اور ضد ہے۔ (مفہوم بالفاظ راقم)

میاں صاحب کا عقیدہ حقیقۃ النبوت میں

"اور یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود نبی نہیں کہلا سکتے خدا تعالےٰ سے جنگ کرنے کے مترادف ہے"

میاں صاحب کی پبلک چٹھی

سیدنا حضرت مولوی محمد علی صاحب کی چٹھی کے جواب میں :-

"چونکہ آپ دیر حامد شاہ صاحب نے فرمایا تھا۔ کہ میری تشفید میں یہ آیا کہ پیغام صلح میں چھاپنے کے لئے نقل لی گئی ہے۔ اس [illegible] (میاں صاحب) نے زیادہ احتیاط [illegible] اسکی حفاظت کی [illegible] اور جلسہ کے دن تھے ایک ایک دن میں سینکڑوں رقعے مجھے ملتے تھے۔ جن میں وہ بھی ضائع ہو گیا۔ اور میں نے یہ سمجھا کہ [illegible]

اور وہ وہاں شائع نہ ہوا۔ اور چونکہ مجھے یاد ہے گو حق الیقین نہیں۔ کہ وہ خط ایسے زمانے کا تھا کہ جس کا زیادہ اثر اصل بحث پر نہ پڑتا تھا۔۔۔۔۔۔ آپ اس خط کو شائع کر دیں۔ اس وقت ہم اس خط کی تاریخ اور اس کے مضمون پر کافی غور کریں گے"۔

میاں صاحب کا عقیدہ انوار خلافت میں:۔

"تو کیا وجہ ہے کہ اس آیت کے مضمون کو توڑ مروڑ کر آپ پر صرف اس لئے چسپاں کیا جاتا ہے تا یہ ثابت ہو کہ آپ کے بعد کوئی اور رسول نہیں آسکتا کیا خدا تعالیٰ کا خوف دلوں سے اٹھ گیا ہے۔ کہ اس طرح پر اس کے کلام میں تحریف کی جاتی ہے اور صریح طور پر اسکے غلط معنے کر کے مفہوم کو بگاڑا جاتا ہے جب تک حق نہ آیا تھا اس وقت تک کے لوگ مجبور تھے۔ لیکن اب جبکہ واقعات سے ثابت ہو گیا ہے۔ کہ احمد سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خادم ہے تو صرف ہٹ دھرمی سے کام لینا شیوہ مومنانہ نہیں" اس پیشگوئی کو حضرت رسول کریم پر چسپاں کرنا قرآن کی تحریف سے کم نہیں"۔ "پس اس آیت میں جس رسول احمد نام والے کی خبر دی گئی ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہو سکتے ہاں اگر وہ تمام نشانات جو اس احمد رسول کے ہیں آپ کے وقت میں پورے ہوں تب ہم بیشک کہہ سکتے ہیں کہ اس آیت میں احمد نام سے مراد احمدیت کی صفت کا رسول ہے۔۔۔۔۔ لیکن یہ بات کبھی نہیں"۔

میاں صاحب کا ہی اپنا مؤیدہ حضرت صاحب۔ محمد احسن صاحب فاضل امروہوی کی خلافت میں "اِسْمُهٗٓ اَحْمَدُ تو ایک پیشگوئی ہے اور تعیین اخبار غیبیہ میں اختلاف ہو ہی جاتا ہے۔ اسے تو ہم اتنی عظمت نہیں دیتا"۔

ان متضاد بیانات سے جو میاں صاحب کے مذہب کی قابل عبرت حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں۔ میاں صاحب کے مریدوں کو متنبہ ہو جانا چاہئے۔ اور اصلیت کو دریافت کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ورنہ میاں صاحب قیامت کے دن ان کی جگہ جوابدہ نہیں ہونگے اسلئے میاں صاحب کے مریدوں کے استفادہ کیلئے مسئلہ جنازہ کے متعلق جو مضمون کا اصل موضوع ہے مسیح موعودؑ کا کھلا کھلا فتوےٰ نقل کئے دیتا ہوں۔ اگر میاں صاحب یا ان کے مرید اسکے برخلاف مسیح موعودؑ کا کوئی اور فتوےٰ نہ دکھلا سکیں۔ تو انکے لئے شرم کا مقام ہے اور یہ کہنا کہ مسیح موعودؑ کا عمل ان کے قول کے مخالف ہے۔ میاں صاحب کا مسیح موعودؑ پر ایک کھلا حملہ ہے۔ (فتاویٰ احمدیہ جزو اول صفحہ ۱۱۸)

"یہ سوال ہوا۔ کہ جو آدمی اس سلسلہ میں داخل نہیں اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود نے فرمایا۔ اگر اس سلسلہ کا مخالف تھا اور ہمیں برا کہتا تھا اور برا سمجھتا تھا۔ تو اس کا جنازہ نہ پڑھو۔ اور اگر خاموش تھا اور درمیانی حالت میں تھا۔ تو اس کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے بشرطیکہ نماز جنازہ کا امام تم میں سے ہو۔ ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ متوفی اگر مکذب اور مکفر نہ ہو تو اس کا جنازہ بیشک پڑھ لیا جائے۔ کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ علام الغیوب خدا ہی کی ذات ہے"۔

مسیح موعودؑ کا یہ فتوےٰ ہمارے حق پر ہونے کی بین دلیل ہے اور میرا یہ دعویٰ ہے کہ مسیح موعودؑ کا کوئی اور فتویٰ اس کے برخلاف نہیں۔ اس فتوے سے مسیح موعود کی نبوت اور کفر و اسلام کے مسائل کا بھی کھلا کھلا فیصلہ ہوتا ہے۔ باقی کسی کا یہ کہنا کہ ایک مسئلہ میں میاں صاحب کی ہی اطاعت کرو خواہ ان کا حکم مسیح موعودؑ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو مسئلہ کی اہمیت کو نہ سمجھنے کے علاوہ خلاف ایمان بھی ہے۔ میرے ایک معزز دوست شیخ محمد افضل صاحب سب انسپکٹر پولیس پٹیالہ کو دوسال ہوئے قادیان جانے کا اتفاق ہوا۔ مسئلہ نماز جنازہ غیر احمدیاں کے متعلق انہیں کچھ شبہات تھے۔ اُن کو میر محمد اسحاق صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ فتاویٰ احمدیہ سے فتوے تلاش کئے گئے۔ مگر وہاں میاں صاحب کے مذہب کے صریح مخالف فتوے مسیح موعودؑ کے آخر میں کہ ایک بات میں خلیفہ صاحب کی اطاعت کرو۔ یہ ہے محمودیوں کا اتقا۔ یہ ہے ان کی دیانت و امانت۔ دوستو۔ غور کرو۔ مذہب کھیل نہیں۔ کیا تم مسیح موعودؑ کو اس لئے نبی بناتے ہو کہ دوسروں کو اس کے سوا تم کافر نہیں کہہ سکتے۔ ہم مسیح موعودؑ کو ہزار بلکہ ابھی اُن کی نسبت عزت اور محبت کرتے ہیں جو تم ان کو نبی مان کر بھی نہیں کرتے یا کوئی دوسرا قائم کرو۔ کیا تم مسیح موعودؑ کی وحی عبادات میں پڑھتے ہو۔ یا ان کی کسی وحی سے کوئی قرآنی آیت منسوخ سمجھتے ہو۔ اگر یہ باتیں نہیں تو کیا تمہاری کل غرض و غایت یہی ہے کہ دوسروں کی تکفیر کرو۔ اگر فی الواقع یہی ہے اور اسکے سوا ہو بھی نہیں سکتی۔ تو خوف کا مقام ہے۔ مسیح موعودؑ کے اعلاء اعلیٰ المکفرین مولوی محمد حسین بٹالوی اور ان کے استاد شیخ نذیر حسین دہلوی نے خود مسیح موعودؑ کی تکفیر کے لئے یہ وجہ بنائی تھی۔ آج تم نے دوسروں کو کافر قرار دینے کے لئے مسیح موعودؑ کی طرف دعوے نبوت منسوب کر دیا۔ دیکھو تمہارے قدم کن کے قدموں پر ہیں۔ مگر میں تمہارے اور مکفرین دونوں کی تنبیہہ کے لئے اپنے آقا اور مرشد کے الفاظ دہراتا ہوں۔

"کیوں افترا کرتے ہو کہ نبوت کا دعوے کیا ہے نبوت کا دعوے نہیں۔ بلکہ محدثیت کا دعوے ہے جو خدا کے حکم سے کیا گیا ہے"۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

خاکسار۔ صادق علی۔ پٹیالہ۔

ضروری خبریں

گفتگوئے صلح کے متعلق مزید تفصیلات

مسٹر ولسن کے نوٹ کا اثر۔ لنڈن ۲۰۔ اکتوبر۔ اخبارات اور سیاست دان حضرات مسٹر ولسن کے جواب کو جو انہوں نے آسٹریا ہنگری کے نام روانہ کیا ہے۔ نہایت گرمجوشی کے ساتھ پسندیدہ نظروں سے دیکھتے ہیں مسٹر ہچکاک خارجی تعلقات کی کمیٹی کے صدر کا بیان ہے کہ اس نوٹ میں نہ صرف اہالیان امریکہ بلکہ آسٹریا ہنگری کی مظلوم اقوام نمایندوں کی بہترین امیدوں کی ترجمانی کی گئی ہے۔

جرمنی کے جواب کے متعلق مزید پیشگوئیاں لنڈن ۲۰۔ اکتوبر برلن کے ایک تار نے یہ ایک پیشگوئی کی ہے کہ جرمنی کی طرف سے مسٹر ولسن کو جو جواب دیا جائیگا۔ اس میں اس امر پر خاص زور ہو گا کہ مسٹر ولسن اپنے نوٹ میں صرف اتحادیوں کی خواہشات کا ہی تذکرہ کرتے ہیں۔ اور تخلیہ کی ناقابل تسلیم شرائط پیش کرتے ہیں جو بالکل ہی قابل بحث نہیں۔ جرمنی تاہم مزید مباحثہ کے لئے بلیا و قائم کرنے پر آمادہ ہے۔

لنڈن ۲۱ اکتوبر۔ اخبارات کا خیال ہے کہ جرمن جواب کے لہجہ میں گذشتہ چند روز کی نسبت صاف سختی اور درشتی پائی جائیگی۔ انہیں یقین ہے کہ جواب میں اس لئے تاخیر ہوئی ہے کہ جنگ ہی کے حامی پھر اپنا اقتدار قائم کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں جس میں کہ وہ کامیاب ہو رہے ہیں۔ اور اس امر پر زور دیتے ہیں کہ دشمن سخت غلطی میں مبتلا ہے اگر وہ یہ خیال کرتا ہے۔ کہ اتحادی لوگ صلح کے تذکرے سے کمزور ہو گئے ہیں برخلاف اس کے اُن کا عزم و استقلال دگنا بڑھا ہوا ہے کہ وہ پیروہ کسی قسم کی آشتی کو بھی روا نہ رکھیں گے اسکے متعلق مسٹر ولسن نے آسٹریا کو جو دندان شکن جواب دیا ہے اور جو آسٹریا ہنگری کی حکومت کے لئے نہایت ہی ہلاک بیان کیا جاتا ہے۔ وہ انتباہ کے طور پر آسٹریا جرمنی کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اگر وہ موجودہ پیشکردہ شرائط کو قبول کرنے میں تاخیر کریگا۔ تو اسکو کئی قسم کے خطرات کا سامنا ہو گا۔

جرمن کا جواب موصول ہو گیا۔ لنڈن ۲۳ اکتوبر واشنگٹن۔ جرمن نوٹ کے موصول ہونے پر مسٹر ولسن مسٹر لانسنگ کے ساتھ آدھی رات تک مشورہ کرتے رہے۔ معتبر حلقوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ فوری صلح کی کوئی توقع نہیں اور ایسی شرائط کے سوا جو جرمن کی جنگجوئی کرنے کا ہمیشہ کے لئے استیصال کر دیں۔ کوئی عارضی صلح نہ ہو گی۔

فرانس میں رائے زنی۔ لنڈن ۲۳۔ اکتوبر۔ پارلیمنٹری حلقوں اور اخبارات کا بیان ہے کہ عارضی صلح اُن کے خیال میں حرب ثمینی اصلاحات سے دعویٰ کیا گیا ہے۔ اُن سے دیر پا ہونے کی ضمانت نہیں کی جاسکتی۔

جرمن کا جواب لنڈن ۲۱ اکتوبر جرمنی کے ایک سرکاری بیان کے بموجب جو بے سلکی تار برقی کے ذریعہ موصول ہوا ہے۔ جرمنی کی طرف سے مسٹر ولسن کو حسب ذیل جواب دیا گیا ہے۔ مقبوضہ علاقوں کو خالی کر دینے کی تجویز کو منظور کرتے ہوئے گورنمنٹ جرمنی نے ان خیالات کا اظہار کیا ہے کہ علاقوں کے خالی کر دینے کی کارروائی اور عارضی صلح کی شرائط کو فوجی مشیروں کے فیصلہ پر چھوڑ دینا چاہئے۔ اور امید ان کارزار کے دونوں اس معیار کا تحفظ اور کفالت ہو۔ گورنمنٹ جنرل پریذیڈنٹ صاحب کو یہ بھی صلاح دیتی ہے۔ کہ تفصیلات مقرر کرنے کے واسطے موقع دیا جائے۔ گورنمنٹ جرمن کو امید ہے۔ کہ پریذیڈنٹ صاحب کوئی ایسا مطالبہ منظور نہیں کرینگے جس سے جرمنوں کی عزت میں فرق آئے۔ اور ایک منصفانہ صلح کے راستہ میں روک پیدا کر سکے۔

غیر جانبدارانہ تحقیقات کا اجماع۔ جرمن بری و بحری افواج اور اس طرح سے جرمنوں کے برخلاف جو بیجا اور ظالمانہ افعال کا الزام لگا کر اُن کو لعنت ملامت کی جاتی ہے۔ جرمن گورنمنٹ اسکے برخلاف صدائے احتجاج بلند کرتی ہے۔ جب فوج پیچھے ہٹا کرتی ہے تو اسکی حفاظت کیواسطے ہمیشہ تباہی کا وقوع میں آنا ضروری ہوتا ہے اور اس حد تک اسکو بین الاقوامی قانون میں تسلیم کیا گیا ہے۔ افواج کو سخت ہدایات ملی ہوئی ہیں جنکے رو سے وہ نجی املاک میں دست اندازی کرنے سے پرہیز کرتی ہیں۔ اور جہاں تک ہو سکتا ہے عام باشندوں کی خبرداری کرتی ہیں۔ جو فوجیں ان ہدایات کی خلاف ورزی کریں۔ انکو سزائیں دیجاتی ہیں۔ مزید براں جرمن گورنمنٹ کو اس سے بھی انکار ہے کہ اس کے بحری بیڑے نے جہازوں کے غرق کرنے کی کارروائی کے دوران میں ارادتاً کسی ایسے جہازوں کو غرق کیا ہو جس میں مسافر سوار ہوں۔ لہٰذا جرمن گورنمنٹ یہ تجویز کرتی ہے کہ ان امور کو صاف کرنے کی خاطر غیر جانبدار کمیشن مقرر کئے جائیں **آبدوزوں کے نام احکام** اس خیال سے کہ صلح کی کارروائی میں کوئی شئے خلل انداز نہ ہو گورنمنٹ جرمنی نے تمام آبدوزوں کے کمانڈروں کے نام احکام روانہ کر دیئے ہیں جس سے مسافروں کے جہازوں کو تارپیڈو مارنے سے منع کر دیا گیا ہے۔

ہندوستانی اخباروں کا وفد۔ لنڈن ۱۵۔ اکتوبر۔ آج ہندوستانی ایڈیٹر وزارت مخبری کے مہمان تھے ہوائی جہاز میں اُن کو سوار کرا کر شہر لنڈن کے اوپر کی سیر کرائی گئی۔ ۳ ہزار فٹ کی بلندی تک انہوں نے پرواز کی۔ اس سیر سے وہ بہت محظوظ ہوئے بعد ازاں انہوں نے دارالامرا کا ملاحظہ کیا۔ شام کا کھانا انہوں نے انسٹیٹیوٹ اخبار نویسیاں کے ہاں تناول کیا۔

فتح فلسطین لنڈن ۲۱ اکتوبر۔ جنرل ایلنبی ایک برقی پیغام کے ذریعہ اطلاع دیتے ہیں کہ ارمن فلسطین میں بڑی بہادری سے لڑے اور فتح میں انہوں نے بہت حصہ لیا۔

برسلز خطرہ میں۔ لنڈن ۲۲۔ اکتوبر۔ اخبار ہنڈلز کا نامہ نگار متعینہ روز نڈال رقمطراز ہے کہ جرمن خوف سے برسلز کو فوجوں سے خالی کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

بلغاریہ کی بیرحمی۔ لنڈن ۲۲ اکتوبر۔ ایتھنز سرکاری طور سے معلوم ہوا ہے۔ کہ دو ہزار یونانی بلغاری قبضہ کے دوران میں کاوالا مقام پر بدسلوکی کی وجہ سے مر گئے ہیں۔

ٹرکی میں اسیران جنگ لنڈن ۱۷ اکتوبر۔ دارالعلوم میں سرجارج کیو نے بیان کیا۔ کہ اسیران جنگ ٹرکی کی حالت کو بااصلاح ہو گئی ہے۔

دشمن کا رویہ۔ لنڈن ۲۲ اکتوبر۔ ایسٹرڈم برلن سے آیا ہوا ایک تار مظہر ہے کہ بلجیم کے جرمن گورنر جنرل بیرن فاکن ہن نے بلجیموں اور غیر جانبدار حکومتوں کے آدمیوں کو معافی دے دی ہے اور بلجیمی اور دیگر غیر جانبدار نظربندوں جو بلجیم اور جرمن میں نظربند تھے تو آزادی کا حکم دیدیا ہے۔

ترکوں کو ایران سے ہٹانے کی کوشش۔ لنڈن ۲۱ اکتوبر محکمہ جنگ نے بیان کیا ہے کہ حلفا اور ایران کے مابین ارمنی جرنیل انڈرانیک کے ترکی ذرائع آمد و رفت کو پریشان کرنے کی وجہ سے ترک بہت سی سپاہ کو شمال مغربی ایران سے دوسری طرف ہٹانے پر مجبور ہوئے ہیں۔

پاپائے روما کیطرف سے اپیل۔ لنڈن ۲۳ اکتوبر۔ روما ٹیلیگراف سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پاپائے اعظم جرمن۔ مظالم اور تاخت و تاراج کے متعلق جرمنوں کے اعلان بیگناہی کو تسلیم نہیں کرتے۔ رومن کلیسا کا سرکاری اخبار مظہر ہے۔ کہ جرمنوں کی جن افواج نے فرانسیسی اور بلجیمی شہروں اور قصبوں کو ویران کیا اور جلایا ہے۔ انہیں فرانس اور بلجیم کے تخلیہ پر مجبور کرنا پڑا ہے۔ یہی اخبار بیان کرتا ہے کہ پاپائے اعظم نے وزیر جرمن پرنس میکس آف بیڈن سے مزید غیر ضروری تباہی اور بربادی کو رد کنے کے لئے براہ راست اپیل کیا ہے۔ پاپائے اعظم نے لودیا کے مذہبی پیشوا سے بھی ایسی ہی التجا کی ہے۔

قحط زدگان ایران کی امداد۔ لنڈن ۱۱ اکتوبر۔ پروفیسر ای۔ ایس براؤن نے مانچسٹر ڈین میں قحط زدگان ایران کی امداد کے لئے چندہ کے لئے اپیل کیا ہے۔

[illegible] صاحب پرنٹر [illegible] چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے شائع کیا۔

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ ۲۳ محرم الحرام ۱۳۳۷ ہجری مطابق ۳۰ اکتوبر ۱۹۱۸ء | نمبر ۳۱

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

ایک نووارد اور حضرت مسیح موعودؑ

اسلام میں حقیقی زندگی

لوگ حقیقت اسلام سے بالکل دور جا پڑے ہیں۔ اسلام میں حقیقی زندگی ایک موت چاہتی ہے۔ جو تلخ ہے۔ لیکن جو اس کو قبول کرتا ہے۔ آخر وہی زندہ ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ انسان دنیا کی خواہشوں اور لذتوں کو ہی جنت سمجھتا ہے۔ حالانکہ وہ دوزخ ہے۔ اور سعید آدمی خدا کی راہ میں تکالیف کو قبول کرتا ہے۔ اور وہی جنت ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا فانی ہے۔ اور سب مرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ آخر ایک وقت آجاتا ہے کہ سب دوست آشنا عزیز و اقارب جدا ہو جاتے ہیں۔ اس وقت جس قدر ناجائز خوشیوں اور لذتوں کو راحت سمجھتا تھا۔ وہ تلخیوں کی صورت میں نمودار ہو جاتی ہیں۔ سچی خوشحالی اور راحت تقوےٰ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور تقویٰ پر قایم ہونا گویا زہر کا پیالہ پینا ہے۔ متقی کے لئے خدا تعالیٰ ساری راحتوں کا سامان مہیا کر دیتا ہے۔ من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب

خوشحالی کا اصول

پس خوشحالی کا اصول تقویٰ ہے۔ لیکن حصول تقوےٰ کیلئے نہیں چاہیئے کہ ہم شرطیں باندھتے پھریں۔ تقوےٰ اختیار کرنے سے جو مانگوگے وہ ملے گا۔ خدا رحیم و کریم ہے۔ تقوےٰ اختیار کرو جو چاہو گے وہ دے گا۔ جس قدر اولیاء اللہ اور اقطاب گذرے ہیں۔ انہوں نے جو کچھ حاصل کیا تقویٰ ہی سے حاصل کیا اگر وہ تقوےٰ اختیار نہ کرتے تو وہ بھی دنیا میں معمولی انسانوں کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے۔ دس بیس کی نوکری کر لیتے یا کوئی اور حرفہ یا پیشہ اختیار کر لیتے۔ اس سے زیادہ کچھ نہ ہوتا۔ مگر اب جو عروج ان کو ملا اور جس قدر شہرت اور عزت انہوں نے پائی۔ یہ سب تقوےٰ ہی بدولت تھی۔ انہوں نے ایک موت اختیار کی۔ اور زندگی اس کے بدلے میں پائی۔

عبادت ذاتی محبت سے ہونی چاہیئے نہ دوزخ و بہشت کے سہارے سے

میں بہشت اور دوزخ پر ایمان لاتا ہوں کہ برحق ہیں۔ اور ان کے عذاب و اکرام اور لذائذ سب حق ہیں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ انسان خدا کی عبادت دوزخ یا بہشت کے سہارے سے نہ کرے۔ بلکہ محبت ذاتی کے طور پر کرے۔ دوزخ بہشت کا انکار میں کفر سمجھتا ہوں۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالنا حماقت ہے۔ بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ عبادت اللہ تعالیٰ کی محبت ذاتی سے رنگین ہو کر کرے۔ جیسے ماں اپنے بچہ کی پرورش کرتی ہے۔ کیا اس امید پر کرتی ہے کہ اسے کچھ دے گا۔ نہیں بلکہ وہ جانتی ہی نہیں کہ کیوں اس کی پرورش کر رہی ہے۔ یہاں تک کہ اگر بادشاہ اس کو حکم دیدے کہ تو اگر اس بچہ کی پرورش نہ کرے گی۔ اور اس سے یہ بچہ مر بھی جاوے تو تجھکو کوئی سزا نہ دی جائے گی۔ بلکہ انعام ملیگا تو کیا وہ اس حکم سے خوش ہوگی۔ یا بادشاہ کو گالیاں دے گی۔ یہ محبت ذاتی ہے۔ اسی طرح خدا کی عبادت کرنی چاہیئے۔ نہ کہ کسی جزاو سزا کے سہارے پر۔ محبت ذاتی [illegible] فرق ہو جاتی ہیں

متقی کبھی ذلیل و خوار نہیں ہوتا

اور خدا تو وہ خدا ہے۔ جو ایسا رحیم و کریم ہے کہ جو اس کا انکار کرتے ہیں۔ ان کو بھی رزق دیتا ہے۔ کیا سچ کہا ہے:

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

جب وہ دشمنوں کو محروم نہیں کرتا۔ تو دوستوں کو کب ضائع کر سکتا ہے حضرت داؤد علیہ السلام کا قول ہے۔ کہ میں جوان تھا۔ اب بوڑھا ہو گیا ہوں۔ مگر میں نے متقی کو کبھی ذلیل و خوار نہیں دیکھا۔ اور نہ اس کی اولاد کو ٹکڑے مانگتے دیکھا۔ یہ اخلاص کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ اسی دنیا میں ظاہر کرتا ہے۔ اور اخلاص ایک کیمیا ہے اور اگر اس میں اور باتیں نکالیں تو اس پاکیزہ اور مصفا چشمہ کو گندے چھینٹوں سے ناپاک کر دیتے ہیں۔ وہ خود ہماری حاجتوں سے آگاہ اور واقف ہے۔ اور خوب جانتا ہے۔ کہتے ہیں ابراہیم ع کو جب آگ میں جلا دینے کی کوشش کی گئی اس وقت ان کے پاس فرشتے آئے اور کہا تمہیں کوئی حاجت ہے؟ تو ابراہیم علیہ السلام نے ان کو یہی جواب دیا کہ بلی و لکن الیکم فلا یعنی ہاں حاجت تو ہے۔ لیکن تمہاری طرف نہیں۔ ایسے مقام پر دعا بھی منع ہوتی ہے اور انبیاء علیہم السلام اس مقام کو خوب سمجھتے ہیں۔

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

خدا کے مبارک بندے

غرض اصل غرض انسان کی محبت ذاتی ہونی چاہیئے۔ اس سے جو کچھ اطاعت اور عبادت ہو گی۔ وہ اعلیٰ درجہ کے نتائج اپنے ساتھ رکھے گی۔ ایسے لوگ خدا کے مبارک بندے ہوتے ہیں۔ وہ جس گھر میں ہوں گھر مبارک اور جس شہر میں ہوں وہ شہر مبارک۔ اس کی برکت سے بہت سی بلائیں دور ہو جاتی ہیں۔ اس کی برکت و سکون اس کے درو دیوار پر خدا کی برکت اور رحمت نازل ہوتی ہے۔ میں اسی راہ کو سکھانا چاہتا ہوں۔ اسی غرض کے لئے خدا نے مجھے مامور کیا ہے۔

مغز اور حقیقت کام آتا ہے۔ نہ کہ نام

یقیناً یاد رکھو کہ پوست کام نہیں آتا بلکہ مغز کی ضرورت ہے۔ لکھا ہے کہ ایک یہودی سے کسی مسلمان نے کہا کہ تو مسلمان ہو جا۔ سن کر کہا کہ میں تیرے قول کو تیرے فعل سے نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں میں نے اپنے بیٹے کا نام خالد رکھا تھا۔ حالانکہ شام تک میں اسکو قبر میں بھی دفن کر آیا۔ نام کچھ حقیقت اپنے اندر نہیں رکھتا۔ جب تک کام نہ ہو۔ اسی طرح پر خدا تعالیٰ مغز اور حقیقت کو چاہتا ہے رسم اور نام کو پسند نہیں کرتا۔

سچے متلاشی کو راہ ملجاتی ہے

جب انسان سچے دل سے سچے اسلام کی تلاش کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس کو اپنی راہیں دکھا دیتا ہے جیسے فرمایا والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ خدا تعالیٰ بخیل نہیں۔ اگر انسان مجاہدہ کرے گا تو وہ یقیناً اپنی راہ کو ظاہر کرے گا۔ ہماری مخالفت میں افترا کرتے اور گالیاں دیتے ہیں۔ اگر تقوےٰ سے کام لیتے۔ اگر زمانہ کی اندرونی بیرونی ضرورتیں ان کی راہنمائی نہ کر سکتی تھیں۔ تو خدا تعالیٰ کی جناب میں تضرع و زاری اور ابتہال سے کام لیتے۔ اور رو رو کر دعائیں مانگتے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی راہنمائی کر دیتا۔ اور ضرور قبول دیتا مومن حقیقی مسیح کے وقت وہی ہوگا جو اس کا تابع ہوگا۔ اگر میں صادق ہوں اور ضرور ہوں تو پھر آپ سمجھ لیں کہ میرے مکذب کا کیا حال ہے۔

(باقی آیندہ)

اخبار احمدیہ

ایک اور افسوسناک موت: - گذشتہ نمبر میں بہت سی اموات کے تذکرہ کے باوجود ایک کا ذکر لکھنے سے رہ گیا۔ ہمارے دوست یہ سن کر متاسف ہوں گے کہ ہمارے شیر دل نوجوان مولوی عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت کی اہلیہ گذشتہ ہفتہ کو اسی انفلوانزا کی وجہ سے بقضائے الہی فوت ہو گئی مرحومہ اپنے پیچھے دو چھوٹی چھوٹی بچیاں اور ایک ایک سالہ شیر خوار بچہ چھوڑ گئی ہے۔ جو مولوی صاحب کے صدمہ کو دوبالا کرنے والا ہے۔ آپ خود بہت دنوں تک بیمار رہ کر اب کسی قدر صحت یاب ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کامل اور صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور بچوں کو صحیح و سلامت رکھے آمین احباب مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھ کر ثواب حاصل کریں۔

درخواست دعا اخویم محمد شفیع صاحب سامانہ سے اپنے ایک محسن و مخلص دوست میاں مولا بخش صاحب کیلئے جو حضرت مسیح موعود کے دعاوی کو تصدیق مان چکے ہیں۔ اور عنقریب بیعت کرنے والے ہیں۔ دعا کو لکھتے ہیں کہ آجکل سامانہ میں وبائی مرض نہایت زور سے پھیل رہا ہے اور اموات بکثرت سے ہو رہی ہیں۔ میاں مولا بخش صاحب بھی اسی میں مبتلا ہیں۔ اسی قسم کی ناگوار خبریں چاروں طرف سے موصول ہو رہی ہیں اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ چہارشنبہ مؤرخہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۱۸ء نمبر ۴۱

انذاری پیشگوئیاں اور مخالفین حضرت مسیح موعودؑ

(۱)

خدائے تعالیٰ کی یہ ایک قدیم سنت ہے کہ ہمیشہ کسی عذاب کو بھیجنے سے پہلے وہ دنیا کو جگانے کے لئے کسی نہ کسی کو مامور کرکے بھیجتا اور انہیں احکام الٰہی کی تعمیل کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ جب کبھی کوئی مامور دنیا میں آیا۔ اس نے اہل دنیا کو نیکی، تقویٰ اور راست بازی کو اختیار کرنے اور بدکرداری سے روکنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لیکن وہ جو شقی القلب ہیں۔ جنکے دماغوں میں رعونت سمائی ہوئی ہے۔ وہ ان کی اس دعوت کو نہایت دیدہ دلیری کے ساتھ رد کرتے اور حیات ابدی سے منہ موڑ کر فنائے روحانی کو مول لیتے ہیں۔ جس کا یہ آخری نتیجہ ہوتا ہے کہ مامور الٰہی انہیں ان بدکرداریوں کے نتیجہ میں آنے والے عذاب کی خبر دیتا ہے۔ اور طرح طرح کے پیرایوں میں آئندہ کے دکھوں سے متنبہ کرکے نیکی کی طرف بلانا چاہتا ہے۔ جس کے جواب میں اور بھی سرکشی اور تمرد دکھایا جاتا ہے۔ اور یہی سرکشی اور تمرد اس عذاب الٰہی کے جلد سے جلد وارد ہونے کا موجب بن جاتا ہے قرآن حکیم نے اسی سنت مستمرہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ **واذا اردنا ان نهلك قرية امرنا مترفيها ففسقوا فيها فدمرناها تدميرا۔** جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو (یونہی بغیر تنبیہ) ان پر اتمام حجت کئے اور بغیر ان کے گناہوں کے انہیں ہلاک نہیں کرتے بلکہ) ہم انہیں نیکیوں کا حکم دیتے اور راست کرداری کا پیغام بھیجتے ہیں۔ مگر وہ بجائے اس پر عامل ہونیکے اور بھی سرکشی اختیار کرتے ہیں۔ جسکا یہ نتیجہ ہے کہ ہم اس بستی کو ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں۔

(۲)

یہ تو نزول عذاب کی اصل علت ہے۔ جو قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے۔ اور یہی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ واقعات کی کسوٹی پر بھی پوری اتری ہے۔ لیکن جس وقت کوئی عذاب دنیا پر آجاتا ہے۔ اس وقت اہل دنیا کا کیا حال ہوتا ہے۔ آیا وہ اس وقت خوف خدا سے کام لیکر نیک رستوں کو اختیار کرتے اور آئندہ سرکشیوں سے باز آجاتے ہیں۔ ایسے بھی لوگ ہیں جو اس موقعہ پر ہی تائب ہوتے اور بدیوں کو چھوڑ کر صراط مستقیم کو اختیار کرتے ہیں۔ لیکن بہت ہیں جو اس سے اصلاح پانے کے بجائے پہلے سے بھی زیادہ بدتر راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ ان عذابوں کو اپنی بدکرداریوں کا نتیجہ سمجھیں۔ وہ اس کا ذمہ وار اس مامور الٰہی کو ٹھیراتے ہیں۔ اور اسی کی پیشگوئیوں کا اسے نتیجہ گردانتے ہیں چنانچہ خود قرآن کریم نے ہی اس پر روشنی ڈالی ہے۔ جہاں وہ تین رسولوں کے کسی قوم کی طرف بھیجنے کا ذکر کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ جب عذاب ان پر آیا تو انہوں نے بجائے سیدھی راہ اختیار کرنے کے ان مامورین کو طعن کرنا شروع کیا کہ انا تطیرنا بکم تمہاری وجہ سے ہم پر یہ عذاب آیا ہے۔ مامورین کا جواب اس وقت کیا تھا یہی کہ طائرکم معکم یہ بدشگونی تم پر ہماری وجہ سے نہیں۔ نہ ہماری پیشگوئیاں ان عذابوں کی کشش کا اصل موجب ہیں۔ بلکہ ان کا موجب اگر ہیں تمہارے اپنے اعمال۔ سو اس کی اصل وجہ تمہارے اپنے پاس موجود ہے۔ بلکہ خود تمہارا وجود ہی ان کا باعث ہے پس اس کی اصلاح کرو۔ کہ بغیر اس کے عذاب کا ٹلنا ناممکن و محال ہے

(۳)

بعینہ یہی صورت آج بھی ہمارے سامنے ہے۔ خود ہمارے اندر ایک شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہو کر آیا اور اس نے یہی نصیحت کی کہ اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کی کوشش کرو۔ اس سے صلح کرلو۔ کہ بغیر اس کے تمہارا آفات و بلیات سے محفوظ و مصئون ہونا محال ہے۔ اس نے فرمایا کہ ہر ایک جو راستی کو چھوڑ کر شرارت پر آمادہ ہوگا اور ہر ایک جو زمین کو اپنی بدیوں سے ناپاک کریگا وہ پکڑا جائیگا خدا فرماتا ہے کہ قریب ہے جو میرا قہر زمین پر اترے کیونکہ زمین پاپ اور گناہ سے بھر گئی۔ پس اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ۔ کہ وہ آخری وقت قریب ہے جس کی پہلے نبیوں نے بھی خبر دی تھی۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا کہ یہ سب باتیں اسکی طرف سے ہیں۔ میری طرف سے نہیں ہیں کاش یہ باتیں نیک ظنی سے دیکھی جائیں۔ کاش میں انکی نظر میں کاذب ٹھیرتا اور دنیا ہلاکت سے بچ جاتی" لیکن ظالم مجرموں نے ان کی ان مشفقانہ نصائح پر کان نہ دھرنا تھا اور نہ دھرا۔ بلکہ شوخیوں اور شرارتوں میں دن بدن اور بھی بڑھتے اور تیز ہوتے گئے۔ جس کے نتیجہ میں دنیا کو نہایت خوفناک اور زبردست زلازل کا شکار ہونا پڑا۔ طاعون جیسی مہلک مرض نے بھی قریباً دنیا کے تمام حصص میں بار بار خدائے تعالیٰ کے قہری ہاتھ کو نمایاں کیا۔ جس کے بعد جنگ یورپ جیسے ہولناک عذاب کی شدت نے جس درجہ جانی اور مالی نقصانات کا مورد دنیا میں ٹھیرایا ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ صرف روپیہ اور آدمی ہی نہیں جو ایک مسلسل نقصان کے نیچے ہیں۔ بلکہ کپڑا اور اجناس وغیرہ کے خزانے جو عذاب برپا کر رکھا ہے۔ وہ اور بھی زیادہ موجب تکلیف ہے اور ان سب کے ساتھ چند دنوں سے انفلو انزا جیسی نامراد مرض نے دنیا میں جو جھاڑو دینا شروع کیا ہے وہ ان تمام سابقہ عذابوں کو پیچھے ڈالنے اور اس مامور من اللہ کے الفاظ کی پوری تصدیق کرنے والا ہے۔

(۴)

آج سے چند دن پہلے ہندوستان کا اہم مسئلہ کیا تھا۔ تمام زبانوں پر اصلاحات اور حکومت خود اختیاری کے الفاظ جو آج سے ایک دو ماہ پیشتر چڑھے ہوئے تھے۔ وہ اب کیا ہوئے اجناس کی غیر معمولی اور طاقت برداشت سے بالاتر گرانی کا جو اثر آج سے پندرہ دن پہلے طبائع پر تھا۔ اور جو پاینیر جیسے اینگلو انڈین اخبار کے دارالافتاء سے بھی ہندوستان کا اہم ترین مسئلہ قرار پا چکا تھا۔ وہ اب کہاں گیا کیا اب اجناس کی وہ گرانی نہیں رہی کیا اناج کا نرخ اب نسبتاً سستا ہے۔ کہ لوگ اس کا نام نہیں لیتے۔ نہیں بلکہ انفلوانزا جیسی نامراد مرض نے ان سب تکالیف کو بھلا کر صرف اس موتا موتی کی طرف متوجہ کر لیا ہے۔ جو دنیا میں اس کی وجہ سے لگ رہی ہے حکیموں ڈاکٹروں۔ دوائی فروشوں اور تیمارداری اور تجہیز و تکفین سے ہی فرصت ملنی مشکل ہے۔ انکو جان کی فکر ہو رہی ہے۔ کھانے کی فکر نہیں پھر کیا یہ کچھ کم عذاب ہے کیا اسکا ذکر نہ ہندوستان بلکہ دنیا جہان کا اہم ترین مسئلہ نہیں کیا یہ اس مامور من اللہ کی صداقت کا ایک نشان نہیں۔ جس کا آج سے کئی سال پیشتر اللہ تعالیٰ کیطرف سے الہام ہوا کہ "ایک وبا پڑیگی" پھر کسقدر شوخی اور شرارت ہے کہ باوجود ایسے ایسے ہولناک عذابوں سے جو خود اپنی ہی بدکرداریوں کے نتائج ہیں۔ اور اس مامور من اللہ کی صداقت کے نشان ہیں۔ فائدہ اٹھانے کے الٹا اس مامور آلٰہی پر طعن و تشنیع کا ذریعہ لوگ ٹھیرا لیتے ہیں۔

(۵)

آریہ پتر کا ایک پرچہ اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ وہ ایسے ایسے عذابوں کو حضرت مسیح موعود کی انذاری پیشگوئیوں کا نتیجہ ٹھیرا کر یہ حسرت بھرے الفاظ دل سے نکالتا ہے کہ "کاش مرزا غلام احمد دنیا میں نہ آئے ہوتے" یہ الفاظ خواہ کیسے ہی شوخی اور شرارت بھرے منہ سے نکلے ہوں۔ لیکن ہم ان پر نوٹس نہ لیتے اگر خود مسلمان کہلانے والوں کے مونہوں سے بھی اسی قسم کے ناپاک الفاظ ہم نہ سن چکے ہوتے۔ ہمیں ان پر رنج نہیں بلکہ خوشی ہے کہ یہ بھی اس مامور من اللہ ہی کے صدق کا ایک نشان ہے۔ کہ آپکے مخالفین نے بھی وہی سلوک آپ کے ساتھ کیا۔ جو ان کی سنت مستمرہ ہے۔ ہاں افسوسناک امر یہ ہے کہ اس سنت پر چلکر لوگ خواہ مخواہ اپنے آپ کو ہلاک کرتے اور عذاب کو کم کرنے کی بجائے اسکی اور بھی کشش کا موجب بن جاتے ہیں۔ کاش وہ دیکھیں۔ اور سالقہ مامورین ہی کے ان الفاظ پر غور کریں جو انہوں نے اسی قسم کے الفاظ کے جواب میں فرمائے اور انہیں توجہ دلائی کہ **طائرکم معکم ائن ذکرتم بل انتم قوم مسرفون** ۔ پھر جاؤ اپنے حالات پر غور کرو۔ اور دیکھو کہ یہ مرزا غلام احمد صاحب کے آنے کا اثر یا ان کی پیشگوئیوں کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ تمہاری اپنی ہی بدکرداریاں ہیں۔ جو تمہارے گلے کا ہار ہو رہی ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے تو صرف ان نتائج کو پیشتر سے بتا دیا تھا۔ جو اس وقت رونما ہو کر آپ کی صداقت کو منکشف کر رہے ہیں۔ پس تمہاری اپنی ہی برائیوں نے ان پیشگوئیوں کو سچا ثابت کر دیا ہے۔ ورنہ اگر تمہاری اصلاح ہو جاتی تو ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کیلئے عذاب کا آنا کوئی ضروری امر نہ تھا۔ اگر یونس علیہ السلام جیسے نبی کی انذاری پیشگوئیاں قوم کی اصلاح اور توبہ سے ٹل سکتی تھیں تو ایک اور قوم کے سنور جانے سے حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی کیوں ٹل نہیں سکتی۔ پس اسلئے بھی کسی عذاب کو آپ کی کسی پیشگوئی کا نتیجہ ٹھیرانا جائز نہیں نتیجہ تو خود لوگوں کے اعمال کا ہے۔ ہاں آپ کی پیشگوئی کو سچا ثابت کرنے والا ضرور ہے۔ مگر افسوس بہت کم ہیں۔ جو اس پر غور کرکے فائدہ اٹھائیں۔ اور ایسے ایسے بے ہودہ اعتراضات سے باز آجائیں اور راہ راست اختیار کریں۔

رہا یہ سوال کہ ان عذابوں سے متاثر ہونے میں احمدی اور غیر از جماعت کی کوئی تمیز ہے یا نہیں۔ اور کسی احمدی کا ان میں مبتلا ہونا کہاں تک صداقت مسیح موعود کے منافی ہے۔ اس پر ہم انشاء اللہ تعالیٰ پھر غور کریں گے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

اصل حرام نفع حلال

کسی گذشتہ اشاعت میں خلافت مآب قادیان کا ایک اعلان نقل کیا گیا تھا۔ جو انہوں نے حال ہی میں قادیان کے متعدد اخبارات میں خاص طور پر شایع کرایا ہے۔ اس میں آپنے لکھا ہے کہ

"احمدیوں کے بچے احمدی ہیں۔ اور جبتک کسی احمدی کا لڑکا یا لڑکی بلوغت کو پہنچکر احمدیت کا انکار نہ کرے وہ احمدی ہی سمجھا جائیگا۔ اور اس سے احمدیوں کا سا ہی معاملہ ہوگا۔ کیونکہ اولاد جبتک ان میں سے کوئی بالغ ہوکر باپ کے مذہب کی مخالفت کا اعلان نہ کرے۔ باپ کے مذہب پر ہی شمار ہوگی بلکہ احمدی ماں کے بچے بھی احمدی ہی سمجھے جائیں گے خواہ باپ غیر احمدی ہی کیوں نہ ہو۔

پس ایسے تمام لڑکے لڑکیوں کا جنازہ جایز ہے۔

خاکسار

مرزا محمود احمد"

ہم حیران رہ جاتے ہیں۔ جب اس اعلان کو بار بار پڑھتے ہیں۔ کیا وہ مشورا مشوری کہ غیر از جماعت کیساتھ احمدی عورت کا نکاح حرام ہے۔ اور ایسا رشتہ مناکحت ناجائز۔ اور کہاں یہ بے تکی کہ اس حرام فعل کا نتیجہ انہی میاں صاحب کے دربار سے حلال قرار پائے اور ناجائز رشتہ کی اولاد احمدی سمجھی جائے اور اسے بیعت کی ضرورت نہ ہو۔ سمجھ نہیں آتا کہ یہ اصل حرام اور نفع حلال کا مسئلہ خلافت مآب نے کیونکر اور کس لئے جایز قرار دیا۔ اگر احمدی عورت کا نکاح غیر از جماعت سے حرام ہے۔ اور خلاف شریعت۔ تو میاں صاحب مہربانی کر کے بتائیں کہ ایسے حرام رشتہ ازدواج کی پیدا شدہ اولاد احمدی کیونکر ہوگئی۔ کیا اس لئے کہ وہ ایک حرام فعل کا نتیجہ ہے۔ مگر جب اصل ہی حرام ہو تو نتیجہ کے حلال ہونے کا ادعا ایک اور فعل حرام کا ارتکاب ہے۔ انہیں تو چاہیئے تھا کہ ایسے رشتہ کو ناجائز اور حرام قرار دینے کے ساتھ اس سے پیدا شدہ اولاد کو بھی ویسا ہی قرار دیتے۔ لیکن اس کے برخلاف وہ اسے احمدی ٹھیراتے ہیں۔ جو یا تو آپ کی پراگندہ دماغی کا اثر ہے جو نبوت و کفر کی دوراز کار مباحث سے انہیں لاحق ہو چکی ہے۔ اور یا پڑھنے والوں کی سمجھ سے بالاتر ہونے کی وجہ سے آج

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

کا مصداق ہے۔

کیا وہ اس پر غور کریں گے۔ اور اپنے اس فتوے کی صحت کو دیگر فتاوے اور عقاید کی روشنی میں ثابت کرنے کی کوشش فرمائیں گے؟

عراق عرب میں ملازمت

پنجاب پبلسٹی کمیٹی کی طرف سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ عموماً سول افسر جن کا فوج سے تعلق ہوتا ہے، دوران سروس میں مرنے زخمی اور بیکار ہو جانے پر مروجہ قواعد کی رو سے انعام و پنشن کے مستحق ہوتے ہیں لیکن اس وقت تک عراق عرب میں بہت سے ایسے سول افسر ملک کے انتظام میں مصروف ہیں۔ جو عام قواعد کے مطابق پنشن یا انعام کے مستحق نہیں ہوتے۔ ان کے بارے میں گورنمنٹ ہند کی سفارش پر وزیر ہند نے منظور کر لیا ہے کہ یہ افسر بھی ان قواعد سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں جو زخمی ہو کر غیر معمولی پنشن حاصل کرنے کے متعلق ہیں یہ فیصلہ نہایت موزوں ہے۔ تاوقتیکہ عراق عرب میں حالات مستقل طور پر قرار نہ پکڑ جائیں ایسے تمام عہدہ داروں کے حقوق یکساں ہونے چاہئیں کیونکہ موجودہ حالت میں کسی کی جان بیم و خطر سے مبرا نہیں کہی جا سکتی ان سول افسروں کے خدام بھی اگر ملازمت کے دوران میں مر جائیں تو

مراسلات

بابو عبدالحمید صاحب کی چٹھی کا جواب

محمودیوں کے معتقدات پر ایک نظر

مکرمی بابو صاحب! السلام علیکم۔ گدی کی وفاداری کا ثبوت دینے کے لئے حال ہی میں جو چٹھی آپ نے سیدنا حضرت مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں لکھی ہے وہ میرے مطالعہ سے گذری۔ میں اپنے اس عجز کا اعتراف کرتا ہوں۔ کہ باوجود بار بار پڑھنے کے میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کہ آپ کے اس چٹھی کے لکھنے سے کیا مقصد تھا۔ پھر یا اس حماقت کا مدعا سمجھنے سے بھی قاصر ہوں۔ جو ایڈیٹر الفضل نے اس چٹھی کے اپنے اخبار میں شائع کرنے سے ظاہر کی ہے کیا اپنی یا اپنے احباب کی بدتہذیبی کو دنیا میں شہرت دینا کوئی قابل تعریف امر ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ آپ کے اس خط کو آپ کی اور آپ کے ہم خیال دوسرے محمودیوں کی بد اخلاقی کے ثبوت میں پیش کیا جا چکا ہو۔ کیا گندہ اور ناپاک لٹریچر ہی پھیلانا آپ کا اور آپ کے اخباروں کا کام رہ گیا ہے۔ کیا آپ لوگوں کو اسوقت کوئی سبق اور کوئی عبرت حاصل نہیں ہوئی تھی جب پیغام اخبار نے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کی بدتہذیبی کو مذہبی دنیا میں ایک مثال کے طور پر پیش کیا تھا۔ کیا میاں صاحب کا قرب دوسروں کو گالیاں دیکر ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ یا محمودیوں میں عظمت کی نگاہ سے محض وہی شخص دیکھا جا سکتا ہے جو گالیاں دینے میں یاوہ مشاق ہو۔ یا کیا آپ اپنے مجہول الاحوال ساتھیوں میں وہ سپرٹ اور زیادہ کرنا چاہتے ہیں۔ جو بدقسمتی اور گدی کی پرستش کی وجہ سے اُن میں اب پیدا ہو چکی ہے۔ اگر یہ باتیں نہیں تو پھر خدا کے واسطے مجھے بتلائیے کہ آپ نے اس چٹھی کے لکھنے کی تکلیف کیوں گوارا کی اور ایڈیٹر الفضل نے یہ کیا حماقت کی۔ کہ اسے اخبار میں شائع کر کے آپ کو بدنام کر دیا۔ میرے مکرم بابو صاحب حقیقی عزت تو اللہ تعالے کی جناب سے ملتی ہے۔ میرے یا آپ کے بنانے سے کوئی شخص معزز نہیں ہو سکتا۔ یا آپ کے گالیاں نکالنے سے کسی ایسے شخص کی عزت میں۔ جو خدا تعالے کے نزدیک معزز ہے۔ فرق نہیں آ سکتا۔ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی دیکھئے۔ ساری دنیا نے آپ کی مخالفت کی۔ کسی معترض نے الزام لگایا کہ نبوت کا مدعی ہے۔ کسی بدبخت بدظنی کرنیوالے نے کہا کہ ابھی اپنے تئیں ظلی بروزی کہتا ہے۔ لیکن بعد میں نبوت کا دعوے کریگا۔ کسی بے سمجھ خیرہ سر نے شور مچایا کہ مسیح ابن مریم کی ہتک کرتا ہے۔ لیکن ان مخالفوں نے حضرت مرزا صاحب کا کیا بگاڑا۔ آخر یہ افترا کرنیوالے جو ایک گروہ کثیر تھے۔ خود ہی خائب و خاسر ہو گئے۔ اور مسیح موعود کی عزت و شہرت آسمان تک جا پہنچی۔ اور اُن کے تبحر علم کا سکہ دلوں پر بیٹھ گیا تا وہ سب کچھ پورا ہو جو حدیثوں میں آیا تھا کہ مسیح موعود سلطان القلم ہوگا۔ آج آپ اور آپ کے ہم خیال بھی بہتیرا گلا پھاڑتے ہیں کہ مرزا صاحب کو "نبوت" کے معنے نہیں آتے تھے۔ "محدث" کی تعریف معلوم نہ تھی۔ "بعض" کے لفظ کا صحیح استعمال نہ آتا تھا۔ "غلام احمد" کی ترکیب کا علم نہ تھا۔ "امتی" اور "نبی" کے مفہوم کا پتہ نہ تھا۔ حدیثوں پر عبور نہ تھا۔ اور یونہی کہتے رہے کہ "سب حدیثیں اس بات پر متفق ہیں کہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا۔ کیونکہ نبوت ختم کر دی گئی اور ہمارے رسول خاتم النبیین ہیں۔ یا یہ کہ "خدا رحیم اور کریم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی استثنا کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر آیتہ مذکور فرمایا ہے۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ...... ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسطرح نبی آ سکتا ہے جبکہ انکی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی۔ اور اللہ تعالے نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا۔" آپ اور سب محمودی ملکر چیخیں چلائیں۔ کہ مرزا صاحب کو علم نہ تھا۔ اور یونہی غلط باتیں لکھدیں۔ لیکن دنیا آپ کے ساتھ نہیں۔ یہی اصول دنیا میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھے جائینگے اور جوں جوں ان عقائد کی اشاعت زیادہ ہوگی۔ ہمارے آقا و مرشد سیدنا مسیح موعود کی عزت و عظمت دنیا پر آفتاب کیطرح چمکے گی۔ اور لوگوں کو معلوم ہو جائیگا کہ ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ... میاں صاحب کی ہزلیات کی کوئی کبھی پرواہ نہ کریگا ... کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ مسیح موعود کے اصول قرآن و حدیث سے تائید یافتہ ہیں۔ اور میاں صاحب کی باتوں کی بنیاد انکی اپنی کمزور اور ناقص عقل پر ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ تاج العروس کو توڑ مروڑ کر انہوں نے اپنی عقل کے مطابق بنالیا ہے۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون۔

اگر ہم لوگ جو مسیح موعود سے تعلیمیافتہ ہیں اور ہم نے اسی علم کلام میں پرورش پائی ہے۔ جو مسیح موعود نے دنیا میں پیش کیا اور میاں صاحب کی باتیں جو اسکے صریح مخالف ہیں۔ اور جن کا میاں صاحب کو بھی اعتراف ہے۔ نہیں مانتے۔ تو آپکی زیادتی ہے کہ ایسے حالات کی موجودگی میں آپ ہم پر یہ الزام لگائیں۔ کہ ہم میاں صاحب کی ہتک کرتے ہیں خدا کا خوف رکھے آپ غور کریں۔ کہ ہمارے امام سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور میاں صاحب کی تحریریں ایکدوسرے کے ضد واقع ہوئی ہیں آپ یہ چاہتے ہیں۔ کہ ہم میاں صاحب کی بات کو بلا دلیل مان کر اپنے آقا حضرت مرزا صاحب کی مدلل باتوں کو جھٹلائیں۔ یہ آپ کا بیجا تحکم ہے۔ میں اپنی ذات سے تو اسکے لئے بھی تیار ہوں کہ اگر جیسا کہ میاں صاحب کہتے ہیں۔ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نعوذ باللہ غلطی پر تھے تو میاں صاحب اپنے مقدس باپ کے قرآن و حدیث سے باندھے ہوئے اصولوں کو ایک ایک کرکے باطل ثابت کر دیں اور مسیح موعود سے الگ ہو کر کوئی دعوے کریں۔ تو میں ان کی بات ہی مان لونگا۔ ورنہ آپ جانتے ہیں کہ زبردستی تو خدا نے بھی کوئی عقیدہ نہیں منوایا۔ بابو صاحب مکرم! کسی کے اوہام کی پیروی نہ کرنے کو اسکی ہتک کرنا نہیں سمجھتے۔ ورنہ اگر ہم مسیح موعود کو چھوڑ دیں اور میاں صاحب کی بات کو مان لیں تو کوئی اور کہیگا کہ مسیح موعود کی ہتک کرتے ہیں میں یہاں دو مثالیں دیتا ہوں۔ آپ بتلا دیجئے کہ میں مسیح موعود کی بات مانوں یا میاں صاحب کی۔

مسیح موعود	میاں صاحب
"آں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ اس میں نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی ہتک ہے۔" (الوصیت)	"یہ کہنا۔ کہ مسیح موعود نبی نہیں کہلا سکتا۔ خدا سے جنگ کرنے کے مترادف ہے۔" (حقیقۃ النبوت)
"صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اُسکا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے۔ اللہ جلشانہ فرماتا ہے۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بننے کے لئے بھیجا جاتا ہے اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا۔ کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔" (ازالہ اوہام)	"قرآن کریم کی دوسری آیات صاف صاف بتلا رہی ہیں کہ ایک نبی دوسرے نبی کا مطیع ہوتا ہے اور ہوتا رہا ہے۔" (حقیقۃ النبوۃ)

میں نے یہ تحریریں ایک ملکر بالمقابل آپ کے سامنے پیش کر دی ہیں۔ میں نے اور میرے ہمخیال بھائیوں نے یہی پسند کیا ہے۔ کہ مسیح موعود کی مدلل اور با اصول تحریر کے سامنے میاں صاحب کی بلا دلیل بات کو رد کریں آپ اسے میاں صاحب کی ہتک قرار دیتے ہیں۔ لیکن اگر ہم آپ کی طرح مسیح موعود کی بات کو رد کر دیں۔ اور میاں صاحب کی اختراعات کو مان لیں۔ تو کیا آپ کے اس مسلمہ اصول کے مطابق مسیح موعود کی ہتک کا الزام نہ آئیگی۔ بینوا و توجروا۔

میاں صاحب کا تو یہیں تک معاملہ ہے۔ سو اگر آپ اسے ہتک قرار دیتے ہیں۔ تو ہمیں افسوس ہے۔ کہ ہم اس سے باز نہیں رہ سکتے اور آپ کے اس درد کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں جو اللہ تعالے کے سامنے اخلاص سے سر جھکاتا ہے۔ وہ ایک گدی کی پرستش نہیں کر سکتا۔ اگر سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے سے ہمارا مطمح نظر ایک کمزور اور ضعیف انسان کی پرستاری ہی ہوتی تو دنیا میں اور گدیاں کیا کم تھیں۔ مگر خدا کے لئے آپ انصاف سے کام لیں اور میاں صاحب کے معتقدات سے بیزاری کا نام ان کی ہتک نہ رکھیں۔ آپ یہ سمجھ لیں کہ اسلام کے سادہ اصولوں کے مقابلے میں ہم میاں صاحب کے نئے اور پیچیدہ مذہب کو قبول نہیں کر سکتے۔ بدظنی مناسب نہیں۔ اور فضول گالیاں دینے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا گالیاں دینا تو کمزور اور ذلیل آدمی کا کام ہوتا ہے۔ میں آپ سے زیادہ سخت الفاظ ... سکتا ہوں۔ اور آپ کی ان باتوں کا ترکی بہ ترکی جواب دینے پر قادر ہوں۔ لیکن آخر شرافت بھی کوئی چیز ہے۔ خدا نے ... اور آپ کی باتوں کی ... برداشت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھ دیگا۔ تو آپ اپنے کئے پر خود نادم ہوں گے۔

آپ نے ایک اور الزام بھی ہم پر لگایا ہے۔ کہ ہماری تحریروں میں مسیح موعود پر حملے ہوتے ہیں اور آپکو اپنے دل پر بڑا جبر کر کے ہماری تحریر پڑھنی پڑتی ہے مگر مجھے افسوس ہے کہ آپ نے الزام تو ایسا خطرناک لگایا ہے مگر مثال ایک بھی نہ دی۔ آپ ایک ہی ایسی تحریر پیش کر دیتے جس میں ہم سے کسی ایک شخص نے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم پر یا کیرکٹر پر کوئی حملہ کیا ہو۔ یا کم از کم ہمارے معتقدات ہی ایسے ہوں جن سے ایک یا دوسری صورت میں مسیح موعود پر کوئی زد پڑتی ہو۔ اگر ایسا نہیں تو آپ خدا تعالیٰ سے ڈر جائیں اور آئندہ کیلئے جھوٹے الزامات لگانے سے باز رہیں۔

میرے مکرم بابو صاحب! ابھی تو ایک ہفتہ بھی نہیں گذرا کہ آپ یہاں تشریف لائے تھے۔ اور میں نے خدا تعالیٰ کا واسطہ دیکر آپ سے دریافت کیا تھا۔ کہ مسیح موعود نے اپنے دعوے کے متعلق اپنے عقیدہ میں کب تبدیلی کی۔ اور کیا آپ کا کامل یقین ہے کہ مسیح موعود نے "ایک غلطی کے ازالہ" میں اپنی تبدیلی عقیدہ کا اعلان کیا ہے۔ تو آپ نے آنکھیں نیچی کر کے بڑی شرم اور لجاجت سے جوابدیا تھا کہ نہیں۔ "ایک غلطی کے ازالہ" سے تو تبدیلی عقیدہ کا پتہ نہیں چلتا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو یہ تو ایک قسم کی دھوکہ بازی ہوتی کیونکہ اس کی پہلی سطر میں ہی اس خیال کو دھکا دیتی ہیں"۔ میں نے اس وقت مصلحتاً خاموشی اختیار کر لی کیونکہ میں سمجھا تھا کہ آپ اصلیت معاملہ سے آگاہ ہیں اور ایمانداری سے اس مسئلہ پر غور کرتے ہیں۔ مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ چند روز کے بعد ایسی شرمناک چٹھی میرے سید و مولیٰ کی خدمت میں لکھ چکے ہیں۔ اور اس میں آپ نے ایسے جھوٹے الزام ہم پر لگائے ہیں۔ کیا میں اب آپ سے پوچھوں کہ مسیح موعود نے اپنے دعوے کے متعلق کب تبدیلی عقیدہ کی۔ آپ تعیین تو کیجئے۔ کیا اب آپ کے خیال میں میاں صاحب اور اُنکے مرید یہ تسلیم کر کے کہ حضرت صاحب نے اپنی نبوت کا پہلا اعلان "ایک غلطی کے ازالہ" میں کیا مسیح موعود کو دھوکہ باز قرار دیتے ہیں یا نہیں۔ اور کیا یہ مسیح موعود کی ہتک ہوتی ہے۔ مگر کیا میں امید کروں۔ کہ آپ ایمانی جرأت سے کام لیکر میاں صاحب کے اس عقیدہ سے بیزاری کا اعلان کرینگے۔ لیکن یہ مصیبت یہیں ختم نہیں ہوئی۔ میاں صاحب نے اپنا نیا مذہب تو اس بات کو فرض کر کے بنایا ہے کہ مسیح موعود دنیا میں دو رنگ میں ظاہر ہوتے تھے۔ اور اصل میں ان کا عقیدہ کچھ اور ہوتا تھا۔ جنازے کے مسئلے ہی کو لیجئے۔ مسیح موعود کا کھلا کھلا فتویٰ موجود ہے۔ کہ جو غیر از جماعت شخص شریرانہ نہ ہو اسکی نماز جنازہ جائز ہے۔ مگر میاں صاحب کا خیال کیا بلکہ پختہ ایمان ہے کہ سیدنا مسیح موعود کا قول فعل سے مختلف ہے۔ کیا آپکو معلوم ہے کہ جس شخص کا قول فعل سے مختلف ہو اسکو شریعت اسلام میں کیا کہتے ہیں۔ اور دنیا ایسے شخص کو کس نظر سے دیکھتی ہے کیا آپ کے نزدیک بھی یہ معیوب امر ہے یا نہیں۔ کہ ایک شخص کہے کچھ اور کرے کچھ بالخصوص جبکہ وہ ایک مذہبی پیشوا بھی ہو۔ کیا اس لغویت کو مسیح موعود کیطرف منسوب کرنیوالے ہم ہیں یا میاں صاحب اور انکے مرید۔ بابو صاحب! اگر آپ لوگوں میں تقویٰ ہوتا۔ تو خواہ مسیح موعود نے ساری عمر میں ایک دفعہ بھی غیر از جماعت کا جنازہ نہ پڑھا ہوتا۔ آپ پھر بھی خدا کے اس برگزیدہ کی شان میں یہ گستاخانہ کلمہ منہ سے نہ نکالنے کی جرأت نہ کرتے۔ بھلا آپ بتلائیں تو سہی۔ کہ اسکے کیا معنے ہیں کہ مسیح موعود کا قول فعل سے مختلف تھا۔ کیا آپ لوگوں کے دلوں میں مسیح موعود کی یہی عزت ہے۔ میں تو میاں صاحب سے حیران ہوں۔ کہ اپنے مقدس باپ کے حق میں یہ ناپاک کلمہ بولتے ہوئے اُنہیں کچھ شرم بھی محسوس نہ ہوئی۔ افسوس ہے۔ کہ اپنی بات کی ہٹ اور دنیوی عزت کی خواہش نے انہیں کہاں تک پہنچا دیا۔ لیکن کاش آپ لوگوں کو طبع سلیم سے حصہ ملا ہوتا۔ تو میاں صاحب کی یہ نامبارک اختراعات مدت پہلے ہباءً منثوراً ہو چکی ہوتیں۔

میں کہاں تک اس مضمون کو طوالت دیتا چلا جاؤں۔ متنازعہ فیہ مسائل میں سے آپکا ایک بھی تو عقیدہ ایسا نہیں جسمیں مسیح موعود کے کیرکٹر پر حملہ نہ ہوتا ہو۔ لیکن یہ آپکی عجیب بات ہے کہ مسیح موعود کی ہتک کرنیکا الزام آپ ہم پر لگاتے ہیں۔ کیوں بابو صاحب۔ یہ کفر و اسلام کا مسئلہ جسکی ترویج کیلئے آپ لوگوں نے حضرت صاحب پر ہر قسم کا حملہ جائز رکھا ہے اور جس پر آپکے مذہب کی ساری بنیاد ہے۔ فی الحقیقت کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود تو فرماتے ہیں کہ "ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے۔ کہ میرے دعوے کے انکار کیوجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں کہلا سکتا"۔ اور محض اسی پر بس نہیں بلکہ جب مولوی محمد حسین بٹالوی نے عدالت میں اقرار کیا کہ میں مرزا صاحب کو کافر نہیں کہونگا تو مسیح موعود نے اسمیں اپنی فتح عظیم سمجھی اور اس واقعہ کو بڑی آب و تاب سے اپنی کتاب میں درج کیا۔ اور اپنے ایک الہام کو اس واقعہ کی تائید میں پیش کیا اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ... سے سوال کیا کہ وہ پہلے ... سے ہمیں کافر کہتا تھا اور اب عدالت کے رعب میں آکر کیوں اپنے فتوے سے رجوع کیا اور اپنے اقرار نامہ کے متعلق لکھا۔ کہ "میرے انکار کیوجہ سے کوئی شخص کافر نہیں کہلا سکتا اور میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک میری تکفیر و تکذیب کر کے وہ اپنے تئیں کافر نہ بنالیوے" اور اپنے اس عقیدہ کی بنا پر کچہری عدالت میں یہ تحکمکہ لکھدیا کہ میں مولوی محمد حسین

... آپ سوال ... آپ ... کیا اسکے اندر کوئی حقیقت بھی تھی۔ یا محض ڈپٹی کمشنر کے رُعب میں آ کر اس عدالتی کارروائی کو پورا کرنے کیلئے حضرت اقدس جناب مسیح موعودؑ نے یہ اقرار کر لیا تھا کہ میں مولوی محمد حسین جیسے مخالف سلسلہ کو بھی کافر نہیں کہونگا۔ اگر آپ یہ کہیں کہ مسیح موعودؑ کو اپنی نبوت کا اُسوقت تک علم نہ ہوا تھا تو پھر وہی پہلی بحث درمیان میں آ گئی اور اس کیلئے آپ مسیح موعودؑ کا قول پیش کریں جسمیں آپ نے تریاق القلوب کے اس حوالہ کو رد کیا ہو۔ یا کم از کم اس سے مخالف ہی کوئی بات کہی ہو۔ اگر آپ یہ کہیں کہ جو مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا وہ آپکو مفتری سمجھکر ہی نہیں مانتا۔ تو مولوی محمد حسین بٹالوی نے کب آپکی تکذیب کی تھی اور کب آپ کے الہامات کو صحیح مان لیا تھا۔ جس نے تو یہی فیصلہ لکھ دیا تھا کہ میں آپکو مسلمان سمجھونگا۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ کو بھی اسے مسلمان سمجھنے کا اقرار نامہ لکھدینے میں کچھ پس و پیش نہ ہوا۔ پھر آپکو اتنی تو قانونی واقفیت ہوگی کہ مسیح موعودؑ نے یہ اقرار نامہ عدالت میں لکھا تھا کہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی کو کافر نہیں کہونگا۔ کیا اگر بعد میں آپکا عقیدہ تبدیل ہو گیا تھا۔ تو آپ نے عدالت سے کوئی اس قسم کا اجازت نامہ حاصل کیا۔ کیونکہ آپکا معاہدہ تو عدالت سے تھا۔ اگر نہیں تو آپ کیوں بدظنیوں میں مبتلا ہیں کہ حضرت صاحب نے عدالت سے ڈر کر یا نعوذ باللہ مریدوں سے اپنی ذلت چھپانے کیلئے ایسا اقرار کر لیا تھا۔ اور درحقیقت آپکا عقیدہ یہ نہ تھا۔

میری یہ باتیں بیہودہ نہیں ہیں۔ میں میاں صاحب کیطرح دُور از کار باتیں کرنے کا مشتاق نہیں۔ اگر آپ ان باتوں کو رد کر سکتے ہیں اور اپنے ان عقائد کو جنہیں میں مزیل شان مسیح موعودؑ سمجھتا ہوں۔ اور ثابت کر چکا ہوں۔ کسی ایسی صورت میں تبدیل کر سکتے ہیں جن سے مرزا صاحب کی ہتک نہیں۔ بلکہ عزت ثابت ہوتی ہو۔ تو آپکا یہ فعل بڑا مبارک ہوگا۔ اور بڑی خوشی کی بات ہے آپکا مشکور ہونگا لیکن اگر آپ ان باتوں کی کوئی احسن تاویل نہ کر سکیں تو سمجھ جائیں کہ خدا کے ایک صالح بندے کی ہتک اکثر اوقات اسکے غضب کو مشتعل کرنے کا موجب ہو جایا کرتی ہے۔

اگر غیر مسیح موعودؑ کا معاملہ ہوتا اور تھا۔ ہم سمجھ لیتے۔ کہ آپکو اپنے غلو کا احساس نہیں اور اپنے غلو کے مقابل میں آپ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ہم مسیح موعودؑ کو غیر نبی کہکر نعوذ باللہ آپکا درجہ گھٹاتے ہیں۔ گو یہ بھی آپ کی غلطی ہوتی۔ کیونکہ جب مسیح موعودؑ کا کام مجددوں والا ہے تو پھر آپ کو نبی کہنا محض ضلالت اور نصاریٰ کی راہ پر قدم مارنا ہے۔ مکالمات و مخاطبات ... با اولیائے خود در بیت والیشاں را رنگ انبیاء ... حقیقت انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است۔ و مادہ نیستند مگر فہم قرآن و نہ زیادہ می کنند و نہ کم میکنند از القرآن۔ (مواہب الرحمٰن) دیکھو۔ اولیائے امت کو حقیقی نبوت نہ ملنے کی وجہ بھی بیان فرمائی کہ قرآن نے شریعت کو مکمل کر دیا ہے اور اولیاء کو محض فہم قرآن ہی دیا جاتا ہے۔ وہ قرآن سے نہ کم کرتے ہیں نہ زیادہ۔ مجددین کرام اور مسیح موعودؑ دونوں میں سے کوئی بھی قرآن کریم کی ترمیم و تنسیخ نہیں کر سکتا تھا۔ مکالمات و مخاطبات اور فہم قرآن دونوں کو ہی حاصل تھا۔ تو پھر ایک مجدد ہوا۔ تو دوسرا نبی کیوں۔ عہدہ تو کام کی نوعیت پر منحصر ہے اگر آپکو مرزا صاحب کو نبی بنانے کا ہی شوق ہے تو کوئی کام بھی نیا تجویز کر دیتے۔ کوئی آیت قرآنی ہی منسوخ کر دیتے۔ یا کم از کم کلمہ اور اذان میں آپکا نام داخل کر کے ہی دل کا حوصلہ پورا کر لیتے۔ آپ لوگوں کی روش سے میں دیکھتا ہوں۔ کہ آپ اس درجہ غلو پر پہنچکر ضرور رہینگے۔ مگر میں تو آپ کے اس سفید جھوٹ سے حیران ہوں کہ ہماری تحریروں اور اخباروں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ امی وابی) کی ذات والا صفات پر حملے ہوتے ہیں نعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا۔ اس الزام کے لگاتے وقت آپکی ضمیر نے آپکو ضرور ملامت کی ہوگی۔ افسوس ہے کہ گدی پرستی کی وجہ سے آپ کی ضمیر بالکل مُردہ ہو چکی ہے اور حق و باطل میں تمیز کرنے کے قابل نہیں رہی۔ اور جھوٹ بولنے سے آپکو عار نہیں آتی۔ بغضب خدا کا۔ ہماری اور آپکی مخالفت کی یہی تو بنا ہو کہ آپ مسیح موعودؑ کو نبی بنائیں۔ اور ہم یہ کہیں۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل پیرو کو نبی کہنا آنحضرت صلعم کی ہتک ہے۔ لیکن آپ الزام اُلٹا ہمپر لگاتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلعم کی ہتک کرتے ہیں۔ کچھ شرم کرنی چاہئے مذہبی باتوں میں تو اسقدر دیدہ دلیری نہیں چاہئے۔ حضرت اقدس مرزا صاحب کو احمد نبی اللہ اور احمد رسول تو آپ کہیں اور ہتک کرنیوالے ہمیں قرار دیں۔ لعنت ہے ایسے ایمان پر اور لعنت ہے ایسے تقویٰ پر۔ اگر آپ ہماری تحریروں اور ہمارے معتقدات میں سے ایک بھی بات ایسی نہ دکھلا سکیں۔ تو آپ کے لئے مر جانیکا مقام ہے۔ کیا آپ ایسی ہی افترا پردازیوں سے خدمت اسلام کے مدعی اور روحانیت میں ترقی کے خواہشمند ہیں۔ ہاں ہمارے آقا سرور کائنات محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک میاں صاحب اور آپ لوگوں نے اُسی دن نہیں مرزا صاحب کو مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا حقیقی مصداق قرار دیکر احمد نبی اللہ کہا جاتا ہے۔ کہیں خاتم النبیین کی صحیح تفسیر لا نبی بعدی کو الٹا الف الخیل سے رد کیا جاتا ہے کہیں آنحضرت صلعم پر خودکشی کے ارادہ اور اپنے دعوے کے نہ سمجھنے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ کہیں آنحضرت صلعم کے صحابہ اور اولیائے امت پر حملہ کیا جاتا ہے کہ قرآن میں نبی بننے کے طریق تو دیئے تھے۔ مگر صحابہ اور اولیاء امت نے قرآن کی کامل پیروی نہ کی۔ کہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانیوالے کو کافر کہا جاتا ہے غرضیکہ ایک بات ہو۔ تو میں لکھوں۔ آپ ماشاءاللہ تعلیمیافتہ ہیں ... غور و فکر ... سمجھ سکتے ہیں۔ آپ ان اصولی باتوں کا فیصلہ کیجئے پھر فروعی مسائل تو خود حل ہو جائینگے۔ غیر احمدیوں کے اعتقادوں کو تو آپ ماننے لگے ہیں۔ الزام ہمپر ان سے ملنے کا دیا جاتا ہے۔ وہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد عیسیٰ نبی اللہ تشریف لا دینگے۔ اور آپ بھی۔ مگر آپکو معلوم ہے۔ حکم و عدل کا کیا فیصلہ ہے یہی کہ ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اور شریر ہے۔ جو نئے اور پرانے نبی کی تفریق کرتا ہے“۔ آپ کا یہ کہنا کہ غیر احمدیوں کے جاسوس ہیں لیکچر دیتے ہیں آپ کی کم سمجھی کی دلیل ہے۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ کی آپ کے دل میں محبت اور عزت ہوتی تو آپ بُرا منانے کی بجائے خدا کا شکر کرتے۔ کہ احمدی جماعت کی خدمات اسلام کا دوسروں کو بھی اعتراف ہے۔ اور وہ انکی وسیع معلومات سے فائدہ اٹھانے کے متمنی ہیں۔ کیا جمع و ترتیب قرآن پر لیکچر دینا گناہ ہے۔ یا اسلام کی صداقت اور اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے کے دلائل دینا گناہ ہیں۔ گناہ اور دل کی ناپاکی تو وہ ہے کہ دل میں تو اعتقاد کیا جائے کہ مرزا صاحب نبی تھے اور سندھ اور ملک میں ٹریکٹ بھیجے جائیں کہ مرزا صاحب مجدد تھے۔ یا حضور نظام کو تبلیغ سلسلہ کیلئے ایک ضخیم کتاب لکھی جائے۔ اور اسمیں مسیح موعودؑ کی نبوت کا قطعاً کوئی ذکر ہی نہ ہو۔

مجھے امید ہے کہ آپ ٹھنڈے دل سے ان باتوں پر غور کرینگے جو میں نے بڑے درد سے آپکے اور آپکے ہمخیال لوگوں کیلئے لکھی ہیں۔ اگر محض مضمون نویسی کا ہی شوق ہے تو میں آپکو یقین دلاتا ہوں۔ کہ آپ اسکے رد لکھنے پر ہرگز ہرگز قادر نہیں ہونگے خواہ سب محمودی ایک جگہ جمع ہو کر بھی جواب لکھنے کی کوشش کریں۔ تمام عزت اور دنیا اور آخرت کی بہبودی حق کے مان لینے میں ہی ہے اللہ تعالیٰ آپکو قلب سلیم اور علم وافر عطا فرمائے اور حق کو قبول کرنے کی جرأت بخشے۔ اللّٰھم آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین!! خاکسار۔ صادق علی از پٹیالہ۔

ضروری خبریں

مسٹر ولسن کا نوٹ: لنڈن ۲۵ اکتوبر۔ جرمن پریس مسٹر ولسن کے نوٹ پر مطمئن نہیں ہے لیکن اخبارات متفقہ طور پر کہتے ہیں کہ تاہم یہ نوٹ صلح کا پیش خیمہ ہے۔

لنڈن ۲۵۔ اکتوبر۔ واشنگٹن۔ کالونل ہاؤس پریذیڈنٹ کے شخصی نمائندے کالونل ہاؤس اور محکمہ بحری کے افسر اعلیٰ امیر البحر بنسن پیرس میں پہنچ گئے ہیں۔ اور عارضی صلح کی سوچ بچار میں ممالک متحدہ کی نمائندگی کریں گے۔

مسٹر ولسن کا جواب: لنڈن ۲۴ اکتوبر۔ واشنگٹن۔ سکرٹری آف سٹیٹ نے سوئٹزرلینڈ کی حکومت کی معرفت جرمنی کو ذیل کا نوٹ بھیجا ہے۔

”جرمن حکومت کا جواب ہمیں موصول ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمہ طور سے اپنے ایڈریس کی شرائط صلح کو تسلیم کرتی ہے۔ جو اُس نے ممالک متحدہ کی کانگریس کو ۸ جنوری ۱۹۱۸ء کو بھیجا تھا۔ اور ان اصولوں کو بھی جو اسکے آخر کے ایڈریس مؤرخہ ۲۷ ستمبر میں درج ہیں مانتی ہے۔ اور ان تفصیلات پر بحث کرنا چاہتی ہے کہ یہ شرائط اور مسلمات ان لوگوں کی طرف سے نہیں ہیں جو ریشٹاگ میں جرمن لوگوں کے نمائندے ہیں بلکہ موجودہ جرمن حکومت نے جو لوگوں وعدہ دلایا ہے کہ خشکی اور تری کے جنگوں میں تہذیب و تمدن انسانیت و شرافت کے اصولوں پر عمل کیا جاویگا امریکہ کا پریذیڈنٹ ان حکومتوں سے مشورہ کریگا جن میں سے حکومت موصوفہ عارضی صلح کے بارے میں شریک ہے۔ ہم پھر اعادہ کرتے ہیں کہ عارضی صلح صرف اس وقت ہو سکتی ہے کہ جب جرمنوں میں بغض و عناد کی سرسبزی و تازگی کا بالکل قلع قمع ہو جائے اس سبب سے ہم نے جرمن حکومت کی تمام خط و کتابت اپنے اتحادی جنگجو حکومتوں کے حوالے کر دی ہے کہ اگر وہ ان مسلمات اور اصلیات پر صلح کرنا چاہتی ہیں۔ تو اپنے فوجی مبصر اور سیاست دانوں سے اس بارہ میں مشورہ کریں۔ اور عارضی صلح کے لئے ایسے ممکن الوقوع شرائط بہم پہنچائیں۔ جو لوگوں کے فوائد و مفاد کے ضامن ہو سکیں۔

اسباب نہ بتلائے کہ کیوں یہی حفاظت چاہی جاتی ہے۔ آئینی تغیرات جیسے اہم امور ضروری معلوم ہوتے ہیں۔ اور جن کی بابت جرمن وزیر خارجہ نے اپنے ۲۰ اکتوبر کے نوٹ میں ذکر کیا ہے۔ ان سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آیا جرمنوں کی اس ذمہ دار حکومت نے ابھی تک ان اصولوں پر عمل نہیں کیا ہے اور نہ ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اصولات اور مسلمات آیا عارضی ہونگے یا مستقل طور پر زیر عمل لائے جائینگے۔ اور نیز یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ موجودہ مشکلات کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ وہ اس طرح سے ہے کہ آئندہ کی جنگوں میں جرمن لوگوں کے نمائندوں کا ہاتھ ہو۔ لیکن ہم تو موجودہ جنگ پر بحث کر رہے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ پرشیا کے بادشاہ کا دکار ... زیادہ ہے اور اندرونی مداخلات صرف لوگوں کے ہاتھ میں ہیں جو اب تک جرمنی کے مالک رہے ہیں۔ مانا یہ دنیاوی صلح حالانکہ راستبازی اور صاف گوئی پر ہے۔ امریکہ کا پریذیڈنٹ اس امر کو سمجھانا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اور بلا روک ٹوک کہتا ہے کہ دنیا کی قومیں ان اشخاص پر نہ ہی تو اعتبار کرتی ہیں اور نہ ہی کر سکتی ہیں۔ جو اب تک جرمن پالیسی کے مالک رہے ہیں اور ایک دفعہ پھر بتا دینا چاہتا ہے کہ جنگ کی ناانصافیوں اور نقصانات میں کمی کرنے کے لئے ممالک متحدہ کی حکومت ان سے علاقہ رکھیگی۔ جو جرمن لوگوں کے اصلی نمائندے ہیں۔ اور جو اُن کو اچھے آئین و قانون کا یقین دلائیں۔ اور اگر ہمیں بین الاقوامی معاملوں میں قیصر یا اُس کے طرفداروں سے واسطہ پڑتا ہے تو ہم صلح نہیں چاہتے بلکہ ممالک جرمنی کی کامل اطاعت و حوالگی کے خواہاں ہیں ضروری امر یہ ہے جلباب خفا ڈالنے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

ہنگری میں خطرہ - لنڈن ۲۵ اکتوبر۔ ہنگری کے ایوان حکومت میں وزیر اعظم نے کہا کہ حالت سخت مخدوش ہو رہی ہے۔ اس سے میرا بڑا مدعا یہ ہے کہ بادشاہ کو ایسی مجلس بنانی چاہئے جس میں تمام علاقوں کے نمائندے شامل ہوں مخالف پارٹی کے لیڈر کونٹ کیرولی نے ایک تار پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ فیوم میں کروٹ رجمنٹ نے پلیٹیا کو بے ہتھیار کر دیا ہے۔ بڑی بڑی عمارتوں پر قبضہ کر لیا ہے بڑے بڑے افسروں کو زیر حراست کر لیا۔ ریلوں سٹیشنوں پر قبضہ کر لیا ہے اور لائنوں کو تباہ کر دیا۔

لیوڈن ڈارف کا استعفا منظور ہو گیا۔ لنڈن ۲۷ اکتوبر۔ کوپن ہیگن۔ قیصر نے جنرل لیوڈنڈارف کا استعفا منظور کر لیا ہے۔

لنڈن ۲۷ اکتوبر۔ کوپن ہیگن۔ برلن کا ایک تار مظہر ہے کہ قیصر نے جنرل لیوڈن ڈارف کا استعفا منظور کرتے وقت حکم دیا۔ کہ لوئر رینش رجمنٹ نمبر ۳۹ جس کا لیوڈن ڈارف بہت دیر تک کمانڈر رہا ہے اسی نام سے برقرار رہیگی۔

لنڈن ۲۷ اکتوبر۔ ۹ بجکر ۴۰ منٹ ہفتہ کے بعد دوپہر کا جرمن کمونیکیشن پہلا ہے جو لیوڈنڈارف کے صرف فوجی افسر دستخط تھے۔

فرانکفورٹر زیٹنگ رقمطراز ہے کہ مسٹر ولسن کے آخری نوٹ کا جواب جرمن کی طرف سے غالباً ۲۸ اکتوبر کو روانہ کیا جائیگا۔

ہنگری کے وزیر اعظم کا استعفا۔ شہنشاہ کارل نے ہنگری کے وزیر اعظم ڈاکٹر ویکرل کا استعفا منظور کر لیا ہے۔ بیرن بوریو وزیر خارجہ نے بھی استعفا دیدیا ہے جو منظور ہو گیا ہے۔ آخر الذکر کی جگہ کونٹ اندرسی مقرر ہوا ہے۔

ریشٹاگ میں تقاضا۔ ریشٹاگ کے ایک بڑے پُرلطف مباحثے کے دوران میں قدامت پسندوں نے اپنی اصلاحات کی مخالفت کی۔ اور حکومت میں اپنی عدم نمائندگی کی شکایت کی اشتراکیوں نے کہا کہ اصلاحات ناکافی ہیں۔ وائس چانسلر ہر وان پیر نے اور دیگر اصلاحات کا وعدہ کیا اور کہا کہ یہ مشکل امر ہے کہ فوراً ہی آئینی تغیرات پیدا کئے جائیں۔ ڈینش کے ڈپٹی کمشنر نے شمالی شلوگ کا حق تقریر مانگا اور پولینڈ والوں نے یہی حق ڈنیزگ کے لئے مانگا ہر مخالف نے ان دونوں تقاضوں کو رد کر دیا۔ لنڈن ۲۶ اکتوبر۔ ریشٹاگ میں وزیر جنگ نے بیان کیا۔ کہ گولہ بارود کی فراوانی ہو رہی ہے۔ اس نے ٹینکوں کی خوبی ثابت تسلیم کیا۔ لیکن کہا ٹینکوں کے خلاف کارروائیاں روز بروز بڑھتی جاتی ہیں۔

لنڈن ۲۷ اکتوبر۔ مشہور ہے کہ جرمن کے مختلف حصوں میں روزانہ بغاوتیں رونما ہوتی ہیں۔ جس نے نتائج پولیس کے ساتھ دنگا فساد اور نقصانات جان میں ظاہر ہوئے ہیں۔ خام مادیات کی کمی گولہ بارود کی راہ میں رکاوٹیں ڈال رہی ہیں۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ کروپ کے کارخانہ کے مالک بہت سے پیشہ وروں کو علیحدہ کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔

مہاراجہ نابھہ کا عطیہ۔ مہاراجہ نابھہ نے چھ موٹر گاڑیاں زخمیوں کے استعمال کے لئے عنایت فرمائی ہیں۔ یہ گاڑیاں عراق عرب کے زخمیوں کے کام میں لائی جائیں گی۔ یہ عطیہ شکریہ کے ساتھ منظور کیا گیا ہے۔

... محمد صاحب ... نے ... اللہ محمدی ... پرنٹر ... لاہور ... باہتمام ... پیغام صلح سے شائع کیا۔

پیغام صلح

آزادہ روہوں مسلک ہے مرا صلح کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

الصلح خیر

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

قیمت سالانہ ۸ ششماہی ۵ طلباء سے سالانہ ۸

ہفتہ میں دو بار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شایع ہوتا ہے

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ مورخہ ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۴ہجری مطابق ۳۱ نومبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۴۳

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

ایک نووارد اور حضرت مسیح موعودؑ

اللہ تعالے کا امتحان اور مشروط بالشرائط ایمان

نووارد:- آپ میرے لئے دعا کریں۔

مسیح موعودؑ دعا تو میں ہندو کے لئے بھی کرتا ہوں۔ مگر خدا تعالے کے نزدیک یہ امر مکروہ ہے۔ کہ اس کا امتحان کیا جائے۔

میں دعا کروں گا آپ وقتاً فوقتاً یاد دلاتے رہیں۔ اگر کچھ ظاہر ہوا تو اس سے بھی اطلاع دوں گا مگر یہ میرا کام نہیں خدا تعالے چاہے تو ظاہر کرے۔ وہ کسی کے منشا کے ماتحت نہیں ہے۔ بلکہ وہ خدا ہے اور غالب علیٰ امرہ ہے۔ ایمان کو کسی امر سے وابستہ کرنا منع ہے۔ مشروط بالشرائط ایمان کمزور ہوتا ہے۔ نیکی میں ترقی کرنا کسی کے اختیار میں نہیں ہے ہمدردی کرنا ہمارا فرض ہے۔ اس کے لئے شرائط کی ضرورت نہیں۔ ہاں یہ ضروری ہوگا کہ آپ ہنسی ٹھٹھے کی مجلسوں سے دور رہیں۔ یہ وقت رونے کا ہے نہ ہنسی کا۔ اب آپ جائیں گے موت حیات کا پتہ نہیں۔ دو تین ہفتہ تک تو سچے تقوے سے دعائیں مانگو کہ الٰہی مجھے معلوم نہیں تو ہی حقیقت کو جانتا ہے۔ مجھے اطلاع رہے۔ اگر صادق ہے تو اس کے انکار سے ہلاک نہ ہو جاؤں۔ اور اگر کاذب ہے۔ تو اس کی اتباع سے بچا۔ اللہ تعالے چاہے تو اصل امر کو ظاہر کر دیگا۔

نووارد کا اعتراف قصور

نووارد:- میں سچ عرض کرتا ہوں کہ میں بہت بڑا ارادہ کر کے آیا تھا۔ کہ میں آپ سے استہزا کروں۔ اور گستاخی کروں۔ مگر خدا نے میرے ارادوں کو رد کر دیا۔ میں اب اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو فتوے آپ کے خلاف دیا گیا ہے۔ وہ بالکل غلط ہے۔ اور میں زور دیکر نہیں کہہ سکتا کہ آپ مسیح موعود نہیں ہیں۔ بلکہ مسیح موعود ہونے کا پہلو زیادہ زور دار ہے اور میں کسی حد تک کہہ سکتا ہوں کہ آپ مسیح موعود ہیں۔ جہانتک میری عقل اور سمجھ تھی۔ میں نے آپ سے فیض حاصل کیا ہے اور جو کچھ میں نے سمجھا ہے۔ میں ان لوگوں پر ظاہر کروں گا جنہوں نے مجھے منتخب کر کے بھیجا ہے۔ کل میری اور رائے تھی۔ آج اور ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ اگر ایک پہلوان بغیر لڑنے کے زیر ہو جائے تو وہ نامرد کہلا یگا۔ اس لئے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ بدوں اعتراض [illegible] لئے تسلیم کر لیتا۔ چونکہ میں معتمد ان لوگوں کا ہوں جنہوں نے مجھے بھیجا ہے۔ اس لئے میں نے ہر ایک بات کو بغیر دریافت کے ماننا نہیں چاہا۔

دعا کے لئے میں نے جو لکھا تھا دنیا کی خواہش سے نہیں لکھا تھا میں اس دادا کا پوتا ہوں جس کے ہندوستان میں اڑھائی سو مرید ہیں۔ مگر میں آزاد طبیعت کا آدمی ہوں۔ اور اس میں انصاف ہے۔

اللہ تعالے کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا

مسیح موعود:- اللہ تعالے کسی کی نیکی کو ضایع نہیں کرتا بلکہ ادنےٰ سی نیکی بھی ہو تو اس کا ثمرہ دیتا ہے۔ میں نے ایک کتاب میں نقل دیکھی ہے کہ ایک شخص نے اپنے ہمسایہ آتش پرست کو دیکھا کہ چند روز کی برسات کے بعد وہ اپنے کوٹھے پر جانوروں کو دانے ڈال رہا تھا اس نے اُسے پوچھا کہ تو کیا کر رہا ہے اُس نے کہا کہ جانوروں کو دانے ڈال رہا ہوں اسنے کہا کہ تیرا عمل بیکار ہے۔ اس گبر نے کہا کہ اس کا ثمرہ مجھے ملیگا۔ پھر وہی بزرگ کہتے ہیں کہ جب دوسرے سال میں حج کرنے کو گیا تو دیکھا وہی گبر طواف کر رہا ہے۔ اس نے مجھے پہچان کر کہا کہ ان دانوں کا ثواب مجھے ملا یا نہیں۔

ایسا ہی ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک صحابی نے پوچھا کہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں سخاوت کی تھی۔ یا رسول اللہ صلعم مجھے اس کا ثواب ملے گا یا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی سخاوت نے تجھے مسلمان کیا۔

ہزاروں آدمی بغیر دیکھے گالیاں دینے کو تیار ہو جاتے ہیں لیکن جب دیکھتے ہیں اور آتے ہیں تو وہ ایمان لاتے ہیں۔ میرا یہ مذہب نہیں کہ انسان صدق اور اخلاص سے کام لے اور وہ ضایع ہو جائے۔

حضرت ابراہیمؑ اور آنحضرت صلعم کی معرفت

اگلے دن ۱۵ فروری ۱۹۰۳ء کو سیر میں آپ نے ایک اور پہلو سے نووارد کو تبلیغ شروع کی۔ فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ رب ارنی کیف تحی الموتےٰ پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول صلعم کی معرفت آپ سے بھی بڑھی ہوئی تھی یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو ثابت کرتی ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ ارشاد ہوا اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ کیا تو اس پر ایمان نہیں لاتا۔ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا جواب یہی دیا کہ بلیٰ اِس میں ایمان لاتا ہوں۔ مگر اطمینان قلب چاہتا ہوں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایسا سوال نہ کیا۔ اور نہ ایسا جواب دینے کی ضرورت پڑی۔

آنحضرت صلعم پہلے ہی ایمان کے انتہائی مرتبہ اور عرفان پر پہنچے ہوئے تھے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پہلے ہی ایمان کے انتہائی مرتبہ اطمینان اور عرفان پر پہنچے ہوئے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ادبنی ربی فاحسن ادبی۔ تو یہ آیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو ثابت کرتی ہے۔ ہاں اس میں بھی کوئی شک نہیں۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بھی ایک خوبی اس سے پائی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالے نے یہ سوال کیا اولم تؤمن تو انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں اسپر ایمان نہیں رکھتا۔ بلکہ یہ کہا کہ ایمان تو رکھتا ہوں۔ مگر اطمینان چاہتا ہوں۔

شرطی اقتراح کا استدلال اس سے نہیں ہو سکتا

پس جب ایک شخص ایک شرطی اقتراح پیش کرے اور پھر یہ کہے کہ میں اطمینان قلب چاہتا ہوں۔ تو وہ اس سے استدلال نہیں کر سکتا۔ کیونکہ شرطی اقتراح پیش کرنیوالا تو ادنےٰ درجہ کا ایمان کا نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ تو ایمان اور تکذیب کے مقام پر ہے۔ اور تسلیم کرنے کو مشروط بہ اقتراح کرتا ہے پھر وہ کیونکر کہہ سکتا ہے۔ کہ میں ابراہیم کی طرح اطمینان قلب چاہتا ہوں۔

حضرت ابراہیمؑ کا اس سوال سے کیا مطلب تھا؟

حضرت ابراہیمؑ نے تو ترقی ایمان چاہی ہے۔ انکار نہیں کیا اور پھر اقتراح بھی نہیں کیا بلکہ احیاء موتےٰ کی کیفیت پوچھی ہے اور اس کو خدا تعالے کے سپرد کر دیا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ اس مردہ کو زندہ کر کے دکھا۔ یا یوں کر۔ اور پھر اس کا جواب جو اللہ تعالے نے دیا ہے۔ وہ بھی عجیب اور لطیف ہے۔ اللہ تعالے نے فرمایا کہ تو چار جانور لے یا ان کو اپنے ساتھ ہلا لے۔ یہ غلطی ہے جو کہا جاتا ہے کہ ذبح کر لے۔ کیونکہ اس میں ذبح کرنے کا لفظ نہیں بلکہ اپنے ساتھ ہلا لے جیسے لوگ بھیڑ یا تیتر یا بلبل کو پالتے ہیں اور اپنے ساتھ ہلا لیتے ہیں۔ پھر وہ اپنے مالک کی آواز سنتے ہیں۔ اور اُس کے بلانے پر آجاتے ہیں۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو احیاء اماتت سے انکار نہ تھا۔ بلکہ وہ چاہتے تھے کہ مردے خدا کی آواز کس طرح سنتے ہیں اس انہوں نے سمجھ لیا کہ ہر چیز طبعاً اور فطرتاً اللہ تعالے کی مطیع اور تابع فرمان ہے۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی شملہ سے روانگی کی خبر گذشتہ اشاعت میں دیجا چکی ہے مکرم شیخ الٰہ دین صاحب شملہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ ریلوے سٹیشن پر بہت سے احباب آپکی مشایعت کیلئے موجود تھے حضرت امیر نے ان سب احباب کے سامنے سٹیشن پر ہی موجودہ بیماری اور اسکے عالمگیر و تباہی خیز تاثرات پر ایک پر اثر تقریر کی اور کن فیکون کے اس کھلے اظہار کو پیش کر کے اللہ تعالے کے دست تصرف و قدرت کیطرف متوجہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرنے کی نصیحت فرمائی۔

افسوس ہے کہ احباب شملہ میں سے کسی نے بھی پوری تقریر لکھنے کی کوشش نہ کی

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے منشی دوست محمد صاحب پبلشر نے گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں باہتمام شیخ گلزار محمد پرنٹر چھپوا کر دفتر اخبار پیغام صلح سے شایع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ بروز یکشنبہ مورخہ ۳ نومبر ۱۹۱۸ء نمبر ۳۲

قرآن کریم اور احادیث

دونوں کو کس درجہ و مرتبہ پر ماننا ضروری ہے

اس زمانہ میں جہاں اور مختلف قسم کے فتنے اسلام کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ اور مخالفین نے اس کی اصل شکل و صورت کو بگاڑ کر کچھ کا کچھ بنا دیا ہے۔ تاکہ لوگ اس سے بیزار ہو کر علیحدہ ہو جائیں۔ اور دین حنیف ان کی متدعویہ مزخرفات کا مرقع بن جائے۔ وہیں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو یوں تو اسلام کے مخالف نہیں۔ بلکہ اگر ان کے ظاہر اقوال و اعمال پر اعتبار کیا جائے۔ تو دل سے اس کے والا و شیدا نظر آتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ان سے بعض ایسی حرکات بھی سرزد ہوئی ہیں جو ان کی بہ دستی اسلام پر ایک بدنما داغ لگانے والی ہیں انہیں موخرالذکر لوگوں میں سے مسلمانوں کا ایک وہ فرقہ ہے جو احادیث کا مخالف ہے۔ اور صرف قرآن ہی کو ضروریات دین کے لئے کافی سمجھتا ہے۔ یوں تو بظاہر جہاں تک قرآن کریم ہی کو تمام امور زندگی بالخصوص ضروریات دین میں اپنا رہبر ماننے کا سوال ہے۔ یہ ایک بڑا ہی دلخوش کن خیال ہے۔ اور ہر ایک وہ شخص جس کو قرآن کریم کے ساتھ بحیثیت اس کے کلام الٰہی ہونے کے محبت ہے۔ اس خیال کو بڑی ہی عظمت کی نگاہ سے دیکھے گا۔ اور اس کی پوری عزت و تکریم اپنے فرائض دین میں سے سمجھیگا پھر یہ خیال کہ قرآن کریم سب پر مقدم ہے۔ اور اس نے ہمارے لئے دین کو کامل کر دیا ہے۔ یہ کوئی نیا خیال نہیں۔ بلکہ جب سے قرآن کریم نازل ہوا اور الیوم اکملت لکم دینکم الخ کا اعلان دنیا میں ہوا۔ اسی وقت سے یہ خیال مسلمانوں کے بچہ بچہ کے دل کے اندر چلا آتا ہے۔ اور کبھی بھی کسی نے اس کی عزت و تکریم سے سر نہیں پھیرا۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل الشان صحابی اور اسلام کے زبردست جرنیل کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت کے وقت آپ کے اس ارشاد کے جواب میں کہ قلم دوات لاؤ میں کچھ لکھ دوں۔ کہ میرے بعد کام آئے۔ حسبنا کتاب اللہ کہنا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی خاموشی سے اس کی تصدیق کرنا۔ اس پر ایک قوی شہادت ہے کہ قرآن کریم کو نہ صرف حضرت عمرؓ ہی ہدایت انسانی کے لئے ایک بہترین ضابطہ یقین کرتے تھے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس خیال کے حامی تھے۔ تو اس لحاظ سے بیشک یہ ایک پاکیزہ خیال ہے۔ اور اس کی تائید میں مندرجہ بالا شہادت اس زمانہ کے اہل قرآن کہلانے والوں کے بہت کچھ کام آ سکتی ہے گو یہ شہادت انہی حدیث کی کتابوں سے ہی مل سکتی ہے۔ جن سب پر انہوں نے بلا امتیاز ناقابل اعتبار کا فتویٰ دے رکھا ہے اور سب کو ناقابل تسلیم قرار دیا ہے۔ تاہم اگر کوئی صورت تمسک کے سہارے کی نکل سکے تو وہ حدیث کو اس خیال کی تائید میں پیش کر سکتے ہیں۔

بیشک قرآن کو ایک کامل کتاب ماننے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ کے یہی معنی ہیں۔ کہ قرآن کریم کے علاوہ اور کہیں کوئی صداقت پائی نہیں جاتی۔ یا اس کے بعض احکام کی جو تفصیلات احادیث کے اندر بیان ہوئی ہیں۔ اور آج تک امت مسلمہ کے اندر تواتر کے ساتھ ان پر عمل ہوتا چلا آیا ہے۔ وہ غلط۔ ناقابل اعتبار اور بے بنیاد ہیں اور ہر ایک حکم کی تشریح ہر ایک عمل کی ہیئت کذائی۔ اور ہر ایک اصول کی فرع کو ہمیں قرآن کریم میں ہی تلاش کرنا چاہیئے۔ اور جیسی کی سمجھ میں آئے۔ وہ اسی کو مان لے۔ مثلاً اگر مولوی عبداللہ چکڑالوی کو جو اس خیال کے سب سے بڑے حامی بلکہ مروج اس زمانہ میں ہوئے ہیں۔ بجائے چار کے دو ہی رکعتیں ضروری سمجھیں یا بجائے سبحان ربی الاعلیٰ کے سجدہ میں اس آیت کی تلاوت ضروری سمجھیں۔ جو کسی قوم نے بوقت عذاب سجدہ میں گر کے پڑھی ہو کہ سبحان ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولا۔

تو اس کے خلاف کسی اور امی خیال کے حامی کو چار ہی رکعت ... ضروری معلوم ہوں اور سجائے مندرجہ بالا الفاظ کے یہ دعا پڑھ لیا کرے ربنا اصرف عنا عذابھا انھا ساءت مستقرا و مقاما الخ یعنی ہماری نمازیں۔ ہمارے روزے اور حج و زکوٰۃ اور دیگر تمام شعائر اسلامی جن کا قرآن کریم میں حکم ہے۔ صرف ہماری اپنی ہی سمجھ اور اجتہاد پر موقوف ہوں۔ جو کسی کو جس طرح پر عمل کرنے کے لئے قرآن کریم میں سے سمجھ آئے کر لیا کرے۔ اور وحدت قومی کا وہ شیرازہ جو تیرہ سو برس سے ایک کلمہ ایک نماز۔ ایک ہی روزہ اور حج اور زکوٰۃ سے بندھا ہوا ہے۔ وہ ٹوٹ کر تمام امت پراگندہ اور منتشر ہو جائے۔ افسوس ہے کہ قرآن کریم کے کامل کتاب ہونے کے پاکیزہ خیال نے اس قدر افراط و تفریط کا رنگ مسلمانوں میں اختیار کر لیا ہے۔ کہ ایک گروہ نے تو اس زمانہ میں علانیہ اس راہ کو اختیار کر لیا ہے۔ جس کی تشریح اوپر کی گئی ہے۔ اور ایک دوسرا گروہ ہے جو ازحد تفریط کی طرف چلا گیا ہے اور وہ صرف احادیث ہی کو بغیر اس بات کی تمیز کے کہ ان میں کونسی بات قرآن کریم کے مخالف ہے اور کونسی موافق۔ واجب العمل سمجھتے ہیں۔ اور کوئی پروا ان کے بالمقابل ان آیات قرآنی کی نہیں کرتے جو ان کے صریحاً مخالف پڑی ہوئی ہوں۔ مثلاً قرآن کریم کو جہانتک دیکھنے سے پتہ لگتا ہے۔ وہ اس بات کو جائز نہیں ٹھیراتا کہ انبیاء علیہم السلام کو گنہگار مانا جائے۔ بلکہ وہ ان سب کے معصوم ہونے کا حامی ہے جس کا یہ ایک کھلا ثبوت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ہر ایک قسم کی سزا سے بری ٹھیرایا ہے چنانچہ فرمایا ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولٰئک عنھا مبعدون۔ لا یسمعون حسیسھا وھم فی ما اشتھت انفسھم خالدون پھر اس اجمالی فیصلہ کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق بالخصوص فرماتا ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا آپ بڑے ہی راست باز نبی تھے۔ لیکن اس کے صریحاً خلاف صحیح بخاری کی ایک حدیث میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ لم یکذب ابراھیم الا ثلاثا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین مرتبہ جھوٹ بولا۔ اب جہاں تک قرآن کریم کے اللہ تعالےٰ کی طرف سے کامل اور محفوظ ہونے کو ہم مانتے ہیں اس کے اس فیصلہ کو ہمیں ماننا چاہیئے اور لم یکذب ابراھیم الا ثلاثا کی حدیث کو خواہ وہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ البخاری میں ہی پائی جاتی ہے۔ اور اگرچہ امام بخاری جو اس حدیث کے لانیوالے ہیں کیسے ہی متقی اور پرہیزگار اور حدیثوں کی جانچ و پڑتال میں سخت محتاط ہوئے ہیں۔ اس کو رد کر دینا چاہیئے خدائی علم اور انسانی علم برابر نہیں۔ اور نہ ہی اس کے رد کرنے سے امام بخاری پر کوئی زد پڑتی ہے۔ اور ان کے تقوے پر حرف آتا ہے انہوں نے اپنے نزدیک کمال دیانت کے ساتھ اس حدیث کو معتبر سمجھا۔ اور قرآن کریم کے الفاظ پر نظر نہیں پڑی۔ اور اگر بالفرض نعوذ باللہ ان پر کوئی حرف بھی آ جائے۔ تو بہرحال ایک نبی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل الشان نبی پر تین جھوٹ بولنے کا الزام آنے اور قرآن کی تکذیب ہونے سے بہتر ہے یہی قاعدہ تمام محدثین کا رہا ہے۔ اور ہر ایک نے اپنی اپنی عقل اور سمجھ اور قرآن پر غور اور تدبر کے مطابق اسی پر عمل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہی اس زمانہ کے امام حضرت مسیح موعودؑ نے ہمیں سکھایا ہے کہ قرآن کے مطابق جو باتیں ہیں انہیں لے لو۔ اور جو قرآن کے خلاف نظر آئیں چھوڑ دو۔ کہ وہ رسول صلعم کے لفظ نہیں۔

لیکن افسوس ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کا ایک بہت بڑا گروہ بجائے اس پر عامل ہونے کے اُلٹا اس کے خلاف چل رہا ہے اور قرآن کریم کے فیصلہ کو تسلیم کرنے کے بجائے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تین جھوٹ کا الزام دینے کا بڑا شائق ہے

غرض یہ دو نو پہلو افراط و تفریط کے ہیں۔ جو اس وقت امت اسلامی کے ایک بڑے حصہ میں رونما ہیں۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے کی بے راہ روی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں مثلاً اول الذکر گروہ یعنی فرقہ چکڑالوی نے حدیثوں کو کیوں ترک کیا۔ اور کیوں اپنی علیحدہ شریعت بنائی۔ ان کے اس خیال کی بنیاد کہ قرآن کریم نے تمام احکام کی تفصیلات اور عبادات کی ہیئت کذائی کو بھی بیان کر دیا ہے۔ اور اسی سے اس بارہ میں فیصلہ لینا چاہیئے۔ کہ نماز میں کتنی رکعت پڑھنی چاہئیں۔ قیام و رکوع و سجود وغیرہ میں کیا کیا کچھ پڑھنا چاہیئے۔ محض اس بات پر ہے کہ احادیث میں بعض باتوں میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ اور ان کے متعلق یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ کہ کونسی بات خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اور آپ کا تعامل ہے۔ اور لوگوں نے اسی لئے انہی مختلف باتوں کی بنا پر مختلف فرقے بنا لئے ہیں۔ ایک کہتا ہے ہاتھ سینے پر باندھنے چاہئیں۔ دوسرا ناف کے اوپر باندھنا ضروری سمجھتا ہے۔ اور تیسرا بیچ کا راستہ نکال کر ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا پسند کرتا ہے۔ اور میرا ہمیرا ... اسی طرح ... نبی کریم صلعم کا فعل قرار دیتا ہے۔ ایسا ہی نماز کے اندر بعض ادعیہ ماثورہ کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ کوئی ایک دعا کو ضروری سمجھتا ہے۔ کوئی دوسری کو۔ اور یہ سب دعائیں احادیث کے اندر آئی ہیں اس کے بالمقابل اس گروہ چکڑالوی نے یہ امن کی راہ سمجھی کہ قرآن کو ہی کافی ٹھیرایا جائے اور اسی سے فیصلہ لیا جائے۔ کہ خود اس نے فرمایا ہے۔ اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلیٰ علیھم اور لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ اس نے خود اپنے آپ کو تفصیلاً لکل شی اور کتاب احکمت ایاتہ ثم فصلت قرار دیا ہے۔ اور بڑے زور کے ساتھ فرمایا ہے کہ فبای حدیث بعدہ یومنون۔ قرآن کریم جیسی کامل کتاب کے بعد اور کونسی حدیث کو مانتے ہو۔

اگرچہ ان آیات کا یہ مطلب و مفہوم ہی جو چکڑالوی فرقہ کے فہم و دماغ کا نچوڑ ہے۔ ان کی بے راہ روی کا علانیہ مظہر ہے۔ کیونکہ اگر اسکا یہی مطلب تھا جو مولوی عبداللہ چکڑالوی نے سمجھا۔ تو خود انہیں بھی قرآن کے کافی اور تفصیلاً لکل شی ہوتے ہوئے اس کی تفسیر لکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ نہ اپنے نو ایجاد مسائل کو جو بخیال خود انہوں نے قرآن سے اخذ کئے تھے۔ سمجھانے کیلئے "اشاعت القرآن" کے ماہوار رسالہ اور صلوٰۃ القرآن جیسی ضخیم کتاب اور دیگر بہت سی کتب لکھنے اور ان کی اشاعت پر ... روپیہ کو خواہ مخواہ برباد کرنے کی ضرورت تھی۔ جو چیز خود تفصیلاً لکل شی ہے۔ اور اس کے سمجھنے کے لئے کسی حدیث وغیرہ کی ضرورت نہیں بلکہ خود وہ اپنا مطلب پڑھنے والوں کو بتا دیتی ہے۔ اس کے لئے مولوی عبداللہ کی کتابوں اور تفاسیر کی کیوں ضرورت پڑ گئی کیا وہ صرف مولوی عبداللہ صاحب کے لئے ہی تفصیلاً لکل شی ہے اور ان کی تفاسیر فبای حدیث بعدہ یومنون کے انتباہ قرآنی کے نیچے نہیں آتیں۔ پھر اگر تفصیلاً لکل شی کے یہی معنے ہیں۔ کہ اس میں اقیموا الصلوٰۃ کے حکم کے ساتھ یہ بھی بتا دیا ہے کہ یوں قبلہ رو کھڑے ہونا اور یوں ہاتھ کانوں تک لے جا کر سینہ پر باندھنا چاہیئے۔ پھر رکوع۔ سجود وغیرہ ارکان صلوٰۃ کی تمام ہیئت اس نے بتا دی ہے۔ تو چاہیئے کہ ہر ایک شخص ... جو مولوی عبداللہ چکڑالوی کی طرح کبھی مسلمانوں کی نماز کو دیکھنے کے بعد قرآن سے اس کی تفصیلات بتانے کا مدعی نہ ہوا ہو۔ اس ہیئت کذائی کو جو فرقہ اہل قرآن کے لوگ اختیار کرتے ہیں۔ محض قرآن کو پڑھ کر بتا سکے جو ایک امر محال ہے۔ یہ تو صرف مسلمانوں کا تعامل ہے۔ جو تواتر کے ساتھ ابتدا سے اب تک چلا آتا ہے۔ اور اپنے اس تواتر کے سبب سے اس بات کو درجہ یقین تک پہنچا دیتا ہے۔ کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ اور آپ بھی اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔ اسی کو دیکھ کر مولوی عبداللہ صاحب نے بھی اپنے حسب مطلب قرآن میں سے کچھ نہ کچھ نکالا قرآن تفصیلاً لکل شی بیشک ہے۔ لیکن نہ اس طرح سے جس طرح سے فرقہ اہل قرآن کا خیال ہے۔ بلکہ ان تمام اصولہائے صداقت اور احکام الٰہیہ کو اس نے کھول کر بتا دیا ہے۔ جن کی ضرورت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے لیکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دنیا کو رہیگی۔ اس نے شرائط ایمان۔ عبادات۔ نماز روزہ حج۔ زکوٰۃ اشیا کی حلت و حرمت اور انسانی تہذیب نفس اور تربیت کے اصول اور قوانین کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ جن کی کبھی نسل انسانی کو ضرورت پیش آئے۔ لیکن جہانتک ان اصول اور قوانین کو عملی جامہ پہنانے کا تعلق ہے۔ ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الآخر۔ جاؤ محمد رسول اللہ صلعم کے نمونہ کو تلاش کرو۔ کہ وہی تمہارے لئے بہترین اسوہ ہے اور اسی کے مطابق عمل کرنے سے تم اللہ کو پا سکتے اور آخرت میں سرخرو ہو سکتے ہو۔

وہ اسوہ کہاں ہے۔ اگر احادیث اور ساری امت کے تیرہ صد سالہ تعامل کو ترک کر دیا جائے۔ تو وہ لوگ جو کسی ایک یا دوسری وجہ سے احادیث کے خلاف آج بھی آواز اُٹھانا ضروری سمجھتے ہیں۔ بتائیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوہ کی کہاں تلاش کی جائے جس کی اتباع کا قرآن کریم نے حکم دیا ہے۔ یہ کہہ دینا کہ آپ کا اسوہ قرآن ہی ہے۔ گو ایک حد تک صحیح ہے۔ لیکن آپ کی زندگی۔ آپکا طرز معاشرت۔ آپ کا دوستوں اور دشمنوں سے سلوک بیوی اور رشتہ داروں سے برتاؤ۔ آپکا نمازیں پڑھنا۔ اور روزے رکھنا۔ آپ کا حج اور زکوٰۃ ان تمام باتوں کی تفصیل کہاں قرآن کے اندر ہے۔ اور سوائے اس کے کہ ہم آپ کے ہر ایک نقش قدم کو احادیث سے ہی پا سکتے ہیں۔ اور کونسی راہ آپ کے اسوہ حسنہ کو اس قدر تفصیلاً سند کے ساتھ معلوم کرنے کی ہے تاکہ ہم اس پر چل سکیں

بیان میں اختلاف ہے۔ اور بعض قصص وغیرہ غلط اور خلاف قرآن بیان ہوئے ہیں۔ جیسا کہ لم یکذب ابراہیم الا ثلثا۔ اسکے لئے موٹی بات ہے کہ جو امور کل امت کے تعامل میں آچکے ہیں اور تواتر قومی ان کی صحت پر شاہد ہے۔ تو بہر حال قبول کر لینے کے قابل ہیں۔ لیکن جن امور میں جس حد تک اختلاف ہے اسی حد تک وہ ظن کے . . کے نیچے ہیں۔ اور ان میں سے جو جس قدر زیادہ صحت اپنے اندر رکھتا ہے۔ وہی اسی قدر زیادہ قابل تمسک ہے۔ اگر کوئی بات قرآن کے صریحاً مخالف ہے۔ اور کسی طرح اسکی تاویل نہیں ہو سکتی تو اسے ترک کر دیا جائے اور اگر تاویل ممکن ہو۔ تاویل کرکے قرآن کے مطابق کر لیا جائے۔ نہ تو احادیث کے اختلاف سے ڈر کر ان سب پر ہی پانی پھیر دیا جائے۔ اور سب کو ہی ترک کر دیا جائے۔ اور نہ ہی حدیث کی خاطر قرآن کو پس پشت ڈال دیا جائے۔

یہ وہ راہ ہے۔ جو افراط و تفریط کے دونوں پہلوؤں سے بچا کر صراط مستقیم پر ہمیں لا کھڑا کرتی ہے۔ اور یہی وہ راہ ہے جس پر چلنے کی اس زمانہ کے امام نے جو حکم و عدل ہو کر آیا ہمیں بالخصوص ہدایت کی ہے۔ یہ فیصلہ آپ نے اس زمانہ میں جبکہ مسلمان افراط تفریط کی راہوں پر گامزن ہو کر تشطط و اختلافات کا مرکز بن چکے اور سخت خانہ جنگیوں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ سُنایا۔ اور تمام آپس کے اختلافات کا یکقلم فیصلہ کر دیا۔

کوئی ہے جو اس پر غور کرے۔ اور اس حکم و عدل کے فیصلہ کو مان کر مسلمانوں کو اس تفرقہ کے گڑھے سے باہر نکالے؟

مسئلہ وفات حیات مسیحؑ اور ووکنگ مسلم مشن

معاصر پیسہ اخبار کا ایک نامہ نگار حضرت خواجہ صاحب سے یہ سوال کرتا ہے کہ

"وہ عیسائیوں کو کیا تعلیم دیتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ یہ تعلیم حنفی مسلمانوں کی ہے۔ یا یہ کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ اور زیر زمین مدفون ہیں۔ یہ تعلیم جماعت احمدیہ اور جماعت قادیانی اصحاب کی ہے۔ ایسا ہی مثلاً وہ نماز میں ہاتھ ناف پر باندھتے ہیں۔ یہ تعلیم فقہائے حنفیہ کی ہے۔ یا اہلحدیث اور قادیانی گروہ کی طرح سینہ پر علیٰ ہذالقیاس وہ کونسا طریقہ ہے۔ جس کو خود خواجہ صاحب اور ان کے زیر اثر نو مسلم اصحاب اختیار کر رہے ہیں"

اس کے جواب میں نامہ نگار کو صرف یہ بتا دینا ضروری ہے کہ خواجہ صاحب انگلستان میں عیسائیت کی تعلیم دینے نہیں گئے۔ بلکہ اسلام پھیلانے گئے ہیں۔ عیسائیوں کو تعلیم دینے سے اگر اس کی یہ مراد ہے کہ عیسائیوں کو عیسیٰ پرستی کی تعلیم دیتے ہیں۔ تو یہ غلط ہے۔ عیسیٰ پرستی تو وہاں پہلے سے رائج ہے۔ انہیں یہ کہنا کہ عیسیٰ علیہ السلام دو ہزار سال سے آسمان پر خدا تعالےٰ کے داہنے ہاتھ بیٹھے ہیں۔ اور اس وقت سے ابتک ان کے جسم میں نہ کوئی تغیر واقع ہوا ہے۔ اور نہ ان پر موت آئی ہے۔ اور پھر دنیا جس وقت شر و فساد سے بھر جائے گی تو وہ اس کی اصلاح کے لئے آئیں گے۔ اور خود امت محمدیہ کی بھی اصلاح کرکے اپنی ہی امت کو بڑھائیں گے یہ وہ باتیں ہیں۔ جن کا اسلام کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ عیسائیت ہی کی تائید ان سے ہوتی ہے۔ پس اگر نامہ نگار کا یہ منشا ہے کہ خواجہ صاحب وہاں عیسائیت کو پھیلایا کریں۔ تو خواجہ صاحب کا اسلام انہیں اس کی اجازت نہیں دیتا اور نہ اسکی وہاں ضرورت ہے۔ باقی یہ گمان کہ وہاں حیات مسیح کے مبلغ عیسائیت عقیدہ کی اشاعت کے ساتھ اسلام کی طرف بلائیں۔ اور انہیں مسلمان ہونے کے لئے کہیں۔ ایسا ہی ہے کہ گویا انہیں کہا جائے کہ بات تو وہی حق ہے جو تم مانتے ہو۔ عیسیٰ علیہ السلام ہیں تو واقعی خدا اور خدا کے بیٹے جن کا یہ ظاہر نشان ہے کہ وہ دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر الآن کما کان بیٹھے ہیں۔ لیکن پھر بھی تمہیں اسلام ہی کو ماننا چاہیئے ممکن ہے پیسہ اخباری نامہ نگار جیسے کوئی سمجھدار انسان وہاں بھی ایسے نکل آئیں۔ جو اس کی اس منطق کو اختلال ہوش و حواس پر مبنی قرار نہ دیں۔ لیکن جہاں تک مہذب طبائع کو ایسی تعلیم دینے کا سوال ہے۔ وہاں اس خیال کو لیکر کوئی شخص

معقول مذہب قرار پا سکتا ہے۔ نامہ نگار کو اگر ضرورت ہے تو خود جا کر دیکھ لے کہ ایسی تعلیم سے اسلام کی اشاعت ہوتی ہے یا عیسائیت کی۔

ناف پر ہاتھ باندھنے کو اشاعت اسلام سے کیا تعلق ہے

دوسرا سوال کہ ناف پر ہاتھ باندھتے ہیں یا سینہ پر اگر مضحکہ خیز نہیں تو کم از کم اس ملک کے لوگوں کی بلند خیالی اور اسلام سے واقفیت کو ظاہر کرنیوالا ضرور ہے بھلا جن لوگوں کا اسلام صرف ناف پر ہاتھ باندھنے پر آرہے ورنہ ہندوؤں کی طرح جہاں یہ جنیو کا دھاگا ٹوٹا اور کسی نے بجائے ناف کے سینہ پر ہاتھ باندھے۔ بس اسلام اس سے نکل گیا۔ اور وہ کافر کا کافر رہ گیا۔ وہ لوگ کس قدر روشن خیال اور معقول سمجھے جا سکتے ہیں۔ اور اس مذہب کو کسقدر بلند پایہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن نامہ نگار کو یاد رکھنا چاہیئے کہ خواجہ صاحب ناف یا سینہ پر ہاتھ باندھنے کی کوئی تعلیم نو مسلموں کو نہیں دیتے۔ وہ صرف انہیں اسلام سکھاتے ہیں۔ اور ان کے اقتدا جو لوگ وہاں نماز پڑھتے ہیں ان کو کوئی خاص ہدایت ہاتھ معقول کر ناف یا سینہ پر باندھنے کی نہیں اور نہ اس کی ضرورت ہے۔ جو جہاں ہاتھ باندھنے میں اپنے قلب کے اندر خضوع و خشوع پاتا ہے۔ وہ وہیں باندھ لیتا ہے۔ کوئی امتیاز اس کے کسی خاص جگہ ہاتھ باندھنے میں نہیں۔ حضرت خواجہ صاحب کے۔ مسلمانوں کے تمام فرقوں اور تمام ممالک کے مختلف الخیال مسلمان نماز پڑھتے ہیں۔ اور اپنے اپنے طرز پر ہاتھ باندھتے ہیں۔ کسی کو اس کا وہاں خیال بھی نہیں آیا کہ ناف کے اوپر باندھے ہیں یا سینہ پر لیکن ہمارے ہندوستانی بھائی ہیں کہ اسی پر اسلام کا دارو مدار سمجھتے ہیں۔ اور غیر ممالک میں بھی کسی فدائی اسلام کو اپنی ان دقیانوسی ملانہ بحثوں سے اسلام کو پھیلانے نہیں دیتے۔ بہتر تھا کہ نامہ نگار اس سوال کے ساتھ یہ بھی بتا دیتا کہ خواجہ صاحب کو کونسا طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ جس سے ان کے تمام چندہ دہندگان حنفی۔ اہل حدیث۔ نیچری اور شیعہ وغیرہ کے حسب منشا اسلام پھیلے۔ آیا انہیں ناف پر ہاتھ باندھنے کا حکم وہاں دینا چاہیئے اگر اس صورت میں اہل حدیث اور شیعہ کو آیا اعتراض کا حق نہ ہوگا۔ اور اگر ان میں سے کسی ایک کے حسب منشا کام کریں تو دوسرے فرقے بالخصوص ہمارے پیسہ اخباری نامہ نگار ہی منہ آ پڑینگے۔ ایسی حالت میں کیا کیا جائے؟ آیا اسلام کو پھیلانا چھوڑ دیا جائے اور بجائے اسلام کو پھیلانے کے وہاں بھی اندرونی جھگڑوں سے اسلام کو اور زیادہ بدنام کر لیا جائے۔ لیکن اس خدمت کیلئے بھی جناب نامہ نگار سے بڑھ کر اور کوئی موزون نہیں ہو سکتا۔ انہیں چاہیئے کہ اس قسم کی بحث کی کتابیں ایک دو آنہ کو بازار سے لے لیں اور . . . کوئی ان کے پاس وہاں آئے بس اسے آمین رفع یدین زور سینہ پر ہاتھ باندھنے کے خلاف ان میں سے وعظ سُنا دیا کریں۔ کچھ فتوے کی ڈگریں بھی ساتھ رکھیں۔ تاکہ ہر کہ شک آرد کافر گردد کے عمل نعوذ میں کوئی وقت واقعہ نہ ہو۔

لا تمنوا علیّ اسلامکم

یہی نامہ نگار صاحب اپنے نام کے نیچے "چندہ دینے والا" کے امتیازی القاب سے اپنے آپ کو ملقب کرکے گویا ایسے لغو سوالات کا اپنے آپ کو حقدار بتاتے ہیں اور احسان جتا کر اپنے حسب منشا کام ہونے کا دباؤ ڈالنا چاہتے ہیں۔ یہ صرف انہی کی خصوصیت نہیں۔ ہندوستان میں یہ مرض عام ہے کہ اگر کسی مفید کام کے لئے کوئی چندہ دیدے تو بس وہ سمجھ لیتا ہے کہ میں نے سب کچھ مول لے لیا۔ اب یہ کام میرے ہی حسب منشا ہونا چاہیئے یہی وجہ ہے کہ چندہ دینے والے بہت ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک اپنے ہی حسب منشا کام کرانا چاہتا ہے اور بار بار اسی چندہ کے نام سے دباؤ ڈالتا ہے۔ جس سے کام بجائے سنورنے کے بگڑ جاتا ہے۔

لیکن کیا ووکنگ مشن میں اسلام کی اشاعت کیلئے چندہ دینا حضرت خواجہ صاحب پر احسان کرنا ہے۔ یا جنہوں نے آجتک چندے دیئے ہیں انہوں نے ان کے اوپر احسان کئے ہیں۔ "والا" کے الفاظ کا مناسب جیج ہیں۔ اور اس . . . دینے والے نے کیوں اپنا نام ظاہر نہیں کیا۔ تاکہ اس کی تصدیق یا تکذیب ہو سکے۔ سوال یہ ہے کہ اس قسم کے اعلانات کیا مقصود ہے۔ آیا خواجہ صاحب پر احسان . . . چاہیئے کہ خواجہ صاحب کو اپنی ذات کے لئے ان چندوں کی نہ ضرورت ہے۔ اور نہ انہوں نے لئے ہیں۔ نہ یاد رکھنا چاہیئے احسان اگر انہوں نے کیا ہوگا تو اسلام پر جس کی اشاعت کے لئے وہ گئے ہیں یا محمد رسول اللہ صلعم پر جن کو منوانے کے لئے آپ نے یہ بیڑا اٹھایا ہے۔ لیکن ان کا بھی ایسے احسان جتانے والوں کو یہی جواب ہے کہ لا تمنوا علیّ اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھدٰکم للایمان ان کنتم صٰدقین۔ اسلام لانے کا (کہ جس کی غیرت کے لئے تم نے چندے دیئے) مجھ پر مت احسان رکھو بلکہ یہ تو اللہ کا تم پر احسان ہے۔ کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت کی۔ (اور تمہیں اس کی ترویج میں امداد دینے کی توفیق عطا فرمائی) اگر تم سچے ہو۔

کیا نامہ نگار پیسہ اخبار اور دیگر چندہ دہندگان جو اپنی امداد اسلام کو بہت بڑا احسان اپنے نزدیک سمجھتے ہیں۔ اسلام اور حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جواب کو پڑھ کر دیکھیں گے کہ ان کی زد کہاں پر پڑتی ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا لا تبطلوا صدقٰتکم بالمن والاذیٰ کالذی ینفق مالہ رئاء الناس ولا یؤمن باللہ والیوم الاخر الخ۔ ایمان والو اپنے صدقات کو احسان رکھ کر اور دکھ دے کر ضائع نہ کرو۔ اس شخص کی طرح جو لوگوں کے دکھانے کے لئے مال خرچ کرتا ہے۔ اور اللہ اور یوم آخر پر اس کا کوئی ایمان نہیں۔

امید ہے کہ نامہ نگار پیسہ اخبار کے لئے یہ جواب کافی ہوگا بشرطیکہ کوئی چندہ وغیرہ اس نے دیا ہو جو اسلام ہی کی اشاعت کے لئے دیا ہوگا (اگر دیا ہوگا) خواجہ صاحب کے لئے نہیں۔

آریہ سماج اور ہندوؤں کی دوسری سوسائٹیوں کی ہمدردانہ خدمات موجودہ بیماری میں

لاہور میں انفلوئنزا کے تباہی خیز انتشار کی وجہ سے غربا اور بیشمار بے سامان لوگوں کو جو مصیبت کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ اس سے نجات دلانے کے لئے ہندوؤں کی قریباً تمام سوسائٹیوں نے اپنے حسب استطاعت کوشش کی ہے۔ اور کر رہی ہیں۔ شہر کے تمام مناظر عام پر بہت سے ایسے اشتہار دکھائی دیتے ہیں۔ جن میں آریہ سماج، ہندو سبھا سناتن دھرم۔ اور دیگر سوسائٹیوں کی طرف سے یہ اعلان ہوا ہے۔ کہ انہوں نے ان مصائب میں ہاتھ بٹانے کیلئے ضروری اہتمام کیا ہے۔ یہ امداد مختلف طریقوں پر دینے کا انہوں نے تہیہ کیا ہے

(۱) مفت ڈاکٹر مہیا کرنا۔ بلکہ ایسے ڈاکٹر مقرر کر دیئے ہیں جو حسب ضرورت مفت بیماروں کے گھروں پر جا کر علاج کر سکیں۔

(۲) مفت دوائی دینا۔

(۳) ایسے آدمی مقرر کئے ہیں جو ہندوؤں کی مختلف گلی کوچوں میں پھر کر یہ معلوم کرتے اور آوازیں دیتے ہیں کہ کسی کو کونسی امداد کی ضرورت ہے۔

(۴) جن گھروں میں کوئی پانی دینے اور تیمارداری کرنیوالا نہیں وہاں تیمارداری کے لئے خاص آدمی مقرر کر دیئے ہیں

(۵) دودھ اور دیگر اغذیہ مفت بہم پہنچائی جاتی ہیں۔

یہ وہ کام ہے جو ان لوگوں نے کرنا شروع کیا ہے۔ جن کیلئے مسلمانوں کے پاس سوائے دوزخ جہنم کے فتوے کے اور کچھ نہیں۔ لیکن وہ جنہوں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدائیں لگانا اپنا شغل بنا رکھا ہے۔ اور جو اسلام جیسے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تعلیم دینے والے مذہب کے قائل ہیں۔ انہوں نے کیا کیا۔ کچھ خدمت انہوں نے بھی اپنے بھائی بندوں کی کرنے کا کم از کم ارادہ اور عہد ہی کیا؟ کس قدر روپیہ غربا کے علاج اور دوائی وغیرہ کے لئے انہوں نے وقف کیا۔ افسوس ہے کہ اس کا جواب ہمارے

نکالنا اور چندوں کی بیشمار رقوم جمع کرکے صدقات کے نام سے خود ہضم بلاؤ زردے اُڑانا انہوں نے شغل بنا رکھا ہے اور تو کوئی کام نظر نہیں آتا۔ جو انہوں نے کیا ہو۔ صرف لاہور ہی نہیں فیروزپور اور کانپور میرٹھ۔ آگرہ۔ اور دیگر مقامات سے بھی ہندوؤں کی طرف سے ایسی ہی امدادی کوششوں کی اطلاعات معاصر ہم کو پہنچی ہیں جن میں مسلمانوں کو بھی ایسا ہی کام کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ پھر معلوم نہیں نرا کلمہ طیبہ کے پڑھ لینے اور اس زبانی جمع خرچ سے مسلمان کیونکر اپنے آپ کو بہشت کے ہی ٹھیکیدار سمجھتے اور دوزخ کی آگ کو اپنے لئے حرام جانتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو کام پسند ہے نہ کہ نرا نام۔ اسکے دربار سے تو ایک بُت پرست بھی نیک اجر پا سکتا ہے۔ اگر اُس نے کوئی نیک کام کیا ہو۔ اور کوئی مسلمان کہلا کر اسلام پر عامل نہ ہو۔ تو دوہری سزا کا مستحق ہے۔ ان لیس للانسان الا ما سعٰی وان سعیہ سوف یریٰ ثم یجزٰیہ الجزاء الاوفیٰ اس کا ایک قانون ہے۔ جو اس پر جتنا عامل ہوگا۔ اُتنا ہی اجر پائیگا۔

پریزیڈنٹ ولسن کا جواب جرمن کو

گذشتہ اشاعت کے خبروں کے صیغہ میں پریزیڈنٹ ولسن کا وہ آخری جواب نقل کیا گیا تھا۔ جو انہوں نے جرمنی کو صلح کے متعلق دیا ہے۔ چونکہ یہ جواب ایک لوکل ہمعصر سے اخذ کیا گیا تھا۔ اور اسکے ترجمہ میں معاصر موصوف سے بعض اغلاط ہوگئی ہیں۔ اس لئے ذیل میں اس جواب کا صحیح ترجمہ دیدینا ضروری ہے۔ پریزیڈنٹ کی طرف سے مسٹر رابرٹ لینسنگ وزیر خارجیہ امریکہ نے جواب دیتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ ہر امر جرمن گورنمنٹ سے معلوم کر چکنے کے بعد کہ اسکو وہ تمام شرائط جو پریزیڈنٹ ولسن نے ۸ جنوری ۱۹۱۸ء کو ممالک متحدہ امریکہ کے ایڈریس کانگریس میں پیش کی تھیں۔ نیز وہ شرائط جو ۲۷ ستمبر کے ایڈریس میں پیش کی گئی تھیں تمام و کمال منظور ہیں اور جرمن گورنمنٹ اُن شرائط کے نفاذ پر ایک تفصیلی بحث کرنا چاہتی ہے۔ نیز اس خواہش و غرض کا اظہار اُن لوگوں کی زبان سے نہیں ہوا ہے جو اب تک جرمن پالیسی کے روح رواں رہے ہیں اور جنہوں نے موجودہ جنگ جرمنی کے مفاد کو ملحوظ رکھکر چھیڑی ہے بلکہ اُن وزراء کی طرف سے سُننے کے بعد جو رئیشتاگ اور جرمنی کی ایک بڑی جماعت کی نیابت کر رہے ہیں نیز موجودہ جرمن گورنمنٹ کے متعدد وعدے حاصل کرنے کے بعد جس میں اُس نے کہا ہے کہ آیندہ سے خشکی و سمندر میں جرمنی کی فوج مہذب دنیا کے قوانین مدد دی کو [illegible] طور پر ملحوظ رکھیگی۔ پریزیڈنٹ ممالک متحدہ کو التوائے جنگ کے مسئلہ کو [illegible] ان گورنمنٹوں کے سامنے جنکے ساتھ ممالک متحدہ (امریکہ) کی گورنمنٹ شریک ہے پیش کرنیکو تیار نہیں ہیں بلکہ وہ یہ کہنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ وہ التوائے جنگ کے مسئلہ کو غور و بحث کیلئے [illegible] اتحادیوں کے سامنے پیش کرسکینگے جب وہ یہ سمجھ لینگے کہ ممالک متحدہ (امریکہ) اور اُنکی حلیف طاقتوں کو یہ اختیار دیدیا گیا ہے کہ وہ اپنی حسب مرضی شرائط کو قبول کرائیں [illegible] فسادات کی دوبارہ تجدید ناممکن ہو جائے لہذا پریزیڈنٹ نے اپنی اور موجودہ جرمن گورنمنٹ کی مراسلت کو ممالک متحدہ (امریکہ) کی شریک حال گورنمنٹوں کو بھیجا ہے۔ [illegible] اُنکا ارادہ ان شرائط پر جنکا اظہار کیا جا چکا ہے صلح کرلینے کا ہے اور اس کے ساتھ یہ خواہش کی ہے کہ ممالک متحدہ (امریکہ) کے فوجی مشیر اور دیگر اتحادی گورنمنٹوں کے فوجی مشیروں سے اس امر کی خواہش کیجائے کہ وہ اپنی گورنمنٹوں کے روبرو التوائے جنگ کی ایسی شرائط پیش کریں جنسے موجودہ جنگی حالت کا پورا تحفظ کیا جاسکے [illegible] امن و اطمینان کے ساتھ [illegible] سے اپنی حسب مرضی شرائط صلح طے کر سکیں [illegible] فوجی و جنگی نقطہ نظر سے ایسا التوائے جنگ ممکن خیال کرسکیں۔ اگر التوائے جنگ کی کوئی ایسی شرائط یا تجویز کیجائیں اور جرمنی انکو منظور کرلے تو اس سے ہمیں بہت بڑا ثبوت اس بات کا ملیگا کہ شرائط صلح کے ماننے میں جن پر در اصل تمام باتوں کا دارومدار ہے وہ زیادہ لیت و لعل نہ کرے گا۔ پریسیڈنٹ اگر بہ صفائی سے اُن وجوہ کو بیان نہ کریں جن کی وجہ سے اُنکو مجبوری قدم کی ضرورت معلوم ہوتی ہے [illegible] انہیں اخلاقی جرأت نام کی نہیں ہے جرمنی کے وزیر خارجیہ کی ۲۰ اکتوبر کی یادداشت سے کہ انقلاب حکومت کی ضرورت و اہمیت واضح ہوتی ہے [illegible] جرمن کے لوگ تمام و کمال گورنمنٹ کے [illegible] موجودہ انتظام جو اس وقت کیا گیا ہے وہ مستقل ہے اور نہ اس کی کوئی ضمانت کی جاسکتی ہے کہ اب اس میں کوئی تغیر و تبدل واقع نہ ہوگا [illegible] مشکلات کی [illegible] کہ آیندہ کی جنگوں کا انسداد ہو [illegible] لوگوں نے [illegible] ظاہر ہے کہ جرمنی نے [illegible] خسروں کو [illegible] اپنی مرضی پر چلانے [illegible] کرنے کا حق [illegible]

مولوی ثناء اللہ اور حضرت مسیح موعود کے دیگر مکفرین کے ساتھ اصولی بحث

(۱)

مولوی ثناء اللہ اپنے اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۶ اگست اور ۲۰ ستمبر ۱۹۱۸ء میں احمدیوں کے ساتھ اصولی بحث کرنے کا اعلان کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ تحریر کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی دربارہ آسمانی نکاح پوری نہیں ہوئی۔ اس لئے وہ اپنے دعوے مسیحیت اور مہدویت میں سچے نہیں سمجھتے۔ اور یہ ایک اصول قرار دیتے ہیں کہ جس مامور من اللہ کی پیشگوئی پوری نہ ہوسکے وہ کاذب ہوتا ہے۔

(۱) باوجودیکہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود کی صداقت کے متعلق ہزارہا دلائل دیئے گئے اور کئی ایک رسائل اور کتب تصنیف کی گئی ہیں۔ اور کئی دفعہ بتلایا جاچکا ہے کہ جیسا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ عرصہ پہلے کئی لوگوں نے عرب میں بُت پرستی کے زمانہ میں توحید کی اشاعت کرنا شروع کی۔ مگر چونکہ وہ مامور من اللہ نہیں تھے۔ اس لئے وہ کوئی جماعت قائم نہ کرسکے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے چونکہ نبی ہو کر توحید کی اشاعت کرنا شروع کی اسلئے آپ کے ہاتھوں سے ایک ایسی جماعت تیار ہوئی جس نے دنیا کے چاروں طرف توحید کا ڈنکا بجا دیا۔ بجنسہٖ حضرت مرزا غلام احمد صاحب سے پہلے بھی لوگوں نے وفات مسیح کی اشاعت کرنا شروع کی مگر چونکہ وہ نہ تو قرآن اور حدیث سے اسکو ثابت کرسکے اور نہ وہ مامور من اللہ تھے اس لئے وہ کوئی جماعت قائم نہ کرسکے۔ جو کہ اشاعت اسلام کی خدمات بجا لاتی۔ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب مامور من اللہ تھے اس لئے اُن کے ہاتھوں سے ایک ایسی جماعت تیار ہوئی جس نے چاروں طرف وفات مسیح کا ڈنکا بجا دیا۔ اور اشاعت اسلام کی خدمات کو خوب سرگرمی سے ادا کر رہی ہے۔ مگر پھر بھی مولوی ثناء اللہ وغیرہ بار بار یہی کہتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت دو۔ اصل بات یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ اور دیگر مکذبین کو حق کی تلاش سے کوئی غرض نہیں اور نہ ہی صداقت کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اگر حق کی تلاش ہو۔ اور حضرت مرزا غلام احمد کی صداقت کے دلائل کو سُنکر فیصلہ کرنا چاہیں۔ تو اُن کو لازم ہے کہ اول ...... وفات مسیح کو تسلیم کریں۔ اور پھر اس کے بعد مرزا صاحب کی صداقت کے متعلق بحث کریں۔ کیونکہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کہ مولوی ثناء اللہ یا دیگر مکذبین دربارہ وفات مسیح قرآن مجید اور حدیث شریف کی تو تکذیب کرتے جائیں اور مسیح موعود کی صداقت پر جس کا مہر قرآن شریف اور حدیث شریف کے بعد ہے بحث کرنی شروع کردیں۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا یہ دعوےٰ تھا۔ کہ حضرت عیسیٰ فوت ہوچکے ہیں۔ اور خدا نے مجھکو مسیح موعود مامور کرکے بھیجا ہے۔ اب اس دعوے کے پہلے حصہ کی صداقت کو سمجھنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ ہم پہلے قرآن مجید اور حدیث شریف کو غور سے دیکھیں کہ واقعی حضرت عیسیٰ فوت ہوچکے ہیں یا نہیں جب تک مولوی ثناء اللہ یا دیگر مکذبین وفات مسیح کو تسلیم کرکے قرآن شریف اور احادیث کے فیصلہ کو نہ مان لیں ان کو ہرگز ہرگز حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے دعوے مسیحیت اور مہدویت کی سمجھ نہ آویگی کیونکہ ایسے لوگوں کو جو کہ قرآن کریم کی آیات اور حدیث شریف کے فیصلہ کو جھٹلائیں یہ بھی ایک قسم کی سزا دیجاتی ہے کہ وہ خدا کے مامور کے دعوے کو نہ سمجھ سکیں۔ بھلا یہ کب ہوسکتا ہے کہ دلوں میں تو حضرت عیسیٰ کی حیات اور اُن کے دنیا میں دوبارہ آنے کی محبت رچ رہی ہو۔ اور پھر حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود تسلیم کرلیا جاوے۔ ایسے مکذبین پر اُن لوگوں کی مثال صادق آتی ہے جن کے دلوں میں بچھڑا پوجنے کی محبت رچ رہی تھی۔ بھلا وہ خدا کے حکموں کو کیونکر تسلیم کریں۔ مندرجہ ذیل آیات کو ملاحظہ فرمائیے۔

خذوا ما اتیناکم بقوۃ واسمعوا قالوا سمعنا و عصینا واشربوا فی قلوبھم العجل بکفرھم۔

[illegible] جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے مضبوط تھام لو۔ اور اس کو جو لکھا ہے وہ سنو۔ انہوں نے کہا ہم نے سُن لیا۔ لیکن عمل نہیں کرینگے۔ اور دلوں میں ان کے کفر کی وجہ سے بچھڑے کی [illegible] رچ گئی تھی۔ (پارہ پہلا۔ سورہ بقر۔ رکوع ۱۱)

جب تک [illegible] وفات مسیح اور مسیح کے دنیا میں دوبارہ آنے کے عقیدہ کو دلوں سے نہ نکالا جائیگا۔ اور قرآن مجید اور حدیث شریف کی

مولوی ثناء اللہ اور دیگر مکذبین حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے دعوے مسیح موعود اور مہدی کی تکذیب کرتے رہینگے آپ لوگ ہرگز نہیں مانینگے خواہ ہم کتنے ہی مرزا صاحب کی صداقت کے دلائل دیویں۔

(۲) بعض عقلمند یہ کہدیتے ہیں۔ کہ وفات مسیح پر کیوں بحث کی جاتی ہے کیا آپ لوگوں نے حضرت مسیح کا کوئی ورثہ لینا ہے۔ ان کو یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ نبیوں کا تو کوئی ورثہ ہوتا ہی نہیں۔ وفات مسیح پر صرف اس لئے بحث کی جاتی ہے کہ جب کبھی آپ لوگوں سے سوال کیا جاتا ہے۔ کہ اگر بقول تمہارے مرزا غلام احمد صاحب سچے مسیح موعود نہیں ہیں۔ تو پھر سچا مسیح موعود کون ہوگا۔ تو آپ فوراً کہدیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ۔ تو پھر وفات عیسیٰ پر بحث کرنی پڑتی ہے تاکہ آپ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے۔ کہ جس مسیح موعود کے منتظر بیٹھے ہیں وہ تو فوت ہوچکا ہے۔ اگر آج آپ لوگ اس بات کا اعلان کردیویں کہ ہم حضرت عیسیٰ کے دنیا میں دوبارہ آنے کے منتظر نہیں ہیں اور نہ ہم ان کا مسیح موعود ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ کوئی اور شخص مسیح موعود ہوگا۔ تو پھر ہم کبھی بھی آپ سے وفات مسیح پر بحث نہ کرینگے۔ مگر اس بات کو مکذبین سمجھ لیں ذہن نشین کریں کہ ان کا صرف یہی فرض نہیں ہے۔ کہ مرزا غلام احمد صاحب کے دعوے پر بحث کریں۔ بلکہ اُن کا اولین فرض یہ ہے۔ کہ اپنے سچے مسیح موعود کو مرزا صاحب کے مقابلے پر پیش کریں۔ کہ وہ کون ہوگا۔ کہاں سے آئیگا۔ کیا کام کریگا۔ مگر مولوی ثناء اللہ اور دیگر مکذبین کبھی بھی وفات مسیح کی صداقت کو جو کہ قرآن کریم اور احادیث شریف سے ظاہر ہوتی ہے تسلیم نہیں کرینگے کیونکہ وفات مسیح کو تسلیم کرکے اُن کے لئے نزول ابن مریم کی حدیث کا ظاہر الفاظ میں پورا ہونا ثابت کرنا ایک ایسا اہم مسئلہ ہے جو آجتک اُن سے حل نہیں ہوسکا۔ اور نہ حل ہوگا۔ کیونکہ اس مسئلہ کا حل کرنا گویا اپنے ہاتھ سے اہلحدیث فرقہ کی بنیاد کو گرانا ہے۔

حدیث کے یہ لفظ ہیں۔ ان سعید بن المسیب سمع اباھریرۃ قال قال رسول اللہ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب و یفیض المال حتی لا یقبل احد تکون السجدۃ الواحدۃ خیر من الدنیا وما فیھا۔ سعید بن مسیب نے حضرت ابوہریرہ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ضرور بالضرور تم میں ابن مریم حکم اور عدل ہوکر نزول فرمائیگا اور وہ صلیب کو پاش پاش کریگا اور جنگ کو اُٹھا دیگا۔ اور مال اسقدر دیگا کہ کوئی بھی اسکو قبول نہ کریگا۔ اور اسوقت زمانہ کی حالت ایسی ہوگی کہ صرف ایک سجدہ بھی کرنا دنیا وما فیہا سے بہتر ہوگا۔ (بخاری جلد اول صفحہ ۴۹۰)

اگر مولوی ثناء اللہ یا دیگر مکذبین وفات مسیح کو تسلیم کرتے ہیں تو براہِ مہربانی مندرجہ بالا حدیث کا جسکو رسول اللہ صلعم نے قسم کھا کر بیان فرمایا۔ ظاہر الفاظ میں پورا ہونا ثابت کریں۔ اگر اس حدیث کا ظاہر الفاظ میں پورا ہونا ثابت نہ کرسکیں تو پھر اپنے اس مقرر کردہ اصول کے مطابق کہ جس رسول کی پیشگوئی ظاہر الفاظ میں پوری نہ ہو۔ وہ کاذب ہوتا ہے۔ یا تو رسول اللہ صلعم کی کھلم کھلا تکذیب کریں۔ جیسا کہ اپنے اصول کے مطابق مرزا غلام احمد صاحب کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور یا اپنے اس اصول کو غلط قرار دیں اور مرزا صاحب کی صداقت کو مان لیں۔ اور اگر اس حدیث کی جو کہ ظاہر الفاظ میں پوری نہیں ہوئی۔ تاویل کرکے بھی آنحضرت صلعم صادق رسول اور نبی سمجھے جائیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی بعض پیشگوئیوں کی بقول مکذبین کے ظاہر الفاظ میں پوری نہیں ہوئیں تاویل کرکے آپ کو صادق نہ سمجھا جائے۔

(۳) اگر مولوی ثناء اللہ یا دیگر مکذبین مندرجہ بالا حدیث کے الفاظ ابن مریم سے حضرت عیسیٰ ہی مراد لیتے ہیں اور اُن کے دنیا میں دوبارہ آنے کا عقیدہ رکھتے ہیں تو پھر براہِ مہربانی وہ حضرت عیسیٰ کو زندہ ماننے والوں کو چیلنج اور رسالہ مسلمانو اسلام اور وفات عیسیٰ مرتبہ خاکسار قیمت ۱/ جن کا جواب عرصہ دو سال اور آٹھ ماہ سے مولوی ثناء اللہ اور مولوی ابراہیم سیالکوٹی نے آجتک نہیں دیا۔ کی تردید کرکے بتلایا جائے۔ کہ یہ حدیث قرآن شریف کی کس آیت کی تفسیر ہے اور اس مندرجہ بالا حدیث کو مندرجہ ذیل آیات اور حدیث کے مطابق کرکے حیات مسیح کو ثابت کردیا جاوے۔ اگر حیات مسیح کو ثابت کردیا تو پھر مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونے کا دعوے خود بخود باطل ہو جائیگا۔

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

آیات متعلق وفات مسیح حسب ذیل ہیں:-

واذ قال اللہ یعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ قال سبحٰنک ما یکون لی

ان اقول ما لیس لی بحق ۰ ان کنت قلتہ فقد علمتہ ۰ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک ۰ انک انت علام الغیوب ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم ۰

(پارہ ۷ سورۃ المائدہ ۔ رکوع ۱۶) جب اللہ تعالیٰ نے کہا ۔ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے ۔ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھکو اور میری ماں کو بھی اللہ کے سوا خدا بنالو ۔ کہا کہ تو پاک ہے مجھ سے کہیں یہ ہوسکتا ہے کہ میں وہ بات کہوں جو ناحق ہے ۔ اگر میں نے یہ کہی ہوگی ۔ تو تجھکو ضرور معلوم ہوگی ۔ تو تو میرے دل کی بات جانتا ہے اور میں تیرے دل کی بات نہیں جانتا ۔ بیشک تو ہی غیب کی باتیں خوب جانتا ہے ۔ میں نے تو اُن سے وہی کہا تھا ۔ جو تو نے مجھکو حکم دیا تھا اور کچھ نہیں ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو پوجو ۔ جو میرا مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے جب تک میں اُن میں رہا اُن کا حال دیکھتا رہا ۔ پھر جب تو نے مجھکو وفات دیدی تو تو ہی اُنکا نگہبان رہا ۔

فلما توفیتنی کے معنے بقول تمہارے (پس جب تو نے مجھکو زندہ اٹھالیا کے ہیں) تو پھر کس واسطے مندرجہ ذیل حدیث میں فلما توفیتنی کا ترجمہ (پس جب تو نے مجھکو وفات دیدی) کیا جاتا ہے

عن ابن عباس انہ یجاء برجال من امتی فیؤخذ بھم ذات الشمال فاقول یا رب اصیحابی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم (صفحہ بخاری ۶۶۵ و ۶۹۳) یعنی قیامت کے روز بعض لوگ میری امت میں سے آگ کی طرف لائے جائینگے تب میں کہونگا کہ اے میرے رب یہ تو میرے اصحاب ہیں ۔ تب کہا جائیگا ۔ کہ تجھے اُن کاموں کی خبر نہیں جو تیرے پیچھے ان لوگوں نے کئے ۔ سو اُس وقت میں وہی بات کہونگا جو ایک نیک بندہ (حضرت عیسیٰ) نے کہی تھی ۔ میں جب تک اُن میں تھا ۔ اُن پر گواہ تھا ۔ پھر جب تو نے مجھکو وفات دیدی تو اُسوقت تو ہی اُن کا نگہبان تھا ۔ کیا یہ گمراہی نہیں ہے کہ فلما توفیتنی کے معنے آنحضرت کے حق میں وفات کے لئے جائیں اور انہیں لفظوں کا ترجمہ حضرت عیسیٰ کے متعلق آسمان پر مع جسم کے زندہ اٹھانے کا کیا جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ کے ساتھ خاص طور پر یہ وعدہ تھا انی متوفیک و رافعک الی کہ میں تجھکو وفات دونگا اور اٹھاؤنگا ۔ پھر یہ کیسے یقین ہوسکتا ہے کہ جس کے ساتھ ایسا وعدہ ہو اُسکو وعدہ کے خلاف زندہ اٹھالیا جائے ۔ کیا خدا کا وعدہ ایسا ہی پورا ہوا کرتا ہے؟ سبحان اللہ!

(۴) دوستو! جب حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے حضرت عیسیٰ کا بیان فلما توفیتنی جسکے معنوں پر ہم آپس میں مختلف معنی لیکر جھگڑا کر رہے ہیں ۔ اپنے حق میں بھی یہی الفاظ فلما توفیتنی کہکر اسکے معنے (پھر جب تو نے مجھکو وفات دیدی) کا فیصلہ کرکے یہ ثابت کردیا ۔ کہ جس طرح حضرت عیسیٰ کی امت اُنکی وفات کے بعد گمراہ ہوئی اسی طرح میری امت کے بعض لوگ میری وفات کے بعد گمراہ ہونگے ۔ مذکورہ بالا حدیث کو غور سے ملاحظہ کیجئے ۔ تو پھر یہ فیصلہ آپ لوگوں کو کیوں منظور نہیں ہے اور کس واسطے حضرت محمد رسول اللہ کے فیصلہ شدہ معنوں کو چھوڑکر اور معنے کئے جاتے ہیں کیا آپ مومن نہیں ہیں؟

مندرجہ ذیل آیت کو پڑھکر جواب دیجئے ۔ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ۔ (اے پیغمبر) قسم تیرے پروردگار کی وہ مومن نہ ہونگے جب تک اپنے جھگڑوں کا فیصلہ تجھ سے نہ کرائیں پھر تیرے فیصلہ سے اُن کے دلوں میں اداسی نہ ہو اور مانکر منظور کرلیں (پارہ ۵ ۔ سورۃ نساء رکوع ۹)

اگر مندرجہ بالا آیت پڑھکر بھی آپ لوگوں کو فلما توفیتنی کا ترجمہ (پھر جب تو نے مجھکو وفات دیدی) جو کہ حضرت محمد رسول اللہ نے عیسیٰ کی طرح اپنے حق میں کہکر فیصلہ کردیا ہے منظور نہ ہو تو پھر اپنے مومن ہونے کا ثبوت دیجئے کیا اب بھی آپ اُس فرقہ کو جو کہ حضرت محمد رسول اللہ کے اس فیصلہ کو سچا تسلیم کرکے حضرت عیسیٰ کو فوت شدہ مانتا ہے ۔ گمراہ کہو گے ۔ اور اپنے آپکو حضرت محمد رسول اللہ کے فلما توفیتنی کے فیصلہ شدہ معنوں (پھر جب تو نے مجھکو وفات دیدی) منظور نہ کرکے مومن ہی سمجھو گے ۔ مندرجہ ذیل آیت کو غور سے پڑھکر جواب دیجئے وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا ۰ اور کسی مسلمان مرد یا مسلمان عورت کے لئے یہ نہیں ہوسکتا کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کردیں ۔ پھر اُن کو اس بات میں کوئی اختیار رہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کا فرمانہ مانے تو وہ کھلا گمراہ ہوچکا ۔ (پارہ ۲۱ ۔ سورہ احزاب رکوع ۵)

جھٹ چھوڑ دیجئے بس اب سر انصاف آئیے ۰ انکار ہی رہیگا میری جان کب تلک

(۵) اگر بقول تمہارے عقیدہ میں ... جواب یا سا کے معنی ہوگا ۔ واذ قال اللہ یعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ ۰ قال سبحنک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ۰ ان کنت قلتہ فقد علمتہ ۰ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک ۰ انک انت علام الغیوب ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم (پارہ ۷ ۔ سورہ مائدہ رکوع ۱۶)

جب اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا ۔ کہ مجھکو اور میری ماں کو بھی اللہ کے سوا خدا بنالو کہا کہ تو پاک ہے ۔ مجھ سے کہیں ہوسکتا ہے کہ میں وہ بات کہوں جو ناحق ہے ۔ اگر میں نے یہ کہی ہوگی تو تجھکو ضرور معلوم ہوگی ۔ تو تو میرے دل کی بات جانتا ہے اور میں تیرے دل کی بات نہیں جانتا ۔ بیشک تو ہی غیب کی باتیں خوب جانتا ہے میں نے تو اُن سے وہی کہا تھا جو تو نے مجھکو حکم دیا تھا ۔ اور کچھ نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کو پوجو جو میرا مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے ۔ جب تک میں اُن میں رہا ۔ اُن کا حال دیکھتا رہا ۔ پھر جب تو نے مجھکو وفات دیدی ۔ تو تو ہی اُن کا نگہبان رہا ۔ تب حضرت عیسیٰ کا مذکورہ بالا جواب کہاں تک سچا ہوسکتا ہے کیونکہ یہ جواب صرف اسی وقت کے متعلق ہے جبکہ لوگ خدا کو پوجتے تھے ۔ مگر بقول آپ لوگوں کے جب حضرت عیسیٰ قیامت سے پہلے دوبارہ تشریف لائینگے تو لوگوں کو دیکھینگے کہ انہوں نے اُنکو اور اُنکی والدہ کو خدا بنا رکھا ہے تو پھر کس واسطے حضرت عیسیٰ قیامت کے دن اس گمراہ زمانے کے دیکھے ہوئے واقعات کا بیان نہ کرینگے ۔ کیا ایک عظیم الشان نبی خواہ وہ بطور امام یا مجدد کے ہی دوبارہ آوے ایسا کرسکتا ہے ۔ قیامت سے پہلے لوگوں کے مختلف عقائد کے واقعات کو دیکھے اور قیامت کے دن احکم الحاکمین کے پوچھنے پر ایک زمانہ کے لوگوں کے عقائد کو ظاہر کرے ۔ اور دوسرے زمانہ کے لوگوں کے دیکھے ہوئے عقائد کو چھپا دیوے ۔ اس چھپانے کی سزا کو بھی سن لو ۔ ومن اظلم ممن کتم شھادۃ عندہ من اللہ ۰ اور اُس سے بڑھکر کون ظالم ہوگا ۔ کہ خدا کی گواہی کو جو اُس کے پاس ہو چھپاوے ۔ (پارہ ۱ ۔ سورہ بقر رکوع ۱)

اے حضرت عیسیٰ کے زندہ ماننے والو! اس عقیدہ سے توبہ کرو ۔ کہ وہ زندہ ہیں ۔ اور دوبارہ تشریف لائینگے ۔ اور وہی مسیح موعود ہونگے ۔ اور اُن کو ظالم مت بناؤ ۔ براہ مہربانی بتلا دیا جائے ۔ کہ جب تک حضرت عیسیٰ اپنی امت میں رہے اُس کا کیا حال دیکھتے رہے ۔ آیا خدا کا پرستش کیا جانا یا خدا کو چھوڑکر اُن کا اور اُن کی والدہ کا خدا بنایا جانا ۔

(۶) جب بقول تمہارے ابھی تک خدا نے حضرت عیسیٰ کو وفات نہیں دی ۔ اور نہ اُس نے ابھی تک اپنی امت کے گمراہ ہوجانیکے متعلق کچھ جواب دیا ہے ۔ تو پھر کس واسطے حضرت محمد رسول اللہ نے فرمایا کہ میں اپنی امت کے بعض لوگوں کے گمراہ ہوجانے کے متعلق وہی جواب دونگا جو حضرت عیسیٰ نے اپنی امت کے گمراہ ہوجانے کے متعلق دیا ۔ اگر آپکو خدا نے حضرت عیسیٰ کا بیان اپنے علم غیب سے بتلا دیا تو پھر دونوں رسولوں کا جواب ایک کیوں ہے جبکہ دونوں پیغمبروں کی امتوں کے لوگوں کے گمراہ ہوجانیکے واقعات مختلف ہیں

(۱) حضرت عیسیٰ کی بقول تمہارے امت کے لوگ اُنکی وفات کے بعد گمراہ نہیں ہوئے ۔	(۱) حضرت محمد رسول اللہ کی امت کے لوگ جو گمراہ ہوئے وہ آپکی وفات کے بعد گمراہ ہوئے
(۲) حضرت عیسیٰ دوبارہ آکر اپنی امت کے لوگوں کو گمراہ شدہ دیکھینگے	(۲) حضرت محمد رسول اللہ نے اپنی امت کے لوگوں کو گمراہ شدہ نہیں دیکھا
(۳) حضرت عیسیٰ کی امت کے لوگ اُنکے زندہ مع جسم کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد گمراہ ہوئے ۔	(۳) حضرت محمد رسول اللہ کی امت کے جو لوگ گمراہ ہوئے وہ آپکے فوت ہونیکے بعد گمراہ ہوئے ۔

کیا ایک جج کی عدالت میں دو گواہ گواہی دینے کے لئے پیش ہوں اور اُن میں سے ایک گواہ گواہی دیوے اور دوسرا گواہ اپنی گواہی کے جواب میں یہی کہے کہ میں وہی کہوں گا ۔ کہ جو پہلے گواہ نے کہا اور اس طرح اُن دونو گواہوں کا بیان ایک ہی زبان میں ایک ہو تو اُن گواہوں کے ایک بیان کے معنے اور مطلب ایک سمجھے جائینگے یا علیحدہ علیحدہ ۔ جاؤ کسی قانون دان سے پوچھکر مع مثال کے جواب دو ۔

(۷) کیا حضرت محمد رسول اللہ کا قیامت کے روز اپنی امت کے گمراہ شدہ لوگوں کے متعلق حضرت عیسیٰ کے ہی لفظوں میں جواب دینا درست ہے؟ جبکہ آپ کی امت کے لوگ آپکی وفات کے بعد گمراہ ہوئے ۔ اور آپ نے اپنی امت کے گمراہ شدہ لوگوں کو نہیں دیکھا اور حضرت عیسیٰ کی امت کے لوگ بقول تمہارے اُنکی وفات کے بعد گمراہ نہیں ہوئے اور انہوں نے اپنی امت کو گمراہی کی حالت میں دیکھا ۔ اور اگر حضرت عیسیٰ کی امت کے لوگ بھی اُنکی وفات کے بعد گمراہ ہوئے ۔ اور انہوں نے اپنی امت کو گمراہی کی حالت میں نہیں دیکھا اور حضرت محمد رسول اللہ کا اپنی امت کے گمراہ شدہ لوگوں کے متعلق حضرت عیسیٰ کے ہی لفظوں میں جواب دینا درست ہے ۔ تو پھر تمہارا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور دوبارہ تشریف لائینگے اور اپنی امت کو گمراہ شدہ دیکھیں گے" باطل ....

....

دوستو! ایک پیغمبر نے اپنی امت کے لوگوں کو گمراہ شدہ دیکھا اور دوسرے پیغمبر نے اپنی امت کے گمراہ شدہ لوگوں کو نہیں دیکھا ۔ تو پھر دونوں رسولوں کا جواب ایک کیونکر ہوسکتا ہے ۔

(۸) اگر بقول تمہارے حضرت عیسیٰ ابھی تک زندہ ہیں اور دوبارہ آکر مرنے کے بعد قیامت کے روز اپنی امت کی گمراہی کے سوال کے جواب میں فلما توفیتنی (پھر جب تو نے مجھکو وفات دیدی) کہینگے تو پھر براہ مہربانی قرآن کریم وحدیث شریف سے ثابت کردیجئے کہ ابھی تک حضرت عیسیٰ کی امت گمراہ نہیں ہوئی بلکہ اسی تعلیم پر جو حضرت عیسیٰ نے دی تھی قائم ہے اور اُنکے دوبارہ آنے اور وفات پانے کے بعد گمراہ ہوگی اور وہ اپنی امت کو گمراہی کی حالت میں نہیں دیکھیں گے ۔ اگر حضرت عیسیٰ کا بیان فلما توفیتنی قیامت کے روز اُنکی امت کی گمراہی کے سوال کے جواب میں نہ ہوگا ۔ تو پھر حضرت محمد رسول اللہ اپنی امت کی گمراہی کے متعلق کیوں حضرت عیسیٰ کے بیان سے وہ ایک ہی جواب دینگے ۔ اور اگر حضرت محمد رسول اللہ کا اپنی امت کے بعض لوگوں کی گمراہی کے متعلق حضرت عیسیٰ کے لفظوں میں جواب دیکر یہ قرار دینا کہ میری امت کے بعض لوگ حضرت عیسیٰ کی امت کیطرح میری وفات کے بعد گمراہ ہونگے درست ہے تو پھر کس واسطے مندرجہ ذیل آیت پر غور کرکے حدیث فلما توفیتنی بخاری صفحہ ۶۶۵ کو سچا تسلیم کرکے کیوں اس بات کا یقین نہیں کیا جاتا ۔ کہ حضرت عیسیٰ کی امت بھی اُنکی وفات کے بعد گمراہ ہوئی ما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا ۔ جو کچھ رسول تمکو دے وہ لے لو ۔ اور جس سے روکے اُس سے باز آجاؤ ۔

(پارہ ۲۸ ۔ سورہ حشر ۔ رکوع ۱)

کیا مولوی ثناء اللہ اور دیگر منکرین مسیح موعود سے ہم امید کریں کہ وہ مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں اپنے مقررہ اصول کو صحیح ثابت کرینگے اور بتائینگے کہ اگر کسی پیشگوئی کا ظاہر الفاظ میں ہی پورا ہونا ضروری ہے تو آنحضرت صلعم کی پیشگوئی متعلق نزول ابن مریم آیات مندرجہ بالا کی روشنی میں کیا ہوئی ۔

خاکسار ۔ شمس الدین ہیڈ کلارک دفتر پرنسپل ۔ ایم ۔ اے ۔ او کالج علیگڑھ

رسیدات زر

فہرست چندہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۸ء

(معرفت شیخ الہ دین صاحب کمپوزیٹر)

نام	چندہ ماہوار		عید فنڈ
جناب بابو عبدالرحمن صاحب اسسٹنٹ میڈیکل برانچ	لعہ؍		عمہ؍
جناب مخدوم محمد اشرف صاحب بی ۔ اے	للعہ		عمہ؍
جناب شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر گورنمنٹ پریس	عہ؍		عمہ؍
جناب منشی محمد لطیف صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ پریس	•		۱۲؍
حضرت امیر قوم جناب مولوی محمد علی صاحب	•		عمہ؍
جناب منشی امام خان صاحب سیالکوٹی	عمہ؍		•
مخدوم محمد اشرف صاحب بی ۔ اے ... زکوٰۃ	•	ھے؍	•
شیخ الہ دین صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ پریس	۸؍	•	عمہ؍
منشی عبدالرحیم صاحب نقشہ نویس ریلوے بورڈ	•	•	عمہ؍
بابو دوست محمد صاحب ہیڈ میونسپل بورڈ	•	•	عمہ؍
صوفی شمس الدین صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ پریس	•	•	عمہ؍
شیخ عبدالحق صاحب سکریٹری احمدیہ انجمن شملہ	•	•	عمہ؍
بابو عبدالرزاق صاحب ۔ انڈین میڈیکل سروس	•	•	عمہ؍
بابو امیر الدین صاحب دفتر ڈائرکٹر جنرل ملٹری ورکس	عمہ؍	•	عمہ؍
شیخ عبدالعزیز صاحب کلرک آرڈیننس سٹور	•	•	عمہ؍
علی محمد صاحب ملازم حضرت امیر قوم	•	•	۸؍
قیمت ۲ عدد کھال قربانی			
میزان کل			[illegible]

چندہ ماہوار لاہور چھاؤنی بابت ماہ اگست ۱۹۱۸ء

بابو محمد حسین صاحب عمہ؍ ۔ حکیم الطاف علی صاحب ۱؍ بابو محمد عثمان صاحب [illegible] بابو نبی بخش صاحب عمہ؍ بابو ثناء اللہ صاحب ۲؍ بابو سلطان محمد صاحب میاں نبی بخش صاحب عمہ؍ ۔ قاضی عبدالواحد صاحب ۶؍ میزان کل لعہ؍

رقوم موصول شدہ از فیروز پور

چندہ ماہوار [illegible] ۔ عید فنڈ [illegible] ۔ کھال قربانی [illegible]

میزان کل [illegible] روپیہ

فیس منی آرڈر ۱۰؍ باقی بذریعہ منی آرڈر بنام محاسب بلاسود [illegible]

قل یا اهل الکتٰب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا ۔ مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم ۔ ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست ۔ بادۂ عرفان ما از جام اوست
آنرسولے کش محمد ہست نام ۔ دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن ۔ جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام ۔ ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست ۔ زو شدہ سیراب ہر چشمہ کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود ۔ آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ہفتہ میں ۲ دو بار

یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از دیا ہیم ہر نور و کمال ۔ وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست ۔ ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک از خبر ہائے معاد ۔ ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
ایں ہمہ از حضرت احدیت است ۔ منکرش مستوجب لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست ۔ منکراں را در دلعن خداست
معجزات انبیائے سابقیں ۔ آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست ۔ ہر کہ انکارش کند از اشقیاست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب ۔ نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ للعہ

ششماہی ؁ سہ ماہی عہ طلبا سالانہ للعہ

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۷ ہجری مطابق ۶ نومبر ۱۹۱۸ء | نمبر ۳۳

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

• دعا اور اس کے آداب اور قبولیت کے طریق

دعا کی حقیقت سے عدم واقفیت

دعا بڑی عجیب چیز ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ نہ دعا کرنے والے آداب دعا سے ہی واقف ہیں۔ اور نہ اس زمانہ میں دعا کرنے والے ان طریقوں سے واقف ہیں جو قبولیت دعا کے ہوتے ہیں۔ بلکہ اصل تو یہ ہے کہ دعا کی حقیقت ہی سے بالکل اجنبیت ہو گئی ہے۔ بعض ایسے ہیں جو سرے سے دعا کے منکر ہیں۔ اور بعض جو دعا سے منکر تو نہیں۔ لیکن ان کی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ ان کی دعائیں بوجہ آداب الدعا کی ناواقفیت کے قبول نہیں ہوتی ہیں۔ کیونکہ دعا اپنے اصلی معنوں میں دعا ہوتی ہی نہیں۔ اس لئے وہ منکرین دعا سے بھی گری ہوئی حالت میں ہیں۔ ان کی عملی حالت نے دوسروں کو دہریت کے قریب پہنچا دیا ہے۔

دعا کرنیوالے کو کبھی مایوس ہو کر تھک نہیں جانا چاہیئے

دعا کے لئے سب سے اول اس امر کی ضرورت ہے کہ دعا کرنے والا کبھی تھک کر مایوس نہ ہو جائے۔ اور اللہ تعالےٰ پر سوءظن نہ کر بیٹھے۔ کہ اب کچھ بھی نہیں ہو گا۔ بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اسقدر دعا کی گئی ہے۔ کہ جب مقصد کا نشوونما سرسبز ہونے کے قریب ہوتا ہے۔ دعا کرنے والے تھک گئے ہیں۔ جس کا نتیجہ ناکامی اور نامرادی ہو گیا ہے۔ اور اس نامرادی نے یہانتک برا اثر پہنچایا ہے کہ پھر دعا کی تاثیرات سے انکار شروع ہوا۔ اور رفتہ رفتہ اس درجہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ پھر خدا کا بھی انکار کر بیٹھے ہیں۔ اور کہہ دیتے کہ اگر خدا ہوتا اور وہ دعاؤں کو قبول کرنے والا ہوتا۔ تو اس قدر عرصہ دراز تک جو دعا کی گئی ہے۔ وہ کیوں قبول نہ ہوئی۔

مگر ایسا خیال کرنے والا اور ٹھوکر کھانے والا انسان اگر اپنے عدم استقلال اور تلون کو سوچے تو اسے معلوم ہو جائے کہ یہ ساری نامرادیاں اس کی اپنی ہی جلد بازی اور شتابکاری کا نتیجہ ہیں۔ جن پر خدا کی قوتوں اور طاقتوں کے متعلق بدظنی اور نامراد کرنے والی مایوسی بڑھ گئی۔ پس کبھی تھکنا نہیں چاہیئے۔

دعا ایک بیج ہے جسکو آہستہ آہستہ پھل لگتا ہے

دعا کی ایسی ہی حالت ہے۔ جیسے ایک زمیندار باہر جا کر اپنے کھیت میں ایک بیج بوتا ہے۔ اب بظاہر تو یہ حالت ہے کہ اس نے اچھے بھلے اناج کو مٹی کے نیچے دبا دیا۔ اس وقت کوئی کیا سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ دانہ ایک عمدہ درخت کی صورت میں نشوونما پا کر پھل لائے گا۔ باہر کی دنیا اور خود زمیندار بھی نہیں دیکھ سکتا کہ یہ دانہ اندر ہی اندر زمین میں ایک پودہ کی صورت اختیار کر رہا ہے۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانہ گل کر اندر ہی اندر پودہ بننے لگتا ہے اور تیار ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا سبزہ اوپر نکل آتا ہے۔ اور دوسرے لوگ بھی اس کو دیکھ سکتے ہیں۔ اب دیکھو وہ دانہ جس وقت سے زمین کے نیچے ڈالا گیا تھا۔ دراصل اسی ساعت سے وہ پودا بننے کی طیاری کرنے لگ گیا تھا۔ مگر ظاہر بین نگاہ اس سے کوئی خبر نہیں رکھتی اور اب جبکہ اس کا سبزہ باہر نکل آیا تو سب نے دیکھ لیا۔ لیکن ایک نادان بچہ اس وقت یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اس کو اپنے وقت پر پھل لگے گا وہ یہ چاہتا ہے کہ کیوں اسی وقت اس کو پھل نہیں لگتا۔ مگر عقلمند زمیندار خوب سمجھتا ہے۔ کہ اس کے پھل کا کونسا موقع ہے۔ وہ صبر سے اس کی نگرانی کرتا اور غور پرداخت کرتا رہتا ہے۔ اور اس طرح پر وہ وقت آجاتا ہے کہ جب اس کو پھل لگتا اور پک بھی جاتا ہے۔ یہی حال دعا کا ہے۔ اور بعینہ اسی طرح دعا نشوونما پاتی ہے۔ اور مثمر بثمرات ہوتی ہے۔ جلد باز پہلے ہی تھک کر رہ جاتے ہیں۔ اور صبر کرنے والے تال اندیش استقلال کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ اور اپنے مقصد کو پا لیتے ہیں۔

بچہ کی پیدائش کی طرح دعا کو بھی تدریجاً پھل لگتا ہے۔

یہ بھی بات ہے کہ دعائیں بڑے بڑے مراحل اور مراتب ہیں جن سے ناواقفیت کی وجہ سے دعا کرنیوالے اپنے ہاتھ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ان کو ایک جلدی لگ جاتی ہے اور وہ صبر نہیں کر سکتے۔ حالانکہ خدا تعالےٰ کے کاموں میں ایک تدریج ہوتی ہے

دیکھو یہ کبھی نہیں ہوتا کہ انسان شادی کرے اور کل کو اس کے گھر بچہ پیدا ہو جائے۔ حالانکہ وہ قادر ہے جو چاہے کر سکتا ہے مگر جو قانون اور نظام اس نے مقرر کر دیا ہے وہ ضروری ہے۔ پہلے نباتات کی نشوونما کی طرح کچھ پتہ ہی نہیں لگتا۔ چار مہینے تک کوئی یقینی بات نہیں کہہ سکتا۔ پھر کچھ حرکت محسوس ہونے لگتی ہے۔ اور پوری میعاد گذر نے پر بہت بڑی تکالیف برداشت کرنے کے بعد بچہ پیدا ہوتا ہے۔ بچہ کا پیدا ہونا ماں باپ کا بھی ساتھ ہی پیدا ہونا ہوتا ہے

مرد شاید ان تکالیف اور مصائب کا اندازہ نہ کر سکیں۔ جو اس مدت حمل کے درمیان عورت کو برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ مگر یہ بھی بات ہے کہ عورت کی بھی ایک نئی زندگی ہوتی ہے۔ اب غور کرو کہ اولاد کے لئے پہلے ایک موت خود اس کو قبول کرنی پڑتی ہے۔ تب کہیں جا کر وہ خود اس خوشی کو دیکھتی ہے۔

اسی طرح پر دعا کرنے والے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ تلون اور عجلت کو چھوڑ کر ساری تکلیفوں کو برداشت کرتا رہے اور کبھی بھی یہ وہم نہ کرے کہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ آخر آنیوالا زمانہ آجاتا ہے۔ اور دعا کے نتیجہ کے پیدا ہونے کا وقت پہنچ جاتا ہے۔ جب کہ گویا مراد کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔

اخبار احمدیہ

حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب کی دو لڑکیاں رئیسہ خاتون اور امینہ خاتون بقضائے الٰہی فوت ہو گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ہمیں اس صدمہ میں حضرت مولانا سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہر دو کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور حضرت مولانا کو صبر جمیل عطا فرمائے احباب ہر دو کا جنازہ غائب پڑھ دیں۔

ملک محمد بخش صاحب لاہوری قریباً تین چار سال سے آسٹریلیا میں دوبارہ واپس تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ آپ اگرچہ بوجہ بعد مسافت جسمانی طور پر ہم سے دور ہیں۔ لیکن سلسلہ سے انکا دلی تعلق اور دینی جوش قریباً ہر ڈاک میں بصورت ملاقات سے مشرف کرتا رہتا ہے۔ آپ کی متعدد مراسلات محمودی عقائد باطلہ کے رد میں اس وقت ہمارے پاس موجود ہیں۔ جن سب کا خلاصہ کسی آئندہ اشاعت میں درج ہو گا۔ کچھ پرچے اخبار بدر کے آپ نے کئی جگہ نشان کر کے بھیجے ہیں۔ جن سے موجودہ صاحبان محمودیت کی تبدیلی عقیدہ پر خوب روشنی پڑتی ہے۔ ان عبارات کو بھی کسی فرصت کے وقت بترتیب دیگر نذر ناظرین کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر دے اور خدمات دینیہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وفات:۔ قاضی محمد عبدالرؤف صاحب مدرس بلی حیدر ضلع رائچور علاقہ نظام سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ان کے والد قاضی محمد سراج الدین صاحب احمدی سکنہ بلی حیدر ۴ محرم مطابق ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو بمقام قصبہ تالیکوٹ علاقہ انگریزی میں فوت ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون قاضی صاحب بیٹا مرحوم کے لئے جنازہ غائب کے خواستگار ہیں اور اردو نظم میں تاریخ وفات لکھوانا چاہتے ہیں۔ اگر کوئی ہمارے اہل سخن احباب میں سے لکھ دیں تو بہتر ہو گا۔

اخویم صدیق حسین صاحب حیدر آباد نصیب اعدا گاڑی کی جھپیٹ میں آجانے کی وجہ سے زخمی ہو گئے۔ احباب ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

مسلم ہائی سکول دو ہفتہ کی رخصت کے بعد جو انفلوانزا کے شہر میں پھیلنے کی وجہ سے تمام سکولوں کے ساتھ سرکاری حکم کے ماتحت دی گئی تھی۔ مزید ایک ہفتہ کے لئے بند ہو گیا ہے تمام مقامی سکولوں کا یہی حال ہے۔ ۱۱ نومبر ۱۹۱۸ کو سکول کھلیگا

درخواست دعا۔ احباب کرام ان تمام بھائیوں کے لئے بالخصوص دعا کریں۔ جو بیماری کی وجہ سے صاحب فراش ہیں۔ اللہ تعالےٰ دنیا پر رحم کی بارش برسائے۔ آمین۔

جستجو کی ضرورت بیان کر کے اس کی عدم سیاست کا پتہ دیا ہے بلکہ اس کے مامور ہونے کا ذکر کر کے بہ صاف بتا دیا ہے کہ وہ کوئی روحانی آدمی ہوتا ہے۔ جس کے ساتھ سیاست کا ہونا ضروری اور لابد نہیں۔

(۵)

آؤ ہم اس کو ایک اور پہلو سے واضح کر کے دکھائیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے امام مانے جاتے ہیں۔ بلکہ آپ نے خود اپنے امام زمان ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جس کا ثبوت ایک تو ان الفاظ سے مل سکتا ہے۔ جو آپ کے دعوائے مجددیت کے ثبوت میں ہم گذشتہ اشاعتوں میں بارہا نقل کر چکے ہیں۔ اور ان کے علاوہ بعض اور الفاظ بھی ہیں۔ جن میں صاف طور پر آپ نے اپنے آپ کو واحد امام قرار دیا ہے اور اپنے ہی طریقہ کو ذریعہ قرب الٰہی بتایا ہے۔ حالانکہ آپ نہ کوئی بادشاہ تھے۔ نہ سیاست میں کسی قسم کا دخل آپ کو حاصل تھا لیکن باوجود اس کے آپ فرماتے ہیں کہ

قد من اللہ سبحانہ علی وعلی اھل زمانی بان فھمنی طریقاً من السلوک ھی اقرب الطرق وھی مرکبۃ من خمس اقربات اعنی الایمان الحقیقی وقرب النوافل وقرب الوجوب وقرب الفرائض وقرب الملکوت وجعل ھذہ الطریقہ غایۃ من ارادھا اتاہ اللہ تعالیٰ فھمنی ربی جل جلالہ انا جعلناک امام ھذہ الطریقۃ واوصلناک ذروۃ سنامھا وسددنا طرق الوصول الی حقیقۃ القرب کلھا الیوم غیر طریقۃ واحدۃ وھو محبتک والانقیاد لک فالسماء لبس علی من عاداک بسماء والیست الارض علیہ بارض فاھل المغرب واھل المشرق کلھم رعیتک وانت سلطانھم علموا اولم یعلموا فان علموا فازوا وان جھلوا خابوا

(ترجمہ)

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اور میرے زمانہ کے لوگوں پر یہ احسان کیا کہ اس نے مجھے ایک ایسا طریقہ سلوک عطا کیا ہے۔ کہ جو سب طریقوں سے قریب تر ہے۔ اور اس میں پانچ قسم کے قرب کے ذریعہ ہیں۔ یعنی ایک تو ایمان حقیقی کا قرب ہے۔ دوسرا قرب نوافل تیسرا قرب وجوب۔ چوتھا قرب فرائض۔ اور پانچواں قرب ملکوت۔ اور اس کو ایسا عمدہ غایت بنایا ہے کہ جو کوئی اس کا ارادہ کرے گا۔ وہ مراد کو پہنچیگا۔ اور میرے رب نے مجھے اطلاع فرمایا ہے۔ کہ ہم نے تجھے اس طریقہ کا امام مقرر کیا ہے۔ اور اس کی اعلیٰ بلندی تک پہنچایا۔ اور ہم نے آج کے روز سے باقی سب طریقوں کو حقیقت قرب تک پہنچنے سے مسدود کر دیا۔ بجز اس طریقہ کے جو تجھے دیا گیا۔ اور وہ ایک ہی طریقہ ہے۔ جو کھلا رکھا گیا ہے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ تجھ سے محبت کریں۔ اور تیری فرمانبرداری کو ذریعہ نجات سمجھیں۔ اور اب آسمانی برکات اس شخص پر نہیں ہونگی جو تیرے ساتھ عداوت اور بغض رکھے گا۔ اور نہ ارضی برکات کا مورد ہوگا۔ اور مشرق اور مغرب کے لوگ تیری رعیت کر دیئے گئے ہیں۔ اور تو ان کا بادشاہ مقرر کیا گیا ہے۔ خواہ وہ لوگ تمہاری اس حقیقت سے واقف ہوں یا نہ ہوں۔ اگر واقف ہوں گے تو فائز المرام ہوں گے اور اگر بے خبر رہیں گے تو خسارہ اور ٹوٹا پائیں گے۔"

ایسا ہی حال مجدد الف ثانی شیخ احمد صاحب سرہندی کا ہے۔ آپ نے بھی باوجود سیاست میں کسی قسم کا دخل نہ رکھنے بلکہ ایک بادشاہ اسلام کے زیر عتاب آنے کے علانیہ اس بات کا دعوےٰ کیا ہے۔ کہ آپ ہی اپنے وقت کے امام ہیں۔ اور جو بھی اولیا اور اقطاب و ابدال آپ کے وقت میں موجود ہیں وہ آپ سے فیض حاصل کئے بغیر کچھ نہیں پا سکتے۔ چنانچہ جس جگہ اپنے آپ کو ہزار سال کا مجدد قرار دیا ہے۔ وہیں فرماتے ہیں

"و مجدد آنست کہ ہرچند در آں مدت از فیوض بامتاں برسد بتوسط او برسد اگرچہ اقطاب اوتاد آں وقت بود و بدلاء و نجبا باشند"

اب پھر مولوی فاضل ایڈیٹر اہلحدیث کے الفاظ کو پڑھو۔ وہ فرماتے ہیں کہ

"اس حدیث (امام الزمان) کو مرزا صاحب قادیانی سے تعلق پیدا کرنے والے پہلے مرزا صاحب کو سیاسی امام بنا لیں۔ پھر یہ دعوےٰ پیش کریں بغیر اس کے ان کا اس حدیث پر دعوے کرنا

اس عبارت میں "مرزا صاحب قادیانی" کی بجائے اگر شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اور مجدد سرہندی کا نام مندرجہ بالا حوالجات کی روشنی میں لکھ دیا جائے۔ تو اہلحدیث کے مولوی فاضل ایڈیٹر صاحب کی زبان کا استرہ غالباً زیادہ صفائی سے کام کرتا ہوا نظر آئے۔

(۶)

آگے چل کر آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"(ب) اس حدیث کو حدیث مجدد سے بھی کوئی تعلق نہیں وہ ایک مذہبی امام ہے۔ اور اس حدیث میں سیاسی امام مراد ہے۔ مجدد کی پہچان نہیں کہ جو اس کو نہ پہچانے وہ جہالت یا کفر میں مرے گا۔ کیونکہ جیسا کہ ہم پہلے نمبر میں بتا آئے ہیں۔ مجدد کی تعیین شخصی نہ کبھی ہوئی۔ نہ اس کا منکر کافر ہوا۔ نہ اس پر کسی نے فتوےٰ کفر یا بغاوت کا لگایا۔ یہ سب متفرعات سیاسی امام کے ہیں"

مجدد کی تعیین شخصی بلکہ خود اس کے اپنے دعوے کے متعلق ہم مولوی فاضل ایڈیٹر صاحب اہل حدیث کی فضیلت علمی کی داد کسی گذشتہ اشاعت میں دے چکے ہیں۔ اور ان کے پہلے نمبر کی حقیقت کو وہیں بتا آئے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان کا مجدد اور امام زمان کو الگ الگ مذہبی اور سیاسی امام قرار دینا کہاں تک صحیح ہے جس کے نتیجہ میں ایک سیاسی امام یا بادشاہ سے انحراف کو تو وہ موجب کفر ٹھیرا دیتے ہیں۔ اور اس مذہبی امام کے انکار کو کوئی اہمیت ان کے نزدیک حاصل نہیں۔

اس کے جانچنے کے لئے ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں اوپر ہم دو بزرگان دین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اور حضرت مجدد سرہندی کے الفاظ نقل کر چکے ہیں۔ جن میں ان ہر دو بزرگوں نے امام زمان ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔ اور اپنے منکرین بلکہ اپنے سے فیض نہ پانے والوں کو خائب و خاسر بتایا ہے۔ باوجودیکہ ان ہر دو کا دعوےٰ کوئی سیاسی امام ہونے کا نہ تھا۔ اور نہ سیاست میں انہیں کوئی دخل تھا۔ پھر جیسا کہ ہم کسی گذشتہ اشاعت میں مولوی صاحب کے پہلے نمبر کے جواب میں دکھا آئے ہیں۔ انہی دو بزرگوں نے مجدد ہونیکا دعوےٰ کیا ہے۔ یعنی وہی مذہبی امام ہونے کا دعوےٰ گویا ان دونوں بزرگوں نے مجددیت و امامت کے دونوں دعوے ایک ساتھ کئے ہیں۔ جو درحقیقت دو نہیں۔ بلکہ ایک ہی دعوےٰ ہے اور اس بات پر ایک کھلی شہادت کہ حدیث مجدد اور یہ حدیث (من لم یعرف امام زمانہ الخ) ایک دوسری سے بڑا تعلق رکھتی ہیں۔ اول الذکر میں ایک امام الزمان کے تجدید دین کے لئے ہر صدی کے سر پر کھڑا ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ اور مؤخر الذکر میں اسی کی عدم شناخت کا نتیجہ موت جاہلیت قرار دیا گیا ہے۔

باوجود ان کھلی شہادتوں کے مولوی فاضل ایڈیٹر صاحب کا ان دونوں کو الگ الگ قرار دینا سوائے زبان کے استرے کے اور کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

موضع گداری میں مسلمانوں پر بے بنیاد الزامات

پنجاب گورنمنٹ کیطرف سے حسب ذیل پریس کمیونک شائع ہوا ہے۔

"کچھ عرصہ سے اخبارات میں یہ خبر شائع ہو رہی ہے کہ بقرعید کے دن موضع گداری تھانہ سوہاوہ ضلع جہلم کے مسلمانوں نے مل کر وہاں کی دھرم سالہ میں گرو گرنتھ صاحب کو جلا دیا۔ لوکل گورنمنٹ نے اس کے متعلق تحقیقات کی ہے۔ اور حسب ذیل کمیونک کو عوام الناس کی اطلاع کے لئے شائع کیا ہے۔

۱۸ ستمبر ۱۹۱۸ء کو دوپہر کے وقت موضع گداری کے دو کھتری سکھوں مسمیان لکھن سنگھ و لال سنگھ نے تھانہ سوہاوہ میں آکر رپورٹ کی۔ کہ کل رات کے دس گیارہ بجے جب وہ دیگر کھتریوں کے ہمراہ دھرم سالہ میں کیرتن کر رہے تھے۔ گاؤں کے گکھڑ مسلمانوں نے آکر انہیں گانے سے منع کیا۔ جب انہوں نے پرواہ نہ کی تو باہمی تنازعہ شروع ہو گیا جس میں طرفین نے آپس میں مارپیٹ کی۔ بعد ازاں بہت سے مسلمانوں نے دھرم سالہ میں داخل ہو کر سکھوں پر حملہ کیا۔ اور گرو گرنتھ صاحب کو معہ دیگر کتابوں اور دوسو نقد روپیہ کے اٹھا کر لے گئے۔

[illegible] کا سارا سامان لے گئے ہیں۔

جب یہ بیان قلمبند ہو رہا تھا۔ تو اس کے دوران میں دو مسلمان گکھڑوں نے آکر تھانہ میں یہ رپورٹ کی۔ کہ شام کو جب مسلمان نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں جمع ہوئے۔ اور امام مسجد اذان دینے لگا۔ تو ایک کھتری نے اپنے مکان کی چھت پر جا کر ڈھول بجانا شروع کر دیا۔ اور ساتھ ہی لکھن سنگھ اور لال سنگھ نے کھڑتالوں سے شور برپا کر دیا بعض مسلمان اس پر معترض ہوئے۔ لیکن انہوں نے ان کی درخواست کا جواب گالیوں میں دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپس میں مارپیٹ تک نوبت پہنچ گئی۔ ان مسلمانوں نے رپورٹ کے دوران میں بیان کیا کہ باہمی مارپیٹ کے علاوہ اور کسی قسم کا شرانگیز تنازعہ نہیں ہوا۔ اور دھرم سالہ کی لوٹ کے متعلق سکھوں کا بیان قطعاً غلط ہے

ان رپورٹوں کے قلمبند ہونے کے بعد اس تھانہ کے ہندو سب انسپکٹر نے فوراً تحقیقات شروع کر دی۔ اور گداری میں جا کر اپنا اطمینان کر لیا۔ کہ گرو گرنتھ کی بے حرمتی کی رپورٹ بالکل مصنوعی ہے۔ گکھڑوں نے صرف کھتریوں سے نماز کے وقت شور بند کرنے کی درخواست کی تھی۔ جس سے مارپیٹ تک نوبت پہنچی۔ لیکن کسی قسم کا خوفناک دنگہ فساد برپا نہیں ہوا۔ نہ ہی کسی قسم کی لوٹ ہوئی۔ گرو گرنتھ صاحب کی بے حرمتی کے الزام کی مزید تردید سب انسپکٹر تھانہ دینا کے بیان سے ہوتی ہے۔ ۱۸ ستمبر کو تھانہ دینا میں لکھن سنگھ کے لڑکے نے رپورٹ دی۔ کہ موضع دھوک بدھیار میں اس کی دکان میں نقب لگی ہے اور چور کچھ کپڑا چرا کر لے گئے ہیں رپورٹ کنندہ نے گداری کے چند مسلمان گکھڑوں پر شبہ کیا کہ وہی اس نقب کے ذمہ دار ہیں۔ اور کہا کہ اس کے والد لکھن سنگھ کا مکان بھی جو بطور دھرم سالہ استعمال کیا جاتا تھا لوٹا گیا ہے۔ اس رپورٹ پر تھانہ دار دینا نے معاملہ کی تفتیش کی۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ لکھن سنگھ کے بیٹے کا بیان از سرتاپا جھوٹ ہے۔ بعد ازاں تھانہ دار مذکور گداری میں آیا۔ اور تھانہ دار سوہاوہ سے مل کر اس معاملہ کی چھان بین کی۔ ان کی مشترکہ تحقیقات سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہونچ گیا کہ لکھن سنگھ اور اس کے لڑکے نے صرف گکھڑوں کو مقدمہ میں پھنسانے کی غرض سے سراپا غلط بیان تھانہ میں قلمبند کرایا۔ اور چوری اور گرو گرنتھ کی بے حرمتی کے متعلق بالکل بعید از صداقت داستان وضع کی۔ اخبارات میں گرو گرنتھ صاحب کے جلائے جانے کے متعلق جو خبریں شائع ہو رہی ہیں، وہ حقیقت میں بالکل بے بنیاد ہیں"

یہ چند باتیں جو پنجاب گورنمنٹ نے بغرض اطلاع عام شائع کی ہیں، اس حقیقت نفس الامری کی ایک کھلی شہادت ہیں کہ ملک میں آئے دن جو فسادات برپا ہوتے ہیں اور ایک ذرا ذرا سی بات کیلئے بیشمار مسلمانوں کو طرح طرح کے مظالم کا آماجگاہ ٹھیرایا جاتا ہے۔ جس کی ذمہ داری بعدہٗ انہی مظلوم مسلمانوں ہی کے سر دے دی جاتی ہے۔ ان میں مسلمان کس حد تک قصوروار ہوتے ہیں۔ اور کہاں تک فساد کی اصل لہر انہی لوگوں کے ہاں سے اٹھتی ہے۔ جنہیں مذہبی تعصب کے ساتھ ہر ایک پہلو سے غلبہ ۔۔۔۔ کی طاقت و قدرت بھی حاصل ہے۔ موضع گداری کے معاملات بہت دنوں سے اخبارات میں زیر بحث آرہے تھے۔ جن پر ہم نے عمداً آج تک کچھ نہیں لکھا۔ کہ حقیقت حال کے ظاہر ہوئے بدون کوئی رائے قائم کرنی مشکل ہوتی ہے۔ لیکن اب جبکہ خود سرکاری تحقیقات میں مسلمان ان تمام الزامات سے بری ہو چکے ہیں۔ تو کیا ایسے ہی دوسرے معاملات میں بھی واقعات کو اسی تحقیقات کی روشنی میں دیکھنا ضروری نہیں؟

ہمارا یہ خطاب برادران وطن کے ان سوراج بجا رکھنے والے مقتدایان قوم سے ہے۔ جو گو فساد کے اصل بانی ہونے کے بجائے اتحاد و اتفاق کے حامی ہیں۔ لیکن ایسے ایسے معاملات میں اس سنہری نصب العین کو پس پشت ڈال کر آپس کی رواداری کے بجائے صرف قومی طرفداری کو ہی ضروری سمجھتے ہیں۔

کیا وہ اس پر غور کریں گے؟

ضرورت کتاب حضرت مسیح موعود کی چھوٹی سی کتاب "ایک عیسائی کے تین سوالوں کے جواب" جو انجمن حمایت اسلام لاہور کی طرف سے چھپی ہوئی تھی درکار ہے اگر کسی صاحب کے پاس ہو تو قیمتاً دے سکتے ہیں (ایڈیٹر پیغام صلح)

انا للہ وانا الیہ راجعون

جب میاں صاحب کے ان دعاوی پر ایسے بزرگوں نے آمنا وصدقنا کہدیا تو پھر میاں صاحب نے ایک قدم آگے بڑھاکر اپنے وجود باجود کے ظہور سے شریعت اسلام کے ایک اور حکم وارکعوا مع الراکعین کو منسوخ کرکے یہ حکم دیدیا کہ اب احمدی کہلانے والوں کے ساتھ کبھی نماز کھڑا ہو گئی۔ اور جب اسلام سے ناخبر لوگوں نے اس پر آمنا کہدیا۔ تو پھر ادھر ادھر مباہلوں اور مباحثوں کے چیلنج کی پکار شروع ہوئی۔ جب بالمقابل کسی نے لبیک کہدیا تو پھر حیل باطلہ سے اپنا پیچھا چھوڑاکر بمصداق الٹے چور کو توال کو ڈانٹنے لگے۔ اور کہیں اپنے صحیفہ ذکر الہی میں باقی گدی نشینوں کی نسبت بھی کچھ دُرفشانی کر دی گئی۔ جس پر دہلی کے ایک گدی نشین خواجہ حسن نظامی صاحب نے جوش میں آکر میاں صاحب کے نام ایک اعلان مباہلہ دیدیا۔ اور چونکہ خواجہ مذکور اچھے لائق نادلسٹ بھی ہیں تمسخراً یہ بھی لکھدیا۔ کہ چونکہ میاں محمود احمد صاحب میدان مباہلہ میں میرے مقابل دو گھنٹہ میں ہلاک ہو جائینگے اور اُن کی نعش واپس قادیان لے جانے میں تکلیف ہوگی۔ اس لئے میاں صاحب مباہلہ کے لئے آتے وقت ریل والوں سے کسی کمرہ کا فیصلہ کرکے آویں جس میں انکی نعش بآسانی قادیان پہنچ جائے۔ اس پر میاں صاحب نے بڑی سوچ بچار اور مشوروں کے بعد اپنا قلم ہاتھ میں لیکر اپنے ان تمام دعاوی سے جو اوپر درج ہو چکے ہیں خداتعالےٰ کو حاضر ناظر یقین کرکے کھلے الفاظ میں یہ توبہ نامہ لکھکر اخبار الفضل مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۱۷ء میں فوراً چھپوا کر بذریعہ رجسٹری خواجہ حسن نظامی کے در دولت پر پہنچاکر اپنا پیچھا چھوڑالیا۔ وھوھذا

(۱) میں تو صرف اپنے باپ کا خلیفہ یا جانشین ہوں۔

(۲) میں خود کسی امر کا مدعی نہیں۔

(۳) آپ تو صرف مرزا صاحب کے مخالف ہیں میری خلافت پر تو آپ مباہلہ کر ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ میری خلافت کی انتہا تو صرف چند احمدی کہلانے والوں تک ہی محدود ہے۔ اور میں تو مرزا صاحب کو صرف احادیث کے ماتحت مامور من اللہ مانتا ہوں۔ وغیرہ۔ وغیرہ۔

دکھبراہٹ میں آیتہ اسمہ احمد بھی بھول گئے جسپر اپنا ایمان بنایا جاتا تھا)

اب میاں فاروق اسد مولوی فضل الدین صاحب مختار خصوصاً اور تمام محمودی عموماً میاں صاحب کے اُن دعاوی مذکورہ بالا کو اور پھر اُن سے اس صریح انکار کو قادیان کے کسی تاویل خانہ میں لیجاکر سطابق کرکے دکھادیں۔ وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ۔ محمودیو! مبارک! کیا ہی بہادر۔ متقی۔ راستباز۔ اولوالعزم خلیفہ ملا ہے۔ کہ پہلے روز کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بار بار مجھے بتایا ہے۔ کہ میں خلیفہ ہوں اور ہر ایک مشکل کا مقابلہ کرنا میرا کام ہے۔ میرے منکر ابلیس ہیں۔ فاسق ہیں۔ وغیرہ اور جب ذرا کسی نے تمسخراً کچھ خلاف کہدیا۔ تو فوراً توبہ نامہ اُسکے گھر پر بذریعہ رجسٹری پہنچادیا۔ کیا ایسے ہی راستبازوں۔ متقیوں۔ اولوالعزموں کی بیعت نہ کرنے سے خدائے رحیم کریم لوگوں کی بیگناہ بیویاں اور معصوم بچے مارا کرتا ہے۔ کیا تمہارے یہ زٹلیات ذات باری تعالیٰ پر صریح حملہ نہیں ہیں۔ ؎

کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

یونہی مخلوق کو نہ بہکاؤ۔

امت محمدیہ کیا غیر متقیوں میں بھی کوئی ایسا بہادر خلیفۃ اللہ گذرا ہے۔ جسکو خدا تعالےٰ نے بار بار بتایا ہو کہ تو میرا خلیفہ ہے اور پھر اس نے کسی کے تمسخر سے گھبرا کر کانوں پر ہاتھ رکھ کر یہ لکھدیا ہو کہ میں کسی امر کا مدعی نہیں ہوں۔ اور میری خلافت کا منزلہ صرف میرے ابا جان کے چند مریدین پر گرا کرتا ہے تُو تو میرے ساتھ مباہلہ کر ہی نہیں سکتا۔ اور اپنے آپ کو الگ کرکے اپنے وفات شدہ باپ کو درمیان لا رکھے۔ کہ ان کی نسبت مباہلہ کرونگا مگر کرونگا شب کہ ساتھ ہی ایسی قابل شرم شرائط لگادے کہ بمصداق "نہ نومن تیل ہوگا اور نہ رادھا ناچیگی" انوار خلافت میں بڑے زور سے لکھ مارا۔ کہ اگر میری گردن کے دونوں طرف تلواریں رکھدی جاویں تو بھی میں اپنے دعاوی یا ہٹ سے باز آنیوالا نہیں ہوں۔ مگر پھر کبھی سوسیل کے فاصلہ سے محض [illegible] گھبرا کر اپنے تمام دعاوی سے توبہ کرکے ہمیشہ کے لئے اپنے مریدین کو [illegible] کر دیا۔

[illegible] مانسہرہ۔ ہزارہ۔

ضروری خبریں

آسٹریا نے بھی صلح کر لی

عارضی صلح نامہ پر دستخط۔ لنڈن ۳ نومبر ۶ بجکر ۵ منٹ بعد دوپہر۔ پیرس بیورو اعلان کرتا ہے کہ مسٹر لائیڈ جارج نے پیرس سے ڈوننگ سٹریٹ کو بذریعہ ٹیلیفون اطلاع دی ہے کہ خبر موصول ہوئی ہے کہ آسٹریا ہنگری جو جرمنی کا آخری ساتھی تھا جنگ سے نکل گیا ہے۔ جنرل ڈیاز نے یک شنبہ کی سہ پہر کو عارضی صلح کے عہد نامہ پر دستخط کر دئیے۔ اور سوموار کے روز تین بجے سے عملدرآمد شروع ہوگا۔

اتحادی کانفرنس پیرس میں۔ لنڈن ۲۸ اکتوبر۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ آسٹریا کی جداگانہ صلح کی خواہش کو بہت اہمیت دیجاتی ہے اس مسئلہ پر دول متحدہ کی کانفرنس میں بمقام پیرس غور و خوض کیا جائیگا۔ کانفرنس مذکور میں موسیو کلیمنشو مارشل فاش جنرل پشین۔ سرڈگلس ہیگ۔ مسٹر لائیڈ جارج۔ مسٹر بالفور۔ لارڈ ملنر اور کرنل ہوس شامل ہیں۔ یہ کانفرنس التوائے جنگ شرائط صلح اور اگر ضرورت ہو تو جنگ کو زور شور سے جاری رکھنے کے مسائل پر بھی غور کرے گی۔

جرمن یادداشت۔ لنڈن ۳۰ اکتوبر۔ ایمسٹرڈم۔ برلن کا ایک تار مظہر ہے کہ جرمنی نے پریزیڈنٹ ولسن کے نام ایک ضمنی یادداشت روانہ کی ہے۔ جس میں جرمنی کی آئیندہ تبدیلیوں کا تذکرہ ہے۔

یادداشت کی رسید۔ لنڈن ۳۱ اکتوبر۔ واشنگٹن۔ جرمن یادداشت یہاں موصول ہوگئی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اس سے صورت معاملات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ آئیندہ یہ کارروائی ہوگی۔ کہ دول متحدہ کے دارالحکومتوں سے مخاصم سلطنتوں کو التوائے جنگ کی شرائط روانہ کی جائینگی۔

البانیا میں ترقی۔ لنڈن ۳۰ اکتوبر۔ ایک اطالوی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ البانیا میں ہم نے سان گیووانی ڈی میڈوا پر قبضہ کر لیا ہے اور اب ہم سقوطری کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

بلغراد سے ۵۴ میل۔ لنڈن ۳۰ اکتوبر۔ فرانس کی مشرقی اطلاع مظہر ہے کہ سرویہ کا رسالہ سمندریہ کے مشرق میں ڈینوب تک پہنچ گیا ہے۔ اور اس نے پوجار یوٹنز پر قبضہ کر لیا ہے۔ غنیم بے سروپا بھاگ رہا ہے۔ ہم ملانوراگ۔ ٹرپولا۔ پالنکا کے محاذ جنگ تک پہنچ گئے ہیں اور اب بلغراد سے ۵۴ میل کے فاصلہ پر ہیں۔

بلغراد کے قریب۔ لنڈن ۲ نومبر۔ فرانس کی ایک مشرقی اطلاع مظہر ہے۔ کہ سروی فوج کی پیشقدمی کی جارہی ہے اور جرمن اور آسٹروی پیچھے ہٹتے چلے جاتے ہیں۔ فوجوں نے ۸ دن میں ۱۵۰ کیلومیٹر کا فاصلہ طے کیا۔ اور اب وہ بلغراد کے سامنے پہنچ گئے ہیں۔

دہلی میں انفلوئنزا۔ دہلی میں وبائے انفلوئنزا اب کم ہورہی ہے۔ شرح اموات کم ہوگئی ہے۔ ۲۹۔ اکتوبر کو ۳۲۶۔ اموات اور ۳۰ کو ۳۱۷۔ اموات ہوئیں۔

امرتسر میں انفلوئنزا۔ ۳۰ اکتوبر کو امرتسر میں ۱۳۰ اموات ہوئیں جس سے ۱۱۷۔ انفلوئنزا سے اور ۱۳ نمونیا سے ہوئیں ان میں سے ۲۴ ہندو۔ ۷۹ مسلمان ۱۵ سکھ اور ۱۲ دیگر اقوام تھے۔

لاہور میں انفلوئنزا۔ یکم نومبر سے ۳ نومبر تک لاہور میں جو روزانہ اموات ہوئیں اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

تاریخ	تعداد اموات	ہندو	مسلمان	دیگر اقوام
یکم نومبر	۱۹۱	۷۲	۱۱۱	۸
۲ "	۱۶۱	۵۸	۹۸	۵
۳ "	۱۴۷	۳۶	۹۴	۱۵

ناقابل مزاحمت پیشقدمی۔ لنڈن ۳۰ اکتوبر۔ ۱۰ بجکر ۳۵ منٹ صبح۔ ایک اطالوی سرکاری اعلان مظہر ہے کہ ہماری فتح بڑی بھاری وسعت اختیار کر رہی ہے شکست یافتہ دشمن پیاوے کے مشرق کیطرف پسپا ہو رہا ہے۔ اور بمشکل تمام ہمارے دباؤ کا مقابلہ کرنے کے قابل ہے پہاڑی محاذ پر دشمن کی افواج پہاڑی وادی پر جمع ہو رہی ہیں۔ یا ٹنگلمیانٹو کے مقامات عبور تک پہنچنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ قیدی توپیں۔ سامان جنگ۔ اور ڈپو قریباً بالکل صحیح سلامت ہمارے ہاتھ آرہے ہیں۔ ہم نے کوسیف مسیف کی تسخیر کو مکمل کر لیا۔ اور کوشرو کی گھاٹی پر قبضہ کر لیا ہے [illegible] جاری ہے۔ دیگر جگہ ہم نے فالینا میں اور وادی پیاوے کے درمیان ایک پہاڑی پر نیز سیرا ویلی پر بھی قبضہ کر لیا ہے [illegible] ان کی طرف پیشقدمی کر رہے ہیں دسویں فوج کونیرا تک پہنچ گئی ہے۔ ہم نے علاقہ گریپا میں اسمرلو اپنے حملے [illegible] تول لیونا ڈا۔ آسولوم۔ پرسیولان۔ سولدونو اور کولی ہمولیا کو فتح کر لیا۔ جو قیدی گرفتار کئے گئے ہیں ان کی تعداد [illegible] ۳۰۰ سے زیادہ توپیں چھینی گئی ہیں ۔ لنڈن یکم نومبر ۱۲ بجکر ۱۵ منٹ بعد دوپہر۔ ایک برطانوی [illegible] اعلان مظہر ہے۔ کہ ہم نے سیبائیل پر قبضہ کر لیا ہے دسویں فوج سیبائیل سے برگزٹ کے جنوب کی طرف تک کی لائن تک پہنچ گئی ہے۔

سوم فوج سبرٹ کالم اور ایڈ پودرلین۔ لو اینڈ ریلوے کے جنوب کیطرف پیشقدمی کر رہی ہے۔ چہارم فوج نے علاقہ گریپا میں جہاں دشمن پسپا ہو رہا ہے بہت سی اہم پوزیشنوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ دسویں فوج نے جو قیدی گرفتار کئے ہیں انکی تعداد تیرہ ہزار سے زیادہ ہے۔

مغربی محاذ۔ لنڈن ۳۱ اکتوبر۔ ایک امریکن سرکاری اعلان مظہر ہے۔ کہ ہم نے اپنی لائینوں کو گرانڈ پرے کے شمال کی طرف آگے بڑھالیا۔ اور بیلی جاپوس کھیت پر قبضہ کر لیا۔

لنڈن ۳۱۔ اکتوبر۔ ۵ بجکر ۳۰ منٹ۔ بعد دوپہر۔ دشمن نے کل رات سینٹ فارگاکس کے مغرب میں شدید جوابی حملے کئے۔ ہم نے اپنی پوزیشنوں کو برقرار رکھا۔ دو دن میں ہماری پانچویں فوج نے ۳۵۱۴ قیدی گرفتار کرلئے۔ جن میں محافظ رسالہ کا ایک کرنیل اور تین بٹالین کمانڈر شامل تھے۔

لنڈن ۳۱ اکتوبر۔ ۱۲ بجکر ۳۵ منٹ بعد دوپہر۔ ایک بلجین اعلان مظہر ہے۔ کہ مقامی حملوں کے نتیجہ کے طور پر ہم لائس کے مغربی کنارے اور بنز ڈیڈی ولیش پر قائم ہوگئے ہیں۔

لنڈن ۳۱ اکتوبر۔ ۱۱ بجکر ۵۴ منٹ شب۔ ایک برطانوی اعلان مظہر ہے کہ دوئم فوج نے آج صبح اوڈینیڈ کے جنوب مغرب کی طرف حملہ کیا۔ اور اپنے تمام مقامات مقصود پر قبضہ کر لیا۔ اور قریباً ایک ہزار قیدی گرفتار کئے۔

لنڈن یکم نومبر۔ ۱۲ بجکر ۵۳ منٹ شب۔ کل رات کا فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ سطح مرتفع سینٹ فرگیوز کے مغربی ڈھلوانوں پر بھاری لڑائی ہوئی۔ جس کا نتیجہ ہمارے حق نکلا۔ ۱۲۰ سے زیادہ قیدی گرفتار کئے گئے۔

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب شیخ عبدالرحمن خانصاحب بی اے منصف درجہ دوم لیہ

مقدمہ نمبری ۵۵

گہاڑو رام وکوکارام پسران پوکارام بنام عبدالحسین شاہ ولد دولن شاہ ذات پوٹانی سکنہ فتح خان تحصیل بھکر ضلع ڈیرہ غازیخان۔ مدعیان | ذات سید سکنہ سٹ ۰ لیہ تحصیل لیہ۔ مدعا علیہ۔

دعوےٰ مبلغ ۹ بذریعہ پرامیسری نوٹ مندرجہ ہنڈی

مقدمہ بالا عدالت کو یقین دلایا گیا ہے کہ مدعا علیہ تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے اور اس نے سمن لینے سے انکار کیا ہے اسواسطے حسب ضابطہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ مدعا علیہ پیروی وجوابدہی بہ تقرر ۱۵ [illegible] حاضر عدالت ہوکر کرے۔ ورنہ انکی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آویگی۔

آج میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری ہوا۔ ۳۰ [illegible]

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب شیخ عبدالرحمن خانصاحب بی اے منصف درجہ دوم مقام لیہ

۵۳۴ نمبری

دھریداس ولد میان رام ذات گہلانی بنام بانزہ خان ولد وڈہ خان ذات سکنہ داڑہ شہر لیہ۔ مدعی | ستھانی سکنہ موضع ستھانی تحصیل لیہ ضلع مظفرگڈھ

دعوےٰ لیے بذریعہ پرامیسری نوٹ مندرجہ ہنڈی

مقدمہ بالا عدالت کو یقین دلایا گیا ہے کہ مدعا علیہ تعمیل سمن سے دیدہ و دانستہ گریز کرتا ہے اور روپوش ہو جاتا ہے اسلئے اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ مدعا علیہ مذکور بتاریخ ۱۵ [illegible] کو حاضر عدالت ہوکر حسب ضابطہ پیروی وجوابدہی نہ کریگا تو اس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آویگی۔

آج میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری ہوا۔ ۲۸ [illegible]

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب شیخ عبدالرحمن خانصاحب بی اے منصف درجہ دوم مقام لیہ

۵۶۵ نمبری

کیول رام ولد موتی رام ذات گروداٹہ سکنہ کھوکھروالہ تحصیل لیہ۔ مدعی | بنام نورحسین۔ امیرحسین۔ خدابخش محمدبخش اللہ بخش پسران محمدیار اقوام جھبیرہ سکنائے بستی نصیر موضع اکرپور تحصیل بھکر ضلع ڈیرہ غازیخان

دعوےٰ [illegible] بروئے پرامیسری نوٹ مندرجہ ہنڈی

مقدمہ بالا عدالت کو یقین دلایا گیا ہے کہ مدعا علیہم تعمیل سمن سے دیدہ و دانستہ گریز کرتے ہیں اور روپوش ہو جاتے ہیں۔ اسواسطے اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ مدعا علیہم مذکورہ بتاریخ ۱۵ [illegible] کو حاضر عدالت ہوکر پیروی وجوابدہی نہ کرینگے تو ان کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آویگی۔

آج میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری ہوا۔ ۲۸ [illegible]

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور یوم یکشنبہ ۳ صفر ۱۳۳۷ ہجری المقدس مطابق ۱۰ نومبر ۱۹۱۸ء | نمبر ۴۴

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

دُعا اور اُسکے آداب اور قبولیت کے طریق

دعا کو نتیجہ خیز حالت تک پہنچانا چاہیئے

دعا کو پہلے ضروری ہے کہ اس مقام اور حد تک پہنچایا جائے۔ جہاں پہنچکر وہ نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے جس طرح آتشی شیشہ کے نیچے کپڑا رکھ دیتے ہیں اور سورج کی شعاعیں آکر اس شیشہ پر جمع ہوتی ہیں۔ اور ان کی حرارت وحدت اس مقام تک پہنچ جاتی ہے۔ جو اس کپڑے کو جلائے۔ پھر یکایک وہ کپڑا جل اٹھتا ہے۔ اسی طرح پر ضروری ہے کہ دعا اس مقام تک پہنچے جہاں ہمیں وہ قوت پیدا ہو جائے کہ نامرادیوں کو مبدلا دے۔ اور مقصد مراد کو پورا کرنے [illegible] ہو جائے۔

سائل کی طرح دعا میں استقلال آخر پھل لاتا ہی

مدت دراز تک انسان کو دعاؤں میں لگے رہنا پڑتا ہے۔ آخر خدا تعالے ظاہر کر دیتا ہے۔ ہم نے اپنے تجربہ سے دیکھا ہے۔ اور گذشتہ راستبازوں کا تجربہ بھی اس پر شہادت دیتا ہے۔ کہ اگر کسی معاملہ میں دیر تک خاموشی کرے۔ تو کامیابی کی امید ہوتی ہے۔ لیکن جس امر میں جلد جواب مل جاتا ہے۔ وہ ہونے والا نہیں ہوتا۔ عام طور پر ہم دنیا میں دیکھتے ہیں۔ کہ ایک سائل جب کسی کے دروازہ پر مانگنے کے لئے جاتا ہے۔ تو نہایت عاجزی اور اضطراب سے مانگتا ہے۔ اور کچھ دیر تک جھڑکیاں کھاکر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا۔ اور سوال کئے ہی جاتا ہے۔ تو آخر اس کو بھی کچھ شرم آ ہی جاتی ہے۔ خواہ کتنا ہی بخیل کیوں نہ ہو پھر بھی اس کو کچھ نہ کچھ دے ہی دیتا ہے۔ تو کیا دعا کرنے والے کو ایک معمولی سائل جتنا استقلال بھی نہیں ہونا چاہیئے؟ اور خدا تعالے جو کریم اور حیا رکھنے والا ہے جب دیکھتا ہے کہ اس کا عاجز بندہ ایک عرصہ سے [illegible] پر گرا پڑا ہے۔ تو کبھی اس کا انجام بد نہیں کرتا۔

قبل از وقت جلدی اور عدم استقلال موجب ہلاکت و دہریت ہے

اگر انجام بد ہو تو اپنے ظن سے ہوتا ہے

جیسے ایک حاملہ عورت چار پانچ ماہ کے بعد کہے کہ اب بچہ کیوں پیدا نہیں ہوتا۔ اور اس خواہش میں کوئی مسقط دوا کھالے تو اس وقت کیا بچہ پیدا ہوگا۔ یا ایک مایوسی بخش حالت میں وہ خود مبتلا ہو جائے گی۔ اسی طرح جو شخص قبل از وقت جلدی کرتا ہے وہ نقصان ہی اٹھاتا ہے۔ اور نہ نرا نقصان بلکہ ایمان کو بھی صدمہ پہنچتا ہے۔ بعض ایسی حالت میں دہریہ ہو جاتے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں ایک نجار تھا۔ اس کی عورت بیمار ہوئی اور آخر وہ مر گئی۔ اُس نے کہا کہ اگر خدا ہوتا تو میں نے اتنی دعائیں کی تھیں۔ وہ قبول ہو جاتیں۔ اور میری عورت نہ مرتی اور اسی طرح پر وہ دہریہ ہو گیا۔ لیکن سعید اگر اپنے صدق اور اخلاص سے کام لے۔ تو اس کا ایمان بڑھتا اور سب کچھ ہو بھی جاتا ہے۔

اللہ تعالے کی طاقت و قدرت کا ثبوت۔

زمین کی دولتیں خدا تعالے کے آگے کیا چیز ہیں۔ وہ ایک دم میں سب کچھ کر سکتا ہے۔ کیا دیکھا نہیں کہ اس نے اس قوم کو جس کو کوئی جانتا بھی نہ تھا بادشاہ بنا دیا۔ اور بڑی بڑی سلطنتوں کو اس کا تابع فرمان بنا دیا۔ اور غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔ انسان اگر تقوے اختیار کرے۔ اور خدا تعالے کا ہو جائے تو دنیا میں اعلے درجہ کی زندگی ہو۔ مگر شرط یہی ہے کہ صادق اور جوانمرد ہو کر دکھلائے۔ دل متزلزل نہ ہو۔ اور اس میں کوئی آمیزش ریاکاری اور شرک کی نہ ہو۔

دُعائے ابراہیمی کا اثر کس قدر دیر سے ظاہر ہوا

ابراہیم علیہ السلام میں وہ کیا بات تھی جس نے ان کو ابو الملت اور ابو الحنفا قرار دیا اور خدا تعالے نے اس کو اس قدر برکتیں عطا کیں کہ شمار میں نہیں آ سکتیں۔ وہ یہی صدق اور اخلاص تھا۔ دیکھو ابراہیم علیہ السلام نے بھی ایک دعا کی تھی کہ اس کی اولاد میں سے عرب میں ایک نبی ہو۔ پھر کیا وہ اسی وقت قبول ہو گئی۔ ابراہیمؑ کے بعد ایک عرصہ دراز تک کسی کو خیال بھی نہیں آیا۔ کہ اس دعا کا کیا اثر ہوا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی صورت میں وہ دعا پوری۔ اور پھر کس شان کے ساتھ پوری ہوئی۔

ظاہری نماز روزہ صدق و تقوے کے بغیر کچھ نہیں

ظاہری نماز روزہ اگر اس کے ساتھ [illegible] اخلاص نہ ہو تو کوئی خوبی اپنے اندر نہیں رکھتا۔ جوگی اور سنیاسی بھی اپنی جگہ بڑی بڑی ریاضتیں کرتے رہتے ہیں۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ان میں سے بعض اپنے ہاتھ تک سکھا دیتے ہیں۔ اور بڑی بڑی مشقتیں اٹھاتے اور اپنے آپ کو مشکلات اور مصائب میں ڈالتے ہیں۔ لیکن یہ تکالیف ان کو کوئی نور نہیں بخشتی اور نہ کوئی سکینت اور اطمینان ان کو ملتا ہے بلکہ اندرونی حالت ان کی خراب ہوتی ہے۔ وہ بدنی ریاضت کرتے ہیں جس کو اندر سے کم تعلق ہوتا ہے۔ اور کوئی اثر انکی روحانیت پر نہیں پڑتا۔ اسی لئے اللہ تعالے نے قرآن شریف میں یہ فرمایا لن ینال اللہ لحومہا ولا دماءہا ولکن ینالہ التقویٰ منکم۔ اللہ تعالے کو تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا۔ بلکہ تقوے پہنچتا ہے۔

حقیقت میں خدا تعالے پوست کو پسند نہیں کرتا۔ بلکہ وہ مغز چاہتا ہے۔

قربانی۔ نماز۔ روزہ کی ضرورت۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر گوشت اور خون نہیں پہنچتا۔ بلکہ تقوے پہنچتا ہے۔ تو پھر قربانی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اسی طرح نماز روزہ اگر روح کا ہے تو پھر ظاہر کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہی ہے یہ بالکل سچی بات ہے جو لوگ جسم سے خدمت لینا چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کو روح نہیں ملتی۔ اور اس میں وہ عبودیت اور نیازمندی پیدا نہیں ہو سکتی۔ جو اصل مقصد ہے۔ اور جو صرف جسم سے کام لیتے ہیں۔ روح کو اس میں شریک نہیں کرتے۔ وہ بھی خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں۔ اور یہ جوگی اسی قسم کے ہیں۔

روح اور جسم کا باہم تعلق

روح اور جسم کا خدا تعالے نے ایک تعلق رکھا ہوا ہے اور جسم کا اثر روح پر پڑتا ہے مثلاً اگر ایک شخص تکلف سے رونا چاہے۔ تو آخر اس کو رونا آ ہی جائے گا۔ اور ایسا ہی جو تکلف سے ہنسنا چاہے اُسے ہنسی آ ہی جاتی ہے۔ اسی طرح پر نماز کی جسقدر حالتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں مثلاً کھڑا ہونا یا رکوع کرنا اس کے ساتھ ہی روح پر بھی اثر پڑتا ہے اور جسقدر جسم میں نیازمندی کی حالت دکھاتا ہے۔ اسیقدر روح میں پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ خدا ان سے سجدے قبول نہیں کرتا۔ مگر سجدہ کو روح کے ساتھ ایک تعلق ہے۔ اسلئے نماز میں آخری مقام سجدہ کا ہے جب انسان نیازمندی کے انتہائی مقام پر پہنچتا ہے۔ تو اس وقت وہ سجدہ ہی کرنا چاہتا ہے۔ جانوروں تک بھی یہ حالت مشاہدہ کی جاتی ہے کہ کتے بھی جب اپنے مالک سے محبت کرتے ہیں تو آکر اس کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیتے ہیں اور اپنی محبت کا اظہار سجدہ کی صورت میں کرتے ہیں۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جسم کو روح سے خاص تعلق ہے۔ ایسا ہی روح کی حالتوں کا اثر جسم پر نمودار ہو جاتا ہے۔ جب روح غمناک ہو تو جسم پر بھی اس کے اثر ظاہر ہو جاتے ہیں اور آنسو اور [illegible] ظاہر ہوتی ہے۔ اگر روح اور جسم کا باہمی تعلق نہیں تو ایسا کیوں ہوتا ہے۔ دوران خون بھی قلب کا ایک کام ہے۔ مگر [illegible] سے سب کچھ ہوتا ہے۔ غرض روحانی [illegible] بیٹھتی ہیں روح میں جب عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ پھر جسم میں بھی پیدا ہو جاتی ہے اس لئے جب روح میں واقعی عاجزی اور نیازمندی ہو تو جسم میں اسکے آثار خود بخود ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور ایسا ہی جسم پر ایک الگ اثر پڑتا ہے تو روح بھی اس سے متاثر ہو ہی جاتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جب خدا تعالے کے حضور نماز میں کھڑے ہو تو چاہیئے کہ اپنے وجود سے عاجزی اور ارادت مندی کا اظہار کرو۔ اگرچہ اسوقت یہ ایک قسم کا نفاق ہوتا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ اس کا اثر دائمی ہو جاتا ہے۔ [illegible]

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ یکشنبہ ۱۰ نومبر ۱۹۱۸ء نمبر ۴۴

خدا کی بادشاہت

ایک نومسلم انگریز کے خیالات اسلام کے متعلق

(۱)

مسٹر مارماڈیوک پکتھال ایک مشہور معروف انگریز ہیں جنکی زندگی کا بڑا حصہ اسلام کے مطالعہ اور مسلمانوں کے حالات کو نکتہ چین نگاہوں سے دیکھنے میں صرف ہوا ہے۔ خدا کی شان جوں جوں اس صاف دل انسان نے گہری دلچسپی کے ساتھ اسلام کو مطالعہ کیا آنحضرت نبی کریم صلعم کا وہ والہ و شیدا ہوتا چلا گیا ہے جسکا یہ نتیجہ ہے کہ گذشتہ سال اسلام کی تائید میں متعدد زبردست لیکچر دینے کے بعد علانیہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

اسلام لانے کے بعد آپ نے "خدا کی بادشاہت" کے عنوان سے ایک زبردست لیکچر لندن مسلم ہوس میں گذشتہ ۱۰ اپریل ۱۹۱۸ء میں دیا جس میں مسیحیت کی اسلام سے پیشتر کی حالت کا ذکر کرنے کے بعد عرب کی کایا پلٹ خصوصیت کا خاص طور پر ذکر کیا اور بتایا کہ اسی وقت ایک نبی ملک عرب میں جو دنیا میں سب سے اخیر ملک ہے مبعوث ہوا۔ اور عامۃ الناس اس سے نور و ہدایت پانے کے متمنی ہوئے۔ میرے پاس وقت نہیں۔ کاش ہوتا۔ کہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی۔ وہ حالات زندگی جو بجائے خود ایک معجزہ تھے۔ آپ کے سامنے بیان کرتا ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت سے معجزے بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن مسلمانوں نے کسی زمانہ بھی ان کی طبعی زندگی کے نہایت ہی شاندار معجزوں اور کارہائے نمایاں کے مقابلہ میں ان معجزات کو چنداں اہمیت نہیں دی۔ تاہم ایک معجزہ ایسا ہے جس کا ذکر کرنا جب کبھی آنحضرت صلعم کا اسم مبارک زبان پر لایا جائے۔ نہایت ہی ضروری ہے۔ اور یہ معجزہ قرآن ہے۔ وہ فصاحت اور حسن بیان اور وہ گرمئی کلام جس کا حظ اس کتاب کو عربی میں تلاوت کر کے سننے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کا شمہ بھر بھی کسی ترجمہ میں حاصل نہیں ہو سکتا لیکن کوئی ترجمہ بھی اس حقیقت نفس الامری کو نہیں چھپا سکتا کہ اس میں تمام نوع انسان کیلئے ہدایت اور نور ہے۔ ہمارے رسول کریم ہمیشہ اس کتاب کو ایک معجزے کے طور پر پیش کیا کرتے تھے۔ اور واقعی یہ معجزہ ہی ہے۔ کیونکہ اگرچہ جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باعتبار انسان ہونے کے نہایت ہی مہذب و متمدن تھے لیکن اُمّی تھے۔ اور یہ بحر فصاحت جو فالص دانش اپنے اندر رکھتا ہے۔ اکثر آنحضرت پر حالت وجدانی میں نازل ہوا۔

(۲)

اس کتاب کے تقریباً آغاز میں آپ کو یہ الفاظ ملیں گے۔ ان الذین امنوا والذین ھادوا والنصری والصابئین من امن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ (سورۃ بقرہ آیت) ترجمہ:۔ بے شک مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور صابی اور ان میں جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے۔ تو اُن کو (انکے کیئے کا) اجر ان کے پروردگار کے ہاں ملیگا۔ اور ان پر نہ (کسی قسم کا) خوف طاری ہوگا۔ اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہوں گے۔

پھر ایک اور جگہ فرمایا۔ وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصری۔ تلک امانیھم قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ بلی من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (سورہ بقرہ آیت ۱۱۱ و ۱۱۲) اور یہود کہتے ہیں کہ یہود (کے سوا) اور نصارا (کہتے ہیں کہ نصارا) کے سوا جنت میں کوئی نہیں جانے پائیگا۔ یہ ان کے (اپنے) خیالی پلاؤ ہیں۔ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ اگر سچے ہو تو اپنے سر تسلیم خم کردیا۔ اور وہ نیکو کار بھی ہے۔ تو اس کے لئے اس کا اجر اس کے پروردگار کے ہاں (موجود) ہے۔ اور (آخرت میں) ایسے لوگوں پر نہ (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہوں گے۔

پھر ایک اور جگہ فرمایا۔ وقالت الیھود لیست النصری علی شئ وقالت النصری لیست الیھود علی شئ وھم یتلون الکتب۔ کذلک قال الذین لا یعلمون مثل قولھم فاللہ یحکم بینھم یوم القیمۃ فیما کانوا فیہ یختلفون۔ (سورہ بقرہ آیت ۱۱۳) ترجمہ:۔ اور یہود کہتے ہیں نصاریٰ کا مذہب کچھ نہیں۔ اور نصاریٰ کہتے ہیں یہود کا مذہب کچھ نہیں۔ حالانکہ وہ (دونوں فریق) کتاب الٰہی کے پڑھنے والے ہیں۔ اسی طرح ان ہی کی سی باتیں وہ (مشرکین عرب) بھی کیا کرتے ہیں۔ جو (خدا کے حکم احکام کچھ بھی) نہیں جانتے۔ تو بس جس بات میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ ان میں اس کا فیصلہ کر دیگا

ان کے علاوہ اس مضمون پر اور بہت سی آیات ہیں۔ تلاوت کردہ آیات تو صرف وہ ہیں۔ جو قرآن شریف کے ابتدائی حصہ میں ہیں۔

معقولات کی اصطلاح میں اگر اس مفہوم کو ادا کیا جائے تو اس کا لب لباب یہ ہوگا کہ جو شخص عزم راسخ کے ساتھ اعمال صالح کا عامل ہو۔ وہ ان کا اجر ضرور پا لیگا۔ اور ان پر نہ تو کوئی خوف طاری ہوگا اور نہ حزن و ملال۔ یہ ہے خدا کی بادشاہت کی حقیقی بنیاد۔ جس کا نظارہ جناب موسیٰ نے .... اور جناب مسیح نے روح القدس کے توسط سے تمام و کمال دیکھا۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بادشاہت کی تعمیر کی۔ اگر آپ کو اس میں شبہ ہے تو اس تعمیر کی تاریخ کو اٹھا کر دیکھئے جو آنحضرت کے توسل سے ظہور پذیر ہوا۔ اور اس کتاب کا مطالعہ کیجئے جو اس بادشاہت کا قانون اساسی اور عہدنامہ ہے۔

(۳)

ہمارے بزرگ و اشرف رسول مقبول یوم ولادت سے ہی غریب تھے کیونکہ یتیم تھے۔ حیات ارضی کے دور میں انسانی زندگی کے تمام تغیرات اور تمام مختلف حالتیں آپ پر گذریں۔ یعنی افلاس و ثروت۔ مظلومیت و ہر دلعزیزی۔ شکست و فتح۔ شدید تکالیف اور سطوت و شہرت حتیٰ کہ سب طرح کی حالتیں دیکھیں۔ اور ہر حالت میں مثال قائم کر دی کہ انسان کو کیا ہونا چاہیئے۔ زندگی کے آخری دس سال میں آپ نے تمام ملک عرب سے بت پرستی کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر نیست و نابود کر دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایسی قسم کی توہم پرستی مثل پیشہ ملاگری مسئلہ توسل و توسط مذہبی رسومات۔ اور ہر ایک قسم کی خونی قربانی کا جو کہ ادنیٰ آلائش دھونے کے لئے دی جاتی تھی۔ قلع قمع کر دیا۔ روحانی زندگی کا سرچشمہ بلا مزاحمت احدے ہر ایک کیلئے کھول دیا گیا۔ خدا کے اور انسان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہی۔ خدا یہودیوں کے قومی خدا کی طرح غضبناک اور حاسد خدا نہ رہا۔ برخلاف اسکے ایسے خدا کی تعلیم دی گئی۔ جو اس دنیا میں جس کی حکومت انسان کے سپرد کر دی گئی ہے۔ اس کی ہدایت کیلئے صاف و واضح قانون دیتا ہے۔ آنحضرت نے فرقہ اناث کو قعر ذلت سے اٹھا کر ذی عزت اور محفوظ مرتبہ پر پہنچا دیا۔ اس کو از روئے شریعت مردوں کے برابر حقوق دیئے۔ قبائل کی باہمی خونریزی اور انتقام کا خاتمہ کر دیا۔ مے خواری اور قماربازی کا جس نے مردوں کو خواری و ذلت کے گڑھے میں گرا رکھا تھا۔ قطعی استیصال کر دیا اور تاریخ عالم میں پہلی دفعہ ہمہ گیر اخوت کو شریعت کا ایک اصول قرار دے کر اسے واقعیت کا جامہ پہنا دیا۔ آنحضرت تمام ملک عرب کے شہنشاہ ہو گئے۔ لیکن استبدادیت سے ہمیشہ گریز کیا۔ خدا کے سوا اور کوئی بادشاہ تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ شریعت الٰہیہ ملکی قانون تھی۔ اور انسانوں کو اپنی ضمیر پولیس کا کام دیتی تھی۔ کہیں بدامنی کا نام و نشان نہ تھا۔ اس لاتعداد اور روز افزوں انبوہ کی روش ایسی تھی۔ گویا اخوت ان کے رگ و ریشہ میں سائر و دائر تھی۔ رنگ و قومیت کی بندشیں نہ تھیں۔ اور نہ ہیں۔ سیاہ و سفید گورے اور زرد لوگ سب ہی اس بادشاہت میں بھائی بھائی ہیں۔ تاریخ اسلام میں بعض نہایت ہی بلند پایہ بزرگ اور مدبر فرمانروا ایسے بھی ہوئے ہیں۔ جو سیاہ فام ہیں شب تار کے ہم پایہ تھے۔ جسے ہم قومیت کہتے ہیں۔ اس کا شیرازہ توڑ دیا گیا۔ اور جسے ہم خواہ وہ راستی پر ہو یا غلطی پر۔ اسے مجرمانہ عصبیت قرار دیا گیا۔ تمام فرمانروایان عالم میں سے صرف رسول اللہ ہی ایک ایسا انسان ہے جس نے عین جنگ میں رحم اور عفو کو دستورالعمل بنا دیا جس سے نہایت ہی تعجب خیز نتائج مرتب ہوئے۔

(۴)

قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے۔ کہ خدا کی بادشاہت میں کامیابی کسے کہتے ہیں۔ قد افلح من زکھا وقد خاب من دسھا۔ جس نے اپنی روح کو شرک۔ اور اخلاق بد کی گندگی سے پاک کیا۔ وہ ضرور (اپنی) مراد کو پہنچا۔ اور جس نے اس کو دبا دیا (وہ) ضرور گھاٹے میں رہا۔ کامیابی کے یہ معنی نہیں کہ چند افراد عوام کا حق چھین کر وسیع جائدادیں بنا لیں اور کروڑپتی بن جائیں۔ اور نہ ہی اس سے مراد ان مقاصد کا حصول ہے جو تمام ہمارے مسیحی تہذیب کے پیش نظر ہیں۔ لیکن اگر تم کرہ ارض پر ایسے ملک کی تلاش میں ہو۔ جہاں غریب اور امیر دستور اور قانون کی تمام و کمال بجا آوری کرتے ہوئے اپنی روزانہ زندگی میں حقیقی اور اصلی طور پر خدا کی خدمت کر سکتے ہیں جنہیں ارتقائے ذاتی کا موقعہ حاصل ہے۔ اور جو اپنے ہمسایوں پر سابقت کی بجائے ان کی امداد میں کوشاں رہتے ہیں۔ تو جس چیز کے تم متلاشی ہو وہ تمہیں کسی اسلامی ملک میں ملیگی مسلمانان عالم پر اگرچہ ادبار کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔ لیکن پھر بھی مسئلہ اخوت میں مسلسل ہیں۔ خدا کی بادشاہت کا مستحکم بلند ان نصب العین ابھی اہل اسلام میں زندہ ہے۔ تجارت و سیاسیات خارجہ اور خدا کی بادشاہت کا تمام نظام حکومت جن قوانین سے کما حقہٗ چلتا ہے۔ اسلام میں وہ قوانین ایسے ہی واضح و صریح ہیں جیسے وہ قانون۔ جن کو انسان کی انفرادی زندگی سے تعلق ہوتا ہے۔ واضح اور صاف ہے۔

(۵)

عیسائی مدبرین کے نزدیک یہ ایک اصول متعارفہ ہو گیا ہے کہ سیاسیات میں اخلاق کو کوئی دخل نہیں۔ لیکن الہامی دقائق ہمیں اس سے بہتر تعلیم دیتے ہیں۔ ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ جو قومیں جادۂ راستی سے انحراف کرتی ہیں۔ وہ ضرور بعینہٖ افراد کی طرح اس کا خمیازہ بھگتتی ہیں۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی سربرآوردہ اقوام خدا کے واضح قوانین یعنی قوانین فطرت سے جو آج سے تیرہ صدی پیشتر بذریعہ الہام دنیا کو سکھائے گئے تھے۔ بے بہرہ ہونے کی وجہ سے ایک مہیب اور تباہی خیز جنگ میں مصروف ہیں۔

خدا کی ارضی بادشاہت کے قوانین میں سے یہ بھی ایک قانون ہے کہ سیاسیات اخلاقی ضروریات کے تابع ہونی چاہئیں۔

آج عیسائی ممالک میں کسی شخص کیلئے جو دنیاوی امور میں منہمک رہتا ہے یا جسے اپنے اہل و عیال کے لئے روزی پیدا کرنی ہو مسلم زندگی بسر کرنا یعنے ان سیدھے سادے قوانین کی باقاعدہ پابندی کرنا جن کو عیسائی اور مسلمان یکساں طور پر خدا کے قوانین خیال کرتے ہیں۔ تقریباً ناممکن ہے لیکن آج سے تیرہ سو سال پیشتر یہ ثابت کر دیا گیا تھا کہ ایک ایسی سلطنت قائم کرنا اور وہ بھی ایک زبردست سلطنت جس میں ہر ایک مرد اور عورت ویسی زندگی بسر کرنے ممکنات سے ہے۔ روئے زمین پر جسقدر سلطنتیں گذر چکی ہیں۔ ان میں سے کسی سے بھی وہ سلطنت علوم و فنون۔ ادب و تجارت میں پیچھے نہیں تھی۔ کیونکہ اس سلطنت کے افراد ایک رشتہ اخوت میں منسلک تھے

(۶)

آہ! وہ لوگ تو گذر چکے۔ ہم سے یہ سوال نہیں کیا جائیگا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا۔ بلکہ ہم سے پوچھا جائے گا کہ ہم نیں کروڑ انسانوں نے جو خدا کی بادشاہت کا بلند پایہ نصب العین رکھتے ہیں۔ اپنی اپنی زندگی میں کیا کچھ کیا۔

رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں۔ اطلب العلم ولو کان بالصین۔ لیکن ہم نے ان تمام معنوں میں تحصیل علم کی کوشش نہ کی ہم اطمینان سے اپنے روزانہ کاروبار اور نماز روزہ میں مشغول رہے۔ اور چونکہ سکون قلب حاصل تھا۔ ہم نے سمجھا کہ مزید مشغولیت کی ضرورت نہیں۔ اس اثنا میں دیگر اقوام نے وہ باتیں سیکھ لیں جو ہمارے لئے سیکھنا ضروری تھیں۔ انہوں نے ان صفات اور قوتوں میں ترقی کر لی۔ جنہیں ہمیں کسی حد تک ان کے دوش بدوش چلنا چاہیئے تھا۔ ہم تن آسانی میں پڑ گئے ہم دعائیں ہی کرتے رہے اور یہ بادشاہت تباہ و برباد ہو گئی

گفت پیغمبر بآواز بلند ۔ بر توکل زانوئے اشتر بہ بند

اور اس کے نتائج خطرناک اثرات انسانوں کو حیرت میں ڈال رہے ہیں۔ کہ کیا ہونا چاہتا ہے!

ہم جانتے ہیں کہ ہمارے ہی ظاہر حقیقت پر بعض نادان اور ظالم طبع انسان کو بھی ذریعہ تمسخر بنا کر آواز کسیلے کہ کاش میرزا غلام احمد دنیا میں نہ آئے ہوتے! لیکن اسکی ہمیں پرواہ نہیں۔ بلکہ خوشی ہے۔ یہ بھی آپ کی صداقت پر ایک نشان ہے۔ گو اس پر افسوس ضرور ہے کہ وہ عذاب کو دیکھکر بھی اپنی حالت کو سدھارنے کے بجائے اُلٹے شرارت پر کمربستہ ہیں اور تمسخر و استہزا کو انہوں نے اپنا شیوہ بنا رکھا ہے۔ جس کا نتیجہ سوائے زیادتی عذاب کے اور کچھ نہیں۔ خود حضرت مسیح موعود نے ایک پیشگوئی کو لکھنے کے بعد اسی دشنام دہی اور تمسخر و استہزاء کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ

"اگر دنیا کے لوگ خدا سے ڈریں۔ تو یہ آفات ٹل بھی سکتی ہیں کیونکہ خدا زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ وہ اپنے حکموں کو جاری بھی کرسکتا ہے اور ٹال بھی سکتا ہے مگر بظاہر کچھ امید نہیں کہ لوگ خدا سے ڈریں کیونکہ دل حد سے زیادہ سخت ہو گئے ہیں اور مجھے اُن پیشگوئیوں کے پیش از وقت سنانے کیوجہ سے انکے سنتے ہوئے ہنسی کچھ توقع نہیں اور بجز اس کے کوئی امید نہیں کہ ٹھٹھا کیا جائیگا اور گالیاں دیجائیں گی اور میرا ہم اس بات سے متہم کئے جائینگے کہ لوگوں میں تشویش پھیلاتے تھے"

پس ہمارے لئے ان باتوں سے گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں کہ یہ بھی آپ کی صداقت کا ایک نشان ہے۔

بلاؤں کے ٹلنے کا ذریعہ اور اس بیماری کا صحیح علاج

ایک روحانی ٹیکا

بعض لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے عذاب دنیا کو کسی خاص مذہب پر قائم کرنے کیلئے آتے ہیں اور اسلئے وہ اس کا یہ علاج سمجھتے ہیں کہ دوسرے مذاہب کے لوگ انکے خاص مذہب کو مان لیں۔ ایسا ہی حضرت مسیح موعود کی ان پیشگوئیوں اور انکے وقوع کے اظہار سے بھی یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ گویا ہمارا یہ منشاء ہے کہ یہ عذاب حضرت مسیح موعود کے محض انکار کیوجہ سے وقوع میں آئے ہیں اور ان کا علاج یہی ہے۔ کہ لوگ مسیح موعود کو مان لیں۔ اگرچہ کامل ایمان تک پہنچنے کیلئے ان باتوں کا ماننا بھی ضروری ہے اور جب خود ان پیشگوئیوں کا پورا ہونا اسلام اور مسیح موعود کی صداقت کا نشان ہے تو اس صداقت کا انکار بھی ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ لیکن خود حضرت مسیح موعود نے اسی چشمہ معرفت میں مندرجہ بالا پیشگوئیوں کے بعد ہی صفحہ ۴۲ پر یہ صاف طور پر لکھا ہے۔ اور ایسے ایسے عذابوں اور اس بیماری کا یہ علاج بتایا ہے کہ

"یہ نکتہ یاد رہے کہ بلاؤں کے ٹلنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ لوگ مسلمان ہو جائیں کیونکہ مذہبی غلطیوں کے مواخذہ کیلئے قیامت کا دن مقرر ہے ہاں یہ ضروری ہے کہ لوگ ہر ایک قسم کی بد چلنی سے باز آجائیں اور خدا کے پاک نبیوں کی نسبت بدزبانی سے پیش نہ آویں اور غریبوں پر ظلم نہ کریں اور صدقہ خیرات بہت کریں اور خدا کے ساتھ کسیکو برابر نہ کریں نہ پتھر کو نہ آگ کو نہ انسان کو نہ پانی کو نہ سورج کو نہ چاند کو اور تکبر اور شرارت کی راہوں کو چھوڑ دیں اور گورنمنٹ برطانیہ جسکے ماتحت وہ امن اور آسائش پا رہے ہیں اسکی ایذا کیلئے کبھی پوشیدہ منصوبے نہ سوچیں اور اطاعت کریں کیونکہ بلاشبہ اس گورنمنٹ کا دونوں قوموں ہندوؤں اور مسلمانوں پر احسان ہے اور اس گورنمنٹ کے ایام سلطنت میں ایسی پُرامن راہیں کھلی ہیں کہ سکھوں کے زمانہ میں ایسے دن کبھی نہیں تھے سو اگر لوگ ایسا کریں کہ سب کینے اپنے دلوں میں سے نکال دیں اور خدا سے بہت ڈریں تو یہ ایک روحانی ٹیکا ہے کہ جس میں بلاشبہ شفا ہے خدا نے کئی مرتبہ مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم یعنی یہ وبا جو ملک پر نازل ہو رہی ہے خدا کبھی اسمیں تغیر و تبدیل نہ کریگا جبتک کہ لوگ اپنے دلوں کی تغیر و تبدیل نہ کرلیں"

کاش لوگ اس پر غور کریں۔ اور اپنی حالتوں کو بدل کر ایسے خطرناک عذابوں سے بچ جائیں۔ ورنہ خدا نہ کرے۔ اس بات کا ابھی سے خطرہ ظاہر کیا جاچکا ہے۔ کہ اس بیماری کا ابھی ایک تیسرا حملہ ہونے والا ہے۔ جنگوں اور قحط وغیرہ کے عذاب اس پر مستزاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب عذابوں سے بچائے آمین۔ آمین۔ ثم آمین!

اسلام اور اپنے نوجوان

مقتبس از [illegible]

جس طرح ملت حنیفی کے پہلے پیغمبر کو جب دین و ملت کی خدمت کے لئے مددگار کی ضرورت ہوئی تو ایک برگزیدہ نوجوان نے بیش قیمتی خدمات پیش کیں اور خدا کے گھر کی تعمیر میں اس نفس قدسی کا ہاتھ بٹایا اور جب اس گھر میں قربانی کا حکم ہوا تو اسی پانزدہ سالہ نوجوان نے اپنی جان قربان کرنے کیلئے تسلیم و رضا کی گردن جھکاتے ہوئے اس مبارک پیغمبر سے کہا "آپکو جو حکم ہوا ہے وہ کرگذریئے خدا نے چاہا تو میں ثابت قدم رہونگا" اسیطرح ملت حنیفی کے سب سے پچھلے پیغمبر نے جب دعوت حق کیلئے اپنے کو مامور پایا تو اپنے خاندان والوں کو مدعو کرکے فرمایا "میرا کون ساتھ دیگا" اس وقت بھی ایک سیزدہ سالہ نوجوان ہی نے اٹھکر کہا "گو مجھکو آشوب چشم ہے گو میری ٹانگیں پتلی ہیں اور گو میں سب سے نو عمر ہوں تاہم میں آپکا ساتھ دونگا" پہلے پانزدہ سالہ نوجوان ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل تھے اور دوسرے سیزدہ سالہ نوجوان اسد اللہ حضرت علیؓ تھے۔ اس ملت کی ابتداء اور انتہا میں ان مقدس نوجوانوں نے اپنے اپنے خدمات پیش کرکے پیروان ملت حنیفی کے لئے ایک نمونہ قائم کر دیا ہے۔ کہ جب کبھی ملت اور امت کی خدمت کیلئے ندا کی جائیگی تو نوجوانان امت ہی لبیک کہیں گے۔

بچے جن کی جسمانی اور دماغی قوتوں میں بالیدگی نہیں ہوتی۔ بڈھے جنکی تمام قوتیں کمزور ہوچکی ہوتی ہیں یہ دونوں گروہ قدرتاً دینی خدمات سے معذور ہیں۔ اسلئے صرف نوجوانوں کا طبقہ جسکی تمام قوتیں مکمل ہوتی ہیں۔ قوم و مذہب کی امیدوں کا مرجع اور آرزوؤں کا ماویٰ ہے۔

اس طبقہ کے ہاتھ میں ہے کہ ان امیدوں کو پوری کرے یا پامال کردے اور ان آرزوؤں کو بر لائے یا مٹا دے۔ لیکن ذمہ داریوں سے انکے کندھے کبھی ہلکے نہیں ہوسکتے اور بازپرس سے انکو نجات ہرگز نہیں مل سکتی تا وقتیکہ یہ اپنے فرائض بجا نہ لائیں فرائض اور واجبات یہ الفاظ قلم اور زبان کی نوکوں پر اس قدر چڑھے ہوئے ہیں کہ اب انکی لغوی توضیح کی حاجت باقی نہیں ہے۔ صرف اسکی تشریح کی ضرورت ہے کہ نوجوانان اسلام کے فرائض کیا ہیں؟

یہ ضرورت ملت و امت اور زمانہ کے حالات کا بغور مطالعہ اور مشاہدہ کرنے سے پوری ہوسکتی ہے یعنی ان کو اپنے فرائض صحیح صحیح معلوم ہوسکتے ہیں۔ سب سے پہلے زمانہ کے حالات پر نظر ڈالو۔ دن ہوتے ہیں۔ راتیں آتی ہیں۔ آفتاب طلوع ہوتا اور غروب ہوجاتا ہے۔ ماہتاب نکلتا اور چھپ جاتا ہے تارے چمکتے اور پھر غائب ہوجاتے ہیں۔ لیل و نہار کی یہ گردشیں۔ آفتاب و ماہتاب کا طلوع و غروب۔ تاروں کا نکلنا اور چھپ جانا سب کے سب ایک حال پر ہیں لیکن ان کے اثرات انسان اور انسان کے کارناموں کے لئے کبھی یکساں نہیں ثابت ہوئے کبھی برسات موسلا دھار پانی برسا گئی اور ویران ملکوں کو بھی سرسبز کر گئی اور کبھی وہ خشک گذر گئی۔ ملک میں قحط پڑا۔ ملک والے دوسری سرزمینوں میں جا بسے۔ وہاں جاکر انہوں نے اپنے رسم و رواج عادات و خصائل کو برقرار رکھا یا اپنی ہستی کو دوسروں میں مدغم کر دیا اسی طرح مختلف قومیں مختلف اسباب سے پیدا ہوئیں۔ پھیلیں پھولیں۔ اور پھر مٹ گئیں۔ ان قوموں کے عروج و زوال کے اصول ہمیشہ یکساں تھے۔ اور اب بھی وہی ہیں۔ لیکن اصول کے برتنے کے طریقے برابر بدلتے رہے اور بدلتے رہینگے۔ جس طرح جنگ کے منجملہ دیگر اصولوں کے دشمن کو زیر کرنا ایک نہایت ضروری اصول ہے۔ جس پر عمل ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے اور ہورہا ہے۔ اور آئندہ بھی جب کبھی جنگ ہوگی تو اسی پر عمل ہوگا۔ لیکن ہلاک کرنے کے طریقے کبھی یکساں نہیں رہے پہلے پتھروں سے۔ پھر تیر اور تلواروں سے پھر بندوقوں سے اور اب توپوں اور طرح طرح کے گیسوں سے دشمن ہلاک کئے جاتے ہیں۔

زمانہ کے حالات کا لب لباب یہی مفہوم ہے کہ قوموں کی پیدائش عروج۔ بقا۔ یا زوال اور فنا کے اصول و اسباب مقرر ہیں انکے مختلف طریقوں پر غور کیا جائے کہ پہلے کیا تھے اور اب کیا ہیں اور آئندہ کیا ہوں گے۔

اب تم اسلام کے عہد اولین کا مطالعہ کرو۔ اسلام ایک ابر رحمت تھا جو گھر کر آیا۔ گرجا۔ برسا اور خشک زمین کو سیراب کرگیا۔ اس سیراب زمین میں ایک قوم پیدا ہوئی جو اولو العزمیوں کا پیکر تھی۔ جد و جہد کا مجسمہ تھی استقلال اور ثبات اس کی طینت میں داخل تھے۔ اور اولوالعزمی اس کا جوہر تھا۔ اس کا دل امیدوں کا گھر تھا۔ علوم و معارف ان کے سینہ میں بھرے تھے۔ یکجہتی و یگانگت کی وہ زندہ تصویر تھی۔ مصائب و خطرات کا مقابلہ کرنا اس کی عادت تھی۔ غیرت اور حمیت کا خون اس کی رگوں میں دوڑتا تھا۔ عزت اور شرافت کا خیال اس کا سرمایۂ ناز تھا اس کے یہ وہ اوصاف تھے۔ جن سے وہ تخت و نگین کی مالک بن گئی اوج و اقبال اس کے پاؤں چومنے لگے۔ بحر و بر پر وہ چھا گئی۔ الغرض وہ خدا کا کلمہ پڑھتی تھی اور دنیا کی تمام قومیں اس کا کلمہ پڑھنے لگیں۔

لیکن اصول عروج و زوال کے ماتحت رفتہ رفتہ اس کے یہ اوصاف مٹنے لگے۔ یہاں تک کہ موجودہ دور نے اس کے تمام [illegible] اسی خصوصیات کا ... [illegible]

اس قوم کے جرائم کی فہرست نہایت دراز ہے۔ لیکن اس کے جرائم تین ہیں۔ جہالت۔ نا اتفاقی اور افلاس۔ جہالت نے اس کو اس پر غور کرنے کا موقع نہیں دیا کہ وہ پہلے کیا تھی اور اب کیا ہے۔ اور اس کو کیا ہونا چاہئے۔ اسی مذموم وصف نے سینکڑوں بدترین خصلتیں اس میں پیدا کردی ہیں۔ اگر اس کے کچھ افراد مذہب اور مذہب کی پاک تعلیمات سے متنفر ہیں تو یہ مذہبی جہالت کی قوت کا اثر ہے۔ اگر کچھ لوگ کسب و سعی کو چھوڑ کر متوکلانہ زندگی اختیار کرکے اپاہج بن گئے ہیں۔ تو یہ دینی تعلیمات کی جہالت کا نتیجہ ہے۔ اگر دماغوں میں قوت تفکر نہیں ہے۔ اگر دلوں میں ولولے اور حوصلے نہیں ہیں۔ طبیعتوں میں خودداریاں اور اولوالعزمیاں اپنا عمل نہیں کرتیں۔ مزاجوں میں تدبر کا جوہر نہیں ہے اور قوم کا پیکر جسمانی نیک اوصاف سے بے بہرہ ہے تو یہ سب کے سب اسی شجر ملعون جہالت کے تلخ پھل ہیں۔

جہالت نے اس قوم کو نہ صرف آسمانی حقائق و معارف سے محروم کر دیا ہے۔ بلکہ زمین کے گنجینۂ علم سے بھی اسکو بے نصیب کر رکھا ہے۔

دوسری فرد قرار داد جرم نا اتفاقی ہے۔ جس نے اس قوم کی جمعیت کو پراگندہ کر دیا ہے۔ اس جرم نے یہی نہیں کہ اس قوم کی اینٹی دیواروں کو جڑ دل سے ہلا دیا اور اس کے حصن حصین کو ہموار کر دیا۔ بلکہ اس نے ابلیسوں اور شیطانوں کو اس کے کھل ڈالنے کے لئے کشادہ راستہ دے دیا۔ یہ ابلیس اور شیطان ثم لاتینھم من بین ایدیھم و من خلفھم و عن ایمانھم و عن شمائلھم (ہم ان کے پاس سامنے۔ پیچھے۔ دائیں اور بائیں سے آئیں گے) کا رجز پڑھتے ہوئے ظاہر میں اور چھپ کر اس کے پاس آئے۔ دل میں گھسے۔ رگوں میں دوڑے۔ اور تمام خون چوس کر چھوڑا اور اس کے ایمانی نور کو بھی بجھا ڈالا۔

تیسرا جرم افلاس ہے۔ یہ جرم آج اس قوم کا ساختہ پرداختہ ہے۔ مال و دولت جس کو مذہب نے فضل و خیر کے لفظوں سے یاد کیا ہے۔ وہ اس کے نزدیک شر و فساد کے مرادف ہوگیا ہے۔ افلاس نے اس قوم کو خوشامد۔ خود غرضی۔ بددیانتی اور دیگر مذموم اوصاف کا سرچشمہ بنا دیا ہے۔ یہ افلاس ہی ہے۔ جو اس کی علمی تحریکوں کو سرسبز نہیں ہونے دیتا اور اس کے اہم مقاصد کے لئے بھی سنگ راہ ہے۔

یہ صرف اس قوم کا سادہ نقشہ ہے۔ اگر اس میں تمام رنگ بھر دیئے جائیں تو یہ عبرت و حسرت کا ایک مرقع بن جائیگا۔

نوجوانو! اب تم خود غور کرلو۔ کہ تم کو اپنے قوم و مذہب کے لئے کیا کرنا چاہئے۔ یاد رکھو! پرانے لوگ چراغ سحری ہیں۔ ان سے توقعات کم ہیں۔ اُن کی امیدیں بھی تمہاری صورتوں کو تکتی ہیں۔ اگر تم نے اپنی حالت درست کرلی۔ تو آنے والی نسلیں بھی بکار آمد ثابت ہونگی۔

نوجوانو! اٹھو! اٹھو! اب نیند پوری ہوچکی۔ خوب سو چکے۔ صبح امید طلوع ہورہی ہے۔ اور زمانہ مرغ بن کر بانگ دے رہا ہے۔

اٹھو! تاکہ اسلاف کی روحیں تمہیں مرحبا کہیں۔ مذہب آفرین کہے۔ قوم شاباش کے نعرے لگائے۔ اور خالق اکبر واذکرکم کا پیغام بھیجے۔

اٹھو! ذرات عالم تمہارے انتظار میں ہیں۔ اجرام فلکی تمہاری خدمت کو حاضر ہیں اور دنیا کی ترقیاں تمکو دعوت دے رہی ہیں

اٹھو! کیونکہ دنیا کی تمام قومیں روحانیت کا درس تم سے لینا چاہتی ہیں۔ اور ایمان و یقین کے خطبات تم سے سننا چاہتی ہیں۔

اٹھو! کیونکہ حکمت کے موتی دریا سے نکالے جا رہے ہیں اس کے زیادہ حقدار تم ہی ہو۔ علوم کے خزانے کھولے جا رہے ہیں وہاں بھی تمہارا بڑا حصہ ہے۔

اٹھو! ورنہ خیر امۃ (تم بہترین قوم ہو) کا خطاب تم سے چھین لیا جائیگا۔ اور خاکم بدہن ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ (ان پر ذلت اور رسوائی مسلط کردیگئی) کا ہولناک عذاب نازل ہوگا۔

اور آخر میں یہ بھی یاد رکھو کہ اسلام کے مٹ جانے کا خوف نہیں ہے۔ صرف تمہارے مٹ جانیکا ڈر ہے۔ کیونکہ خدا کا یہ فرمان ہے وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم یعنی اگر فرمان الٰہی سے تم نے انحراف کیا تو خدا دوسری قوم کو تمہاری جگہ لا کھڑی کریگا اور وہ تمہاری جیسی (بری) نہ ہوگی۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اللھم اھدنا الصراط المستقیم

درخدمت مکرم و معظم بندہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ

دیروز تحریر جناب میاں صاحب کہ بعنوان حقیقۃ الامر است و درآں مخاطبہ با جناب مولوی محمد علی صاحب فرمودہ اند رسیدہ مضمون یادآوری ایشاں نمود۔ حق ہمیں است کہ ما ہمہ احمدیاں را باید کہ باوجود ایں ہمہ اختلافے کہ در پیش است سلسلہ اتحاد و ودادرا قائم داشتہ باشیم و اختلاف را کہ فی الجملہ رحمت امت تا بحد عداوت وعناد نرسانیم چنانچہ مقصود جناب مولوی محمد علی صاحب از تحریر رسالہ آنکہ بجواب آں حقیقۃ الامر نگاشتہ اند ہمیں بودہ است۔ معلوم است کہ از روزیکہ درمیان ما احمدیاں ایں افتراق روئے نمودہ است غالباً ہیچکس از ما عاجزاں نیست کہ از رنج و تاسف خالی بودہ است۔ بندہ حالِ دلِ خود معروض میدارد۔ کہ ہر ساعت یک درد و ملال پیدا میشود کہ چرا ما باہمدیگر نمے سازیم۔ اماچہ توان کرد۔ کہ جناب میاں صاحب از تصانیف خویش ما را براہے میخوانند۔ کہ صریحاً کتاب اللہ و سنت رسول اللہ و اجماع اہل اللہ وتعلیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام قطعاً مانع است۔ یعنی بعد از حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم باب نبوت حقیقی مسدود است۔ اِلّا صرف عرفہ نبوت ظلی و غیر مستقل را کشادہ داشتہ اند۔ کہ امتی بودہ منصبغ بہ نبوت ظلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شدن است۔ وسلم جمیع مجددین است چنانچہ در حقیقۃ الوحی صاف لعنت بر آنکس کردہ اند۔ کہ مدعی نبوت مستقلہ بودہ باشد چنانچہ فرمودہ اند۔ بیدانی انی سمّیت نبیًا علیٰ لسان خیر البریۃ وذالک امر ظلیٌ من برکات المتابعۃ وماأری فی نفسی خیرًا ووجدت کلما وجدت من ھٰذہ النفس المقدسۃ وما عنی اللّٰہ من نبوّتی الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ ولعنۃ اللّٰہ علیٰ من اراد فوق ذالک او حسب لنفسہٖ شیئًا او اخرج عنقہٗ من امر لقیۃ النبوۃ۔ وان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین فلیس حق احد ان مدعی النبوۃ بعد رسولنا المصطفیٰ علی الطریقۃ المستقلۃ ومابقی بعدہٖ الّا کثرۃ المکالمۃ وھو لشرط الاتباع لا بغیر متابعۃ خیر البریۃ۔ وللّٰہ ما حصل فی ھٰذا المقام الا من انوار اتباع الاشعۃ المصطفویۃ۔ وسمیت نبیًا من اللّٰہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ الخ

از یں ارشاد حضرت اقدس علیہ السلام کہ آخرین ارشادات اوشاں است و مغز کتب مقدسہ اوشاں است صریح ہمیں مدعا در میگردد کہ دعوے اوشاں از مکالمہ ومخاطبہ است۔ و صاحب مکالمہ را آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیر نبی فرمودہ اند۔ وآں را در امت مرحومہ جاری داشتہ اند۔ چنانچہ در بخاری در مناقب حضرت فاروق اعظمؓ مروی است، قد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلّمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یک فی امتی منھم احد فعمر۔ پس ہر مسلمان کہ قدرے بصیرت میداشتہ است ضرور میداند۔ کہ اگر باب نبوت حقیقی بعد از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وا میبود۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ را چرا در مکلمین ومحدثین داشتہ بر اوشاں حکم من غیر ان یکونوا انبیاء میفرمود۔ چراکہ ہارون علیہ السلام ہم در موجودگی حضرت موسیٰ علیہ السلام مشرف بہ نبوتِ حقیقی گردیدہ بودند۔ پس مثیل حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام را اگر نیز یکے از صحابہ کبار اوشاں بخلعت نبوت سرافراز میکردند موجب ازدیاد مماثلت میگردید۔ وبرائے آئندہ نیز راہے برائے ادراک نبوت پیدا میشد۔ ازینجا ثابت شد۔ کہ باعث آں ختم و انقطاع نبوۃ بود۔ لاغیر۔ چراکہ ہرچہ بعد از نبی متبوع در امت مرحومہ فیض ہا جاری میبودہ است۔ اول نمونہ آں در صحابہ ہم در زندگی نبی متبوع اوشاں بظہور می آمدہ است۔ ورنہ بدعت شمردہ میشود۔ چنانچہ برہان آں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اند۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوشاں را مثیل حضرت عیسیٰ وحضرت ہارون قرار دادہ۔ الا لا نبی بعدی نفی شان نبوت اوشاں فرمودہ اند۔ تا برائے آئندہ یعنی طائفہ واخرین منھم لما یلحقوا بھم برہان روشن تر از آفتاب بودہ باشد

بندہ ایں چند سطور را بحسب فرمودہ جناب میاں صاحب تحریر کردہ است۔ چراکہ اوشاں ہم در رسالہ حقیقۃ الامر صاف اعلان کردہ اند کہ بدون تحقیق وتدقیق ہر کہ برگفتہ زید وبکر اعتماد می کند سزاوار مؤاخذہ او سبحانہٗ تعالیٰ میگردد۔ صرت مولانا مرزا بیدل قدس سرہٗ نیز ہمیں فرمودہ اند۔ ؎

ہرکس اینجا از مقام خویش میگوید خبر
از ما باہم حرف او گر بشنوی باور مکن

خدا کند کہ حق الامر ازخفا بر آید وما ہمہ باز باہم متحد گردیدہ شیر وشکر شویم۔ آمین!

اگر جناب میاں صاحب بیان معتقدات ما را کہ مطابق فرمودہ خدا ورسول ومسیح موعود است صلی اللہ علیہ وسلم منظور ندارند۔ تاہم مہربانی فرمودہ ما را خواہ مخواہ مطعون نسازند۔ بلکہ باوجود ایں اختلاف ہمہ احمدیاں را باہمدیگر برادر دانند۔ وتحریر وتقریر یکدیگر را بغور وتامل وصدق وراستی دیدہ وخواندہ وبہ یکدیگر معروض میداشتہ باشند۔ بندہ ایں اختلاف را نیز برہان صدق دعاوی حضرت اقدس میداند چراکہ اوشاں پیش ازیں خبر دادہ اند۔ کہ در جماعت ضرور است کہ تفرقہ افتد و دو جماعت گردد۔

بلکہ اگر ایں تفرقہ بظہور نمیرسید۔ پیشگوئی حضرت اقدس نمی بر آمد پس ما عاجزاں را بریں تفرقہ صبر باید کرد۔ واختلاف را تا عناد و اعتساف نباید رسانید وہمیشہ کوشش باید کرد۔ کہ باہم دوست وخیرخواہ وہمدرد بودہ باشیم۔ چنانچہ ہر چہار مذاہب کہ باوجود اختلاف باہم دوست بودہ اند۔ ویکدیگر را ہرگز بد نمیگویند۔

مخفی مباد کہ در اختلاف تحریکہائے غیبی میبودہ اند۔ وہمیں تحریک علامت زندگی وازدیاد علم وخرد است بشرطیکہ عناد را از میان مرفوع داشتہ باشند۔ ہیچ مذہبے در دنیا نبودہ است۔ کہ بعد از مرسل الٰہی جلشانہٗ در آں اختلاف نمودہ نگردیدہ است۔ چراکہ در وقت مرسل الٰہی جلشانہٗ ہمہ متابعین را نظر بر اوشاں میبودہ است۔ اما بعد از مرسل ہر متبع برائے فہمیدن کلام متبوع بسوئے عقل وفہم وفراست خویش رجوع میکردہ است۔ لہٰذا بنا بر تفاوت عقول واستعداد در معانی آں اختلاف میکردہ اند۔ مولینا مرزا بیدل قدس سرہٗ کہ از خاندان حضرت اقدس اند۔ چہ خوب فرمودہ اند ؎

ہوش چوں شد آشنائے اختلاف نیر وبم
چوں صدا پرواز برآہنگت از جا مے برد
دستوی محرم نوائے پردۂ تسکین ساز
کے فریب نغمۂ بے رنگت از جا مے برد
دعوئ ہستی مکن گر جام ہوشت دادہ اند
عافیت کہ نیست ایں ہنگت از جا مے برد
خلوت آرائے عدم میباش چوں شمع خموش
ورنہ طوفان شکست رنگت از جا مے برد

والسلام۔ خاکسار۔ بندہ محمد ابراہیم احمدی۔

اُردُو ترجمہ

بخدمت مکرم ومعظم بندہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ کل جناب میاں صاحب کی تحریر موسومہ بہ حقیقۃ الامر (جس میں جناب مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب فرمایا ہے) پہنچکر یادآوری سے ممنون فرمایا۔ حق تو یہی ہے کہ ہم سب احمدیوں کو چاہیئے۔ کہ باوجود اختلاف کے جو درپیش ہے سلسلہ اتحاد اور محبت کو قائم رکھیں۔ اور اختلاف کو جو فی الجملہ رحمت ہے عداوت اور فساد کی حد تک نہ پہنچائیں۔ چنانچہ جناب مولوی محمد علی صاحب کے خط کا جسکے جواب میں حقیقۃ الامر لکھی گئی ہے یہی مقصد ہے اور ظاہر ہے کہ جس دن سے ہم احمدیوں کے مابین یہ تفریق ہوئی ہے غالباً ہم میں سے کوئی شخص بھی رنج وتاسف سے خالی نہیں ہے۔ میں اپنے دل کا حال عرض کرتا ہوں کہ ہر ساعت ایک درد اس میں پیدا ہے کہ کیوں نہ ہم ایکدوسرے سے موالفت کریں۔ لیکن ہو کیا سکتا ہے۔ جبکہ جناب میاں صاحب اپنی تصانیف سے ہم کو اس راہ کیطرف بلاتے ہیں جس کی صریحاً کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم اور اجماع اہل اللہ اور تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام مانع ہے یعنی حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حقیقی نبوت کا دروازہ بند ہے مگر ظلی اور غیر مستقلہ نبوت کی کھڑکی کھلی ہے جو نبوت ظلی آنحضرت صلعم کی طفیل ہے۔ اور یہ مسلمہ جملہ مجددین ہے۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی میں صاف مدعی نبوت مستقلہ پر لعنت کی اور فرمایا ہے کہ "میرا نام جو نبی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے موسوم ہے۔ وہ برکات متابعت میں سے ایک ظلی امر ہے۔ اور میں بذات خود اپنے اندر کوئی خوبی نہیں دیکھتا اور جو کچھ میں نے پایا اسی نفس مقدسہ [illegible] کے اور کچھ نہیں۔ اور جو اس پر زیادتی کا ارادہ کرے اس پر اللہ کی لعنت ہے یا اپنے نفس پر کچھ گمان کرے یا حضور سرورِ کائنات کی متابعت سے گردن پھیرے۔ اور ہمارے نبی صلعم خاتم النبیین ہیں اور آپ پر سلسلہ رسلین منقطع ہے۔ پس کسی کا حق نہیں کہ رسول اللہ صلعم کے بعد مستقل طریق پر نبوت کا دعوےٰ کرے اور آپ کے بعد کثرت مکالمہ کے سوائے اور کچھ باقی نہیں۔ جس میں اطاعت شرط ہے اور خیر البریہؐ کی متابعت کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اور خدا کی قسم اس مقام پر انوار اتباع مصطفویہ کے بغیر نہیں پہنچ سکتے میرا نام اللہ کی طرف سے مجازی طور پر نبی رکھا گیا نہ حقیقی طور پر"

حضرت اقدس کے اس ارشاد سے جو آپ کے آخرین ارشادات میں سے ہے اور آپکی کل کتب مقدسہ کا نچوڑ یہی صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا دعوےٰ مکالمہ اور مخاطبہ کا ہے۔ اور صاحب مکالمہ کو آنحضرت صلعم نے غیر نبی فرمایا ہے۔ اور امت مرحومہ میں اس سلسلہ کو جاری قرار دیا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت فاروق اعظمؓ کے مناقب میں مروی ہے "تم سے پیشتر بنی اسرائیل کے لوگ صاحب مکالمہ ہوتے رہے بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوتے تھے۔ پس اگر تم میں سے میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمرؓ ہے"۔

پس ہر مسلمان اہل بصیرت ضرور جانتا ہے کہ اگر آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مکلمین محدثین میں ہی کیوں شمار کرتے۔ اور غیران یکونوا انبیاء کا حکم فرماتے۔ کیونکہ ہارون علیہ السلام بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں حقیقی نبوت سے مشرف ہوئے ہیں پس مثیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحابہ کبار میں اگر کوئی خلعت نبوت سے سرفراز ہوتا تو زیادتی مماثلت کا موجب ہوجاتا۔ اور آئندہ کے واسطے حصول نبوت کا راہ نکل آتا۔ اس سے ثابت ہے کہ اس کا اصل سبب نبوت حقیقی کا انقطاع اور خاتمہ ہی ہے اور بس۔ کیونکہ نبی متبوع کی اُمت مرحومہ میں جس کسی کو فیض پہنچا ہے اس کا اصل نمونہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں خود نبی متبوع کی زندگی ہی میں ظہور پذیر ہوا۔ ورنہ بدعت سمجھی جاتی۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اسکے لئے بطور دلیل ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم نے انکو مثیل حضرت عیسیٰ وحضرت ہارون قرار دیا اور لا نبی بعدی سے ان کی شان نبوت کی نفی کردی۔ تاکہ اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم والوں پر یہ دلیل آفتاب کی طرح روشن ہو۔ اور اُمت مرحومہ مسیح موعودؑ کو حقیقی نبی سمجھکر غلطی نہ کھاوے۔

بندہ نے یہ چند سطریں حسب فرمودہ جناب میاں صاحب تحریر کی ہیں۔ کیونکہ انہوں نے رسالہ حقیقۃ الامر میں صاف اعلان کیا ہے۔ کہ بدون تحقیق وتدقیق جو کوئی زید وبکر کے قول پر اعتماد کرے۔ وہ قابلِ مؤاخذہ حق سبحانہٗ تعالیٰ ہے۔ حضرت مولینا میرزا بیدل قدس سرہٗ نے بھی یہی فرمایا ہے ؎ "جو شخص خود بخود اپنا رتبہ ظاہر کرتا ہے + میں کہتا ہوں اس کی بات کا یقین نہ کرنا"۔ خدا کرے کہ حق الامر ظاہر ہوجاوے۔ اور ہم سب متحد ہوکر شیر وشکر ہوجاویں۔ آمین!

اگر جناب میاں صاحب ہمارے معتقدات کو جو مطابق فرمودہ خدا ورسولؐ اور مسیح موعودؑ ہیں۔ منظور نہ کریں۔ تاہم مہربانی فرماکر ہمیں خواہ مخواہ مطعون نہ کریں۔ بلکہ باوجود اس اختلاف کے ہم تمام احمدیوں کو ایکدوسرے کا بھائی جانیں۔ اور ایکدوسرے کی تحریر وتقریر کو بغور تامل، صدق اور راستی سے دیکھ اور پڑھکر ایکدوسرے کے آگے پیش کریں۔ بندہ اس اختلاف کو بھی حضرت اقدس کی صداقت کی برہان جانتا ہے۔ کیونکہ آپ نے پہلے سے خبر دی ہے کہ ضرور ہے کہ جماعت میں تفرقہ ہو اور دو جماعت بن جائیں"۔

بلکہ اگر یہ تفرقہ ظہور پذیر نہ ہوتا۔ تو پیشگوئی حضرت اقدس کی درست نہ ہوتی۔ پس ہم عاجزوں کو اس تفرقہ پر صبر کرنا چاہیئے۔ اور اختلاف کو حدود عناد تک نہ پہنچانا چاہیئے۔ اور ہمیشہ کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ ہم آپس میں دوست۔ خیرخواہ اور ہمدرد بن جائیں چنانچہ ہر چہار مذہب میں باوجود اختلاف کے باہم دوست ہیں اور ہرگز ایک دوسرے کو بُرا نہیں کہتے۔

مخفی نہ ہے۔ کہ اختلاف میں غیبی تحریک ہے اور یہ تحریک زندگی اور زیادتی علم اور عقل کی علامت ہے۔ بشرطیکہ عناد کو درمیان سے اٹھا دیا جائے۔ کوئی مذہب دُنیا میں ایسا نہیں ہوا۔ کہ اُسکے مرسل الٰہی کے بعد اس میں اختلاف واقعہ نہ ہوا ہو۔ کیونکہ مرسل الٰہی کے وقت میں اُن کی متابعت پر نظر ہوتی ہے۔ لیکن مرسل کے بعد ہر متبع نے متبوع کی کلام کو سمجھنے کے واسطے اپنی اپنی عقل۔ فہم۔ اور فراست سے رجوع کیا ہے۔ اسی واسطے تفاوت عقل اور استعداد کی وجہ سے اس کے معانی میں اختلاف کیا ہے۔ مولانا مرزا بیدل قدس سرہٗ نے (جو حضرت اقدس کے خاندان سے ہوئے ہیں)

وفاتِ مسیح کے متعلق دو حدیثیں

"اہلحدیث" کا ایک نامہ نگار احادیثِ نبوی (۱) ان عیسیٰ ابن مریم عاش مائۃ وعشرین سنۃ اور (۲) لو کان عیسیٰ وموسیٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی کے متعلق معترض ہے۔ کہ غیر معتبر کتابوں میں آئی ہیں۔ اس لئے پایۂ صحت سے گری ہوئی ہیں۔

ایسا ہی معاصر "اہلسنت والجماعت" کے ایڈیٹر حکیم ابو تراب عبدالحق صاحب یکم نومبر ۱۹۱۸ء کے پرچہ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"یہ حدیث جو مرزائی صاحبان نے اشتہار میں درج فرمائی ہے کہ لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی۔ اب مولوی احمد علی صاحب عبارات میں باقی الفاظ کو مراجع کرتے ہیں۔ مشکوۃ شریف باب الاعتصام فصل ثانی میں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔ اس میں لو کان موسیٰ حیا مذکور ہے عیسیٰ کا لفظ نہیں ہے۔ اگر کوئی مرزائی اس حدیث میں عیسیٰ کا ذکر باسناد صحیح کسی کتاب معتبر میں دکھلا دیں تو میں وفات مسیح کا قائل ہو جاؤنگا اور سو روپیہ بطور شکریہ اس کی خدمت میں پیش کرونگا۔ اگر تردد ہو کہ احمد علی نہیں ادا کریگا تو سو روپیہ جج صاحب کی خدمت میں جمع کرا لیں۔ بعدہٗ اس عاجز کو باسناد صحیح نہ دکھا دیں تو اہل ایمان جان لینگے کہ یہ لوگ کیسے ہیں"

ہر چند کہ وفات مسیح کے اثبات کا دارومدار محض ان ہر دو احادیث پر ہی نہیں۔ بلکہ بیشمار ادلّہ قرآنیہ وحدیثیہ اسکے ثبوت میں بارہا پیش ہو چکے ہیں۔ جن سب کی تردید آجتک نہ کسی مخالف سے ہو سکی اور نہ کبھی ہو سکیگی۔ لیکن چونکہ یہ الزام دیا گیا ہے کہ یہ احادیث کتب معتبرہ میں نہیں اور کہ لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین الخ میں صرف موسیٰ ہی کا لفظ ہے۔ عیسیٰ کا کہیں نہیں۔ اس لئے اس الزام کی صحت کو پرکھنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔

ابوالعطا حکیم میرزا خدابخش صاحب نے اپنی مہتم بالشان تصنیف عسل مصفّٰی میں منجملہ دیگر بہت سے اہم مباحث کے ان ہر دو احادیث کو بھی نقل کیا ہے۔ اور ان تمام کتب کے حوالے دیئے ہیں جن میں یہ احادیث درج ہیں۔ چونکہ محض ان کی پیشکردہ عبارات کا ہی نقل کر دینا مطالبہ کے جواب سے ہمیں فارغ کر دیتا ہے۔ اس لئے ہم اُن کو ہر دو نامہ نگاران اہلحدیث و اہلسنت کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں۔ کہ وہ ان پیشکردہ کتب کو غیر معتبر ثابت کر کے دکھائیں ورنہ کم از کم مولوی احمد علی صاحب حسب اقرار خود وفات مسیح کے قائل ہوں۔ مولوی احمد علی صاحب اپنے سو روپیہ بھی بہتر ہو کہ ان احادیث کی اشاعت یا بصورت انکار ان کے رد کا سامان مہیا کرنے پر ہی صرف کریں۔ تا سیاہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد۔

فأتوا برهانكم إن كنتم صادقين۔

حدیث اوّل لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی کے حوالجات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) امام حافظ ابو الفدا اسماعیل ابن عمر قرشی دمشقی اپنی تفسیر بنام ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ میں یوں فرماتے ہیں:۔

"**وبعض الاحادیث لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی فالرسول محمد خاتم الانبیاء صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ دائما الی یوم الدین**"

یعنی بعض حدیثوں میں آیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو اُن کو بجز ہماری اطاعت کے اور کچھ چارہ نہ ہوتا۔ پس محمد رسول اللہ تمام نبیوں کی مُہر ہے جس پر ہمیشہ قیامت تک خدا کا درود اور سلام ہو۔ ورنہ ملک محدث نے اس پر کوئی جرح نہیں کی اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس طرح موسیٰ فوت ہو چکا ہے اُسی طرح عیسیٰ بھی مر گیا ہے۔

(۲) نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالوی اپنی تفسیر ترجمان القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ میں حدیث مذکورہ بالا یعنی لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی کو درج فرمایا ہے جس پر کوئی جرح نہیں کی اور اس کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

(۳) خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فصل الخطاب کے صفحہ ۴۴۷ میں اس حدیث کو ان الفاظ میں درج فرمایا ہے۔ وموسیٰ وعیسیٰ علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام لو ادرکاہ لزمہما الدخول فی شریعتہ یعنی اگر عیسیٰ اور موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام ہمارے زمانہ میں ہوتے تو لازمی طور سے ہماری شریعت کے پابند ہوتے۔

(۴) خواجہ محمد پارسا صاحب اسی کتاب کے اسی صفحہ پر دوسری جگہ یوں لکھتے ہیں و قال صلی اللہ علیہ وسلم لو ادرکنی **موسیٰ وعیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام عیشا وسعہما الا اتباعی**۔ دیکھو کتاب مذکورہ بالا۔ اس بزرگ نے بھی اس حدیث کو صحیح سمجھکر اپنی کتاب میں لکھا ہے اور کوئی جرح نہیں کی۔

(۵) کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر مصنفہ عارف ربانی امام سید عبدالوہاب شعرانی میں بصفحہ ۲۲ حدیث ذیل بدیں الفاظ لکھی ہے۔ **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم ولا فخر انما کان صلی اللہ علیہ وسلم سید ولد آدم لان جمیع الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نواب لہ صلی اللہ علیہ وسلم من لدن آدم الی اخر الرسل وھو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کما ابان عن ذالک حدیث لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین ما وسعہما الا اتباعی**

وصدق صلی اللہ علیہ وسلم فی ذالک فانہ کان موجود الجسم من لدن آدم الی زمان وجودہ لکان جمیع بنی آدم تحت شریعتہ حسًّا ولھذا لم یبعث نبی الی الناس عامۃ الا ھو خاصۃ فجمیع شرائع الانبیاء ھی بالحقیقۃ شرعہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں اور یہ بات فخر کی رُو سے نہیں کہتا۔ کیونکہ رسول اللہ علیہ وسلم سردار بنی آدم ہیں اور وجہ یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اُن کے نائب ہیں آدم سے لیکر آخری رسول یعنی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔ اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو اُن کو بغیر میری اطاعت کے کوئی چارہ نہ ہوتا اور بلاشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے کیونکہ اگر وہ اپنے جسم کے ساتھ زندہ ہوتے تو حضرت آدم سے لیکر اُن کے زمانہ وجود تک تمام بنی آدم اُن کی شریعت کے زیر سایہ ہوتے۔ اور یہی سبب ہے کہ کوئی نبی بھی کافۃ الناس کے پاس نہیں بھیجا گیا اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک فرد ہیں جو سب کے لئے مبعوث ہوئے لہٰذا تمام نبیوں کی شریعتیں فی الاصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شریعت ہیں۔

(۶) کتاب مدارج السالکین قلمی مصنفہ فخر المحدثین امام ابن قیم شامی کے صفحہ ۳۱۳ جلد ۲ پر یہ حدیث یوں درج ہے لو کان موسیٰ **وعیسیٰ علیہما السلام حیین لکانا من اتباعہ** یعنی اگر موسیٰ وعیسیٰ زندہ ہوتے تو ضرور اسکے اتباع میں داخل ہوتے۔

(۷) کتاب شرح مواہب لدنیہ زرقانی میں حدیث لو کان عیسیٰ **وموسیٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی** جلد ۶ صفحہ ۵۴ پر مفصل درج ہے۔

(۸) رسالہ بشارات احمدیہ مصنفہ مولوی سید علی حائری شیعی کے صفحہ ۴۲ پر یوں لکھا ہے۔ یعنی اگر موسیٰ وعیسیٰ در دنیا می بودند (حدیث کے اصل لفظ ہیں فی حیواتھما۔ زندہ ہوتے) ممکن نبود ایشاں را مگر آنکہ متابعت میکردند۔

(۹) رسالہ براہین محمدیہ جو بشارات احمدیہ کے حاشیہ پر درج ہے۔ بصفحہ ۲۶ لکھا ہے آنحضرت نے فرمایا ہے۔ لو کان موسیٰ وعیسیٰ فی حیوتھما لما وسعھما الا اتباعی یعنے اگر موسیٰ و عیسیٰ دنیا میں ہوتے۔ تو اُنکے واسطے میری فرمانبرداری کے سوا اور کچھ ممکن نہ تھا۔

اب ان عیسیٰ عاش عشرین ومائۃ سنۃ کی صحت ملاحظہ ہو:۔

(۱) المواہب اللدنیہ مصنفہ علامہ قسطلانی کی جلد اوّل صفحہ ۴۲ پر یوں لکھا ہے:۔ **عن عائشۃ انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی توفی فیہ لفاطمۃ ان جبرائیل کان یعارضنی القراٰن فی کل عام مرۃ وانہ عارضنی بالقراٰن العام مرتین واخبرنی انہ لم یکن نبی الا عاش نصف الذی قبلہ واخبرنی ان عیسیٰ ابن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ ولا ارانی الا ذاھبا علی رأس الستین انتھی ملخصًا۔** حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایام بیماری میں جس سے وہ بالآخر فوت ہوگئے فاطمہ رضہ کو فرمایا تھا کہ جبرائیل ہر سال ایکدفعہ قرآن شریف عرض کیا کرتا تھا۔ اور اس سال اُس نے دو دفعہ عرض کیا ہے اور یہ بھی مجھے خبر دی ہے کہ کوئی نبی نہیں ہوا کہ جس کی عمر اپنے ماقبل سے نصف نہ ہوئی ہو۔ اور یہ بھی مجھے خبر دی ہے۔ کہ عیسیٰ بن مریم نے ایکسو بیس برس کی عمر پائی۔ لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ میں ۶۰ کے شروع میں اس دنیا سے کوچ کروں گا۔

(۲) شرح مواہب لدنیہ مصنفہ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی کی جلد اول صفحہ ۴۴ میں یوں لکھا ہے۔ **والمصرح بہ فی الاحادیث النبویۃ انہ انما رفع وھو ابن مائۃ وعشرین سنۃ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر بسند رجالہ ثقات عن عائشۃ رض انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی توفی فیہ لفاطمۃ ان جبریل کان یعارضنی القراٰن فی کل عام مرۃ وانہ عارضنی بالقراٰن العام مرتین واخبرنی انہ لم یکن نبی الا عاش نصف الذی قبلہ واخبرنی ان عیسیٰ بن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ ولا ارانی الا ذاھبا علی رأس الستین انتھی ملخصًا** ۔ اور حدیث نبویہ میں بتصریح آیا ہے کہ جب مسیح کا بعد موت رفع ہوا۔ اُس وقت اُن کی عمر ۱۲۰ سال کی تھی اور طبرانی نے ثبوت میں حضرت عائشہ رضہ سے روایت بیان کی ہے اور اس حدیث کے راوی سب ثقہ ہیں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرض میں جس سے اُن کی وفات ہوئی فاطمہ کو فرمایا کہ جبرئیل ہر سال ایکدفعہ قرآن شریف کا معارضہ کرتا تھا لیکن اس سال اُس نے دو دفعہ معارضہ کیا اور یہ بھی مجھے اطلاع دی کہ عیسیٰ بن مریم ۱۲۰ سال زندہ رہے اور میں دیکھتا ہوں کہ ۶۰ برس کے سرے پر میں بھی جا نیوالا ہوں۔ خلاصہ کے طور پر بیان ہوا۔

(۳) تفسیر کمالین کے حاشیہ پر یوں لکھا ہے۔ **وعن مرسل بن المسیب انہ عاش ثمانین سنۃ بسند من روایۃ علی بن زید منہ وھو ضعیف وفی المستدرک عن ابن عمر ان عیسیٰ عاش مائۃ وعشرین سنۃ کذا فی الاصابہ۔** ابن مسیب کے مرسل میں تو یہ ہے کہ وہ ۸۰ برس تک زندہ رہے لیکن اسمیں جو روایت علی ابن زید کی ہے وہ ضعیف ہے اور مستدرک حاکم میں وہ اپنے چچا کے بیٹے سے روایت کرتا ہے کہ عیسیٰ ۱۲۰ برس تک زندہ رہا۔ ایسا ہی اصابہ میں بھی ہے۔

(۵) حلیہ ابونعیم میں بروایت زید بن ارقم یہ حدیث آئی ہے۔ **ما بعث اللہ نبیا الا عاش نصف ما عاش النبی الذی کان قبلہ۔** دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۹۔ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نبی کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مامور کیا وہ اُس نبی سے جو اُس سے اوّل ہوتا رہا نصف زندگی پاتا رہا۔ اس سے بھی وفات مسیح ثابت ہے۔ کیونکہ مسیح کی عمر ۱۲۰ یا ۱۲۵ برس کی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اُن سے نصف ہے۔ یعنے ۶۳ برس۔

(۶) طبرانی میں فاطمۃ الزہرا رضہ سے یوں مروی ہے۔ **انہ لم یکن نبی کان بعدہ نبی الا عاش نصف الذی کان قبلہ وان عیسے بن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ وانی لا ارانی الا ذاھبا علی رأس الستین** یعنی جو نبی بعد میں ہوتا رہا وہ اس نبی سے جو اس سے پہلے ہوتا رہا نصف عمر پاتا رہا۔ اور عیسے بن مریم ۱۲۰ برس تک زندہ رہے۔ لہٰذا میں دیکھتا ہوں کہ میں ۶۰ برس کے سرے پر دنیا کو ترک کرونگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۰۔

عبارات منقولہ بالا سے نہ صرف یہی ثابت ہے کہ ان ہر دو احادیث کو بہت سے محدثین نے صحیح مانا ہے اور اپنی کتب میں جو اس وقت عالم اسلامی میں پایۂ ثقاہت سے گری ہوئی نہیں بلکہ بہت بلند مرتبہ رکھتی اور عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ ان کو لکھا ہے۔ اور کوئی جرح ان پر نہیں کی۔ بلکہ ان عیسیٰ بن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ کے متعلق تو یہ بھی شہادت خود محدثین نے دے دی کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ جیسا کہ زرقانی نے صاف الفاظ میں کہا ہے کہ **اخرجہ الطبرانی فی الکبیر بسند رجالہ ثقات** ۔ یعنی طبرانی نے اپنی کبیر میں اس کو ایسی اسناد کے ساتھ درج کیا ہے کہ جس کے راوی ثقہ ہیں ایسا ہی تفسیر کمالین میں مرسل بن المسیب کی حدیث انہ عاش ثمانین سنۃ کو بسبب راوی (علی بن زید) کے ناقابل اعتبار ہونے کے ضعیف قرار دیا ہے اور اسکے بالمقابل ان عیسیٰ عاش مائۃ وعشرین سنۃ کو ہی باعتبار رواۃ قابل اعتبار ٹھیرایا ہے۔

فسخ بیعت کے چند ضروری اعلانات

ذیل میں شملہ کے دو ضروری اعلان ہائے فسخ بیعت اور شیخ عبد الحق صاحب کا ایک مقالہ کامختصر حصہ ہدیۂ ناظرین کرام ہے۔ یہ اس قابل ہیں کہ ہمارے احباب انہیں مریدین میاں صاحب تک پہنچا کر خود انہی کے ہمخیال بزرگوں کی زبان سے انہیں تبلیغ حق کریں … اس لئے کہ ان اعلانات سے ہمارے ساتھ چند افراد کا اضافہ ہوگیا بلکہ اس وجہ سے کہ اس قسم کے تمام اعلانات جو آئے دن شائع ہوتے ہیں لیبز تقشھم کے آوازے کسنے والوں پر ایک بہت بڑی حجت ہیں۔ وہ جو اپنی کثرت پر نازاں تھے اور آئے دن ہماری تباہی کے انہیں خواب آتے تھے وہ آئیں اور دیکھیں کہ کن سے کٹ کاٹ کر لوگ کس طرف آرہے ہیں لیکن ہم سمجھتے ہیں بڑھ کر ذیل کے اعلانات میں سے سب سے پہلا اعلان شملہ کے محمودیوں کے لئے بالخصوص ایک سبق عبرت ہے۔ جناب منشی عبد الرحمن صاحب سپرنٹنڈنٹ میڈیکل برانچ شملہ وہ بزرگ ہیں جو ان پانچ سالہ فتن و فسادات میں باوجود میاں صاحب کی بیعت میں شامل ہونے کے ان کدورتوں سے ہمیشہ الگ رہے ہیں جو دیگر مبائعین میاں صاحب بالخصوص شملہ کے بعض محمودیوں کے دلوں میں ہم احمدیوں کے خلاف موجزن ہیں اور جن کا اظہار ان کے زبان و قلم و قتاً فوقتاً ہو چکا ہے۔ چنانچہ شملہ کے احمدی اور محمودی سب کو ہی اس کا اعتراف ہے اور آپ کے تقوے اور نیکی کے ہر دو فریق احمدی اور محمودی قائل ہیں۔ "الوصیت" کے ماتحت آپ اپنی جائیداد کا دسواں حصہ وصیت بھی کر چکے ہوئے ہیں اور ہمیشہ برابر اسکو ادا کرتے رہے ہیں۔

امید ہے آپ کا اور آپ کے ساتھ ماسٹر نور محمد صاحب کا رجوع (جو بھی جماعت شملہ میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں) اعلان محمودیوں بالخصوص مولوی عمر الدین اور بابو برکت علی صاحب شملوی کے لئے ہدایت کا موجب ہوگا۔ بشرطیکہ قلب سلیم اور حشیتہ اللہ حق بین رفیق راہ ہو۔

ان ہر دو بزرگوں کے علاوہ شملہ کے شیخ امیر الدین صاحب بھی بہت جلد اسی قسم کا اعلان لکھکر بھیجنے والے ہیں جو پہنچنے پر انشاء اللہ شائع کر دیا جائے گا۔ ان کے علاوہ ایک اور صاحب بابو عبد الرزاق صاحب گو میاں صاحب کی بیعت میں شامل نہ تھے۔ لیکن عملاً انہی کے ساتھ تھے۔ الحمد للہ کہ وہ بھی اب ان سے علیحدہ ہو کر ہمارے ہی احباب کے ساتھ لگ گئے ہیں۔ اور اس طرح سے گویا جماعت شملہ میں چار نئے احباب کا اضافہ ہوا ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔

(۱)
اعلان فسخ بیعت مولوی عبد الرحمن صاحب سپرنٹنڈنٹ میڈیکل برانچ شملہ

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد عبدہ و رسولہ

ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا

میں نے حضرت مولوی نور الدین صاحب کی وفات کے بعد جناب میاں محمود احمد صاحب کی بیعت خلافت کی تھی۔ لیکن مسئلہ تکفیر میں مجھے اختلاف تھا اور اختلاف رکھکر میں نے بیعت کر لی تھی اس کے بعد مختلف اوقات میں اکثر احباب سے بالخصوص مکرمی مولوی عمر الدین صاحب سے اس مسئلہ کے متعلق گفتگو ہوتی رہی میرا خیال اس تمام عرصہ میں یہی رہا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے انکار سے کوئی شخص کافر یعنی دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ البتہ قابل مواخذہ اور قابل سزا ضرور ہوتا ہے گذشتہ سال جناب میاں صاحب شملہ تشریف لائے تو انہوں نے نہایت مہربانی سے مجھے اس مسئلہ تکفیر کے متعلق جو میں نے ان سے پوچھا سمجھا دیا جس سے مجھے اس بات کی ضرورت ہوئی کہ جبتک مزید تحقیق نہ کرلوں۔ اس مسئلہ کے متعلق خاموش رہوں۔ اس سال جناب مولوی محمد علی صاحب شملہ تشریف لائے۔ ان سے بھی اس مسئلہ کے متعلق گفتگو ہوئی۔ مولوی صاحب موصوف اور مولوی عمر الدین صاحب کے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد اور یہاں تک حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کو جو اسوقت تک مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ دیکھنے کے بعد میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے منکرین کو اپنے انکار کے سبب کافر یعنی دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہا۔

مسئلہ نبوت کے متعلق میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مسئلہ اتنا اہم نہیں جتنا کہ تکفیر۔ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔ اس لئے آپکا رتبہ کتنا ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو اور لفظ نبوت کی خصوصیت بھی آپ کے لئے کیوں نہ ہو۔ لیکن پھر بھی آپ زمرۂ محدثین میں ہی شامل رہتے ہیں۔ بہرحال آپ کی نبوت امتی ظلی۔ بروزی اور مجازی ہی ہے۔ نہ کہ پہلے انبیاء جیسی۔ مسئلہ تکفیر کے فیصلہ ہونے سے نبوت صرف لفظی بحث سی رہ جاتی ہے اس نبوت کا سوال جو عام پہلے انبیاء میں ہے اس سے اتنے بڑے ہیں اگر کوئی وقت ہو تو مسئلہ تکفیر کے سمجھنے سے مسئلہ نبوت بھی حل ہو جاتا ہے حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات میں اور جماعت احمدیہ میں لفظ نبی کا استعمال عام طور پر ہوا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بوجہ امتی ظلی بروزی اور مجازی نبوت ہونے کے یہ لفظ محدثیت کے مترادف ہی سمجھا گیا ہے۔

جو نتیجہ میں نے نکالا ہے۔ خدا تعالیٰ کو بہتر معلوم ہے کہ یہ صحیح ہے یا غلط۔ میں اپنی رائے ناقص میں اسی طرح سے سمجھا ہوں اور مجھے یقین ہے۔ کہ خدا تعالیٰ میری سمجھ کے مطابق ہی مجھ سے بازپرس کرے گا۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ اور اگر اس میں میں نے کوئی غلطی کی ہے تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں نہایت عاجزانہ طور پر دعا کرتا ہوں کہ وہ رحیم اور کریم ہستی مجھے صحیح سمجھ عطا فرماوے۔ اور اپنی رضامندی کے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین۔ ثم آمین۔

جماعت شملہ میں حضرت مولوی نور الدین صاحب کی وفات تک عام طور پر یہی عقیدہ تھا۔ جو میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ کیونکہ غیر احمدیوں کے جنازے پڑھ لئے جاتے تھے۔

موجودہ اختلاف عقائد کے سبب جماعت کے جو دو حصے ہوئے ہیں۔ ان میں ایسے بزرگ بھی ہیں جن کے اب بھی وہی عقائد ہیں جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے یہ بزرگ ایسے نہیں کہ ہم ان کو بالکل نظر انداز کر دیویں۔ وہ اپنی حلفیہ شہادتیں پیش کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت میں زندگیاں گذارنے والے اور بعض ہر وقت کے ساتھ رہنے والے ہیں مسیح موعودؑ کے معتمد اور آپ کے منظور نظر ہیں۔ وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات اور عمل اور ہر وقت ساتھ رہ کر سمجھا ہے وہ وہی عقیدہ ہے جسکو وہ اس وقت پیش کرتے ہیں۔ یعنی حضرت مسیح موعود۔ امتی۔ ظلی۔ بروزی اور مجازی نبی ہیں۔ لیکن یہ نبوت محدثیت تک محدود ہے اور آپ کا انکار زمرۂ اسلام سے خارج نہیں کرتا۔ البتہ قابل سزا بنا دیتا ہے۔

اگر ان اہل الرائے اصحاب کے یہ عقائد نہ ہوتے اور صرف چند معمولی آدمی ہی یہ خیال رکھتے تو سمجھ لیا جاتا کہ معمولی آدمیوں کی غلطی ہے۔ لیکن موجودہ حالت اسکے بالکل برعکس ہے۔ اور ایک خدا ترس دل کو مجبور کرتی ہے کہ ان عقائد پر غور کیا جائے۔ اور ان فہمیدہ اور مومن انسانوں کے خیالات کو بالکل بے وقعت ہی نہ سمجھا جاوے۔

اختلاف رائے مفید چیز ہے کیونکہ اس سے ہر قسم کے خیالات کا مقابلہ ہو جاتا ہے۔ اور تردید یا تائید کے ہر قسم کے دلائل سامنے آکر کسی اختلافی امر کا فیصلہ خوب ہو جاتا ہے۔ اس لئے حدیث میں بھی اختلاف امت کی تعریف کی گئی ہے۔ اختلاف میں … نہایت مفید ابتلاء بھی ہے تاکہ ہر ایک کی ہمت کا اندازہ لگ سکے۔ کہ مشکلات کے وقت کون خدا تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے۔ اور حق کو قبول کرتا ہے۔ اور کون باطل یا نفسانی خواہشات کی پیروی کرنیوالا ہے۔ مگر اس اختلاف کے ساتھ اگر نفرت بھی ہو تو یہ ایک مذموم فعل ہو جاتا ہے کیونکہ سچ لغایت حق اور باطل کی شناخت میں رکاوٹ کا موجب ہو جاتی ہے اور صرف ضد اور ہٹ تک ہی معاملہ محدود ہو جاتا ہے۔

اس وقت احمدی جماعت میں جو اختلاف ہے اس کی بنیاد اجتہاد[*] پر ہے۔ ایک فریق اس کی ایک تاویل کرتا ہے اور دوسرے فریق کے نزدیک اس کی دوسری تاویل ہے حضرت مرزا صاحب کی تحریر کو کوئی فریق رد نہیں کرتا۔ گو اس میں شک نہیں کہ یہ اختلاف ایک بڑا اختلاف ہے لیکن آخر کار اجتہاد اور تاویل ہے اگر دل میں نفسانیت نہ ہو۔ اور اجتہاد کی بجائے الحاد تک نوبت نہ ہو۔ تو محض اجتہاد کی بنا پر دونوں فریق بری الذمہ ہیں۔ اگر صلح اور آشتی کے ساتھ ایکدوسرے کے خیالات کو سنا جائے تو غالباً کوئی مفید نتیجہ پیدا ہوسکے لیکن نہایت افسوس ہے کہ اس معاملہ میں ہماری موجودہ روش نہایت ہی قابل افسوس حالت تک پہنچ گئی ہے۔ محض اختلاف سے نکل کر اب بغض اور عناد بھی ہم میں جوش مار رہا ہے۔ بعض دوست تو یہاں تک ترقی کے میدان سے نکل گئے ہیں کہ آپس میں السلام علیکم تک ترک ہے آپس کے ایسے کشیدہ تعلقات کی بجائے کاش ہم اپنے نفسوں کی اصلاح کی طرف مشغول ہوں اور دنیا میں اپنے اچھے عملی نمونہ سے دوسروں کے دلوں کو مسخر کرنے والے ہوں۔ نہ یہ کہ غیر ہم پر ہنسیں اور ہمارے افعال اُن کی نظروں میں قابل نفرت ٹھیریں۔

جیسا اختلاف ہم میں ہے اس قسم کے اختلاف اسلام میں پہلے بھی رہے ہیں۔ اس وقت بھی ایک دوسرے پر بہت کچھ تبرا بازی ہوئی۔ کافر تک کہا گیا۔ ایذائیں بھی دی گئیں۔ ایک فریق نے دوسرے فریق پر خطبوں تک میں لعنت کہی۔ لیکن اسوقت ہم سب کو بری ہی سمجھتے ہیں

[*] … میں اجتہاد کا یہاں ذکر ہے۔ اس میں آنحضرت صلعم یا دیگر انبیاء یا آنحضرت صلعم کے بعد مامورانِ الٰہی جب پر وحی ہو شامل نہیں ہیں۔

اور ان سے … لعنت کو قابل الزام سمجھا جاتا ہے۔ یہ سبق ہم کو زمانہ نے سکھا دیا ہے۔ ہم اِسوقت اپنے موجودہ اختلاف میں بھی اگر اس سے فائدہ اٹھائیں تو بہت حد تک ہماری نفرت دُور ہو جائے۔

اختلاف عقیدہ کے ساتھ جناب میاں صاحب کی بیعت ایک نہایت مشکل امر ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اپنے مرشد کے ساتھ اختلاف عقیدہ رکھکر اپنے عقیدہ کو صحیح طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا بلکہ اکثر خاموش رہنا پڑتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کمزوری کا اثر یہ ہوتا ہے کہ مرید کو اپنا عقیدہ ترک کرنا پڑتا ہے خواہ اسے صحیح ہی سمجھ رہا ہو۔ جماعت کی موجودہ روش اس بات کی گواہ ہے۔ مثلاً شملہ میں جب جناب میاں صاحب کی خلافت پر بیعت ہوئی تو اکثر احباب کا مسئلہ تکفیر میں جناب میاں صاحب سے اختلاف تھا لیکن اختلاف عقیدہ رکھکر بیعت کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایسے احباب کو اپنے عقیدہ میں یا تو خاموشی سے کام لینا پڑا یا اپنے عقیدہ ہی کو ترک کرنا پڑا۔

علاوہ ازیں مسئلہ تکفیر بہت اہم مسئلہ ہے اگر کوئی معمولی فروعی اختلاف ہو تو اس میں اختلاف کا اتنا مضائقہ نہیں۔ لیکن اتنے اہم مسئلہ میں اختلاف کرنے سے مرید کی حیثیت صحیح طور پر قائم نہیں رہ سکتی۔ اگر یہ ہوسکتا۔ کہ ایسے تمام مبائعین کو جو اختلاف عقیدہ رکھتے ہوں۔ اس بات کی پوری آزادی ہوتی کہ اس عقیدہ کے متعلق آزادی سے بحث کر سکیں۔ اور اپنی عملی حالت بھی اسکے مطابق رکھیں۔ تو پھر شائد چنداں حرج نہ تھا۔ لیکن موجودہ حالت میں یہ بات محالات میں سے ہے۔ گذشتہ قریباً ساڑھے چار سال کے تجربہ نے جو ثابت کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اِسوقت خلاف عقیدہ کے ساتھ اور بالخصوص جب اسکے ساتھ نفرت بھی ہو۔ جناب میاں صاحب کی بیعت ایک بے حقیقت چیز ہو جاتی ہے۔ بلکہ ایک حد تک نقصان کا اندیشہ ہے کیونکہ اپنی طبیعت کے برخلاف کام کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو کام انسان کرنا چاہتا ہو۔ یا جس کے کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔ وہ بھی اس سے زائل ہو جاتی ہے اور انسان سست ہو جاتا ہے۔

نہایت افسوس ہے کہ مذکورہ بالا وجوہات کو مدنظر رکھکر مجھے جناب میاں صاحب کی بیعت مفید معلوم نہیں ہوتی۔ مجھے جناب مولوی محمد علی صاحب کا عقیدہ صحیح معلوم ہوتا ہے اس لئے ان کے ساتھ شامل ہوتا ہوں۔ وہ بیعت نہیں لیتے اس لئے اُن کے ساتھ پیر اور مرید کا سا تعلق نہ ہوگا۔

میرا دل چاہتا تھا۔ کہ اس اختلاف میں کوئی حصہ نہ لوں اور فریقین کے ساتھ شامل رہوں چنانچہ نصف ایک طرف اور نصف دوسری طرف عمل کر رہا ہوں بالفعل بعض مشکلات نظر آتی ہیں اگر تمام جماعت ملکر کام کرسکے اور ہماری نفرت دور ہو جاوے تو موجودہ حالت سے بدرجہا بہتر ہو۔

جناب میاں صاحب کی عزت میرے دل میں بہت ہے۔ میں آپ کو بہت نیک اور بڑا عالم سمجھتا ہوں آپ کے اجتہاد کی بنا پر آپ کی شان میں کوئی گستاخانہ کلمہ کہنا ایک نہایت ہی مذموم فعل ہے۔ آپ کے ہمخیال بہت سے بزرگ ہیں۔ جو بڑے نیک اور عالم اور قابل عزت ہیں۔

جناب مولوی محمد علی صاحب کی باتیں سننے کے بعد مجھے یقین ہوگیا ہے۔ کہ آپ کے دل میں اسلام کی بہت محبت ہے۔ اور آپ حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ سچا اخلاص اور محبت رکھتے ہیں۔ آپ بہت نیک اور بڑے عالم ہیں۔ آپ کے ہمخیال بہت سے بزرگ ہیں جو بڑے نیک اور عالم اور قابل عزت ہیں۔ مجھے میرے بعض احباب نے بتایا تھا کہ مولوی صاحب موصوف اب احمدیت پر قائم نہیں اور صرف گلے پڑے کا ڈھول بجا رہے ہیں میں دلی یقین کے ساتھ اس بات کی تردید کرتا ہوں۔

میرا ارادہ بعض باتوں کو ذرا تفصیل کے ساتھ لکھنے کا تھا۔ لیکن بالفعل اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ مسئلہ تکفیر اور نبوت کے متعلق جو میں نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے اسکے لئے کوئی وجوہات پیش نہیں کئے۔ کیونکہ وہ بذات خود ایک لمبا مضمون ہے۔ ربنا اھدنا الصراط المستقیم آمین ثم آمین یا ارحم الراحمین۔

(۲)
اعلان ماسٹر نور محمد صاحب کلرک ڈی جی آئی ایم آفس شملہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گر در سرت ہوائے وصال است حافظا
باید کہ خاک درگہ اہل بصر شوی

موجودہ تعلیم درباره نبوت حضرت مسیح موعودؑ اور کفر و اسلام جو حضرت میاں صاحب کی طرف سے پیش کی جاتی ہے مجھ کو

میرے لئے عمل کرنا سخت مشکل ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی صریح حکم نظر نہیں آتا ہے کہ غیر احمدی سب کے سب دائرہ اسلام سے خارج ہیں باوجودیکہ غیر احمدی مسلمان اسلام کے سب ارکان بجالائیں اور ساتھ ہی حضرت مرزا صاحب کو مفتری اور کذاب بھی نہ کہیں مگر پھر بھی وہ دائرۂ اسلام سے خارج رہیں کیا یہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا نشان ہے کہ اصول کو کوئی شخص خواہ مانتا ہی ہو۔ اور اس پر عمل بھی کرتا ہو مگر فرع کے ایک حکم پر غفلت کی وجہ سے عامل نہ ہونے کے باعث وہ کافر بن گیا۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں تو ایک طرف بلکہ آپ کی وفات کے بعد بھی عرصہ کچھ سال تک کسی تاریکی میں چھپا رہا اور قوم تک اس کی صحیح تعلیم نہ پہنچی۔ اور نہ احمدی جماعت نے اس پر عمل کیا۔ الغرض موجودہ عقیدہ نے ہمارے اور غیر احمدی مسلمانوں کے درمیان ایسی نفرت پیدا کردی ہے کہ وہ لوگ جو سالہا سال کی کوشش کے باعث اس سلسلہ سے حسن عقیدت رکھتے تھے اور قریب آنے جاتے تھے۔ اور ہماری باتوں کو دلچسپی سے سُنکر خوش ہوتے تھے اور قریب تھا کہ خدا تعالےٰ اُن کو راہِ ہدایت پر لے آتا۔ اب ہماری بات سُننا تو درکنار بلکہ نفرت سے دیکھتے ہیں۔ اگر نظر انصاف سے دیکھا جاوے تو اُن کا کیا قصور ہے اگر ایک شخص کے مُنہ پر جسکے پاس ہم ملاقات کے واسطے جاتے ہیں ایک ایسا تھپڑ لگائیں کہ وہ ضرب کے لگتے ہی بے ہوش ہو جاوے اور پھر اس بیہوشی کی حالت میں اسکو اسکے قصور پر نصیحت کریں تو اسپر ہماری نصیحت کا کچھ اثر نہیں ہوگا اور ہوشیار ہونے پر وہ کبھی نہیں مانیگا۔ بلکہ اُلٹا ہمکو مجرم اور قصوروار ٹھہرائیگا۔ کہ ہم نے اسکے ساتھ بیجا حرکت کیوں کی۔ سب سے بڑھکر ہماری آپس کی خانہ جنگی نے اور بھی گل کھلایا ہے۔ کہ وہ طاقت جو ہم نے دشمنان اسلام کے زیر کرنے میں خرچ کرنی تھی۔ وہ اب ہم آپس میں ضائع کر رہے ہیں۔ دُنیا میں یہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جس آدمی کو ہمارے ساتھ نفرت ہو گئی ہو۔ وہ کبھی ہماری بات کو نہیں سُنیگا۔ خواہ کیسے ہی اچھے طریقہ سے اسکو سمجھائیں۔

میں ذیل میں حضرت مسیح موعودؑ کی ایک عبارت کفر و اسلام کے متعلق جو براہین احمدیہ حصہ پنجم کے ۱۱۴ صفحہ پر ۱۹۰۸ء میں چھپی ہے۔ نوٹ کرتا ہوں۔

"آخری زمانہ کے وہ علماء جنکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود اس اُمت کے قرار دیا ہے وہ بالخصوص اسی قسم کے مولوی ہیں جو مسیح موعود کے مخالف اور جانی دشمن اور اس کی تباہی کے فکر میں لگے ہوئے ہیں اور اس کو کافر اور بے ایمان اور دجّال کہتے ہیں اور اگر اُن کے لئے ممکن ہو تو اسکو صلیب دینے کے لئے تیار ہیں۔ کیونکہ یہود کے فقیہہ اور فریسی حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے اسی طرح پیش آئے تھے۔ اور اُن کو قتل کرنا چاہتے تھے لیکن جو علماء اس قسم کے نہیں ہیں اُن کو ہم اس اُمت کے یہودی نہیں کہہ سکتے بلکہ جو لوگ حضرت عیسےٰؑ کے دشمنوں کی طرح سچے دجّال اور کافر کہتے ہیں۔ وہی یہودی ہیں اور میں اُن کو یہودی نہیں کہتا بلکہ خدا تعالےٰ کا کلام ان کو یہودی کہتا ہے اور یہ تو امر مجبوری ہے جس حالت میں در حقیقت میں سچا ہوں۔ نہ کافر۔ نہ دجّال۔ نہ بے ایمان پس جو شخص سچے مسیح کو ایسے الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ اسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہودی قرار دیتے ہیں۔ اگر مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب مجھے بے ایمان کافر دجّال قرار نہیں دیتے اور واجب القتل نہیں سمجھتے تو ہم اُن کو یہودی نہیں کہتے"

اس عبارت سے صاف طور پر عیاں ہے کہ حضرت مرزا صاحب سب کے سب غیر احمدیوں کو کافر نہیں قرار دیتے کیونکہ اُن کا یہ لکھنا۔ کہ اگر مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب ان کو بے ایمان کافر۔ دجال قرار نہیں دیتے اور واجب القتل نہیں سمجھتے۔ تو حضرت مسیح موعود بھی ان کو یہودی نہیں کہتے۔ گویا حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک وہ مسلمان جو آپ کو کافر نہیں کہتے ہیں۔ وہ مسلمان ہی رہے۔

اب ہمارا بہت سا زور اس بات پر لگ رہا ہے کہ یا تو حضرت مولوی محمد علی صاحب کی توہین کی جاوے۔ یا حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو منافق کہا جاوے۔ اور کسی کو خائن کے لقب سے یاد کیا جاوے۔ اور اُن کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا کی جاوے کیا حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کا لب لباب یہی رہ گیا ہے کہ تیر اندازی کی جاوے۔ کیا ہی اچھا ہو۔ کہ آپس کے بغض۔ عناد اور نفس پرستی کو چھوڑکر اس بات پر عمل کریں۔ جو حضرت مسیح موعود کے مشن کا مدعا تھا۔ اگر یہ بات سچ ہے اور ضرور سچ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ

[illegible] اور ایلی آمد گلستانِ اسلام کے واسطے ایک مدعالی بارش کی طرح تھی۔ تو ہمارے لئے واجب ہے کہ ہم ان پھولوں کو جو بعد عالی بارشوں کے اثر سے کھلے ہیں قدرشناسوں کے سامنے پیش کریں۔ اور اس چمن کی بہار جاودان کو اُن مُردہ روحوں تک پہنچائیں جو خزاں کی دست بُرد سے ویران ہیں۔ بجائے اسکے کہ ہم اُن گلوں کی عیب چینی میں وقت ضائع کریں۔ بہتر ہو کہ ہم گل چین بنکر دُنیا کے واسطے گلدستے تیار کریں۔ اگر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ایک اصول پر تبلیغ کر رہے ہیں تو کیا وہ حضرت مسیح موعود کی دشمنی کر رہے ہیں جیسا کہ خدا تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ ادعوا علی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ کے ماتحت عمدہ نصیحت اور دانائی کے ساتھ حضرت مسیح موعود کے وجود کو پیش کرنا کافر اور بے ایمان کا تحفہ مانکر پیش کرنے سے بدرجہا اولےٰ ہے کیونکہ خود حضرت مسیح موعود کا عمل بھی قرآن شریف کی مندرجہ بالا آیۃ کے ماتحت رہا ہے۔

موجودہ صورت میں میں دیکھتا ہوں۔ کہ حضرت خواجہ صاحب یا حضرت مولوی محمد علی صاحب جس طرح سے حضرت مسیح موعودؑ کے وجود کو پیش کر رہے ہیں وہ ایک بہت ہی احسن طریقہ ہے جو قرآن کی آیت کے ماتحت ہے اور عام طور پر جو بدظنی حضرت مولوی محمد علی صاحب کی نسبت پھیلائی جاتی ہے کہ آپ کو حضرت مسیح موعودؑ سے کچھ تعلق نہیں رہا یہ بالکل غلط ہے۔ آپ کے ساتھ ملاقات کرنے سے میرے دل میں حضرت مسیح موعودؑ کی محبت پہلے سے بہت بڑھ گئی ہے۔ کیونکہ آپ کو جو عقیدت اور محبت حضرت مسیح موعودؑ سے موجودہ اختلاف سے پہلے تھی اب بھی ویسی ہی ہے۔ بلکہ موجودہ اختلاف نے آپ کے اس حسن عقیدت کو دوبالا کردیا ہے۔ آپ کو بھی ویسی ہی سلسلہ مسیح موعودؑ کے ساتھ محبت ہے جیسی کہ حضرت میاں صاحب کو ہے۔ اور دشمنانِ سلسلہ کے بالمقابل ہر وقت سینہ سپر تیار ہیں۔ کاش کہ ہم میں سے بہت سے لوگ مولوی صاحب موصوف کا نمونہ بنکر خدمتِ اسلام کریں۔ آمین۔

چونکہ موجودہ صورت میں میرا عقیدہ حضرت میاں صاحب کے متفق نہیں ہے اس لئے میں ان کی بیعت سے علیحدہ ہوکر حضرت مولوی محمد علی صاحب کے ساتھ شامل ہوتا ہوں۔ اور حضرت امیر سے التجا کرتا ہوں کہ وہ مجھکو اپنے ساتھ شامل کرکے میرے لئے دُعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھکو راہِ ہدایت پر قائم رکھے۔ آمین!

(۳)

ایک اور اعلان

شہادت لِلّٰہ

میں اللہ کو حاضر و ناظر جانکر اس بات کی شہادت دیتا ہوں۔ بندہ نے جب سے حضرت مرزا صاحب کی بیعت کی ہے تب سے لیکر اُن کی وفات تک اور مولانا نورالدین صاحب کی وفات تک یہ باتیں ہرگز نہیں سُنیں کہ حضرت مرزا صاحب حقیقی نبی ہیں۔ یا پیشگوئی اسمہ احمد جو قرآن مجید میں ہے۔ وہ احمد رسول اللہ مرزا صاحب ہی ہیں۔ اور حضرت محمد رسول اللہ نہیں۔ اور تمام جہان کے مسلمان سوائے احمدیوں کے سب کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ اس لئے میں اس کا اعلان کرتا ہوں:۔ خاکسار شیخ اللہ بخش گڈس کلرک سٹیشن انبالہ چھاؤنی

فہرست چندہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

(معرفت شیخ الہ دین صاحب کمیونیٹر بابت اکتوبر ۱۹۱۴ء)

جناب مولوی عبد الرحمن صاحب اسسٹنٹ میڈیکل برانچ — ۵ ر
جناب بابو خضر محمد صاحب ریڈر گورنمنٹ پریس۔ — عمہ ر
جناب مخدوم محمد اشرف صاحب بی۔ اے ہیڈ میکل برانچ — للعہ ر
جناب مخدوم محمد اعظم صاحب وکیل سرگودھا — عـہ ر
جناب شیخ اسلام دین صاحب ریڈر گورنمنٹ پریس — عـہ ر
جناب ماسٹر نور محمد صاحب انڈین میڈیکل سروس — عمہ ر
جناب شیخ عبد الحق صاحب اگزیمنر اکونٹس ملٹری ورکس — عـہ ر
جناب امیر الدین صاحب ڈرافٹسمین جنرل ملٹری ورکس — عـہ
جناب بابو دوست محمد صاحب ہیڈ میونسپل بورڈ — عمہ ر
جناب منشی محمد لطیف صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ پریس — ۱۱ ر
جناب شیخ الہ دین صاحب " " " — ۸ ر

میزان کل — للعہ ۵ ر

تبدیلیٔ عقیدہ

مفتی محمد صادق صاحب گروہ محمودیہ کے ایک برگزیدہ رکن ہیں اور سلسلہ احمدیہ کے پُرانے ممبر۔ آپ کا قول ہے۔ کہ

"جب حضرت نے وضاحت سے نبوت کا دعوےٰ کیا تھا تب بھی میری فراست یہی گواہی دیتی تھی کہ یہ شخص نبی اللہ ہے"

اس قول پر اس سے پیشتر متعدد مرتبہ انکی ایک تحریرات پر عرض کیا جاچکا ہے جو اسکے باطل ہونے پر ایک کھلی شہادت ہیں۔ آؤ آج ہم انہیں مفتی صاحب کی بعض اور تحریرات کو بھی اس کے سامنے رکھکر دیکھیں جو ہمارے مکرم ملک محمد بخش صاحب ماسٹر پلوی نے انکے اخبار بدر سے نکالکر برائے اشاعت بھیجی ہیں:۔

دعوے نبوت

ایک شخص کے خط کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

"یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ مرزا صاحب نے خود ایک جگہ لکھا ہے کہ مجھے دعوےٰ نبی ہونے کا نہیں تو پھر اب اس پر جھگڑا کیا ہے۔ آپ بھی یہی چاہتے ہیں کہ وہ نبی نہیں بن سکتے اسکے واسطے آپکو اُن کے کلام سے تائید مل گئی۔ فیصلہ ہوگیا۔ آپ کے نزدیک اس پر اعتراض کی گنجائش ہی نہیں۔ آپ بھی کہتے ہیں وہ نبی نہیں انہوں نے بھی کہدیا۔ کہ میں نبی نہیں بس فیصلہ ہوا۔ اب آپ کیا چاہتے ہیں۔ باقی رہا ہمارا انکو نبی ماننا سو وہ ان معنوں سے نہیں جو آپ سمجھتے ہیں۔ اسکی تشریح بارہا ہوچکی ہے۔ اب زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں" (بدر ۲۲ اپریل ۱۹۱۰ء)

بُروز

اس خط میں لکھتے ہیں:۔

"لفظ بروز کے جو آپ نے معنے سمجھے ہیں یہ درست نہیں ہیں۔ بروز کے معنے وہی ہیں جو پہلے اولیاء کرام بھی بیان کر چکے ہیں بعض صوفیا نے لکھا ہے کہ میں ابراہیم بن گیا ہوں۔ بعض نے لکھا ہے کہ میں موسیٰ بن گیا ہوں۔ بعض نے لکھا ہے کہ میں عیسےٰ بن گیا ہوں۔ یہی معنے بروز کے ہیں۔ اس کے سوائے اور نہیں۔ اس کی مثال پہلے صوفیاء میں موجود ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے کوئی نئی بات بیان نہیں کی۔" (بدر ۲۲ اپریل ۱۹۱۰ء)

عُلماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل

کے متعلق اسی شخص کو خطاب کرکے لکھا ہے:

"آپ فرماتے ہیں کہ علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنے اس امت کے عالم بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ یہ حدیث عام ہے حضرت مرزا صاحب کے ساتھ خاص نہیں۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں ہمارا کوئی انکار نہیں۔ بلکہ ہمارا مذہب ہے کہ حضرت مرزا صاحب ہی اس اُمت میں ایسے خدا رسیدہ نہیں گذرے کہ کسی پہلے نبی کا نام اُن کو دیا جاوے۔ بلکہ اس سے پہلے بھی اُمت مرحومہ میں ایسے اشخاص ہوئے اور آئندہ بھی ہوتے رہینگے یہی اسلام کے دین میں بڑی خوبی ہے" (بدر ۲۲ اپریل ۱۹۱۰ء)

غیر از جماعت کا جنازہ

"اقرارنامہ" کے عنوان سے رقمطراز ہیں:۔

"جن دنوں حضرت اقدس سنہ ۱۹۰۵ء میں لاہور میں تھے۔ بہادر مستری موسیٰ صاحب نے جماعت بہڈیار کو مسودہ سے ذیل کا اقرارنامہ لکھواکر حضرت کی خدمت میں پیش کیا تھا یہ مسودہ میں نے ہی لکھا تھا چنانچہ اصل مسودہ اور حضرت کے ہاتھ کا لکھا ہوا جواب اب تک اُن کے پاس ہے اس کی نقل فائدہ عام کیواسطے درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہم برادران احمدی ساکن موضع بہڈیار ضلع امرتسر ان بدرسومات کے دُور کرنے میں متحدانہ کوشش کیواسطے جو پہلے رائج ہیں اور شریعت اسلام اور حضرت امام علیہ السلام کے حکم پر پابندی کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کی مدد کیواسطے یہ اقرارنامہ برضا و رغبت خود کرتے اور اس پر اپنا دستخط ثبت کرتے ہیں۔ کہ ہم اپنے تمام امور میں دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے اور بالخصوص ایسے احکام کی پابندی جن کے متعلق عموماً غفلت ہوتی ہے زیادہ توجہ رکھیں گے مثلاً ہم میں سے کوئی احمدی کسی غیر احمدی کو لڑکی نہ دیگا اور جو منگنی غیر احمدیوں سے ہوچکی ہے وہ فسخ سمجھی جاویگی۔ اور ایسا ہی [illegible] کو ہم اپنا امام ہر وقت نماز پنجگانہ نماز جنازہ وغیرہ نہ بنائیں گے۔ نہ کسی بدگو مکفر کا جنازہ پڑھیں گے ہاں معمولی رنگ میں رہنے والے بے شر غیر احمدی رشتہ دار کا جنازہ پڑھ لیں گے۔ بشرطیکہ اس وقت پیش امام جو ہو وہ احمدی ہو"

پیغامِ صُلح

مفتی صاحب کی ان تحریرات کو جو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات سے بعد کی ہیں۔ ان کے موجودہ عقائد بالخصوص ان کی فراست کی اس شہادت کے سامنے پڑھو۔ جو خود مسیح موعودؑ پر بھی اپنی نبوت کا انکشاف نہ ہونے سے پہلے ان کے نبی اللہ ہونے کی گواہی نہیں دیتی تھی۔ تو صاف پتہ لگ جائیگا۔ کہ غلط بیانی اور تبدیلی عقیدہ کا الزام کس پر عائد ہوتا ہے۔ اور انکے سابق اور موجودہ مذہب میں کس قدر زمین و آسمان کا فرق ہے"

مراسلات

نبوت تشریعی و غیر تشریعی

میاں صاحب سے خطاب

میاں صاحب اور اُن کے مریدین ایک طرف تو حضرت مسیح موعود کو ہی اُمت محمدیہ میں نبوت پانے میں مخصوص مانتے ہیں۔ اور دوسری طرف جب اُن کی مزعومہ غیر تشریعی نبوت کا ختم نبوت کے مسئلہ عقیدہ کے بالمقابل ثبوت طلب کیا جاتا ہے۔ تو وہ بہت سے ایسے سابقہ بزرگوں اور احادیث کے حوالے پیش کر دیتے ہیں جن سے نبوت غیر تشریعی کے جسے بخلاف میاں صاحب (نبی) احادیث اور کتب بزرگان دین میں محدثیت قرار دیا گیا ہے۔ تمام امت میں جاری ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ ذیل کے مضمون میں ہمارے لائق نامہ نگار نے انہی حوالجات کو پیش نظر رکھکر میاں صاحب کے مُدعا کا اُن سے قلع قمع کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس نبوت غیر تشریعی کے پانے میں ما سوا اس کے کہ میاں صاحب اسے بھی نبوت حقیقی قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ اس سے محدثیت مراد ہے) تمام محدثین امت اور خلفائے راشدین شامل ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود کے اپنے آپکو مخصوص ٹھیرانے سے ہرگز وہ مُراد نہیں۔ جو میاں صاحب اور اُن کے مریدین نے لی ہے۔ مدیر

مضمون رقمطراز ہیں:-

میاں صاحب! نبوت تشریعی کے ڈ... لگ اس سے کہ اس سے حقیقی نبوت مراد ہے یا محدثیت) حضرت خلفائے راشدین کیوں وارث نہیں ہو سکتے جیسا کہ ان حوالجات سے بھی جو آپ کی جماعت کی طرف سے آئے دن پیش ہوتے ہیں یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ کسی ایک کیلئے نہیں بلکہ کل امت میں جاری ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا انہ لا نبی بعدہ اور حضرت امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں اعلم ان النبوۃ لم ترتفع مطلقا بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم انما ارتفع نبوۃ التشریع اور ان ہر دو اقوال کی تائید حدیث آنحضرت صلعم لم یبق من النبوۃ الا المبشرات سے ہوتی ہے کہ امت محمدیہ میں غیر تشریعی نبوت تا قیامت جاری ہے۔ پھر حدیث لو کان بعدی نبیا لکان عمر اور حدیث یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی سے ثابت ہوتا ہے کہ سچی خلفائے راشدین (حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ) صرف نبوت تشریعی کی نفی آنحضرت صلعم نے فرمائی ہے اور ایسا اظہار تب ہی کسی کی نسبت ہوتا ہے جبکہ اس شخص میں اس قسم کی استعداد پائی جائے۔ مزید برآں ایک دوسری حدیث سے بھی کہ خلفائے راشدین نبوت غیر تشریعی کا ثبوت ملتا ہے۔ حدیث قال النبی صلعم لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی احد منھم فعمر۔ مزید برآں حضرت مسیح موعود کے نزدیک نبی اللہ کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا نام ہے اور اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی رح نے فرمایا ہے واذا کثر ھذا القسم من الکلام مع واحد منھم سمی محدثا اور ساتھ ہی حضرت مجدد الف ثانی رح نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا انعام کما کان امیر المومنین حضرت عمرؓ کو ملا۔ لہٰذا ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلعم کی موجودگی میں آپ کے اصحاب میں سے بعض اصحاب غیر تشریعی نبی تھے۔ مثلاً خلفائے راشدین اور اصحاب کبار کیونکہ خلفائے راشدین و اصحاب کبار نے اپنے اصل سے بمقابلہ اجدیں آئندہ امت محمدیہ کے قریب تر ہو کر روشنی حاصل کی ہے اسلئے یہ لوگ مدارج میں تمام امت محمدیہ میں سب سے بڑھ گئے چنانچہ ہم اس کی تصدیق ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کداہی از اولیا و صدیقین وغیرہم ہمرتبہ اصحاب رسولؐ ہم نرسند چنانچہ آنحضرت صلعم خطاب بحضرت علیؓ نمودہ فرمودہ اند ہر دو کس یعنی ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما سرداران اہل بہشت اولین و آخرین ہستند وغیرہ۔ یہ لوگ نبی اللہ تھے مگر غیر تشریعی نبی اللہ تھے اور اسی قسم سے حضرت مسیح موعود بعد میں ہوئے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ان کے اندر باوجود استعداد ہونے کے حدیث میں ان پر نبی کا لفظ نہیں بولا گیا۔ یا بالفاظ دیگر مسیح موعود نبی کا نام دنہیں نہیں دیا گیا اور یہ نام خصوصیت سے مسیح موعود ہی کو ملا۔ لیکن وہ بھی مجازی طور پر جیسا کہ اسی حقیقۃ الوحی کے باب میں اس خصوصیت کا اظہار کیا ہے یہ بھی صاف طور پر کہدیا ہے کہ سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ کیونکہ وہی غیر تشریعی نبوت بوجہ خصوصیت آپکو بھی حاصل ہے جو خلفائے راشدین بالخصوص حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو حاصل؟

محمد شمیم

میاں صاحب! حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں: "غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں انکو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا" (حقیقۃ الوحی ۳۹۱)

اِس جگہ ان الفاظ سے کہ "اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں الخ" یہ مراد لینا کہ دیگر اولیائے امت اور مجددین و محدثین کو کثرت مکالمہ و مخاطبہ کا شرف حاصل نہ تھا صریحاً غلط ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کی دیگر عبارات مندرجہ حقیقۃ الوحی کے مخالف۔ حضرت مسیح موعود کا مطلب اس حصہ کثیر وحی الٰہی سے صرف یہ ہے کہ وہ کثرت جو مجھے ملی ہے وہ انکو نہیں ملی۔ اسلئے آپکو خصوصیت سے (مجازی طور پر) نبی کہا گیا۔ اور دوسروں کو باوجود استعداد کے انکو یہ نام نہیں ملا۔ لیکن استعداد سے انکار نہیں۔ اور اُن کو بھی غیر تشریعی (مجازی) نبی ضرور مانا ہے۔

میاں صاحب! جماعت احمدیہ میں جھگڑے کی بنیاد کس نے ڈالی ہم تو کہتے ہیں کہ میاں صاحب ہی اسکے بانی ہوئے۔ وہ کیونکر آپ نے پرچہ تشحیذ قادیان میں کفر و اسلام کا مسئلہ چھیڑ کر قوم میں تفرقہ پیدا کر دیا۔ . . . . خلیفہ اللہ تعالیٰ بنایا کرتا ہے۔ بیشک ہم آیت استخلاف کے ماتحت ہی بتاتے ہیں وعدہ ہے کہ مسلمانوں میں سے جنکے اعمال اچھے ہونگے انکو اللہ تعالیٰ زمین میں خلیفہ بنائیگا سو اللہ تعالیٰ نے حضرت امیر قوم مولوی محمد علی صاحب کو امیر قوم بنا دیا اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت امیر قوم صالحین میں سے ہیں مقام عبرت ہے۔ غور کریں۔ پہلے صرف آپکو ہی اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا مگر آیت استخلاف کے ماتحت جب آپ نے (ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون) خلافت جیسی نعمت کی ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے دوسرا خلیفہ (امیر قوم) کھڑا کر دیا۔ اسلئے آپکو اور آپکی جماعت کو حضرت امیر قوم کے مقابلہ میں اخلاق حسنہ سے پیش آنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ خود ساختہ خلافت بھی ناشکری میں جاتی رہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو بشارات حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ نے دی ہیں وہ خدام حضرت مسیح موعود کے ہاتھوں پوری ہوکر رہینگی۔ مگر دیکھنا چاہئے کہ قبولیت کس خادم کے ہاتھ پر ہے سو ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت امیر قوم مولوی محمد علی صاحب اول دن اکیلے تھے۔ اور اب انکے ساتھ ایک جماعت ہے اور انکے ماتحت حسب بشارت حضرت مسیح موعود یورپ میں تبلیغ اسلام کا کام بڑی خوبی سے سر انجام پا رہا ہے مسلم ہائی سکول کی بنیاد بھی آپ نے ڈالی۔ ترجمہ انگریزی قرآن مجید کا چھپوایا اور یورپ میں تقسیم کیا۔ ہاں اور وہ بزرگ بھی اس جماعت میں پایا جاتا ہے کہ جس کی نسبت حدیث میں ذکر ہے کہ آنحضرت صلعم نے رؤیا میں مسیح موعود کو بشمول دو شخصوں کے کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ دو شخص کون تھے واقعات نے بتلا دیا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود نے دعوےٰ مجددیت کا کیا اور رسالہ فتح اسلام چھپا کر شائع کیا تو آپ کے اس دعوے کی تصدیق میں حضرت مولوی سید محمد احسن نے ایک رسالہ تصنیف کیا اور مشتہر کیا۔ پس اس لحاظ سے حضرت مولوی محمد احسن صاحب کعبہ کا طواف کرنیوالے ہیں جنکو آنحضرت صلعم نے بشمول مسیح موعود کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ یہی درست ہے۔ جس جماعت میں مولوی محمد احسن صاحب ہیں وہی جماعت مسیح موعود کے قدم بقدم چل رہی ہے۔ والسلام۔

خاکسار۔ حکیم محمد سیف الدین سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام فیروز پور

فہرست چندہ

مبلغ ... رسید جناب شیخ مولا بخش صاحب مرحوم سیالکوٹ تحید فنڈ ... مذکورہ از بابو ... محمد صاحب ... سیالکوٹ ... اشاعت اسلام از مستری اللہ دتا و فضل الٰہی صاحبان معرفت مستری محمد دین صاحب ٹرنکساز ... مستری الٰہی بخش صاحب معرفت مستری محمد دین صاحب ٹرنکساز ... مستری احمد دین صاحب خراوی معرفت مستری محمد دین صاحب ٹرنکساز ... مستری غلام جیلانی صاحب معرفت مستری محمد دین صاحب ٹرنکساز ... میزان ...

چندہ جماعت احمدیہ لاہور چھاؤنی

(معرفت بابو محمد حسین صاحب کلرک سیڈیکل سٹورس لاہور چھاؤنی)

جناب قاضی عثمان علی صاحب ۱۲ جناب قاضی ثناء اللہ صاحب ... جناب بابو نبی بخش صاحب ... بابو عبدالحکیم صاحب ... جناب حکیم الطاف علی صاحب ... جلال الدین صاحب ... بابو محمد حسین صاحب ... بابو نبی بخش صاحب ... ... عبدالواحد صاحب ۸ ... میزان کل ...

ا؎ حضرت مولینا نورالدین رضی اللہ عنہ کی پہلی وصیت۔

التوائے جنگ کی مکمل شرائط

دُنیا میں مستقل امن و صلح کے آثار

شملہ۔ ۱۳ نومبر۔ حضور وائسرائے کو سکرٹری آف سٹیٹ کیطرف سے تار ذیل موصول ہوا ہے۔ جو لنڈن سے ۱۱ نومبر کو بھیجا گیا ہے۔

(الف) **مغربی محاذ کے متعلق دفعات**

(۱) قرار داد التوائے جنگ کے چھ گھنٹوں کے بعد بحری اور ہوائیہ جنگ کی موقوفی۔

(۲) مدت بورنش ممالک بلجیم۔ فرانس۔ السیس لورین۔ لگزمبرگ کا فوری استخلا جو یوں ہوگا۔ کہ کاغذ التوائے جنگ پر دستخط کے بعد ۱۴ دن کے اندر درجہ تکمیل پر پہنچ جائیگا۔ اس عرصہ کے منقضی ہونے پر جو جرمن سپاہ متذکرہ صدر علاقہ میں رہ جائیگی اُن کے سپاہی اسیران جنگ متصور ہوں گے۔

(۳) متذکرہ صدر ممالک کے تمام باشندوں کو (جن میں یرغمال اور زیر تحقیقات اور مجرم ثابت شدہ اشخاص بھی داخل ہیں) اپنے ملکوں کو واپس بھیجنے کا کام فوراً شروع کیا جائیگا۔

(۴) جرمن افواج مندرجہ ذیل سامان عمدہ حالت میں حوالہ کریں۔
۵۰۰۰ توپیں (جن میں سے نصف بھاری اور نصف میدانی ہوں) ... ۳۰ مشین گنیں۔ ۲ ہزار آلات پرواز۔ جنگجو۔ بم انداز۔ شب و روز کی بم پھینکنے والی مشینیں۔ متذکرہ صدر اشیا، متحدہ سلطنتوں اور امریکہ کو حسب شرائط مندرجہ نوٹ (ضمیمہ ۱) حوالے کی جائینگی۔

(۵) دریائے رائن کے بائیں کنارہ کے علاقوں کو جرمن افواج خالی کردیں جنکا مقامی حکام متحدہ سلطنتوں اور امریکہ کی قابض افواج کے زیر نگرانی انتظام کرینگے۔ دول متحدہ اور امریکہ ان علاقوں پر اپنی افواج کے ذریعہ سے مسلط ہونگے۔ افواج مذکورہ رائن کے بڑے بڑے جائے عبور اسلنس۔ کوبلینز۔ کلون اور دہنے ساحل کے ۳۰ کیلو میٹر کے قطر کے اندر کے پلوں کے سروں پر قابض ہونگی۔ نیز متحدہ سلطنتیں اور امریکہ علاقہ جات مذکورہ کے جنگی مقامات کے قلعوں میں سپاہی متعین کریں گے۔ دریائے رائن کے دہنے کنارے دریا اور ایک خط کے درمیانی علاقہ کو نیوٹرل (بے تعلق) قرار دیا جائیگا۔ خط مذکور دریا سے ... کیلو میٹر کے فاصلہ پر ڈچ سرحد سے سوئٹزرلینڈ کی سرحد تک کھینچا جائیگا۔ باشندوں میں سے کسی شخص کو کاغذ التوائے جنگ پر دستخط ہونے سے پیشتر کے زمانہ میں کسی جنگی تجویز و کارروائی میں حصہ لینے کی بناء پر ماخوذ نہ کیا جائیگا۔ کوئی ایسی تجویز عام یا سرکاری نوعیت کی اختیار نہ کی جائیگی جو نتیجہ کے طور پر صنعتی کارخانوں کے تنزل یا اُن کے کاریگروں اور کارکنوں کی قلت و کمی کا موجب ہو۔ رائن کی سرزمین کو دشمن اس طرح خالی کریگا کہ وہ مزید ۱۶ دن یا التوائے جنگ پر دستخط کے بعد ۳۰ دن کے اندر تکمیل پر پہنچ جائے استخلا اور تسلط کی تمام کارروائی حسب نوٹ (ضمیمہ ۱) ہوگی۔

(۶) دشمن کے خالی کردہ علاقوں کو باشندوں سے بھی خالی نکیا جائیگا۔ جائداد کے جان و مال کو کوئی ضرر نہ پہنچایا جائیگا اور نہ کسی قسم کی بربادی و تباہی کا ارتکاب ہوگا ہر قسم کے فوجی کارخانے جوں کے توں حوالے کرنے ہونگے۔ نیز فوجی ذخائر۔ گولہ بارود اور رسد و سامان اشیاء معیاد استخلا میں منتقل نہ کیا جائیگا۔ وہ بھی تفویض کر دینے ہونگے سول آبادی کیلئے ہر قسم کی غذا کے ذخائر مواشی وغیرہ بدستور رہنے دیئے جائینگے صنعتی کارخانوں کو کسی طرح بھی ضرر نہ پہنچایا جائیگا اور انکے آدمی و سامان منتقل نہ کئے جائینگے۔

(۷) سڑکوں۔ ہر قسم کے وسائل نقل و رسائل۔ ریلوے لائنوں۔ بحری راستوں۔ شاہراہوں۔ پلوں سلسلہ ہائے تار و ٹیلیفون کو کسی طرح نقصان نہ پہنچایا جائیگا۔ ان پر جو سول یا فوجی اسوقت مامور ہیں وہ بدستور رہینگے۔ پانچ ہزار لوکوموٹو و ریلوے گاڑیاں۔ ڈیڑھ لاکھ ریلوے چھکڑے اور پانچ ہزار موٹر لاریز جو کام کرنے کی اچھی حالت میں ہوں معہ اجزا اور فالتو پرزے کے مشترکہ طاقتوں کو استخلا کے بلجیم و لگزمبرگ کی معیاد کے اندر حوالے کرنے ہونگے۔ السیس و لورین کی ریلوے بھی اسی معیاد کے اندر معہ زمانہ قبل از جنگ کے سٹاف اور رسد و سامان کے تفویض کرنی ہوگی۔ دریائے رائن کے بائیں کنارے کے علاقہ میں ریلوے کے کام و آمد و رفت کے لئے جس مزید رسد و سامان کی احتیاج ہے وہ جوں کی توں رہنے دیئے جائینگے اسی طرح کوئلہ کے تمام ذخائر۔ اور سگنل راستوں کی برقراری کے لئے تمام سامان سگنل و مرمت کرنیوالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ چہار شنبہ ۲۰ نومبر ۱۹۱۸ء نمبر ۳۷

وفات مسیح اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

فلما توفیتنی کا ترجمہ خود مولوی فاضل کے قلم سے

(۱)

سوال و جواب کے اسی سلسلہ میں جو مولوی فاضل امرتسری نے اہلحدیث میں شروع کر رکھا ہے اور جس کا تذکرہ بعض گذشتہ اشاعتوں میں ہم حدیث مجدد اور شناخت امام زمان کے مضامین میں بالتفصیل کر چکے ہیں۔ ۸ نومبر ۱۹۱۸ء کے اہلحدیث میں ایک یہ بھی سوال انہوں نے نقل کیا ہے۔ کہ

"آیت فلما توفیتنی کا ترجمہ جناب (مولوی ثناء اللہ) نے تفسیر ثنائی میں موت کا کیوں کیا جس کی وجہ سے آپ کی تحریر وفات مسیح میں مصدقہ ہوئی۔ ورنہ اس کا کیا جواب"

اس معقول سوال کے جواب میں مولوی فاضل نے ایک تمہید میں احمدیوں اور حضرت مسیح موعودؑ پر یہ الزام دیا ہے کہ وہ دوسروں کی طرف خواہ مخواہ غلط باتیں منسوب کر دیا کرتے تھے۔ اسکی دو ایک مثالیں بھی انہوں نے دی ہیں جن کا چونکہ اصل سوال سے تعلق نہیں۔ اور اس سے پہلے ان پر مفصل لکھا جا چکا ہے اس لئے ہم اسے نظر انداز کرتے ہیں۔ اور مولوی فاضل کی "اصل بات" کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جس میں آپ نے کیا ہی عجیب نکتہ بیان کیا ہے۔ کہ

"مرزا صاحب نے وفات مسیح کا مسئلہ سر سید احمد خان سے استفادہ کر کے اس پر بہت کچھ حاشیہ افزائی کی۔ مرزا صاحب کا سارا زور اس پر ہے۔ کہ توفی کے معنے موت کے ہیں۔ ہماری جماعت نے اس کا جواب دو طرح سے دیا۔ جناب مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی سلمہ نے ان معنے کے انکار سے دیا۔ یعنی انہوں نے بدلائل اور ملفوظات لغویہ ثابت کیا کہ توفی کے اصل معنے وفات کے نہیں ہیں۔ یہ بھی ایک طریق ہے جواب کا۔ لیکن میں نے جواب دوسری طرح کہا تھا۔ کہ توفی کے معنے وفات کے تسلیم کر کے موت مسیح سے انکار کیا یعنی یہ ثابت کیا کہ توفی کا لفظ جہاں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت آیا ہے وہاں پر معنی وفات کے لیکر بھی موت ثابت نہیں ہوتی انہی مقامات میں سے ایک مقام یہ بھی ہے جسکو سائل نے لکھا ہے"

مولوی فاضل کا یہ نکتہ کیا ہی عجیب ہے۔ کہ

"میں نے جواب دوسری طرح سے دیا۔ کہ توفی کے معنے وفات کے تسلیم کر کے بھی موت مسیح سے انکار کیا"

کیوں نہ ہو۔ مولوی فاضل جو ہوئے۔ اور پھر چودھویں صدی کے مولوی فاضل۔ ایک کریلا اور دوسرے نیم چڑھا۔ آپ بھلا موت کو تسلیم کر کے کب زندہ رہ سکتے ہیں۔ موت سے تو آپکی جان جاتی ہے۔ اس لئے وفات کو تسلیم کر کے بھی موت مسیح سے آپ نے انکار کیا۔ تو آپ کا حق ہے۔ گو اس اقرار و انکار میں بھی ان حرکات مذبوحی سے آپ بچ نہیں سکے۔ جنکا آخری نتیجہ سوائے موت کے اور کچھ نہیں۔ جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہوگا۔

(۲)

اس اقرار و انکار کے ثبوت میں آپ نے اپنی مایۂ ناز تفسیر ثنائی سے آیۃ فلما توفیتنی کا ترجمہ "پھر جب تو نے مجھے فوت کر لیا" نقل کرنے کے بعد آخر میں یہ حاشیہ افزائی کی ہے۔ کہ

"یہ عبارت اپنا مطلب صاف بتا رہی ہے۔ کہ یہ گفتگو قیامت کے روز کی ہے۔ اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ حضرت عیسیٰ قیامت سے پہلے ضرور فوت ہو چکے ہونگے۔ اس سے ہمکو بھی انکار نہیں۔ انکار ہے تو اس وقت کی موت سے ہے۔ پھر بتایئے تفسیر ثنائی کی عبارت سے آجکل کی موت کا ثبوت دینا خود غرضی نہیں تو کیا ہے؟"

مولوی فاضل کے ان فقرات کی بنا پر اگر ہم انہیں مغالطہ دہی کا الزام دیں۔ تو غالباً ان کی فضیلت علمی کے یہ منافی نہ ہوگا۔ اصل سوال کو کس دیدہ دلیری کے ساتھ غت ربود کیا ہے کہ چونکہ یہ قیامت کی گفتگو ہے اسلئے قیامت سے پہلے تو مسیح فوت ہو ہی چکے ہونگے۔ آجکل کی موت کا ذکر نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیا مولوی ثناء اللہ صاحب حلفیہ بتا سکتے ہیں کہ یہ نتیجہ ان کی نیک نیتی اور دیانتداری پر مبنی ہے۔ اور کیا جس بات کا اس آیت میں ذکر ہے۔ وہ مسیح علیہ السلام کی آجکل کی موت پر دلالت نہیں کرتی۔ کیا قیامت کے دن حضرت مسیح علیہ السلام کا اپنے متبعین کو اپنی اور اپنی والدہ کی عبادت کا حکم دینے سے انکار کرتے ہوئے یہ کہنا۔ کہ

"جب تک میں ان میں رہا۔ ان کی اس بات میں خبر گیری کرتا رہا۔ پھر جب تو نے مجھے فوت کر لیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا"

(تفسیر ثنائی جلد ۳ صفحہ ۵)

اس بات کا ایک کھلا ثبوت نہیں۔ کہ حضرت مسیح اب زندہ نہیں اور نہ دوبارہ آئیں گے۔ کیونکہ اگر وہ دوبارہ دنیا میں آئیں تو اپنے متبعین کو تو وہ اپنی عبادت کرتے ہوئے پائینگے۔ پھر قیامت کو ان کا یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ "جب تک میں ان میں رہا ان کی اس بات میں خبر گیری کرتا رہا"

تعجب ہے کہ اس صاف اور سیدھی بات کو مولوی ثناء اللہ نے کس دیدہ دلیری کے ساتھ یہ کہکر رد کر دیا کہ "حضرت عیسیٰ قیامت سے پہلے ضرور فوت ہو چکے ہونگے" کیا ان الفاظ کے لکھتے وقت اصل سوال انکے سامنے نہیں تھا۔ یا حضرت عیسیٰ کی دوبارہ آمد سے پہلے عیسائی بھی انکی الوہیت کے عقیدہ سے تائب ہو جائیں گے اور حضرت عیسیٰ کو خبر تک نہ ہوگی۔ کہ میرے متبعین مجھے کیا کچھ سمجھتے رہے ہیں۔ کاش مولوی فاضل یہی کہہ دیتے۔ تو شاید ان کی فضیلت علمی پر دھوکا دہی کا ایک اور الزام تو عائد نہ ہوتا۔ لیکن انجمن صادقین کے ممبر بلکہ سکریٹری بلکہ بانی مبانی سے یہ امید کرنا کہ اس قسم کی صریح دھوکہ دہی سے وہ اجتناب کرے اسکے اس ماٹو کے لحاظ سے کہ ایک شخص جھوٹ بولکر بھی متقی رہ سکتا ہے خیال بالکل لبتن سے بڑھکر نہیں۔

(۳)

یہ خیال کہ مولوی فاضل کو شاید اصل سوال کا علم نہیں۔ یا ان کی توجہ اسطرف نہیں گئی۔ انکے دامن تقدس کو مغالطہ دہی کی آلائش سے پاک کرنے کی ایک ناکام کوشش ضرور ہے۔ گو فضیلت علمی کی شان بالکل ملیامیٹ کر دینے والا ہے۔

لیکن آؤ ہم دیکھیں۔ کہ آیا واقعی مولوی فاضل کو مندرجہ بالا حاشیہ افزائی کے وقت اصل سوال کا علم تھا۔ یا اصل سوال کو چھیڑنے سے چونکہ مطلب برآری مشکل تھی اسلئے جان بوجھکر اس کا ذکر نہیں کیا۔

اسکے لئے ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں۔ وہی تفسیر ثنائی جس میں سے آیت فلما توفیتنی کا محض ترجمہ ہی نقل کر کے فاضل مولانا نے "موت" سے اپنی جان چھڑائی ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ اس کی جلد ۲ کے حاشیہ نمبر ۴ میں وفات مسیح پر بحث کرتے ہوئے آپ نے اس آیت کی بھی شرح لکھی ہے اور اس سوال کو کہ مسیح کا یہ جواب ان کی موت پر دلالت کرتا ہے نقل کر کے اس کے جواب میں عجیب پیچ و تاب کھائے ہیں بلکہ اپنے ساتھ مسیح کو اقرار اور انکار دونوں کا مرتکب ٹھہرا دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ۔

"ہاں ہم پر یہ اعتراض ہوگا۔ کہ سوال خداوندی کا مطلب تو یہ تھا۔ کہ تو نے ان کو اپنی الوہیت کی طرف بلایا تھا جس کا جواب مسیح نے یہ دیا اور پھر اس پر بس نہیں کی بلکہ یہ بھی کہا کہ جبتک میں ان میں تھا ان کا نگران حال تھا اور جب تو نے مجھے فوت کر لیا۔ تو تو ہی نگہبان تھا اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے۔ کہ حضرت مسیح کو عیسائیوں کی شرک کی کوئی خبر نہیں اور یہ جب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ اب مسیح زندہ نہ ہوں۔ کیونکہ اگر زندہ ہیں اور دنیا میں آوینگے۔ (جیسا کہ مسلمانوں کا عام طور پر عقیدہ ہے) تو عیسائیوں کے کفر و شرک کی ان کو ضرور خبر ہوگی پھر اس سے انکار کیوں کرینگے"

اس کا جواب یہ ہے کہ معترض نے کچھ تو دھوکا کھایا اور کچھ اپنی طرف سے حاشیہ لگایا۔ سوال خداوندی جسکا جواب مسیح کے ذمہ ہے صرف اتنا ہے کہ تو نے لوگوں سے کہا تھا۔ کہ مجھے اور میری ماں کو خدا بنا لو جس کے جواب میں حضرت مسیح بس یہ نہ کہ جواب دینگے۔ کہ یا اللہ تو شرک سے پاک ہے۔ جو بات مجھے لائق نہیں میں نے وہ کیوں کہنی تھی اصل سوال کا جواب تو یہاں تک آ گیا۔ اب آگے اس کام پر صرف اپنی بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔ مگر اس میں حضرت کو ان نالائقوں کی جنہوں نے جناب باری کی نسبت یہ افترا کیا ہوا تھا سفارش بھی کرنی ہے۔ اس لئے دونوں مطلبوں کے حاصل کرنیکو اپنی بیزاری بھی ظاہر کی کہ جبتک میں ان میں تھا انکا نگہبان تھا۔ جس سے اسی قدر استحقاق شفاعت ثابت ہوتا ہے) اور جب تو نے مجھے فوت کر لیا تو تو ہی ہر ایک پر نگہبان ہے۔ جیسے وہ ہیں تو جانتا ہے۔ اس سے آگے ان کی ضمناً سفارش بھی کی کہ اگر تو ان کو عذاب کرے تو تیرے بندے ہیں کوئی تجھے روک نہیں (ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم) سکتا اگر تو انکو بخشے تو تو بڑا غالب حکمت والا ہے۔ کوئی نہیں جو تیری اس بخشش کو خلاف مصلحت سمجھے" اب بتلایئے کہ اگر حضرت مسیح خود ہی ان کی اس نالائقی کا اقرار کر لیتے۔ تو انکی سفارش کیونکر کرتے حالانکہ انکے شرک کرنے نہ کرنے سے سوال ہی نہ تھا بلکہ سوال صرف اس سے تھا کہ تو نے ان سے کہا تھا کہ مجھے خدا بنالو پس جبکہ سوال ہی اس سے نہیں اور ساتھ اس کا اقرار انکی سفارش میں خلل انداز بھی ہے۔ تو مسیح کو کیا غرض ہے کہ وہ اس کا اقرار کریں کہ یہ مشرک تھے۔ ہاں کمال یہ ہے کہ انکار بھی نہیں کیا۔ کس طرح کرتے جبکہ جان چکے ہوئے تھے کہ ان عیسائیوں نے بیشک میری نسبت یہ افترا کیا ہوا ہے"

مولوی فاضل کی اس تفسیر کے جلی کردہ الفاظ کو پڑھو۔ اور اس پیچ و تاب کا اندازہ لگاؤ۔ جو فاضل مولانا کو اس غرض سے کھانے پڑے ہیں کہ کہیں اس آیت سے وفات مسیح ثابت نہ ہو جائے کیا ہی عجیب جواب ہے کہ حضرت مسیح کو یہ علم بھی ہے کہ عیسائیوں نے انہیں خدا بنایا تھا اور علم کیوں نہ ہو جبکہ فاضل مولانا کے نزدیک وہ دوبارہ دنیا میں تشریف لاکر ان کو ایسا کرتے ہوئے دیکھ چکے تھے۔ لیکن پھر بھی خدائی دربار میں عالم الغیب کے سامنے جب کھڑے ہوتے ہیں تو بجائے اس واقفیت کے اقرار کے صریحاً انکار کر دیتے ہیں کہ کسی طرح سے ان کی سفارش میں خلل آئے لیکن اسکے ساتھ ہی مولوی فاضل کا یہ نکتہ اور بھی قابل توجہ اور داد ہے۔ کہ اس عدم اقرار کے باوجود [illegible] ہے کہ انکار بھی نہیں کیا۔ کس قدر کمال ہے نہ اقرار ہے نہ انکار۔ اقرار نہ ہونے کا ذکر تو آیت میں ہے۔ انکار نہ ہونا کہاں سے نکلا؟ شاید مولوی فاضل نے خدائی دربار کو اپنے ذہن میں ڈپلومیسی کی مہر سمجھ رکھا ہے کہ اس میں بھی گول مول جواب دیکر کام چلا لیا۔ اور اصل حقیقت کا پتہ تک نہ دیا۔ یا شاید "انجمن صادقین" کا اجلاس سمجھ لیا ہوگا۔ کہ جس کے بانی کے نزدیک جھوٹ اور تقیہ سے بھی ایک شخص متقی رہ سکتا ہے۔

ہم حیران رہ جاتے ہیں جب مولوی فاضل امرتسری کی اس تفسیر کو پڑھتے اور بالخصوص جلی کردہ الفاظ کو دیکھتے ہیں۔ آخر اسکے کیا معنے ہیں کہ

"مسیح کو کیا غرض پڑی ہے کہ وہ اس کا اقرار کریں کہ یہ مشرک تھے ہاں کمال یہ ہے۔ کہ انکار بھی نہیں کیا"

یہ "کمال یہ ہے" کے الفاظ کس خیال کے مظہر ہیں۔ مولوی فاضل کے اپنے اس بے کمال کے تو ہم پہلے ہی سے معترف ہیں کیونکہ اس قسم کے کمالات بارہا ان کی طرف سے ظاہر ہو چکے ہیں۔ جن کا ایک نمونہ مضمون زیر تنقید ہے۔ لیکن حضرت مسیح کی طرف ایسے کمال کو منسوب کرنا کہاں تک جائز ہے۔ شاید مولوی فاضل نے اپنے ہی اقرار و انکار پر قیاس کیا ہے۔ جس کے لئے ہم انہیں مجبور سمجھتے ہیں اور انکے ایک دفعہ پھر ان کے اس کمال کا اعتراف کرتے ہیں۔

احادیث کے متعلق تفریط کا پہلو

ایک سابقہ افتتاحیہ میں احادیث کے متعلق ہم مسلمانوں کے معتقدات میں سے افراط اور تفریط کے دونوں پہلو دکھا چکے ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے "الفقیہ" کا ایک تازہ نمبر ہے۔ جس کا اصول یوں تو تقلید۔ کے سوائے اور کچھ نہیں۔ اور اس تقلید ہی کی ضرورت و فضیلت کو ہر نمبر میں ثابت کرنا اس کا کام ہے۔ لیکن چونکہ گروہ اہلحدیث سے مقابلہ ہے۔ اس لئے محض تقلید ائمہ مجتہدین کے پہلو پر زور دیتے ہوئے حدیث کی عظمت کو یہاں تک کم کر دیا ہے۔ کہ ایک نامہ نگار امام بخاری پر بلا دھڑک "اناپ شناپ" جمع کر دینے کا الزام دیتا ہے۔ اور ایڈیٹر صاحب کے قلم نے اس کے خلاف ذرا بھی جنبش نہیں کی۔

امام بخاری پر اس الزام کی کیا وجہ ہے۔ نامہ نگار کے سامنے دو احادیث ہیں۔ جن میں آخری راوی ایک ہی ہے۔ عبداللہ بن یوسف اس نے مختلف راویوں سے دو حدیثیں بیان کی ہیں۔ ایک میں تو حضرت عائشہ رض سے بتایا ہے کہ آنحضرت صلعم ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ اور دوسری میں انس بن مالک سے کہ ۴۰ برس کی عمر میں آپ مبعوث ہوئے۔ دس سال مکہ میں رہے اور دس مدینہ میں گویا آپ کی کل عمر ۶۰ سال ہوئی۔

نامہ نگار اس پر معترض ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ایک دوسری کے مخالف ہیں۔ اور امام بخاری نے اتنا نہ کیا کہ عبداللہ بن یوسف سے یہ کہتے کہ پہلے تم نے کچھ کہا تھا۔ اور اب کچھ کہتے ہو۔ تمہاری کونسی روایت صحیح ہے۔ بلکہ

"اناپ شناپ جو کچھ ملا۔ وہ بلا تحقیق اور تفتیش کے لکھ دیا کہ جس سے اب اعتراض کا موقعہ ملا"

مگر امام بخاریؒ کو کیا معلوم تھا کہ چودھویں صدی کے مولویوں [illegible] ایسے [illegible] جو تین سال کے فرق کو بھی اسرار [illegible] فقد لا فرق

مولوی صاحب کو مردوں کی اسقاط ہی سے واسطہ رہا ہے کہ عمروں کے حساب میں اس: ... لیکن واں تو اگر کسی میت کی عمر کے متعلق روایات میں بھی اختلاف ہو۔ تو چنداں ہرج نہیں۔ کیونکہ مولوی صاحب کو اپنے روپیہ سے کام ہوتا ہے۔ یہ جھگڑے تو ایک دو ... ہی مطلب برآری کے لئے اُنہوں نے قائم کر رکھے ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ کسی شخص کی عمر عموماً سالوں کی اصل تعداد کے لگ بھگ لوگ بتا دیا کرتے ہیں اور ۶۰ اور ۶۳ میں اتنا فرق نہیں کیا کرتے۔ اں نامہ نگار کے نزدیک امام بخاری سے یہ غلطی ہوئی کہ عبداللہ بن یوسف سے اختلاف روایات کا ذکر نہ کیا۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر غلطی شاید عبداللہ بن یوسف کی ہو جس نے یہ دو مختلف حدیثیں دو مختلف راویوں سے سنیں۔ اور دونو کو الگ الگ امام بخاری سے بیان کیا بس نامہ نگار کے نکتہ فہم کے مطابق اپنے اختلاف کے ہوتے ہوئے امام بخاری کو کیوں غلطی پر قرار نہ دیا جائے۔

آہ! یہ وہ لوگ ہیں جو آئمہ مجتہدین کی ایک ایک بات کو بمنزلہ وحی سمجھتے۔ اور اس سے ایک ذرا بھی اِدھر اُدھر ہونا بمنزلہ کفر جانتے ہیں۔ ایک طرف یہ افراط اور دوسری طرف اس قدر تفریط کہ چونکہ غیر مقلدین اور اہلحدیث سے مقابلہ ہے۔ اس لئے صحیح بخاری کو ... بیں کتاب اللہ کہا کرتے تھے "اناب شتاب" لکھ دیا وہ بھی ایک ایسے اختلاف کی بنا پر جسے اگر واقعی اختلاف بھی سمجھا جائے تو اس کا نہ اسلام پر اثر ہے۔ نہ ہمارے اعمال و ایمانیات پر۔

ہمیں اس سے انکار نہیں کہ صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں بعض ایسی احادیث ہیں جو قابل اعتبار نہیں کیونکہ ان میں بعض نہ صرف ایک دوسری کے مخالف ہیں بلکہ قرآن کے بھی خلاف ہیں لیکن ان کی وجہ سے تمام احادیث پر پانی پھیر دینا اور امام بخاری کی تحقیق و تفتیش سے انکار کر دینا صریحاً تفریط پر قدم مارنا ہے۔ ایسا ہی گروہ اہلحدیث کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ ہر ایک حدیث کو جو صاف طور پر قرآن کے مخالف ہو۔ اور کوئی صورت اس کے تطابق کی نظر نہ آتی ہو۔ اس قدر رتبہ دے۔ کہ قرآن کی کوئی عظمت ہی باقی نہ رہے۔

اس بارہ میں ضروری ہے کہ دونو گروہ افراط و تفریط کی دونو راہوں کو چھوڑ کر اعتدال کی راہ اختیار کریں۔ کہ یہی صراط مستقیم ہے

اسلام اور شخصیت

اس بیسویں صدی میں جہاں اور کئی عجائبات کتم عدم سے منصۂ ظہور میں آئے اور تماشا گاہ عالم کو حیران و ششدر کر رہے ہیں۔ وہیں یہ ایک بات بھی اگر عجیب نہیں تو کم از کم جدید ضرور سمجھی جائے گی۔ کہ اسلام جیسے مذہب کو جو جمہوریت کا سب سے بڑا حامی بلکہ بانی ہے شخصیت پرستی کا معلم گردانا جائے

وہ مذہب جس کے اثر نے یورپ میں پوپ پرستی کو اڑا کر عیسائیت کو ریفارمیشن (اصلاح کلیسا) کے نام سے جمہوریت کی طرف مائل کیا۔ جس سے اس اصلاح کے محرک لوتھر کو محمدیت کا خطاب ملا۔ کس قدر حیرت اور تعجب کا مقام ہے کہ آج اسی پر یہ الزام دیا جاتا ہے کہ وہ شخصیت پرستی کا حامی ہے "بغیر شخصیت کے اس کا کچھ بھی باقی نہیں رہ جاتا۔

راؤ بہادر ماسٹر آتمارام صاحب ایک مشہور آریہ سماجی ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی بڑودہ کے انسپکٹر تعلیمات بھی ہیں۔ آپ نے آریہ پترکا کے ایک تازہ نمبر میں "ام نیدک دھرمی ہیں دیانندی نہیں" کے عنوان سے آریہ سماج کو آزاد خیال ثابت کرتے ہوئے تمام مذاہب کے ساتھ اسلام کے متعلق بھی یہ بیان کیا ہے کہ

"اگر اسلام سے حضرت محمد صاحب کی شخصیت کو....

نکالدیں۔ تو یہ مذاہب آزاد قائم نہیں رہ سکتے"

معلوم نہیں "شخصیت" کا مفہوم ماسٹر صاحب کے نزدیک کیا ہے کیا ان کے نزدیک کسی شخص کی نیک تعلیمات یا اور خصوصیات کو اس کی طرف منسوب کرنے کا نام شخصیت ہے۔ کیا آج خود آریہ سماج سوامی دیانند کی تعلیمات اور ان کے ویدوں کے تراجم کو کالوحی نہیں سمجھتی۔ اور مباحثات و مناظرات کے اندر انہی سوامی جی کی باتوں کو ہی مسلمات میں شمار نہیں کیا جاتا؟

ہم حیران رہ جاتے ہیں۔ جب راؤ بہادر ماسٹر صاحب کے مضمون میں ہندوؤں کو "شخصیت" سے آزاد کرنے کے لئے ایسے لوگوں کی مثالیں دیکھتے ہیں۔ جو نہ صرف آریہ سماجی ہی نہیں۔ بلکہ کروڑہا بتوں کی پرستش اور غلامی سے بھی انہیں آزادی نصیب نہیں ہوئی۔

اسلام اس بات کا حامی نہیں کہ احکام خداوندی پر کسی اور چیز کو مقدم ٹھیرایا جائے۔ اور بڑے زور سے ہاں خود علم و فکر اور غور و تدبر سے کام لینے کی نصیحت کرتا ہے۔ اور یہی وہ بات ہے۔ جو قرون اولی

... مسلمان نہیں تو غیر مسلم اقوام کھلوا ندھا صل کر رہی ہیں۔

لیکن یہ کہنا کہ قرآن کریم کو مانتے ہوئے اس برگزیدہ الٰہی کو خدا تعالیٰ کا رسول ماننا جس پر وہ نازل ہوا۔ اور جس نے خدائی علم و فہم سے حصہ لیکر اس پر عمل کر کے دکھایا۔ اور اس کی تشریح و توضیح کی "شخصیت" ہے۔ ایک قابل مضحکہ بات ہے۔ اگر ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کا رسول ہی نہیں مانتے تو آپ پر نازل شدہ کتاب کو کس طرح سے خدائی صحیفہ یقین کر سکتے ہیں؟ کیا راؤ بہادر ماسٹر آتمارام صاحب کے نزدیک یہ ممکن ہے کہ ایک شخص سوامی دیانند جی یا ویدک رشیوں کو تو برگزیدہ الٰہی یا کم از کم سمجھدار اور نیک نہ مانے اور اس بات کو تسلیم کرلے۔ کہ موخر الذکر لوگوں پر وید خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے۔ یا سوامی جی کی پیروی کو ضروری قرار دے؟

شخصیت پرستی یہ نہیں کہ کسی اصول ۔ ۔ ۔ قابلیت پر ایمان لایا جائے۔ اس کے بغیر تو دنیا کا ایک کام بھی نہیں چل سکتا۔ بلکہ شخصیت پرستی اگر کوئی چیز ہے۔ تو صرف یہ کہ اس کی ہر ایک بات کو جو عقل و نقل کے کتنی ہی خلاف ہو۔ کالوحی سمجھا جائے۔

آنحضرت صلعم کی حیثیت اس سے بیشک ارفع ہے۔ کہ آپ کے کلام اور تعلیم میں کوئی بات عقل و نقل کے خلاف تھی کیونکہ آپ مہبط وحی تھے اور اللہ تعالیٰ کی منشا کے ماتحت تعلیم دیتے تھے۔ لیکن باوجود اسکے آپ نے کبھی اپنی شخصیت کو اس طرح سے نہیں منوایا۔ جیسا کہ دوسرے مذاہب کے پیشرو وں کو مانا جاتا ہے۔ خود قرآن کریم نے بار بار قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی (کہدے اے رسول کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے) کے ارشاد ربانی میں اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ گویا اپنے آپ کو منوایا تو اپنی ذات یا شخصیت کیلئے نہیں بلکہ اس وحی کی خاطر جو آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی۔ کیونکہ بغیر اس کے کہ آپ کو رسول مانا جائے اس وحی پر ایمان لانا مشکل ہے۔ پھر اپنے آپ ہی کو نہیں دنیا کے تمام رسولوں اور رشیوں کو منوایا ہے۔ اور یہاں تک اس پر زور دیا ہے۔ کہ جو شخص کسی ایک بھی رسول کا منکر ہے وہ بھی مسلمان نہیں۔ تعجب ہے کہ اس مذہب کو شخصیت پرستی کا معلم قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسقدر آزاد خیالی دنیا کے کسی مذہب میں بھی پائی نہیں جاتی۔ اور تو اور خود آریہ سماج ہی کا یہ حال ہے کہ صرف ویدوں ہی کو اللہ تعالیٰ کی واحد کتاب اور اس کے رشیوں کو ہی برگزیدگان الٰہی میں وہ شامل سمجھتے ہیں۔ اور یہاں تک دماغی غلامی میں اسیر ہیں کہ سوامی دیانند کے تراجم ہی ان کے نزدیک صحیح تراجم ہو سکتے ہیں۔ اور دوسرا کوئی بھی ترجمہ ماننے کے قابل نہیں۔

کیا انہی عقائد کی بنا پر راؤ بہادر ماسٹر آتمارام صاحب آریہ سماج کو آزاد خیال اور اسلام کو شخصیت کا معلم سمجھے ہوئے ہیں۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

بابا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسلام کی حمایت میں

معاصر لائل گزٹ نے ۲۴ نومبر ۱۹۱۸ء کی اشاعت کو گورونانک نمبر کے نام سے شایع کیا ہے جس میں صرف بابا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہی تقدیس کو مختلف مضامین میں ثابت کیا گیا ہے۔ مضمون نگاروں میں ہندو مسلمان سب ہی قسم کے لوگ شامل ہیں لیکن سب سے زیادہ دلچسپ اور قابل داد مضمون وہ ہے جو "گورونانک دیو کا مذہب" کے عنوان سے خود ایڈیٹر کے قلم سے نکلا ہے۔ اس مضمون میں ہمارے لائق دوست سردار امر سنگھ صاحب نے اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی ہے کہ بابا نانک صاحب کیوں تمام مذاہب میں ہردلعزیز ہیں۔ اور سب ہی انہیں اپنا ہم خیال سمجھتے ہیں۔ باوجودیکہ ان مذاہب کی تعلیم میں بہت بڑا اختلاف موجود ہے۔

ہمیں خوشی ہے کہ لائق ایڈیٹر صاحب کو اصل وجوہات کے پالینے میں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ جن کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ بابا نانک صاحب نے جہاں کہیں سے بھی حق اور صداقت ملی اس کو لے لیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں ان کے اس خیال سے اختلاف ہے کہ باوا صاحب ان موجودہ مذاہب میں سے کسی خاص مذہب کے پیرو نہ تھے۔ خود ہمارے لائق معاصر نے اس خیال کے ثبوت میں کہ باوا صاحب علیہ الرحمۃ صرف حق اور صداقت ہی کے پیرو تھے۔ اپنی پیش کردہ مثالوں کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کی ان آیات کو بھی نقل کیا ہے جن کی تائید میں باوا صاحب کے اقوال پائے جاتے ہیں۔ مثلاً باوا صاحب کے ان الفاظ کے متعلق کہ

سرب دھرم میں سرشیٹ دھرم
ہر کا نام جپ نرمل کرم

سب تمام مذاہب میں افضل خدا واحد و لا شریک کی عبادت ہے اور نیک اعمال ہیں" خود ہمارے لائق معاصر کو اعتراف ہے کہ قرآن میں بھی یہ صداقت موجود ہے" چنانچہ اس کے ثبوت میں انہوں نے بعض آیات قرآنی کو بھی نقل کیا ہے۔ اور کوئی ایک بات بھی ایسی پیش نہیں کی۔ جس میں باوا صاحب نے اسلام سے اختلاف کیا ہو اور دوسری طرف بعض باتوں میں ہندوؤں اور عیسائیوں سے باوا صاحب کا اختلاف ثابت کیا ہے۔ تو کیا یہ کہنا خلاف حقیقت ہے کہ باوا نانک صاحب سچے دل سے اسلام کے حامی اور اس کے پیرو تھے۔ کیا جو شخص پانچ نمازوں اور تیس روزوں کا قائل ہو جو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو ہی باعث آرام کہتا اور اسلام کو یہاں تک عظمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ کسر نفسی سے مسلمان کہلانے کے اپنے آپ کو لائق قرار نہیں دیتا اور صاف طور پر ہندو ہونے سے انکار کرتا ہے۔ جو قرآن کی عظمت کا معترف اور ویدوں کو قصہ کہانی یقین کرتا ہے۔ جو نہ صرف کہ مکہ کا ہی سفر اختیار کرتا ہے اور حج سے مشرف ہوتا ہے بلکہ اپنے اسلام کی کھلی شہادت پیچھے بھی چولہ صاحب کی شکل میں چھوڑ جاتا ہے جس کے اوپر آیات قرآنی اور کلمہ طیبہ لکھا ہے۔ اور جو آج تک ڈیرہ بابا نانک میں موجود ہے۔ اس کے متعلق یہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ کسی خاص مذہب کا پابند نہ تھا۔ ہاں بابا نانک صاحب بیشک تمام لوگوں میں ہردلعزیز ہیں جس کی یہ وجہ نہیں کہ وہ مسلمان اللہ اللہ یا برہمن رام رام کے اصول کے حامی تھے۔ نہ ہی یہ وجہ ہے۔ کہ وہ ہر ایک مذہب میں سے کچھ لے لیتے اور باقی باتوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ بلکہ وجہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے اسلام جیسے مذہب کو قبول کیا جو خود تمام مذاہب کی صداقتوں کا جامع ہے۔ انہوں نے اسلام کو اختیار کر کے سب کے ساتھ نیکی اور ملاطفت کا برتاؤ کیا۔ لیکن اس حد تک جہاں تک انسانی تعلقات کا تقاضا ہے اس سے آگے جہاں اصول مذہب اور اعتقاد کا سوال پیدا ہوتا ہے انہوں نے اپنے اعمال و اقوال سے اسلام کی حمایت کی اور دوسرے مذاہب بالخصوص ہندو مذہب کی غلطی ظاہر کی۔

یہ کہنا کہ مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے کہ پیدائش عالم سے پہلے خدا اور فرشتے موجود تھے۔ ایک فرضی بات ہے۔ قرآن سے اس کا ثبوت نہیں مل سکتا۔ بلکہ باوا صاحب کی طرح قرآن بھی اسی کا حامی ہے کہ

"ایک کے بغیر کچھ بھی نہیں تھا"

بغیر جنازہ ہی دفن کرا دیا

۱۴ نومبر کا فاروق "نیک نمونہ" کے عنوان سے رقمطراز ہے:۔

"میاں خدا بخش صاحب ساکن ... کی ... غیر احمدی والدہ کا انتقال ہوگیا۔ اور موصوف سے غیر احمدی ملاں نے کہا کہ اس کا جنازہ آپ ہی پڑھیں گے۔ اس نے کہا کہ جب آپ لوگ نہیں پڑھتے تو ہم بھی نہیں پڑھینگے اور یہ سراسر ملاں موصوف کی غلطی تھی۔ اس پہ برادر موصوف نے نہایت اخلاقی جرأت سے کام لیکر بغیر جنازہ ہی دفن کرا دیا۔ اس قسم کی اخلاقی جرأت کی مثال حضرت صحابہؓ ہی میں مل سکتی ہے زندہ باش خدا بخش"

جرأت تو بیشک بڑی ہے۔ لیکن اخلاقی جرأت اسے کہنا اور صحابہ میں اس کی مثال بتانا کہاں تک صحیح ہے۔ اس کا اندازہ ناظرین کرام خود کر سکتے ہیں۔ خداوند کریم ایسے ناخلف بچوں سے بچائے۔ ...

میر حامد شاہ صاحب کا انتقال

ہمارے احباب اس خبر کو نہایت ہی افسوس کیساتھ پڑھیں گے۔ کہ میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی ۱۵ نومبر ۱۹۱۸ء کو فوت ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میر صاحب موصوف حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے مریدین میں سے تھے۔ اور موجودہ اختلافات میں حضرت میاں صاحب کی فرزندیت مسیح موعود کی محبت میں انہوں نے ان کا ساتھ دیا۔ ورنہ عقیدتاً وہ ہمیں حق پر سمجھتے تھے۔ خود آپ نے لاہور کے جلسہ شوریٰ میں علانیہ کہا کہ میں اسی جماعت کو حق پر سمجھتا ہوں۔ ویسے بھی آپ بہت نیک اور متقی تھے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

گذشتہ جمعہ کو لاہور میں آپ کا جنازہ غائب پڑھا گیا۔

مولوی صاحب کو مردوں کی استفادہ ہی سے واسطہ رہا ہے کہ عمر (وفات) کے حساب میں اس ... لیکن وہاں تو اگر کسی میت کی عمر کے متعلق روایات میں بھی اختلاف ہو۔ تو چنداں ہرج نہیں۔ کیونکہ مولوی صاحب کو اپنے روپیہ سے کام ہوتا ہے۔ یہ جھگڑے تو ایک دوسری مطلب براری کے لئے اُنہوں نے قائم کر رکھے ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ کسی شخص کی عمر عموماً سالوں کی اصل تعداد کے لگ بھگ لوگ بتا دیا کرتے ہیں اور ۶۰ اور ۶۳ میں اتنا فرق نہیں کیا کرتے۔ ان نامہ نگار کے نزدیک امام بخاری سے یہ غلطی ہوئی کہ عبداللہ بن یوسف سے اختلاف روایات کا ذکر نہ کیا۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر غلطی شاید عبداللہ بن یوسف کی ہو جس نے یہ دو مختلف حدیثیں دو مختلف راویوں سے سنیں۔ اور دونو کو الگ الگ امام بخاری سے بیان کیا بس نامہ نگار کے نکتہ فہم کے مطابق اتنے اختلاف کے ہوتے ہوئے امام بخاری کو کیوں غلطی پر قرار نہ دیا جائے۔

آہ! یہ وہ لوگ ہیں جو آئمہ مجتہدین کی ایک ایک بات کو بمنزلہ وحی سمجھتے۔ اور اس سے ایک ذرا بھی اِدھر اُدھر ہونا بمنزلہ کفر جانتے ہیں۔ ایک طرف یہ افراط اور دوسری طرف اس قدر تفریط کہ چونکہ غیر مقلدین اور اہلحدیث سے مقابلہ ہے۔ اس لئے صحیح بخاری تک کو جسے صحیح ... کتاب اللہ کہا کرتے تھے "ایں ہم ناچیز" لکھ دیا۔ وہ بھی ایک ایسے اختلاف کی بنا پر جسے اگر واقعی اختلاف بھی سمجھا جائے تو نہ اس کا نہ اسلام پر اثر ہے۔ نہ ہمارے اعمال و ایمانیات پر۔

ہمیں اس سے انکار نہیں کہ صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں بعض ایسی احادیث ہیں جو قابل اعتبار نہیں۔ کیونکہ ان میں سے بعض نہ صرف ایک دوسری کے مخالف ہیں بلکہ قرآن کے بھی خلاف ہیں لیکن ان کی وجہ سے تمام احادیث پر پانی پھیر دینا اور امام بخاری کی تحقیق و تفتیش سے انکار کر دینا صریح تفریط پر قدم مارنا ہے۔ ایسا ہی گروہ اہلحدیث کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ ہر ایک حدیث کو جو صاف طور پر قرآن کے مخالف ہو۔ اور کوئی صورت اس کے تطابق کی نظر نہ آتی ہو۔ اس قدر درجہ دے۔ کہ قرآن کی کوئی عظمت ہی باقی نہ رہے۔

اس بارہ میں ضروری ہے کہ دونو گروہ افراط و تفریط کی دونو راہوں کو چھوڑ کر اعتدال کی راہ اختیار کریں۔ کہ یہی صراط مستقیم ہے۔

اسلام اور شخصیت

اس بیسویں صدی میں جہاں اور کئی عجائبات کتم عدم سے منصہ ظہور میں آئے اور تماشا گاہ عالم کو حیران و ششدر کر رہے ہیں۔ وہیں یہ ایک بات بھی اگر عجیب نہیں تو کم از کم جدید ضرور سمجھی جائے گی۔ کہ اسلام جیسے مذہب کو جو جمہوریت کا سب سے بڑا حامی بلکہ بانی ہے شخصیت پرستی کا معلم گردانا جائے۔

وہ مذہب جس کے اثر نے یورپ میں پوپ پرستی کو اڑا کر عیسائیت کو ریفارمیشن (اصلاح کلیسا) کے نام سے جمہوریت کی طرف مائل کیا۔ جس سے اس اصلاح کے محرک لوتھر کو محمدیت کا خطاب ملا۔ کس قدر حیرت اور تعجب کا مقام ہے کہ آج اسی پر یہ الزام دیا جاتا ہے کہ وہ شخصیت پرستی کا حامی ہے۔ "بغیر شخصیت کے اس کا کچھ بھی باقی نہیں رہ جاتا۔"

راؤ بہادر ماسٹر آتمارام صاحب ایک مشہور آریہ سماجی ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی بڑودہ کے انسپکٹر تعلیمات بھی ہیں۔ آپ نے آریہ پترکا کے ایک تازہ نمبر میں "ہم ویدک دھرمی ہیں دیانندی نہیں" کے عنوان سے آریہ سماج کو آزاد خیال ثابت کرتے ہوئے تمام مذاہب کے ساتھ اسلام کے متعلق بھی یہ بیان کیا ہے کہ

"اگر اسلام سے حضرت محمد صاحب کی شخصیت کو ... نکالدیں۔ تو یہ مذاہب آزاد و قائم نہیں رہ سکتے۔"

معلوم نہیں "شخصیت" کا مفہوم ماسٹر صاحب کے نزدیک کیا ہے کیا ان کے نزدیک کسی شخص کی نیک تعلیمات یا خصوصیات کو اس کی طرف منسوب کرنے کا نام شخصیت ہے۔ کیا آج خود آریہ سماج سوامی دیانند کی تعلیمات اور ان کے ویدوں کے تراجم کو کالوحی نہیں سمجھتی۔ اور مباحثات و مناظرات کے اندر انہی سوامی جی کی باتوں کو ہی مسلمات میں شمار نہیں کیا جاتا؟

ہم حیران رہ جاتے ہیں۔ جب راؤ بہادر ماسٹر صاحب کے مضمون میں ہندوؤں کو "شخصیت" سے آزاد کرنے کے لئے ایسے لوگوں کی مثالیں دیکھتے ہیں۔ جو نہ صرف آریہ سماجی ہی نہیں۔ بلکہ گرو اور بتوں کی پرستش اور غلامی سے بھی انہیں آزادی نصیب نہیں ہوئی۔

اسلام اس بات کا حامی نہیں کہ احکام خداوندی پر کسی اور چیز کو مقدم ٹھیرایا جائے۔ اور بڑے زور سے ہمیں خود علم و فکر اور غور و تدبر سے کام لینے کی نصیحت کرتا ہے۔ اور یہی وہ بات ہے۔ جو قرون اولی مسلمان نہیں تو غیر مسلم اقوام بھلا ئندہ حاصل کر رہی ہیں۔

لیکن یہ کہنا کہ قرآن کریم کو مانتے ہوئے اس برگزیدہ الہی کو اللہ تعالی کا رسول ماننا جس پر وہ نازل ہوا۔ اور جس نے خدائی علم و فہم سے حصہ لیکر اس پر عمل کر کے دکھایا۔ اور اس کی تشریح و توضیح کی "شخصیت" ہے۔ ایک قابل مضحکہ بات ہے۔ اگر ہم آپ کو اللہ تعالی کا رسول ہی نہیں مانتے تو آپ پر نازل شدہ کتاب کو کس طرح سے خدائی صحیفہ یقین کر سکتے ہیں؟ کیا راؤ بہادر ماسٹر آتمارام صاحب کے نزدیک یہ ممکن ہے کہ ایک شخص سوامی دیانند جی یا ویدک رشیوں کو تو برگزیدہ الہی یا کم از کم سمجھدار اور نیک نہ مانے اور اس بات کو تسلیم کر لے۔ کہ موخر الذکر لوگوں پر وید خدا کی طرف سے نازل ہوئے۔ یا سوامی جی کی پیروی کو ضروری قرار دے؟

شخصیت پرستی یہ نہیں کہ کسی اصول ... قابلیت پر ایمان لایا جائے۔ اس کے بغیر تو دنیا کا ایک کام بھی نہیں چل سکتا۔ بلکہ شخصیت پرستی اگر کوئی چیز ہے۔ تو صرف یہ کہ اس کی ہر ایک بات کو جو عقل و نقل کے کتنی ہی خلاف ہو۔ کالوحی سمجھا جائے۔

آنحضرت صلعم کی حیثیت اس سے بیشک ارفع ہے۔ کہ آپ کے کلام اور تعلیم میں کوئی بات عقل و نقل کے خلاف تھی کیونکہ آپ مہبط وحی تھے اور اللہ تعالی کی منشا کے ماتحت تعلیم دیتے تھے۔ لیکن باوجود اسکے آپ نے کبھی اپنی شخصیت کو اس طرح سے نہیں منوایا۔ جیسا کہ دوسرے مذاہب کے پیشرووں کو مانا جاتا ہے۔ خود قرآن کریم نے بار بار قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی (کہدے اے رسول کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے) کے ارشاد ربانی میں اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ گویا اپنے آپ کو منوایا تو اپنی ذات یا شخصیت کیلئے نہیں بلکہ اس وحی کی خاطر جو آپ پر اللہ تعالی کی طرف سے نازل ہوئی۔ کیونکہ بغیر اس کے کہ آپ کو رسول مانا جائے اس وحی پر ایمان لانا مشکل ہے۔ پھر اپنے آپ ہی کو نہیں دنیا کے تمام رسولوں اور رشیوں کو منوایا ہے۔ اور یہاں تک اسپر زور دیا ہے۔ کہ جو شخص کسی ایک بھی رسول کا منکر ہے۔ وہ ... بھی مسلمان نہیں۔ تعجب ہے کہ اس مذہب کو شخصیت پرستی کا معلم قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسقدر آزاد خیالی دنیا کے کسی مذہب میں بھی پائی نہیں جاتی۔ اور تو اور خود آریہ سماج ہی کا یہ حال ہے کہ صرف ویدوں ہی کو اللہ تعالی کی واحد کتاب اور اس کے رشیوں کو ہی برگزیدگان الہی میں وہ شامل سمجھتے ہیں۔ اور یہاں تک دماغی غلامی میں اسیر ہیں کہ سوامی دیانند کے تراجم ہی ان کے نزدیک صحیح تراجم ہو سکتے ہیں۔ اور دوسرا کوئی بھی ترجمہ ماننے کے قابل نہیں۔

کیا انہی عقائد کی بنا پر راؤ بہادر ماسٹر آتمارام صاحب آریہ سماج کو آزاد خیال اور اسلام کو شخصیت کا معلم سمجھے ہوئے ہیں۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

بابا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسلام کی حمایت میں

معاصر لائل گزٹ نے ۲۴ نومبر ۳۱ء کی اشاعت کو پورنماشی نمبر کے نام سے شایع کیا ہے جس میں صرف بابا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہی تقدیس کو مختلف مضامین میں ثابت کیا گیا ہے۔ مضمون نگاروں میں ہندو مسلمان سب ہی قسم کے لوگ شامل ہیں لیکن سب سے زیادہ دلچسپ اور قابل داد مضمون وہ ہے جو "گورو نانک دیو کا مذہب" کے عنوان سے خود ایڈیٹر صاحب کے قلم سے نکلا ہے۔ اس مضمون میں ہمارے لائق دوست سردار امر سنگھ صاحب نے اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی ہے کہ بابا نانک صاحب کیوں تمام مذاہب میں ہر دلعزیز ہیں۔ اور سب ہی انہیں اپنا ہم خیال سمجھتے ہیں۔ باوجودیکہ ان مذاہب کی تعلیم میں بہت بڑا اختلاف موجود ہے۔

ہمیں خوشی ہے کہ لائق ایڈیٹر صاحب کو اصل وجوہات کے پا لینے میں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ جن کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ بابا نانک صاحب نے جہاں کہیں سے بھی حق اور صداقت ملی اس کو لے لیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں ان کے اس خیال سے اختلاف ہے کہ باوا صاحب ان موجودہ مذاہب میں سے کسی خاص مذہب کے پیرو نہ تھے۔ خود ہمارے لائق معاصر نے اس خیال کے ثبوت میں کہ باوا صاحب علیہ الرحمۃ صرف حق اور صداقت ہی کے پیرو تھے۔ اپنی پیش کردہ مثالوں کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کی ان آیات کو بھی نقل کیا ہے جن کی تائید میں باوا صاحب کے اقوال پائے جاتے ہیں۔ مثلاً باوا صاحب کے ان الفاظ کے متعلق کہ

سرب دھرم میں سرشٹ دھرم
ہر کا نام جپ نرمل کرم

اور نیک اعمال ہیں" خود ہمارے لائق معاصر کو اعتراف ہے کہ "قرآن میں بھی یہ صداقت موجود ہے" چنانچہ اس کے ثبوت میں انہوں نے بعض آیات قرآنی کو بھی نقل کیا ہے۔ اور کوئی ایک بات بھی ایسی پیش نہیں کی جس میں باوا صاحب نے اسلام سے اختلاف کیا ہو۔

اور دوسری طرف بعض باتوں میں ہندوؤں اور عیسائیوں سے باوا صاحب کا اختلاف ثابت کیا ہے۔ تو کیا یہ کہنا خلاف حقیقت ہے کہ باوا نانک صاحب سچے دل سے اسلام کے حامی اور اس کے پیرو تھے۔ کیا جو شخص پانچ نمازوں اور تیس روزوں کا قائل ہو جو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو ہی باعث آرام سمجھتا اور اسلام کو یہاں تک عظمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ کسر نفسی سے مسلمان کہلانے کے اپنے آپ کو لائق قرار نہیں دیتا اور صاف طور پر ہندو ہونے سے انکار کرتا ہے۔ جو قرآن کی عظمت کا معترف اور ویدوں کو قصہ کہانی یقین کرتا ہے۔ جو نہ صرف کہ حج ... کا سفر اختیار کرتا ... اور حج سے مشرف ہوتا ہے بلکہ اپنا اسلام کی کھلی شہادت پیچھے بھی چولہ صاحب کی شکل میں چھوڑ جاتا ہے جس کے اوپر آیات قرآنی اور کلمہ طیبہ لکھا ہے۔ اور جو آج تک ڈیرہ بابا نانک میں موجود ہے۔ اس کے متعلق یہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ کسی خاص مذہب کا پابند نہ تھا۔ ہاں بابا نانک صاحب بیشک تمام لوگوں میں ہر دلعزیز ہیں جس کی یہ وجہ نہیں کہ وہ مسلمان اللہ اللہ یا برہمن رام رام کے اصول کے حامی تھے۔ نہ ہی یہ وجہ ہے۔ کہ وہ ہر ایک مذہب میں سے کچھ لے لیتے اور باقی باتوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ بلکہ وجہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے اسلام جیسے مذہب کو قبول کیا جو خود تمام مذاہب کی صداقتوں کا جامع ہے۔ انہوں نے اسلام کو اختیار کر کے سب کے ساتھ نیکی اور ملاطفت کا برتاؤ کیا۔ لیکن اس حد تک جہاں تک انسانی تعلقات کا تقاضا ہے اس سے آگے جہاں اصول مذہب اور اعتقاد کا سوال پیدا ہوتا ہے انہوں نے اپنے اعمال و اقوال سے اسلام کی حمایت کی اور دوسرے مذاہب بالخصوص ہندو مذہب کی غلطی ظاہر کی۔

یہ کہنا کہ مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے کہ پیدائش عالم سے پہلے خدا اور فرشتے موجود تھے۔ ایک فرضی بات ہے۔ قرآن سے اس کا ثبوت نہیں مل سکتا۔ بلکہ باوا صاحب کی طرح قرآن بھی اسی کا حامی ہے کہ

"ایک کے بغیر کچھ بھی نہیں تھا"

بغیر جنازہ ہی دفن کرا دیا

۱۴ نومبر کا فاروق "نیک نمونہ" کے عنوان سے رقمطراز ہے:۔

"میاں خدا بخش صاحب ساکن ... کی ... غیر احمدی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اور موصوف سے غیر احمدی ملاں نے کہا کہ اس کا جنازہ آپ ہی پڑھیں گے۔ اس نے کہا کہ جب آپ لوگ نہیں پڑھتے تو ہم بھی نہیں پڑھینگے اور یہ سراسر ملاں موصوف کی غلطی تھی۔ اس پر برادر موصوف نے نہایت اخلاقی جرأت سے کام لیکر بغیر جنازہ ہی دفن کرا دیا۔ اس قسم کی اخلاقی جرأت کی مثال صحابہؓ میں مل سکتی ہے زندہ باشس خدا بخش۔"

جرأت تو بیشک بڑی ہے۔ لیکن اخلاقی جرأت اسے کہنا اور صحابہ میں اس کی مثال بتانا کہاں تک صحیح ہے۔ اس کا اندازہ ناظرین کرام خود کر سکتے ہیں۔ خداوند کریم ایسے ناخلف بچوں سے بچائے۔

میر حامد شاہ صاحب کا انتقال

ہمارے احباب اس خبر کو نہایت ہی افسوس کیساتھ پڑھیں گے۔ کہ میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی ۱۵ نومبر ۱۹۱۸ء کو فوت ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میر صاحب موصوف حضرت مسیح موعود کے پرانے مریدین میں سے تھے۔ اور موجودہ اختلافات میں حضرت میاں صاحب کی فرزندی مسیح موعود کی محبت میں انہوں نے ان کا ساتھ دیا۔ ورنہ حقیقتاً وہ ہمیں حق پر سمجھتے تھے۔ خود آپ نے لاہور کے جلسہ شوریٰ میں علانیہ کہا کہ میں اسی جماعت کو حق پر سمجھتا ہوں۔ ویسے بھی آپ بہت نیک اور متقی تھے۔ اللہ تعالی مغفرت فرمائے۔ گزشتہ جمعہ کو لاہور میں آپ کا جنازہ غائب پڑھا گیا۔

تبدیلیٔ عقیدہ

(۲)

خاتم النبیّین

گذشتہ اشاعت میں ہم ماسٹر محمد صادق صاحب کی بعض تحریرات مندرجہ بدر سے دکھا چکے ہیں کہ اُن کے موجودہ عقائد متعلقہ نبوت مسیح موعودؑ اور مسئلہ جنازہ اور کفر وغیرہ سابقہ عقیدہ کے کہانتک خلاف ہیں۔ آج ہم ذیل میں انہی مفتی صاحب کے اخبار بدر میں سے جناب سید صادق حسین صاحب مختار عدالت اٹاوہ کا ایک مضمون ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جو کسی معترض کے جواب میں حضرت مسیح موعود کے آخری ایام زندگی میں ۳۰ فروری ۱۹۰۸ء کو شائع ہوا تھا۔ اور جس میں انہوں نے لا نبی بعدی سے نبوت جزوی کو ہی مستثنے ٹھیرایا اور کامل نبوت کو ختم قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ اس بات کے ثبوت میں کہ حضرت مسیح موعودؑ کا دعوےٰ جزوی نبوۃ کا ہی ہے۔ توضیح مرام کا حوالہ پیش کرکے اس پر مُہر لگا دی ہے کہ اسوقت تک جماعت کا قطعًا وہم و گمان تک بھی نہ تھا۔ کہ ۱۹۰۱ء سے قبل کی کتابیں منسوخ ہیں۔

کیا جناب سید صادق حسین صاحب اپنی اس تحریر پر غور فرمائیں گے؟

مسلمانوں کا یہ عقیدہ بلا اختلاف چلا آتا ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں مگر خاتم النبیین سے کیا مُراد ہے۔ اس سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ اور اسی وجہ سے اس مراد کے سمجھنے میں اختلاف چلا آتا ہے لہذا میں مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ مسلمان بھائیوں کی خدمت میں یہ چند سطور پیش کروں جس میں واضح ہو کہ:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جب صاحبزادے فوت ہوگئے تو کفار نے آپکو ابتر کہنا شروع کیا۔ عرب کے محاورہ میں ابتر اس کو کہتے ہیں جس کی نسل ذکور کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔ خدا وند جلشانہٗ نے اپنے حبیب پاک کیطرف سے کفار کو دو جواب دئے۔ ایک تو اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَر یعنی اے پیغمبر تیرا دشمن ہی ابتر ہے۔ اور دوسرا جواب یہ دیا۔ کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ یعنے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں یعنی آپکا کوئی جسمانی بیٹا موجود نہیں۔ مگر کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ وہ روحانی بیٹوں کا باپ یعنی رسول اللہ ہے۔ اور پھر رسول اللہ بھی کیسا۔ خاتم النبیین یعنی تمام اگلے پچھلے نبیوں کا خاتم ہے۔ واضح ہو کہ لفظ خاتم اس آیت میں فتح تاء فوقانیہ کے ساتھ آیا ہے۔ اور خاتم کے معنے ہیں مُہر۔ اور النبیین میں ال استغراق کا ہے۔ اور مقصود لفظ خاتم النبیین سے کفار کو ایسا جواب دینا ہے جس سے ان کا یہ اعتراض دفع ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسل ذکور منقطع ہوگیا ہے اس لئے وہ ابتر ہیں۔ پس ان وجوہ پر نظر ڈالکر خاتم النبیین کے ایسے معنے کرنے لازم ہونگے جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل روحانی کا سلسلہ آئندہ تاقیامت جاری رہنا ثابت ہو۔ ورنہ آپ کو صرف گذشتہ نبیوں کا خاتم ماننے سے کفار کے اس طعن کا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتر ہیں کیونکہ اُن کی نسل ذکور کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ کچھ بھی جواب نہیں ہوتا۔ بلکہ تردید کی بجائے کفار کے طعن کی اور اُلٹی تائید ہوتی ہے۔

اس قرآنی استدلال کے جواب میں بعض لوگ ایک حدیث پیش کرتے ہیں۔ جسکے الفاظ یہ ہیں۔ لَا نَبِیَّ بَعْدِی۔ یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اس حدیث پر نظر دیکر کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ پس اگر اس حدیث کے یہی معنے لئے جائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلق کوئی نبی نہیں آسکتا۔ تو اوّل تو یہ حدیث آیۂ کریمہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کے معارض ہوگی۔ اس لئے پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جائیگی۔ ثانیًا احادیث ذیل بھی اس کے معارض ہوں گی۔ اور وہ احادیث یہ ہیں۔ (۱) بخاری وغیرہ میں لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میری اُمّت میں محدثون اور مکلمون ہوں گے اور محدَّث بفتح دال من وجہٍ نبی ہوتا ہے۔ کیونکہ فرشتے اس سے ہمکلام ہوتے اور وحی اُس پر نازل ہوتی ہے بلکہ اُسکی وحی بھی نبیوں کی طرح دخل انسانی سے محفوظ رکھی جاتی ہے۔ (۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ یعنے نبوت سے ایک نوع مبشرات کی باقی ہے اور اس نوع میں مبشرات اور منذرات اور امور غیبیہ اور لطائف قرآنی علوم لدنیہ داخل ہیں۔

پس جب مبشرات جزو نبوت تامہ ہوئے۔ تو صاحب مبشرات صاحب نبوت جزوی ٹھیرا چونکہ اس کلام منفی میں نفی نبوت کے بعد مبشرات کا استثناء کیا گیا ہے۔ اور مستثنٰی منہ مذکور ہے اور من تبعیضیہ ہے پس جب ان صحیح نوادر کے مبشرات کا جُزو نبوت ہونا صریح منطوق کلام نبوی سے ثابت ہوا۔ اور جب نبوت جزوی کا باقی رہنا ثابت ہوگیا تو جزوی نبی کا ہونا بھی ثابت ہوگیا۔ اس لئے حدیث لا نبی بعدی کی تفہیم غلط فرمائی اور یہ معنے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں داخل ہونے کا شرف حاصل نہ ہو۔ نہ کوئی ایسا نبی آسکتا ہے جو صاحب شریعت جدیدہ یا صاحب نبوت تامہ ہو۔ (۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ رؤیا المؤمن ستۃ واربعین جزء من اجزاء النبوۃ۔ یعنی مومن کا خواب نبوّت کا چھیالیسواں جزو ہے۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا۔ وہ جزئی نبی ہوا پس حدیث لا نبی بعدی کا عموم ہرگز قائم نہیں رہا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم اور دعوےٰ بھی یہی ہے۔ چنانچہ آپ توضیح مرام کے صفحہ ۹ و ۱۰ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثیل بھی نبی چاہئے کیونکہ مسیح نبی تھا۔ تو اس کا اوّل جواب تو یہی ہے کہ آنیوالے مسیح کیلئے ہمارے سید و مولےٰ نے نبوّت شرط نہیں ٹھیرائی بلکہ صاف طور پر یہی کہا ہے۔ کہ وہ ایک مسلمان ہوگا۔ اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہوگا۔ اور اس سے زیادہ کچھ بھی ظاہر نہیں کریگا۔ کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام ہوں۔ ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ یہ عاجز خدا تعالےٰ کی طرف اس اُمّت کے لئے محدّث ہوکر آیا ہے۔ اور محدث ایک معنے سے نبی ہی ہوتا ہے گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں۔ مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالےٰ سے ہمکلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اُس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزّہ کیا جاتا ہے۔ اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہٖ انبیاء کی طرح مامور ہوکر آتا ہے۔ اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے۔ اور اُس سے انکار کرنیوالا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھیرتا ہے اور نبوت کے معنے بجز اسکے اور کچھ نہیں۔ کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔

اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مُہر لگ چکی ہے میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مُہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس اُمّت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے مگر اس بات کو بحضور دل یاد رکھنا چاہئے کہ یہ نبوت جس کا ہمیشہ کے لئے سلسلہ جاری ہوگا۔ نبوت تامہ نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے۔ جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے۔ جو انسان کامل کے اقتدا سے ملتی ہے جو مستجمع جمیع کمالات نبوت تامہ ہے۔ یعنی ذات ستودہ صفات حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ...... واما النبوۃ التی ھی تامۃ کاملۃ جامعۃ لجمیع کمالات الوحی فقد امنا بانقطاعھا من یوم نزل فیہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" ترجمہ:۔ وہ نبوت تامہ کاملہ جو جامع جمیع کمالات وحی ہے ہم اسکے انقطاع پر اس روز سے ایمان لا چکے ہیں جس دن سے قرآن کریم میں یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ مگر خدا کے رسول ہیں اور نبیوں کے خاتم۔

ایہا الناظرون! حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محدث کو جزئی نبی تحریر فرمایا ہے۔ اس پر شیخ صاحب کو بڑا غصہ آیا۔ مگر مولینا اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی علیہ الرحمۃ نے خلیفہ راشد کی نسبت جو لفظ نبی حکمی تحریر فرمایا ہے اُس سے یا تو شیخ صاحب بے خبر ہیں یا بوجہ فرط تعصب کی وجہ سے حضرت مرزا صاحب کی تحریر پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور مولانا اسمٰعیل صاحب کی تحریر پر ایمان لاتے ہیں بہر حال ناظرین کی دلچسپی کے لئے ہم اس جگہ مولینا اسمٰعیل صاحب علیہ الرحمۃ کی وہ تحریر نقل کرتے ہیں۔

مولینا صاحب موصوف اپنی کتاب منصب امامت کے نکتۂ ثانیہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"خلیفہ راشد سایۂ رب العالمین است۔ و ہم پایۂ ملائکہ مقربین مرکز دائرہ امکان و مفخر جمیع اکوان افسر ابنیاء زمان ہست ہر دفتر افراد انسان۔ دل او عرش تجلی رحمان است و سینۂ او دریائے رحمت بیکران۔ اقبال او پیرایۂ جلال یزدانی است و مقبولیت او عکس جمال ربانی۔ قہر او تیغ قضاست۔ و مہر او منبع عطا و سعادت او مسارعۂ تقدیر است و مخالفت او مخالفت رب قدیر۔ ہر کہ لیکہ در خدمتگذاری او مصروف نگردید خیال دست برافتال و ہر علمے کہ در میان اعظام و اکرام او بکار نیامد ہیچ است سراسر باطل و عمل ہر صاحب کمال کہ موازنت خود با او مے جوید۔ او شائستگی حق میجوید و علامت اہل کمال ہمیں است کہ در خدمت او مشغول باشند و در اطاعت او مبذول از اد عاملے سعادات او دست بردارند و او را منجا و اصل شناسند"

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۹ و نکتہ ثالث میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"خلیفہ راشد نبی حکمی است ہرچند فی الحقیقت بپایۂ رسالت نرسیدہ۔ فاما منصب خلافت چندے از احکام انبیاء اللہ بر وجاری گردانیدہ"

اور اسی نکتہ کے ضمن میں فرماتے ہیں:۔

"از انجملہ توقف نجات اخروی است بر طاعت او یعنی چنانکہ اگر کسے ہزار درجہ در معرفت الٰہیہ و تہذیب نفس جدوجہد تمام و سعی ملاکلام بجا آورد۔ و فلیکہ ایمان بالرسل ندارد ہرگز نجات اخروی بدست نخواہد آورد و خلاص از غضب جبار و درکات نار نخواہد یافت۔ ہمچنیں ہرچند عبادات شرعیہ و طاعات دینیہ بجا آرد و جدوجہد تمام در امتثال احکام اسلام بروئے کار آرد۔ اما تا وقتیکہ در طاعت امام وقت گردن ننہد و اقرار بامامت او نہ کند۔ ہرگز عبادات مذکورہ در آخرت کا ساما دنی نیست۔ و از دائرہ گیر رب قدیر خلاص یا فتنی نہ من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ"

حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ بھی اُمّت محمدیہ میں جزئی نبوت کا آنا مانتے ہیں اور اس کو نبی الوقت لکھتے ہیں۔ چنانچہ مرشد کے حق میں فرماتے ہیں:۔

او نبی وقت خویش است اے مرید

تا ازو نور نبی آید پدید

الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ۔ (منتخب مثنوی مولوی معنوی مطبوعہ مطبع نظامی واقع کانپور صفحہ ۱۲۰)

اب شیخ صاحب خدا سے ڈر کر خود فیصلہ کریں کہ قرآن و حدیث سے آئندہ نبی و مثیل نبی کی امید ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اور ہو سکتی ہے تو کس طرز پر۔

مُردوں کا دفن کرنا بہتر ہے یا جلانا

اکثر اس امر پر فلسفیانہ بحث رہی ہے کہ حفظان صحت کے لئے مردوں کا جلانا زیادہ مفید ہے یا ان کا گاڑنا۔ ہمارے نزدیک اسی بحث کا خاتمہ اسی زمانہ کے چشم دید واقعات سے بخوبی ہوتا ہے جب ملک میں وبا کی کثرت سے اموات کی زیادتی ہوتی ہے۔ چنانچہ آج ہر جگہ جاکر دیکھو کہ ہندوؤں کی لاشوں کا کیا حال ہے۔ اور مسلمانوں کی لاشیں کس حال میں ہیں۔ کسی ایک جگہ بھی مسلمان کی لاش پڑی ہوئی نہ ملے گی۔ برخلاف اس کے شہروں قصبات اور دیہات میں بکثرت ہنود کی لاشیں پڑی رہیں۔ خاص اٹاوہ میں جمنا کے کنارہ پر کئی سو لاشیں جمع ہوگئیں۔ تو میونسپل بورڈ نے ان کے جلانے کا انتظام کیا۔ وجہ یہ ہے کہ لکڑی اور گھی دو نو چیزیں جن سے لاش اچھی طرح جل جاوے۔ بہت زیادہ گراں ہوگئی ہیں۔ اور اب غربا کیلئے ناممکن ہے کہ وہ علاوہ کفن اور دوسرے سامان کے اس قدر لکڑی اور گھی کا انتظام کر سکیں کہ جس سے اچھی طرح لاش جل جاوے۔ عام دستور یہ ہوگیا ہے کہ تھوڑی سی لکڑی سے جلانے کی رسم ادا کرکے لاش دریا میں ڈال دیتے ہیں۔ اور پانی میں لاش بہجاتی ہے۔ لیکن اس سال چونکہ جمنا میں پانی نہیں ہے۔ اس وجہ سے لاشیں پڑی سڑتی ہیں یہی حالت دوسرے شہروں اور دیہات کی سُنی گئی ہے۔ شہروں میں تو میونسپل کمیٹیاں انتظام کرکے لاشوں کو جلوا دیتی ہیں۔ لیکن دیہات میں کوئی انتظام نہیں ہو سکتا۔ لاشوں کے اس طرح پڑے رہنے سے اندیشہ ہے کہ آب و ہوا خراب ہوکر کوئی اور زیادہ مہلک امراض وبا نہ پھیلے۔

جبکہ تجربہ سے یہ ثابت ہُوا ہے کہ وبا کے زمانہ میں ہنود اپنے لاشوں کا کریا کرم اپنے مذہب کے موافق نہیں کرتے اور لاشوں کو بجائے جلانے کے دریا میں یونہی پھونک چلے جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں غور طلب امر یہ ہے کہ وبا سے محفوظ رکھنے کا آسان طریقہ کونسا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ کام پولیس کے سپرد کیا جائے کہ جب اسکو علم ہو تو وہ ایک گہرا گڑھا کھدوا کر سب لاشوں کو اس میں دفن کرا دے تاکہ آب و ہوا خراب نہ ہونے پاوے۔ اس کارروائی سے ممکن ہے کہ یہ اعتراض پیدا ہو کہ ہنود کے مذہب کے خلاف ان لاشوں کو کیوں گرایا جاتا ہے۔ لیکن جبکہ ہنود خود اپنے مُردوں کی لاشوں کے اپنے مذہب کی پابندی نہ کریں اور لاشوں کو ویسے ہی پھینک کر چلے جاویں تو یہ کام گورنمنٹ کا نہیں ہو سکتا کہ وہ دوسرا مذہب کی پابندی کرے۔ یہ البتہ ممکن ہے کہ پولیس ہر جب اطراف و قرب و جوار کے ہنود کو اطلاع دے کہ وہ اپنے ہم مذہبوں کی لاشوں کو اپنے مذہب کے موافق ٹھکانے لگانے کا انتظام کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ... ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا مذہب

آزادہ رہوں اور میرا مسلک ہے صلح کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

اخبار پیغام صلح

الصلح خیر

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸

ہفتہ میں دوبار
یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ قیمت
للعہ سالانہ ... ششماہی ... سہ ماہی ... طلباء سے

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ مورخہ ۱۷ صفر ۱۳۳۷ ہجری المقدس مطابق ۲۴ نومبر ۱۹۱۸ء | نمبر ۳۸

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

دعا اور اس کے آداب اور قبولیت کا رنگ

قبولیت دعا کے مختلف رنگ

دعا کے زمانہ میں ابتلا

ہر ایک کام کیلئے زمانہ ہوتا ہے۔ اور سعید اس کے لئے انتظار کرتے ہیں۔ جو انتظار نہیں کرتا اور چشم زدن میں چاہتا ہے کہ اس کا نتیجہ نکل آئے وہ جلد باز ہوتا ہے۔ بامراد نہیں ہو سکتا۔ میرے نزدیک یہ بھی ممکن ہے اور ہوتا ہے کہ دعا کے زمانہ میں ابتلا کے طور پر اور بھی ابتلا آجاتے ہیں۔

حضرت موسےٰ اور بنی اسرائیل کی مثال

جیسے حضرت موسےٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے آئے تو ان کو پہلے مصر میں فرعون نے یہ کام دیا ہوا تھا کہ وہ آدھے دن اینٹیں پاتھا کریں اور آدھے دن اپنا کام کیا کریں۔ لیکن جب حضرت موسےٰ علیہ السلام نے ان کو نجات دلانے کی کوشش کی تو پھر شریروں کی شرارت سے بنی اسرائیل کا کام بڑھا دیا گیا۔ اور انہیں حکم ملا کہ آدھے دن تم اینٹیں پاتھا کرو اور آدھے دن گھاس لایا کرو۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کو جب یہ حکم ملا اور انہوں نے بنی اسرائیل کو سنایا۔ تو وہ بڑے ناراض ہوئے۔ اور کہا موسےٰ! خدا تم کو وہ دکھ دے جو ہم کو ملا ہے۔ اور بھی انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو بددعائیں دیں۔ مگر موسےٰ علیہ السلام نے یہی کہا کہ تم صبر کرو۔ تورات میں یہ سارا قصہ لکھا ہے۔ کہ جوں جوں موسےٰ علیہ السلام انہیں تسلی دیتے تھے وہ اور بھی افروختہ ہوتے تھے۔ آخر یہ ہوا کہ مصر سے بھاگ نکلنے کی تجویز ہوئی اور مصر والوں کے کپڑے اور برتن وغیرہ جو لئے تھے۔ وہ ساتھ ہی لے آئے جب حضرت موسےٰ قوم کو لیکر نکل آئے تو فرعون نے اپنے لشکر کو لیکر ان کا تعاقب کیا۔ بنی اسرائیل نے جب دیکھا کہ فرعونیوں کا لشکر ان کے قریب ہے تو وہ بڑے ہی مضطرب ہوئے۔ چنانچہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ اس وقت وہ چلائے اور کہا

إِنَّا لَمُدْرَكُونَ ۝

اے موسےٰ ہم تو پکڑے گئے مگر موسےٰ جن نے جو نبوت کی آنکھ سے انجام کو دیکھتے تھے انہیں یہی جواب دیا

كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ۝

ہرگز نہیں میرا رب میرے ساتھ ہے۔ تورات میں لکھا ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ کیا مصر میں ہمارے لئے قبریں نہ تھیں۔ اور یہ اضطراب اس وجہ سے پیدا ہوا کہ پیچھے فرعون کا لشکر اور آگے دریائے نیل تھا وہ دیکھتے تھے کہ پیچھے جا کر بچ نہیں سکتے ہیں اور نہ آگے جا کر مگر اللہ تعالےٰ قادر مقتدر خدا ہے۔ دریائے نیل میں انہیں راستہ مل گیا اور سارے بنی اسرائیل آرام کے ساتھ ... فرعونیوں کا لشکر غرق ہو گیا

بنی اسرائیل کا بچنا معجزہ تھا

سید احمد خاں صاحب اس موقعہ پر لکھتے ہیں کہ یہ جوار بھاٹا تھا۔ مگر ہم کہتے ہیں۔ کچھ ہو اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ عظیم الشان معجزہ تھا۔ جو ایسے وقت پر اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے راہ پیدا کر دی۔ اور یہی متقی کے ساتھ ہوتا ہے کہ ہر تنگی سے اُسے نجات اور راہ مل جاتی ہے۔ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا

ابتلا میں مستقل مزاج آدمیوں کا استقلال اور امید

غرض ایسا ہوتا ہے کہ دعا اور اس کی قبولیت کے زمانہ کے درمیانی اوقات میں بسا اوقات ابتلا پر ابتلا آتے ہیں۔ اور ایسے ایسے ابتلا بھی آجاتے ہیں جو کمر توڑ دیتے ہیں۔ مگر مستقل مزاج سعید الفطرت ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایتوں کی خوشبو سونگھتا ہے۔ اور فراست کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اس کے بعد نصرت آتی ہے۔ ان ابتلاؤں کے آنے میں ایک سر یہ بھی ہوتا ہے کہ دعا کیلئے جوش بڑھتا ہے۔ کیونکہ جس جس قدر اضطراب و اضطرار بڑھتا جاویگا۔ اسی قدر روح میں گداز ش ہوتی جائے گی۔ اور یہ دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ہیں

قبولیت دعا سے مایوسی اللہ تعالیٰ پر بدظنی ہے

پس کبھی گھبرانا نہیں چاہیئے۔ اور بے صبری و بیقراری سے اپنے اللہ پر بدظن نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ کبھی بھی خیال کرنا نہیں چاہیئے کہ میری دعا قبول نہ ہوگی یا نہیں ہوتی۔ ایسا وہم اللہ تعالےٰ کی اس صفت سے انکار ہو جاتا ہے کہ وہ دعائیں قبول فرمانے والا ہے۔

دعا جس رنگ میں مفید ہو اسی میں پوری ہوتی ہے

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان ایک امر کے لئے دعا کرتا ہے مگر وہ دعا اس کی اپنی ناواقفی اور نادانی کا نتیجہ ہوتی ہے یعنی ایسا امر خدا سے چاہتا ہے جو اس کیلئے کسی صورت سے مفید اور نافع نہیں ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اس کی دعا کو تو رد نہیں کرتا۔ لیکن کسی اور صورت میں پورا کر دیتا ہے۔ مثلاً ایک زمیندار جس کو ہل چلانے کیلئے ایک بیل کی ضرورت ہے۔ وہ بادشاہ سے جا کر ایک اونٹ کا سوال کرے۔ اور بادشاہ جانتا ہے کہ اس کو دراصل بیل دینا مفید ہوگا۔ اور وہ حکم دیدے کہ اس کو ایک بیل دے دو۔ وہ زمیندار اپنی بیوقوفی سے کہدے کہ میری درخواست منظور نہیں ہوئی۔ تو یہ اس کی حماقت اور نادانی ہے لیکن اگر وہ غور کرے تو اس کے لئے یہی بہتر تھا۔ اسی طرح پر اگر ایک بچہ آگ کے سرخ انگارے کو دیکھ کر ماں سے مانگے تو کیا مہربان اور شفیق ماں یہ پسند کرے گی کہ اس کو آگ کے انگارے دے دے غرض بعض اوقات دعا کی قبولیت کے متعلق ایسے امور بھی پیش آتے ہیں۔ جو لوگ بے صبری اور بدظنی سے کام لیتے ہیں وہ اپنی دعا کو رد کرا لیتے ہیں۔

قبولیت دعا کے زمانہ میں درازی

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کی قبولیت کے زمانہ میں اور بھی درازی ہو جاتی ہے بنی اسرائیل اسی وجہ سے چالیس برس تک ارض مقدس میں داخل ہونے سے محروم ہو گئے۔ کہ ذرا ذرا سی بات پر شوخیوں سے کام لیتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ جس طرح بنی اسرائیل سے غلامی کے دنوں میں وعدے کئے گئے تھے۔ اسی طرح پر اس امت کیلئے بھی ایک مماثلت ہے۔ ان پر بھی ایک غلامی کا زمانہ آنے والا تھا۔ اور اب وہی حالت غلامی کی ہے۔ کیونکہ ہر پہلو اور ہر رنگ میں مسلمانوں کی حالت تنزل میں ہے اسی مماثلت کے لحاظ سے اللہ تعالےٰ نے مسیح موعود کی تبلیغ کا زمانہ چالیس سال تک رکھا ہے جس طرح پر موسےٰؑ نے وہ زمین نہ پائی بلکہ یشوع بن نون لے گیا۔ اسی طرح پر قبولیت کی ارض مقدس ملاں مولویوں کے نصیب معلوم نہیں ہوتی۔ جو آئے دن مخالفت اور شرارت میں بڑھتے جاتے ہیں۔ اور نہیں سوچتے کہ ان کو کیا کہا گیا تھا۔ کیا تعلیم ... اور اب انہوں نے اس پر کس حد تک عمل کیا ہے۔

دعوئے ماموریت اور لوگوں کی مخالفت

مجھے بڑی ہی حیرت اور تعجب ہوتا ہے کہ یہ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں اور قرآن شریف کو پڑھتے ہیں حدیث کے درس دیتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے لیڈر اور سرگروہ بنتے ہیں۔ دین کے اصول سمجھنے اور ان پر عمل کرنیکے مدعی ہیں۔ مگر میرے معاملہ میں ان ساری باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور کچھ پروا نہیں کرتے کہ قرآن شریف کے نصوص پر میرے دعوے کو سوچیں۔ اور میری نسبت کوئی رائے دیتے ہوئے اس بات کا لحاظ رکھیں کہ ہم جو کہتے ہیں خدا تعالےٰ کے خوف سے کہتے ہیں۔ یا اپنے نفسانی اغراض اور جوشوں کو درمیان رکھ کر کہتے ہیں۔ اگر خدا ترسی اور تقویٰ سے کام لیتے تو لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ پر عمل کرتے اور جب تک میری کتابوں کو پورے طور پر پڑھ نہ لیتے اور میرے پاس رہ کر میرے طرز عمل کو دیکھ نہ لیتے کوئی رائے نہ دیتے۔ مگر انہوں نے قبل از مرگ واویلا شروع کر دیا اور خدا تعالےٰ کے کلام اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وعدوں کی کچھ بھی پروا نہ کی۔ ان سب کو پس پشت ڈال دیا۔ کم از کم تقوےٰ کا طریق تو یہ تھا کہ وہ میرے دعوے کو سنکر فکر کرتے اور جھٹ پٹ انکار نہ کر دیتے۔ کیونکہ میں نے ان کو یہ کہا تھا کہ خدا نے مجھے مامور کیا ہے خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ وہ دیکھتے کہ کیا جس شخص نے اپنا آنا خدا کے حکم سے بتایا ہے وہ خدا کی نصرتیں اور تائیدیں بھی اپنے ساتھ رکھتا ہے یا نہیں۔ مگر انہوں نے نشان پر نشان دیکھے اور کہا کہ جھوٹے ہیں۔ انہوں نے نصرت پر نصرت اور تائید پر تائید دیکھی۔ لیکن کہدیا کہ سحر ہے۔ میں ان لوگوں سے کیا امید رکھوں جو خدا تعالےٰ کے کلام کی ہجر تی کرتے ہیں۔ خدا کے کلام کے ادب کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس کا نام سنتے ہی یہ ہتھیار ڈال دیتے مگر یہ اور بھی شرارت میں بڑھے۔ اب خود دیکھ لیں گے کہ انجام کس کے ہاتھ ہے۔

[illegible]

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ٦ - یکشنبہ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۱۸ء نمبر ۳۸

اصولی بحث اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

ثنائی منطق کا نمونہ

مشتے از خروارے

(از قلم حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ریٹائرڈ میڈیکل افسر غازیپور)

مولوی ثناء اللہ صاحب کہنے کو تو شیر پنجاب ہیں۔ اگرچہ یہ شیر پنجاب بمصداق اپنے منہ میاں مٹھو خود ان کا اپنا ہی یا زیادہ سے زیادہ ان کے یار لوگوں کا ہی تجویز کردہ لقب ہے۔ مگر پھر بھی نام یا خطاب کی انسان کو لاج ضرور ہوتی ہے۔ میرا پہلے خیال تھا کہ

"تا نباشد چیزکے مردم نہ گویند چیزہا"

کچھ نہ کچھ بانگی مولوی صاحب میں ضرور ہوتی۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی تحریروں کو جوں جوں غور سے پڑھنے کا موقعہ ملا ہے۔ ڈھول کے اندر پول ہی نکلتا آیا ہے۔ ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

حضرت میرزا صاحب سے تو ان کو خواہ مخواہ کا بیر ہے۔ اب بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ عدالت میں آپ حلفی بیان دے آئے کہ ایک آدمی جھوٹ بول کر بھی متقی کا متقی ہی رہتا ہے۔ صرف اس غرض سے کہ کسی طرح میرزا صاحب پر زد آئے مگر وہ زد تو نہ پڑی۔ اپنی ہی کرکری ہوئی۔ مفت میں پرائی بدشگونی کیلئے اپنی ناک کٹوائی۔ قرآن تو کہے کہ لا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا۔ کہ کسی قوم کی دشمنی تم کو اس امر کا مجرم نہ کردے کہ تم عدل نہ کرو۔ یعنے دشمن کیسا ہی ہو پھر بھی انصاف سے کام لو۔ مگر مولوی فاضل مفسر قرآن مولوی ثناء اللہ صاحب دشمن کو پھنسانے کیلئے حلفی بیان دیں کہ جھوٹا بھی متقی ہوتا ہے ابھی حال میں ایک اور نمونہ اس انصاف کا ان کے رشحات قلم سے ٹپکا ہے۔ جس سے ثنائی منطق کا پردہ فاش ہوگیا ہے بہت دنوں سے مولوی صاحب موصوف مرزا صاحب کی صداقت کے متعلق بحث کو محض مرزا صاحب کی پیشگوئیوں پر محدود کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور ایڈیٹر پیغام صلح یہ فرما رہے تھے۔ کہ صداقت کا معیار قرآن اور حدیث ہے پہلے قرآن اور حدیث سے وفات مسیح ثابت ہو۔ پھر یہ کہ آنیوالا کون ہے۔ پھر یہ کہ کیا وہ آنے والا مرزا صاحب ہی ہیں۔ یا کوئی اور بات معقول تھی کیونکہ اگر مسیح زندہ ہے تو مرزا صاحب کیطرف توجہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اور اگر مر گیا تو معلوم ہوا کہ موعود مسیح اسرائیلی نہیں ہو سکتا۔ کوئی اور ہے۔ اور کوئی اور ہے تو وہ کون ہے۔ محض مرزا صاحب کی پیشگوئیوں پر بحث کرنا ایک لغو امر ہے۔ مرزا صاحب کی پیشگوئیاں یا جو بھی خوارق ہیں وہ اسلام کی تائید کے لئے ہیں۔ اور یہ مسلمہ امر ہے کہ امتی کی کرامتیں اور خوارق اس کے نبی متبوع کی ہی کرامتیں ہوتی ہیں۔ کیونکہ نبی کی اتباع کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی متبوع اس شان کا نبی ہے کہ اس کے امتیوں سے بھی کرامتیں اور خوارق ظاہر ہوتی ہیں۔ اور یہ اس [illegible] راہ کی سچائی اور اس مذہب اور شریعت کی صداقت پر ایک مہر ہوتی ہے۔ جس پر ایک امتی گامزن ہو کر ان کرامتوں اور خوارق کا وارث ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت مرزا صاحب کی تمام خوارق اور پیشگوئیاں درحقیقت آنحضرت صلعم ہی کے خوارق ہیں۔ کیونکہ یہ آپ ہی کی اتباع کا نتیجہ ہے۔ اور آپ ہی کا فیض ہے۔ کہ ایک امتی سے خدا بولتا اور اپنی غیب کی خبروں پر اس کو مطلع کرتا ہے۔ اور یہ اسلام کی صداقت پر ایک مہر ہے۔ اور تمام مذاہب باطلہ کیلئے حجت ہے۔ کیونکہ اسطرح اسلام ہی وہ مذہب ثابت ہوتا ہے۔ کہ جس پر عمل کرکے انسان خدا کو پا لیتا اور خدائی نشانوں کا مظہر ہو جاتا ہے۔ اور گویا [illegible] [illegible] کام [illegible] تو یہ کہہ کر للکارا ہے۔ کہ [illegible] اسلام پر عمل کرکے محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرکے خدا کو پا لیا۔ جس کا نشان یہ ہے کہ وہ مجھ سے بولتا اور اخبار غیبیہ پر اطلاع بخشتا ہے۔ اور کوئی مذہب اگر سچا ہونیکا مدعی ہے تو آئے اور ان امور پر مجھ سے مقابلہ کرلے۔ [illegible] یہ وہ معیار تھا جس کے ماتحت آکر تمام مذاہب باطلہ پاش پاش ہوگئے اور کسی کو حوصلہ نہ ہوا کہ [illegible] ان میں مقابلہ پر آتا۔ بلکہ اپنی خاموشی سے ہمیشہ کیلئے مہر لگا دی کہ ان کے [illegible] سچائی نہیں۔ [illegible] ان کے قدم صراط مستقیم اور کسی سچے مذہب پر نہیں [illegible] وہ کیوں خدا کو جو منزل مقصود تھا نہ پا سکے۔ اور اسلام ہی دنیا میں اکیلا اور سچا مذہب ہے جس پر چلکر خدا ملتا ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلعم ہی اکیلا زندہ نبی ہے۔ جس کے فیض سے یہ تمام کمالات حاصل ہوتے ہیں۔ مگر کس قدر حیرت اور افسوس کا مقام ہے۔ کہ خود مسلمان اور ان میں بھی بالخصوص علما کا گروہ اس امر کی کوشش کرتا ہے کہ مرزا صاحب کو الہام نہیں ہوتا۔ اس کی پیشگوئیاں غلط۔ یہ نہ سمجھا کہ اس [illegible] تو اسلام کی جڑ کٹتی ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم کی ہتک ہوتی ہے۔ [illegible] یہ پیشگوئیاں تو حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی تائید اور اسلام کی صداقت پر دلیل ہیں۔ کہ یہ زندہ اور سچا مذہب ہے۔ مگر چونکہ ان پیشگوئیوں سے ملہم کی صداقت بھی ظاہر ہوتی ہے اس لئے واجب ہوا ہر ایک مولوی اور ملّا پر کہ وہ اپنے زبان کے نشتر سے حملہ کرے۔ اور اسلام کی جڑ کاٹ دے۔ مزہ تو جب تھا کہ ملا لوگ کسی اور شخص کو کھڑا کر دیتے۔ جو شبیر کی طرح تمام مذاہب باطلہ کو للکارتا اور اپنے مقابل پر بلاتا اور خدارسی و معرفت الٰہی کے حصول کا دعوےٰ محمد رسول اللہ صلعم کی اتباع کی بنا پر کرتا۔ اور اپنے خوارق اور پیشگوئیوں سے اسلام کی صداقت پر تازہ نشان قائم کرتا۔ مگر یہ تو ہمارے علما سے نہ کبھی ہوا۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ خدارسیدہ لوگوں پر کفر کا فتوےٰ ہمیشہ سے شیوہ ہے جو چلا آتا ہے۔ اگر کوئی خدارسیدہ شخص اسلام کی تائید کیلئے کھڑا ہوتا ہے۔ تو ان کا فرض ہوتا ہے کہ اس کی مخالفت کریں۔ اس قحط الرجال کے زمانہ میں ایک خدا کا ولی کھڑا ہوتا ہے۔ وہ دہریت اور مادہ پرستی کی سخت آندھی اور ظلمت میں یہ مژدہ دنیا کو سناتا ہے۔ کہ آؤ اے معرفت کے پیاسو اور حق کے طلبگارو۔ مجھے خدا ملا ہے۔ اس کی باتیں مجھ سے سنو۔ وہ کہاں ملا ہے؟ اسلام میں! کس راہ پر چلا؟ محمد رسول اللہ صلعم کی راہ پر چل کر اور اس برگزیدہ نبی کی اتباع کرکے! اس کا نشان یہ ہے کہ خدا مجھ سے بولتا اور اپنی اخبار غیبیہ پر اطلاع دیتا ہے۔ جو کسی انسان کی طاقت اور علم سے باہر ہے۔ جب حق کے پیاسے ادھر رخ کرتے ہیں تو اس ظلمت میں مولویوں کی چیخیں سنائی دیتی ہیں۔ کہ خبردار ادھر نہ جانا۔ جو کچھ یہ شخص کہتا ہے۔ سب جھوٹ ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ اسلام پر چلکر خدا نہیں ملتا۔ اور محمد رسول اللہ صلعم کی اتباع بھی اسی طرح بے ثمر ہے جس طرح دوسرے مذاہب پر چلکر انسان کسی نتیجہ پر نہیں پہنچا۔ آہ۔ یہ جڑ کس کی کاٹی؟ اسلام کی! محمد رسول اللہ صلعم کی! اتباع کا کوئی پھل نہیں۔ کوئی نتیجہ نہیں! اگر ہے تو پھر کسی اور کو کھڑا کرتے۔ اور جب کوئی اور بھی کھڑا نہیں کر سکتے اور جو کھڑا ہوا اس کو جھوٹا کہتے ہیں تو پھر آؤ یا تو اسلام کا جنازہ پڑھیں۔ اور یا ان مولویوں کی عقل کا جنازہ پڑھ دیں ان مولویوں میں سب سے پیش پیش ہمارے شہر امرتسر گرد کی نگری کے ملّا مولوی ثناء اللہ صاحب ہیں۔ انہوں نے مرزا صاحب کی مخالفت سے ہی شہرت حاصل کی جو ان کا مطمح نظر تھا۔ ان کی نسبت تو گویا ارشد مرحوم کا شعر پتھر کی لکیر ہوگیا۔ ؎

زبان تیز ان کی نشتر سے بھی زیادہ ہے
مجھے ڈر ہے کہ جڑ سے یہ اڑا دیں نہ مسلمانی

بس ہمیشہ یہ مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کو جھوٹ ثابت کرنیکی کوشش کر بیٹھتے۔ تاکہ اسلام دوسرے مذاہب باطلہ کیطرح بے ثمر ثابت ہو۔ یہ ہے وہ خدمت اسلام جو شیر پنجاب صاحب کر رہے ہیں۔ اور اس خدمت کے ادا کرنے میں قرآن وحدیث کو بیشک بالائے طاق رکھ دیتے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب کی کچھ بھی وقعت نہیں۔ اور ان کی پیشگوئیوں کی کوئی بھی حیثیت نہیں۔ اگر قرآن اور حدیث ان کے مصدق اور موئید نہ ہوں۔ ہمارا ایمان تو قرآن اور حدیث پر ہے۔ یہی تو اصل ہیں مرزا صاحب اور ان کی پیشگوئیاں۔ تو محض موئیدات اور فرع ہیں۔ اصل پر بحث نہ ہو اور فرع پر ہو۔ یہ نرالی منطق محض مرزا صاحب کی دشمنی کی وجہ سے گھڑی گئی ہے۔ ورنہ کون دانا آدمی اس کو مان سکتا ہے۔ الغرض مرزا صاحب کو ماننے کیلئے قرآن وحدیث ہی بنیاد ہے اور سب سے پہلے ضروری ہے کہ ان کے مسیح موعود ہونے کے دعوے کی طرف توجہ کرنے کے لئے یہ بات ثابت ہو کہ مسیح ابن مریم فوت ہوگئے۔ ورنہ اگر مسیح ابن مریم زندہ ہے جیسا کہ عام لوگوں کا خیال ہے۔ تو پھر ان کا دعوےٰ مسیحیت غلط۔ وہ چاہے ہزار پیشگوئیاں کریں۔ اور سب کی سب درست ہوں۔ لیکن اگر قرآن یہ کہتا ہے کہ مسیح ابن مریم زندہ ہے۔ اور وہی آئیگا۔ تو پھر ایک قرآن کے ماننے والے کیلئے ان کا دعوےٰ مسیحیت غلط ہے مگر چونکہ قرآن مرزا صاحب کی تائید میں ہے۔ اور وہ مسیح ابن مریم کو کھلے الفاظ میں مارتا ہے۔ اس لئے ملّا جی یہاں گھبراتے ہیں اور ادھر آنے سے جی چراتے ہیں۔ چنانچہ اس گھبراہٹ میں ایسی بے تکی منطق لڑائی ہے کہ مجھے تو حیرت ہوگئی ہے۔ کہ حق کی مخالفت میں کس قدر انسان عقل سلیم اور صحیح فلسفہ سے دور جا پڑتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

"وفات مسیح کا مسئلہ اگر مرزائی مباحثہ کیلئے اصولی بحث ہے تو جو لوگ وفات مسیح کے قائل ہیں۔ ان سے کیوں آپ لوگوں کا اختلاف ہے۔ مثلاً سر سید احمد خاں کے ہمخیال جو وفات مسیح کے موجد اور مروج ہیں۔ یا ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی وغیرہ یہ لوگ باوجود قائل وفات ہونے کے کیوں مرزا صاحب کے قائل نہیں معلوم ہوا کہ وفات و حیات مسیح کو بحث مرزا میں کچھ بھی دخل نہیں"

دنیا میں اس قدر بڑی فاش غلطی مذہبی جنگ میں کسی نے نہ کھائی ہوگی۔ اور یا اگر مولوی صاحب نے دانستہ ایسا کیا ہے تو پھر اتنا بڑا دھوکہ کسی نے نہ دیا ہوگا۔

بقول مولوی صاحب اگر کسی اصول پر دو مذہب یا دو فرقے متفق ہو جائیں تو وہ ان میں سے کسی مذہب کا بھی اصول نہیں رہتا۔ اور اس اصول کے منکر سے وہ مذہب کبھی بحث نہیں کر سکتا۔ مثلاً اسلام اور برہمو سماج توحید پر متفق ہیں تو اب بقول مولوی صاحب ثابت ہوا کہ اسلام کا اصول توحید نہیں ورنہ بقول مولوی صاحب پھر برہمو سماج اور اسلام میں اختلاف کیوں ہے۔ وہ باوجود توحید کے قائل ہونے کے چونکہ مسلمان نہیں۔ اس لئے ثنائی منطق سے ثابت ہوا کہ توحید اسلام کا اصول نہیں۔ تو کسی توحید کے منکر عیسائی مشرک سے کوئی مسلمان توحید پر بحث نہیں کر سکتا۔ کیونکہ توحید اسلام کا اصول نہیں۔ اگر اصول ہے تو برہمو سماج توحید مان کر مسلمان کیوں نہیں؟ ذرا اس فلسفہ کو غور سے ملاحظہ فرماویں۔ امید ہے افلاطون اور ارسطو کی روحوں نے بھی شرما کر اپنا منہ اخبار اہلحدیث کے پرچوں سے چھپا لیا ہوگا۔ اور لیجئے۔ اسلام بھی خدا کو مانتا ہے۔ عیسائیت آریہ سماج وغیرہ تمام مذاہب خدا کو مانتے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ اسلام کا اصول خدا کو ماننا نہیں۔ اگر خدا کو ماننا اسلام کا اصول ہے تو پھر یہ تمام مذاہب خدا کو مان کر اسلام سے کیوں اختلاف رکھتے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ خدا کو ماننا اسلام کا اصول نہیں۔ اور جب اسلام کا اصول نہیں تو کوئی مسلمان کسی دہریہ خدا کے منکر سے خدا کے ماننے پر بحث نہیں کر سکتا۔ کیونکہ خدا کا ماننا اسلام کا اصول نہیں۔ یہ منطق ہے حضرت مولوی ثناء اللہ کی!!! جو کہتے ہیں کہ وفات مسیح احمدی بھی مانتے ہیں۔ اور سید احمد خاں کے ہم خیال بھی۔ لہذا ثابت ہوا کہ وفات مسیح احمدیت کا اصول نہیں۔ ورنہ سید احمد خاں کے ہم خیالوں اور احمدیوں میں اختلاف کیوں ہے لہذا کوئی احمدی کبھی بھی کسی منکر وفات مسیح سے وفات مسیح پر بحث نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وفات مسیح احمدیت کا اصول نہیں۔ اگر اصول ہے تو نیچری احمدی کیوں نہیں۔ قربان جائیے اس منطق کے!

ارے واہ رے میرے شیر! وفات مسیح سے بچنے کی خوب راہ نکالی! مگر یاد رہے کہ ان روباہ بازیوں سے کچھ بنتا نہیں۔ اگر آپ کی اس منطق پر عمل ہو۔ تو اسلام کا تختہ الٹ جائے جس اصول میں دوسرا کوئی مذہب اسلام سے مشترک ہوا۔ وہی اسلام کا اصول نہ رہا۔ تو غضب آجائیگا۔ اسلام کے بہت سے اصول یکے بعد دیگرے رخصت ہو جائیں گے۔ مہربانی فرما کر یہ اپنی منطق اپنے تک ہی محدود رکھیے گا۔ گو دوسرے مذاہب کے جلسوں میں آپ کی یہی منطق چلی۔ تو آپ مفت میں اسلام کی تذلیل کرا بیٹھیں گے۔ آپ کی اشاعت اسلام کی حقیقت بھی معلوم ہوگئی۔ میرے خیال میں تو ایسی فاضلانہ منطق کے موجد سے بحث اگر تضیع اوقات نہیں تو اور کیا ہے۔ مفت میں ہمارے ایڈیٹر صاحب اپنا وقت ضائع کرتے ہیں ظاہر ہے کہ مولوی صاحب کے یا تو حق پرستی مدنظر نہیں۔ محض زبان کی چالاکی سے کام لینا ہے۔ جیسا کہ غالباً یہاں کام لیا گیا ہے یا پھر حق کی مخالفت نے دماغ کو مختل کر دیا ہے۔ ورنہ مولوی فاضل شیر پنجاب اور یہ منطق!

فاعتبروا یا اولی الابصار

جنگ یورپ میں اسلام کی فتح

ایک سلطنت کی جس درجہ تباہی اور شکست کی صورت میں ہوا ہے۔ ظاہر ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اسلام کو جو نمایاں فتح نصیب ہوئی ہے۔ اور دوران جنگ میں آئے دن ہوتی رہی ہے وہ ارباب بصیرت سے چھپی ہوئی نہیں۔

اسلام کی فتح اس پر منحصر نہیں۔ کہ اس کے بعض نام لیوا دنیا پر حکمران ہوں۔ اور انہیں سیاست میں دوسروں پر غلبہ نصیب ہو۔ بلکہ حقیقی فتح جو کسی قوم اور مذہب کو حاصل ہو سکتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اسکے اصولوں کی صداقت کو لوگ مان لیں اور اس پر عمل پیرا ہوں۔

دوران جنگ میں ہم نے نہ صرف برطانیہ۔ نہ صرف روس اور امریکہ بلکہ فرانس جیسے ملک کو بھی شراب نوشی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے سُنا۔ خود ہمارے ملک معظم نے اپنے محلات سے شراب کو خارج کر دیا۔ اور اس طرح سے اپنی رعایا اور دوسری سلطنتوں کے لئے ایک شاندار مثال قائم کی۔ روس میں شراب خارج البلد کرنے کا فتوٰے پاس ہوا۔ یہ کس کی فتح تھی۔ اسلام کی جس نے خلاف سمجھت شراب کو مضر بتایا اور اس کے پینے سے منع کیا ہے۔

تعدد ازدواج موجودہ مہذب دنیا میں اسلام کا ایک بدترین گناہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ بلکہ یوں کہو کہ پادری لوگوں کے پاس اسلام کو غلط اور وحشیانہ مذہب ثابت کرنے کیلئے سوائے اس اسلامی مسئلہ کو نہایت ناپاک شکل میں پیش کرنے کے اور کوئی ہتھیار ہی نہیں تھا۔ کتنے مضامین آج تک اس پر لکھے گئے اور مسلمانوں کی طرف سے اس کو انسانی ضروریات میں سے ثابت کرنے کے لئے کتنی دماغ خراشی ہوئی۔ لیکن جو اثر اس جنگ نے پیدا کیا ہے جبکا اعتراف اور تو اور خود جرمنی کو بھی کرنا پڑا۔ اور ابھی آئندہ حالات جو کچھ اثر پیدا کرینگے۔ وہ ان تمام دلائل سے کب پیدا ہو سکتا تھا۔ یہ فتح کس کو نصیب ہوئی۔ اسلام کو۔

اسلامی جنگیں بھی آج اسی مہذب دنیا کے نزدیک۔ اور اس کی طفیل دیگر اقوام عالم میں ایک وحشت و بربریت کا نشان قرار پا چکی تھیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تلوار اُٹھانا۔ اس صلح و ملاطفت کے خلاف سمجھا جاتا تھا۔ جو ایک نبی اور "امن کے شہزادہ" کا اصل الاصول ہونا چاہیئے۔ لیکن ہماری سرکار عالیہ سے بڑھ کر آج امن و صلح کا حامی کون ہے۔ باوجود اس کے ایڈورڈ دی پیس میکر (ایڈورڈ صلح کل آنجہانی) کے جانشین شہنشاہ جارج پنجم کے عہد حکومت میں مظلوموں کی حمایت کیلئے تلوار اُٹھائی جاتی اور عملاً یہ ثابت کر دیا جاتا ہے۔ کہ صلح و امن کا اصول اس بات کے منافی نہیں۔ بلکہ متقاضی ہے۔ کہ ظالموں کے ہاتھ سے مظلوموں کو نجات دلوائی جائے۔ اسلام نے بھی ایسی ہی حالت میں اپنے پیرووں کو جنگ کا حکم دیا ہے۔ جب فرمایا اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا۔ جن لوگوں کے ساتھ جنگ کی جاتی ہے انہیں بھی مقابلہ کی اجازت دی جاتی ہے۔ کیونکہ ان پر ظلم ہوا۔ پس اتحادیوں کا اس وقت جرمنی کے خلاف اس کے مظالم کو رد کرنے کے لئے تلوار اُٹھانا کیا اسلام کی نمایاں فتح نہیں؟

ان سب باتوں کے علاوہ اختتام جنگ پر جو نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے آیا اور جمہوریت کی جن دلاویز صداؤں نے قیصر جرمنی کے ساتھ اور بھی بہت سی شخصیتوں کو استبدادی طریق حکومت سے الگ کر دیا ہے جس کا یہ نتیجہ ہے کہ شخصی حکومت کا دنیا میں خاتمہ ہوا چاہتا ہے جو کہ برطانیہ عظمٰی کا جو پہلے ہی سے آئینی سلطنت کا مالک ہے اس جنگ میں ایک بہت بڑا مقصد تھا۔ کیا وہ اسلام ہی کی عظیم الشان فتح نہیں۔ جو آج سے تیرہ سو سال پہلے اسی جمہوریت کی دنیا کو تعلیم دے چکا ہے۔

یہ وہ چند موٹی موٹی باتیں ہیں جن میں اسلام کو اس جنگ میں عظیم الشان فتوحات حاصل ہوئی ہیں۔ بلکہ ان واقعات کی روشنی میں یہ کہنا بجا ہے کہ جنگ کا خاتمہ مسلمانوں کی عظیم الشان فتح پر ہوا ہے۔ اسلامی اصولوں کو اب دنیا خود بخود مان چکی ہے۔ یا یوں کہو کہ خدائے تعالے کا زبردست ہاتھ اپنے زور آور حملوں کے ذریعہ سے منوا چکا ہے ضرورت اب صرف اس بات کی ہے کہ اس عملی اعتراف کے ساتھ اعتقاداً بھی انہیں اسلام ہی کا حامی اور قائل کرنے کی کوشش کی جائے۔ جو امید ہے کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی مخلصانہ تبلیغی مساعی کا آخری نتیجہ ہوگا۔ اور ہو رہا ہے۔

اللھم انصر من نصر دین محمد صلعم واجعلنا منھم۔ آمین۔

کیا انجیل تحریف سے پاک ہے؟

اناجیل کی تحریف موجودہ یورپین اور امریکن دنیا کے نزدیک بہت سے غور اور بحث کے بعد ایک حقیقت نفس الامری کے طور سے کیا ہے۔ اور اس تحریف کی کئی ایک مثالیں دی گئی ہیں۔ بعض کی رائے میں تو ساری اناجیل میں صرف پانچ فقرے حضرت مسیح کا اصل کلام سمجھے جا سکتے ہیں۔ اور باقی کل اناجیل محرف و مبدل ہیں۔ چنانچہ مسیحی معاصر نور افشاں انہی خیالات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

"ایک صدی سے زیادہ کا عرصہ گذرتا ہے کہ عہد جدید کے متن کی صحت اور قدامت پر علماء یورپ اور امریکہ نے بڑے بڑے اعتراضات کئے۔ اور اس کے مستند اور قدیم ہونے کو باطل ٹھیرایا۔ انہی کی پیروی اور خوشہ چینی ہندوستان نے بھی کی اور مسیحیت پر بڑے زور شور سے حملے کئے گئے۔"

لیکن ہمارے مسیحی معاصر کو اس بات کی خوشی ہے۔ اور ہونی چاہیئے کہ ایک امریکن ڈاکٹر کیمڈن کی تحقیقات علم آثار قدیمہ کے رو سے اس نتیجہ پر پہنچی ہے۔ کہ یہ سب فرضی اعتراضات ہیں۔ اور اس کے نزدیک متن (انجیل) کی قدامت کی بے شمار اور روز روشن شہادت کے خلاف ایک بھی دریافت پائی نہیں جاتی۔"

ممکن ہے کسی مسیحیت کے فدائی کو ایسا ہی نظر آیا ہو لیکن کیا ہمارا لائق معاصر ہمیں بتائیگا۔ کہ وہ کون سے علوم آثار قدیمہ ہیں جن کی بنا پر امریکن ڈاکٹر صاحب نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔ بہتر ہو کہ ہمارا لائق معاصر ان تمام دلائل کو بھی نقل کر دے۔ جو اس نتیجہ کا قطعی ثبوت ہیں۔ تاکہ ان کے صحیح اور وزنی ہونیکا اندازہ کیا جا سکے۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے اس پُرانے سوال کا جواب بھی ہمارے لائق معاصر کے ذمہ لگا ہی ہے۔ جو ہم نے ان نو مطبوعہ اناجیل کے بعض حواشی کی بنا پر جو عام طور پر ایک پیسہ قیمت پر فروخت ہو رہی ہیں کیا تھا۔ ہم نے پوچھا تھا کہ مرقس کے آخری باب کی آیت ۲ پر جو یہ فٹ نوٹ دیا گیا ہے کہ

"ان کے حاشیئے میں آیات ۹ - ۲۰ کی بجائے یہ عبارت پائی جاتی ہے"

اور اسکے آگے ایک اور عبارت لکھی گئی ہے جو آیات ۹ تا ۲۰ سے بالکل مختلف ہے۔ آیا یہ آیات کا نہ پایا جانا اور ان کی بجائے اور عبارت کا موجود ہونا تحریف ہے یا نہیں ایسے ہی اور بھی بہت سے نوٹ ان اناجیل کے حواشی پر موجود ہیں۔ جو جبتک صفحہ ہستی پر قائم ہیں۔ تحریف انجیل کی ایک کھلی شہادت کا کام دیں گے۔

ہنگامہ کرتار پور اور مسلمان

کرتار پور کے فساد بقر عید کے دلدوز حالات ناظرین کرام ان کالموں میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اس وقت تک اس فساد کے متعلق ۲۱۳ ملزم گرفتار کئے جا چکے ہیں۔ جو سہارنپور جیل میں زیر حراست ہیں۔ اور عنقریب ایک عدالت خاص ان کے جرائم کی تحقیقات کر کے مظلوم مسلمانوں کی دادرسی فرمانے والی ہے لیکن برادران وطن کو دیکھو کہ ان کے بڑے بڑے لیڈروں اور ان لوگوں کی طرف سے جو ہندو مسلم اتحاد کے بدل حامی بنائے جاتے ہیں ایک عرضداشت ابھی سے ہز آنر لفٹنٹ گورنر صوبجات متحدہ کی خدمت میں جا چکی ہے۔ کہ اس مقدمہ کی سماعت قانون تحفظ ہند کے ماتحت نہ کی جائے۔

ہم حیران ہیں کہ ان لوگوں کا اس درخواست سے کیا مطلب ہے قانون تحفظ ہند کوئی ہوّا یا بلا نہیں ہے۔ جو خواہ مخواہ بے گناہ لوگوں کو ہڑپ کر جائے۔ جب ملزموں کو اپنی بے گناہی ثابت کرنیکی پوری آزادی حاصل ہے۔ تو اس سے خائف ہونیکے کیا معنے بالخصوص جبکہ معاملہ اسقدر سنگین ہے کہ اس سے تحفظ ہند بلکہ سلطنت گورنمنٹ کا شاندار نصب العین بھی ملیامیٹ ہو جانے میں کوئی شبہ نہیں برادران ہنود کو چاہیئے کہ اگر وہ واقعی ہندوستان کے بہی خواہ ہیں تو ایسے ایسے اتحاد کش واقعات میں قومی پاسداری کے اصول کو برطرف رکھ کر ان قومی غداروں کو جن سے اس قسم کے جرائم سرزد ہوں خود سزائیں دلوانے بلکہ اگر ہو سکے تو قومی مراعات سے انہیں محروم رکھنے کی کوشش کیا کریں۔ تاکہ آئندہ اس قسم کے فسادات ہندوستان کی قومیت متحدہ میں خلل انداز نہ ہوں۔

لیکن اس کے خلاف صرف عرضداشت ہی پر حصر نہیں کیا گیا۔ خود ملزموں کی طرف سے ایک چٹھی اخبارات میں شائع ہو رہی ہے جسمیں پبلک جذبات کو اپیل کرتے ہوئے یہ لفظ لکھے ہیں کہ "ہم ڈاکو نہیں۔ چور نہیں۔ قانون شکن نہیں۔ صرف گئو ماتا کی جان بچانے کی کوشش ہم نے کی ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ ہم مصیبت زدوں کی حالت زار کیطرف گورنمنٹ عالیہ اور ہندو پبلک کی توجہ مبذول کریں" آریہ [illegible] کو نقل کرتے ہوئے اس کا شاکی ہے۔ کہ اکثر ملزموں کو [illegible] مسلمان پولیس افسروں کے اشارہ پر پکڑا گیا ہے اور یہ [illegible] مسلمان افسر اسی طرح جس کو چاہتے پکڑوا دیتے تھے۔ اگر ایسا ہے تو ہمیں ایسے لوگوں کے ساتھ خواہ وہ مسلمان ہیں کوئی ہمدردی نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہونی چاہیئے۔ لیکن گھبرانے کی ضرورت نہیں معاملہ جس وقت عدالت میں آئیگا دودھ اور پانی سب الگ الگ ہو جائیگا۔ ہاں اس کا افسوس ضرور ہے کہ ہندو سبھا تو ملزموں کے لئے ہر ایک قانونی اور دوسری ضروری امداد بہم پہنچانے کو تیار ہے۔ لیکن مسلمانوں کی ذمہ وار مجالس کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگی۔

مہاتما پارٹی کا اخبار مہاتما جی کے خلاف

جس دن سے آریہ سماج کے مشہور و معروف لیڈر مہاتما منشی رام صاحب نے سوامی شردھانند کا لباس پہنا ہے۔ واقعات ہی ایسے پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں کہ جن سے اپنوں کے نزدیک بھی ان کی وہ عزت باقی نہیں رہی جو اس سے پہلے تھی۔ سوامی بننے کے بعد سب سے پہلے انہوں نے جو کام کیا۔ وہ ہنوگ کے خلاف ایک کتاب کا لکھنا تھا۔ جس کے شائع ہوتے ہی تمام آریہ سماج میں اس سرے سے اس سرے تک شور برپا ہو گیا۔ اور بالآخر انہیں اپنے بیان کی بے جا تاویل کر کے اسے واپس لینا پڑا۔

اس کے بعد دوسرا واقعہ دھولپور مندر کا ہے جس کا ذکر ہم بعض گذشتہ اشاعتوں میں بالتفصیل کر چکے ہیں۔ یوں تو اس سمجھوتہ سے جو اس مندر کے معاملہ میں سوامی شردھانند یا مہاتما منشی رام جی نے مہاراجہ صاحب دھولپور سے کیا تھا۔ آریہ سماج کا ایک بہت بڑا حصہ آج تک [illegible] مطمئن نہیں۔ اور سوامی جی پر لے دے ہو رہی ہے۔ لیکن اس سمجھوتہ کی مدت منقضی ہونے پر انہوں نے پھر دھولپور جا کر خاموش مقابلہ میں جو ناکامی اٹھائی ہے۔ اس نے اور تو اور رانکے خاص ہم نوا اور مہاتما پارٹی کے واحد اخبار پرکاش کو بھی بدل کر دیا ہے۔

مہاراجہ صاحب دھولپور کے کئے ہوئے سمجھوتہ کی میعاد گذرتے ہی مہاتما منشی رام صاحب دوبارہ دھولپور چلے گئے کہ فیصلہ کو عملی صورت میں لانے کی کوشش کریں۔ اس غرض کے حصول کیلئے انہوں نے خاموش مقابلہ کی ٹھانی۔ اور کامیابی سے پہلے روٹی نہ کھانے کی قسم اُٹھالی جس کا یہ آخری نتیجہ بتایا جاتا ہے کہ مہاراجہ صاحب نے ایک کمیٹی تحقیقات کے لئے مقرر کر دی ہے جسکی رپورٹ آنے پر آریہ سماج کی معروضات پر بھی غور ہوگا۔ اور پھر مہاراجہ صاحب فیصلہ فرمائینگے۔ اس کی اطلاع اسی جگہ سوامی جی کو ایک چٹھی کے ذریعہ مل گئی جس کی سپرٹ میں چنداں اختلاف سوامی جی کے نزدیک نہ تھا جس سے ان کا روزہ ٹوٹ گیا۔ اور وہ دھولپور سے واپس آ گئے۔

پرکاش اس پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

"اخبارات میں جو مضمون شائع ہوا ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوامی شردھانند اور مہارانا دھولپور کے درمیان جو راضی نامہ کنڈ سے گھاٹ میں ہوا تھا اس پر رانا صاحب قائم نہیں رہے۔ ورنہ اب تحقیقات کے کیا معنی اور تین ماہ کی مہلت کی کیا ضرورت تحقیقات کی اگر ضرورت ہے تو اس امر کے متعلق جو دھولپور کے سناتنی ہندوؤں نے کہا تھا۔ راضی نامہ کی شرائط کے مطابق آریوں نے ہون کنڈ کی زمین پر ہون کیا، سناتنیوں نے ان پر حملہ کر کے انہیں زخمی کیا۔ اگر تحقیقات کی ضرورت ہے تو اس بات کی کہ سناتنیوں نے آریوں پر حملہ کر کے انہیں چوٹیں کیوں پہنچائیں اور ریاست کے حکام نے کیوں انتظام قائم نہ رکھا۔ کنڈ سے گھاٹ کے راضی نامہ کے متعلق تحقیقات کے کیا معنے۔ کنڈ سے گھاٹ میں رانا صاحب نے خود فیصلہ کیا تھا کہ آریہ سماج کو مندر کیلئے جگہ دی جائے۔ اور موجودہ ہون کنڈ کی اینگ کو سوور گھشت رکھا جائے۔ رانا صاحب اس فیصلہ کو عمل میں کیوں نہیں لائے؟

دربار کیطرف سے جو چٹھی سوامی شردھانند کو دی گئی ہے وہ نہایت فضول بے معنی اور ہتک آمیز ہے۔ مہارانا صاحب حکم دیتے ہیں کہ سوامی شردھانند اس وقت دھولپور سے چلے جائیں۔ تین ماہ کے بعد جو عرض معروض [illegible] وہ کرنا چاہیں۔ اُس پر غور کیا جائیگا۔ ہم حیران ہیں کہ سوامی شردھانند نے یہ چٹھی کیسے منظور کر لی ساری چٹھی میں ایک سار کی بات نہیں۔ سوامی جی ہمیں معاف فرمائیں ان کے نئے تصفیہ نے معاملہ کی صورت بالکل بدل دی ہے اور حالات کو بدتر کر دیا ہے اخبارات میں جو مضمون شائع ہوا ہے اس سے آریہ جگت کے اندر بہت نراشا پھیل گئی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ کنڈ سے گھاٹ میں رانا صاحب نے سوامی شردھانند کے ساتھ جو قرارداد کی تھی۔ اُس پر پھیر لینے کی تجویز ہو رہی ہے ورنہ اس فیصلہ کے متعلق تحقیقات کے کیا معنے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آریہ سماج مندر دھولپور کے معاملہ میں نئے سرے سے تحریک کرنی پڑے گی۔"

گویا وہی بات ہوئی کہ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم — قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ہفتہ میں دوبار — یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ قیمت

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور چہار شنبہ مورخہ ۲۰ صفر ۱۳۳۷ ہجری مطابق ۲۷ نومبر ۱۹۱۸ء | نمبر ۳۹

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

بعثت مسیح موعود کے اسباب

جماعت کو ضروری نصائح

قرآن کریم کی قسموں کی فلاسفی

بعثت مسیح موعود کا ایک بڑا سبب — میں دیکھتا ہوں کہ دراصل میرے آنے کے یہی لوگ محرک ہوئے ہیں۔ اور میری بعثت کے اسباب میں سے یہ بڑا سبب ہیں کیونکہ جس قدر لوگ نصرانی اور بددین ہوئے ہیں وہ دراصل مولویوں کا قصور ہے۔ جب کسی نے ان سے سوال کیا اور کوئی بات ان سے پوچھی تو انہوں نے جھٹ پٹ یہی فتویٰ دے دیا کہ یہ واجب القتل ہے۔ کافر ہو گیا۔ بے دین ہو گیا۔ اس کو [illegible] اعتراض کرنے والوں نے جب یہ حالت دیکھی تو انہوں نے یہی سمجھا کہ اسلام کے عقاید فی الحقیقت کمزور اور بودے ہیں۔ کہ وہ معقولیت کے آگے نہیں ٹھہر سکتے پس انہوں نے یہی بہتر سمجھا کہ ایسے دین کو چھوڑ دیں۔ [illegible] ہزار لوگ پائے جاتے ہیں جن کے مرتد ہونے کی وجہ یہی مولوی پائے گئے ہیں۔

رفع شکوک کرنے والوں کا مولویوں کی بداخلاقی کی وجہ سے ارتداد — یہ بات کہ وہ سوال کیوں کرتے ہیں بڑی سہل ہے۔ یہ لوگ تیرہ سو برس کے بعد جو کہ پیدا ہوئے ہیں۔ اس قدر بُعد زمانہ کی وجہ سے گویا یہ تاریکی کا زمانہ کہنا چاہیئے۔ اس لئے ان کو حق حاصل ہے کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے پوچھیں۔ لیکن سوال کرنے پر انہوں نے جو اخلاق ان مولویوں کے دیکھے انہوں نے ان کو گمراہ کر دیا۔ چاہیئے یہ تھا کہ ان کو معذور اور واجب الرحم سمجھ کر نرمی سے پیش آتے۔ اور ان کو سمجھاتے۔ مگر الٹا انہوں نے ان کو اسلام سے بیزار کر دیا۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ کہ اسلام کی تعلیم کی خوبیاں ظاہر کروں۔ اور پھر ان کو بھی [illegible] اور تازہ بتازہ نمود کو دکھاؤں۔

مسیح موعود کے دو کام — پس اس وقت ہمارے دو کام ہیں۔ اول یہ کہ ان [illegible] اللہ تعالیٰ دکھا رہا ہے یہ ثابت کیا جائے کہ مجیب۔ ورنہ ان کو [illegible] ہے جو ہماری دعاؤں کو سنتا اور ان کے جواب دیتا ہے۔ [illegible] مذاہب کے لوگ جو خدا پیش کرتے ہیں وہ کالمیت المیت [illegible] کا مصداق ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ ان کے [illegible] ان کی دعائیں صادق نہیں [illegible] الا فی ضلال کی مصداق ہو گئی ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو سب کا ایک ہی ہے مگر ان لوگوں نے اسکی صفات کو سمجھا ہی نہیں ہے۔

اسلام کا خدا ناطق ہے — پس یاد رکھو کہ ہمارا خدا ناطق خدا ہے وہ ہماری دعائیں سنتا ہے۔

ہماری جماعت کو خدا سے سچا تعلق ہونا چاہیئے۔ اور ان کو شکر کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو یونہی نہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ ان کی ایمانی قوتوں کو یقین کے درجہ تک بڑھانے کے لئے اپنی قدرت کے صدہا نشانات دکھائے ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ایک بھی ایسا نہیں جس کو ہماری صحبت میں رہنے کا موقع ملا ہو۔ اور اس نے خدا تعالیٰ کا تازہ بتازہ نشان اپنی آنکھ سے نہ دیکھا ہو۔

جماعت کو نصیحت — ہماری جماعت کیلئے اسی بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے۔ خدا تعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو۔ نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو۔ کیونکہ اگر سستی ہو تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے۔ اگر اعمال صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو۔ اور مسابقت علی الخیرات کے لئے جوش نہ ہو تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بیفائدہ ہے۔ ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے۔ اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے لیکن جو محض نام رکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے۔ اور کوئی آدمی جو دراصل اس جماعت میں نہیں ہے محض نام لکھانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ اس پر کوئی نہ کوئی وقت ایسا آجائیگا۔ کہ وہ الگ ہو جائے گا۔ اسی لئے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کرو جو دی جاتی ہے۔

اعمال کی ضرورت — اعمال پروں کی طرح ہیں بغیر اعمال کے انسان روحانی مدارج کے لئے پرواز نہیں کر سکتا اور ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتا جو ان کے نیچے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ پرندوں میں فہم ہوتا ہے۔ اگر وہ اس فہم سے کام نہ لیں تو جو کام ان سے ہوتے ہیں وہ نہ کر سکیں۔ مثلاً شہد کی مکھی میں اگر فہم نہ ہو تو وہ شہد نہیں نکال سکتی۔ ان کو اپنے فہم سے کس قدر کام لینا پڑتا ہے۔ کس قدر دور دراز کی منزلیں وہ طے کرتے ہیں اور خطوط کو پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح پر پرندوں سے عجیب عجیب کام لئے جاتے ہیں۔ پس پہلے ضروری ہے کہ انسان اپنے فہم سے کام لے۔ اور سوچ لے کہ میں جو کام کرنے لگا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کے [illegible] اور اس کی رضا کے لئے ہے یا نہیں۔ جب یہ دیکھ لے اور فہم سے کام لے تو پھر ہاتھوں سے کام لینا ضروری ہوتا ہے۔ سستی اور غفلت نہ کرے۔

مغالطہ دینے والوں سے بچو — ہاں یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ تعلیم صحیح ہو۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعلیم صحیح ہوتی ہے لیکن اپنی نادانی اور جہالت سے یا کسی دوسرے کی شرارت اور غلط بیانی سے دھوکا پڑ جاتا ہے۔ اس لئے خود خالی الذہن ہو کر تحقیقات کرنی چاہیئے۔

قرآن کریم کی قسموں پر اعتراض اور اسکا جواب — مثلاً میں نے دیکھا ہے کہ عیسائی اور آریہ اعتراض کر دیتے ہیں کہ قرآن شریف میں قسمیں کیوں کھائی ہیں؟ اور پھر اپنی طرف سے حاشیہ چڑھا کر اس کو عجیب عجیب اعتراضوں کے پیرایہ میں پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر ذرا بھی نیک نیتی اور فہم سے کام لیا جائے تو ایسا اعتراض بیہودہ اور بیہودہ معلوم دیتا ہے۔ کیونکہ قسموں کے متعلق دیکھنا یہ ضروری ہوتا ہے کہ قسم کھانے کا اصل مفہوم اور مقصد کیا ہوتا ہے۔ جب اس کی فلاسفی پر غور کر لیا جائے تو پھر یہ خود بخود سوال حل ہو جاتا ہے۔ اور زیادہ رنج اٹھانے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ قسم کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ قسم بطور قائم مقام گواہ کے ہوتی ہے۔ اور یہ مسلّم بات ہے کہ عدالت جب گواہ پر فیصلہ کرتی ہے۔ تو کیا اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ جھوٹ پر فیصلہ کرتی ہے۔ یا قسم کھانے والے کی قسم کو ایک شاہد صادق تصور کرتی ہے؟ یہ روزمرہ کی بات ہے۔ جہالت اور تعصب سے اعتراض کرنا اور بات ہے۔ لیکن حقیقت کو مدنظر رکھ کر کوئی بات کہنا اور امر ہے جبکہ یہ عام طریق ہے۔ کہ قسم بطور گواہ کے ہوتی ہے۔ پھر یہ کیسی سیدھی بات ہے کہ اسی اصول پر قرآن شریف کی قسموں کو دیکھ لیا جائے۔ کہ وہاں اس کیا مطلب ہے۔

قسموں میں نظریات کے لئے بدیہیات کو گواہ ٹھہرایا ہے — اللہ تعالیٰ نے جہاں کوئی قسم کھائی ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ نظری امور کے اثبات کیلئے بدیہی کو گواہ ٹھہرایا ہے جیسے فرمایا والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع انہ لقول فصل۔ اب یہ بھی ایک قسم کا محل ہے۔ علاوہ ان قرآن شریف کے حقائق سے ناواقف اور نابلد اپنی جہالت سے یہ اعتراض کر دیتا ہے کہ دیکھو زمین کی یا آسمان کی قسم کھائی ہے۔ لیکن اس کو نہیں معلوم کہ اس کے نیچے کیسے کیسے معارف موجود ہیں۔ اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی الٰہی کے دلائل اور قرآن شریف کی حقانیت کی شہادت پیش کرنی چاہتا ہے اور اس کو اس طرز پر پیش کرتا ہے۔

اخبار احمدیہ

شکریہ احباب — خواجہ بشیر احمد صاحب بی۔ اے اور ان کی اہلیہ کی وفات پر جن احباب کرام نے حضرت خواجہ صاحب کے گھر میں تعزیت کے خطوط لکھے ہیں۔ چونکہ ان سب کو فرداً فرداً جواب دینا مشکل ہے۔ اس لئے پیغام صلح کے ذریعہ ان سب کے شکریہ کی استدعا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو جزائے خیر دے اور مرحومین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ بخشے۔ آمین۔

رسید زر — جماعت فیروزپور کی طرف سے مبلغ لہ للعہ بابت چندہ ماہ اکتوبر موصول ہوئے۔

ایک اور فسخ بیعت — فسخ بیعت کا اعلان آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ درج ہے۔ اس کے علاوہ میاں غلام قادر جیو و بخل کے ذریعہ سوہل سے میاں نبی بخش صاحب بھی میاں صاحب سے اپنی بیعت فسخ کرتے ہیں۔ اس سے پیشتر بھی میاں غلام قادر صاحب کی معیت دو اصحاب کے فسخ بیعت کا اعلان ہو چکا ہے۔

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ چہارشنبہ مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۱۸ء نمبر ۳۹

جلسہ سالانہ

(۱)

آج سے ایک ماہ بعد پھر وہ مقدس ایام ہم پر آنے والے ہیں۔ جو خدام مسیح موعود کے اجتماع اور خدمات دین کے لئے باہمی مشاورت اور قومی ترقی کی تدابیر کے ایام ہیں۔

سال بھر کے بعد پھر برادران طریقت کی باہمی ملاقات اور ایک دوسرے سے تعارف کے دن ہم پر آئے ہیں۔ جو مردہ دلوں کو زندہ اور روحانیت کے تسکین بخش پانی سے سیراب کرنے۔ اور زندوں کو آسمان روحانیت کی طرف پرواز کا بہترین سامان ہیں۔

یہ وہ دن ہیں جبکہ دنیا والے اپنی دنیا کے سود و بہبود کے لئے تمام اطراف ملک سے ایک جگہ جمع ہوکر غور اور بحث کرینگے۔ جب ایک مہذب قوم کے افراد "گوشت اور خون" کے فرضی لقموں سے نجات کے خیال میں مست اور مسرت و شادمانی کی تقریبوں میں مشغول نظر آئینگے ہیں۔ تو دوسری طرف مثیل مسیح اور مہدی کے جس نے دلستان محمدؐ صلعم سے تعلیم پاکر اسلام کا اصل چہرہ دنیا کو دکھایا ماننے والے دنیا کے سراب نما تخیلات اور سفلی مسرتوں سے الگ ہوکر صرف خدا کے دین کی خاطر مجتمع ہوں گے۔

کیا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کے جلسہ سالانہ کی غرض اس سے علاوہ کچھ اور بھی ہے۔ کہ ہم ایک دوسرے سے ملکر دین کی بہتری کی تدابیر سوچیں۔ اور بزرگان سلسلہ کی نصائح سے مستفید ہوں۔ ہم مل کر دین کی ترقی اور سود و بہبود کے لئے دعائیں کریں۔ کہ ایک جماعت کی مضطربانہ دعائیں انفرادی دعاؤں سے بڑھ کر مستجاب ہوتی ہیں کیا دین کو چھوڑکر لوگ دنیا کی ادنے خواہشات کے لئے ہر جگہ مارے مارے نہیں پھرتے اور سخت سے سخت تکالیف اپنے اوپر برداشت کرکے بھی ان خواہشات کے حصول میں بغیر ہمت ہارنے کے ہر دم کوشاں نظر نہیں آتے۔ پھر کیا بات ہے کہ ہم دین کی خاطر سال میں۔ ۔ ۔ ایک دفعہ صرف تھوڑے سے پیسوں یا سفر کی نہایت خفیف صعوبتوں کیلئے اپنی جگہ سے ہل نہ سکیں۔ مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض الخ

(۲)

حضرت مسیح موعود کے ان الفاظ کو پڑھو جو آپنے جلسہ سالانہ کی ضرورت و اہمیت کو بیان کرتے ہوئے جماعت کو مخاطب کرکے لکھے ہیں آپ فرماتے ہیں:۔

"تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولا کریم اور رسول مقبول صلعم کی محبت دل پر غالب آجاوے۔ اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جاوے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔ لیکن اس غرض کے حصول کیلئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ تا اگر خدا تعالےٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو۔ اور یقین کامل ہوکر ذوق اور شوق اور ولولہ عشق پیدا ہو جائے۔ سو اس بات کے لئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ توفیق بخشے اور جبتک یہ توفیق حاصل نہ ہو۔ کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہوکر پھر ملاقات کی پروا نہ رکھنا۔ ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔ اور چونکہ ہر ایک کے لئے بباعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے۔ یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھاکر ملاقات کیلئے آوے کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعال شوق نہیں کہ ملاقات کیلئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے اوپر وارد کر سکیں۔ لہذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کیلئے مقرر کئے جائیں۔ جس میں تمام مخلصین

اگر خدا تعالےٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔ سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷ دسمبر سے ۲۹ دسمبر تک قرار پائے۔ یعنی آج کے دن کے بعد جو تیس دسمبر ۱۸۹۱ء ہے۔ آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ دسمبر کی تاریخ آجاوے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونیکیلئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے۔ اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہیگا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔ اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی۔ اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائیگی کہ خدا تعالےٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے۔ اور پاک تبدیلی ان میں بخشے۔ اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہونگے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہوکر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے۔ اور روشناسی ہوکر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوگا۔ اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائیگا اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائیگی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جل شانہٗ کوشش کی جائے گی۔ اور روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہونگے۔ جو انشاء اللہ تعالےٰ وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے"

(۳)

کس قدر محبت اور عشق اس برگزیدہ الٰہی کے قلب میں اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پنہاں تھا۔ اور کس قدر ہمدردی کا جوش اس کی ہر تحریر و تقریر کے اندر بھرا ہوا ہے۔ کاش دیکھنے والے دیکھیں اور اس پر غور کریں۔ کہ ایسا شخص جو جب کبھی بولتا یا کچھ لکھتا ہے تو سوائے اللہ تعالےٰ کے ذکر کے سوائے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے ثبوت کے اور کچھ بھی اس سے ظاہر نہیں ہوتا۔ وہ کہاں تک مفتری کہلانے کا سزاوار ہے۔

اور تو اور اس تحریک جلسہ سالانہ کو دیکھو۔ کیا اس کی غرض بھی سوائے انقطاع الی اللہ اور دل پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا غلبہ حاصل کرنے کے اور کچھ بتائی ہے؟ دنیا میں کتنے عرس اور جلسے ہوتے ہیں جن میں ان اعلےٰ شاندار اغراض کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ کتنے ہیں جو پیروں کی رضامندی حاصل کرنے اور قبروں سے برکات ڈھونڈنے کے لئے سال کے سال درپے سفر ہوتے ہیں۔ لیکن رضائے الٰہی کی خواہش اور حضرت نبی کریم صلعم کی محبت ان کی کشش کا موجب نہیں۔ خود ان کے پیروں کا بھی ارشاد ہوتا ہے کہ ہماری رضامندی حاصل کرنے میں ہی تمہاری نجات ہے اور ہمارے بغیر تم راہ ہدایت نہیں پا سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں جب لوگ جاتے ہیں تو پیر کو نذر گذارنے اور اپنی حاجات اور منتیں اس سے مانگنے کے سوا اور کوئی کام انہیں نہیں ہوتا۔ کوئی نصیحت کی بات انہیں سنائی نہیں جاتی۔ نہ قرآن کریم کے حقائق و معارف ان کو بتائے جاتے ہیں۔ اور کس طرح بتائے جاویں۔

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

خود تو انہیں کچھ معلوم نہیں۔ دوسروں کو کیا سکھائیں۔

ایسا ہی بہت سی انجمنوں اور کانفرنسوں کے جلسے منعقد ہوتے ہیں لیکن غرض چونکہ دین نہیں ہوتی۔ بلکہ دنیوی اغراض کیلئے چندوں کا جمع کرنا ان کا اصل مقصد ہوتا ہے۔ گو اس میں شک نہیں کہ وہ اغراض بھی نہایت ضروری اور اہم ہیں۔ لیکن دینداری چونکہ مدنظر نہیں ہوتی۔ اس لئے اول تو دین کا نام بھی ان میں نہیں لیا جاتا۔ "اگر لیا بھی جائے تو آخری تان کسی اور ہی بات پر آکر ٹوٹتی ہے۔ جو اس کے تمام اثر کو باطل کر دیتی ہے۔ حضرت مسیح موعود بھی اگر انہی عرسوں میلوں وغیرہ کی طرح کوئی عرس قائم کرنا چاہتے۔ اور اپنی ذاتی اغراض کو اس میں مدنظر رکھنا ہوتا تو اس میں شک نہیں کہ ایسا کر سکتے تھے۔ لیکن پھر آپ میں اور ان لوگوں میں کوئی فرق نہ ہوتا۔ اور آپ کا برگزیدہ الٰہی ہونا ایک امر موہوم قرار پاتا۔ ایسی حالت میں آپ کا اس اجتماع قومی کی اشرعی غیرت دین کے لئے جوش اور شوق قرار دینا اس جلسہ کو امتیازی شان دے دیتا اور اس کی اہمیت کو بہت بڑھا دیتا ہے

(۴)

حضرت مسیح موعود ہم میں سے گذر گئے۔ لیکن اس وقت بھی ہم میں بہت سے ایسے برگزیدہ اصحاب موجود ہیں جو آپکے فیض صحبت سے حصہ وافر حاصل کر چکے ہیں۔ بالخصوص وہ برگزیدہ انسان جو آپ کی صحبت میں ایسا بے حد الٰہی فضل کی عالیشان خدمات کو سرانجام دیتا رہا ہے۔ اور آج بھی اسی کام میں منہمک ہے۔ اس وقت جماعت کی امارت پر فائز ہے۔ ایسی حالت میں کیا ہمارے لئے ضروری نہیں کہ اگر مسیح موعود کی زندگی میں آپ کے پاس جانا آپ کی صحبت اختیار کرنا اور آپ کی دل ربا باتوں سے اپنے ایمان کو تازہ کرنا ہم اپنا فرض سمجھتے تھے۔ تو آج حضرت مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ اور دیگر صحبت گزیدگان حضرت مسیح موعود کے پاس چند دن بیٹھ کر پھر ذکر حبیب و وصل حبیب کا مزہ چکھیں۔

بالخصوص ان لوگوں کو جو حضرت مسیح موعود کے بعد سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں۔ یا آپ کی بہت کم صحبت ان کو نصیب ہوئی ہے۔ بالضرور اس موقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ لیکن اس سے یہ مطلب نہیں کہ جو لوگ حضرت مسیح موعود کی صحبت اٹھا چکے ہیں۔ ان کو اب آنے کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ اکثر لوگوں کا خیال ہوتا ہے۔ کہ جب ہم نے خود مامور من اللہ کی صحبت اٹھا لی۔ تو اب کسی اور کے پاس جانے کی کیا ضرورت۔ بیشک ان کو تو کسی اور کی ضرورت نہیں لیکن دوسروں کو ان کی ضرورت ہے۔ اگر وہ نہ آئیں تو دوسرے انکے بھائی کس سے حضرت مسیح موعود کی باتوں اور اسلام کیلئے آپ کے سوز و گداز کو معلوم کریں۔

اس لئے نہ صرف یہی کہ تمام نئے شامل ہونے والے احباب کا جلسہ سالانہ میں آنا ضروری ہے بلکہ جیسا کہ مسیح موعودؑ نے صاف طور پر بیان کیا ہے۔ پرانے بزرگان سلسلہ کا بھی نئے بھائیوں کے تعارف اور ان سے رشتہ اخوت کو بڑھانے اور انہیں حقائق و معارف سنانے کے لئے تشریف لانا اور بھی ضروری ہے۔

(۵)

پس اے وے تمام لوگو! جو مسیح موعود کی محبت اور آپ کی بیعت میں شامل ہونے کے دعویدار ہو۔ اٹھو کہ تمہارے پاک امام نے ان آنے والے ایام میں ایک مقام پر جمع ہونے کا ارشاد فرمایا۔ اور اس ذریعہ سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کی توثیق کی تاکید کی ہے۔ اٹھو کہ اس مقدس انسان نے جن اغراض کیلئے تم سے عہد لیا تھا۔ ان کی تکمیل کا یہ ایک اہم ذریعہ ہے۔ آؤ۔ اور اپنے سب بھائیوں کے ساتھ ملکر اشاعت اسلام کے اہم فریضہ کی تکمیل کے ذرائع پر غور کرو۔ کہ یہی اس مامور من اللہ کا حقیقی مشن تھا۔ تمہاری انجمن جو "خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین" ہے۔ اس فرض کو پورا نہیں کر سکتی۔ جبتک کہ تمہاری جسمانی و مالی امداد اس کے ساتھ نہ ہو۔ جبتک کہ تم خود غور و فکر نہ کرو۔ اور باہمی مشورہ سے سہل الحصول ذرائع کی طرف اس کی توجہ نہ دلاؤ۔ اس لئے سال بھر میں ایک دفعہ مل کر بیٹھنا اپنے اوپر فرض کرلو۔ اور ان دنوں میں دیگر مصروفیات سے بالکل الگ ہو جاؤ۔ تا۔ خدا کے مسیح کے ارشاد پر عمل پیرا ہو سکو۔

اے کاش ان چند مخلصانہ کلمات کو ہمارے دوست غور اور توجہ سے پڑھکر آنے والے ایام کو پہلے سے زیادہ پر رونق اور مفید بنانے میں ساعی ہوں۔

حضرت مسیح موعود کی عمر اور مولوی ثناء اللہ صاحب

حضرت مسیح موعود کا ایک الہام تھا جس میں آپ کو اپنی عمر بتائی گئی تھی۔ ثمانین حولاً او قریباً من ذالک۔ اس کا ترجمہ آپ نے "تریاق القلوب" حاشیہ صفحہ ۱۳ میں خود فرمایا ہے کہ:۔

"میں تجھے اسی سال یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دوں گا"

باوجودیکہ جس وقت حضرت مسیح موعود فوت ہوئے اس وقت اس الہام کے مطابق اسی سال سے "کچھ کم" ۷۵ سال آپ کی عمر تھی۔ لیکن مولوی لوگوں نے اس پر شور مچایا۔ کہ لیجئے ایک اور الہام غلط ہوگیا۔ مرزا صاحب نے اپنی عمر اسی سال بتائی تھی۔ لیکن پورے ۸۰ سال عمر نہ ہوئی۔

ان معترضین میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری سب کے پیش پیش تھے۔ جن کو بالخصوص منہ توڑ جواب اسی وقت دیا گیا۔ اور بشواہد بینہ ثابت کیا گیا۔ کہ حضرت مسیح موعود کا یہ الہام غلط نہیں بلکہ صحیح ہے۔ اور آپ کا ۷۵ سال کی عمر میں فوت ہونا الہام کے ابطال کا موجب نہیں۔ بلکہ تصدیق کرنے والا ہے۔

اس تحقیقی جواب پر بھی مولوی صاحب کو صبر نہ آیا۔ اور گذشتہ سال پھر آپ کی عمر کے بارہ میں فرضی اختلافی بیانات نقل کرکے

لوکان من عند غیر اللّٰہ الخ کے اصول کے ماتحت آپ کے الہامات کو من عند اللّٰہ ثابت کر دیا جائے۔ جس کا نام لینے والے مبسوط الہامات ہیں اسی وقت مُنہ توڑ جواب دیا۔

اب انہی مولوی ثناء اللّٰہ صاحب کی "تفسیر ثنائی" کو پڑھتے ہوئے ان کی قلم کے لکھے ہوئے بعض الفاظ ہمیں ملے ہیں۔ جو اس عمر کے سوال کے متعلق مولوی فاضل پھر حجت ملزمہ کا حکم رکھتے ہیں۔ تفسیر مذکور جلد ثانی کے حاشیہ پر میں وفات مسیح کے متعلق حضرت مسیح موعود کی پیش کردہ تیس آیات کا جواب دیتے ہوئے من نعمرہ ننکسہ فی الخلق پر لکھتے ہیں۔

"آیندہ کو آپ (یعنے مسیح موعود) کے خاندان میں سے جو شخص ستر برس سے متجاوز ہو (جیسے خود بدولت ہیں) تو بغیر نکلے روح اس کی کے اس کو میت قرار دیکر قبر میں داخل کر دیا کریں"

یہاں جلی کردہ الفاظ میں مولوی فاضل نے خود مانا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی عمر ستمبر ۱۸۹۹ء میں ستر برس تھی۔ اس میں ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۸ء تک جو حضرت مسیح موعود کا سال وفات ہے۔ نو برس اور شامل کر دیجئے اور کل عمر نواسی سال بن گئی۔ اسّی سال یعنے "کچھ کم" کا مفہوم تو اس کے اندر زیادہ واضح طور پر آ گیا۔ لیکن ایک سال اور بھی پورا کرنا ہو۔ تو اسے مولوی صاحب کی تفسیر نویسی اور کتابت و چھپائی کے حساب میں شمار کرکے پورے اسّی بن جاتے ہیں۔ اور اگر مولوی صاحب کے "متجاوز" کو بھی حساب میں شامل کر لیا جائے تو چند سال زیادہ کی تصدیق بھی نہایت صفائی سے ہو جاتی ہے۔ فرمایئے اس سے بڑھ کر حجت ملزمہ کیا ہوگی۔ اور یہ کس قدر بددیانتی ہے کہ خود اپنے قلم سے ایک بات کا اقرار کرتے ہیں۔ اور پھر محض اعتراض کی خاطر اس سے منکر ہو جاتے ہیں۔ ابھی گذشتہ سال کا ذکر ہے کہ آپ "چیستان مرزا" کے مایہ ناز مضمون میں ۱۸۹۷ء میں حضرت مسیح موعود کی عمر ۶۴ سال قرار دیتے تھے۔ حالانکہ ۱۸۹۹ء میں خود لکھ چکے ہیں کہ آپ کی عمر ۷۰ سال سے متجاوز ہے۔ شاید مولوی فاضل کے حساب میں تین سالوں کا فرق ان یوماً عند ربک کالف سنۃ مما تعدون ہی کی طرز کے کسی مختص اصول کے ماتحت چھ کے برابر ہوگا۔ مسلمانوں کی حساب دانی تو مشہور تھی۔ لیکن مولوی فاضل نے تو اس سے بہت بڑھ کر کمال دکھایا کہ نہ صرف ۹۷ء اور ۹۹ء کے فرق کو چھ سال بتایا بلکہ ۱۸۹۹ء سے آگے ۱۹۰۸ء تک سالوں کی رفتار اس قدر کم ہو گئی کہ جس کی عمر ۱۸۹۹ء میں ستر سال سے متجاوز تھی وہ ۱۹۰۸ء میں آکر نو سال کی زیادتی کی بجائے پانچ ہی سال زائد عمر کا مستحق ٹھیرا۔ تا کہیں مولوی فاضل کا حساب غلط نہ ہو جائے۔ اور میرزا صاحب سچے نہ ثابت ہوں۔ حالانکہ پورا بھی اسّی سے کچھ کم کا مفہوم ادا ہو جاتا ہے۔

ایک زبردست دلیل

ریویو آف ریلیجنز مجریہ ماہ اکتوبر ۱۹۱۸ء میں "الامراض تشاع و النفوس تضاع" کے عنوان سے مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے۔ نے ایک مضمون موجودہ وبائے انفلوانزا کے متعلق لکھا ہے جس کے آخر میں میاں صاحب کا بھی چار سال گذشتہ کا رؤیا نقل کرکے یہ ریمارک کیا ہے کہ

"وہ ہمیں غیر مبایعین کے لئے ایک سبق ہے۔ اگر مولوی محمد علی صاحب حضرت مسیح موعود کے نائب ہوتے تو چاہیئے تھا کہ اللّٰہ تعالےٰ اس آنیوالے عذاب کی بجائے سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کے جناب مولوی محمد علی صاحب کو خبر دیتا مگر اللّٰہ تعالےٰ نے اس کے برعکس کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد خدا تعالےٰ کے نزدیک حضرت مسیح موعود کے سچے نائب ہیں۔ اور جو لوگ مولوی محمد علی صاحب کو خلیفۃ المسیح کہتے ہیں۔ وہ اپنے اس قول میں خدا تعالےٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں"

دلیل تو واقعی بڑی ہی زبردست ہے۔ گویا "زمین گول ہے کیونکہ چاول سفید ہے" کی ضرب المثل کو مولوی شیر علی صاحب نے زندہ کر دکھایا۔ بہتر ہوتا کہ نیابت مسیح موعود ہی تک جناب میاں صاحب کے منصب کو محدود نہ رکھتے۔ اور ایک ایسی اہم پیشگوئی کے پورا ہونے پر اس سے کچھ زائد منصب ان کے لئے تجویز کرتے۔ اب تو سینکڑوں اور ہزاروں نبی آ سکتے ہیں پھر میاں صاحب کی بیان کردہ شرائط نبوت میں سے کثرت مکالمہ کی شرط بھی ان پر کتنی مدت ہوئی پوری ہو چکی ہے .... اب امور غیبیہ پر بھی اطلاع ہونے لگی۔ نبوت کے ملنے میں کیا کسر کچھ باقی ہے ہاں اللّٰہ تعالےٰ کا میاں صاحب کو انفلوانزا کی پیشتر سے خبر دینا

ثبوت ہی اس میں کلام نہ ہوتا۔ اگر حضرت مسیح موعود کا یہ پر از صداقت ارشاد ہمارے سامنے نہ ہوتا کہ

"دو وجہ ہیں کہ اکثر لوگ ایسے ہیں کہ کبھی شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہیں مگر سمجھتے ہیں کہ ربانی خوابوں اور الہاموں پر بھروسہ کرکے اپنے نادرست اعتقاد اور ناپاک مذہبوں کو ان خوابوں اور الہاموں سے فروغ دینا چاہتے ہیں۔ بلکہ بطور شہادت ایسی خوابوں اور الہاموں کو پیش کرتے ہیں۔ اور یا یہ سمجھتے ہیں کہ ایسی خوابوں اور الہاموں کو پیش کرکے سچے مذہب کی مخالفت کریں"

کیا مولوی شیر علی صاحب ہمیں بتائیں گے کہ کسی کو کوئی ایک آدھ رؤیا صادقہ ہو جانے سے (اگر میاں صاحب کے خواب کو ایسا ہی سمجھا جاوے) مستحق خلافت قرآن کی کس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ اور آیا عقائد کے سوال کو صرف اس ایک رؤیا کیلئے بالائے طاق رکھ دینا چاہیئے۔ خواہ وہ کتنی ہی ضلالت کی طرف کیوں نہ جا رہے ہوں۔ کاش کچھ تو سوچ اور سمجھ سے بھی کام لیا کریں۔ اور خواہ مخواہ تمسخر آمیز استدلالات سے ہنسی کی باتیں شروع کیا کریں۔

مسٹر پٹیل کا بل اور آریہ سماج

جس دن سے مسٹر پٹیل نے وائسریگل کونسل میں ہندوؤں کی بین الاقوامی شادیوں کے جواز کا مسودہ پیش کیا ہے۔ آریہ سماج اور سناتن دھرمی ہندوؤں میں نہایت زبردست کشمکش شروع ہو گئی ہے۔ جس کے ثبوت میں ہم پیشتر ازیں سماجی اور سناتنی اخبارات کے اقتباس بھی دے چکے ہیں۔ لیکن ہمارے ناظرین کرام یہ پڑھ کر متعجب ہوں گے کہ اس بل کی بہت کچھ تائید کرنے اور اس کی حمایت میں آواز بلند کرنے کے بعد اب آریہ گزٹ اس کی مخالفت پر اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ پہلے تو کچھ دنوں تک معاصر موصوف نے اس کی تائید کرتے ہوئے ہندو شاستروں کو بھی اسی کا ہم آواز اور ہندو متقدمین کا عمل اسی کے مطابق بتایا تھا۔ لیکن اب ۱۹ اکتوبر کے آریہ گزٹ میں پروفیسر دیوان چند ایم اے پرنسپل دیانند کالج کانپور کے قلم سے ایک مضمون اس کے خلاف شائع ہوا ہے۔ جس کے نیچے آریہ گزٹ کا نوٹ پڑھنے کے قابل ہے۔ کہ

"ہم نے اب تک اس بل کے متعلق اس لئے خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ کیونکہ ہم نے اس بل کو اس قابل نہیں سمجھا کہ اس کی تائید میں کالم سیاہ کئے جائیں۔ جہاں تک ہم نے اس بل کے متعلق دو چار (غور) کیا ہے۔ اس بل سے آریہ سماج کو کوئی بھاری فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اگر آریہ سماج اپنے گن کرم سبھاؤ انوسار (نیک اعمال کی بنا پر) ورن کی سبھا بنانا (اونچے ذاتوں کی عظمت) منوانا چاہتی ہے تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ اپنا ایک علیحدہ میرج بل پاس کروا لیا جائے نہ کہ اس قسم کے بلوں کا سہارا تلاش کیا جائے جو ورن (ذات پات) کو بیخ و بنیاد سے ہی اکھاڑ ڈالنے والا ہو"

آریہ گزٹ کی اس روش پر پرکاش میں خود ان کلی آریہ سماج کے ایک ممبر نے ایک مضمون لکھا ہے۔ دیکھئے اس آپس کی کشمکش میں کون کامیاب ہوتا ہے۔ اور پرکاش کی دلی مراد کیوں کر بر آتی ہے۔

تعطیل جمعہ اور مسلمان

جمعہ کی تعطیل کے متعلق بارہا ہندوستان کے مقتدر اور با اثر طبقات میں آواز بلند ہوئی میموریل بھیجے گئے۔ کونسلوں میں سوالات اٹھائے گئے۔ لیکن نتیجہ جیسا کہ چاہیئے تھا خاطر خواہ طور پر بر آمد نہ ہوا۔ ۱۹۱۲ء میں آنریبل مسٹر اے کے غزنوی کی جدوجہد سے اس قدر رعایت مسلمانوں کو دی گئی تھی کہ جمعہ کے دن ایک گھنٹہ کی رخصت انہیں نماز جمعہ کیلئے دیدی جایا کرے۔ اس کے متعلق سرکاری دفاتر میں سرکلر بھی بھیجے گئے۔ لیکن عمل ان پر کون کرے۔ دفاتر میں مسلمان ملازمین کو عموماً ایسی رخصت کے ملنے میں بہت دشواریاں پیش آتی ہیں۔ اور اگر وہ اس ایک گھنٹہ کی رخصت سے فائدہ اٹھانا بھی چاہیں تو باوجود افسر سے اجازت حاصل کرنے کے ان لوگوں کو جنہیں زیادہ تر افسروں سے کام رہتا ہے ساتھ ہی دل میں یہ دھڑکا رہتا ہے کہ مبادا افسر کو ان کی ضرورت نہ پڑ جائے۔ ایسی حالت میں نماز بھی وہ اطمینان سے نہیں پڑھ سکتے۔

اس لئے یہ اشد ضروری ہے کہ بجائے ایک گھنٹہ کے کم از کم ... کے لئے دفاتر کو بند کر دیا جایا کرے تا کہ مسلمان اطمینان

اس کے ساتھ ہی یہ سُننا موجب طمانیت ہے کہ بمبئی کی مجلس وضع قوانین کے جلسہ منعقدہ ۱۵ اگست میں آنریبل خان بہادر ابراہیم ہارون کی ایک قرارداد کو جسمیں گورنمنٹ میونسپلٹیوں اور لوکل بورڈوں کے قائم کردہ اسلامی مدارس میں بجائے اتوار کے جمعہ کی تعطیل کی تحریک کی گئی تھی۔ گورنمنٹ بمبئی نے منظور کر لیا ہے۔ اور اس شرط پر کہ (۱) اکثر طلباء کے والدین اتوار کی بجائے جمعہ کی چھٹی کو منظور کریں۔ اور (۲) میونسپل اور لوکل بورڈوں کے مدارس یوم تعطیل کے تغیر پر عمل پیرا ہونے سے پیشتر منظوری حاصل کر لیں" بجائے اتوار کے جمعہ کو سکول بند ہونے کی ہدایت فرما دی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ بمبئی کے مسلمان اس رعایت سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں گے۔ اور اپنے بچوں کو شعائر دینی کا پابند ہونے میں مدد دیں گے۔

دوسرے مدارس میں بھی جمعہ کو نصف دن کی تعطیل منظور ہونی چاہیئے اور اس کا اثر صرف بمبئی ہی نہیں بلکہ تمام ملک پر حاوی ہونا چاہیئے کیا مسلمان اخبارات اور ممبران کونسل اس طرف متوجہ ہوں گے؟

"کبیر اور کرائسٹ"

اس عنوان سے معاصر آریہ گزٹ نے "نوجیون" سے ایک مضمون نقل کیا ہے جس میں مسٹر پٹیل کے ایک مضمون کی بنا پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ کبیر اور کرائسٹ دراصل کوئی علیحدہ علیحدہ شخصیتیں نہیں۔ بلکہ ایک ہی شخصیت کے دو مختلف نام ہیں۔ اس خیال کی بنا جہاں تک مضمون کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے۔ ذیل کی تین چار باتوں پر ہے

(۱) کرائسٹ (یعنے مسیح) کو یونانی عبرو۔ اور عبرانی زبانوں کی بائیبل میں کھلم کھلا کبیر ہی لکھا ہے"

(۲) کبیر کی ماں کا نام نورا یا نیما بتایا جاتا ہے۔ اور نورا یا نیما دونوں ایک ہی لفظ ہیں۔ جن کے معنے مقدس روح اور مہربانی یا نیوالی مریم ایسا ہوتا ہے"

(۳) کبیر اور کرائسٹ کی تعلیمات باہم ملتی جلتی بلکہ ایکسی ہی ہیں" مضمون نگار نے اس سوال کا بھی جواب دیا ہے۔ کہ کبیر مت کب سے ہے۔ اس کا خیال ہے کہ جیسوئٹ لوئیلا نامی کوئی عیسائی ہوا ہے جس نے ۱۸۹۸ء میں ہندو مسلمانوں کے خوف سے عیسائی مذہب کی تبلیغ کبیر جی کے نام سے خفیہ طور پر کرنی شروع کی۔ اور موجودہ کبیر مت دراصل عیسائی مذہب ہی ہے۔ صرف نام میں فرق ہے

لیکن اس کے ساتھ ہی کبیر جی کی پیدائش کا سال جو مضمون نگار نے بتایا ہے یعنی ۱۳۹۸ء آیا اس سے بھی وہی جیسوئٹ لوئیلا ہی کا پیدائش مراد ہے۔ یا کیا۔ کیونکہ حضرت مسیح کا سال پیدائش اگر اسے قرار دیا جائے۔ تو یہ ایک فاش غلطی ہوگی۔ ایک اور بات بھی اس سے آگے چلکر لکھی ہے کہ

"۱۴۰۰ برس عیسو کے جنم کے بعد ۱۴۹۷ء میں کبیر مت کی سنگھا بنا ہوئی"

عیسو کو خود مضمون نگار نے کرائسٹ کا دوسرا نام قرار دیا پس ۱۴۹۷ء سے ۱۴۰۰ برس پہلے مسیح علیہ السلام کی پیدائش بتانا پہلے سے بڑھ کر فاحش غلطی ہے۔

ان دو غلطیوں کے ازالہ ہو جانے کی صورت میں مندرجہ بالا دلائل کے ساتھ ایک اور بات بھی مضمون نگار کی تائید میں زبردست شہادت کا کام دے سکتی ہے۔ کبیر جی کی عمر کے متعلق اس کا بیان ہے۔ کہ ایک سو بیس سال کے ہو کر مرے۔ دوسری طرف حضرت عیسےٰ کے متعلق جیسا کہ ایک گذشتہ اشاعت میں ہم لکھ چکے ہیں معتبر احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ایک سو بیس سال تک زندہ رہے۔ اس صورت میں اس بات کی ضرورت نہیں رہتی کہ کبیر مت کا بانی کسی جیسوئٹ لوئیلا کو قرار دیا جائے۔ بلکہ جیسا کہ اکثر معتبر شہادات سے ثابت ہے۔ حضرت مسیح خود ہندوستان میں آئے۔ ممکن ہے آپ کی یہاں کی تعلیم کردہ باتوں کو بعد میں امتداد زمانہ سے لوگوں نے کچھ کا کچھ بنا کر کبیر مت کا نام دے دیا ہو۔

کیا اُمید ہم اہل تحقیق اصحاب مندرجہ بالا خیالات کی روشنی میں اس پر تحقیقی نظر ڈالیں گے؟

پتہ مطلوب ہے

مبلغ تین روپیہ کی ایک رقم بمد اخبار جناب عبد المجید صاحب کیطرف سے دفتر پیغام صلح میں موصول ہوئی ہے۔ چونکہ کوپن منی آرڈر پر فرستندہ کا پورا پتہ درج نہیں اسلئے وہ رقم حساب میں جمع نہیں کیجا سکی اور بمد امانت رکھی ہے براہ مہربانی

مذاکرہ علمیہ

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ کی تفسیر

گذشتہ سے پیوستہ

مولوی علی حائری صاحب لاہوری

اور حدیث غدیر

من کنت مولاہ فعلی مولاہ

اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ ...... والمراد بالمولیٰ ھنا الاولیٰ بالتصرف لتقدم التقویٰ منہ صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ الست اولیٰ منکم بانفسکم (ملا علی شیعی)

مولوی حامد حسین صاحب مجتہد امامیہ نے ایک کتاب ۱۳۲ صفحوں کی حدیث غدیر پر لکھی ہے وہ میں نے دیکھی ہے۔ تشیع دنیا میں بڑی شہرت کی کتاب ہے۔ اور اس قوم کو اس پر بڑا فخر اور ناز ہے کہ شیع کے آخری متکلم نے بڑی تلوار ماری ہے۔ سوائے طوالت بیجا اور لاحاصل امور کے مطلب کی بات اس میں بہت کم ہے۔ اہل بصیرت شیعی اسکو خوب جانتے ہیں اس میں سورۂ حدید کی اس آیت ھی مولاکم پر ابو عبیدہ کا قول ھی اولیٰ لکم نقل کر کے لکھا ہے کہ مولیٰ بمعنی اولیٰ آیا ہے اور اس کے ہمراہ بالتصرف ملا کر اولیٰ بالتصرف بنالیا اور پھر اولیٰ بالتصرف کے معنے امیر اور خلیفہ گھڑ لیا ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے ایک جواب اس کا دیا تھا کہ فی الواقع مولیٰ کے معنے اولیٰ نہیں ہیں۔ بلکہ یہ عبارت اظہار مقصد کے لئے اس طرح ذکر کی گئی ہے۔ میں کہتا ہوں مولیکم کو اس اولیٰ بکم کی عبارت میں ڈھالنے کی ضرورت ہی نہیں۔ ھی مولاکم اپنی اصلی حالت پر قائم ہے اور اسکے معنے ناصر اور مربی کے ہیں قرآن کریم میں جس جگہ کی یہ آیت ہے وہاں دوزخیوں کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ یا مومن جو بہشتی ہوں گے اُن سے مخاطبہ کرتے ہیں یہ صاف بات ہے کہ جو شخص اس دنیا میں اپنی اصلاح نہیں کرتا قیامت میں آگ اُس کی مصلح ہوگی۔ قرآن کریم میں اسکی نظیر دوسری جگہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ دوزخیوں کے متعلق فرماتا ہے فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ یعنی ہاویہ اُن کی ماں ہوگی اور وہ اُن کی تربیت کریگی۔ اللہ تعالیٰ عز اسمہٗ کی سزا انسان کے لئے دشمنی کی وجہ سے نہیں بلکہ اسکی اصلاح کے لئے ہے۔ ڈاکٹر میٹھی دوا اگر دیتا ہے تو کڑوی دوا بھی دیتا ہے۔ اپریشن اور قطع اعضاء تک بھی نوبت پہنچتی ہے اور ان صورتوں میں ڈاکٹر اور حکیم کا فعل خیر خواہی مریض ہی شمار ہوتا ہے دوزخ اور آتش دوزخ کو ہسپتال سمجھو۔ ہمیشہ ٹیڑھی لکڑی کو آگ ہی سیدھا کرتے ہیں پس جو کج سرشت لوگ اس دنیا میں اپنی کامل اصلاح عمل کے ذریعہ نہیں کر جاتے قیامت میں آتش جہنم اُن کی اصلاح کریگی اور وہ اُن کی امراض روحانی کی دوا ہوگی نصرت اور ربوبیت کا کام دیگی۔ اس لئے اسکو دوزخیوں کا مولیٰ کہا گیا ہے یعنی یہ آتش جہنم تمہاری مولیٰ ہے یعنی ناصر اور تربیت کنندہ ہے فتفہم

(۵) جب مولیٰ کا لفظ اس قدر معانی کثیرہ پر محتمل ہے جیساکہ نمبر ۲ میں اسکی توضیح کی گئی ہے۔ تو حدیث مذکور خلافت علی علیہ السلام پر نص صریح نہ ہوئی۔ اور تشیع اسکو نص جلی لکھتے ہیں اور اہلسنت اس کے دیگر معانی بیان کرتے ہیں۔ تو اب ایک معنے میں اسکو معین کرنا کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں تو ضرور قرار دادنص سے یہ حدیث خارج ہو جاویگی اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ مولیٰ کے وہی معنے ہیں جو تشیع کہتے ہیں تو جیساکہ حدیث کے الفاظ میں اس کی دو صورتیں قرار پاتی ہیں۔ پہلی صورت بر عایت الفاظ واردہ حدیث یہ ٹھہرتی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ بموجودگی حضرت رسول کریم صلعم امیر اور حاکم اور اولوالامر قرار پاتے ہیں اور یہ امر بدیہتًا بالاتفاق سنی و شیعہ باطل ہے۔ دوسری صورت جو تاویل کرنے سے قرار پاتی ہے وہ یہ ہے کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وہ اُنکے امام ہوں اور بالاتفاق جمہور اہلسنت وہ خلافت من بعد اسوقت قائم ہوتی ہے۔ جبکہ چہارم نمبر پر بالاجماع عقد بیعت اُن کے لئے سچتہ ہوئی اور خلافت بلافصل پر کوئی قرینہ حدیث میں نہیں۔ ساتھ ہی ان تین خلافتوں میں علی مرتضیٰ کا خاموش رہنا بلکہ ہر سہ خلفاء سے بیعت کرتے رہنا اور اس حدیث کو پیش کر کے حجت نہ کرنا جسکو ادنیٰ علم اور معرفت ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ فی الواقعہ یہ حدیث خلافت علی پر نص نہ تھی۔ اور اگر نص ہوتی تو علیؓ ہرگز خاموش نہ رہتے۔ حالانکہ علی مرتضیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے کہ آنحضرت صلعم نے کسی کی خلافت پر نص نہیں کی۔ بلکہ دیگر احادیث صحیحہ اور اقوال علی مرتضیٰ علیہ السلام سے غدیر خم کی بستہ بندی سراسر جھوٹی اور باطل ثابت ہوتی ہے مرض موت رسول کریم صلعم میں جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جناب مولا مرتضیٰ کو فرمایا کہ چلو ہم معاملہ خلافت کے متعلق آنحضرت صلعم سے دریافت کریں تو حضرت علی علیہ السلام نے انکار کر دیا۔ یہ کہکر کہ اگر آنحضرت صلعم نے صاف لفظوں میں ہمکو غیر مستحق فرما دیا۔ تو پھر خلافت میں ہمارا کوئی حق باقی نہیں رہیگا۔

(دیکھو بخاری کتاب المغازی ص۳۲ پارہ ۱۸)

بھلا جس کے حق میں نص خلافت غدیری موجود ہو وہ ایسا فرما سکتا ہے۔ جب ہم اہلسنت و اہل شیعہ ہر دو کے قرار داد منصفانہ اور غیر متعصبانہ طریق سے غور کرتے ہیں تو اہلسنت کے مسلمات احق بالامن اصول پر مبنی ہیں کیونکہ وہ امر واقعہ کے بالکل مطابق ہیں گویا یہ حدیث بطور اخبار عن الغیب قبل از وقت زبان وحی ترجمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جاری ہوئی۔ اور آنحضرت صلعم کو منجانب اللہ معلوم ہو گیا تھا۔ کہ خلافت علی رضی اللہ عنہ زمانہ فتنہ و فساد میں واقع ہوگی۔ اور اسوقت بھی لوگوں کی حالت مذبذب ہوگی تو اُس وقت یہ حدیث اُنکے لئے موجب ہدایت و بصیرت ٹھیریگی۔ چنانچہ شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں۔ ھذا حدیث صحیح لا مریۃ فیہ بل بعض الحفاظ عدہ متواترا اذ فی روایۃ الاحمد انہ سمعہ من النبی صلعم ثلاثون صحابیًا وشھدوا بہ لعلی لما نوزع ایام خلافتہ (مرقاۃ) یعنی اس حدیث کی بناء پر تیس صحابہ نے علی رضی اللہ عنہ کے موید شہادت دی جبکہ چہارم نمبر پر ان کے ایام خلافت میں ایسے جھگڑا کیا گیا۔ دیکھیں پہلے تین خلافتوں میں نہ تو خود علیؓ نے اور نہ دیگر صحابہ نے اس حدیث کو پیش کیا۔ اگر یہ حدیث خلافت بلافصل مولیٰ مرتضیٰ پر نص ہوتی تو علی مرتضیٰ علیہ السلام ضرور پہلی تین خلافتوں میں اسکو پیش کرتے اور جن تیس صحابہ نے اُنکے حق میں شہادت دی وہ اسوقت بھی اُن کے حق میں شہادت دیتے بلکہ تیس سے زائد صحابہ ابتداء امر میں اس کے لئے شہادت دیتے کیونکہ بیس بائیس سال کے عرصہ میں بہت سے صحابہ وفات پا چکے تھے۔ مگر علیؓ نے کوئی حجت اس حدیث کی بناء پر خلافت شیخین و ذو النورین میں نہیں فرمائی جس سے ثابت ہو کہ خلافت بلافصل پر وہ مشعر نہ تھی۔ سید حامد حسین صاحب شیعہ متکلم نے ایک بے بنیاد اور کمزور قول اسکے متعلق نقل کیا ہے کہ علیؓ نے خلافت صدیقی میں بھی اپنے دعوے کو پیش کیا تھا مگر خود ہی اسکو بہت کمزور اور بے اصل سمجھکر چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ قابل غور بات تو یہی تھی۔ اور شیعہ متکلم کو لازم تھا کہ اسکو بہت کثیر التعداد دلائل اور براہین سے ثابت کرتا۔ ثابت کرنیوالی بات تو یہی تھی۔ غیر معقول مقاصد اور طویل عبارات سے تو کتاب غدیر کا حجم بڑھا دیا۔ اور مطلب والی بات پر کچھ لکھنے کی طاقت ہی نہ ہوئی۔ کتب معتبرہ اہل سنت میں علی مرتضیٰ علیہ السلام کا عذر صرف اسقدر لکھا ہے کہ ہمکو مشورہ منعقدہ خلافت میں کیوں شامل نہیں کیا گیا اور خود علی مرتضیٰ علیہ السلام نے ایسی قوی اور پختہ دلیل صدق خلافت صدیق پر پیش کی کہ آئندہ چلکر وہی دلیل قوی متکلمین اہل سنت کے لئے دستاویز بن گئی۔ علی مرتضیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خود رسول اکرم صلعم نے ہمارے ایک عظیم الشان دینی امر یعنی نماز کیلئے امام اور مقتدا مقرر فرمایا تو ہمارے دنیوی امور میں وہ بدرجہ اولیٰ سزاوار امامت و پیشروی ہیں۔ فی الواقع یہ بڑی قوی دلیل صحت خلافت صدیق رضی اللہ عنہ پر سب سے اول جناب مولیٰ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قائم فرمائی۔ جس پر بہت کثیر گروہ علماء و تابعین نے آئندہ عمل کیا اور جناب مولیٰ مرتضیٰ نے بعد عذر جیساکہ صلحاء اور متقی لوگوں کا قاعدہ ہے بیعت صدیق کر لی۔ غرضیکہ علی مرتضیٰ کے قول اور فعل دونوں سے یہ امر ثابت ہے۔ کہ وہ سالقہ ہر سہ خلافتوں کو برحق سمجھتے تھے۔ اور زمانہ خیر القرون صحابہ میں یہ حدیث غدیر خلافت بلافصل علیؓ پر ہرگز مشہور اور متداول نہ تھی بلکہ خود علیؓ اور اسکے انصار نے بھی کبھی بطور حجت بالمقابل خلفاء اور اُنکے متبعین کے اسکو پیش نہیں کیا اور جملہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ جو آنحضرت صلعم کی دعا ہے اور دعا آنحضرت صلعم کی بالاتفاق و یقین مقبول ہے۔ مگر واقعات اس فقرہ کو صادق اور ثابت شدہ نہیں بتلاتے۔ کیونکہ علیؓ اور اس کا گروہ جو بقول تشیع حزب اللہ الغالبون کا مصداق تھا نہ تو بالمقابل امیر شام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کامیاب ہوا اور نہ بالمقابل کفار کے۔ اور امیر شام اور اس کا گروہ جو بموجب مفہوم فقرہ مذکور خذلان کا مستحق تھا۔ کیونکہ علیؓ کا دشمن گروہ تھا۔ کبھی مخذول نہ ہوا۔ بلکہ علیؓ کی وفات پر امیر شام اور اُسکے گروہ نے بالمقابل کفار بہت فتوحات حاصل کیں۔ اور علیؓ کا گروہ کچھ تو خارجی بنکر مخالف ہوا۔ اور کچھ کوفی بن کر تباہ ہوا۔

(کتب شیعہ اور اقوال علیؓ)

(۱) فنظرت فی امری فاذا طاعتی قد سبقت بیعتی واذا المیثاق فی عنقی لغیری۔ (نہج البلاغۃ جلد ۱)

(۲) انما الشوریٰ للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذالک للہ رضی الخ۔ (نہج البلاغۃ جلد ۲ صفحہ ۸)

(۳) وانا مرقل نحوک فی جحفل من المہاجرین والانصار والتابعین ماجان شدید زحامہم ساطع قتامہم (کتاب الابرار ص۸۵)

(۴) امیر شام رضی اللہ عنہ نے ایک خط علی مرتضیٰ علیہ السلام کو لکھا جس میں افضلیت شیخین رضی اللہ عنہما کا ذکر تھا اس کے جواب میں جناب مولیٰ مرتضیٰ لکھتے ہیں:-

"وما انت والفاضل والمفضول والسائس والمسوس وما للطلقاء وابناء الطلقاء والتمییز بین المہاجرین الاولین وترتیب درجاتہم وتعریف طبقاتہم ھیہات الخ (کتاب الابرار شیعی صفحہ ۸۱)

اس میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو مہاجرین الاولین کے زمرہ میں تسلیم کیا گیا ہے۔

(۵) مہاجرین اور انصار کی بیعت کے متعلق حضرت مولے مرتضے علیہ السلام فرماتے ہیں:-

لانھا بیعۃ واحدۃ لا یثنی فیہا النظر ولا یستانف فیہا الخیار الخارج منہا طاعن والمروی فیہا مداھن (نہج البلاغۃ جلد ۲ صفحہ ۹)

(۶) واللہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جور الا علی خاصۃ الخ۔

(نہج البلاغۃ۔ جلد ۱۔ صفحہ ۱۴۶)

(۷) جب ابوسفیانؓ اور حضرت عباسؓ نے خلافت کے لئے حضرت مولے مرتضے علیہ السلام کو اُبھارنا اور برانگیختہ کرنا چاہا۔ اور اُن سے کہا کہ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ قال علی علیہ السلام ایھا الناس شقوا امواج الفتن بسفن النجاۃ ...... ھہنا ماء آجن ولقمۃ یغص بہا آکلہا ومجتنی الثمرۃ لغیر وقت اینا عہا کالزارع بغیر ارضہ۔ (نہج البلاغۃ۔ جلد ۱۔ صفحہ ۴۷)

(۸) جب چوتھے نمبر پر خلافت کی بیعت لوگ آپ سے کرتے ہیں تو فرماتے ہیں:- دعونی فالتمسوا غیری انا لکم وزیرا خیر لکم منی امیرا (ص۹۱ نہج البلاغۃ)

(۹) نہج البلاغۃ میں علی مرتضیٰ علیہ السلام کا وہ مشہور اور معروف خطبہ للہ بلاد فلان الخ جس میں خلافت شیخین کی خوبیوں اور اس کی عمدگی اور شیخین رضی اللہ عنہم کی مدح اور تعریف ہے قابل ملاحظہ اور غور ہے کس قدر تعریف حضرت مولیٰ مرتضیٰ اُن کی فرماتے ہیں۔ باوجود اسقدر اقوال علی مرتضے کے اور اس طرز عمل اور اعانت کے جو عملاً ہر سہ خلافتوں میں اُن سے صادر ہوئے کسی کے وہم اور گمان میں بھی آسکتا ہے کہ حدیث غدیر خلافت بلافصل علی پر نص موجود تھی۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ علی مرتضیٰ علیہ السلام کے تمام اقوال نص غدیری کے مناقض ہیں۔ اور جس کے حق میں ایسی نص موجود ہو وہ یہ قول نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ اس میں نہ صرف اس مخصوص شخص کی حق تلفی ہی متصور ہے۔ بلکہ خدا اور رسول کے حکم کی نافرمانی اور استخفاف بھی ہے جو منجر بکفر ہے اور پھر ہمکو تعجب پر تعجب آتا ہے کہ تمام صحابہ کو جن کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی ہم اس کفر کا مرتکب دیکھتے ہیں اور وہ تین ماہ کا گذرا ہوا معاملہ اس قدر کثیر التعداد صحابہ سے کس طرح فراموش ہو گیا۔ میں کہتا ہوں خود وہ مخصوص شخص (علیؓ) بھی اس خاموشی کی وجہ سے جو خدا اور رسولؐ کے حکم کی تکفیر اور انکار اور استخفاف کو دیکھکر چپکے دیکھتے رہے۔ اس الزام سے بری نہیں ہو سکتے۔ العیاذ باللہ من ھذا الاعتقاد کیا یہ کہنے کی باتیں ہیں۔ ہرگز نہیں جب یہ صورت ہو تو اسلام کا باقی کیا رہ سکتا ہے اور کس اسلام پر ہم کو ناز ہو سکتا ہے جس کی تربیت کا اولین گروہ ایسا قماش کا ہو۔ پھر آفرین کس فطار میں ہیں۔ (باقی)

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ مورخہ ۲۴ صفر ۱۳۳۷ ہجری مطابق یکم دسمبر ۱۹۱۸ء | نمبر ۴۰

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ کی تفسیر لطیف

نزول وحی کی حقیقت صحیفہ فطرت کی شہادت سے

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

سماء کے معنی اور نزول وحی کی ضرورت

اب اس قسم کی قسم پر اعتراض کرنا بجز ناپاک فطرت کے یا پلید الطبع انسان کے دوسرے کا کام نہیں۔ کیونکہ اس میں تو عظیم الشان صداقت موجود ہے۔ صحیفہ فطرت کی عام شہادت کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کلام الہٰی اور نزول وحی کی حقیقت بتانا چاہتا ہے۔ سماء کے معنے بادل کے بھی ہیں جس سے مینہ برستا ہے۔ آسمان اور زمین میں ایسے تعلقات ہیں جیسے نر و مادہ میں ہوتے ہیں۔ زمین میں بھی کنوئیں ہوتے ہیں۔ لیکن زمین پھر بھی آسمانی پانی کی محتاج رہتی ہے۔ جب تک آسمان سے بارش نہ ہو زمین مردہ سمجھی جاتی ہے۔ اور اس کی زندگی اس پانی پر منحصر ہے۔ جو آسمان سے آتا ہے۔ اسی واسطے فرمایا ہے۔ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتہا اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب آسمان سے پانی برسنے میں دیر ہو اور امساک باراں ہو تو کنوؤں کا پانی بھی خشک ہونے لگتا ہے۔ اور ان ایام میں دیکھا گیا ہے کہ پانی اُتر جاتا ہے۔ لیکن جب برسات کے دن ہوں اور مینہ برسنے شروع ہوں تو کنوؤں کا پانی بھی جوش مار کر چڑھنے لگتا ہے۔ کیونکہ اوپر کے پانی میں قوت جاذبہ ہوتی ہے۔ اب بتاؤ سوچیں کہ اگر آسمانی پانی نازل ہونا چھوڑ دے تو سب کنوئیں خشک ہو جائیں۔ اسی طرح پر ہم یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ایک نور قلب ہر ایک انسان کو دیا ہے۔ اور اس کے دماغ میں عقل رکھی ہے۔ جس سے وہ بُرے بھلے میں تمیز کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ لیکن اگر نبوت کا نور آسمان سے نازل نہ ہو اور یہ سلسلہ بند ہو جائے تو دماغی عقلوں کا سلسلہ جاتا رہے۔ اور نور قلب پر تاریکی پیدا ہو جائے۔ اور وہ بالکل کام دینے کے قابل نہ رہے۔ کیونکہ یہ سلسلہ اسی نور نبوت سے روشنی پاتا ہے۔ جیسے بارش ہونے پر زمین کی روئیدگیاں نکلنی شروع ہو جاتی ہیں۔ اور پھر تخم پیدا ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح پر نور نبوت کے نزول پر دماغی اور ذہنی عقلوں میں صفائی اور نور فراست میں ایک روشنی پیدا ہونے لگتی ہے۔ اگرچہ یہ بالاتفاق مراتب ہوتی ہے۔ اور استعداد کے موافق ہر شخص فائدہ اُٹھاتا ہے۔ خواہ وہ اس امر کو محسوس کرے یا نہ کرے لیکن یہ سب کچھ ہوتا اسی نور نبوت کے طفیل سے ہے۔ غرض اس قسم میں نزول وحی کی ضرورت اور ایک عام مشاہدہ کے رو سے ثابت کیا ہے۔ کہ جیسے آسمانی پانی کے نہ برسنے کی وجہ سے زمین مر جاتی اور کنوؤں کا پانی خشک ہونے لگتا ہے۔ یہی قانون نزول وحی کے متعلق ہے

نزول وحی کے تاثرات انسانی قلوب پر

رجع پانی کو کہتے ہیں۔ حالانکہ پانی زمین پر بھی ہوتا ہے۔ لیکن آسمان کو ذات الرجع کہا ہے۔ اس میں یہ فلسفہ بتایا ہے کہ اصلی آسمانی پانی ہی ہے۔ چنانچہ کہا ہے ؎

باراں کہ در لطافت طبعش دریغ نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

جو کیفیت بارش کے وقت ہوتی ہے۔ وہی نزول وحی کے متعلق دو قسم کی طبیعتیں موجود ہوتی ہیں۔ ایک تو مستعد ہوتی ہیں اور دوسری پلید۔ مستعد طبیعت والے فوراً سمجھ لیتے ہیں اور صادق کا ساتھ دیدیتے ہیں۔ لیکن پلید الطبع نہیں سمجھ سکتے اور وہ مخالفت پر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ دیکھو مکہ معظمہ میں جب وحی کا نزول ہوا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر خدا کا کلام اترنے لگا تو ابوبکرؓ اور ابوجہل ایک ہی سرزمین کے دو شخص تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو کوئی نشان بھی نہ مانگا اور مجرد دعوے سنتے ہی آمنا کہکر ساتھ ہولیا۔ مگر ابوجہل نے نشان پر نشان دیکھے مگر تکذیب سے باز نہ آیا۔ اور آخر خدا تعالےٰ کے قہر کے نیچے آکر ذلت کے ساتھ ہلاک ہوا۔ غرض خدا تعالےٰ کی وحی ہر قسم کی طبیعتوں کو باہر نکالدیتی ہے۔ طیب اور خبیث میں امتیاز کر کے دکھادیتی ہے۔ وہ بہار کا موسم ہوتا ہے۔ اس وقت ممکن نہیں کہ کوئی تخم شگفتگی کے لئے نہ نکلے۔ لیکن جو کچھ ہوگا وہی برآمد ہوگا۔ نیک اور سعید الفطرت اپنی جگہ پر نمودار ہوتے ہیں۔ خبیث الگ۔ اور اس سے پہلے وہ آپس میں ملے جلے ہوئے ہوتے ہیں۔ جیسے گندم اور رکھگھاٹ کے دانے ملے ہوئے تو رہتے ہیں۔ لیکن جب زمین سے نکلتے ہیں تو دونوں الگ نظر آتے ہیں۔ مالک گندم کی حفاظت کرتا اور رکھگھاٹ کو نکال کر باہر پھینکتا ہے۔

معترضین کی جہالت اور نادانی

پس نزول وحی کے ثبوت کیلئے اللہ تعالےٰ نے یہ مشاہدہ پیش کیا ہے۔ [illegible] اپنی نادانی اور جہالت سے اعتراض کے رنگ میں پیش کرتا ہے حالانکہ اس میں ایک عظیم الشان فلسفہ رکھا ہوا ہے۔ اسی لئے والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع کہکر فرمایا انہ لقول فصل۔ انہ لقول فصل جو کلام الہٰی کیلئے بولا گیا ہے۔ یہ ایک نظری امر تھا۔ اس کے ثبوت کیلئے بدیہی امر کو پیش کیا ہے۔ جیسے امساک باراں کے وقت ضرورت ہوتی ہے۔ مینہ کی اسی طرح لوگ اس وقت روحانی پانی کو چاہتے ہیں۔

موجودہ زمانہ کی حالت اور نزول وحی

زمین بالکل مر چکی ہے۔ یہ زمانہ ظہر الفساد فی البر والبحر کا ہو گیا ہے۔ جنگل اور سمندر بگڑ چکے ہیں۔ جنگل سے مراد مشرک لوگ اور بحر سے اہل کتاب ہیں۔ جاہل و عالم بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ غرض انسانوں کے ہر طبقہ میں فساد واقع ہو گیا ہے۔ جس پہلو اور جس رنگ میں دیکھو دنیا کی حالت بدل گئی ہے۔ روحانیت باقی نہیں رہی۔ اور نہ اسکی تاثیریں نظر آتی ہیں

اخلاقی اور عملی کمزوریوں میں ہر چھوٹا بڑا مبتلا ہے۔ خدا پرستی اور خداشناسی کا نام و نشان مٹا ہوا نظر آتا ہے۔ اس لئے اس وقت ضرورت ہے کہ آسمانی پانی اور نور نبوت کا نزول ہو۔ اور مستعد دلوں کو روشنی بخشے۔ خدا تعالےٰ کا شکر کہ اس نے اس وقت اپنے فضل سے نور کو نازل کیا ہے۔ مگر تھوڑے ہیں جو اس نور سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

اسلامی تعلیم میں عدل اور اسلام کی حقانیت

میں دیکھتا ہوں کہ خدا تعالےٰ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ پر دلائل عقلیہ اور نشانات بینہ سے اس سلسلہ کی صداقت کو ظاہر کر رہا ہے۔ تعلیم کو انسان دیکھے تو صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ سچی تعلیم یہی تعلیم ہے جس کو عقل سند قبول کریں گے۔ اسلامی تعلیم ہی ایک ایسی تعلیم ہے جس کو عدل کہتے ہیں۔ اس تعلیم میں ایک کشش موجود ہے سورۂ فاتحہ میں جس خدا کو پیش کیا ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب ایسے پیش نہیں کرتا۔

اسلام کا حُسن و احسان

لیکن ہمارا خدا عالم بلد ہے۔ اور کس قدر خوشی اور شکر کا مقام ہے کہ جس خدا کو ہم نے مانا اور اسلام نے پیش کیا ہے۔ وہ ہر طرح کامل اور مقدوس ہے۔ اور کوئی نقص اسمیں نہیں۔ وہ خوبیاں کامل طور پر اللہ تعالےٰ میں پائی جاتی ہیں اور ساری صفات ان کو بیان کرتی ہیں۔ چنانچہ اول یہ کہ اس میں فانی حسن ہے اور اسکے متعلق لیس کمثلہ شئ فرمایا قل ھو اللہ احد فرمایا اور کہا کہ وہ الصمد ہے بے نیاز ہے نہ وہ کسی کا بیٹا ہے نہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔ نہ اس کا کوئی ہمتا اور ہمسر ہے۔

قرآن شریف کو غور سے پڑھو تو معلوم ہوگا کہ جا بجا اس کا حسن دکھایا گیا ہے۔ پھر دوسری کشش احسان کی ہے۔

خدا تعالےٰ کا پیار اپنے رسولوں سے

یہ اصل میں صحیح نہیں ہے کہ جو سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ جس چیز سے پیار کرتا ہے۔ اس کو ہلاک کر دیتا ہے سچا خدا جس سے پیار کرتا ہے۔ اس کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ وہ خدا فرماتا ہے۔ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔ اس نے اپنے رسولوں کی ہر میدان میں نصرت کی اور کامیاب کیا۔ اب دوسرے مذہب اس کا نمونہ کہاں سے لائیں یہ یاد رکھو کہ ہمارا خدا کسی کو ضائع نہیں چاہتا جس قدر کام کرینگے اسمیں عزت پائیں گے۔ اس لئے ہمارے قوی کو بیکار نہیں رکھا بقول شیخ

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است
رفتن بپائے مردی ہمسایہ در بہشت

خدا نے چاہا ہے کہ تم زنانہ سیرت نہ ہو بلکہ مرد ہو۔ اب کیسی بات ہے کیسے احسان کئے ہیں کہ ہم پر حقائق و معارف کے خزانے کھولے ہیں۔ کسی کے سامنے اس نے ہمیں شرمندہ نہیں کیا۔

اخبار احمدیہ

وفات منشی احمد علی صاحب سکنہ کریام [illegible] دفتر پیغام صلح اور مسلم ہائی سکول میں بھی بطور کلرک کام کرتے رہے ہیں۔ فیلڈ سروس پر بطور ڈریسر ایران کو جاتے ہوئے جہاز پر ہی انفلوانزا سے فوت ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ایک جوشیلا نوجوان تھا۔ اللہ تعالےٰ مغفرت فرمائے۔ ان کا جنازہ غائب مسجد احمدیہ لاہور میں بعد نماز جمعہ پڑھا گیا۔ دیگر احباب بھی جنازہ کا ثواب حاصل کریں۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اپنے مطبع [illegible] دوست محمد صاحب پبلشر نے گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں باہتمام شیخ گلزار محمد صاحب پرنٹر چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ یکشنبہ مورخہ یکم دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء نمبر ۴۴

حضرت مسیح موعودؑ کی خدمات اسلام اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

(۱)

پیغام صلح کی ایک سابقہ اشاعت میں حضرت مسیح موعود کی خدمات اسلام کے سلسلہ میں ہم نے عیسائی معترضین کے ان حملوں کا ذکر کرتے ہوئے جو مسلمانوں کے حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق غالیانہ معتقدات کی بنا پر وہ اسلام پر کرتے ہیں۔ ان کے اندفاع میں حضرت مسیح موعود اور آپ کے خدام کی کوششوں کا حوالہ دیا تھا۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور دیگر مخالفین مسیح موعود سے یہ سوال کیا تھا کہ انہوں نے آجتک ان حملوں کے اثر سے اسلام کو بچانے میں کیا کوشش کی۔ اور کتنے مسلمانوں کو ارتداد سے بچانے میں ساعی ہوئے۔ اسی ضمن میں ہم نے بطور مثال عیسائیوں کے رسالہ "حقائق قرآن" کو پیش کر کے یہ سوال کیا تھا کہ سوائے ایک خادم مسیح موعود حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کسی مخالف مسیح موعود کو یہ جرأت پڑی کہ وہ اس کا نام تک بھی لیتا۔ اور اس کا دندان شکن جواب دیتا۔

ہمارے اس معقول مطالبہ کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب سے اور تو کچھ نہ بن پڑا۔ اہلحدیث کی ۱۵ نومبر ۱۹۱۸ء کی اشاعت میں "حقائق قرآن" کا ایک جواب بعنوان "معارف قرآن" دے گھسیٹا۔

اس جواب میں مولوی صاحب نے کیا کیا عالیشان "معارف" بیان کئے ہیں۔ اس کی پوری حقیقت ناظرین کو آگے چل کر معلوم ہوگی۔ لیکن (اپنے سابقہ اعلان کے خلاف یہاں ہمیں اس بات کا اعتراف کر لینا چاہئے کہ مولوی فاضل نے بالآخر جواب دے ہی دیا۔ خواہ وہ جواب جاٹ اور تیلی کی کشتی کو زندہ کرنے والا ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن جواب تو ہے۔ یہ تو ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح موعود اور ان کے خدام کے سوائے مولوی فاضل امرتسری بھی دوسروں کا جواب دیا کرتے ہیں جو اگر اسلام کو عیسائی حملوں سے بچانے والا نہیں تو بہت سے مسلمانوں کے ارتداد کا موجب تو ہو سکتا ہے۔ یہ بھی آخر ایک کام ہے ؎

دن رات مسلمانوں کی کرتے ہیں تکفیر
بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بے کار نہیں ہیں۔

گویا ارشد مرحوم کا شعر مولوی فاضل کے اس جواب کی تعریف ہے ؎

زبان تیز ان کی اُسترے سے بھی زیادہ ہے
مجھے ڈر ہے اُڑا دیں نہ کہیں جڑ سے مسلمانی

(۲)

ہمارے ناظرین ناخوش ہونگے۔ کہ مولوی فاضل کا جواب نوشتہ یا نہیں۔ اور تعریف پہلے ہی شروع کر دی۔ لیکن انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اب کتنا فاضل مولانا کی جناب میں گستاخی نہیں تو سوءِ ادبی ضرور ہے۔ مولوی فاضل کوئی ایسے بزرگوار نہیں کہ ان کے "معارف" کو بلا کسی تمہید کے یونہی پیش کر دیا جائے۔ ان کو نقل کرنے سے پہلے چند تعریفی کلمات بطور پیشوائی عرض کرنے ضروری تھے جو ہم نے کئے۔ اب ان "معارف" پر نظر کیجئے اور مولوی فاضل کے جواب کو اگر نہیں تو تخریب اسلام کے ذیل میں تو شمار فرمائیے

عیسائی پادری کا سوال تھا کہ

"ازروئے قرآن ثابت ہے کہ مسیح کو جب دشمنوں نے پکڑنا چاہا تو آسمان سے فرشتے آ کر اسے جسم خاکی آسمان پر لے گئے اور کفار سے بچا لیا۔ اور محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مخالفوں نے محاصرہ کیا تو کوئی فرشتہ نہ آیا نہ ان کو آسمان پر اُٹھایا۔ لہذا مسیح افضل"

...کرتا۔ بلکہ آنحضرت صلعم کی افضلیت پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ

اپنی ذاتی دلاوری اور قرب الٰہی میں یہاں تک بڑھے ہوئے تھے کہ نہ کسی فرشتہ کی آپ کو حاجت تھی نہ بغرض حفاظت آسمان پر جانیکی اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا۔ واللہ یعصمک من الناس (اللہ آپکی حفاظت کریگا)

اس جواب پر کسی ریویو کی ضرورت نہیں۔ صرف اسی قدر دریافت طلب ہے کہ آیا یہ بھی کوئی قانون خداوندی ہے کہ ایک نبی کو دنیا میں اصلاح خلق کے لئے بھیجے اور جب اس پر کوئی مصیبت آئے تو اس کو دنیا میں بچانے کے بجائے آسمان پر اٹھا لیجائے والله یعصمك من الناس کا وعدہ اگر آنحضرت صلعم کے ساتھ تھا۔ تو یہ خود قائلین حیات مسیح کو بھی اقرار ہے کہ مسیح کے ساتھ بھی انی متوفیك میں یہی وعدہ کیا گیا تھا۔ پھر اس کے کیا معنے کہ ایک کو تو اسی دنیا میں لوگوں سے بچایا جائے۔ اور دوسرے کو آسمان پر اُٹھا لیا جائے۔ آنحضرت صلعم باوجود وعدہ حفاظت کے دکھ اٹھائیں۔ اور آزار سے نہ بچیں آپ کے ساتھ یہ وعدہ صرف قتل سے بچانے تک ہی محدود ہو۔ اور مسیح علیہ السلام بغیر دُکھ اُٹھائے آسمان پر پہنچ جائیں۔

مولوی فاضل بہتر ہوا اگر قرآن کی کوئی ایسی آیت نقل کر دیں جس میں نبیوں کی اس قسم کی حفاظت کا بھی اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہو۔ اور بتائیں کہ دشمنوں سے بچکر آسمان پر پہنچ جانے کے بالمقابل ان سے دکھ اُٹھانا کہاں تک موجب فضیلت ہے۔ آنحضرت صلعم حضرت مسیح سے بیشک افضل ہیں لیکن مولوی فاضل کی پیشکردہ صورت کہاں تک اس حقیقت کو ثابت کرنے والی ہے۔ اس کا اندازہ ناظرین کرام خود کر سکتے ہیں۔

(۳)

پادری صاحب کا ایک اور سوال مولوی صاحب نے نقل کیا ہے کہ

"مسیح کا جسم باوجود حاجت بشریہ کے آجتک محفوظ ہے۔ حالانکہ اور کسی کا نہیں ثابت ہوا کہ مسیح افضل ہیں"

اس کے جواب میں مولوی فاضل نے سب سے بڑھ کر تو قدرت خداوندی کو پیش کیا ہے "جو باوجود اسباب فنا کے کسی چیز کو فنا نہ ہونے دے" لیکن یہ نہیں بتایا کہ "قدرت خداوندی" کا یہ ثبوت کہیں اس قانون قدرت کے منافی تو نہیں جس کا اظہار اللہ تعالیٰ نے خود رسولوں کے متعلق صاف طور پر قرآن کریم میں ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ ماجعلناهم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین۔ ہم نے ان کے جسم ایسے نہیں بنائے کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور حوادث زمانہ سے محفوظ رہیں۔ خلد کے معنے تغیر سے بچے رہنا خود لغت عرب میں لکھے ہیں۔

پس باوجود اسباب فنا کے مسیح کا فنا سے بچے رہنا اور دو ہزار سال سے باوجود حاجت بشریہ کے محفوظ چلے آنا بتائیے اس کی خدائی کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے۔ مولوی فاضل بہتر ہوتا کہ اس رسالہ کا جواب نہ لکھتے۔ جو الوہیت مسیح کو رد کرنے کے بجائے اس کا اثبات کرنے والا ہے۔ پادری کہتا ہے کہ مسیح باوجود اسباب فنا کے آجتک محفوظ ہے۔ مولوی فاضل فرماتے ہیں ہاں بیشک محفوظ ہے اور اس قانون سے جو رسولوں کے لئے قرآن نے بیان کیا ہے کہ وہ کھائے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے اور نہ اس کا جسم حوائج بشریہ اور تغیر سے بچ سکتا ہے۔ مستثنیٰ ہے جو گویا مسیح کی خدائی کا علانیہ اعتراف ہے۔

ہم حیران رہ جاتے ہیں۔ جب قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت کے سامنے مولوی فاضل کے ان الفاظ کو رکھتے ہیں کہ

"حضرت مسیح تو ایک نبی اور رسول ہیں۔ دنیا میں ایسی چیزیں بھی ہیں جو محض جماد بے جان ہیں۔ مگر ان کی زندگی حضرت مسیح سے بلکہ حیوان کی کل چیزوں سے بڑی ہے۔ مثلاً پہاڑ۔ چاند۔ سورج۔ اور ستارے وغیرہ"

مولوی فاضل کو شاید معلوم نہیں کہ یہ پہاڑ۔ چاند۔ سورج وغیرہ بھی تغیرات اور حوادث زمانہ سے محفوظ نہیں۔ ان پر بھی آئے دن تغیرات واقع ہوتے ہیں۔ اور سورج وغیرہ کی روشنی بھی دن بدن معرض زوال میں ہے۔ دعوے تو مولوی فاضل کو علمیت کا بہت ہے یہاں تک کہ جیالوجی کا بھی نام کبھی کبھی لیا کرتے ہیں۔ لیکن ان الفاظ نے تو گویا سارے علم جیالوجی پر پانی پھیر دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی علم ہیئت

روزمرہ کے مشاہدہ کو بھی غلط قرار دے دیا ہے۔ ... کون نہیں جانتا کہ ان پر بھی کتنی کتنی تغیرات وارد ہوتے ہیں۔ لیکن مولوی فاضل کا ان کی زندگی کو اسیات کے ثبوت میں پیش کرنا کہ وہ بھی باوجود اسباب فنا کی موجودگی کے فنا نہیں ہوتے۔ روزمرہ کے مشاہدہ کے خلاف ہے۔ پادری کا سوال ہے کہ مسیح باوجود حاجت بشریہ کے آجتک محفوظ ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہنا کہ پہاڑ وغیرہ بھی محفوظ ہیں گویا اس بات کو ماننا ہے کہ پہاڑوں وغیرہ پر تغیرات وارد نہیں ہوتے۔ اور اگر وہ تغیرات سے محفوظ نہیں۔ تو ان کی مثال ہونا بھی غلط ٹھیرتا ہے۔ تمام عمر آریوں سے مدد شادہ پر بحث کرتے کرتے آخر عیسائیوں کے بالمقابل اس کو بھی ازلی قرار دے دیا ورنہ سمجھ نہیں آتی کہ مسیح کی حاجت بشریہ سے حفاظت کے بالمقابل جس کے معنے ہیں کہ حوادث زمانہ اس پر اثر نہیں کرتے۔ پہاڑوں وغیرہ کی زندگی کو پیش کرنا کیا معنے رکھتا ہے۔ پھر جس شخص کی فضیلت علمی کا یہ حال ہے کہ پہاڑوں وغیرہ جمادات کے متعلق روزمرہ کے مشاہدہ کو غلط ٹھیراتا ہے اس کی چاند سورج اور ستاروں کے متعلق لا کہ ان پر بھی زمانہ کے اثر کا ہیئت دانوں کو اعتراف ہے) واقفیت معلوم ؎

تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ با آسمان نیز بپرداختی

مولوی فاضل کو چاہیئے کہ ایسی لغو باتوں کو لکھ کر اسلام کو خواہ مخواہ ذلیل نہ کرائیں۔ اور اپنے دلائل کے اثر اور نتائج کا بھی اندازہ کر لیا کریں۔

ہاں انہوں نے جماد اشیا کی زندگی کو بطور دلیل پیش کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ

"مسیح تو ایک نبی اور رسول ہیں"

مگر آیا نبوت اور رسالت مسیح پر تغیرات وحوادث زمانہ وارد ہونے کے منافی ہے۔ آیا اللہ تعالیٰ کا قانون جو اس نے نبیوں اور رسولوں کے متعلق بیان کیا ہے کہ ماجعلناهم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین۔ یہ مسیح پر حاوی نہیں۔ خلد کے معنے جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ تغیرات اور حوادث سے محفوظ رہنے کے ہیں۔ چنانچہ مفردات راغب کے یہ الفاظ ہیں الخلود هو تبری الشیٔ من اعتراض الفساد وبقاءه علی الحالة التی هو علیها خلود۔ کسی چیز کا فساد کے اعتراض سے بری ہونا اور اس کا اسی حالت پر باقی رہنا ہے جس پر وہ ہے۔ آگے لکھا ہے وکل ما یتباطأ عنه التغیر والفساد تصفه العرب بالخلود اور ہر ایک چیز جو تغیر اور فساد سے محفوظ رہے۔ عرب اس کو خلود کی صفت سے متصف قرار دیتے ہیں۔ ان معنوں کی موجودگی میں ما کانوا خالدین کا صاف مطلب ہوا کہ کسی رسول کا جسم تغیرات زمانہ سے محفوظ نہیں۔ پس مولوی صاحب اس عقدہ کو مہربانی کر کے حل کریں۔ کہ مسیح کا جسم اس قانون سے دو ہزار سال سے مستثنیٰ کیونکر ہے۔ اور اگر مستثنیٰ ہے تو نبیوں اور رسولوں بلکہ انسانوں کے اجسام میں اسے کیونکر شامل کر سکتے ہیں؟

(۴)

تعجب پر تعجب ہے کہ جو چیز قدرت خداوندی کو ثابت کرنے کے بجائے الٹی اس کی منافی ہے۔ اسی کو اہلحدیث کے مولوی فاضل ایڈیٹر پیش کر رہے ہیں۔ مسیح اگر حاجت بشری کے باوجود محفوظ ہے تو یہ کس قدرت ہی کا ثبوت ہے۔ پس ایک دلیل خداوندی کے ہوتے ہوئے خدا کو قادر کیونکر نہ مانا جائے۔ جو خود ہی اپنا ایک قانون بیان کرتا ہے جو دنیا جہان کی تمام اشیا۔ کل انسانوں اور تمام انبیا پر حاوی ہے لیکن ایک مسیح اس سے بچا رہتا ہے۔ وہ دو ہزار سال سے آلان کما کان چوتھے آسمان پر تشریف فرما ہے۔ اور کیا معلوم بقول عیسائی صاحبان خداوند خدا کے داہنے ہاتھ تخت الوہیت پر ہی جلوہ افروز ہو کہ یہ بھی قدرت خداوندی کی ایک دلیل ہے۔

ان دلائل قدرت کو پڑھ کر ... جو ... حیرانی میں مبتلا ہو۔ گویا خدائی قدرت کا ثبوت اگر مل سکتا ہے تو اس سے نہیں کہ اس کا قانون کل دنیا جہان پر حاوی ہو۔ بلکہ اسی سے وہ قادر ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایک مسیح اس کے قانون کے نیچے نہ ہو۔ اور اس سے بچا رہے۔ بتائیے مسیح قادر ہوا یا خدا۔ آیا جو شخص خدا کی خدائی میں رہ کر پھر اس کے قانون سے اثر پذیر نہیں ہوتا۔ وہ زیادہ زبردست ہے۔ یا خدا کا وہ قانون؟

کہہ دیا جائیگا کہ جو کچھ ہوا خدا کے حکم اور ارادہ سے ہوا۔ لیکن یہ حکم اور ارادہ خاص مسیح کیلئے کیوں ہوا۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے حقدار نہ تھے۔ کہ آپ کے جسم پر اللہ تعالیٰ بڑھاپے اور زندگی کے انحطاط کو وارد نہ کرتا۔ اور آپ جیسے رحمة للعالمین کو

[illegible] سے بھی محفوظ ہے۔ نہ صرف اس کی فضیلت کو ثابت کرنا بلکہ الوہیت کے عقیدہ کو بھی تقویت دیتا ہے۔

(۵)

اس سے آگے مسیح کے خلق طیر اور بیماروں کو اچھا کرنے کا سوال ہے جس کا جواب دیتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ

"قرآن میں خلق اشیاء (پیدا کرنا) خاصہ خداوندی بیشک ہے۔ اور اس خاصہ میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں۔ قل اللہ خالق کل شیٔ وھو الواحد القھار (اللہ اکیلا ہی سب چیزوں کا خالق ہے) اور حضرت مسیح کی بابت جو خلق کا لفظ آیا ہے وہ محض برائے نام ہے۔ ورنہ اصل میں کچھ نہیں۔ یعنی جو کچھ ہے وہ خدا کے حکم سے ہے۔ مسیح کی ذات کو اس میں دخل نہیں۔ قرآن مجید کے الفاظ یہ ہیں:۔

انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ و ابریٔ الاکمہ والابرص واحی الموتیٰ باذن اللہ (پ ۳ ع ۱۳)	میں مٹی سے جانور کی سی شکل بناتا ہوں۔ پھر اسمیں پھونکتا ہوں پس وہ اللہ کے حکم سے زندہ جانور بن جاتا ہے اور میں بیماروں کو اچھا کرتا ہوں اور مُردوں کو

زندہ کرتا ہوں۔ یہ سب کام اللہ کے اذن سے کرتا ہوں۔

یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ حضرت مسیح باختیار خود یہ کام نہ کرتے تھے۔ بلکہ مسیح کا کام صرف وہی تھا جو انسانی طاقت میں ہے کہ کسی چیز میں پھونک دینا یا بیمار کو دم کر دینا۔ مگر اس پھونک میں اور اس دم میں اثر ڈالنا خدا کا کام تھا اسلئے نہ مسیح خالق ہے نہ خاصہ خدائی میں فرق آیا۔ بلکہ آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ آپ کی خوش فہمی یا خود غرضی ہے"

اس عبارت میں تین چار باتیں مولوی فاضل نے بیان کی ہیں:۔
(۱) "اللہ اکیلا ہی سب چیزوں کا خالق ہے"۔ (۲) "مسیح کی بابت جو خلق کا لفظ آیا ہے وہ محض برائے نام ہے" (۳) "حضرت مسیح باختیار خود یہ کام نہ کرتے تھے" (۴) "صرف کسی چیز میں پھونک دینا یا بیمار کو دم کر دینا مسیح کا کام تھا"

ان ہر چہار امور میں سے کس کو صحیح سمجھا جائے اور کس کو غلط۔ "اللہ اکیلا ہی سب چیزوں کا خالق ہے" اور پھر مسیح نے بھی کچھ چیزوں کو خلق کیا جو باختیار خود نہیں۔ آیا یہ ایک دوسرے کے منافی ہے یا نہیں۔ اور اکیلا خدا ہی خالق ہونا مسیح کو اختیار دینے کے کہاں تک مترادف ہے پھر اگر یہ خلق برائے نام تھا تو اس کو آیت قرار دینے سے کیا مطلب تھا اور ایسے برائے نام کام کرنا ایک نبی کے شایان شان کیونکر ہو سکتا ہے سب سے آخری شق میں آکر تو مولوی فاضل نے حد ہی کر دی۔ خود ہی قرآن کے الفاظ کا ترجمہ کرتے ہیں "میں مٹی سے جانور کی سی شکل بناتا ہوں" اور پھر اس کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ

"مسیح کا کام صرف وہی تھا جو انسانی طاقت میں ہے۔ کہ کسی چیز میں پھونک دینا یا بیمار کو دم کر دینا"

کاش یہ بھی بتا دیتے وہ مٹی سے جانور کی سی شکل بنانا اس سے کیونکر ثابت ہوا اور پھر اس دم میں اثر ڈالنا اللہ تعالیٰ کا کام بتایا ہے جو یقیناً اہلحدیث کے غیر مقلد اڈیٹر کے اعتقاد کے منافی ہے۔ پس مسیح کا یہ قول کہ انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ کیا ہوا۔ مولوی فاضل کے نزدیک ایک مجنون کی بڑ سے زیادہ کچھ نہیں۔

تعجب ہے۔ ایک طرف تو آپ مسیح کو ثابت کرتے ہیں کہ آسمان پر اسی جسم کے ساتھ اسے چڑھا دیتے ہیں ۔ اور وہ خدائی قانون سے بھی مستثنیٰ ہے لیکن دوسری طرف یہاں تک اس کو گرا دیا کہ زمین پر بھی اس کے اعمال کوئی حقیقت اور حیثیت نہیں رکھتے۔ لیکن مولوی فاضل نے احی الموتیٰ باذن اللہ کی تفسیر نہیں کی۔ یہاں بھی تو باذن اللہ کی [illegible] لگی ہوئی ہے۔ بس کہہ دیتے ہیں کہ مسیح باختیار خود نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے ہی مردے زندہ کیا کرتے تھے۔

جلسہ ملتوی

[illegible] (میاں صاحب) کی مسلسل بیماری اور

"جنگی بخار کی عام شکایت پیدا ہو جانے سے تاحال کسی قسم کی تیاری نہ ہو سکنے کی وجہ سے ایسٹر کی تعطیلات پر ملتوی کیا گیا ہے۔ اسکے متعلق صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے عنقریب مفصل اطلاع شائع ہونے کی امید ہے"

فاروق نے بھی دیگر امور کے ساتھ "اخراجات کی مشکلات" کیوجہ سے جلسہ سالانہ کے التوا کا اعلان کیا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں یہ موقعہ مریدین میاں صاحب کیلئے بہت کار آمد ہو سکتا ہے انہیں عام طور پر شکایت تھی یا کم از کم عذر تھا۔ لاہور میں عدم شمولیت کا یہ عذر ان کے پاس تھا کہ دونو جلسے ایک ہی ایام میں ہوتے ہیں امسال یہ عذر بھی باقی نہیں رہا۔ لاہور کا جلسہ حسب دستور دسمبر ہی میں ہوگا جس میں شمولیت کا امسال انہیں کافی موقعہ حاصل ہے ان ایام میں چھٹیاں بھی ہیں۔ پس بجائے اپنے وقت کو گھروں پر بیکاری میں صرف کرنے کے انہیں چاہئیے کہ اس موقعہ سے پورا فائدہ اٹھائیں۔ اور لاہور آکر ہماری باتیں سُنیں اپنی سُنائیں اور تحقیق کا یہ پہلو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ تاکہ کل کو خدا کے دربار الہٰی میں قابل مواخذہ نہ ہوں۔

کیا ہم امید کریں کہ جناب میاں صاحب اپنے مریدین کے نام ایک اس قسم کا حکم نامہ شائع کریں گے جس میں ان کو جلسہ لاہور میں شمولیت کا حکم ہو۔ لاہور میں اب بفضلہ انفلوانزا مفقود ہے اور ہر قسم کا سامان راحت میسر آ سکتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ مریدین میاں صاحب اس موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہ دیں۔

خود ہمارے دوستوں کو بھی چاہیئے کہ جلسہ میں نہ صرف خود آئیں بلکہ اپنے ساتھ مریدین میاں صاحب کو لانے میں بھی پورے طور پر ساعی ہوں۔ ابھی سے انہیں اس بات کی تحریک کریں اور اپنے ساتھ انہیں یہاں لائیں۔

لاہور میں جشن فتحیابی

یوں تو جس دن لاہور میں عارضی التوائے جنگ اور جرمنی کے قبول شرائط کی خبر موصول ہوئی اسی دن دفاتر میں چھٹی ہو گئی۔ اور رات کے وقت غیر سرکاری حلقوں میں روشنی کے ذریعہ کافی طور پر اظہار مسرت کیا گیا۔ لیکن ۲۷ نومبر ۱۹۱۸ء کا دن پنجاب کی تاریخ میں خاص طور پر ہمیشہ کے لئے یادگار رہے گا جب ہز آنر سر مائیکل اوڈوائر لفٹننٹ گورنر بہادر پنجاب نے سرکاری طور پر نہایت اعلےٰ پیمانہ پر جشن فتح یابی منایا۔ اور کل باشندگان لاہور بلکہ پنجاب نے اس میں حصہ لیا۔

میدان پریڈ میں کئی روز سے اس کے لئے تیاریاں کی جا رہی تھیں۔ اور مختلف کھیلوں اور تماشوں وغیرہ کے پروگرام شائع ہو چکے تھے۔ چنانچہ تاریخ مذکور کی صبح کو ہی جوق در جوق لوگ تماشا گاہ کو جانے شروع ہو گئے۔ جہاں تمام دن کرکٹ میچ۔ کشتیاں مینڈھوں کی لڑائی۔ اور دیگر مختلف کھیل اور تماشے ہر طرف ہوتے رہے۔ خلقت کا اس قدر اژدحام صبح سے شام تک نہ صرف تماشا گاہ بلکہ تمام گلیوں اور بازاروں میں رہا کہ دور دور تک خلقت ہی خلقت دکھائی دیتی تھی۔

سہ پہر کو حضور نواب لفٹننٹ گورنر بہادر کا خاص جلوس شہر سے گذر کر تماشا گاہ میں جانے والا تھا۔ جس کو دیکھنے کے لئے مردوں بچوں اور عورتوں کے پرے کے پرے گذرگاہوں دکانوں اور مکانات کی چھتوں پر ڈیڑھ دو بجے سے ہی جم گئے۔ پانچ بجے سہ پہر کو دہلی دروازہ کے باہر سے جلوس بنا اور کشمیری بازار بزازہٹہ ہیرا منڈی وغیرہ سے ہوتا ہوا حضوری باغ میں سے تماشا گاہ میں داخل ہوا۔ جہاں دربار کیلئے خاص خیمہ نصب تھا جلوس کے آگے آگے تمام پیدل اور سوار فوجی دستے اور رسالے اور فوجی بینڈ تھا۔ رسالوں کے ساتھ توپیں اور دیگر سامان حرب بھی برائے نمائش موجود تھا۔ اس کے بعد مختلف رؤسا کی گاڑیاں تھیں جن میں سے ایک گاڑی میں دو پنڈت ایک میں دو مولوی ایک میں پادری تھے۔ اس کے بعد مہاراجگان چیفکورٹ اور بعض ممبران کونسل تھے۔ اور سب سے آخری گاڑی پر ہز آنر لفٹننٹ گورنر بہادر معہ لیڈی اوڈوائر بیٹھے تھے۔ جلوس کے تماشا گاہ میں پہنچنے پر ہز آنر نے کھڑے ہو کر شاہی پیغام پڑھ کر سنایا جس میں حضور ملک معظم نے فتحیابی [illegible] ہندوستان کو مبارکباد دی تھی۔ اس کا اردو ترجمہ گراموفون کے ذریعہ سنایا گیا۔ جس کے بعد دربار ختم ہوا اور آتشبازی چلائی گئی۔

[illegible] حاصل کر کے بھیڑ کے اندر گھس گئے۔ اور بہت سے آدمیوں کو زخمی کر ڈالا۔ اس وقت تک زخمیوں کی صحیح تعداد شائع نہیں ہوئی۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ کی روایت ہے کہ ایک توپ کے الٹ جانے سے ایک فوجی گورہ جو توپچی بنا ہوا تھا نیچے دب گیا۔ ایک گھوڑا بھی ہلاک ہوا۔ اور کچھ اور سپاہی بھی زخمی ہوئے۔ بقول معاصر سیاست ۲۸ نومبر کو شہر میں پولیس نے منادی کرا دی کہ جس شخص کو اس حادثہ سے چوٹ آئی ہو وہ تھانہ میں اطلاع دے۔ اسے انعام دیا جائیگا۔

تمام دن کی مسرتوں کے بعد یہ ناگوار حادثہ ازحد موجب افسوس ہے۔ اور ہمیں امید ہے کہ ہز آنر زخمیوں اور مرنے والوں کی امداد میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھیں گے۔

آخر میں ہم ہز آنر کی گورنمنٹ کو اس مسرت اندوز تقریب پر مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

غربا کی خوشی

ہاں اس موقعہ پر اس قدر عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ کھیل اور تماشے بیشک ان لوگوں کے لئے ایک سامان راحت کا کام دے سکتے ہیں جو بھوک اور کپڑے کی فکر سے آزاد ہیں۔ لیکن وہ غریب جنہیں اگر دن کو محنت مزدوری کر کے آدھی روٹی میسر آئی ہے تو رات کو بھوکے ہیں۔ اور اگر پیٹ کا کپڑا موجود ہے تو اوپر کیلئے نہیں۔ ان سامانہائے مسرت و شادمانی سے کس طرح اپنا دل خوش کر سکتے ہیں باوجود اس کے لاہور شہر کے غربا نے بھی جس جوش و خروش کیساتھ جشن فتح یابی میں حصہ لیا اور جس خلوص و تپاک کیساتھ ہز آنر کے شاندار جلوس کا استقبال کیا اس کا اعتراف خود ہز آنر نے بھی ایک خاص چٹھی کے ذریعہ سے فرمایا ہے۔ ایسی حالت میں کیا ہز آنر کی گورنمنٹ ان غریبوں کے دکھ درد کا درمان خاطر خواہ طور پر کرنے کے لئے تیار نہ ہوگی۔ اناج اور کپڑے کی شدید اور ہولناک گرانی آخر ایام جنگ میں بھی گورنمنٹ کی خاص توجہ کو کھینچنے کا موجب تھی۔ اور اب تو جنگ بھی ختم ہے اس حالت میں گرانی کا بدستور قائم رہنا اور بزازوں کا چند روز کپڑے کو کسی قدر ارزاں کرنے کے بعد دوبارہ سابق نرخ پر ہی فروخت کرنا ازحد موجب ملال ہے۔ اور باعث تکلیف ہے کیا ہم امید کریں کہ ہز آنر کی گورنمنٹ اس کے تدارک کا قرار واقعی انتظام کرے گی؟

ہندوستان میں بائیبل کی اشاعت

بائیبل سوسائٹی کی سالانہ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ہندوستان میں صرف پچھلے سال بائیبل کے ۱۱½ لاکھ نسخے ۷۰ زبانوں میں ترجمہ ہو کر تقسیم اور فروخت ہوئے۔ ان میں سے دو لاکھ بیس ہزار جلدیں ہندی زبانوں اور ربانی اردو۔ تامل مرہٹی انگریزی۔ تلگو گوبرہمی۔ بنگالی۔ گجراتی۔ ملایا اور گورمکھی وغیرہ زبانوں میں شائع ہوئیں۔ بقول پرکاش سنسکرت انجیل کی ۱۹۶ جلدیں فروخت ہوئیں کل فروخت شدہ انجیلوں کی تعداد ۷۸۰۰۵ ہے۔

بائیبل کی یہ تعداد اشاعت قطع نظر اس سے کہ اسقدر وسیع ملک [illegible] بھی ہے یا نہیں اس میں شک نہیں کہ مسیحی مشنریوں کی ہمت۔ جوش اور عزم پر دال ہے۔ جس کا اگر عشر عشیر بھی مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی اشاعت کیلئے ہو۔ تو وہ بہت تھوڑے عرصہ کے اندر ہندوستان کیا کل دنیا کو اپنا ہم خیال بنا سکتے ہیں۔

پس کیا یہ ضروری نہیں کہ ایک تھوڑے عرصہ کیلئے اپنی توجہ کو اس طرف بھی لگا کر دیکھیں۔ پولٹیکل میدانوں میں بہت گھوڑے دوڑا چکے جس کا آخری نتیجہ سوائے ناکامی کے اور کچھ بھی نہیں۔ پس آؤ اب تبلیغ دین کے میدان میں بھی ہمت آزمائیں۔ کہ تمام دینی و دنیوی فلاح و کامیابیوں کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ کیا مسلمان اسطرف متوجہ ہونگے؟

آیت اللہ اور حقیقۃ المسیح

حضرت امیر ایدہ اللہ کی ہر دو کتب آیت اللہ اور حقیقۃ المسیح شائع ہو چکی ہیں جن احباب نے ابتک درخواستہائے خریداری نہیں بھیجیں وہ جلد منگوا کر فائدہ اٹھائیں۔ اول الذکر میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ حضرت مسیح موعود کے آخری فیصلہ کی حقیقت بتاتے ہوئے ثنائی مغالطوں کی تردید کی گئی ہے اور موخر الذکر میں عیسائی رسالہ "حقائق قرآن" کا جواب ہے۔ ہر دو کتب کا عام مسلمانوں میں کثرت سے تقسیم ہونا ضروری ہے۔ قیمت دونو کی دو آنے۔

بک ڈپو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے طلب کیجئے

مذاکرۂ علمیہ

یٰاَیُّھَاالرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ کی تفسیر

(گذشتہ سے پیوستہ)

مولوی علی حائری صاحب لاہوری

اور حدیث غدیر

من کنت مولاہ فعلی مولاہ

اس میں شک نہیں کہ تشیع میں ایک معتدل گروہ بھی ہمیشہ موجود رہا ہے۔ مگر اس گروہ کا اعتدال صرف بعض مذہبی ظاہری خصوصیات کی وجہ سے ہے اور تقیہ کی جھلک اس میں نمایاں طور پر فہیم اشخاص کو نظر آجاتی ہے۔ اگر کسی وقت سیاسی اور نظامی امور کی رعایت پیش نظر ہوتی ہے۔ تو اس اعتدال کو کام میں لایا جاتا ہے اور اگر خدانخواستہ شاہی نظام حکومت میں اس گروہ علماء کا غلبہ اور اختیار بڑھ جاتا ہے تو سب وشتم تبرا بازی وغیرہ علانیہ امور کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ اسیطرح جہاں حکومت کسی کے مذہبی امور میں دخیل نہیں تو وہاں بھی کوئی اعتدال قائم نہیں رہتا۔ بلکہ وہی طوفان بے تمیزی کی بوچھاڑ شروع ہو جاتی ہے۔ ایران اور ہندوستان کے ابتدائی اور آخری علماء کے مباحثات اور مناظرات میں سب کچھ یہ تبدیلیاں اور نیرنگیاں بچشم بصیرت و عقل ہم دیکھتے چلے آتے ہیں۔ اس جگہ ہم تیرھویں صدی کے ایک شیعہ مجتہد ابوالحسن مرزا المعروف بالشیخ الرئیس کی کتاب الابرار سے چند اقتباسات درج کرتے ہیں۔ اگر ان تحریرات کو علامہ مجلسی کی تحریرات سے جو سلطنت صفیہ میں سلطنت صفویہ کے رکن رکین تھے۔ یا مجتہدین وعلماء لکھنؤ وغیرہ ہندوستان کے تشیع کے مناظرین کی تحریرات سے مقابلہ اور موازنہ کیا جاوے تو صحیح اور سقیم۔ اصلی اور مصنوعی امور میں تمیز کرنیوالے اشخاص اس راز کو سمجھ جاتے ہیں کہ حقیقت الامر کیا ہے۔

(۱) ذکر فی رسالۃ و سرو فی منسوجات دلائلہ ان الشیعۃ یتجاسرون علی سب الخلفاء الراشدین والصحابۃ الراشدین ویکفرون جمیع الموحدین وھم ھاجمون علی العیب واجنون بالغیب ویخطئون المھاجرین والانصار اولی الایدی والابصار ۔ اقول ھذا بھتان عظیم وافتراء جسیم لانھم لیعتقدون الخ۔

(کتاب الابرار ص۲۳ و ص۲۴)

خلاصہ مطلب عبارت شیخ الرئیس

اے مخاطب تم نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے کہ تحقیق شیعہ جرأت کرتے ہیں خلفاء الراشدین اور صحابہ کرام کی سب وشتم میں اور تمام موحدین صحابہ کرام کی تکفیر کرتے ہیں اور منہ بنا بالغیب ان کو عیوب بے شمار کا نشانہ بناتے ہیں اور تمام مہاجرین اور انصار کو خاطی ٹھیراتے ہیں۔ حالانکہ یہ امر بہتان عظیم اور افتراء جسیم ہے شیعوں کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ جن لوگوں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ان کا خون بہانا منع ہو گیا۔ اور ان کا مال اور ناموس امن میں آ گئے۔ ان کے ہمراہ تناکح جائز ہے اور ان کو نصیحت لازم ہے۔ اور ان کے ہمراہ مصافحہ کرنا مستحب ہے اور تشیع ہمراہ اہلسنت کے مسلمانوں بعینا عمدہ آمد کرتے ہیں اور انکی ہمراہ معاشرت اور اعانت اور نکاح درست قرار دیتے ہیں باوجود اسبات کے جانتے کے کہ ہمراہ کفار تناکح درست نہیں اور یہ امر صاحبان بصیرت و عقل کو معلوم ہے اگرچہ جاہل یا وہ لوگ جو عمداً جہالت اختیار کرتے ہیں اور ان کا ارادہ درمیان مسلمانوں کے تفرقہ ڈالنا ہے اس بات کو نہ جانیں یا نہ جانتے ہوں۔ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ ان کا دین اور انکا معبود اور ان کا نبی اور ان کی کتاب ایک ہے۔ اور مومن باہم بھائی بھائی ہیں۔ اور ان کے بعض بعض کے دوست اور باہم اولیاء ہیں۔

پس جبکہ تشیع کا طرز عمل ہمراہ اہلسنت کے یہ ہے تو وہ کس طرح مہاجرین الاولین والانصار کی تکفیر کر سکتے ہیں۔ ہاں حضرت رسول کریم صلعم کی وہ احادیث جو حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں ان میں لکھا ہے۔ کہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی محبت جزو ایمان ہے اور اس کا بغض کفر و نفاق ہے۔ اور یہ احادیث اہلسنت کے ہاں بھی ثابت ہیں اور بعض صحابہ کا انحراف علی علیہ السلام سے روایات شیعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور جو ظلم صحابہ نے حضرت علی پر کئے صریح طور

[illegible]

یہاں تک کہ ابن ابی الحدید نے ذکر کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے روضہ مبارک رسول اکرم میں قبر مطہر نبوی سے مخاطب ہو کر ان کا شکوہ کیا اور کہا کہ تحقیق اے رسول قوم نے مجھکو کمزور سمجھکر ضعیف کر دیا۔ اور نزدیک تھے اس بات کے کہ مجھکو قتل کر دیتے۔ پس حکم کیا جاتا ہے ان لوگوں پر کفر کا جنہوں نے علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دشمنی اختیار کی۔ خصوصاً اس شخص پر جس کی دشمنی بھی ظاہر رہا ہو اور یہ کفر اور ارتداد بالمقابل توحید اور رسالت کے نہیں ہے بلکہ بالمقابل ولایت کے ہے الخ

یہ ہے ان معتدل شیعوں کا مسلک ہمراہ صحابہ کرام اور تابعین لہم باحسان کے۔ اور یہ امور سب دھوکہ اور منزلات اور زور ہیں۔ نہ تو علی علیہ السلام نے کبھی شکوہ کیا اور نہ روضہ مبارک میں ایسے الفاظ فرمائے۔ اور نہ علی علیہ السلام پر صحابہ کرام یعنی خلفاء الراشدین رضی اللہ عنہم نے کبھی کوئی ظلم کیا نہ تو علی ضعیف تھے نہ ان کے قتل کا کسی نے ارادہ کیا یہ سب خرافات اور اکاذیب روایات کا مجموعہ اور من گھڑت ہے۔ جو اصول روایت و درایت ہر دو معیار سے باطل اور موضوع ہیں۔

اس مجدد و شیعہ کے دھوکہ کو ملاحظہ کریں ابن ابی الحدید معتزلی کی من گھڑت پر سارے اعتراضات کا حصر رکھدیا ہے۔ چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا۔ اس کی وہ بات جو اس کے مطلب کی تھی وہ تو مان لی مگر اسی کتاب میں جو اس کے مسلمات کے خلاف باتیں ہیں وہ نہیں مانتا۔ یہ امر کس قدر عقل اور انصاف سے دور ہے۔ اگر ایک شخص کسی معاملہ میں جھوٹا ہے تو یقینًا اس کی روایات تمام امور میں قابل وثوق نہ ہونگی۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ اپنے مطلب کی باتوں میں تو اسکو سچا سمجھا جاوے اور ان سے استناد کیا جاوے۔ اور جو اپنے مسلمات کے مخالف وہ بیان کرتا ہے ان کو جھوٹا تصور کیا جاوے۔ تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ۔

جب حضرات تشیع بہت سی اصطلاحات میں اسکو جھوٹا سمجھتے ہیں تو اس خاص معاملہ میں اسکو راستباز خیال کرتے ہیں۔ ابن ابی الحدید نہ تو کوئی محدث اور اہل التحقیق سے ہے اور نہ اس نے اپنی کتاب میں ایسی روایات بیان کی ہیں جو سنداً درست ہوں۔ بلکہ سلسلۂ اسناد کے لحاظ سے وہ بالکل معرّا اور لغو ہیں۔ بلکہ اس نے وہ کتاب ایک شیعہ امیر کی خوشنودی کے لئے لکھی اور بہت سا روپیہ اسکو انعام میں ملا۔ ملاحظہ ہو مولوی مہدی علی خان صاحب کی آیات بینات انہوں نے اس امر کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیا ہوا ہے۔

(۶) اور درمیان ولی یا مولیٰ اور والی کے بڑا فرق ہے پس ولایت جو ضد ہے عداوت کی وہ اور چیز ہے اور ولایت جسکے معنے امارت کے ہیں وہ اور چیز ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ حدیث زیر بحث پہلے معنوں کی مقتضی ہے اگر آنحضرت صلعم کا مطلب علی مرتضیٰ علیہ السلام کو حاکم اور امیر قوم پر مقرر کرنے کا ہوتا۔ تو صاف اور کھلے الفاظ میں فرماتے من کنت والیہ فعلی والیہ یعنی میں جس کا امیر اور حاکم ہوں اس کا علی بھی حاکم ہے۔ مگر مولیٰ کو والی کے معنے میں قرار دینا سراسر باطل ہے کیونکہ لفظ مولیٰ میں وہ ولایت مذکور ہے۔ جو طرفین میں ثابت ہو۔ جیسا کہ تمام مومنین خدا کے اولیاء اور دوست ہیں اسی طرح خدا بھی ان کا مولیٰ اور دوست و ناصر ہے۔ اور اسی طرح رسول صلعم بھی اور علیٰ ہذا القیاس علی رضی اللہ عنہ بھی۔

ایک شیعہ مفسر کہتا ہے کہ بھلا علی مرتضیٰ علیہ السلام کو اس شد و مد سے مولیٰ بمعنے محب اور دوست بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ جبکہ مومنین کے درمیان یہ ولایت اول سے ثابت ہے اور جس پر قرآن گواہ ہے۔ والمومنون بعضھم اولیاء من بعض۔ میں کہتا ہوں فقفیہ پیش آمدہ کو اگر تم دیکھو تو تمکو معلوم ہو جاوے کہ کسقدر ضرورت اس کی تھی۔ اگر یہ بات درمیان صحابہ کرام معلوم نہ ہوتی تو خلافت علی میں نزاع کس طرح رفع ہوتی اور خوارج کے بالمقابل جو شہادتین کے قائل اور ارکان اسلام کے معتقد تھے صحابہ جنگ کس طرح کرتے۔ اور اسی حدیث نے تو علی مرتضیٰ علیہ السلام کی حمایت پر صحابہ کو آمادہ کیا۔ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں علی مرتضیٰ علیہ السلام کی طرف سے کدورتیں تھیں رفع زائل ہو گئیں۔

(۷) اگر کہا جاوے کہ سیاق کلام میں آنحضرت صلعم نے فرمایا الست اولیٰ بالمومنین من انفسھم۔ پس اسی قرینہ سے مولیٰ کے معنے اولیٰ کے ہیں معین کئے۔ یہ [illegible] کا استدلال ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ سیاق کلام خصائص نبوت سے ہے کیونکہ یہ فقرہ قرآن کریم کی اس آیت سے مستنبط ہے۔ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم۔ پس اس میں دو امور خصائص نبوت کے بیان ہوئے۔ ایک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام مومنین کے نفسوں سے اولیٰ ہونا۔ دوسرا ان کے ازواج مطہرات کا امہات المومنین

ایک حکم میں ہونے چاہئیں۔ نیز لازم آجاوے کہ آنحضرت صلعم کی موجودگی میں حضرت علی بھی تمام مومنین کے نفسوں سے اولیٰ ہو جاویں۔ اور یہ قرآن کریم مخالف اور باطل امر ہے۔ لا قائل بہ احدًا من من المسلمین اور اگر آنحضرت صلعم کی یہ مراد ہوتی تو فرماتے:۔ من کنت اولیٰ بہ من نفسہ فعلی اولیٰ بہ من نفسہ۔ نیز آنحضرت صلعم کا مومنین کے نفسوں سے اولیٰ ہونا آنحضرت کی زندگی میں اور بعد ممات ہر دو صورت میں ثابت ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم کی زندگی میں مومنین کے نفسوں سے اولیٰ نہیں کیونکہ وہ اسوقت خلیفہ نہیں اور شیعہ متکلمین کی دلیل کی رو سے خلافت اولیٰ بنفس المومنین ہونا لازم ملزوم ہیں۔ اور جبکہ جناب مولیٰ مرتضیٰ حضرت نبی کریم کی زندگی میں اولیٰ بنفس المومنین نہ ٹھیرے تو مومنین کے مولیٰ بھی نہ ٹھیرے اور اگر یہ جواب دیں کہ آنحضرت صلعم کی زندگی میں مولیٰ کے دیگر معنے ہیں اور بعد وفات آنحضرت صلعم کے اور معنے مثلاً خلیفہ کے ہیں تو استدلال باطل ہو جاتا ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال حجۃ۔ بعض تشیع کہتے ہیں کہ جس قسم کی مولائیت و ولائیت آنحضرت صلعم کے لئے بالمقابل مومنین ثابت ہے اسی قسم کی مولائیت حضرت علی کے لئے بھی ثابت ہے۔

میں کہتا ہوں کہ نبوت بھی آنحضرت صلعم کی مولائیت یا ولائیت میں شامل ہے پھر کیا حضرت علیؓ کے لئے نبوت بھی ثابت کروگے۔ اگر مولیٰ کے معنے ولی محب اور ناصر کے لئے جاویں تو یہ ایسی صفت ہے جو حضرت علیؓ کے لئے ہر حالت زندگی اور بعد الموت آنحضرت صلعم کی موجودگی اور غیر موجودگی میں ثابت ہے۔ اور یہی معنی حق اور صواب ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام اس وقت بھی ہمارے مولیٰ ہیں چنانچہ مولیٰ علیؓ سے موسوم ہونا انکا ایسا معروف اور مشہور ہندوستان اور عام و خاص ہو گیا ہے جو کسی مسلمان سے پوشیدہ اور مخفی نہیں [illegible] مولیٰ علی مولیٰ علی کے نعرے لگاتے پھرتے ہیں بلکہ بعض جگہ تشیع میں مولیٰ علی کا خطاب بطور سلام کے استعمال ہوتا ہے پھر کیا کوئی با انصاف اور حق پسند شیعہ ایسا نہیں جو اس پر ذرا تامل اور غور کرے۔ کہ اسوقت جو ہم مولیٰ علی مولیٰ علی کہہ رہے ہیں کن معنوں میں اسکو استعمال کر لیتے ہیں کیا اسوقت علی علیہ السلام لوگوں پر حاکم اور امیر یا والی ہیں اور اگر نہیں اور واقعی نہیں تو اسوقت حضرت علیؓ کو مولیٰ علی کہنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے بلکہ جھوٹ کا ارتکاب اور اتہام ہے جس پر تمام تشیع دنیا عمل پیرا ہے اس سے بڑھکر اور کونسی بات تشیع پر حجت ہو سکتی ہے خود وہ مولیٰ علی کہتے چلے آتے ہیں اور اس کے یہ معنے مراد ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ ہمارا محبوب اور دوست ہے اس کی دشمنی حسد اور بغض سخت گناہ اور منافقانہ فعل ہے۔

حضرات تشیع فرماتے ہیں کہ غدیر خم کی دستار بندی کے بعد حسان بن ثابت نے اشعار منظوم کر کے جلسہ عام پر پڑھے۔ میں کہتا ہوں کہ بڑی عجب کی بات ہے کہ وہی حسان بن ثابت جس نے اشعار منظوم کئے۔ اور ان اشعار سے اس کا یہ مطلب تھا یا ان سے آنحضرت صلعم کے بیان سے یہ سمجھا تھا کہ آج کے دن علی مرتضیٰ ہمیں خلیفہ مقرر کئے گئے ہیں۔ اڑھائی ماہ کے قلیل عرصہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرتا ہے اور علیؓ کی خلافت غدیری سے منکر ہو گیا ہے پھر مولیٰ علی علیہ السلام بھی جناب حسان رضی اللہ عنہ کو نہیں کہتے کہ اجی حضرت کل کی بات ہے کہ آپ نے میری خلافت کو تسلیم کیا اور فلاں فلاں اشعار منظوم کر کے جلسہ عام میں سنائے اور آج منکر ہو بیٹھے ہو۔ اسقدر ظلم عظیم۔ آجتک میں ایسا مدعی سست گواہ چست والے معاملہ کو سمجھ نہیں سکا۔ خود مدعی ہمراہ ان کے راضی ہو گیا۔ مگر یہ لوگ راضی ہونے میں نہیں آتے۔

جو امر ایسا عظیم الشان ہو کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کی جماعت صحابہ میں منعقد ہو چکا ہو۔ دو ماہ کا گذرا ہوا واقعہ ہو پھر تمام مہاجرین الاولین والانصار اس سے انحراف کر بیٹھیں اور بیعت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر متفق ہو جائیں پھر دوسری اور تیسری خلافت بھی اسی اتفاق پر گذرے دعویدار خلافت ساکت بیٹھا رہے۔ اور ایسے غاصبین کے ہمراہ دوستانہ اور برادرانہ معاشرت کرتا رہے۔ ان کے غنائم سے حصہ لیتا رہے۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتا رہے خود رسول اللہ صلعم اور ان کا [illegible] ان کو لڑکیاں دیں اور ان کی لڑکیاں نکاح کریں۔ انکو خلیفۃ المسلمین [illegible] کر سکے ان کی مدح اور تعریف کرتا رہے۔ [illegible] رہے۔ پھر خود ان کے اتفاق کو حق [illegible] کہ مہاجرین الاولین والانصار کبھی گمراہی اور [illegible] نہیں ہو سکتے اور نہ [illegible] اتفاق سبیل المومنین ہے اور [illegible] آیت ومن یتبع غیر سبیل [illegible]

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۷ چہارشنبہ مورخہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء نمبر ۴۱

حضرت مسیح موعود کی خدمات اسلام اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

(۶)

سوال نمبر ۱ ... پادری ... نے مسیح کے دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر ہونے اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی فوتیدگی کو مسیح کی فضیلت میں پیش کیا ہے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے مولوی فاضل شان فضیلت کا اظہار فرمایا ہے وہ الفاظ ذیل سے ظاہر ہے:

"بقائیاں حضرت مسیح جب مر کر تین روز قبر میں رہے۔ اس وقت ان کے ... گرد جو زندہ تھے ان سے افضل سمجھے۔ بلکہ جن لوگوں نے ان کو پھانسی دیا وہ زندہ تھے تو کیا وہ بھی مسیح سے افضل تھے؟"

کس قدر عجیب ہے کہ ایک فوق العادت بات کا ثبوت دیا جاتا ہے اس بات سے کہ اس کی ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں۔ پادری نے زندگی اور موت کا سوال نہیں کیا۔ بلکہ وہ ایک شخص کے خلاف سنت اللہ دو ہزار سال سے آسمان پر بجسم عنصری رہنے اور ایک دوسرے (فداہ امی وابی) کے اس عالم میں طبعی عمر پا کر فوت ہو جانے کو اول الذکر کی فضیلت کے ثبوت میں پیش کرتا ہے۔ لیکن مولوی فاضل ہیں کہ اصل مفہوم کو نظر انداز کر کے ... زندگی اور موت کی مثالوں سے اپنا مطلب سیدھا کر رہے ہیں۔

(۷)

اس سے آگے نمبر ۱۳ میں اور بھی بڑھ چڑھ کر مولویت سے آپ نے کام لیا ہے۔ مسیح کے قیامت سے پہلے دوبارہ آکر دجال کو مارنے اور تمام اہل کتاب کے اس پر ایمان لانے بلکہ امت محمدیہ کی اصلاح کا کام بھی ان کے سپرد ہونے کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ

"ہم مانتے ہیں کہ قریب قیامت کے مسیح آکر یہ کام اور اس کے سوا اور کام بھی کرینگے مگر ماتحتی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین اسلام کی خدمت بجا لاوینگے اور اسی خدمت کے لئے ان کو زندہ رکھا گیا ہے۔ تاکہ جو نقص خدمت اور بظاہر ناکامی ان کی پہلی زندگی میں ظہور پذیر ہوئے ہے اس کی اچھی تلافی ہو جائے۔"

ہمارا خیال ہوگا کہ کم از کم اس سوال کا جواب مولوی فاضل کچھ نہ کچھ سر کر دیں گے۔ لیکن ان الفاظ کو پڑھ کر ہماری حیرت کی کوئی ... مسیح تو اس لئے دوبارہ آئینگے تاکہ ان کی سابقہ ناکامی ... ہو جائے۔ یعنی پہلے خدا مسیح کے ساتھ نہیں تھا۔ اس نے کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔ اللہ نے اس کو ... دیا ہے۔ کہ ہم بھی اور میرے رسول ہی کامیاب ... یہ محض ایک ڈھکوسلا تھا۔ یا شاید مسیح رسولوں میں ... ہوں گے۔ اس لئے ناکامی نصیب ہوئی۔ اور دشمنوں ... رہا آسمان پر ہی جا چڑھے۔ جہاں نہ ... ہیں نہ بیٹے ہیں ... رہے ہوئے جیتے ہیں۔ اور پھر دوبارہ اور تو اور خود مولوی ... اصلاح کے لئے ہی آئینگے۔ پھر وہ شان فضیلت وہ تفسیر ... مناظرات کیا ہوں گے جو مولوی فاضل کے سرمایہ فخر و ...

مولوی فاضل سے بڑھ کر اس سردار اولین و آخرین ... کیلئے جو کافۃ للناس رسول ہو کر آیا یہ کہنا کہ ... ہے کہ سابقہ انبیاء میں سے ایک نبی جس نے آپ سے ... روحانیت اور قوت قدسی سے حصہ لیا آپکی ... امت کا لقب خود کلام الٰہی میں دیا گیا جو خود ... بیٹے مامور ہو چکی ہے۔ اس کی اصلاح کیلئے ... سے ترجمان پانے اور آپ کی قوت قدسی سے حصہ لینے والے اس قدر ناکارہ ہو جائیں کہ اور تو اور خود اپنی اصلاح کیلئے بھی دوسروں کے محتاج ہوں۔

تعجب ہے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیش کیجاتی ہے کہ آپ نے ہر صدی کے سر پر مجدد دین کے آنے کا وعدہ دیا ہے۔ تو ایسے یہ کہکر ٹال دیا ... یت کوئی خاص منصب نہیں۔ جو کیلئے کسی خاص شخص ... ہی اپنے اپنے زمانہ کے مجدد ہیں۔ لیکن ... لیا ہوں گے۔ اس وقت ان کا ... انبیاء ... بنی اسرائیل ہونا کہاں جائیگا۔ ... مسیح کی بجائے چوتھے آسمان پر جا چڑھنے کی ... آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین اور قرآن کے خاتم الکتب ... ہوتے ہوئے کسی اور کو مجدد ماننا ان ہر دو کی تکذیب کرنا ہے۔ ... حیات مسیح بالخصوص مولوی فاضل امرتسری نہیں جانتے کہ مسیح کے دوبارہ نزول اور امت محمدیہ کی اس کے ذریعہ ... کے عقیدہ کو رکھتے ہوئے وہ الزام کیا تک سے بری ہیں۔ خود حضرت صلعم کے پیروؤں میں کسی کا اصلاح امت کیلئے کھڑا ہونا آپ کی عزت اور شان کو بڑھانے والا ہے۔ یا ایک غیر کا دست نگر ہونے میں آپ کی عزت ہے۔

"ماتحتی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے الفاظ بھی عجیب ہیں یوں تو بظاہر ایک پڑھنے والے کو اس سے دھوکا لگ سکتا ہے کہ

سالانہ جلسہ

سکرٹری صاحب کا ضروری اعلان

ہمارا سالانہ جلسہ قریب آ رہا ہے: تاریخیں انشاء اللہ عنقریب شائع کی جائیں گی۔ جو غالباً ابتدائی ایام کرسمس میں ہونگی احباب کو ابھی سے اس کے متعلق تیاری کرنی چاہیئے۔ اور جہاں تک ممکن ہو سب کو اس میں شمولیت کی کوشش کرنی چاہیئے۔ سال بھر میں یہی ایک موقعہ اس قسم کے اجتماع کا ہماری جماعت کیلئے ہے۔ حضرت مسیح موعود و حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نورالدین صاحب مرحوم کی زندگی میں بارہا اکٹھے ہونیکے موقعے ہوتے تھے۔ اور اب چونکہ ایک ہی تقریب اس قسم کی ہے۔ اس کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیئے۔ اور جماعت کے علاوہ بھی جو احباب اس سلسلہ سے دلچسپی رکھنے والے ہوں۔ ان کو ساتھ لانا چاہیئے۔ اور حضرت امیر قوم و دیگر حضرات کے پند و نصائح سے مستفیض ہونا چاہیئے۔ بوجہ جنگ کی وجہ سے جو رکاوٹیں تبلیغ اسلام در ممالک غربیہ اور خود اس ملک میں حائل تھیں وہ اب بفضلہ تعالیٰ صلح ہو جانے ... دور ہو گئی ہیں۔ اس لئے اب نہایت ضروری ہے کہ تبلیغ کیلئے از سر نو ... زور سے کوشش کیجائے اور ہندوستان و ممالک غیر میں اسلامی مشن بھیجنے کی تجویز کو مکمل کیا جاوے اور اسکے لئے ساری قوم جمع ہو کر تجاویز سوچے اور جہاں تک ممکن ہو اس خدمت کیلئے احباب اپنی زندگیوں کو وقف کریں اور ... مالی امداد دے سکتے ہیں وہ بھی اس موقعہ سے پورا فائدہ حاصل کریں۔

جلسہ کے اخراجات کیلئے بھی کل احباب اور جماعتیں چندہ کر کے فوراً ارسال کریں۔ اور ہر ایک ممبر سلسلہ احمدیہ اس غرض کیلئے کم از کم ایک روپیہ چندہ دے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم ... سے ہر ایک کو سابق بالخیر بننے کی توفیق دے۔ آمین۔

از عمل ثابت کن آں نور سے کہ از ایمان تست

ورنہ نیکی ... وقت الفاس پسین

خاکسار مرزا یعقوب بیگ سکرٹری ۲۹ نومبر ۱۹۱۹ء

آخر مسیح آئینگے بھی تو آنحضرت صلعم کی ماتحتی میں ہی ہوں گے لیکن معلوم نہیں ماتحتی سے مولویصاحب کا کیا مطلب ہے۔ آیا وہ آنحضرت صلعم کی امت میں شمار ہوں گے آیا کسی نبی کے لئے امتی ہونا ممکن اور اسکے شایاں شان ہے۔ امتی اور نبی آیا دو متضاد حقیقتیں ہیں یا نہیں۔ اور ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ کی آیت آیا رسول کیلئے امتی ہونا ناجائز قرار دیتی ہے یا نہیں۔ مسیح کا نبی ہوکر ماتحتی آنحضرت صلعم آنا کیونکر ممکن ہے۔ اور اس ... نبوت کیا ہوگی۔ کہیں سابقہ ناکامی کی پاداش ... پھر اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ کیا

ماتا کی ... اچھی تلافی" کیونکر ہوگی؟

(۸)

کاش کچھ سوچ سمجھ کر اور ان تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھ کر مولوی فاضل اس عیسائی رسالہ کا جواب دیتے۔ لیکن انہیں تو جواب دینے سے مطلب تھا۔ تاکہ ثابت ہو جائے کہ حضرت خدام مسیح موعود ہی اس میدان میں موجود نہیں۔ وہ اگر اسلام پر حملوں کا جواب دینے اور اس کی حالت پژمردگی میں مسیحائی کا کام کر رہے ہیں تو مولوی فاضل بھی اپنی مولویت کو برقرار رکھنے کیلئے اس میدان میں موجود ہے اس سے غرض نہیں کہ اس کی موجودگی اور اوچھے ہتھیاروں سے وار کرنا دشمن کیلئے موجب نقصان ہے یا خود اسلام پر زد مارنے والا ہے۔ خدمت تو کر دی۔ شیر پنجاب۔ نام کی عزت تو رکھ لی میدان میں تو نکل آئے۔ آگے شیر نیستاں ثابت ہوں یا شیر قالین۔ اس سے غرض نہیں۔

ان جوابات کے ہوتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ مولوی فاضل شیر پنجاب امرتسری مسیح موعود کی مخالفت سے اسلام کی تخریب کے درپے ہیں۔ اور اس کی حفاظت وہ نہیں کر رہے۔ یہ الگ امر ہے کہ ان کی حفاظت اسلام کیلئے ایک تیغ تیز کا حکم رکھتی ہو۔ لیکن حفاظت تو انہوں نے کی۔

(۹)

اب مولوی فاضل کا سوال ہے۔ اور "حقائق قرآن" کے اس جواب کے بعد ہی ہمارے مطالبہ کو نقل کرتے ہوئے انہوں نے ہم سے دریافت کیا ہے کہ ستیارتھ پرکاش کا جواب احمدیوں میں سے کس نے دیا۔ اس کی توفیق سوائے مولوی فاضل کے اور کس کو ملی۔ اس کے جواب میں سوائے اس کے ہم کیا کہہ سکتے ہیں کہ

سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست

آپ کے جوابات کا نمونہ ان معارف سے ظاہر ہے جو "حقائق قرآن" کے جواب میں آپ کے قلم سے نکل کر اہلحدیث کی روسیاہی کا موجب ہوئے ہیں۔ ستیارتھ پرکاش کے جوابات کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے باقی حضرت مسیح موعود اور آپکے خدام کے متعلق یہ کہنا غلط ہے کہ انہوں نے ان کے اعتراضات کے جواب نہیں دیئے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ انہوں نے مولوی فاضل کیطرح اپنے جوابات کو کسی خاص تصنیف میں جمع کر کے اس کا نام "حق پرکاش" نہیں رکھا۔ ورنہ براہین احمدیہ جس پر مولوی فاضل کے روحانی باپ کا ریویو موجود ہے۔ کہ تیرہ سو برس میں کسی نے اسلام کی حمایت میں ایسی تصنیف نہیں کی۔ سرمہ چشم آریہ۔ آئینہ کمالات اسلام۔ نسیم دعوت۔ چشمہ معرفت اور ایسی ہی مبسوط تصانیف آیا انہی اعتراضات کے جوابات پر مشتمل نہیں۔ اور مولوی فاضل کے جوابات آیا انہیں کے پس خوردہ کا نتیجہ نہیں۔

پھر خدام مسیح موعود میں سے حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی کتاب "نورالدین" "تصدیق براہین احمدیہ"۔ "رد تناسخ" وغیرہ وغیرہ کہاں تک مولوی فاضل کی صداقت کو ثابت کرنیوالی ہیں۔

احسان فراموشی کی اس حد نہایت کو دیکھئے۔ کہ آریوں کیساتھ بھرے جلسے میں مناظرہ کرتے وقت کھلم کھلا مسیح موعود کے پیش کردہ دلائل ... جوابات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اپنی تقریر کو سجانے کے لئے آپ ... کے اشعار سے سامعین کو لطف اندوز کرتے ہیں۔ وہاں ... نے کیا اچھا کہا "کے الفاظ بھی جلدی سے مولوی فاضل ... کے منہ سے نکل جاتے ہیں۔ لیکن گھر میں آکر اسی ... سے انکار۔ اور اس کے شعروں پر نکتہ چینی ہو رہی ہے۔ ... شان مولویت و فضیلت کے ہوتے ہوئے کون ہے جو ... مرحوم کی اس تعریف کا آپ کو واقعی حقدار نہ قرار دے

زبان تیز ... زیادہ ہے

مجھے ... سے مسلمانی

کیا ہم امید کریں ... مولانا اپنے جوابات پر دوبارہ ایک نظر ڈالکر اموردں کر ... الیں گے؟

اب تو منھوٹے ... دجال کہلایا

کتنی ... جگہ "مسلمانان لائلپور کی وسعت قلبی کا نیک نمونہ" کے عنوان سے ایک مراسلت درج کی جاتی ہے جسمیں لائلپور کی انجمن ... کے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں کہ ... مغفور آنجہانی کو اور آپ کی ... سمجھتے ہیں۔ اور ایسے اشخاص کو ... کہنے کے عادی ہیں سخت نفرت

کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور واقعی حدیث نبوی کے مطابق
"کسی مسلمان کو کافر کہنے والا مورد عذاب ٹھیرتا ہے"

یہ الفاظ بالخصوص ان لوگوں کی توجہ کے قابل ہیں جن کا یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح موعود کے الفاظ کہ "جو لوگ ہمیں کافر نہیں کہتے ہم بھی ان کو کافر نہیں کہتے" محض تطبیق بالحال ہیں۔ اور کوئی بھی شخص دنیا میں ایسا نہیں جو حضرت مسیح موعود کی بیعت کئے بغیر اس بات کا اعلان کرنے کے لئے تیار ہو۔ کہ حضرت مرزا صاحب مسلمان تھے اور آپ کے کفر کو حدیث نبوی کی زد میں سمجھتا ہو۔

میاں صاحب اور ان کے مریدین ان بیانات پر غور کریں کہ حضرت مسیح موعود نے نہ ماننے والوں کو مسلمان سمجھنے کے لئے زیادہ سے زیادہ اگر کوئی شرط قرار دی ہے تو وہ یہی ہے کہ وہ آپ کے مسلمان ہونے کا اعلان کریں۔ اور آپ کے مکفرین کو حدیث تکفیر کی زد میں سمجھیں۔ انکے لئے بیعت اور سلسلہ احمدیہ میں شمولیت آپ نے شرط نہیں ٹھیرائی۔ اگرچہ صرف اسی قدر شرط ہی چاہے وہ پوری نہ بھی ہو۔ آپ کی نبوت اور آپکے محض انکار کے موجب کفر ہونے کے منافی ہے۔ لیکن اب میاں صاحب کا یہ خیال بھی کہ یہ تطبیق بالحال ہے۔ الفاظ بالا کی روشنی میں غلط ثابت ہو گیا پھر کیا ایسی حالت میں بھی وہ اپنی غلطی کا اقرار نہ کرینگے اور کفر اور نبوت کے مخترعہ عقائد سے باز نہ آئینگے۔ ہاں خدام مسیح موعود کو مبارک ہو کہ ظلمتوں کے بادل آخر رفتہ رفتہ منتشر ہونے شروع ہو گئے اور نور حق دلوں میں گھر کرنے لگا ہے۔ وہ جری اللہ جس کو حق ناشناسوں نے کافر کافر کہکر دنیا کو اس کی قوت قدسی کے فیضان سے محروم رکھنا چاہا۔ اور بہت حد تک محروم رکھا جس کی محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھ حد درجہ کی محبت، بلکہ فنا فی الرسول کے مقام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اسے کچھ کا کچھ بنا یا گیا۔ اور غلط خیالات و دعاوی سلکو اس کی طرف منسوب کر کے تبلیغ اسلام کے رستہ میں روڑے اٹکائے گئے۔ خدا کے فضل سے اس کا اصلی چہرہ دنیا کے سامنے آنا شروع ہو گیا ہے اور مکفرین کی حق ناشناسی کا پردہ اس کے خدام کی کوششوں اور نیک نمونوں سے دانشمند اور سوزخ بجا ر رکھنے والے اصحاب پر فاش ہو رہا ہے۔

وہ دن بھی انشاء اللہ آئینگے جب باقی ماندہ پردے بھی اٹھینگے اور اگر خدام مسیح موعود کی کوششیں آپکے دعاوی کی تبلیغ میں جاری رہیں تو دنیا کو ایک قدم اور آگے بڑھانے اور ان کی تائید و نصرت میں کھڑے ہو جانے میں بھی پس و پیش نہ ہوگا۔ **وصدق قال المسیح الموعود** ؎

وہ دن آتے ہیں کہ عیسٰے عیسٰے کر کے پکارینگے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانے کے دن

آریہ گزٹ کی قابل رحم حالت

۱۸ نومبر ۱۹۳۶ء کے آریہ گزٹ میں گورنمنٹ کی اس عدم توجہی کی "شکایت" کی گئی ہے۔ جو "درثمین" کے متعلق اس نے آریوں کے مشورہ کے خلاف جائز طور پر روا رکھی۔ لائق ایڈیٹر صاحب کے ان الفاظ کو پڑھئے۔ اور اس ناکامی اور دل کی حسرتوں کا اندازہ کیجئے۔ جو ہمارے دوست لالہ خوشحالچند جی کے قلب میں موجزن ہیں۔ آپ لکھتے ہیں

"ایک اور واقعہ جو حرف شکایت بن کر ظاہر ہوتا ہے وہ "درثمین" کا ہے۔ سارے پنجاب اور یوپی کی معزز آریہ سماجوں اور تمام آریہ پریس اور دوسرے معزز ہندو پرچوں نے اس دل آزار فحش اور گندی کتاب کے برخلاف لکھا۔ کہ جو آریوں اور ہندوؤں کے جذبات کو صدمہ پہنچانے والی ہے آریہ سماجوں نے ریزولیوشن پاس کئے، اخباروں نے بتلایا۔ اور ثابت کیا کہ یہ ہمارے پوتر ویدوں پر لانچھن لگانے والی اور ہمارے پیارے شہید اکبر پنڈت لیکھرام کی ذات کے متعلق بد زبانی کرنے والی کتاب اس قابل نہیں کہ اسے مغائرت نفرت اور دشمنی پیدا کرنے کے لئے زندہ رکھا جائے۔ لیکن آج تک معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کتاب ضبط ہو گئی ہے یا نہیں اور اس کا اثر یہ ہو رہا ہے کہ احمدی ماسٹر و ہیڈ ماسٹر اس دل آزار کتاب کو سرکاری مدرسوں تک کے مسلمان لڑکوں کو پڑھانے کی جراءت کر رہے ہیں"

آگے چلکر حضور وائسرائے کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"درثمین" کے متعلق جو شکایت ہے۔ اس کے بارے میں کیا کہیں۔ ہم اپنے سینے کو چیر کر کس طرح آپ کو [illegible]

دیکھ کر ان کلیجوں کے اندر کتنی برچھیاں چل رہی ہیں۔ اور یہ ویدک دھرم کی اعلےٰ تعلیم کا ہی نتیجہ ہے۔ کہ آریہ صبر اور سنتوش سے خاموش بیٹھکر آپ کا منہ تک رہے ہیں"

آریہ گزٹ کی اس قابل رحم حالت پر کون ہے جو اس کے ساتھ اظہار ہمدردی کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ ہمیں خود اس پر رحم آتا ہے۔ اور ہم بھی گورنمنٹ سے التجا کرتے ہیں کہ بالضرور آریہ گزٹ کی شکایت پر غور فرمائے۔ لیکن اس سے پہلے ستیارتھ پرکاش اور کلیات لیکھرام کو بھی ایک نظر دیکھ کر فیصلہ ہونا چاہیئے۔ کہ ایسی فحش گندی اور دل آزار کتابوں کا صفحہ ہستی پر موجود ہونا مسلمانوں عیسائیوں اور تمام دیگر مذاہب کیلئے کس قدر موجب دکھ اور تکلیف اور باعث توہین ہے۔ بلکہ عام سوسائیٹی کے اخلاق کی کس قدر تخریب کا موجب ہے۔

ضرورت ہے کہ ان سب دلآزار پستکوں کی ضبطی سے نسل انسانی کے امن و اخلاق کی حفاظت اور مذاہب کے خلاف گندے لٹریچر کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ اور اس کے بعد "درثمین" کو بھی دیکھ لیا جائے۔ کہ آریہ سماج کی اس کے متعلق بے چینی اور شکایات کہاں تک قابل پذیرائی ہیں۔ اور اس قدر پرانی کتاب کے خلاف آج شکایت پیدا ہونے کے کیا معنے ہیں۔

میر حامد شاہ صاحب مرحوم اور ہم

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے میر حامد شاہ صاحب مرحوم کی وفات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے لکھا تھا کہ میر صاحب ہمیں دراصل راستی پر سمجھتے تھے۔ صرف میاں صاحب کی ناجائز محبت نے ان کو ان کی اطاعت پر مجبور کیا۔ "فاروق" اپنی ۲۸ نومبر ۱۹۳۶ء کی اشاعت میں اس کا ثبوت ہم سے طلب کرتا اور اسے ناجائز الزام قرار دیتا ہے۔ لیکن شاید اسے میر صاحب کے وہ الفاظ کمزوری دماغ کی وجہ سے بھول گئے جو لاہور میں بہت سے احباب کے سامنے انہوں نے ۲۸ مارچ ۱۹۱۴ء کو خود اپنی زبان سے فرمائے تھے کہ

"میں نے اس معاملہ میں بہت غور کیا ہے اور بہت دعا کی ہے۔ اور میں اس نتیجہ تک پہنچا ہوں۔ کہ آپکے مطالبات واجبی اور حق ہیں . . . .
. . . . مجھے اہل بیت حضرت مسیح موعود سے غایت درجہ کی محبت ہے اور رہا ہوا ہوں کو میری کمزوری پر محمول کریں میں نے اس محبت کی وجہ سے یہ خیال کیا تھا کہ ان کی (میاں صاحب) کی بیعت کر لوں"

پھر میر صاحب کی وہ تحریر بھی یاد نہ رہی جو اپنے حد سے بڑھ جانے کے متعلق انہوں نے خود "الفضل" میں شائع کی تھی۔

"بڑھ گیا بڑھ گیا کہ وہ حامد حد سے بڑھ گیا"

یہ الفاظ خود ہماری صداقت پر شاہد ہیں۔ جن کی تکذیب کیلئے دیکھیں کونسا ہتھیار استعمال ہوتا ہے۔ اور میر صاحب مرحوم کو دربار فاروقی سے کیا کیا خطاب عطا ہوتے ہیں۔

کیا ویدک دھرم پنچایتی مذہب ہے

معاصر "اہلحدیث" مسٹر ہٹیل کے قانون ازدواج کا ذکر کرتے ہوئے آریہ سماج سے یہ سوال کرتا ہے کہ "آریہ کہتے ہیں ویدوں میں جملہ علوم اور احکام درج ہیں پھر شادی بیاہ کے احکام کیوں درج نہ ہوں گے۔ جو ہر ایک انسان کو پیش آتے ہیں۔ اس لئے آریہ سماجی کیوں خاموش ہیں۔ وہ منتر ویدوں سے نکال کر ملک میں شائع کر دیں۔ ہندوؤں کا سر پھرا ہے کہ وہ ویدوں سے پھر جائیں گے۔ اور اگر ویدوں میں یہ حکم نہیں تو ہمارے سوال کا جواب دیں۔ کیا ویدک دھرم پنچایتی ہے"

امید ہے آریہ سماج اپنے سالانہ جلسہ میں ہٹیل بل پر غور کرتے وقت اس سوال کو بھی پیش نظر رکھیگی۔

آسٹریلیا میں مُردہ جلانے کا قانون

معاصر "الحکم" کی یہ روایت معلوم نہیں کہ کس بنا پر اور کہاں تک صحیح ہے۔ کہ آسٹریلیا میں مردہ کو بجائے دفن کرنیکے جلانے کا قانون پاس ہونے والا ہے اگر یہ صحیح ہے تو آسٹریلیا میں رہنے والے مسلمانوں کے لئے یہ ایک مصیبت کا سامنا ہوگا۔ جس کے لئے مسلمانان ہند کا فرض ہے کہ [illegible]

مُردہ کو جلانے کے نقصانات کی آشریح کی ضرورت نہیں۔ پیشتر ازیں انہی کالموں میں معاصر "البشیر" کا شد بد وجہ دریائے گنگا پر ہندو مُردوں کے متعلق اس نے بیان کیا تھا یہ ناظرین کیا ہم چلتے ایسے ہی مشاہدات تمام ان مقامات پر دکھائی دیتے ہیں۔ جہاں مردوں کو جلانے کا انتظام ہے۔ جلانے کے لئے کافی سامان میسر نہیں سکتا۔ اور لاشیں یونہی گل سڑ کر وباؤں کے پھیلنے کا موجب ہوتی ہیں۔

اس کے علاوہ جلانے میں اور بھی مذہبت سے اخلاقی نقصانات اور بہت صحت امور ہیں۔ جن کی وجہ سے اس طریق کے کلی استیصال کی ضرورت ہے۔ لیکن اس نقطہ نگاہ سے قطع نظر کر کے بھی مسلمانوں میں مردہ کو جلانا مذہباً بُرا سمجھا جاتا ہے۔ اور ان کا یہ مذہبی حق ہے۔ کہ اپنے مردوں کو بجائے جلانے کے دفن کیا کریں۔

اسلامی انجمنوں کو چاہیئے کہ آسٹریلیا میں کسی ایسے قانون کے نفاذ سے پہلے ہی گورنمنٹ ہند کی معرفت انسدادی تدابیر عمل میں لانیکی کوشش کریں۔

نئی روشنی کی عورتیں اور اسلام

اسلام نے عورت کو انسانی سوسائٹی میں جو باوقعت جگہ دی ہے۔ اور مردوں کے بالمقابل ان کے جو حقوق مقرر کئے ہیں۔ کسی دوسرے مذہب میں اس کی نظیر نہیں ملتی عیسائیت اور ہندو دھرم دو بڑے مذاہب اس وقت اسلام کے سامنے کھڑے ہیں۔ لیکن انہوں نے عورت کی جو کچھ حیثیت قرار دی ہے وہ محتاج تشریح نہیں۔ اسلام کا عورت کو قعر مذلت سے نکال کر عظمت و رفعت کی بلند چٹان پر کھڑا کرنا اور دوسرے مذاہب کا اسے تمام گناہوں کا منبع قرار دینا ایک حقیقت نفس الامری ہے لیکن با وجود اس کے کس قدر خوشی کی بات ہے کہ آج نئی روشنی نے ان غیر مذاہب کے افراد کو بھی اسلامی طریق پر ہی عامل ہونے پر مجبور کیا ہے۔ اور انہیں بغیر اس کے چارہ نظر نہیں آتا کہ عورت کو اس قعر مذلت سے اٹھا کر اسلامی حیثیت دیں۔

انگلستان میں مدت سے عورتیں اس جد و جہد میں مصروف تھیں کہ انہیں بھی پارلیمنٹ میں حق انتخاب عطا کیا جائے۔ جو بالآخر کامیابی کا منہ دیکھ چکی ہیں اور تازہ خبروں میں ہم یہ سنتے ہیں کہ عورتوں کے ممبر پارلیمنٹ بنائے جانے کا قانون دیوان عام کے بعد دیوان خاص میں بھی پاس ہو گیا۔ یہ فتح کس کی ہے۔ اسلام کی جس نے سب سے پہلے امور مملکت میں عورتوں کو مشورہ کی اجازت دی اور جس کی متبع مستورات اپنے علم و فضل اور تدبر سے سلطنتوں کی جہانبانی کرتی رہی ہیں۔

آج اگر احمد آباد میں مستورات کی ہوم رول لیگ عورتوں میں اتحاد و ترقی کی روح پھونکنا چاہتی اور مردوں کے مساوی حقوق لینے کیلئے انگلستان اپنا وفد بھیجنے والی ہے۔ اور ایسا ہی بمبئی گورنمنٹ سے بھی میونسپلٹیوں اور لوکل بورڈوں میں اس نے اپنا حق طلب کیا ہے، اگر بمبئی کے روشن خیال اصحاب عورتوں کو امور سیاست میں اپنا مشیر بنانے کیلئے خاص لیکچروں کا انتظام کر رہے ہیں۔ تو یہ اسلامی اصولوں ہی کی کشش و جذب ہے۔ جو اس وقت عملاً دنیا کے تمام طبقات میں رائج ہو چکے ہیں۔ کیا احمد آباد ہی کی سرزمین میں وہ جری اور علم و تدبر کی مالک مسلمان خاتون نہیں ہو گذری جس نے ایک مدت تک خود وہاں کی حکمرانی کی اور خود اپنی تلوار خون آشام سے اپنے آپ کو تخت سلطنت کا جائز حقدار ثابت کیا۔

کیا پریذیڈنٹ ولسن کا یہ قول کہ "عورت کی اخلاقی طاقت ہمیں راستی پر چلنے میں بہت کچھ مدد دیتی ہے۔ اگر ان کا مشورہ شامل حال نہ ہو تو ہم نیم دانا بچوں کی طرح ہیں"۔ قرآن کریم ہی کے ان الفاظ کا اعادہ اور نبی کریم صلعم کے اس ارشاد کی تصدیق نہیں جس میں اول الذکر نے عورت کو باعث تسکین اور آنحضرتؐ نے اسے گھر کا بہترین اخلاقی رہنما اور دست و بازو قرار دیا ہے۔

یہ الگ امر ہے کہ دنیا نے جو اسباب ترقی اختیار کئے ہیں وہ فائدہ کیساتھ نقصان کو بھی لئے ہوئے ہیں۔ اور ابھی اس بات کی ضرورت ہے کہ ذرا دنیا کی طرف رجوع ہونیکے بجائے اسلام کیطرح دینی و اخلاقی رہنمائی سے اس منزل کی ابتدا کی جائے۔ لیکن راہ اگرچہ غلط ہو انتہائی منزل مقصود وہی ہے جو اسلام نے بتائی۔ اور تھوڑے ہی چکر کاٹنے سے صحیح راستہ پر آجانا کوئی مشکل امر نہیں۔

غرض اسلامی تعلیمات اور اصول ہر پہلو سے دنیا پر غالب آ رہے ہیں۔ مگر حیف ہے مسلمانوں پر کہ وہ با وجود ان کے قائل ہونے کے انہی اصولوں کو عملاً ترک کر کے قعر مذلت میں گر چکے ہیں۔ حالانکہ یہ وقت تھا کہ اپنے نمونہ سے ثابت کیا جاتا کہ اصل اصول ترقی مسلمانوں ہی میں پائے جاتے ہیں اور اسلئے عمل کی [illegible]

اہم ترین زمانہ

صدیوں کا کام ہفتوں میں

آئیندہ چند ہفتوں کا زمانہ دنیا کے لئے اور بالخصوص مسلمانان ہند کے لئے غایت اہمیت اور دلچسپی کا زمانہ ہے۔ اس زمانہ میں (۱) برطانیہ کی مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا انتخاب عمل میں آئیگا (ب) موتمر امن (پیس کانفرنس) کے اجلاس منعقد ہونگے (ج) انڈین نیشنل کانگرس اور آل انڈیا مسلم لیگ اپنے اپنے سالانہ اجلاس منعقد کریگی۔ یہ واقعات اگرچہ بادی النظر میں باہم کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ لیکن ذیل کی سطور سے واضح ہوگا کہ ایک ہندوستانی کے نقطہ نگاہ سے وہ ایک دوسرے سے کس قدر گہرا تعلق رکھتے ہیں۔

(۱) برطانیہ مجلس شوریٰ کا انتخاب اگرچہ بقول مسٹر اسکوئتھ (سابق وزیر اعظم) موجودہ وقت میں ناموزوں ہے۔ تاہم اسکے لئے مختلف فریق نہایت سرگرم تیاریاں عمل میں لا رہے ہیں۔ حزب الاحرار (لبرل) کی طرف سے مسٹر اسکوئتھ جدید حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے "جمہوری" طریقوں سے کام لینے کا عہد کرتے ہیں۔ مسٹر لائڈ جارج حزب المحافظین (کنسرویٹو) سے اپنا پیمان باندھ چکے ہیں اور ان کا دعوےٰ بھی قریباً اسی قسم کا ہے۔ لیکن یہ دعاوی کوئی خاص نوعیت اور وزن نہیں رکھتے۔ تیسرا فریق حزب العمال (لیبر) ہے جس کی مساعی قوموں کی اقتصادی اور انفرادی آزادی کو شامل ہیں۔ اور یہی وہ فریق ہے جس سے اہل ہند کو سب سے زیادہ دلچسپی اور ہمدردی ہے

(۲) مجلس امن کی قراردادیں نہ صرف دنیا کی موجودہ شورشوں میں امن وسکون اور منازعات باہمی کے قطعی انفصال کا موجب ہونگی۔ بلکہ یہی قطعی فیصلہ کے آئیندہ نشو ونما کی بھی ذمہ وار ہونگی۔ مجلس مذکورہ اس اصول پر عمل پیرا ہوگی۔ کہ تمام چھوٹی اور بڑی قوموں کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ اپنے حقوق وفوائد کے متعلق اپنی خواہشات وجذبات کی روشنی میں اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں۔ مسٹر ولسن رئیس جمہوریہ امریکہ اور مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم انگلستان نے اس اصول کو بارہا دنیا کے روبرو پیش کیا ہے۔ اور برٹش اور فرنچ گورنمنٹوں نے ابھی حال ہی میں ایک اعلان شائع کیا ہے۔ جس میں عراق عرب شام اور مملکت عثمانی کے دیگر اقطاع کے آزاد شدہ باشندوں کے لئے قرار دیا ہے کہ وہ اپنے مستقبل کا آپ فیصلہ کریں

(۳) (ا) انڈین نیشنل کانگرس اور آل انڈیا مسلم لیگ کے آئیندہ سالانہ اجلاس ایک ایسے زمانہ میں انعقاد پذیر ہو رہے ہیں۔ جبکہ ایک طرف برطانی مجلس شوریٰ میں حزب الاحرار۔ حزب المحافظین اور حزب العمال کے درمیان حصول اقتدار کی غرض سے بے نظیر جنگ چھڑی ہوئی ہے دوسری جانب مجلس امن اپنے اہم ترین اصولوں کے ماتحت دنیا کے حال ومستقبل کا فیصلہ کرنیوالی ہے اور خود ہندوستان میں سکیم اصلاحات کا نشو ونما اور تغیر پذیر فتنہ اور بہ نگاہ کے جلوے نظر آنے والے ہیں۔ اندریںصورت ہمارا نظام عمل بالکل صاف اور واضح ہونا چاہئے انڈین نیشنل کانگرس کے اجلاس نے اگر انشقاق وافتراق کا منظر اس موقع پر پیش کیا تو اس کا اثر سیاسیات ہند اور بالخصوص اہل ہند پر نہایت خراب ہوگا۔ لہذا تمام انتہاپسند اور اعتدال پسند افراد اور جماعتوں کا فرض ہونا چاہئے کہ وہ "دو دل یک شود بشکند کوہ را" کے مفہوم پر عمل پیرا ہوں۔ اور کانگرس کی آواز کو وزنی بنا کر حصول مقصد کے لئے متحدہ کوشش عمل میں لائیں۔ (ب) آل انڈیا مسلم لیگ سے اعلیٰ توقعات کا وابستہ کرنا بالخصوص اس کی مردہ وار زندگی کو دیکھتے ہو سراسر نادانی ہے۔ لیکن یہ چند ہفتے دنیا کی تاریخ میں اسقدر اہمیت رکھتے ہیں کہ اگر لیگ اسوقت بھی بیدار نہ ہوئی۔ اور اس نے موقع کی نزاکت اور عظمت کو نہ پہچانا۔ تو یہ نہ صرف خود لیگ ہی کی موت کا اعلان ہوگا۔ اور نہ صرف ساری قوم پر اس سے حرف آئیگا بلکہ قوم کو ایسے نقصانات عظیم برداشت کرنا پڑینگے۔ جن کی تلافی قیامت تک بھی نہیں ہو سکیگی۔ لہذا لیگ کو کمر ہمت چست کر لینی چاہئے اور اس قلیل مدت میں خاص ہمت وسرگرمی سے کام لیکر اسلامی حقوق وفوائد کے متعلق اپنی آواز کو ایسا پر زور موثر اور مدلل بنانا چاہئے کہ نہ تو کانگرس اسکو رد کر سکے۔ اور نہ برطانیہ کی جدید مجلس شوریٰ اور مجلس امن میں اسکو ناقابل التفات سمجھا جا سکے۔ لیگ کے سامنے جو مہمات امور درپیش ہیں ان میں اسلامی اماکن مقدسہ۔ سکیم اصلاحات۔ انتخاب جداگانہ۔ اسلامی حقوق کی نگہداشت نسادات کلکتہ وکٹا رپور وغیرہ کی مستقل اور دور رس مسائل بھی شامل ہیں اور ان تمام امور کے متعلق اسے جو کچھ کرنا ہے انہی چند ہفتوں میں کرنا ہے۔ یہ تمام باتیں طے ہو جائیں اور لیگ اور کانگرس بیش آمدہ مسائل پر [illegible] ... [illegible] فیصل قرار دیکر ان پر ووٹ ... مناسب ہوگا کہ وہ اپنے متحدہ خیالات کو (ا) برٹش ... اور بالخصوص حزب العمال کے کانوں تک پہنچائیں اور (ب) مسٹر ولسن مسٹر لائڈ جارج اور دیگر ارکان مجلس امن کے گوشگذار کریں۔ معرکہ انتخاب میں اگر حزب العمال کامیاب ہو گئی۔

(بقیہ کالم ۳ کے آخر میں)

ایک ضروری اعلان

مسلمانانِ لائلپور کی وسعت قلبی کا نہایت عمدہ نمونہ

گذشتہ ماہ اپریل ۱۹۱۸ء میں لائلپور میں ایک اسلامیہ ہائی سکول کی بنیاد رکھی گئی۔ اور سکول مذکور کا کام شروع کر دیا گیا۔ اس سکول کے کھلنے اور اس کی ضرورت کے لاحق ہونے کی داستان تو بہت طویل ہے۔ جو اسکے سالانہ جلسہ میں بصورت سالانہ رپورٹ چھپ جائیگی۔ اس کے متعلق یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ۱۹ مئی گذشتہ کو اسکے قائم رکھنے اور سکول مذکور کو چلانے کے لئے اور قواعد وضوابط بنانے کے لئے ایک عظیم الشان جلسہ کیا گیا۔ جس میں کثرت کے ساتھ لوگ جمع ہوئے بہت سی تقریریں ہوئیں اور نظمیں پڑھی گئیں۔ یہ تمام کام کرنے کے لئے ایک انجمن بنانے کی تجویز ہوئی اور اسی وقت اسکے ممبروں کا انتخاب بھی ہو گیا اور انجمن کا نام انجمن اسلامیہ لائلپور رکھا گیا۔ اور مدرسہ مسلم ہائی سکول ومدرسہ تعلیم القرآن دونوں کو ایک سکول بنا دیا گیا۔ اور ان کا تمام انتظام انجمن اسلامیہ کے کارکنوں کے سپرد ہوا۔ لہذا اسی جلسہ میں انجمن کے ماتحت ایک سب کمیٹی یعنی مینجنگ کمیٹی کا انتخاب ہوا۔ اور ممبران انجمن نے تمام عہدہ داران کا انتخاب کرنے کے وقت ہمارے محسن حاجی مولا بخش محمد اسمعیل ملک التجار کو اپنا وائس پریزیڈنٹ تجویز کیا اور یہ انتخاب بھی باتفاق رائے پاس ہوا اور یہ تجویز ہوا کہ ان کی خدمت میں ایک ڈپوٹیشن لے جائیں اور شیخ صاحب موصوف کا عہدہ وائس پریزیڈنٹی پر مقرر کرنے کے لئے انہی کی خدمت میں درخواست کریں کہ وہ اس کی وائس پریزیڈنٹی قبول کریں۔ چنانچہ مورخہ ۱۸/۶ مطابق یکم ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ بوقت شام معززین شہر کا ایک ڈپوٹیشن جنکے اسمائے مبارک حسب ذیل ہیں شیخ صاحب موصوف کے کارخانہ میں انکی خدمت میں حاضر ہوا۔

(۱) شیخ عبد القادر صاحب۔ بی۔ اے۔ بیرسٹر گورنمنٹ پراسیکیوٹر۔
(۲) شیخ نور محمد صاحب ایم۔ اے۔ افسر مال ضلع لائلپور۔
(۳) چوہدری الطاف علی صاحب سپرنٹنڈنٹ ضلع۔
(۴) ملک غلام محی الدین صاحب چیف کلرک ڈی۔ ٹی۔ ایس۔ لائلپور۔
(۵) شیخ عبد الکریم صاحب بی۔ اے۔ پلیڈر۔
(۶) شیخ کریم بخش صاحب۔ بی۔ اے۔ پلیڈر۔
(۷) جناب مولوی عبد الحمید صاحب مولوی فاضل۔ پلیڈر۔
(۸) میاں عزیز الرحمن صاحب۔ بی۔ اے ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول لائلپور
(۹) خان صاحب ملک محمد طفیل صاحب۔ بی۔ اے سیکنڈ ماسٹر سکول ہائی سکول۔
(۱۰) قاضی عبد الواحد صاحب عرائض نویس ضلع لائلپور
(۱۱) شیخ عبد الرئیس صاحب رئیس وجنرل کنٹریکٹر۔ لائلپور۔
(۱۲) شیخ محمد روشن صاحب عرائض نویس ضلع لائلپور۔
(۱۳) شیخ عطاء اللہ صاحب عرائض نویس۔ سابق ہیڈ کلرک لائلپور
(۱۴) شیخ خدابخش صاحب سوشتہ دار مسٹر فلپ صاحب بہادر آنریری مجسٹریٹ درجہ اول لائلپور
(۱۵) ماسٹر عباد اللہ صاحب سیکنڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم القرآن۔
(۱۶) جناب محمد حسین صاحب نقشہ نویس محکمہ نہر۔

مذکورہ بالا معززین کا خیر مقدم شیخ صاحب موصوف نے بڑے تپاک اور محبت واخلاص کے ساتھ کیا اور نہایت خوش خلقی کے ساتھ پیش آئے اور فرمایا کہ آپ تمام معززین کے اس غریب خانہ پر تشریف لانے سے از حد خوشی ہوئی۔ آپ صاحبان کو بہت تکلیف ہوئی۔ یہاں اس سے پہلے بذریعہ منشی محمد حسین اطلاع پہنچ چکی ہوئی ہے ہم بڑی خوشی کے ساتھ آپ کے ساتھ مل کر کام کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن ایک نہایت ضروری بات کا اس موقعہ پر اظہار کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ ابھی چند دن ہوئے ہیں آپکے کسی مولوی کی طرف سے ہمارے لئے نہایت دل دکھانے والے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اور اس سے پہلے بھی آپ لوگوں کی طرف سے ہم پر اور ہمارے امام ومقتدا مرزا غلام احمد صاحب مغفور پر کفر کے فتوے لگے ہوئے ہیں۔ تو یہ کس صورت میں ہو سکتا ہے کہ آپ ہمکو کافر سمجھیں اور ہمارا اور آپ کا اتفاق بھی رہے۔ دو متضاد خیال کے لوگ کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ سب سے پہلے اس بات کو صاف کر دیں کہ آپ ہم کو اور ہمارے امام کو کیا سمجھتے ہیں؟ اگر آپ ہمکو کافر سمجھتے ہیں۔ تو پھر تو امر مجبوری ہے اور یہ کس طرح سے موزوں ہو سکتا ہے کہ مسلمان سوسائٹی کا وائس پریزیڈنٹ ایک کافر ہو۔ اور وہی مولوی صاحبان آپ پر نکتہ چینی شروع کر دیں کہ تم نے ایک کافر احمدی کو وائس پریزیڈنٹ بنایا ہے اسے ہٹا دینا چاہئے۔ اور اگر آپ ہمکو مسلمان سمجھتے ہیں تو آپ اس بات کا اعلان کریں کہ آپ مرزا صاحب کو اور آپ کی جماعت کو مسلمان جانتے ہیں۔ تو پھر ہم آپ کے ساتھ بڑی خوشی سے ملکر کام کرنے کو تیار ہیں۔ اس پر ہمارے مکرم ومحسن شیخ عبد القادر صاحب گورنمنٹ پراسیکیوٹر نے فرمایا کہ شیخ صاحب ہم تمام مسلمان جو اسوقت یہاں موجود ہیں یا اور وہ لوگ جو ہماری اس انجمن کے ممبر ہیں یا ہمارے ہم خیال ہیں۔ ہم سب کا یہ ایمان ہے کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے ہم نے یہاں آنے سے پیشتر اپنی مینجنگ کمیٹی کے اجلاس میں اس بات کا پہلے بھی اعلان کیا ہے اور اب پھر آپ کے سامنے بھی اس کو دوہراتے ہیں۔ اور آئندہ جب آپ ہماری مینجنگ کمیٹی میں تشریف لائینگے تو پھر بھی دوہراوینگے۔ ہم سب کا یہ ایمان ہے جس کو ہم علی الاعلان ظاہر کرتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب مرحوم مغفور آنجہانی کو اور آپ کی جماعت کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ایسے اشخاص کو جو کسی مسلمان کو کافر کہنے کے عادی ہیں سخت نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور واقعی حدیث نبوی کے مطابق کسی مسلمان کو کافر کہنے والا صورت عذاب کھینچتا ہے۔ علاوہ ازیں آپ کی جماعت کے لوگ جس جوش اور اخلاص کے ساتھ اسلام کی خدمت کر رہے ہیں اس کا نمونہ دوسرے لوگوں میں بہت کم نظر آتا ہے۔ اور ایک لیڈر کے اچھے یا برے ہونے کا ثبوت تو اس کے پیروؤں کے نمونہ سے ظاہر ہو جاتا ہے جیسے ہم دیکھ رہے ہیں۔ ایک طرف ہمارے واعظین ہیں جنکے وعظ یا لیکچر لوگوں کو ایک گھنٹہ یا دو گھنٹہ بیٹھکر سننے بھی دوبھر معلوم ہوتے ہیں اور دوسری طرف آپ کی جماعت کے لوگ مثل مولوی صدر الدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ وجناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے وخواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ پلیڈر ہیں۔ جب ان لوگوں کا کہیں لیکچر یا وعظ ہوتا ہے۔ تو اس کثرت اور شوق سے لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ کہ جگہ نہیں رہتی اور ایسی دلچسپی سے لوگ سنتے ہیں کہ ذرا نہیں اکتاتے خواہ صبح سے شام اور شام سے صبح ہو جائے۔ اور پھر آپ کی جماعت کے لوگ اس قدر اسلامی خدمت کر رہے ہیں کہ دنیا کا اس وقت کوئی کونہ خالی نہیں رہا جہاں انہوں نے اسلام کی حمایت میں اپنا ایثار نہیں دکھلایا۔ پس یہی سچے مسلمان کی نشانی ہے کہ وہ اسلام کا شیدا ہو اور اپنے حال وقال سے اپنا مسلمان ہونا ثابت کرے۔ سو ہم پھر دوہراتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب مغفور کی اسلامی خدمت کے قائل ہیں۔ فی زمانہ انہوں نے اسلام کی بیحد خدمت کی ہے۔ اور اپنے بعد بھی نیک لوگوں کا گروہ بنا گئے جو اسلام کی خدمت کے لئے دن رات سرشار ہیں۔ سب صاحبان نے شیخ صاحب موصوف کی اس تقریر کی تائید کی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جو اختلافی مسائل ہیں وہ ہر فرقہ کے اندر موجود ہیں۔ اور یہ اختلاف ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔ اور ہمیشہ ہی چلا جائیگا۔ اور ایسے بجز ذمہ وار اشخاص بھی دنیا میں موجود رہیں گے جو ایک کو برا اور دوسرے کو بھلا کہنے کے عادی ہیں سو اسکو نہ ہم روک سکتے ہیں اور نہ آپ روک سکتے ہیں۔ اس پر شیخ عبد الرحیم صاحب ٹھیکیدار وملک غلام محی الدین صاحب نے فرمایا کہ شیخ صاحب اگر ہم لوگ آپکو نعوذ باللہ کافر سمجھتے۔ تو آپ کے یہاں کبھی نہ آتے۔ کیونکہ دو ضدیں کبھی جمع نہیں ہو سکتیں۔ جزاک اللہ احسن الجزا۔ ایماندار لوگوں کی یہی نشانی ہے۔ کہ ان کے دل میں انصاف اور خدا تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے۔ اس لئے وہ کسی دنیاوی رعب کے سامنے سر خم نہیں کرتے۔ اگر ایسے نیک لوگوں کا گروہ دنیا میں پیدا ہو جائے تو جہالت دنیا سے فوراً مفقود ہو جائے۔ اور تمام اختلافات یک قلم مٹ جائیں۔ ہم ان تمام مسلمانوں کے نہایت ہی مشکور اور ممنون ہیں جنہوں نے اس وسعت قلب کا نمونہ دکھلایا ہے۔ کیا ہی اچھا یہ نمونہ ہے۔ ضروری ہے کہ دیگر مقامات میں بھی اس کی تقلید کی جائے۔ بقول مرزا صاحب علیہ السلام

اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانیکے دن

خاکسار۔ محمد حسین نقشہ نویس محکمہ نہر اسسٹنٹ سکرٹری انجمن اسلامیہ لائلپور

میں تصدیق کرتا ہوں۔ کہ مذکورہ بالا بیان جو بابو محمد حسین صاحب نے لکھا ہے۔ بالکل صحیح ہے۔

ملک غلام محی الدین چیف کلرک ڈی۔ ٹی۔ ایس وآنریری سکرٹری انجمن اسلامیہ لائلپور

(بقیہ کالم ۱) توقع ہے کہ ہندوستان اطمینان کیساتھ اس پر بھروسہ رکھ سکیگا کیونکہ حزب العمال اور ہندوستان بظاہر دونوں ایک ہی کشتی میں سوار ہیں اور انکی باہمی ہمدردی قدرتی ہے۔ اگر وہ ناکام رہی تو ہندوستان کی موجودہ حیثیت میں اس سے کوئی فرق نہیں آئیگا۔ اور اسکو حزب العمال کی ہمدردی برابر حاصل رہیگی۔ ارکان مجلس امن جس اصول کو اپنا چراغ راہ بنا کر شریک مجلس ہونگے اس میں ہندوستان کیلئے بڑی بڑی امیدیں ہیں اس لئے کانگرس اور لیگ کو اس موقع کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔ اور اپنے حسیات وجذبات کو پیش کرتے ہوئے اسبات پر زور دینا چاہئے کہ اصول اگر اصول ہے تو اسے سب کے لئے یکساں ہونا چاہئے۔ اور کسی مصلحت کو انصاف پر غالب نہیں آنے دینا چاہئے کہ مصلحتوں کی آڑ میں بڑے بڑے اصول خود غرضی کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھائے جا چکے ہیں اور انسانیت اور سچی تہذیب کو جسقدر نقصان اس طریق عمل سے پہنچا ہے اتنا کسی اور ذریعہ سے نہیں پہنچا۔ مسٹر لائڈ جارج نے فرمایا ہے۔ کہ بعض اوقات دنیا صدیوں کا فاصلہ ہفتوں میں طے کر لیتی ہے اور موجودہ وقت اسی قسم کا وقت ہے۔ اہل ہند اور بالخصوص مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس حقیقت کو اچھی طرح سے محسوس کریں۔ (وکیل)

مراسلہ

ایک دوست کی جدائی

دل میں اک سوا اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانے کیا یاد آیا

دُنیا فانی ہے اور آنی جانی ہے۔ نہ کوئی اس میں رہا ہے اور نہ کوئی رہیگا۔ جو پیدا ہوا ہے اسکے لئے موت لازمی ہے اور بقول شخصیکہ ؎

یہ ثابت ہو گیا آنا ہی جانے کی نشانی ہے

آنے کے بعد جانے سے کس کو انکار اور فرار ہو سکتا ہے۔ اجل کے پنجہ سے کسی ذو بشر کا بچنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا کہ اونٹ کا سوئی کے ناکہ سے نکلنا بلکہ یوں کہنا مناسب و موزوں ہوگا کہ ایک اونٹ کا سوئی کے ناکہ سے نکل جانا اس سے زیادہ آسان ہے کہ کوئی انسان حضرت عزرائیل کے پنجۂ فولادی سے محفوظ و مصوؤن رہ سکے کسی نے کیا سچ کہا ہے کہ ؎

اجل لگائے ہوئے تاک ہر کسی پر ہے
بہوش باش کہ دنیا رہا روی پر ہے

اجل کے دست تصرف نے آخر اسکو بھی نہ چھوڑا کہ جسکو آج سے ایک عرصہ پہلے آسمان چہارم کا ساکن تسلیم کر کے خدائی قانون کل نفس ذائقۃ الموت کو پس پشت ڈالدیا تھا۔ گو یہ غلطی تھی تاہم اس کو غلطی سمجھنا صحیح نہ سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ اب بھی ایسے حضرات موجود ہیں کہ جن کو یہ امر تو پسند ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذائقہ موت کا چکھنے والا تسلیم کیا جائے مگر ابن مریم علیہ السلام اس سے بچے رہیں لیکن جناب عزرائیل کو خدا سلامت رکھے۔ وہ اپنے فرائض سے کب باز آنے والے ہیں ان کے دست تصرف یا دست درازی سے نہ کالا بچتا ہے نہ گورا۔ نہ لال اور نہ زرد رنگ کے خطرے والا۔ چڑھتے چڑھتے تو جناب مسیح آسمان پر جا پہنچے اور نہ صرف پہلے دوسرے اور تیسرے پر بقول بعضے چوتھے آسمان پر اور بعضے خدا کے داہنے ہاتھ پر مانتے ہیں مگر آخر کو وہاں سے اُترنا ہی پڑا اور محلہ خان یار کشمیر جنت نظیر کی آرام گاہ سے بڑھکر کوئی جگہ پسند نہ آئی۔ خدا بھلا کرے ابن مریم کے ہمنام کا کہ اُسنے اپنے ہمنام کو انسانیت کی حیثیت میں دکھلایا اور ویسے ہی پُر تقدس بتلایا جو انکی شان کے عین مطابق ہے اور جسکے باعث وہ عزو وقار کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ دراصل کسی ایسے انسان کا ایسے وقت میں کہ اس نے اپنا مفروضہ کام نہ کیا ہو یوں غائب ہو جانا اور خاصکر تختۂ زمین سے صحیح نہیں کیونکہ زمین پر رہنا ایسے وجود کا زیادہ مفید ہے بہ نسبت آسمان یا چرخ نشینی کے۔ سو حقیقت تو یہ عرض کرنی تھی کہ موت نے آخر انکو بھی نہ چھوڑا کہ جو چرخ نشین شمار ہوتے ہیں یا ہوتے تھے کیونکہ اُن کا بھی موت و فوت کا اقرار بالّسان فلما توفیتنی نکل آیا۔ تو ما وشما کا کیا ذکر کیا جاوے۔ ہر ایک بندہ کے لئے ایک وقت تک مہلت ہے جب اُس کا وقت آ جاتا ہے تو رب العلمین کی طرف سے بلاوا آتا ہے اور اُسکی بات خواہ مخواہ ماننی ہی پڑتی ہے۔ حضرت اقدس نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے چند روز پہلے ایکدن خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ خدا تعالٰے نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ چاہے تو وہ دنیا میں رہنا پسند کرے اور چاہے تو اپنے رب کے حضور حاضر ہونے کو۔ مگر آپ نے دنیا کی بجائے رب کریم کے حضور حاضر ہونے کو پسند فرمایا۔ کیونکہ دنیا اور اہل دنیا فدیعائے ... سے رضائے الٰہی کا طالب ہو جانا پسندیدہ امر ہے۔ جیسے کہ ایک اچھے ہشیار نے کہا ہے کہ ؎

نہ دل کی قدر نہ جاں کی نہ قیمت دین و ایماں کی
وفا کی ہے خریداری رضا کا کارخانہ ہے

دنیا کی محبت کے عالم کو اسی قسم کے ہشیار نے یوں ظاہر کیا ہے کہ ؎

میان کشور الفت بلا کا کارخانہ ہے
ستم کی گرم بازاری جفا کا کارخانہ ہے

دنیا اور کار دنیا میں قدم رکھتے ہی اہل نظر یہ کہہ اٹھتے ہیں ؎

سلامت منزل مقصود پر اللہ پہنچا دے
مجھے آنکھیں دکھاتا ہے ہر اک نقش قدم میرا

خدا رسیدوں نے نوجوانوں کو جو نصیحت کی وہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہی ہے مثلاً ارشاد ہوتا ہے کہ ؎

علاج نفس کا ذرا بہنگام جوانی کن
کہ ایں مار سیاہ چوں پیر گردد اژدہا گردد

دنیا اور کار دنیا کو فانی تسلیم کیا گیا ہے اور اس زندگی کے ہر ایک دن کو با غنیمت قرار دیا گیا ہے یہاں سے جانے کے بعد نہ تاریخ کا کوئی گھر کھڑا موجود نہیں جو گیا سو گیا وہ لوٹکر پھر نہ آئیگا۔

(انّا للہ و انّا الیہ) راجعون کا سچا فیصلہ ہے۔ اسے کہا گیا ہے ہر ایک نیک کام کے کرنے میں جلدی ہو تو بہتر ہے تاکہ اسکے کرنے سے محرومی نہ رہے۔ دُنیا اور اُس میں کی زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں ہی بقول شاعر ؎

نہیں ہے دُنیا کا کچھ بھروسہ یہ اک طلسم اور ہے تماشا
ذرا کوئی اشک بہٹ کے آیا گئے جو سوئے عدم ہزاروں

دُنیا میں غم کے دن زیادہ ہیں اور خوشی کے تھوڑے اور یہ ایک دورہ ہے جو ہمیشہ آتا اور جاتا رہتا ہے جیسے کہ کہا گیا ہے۔ ؎

غیر ممکن ہے چھٹے شادی و غم کا کبھی ساتھ
پھر خوشی بھی نہ رہے دل میں اگر غم نہ رہے

مومنوں کو غم میں انا للہ اور صبر و شکر کی تعلیم و تلقین دی گئی ہے۔ اور خوشی کے موقعہ پر حمد و ثنا کا وظیفہ پڑھنے کا حکم ہے گویا کہ کوئی موقعہ ایسا نہیں کہ جس میں دل میں بے چینی پیدا ہو یا بے صبروں کی طرح واویلا اور چیخ و پکار۔ رونا۔ پیٹنا۔ سر دھننا ضروری قرار دیا ہو۔ غم و شادی دونوں میں رضائے الٰہی کا تابع کرنا اُسی انسان کا کام تھا۔ کہ جسکو دُنیا پرستوں نے پہچانا ہی نہیں۔

آہ! صد آہ! دنیا میں ایک انسان آیا۔ ہاں ایسا انسان کہ جس نے بتلایا کہ ہر ایک موقعہ پر انسان کا کیا عمل درآمد ضروری ہے اور کس طرح وہ ایک ذات سے لو لگانے کے باعث اطمینان قلب حاصل کر سکتا ہے۔ ایسے انسان کو پانے والے ہاں اُسکو شناخت کرنے والے کو کوئی غم والم اور ہم و غم بے صبری کے نمونے پیش کرنے نہیں دیتا۔ وہ صبر و شکر کا ہی نمونہ پیش کرتے ہیں اور خدا کی رضا پر راضی رہتے ہیں۔ چنانچہ اسی لئے ہم اپنے عزیز اور محب و دوست صادق مکرمی مولوی علی احمد صاحب احمدی سیالکوٹی کی وفات حسرت آیات پر سوائے صبر و شکر کے زبان سے اور کچھ نہیں نکالتے اللہ تعالےٰ مرحوم بھائی کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دیوے اور اُنکے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرماوے۔ ہاں اتنا کہنے ... مرحوم بھائی اپنے رنگ میں خاص قسم کے ... آپ لاہور چھاؤنی کے محکمہ سپلائی اینڈ ٹرانسپورٹ میں کلرک تھے اُن ایام میں یہاں کی انجمن اسلامیہ کی ایک لائبریری تھی جس میں اخبار آیا کرتے تھے شام کو اُن سے اسی سلسلہ میں اکثر ملاقات ہوتی تھی۔ وہ اب تک حضرت مرزا صاحب کے مرید نہ تھے۔ گو بُرا کہنے کو پسند نہ کرتے تھے۔ تاہم اچھا کہنا بھی کچھ زیادہ پسند نہ تھا آپ تاریخ سے زیادہ دلچسپی رکھتے تھے۔ مولانا شبلی کی اکثر تصانیف کے خریدار اور مطالعہ کرنے والوں میں سے تھے۔ میری اور قاضی ثناء اللہ صاحب کی ملاقات کا رفتہ رفتہ یہ اثر ہوا کہ حضرت مرزا صاحب کو آپ اچھا سمجھنے لگے یہاں تک کہ قبلہ مولانا محمد علی صاحب کے اُن مضامین کو پڑھکر جو ریویو میں نکلا کرتے تھے۔ حضرت مرزا صاحب کی شخصیت اور دعوے کے قائل ہو گئے۔ اور بیعت سے مشرف ہوئے اور اسی عشق و محبت نے انکو قادیان بھی پہنچایا۔ اس کے بعد سے ہمارا اور ان کا ایسا گہرا ربط و ضبط رہا۔ کہ آپ نے سیالکوٹ واپس چلے جانے کے بعد بھی سلسلہ خط و کتابت مرتے دم تک جاری رکھا۔ سلسلہ کے اختلاف کے وقت بھی آپ نے حق و باطل پر نظر رکھی۔ گو شروع میں میاں صاحب کے مریدین میں شامل ہو گئے۔ مگر میاں صاحب کی حرکات اور عقائد کا علم ہونے کے بعد بیعت کو فسخ کر کے یہ ثابت کر دیا۔ کہ وہ حق کے حامی اور طرفدار ہیں۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل کسی دوسری اختراعی نبوت اور بناوٹی رسالت کے مؤید نہیں ہو سکتے۔ حضرت مرزا صاحب کو آپ مجدد۔ مہدی۔ مسیح موعود اسی رنگ میں سمجھتے جیسے کہ مولانا محمد علی صاحب اور انکے ہمخیال اعتقاد رکھتے ہیں۔ ختم رسالت کے بعد ظل و بروز یا جزو نبوت اور مکالمہ مخاطبہ کے علاوہ کسی مستقل نبوت کے تسلیم کرنے سے انکو انکار تھا۔ بہر صورت بھائی علی احمد مرحوم کی جدائی گو سخت شاق ہے۔ مگر مرضی مولیٰ جو کچھ تھی وہ ہو چکی۔ اللہ تعالےٰ مرحوم پر رحمت نازل کرے۔ آمین! خاکسار محمد حسین المعروف ... لاہور چھاؤنی

تاریخ وفات حسرت آیات خواجہ بشیر احمد صاحب مرحوم

کیوں رنج و غم سے کئی گھروں میں شور محشر بپا ہوا ہے
کیوں اشک ریزی ہے دوستوں کے دلوں پہ صدمہ لگا ہوا ہے
کیوں ایک گھر میں ہے نوحہ زاری شبانہ روز ایسی بے قراری
ہے کھانے پینے کو خون دل اور خواب آنکھوں سے اُڑ گیا ہے
ہے سوز دل کا سُنا یہ فقرہ کہ خواجہ صاحب کا جگر پارہ
بشیر احمد تھا جو پیارا وہ دار فانی سے چل بسا ہے
جو جگر غم میں لگا یا عزیزو ... یہ تاریخ ...
ہزار افسوس اے عزیزو ... گیا ہے

وصیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

میں محمد سلطان ولد سو قوم جٹ لوہڈا ساکن گل والہ تحصیل و ضلع گجرات بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

(اوّل) میں عالی حضرت جناب مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام رئیس قادیان کا مرید ہوں۔ میں نے آپ کے رسالہ الوصیۃ تحریر ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء اور ضمیمۃ الوصیۃ ۶ جنوری ۱۹۰۶ء کو تمام و کمال پڑھ یا سُن لیا ہے۔ اور میں ان ہدایات کا جو اس میں درج ہیں اپنے آپکو پابند قرار دیتا ہوں۔ اور میں وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے پر میری نعش کو مقبرہ بہشتی واقعہ قادیان میں دفن کرنے کے لئے قادیان پہنچایا جاوے بشرطیکہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے ایسا کرنے کی مجھے یا میرے بعد میرے ورثاء کو اجازت حاصل ہو جاوے۔ اور نعش کے قادیان پہنچانے کے اخراجات اگر میں فوت ہونے سے پہلے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے پاس جمع نہ کرا دوں۔ تو میری جائداد متروکہ میں سے وضع کئے جاویں لیکن ایسے اخراجات کا اثر اس جائداد پر نہ پڑیگا جو اس وصیت کی رُو سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے حق میں دیدی ہے۔

(دوم) رسالہ الوصیت مذکورہ بالا کے ماتحت جو انجمن موسوم بہ صدر انجمن احمدیہ قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قائم کی تھی۔ وہ حضرت حکیم نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح کی وفات پر اپنی اصلی شکل و صورت میں قائم نہیں رہی۔ اسکے نظام کو میاں محمود احمد صاحب کی منشاء سے بدل دیا گیا اور جن اغراض و غایت کے لئے وہ انجمن بنی تھی وہ اب مفقود ہو گیا ہیں موجودہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو اصل اغراض مقبرہ بہشتی کے لئے کالعدم سمجھتا ہوں۔ اور اس انجمن کی صحیح قائمقام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو تسلیم کرتا ہوں۔ اسلئے میں یہ وصیت اس انجمن کے حق میں کرتا ہوں۔

(سوم) رسالہ الوصیت کے ماتحت جس قدر ہدایات یا احکام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے متعلق مقبرہ بہشتی جاری ہوں گے اُن ہدایات اور احکام کا جہاں تک اس وصیت سے تعلق ہے میں اور میرے ورثاء پابند ہوں گے۔

(چہارم) میری یہ وصیت ہر حال میں قائم رہے گی۔ خواہ میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن ہو سکے یا نہ ہو سکے۔

(پنجم) میں یہ وصیت کرتا ہوں۔ کہ میرے مرنے پر میری مفصلہ ذیل جائداد غیر منقولہ ... کی مالک احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہوگی۔

(ششم) انجمن مذکور میری وصیت کردہ جائداد کو یا اسکی قیمت کو یکمشت خرچ نہ کر سکے گی۔ جبکہ میری وصیت کردہ جائداد یا اسکی قیمت کو بطور سرمایہ اس لمال رکھکر اسکا منافع خرچ کیا جاویگا۔

(ہفتم) میری متروکہ جائداد کو مد صرف اشاعت اسلام پر خرچ ہوگی اور یہ انجمن کا اختیار ہوگا کہ وہ اغراض اشاعت اسلام کے لئے کس طرح خرچ کرے۔

(ہشتم) میری وصیت کردہ جائداد کی بجائے اگر میرے دوسرے ورثاء انجمن مذکور کو قیمت دینا چاہیں تو انجمن کا حق نہ ہوگا۔ کہ وہ متروکہ وصیت کردہ جائداد پر قبضہ کرے۔ ایسا ہی ادائیگی قیمت جائداد وصیت کردہ میں انجمن کو چاہئے کہ میرے ورثاء کو سہولت دے اور اقساط وصول کرے۔ اقساط کا مقرر کرنا یا اسکی عدم ادائیگی میں کوئی شرط لگانا انجمن کا کام ہوگا۔

(نہم) میری جائداد اس وقت حسب ذیل ہے۔ جس کے متعلق یہ وصیت لکھی گئی ہے۔

۶۳۸/۱۸۴	۲۳۳	۳۲	۳۵ ۴
یک کنال	یک کنال	یک کنال	دو کنال
۷ مرلہ		۶ مرلہ	۴ مرلہ
۶۵۹/۶۳۰	۶۶۴/۵۲۹	میزان کل	...
دو کنال	دو کنال		
۱۶ مرلہ	۱۵ مرلہ		۱۵ مرلہ

حصہ چہار ۱/۴ کا ۱/۴

میرے شرکاء میں سے حقیقی بھائی سعید و خوشیا خان ہیں جنکا مرد ... مذکورہ بالا اراضی میں ہر ایک شریک ہیں بلا شرکت غیرے ہے۔

بقلم خود محمد سلطان ولد سو قوم جٹ لوہڈا

گواہ شد

غلام قادر ... ضلع گجرات

گواہ شد

... ضلع گجرات

حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا مذہب

آزادہ رہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل / ہرگز کبھی کسی سے نہیں عداوت مجھے

اخبار

پیغام صلح

الصلح خیر

ہفتہ میں دو بار
یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ قیمت

جلد ۶ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ مورخہ ۳ ربیع الاول ۱۳۳۷ ہجری مطابق ۸ دسمبر ۱۹۱۸ء | نمبر ۴۴

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نصیحت بعد از بیعت

گناہ کی شناخت کے اصول اور اصل اصول عبادت

پانچوں نمازیں عمدہ طور سے پڑھا کرو روزہ صدق دل سے رکھو۔ اور اگر صاحب توفیق ہو تو زکوٰۃ۔ حج وغیرہ اعمال ادا کرتے رہو۔ اور ہر قسم کے گناہ سے اور شرک اور بدعت سے بیزار رہو۔ اصل میں گناہ کی شناخت کے اصول صرف دو ہی ہیں:

اول حق اللہ کی بجا آوری میں کمی یا کوتاہی۔

دوم حق العباد کا خیال نہ کرنا۔

اصل اصول عبادت بھی یہی ہیں۔ کہ ان دونوں حقوں کی محافظت کما حقہ کی جائے۔ اور گناہ بھی انہیں میں کوتاہی کرنے کا نام ہے۔ اپنے عہد پر قائم رہو اور جو الفاظ اس وقت تم نے بیعت کے بطور اقرار زبان سے نکالے ہیں۔ ان پر مرتے دم تک قائم رہو۔

انسان کا دھوکا

انسان بعض اوقات دھوکا کھاتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ بس میں نے اپنے لئے توبہ کا درخت بو لیا ہے۔ اب اس کے پھل کی امید رکھتا ہے۔ یا ایمان میں نے حاصل کر لیا ہے۔ اس کے اب نتائج مترتب ہونے کا منتظر ہوتا ہے۔

ردی چیز منظور نہیں ہوتی

مگر اصل میں خدا کے نزدیک نہ تائب اور نہ سچا مومن۔ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی اور منظوری کی حد تک نہ پہنچی ہوئی ہو وہ اس کی نظر میں ردی اور حقیر ہوتی ہے اس کی کوئی قدر و قیمت خدا کے نزدیک نہیں ہوتی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک انسان کسی چیز کے خریدنے کا ارادہ کرتا ہے۔ جب تک کوئی چیز اس کی پسندیدگی میں نہ آوے تب تک اس کی نظر میں ایک ردی محض اور بے قیمت ہوتی ہے۔ تو جب انسان کا یہ حال ہے تو خدا تو قدوس اور پاک اور بے لوث ہستی ہے۔ وہ ایسی ردی چیز کو اپنی جناب میں کب منظور کرنے لگا۔

ابتلا کے دن

دیکھو یہ دن ابتلا کے دن ہیں۔ وبائیں ہیں قحط ہے غرض اس وقت خدا کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے۔ ایسے وقتوں میں اپنے آپ کو دھوکا مت دو۔ اور صدق دل سے اپنی کوئی پناہ بنا لو۔

بیعت اور توبہ کب فائدہ دیتی ہے

بیعت اور توبہ اس وقت فائدہ دیتی ہے جب انسان صدق دل سے اور اخلاص نیت سے اس پر قائم اور کاربند بھی ہو جاوے۔ خدا خشک لفاظی سے جو حلق کے نیچے نہیں جاتی ہرگز ہرگز خوش نہیں ہوتا۔ ایسے ہو کہ تمہارا صدق اور وفا اور سوز و گداز آسمان پر پہنچ جاوے۔ خدا تعالیٰ ایسے شخص کی حفاظت کرتا اور برکت دیتا ہے جس کو دیکھتا ہے کہ اس کا سینہ صدق اور محبت سے بھرا ہوا ہے۔ وہ دلوں پر نظر ڈالتا اور جھانکتا ہے۔ نہ کہ ظاہری قیل و قال پر۔ جس کا دل ہر قسم کے گند اور ناپاکی سے معرا اور مبرا پاتا ہے۔ اس میں آ اترتا ہے۔ اور اپنا گھر بناتا ہے۔ مگر جس دل میں کوئی کسی قسم کا بھی رخنہ پاتا ہے۔ اس کو لعنتی بناتا ہے۔

جسمانیت اور روحانیت

دیکھو جس طرح تمہارے عام جسمانی حوائج کے پورا کرنے کے واسطے ایک مناسب اور کافی مقدار کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح تمہاری روحانی حوائج کا حال ہے۔ کیا تم ایک قطرہ پانی زبان پر رکھ کر پیاس بجھا سکتے ہو۔ کیا تم ایک لقمہ کھانے کا منہ میں ڈال کر بھوک سے نجات حاصل کر سکتے ہو۔ ہرگز نہیں۔ پس اسی طرح تمہاری روحانی حالت معمولی سی توبہ یا کبھی کسی ٹوٹی پھوٹی نماز یا روزہ سے سنو نہیں سکتی روحانی حالت کے سنوارنے اور اس باغ کے پھل کھانے سے بھی تم کو چاہیئے کہ اس باغ کو بھی وقت پر خدا کی جناب میں نمازیں ادا کر کے اپنی آنکھوں کا پانی پہنچاؤ۔ اور اعمال صالحہ کے پانی کی نہر سے اس باغ کو سیراب کرو۔ تا وہ ہرا بھرا ہو۔ اور پھلے پھولے۔ اور اس قابل ہو سکے کہ تم اس سے پھل کھاؤ۔

ایمان اور اعمال

یاد رکھو ایمان بغیر اعمال صالحہ کے ادھورا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر ایمان کامل ہو تو اعمال صالحہ سرزد نہ ہوں۔ اپنے ایمان اور اعتقاد کو کامل کرو۔ ورنہ کسی کام کا نہ ہوگا۔ لوگ اپنے ایمان کو پورا ایمان تو بنا لیتے ہیں۔ پھر شکایت کرتے ہیں کہ وہ ہمیں انعامات نہیں ملتے جن کا وعدہ تھا۔

متقی کو انعام ملنے کا وعدہ

بیشک خدا نے وعدہ فرمایا ہوا ہے کہ من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب یعنی جو خدا کا متقی اور اس کی نظر میں متقی بنتا ہے۔ اس کو خدا تعالیٰ ہر ایک قسم کی تنگی سے نکالتا اور ایسی طرز سے رزق دیتا ہے کہ اسے گمان بھی نہیں ہوتا کہ کہاں سے اور کیونکر آتا ہے۔ خدا کا یہ وعدہ برحق ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ خدا اپنے وعدوں کا پورا کرنے والا اور بڑا رحیم کریم ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا بنتا ہے وہ اسے ہر ذلت سے نجات دیتا ہے۔ اور خود اس کا حافظ و ناصر بن جاتا ہے۔

وعدہ کیوں پورا نہیں ہوتا

مگر وہ جو ایک طرف دعوے اتقا کرتے ہیں اور دوسری طرف شاکی ہوتے ہیں کہ ہمیں وہ برکات نہیں ملے۔ ان دونوں میں ہم کس کو سچا کہیں اور کس کو جھوٹا۔ خدا تعالیٰ پر ہم کبھی الزام نہیں لگا سکتے۔ ان اللہ لا یخلف المیعاد۔ خدا تعالیٰ اپنے وعدوں کا خلاف نہیں کرتا۔ ہم اس مدعی کو جھوٹا کہیں گے۔ اصل یہ ہے کہ ان کا تقویٰ یا ان کی اصلاح اس حد تک نہیں ہوتی کہ خدا کی نظر میں قابل وقعت ہو یا وہ خدا کے متقی نہیں ہوتے۔ لوگوں کے متقی اور ریاکار انسان ہوتے ہیں۔ سو ان پر بجائے رحمت کے لعنت کی مار ہوتی ہے۔ جس سے سرگرداں اور مشکلات میں مبتلا رہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ متقی کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ وہ اپنے وعدوں کا پکا اور سچا اور پورا ہے۔

لعنتی رزق

رزق بھی کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ یہ بھی تو ایک رزق ہے کہ بعض لوگ صبح سے شام تک ٹوکری ڈھوتے ہیں۔ اور بُرے حال سے شام کو دو تین آنے ان کے ہاتھ میں آتے ہیں۔ یہ بھی تو رزق ہے۔ مگر لعنتی رزق ہے۔ نہ رزق من حیث لا یحتسب

متقی کو ذلت نہیں پہنچتی

حضرت داؤد علیہ السلام زبور میں فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا۔ جوان ہوا جوانی سے اب بڑھاپا آیا۔ مگر میں نے کبھی کسی متقی اور خدا ترس کو بھیک مانگتے نہ دیکھا۔ اور نہ اس کی اولاد کو دربدر دھکے کھاتے اور ٹکڑے مانگتے دیکھا۔ یہ بالکل صحیح اور راست ہے۔ کہ خدا اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اور ان کو دوسروں کے آگے ہاتھ پسارنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ بھلا اتنے جو انبیا ہوئے ہیں اولیا گذرے ہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ بھیک مانگا کرتے تھے۔ یا ان کی اولاد پر یہ مصیبت پڑی ہو کہ وہ دربدر خاک بسر ٹکڑے کے واسطے پھرتے ہوں۔ ہرگز نہیں۔ میرا تو اعتقاد ہے کہ اگر ایک آدمی باخدا اور سچا متقی ہو تو اس کی سات پشت تک بھی خدا رحمت اور برکت کا ہاتھ رکھتا اور ان کی خود حفاظت فرماتا ہے۔

اخبار احمدیہ

جلسہ سالانہ کی تاریخیں اور ضروری اطلاعات

جلسہ سالانہ ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر ۱۹۱۸ء کو ہوگا۔ پروگرام بن گیا ہے۔ جو امید ہے آیندہ اشاعت میں دیا جا سکیگا۔ انشاء اللہ احباب کرام کو اس موقعہ پر بالضرور شامل ہونا چاہیئے۔ اور ایک دوسرے کو یہاں آنے کی تحریص و ترغیب دلانی چاہیئے۔ دوسرے لوگوں کو بھی جو سلسلہ میں شامل نہیں یا میاں صاحب کی بیعت میں ہیں یہاں لانیکی کوشش کریں۔ اور تحقیق حق کی انہیں ترغیب دلائیں

جلسہ کے اخراجات

اور چندہ برائے اشاعت اسلام کیلئے بھی خاص جد و جہد کرنی چاہیئے۔ تمام احباب کم از کم عشر فی کس برائے اخراجات جلسہ لے کر سیکریٹری صاحبان کو یہاں بھجوا دینا چاہیئے۔

جلسہ کی خصوصیات

اس جلسہ میں دیگر اہم لیکچروں اور مناظرات کے علاوہ بعض نہایت ضروری تجاویز بھی احباب کرام کے غور و فکر کیلئے ان کے آگے پیش کی جائیں گی جو سلسلہ کی اہم ترین اغراض میں سے ہیں۔ بالخصوص بعض نئے مشن قائم کرنے کی تجویز۔ اس لئے تمام احباب بالضرور ضرور خود آئیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی اپنے ساتھ لائیں

اخبار پیغام صلح لاہور

[illegible] مورخہ ۸ دسمبر [illegible]

کامل اور عالمگیر الہام

(۱)

آج اس بیسویں صدی میں دنیا کے قریباً تمام ہی مذاہب اس بات کے مدعی نظر آتے ہیں کہ کل دنیا جہان کی ہدایت کیلئے آئے ہیں اور ان کا الہام ہی وہ تمام خصوصیات اپنے اندر رکھتا ہے جو ایک کامل اور عالمگیر الہام میں پائی جانی ضروری ہیں۔

دیکھنا یہ ہے کہ ان کا یہ دعوے کہاں تک صداقت کی کسوٹی پر پورا اتر سکتا اور اس حقیقت نفس الامری کو اپنے اندر رکھتا ہے۔ جس کا وہ مظہر ہے۔

کامل اور عالمگیر الہام کی بیشک دنیا کو ضرورت ہے۔ اور ہونی چاہیئے۔ لیکن

(۱) آیا یہ ضرورت اسلام سے پہلے بھی دنیا کو لاحق تھی یا اسلام کے آنے کے وقت پیدا ہوئی۔

(۲) آیا کامل اور عالمگیر الہام ابتدائے آفرینش میں ہی ہونا ضروری ہے۔ یا ضرورت کے لاحق ہونے پر اسے دنیا میں آنا چاہیئے

یہ دو بڑے ہی موٹے موٹے سوال ہیں۔ جو مذاہب عالم کی اس کشمکش میں جو ایک کامل اور عالمگیر الہام اپنے آپ کو ثابت کرنے کے لئے ہر ایک کی طرف سے ہو رہی ہے۔ پیدا ہو چکے ہیں۔ اور انہی پر آج ہمیں بالخصوص غور کرنا ہے۔

(۲)

سب سے پہلے ہم مؤخر الذکر سوال کو لیتے ہیں جو پنجاب کے ایک نو زائیدہ مذہب آریہ سماج نے دنیا کے سامنے رکھا ہے۔ ان کا دعوے ہے کہ کامل اور عالمگیر الہام کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ ابتدائے آفرینش میں ہو۔ جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ اس میں قصہ کہانی کوئی نہ ہو۔ نہ کسی کا کوئی خاص نام ہو۔ چنانچہ اسی لئے وہ مدعی ہیں کہ ویدوں میں نہ کوئی قصہ کہانی ہے اور نہ کسی خاص شخص کا نام۔ جو اس بات کا ایک کھلا ثبوت ہے کہ وہ ابتدائے آفرینش میں نازل ہوئے۔

اپنے اس دعوے کی وجہ سے آریہ سماج ایک دوسرے دعوے کا بھی مؤید ہے وہ یہ کہ کوئی کتاب الہامی ہو ہی نہیں سکتی جب تک وہ کامل اور عالمگیر نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ساتھ جب کبھی مباحثات پیش آتے ہیں تو مطلق الہام اور کامل اور عالمگیر الہام کی شرائط جو ان کی طرف سے پیش ہوتی ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اور بعض مسلمان مناظر بھی اس اعتقاد کو رکھتے ہوئے کہ کسی کتاب کے الہامی ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ کامل اور عالمگیر بھی ہو۔ انہی کی پیش کردہ دلائل میں الجھ کر "الہامی کتاب کونسی ہے" کے مضمون کو "عالمگیر الہامی کتاب کونسی ہے" بنا لیتے ہیں۔

ابھی پرسوں کا ذکر ہے آریہ سماج وچھووالی لاہور کے سالانہ جلسہ میں کھلے مباحثہ کے وقت ایک مسلمان کی طرف سے جب یہ سوال پیش ہوا کہ "کیا وید کامل اور عالمگیر کتاب ہے؟" تو آریہ سماج نے بجائے اس کے کہ سنجیدگی کے ساتھ اس پر غور کرتی اور اس کا جواب دینے کی کوشش کرتی۔ مسلمان مناظر سے اس سوال کو یوں پیش کرنے کے لئے کہا۔ کہ "کیا وید الہامی ہیں؟" بظاہر ان دلائل اور شرائط کو پیش نظر رکھ کر جو ایک الہامی کتاب اور کامل اور عالمگیر الہام کیلئے آریہ سماج کی طرف سے پیش ہوتی ہیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان دونو سوالوں میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن ایک مسلمان جو قرآن کریم کو کامل اور عالمگیر الہام مانتے ہوئے دنیا کی دیگر کتب کو الہامی مانتا ہے قطع نظر اس سے کہ ان کی موجودہ شکل الہامی ہے یا نہیں۔ ان دونو سوالات میں بہت بڑا فرق پاتا ہے اور یہ مان نہیں سکتا کہ کامل اور عالمگیر ہونے کے سوا کوئی کتاب الہامی ہو ہی نہیں سکتی۔ اس لئے آریہ سماج سے بحث کرتے وقت سب سے پہلے اس امر تنقیح طلب کا فیصلہ ہونا ضروری ہے کہ کیا کسی کتاب کا کامل اور عالمگیر ہونا اسکے الہامی [illegible] کیلئے ضروری ہے اور اس کے بغیر [illegible] الہام کہلانا جائز نہیں؟

ہو جانا ہے۔ اگر کامل اور عالمگیر ہونا الہام کے ضروری خواص میں سے ہے۔ اور بغیر اس شرط کے پائے جانے کے کسی کتاب کو الہامی نہیں مانا جا سکتا۔ تو لازماً ماننا پڑے گا کہ جس دن انسان پیدا ہوا۔ اسی دن کامل اور عالمگیر الہام بھی اسے دے دیا گیا۔ کیونکہ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ الہام الٰہی کے بغیر دنیا ہزاروں سال گمراہی میں گھری ہو۔ اور کروڑہا افراد [illegible] نہیں ہو سکتے [illegible] یہ مانا جا سکتا کہ کسی زمانہ میں انسان خدا کے علم اور روحانیت کا محتاج نہ تھا۔ اور [illegible] اگر محتاج ہو گیا۔

غرضیکہ الہام کیلئے کامل اور عالمگیر ہونا اگر اس کی لازمی شرط [illegible] ہے تو ماننا پڑے گا کہ ابتدائے آفرینش ہی میں کامل اور عالمگیر الہام ہوا۔ [illegible] اور کتاب جو کبھی ابتدائے آفرینش میں نازل ہوئی۔ وہ نہ کامل اور عالمگیر ہو گی۔

(۴)

اس کا ایک عام جواب جو مسلمان مناظرین و متکلمین کی طرف سے دیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ الہام کیلئے کامل اور عالمگیر کی شرائط کو ضروری قرار [illegible] ہے کہ وہ ابتدائے آفرینش میں ہو۔ صحیفہ فطرت [illegible] ہے۔ جو جسمانیات عالم میں ہمیں نظر آتا ہے [illegible] ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری جسمانی و اخلاقی اور ذہنی ترقیات [illegible] اور مختلف حالتوں میں سے ہو کر کمال کے اس [illegible] پہنچتی ہیں جس کو انسانیت کہا جا سکتا ہے۔ ہم پہلے بچے تھے۔ پھر جوان ہوئے۔ پھر بوڑھے ہوتے ہیں اور ان تمام مراحل کے ساتھ [illegible] اخلاقی اور ذہنی قوتوں نے بھی اسی طرح [illegible] ترقی کی اور نشوونما پایا۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک بچہ کو تعلیم دینے لگتے ہیں۔ تو اسکے قوائے اس قابل نہیں ہوتے کہ ابتدا ہی میں اسے ایم۔ اے کا کورس پڑھانے لگ جائیں۔ اس کے لئے ہمیں اس کو مختلف جماعتوں اور مراحل میں گذارنا پڑتا ہے۔ اور وہ کئی سالوں کی محنت سے بتدریج اس [illegible] تک پہنچتا ہے۔

عالم روحانیات بھی خدا کے اسی قانون کے مطابق چلتا ہے بلکہ ہمارے سماجی دوستوں کا تو یہ دعوے ہے۔ جو ایک سے زیادہ مرتبہ ہم نے خود اپنے کانوں سے ان کے بڑے عالموں سے سنا کہ خدا تعالیٰ کی قولی کتاب یعنی الہام [illegible] فطرت [illegible] کے اسی طرح مطابق ہونا چاہیئے جس طرح جغرافیہ کا علم نقشہ کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ پس اگر یہ خیال صحیح ہے اور [illegible] اسے صحیح ہونا چاہیئے تو سلسلہ روحانیات کو جسمانیات کے ساتھ اسی طرح تطبیق دینے میں [illegible] کیوں تامل ہے۔ اور کیوں یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ ابتدائے آفرینش میں جو الہام ہو وہ کامل اور عالمگیر ہونا چاہیئے۔ کیا شروع دنیا میں یہ ریلیں یہ تار برقیاں اور دیگر ایجادات موجود تھیں [illegible] انسانی ذہن کے انتہائی نشوونما اور ترقیات نے پیدا کی ہیں [illegible] تبھی یہ تمام علوم اور سائنس کے عجیب و غریب کرشمے [illegible] میں آ گئے تھے۔ جو آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ کاش اس ذہنی ترقی کے زمانہ میں ہی صرف ویدوں کی علمی روشنی [illegible] پاکر [illegible] دیانند وید کی طرف سے یہ علوم و ایجادات ہمارے سامنے رکھی جاتیں۔ تو ہم سمجھتے کہ ویدوں نے [illegible] آفرینش میں ہی یہ سب کچھ بتا دیا تھا۔ لیکن جب نہیں اور ہرگز نہیں تو یہ کیوں ضروری ہے کہ اسی انسان کے جس کے ابتدائے آفرینش میں ذہنی قوائے اس درجہ کمزور تھے، روحانی قوتیں یہاں تک [illegible] میں بغیر کامل اور عالمگیر الہام کے اسے چارہ نہ ہو۔

(۵)

اس کا ایک جواب ہمیں یہ دیا جاتا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ ابتدائے آفرینش میں ہی اس کامل اور عالمگیر الہام کی ضرورت بھی انسان کو لاحق ہو۔ ضرورت خواہ بعد میں جا کر پیدا ہو۔ لیکن الہام کامل اور عالمگیر پہلے سے ہونا چاہیئے۔ ورنہ ماننا پڑیگا کہ انسانی ترقی کے ساتھ ہی ساتھ خدا بھی ترقی کرتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان جو کچھ ترقیات حاصل کرتا ہے وہ اسی کامل اور عالمگیر الہام کے ذریعہ حاصل کرتا ہے۔ ایسا ہی اگر ابتدا میں الہام کا کامل اور عالمگیر ہونا ضروری قرار نہ دیا جائے۔ تو اس سے خدا کے علم میں نقص لازم آتا ہے۔ اور کہنا پڑے گا کہ ابتدا میں اللہ تعالیٰ کو علم نہ تھا۔ کہ آگے چل کر کیا کیا حالات پیدا ہونگے۔ اور کون کونسی ضروریات رونما ہونگی۔ اسلئے اس نے ہر زمانہ کے حالات کو دیکھ کر ان کے مطابق قانون نافذ کئے لیکن اگر ذرا تامل اور سوچ و بچار کیساتھ ان خیالات پر غور کیا جائے۔ تو ان کی حقیقت توہمات سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی کیا عالم جسمانیات میں جن چیزوں کا علم بتدریج ہمیں حاصل ہوتا ہے

[illegible] تو کیا اس حالت میں ہم یہ مان لیں کہ اللہ تعالیٰ بھی ہمارے ساتھ ساتھ ترقی کرتا ہے۔ پہلے ہم خود ایک ترقی پر پہنچتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ بھی ایک اجر مرتب کرتا ہے۔ گویا ذہنی ترقی جو ہم نے حاصل کی تو وہ اللہ تعالیٰ کے دخل و تصرف کے نیچے نہیں۔ ظاہر ہے کہ کوئی خدا پرست اور عقلمند انسان اس کو مان نہیں سکتا۔ ہماری ذہنی اور اخلاقی و جسمانی ترقیات سب اس مالک حقیقی ہی کے دخل و تصرف کے نیچے ہوتی ہیں۔ اور یہ بھی یقینی ہے کہ اسی کی ہدایت اور راہنمائی میں ہم ایک منزل سے دوسری منزل تک پہنچتے اور ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر چڑھتے ہیں۔ اسی نے سب سے پہلے جب انسان کو پیدا کیا تو ساتھ ہی کچھ ہدایات اور راہنمائی کی باتیں بھی اسے سکھا دیں جو اس کی ابتدائی حالت کے عین مطابق اور موزوں تھیں جن پر اس نے [illegible] چلکر اور پورا پورا عمل کر کے اس کمال کو حاصل کیا۔ جس پر وہ الہام الٰہی اسے پہنچانا چاہتا تھا۔ عین اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے کچھ اور راہنمائی کی باتیں اسے بتائیں۔ اس نے ان پر عمل کر کے کچھ اور ترقی کی۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ اور باتیں بتائیں۔ اور اسی طرح وہ بتدریج خدائی علم سے ترقی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ زمانہ آیا جب اسکے انتہائی کمال کو پانے اور آخری منزل مقصود تک پہنچنے کا وقت تھا اسی وقت اللہ تعالیٰ کا کامل اور عالمگیر پیغام دنیا کی طرف نازل ہوا اور انتہائی کمال کی راہیں اس نے بتائیں۔ اور فرمایا **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔** آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمتوں کو تم پر تمام کر دیا۔ اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

(۶)

دوسرا سوال کہ اگر ابتدا میں الہام کا کامل اور عالمگیر ہونا ضروری نہ ٹھیرایا جائے تو خدا تعالیٰ کے علم میں نقص ماننا پڑتا ہے۔ پہلے سے بھی زیادہ [illegible] بودا سوال ہے۔ کیا ہم دنیا میں اس شخص کو جو ایک بچہ کیلئے قاعدہ لکھتا ہے یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ تو بچہ کے آئندہ حالات سے ہی ناآشنا ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ آگے چل کر اس بچہ نے ترقی کرنی ہے۔ اور ایم۔ اے تک پہنچ کر اسے بھی پاس کر لینا ہے۔ پس اگر اسے علم ہوتا تو اس ایم اے تک پہنچنے والے بچہ کیلئے پہلے قاعدہ اور پھر اس کی آئندہ ترقی کے مطابق دیگر کتب کیوں وہ تجویز کرتا اور لکھتا۔ اسے اگر علم ہوتا تو چاہیئے تھا کہ پہلے ہی ایم۔ اے کا کورس بچہ کیلئے تجویز کرتا تاکہ آئندہ کسی اور کو اس کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی۔

کیا کسی اس قسم کے خیالات کو کوئی عقلمند انسان جائز اور معقول قرار دے سکتا ہے۔ اور ان کی بنا پر کوئی محکمہ تعلیمات یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ بجائے ابتدائی کتب نصاب و تدریس کے شروع میں ہی آخری اور انتہائی جماعت کے کورس مقرر کر دیئے جائیں۔

ہاں یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ دیگر کتب تدریس کے ساتھ ایم۔ اے کے کورس بھی دنیا میں موجود ہوتے ہیں۔ اور وہ مفقود نہیں ہو جاتے لیکن کون نہیں جانتا کہ وہ کسی شخص کو اسی حالت میں ملتے ہیں جب وہ اس خاص جماعت میں داخل ہو۔ اسی وقت اس کو ان کے پڑھنے کا مکلف ٹھیرایا جاتا ہے۔ ورنہ نہیں۔ لیکن جو شخص یہ مانتا ہے کہ ابتدائے آفرینش میں ہی اس وقت کی حالت اور انتہائی کمال انسانی کی حالت کے تمام قوانین کل زمانوں اور کل ممالک کے لئے نافذ ہو جائیں۔ وہ ایک بچہ کو ایم۔ اے کے کورس پڑھنے کا مکلف ٹھیراتا ہے۔ اور اگر یہ نہیں تو ماننا پڑے گا کہ کامل اور عالمگیر الہام کی تمام ہی باتیں ہر زمانہ میں واجب العمل نہیں ہوتیں بلکہ ہر زمانہ کے لوگ اپنے اپنے حالات کے مطابق اس کی دی ہوئی ہدایات پر عمل کرتے اور باقی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ابتدا میں انسان ویدوں کی جن ہدایات پر کاربند تھا۔ اس زمانہ کے انسانوں کیلئے واجب العمل نہیں۔ اور نہ اس زمانہ کی ضرورت کے مطابق ہدایات ابتدائی لوگوں کیلئے تھیں۔ گویا ہر زمانہ میں ویدوں یا کامل اور عالمگیر الہام کا ایک حصہ ناقص اور بیکار ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخری زمانہ میں آ کر پہلے زمانوں کی تمام ہدایات بیکار ہو جائیں گی۔ اور صرف چند ہی ہدایات پر عمل ہو گا۔ پھر یہ بیکار ہونے والی تعلیمات منسوخ نہیں تو اور کیا ہیں؟ اور اگر ان تمام منسوخ ہدایات کو ترک کر کے کامل اور عالمگیر الہام آخری زمانہ میں قرآن کریم کی شکل میں نازل ہو تو اس میں کونسا استبعاد لازم آتا ہے۔ یہی معنی ہیں اس آیت کے۔

ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا الم تعلم ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر۔

۔۔۔ اہل حدیث میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے موضوع بالا پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ

"ہمارے خیال میں کوئی ایسا شخص جس نے حدیث مجدد کو سمجھا ہوگا۔ یہ لفظ سند سے نہ نکال سکیگا کہ مجدد کیلئے دعوےٰ کرنا شرط ہے۔ کیونکہ حدیث میں صرف یہ لفظ ہیں من یجدد لھا دینھا جو مٹی ہوئی رسوم دینیہ کو ساری کریگا۔ وہی مجدد ہوگا۔ محض فعل تجدید پر اس کو مجدد کہا گیا ہے نہ کہ دعوے پر"

لیکن من یجدد لھا دینھا کے ساتھ ان اللہ یبعث کے الفاظ بھی تو اسی حدیث میں ہیں۔ ان پر مولوی فاضل کی نظر کیوں نہیں پڑی۔ کیا اس لئے کہ وہ انکے مطلب کے خلاف ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا مبعوث کرنا اور پھر ہر صدی کے سر پر مبعوث کرنا کیا یہ ضروری نہیں ٹھہراتا۔ کہ مجدد کو خود دعوےٰ کرنا چاہیئے کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے اس صدی کے سر پر بطور مجدد کھڑا کیا ہے۔

ہاں جس شخص کو اللہ تعالےٰ اس منصب پر کھڑا کرے اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے علم پا کر دعوےٰ اس بات کا کرے۔ کہ میں مجدد ہوں اس سے بالضرور فعل تجدید بھی صادر ہونا چاہیئے۔ اور یہی اس کی مجددیت اور اس منصب پر فائز ہونے کا نشان ہے۔ یہ کہنا کہ نرا فعل تجدید پر ہی مجددیت منحصر ہے۔ اور دعوے کی ضرورت نہیں۔ حدیث کے الفاظ کے صریحاً منافی ہے۔

تعجب ہے کہ مولوی فاضل ان الفاظ کو جو ہم نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور مجدد الف ثانی کے دعوے کے متعلق نقل کئے تھے صرف یہ کہکر ٹالنا چاہتے ہیں کہ

"یہ ان کی ذاتی رائے کسی مصلحت پر مبنی ہوگی ایسا کرنے میں گفتگو نہیں۔ گفتگو دعوے کی شرطیت میں ہے"

اور ہم نے بعض دیگر مجددین مثلاً حضرت عمر بن عبدالعزیز امام شافعی اور تیسری صدی کے مجددوں کے دعاوی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ لیکن کیا وہ بتائیں گے کہ "ذاتی رائے" سے ان کی کیا مراد ہے۔ اور کسی مصلحت پر مبنی ہونے کے کیا معنے ہیں؟ کیا مولوی فاضل کے نزدیک حضرت شاہ ولی اللہ کا یہ فرمانا کہ

کنت قد البسنی اللہ سبحانہ خلعۃ المجددیۃ
حین انتھت بی دورۃ الحکمۃ

اللہ تعالےٰ نے مجھے مجددیت کی خلعت پہنائی۔ جب حکمت کا دورہ مجھ پر انتہا کو پہنچ چکا۔

ان کی ذاتی رائے ہے جو کسی مصلحت پر مبنی ہوگی۔ کیا حضرت مجدد الف ثانی کا اپنے آپ کو نہ صرف مائۃ بلکہ ہزار سال کا مجدد قرار دینا اور اپنے وقت کے تمام بدلا و نجبا اور ابدال و اقطاب کے آپ ہی کے توسط سے فیوض حاصل کرنے کا دعوےٰ صرف ان کے ذاتی خیال کا نتیجہ ہے۔ اور ماننے کے قابل نہیں؟

آخر مولوی فاضل ہی بتائیں کہ وہ کونسی مصلحت تھی۔ جس پر ان کی یہ ذاتی رائے مبنی تھی۔ اور اس صورت میں ان کا اس ذاتی رائے کو الٰہی فیضان کا نتیجہ قرار دینا اور یہ کہنا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے خلعت مجددیت پہنائی۔ کہاں تک جائز ہے۔

پھر اگر ذاتی رائے ہی سمجھ لیا جائے تو جس مصلحت کی بنا پر انہوں نے یہ ذاتی رائے قائم کر کے اپنی مجددیت کا اظہار کیا۔ حضرت مسیح موعود کے متعلق وہی مصلحت سمجھ لینی کیوں جائز نہیں۔

ہم سخت متعجب ہیں اخبار "اہلحدیث" کا غیر مقلد اڈیٹر جو دوسروں پر اندھی تقلید کا الزام دیا کرتا ہے۔ کیوں خود اس امر کا مرتکب ہوا ہے۔ یوں تو دنیا میں کونسا ناجائز کام ہے۔ جو کسی مصلحت پر مبنی قرار دیکر حد جواز کے نیچے نہیں لایا جاسکتا۔ کیا پیروں کے مرید اپنے مرشدوں کے بُرے کاموں کے متعلق یہ کہکر اپنے دل کو تسلی نہیں دے لیا کرتے کہ یہ کسی مصلحت پر مبنی ہوگا۔ تعجب ہے۔ ان پر طعن کرنے کرتے خود غیر مقلد مولوی فاضل کے قلم سے بھی وہی بات نکل گئی۔ حالانکہ اگر دعوےٰ مجددیت کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ آگے چلکر خود لکھا ہے کہ "دعوے کرنے سے نہ کرنا اچھا ہے" تو صاف کہنا چاہیئے کہ حضرت شاہ ولی اللہ اور دیگر مجددین نے ناجائز دعوے کئے لیکن اگر جب کہ حق ہے ان بزرگوں کا دعوےٰ کرنا ایک ثبوت ہے اس بات کا کہ مجدد خود دعوے کیا کرتا ہے۔ اور کسی کے بنانے سے نہیں بنتا۔ بلکہ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔ ان اللہ یبعث اللہ تعالےٰ ہی اسے مبعوث کیا کرتا ہے۔ تو دوسروں کے متعلق یہ سوال کہ ان کے دعوے دکھاؤ۔ ایک بے حقیقت بات ہو جاتی ہے جب ایک دو کے دعوے پیش کر دیئے۔ اور حدیث سے ثابت ہوگیا کہ دعوےٰ کرنا ضروری ہے۔ تو دوسروں کے دعوے اگر بیان نہ ہوئے ہوں۔ تو مولوی ثناء اللہ صاحب کے پاس کیا ثبوت ہے جن کی بنا پر وہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے دعوے نہیں کئے۔

لیکن اگر ان سب بزرگوں کو دعاوی کو بھی دکھا دیا جائے جنکے متعلق مولوی فاضل نے مطالبہ کیا ہے۔ تو اس کا کیا ثبوت کہ ان کو وہ واقعی ان کے دعوے مان لینگے۔ اور محض "ذاتی رائے" کا جو کسی مصلحت پر مبنی ہو نتیجہ نہ قرار دینگے۔ جب دو جلیل القدر بزرگوں کے دعاوی مولوی فاضل کے دارالافتاء سے "ذاتی رائے" کا نتیجہ قرار پاگئے تو حضرت عمر بن العزیز امام شافعی اور دیگر مجددین اس فتوے سے کیونکر بچ سکتے ہیں۔ پس مولوی فاضل کا یہ مطالبہ خود انکے اپنے فتوے کی موجودگی میں محض تحصیل حاصل ہے۔

پیشگوئیوں کے نام صفاتی ہوتے ہیں نہ کہ ذاتی

اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت عیسےٰ کی بشارت یاتی من بعدی اسمہ احمد کے مصداق حقیقی حضرت مسیح موعود ہی ہیں۔ میاں محمود احمد صاحب کا سارا زور اس بات پر ہے کہ احمد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ذاتی نام تھا۔ اور حضرت مسیح موعود کا یہ ذاتی نام تھا۔ چنانچہ اسی لئے انہوں نے غلام احمد کی ترکیب کو غلط قرار دے کر غلام احمد اور غلام احمد کی نالعینی اور مضحکہ خیز مرکبات بنانے کے بعد آپ کا اصل نام احمد قرار دیا ہے جس پر پیشتر از یں ان کالموں میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔

لیکن بحث کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ آیا یہ صحیح ہے کہ کسی پیشگوئی میں جو نام کسی کے لئے آئے وہ وہی نام ہونا چاہیئے۔ جو اس کے ماں باپ نے رکھا ہو۔ اور لوگوں میں مشہور ہو۔ ورنہ اگر اس کا ذاتی نام نہ ہو۔ اور اس کی صفت اس میں پائی جاتی ہو۔ تو وہ اس کا مصداق حقیقی نہیں ہوسکتا۔ اس کا جواب ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں دیتے۔ میاں صاحب ہی کے خاص الخاص مرید مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے کے چند الفاظ نقل کر دیتے ہیں۔ جو ۱۹۰۸ء میں ریویو آف ریلیجنز میں "مہدی آخر الزمان" کے عنوان کے مضمون میں ص ۱۴۸ پر مہدی موعود کے نام پر بحث کرتے ہوئے انہوں نے لکھے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ

"یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پیشگوئیوں میں جو نام دیئے جاتے ہیں وہ صفاتی نام ہوتے ہیں۔ اور یہ خیال کرنا غلطی ہے کہ جبتک موعود اس نام کے ساتھ لوگوں میں مشہور نہ ہو جو نام اس کو پیشگوئی میں دیا گیا ہے۔ اس کو قبول نہ کرنا چاہیئے"

آگے آپ اسی یاتی من بعدی اسمہ احمد ہی کو بطور مثال پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"دیکھو تم خود مانتے ہو کہ حضرت عیسےٰ نے اپنے بعد احمد کے آنے کی خبر دی۔ اور تم اس پیشگوئی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر لگاتے ہو۔ حالانکہ آپ کا نام جو ماں نے آپ کو دیا اور جو لوگوں میں مشہور تھا وہ محمد تھا نہ احمد۔ نبوت سے پہلے کون آپ کو احمد کر کے پکارتا تھا اور پھر تم احمد کی پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کیوں لگاتے ہو"

اس پر فٹ نوٹ میں شاہ عبدالقادر صاحب کی "موضح القرآن" کے حوالہ سے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام "فرشتوں میں احمد ہے" اور کہ

"بعض ایسے نام بھی ہوتے ہیں جو آسمان پر فرشتوں میں مشہور ہوتے ہیں"

اور انہی میں سے محمد بن عبداللہ کو بھی قرار دیا ہے۔ جو مہدی موعود کا نام احادیث کی پیشگوئیوں میں آیا ہے۔

پھر لکھتے ہیں:۔

"غرض پیشگوئیوں کے نام صفاتی ہوتے ہیں اور یہ خیال کرنا جہالت ہے کہ جب تک موعود اسی نام سے لوگوں میں مشہور نہ ہو جو نام اس کو پیشگوئی میں دیا گیا ہے۔ اس کو سچا نہیں ماننا چاہیئے"

یہ الفاظ کسی تشریح کے محتاج نہیں۔ ہمارا ایسا ارادہ نہیں۔ بلکہ مولوی شیر علی صاحب سے صرف اسقدر سوال ہے کہ موجودہ حالات میں اس "غلطی" اور "جہالت" کا مرتکب کون ہے؟ احمد کی مثال جو انہوں نے دی ہے۔ ممکن ہے عام محمودیوں کی تقلید میں وہ اس کو صرف الزامی جواب کہکر ٹال دیں۔ اگرچہ سیاق وسباق عبارت اور یہ اصول کہ پیشگوئیوں کے نام صفاتی ہوتے ہیں۔ بلکہ احمد والی مثال سے حضرت مسیح موعود کو نبی محمد بن عبداللہ ثابت کرنا اسے الزامی ...

لیکن اس سے قطع نظر ہمارا سوال صرف اس اصول سے متعلق ہے۔ میاں صاحب کا اصول ہے کہ پیشگوئیوں میں جو نام کسی موعود کو دیا جاتا ہے وہی ذاتی ہوتا ہے نہ کہ صفاتی۔ اور اسکا اصل مصداق وہی ہوتا ہے جس کا ذاتی نام اس پیشگوئی کے مطابق ہو۔ صفاتی نام والا صرف الزامی طور پر اس میں شریک ہو جاتا ہے۔

مولوی شیر علی صاحب ۱۹۰۸ء میں اسے "غلطی" اور "جہالت" قرار دیتے ہیں اور پیشگوئیوں کے نام ان کے نزدیک صفاتی ہوتے ہیں نہ کہ ذاتی کیا مولوی صاحب بتائیں گے کہ اب بھی ان کا یہی عقیدہ ہے یا میاں صاحب کی ہمنوائی میں وہ بھی اسے خیر باد کہ کر اسی "غلطی" اور "جہالت" کے مرتکب ہو چکے ہیں؟

آریہ سماج لاہور کا سالانہ جلسہ

گذشتہ ۲۹۔ ۳۰ نومبر اور یکم دسمبر ۱۹۱۸ء کو لاہور میں آریہ سماج کے جلسے بڑے زور شور سے شہر کے مختلف حصص میں ہوئے۔ گذشتہ سال کی طرح امسال بھی تینوں پارٹیوں کے تین علیحدہ علیحدہ جلسے ایک ہی ایام میں ہوتے رہے۔ اور تینوں میں رونق اور چندوں اور لیکچروں کا بہت زور رہا۔ کالج پارٹی کا جلسہ ڈی اے وی سکول میں دوسرے دن بھی ۔۔۔ والی کی ایک پارٹی کا حسب دستور انار کلی لنگے منڈی اور دوسری کا سماج مندر سے باہر جوبلی نکلین کے میدان میں منعقد ہوا۔ کالج پارٹی اور راجہ کہا کردت پارٹی کے چندوں کی مجموعی تعداد ابھی تک معلوم نہیں ہوسکی۔ لیکن پرکاش پا گورو کل پارٹی میں بروایت پیسہ اخبار دس ہزار روپیہ چندہ ہوا۔

یہ رقم گو سال لہا کے ماسبق کی نسبت بہت کم ہے۔ لیکن ہم احمدیوں کو پھر بھی اس سے سبق حاصل ہوسکتا ہے۔ یہ صرف لاہور شہر کے آریوں کے تیسرے حصہ کے جلسہ کا چندہ ہے۔ بالمقابل ہماری تمام احمدیہ جماعت کے دو فریقوں میں سے ایک کے چندے آتے ہیں اور وہ بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

کیا جماعت کے فہمیدہ اور سمجھدار اصحاب کے یہ سوچنے کے قابل بات نہیں۔ اور ہر ایک اس شخص کا جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود کے سلسلہ بیعت میں شامل سمجھتا ہے۔ یہ فرض نہیں ہے کہ وہ آپکے مشن کی تکمیل کیلئے چندوں کی فراہمی اور تعداد اور قوم کو بڑھانے میں کوشاں ہو۔

اس وقت ہمارا سالانہ جلسہ سر پر ہے۔ کیا ہم یہ امید لگا سکتے ہیں کہ ہمارے احباب اس کو پورے طور پر پُر رونق بنانے اور مالی اعتبار سے تمام دوسرے جلسوں سے فائق اور کامیاب جلسہ بنانے میں اپنی سر توڑ سعی عمل میں لائیں گے۔ اور کوئی دقیقہ اس کے لئے اٹھا نہ رکھیں گے ؛

سید نادر حسین صاحب تحصیلدار کے قتل کا مقدمہ

ناظرین کرام کو یاد ہوگا کہ گذشتہ ماہ جولائی ۱۹۱۸ء میں ہمارے مخدوم جناب ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کے برادر گرامی سید نادر حسین صاحب تحصیلدار بھیرہ کو بعض ظالموں نے فوجی بھرتی کی سرکاری خدمات کے اثنا میں دھوکا سے قتل کر دیا تھا۔ یہ واقعہ قتل جس درجہ ہوش ربا اور اندوہ ناک تھا اس کا تذکرہ ہم اُسی وقت ان کالموں میں کر چکے ہیں۔ اب یہ سننا موجب طمانیت ہے کہ گورنمنٹ نے اس جرم میں ۷۴ اشخاص کو ماخوذ کیا ہے۔ جنکے مقدمہ کی تحقیقات کیلئے حسب قانون تحفظ ہند ایک عدالت خاص قائم کی ہے۔ جو مسٹر سی ایل ڈنڈاس ڈسٹرکٹ جج سیشن جج خان صاحب مرزا ظفر علی۔ ڈسٹرکٹ وسیشن جج اور رائے بہادر لالہ جے لال پلیڈر پر مشتمل ہوگی۔

عدالت سرگودہا اور ضلع شاہ پور کے دیگر مقامات میں جہاں پریذیڈنٹ کمیشن مسٹر ڈنڈاس مناسب سمجھیں اجلاس کرے گی۔ ملزمین پر زیر دفعات ۳۰۲ و ۱۴۸ تعزیرات ہند یہ الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے ۲۸ جولائی ۱۹۱۸ء کو یا اس کے قریب کسی تاریخ کو موضع ہک سرکا میں مہلک اسلحہ جات کے ساتھ مسلح ہو کر بلوہ کیا۔ اور تحصیلدار کو قتل کر ڈالا۔

ہمیں امید ہے کہ ان سب ملزمین کی تحقیقات جرائم کے بعد ان کو قرار واقعی سزائیں دی جائیں گی۔ جو آئندہ اس قسم کے حالات میں لوگوں کیلئے باعث عبرت ہوسکیں۔

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۶ چہارشنبہ مورخہ ۱۱ دسمبر ۱۹۱۸ء نمبر ۴۴

وصیت میاں صاحب اور اس پر چند ضروری خیالات

میاں محمود احمد صاحب خدا انہیں دیر تک سلامت رکھے اور راہ ہدایت نصیب کرے۔ بدقسمتی سے ایک مستقل بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے بعض اوقات ایسی حالت تک پہنچ جاتے ہیں۔ کہ جان تک کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ گو اب الفضل اور قادیان کے دیگر اخبارات ان کی ترقی صحت کی خوشخبری سناتے ہیں۔ لیکن پچھلے دنوں ان کی حالت اس قدر نازک اور تشویش انگیز ہو گئی تھی کہ ناچار انہیں وصیت تک لکھوا دینی پڑی۔ جس میں آئندہ خلافت کے متعلق انہوں نے بعض ایسی ایسی باتیں لکھی ہیں جنکا ناظرین کرام کے گوش گذار کرنا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے۔

ذیل میں ہم اصل وصیت معہ چٹھی مولوی شیر علی صاحب جو انہوں نے وصیت کے اوپر اپنی جماعت کے معتقدین کے نام لکھی ہے۔ بلفظہ ہدیہ ناظرین کرام کئے دیتے ہیں:۔ وھو ہذا۔

"برادرم مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی وصیت کی نقل آپ کی خدمت میں آپ کی اور دیگر احباب مقامی کی اطلاع کیلئے ارسال کرتا ہوں حضرت خلیفۃ المسیح کو اس وقت زیادہ تر ضعف قلب کی وجہ سے تکلیف ہے۔ تمام احباب حضور کی صحت عاجلہ و کاملہ کیلئے دردِ دل سے الگ الگ اور ملکر دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ حضرت کے بابرکت وجود کو بخیر و عافیت سلامت رکھے آمین یارب العالمین ۔ خاکسار شیر علی عفی عنہ از قادیان مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۱۸ء

نقل وصیت حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سلمہ اللہ تعالےٰ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

میں مرزا محمود احمد ولد حضرت مسیح موعود خدا تعالےٰ کو حاضر ناظر جان کر ایسی حالت میں کہ دنیا اپنی سب خوبصورتیوں سمیت میرے سامنے سے ہٹ گئی ہے۔ بقائمی ہوش وحواس برادران باہم کو جن کے نام اس تحریر کے آخر میں ہیں۔ اور جن میں سے ایک خود اس تحریر کا کاتب ہے۔ جماعت احمدیہ کی بہتری اور اس کی بہبودی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ وصیت کرتا ہوں کہ اگر میں اس کاغذ کی تحریر کو اپنی عین حیات میں منسوخ نہ کروں تو میری وفات کی صورت میں وہ لوگ جن کے نام میں اس جگہ تحریر کرتا ہوں ایک جگہ پر جمع ہوں۔ جن کے صدر اس وقت نواب محمد علی خان صاحب ہوں گے۔ اور اگر کسی وجہ سے وہ شامل نہ ہو سکیں (گو اگر وہ امکان میں ہو تو میرا حکم ہے کہ وہ اس میں شامل ہوں) تو پھر یہ جمع ہونے والے لوگ آپس کے مشورہ سے کسی شخص کو صدر مقرر کریں سب پہلے صدر جلسہ سب کے روبرو باآواز بلند کلمہ شہادت پڑھ کر خدا کی قسم کھا کر اس بات کا اقرار کرے کہ وہ نیک نیتی سے اس معاملہ میں رائے دے گا × اور کسی قسم کی نفسانیت کو اس میں دخل نہ دیگا۔ پھر وہ ہر ایک نام زدشدہ سے اسی قسم کی قسم لے۔ اور سب لوگ صدر جلسہ سمیت اس بات پر حلف اٹھائیں کہ وہ اس معاملہ کو کسی پر ظاہر نہ کریں گے۔ جتنی کہ وہ شرائط پوری نہ ہو جائیں۔ جو میں نے اس تحریر میں لکھی ہیں۔ اس قسم کے بعد یہ سب لوگ فرداً فرداً اس بات کا مشورہ دیں کہ جماعت میں سے کس شخص کے ہاتھ پر بیعت کی جائے۔ تاکہ وہ جماعت کیلئے خلیفہ اور امیر المؤمنین ہو۔ صدر جلسہ اس بات کی کوشش کرے کہ سب ہی رائے ایک ہو۔ اگر یہ صورت نہ ہو سکے تو سب لوگ جن کے نام اس کاغذ میں لکھے جاویں گے رات کو نہایت عاجزی کیساتھ دعا کریں کہ خدایا تو ہم پر حق کھول دے۔ دوسرے دن وہ پھر جمع ہوں۔ اور پھر حلف اٹھائیں اور پھر اسی طرح رائے دیں اگر آج کے دن بھی وہ لوگ اتفاق نہ کر سکیں تو جو رائیں

[...] احباب سے نواب صاحب یا ان کی جگہ جو صدر ہو اس مضمون کی بیعت لیں کہ وہ سب کے سب ان لوگوں کے فیصلہ کو بصدق دل منظور کریں گے۔ اور اس بیعت میں وہ لوگ بھی شامل ہوں جن کے نام اس کاغذ میں لکھے جائیں گے اسکے بعد اس شخص کی خلافت کا صدر جلسہ اعلان کرے جس پر ان ممبروں کا حسب قواعد مذکورہ بالا اتفاق ہو بشرطیکہ وہ شخص ان ممبروں میں سے جو صدر جلسہ ہو۔ اس کے ہاتھ پر اس امر کی بیعت کرے۔ (جو بیعت کہ میری ہی سمجھی جائیگی اور اس شخص کا ہاتھ میرا ہاتھ ہوگا۔) کہ میں خدا تعالےٰ کو حاضر ناظر جان کر اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ حضرت صاحب کی بتلائی ہوئی تعلیم اسلام پر میں یقین رکھوں گا۔ اور عمل کروں گا۔ اور دانستہ اس سے ذرا بھی ادھر ادھر نہ ہونگا۔ بلکہ پوری کوشش اس کے قیام کی کرونگا۔ روحانی امور سب سے زیادہ میرے مدنظر رہیں گے۔ اور میں خود بھی اپنی ساری توجہ اسی طرف پھیرونگا۔ اور باقی سب کی توجہ بھی اسی طرف پھیرا کرونگا۔ اور سلسلہ کے متعلق تمام کاموں میں نفسانیت کا دخل نہیں ہونے دونگا اور جماعت کے متعلق جو پہلے دو خلفاء کی سنت ہے اس کو ہمیشہ مدنظر رکھوں گا۔ اس کے بعد وہ سب لوگوں سے بیعت لے۔ اور میں ساتھ ہی اس شخص کو وصیت کرتا ہوں کہ حضرت صاحب کے پرانے دوستوں سے نیک سلوک کرے بیوں سے شفقت کرے۔ امہات المؤمنین خدا کے حضور میں خاص رتبہ رکھتی ہیں۔ پس حضرت ام المؤمنین کے احسانات کا اگر اس کے فرائض کے راستہ میں روک نہ ہوں احترام کرے۔ میری اپنی بیوی اور بچوں کے متعلق اس شخص کو یہ وصیت ہے کہ وہ قرضہ حسنہ کے طور پر ان کے خرچ کا انتظام کرے۔ جو میری جائداد اولاد انشاء اللہ تعالےٰ ادا کرے گی۔ بصورت عدم ادائیگی میری جائداد اس کی کفیل ہو۔ ان کو خرچ مناسب دیا جائے عورتوں کو اسی وقت تک خرچ دیا جائے جب تک کہ وہ اپنی شادی کر لیں۔ بچوں کو اس وقت تک کہ جب تک وہ اپنے کام کے قابل ہو جائیں۔ بچوں کو دینی و دنیوی تعلیم ایسے رنگ میں دلائی جائے کہ وہ آزاد پیشہ ہو کر خدمت دین کر سکیں جہاں تک ہو سکے لڑکوں کو حفظ قرآن کرایا جائے۔ باقی حضرت مسیح موعود اور حضرت خلیفۃ المسیح اول کی وصیتیں میں پھر اس شخص کو اور جماعت کو یاد دلاتا ہوں جو کام حضرت مسیح موعود نے جاری کئے ہیں کسی صورت میں ان کو بند نہ کیا جائے ہاں ان کی صورتوں میں کچھ تغیر ہو تو ضرورتوں کے مطابق خلیفہ کو اختیار ہے۔ اس قسم کا انتظام آئندہ انتخاب خلفاء کیلئے بھی وہ شخص کر دے اللہ تعالےٰ اس کا حامی اور ناصر ہو۔ اس شخص کو چاہیئے کہ اگر وہ دین کی ظاہری تعلیم سے واقف نہیں تو اس کو حاصل کرے۔ وہ دعاؤں پر بہت زور دے ہر بات کرنے وقت پہلے سوچ لے کہ آخر انجام کیا ہوگا۔ کسی کا غصہ دل میں نہ رکھے۔ خواہ کسی سے کس قدر ہی اس کو ناراضگی ہو اس کی خدمات کو کبھی نہ بھلائے ان لوگوں کے اسماء جن کو میں خلیفہ کے متعلق مشورہ کرنے کیلئے مقرر کرتا ہوں یہ ہیں۔

(۱) نواب محمد علی خان صاحب۔ ۲۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب ۳ مولوی شیر علی صاحب ۴ مولوی سید سرور شاہ صاحب ۵ قاضی سید امیر حسین صاحب ۶ چوہدری فتح محمد صاحب۔ ۷ حافظ روشن علی صاحب ۸ سید حامد شاہ صاحب ۹ میاں چراغدین صاحب ۱۰ ذوالفقار علی خاں صاحب۔

اگر بیرونی لوگ شامل نہ ہو سکیں۔ تو پھر یہیں کے لوگ فیصلہ کریں۔ خلیفہ وہی شخص ہو سکتا ہے۔ جو قادیان میں رہے۔ جو خود نمازیں پڑھائے۔ یہ ضروری ہدایت یاد رکھی جائے۔ کہ یہ لوگ اس بات کا اختیار رکھیںگے کہ اپنے میں سے کسی ایسے شخص کو انتخاب کریں۔ یا کسی ایسے شخص کو جس کا نام اس فہرست میں شامل نہیں ایک نام اس میں اور زیادہ کر دیا جائے۔ میاں بشیر احمد صاحب بھی اس میں شامل ہوں والسلام

اگر صدر جلسہ خود خلیفہ تجویز نہ ہو تو جو الفاظ خلیفہ کی بیعت کیلئے رکھے گئے ہیں ان کا وہ خود حلفیہ طور پر مجلس میں اقرار کرے۔ خدا کے فضلوں کا انکار کوئی نہیں کر سکتا۔ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ پس اس شخص کو جس کیلئے لوگ متفق ہوں

[...] ایسے شخص کو منتخب کریں کہ وہ قادیان کا ہی ہو کر رہ سکے اور جماعت کرا سکتا ہو۔

والسلام وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ دستخط خاکسار مرزا محمود احمد

دستخط خاکسار شیر علی عفی عنہ بقلم خود۔ کاتب تحریر ہذا۔ ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۸ء دستخط فتح محمد سیال بقلم خود (دستخط) خاکسار مرزا بشیر احمد بقلم خود ۱۹/۱۰/۱۸ (دستخط) محمد سرور شاہ بقلم خود ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۸ء (دستخط) خلیفہ رشید الدین ایل۔ ایم۔ ایس بقلم خود ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۸ء

نوٹ:- یہ کاغذ مولوی شیر علی صاحب کی تحویل میں رکھا جائے۔ اور اس کی نقل فوراً شائع کر دی جائے۔

دستخط مرزا محمود احمد"

اس وصیت میں بعض ضروری اور قابل توجہ الفاظ کو ہم نے بالخصوص جلی کر دیا ہے۔ سب سے زیادہ قابل غور اور تعجب انگیز بات جو ہمیں اس میں نظر آتی ہے وہ میاں صاحب کا آیندہ خلیفہ کے اس پوزیشن کو اختیار کرنا ہے۔ جس کو اپنے انتخاب خلافت کے وقت اختیار کرنے کے لئے وہ تیار نہ تھے۔ بلکہ اس کا انکار کرنے کی وجہ سے جماعت دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔ وہ پوزیشن کیا ہے۔ وہ وہی ہے جو حضرت امیر جناب مولٰنا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ نے حضرت مولٰنا مولوی نور الدین صاحب کی وفات کے وقت اختیار کرنے کی صلاح دی تھی۔ اور جماعت کے مجموعہ اور اہل الرائے اصحاب کے مشورہ سے انتخاب خلافت یا کسی اور مناسب فیصلہ کیلئے کہا تھا۔ اس وقت میاں صاحب نے سختی کیساتھ اس نیک مشورہ کو رد کر دیا۔ اور جماعت میں تفرقہ کی بنیاد رکھی۔ اس وقت ان کو امر خلافت گذشتہ خلیفہ کے دفن ہونے سے پہلے آئندہ خلافت کا انتخاب ہو جانا چاہیئے۔ لیکن آج اس کے خلاف آئندہ خلافت کیلئے مشورہ کی موقع دیتے ہیں۔ اور ایک دن نہیں اگر ضرورت پڑے تو دو دنوں تک مشورہ کا حکم انہیں دیتے ہیں۔ آج میاں صاحب اپنی بنائی ہوئی کمیٹی کے ۳/۵ ممبروں کے اتفاق رائے پر عمل کرنے کا مشورہ بلکہ حکم اپنے مریدین کو دیتے ہیں۔ لیکن اپنے انتخاب خلافت کے وقت مسیح موعود کی بنائی ہوئی مجلس معتمدین کے مقابل دس ممبروں میں سے پانچ کے اس اتفاق رائے کو وہ ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ کہ جو کچھ فیصلہ ہو قوم کے اہل الرائے اصحاب کے مشورہ سے ہو۔ ہر چہ بر خود مپسندی بر دیگراں مپسند کے خلاف معلوم نہیں کہ آئندہ کی فکر میاں صاحب کو کیوں پڑ گئی۔ اور جو کچھ اپنے لئے پسند نہ تھا وہ آیندہ خلیفہ کے لئے کیوں پسند آ گیا۔

ہاں یہ ۳/۵ کی شرط بھی میاں صاحب کے مزید غور اور توجہ کے قابل ہے اگر آئندہ خدانخواستہ پھر کبھی وصیت کی ضرورت پڑے تو مہربانی کرکے یہ بھی ہدایت فرما دیں کہ ۳/۵ اگر متفق نہ ہوں اور اگر [...] میں کس طرح فیصلہ ہوگا یا اس صورت میں مریدین میاں صاحب بغیر خلیفہ کے [...]

ایک اور عجیب بات جو اس وصیت میں نظر آتی ہے وہ منتخب شدہ خلیفہ کا صدر کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے۔ ایک طرف تو میاں صاحب کا اعتقاد ہے کہ "خلیفہ خدا بناتا ہے" چنانچہ اپنی مجوزہ کمیٹی کے انتخاب پر حصر کرنے کے باوجود وصیت کے آخر میں بھی یہ الفاظ لکھے ہیں۔ لیکن دوسری طرف اس خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ کی یہ حیثیت قرار دی ہے کہ وہ صدر کمیٹی یعنے نواب محمد علی خان صاحب یا ان کے کسی قائم مقام کے ہاتھ پر بیعت کرے اور پھر تعجب پر تعجب یہ کہ وہ بیعت میاں صاحب کی ہی سمجھی جائے گی۔ زندوں کی بیعت تو آج تک سنا کرتے تھے۔ مردوں کی بیعت کا آج میاں صاحب ہی سے پتہ چلا۔ اور پھر بیعت بھی آئندہ ہونے والا خلیفہ پہلے فوت شدہ خلیفہ کی کرتا ہے۔ نہ صرف بیعت بلکہ آئندہ کے لئے بھی میاں صاحب اسے وصیت کرتے ہیں کہ "اس قسم کا انتظام آئندہ انتخاب خلفاء کے لئے بھی وہ شخص کر دے" گویا آئندہ یہ حضرت مسیح موعود کا سلسلہ نہیں بلکہ میاں صاحب کا سلسلہ چلے گا۔ پہلے تو خلیفہ کی یہ حیثیت ہوا کرتی تھی کہ اس کی زندگی میں ہی ان کا حکم چلتا تھا۔ اور فوت ہونے کے بعد ان کے حکم بھی ان کے ساتھ ہی بقول میاں صاحب قبر میں دفن ہو جاتے تھے۔ (الفضل ۲۵ فروری ۱۹۱۶ء) لیکن وہ وقت اب گیا کیونکہ میاں صاحب کی ذاتی مصلحت اس وقت ایسی فتوے کی متقاضی تھی۔ تا حضرت مولٰنا نور الدین صاحب کے بعض ضروری احکام کو ٹالا جا سکے۔ مگر اب فاروقی زمانہ ہے اور اگرچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی اس فتوے سے اس وقت بچ نہ سکے تھے۔ مگر میاں تو فاروقیت کے علاوہ اولوالعزمی بھی اپنی پوری شان کے ساتھ موجود ہے۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ حضرت اولوالعزم کی اس وصیت کے کسی

یہ مانا جا سکتا ہے کہ آئندہ خلیفہ بیعت لینے سے پہلے خود بھی جناب میاں صاحب کی بیعت کرے اگرچہ وہ برائے نام ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ ہمارے خیال میں میاں صاحب کو یہ بھی ہدایت کرنی چاہئے تھی کہ آئندہ خلیفہ انہی کے قدم بقدم چلے۔ اور اس سے سرمو منافات نہ ہو۔

ہاں اس آئندہ خلیفہ نے کس بات پر بیعت کرلی ہے۔ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ وہ بیعت اس بات کی کرے کہ "حضرت صاحب کی بتائی ہوئی تعلیم اسلام پر میں یقین رکھونگا" ہم پوچھتے ہیں حضرت صاحب نے کونسی نئی تعلیم اسلام بتائی ہے جو پھر انہوں نے بتایا ہے آیا وہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی تعلیم اسلام نہیں پھر حضرت صاحب کے ساتھ اس کو منسوب کرنا اور تمام وصیت کے اندر حضرت نبی کریم صلعم کا نام تک بھی نہ لینا کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ میاں صاحب کے دل سے آنحضرت صلعم کی عزت و عظمت بالکل اٹھ چکی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود ہی کا نام لینا وہ کافی سمجھتے ہیں۔ ایک اور اقرار جو اس خلیفہ نے کرنا ہے وہ یہ ہے کہ

"جماعت کے متعلق جو پہلے دو خلفاء کی سنت ہے
اس کو ہمیشہ مد نظر رکھوں گا"

بہتر ہوتا کہ اس سنت کی بھی میاں صاحب تشریح فرما دیتے۔ تاکہ اگر کہیں پہلے دو خلفاء حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ اور میاں صاحب۔ کے طریق عمل میں نہ صرف فرق بین پایا جاتا ہو بلکہ دونو کے اعتقادات و اعمال ایک دوسرے کے قطعاً متخالف و متضاد ہوں۔ تو اس حالت میں اس سنت کو کیا جائے۔ مثلاً حضرت مولانا نورالدین صاحب محض انکار مسیح موعود کو موجب کفر نہیں سمجھتے تھے۔ آپ میاں صاحب کی طرح حضرت مسیح موعود کو نبی حقیقی قرار نہیں دیتے تھے۔ **مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد** کی پیشگوئی کا حقیقی مصداق آنحضرت صلعم ہی کو سمجھتے تھے۔ اور مسیح موعود کو اس کا مصداق حقیقی قرار دینا آپ "غلط اور بالکل غلط" یقین کرتے تھے۔ میاں صاحب آج ان سب باتوں کے قائل نہیں۔ گویا جس بات کی وہ آئندہ خلیفہ کو وصیت کرتے اور جس پر اسے عامل بنانا چاہتے ہیں۔ خود اس پر اپنی ساری خلافت کے زمانہ میں عامل ہونا تو کجا۔ اس کی طرف رخ تک نہیں کیا ایسی حالت میں "پہلے دو خلفاء کی سنت" کیا ہے۔ اور کونسی وہ سنت ہے جس پر آئندہ خلیفہ کو عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ امید ہے کہ میاں صاحب آئندہ ضرورت وصیت پیش آنے پر اس کی بھی تشریح فرما دینگے۔

ایک اور اقرار آئندہ خلیفہ سے انہوں نے یہ لینا چاہا ہے کہ "حضرت صاحب کے پرانے دوستوں سے نیک سلوک کرے" کیا میاں صاحب بتائینگے "کہ پرانے دوستوں" سے ان کی کیا مراد ہے اور خود انہوں نے اپنے دوران خلافت میں کہاں تک اس پر عمل کیا؟

وہ آئندہ خلیفہ کو وصیت کرتے ہیں کہ "بات کرتے وقت پہلے سوچ لے کہ آخر انجام کیا ہوگا" غالباً یہ اپنے ہی تجربہ کے بنا پر کہا ہے۔ کیونکہ خود بات کا آخر انجام سوچنا تو کجا اس کا خیال تک بھی وہ کبھی دل میں نہیں لاتے۔ جس کا نتیجہ ہے کہ جماعت میں اس قدر فتنہ و فساد برپا ہو چکا ہے اور سلسلہ عالیہ جو اشاعت اسلام کے عظیم الشان کام کیلئے قائم کیا گیا تھا۔ آج اپنے اندرونی جھگڑوں کی وجہ سے حالت نزاع تک پہنچ گیا ہے۔ اگر واقعی میاں صاحب کا بھی خیال ہے اور اپنے اس تجربہ ہی کی بنا پر انہوں نے یہ وصیت کی ہے تو ہمیں خوشی ہے کہ آخر کار انہوں نے حق کو پالیا۔ صبح کا بھولا شام کو گھر آئے تو اسے بھولا نہیں سمجھنا چاہیئے۔ امید ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہی ایک اور فقرہ بڑھا کر یہ بھی وصیت آئندہ کرینگے کہ ان کے خودساختہ عقائد کا بھی وہ پیرو نہ ہو۔ تاکہ اگر ان کے وقت میں نہیں تو آئندہ ہی جماعت کے ایک ہونے کی صورت پیدا ہو جائے

ایک اور وصیت آئندہ خلیفہ کو یہ بھی کی ہے کہ

"کسی کا غصہ دل میں نہ رکھے۔ خواہ کسی سے کس قدر ہی اس کو ناراضگی ہو۔ اس کی خدمات کو کبھی نہ بھلائے"

ہمارا خیال ہے کہ یہ بھی "من نہ کردم شما حذر بکنید" ہی کی تشریح میاں صاحب نے کی ہے۔ ورنہ غصہ کو دل میں رکھنے اور خدمات کو بھلانے کا کام جس خوش اسلوبی کیساتھ انہوں نے انجام دیا ہے۔ شاید ہی کوئی انجام دے سکے۔ جماعت کے اس عظیم الشان رکن اور حضرت مسیح موعود کے قوت بازو حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کی علمی خدمات کو انہوں نے یہ کہکر رد کردیا کہ جو کچھ ہے مسیح موعود ہی کے مضامین ہیں اور ان کا لکھا ہوا کوئی نہیں۔ آپکا دنیوی ترقیات کو چھوڑ کر خدمات دین کیلئے اپنے آپ کو وقف کرنا آلائش دنیوی [illegible] کا عذر بتایا گیا۔ اور خود میاں صاحب نے خطبہ جمعہ کے اندر آپ کے ترجمہ قرآن کو ردی میں جلا دینے کے قابل کہہ کر یہ کہنا کہ "خواہ کسی سے کس قدر ہی اس کو ناراضگی ہو انکی خدمات کو کبھی نہ بھلائے" سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ اپنے اس سابق رویہ کے خلاف ہے۔ کاش وہ خود بھی اس نصیحت پر عامل ہوتے تو جماعت میں اس قدر تباغض و تحاسد نہ پھیلتا۔

ایک اور بات خلیفہ کے متعلق بڑی ہی عجیب انہوں نے فرمائی ہے کہ

"اگر وہ دین کی ظاہری تعلیم سے واقف نہیں تو اس کو حاصل کرے"

تعجب ہے۔ خلیفہ۔ قوم کا رہنما جس سے تزکیہ نفس حاصل کرنے کے لئے لوگ آئیں وہ دین کی ظاہری تعلیم سے بھی بے بہرہ ہو لیکن یہ بھی شاید اپنے ہی تجربہ کی بنا پر میاں صاحب نے کہی ہے کیونکہ خود ان کی اسی ظاہری تعلیم سے ناواقفیت ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج ہم اس قدر فتنہ جماعت میں دیکھتے ہیں۔ کاش کہ اب صحت یاب ہونے پر وہ خود بھی اس اپنی وصیت پر عمل پیرا ہوں۔

غرض اب آئندہ میاں صاحب کی اس وصیت کے مطابق سلسلہ چلے گا۔ مسیح موعود کی وصیت اس خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین انجمن تو نیست و نابود ہو چکی۔ اب میاں صاحب کا دور دورہ ہے۔ اب جیتے جی بھی ان کی اور مرے ہوئے بھی انہی کی بیعت ضروری ہے۔ وہی تو ہے کہ اب آئندہ وہ ناخدا اور سلسلہ کے بانی اپنے آپ کو قرار دینا چاہتے ہیں۔ اور مسیح موعود کی بیعت اور ان کی وصیت ان کیلئے کام کی نہیں۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیا ہم امید کریں کہ میاں صاحب ان باتوں پر غور کر کے ہمیں بتائینگے کہ مسیح موعود کی وصیت کو نظرانداز کر کے اس نئی وصیت اور ایک نئے انتظام کے کیا معنے ہیں؟

ہندوستان کس کے لئے ہے علیے کیلئے یا رام و دیانند کیلئے؟

آریہ سماج لاہور کے سالانہ جلسہ میں لالہ دیوی چند ایم۔ اے کا لیکچر مسلمانوں کے خاص توجہ سے سننے کے قابل تھا جس میں انہوں نے ہندوستان کی سات کروڑ اچھوت اور نیچ ذات کے لوگوں کا ذکر اور ان سے ہندوں کے نفرت انگیز سلوک کی تشریح کرتے ہوئے سماجی حضرات سے یہ سوال کیا کہ "ہندوستان کس کیلئے ہے۔ علیے یا رام و دیانند کیلئے" سوال کے ایک حصہ پر انہوں نے بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ

"جب ۱۹۱۱ء کی مردم شماری کے اندر مسٹر گیٹ نے سرکلر نکالا تھا کہ (یہ نیچ اور اچھوت لوگ) ہندو نہیں سمجھے جا سکتے جن کا سوشل بناوٹ میں کوئی حصہ نہیں۔ کوئی لین دین و لوار نہیں۔ ہم ان کو ہندو شمار نہیں کر سکتے۔ اس وقت سارے ہندوؤں اور تعلیم یافتہ لوگوں نے واویلا مچایا کہ یہ سب ہندو ہیں۔ بھنگی چمار۔ جولاہے سب ہندو ہیں۔ لیکن جونہی مردم شماری ہٹی ان سب لوگوں کا جوش مدھم ہو گیا۔ اور کسی نے کوشش نہ کی کہ ان کو اَنت کیا جائے"

ان حالات میں کون کہہ سکتا ہے کہ مسٹر گیٹ کا سرکلر صحیح واقفیت پر مبنی نہ تھا۔ مگر وائے بر مسلمانان کہ باوجود ان واقعات کے ان لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے۔ کم از کم اپنی شماری طاقت میں ان سے اضافہ کرنے کے لئے بھی انہوں نے ٹس سے مس تک نہ کی۔ اور ہندوؤں سے ان کی قطعاً بے تعلقی کے باوجود ہندوؤں میں ہی انہیں شمار ہونے دیا۔

اس کے ساتھ ہی ان الفاظ کو بھی پڑھنا ضروری ہے جن میں لالہ جی نے یہ بتایا کہ

"۱۹۱۱ء کی مردم شماری سے ظاہر ہوتا ہے کہ دس سال میں پندرہ لاکھ ہندو کم ہو گئے ہیں۔ اس کا بڑا بھاری سبب یہ ہے کہ چھوٹی ذاتوں کے اٹھانے کا کوئی پربندھ نہیں کرتے اور دوسرے ان کو اپنے اندر جذب کر رہے ہیں"

کیا مسلمان بتا سکتے ہیں کہ ان ۱۵ لاکھ میں سے کسقدر تعداد کو انہوں نے اپنے اندر جذب کیا۔ اور اس میں ان کی تبلیغی کوششوں کو کہاں تک دخل تھا؟

کروڑوں اورنگ زیب

اپنے اسی لیکچر میں لالہ صاحب نے ہندوؤں کے جذبات کو اپیل کرتے ہوئے فرمایا کہ

"[illegible] کو مطعون کر [illegible] جو جینیو اتارتا تھا۔ لیکن وہ تو ایک تھا اور ہم کروڑوں اورنگ زیب بنے ہوئے ہیں ان سات کروڑ ہندوؤں کو مجبور کر رہے ہیں کہ وہ غیر ہندو ہو جائیں"

مسلمان بادشاہوں کے مظالم اور اورنگ زیب کے جینیو اتارنے کے افسانہ کے متعلق لالہ صاحب سے یہ تو امید ہی نہیں ہو سکتی تھی کہ اس کی اصل حقیقت کو بیان کرینگے اور ناجائز الزامات کا دفعیہ کرنے میں کوئی پس و پیش انہیں نہیں ہوگا۔ مگر کروڑوں اورنگ زیب کا مسئلہ انہوں نے عجیب بیان کیا۔ کیا بہت واقعی اورنگ زیب ہیں اور کیا آریہ سماجی بھی اسی اورنگ زیبی صفت سے متصف ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کے جینیو اتارنے کا خیال کہاں تک صحیح ہے۔ آریہ سماج کیلئے یہ خطاب قابل مبارک باد ہے۔

اچھوتوں اور چماروں میں عیسائی مشنری کوششیں

آگے چلکر لالہ صاحب نے ہوشیارپور کے اندر چماروں میں کام کرنے کی خواہش ظاہر کرتے ہوئے بتایا کہ

"سارے پنجاب میں ۱۱۲۸۷۰۴ چمار ہیں ان میں سے حصار کے ضلع میں ۷۲۶۹۵ چمار ہیں۔ گوڑگانواں میں ۳۷۳۸۱ دلی میں ۶۰۴۳۹ کرنال میں ۷۰۱۱۰ انبالہ میں ۹۸۱۰۷ اور ہوشیارپور میں ۱۱۵۱۵۴ یہ محض چماروں کی تعداد ہے۔ اسپرہ جولاہے رنداسئے ہیں۔ جن کے ساتھ ہم چھوتے نہیں۔ جہاں آریہ سماج کا کوئی مشنری نہیں جاتا وہ اس کے علاوہ ہیں۔ ایسے ہی ڈوم [illegible] اور مدراس میں بار بار ستعال دوسرے حصوں میں موجود ہیں۔ اکیلے یوپی میں ۶۰ لاکھ چمار ہیں ایک تہائی آبادی وہاں اچھوتوں کی ہے۔ جن کے اندر عیسائی کام کر رہے ہیں"

یہ اعداد واقعی حیرت افزا ہیں اور اپنے مقابلہ کیلئے کسی زبردست کوشش کو چاہتے ہیں۔ عیسائیوں نے اس سے پیشتر اچھوتوں کے ایک حصہ کو اپنے اندر جذب کیا ہے۔ اور کر رہے ہیں۔ اب آریہ سماجی بھی میدان میں آنا چاہتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کو ابھی تک اس کا خیال تک بھی نہیں۔ انکا دماغ ابھی اس طرف نہیں گیا۔ کہ ان لوگوں کو بھی مسلمان بنایا جا سکتا ہے۔

"خون بہا کر ہڈیاں اور بوٹیاں دیکر ہندوستان کو دیانند کا بنائیں گے"

یہ وہ فقرہ ہے جو انہی لالہ دیوی چند صاحب کے منہ سے اچھوت قوموں کی اصلاح پر زور دیتے ہوئے نکلا۔ انہوں نے کہا اور بڑے زور سے اپنے اس زبردست ارادہ کا اظہار کیا کہ

"عیسائی مشنری کہتے ہیں کہ ہندوستان علیے کے لئے ہے۔ سوامی دیانند اور رام کے لئے نہیں لیکن تم اس بات کا ثبوت دو کہ یہ دیانند کے لئے ہے یا علیے کیلئے ہمارے سامنے یہ سوال ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہم اپنا خون بہا کر ہڈیاں اور بوٹیاں دیکر ہندوستان کو دیانند کا بنائینگے"

آگے چلکر آپ اسی پر زور دیتے ہوئے تمام مایوسیوں کی تردید کرتے ہوئے پھر فرماتے ہیں کہ

"میرا وشواش (یقین) ہے کہ ہندوستان آریہ سماج کیلئے دیانند کیلئے اور ویدوں کیلئے ہے۔ ہزار مایوسیاں آئیں اپنے لوگ بھی نراش کریں مگر ہم مایوس نہ ہوں ہم اپنے مشن کی صداقت پر شک نہ کریں۔ کیونکہ مایوسی کی آوازیں کمزوروں سے نکلتی ہیں۔ اگر غیر شک کریں تو کوئی افسوس نہیں لیکن اگر اپنے نوجوان اور بوڑھوں سے ایسا ہو تو قابل افسوس ہے"

کیا مسلمانوں کے اندر بھی اس دل گردہ کے انسان آج موجود ہیں جو اس طرح سے للکار کر کہہ سکیں کہ ہندوستان اسلام اور صرف اسلام کیلئے ہے اور صرف زبانی ہی نہیں بلکہ اپنی زبردست کوششوں اور فدائی تائیدات و نصرت کے ساتھ ہندوستان کو

... قرار واقعی جواب دیگا +

کتب خانہ اسکندریہ کی باسی کڑھی میں اُبال

منجملہ اور بہت سی مسیحی روایات کے جو اسلام کے خلاف اس کو بدنام کرنے کے لئے وضع ہوئیں ایک کتبخانہ اسکندریہ کے جلائے جانے کا معاملہ بھی ہے۔ عیسائیوں نے عام طور پر یہ مشہور کر رکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں جب مصر فتح ہوا۔ تو اسکندریہ میں ایک بہت بڑا کتب خانہ موجود تھا جس میں بہت سی قیمتی یونانی کتابیں جمع تھیں۔ لیکن حضرت عمرؓ نے ان سب کو جلا دینے کا حکم دیا اور ان کتابوں سے چھ مہینے تک شہر کے پانچہزار حمام گرم ہوتے رہے یہ اعتراض جس قدر بظاہر اہم اور مرعوب کر دینے والا معلوم ہوتا ہے۔ اتنی قدر بوسیدہ اور لالعینی ہے۔ معاصر "نورافشاں" نے اپنی ۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کی اشاعت میں اس بوسیدہ خیال کی تشریح اور تائید میں قریبًا ایک صفحہ خرچ کیا ہے۔ اور مسلمانوں کے جوابات اور ان تاریخی انکشافات کو قطعًا نظر انداز کر دیا۔ جو اور تو اور ایک مسیحی مورخ گبن نے اس بارہ میں کئے ہیں مؤرخ موصوف کے یہ الفاظ ہیں۔ کہ:-

"اگر مجھ سے پوچھو۔ تو میں بڑے زور کیساتھ اس امر اور اس کے نتائج سے انکار کرتا ہوں۔ یہ امر واقعی عجیب ہے اس واقعہ کا مؤرخ خود کہتا ہے کہ پڑھو اور تعجب کرو۔ ایک اجنبی کی تحریر کو جو اس نے چھٹی صدی کے اختتام پر فارس کی سرحد پر لکھی ہے کچھ وقعت نہیں دیجا سکتی جبکہ ہم اس سے پہلے زمانہ کے دو واقعہ نگاروں کی خاموشی کو دیکھتے ہیں جو دونوں واقعہ نگار مذہب کے عیسائی اور خاص مصر ہی کے باشندے تھے ان دونوں میں سے جو سب سے قدیمی ہے یعنی لاٹ پادری یوٹیکس۔ اُس نے سکندریہ کی فتح کا مفصل حال لکھا ہے"

اس قسم کی اور بھی بہت سی وجوہات مؤرخ گبن نے اس مسیحی روایت کی تردید میں پیش کی ہیں اور اس کے راوی ابوالفرگیس کے منفرد اور اجنبی ہونے کے ساتھ یوحنا فلوپین کے عمرو بن العاص فاتح مصر سے جا کر کتابوں کی بخشش کیلئے درخواست کرنے کا واقعہ بھی صریحًا جھوٹ ٹھہرا دیا کیونکہ کتب خانہ اس سے بہت پہلے خود مسیحی متعصبین کے ہاتھوں جل چکا تھا اور فلوپین اس سے بہت عرصہ پہلے فوت ہو چکا ہوا تھا"

باوجود ان صریح واقعات اور گبن جیسے مسیحی مؤرخ کے ان بیانات کے معاصر نورافشاں کا اصرار کہاں تک بجا ہے۔ اس کا اندازہ ناظرین کرام خود کر سکتے ہیں کیا ہم امید کریں کہ ہمارا لائق معاصر ایک انگریز مؤرخ کے ان الفاظ کی روشنی میں اپنے بیان کردہ واقعات اور اتہامات کی تردید کیلئے تیار ہوگا؟

مجدد کا دعویٰ اور مولوی ثناءاللہ صاحب

گذشتہ اشاعت میں مجددین امت کے دعاوی کے متعلق ہم بتا چکے ہیں کہ مولوی ثناءاللہ صاحب مجدد کے لئے خود دعویٰ کرنا ضروری نہیں ٹھہراتے اور ان اللہ یبعث کی نص صریح کو نظر انداز کر کے ہم سے خاص خاص مجددین کے دعاوی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ حالانکہ شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت مجدد الف ثانی کے پُرزور دعاوی ہم دکھا چکے ہیں لیکن [illegible] صاحب کا خیال ہے۔ کہ "یہ اُن کی ذاتی رائے کسی مصلحت پر مبنی ہوگی"

اس کی بڑی وجہ اُنہوں نے یہ بتائی ہے کہ

"دعویٰ کرنا صرف نبی اور رسول کا فرض ہے کیونکہ لوگوں کو اُس پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے۔ اور کسی کا یہ رتبہ نہیں۔ کہ اس پر ایمان لانا ضروری ہو۔ اس لئے نہ کوئی ولی دعوے کرتا ہے نہ کسی مجدد کو دعوے کرنا ضروری اور شرط ہے"

ہم پوچھتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنا ماننا ضروری ٹھہرایا ہے یا نہیں۔ اور اپنے سے محروم رہنے والوں کو خائب وخاسر قرار دیا ہے یا نہیں۔ ایسا ہی حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے وقت کے تمام بدلا ونجبا اور اولیا واقطاب کو حصول فیض کے لئے اپنے توسط کا محتاج قرار دیا ہے یا نہیں۔ اگر یہ سب کچھ ہے تو ہزا ان دعاوی کو ان کی ذاتی رائے کسی مصلحت پر مبنی قرار دینے سے [illegible] جب تک کہ ان بزرگوں کی تکذیب سے انکار کر کے ان دعاوی کو غلط قرار نہ دیا جائے۔ رہا یہ کہ دعوے کرنا صرف نبی اور رسول کا فرض ہے۔ کیا مولوی فاضل مہربانی فرما کر ان [illegible] لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے دعاوی ہمیں دکھا سکتے ہیں جو ابتدا سے دنیا سے آنحضرت صلعم تک وقتًا فوقتًا دُنیا میں مبعوث ہوتے رہے دعاوی کا نہ سہی۔ صرف نام ہی بتا دیویں (بقیہ کالم ۳ صفحہ ہذا)

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدیہ بلڈنگس - ۷ دسمبر ۱۹۱۹ء

برادران وبزرگان قوم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سالانہ جلسہ ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ - دسمبر کو قرار پایا ہے۔ ۲۵ اور ۲۶ کے پورے دن اور ۲۷ کو نماز جمعہ تک۔

جلسہ کے اغراض کیا ہیں۔ وہ سکریٹری صاحب آپ کو بتا چکے ہیں۔ احمدی قوم کی بہبودی کی تجاویز پر غور کرنا۔ اشاعت اسلام وتبلیغ سلسلہ کے لئے وسیع پیمانہ پر قدم اٹھانا۔ ایک نئے سال کے کام کے لئے ایک نیا جوش جو ملاقات احباب سے پیدا ہوتا ہے۔ اپنے اندر پیدا کرنا۔ کچھ وعظ ونصیحت کا سُننا۔ کچھ اپنی گذشتہ کوششوں کے ثمرات کا معائنہ کرنا۔

ہمارے اکثر احباب نے جلسہ میں شمولیت کو فرض کفایہ خیال کیا ہوا ہے۔ کہ ایک کنبہ میں سے ایک شخص یا ایک جماعت میں سے ایک آدمی نے سن لیا وہ سب کا قائمقام ہو جائے گا۔ بہت سے ایسے ہیں کہ وہ سفر کی تکلیف یا خرچ سے بچنے کیلئے یوں نفس سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں کہ ایک ہمارے نہ جانے سے کیا کمی محسوس ہو سکتی ہے یہ نہیں سوچتے کہ سب ہمارے بھائی ہیں انکو بھی یہی خیال کرنے کا حق ہے۔ اپنی بہبودی کے لئے انسان کیا کچھ تکلیف نہیں اٹھالیتا۔ کہاں کہاں نہیں پہنچ جاتا۔ اپنے عزیزوں اور اقارب کی غمی خوشی میں شریک ہونے کے لئے کس قدر لمبے سفر اختیار نہیں کرلیتا۔ اور سارے کاروبار کو چھوڑ کر اپنی غرض کو مقدم نہیں کرلیتا۔ حکام کی خوشنودی کے لئے کس قدر روپیہ صرف نہیں کر دیتا۔ اور کس طرح وقت نہیں نکال لیتا۔ لیکن قوم کی بہبودی کا سوال ہو۔ دین کے [illegible] شرکت کا مطالبہ ہو۔ خدا کی خوشنودی کی طرف بلایا جائے تو کس قدر عذر پیدا ہو جاتے ہیں۔ کیا یہی وہ

دین کو دُنیا پر مقدم

کرنے کا عہد ہے۔ جو آپ لوگوں نے کیا؟ اوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا ٭

برادران بزرگان! تمہارے ہاتھ میں سلسلہ کی باگ ہے تمہارے سپرد ایک عظیم الشان خدمت کا کام ہوا ہے۔ تم نے دین اسلام کی خدمت کی امانت کو خدا کے برگزیدہ مسیح موعودؑ کے ہاتھ سے لیا ہے۔ اس کی فکر کرو۔ خدمت میں لگ جاؤ۔ امانت کو ضائع کرنے سے ڈرو۔ آپ لوگوں کی اس وقت کی ذرا سی غفلت اسلام کی ترقی کے میلوں پیچھے رہ جانے کا موجب ہو سکتی ہے اور تمہارا اپنے فرض کا احساس اسکو میلوں آگے بڑھا سکتا ہے۔ ہم تعداد میں تھوڑے [illegible] تھے۔ اختلاف نے ہماری قوت کو جو صدمہ پہنچایا۔ اس کا رنج کس دل پر نہیں۔ جماعت کا ایک حصہ غلط عقائد میں مبتلا ہوگیا اور خطرناک غلو اور اسلام میں تفرقہ اندازی اختلاف سے بہت بڑھکر ہماری کمزوری کا موجب ہوگئی۔ اس پہلی خدمت کے ساتھ یہ نیا بوجھ آپ پر پڑ گیا۔ ہماری تباہی اور ہلاکت کے لئے دعائیں ہوئیں۔ پیشگوئیاں ہوئیں۔ میعادیں بڑھیں۔ مگر خدا جس پودا کو لگانا چاہتا ہے۔ اُسے کوئی برباد نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ہماری جماعت کو مضبوط ومستحکم کیا۔ بلکہ اس سے اپنے دین کی خدمت کے عظیم الشان کام لئے۔ ان کاموں کے لئے اپنے فضل سے خود ہی سامان پیدا کئے۔ قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ وتفسیر کی اشاعت ایک ایسا کام تھا۔ جس پر آج بڑی سے بڑی قوم فخر کر سکتی ہے۔ ہندوؤں جیسی دولتمند قوم سے وید کے ترجمہ کا کام آجتک سرانجام نہیں پا سکا۔ مسلمان بھی اس طرف سے غافل رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس خدمت کا موقعہ بھی اپنے فضل سے مسلمانوں میں سے احمدیوں اور احمدیوں میں سے اس چھوٹے سے گروہ کو دیا۔ جسکو تحقیر کی نظر سے دیکھا گیا تھا۔ یہ خدا کے کام ہیں۔ اس کام کو اگر ہم اپنے زور بازو سے کرنا چاہتے۔ تو ہماری پیٹھیں اس بوجھ کے نیچے دب جاتیں۔ مگر خدا نے ہماری تائید ونصرت ان راہوں سے فرمائی جہاں سے گمان بھی نہ تھا۔ اس نے حضرت اقدس کے بہت سے قدیم ترین مخلصین کو ہمارے ساتھ رکھا اور میاں صاحب کی جماعت کے سب سے اعلیٰ رکن حضرت مولینا مولوی سید محمد احسن صاحب کو ہمارے ساتھ ملایا اور اور بھی بہت سے پر محبت اور مخلص احباب سلسلہ کو میاں صاحب کی جماعت سے الگ کر کے ہمارے ساتھ شامل کیا۔ اُس کی ان نعمتوں کا شکریہ ہم پر واجب ہے۔ اور وہ شکریہ یہی ہے کہ ہم سے زیادہ خوشی کے ساتھ کام میں لگ جائیں اور اپنے اجتماع سے اپنی یکجہتی سے۔ اپنے اتحاد سے۔ اپنے اجتہاد فی الدین سے ثابت کر دیں۔ کہ رشتہ ومرید کے تعلق سے بڑھکر ہم میں مقصد کی یکجہتی کا تعلق ہے اور رسن بیعت سے بڑھکر مضبوط وہ حبل اللہ ہے۔ جس کے اعتصام کا ہمکو حکم ہے۔

ہم اپنے جلسہ سالانہ کو قوم کے اجتماع کا مفیدترین موقعہ بنانا چاہتے ہیں۔ جس میں قوم کے سب افراد ملکر نہ صرف چند ریزولیوشن پاس کریں بلکہ کچھ عملی کام کر کے دکھائیں اور کچھ کام کرنے کی تجاویز کو مشورہ سے طے کر کے ان پر عمل پیرا ہوں۔ (امرھم شوریٰ بینھم کے ارشاد کو جسے مسلمانوں نے بھلا رکھا ہے تازہ کر کے دکھایا جائے۔ مگر یہ ارادہ عملی صورت اسی وقت اختیار کر سکتا ہے کہ ہر ایک شخص جو احمدیت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس موقعہ پر جمع احباب میں شمولیت کو اپنا فرض اولین سمجھے ابھی ہماری قوم کی تعداد اس قدر تھوڑی ہے کہ نمائندے بھیجکر ہم اپنا کام نہیں کر سکتے۔ بلکہ اسوقت ہر شخص کی شمولیت کی ضرورت ہے۔ ہم دور ہوں یا نزدیک اس مقدس فرض کو سب سے اہم کام سمجھ لیں تو کوئی روک باقی نہیں رہ سکتی وقت یہی ہے کہ ہم [illegible] کام سمجھتے ہیں کبھی فرصت مل گئی تو شامل ہو گئے۔ اسوقت جو تکلیف ہم میں سے کوئی شخص خدا کی راہ میں اٹھا لیگا وہ نہ صرف اسی کے لئے نجات کا موجب بنیگی بلکہ ہماری آیندہ کامیابیوں کے لئے یہ ایک بنیاد ہوگی۔ سال میں سے یہ تین دن کی قربانی اور تھوڑے سے امروں کی قربانی اور چند پیسوں کی قربانی بھی جو شخص نہیں کر سکتا۔ اُسکی برائے نام شمولیت سلسلہ سے اسلام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اسلئے میں پھر کہتا ہوں کہ آپ سب لوگ جو حضرت مسیح موعودؑ کے نام لیوا ہیں۔ ان تاریخوں میں یہاں جمع ہوں۔ نہ اس نیت سے کہ ہمارا بھی بڑا مجمع ہو۔ کیونکہ کثرت پر فخر کرنے والوں کو خالی یہ فخر ہی میسر آتا ہے نہ کچھ اور۔ بلکہ اس نیت سے کہ ہم پر ایک فرض ہے۔ سال میں یہ ایک موقعہ مشورہ کا ہے اس میں ہم نے اپنے گذشتہ سال کے کام پر نظر ڈالنی ہے اور آیندہ سال کے کام کے لئے تجویزوں پر غور کرنا ہے۔ اسکے لئے سامان بہم پہنچانے کی کوشش کرنا ہے۔ چھوٹے چھوٹے عذروں کو مردانہ ہمت کے ساتھ پاؤں کے نیچے مسل دو۔ بڑی بڑی مشکلات پر عزم مقبلانہ سے غالب آؤ۔ اپنی زندگی کا ثبوت دو۔ مُردوں سے دُنیا میں کوئی کام نہیں ہوا کرتا ٭ والسلام ٭ خاکسار محمد علی۔

نوٹ:- اس میری عرضداشت پر خود غور کرو۔ دوسروں کو دکھاؤ۔ آپ آؤ۔ دوسروں کو ساتھ لاؤ۔

(بقیہ از کالم اول صفحہ ہذا) قرآن کریم تو ہر قوم میں نبی آنے کا شاہد ہے۔ کیا مولوی فاضل ان سب نبیوں کی فہرست شایع کر سکتے ہیں اس مطالبہ کو اور بھی نرم کر کے ہم پوچھتے ہیں کہ صرف ایک نبی کا دعوے مولوی صاحب آریا یا بائیبل کے کسی حوالہ سے دکھا سکتے ہیں۔ اگر نہیں اور ہرگز نہیں۔ تو کیا یہ کہنا جائز ہے۔ کہ چونکہ فلاں فلاں نبی کا دعوے ہمارے سامنے نہیں۔ اس لئے وہ نبی نہیں ورنہ دعوے دکھایا جائے؟

تعجب ہے۔ ہم سے مجددین کے متعلق اس بات کا مطالبہ کیا جاتا ہے جس کا جواب انبیاء کے بارہ میں خود مولوی فاضل کے پاس کوئی نہیں۔

نبیوں کے لئے تو باوجود دعوے فرض قرار دینے کے اگر سب کے ہی دعاوی مل نہ سکیں۔ تو وہ واقعی نبی۔ لیکن مجددین میں سے اگر ایک کا بھی دعوے نہ ملے تو یا قبول پر "ذاتی رائے کسی مصلحت پر مبنی" کا فتوے عاید ہو کر کسی کو مجدد ماننے میں

فقط اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

کا اصول جاری ہو جاتا ہے۔ ان اللہ یبعث کے الفاظ کو نظر انداز کر کے مجدد بنانا خدا کا نہیں بلکہ لوگوں کا کام قرار دیا جاتا اور خدا کی طرف سے کھڑے ہونے والے کے دعوے کو "ڈھول کے پول" کہکر رد کر دیا جاتا ہے۔

اس شان فضیلت اور ایسے علمی استدلالات پر سوائے انا للہ وانا الیہ راجعون کے اور کیا کہیں ٭

مصائب اور دکھوں میں رجوع الی اللہ کی ضرورت

مورخہ ۱۵ر نومبر ۱۹۱۸ء

سورۃ فاتحہ پڑھ کر فرمایا:-

ایک بڑے لمبے زمانہ قریباً چھ ماہ کے بعد پھر آپ صاحبان سے میری ملاقات ہوئی ہے۔ بہت سے اس عرصہ کے اندر صدمات عزیزوں اور دوستوں کی موت کے دیکھنے پڑے ہیں۔ بڑے بڑے نوجوان۔ صالح اور نیک دوست یا ان کے قریبی رشتہ دار اس عرصہ میں فوت ہوئے۔ اسی اثناء میں اسلام پر بھی ایک مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹتا ہے۔ لوگ ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں پر جو مصیبت آئے وہ اسلام ہی کی مصیبت ہے۔ اور سب سے بڑی مصیبت جو مجھے نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ دشمن خیال کرتے ہیں کہ بس اب اسکو مار لیا۔ بلکہ خود مسلمانوں کے دلوں میں ایسے خیالات پیدا ہونے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ اب اسلام ترقی نہیں کر سکتا یہ خیال کہ اسلام کا غلبہ کسی سلطنت کے ساتھ وابستہ ہے۔ میرا یہ ایمان نہیں۔ یہ دکھ اور مصیبتیں کیا ہیں۔ یہ بھی انسان کی ربوبیت ہی کا ایک ذریعہ ہیں قرآن کریم اس پر شاہد ہے۔

دکھ اور مصیبتیں یہ بھی دنیا کی بہتری اور ربوبیت کے لئے آتی ضروری ہیں۔ ان سے بھی انسان کی ربوبیت ہی مقصود ہے بیشک مصیبت مصیبت ہی ہے۔ موت موت ہی ہے۔ لیکن جس طرح ہر تعالی ہماری ربوبیت کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح یہ مصائب بھی ربوبیت ہی کے لئے آتی ہیں۔ وہ کس طرح؟ فرماتا ہے وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالبأساء والضراء لعلھم یضرعون۔ ہر جگہ جہاں کوئی نبی آیا ہے۔ وہاں کے رہنے والوں پر دکھ اور تکالیف وارد ہوتی ہیں تاکہ وہ تضرع اختیار کریں۔ تضرع۔ عاجزی۔ خدا کی طرف جھکنا انسان کے لئے بڑا ہی ترقی کا مقام ہے جس طرح اس مقام تک پہنچنے کے اور بہت سے ذرائع ہیں۔ اسی طرح ان میں سے یہ بھی ایک ذریعہ ہے کہ مصائب کو دیکھکر انسان خدا کی طرف جھکتا ہے۔ جس قدر مصیبت عام ہوتی ہے اتنا ہی خدا کی طرف میلان بھی زیادہ ہوتا ہے پس درحقیقت دکھ اور مصیبت بھی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا ایک سامان ہے۔ لیکن عموماً خیال ہوتا ہے کہ اگر دکھ اور مصائب اللہ کی طرف جھکانے کے لئے آتے ہیں۔ تو کافروں پر آئیں۔ مومنوں کو کیا ضرورت ہے۔ کہ ان پر بھی وارد ہوتی ہیں۔ اصل میں بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن میں کافر و مومن کی کوئی تمیز اللہ تعالیٰ اس دنیا میں نہیں کرتا۔ یہ کہنا کہ اگر واقعی خدا تعالیٰ کا ان مصائب کو بھیجنے سے یہ منشاء ہوتا ہے کہ لوگ بدی سے رکیں۔ تو نیکوں پر یہ کیوں آتی ہیں۔ صحیح نہیں۔ ایسی باتوں میں ایک رنگ عمومیت کا بھی ہوتا ہے چنانچہ فرمایا۔ واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا اس فتنہ سے بچو۔ جو تم میں سے انہی لوگوں کو خاص طور پر پہنچنے والا نہیں جنہوں نے ظلم کیا۔ کیا ہمیں ضرورت نہیں۔ کہ ہم بھی اور زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکیں۔ اور ان مصائب سے متاثر ہو کر اس کی طاقت و قدرت کے اور زیادہ قائل ہوں۔

بیماریوں سے بچنے کے لئے یہ بیشک صحیح ہے کہ ان باتوں سے بچو۔ جن سے صحت کے بگڑنے کا اندیشہ ہے۔ اور جو صحت کے سامان اور اصول ہیں ان پر عمل کرو۔ لیکن کیا وہ لوگ نہیں مرتے۔ اور بیماریوں میں گرفتار نہیں ہوتے جو ان باتوں پر عامل ہیں اور اصول صحت کی سخت نگہداشت کرتے ہیں۔ اس لئے جس طرح سے ہم یہ مانتے ہیں کہ صحت کے اصولوں پر عمل کرنے سے ایسے دکھوں اور مصائب سے انسان بچ سکتا ہے جو بیماری کی صورت میں انسان پر آتے ہیں لیکن باوجود ان باتوں پر عامل ہونے کے پھر بھی بیماریاں ہو ہی جاتی ہیں۔ اس انفلوانزا کی بیماری میں کھلی ہوا منجملہ کھلا جوں کے ایک علاج اور حفظ ماتقدم کے سامانوں کے ایک سامان ہے۔ لیکن کھلی ہوا میں رہنے والوں پر بھی اس کا اثر یکساں ہوا ہے یہ اس لئے کہ انسان کو معلوم ہے کہ وہ اس بات پر متصرف کامل نہیں۔ بلکہ تصرف کامل کسی اور کا ہے۔ اسی طرح پر دوسری طرف بھی معاملہ ہے۔ دکھ اور مصائب بیشک بدیوں سے روکنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھکانے کے لئے آتے ہیں لیکن انکے اندر نیک بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ کیا ہمکو تضرع کی ضرورت نہیں کیا ہم اس سے بالاتر ہیں۔ کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے آگے اور بھی جھکنے کی احتیاج ہو۔ ہم اگر دنیا کی طرف دیکھیں۔ اور ہمارے بچے رہیں تو اس سے دل میں ایک کبر پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لئے بد دل کے ساتھ نیکوں پر بھی بھیجتا ہے۔ کہ تم بھی الٰہی قوت و اقتدار سے لاپرواہ مت ہو۔ ہاں نیکوں کو یہ فائدہ ہوتا ہے۔ کہ وہ اس سے بہت جلد ترقی کرتے ہیں شریر لوگوں کو اور نہیں تو کم از کم اتنے ہی عرصہ کے لئے جبتک ان پر اور وہ اصل مقصد تک پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن یہ مصائب آتی نیکوں اور بدوں سب پر ہی ہیں۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت بڑی طاعون پھیلی جس سے بہت سے صحابہؓ جاں بحق ہوئے۔

ہاں ایسی بیماریوں میں اسلام کی یہ کیا ہی پاک تعلیم ہے کہ مومن جو ان بیماریوں سے مرتا ہے وہ شہید ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کی راہ میں جان دیتا ہے۔ لوگ کہینگے یہ عجیب بات ہے کہ جب اپنے آپ پر دکھ اور عذاب آئے تو شہید ہو گئے۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ جب کوئی دکھ آتا ہے۔ جس میں عالمین کی ربوبیت مقصود ہوتی ہے تو ان میں جو نیک خدا کی راہ میں جان دینے والے ہوتے ہیں وہ شہید ہوتے ہیں کیونکہ وہ اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں زندگی کے مقصد کو انسان حاصل کر لیتا ہے۔

اسلام میں یہ بڑا اعجاز ہے کہ بہت سی باتوں کو جو ایکدوسرے سے ملتی ہوئی نظر نہیں آتیں باہم اکٹھا کر دیا ہے۔ رہبانیت اور دنیاداری جنگجوئی اور حلیمی یہ ایسی باتیں ہیں جو ایکدوسرے کے خلاف نظر آتی ہیں۔ لیکن اسلام نے ان سب کو اکٹھا کر دیا ہے۔ اسی طرح سے زندگی اور موت بھی دو متضاد باتیں ہیں ان دونوں کے متعلق بھی ایک صحیح اصول پر ہمیں قائم کیا ہے بعض لوگ تو زندگی کی قدر نہیں کرتے اور اسے تقدیر کے حوالہ کر دیتے ہیں اس لئے انہیں موت کی بھی پرواہ نہیں ہوتی۔ اور دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو زندگی کی قدر کرتے ہیں تو اتنی اس سے دلبستگی پیدا کر لیتے ہیں کہ پھر موت سے کانپتے ہیں۔ اسلام نے اسکے بالمقابل یہ اصول قرار دیا ہے۔ کہ زندگی کی پوری قدر کرو۔ اور موت سے خائف مت ہو۔ زندگی کی قدر کرنا قیام صحت کے سامان بہم پہنچانا یہ سب ایک مسلمان کا حق ہے۔ کیونکہ زندگی خدا تعالیٰ کی ایک نعمت ہے لیکن اس کے ساتھ ہی موت کی بھی پرواہ نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اس کا بھی انسان پر آنا ضروری ہے۔

یہ تعلیم کیوں دی۔ خود ہی قرآن کریم نے فرمایا خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ یہ موت اور حیات خدا نے اس لئے پیدا کی ہے کہ تمہارا امتحان کرے کہ کون تم میں سے اچھے عمل کرنے والا ہے۔ اس لئے ایک مسلمان ایکطرف موت سے بے خوف ہے۔ لیکن ایسا نہیں کہ زندگی کی قدر ہی نہ کرے۔ لوگوں نے یہ غلط مسئلہ تقدیر قائم کر لیا ہے کہ موت تو آنی ہے پھر کیوں زندگی کے لئے کوشاں ہوں۔ انبیاء علیہم السلام کے متعلق تو یہاں تک لکھا ہے۔ کہ ان کو موت کے وقت اختیار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ خود ہمارے نبی کریم صلعم کے آخری الفاظ یہ تھے۔ بالرفیق الاعلیٰ بالرفیق الاعلیٰ یہ اس تخییر ہی کا پتہ دیتے ہیں جس طرح سے ایک حدیث میں آتا ہے۔ کہ ایک بندہ ہے۔ جسکو زندگی اور موت میں اختیار دیا گیا ہے۔ لیکن اس نے موت کو پسند کیا۔ وہ بندہ کون ہے خود نبی کریم صلعم ہی ہیں یہی بات صحابہؓ میں بھی آپ پائیں گے۔ بڑے بڑے عجیب نقشے ان کی زندگی میں نظر آتے ہیں۔ اس زمانہ میں بعض لوگ باہر سے نبی کریم صلعم کے پاس آتے تھے۔ اور دھوکے کے طور پر مبلغین کو یہ کہکر لے جاتے تھے۔ کہ ان کے ہاں جا کر ان کی قوم کو دین سکھائیں۔ لیکن اپنی قوموں میں لیجا کر انہیں ذبح کر دیتے تھے اسوقت پھر وہ صحابہ ایسا نہیں کرتے تھے۔ کہ بچکر نکل جائیں۔ ایک دفعہ ستر قاریوں کو ان لوگوں نے لیجا کر ذبح کر دیا۔ لیکن اس موقعہ پر ان میں سے ایک نے بھی موت سے ڈر کر رجوع نہیں کیا۔ ایک دفعہ چند آدمیوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے گئے۔ ان میں سے کچھ تو مارے گئے اور دو کو وہ قید کر کے مکہ میں لے گئے انہیں سے ایک کو ایک گھر میں قید رکھا گیا جسکے بعد اسکے قتل کی تجویز ہوئی جس دن اس نے قتل ہونا تھا جس گھر میں وہ تھے ان کا ایک بچہ اتفاقاً کھیلتے ہوئے انکے پاس آگیا۔ انکے ہاتھ میں استرہ تھا۔ بچہ کی ماں یہ دیکھکر ڈری لیکن انہوں نے کہا۔ کہ جو کچھ تم سمجھی ہو۔ وہ ہماری شان کے لائق نہیں اور استرے کو اسکے آگے پھینک دیا۔ اسکے بعد جب ان کے قتل کا وقت آیا۔ تو انہیں لے گئے آپ نے وہاں دو رکعت نماز کی اجازت مانگی۔ لیکن جلدی ہی نماز سے فارغ ہو گئے۔ اور کہا کہ مجھے خیال ہوا۔ کہ شائد تم کہو کہ موت سے ڈر کر نماز میں دیر کر رہا ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

ما ان ابالی حین اقتل مسلما
علیٰ ای جنب کان فی اللہ مصرعی

جب میں مسلمان ہو کر مارا جاؤں۔ تو کوئی غم مجھے اس بات کا نہیں کہ خدا کی راہ میں کس پہلو سے پچھاڑا جاتا ہوں۔

جب خدا کی راہ میں مارا جاتا ہے۔ تو پھر کسی طرح پر جان نکلے اس کی پرواہ نہیں۔ اگر پرواہ ہے تو اسکی کہ مسلم ہونے کی حالت میں میں جان دوں۔

قرآن کریم میں جو یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اور پر۔ خوشی سے اسکو برداشت کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ زندگی ایک امانت ہے۔ جسے واپس کرنا ضروری ہے۔ لیکن امانت کو خوشی سے وہی دے سکتا ہے۔ جو اس کی قدر کرتا ہے۔ اور اس میں خیانت نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں کو ضائع نہیں کرتا۔ ایسا انسان موت سے گھبراتا نہیں۔ اس کے لئے دکھ اور مصیبتیں بھی قدم آگے بڑھانے کا موجب ہوتے ہیں۔ بہت سی انسان کی ترقی ان دکھوں اور تکلیفوں سے وابستہ ہے پس کوئی بھی دکھ اور تکلیف ہو۔ اپنے نفس میں ہو یا اپنے عزیزوں اور احباب میں یا اپنی قوم پر یا مذہب پر۔ وہ ایک مسلمان کے لئے ہمت ہارنے کا موجب نہیں ہونا چاہئے۔

مراسلات

نبوت مسیح موعود

اخبار الفضل میں اڈیٹر صاحب نے تریاق القلوب کا حوالہ دیتے ہوئے ہماری احمدی جماعت کو بھی نبوت مسیح موعودؑ کے بارے میں مخاطب کیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ضد و تعصب نے ان لوگوں کی عقل و خرد پر پردہ ڈالدیا ہے۔ کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے بیان کردہ مذہب پر تو عمل کرنا پسند نہیں کرتے مگر تاویلات بعیدہ سے اپنے غالی عقیدہ کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ پر حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا یہ مذہب صاف اور صریح الفاظ میں بیان فرمایا ہے

"ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا ہاں ضال اور جادۂ صواب سے منحرف ضرور ہوگا۔ اور میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا۔ ہاں میں ایسے سب لوگوں کو ضال اور جادۂ صدق و صواب سے دور سمجھتا ہوں۔ جو ان سچائیوں سے انکار کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے میرے پر کھولی ہیں۔ میں بلاشبہ ایسے ہر ایک آدمی کو ضلالت کی آلودگی سے مبتلا سمجھتا ہوں جو حق اور راستی سے منحرف ہے لیکن میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جبتک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنا لیوے۔ سو اس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میرے مخالفوں کیطرف سے ہے۔ کہ انہوں نے مجھکو کافر کہا میرے لئے فتوے تیار کیا۔ میں نے سبقت کر کے ان کے لئے کوئی فتوے تیار نہیں کیا۔ اور اس بات کا وہ خود اقرار کر سکتے ہیں۔ کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان ہوں تو مجھکو کافر بنانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فتوے ان پر یہی ہے۔ کہ وہ خود کافر ہیں۔ خود فتویٰ نبوی کے نیچے آتے ہیں"

اسی عبارت کے حاشیہ میں حضورؑ فرماتے ہیں:-

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جسقدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسے ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ الخ"

ان حوالجات میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا مذہب صاف صاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ اور جبتک اس طرح صاف اور صریح الفاظ میں آپ نے اپنے اس مذہب سے علیحدگی کا اعلان نہ کیا ہو۔ کسی شخص کا حق نہیں کہ وہ تاویلات کی بنا پر حضرت صاحب کے اس مذہب سے علیحدگی اختیار کرے۔ حاشیہ کی عبارت بالکل واضح ہے کہ صاحب شریعت اور احکام جدیدہ لانے والے انبیاء کے ماسوا کسی ملہم کے انکار کی وجہ سے کوئی کافر نہیں ہو سکتا ہمارے قادیانی احباب بھی حضرت مسیح موعودؑ کو صاحب شریعت اور احکام جدیدہ لانے والا نبی نہیں مانتے۔ بدیں وجہ آپ کا منکر بھی کافر نہیں کہلا سکتا۔

قرآن مجید میں جن انبیاء کا ذکر ہے یہ فریقین کا مسلمہ ہے کہ کہ ان کے انکار سے انسان کافر ہو جاتا ہے اس لئے معلوم ہوا۔

میں ان عبارت مندرجہ حقیقت الوحی صفحہ ۳۹۰ سے ہوتی ہے۔ "جس نبوت کا دعوےٰ کرنا قرآن شریف کے رُو سے منع معلوم ہوتا ہے۔ ایسا کوئی دعوےٰ نہیں کیا گیا۔ صرف یہ دعوےٰ ہے۔ کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوۃ کی وجہ سے نبی ہوں۔ اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالےٰ سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں"۔ اس عبارت کو مندرجہ بالا عبارت مندرجہ تریاق القلوب کے ساتھ رکھکر غور کرو۔ آپ کا مذہب اخیر تک وہی معلوم ہوتا ہے۔ جو تریاق القلوب میں مندرج ہے۔ آپ کا مکالمہ و مخاطبہ جناب الہیٰ میں خواہ کیسی ہی اعلےٰ شان رکھتا ہو۔ مگر آپ کا منکر تب بھی کافر نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ آپ کا دعوےٰ نبوت تشریعی و احکام جدیدہ کا نہ ہو۔

فاضل امروہوی کا خط حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محب مکرم و حبیب محترم حضرت مولینا فاضل ایم اے امیر جماعت احمدیہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ عنایت نامہ نے صدور فرما کر اعزاز درایں بخشا۔ اور میر حامد شاہ صاحب کی وفات سے بڑا صدمہ ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ میں نے اُن کے لئے بہت دعا کی ہے آپ بھی اُن کے لئے اُن کوتاہی کی نسبت دعا فرماویں۔ جو اُن سے درباره عقائد باطلہ کے غالیوں کے ساتھ ہم عقیدہ و معیت رہی کیونکہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خاتم النبیین کی عظمت اُن کے دل میں ایسی نہیں تھی جو مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد کو رسول مقبول کی نسبت حقیقی طور پر نہ سمجھیں اور حضرت مرزا صاحب کو ہی اُس کا مصداق مانیں اور جملہ اہل اسلام غیر احمدیوں کو خارج از دائرہ اسلام اعتقاد کریں اور بعد خاتم النبیین کے حضرت مرزا صاحب کو حقیقی نبی جانیں۔ نعوذ باللہ من ہذہ العقائد الفاسدہ۔

ہمارے بعض احباب جو ہم سے صلح اور باہمی محبت کے لئے ارشاد کرتے ہیں۔ سو ہم تو سب سے اول محبت کرنیوالے اور صلح کے ڈھونڈنے والے ہیں مگر مولینا کیجئے ان ہر چہار عقائد کے رکھنے سے تو اسلام میں کچھ بھی باقی نہیں رہ سکتا ہے اور علاوہ اس پر ایسے مفاسد پیدا ہوتے ہیں جو کسی طرح بھی دفع ہو ہی نہیں سکتے نہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین رہ سکتے ہیں اور نہ قرآن مجید کلام الہیٰ رہ سکتا ہے۔ اور نہ صحابہ کرام رضی کچھ حقیقت رہ سکتی ہے اور نہ اولیائے امت کی ولایت قائم رہ سکتی ہے بلکہ حضرت مرزا صاحب نعوذ باللہ اور مولانا نور الدین صاحب بے ایمان قرار پاتے ہیں۔ ثم نعوذ باللہ کیونکہ ان کا یہ ایمان کب تھا۔ پھر کیونکہ اُن کا یہ ایمان کب تھا۔ افسوس کہ یہ نوجوان لڑکا اس پر بھی ان عقائد سے توبہ نہیں کرتا۔ اگر توبہ نامہ شائع کر دیوے تو میرا تو وہ ایسا پیارا ہو جاوے جو دنیا بھر میں مثل اُس کی کوئی پیارا نہ ہو مگر افسوس کہ وہ توبہ نہیں کرتا پھر ہم احباب سے ہم سے آشتی۔ محبت اور صلح کرنے کو کہتے ہیں ہم ان مفاسد اسلام کو کیونکر دفع کر سکتے ہیں ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں رہ سکتا۔ یعنی اسلام میں سے کچھ بھی نہ رہا۔ اور جو ہم ان عقائد سے نفرت کرکے رد کرتے ہیں اگر اتنا بھی نہ کریں تو پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دروازہ ایسا بند ہوا جاتا ہے کہ تمام قرآن مجید جس میں اس مسئلہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے تاکید پر تاکید فرمائی گئی ہے اور بنام خیریت امت محمدیہ کی اس میں ہے۔ وہ سب کی سب خیریت دفع ہو جاتی ہے۔ پھر ایسی مداہنت جس کی ممانعت خود رسول کریم کو اس کی عظمت تبلیغ کے سبب سے فرمائی گئی ہے کہ ودوا لو تدھن فیدھنون ہم کیونکر انکار کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی احباب ہم سے یہ کہے کہ پھر یہ لوگ غالی تمہارے نزدیک کافر ہو گئے کلا و حاشا۔ ہم ہرگز تکفیر نہیں کر سکتے کیونکہ اول تو وہ طرح طرح سے اپنی کلام کی تاویلیں کرتے ہیں پھر ایسی گول مول بات کہہ دیتے ہیں کہ گویا وہ ان سب عقائد باطلہ سے بالکل بری ہیں اور علاوہ اس پر یہ ہے کہ یہ جو خاکسار نے تقریر کی وہ اُن کے عقائد سے لازم آتی ہے اور یہ تو مسلّم بات ہے کہ جو لازم مذہب ہوا کرتا ہے وہ مذہب نہیں ہو سکتا۔ علم کلام میں یہ مسئلہ مبرہن ہو چکا ہے۔ اس لئے ہم کسی کلمہ گو کو بلکہ جو شخص شعار اسلام میں ہمارے ساتھ ہو ہم اسکو کافر قرار نہیں دے سکتے۔ ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومناً۔ من صلیٰ صلاتنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا فذالک المسلم۔

اپنا بھائی اخلاق اعتقاد کرتے ہیں۔ معہذا ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بھی نہیں چھوڑ سکتے۔ اور نہ ودوا لو تدھن فیدھنون پر عمل کر سکتے ہیں جس فتنہ سے امیر معاویہ صاحب اور علی میں ساڑھے تین لاکھ آدمی قتل ہوا۔ اُن میں بھی یہی کہا گیا کہ اخواننا بغوا علینا اور اس سے مشرک اور کفر کی نفی ہی کی گئی۔ لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک نہ کیا گیا۔ جس کی وجہ سے نوبت اس قدر قتل کی پہنچی۔ چونکہ ہم ان بھائیوں سے سخت محبت ہے بلکہ غیر احمدیوں سے ہم ان کو اچھا سمجھتے ہیں۔ ہاں ان کے اقوال سے جو امور لازم آتے ہیں اُن کو نفرت سے دیکھتے ہیں اور رد کرتے ہیں ۔

خاکسار سید محمد احسن عفی اللہ عنہ۔

ضروری خبریں

صلح کانفرنس میں برطانوی مطالبات۔ لنڈن ۵ دسمبر۔ مسٹر لائڈ جارج اپنی پالیسی کے متعلق ایک بیان میں مظہر ہیں کہ قیصر کے خلاف ضرور مقدمہ چلایا جانا چاہئے۔ وہ بالارادہ جنگ شروع کرنے اور بلجیم پر حملہ کرنے کے لئے ذمہ وار ہے۔ برطانوی جنرل اٹارنی نے جن سے بطور قانونی افسروں کے مشورہ لیا گیا تھا۔ اتفاق رائے سے سفارش کی ہے اور قیصر کے ساتھیوں اور آبدوز کشتیوں کے کمانڈروں اور اسیران جنگ کے ساتھ بدسلوکی کرنیوالوں کے خلاف بین الاقوامی قانون کے ماتحت مقدمہ چلایا جانا چاہئے۔ صلح کانفرنس میں گورنمنٹ انصاف کئے جانے پر زور دیگی۔ اتحادی ماہرین کا ایک کمیشن اس غرض سے بنا رہے ہیں۔ تاکہ وسطی سلطنتوں کو مصارف جنگ ادا کرنے پر مجبور کرنے کے ذرائع تحقیق کئے جائیں۔

لنڈن ۵ دسمبر۔ سر ریرک گیڈس نے ریڈنگ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جو آدمی ہمارے اسیران جنگ پر اور مقبوضہ علاقوں میں سولینوں پر ناقابل بیان مظالم توڑنے کے مجرم ہیں اُنکے خلاف مقدمہ چلایا جانا چاہئے۔ اور اگر وہ مجرم ثابت ہوں۔ تو انہیں سزائے موت دی جانی چاہئے۔

کنیڈا کے مطالبات۔ لنڈن ۴ دسمبر۔ اٹاوا۔ مسٹر رودیل پریزیڈنٹ پریوی کونسل نے پورٹ ہوپ اونٹاریو میں تقریر کرتے ہوئے صلح کی کانفرنس میں کنیڈا کی براہ راست نیابت کا زبردست مطالبہ کیا۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ اگر ایک ہندوستان کا قائمقام شامل ہونے کے قابل ہے تو وہ کنیڈا کا ہونا چاہئے۔ کیونکہ کنیڈا سب سے بڑی اور سب سے قدیم نو آبادی ہے۔

قیصر کے خلاف الزامات کے متعلق قیصر کا بیان۔ لنڈن ۵ دسمبر۔ اخبار ڈیلی مرر کو امیرونگن سے موصول شدہ ایک تار مظہر ہے کہ سابق قیصر نے ایک بیان میں کہا ہے کہ میرے خلاف مجرمانہ الزامات کی دھمکی دی جاتی ہے جس کا مجھے مقابلہ کرنا ہوگا۔ اس لئے جب تک کہ الزامات نہیں لگائے جاتے مجھے اپنے بیان کو محفوظ رکھنا چاہئے مزید براں مجھے ایک پرائیویٹ شہری کی حیثیت سے جرمن گورنمنٹ کے ساتھ وفادار رہنا چاہئے۔ اور میں ایسا بیان نہیں دے سکتا کہ جس میں غلطیاں دوسروں کے سر تھوپنا چاہیے۔

بین الاتحادی کانفرنس کا فیصلہ۔ لنڈن ۵ دسمبر۔ پیرس۔ نیم سرکاری طور پر اس خبر کی تصدیق کی گئی ہے کہ لنڈن میں بین الاتحادی کانفرنس میں قیصر کی حوالگی حاصل کرنے اور اس کے خلاف مقدمہ چلانے کی ضرورت کے متعلق فیصلہ کیا گیا تھا۔

پولش نیابت۔ لنڈن ۵ دسمبر۔ گورنمنٹ نے مطلع کیا ہے کہ وہ صلح کانفرنس میں پولش نیابت کے حق میں ہے جہاں پولش مسئلہ پر بھی بحث ہوگی۔

پوپ اور صلح۔ لنڈن ۵ دسمبر۔ روما۔ پوپ کے ایک حکم میں ہر جگہ کے کیتھولک لوگوں کو کہا گیا ہے۔ کہ وہ ایک منصفانہ صلح کے لئے دعا کریں اور وعدہ کیا ہے کہ پوپ اس امر کے متعلق اپنا تمام رسوخ حاصل کریگا کہ کیتھولک لوگ وفاداری کے ساتھ صلح کی کانفرنس کے فیصلوں پر عملدرآمد کریں۔

اسیران جنگ پر ظلم۔ لنڈن ۵ دسمبر۔ پیرس۔ موسیو مارسل ہٹن مظہر ہے کہ سیکسنی میں اسیران جنگ کے ایک کیمپ میں نہایت سنگین واقعات ہوئے۔ اور اس کے متعلق اتحادی مارشل فاش کو زبردست کارروائی کرنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔

اتحادیوں کی مزید پیشقدمی۔ لنڈن ۵ دسمبر۔ ایک بلجین اعلان مظہر ہے کہ رسالہ نے نیوس اور اوڈنکرچن پر قبضہ کر لیا ہے۔

لنڈن ۵ دسمبر۔ ایک امریکن اعلان مظہر ہے کہ ہم برن کیسل۔

لنڈن ۵ دسمبر۔ ایک برطانوی اعلان مظہر ہے کہ ہم اپنے کل مشن کی طرف اپنی پیشقدمی بھی شروع کی۔ اور شام کے وقت کروسنر گ شیلڈن ڈورن کی لائن تک پہنچ گئے۔

لنڈن ۶ دسمبر۔ ایک برطانوی اعلان مظہر ہے کہ ہم نے کل کولن کی طرف اپنی پیشقدمی جاری رکھی۔ اور شیلڈن کے مشرق کی طرف بیگہم اور دریائے ارفٹ سے گریوں بروچ کے جنوب تک کی لائن تک پہنچ گئے۔

لنڈن ۹ دسمبر۔ ایک بلجیمین اعلان مظہر ہے کہ ہماری مقدم افواج نے منچن گلیڈبیچ گریفنگ اور سکیمبرڈ پر قبضہ کر لیا ہے۔ پیدل سپاہ ہو سچن اور ... تک پہنچ گئی ہے۔

افواج کی امداد۔ لنڈن ۶ دسمبر۔ ایمسٹرڈم۔ فرانسیسی عارضی صلح کے ڈیلی گیٹ مقیم سپائے برطانوی اور فرانسیسی افواج کو قبضہ کے ہوئے علاقہ کے خرچ کے لئے ۹ کروڑ ۸۰ لاکھ مارکس طلب کئے ہیں۔

جرمنی میں بدامنی۔ لنڈن ۵ دسمبر۔ کوپن ہیگن ۳ دسمبر کولون میں سخت بلوے ہوئے۔ بلوائیوں نے دوکانوں کو لوٹ لیا اور ایک سامان خوراک کے ڈپو پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن جب کلدار توپوں کا سامنا ہوا۔ تو پسپا ہو گئے۔ تمام رات بلوائیوں اور پولیس کے درمیان لڑائی ہوتی رہی۔ متعدد جانوں کا نقصان بھی ہوا۔

برلن میں فساد۔ لنڈن ۶ دسمبر۔ ایمسٹرڈم۔ جرمن سرحدی خبریں مظہر ہیں کہ برلن میں ایک بولشویک بغاوت پھوٹ پڑی۔ اور بازاروں میں شدید لڑائی ہوئی۔ ابھی تک تفصیل موصول نہیں ہوئیں۔

مانٹی نیگرو کا تخت۔ لنڈن ۵ دسمبر۔ ایگرام سے موصول شدہ ایک تار مظہر ہے کہ شاہ نکولس کو معزول کرنے اور مانٹی نیگرو کو سرویا کے ساتھ متحد کرنے کا فیصلہ مانٹی نیگرو کی قومی مجلس نے کیا تھا کہ پارلیمنٹ نے۔

روئی کے کارخانوں میں ایک بھاری سٹرائک۔ لنڈن ۵ دسمبر۔ لنکا شائر میں روئی کے کارخانوں کی سٹرائک کو روکنے کے متعلق تمام کوشش ناکامیاب ہوئی ہیں آج تنخواہ کے سوال پر ایک لاکھ کام کرنے والوں نے سٹرائک کر دی ہے۔

جرمن مشرقی افریقہ کا مستقبل۔ لنڈن ۳ دسمبر۔ نیروبی میں انڈین ایسوسی ایشن نے ایک ریزولیوشن پاس کیا ہے کہ جرمن مشرقی افریقہ کو گورنمنٹ ہند کے زیر اختیار ہندوستانی نو آبادی بنانے کے لئے محفوظ رکھنا چاہئے۔

تصنیفات حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ

احمدیہ موومنٹ انگریزی اس کتاب میں حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب نے سلسلہ احمدیہ کے متعلق تمام حالات کو بیان کیا۔ بانی سلسلہ کی زندگی کے مختصر حالات اور مسائل قومی عقائد اور آجکل جو اختلاف سلسلہ میں ہوا ہے اس پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے غرض انگریزی دان حضرات کے لئے یہ سلسلہ نہایت مفید ہے۔ قیمت حصہ ... ۱۲۔

حقیقۃ المسیح از روئے قرآن و بائیبل ایک عیسائی کے سوالات کا جواب مصنفہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی امیر جماعت احمدیہ .... قیمت ۲؍

آیت اللہ اس میں مولوی ثناء اللہ امرتسری سے حضرت مسیح موعودؑ کے آخری فیصلہ کی حقیقت و اصلیت پر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ نے روشنی ڈالی ہے اور مولوی ثناء اللہ کے اعتراضات کا مسکت و مدلل جواب دیا ہے .... قیمت ۲؍

نکات القرآن چہار حصص از ابتدائے سورہ فاتحہ تا آخر النساء حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی نے نکات القرآن کا سلسلہ لکھنا شروع کیا ہے جسکے چار حصے شائع ہو چکے ہیں اس سلسلہ میں قرآن مجید کے مشکل مقامات اور آیات پر نہایت لطیف اور زمانہ کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر نوٹ لکھے گئے ہیں جو لوگ قرآن مجید سیکھنا چاہتے ہیں اُنکے پرائیویٹ مطالعہ کیلئے یہ سلسلہ نہایت مفید ہے اور ہر چہار حصص کا مجموعی حجم چار سو صفحات ہے۔ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ۔ کاغذ اعلیٰ۔ تقطیع ۲۲×۲۹ قیمت حصہ اول ۶؍ دوم ۶؍ سوم ۸؍ چہارم ۶؍ = ۱؍۱۰

مسیح موعودؑ یہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی کی تازہ تصنیف ہے جس میں مسیح ابن مریمؑ کے دوبارہ نزول کی حقیقت کو قرآن و حدیث سے واضح کیا گیا اور حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی مسیحیت و مجددیت اور آپ کی پیشگوئیوں پر قرآن و حدیث سے روشنی ڈالی گئی ہے سلسلہ احمدیہ کے متعلق تحقیقات کرنیوالوں کو اس کتاب کا مطالعہ از بس ضروری ہے ..... قیمت ۸؍

حدوث مادہ ایک آریہ کے ساتھ بحث و مباحثہ جس میں مادہ کا حادث ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت ۴؍

ملنے کا پتہ:- بک ڈپو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ... محمد ... صاحب پبلشر نے گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں باہتمام شیخ گلزار محمد صاحب پرنٹر چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

قل یا اھل الکتب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

اخبار پیغام صلح

آزادہ روی ہمارا مسلک ہے صلح کل ہر گز کبھی کسی سے عداوت نہیں ہمیں

الصلح خیر

ہفتہ میں دوبار

یکشنبہ و چہار شنبہ کو شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ

جلد ۶ | ملنے کا پتہ المسیح لاہور یکشنبہ مورخہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ ہجری مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۱۸ء | نمبر ۴۴

ملفوظات حضرت مسیح موعود

نصیحت بعد از بیعت

اصل غرض اور مقصد کیا ہے؟

قرآن شریف تو موت وارد کرنا چاہتا ہے۔ کھانا پینا صرف جسم کے سہارے کے واسطے ہوں۔ انسانی بدن ہر وقت چونکہ معرض تحلیل میں ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے جائز رکھا کہ اس کے قویٰ کو بحال رکھنے اور قیام کیلئے یہ چیزیں استعمال کی جاویں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قرآن شریف کے شارح ہیں۔ آپ ایک موقعہ پر بڑے گھبرائے ہوئے تھے۔ حضرت عائشہؓ کو کہا کہ اے عائشہ ہمیں آرام پہنچاؤ۔ اور اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے آدمؑ کے ساتھ حوا کو بھی بنادیا تا وہ اس کے واسطے ضرورت کے وقت سہارے کا موجب ہو۔

عمل کرنے سے ہی کچھ بنتا ہے نہ کہ خشک محبت سے۔

غرض یہ باتیں ہیں جو ان پر عمل کرنا اور ان کو خوب یاد رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اور ان سب پر پوری طرح سے قایم ہونا چاہیئے۔ دیکھو طبیب جب نسخہ لکھ کر دیتا ہے تو اس کی پوری طرح تعمیل کرنی چاہیئے۔ ورنہ فائدہ سے ہاتھ دھونا چاہیئے۔ ایک شخص اگر بجائے اس نسخہ کے تحریر کردہ امور کے اس کاغذ کو ہی دھو دھو کر پیئے تو اسے فائدہ کی امید ہوگی؟ ہرگز نہیں پس اسی طرح تم بھی ہماری ہر ایک بات پر قائم رہو۔ جھوٹی اور خشک محبت کام نہیں آتی۔ بلکہ تعلیم پر پوری طرح سے عمل کرنا ہی کار آمد ہو سکتا ہے۔ خدا تعالےٰ اپنے وعدے کا پکا ہے۔ وہ بڑا رحیم و کریم اور ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے مگر وہ دغا باز کو بھی خوب جانتا ہے۔

ریا اور صدق نیت کا اثر ایک مثال

تذکرۃ الاولیا میں ہے کہ ایک شخص چاہتا تھا کہ وہ لوگوں کی نظروں میں بڑا قابل اعتماد بنے اور لوگ اسے نمازی اور روزہ دار اور بڑا پاکباز کہیں اور اسی نیت سے وہ نماز لوگوں کے سامنے پڑھتا اور نیکی کے کام کرتا تھا مگر وہ جس گلی میں جاتا اور جدھر اس کا گذر ہوتا تھا لوگ اسے کہتے تھے کہ دیکھو یہ شخص بڑا ریاکار ہے۔ اور اپنے آپ کو لوگوں میں نیک مشہور کرنا چاہتا ہے۔ پھر آخر کار اس کے دل میں ایک دن خیال آیا کہ میں کیوں اپنی عاقبت کو برباد کرتا ہوں۔ خدا جانے کس وقت مر جاؤں گا۔ کیوں اس لعنت کو میں اپنے لئے تیار کر رہا ہوں۔ اس نے صاف دل ہو کر پورے صدق و صفا اور سچے دل سے توبہ کی اور اس وقت نیت کر لی کہ میں سارے نیک اعمال لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کیا کروں گا۔ اور کبھی کسی کے سامنے نہ کرونگا چنانچہ اس نے ایسا کرنا شروع کر دیا۔ اور یہ پاک تبدیلی اسکے دل میں گھر کر گئی۔ نہ صرف زبان تک ہی محدود رہی۔ پھر اس کے بعد لکھا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو بظاہر اب بنا لیا۔ کہ تارک صوم و صلوٰۃ ہے اور گندہ اور خراب آدمی ہے۔ مگر اندرونی طور پر پوشیدہ نیک اعمال بجا لاتا تھا۔ پھر وہ جدھر جاتا اور جدھر سے اس کا گذر ہوتا تھا لوگ اور لڑکے اسے کہتے تھے کہ دیکھو یہ شخص بڑا نیک اور پارسا ہے۔ یہ خدا کا پیارا اور اس کا برگزیدہ ہے۔

نیکی اور بدی دونو کو خدا ظاہر کر دیتا ہے

غرض اس سے یہ ہے کہ قبولیت اصل میں آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اولیا اور نیک لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ اپنے اعمال کو پوشیدہ رکھا کرتے ہیں۔ وہ اپنے صدق و وفا کو دوسروں پر ظاہر کرنا عیب جانتے ہیں۔ ہاں بعض ضروری امور کو جن کی اجازت شریعت نے دی ہے۔ یا دوسروں کی تعلیم کے لئے اظہار بھی کیا کرتے ہیں۔ نیکی جو صرف دکھانے کی غرض سے کی جاتی ہے۔ وہ ایک لعنت ہوتی ہے۔ خدا کے وجود کے ساتھ دوسروں کے وجود بالکل ہیچ جاننا چاہیئے۔ دوسروں کے وجود کو ایک مردہ کیڑے کے وجود کی طرح خیال کرنا چاہیئے۔ ان سے کسی قسم کے نفع یا نقصان کا خوف نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ کچھ کسی کا بگاڑ نہیں سکتے۔ اور نہ سنوار سکتے ہیں۔ نیکی کو نیک لوگ اگر ہزار پردوں کے اندر بھی کریں۔ تو خدا نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ اُسے ظاہر کر دے گا۔ اور اسی طرح بدی کا حال ہے۔

نیک آدمی نیکی کو کس طرح پوشیدہ رکھتا ہے

بلکہ لکھا ہے کہ اگر کوئی عابد زاہد خدا کی عبادت میں مشغول ہو اور اُس صدق اور جوش کا جو اس کے دل میں ہے انتہا کے نقطہ تک اظہار کر رہا ہو۔ اور اتفاقاً کنڈی لگانی بھول گیا ہو۔ تو کوئی اجنبی باہر سے آکر اس کا دروازہ کھول دے تو اسکی حالت بالکل وہی ہوتی ہے جو ایک زانی کی عین زنا کے وقت پکڑ جانے سے۔ کیونکہ اصل غرض تو دونوں کی ایک ہی ہے یعنی اخفائے راز اگرچہ رنگ الگ الگ ہیں۔ ایک نیکی کو اور دوسرا بدی کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے۔ غرض خدا کے بندوں کی حالت تو اُس نقطہ تک پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔ نیک بھی چاہتے ہیں کہ ہماری نیکی پوشیدہ رہے۔ اور بد بھی اپنی بدی کو پوشیدہ رکھنے کی دعا کرتا ہے۔ مگر اس امر میں دونوں نیک و بد کی دعا قبول نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالےٰ نے قانون بنا رکھا ہے۔ کہ واللہ مخرج ما کنتم تکتمون

نیکوں کو خدا زبردستی باہر نکالتا ہے

خدا کی رضا میں فانی لوگ نہیں چاہتے کہ ان کو کوئی درجہ اور امامت دی جائے۔ وہ ان درجات کی نسبت گوشہ نشینی اور تنہا عبادت کے مزے لینے کو پسند کرتے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ ان کو کشاں کشاں خلق کی بہتری کے لئے ظاہر کرتا۔ اور مبعوث فرماتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی تو غار میں ہی رہا کرتے تھے۔ اور نہیں چاہتے تھے کہ ان کا کسی کو پتہ بھی ہو۔ آخر خدا نے ان کو باہر نکالا۔ اور دنیا کی ہدایت کا بار ان کے سپرد کیا۔

نیک لوگ محبت ذاتی میں غرق ہوتے ہیں

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ہزاروں شاعر آتے اور آپ کی تعریف میں شعر کہتے تھے۔ مگر لعنتی ہے وہ ملا جو خیال کرتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کی تعریفوں سے پھولتے تھے۔ وہ ان کو مردہ کیڑے کی طرح خیال کرتے تھے۔ مدح وہی ہوتی ہے۔ جو خدا آسمان سے کرے یہ لوگ محبت ذاتی میں غرق ہوتے ہیں ان کو دنیا کی مدح و ثنا کی پرواہ نہیں ہوتی۔ تو یہ مقام ایسا ہوتا ہے کہ خدا آسمان اور عرش سے ان کی تعریف اور مدح کرتا ہے۔

مقصد تقریر اور دعا

سنو بھائی یہ باتیں اس واسطے نہیں کہ ہم کسی کے ایمان کو کچھ بڑھا سکتے ہیں۔ یا کسی کے دل میں کچھ ڈال سکتے ہیں۔ نہیں ہم کسی کے ایمان کو ایک جو بھر بھی نہیں بڑھا سکتے۔ ہم صرف اس واسطے کہتے ہیں کہ تم اتنے جمع ہو شاید ہے کہ کسی کے دل کو کوئی بات پکڑ لے۔ اور اس کی اصلاح ہو جائے۔ توفیق تو سب اللہ ہی کو ہے۔ خدا تعالےٰ قادر ہے کہ کسی کے دل میں ایمان کی حقیقی جڑ لگا دے۔ اور پھر اسے اسکے ثمرات کھلا دے یا کسی کو اس کی بدی کی وجہ سے قہر کی آگ سے ہلاک کرے۔ پس دعا ہی کرنی چاہیئے تا اس کی توفیق شامل حال انسان ہو۔

اخبار احمدیہ

شیخ بلال نور احمد صاحب کی وفات حسرت آیات

ہمارے احباب کرام اس افسوسناک خبر کو دلی رنج اور تاسف کے ساتھ پڑھینگے کہ جناب بلال شیخ نور احمد صاحب جو حضرت مسیح موعود کے پرانے خدام میں سے تھے۔ اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ ولایت میں کئی سال تک خدمت اسلام سر انجام دیتے رہے ہیں۔ ایک طویل علالت کے بعد آج (۱۴ دسمبر ۱۹۱۸ء) کو صبح ۵ بجے راہی عالم بقا ہوئے۔

مرحوم ایک فنا فی اللہ کی حالت تک پہنچے ہوئے بزرگ تھے اور سلسلہ مکالمات الٰہیہ کا شرف انہیں حاصل تھا۔ ان کی بہت سی قبل از وقت بتائی ہوئی باتیں اپنے وقت پر پوری ہو کر سننے اور دیکھنے والوں کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوتی تھیں جس کے اس وقت تک انکے بہت سے ملنے والے شاہد ہیں۔ آپ سلسلہ عالیہ سے ایک گہری محبت رکھتے تھے۔ اور باوجود قلیل البضاعت ہونیکے ہر ایک نیک [illegible] اور چندوں وغیرہ میں پیش پیش رہتے تھے غرض ع

بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

آپ منجملہ ان چند ایک اصحاب میں سے تھے جن کی ابھی سلسلہ کو اشد ضرورت ہے۔ اس لئے آپ کی وفات ایک قومی نقصان ہے۔ خدا کرے قوم کے نوجوان [illegible] نقصان کی تلافی کے موجب ہوں۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور اپنے لواحقین کو صبر جمیل بخشے۔ احباب مرحوم کا جنازہ غائب پڑھ کر ثواب حاصل کریں۔

مباہلہ کا چیلنج اور اسکا جواب

اشاعت میں "احمدی جماعت اور علماء دیوبند" کے عنوان سے ایک مباہلہ کا ذکر کرتا ہے جس کا چیلنج معاصر "الفضل" نے علماء دیوبند کو کچھ عرصہ ہوا دیا تھا۔ یہ چیلنج مولوی حبیب الرحمٰن صاحب دیوبند سے ایک مضمون کی بنا پر تھا جس میں انہوں نے مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی کے معترضین کے مقابلہ میں جو باوجود مسکت دلائل کے کج بحثی سے باز نہیں آتے تھے"۔ انہیں مباہلہ کی دعوت دی تھی اور لکھا تھا کہ

"جماعت معترضین تیار ہو جائے اور موافق شرائط و قواعد مباہلہ کرے۔ جماعت دیوبند تیار ہے"۔

الفضل نے اس پر مصداق "آ بیل مجھے مار" خود اپنی طرف سے مباہلہ کی دعوت دیدی اور مولوی ثناء اللہ اور خواجہ حسن نظامی کے "مباہلہ سے گریز" کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا کہ

"اگر کسی کو اس میں شک ہو۔ اور پہلی باتوں کو بھول گیا ہو۔ تو اب جماعت دیوبند کو مباہلہ کے لئے تیار کرے۔ اتنا کوئی نہ سمجھے اپنے دلائل جو ہمارے نزدیک رکھتا ہو۔ سُنا دے پھر ہمارا جواب سُنے۔ اسکے بعد پھر بھی اگر اسے یقین نہ ہو کہ سلسلہ احمدیہ خدا کی طرف سے نہیں۔ بلکہ ان کا امام نعوذباللہ مفتری اور کذاب اور اپنے دعوے میں غیر صادق تھا۔ تو ہم سے حسب سنت رسول اللہ صلعم بعد تصفیہ شرائط مباہلہ کرے۔ اور پھر دیکھے کہ ایک سال کے بعد کس پر عذاب نازل ہوتا ہے"۔

اس کے جواب میں مبلغین انجمن ہدایت الرشید مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "خدائی فیصلہ جھوٹا مر گیا سچا زندہ ہے"۔ جس میں حسب دستور معترضین و مخالفین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی کے متعلق حضرت مسیح موعود کے بعض اعلانات وغیرہ کو غلط طور پر پیش کرتے ہوئے آپ اور آپ کی جماعت کی نسبت سخت گستاخی میں یہ بھی لکھا ہے کہ

"مرزائی جماعت کے تمام نفوس اپنی یکجائی اور متفقہ قوت کے ساتھ عموماً اور مرزا محمود احمد صاحب خصوصاً ہمارے مقابلہ میں آویں اور سلف پری مناظرہ کے بعد بھی کچھ طے نہ ہو۔ تو حسب تحریر خود مباہلہ کر لیں"۔

الفضل نے اسکے جواب "الجواب" میں ایک طویل افتتاحیہ لکھا ہے جس میں مشتہرین کی بیان کردہ معروضات اور اعتراضات کو اس وجہ سے ناقابل جواب بتاتے ہوئے کہ "اگر مباہلہ قرار پا گیا۔ تو ان کا خود بخود فیصلہ ہو جائیگا"۔ انہیں اشتہار کے نیچے اپنا نام نہ لکھنے اور علماء دیوبند کی طرف سے اپنی ذاتی حیثیت کو سامنے پیش نہ کرنے پر مطعون ٹھیرایا ہے اور لکھا ہے کہ

"ہم نہیں سمجھتے کہ پس پردہ بیٹھکر یہ الفاظ لکھنے والے لوگ دنیا میں ان کی کیا حیثیت ہے۔ ان کا ساختہ پرداختہ منظور کرنے کے لئے کوئی تیار ہے یا نہیں۔ اگر کسی کو مباہلہ کرنے کی ہمت ہے تو اپنے نام سے ایک اعلان شائع کرے۔ اور اس میں اس بات کی بھی تصریح کر دے کہ میں ان تمام علماء کا قائمقام بنکر جماعت احمدیہ کے قائمقام سے مباہلہ کرنے پر آمادہ ہوں۔ جو مرزا صاحب کے مخالف ہیں"۔

(الفضل ۱۰ دسمبر ۱۹۱۷ء)

دیکھئے مبلغین انجمن ہدایت الرشید اس کا کیا جواب دیتے ہیں اسکے ساتھ ہی بہتر ہوتا۔ اگر حضرت مسیح موعود کی حیثیت کا بھی ذکر کر دیا جاتا۔ جس کی بنا پر یہ مباہلہ قرار پایا۔ آیا اس سے حضرت مسیح موعود کو نبی ثابت کرنا مقصود ہے۔ جیسا کہ الفضل اور [illegible] کا عقیدہ ہے۔ یا یہ مباہلہ آپ کی مجددیت دکھانے کے لئے ۔۔۔ ثابت کرنیوالا ہوگا۔ جو کہ آپ نے دکھا دی ہیں۔ الفضل کے اس مضمون میں جو اس مباہلہ کی دعوت دیگئی ہے۔ حضرت مسیح موعود کو "خدا کا برگزیدہ نبی" کی حیثیت میں پیش کیا گیا ہے۔ اور ہمیں خطرہ ہے کہ اگر مباہلہ اس بنا پر قرار پا گیا۔ تو اس کا نتیجہ بر عکس نہ ہو ۔۔۔ مخالفین معترضین سابقہ دعوت مباہلہ کی طرح اسکو بھی جماعت احمدیہ کے بالمقابل ایک اور حجت بنا لیں۔

الیاس اور حضرت مسیح کی دوبارہ آمد

مولوی فاضل امرتسری سے کسی نے سوال کیا ہے۔ کہ کتب نازل میں حضرت الیاس کی دوبارہ تشریف آوری کی پیشگوئی تھی۔ ایسی ہی پیشگوئی حضرت مسیح علیہ السلام کی دوبارہ آمد کی ہے۔ مگر حضرت الیاس کے متعلق حضرت مسیح علیہ السلام نے آ کر یہ بیان کر دیا۔ کہ وہ یحیٰی کی حالت میں خود حضرت مسیح کے متعلق اسی قسم کی پیشگوئی کی ایسی ہی تاویل لیتی جائز نہیں۔

اس کے جواب میں مولوی فاضل کے الفاظ کو پڑھئے اور فضیلت مآب کی شان علمیت کو ملاحظہ فرمائیے۔ آپ لکھتے ہیں۔

"حضرت الیاس کے انتظار کا ثبوت قرآن و حدیث میں تو کہیں نہیں۔ محض قادیانی ایجاد ہے۔ ورنہ کوئی آیت و حدیث پیش کریں"۔

کیا کہنے ہیں اس مولویت کے۔ گویا قرآن و حدیث میں اگر یہ ذکر نہ ہو کہ فلاں کوئی شخص تھا۔ تو مولوی فاضل اسے نہیں مانیں گے۔ جب تک کوئی آیت حدیث پیش نہ کی جائے۔ ہم پوچھتے ہیں۔ قرآن و حدیث آیا ہدایت کی باتوں کو بیان کرتی ہیں۔ یا واقعہ نگاری بھی ان کا کام ہے۔ جو بات دنیا میں واقعات کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے مانگنا صریحاً ہٹ دھرمی نہیں تو کیا ہے؟

مولوی فاضل مہربانی کر کے بتائیے کہ آیا ملاکی نبی کی کتاب میں الیاس کی دوبارہ آمد کی پیشگوئی کی گئی ہے یا نہیں۔ آیا مسیح علیہ السلام پر یہودیوں نے یہ اعتراض کیا ہے یا نہیں۔ کہ اس سے پہلے الیاس کا دوبارہ آنا ضروری ہے جیسا کہ انجیل میں صاف لکھا ہے۔

"اس (مسیح) کے شاگردوں نے اس سے پوچھا کہ پھر فقیہہ یہ کیوں کہتے ہیں۔ کہ ایلیاہ کا پہلے آنا ضروری ہے۔ اس نے جواب میں کہا۔ ایلیا البتہ آئیگا۔ اور سب کچھ بحال کریگا۔ لیکن میں تمہیں کہتا ہوں۔ ایلیا تو آ چکا اور انہوں نے اسکو نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم بھی ان کے ہاتھ سے دکھ اٹھائیگا۔ تب شاگرد سمجھ گئے کہ اس نے ہم سے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا ہے" (متی ۱۷۔ ۱۰ تا ۱۳)

پھر لوقا میں ہے کہ :-

"وہ (یوحنا) ایلیاہ کی روح اور قوت میں اسکے آگے چلیگا"

(لوقا ۱۔ ۱۷)

لیکن اگر ان سب بیانات پر اعتبار نہ ہو۔ اور وہ اسے قابل تسلیم نہ سمجھتے ہوں تو کسی یہودی سے جا کر پوچھیں کہ یا انہیں ایلیا یا الیاس کی دوبارہ آمد کی انتظار آج تک لگ رہی ہے یا نہیں۔ آیا یہی الیاس ہی کی دوبارہ آمد کا خیال اور اس کا انتظار مسیح اور آنحضرت صلعم کے ماننے میں ان کے لئے ایک ٹھوکر کا موجب ہوا ہے یا نہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک مسیح اور آنحضرت صلعم نہیں آ سکتے۔ جبتک کہ پہلے الیاس دوبارہ آسمان سے نہ آئے۔ بعینہ یہی طرح آج مولوی فاضل امرتسری اور اس کے ہم نوا مسلمانوں کو بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی دوبارہ آمد از آسمان کا انتظار ہے۔ جس کا نتیجہ یہود کی طرح سوائے مایوسی کے اور کچھ نہیں۔ نہ ہی حضرت مسیح کی دوبارہ آمد خود ان کی اپنی بیان کردہ حالت اور الیاس کی دوبارہ آمد سے کوئی الگ قسم کی ہے۔ جیسا کہ خود ان کا اپنا فرمان ہے کہ

"اسی طرح ابن آدم بھی ان کے ہاتھ سے دکھ اٹھائیگا"

(متی ۱۷۔ ۱۲)

غرضیکہ حضرت الیاس کا انتظار ایک واقعہ ہے جس پر دنیا بھر کے یہودیوں کے معتقدات شاہد ہیں۔ مولوی فاضل امرتسری کا اس سے انکار کرنا اور یہ کہنا کہ

"حضرت الیاس کے انتظار کا ثبوت قرآن و حدیث میں تو کہیں نہیں"

تجاہل عارفانہ کا انکار اور ہٹ دھرمی پر دال ہے۔

حضور ملک معظم کی شان میں گستاخانہ کلمات

مسٹر اینی بیسنٹ کے اخبار "نیو انڈیا" نے جو مدراس سے شائع ہوتا ہے۔ یورپ کی دول وسطی اور روس کے موجودہ انقلاب کا ذکر کرتے ہوئے یہ گستاخانہ الفاظ لکھے ہیں کہ

"شروع جنگ کے وقت یورپ میں چار مستبدانہ طاقتیں تھیں یعنی روس میں زار۔ آسٹریا پر شہنشاہ آسٹریا کی حکومت تھی جرمنی قیصر کی حکومت میں تھا۔ اور ہندوستان برطانوی شہنشاہ کے زیر حکومت۔ منجملہ ان کے دو کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اور ایک خاتمہ ہو رہا ہے۔ کیا نمبر چہارم کا قیام دنیا کے استحکام اور آزاد شدہ دنیا کے لئے خطرہ کا باعث بنا رہیگا"۔۔۔

ہم نہیں سمجھتے۔ کہ برطانوی ہندوستان کے اندر رہکر اور حضور کے سایہ میں رہتے ہوئے ان گستاخانہ کلمات کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ آسٹریا اور جرمنی پر اگر وبال آیا۔ وہاں کے بادشاہوں کو اگر تخت حکومت سے علیحدہ کیا گیا۔ تو یہ خود ان کا اپنا قصور تھا۔ اور ان افعال بد کا نتیجہ جو دنیا کو مبتلائے ظلم و ستم کرنے کا موجب ہوئے۔ روس کا حشر بھی کچھ اسی قسم کے حالات اور جرمن سازشوں اور اقتدار کی وجہ سے ہوا۔ خدا نہ کرے کہ سلطنت برطانیہ میں بھی اس قسم کے واقعات کا ظہور ہو۔ جو اعلیٰ ملک کی تباہی کا موجب ہوں گے۔ ہندوستان کے لئے سلطنت گورنمنٹ زیر سایہ حضور ملک معظم کا ملنا ایک بالکل جائز مطالبہ ہے۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ بولشویکوں کے خیالات اور انتہائی خیالات کو یہاں بھی پھیلایا جائے اور اعتدال کی حد سے گذر کر تفریط کا رنگ اختیار کر لیا جائے۔

ان حالات میں "نیو انڈیا" کے یہ الفاظ ہندوستان کے انتہا پسند اصحاب کے نزدیک گو ممکن ہے کوئی وقعت رکھتے ہوں۔ لیکن ان میں بھی اکثر ایسے ہوں گے۔ جو اس قسم کے ناپاک خیالات اور گستاخانہ کلمات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں۔ بلکہ کوئی محب وطن ہندوستانی ان کی تائید کے لئے تیار نہ ہوگا۔

آج سے سو سال تک زندہ نہ رہیگا

۲۹ نومبر کے اہلحدیث میں مولوی ثناء اللہ نے ایک سوال کا یہی جواب دیا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ کوئی جاندار آج سے سو برس تک زندہ نہیں رہیگا۔ اس کو سائل نے وفات مسیح کے ثبوت میں پیش کیا تھا۔ مولوی فاضل اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"اس حدیث میں زمین پر کا لفظ موجود ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو زمین پر نہیں۔ اس لئے وہ اس میں نہیں آئیں گے اور نہ آئندہ کے لئے عام قانون ہے کہ کوئی شخص سو سال سے زیادہ زندگی نہ پائیگا۔ بلکہ جس روز حضور نے فرمایا اس روز سے سو سال تک یہ حکم ہے۔ چنانچہ پیشگوئی پوری ہو گئی"۔

حدیث میں "زمین پر" کی تخصیص مولوی فاضل کی خود ایجاد ہے۔ ورنہ حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں جسکے معنے "زمین پر" کے ہوں چنانچہ حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

"عن جابر قال۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما منکم من نفس منفوسۃ یاتی علیہا مائۃ سنۃ وھی حیۃ یومئذ"

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی جاندار ایسا نہیں کہ اس پر سو سال گذر جائیں اور وہ اسوقت زندہ ہو"۔

اب اس میں نہ "زمین پر" کے الفاظ کہیں ہیں۔ اور نہ یہ لکھا ہے کہ آج کے دن سے سو سال بعد تک کوئی زندہ نہیں رہیگا۔ بلکہ ایک عام قانون بیان کیا ہے کہ ہر ایک جاندار کی طبعی عمر سو برس کے اندر اندر ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں اپنی امت کے لوگوں کی عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان بیان کی ہیں۔ اور فرمایا ہے۔ بہت ہی تھوڑے ہیں جو اس عمر تک پہنچتے ہیں۔

تعجب ہے۔ کہ عام قانون کو مولوی فاضل صرف ایک وقتی پیشگوئی قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ مشاہدہ اس کو سچا ثابت کر رہا ہے۔ سو برس سے اوپر جن لوگوں کی عمریں ہوتی ہیں۔ وہ بہت ہی تھوڑے ہونے کی وجہ سے النادر کالمعدوم کے حکم میں ہیں۔ اور اگر اسکو بعض ایک وقتی پیشگوئی ہی قرار دیا جائے۔ جو اس روز جب یہ الفاظ آنحضرت صلعم کے منہ سے نکلے تھے بعد کے سو برس تک کے لئے ہے۔ تو اسکے پورا ہونے کا مولوی فاضل کے پاس کیا ثبوت ہے۔ کیا ان کے پاس اسوقت کے کل روئے زمین کے جانداروں کی عمروں کے رجسٹر موجود ہیں جن سے ان کو معلوم ہو گیا۔ کہ یہ "پیشگوئی پوری ہو گئی" اگر نہیں۔ تو ایک غیر مسلم اگر اس کا ثبوت مانگے۔ تو مولوی فاضل کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

ضرورت نکاح

ایک صاحب احمدی جو سرکاری ملازمت میں ایک معزز عہدہ پر ممتاز ہیں عمر تقریباً ۴۰ سال۔ قوم مغل۔ شادی کے خواہشمند ہیں۔ پہلی بیوی فوت ہو گئی ہے تمام خط و کتابت جو پوشیدہ رہیگی معرفت مینیجر اخبار پیغام صلح۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور ہونی چاہیئے۔

خطبہ جمعہ

مورخہ ۲۲ - نومبر ۱۹۱۶ء

اسلام کا غلبہ موجودہ زمانہ میں کیونکر مقدر ہے

هوالذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ..... الى ..... وعد الله الذين امنوا وعملوا الصلحت منهم مغفرة واجرا عظيما - (الفتح رکوع ۴)

اسلام کی تاریخ میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمانوں کو ایک دفعہ کفار کے ساتھ بہت جھک کر اور بہت دب کر صلح کرنی پڑی تھی جو صلح حدیبیہ کے نام سے موسوم ہے اس میں بہت سی باتیں بظاہر ایسی تھیں کہ بڑے بڑے غیور مسلمانوں کو اس میں ذلت دکھائی دی - اور انہیں بڑی بُری معلوم ہوئیں - چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو حق کے کہنے میں بڑے جری تھے - اور اس سے بڑھکر حق کے سننے میں آپ جوانمرد تھے (حق بات کہنے سے بڑھکر جوانمردی کا کام حق کا سُن لینا ہے) آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر کہا کیا ہم حق پر نہیں - آپ نے فرمایا - کیوں نہیں - ہم حق پر ہیں حضرت عمرؓ نے کہا - پھر کیوں ذلت کی شرائط ہم قبول کریں۔

وہیں سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس آ رہے تھے - تو آپ نے رستہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا - حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں ڈرتا ہوا گیا - کہ میں نے اس طرح سختی کے ساتھ کہا تھا - کوئی عتاب نازل نہ ہو - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - کہ ابھی ایک سورۃ مجھ پر نازل ہوئی ہے اور پھر آپ نے یہ سورۃ پڑھکر سُنائی - انا فتحنا لك فتحا مبينا گویا وہی صلح حدیبیہ جس کو حضرت عمرؓ نے ذلت کی صلح سمجھا تھا - درحقیقت اسلام کی فتح مبین تھی - لوگ تو کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے ذریعہ سے پھیلا ہے لیکن اللہ تعالےٰ تلوار کے میان میں ہو جانے کو اسلام کی فتح مبین قرار دیتا ہے - گو اس کے ساتھ کچھ مسلمانوں کو کچھ دینا بھی پڑا۔

اسلام کیا تلوار چلانے آیا تھا - نہیں - بلکہ نہایت نرمی کے ساتھ اپنے آپکو پھیلانے کے لئے وہ آیا تھا - اسلام کا نام ہی اخلاق کو چاہتا ہے - اس کے معنوں میں ہی صلح اور نرمی کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس تھوڑے سے عرصہ کے اندر جو عہدنامہ حدیبیہ کا زمانہ تھا ہزاروں کی تعداد میں لوگ اسلام میں داخل ہوئے - وہ جنہوں نے سکّہ میں کبھی اسلام کا نام سُنا تھا - اور اسکے متعلق بُری بُری باتیں ان کے کانوں میں پڑی تھیں - اب جب انہوں نے خود اسے دیکھا تو فدا ہو گئے - اور ہزاروں کی تعداد میں اس کے اندر داخل ہو گئے - بڑے بڑے دکھ اپنے اوپر اٹھائے - اور باوجودیکہ عہدنامہ کی پابندی میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کو اپنا پاس سے لوٹا دیا - لیکن ان کے ایمان متزلزل نہ ہوئے -

خود سہیل جو کفار کی طرف سے صلحنامہ لکھوانے کیلئے آیا تھا - اس کا بیٹا ابوجندل عین معاہدہ کی شرائط کے طے ہونے کے وقت آیا اور مسلمانوں کی حفاظت چاہی - اتفاق سے ان شرائط میں ایک یہ بھی شرط تھی - کہ اگر کوئی کفار میں سے مسلمانوں کے پاس چلا جائے - تو اُسے واپس لوٹا دینا ہوگا - آپ نے فرمایا ابھی عہدنامہ لکھا نہیں گیا - ہم تمہیں اپنے پاس رکھ لیتے ہیں - اس پر کفار مصر ہوئے کہ ہم تو صلح نہیں کرینگے - جبتک اسے واپس نہیں لوٹا دیا جائیگا - چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایسا ہی کرنا پڑا اس شخص نے صحابہ کو جاکر اپنی پیٹھ کے زخم دکھائے اور رویا - کہ اسلام کیوجہ سے انہوں نے یہ حال کیا ہے اور یہاں سے بھی مجھے واپس کیا جاتا ہے - مگر آپ نے فرمایا - کہ ہم عہد کر چکے ہیں - اس سے سمجھ نہیں سکتے کس قدر پابندی عہد کا خیال ہے - اس کے خلاف آج اگر دیکھو تو آج اپنے مُنہ سے ایک بات کہتے ہیں اور کل اس کے پورا کرنے کے لئے تیار نہیں - مگر ان نومسلمین کی کیا حالت ہوئی - ان حالات میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں لوٹا دیا - آہستہ آہستہ انہوں نے ایک درمیانی جگہ میں جہاں سے قافلے گذرا کرتے تھے - ایک بستی قائم کرلی - جو جلد ہی اسقدر ترقی کر گئی کہ کفار کو خود نبی کریم صلعم سے درخواست کرنی پڑی کہ آپ ان لوگوں کو مدینہ بلا لیں .... اس صلح کے بعد یہ انا فتحنا لك فتحا مبينا کا نزول ہوتا ہے - اس کے آخر میں یہ آیات آتی ہیں -

هو الذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله اس صلح کا یہ نتیجہ ہوگا - کہ یہ دین تمام دینوں پر غالب ہو جائیگا۔

اسلام کی تاریخ میں اور بھی ایسے واقعات آئے ہیں کہ جب عین مغلوبیت کا موقعہ تھا - اسکے ساتھ ہی غلبہ اور فتح حاصل ہوگئی۔ پچھلی تاریخ میں ایک واقعہ بڑا بھاری بغداد کی تباہی کا ہوا ہے۔ بغداد ہی اسلامی سلطنت کا دارالخلافہ تھا - اسپر تاتاریوں نے حملہ کر کے اسے بُری طرح تباہ و برباد کیا - لیکن اس سخت تباہی اور مغلوبیت کے چند ہی سال بعد خود وہی لوگ اسلام کے تابع ہو گئے اور مسلمان ہو کر انہوں نے اسلام کی خدمت میں پورا حصہ لیا - گویا جس کو اسلام کی مغلوبیت خیال کیا گیا تھا - وہ اسی فاتح قوم کے مسلمان ہو جانے سے اسلام کی قوت کا موجب ہو گیا۔

ہمارے زمانہ میں بعض ایسی باتیں واقعہ ہوئی ہیں جن سے لوگوں کو خیال ہوا ہے - کہ اسلام دب گیا بلکہ پادریوں کا قول ہے کہ اسلام کی پولیٹیکل طاقت جاتی رہی ہے اب اسلام تباہ ہو جائیگا اس لئے وہ خوش ہیں کہ اب آیندہ اسلام باقی نہیں رہ سکتا ہم بھی اسوقت یہی جواب دیتے ہیں - وكفى بالله شهيدا - اللہ تعالیٰ ہی کی شہادت اس کے لئے کافی ہے کہ یہ مغلوبیت اسلام کے اصل غلبہ کا وقت ہے۔

چنانچہ ہمارے اس زمانہ میں جب ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان چاروں طرف سے تنزل کی طرف چلے جا رہے ہیں - اور کوئی ظاہری سامان ان کے غلبہ کے نہیں تھے - اسوقت اللہ تعالیٰ ہی کی شہادت کافی ہوتی ہے - عین اس مغلوبیت کی حالت میں ایک شخص کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوتے ہیں۔

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد (الہام مسیح موعود)

خوش ہو کہ تیرا وقت نزدیک آگیا ہے اور مسلمانوں کا پاؤں بلند تر منار پر نہایت مضبوطی کے ساتھ جم گیا ہے

میں کہتا ہوں یہ ایک ہی بات حضرت مرزا صاحب رضی اللہ عنہ کی صداقت کو ثابت کر رہی ہے - اسلام پر مصیبت پر مصیبت آ رہی ہے - دن بدن دبتا چلا جا رہا ہے - اور کوئی ظاہری سامان ابھرنے کے نہیں - عین اسوقت یہ الہام ہوتا ہے اور اس میں غلبہ کی بشارت دی جاتی ہے۔

اب ذرا غور کر کے دیکھو - آج باوجود غلبہ کے ظاہری سامانوں کے نہ ہونے اور تمام ظاہری طاقت کے جاتے رہنے کے جس سے دشمن تو دشمن دوستوں اور حامیوں کی بھی امید یں منقطع ہونے لگ گئیں - کس طرح سے محکوم قوم کا ایک انسان جاکر ایک انقلاب پیدا کر دیتا ہے اور حاکم قوم میں اسلام کو پھیلاتا ہے - انکے خیالات اسلام کے ایسے خلاف تھے کہ اسے وحشیوں کا مذہب وہ سمجھتے تھے - لیکن کوئی جاکر دیکھے - دو سو سے زائد انسان انگلستان میں اسلام کے تابع ہو گئے ہیں وہ کوئی معمولی انسان نہیں - ان میں لارڈ - بڑے بڑے مصنف پروفیسر لفٹننٹ اور بڑی بڑی حیثیتوں کے لوگ ہیں۔

عیسائی پادریوں نے انہیں سُنا رکھا تھا کہ اسلام صرف ادنےٰ انسانوں کے لئے ہے - بڑے ہی احسان فراموش ہیں یہ لوگ - اسلام ہی کی ترقیوں سے ان لوگوں نے فائدہ اٹھایا - اور اسوقت جبکہ تمام یورپ میں علم کا نام بھی نہیں تھا - اسلام کی روشنی نے اسے منور کیا مگر جہاں سے یہ روشنی حاصل کی - اُسی کو ظلمت قرار دیا۔

اسلام نے عرب کے گڈریوں کو جنکے سنورنے کی امید ہی نہیں ہو سکتی تھی - اٹھا کر بادشاہ بنا دیا - ایسے بادشاہ کہ دنیا انکے ہونے کی خواہش کریگی - اور کرتی ہے - وہ اسلام جس نے ہر ایک خوبی ایسے لوگوں کے اندر پیدا کی - اسکے متعلق یہ کہنا کہ یہ صرف ادنےٰ درجہ کے لوگوں کے لئے ہے - یہ احسان فراموشی نہیں تو کیا ہے - اسلام اخلاق انسانی کے اندر ایسی وسعت پیدا کر دیتا ہے جس سے دوسرے مذاہب عاجز ہیں کیا اخلاق میں وسعت کا کام انسان کی ادنےٰ حالت ہے یا یہ اعلےٰ سے اعلےٰ حالت تہذیب و شائستگی کی ہے - ہاں تم بھی ان اخلاق سے فائدہ اٹھاؤ - اور اسلام کے لئے اسکو دوسرے ملکوں پر غالب کرنے کے لئے کوئی قربانیاں کر کے دکھاؤ - دُنیا میں لوگ ادنےٰ ادنےٰ خواہشات کیلئے بڑی بڑی قربانیاں کرتے ہیں - اسلام اس سے بہت بڑھکر قربانی چاہتا ہے - قوم کی نہیں - کسی خاص ملک کی نہیں - جس طرح سے ایک انسان اپنی قوم اور ملک وغیرہ کے لئے قربانی کرتا ہے اگر اسلام اس سے بھی بڑی قربانی چاہتا ہے اور وہ قومیت کی قربانی ہے تاکہ ساری نسل انسانی کی اخوت قائم ہو۔

دُنیا میں یہ مذہب کہ تمام قومیں ایک ہیں - کوئی فرق نہیں - فرق ہے تو صرف ان اكرمكم عند الله اتقكم کا - جو سب سے زیادہ متقی ہو - وہی سب سے بڑا ہے - یہ اسلام ہی کا پیدا کردہ ہے - آج دُنیا کو نظر آ جائیگا - کہ قومیت کی حدبندیاں اس اصول کے سامنے جو اسلام نے قائم کیا - زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتیں

[illegible]

ایک مدت سے مسلمانوں کے دلوں میں بھی یہ خیال بیٹھے ہوئے تھے کہ تلوار کے ذریعہ سے اسلام دُنیا پر غالب ہوگا - لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ جس قدر ہم قلم کو چلاتے ہیں اتنی ہی کامیابی ہوتی ہے - حالانکہ دوسری طرف اسلام کی ملکی طاقت کم ہوتی جا رہی ہے - اور حکومت مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلتی جا رہی ہے - گذشتہ سو سال کا تجربہ اسپر شاہد ہے وہ خیالات جو لوگوں میں پھیلے ہوئے ہیں کہ مہدی اور مسیح آکر تلوار کے ذریعہ سے کفار کو مسلمان کرینگے - اور جہاں تک مسیح کا دم پہنچیگا - کفار مرتے جائینگے کیونکر مانے جا سکتے ہیں - میں کہتا ہوں - اگر کوئی مہدی اور مسیح اس طرح سے تلوار کے ساتھ فتح کرنیوالا آ بھی جائے - اور انکے ذریعہ اسلام کو غلبہ ہو بھی - تو بھی مسلمانوں کو تو کچھ فائدہ نہیں - وہ تو مسلمان نہ بیٹھے بات تو تب ہو کہ خود کچھ کر کے دکھائیں - لیکن افسوس یہ ہے - کہ کام کرنیوالے خود ہمت ہار بیٹھے ہیں - اسلام کا اصل غلبہ اگر مقدر ہے تو تلوار کے ذریعہ نہیں - بلکہ اس کے اصولوں کو پھیلانے سے جیسا کہ سورہ فتح کی ان آیات سے ظاہر ہے - لیکن جتنا اس کام کو پیچھے ڈال رہے ہو - اسقدر نقصان اٹھاتے ہو - اس وقت قربانیوں کی ضرورت ہے - وہ لوگ جو چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے قربانیاں کرتے ہیں - اس بڑی قربانی کے لئے بھی تیار رہوں - ان لوگوں پر اور بھی ذمہ داری ہے - جنہوں نے اس وقت کے مجدد کو پہچانا - اسلام کی زندگی اس وقت چاہتی ہے کہ کچھ لوگ اپنے آپکو موت میں ڈالیں اور وہ موت ہی کیا ہے - ایک تھوڑی سی اغراض دنیوی کی موت ہے مجھے رشک آتا ہے - اپنے ایک مرحوم دوست کے اوپر - چوہدری عنایت اللہ صاحب - ان کے دل میں اسلام کی خدمت کا بہت جوش تھا جسوقت ان کی آخری حالت تھی تو اُن کے رشتہ داروں نے اُن سے کہا - کہ کوئی خواہش ہو - تو بتاؤ - انہوں نے کہا - اگر میری خواہش پوری کرنا چاہتے ہو تو ایک سو روپیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو بھیج دینا - یہ بتاتا ہے - کہ انکے دل میں کسقدر جوش اسلام کیلئے تھا - بغیر جوش کے بات نہیں بنتی - اس لئے جبتک زندگی ہے اسلام کے لئے جوش دلوں میں ہونا چاہئے - ہم اپنی زندگیوں کا مقصد ہی اسکو سمجھ لیں کہ خدمت اسلام کی کرنی ہے بھوکا کوئی شخص نہیں مرتا - خدا تعالیٰ تو کیڑے مکوڑوں کو روزی پہنچاتا ہے ما من دابة فى الارض الا على الله رزقها - ہر ایک جانور جو زمین پر چلتا ہے اور پرندے جو اپنے پروں پر اُڑتے ہیں ان سب کا رزق اللہ کے ہی پاس ہے - وہی انکو رزق دیتا ہے اسلئے وہ تمکو بھی بھوکا نہیں مار یگا ہاں اگر دنیا میں باقی رہنا ہے تو اسکی راہ یہی ہے کہ اسلام کو دُنیا میں غالب کر کے دکھاؤ - اگر یہ کرو گے تو تمہارا نام صفحۂ ہستی پر باقی رہ جائیگا ورنہ جیسے اور لوگ آتے اور چلے جاتے ہیں تم بھی چلے جاؤ گے - یہ سلسلہ تو ختم ہونے والا نہیں۔

”سیرت النبی کا ایک ورق“

بارہ وفات کے موقعہ پر کچھ عرصہ سے عید مولود النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منانے کا رواج شروع ہوا ہے اکثر اخبارات میں اس سے پہلے اس پر مضامین نکلتے رہے ہیں اور خاص پرچے بھی بارہ وفات کے موقعہ پر شائع ہوتے ہیں اور ان کے مضامین اس لحاظ سے کہ ان میں ذات ستودہ صفات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات عمدہ پیرایہ میں شائع ہوتے رہے ہیں - مفید بھی شمار کئے جا سکتے ہیں اسی رنگ میں ذوقی ہمیں عنوان بالا کے ذیل میں ایک مثنوی ہمکو موصول ہوئی ہے جسکے لکھنے والے ہمارے دوست ”الامجد“ ہیں ہم اپنے ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے بارہ وفات کے موقعہ پر اس کا شائع کرنا مناسب و موزوں سمجھتے ہیں - (ایڈیٹر)

از ”امجد“

حمد و ثنا

ادب سے پہلے ہو حمدِ خُدا ادا — ستائش جس کی کرتے ہیں خود مصطفیٰ
شریک اُس کا نہیں کوئی جہاں میں — نہ اُس جیسا ہے کوئی اس مکان میں
نہ آئے صورتِ جسم قالبوں میں — سمائے کس طرح خاکستروں میں
نہ بیٹا ہے نہ بابا ہے کسی کا — وہ خالق ہے (لا) دانا ہے سبھی کا
ہے رحمٰن - اسلئے بن مانگے دیوے — رحیم ہے - اسلئے مانگے پہ دیوے
وہ ظاہر گرچہ حکمت سے عیاں ہے — عیاں ہستی مگر اُس کی نہاں ہے
نہاں ہو کر بھی وہ قدرت دکھائے — دلوں پر سکہ عظمت کا بٹھائے
محبت میں [illegible] — جو باطن اپنا پاکیزہ بنا لے
جو ظاہر میں بھی نیکو پارسا ہو — انا الموجود کی اُس سے ندا ہو
نہیں اُس کے بنا کوئی سہارا — بغیر اُس کے نہیں دم بھر گذارا
وہی مشغل ہے ایماں کی دکھاتا — وہی لذت ہے عرفاں کی چکھاتا

چھپلی بلکہ اللہ نے ... ہے۔ اور پھر اسکی زیادہ بڑھکر تعریف کی۔ فکان قاب قوسین او ادنیٰ ۔ جو ہر حبیب کے ساتھ محبت اور دوستی کا اظہار کیا ہوتا ہے ... کو جوڑ کر ایک ہی بنا دیا جاتا تھا۔ تو فرمایا ہماری دوستی محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھ ایسی ہی ہے کہ دو قوسیں ہیں ایک وتر ملکر اس سے بھی نزدیک تر۔

لیکن باوجود ان درجات کے آپ کے کام کیونکر ہوتے ہیں مشورہ کے ساتھ۔ آپ نے خود

اسلام میں جمہوریت

کی بنا رکھی۔ — احد کی جنگ پیش آنے پر آپ نے صحابہ کو جمع کیا اور ان سے مشورہ پوچھا۔ کہ کیا کرنا چاہئے۔ اگر یہ یونہی دکھاوا ہوتا تو وہ کہہ سکتے تھے کہ آپ ہی جو چاہیں کریں لیکن انہیں آپ کی رائے ہے۔ کہ شہر کے اندر رہکر انہیں روکا جائے۔ اور صحابہ کی رائے ہے کہ باہر نکلنا چاہئے یہ جاریٹی آپ کے خلاف ہے ہو سکتا تھا کہ کہدتے کہ تم کون ہو۔ ہم تمہارا مشورہ نہیں مانتے۔ لیکن نہیں آپ نے کہا میجاریٹی کا فیصلہ صحیح ہے۔ اور زرہ پہن لی۔ اس وقت پھر صحابہ نے کہا کہ نہیں اندر ہی رہنا چاہئے۔ آپ نے کہا میں ہتھیار لیکر ڈرتا نہیں۔ اور نبی جب ہتھیار پہن لیتا ہے تو کہ ان کو کہتے کہ میں نے جو کہا تھا کہ باہر نہیں جانا چاہئے۔ تم نے نہ مانا اور تکلیف ہوئی ایسی ہی ایک اور مثال آپ نے دی۔ کہ ایک عورت کو آپ نے کسی مرد سے نکاح کا مشورہ دیا۔ اس نے پوچھا۔ یہ آپ مجھے وحی سے حکم دیتے ہیں یا آپ کی یہی رائے ہے۔ آپ نے کہا۔ نہیں یہ خود ہی بطور مشورہ کہا ہے۔ اس نے کہا اگر نہ مانوں تو کوئی گناہ تو نہیں آپ نے فرمایا۔ نہیں۔ اس نے کہا پھر میں اس سے نکاح نہیں کرتی۔

آخر میں اس جمہوریت کو اسلام کا طغرائے امتیاز بتاتے ہوئے آپ نے اسی کی تائید میں بیان کیا کہ آپ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے۔ تو کسی نے ان کے والد ابو قحافہ کو خبر دی۔ کہ ابوبکر خلیفہ ہو گیا۔ اس نے پوچھا۔ من ابو بکر! کون ابوبکر خلیفہ ہوا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ ابن ابی قحافہ اسے پھر بھی یقین نہ آیا اور حیرت سے کہا۔ من ابی قحافہ۔ کس ابی قحافہ کا لڑکا۔ جوابدیا۔ انت انت۔ تو۔ تیرا لڑکا ابوبکر خلیفہ ہوا ہے۔ اس نے پوچھا۔ این بنو امیہ۔ قریش کہاں ہیں جواب دیا۔ بایعوہ۔ انہوں نے اسکی بیعت کر لی ہے۔ پوچھا۔ این بنو ہاشم۔ بنو ہاشم کہاں ہیں جواب ملا۔ بایعوہ۔ انہوں نے بھی بیعت کر لی ہے۔ اس نے کہا۔ الاسلام حق۔ یہ اسلام جس نے عربوں کے اندر ایسی جمہوریت پیدا کر دی ہے حق ہے۔

آخر میں آپ نے

ختم نبوت

کا ذکر کرتے ہوئے مولوی شبلی صاحب مرحوم سے اپنی اس گفتگو کا ذکر کیا۔ جو حضرت مسیح موعود کے متعلق ان سے بہت عرصہ ہوا ہوئی تھی۔ آپ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ لکھنؤ میں میں ان سے ملنے گیا۔ میرے ساتھ مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر بھی تھے۔ مولانا شبلی صاحب نے پوچھا۔ آپ مرزا صاحب کو کیا سمجھتے ہیں۔ میں نے کہا۔ مجدد۔ کہنے لگے پھر تو بات ہی طے ہو گئی۔ پھر خود ہی فرمایا۔ کیا تم ریوولیوشن (مسئلہ ارتقا) کو مانتے ہو۔ میں نے کہا۔ میں مانتا ہوں کہنے لگے۔ اگر ارتقا صحیح ہے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم پر نبوت ختم ہو۔ پھر تو آپ سے بھی بڑھکر کوئی نبی آنا چاہئے۔ پھر مرزا صاحب نبی کیوں نہیں ہو سکتے۔ — اب دوسری طرف چلے۔ میں نے کہا جس ارتقا کو میں مانتا ہوں۔ اس سے قرآن بھرا پڑا ہے وہ فرماتا ہے خلق کل شئ فقدرہ تقدیرا۔ تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور پھر ان پر ایک اندازہ اور حد لگا دی۔ پھر فرمایا۔ والذی قدر فھدیٰ۔ والذی اخرج المرعیٰ فجعلہ غثاء احویٰ چیزوں کا اندازہ مقرر کر کے ان کے لئے طریق ہدایت مقرر کر دیا۔ روئیدگی کو وہ اُگاتا ہے پھر وہ جلکر یونہی رہ جاتی ہے۔ گویا ہر ایک چیز ایک خاص حد تک پہنچتی ہے اور اس سے آگے ترقی نہیں کر سکتی۔ ارتقا بھی خاص حد بندیوں کے اندر ہے اسطرح سے نبوت آنحضرت صلعم پر آکر ختم ہو گئی۔ اب دین کی حفاظت کے لئے کوئی ملک اور کوئی قوم ایسی نہیں جس میں کوئی غوث اور قطب نہیں آیا۔ آنحضرت صلعم کو قرآن کریم میں سراجا منیرا کہا گیا ہے روشن آفتاب۔ اس آفتاب سے روشنی پانے والے ہمیشہ ہوتے رہے اور ہوتے رہینگے لیکن نبی کوئی پرانا ہو یا نیا نہیں آ سکتا۔ خود حضرت مرزا صاحب نے اس قسم کا کوئی دعوٰے نہیں کیا۔ آپ کا اعلان صاف موجود ہے جو جامع مسجد دہلی میں آپ نے پڑھا۔ اس میں تشبیہ دیکر

... قرآن کریم نے آنحضرت کی نسبت فرمایا۔ ورفعنا لک ذکرک تیرا ذکر ہم نے بہت بڑھا دیا یہی بات آج پوری ہو رہی ہے اور جو آنحضرت صلعم کا قاعدہ ہے۔ وہی درست ہے۔

غرض آپ نے بتایا کہ آنحضرت صلعم میں ہر ایک نیکی کا اعلےٰ سے اعلےٰ نمونہ پایا جاتا ہے۔ بادشاہی اور دیگر تمام نمونے آپ ہی سے ملتے ہیں۔ دوسری کوئی کتاب اس قسم کے نمونے پیش کرنے سے عاجز ہے۔ عیسائی دنیا پر حکومت کرنے کیلئے محتاج ہیں محمد رسول اللہ صلعم کے نمونے کے۔ ورنہ اگر محمد رسول اللہ صلعم نہ ہوتا۔ تو انجیل بادشاہوں کی کیا راہبری کر سکتی تھی۔

ان آخری کلمات ... مسلمانوں کو اس پاک نمونہ کی پیروی کی تلقین کرنے کے بعد لیکچر کو آپ نے ختم کیا۔ جسکے بعد

صاحب صدر جلسہ

آنریبل نواب ذوالفقار علی خان صاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے حضرت مولانا کی تقریر کی تعریف کرتے ہوئے آپ کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ میں آپ سب (حاضرین) کی طرف سے اپنے نہایت معزز دوست مولوی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنی نہایت فصیح و بلیغ لیکچر سے ہمیں مستفید کیا۔ مسلمانوں میں بہت کم ایسے ہیں جو اپنی معلومات کو مطالعہ سے بڑھا کر اور مسلمانوں کو بھی فائدہ پہنچائیں۔ اس لئے مولوی صاحب اور بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔

اس کے بعد آنریبل نواب صاحب نے خود بھی آنحضرت صلعم اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے بعض واقعات کو بطور نمونہ پیش کیا۔ اور یہ دلچسپ گفتگو ختم ہوئی اس کے بعد ایک نہایت ضروری ریزولیوشن قرآن کریم کے ادب و احترام کے متعلق پیش ہوا۔ جس کا مفصل ذکر علیحدہ دوسری جگہ کیا گیا ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی دعوتی چٹھی کا جواب میاں صاحب کی طرف سے اور اسکا جواب الجواب

کسی گذشتہ اشاعت میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی وہ چٹھی درج کی گئی تھی جس میں آپ نے میاں صاحب کو جلسہ سالانہ میں مع مریدین آنے اور اپنی اور دیگر احباب کی تقاریر پر اعتراض کرنے کی دعوت دی تھی اور یہی کام ان کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اپنے ذمہ لیا تھا۔ میاں صاحب کی طرف سے اُس کا جواب کل ۱۹۔ دسمبر ۱۹۱۸ء کو موصول ہوا جس کا اسی وقت جواب الجواب لکھکر انہیں بھیجدیا گیا۔

میاں صاحب کے جواب اور حضرت امیر ایدہ اللہ کے جواب الجواب کی نقل بجنسہ حسب ذیل ہے:۔

"حضرت خلیفۃ المسیح کیطرف سے مولوی محمد علی صاحب کی چٹھی کا جواب"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی مولوی صاحب!

السلام علیکم۔ آپ کا ایک مطبوعہ اعلان جس میں آپ نے مجھے اور میرے مبایعین کو لاہور آنے کی دعوت دی ہے مجھے ملا۔ مجھے تعجب ہے کہ جہاں آپکو یہ معلوم ہوا کہ اس سال ہم نے جلسہ بارہ تک ملتوی کر دیا ہے وہاں آپ کو اسکے ساتھ ہی یہ معلوم نہ ہوا کہ جلسہ کے التوا کی وجوہ کیا ہیں۔ کیونکہ اگر آپ ان وجوہ کو مدنظر رکھتے اور حق جوئی آپ کے مدنظر ہوتی تو کبھی ایسا اعلان شائع نہ کرتے۔ جیسا کہ اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ جلسہ کے اس سال ملتوی کرنے کی یہ وجہ ہے کہ

(۱) تو ابھی ملک میں ایک سخت وبا پڑ چکی ہے۔ بلکہ بعض حصص ملک میں ابھی تک پڑی ہوئی ہے پس خطرہ ہے کہ بیماری سے تازہ اٹھے ہوئے لوگ سفر کی تکلیف نہ برداشت کر سکیں۔ یا اجتماع سے پھر کسی قسم کی تکلیف ہو جائے۔

(۲) قحط سالی کے اخراجات جن کے ساتھ بیماری کے اخراجات لگ گئے ہیں۔ پس ضروری سمجھا گیا کہ جبتک ایک عرصہ نہ گذر جائے کہ لوگ اپنی صحت میں ترقی کریں۔ اور جو بار خرچ ان پر پڑ چکا ہے وہ ہلکا ہو جاوے اس وقت تک جلسہ نہ کیا جاوے۔

اب ان وجوہ کے اعلان کے باوجود آپکا یہ لکھنا کہ ہم مع مبایعین لاہور میں ... [illegible] ... دور کیا ہے۔ آپ بڑی مہربانی ... [illegible] ... میں گر دوسری سفر ... [illegible] ... آویں تو دوبارہ قادیان آنا مشکل ہوگا۔ علاوہ ازیں احقاق حق کا یہ کونسا طریق ہے کہ ایک جلسہ میں تو آپ اپنی تقریر کریں اور اس کے تین ماہ کے بعد ہم اس کے زہر کا ازالہ کریں۔ جو کیا آج تک کسی راستباز نے اس تجویز کو منظور کیا ہے۔ پس اگر آپ میں کچھ بھی صداقت کا پاس ہے تو اس قسم کی چالاکیوں کو چھوڑ کر ایک مجلس مناظرہ کا فیصلہ کریں جس میں اصل اختلافی مسائل پر برابر حقوق کے ساتھ گفتگو ہو جاوے۔ اور ایسے مقام پر ہو کہ وہ ہم دونوں کے لئے برابر ہو۔ اس میں ہمارے آدمی بھی شامل ہوں اور آپ کے بھی۔ اگر یہ بات آپ کو منظور ہو تو اپنے کسی معتبر کو اس کام کے لئے مقرر کر کے مجھے اطلاع دیں۔ جو فیصلہ شرائط میں آپ کا قائم مقام ہو۔ میری طرف سے مولوی فضل الدین صاحب پلیڈر ہوں گے۔

خاکسار۔ مرزا محمود احمدؐ۔ قادیان۔ ۱۸۔ دسمبر ۱۹۱۸ء

* گو آپ نے اپنے جلسہ میں ہمکو اعتراض کرنیکا موقعہ دینے کا ذکر کیا ہے لیکن ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اول تو اعتراض کرنیوالے کیلئے وقت بہت کم ہوا کرتا ہے علاوہ ازیں آخری تقریر مدعی کی ہوتی ہے۔ پھر سب سے بڑی بات یہ کہ صرف اعتراض کرنے سے پوری طرح کسی زہر کا ازالہ نہیں ہوا کرتا اور نہ ہی اس سے سامعین کی پوری پوری تشفی اور تسلی ہوا کرتی ہے جبتک معترض علاوہ خصم کے دلائل کو توڑنے کے اپنے معتقدات کو مفصل طور پر معہ دلائل بیان نہ کرے۔ لیکن اسکے لئے تین ماہ بعد کا وقت مقرر کرتے ہیں۔

جواب الجواب جو حضرت امیر ایدہ اللہ نے لکھکر بھیجا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
مکرم معظم میاں صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میرے ۶ دسمبر کے خط کا جس میں آپکو شمولیت جلسہ کیلئے دعوت دی تھی۔ جواب ۱۸۔ دسمبر کا لکھا ہوا آج ملا۔ آپ اس دعوت کو قبول کرنے سے اس بنا پر انکار کرتے ہیں کہ

(۱) بعض لوگ بیماری سے اٹھے ہوئے سفر کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے۔

(۲) قحط سالی کے اخراجات بعض لوگوں کو دوبارہ سفر کی اجازت نہ دینگے۔ اس کے علاوہ جو آپ نے اسے میری چالاکی قرار دیا ہے اور میرے خیالات کو زہر قرار دیا ہے۔ وہ میں آپ کو للہ معاف کرتا ہوں۔ اور اسی دعوت کو دہراتا ہوں۔ بیشک وہ لوگ نہ آویں۔ جو تازہ بیماری سے اٹھے ہوئے ہونے کی وجہ سے سفر کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے۔ اور نہ وہ لوگ جو بوجہ تنگدستی معہ بارہ سفر کے اخراجات کی برداشت نہیں کر سکتے۔ میں نے پہلے بھی یہ نہ لکھا تھا کہ سب لوگ آئیں جو آ سکتے ہیں آئیں۔ رہا یہ شبہ کہ مجمع سے پھر بیماری پیدا ہو جائیگی۔ یہاں لاہور میں آریہ سماج کا جلسہ خوب دھوم دھام سے ہوا کوئی بیماری عود نہیں کر آئی۔ جن علاقوں میں ابھی تک بیماری ہو۔ ان لوگوں کو آپ مستثنیٰ کر دیں۔

اگر آپ خود تشریف لائیں (اور میں یقین رکھتا ہوں کہ لاہور آنے سے تبدیل آب و ہوا سے آپ کی صحت کو بھی فائدہ ہوگا۔ آخر دوسری جگہ بھی تو آپ ابھی ہو آئے ہیں) تو مجھے یہ بھی منظور ہے۔ کہ پہلے دن میری تقریر ہو ۱½ گھنٹہ۔ آپ اسی تقریر پر آدھ گھنٹہ کے لئے اعتراض کریں۔ میرا جواب آدھ گھنٹہ ہو پھر آپ آدھ گھنٹہ تقریر کریں۔ پھر میرا جواب آدھ گھنٹہ ہو اور دوسرے دن آپ ۱½ گھنٹہ تقریر کریں۔ اور میں آدھ گھنٹہ اعتراض کروں۔ پھر آپ آدھ گھنٹہ جواب دیں۔ پھر آدھ گھنٹہ میرے اعتراض کیلئے ہو۔ اور پھر آپکا جواب جواب الجواب آدھ گھنٹہ ہو۔

اس صورت میں زہر کا ازالہ بھی آپ فوراً کر سکیں گے۔ اور چالاکی بھی کوئی نہ رہی۔ اس کے بالمقابل یہی معاملہ میرے ساتھ آپ کے جلسۂ سالانہ پر ہو۔ یعنی پہلے دن قادیان کے مجمع میں ۱½ گھنٹہ آپ کی تقریر ہو۔ میرا اعتراض آپ کا جواب۔ پھر اعتراض پھر جواب الجواب آدھ گھنٹہ ہو۔

میری غرض صرف دوستانہ گفتگو سے ہے۔ فریقین ایکدوسرے کا ادب ملحوظ رکھکر گفتگو کریں۔ اس کے بعد مناظرہ کی آپ کی دعوت کو بھی میں قبول کر نیکو تیار ہوں بشرطیکہ جلسہ عام ہو۔ اور مناظرہ تحریری ہو اور شرائط اگر آپ مولوی فضل الدین صاحب کے سپرد کر چکے ہیں تو ... [illegible] ... جو پہلے ایک دفعہ ہو چکا ہے۔ ... والسلام۔ خاکسار۔

محمد علی

جلد ٦ | مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۱۸ء | نمبر ٤٦

ملفوظات حضرت مسیح موعود

الہام جاءنی آئل اور اس کے معنے

فرمایا رات مجھے الہام ہوا۔ جاءنی آئل واختار وادار اصبعہ واشار یعصمک اللہ من العدیٰ ویسطو بکل من سطا۔ آئل جبرائیل ہے۔ فرشتہ بشارت دینے والا۔

ترجمہ آیا میرے پاس آئل اور اُس نے اختیار کیا (یعنی مجھے چن لیا) اور گھمایا۔ اپنی انگلی کو۔ اور اشارہ کیا خدا تجھے دشمنوں سے بچانے گا۔ اور ٹوٹ پڑیگا۔ ہراُس شخص پر جس نے اُچھلا۔

فرمایا آئل اصل میں ایالت سے ہے۔ یعنی اصلاح کرنے والا۔ اور سیاست کرنے والا۔ جو مظلوم کو ظالم سے بچاتا ہے۔ یہاں جبرائیل نہیں کہا آئل کہا۔ اس لفظ کی حکمت یہی ہے۔ کہ وہ دلالت کرے کہ مظلوم کو ظالم سے بچاوے۔ اس لئے آئل ہی فرشتہ کا نام رکھا۔

یہ بھی پہلے الہام سے ملتا ہے۔ انہ کریم تمشی امامک وعادی کل من عادی۔ یہ چند روز پہلے کا الہام ہے۔ کہ وہ کریم ہے تیرے آگے آگے چلے گا۔ اور جو تجھ سے عداوت کرے گا۔ وہ اس سے عداوت کرے گا۔ آئل چونکہ لغت میں مشکل سکتا ہوگا۔ یا کم مستعمل ہوگا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے خود ہی اس کی تفصیل کر دی۔ یہ کہکر کہ آئل جبرائیل ہے فرشتہ بشارت دینے والا۔"

جسطرح انبیاعلیہم السلام کے صفات ہوتے ہیں۔ اسیطرح ملائکہ کے بھی صفات ہوتے ہیں۔ اور اصبعہ کے جو معنے ہم اس وقت کرتے ہیں۔ وہ اجتہادی ہیں۔ اصل حقیقت تو اسروقت کھلے گی۔ جب ان کا ظہور ہوگا۔ اس پر ابوسعید عرب نے عرض کی کہ کاش مجھکو بھی جبرائیل دکھایا جاتا۔ فرمایا جب خدا آپ کو وہ آنکھیں عطا کرے گا۔ تو آپ بھی دیکھ لیں گے۔ وما نتنزل الا بامر ربک وہ تو خدا کے حکم سے نازل ہوتا ہے۔

ایک اور الہام جئت من حضرۃ الوتر

اس پر اپنا ایک پرانا کشف بیان کیا کہ جب مولوی محمد حسین صاحب نے ہمارے کفر کا فتویٰ دیا اور لوگوں کو بھڑکایا کہ یہ مسلمان نہیں انکے جنازے درست نہیں۔ اور ان کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن نہ ہونے دیا جائے۔ اس وقت چونکہ بغض و عداوت بڑھ گئی تھی۔ ہم گویا تنہا رہ گئے۔ اس وقت مینے کشفی حالت میں دیکھا کہ میرے بڑے بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی شکل پر ایک شخص آیا ہے مگر مجھے فوراً معلوم کرایا گیا کہ یہ فرشتہ ہے۔ مینے کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ اس نے کہا کہ جئت من حضرۃ الوتر۔ میں جناب باری سے آیا ہوں۔ مینے کہا کہ کیوں؟ اُس نے کہا کہ بہت سے لوگ تم سے الگ ہو گئے ہیں۔ اور تمہاری عداوت میں بڑھتے جاتے ہیں۔ یہ پیغام دینے آیا ہوں۔ مینے اُس کو الگ ہوکر ایک بات کہنی چاہی جب وہ الگ ہوا تو مینے کہا کہ لوگ تو مجھ سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ مگا میری حالت کشف اسی جاتی رہی۔

حدیث و قرآن

حدیث کے ذکر پر پھر آپ نے فرمایا کہ حدیث پر اگر مدار شریعت رکھا جائے۔ تو قرآن کو ترک کرنا پڑے گا۔ جو انسان کی تباہی کا باعث ہے۔ سچی بات یہی ہے کہ حدیثیں قرآن کی شارح ہیں۔ اُن کی تو عزت و تعظیم کرو۔ اور جو قرآن کے مخالف ہیں اُن کو چھوڑ دو۔

قیامت میں لوگ کیونکر حاضر ہونگے؟

عرب صاحب نے سوال کیا کہ جس طرح لوگ مرتے ہیں کیا قیامت کو بھی اسی طرح ترتیب وار حاضر ہوں گے یا ایک دم تمام اولین و آخرین۔

فرمایا یہی ثابت ہے کہ ایک دم اُٹھیں گے۔ یہ ماننا پڑتا ہے ہمارا خدا بڑا قادر ہے۔ دیکھو نطفہ کیا چیز ہے۔ پھر اس سے کامل انسان بنا دیتا ہے۔ ہر شخص جو خدا کو مانتا ہے۔ اُس کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ دیکھو آفتاب و ماہتاب جو روشن جسام ہیں۔ کیا ان کو دیکھکر وہ کہہ سکتا ہے۔ کہ ان کے بنانے کا سامان کن چھکڑوں پر آیا تھا۔ اور ان کا مصالحہ کہاں سے آیا۔ یہی کہنا پڑے گا کہ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون۔ پس ہمکو ایسا ہی ماننا چاہیئے۔ کہ وہ قیامت کو یک دم سب کو اٹھا دے گا۔ اور جن حسرتوں سے مومن مرگئے تھے کہ ہمارے مخالفوں کا کیا حال ہوا ہوگا۔ وہ اس وقت ان کو دکھلایا جائیگا۔ کہ دیکھو یہ راستباز ہیں اور یہ منکروں کا حال ہے۔ تبھی تو راحت یا زور کو لذت آئیگی۔ پس جبتک ہم خدا کو صاحب قدرت نہ مانیں۔ اُسے مان ہی نہیں سکتے پہلے سیاموں کو دیکھو تو ہم کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک حصہ میں خدا کو مانیں اور دوسرے حصہ میں انکار کریں۔ خدا کی صفات اور کام غیر محدود ہیں۔ کیا دنیا کی ہزار در ہزار برس اس بات کی کافی دلیل نہیں ہیں کہ خدا بڑا قوی خدا ہے۔ خدا کبھی معطل نہیں ہوگا۔ ہمیشہ خالق رازق رب رحمٰن رحیم رہیگا میرے نزدیک ایسے عظیم الشان جبروت والے کی نسبت [illegible]

گناہ میں داخل ہے۔ اللہ تعالےٰ کوئی ایسی چیز منوانی نہیں چاہتا۔ جس کا نمونہ یہاں نہ دیا ہو۔ ہم لڑکپن میں گلہری کو مار کر پھر زندہ کیا کرتے تھے۔ مینے اس کو مار کر جب وہ بے حس و حرکت ہو جاوے تو تازہ گوبر میں دبا دیا جاوے تو وہ زندہ ہو جاتی۔ اسی طرح مکھی بھی زندہ ہو سکتی ہے۔ یہ موت حقیقی موت نہیں ہوتی غشی اور نیند کی سی حالت ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ایکقسم کی موت ہے۔ یہ نمونہ ہے احیاء موتےٰ کا۔

قبر کے سوال و جواب

عرب صاحب نے سوال کیا کہ فرشتہ قبر میں آکر کس زبان میں سوال کرے گا۔

فرمایا ہمیں فارسی۔ عربی۔ اردو انگریزی سنسکرت سب زبانوں میں الہام ہو جاتے ہیں۔ پھر کیا فرشتہ ہر زبان سے قاصر رہ سکتا ہے۔ وہ ہر زبان بول سکتا ہے۔

سوال کیا کہ وہاں کے سوالات محدود ہیں۔ من ربک وغیرہ پس وہ سوال خوب یاد کر لئے جائیں۔ تو وہاں پاس ہو سکتے ہیں؟ فرمایا نہیں ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ ایک ایمانی کیفیت ہے وہ دنیاوی امتحانوں کی طرح نہیں۔ کہ آدمی سکاند و مکر سے پاس ہو سکے۔ بلکہ وہاں جس رنگ سے دل رنگین ہوگا۔ اُسی کا اظہار ہوگا اور اُسی کے موافق بوجہہ من الوجوہ قبر میں رنج یا راحت کا سامان مہیا کیا جائے گا۔

مرنے کے بعد زمین کے تعلق

عرب صاحب نے پوچھا کہ مرنے کے بعد کوئی تعلق زمین سے رہتا ہے؟

فرمایا ہاں ضرور رہتا ہے۔ ایک تعلق مومن کا آسمان سے ہوتا ہے۔ اور ایک قبر سے بھی رہتا ہے۔ اصل حساب کتاب برزخ میں ہوگا۔ اور مقابلہ حشر میں ہوگا۔ تاکہ انبیا اور ان کے مخالفین کی حالت کا اظہار ہو کہ جن کو دنیا میں ذلیل سمجھا جاتا تھا۔ وہ عزت کی کرسی پر بٹھائے جاتے ہیں اور جن کو کاذب کہا جاتا تھا وہی صادق ہیں۔

حشر میں جسم

سوال کیا کہ حشر میں جسم ہوگا یا نہیں؟ اور ہوگا تو یہی یا اور؟

فرمایا جسم تو ہوں گے۔ مگر یہ نہیں لکھا کہ یہی یا اور۔ تین سال کے بعد پہلا جسم تو رہتا نہیں۔ اس کا قائمقام نیا جسم آجاتا ہے۔ پس ہمارا یہ ایمان ہے۔ کہ ایک جسم دیا جائے گا۔ جیسا اس علیم کے علم میں ہے۔ وہ قادر ہے۔ کہ اس بدن سے بھی کچھ حصہ لے۔ اور ضرور لے گا۔ اور اس حصہ کو بھی جب اپنی رنگ میں غیر فانی کر دے۔ سوائے ذات باری تعالےٰ کے کسی دوسرے کو یہ صفت نہیں۔ کہ ابداً لآباد تک رہے۔ انسان کو غیر فانی جسم جو دیا جاوے گا۔ تو یہ خدا تعالےٰ کا عطیہ ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

[illegible]

اصولی بحث اور مولوی ثناء اللہ صاحب

۲

از حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ریلوے میڈیکل افسر خانپور

اسلام کی جڑ اسلام کی بنیاد قرآن کریم ہے۔ وہ احادیث صحیحہ جو قرآن کریم کے مطابق ہیں وہ دراصل قرآن کی ہی تفسیر ہیں جو جناب رسالت مآب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمل اور قول سے فرما دی۔ جیسا کہ کان خلقہ القرآن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول اسی پر شاہد ہے وہ احادیث جو قرآن کریم کے مخالف ہیں۔ وہ قابل قبول نہیں۔ کیونکہ درحقیقت قرآن ہی وہ کتاب ہے جس کے متعلق لا ریب فیہ آیا ہے کہ اس میں ریب اور شک نہیں۔ اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ کسی اور مذہبی کتاب کی نسبت خواہ وہ الہامی ہونے کی مدعی ہو مثلاً بائبل وغیرہ یا غیر الہامی ہو۔ مثلاً کوئی حدیث کی کتاب اگرچہ وہ کیسی ہی صحیح کہی جاتی ہو۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ لا ریب فیہ اس کی شان ہے۔ واقعات عالم اس پر گواہ ہیں۔ وید ہو یا بائبل۔ ژند اوستا ہو یا کوئی بدھ کی کتاب تمام کی تمام اس دعوے سے عاری ہیں کہ وہ محفوظ کتاب ہیں۔ وہ یہ دعوے کر نہیں سکتے تاریخ اور واقعات اس کے خلاف ہیں۔ اسی طرح کوئی حدیث کی کتاب یہ دعوے نہیں کر سکتی کہ اس میں ریب کی گنجائش نہیں یہ ناممکن ہے۔ لہذا قرآن ہی اصل ہے۔ وہی اسلام کا مستقر اور مرکز ہے وہی وہ عروۃ الوثقیٰ ہے جس کے لئے لا انفصام لھا آیا ہے۔ اسی کی نسبت آیا ہے کہ ھدی للمتقین کہ ہر ایک متقی کے لئے ہدایت نامہ ہے مولوی ثناء اللہ صاحب کے ملفوظ بیان و الا متقی نہیں۔ بلکہ وہ شخص جو درحقیقت خدا سے ڈرتا ہے جس کے دل میں حق کی طلب ہے۔ اس کے لئے تمام جھگڑوں اختلافوں کے فیصلہ کیلئے جو کسی اسلامی اصول یا مسئلہ میں پیدا ہو جائیں۔ یہی قرآن ہدایت نامہ ہے۔ کیونکہ اس میں کوئی ریب نہیں۔ اس کی شان ہے کہ یحکم فیما اختلفوا فیہ۔ یہ اختلافوں میں فیصلہ کرنے کیلئے حکم ہے۔ یاد رہے کہ وہ احادیث صحیحہ جو قرآن کریم کے مطابق ہیں۔ جو درحقیقت قرآن کی عملی یا قولی تفسیر نبوی کا حکم رکھتی ہیں۔ قرآن ہی کے زمرہ میں سمجھی جائیں گی۔ کیونکہ دراصل وہ قرآن کے متن کے لئے بطور شرح ہیں۔ پس کسی مسئلہ کا کسی اصول کا اگر تعلق اسلام سے ہے تو اس کی بنیاد اس کی صحت کا معیار قرآن کریم ہونا چاہیئے۔ اور پس۔ کوئی فرقہ خواہ وہ سنی ہو یا شیعہ۔ مقلد ہو یا غیر مقلد۔ احمدی ہو یا غیر احمدی۔ اگر وہ اس بات کا مدعی ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ اس کے اصول درحقیقت اسلام کے اصول ہیں۔ تو ضروری ہے کہ وہ اپنے اصولوں کی بنیاد قرآن کریم سے ثابت کرے۔ اگر نہیں تو وہ جھوٹا ہے۔ اگر قرآن پاس کے اصولوں کی بنا نہیں۔ اور قرآن کی خادم احادیث صحیحہ اس کی مؤید نہیں تو بغیر اس کی طرف توجہ کرنے کے کہ اس فرقہ کا بانی یا موجد کون تھا وہ رد کر دینے کے قابل ہے۔ کیونکہ بیہودہ اسلام نہیں ہو سکتا۔ اس کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں سو وہ اسلام سے کوئی الگ کوئی اور مذہب ہے۔

مگر افسوس۔ باطل کے پرستار جن کو تاریکی سے پیار ہے جو یہ چاہتے ہیں کہ حق اور باطل میں گڑبڑی رہے۔ جو لا تلبسوا الحق بالباطل و تکتموا الحق و انتم تعلمون۔ کی وعید کی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ جب اصولی بحث کی طرف آ دینگے تو قرآن کو پس پشت ڈال دیں گے وہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کی طرف جا دینگے فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ و ابتغاء تاویلہ۔ یہ فتنہ پیدا کرنے کے لئے اور کچھ نہیں۔

احمدی جماعت کا دعوےٰ ہے کہ وہ درحقیقت اسلام کی خادم ہے اس کی بنیاد قرآن کریم [illegible] یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون اس کی مؤید احادیث صحیحہ ہیں۔ پس جس فرقہ اسلام کا یہ دعوے ہو کہ وہ عین اسلام ہے۔ اس کی سچائی کے معیار کو قرآن اور احادیث صحیحہ سے الگ کر دینا کس قدر ظلم اور کتمان حق ہے۔ مسیح موعود کا دعوے اسلام میں کوئی نئی بات یا ایزادی نہ تھا۔ بلکہ ایک پیشگوئی کا پورا ہونا تھا جس کا وعدہ قرآن میں مجمل اور احادیث صحیحہ میں مفصل تھا۔ مسیح موعود کا ماننا درحقیقت قرآن کریم اور حدیث کے ایک حکم کا ہی ماننا تھا۔ اگر قرآن اور حدیث میں ایسا کوئی حکم یا ایسی کوئی پیشگوئی نہیں تو مرزا صاحب کے دعوے کی طرف توجہ ہی لاحاصل ہے کیونکہ جو چیز قرآن اور حدیث میں نہیں۔ اس کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اگر ایسی کوئی پیشگوئی ہے تو دیکھنا ہے کہ وہ کیا ہے۔ مسیح کی دوبارہ آمد ایک مسلمہ مسئلہ اسلام کا ہے۔ اس لئے اس مسئلہ کو قرآن اور احادیث صحیحہ پر ہی پرکھا جائیگا ہمیں بالفعل مرزا صاحب کی ذات سے کوئی بحث نہیں۔ بلکہ ہمیں تو اسلام کے اس مسئلہ سے بحث ہے۔ کہ کیا واقعی کوئی مسیح آنے والا ہے۔ اور اگر آنے والا ہے تو وہ وہی مسیح اسرائیلی ہے یا کوئی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا غلام۔ میں پھر کہے دیتا ہوں جس کے کان ہوں وہ دل کھول کر سن لے کہ ہمیں اگر اصولی بحث کرنی ہے تو وہ یہی ہو سکتی ہے۔ کہ کیا اسلام میں کسی مسیح کی آمد کا انتظار ہے۔ اگر ہے تو کیا وہ وہی مسیح اسرائیلی ہے جس کی شان میں قرآن فرماتا ہے۔ رسولاً الیٰ بنی اسرائیل یا آیت استخلاف کے ماتحت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی غلام۔ بالفعل ہمیں مرزا صاحب سے کوئی بحث نہیں پہلے آنے والے کے لئے اسلام کے اندر کوئی مقام تجویز ہو لے تو آنے والا آوے۔ یا یونہی زبردستی گھس آئے گا۔ پس اصولی طور پر سب سے پہلا یہ سوال اٹھتا ہے۔ کہ کیا قرآن و حدیث کے رو سے مذہب اسلام میں کوئی آنے والا مسیح ہے۔ دوم (۲) اگر ہے تو کیا وہی مسیح اسرائیلی ہے یا کوئی امتی خلیفہ مجدد۔ (۳) اگر وہی مسیح اسرائیلی آنے والا ہے۔ تو ضرور ہے کہ وہ زندہ ہو پس قرآن سے ثابت ہونا چاہیئے کہ وہ زندہ ہے اور اس کی دوبارہ آمد کسی بنیادی اصول کو مثلاً ختم نبوت وغیرہ یا سنت اللہ کو نہیں توڑتی۔ (۴) اگر وہ قرآن سے وفات یافتہ ثابت ہو۔ تو پھر ضروری ہوگا کہ آنے والا کوئی اور ہو۔ (۵) اگر آنے والا کوئی اور ہے تو پھر دیکھنا چاہیئے کہ وہ کون ہو سکتا ہے اور اس کی شناخت کے نشان قرآن و حدیث سے کیا ثابت ہوتے ہیں (۶) جب یہ فیصلہ ہو چکے تب ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ آیا مرزا صاحب میں وہ نشانات پائے جاتے ہیں یا نہیں۔ اگر پائے جاتے ہیں تو قابل قبول ہیں ورنہ رد کر دو۔

مرزا صاحب کے ماننے یا نہ ماننے پر بحث تب ہو سکتی ہے کہ جب پہلے مذکورہ بالا امور سے بحث تک بحث کا فیصلہ ہو جائے۔ کیونکہ درحقیقت پہلے پانچ مذکورہ بالا امور اسلام کے وہ مسائل ہیں۔ جن پر مرزا صاحب کے دعوے کی بنیاد ہے اگر بنیادی مسائل کا جن کے ذریعہ اسلام میں مرزا صاحب کی کوئی حیثیت قائم ہو سکتی ہے۔ تصفیہ ہی نہ ہو تو سوائے اس کے کہ خبط بحث ہے۔ اور دنیا ضلالت میں پڑے۔ اور لغو باتوں میں وقت ضائع ہو۔ اور کیا نفع پہنچ سکتا ہے۔ واقعی سوچنے کی بات ہے کہ اسلام میں اگر کوئی حیثیت مرزا صاحب کی قائم نہیں ہو سکتی تو پھر ان کی پیشگوئیوں پر بحث دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اگر مرزا صاحب کا دعوےٰ اسلام سے الگ ہو کر کسی مذہب کے بنانے کا تھا۔ کسی کتاب لانے کے مدعی تھے تب تو ہم اسلام کی بنیاد یعنی قرآن اور احادیث صحیحہ سے الگ ہو کر بحث کرتے بھی بھلے معلوم ہوتے۔ لیکن اگر مرزا صاحب کا یہ عقیدہ ہو کر سے

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب
ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا

تو وہ قرآن و حدیث کے کسی اصول کسی حکم کسی پیشگوئی کے ماتحت ہی ہو سکتی ہے۔ پس جبتک قرآن و حدیث کی بنا پر مسیح کے دوبارہ آمد کے اسلامی مسئلہ کے متعلق بحث کا تصفیہ نہ ہو لے۔ مرزا صاحب کی شخصیت پر کس طرح بحث ہو سکتی ہے اسلام کیا کہتا ہے۔ وہ علی الترتیب جس طرح میں بیان کر چکا ہوں تمام مسئلہ کو چھانے گا۔ پھر دیکھیے گا کہ اب مرزا صاحب کیا کہتے ہیں۔ اصولی بحث اسی طرح ہو سکتی ہے۔ اگر تو سارے کے سارے مسلمان یہ مانتے ہوتے کہ مسیح اسرائیلی مر چکا۔ مسیح کی دوبارہ آمد کسی امتی کی آمد ہے۔ جس کی حیثیت خلیفہ یا مجدد کی ہوگی۔ اور اس کے فلاں فلاں نشانات ہیں۔ تو پھر یہ ٹھیک۔ تھا کہ دیکھا جاتا کہ آیا مرزا صاحب میں وہ نشانات موجود ہیں یا نہیں۔ لیکن جب بنیادی مسائل میں ہی اختلاف ہے بہت سے مسلمان مانتے ہیں کہ مسیح زندہ ہے۔ اور وہی آئیگا تو پھر کس طرح اسلام کے دائرہ کے اندر رہ کر کوئی مسلمان باوجود اس غلط عقیدہ کے رکھنے کے مرزا صاحب کو سچا مان سکتا ہے۔ اور ان کو اس قابل بھی سمجھتا ہے کہ ان کے دعوے کی طرف توجہ کی جائے۔ جبتک یہ عقیدہ نہ درست ہو اور اسلام کی اس پیشگوئی کا صحیح نقشہ ایک مسلمان کے ذہن میں قائم نہ ہو مرزا صاحب کا دعوےٰ کس طرح معرض بحث میں آ سکتا ہے اور قابل قبول ہو سکتا ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب جس قدر چاہیں غل مچائیں۔ اور حق و باطل کو گڈمڈ کرنا چاہیں۔ مگر ایک محقق خدا ترس کیا یہی کہے گا جو میں نے کہا ہے۔

مولوی صاحب موصوف نے اب یہ جنتر ا ملایا ہے۔ کہ اصولی مذہب اور ہیں اور اصولی بحث اور ہے۔ یہ اُن کا ایک من گھڑت ڈھکوسلا ہے۔ اور ایک فقرہ جو بالکل مہمل اور لغو ہے۔ مگر چونکہ انہوں نے اس کو ایک مثال سے صاف کرنا چاہا ہے۔ اس لئے میں اس مثال پر ایک نظر ڈالتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔

> " اصولی بحث کے یہ معنے ہیں کہ اُس اصول کے فیصلہ ہونے سے بحث فیصلہ ہو جائے پھر آگے گفتگو کی ضرورت نہ ہو۔ جیسے نبوت محمدیہ (علے صاحبہا الصلوٰۃ و التحیۃ) اسلام اور کفر میں اصولی بحث ہے۔ اگر ثابت ہے تو اسلام کی حقانیت پر بحث ختم۔ اگر معاذ اللہ دگرگوں ہو تو بھی بحث ختم"

بہت اچھا یونہی سہی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ وہ نبوت محمدیہ پر بحث اسلام اور کفر میں اصولی بحث ہے" اب آؤ ذرا اسلام اور کفر کی بحث کراتے ہیں۔

(۱) فرض کرو مولوی ثناء اللہ صاحب کی ایک دہریہ سے اصولی بحث شروع ہے۔

مولوی صاحب نبوت محمدیہ پر دلیل دینی شروع کرتے ہیں دہریہ کہتا ہے مولانا ہوش کی دوا کرو۔ میں سرے سے خدا کو ہی نہیں مانتا۔ آپ مجھ سے نبوت محمدیہ کیا منواتے ہیں۔ بس اسلام کی حقانیت پر "بحث ختم" خدا کی ہستی پر بحث کرنا تو اسلام اور کفر میں اصولی بحث نہیں۔ کیونکہ خدا کو مان کر بھی ایک شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ لہذا بقول مولانا "بحث ختم"

(۲) ایک مشرک بت پرست سے مولانا کی اصولی بحث ہوتی ہے۔ مشرک کہتا ہے۔ مولانا آپ مجھ سے کیا نبوت محمدیہ منواتے ہیں۔ ہمارے دیوتا آپ جنم لیا کرتے ہیں۔ ہم نبوت اور وحی ہی کے قائل نہیں۔ آپ نبوت محمدیہ کیسے منوانے لگے اب چونکہ توحید اور نبوت اور وحی پر بحث کرنا اسلام اور کفر میں اصولی بحث نہیں۔ اس لئے "بحث ختم"

(۳) برہمو سماج سے مولانا اصولی بحث کرتے ہیں۔ برہمو کہتا ہے۔ مولانا ہم سرے سے الہام کے ہی قائل نہیں نبوت محمدیہ تو دور رہی۔

اب چونکہ الہام پر بحث کرنا اسلام اور کفر میں اصولی بحث نہیں۔ لہذا "بحث ختم"

(۴) آریہ سماج سے مولانا کی اصولی بحث ہوتی ہے۔ آریہ کہتا ہے۔ مولانا آپ کیا ہم سے نبوت محمدیہ منوائیں گے ہم تو ابتدائے آفرینش میں الہام کے قائل ہیں۔ اور وہ بھی آریہ ورت میں۔ اب چونکہ الہام کی بار بار ضرورت اور ہر ایک قوم میں نبی آنے کی بحث اسلام اور کفر میں اصولی بحث نہیں۔ لہذا "بحث ختم"

(۵) یہودی سے مولانا اصولی بحث کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہے مولانا ابھی ایلیا نہیں آیا۔ مسیح نہیں آیا۔ وہ نبی کیسے آ جائے۔ پھر ہم توریت کے بعد کسی شریعت کی ضرورت نہیں سمجھتے اب چونکہ ایلیا اور مسیح کی آمد اور نئی شریعت کی ضرورت پر

بنام ایڈیٹر صاحب الحکم و میاں اکمل صاحب قادیان

الحکم کی ایک تازہ اشاعت میں میاں اکمل صاحب نے جناب مولوی عبدالرحمن صاحب مصر کے نام ایک کھلی چٹھی لکھی تھی جس کے جواب میں ہمارے مکرم و معظم بزرگ جناب شیخ اسمٰعیل آدم صاحب نے بھی اپنی طرف سے اکمل صاحب کے نام ایک کھلی چٹھی لکھکر الحکم میں برائے اشاعت بھیجی ہے اور اسکی ایک نقل ہمیں بھی مرحمت فرمائی ہے اس کے ساتھ ہی شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم کو بھی ایک چٹھی انہوں نے لکھی ہے جس میں اول الذکر خط کی اشاعت کی فرمائش کے ساتھ اختلافات سلسلہ کے متعلق بعض اور کام کی باتیں بھی درج ہیں - لہٰذا یہ دونوں چٹھیاں ناظرین پیغام صلح کے آگاہی طبع کے لئے ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) چٹھی بنام شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بمبئی ۱۴ دسمبر ۱۹۱۸ء

برادرم مکرم جناب شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان!
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

خط ہذا کے ہمراہ ایک مضمون بعنوان "کھلی چٹھی بنام جناب قاضی ظہور الدین اکمل صاحب" ارسال خدمت ہے۔ اسکو اخبار الحکم میں چھاپ دیں۔ اور اس عریضہ کو بھی اس کے ساتھ شامل کر دیں میرے خیال میں اب وہ وقت آپہنچا ہے کہ احمدی کہلانے والے دو فریقوں میں جو ۱۹۱۴ء سے برسر جنگ ہیں سچائی اور انصاف پر صلح ہو جاوے میرے اپنے ذوق کی بنا پر جو میرے رشد و ہادی حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم سے پیدا ہوا ہے - کہ مشہود و نامشہود موجودات ظاہری اور باطنی روحانی یکساں طور گواہ ہوتے ہیں اور یہی فلسفہ قرآن شریف میں امور باطنیہ سمجھانے کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے استعمال ہوا ہے) میں کہتا ہوں کہ ۱۹۱۴ء میں جس طرح ایک جسمانی جنگ یورپین کہلانیوالے دو فریقوں میں شروع ہوئی - جس میں ایک فریق حکومت شخصیت کا دلدادہ اور دوسرا فریق جمہوریت کا شیدائی تھا - شخصیت کے دلدادہ فریق کا اصول یہ تھا - کہ انجمن (ریشٹاگ) کا مشورہ لیا جاوے مگر بادشاہ (جسمانی امام) جس بات کا عزم کرے اسپر عمل کرنا چاہئے گویا وہی واجب الاطاعت ہے

دوسری طرف جمہوریت کے شیدائی فریق کا اصول یہ تھا کہ انجمن (پارلیمنٹ) کے مشورہ کرنے کے بعد جس بات کا اتفاق کرکے عزم کرے۔ بادشاہ یا پریسیڈنٹ (امام) کو اسی امر پر عمل کرنا اور اپنی قوم کو کرانا چاہئے ان متضاد اصولوں کی جنگ نے دنیا میں جو بربادی اور خانہ خرابی کی - وہ اظہر من الشمس ہے

اگرچہ جنگ کی شروع تاریخ سے بارہ سو ساٹھ دن یا بیالیس مہینے تک حکومت شخصیت کا دلدادہ فریق غالب رہا - مگر اس میعاد کے گذرتے ہی جمہوریت کے شیدائی فریق میں ایک زبردست جمہوریت کا امریکہ کا اضافہ ہوا - اور اسی دن سے شخصیت کے دلدادہ فریق کی مغلوبیت کی بنیاد پڑ گئی - جس کا انجام ۱۹۱۸ء کے خاتمہ پر ہو گیا - جمہوریت غالب آگئی۔ دنیا جہان کے لوگوں نے بڑی بڑی خوشیاں منائیں حتیٰ کہ دارالامان قادیان میں بھی ۲۷ سے ۲۹ نومبر تک وہ خوشیاں منائی گئیں جو اس سے پہلے کبھی نہ منائی گئی تھیں - یہ قادیان وہ بستی ہے جہاں اصول جمہوریت کے دنیا میں سب سے اول بانی مبانی اسلام کے مقدس نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کا ایک برگزیدہ امام پیدا ہوا تھا جس نے اپنے مطاع نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں اپنے آپ کو فنا کرکے تیرہ صدیاں قبل کا زمانہ ہماری آنکھوں کے سامنے دکھلا دیا تھا - اس برگزیدۂ خدا نے بھی اپنی وفات سے پہلے ایک انجمن (صدر انجمن احمدیہ) کی بنا ڈالی تھی - اور یہ وصیت کر گیا تھا کہ میرے بعد سب ملکر کام کرنا اور اس انجمن کے فیصلہ کو قطعی فیصلہ سمجھنا - ہاں اُس نے اپنی زندگی تک اپنے آپکو مستثنےٰ رکھا تھا - کیونکہ وہ اس زمانہ کا امام تھا - وہ رب ذوالجلال کا مامور تھا کیونکہ آغاز دنیا سے خدا کے نبی اور مرسلان الٰہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء و اماماں زمان جو مقام ماموریت پر ہوں - مرسلان الٰہی میں ہی داخل ہیں - ہمیشہ اس اصول جمہوریت سے مستثنےٰ رہے ہیں اور قیامت تک رہینگے کیونکہ اگر ایک طرف وہ انسانیت کا جامہ پہنے ہوئے ہیں تو دوسری طرف وہ الوہیت کے مظہر ہوئے ہیں گرچہ بحیثیت انسان اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشورہ تو کرتے ہیں مگر بحیثیت مظہر الوہیت وہ جمہوریت کے تابع نہیں رہتے انکا عزم اللہ تعالےٰ کے حکم پر ہوتا ہے (کہ جو اللہ کسی کے مشورہ کا محتاج نہیں) مگر افسوس کہ ۱۹۱۴ء نے جس طرح جسمانی جنگ کا نظارہ دنیا کو روحانی جنگ بھی دکھلائی - اس روحانی جنگ میں بھی ایک فریق حکومت شخصیت کا دلدادہ اور دوسرا فریق جمہوریت کا شیدائی نظر آیا - یہ روحانی جنگ بھی بارہ سو ساٹھ دن یا بیالیس مہینے تک خوب زور و شور سے چلی اور فریق حکومت شخصیت غالب ہی غالب ہوتا رہا - مگر اس میعاد کے گذرتے ہی اس کی مغلوبیت شروع ہو گئی - لہٰذا آج ۱۹۱۸ء کے خاتمہ پر جبکہ جسمانی جنگوں کے دونوں فریق جمہوریت کے حق میں صلح و آشتی کا جھنڈا گاڑنے میں مصروف ہیں تو کیوں نہ جماعت احمدیہ کے روحانی جنگ والے دونوں فریق جمہوریت کے حق میں صلح و آشتی کا سفید جھنڈا بلند کرنے میں مصروف ہوں۔ اگر جسمانی جنگ کی صلح کی کانفرنس پیرس میں اجلاس کرے تو کیوں اس روحانی جنگ کی صلح کی کانفرنس کا لاہور میں اجلاس نہ ہو پھر خوبی یہ ہے کہ لاہور میں احمدی برادران کا جلسہ سالانہ ایام تعطیلات کرسمس میں مقرر ہو چکا ہے اور قادیان کا جلسہ سالانہ ملتوی۔

مزید عرض یہ ہے کہ اگر اخبار کے محدود صفحات اس مضمون کے چھاپ دینے کی اجازت نہ دیں تو آپ بطور ضمیمہ الحکم اسکو شائع کر دیں - اور ۵۰۰ کاپیاں اس مضمون کی مزید چھاپ کر مجھے بھیج دیں سارا خرچہ میرے ذمہ رکھیں - مضمون چھاپنے کو التوا میں نہ رکھیں آپ کا جواب آتے ہی خرچہ کا جتنا روپیہ ہوگا - میں انشاء اللہ آپکو بھیج دونگا۔ فقط - والسلام ۔ خاکسار - اسمٰعیل آدم۔

(۲) کھلی چٹھی بنام جناب قاضی ظہور الدین اکمل صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

برادرم مکرم - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

مجھے غالباً جناب سے ملاقات کا نیاز حاصل نہیں مگر کم از کم آپ میرے نام سے واقف ہیں اس لئے یہ رقعہ ایک اجنبی کی طرف سے نہیں سمجھیں گے - بلکہ ایک ایسے شخص کی طرف سے جو حضرت مسیح موعودؑ میں ہو کر آپ کا بھائی ہے۔ آپ کی کھلی چٹھی مطبوعہ اخبار الحکم جلد ۲۲ نمبر ۴۴ صفحہ ۳ بنام مولوی عبدالرحمن صاحب سپرنٹنڈنٹ میڈیکل برانچ شملہ میری نظر سے گذری چونکہ میں بھی جناب موصوف کیطرح اس بات کا قائل ہوں کہ "حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات میں اور جماعت احمدیہ میں لفظ نبی و رسول کا استعمال عام طور پر ہوا ہے تاہم ان الفاظ سے جو نتائج فی زمانہ آپ احمدی مبائعین حضرت خلیفۃ ثانی نکال رہے ہیں وہ نتائج حضرت اقدس کے دعوے مسیح موعودؑ سے لیکر خلافت اولیٰ کے خاتمہ تک ہرگز ہرگز نہیں نکالے گئے۔ پھر جب میں حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کو پڑھتا ہوں - اور جب اُن تقریروں کو جو اس برگزیدۂ کبریاء کی زبان مبارک سے میں نے خود سنی ہیں یاد کرتا ہوں - اور جب اُن تقریروں کو جو میں نے خود نہیں سُنی مگر اخبارات الحکم - البدر - بدر وغیرہ میں دیکھ چکا ہوں اور اب پھر مکرر دیکھتا ہوں - تو اُن میں حضرت مسیح موعودؑ کے لئے لفظ نبی و رسول کا بہت کم استعمال پاتا ہوں - اور بجائے اس کے لفظ امام الزمان - مامور من اللہ حضرت امام حضرت مسیح موعود حضرت مہدی آخر زمان - چودھویں صدی کا مجدد بلا تکلف اور اس کثرت سے پاتا ہوں کہ شاید یہ لفظ نبی و رسول ایک ہزار کے مقابل ایک بار ہی استعمال ہوا ہوگا تو معلوم ہوا کہ یہ لفظ نبی و رسول تو ہزار میں ایک بار ہی سہی - مگر باعث اختلاف جماعت کبھی نہیں ہوا - اور آج جو یہ لفظ باعث اختلاف ہوا ہے۔ تو اس کا کیا سبب ہے جب اس سبب پر غور کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ نبی و رسول باعث اختلاف ہے ہی نہیں - اگر باعث اختلاف ہوا ہے - تو اسی لفظ نبی و رسول کے نتائج جو خلافت ثانیہ میں نکالے گئے ہیں - وہی ہیں - لہٰذا حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ کا حوالہ جو آپ نے اپنے مضمون میں دیا ہے - اس پر نظر کرنے سے پیشتر جو چیز باعث اختلاف ہے - اسی کو دیکھنا چاہئے تاکہ صحیح نتیجہ پر ہم پہنچ سکیں۔

اس بات میں تو آپ کو کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کہ لفظ مبائعین و غیر مبائعین کی ایجاد جماعت احمدیہ میں بزمانہ خلافت ثانیہ ہوئی ہے اور اس ایجاد پر ایک نتیجہ نکالا گیا کہ فرقہ مبائعین وہ ہے جس نے میاں صاحب کی بیعت کی، وہی مومن ہے اور فرقہ غیر مبائعین یعنی جس نے میاں صاحب کی بیعت نہیں کی - وہ فاسق ہیں خواہ انہوں نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کی ہو - یا حضرت خلیفہ اول رضی کی بیعت کرکے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہوں پھر اسی فتوے کے ماتحت ان غیر مبائعین کی اقتدا میں نماز پڑھنا بھی مکروہ گردانا گیا - بلکہ اس سے بڑھکر جماعت احمدیہ حیدرآباد دکن میں بعض شرعی حیلہ حوالوں کے ماتحت احمدیوں کے نکاح بھی فسخ کرائے گئے اب غور طلب امر یہ ہے کہ خلافت ثانیہ کا وجود بتلا رہا ہے کہ اس سے پہلے ایک خلافت خلافت اولیٰ کے نام سے ہو چکی ہے اور وہ امر واقعی ہے تو کیا خلافت نظیر نہیں پھر جب اس کے خلاف کوئی نظیر ملے تو یقیناً ثابت ہوگا کہ آپ غلطی پر ہیں ملاحظہ ہو اخبار بدر جلد ۱۱ نمبر ۵ و ۶ مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۴

"فرمایا (خلیفہ اول رضی) جو سکتے ہو سُنیں اور جن تک آواز نہ پہنچتی ہو ان کو سنا دیں کہ تمکو بیعت کرنے پر کوئی مجبور نہیں کرتا - تو تو مارتا نہیں کہ ضرور بیعت کرو ہم کسی کو بلاتے نہیں کسی پر زور نہیں دیتے یہاں بعض عورتیں ہیں جو بیعت میں داخل نہیں - حالانکہ اُن کے مرد ہیں۔ ان عورتوں پر کوئی زور نہیں ڈالا جاتا - پس جب بیعت اپنے ارادہ اور خوشی سے ہے تو اس پر پکے رہو" الخ

تقریر بالا سے حسب ذیل تین امور واضح ہوتے ہیں:۔

(اوّل) خلیفہ اول رضی کے وقت میں بھی بعض احمدیوں نے بیعت کی اور بعض نے نہیں۔

(دوئم) بیعت نہ کرنیوالوں کو نہ غیر مبائعین کہا گیا - نہ فتوے فسق ان پر جاری ہوا۔

(سوم) بیعت خلیفۃ المسیح اپنے ارادے اور خوشی سے تھی۔

پس واضح ہوا کہ خلیفۃ المسیح کی بیعت بیعت ارادی ہے نہ اعتقادی یہ بیعت وہ بیعت نہیں جس سے فتوے فسق لازم آوے تو پھر یقیناً یقیناً حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت وہ نبوت نہیں جس سے فتوے کفر عاید ہو اور ایسے لوگوں سے شریعت محمدیہ میں بتائے ہوئے کا فروں والا معاملہ کیا جاوے۔

پھر ملاحظہ ہو اخبار بدر جلد ۸ نمبر ۴۶ - ۴۷ مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ اول میں حضرت امیر المومنین خلیفہ اول رضی کا ایک خطبہ چھپا ہے جس اخبار کے ایڈیٹر جناب مفتی محمد صادق صاحب اور اسسٹنٹ ایڈیٹر جناب قاضی ظہور الدین اکمل (یعنی آپ خود مخاطب عریضہ ہذا) حضرت امیر المومنین فرماتے ہیں "جو نبی اسرائیل نے کیا - وہی مسلمانوں نے کیا - خدا نے ان کو ایسا دین دیا جو سب دینوں سے بڑھکر ہے - ایسی کتاب دی جو کتب الٰہیہ کی جامع ہے - ایسا نبی دیا جو تمام انبیاء کا سردار ہے - (اور احمدیوں کو وہ امام دیا جو تمام اولیاء کا سردار ہے) الخ - یہ بریکٹ والا فقرہ حضرت امیر المومنین رضی کا فرمایا ہوا نہیں بلکہ اسسٹنٹ ایڈیٹر جناب قاضی اکمل صاحب کا ہے۔ (یعنی خود آپکا) اسوقت ایڈیٹر صاحب مفتی محمد صادق صاحب کی قادیان سے غیر حاضری ہے جو اسی اخبار کے دوسرے صفحہ پر معلوم ہوتی ہے۔ اب آپ خود ہی غور کریں کہ جس وقت یعنی ۱۹۰۹ء میں آپ نے یہ بریکٹ والا فقرہ لکھا جس میں حضرت اقدسؑ کو زمرۂ اولیاء اللہ میں شمار کرکے تمام اولیاء کا سردار بتایا اس وقت بھی آپ نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ کے ان الفاظ کو کہ "جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا" ذہن نشین فرماکر ہی لکھا تھا یا نہیں۔ یقیناً اسوقت آپ کی نظروں میں حضرت اقدس کا نبی کا نام پانے میں مخصوص ہونا تمام اولیاء کا سردار ہونا ہی مسلم تھا نہ کہ زمرہ اولیاء اللہ سے نکل کر زمرۂ انبیاء میں داخل ہو جانا - اگر اس وقت آپ کا وہی عقیدہ ہوتا جو آج آپ سمجھ رہے ہیں اور دوسروں کو سمجھا رہے ہیں تو ہرگز ہرگز یہ بریکٹ والا فقرہ آپ کی قلم سے لکھا نہ جاتا۔

پھر آپ نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹ کا حوالہ دے کر آپکی مزعومہ نبوت کو ثابت کرنے کے لئے حضرت اقدسؑ کے اپنے عقیدہ نبوت میں تبدیلی فرمانے کا نتیجہ نکالا ہے۔ مگر جب وہ سارا مضمون جو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۵۵ پر ختم ہوتا ہے سارے کا سارا پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہاں نبوت پر کوئی بحث ہی نہیں - سائل کا سوال اور اعتراض فضیلت مسیح موعودؑ علیٰ مسیح عیسےٰ بن مریم پر ہے۔ حضرت اقدسؑ اسی کے جواب میں اپنی فضیلت ثابت کر رہے ہیں سائل جو عقیدہ فضیلت کے بارے میں آپ کا پہلے تھا اس سے رجوع فرما رہے ہیں اس مضمون سے آپ کی فضیلت اور صداقت ثابت ہو رہی ہے - نہ آپ کی وہ نبوت جو مبائعین حضرت خلیفہ ثانی کے زعم میں آج آ رہی ہے چنانچہ صفحہ ۱۵۵ پر آپ ان الفاظ پر بحث مذکورہ بالا کو ختم کرتے ہیں۔ "ہاں میں صرف نبی نہیں بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی بھی۔ تا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ و کمال فیضان ثابت ہو اس مشکلات کی تائید میں آنحضرت صلعم کی ایک حدیث بھی ہے جس میں آنحضرت فرماتے ہیں کہ "اگر موسیٰ و عیسےٰ زندہ ہوتے تو میری اتباع کرتے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کا امتی ہونا سابقہ نبوتوں سے افضل ہے - حضرت مسیح موعودؑ بھی آنحضرتؐ کے امتی ہی ہیں تو کیوں افضل نہ ہوں۔ قرب الٰہی کا کمال عرفان الٰہی ہے اور وہ کمال صرف امت آنحضرت صلعم کو ہی ملا - اسلئے سابقہ انبیاء نے بھی یہ تمنا کی کہ کاش وہ بھی آنحضرتؐ کی امت ہوتے - حضرت اقدس

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے منشی دوست محمد صاحب پرنٹر کے باہتمام شیخ محمد ... پرنٹر ... محمدی سٹیم پریس لاہور میں چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے ...

(۶) ایک عیسائی پادری صاحب سے مولانا اصولی بحث کرتے ہیں۔

پادری صاحب فرماتے ہیں۔ مولانا آپ ہمیں نبوت محمدیہ کیا منواتے ہیں۔ خدا کا بیٹا ہمارے لئے مصلوب ہو کر کفارہ ہو گیا۔ اور شریعت لعنت ٹھہر گئی۔ لہذا اب کسی نبوت وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ اب چونکہ خدا کے **لم یلد ولم یولد** ہونے اور کفارہ کی تردید وغیرہ پر بحث کفر و اسلام میں اصولی بحث نہیں۔ لہذا "بحث ختم"

بس مولانا! بحث ختم! منطق ختم! فضیلت و علمیت ختم! یوں کہو کہ آپ کی اشاعت اسلام کا قصہ ختم! آہ یہ ختم کا لفظ کیسا منحوس ثابت ہوا!

میں نے کہا تھا کہ نہیں مولانا کا یہ فقرہ اصولی بحث والا بے معنی ہے میں مولانا کے کلام کا بھیدی ہوں۔ ان کے چلتے ہوئے فقروں کی تہ میں جو حقیقت ہوتی ہے۔ اس کو خوب سمجھتا ہوں۔ اگر مولانا کہیں کہ نہیں ایک دہریہ سے ہم پہلے خدا منوائینگے پھر الہام منوائیں گے نبوت منوائیں گے۔ پھر نبوت محمدیہ منوائیں گے۔ تو میں عرض کرونگا کہ ان بحثوں کا آپ کیا نام رکھیں گے۔ کیا یہ کفر و اسلام میں اصولی بحث نہ ہوگی۔ اگر ہوگی تو آپ نے جو اصولی بحث کی تعریف قائم کی تھی وہ غلط ہو گئی۔ اور اگر اصولی بحث آپ صرف نبوت محمدیہ پر بحث کرنے کا نام رکھتے ہیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ جس کو آپ اصولی بحث کہتے ہیں اس پر بحث کرنے سے قبل ایک منکر سے کئی اور بحثیں بطور تمہید اور بنیاد کے کرنی پڑتی ہیں تب جا کر آپ کی مزعومہ اصولی بحث شروع ہوتی ہے۔ چونکہ آپ مسیح کی وفات کے منکر ہیں۔ امتیوں میں [illegible] مسیح موعود کے آنے کے قائل نہیں۔ لہذا ضرور ہے کہ مرزا صاحب کو منوانے سے پہلے اس دہریہ کی طرح آپ کو پہلے مسیح کی وفات منوائی جائے پھر منوایا جائے کہ مسیح موعود اسی امت میں سے ایک مجدد اور خلیفہ ہے۔ اور پھر منوایا جائے کہ وہ موعود مرزا صاحب ہیں۔ یہ بحثیں آپ کی مزعومہ اصولی بحث کے لئے اسی طرح بطور بنیاد اور تمہید کے ہیں۔ جسطرح نبوت محمدیہ کے منوانے کے لئے خدا کی ہستی اور الہام کی ضرورت اور نبوت پر بحثیں بطور تمہید اور بنیاد کے ہیں۔

اب کو آیا مولانا آپ کی سمجھ میں! یہ کس برتے پر حضور والا نے اس قدر شیخی اور تکبر کے کلمے ارشاد فرمائے تھے۔ کہ "اپنے امیر بلکہ امیر گھروں کو بھی ساتھ لے لیجئے ہاں اس ضرورت کے لئے قادیان بلکہ بہشتی مقبرے میں بھی جانا پڑے تو بلا رنہ کیجئے گا۔ لیکن جو جواب دے۔ اسے سوچ سمجھ کر پیش کیجئے گا۔ کیونکہ

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے۔"

اُف رے زور و شور! کس فقرہ پر! اسی مہمل فقرہ پر جس کی لغویت اور پلشت الہام بفضلہ تعالے ہو چکی ہے۔ اور جس پر مولانا کے مضمون کی عمارت محل شفا جرف ہار ثابت ہوئی۔ سچ ہے کہ واللہ لا یھدی القوم الظلمین۔ شیر پنجاب صاحب اپنی اس گیدڑ بھبکی کے جواب میں یہ شعر رکھیں کہ

ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ

دلبر کی رہ میں یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے
ہشیار ساری دنیا ایک باؤلا یہی ہے۔

بل نقذف بالحق علی الباطل فید مغہ فاذا ھو زاھق و لکم الویل مما تصفون۔

م ل۔ فنافی المرزا کے خطاب کا شکریہ عرض ہے۔

کوئی نہ جائے

جس دن سے حضرت امیر ایدہ اللہ نے میاں محمود احمد صاحب کو جلسہ سالانہ پر تبادلہ خیالات کی دعوت دی ہے۔ محمودی حلقوں میں عجیب کھلبلی برپا ہے۔ بہتیرے ایسے ہیں جو دل سے اس دعوت کو معقول اور مناسب سمجھتے۔ اور چاہتے ہیں کہ میاں صاحب اس کو منظور کریں۔ جس کا اظہار گو وہ اب میاں صاحب کے انکار کے بعد نہ کریں۔ لیکن ہم ایسے آدمیوں کو جانتے ہیں جنہوں نے انکا جواب شائع ہونے سے پہلے زبانی بھی اس کا اقرار کیا۔ لیکن پیر پرستی کو خدا غارت کرے۔ جو کسی معقول بات پر انسان کو کھڑا رہنے نہیں دیتی۔ اور بھیڑ بکھوائے دیوانہ را ایک ہوئے بس است جو کچھ آواز کان میں پڑی اسی پر قائم ہو گئے۔

ہم اپنی طرف سے اس پر کچھ لکھنے کے لئے تیار نہ تھے۔ اور حضرت امیر ایدہ اللہ کی آخری چٹھی کا جواب میاں صاحب کے قلم سے

لیکن الفضل نے [illegible] سے شایع کرنے کے ساتھ خود اپنی طرف سے بھی ایک طویل افتتاحیہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے "سالانہ جلسہ کا التوا اور مولوی محمد علی ایم۔ اے کی چالبازی" ہمیں افسوس ہے کہ ان لوگوں کے اخلاق اس درجہ گر چکے ہیں کہ اپنی تحریرات میں مخاطب کی عزت کا انہیں ذرا بھی پاس نہیں ہوتا۔ دوسروں پر کیا افسوس کریں خود میاں صاحب نے اپنے جواب میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی دعوت کو "چالاکی" اور آپ کے خیالات کو "زہر" قرار دیکر یہ ثابت کر دیا کہ یہ سب آنجناب کا پھیلایا ہوا زہر ہے۔ جو مریدین کی اخلاقی زندگی کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہے۔ لیکن اس سے قطع نظر کر کے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی شرافت اور بلند اخلاقی ایسی تمام باتوں کو "للہ معاف" فرمانے پر تلی ہوئی ہے۔ اس گھبراہٹ اور اضطراب کو ہم دکھانا چاہتے ہیں جو "الفضل" کو حضرت امیر ایدہ اللہ کی چٹھی پر خلافت مآب کے زیر اثر دامن گیر ہوا ہے۔ ان لایعنی وجوہات کا تذکرہ کرنے کے بعد جن کو وہ جلسہ سالانہ کے التوا کا موجب قرار دیتے ہیں آخر میں کس بیتابی اور گھبراہٹ کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ

"ہرگز ہرگز مناسب نہیں ہے کہ اس قسم کا کوئی اعلان
شایع ہو۔ جو مولوی محمد علی صاحب نے تجویز کیا ہے
اور نہ ہی یہ مناسب ہے کہ ہماری جماعت میں سے
کوئی شخص غیر مبایعین کے جلسہ پر جائے"

کیوں نہ جائے۔ اور کس لئے یہ مناسب نہیں۔ الفضل کو تو شرمندگی چھپانے کے لئے یہ بہانہ بعد میں حاشیہ پر تجویز کرنا پڑا۔ کہ "اس کا نتیجہ اپنے جلسہ پر آنے کے لئے روک پیدا کرنا ہے" لیکن صاف ظاہر ہے کہ اصل وجہ یہ نہیں کیونکہ جس طرح سے حضرت امیر ایدہ اللہ لاہور میں میاں صاحب کو ان کے مریدین سمیت دعوت دیتے ہیں ویسے ہی ایشیا میں قادیان کے جلسہ پر خود بھی اسی تبادلہ خیالات کے لئے جانا چاہتے ہیں۔ تو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ وہاں لوگوں کے آنے میں روک پیدا کرنا چاہتے ہوں۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ آپ کے پاک خیالات اور ادلہ قاطعہ میاں صاحب کے باطل عقائد کیلئے ایک "زہر" کا حکم رکھتے ہیں۔ اسی لئے ان کو ڈر ہے کہ مبادا ان کے مریدین کے روبرو آنے پر ان غلط عقائد کو ہمیشہ کے لئے قبر میں دفن نہ کر دینا پڑے۔ اسی لئے "کوئی نہ جائے" "کوئی نہ جائے" کی چیخ و پکار سے نہ صرف اس سال بلکہ ہمیشہ ہی ان لوگوں کو اپنی کمزوری کا علانیہ اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ ورنہ جس کو اپنے حق پر ہونے کا یقین ہو۔ وہ ایسے کوتاہ ہمتی [illegible] دل سے کام نہیں لے سکتا۔ ایک طرف حضرت امیر ایدہ اللہ کی اس جرأت اور فراخ حوصلگی کو دیکھئے کہ خود اپنے جلسہ میں میاں صاحب کو اپنے برابر حقوق تقریر دیتے ہیں۔ جو آپ کے حق پر ہونے کا ایک کھلا نشان ہے۔ اور دوسری طرف ان لوگوں کی کمزوری کا اندازہ لگائیے کہ تبادلہ خیالات تو ایک طرف حق بات کے سننے تک کی تاب نہیں لا سکتے۔ اور لوگوں کو اس سے روکتے ہیں۔ جو باطل کا علانیہ ثبوت ہے۔

لیکن انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اس سے پہلے بھی ایسی ایسی کوششیں حق کے بالمقابل اہل باطل کی طرف سے فوقتاً فوقتاً ہوتی رہی ہیں۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مخالفین نے بھی لا تسمعوا لھذا القرآن والغوا فیہ کہا۔ لیکن اس کا آخری نتیجہ یہی ہوا جو ایسا کہنے والوں کے لئے موت اور زہر ہلاہل کا موجب تھا پھر مسیح موعود کے مخالفین کی اسی قسم کی کوششیں ہمارے جسم دیدہ ہیں لیکن نتیجہ میں آپ کو جو کامیابی نصیب ہوئی ظاہر ہے۔ آج انہی لوگوں کا منصب انہوں نے سنبھالا ہے۔ اور وہی "کوئی نہ جائے" کی آواز پھر ہمیں سنائی دی ہے۔ جس کے نتیجہ میں اہل حق کی کامیابی ایک اٹل بات ہے۔ انشاء اللہ تعالے

گائے کے متعلق سوامی شردھانند کی اپیل ہندوؤں سے

سوامی شردھانند سابق لالہ منشی رام مشہور آریہ سماجی نے گائے کے متعلق ہندو اخبارات میں اپیل چھپوائی ہے

جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

"اپنے ہندو بھائیوں سے مجھے ایک خاص نویدن کرنا ہے۔ کیا باعث ہے کہ چھاؤنیوں میں ہزاروں گردنیں روز قتل ہوتے دیکھکر آپ کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی اور ایک گائے کو مسلمان کے ناخنوں سے حلال ہوتے دیکھکر آپ کی رگ حمیت کیا رگ عبادت جوش میں آ جاتی ہے۔ اور آپ بجو دہو جاتے ہیں۔ جب ہزاروں گائیوں کے نیچے گلے کٹنے سے آپ کو پاپ نہیں لگتا۔ تو عید کے دن ایک گائے کو قربان ہوتے دیکھ کر آپ پاپ کے بھاگی کیسے ہو سکتے ہیں؟ پاپ تو گلا کی قربانی کرتا ہے (خواہ اس میں وہ جہالت کے باعث کتنی بھی بھول کرتا ہو۔ کیونکہ اس کے مذہب کے رو سے گائے کی قربانی لازمی نہیں) وال چھاؤنیوں میں محض سپاہیوں کا پیٹ آسانی سے بھرنے کے لئے گو میں ماری جاتی ہیں۔ جب کچھ ہندو اور ایک پارسی ٹھیکہ دار مدت سے محض اپیلوں کے ذریعہ سے ہی اس ناعاقبت اندیش عمل کو دور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تو آپ اپنے مسلمان بھائیوں سے کیوں الجھ پڑتے ہیں۔ اور شاید آپ کا یہ الجھنا ہی اس مدعا کے دور ہونے میں حارج ہو رہا ہے۔ ایک مسلمان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ جب ایک ہندو بکرا۔ مرغا۔ ہرن۔ فاختہ۔ دنبہ وغیرہ اور نجس سور تک کو ہڑپ کر کے ڈکار نہیں لیتا۔ تو گائے کے ذبح ہونے پر کیوں اتنا تلملا پیلا ہوتا اور شور مچاتا ہے۔ ایسے خیال میں اس مسلمان بھائی کی بھول ضرور ہے۔ اور اس بھول کو میں اور پر واضح کر چکا ہوں۔ لیکن اس مسلمان بھائی کی سمجھ میں آپ کے عمل کا اجتماع ضدین نہیں آتا۔ اگر آپ مسلمان بھائیوں کو اس بڑے بھاری پاپ (یعنے گاؤ کشی) سے بچانا چاہتے ہیں تو جیسا آپکے ست شاستروں اور وید بھگوان کا فرمان ہے آریہ جاتی (ہندو) ماتر سے مانس کا پرچار بالکل بند کرا دو اگر آپ اس طرح پر اپنے شاستروں کی عزت کرتے ہوئے پورا ہے اہنسک آریوں کی اولاد اہنسک بنجاؤ تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تھوڑے سے عرصہ میں ہی ہم اپنے سات کروڑ مسلمان بھائیوں کو اہنسک بنا سکیں گے اور تب گاؤ کشی کا واقعی انسداد ہوگا۔ کیونکہ ہندو مسلمانوں کے اس پاک عمل کا اثر گورے سپاہیوں پر ہوئے بغیر نہ رہیگا۔ اور بوڑھا بھارت پھر سے استاد زمانہ بننے کا فخر کریگا"

ایک اور اپیل امرتسر کے مولوی ابو تراب عبدالحق صاحب مسلمانوں سے کی ہے جس میں ذبیحہ بقر کو از روئے شریعت اسلام لازمی اور فرض نہ قرار دیتے ہوئے مسلمانوں کو یہ نصیحت کی ہے کہ وہ گائے کو ذبح کرنا چھوڑ دیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس قسم کی اپیلیں اور اپنی اپنی قوم کو نصیحت و تنبیہ کرنا بہت حد تک فائدہ کا موجب ہو سکتا۔ اور آئے دن کے فسادات کی روک تھام اس سے ہو سکتی ہے۔ لیکن ہم حیران ہیں کہ سوامی شردھانند نے ہندوؤں کو متنبہ اور گوشت خوری سے منع کرتے ہوئے مسلمانوں پر کیونکر بے رحمی اور خطا کا الزام دیدیا۔ جبکہ وہ خود بھی گھاس اور سبزی وغیرہ کے کھانے سے اس الزام سے بچ نہیں سکتے۔

سوامی شردھانند کی اپیل جیسا کہ ان کے آخری الفاظ سے پایا جاتا ہے نری گائے کے ذبح کرنے نہ کرنے کے متعلق نہیں۔ بلکہ وہ جہاں مسلمانوں کو گائے وغیرہ کے ذبح کرنے میں مورد الزام ٹھیراتے ہیں۔ وہاں ہندوؤں کو کسی اور جانور کا گوشت کھانے سے بھی منع کرتے ہیں۔ کہ یہ ان کے نزدیک بے رحمی میں داخل ہے یہ خیال کسی اور شخص کے قلم سے نکلتا تو چنداں موجب اعتراض نہ تھا مگر جو شخص تناسخ کا قائل ہے اور یہ مانتا ہے کہ انسان اور حیوانات سب کی روحیں ان درختوں اور سبزیوں وغیرہ میں بھی جاتی اور رہتی ہیں۔ اس کا گوشت خوری کو بے رحمی میں داخل قرار دینا اور سبزیوں کو کھانے کی تحریک کرنا دوہری غلطی ہے۔ بہتر ہوتا کہ سوامی صاحب اس کے ساتھ ہی اپنے ہم مشرب سماجی حضرات اور دیگر ہندوؤں کو یہ بھی نصیحت کرتے کہ جس طرح سے تم اپنے دیگر شعار مذہبی ادا کرتے ہو۔ اور مسلمان اس میں خلل انداز نہیں ہوتے ویسے ہی مسلمانوں کے شعار مذہبی میں بھی خلل انداز ہونا انکے مذہبی بزرگوں کو برا بھلا کہنا مناسب اور زیبا نہیں۔

مولوی حکیم ابو تراب عبدالحق صاحب کا یہ خیال بیشک صحیح ہے کہ ذبیحہ بقر از روئے شریعت اسلام کوئی لازمی اور فرض نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ جب امیر مسلمانوں کے گوناگوں فوائد منحصر ہیں غریب مسلمان سات سات ملکر ایک گائے کو ذبح کرنے سے قربانی کے اہم فرض سے سبکدوش ہو سکتے ہیں۔ پھر اس سے چمڑے وغیرہ کی تجارت کی صورت میں بہت سے اقتصادی فوائد بھی مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ تو محض اس موہوم خیال کی بنا پر کہ ہندوؤں کے جذبات کو اس سے صدمہ پہنچتا ہے۔ حالانکہ بقول سوامی شردھانند ہر روز چھاؤنیوں میں سینکڑوں گائیں ذبح ہوتی ہیں۔ اور کبھی توہین جذبات کا خیال بھی کسی کو نہیں ہوتا کیونکر ان فوائد کو ترک کر سکتے ہیں۔ ہم نواب حاجی محمد اسماعیل خاں صاحب آگرہ سے متفق ہیں کہ ہندو صاحبان سال کے باقی ۳۶۴ دنوں میں ذبیحہ بقر کو روک دیں تو پھر مسلمانوں سے بھی یہ مطالبہ ہو سکتا ہے

اوراقِ قرآن کی ردی

اس مسئلہ پر ہم گذشتہ دو اشاعتوں میں بالتفصیل لکھ چکے ہیں۔ اب مدراس کے "الاقتدار" کے نامہ نگار سے معلوم ہوا ہے کہ وارث سریز میں بھی اسی قسم کے اوراق دو کانداروں کے ہاں سے دستیاب ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ:

"آج بھی ایک واقعہ یوں ہوا۔ کہ قرآن کے اوراق میں حلوائی نے حلوا باندھ کر دیا۔ ہم نے اس سے کل ردی کا مطالبہ کیا۔ تو تینتیس روپیہ تین آنہ کی ردی جو قرآن وغیرہ کے اوراق پر مشتمل تھی نکلی چندہ کر کے خریدی گئی"

آگے چلکر نامہ نگار لکھتا ہے۔

"یہ تو ایک سرسری واقعہ ہے۔ ہندوستان میں ہزاروں کی تعداد میں ہر ایک مذہب کے مطابع موجود ہیں۔ ان میں قرآن مقدس کی کیا حالت ہو گی۔ کیا مسلمان اس کا کچھ انتظام نہیں کر سکتے؟"

انتظام تو بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ مگر مسلمان کرنے والے ہوں۔ دلوں میں کوئی غیرت حمیت باقی ہو۔ پھر ان تجاویز کو جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے گذشتہ بارہ وفات کے جلسہ میں قرار پائیں عملی جامہ پہنانے سے یہ تمام دقتیں دور ہو سکتی ہیں۔

طاعون کے بیس سال

معاصر وکیل رقمطراز ہے کہ "ہندوستان میں پلیگ کو نمودار ہوئے بیس سال ہو گئے۔ اس اثناء میں اس نے جو تباہی و بربادی ملک میں پھیلائی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ حال میں گورنمنٹ ہند کے سینیٹری کمشنر میجر نارمن وہائٹ نے اس خوفناک مرض کی نسبت ایک کتاب ابھی شائع کی ہے جس میں انہوں نے وہ خاص خاص نتیجے بیان کئے ہیں جو اس بیس سالہ تجربہ کی بدولت حاصل ہوئے۔

(۱) بارش زیادہ ہو تو پلیگ میں بھی شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ بارش کی کمی پلیگ کو دور کر دیتی ہے۔

(۲) جن علاقوں میں پلیگ کا سب سے زیادہ زور ہوتا ہے وہاں بھی ایک زمانہ اس قسم کا آتا ہے۔ جس میں مرض بالکل نظر نہیں آتا۔ ایسے مواقع پر اگر اس خوفناک مرض کے انسداد کی پوری کوشش کی جائے۔ تو مرض کا خاتمہ ہونا غیر ممکن نہیں۔

(۳) سب سے زیادہ پلیگ زدہ مقامات میں بھی دیکھا جاتا ہے۔ کہ پلیگ کا اثر ہلکا ہوتا جاتا ہے اس کی وجہ ہے کہ چوہے اب رفتہ رفتہ پلیگ کے جراثیم برداشت کرنے کے عادی ہو گئے ہیں اور ان کی بدولت ان میں مرض نہیں پھیلتا یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ مرض کی یہ کمی ہماری انسدادی تدابیر کی بدولت ہوئی ہے۔

(۴) جب ایک بار ہندوستان کے بڑے بڑے علاقوں کو پلیگ کے اثر سے پاک کر دیا گیا۔ تو پھر ان کو آئندہ اس مرض سے محفوظ رکھنے میں دقت پیش نہ آئیگی۔ کیونکہ موجودہ حالات میں اس مرض کی چھوت اس تیزی سے نہیں پھیلتی جس سے پہلے پھیلتی تھی۔

(۵) چوہوں کی کثرت کو روکنے اور ان کے ریل گاڑیوں میں ایک سے دوسرے مقام تک پہنچنے کی خرابی کا انسداد ہونا چاہئے۔

(۶) ایک کروڑ ہندوستانی پلیگ سے مر چکے ہیں۔ ان کی موت سے ملک کو جو مالی اور جانی نقصان پہنچا اسے پیش نظر رکھتے ہوئے ہندوستانیوں کو ایک متفقہ کوشش ملک کو پلیگ سے محفوظ کرنے کے لئے کرنی چاہئے۔ تمام قابل انسداد امراض میں سے پلیگ کا انسداد زیادہ سہل ہے۔

میجر نارمن صاحب کا تجربہ نہایت قیمتی ہے جو بیس سال کی مدت میں ایک کروڑ ہندوستانیوں کے تلف ہونے کے بعد حاصل ہوا ہے۔

گورنمنٹ نے طاعون کے انسداد کی کافی کوشش کی ہے۔ اور اگر پبلک بھی آمادہ ہو۔ تو ہندوستان سے پلیگ کو بآسانی خارج کیا جا سکتا ہے۔

غلامی

غلامی اور لونڈیوں کے بارہ میں اسلام کے وہ اصول جو قرآن شریف نے بیان کئے ہیں۔ ان سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ مخالفین کے اعتراضات صداقت سے خالی ہیں۔

قیمت .... تین آنہ (۳ر)

ضروری خبریں

پرتگال میں صورت معاملات۔ لنڈن ۱۷۔ دسمبر۔ پرتگال میں وزارت مستعفی ہو گئی ہے۔ ملک میں امن امان ہے۔

سرویا کی بحالی۔ لنڈن ۱۷۔ دسمبر۔ بلگریڈ۔ سلووینز۔ کروٹس اور سرویوں کی اول وزارت جس میں تمام رقبوں کے نمائندے شامل ہیں بنائی گئی ہے جس کا وزیر اعظم ووسیلو پاشچ مقرر کیا گیا ہے۔

بلجیم اور صلح کانفرنس۔ لنڈن ۱۷۔ دسمبر۔ برسلز۔ یہ امید نہیں کی جاتی کہ صلح کانفرنس کا اجلاس ۱۵۔ جنوری سے پہلے منعقد ہوگا۔ صلح کے متعلق مستقل کمیٹیوں کے اجلاس یہاں منعقد ہونگے۔

ہندوستان کے لئے امریکہ سے چاندی۔ لنڈن ۱۷۔ دسمبر۔ تین ملین ڈالر کی چاندی کلکتہ کو جہاز پر لاد کر روانہ کی گئی ہے۔

بلجئین پناہ گزینوں کی واپسی۔ لنڈن ۱۹۔ دسمبر۔ بلجئین پناہ گزینوں کی واپس آنے والی پہلی پارٹی کل ٹلبری سے روانہ ہوئی۔

جنرل سمٹ ایون کا ہوائی جہاز روما میں۔ لنڈن ۱۹۔ دسمبر۔ وہ ہوائی جہاز جس پر جنرل سمٹ ایون سوار ہیں۔ اور جو انگلستان سے ہندوستان آرہا ہے۔ روما میں پہنچ گیا ہے۔

مولوی حاجی محبوب عالم صاحب کی واپسی۔ پورٹ سعید۔ ۲۲ دسمبر۔ جناب مولوی حاجی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار کا جو سرکار کی طرف سے ڈیپوٹیشن کے ساتھ انگلستان تشریف لے گئے تھے۔ پورٹ سعید سے ۲۲۔ دسمبر ۱۹۱۸ء کا مندرجہ ذیل تار موصول ہوا ہے "براہ کولمبو واپس آرہے ہیں"۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ مولوی صاحب موصوف دو ہفتے کے اندر لاہور پہنچ جاویں گے۔

شہزادہ شریف فیصل گلاسگو میں۔ لنڈن ۱۸۔ دسمبر۔ پرنس فیصل کا گلاسگو میں بڑا تپاک سے خیر مقدم کیا گیا۔ لارڈ پرووسٹ نے ایک تقریر کے دوران میں عمین کوت کی تسخیر کے بعد اتحادیوں کے ساتھ ملنے کے متعلق شاہ حجاز کی دلیری کی تعریف کی۔ آپ نے فرمایا کہ شریف فیصل ایک قابل باپ کا ایسا قابل فرزند اور ایک شریف کا قابل نمائندہ ہے۔ (چیئرز) عربوں نے اتحادیوں کو جو امداد دی ہے۔ آپ نے اس کی تعریف کی اور فرمایا کہ ہمیں یقین ہے کہ بہادر عرب لوگوں کی وفاداری اور خدمات کا اعتراف کیا جائیگا۔ اور انہیں بطور ایک قوم کے جائز رتبہ پر بحال کیا جائیگا۔ اور بین الاقوامی امداد کا وہ حصہ انہیں دیا جائیگا۔ جو سالہا سال میں ان پر ظلم کرنے والے جابروں کو دیا گیا تھا۔ (چیئرز) شریف فیصل نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ برطانیہ کی طرف عربوں کا جو جذبہ ہے۔ اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ ہر ایک شخص جو اپنے آپ کو انگریز کہتا ہو۔ اب عرب میں سفر کر سکتا ہے۔ جہاں اس سے پیشتر کوئی سفید آدمی نہ جا سکتا تھا۔

صلح کے متعلق ابتدائی جلسے۔ لنڈن ۲۰۔ دسمبر۔ پیرس ہیوس ایجنسی مظہر ہے کہ امید ہے کہ پریذیڈنٹ ولسن کرسمس میں لنڈن پہنچیں گے۔ صلح کانفرنس کے متعلق اتحادیوں کا پہلا ابتدائی جلسہ نئے سال سے پہلے پیرس میں منعقد نہ ہوگا۔

رومانوی شہزادہ پیرس میں۔ لنڈن ۲۳۔ دسمبر۔ پیرس ہیوس ایجنسی مظہر ہے کہ رومانیا کا پرنس نکولس جو بادشاہ کا فرزند ہے۔ کل پیرس میں پہنچا۔ پرنس مذکور اپنی تعلیم جاری رکھنے کے لئے انگلستان کو جائیگا۔ اور اس کے بعد سینڈ ہرسٹ کے فوجی کالج میں داخل ہوگا۔

شاہ اٹلی پیرس میں۔ لنڈن ۲۰۔ دسمبر۔ پیرس۔ ہیوس ایجنسی مظہر ہے کہ شاہ اٹلی بہمراہ شہزادہ پیڈمونٹ آج سہ پہر کو پیرس میں پہنچا اس دن سرکاری طور پر تعطیل منائی گئی تھی۔ دشمن کی تحریک کے خلاف فرانسیسی انجمنوں کے اتحاد سے شاہ اٹلی کے لاکھوں عامیوں کے جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔ کہ انہیں امید ہے کہ جنگ میں جو برادرانہ تعلقات پیدا ہوئے ہیں۔ وہ امن کے زمانہ میں بھی مدت تک بہ قرار رہیں گے۔

لنڈن ۲۰۔ دسمبر۔ ہیوس ایجنسی مظہر ہے کہ پیرس نے شاہ اٹلی کا عظیم الشان خیر مقدم کیا۔ ان کے اعزاز میں ایلیزیسی میں ایک دعوت دی گئی۔ اور موسیو پوانکارے نے شاہ اٹلی کا جام صحت تجویز کرتے ہوئے کہا کہ اٹلی کے موجودہ عظمت زیادہ تر ایسے واقعات میں جنہوں نے پرانے سفارتی اجتماعات کو تباہ کر دیا تھا۔ اور جذبہ اور مفاد کے جذبات کو زیادہ مضبوط بنا کر اٹلی اور فرانس کو سفر کیا تھا۔ بادشاہ کے ذاتی مفاد کی وجہ سے ہے۔

بلغاریہ کی جمہوری وزارت۔ بلغاریہ سے کئی ہفتوں تک تاروں کا سلسلہ منقطع رہنے کے باعث گونا گوں افواہیں اڑ رہی تھیں۔ اب صوفیہ سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ جرمن وسائل سے جو خبر آئی تھی۔ کہ جدید شاہ بورس بلغاریہ سے بھاگ گیا ہے۔ اور وہاں جمہوری حکومت قائم ہو گئی ہے۔ یہ بالکل بے بنیاد ہے۔ بقول رائٹر شاہ بورس اسٹرک بلغاریہ پر حکمرانی کر رہا ہے۔ البتہ اس نے مسیو تھوڈوروف کے ماتحت میں ایک نئی جمہوری وزارت کا قیام منظور کر لیا ہے۔

خود عربوں ہی سے خطرہ ہے۔ گو عربوں نے سابق میں پولیٹیکل مذہب کا اظہار نہ کیا ہو۔ جو استقلال اور تقویت کے لئے ضروری ہے۔ تاہم کون کہہ سکتا ہے کہ وہ آئندہ بھی اس وصف سے متصف نہ ہو سکیں گے۔ یقیناً برٹش سلطنت یا ہندوستان میں کوئی شخص ایسا خیال نہیں کر سکتا۔ اس قسم کا ادعا اس اصول سے انکار کرنا ہوگا۔ جس پر کہ سلطنت مبنی ہے۔ ایسا خیال بخصوصیت سے ہندوستان کے اندرونہ تمام میلانات کے خلاف ہوگا۔ بحیرہ روم سے لیکر خلیج فارس تک کی سرزمین کے بارہ میں جس میں عرب بستے ہیں۔ برٹش و فرنچ گورنمنٹیں اپنی اسی پالیسی کا اعلان کر چکی ہیں۔ کہ وہ سرزمین مذکور میں ایسی حکومتوں کو نشوونما بخشیگی۔

ضرورت ہے

(۱) ایک استاد کی بمشاہرہ ۲۵ روپیہ چک ۲۷ ضلع منٹگمری کی قوام جرائم پیشہ میں کام کرنے کے لئے۔

(۲) ایک استانی کی بمشاہرہ ۱۵ روپیہ چک ۲۷ "

(۳) ایک اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کی جو کسی قدر انگریزی بھی جانتا ہو بمشاہرہ ۲۵ روپیہ چک ۲۷ "

(۴) ایک چپراسی کی بمشاہرہ ۱۵ روپیہ چک ۲۷ "

تمام درخواستیں

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے پتہ پر آنی چاہئیں۔

تصنیفات حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ

احمدیہ موومنٹ انگریزی یہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب نے سلسلہ احمدیہ کے متعلق تمام حالات کو بیان کیا۔ بانی سلسلہ کی زندگی کے مختصر حالات اور مسائل قومی عقائد اور آجکل جو اختلاف سلسلہ میں ہوا ہے اس پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے غرض انگریزی دان حضرات کے لئے یہ سلسلہ نہایت مفید ہے۔

قیمت حصہ اول ۴ر حصہ دوم ۴ر حصہ سوم ۴ر مجلد ۱۲ر

مسیح موعود یہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی کی تازہ تصنیف ہے جس میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ نزول کی حقیقت کو قرآن و حدیث سے واضح کیا گیا اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی دعاوی بحیثیت مجددیت اور آپ کی پیشگوئیوں پر قرآن و حدیث سے روشنی ڈالی گئی ہے سلسلہ احمدیہ کے متعلق تحقیقات کرنے والوں کو اس کتاب کا مطالعہ ازبس ضروری ہے عمر

محمد نبی احمد نبی میاں محمود احمد صاحب کے اس عقیدہ کی تردید کہ احمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ تھا۔ قیمت ۱ر

حقیقت المسیح از روئے قرآن و بائیبل ایک عیسائی کے سوالات کا جواب۔ مصنفہ حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ ۲ر

حدوث مادہ ایک آریہ کے ساتھ بحث و مباحثہ جس میں مادہ کا حادث ہونا ثابت کیا گیا ہے قیمت ۴ر

نکات القرآن ہر چہار حصص از ابتدائے سورۃ فاتحہ تا آخر النساء حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی کے نکات القرآن کا سلسلہ لکھنا شروع کیا ہے جس سے چار حصے شائع ہو چکے ہیں اس سلسلہ میں قرآن مجید کے مشکل مقامات اور آیات پر نہایت لطیف اور زمانہ کی ضروریات کو مدنظر رکھکر نوٹ لکھے گئے ہیں جو لوگ قرآن مجید سیکھنا چاہتے ہیں انکے مطالعہ کیلئے یہ سلسلہ نہایت مفید ہے۔ اور ہر چہار حصص کا مجموعی حجم چار سو صفحہ ہے۔ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ کاغذ اعلیٰ تقطیع ۲۲×۲۹

قیمت حصہ اول ۶ر حصہ دوم ۶ر حصہ سوم ۸ر حصہ چہارم ۶ر مجموعہ ۱۰ر

النبوۃ فی الاسلام اس میں نبوت۔ رسالت۔ محدثیت۔ مجددیت اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی نبوت پر اصولی بحث کی گئی ہے قرآن اور حدیث اور حضرت مرزا صاحب کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی۔ اور مرزا صاحب نبی نہیں بلکہ محدث ہیں قیمت مجلد عمر غیر مجلد عہ

پتہ۔ بک ڈپو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور